ارمغان تصوف

مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الوظائف حضرت حکیم محمد طارق محمود مجذوبی چغتائی
پی ایچ ڈی (امریکہ)

دار المطالعہ
ہدی للناس

ادارہ تصوف سلفی
احمد پور شرقیہ، ضلع بہاولپور

مولانا محمد اسحاق بھٹی ریسرچ انسٹیٹیوٹ
لاہور

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

یہ شہادت گاہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

Marfat.com

Marfat.com

ارمغانِ تصوف

مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ

تدوین

شیخ الوظائف حضرت حکیم محمد طارق محمود مجذوبی چغتائی دامت برکاتہم العالیہ

(پی۔ایچ۔ڈی: امریکہ)

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : ارمغان تصوف مولانا اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ

تدوین : شیخ الوظائف حضرت حکیم محمد طارق محمود مجذوبی چغتائی دامت برکاتہم
(پی۔ایچ۔ڈی:امریکہ)

ترتیب و معاونت : ڈاکٹر حافظ محمد عثمان سلفی حفظہ اللہ

ناشر : دفتر ماہنامہ عبقری عالمی مرکز روحانیت وامن قرطبہ چوک لاہور

سن اشاعت : 2017ء

قیمت : =/1400 روپے

۱۵۹۲۰۶

خط وکتابت کا پتہ: عالمی مرکز روحانیت وامن قرطبہ چوک‘
قرطبہ مسجد‘ عبقری اسٹریٹ مزنگ چونگی‘ لاہور

فون / فیکس: 042-37425801,37425802,37425803

E-mail:contact@ubqari.org

Website:www.ubqari.org

Facebook.com/ubqari

Youtube.com/ubqariTasbeehKhana

حتیٰ الامکان کوشش کی گئی ہے کہ الفاظ‘ آیات‘ احادیث اور نقل حوالہ جات میں کوئی غلطی نہ ہو لیکن پھر بھی ہر پل خود کو قابل اصلاح سمجھتے ہیں‘ آپ کی تحقیقی نظر کہیں کسی غلطی یا قابلِ اصلاح پہلو کی طرف جائے تو خود ہی اصلاح کرلیں اور ادارہ کو بھی اطلاع کردیں۔

Marfat.com

انتساب

''ارمغانِ تصوف'' میں مذکوران تمام صوفیائے اہل حدیث کے نام جو شریعت کے کنارے کنارے چلنے کی بجائے طریقت کے سمندر میں غوطہ زن ہوکر ''ادخلوا فی السلم کافۃ'' کی حقیقت کو پا گئے۔ پھر اپنے دور میں عملی تصوف کے ذریعے توحید وسنت کی دعوت دے کر مخلوق کو خالق کے عشق و معرفت کی راہوں پر لگاتے ہوئے قرب الٰہی کی فردوسی مسندوں پر براجمان ہوگئے اور ببانگ دہل اس بات کا اعتراف و اعلان کر گئے کہ اہلحدیث تصوف بیزار نہیں بلکہ تصوف پسند ہوتے ہیں۔ وہ اسلاف کے ورثہ توحید وسنت کو سروں کا تاج بناتے ہیں اور سلفی تصوف کو گلے کی مالا۔ بقول صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''توحید اندر کی بھوک اور تصوف اندر کی پیاس ہے''۔

Marfat.com

حال دل

مورخ اہل حدیث، مولانا محمد اسحاق بھٹی علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد اخبارات ورسائل میں بیشتر تعزیتی مضامین لکھے گئے جن میں انکی گونا گوں خدمات پر روشنی ڈالی گئی۔ کچھ دن پہلے ان کی سوانح پر ایک مستقل کتاب ''ارمغان مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ'' دیکھنے کا اتفاق ہوا، جس کے مطالعہ سے دل کو انتہائی رنج پہنچا، کیونکہ مولف موصوف نے سوانح مرتب کرتے ہوئے پوری کتاب میں بھٹی صاحب مرحوم کی بجائے ''اپنا آپ'' ڈالا ہوا تھا۔ حالانکہ ''کسی بھی شخصیت کا تعارف اس کے ہر پہلو کو اجاگر کرنے سے ہی ہمیشہ سو فیصد ہوتا ہے۔ کیا مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ یہ بے انصافی نہ تھی، اور نہ ہوگی کہ اگر ہم ان کا سوانحی کام کریں اور ان کی زندگی کے ہر پہلو کو اجاگر کریں تو ایک ایسے پہلو کو پس پشت ڈال دیں یا گناہ کبیرہ سمجھ کر ان کی زندگی سے ہی نکال دیں، جس پہلو کو ہم نے خود پیٹھ کی ہوئی ہے۔ اگر تصوف اتنا بڑا گناہ ہی تھا تو بھٹی صاحب مرحوم نے اپنی تمام کتابوں میں جگہ جگہ کشف' کرامات' بیعت' الہام' تصوف' مرشد' مرید وغیرہ وغیرہ کا لفظ کیوں استعمال کیا اور ان شخصیات کا پورا کا پورا باب تصوف کے ساتھ کیوں مزین کیا؟ حالانکہ تصوف ایک ایسی حقیقت ہے جس کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے ہر دور کے اسلاف اہل حدیث نے اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھالا۔ انصاف پسند مورخین وسوانح نگار حضرات نے جب بھی ان اسلاف کے حالات زندگی پر قلم کو جنبش دی تو انکے خلوص وللہیت، عشق ومعرفت، کشف وکرامات، الہام وبشارات جیسے روشن پہلوؤں کو بھی تحریر کیا، تاکہ اخلاف کیلئے یہی واقعات ایمان میں تازگی اور روحانی ترقی کا باعث بنیں۔ جبکہ مولانا اسحاق بھٹی مرحوم کے سوانح نگار نے ایسا کوئی کارنامہ سرانجام دینے کی بجائے ساڑھے نو سو صفحات کو صرف انہی باتوں سے بھر دیا کہ مولانا اسحاق بھٹی مرحوم، سلطان القلم تھے، قلم کے مزدور تھے، انداز تحریر شائستہ تھا، کلام میں تسلسل تھا، فلاں کتاب کے اتنے صفحات، فلاں ادارے میں اتنی ڈیوٹی۔ مانا کہ یہ اسلوب بھی سوانح نگاری کا حصہ ہے، مگر اس کی مثال تو ایسے ہی ہے جیسے مدارس میں آج کل حدیث پڑھاتے وقت ساری صلاحیت اسی پہ صرف کر دی جاتی ہے کہ دیکھو اس کا صرف کیا ہے، اس کا نحو کیا ہے، یہ فاعل ہے، یہ مفعول ہے (اس کا انکار نہیں) لیکن سارا زور اسی پر لگا دینا، اور حدیث شریف کے جو اصل معارف اور اصل خزانے ہیں، ان پر توجہ ہی نہ کرنا کہاں کی دانش مندی ہے؟ جو ہیرے اور جواہرات احادیث میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں، اور جن سمندروں کو کوزے میں بند کیا گیا ہوتا ہے، نہ انکو خود سمجھا جاتا ہے، نہ اوروں کو سمجھایا جاتا ہے۔ یہی سلوک بھٹی صاحب مرحوم کیساتھ کیا گیا کہ انہوں نے اپنی تصانیف میں جو خزانے دبائے، انکی طرف کسی نے توجہ ہی نہ کی، اور مغز کو چھوڑ کر چھلکے کے پیچھے لگ گئے۔ آیئے قارئین! ہم آپ کو صرف اسحاق بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے ان تاجدار تصوف ہستیوں کے تذکرے اور بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں سے متعارف کرواتے ہیں جن کو پڑھتے ہی آپ یقیناً پہلو بدلنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ ہاں یہ ضرور یاد رکھئے گا کہ بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان متصوف بزرگوں کا اور اسلاف کا تذکرہ کر کے نہ مشرک ہوئے، نہ ملحد، نہ بدعتی۔ بلکہ انہوں نے کامل ایمان کی زندگی گزاری اور کامل ایمان والی موت پائی اور کامل ایمان والی روشن قبر پائی۔ دعا ہے کہ اللہ جل شانہ اس حقیر سعی کو ساری انسانیت کیلئے کامل ایمان، کامل اخلاص، کامل عافیت اور کامل برکت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

خواستگار اخلاص وعمل ودعائے نیم شبی

بندہ حکیم محمد طارق محمود مجذوبی چغتائی عفی اللہ عنہ

Marfat.com

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ نمبر
تصوف کے پچاس روشن مینار	1
مرشد کامل سید محمد شریف گھڑیالوی رحمۃ اللہ علیہ	2
تصوف میں داخلہ، دلی خوشی کا ذریعہ	2
شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وھبی ولدنی علم	4
شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسلکی تعلق	5
باسٹھ علمائے اہلحدیث کی مرشد کامل کے حق میں رائے	6
جنات کا بیعت اصلاح کے لیے حاضر خدمت ہونا	6
پاگل مریض کا فوراً شفاء پاجانا	7
کشف وکرامات ناقابل یقین حقیقت	8
مولانا عطاء اللہ شہید کے دور میں سلسلہ بیعت	10
(2) استاذ المحدثین، شیخ الکل، حضرت سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	12
متصوفین علماء سے کسب علم	12
سلسلہ محمدیہ نقشبندیہ کی سند خلافت	13
خانوادۂ نقشبندیہ سے کسب علم	14
باوضو رہنے اور تسبیح پکڑنے کا اہتمام	16
شیخ الحدیث کی صوفیانہ زندگی	19
ولی کامل کے توکل پر غیبی امداد	20
مقام فنافی الرسول اور فنافی اللہ	21
بیعت کی سفارش کرنا	23
میاں صاحب کا تبرک سنبھال کر رکھنا	24
علمائے اہلحدیث اور دیوبند میں رواداری	27
گالیاں دینے والے سے حسن سلوک	28
شیخ تصوف کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت	31
(3) قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ	32
قرآن پاک کے ادب کی خاطر قید	33
خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت	34
جنات کا تعلیم حاصل کرنا	34
قاضی محمد سلیمان رحمہ اللہ کا پگڑی استعمال فرمانا	35
150 سال پرانا خاندانی مجرب وظیفہ	35
دیانتدارانہ فیصلے پر ہندو کا مسلمان ہوجانا	37
ادائیگی حج کیلئے مجرب وظیفہ	39
جنات بھی قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ادب کرتے تھے	40
قاضی صاحب کی مجذوبوں سے ملاقاتیں	43
بچے کی ولادت کی پیشین گوئی	45
چار خواب اور ان کی تعبیر	48
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی پیشین گوئی	49
بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام آنا	50
قاضی صاحب بہ حیثیت ثناخواں	52
حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ	54
ہر وقت تلاوتِ قرآن	55
حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سے سبق	56
حضرت ابوعبداللہ حرث بن اسد محاسبی رحمۃ اللہ علیہ	57
تصوف میں بدعات کی ابتداء	58
امام الاولیاء حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	59
بچپن میں کرامت کا ظہور	60
سلسلہ قادریہ کے متعلق مشائخ کے اقوال	61

Marfat.com

ذکرو دعا میں انوارات کا نزول	61
تصوف کی طرف میلان	62
آقا رحمۃ اللہ علیہ کا کشف اور نسبت منتقل کرنا	63
حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی تربت	64
قبولیت دعا اور کرامات کے چند واقعات	65
معجزہ کرامت اور استدراج کی تعریف	65
کرامات کا ماخذ کتب اہلحدیث	66
قاضی صاحب کی ایک نگاہ کا تیر باز پر اثر	67
صاحب قبر کے حالات بیان فرمانا	68
گستاخ پیر اور قاضی صاحب کی کرامت	69
اپنی موت کی پیشگی اطلاع	71
قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نایاب خطبہ صدارت	72
اسلاف اہلحدیث پر دو جھوٹے الزام	72
گستاخی اولیاء کا جھوٹا الزام	73
روحانی باطنی امراض دور کرنیکی اہمیت	75
قبولیتِ دعا کیلئے معرفتی اسرار	75
دعا کی اصل اضطرار قلب	76
سیرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم (جلد ۳)	79
سنت مصطفویہ وطریقہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم	79
والحب اساسی	81
والشوق مرکبی (شوق میری سواری ہے)	84
ذکر اللہ انیسی (اللہ تعالیٰ کا ذکر میرا مونس ہے)	85
غافلین ذکر کے خسران کا اعلان فرمایا گیا ہے	86
الثقۃ کنزی (اعتمادِ الٰہی میرا خزانہ ہے)	90
والعلم سلاحی (علم میرا ہتھیار ہے)	90
والصبر ردائی (صبر میرا شاندار لباس ہے)	90
رضا الٰہی میری غنیمت ہے	92
والعجز فخری (عاجزی میرا فخر ہے)	94
والزھد حرفتی (زہد میرا پیشہ ہے)	95
والیقین قوتی (یقین میری روزی ہے)	96
وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ (میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے)	98
صوفیانہ اصطلاح میں لطائفِ نفس کا بیان	98
اسلام ہی روحانیت کا مذہب ہے	98
(4) حضرت صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	101
مستجاب الدعوات فقیر کی مقبول دعائیں	103
خاندان میں تعویذ اور دم کا رواج	106
جنات کا ہدیہ اور خاک شفاء	107
سانپ سے نجات کا آزمودہ وظیفہ	108
بنیاد رکھتے وقت اینٹوں پر دم کرنا	108
صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کے یومیہ وظائف	109
مولانا عائش محمد حفظہ اللہ ذوق تصوف	112
حضرت صوفی رحمۃ اللہ علیہ قبولیت دعا اور کرامات کے واقعات	114
دعائے ولی سے پانچ کام ہوئے	116
دم اور تعویذ کی تاثیر	119
دعائے ولی یا مجذوب کی بڑ	125
سرکش جن کا حاضر ہو کر معافی مانگنا	132
خدا سے لڑ کر بات منوالینا	138
دعا کی بدولت موذی مرض سے شفا پاجانا	143
تصوف و کرامت نہ ماننے والے حضرات سے گزارش	149
تاثیر نگاہ ولی......جو فرمایا وہ ہوگیا	155
کیفیت حضوری قبولیت کی وجہ	156
باکمال صوفی کی چند کرامات	156

Marfat.com

تعویذ میں برکت......ولی کا دعا کا نتیجہ	156
صرف ایک دعا نے زندگی پلٹ دی	158
صوفی صاحب رحمہ اللہ کی بائیس کرامات	159
حصول کشف کا وظیفہ	160
کبڑے شخص کا فوراً شفا پا جانا	163
قبر کی مٹی سے خوشبو......	168
اسلاف کو کبھی ننگے سر نہیں دیکھا	169
(5) ابدالِ وقت مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ	175
احترام اولیاء ایمان کا حصہ ہے	176
نیک ناموں کے نشان باقی رہیں گے حشر تک	177
کرامات پر اعتراض کرنے والے	178
علم تصوف سے ناآشنا حقیقت کیا جانیں!	180
باپ کی ولایت کے بیٹوں میں اثرات	182
مولانا اسحٰق رحمہ اللہ کی بزرگوں سے عقیدت	183
دادا کا پوتے میں فیض منتقل کرنا	186
روزانہ تہجد میں 36 مرتبہ یٰسین پڑھنے کا حکم	187
والد محترم کی حالت سجدہ میں رحلت	188
خواب کی تعبیر پوری ہو جانا	191
مرشد ساکن کوٹھا کو داستان غم سنانا	195
حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے بیعت برکت	196
مجذوب کی خوشبو سونگھ کر خدمت میں حاضری	197
مرشد مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات	198
سیّد احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ بیعت میں	198
مرشد کی زندگی میں اتباع سنت کا جذبہ	199
مرشد کی طرف سے لاہور میں وعظ کا حکم	201
خواب میں مصیبتوں کا اشارہ	203
سند حدیث میں تصوف کا اشارہ	207
مرشد اور مریدین میں ذوق جہاد	207
مال حرام سے نفرت اور عورت کی توبہ	208
مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات	209
طبیبوں کا ٹھکرائے شخص کا صحت یاب ہو جانا	210
نسبت بیعت شیطان سے حفاظت کا ذریعہ	223
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمہ فیض کے چار سلاسل	224
صوفیاء مشائخ محافظ و حامی دین ہیں	225
بدتمیز شخص پر اللہ کا خوف طاری ہونا	226
مبارک بشارت اور آپ کی حفاظت	236
ولی اللہ سے مذاق کا برا انجام	240
حضرت سہارن پوری کے شاگرد جنات	243
حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کے مبارک خواب	244
پریشانی پر خواب میں رہنمائی	244
مسلکی جھگڑوں سے دامن کشاں	245
تصوف اور طریق صوفیاء کی اہمیت	249
مرشد کی خدمت میں خط	255
ولی کامل فنافی اللہ بزرگ سے عقیدت	258
بیٹوں کو مثل بایزید رحمۃ اللہ علیہ مرشد سے بیعت ہونے کی وصیت	261
اجتماعی ذکر نفی اثبات کرتے ہوئے انتقال	264
(6) مولانا محمد سلیمان روڑی والے رحمۃ اللہ علیہ	267
لوگ صوفی نام سے کیوں چڑ جاتے ہیں۔۔۔؟	267
بابا جی اللہ لوگ ہیں اللہ ان کی سنتا ہے	268
عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھنے کا فائدہ	270
مسلسل چالیس سال مسجد میں چلہ کشی	271
صرف اک دعا سے منظر بدل گیا	274

Marfat.com

مستجاب الدعاء بزرگ سے بکثرت کرامات کا ظہور	278
شاگرد جنات کا قرآن پڑھنا	280
(7) عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم مولانا حکیم محمد عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	281
بچپن میں ولایت کے آثار	281
اہل حدیث میں تعویذات کا استعمال	284
نعت پڑھتے ہوئے سفر آخرت	287
(8) مولانا کمال الدین ڈوگر فیروزپوری رحمۃ اللہ علیہ	287
مرشد گرامی کے سر پہ عمامہ	287
جاگتی آنکھوں سے فرشتوں کی زیارت	288
بے زبان کیڑوں پر مولانا کا تصرف	289
(9) ولی کامل حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ	290
مختلف مناصب کی ذمہ داریاں	290
ننگے سر نماز اور ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگنا	291
تصوف غلط ہے یا ہم؟؟	292
حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب	294
منکرین تصوف کیلئے بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعا	298
کہاں گیا بزرگوں کا ادب واحترام	300
علمائے دیوبند کا اقتداء میں نماز پڑھنا	305
حنفی علماء وصوفیاء سے تعلقات	306
مفتی صاحب اور حضرت غزنوی کے خوشگوار لمحات	309
مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے خالص صوفیانہ واقعات	312
تصوف میں منجھا ہوا موقف	312
تعویذات اور عملیات کا ذوق	316
بزرگوں کے لیے سیدنا کے استعمال کے دلائل	318
شرک کا اطلاق صرف قبر پر ہی کیوں؟	319
اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بے پناہ محبت وعقیدت	320
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے عقیدت	321
اولیاء کا ادب اپنے ہی اسلاف سے سیکھ لیں!	322
(10) حضرت مولانا ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ	324
بے شمار لوگوں کے فیض رساں صوفی	325
تعداد وظائف کی اہمیت	326
احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مجالس ذکر کی اہمیت	327
تصوف کے موضوع پر گفتگو	329
مدارس میں تصوف کی ضرورت واہمیت	333
بیعت طریقت مسنون اور موجب برکات	339
علمائے اہلحدیث اور مقام امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ	341
حزب البحر کا نوجوان عامل	345
اہلحدیثوں کے سر میں پڑی ہوئی خاک	347
بزرگوں کا ادب احادیث کی روشنی میں	351
مولانا عبد الواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا کثرت درود شریف	356
(11) حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	359
بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے بشارت	360
مرشد نقشبند کا نظام الاوقات	363
نامور صوفی انقلاب خیز شخصیت	363
(12) حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	365
مرنے کے بعد میت کا غائب ہو جانا	366
حب الٰہی وعشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مجسمہ	367
مرشد نقشبند سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت اصلاح	367
''عبقات'' افکار عالیہ کا فکر انگیز تبصرہ	371
اولیاء کے کشف پر قرآنی دلائل	374
کشف اولیاء احادیث کی روشنی میں	375
عصر سے مغرب تک قرآن مکمل کرنا	378

Marfat.com

طوائفوں کے کوٹھے پر شاہ شہید رحمہ اللہ کا وعظ	379
خواب میں حضور ﷺ کی زیارت	381
(13) حضرت الامام مولانا عبد الجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ	383
حیرت انگیز سہو یا اسلاف بیزاری کا مرض؟	384
سنت کے مطابق نکاح میں سادگی	386
صرف ایک دعا سے تقدیر کا بدلنا	388
حضرت عبد الجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے تصوف و معرفت بھرے خطوط	389
تن پروری سے بچنے کی نصیحت	390
امام صاحب کی گستاخی پر سوئے خاتمہ	393
کیا اہلحدیثوں میں کوئی ولی اللہ نہیں	395
(14) مولانا عبد الکریم گرنتھی رحمۃ اللہ علیہ	397
قرآن کے متعلق گورونانک کا اعتراف	398
(15) حضرت مولانا عبد الواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ	411
جماعتِ مجاہدین کی مالی امداد	411
دعا کے دوران قبولیت کا یقین	412
بڑھاپے میں مرشد کی خدمت	415
میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے تاثرات	416
مرید خاتون کو وظیفہ اور تعویذ کی تلقین	419
جمعہ والے دن درود پاک سے عشق	425
سال کے خاتمے پر زندگی کا اختتام	428
(16) حضرت حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ	428
صاحبِ کشف و کرامت والد کی اطاعت	428
نابینا بزرگ کو ہونیوالا سچا کشف	429
مولانا عبد الحق رحمہ اللہ کی سند تصوف	429
حافظ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں سلسلہ تصوف	431
متصوف حنفی علماء سے تحصیل علم	433

(17) مولانا محی الدین عبد الرحمان لکھوی رحمۃ اللہ علیہ	434
وطن واپسی اور مردِ کامل کی تلاش	435
ہر دور میں کامل صوفی کی مخالفت	436
بیعت کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت	439
نقشبندی لکھوی سلسلہ کے اذکار	440
تصوف میں آنے کے بعد خوشگوار تبدیلیاں	441
مرزا قادیانی کے متعلق الہامات	441
سفر میں بھی نماز کے خشوع کا فکر	445
کرامات حضرت مولانا محی الدین عبد الرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ	447
آپ کا جان لیوا آپ کو دل دے گیا	447
(18) حضرت مولانا سید مولا بخش کوموی رحمۃ اللہ علیہ	449
سعادت مند صوفی اہل حدیث کی ولادت	450
صحیح بخاری پڑھنے کا قصہ	452
صوفی عالم دین کی توہین کا عبرتناک انجام	455
حج بیت اللہ کے دوران نابینا والد کی خدمت	456
سلفی پیر صاحب کا سلسلہ تعویذات	457
دعا مانگتے ہی گمشدہ کی واپسی	458
جنات کا شاگردی اختیار کرنا	458
نبی کریم ﷺ کی طرف سے قرآن سنانے کا حکم	460
(19) شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ	462
حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی زیارت کی شدید آرزو	463
چند لائق تذکرہ اولیات و خصوصیات	468
علماء دیوبند کی رواداری اور اعتدال	470
(20) مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ	470
مولانا حنیف ندوی کے مربی و مرشد	471
سفید ململ کی پگڑی کا استعمال فرمانا	471

Marfat.com

رسالہ الاعتصام کے ایڈیٹر	472
اختلاف کرنے والے کی عزت وتکریم	472
جامعہ اشرفیہ میں سیّد صاحب سے ملاقات	473
افکار غزالی کتاب تصوف کی تلخیص	476
تصوف ارکان اسلام کی باطنی روح	478
مقبول ہستیوں کے مقام پر دعا کی قبولیت	479
اسلامی تصوف کی وضاحت	481
تعلیماتِ غزالی	483
تصوف وفقہ کا باہم امتزاج	483
صوفی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وضاحت	485
تاریخ کے مشہور متصوفین	487
حصول معرفت میں چار ضروری نکات	490
تصوف کی نعمت کیسے حاصل ہوئی	493
تصوف پر تحریری علمی کاوشیں	495
صوفیاء کرام کی کتابوں میں شرعی اوامر کی اہمیت	501
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت آشنائی اور دنیا سے بیگانگی	502
امام غزالی رحمہ اللہ اور توحید کی اہمیت	504
مالی ایثار کے مقامات	509
فقہاء اور علماء ظاہر کے مخاطبین الگ الگ ہیں	517
امام غزالی رحمہ اللہ کے نزدیک فضائل مدینہ	517
منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے آداب	519
احسن معاشرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت	526
صوفیائے کرام کی تعلیمات میں کسب معاش کی اہمیت	529
افکار ابن خلدون	530
باطنی آنکھ کیسے کھلتی ہے؟	532
مسائل تصوف کا صحیح تجزیہ	534

(21) حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ	536
مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے استفاضہ	536
شیخ الکل رحمۃ اللہ علیہ سے تحصیل علم	537
مولانا اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کا ذوق وحسرت	539
قادری بزرگ کے پاس بیٹھنے کی تلقین	541
علمائے اہلحدیث کی کتب سے استفادہ	542
(22) عمدۃ المحدثین زبدۃ المفسرین ولی الرحمٰن	548
اخلاقیات اور تصوف پر پچپن کتابیں	548
آباؤ اجداد میں کبار صوفیاء	549
مشائخ طریقت سے خرقہ وخلافت حاصل ہونا	550
سلسلہ نقشبندیہ اور دیگر سلاسل سے تعلق	553
خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت	555
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دیانت	558
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت	558
کتابِ تصوف کی فکر اشاعت	559
طبیعت پر تصوف وسلوک کا غلبہ	568
نسبت فاطمی رضی اللہ عنہا کے حفاظت کی وصیت	571
فن تصوف پر عالی جاہ کی علمی تالیفات	572
احساناتِ خداوندی	575
مرشد کے بیٹے کی کفالت کیلئے فکر مند ہونا	579
طریقہ نقشبندیہ سے محبت وانسیت	582
اہلیہ کی مغفرت کی بشارت	583
تصوف وسلوک کی حقیقت	585
(23) شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی حفظہ اللہ تعالیٰ	591
میرے مرشد، مربی وہادی	592
کہاں گئے یہ آپس کے روابط.....؟	594

Marfat.com

دعا بعد الصلوٰۃ مولانا سلفی کا معمول	596
باادب بانصیب بے ادب بے نصیب	598
ہمارے بڑوں کا تسبیح استعمال فرمانا	600
(24) حضرت میاں محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ (جھوک دادو)	603
میاں محمد باقر رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح	604
جنات کی پہرے داری	605
بکثرت تسبیح پڑھنا	606
دوستوں کے دوست کی قدر	607
(25) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	608
بیعت اور سترہ سال میں خلافت تصوف	609
بھٹی صاحب کی نگاہ میں دیگر اوصاف	611
نایاب مکتوب میں شاہ صاحب کے کمالات	612
شاہ صاحب کا مرکز التفات ''علم تصوف''	614
جنگ سے پہلے فتح کا کشف	616
قطب زمانی محبوب سبحانی کا وصال	619
(26) مصنف کرامات اہل حدیث مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ	621
علمائے اہلحدیث کی عمدہ کرامات	622
بے موسم پھل کا حیران کن واقعہ	623
سلفی وظائف اور پانی پر دم	624
پانچ ہزار جنات کی ضیافت	626
کنویں میں گرنے کا غیبی اشارہ	628
(27) قاضی محمد صاحب خان پوری رحمۃ اللہ علیہ	628
نومولود کے بارے بزرگ کا قیافہ	629
متصوف ہستیوں سے کسب علم	630
درس حدیث سے طبیعت میں سکون	631
شاگرد کیلئے جنت کی بشارت	633
(28) قاضی عبدالاحد خان پوری رحمۃ اللہ علیہ	634
حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں	634
حملہ آور کا ہاتھ شل ہوجانا	635
حملہ کرنیوالے پر موت کا حملہ	635
پیر صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی دعائے مغفرت	636
(29) خطیب الہند مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری رحمۃ اللہ علیہ	636
تمام عمر دینداری سے شغف	637
تقریر میں بزرگوں کے واقعات	637
علامہ اقبال کو جوتا پہنانے کا واقعہ	638
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی دعا	639
حدیث سے بیعت تصوف کا ثبوت	640
(30) مولانا صوفی عتیق اللہ سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ	644
صوفیاء اجداد کے چشم و چراغ	644
صحیح معنوں میں صوفی کے اوصاف؟	645
غیر مسلموں کی نظر میں احترام	645
بچپن میں صوفیانہ اشغال سے دلچسپی	647
تھپڑ مارنے والے کو دعا	649
مدرسہ کے کھانے سے اجتناب	650
(31) مستجاب الدعوات ہستی میاں الحمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	651
حصول تعلیم میں آسانی کیلئے وظیفہ	652
بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیلئے مستجاب بزرگ کی دعائیں	653
بزرگوں سے دعا کروانے والے علماء	654
(32) حضرت حافظ محمد محدث گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ	655
حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوب درس بخاری	655
تقویٰ وللّٰہیت کے پیچھے مرشد کا فیض	656

Marfat.com

تراویح میں دس مرتبہ ختم قرآن	656
میرے نزدیک دو کامل ہستیاں	658
صوفیاء کی توجہ کیا ہوتی ہے؟	659
(33) حضرت حافظ بارک اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ	660
صالحیت کے آنگن میں ولی کی پرورش	660
شاہِ طریقت، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی فیض	661
صوفی کی ناراضگی پر دریا میں ہلچل	662
مشفق بزرگ کے لاتعداد مریدین	664
(34) جماعت اہلحدیث ضلع قصور کے پیر و مرشد	665
ہنسنے کی قلت، رونے کی کثرت	666
بیعت کے بغیر جاہلیت کی موت	667
خواب میں دستِ غیب مل گیا	668
نفس کا تزکیہ کرنے والے اعمال	669
ننگے سر رہنے سے اجتناب	670
سلام کرنے والی سنت پر عمل	672
رات کی تاریکی میں تلاوت کا سرور	674
تعویذ اور دم کیلئے سکھوں کی آمد	675
خواب میں ذکر الٰہی کرنے کی تعبیر	678
تیس سال بعد آنکھوں دیکھی کرامت	684
مولانا محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کا عارفانہ کلام	686
اہل وعیال کو نماز اور استغفار کی تاکید	691
وفات پر لوگوں کے تاثرات	693
دعا کی بدولت نظام کائنات میں تبدیلی	698
(35) مولانا عارف جاوید محمدی حفظہ اللہ تعالیٰ	698
مولانا محی الدین سے بکثرت لوگوں کا بیعت اصلاح کرنا	698
میں مرشد ویکھ نہ رجاں تُو	700
اسلاف کے حالات لوگوں کیلئے مشعل راہ	701
(36) مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ	702
سحر خیزی اور تلاوت قرآن مجید	702
دنیا سے بے نیاز صوفی	703
چینی کی پلیٹوں پر وظائف لکھنا	704
حنفی بریلوی کیساتھ وہابی کی دوستی	704
ذراسی گستاخی پر ٹائر پھٹ گئے	706
اسلاف کے کارناموں سے بے خبری کا انجام	709
پیارے رسول ﷺ کی پیاری دعائیں	709
(37) مولانا معین الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ	710
شہنشاہ جنات کا غیبی بابرکت تعویذ	710
مولانا معین الدین مرحوم کیساتھ جن نکالنے کا سفر	712
دفع جنات کیلئے اذان کا وظیفہ	714
(38) شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ	715
سرہند کی تعمیر کا روحانی راز	715
حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں	716
حدیث اور تصوف کا درس ساتھ ساتھ	718
اسلاف محدثین کی رائے	720
عہد جہانگیری میں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی مساعی	721
بادشاہ کیساتھ بادشاہ ولایت کی گفتگو	722
حضور ﷺ کو اپنے غلام کی رہائی کا فکر	724
چند مختصر کرامات	730
(39) شیخ المحدثین، امام الفقہاء والزاہدین	732
سلسلہ سہروردیہ میں بیعت اصلاح	733
آخری دنوں میں خشیت الٰہی کا غلبہ	733
مکہ میں رہتے ہوئے تصوف وحدیث کی تکمیل	737

Marfat.com

شیخ عبدالحق رحمہ اللہ کی تصوف کے موضوع پر مایہ ناز کتب	737
مدینہ منورہ کا ادب	741
(40) سید علم اللہ شاہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	473
پیدائش سے قبل بشارت	744
تصوف کی وادی میں پہلا قدم	744
ننگے پاؤں حج کا سفر	746
سماع و مزامیر اور بدعات کی مخالفت	749
بیٹے کی وفات پر صبر و تحمل کی انتہا	751
بچے دینے والی پیسوں کی تھیلی	752
(41) مرزا مظہر جان جاناں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	752
سلطان اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ سے نام رکھوانا	753
حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ سے اخذ حدیث	755
ہر وقت آخرت پر نظر	756
مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں	757
پیر بھائی کو دعاؤں کی درخواست	759
(42) شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	764
بیٹی کو وراثت میں شجرۂ طریقت عنایت کرنا	765
بادشاہوں کی مجالس میں حاضری سے گریز	766
رب کو اپنے فقیر کی کچی دیواروں کا احساس	768
مجذوب کیسے بنتے ہیں	769
ذکر کے دوران وفات	774
(43) قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ	774
مرشد کے دل پر مرید کی ہیبت	775
تفسیر اور تصوف میں ید طولیٰ	776
استاد و مرشد اور معاصرین کا ہدیہ عقیدت و تعظیم	777
مرشد کی چادر میں کفن دینے کی وصیت	779
(44) مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ	780
زمین پر چلتے پھرتے نورانی بزرگ	781
لکڑہارا، شکاری اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم	782
صاحب کرامت عالم دین کا تقویٰ	784
بے نمازی کے برتنوں کی نحوست	785
بارش نے جل تھل کر دیا	789
(45) عارف باللہ حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ	789
خاندان سادات میں تقویٰ و صالحیت	790
اجنبی بزرگ کے انکشافات	790
توحید سے متعلق صوفیانہ سختی	791
تصوف کے دو سلاسل میں رسوخ	793
نواب سید محمد صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی	794
علمائے سوء اور امیر کابل کی ایذا رسانی	795
مجذوب کی خوشبو پہچان لینا	796
ولی کی توہین کرنیوالے کیلئے دنیا تنگ ہوگئی	797
قید کرنے والوں سے قدرت کا انتقام	799
خواب میں مستقبل کی پیشین گوئی	801
خواب میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت	802
حضرت غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے الہامات اور عقل سے ماوراء حقائق	803
خواب میں رب العالمین کی زیارت	603
راقم عاجز کے بزرگوں کی بیعت	809
عالم دین خطاب کرنے کے قابل کب ہوتا ہے؟	810
بیٹوں کا ہاتھ اللہ جل شانہ کے ہاتھ میں پکڑانا	812
نماز میں خشوع حاصل کرنے کی غزنوی ترکیب	817
اسلاف کی تابعداری نہ کرنا، دین میں تحریف کا سبب	820
مزارات پر دیر تک دعائیں کرنا	821

Marfat.com

حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے نایاب مکتوبات	823
گوشہ نشین بن کر ذکر نفی اثبات کیا کرو	825
نماز تہجد اور چاشت کی پابندی کرو	827
گھر والوں کو کثرت ذکر کی تلقین	830
بیٹے کو تصوف اور فقہ میں فرق سمجھانا	831
الہام کے ذریعے مرید کیلئے خدمت دین کا الٰہی حکم	834
(46) مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ	837
ولادت اور ابتدائی حالات	837
قاضی محمد سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حقے کا واقعہ	838
تصوف پر تصانیف	841
(47) شیخ احمد کبیری رحمۃ اللہ علیہ	842
درویش بابا کی خدمت میں	842
وظیفے کی برکت سے سمندر میں حفاظت	844
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان کی مہمان نوازی	844
(48) سلطان سید محمد اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ	847
مجذوب کی دعا سے اولادِ نرینہ	847
حضرت خضر علیہ السلام کی طرف سے ترکِ حکومت کا حکم	847
شیخ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے کی سعادت	848
ناجائز بددعا کا نسلوں پر اثر	850
تصوف وسلوک پر تصنیفات	851
(49) شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	851
قناعت وزھد کی انتہاء	851
اردو زبان میں پہلا ترجمہ قرآن	852
وفات پر استاذ المحدثین کا غم	854
(50) مولانا عبدالحی بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ	854
سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی وجہ	854
عرب میں تصوف کے معارف وحقائق کی ترویج	856
مرید کے بیٹے کیساتھ شفقت	857
صد سالکانِ سلف حضرت بھٹی صاحب دامت برکاتہم کے قلم سے سو (100) تاجدار سلوک ومعرفت کا ایمان افروز تذکرہ	859
(1) مولانا منہاج الدین ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ	860
(2) مولانا محمد ادریس رحمۃ اللہ علیہ	861
(3) حافظ علم الدین رحمۃ اللہ علیہ	863
(4) حافظ خواجہ محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ	863
(5) مولانا حکیم عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ	865
(6) مولانا عبدالخالق جامعی رحمۃ اللہ علیہ	866
(7) مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی رحمہ اللہ	866
(8) مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی رحمہ اللہ	867
(9) مولانا عبدالحق ہاشمی رحمہ اللہ	868
(10) مولانا عبدالجبار عمرپوری رحمہ اللہ	869
(11) مولانا ابوالحسنات علی محمد سعیدی رحمہ اللہ	869
(12) حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی رحمہ اللہ	883
(13) مولانا ابوالبرکات احمد رحمۃ اللہ علیہ	884
(14) حافظ عبدالغفور جہلمی رحمۃ اللہ علیہ	885
(15) مولانا عبدالغفار ضامرانی رحمہ اللہ	885
(16) مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ	886
(17) مولانا نیک محمد رحمۃ اللہ علیہ	886
(18) حکیم نور الدین لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ	887
(19) مولانا محمد عبداللہ فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ	888
(20) شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	890
(21) مولانا محمد معین الدین انصاری سہسوانی رحمہ اللہ	891
(22) قاضی طلا محمد طلا پشاوری رحمۃ اللہ علیہ	892

Marfat.com

(23) مولانا سلامت اللہ جیراج پوری رحمۃ اللہ علیہ	892
(24) مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری	893
(25) مولانا عبدالسلام مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ	894
(26) مولانا عبدالتواب رحمۃ اللہ علیہ	895
(27) مولانا اسماعیل غزنوی رحمۃ اللہ علیہ	895
(28) حافظ سلیمان غزنوی رحمۃ اللہ علیہ	896
(29) مولانا عبدالغفور جیراج پوری رحمۃ اللہ علیہ	897
(30) مولانا سید تقریظ احمد سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ	897
(31) مولانا عبدالجلیل سامرودی رحمۃ اللہ علیہ	898
(32) مولانا عبدالغنی عمری رحمۃ اللہ علیہ	899
(33) مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	901
(34) حاجی نورالدین رحمۃ اللہ علیہ	902
(35) میاں امام الدین رحمۃ اللہ علیہ	902
(36) حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ	903
(37) حکیم عبدالمجید متقی رحمۃ اللہ علیہ	903
(38) مولانا صوفی ولی محمد فتوحی والا رحمۃ اللہ علیہ	905
(39) میاں صدرالدین حسن رحمۃ اللہ علیہ	906
(40) قاضی عبدالعلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ	907
(41) مولانا عبدالحق مالیر کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ	907
(42) حضرت شاہ عین الحق پھلواری رحمۃ اللہ علیہ	907
(43) سید محمد متین ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ	908
(44) قاضی معزالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ	909
(45) مولانا صوفی عائش محمد حفظہ اللہ تعالیٰ	909
(46) مولانا نور حسین گھرجاکھی رحمۃ اللہ علیہ	911
(47) صوفی نذیر احمد کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ	913
(48) حافظ عبداللہ بڈھیمالوی رحمۃ اللہ علیہ	915
(49) حافظ عبدالرحمٰن کمیرپوری رحمۃ اللہ علیہ	916
(50) مولانا محمد صادق خلیل رحمۃ اللہ علیہ	916
(51) مولانا ابوالکلام دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	917
(52) مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمۃ اللہ علیہ	918
(53) قاضی ابواسماعیل یوسف حسین خانپوری رحمۃ اللہ علیہ	920
(54) مولانا عبدالعزیز ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ	921
(55) حافظ عبدالرحمٰن چنکوانی رحمۃ اللہ علیہ	922
(56) مولانا نذیر احمد املوی رحمانی رحمۃ اللہ علیہ	923
(57) مولانا محمد زمان رحمانی رحمۃ اللہ علیہ	926
(58) مولانا محمد داؤد رحمانی بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ	926
(59) میرا بھائی محمد حسین بھٹی رحمۃ اللہ علیہ	927
(60) مولانا عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ	928
(61) مستری قائم دین رحمۃ اللہ علیہ	929
(62) سید عبدالشکور شاہ اثری رحمۃ اللہ علیہ	930
(63) مولانا محمد رفیق سلفی رحمۃ اللہ علیہ	933
(64) چوہدری غلام حسین تہاڑیا رحمۃ اللہ علیہ	934
(65) مولانا ابوبکر صدیق السلفی رحمۃ اللہ علیہ	936
(66) حاجی عبدالرحمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ	939
(67) ولی کامل حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمۃ اللہ علیہ	940
(68) مولانا رفیق احمد رئیس سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ	941
(69) مولانا حکیم محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ	942
(70) نواب وحیدالزمان خاں حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ	943
(71) شیخ قمرالدین رحمۃ اللہ علیہ	943
(72) حاجی خیرالدین رحمۃ اللہ علیہ	944
(73) اسماعیل ضیاء رحمۃ اللہ علیہ	945
(74) مولانا مجاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ	946

Marfat.com

(75)	پروفیسر محمد سرور جامعی رحمۃ اللہ علیہ	946
(76)	مولانا محمد داؤد ارشد رحمۃ اللہ علیہ	947
(77)	مولانا فقیر اللہ مدراسی رحمۃ اللہ علیہ	948
(78)	مولانا عطاء اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ	948
(79)	مولانا عبدالقہار سلفی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	948
(80)	مولانا عطاء اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ	949
(81)	مولانا عبدالعزیز سعیدی رحمۃ اللہ علیہ	949
(82)	حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ	949
(83)	مولانا عبداللہ غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ	950
(84)	حافظ علم الدین رحمۃ اللہ علیہ	950
(85)	مولانا عبدالجبار سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ	950
(86)	میاں فضل حق رحمۃ اللہ علیہ	951
(87)	حضرت حافظ محمد امین فیروز پوری رحمۃ اللہ علیہ	951
(88)	حضرت حافظ احمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ	954
(89)	شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ	957
(90)	ولی کامل مولانا محمد یحییٰ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ	959
(91)	مولانا عبدالرحیم غزنوی رحمۃ اللہ علیہ	960
(92)	مولانا محمد علی لکھوی مدنی رحمۃ اللہ علیہ	960
(93)	حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ	963
(94)	حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ	963
(95)	مولانا محمد جمال امرتسری رحمۃ اللہ علیہ	966
(96)	شیخ طریقت شاہ محمد سلیمان پھلواری رحمۃ اللہ علیہ	966
(97)	شاہ محمد جعفر پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ	966
(98)	سید محمد حسین شاہ ربانی رحمۃ اللہ علیہ	967
(99)	حاجی محی الدین رحمۃ اللہ علیہ	967
(100)	مولوی فضل دین رحمۃ اللہ علیہ	968

تصوف کا گناہ کبیرہ	970
مفتی آدم بن محمد گوپاموی رحمۃ اللہ علیہ	971
قاضی ابراہیم بن محمد کالپوی رحمۃ اللہ علیہ	971
شیخ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ	975
شیخ اسماعیل لاہوری رحمۃ اللہ علیہ	978
شیخ بلال لاہوری رحمۃ اللہ علیہ	980
شیخ جلال الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ	985
مولانا داؤد مشکوتی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ	987
شیخ طیب بنارسی رحمۃ اللہ علیہ	993
شاہجہان بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ	998
مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ	999
قاضی عبدالقادر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ	1002
ملا عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ	1004
مولانا عبداللہ سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ	1010
قاضی عنایت اللہ بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ	1018
شیخ قطب الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	1022
قاضی محمد افضل لاہوری رحمۃ اللہ علیہ	1027
شیخ محمد سعید سرہندی رحمۃ اللہ علیہ	1029
شیخ محمد طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ	1031
خواجہ معین الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ	1036
سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ	1040
سید ابوسعید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	1048
شیخ احمد صدیقی امیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ (ملا جیون)	1050
شیخ حبیب اللہ قنوجی رحمۃ اللہ علیہ	1057
خواجہ میر درد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	1058
شیخ زین العابدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ	1064

Marfat.com

سید عبدالحکیم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ	1067
میر سید غلام علی آزاد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ	1071
مولانا قطب الدین شہید سہالوی رحمۃ اللہ علیہ	1079
بادشاہوں کی زندگی میں تصوف کا پہلو	1081
شیخ محمد سعید انبالوی رحمۃ اللہ علیہ	1089
مولانا محمد مراد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ	1095
مرزا خان جالندھری رحمۃ اللہ علیہ	1102
شیخ موسیٰ ایٹھوی رحمۃ اللہ علیہ	1103
شیخ ابوسعید مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	1111
مولانا احمد علی چریا کوٹی رحمۃ اللہ علیہ	1115
شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	1124
قاضی صبغت اللہ مدراسی رحمۃ اللہ علیہ	1131
مولانا ظہور الحق پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ	1133
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	1137
مولانا عبدالعزیز قریشی پرہیاروی رحمۃ اللہ علیہ	1139
مولانا عنایت اللہ علی عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ	1151
مولانا سید محمد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ	1159
مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	1161
سید مرتضیٰ بلگرامی زبیدی رحمۃ اللہ علیہ	1169
سلطان شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ	1177
فخر الدین حسین زنجانی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ	1180
حضرت مخدوم سید علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ	1180
شیخ بختیار بن عبداللہ صوفی ہندی رحمۃ اللہ علیہ	1180
خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ	1184
حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ	1186
قاضی قطب الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ	1189
شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ	1189
شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ	1191
شیخ ابوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ	1193
مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ	1198
شیخ رکن الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ	1200
مولانا شہاب الدین خلیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	1201
شیخ علی بن شہاب الدین ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ	1205
شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ	1209
شیخ برہان الدین محمد ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ	1211
شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ	1212
سلطان بہلول لودھی رحمۃ اللہ علیہ	1217
سلطان احمد شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ	1219
شیخ اخوند میر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ	1229
شیخ علی بن اسعد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	1236
شیخ محمد بن یوسف حسینی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	1243
حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما	1244
حضرت ام اسحاق غنویہ رضی اللہ عنہا	1245
حضرت زینب رحمۃ اللہ علیہا بن معدان	1247
مخہ رحمۃ اللہ علیہا بنت حارث	1248
حضرت نفیسہ بنت حسن رحمۃ اللہ علیہا	1249
حضرت زبیدہ، زوجہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہا	1251
حضرت حسنیٰ رحمۃ اللہ علیہا	1252
جروہ بنت مرہ تمیمی رحمۃ اللہ علیہا	1252
حضرت حسنہ عابدہ رحمۃ اللہ علیہا	1253
حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ	1253
حضرت معاذہ رحمۃ اللہ علیہا بنت عبداللہ	1254

Marfat.com

ہفت روزہ ''الاعتصام'' کی پرانی اور نایاب فائلیں	1255
مقام اہلبیت رضی اللہ عنہم علماء اہل حدیث کی نظر میں	1256
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خطاب	1256
گزشتہ امت کا صاحب کرامت بچہ	1257
لاش کو فرشتے لے گئے	1259
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کشف	1259
میں تو ہانڈی کا نمک بھی رب سے مانگتا ہوں	1261
[illegible]	1263
اپنے آپ کو آگ میں دیکھا	1264
پچاس برس تک تکبیر اولیٰ کی پابندی	1265
رزق حلال سے دوسروں کی مدد	1267
اعلیٰ اخلاق اور مخالفین کے حق میں دعا	1269
حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات	1270
حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ سب سے بڑے موحد	1271
دعا کی قبولیت میں دیر کیوں؟	1271
سلفی نوجوان کی متصوفانہ تحریر	1272
عصر کے بعد سونے کا نقصان	1273
امام ابن قیم رحمہ اللہ اور حقیقت تصوف	1274
صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی میں تصوف کا ثبوت	1275
اصلاح معاشرہ کیلئے اصلاح باطن کی ضرورت	1278
اسلام میں داخلہ زبانی کلمہ سے ملتا ہے	1281
لعن طعن کرنیوالا مومن نہیں ہوتا	1282
غیبت سے روکنے کیلئے ایک لطیف انداز	1283
بدگمانی سے بچنے والا جنت پا گیا	1284
مسلمان کی پردہ پوشی کا واقعہ	1284

پردہ پوشی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ	1285
مسلمان کو رسوائی کے موقع سے بچانے کا ثواب	1286
اللہ سے ڈرنے والوں کے کام	1287
حکمران کی بجائے اللہ سے مدد مانگو	1288
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی گریہ وزاری	1289
تلاوت قرآن کے وقت کپکپی	1290
تڑپا اور جان ہوا ہو گئی	1291
مقام اہل بیت اسلاف اہل حدیث کی نظر میں	1292
اہل بیت کی خوشی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی	1292
امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا ادب اہل بیت	1292
خانوادہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی برگزیدہ ہستی	1293
انتقام کی بجائے معافی کو پسند کرنا	1296
اللہ جل شانہ کی غیبی مدد	1297
آسمانوں میں بھی تیری باتیں ہوتی ہیں	1299
چور اور طوائف کو صدقہ دینے والا	1299
شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات	1300
صوفی کامل شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ	1301
دینی مسائل سمجھنے کا خاص عمل	1301
بچوں کو راہ خدا میں وقف کرنے کا رواج	1302
راہ تصوف کا متلاشی جوان	1302
سنی جن کی دھمکی	1303
تصوف الفاظ نہیں کردار کا نام	1304
ولی کی نظر سے درخت پر جواہرات سج گئے	1305
حنبلی جوتیوں کا جنات پر اثر	1305
حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ	1306
رحمت اور عذاب کے پیمانے	1306

Marfat.com

امام التصوف، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ	1307
امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں شیخ کے صوفیانہ خصائل	1307
ذوق عبادت وانہماک	1310
عالم برزخ کا آنکھوں دیکھا حال	1311
ذکر خدا کی مجلس، سب سے افضل عمل	1311
حکمرانی خطرناک طوق ہے	1312
تزکیہ نفس ہر شخص کی ہر جگہ ضرورت	1312
انسانِ مطلوب بننے کیلئے روحانیت کی اہمیت	1313
تزکیہ نفس کرنے والے اعمال	1314
امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی زندگی کا ایک ورق	1315
زہد وتجرید وتحقیر دنیا	1315
ہزار کرامتوں سے اونچا مقام	1317
کمال اتباع سنت	1318
صالحین میں مقبولیت اور علمائے وقت کی شہادت	1319
توحید وجودی قرامطہ کا مذہب ہے	1323
خالق ومخلوق میں تفریق کے دو مقام	1324
اللہ سے ڈرنے والوں سے دنیا ڈرتی ہے	1325
اللہ والے دنیا کے پیچھے نہیں پڑتے	1326
نیکیوں کا پھل کہیں دنیا میں نہ مل جائے	1326
اہلحدیث میں بے ادبی کے بڑھتے ہوئے رجحان کو روکنے کیلئے عظیم بزرگ کا تربیتی اور اصلاحی خط	1327
عام مدارس کی حالت	1327
زبانی درس کی بجائے عملی تربیت دیں	1328
درس حدیث	1328
وضو کا بچا ہوا پانی	1329
اہل اللہ کا فقر ہم سب کی ضرورت	1330
عبادت کی حقیقت وضرورت اور طریق عبادت	1331
عبادت کی حقیقت	1331
اللہ جل شانہ کی معرفت کی آسان مثال	1332
شرک کی مثال، میاں بیوی سے سمجھیں	1333
امام ابن قیم رحمہ اللہ کا فرمان	1334
سید احمد شہید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے عارفانہ سفر کی روداد	1335
مجذوب سے ملاقات	1336
زمانیہ میں بیعت وخلافت	1337
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ میں تصوف کے پہلو	1338
پانچ سال میں سورۃ بقرہ کی تکمیل	1338
امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی روحانی طاقت	1339
دریائے نیل کی تابعداری	1339
جن کی جوتیوں کے صدقے اولیاء کو تعلق باللہ نصیب ہوا	1340
شیخ ابن دقیق العید رحمہ اللہ	1340
وقت کے صاحب کشف مجدد	1341
مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں	1341
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	1341
کرامت اور ولایت کا معیار اہل حدیث کی نظر میں	1342
عالم، صوفی اور ولی ایک ہی چیز	1342
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کرامات	1343
علم تصوف اور اس کے اشغال	1343
شیخ محمد حیات سندھی مدنی رحمۃ اللہ علیہ	1344
امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا زہد وورع	1344
خانوادہ علم وتصوف کا ایک انمول موتی مولانا صوفی محمد علی لکھوی صاحب رحمہ اللہ	1345
تکمیل سلوک کیلئے بادیہ پیمائی	1345

Marfat.com

علم وروحانیت کی سبیل	1346
اذان کی آواز سے فضامیں نغمات	1347
حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا اسوہ مبارک	1347
اسلاف اہل حدیث میں لفظ ''صوفی'' کا استعمال	1348
آہ! صوفی نذیر حسین!	1348
حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ، پاک باز بزرگ	1348
تصوف کی عظیم کتاب	1348
تصوف کا گہرا سمندر	1349
سلسلہ قادری کے عظیم بزرگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	1349
نورانی تجلی میں شیطانی دھوکہ	1351
سلسلہ قادریہ کے بانی کا خاتمہ بالایمان	1351
وفات حسرت آیات	1353
حضرت سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ	1353
دنیا کے مالک سے آخرت کا سوال	1354
مسکین کے ساتھ کھانا کھانے کی عادت	1354
فن تصوف کی ممتاز کتاب	1355
حضرت سلیمان بن یسار رحمہ اللہ	1355
عفت وپاک بازی	1355
خواب میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زیارت	1356
عبداللہ الغزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام عبدیت	1357
رب کی صفت جلالی تربیت کا ذریعہ	1358
اولیاء اللہ کی نشانی	1359
ولی کی توجہ سے تقدیر بدل جاتی ہے	1359
مجدد الف ثانی نقشبندی رحمہ اللہ کا نظریہ توحید	1360
توحید الٰہی کا تحفظ	1360
صوفیاء کی نظر میں توحید کی تعریف	1360
دون اللہ سے تعلق قلب	1361
توحید پرست کی نشانی	1361
ذات وصفات الٰہی کے متعلق صحیح عقیدہ	1361
کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی تفسیر	1362
مجدد الف ثانی نقشبندی رحمہ اللہ کا نظریہ توحید	1366
ممکن اور واجب میں کوئی نسبت نہیں	1367
خدا کی ہستی میں تحلیل ہونے کا باطل عقیدہ	1368
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت اور بشریت	1369
حضرت مجدد الف ثانی نقشبندی رحمہ اللہ کا نظریہ توحید	1370
ذات وصفات الٰہی کے متعلق اہل سنت والجماعت کے عقائد	1370
کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی روح	1372
کتاب وسنت کے عامل وحامل صوفیائے کرام رحمہم اللہ	1372
اعتراف کی بجائے الزام	1373
حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ	1373
حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی ولادت کی بشارت	1373
خاص الخاص تعلیم وتربیت	1374
درسی تعلیم	1374
حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کی استقامت	1374
دو آئیڈیل اللہ کے ولی	1375
تذکرہ مشہور صوفی بزرگ امام غزالی رحمہ اللہ کا	1375
تصوف کا دل پر خاص اثر	1377
لمبے لمبے مراقبے اور چلہ کشی	1378
اسلاف کی خدمات سے ہماری اصلاح	1379
تبرکات کی شرعی حیثیت	1381
ایک لاکھ لوگوں کی بیعت توبہ	1383
اسلاف روحانی تربیت کا ذریعہ	1383

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قارئین! حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مفہوم ہے کہ کسی شخص نے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک بندے کی تعریف کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا، کیا تم نے اس شخص کیساتھ سفر کیا ہے؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا کیا تم نے اسکے ساتھ کوئی معاملہ کیا ہے؟ کہنے لگا، جی نہیں۔ تو فرمایا انسان کے اخلاق کا پتہ تو سفر میں چلتا ہے یا اس سے لین دین والے معاملات میں اسکی حقیقت کھلتی ہے۔" ذیل میں اردو بازار لاہور کے ان ناشران کتب کے مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق تاثرات درج کیے جا رہے ہیں، جن کیساتھ موصوف علیہ الرحمۃ کا عمر بھر تعلق رہا۔

علم اور معرفت میں فرق

مولانا اسحاق بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ میرا تعلق اس وقت سے ہے جب میرا شناختی کارڈ بھی نہیں بنا تھا۔ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ کلب روڈ لاہور، میں پورے بارہ سال میں انکی کتابوں کی کمپوزنگ کرتا رہا۔ اسحاق بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی بھی معاملے میں غصہ نہیں ہوتے تھے، کبھی پیسوں کے معاملے میں نہیں جھگڑتے تھے بلکہ انہوں نے تو کسی ناشر سے اپنا پورا حق بھی نہیں لیا۔ مجھے ان کے ساتھ بہت پیار تھا۔ میرے بچوں پر بھی وہ بہت شفقت فرماتے تھے۔ جب ادارہ علم وعرفان پبلیکیشنز بنانے کا وقت آیا تو میرے ادارے کا نام بھی انہوں نے ہی رکھا اور نام بھی وہ رکھا جو خالص تصوف کے مطابق تھا، یعنی علم وعرفان، وہ فرماتے تھے کہ علم تو سب کے پاس آجاتا ہے، معرفت کسی کسی کو ملتی ہے۔ لہٰذا تم اپنے ادارے کا نام علم وعرفان رکھو۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ان کے مزاج میں عظمت بہت زیادہ تھی۔ فرماتے تھے کہ ادارے کا ایڈریس لکھتے ہوئے یہ مت لکھو کہ "علم وعرفان، نزد فلاں" بلکہ اللہ پاک سے اس ادارے کی اتنی ترقی مانگو کہ لوگوں کو اپنی پہچان کیلئے کہنا پڑے کہ "نزد علم وعرفان"۔ اسی طرح ایک دفعہ نماز کا وقت ہوا تو ہم سب نے مل کر بھٹی صاحب مرحوم کو آگے کر دیا اور ازراہ مذاق ان سے عرض کیا کہ آج ہمیں حنفی نماز پڑھائیں۔ لیکن یہ دیکھ کر ہماری حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی جب بھٹی صاحب مرحوم نے واقعی حنفی طریقے کے مطابق جماعت کروائی اور بعد میں فرمانے لگے کہ اس طرح بھی نماز ہو جاتی ہے **اور خود حضرت نواب سید محمد صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ ساری عمر حنفی طریقے کے مطابق** نماز ادا کرتے رہے کیونکہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

گل فراز صاحب (علم وعرفان پبلیکیشنز، غزنی اسٹریٹ، اردو بازار لاہور)

Marfat.com

سلف صالحین سے نسبتوں کا دفاع

پہلے دور میں سلف صالحین کیساتھ نسبتوں کی اتنی قدر کی جاتی تھی کہ میرے والد صاحب پروفیسر مولانا عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ کا نام ''حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ'' کے نام پر رکھا گیا۔ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ حضرت سید علاؤ الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (دارالسلام ضلع شیخوپورہ) خلیفہ اجل مولانا عبدالغفور مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت یافتہ تھے اور سید علاؤ الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیر فضل علی قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ میرے سالہا سال کے تجربے کے مطابق کسی بھی شخصیت کی سوانح لکھتے ہوئے اس میں اپنی پسند ناپسند نہیں ہونی چاہئے، بلکہ اسی شخصیت کے حالات وواقعات من وعن لکھ دینے چاہئیں۔ کچھ دن پہلے آنیوالی کتاب ''ارمغان مولانا اسحاق بھٹی مرحوم'' میں سوانح نگار نے پوری کتاب میں سے بھٹی صاحب مرحوم کو نکال دیا اور اپنا آپ ڈال دیا۔ حالانکہ بھٹی صاحب مرحوم نے اپنے ہم عصر اہل حدیث صوفیاء یعنی مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد حنیف ندوی اور مولانا ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے بہت کچھ سیکھا۔ غالباً ۲۰۰۰ء کی بات ہے کہ بھٹی صاحب مرحوم کے اعزاز میں ایک نشست کا انعقاد کیا گیا، جس میں انکی خدمات کو سراہتے ہوئے جب انکے اساتذہ کا تذکرہ ہوا تو ہماری جماعت کے ایک معروف عالم دین نے مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ (شاگرد خاص مولانا محمد اسماعیل سلفی علیہ الرحمۃ، گوجرانوالہ) کا نام نہ لیا، بلکہ ان سے کنی کتراتے ہوئے گزر گئے، کیونکہ ان کے مطابق مولانا حنیف ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے امام غزالی قدس اللہ سرہ کی کتابوں کے جو تراجم (افکار غزالی، تعلیمات غزالی، تلقین غزالی وغیرہ کے عنوان سے) کیے ہیں، یہ مولانا حنیف ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تفردات ہیں۔ لیکن بھٹی صاحب مرحوم (جو کسی سے ڈرتے ہی نہیں تھے کیونکہ انہوں نے کسی سے کچھ لینا نہیں ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو لینے کی بجائے، دینے والا ہاتھ ملا ہوا تھا) نے انہیں فوراً ٹوک دیا اور فرمایا، یہ بات ٹھیک نہیں۔ تم نے مولانا حنیف ندوی صاحب مرحوم کا نام کیوں نہیں لیا؟ وہ بھی میرے استاد تھے، یعنی انہوں نے ہر موقع پر اسلاف کا دفاع کرتے ہوئے زندگی بسر کی۔ دعا ہے کہ اللہ پاک اس کتاب ''ارمغان تصوف مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ'' کو اپنی بارگاہ میں قبولیت کے شرف سے نوازے۔ آمین!

محمد جمال الدین افغانی (کتاب سرائے: اردو بازار لاہور)

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تصوف کے پچاس روشن مینار

نوٹ

معزز قارئین! کتاب کے ہر ورق کے اوپر مسلسل چلنے والا "ہیڈر" اسی ورق سے لیا گیا ہے۔
اس جملے کا اصل حوالہ دیکھنے کیلئے اسی ورق پر موجود "واضح کی گئی لائن" کا مطالعہ فرمائیں۔

Marfat.com

(1) مرشد کامل سید محمد شریف گھڑیالوی رحمۃ اللہ علیہ

صحبت یافتہ: حضرت مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

فیض یافتہ: حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

قارئین! سب سے پہلے ہم آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس گلِ سرسبد کے حالات سے آگاہی حاصل کرتے ہیں جن کے ہاتھوں میں ہاتھ دینے کی بدولت حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لشکرِ صوفیاء رحمہم اللہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی

اور جن کی نظر کیمیا اثر سے فیض پا کر حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اہلِ حدیث ہونے کے باوجود مسلکی اختلافات سے بالاتر رہتے ہوئے صرف اولیائے کرام رحمہم اللہ کی خدمت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائے رکھا

اور جن کے دستِ شفقت کی برکت سے حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دماغی حافظہ اتنا قوی ہو گیا کہ دس، گیارہ برس کی عمر سے لیکر ۹۱ برس تک انہیں کم وبیش اڑھائی ہزار شخصیات کی پیدائش سے لیکر وفات تک کے تمام واقعات (بمع تاریخ) پر ایسا ضبط تھا کہ سینکڑوں اہلِ فکر ونظر نے انکی لاثانی یادداشت کا اعتراف کیا۔

مرشد کامل سے بیعت اصلاح

1936ء کی بات ہے کہ ہمارے شہر (کوٹ کپورہ) کی انجمن اصلاح المسلمین کے سالانہ جلسے میں حضرت سید محمد شریف گھڑیالوی رحمہ اللہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ اس وقت وہاں خطابت وتدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ بعض لوگ جامع مسجد میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے حلقہ بیعت میں شامل ہوئے۔ میرے دادا مرحوم میاں محمد رحمہ اللہ مجھے (اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ کو) بھی وہاں لے گئے۔ مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب رحمہ اللہ بھی تشریف فرما تھے، جن سے میں دینیات کی ابتدائی کتابیں پڑھتا تھا۔ دادا مرحوم نے شاہ صاحب رحمہ اللہ سے میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ میرا پوتا ہے، مہربانی فرما کر اس کے لیے دعا کیجیے اور اسے اپنے مریدین کی جماعت میں شامل فرما لیجیے۔ چنانچہ انہوں نے میرا ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں لے کر کچھ پڑھا اور کچھ باتیں ارشاد فرمائیں۔

تصوف میں داخلہ، دلی خوشی کا ذریعہ

یہ آج سے باسٹھ ترسیٹھ برس قبل کی بات ہے، اس وقت میری عمر دس گیارہ سال کی تھی۔ اب بالکل یاد نہیں کہ انہوں نے مجھ سے کیا فرمایا، کیا کہلوایا اور میں نے اس کا کیا جواب دیا۔ یہ سارا سلسلہ میرے لیے نیا تھا۔ بس مجھے یہ معلوم ہے کہ ان کے چہرے کی طرف دیکھتا اور ان کی باتیں سنتا رہا۔ مجھے اس وقت کا ان کا حلیہ اتنا ہی یاد ہے کہ ان کا چہرہ گول تھا، رنگ سرخ وسفید تھا اور داڑھی پر مہندی لگی تھی۔ لوگ ان کے اردگرد بیٹھے ان کی باتیں سن رہے تھے اور وہ باتیں کرتے کرتے کسی وقت رو پڑتے تھے۔ میں اس بیعت پر اپنے دل میں بہت خوش تھا۔ کیوں خوش تھا؟ اس لیے کہ میرے ذہن میں یہ بات آ رہی تھی کہ میں آج سے نیک ہو گیا ہوں

Marfat.com

اور آئندہ مزید نیک ہو جاؤں گا...... کسی بزرگ نے کہہ بھی دیا تھا کہ میاں محمد رحمہ اللہ کا پوتا نیک ہو گا اور اچھے کام کرے گا۔ چنانچہ اس بزرگ کی بات سے میرا حوصلہ بڑھ گیا تھا اور میں نیکی کی طرف پیش قدمی کرنے لگا تھا۔ روزانہ اپنی نیکیوں کو شمار بھی کرتا تھا کہ کل اتنی کی تھیں، آج اتنی کی ہیں اور آنے والے کل کو ان شاء اللہ اتنی کروں گا۔ (کاروان سلف ص: ۳۷)

مرشد گرامی سے دوسری ملاقات

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ میں نے 1936ء میں حضرت شاہ محمد شریف گھڑیالوی رحمہ اللہ کی بیعت کی تھی اور اس وقت نیکی کے بعض معنی سمجھے تھے۔ اب آیئے! تین سال کے لیل ونہار کا سفر طے کر کے ۱۹۳۹ء کی فضاؤں میں داخل ہوتے ہیں۔ اس وقت میں چودہ سال کی عمر کو پہنچ گیا تھا اور فیروز پور میں حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کے حلقہ درس میں شامل تھا۔ ایک روز دوپہر کے وقت دیکھا کہ ایک صاحب سفید چادر باندھے، سفید ململ کا کرتا پہنے اور سر پر سفید کپڑا رکھے گنبداں والی مسجد کے دروازے پر بیٹھے ہیں۔ میں نے غور سے دیکھا تو وہ وہی صاحب تھے، جن کی تین سال قبل ۱۹۳۶ء میں، میں نے بیعت کی تھی۔ میں جلدی سے بھاگتا ہوا مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ مسجد کی چوکھٹ پر بیٹھے ہیں۔ مولانا حیرانی کے عالم میں فوراً باہر نکلے، شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں آئے، انہیں سلام کیا اور اندر مسجد میں لے گئے۔ میں نے بھی نہایت ادب کے ساتھ جھک کر انہیں سلام عرض کیا اور ان کے حضور دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔

(کاروان سلف ص ۳۸)

آیئے! اب اس پیکر خیر وصلاح اور مرد حق آگاہ کی صحبت بابرکت میں چند لمحے گزارنے کی کوشش کرتے ہیں، ممکن ہے اس بہانے ہم سنگ دل گناہ گاروں کے ضمیر وروح میں بھی رقت اور بھلائی کا کچھ تاثر ابھر آئے اور خیرات وحسنات کے کسی گوشے سے تھوڑی بہت آشنائی پیدا ہو جائے اور پھر اس کے نتیجے میں ۔

دل کے ویرانے میں بھی ہو جائے دم بھر چاندنی

مرشد شاہ صاحب رحمہ اللہ کا تعارف

سید محمد شریف گھڑیالوی رحمہ اللہ کا جو پورا شجرۂ نسب اس وقت ہمارے سامنے ہے، وہ چالیس واسطوں سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی وساطت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ یعنی اس حساب سے ان کا شمار اولاد علی رضی اللہ عنہ میں ہوتا ہے۔

نام ونسب

آپ کا نام محمد شریف ذات سیّد مشہدی اور کنیت ابو یحییٰ تھی نسب یہ ہے سیّد محمد شریف بن سید اصغر علی بن سیّد کرم علی بن سیّد رحم علی بن سیّد محمد کامل بن سیّد ذاکر شاہ بن سیّد عبدالرحیم بن سیّد یار محمد بن سیّد حمید الدین بن سیّد عبدالقادر بن سیّد عزیز اللہ بن سیّد بڈھا شاہ بن سیّد ابوسلیمان بن سیّد حافظ محمد داؤد بن سیّد فرید الدین قاضی بن سیّد محمد محمود بن سیّد محمد ایوب بن سیّد عبدالرحمن بن سیّد عبدالکریم بن سیّد محمد مسعود بن سیّد بہاؤ الدین بن سیّد عبدالغنی بن سیّد محمد یعقوب بن سیّد محمد حسین بن سیّد محمد سلمان بن سیّد فتح اللہ بن سیّد جمال دین بن سیّد محمد عثمان بن سیّد احمد شاہ بن سیّد جلال الدین بن سیّد برہان الدین بن سیّد بدر الدین بن سیّد اسماعیل بن

Marfat.com

سید محمد شریف گھڑیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا نسب نامہ چند واسطوں سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی وساطت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے

سید احمد بن ، سید جعفر بن ، امام موسیٰ کاظم بن ، امام جعفر صادق بن ، امام محمد باقر بن ، امام زین العابدین بن ، امام حسین بن ، امام حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (بحوالہ مکتوب سوانح شریف حضرت ص: 12)

ان خاندانوں میں حضرت کے ایک بزرگ حضرت سید جعفر رحمۃ اللہ علیہ تھے جو حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے تھے۔ وہ اپنے چند بیٹوں سمیت عرب سے ہجرت کر کے ایران آئے اور ایران کے شہر مشہد میں قیام پذیر ہوئے۔ ان بیٹوں میں سے ایک جن کا نام سید احمد رحمۃ اللہ علیہ تھا شاہ محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ انہی سید احمد رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ سید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مشہد میں وفات پائی اور اسی شہر کی نسبت سے مشہدی مشہور ہوئے۔ چنانچہ ان کی اولاد کو مشہدی کہا جاتا ہے اور اسی وجہ سے حضرت شاہ محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق مشہدی سادات سے ہے۔

پنجاب میں اس خاندان کے جد امجد سید احمد رحمۃ اللہ علیہ ہی آتے ہیں۔ یہ اس خاندان کے اولین بزرگ ہیں جو مشہد سے چل کر ہندوستان آئے اور پنجاب کے شہر [illegible] میں آ کر آباد ہوئے۔ (بحوالہ سوانح شریف صفحہ نمبر 39)

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تحصیل علم

ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ آپ کے والد ماجد ایک جید عالم تھے۔ آپ نے صرف و نحو کی ابتدائی کتب ان سے پڑھیں۔ جب آپ پڑھنے کے قابل ہو گئے تو آپ کے والد ماجد نے خاندان مشہدی کے ایک بزرگ عالم دین کی خدمت میں پیش کیا۔ ان صاحب سے آپ نے علوم دینیہ کی تحصیل کی۔ آپ نے اپنے استاد محترم سے قرآن و حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی اور علم تفسیر میں مہارت حاصل کی۔ ان کا علمی ذوق بہت بلند تھا۔ "من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین" یعنی جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب کے ایک شاگرد سید محمد صاحب مرحوم کی روایت ہے کہ مولانا شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا علم لدنی ہے اور یہ کسبی نہیں۔ "ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء"۔ (سوانح شریف حضرت ص: 13)

قارئین کرام! حافظ محمد سے ان کی ملاقات ایک نادر بات ہے کہ آپ کی آمد اور وفات حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت اور علمی ذوق میں اضافہ کرتی ہے۔ اور آپ کو یہ فضیلت حاصل ہو گئی کہ ان دونوں ہستیوں کا علم حدیث سے نسبت رکھتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ہمارے بزرگوں کی یہ بات ہمیشہ باعث صوفیاء کی روحانی دنیا ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ (از مرتب)

حضرت الامام عبدالجبار صاحب غزنوی رحمہ اللہ سے ملاقات

مسئلہ حدیث سے واقف ہونے کے بعد آپ نے اپنے چھوٹے بھائی سید محمد ظریف کو حضرت امام عبدالجبار صاحب غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت عالیہ میں علم حدیث حاصل کرنے کو چھوڑا۔ ان کا ذہن رسا تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں صحاح ستہ کی سند حاصل کر لی۔ اسی دوران میں آپ امرتسر تشریف لے جاتے اور حضرت امام صاحب کی خدمت صحبت میں پہروں رہتے۔ درس قرآن اور

خطبۂ جمعہ سنتے۔ نتیجہ آپ کو حضرت امام صاحب رحمہ اللہ سے بے حد عقیدت ہو گئی اور امام صاحب رحمہ کو آپ سے محبت ہو گئی۔ اتنی محبت کہ آپ کی استدعا پر حضرت امام صاحب متعدد بار گھڑیالہ میں تشریف لائے۔ حضرت امام صاحب آپ سے متعلق بہت حسن ظن رکھتے تھے۔ چنانچہ مولوی عبدالغفار اور میاں ابراہیم ساکنانِ کوٹلی رائے ابوبکر ضلع لاہور اپنے والدین سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ دونوں یعنی ان راویوں کے باپ امرتسر میں حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے درس قرآن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دوران درس حضرت امام صاحب نے فرمایا کہ **اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب صُفّہ میں سے کسی صحابی کو دیکھنا چاہتا ہے تو وہ گھڑیالہ میں شاہ محمد شریف صاحب کو جا کر دیکھے۔** راوی واپسی پر گھڑیالہ میں اُترے اور شاہ صاحب کو مل کر گئے۔ جیسا سنا تھا، ویسا پایا۔ (اسلامی شکل وصورت، ص: ۷۶-۷۷)

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسلکی تعلق

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک اہلحدیث اختیار کرنے کا ایک واقعہ گزشتہ سطور میں بیان ہو چکا ہے کہ انہوں نے ایک ضلع دار کے کہنے سے تمام مسالک فقہی کا غیر جانب دارانہ مطالعہ کیا اور وہ اس کے بعد مسلک اہل حدیث سے وابستہ ہو گئے۔ دوسرا واقعہ جس کی وجہ سے وہ اس مسلک سے بہت زیادہ متاثر ہوئے، یہ ہے کہ جب وہ ملازمت کے سلسلے میں اپنے گاؤں سے کچھ دور موضع چولہ میں آئے تو وہاں سے قریب کے ایک گاؤں ''گنڈی ونڈ'' میں ایک نہایت نیک آدمی فروکش تھے، جن کا نام میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ میاں صاحب رحمہ اللہ مرحوم مسلکاً اہل حدیث تھے اور مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے والد مکرم حضرت امام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے عقیدت مند...... (قارئین! اس لحاظ سے امام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے تمام مریدین وعقیدتمند حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے پیر بھائی ہوئے، جن میں مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی، مدرسہ غزنویہ امرتسر کے شیخ الحدیث مولانا نیک محمد، حافظ عبداللہ محدث روپڑی، حافظ محمد محدث گوندلوی، مولانا عبدالکریم گرنتھی، شیخ الحدیث مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کے سسر میاں نور الدین، حضرت میاں محمد باقر جھوک دادو والے اور خود مولانا سید محمد داود غزنوی وغیرہم شامل ہیں رحمۃ اللہ علیہم۔ دوسری طرف دیکھیں تو شاہ محمد شریف گھڑیالوی رحمہ اللہ، حضرت صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کے بھی پیر بھائی ہوئے، کیونکہ دونوں کے مرشد میاں فضل الٰہی وزیر آبادی رحمہ اللہ ہیں۔ امام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے تذکرے میں انکا تعلق سلسلہ نقشبندیہ کیساتھ ملتا ہے اسی طرح حضرت صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کی سوانح پڑھیں تو یہی ثبوت ملتا ہے کہ وہ بھی سلسلہ نقشبندیہ میں لوگوں سے بیعت لیتے تھے، لہٰذا یہ سب حضرات نقشبندی ہوئے بلکہ انہیں ''سلفی نقشبندی'' کہنا زیادہ مناسب رہے گا۔ آئیں اب اصل عبارت کیطرف بڑھتے ہیں) شاہ صاحب اس وقت حنفی المسالک تھے، لیکن ان کی طبعی صالحیت نے ان کا رابطہ فضل الٰہی رحمہ اللہ سے کرا دیا اور شاہ صاحب رحمہ اللہ کی ان کے ہاں آمدورفت شروع ہو گئی۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ کا (بقول ان کے صاحبزادے سید محمد اسماعیل شاہ کے) خود اپنا بیان ہے کہ انہوں نے میاں فضل الٰہی رحمہ اللہ کے اثر صحبت سے مسلک اہل حدیث اختیار کیا۔ یعنی اس مسلک سے وہ اثنائے ملازمت ہی میں وابستہ ہو گئے تھے اور اس کے بعد ان کی دنیا بدل گئی تھی۔ (کاروان سلف ص ۷۴)

Marfat.com

شاہ صاحب کا سفید عمامہ

سیّد محمد شریف گھڑیالوی رحمۃ اللہ علیہ سابق امیر جماعت اہلحدیث سفید عمامہ زیب تن فرماتے تھے۔(اسلامی شکل وصورت،ص:۷۴)

باسٹھ علمائے اہلحدیث کی مرشد کامل کے حق میں رائے

ایک زمانے میں انہیں صوبہ پنجاب کی جماعت اہل حدیث کا امیر منتخب کیا گیا تھا۔ پنجاب کی جماعت اہل حدیث کے باسٹھ علماء وزعماء کی مجلس منعقد ہوئی تو اس میں صوبہ پنجاب کی جماعت کی امارت کے لیے تین نام پیش ہوئے، وہ نام یہ تھے:

۱۔سید محمد شریف گھڑیالوی رحمہ اللہ ۲۔مولانا حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ ۳۔مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ۔

کافی بحث وتمحیص کے بعد آخر فیصلہ سید محمد شریف رحمہ اللہ کے حق میں ہوا۔لیکن شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس بار امانت کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور بڑی منت سماجت کی کہ یہ فریضہ ان کے سپرد نہ کیا جائے۔آخر آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہا کہ اس مجلس میں بڑے بڑے علمائے کرام اور مشہور واعظین ومبلغین موجود ہیں، میں ان کے مقابلے میں کوئی علمی حیثیت نہیں رکھتا، ان میں سے کسی بزرگ کو یہ ذمے داری سونپ دی جائے لیکن جواب میں سب نے یہی کہا کہ وہی اس کے اصل حق دار ہیں، چنانچہ مولانا نیک محمد رحمہ اللہ اور دوسرے بہت سے حضرات کے اصرار پر وہ خاموش ہو گئے اور انہیں صوبہ پنجاب کے امیر جماعت منتخب کر لیا گیا۔(کاروان سلف ص ۵۷)

وقت کے صوفی پر سب کا اعتماد

انتخاب کی خبر صوبہ پنجاب میں پھیلی تو قریباً ان سب علمائے کرام نے آپ کی امارت کو تسلیم کر لیا جو بوقت انتخاب کمیر پور میں حاضر نہ تھے غزنوی لکھوی روپڑی سب معزز خاندان آپ کی امارت پر متفق ہو گئے، جب حضرت امام مولانا عبدالواحد صاحب غزنوی رحمہ اللہ کے حضور اقرار نامۂ امارت پیش کیا گیا تو انہوں نے بایں جلالتِ قدر فوراً دستخط ثبت فرما دیئے۔مولانا محمد داؤد صاحب غزنوی، مولانا محمد اسماعیل صاحب غزنوی، مولانا عبدالغفار صاحب غزنوی رحمہم اللہ سب نے بطیب خاطر دستخط ثبت فرمائے۔علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری اور مولانا عبدالقادر صاحب قصوری رحمہما اللہ جیسی مشہور ہستیاں بھی آپ کی امارت کے خلاف حرف اعتراض زبان پر نہیں لائیں غرض اتنے بڑے طویل وعریض صوبہ کی جماعت اہلحدیث کا آپ پر گویا اجماع ہو گیا۔(اسلامی شکل وصورت ص،۷۵)

جنات کا بیعت اصلاح کے لیے حاضر خدمت ہونا

سید محمد اسماعیل رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ معتبر عینی شاہدوں کے ذریعے انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں جنات بھی آتے تھے اور ان کے حلقۂ بیعت میں شامل ہوتے تھے۔وہ کہتے ہیں کہ اس کی تفصیل بھی اس کتاب میں درج کریں گے جو شاہ صاحب رحمہ اللہ کے حالات میں لکھی جائے گی۔(کاروان سلف ص 48)

قبولیتِ دعا کی پیش گوئی

شاہ صاحب رحمہ اللہ مستجاب الدعوات تھے، اللہ ان کی دعا قبول فرماتا تھا۔سید اسماعیل شاہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں

Marfat.com

بھمبہ کلاں (ضلع قصور) کے ایک شخص حاجی عبداللہ نے بتایا کہ تقسیم ملک سے قبل وہ اپنے چند ساتھیوں سمیت کسی لڑائی میں شریک تھے اور پولیس نے پکڑ کر انہیں جیل میں بند کر دیا تھا۔ ضمانت کے لیے بہت کوشش کی لیکن ضمانت نہیں ہو رہی تھی۔ ایک دن شاہ صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا تو انہوں نے دعا کی۔ فرمایا: جاؤ' اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمالی ہے، آج ضمانت ہو جائے گی، چنانچہ اسی دن ضمانت ہو گئی۔ (کاروان سلف ص 49)

قارئین! آج بھی ہر اہلحدیث مسجد میں لوگ علماء کے پاس دعا کروانے جاتے ہیں، مگر تصوف سے بیزاری کا یہ کمال ہے کہ آج کہیں بھی اس درجہ مستجاب الدعوات شخصیت نہیں ملتی، جو دعا کرتے ہی قبولیت کی خوشخبری بھی سنا دے۔ کیا آج کے منکرین تصوف تحقیقی لحاظ سے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آگے نہیں؟ ہاں مگر روحانی لحاظ سے بہت پیچھے ہیں۔ (از: مرتب)

پاگل مریض کا فوراً شفاء پا جانا

انہی سید اسماعیل شاہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ضلع لائل پور (فیصل آباد) کے ایک گاؤں چک نمبر ۴ رام دیوالی کے لوگوں نے انہیں بتایا کہ ایک مرتبہ شاہ صاحب رحمہ اللہ وہاں گئے۔ ایک گلی سے گزرے تو بتایا گیا کہ اس گھر میں ایک شخص پاگل ہے اور زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ اس کے لیے ان سے دعا کی درخواست کی گئی۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے گلی میں کھڑے کھڑے دعا مانگی۔ **ابھی منہ پر ہاتھ پھیرا ہی تھا کہ قفل ٹوٹ گئے، چھن چھن کی آواز کے ساتھ زنجیر نیچے گر گئی اور مریض تندرست ہو گیا۔** (کاروان سلف ص ۴۹)

کنوئیں کا پانی اُوپر آجانا

ایک مرتبہ تحصیل چونیاں سے ان کا ایک عقیدت مند آیا اور اپنے گاؤں لے گیا۔ عرض کیا اس کے کنوئیں سے اتنا تھوڑا پانی آتا ہے کہ فصل سیراب نہیں ہو پاتی۔ دعا کیجیے اللہ تعالیٰ اس میں اضافہ فرمادے اور فصل کو پورا پانی آئے۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے نہایت عاجزی سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ کنوئیں کا پانی اتنا بڑھ گیا کہ زمیندار کو اس میں دو ''ماہلیں'' ڈالنا پڑیں۔ (کاروان سلف ص ۵۰)

مرگی کے مرض سے دائمی شفاء (کرامت):۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی اپنی بیٹی مریم بی بی مرگی کے مرض میں مبتلا ہو گئی اور مرض اتنا بڑھ گیا کہ شدید دورے پڑنے لگے۔ بڑے علاج کرائے مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ یہ سخت پریشان کن مسئلہ تھا۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی اور کئی دن ''یا حلیم یا کریم اشف مریم'' پڑھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور بیٹی کو صحت عطا فرمادی۔ پھر کبھی دورہ نہیں پڑا۔ غالباً ۱۹۹۶ء میں ستر سال کی عمر پا کر اس بی بی کا انتقال ہوا۔ (کاروان سلف ص ۵۰)

(قارئین! آج کے دور میں ہے کوئی ایسا سلفی عالمِ دین، جو اللہ پاک سے ڈائریکٹ شفاء حاصل کرتا ہو؟ بلکہ اب تو یہ رواج ہے کہ مسجد کا کوئی نمازی اگر حکیم یا ڈاکٹر ہو، تو مولانا صاحب کی بلغمی کھانسی سے لیکر انکے گھر والوں کی چھوٹی بڑی بیماریوں کا مفت علاج کرنے کے نام پہ اس بے چارے کی شامت آئی رہتی

Marfat.com

ہے۔ عجیب سوچ پیدا ہو چکی ہے کہ دعا کرنے اور وظیفہ پڑھنے کے ذریعے اللہ پاک سے شفاء مانگنا تو فرض تھا جبکہ ڈاکٹر، حکیم سے علاج کروانا سنت کے درجے میں۔ اسی طرح سر ڈھانپ کے نماز پڑھنا تو سنت اور افضل عمل ہے، اسکے برعکس مجبوری کی حالت میں ننگے سر نماز پڑھ لینا صرف جائز ہونے کی حد تک ہے، **ہم نے سنت کی اوٹ میں فرض کو چھوڑ دیا، اور جواز کا سہارا لیتے ہوئے سنت سے منہ موڑ لیا، باقی کیا بچا؟** صرف اپنے من کی چاہت؟ خواہشات کی غلامی؟ یاد رکھیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دو مرتبہ بالکل واضح الفاظ میں ایسی روش پر وعید سنائی ہے ''افرایت من اتخذ الھه هواه۔۔ ارایت من اتخذ الھه هواه'' کیا آپ نے ایسے شخص کو نہیں دیکھا، جس نے اپنی خواہشات ہی کو اپنا معبود بنایا ہوا ہے، یعنی اپنی خواہشات کی آڑ میں ہمارے دین میں رخنہ اندازیاں کرتا پھرتا ہے۔ یاد رکھنا اللہ والو! تصوف سراسر اتباعِ نبوی ﷺ کا راستہ ہے جسے تم حیلے بہانے سے بدعت اور زندقت کہتے پھرتے ہو، اسکے بغیر اللہ کے ہاں تمہاری کوئی حیثیت نہیں بن سکتی۔ نہ مانو گے تو مٹ جاو گے، تمہاری داستاں بھی نہ رہے گی داستانوں میں) آیئے اب بھٹی صاحب مرحوم کے اصل مضمون کو آگے چلاتے ہیں۔ (از مرتب)

کشف وکرامات نا قابلِ یقین حقیقت

ہم ان کشوف وکرامات کے قائل نہیں جو عام لوگ بیان کرنے کے عادی ہیں، لیکن جو بات بالکل سامنے کی ہو اور مشاہدے میں آ رہی ہو، اسے بہر حال ماننا پڑتا ہے۔ انہی حاجی عبداللہ کی روایت سے سید اسماعیل شاہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حاجی فضل الدین سے کسی نے کہا کہ تمہارا بیٹا (عبداللہ) مرض طاعون سے وفات پا گیا ہے۔ وہ اسی وقت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں آئے اور جنازے کے لیے کہا۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: حاجی صاحب! تمہارا بیٹا فوت نہیں ہوا، اور وہ اس بیماری سے فوت بھی نہیں ہوگا۔ وہ بے ہوشی کی حالت میں ہے، ابھی ہوش میں آ جائے گا۔

چنانچہ حاجی فضل الدین گھر آئے تو دیکھا کہ حاجی عبداللہ ہوش میں آ چکے تھے اور اس واقعہ سے طویل عرصہ بعد تک وہ زندہ رہے۔ (کاروان سلف ص ۵۰)

لڑائی کی کشفی اطلاع

ایک مرتبہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے مسکن گھڑیالا سے ایک میل کے فاصلے پر سکھوں اور مسلمان اوڈوں کے درمیان لڑائی ہوگئی۔ شاہ صاحب نے لوگوں کے سامنے لڑائی کی کیفیت بیان کی اور فرمایا معلوم ہوتا ہے اس طرح سے لڑائی ہو رہی ہے۔ کچھ دیر کے بعد لڑائی ختم ہوئی تو ایک اوڈ آیا اور اس نے وہی کیفیت بیان کی جو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بتائی تھی۔ (کاروان سلف ص ۵۰)

برکت والی لذیذ کھچڑی (کرامت):۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ کا قصبہ گھڑیالا مولانا عبدالعظیم انصاری رحمہ اللہ کے گاؤں ''بلہر'' سے بجانب جنوب سات میل کے فاصلے پر تھا۔ ان کے والد اور اس گاؤں کے بہت سے حضرات عام طور سے شاہ صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات کے لیے وہاں جاتے اور شاہ صاحب رحمہ اللہ بھی ان کے ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ انصاری

Marfat.com

صاحب اپنے والد محترم کی روایت سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ تین چار دوستوں کے ساتھ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نماز مغرب کا وقت تھا اور شاہ صاحب رحمہ اللہ مسجد میں تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے مغرب کی نماز پڑھائی تو فوراً گھر تشریف لے گئے۔ چند منٹ بعد دیکھا کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ ایک کنالی سر پر اٹھائے ہوئے ہیں اور اس پر پگڑی کا پلو رکھا ہے۔ آتے ہی مسجد میں کنالی مہمانوں کے سامنے رکھ دی اور فرمایا: کھاؤ...... کنالی کھچڑی سے بھری ہوئی تھی۔ **کھچڑی مہمانوں نے بھی کھائی اور شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بھی کھائی۔ پھر بھی کافی بچ گئی۔**

انصاری صاحب اپنے والد کا قول بیان کرتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے ہم نے زندگی میں بہت سے مقامات پر اچھے سے اچھا کھانا کھایا، لیکن وہ کھچڑی کبھی نہیں بھولی جو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے کھلائی تھی۔ جو مزہ اس کھچڑی میں تھا اور کسی کھانے میں نہیں تھا۔

(کاروان سلف ص ۵۱)

شاہ صاحب کی عادات وتقویٰ

شاہ صاحب رحمہ اللہ کسی انجمن کے جلسے میں جاتے تو منتظمین کا تیار کردہ کھانا نہیں کھاتے تھے، اس لیے کہ لوگ انجمنوں کو بالعموم صدقہ وزکوۃ کے پیسے دیتے ہیں اور اسی سے کھانا تیار کیا جاتا ہے۔ فرماتے: اس قسم کا کھانا کھانے کو میرا جی نہیں چاہتا۔ ایک دفعہ کسی جماعتی جلسے میں گئے تو ستے کے گھر سے کھانا منگوا کر کھایا کہ اس میں بہ ظاہر کسی شبے کی گنجائش نہیں ہے۔ (کاروان سلف ص ۵۲)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے قربانی

ہر عید الاضحیٰ کے موقعے پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ایک صحت مند جانور کی قربانی کرتے اور فرماتے، یہ قربانی میں اس لیے کرتا ہوں کہ قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد آجاؤں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ گنہگار کی اللہ تعالیٰ سے سفارش کر کے مغفرت کرادیں اور یہ الفاظ زبان سے ادا کرتے ہی رو پڑتے۔

جس سال فوت ہوئے اس سال چودہ قربانیاں کیں، جن میں ایک گائے اور سات بکرے اور چھترے تھے۔ پھر بعض انبیاء علیہم السلام اور اپنے والدین اور دیگر قریبی حضرات کی طرف سے قربانیاں کیں۔ سب سے بہتر اور عمدہ جانور کی قربانی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کی طرف سے کی۔ (کاروان سلف ص ۵۵)

بلند ترین روحانی پرواز

بلاشبہ شاہ صاحب رحمہ اللہ اس دور کے نہایت متقی اور صالح بزرگ تھے۔ وہ اسی دنیائے فانی کی مخلوق تھے، اور اسی زمین پر اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے تھے۔ لیکن ان کا دل عالم آخرت سے وابستہ تھا اور ضمیر کا ٹھکانہ افلاک تھا۔ مومن خان مومن کے الفاظ میں ان کی جسمانی کیفیت اور تھی روحانی اور۔

یعنی ان کی حالت یہ تھی کہ ؎

قدم رکھتا فلک پر ہے کہ سر رکھتا زمین پر ہے (کاروان سلف ص ۵۸)

Marfat.com

جمعرات کے روز ۲۵۔ مئی ۱۹۴۴ء کو جب کہ ان کے فرزند کبیر سید محمد یحییٰ رحمہ اللہ قریب کی مسجد میں فجر کی نماز پڑھا رہے تھے، وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ وفات سے پہلے وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ مولانا نیک محمد صاحب (شیخ الحدیث مدرسہ غزنویہ) پڑھائیں بحوالہ کتاب: اسلامی شکل و صورت (کاروان سلف ص ۵۹)

مسلمان، ہندو اور سکھ میت کی طرف چہرہ دیکھنے کے لیے دوڑے۔ چہرہ کھلا تھا اور داڑھی اور سر کے بالوں کو دو چار دن پہلے مہندی لگائی گئی تھی۔ لبوں پر مسکراہٹ طاری تھی جو مرد مومن کی نشانی ہے۔

راویوں کا بیان ہے کہ **ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اللہ کی طرف سے نور کی تجلیات میت کے چہرے پر بکھیر دی گئی ہیں۔**

ان کے اعمال صالحہ کی بناء پر یقین ہے کہ جنت الفردوس کے دروازے ان کیلئے کھول دیئے گئے ہوں گے اور ملاء اعلیٰ سے ندا آئی ہو گی: یاایتھا النفس المطمئنہ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (الفجر)۔
(کاروان سلف ص ۶۰)

اسلاف فراموشی دکھی صدا.....!

اب مرنے والوں کی صرف یاد ذہن میں رہ گئی ہے اور یہ ذہن ہی ان کا مدفن ہے۔

بعد از وفات تربت ما در زمین مجو — در سینہ ہائے مردم عارف مزار ماست

لیکن وہ "مرد عارف" بھی اب بہت کم تعداد میں رہ گئے ہیں، جن کے سینے ان کے "مزار" ہیں۔ موجودہ نسلیں پچھلی نسلوں کو بھولتی جا رہی ہیں۔ ان بڑے خاندانوں کے وہ بڑے افراد جن کا کسی زمانے میں علم و معرفت اور تقویٰ و صالحیت کے ایوانوں میں طوطی بولتا تھا۔ ان کی یادیں لوگوں کے لوح قلب سے تیزی کے ساتھ محو ہوتی جا رہی ہیں۔ حضرت سید محمد شریف رحمہ اللہ آج سے ساٹھ ستر سال قبل متحدہ پنجاب کی جماعت اہلحدیث کے بڑے آدمی تھے۔ اب ان کے واقعات حیات کا کھوج لگانا نہایت مشکل ہو گیا ہے۔
(کاروان سلف ص ۶۱)

اکابر اہلحدیث میں پگڑی کا ہدیہ

شاہ محمد یحییٰ صاحب رحمہ اللہ (فرزند سید محمد شاہ مشہدی گھڑیالوی) مقرر، مناظر، مفتی، حافظ حدیث، خوش کلام اور خوش بیان واعظ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ ان پر اس درجہ مشفق اور مہربان تھے کہ ہر سال مولانا عبداللہ گورداس پوری رحمہ اللہ کے ہاتھ انہیں مشہدی پگڑی بھیجا کرتے تھے۔ (کاروان سلف ص ۶۳)

مولانا عطاء اللہ شہید کے دور میں سلسلہ بیعت

(وفات: اگست 1947ء) تقسیم ملک سے بہت پہلے جس گاؤں میں یہ سکونت پذیر تھے، اس گاؤں کا نام "رام دیوالی" تھا۔ یہ گاؤں موجودہ جغرافیے کی رو سے مشرقی پنجاب کے ضلع امرتسر میں واقع تھا۔

یہ اس زمانے کی بات ہے جب امرتسر شہر میں غزنوی خاندان کے علمائے کرام فروکش تھے، جن کا حلقۂ ارادت اور دائرہ عقیدت دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ان کے درس و تدریس کی مسندیں آراستہ تھیں اور بیعت و ارشاد کے روح پرور سلسلے جاری تھے۔

Marfat.com

بے شمار لوگ ان سے استفادہ کرتے اور ان کے طریق عمل اور نہج حیات سے مستفیض ہوتے تھے۔ (کاروان سلف ص ۷۱)

مولانا عطاء اللہ شہید رحمہ اللہ کے بزرگوں کی بھی ان حضرات کی مجالس روحانی میں آمد و رفت شروع ہوگئی تھی۔ یہ لوگ پنجاب کے جاٹوں کی "رندھاوا" برادری سے تعلق رکھتے تھے اور ماجھے کے علاقے کے رہنے والے تھے۔ ماجھے کا علاقہ بہت سی باتوں میں اس وقت بھی مشہور تھا، اب بھی مشہور ہے۔

یہ لوگ حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی مجالس دینی اور محافل روحانی میں حاضری دینے لگے تو ان کی دنیا بدل گئی۔ ضمیر جاگ اٹھا، دلوں کا زنگ اترنے لگا اور حالات بالکل نیا رنگ اختیار کر گئے، جو خالص رحمانی اور روحانی رنگ تھا، دنیا کا کوئی رنگ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ قرآن کے الفاظ میں کہنا چاہیے "صبغة اللہ و من احسن من اللہ صبغة و نحن له عبدون" (2:البقرة:138) ہم نے اللہ کا رنگ اختیار کر لیا ہے، اور کس کا رنگ اللہ کے رنگ سے بہتر ہو سکتا ہے اور ہم اسی کے عبادت گزار ہیں۔ (کاروان سلف ص ۷۲)

قارئین! حضرت مولانا اسحاق بھٹی مرحوم کو اپنے مرشد سے اتنی والہانہ محبت تھی کہ انہوں نے انکا تذکرہ اپنی متعدد کتابوں میں بار بار کیا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ ہر بار تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے مرشد کے اسم گرامی کو مختلف القابات کا لباس پہنایا جس سے انکی عقیدت و ادب اور احسان مندی کے جذبات چھلک رہے ہیں۔ کہیں انکو "شاہ صاحب" کہہ رہے ہیں، کہیں "حضرت شاہ صاحب" کہیں "اس دور کے بہت بڑے بزرگ" لکھ رہے ہیں۔ غور کریں، ایسے القابات اکثر حنفی حضرات استعمال کیا کرتے ہیں۔ معروف سلفی بزرگ شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی حفظہ اللہ سے ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے، بریلوی باادب اور بے ایمان ہوتے ہیں، اہلحدیث بے ادب اور باایمان ہوتے ہیں اور حنفی باادب اور باایمان ہوا کرتے ہیں" لیکن یہاں معلوم ہو رہا ہے کہ مولانا اسحاق بھٹی مرحوم تو اہلحدیث بھی تھے، باادب بھی تھے اور باایمان بھی۔ آئیں انکے ادب کی کچھ جھلکیاں دیکھتے ہیں۔ (از: مرتب)

میری اولین بیعت اصلاح

میرے دادا مجھے ان (سید محمد شریف شاہ گھڑیالوی رحمہ اللہ) کے پاس لے گئے۔ اس وقت وہ جامع مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگ ان کے اردگرد بیٹھے تھے۔ دادا مرحوم نے ان سے کہا کہ یہ میرا پوتا ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ اسے اپنے حلقہ بیعت میں شامل فرما لیں اور دعا فرمائیں کہ یہ علم حاصل کرے اور امور خیر کی طرف اس کا دھیان رہے۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مجھے اپنے حلقہ بیعت میں شامل کر لیا اور دعا بھی فرمائی۔ مجھے کچھ نصیحتیں بھی کیں۔ اس وقت میری عمر بارہ تیرہ سال کی ہوگی۔

انتقال مرشد کے بعد تجدید بیعت تصوف

شاہ صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ نے فیروز پور میں مجھے مولانا کمال الدین ڈوگر (ساکن چھینبیاں والی) کے حلقہ بیعت میں شامل کرادیا تھا۔ (گزر گئی گزران۔ ص 40)

وہ بھی کوئی انسان ہے؟

جو شخص اولیاء اللہ کا نام ادب سے نہ لے اور روح کی گہرائیوں سے ان کی تعظیم بجا نہ لائے 'وہ بھی کوئی انسان ہے؟ اولیاء اللہ کی شان میں ذراسی گستاخی بھی بہت بڑی بدقسمتی ہے۔ از: مولانا سید محمد ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ

Marfat.com

دادا مرحوم کو صحبت اہل اللہ کی فکر

مجھے (اسحق بھٹی کو) دادا مرحوم بار بار بعض اہل علم کی خدمت میں لے کر گئے۔ میرے لیے نیک لوگوں سے دعائیں کروائیں اور خود کیں۔ شاہ محمد شریف صاحب رحمہ اللہ سے بیعت کرائی جو اس دور کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ وہ نماز فجر سے قبل مسجد میں جاتے اور مجھے بھی جگاتے اور اپنے ساتھ لے کر جاتے۔ (گزر گئی گزران۔ص 42)

حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ مجھے فرمایا کرتے تھے کہ جو اچھا کام تم کر رہے ہو یہ بزرگوں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے ورنہ جو کچھ تم ہو میں اسے خوب جانتا ہوں۔ (گزر گئی گزران۔ص 43)

مردِ عالی مرتبت کی وفات

حضرت شاہ محمد شریف گھڑیالوی رحمۃ اللہ علیہ پنجاب کی جماعتِ اہلحدیث کے امیر تھے اور بہ درجہ غایت متقی بزرگ۔ بہت لوگ انکے حلقہ بیعت میں شامل تھے۔ اس مردِ عالی مرتبت نے مئی ۱۹۴۴ء میں وفات پائی۔ حضرت شاہ صاحب کا موضع ''پٹی'' میں ورود ہوتا تو مولانا محمد یوسف انور کے والد حاجی عبدالرحمان مرحوم کے مکان پر تشریف لے جاتے اور شاہ صاحب سے ملنے والے لوگ وہیں آتے رہتے۔ جب تک شاہ صاحب کا قیام وہاں رہتا، حاجی صاحب کا گھر اہل علم کی محفل کی شکل اختیار کیے رہتا۔ (چمنستان حدیث۔صفحہ ۵۷۳)

(2) استاذ المحدثین، شیخ الکل، حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شاگرد و مرید: حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شمس الحق ڈیانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم ہستیوں کے استاد سید میاں نذیر حسین صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صوفیانہ رنگ میں رنگی ہوئی زندگی کا سچا تذکرہ۔

متصوفین علماء سے کسب علم

بچپن میں شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تشنگی علم بڑھنے لگی مگر گھر سے نکلے بغیر پیاس نہ بجھ سکتی تھی اور گھر میں عسرت بھی مسلط تھی جس کی وجہ سے والد سے سفر کی اجازت طلب کرنا بے سود تھا مگر ناہمہ کے اپنے ہم عمر طالب علم بشیر الدین عرف مولوی مراد علی سے مل کر ان کے حفظ امانت کا اندازہ کرتے رہے، جب یقین ہو گیا تو ان سے ایک روز قسم لے کر راز کہہ ہی دیا۔ انہیں بجائے خود یہ لگن تھی۔ دونوں نے مشورہ کیا، کتابوں کی گٹھڑی بغل میں دبا کر رات کو گھر سے چل نکلے اور صادقپور ملہ نمو ہیہ مولوی شاہ محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ (یہ صاحب مولوی ولایت علی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے) کی درسگاہ میں پہنچے، اس وقت صوبہ بہار کا یہی مرکزی مدرسہ تھا۔ یہاں دونوں نے مشکوٰۃ شریف و ترجمہ قرآن مجید پڑھا' یہ ۱۲۳۷ھ کا واقعہ ہے اور عمر کے ۱۷ ویں سال کی

Marfat.com

روئیداد۔ صادقپور صرف 6 مہینے ٹھہرے اسی دوران میں امام الوقت حضرت السید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قافلہ پٹنہ وارد ہوا۔ جمعہ کی نماز پولیس لائن میں ہوئی۔ سیدنا شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وعظ فرمایا' یہاں میاں صاحب ان حضرات سے ملتے رہے۔ یہ صحبتیں آخر کار دہلی کی طرف کھینچنے لگیں۔ اس وقت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جو سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی امام ومرشد تھے، بقید حیات موجود تھے۔ جن سے استفادہ کے شوق نے اور بھی بے قرار کردیا۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۱۳۸۔ از: مولانا ابویحییٰ امام خاں نوشہروی رحمۃ اللہ علیہ)

شیخ الکل کے استاد کی بیعتِ طریقت

شیخنا وشیخ الکل نے ۱۷ سال کی عمر میں تعلیم کیلئے صوبہ بہار کے ''مدینۃ العلم'' عظیم آباد کے پٹنہ محلہ صادق پور میں شاہ محمد حسین رحمہ اللہ کے پاس پہنچ کر تعلیم شروع کی۔ اس مدرسہ میں مشکوٰۃ اور قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا۔ اپنے مشفق استاد مفتی عبدالخالق صاحب سے فراغت کے بعد شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ کے درس میں داخل ہو گئے شاہ صاحب رحمہ اللہ نے جب ۱۹۴۱ء میں ہندوستان سے ہجرت کی تو نظر انتخاب سید محمد نذیر حسین بہاری رحمہ اللہ پر پڑی اس لیے آپ کو اپنی مسند حدیث پر درس دینے کی اجازت دی جس کے متعلق ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی لکھتے ہیں: ''مدرسے کے دوسرے معلم مولوی عبدالخالق رحمہ اللہ کے داماد شمس العلماء علامہ سید نذیر حسین رحمہ اللہ تھے جن کے علم وفضل کا یہ مرتبہ تھا کہ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ مہاجر مکی نے ہجرت کے وقت افادہ وافتاء اور تدریس کی خدمت ان کے سپرد کر کے اپنا خلیفہ وجانشین مقرر فرمایا تھا''۔

(حیات الشیخ السید میاں نذیر حسین محدث دہلوی ص 3) **شیخ الکل کے استاد محترم شاہ محمد حسین** بن شاہ محمد معز رحمہما اللہ ۱۲۰۳ھ ۱۷۸۸ء کو پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے چچا شاہ محمد کریم سے حاصل کی اور ان سے بیعت بھی کی۔ بعد میں **اپنے پہلے مرشد کی اجازت سے سید احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی**۔ ان کی شادی دیورہ (ضلع گیا) کے غلام مجتبیٰ کی دختر سے ہوئی اس شادی کے ذریعے وہ بھاگلپور کے مشہور ومعروف بزرگ شہباز کے خاندان سے بھی مربوط ہو گئے وہ سید احمد رحمہ اللہ کے اولین خلفاء میں سے تھے۔ آپکی خلافت کے متعلق ڈاکٹر قیام الدین صاحب تحریر کرتے ہیں۔

سلسلہ محمدیہ نقشبندیہ کی سند خلافت

وہ نایاب سند جو سید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو دی تھی اس کی ایک نقل اب بھی موجود ہے' اسکے کچھ ضروری اجزاء کا ترجمہ درج ذیل ہے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اُن لوگوں کو جو راہِ خدا کے جویاں (متلاشی) ہیں بالعموم، اور اُن لوگوں کو جو حاضر وغائب سید احمد کے دوست ہیں بالخصوص، معلوم ہو کہ جو لوگ بیعت کے ذریعے سے مقدس نفوس کے ہاتھوں پر بیعت کر کے مرید ہو جاتے ہیں، ان کا مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے اور یہ موقوف ہے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی پیروی پر، جو یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ رضائے الٰہی کا راستہ شریعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع کے بغیر بھی مل سکتا ہے، وہ باطل پر ہے اور فریب خوردہ ہے۔ اس کا دعویٰ غلط اور ناقابل التفات ہے۔ وہ سب لوگ جو اللہ کے طالب ہیں ان کے لیے مناسب ہے کہ ان باتوں کو اپنے سامنے رکھیں اور ایک دوسرے سے مل کر عمل کریں۔ اور یہ عمل بالخصوص شاہ محمد حسین رحمہ اللہ کے تعاون سے کریں جنہوں نے مجھ سے بیعت کر کے اس کا اقرار کیا ہے

Marfat.com

اور جن کو میں نے یہ ساری باتیں پوری طرح بتا دی ہیں اور ان کو اختیار دیا ہے کہ وہ تم سے بھی ایسے اقرار لیں اور میری جگہ یہ پاکیزہ عادات واطوار تمھیں سکھائیں۔ اس لیے شاہ محمد حسین رحمہ اللہ موصوف کو مناسب ہے کہ ان احکام کو اختیار کریں جو ان کو بتا دیئے گئے ہیں۔ اپنے جسم و جان سے خدا کی طرف رجوع کریں اور ان احکام کے ظاہر و باطن پر عمل کر کے شرک و بدعات کی ہر گرد کو جھاڑ دیں جو اُن کے دامن پر پڑی ہو اور لوگوں کو راغب کریں کہ ان سے بیعت کر کے عہد و اقرار کریں۔ **خدا کرے میں اور میرے سارے رفقاء اس گروہ میں شامل ہو جائیں جو توحید کے معتقد اور شریعت کے متبع ہیں۔** مہر (اسمہٗ احمد ۱۲۳۵ھ)

(حیات الشیخ السید میاں نذیر حسین محدث دہلوی ص ۳)

قارئین! حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات میں مولانا غلام رسول مہر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ وہ لوگوں کو تصوف کے دیگر سلاسل کے علاوہ سلسلہ محمدیہ میں بھی بیعت کیا کرتے تھے۔ ہندوستان میں اس وقت تصوف کے تین ہی طریقے عام طور پر رائج تھے۔ ''قادری، چشتی اور نقشبندی''۔ نقشبندی طریقے کا ایک سلسلہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے انتساب کے باعث طریقہ مجددیہ کہلاتا تھا۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان طریقوں کے علاوہ طریقہ محمدیہ میں بھی بیعت لیتے تھے۔ رام پور میں اس طریقے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''طریقہ محمدیہ'' یہ ہے کہ زندگی کا ہر کام صرف رضائے رب العالمین کیلئے کیا جائے، مثلاً محنت کا مقصد یہ ہو کہ انسان حلال روزی کما کر خود بھی کھائے اور اہل وعیال کو بھی کھلائے۔ استراحتِ شب کا مدعا یہ ہو کہ انسان جوفِ لیل میں اٹھ کر نمازِ تہجد ادا کرے اور نمازِ فجر اول وقت میں پڑھے۔ کھانا اس لئے کھائے کہ جسم میں بقدر ضرورت طاقت بحال رہے تاکہ انسان خدا کے احکام مستعدی سے بجالائے۔ نماز پڑھے، روزے رکھے، حج کیلئے جائے اور ضرورت پڑے تو جہاد کیلئے تیار ہو، غرض چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، کھانے پینے میں مقصود احکام خداوندی کی بجا آوری اور مرضیاتِ باری تعالیٰ کی پابندی کے سوا کچھ نہ ہو۔ بالفاظ دیگر ہر فرد اس آیت مبارکہ کا عملی نمونہ بن جائے کہ: ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین''۔ (بحوالہ تحریک سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ، ص: 189) سلسلہ محمدیہ کے متعلق تفصیل سے پڑھنے کیلئے ملاحظہ فرمائیں ''تصوف پسند اہل حدیث''۔ از: مرتب)

خانوادۂ نقشبندیہ سے کسب علم

شیخ الکل میاں نذیر حسین رحمہ اللہ نے صحیح بخاری اور تفسیر بیضاوی کا درس مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی رفاقت میں شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ سے لیا تھا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ ان کے ورود دہلی سے قبل سفرِ آخرت پر روانہ ہو چکے تھے اور ان کی جگہ مسند درس پر ان کے لائق ترین نواسے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ متمکن تھے، جن کے حلقۂ درس حدیث کو تمام ہندوستان کے شائقین حدیث کے مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ میاں صاحب رحمہ اللہ نے بھی علوم رسمیہ سے فراغت کے بعد علوم تفسیر و حدیث اور فقہ کی تحصیل کے لئے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ کے مرکز حدیث کا رخ کیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے میاں

Marfat.com

صاحب رحمہ اللہ نے صحاح ستہ کی تکمیل کی، نیز تفسیر جلالین، تفسیر بیضاوی، کنز العمال اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ کی جامع صغیر کا درس لیا۔ علاوہ ازیں تیرہ برس کی مدت مدید تک ان کی صحبت بابرکت سے مستفیض ہوتے رہے۔ (دبستان حدیث ص ۳۴)

خاندان شاہ ولی اللہ نقشبندیہ کے جانشین

تدریس علوم حدیث میں خانوادۂ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے اصل وارث حضرت میاں سید نذیر حسین رحمہ اللہ تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز اور حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہما اللہ کی مسند درس وافتاء پر حضرت میاں سید نذیر حسین رحمہ اللہ ہی متمکن ہوئے۔ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ "میاں صاحب" کا لقب اس زمانے میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے خاندان کے لیے مخصوص تھا۔ پہلے شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کو میاں صاحب کہا جاتا ہے۔ بعد ازاں ان کے جانشین حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ کو میاں صاحب کہا جانے لگا۔ پھر یہ سلسلہ جانشینی ان سے منتقل ہوتا ہوا یہ لقب حضرت سید نذیر حسین صاحب رحمہ اللہ تک پہنچا اور ان کی ذات گرامی پر اس طرح چسپاں ہوا کہ "میاں صاحب اور سید نذیر حسین" گویا دو مترادف لفظ قرار پا گئے۔ جوں ہی علمی اور تدریسی حلقے سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کی زبان سے میاں صاحب کا لفظ ادا ہوا فوراً ذہن سید نذیر حسین رحمہ اللہ کی طرف منتقل ہو گیا۔ (دبستان حدیث ص ۴۰، ۴۱)

مجدد وقت کی سادہ صوفیانہ زندگی

میاں صاحب رحمہ اللہ کی حیات طیبہ کے شب و روز کے حالات اور قرآن و حدیث کے بارے میں ان کی خدمات کی تفصیلات پڑھ کر ذہن یہ سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ **بے شک وہ اپنے دور کے مجدد تھے اور اس دور میں منصب تجدید انہی کو زیب دیتا تھا**۔ تجدید کے معنی ہیں دین کو نیا کر دینا یعنی لوگوں کے دلوں میں دین پر عمل کے بارے میں جو کمی واقع ہو گئی تھی، اس میں از سر نو اضافہ کرنے کے اسباب بروئے کار لانا اور احکام الٰہی کی تبلیغ و اشاعت کی جدوجہد کرنا۔ بے شک یہ خصوصیات میاں صاحب رحمہ اللہ میں بہ درجہ اتم پائی جاتی تھیں۔

انہوں نے کہیں ملازمت نہیں کی، کسی کے دست نگر نہیں ہوئے، کوئی دولت جمع نہیں کی، کبھی کسی سرمایہ دار کے دروازے پر نہیں گئے، کوئی سرکاری عہدہ قبول نہیں کیا، قاضی القضاۃ کا منصب پیش کیا گیا، اسے بھی ٹھکرا دیا۔ کسی کی مخالفت کی کبھی پروا نہیں کی۔ علم کو کسی وقت بھی ذریعہ معاش نہیں بنایا، غربت کی زندگی بسر کرتے رہے، فاقوں پر فاقے آئے مگر دلی کو نہیں چھوڑا۔ اور جس مقام پر حضرت استاذ شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ نے بٹھا دیا، تمام عمر وہیں بیٹھے رہے۔ اس شہر میں بے پناہ اثر ورسوخ کے باوجود اپنا ذاتی مکان نہیں بنایا۔ آخر وقت تک کرائے کے مکان میں رہے۔ قابل ترین تلامذہ اور جلیل القدر علمائے دین کی اتنی تعداد اپنے بعد چھوڑی کہ جس کی گنتی شمار میں لانا ممکن نہیں۔

ان کی تدریسی مساعی کی وجہ سے برصغیر کے اہل علم میں قرآن و حدیث کے تراجم کا شوق پیدا ہوا، تفاسیر قرآن اور شروح حدیث کے ذوق نے کروٹ لی، مسجدیں تعمیر اور آباد ہوئیں، لوگوں نے راہِ سنت کو اپنایا اور جگہ جگہ مدارس قائم کیے۔ بے شک یہ

Marfat.com

سب کوششیں اور تمام تگ و تاز اس حقیقت پر دلالت کناں ہیں کہ حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ اپنے دور کے مجدد تھے اور ان کی تجدید دین کے آثار پوری اسلامی دنیا پر بالعموم اور برصغیر پاک و ہند پر (جس میں بنگلہ دیش بھی شامل ہے) بالخصوص نمایاں تھے۔ (دبستان حدیث ص ۵۱، ۵۲)

قارئین! ایسی پرخلوص تدریسی مساعی بلاشبہ ایک صوفی ہی کو زیبا ہے۔ عام شخص کا اتنا حوصلہ کہاں؟

(از: مرتب)

شیخ الکل کی کیفیت مراقبہ اور ذکر الٰہی

وہ شب کو ایک بجے بیدار ہو جاتے اور وضو کر کے نماز تہجد پڑھنا شروع کر دیتے تھے۔ ساڑھے تین بجے تک یہ عمل جاری رہتا۔ اس کے بعد مسجد میں جاتے۔ پھر **مسجد کے اندر یا صحن میں بیٹھ کر مراقبے کی سی کیفیت اختیار کر لیتے اور ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتے**۔ اس وقت بالعموم نہایت دردناک لہجے میں موقعے کی مناسبت سے عربی، فارسی اور اردو کے اشعار بھی پڑھتے۔ نماز فجر کے بعد قرآن مجید کا درس ہوتا۔ پھر گیارہ بجے تک طلباء کو حدیث شریف پڑھاتے۔

باوضو رہنے اور تسبیح پکڑنے کا اہتمام

جیب میں تسبیح بھی رہتی اور وہ ہاتھ میں بھی منتقل ہو جاتی۔ ماثورہ اوراد واذکار پڑھنے کا سلسلہ بھی جاری رکھتے۔ گیارہ بجے مسجد سے گھر تشریف لے جاتے اور بارہ بجے واپس مسجد آ جاتے۔ اس وقت سے مغرب تک تین وقتوں کی نمازوں اور درس کے سوا اور کوئی کام نہ ہوتا۔ مغرب کی نماز پڑھ کر گھر چلے جاتے اور پھر ثلث شب کے قریب نماز عشاء کے لیے مسجد آتے۔ حوائج ضروریہ کے اوقات کے علاوہ اس تمام وقت میں وہ باوضو اور طاہر رہتے۔ (دبستان حدیث ص ۵۳)

نماز میں مرتبہ احسان کی کیفیات

نماز نہایت اعتدال اور خشوع و خضوع سے پڑھتے۔ قرأت میں ایسی خشیت طاری ہوتی اور اس طرح اللہ کی طرف رجوع فرماتے کہ "ان تعبد اللہ کانک تراہ" کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ (دبستان حدیث ص ۵۳)

لوگوں کی خیر خواہی کا سچا جذبہ

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ اپنے عہد کے بہت بڑے عالم اور بہت بڑے محدث ہونے کے ساتھ بہت بڑے خادم خلق بھی تھے۔ وہ عام لوگوں کی بھی خدمت کرتے تھے اور طلباء کی بھی۔۔! سردی، گرمی، برسات ہر موسم میں وہ لوگوں کی خدمت کے لیے تیار رہتے اور ان کی مدد کے لیے پیادہ پا کہیں سے کہیں چلے جاتے۔ بازار سے لوگوں کی چیزیں خرید لاتے بلکہ گھروں میں آواز دیتے کہ میں بازار جا رہا ہوں، کسی نے کوئی چیز منگوانی ہو تو منگوا لے۔ بارش ہو یا گرمی اور سردی، طلباء کا کھانا خود مدرسے اور مسجد میں پہنچاتے۔ رمضان میں سحری کے وقت بالخصوص طلباء کے لیے بروقت کھانا پہنچانے کا اہتمام فرماتے۔ بارش کی حالت میں جب کہ طلباء کو مدرسے کے دروازے پر جا کر کھانا لینا مشکل ہوتا اور مدرسے کی گلی میں گھٹنوں تک پانی کھڑا ہو جاتا۔ مولانا فضل حسین

Marfat.com

بہاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حالت میں' میں نے اپنے کانوں سے میاں صاحب کی آواز مدرسے کے اندر سنی کہ وہ گلی میں کھانا دستر خوان میں لپیٹے ہوئے ہر طالب کا نام لے کر بار بار پکار رہے ہیں: اجی فلاں مولوی صاحب اپنی روٹی لے لو۔ اجی فلاں مولوی صاحب اپنی روٹی لے لو...... بتایئے اس قسم کی خدمت کوئی عالم دین کسی کی کر سکتا ہے اور کوئی استاد یا مدرسے کا مہتمم طلباء کے لیے اتنا مہربان اور مشفق ہو سکتا ہے......؟ (دبستان حدیث ص ۵۴)

نسبتِ فاطمی اور آپ کی کرامت

میاں صاحب رحمہ اللہ کے زمانے میں دہلی میں ایک بزرگ عطاء اللہ سوداگر پنجابی فروکش تھے جو میاں صاحب کے مخلص ترین عقیدت مند تھے اور اکثر ان کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے کہا کہ "میں میاں صاحب رحمہ اللہ سے بہت ڈرتا ہوں۔" پوچھا گیا "کیوں ڈرتے ہو؟" انہوں نے بتایا کہ ایک دن میاں صاحب رحمہ اللہ کے ایک مخالف نے ان کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور وہ تلوار پکڑ کر پھاٹک حبش خاں میں ایسی جگہ بیٹھ گیا جہاں اسے کوئی دیکھ نہ سکے۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ میاں صاحب رحمہ اللہ عشاء کی نماز کے لیے مسجد میں جائیں گے تو آتے یا جاتے ہوئے انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ میاں صاحب رحمہ اللہ وہاں آئے تو وہ تلوار ہاتھ میں تھامے ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ میاں صاحب رحمہ اللہ نے اسے ڈانٹتے ہوئے فرمایا: اگر میں بنی فاطمہ رضی اللہ عنہا ہوں تو تو اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ یہ الفاظ سنتے ہی اس کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا، ہاتھ سے تلوار گر گئی اور وہ گھر کی طرف بھاگا، گھر پہنچتے ہی اس کے پیٹ میں اتنا شدید درد اٹھا کہ زندگی سے مایوس ہو گیا۔ اب لوگوں کو بلا کر اس نے کہا کہ میں غضب الٰہی میں مبتلاء ہوں اور اس ابتلاء کی وجہ یہ ہے۔ چنانچہ اسی کی زبان سے لوگوں میں اس واقعہ کی تشہیر ہوئی اور وہ اسی دن مر گیا۔ (دبستان حدیث ص ۵۷)

ایثار نفس اور صوفیانہ مجاہدے سے رغبت

حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ شروع شروع میں جب حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ عسرت کا شکار تھے اور اکثر فاقے تک نوبت پہنچ جاتی تھی، مولوی محمد دین پنجابی ان کے مہمان ہوئے، میاں صاحب رحمہ اللہ دونوں وقت اپنے حصے کا کھانا ان کو پیش کر دیتے تھے۔ تین دن اور تین رات مسلسل یہی ہوتا رہا اور خود میاں صاحب رحمہ اللہ فاقے میں رہے۔ اس حالت میں نہ حضرت کے پابندی اوقات میں فرق آیا اور نہ عام معمولات میں کوئی کمی بیشی ہوئی۔ نہ ان دنوں کسی کو ان کے فاقوں کا پتا چلا۔ البتہ بعض اوقات اتنا ہوتا تھا کہ بیٹھ کر نہ پڑھا سکتے تو لیٹ کر پڑھانے لگتے، سبق میں ناغہ بالکل نہ کرتے۔ یہ ان کے ایثار نفس کی ایک مثال ہے اور یہی معنی ہیں "یوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ" کے۔ (دبستان حدیث ص ۵۷)

مرشد و استاد کی نصیحتِ تقویٰ

تقویٰ کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے "ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" یعنی اللہ کے نزدیک تم میں بہتر شخص وہ ہے جسے تقوے کی نعمت عطا کی گئی ہے۔ جب **علم حدیث کی تحصیل کے بعد میاں صاحب رحمہ اللہ مدرسے کے طلباء کو رخصت کرتے تو فرماتے اوصیکم بتقوی اللہ**...... (میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔)

Marfat.com

تقوے کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم کا تعلق عادات و عبادات سے ہے، اور دوسری کا ماکل و مشارب سے۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تقوے کی ان دونوں قسموں پر عامل تھے اور طلباء کو بھی ان پر عمل پیرا ہونے کی تاکید فرماتے تھے۔ چنانچہ ان کے تمام شاگرد تقوے کے اوصاف سے متصف تھے۔ (دبستان حدیث ص ۵۸)

قارئین! طلباء کو تقویٰ کی نصیحت سے یاد آ رہا ہے کہ ان کے شاگردِ رشید حضرت حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ اس نصیحت پر ساری زندگی اتنے کاربند رہے کہ انکے تقوے کا اثر انکی نسلوں میں بھی منتقل ہوتا رہا، آخر کار تمام اہلحدیثوں میں ایک بات طے پا گئی جو آج بھی مشہور ہے کہ فتویٰ روپڑیوں کا اور تقویٰ لکھویوں کا۔ (از: مرتب)

ایذائے ولی پر پکڑِ الٰہی

مولانا محمد بدرالحسن سہوانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے میاں صاحب رحمہ اللہ کی دعوت کی۔ میاں صاحب رحمہ اللہ تشریف لائے، مگر کھانے سے قبل انہیں متلی سی ہوئی اور قے آنے لگی۔ اس لیے انہوں نے کھانا تناول نہیں فرمایا اور گھر تشریف لے گئے۔ ان کے تشریف لے جانے کے بعد میرے ملازم کے پیٹ میں شدید درد ہونے لگا، جس سے وہ نیم بسمل ہو گیا۔ اس کا نام عبدالنبی تھا اور رام پور کا رہنے والا تھا۔ میاں صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں اس کے دل میں سخت عداوت کے جراثیم پائے جاتے تھے۔ جب تکلیف بہت بڑھ گئی اور وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا تو اس نے مولانا محمد بدرالحسن سہوانی رحمہ اللہ سے منت سماجت کی کہ آپ میاں صاحب رحمہ اللہ سے میرا قصور معاف کرا دیجیے۔ یہ درد نہیں ہے بلکہ اللہ کی طرف سے میری غلطی کی سزا مجھے مل رہی ہے...... مولانا محمد بدرالحسن کے اصل واقعہ دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ میاں صاحب سے سخت عداوت کی بناء پر میں نے بکرے کے گوشت کے بجائے ان کے لیے خنزیر کا گوشت پکایا تھا، مگر ان کو تو اللہ نے اس کے کھانے سے محفوظ رکھا اور مجھ پر شدید درد کی صورت میں عذاب الٰہی نازل ہو گیا۔

معاف کر کے مرید بنا لیا

قصہ مختصر یہ کہ ملازم کی درخواست پر مولانا ممدوح اسے میاں صاحب رحمہ اللہ کے حضور لے گئے اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا۔ میاں صاحب رحمہ اللہ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ پھر مولانا سہوانی رحمہ اللہ نے میاں صاحب رحمہ اللہ سے ملازم کی تقصیر معاف کرنے کی سفارش کی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ میں دعا کی۔

اے مجیب الدعوات۔ تیرے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لوگوں نے کیا کچھ نہیں کیا۔ دھوکے بھی دیئے، شعبدے بھی کیے۔ پھر اگر مجھ ناچیز بندے کے ساتھ کسی نے کچھ کیا ہے تو تو اسے معاف فرما۔ تو ''ارحم الراحمین'' ہے اور اسے ہدایت فرما۔ تو ''ہادی الضالین'' ہے۔

چنانچہ اسی وقت اللہ نے اس کو درد سے نجات بخش دی اور وہ میاں صاحب کے دست مبارک پر تائب ہوا۔ آپ رحمہ اللہ کی بیعت کی اور اس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ اس کے بعد وہ ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلا گیا تھا اور وہیں بود و باش اختیار کر لی تھی۔

(دبستان حدیث ۵۸، ۵۹)

Marfat.com

الفقر فخری کی عملی مثال

میاں صاحب رحمہ اللہ کے جاں نثار معتقدین میں سے دہلی کے ایک مشہور سوداگر میاں عطاء اللہ رحمہ اللہ پنجابی تھے۔ انہوں نے ایک دن عرض کیا کہ حضور آپ بہت ضعیف ہو گئے ہیں، ٹاٹ پر بیٹھ کر پڑھانے میں آپ کو تکلیف ہوتی ہے۔ روئی کا گدہ بنا دیتا ہوں۔ اس پر بیٹھ کر طلباء کو پڑھایا کیجئے۔ فرمایا: ''پرانی قبر پر کیا کچھ کرو گے''۔ ان کی درخواست میاں صاحب رحمہ اللہ نے منظور نہیں فرمائی۔ یہی معنی ہیں حدیث کے ان الفاظ کے ''کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل''۔ **(دنیا میں اس طرح زندگی بسر کرو، جیسے کہ تم اجنبی یا مسافر ہو)**۔ (دبستان حدیث ۶۰)

شیخ الحدیث کی صوفیانہ زندگی

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نہایت قناعت پسند اور درویش منش عالم تھے۔ والیہ بھوپال نواب سکندر جہاں بیگم اپنی ریاست کے مدار المہام منشی جمال الدین صدیقی کے ساتھ دہلی آئیں اور حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ سے ملیں۔ ان سے ریاست کا عہدۂ قاضی القضاۃ قبول کرنے کی درخواست کی۔ میاں صاحب رحمہ اللہ نے انکار کر دیا۔ فرمایا میں تو ریاست کے قاضی القضاۃ کے منصب عالی پر فائز ہو کر حاکمانہ مسند پر بیٹھ جاؤں گا اور ٹھاٹھ سے امیرانہ زندگی بسر کروں گا لیکن یہ غریب طلباء جو چٹائی پر بیٹھ کر علم حدیث حاصل کرنے کے متمنی ہیں، مجھے کہاں ملیں گے......؟ یہی شرح ہے حدیث پاک کے ان دعائیہ الفاظ کی ''اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین''۔

اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ، مسکینی ہی کی حالت میں موت دے اور قیامت کو مسکینوں کی جماعت میں اٹھا۔

میاں صاحب رحمہ اللہ کو مختلف مقامات سے روزانہ بہت سے خطوط آتے تھے۔ ایک دن ایک خط آیا جس میں لکھا تھا کہ میں آپ کی فلاں فلاں کتابیں جو تقریباً سو روپے کی ہوں گی، بلا اجازت لے کر یہاں کول (علی گڑھ) آ گیا ہوں۔ آپ مجھے معاف کر دیں اور ''تفسیر جلالین'' بھیج دیں۔ میاں صاحب نے تفسیر جلالین بازار سے خریدی اور اسے بھیج دی۔ ساتھ ہی خط لکھا کہ کتابیں لے جانے کا فکر نہیں، لیکن آپ یہاں سے چلے کیوں گئے؟ آیئے اور ہم سے ملیے۔

صوفیانہ مجاہدے کی طرف رغبت

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ میاں صاحب کا دہلی میں اپنا مکان نہیں تھا، کرائے کے مکان میں رہتے تھے۔ مکان کے جس حصے میں ان کی رہائش تھی، وہ صرف ایک سائبان تھا جو گرمیوں کے موسم میں دوپہر کے بعد اتنا گرم ہو جاتا تھا کہ کسی دوسرے آدمی کے لیے اس میں تھوڑی دیر بیٹھنا بھی مشکل ہو جاتا، لیکن میاں صاحب وہیں بیٹھ کر لوگوں کے خطوط کے جواب دیتے اور وہیں فتویٰ نویسی کرتے۔ کوئی طالب علم گرمی کی شدت کے متعلق کہتا تو یہ بطور مزاح فرماتے کہ میں جس سائبان میں رہتا ہوں تم ایک گھنٹہ وہاں سو جاؤ تو تمہیں دو روپے دوں گا۔

طلباء کے لیے مسجد میں شطرنجی کا فرش تھا مگر میاں صاحب رحمہ اللہ خود ہمیشہ اور ہر موسم میں چٹائی یا ٹاٹ پر بیٹھتے اور اس بے تکلفی سے بیٹھتے کہ کسی کو کچھ کہنے اور دوسری جگہ بیٹھنے کے لیے اصرار کرنے کا موقع نہ ملتا۔ (دبستان حدیث ص ۶۰، ۶۱)

Marfat.com

دشمنوں سے حسن سلوک

میاں صاحب رحمہ اللہ بے حد متحمل مزاج اور حلیم الطبع تھے۔ ڈپٹی نذیر احمد کا بیان ہے کہ میاں صاحب رحمہ اللہ جب سفر حج سے واپس لوٹے تو دہلی کے ریلوے اسٹیشن پر استقبال کرنے والوں کا بے پناہ اژدہام تھا۔ **مصافحہ اور دست بوسی کرنے والوں میں میاں صاحب رحمہ اللہ کا ایک سخت معاند بھی موجود تھا۔** جب خاص خاص لوگ میاں صاحب رحمہ اللہ کو اپنے حلقے میں لیے پلیٹ فارم سے باہر لا رہے تھے تو ایک شخص آیا، اس نے مصافحہ اور دست بوسی کے بہانے ان کے ہاتھ کے انگوٹھے میں اس زور سے دانت کاٹا کہ خون جاری ہو گیا اور انگوٹھا سخت مجروح ہوا۔ میاں صاحب رحمہ اللہ نے فوراً اس انداز سے انگوٹھا اپنی چادر میں چھپالیا کہ کسی کو اس واقعہ کا علم نہ ہوا۔ جب آپ مسجد میں پہنچے تو پانی لے کر اس خون آلودہ ہاتھ کو دھویا، تب لوگوں کو اس واقعہ کا علم ہوا۔ جس شخص نے یہ مکروہ حرکت کی تھی، میاں صاحب رحمہ اللہ اُسے پہچانتے تھے، لیکن لوگوں کے بے حد اصرار کے باوجود اس کا نام نہیں بتایا۔ یہ تھا میاں صاحب رحمہ اللہ کا صبر اور حلم۔ (دبستان حدیث ص ۶۲)

ولی کامل کے توکل پر غیبی امداد

میاں صاحب رحمہ اللہ کا اللہ تعالیٰ پر توکل کمال درجے کا تھا، اس کی ایک مثال یہاں بیان کی جاتی ہے۔ طلباء کے کھانے کا اہتمام جن صاحب کے ہاتھ میں تھا، ایک دن انہوں نے نماز عصر کے بعد میاں صاحب رحمہ اللہ سے کہا کہ آج طلبا کے لیے نہ آٹا ہے اور نہ خریدنے کے لیے کوئی پیسہ۔ میاں صاحب رحمہ اللہ نے جواب دیا، اس کی فکر نہ آپ کو کرنا چاہیے نہ مجھ کو، جس کے یہ بندے ہیں، وہی ان کے کھانے دانے کا انتظام کرے گا۔ وہ صاحب مایوسانہ صورت میں چلے گئے۔ ابھی وہ مسجد سے نکلے ہی تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے پانچ روپے میاں صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کیے۔ میاں صاحب رحمہ اللہ نے فوراً مہتمم کے پیچھے ایک طالب علم کو بھیجا کہ انہیں بلا لائے۔ وہ آئے تو انہیں پانچ روپے دیئے اور وہ طلباء کے کھانے پینے کا سامان لینے بازار چلے گئے۔ اس انتہائی سستے زمانے میں جب کہ گندم بارہ آنے من تھی، پانچ روپے کو اچھی خاصی رقم سمجھا جاتا تھا۔

(دبستان حدیث ص ۶۳، ۶۴)

قارئین! آج بھی مدارس کا سلسلہ جاری ہے، مگر ایسا بے مثال توکل کہیں نہیں ملتا۔ کیا آپ بھی اس بات کے گواہ نہیں ہیں کہ پہلے دور میں مدارس کے مہتمم صوفیاء ہوا کرتے تھے، جب سے علماء نے تصوف کو اپنے مدارس سے نکالا، اس وقت سے در، در کی کاسہ لیسی شروع ہو گئی۔ (از: مرتب)

اپنے نفس کو مجاہدہ کا عادی بنانا

یوں تو حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کی تمام زندگی مجاہدۂ نفس سے تعبیر تھی، جس کا اندازہ صفحات سابقہ میں مندرج واقعات سے ہو جاتا ہے۔ لیکن یہاں ایک دو واقعات اور سن لیجیے۔ صبح گیارہ بجے تک قرآن و حدیث کے درس میں اس طرح مصروف رہتے کہ پہلو تک نہ بدلتے۔ چہرے پر دھوپ آ جاتی مگر پیشانی پر بل نہ آتا۔ مولانا شریف حسین مرحوم کی امامت میں نصف گھنٹہ

Marfat.com

نماز میں لگ جاتا جو بجائے خود ایک مستقل ریاضت تھی یا مجاہدۂ نفس۔ پھر یہ بات صوفیہ کی اصطلاح میں ایک چلے یا دو چلے کی نہ تھی بلکہ عنفوان شباب سے شروع ہو کر آخر عمر تک جاری رہی۔ ایک بجے شب سے بے داری اور قیام اللیل (تہجد) میں کبھی ناغہ نہ ہوا۔

دھوپ، گرمی، جاڑا، برسات ہر موسم میں بعد مسافت کے باوجود گیارہ بجے دوپہر پیادہ پا جامع مسجد جاتے اور دو بجے واپس آتے۔ چھتری تمام عمر کبھی نہیں لگائی۔ سر پر مخطط موٹی چادر رکھ لیتے اور چل پڑتے۔ ماہ رمضان میں نماز فجر سے نماز مغرب تک قرآن مجید اور تفسیر جلالین پڑھاتے، بلکہ عام طریقہ یہ تھا کہ آگے آگے خود پڑھتے اور پیچھے پیچھے طلباء کا سلسلہ قرأت جاری رہتا۔ غیر رمضان میں تو گیارہ سے بارہ بجے تک ایک گھنٹے کا وقفہ ہو جاتا تھا، رمضان میں وہ بھی ختم ہو جاتا تھا۔ تدریس کی حالت میں جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا جوش بیان مزید بڑھتا جاتا۔ آواز بلند ہوتی جاتی اور طبیعت میں بشاشت ابھر آتی۔

رمضان المبارک کی راتوں میں دو دفعہ قرآن مجید بحالت قیام ہر سال سنتے۔ ایک دفعہ فرض عشاء کے بعد نماز تراویح میں جس کے امام ان کے شاگرد رشید حافظ احمد رحمہ اللہ ہوتے جو فقیہ بھی تھے اور محدث بھی۔ وہ ترتیل و تجوید کے ساتھ تین سپارے روزانہ سناتے۔ دوسرا قرآن نماز تہجد میں سنتے، جس کے امام ان کے بڑے پوتے حافظ عبدالسلام رحمہ اللہ تھے۔ اس طرح ہر رات میں دو مرتبہ قرآن مجید کی سماعت کرتے۔

اس کے بعد طالب علموں کے لیے سحری اپنے ہاتھوں میں لیے ہوئے مسجد اور مدرسے میں جاتے اور ہر شخص کو جگا کر کھلاتے۔ یہ معمولات ان کی زندگی کا جزو بن گئے تھے۔ اس سے انہیں راحت محسوس ہوتی تھی۔ اگر ان میں خلل واقع ہو جاتا تو انہیں ذہنی تکلیف پہنچتی۔ (دبستان حدیث ۶۴، ۶۵)

مقام فنافی الرسول اور فنافی اللہ

میاں صاحب رحمہ اللہ کے حالات زندگی اس حقیقت کی وضاحت کرتے ہیں کہ ان کے قلب صافی میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت راسخ ہو چکی تھی اور ان کی لوح ذہن پر قرآن و حدیث سے مودتِ صحیحہ کے نشانات مرتسم ہو گئے تھے۔ ''من احب شیئًا اکثر ذکرہ'' (جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے، زیادہ تر اسی کی یاد میں مشغول رہتا ہے) کے مطابق یہی باتیں ان کے ورد زبان رہتی تھیں۔ (دبستان حدیث ص ۶۵)

مولانا جامی کا شعر ہے:

خوش آں منبر و مسجد و خانقا ہے — کہ در وے بود قیل وقال محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میاں صاحب رحمہ اللہ کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ آپ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

محبتے ست کہ دل رانمی دہد آرام — وگرنہ کیست کہ آرامِ جاں نمی خواہد

بیماری میں تدریس کرامت سے کم نہیں

حیات مستعار کے آخری دور میں حضرت مرحوم کو ضیق النفس کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا، لیکن ان کی تدریس قرآن و حدیث کی سرگرمیاں اتنی نمایاں تھیں کہ اس عارضے کے اثرات ان پر حاوی نہیں ہو سکے۔ بلکہ یہ تدریس ہی اس بیماری کی ان کے نزدیک

Marfat.com

اصل دوا اور غذا تھی۔ عام حالات میں بعض اوقات اس بیماری کی وجہ سے ان کے لیے بیٹھنا اٹھنا مشکل ہو جاتا، لیکن جیسے ہی مسند تدریس کو رونق بخشتے، اور زبان سے قال اللہ وقال الرسول ﷺ کی صدا فضا میں گونجنے لگتی، بیماری کے اثرات اپنی جگہ چھوڑنا شروع کر دیتے اور پھر آہستہ آہستہ پوری بلند آہنگی سے فریضہ درس کی انجام دہی کا سلسلہ جاری ہو جاتا۔ جو لوگ حضرت کے شدت مرض سے آگاہ تھے اور انہوں نے تکلیف کی حالت میں انہیں دیکھا ہوتا تھا، اگر وہ درس قرآن وحدیث میں انہیں دیکھتے تو بالکل اندازہ نہیں کر سکتے تھے کہ یہ کسی مرض میں مبتلاء ہیں۔ بالکل ہشاش بشاش اور تندرست معلوم ہوتے تھے۔

اہل اللہ کی ریاضت ومجاہدہ:۔ اہل اللہ اور محبان خدا اور رسول ﷺ کے لیے اس قسم کے ریاضات ومجاہدات اطمینان روح اور سرور قلب کا باعث بنتے ہیں اور قرآن کی زبان میں ان اوصاف کے حامل شخص کو نفس مطمئنہ کہا جاتا ہے۔ (دبستان حدیث ص ۶۶)

مقام فنائیت میں استغراقی وجذبی کیفیات:۔ بعض اوقات حدیث پاک کا درس دیتے ہوئے حضرت ممدوح پر عجیب و غریب قسم کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ ایک دن صحیح بخاری کے سبق میں نبی ﷺ کی وفات کے متعلق حدیث آئی تو ایک دم دل کی دنیا بدل گئی اور ایسا گریہ طاری ہوا کہ سبق موقوف کر دیا۔ یہ حالت دیکھ کر طلباء پر بھی تاثر نے غلبہ پالیا اور دیکھتے ہی دیکھتے محفل درس کا رنگ بدل گیا۔ مولانا فضل حسین بہاری رحمہ اللہ کے بقول اس قسم کا واقعہ پہلے کبھی پیش نہیں آیا تھا۔ ان کے نزدیک اپنی نوعیت کا یہ پہلا اور آخری واقعہ تھا۔

ہم بھی اس موضوع کی حدیثیں پڑھتے ہیں اور نبی ﷺ کے واقعۂ ارتحال کا مطالعہ بھی کرتے ہیں اور لوگوں کو سناتے بھی ہیں، لیکن ہماری یہ حرماں نصیبی ہے کہ نہ اس کا اثر ہمارے دل پر ہوتا ہے اور نہ ہمارا ذہن اس سے متاثر ہوتا ہے۔ بس ایک واقعہ کی صورت میں اسے بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ ہمارے سننے والے بھی اس سے کوئی اثر نہیں لیتے۔ (دبستان حدیث ص ۶۶، ۶۷)

قارئین! یہ واقعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عشق رسول ﷺ کی منہ بولتی دلیل ہے۔ یقیناً آج کے تصوف بیزار مدارس میں بھی حضور ﷺ کی یاد میں رونے والے خوش نصیبوں کے ایسے واقعات پیش آتے ہونگے۔ جن کی جدائی میں کھجور کے بے جان تنے کی سسکیاں مسجد نبوی ﷺ میں سنی گئیں، جن کی جدائی میں بے زبان اونٹنی بھی بے قرار ہو کر مرگئی، کیا انکی یاد میں رونا گناہ کبیرہ سمجھ کر چھوڑ دیا گیا؟ یا اس موضوع کی احادیث ہی کو کتابوں سے کھرچ دیا گیا ہے؟ رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی۔ (از: مرتب)

شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی نقشبندی سے مراسم ۱۵۹۲۰۶

میاں صاحب رحمہ اللہ اپنے عہد کے معروف ترین اہل حدیث عالم تھے، لیکن اپنے دور کے غیر اہل حدیث حضرات سے بھی مخلصانہ مراسم رکھتے تھے اور ان کے ساتھ ان کی خط وکتابت بھی رہتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک طالب علم نے ان سے درخواست کی کہ مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ کے نام خط لکھ دیں کہ وہ اس کی تعلیم وتربیت کریں۔ میاں صاحب رحمہ اللہ نے خط لکھ کر اسے دیدیا۔ مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ نے اس خط کے جواب میں میاں صاحب رحمہ اللہ کو لکھا کہ آپ نے اس شخص کو میرے پاس کیوں بھیج دیا۔ وہ کون سی ایسی شرعی بات ہے جو ہم جانتے ہیں اور آپ نہیں جانتے۔ ہم آپ سے بڑے عالم تو نہیں ہیں۔ (دبستان حدیث ص ۶۷)

Marfat.com

قارئین! بہت عرصہ پہلے جماعۃ الدعوہ پاکستان کے معروف مبلغ مولانا حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ کی ایک کتاب پڑھنے کا اتفاق ہوا، جس کے آخر میں موصوف نے اپنی سند حدیث کا شجرہ درج کیا ہوا تھا۔ انکا اور برصغیر پاک وہند میں موجود آج جتنے بھی علمائے اہل حدیث ہیں، ان سب کا سلسلہ سند حافظ محمد لکھوی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی یا حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمہم اللہ کے ذریعے اوپر جا کر حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کیساتھ ملتا ہے۔ اب تک آپ نے حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کے صوفیانہ خصائل کا مطالعہ فرمایا، آئندہ سطور میں یہ بھی غور کریں کہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کا طریقہ بیعت کیا ہوتا تھا، اور وہ صرف بیعتِ جہاد لیتے تھے یا بیعتِ تصوف؟ ان سطور کو پڑھنے کے بعد انکی سند حدیث کے ساتھ سندِ تصوف کو بھی مان جائیں۔ کیا خیال ہے؟ (از: مرتب)

شیخ الکل کا سلسلہ بیعت تصوف

میاں صاحب رحمہ اللہ کا بیعت کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ جو لوگ ان کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے خواہاں ہوتے، میاں صاحب رحمہ اللہ ان کو اپنے حلقۂ بیعت میں شامل فرماتے اور انہیں نصیحتیں کرتے۔ ان کا کوئی شاگرد بیعت کرنا چاہتا تو فرماتے تم تو ہمارے شاگرد ہو، یہی کافی ہے۔ اس کے بعد بھی کوئی اصرار کرتا تو بیعت لے لیتے۔ جس مجمع میں کسی سے بیعت لیتے تمام حاضرین اس میں شامل ہو جاتے۔

بیعت کی سفارش کرنا

مولانا شاہ ممتاز الحق رحمہ اللہ اپنے زمانے کے ممتاز عالم تھے۔ وہ بیعت کے لیے حضرت مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں امرتسر گئے۔ حضرت نے فرمایا تم دہلی جاؤ۔ وہاں کچھ عرصہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کی صحبت میں رہو اور ان سے استفادہ کرو۔ ان سے اجازت لے کر یہاں آؤ۔ چنانچہ پہلے وہ دہلی گئے اور کچھ عرصہ میاں صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں گزارا۔ پھر میاں صاحب رحمہ اللہ کا خط لے کر امرتسر گئے اور حضرت عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے حضور وہ خط پیش کیا۔ بعد ازاں حضرت ممدوح نے ان سے بیعت لی اور حلقہ مریدین میں شامل کیا۔ (دبستان حدیث ص ۶۷،۶۸)

لاتعداد لوگوں سے بیعت تصوف لینا

مولانا فضل حسین بہاری رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہونے کے ناطے سفر و حضر میں آپکے ہمراہ رہے' آپکی سوانح عمری 'الحیاۃ بعد المماۃ' میں بیعت تصوف وسلوک کو مشروع ثابت کر کے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''قارئین! آپ شریعت وطریقت کی حقیقت پڑھ چکے ہیں، اب ہم آپکو یہ بتاتے ہیں کہ ہمارے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیسے بیعت لیتے تھے۔ سوائے بیعتِ خلافت، بیعتِ جہاد، بیعتِ ثبات فی القتال اور بیعت ہجرت کے، آپ رحمہ اللہ باقی جملہ اقسامِ بیعت میں سے مناسب حال بیعت اپنے مریدوں سے لیتے

Marfat.com

تھے۔مولانا ابومحمد حفاظت اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے سفر بنگالہ کے دوران تشریف لائے تو یہ عاجز (مولانا فضل حسین)، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حافظ عبدالسلام اور حاجی محمد حسین صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تھے، جس رات آپ رحمۃ اللہ علیہ بمقام دیپ کنڈ رونق افروز تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت سن کر اس قدر لوگ آ گئے، جن کی گنتی ناممکن تھی، سب کے سب نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔

قارئین! غور سے دوبارہ پڑھیں کہ آنیوالے لوگ کافر نہیں تھے، اس لیے یہ بیعت قبول اسلام نہ ہوئی۔ نہ ہی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کو جہاد پہ لیکر جا رہے تھے، لہٰذا یہ بیعتِ جہاد بھی نہ ہوئی۔ یہ بیعتِ تصوف ہی تھی۔ (از: مرتب)

بروزِ قیامت مرید کی گواہی

ایک صاحب اپنی بیعت کی کیفیت لکھتے ہیں کہ رحیم آباد میں بعد نماز مغرب ہم حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حضور بیعت کیلئے حاضر ہوئے۔ اس وقت تین چار آدمی اور بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لیٹے لیٹے میرا دایاں ہاتھ پکڑا اور سورۃ احزاب کی آیات ''ان المسلمین والمسلمات سے اجرا عظیما' تک تلاوت فرما کر انکے معانی ومطالب پوری وضاحت کیساتھ سمجھاتے رہے۔ اسکے بعد فرمایا'' اگر تم ان سب اعمال کے ہمیشہ عامل رہو گے تو میں تمہاری گواہی دوں گا،، ورنہ میں کہاں اور تم کہاں۔۔۔'' اسی طرح سفرِ پنجاب میں بھی لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ (الحیاۃ بعد المماۃ، صفحہ ۶۴)

میاں صاحب کا تبرک سنبھال کر رکھنا

بچوں سے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بے حد شفقت کا اظہار فرماتے تھے۔ حضرت مولانا شمس الحق صاحب ڈیانوی رحمۃ اللہ علیہ (صاحب عون المعبود) کا شمار حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ میں ہوتا تھا۔ وہ حضرت کی وفات سے چار مہینے قبل اپنے چھوٹے بیٹے حافظ ایوب کو (جو اس وقت قرآنِ مجید حفظ کر رہا تھا) لے کر دہلی گئے اور میاں صاحب رحمہ اللہ سے اس کے لیے دعا کی درخواست کی۔ میاں صاحب رحمہ اللہ اُسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ پھر قرآن سنانے کو کہا۔ باوجود کہ اس وقت میاں صاحب رحمہ اللہ کو بہت ثقل سماع ہو گیا تھا، لیکن ہونٹوں کی حرکت سے غلط اور صحیح کا اندازہ کر کے برابر لقمہ دیتے جاتے تھے۔ اس کے بعد اس بچے کو ایک روپیہ انعام دیا جو طویل عرصے تک برکت کے طور پر مولانا شمس الحق صاحب رحمہ اللہ کے گھر میں محفوظ رہا۔ (دبستان حدیث ص ۷۳)

اساتذہ کی اولاد کا احترام

دہلی شہر اور شرفائے دہلی سے حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کو قلبی تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ بالخصوص خاندان شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے ارکان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ حضرت شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ کے ایک ہی بیٹے تھے جو خورجہ رہتے تھے۔ ان کی علمی دست گاہ زیادہ نہ تھی۔ وہ دہلی اکثر آتے اور میاں صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات کرتے۔ جب وہ مسجد میں داخل ہوتے تو میاں

Marfat.com

صاحب رحمہ اللہ ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتے اور انتہائی تکریم سے پیش آتے۔ مفلوک الحال مغل شہزادوں کا بھی وہ بہت اکرام کرتے تھے۔ بالعموم دلی والوں سے ان کا یہی معاملہ تھا۔

وفات سے پینتیس چالیس برس پہلے ان کے اعزہ واقارب اور اہل وطن نے بار بار کہا کہ آپ نے دلی میں طویل عرصہ گزار لیا۔ اب وطن آجائیں اور وہاں سکونت اختیار کرلیں تاکہ اس نواح کے لوگوں کو بھی اس سعادت سے بہرہ اندوز ہونے کا موقع ملے۔ لیکن میاں صاحب رحمہ اللہ نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ اور شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ کی مسند خلافت سے علیحدہ ہونا گوارا نہ کیا اور اسی سرزمین میں مرنے کو ترجیح دی۔ (دبستان حدیث ص ۷۳، ۷۴)

اساتذہ واسلاف کی تعظیم واحترام

جناب میاں صاحب رحمہ اللہ اپنے اساتذہ کا ذکر نہایت مؤدبانہ الفاظ میں کرتے تھے۔ ان سے متعلق کسی بات کا تذکرہ فرماتے تو بہ صورت جمع ”ہمارے حضرات“ کے الفاظ استعمال فرماتے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اور حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہم اللہ کے اسمائے گرامی بالخصوص بہ درجہ غایت ادب سے زبان پر لاتے۔ قرآن اور حدیث کی کسی عبارت کا ترجمہ کرنا مقصود ہوتا تو فرماتے مجھ سے اس کا ترجمہ سنو جو ہمارے بزرگوں سے سینہ بہ سینہ چلا آرہا ہے اور بیان مسائل میں بھی انہی بزرگان عالی قدر کے اقوال بہ سند پیش فرماتے اور ارشاد ہوتا ”ہمارے حضرات یوں فرماتے ہیں۔“ اس پر کوئی طالب علم اگر یہ کہہ دیتا کہ حضرات کا کہنا سند نہیں ہوسکتا، اصل سند قرآن وحدیث ہے تو خفگی کے انداز میں فرماتے۔ ”تم ان کے متعلق ایسی باتیں کرتے ہو، کیا یہ حضرات گھس کٹے تھے؟ یوں ہی باتیں بناتے تھے؟“ (دبستان حدیث ص ۷۴)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ کا احترام

شیخ الکل محدث کبیر میاں نذیر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے جب یہ سوال کیا گیا کہ ائمہ اربعہ کی نسبت تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ آپ نے فرمایا ہم انھیں اپنا سرتاج وپیشواء اور برسرحق سمجھتے ہیں اور ان میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو سب سے زیادہ قابل احترام سمجھتے ہیں۔

سوانح نگار کے مطابق آپ نے بات کو سمیٹتے ہوئے اس بیان پر اکتفاء کیا کہ ”ہمارا عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے ائمہ اربعہ کو ہم مانتے ہیں، چاروں کو ہم حق پر سمجھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو اپنا پیشوا جانتے ہیں۔ ان کے بغض کو خلاف شیوہ ایمان سمجھتے ہیں“۔ (حیات الشیخ السید میاں نذیر حسین محدث دہلوی ص ۶۰)

صوفیائے متقدمین کی عزت واحترام

میاں صاحب مرحوم علمائے متقدمین کی بہت عزت کرتے۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کا نام ”شیخ اکبر“ اور اکثر ”خاتم الولایۃ المحمدیہ“ کے خطاب کے ساتھ پکارتے اور اس پر علامہ قاضی بشیر الدین قنوجی رحمہ اللہ (استاد جناب السید نواب صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ والی بھوپال) جو ابن عربی رحمہ اللہ کے اشد مخالفین میں سے تھے اور ابن عربی رحمہ اللہ کی برتری و بزرگی کے روادار نہ

> **اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہترین ذریعہ**
>
> تصوف کے اشغال اتباع محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسائل ہیں۔ ان سے مقصد پیروی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصول ہے۔ تصوف کے ذریعے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اسی طرح کرو جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کرتے تھے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

تھے۔میاں صاحب سے صرف شیخ اکبر رحمہ اللہ پر مناظرہ کرنے کیلئے دہلی تشریف لائے، ۲ ہفتے متواتر گفتگو جاری رہی، مگر میاں صاحب نے شیخ اکبر رحمہ اللہ کا احترام ہاتھ سے نہ دیا، اور آخر کار قاضی صاحب بھی آپ سے متفق ہو گئے۔

اسی طرح علامہ شمس الحق ڈیانوی رحمہ اللہ نے بھی کئی روز شیخ اکبر رحمہ اللہ پر آپ کے ساتھ مناظرہ کیا اور دوران گفتگو میں ''فصوص الحکم'' پیش کرتے رہے۔میاں صاحب نے پہلے تو اور طریقوں سے سمجھایا مگر جب دیکھا کہ آپ کسی طرح نہیں مانتے تو فرمایا کہ ''فتوحات مکیہ'' شیخ اکبر کی آخری تصنیف ہونے کی وجہ سے ان کی تمام کتابوں کی ناسخ ہے اس پر مولانا شمس الحق صاحب رحمہ اللہ حقیقت کو پا کر خاموش ہو گئے۔(تراجم علمائے اہلحدیث ص ۱۴۶)

مقام فنافی رسول ﷺ کی بشارتیں

شیخ ابن عربی رحمہ اللہ ''فتوحات مکیہ'' میں لکھتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ **حضور ﷺ نے ابن حزم رحمہ اللہ سے معانقہ کیا اور ایک دوسرے میں غائب ہو گئے اور صرف رسول اللہ ﷺ ہی نظر آتے تھے**۔ یہ غایت درجہ کا وصل و اتحاد ہے۔'' انتہی۔ یہ ان کے اتباع حدیث کا طفیل تھا۔

(بحوالہ: الارشاد الی سبیل الرشاد ص 378۔از: مولانا محمد شاہ جہانپوری رحمہ اللہ۔مکتبہ اہلحدیث اکادمی لاہور)

مولانا محمد شاہ جہانپوری رحمہ اللہ کی تائید

اسی کے قریب وہ خواب ہے جو میرے والد ماجد (حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب مدظلہ العالی) کو جو ہمیشہ سے ایک عجیب زاہد اور دین دار آدمی ہیں، حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب دھلوی رحمہ اللہ کی نسبت نظر آیا۔جب والد ماجد تمام فنون درسیہ سے فارغ ہو گئے اور حدیث کی تحصیل کا عزم کیا تو چونکہ جناب میاں صاحب اس فن میں نہ صرف کمال کے ساتھ بلکہ اپنے زمانہ میں تقریباً تفرد کے ساتھ مشہور ہیں لہٰذا انہیں کی خدمت میں حاضری کا قصد کیا اور دہلی پہنچے۔دہلی پہنچنے کے بعد بعض ان کے پرانے احباب اس بات پر مصر ہوئے کہ میاں صاحب سے نہ پڑھیں اس لیے کہ کہیں بگڑ نہ جائیں۔اور بعض دیگر مولویوں کے پاس جانے کی تحریص کی۔کہے سنے سے ان کے ارادے میں بھی تزلزل ہوا اور وہ خود بھی میاں صاحب کے پہلے سے ہم مسلک نہ تھے۔خواب میں دیکھتے ہیں کہ ایک مقام پر جناب رسول اللہ ﷺ تشریف رکھتے ہیں۔پھر حضور پر نور ﷺ کی بجائے میاں صاحب نظر آنے لگے اور اب اسی جگہ پر میاں صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔اس خواب کے بعد انہوں نے انہیں سے استفادہ پر کمر بستہ کی اور وہیں تحصیل حدیث سے فراغت حاصل کی۔یہ انکو میاں صاحب کا کمال اتباع اور سچی جانشینی دکھائی گئی۔

(الارشاد الی سبیل الرشاد، از: مولانا محمد شاہ جہانپوری رحمہ اللہ ص 378،379)

شیخ الکل مشائخ بریلویہ کی نظر میں

حضرت میاں صاحب کے فضائل و مناقب اور علو مرتبت کی تفصیل کا نہ یہ موقع ہے اور نہ ہی اس مختصر رسالے میں اس کی گنجائش ہے۔ہم یہاں صرف ایک قول ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔جن سے حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کی جلالت شان کا

Marfat.com

اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ قول معروف پیر صوفی خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ کا ہے۔ خواجہ صاحب کے اقوال اور مجالس کا تذکرہ ''اشارات فریدی'' کے نام سے مطبوع ہے۔ اصل کتاب فارسی میں ہے مگر چند سال قبل صوفی فاؤنڈیشن بہاولپور کی طرف سے اس کا ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ جن میں منقول ہے:

> ''حضرت خواجہ محمد بخش نے عرض کیا کہ حضور لوگ مولوی نذیر حسین رحمہ اللہ کو غیر مقلد اور وہابی کہتے ہیں وہ کیسے آدمی تھے؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ وہ تو ایک صحابی معلوم ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ **کسی شخص کی عظمت کیلئے یہی کافی ہے کہ دنیا میں اس کی مانند کوئی نہ ہو**۔ چنانچہ آج کل کے زمانے میں علم حدیث میں ان کی کوئی نظیر نہیں۔ نیز وہ اس قدر بے نفس ہیں کہ اہل اسلام کے کسی فرقے کو برا نہیں کہتے۔ اگر چہ لوگ ان کو منہ پر برا بھلا کہتے ہیں لیکن وہ کسی کو برا نہیں کہتے۔

(ارشادات فریدی مترجم مقبوس نمبر 85 ص 796 بحوالہ کتاب: پاک و ہند میں علمائے اہل حدیث کی خدمات حدیث ص نمبر 34۔ از: مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ)

علمائے اہلحدیث اور دیوبند میں رواداری

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ علماء دیوبند میں ممتاز مقام رکھتے ہیں ان سے دو واقعات ان کے خلیفہ مجاز خواجہ عزیز الحسن صاحب اشرف السوانح میں نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کہ حضرت والا جناب مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی رحمہ اللہ سے جو اہلحدیث کے بہت سربرآوردہ علماء میں سے تھے دو بار ملے۔ ایک بار دہلی میں طالب علمی کے زمانے میں اور ایک بار آرہ (بہار) میں۔ دہلی کی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں ایک غیر مقلد طالب علم مدرسہ دیوبند میں پڑھتا تھا اس نے حضرت امام محمد رحمہ اللہ کی شان میں کچھ گستاخانہ کلمات استعمال کیے اس پر اور طالب علموں نے اسے پیٹ دیا تھا۔ اس واقعہ کی مولانا نذیر حسین صاحب سے شکایت بھی کی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اس نے امام محمد رحمہ اللہ کی شان میں گستاخانہ کلمات استعمال کئے تھے، اس پر طلباء کو غصہ آگیا۔ یہ سن کر مولوی صاحب نے فرمایا کہ واقعی یہ اس کی بڑی بے جا حرکت تھی۔

دوسرا واقعہ آرہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> اس وقت ایک غالی غیر مقلد مولوی صاحب نے جوان کے پاس بیٹھے تھے۔ دوران گفتگو حضرت ابن ہمام رحمہ اللہ کی کچھ تنقیص کی مولوی صاحب یعنی مولانا نذیر حسین رحمہ اللہ نے ان کو ڈانٹا کہ یہ بڑے لوگ تھے، ہمارا منہ نہیں کہ ہم ان کی شان میں کچھ کہہ سکیں۔

یہ دونوں واقعات اہلحدیث علماء کی روایت سے نہیں بلکہ اکابر علماء دیوبند کے واسطہ سے ہیں۔ ان سے کس قدر وضاحت سے ثابت ہوتا ہے کہ اکابر علماء اہلحدیث امام ابوحنیفہ امام محمد اور ان کے بہت بعد کے علماء جیسا کہ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ کیلئے کس درجہ ادب واحترام رکھتے تھے۔ (مولانا محمد داؤد غزنوی ص ۵۸ بحوالہ اشرف السوانح حصہ اول ص ۱۲۳، ۱۲۴)

Marfat.com

گستاخی اسلاف پر تنبیہ

ایک مرتبہ میاں صاحب رحمہ اللہ رحیم آباد سے آ رہے تھے۔ مولانا محمد ابراہیم آروی رحمہ اللہ بھی ساتھ تھے۔ انہوں نے خواتین کے لباس کے بارے میں پوچھا کہ ان کے لیے ساڑھی پہننا جائز ہے یا نا جائز؟

فرمایا: ہمارے حضرات (اسلاف) ساڑھی پہننے کو جائز قرار دیتے تھے۔ مولانا آروی رحمہ اللہ نے عرض کیا: حضرات (اسلاف) کا کہنا حجت شرعی تو نہیں ہوسکتا۔ فرمایا: ''تمہارے نزدیک یہ سب حضرات گھس کٹے تھے، تم ہی ایک شیخ چلی پیدا ہوئے؟''

یوں تو میاں صاحب رحمہ اللہ خاندان ولی اللّٰہی کے سب ارکان کے مداح تھے اور ان کے علم وفضل کی تعریف فرماتے تھے لیکن حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور مولانا اسماعیل شہید رحمہما اللہ کی نسبت اکثر فرمایا کرتے کہ **''میں ان دونوں دادا پوتے کی فضیلت کا بہت قائل ہوں جو صرف قرآن وحدیث سے استنباطِ مسائل کرتے تھے۔** ان کی تحریروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دریائے فیضان الٰہی جوش مار رہا ہے۔'' (دبستان حدیث ص ۷۴)

شیخ سعدی کی ''بوستان'' کی اہمیت

ایک مرتبہ بخاری شریف پڑھا رہے تھے کہ کسی حدیث کی تائید میں شیخ سعدی رحمہ اللہ کی ''بوستاں'' کا ایک شعر پڑھا۔ ایک طالب علم بول اٹھا کہ بوستاں کیا بخاری کی شرح ہے کہ اس کے شعر کا حوالہ دیا گیا؟

فرمایا: تمہیں کیا معلوم کہ بوستاں کیا ہے؟ مجھ سے بوستاں پڑھو تو اس کی حقیقت کا تمہیں پتہ چلے۔ (دبستان حدیث ص ۷۵، ۷۶)

قارئین! گستاخی وبے ادبی یقیناً بدبختی کی علامت ہے، لیکن یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب سے اہل حدیث نے اولیائے کرام، صوفیائے عظام اور ائمہ دین رحمہ اللہ کی تنقیص شان میں زبان کھولی ہے، تب سے اہل حدیث مدارس کے اساتذہ، قراء اور منبر ومسند کے وارث علماء کی عزت اللہ پاک نے انکے شاگردوں اور مقتدیوں کے دل سے نکال دی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آئے دن آپ ایسے حقائق سنتے رہتے ہیں کہ فلاں قاری صاحب کے شاگرد کا باپ مدرسے میں آیا اور قاری صاحب کو برا بھلا کہہ کر چلتا بنا، فلاں نمازی نے تو امام صاحب کی ناک میں دم کیا ہوا ہے، فلاں فلاں شاگرد اپنے استاد کا اتنا بے ادب ہے کہ انکے پاس سے گزرتے ہوئے سلام تک نہیں کرتا وغیرہ وغیرہ، ایسے بے شمار واقعات آپکے ذہن میں بھی آ گئے ہونگے۔ ذرا سوچیں، کہیں اس اجتماعی بے ادبی کی وجہ مکافاتِ عمل تو نہیں؟ آج کے علمائے اہل حدیث کو ان برگزیدہ ہستیوں کی روحانی بددعا تو نہیں کھا گئی؟ (از: مرتب)

گالیاں دینے والے سے حسن سلوک

کوئی میاں صاحب رحمہ اللہ کی تنقیص کرتا یا انہیں نقصان پہنچاتا تو اس سے انتقام نہیں لیتے تھے اور ہنسی مذاق میں بات ٹال دیتے تھے۔ ایک روز نماز صبح اور درس قرآن کے بعد ایک مطبوعہ نسخہ جیب سے نکال کر فرمایا۔ یہ نظم ہمیں ایک دوست نے ڈاک

Marfat.com

میں تحفتاً بھیجی ہے۔ پھر نظم حاضرین کو سنانا شروع کی جس میں میاں صاحب رحمہ اللہ کی شدید مخالفت کی گئی تھی۔ اس کا ایک ایک شعر وہ بار بار پڑھتے اور نہایت خوشی سے ہنس ہنس کر اس کی تشریح فرماتے۔

ظہر کے بعد ایک شخص نے عرض کی کہ صبح والی نظم کے جواب میں فلاں شخص ستر شعر لکھ چکے ہیں اور مزید لکھ رہے ہیں۔

فرمایا: ارے میاں اس کا جواب لکھ کر کیا کرو گے۔ اس نے ہمیں کچھ دیا ہی ہے، ہم سے کچھ لیا تو نہیں، اگر چہ گالیاں دی ہیں۔ یہ فرما کر اس کا جواب لکھنے سے روک دیا۔

چور سے حسن سلوک

اگر کوئی شخص میاں صاحب رحمہ اللہ کی کوئی ذاتی چیز چوری کر لیتا تو یہ معلوم ہونے پر بھی کہ اس نے فلاں چیز چوری کی ہے، اس کو بالکل نہ جتاتے، نہ اشارے کنائے میں اسے کچھ کہتے، بلکہ چشم پوشی سے کام لیتے، دوسروں کو بھی اس کا ذکر کرنے سے منع فرماتے۔ کسی نے لاہور سے ان کو نہایت نفیس چادر بطور تحفہ بھیجی۔ ایک دن اُسے اوڑھ کر مسجد میں آئے اور ایک شخص نے اسے ہاتھ لگا کر دیکھا اور بڑا متعجب ہوا۔ میاں صاحب وہ چادر مسجد میں بھول گئے۔ یاد آنے پر اُسے تلاش کیا گیا، لیکن نہ ملی۔ تین چار روز بعد بعض لوگوں نے دیکھا کہ جس شخص نے اس چادر کو ہاتھ لگا کر دیکھا اور اس کی نفاست پر تعجب کا اظہار کیا تھا، اس کا لڑکا اسے بازار میں اوڑھے ٹہل رہا تھا۔ دیکھنے والوں نے میاں صاحب کو اطلاع دی۔ آپ نے بے پروائی سے فرمایا: چھوڑو اس بات کو۔ اطلاع دینے والوں نے خیال کیا کہ میاں صاحب کو یا تو ان کی بات کی سمجھ نہیں آئی یا ان کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ اس لیے انہوں نے دوبارہ عرض کیا اور کہا کہ اگر آپ کو یقین نہ ہو تو ہم اس لڑکے کو پکڑ کر آپ کے سامنے لے آتے ہیں، آپ خود وہ چادر دیکھ لیں۔ میاں صاحب رحمہ اللہ نے نہایت برہمی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

کیا دنیا میں اس قسم کی وہی ایک چادر بنی تھی، دوسری نہیں بنی اور نہ کہیں سے ملتی ہے؟

آخر بتانے والوں کو ہی ندامت ہوئی اور وہ لڑکا سب کے سامنے اس کو اوڑھے پھرتا اور اوڑھ کر مسجد میں آتا تھا۔

(دبستان حدیث ص ۷۶، ۷۷)

کلاہ اور عمامہ استعمال فرمانا

حج سے قبل چھوٹا سا عمامہ مخطط بہ خط سرخ و سیاہ چارخانہ مؤ اور اعظم گڑھ کا بنا ہوا پہنتے تھے۔ عمامہ ایسی سادگی سے باندھا جاتا کہ درس کے وقت بار بار کھلتا اور وہ ہاتھ سے اس کے پیچ دباتے جاتے۔ بسا اوقات بالکل کھل جاتا اور پھر جلدی سے سر پر لپیٹ لیتے یا اتار کر اپنے پاس رکھ لیتے۔ کبھی گول ٹوپی پہنتے جس کی نوک کسی قدر اوپر کو نکلی ہوتی۔

دوپلی ٹوپی کا استعمال فرمانا

ان کے لباس کے متعلق یہ الفاظ بھی درج ہیں "پورے سر پر دوپلی ٹوپی، دلی کی طرز کا انگرکھا، سفید پائجامہ، ہاتھ میں بڑا سا سفید رومال"۔ (دبستان حدیث ص ۹۶)

Marfat.com

تسبیح سے عشق

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تسبیح بالعموم ہاتھ میں رکھتے اور ذکر واذکار کرتے رہتے تھے۔ آخری دنوں میں کمزوری زیادہ ہوگئی تو تسبیح ہاتھ سے گر جاتی تھی اور بے چینی سے اُسے تلاش کرتے تھے۔ جب اردگرد بیٹھنے والوں کو معلوم ہوگیا کہ تسبیح ہاتھ سے گر جانے کی وجہ سے انہیں پریشانی ہوتی ہے تو وہ فوراً تسبیح اٹھا کر ان کے ہاتھ میں تھما دیتے اور وہ پڑھنے میں مصروف ہو جاتے۔ اگر تسبیح جلدی سے ہاتھ میں نہ آتی تو انگلیوں پر پڑھتے رہتے۔ کبھی تسبیح خود ہی بستر پر رکھ دیتے، کبھی گلے میں ڈال لیتے، غرض زبان پر ہر وقت تسبیح وتحمید کا سلسلہ جاری رہتا۔ بے ہوشی کی حالت میں بھی ذکر الٰہی سے ان کی انگلیاں حرکت میں رہتیں اور لب اللہ کی یاد میں ہلتے رہتے۔ (دبستان حدیث ص ۹۳، ۹۴)

قارئین! اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہاتھ میں تسبیح پکڑنا بدعت نہیں، بلکہ اولیاء اللہ کی عادت ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، صفحہ ۱۴۲ میں تو پوری سند کیساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں تسبیح کا ہاتھ میں پکڑنا ثابت کیا ہوا ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھیں'' علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف۔ صفحہ ۱۸۴۔ (از: مرتب)

مسلک اہلِ حدیث کے معروف عالم دین مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ (مصنف کراماتِ اہلِ حدیث) اپنی کتاب'' استادِ پنجاب'' (سوانح حیات حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ) میں حضرت شیخ الکل میاں صاحبؒ کے متعلق ان الفاظ میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہیں۔

شیخ الکل صوفی منش اور سچے درویش

آہ! کوئی کیا جانے کہ حضرت محدث دہلوی رحمہ اللہ کیا تھے؟ آج دنیا میں ہمیں ان کی سی خوش اخلاقی، خوش طبعی، بے غرضی، مہمان نوازی، امانتداری، دنیا سے بے تعلقی، تہجد گزاری، راست بازی، حق گوئی، آزاد منشی، بے تعصبی، جفاکشی، مستقل مزاجی و زندہ دلی کہیں نظر نہیں آتی، وہ ظاہر و باطن کا یکساں انسان ایک مجتہد وقت اور خدا رسیدہ بزرگ تھا جو اپنی نظیر آپ تھا وہ ایک صوفی منش اور سچا درویش انسان تھا جو ہمہ صفت موصوف تھا، وہ ایک چشمہ فیض تھا، جو ہندوستان کو سیراب کر گیا وہ ایک جام جانان کا ساقی تھا جو تشنگان حدیث کی پیاس بجھا گیا، وہ سنت نبوی ﷺ کا ایک دلدادہ تھا جو اتباع رسول ﷺ میں جیا اور اتباع رسول اللہ ﷺ میں عالم بقا کو سدھار گیا'' رحمہ اللہ تعالیٰ وارضاہ وجعل جنۃ الفردوس منزلہ وماواہ'' آمین۔

ادائے ولی پر مثالی حافظہ

حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک بار میں کسی وجہ سے حضرت سے کچھ کبیدہ ہوگیا اور مدرسہ کے ایک کونہ میں جا کر لیٹ رہا جب استاد صاحب کو پتہ چلا کہ حافظ جی ناراض ہو گئے ہیں تو خود بنفس نفیس میرے پاس آئے اور مجھے منایا اور میرا سبق صحیح بخاری کا خود پڑھ کر سنایا اور کتاب میرے سینہ پر پیار سے ماری اور فرمایا کہ اسے پڑھو اللہ برکت دے گا، حافظ صاحب

Marfat.com

فرماتے تھے کہ اس دن سے اللہ تعالیٰ کا مجھ پر ایسا احسان ہوا کہ سبق کا کبھی ایک حرف بھی نہ بھولا اور جو کچھ پڑھتا نوک زباں ہو جاتا، ''ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء'' غرض یہ کہ ایسے کئی واقعات ہیں جو حافظ صاحب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں اور وہ بالتفصیل حضرت شیخ الکل مرحوم کی سوانح عمری ''الحیوۃ بعد المماۃ'' میں مرقوم ہیں۔ (سوانح حیات استاد پنجاب :ص 86)

شیخ تصوف کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

ایک بار حضور رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دیکھا آپ کی ایک طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسری جانب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف رکھتے تھے، سامنے شیخ الکل حضرت سید نذیر حسین محدث دہلوی اور شیخ تصوف وسلوک حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ اور ان دونوں کے درمیان آپ بیٹھے ہوئے ہیں اور فخر العالم والموجودات درمیان میں ''کالبدر فی النجوم'' (جس طرح ستاروں کے جھرمٹ چودھویں کا چاند پوری تابانیوں کے ساتھ ضوریز ہو۔ صلی اللہ علیہ وسلم فاروقی) جلوہ فرما ہیں اور اہل مجلس کو برکات حدیث سے آگاہ اور انوار ونکات حدیث سے مالا مال کر رہے ہیں۔

(سوانح استاد پنجاب حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ :ص ۸۸)

شیخ الکل اور آئمہ کا ادب

آپ کی نگاہ میں ائمہ محدثین وفقہاء کا مقام بہت بلند تھا، آپ سب کا نہایت احترام کرتے تھے اور بڑی عزت سے ان کا نام لیتے تھے، آپ ہر امام کو ''امامنا'' (ہمارا امام) کہتے تھے۔ (سوانح استاد پنجاب حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ :ص ۱۲۱)

ملک عبدالرشید عراقی صاحب حفظہ اللہ اپنی تصانیف میں حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کے بارے یوں رقمطراز ہیں:

بطور برکت قمیص و پگڑی لے جانا

:۔ ہفت روزہ الاعتصام لاہور کی اشاعت ۱۲ اپریل ۱۹۷۴ء میں یہ واقعہ درج ہے کہ ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء میں استاد پنجاب حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ دہلی تشریف لے گئے۔ اس وقت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کی بینائی کمزور ہوگئی تھی حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ نے استاد محترم کی خدمت میں عرض کیا شیخ مجھے پہچانا ہے اس پر محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا میں نے تمہیں پہچان لیا ہے تم عبدالمنان وزیر آبادی ہو تم نے عبدالجبار غزنوی اور حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی نے پنجاب میں تبلیغ توحید و سنت کر کے میرے دل کو ٹھنڈک پہنچائی ہے۔ عبدالجبار آیا تھا اور میری قمیض لے گیا ہے اور تم میری یہ پگڑی لے جاؤ۔ حافظ عبدالمنان مرحوم نے میاں صاحب کی پگڑی اپنے پاس سنبھال کر رکھی اور اس پگڑی کے بارے میں وصیت فرمائی تھی کہ اس کو میرے کفن میں استعمال کیا جائے۔ چنانچہ یہ پگڑی حافظ عبدالمنان کے کفن میں استعمال کی گئی۔ (چالیس علمائے اہلحدیث ص ۴۸)

قارئین! اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صوفیاء کا اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنا بلند مرتبہ ہے کہ انکی استعمال شدہ چیزیں بھی برکت، عافیت، رحمت اور مغفرت کا ذریعہ بن جایا کرتی ہیں، تبھی تو حضرت الامام عبدالجبار غزنوی اور استادِ پنجاب جیسی ہستیاں اپنے استاذ و مرشد کے کپڑوں کے اتنے قدردان تھے۔ (از: مرتب)

Marfat.com

بروزِ محشر اپنی نجات کا یقین

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھ سے استادِ پنجاب حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب میں ۱۹۰۱ء میں حضرت میاں صاحبؒ کی ملاقات کیلئے دہلی گیا، اس وقت انکی عمر ۱۰۴ برس کے قریب تھی۔ میں دوزانو ہو کر انکے سامنے بیٹھ گیا تو مجھے فرمانے لگے "عبدالمنان! عبدالجبار غزنویؒ نے، محمد لکھویؒ نے اور تم نے حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی گراں قدر خدمت سرانجام دی ہے، اس پر **مجھے اللہ تعالیٰ کی جناب سے پورا یقین ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمادے گا۔**

بیٹے کی وفات پر فکرِ آخرت

آپ رحمہ اللہ کے اکلوتے صاحبزادے مولوی شریف حسین رحمہ اللہ کا ستاون برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ لوگ تعزیت کیلیے آتے تو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے "دعا کرو، اللہ اسکی عاقبت بخیر کرے، میں نے جو کھلایا، وہی کھایا اور جو پہنایا، وہی پہنا، کوئی چیز خود مجھ سے طلب نہ کی۔" (حیاتِ نذیر رحمۃ اللہ علیہ۔ صفحہ ۹۷)

آخری دن کی آخری نصیحت:

مولانا تلطف حسین عظیم آبادی رحمہ اللہ آپکے شاگرد تھے۔ انکو ۲۵ سال تک آپکی رفاقت حاصل رہی، فرماتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے مجھے وصیت فرمائی کہ "تم نے مجھے سنت کے مطابق غسل دینا ہے" اور آخری دن فرمایا: اشد حباللہ کا خیال رکھنا۔ (حیاتِ نذیر رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۱۱۲)

مرض الموت میں ملاقات عیادت اور وصیت سننے کی غرض سے جنات اس کثرت سے آئے کہ خود آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ تمام مکان میں چھا رہے ہیں اور نہایت عاجزی اور منت سے وعظ کی درخواست کرتے ہیں نہ صرف یہی بلکہ تیمارداروں نے حضرت میاں صاحب (شیخ الکل) سے بس بس کے کلمات سنے تو عرض کیا کہ حضرت کیا ہے اس پر آپ نے فرمایا کہ جنات وعظ کی فرمائش کرتے ہیں ان کے جواب میں کہہ رہا ہوں بس معاف کرو وعظ ہو نہیں سکتا۔ (بحوالہ: نتائج التقلید ص 37' حکیم محمد اشرف سندھو)

مقام تدفین

مولانا تلطف حسین رحمہ اللہ کے بقول کسی انداز میں ایک دن ان سے ان کے مقام تدفین کے بارے میں عرض کیا گیا اور بتایا گیا کہ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کے مقبرے میں بھی جگہ کا انتظام کیا جا چکا ہے۔ (دبستان حدیث ص ۹۴)

(3) قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ

فیض یافتہ: حضرت سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی رحمۃ اللہ علیہ

قارئین! دنیا بھر میں سیرۃ النبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر شہرت یافتہ سیرۃ النبوی صلی اللہ علیہ وسلم "رحمۃ للعالمین" کے مصنف علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ، جن کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے مشہور غیر مسلم صحافی دیوان سنگھ مفتون لکھتے ہیں کہ

Marfat.com

اگر انسانوں میں کوئی فرشتہ ہوتا تو وہ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ ہوتا۔ صوفیائے اہل حدیث کی آئینہ دار کتاب ''کراماتِ اہل حدیث'' کے مصنف مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کے والد قاضی احمد رحمہ اللہ نے لیلۃ القدر میں دعا مانگی تھی کہ ''یا اللہ اگر بیٹا دے تو ایسا دے جو عالم باعمل، متقی، پارسا، اور دین و دنیا میں صاحبِ عزت ہو۔ آپ رحمہ اللہ کی والدہ ماجدہ نے آپ کے پیدا ہوتے ہی یہ عہد کر لیا تھا کہ آپ کو کبھی بھی بلا وضو دودھ نہ پلاؤں گی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ آپ رحمہ اللہ نے اپنے والد ماجد ہی سے حدیث کی سند لی اور انہی سے روحانی فیض پایا۔ اپریل ۱۹۳۰ء میں حج سے واپسی پر پیٹ کی بیماری میں مبتلا ہوئے اور اپنی دعا کے مطابق اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے۔ خاکسار (عبدالمجید سوہدروی) پر آپ کی خاص نظر عنایت تھی اور میرے دادا مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی رحمہ اللہ سے خاص روحانی تعلق تھا۔ (بحوالہ کراماتِ اہل حدیث، صفحہ ۲۱) آیئے اس فرشتہ صفت، عظیم صوفی کی خدمت میں چند لمحات گزار کے عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے موتی اپنے دامن میں سمیٹتے ہیں۔ (از: مرتب)

خاندانی پس منظر

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کا مختصر سلسلۂ نسب یہ ہے ''محمد سلیمان بن قاضی احمد شاہ بن قاضی باللہ بن قاضی معز الدین احمد''۔ قاضی صاحب کے اسلاف میں ایک بزرگ کا نام پیر محمد تھا۔ وہ عہد مغلیہ میں دہلی کے منصب قضاء پر فائز تھے، اس لیے انہیں قاضی پیر محمد رحمہ اللہ کہا جاتا تھا۔ بعد ازاں اس خاندان کے ہر فرد کو قاضی کہا جانے لگا اور پھر یہ خاندان ''قاضی خاندان'' کے نام سے مشہور ہو گیا۔ قاضی پیر محمد رحمہ اللہ کی عدالتی مہر جوان کی انگشتری میں بہ صورتِ نگینہ پیوست تھی، طویل عرصے تک اس خاندان میں محفوظ رہی۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۳۷)

شاہ غلام علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت

قاضی محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے پردادا کا اسمِ گرامی قاضی معز الدین رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ وہ کم و بیش دو سو سال پیشتر ضلع فیروز پور کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں اقامت پذیر ہوئے، جس کا نام بڈھیمال ہے۔ ریت کے بڑے بڑے ٹیلوں میں گھرا ہوا یہ گاؤں اپنے دور کے اصحابِ تقویٰ کا مسکن اور عباد و زہاد کا مرجع تھا۔ **قاضی معز الدین رحمۃ اللہ علیہ تصوف و طریقت میں سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک تھے** اور تیرھویں صدی کے معروف عالم و عابد حضرت شاہ غلام علی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے انہیں (صوفیاء کی اصطلاح میں) خرقہ خلافت عطا ہوا تھا، نیز انہیں (مرشد کی طرف سے) یہ حکم دیا گیا تھا کہ منصور پور کو تبلیغ دین کا مرکز بنائیں اور وہاں جا کر لوگوں کو وعظ و نصیحت کریں، چنانچہ وہ مستقل طور سے منصور پور چلے گئے۔ بالآخر وہیں فوت ہوئے اور وہیں دفن کیے گئے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۳۸)

> **امراء، علماء اور فقراء کا بگاڑ**
>
> لوگ تین قسم کے ہیں، ایک امراء، دوم علماء اور سوم فقراء۔ امراء بگڑ جائیں تو رعایا کی معاش و کمائی بگڑ جاتی ہے۔ جب علماء بگڑ جائیں تو عبادت اور شریعت کے طریقے بگڑ جاتے ہیں اور جب فقراء بگڑ جائیں تو لوگوں کی عادتیں خراب ہو جاتی ہیں۔ امراء کا بگڑنا ظلم سے ہوتا ہے، علماء کا بگڑنا طمع سے اور فقراء کا بگڑنا ریاکاری سے ہوتا ہے۔ (شیخ ابو بکر الوراق رحمۃ اللہ علیہ)

قرآن پاک کے ادب کی خاطر قید

پٹیالہ کے قریب ریاست نابھہ میں ایک مشہور طبیب حکیم غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ قیام

Marfat.com

پذیر تھے جو مہاراجہ نابھہ کے خاندانی معالج تھے۔ ایک دن مہاراجہ نے قرآن پاک کے متعلق کوئی بے ادبی والے الفاظ منہ سے نکالے تو حکیم غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی غیرتِ ایمانی کے جوش میں مہاراجہ کو برا بھلا کہہ دیا۔ وہ طیش میں آ گیا اور اسی وقت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بیڑی اور ہتھکڑی ڈال کر قید کروا دیا۔ ریاست کے حکمران کے سامنے نہ کسی کو دم مارنے کی جراءت، نہ داد نہ فریاد۔ شہر کے مسلمان بے حد غمگین ہوئے اور ہزاروں ہاتھ بارگاہِ خداوندی میں دعا کیلئے اٹھ گئے۔

خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت

اسی رات قاضی معزالدین احمد رحمہ اللہ نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منصور پور تشریف لائے ہیں اور گھوڑوں پر سوار ہیں۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے انتہائی ادب سے انہیں سلام کیا اور عرض گزار ہوئے: حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ یہاں کیسے تشریف لائے؟

فرمایا: **معزالدین! تم گھوڑے سنبھالو ہم نماز پڑھ کر نابھہ جائیں گے اور اپنے محب حکیم غلام فرید کو رہا کرائیں گے۔**

جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے رہے۔ قاضی معزالدین نے گھوڑوں کی باگیں پکڑے رکھیں۔

یہ خواب کی بات تھی جو ختم ہوئی۔ آنکھ کھلی تو قاضی معزالدین رحمہ اللہ حسب معمول فجر کی نماز پڑھنے مسجد میں گئے نماز کے بعد قرآن مجید کا درس دیا اور لوگوں کو بتایا کہ حکیم غلام فرید پر سخت آزمائش کا وقت آ پڑا تھا، مگر اللہ نے ان کو بچا لیا۔

ادھر نابھہ میں جیل حکام نے صبح کو حکیم صاحب کی بیڑیاں کٹی ہوئیں اور درِ زنداں کھلا ہوا پایا۔ مہاراجا کو اس کا پتا چلا تو پنجابی میں کہا: ''اللہ ولوں'' یعنی جو کچھ ہوا، اللہ کی طرف سے ہوا، ہم اس میں کچھ نہیں کر سکتے۔

اس نے حکیم صاحب سے معذرت کی اور پورے اعزاز کے ساتھ پچھلے منصب پر بحال کر دیا۔

سورج نکلا تو نابھہ سے آنے والے لوگوں نے قاضی معزالدین رحمہ اللہ سے سارا واقعہ بیان کیا، جس سے خواب کی تعبیر واضح ہو گئی۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۴۱-۴۲)

قاضی معزالدین نقشبندی کی خدمات

قاضی معزالدین احمد رحمہ اللہ نہایت عبادت گزار اور پرہیز گار بزرگ تھے۔ منصور پور اور اس کے نواح میں انہوں نے اللہ کے دین کی بڑی اشاعت کی اور کثیر تعداد میں لوگ ان کے طریق تبلیغ اور وعظ و نصیحت سے متاثر ہوئے۔

یہ اس خاندان کے جلیل القدر بزرگ تھے جو اس علاقے میں آئے اور جنہوں نے ایک خاص اسلوب سے، لوگوں کے فہم کے مطابق، دین کی نشر و اشاعت کا سلسلہ شروع کیا اور اس میں اللہ نے انہیں کامیابی عطا فرمائی۔

جنات کا تعلیم حاصل کرنا

قاضی معزالدین رحمہ اللہ کے بیٹے قاضی باقی باللہ تھے۔ انہوں نے بھی باپ کے ساتھ اپنے آپ کو احکام دین کی تبلیغ

Marfat.com

کیلئے وقف کیے رکھا۔ بے حد سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔کسب معاش کا ذریعہ زراعت تھا۔لوگوں کو فی سبیل اللہ قرآن مجید پڑھاتے اور اسلامی و دینی علوم کی تعلیم دیتے تھے۔ان کے حدود اثر کا دائرہ منصور پور سے باہر نکل کر قرب و جوار کے قصبات و دیہات تک پھیل چکا تھا اور دینی مسائل سمجھنے اور اسلام کے اوامر و نواہی سے باخبر ہونے کیلئے بہت سے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جنات بھی ان سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔

قاضی معزالدین اور قاضی باقی باللہ رحمہا اللہ کی تواریخ ولادت و وفات کا پتا نہیں چل سکا۔ البتہ اتنا معلوم ہوا ہے کہ وہاں کے لوگوں نے ان کی قبروں پر قبے بنا دیئے تھے اور باقاعدہ چراغ جلائے جاتے تھے۔لیکن ان کے اہل خاندان نے کبھی اسے لائق التفات نہیں سمجھا۔شنید ہے کہ آزادیٔ وطن کے بعد اس علاقے کے غیر مسلم معتقدین نے مسلمان بزرگوں کے بہت سے مزارات کی حفاظت و حرمت کو برقرار رکھا، جن میں قاضی معزالدین اور قاضی باقی باللہ رحمہا اللہ کے مزار بھی شامل ہیں۔

قاضی احمد شاہ رحمہ اللہ

قاضی باقی باللہ رحمہ اللہ کے بیٹے قاضی احمد شاہ تھے جو ۱۲۵۰ھ (۱۸۳۴ء) کو منصور پور میں پیدا ہوئے۔

قاضی احمد شاہ رحمہ اللہ اپنے وقت کے باعمل عالم، تہجد گزار اور شب زندہ دار بزرگ تھے۔انہوں نے دو حج کیے۔صالحیت، تقویٰ اور خشیت الٰہی ان کے وہ اوصاف تھے، جن کی وجہ سے لوگ ان کی بے حد تعظیم کرتے اور انہیں شاہ جی کہہ کر پکارتے تھے۔(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۴۲ تا ۴۴)

ولادت

قاضی محمد سلیمان رحمہ اللہ (۱۲۸۴ھ) ۱۸۶۷ء کو منصور پور میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام احمد شاہ اور والدہ کا اللہ جوائی رحمہا اللہ تھا۔وہ عبادت گزار اور صالحہ خاتون تھیں۔(سیرت سلیمان، ص: ۲۶۱)

قاضی محمد سلیمان رحمہ اللہ کا پگڑی استعمال فرمانا

ملازمت کے زمانے میں حاکمان پٹیالہ کی طرح پگڑی باندھتے تھے، لیکن ریٹائرمنٹ کے بعد پلو دار عمامہ باندھنے اور علی گڑھی طرز کا پاجامہ پہننے لگے تھے۔(سیرت سلیمان ''سفرنامہ حجاز کا آخر'' ص: ۲۷۳)

150 سال پرانا خاندانی مجرب وظیفہ

اس خاندان میں مائی اللہ جوائی کا ایک ورد یا وظیفہ، جسے ہم دعا بھی کہہ سکتے ہیں، بہت مشہور ہے، جو پنجابی زبان میں ہے کہا جاتا ہے کہ اس خاندان کا کوئی شخص کسی مشکل میں پھنس جائے تو یہ وظیفہ پڑھنے یا دعا مانگنے سے اللہ تعالیٰ اسے مشکل سے نکال دیتا ہے۔وظیفہ مسلسل پڑھتے رہنا چاہیے۔اس کیلئے کسی خاص وقت یا مقام کا تعین نہیں کیا گیا۔وظیفہ بہت آسان ہے جو اس خاندان میں اب تک چلا آرہا ہے۔حالات بدل گئے ہیں، نئی تہذیب، نئی شان و شوکت کے ساتھ ہر گھر میں ڈیرے ڈال چکی ہے، اس فہرست میں خود قاضی صاحب رحمہ اللہ کے اخلاف بھی شامل ہیں۔زمانے کی ثقافت نئے رنگ میں جلوہ گر ہے، جدید

Marfat.com

تعلیم نے معاملات کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا ہے، رہن سہن میں ایسا تغیر رونما ہو گیا ہے کہ چند سال پہلے اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، لیکن شنید ہے کہ کم و بیش ڈیڑھ سو سال پیشتر کا یہ خالص دیہاتی اور پنجابی وظیفہ یا دعا اب بھی اس خاندان میں مقبول و مروّج ہے، ہر مشکل کے وقت اسے پڑھا جاتا ہے اور اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ وظیفہ یا دعا یہ ہے:

جل تو جلال تو — آئی بلانوں ٹال تو

اوکھے ویلے نال تو — اللہ ہو، اللہ ہو

دعا کا تعلق قلب و روح سے

یہاں یہ یاد رہے کہ کسی وظیفے یا دعا کا تعلق جہاں الفاظ و حروف سے ہے، وہاں قلب و روح سے بھی ہے۔ جو بات قلب و روح کی گہرائی سے اُچھل کر ایک خاص جذبے کے ساتھ سطح زبان پر آئے گی، اللہ کی بارگاہ میں لازماً شرفِ قبول حاصل کرے گی، اگرچہ وہ کسی زبان میں ہو اور کتنے ہی ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس میں اللہ کی وحدانیت کارفرما ہو، شرکیہ الفاظ سے پاک ہو...... اور یہ الفاظ جو اوپر درج ہیں شرک سے قطعاً پاک ہیں، خالص توحید پر مبنی ہیں۔

نقشبندی مرشد سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا۔ ہمیشہ سے یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ بچے کی ولادت کے بعد والدین اپنے بچے کیلئے محلے یا گاؤں کے کسی ایسے شخص سے جسے وہ اپنے دانست میں نیک اور پرہیزگار سمجھتے ہوں، دعا کراتے ہیں۔ قاضی صاحب کے ایام طفولیت میں انبالہ میں ایک بزرگ سائیں توکل شاہ مرحوم رہتے تھے، جو صوفیاء کے نقشبندی مجددی سلسلے سے منسلک تھے۔ متقی اور عبادت گزار شخص تھے، جن کا سال ولادت ۱۲۵۵ھ (۱۸۳۹ء) اور تاریخ وفات ۴ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ (۱۳ اگست ۱۸۹۷ء) ہے۔ قاضی صاحب کے آباؤ اجداد سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب جو نجم الدین شاہ کے نام سے موسوم تھے اور قاضی صاحب رحمہ اللہ کی ولادت کے وقت جن کی عمر اٹھارہ بیس برس تھی، وہ قاضی صاحب کو دعا کیلئے سائیں توکل شاہ رحمہ اللہ کی خدمت میں لے گئے۔ سائیں موصوف رحمہ اللہ نے بچے کو گود میں لیا، منہ چوما اور بچے کی بہتری اور خیر و عافیت کیلئے بارگاہِ خداوندی میں دعا کی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ **سائیں توکل شاہ رحمہ اللہ کے عقیدت مندوں کا حلقہ بڑا وسیع تھا، جن میں والیٔ نابھہ بھی شامل تھا۔**

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۶۵ تا ۶۸)

قارئین! اب دیکھتے جائیں کہ پیدائش سے لیکر ”نقشبندی صوفی سائیں توکل شاہ صاحب رحمہ اللہ“ کی دعاوں نے حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کو وفات تک کیا کیا رنگ لگائے۔ (از: مرتب)

قاتل کے حق میں فیصلہ

قاضی صاحب رحمہ اللہ کو سیشن ججی کے زمانے میں بہت سی آزمائشوں سے گزرنا اور کئی قسم کے امتحانوں سے دوچار ہونا پڑا اور اس نوع کے سرکاری فرائض کی انجام دہی کے دور میں یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ لوگ اپنے کام کرانے کیلئے افسروں کی بڑی خوشامدیں کرتے اور بہت سی رشوتیں پیش کرتے ہیں۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ کو بھی بعض اوقات ان حالات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

Marfat.com

مولانا حکیم عبداللہ مرحوم ومغفور (روڑی والے) ایک مضمون میں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کا ایک ہندو دوست قتل کے ایک ملزم کی سفارش کیلئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ ملزم قطعاً بے گناہ ہے، لہٰذا آپ براہِ کرم اسے رہا کردیں۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ ابھی اس درخواست کا کوئی جواب نہیں دے پائے تھے کہ اس نے ایک بند لفافہ ان کی طرف بڑھایا۔ قاضی صاحب نے چونک کر پوچھا: ''اس لفافے میں کیا ہے؟'' اس نے دبی زبان میں جواب دیا: ''یہ آپ کی مٹھائی ہے۔''

قاضی صاحب رحمہ اللہ سخت مضطرب ہوکر بولے: ''استغفراللہ...... آپ مجھے حرام کھلانا چاہتے ہیں۔''

اس نے کہا: ''قاضی صاحب! یہ چالیس ہزار روپے ہیں۔'' قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فوراً جواب دیا: **''حرام کی مقدار اگر زیادہ ہوتو وہ حلال نہیں ہوجاتا...... بلکہ مقدار بڑھنے کے ساتھ ہی حرام کی کراہیت بھی بڑھ جاتی ہے۔** لہٰذا اب میں اسے اور زیادہ مکروہ سمجھتا ہوں۔ آپ یہ اطمینان رکھیں کہ کسی پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی، وہی کچھ ہوگا جس کا قانون تقاضا کرتا ہے۔''

قاضی صاحب رحمہ اللہ کا یہ جواب سن کر وہ شخص لاجواب ہوگیا اور ایک مسلمان کی عظمت وکردار کا ایسا گہرا نقش اس کے دل پر مرتسم ہوا کہ جس کی اسے بالکل توقع نہ تھی۔

یہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کے عظیم الشان کردار کی ایک مثال ہے۔ معلوم نہیں، اس دور میں انہیں مختلف طریقوں اور ذریعوں سے کتنی پیشکشیں ہوتی ہوں گی اور وہ کس شان سے ان بھاری بھرکم پیشکشوں کو ٹھکراتے ہوں گے۔ یہ آج سے کم وبیش ایک صدی قبل ۱۹۱۰ء کے لگ بھگ کی بات ہے، جب پیسہ انتہائی مہنگا تھا اور چالیس ہزار روپے کی قیمت آج کل کے حساب سے کم ازکم کروڑ روپے کے برابر ہوگی۔ اس وقت سونے کا بھاؤ دس روپے تولہ تھا اور آج دس ہزار روپے کے لگ بھگ ہے۔

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۹۲۔۹۳)

دیانتدارانہ فیصلے پر ہندو کا مسلمان ہوجانا

ایک صاحب نے بتایا کہ ریاست پٹیالہ کے ایک گاؤں کے مسلمانوں نے ایک ہندو کی جگہ پر قبضہ کرکے مسجد تعمیر کرنا شروع کردی۔ جگہ کا ہندو مالک قاضی صاحب رحمہ اللہ کی عدالت میں چلا گیا اور درخواست دی کہ مسلمان جبراً میری جگہ پر قبضہ کرکے مسجد تعمیر کررہے ہیں۔ قاضی صاحب نے تعمیر روک دی اور فریقین کے بیان لینا شروع کردیئے۔ مسلمانوں کو خیال تھا کہ اتنے بڑے عالم مسلمان جج کا فیصلہ ہمارے ہی حق میں ہوگا۔ لیکن فریقین کے بیانات سننے کے بعد قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فیصلہ ہندو کے حق میں کردیا اور فیصلے میں لکھا کہ جبراً حاصل کی ہوئی زمین پر مسجد تعمیر کرنا جائز نہیں۔ اس فیصلے سے مسلمان بڑے کبیدہ خاطر ہوئے۔ لیکن اِدھر جگہ کا ہندو مالک اس فیصلے سے اتنا متاثر ہوا کہ اپنے خاندان سمیت مسلمان ہوگیا اور اسی جگہ پر خود اپنے خرچ سے مسجد تعمیر کردی۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۹۸)

بزرگوں کا میٹھا طریقِ کلام ونہجِ تفہیم

پرانے بزرگوں اور عالموں کا طریقِ کلام اور نہجِ تفہیم کس درجے میٹھا اور پیارا تھا۔ نہ زبان سے ان کے لباس کو غیر شرعی کہا، نہ ان کے وضع قطع کو سنت کے خلاف قرار دیا، نہ ان کی ہیئت کذائی پر تنقید کی۔ بس ایک ہی دفعہ درس قرآن میں شامل

Marfat.com

ہونے سے ان کی زندگی کا اسلوب بدل گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی ہر بات دل میں اترتی اور فکر و ذہن کی گہرائیوں میں اثر و رسوخ کے نقوش مرتسم کرتی جاتی تھی۔

قارئین! دروس وخطبات کا سلسلہ تو آج بھی جاری ہیں۔ ذرا اپنے اردگرد نظر دوڑائیں کہ کتنے بندے توبہ کر کے شریعت پر عامل ہو رہے ہیں؟ دور نہ جائیں، خود اپنا ہی جائزہ لے لیں کہ منکرِ تصوف علماء کا درس سن کر آپ کی زندگی میں کیا مثبت تبدیلی آئی؟ نماز میں کتنا دھیان بنا، تلاوتِ قرآن کرنے میں کتنی ترقی نصیب ہوئی؟ ذکر کرنے کی کتنی رغبت پیدا ہوئی؟ آخرت میں باز پرس کے خوف سے آپ نے کون کون سا گناہ ترک کر دیا؟ اپنے دشمنوں، حتیٰ کہ عام لوگوں کیلئے حسد، بغض اور حقارت کے جذبات کتنے کم ہوئے؟ یہ مختصر سی کسوٹی ہے، اس پہ اپنے آپ کو پرکھ لیں، ایک منٹ میں صوفی عالم اور منکر تصوف عالم کا فرق واضح ہو جائے گا۔ (از: مرتب)

مرکزی جمعیت کے نائب صدر ''صوفی بزرگ''

صوفی نذیر حسین رحمہ اللہ کشمیری برادری سے تعلق رکھتے تھے اور کشمیریوں کی اس ''گوت'' کے فرد تھے جو''صوفی'' کہلاتے تھے۔ کئی سال مرکزی جمعیت اہلحدیث کے نائب صدر رہے، جب کہ مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ اس کے صدر تھے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص:۱۱۹-۱۲۰)

عمامہ باندھنے کی نصیحت

مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ ۱۹۲۵ء سے ۱۹۳۰ء تک (پانچ سال) دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) میں تعلیم حاصل کرتے رہے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ اس اثنا میں ندوے کا ایک جلسہ لکھنؤ میں ہوا، اس جلسے میں پنجاب سے قاضی صاحب رحمہ اللہ اور مولانا ظفر علی خاں بھی تشریف لے گئے تھے۔ جلسے میں طلباء کی تقریروں کا پروگرام بھی رکھا گیا تھا۔ مولانا ندوی رحمہ اللہ کو عربی میں تقریر کرنا تھی۔ انہوں نے تقریر ختم کی تو سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے قاضی صاحب رحمہ اللہ سے ان کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا یہ آپ کے ہم مسلک ہیں اور مولانا ظفر علی خان سے کہا: یہ آپ کے ہم ضلع ہیں، یعنی گوجراں والا سے تعلق رکھتے ہیں۔ مولانا ندوی رحمہ اللہ کے بقول علمائے کرام اور قاضی صاحب رحمہ اللہ ان کی عربی تقریر سے بہت خوش ہوئے۔ مولانا نے سر پر ٹوپی لے رکھی تھی۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے مولانا سے کہا: میاں علماء کا لباس عمامہ ہے۔ عمامہ باندھا کریں۔

فقہاء محدثین اور زعماء کا بے حد ادب

قاضی صاحب رحمہ اللہ کسی کو ہدف تنقید ٹھہرانے اور منفی طریق کلام اختیار کرنے کے بجائے اپنے مؤقف کو بہ صورت اثبات واضح اور مبنی برحق ثابت کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔ تقریر میں بھی یہی انداز تھا، عام گفتگو میں بھی یہی طریقہ اپناتے تھے اور تحریر میں بھی یہی سلسلہ چلتا تھا۔ فقہا و محدثین اور علماء و زعماء کا بے حد احترام سے نام لیتے اور انتہائی تکریم سے ان کا تذکرہ کرتے۔ کوئی شخص محدثین وفقہاء

Marfat.com

کے بارے میں سوءادب کا مظاہرہ کرتا تو اسے پیار سے سمجھانے کی سعی فرماتے۔(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۲۳)

ناصحانہ اسلوب میں منکر حدیث کو نصیحت (کرامت)

محدثین کی شان میں گستاخی کرنے والے کو فرمایا، بھائی محدثین نے بہت خدمات انجام دی ہیں اور وہ ہمارے محسن تھے، جنہوں نے احادیث کی جمع و تدوین کے سلسلے میں اتنی تگ و تاز کی اور اس موضوع پر بڑی بڑی کتابیں تصنیف کیں، **ان کا نام احترام سے لینا چاہیے اور ان کے بارے میں زبان سے کوئی الفاظ نکالتے وقت ان کے مقام و مرتبے کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔** لیکن انہوں نے قاضی صاحب رحمہ اللہ کی بات پر کان نہیں دھرا اور وہی طرز کلام اختیار کیے رکھا، جس کے وہ عادی تھے۔ کچھ دیر کے بعد وہ اٹھے، ابھی دروازے سے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ بستے سمیت دھڑام سے گندے نالے میں جا گرے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ اور جو لوگ وہاں موجود تھے، جلدی سے باہر نکلے اور ان کو نالے سے نکالا۔ وہ غلیظ پانی سے بُری طرح لت پت ہو گئے تھے اور ان کے کپڑے غلاظت سے بھر گئے تھے۔ کاغذات کا جو پلندہ وہ اٹھائے ہوئے تھے، وہ بھیگ گیا تھا اور وہ سردی سے ٹھٹھر رہے تھے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فوراً پانی گرم کرایا، انہیں نہلایا اور پہننے کیلئے اپنے دھلے ہوئے کپڑے انہیں عطا کیے۔ یہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کے اخلاق کی ایک جھلک اور اپنے نقطہ نظر سے شدید اختلاف رکھنے والوں کے بارے میں ان کے طرزِ عمل کی ایک چھوٹی سی مثال تھی۔!(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۲۴-۱۲۵)

غیر مسلموں سے حسن سلوک

جس زمانے میں قاضی صاحب بٹھنڈے میں سیشن جج تھے، وہاں ہوشیار پور کے ایک گیانی قیام پذیر تھے۔ قاضی صاحب کے گیانی جی سے مراسم قائم ہو گئے تھے۔ ایک دن انہوں نے گیانی جی سے سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب پڑھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ گیانی جی فوراً مان گئے اور کہا کہ گرنتھ صاحب احتیاط یعنی ادب کے ساتھ سنا جائے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ پڑھانے کیلئے وقت مقرر کر لیا گیا۔ وقت مقررہ پر وہ روزانہ آتے اور قاضی صاحب کو گرنتھ صاحب پڑھاتے۔ دونوں مل کر گرنتھ صاحب کے ان مقامات پر خصوصیت سے غور کرتے، جہاں مسئلہ توحید بیان کیا گیا ہے، پھر اس کا مقابلہ قرآن مجید کے ان مقامات سے کرتے جہاں توحید کے متعلق احکام زیر بحث آئے ہیں۔ اس تقابل کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس دن قاضی صاحب نے گرنتھ صاحب کا مطالعہ ختم کیا، اسی دن گیانی جی مسلمان ہو گئے۔(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۲۶)

ادائیگی حج کیلئے مجرب وظیفہ

مائی صاحبہ کے بارے میں یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ تائب ہونے کے بعد وہ ایک مرتبہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کے فرزند گرامی قاضی عبدالعزیز صاحب کے پاس آئی اور ایک خاتون کے متعلق سوال کیا کہ وہ حج کرنا چاہتی ہے، لیکن اس کی رقم مشتبہ ہے، کیا وہ اس رقم سے حج کر سکتی ہے؟ جواب دیا: نہیں کر سکتی۔ لیکن قاضی عبدالعزیز کو جب پتا چلا کہ وہ حج کیلئے بہت زیادہ بے تاب ہے اور اس رقم کے علاوہ اس کے پاس کوئی اور رقم نہیں ہے تو اپنے والد مکرم قاضی محمد سلیمان صاحب رحمہ اللہ سے بذریعہ تحریر کوئی ایسا وظیفہ پوچھا، جس کے پڑھنے سے اس کو حج کی سعادت حاصل ہو جائے۔

Marfat.com

قاضی صاحب رحمہ اللہ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اوّل و آخر تین تین دفعہ درود شریف اور پھر ستر دفعہ یہ دعا پڑھا کرے: ''اللھم اکفنی بحلالک عن حرامک و اغننی بفضلک عمن سواک''

اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! جو چیزیں تو نے حرام قرار دے دی ہیں، ان کے بجائے میرے لیے وہ چیزیں مہیا فرما دے جو تو نے حلال ٹھہرادی ہیں اور مجھے اپنے فضل کے سوا سب چیزوں سے بے نیاز کردے...... یہ دعا حدیث شریف میں مذکور ہے۔

اس واقعہ پر تین ہفتے گزرے ہوں گے کہ ایک شخص قاضی عبدالعزیز کے گھر آیا اور بتایا کہ اس عورت سے ایک شخص نے نکاح کرلیا ہے اور اسے آٹھ سو روپے بطور مہر ادا کیے ہیں...... چند روز کے بعد وہ خوش بخت خاتون حج بیت اللہ کیلئے روانہ ہوگئی۔

اس واقعہ کے راوی قاضی حبیب الرحمن منصور پوری ہیں۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۲۷)

غلط کردار عورت کی توبہ

ایک غلط کردار عورت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی علمی اور دینی شہرت سن کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ سے بعض باتیں پوچھیں، انہوں نے نگاہیں نیچی کرکے اسے جواب دیا اور چند نصیحتیں کیں۔ اس نے اسی وقت اپنے سابقہ کردار سے توبہ کرلی اور نماز روزے کی پابند ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ نے قاضی صاحب رحمہ اللہ کو بڑی مؤثر زبان سے نوازا تھا۔ بڑے بڑے ماڈرن اور دین سے ناآشنا لوگ ان کے پاس آتے اور دو تین ہی ملاقاتوں میں ان کی حالت بدل جاتی اور اسلامی احکام کے پابند ہوجاتے۔

جنات بھی قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ادب کرتے تھے

قاضی صاحب رحمہ اللہ کا ادب نہ صرف انسان، بلکہ جنات بھی کرتے تھے۔ ایک شخص کی بیوی آسیب زدہ تھی۔ شوہر نے متعدد حکیموں اور عاملوں سے رجوع کیا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آخر وہ قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ بیان کرکے تعویذ طلب کیا۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: میں تعویذ تو نہیں دیا کرتا، البتہ آپ جن سے میرا اسلام کہیں اور یہ پیغام دیں کہ اللہ کے بندے، کسی غریب کو ستانا اچھی بات نہیں۔ شاید وہ مان جائے۔ وہ صاحب یہ سن کر چلے گئے۔ گھر پہنچے تو دیکھا کہ جن آیا ہوا ہے اور بیوی کا برا حال ہے۔ وہ اسی وقت اس سے مخاطب ہوا اور کہا: قاضی محمد سلیمان صاحب نے تمہیں سلام کہا ہے اور یہ پیغام دیا ہے کہ اللہ کے بندے کسی غریب کو ستانا اچھی بات نہیں۔ اتنی بات سنتے ہی عورت کی چیخ نکل گئی اور پھر وہ جن کہنے لگا: **تم قاضی صاحب کا پیغام نہ لاتے تو میں کبھی اس کا پیچھا نہ چھوڑتا، مجھے ان کے پیغام کی شرم ہے۔** میں اب رخصت ہوتا ہوں، چنانچہ وہ عورت تندرست ہوگئی اور پھر اسے کبھی آسیب کی شکایت نہ ہوئی۔

اولیاء کے بلند مراتب

اللہ تعالیٰ کے عبادت گزاروں اور پارسا بندوں کے مراتب بہت بلند ہیں۔ ان کی زندگی کے لیل ونہار چونکہ کتاب وسنت کی اطاعت اور دین حق کی تبلیغ واشاعت میں گزرتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر وقت ان کے شامل حال رہتی ہے۔ ان کی نیت

Marfat.com

خلوص کی آماجگاہ بن جاتی ہے، ان کا دل حسنات کا مرکز قرار پا جاتا ہے، ان کا ذہن صالحیت کے منبع کی شکل اختیار کر لیتا ہے، ان کی سوچ بچار کے پیمانے بالکل بدل جاتے ہیں۔ اللہ کی یاد ان کا ہر آن کا معمول بن جاتی ہے اور ذکر الٰہی ان کا وظیفۂ حیات بن جاتا ہے۔ پھر وہ جو کچھ مانگتا ہے، اللہ اپنے بھرپور خزانے سے اسے عطا فرما دیتا ہے۔ برائی کے آثار و اثرات سے اس کا دامن پاک ہو جاتا ہے اور تقویٰ اس کے دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے۔ یہی مطلب ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کا جو آپ نے دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا کہ التقویٰ ھاھنا، التقویٰ ھاھنا۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۲۸ تا ۱۳۰)

فقہی مسالک میں اعتدال

خطبے میں اہلحدیث کے علاوہ احناف بھی کثیر تعداد میں شریک ہوتے تھے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ کسی فقہی مسلک کے خلاف کوئی بات نہ کرتے تھے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۳۲)

قارئین! اب تو منبر و محراب کو صرف مسلکی فوائد کیلئے استعمال کیا جاتا ہے، چند فروعی مسائل کو موضوع گفتگو بنا کر اپنی ساری صلاحیتیں انہی پر کھپا دینا کہاں کی عقلمندی ہے۔ ایک اہلِ حدیث ساتھی بتانے لگے کہ "عجیب دور آ گیا ہے، مولانا صاحب ہمارے جلسوں میں آ کر پیسے ہم سے لے جاتے ہیں، کھانا بھی ہمارا کھا لیتے ہیں لیکن تقریر حنفیوں، بریلویوں کے موضوع پر کر جاتے ہیں۔ مولانا کے سامنے جو حاضر ناظر موجود ہوں، انکے اخروی فائدے کی کوئی ایک بات بھی نہیں بتاتے" قارئین دراصل حقیقت یہ ہے کہ تصوف کے بغیر حاصل کیے گئے علم سے صرف تکبر اور جہالت آتی ہے۔ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مفہوم ہے کہ "علم حاصل کرو اور اسے حلم سے مزین کرو"۔ اب علم تو حاصل کر لیا جاتا ہے مگر اسے حلم سے مزین کرنے کیلئے صوفیائے کرام کی صحبت سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ ذرا تیس سال پہلے کے علمائے اسلاف کو دیکھیں تو وہ سب کے سب صوفیائے کرام کی جوتیاں سیدھی کرتے نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ان کے حاصل کیے گئے علم پر عمل، انکی زبان میں تاثیر اور انکے ذریعے لاتعداد لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنی۔ (از: مرتب)

تمام مسالک کا احترام

تمام مسالک فقہ کے لوگ ان کے پاس آتے اور ان سے گفتگو کرتے، وہ سب کا احترام بجالاتے۔ یوں تو وہ تمام اہل علم کو مستحقِ اکرام گردانتے تھے، لیکن دینیات کے علماء کی بالخصوص عزت کرتے اور ایسے الفاظ میں ان سے مخاطب ہوتے جن سے ان کے مرتبے کی پوری وضاحت ہو جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اوقات ان کے گھر کو علمائے کرام کے مرکز کی حیثیت حاصل ہو جاتی، جس میں بہت سے مسائل زیر بحث آتے۔ غیر مسلم اہل علم کی بھی تکریم کرتے اور ان کے اکابر کا اچھے اسلوب میں تذکرہ فرماتے۔ انسان کو انسانیت کی ترازو میں تولتے۔ ہر موقعے پر مذہبیات سے اس کا موازنہ نہیں کرتے۔ لڑائی جھگڑے سے سخت نفور تھے۔

لوگوں میں صوفی صاحب سے مشہور

ان کے چھوٹے بھائی قاضی عبدالرحمٰن کے ایک ہی بیٹے تھے، جن کا نام قاضی حبیب الرحمن تھا اور لوگ انہیں "صوفی صاحب" کہہ کر

Marfat.com

پکارتے تھے۔ وہ اکثر پٹیالہ سے باہر رہتے تھے، طبعاً کچھ زود رنج تھے۔ (قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۴۲)

قاضی صاحب کا انداز تربیت

ایک مرتبہ قاضی صاحب کوٹ کپورہ (ریاست فرید کوٹ) تشریف لے گئے۔ وہاں کسی شخص نے ان کو اپنے گھر کھانے پر بلایا۔ وہ شخص نماز نہیں پڑھتا تھا۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ کو بتایا گیا کہ یہ شخص بے نمازی ہے۔ فرمایا: پھر کیا ہوا، مسلمان تو کہلاتا ہے۔ اس کے گھر جائیں گے، اسے ملیں گے اور اس سے بات چیت کریں گے تو اللہ اسے نماز کی توفیق عطا فرما دے گا۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ اس کے گھر گئے اور ان کے سامنے کھانا رکھا گیا تو وہ شخص دور ہو کر بیٹھ گیا۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اس سے کہا، آپ دور کیوں ہو گئے ہیں، آیئے میرے ساتھ کھانا کھایئے، لیکن وہ گھبرا رہا تھا اور بے نمازی ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ بیٹھنے میں شرم محسوس کرتا تھا۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اصرار کیا تو ان کے ساتھ بیٹھ گیا اور کھانا کھانے لگا۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے کھانے کے دوران اپنے اسلوب خاص میں چند باتیں کیں۔ کھانا کھا چکے تو عشا کی نماز کا وقت ہو گیا۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نماز کیلئے مسجد کو روانہ ہوئے تو باتیں کرتے کرتے وہ بھی ساتھ چلا گیا اور نماز پڑھی۔ اس کے بعد وہ پکا نمازی ہو گیا اور تہجد پڑھنے لگا۔ پھر کتنے ہی لوگوں کو اس کی تبلیغ سے اللہ نے راہِ ہدایت پر گامزن فرمایا۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۴۵)

علم تصوف سے دلچسپی

ان کے دامنِ معلومات کو اللہ نے بڑی وسعت سے نوازا تھا۔ جہاں وہ دیگر علوم وفنون سے آگاہی رکھتے تھے، وہاں تصوف کے علمی پہلوؤں سے بھی انہیں دلچسپی تھی اور اس کے مختلف گوشوں سے متعلق ان کے حدود مطالعہ دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ یہاں اس کی ایک مثال بیان کی جاتی ہے۔

کسی زمانے میں ریاست پٹیالہ کے وزیر داخلہ سر جوگندر سنگھ تھے جو بعد میں وزیر اعظم ہو گئے تھے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں وہ بہت سی باتیں سن چکے تھے اور ان کے علم وفضل سے متاثر تھے۔ ان کی نیکی اور دیانت داری کا بھی انہیں علم تھا ایک مرتبہ ایک افسر کی حیثیت سے قاضی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ ان کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے قاضی صاحب رحمہ اللہ سے تصوف کے موضوع پر گفتگو شروع کر دی۔ تقریباً پون گھنٹے تک وہ اس موضوع پر بولتے رہے۔ مگر قاضی صاحب رحمہ اللہ خاموشی سے سنتے رہے اور کسی ردعمل کا اظہار نہ کیا۔ آخر وہ بولے کہ آپ بھی کچھ فرمایئے۔ اس کے بعد قاضی صاحب رحمہ اللہ نے قبل از اسلام کے عرب کے تصوف کی وضاحت کی، ہندوستان میں اسلام کی آمد سے پہلے جس قسم کا تصوف رائج تھا، اس کی تفصیلات بیان کیں، پھر مختلف سلاسل تصوف کا ذکر کیا۔ مغربی مصنفین نے جس اسلوب میں اس موضوع کو ہدف بحث ٹھہرایا ہے، اس کا تجزیہ فرمایا۔ اسلام جس نوع کے تصوف کا حامی ہے، اسے گفتگو کا محور بنایا۔ سر جوگندر سنگھ تعجب اور غور سے سب باتیں سنتے رہے۔ پھر کہا کہ علم تصوف کے بارے میں آپ کی بہت سی معلومات انگریزی کتابوں کی رہین منت ہیں، مغربی مصنفین کی کتابوں کا مطالعہ آپ نے کب کیا اور کہاں کیا؟ قاضی صاحب رحمہ اللہ سے سر جوگندر سنگھ انتہائی اعزاز سے پیش آتے تھے اور بہت اچھے الفاظ میں لوگوں سے ان کا ذکر کرتے تھے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری)

Marfat.com

قارئین! کیا قاضی صاحب رحمہ اللہ حنفی تھے جو تصوف کا دفاع کرتے رہے؟ یا بریلوی تھے جو تصوف پر عمل کرتے رہے؟ یا نعوذ باللہ مشرک اور بدعتی تھے جو صوفیائے کرام رحمہم اللہ کی خدمات کو اجاگر کرتے رہے؟ (از: مرتب)

قاضی صاحب کی مجذوبوں سے ملاقاتیں

بعض مجذوبوں اور اصحاب حال بزرگوں سے بھی قاضی صاحب رحمہ اللہ کے مراسم قائم تھے جو ان سے بہ درجہ غایت ادب وتکریم سے پیش آتے تھے۔ اس ضمن کے تین واقعے بہ روایت قاضی عبدالباقی یہاں درج کیے جاتے ہیں:

نابھہ شہر میں عبداللہ مجذوب سے ملاقات

نابھہ شہر میں ایک بزرگ حافظ عبداللہ رحمہ اللہ رہتے تھے، جو علی گڑھ کے گریجویٹ تھے اور تحصیل دار تھے۔ جذب وحال میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ لہجے کے تشدد اور سخت کلامی کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑوں کو جھاڑ پلا دیتے اور قریب آنے سے روک دیتے تھے۔ رہنے سہنے کا معاملہ بھی عجیب وغریب سا تھا اس کے باوجود مشہور تھا کہ بڑے صاحب فیض بزرگ ہیں۔ مسلمان، ہندو، سکھ سب ان سے بہ قدر استعداد ذہنی فیض یاب ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ قاضی صاحب رحمہ اللہ ان سے ملاقات کو گئے، وہ نہایت احترام سے پیش آئے۔ اس کے بعد جب بھی قاضی صاحب رحمہ اللہ ان سے ملاقات کا عزم کرتے اور اس کا انہیں علم ہو جاتا تو ان کی آمد سے پیشتر ہی وہ خاموشی اختیار کر لیتے اور متانت وسنجیدگی سے بیٹھ جاتے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ تشریف لاتے تو بڑے اعزاز سے کھڑے ہو کر ملتے او جھک کر مصافحہ کرتے۔ پھر انہیں اپنے حجرے میں لے جاتے اور مختلف مسائل پر دونوں کے درمیان دیر تک سلسلۂ گفتگو جاری رہتا۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری)

شہر سنبھل کے مجذوب سے پراسرار گفتگو

ایک اور بزرگ سائیں عبداللہ شاہ سنبھلی رحمہ اللہ تھے جو یوپی کے مردم خیز شہر سنبھل کے رہنے والے تھے۔ وہ طویل مدت سے پٹیالے میں اقامت گزیں تھے۔ عبادت گاہوں اور رفاہ عامہ کے معاملات میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ ایک بہت بڑی مسجد بنوائی اور مسافر خانہ تعمیر کرایا۔ باشندگان پٹیالہ انہیں معزز ومحترم گردانتے تھے۔ وہ اللہ کی راہ میں بہت کچھ خرچ کرتے تھے، مگر کسی کو معلوم نہ تھا کہ ان کا ذریعہ آمدنی کیا ہے۔ ان کا معمول تھا کہ دس محرم کو اپنی مسجد میں جلسے کا اہتمام کرتے جس کے واحد مقرر قاضی صاحب رحمہ اللہ ہوتے تھے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ **شہادت حسین رضی اللہ عنہ اور واقعہ کربلا کی تفصیل بیان فرماتے، جس سے لوگ انتہائی متاثر ہوتے۔** شہر اور بیرون شہر کے ہزاروں باشندے جلسے میں شرکت کرتے اور قاضی صاحب رحمہ اللہ کی تقریر سنتے، قاضی صاحب رحمہ اللہ تقریر میں کسی کی مخالفت نہ کرتے تھے۔ سلسلہ تقریر تاریخی واقعات تک محدود رکھتے تھے۔

سائیں عبداللہ شاہ سنبھلی رحمہ اللہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں آتے تو دونوں بزرگ ایسے دقیق اور عمیق قسم کے مسائل پر بحث کرتے کہ جن کا سمجھنا عام لوگوں کیلئے انتہائی مشکل ہوتا۔ گھنٹوں ان کی گفتگو جاری رہتی۔

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری)

Marfat.com

قارئین! قاضی صاحب رحمہ اللہ جیسے اسلاف کی نسبت سے خود کو سلفی کہلانے والے آج تصوف اور روحانیت کے بھیدوں سے اتنے بے خبر ہو چکے ہیں کہ جو چیز سمجھ میں نہیں آتی ، بڑی آسانی سے فتویٰ لگا دیتے ہیں ''کہ چھوڑ و یہ سب جھوٹے قصے کہانیاں ہیں' کوئی قرآن حدیث کی بات کرو'' حالانکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کا یہی جملہ بار بار دوہرایا ہوا ہے کہ وہ بھی ''ان ھذا الا اساطیر الاولین'' کہہ کر بات کو جھٹلا دیا کرتے تھے۔اے بھولے بھالے سلفی بھائیو! کائنات میں بے شمار چیزیں ایسی ہیں جو انسانی عقل میں نہیں سما سکتیں، پھر بھی انکو مانے ہوئے ہو۔جراثیم سے لیکر آکسیجن تک سائنس کی ساری تحقیقات تمہاری عقل سے ماوراء ہیں،ان کو بغیر سمجھے مان لیتے ہو،اہل اللہ ہستیوں (صوفی ،مجذوب ،رجال الغیب، غوث،قطب،ابدال وغیرہ) کو بھی اسی طرح بغیر سمجھے مان لو،کیا حرج ہے؟ (از: مرتب)

خواجہ ضیاء معصوم نقشبندی سے تصوف کی علمی گفتگو

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کا سلسلہ نسب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، جسے فاروقی سلسلہ کہا جاتا ہے۔انہی کے نسب سے حضرت خواجہ ضیاء معصوم نقشبندی رحمہ اللہ کا تعلق تھا جو کابل میں فروکش تھے۔''رحمۃ للعالمین'' کی دوسری جلد میں اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حالات کے ضمن میں ان کا ذکر آیا ہے، وہ اکثر سرہند تشریف لایا کرتے تھے اور فارسی بولتے تھے۔ان کی آمد کے موقع پر قاضی صاحب رحمہ اللہ بھی وہاں تشریف لے جاتے تھے۔دونوں کی سلوک وطریقت اور تصوف وروحانیت سے متعلق طویل گفتگو ہوتی۔علم تصوف کے سلسلے میں ان کا ذہن نہایت زرخیز تھا۔
(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۱۴۸ تا ۱۵۱)

پیر جی ملازم سے حسن سلوک

ان کے ایک ملازم کا نام سید علی محمد تھا جو پیر جی کے عرف سے معروف تھا۔گھر کے چھوٹے بڑے تمام افراد اس کا احترام کرتے تھے۔قاضی صاحب رحمہ اللہ کے فرزند گرامی قاضی عبدالعزیز اسے بھائی جان کہہ کر پکارتے اور ان کے پوتے قاضی عبدالباقی وغیرہ اسے چچا جان کہا کرتے تھے۔خود قاضی صاحب رحمہ اللہ کو اس سے اتنا تعلق تھا کہ پٹیالہ میں اپنے مکان سے ملحق اس کے مکان کیلئے جگہ خریدی اور اپنی گرہ سے اپنی نگرانی میں اس کی تعمیر کرائی۔

پیر جی کا ایک ہی بیٹا تھا جو قاضی صاحب رحمہ اللہ کے پوتے قاضی حسن معزالدین کا ہم عمر اور ہم جماعت تھا۔یتیم ہونے کی بنا پر قاضی صاحب کے اہل خانہ اس کے ساتھ زیادہ شفقت کا برتاؤ کرتے تھے (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۱۵۴)

پیر جی کا انتقال

سید علی محمد (پیر جی) کی موت بھی عجیب طرح واقع ہوئی۔جب قاضی صاحب رحمہ اللہ کی وفات کی اطلاع پہنچی تو پیر جی کو سخت صدمہ پہنچا اور وہ اسی وقت بیمار پڑ گئے اور پھر انہی دنوں موت کی آغوش میں چلے گئے۔(قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۱۵۵)

Marfat.com

غلاف کعبہ کا بابرکت ٹکڑا

۱۹۲۱ء میں جب قاضی صاحب رحمہ اللہ پہلے حج کیلئے گئے تھے، وہ شریف مکہ کا دور تھا۔ اسے قاضی صاحب کے مقام و مرتبے کا علم ہوا تو ان کی خدمت میں غلاف کعبہ کا ٹکڑا تحفے کے طور پر پیش کیا جو لمبائی میں دو یا ڈیڑھ گز اور چوڑائی میں چالیس انچ تھا۔ اس میں چاندی کے تاروں سے قرآن مجید کی آیات لکھی گئی تھیں۔ نہایت خوب صورت ٹکڑا تھا۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ شیخ غلام صابر رحمہ اللہ تھے، یہ ٹکڑا انہیں فریم کرانے کیلئے دیا گیا تھا، لیکن انہوں نے یہ بابرکت ٹکڑا خود ہی رکھ لیا اور واپس نہیں کیا۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری)

باطنی پاکیزگی کا گھوڑی پر اثر

قاضی صاحب رحمہ اللہ کے عقیدت مندوں میں ایک بزرگ عبدالصمد خان صاحب تھے جو تقسیم ملک سے بہت پہلے لاہور آئے، پھر رینالہ خورد (ضلع اوکاڑہ) میں جا بسے تھے، متقی اور متدین شخص تھے۔ تقسیم ملک سے قبل وہ پولیس انسپکٹر تھے۔ ان کی گھوڑی کا قصہ بڑا عجیب و غریب ہے۔ گھوڑی بڑی خوبصورت اور موٹی تازی تھی۔ ایک مرتبہ ایک انگریز افسر اس تھانے کا معائنہ کرنے آیا جہاں وہ بطور انسپکٹر متعین تھے۔ وہاں اس نے گھوڑی بندھی ہوئی دیکھی تو انسپکٹر صاحب سے کہا، آپ کی گھوڑی مال خانے کی گھاس کھا کر بہت موٹی ہوگئی ہے۔

انسپکٹر نے کہا میری گھوڑی مال خانے کی گھاس یا کوئی سرکاری چیز کھا ہی نہیں سکتی۔ میں اسے اپنی آمدنی سے حلال اور پاک چیزیں کھلاتا ہوں۔ آپ اس کے سامنے مال خانے کی گھاس یا چارہ رکھ کر دیکھیں، اسے منہ نہیں لگائے گی۔ چنانچہ تجربہ کیا گیا اور گھوڑی کے آگے مال خانے کی بہترین گھاس رکھی گئی، گھوڑی نے اس کو منہ نہیں لگایا۔ پھر انسپکٹر صاحب نے اپنی گرہ سے چارہ منگوایا تو اس نے کھا لیا۔ انگریز افسر اس پر انتہائی متعجب ہوا۔ لیکن انسپکٹر صاحب کی دیانت کے متعلق چوں کہ انگریز افسر نے شبہے کا اظہار کیا تھا اور یہ بات ان کے لیے ناقابل برداشت تھی، اس لیے انہوں نے اسی وقت ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور حصار چلے گئے، جو اِس وقت ہندوستان کے صوبہ ہریانہ کا ایک ضلعی مقام ہے۔

یہ واقعہ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اکل حلال کے سلسلے میں قاضی صاحب رحمہ اللہ سے ملنے والے لوگ اس درجہ محتاط تھے کہ اپنے ڈنگر ڈھوروں کو بھی ایسی چیزیں کھانے سے محفوظ رکھتے تھے جو ان کی اپنی کمائی سے نہ خریدی گئی ہوں۔

(قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۵۶۔۱۵۸)

بچے کی ولادت کی پیشین گوئی

شوال ۱۳۴۸ھ میں قاضی صاحب رحمہ اللہ دوسرے حج کیلئے تشریف لے گئے تھے۔ کراچی تک جو لوگ ان کے ساتھ گئے، ان میں ان کے چھوٹے بھائی قاضی عبدالرحمن (وکیل صاحب) بھی تھے۔ عرشہ جہاز پر گئے تو قاضی عبدالرحمن سے قاضی صاحب رحمہ اللہ نے کہا کہ **عبدالعزیز کے گھر ایک بیٹا پیدا ہوگا، اس کا نام معزالدین رکھنا۔** چنانچہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کے انتقال

Marfat.com

کے تقریباً سات مہینے بعد ۲۵ دسمبر ۱۹۳۰ء (۴ شعبان ۱۳۵۰ھ) کو جمعرات کے دن لڑکا پیدا ہوا جس کا نام قاضی عبدالعزیز نے حسن معزالدین رکھا۔ ''حسن'' کا اضافہ انہوں نے اپنی طرف سے کیا۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص:۱۵۹)

ولیہ کی قبر پر دعا اور تختی لگانا

بتایا جا چکا ہے کہ قرآن مجید سے قاضی صاحب رحمہ اللہ کو بے پناہ تعلق تھا۔

ایک مرتبہ ایک خاتون کے جنازے میں شریک ہوئے جن کی پرہیزگاری اور نیکی کی بڑی شہرت تھی۔ تدفین کے بعد دعا کی گئی تو کسی نے قاضی صاحب رحمہ اللہ سے کہا: ان کی قبر پر تختی لگا کر کیا الفاظ لکھے جائیں؟

فرمایا: بی بی کا کیا نام تھا؟۔ بتایا گیا: جنت......!۔ فرمایا: لکھو، ''فادخلی فی عبادی ○ وادخلی جنتی''

یہ سورۃ الفجر کی آخری دو آیتیں ہیں۔ آیت نمبر: ۲۹ اور آیت نمبر: ۳۰۔ ان کا ترجمہ یہ ہے کہ قیامت کے روز نفس مطمئنہ یعنی نیک آدمی سے کہا جائے گا۔ ''میرے بندوں میں داخل ہو جاؤ اور میری جنت میں رہو بسو۔'' (قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص:۱۶۰)

ندوۃ العلماء کی امداد

قاضی صاحب رحمہ اللہ مسلمانان ہند کے متعدد معروف تعلیمی اداروں کی مالی امداد کرتے تھے۔ جامعہ ملیہ (دہلی) کے وہ باقاعدہ معاون تھے۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کی مجلس انتظامیہ کے رکن تھے۔ اس کے سالانہ جلسے ہندوستان کے مختلف شہروں میں منعقد ہوا کرتے تھے، وہ ان اجلاسوں میں شرکت فرماتے اور تقریر کرتے تھے۔ ندوۃ العلماء کی خود بھی مالی امداد کرتے اور اصحابِ ثروت مسلمانوں پر بھی اس کی امداد کیلئے زور دیتے۔ ایک مرتبہ سرکاری طور پر بھی ان کی کوشش سے ندوے کی گراں قدر مالی امداد کی گئی تھی۔

قرآن نے انہی اوصاف کے لوگوں کیلئے فرمایا ہے:

أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ۔ (البینۃ:۷)

ترجمہ: یہ دنیا کے بہترین لوگ ہیں۔ (قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص:۱۶۱۔۱۶۲)

چھوٹے پر شفقت اور بڑے کا احترام

حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں قاضی صاحب رحمہ اللہ کی یہ عادت تھی کہ چھوٹے پر شفقت فرماتے اور اپنے سے بڑے اور برابر والے کی عزت کرتے۔ ہر ایک کو ''آپ'' کہہ کر پکارتے۔ بچے کو بھی آپ کہتے تاکہ چھوٹی عمر ہی میں اس کا ذہن اس لفظ سے آشنا اور زبان اس سے مانوس ہو جائے۔

چھوٹے بھائی کی تکریم

ان کے چھوٹے بھائی قاضی عبدالرحمٰن جنہیں وکیل صاحب کہا جاتا تھا، ریاست پٹیالہ کے سفیر کی حیثیت سے فیروز پور رہتے تھے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ ان کا بہت احترام کرتے اور ان سے بے حد محبت سے پیش آتے تھے۔ بعض اوقات تو اس درجے ان کی تکریم کرتے کہ دیکھنے والے کو شبہہ ہونے لگتا کہ وکیل صاحب ان کے چھوٹے نہیں، بڑے بھائی ہیں۔ (قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص:۱۶۶)

Marfat.com

اختلاف امتی رحمۃ کی تشریح

حکیم عبداللہ صاحب اپنے مختصر مضمون ''حالات مبارکہ علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری'' میں لکھتے ہیں: قاضی صاحب رحمہ اللہ کو مبداء فیض نے فہم وفراست سے حصۂ وافر عطا کیا تھا، چنانچہ وہ پیچیدہ مسائل کو عام فہم انداز میں سلجھانے کا ایک خاص سلیقہ رکھتے تھے۔ میرے ایک تایا زاد بھائی مولوی شرف الدین صاحب تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ سے اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وضاحت کی درخواست کی جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اختلاف امتی رحمہ۔ (میری امت کا اختلاف باعث رحمت ہے) جب کہ یہ نظر بہ ظاہر انتشار اور فرقہ بندی کی علامت ہے۔

مولانا ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ نے اس سوال کا جو جواب دیا وہ میرے بھائی صاحب کی ذہنی سطح سے قدرے بلند تھا۔ لہٰذا یہ ان کی سمجھ میں نہ آیا۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ کو پتا چلا تو انہوں نے مولوی شرف الدین صاحب کو کہلا بھیجا کہ مولانا ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ تو بڑے آدمی ہیں، آپ کسی روز میرے پاس تشریف لائیے، میں آپ سے اس مسئلے پر گفتگو کروں گا۔

چنانچہ مولوی شرف الدین ایک دن قاضی صاحب رحمہ اللہ کے ہاں پہنچے۔ حسن اتفاق سے میں بھی اس مبارک مجلس میں موجود تھا۔ قاضی صاحب نے بڑی وضاحت کے ساتھ اس حدیث کا اصل نقشہ بیان کیا۔ قاضی صاحب کے جواب کا خلاصہ یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث میں لفظ ''اختلاف'' فرمایا ہے نہ کہ لفظ مخالفت۔ باہمی مخالفت کا جذبہ یقینا باعث رحمت نہیں ہو سکتا، کیونکہ مخالفت، انتشار اور عداوت کی علامت ہے، لیکن اختلاف اس سے مبرا ہے۔ مخالفت اندھا دھند ہوتی ہے اور اس کی تہہ میں منفی جذبہ کارفرما ہوتا ہے، اس کے برعکس اختلاف کے پیچھے خیر خواہی کا تعمیری جذبہ پایا جاتا ہے، جو سراسر ایک نیک ذہن کی پیداوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب دو یا دو سے زیادہ نیک لوگ کسی بات یا مسئلے پر اختلاف کا اظہار کرتے ہیں تو اس مسئلے کے بہت سے ایسے پوشیدہ اور اوجھل پہلو بھی نگاہوں کے سامنے آجاتے ہیں جن کی طرف پہلے کسی کی نگاہ نہیں جاتی۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس قسم کے اختلاف کی بدولت ہی مختلف دلائل سامنے آتے ہیں جن کی بنا پر ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بنظر غائر مطالعہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔ پھر قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اپنے موقف کی تائید کیلئے یہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنائی: ''لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک''۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک روزے دار مسلمان کے منہ کی بو کستوری کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے۔

قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا اس حدیث کی تشریح میں ہمارے محدثین نے محض اختلاف رائے کی بنا پر نئے نئے نکتے پیدا کیے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو روزے دار کے منہ کی بو بہت پسند ہے اس لیے روزے دار کو روزہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز کے بعد دعا مانگتے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا' کونسی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے؟ فرمایا: رات کے آخری حصے میں اور فرائض (پانچوں نمازوں) کے بعد۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے' اس سے معلوم ہوا کہ فرض نمازوں کے بعد بھی دعاؤں کی قبولیت کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔ ہاتھوں کا اٹھانا دعا کے خاص آداب میں سے ہے جس کا ذکر بہت سی احادیث میں وارد ہے۔

(بحوالہ: مقالات راشدیہ، جلد ۱: ص ۴۱۴)

Marfat.com

کھولنے سے پیشتر مسواک کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ مسواک سے وہ بو ختم ہو جائے گی جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔

بعض محدثین اس حدیث سے یہ مطلب اخذ کرتے ہیں کہ چونکہ روزے دار کے منہ میں یہ بو عموماً دوپہر کے بعد پیدا ہوتی ہے لہٰذا دوپہر سے پہلے مسواک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن فقہاء کے ایک گروہ نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس حدیث کا منشاء زیادہ تر روزے دار کی اطاعت شعاری کو اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ٹھہرانا ہے اور روزے دار کو یہ باور کرانا ہے کہ تمہاری بھوک اور پیاس کا اضطراب حتیٰ کہ اس کے سبب سے تمہارے منہ میں پیدا ہو جانے والی بو بھی اللہ تعالیٰ کو تمہارے جذبۂ اطاعت کی بنا پر بہت پسند ہے۔ اس کی بو کو باقی رکھنا روزے دار پر لازم نہیں ہے بلکہ اس ضمن میں اس حدیث نبوی ﷺ کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے مسواک کرنے کی بلا استثناء تاکید فرمائی ہے۔

اس مثال کے ذریعے قاضی صاحب رحمہ اللہ نے مولوی شرف الدین پر یہ واضح کیا کہ فقہاء کا یہ وہ علمی اختلاف ہے جسے نبی کریم ﷺ نے باعث رحمت فرمایا ہے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۶۹۔۱۷۱)

چار خواب اور ان کی تعبیر

قاضی صاحب رحمہ اللہ نے پہلا حج ۱۹۲۱ء میں کیا تھا، اس وقت وہ ریاست پٹیالہ میں سیشن جج تھے۔ حسب قاعدہ حج کیلئے محکمے کو رخصت کی درخواست بھیجی، لیکن کوئی جواب نہیں آیا اور سفر کی تیاری شروع کر دی۔ شیخ فضل الرحمن نے (جو ان کے مخلص ترین عقیدت مند تھے اور قاضی عبدالعزیز کے دوست و ہم عمر تھے اور ریاست کے الیکٹرک انجینئر تھے) ایک دن تعجب سے کہا کہ آپ پوری تیاری کر رہے ہیں، لیکن رخصت ابھی منظور نہیں ہوئی۔

فرمایا: فکر کی کوئی بات نہیں، رخصت منظور ہو جائے گی۔

روانگی میں صرف ایک ہفتہ باقی رہ گیا، مگر رخصت کی منظوری نہیں آئی۔ احباب کو فکر لاحق ہوئی تو مجبوراً ایک خواب سنایا۔ فرمایا:

۱۔ میں نے دیکھا کہ **ایک قبر شق ہوئی۔ اس سے ایک بزرگ نمودار ہوئے۔ سلام و مصافحہ کے بعد دریافت کیا: ''آپ ''رحمۃ للعالمین'' کے مصنف محمد سلیمان ہیں؟''** جواب دیا: ''ہاں......!'' کہا: ''آپ کو حضور ﷺ سے ملاقات کا اشتیاق ہے، میرے ساتھ چلیے۔''

کافی دیر چلنے کے بعد ایک مکان آیا۔ بزرگ نے دربان سے کہا: ''اندر جا کر حضور ﷺ کو سلام عرض کرو اور کہو کہ محمد قاسم سلام کیلئے حاضر ہوا ہے۔''

دربان حضور ﷺ سے اجازت لے کر آیا تو بزرگ مجھے بھی ساتھ لے چلے۔ پہلے انہوں نے حضور ﷺ کو سلام کیا۔ پھر مجھے پیش خدمت کیا اور میں نے سلام کی سعادت حاصل کی۔ اب محمد قاسم نے حضور ﷺ سے عرض کی۔

''مجھے رخصت عطا فرمائیے، میں محمد سلیمان کو خدمت اقدس میں چھوڑے جاتا ہوں۔''

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور خواب ختم ہوا۔ اس کی تعبیر میں قاضی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں سمجھتا ہوں کہ دربار نبوی ﷺ میں محمد قاسم کی معیت میں حاضری خالی از انعام و اکرام نہیں ہو سکتی۔ رخصت کی منظوری آ ہی جائے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دوسرے یا تیسرے دن منظوری آ گئی۔

Marfat.com

بے شک محمد اور قاسم دونوں بابرکت نام ہیں اور دونوں کا اطلاق نبی ﷺ کی ذات اقدس پر ہوتا ہے اور قاضی صاحب انہی مقامات مقدسہ (مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ) میں جانے کا عزم فرما رہے ہیں، جہاں نبی ﷺ قیام فرماتے تھے۔ بہت اچھا خواب ہے اور صحیح ترین اور دل لگتی تعبیر۔

مبارک خواب اور آپ کی پیش گوئی

اب دوسرا خواب سنیے جو انکے خاندان اور احباب میں تواتر سے بیان ہوتا آیا لیکن خواب سننے سے پہلے اس کا پس منظر سن لیجئے۔

قاضی صاحب نے مرزائیت کے رد میں دو کتابیں لکھی تھیں۔ ایک ''غایت المرام'' اور دوسری ''تائید الاسلام''۔ اس وقت مرزا غلام احمد زندہ تھے۔ انہوں نے ''غایت المرام'' مرزا صاحب کو بھجوائی اور ساتھ ہی خط لکھا کہ آپ چونکہ پیش گوئیاں بہت کرتے ہیں، اس لیے بہ توفیق الٰہی میں بھی آپ کو تین باتیں لکھ دیتا ہوں۔ ۱......آپ کو حج نصیب نہیں ہوگا۔ ۲......آپ میری کتاب کا جواب نہیں دے سکیں گے۔

۳......آپ کی موت میری موت سے پہلے واقع ہوگی اور آپ کی موت عبرتناک ہوگی۔

قاضی صاحب رحمہ اللہ کے احباب و متعلقین کے حلقے میں اس خط کے مندرجات کے بارے میں گفتگو کا سلسلہ چلا تو فرمایا خط کو چھوڑیے کہ اس میں کیا لکھا ہے، لیکن ان شاء اللہ ہوگا اسی طرح۔ احباب کا اس ضمن میں اصرار بڑھا تو کئی ہفتوں کے بعد مندرجہ ذیل خواب بیان فرمایا: سیدنا حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو دیکھا، وہ ایک حوض میں ہیں۔ قریب جا کر سلام عرض کیا تو انہوں نے مجھ پر پانی کے چھینٹے پھینکے۔

میں نے عرض کیا: **شہزادو! میں آپ کے خاندان کے غلاموں سے بھی کم تر ہوں، میرے ساتھ یہ شوخی کیسی......؟**

بولے: یہ شوخی نہیں، عطاء ہے۔ ہم جس حوض میں ہیں، اس کے چند چھینٹے تمہیں عطا کر رہے ہیں۔ یہ ''غایت المرام'' لکھنے کا انعام ہے، اپنی طرف سے تم بھی اس کو تین پیش گوئیاں لکھ دو، وہ بھی بہت پیش گوئیاں کرتا رہتا ہے۔

خواب ختم ہوا......اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تینوں پیش گوئیاں قاضی صاحب نے اس خواب کے بعد لکھی تھیں۔

حضور ﷺ کی زیارت کی پیشین گوئی

بھٹنڈا ریلوے اسٹیشن کے ایک چوکیدار کا نام ''مصری'' تھا۔ ایک دن وہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک خواب سنایا۔ خواب یہ ہے:

> میرے سامنے ایک اعلیٰ قسم کا قیمتی گھوڑا ہے۔ اس پر ایک حسین و جمیل شخص سوار ہے۔ اس کے آگے آگے آپ (یعنی قاضی صاحب) جا رہے ہیں۔

قاضی صاحب رحمہ اللہ نے خواب سن کر فرمایا: تمہارا خواب بہت اچھا ہے۔ وہ ایک بزرگ تھے، جن کی تم کو زیارت ہوئی۔ ان کی زیارت تمہیں دوبارہ ہوگی۔ اس وقت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے پاس ان کے بھتیجے صوفی حبیب الرحمن بیٹھے تھے۔ فرمایا یہ صوفی صاحب تم کو ایک دعا لکھ کر دیں گے، سوتے وقت اسے چار مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ دعا یہ ہے:

Marfat.com

"اللھم رب الحل والحرام ورب البلد الحرام ورب الرکن والمقام ورب المشعر الحرام بحق کل اٰیة انزلتھا فی شھر رمضان بلغ روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم منی تحیة وسلاماً"

صوفی حبیب الرحمٰن رحمہ اللہ نے یہ دعا لکھ کر اسے دے دی۔ اس کے بعد تنہائی میں قاضی صاحب رحمہ اللہ سے اس کی تعبیر پوچھی تو فرمایا: وہ بزرگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے عرض کیا: وہ تو خواب کی بات تھی، آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے؟ کسی قدر جذبات کے لہجے میں بہ صورت سوال ہی جواب دیا: کیا میں کسی دنیادار کی سائیسی کر سکتا ہوں۔

صوفی صاحب پھر عرض گزار ہوئے کہ اس بات کا کیسے پتا چلا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ بھی زیارت سے مشرف فرمائیں گے؟

فرمایا: **نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی اُمت پر یہ شفقت ہے کہ جسے ایک مرتبہ زیارت سے مشرف فرماتے ہیں، اسے دوسری مرتبہ بھی فرماتے ہیں۔**

یہ باتیں قاضی عبدالباقی صاحب نے سفرنامہ حجاز کے آخر میں اپنے مختصر مضمون بہ عنوان "سیرت سلمان" میں قاضی حبیب الرحمٰن کی روایت سے لکھی ہیں۔

بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام آنا

قاضی عبدالباقی تحریر کرتے ہیں کہ ۱۹۱۵ء میں دادا صاحب کو دو خط ملے۔ ایک مرادآباد (یوپی) سے، دوسرا بہاول پور سے۔ پہلے خط کا مضمون یہ تھا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فلاں تاریخ کو زیارت ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاضی محمد سلیمان کو میرا سلام پہنچاؤ...... جب اسی مضمون کا دوسرا خط آیا اور تاریخ دیکھی تو پتا چلا کہ دونوں صاحبان نے یہ خواب ایک ہی رات میں دیکھا ہے۔ اس وقت "رحمۃ للعالمین" کی پہلی جلد شائع ہو چکی تھی۔ دور دراز سے حصول کتاب کیلئے آرڈر آتے تھے، حالاں کہ نہ کسی اخبار میں کوئی اشتہار دیا گیا تھا اور نہ کہیں اعلان کیا گیا تھا۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۷۷-۱۸۱)

حکیم سید عبدالحیٔ حسنی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کے رکن تھے، ان کے عہدِ رکنیت میں ندوۃ العلماء کی زمامِ نظامت جن اکابرِ ملت کے ہاتھوں میں رہی، ان میں ایک بزرگ مولانا حکیم سید عبدالحیٔ حسنی تھے جو رائے بریلی کے مشہور خانوادۂ سادات کے ممتاز فرد تھے۔ حدیث و فقہ، تصوف و طریقت اور تصنیف و تالیف میں اس دودمانِ عالی قدر کی خدمات بڑی نمایاں ہیں۔ حضرت سید احمد شہید بریلوی اسی خاندان کے رکن رکین تھے۔

ان کی تصانیف میں عربی کی کتاب "نزھۃ الخواطر" نے بڑی شہرت پائی۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۸۸)

شاہ سلیمان پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی صاحب کی وفات تک ہندوستان کے علمی حلقوں میں چار سلیمانوں (سلامنہ اربعہ) کی بڑی شہرت رہی۔ جہاں یہ چار سلیمان جمع ہو جاتے تھے، کہا جاتا تھا کہ ہندوستان کا علم جمع ہو گیا ہے۔ بہ ترتیبِ وفات یہ تھے قاضی سلیمان منصور پوری، شاہ

Marfat.com

سلیمان پھلواروی، سلیمان اشرف اور سید سلیمان ندوی رحمہم اللہ.......... قاضی صاحب رحمہ اللہ کے حالات قارئین کرام کے زیر مطالعہ ہیں۔اب باقی تین سلیمانوں (سلامنہ ثلاثہ) کے متعلق چند سطریں ملاحظہ فرمائیے۔اگرچہ ان کے علمی وعلمی کارنامے اس درجے مشہور ومتبادر ہیں کہ ان کے رسمی تعارف کی قطعاً ضرورت نہیں، تاہم ادائیگی فرض کی غرض سے سب سے پہلے شاہ سلیمان پھلواروی رحمہ اللہ کے بارے میں چند باتیں بیان کی جاتی ہیں۔

شاہ صاحب ۱۸۶۰ء کے پس وپیش ہندوستان کے صوبہ بہار کے مشہور اور مردم خیز قصبے پھلواری میں پیدا ہوئے۔یہ قصبہ کئی صدیوں سے ارباب فضل وکمال اور اصحابِ تصوف وطریقت کا مرکز چلا آرہا ہے۔خود شاہ صاحب مرحوم ومغفور اپنے عہد کے جید عالم، بہت بڑے صاحبِ طریقت، مشہور واعظ ومقرر تھے۔

ندوۃ العلماء لکھنؤ کے بانی ارکان میں سے تھے۔(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۱۸۹)

سید سلیمان اشرف رحمہ اللہ

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں دینیات کے پروفیسر تھے۔مسلکی رجحان علمائے بریلوی سے ہم رنگ تھا لیکن تعلقات و مراسم ہر فقہی مسلک کے اہل علم سے تھے۔اچھے واعظ ومقرر تھے۔تصنیف وتالیف سے بھی علاقہ تھا۔

مولانا محمد سلیمان روڑی والے

مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ کا تعلق موجودہ جغرافیائی لحاظ سے ہندوستان کے صوبہ ہریانہ کے ضلع حصار کے ایک قصبے روڑی سے تھا۔ان کا خاندان کئی پشتوں سے اس علاقے میں مرجعِ خلائق چلا آرہا تھا۔

مولانا محمد سلیمان کا زمانۂ ولادت ۱۸۵۵ء کے لگ بھگ کا ہے۔حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے قلبی مراسم رکھتے تھے۔مولانا ممدوح مستجاب الدعوات عالم دین تھے۔(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۱۹۷)

سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ

قاضی صاحب رحمہ اللہ کے چار معاصر سلیمانوں میں چوتھے سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ تھے جو قاضی صاحب رحمہ اللہ سے بے حد محبت اور عقیدت سے پیش آتے تھے۔

سید صاحب ۱۸۸۴ء میں پیدا ہوئے۔علم وعمل اور تصنیف وتالیف میں ان کو اللہ نے جو مقام عطا فرمایا، اس کی تفصیل کا لوگوں کو علم ہے۔وہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے معتمد تعلیمات، دارالمصنفین اعظم گڑھ کے روح رواں اور صاحب فضل وکمال بزرگ تھے۔

(قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۱۹۹)

پگڑی کا استعمال فرمانا

پگڑی باندھے ایک بزرگ آئے، انہوں نے مجھے دیکھتے ہی بغل میں لے لیا۔یہ قاضی محمد سلیمان صاحب رحمہ اللہ سیشن جج پٹیالہ تھے۔(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۲۰۵)

Marfat.com

غازی صاحب قاضی صاحب کے مرید

''جلاوطن'' کے حصہ پنجم میں بھی غازی صاحب نے قاضی صاحب رحمہ اللہ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے میرے پیرومرشد قاضی محمد سلیمان رحمہ اللہ سیشن جج پٹیالہ پر زور ڈالا گیا کہ وہ مجھے شدھی کے انسداد اور ہندو کی اینٹی اسلام ذہنیت کا قلع قمع کرنے کیلئے آمادہ کریں۔(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۲۲۲)

مشہور صوفیاء کا مؤدبانہ تذکرہ

حضرت ابوبکر صدیق رحمہ اللہ کی اولاد ہندوستان میں محمد بن ابوبکر کی نسل سے بہ کثرت پائی جاتی ہے۔شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ اسی خاندان عالی سے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نسل ہندوستان میں بہ کثرت پائی جاتی ہے۔قطب الاقطاب خواجہ فریدالدین شکر گنج رحمہ اللہ، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، امام ربانی اور حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ سب فاروقی ہیں۔شیخ الوقت شاہ ابوالخیر عبداللہ دہلوی مجددی رحمہ اللہ فاروقی ہیں۔حضرت خواجہ ضیاء معصوم صاحب رحمہ اللہ نزیل چار باغ (کابل) اسی نژادِ عالی سے ہیں۔(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۲۶۸)

قاضی صاحب بہ حیثیت ثناءخواں

حضرت قاضی صاحب مرحوم ومغفور فارسی اور اردو کے شاعر تھے۔لیکن شعروشاعری میں انہوں نے کبھی زیادہ دلچسپی نہیں لی، بہت کم شعر کہتے تھے۔تاہم ان کے کلام میں تمام اصناف سخن موجود ہیں۔حمد، نعت، قصیدہ، نظم، غزل، قطعہ وغیرہ۔(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۲۷۱)

اولیاء کی شان میں منظوم کلمات

سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ:

بہ تائید الٰہی عبدقادر   لبے سبقت زجمع اولیاء برد
۴۷۱ھ   ۵۶۱ھ

سید بختیار قطب الدین رحمہ اللہ:

سید بختیار قطب الدین   سینۂ اشتر و چشم پُرنم داشت
۶۶۸ھ

مرشدِ کامل است سالِ وفات   سرِتسلیم تاج رفعت یافت
۶۶۸ھ

شیخ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ:

Marfat.com

معین الدین حسن آں سیدِ پاک	کہ از سنجر سوئے اجمیر آمد
زشرعِ پاک مفتاحِ بقا یافت	زہیر باغ فانی اُو بقایافت

۶۳۲ھ

شیخ فریدالدین فاروقی رحمہ اللہ:

آں شیخ فریدِ دین و دنیا	گنجِ شکر و خازنئ اصفیا

۶۶۸۰ھ

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ:

آفتاب است آں شہاب الدین	مطلع آفتاب سال غروب

۶۳۳ھ

حضرت ابراہیم ادہم رحمہ اللہ:

چوں ابراہیم ادہم شاہ زاہد	زدنیارفت گفتم کعبۂ دین

۱۶۱ھ

آئمہ اربعہ کی شان: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ:

ابو حنیفہ زاد اندر سال نیک	سالِ رحلت ہست لعل بے بہا

۱۵۰ھ

امام مالک رحمہ اللہ:

سالک زبدہ عباد امام	ازجہاں رفت وگفت مطلق امام

۱۷۹ھ

آنکہ الدین ہست میلاد ش	مالک ست آں امامِ حق آئین

۹۵ھ	۱۷۹ھ

امام محمد بن ادریس الشافی رحمہ اللہ:

کوکب ایمان محمد شافعی	از جہاں رفت و مقام پاک یافت

۱۵۰ھ	۲۰۴ھ

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

امام عہد امام احمد بن حنبل	بسال فوت گفتم قلزم دیں

۱۶۱ھ	۲۴۱ھ

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص: ۲۷۴ تا ۲۷۷)

Marfat.com

تاریخ المشاہیر سے دلچسپی

اسلامی تاریخ قاضی صاحب رحمہ اللہ کا خاص موضوع تھا۔ انکی مشہور زمانہ کتاب ''تاریخ المشاہیر'' اسی سلسلۃ الذہب کی ایک خوبصورت کڑی ہے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۳۱۱)

اس کتاب کے ابتداء میں امام ابوحنیفہ، امام مالک بن انس، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے حالات درج ہیں۔ اس کے بعد سعید بن جبیر، یعقوب بن داؤد مسلمی، یوسف بن یحییٰ، یحییٰ بن یحییٰ اندلسی امام غزالی، امام رازی رحمہا اللہ وغیرہ بہت سے صوفیائے کرام، مشائخ عظام، ملوک و وزراء، شعراء و ادباء اور مصنفین و مؤلفین کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۳۱۱)

قارئین! اس کتاب کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں جب اخبار ''وکیل'' میں منشی غلام محمد صاحب نے تصاویر چھاپنا شروع کیں تو حضرت قاضی صاحب مرحوم نے فرمایا، آپ تصاویر شائع نہ کیا کریں، اگر مضامین کی قلت ہے تو میں **ہر ہفتے آپکو مشاہیر اسلام کے واقعات لکھ کر بھیج دیا کروں گا ،آپ تصاویر کی بجائے انہیں شائع کر دیا کیجیے**، تاکہ قوم ان سے مستفیض ہو۔ منشی صاحب کو یہ مشورہ بہت پسند آیا اور اسطرح یہ سلسلہ اخبار میں شروع ہوگیا۔ بعد میں انہی تحریروں کو کتابی صورت میں شائع کر دیا گیا۔ ''تاریخ المشاہیر'' میں حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے صوفیائے کرام رحمہم اللہ کا تذکرہ اپنے مخصوص مختصر مگر دلنشین انداز سے کرتے ہوئے یہ بتایا ہوا ہے کہ تصوف میں بدعات کب داخل ہوئیں' اور کس کس ہستی نے اس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشن میں شامل ہونے والی خرافات کا قلع قمع کرنے کیلئے اس کا ایک مخصوص نام اور مخصوص اصطلاحات قائم کیں' آیئے علامہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کے قلم سے بیان کردہ صوفیائے عظام کے واقعات پڑھ کر فیض حاصل کرتے ہیں۔ (از: مرتب)

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

شرعی علوم میں کمال

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے علم پڑھا' درس فقہ لیا' پھر عزلت و انفراد اور خلوت و عبادت پر لزوم کرلیا۔ ابتداء میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا جایا کرتے تھے حتیٰ کہ علم کلام میں کامل ہو گئے۔ جب سمجھ لیا کہ تکمیل علم ہو چکی ہے اس وقت اپنی کتابیں دریائے فرات میں غرق کر دیں اور خود عبادت کیلئے مستعد ہو گئے۔

قرآن وسنت پر عامل صوفی

محمد بن قحطبہ کوفہ میں آیا اور کہا مجھے ایک اتالیق کی ضرورت ہے جو میرے بیٹے کو ادب سکھائے' قرآن پڑھائے' سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتلائے اور فقہ و نحو و ادب سے واقف بنائے۔ لوگوں نے کہا یہ سب اوصاف داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ میں جمع ہیں' اس

Marfat.com

نے دس ہزار درہم حضرت داؤد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجے کہ یہ قبول فرمالیں اور ان سے اپنی حالت درست بنائیں لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سب واپس کر دیے۔ (تاریخ المشاہیر' ص: 113)

عبادت کو چھپانے کا مزاج

کہتے ہیں کہ انہوں نے مسلسل چالیس برس تک روزہ رکھا اور گھر والوں کو بھی خبر نہ ہوئی' کارخانہ کو جاتے ہوئے دوپہر کا کھانا ساتھ لے جاتے اور راہ میں کسی کو دے دیتے۔ شام کو گھر واپس آ کر روٹی کھالیتے اور گھر والوں کو پتا نہ چلتا کہ یہ روزے سے تھے' ایک دن کسی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ ڈاڑھی میں کنگھی نہیں کرتے؟ فرمایا: اتنی فرصت ہی نہیں۔

عالمانہ وزاہدانہ نصیحتیں

شیخ ربیع اعرج کہتے ہیں کہ ایک دن ان کو ملنے گیا' مجھے سخت پیاس لگی' مٹکے میں دیکھا تو پانی گرم تھا۔ میں نے کہا کاش آپ ٹھنڈے پانی کیلئے الگ مٹکا رکھتے۔ فرمایا جب یہ عادت ہو جائے کہ پانی ٹھنڈا ہی پینا ہے اور کھانا عمدہ ہی کھانا ہے اور لباس نرم ہی پہننا ہے تب آخرت کیلئے تم نے کیا چھوڑا؟ میں نے کہا مجھے وصیت فرمایئے۔ فرمایا: دنیا سے روزہ رکھ لے جسے موت ہی کھولے اور عام لوگوں سے اس طرح بھاگ جیسے درندے سے بھاگا جاتا ہے اور اہل تقویٰ کی صورت اختیار کر' تو اس کو دیکھ لے گا کہ وہ کتنے کم خرچ ہوتے ہیں اور بھائی کی کتنی اچھی مدد کرتے ہیں۔ نیز یہ کہ جماعت کو کبھی ترک نہ کر' بس عمل کیلئے یہی کافی ہے۔ (تاریخ المشاہیر' ص: 114)

صوفیاء کی ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر نظر

ان کے پاس ایک لونڈی تھی جو خدمت کیا کرتی تھی' ایک دن بولی اگر آپ فرمائیں تو تھوڑا سا گوشت پکا دوں؟ فرمایا: ہاں دل تو میرا بھی چاہتا ہے' اس نے خوب سنوار کر گوشت پکایا جب سامنے لا کر رکھا تو انہوں نے پوچھا ''فلاں یتیموں کا کیا حال ہے''؟ کہنے لگی بدستور (پہلے جیسا ہی ہے) بولے ''لے جاؤ یہ گوشت انہیں کھلاؤ''۔ لونڈی نے عرض کی کہ اتنا عرصہ ہو گیا آپ نے گوشت نہیں کھایا' آپ خود بھی کھالیں۔ فرمایا: میرا کھایا ہوا خاک ہو جائے گا اور یتیموں کا کھایا عرش پر پہنچے گا۔

ہر وقت تلاوتِ قرآن

ایک دفعہ لونڈی نے روٹی لا کر آگے رکھی' تو نہ کھائی' اس نے پوچھا کیا آپ کو بھوک نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فکرمندی سے فرمایا کہ روٹی کھانے میں پچاس آیتوں کا وقت صرف ہو جاتا ہے۔

صوفیاء کے حالات میں ہمارے لئے سبق

محارب بن دثار فرماتے ہیں کہ اگر داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ گزشتہ امتوں میں ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کا قصہ ہمیں ضرور سنواتا۔ ان کے حالات سے یہ اخذ کرنا چاہیے کہ پچھلے زمانہ میں جو صوفیاء گزرے ہیں وہ اپنے لئے ذریعہ معاش خود حاصل کرتے تھے اور ایسی تنگ گزران کے باوجود بھی یتیموں اور بیواؤں کی اعانت کرنا فرض سمجھتے تھے نہ یہ کہ اپنا بوجھ قوم کے سر پر ڈال کر خود نکھٹو بن کے بیٹھ جاتے۔ وہ کسبِ معاش کو فرض سمجھتے اور عبادت کو نفل۔ (تاریخ المشاہیر' ص: 115)

Marfat.com

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ

[illegible] موجود حضرت [illegible]
[illegible] تھے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] قدم پڑ رہے تھے انہوں [illegible] کو معطر [illegible] تو نے [illegible] کو معطر کیا ہے ہم [illegible] ندامت دل میں جوش زن تھی فوراً تائب ہو گئے۔

ننگے پاؤں چلنے کی وجہ

[illegible] ایک دفعہ جوتی کی نعل [illegible] لوہار کے پاس گئے وہ اس وقت گھبرایا ہوا بیٹھا تھا، بولا [illegible] تکلیف [illegible] بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً جوتا پھینک دیا اور عہد کیا کہ اب کبھی نہ پہنوں گا کیونکہ مخلوق خدا [illegible] تکلیف پہنچی ہے۔ (تاریخ المشائخ ص:116)

ریاکاری سے بچنے کی دلی تمنا

کسی نے بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ روٹی کے ساتھ کیا سالن کھاتے ہو؟ فرمایا: صحت وعافیت کو یاد کرتا ہوں اور اسی کو سالن بنا لیتا ہوں۔ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے: "اللھم ان شھرتنی لتفضحنی فی الاخرۃ فاسلبه عنی" الٰہی اگر دنیوی شہرت میرے لئے آخرت کی ذلت کا سبب ہو تو میری شہرت کو معدوم فرما دے۔ فرمایا کرتے تھے جو دنیا طلب کرتا ہے اسے ذلت وخواری کیلئے آمادہ ہونا چاہئے۔

علماء اپنے علم کی زکوٰۃ

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اصحاب حدیث کو کہا کہ اس علم کی زکوٰۃ بھی ادا کرتے رہو، پوچھا علم کی زکوٰۃ کیا ہے؟ فرمایا: دوسو احادیث میں سے پانچ پر عمل کر لینا، جیسے دو سو درہم سے پانچ درہم خیرات کرنا ہوتا ہے۔ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑے بڑے صالحین سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اکثر کتابوں خصوصاً احیاء علوم الدین میں ان کے بہت سے اقوال درج کئے اور ان سے سند پکڑی ہے۔

ہمشیرہ کی وفات کا غم

ان کی تین ہمشیرہ تھیں، تینوں عابدہ، زاہدہ اور متورعہ تھیں، سب سے بڑی ہمشیرہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں فوت ہو گئی تھیں، ان

Marfat.com

کو بہن کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا اور نہایت سخت آہ و بکا کرتے رہے۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا: میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ جب بندہ اپنے پروردگار کی خدمت میں قصور کرتا ہے تو اس کے انیس وجلیس کو اس سے جدا کر لیا جاتا ہے۔ دنیا میں میری انیس میری یہی بہن تھی۔ (تاریخ المشاہیر' ص:117)

رزق میں احتیاط کی انتہا

عبداللہ بن امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری بہن والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئی اور کہا میرا کل سرمایہ دو درہم ہیں' ان کی روئی خرید لیتی ہوں اور سوت کات کر نصف درہم نفع پر بیچ دیتی ہوں اور ہفتہ میں ایک درہم پر گزارہ کرتی ہوں۔ کل رات میں سوت کات رہی تھی تو کچھ لوگ مشعل لئے ہوئے میرے پاس سے گزرے میں نے اس کی روشنی میں دوائی سوت کات لیا لیکن یہ خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ ضرور اس کے بارے میں مجھ سے مواخذہ فرمائے گا کیونکہ بلا اجازت دوسروں کی روشنی سے فائدہ اٹھایا۔ اب برائے خدا مجھے نجات کی صورت بتلا دیجئے خدا تم کو بھی نجات نصیب کرے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کل سرمایہ کو خیرات کر دو اور بالکل بے سرمایہ ہو جاؤ تا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بہتر عطا فرمائے۔

تقویٰ اور فتویٰ

جب وہ چلی گئی تو میں نے والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ کاش آپ فرما دیتے کہ وہ اسی قدر سوت نکال دے (یعنی صرف دو اٹی) فرمایا: لڑکے جس درجے کا یہ سوال ہے اس کی کوئی تاویل نہ ہو سکتی تھی۔ تم یہ بتاؤ کہ یہ عورت کون تھی؟ میں نے کہا "مخہ' بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی بہن۔ فرمایا: تبھی یہ ایسے سوال کرتی ہے۔ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ورع اپنی بہن سے سیکھا ہے جس کی کوشش ہمیشہ یہی ہوتی تھی کہ جو کھانا کھائے اس میں کسی مخلوق کا کوئی احسان نہ ہو۔ (تاریخ المشاہیر' ص:118)

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سے سبق

ان بزرگان دین کے حالات پر غور کرنے سے واضح ہو گا کہ ان کی بزرگی' عظمت' سلوک ومعرفت کے تین اسباب تھے۔ (1) شعائر اللہ کی عظمت (2) اپنی کمائی سے روٹی کھانا (3) خلق خدا کو ضرر اور نقصان نہ پہنچانا۔ جب تک ان اوصاف کے حاصل کرنے کی ہمارے زمانہ کے مقدس صوفی اور بزرگوار علماء کوشش نہ کریں گے اور جب تک وہ ایسی روٹی کی طلب میں نہ رہیں گے جس میں ان کی محنت وخدمت کا حصہ شامل نہ ہو اس وقت تک وہ مسلّم بزرگان دین کی راہ پر چلنے والے ثابت نہ ہوں گے۔ کاش افراد واعیان قوم کو ورع کے صحیح معنی معلوم ہو جائیں۔ (تاریخ المشاہیر' ص:119)

حضرت ابوعبداللہ حرث بن اسد محاسبی رحمۃ اللہ علیہ

مردان حقیقت کے محدث

حضرت حرث بن اسد محاسبی رحمۃ اللہ علیہ مردان حقیقت میں سے ایک نامی بزرگ ہیں' خدا تعالیٰ نے ان کو علوم ظاہری اور علوم باطنی

Marfat.com

کا جامع بنایا تھا۔ یہی پہلے شخص تھے' جنہوں نے صوفی اور محدث ہو کر علم کلام میں مستقل تصنیف کی بناء ڈالی۔

مشکوک رزق سے پرہیز

ورع کا یہ حال کہ باپ ستر ہزار روپے چھوڑ کر مرا تو انہوں نے اسے لینے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ قدریہ (مجوسی) تھا' جس وقت انہوں نے اتنی بڑی رقم لینے سے انکار کیا اس وقت وہ کوڑی کوڑی کے محتاج تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب ان کے سامنے شبہ آمیز کھانا رکھا جاتا اور وہ اسے کھانا چاہتے تو انگلیوں کو پسینہ آ جاتا لہٰذا اس کھانے کو وہیں چھوڑ دیتے۔ (تاریخ المشاہیر' ص:120)

تصوف میں بدعات کی ابتداء

صحابہ کرام اور تابعین عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد ایک ایسا گروہ قائم ہو گیا تھا جنہوں نے تعمق و تشدد میں پڑ کر احتیاط اور کسر نفس کے وہ معنی قرار دے لئے تھے جو شرع کے مقصود سے بالاتر تھے۔ انہوں نے خیال کیا کہ انسان کیلئے نفس' عادت اور رسم بڑے موانع ہیں اس لئے ان کا قلع قمع کر دینا چاہئے' یہ قرار دے کر طعام لذیذ' لباس نرم اور جماع وغیرہ کو یکلخت چھوڑ دیا اور صرف اس قدر طعام پر کفایت کر لی جس سے سانس باقی رہے۔ حب جاہ و مال کے فراموش کرنے کیلئے سنسان جنگلوں اور غیر آباد پہاڑوں کی سکونت اختیار کر لی جس کا نتیجہ ہمیشہ خوفناک اموات ہوتا تھا۔ غرض ایسی طبیعت بنالی کہ نہ ان کا دنیا کے ساتھ کوئی لگاؤ رہا اور نہ دنیا کو ان سے کچھ راہ و رسم باقی رہی۔ قوت ادراک کو ریاضت کر کے ایسا بنا لیا کہ حدیث نفس کا دل میں گزر ہی نہ ہو سکے اور معانی اذکار کے سوا کوئی وہم تک نہ آ سکے' عبادت و معاملات میں فقہاء کے اختلاف و شبہات کو نظر انداز کر کے اپنے اوقات کو ایسا مامور کر لیا تھا جس سے بڑھ کر تصور میں نہیں آ سکتا۔ غرض یہ ایک عامیانہ تصوف تھا جس میں ریاضت کا کوئی اندازہ مقرر نہ تھا اور اول و آخر راہ کی کچھ تمیز نہ تھی۔ (تاریخ المشاہیر' ص:121)

مجددین تصوف کی مساعی

اس بزرگوار (حرث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ) نے جس طرح علم کلام میں تصنیفات لکھیں اسی طرح علم سلوک کے متعلق بھی کچھ مفید کتابیں تحریر فرمائیں اور اس علم میں ایک تازہ روح ڈال دی۔ انہوں نے سب سے پہلے اس طریقے پر نگاہ ڈالی اور اس کی درستی کے متعلق چند قاعدے مرتب کئے' ان کے بعد جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طریقہ کو اور بھی درست بنایا اور سلوک کی بناء لطائف خمسہ یعنی نفس' قلب' عقل' روح اور سر پر ڈالی گئی' جسم انسان کے اندر ہر ایک لطیفہ کیلئے مقام اور اس کی خاصیت اور طریقہ تہذیب مقرر کیا۔

طریقت و معرفت

چنانچہ نفس و قلب و عقل کی تہذیب کا نام اصطلاحاً طریقت رکھا اور روح و سر کی تہذیب کا نام معرفت خدا قرار دیا۔ ''قوت القلوب'' کے مصنف' جن کو صوفیاء کرام میں وہی درجہ حاصل ہے جو فقہاء میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو۔ انہوں نے بھی حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ ہی کو پسند کیا اور انہی وجوہ سے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا لقب سید الطائفہ ہو گیا۔

اصطلاحات تصوف کا اجراء

اب ان اصطلاحات کی مختصر تعریف سنو!

Marfat.com

ہوش دردم: کے معنی ہر دم ہوشیاری ہیں' مطلب یہ کہ ہر سانس پر یہ تجسس رکھنا کہ میں غافل ہوں یا ذاکر؟

نظر برقدم: سے مراد یہ ہے کہ چلتے پھرتے ادھر اُدھر نہ دیکھے بلکہ نظر کو پریشانی سے بچانے کیلئے قدم پر ہی جمائے رکھے۔

سفر دروطن: سے میرادیہ ہے کہ بشری صفات خسیسہ سے ملکوتی صفاتِ فاضلہ کی طرف نقل مکانی کرتا رہے۔

خلوت درانجمن: سے مراد یہ ہے کہ جمیع حالات بشری میں رہ کر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف مشغول رہے۔

یادکرد: سے مطلب یہ ہے کہ جس ذکر کی مرشد نے تعلیم کی ہو اس کا تکرار کرتا رہے۔

بازگشت: سے مطلب یہ ہے کہ دعا کے اندر مناجات کرے اور مناجات کے بعد بھی ذکر اسی طرح بار بار کرتا رہے۔

نگاہ داشت: خطراتِ نفس اوراحادیث خاطر کے دور کردینے سے مراد ہے۔

یادداشت: اس توجہ سے مراد ہے جو واجب الوجود کی حقیقت پر الفاظ اور تخیلات سے خالی ہو کر کی جائے۔

وقوف زمانی: ہوش دردم کے قریب قریب ہے' فرق یہ ہے کہ ہوش دردم مبتدی کیلئے مناسب تر ہے' اور وقوف زمانی متوسط کیلئے۔

وقوفِ عددی: کا تعلق یادکرد سے ہوسکتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ شمار ذکر طاق پر رکھے نہ کہ جفت پر۔

وقوفِ قلبی: سے مراد توجہ کو اس دل کی طرف منعطف رکھنا ہے جو سینہ میں بائیں جانب چپ ہے۔

(تاریخ المشاہیر' ص:123-122)

لطائفِ ستہ کا رنگ اور مقام

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے لطائف کو چھ قرار دے کر ہر ایک کے مقام اور رنگ کا تعین فرمایا اور انتساب وارتباط کی نسبت کو قوی کردیا۔ لطائف کی بحث کا بیان طویل ہے' اس قدر ذکر سے صرف یہ دکھلانا تھا کہ طریقہ سلوک جس پر صوفیاء چل رہے ہیں اور کتابیں لکھی جاتی ہیں' اس کی بنیاد حرث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ نے ڈالی تھی' زہد وسلوک میں ان کی متعدد کتابیں ہیں اور شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کی جو اکثر گفتگو ہوتی رہی' وہ بھی کتابوں میں مفصل درج ہے۔

روز بروز محاسبہ نفس

انہوں نے 243ھ میں انتقال فرمایا اور آخر میں ایسی عزلت گزینی اختیار کر رکھی تھی کہ نمازِ جنازہ میں بھی صرف چار شخص ہی پہنچے۔ محاسبی لقب کی وجہ یہ ہے کہ اپنے نفس کا خود حساب کرلیا کرتے اور اپنے اعمال پر روزانہ نظر ڈال لیتے تھے۔

(تاریخ المشاہیر' ص:124)

امام الاولیاء حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ ابوصالح' عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تک اور والدہ رحمۃ اللہ علیہا کی طرف سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تک منتہی ہوتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد میں سے سید موسیٰ الجون رحمۃ اللہ علیہ تاریخ میں نہایت نام آور ہیں۔

Marfat.com

فضائل ذاتی اور کمال اصلی

بعض حساد نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حسنی سید ہونے کا انکار اس لئے کیا کہ حضور' شیخ کے لقب سے مشہور تھے۔ ان کو معلوم نہیں کہ زبان عرب میں شیخ کسی ذات یا قبیلہ کیلئے استعمال نہیں ہوتا بلکہ اسم شیخ کو فضائل ذاتی اور کمال اصلی اور حکومت ظاہری یا باطنی کے اظہار کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔

بچپن میں کرامت کا ظہور

گیلان سے آپ رحمۃ اللہ علیہ تحصیل علم کیلئے بغداد روانہ ہوئے' اس سفر کیلئے والدہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا نے چند اشرفیاں اندر کی صدری میں سی دیں' آخری وصیت یہ فرمائی کہ بیٹا کبھی جھوٹ نہ بولنا۔ جس قافلہ کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ سفر کر رہے تھے' اس پر رہزن پڑے' ایک ڈاکو نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا لڑکے تمہارے پاس بھی کچھ ہے؟ فرمایا: ہاں! اتنی اشرفیاں ہیں' وہ بولا کہاں ہیں؟ فرمایا: یہ میری اندر کی صدری میں ہیں۔ اس ڈاکو نے تلاشی لی اور اشرفیاں نکل آئیں تو ڈاکو حیران رہ گیا۔ پوچھا تو نے کیوں بتایا؟ فرمایا: میری والدہ نے فرمایا تھا کہ جھوٹ نہ بولنا۔ وہ ڈاکو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے سردار کے پاس لے گیا' سردار پر اس واقعے کا اتنا اثر ہوا کہ اس نے قافلے کا سارا مال واپس کر دیا اور خود تائب ہو گیا۔ یہ واقعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات میں مشہور ہوا۔ (تاریخ المشاہیر' ص:126)

کھنڈرات میں عبادت وریاضت

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نظامیہ میں تکمیل علوم کی۔ 13 علوم میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کامل دستگاہ حاصل تھی' پھر خود اپنا درس جاری فرمایا۔ درس کے بعد ریاضات ومجاہدات کا شوق غالب ہوا اور **برسوں تک بابل کے کھنڈرات میں گمنامی کے ساتھ مصروفِ عبادت وریاضت رہے۔** اس درجہ کی تکمیل کے بعد پھر بغداد تشریف لائے' درس علوم کے ساتھ درس توحید کو بھی شامل فرمایا۔ دنیائے اسلام میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت وعظمت کا آوازہ پھیل گیا اور تھوڑے ہی عرصے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ مرجع خلائق بن گئے۔ (تاریخ المشاہیر' ص:126)

علوم لدنی کا بارِ گراں

فرمایا کرتے کہ بعض اوقات مجھ پر ایسے ایسے باطنی بارِ گراں آپڑتے ہیں کہ اگر پہاڑ پر آ گرتے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا' میں اس وقت اپنا پہلو خاک پر رکھ دیتا ہوں اور یہ آیت مبارکہ پڑھا کرتا ہوں ''فان مع العسر یسرا' ان مع العسر یسرا'' اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس بوجھ کو دور فرما دیتا ہے۔ فرمایا: ایام ریاضات کا ذکر ہے کہ ایک روز میں برہنہ سر و پا صحرا کا گشت کر رہا تھا' کانٹے پاؤں چوم رہے تھے' آفتاب کی تمازت سر کی چھتری بنی ہوئی تھی میں اپنی حالت میں محو تھا کہ چلتے چلتے بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ کچھ لوگ مجھے مردہ سمجھ کر آبادی میں لے آئے' کفن دفن کی تیاری شروع کر دی' جب مجھے غسل کیلئے تختہ پر ڈالا گیا تو پانی پڑتے ہی مجھے ہوش آ گیا اور اٹھ بیٹھا اور سمجھا کہ لطفِ ربانی سے حیات تازہ عطا ہوئی ہے۔

بصیرت اور بصارت میں فرق

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں ایک صالح نے دعویٰ کیا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو بچشم سر دیکھا ہے' اسے حضور رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے لایا گیا'

Marfat.com

حضور رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جھڑکا اور توبہ کیلئے ارشاد فرمایا۔ وہ تائب ہو گیا۔ لوگوں نے پوچھا کیا یہ کاذب ہے؟ فرمایا: نہیں اس کی بصیرت پر تجلی ربانی ہوئی اور بصیرت کا انعکاس بصر پر ہوا ہے' بصیرت اور شے ہے' بصارت اور شے ہے۔ بعد ازاں یہ آیت پڑھی ''مرج البحرين يلتقيان بينهما برزخ لا يبغيان'' اہل علم بھی محظوظ ہوئے اور اہل دل نے بھی حظ عظیم حاصل کیا۔
(تاریخ المشاہیر' ص:127)

تصوف کے متعلق سوالات کے جواب

فرمایا کرتے کہ فقیر صابر' غنی شاکر سے بہتر ہے اور فقیر شاکر دونوں سے بہتر اور فقیر صابر و شاکر سب سے افضل ہے۔ لوگوں نے پوچھا حسن خلق کسے کہتے ہیں؟ فرمایا: مطالعہ حق اور استصغارِ نفس کے بعد تجھے خلق خدا کے جور و جفا کا احساس نہ ہو' اسے حسن خلق کہتے ہیں۔ پوچھا گیا بقاء کسے کہتے ہیں؟ فرمایا: بقاء کا تعلق لقاء سے ہے اور لقاء کی حالت كلمح البصر او اقرب ہوتی ہے۔ فرمایا کرتے' ذاکر محب ہوتا ہے اور ذکر الٰہی پر دل لگانے والا محبوب' دنیا تیرے لئے حجاب ہے اور تیرا نفس اللہ کیلئے حجاب ہے۔

سلسلہ قادریہ کے متعلق مشائخ کے اقوال

شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا طریق تجرید توحید اور تفرید توحید کا ہے۔ وہ عبودیت میں قائم الاحوال ہیں اور یہ وقوف نہ کسی شے کیلئے ہے اور نہ کسی کی معاونت سے ہے۔ شیخ بقاء بن بطور رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ اتحادِ قول و فعل کا طریقہ ہے۔ اس طریقہ میں اخلاص و تسلیم کا معانقہ ضروری ہے' یہ ایسا طریق ہے کہ ہر ایک خطرہ اور وارداتِ قلبی اور مشاہدات میں موافقت کتاب و سنت لازمی ہے۔ اکثر اولیاء کا قول ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ توحید و صفا اور حکمت و حال کا طریقہ ہے۔ شریعت کی پابندی ظاہراً و باطناً ضروری ہے۔ قلبِ فارغ' نفس غائب اور رب حاضر کیساتھ معاملات کی ترقی ہوتی ہے۔ (تاریخ المشاہیر' ص:128)

ذکر و دعا میں انوارات کا نزول

ابوالفتح ہروی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے ایک شب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حجرہ خاص میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ اول شب ہلکے ذکر میں مشغول ہو گئے اور ثلث شب تک ذکر کرتے رہے' پھر نوافل کیلئے کھڑے ہو گئے اور تلاوت شروع کر دی' ثلث دوم اسی طرح پوری کر دی اس نماز میں سجدے بہت لمبے لمبے ہوتے تھے۔ بعد ازاں قبلہ رخ بیٹھ گئے اور دعا مانگنے لگے' دعا تذلل اور بے قراری کا نمونہ تھی' میں سمجھتا تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر نور اتر رہا ہے جس سے میری نگاہ چکا چوند ہو جاتی۔

حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات

خاصان بارگاہ کو ان الفاظ میں نصیحت فرماتے ''اتباع کرنا سیکھو' بدعت کے کام مت کیا کرو' الگ راہ اختیار نہ کرو' گناہوں سے طہارت حاصل کرو' ان میں آلودہ نہ ہوا کرو' اپنے مالک کے آستانے پہ ڈٹے رہو' رحمت الٰہی سے مایوس نہ ہو' ذکر الٰہی کیلئے اکٹھے ہو جایا کرو' اپنے دل کے دروازے پر دربان بن کر بیٹھ جاؤ' جسے اندر جانے کی اجازت ہے اسے اندر جانے دو اور جس کیلئے

Marfat.com

اجازت نہیں' اسے روکو اور یاد رکھو کہ خواہشات کو قلب کے اندر نہ جانے دو' یہ تجھے ہلاک کر دیں گی۔ فرمایا کرتے کہ شاہان کے دربار میں لوگ تب جا سکتے ہیں کہ صاف و پاکیزہ ہوں۔ پھر شہنشاہ حقیقی کے دربار میں عصیان کی نجاستوں اور شرک کی آلودگیوں کے ساتھ کیونکر داخلہ مل سکتا ہے۔ (تاریخ المشاہیر' ص:130)

حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا رہن سہن امیرانہ ہوا کرتا تھا' نہایت مکلف لباس زیب تن فرماتے تھے۔ جو پارچات خلیفہ وقت کیلئے تیار ہو کر آتے' انہی کا استعمال خود بھی فرمایا کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عہد سے لے کر آج تک جس قدر اہل کمال اور اہل علم و فضل گزرے ہیں وہ سب کے سب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان اور رفعت و دستگاہ کے معترف رہے ہیں۔ **اہل حدیث' اہل فقہ' اہل کلام اور اہل تصوف سب نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا امام ہونا تسلیم کیا ہے** حتیٰ کہ پیران پیر کا لقب عالی آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کیلئے علم و معرفہ بن گیا ہے۔

اسرار و معرفت کے لطائف

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں سے زیادہ مشہور غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب ہیں۔ جس شخص نے فتوح الغیب کو غور اور تدبر سے نہیں پڑھا' وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بالکل نا آشنا ہے۔ اس کتاب میں علم و حکمت اور اسرار و معرفت کے لطائف عالیہ درج ہیں۔ (تاریخ المشاہیر' ص:132)

آقا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ

واصل الی اللہ' شمس الملۃ والدین محمد بن حمزہ المشہور آقا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہیں۔ چھوٹی عمر میں ہی بلادِ روم میں آ گئے' یہاں آ کر علوم درسیہ کی تکمیل کی اور ایک جگہ مدرس ہو گئے۔

تصوف کی طرف میلان

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا میلان طبع تصوف کی طرف تھا' ایک صالح مرد جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دوست تھے وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ہمیشہ حاجی بیرام رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے لیکن یہ مسلسل انکار کرتے رہے کیونکہ حاجی بیرام رحمۃ اللہ علیہ کا اصول تھا کہ قرض داروں کے قرضے اتارنے اور مساکین و غرباء کی حاجات ادا کر دینے کی غرض سے سوال کیا کرتے اور چندہ وصول کرنے کی غرض سے بازاروں میں پھرا کرتے تھے' حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو اس کو کسر نفس اور ہمدردی خلق کا ذریعہ سمجھتے تھے لیکن آقا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی یہ حرکت اچھی معلوم نہیں ہوتی تھی۔ (تاریخ المشاہیر' ص:134)

خواب میں غیبی رہنمائی

انہی دنوں میں انہوں نے شیخ زین الدین فانی رحمۃ اللہ علیہ کا آوازہ سنا' تدریس چھوڑ کر ادھر چل دیئے' جب حلب پہنچے تو وہاں خواب میں دیکھا کہ گردن میں ایک زنجیر پڑی ہوئی ہے اور اس کا دوسرا سرا حاجی بیرام رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں ہے' آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے واپس ہوئے اور حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی جس وقت وہاں پہنچے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کے ساتھ

Marfat.com

کھیتی کاٹ رہے تھے' آقا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی کھیتی کاٹنے لگے جب اس سے فارغ ہوئے تو کھانا آیا جو فقراء کے سامنے رکھا گیا اور اس میں سے ایک حصہ کتوں کیلئے جدا کر دیا گیا۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور درویش کھانے لگے' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آقا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا اور نہ کھانے کیلئے بلایا۔ **آقا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ اٹھے اور کتوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانے لگ گئے** (شاید آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خواب کی تعبیر کو پورا کرنا ضروری سمجھا)۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پکار اٹھے' لڑکے یہاں آؤ' میرے پاس بیٹھو' تم نے میرے دل کو چھین لیا' غرض مرشد کے پاس حصول طریقت میں مشغول ہو گئے اور تھوڑے ہی عرصے میں مقامات سینہ اور کرامات علیہ کو پہنچ گئے۔ (تاریخ المشاہیر' ص:135)

کرامات کا مشہور واقعہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کا مشہور واقعہ یہ ہے کہ جب سلطان محمد خان نے قسطنطنیہ فتح کرنے کا ارادہ کیا تو آقا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ اور آقا بیق رحمۃ اللہ علیہ کو جہاد اور دعا و توجہ کیلئے طلب کیا اور احمد پاشا کو دونوں کے پاس بھیجا۔ آقا بیق رحمۃ اللہ علیہ تو مجذوب تھے ان سے کچھ حاصل نہ ہوا مگر آقا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہاں ان شاء اللہ مسلمان ضرور قسطنطنیہ کو فتح کریں گے اور فوج فلاں تاریخ کو قلعہ کی فلاں جگہ سے ٹھیک دوپہر کے وقت اندر داخل ہو گی اور احمد پاشا تم اس وقت سلطان کے برابر برابر رہو گے۔ آقا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرزند کا بیان ہے کہ جب تاریخ مقررہ کا وہی وقت قریب آپہنچا اور قلعہ پر فتح کے کوئی آثار نہ تھے تو ہم کو سلطان کی طرف سے نہایت خوف پیدا ہوا' میں والد بزرگوار کے خیمے کی طرف گیا اور قنات کو ذرا سا سرکا کے دیکھا تو آقا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ ننگے سر زمین پر سجدے میں گرے ہوئے تھے' روتے جا رہے تھے اور گڑگڑا رہے تھے' تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر دیکھا تو فوج قلعہ میں داخل ہو چکی تھی بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے ہی قلعہ کو فتح کیا۔

ساتوں آسمانوں کے اوپر جانے والی آواز

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا میں وہ اثر تھا کہ ساتوں فلک کے اوپر پہنچتی تھی اور زمین کو اپنی برکات سے پر کر دیتی تھی۔ جب سلطان قلعہ میں داخل ہوا تو اس نے اپنے پہلو میں دیکھا تو احمد پاشا برابر موجود تھا۔ سلطان نے کہا کہ مجھے فتح کی اتنی خوشی نہیں جتنی ایسے بزرگوار کے اپنے زمانے میں ہونے کی خوشی ہے۔ (تاریخ المشاہیر' ص:136)

آقا رحمۃ اللہ علیہ کا کشف اور نسبت منتقل کرنا

اس سے اگلے دن رات کے وقت سلطان نے شیخ کو طلب کر لیا' خود شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب میں وہاں پہنچا تو امراء نے میرے ہاتھ پر بوسے دیئے' آگے بڑھے تو رات سخت اندھیری تھی اور وہاں روشنی کا انتظام نہیں تھا' سامنے سلطان آ گیا جس کو میں نے شناخت نہیں کیا لیکن میری روح نے اسے پہچان لیا' میں نے آگے بڑھ کر معانقہ کیا اور اس زور سے سلطان کو دبایا کہ اس کے جسم کا جوڑ جوڑ کانپ گیا' پھر اسے چھوڑ دیا۔ سلطان کا بیان ہے کہ میرے دل میں شیخ کے متعلق کچھ شک سا ہو گیا تھا لیکن معانقہ کے بعد شک محبت میں بدل گیا۔ (تاریخ المشاہیر' ص:137)

Marfat.com

مراقبے میں صحابی رضی اللہ عنہ سے ملاقات

فجر کی نماز سلطان نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے پڑھی' بعد میں شیخ تو اپنے اوراد میں مشغول ہو گئے اور سلطان ان کے سامنے دوزانو بیٹھا رہا اور سنتا رہا' جب فارغ ہوئے تو عرض کی کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر کی جگہ کا نشان بتلایئے کیونکہ تواریخ میں لنگ کے پاس آپ رضی اللہ عنہ کی قبر کا ہونا درج ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے پھر پھرا کے ایک جگہ کا اشارہ کیا اور فرمایا مجھے یہاں ایک نور معلوم ہوتا ہے شاید ان کی قبر اسی جگہ ہو' پھر وہاں بیٹھ کر تھوڑی دیر مراقبہ کیا اور فرمایا: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روح میری روح سے ملی اور مجھے فتح کی مبارک بادی اور تمہاری مساعی کا شکریہ ادا کیا کہ ان کو ظلمت کفر سے نجات دی۔ (تاریخ المشاہیر' ص:138)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی تربت

سلطان نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ مکمل نشان بتادیں تاکہ میرا اطمینان کلی ہو جائے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے پھر مراقبہ کیا اور تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر فرمایا کہ یہاں سے کھودو' یہ سر کی طرف ہے' دو گز کھودنے کے بعد قبر ظاہر ہو گی جس پر پتھر کا تابوت ہے اور اس پر خط عبرانی میں عبارت لکھی ہوئی ہو گی۔ دو گز نیچے جا کر قبر مل گئی' کتبہ جو عبرانی زبان کا تھا جب اسے پڑھا گیا تو وہی عبارت تھی جو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بتائی تھی۔ سلطان پر وجد کی سی حالت طاری ہو گئی حتیٰ کہ وہ بے ہوش ہو کر گرنے لگا مگر خدام نے اسے سنبھال لیا۔ پھر سلطان نے اس جگہ قبر بنوادی' جامع مسجد اور حجرات تیار کروائے اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ اپنے مریدوں کے ساتھ یہیں ٹھہر جائیں لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کر دیا اور وطن واپس جانے کی اجازت طلب کی۔

الہامات میں رکاوٹ

جب وہاں سے واپس چلے آئے تو اپنے بیٹے سے فرمایا کہ سمندر نکلتے ہی میرا دل نور سے بھر گیا۔ قسطنطنیہ کے ظلمت کفر سے تو میرے الہامات میں بھی فساد آ گیا تھا۔ (تاریخ المشاہیر' ص:139)

تصوف پر تصانیف

آقا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ تصوف میں ہے جس کا نام "نور" ہے۔ ایک اور رسالہ ہے جس میں صوفیاء پر طعن کرنے والوں کو جواب دیا گیا ہے۔

مجذوب کے لعاب کی برکت

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا سب سے چھوٹا بیٹا مجذوب تھا جس کا نام نور الہدیٰ تھا' ایک دن شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک امیر' کبیر ابن عطار ملنے آیا جس کی ڈاڑھی نہ نکلتی تھی' مجذوب لڑکا بھی وہیں آ گیا اور امیر کو دیکھ کر ہنسنے لگا کہ یہ آدمی نہیں عورت ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیٹے مجذوب پر خفا ہوئے۔ امیر نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خوشامد کی کہ آپ للہ اس پر خفا نہ ہوں۔ پھر مجذوب سے درخواست کی کہ دعا کرو میری ڈاڑھی نکل آئے' مجذوب نے اپنے منہ سے بہت سا لعاب لے کر اس کی ٹھوڑی پر مل دیا اور اس جگہ ڈاڑھی نکل آئی۔ جب وہ امیر سلطان کے پاس قسطنطنیہ پہنچا تو سلطان نے پوچھا تمہاری ڈاڑھی کیونکر نکل آئی؟ تب اس نے سارا قصہ سنایا تو سلطان کو

Marfat.com

نہایت تعجب ہوا اور اس نے مجذوب کے نام بہت سی جاگیر وغیرہ معافیات کردیں۔(تاریخ المشاہیر' ص:140)

مجذوب کا کشف

مروی ہے کہ ایک دن شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام بیٹوں کو جمع کیا اور کھانا کھلایا' جب وہ اپنی اپنی ترتیب پر بیٹھ گئے تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سب کو (جو بارہ تھے) دیکھ کر الحمد للہ تعالیٰ فرمایا' یہ سب سمجھے کہ الحمد للہ اس لئے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو یہ اولاد عطا فرمائی ہے مگر مجذوب لڑکا بولا بابا جان میں بتاؤں آپ نے اس وقت شکر کس بات پر ادا کیا ہے؟ فرمایا: بولو! کہا اس بات کا شکر کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنی اولاد بھی عطا کی اور پھر بھی دل کا تعلق کسی کے ساتھ نہیں ہوا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا لڑکے تو نے سچ کہا۔(تاریخ المشاہیر' ص:140)

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سعید بن جبیر اعلام تابعین رضی اللہ عنہم تھے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے علم حاصل کیا تھا۔

ایک رکعت میں قرآن مکمل کرنا

وفا ابن رباس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ نے رمضان میں مجھ سے کہا کہ تو میرا قرآن سن' پھر وہاں سے قرآن مکمل کر کے ہی اٹھے۔ سعید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میں نے حرم کے اندر ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھا ہے۔ اسمٰعیل بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ ہمارے امام تھے' ایک رات تو قراءت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ایک رات قراءت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پڑھتے اور ہمیشہ ایسا ہی کرتے۔(تاریخ المشاہیر' ص:55)

قارئین! آئیں اب آپکو واپس قاضی سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات کیطرف لے چلتے ہیں جہاں انکی زندگی میں گزرے چند محیر العقول واقعات آپکا انتظار کر رہے ہیں۔

قبولیت دعا اور کرامات کے چند واقعات

معجزہ کرامت اور استدراج کی تعریف

یہ جان لینا ضروری ہے کہ معجزہ، کرامت اور استدراج تین الگ الگ چیزیں ہیں اور تینوں بظاہر خلاف عادت عامہ ہیں۔ معجزے کا تعلق انبیاء علیہم السلام سے ہے، جس میں تحدی بھی پائی جاتی ہے۔ کرامت کا ظہور اولیاء اللہ سے ہوتا ہے، اور جو خلاف عادتِ عامہ فعل کافر یا بے دین لوگوں سے صادر ہوا سے استدراج کہا جاتا ہے۔

ان معاملات پر عقائد سے متعلق کتابوں میں بحث کی گئی ہے۔ حضرت امام ابن تیمیہ، حضرت امام ابن قیم، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہم اللہ اور دوسرے بہت سے آئمہ عظام نے کہیں تفصیل سے اور کہیں اختصار سے اس موضوع پر گفتگو فرمائی ہے۔

کرامت اور صاحب کرامت

صرف یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے تقویٰ شعار بندوں کی دعاؤں کو شرفِ قبول بخشتا اور انہیں ایسی بصیرت اور

Marfat.com

خصوصیت عطا فرما دیتا ہے، جس کی روشنی میں وہ اچھائی اور برائی میں نہایت آسانی سے امتیاز کر لیتے ہیں اور ایسی راہ پر گام فرسا ہو جاتے ہیں، جس میں ہر پہلو سے خیر ہی خیر کارفرما ہوتی ہے۔ بارگاہِ الٰہی سے انہیں اس درجے ذہن کی صفائی اور طہارتِ قلب کی نعمتِ عظمیٰ سے نوازا جاتا ہے کہ ان کا رُخ ہمہ وقت صالحیت اور اعمالِ حسنہ کی طرف رہتا ہے۔ انہیں فوراً احساس ہو جاتا ہے کہ یہ راہ خیر کی ہے اور یہ شر کی...... اس راہ کو اپنا لینا چاہیے اور اس سے کنارہ کش ہو جانا چاہیے۔ اسی ذہنی احساس، اسی عملی استواری، اسی قلبی کیفیت، اسی تقویٰ شعاری اور اسی خیر شناسی کا نام کرامت ہے۔ جو قدم اس کی رہنمائی میں اٹھے گا، وہ برکت سے معمور رضائے الٰہی کے تابع ہوگا اور **جونفوسِ قدسیہ اعمالِ صالحہ کے جویا اور امورِ حسنات کے متلاشی ہوں، انہیں صاحبِ کرامت کہا جائے گا**، متقی اور اہل اللہ کہا جائے گا۔ ان کے دل نور سے بھرپور اور ان کے ذہن محبتِ خداوندی سے مزین ہیں۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص:۸۰)

صاحب کرامات علمائے اہلحدیث

ہمارے بزرگانِ ذی تکریم کی وسیع فہرست میں سے حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی، حضرت سید عبداللہ غزنوی، حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی، مولانا سید عبدالواحد غزنوی، مولانا غلام رسول قلعوی، حافظ محمد لکھوی، مولانا محی الدین، عبدالرحمن لکھوی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، صوفی عبداللہ (ماموں کانجن) مولانا محمد سلیمان روڑوی، اور دیگر بہت سے حضرات کا شمار اسی پاک باز گروہ میں ہوتا ہے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے ان مصنفین کرام کی جنہوں نے اپنی تصانیف میں ان اہلحدیث علمائے دین کی قبولیتِ دعا اور پُر تاثیر مواعظ سے متعلق واقعات کا خوب صورت الفاظ میں تذکرہ فرمایا ہے اور اپنے اکابر کے ورع وتقویٰ اور زہد وصالحیت کی صحیح تصویر لوگوں کے سامنے پیش کی ہے۔ نیز بتایا ہے کہ خشوع و خضوع اور اخلاص قلب سے دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ لازماً قبول فرماتا ہے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص:۳۸۰)

کرامات کا ماخذ کتب اہلحدیث

مندرجہ ذیل واقعات کا تعلق قاضی صاحب رحمہ اللہ کی، ذات گرامی سے ہے یہ واقعات قاضی صاحب رحمہ اللہ کی اعلیٰ مرتبے کی روحانیت، تعلق باللہ اور ان کے اتباع کتاب وسنت پر دلالت کناں ہیں۔ اس وقت میرے سامنے حضرت سید عبداللہ غزنوی کی سوانح عمری ہے جو حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ اور مولانا غلام رسول رحمہ اللہ (ساکن قلعہ میہاں سنگھ) کی تصنیف کا اردو ترجمہ ہے اور اس کے مرتب صوفی احمد الدین حنیف رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ناشر ہے محمدی اکیڈیمی محلہ توحید گنج منڈی بہاؤالدین...... تاریخ طباعت جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ (اپریل ۱۹۸۱ء) مرقوم ہے۔ کتاب میں حضرت سید عبداللہ غزنوی، حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی، مولانا غلام رسول قلعوی، حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمن لکھوی، مولانا محمد سلیمان روڑوی اور حضرت قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمہم اللہ تعالیٰ کی قبولیت دعا، کرامات اور ان کے موثر ترین اسلوب کلام کا اختصار کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے۔ پیش نظر کتاب میں قاضی صاحب رحمہ اللہ کے متعلق زیادہ تر واقعات مولانا عبدالمجید سوہدروی مرحوم کی کتاب سے اخذ کیے گئے ہیں، ان میں سے چند واقعات الفاظ کے کچھ رد وبدل کے ساتھ یہ فقیر خوانندگانِ محترم کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص:۸۱)

Marfat.com

ہولی کے رنگوں سے غیبی حفاظت

سید عبدالرزاق صاحب کرمانی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہولی کا دربار تھا میں قاضی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ دربار میں جانے کے لئے تیار تھے، ریاست کے درباروں میں تمام افسروں کی حاضری حکماً ہوتی تھی اس لیے قاضی جی رحمہ اللہ کا بھی جانا ضروری تھا۔ آپ سر سے پاؤں تک سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے میں حیران تھا کہ قاضی جی کے کپڑے کیونکر بچیں گے کیونکہ ہولی کے موقع پر دربار میں اہل کار اور امراء آپس میں خوب رنگ رلیاں کرتے ہیں۔ اور راستہ میں بھی ہندو لوگ کوٹھوں پر سے راہ چلتوں پر رنگین پانی چھینکتے ہیں۔ اور اس قدر بیہودگی کا مظاہرہ ہوتا ہے کہ کوئی شریف آدمی گھر سے باہر نہیں نکل سکتا۔ مگر جب قاضی صاحب رحمہ اللہ دربار سے فارغ ہو کر واپس آئے تو آپ کے کپڑوں پر رنگ کا چھینٹا تک نہ پڑا تھا۔ میں نے سوال کیا کہ کیا جناب آج دربار میں نہیں گئے؟ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا گیا تھا اور کیونکر نہ جاتا؟ جبکہ وہاں حاضری دینی پڑتی ہے میں نے پوچھا پھر کیا دربار میں ہولی نہیں کھیلی گئی؟ آپ نے فرمایا کھیلی گئی اور خوب کھیلی گئی میں نے کہا پھر آپ پر رنگ کا کوئی چھینٹا کیوں نہیں پڑا؟ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا دیکھو اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے اس نے بچا لیا ورنہ وہاں تو دھم مچا ہوا تھا کہ بچنا محال اور ناممکن تھا۔ (بحوالہ: کراماتِ اہلِ حدیث، از: مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ)

صحبت اور نگاہ ولی کی تاثیر

شیخ عنایت حسین پٹیالوی قاضی صاحب رحمہ اللہ کے دوست تھے۔ انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی شیخ فضل حق (ساکن سنام) کے بیٹے سے کی۔ شادی کے بعد پتا چلا کہ لڑکا نہایت آوارہ مزاج ہے۔ شراب پیتا، جوا کھیلتا، بدکردار لوگوں کے ساتھ رہتا اور گھر والوں کو تنگ کرتا ہے۔ عنایت حسین سخت پریشان ہوئے۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن...... قاضی صاحب رحمہ اللہ کو صورت حال بتائی اور دعا کی درخواست کی۔ فرمایا: لڑکے کو میرے پاس لاؤ۔ وہ آیا تو اس سے چند باتیں کیں اور وہ اسی وقت استغفار پڑھنے لگا اور قاضی صاحب رحمہ اللہ سے معافی کا خواستگار ہوا۔ اللہ کی بارگاہ میں گزشتہ گناہوں سے توبہ کی اور قاضی صاحب رحمہ اللہ کی ایک ہی صحبت میں اس کی حالت بدل گئی اور وہ اللہ کا صالح بندہ بن گیا۔

قاضی صاحب کی ایک نگاہ کا تیتر باز پر اثر

۔شاہ نجم الدین (ساکن بسی) مقیم پٹیالہ کا بیان ہے کہ مجھے تیتر بازی کا بے حد شوق تھا۔ دن رات یہی مشغلہ تھا۔ لوگ مجھے سمجھاتے اور اس کام سے روکتے لیکن مجھ پر کسی کی بات کا کوئی اثر نہ ہوتا۔ ایک دن میرے والد مجھے قاضی صاحب کی خدمت میں لے گئے۔ قاضی صاحب نے ذرہ سا میری طرف دیکھا اور ایک آدھ بات کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے اسی وقت تیتر بازی سے نفرت ہو گئی۔ میں نے گھر آ کر پنجرے توڑ دیئے اور سب تیتر فضا میں اڑا دیئے۔

چینی کی پلیٹوں پر لکھنے کا ثبوت

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ بعض مریضوں کو چینی کی پلیٹوں پر بھی کچھ لکھ کر دیا کرتے تھے، جسکے پینے سے اللہ تعالیٰ مریض کو شفاء عطا فرماتا تھا۔

(بحوالہ: سوانح مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

جنتی قبر سے خوشبو سونگنا

انہی شاہ نجم الدین کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ پٹیالہ میں قاضی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ جا رہا تھا۔ ہم لاہور گیٹ کے قریب پہنچے تو وہاں ایک قبر تھی۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ وہاں رُک گئے۔ فرمایا: دیکھو شاہ جی! اس مردِ صالح کی قبر سے کس قدر خوشبو آ رہی ہے۔ اور واقعی بہت خوشبو آ رہی تھی۔ شاہ جی کہتے ہیں، میں نے قاضی صاحب رحمہ اللہ سے اس مردِ صالح کا نام پوچھا تو فرمایا اس کا نام زردار خاں پٹھان بتایا جاتا ہے جو عرصہ دراز سے یہاں مدفون ہے۔ شاہ نجم الدین بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں کئی دفعہ اکیلا وہاں سے گزرا، لیکن مجھے اس قبر سے خوشبو نہیں آئی۔ ان کے بقول یہ خوشبو محض قاضی صاحب رحمہ اللہ کی صحبت اور رفاقت کی وجہ سے تھی۔

سرکش جن پر قاضی صاحب کے نام کا اثر

پٹیالہ کے ایک شخص ولایت احمد قصاب کی بہن کو جن کا عارضہ لاحق تھا اور جن اتنا سخت تھا کہ کسی سے نکلتا نہ تھا۔ بڑے بڑے عامل آئے مگر ناکام رہے۔ ولایت احمد اب قاضی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ تشریف لے جائیں تو شاید جن چلا جائے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا **میں جنات کا عامل تو نہیں مگر تم اسے میرا اسلام پہنچاؤ اور پیغام دو کہ اب تم چلے جاؤ**۔ ولایت احمد گھر گیا تو جن حاضر تھا۔ اس نے جن سے کہا کہ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے تمہیں سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ تم چلے جاؤ۔ جن نے کہا قسم کھاؤ کہ قاضی صاحب نے اسی طرح فرمایا ہے۔ اس نے قسم کھائی تو جن نے جواب دیا: میں قاضی صاحب رحمہ اللہ کے حکم کے مطابق چلا جاتا ہوں۔ چنانچہ جن چلا گیا اور ولایت احمد کی بہن اچھی بھلی ہو گئی۔

فاحشہ عورت کا فوراً توبہ کرنا

پٹیالہ کی ایک طوائف سالہا سال سے بدکاری میں مبتلا تھی۔ وہ کسی سلسلے میں قاضی صاحب کی خدمت میں آئی۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا اس پیشے سے توبہ کرو اور کسی شریف آدمی سے نکاح کر لو۔ چنانچہ وہ اسی وقت تائب ہو گئی اور پھر تیس سال زندہ رہی اور عابدہ وزاہدہ خاتون کی حیثیت سے زندگی بسر کی۔

صاحب قبر کے حالات بیان فرمانا

قاضی صاحب رحمہ اللہ لاہور تشریف لاتے تو بالعموم ہال روڈ پر حیات سنز کے یہاں قیام فرمایا کرتے تھے۔ اس کے قریب ہی پرانے زمانے کی ایک قبر ہے۔ حاجی محمد حیات کے فرزندِ گرامی میاں فضل کریم (مرحوم) بیان کرتے ہیں کہ ایک دن قاضی صاحب رحمہ اللہ نے مجھ سے پوچھا کہ یہاں کوئی قبر بھی ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! یہاں قریب ہی ایک قبر ہے۔ فرمایا: مجھے رات ایسا احساس ہوا کہ اس صاحب قبر بزرگ سے ملاقات ہوئی ہے۔ وہ ایک متقی بزرگ تھے۔ فلاں جگہ کے رہنے والے تھے۔ ادھر سے گزر رہے تھے کہ انتقال فرما گئے...... میاں فضل کریم کہتے ہیں کہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کے تشریف لے جانے کے بعد میں نے خود اس بزرگ کے بارے میں تحقیق کی تو وہی معلومات حاصل ہوئیں، جو قاضی صاحب رحمہ اللہ نے بیان فرمائی تھیں۔

Marfat.com

حالت بیداری میں انوارات کا مشاہدہ

مسجد مبارک (لاہور) ۱۹۲۰ء میں تعمیر ہوئی تھی۔ اس کے ابتدائی دور کے امام حافظ محمد حسن رحمہ اللہ تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں قاضی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کرامت کی اہمیت کے بارے میں سوال کیا۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اس کے مالہ و ماعلیہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ صحیح بات تو یہ ہے کہ اہل اللہ کے نزدیک کرامت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اصل چیز تقویٰ اور خشیتِ الٰہی ہے۔ **پھر فرمایا کہ ایک دفعہ عالم بیداری میں مجھ پر انوارِ آسمانی کی بارش ہوئی۔** میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ انوار میرے بدن پر گر رہے ہیں۔ ایک طرف سے داخل ہوتے ہیں اور دوسری جانب نکل جاتے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر میں فی الفور سجدے میں گر پڑا اور دعا مانگی کہ یا اللہ! میں ایسی چیزوں کا طالب نہیں ہوں، مجھے تو فقط تیری محبت مطلوب ہے۔

پھر فرمایا: حافظ صاحب! میں نے یہ بات آج آپ ہی کو بتائی ہے، کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔ چنانچہ انہوں نے قاضی صاحب رحمہ اللہ کی زندگی میں اس کا کسی سے ذکر نہیں کیا۔

شرابی کو تلقین توبہ اور پیشگوئی

پٹیالہ میں ''گیندے شاہ'' نام کا ایک مستانہ فقیر تھا جو ہر وقت شراب میں مدہوش رہتا تھا۔ عام لوگوں کا خیال تھا کہ اسے شراب پلانے سے حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ چنانچہ لوگ اس کے پاس آتے اور اسے شراب پلاتے۔ ایک مرتبہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کا اُدھر سے گزر ہوا تو وہ ان کے احترام میں کھڑا ہو گیا۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: سائیں جی! شراب حرام ہے۔ اس سے تائب ہو جاؤ۔ اب آپ کے آخری دن ہیں۔ گیندے شاہ نے اسی وقت توبہ کر لی اور جو شراب اس کے پاس پڑی تھی، پھینک دی۔ اس کے بعد جو شخص شراب لے کر آتا، وہ پھینک دیتا۔ اس واقعہ سے چند روز بعد اس کا انتقال ہو گیا اور اسے پٹیالہ کے شیراں والا گیٹ کے پاس دفن کیا گیا۔

کشف کی بدولت اختصارِ نماز

مولوی حسین احمد تاجر کتب پٹیالہ کا بیان ہے کہ مجھے کمر کے درد کی شدید تکلیف رہتی تھی، جس کی وجہ سے میں باجماعت نماز نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اہلحدیث حضرات فجر کی نماز میں لمبی قرأت کرتے ہیں اور میرے لیے اتنی دیر کھڑا رہنا مشکل تھا۔ ایک دن میں قاضی صاحب رحمہ اللہ کی مسجد میں فجر کی نماز کیلئے گیا تو قاضی صاحب رحمہ اللہ سورہ آل عمران پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے دو رکوع پڑھے ہوں گے کہ مجھے درد شروع ہو گیا اور ارادہ کیا کہ اب جماعت سے نکل جاؤں۔ اسی وقت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اللہ اکبر کہا اور رکوع میں چلے گئے۔ دوسری رکعت بھی مختصر کر کے سلام پھیر دیا۔ لوگ حیران ہوئے کہ آج اتنی مختصر قرأت کیوں کی؟ کسی نے پوچھا تو فرمایا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ مقتدیوں کا خیال رکھا جائے۔ مولوی حسین احمد فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سات آٹھ مرتبہ اسی طرح ہوا۔

گستاخ پیر اور قاضی صاحب کی کرامت

ایک مرتبہ قاضی صاحب رحمہ اللہ صوبہ یوپی کے سفر پر تھے کہ الہ آباد ریلوے اسٹیشن پر کچھ دیر کیلئے رکنا پڑا۔ آرام کیلئے

Marfat.com

ویٹنگ روم میں تشریف لے گئے۔ وہاں دیکھا کہ ایک پیر صاحب بیٹھے ہیں جو اپنے مریدوں سے اپنے آپ کو سجدہ کرا رہے ہیں۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے نہایت سنجیدگی سے انہیں سمجھانے اور اس فعل سے روکنے کی کوشش کی۔ لیکن پیر صاحب اکڑ گئے اور غصے سے کہا "کچھ دیکھو یا دکھاؤ"۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: تم ہی دکھاؤ کیا دکھانا چاہتے ہو؟ اس نے باہر سے اور مرید بلا لیے اور سب سے کہا کہ مجھے اچھی طرح سجدہ کرو۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا بس یہی کچھ دکھانا تھا؟ اس نے کہا ہاں یہی کچھ دکھانا تھا۔

قاضی صاحب رحمہ اللہ نے بارگاہِ خداوندی میں دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ اور **ابھی ہاتھ اٹھائے ہی تھے کہ پیر صاحب زاروقطار رونے لگے اور زور زور سے کہنا شروع کیا کہ بس کیجئے بس کیجئے۔ میں توبہ کرتا ہوں۔** آئندہ کبھی سجدہ نہ کراؤں گا۔ اس کے ساتھ ہی اپنے مریدوں کو ہدایت کی کہ آئندہ مجھے کبھی سجدہ نہ کرنا۔ سجدے کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور وہی سب کا حاجت روا اور مشکل کشا ہے۔ (اس واقعہ کے راوی قاضی صاحب رحمہ اللہ کے بھتیجے اور داماد صوفی حبیب الرحمن ہیں۔ انہی کی روایت سے یہ واقعہ کتاب میں نقل ہوا ہے)۔

اطلاع علی الغیب پر تالیف قلب

پروفیسر محمد ظہور الدین احمد کا تعلق بمبئی سے تھا۔ وہ قاضی صاحب رحمہ اللہ سے بے حد متاثر تھے اور کثیر المطالعہ شخص تھے۔ ایک دفعہ انہیں بدھ مت کے مطالعے کا شوق پیدا ہوا اور اس موضوع کی تمام کتابیں پڑھ ڈالیں۔ پھر معاملہ یہاں تک پہنچا کہ اس مذہب کو قبول کرنے پر تیار ہو گئے۔ اسی اثنا میں قاضی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری دی تو دورانِ گفتگو میں قاضی صاحب رحمہ اللہ نے بدھ مت کی حقیقت بیان فرمانا شروع کر دی اور علمی و عقلی انداز میں اس مذہب پر اس طرح گفتگو کی کہ پروفیسر ظہور الدین احمد کی تمام غلط فہمیاں رفع ہو گئیں۔ اور ان کے دل میں اس مذہب کے خلاف نفرت پیدا ہو گئی۔

اسبابِ نقصان سے حصولِ فائدہ

قاضی صاحب رحمہ اللہ کے ملنے والوں میں ایک صاحب کا نام عبدالکریم تھا جو "نروانہ" کے رہنے والے تھے۔ ایک مرتبہ وہ سخت بیمار پڑ گئے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ ان کی عیادت کیلئے گئے تو ان کی حالت دیکھ کر فرمایا: دواؤں پر روپیہ خرچ نہ کرو۔ سب دوائیں چھوڑ دو، صرف پلاؤ کھایا کرو۔ اس سے قبل معالجوں نے ان کو پلاؤ کھانے سے روکا تھا۔ اب قاضی صاحب کے فرمان کے مطابق انہوں نے سب دوائیں چھوڑ دیں اور پلاؤ کھانا شروع کر دیا۔ لوگوں نے کہا کہ اطباء نے آپ کیلئے پلاؤ کو مضر قرار دیا ہے۔ کہا جو کچھ ہوتا ہے ہو جائے، میں قاضی صاحب رحمہ اللہ کی بات پر عمل کروں گا۔ چنانچہ چند روز کے بعد وہ بالکل صحت یاب ہو گئے۔

احیائے سنت کا سچا جذبہ

راجپوتوں کے ہاں نکاح بیوگان کو نہایت معیوب سمجھا جاتا تھا۔ وہ اسے اپنی عزت اور انا کے خلاف قرار دیتے تھے اور کسی صورت میں بھی اپنی بیوہ بیٹی یا بہو کے نکاحِ ثانی پر آمادہ نہ ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ قاضی صاحب رحمہ اللہ ریاست نابھہ میں راجپوتوں کے ایک گاؤں میں تشریف لے گئے۔ وہاں انہوں نے اپنے تعلق والے چند افراد کو جن میں منشی محمد چراغ خاں سررشتہ دار اور بعض دیگر سرکردہ راجپوت شامل تھے، جمع کیا اور اس مجمع میں نکاح بیوگان کی تلقین کی اور نوجوان عورتوں کے نکاح نہ کرنے

Marfat.com

کی وجہ سے جو معاشرتی قباحتیں پیدا ہو جانے کا خطرہ ہو سکتا ہے، اس کی نہایت حکیمانہ پیرائے میں وضاحت فرمائی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پشتہا پشت سے راجپوتوں میں جو یہ غلط رواج چلا آ رہا تھا، ختم ہو گیا۔

مدعی نبوت کیلئے پیشین گوئی

مرزا محمد حسین (ساکن راہوں) کا بیان ہے کہ ۱۸۹۲ء میں قاضی صاحب رحمہ اللہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف ''غایت المرام'' کے نام سے کتاب شائع کی تو کسی نے قاضی صاحب رحمہ اللہ سے پوچھا کہ یہ کتاب آپ نے کیوں لکھی؟ جواب میں فرمایا کہ ایک روز نماز جمعہ کے بعد میرے دل میں یہ بات راسخ ہو گئی کہ مرزا قادیانی کے متعلق ایک کتاب لکھی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کا مضمون بھی ذہن میں آ گیا اور یہ بھی یقین ہو گیا کہ کوئی شخص اس کا جواب نہیں دے سکے گا۔ اس کے بعد قاضی صاحب نے فرمایا کہ **میں پوری تحدی سے کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی حج نہیں کر سکے گا اور یہ اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔** چنانچہ ''غایت المرام'' میں بھی یہ اعلان ہوا۔ اس کے بعد مرزا قادیانی کئی سال زندہ رہا، لیکن نہ وہ اس کتاب کا جواب لکھ سکا اور نہ حج کر سکا۔

اپنی موت کی پیشگی اطلاع

قاضی صاحب رحمہ اللہ پٹیالہ کی مسجد سکلی گراں میں تیس سال تک خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے رہے۔ جب ۱۹۳۰ء میں دوسرے حج کیلئے روانہ ہونے لگے تو نمازِ جمعہ کے بعد فرمایا کہ اس مسجد میں میرا یہ آخری جمعہ ہے۔ اگر گزشتہ تیس سال کے عرصے میں میری طرف سے کسی صاحب کو کوئی تکلیف پہنچی ہو تو بیان کرے، تاکہ میں اس سے معافی مانگ لوں۔ چنانچہ کئی لوگ تاڑ گئے کہ معلوم ہوتا ہے، اب قاضی صاحب رحمہ اللہ واپس نہیں آئیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ واپس نہیں آئے اور حج سے واپسی پر جہاز میں وفات پا گئے۔ قاضی صاحب یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ ''اللھم ارزقنی شہادۃ فی سبیلک واجعل موتی فی بلد حبیبک''

قاضی صاحب رحمہ اللہ کے متعلق اس قسم کے بہت سے واقعات بیان کیے جاتے ہیں، جن میں سے چند واقعات گزشتہ صفحات کے بعض مقامات میں بھی بیان کیے گئے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ ان کی برگزیدگی کی شہادت دیتا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۳۷۹ تا ۳۸۸)

نماز کی ہیئت میں قابلِ رشک خاتمہ

مولانا غلام رسول مہر رحمۃ اللہ علیہ جو حج سے واپسی پر اسی بحری جہاز میں سوار تھے جس میں حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وطن واپس تشریف لا رہے تھے، لکھتے ہیں کہ آخری وقت میں قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی مبارک پر ہلکی ہلکی شکنیں پڑیں جو ایک منٹ تک رہیں اور ایک منٹ تک سانس نہ آیا۔ ہم نے غور سے دیکھا کہ علم و فضل اور زہد و اتقاء کا یہ آفتاب ہمیشہ کیلئے غروب ہو چکا تھا۔ ہاتھ خود بخود اس طرح آ کر دل پر بندھ گئے، جیسے کہ انسان نماز کیلئے نیت باندھتا ہے۔ ہم چند منٹ رونے میں مصروف رہے۔ ڈاکٹر آیا اور دیکھ کر کہنے لگا کہ واقعی جان نکل چکی ہے۔ (قاضی محمد سلیمان منصور پوری۔ صفحہ ۳۹۵)

Marfat.com

سمندری مخلوق میں قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا احترام

قاضی صاحب رحمہ اللہ کی تمنا تھی بلکہ وہ اکثر دعا فرمایا کرتے تھے کہ الٰہی جب تو مجھے اپنے پاس بلائے تو مالی لحاظ سے میں تہی دامن ہوں۔ ان کی دعا اللہ نے قبول فرمائی اور ان کا انتقال ایسے ہی حالات میں اس وقت ہوا جب وہ دوسرے حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف ہو کر وطن واپس آرہے تھے۔

انہوں نے دوران سفر جہاز پر وفات پائی۔ نماز جنازہ مولانا سید اسماعیل غزنوی رحمہ اللہ مرحوم نے پڑھائی اور بعد ازاں ان کی نعش سمندر کی لہروں کے سپرد کردی گئی۔ اس موقع پر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ تاحد نظر ان کی نعش سمندر کے سینے پر بہتی چلی جارہی ہے اور کسی سمندری جانور کو اسے نقصان پہنچانے کی جسارت نہ ہوئی حالانکہ یہ بات عموماً مشاہدے میں آئی ہے کہ جونہی کوئی انسانی نعش سمندر میں گرتی ہے مگرمچھ اور بڑی بڑی مچھلیاں اس پر ٹوٹ پڑتی ہیں اور آناً فاناً اسے ختم کر ڈالتی ہیں لیکن صاحبِ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا سمندری مخلوق نے بھی احترام کیا اور ان کی نعش کی حفاظت کی۔ سال وفات 1930ء ہے۔ (از حکیم محمد عبداللہ رحمہ اللہ جہانیاں منڈی) (مہر نبوت ص 12,13) قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا الہامی شعر:

خود قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وفات سے کچھ عرصہ پہلے ایک شعر کہا تھا، جسے الہامی شعر کہنا چاہئے کہ۔

نظر آتا نہیں قسمت میں مجھ کو لوٹ کر آنا میری عمرِ رواں، آبِ رواں معلوم ہوتی ہے

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ، صفحہ ۳۹۷)

قارئین: اس سے پہلے بھی قاضی صاحب رحمہ اللہ کے متعلق ایسی باتیں پڑھ چکے ہیں جن میں مستقبل میں پیش آنیوالے واقعات سے پردہ کشائی کی گئی ہے۔ یقیناً آپکو سمجھ آگئی ہوگی کہ کشف کیا چیز ہے؟ فراست کسے کہتے ہیں؟ مومنانہ بصیرت کس نعمت کا نام ہے؟ (از: مرتب)

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نایاب خطبہ صدارت

مورخہ ۸ جنوری ۱۹۲۸ء

اپنی پاکیزگی بیان مت کرو

اے اہل حدیث! آپ کا لقب انتہائی معزز اور جلیل القدر ہے۔ اس لقب کے مطابق ٹھیک ٹھیک عمل کرنا آپکے اولین فرائض میں سے ہے۔ اگر اس لقب کے اوصافِ عالیہ حاصل کرنے کی کوشش نہ کی گئی اور صرف لقب سے ملقب ہو کر فخر کرنے پر ہی اکتفاء کیا گیا تو اندیشہ ہے کہ فلا تزکوا انفسکم، (اپنے آپ کو پاک نہ ٹھہراو) کے مصداق تمہارا حال نہ ہو جائے۔

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ، صفحہ ۴۱۹)

اسلاف اہلحدیث پر دو جھوٹے الزام

جو بہتان اہلحدیث پر لگائے جاتے ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں: (۱) اہلحدیث رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا درجہ بڑے

Marfat.com

بھائی کے برابر سمجھتے ہیں۔(۲) اہلحدیث آئمۂ دین اور اولیائے اسلام کے منکر ہیں۔

میں بہ یقین کامل جانتا ہوں کہ یہ دونوں باتیں کذب اور بہتان عظیم ہیں۔ مجھے بہ کثرت اہلحدیث کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا ہے۔ میں نے کسی ایک شخص کو بھی ایسا نہ پایا جو نبی ﷺ کو سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، امام الانبیاء، شافعِ روز جزا، صاحب مقامِ محمود، صاحب حوض کوثر نہ جانتا ہو۔ اہلحدیث کا اعتقاد ہے کہ **سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر انتہائے عالم تک جو کوئی نبی، ولی، شہید بھی وجود میں آیا وہ نشانِ محمدی کے نیچے کھڑا ہونے والا ہے** اور حضور ﷺ سب کے سید ہوں گے۔ فخر الاولین والآخرین حضور ہی ہیں اور امین رب العالمین حضور ہی ہیں۔ حضور کو اللہ تعالیٰ نے سراج منیر فرمایا ہے اور عالمِ انوار کا خورشید جہاں تاب حضور ﷺ ہی کو بتایا گیا ہے۔ جس طرح عالمِ فلکیات میں سورج ہی مدارِ ثواقب و سیارگان ہے، اسی طرح عالم دینیات و روحانیات میں حضور ﷺ ہی کا وجود طیب و طاہر، مرجع انبیاء و صلحا و اولیاء و اصفیاء ہے۔ ملائکہ حضور ﷺ کو درود خوانی کے مکلف ہیں اور قدوسی حضور ہی کی کلمہ گوئی پر منشرح صدور ہیں۔ جب سے حضور نے منبرِ نبوت کو شرفِ قیام بخشا ہے، اس وقت سے رحمت اور بخشش اور مغفرت و جود و نوال ربانی کے، اور سب دروازے بند کر دیئے ہیں، صرف حضور ﷺ کا دروازہ کھلا ہے۔

اب جو کوئی جود و نوال ربانی کا خواہاں ہے، اب جو کوئی بخشش و مغفرت کا جویا ہے، اب جو کوئی رحمت و برکت و فیوض و انوار کا متلاشی ہے، اُس پر لازم ہے کہ حضور ﷺ ہی کے دروازے سے آستان الٰہی تک پہنچنے کی راہ کو اپنا مقصود بنائے۔

اگر اس دروازے کو کسی نے چھوڑ دیا تو اُسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور تورات کی متابعت یا سیدنا داؤد اور زبور کی متابعت یا سیدنا مسیح علیہ السلام اور انجیل کی متابعت ہرگز ہرگز فائز المرام نہیں کر سکتی۔

ہاں! اہل حدیث کا ایمان اس حدیث پر ہے:

"لایکون احد کم مؤمنا حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین"۔

یعنی تم میں سے کوئی شخص مومن بن ہی نہیں سکتا جب تک کہ رسول کریم ﷺ کی محبت اُس کے دل میں سب محبتوں سے، جملہ قرابتوں سے، ماں، باپ، بیٹے، بیٹی سے، محبوب و مطلوب سے، عاشق و معشوق سے، غرض جملہ علائق سے افزوں تر، بیشتر اور کثیر در کثیر نہ ہو۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس محبتِ عظمیٰ و موہبتِ کبریٰ کا حصہ ہر ایک ایماندار کو ارزاں فرمائے اور بہتان لگانے والوں کو ان کی غلطی سے آگاہ فرمائے۔

گستاخی اولیاء کا جھوٹا الزام

اب محبت اولیاء و بزرگان دین کا مسئلہ رہ جاتا ہے۔ سنو! سنو! یہ آیت کلامِ ربانی جس پر اہلحدیث بھی ایمان رکھتے ہیں۔

والسبقون الاولون من المھجرین والانصار والذین اتبعو ھم باحسان رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ ۔(سورہ توبہ:۱۰۰)

یعنی مہاجرین و انصار میں سے سبقت و اولیت والے اور جن لوگوں نے ان کی پیروی عمدگی کے ساتھ کی اللہ اُن سے راضی

Marfat.com

ہے اور وہ اللہ سے خوشنود ہیں۔

''والذین اتبعوھم باحسان'' کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ جن بزرگ وار نے ان سابقین اولین کی پیروی کو اپنا مسلک بنایا وہ ضرور ''رضوانِ الٰہی'' کا شایاں ہے، ان کو بزرگ سمجھنا، ان کا احترام وادب رکھنا، اُن کو دعائے خیر سے یاد کرنا ضروری ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ ائمہ دین ضرور اس بشارت میں آجاتے ہیں، جنہوں نے دین حقہ کو پھیلایا، بھولے بھٹکے ہوؤں کو راہِ مستقیم دکھلائی، دنیا و مافیہا سے منہ موڑ کر اپنی تمام عمر کو خدمت دین اور اشاعت اسلام میں لگایا، ان کا ادب نہ کرنا، احترام نہ کرنا، تعلیم اسلام سے جہالت ہے۔حدیث پاک پڑھو۔

''عن تمیم الداری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الدین النصیحۃ قلنا لمن قال للہ و الرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم''۔(رواہ مسلم)

(صحیح مسلم میں تمیم داری انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا دین تو خیر اندیشی کا نام ہے۔ہم نے پوچھا کس کی خیر اندیشی؟ فرمایا اللہ کی، رسول کی اور مسلمانوں کے اماموں کی اور سب اہل اسلام کی۔)

اس حدیث کے بعد کوئی اہلحدیث ایسا نہیں رہ سکتا جو ائمہ مسلمین کے ساتھ صداقت اور خیر اندیشی کے روابط کو مربوط نہ رکھے۔

اہلحدیث کے فرائض میں سے یہ بھی ہے کہ وہ تبلیغ اور اشاعت اسلام کے فرض کو مقدم ترین فرض قرار دیں۔اللہ تعالیٰ نے تبلیغ اور اشاعت اسلام کے فرض کو مقدم ترین فرض قرار دیں۔اللہ تعالیٰ نے **تبلیغ میں بڑی برکت رکھی ہے، جو کوئی شخص نیکی کا کام شروع کرتا ہے، وہ ضرور کامیاب ہوجاتا ہے،** حتیٰ کہ ادنیٰ ترین اصول کی اشاعت کرنے والے بھی اس فیض عام سے محروم نہیں رہ جاتے۔ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں اُمت مرحومہ سے رخصت ہوتے ہوئے سب کو مخاطب فرما کر یہ ارشاد کیا تھا۔''فلیبلغ الشاہد منکم الغائب''(رواہ مسلم) کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان لوگوں تک پیام نبوی ﷺ پہنچادیں جو موجود نہیں۔

اللہ تعالیٰ بزرگان اسلام، ائمہ دین، حاملانِ علم اور ہمارے باپ دادا پر ہزاروں ہزار رحمتیں فرمائے جنہوں نے اسلام کو ہم تک پہنچایا اور نبی ﷺ کی اُس امانت میں خیانت نہ کی جو اُن کے سپرد کی گئی تھی۔اسلام کا وجود جو آج اقصائے چین سے لے کر انتہائے مغرب تک پایا جاتا ہے، ہر ایک براعظم، ہر ایک ملک، ہر ایک قوم میں نشانِ اسلام لہراتا نظر آتا ہے، یہ ان ہی بزرگانِ سلف کی مساعی مشکورہ کے نتائج ہیں۔لیکن آپ صاحبان کیلئے بھی ابھی بہت میدان خالی موجود ہیں۔

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۴۲۲ تا ۴۲۵)

اُٹھو! اے اہلحدیث نئے ولولوں کے ساتھ:۔ اُٹھو اے اہلحدیث! اُٹھو نئے ولولوں کے ساتھ، نئے جذبوں کے ساتھ، پرانی تعلیم کی اشاعت کیلئے اُٹھو۔دنیا میں امنِ عامہ کی حفاظت کیلئے اُٹھو۔دنیا کو محبت و یکجہتی اور اتفاق و اتحاد کا سبق پڑھانے کو اُٹھو۔اپنوں کو گلے لگاؤ اور غیروں کو اپنا بناؤ۔

یہ مت سمجھنا کہ آمین ورفع الیدین کے بعد اب کوئی سنت عمل کرنے کیلئے باقی نہیں رہی اور اس لیے اہلحدیث اپنی منزل ختم کر

Marfat.com

چکے ہیں۔ نہیں عزیز و نہیں، اہل حدیث کہلانے کے بعد تم نے ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ یاد رکھو کہ موتو اعلیٰ ما مات علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب تک اپنا نصب العین نہ بناؤ گے، اس وقت تک اپنے فرائض سے سبکدوش نہ ہوسکو گے۔ یعنی جس کام اور جدوجہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی، تم بھی اسی کام اور جدوجہد میں جان دے دو۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص:۴۲۶)

قارئین! اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کے دور میں اہلحدیث کے اندر آج والے امراض جڑ پکڑنا شروع ہو گئے تھے کہ جمعے کے خطبات اور جلسے کی تقریروں کا مقصد صرف آمین اور رفع الیدین ہی کو سنت ثابت کرنا اور باقی تمام عبادات و معاملات میں سنت سے منہ موڑ لینا ہی کٹر اہل حدیث ہونیکی نشانی ہے۔ (از: مرتب)

روحانی باطنی امراض دور کرنیکی اہمیت

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف قویٰ عطا فرمائے ہیں اور ہر ایک کی قوت کا کمال دوسرے کی قوت سے الگ ہے۔ مثلاً آنکھ کا کمال بینائی اور کان کا کمال شنوائی ہے اور جب کسی قوت کے کسی کمال میں ضعف یا زوال پیدا ہو جاتا ہے تو سببِ عارضی کے دفعیہ کی سعی بذریعہ علاج کی جاتی ہے۔ اسی طرح روحانی قویٰ کیلئے بھی روحانی امراض ہیں جن کا ازالہ ادعیہ ہی سے کیا جاسکتا ہے۔

قلب انسان کا کمال یہ ہے کہ اس میں خالق کی معرفت اور توحید راسخ ہو۔ **مالک کی محبت ہی قلب کا سرور وابتہاج ہو اور اسی کی رضا واطاعت اس کا مطلوب ہو۔** موالات و معادات اور حب و بغض میں اسی کا رضوان مقصود ہو۔ قلب پر اسی کا جلال سایہ فگن ہو اور اسی کا کمال نور افزا ہو۔ دنیا کی کوئی نعمت، کوئی لذت، کوئی عیش، کوئی سرور، بلکہ زندگانی دنیوی بھی مندرجہ بالا مقصود کے سامنے ذرا عزیز و محبوب نہ ہو۔ جب تک قلب کی یہ کیفیت ہے اس وقت تک اس کی صحت کامل اور سالم ہے، لیکن جب دل کی ان معتقدات یا کیفیات میں فتور آجاتا ہے تو قلب کو اتنا ہی بیمار سمجھ لینا چاہیے۔ علاج قلب بذریعہ ادویاتِ روحانی کیا جاتا ہے۔

قبولیتِ دعا کیلئے معرفتی اسرار

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی شخص نے خط کے ذریعے پوچھا کہ دعا مانگنے کے آداب کیا ہیں۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں جو خط لکھا، یہ مجھے الاعتصام کی ادارت کے زمانے ۱۹۵۹ء میں ملا تھا۔ اس مختصر تحریر میں بہت اہم باتیں بیان فرمائی گئی ہیں جو ہر شخص کیلئے قابل عمل ہیں۔ (اسحاق بھٹی رحمہ اللہ)

۱۔ توحید الوہیت کی تعلیم: کہ عرش سے فرش تک کی حکومت اور تدبیر اس واحد مالک کے قبضے میں ہے۔

۲۔ توحیدِ ربوبیت کی تعلیم: کہ پالنے والا، وجود بخشنے والا، نیست سے ہست بنانے والا، پرورش کے تمام بیرونی وسائل اور تمام اندرونی ذرائع جمع کرنے والا، ہر ایک شے کو اس کی مناسبت طبع اور ضروریات فطرت کے مطابق مواہب عطا کرنے والا وہی ہے۔

۳۔ توحید علمی: کہ سمندروں کی گہرائی یا آسمانوں کی بلندی پر کوئی چھوٹی یا بڑی جو چیز موجود ہے، وہ اسی مالک کے علم کے اندر ہے۔

Marfat.com

۴۔تنزیہہ باری: وہ بندوں پر ظلم کرنے سے برتر واعلیٰ ہے۔ ہماری ہر ایک مصیبت میں اس کی حکمت ودانائی کام کرتی ہے۔

۵۔اعتراف: یعنی بندے کا صدق دل سے یہ قرار کرنا کہ یہ بندہ ہی ظالم ہے اور اس کے ہاتھوں کے اعمال ایسے ہی بدترین انجام کے ملتزم ہیں۔ ۶۔توسل: ان تمام حالات کو زیر نظر رکھ کر ہر دعا مانگنے والے کا رب العالمین کے اسمائے حسنیٰ اور صفات کاملہ کا یاد کرنا اور انہیں کے واسطے سے اپنی معروضات کو پذیرائی کیلئے پیش کرنا۔ ۷۔استعانت: دنیا کے تمام وسائل اور تعلقات سے الگ ہو کر محض رب العالمین کی مدد پر حصر کرنا۔ ۸۔رجا: گونا گوں ناکامی، نامرادی، ہیچ میرسی، بے کسی کے ہوتے ہوئے بھی افضال والطاف الٰہی پر اعتماد وثوق قائم رکھنا۔

۹۔استغفار: گزشتہ افعال سے بیزار ہو کر آئندہ بہترین اعمال پر کاربند ہو جانا اور گزشتہ پر ندامت وپشیمانی کا بار بار اظہار کرنا۔

۱۰۔توبہ: توبہ کا تعلق بھی استغفار ہی سے ہے یعنی گزشتہ افعال سے بیزار ہو کر آئندہ بہترین اعمال پر کاربند ہو جانا اور گزشتہ پر ندامت وپشیمانی کا بار بار اظہار کرنا۔ ۱۱۔تفویض: اپنی دعاؤں اور التماسوں کو پیش کرنے کے بعد انجام کار کو مشیتِ ربانی پر چھوڑ دینا اور اس کی قبولیت کیلئے بہ کشادہ پیشانی آمادگی رکھنا۔ ۱۲۔ترک دعویٰ: نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت کو اپنے سے منسوب نہ کرنا۔ اپنے نفس کا اس میں کوئی حصہ نہ سمجھنا اور سب کو حوالہ بخدا کر دینا۔

دعا کی اصل اضطرار قلب

اب دعا مانگنے والے کو یہ سمجھنا ضروری ہے کہ **دعا کی جان اضطرارِ قلب ہے اور اضطرار قلب ہی کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ نے قبولیت دعا کا وعدہ فرمایا ہے۔** الفاظِ دعا کو بہ طور عادت زبان سے استعمال کرنا ہرگز ہرگز صحیح طریقہ دعا مانگنے کا نہیں۔ بعض لوگ اچھے اچھے وظیفے کرتے اور عمدہ عمدہ اوراد پڑھا کرتے ہیں مگر اس طرح کہ زبان ذاکر ہے اور قلب غافل......اور پھر شکایت کیا کرتے ہیں کہ دعا قبول نہیں ہوئی یا کہا کرتے ہیں کہ کلام میں اثر نہیں یا اثر نہیں رہا۔ ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ پینے کی دوا کا اثر سونگھنے سے نہیں حاصل ہوا کرتا۔

دعا بھکاریوں کی طرح مانگیں

اگر اب بھی دعا مانگنا نہ آئے تو کسی شہر کی بڑی سڑک پر یا ریلوے اسٹیشن پر چلے جاؤ۔ وہاں تم کو بھیک مانگنے والے بیٹھے نظر آئیں گے۔ خواہ گرمی سے زمین وآسمان تپ اُٹھے ہوں، خواہ وحوش وطیور پناہ کیلئے سایہ میں جا ٹھہرے ہوں، مگر یہ بھیک مانگنے والا ایک ہی جگہ پر اور ایک ہی وضع میں بیٹھا ہوا ہے، زمین پر جھکا ہوا یا آنکھیں بند کیے ہوئے، ہاتھ آگے کو پھیلائے ہوئے، یہ ایک ہی آواز کے ساتھ مسلسل بلا انقطاع اپنی مخصوص صدا کو دہرائے جاتا ہے، خواہ سردی کی وجہ سے لوگ مکانوں کے اندر چھپ کر بیٹھے ہوں، خواہ آمد ورفت کی راہوں پر رونق نہ رہی ہو۔ خواہ پالا اور ہوا باہر کسی کو ٹھہرنے نہ دیتے ہوں......مگر وہ برف کی طرح جما ہوا ہے اور رعد کی طرح اپنی آواز دور دور تک جانے والوں کے کان میں پہنچا رہا ہے۔

یہ بھکاری کیا مانگتا ہے؟ پیسا دو پیسا! کس سے مانگتا ہے؟ اپنے ہی جیسے انسانوں سے!

Marfat.com

کیا کسی استحقاق پر؟ نہیں۔ کیا کسی وعدے پر؟ نہیں۔ کیا اس کو مل جاتا ہے؟ ہاں! میرے اور آپکے اندازے سے بڑھ کر۔
اب دعا مانگنے والے کو سبق لینا چاہیے۔ وہ تو رب العالمین سے مانگتا ہے جس کی عظمت و جلال ہمارے اندازے وہم و خیال سے برتر ہے۔ وہ تو ایسی چیزیں مانگ رہا ہے جو قیمت و وقعت میں لاکھوں کروڑوں روپے سے اعلیٰ ہیں۔
پس لازم ہے کہ اپنے سوال کی اہمیت اور مسئول عنہ کی عظمت کے لحاظ سے دعا مانگنے والے کی دعا میں سوز و گداز، عجز و نیاز، لجاجت و انکسار، عبودیت و افتقار پایا جائے۔
وہ بار بار اپنی شکستگی و درماندگی، عاجزی و بے چارگی بیکسی و ناکسی کا اظہار کرے۔ بار بار اپنے آپ کو اسی کے در کا گدا، اسی کے آستانے کا سوالی، اسی کے دربار کا امیدوار بتائے، اسی کے دین کا فقیر، اسی کے فضل کا مسکین، اسی کے احسانات کا پروردہ ہونا زبان و دل پر لائے اور اس حالت پر یہ یقین رکھے کہ رحمن الرحیم سے مانگ رہا ہے، جس کی رحمانیت نے اسے شکمِ مادر میں رزق پہنچایا، یہ ایمان رکھے کہ وہ اس غفور الودود سے مانگ رہا ہے، جس کے غفران نے ہر ایک عاصی کو خود طلب فرمایا اور جس کی محبت نے ہر ایک جان دار کو محبت سے نوازا۔

دعا یقین کے ساتھ مانگیں

دعا مانگنے والے کو یاد رکھنا چاہیے کہ اثرِ دعا کے ظہور میں اگر دیر لگتی جائے، تو اسی قدر اس کا زیادہ اعتماد بڑھتا جائے اور یقین محکم ہوتا جائے۔ دیکھو زمین سے کوئی دانہ جلد اور کوئی دانہ دیر سے نکلتا ہے۔ کوئی درخت جلد پھل دینے لگتا ہے اور کوئی دیر میں ثمر لاتا ہے۔ دعا مانگنے والے کو ضروری ہے کہ یاس و ناامیدی کا اثر اپنے دل پر نہ ہونے دے۔ ممکن ہے کہ نظر بہ اسبابِ دنیوی کسی مقصد میں یاس و ناامیدی کا کھلا چہرہ بھی نظر آتا ہو، لیکن پھر بھی دعا مانگنے والے کی توقع اور اُمید رب العالمین کے ساتھ وابستہ رہے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۴۲۹ تا ۴۳۴)

مبارک ہے وہ انسان

مبارک ہے وہ انسان جسے دعا مانگنا آجائے...... مبارک ہے وہ انسان جسے دعا مانگنے والوں کے زمرے میں جگہ مل جائے۔ دعا کی منفعت خود لذتِ دعا ہے اور دعا کی اجابت پر مداومتِ کامل کا مل جانا ہے۔ یہ وہ فائدے ہیں جو آغازِ کار میں عطا فرمائے جاتے ہیں۔
دعا مانگنے والے کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ مانگتا ہے۔
جس طرح انسان اس شخص سے ناراض ہو جاتے ہیں جو ان سے ہر وقت مانگا کرتا ہے۔ پس دعا مانگنے کا ایک عظیم فائدہ یہ بھی ہے کہ دعا مانگنے والا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرتا ہے۔

اے رب! ہم کو اپنے در کا فقیر بنا دے
اے رب! ہم کو اپنے گھر کا سوالی بنا دے

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۴۳۵۔۴۳۶)

قاضی عبدالرحمٰن منصور پوری رحمہ اللہ کی عقیدت

علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی قاضی عبدالرحمن تھے۔ فن ریاضی و فلکیات میں خاص طور سے

Marfat.com

مہارت رکھتے تھے۔ وہ پاکستان کے ممتاز عالم مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ کے جدامجد حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمن لکھوی رحمہ اللہ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے اور مولانا محی الدین عبدالرحمن لکھوی کا سلسلۂ ارادت حضرت مولانا سید عبداللہ غزنوی سے وابستہ تھا۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص:۴۴۹)

پیران پیر سے نسبت

شیخ عبدالشکور صاحب کے علم کے مطابق قاضی صاحب رحمہ اللہ کی نسبت عالی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے خاندان سے بھی ملتی ہے۔

قاضی صاحب مرحوم کے اسلاف میں بہت سے بزرگ عہدۂ قضا پر فائز رہے۔ شاہ جہاں بادشاہ نے قصبہ منصور پور (مشرقی پنجاب، موجودہ نام چھینٹاں والا) کا علاقہ بطور جاگیر قاضی شیخ محمد غوث رحمہ اللہ کو عطا کیا تھا۔ قاضی محمد غوث رحمہ اللہ کا مزار سنام میں ہے اور شاہی فرمان، شیخ عبدالشکور کے پاس محفوظ ہے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص:۴۵۴)

خلوت کو جلوت پر ترجیح

قاضی عبدالعزیز منصور پوری اولین دور کے مسلمان گریجویٹ تھے۔ انہوں علی گڑھ یونیورسٹی سے تعلیم مکمل کی۔ ''رحمۃ للعالمین'' کا مکمل ترجمہ صحت الفاظ کے ساتھ انگریزی زبان میں کیا۔ خلوت کو جلوت پر ترجیح دیتے تھے۔ اپنے ہم عصر مشاہیر سے قلبی تعلق رکھتے تھے۔ قاضی عبدالعزیز ہر روز طویل وظائف پڑھتے تھے۔ بہ ظاہر امورِ دنیا سے کوئی تعلق نہ تھا۔ پٹیالہ سے ہجرت کرنے کے بعد لاہور میں کئی برس انتہائی غربت میں بسر کیے۔ ہم عصر مشاہیر میں سے کسی کو اپنا حال نہ بتایا۔

اوراد وظائف و مراقبے:۔ تمام عرصہ معمولات میں کوئی فرق نہ آیا۔ شب بیداری، مراقبے، اوراد، وظائف، نوافل اور رحمۃ للعالمین کے ترجمے کا کام جاری رہا۔ ان کا عطا کردہ فیض ان کے روحانی ورثاء میں جاری ہے۔ ان کے روحانی مدارج میں سے صرف ایک واقعہ درج ہے۔ فارسی زبان میں طویل نعت رسول مقبول لکھی۔ اس نعت کے سلسلے میں دو دفعہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی اور ایک مرتبہ اصلاح بھی کی...... ارشاد ہوا عبدالعزیز وہ نعت سناؤ۔ تعمیل ارشاد ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مصرع میں اصلاح فرمائی۔ سبحان اللہ تعالیٰ۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص:۴۵۷-۴۵۸)

قارئین! یہاں تک آپ نے قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں تصوف کے پہلو نہایت تفصیل سے پڑھے۔ انکا خطبہ ملاحظہ فرمایا اور انکی کتاب تاریخ المشاہیر میں بیان کردہ صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے حالات بھی پڑھے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مشہورِ زمانہ اور مقبول بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کتاب ''رحمۃ للعالمین'' کے چند صفحات بھی آپکی خدمت میں پیش کر دیے جائیں تاکہ واضح ہو جائے کہ خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کون کون سے صوفیانہ پہلو تھے۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث کی روشنی میں بڑی وضاحت کیساتھ انکی تصریح کی ہے۔ (از: مرتب)

Marfat.com

سیرت رحمۃ للعالمین ﷺ (جلد ۳)

از: علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار۔ لاہور

سنت مصطفویہ و طریقہ محمدیہ ﷺ

قاضی عیاض نے کتاب الشفاء میں حدیث ذیل بہ روایت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان کی ہے، اس سے نبی کریم ﷺ کے محاسن اخلاق اور مکارم عادات کا وضوح بخوبی ہوتا ہے۔

مصنف کا جودرجہ حدیث میں ہے وہ ان کی کتاب اکمال شرح صحیح مسلم اور مشارق الانوار سے بخوبی نمودار ہے۔ نبی کریم ﷺ کے فضائل وشیم وخصائل کے بیان صحیح میں جو ان کو شغف قلبی ہے، وہ ان کی کتاب ''الشفاء فی بیان حقوق المصطفیٰ ﷺ'' سے خوب واضح ہے۔ مصنف کی ثقاہت اور امانت فی الدین توثیق حدیث کیلئے مکتفی ہے، مع ہذا جملہ کلمات واردہ کی تطبیق دیگر روایات متعددہ سے ہوجاتی ہے۔

شرح حدیث کے وقت خوش قسمتی سے علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن بکر بن ایوب بن سعد الزرعی الدمشقی الفقیہہ الحنبلی المفسر النحوی الاصولی المتکلم الشہیر بابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہم کی کتاب مدارج السالکین بھی مل گئی۔ یہ کتاب شیخ الاسلام السروی عبداللہ بن محمد بن علی الصوفی القدوۃ الحافظ احد الاعلام رحمۃ اللہ علیہم کی کتاب منازل السائرین کی شرح ہے۔ اس شرح میں ہر دو کتب سے پورا پورا استفادہ کیا گیا ہے۔ جزاھما اللہ عنا خیر الجزاء۔

حدیث یہ ہے:

> ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ حضور ﷺ کا طریقہ (سنت) کیا ہے۔ فرمایا: (1) معرفت میرا راس المال ہے (2) عقل میرے دین کی اصل ہے۔ (3) محبت میری بنیاد ہے (4) شوق میری سواری ہے (5) ذکر الٰہی میرا انیس ہے (6) اعتماد میرا خزانہ ہے (7) حزن میرا رفیق ہے (8) علم میرا ہتھیار ہے (9) صبر میرا الباس ہے (10) رضا میری غنیمت ہے (11) عجز میرا فخر ہے (12) زہد میرا حرفہ ہے (13) یقین میری خوراک ہے (14) صدق میرا ساتھی ہے (15) اطاعت میرا بچاؤ ہے (16) جہاد میرا خلق ہے (17) اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ (رحمۃ للعالمین جلد سوم ص: 250-251)

معرفت میری اصل پونجی ہے

راس المال اس رقم کو کہتے ہیں جس کے بغیر تجارت کا آغاز ہی نہیں ہوسکتا، جس سے تاجر اپنی تجارت کو شروع کیا کرتا ہے۔ حدیث بالا میں معرفت کو راس المال فرمایا گیا ہے۔

Marfat.com

معرفت لغت میں شناخت کو کہتے ہیں۔ اصطلاح عرفاء میں اس کا استعمال بدایت پر بھی ہوتا ہے اور نہایت پر بھی۔

واضح ہو کہ معرفت کی ابتداء خود نفس انسانی کی شناخت سے ہوتی ہے۔ سعید وہ ہے جس کے شعور کا آغاز خود اپنے عیوب کی شناخت سے ہو۔ پدر اعظم کا اپنی اولاد کو یہ پہلا سبق ہے کہ جب انسان کو اپنا کوئی نقص یا عیب نظر آئے تو فوراً اس کے ازالہ کی تدبیر کرنا چاہئے۔

لغت اور شرع میں معرفت اور علم کے دو الفاظ ہیں جو شناخت کیلئے آتے ہیں۔ اہل علم کے نزدیک علم کا درجہ معرفت سے برتر ہے۔ گو متصوفین کی اصطلاح میں اب لفظ معرفت کا درجہ لفظ علم سے برتر سمجھا جاتا ہے۔

بلحاظ معنی معرفت و علم میں فرق یہ ہے کہ معرفت کسی شے کی ذاتی شناخت کو کہتے ہیں اور علم کا اطلاق اس شے کے اندرونی احوال پر آتا ہے۔ لہٰذا معرفت کو تصور اور علم کو تصدیق کہا جا سکتا ہے۔

حدیث بالا میں معرفت کو راس المال فرمانے سے اسی ابتدائی سلوک (تصوف) کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے جب کہ انسان کو اپنے بندہ ہونے کی اور رب العالمین کے مالک ہونے کی شناخت کا آغاز ہوتا ہے یہی شناخت' یہی احساس بندہ کیلئے ہادی راہ بن جاتا ہے۔ واضح ہو کہ اہل تصوف نے امارات اور شواہد معرفت پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عارف کو تعلقات سے کیا علاقہ' محب کو شکوہ سے کیا نسبت' بندہ کو دعویٰ سے کیا تعلق"۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا عارف کسے کہتے ہیں؟

فرمایا: پانی کا رنگ ظرف کے رنگ کا سا نظر آیا کرتا ہے"۔

اس قول کے معنی یہ ہیں کہ بندہ پر الوان عبودیت کا ظہور ہوتا ہے۔ وہ کبھی ابتلائے ربانی کے سامنے صابر ہوتا ہے اور کبھی نعمائے ربانی کے سامنے شاکر' کبھی وعدہائے صدق کی بشارت سے اس کا قلب خلد بہار ہوتا ہے اور کبھی مواعید الٰہی سے وہ سراپا عجز و انکسار۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عارف کی تین نشانیاں ہیں:

(1) نور معرفت پر نورِ ورع غالب ہو۔

(2) اعتقاد باطن حالتِ ظاہر سے متناقض نہ ہو۔

(3) نعم الٰہیہ کی فراوانی سے محارم الٰہیہ میں نہ گر پڑے۔

حقیقت یہ ہے کہ معرفت سے ہیبت پیدا ہوتی ہے اور اس ہیبت ہی کے اندر انس و انشراح ہوتا ہے۔

حدیث صحیح میں ہے:

انا اعرفکم باللہ و اشدکم لہ خشیۃ"۔

میں تم سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا عرفان رکھتا ہوں اور سب سے زیادہ اس کے سامنے خشیت والا ہوں"۔

یاد رکھنا چاہئے کہ معرفت وہ نور ہے جو مومن کے سینہ میں رکھ دیا جاتا ہے کہ وہ صفات کو سمجھ سکے اور شواہد و براہین کا استعمال کر سکے۔ (رحمۃ للعالمین جلد ۳، ص: 250 تا 254)

Marfat.com

والحب اساسی

محبت میری بنیاد ہے

واضح ہو کہ تغزل وادبیات میں لفظ عشق کا استعمال زیادہ تر ہوتا ہے، مگر فرقان حمید اور حدیث پاک میں لفظ عشق اور اس کے مشتقات کا استعمال نہیں ہوا۔

جنون کی بہت اقسام ہیں، عشق بھی یکے از انجملہ ہے۔

احب العمل الی اللہ مادام علیہ صاحبہ"۔

سب سے پیارا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ہے جس پر عمل والا مداومت کرے۔

ان اللہ یحب ان یوخذ برخصتہ"۔

اللہ تعالیٰ کو پسند ہے کہ اس کی رخصت پر عمل کیا جائے۔

احب الاعمال الی اللہ الصلوٰۃ علی اول وقتھا"۔

سب اعمال سے زیادہ پسند اللہ تعالیٰ کو وہ نماز ہے جو اول وقت میں پڑھی جائے۔

احادیث بالا میں تو اللہ تعالیٰ کی اس محبت کا ذکر تھا جو اسے اپنے بندوں کے اعمال سے ہے، اب بندوں کی محبت کا ذات پاک کے ساتھ ہونا۔ آیت ذیل میں بصراحت ہے۔

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے ماں باپ، بیٹے، بیٹیاں، بہن بھائی، بیویاں اور خویش قبیلہ اور مال جسے تم سمیٹتے ہو اور تجارت جس کے گھٹنے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو تم کو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے اور راہ خدا میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں، تب انتظار مہلت کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم جاری فرمائے"۔

اس آیت میں انسان کی اس محبت کا اثبات فرمایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان سب اشیاء کی محبت کا انسان کو ہونا ایک فطری امر ہے۔ (رحمۃ للعالمین جلد سوم، ص:258-259)

اس کے بعد حبیت کا مسئلہ شروع فرمایا کہ اگر مذکورہ بالا محبت مغلوب ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت ان جملہ انواع محبت پر غالب تر ہے تب تو ٹھیک ہے، لیکن اگر خدانخواستہ اللہ تعالیٰ ورسول اللہ ﷺ کی محبت سے ان اشیاء کی یا ان اشخاص کی محبت بڑھ گئی، تب معاملہ سخت مشکل ہے اس بارے میں جو اللہ تعالیٰ چاہے گا، وہی جاری فرمائے گا۔

محبت ہی سے انابت الی اللہ کی صفت پیدا ہوتی ہے اور محبت ہی خوف ورجا کا معدن ہے۔

محبت ہی ہے جو انسان کو کبھی مقام رضا پر اور کبھی مقام شکر پر متمکن کر دیتی ہے۔

صبر بھی وہی صبر ہے جس کی بناء پر محبت پر ہو، ورنہ اس کا نام بے چارگی ہوگا۔

Marfat.com

زہد بھی وہی زہد ہے جس کا منشاء محبت ہو، ورنہ اس کا نام عدم دسترس ہوگا۔ حیا بھی وہی حیا ہے جس کی ولادت محبت سے ہو، جو ادب و تعظیم کی ہوا میں پلی ہو، ورنہ اس کا نام انفعال طبع ہوگا۔

فقر بھی وہی فقر ہے جو محب کو بجانب محبوب ہو اور دل اپنی تمام تر قوت کے ساتھ محبوب کے جود و نوال کی جانب منجذب ہو جائے

ورنہ اس کا نام تنگدستی ہوگا۔

الغرض محبت ہی قوت القلوب ہے۔

اور محبت ہی غذاء الارواح ہے۔

اب ہم مدارج محبت کا ذکر کرتے ہیں

(1) محبت کی ابتداء علاقہ سے ہوتی ہے، یعنی دل کا تعلق جو کسی جانب پیدا ہو جائے۔

(2) اس تعلق کو ارادہ قوی بناتا ہے۔

(3) اب کشش پیدا ہوتی ہے اور جس طرح پانی نشیب میں خود بخود جاتا ہے، اسی طرح محب کو محبوب کی طرف وہ کشش لئے جاتی ہے۔

(4) اب سوزش پیدا ہوتی ہے اور دل میں ہر وقت ایک جلن رہنے لگتی ہے۔

(5) اب پیار نمودار ہوتا ہے اور صفت وداد سے دل آشنا ہو جاتا ہے۔

(6) اس پر ترقی و افزونی ہوئی تو شغف کا تسلط ہو جاتا ہے اور محبت کا اثر قعر قلب (دل کے گہراؤ) تک پہنچ جاتا ہے۔ مصائب کے برداشت اور موانعات کی سبکی نظر آنے لگتی ہے۔ تدابیر قرب اور مواصلات وصل کی دھن میں شب و روز گزرنے لگتے ہیں۔

محبوب کے سوا باقی دیگر تفکرات منقطع ہو جاتے ہیں۔ محبوب ہی کا تصور جسم پر اور محبوب ہی کی محبت دل پر حکمران بن جاتی ہے۔

(7) اس سے اگلی حالت کا نام عشق ہے۔ یہ لفظ اسم عشقہ سے بنایا گیا ہے، یہ ایک زرد پھولوں والی بیل ہوتی ہے، جس درخت پر چڑھ جاتی ہے اسے خشک کر دیتی ہے اور یہی حال اس مرض کے مریض کا بھی ہوتا ہے۔

(8) اس سے آگے درجہ تیم کا ہے۔ تیم کے معنی ''غلامی'' ہیں اس وقت انسان خود اپنے ہی خیالات کا غلام بن جاتا ہے اور ان سے رہائی پانا اس کے اختیار سے باہر ہو جاتا ہے۔

(9) (محبت و عشق کے) اعلیٰ ترین درجہ کا نام عبودیت ہے جبکہ محب ہر ایک دعویٰ سے دستبردار ہو جاتا ہے جبکہ دنیا میں کوئی شے اس کی نہیں رہ جاتی ہے، حتیٰ کہ اس کا جسم، اس کا دل، اس کی روح، اس کی تمنا، اس کی مراد بھی خود اپنے لئے نہیں رہ جاتی ہے اور وہ ان سب کو خوشی خوشی چھوڑ کر معبود کے معبود ہونے پر بس کر جاتا ہے اور اس امر پر قانع بلکہ شاکر ہوتا ہے کہ وہ اپنے معبود کا عبد کہلایا کرے۔

Marfat.com

(10) اس سے بھی بالاتر درجہ خلت کا ہے' تب تو جسم کا ایک ایک بال اور نبض کی ایک ایک حرکت اور سینہ کا ایک ایک سانس متفق المراد بن جاتے ہیں۔ جذبات اور متمنیات کا خاتمہ ہو جاتا ہے' دل و دماغ، طبع و روح میں پوری طاقت اور کامل وحدت کے ساتھ ایک ہی محبوب کا خالص رضوان مقصود و مطلوب بن جاتا ہے' وہ بھی اس شان کے ساتھ کہ محبت کا مقصود نہیں بلکہ محبوب کا مقصود محبت کا مطلوب نہیں بلکہ محبوب کا مطلوب۔

عام طور پر فہم انسانی اس کیفیت کے تعلق سے نارسا ہے اور اس درجہ کی تکمیل صرف سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور سیدنا و مولانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔ الفاظ درود پاک میں یہی دو نام واقع ہوئے ہیں۔ ایک کو تقدیم کی اولیت حاصل ہے اور دوسرے کو اتمام کی افضلیت۔

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَابَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ"۔

یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اختتام سے بیشتر ان اسباب کا ذکر کر دیا جائے جو جالب محبت اور جاذب محبت ہیں تاکہ کوئی سعادت مند ان سے تمتع حاصل کر سکے۔

اسباب بقاء و ارتقائے محبت الٰہیہ درج ذیل ہیں:

(1) قرأت فرقان حمید: قرأت کے تحت میں تدبر معانی اور فہم مراد ربانی (ہر دو) شامل ہیں۔

(2) نماز: فرائض کے علاوہ نوافل کی مواظبت و کثرت۔

(3) دوام ذکر: اس لفظ کے اندر ذکر لسانی اور قلبی دونوں شامل ہیں۔ ذکر بالحال اور ذکر بالعمل بھی اسی مفہوم کے اندر ہیں۔

(4) اسماء و صفاتِ الٰہی کا مطالعہ و مشاہدہ بذریعہ قلب۔

(5) اللہ عزوجل کی نعمت ہائے ظاہری و باطنی و احسانات مادی و روحانی کا تذکار۔

(6) مقامات عبادت میں کمال ادب اور حضور تام کے ساتھ وقوف قلبی۔

(7) ذوق حضور میں قلب کا انکسار کلی۔

(8) اپنی خواہشات کا احکام ربانی پر ایثار۔

(9) محبین و صادقین کی مجالست۔

(10) ان اسباب سے منافرت جو اللہ تبارک و تعالیٰ اور بندہ ناچیز کے درمیان بعد و دوری کا موجب ہیں ان امور کی مواظبت سے امید ہے کہ وہ سرچشمہ محبت جو انسان کی سرزمین قلب میں ودیعت ہے اور جسے خس و خاشاک علائق نے بند کر رکھا ہے۔ پھر فوارہ جوش زن ہو اور پوری رفتار سے چلتا ہوا کشتِ زارِ تمنا کی سیراب کا ذریعہ بنے۔

Marfat.com

اللهم ارزق حبك وحب من يقربني الى حبك۔

ناظر کتاب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ ''والحب اساسی'' پر ایک بار اور تدبر کر لینا چاہئے کہ جس ایوان عظمت نشان کی بنیاد ''محبت'' ہو وہ عمارت کیا ہوگی اور اس مکان کا مکین کس نشان کا ہوگا۔

یہی سبق ہے جو سیرت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑھنے والے کو یاد رکھنا چاہئے۔(رحمۃ للعالمین جلد سوم' ص:258-263)

والشوق مرکبی (شوق میری سواری ہے)

واضح ہو کہ قرآن مجید میں لفظ ''شوق'' وارد نہیں ہوا بلکہ اسکے بجائے لفظ ''لقاء'' استعمال ہوا ہے۔

اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ علمائے فن کے نزدیک فیصلہ طلب یہ امر ہے کہ حصول دیدار کے بعد بھی شوق باقی رہتا ہے یا نہیں؟ بعض کی رائے ہے کہ ''شوق'' تو اس سفر کا نام ہے جو محب کو بجانب محبوب لے جاتا ہے۔ لہٰذا جب منزل مقصود پر پہنچ گئے تو سفر کا خود بخود خاتمہ ہو گیا۔ مگر حدیث پاک میں اس لفظ کا استعمال ہوا ہے۔ حدیث زیر شرح میں بھی اور ایک دوسری صحیح حدیث میں بھی، جس کے الفاظ یہ ہیں:

اللهم انى اسالك لذة النظر الى وجهك والشوق الى لقائك۔

الٰہی! تیرے چہرے پر نگاہ ڈالنے کی لذت اور تیری ملاقات کے شوق کا سوال کرتا ہوں''۔

حدیث زیر شرح میں شوق کو مرکب بنایا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ شوق آثارِ محبت میں سے ایک اثر کا نام ہے اور اس کا درجہ اصل محبت سے کمتر ہے۔ کیونکہ شوق محبت ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ ہاں شوق ؂

وہ چنگاری ہے جو دل کو گرمائے رکھتی ہے　　　وہ لپٹ ہے جو شمع قلب سے اٹھتی ہے

شوق ہی اعضاد جوارح کو منقاد اعمال بناتا ہے اور شوق ہی اعمال میں مداومت پیدا کرتا ہے۔

شوق ہی ہے جو آلائے اخروی کو نعم دنیوی سے بھی قریب تر دکھلاتا اور شوق ہی ہے جو ہر ایک شکستہ پر کو مائل پرواز رکھتا ہے۔

یہ شوق ہی ہے جو محبت صادق کی راہ میں مشعل افروزی کرتا ہے اور یہ شوق ہی ہے جو کسی درمیانی منزل پر محبت آبلہ پا کو آرام نہیں لینے دیتا۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مقدار شوق مقدار محبت پر مبنی ہے۔ یہ محال ہے کہ فراوانی محبت میں شوق قاصر پایا جائے یا کمی محبت کی صورت میں شوق کثیر الوجدان ہو۔

سچ یہ ہے کہ سالک کیلئے شوق سے بڑھ کر اور کوئی سواری نہیں۔

یہ وہی مرکب ہے جو گھاٹیوں کو پھاندتا ہے اور امتحان کے خطرناک پل سے صاف گزرتا ہوا جنت اللقاء تک پہنچا دیتا ہے۔

فطوبیٰ للمشتاقین و طوبیٰ للمحبین۔(رحمۃ للعالمین جلد سوم' ص:263-264)

Marfat.com

ذکر اللہ انیسی (اللہ تعالیٰ کا ذکر میرا مونس ہے)

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

(1) ذکر ہی اہل ایمان کا زادِ راہ ہے جسے لے کر وہ سفر کیا کرتے ہیں۔ (2) ذکر ہی وہ منشور (پاسپورٹ) ہے جسے دکھا کر وہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔ (3) ذکر ہی دلوں کی زندگی ہے' جس کے بغیر اجساد بمنزلہ گور رہ جاتے ہیں۔ (4) ذکر ہی وہ ہتھیار ہے جس سے رہزنوں اور دشمنوں کو ہٹایا جاتا ہے۔ (5) ذکر ہی وہ پانی ہے جس سے دل کی آگ بجھائی جاتی ہے۔ (6) ذکر ہی وہ دوا ہے جس سے باطن کا روگ دور کیا جاتا ہے۔

فاذا مرضنا تداوینا بذکرکم فنترك الذکر احیاناً فنستکس۔

جب ہم بیمار ہو جاتے ہیں تو تمہارے ذکر کو اپنی دوا بناتے ہیں۔ کبھی کبھی ذکر چھٹ جاتا ہے تو ہم منہ کے بل گر پڑتے ہیں۔

قرآن مجید میں ذکر کو دس طریقے سے بیان فرمایا گیا ہے

(ا) ذکر کا حکم دیا گیا:

الف۔ حکم مطلق بھی:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا۔ (الاحزاب:41)

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کیا کرو' بہت ذکر کرنا"۔

ب۔ حکم مقید بھی:

وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَۃً۔ (الاعراف:205)

اپنے رب کو یاد کرو' اپنے دل میں عاجزی اور خوف سے"۔

وَّ سَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا۔ (الاحزاب:42)

اللہ کی تسبیح کیا کرو' صبح و شام"۔

(2) غفلت ونسیان ذکر سے نہی فرمائی گئی

وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسٰھُمْ اَنْفُسَھُمْ۔ (الحشر:19)

مت بنو تم ویسے جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا اور اللہ نے ان کو نسیان میں چھوڑا"۔

(3) فلاح ونجات کو کثرت ذکر پر معلق فرمایا ہے

وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

Marfat.com

اللہ کا ذکر بہت بہت کیا کرو کہ تم فلاح پاؤ"۔

(4) اہل ذکر کی مدح وثناء فرمائی ہے

وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا۔(الاحزاب:35)

مرد اور عورتیں اللہ کا بہت بہت ذکر کرنے والے، ان کیلئے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم مقرر کر رکھا ہے۔

(5) غافلین ذکر کے خسران کا اعلان فرمایا گیا ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔(المنٰفقون:9)

اے ایمان والو! تمہارا مال اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں' جس نے ایسا کیا وہ نقصان اٹھانے والا ہے"۔

(6) ذکر کو جملہ اعمال سے افضل واعلیٰ بتلایا ہے

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔(العنکبوت:45)

نماز بدکاریوں اور برے کاموں سے ہٹا دیتی ہے اور اللہ کا ذکر تو بہت بڑھ کر ہے۔

قارئین! شیطان نے تصوف کے متعلق اہل حدیث کے ذہن میں نہ جانے کیسی کیسی بدگمانی ڈالی ہوئی ہے۔ حالانکہ تصوف کا یہ خاصہ ہے کہ اس میں شامل ہوتے ہی انسان کو جو سب سے پہلی نعمت ملتی ہے "وہ ہے ذکر الٰہی کی توفیق" صوفی مرشد چاہے نقشبندی ہوں، یا قادری، سہروردی ہوں یا چشتی، اپنے مرید کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی کے ذکر پہ لگاتے ہیں، اپنے نام کی تسبیح نہیں پڑھواتے۔ آپ صوفیائے اسلاف کے حالات پڑھ رہے ہیں، کہیں بھی غیر اللہ کے نام کی تسبیح یا کوئی شرکیہ ذکر ملا؟ پہلے تصوف کو اچھی طرح سمجھ تو لیں، پھر تبصرے بھی کر لیجیے گا۔(از: مرتب)

(7) قرآ مجید پر تدبر سے واضح ہوتا ہے کہ جملہ اعمال صالح کا اختتام بیان ذکر پر ہوتا ہے

الف: حکم نماز پر غور کرو۔

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ۔(النساء:103)

جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کو یاد کیا کرو کھڑے بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے ہوئے"۔

ب: اختتام حکم نماز جمعہ کو پڑھو۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔(الجمعہ:10)

Marfat.com

جب نماز ہو چکے تب اپنی اپنی جگہ پھیل جاؤ اللہ کے فضل کی تلاش کرو اور اللہ کا بہت بہت ذکر کرو تا کہ تم فلاح پاؤ"۔

ج: اختتام حکم صیام پر تدبر کرو۔

وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ۔ (البقرہ:185)

تا کہ تم اللہ کی بزرگی بیان کرو اس لئے کہ اس نے تم کو ہدایت کی ہے"۔

د: اختتام حکم حج کو دیکھو۔

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ۔ (البقرہ:200)

جب مناسک پورے کر چکو تب اللہ کا ذکر کرو"۔

ہ: **اختتام حیات بھی اگر ذکر پر ہو تو اس کیلئے حدیث پاک میں داخلہ جنت کا وعدہ ہے۔ ادخلہ اللہ الجنۃ۔**

(8) ذکر الٰہی جملہ اعمال کے ساتھ ساتھ پایا جاتا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر ہی روح الاعمال ہے۔

نماز کے متعلق ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ۔ (طٰہٰ:14)

نماز کو قائم کر میرے ذکر کیلئے۔

حدیث شریف میں چند اعمال کا ذکر کر کے ان کا ذکر الٰہی کیلئے ہونا ظاہر فرمایا گیا ہے۔

وانما جعل الطواف بالبیت والسعی بین الصفاء والمروۃ ورمی الجمار لاقامۃ ذکر اللہ۔

خانہ کعبہ کا طواف، صفا و مروہ کے درمیان سعی اور کنکریوں کا چلانا ذکر الٰہی کی اقامت کیلئے مقرر ہوا ہے"۔

صحیح مسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں اہل ذکر کو مفردون فرمایا گیا ہے یعنی اہل تفرید و توحید۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ میں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الا انبئکم بخیر اعمالکم وازکاھا عند ملیککم وارفعھا فی درجاتکم وخیر لکم من انفاق الذھب والفضۃ وان تلقوا عدوکم فتضربوا اعناقھم ویضربون اعناقکم قالوا وما ذلک یارسول اللہ قال ذکر اللہ عزوجل۔

کیا میں تمہیں آگاہ نہ کروں کہ تمہارے اعمال میں بہتر کیا ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے بلند تر کیا ہے اور جو زر و سیم کے خرچ سے بھی بہتر ہے، جو اس سے بھی بہتر ہے کہ دشمنوں کو ملو، ان کی گردنیں کاٹو یا وہ تمہاری گردنیں کاٹیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کیا ہے؟ فرمایا: اللہ کا ذکر"۔

صحیح مسلم میں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

لایقعدقوم یذکرون اللہ الاحفتھم الملائکۃ وغشیتھم الرحمۃ ونزلت علیھم السکینۃ وذکرھم اللہ فی من عندہ۔

"جولوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کو بیٹھتے ہیں، فرشتے ان کے گرداگرد آجاتے ہیں، رحمت ان پر چھا جاتی ہے، تسکین ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے فرشتوں میں فرماتا ہے"۔

صحیح مسلم میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حلقہ میں تشریف لائے اور پوچھا کہ کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے عرض کی کہ ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کررہے ہیں اس امر پر کہ اس نے ہمیں اسلام کی راہ دکھلائی اور ہم پر احسان فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا قسمیہ کہتے ہو؟ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی کہ ہاں قسمیہ کہتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اما انی لم استحلفکم تھمۃ لکم ولکن اتانی جبرئیل علیہ السلام فاخبرنی ان اللہ یباھی بکم الملائکۃ۔

"سنو! میں نے تم سے حلف نہیں لیا بہ سبب جھوٹ کی تہمت کے، لیکن میرے پاس تو جبرائیل علیہ السلام ابھی آئے تھے، انہوں نے مجھے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے ملائکہ پر فخر کرتا ہے"۔

ایک اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا عمل افضل ہے۔ فرمایا:

ان تفارق الدنیا ولسانک رطب من ذکر اللہ۔

"جب تو دنیا چھوڑے تو تیری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تروتازہ ہو"۔

ایک اور شخص نے عرض کیا کہ مجھے احکام اسلام تو بہت زیادہ معلوم ہوتے ہیں، مجھے صرف ایک چیز بتلا دیجئے۔ فرمایا:

لایزال لسانک رطبا من ذکر اللہ۔

"تیری زبان برابر ذکر الٰہی میں جاری رہنی چاہئے"۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا:

ایھا الناس ارتعوا فی ریاض الجنۃ۔

"اے لوگو! چمن ہائے بہشت کی سیر کرو"۔

لوگوں نے عرض کیا کہ چمن ہائے بہشت کسے کہتے ہیں۔ فرمایا:

اغدوا وروحوا واذکروا من کان یحب ان یعلم منزلۃ عند اللہ فلینظر کیف منزلۃ اللہ عندہ فان اللہ ینزل العبد منہ حیث انزلہ من نفسہ۔

"صبح وشام ذکر الٰہی برابر کیا کرو، تم میں سے جو کوئی یہ چاہتا ہے کہ اپنا درجہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دریافت کرے اسے لازم ہے کہ اس امر پر غور کرے کہ اللہ تعالیٰ کا درجہ خود اس کے دل میں کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بندہ کو ویسا ہی درجہ عطا فرماتا ہے جو اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا درجہ ہوتا ہے"۔

Marfat.com

صحیح ترمذی و مسند وغیرہ میں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے پدر بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام سے روایت کیا ہے:

اقرا امتک منی السلام و اخبرھم ان الجنة طيبة التربة عذبة الماء و انها قيعان و ان غراسها سبحان الله و الحمد لله و لا اله الا الله و الله اكبر۔

اپنی امت سے میرا اسلام کہہ دیجئے اور بتا دیجئے کہ جنت پاکیزہ زمین، میٹھے پانی والی ہے، وہ سفید جگہ ہے اور وہاں کے گل، بوٹے "سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر ہیں"۔

صحیحین میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مثل الذی یذکر ربه والذی لا یذکر مثل الحی والمیت۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اس کی مثال زندہ جیسی ہے اور جو شخص ذکر نہیں کرتا اس کی مثال مردہ جیسی ہے"۔

روایت صحیح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا:

من ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی و من ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملاء خیر منھم۔

جو کوئی شخص میرا ذکر چپکے چپکے کرتا ہے میں بھی اس کا ذکر اپنی ذات سے کرتا ہوں اور جو کوئی میرا ذکر کسی گروہ کے اندر کرتا ہے میں بھی اس کا ذکر ایسے گروہ سے کرتا ہوں جو ان کے گروہ سے بہتر ہے"۔

یاد رکھو کہ ذکر کے تین طریقے ہیں:

(1) صرف زبان ذکر کر رہی ہو، یہ ادنیٰ درجہ ہے۔ (2) صرف دل ذکر کر رہا ہو، یہ متوسط درجہ ہے۔

(3) دل اور زبان دونوں ذکر کر رہے ہوں، یہ درجہ اعلیٰ ہے۔

یہ بھی یاد رکھو، اقسام ذکر بھی تین ہیں:

اسماء و صفات اور ان کے معانی کا ذکر، ثنائے ربانی اور توحید الٰہی۔

امر و نہی، حلال و حرام کا ذکر۔

اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام، احسان اور عطیات کا بیان۔

یاد رکھو کہ مراتب ذکر بھی تین ہیں:

(1) وہ ذکر جو غفلت و نسیان کو اڑا دیتا ہے۔

(2) وہ ذکر جو قیود سے چھڑا کر بقائے شہود تک پہنچا دیتا ہے۔

(3) وہ ذکر جو انسان کو اپنی یاد سے فراموش کر کے ذکر حقانی ہی کے ساتھ وابستہ و زندہ کر دیتا ہے

مبارک ہے وہ انسان جسے ذکر ربانی نے اپنا فریفتہ بنا لیا ہے۔

مبارک ہے وہ صاحب ایمان جس نے فنائے عالم کا سبق رب العالم سے سیکھ لیا ہے۔

(رحمۃ للعالمین جلد سوم، ص: 264 تا 271)

Marfat.com

الثقۃ کنزی (اعتمادِ الٰہی میرا خزانہ ہے)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس حدیث نبوی ﷺ کی بھی روایت کی ہے جو نبی کریم ﷺ نے غارِ ثور میں رفیق صادق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمائی تھی۔ یعنی لاتحزن۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فدائی دل نبی کریم ﷺ کے رنج و آزار کو دیکھ کر پاش پاش ہو رہا تھا' تب نبی کریم ﷺ نے ''لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا'' (التوبہ:40) فرما کر حزن سے قصرانس تک پہنچایا۔

اس ارشاد میں نقطہ لطیف یہ تھا کہ اس معیت ربانی کا درجہ جس میں نبی کریم ﷺ وصدیق اکبر رضی اللہ عنہ داخل وشامل تھے۔ اس حزن سے برتر واعلیٰ ثابت کیا جائے، جسے عشق نے سلامتی یار کے متعلق بھیانک بنا دیا تھا۔

یہ یادرکھنے کی بات ہے کہ اسم اعظم ''اللہ'' کے ظلال میں جو معیت شامل ہے' وہ جملہ اسماء حسنیٰ کے ظلال سے بدرجہ علیا ہے اور کمالات عارف کی تکمیل اسی اسم ذات ''اللہ'' کی سیر میں ہوتی ہے اور جب معیت الٰہی کا ظہور ان اللہ معنا کے نور میں ہوتا ہے تو جملہ اسماء کی عظمت ورفعت بھی اسی کے تحت میں داخل ہوتی ہے اور کائنات کے جملہ اسباب وعلل ساقط ومضمحل ہو جاتے ہیں۔

(رحمۃ للعالمین جلد سوم' ص:273)

والعلم سلاحی (علم میرا ہتھیار ہے)

علم کے تین مدارج ہیں:

درجہ اول: وہ علم ہے جو قوت باصرہ کے واسطہ سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ جو استقاضہ صحیحہ سے قوت سامعہ کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ جو ایک بڑی تعداد انسانی کے تجربہ متواترہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔

درجہ دوم: وہ علم ہے جو اجسام زکیہ وباطن طاہرہ میں پیدا ہوتا ہے۔

وہ جو اہل ہمت عالیہ کے انفاس صادقہ کو عطا ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں جبکہ ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی ہوتی ہے۔

درجہ سوم: وہ علم ہے' جسے عام طور پر علم لدنی سے موسوم کیا جاتا ہے' یہ علم عبودیت کا ثمرہ اور متابعت احکام حقہ کا بھی پھل ہوتا ہے۔ جب کمال انقیاد کا مادہ راسخ ہو جاتا ہے اور جب مشکوٰۃ نبوت سے اخذ نور کی رغبت ترقی پذیر ہو جاتی ہے' تب جوادِ مطلق کی جانب سے وہ معارف ایمانیہ اور حقائق اصلیہ کھول دیئے جاتے ہیں' جس تک کسی فلسفی یا منطقی کا تخیل بھی نہیں پہنچ سکا ہوتا' ایسا علم خود اپنے لئے دلیل بھی ہے اور دوسرے کیلئے مدلول بھی۔ (رحمۃ للعالمین جلد سوم ص ۲۷۵)

والصبر ردائی (صبر میرا شاندار لباس ہے)

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اہل صبر سے اپنی معیت کا اعلان فرمایا

Marfat.com

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔ (البقرہ:153)

بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایک معیت عامہ ہے' جو بذریعہ علم واحاطہ ہوتی ہے اور ایک معیت خاصہ جس کا نتیجہ حفاظت و نصرت و تائید الٰہی ہوتا ہے آیت بالا میں معیت خاصہ ہی کا ذکر ہے۔ (رحمۃ للعالمین جلد سوم' ص:280)

اصطلاح میں صبر کو اس لئے صبر کہتے ہیں کہ اس میں بھی دل کو گریہ وزاری سے اور زبان کو شکوہ سے اور جوارح کو بے قراری سے روک لینا ہوتا ہے۔ معنی بالا کو ذہن میں رکھتے ہوئے یاد رکھو کہ صبر کی تین اصناف ہیں: صنف اول: طاعت الٰہی پر صبر۔ صنف دوم: معصیت الٰہی سے صبر۔ صنف سوم: امتحان الٰہی سے صبر۔

صنف اول و دوم میں انسان کے کسب کا بھی دخل ہے' مگر صنف سوم میں کسب انسانی کو کوئی دخل نہیں۔

(رحمۃ للعالمین جلد سوم' ص:284)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ صبر پر طاعات کا درجہ صبر از پرہیز محارم سے اکمل و افضل ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک فعل طاعت ترک معصیت سے زیادہ محبوب ہے اور عدم طاعت کا نقصان وجود معصیت کے نقصان سے زیادہ سنگین ہے۔

اب یہ بھی یاد رکھو کہ صبر کی تین حالتیں ہیں: (1) صبر باللہ۔ (2) صبر للہ۔ (3) صبر مع اللہ

(1) صبر باللہ کے معنی یہ ہیں کہ صبر اپنے نفس کیلئے نہ ہو' بلکہ اللہ تعالیٰ کیلئے ہو جیسا کہ فرمایا گیا ہے:

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ (النحل:127)

صبر کیجئے اور آپ کا صبر تو اللہ ہی کیلئے ہے''۔

(2) صبر للہ کے معنی یہ ہیں کہ صبر کا باعث محبت الٰہی اور ارادہ تقرب الٰہی ہو' نہ قوت نفس کا اظہار ہو اور نہ خلق خدا میں تعریف کرنے کا شوق ہو۔

(3) صبر مع اللہ کے معنی یہ ہیں کہ بندہ اپنے نفس کو اوامر الٰہی اور محارم الٰہی کا مطیع بنا دے' جہاں چلنے کا حکم ہو چل پڑے' جہاں رک جانے کا حکم ہو رک جائے۔

یہ صبر صدیقین کا ہے اور یہی سخت ترقسم صبر کی ہے۔

حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے صبر کی بابت پوچھا گیا تو فرمایا:

صبر تو کڑوی دوا کو گھونٹ گھونٹ پینا ہے۔ وہ بھی اس طرح کہ پیشانی پر بل نہ آنے پائے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ **زاہدین کے صبر سے محبین کا صبر زیادہ سخت ہوتا ہے' یعنی یار سے صبر ہونا بہت زیادہ تعجب کا موجب ہے۔** (رحمۃ للعالمین جلد سوم' ص:284-285)

واذاعرتک بلیة فاصبر بها صبر الکریم فانه بک اعلم واذا شکوت الی ابن ادم انما تشکوا الرحیم الی من لا یرحم۔

Marfat.com

جب تجھ پر کوئی بلا نازل ہو تو اچھا صبر کر' کیونکہ رب کو تیرا علم ہے لیکن اگر تو اس کا شکوہ ابن آدم سے کرے گا تب رحیم کا شکوہ اس سے کرتا ہے جو رحم نہیں کرتا۔

کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آستان فیض پر غلاظت گرائی جاتی' جس سے تشتت طبع اور پریشانی دماغ پیدا ہو کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ پر گڑھا کھود کر اسے باریک باریک لکڑیوں سے پاٹ دیا جاتا۔ گڑھے میں کانٹے بھر دیے جاتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز تہجد کیلئے نکلیں تو زمین سمجھ کر اس پر پاؤں رکھیں اور گڑھے میں جا گریں۔

کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ میں محو تام دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن مبارک پر چادر ڈال کر پھانسی کا رسہ بنایا جاتا، گردن مبارک کو افشار سے بھنچا جاتا۔

کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر (بحالت سجود) اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی جاتی اور اسے کفار کی تفریح طبع کا سامان سمجھا جاتا۔ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پتھر برسائے جاتے اور قرأت قرآن پاک سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روکا جاتا۔

کئی سال کا ایسا زمانہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گزرا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک گھاٹی میں محصور رکھا گیا اور دانہ و خورش کا داخلہ بند کیا گیا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا حوصلہ تھا' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا دل تھا کہ صبر کیا اور وہ صبر کیا کہ مالک نے بھی ''وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' (النحل:127) کے تمغہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشرف فرمایا۔

سچ ہے ایسے ہی مقدس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لب مبارک سے یہ زیبا تھا۔ الصبر ردائی فرماتے اور صبر کو تجمل و شان اور شوکت و وقار کا خلعت قرار دیتے۔ صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ بقدر صبرہ علی بلائہ و شکرہ علی الائہ و بارک و سلم۔

(رحمۃ للعالمین جلد سوم' ص:286-287)

رضا الٰہی میری غنیمت ہے

واضح ہو کہ رضاء کے متعلق ائمہ تصوف کے تین اقوال ہیں۔

(1) اہل خراسان کہتے ہیں کہ رضا بھی مقامات میں سے ایک مقام کا نام ہے اور انتہائے توکل یہی ہے اور اس مقام کو بندہ اکتساب سے حاصل کر سکتا ہے۔

(2) اہل عراق کہتے ہیں کہ رضاء تو منجملہ احوال ہے۔ یہ مکاسب میں سے نہیں بلکہ مواہب میں سے ہے۔

(3) تیسرے گروہ نے ہر دو اقوال کو جمع کر دینا چاہا۔ وہ کہتے ہیں کہ رضاء ابتدائی درجہ میں اکتسابی ہے اور منجملہ مقامات ہے اور انتہائی درجہ میں محض عطیہ ربانی ہے لہٰذا منجملہ احوال ہے۔

گروہ اول کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل رضاء کی مدح و ثناء فرمائی ہے اور اس صفت کیلئے شوق دلایا ہے۔ اگر یہ مقام اکتسابی نہ ہوتا اور مقدور بشری سے باہر ہوتا' تو ایسا نہ کیا جاتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

Marfat.com

ذاق طعم الایمان من رضی باللہ ربا و بالاسلام دینا و بحمد رسولا۔

ایمان کا ذائقہ اس شخص نے چکھا جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا"۔

نیز فرمایا کہ جو شخص اذان سن کر یہ الفاظ "رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم رسولا" پڑھتا ہے: اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

یہ دونوں احادیث اس شان کی ہیں کہ مقامات دین کا انہی پر مدار ہے۔ غور کرو کہ ان سے چار امور کا ثبوت ملتا ہے۔

(الف) اللہ تعالیٰ کی ربوبیت والوہیت پر رضامندی۔

(ب) نبی کریم ﷺ کی رسالت اور حضور ﷺ کی اطاعت پر رضامندی۔

(ج) دین الٰہی پر رضامندی۔

(د) دین الٰہی کے سامنے تسلیم وانقیاد کا اقرار۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس شخص میں یہ چار امور جمع ہو جائیں تو وہ صدیق ہے۔

ہاں! دعویٰ زبان آسان ہے مگر کامیابی امتحان دشوار ہے، خصوصاً جب کہ معاملہ یہ ہو کہ نفس کی مراد و خواہش اس کے خلاف ہو۔

یاد رکھو کہ الوہیت پر رضامندی کے معنی یہ ہیں کہ محبت وانابت اور تبتل الی اللہ میں توحید حاصل ہو، خوف ہو تو اسی کا ہو، امید ہو تو اسی سے ہو، جملہ قویٰ کا انجذاب اسی کی جانب ہو اور عبادت کا مقصود توحید فی الاخلاص ہو۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ مسلم مقام رضاء کیوں کر حاصل کر سکتا ہے؟

فرمایا: جب وہ چار باتوں میں پختہ ہو جائے:

(1) عطا کو قبول کرے (2) عدم عطیہ میں راضی رہے (3) انقباض میں عبادت کرے (4) انشراح میں حاضر درگاہ رہے۔ (رحمۃ للعالمین جلد سوم، ص: 287-289)

سیدنا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے کسی نے دریافت کیا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ یوں کہتے ہیں کہ ان کو فقر غنیٰ سے اور مرض صحت سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ ابوذر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔ میرا قول یہ ہے کہ جس شخص کا اعتماد اللہ تعالیٰ کے بہترین انتخاب پر ہے وہ اللہ تعالیٰ کی پسند کے سوا اور کسی شے کی تمنا ہی نہ کرے گا۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تھا:

رضاء کا درجہ زہد سے برتر ہے، کیونکہ جو راضی ہے وہ اس حالت سے دوسری حالت کا آرزومند ہی نہیں"۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھ کر بھیجا تھا۔

Marfat.com

الخیر کلہ فی الرضاء فان استطعت ان ترضی و الا فاصبر۔

رضاء میں تو سرتا پا خیر ہی خیر ہے اگر تم میں استطاعت ہے تو اس درجہ میں رہو۔ ورنہ "صبر" کیا کرو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي۔ (الفجر: 27 تا 30)

اے اطمینان والے نفس' اپنے رب کی طرف رجوع کر، دراں حالیکہ تو رضا والا ہے اور رضا حاصل کردہ ہے۔ اب میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا"۔

یہ وہ قول ہے جو دنیا سے رخصت ہوتے وقت بھی بندہ سے کہا جائے گا اور میدان قیامت میں بھی اسی کلمہ سے مومن کو مسرور الوقت کیا جائے گا۔

اللہ پاک کے پسندیدہ عباد کی جماعت میں داخلہ اور جنت میں پہنچنا۔ ہر دو انعام راضی و مرضی ہونے کی صفت پر ہیں۔ (رحمۃ للعالمین جلد سوم' ص: 290)

والعجز فخری (عاجزی میرا فخر ہے)

عام طور پر مشہور تو یہ الفاظ ہیں "الفقر فخری" لیکن ماہرین علم الحدیث نے ظاہر کر دیا ہے کہ الفقر فخری کے الفاظ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں۔

صاحب مجمع البحار نے بھی و العجز فخری کے الفاظ کو بیان کیا ہے جیسا کہ حدیث زیر شرح میں موجود ہیں۔

عجز کے معنی درماندگی ہیں اور کسی مفوضہ کام کو نہ کر سکنا۔ اس کے مفہوم میں داخل ہے' مفوضہ کام نہ کر سکنے کو کوئی مناسبت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے نہیں ہو سکتی' کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ تو سراپا سعی' مکمل جہد اور کامل عمل کا نمونہ رہی ہے۔

لہٰذا عجز سے مراد عجز بہ بارگاہ احدیت ہے اور یہی معنی رب العالمین کے جاہ و جلال اور خاتم النبیین کے مقام و احوال پر صادق آتے ہیں۔

اہل ثروت کے حال پر نگاہ ڈالو کہ دنیا میں تھوڑی سی کامیابی کے بعد ان کے غرور و پندار کی کیا حالت ہوتی ہے اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو بھی غور سے دیکھو۔

وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی نصرت و تائید زمین کے ہر ذرہ اور آسمان کے ہر ستارہ سے ہوتی ہو' جن کا حکم نفوس پر فرماں روا ہو' جن کی عظمت سے مابین السماء والارض پر آوازہ ہو۔ وہ لحہ بہ لحہ' لحظہ بہ لحظہ عجز و افتقار اور تضرع و انکسار ہی کے تحیات و طیبات درگاہ احدیت اور آستانِ صمدیت پر پیش کر رہا ہے اور افتقار کو افتخار سمجھ رہا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سکھلائی ہوئی دعاؤں کے کلمات زاکیات کو دیکھو جن سے غفلت قلب کا فور اور حجاب روح دور ہو جاتا

Marfat.com

ہے۔ غافل سے غافل شخص کا دل بھی جاگ اٹھتا ہے اور بے اختیار سطوت الٰہی اور احتشام لم یزلی کے سامنے جھک پڑتا ہے۔

نمونہ کے طور پر ایک دعا کا اندراج کیا جاتا ہے۔ قارئین اس کے اسلوب بیان پر غور کریں، علو مکانی کا اندازہ کریں اور دیکھیں کہ جس دل زبان سے یہ الفاظ نکلے، وہ خود بھی اظہار عجز اور نیاز کو اپنے لئے کس قدر مایہ ناز وفخر وامتیاز سمجھتا ہے اور متبعین کو بھی کس نمونہ پر تیار کرنا چاہتا ہے۔

اللھم انک تری مکانی وتسمع کلامی وتعلم سری وعلانیتی ولا یخفی علیک شی من امری وانا الرجل المشفق ومقر المعترف بذنبی وانا المستغیث المستجیر۔ ا سالک مسئلة المسکین وابتھل الیک ابتھال المذنب الذلیل وادعوک دعاء الخائف الضریر و دعاء من خضعت لک رقبته وفاضت لک عبرته وذل لک جسمه ورغم لک انفه ان لاتجعلنی بدعائک شقیا وکن لی رئوفا رحیما یا خیر المسئولین ویا خیر المعطین۔

یا اللہ! تو مجھے میری جگہ پر دیکھ رہا ہے اور میرا کلام سن رہا ہے، میرے پیدا و پنہاں کو خوب جانتا ہے میری کوئی بات بھی تجھ سے پوشیدہ نہیں۔ میں تو کانپنے والا، ڈرنے والا ہوں، میں اپنی کمزوری کا اقرار واعتراف کرتا ہوں، میں تو فریادی اور پناہ کا خواہاں ہوں، تجھ سے مسکین بن کر سوال کرتا ہوں، گنہگار ذلیل کی طرح، تیرے سامنے چلا رہا ہوں، نابینا خوفزدہ کی طرح مدد کی پکار کرتا ہوں، میری پکار اس شخص کی سی ہے جس کی گردن نیچی ہو۔ جس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوں، جسم جھک گیا ہو اور ناک زمین پر رگڑ رہا ہو، اے میرے مولا۔۔۔! مجھے محروم نہ رکھنا۔ میرے ساتھ رافت اور رحمت کا برتاؤ کرنا، اے مالک تو سب سے بڑھ کر فریاد رس ہے، تو سب سے بڑھ کر جود وعطا کرنے والا ہے"۔

اللہ اکبر! یہ معرفت کا وہ سبق ہے کہ اگر کوئی اہل ایمان دل اور زبان کے اس عجز و بیان کے ساتھ بارگاہ منان میں حاضر ہو تو ضرور ہے کہ رحمت اس کی دستگیری فرمائے۔ محبت اس کی شمع راہ بنے، اخلاص وصداقت اسے خاک سے اٹھا کر کرسی قبول وعزت پر بٹھلائے۔ فطوبی لھم۔

والزھد حرفتی (زہد میرا پیشہ ہے)

حرفت: اس صنعت یا وجہ کسب کو کہتے ہیں جسے انسان اپنے گزارہ کا ذریعہ بنائے۔

زہد: اصل لغت میں عدم رغبت کو کہتے ہیں، سورہ یوسف میں ہے:

وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ۔ (سورۃ یوسف:20)

قافلہ والوں کو یوسف کے پاس رکھنے کی رغبت نہ تھی۔

شی زھید۔

Marfat.com

چیز اندک جو قابل التفات نہ ہو"۔

اصطلاح شرعیہ میں دنیا اور مال و متاع دنیا سے رغبت نہ رکھنے کو زہد کہتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے زہد یہ ہے کہ نہ موجود پر اعتماد ہو اور نہ مفقود پر تاسف ہو۔

امام المحدثین احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' زہد کی تین اقسام ہیں:

(الف) ترک حرام' یہ عوام کا زہد ہے۔

(ب) حلال میں سے زائد شے کو چھوڑ دینا' یہ خواص کا زہد ہے۔

(ج) ہر ایک ایسی شے کا ترک کر دینا جو توجہ الی اللہ سے روکنے والی ہو۔ یہ عارفین کا زہد ہے۔

قارئین! حدیث کے ہر دو الفاظ پر غور کیجئے۔

حرفہ تو اس طریقہ کو کہتے ہیں جسے انسان اپنی معاش کیلئے لازم ٹھہرائے اور یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "زہد" ہی کو اپنا حرفہ بتلایا' تو اس کے معنی یہ ہو گئے کہ اپنی توجہ کو ان سب اشیاء جملہ اسباب اور وسائل سے جو ماسویٰ اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے والے ہیں' ہٹا کر پورے اہتمام اور پوری ہمت سے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف توجہ کر لی جائے' وسائل اور وسائط کو ہیچ پوچ سمجھ لیا جائے۔

وہ اعتماد جو پروردگار پر ہے' سامان حاضرہ کو موجب طمانیت نہیں بنا سکتا اور اسی سامان کا فقدان قلب میں کوئی تشویش نہیں پیدا کر سکتا۔ یہ زہد کی بلند ترین صورت ہے اور اس زہد پر یہ اعتراض بھی عائد نہیں ہو سکتا کہ زہد تو اکتسابی ذرائع کا مانع ہے یا زہد تو اصول تمدن کی مخالفت کا نام ہے۔

والیقین قوتی (یقین میری روزی ہے)

واضح ہو کہ کتاب حمید میں یقین اور اہل یقین کا بیان آیاتِ متعددہ میں ہوا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ؕ o اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o (البقرہ:5-4)

جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اس پر جو آپ پر اتارا گیا' نیز اس پر جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں' یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت ربانی پر ہیں اور یہی ہیں جو فلاح پانے والے ہیں"۔

آیات بالا پر غور کرو کہ ہدایت اور فلاح کو یقین ہی کا ثمرہ بتلایا گیا ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ۔ (السجدہ:24)

ہم نے انہی میں سے امام بنائے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے' کیونکہ انہوں نے صبر کیا تھا اور ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے"۔

Marfat.com

آیت بالا میں امامت فی الدین کے منصب کو صبر اور یقین کے اتحاد کا نتیجہ فرمایا گیا ہے:

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي أَنفُسِكُمْ۔

یقین والوں کیلئے زمین اور خود ان کے نفس کے اندر نشانیاں موجود ہیں''۔

آیت بالا میں بتایا گیا ہے کہ آیات ربانی کا مشاہدہ اور اعلامات سبحانی کا معائنہ اور پھر اس مشاہدہ و معائنہ سے نفع حاصل کرنا اہل یقین ہی کیلئے حاصل ہے۔

الغرض جو درجہ روح کا جسم انسانی میں ہے وہی درجہ یقین کا پیکر ایمانی میں ہے' یقین ہی اعمال کی روح ہے' یقین ہی حقیقت صدیقیت ہے۔

علماء میں اختلاف ہے کہ یقین کسبی ہے یا وہبی۔ ہمارے نزدیک بلحاظ اسباب تو کسبی ہے اور بلحاظ اصلیت وہبی ہے۔

حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مکاشفہ سے ابتداء ہوتی ہے اور پھر انسان معائنہ و مشاہدہ کے مدارج کو طے کرتا ہوا یقین تک پہنچ جاتا ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یقین کی علامات تین ہیں:

(1) لوگوں سے میل جول کم ہو۔ (2) کسی کے عطیہ پر مدح نہ کرے۔ (3) کسی کے نہ دینے پر اس کی مذمت نہ کرے۔

انہی کا ارشاد بھی ہے' یقین کی حقیقت یہ ہے کہ ہر شے میں نظر الی اللہ ہو' ہر معاملہ میں رجوع الی اللہ ہو' ہر حالت میں استعانت باللہ ہو۔

یقین کو غزا ابتلا نا ظاہر کر رہا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسباب مادیات سے کس قدر دور تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت یقینیہ کا اندازہ کرنے کیلئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قوت یقینیہ کا اندازہ کریں۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ جنگ احد میں خوشہ انگور ہاتھ میں لئے ہوئے انگور کھا رہے تھے کہ انگور کھا کر اور طاقت جسمانی بڑھا کر شریک معرکہ ہوں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ شہادت کا ثمرہ جنت علیا ہے، یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے انگوروں کی طرف دیکھا' پھر کہا کہ ان کے ختم کرنے میں تو دیر لگے گی' میں جنت کیلئے اتنی دیر کیوں کروں۔ یہ کہہ کر انگور پھینک دیئے اور رزمگاہ میں پہنچے اور جوہر شجاعت دکھلاتے ہوئے بزم گاہ رضوان کو جا سدھارے۔

نقیب محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا حال بھی انہی سے ملتا ہوا ہے۔ دشمن پر حملہ کر رہے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا چچیرا بھائی یخنی لے آیا' کہا یہ تھوڑی سی پی لیں' طاقت پا کر زیادہ لڑ سکیں گے' پیالہ ہاتھ میں لیا۔ دو تین گھونٹ لے کر برتن پھینک دیا کہ مجھے اپنے احباب سے جلد تر ملاقات کرنا ہے۔ سچ ہے کہ یقین شکوک و اوہام کے حجاب کو چاک کر دیتا ہے' اس وقت چہرہ حقیقت بے نقاب ہو جاتا ہے' رویت ایمانی کا درجہ بصارت عینی سے بالاتر پہنچ جاتا ہے اور ایسا دیدہ ور شخص مغیبات کو مشاہدات سمجھتا ہوا حقائق اصلیہ اور معارف روحانیہ کو حاصل کر لیتا ہے۔ (رحمۃ للعالمین جلد سوم' ص: 290 تا 296)

Marfat.com

وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ (میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے)

حج عمر میں ایک دفعہ ہے۔ ادائے زکوٰۃ کیلئے سال میں ایک دن کا مقرر کر لینا کافی ہے۔ صوم رمضان گیارہ ماہ کے بعد آتے ہیں۔

مگر نماز ایک دن میں پانچ دفعہ پڑھنا فرض ہے' سات برس کے بچے کو نماز پر لگانے اور دس برس کے بچے کو ترک نماز پر تادیب کرنے کا حکم ہے۔ سفر ہو یا مرض' مفلسی ہو یا امیری' اسیری ہو یا آزادی' نوکری ہو یا گھر پر فرض نماز کسی وقت اور کسی جگہ ساقط نہیں ہوتی' جب تک ہوش وحواس درست ہیں' نماز کی فرضیت قائم رہتی ہے۔ اعمال میں نماز سب سے پہلے فرض ہوتی اور سب سے اخیر تک فرض رہتی ہے' نماز ہی کی بابت سب سے پہلے سوال بروز محشر ہوگا۔

عمادِ دین نماز ہے' شوکت اسلام نماز ہے' اسلام کا خیمہ اسی چوب پر استادہ ہوتا ہے۔ مسجدوں کی تعمیر' اذانوں کا اعلان' خطیب اور پیش نمازوں کا تقرر' سب کچھ نماز کیلئے ہے۔ حفاظ قرآن کی عزت' محراب مسجد سے آشکار ہوتی ہے اور علمائے دین کی فضیلت منبر مسجد سے نمودار ہے۔

صوفیانہ اصطلاح میں لطائفِ نفس کا بیان

بزرگان دین سمجھتے تھے کہ چنچل من صرف نماز ہی میں سکینہ یاب ہوتا ہے اور ہر وقت سوچنے والا دماغ صرف نماز ہی میں انابت الی اللہ کا مزہ پاتا ہے' نماز ہی ہے جس کا اثر انسان کے جسم اور دل اور دماغ اور نفس اور روح اور سر اور اخفی پر یکساں پڑتا ہے اور نماز ہی ہے جو بہ حالت ارتعاب انسان کو ملکوتی صفات بنا دیتی ہے۔ (رحمۃ للعالمین جلد سوم' ص:302-303)

اسلام ہی روحانیت کا مذہب ہے

(1) مذہب کا بحیثیت مذہب نمایاں جوہر یہ ہے کہ اس میں روحانیت موجود ہو' **اگر کسی مذہب میں روحانیت موجود نہیں تو اسے مذہب کہنا غلط ہے' بلکہ وہ ایک سوسائٹی جمعیت ہے** دنیا میں جس قدر مذاہب قدیم پائے گئے ہیں ان میں سے کوئی مذہب ایسا نہیں' جس نے روحانیت کی موجودگی کا دعویٰ نہ کیا ہو' عام اس سے کہ وہ دعویٰ کہاں تک صحیح تھا۔ نیز قطع نظر اس سے کہ روحانیت کا مفہوم بھی درست سمجھا گیا یا نہیں۔

یہ مسلمہ ہے کہ انسان نام ہے روح وجسم کے مجموعہ کا۔ جسم کی ضروریات جسمانی اور مادی اشیاء میں پوری ہو جاتی ہیں' جن اشیاء کو ترفہ اور عیش' آسودگی و آرام' ناز ونعمت اور شادمانی ومسرت کے نام پر اہل دنیا استعمال کرتے ہیں۔ یہ جملہ اشیاء جسمانی ہوتی ہیں اور ان کے استعمال سے جو تلذذ (لذت) حاصل ہوتا ہے' وہ بھی مادیت کو لئے ہوئے ہوتا ہے۔

لہٰذا قابل غور یہ رہ جاتا ہے کہ روح کی شادمانی ومسرت کی اشیاء کیا ہیں؟ اور کیونکر حاصل کی جا سکتی ہیں؟ اس عنوان کے تحت ان لوگوں سے خطاب کی ضرورت نہیں' جو روح انسانی کے وجود سے منکر اور روحانیت سے قطعاً بے خبر ہیں کیونکہ ہمارا مقصود اسلام کو

Marfat.com

مذاہب عالم کے سامنے پیش کرنا ہے نہ کہ منکرین مذہب کے خیالات کی تنقید۔

(الف) گوتم بدھ نے روحانیات کا ذکر صاف لفظوں میں نہیں کیا۔ وہ انسان یا روح انسان کیلئے صرف یہی اعلیٰ کمال تصور کرتا ہے کہ انسان دکھ سکھ کی بندشوں سے آزاد ہو جائے' اس کی تعلیم پر گہرا غور کرنے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ اس کا سبق اخلاق انسانی کے بیان سے آگے نہیں بڑھا۔

(ب) سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم میں توحید کا بیان موجود ہے، اسی قدر جو ابتدائی مراتب ایمان کیلئے ضروری ہے۔ ان کی تعلیم میں ردِ شرک موجود ہے مگر اسی قدر جو شرک اعظم کے رد کیلئے ضروری ہے۔ بعد ازیں روحانیات کا ذکر نہیں کیا گیا' جس کی وجہ افراد امت کی پست فطرتی و دنیا طلبی تھی۔

(ج) حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور میں باب مناجات کھولا گیا ہے۔ بندہ کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں تضرع وزاری کا طریق سکھلایا گیا ہے' لیکن ان مناجات میں بھی نصرت اور فتح اور دشمن کی ہلاکت و خسران کو سب سے بڑا مدعا بنایا گیا ہے اور چند مناجاتوں کے سوا باقی سب کی سب اسی رنگ میں رنگین ہیں۔

(د) سیدنا مسیح علیہ السلام نے آسمانی حکومت اور آسمانی بادشاہت کا لفظ سنایا۔ یہ الفاظ یقیناً روحانیت کے مظہر ہیں۔ انہوں نے سادہ دل سے اپنے خالق کے ساتھ محبت کرنے کا بھی ذکر کیا' یہ خالص روحانیت کا سبق تھا' لیکن افسوس کہ سامعین کے عدم وجدان اور فقدان تحمل و برداشت کی وجہ سے اس نیک استاد کو بھی یہی کہنا پڑا کہ اس مضمون کی تکمیل ''روح الحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' فرمائے گا۔

شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں روحانیت و تصوف کا باب:

(2) حدیث پاک میں روحانیت کی تعلیم کو ''الاحسان'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور اس مشہور و متواتر حدیث میں جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیحین نے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم نے روایت کی ہے۔ اس لفظ کے معنی یہ بتلائے گئے ہیں:

الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔

احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے' گویا تو اسے دیکھ رہا ہے پھر اس طرح کہ اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے''۔

اس حدیث میں دو مقامات کا ذکر فرمایا گیا ہے:

ایک یہ کہ انسان خود کو ایسے مقامات پر پہنچائے کہ منظورِ نظر رحمت بن جائے۔

دوسرا بلند تر مقام یہ ہے کہ اس مقام پر تمکن حاصل کرے کہ انوار عرفان کا ناظر ہو جائے۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ روحانیت کا مقصود یہ ہے کہ رابطہ قلب اور نسبت روح رب العالمین کے ساتھ درست اور صحیح ہو جائے اور اس مقصود کے

اللہ تعالیٰ سے کلام کا شرف

محی السنۃ امیر الملک مولانا سید محمد صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، آسمان اگر ہزار بار بھی گردش کرے تو مشکل ہے کہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستی معرض وجود میں آئے۔ وہ محدث بھی تھے اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف بھی انہیں حاصل تھا۔ (بحوالہ: تقصار

Marfat.com

حصول کا ذریعہ ''بندگی'' ہے۔ اس مقصود کی شرح اور حصول مقصود کی توضیح میں اسلام نے جو کچھ بیان کیا ہے' وہ اس قدر زیادہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں دیگر مذاہب کے بیانات سوواں یا ہزارواں حصہ بھی نہیں سمجھے جا سکتے۔ لہٰذا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ ''اسلام ہی روحانیت کا مذہب ہے''۔ (رحمۃ للعالمین جلد سوم' ص:426۔428)

قارئین! کچھ لوگ تصوف سے دامن بچانے کیلئے ایک بے بنیاد دلیل پیش کرتے ہیں کہ تصوف کا ذکر نہ قرآن میں آیا ہے نہ حدیث میں۔ حالانکہ قرآن میں تو کہیں بھی لفظِ نماز یا روزہ بھی نہیں لکھا ہوا۔ نماز کیلئے صلوٰۃ، روزے کیلئے صیام اور تصوف کیلئے تزکیہ کا لفظ بار بار استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح حدیث کی زبان میں تصوف کو ''احسان'' فرمایا گیا ہے۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی درج بالا تشریح سے واضح ہو گیا ہوگا کہ تصوف، روحانیت، معرفت، طریقت وغیرہ سب کا مقصد خود کو اس مقام پہ پہنچانا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا منظورِ نظر بن جائے۔ اب تصوف کے انکار میں پیش کی جانے والی دلیل کو آپ کیا کہیں گے؟ تجاہل عارفانہ یا تغافل مجرمانہ؟؟ (از: مرتب)

فنا و بقا

بیان روحانیت کیلئے ''فنا و بقا'' کی شرح بتلانا ضروری تھا۔

حدیث بالا میں جس اولین مقام ''فانہ یراک'' کی جانب اشارہ فرمایا گیا ہے اسی کو اصطلاح صوفیہ میں مقام فنا کہتے ہیں۔

اس لفظ سے فنائے لغوی مراد نہیں' بلکہ فنا سے مراد ماسوا کا زائل کرنا ہے اور انائیت سے غائب ہو کر شہودِ حق تک پہنچ جانا ہے۔

اسی فنا کے تحت میں توبہ' تذکر' ورع' زہد' اخبات' تبتل' خوف و رجا آ جاتا ہے۔ براہین بالا سے واضح ہے کہ اسلام مسئلہ توحید کے اثبات میں کائنات کے ایک ایک ذرہ کو انسان کے مشاہدہ اور غور و تفکر و تدبر کے سامنے پیش کرتا ہے۔

اسلام ذوق سلیم اور وجدان صحیح کی راہ پر علم اور عقل اور تجربہ اور مشاہدہ کی مصابیح کو روشن کرتا ہے اور پھر اس راہ کے سالک کو مندرجہ ذیل منازل کی سیر کراتا ہے۔ (رحمۃ للعالمین جلد سوم' ص:429)

فناء میں رغبت تعظیم اور امر و نواہی' تصفیہ و تہذیب' استقامت' صبر' تفویض' ثقہ' تسلیم' اخلاص' تواضع' فقر و غنا' تاسف و حزن اغتراب' غیبت شامل ہیں۔

اور بقا کے تحت میں حیا' رضا' شکر' صدق' ایثار' فتوت' مروت' انبساط' ادب' انس' ذکر' علم' حکمت' تعظیم' سکینہ' طمانیت' غیرت' شوق' ذوق' شہود' سرور' تمکین' مکاشفہ' حیات بالعلم' حیات بالوجود' بسط' صحو' معرفت' یقین' صدق' تحقیق شامل ہیں۔

ان مقامات کی تعریف اور احوال کی تفصیل اور نفس و قلب و روح انسانی کے ساتھ ان کے ارتباط اور نتائج ارتباط اور ثمرات نتائج بیان کرنے کیلئے ایک دفتر درکار ہے اور بایں ہمہ علماً و عملاً ان کی ماہیات لفاظی سے برتر اور احوال سے متعلق ہیں۔ اس مجمل ذکر سے قارئین سمجھ سکتے ہیں کہ جس مذہب میں روحانیت کا اس قدر ذخیرہ وافر موجود ہے اسی کو روحانی مذہب کہلانے کی شان حاصل ہے۔ (رحمۃ للعالمین جلد سوم' ص:432۔433)

Marfat.com

قارئین! حضرت قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گزارا ہوا وقت آپ کیلئے یقیناً بہت نفع مند ثابت ہوا ہوگا۔ جہاں تصوف کے متعلق بے شمار اعتراضات آپ کے ذہن سے محو ہو ئے ہونگے، وہاں آپ کے ضمیر نے آپ کے سامنے کئی سوال بھی اٹھائے ہونگے کہ اگر تصوف غیر شرعی عمل تھا، شرک و بدعت کا مجموعہ تھا، الحاد و زندقت کا باعث تھا تو اسے اپنانے والے اہلحدیث عالم دین حضرت قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ مشرک کیوں نہ بنے؟ کسی نے آج تک ان پر بدعتی ہونے کا فتویٰ کیوں نہ لگایا اور ان کا خاتمہ ایمان کی حالت میں کیوں ہوگیا؟ (از: مرتب)

(4) حضرت صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ وجانشین مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

بانی جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن

قارئین! مدرسہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن (ضلع فیصل آباد) کے بانی، امیر المجاہدین حضرت صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی قدآور شخصیت صوفیائے اہل حدیث میں بہت انوکھی شان کی حامل ہے۔ نام پر ہی غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف انکے سر پہ امیر المجاہدین کا تاج سجا ہوا ہے اور دوسری طرف انکے نیچے مسندِ تصوف بچھی ہوئی ہے، یعنی حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ جہاد پر بھی عمل کیا اور تمام عمر تزکیہ وتصوف کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔ کتاب وسنت کی تعلیم کو عام کرنے کیلئے ایک چھوٹے سے گاوں میں مدرسہ تعلیم الاسلام بھی جاری کیا اور پریشان حال مخلوقِ خدا کو دم، دعا، تعویذ اور وظائف کے ذریعے نفع بھی پہنچایا۔ حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خوش بختی، جنہوں نے ایسی مجذوب اور اللہ کی بارگاہ میں محبوب ہستی کے حالاتِ زندگی کو قلمبند فرمایا۔ سوانح صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائیہ میں شیخ الحدیث مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ کے جاری کردہ مکتبہ السلفیہ کے مہتمم مولانا محمد حماد شاکر حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ "مشہور ہے، من کان للہ کان اللہ لہ (جو شخص اللہ کا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اسکا ہوجاتا ہے) حیاتِ صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے درویش خدا مست کے حالات ہیں، جنہوں نے اپنا آپ اللہ کے سپرد بلکہ اسکی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ افسوس یہ ہے کہ ہمارے موجودہ حلقوں کی اکثریت بغضِ تصوف کی اس انتہاء تک پہنچ گئی ہے کہ وہ متقدمین کے ذکر اذکار تو کجا۔۔۔ مسنون اذکار سے بھی "محتاط" یا کنارہ کش ہوگئی اور مسنون اذکار کا دوام بھی چھوڑ گئے اور اللہ کے ان ناسمجھ اور ناشکرے بندوں نے اس مالک سے مانگنا اور سوال کرنا بھی چھوڑ دیا، جو مانگنے والے سے خوش اور نہ مانگنے والے سے ناراض ہوجاتا ہے۔ حضرت صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ کا شاید یہ ایک انوکھا اور بہت ہی تابناک پہلو ہے کہ وہ جہاد بالسیف کی عملی تربیت اور مجاھدین کی نازک ترین خدمات سرانجام دینے کے بعد ہی مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کیطرف متوجہ ہوئے۔ اس لحاظ سے "صوفی" کہلانے والے وہ شاید واحد صوفی ہونگے جو مجاھد بھی تھے اور صوفی بھی۔

Marfat.com

ممکن ہے کہ اس کتاب کے بعض واقعات ہمارے حلقوں میں زود ہضم نہ ہوں، لیکن ان واقعات کو صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اللہ تعالیٰ سے محبت، اس پر مان اور اسکے نام کے ذکر کی کثرت سے جوڑا جائے تو پھر شاید بندے اور رب کے درمیان تعلق کی بہت سی گرہیں کھل جائیں گی اور بات سمجھ میں آسکے گی"۔

قارئین! مولانا حماد شاکر صاحب کی یہ بات پڑھ کے اندازہ لگائیں کہ موجودہ طبقے کو آخر تصوف ہی سے بغض کیوں پیدا ہوا؟ دھن اور سر لگا کے تقاریر کرنا،، اپنا دل خوش کرنے کیلئے زور زور سے نعرے لگوانا، اپنے اندر کی بھڑاس نکالنے کیلئے فروعی اختلاف کو مناظرے کی شکل دینا، ٹوپی اور رومال ہونے کے باوجود ننگے سر نماز پڑھنا، ٹائر گھسائی کے نام پہ تقریر کرنے کی بھاری فیس وصول کرنا، جہاں سے پیسے کم ملتے ہوں، اس علاقے میں درس کیلئے وقت نہ دینا، جو حدیث اپنی عادت کے خلاف ہو، اسے ضعیف کہہ کر رد کر دینا، فرض نماز کے بعد جان بوجھ کے سنتیں اور نوافل چھوڑ دینا، علماء کا آپس میں حسد اور ایکدوسرے کیلئے حقارت والا مزاج،، اس جیسی اور بھی تو سینکڑوں مثالیں ہیں،،، اس کے باوجود حریص علماء اور نفسانی خواہشات کے پیروکار مبلغین وقراء پہ کوئی حرف نہیں آتا۔ نہ ہی کوئی توبہ توبہ کہتے ہوئے کانوں کو ہاتھ لگاتا ہے کہ ہم تو عالم نہیں بنیں گے یا ہم تو اپنے بچے کو قاری نہیں بنائیں گے۔ انکے متعلق بڑے بڑے نامور علماء کی زبان گنگ ہوجاتی ہے، لیکن جب ان سب روحانی امراض کا خاتمہ کر دینے والے "تصوف" کی باری آتی ہے تو گنڈیریاں بیچنے والا اہلِ حدیث بھی سند یافتہ مفتی بن کر تصوف کے خلاف اپنی جہالت کا فتویٰ پیش کر دیتا ہے، حالانکہ ضرورت تو اس بات کی تھی کہ باطل کے نظام کو غور سے سمجھا جائے اور آپس میں لڑنے بھڑنے کی بجائے نفس اور شیطان کے خلاف اپنی صلاحیتوں کو کھپایا جائے۔ محترم حماد شاکر صاحب دراصل ڈنکے کی چوٹ پر یہ بات سمجھا رہے ہیں کہ تصوف غلط نہیں تھا، ہم خود غلط ہو گئے ہیں۔ یہاں یہ سوال بھی اٹھتا ہے کہ کیا ایسی کرامات، اللہ جل شانہ کیساتھ لاڈلی باتیں اور کشفی کیفیات صرف امیر المجاہدین حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کو ملی تھیں؟ نہیں تو۔۔۔۔ ہر دور میں اہل سنت والجماعت (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) میں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہوئے ہیں اور قیامت کی صبح تک ہوتے رہیں گے۔ آج بھی ایسی ہستیاں موجود ہیں۔ خدارا،،،، انکی قدر کرلیں۔

قارئین! حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کئی واقعات بھٹی صاحب مرحوم کو انکی سوانح شائع کروانے کے بعد خطوط کی صورت میں ملے، جب بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ چلا کہ اس صدی میں اللہ پاک صوفیائے اہلِ حدیث کی خدمت راقم عاجز سے لے رہا ہے تو وہ تمام خطوط انہوں نے ہمیں دے دیے۔ ہم نے وہ تمام غیر مطبوعہ خطوط اپنی گزشتہ تالیف "علمائے اہلِ حدیث کا ذوقِ تصوف" میں شامل کر دیے۔ اسکے علاوہ موجودہ علمائے اہلِ حدیث سے ملاقاتوں کے دوران ہمیں صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو جو واقعات ملے، وہ بھی آپ کی امانت سمجھتے ہوئے آپکی خدمت میں پیش کیے جارہے ہیں۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی سوانح حیات کی ابتداء اس نایاب خط سے کرتے ہیں، جو حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات شائع کروانے کے بعد موصول ہوا۔ یہ خط صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک رشتہ دار نے حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجا تھا (از: مرتب)

خاندانی تعارف

Marfat.com

صوفی عبداللہ رحمہ اللہ بچپن ہی سے بہت اللہ والے اور اللہ سے محبت کرنے والے تھے، وہ ایک الگ مزاج لے کر پیدا ہوئے تھے۔ وہ اپنے باقی کے بہن بھائیوں سے بہت مختلف تھے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے دادا، جن کا نام ملک سبحان تھا، وہ کشمیر میں آباد تھے پہلگام کے علاقے میں زعفران کاشت کرتے تھے اور وزیر آباد لاکر بیچتے تھے یعنی وہ زعفران کی تجارت کرتے تھے۔ اس زمانے میں وزیر آباد شہر کی خوبصورتی اپنی مثال آپ تھی، یہاں پر شیش محل ہوا کرتے تھے۔ مغلیہ دور کے وزراء یہاں آکر آباد ہوئے تھے، اسلئے اس کا نام وزیر آباد پڑا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے دادا کو یہ شہر بہت پسند تھا وہ اس کی خوبصورتی سے بہت متاثر تھے، وہ یہاں مستقل آباد ہونا چاہتے تھے، پس انہوں نے یہاں مستقل آباد ہونے کا فیصلہ کیا اور کشمیر میں اپنی ساری جائیداد بیچ دی اور یہاں محلہ لکڑ منڈی سینٹر شمن برج میں ایک بہت بڑی حویلی خریدی اور ساتھ ہی کچھ دکانیں، 16 مکان اور 3 کارخانے خرید لیے اور مستقل طور پہ وزیر آباد میں آباد ہو گئے۔ یہاں موجود حویلی میں اپنے تین بیٹوں ملک قادر بخش (صوفی صاحب رحمہ اللہ کے والد) ملک کرم الٰہی اور ملک فضل الٰہی کے ساتھ رہنے لگے۔ انہوں نے وزیر آباد میں آباد ہونے کے بعد زعفران کی تجارت چھوڑ دی اور گندم اور چاول کی آڑھت کا کام شروع کر دیا۔ ملک قادر بخش (صوفی صاحب رحمہ اللہ کے والد) کے چار بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ صوفی عبداللہ صاحب جن کا اصل نام ملک سلطان ہے، ان کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ ملک کرم الٰہی کا ایک بیٹا اور ملک فضل الٰہی کی تین بیٹیاں تھیں۔ (بحوالہ کتاب: علمائے اہلِ حدیث کا ذوقِ تصوف، صفحہ ۱۳۰۰)

سیدزادے فقیر کی حیرت انگیز کرامت

اس حویلی میں صوفی صاحب رحمہ اللہ کے دادا ملک سبحان اپنے تینوں بیٹوں ملک قادر بخش، ملک کرم الٰہی اور ملک فضل الٰہی کے ساتھ صحن میں بیٹھے تھے کہ ایک فقیر ان کے دروازے پر آئے اور ان سے روٹی مانگی اور کہا کہ میں سید ہوں یعنی سید زادہ ہوں مجھے روٹی پکا کر دو، تو ملک سبحان (صوفی صاحب کے دادا) نے ان سے کہا کہ اپنی کوئی کرامت دکھائیں، اگر واقعی میں آپ سید زادے اور فقیر ہیں، ساتھ ہی یہ کہہ دیا کہ یہ جو سامنے پرنالہ ہے نا! اس میں چھوٹا سا خودرو پودا اگا ہوا ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس میں انار لگ جائیں۔ یہ سن کر ان فقیر نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور اسی وقت اللہ کی قدرت سے اس چھوٹے سے پودے میں انار لگ گئے۔ یہ دیکھتے ہی ملک سبحان ان کے معتقد ہو گئے اور ان سے کہا کہ اب آپ کہیں نہیں جائیں گے بلکہ اسی حویلی میں ہمارے ساتھ رہیں گے۔ انہوں نے ان کو اس حویلی میں الگ کمرا دے دیا۔ وہ فقیر ان کے ساتھ رہنے لگے اور وہ ان فقیر کی خدمت کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فقیر کی دعا سے ان کو بہت کچھ دیا۔ مال و دولت سے بھی نوازا اور عزت بھی دی۔

مستجاب الدعوات فقیر کی مقبول دعائیں

یہاں ایک بات کی وضاحت کر دوں کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی پیدائش ان فقیر کے حویلی میں آنے کے بعد ہوئی تھی ان فقیر کی دعاؤں سے ہی اللہ تعالیٰ نے ملک سبحان کے بیٹوں کو اولاد کی نعمت سے نوازا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے والد ملک قادر بخش اور ان کے تایا بہت لمبے قد کے تھے۔ ان کی چارپائیاں جن پر وہ سوتے تھے وہ بھی اتنی لمبی اور چوڑی تھیں جن پر ہم جیسے تین چار بندے آرام سے سو سکتے ہیں، وہ چارپائیاں اب بھی وزیر آباد والے گھر میں موجود ہیں۔

Marfat.com

مجذوب فقیر نے جو کہا... وہ ہو گیا

صوفی صاحب رحمہ اللہ کے والد اور ان کے دادا ملک سبحان نے وزیر آباد میں خریدے ہوئے مکانات کرایہ پر دیئے ہوئے تھے۔ وہاں قریب ہی پنکھیاں بنانے والے کچھ لوگ رہتے تھے جو ان کے مخالفین تھے اور ان کے کرایہ داروں کو ورغلاتے تھے کہ ان کو کرایہ مت دو اور گھروں پر قبضہ کر لو، یہ صورتحال دیکھ کر صوفی صاحب کے والد اور دونوں تایا، ان سے لڑنے کیلئے تیار ہو گئے تو وہ فقیر جو ان کی حویلی میں تھے، انہوں نے ان کو وہاں جانے سے روکا۔ اصل میں وہ یہ چاہتے تھے کہ ہم وہاں جا کر اپنے مخالفین کو دیکھیں تو سہی کہ وہ کتنے بڑے بدمعاش ہیں۔ فقیر نے ان سے کہا: دو بھائی چلے جاؤ اور ایک اسی حویلی میں رہ جائے۔ مگر انہوں نے ان کی بات نہ مانی۔ یہاں ایک وضاحت کر دوں کہ ان کی اپنی دولت پہلے بھی تھی، مگر اتنی نہیں تھی۔ یہ سب رنگ ان کو اس فقیر کی دعاؤں سے لگا تھا جو اللہ نے ان کی دولت و جائیداد اتنی بڑھا دی۔ جب انہوں نے اس فقیر کی بات نہ مانی تو فقیر نے ان سے کہا ''ٹھیک ہے اب ہم بھی اس حویلی میں نہیں رہیں گے، یہ حویلی آج کے بعد ویران ہو جائے گی، جاؤ آج کے بعد سب ختم''۔ پھر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ ملک قادر بخش، ملک کرم الٰہی اور فضل الٰہی حویلی چھوڑ کر یہاں وزیر آباد والے گھر میں رہنے لگے مگر یہاں آتے ہی ملک کرم الٰہی کا اکلوتا بیٹا دو دن میں فوت ہو گیا اور کچھ عرصہ (دو، تین ہفتے) بعد خود ملک کرم الٰہی کا بھی انتقال ہو گیا۔ باقی جو دو بھائی بچے، ملک قادر بخش اور ملک فضل الٰہی، ان کی صرف تین بیٹیاں تھیں۔ انہوں نے اپنی باقی ماندہ دولت اور جائیداد بیچ بیچ کر کھانا شروع کر دی۔ یوں وہ سب کچھ ختم ہونا شروع ہو گیا جو اس فقیر کی دعا سے ان کو ملا تھا۔ حتیٰ کہ صرف وہی ایک وزیر آباد والا گھر رہ گیا، باقی سب کچھ ختم ہو گیا۔ وہ حویلی جیسے کہ اس فقیر نے کہا تھا، بالکل اسی طرح ویران ہو گئی اور آج تک وہاں کچھ ایسا معاملہ ہے کہ وہ حویلی کسی کو اپنے اندر آباد نہیں رہنے دیتی۔

صوفی صاحب پر جذبہ الٰہی کی ابتدائی کیفیات

ملک فضل الٰہی کی تین بیٹیاں تھیں۔ ملک فضل الٰہی صوفی صاحب رحمہ اللہ کے تایا تھے۔ ان کی بیٹی بی بی عائشہ میری ساس (عبیدہ) کی سگی نانی تھیں۔ پھر ملک قادر بخش کی اہلیہ یعنی صوفی صاحب رحمہ اللہ کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ ان کے والد نے دوسری شادی نہیں کی۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ اور ان کے باقی بہن بھائی ابھی چھوٹے تھے، صوفی صاحب اپنے بہن بھائیوں میں بڑے تھے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ ابھی 6 سال کے تھے ان کا اور ان کے بھائی ملک رمضان کا نکاح کر دیا گیا۔ صوفی صاحب بچپن ہی سے اللہ والے تھے۔ انہوں نے اپنے محلے کی مسجد (جامع مسجد اہل حدیث منانیہ) کے امام صاحب سے قرآن پڑھنا شروع کیا اور یہاں سے قرآن پاک سیکھنے کے بعد تقریباً 15 سال کی عمر میں دہلی چلے گئے۔ وہاں سید گھرانے کا قائم کردہ ایک مدرسہ تھا، جہاں قرآن و حدیث کا علم سکھایا جاتا تھا، وہاں صوفی صاحب رحمہ اللہ نے قرآن حفظ کیا، اس مدرسے میں اردو ترجمہ کے ساتھ قرآن سیکھا اور تفسیر و احادیث کا علم حاصل کیا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ جب دہلی گئے تو ان کے والد ملک قادر بخش نہیں جانتے تھے کہ وہ کہاں ہیں۔ پھر کسی نے ان کو بتایا کہ ملک سلطان تو دہلی کے مدرسے میں ہیں، لہٰذا ان کے والد صاحب ان کے پیچھے گئے اور

Marfat.com

ان کو واپس لے آئے۔صوفی صاحب رحمہ اللہ تحصیل علم کے شوق میں دوبارہ دہلی چلے گئے۔ان کے والد صاحب نے جب ان کا اللہ کی طرف اتنا رجحان دیکھا تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی اہلیہ کو بہت کم وقت دے پاتے تھے جبکہ نسوانی فطرت کے مطابق وہ ان سے زیادہ وقت مانگتی تھیں۔صوفی صاحب رحمہ اللہ کی زندگی کا مقصد تو کچھ اور تھا وہ شاید ان کی ہم مزاج نہیں تھیں، للہذا یہ ہوا کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ان کو ان کی مرضی سے اپنی زندگی سے الگ کر دیا۔

اشاعت دین کیلئے الہام

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دہلی میں رہتے ہوئے جہادی سرگرمیوں میں حصہ لے لیا۔اس زمانے میں انگریزوں اور سکھوں کی حکومت تھی ،آپ نے ان کے خلاف جہاد شروع کر دیا۔ جہاد انہوں نے جوانی میں ہی شروع کر دیا تھا۔ پیر پگاڑا صاحب جو فوت ہو گئے ہیں، وہ اس زمانے میں جہادی سرگرمیوں میں ان کی شاگردی کرتے تھے۔انگریزوں اور سکھوں نے جب دیکھا کہ یہ تو ہمارے خلاف جہادی تنظیم کے سرگرم رکن بن گئے ہیں تو وہ ان کے سخت مخالف ہو گئے اور ان کی سر کی قیمت لگانے کیلئے ایک اچھی خاصی رقم مقرر کر دی۔ان حالات کو دیکھتے ہوئے صوفی صاحب رحمہ اللہ نے فیصلہ کیا کہ وہ افغانستان چلے جائیں، یہ تقریباً 1940ء کی بات ہے۔وہاں جا کر اس زمانے کے بادشاہ (امان اللہ خاں مرحوم) سے انہوں نے پناہ دینے کی درخواست کی۔وہ بادشاہ نیک دل تھے، انہوں نے نا صرف صوفی صاحب رحمہ اللہ اور ان کے ساتھیوں کو پناہ دی بلکہ ان کے جہادی مشن میں ان کی ہر طرح کی مدد بھی کی۔صوفی صاحب رحمہ اللہ افغانستان میں کافی عرصہ رہے۔ پھر افغانستان ہی میں اللہ کی طرف سے ان کو الہام ہوا کہ اوڈاں والا گاؤں جائیں اور وہاں سے دعوتِ دین کو پھیلانے کا کام شروع کر دیں۔

چور کی نشاندہی پر نمبردار کا مرید ہو جانا

صوفی صاحب رحمہ اللہ یہاں اوڈاں والا گاؤں (ضلع فیصل آباد) کی مسجد میں آکر رہنے لگے اور دین کی تبلیغ کا آغاز ایک مسجد سے شروع کر دیا۔وہاں کی مسجد کے جو مولوی صاحب تھے ان کے پاس شاید اتنا علم نہیں تھا، وہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی بصیرت اور مقبولیت کو دیکھتے ہوئے ان سے خار کھانے لگے۔انہوں نے اس گاؤں کے نمبردار کے کان بھرنے شروع کر دیئے۔ایک دن اس گاؤں میں چوری ہو گئی تو نمبردار صوفی صاحب رحمہ اللہ کے پاس آئے اور ان سے کہنے لگے کہ اگر آپ واقعی اللہ کے ولی ہیں تو بتائیں کہ یہ چوری کس نے کی ہے؟ تو آپ فرمانے لگے میرے پاس کل آنا میں بتادوں گا کہ چوری کس نے کی ہے۔کل جب نمبردار ان کے پاس آئے تو آپ رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا کہ فلاں جگہ پر گاؤں میں فلاں نام کی مائی (بوڑھی عورت) ہے اس کے گھر میں فلاں جگہ پر لکڑی کا صندوق ہے اور اسی میں چوری کا سارا سونا پڑا ہوا ہے۔ جب نمبردار ان کی بتائی ہوئی جگہ کے مطابق مائی کے گھر پہنچا اور وہاں کی تلاشی لی تو مطلوبہ جگہ سے واقعی چوری کا سارا سونا پڑا ہوا برآمد ہو گیا۔اس واقعے کے بعد نمبردار نے آکر آپ سے معافی مانگی اور آپ کا مرید بن گیا، اس نے مسجد سے ان مولوی صاحب کو فارغ کر دیا اور مسجد آپ رحمہ اللہ کے حوالے کر دی۔

Marfat.com

بکثرت لوگوں کا مرید ہونا

آپ رحمہ اللہ نے اس مسجد میں دین کی تدریس کا کام شروع کر دیا اور چھوٹا سا مدرسہ بھی بنا دیا۔ اس کیلئے مختلف اوقات میں آس پاس کے قریبی علاقوں میں جا کر چندہ اکٹھا کرتے اور ساتھ ساتھ ان لوگوں کو دین کی طرف بلانے کا کام بھی کرتے رہے۔ آپ رحمہ اللہ جب ان سے مسجد کے لئے چندے کی بات کرتے اور دعوت دیتے تو وہ آگے سے مختلف شرطیں رکھتے کہ اگر ہمارا یہ کام ہو جائے تو ہم آپ رحمہ اللہ کو چندہ دیں گے اور آپ کی بات مانیں گے۔ آپ دعا کرتے اور اللہ پاک ان کا کام کر دیتے۔ اسکے بعد لوگ دھڑا دھڑ آپ رحمہ اللہ کے مرید بننے لگے۔

مدرسے کیلئے مقبول دعا

اس طرح آپ رحمہ اللہ کے شاگردوں کی تعداد بڑھتی گئی اور لوگ دور دور سے آپ رحمہ اللہ سے فیض اور دینی علوم سیکھنے کیلئے آنے لگے۔ اب آپ رحمہ اللہ کے شاگردوں کو ایک تو سواری کا مسئلہ تھا اور دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ مدرسے کے راستے میں ایک نہر پڑتی تھی اور شاگردوں کو اس نہر میں سے گزر کر آنا پڑتا تھا۔ شاگرد چھٹی پر گھر جاتے تو ان کو بہت تکلیف ہوتی کیونکہ وہ بہت دور سے آتے تھے۔ انہوں نے آپ رحمہ اللہ سے شکایت کی تو آپ رحمہ اللہ نے اللہ سے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے ماموں کانجن میں مدرسے کیلئے جگہ کا انتظام کر دیا۔ آپ رحمہ اللہ نے وہاں مستقل مدرسے کا نظام قائم کر دیا جو بحمد اللہ ابھی تک ماموں کانجن میں موجود ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ سے تعلق

یہاں ایک بات عرض کر دوں کہ سلاسلِ تصوف میں **صوفی صاحب رحمہ اللہ کا تعلق سلسلہ نقشبندیہ سے تھا** اسکے ساتھ ساتھ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے پاس طب کا بھی بہت وسیع علم تھا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ڈائری (جو وزیر آباد والے گھر یعنی میرے سسرال میں تھی) میں ان کے روز کے معمولات اور ان کے ہاتھوں سے لکھے ہوئے بے شمار طبی نسخے اور وظائف لکھے ہوئے ہیں۔ میرے سسرالیوں میں سب کا رجحان دنیا کی طرف زیادہ ہے اور روحانیت کے ساتھ ان کی اتنی دلچسپی نہیں ہے لہٰذا اس کتاب سے کسی نے اتنا فائدہ نہ لیا اور نہ اس کی وہ قدر کی، جو کرنی چاہیے۔ وہ ڈائری صوفی صاحب رحمہ اللہ کے ایک مرید، جن کا نام چوہدری حافظ عمر سندھو تھا، وزیر آباد سے آئے اور ان سے یہ کتاب لے گئے۔ حافظ صاحب ملتان میں حکمت کا کام کرتے ہیں۔ (بحوالہ کتاب: علمائے اہلِ حدیث کا ذوقِ تصوف، صفحہ ۱۳۰۲)

خاندان میں تعویذ اور دم کا رواج

میری بڑی پھوپھو یعنی صوفی صاحب رحمہ اللہ کی بھتیجی وہاں کئی ماہ گزارتیں، صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت کرتیں، صوفی صاحب رحمہ اللہ کو بھی ان سے بہت محبت تھی، صوفی صاحب رحمہ اللہ نے طب کے بہت سارے نسخے ان کو سکھائے تھے کیونکہ وہ گھر

Marfat.com

میں خود دوائی بناتیں اور مختلف بیماریوں کیلئے لوگوں کو دیتی تھیں۔ انہوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے سر درد، حمل نہ ٹھہرنے وغیرہ جیسی بہت سی بیماریوں کیلئے تعویذ اور دم بھی سیکھے تھے۔ وہ لوگوں کو دم بھی کرتی تھیں اور تعویذ بھی دیتی تھیں۔ انہوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے جنات کو قابو کرنے کیلئے چلہ کرنے کی اجازت بھی بہت مانگی مگر آپ رحمہ اللہ نے نہیں دی۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ عورتوں کے لئے ہر چیز ٹھیک نہیں ہوتی، جنات عورتوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ یہاں ایک بات عرض کردوں کہ بڑی پھوپھو نے شادی نہیں کی تھی، وہ بہت نیک اور پرہیز گار تھیں۔ ہر وقت قرآن مجید پڑھتی رہتی تھیں، لیکن بڑھاپے میں آکر بہت بیمار رہنے لگیں اور اتنی پڑھائی نہیں کر پاتی تھیں۔ ایک دفعہ محلے کی ایک بچی کو دم کیا، شاید اس پر جنات تھے، پھوپھو جی نے اس کو تھپڑ مار دیا۔ بس اس دن کے بعد سے ان کی طبیعت گرتی چلی گئی اور پھر بول بھی نہیں سکتی تھیں، ان کی زبان بند ہو گئی تھی۔

جنات کا ہدیہ اور خاک شفاء

وزیر آباد والے گھر میں ابھی بھی ایک ہدیہ پڑا ہے جو جنات نے صوفی صاحب رحمہ اللہ کو دیا تھا۔ وہ ہدیہ پھوپھو جی کو صوفی صاحب رحمہ اللہ نے خود دیا تھا۔ بتایا کرتی تھیں کہ وہ شیشے کی ایک بوتل ہے، جس کے سر کو کارک سے بند کیا گیا ہے اور اس کے اندر ہاتھ سے بنی ہوئی ایک پیڑھی ہے اور پیڑھی کے اندر پھول ہیں، یعنی گلدستہ سا بنا ہوا ہے۔ جنات نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے اس کو بوتل کو کبھی نہ کھولنے کی سختی سے تاکید کی ہوئی تھی۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے پھوپھو جی کو خاک شفاء بھی دی تھی۔ پھوپھو جی نے کہا تھا کہ میرے مرنے کے بعد یہ مٹی میری قبر پر ڈال دینا، مگر جب میری شادی ہوئی، اس وقت پھوپھو جی بہت بیمار بھی تھیں اور بول بھی نہیں سکتی تھیں میں نے ان سے بہت کہا کہ مجھے وہ خاک شفاء دکھائیں مگر بہت زیادہ ڈھونڈنے کے باوجود بھی وہ کہیں سے نہ ملی اور ان کی وفات کے بعد بھی آج تک وہ خاک شفاء گھر میں کسی کو نہیں ملی۔

(بحوالہ کتاب: علمائے اہل حدیث کا ذوقِ تصوف۔ صفحہ ۱۳۰۳)

قارئین! یہاں تک خط کا مضمون چلتا رہا۔ اب حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ عطر بیز صوفیانہ محفل میں چند لمحات بیٹھنے کی سعادت حاصل کریں۔

صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کا لباس

سفید قمیص اور سفید تہبند زیب تن کرتے، سر پر سفید عمامہ باندھتے اور سفید چادر اوڑھتے تھے۔ مہمان سے کھڑے ہو کر ملتے اور اسکا ماتھا چومتے۔ (سوانح صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۷۵)

اللہ کی راہ میں آزمائش

ایک مرتبہ جبکہ وہ مجاھدین کا ایک خفیہ خط لیکر مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دہلی جا رہے تھے۔ راستے میں پولیس نے انہیں گرفتار کر کے سزائیں دینا شروع کر دیں۔ جب وہ تمام سزائیں دے چکے اور کوئی راز انکے سامنے افشاء نہ ہوا تو ان ستم گروں نے حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو گرم لوہے پر لٹا کے گرم لوہے سے ہی انکے جسم کے نازک اعضاء پر ضربیں لگانا شروع

Marfat.com

کردیں، لیکن اسکے باوجود بھی انہوں نے وہ راز محفوظ رکھا۔

انوارات وظائف میں استغراق

صوفی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس انسپکٹر پولیس کا نام، جس نے مجھے سزائیں دی تھیں عبدالعزیز تھا، اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہوگیا۔ اس قسم کے اور واقعات بھی ہیں جو صوفی صاحب رحمہ اللہ کو پیش آئے۔ مولانا عاشق محمد رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ انہوں نے صوفی صاحب سے پوچھا:

حضرت! آپ نے اس قدر شدائد کیسے برداشت کیے؟

صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: میں سورۃ فاتحہ کا وظیفہ پڑھ لیتا تھا۔ **اللہ کی رحمت کے اس قدر انوار برستے اور استغراق نصیب ہوتا کہ مجھے احساس تک نہ ہوتا کہ لوہے کی چوٹیں کہاں لگائی جارہی ہیں۔** (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۱۰۴-۱۰۵)

سانپ سے نجات کا آزمودہ وظیفہ

ایک مرتبہ اکیلے جارہے تھے کہ رات کے وقت ایک پہاڑ کی چوٹی پر بہت بڑے سانپ سے سابقہ پڑا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اسی وقت قرآن کی آیت ''سلام علی نوح فی العالمین'' کا ورد شروع کردیا۔ تھوڑی دیر میں سانپ غائب ہوگیا تو صوفی صاحب رحمہ اللہ آگے بڑھے اور ایک گاؤں سے گھوڑا لے کر منزل مقصود پر پہنچے۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۱۵۰)

مبارک خواب مبارک بشارت

انہی دنوں صوفی صاحب نے خواب دیکھا کہ ایک دریا کے بہت بڑے ہیڈ ورکس پر بیٹھے ہیں، جہاں سے بہت سی نہریں نکلتی ہیں جو مختلف مقامات کو جاتی ہیں۔ دو آدمی وہاں اور تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا:

یہ ہیڈ ورکس کس کا ہے؟۔ اس نے جواب دیا: صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کا۔

سوال کیا: اس سے جو نہریں نکلتی ہیں وہ کس طرف کو جاتی ہیں؟ جواب دیا: پنجاب، سندھ، سرحد، بلوچستان، بنگال، مدراس، بہار، کشمیر، افغانستان اور عرب ممالک کو......!

اس کے بعد صوفی صاحب رحمہ اللہ کی آنکھ کھل گئی۔ کسی نیک آدمی سے تعبیر پوچھی تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ سے کوئی اس قسم کا بہت بڑا کام لے گا، جس کا فیض اطرافِ عالم میں پھیلے گا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۱۵۷-۱۵۸)

بنیاد رکھتے وقت اینٹوں پر دم کرنا

مدرسہ کی بنیاد میں اینٹیں رکھنے سے پہلے صوفی صاحب نے تمام طلباء اور حاضرین سے اینٹوں پر مندرجہ ذیل کلمات پڑھ کر دم کرنے کا حکم دیا، خود بھی صوفی صاحب رحمہ اللہ یہ کلمات پڑھتے اور دم کرتے رہے۔

درود شریف سات سات مرتبہ...... سورۂ فاتحہ سات سات مرتبہ...... لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم سات سات مرتبہ...... سورۂ لایلف قریش سات سات مرتبہ...... لا ملجاء و لا منجا من اللہ الا الیہ، رب اجعل ھذا بلدا امنا و ارزق

Marfat.com

اھلہ من الثمرات سات سات مرتبہ۔ یعنی وہاں موجود ہر شخص نے سات سات مرتبہ ان اینٹوں پر یہ کلمات پڑھ کر دم کیا، جو عمارت کی بنیاد میں رکھی گئیں۔ ان کے ساتھ صوفی صاحب نے بھی یہ تمام کلمات سات سات مرتبہ پڑھے۔

اس کے بعد دونوں کونوں اور درمیان میں صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دم کر کے پانچ پانچ بنیادی اینٹیں رکھیں۔ پھر ہاتھ اٹھا کر طویل دعا کی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ ص:۱۹۸-۱۹۹)

عالم جوانی میں عبادت کا شوق

صوفی صاحب رحمہ اللہ کے پرانے تعلق دار جواوڈاں والا کے رہنے والے ہیں، بتاتے ہیں کہ عالم جوانی میں بھی صوفی صاحب باقاعدہ تہجد پڑھتے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔

رات کو تین بجے کے پس و پیش اُٹھ جاتے۔ وضو کر کے نماز تہجد شروع کر دیتے۔ فجر کی اذان تک ذکر و اذکار میں مشغول رہتے۔ اذان کے فوراً بعد طلباء کو اٹھاتے۔ طلباء کو اٹھانے کا طریقہ یہ تھا کہ ان سے کہتے: ''اُٹھو مرد و کھیر کھاؤ۔'' اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ نیند چھوڑ کر اللہ کی عبادت سے سرور حاصل کرو۔

دوپہر کے کھانے کے بعد گرمیوں کے موسم میں تھوڑی دیر قیلولہ کرتے۔ نماز ظہر کے بعد عصر تک، عصر کے بعد مغرب تک اور مغرب سے عشاء تک، پھر عشاء سے رات گیارہ بجے تک وظائف پڑھتے رہتے یا اس اثناء میں کوئی مہمان آجاتا تو اس کی بات سنتے، کوئی دعا کرانے والا آجاتا تو ہاتھ اُٹھا کر اس کیلئے دعا فرماتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ رات کے بارہ بجے تک یہی مصروفیت رہتی۔ دو چار گھنٹے سونے کے بعد حسب معمول پھر تین بجے کے لگ بھگ بیدار ہو جاتے۔ **رات کے چند گھنٹوں کے علاوہ ان کی زبان ہر وقت ذکر الٰہی سے تر رہتی تھی۔** (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ ص:۲۰۱-۲۰۲)

صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کے یومیہ وظائف

(۱) درود شریف سو مرتبہ، (۲) سورۂ فاتحہ سو مرتبہ، (۳) سورۂ اخلاص (یعنی قل ھو اللہ احد۔ پوری سورت) سو مرتبہ۔ (۴) معوذتین (قرآن کی آخری دو سورتیں) قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سو مرتبہ،

(۵) آیت الکرسی (اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم......) سو مرتبہ۔ (۶) کلمہ طیبہ (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) سو مرتبہ۔ (۷) سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، سو مرتبہ، (۸) لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم سو مرتبہ، (۹) یا بدیع العجائب بالخیر سو مرتبہ۔ (۱۰) یا بدیع یا بدیع، سو مرتبہ، (۱۱) یا اللہ یا رحمن یا رحیم یا ارحم الراحمین اللہ حافظی اللہ ناصری اللہ معی سو مرتبہ۔ (۱۲) فاللہ خیر حافظاً و ھو ارحم الراحمین سو مرتبہ۔ (۱۳) یا عزیز یا ودود پانچ سو مرتبہ۔ (۱۴) یا حافظ یا حفیظ پانچ سو مرتبہ۔ (۱۵) حسبنا اللہ و نعم الوکیل پانچ سو مرتبہ، (۱۶) سبحان اللہ و بحمدہ، سبحان اللہ العظیم سو مرتبہ۔ (۱۷) انا للہ و انا الیہ راجعون سو مرتبہ۔ (۱۸) یا کھیعص (سورۂ مریم کے شروع کے حروف مقطعات) سو مرتبہ۔ (۱۹) یا حم عسق (سورۂ شوریٰ کے شروع کے حروف مقطعات) سو مرتبہ۔ (۲۰) یا حی یا قیوم، سو مرتبہ، (۲۱) یا مستعان عونک ایاک نستعین، سو مرتبہ۔ (۲۲) سورۃ

Marfat.com

یٰسین ایک مرتبہ۔ (۲۳) سورۂ واقعہ، رات کو ایک مرتبہ۔ (۲۴) سورۂ ملک (انتیسویں پارے کی پہلی سورت) رات کو ایک مرتبہ۔ (۲۵) سورۂ مزمل، رات کو سوتے وقت ایک مرتبہ۔ (۲۶) سورۂ سجدہ، رات کو سوتے وقت ایک مرتبہ۔ (۲۷) سورۂ کہف: جمعہ کے دن ایک مرتبہ۔

"انا للہ و انا الیہ راجعون" کا وظیفہ وفات سے چند مہینے پہلے شروع کیا تھا۔ درود شریف بعض اوقات ہزار دفعہ روزانہ پڑھا کرتے۔ دیگر وظائف بھی بسا اوقات ہزار مرتبہ پڑھ لیتے۔ لوگوں کی موجودگی میں بھی پڑھتے رہتے اور قریب بیٹھے ہوئے لوگوں کو ان کی زبان سے سنائی بھی دیتے۔

ان وظائف کے علاوہ دعائے حزب البحر بھی پڑھتے۔ نیز سورۂ بقرہ کی آخری آیات، سورۂ آل عمران کا آخری رکوع، سورۂ توبہ کی آخری دو آیتیں۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آخری آیت، سورۂ مومنون کی آخری چار آیات، سورۂ روم کے دوسرے رکوع کی آخری تین آیات۔ سورۂ فرقان کا آخری رکوع۔ سورۂ حشر کی آخری تین آیات روزانہ پڑھا کرتے۔ سورۂ کہف کی آخری دس آیات بھی قریب بیٹھنے والوں کو ان کی زبان سے سنائی دیتی تھیں۔ غرض وہ ہر وقت کوئی نہ کوئی وظیفہ پڑھتے اور اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ وظائف ان کے رگ و ریشے میں رچ بس چکے تھے۔ (وظائف کی یہ تفصیل مجھے مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی حفظہ اللہ ساہیوال نے بہ صورت تحریر بھجوائی ہے۔ اس پر میں اپنے اس قابل احترام دوست کا شکر گزار ہوں)

یہ تھا اس جماعت مجاہدین کے بزرگوں کی ترتیب کا نتیجہ جو حضرت سیّد احمد شہید اور حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمہما اللہ نے قائم کی تھی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۲۰۳-۲۰۵)

قارئین! آج بھی لاکھوں اہلحدیث حضرات میں ہزاروں علماء اور سینکڑوں مجاہدین موجود ہیں، لیکن ان سب میں کیا حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ جیسی صفات بھی موجود ہیں؟ نہیں نا۔ کیونکہ وہ اہل حدیث عالم اور مجاہد ہونے کے ساتھ صوفی بھی تھے۔ اسی تصوف نے انہیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ (از: مرتب)

اولیاء اور روحانیت سے دوری ہماری بدقسمتی

صوفی صاحب رحمہ اللہ کے متعلق لوگ جو باتیں بیان کرتے ہیں اور اپنے تجربات بتاتے ہیں، انہیں سن کر ہم بے عمل لوگوں کو انتہائی تعجب ہوتا ہے اور خیال گزرتا ہے کہ وہ اس دور کے آدمی نہیں تھے، کسی اور دور سے تعلق رکھتے تھے۔

ہمارا دور سراسر مادی دور ہے، روحانیت سے ہمیں کوئی تعلق نہیں رہا۔ ہم ظواہر پر نگاہ رکھنے والے لوگ ہیں اور ظواہر ہی ہماری سوچوں کا مرکز ہے، اس لیے روحانیت کے معاملات ہمارے فہم کی گرفت میں نہیں آتے...... روحانیت کونے میں کھڑی ہمیں دیکھتی رہتی ہے، اپنی طرف آنے کے اشارے بھی کرتی ہے اور زور زور سے آوازیں بھی دیتی ہے لیکن ہم اس کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتے، کان لپیٹ کر اور آنکھیں بند کر کے آگے نکل جاتے ہیں۔ روحانیت کی محفلوں اور اللہ والوں کی مجلسوں میں نہ ہم کبھی گئے اور نہ کبھی انہیں کوئی اہمیت دی۔ ہماری بدقسمتی یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ہم اس قسم کی محفلوں اور مجلسوں کو خلاف شرع قرار دینے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں جادۂ روحانیت پر قدم زن ہونے اور اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

Marfat.com

صوفی صاحب جماعت مجاہدین سے تعلق رکھتے تھے۔ اب بھی جہاد کا نعرہ لگانے والے اور مجاہد کہلانے والے بہت سے لوگ موجود ہیں، کیا ان میں بھی اس قسم کی نیکی اور صالحیت کے تھوڑے بہت آثار پائے جاتے ہیں؟ یا یہ صرف نام کے مجاہد ہیں اور نام ہی کا ان کا جہاد ہے؟ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۲۰۵-۲۰۶)

مولانا محمد یعقوب ملہوی رحمہ اللہ کے والد کی بیعت

مولانا محمد یعقوب ملہوی ۱۹۲۱ء میں ضلع اوکاڑہ کی تحصیل رینالہ خورد کے چک نمبر ۲۰ الف میں پیدا ہوئے۔ رینالہ خورد کو ''ملہیاں والا'' بھی کہا جاتا ہے، اس اعتبار سے انہوں نے ملہوی کی نسبت سے شہرت پائی۔ چک نمبر ۲۰ الف میں جو رینالہ خورد کے بالکل قریب ہے، ایک بزرگ صوفی محمد یوسف قیام پذیر تھے، جو مجاہدین سے تعلق رکھتے تھے اور صوفی عبداللہ مرحوم کے مرید تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے، ایک کا نام محمد ابراہیم تھا اور ایک کا محمد یعقوب...... ۱۹۳۵ء میں وہ اوڈاں والا آئے اور محمد یعقوب کو صوفی صاحب رحمہ اللہ کے سپرد کر دیا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۲۰۸)

قاضی محمد اسلم سیف رحمہ اللہ

صوفی صاحب رحمہ اللہ سے بے حد عقیدت مندانہ تعلق رکھنے والے، ان کے مرید باصفا اور ان کے جاری کردہ دارالعلوم کے خادمِ خاص قاضی محمد اسلم سیف کا تذکرہ اس کتاب میں نہایت ضروری ہے۔ وہ ۶ جون ۱۹۳۶ء کو بڈھیمال (ضلع فیروزپور، مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۲۴۱)

قاضی محمد اسلم سیف کی عقیدت مرشد

دوسری اہم خصوصیت ان میں یہ تھی کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ سے بے پناہ تعلق عقیدت اور علاقہ ارادت رکھتے تھے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ سے وہ باقاعدہ بیعت تھے اور **جس طرح مرید اپنے مرشد سے وابستگی کا اظہار کرتا ہے، ٹھیک اسی طرح کا جذبہ ان میں صوفی صاحب کی ذات کے بارے میں پایا جاتا تھا۔** وہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کو مستجاب الدعوات بزرگ قرار دیتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشتا ہے اور ان کی یہ بات بالکل صحیح تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حضور واقعی صوفی صاحب رحمہ اللہ کو ایک مرتبہ حاصل تھا اور بارگاہِ خداوندی میں ان کی دعائیں قبولیت کے اعزاز سے بہرہ مند ہوتی تھیں۔ اس کی کچھ تفصیل آئندہ صفحات میں ایک مستقل باب کی صورت میں آ رہی ہے۔

قاضی محمد اسلم کو صوفی صاحب رحمہ اللہ نے کچھ وظائف بھی بتائے تھے، جن کا ذکر وہ کبھی کبھی کیا کرتے تھے۔ ان کی دعا کی قبولیت کے بعض واقعات بھی انہوں نے کئی دفعہ بیان کیے۔

بہرحال صوفی صاحب رحمہ اللہ سے انہیں انتہائی قلبی لگاؤ تھا اور صوفی صاحب رحمہ اللہ کو بھی اس کا احساس تھا، اس لیے وہ ان پر نگاہِ شفقت رکھتے تھے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے وہ فرماں بردار مرید تھے۔ چنانچہ ان کی طرف سے جو حکم انہیں دیا جاتا، اس کی تعمیل میں وہ پس و پیش نہیں کرتے تھے۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۲۴۴-۲۴۵)

Marfat.com

مولانا عائش محمد رحمہ اللہ

مولانا عائش محمد ۱۹۴۱ء میں موضع بڈھیمال (ضلع فیروز پور۔مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔آزادئ وطن کے وقت یہ صرف چھ سال کے بچے تھے۔ان کا مولد وہی گاؤں ہے،جس میں مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی،حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی رحمہم اللہ اور دیگر متعدد علمائے کرام قیام پذیر تھے۔صحیح بخاری مولانا عبداللہ صاحب ویروالوی رحمہ اللہ سے پڑھی۔اس سے پہلے مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی رحمہ اللہ اور حافظ احمد اللہ رحمہ اللہ بڈھیمالوی سے بھی اس کا درس لے چکے تھے۔

گیارہویں جماعت میں تھے کہ اچھا دواخانہ والوں کے گھر جناح کالونی (لائل پور) میں صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کی بیعت کا شرف حاصل کیا اور ان سے دعا کرائی۔نیکی کی راہ پر تو بفضلِ خدا پہلے ہی سے قدم زن تھے،**لیکن بیعت اور دعا کے بعد تو دل کی حالت بالکل بدل گئی اور طبیعت میں وظائف واوراد کیلئے شدید جذبہ پیدا ہو گیا۔**(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ،ص:۲۵۱۔۲۵۲)

حج پر حاضری کا آزمودہ وظیفہ:۔ اس وقت قلب کی گہرائیوں میں حج بیت اللہ کیلئے ایسی تمنا نے جوش مارا کہ ہر لمحے تیز سے تیز تر ہوتا گیا۔صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں دعا کیلئے عرض گزار ہوئے کہ یہ سعادت جلد سے جلد حاصل ہو،لیکن جیب میں اس وقت صرف سوا روپیہ تھا اور وہ بھی ان کا نہ تھا۔ہر وقت ''لبیک اللھم لبیک'' پڑھتے رہتے تھے۔صوفی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا روزانہ سو مرتبہ یہ آیت پڑھا کرو۔

و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا o و یرزقہ من حیث لا یحتسب و من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ان اللہ بلغ امرہٖ قد جعل اللہ لکل شیء قدرا۔ (طلاق:۳۔۴)

اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا،وہ اس کیلئے (رنج و غم سے) نکلنے کی صورت پیدا فرمادے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اسے وہم و گمان بھی نہ ہو،اور جو شخص اللہ پر بھروسا کرلے تو وہ اس کیلئے کافی ہوجاتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کے کام کو(جو وہ کرنا چاہتا ہے) پورا کردیتا ہے،بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

ان سطور کے راقم (بھٹی صاحب مرحوم) کو بھی بہت سال ہوئے ایک بزرگ عالم دین نے اول آخر تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر روزانہ سو مرتبہ قرآن مجید کی یہ بابرکت آیت پڑھنے کا مشورہ دیا تھا اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے روزانہ یہ آیت پڑھتا ہوں۔اس کے پڑھنے سے بلاشبہ بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

بہر حال مولانا عائش محمد رحمہ اللہ کے حریم قلب میں حج بیت اللہ کا شوق لحہ بہ لحہ بڑھتا گیا۔وہ کثرت کے ساتھ ''لبیک اللھم لبیک'' بھی پڑھتے رہتے تھے اور صوفی صاحب کے بتائے ہوئے وظائف کو بھی انہوں نے اپنا معمول بنا لیا تھا۔

اسی اثنا میں ایک مرتبہ انہیں ایک بزرگ حاجی محمد دین رحمہ اللہ کے پاس جانے کا اتفاق ہوا۔انہوں نے فرمایا آیئے میرے ساتھ چلئے،کراچی کیلئے جہاز کی سیٹ بک کرائی ہے۔اس طرح حج کیلئے اللہ تعالیٰ نے راستہ کھول دیا۔

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ،ص:۲۵۲۔۲۵۳)

Marfat.com

شیر سے حفاظت کا آزمودہ وظیفہ

ایک مرتبہ غازی عبدالکریم مجاہد آبادی صاحب رحمہ اللہ جہاد کے سلسلے میں کہیں تنہا جارہے تھے کہ سورج غروب ہوگیا۔ وہیں رات بسر کی اور صبح کو پھر چل پڑے۔ ظہر کے وقت ایک جگہ پہنچے، وہاں تالاب کی شکل میں پانی جمع تھا۔ وضو کیا اور نماز پڑھی۔ وہاں سے ان کی منزل مقصود تک پہنچنے کے دوراستے تھے۔ ایک معروف راستہ تھا جو پگ ڈنڈی کی صورت میں تھا اور کچھ لمبا تھا۔ دوسرا جنگل میں سے ہو کر گزرتا تھا جو غیر معروف تھا اور مختصر تھا۔ غازی صاحب رحمہ اللہ نے مختصر راستہ اختیار کیا۔ آگے گئے تو دیکھا کہ راستے میں شیر بیٹھا ہے۔ شیر نے بھی ان کو دیکھ لیا...... کچھ دیر وہاں کھڑے رہے اور سوچنے لگے کہ اب کیا کیا جائے۔ نہ پیچھے مڑ سکتے ہیں، نہ آگے بڑھ سکتے ہیں...... کھڑے کھڑے سورہ یٰس پڑھنا شروع کردی۔ جب اس آیت پر پہنچے: وجعلنا من بین ایدیھم سدا و من خلفھم سدا فاغشینھم فھم لایبصرون'' تو شیر اُٹھ کر جنگل میں چلا گیا اور غازی صاحب آگے نکل گئے۔

یہ وظیفہ انہیں مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی رحمہ اللہ نے بتایا تھا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۲۶۰)

دم درود اور تعویذ تبلیغ دین کا مؤثر ذریعہ: **صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں دم درود اور تعویذ دھاگے کا سلسلہ بھی چلتا تھا**، چنانچہ میں نے جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں دیکھا کہ لوگ ان کی خدمت میں آتے، ان سے دم دعا کراتے اور تعویذ وغیرہ لیتے تھے...... یہ کام صحیح طور سے اخلاص کے ساتھ کیا جائے تو میرے خیال میں تبلیغ دین کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ جماعت اہلحدیث کے بہت سے جلیل القدر علمائے کرام اس پر عامل تھے اور اللہ تعالیٰ مریض کو شفاء بخشتا تھا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۲۷۵)

قارئین! مولانا اسحاق بھٹی مرحوم سچ فرما رہے ہیں، دم، دعا اور تعویذ واقعی تبلیغ دین کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ اسکی تصدیق آپکو اس وقت ہوگی جب آپ کسی اہلحدیث عامل کے پاس جاکر کچھ گھنٹے کیلئے بیٹھیں گے اور وہاں آنیوالے جادو، جنات، کاروباری پریشانیوں اور لاعلاج بیماریوں میں پھنسے لوگوں کی دکھ بھری بپتائیں سنیں گے تب آپکو احساس ہوگا کہ یہی لوگ اگر شرکیہ دم کرنیوالے کالے عاملوں کے پاس جائیں تو نہ انکا ایمان بچے گا، نہ عزت۔ ہمارے اہلحدیث روحانی عامل انکو کم از کم شرکیہ اعمال پہ تو نہیں لگا رہے۔ اللہ کے نام کی تسبیح، قرآنی آیات اور نوافل کی رغبت ہی دلا رہے ہیں۔ اب خود ہی سوچیں کہ قرآنی آیات سے جس شخص کا مسئلہ حل ہوگیا، اسکا یقین اللہ کی ذاتِ عالی پر پختہ ہوگا نا؟ کچھ لوگ فوراً کہہ دیتے ہیں کہ بھلا قرآنی آیات سے کاروبار چلتے ہیں؟ انکی خدمت میں یہ گذارش ہے کہ جس قرآن کی بدولت آخرت کی ابدالآباد زندگی سکھی ہوسکتی ہے، اسی قرآن سے کیا ساٹھ، ستر سالہ زندگی بہتر نہیں بن سکتی؟ اور اگر

نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تصوف کا نمونہ

مولانا فضل حسین بہاری رحمۃ اللہ علیہ مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے لکھتے ہیں کہ ''آپ رحمۃ اللہ علیہ صوفی محدث تھے۔ تیرھویں صدی ہجری میں اگر کوئی شخص نبوی تصوف کا نمونہ دیکھنا چاہتا تو اس کیلئے آپ کی ذات بابرکات کے برابر کوئی دوسرا نمونہ نہیں مل سکتا تھا۔ (بحوالہ: الحیات بعد الممات؛ ص ۳۵۱)

Marfat.com

قرآن سے کاروبار نہیں چلتا تو کیا مندر میں پھول نچھاور کرنے سے چلتا ہے؟ خدارا چھوڑ دیں، روحانیت وتصوف کی مخالفت۔ (از: مرتب)

مولانا عائش محمد حفظہ اللہ ذوق تصوف

حضرت صوفی عبداللہ رحمہ اللہ سے جو حضرات قلبی وابستگی اور روحانی مراسم رکھتے تھے، ان میں مرحوم ومغفور سیّد ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ بھی شامل تھے۔ وہ عمر میں صوفی صاحب مرحوم سے تقریباً پینتالیس برس چھوٹے تھے، لیکن صوفی صاحب رحمہ اللہ سن وسال کے نصف صدی کے اس تفاوت کے باوجود ان کا بہت احترام کرتے تھے۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ کے مرید خاص مولانا عائش محمد صاحب رحمہ اللہ سے بھی وہ بہت تعلق رکھتے تھے اور دونوں کے درمیان تصوف ووظائف کے روح پرور موضوع پر سلسلۂ کلام جاری رہتا تھا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۲۸۱)

علمائے غزنویہ کے ارادت منداور مریدین

ضلع امرتسر کی تحصیل ترنتان میں ایک قصبہ نما گاؤں بھوجیاں تھا۔ وہ اہل حدیث حضرات کا گاؤں تھا اور علماء کا مسکن تھا۔ یہ سب لوگ علمائے غزنویہ سے تعلق تلمذ وارادت رکھتے تھے۔ شارح نسائی حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ اصلاً اسی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ مولانا فیض اللہ خاں رحمہ اللہ وہاں کے ایک جلیل القدر عالم تھے جو علمائے غزنویہ کے شاگرد اور مرید تھے۔

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۱۱۷-۱۱۸)

حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ قبولیت دعا اور کرامات کے واقعات

طلباء کے ساتھ اجتماعی مقبول دعا

۱۹۶۱ء یا ۱۹۶۲ء کی بات ہے کہ مدرسے میں عیدالاضحیٰ کی رخصتیں ہوئیں۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے طلباء کو جمع کر کے ایک لمبی دعا کی۔ دعا شروع کرنے سے پہلے طلباء سے فرمایا کہ میں دعا کروں گا، تم میری دعا کے ساتھ آمین آمین کہتے جانا۔ دعا میں جو الفاظ میں زبان سے بولوں ان پر حیران اور متعجب ہونے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ حسب معمول صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اللہ کی حمد وثنا کی، پھر درود شریف پڑھا۔ بعدازاں ادعیہ مسنونہ شروع کیں، طلباء آمین آمین کہتے رہے۔ پھر اپنی پُر تاثیر زبان میں پنجابی میں کہا: یا اللہ! یہ طلباء ریلوے اسٹیشن ماموں کانجن سے جو یہاں سے چار میل کے فاصلے پر ہے، کچے راستے میں پیدل چل کر یہاں آتے ہیں، ان کے کپڑے گرد وغبار سے اٹ جاتے ہیں، پاؤں مٹی سے بھر جاتے ہیں، یہ خود پسینے سے شرابور ہو جاتے ہیں۔ یا اللہ! ایسا انتظام فرما کہ گاڑی کی لائن مدرسے کے درمیان سے گزرے...... یا اللہ! ایسا انتظام فرما کہ گاڑی کی لائن مدرسے کے درمیان سے گزرے...... یہ الفاظ وہ بار بار کہتے رہے۔ طلباء آمین آمین پکارتے رہے۔ ساتھ ہی حیران بھی ہوتے تھے کہ ماموں کانجن سے اوڈاں والے گاڑی کی لائن کیسے آئے گی...... صوفی صاحب نے ان سے فرمایا آپ لوگ میری

Marfat.com

اس دعا پر حیران نہ ہوں، بس آمین آمین کہتے جائیے۔ مدرسے کے قریب سے گاڑی کی لائن کے گزرنے کا انتظام اللہ تعالیٰ خود فرمادے گا، اس کیلئے کوئی بات مشکل نہیں ہے۔ نہ اس میں آپ لوگوں کو حیران ہونے کی ضرورت ہے۔

دعا کی قبولیت

اللہ تعالیٰ نے صوفی صاحب رحمہ اللہ کی یہ دعا بہت جلد قبول فرمالی اور اسی طرح قبول فرمائی جس طرح صوفی صاحب رحمہ اللہ نے کی تھی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۱۹۷۔۱۹۸)

اولیاء کی بارگاہ ایزدی میں شنوائی

اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو بہت سی نعمتوں سے نوازا اور بہت سی خصوصیات سے سرفراز فرمایا ہے، جن میں ایک بہت بڑی نعمت اور بہت بڑی خصوصیت قبولیت دعا ہے۔ انہوں نے ادھر بارگاہِ الٰہی میں دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور عاجزی سے اس کے سامنے جھولی پھیلائی، اِدھر قبولیت کے آثار ظاہر ہوگئے اور جو التجاء کی اللہ نے پوری فرمادی۔

بے اولاد عورت کو اولاد نرینہ مل جانا

سردیوں کے دن تھے اور صوفی صاحب رحمہ اللہ دوپہر کے وقت جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کے کھلے میدان میں دھوپ تاپ رہے تھے۔ اردگرد کچھ لوگ بیٹھے تھے جو مختلف اوقات میں پڑھنے کیلئے ان سے وظائف پوچھ رہے تھے۔ اتنے میں ایک جوان عورت آئی اور سلام کر کے صوفی صاحب رحمہ اللہ کے سامنے کھڑے ہوگئی۔

پوچھا: بیٹی! تم کون ہو اور کیوں آئی ہو؟

عرض کیا: میں فلاں گاؤں سے آئی ہوں اور فلاں شخص کی بیٹی اور فلاں کی بہو ہوں۔ آپ رحمہ اللہ میرے والد کو بھی جانتے ہیں اور سسر کو بھی......! میں اولاد سے محروم ہوں، دعا کیلئے حاضر ہوئی ہوں۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اللہ کے حضور دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ حاضرین سے کہا، تم بھی دعا کرو۔ دعا کرتے ہوئے صوفی صاحب رحمہ اللہ نے خاتون سے اس کا نام پوچھا تو اس نے اپنا نام ''نوراں'' بتایا۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے پہلے درود شریف پڑھا۔ پھر تین چار دفعہ قدرے ہلکی آواز سے کہا ''یا اللہ نوراں کو لڑکا دے، یا اللہ نوراں کو لڑکا دے'' اس کے بعد **یکا یک آواز بلند ہوگئی اور زبان سے یہ صدا آنے لگی۔ یا اللہ نوراں سے لڑکا نکال...... یا اللہ نوراں سے لڑکا نکال۔** دس بارہ منٹ پنجابی میں یہی الفاظ اسی انداز سے زبان سے ادا ہوتے رہے۔ دعا ختم ہوئی تو نوراں چلی گئی۔ ''نوراں سے لڑکا نکال'' کے الفاظ بالکل صحیح تھے۔ یعنی لڑکا اس کے بطن سے پیدا ہو، کسی اور کا نہ ہو...... عام طور سے بے اولاد کو اس کے رشتہ دار اپنا بچہ دے دیتے ہیں۔

اس پر تقریباً ایک سال کا عرصہ گزرا ہوگا کہ دو عورتیں صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں آئیں۔ ان میں سے ایک بڑی عمر کی تھی، ایک چھوٹی عمر کی۔ بڑی عمر کی عورت نے ایک بچہ اٹھا رکھا تھا۔ عرض کیا: بابا جی! یہ نوراں ہے، جس کیلئے آپ رحمہ اللہ

Marfat.com

نے لڑکے کی دعا کی تھی، میں اس کی ساس ہوں اور یہ لڑکا ہے جو آپ رحمہ اللہ کی دعا کے بعد اللہ نے دیا۔ آپ رحمہ اللہ اس بچے کیلئے بھی دعا کریں۔ (یہ بات مجھے قاضی محمد اسلم سیف مرحوم نے بتائی تھی)

یہ تو تھا اس دور کا واقعہ جب صوفی صاحب رحمہ اللہ نے جوانی کا سفر پورا کر کے کہولت کی منزلیں بھی طے کر لی تھیں اور عہدِ پیری میں داخل ہو گئے تھے۔ اب ان کی بھرپور جوانی کا اسی قسم کا ایک واقعہ سنیئے۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۵۳-۳۵۵)

میں صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کی دعا کا نتیجہ ہوں:۔ ۱۹۱۱ء کے پس وپیش ایک بزرگ حاجی عنایت اللہ ضلع لائل پور کی تحصیل سمندری کے ایک گاؤں ''لشارن'' میں اقامت گزین تھے، نہایت نیک اور متقی بزرگ...... ان کے گھر کئی بچے پیدا ہوئے، لیکن سب چھوٹی عمر میں وفات پا گئے۔ معلوم نہیں کس طرح ان کا تعلق صوفی صاحب رحمہ اللہ سے پیدا ہو گیا اور جلد ہی صوفی صاحب رحمہ اللہ کی نیکی کے تاثر نے ان کے دل پر غلبہ پا لیا، چنانچہ انہوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ انہیں ایسا بیٹا عطا فرمائے جو باعمل عالم بنے اور لوگ اس کے علم وعمل سے فیض یاب ہوں۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور حاجی عنایت اللہ کو بیٹے کی نعمت سے نوازا۔ حاجی صاحب نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔ یہ ۱۹۱۴ء کی بات ہے، جب صوفی صاحب رحمہ اللہ کی عمر انتیس برس تھی۔

حاجی عنایت اللہ کے بیٹے عبداللہ کو اللہ تعالیٰ نے علم کی دولت سے مالا مال فرمایا اور لوگوں نے ان سے خوب استفادہ کیا۔ نیکی اور صالحیت بھی بہت بڑی مقدار میں ان کے حصے میں آئی اور انہوں نے باعمل عالم کے طور پر شہرت پائی۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں صوفی عبداللہ کی دعاؤں کا نتیجہ ہوں۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۵۵-۳۵۶)

دعائے ولی سے پانچ کام ہوئے

مولانا محمد اسحاق سندھو نے بتایا کہ کسی زمانے میں ہم لوگ ضلع اوکاڑہ کی تحصیل رینالہ خورد کے ایک گاؤں میں غربت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ چھوٹا سا کچا مکان تھا۔ میرے والد بیمار ہو گئے۔ اپنی حیثیت کے مطابق ہم نے ان کا بہت علاج کرایا، لیکن افاقہ نہ ہوا، بلکہ صورت حال یہ ہو گئی کہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ کسی نے بتایا کہ اوڈاں والا چک ۴۹۳ گ ب (ضلع لائلپور) میں ایک بزرگ صوفی عبداللہ رحمہ اللہ سکونت پذیر ہیں، ان کے پاس جاؤ، وہ دعا کریں گے، اللہ تعالیٰ صحت عطا فرما دے گا۔ چنانچہ ہم مریض کو وہاں لے گئے، صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا کی، اللہ نے کرم فرمایا اور مریض صحت یاب ہو گیا۔

سندھو صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ صوفی صاحب رحمہ اللہ ہمارے گاؤں گئے۔ ہم نے ان کو اپنے گھر دوپہر کے کھانے پر بلایا۔ سخت گرمی، چھوٹا سا مکان، نہ بتی نہ بجلی، کدو اور گوشت پکایا گیا تھا، اس کے حصول میں بھی تنگ دستی نے رکاوٹ ڈالنے کی بڑی کوشش کی، لیکن کسی نہ کسی طرح رکاوٹ دور ہو گئی اور مسئلہ حل ہو گیا۔ کھانا کھا چکے تو میرے والد نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ ایک تو یہ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ سکونت کیلئے ہمیں کوئی کھلی جگہ دے دے۔ دوسرے یہ کہ میرے بیٹے اسحاق کی شادی ہو جائے اور اسے اللہ نیک اولاد عطا فرمائے۔

بقول مولانا محمد اسحاق سندھو کے صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا کی: یا اللہ! تیرے گھر کیا کمی ہے، سب کچھ تیرے قبضے میں

Marfat.com

ہے۔تو ہی سب کو دینے والا ہے۔تو نے اپنی نافرمانی کرنے والوں کو اور قسم قسم کی برائیوں کا ارتکاب کرنے والوں کو بڑے بڑے محل اور مکان دیئے ہیں، ان غریب لوگوں کو بھی ایک کھلا سا مکان دے دے۔ **یہ تیرے نیک بندے ہیں، دن رات تیرا نام لیتے اور تیری عبادت کرتے ہیں، تو انکو کھلا مکان کیوں نہیں دیتا**...... ساتھ ہی دعا کی کہ یہ اسحاق تیرا فرماں بردار بندہ ہے، نماز پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے اور تیری عبادت کرتا ہے۔اس کی کسی اچھی جگہ پر شادی کا بندوبست کردے، پھر اس کو دس بارہ بچے عطا فرمادے۔

مولانا محمد اسحاق سندھو بیان کرتے ہیں کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ اس قسم کے الفاظ سے دعا فرمارہے تھے اور ہم ہنس رہے تھے کہ یہ کیا دعا ہے اور یہ کہاں قبول ہوگی...... لیکن دعا قبول ہوئی اور کچھ عرصے کے بعد ان کی شادی ہوگئی...... پھر اچانک رنگ میں بھنگ پڑگئی، یعنی میاں بیوی میں اختلاف پیدا ہوگیا اور بیوی روٹھ کر میکے چلی گئی۔اس کے باپ اور بھائیوں نے ان کو پیغام بھجوایا کہ تم ہماری بیٹی کو تنگ کرتے ہو، ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے، تمہیں قتل کردیں گے۔ ہمارے ہاتھوں تمہاری موت کے دن قریب آگئے ہیں۔یہ پیغام سن کر یہ سخت پریشان ہوئے۔اسی اثناء میں صوفی صاحب سے ملنے کیلئے اوڈاں والے گئے، لیکن صوفی صاحب وہاں نہیں تھے، پتا چلا کہ فلاں گاؤں میں ہیں۔وہاں پہنچے تو صوفی صاحب رحمہ اللہ نے پوچھا: تمہاری بیوی کا کیا حال ہے؟

جواب میں انہوں نے تمام واقعہ بیان کردیا۔فرمایا: تمہاری شادی کسی اور جگہ کردیں؟۔عرض کیا: کردیجئے۔

رات گزری تو دوسرے دن فرمایا: تم کسی اور جگہ شادی کرانے کا خیال دل سے نکال دو، اپنے سسرال جاؤ اور بیوی کو لے آؤ۔

مولانا اسحاق سندھو نے کہا: جناب میں جاؤں گا تو وہ مجھے قتل کردیں گے۔ وہ بہت غصے میں ہیں اور مجھے روزانہ ان کی طرف سے موت کے پیغام آرہے ہیں۔

فرمایا: وہ تمہیں کچھ نہیں کہیں گے، تم میری بات مانو اور چلے جاؤ، تمہاری بیوی بلا حیل وحجت تمہارے ساتھ آجائیگی۔

کہا: آپ رحمہ اللہ مجھے ان کے ہاتھوں قتل کرانا چاہتے ہیں۔

بہر حال وہ ان کے کہنے پر سسرال چلے گئے۔سسر، ساس اور گھر کے تمام افراد اس طرح احترام سے پیش آئے جیسے ان کا انتظار ہی کررہے تھے۔چند روز پیشتر جن کی طرف سے قتل کے پیغام آرہے تھے، وہ بالکل نرم ہوچکے تھے۔

اس کے بعد چار یا پانچ لڑکے بھی پیدا ہوئے اور لڑکیاں بھی۔سب بچے نیک اور تعلیم یافتہ، مالی حالت بھی اچھی ہوگئی۔

گاؤں سے وہ ملتان چلے گئے۔اچھا خاصا وسیع مکان ہے۔سات آٹھ دکانیں ہیں، بیٹے بیٹیاں، نواسے نواسیاں، پوتے پوتیاں، ماشاءاللہ تمام کنبہ خوش حال ہے۔مولانا محمد اسحاق سندھو کے ایک صاحب زادے لاہور رہتے ہیں اور طبیب ہیں۔

یہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی مخلصانہ دعاؤں کا نتیجہ ہے۔مولانا محمد اسحاق سندھو کافی عرصہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ رہے۔ان کے بے حد عقیدت مند اور انتہائی مداح ہیں۔انہیں مستجاب الدعوات بزرگ اور اللہ کا ولی قرار دیتے ہیں۔صوفی صاحب رحمہ اللہ کی رفاقت میں رہنے کی بناء پر ان سے بے تکلفانہ اسلوب میں گفتگو کرتے تھے۔

محمد اسحاق سندھو صاحب کیلئے صوفی صاحب رحمہ اللہ کی دعا کا نتیجہ نکلا کہ: ان کے والد کو اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمادی۔خود ان کی شادی ہوگئی۔بیوی جو روٹھ کر میکے چلی گئی تھی، بغیر کسی منت خوشامد کے واپس آئی، سسرال کے نزدیک لائق

Marfat.com

احترام قرار پائے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی اولاد عطا فرمائی جو صالحیت اور صلاحیت سے متصف ہے۔ وسیع مکان اور خوش حالی کی نعمت سے نوازے گئے۔

وضاحت: مولانا محمد اسحاق سندھو نے فرمایا تھا کہ وہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی قبولیتِ دعا کے متعلق مزید واقعات بتائیں گے لیکن افسوس ہے اس کے بعد ان سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ ص: ۳۵۶-۳۵۹)

ولی کامل کا انداز مجذوبانہ

اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے مختلف مواقع پر صوفی صاحب رحمہ اللہ کے مختلف طریقے تھے۔ ایک شخص نے عرض کیا میری کئی لڑکیاں ہیں، لڑکا کوئی نہیں، دعا کیجیے اللہ تعالیٰ لڑکا عطا فرمادے...... صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اس کی بات سن کر زمین پر لکیریں کھینچنا شروع کیں اور ساتھ ہی لکیریں گننے لگے۔ پہلی لکیر کھینچی تو کہا ایک۔ دوسری کھینچی تو کہا دو...... تیسری کھینچی تو کہا تین...... چوتھی لکیر آدھی کھینچی تھی اور ابھی لفظ ''چار'' زبان سے نہیں نکلا تھا کہ درخواست کنندہ نے ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا، بس تین ہی بہت ہیں۔ اس عمل کا اثر یہ ہوا کہ تین لڑکے صحیح اور تندرست پیدا ہوئے اور چوتھا ساڑھے چار مہینے کے بعد ساقط ہو گیا۔

(یہ بات صاحب واقعہ نے میرے فیصل آباد کے دوست علی ارشد صاحب کو بتائی اور انہوں نے مجھ سے بیان کی)۔

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ ص: ۳۵۹-۳۶۰)

بھینس پر حکم ولی کا اثر

دار العلوم تقویۃ الاسلام (اوڈاں والا) کے ناظم حافظ محمد امین صاحب کو اللہ تعالیٰ کے علم نے ساتھ عمل کی نعمت سے بھی بہرہ مند فرمایا ہے۔ وہ ایم اے (اسلامیات) ہیں۔ دار العلوم کی نظامت کے علاوہ اوڈاں والا میں امامت و خطابت کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ انہوں نے مکتوب میں مجھے بتایا کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی قبولیت دعا کے حیرت انگیز واقعات دیکھنے اور سننے میں آئے ہیں۔ جو دعا انہوں نے کی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ بعض ایسے واقعات بھی ہیں کہ انہوں نے ڈنگر ڈھوروں کو پیغام بھجوایا اور اللہ کے حکم سے پورا ہو گیا۔ اس کی ایک مثال انہوں نے یہ دی ہے کہ اوڈاں والا کے قریب گاؤں چک نمبر ۵۰۷ گ ب سے ایک شخص صوفی صاحب رحمہ اللہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ اس کی بھینس دودھ نہیں دیتی۔ فرمایا اس سے جا کر کہو صوفی عبداللہ کہتا ہے، دودھ دیا کر۔ اس نے بھینس کو انہی لفظوں میں صوفی صاحب رحمہ اللہ کا پیغام دیا اور بھینس دودھ دینے لگی۔

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ ص: ۳۶۰)

قارئین! ایک صوفی جب اللہ تعالیٰ کی محبت اور ولایت میں آگے بڑھ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے غیب کے خزانے سے اسے کچھ ادائیں، کچھ دعائیں اور کچھ کیفیات عطا کر دیتا ہے۔ پھر جب بھی اسے زمین و آسمان کے درمیان، یا زمین سے نیچے اور آسمان سے اوپر کوئی ضرورت پوری کروانی ہو تو وہ اپنی مخصوص اداؤں، مخصوص دعاؤں اور مخصوص لاڈلی کیفیات کو استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی حاجت پیش

Marfat.com

کرتا ہے، ادھر اللہ تعالیٰ جو ہر وقت گنہگاروں کی بھی دستگیری فرما رہا ہے، اپنے ولی کی فوری مدد کیوں نہ کرے گا؟ وہ اس صوفی کے منہ سے نکلے ہوئے بول کی بھی لاج رکھتا ہے، اس کے ہاتھوں کی حرکات اور اسکے دل کے جذبات کا بھی بھرم رکھتا ہے اور یوں ناممکن سے ناممکن مسئلہ بھی چٹکیوں میں حل ہو جاتا ہے۔ اللہ والو! تصوف میں داخل ہو جاو، دنیا و آخرت میں اسکے بہت فائدے ہیں۔ (از: مرتب)

دم اور تعویذ کی تاثیر

حافظ محمد امین کہتے ہیں کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ، اللہ لوگ تھے......لوگ دور دور سے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے، دعا کراتے اور مراد پاتے۔ ان کے دم اور تعویذ میں بھی اللہ نے بڑی تاثیر رکھی تھی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۶۰)

پولیس افسر کا متاثر ہو جانا

انہی حافظ محمد امین کا بیان ہے کہ اوڈاں والا میں قیام کے ابتدائی دور میں کسی شخص کی مخبری کی بنا پر ایک پولیس افسر انہیں گرفتار کرنے کیلئے آیا تھوڑی دیر میں کچھ ایسے عجیب و غریب واقعات اس کے مشاہدے میں آئے کہ ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گیا۔ پھر مستقل طور سے صوفی صاحب رحمہ اللہ کے قائم کردہ دارالعلوم کی مالی مدد کرنے لگا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۶۰-۳۶۱)

بھینس کا تین کٹیاں جننا

میرے فیصل آباد کے ایک دوست مولوی محمد رمضان یوسف سلفی نے بتایا کے صوفی صاحب کسی گاؤں میں گئے اور ایک شخص انہیں اپنے گھر لے گیا اور کہا کہ میری بھینس ہر سال کٹا جنتی ہے، دعا فرمایئے، یہ کٹی جنے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے بسم اللہ پڑھ کے بھینس کی دم پکڑی اور اسے تین دفعہ کھینچ کر کہا۔ دے کٹی......دے کٹی......اس کے بعد اس نے متواتر تین کٹیاں دیں۔

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۶۱)

غبی طالبعلم کا باصلاحیت بن جانا

ایک طالب علم نے بتایا کہ وہ اوڈاں والا میں صوفی صاحب رحمہ اللہ کے مدرسے میں داخل ہوا، لیکن اتنا غبی اور کند ذہن تھا کہ نہ کتاب میں لکھا ہوا کوئی مسئلہ اس کی سمجھ میں آتا تھا اور نہ استاد کی بتائی کوئی بات یاد رہتی تھی۔ سخت پریشان تھا، پڑھنے اور سمجھنے کی بڑی کوشش کرتا مگر کچھ پلے نہ پڑتا۔ ایک دن شام کے وقت مدرسے سے نکلا اور کماد کے کھیت میں جا بیٹھا۔ وہاں تنہائی میں بیٹھ کر اپنی بدنصیبی پر رونے لگا، روتے روتے ہچکی بندھ گئی اور آواز کا دائرہ وسیع ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد اتفاق سے صوفی صاحب رحمہ اللہ کا ادھر سے گزر ہوا تو وہ رونے کی آواز سن کر رکے۔ پھر جدھر سے آواز آرہی تھی، ادھر کو چل پڑے۔ آگے گئے تو طالب علم کو پہچان لیا اور وہاں بیٹھ گئے۔ رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ ماں باپ نے مجھے پڑھنے کیلئے یہاں بھیجا ہے لیکن میں ذہنی طور پر اتنا کمزور ہوں کہ نہ کچھ سمجھ سکتا ہوں نہ یاد رکھ سکتا ہوں۔ فرمایا: فکر نہ کرو، یہ مشکل اللہ تعالیٰ حل فرما دے گا۔

Marfat.com

اب انہوں نے دم کرنا شروع کیا، طالب علم کا سر منڈا ہوا تھا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ دعائیں پڑھتے جاتے تھے اور اس کے سر پر تھوکتے اور اسے ملتے جاتے تھے۔ کافی دیر یہ عمل جاری رہا۔ طالب علم بیان کرتا ہے کہ اس کا سر تھوک سے بھر گیا...... لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا ذہن کھل گیا اور وہ صحیح طور سے پڑھنے لگا۔ (یہ واقعہ مجھے مولانا ارشاد الحق اثری (ادارہ علوم اثریہ منٹگمری بازار، فیصل آباد) نے بتایا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۶۱۔۳۶۲)

عسرت کا یسرت میں تبدیل ہو جانا

مولانا محمد اسحاق سندھو کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ وہ کافی عرصہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ رہے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ ایک گاؤں میں تشریف لے گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ چند روز وہاں رہنے کا اتفاق ہوا۔ ایک دن ایک عورت آئی، اس نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا بابا جی مہربانی فرما کر آج آپ میرے گھر سے کھانا کھائیں...... فرمایا میرا کھانا فلاں گھر سے پکتا ہے، ان کے گھر اطلاع دے کر کھانا پکا لو۔ چنانچہ اس گھر میں اطلاع دے کر اس خاتون نے کھانا پکا لیا۔

کھانے سے فارغ ہوئے تو خاتون نے عرض کی کہ میرے چھ (یا سات کہا) لڑکے ہیں، ہم غریب لوگ ہیں، غربت کی وجہ سے کسی لڑکے کی شادی نہیں ہوئی۔ ایک لڑکا فوج میں ملازم ہے، اس کی آمدنی بھی محدود ہے۔ آپ رحمہ اللہ دعا کیجئے ہماری مالی حالت بھی اچھی ہو جائے اور لڑکوں کی شادیوں کا بھی کہیں انتظام ہو جائے۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے حسب معمول اللہ کے حضور طویل دعا کی...... تھوڑے عرصے کے بعد عجیب اتفاق ہوا، اس خاتون کا جو لڑکا فوج میں ملازم تھا، اس کا کرنل جس کے وہ ماتحت تھا، وفات پا گیا۔ اس کی تین (یا چار) لڑکیاں تھیں، متوفی کی بیوہ نے اس عورت کے فوجی بیٹے سے نکاح کر لیا اور اپنی بیٹیوں کی شادیاں اپنے نئے شوہر کے بھائیوں سے کر دیں۔ گھر کا تمام مال سامان وہ اپنے ساتھ لے آئیں۔

اس طرح اس خاتون کے بیٹوں کی شادیاں بھی ہوگئیں اور مال و دولت بھی گھر میں آ گیا۔ (بروایت مولانا عائش محمد)

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۶۲۔۳۶۳)

گمشدہ لڑکے کا فوراً مل جانا

مولانا عبدالقادر ندوی کے بڑے بھائی چودھری محمد عبداللہ کے ایک بیٹے کا نام ارشد ہے۔ وہ میٹرک کا امتحان دے رہا تھا کہ امتحان کے دوران گھر سے نکل گیا۔ تمام رشتے داروں سے پتا کیا، کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ لڑکا کہاں ہے۔ تلاش کرتے کرتے پندرہ روز گزر گئے، سب گھر والے سخت پریشان...... لاہور سے مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ، مولانا عبدالقادر ندوی سے ملاقات کیلئے ماموں کانجن گئے، انہوں نے مولانا کو لڑکے کے بارے میں بتایا۔ یہ دونوں صوفی صاحب رحمہ اللہ سے ملنے کیلئے ان کے پاس گئے۔ صوفی صاحب نے فرمایا عبدالقادر! تم اتنے دن کہاں غائب رہے؟ انہوں نے حاضر نہ ہونے کی وجہ بیان کی تو فرمایا: تم آ کر بتاتے تو اللہ تعالیٰ سے پریشانی رفع فرمانے کی دعا کرتے، اللہ پریشانی دور فرمانے والا ہے۔ عرض کیا اب دعا

Marfat.com

کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ اس وقت عصر کی اذان ہو چکی تھی۔ نماز پڑھنے کے بعد صوفی صاحب رحمہ اللہ دعا کیلئے بیٹھ گئے اور لوگوں سے کہا آج ہم اس ذاتِ پاک سے مانگیں گے جو ہر رات سماء دنیا پر سوالیوں کو دینے کیلئے آتا ہے، لہٰذا میں دعا کروں گا، تم میرے ہر دعائیہ کلمے پر آمین، آمین کہتے جانا۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ہاتھ اُٹھا کر کچھ وظائف پڑھے۔ پھر دعا شروع ہوئی۔ مولیٰ کریم تو میری شہ رگ سے قریب تر ہے۔ تو جانتا ہے میں نے اپنی زندگی تیری رضا کیلئے وقف کر رکھی ہے۔ ہمیشہ تیرے ہی کام کیے ہیں۔ آج ایک میرا کام ہے جو تیرے کرنے کا ہے، وہ کام یہ ہے کہ تو ارشد کو سورج غروب ہونے سے پہلے واپس یہاں پہنچا دے۔ **ایک گھنٹہ دعا کرتے رہے اور روتے رہے۔ بار بار یہی الفاظ زبان سے نکل رہے تھے۔ ارشد کو یہاں لادے۔ ارشد کو یہاں لادے**...... ارشد کو یہاں لادے...... سورج غروب ہونے سے پہلے لادے...... سورج غروب ہونے سے پہلے لادے......

پھر وہاں کے سب لوگوں نے دیکھا کہ سورج غروب ہونے سے پہلے ارشد آ گیا۔ اس وقت حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ بھی وہاں موجود تھے۔ (اس واقعہ سے مجھے تحریری صورت میں مولانا صوفی عائش محمد نے بھی مطلع فرمایا اور مولانا عبدالقادر ندوی نے بھی)۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۶۳۔ ۳۶۴)

> قارئین! صوفی صاحب رحمہ اللہ کے ان واقعات سے آپکو وہ حدیث یاد آ رہی ہو گی (جس کا مفہوم ہے کہ) اللہ کے بندوں میں سے کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اگر اللہ تعالیٰ پر کوئی قسم ڈال دیں تو اللہ انکی قسم کو ضرور پورا کرتا ہے۔ یہ حدیث مقربین بارگاہِ الٰہی صوفیائے کرام رحمہم اللہ کے روحانی مقام کی آئینہ دار ہے۔ (از: مرتب)

سزائے موت کا حکم ٹل جانا

۱۹۵۵ء کی بات ہے کہ چک نمبر ۴۳۳ گ ب میں لڑائی ہوئی۔ دو آدمی ولی محمد اور شاہد قتل ہو گئے۔ خاندانی رنجش کے باعث مدعی فریق نے وہاں کی جامع مسجد کے خطیب حاجی محمد خاں کا نام قاتلوں میں لکھا دیا اور ان کے خلاف شہادتیں بھگت گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سیشن جج نے حاجی محمد خاں کو موت کی سزا سنا دی، جبکہ حاجی صاحب بالکل بے گناہ تھے، ان کا قتل سے کوئی تعلق نہ تھا۔

سزائے موت کے خلاف ہائیکورٹ میں اپیل کر دی گئی، لیکن چوں کہ گواہوں نے حاجی صاحب کو قتل کا ذمے دار ٹھہرایا تھا، اس لیے بہ ظاہر ان کی برأت کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ ان کے والدین صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کی۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا، صوفی صاحب رحمہ اللہ نے رات کو دعا کی۔ چند روز بعد مقدمہ ہائی کورٹ میں پیش ہوا اور حاجی صاحب کو بری کر دیا گیا۔ (بہ روایت مولانا عائش محمد)۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۶۴)

پولیس کا پکڑنا اور فوراً چھوڑ دینا

انہی حاجی محمد خاں کا بیان ہے کہ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ اپنے بعض خادموں کے ساتھ ان کے گاؤں (چک نمبر

Marfat.com

۴۳۲) تشریف لے گئے۔ انہوں نے اپنے گھر میں ان کیلئے کھانے کا اہتمام کیا۔ لیکن اچانک پولیس آئی اور انہیں پکڑ کر لے گئے۔ صوفی صاحب نے اللہ سے دعا کی کہ اے میرے مولیٰ محمد خاں کو پولیس سے نجات دلا، وہ آئے گا اور اپنے ہاتھ سے ہمیں کھانا کھلائے گا تو ہم کھائیں گے۔ محمد خاں کہتے ہیں، **دعا کا اثر دیکھئے کہ ادھر کھانا تیار ہوا اور ادھر بغیر کسی سفارش کے پولیس نے انہیں چھوڑ دیا** اور وہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور انہیں کھانا کھلایا۔ (بہ روایت مولانا عائش محمد حفظہ اللہ)

معلوم نہیں اللہ تعالیٰ نے صوفی صاحب کی زبان میں کیا تاثیر بھر دی تھی اور انہیں خلوصِ قلب کی دولت سے کس قدر مالا مال فرما دیا تھا کہ جوں ہی کوئی تمنا دل کی گہرائی سے ابھری اور الفاظ کے سانچے میں ڈھل کر بصورتِ دعا زبان پر آئی، بارگاہِ الٰہی میں قبولیت کا مرتبہ پا گئی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۶۴-۳۶۵)

فیل لڑکے کا پاس ہو جانا

اسی گاؤں چک نمبر ۴۳۲ گ ب کے ایک نوجوان جہاں گیر نے صوفی صاحب سے عرض کیا کہ اس نے بی، اے کا امتحان دیا ہے، آپ اللہ تعالیٰ سے میری کامیابی کیلئے دعا فرمائیں۔ کچھ دیر کے بعد ایک شخص (محمد علی) نے صوفی صاحب رحمہ اللہ کو بتایا کہ جس لڑکے کیلئے آپ نے امتحان میں کامیابی کی دعا کی تھی، وہ فیل ہو گیا ہے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے پھر دعا کی یا اللہ! اس لڑکے نے بڑی مشکل سے بی، اے کا امتحان دیا تھا، یہ کامیابی کی امید لگائے بیٹھا تھا۔ اس نے محنت کی تھی، ذہین لڑکا ہے، لیکن اسے فیل کر دیا گیا ہے، تو اس پر رحم فرما اور اسے کامیاب کرا دے۔ چنانچہ دوسرے دن متعلقہ محکمے کی طرف سے اطلاع آ گئی کہ وہ کامیاب ہے۔ فیل ہونے کا کارڈ غلطی سے بھیجا گیا تھا۔ (بہ روایت مولانا عائش محمد) (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۶۵)

ہزاروں من گندم پیدا ہونا

چک نمبر ۵۵۰ گ ب (ضلع لائل پور) کا ایک شخص محمد اکبر ولد حاجی عطا محمد عشر دینے کیلئے صوفی صاحب کی خدمت میں (جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن) گیا۔ وہ آٹھ ایکڑ زمین کا مالک تھا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اس کیلئے دعا کی۔ یا اللہ! اس شخص کو ہزاروں من گندم عطا فرما۔ محمد اکبر کہتا ہے کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی یہ دعا سن کر میں حیران ہوا کہ تھوڑی سی میری زمین ہے اور صوفی صاحب رحمہ اللہ ہزاروں من گندم کی دعا مانگ رہے ہیں...... یہ ۱۹۷۰ء کی بات ہے۔

وہ بیان کرتا ہے کہ اس سے اگلے سال ۱۹۷۱ء میں اس نے ٹھیکے پر کچھ زمین لی، جس سے چار ہزار دو سو من گندم ہوئی۔ اس نے اس کا عشر بھی صوفی صاحب رحمہ اللہ کو پیش کیا۔ (بہ روایت مولانا عائش محمد حفظہ اللہ)

یعنی محمد اکبر کیلئے صوفی صاحب رحمہ اللہ کی یہ دعا قبول ہوئی کہ ''یا اللہ! اس شخص کو ہزاروں من گندم عطا فرما'' اور ہزاروں من عطا فرما دی گئی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۶۵-۳۶۶)

لاپتہ عورت کا مل جانا

اوڈانوالا چک نمبر ۴۹۳ گ ب میں صوفی صاحب رحمہ اللہ کے دار العلوم میں ایک طالب علم کو داخل ہوئے ابھی تھوڑا عرصہ ہوا تھا

Marfat.com

کہ اچانک چار آدمی آئے اور کہا تم نے ہماری عورت کہیں غائب کر دی ہے، یا تو عورت ہمارے حوالے کر دو یا کڑی سزا بھگتنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ وہ بے چارہ سخت پریشان، نہ اسے عورت کا پتا، نہ اس کے غائب ہونے کا علم! بحث و تکرار کے بعد مقدمہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے سامنے پیش ہوا۔ طالب علم نے اپنی صفائی میں بیان دیا اور ان لوگوں نے قطعیت کے ساتھ کہا کہ اس عورت کا اسے علم ہے اور اسی نے اسے غائب کیا ہے۔ دونوں کی باتیں سن کر صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا کی۔ یا اللہ! عصر کی نماز تک اس عورت کو برآمد کر دے یا اللہ! عصر کی نماز تک اس عورت کو برآمد کر دے۔ کئی دفعہ یہ دعائیہ کلمات کہے۔ چنانچہ ٹھیک چار بجے یعنی عصر کی نماز کے وقت وہ عورت ڈ چکوٹ کے اڈے سے پکڑی گئی اور واپس اپنے گاؤں آ گئی۔ اس عورت کو غائب کرنے یا کہیں جانے میں اس طالب علم کا کوئی تعلق نہ تھا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۶۶۔۳۶۷)

15 سالہ بے اولاد کے ہاں ولادت ہونا

حاجی محمد خاں خطیب جامع مسجد (چک نمبر ۴۳۲ گ ب) کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ ہمارے گاؤں میں تشریف فرما تھے کہ منڈی تاندلیانوالہ کے قریب کے ایک گاؤں جھوک خیالی سے ایک شخص آیا۔ اس نے کہا میری شادی پر پندرہ سولہ سال کا عرصہ بیت چکا ہے، لیکن میں اولاد سے محروم ہوں، اگر اللہ تعالیٰ مجھے لڑکا عطا فرما دے تو میں آپ رحمہ اللہ کے مدرسے میں ایک کمرہ تعمیر کرا دوں گا۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اس کیلئے طویل دعا کی اور کہا: اے اللہ اگر تو "کن" کہے تو ہر کام ہو سکتا ہے، لہٰذا اس شخص کی بیوی کے پیٹ میں لڑکا ڈال دے اور پھر اسے زندہ سلامت پیٹ سے نکال دے۔

چنانچہ ایک سال بعد اللہ تعالیٰ نے اسے لڑکا عطا فرما دیا اور اس نے صوفی صاحب کے قائم کردہ دار العلوم تعلیم الاسلام (ماموں کانجن) میں ایک کمرہ تعمیر کرا دیا۔ (بہ روایت مولانا عائش محمد) (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۶۷)

ریل کی پٹڑی کا تبدیل ہو جانا

عبداللہ مشتاق جنہوں نے اپنی تعلیم کا آغاز چک ۴۹۳ گ ب اوڈاں والا کے مدرسہ تعلیم الاسلام سے کیا تھا، بیان کرتے ہیں کہ غالباً ۱۹۵۸ء کے ماہ جون کی کوئی تاریخ تھی کہ مدرسے میں عید الاضحیٰ کی تعطیلات کا معاملہ پیش آیا۔ اساتذہ صرف پانچ چھٹیاں دینا چاہتے تھے، جب کہ طلباء اس سے دو چار زیادہ چھٹیوں کی درخواست کر رہے تھے۔ بڑی جماعتوں کے طلباء نے چھوٹی جماعتوں کے طلباء سے کہا تم صوفی صاحب رحمہ اللہ کے پاس جاؤ اور ان سے رونے کا سا انداز اختیار کر کے عرض کرو کہ گرمیوں کے دن ہیں، ہم پہلی دفعہ پڑھنے کیلئے گھر سے نکلے ہیں، مہربانی فرما کر ہمیں زیادہ چھٹیاں دی جائیں۔ چنانچہ چھوٹی

اسلاف بیزاری کا پھیلتا دھواں

بڑے خاندانوں کے وہ بڑے افراد جن کا کسی زمانے میں علم و معرفت اور تقویٰ و صالحیت کے ایوانوں میں طوطی بولتا تھا۔ ان کی یادیں لوگوں کے لوح قلب سے تیزی کے ساتھ محو ہوتی جا رہی ہیں۔ سید محمد شریف گھڑیالوی رحمۃ اللہ علیہ ساٹھ ستر سال قبل متحدہ پنجاب کی جماعت اہلحدیث کے امیر تھے جن کے واقعات کی کھوج لگانا بھی نہایت مشکل ہو گیا ہے۔

(بحوالہ: کاروان سلف ص ۶۱)

Marfat.com

جماعتوں کے طلباء صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑی مشکل سے رونے والے منہ بنا کر اور عاجزانہ اسلوب کلام اختیار کر کے عرض کیا جناب ہم پر رحم فرمایا جائے اور کچھ زیادہ چھٹیاں دی جائیں تاکہ ہم چند روز اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں میں رہ سکیں۔

فرمایا: کتنی چھٹیاں لینا چاہتے ہو؟ طلباء نے ان کی فیاضی اور رحم دلی کا اندازہ کر کے عرض کیا: دس چھٹیاں۔

یہ سن کر صوفی صاحب رحمہ اللہ کھل کھلا کر ہنسے اور فرمایا: جاؤ میں تمہیں پندرہ چھٹیاں دیتا ہوں۔ لیکن میری ایک بات سنو اور اس پر عمل کرو۔ آؤ، ہم سب مل کر اللہ سے ایک دعا کریں۔

یہ کہہ کر دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش بیان کی، پھر پورے اعتماد اور قبولیتِ دعا کے دلی جذبے کے ساتھ اصل مقصد پر آئے اور اللہ سے عرض گزار ہوئے۔

اے میرے رب! تو میرے بچوں پر ترس فرما۔ تو خوب جانتا ہے اتنی شدید گرمی میں میرے یہ چھوٹے چھوٹے معصوم بچے یہاں سے کتنی دور جا کر ریل پر سوار ہوں گے۔ تیری لیے کوئی کام مشکل نہیں تو ریل کی لائن میرے مدرسے کے بیچ میں سے نکال دے۔

(یہ الفاظ کئی بار دہرائے) تو ریل کی لائن مدرسے کے بیچ میں سے نکال دے۔ جب بار بار ٹھیٹھ پنجابی میں وہ اللہ تعالیٰ کے حضور یہ الفاظ کہہ رہے تھے کہ ریل کی لائن میرے مدرسے کے بیچ میں سے نکال...... گاڑی کی پٹڑی میرے مدرسے کے بیچ میں سے نکال...... تو طلباء ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس رہے تھے کہ کہاں اوڈاں والا گاؤں اور کہاں ریل کی لائن...... صوفی صاحب بے تکی اور ان ہونی باتیں کر رہے ہیں اور یہ دعا مانگ رہے ہیں جو کبھی قبول ہونے والی نہیں...... کافی دیر وہ انہی الفاظ سے دعا مانگتے رہے اور بالآخر یہ الفاظ کہتے کہتے ان پر سکتے کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ جب کچھ دیر کے بعد طبعیت میں اعتدال پیدا ہوا تو اختتامی کلمات ادا فرمائے اور ہاتھ منہ پر پھیرتے ہی ہنس پڑے اور فرمایا: بس کام ہوگیا۔

اس دعا کا واقعہ سنانے والے عبداللہ مشتاق کہتے ہیں کہ:

اس وقت ماموں کانجن میں دارالعلوم تعلیم الاسلام کے لیے جگہ خریدنے اور اوڈاں والا سے دارالعلوم کو ماموں کانجن منتقل کرنے اور اتنی بڑی عمارت تعمیر کرنے کا کسی کو خیال بھی نہیں تھا اور نہ کسی کا ذہن اس طرف کبھی منتقل ہوا تھا لیکن صوفی صاحب رحمہ اللہ کی یہ دعا جسے ہم اپنے عہدِ طفولیت میں بے تکی اور عمل میں نہ آنے والی بات سمجھ رہے تھے، بہت جلد اس طرح قبول ہوئی کہ ماموں کانجن میں جو چک ۴۹۳ / اوڈاں والا گاؤں سے چار میل کے فاصلے پر ہے، ایک وسیع قطعہ اراضی خریدا گیا اور پھر اللہ نے اسے جو تعلیمی اور تدریسی مرکز کی حیثیت عطا فرمائی اس کا ان سب لوگوں کو علم ہے، جو اس سے تھوڑی بہت دلچسپی رکھتے ہیں۔ ریل کی لائن اس کے بالکل قریب ہے اور ریلوے اسٹیشن چند قدم کے فاصلے پر ہے۔ ریل گاڑی کے علاوہ بسیں اور ویگنیں عام چلتی ہیں جو لوگوں کو دور دراز مقامات پر پہنچاتی ہیں۔ دارالعلوم کے اساتذہ اور طلباء کو کہیں آنے جانے میں قطعاً کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

Marfat.com

بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے اور وہ جو جائز اور بہتر چیز اللہ سے طلب کرتے ہیں، اللہ انہیں عطا فرماتا ہے۔ اس کا واضح ارشاد ہے۔

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیومنوا بی لعلھم یرشدونo (البقرہ:۱۸۶)

(اور جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں انہیں چاہیے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ رشد و ہدایت کی راہ پر گامزن ہو جائیں) (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۶۷-۳۶۹)

دعائے ولی یا مجذوب کی بڑ

صوفی صاحب رحمہ اللہ کی دعا کے بارے میں مولانا عبداللہ مشتاق کا بیان کردہ یہ واقعہ اس دور کا ہے جب دارالعلوم چک نمبر ۴۹۳ گ ب اوڈاں والا میں قائم تھا اور وہ وہاں ابتدائی درسی کتابیں پڑھتے تھے۔ اب ان کا بیان کردہ ایک اور واقعہ سنیے، جس کا مشاہدہ انہوں نے اس وقت کیا، جب یہ دارالعلوم اوڈاں والا سے ماموں کانجن منتقل ہو چکا تھا اور عبداللہ مشتاق اس میں فریضہ تدریس انجام دینے لگے تھے۔ یہ بے حد تعجب انگیز واقعہ ہے۔ ان کے بقول یہ غالباً ۱۹۶۷ء کا واقعہ ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔

مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی (جو آج کل ساہی وال کی ایک مسجد اہل حدیث میں منصب خطابت پر اور دارالحدیث اوکاڑہ کی مسند شیخ الحدیث پر متمکن ہیں) ۱۹۶۷ء میں جامعہ تعلیم الاسلام میں مدرس تھے اور جامعہ کی تعمیر کا کام شروع تھا، مدرس کے علاوہ اس کے وہ ناظم تعمیرات بھی تھے اور اس سلسلے کی آمدنی اور خرچ اخراجات کا حساب انہی کے پاس تھا۔

ایک دن انہوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا آج جمعرات ہے اور جمعرات کی شام کو معماروں اور مزدوروں کو ان کے گزشتہ سات روز کے کام کا معاوضہ دیا جاتا ہے۔ ان کو معاوضہ دینے کے بعد جامعہ کے ملازمین اور مدرسین کی اس مہینے کی تنخواہ کیلئے ہمارے پاس کوئی پیسہ نہیں ہے۔ آئندہ تعمیر کا سلسلہ جاری رکھنے کی بھی کوئی صورت نہیں۔ اب پیسے کہیں سے آئیں گے تو بات بنے گی۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ اس وقت لیٹے ہوئے تھے۔ ان کا جواب سننے کیلئے مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی تھوڑی دیر کھڑے رہے، لیکن ان کی طرف سے جب کوئی جواب نہ آیا تو وہ وہاں سے چلے گئے۔

مولانا عبداللہ مشتاق (جو اس واقعہ کے راوی ہیں) ۲۶ مئی ۱۹۶۵ء سے وہاں خدمت تدریس انجام دے رہے تھے۔ درس سے فارغ ہو کر وہ ادھر سے گزرے تو صوفی صاحب رحمہ اللہ کی ان پر نظر پڑی۔ اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ آواز دی۔

اوتو کون ایں؟ (تم کون ہو؟)۔ عرض کیا: صوفی صاحب رحمہ اللہ! میں عبداللہ مشتاق ہوں۔

فرمایا: ادھر آؤ۔ وہ حاضر ہوئے تو ایک ہاتھ میں عصا پکڑا، دوسرے ہاتھ سے ان کا دایاں ہاتھ پکڑا اور ان کو لے کر جامعہ کے دروازے کی طرف چل پڑے۔ اس وقت دروازے کے سامنے کا راستہ کچا تھا، آج کل کی طرح پختہ سڑک نہ تھی۔ چلتے چلتے قبرستان کی طرف سے ہوتے ہوئے ریلوے لائن کی طرف رخ کر لیا۔ جامعہ کے دفتر کے پچھلی جانب پہنچے تو ہاتھ میں پکڑا ہوا

Marfat.com

عصا زور سے زمین پر پھینکا اور دردناک انداز میں اللہ تعالیٰ کو ان الفاظ میں پکارا...... میں یہاں ان کے پنجابی الفاظ نقل کرتا ہوں۔ اس کے بعد ان الفاظ کا اردو ترجمہ کر دیا جائے گا۔

"ایہہ کوئی کم لین دا طریقہ اے۔ میرا پچھلا پہرا، کمزوری، بڑھاپا، ان گنت بیماریاں، کڈا وڈا کم میرے ذمے لایا اے۔ میں انھوں کویں سنبھالاں۔"

اللہ سے کہتے ہیں، یہ کوئی کام لینے کا طریقہ ہے۔ میری زندگی کا آخری دور ہے۔ کمزوری بھی ہے اور بڑھاپا بھی ہے۔ پھر بہت سی بیماریوں میں مبتلاء ہوں، اس ناتواں جسم کے ذمے تو نے اتنا بڑا کام لگا دیا ہے۔ میں اسے کیسے انجام دوں

بار بار اس قسم کے الفاظ کہتے کہتے، حالت یہ ہوگئی کہ سارا جسم کانپنے لگا، ٹانگیں لڑکھڑانے لگیں اور ان کا بوجھ اُٹھانے سے عاجز آگئیں۔ عبداللہ مشتاق کہتے ہیں کہ میں نے خیال کیا اب زمین پر گر پڑیں گے۔ جلدی سے اپنے بازوؤں میں لے کر انہیں گرنے سے تو بچالیا، لیکن ان کا بوجھ نہ اٹھاسکا، آہستہ سے زمین پر بٹھا دیا۔ چند لمحے بیٹھنے کے بعد رونے لگے۔ پھر "استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ" کہتے ہوئے عصا اُٹھانے کیلئے اشارہ کیا۔ چنانچہ میں نے عصا اُٹھا کر ہاتھ میں دیا اور اس کا سہارا لے کر اُٹھے۔ فرمایا، واپس چلو!

واپس آ کر اسی چارپائی پر لیٹ گئے، جس پر جانے سے پہلے لیٹے ہوئے تھے۔ عبداللہ مشتاق وہیں بیٹھ گئے اور ان کے ہاتھ پاؤں دابنے لگے۔

یہ دوپہر کا وقت تھا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ بیمار بھی تھے اور نقاہت بھی تھی۔ سخت پریشان اور افسردہ خاطر تھے۔ دوسری طرف منہ کیے، بائیں پہلو پر خاموشی سے لیٹے ہوئے تھے کہ ایک قدآور شخص آیا، جس نے پینٹ شرٹ پہنی ہوئی تھی، ہاتھ میں بریف کیس تھا۔ اس نے السلام علیکم کہہ کر عبداللہ مشتاق سے پوچھا: یہ صوفی صاحب رحمہ اللہ ہیں؟ (صوفی صاحب دوسری طرف رخ کیے لیٹے ہوئے تھے) جواب دیا: "جی ہاں یہ صوفی صاحب رحمہ اللہ ہیں۔"

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اس شخص کی آواز سنی تو "بولے، ڈاکٹر بشیر آگئے ہو۔" یہ کہا اور اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ وہ شخص ان کے سامنے آیا اور السلام علیکم کہتے ہوئے سر جھکا دیا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور پیشانی کو بوسہ دیا۔ اپنے ساتھ چارپائی پر بٹھایا اور عبداللہ مشتاق سے کہا "پانی لاؤ۔" وہ مہمان کیلئے پانی لینے چلے گئے۔ جب پانی لے کر آئے تو دیکھا کہ مہمان بریف کیس سے نوٹوں کے پیکٹ نکال نکال کر صوفی صاحب کی خدمت میں پیش کر رہا تھا۔

اس کے بعد مہمان نے پانی پیا، صوفی صاحب رحمہ اللہ سے دعا کرائی اور چلا گیا۔ اب صوفی صاحب رحمہ اللہ رقم گن رہے تھے اور ہنس ہنس کر عبداللہ مشتاق سے کہہ رہے تھے۔ **"عبداللہ! رب کولوں ایویں منگی دا اے۔"** (عبداللہ! اپنے رب سے اس طرح مانگا جاتا ہے۔)

رقم دینے والے یہ مہمان تھے، ڈاکٹر محمد بشیر، جو سیالکوٹ سے آئے تھے اور چشتیاں جا رہے تھے۔ یہ خطیر رقم انہیں ان کی بیوی نے دی تھی اور تاکید کی تھی کہ وہ سیالکوٹ سے سیدھے ماموں کانجن جائیں اور وہاں یہ رقم صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش

Marfat.com

کر کے چشتیاں جائیں، اس لیے کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کو جامعہ تعلیم الاسلام کی تعمیر اور اساتذہ کی تنخواہ کیلئے روپے کی ضرورت ہے۔

اندازہ کیجئے، اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی مبنی بر نیکی ضرورتیں کس طرح پوری کرتا ہے۔ قرآن کے الفاظ ہیں: ''یرزقہ من حیث لایحتسب''۔

(ایسی جگہ سے دیتا ہے، جس کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔) (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۷۰-۳۷۳)

ضرورت کا ایک لاکھ فوری مل جانا

چک نمبر ۴۹۳ گ ب اوڈاں والا کے محمد شوکت بیان کرتے ہیں کہ ایک دن وہ کافی دیر سے مسجد میں عشا کی نماز پڑھنے گئے۔ اندھیری رات تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ہاتھ میں لاٹھی پکڑ رکھی ہے، اسے زمین پر مارتے جاتے ہیں اور ساتھ ساتھ کہتے جاتے ہیں: دے دے لاکھ...... دے دے لاکھ...... میں نے لاکھ ہی لینا ہے۔ اس سے کم نہیں لینا...... میں نے اس سے نہ اپنے بیٹے کی شادی کرنی ہے، نہ بیٹی کی شادی کرنی ہے۔ تیرے دین کا کام کرنا ہے...... لاکھ سے کم رقم سے کام نہیں چلے گا۔ پورا لاکھ دے۔

محمد شوکت مسجد کے ایک کونے میں بیٹھے صوفی صاحب رحمہ اللہ کے یہ کلمات سنتے رہے اور پھر گھر آ گئے۔

اس سے کچھ دن بعد صوفی صاحب رحمہ اللہ کا کہیں جانے کا پروگرام تھا۔ شوکت سے کہا کہ وہ انہیں بائیسکل پر وہاں چھوڑ آئے۔ راستے میں شوکت نے عرض کیا: حضرت وہ لاکھ مل گیا جو فلاں دن آپ عشا کی نماز کے بعد مانگ رہے تھے۔

سن کر سخت خفا ہوئے۔ فرمایا تم کہاں تھے؟ عرض کیا: میں مسجد میں نماز پڑھ کر بیٹھا تھا اور آپ رحمہ اللہ کا فرمان سن رہا تھا۔

فرمایا: جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں شہید ہال کی تعمیر ہو رہی ہے اس کیلئے فوری طور پر ایک لاکھ روپے کی ضرورت تھی۔ میں ایک لاکھ روپے اللہ تعالیٰ سے مانگ رہا تھا۔ دوسرے دن اس نے ایک شخص کو بھیج دیا اور وہ لاکھ روپے مجھے دے گیا۔ بہ روایت مولانا اشرف جاوید (لائبریرین جامعہ سلفیہ، فیصل آباد) شہید ہال جامعہ تعلیم الاسلام کا بہت بڑا ہال ہے جو مولانا اسماعیل شہید دہلوی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۷۳-۳۷۴)

ولی کامل کا مجذوبانہ انداز

جن حضرات کو ماموں کانجن میں صوفی صاحب رحمہ اللہ کے قائم کردہ جامعہ تعلیم الاسلام کو دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے، انہیں معلوم ہے یہ کتنی بڑی عمارت ہے، کتنی جگہ میں پھیلی ہوئی ہے اور اس کی تعمیر پر کتنی رقم خرچ ہوئی ہوگی۔ بار ہا ایسا ہوا کہ اثنائے تعمیر میں شدید مالی مشکلات پیش آئیں۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اللہ سے التجا کی کہ اتنے بڑے کام پر تو نے مجھے بوڑھے اور کمزور آدمی کو لگا دیا ہے، میں اکیلا اس کو کیسے مکمل کر سکتا ہوں۔ تو پیسے دے گا تو کام چلتا رہے گا...... اللہ تعالیٰ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی التجائیں قبول فرماتا اور مشکل حل ہو جاتی۔

وہ اس طرح اللہ سے التجا کرتے اور دعا مانگتے تھے، جیسے اللہ سے براہ راست مخاطب ہیں۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۷۴)

Marfat.com

مدرسے کی مالی ضروریات پوری ہو جانا

قاری عطاء اللہ جو ماموں کانجن میں معلم تھے، بیان کرتے ہیں کہ ایک دن جامعہ کے ارکان انتظامیہ، صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھے اور انہیں بتا رہے تھے کہ خزانہ بالکل خالی ہے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ یہ سن کر بڑے فکر مند ہوئے، اسی وقت بارگاہ خداوندی میں ہاتھ پھیلا دیئے۔ دعا کا آغاز ان الفاظ سے کیا: اے میرے اللہ، اگر تو نے پیسے نہیں دینے تھے تو اتنی بڑی عمارت مجھ سے کیوں بنوائی اور کیوں اتنے استادوں اور طالب علموں کو یہاں اکٹھا کیا؟ اب میں کیا کروں؟ قاری عطاء اللہ بتاتے ہیں کہ میں اس وقت وہاں موجود تھا اور صوفی صاحب رحمہ اللہ کی زبان سے یہ دعائیہ الفاظ میں نے خود سنے۔

ابھی وہ دعا مانگ ہی رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے چھ ہزار روپے چندہ دیا۔ اس کے بعد دو تین دنوں میں چالیس ہزار روپے جمع ہو گئے۔ (بہ روایت اشرف جاوید)

اولاد کیلئے دعا اور اس کی قبولیت سے متعلق چند واقعات گزشتہ سطور میں بیان ہو چکے ہیں۔ اب مزید واقعات ملاحظہ ہوں۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۷۴-۳۷۵)

دعا پر تین بیٹوں کا مل جانا

چک نمبر ۴۹۳ گ ب اوڈاں والا کے محمد شوکت نے بتایا کہ وہ اپنے سب بہن بھائیوں سے بڑے ہیں۔ ان کے ہاں چار بہنیں پیدا ہوئیں۔ چوتھی بہن کی ولادت پر ان کے والد کچھ پریشان سے ہوئے اور صوفی صاحب کی خدمت میں گئے۔ انہیں لڑکی کی ولادت کے متعلق بتایا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، اولاد بیٹے ہوں یا بیٹیاں، اسے اللہ کی نعمت سمجھنا چاہیے...... یہ الفاظ کہنے کے بعد صوفی صاحب رحمہ اللہ نے وہیں بیٹھے بیٹھے دعا کی اور دعا کرتے کرتے ایک ہاتھ سے اپنا ایک گھٹنا پکڑ لیا اور ہاتھ سے ہلاتے ہوئے کہا اے اللہ اس شخص کو ایک۔ دو۔ تین...... جب تین کہا تو ان کے والد نے ہاتھ پکڑ لیا......اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے عطا فرمائے۔ (بہ روایت اشرف جاوید) (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۷۵)

ضرورت کا پورا ہو جانا

ایک مرتبہ فیصل آباد کے ایک بزرگ میاں غلام محمد صاحب نے جن کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے بھی خوب نوازا ہے اور اس کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائی ہے، مولانا عبداللہ صاحب لائلپوری سے کہا کہ وہ کسی صاحب تقویٰ آدمی سے ملاقات کے خواہاں اور اس کی دعاؤں کے متمنی ہیں۔ مولانا نے فرمایا: آپ صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ سے ملئے اور ان سے دعا کرائیے۔

اس وقت صوفی صاحب رحمہ اللہ اوڈاں والا میں تھے اور وہیں ان کا مدرسہ تھا، دارالعلوم تعلیم الاسلام۔

طے پایا کہ جب صوفی صاحب رحمہ اللہ لائل پور تشریف لائیں گے تو انہیں میاں صاحب کے مکان پر لے جا کر ان سے دعا کرائی جائے گی۔ چنانچہ ایک دن صوفی صاحب رحمہ اللہ تشریف لے آئے اور مولانا عبداللہ صاحب انہیں میاں غلام محمد صاحب کے مکان

Marfat.com

پر لے گئے۔ میاں صاحب نے دعا کی درخواست کی۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے پنجابی کے سیدھے اور صاف الفاظ میں دعا شروع کی جو دیر تک جاری رہی۔ اللہ نے اس مردِ درویش کی دعا قبول فرمائی اور میاں صاحب کو جس بات کی تمنا تھی وہ پوری ہوئی۔

میاں صاحب نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ آپ اپنے مدرسے کیلئے مختلف مقامات پر چندہ لینے جاتے اور سفر کی تکلیف اٹھاتے ہیں، آپ فرمایئے مدرسے کا سالانہ خرچ کتنا ہے، ہم ہر سال آپ کی خدمت میں اتنی رقم پیش کر دیا کریں گے۔ اس کی ایک شکل تو یہ ہے کہ آپ تمام رقم یکمشت وصول کر لیں۔ دوسری یہ کہ جب ضرورت پڑے، لے لیں۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ تجویز مجھے منظور نہیں۔ **میں آپ سے مدرسے کا پورا خرچ وصول کر کے ان لوگوں کو ثواب سے محروم نہیں کرنا چاہتا جو اپنی حیثیت کے مطابق مدرسے کیلئے چندہ دیتے ہیں۔** میں ان غریبوں کے پاس جاتا ہوں، وہ خوش ہوتے ہیں، مجھ فقیر سے دعا کراتے ہیں اور حسبِ توفیق مدرسے کی خدمت کرتے ہیں، اس کا مجھے بھی بارگاہِ الٰہی سے ثواب ملتا ہے اور انہیں بھی اللہ اجر عطا فرماتا ہے۔ آپ اپنی طرف سے جو دینا چاہیں دیجئے، اللہ آپ کے مال و دولت میں برکت پیدا فرمائے گا۔ (بہ روایت حاجی محمد بلال بن مولانا عبداللہ لائل پوری)

بقولِ اشرف جاوید کے میاں صاحب نے مدرسے کیلئے مالی تعاون جاری رکھا، اب بھی جاری ہے۔

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۷۷)

نا امید جوڑے کو اولاد مل جانا: میرا گاؤں چک ۵۳ گ ب منصور پور، جڑاں والا فیصل آباد روڈ پر جڑاں والا سے تین میل کے فاصلے پر بائیں جانب سڑک سے دو فرلانگ کی مسافت پر واقع ہے۔ وہاں ارائیں برادری سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ حاجی محمد یوسف رہتے ہیں، جنہیں موجودہ دور کی بے ہنگم فضا میں، میں نیک ترین آدمی سمجھتا ہوں۔ تقسیم ملک سے قبل ہم ایک ہی شہر (کوٹ کپورہ، ریاست فرید کوٹ) میں مقیم تھے۔ وہاں بھی وہ مجھ سے بہت اچھے تعلقات رکھتے تھے، یہاں بھی نہایت پرتپاک انداز سے پیش آتے ہیں۔

وہ عمر کی بہت سی منزلیں طے کر چکے تھے اور شادی پر بھی کئی سال گزر چکے تھے، لیکن اولاد سے محروم تھے۔ حصولِ اولاد کیلئے (جیسا کہ عام طریقہ ہے) علاج معالجے اور تعویذ دھاگے کا سلسلہ چلتا رہتا تھا، لیکن کوئی مثبت نتیجہ نہ نکلا۔ حسنِ اتفاق سے ایک مرتبہ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ وہاں تشریف لے گئے۔ ان کی صالحیت اور قبولیت دعا کا علم حاجی محمد یوسف کو ہو چکا تھا۔ وہ وہاں کے امام مسجد حافظ علی محمد کے ساتھ صوفی صاحب رحمہ اللہ کو اپنے گھر لے گئے اور دعا کی درخواست کی۔ ظاہری طور سے معاملات سازگار نہ تھے، لیکن صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اللہ کے حضور حسبِ معمول خشوع و خضوع سے دعا کی۔ دعا کو بارگاہِ خداوندی میں قبولیت کا اعزاز حاصل ہوا، اور اللہ نے یکے بعد دیگرے تین بیٹیاں دیں۔

تیسری بیٹی کی ولادت کے بعد حاجی محمد یوسف، صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیٹے کیلئے دعا کی درخواست کی۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا کی اور اللہ نے بیٹا عطا فرمایا۔ اس بیٹے کا نام ابوبکر حمزہ ہے۔ اس نے اوڈاں والا میں تعلیم حاصل کی، جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں بھی مختلف اساتذہ سے اخذ علم کیا۔ اب انہیں مولانا ابوبکر حمزہ کہا جاتا ہے اور وہ اسلام

Marfat.com

آباد میں کسی علمی ادارے سے منسلک ہیں۔

حاجی محمد یوسف ماشاء اللہ نواسے نواسیوں اور پوتے پوتیوں کے جھرمٹ میں رہتے ہیں۔ جہاں تک میں جانتا ہوں وہ خلوص و شفقت کا پیکر متحرک ہیں۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۷۷-۳۷۸)

بیٹے کی آرزو پوری ہو جانا:۔ مولانا قدرت اللہ فوق رحمہ اللہ (سابق شیخ الحدیث جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد) کافی عرصہ اوڈاں والا کے مدرسے میں تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں۔ اس زمانے میں صوفی صاحب رحمہ اللہ کا دستِ شفقت ان پر رہا تھا۔ مروجہ علوم درسیہ کی تکمیل کے بعد وہ مختلف مدارس میں خدمت تدریس انجام دینے پر مامور رہے۔ ایک دفعہ صوفی صاحب رحمہ اللہ اپنے کسی عقیدت مند کے پاس کارخانہ بازار (فیصل آباد) میں تشریف فرما تھے کہ ان کی زیارت کیلئے مولانا قدرت اللہ فوق وہاں پہنچے۔ دوران گفتگو میں انہوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے رکھا ہے، لیکن بیٹا عطا نہیں فرمایا۔ اس کیلئے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کثرت سے استغفار کیا کرو، تمام مشکلیں آسان ہو جائیں گی اور ہر مسئلہ حل ہو جائے گا۔

عرض کیا: استغفار کن الفاظ سے کروں؟ فرمایا: ''استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ'' پڑھا کرو۔

مولانا ممدوح فرماتے ہیں، انہوں نے اسی وقت یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا اور اس پر دوام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اگلے سال بیٹا عطا فرما دیا، جس کا نام انہوں نے محمد طیب رکھا۔ محمد طیب اب خود صاحب اولاد ہے۔ (بہ روایت مولانا اشرف جاوید (لائبریرین جامعہ سلفیہ، فیصل آباد)...... مولانا قدرت اللہ فوق نے ۱۴ جنوری ۲۰۰۴ء (۲۱ ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ) کو وفات پائی اور یہ فقیر ان کے جنازے میں شامل ہوا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۷۸-۳۷۹)

دینی و مالی مشکلات کا حل ہو جانا:۔ قاضی محمد اسلم سیف کا نام کتاب کے متعدد مقامات میں آیا ہے۔ گزشتہ صفحات میں ایک مستقل باب میں بھی ان کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ انہوں نے ایک دن مجھے بتایا کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا روزانہ اکتالیس مرتبہ (اول آخر درود شریف پڑھ کر) سورۂ فاتحہ پڑھا کرو۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی ذہنی، جسمانی اور مالی تکلیفوں سے محفوظ رکھے گا۔ انہوں نے بتایا کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے بتائے ہوئے اس وظیفے پر وہ عامل ہیں اور اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہے۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۷۹)

متکبر کمشنر کا حاضر خدمت ہو جانا:۔ جامعہ تعلیم الاسلام (ماموں کانجن) کی زمین کے کچھ حصے پر بعض لوگوں نے ناجائز قبضہ کر لیا تھا۔ صوفی صاحب نے ہر چند انہیں سمجھایا اور کہا کہ یہ زمین دینی مدرسہ قائم کرنے اور اللہ کے دین کی تبلیغ کیلئے لوگوں کے چندے سے خریدی گئی ہے، اس پر تمہارا قبضہ کرنا اچھی بات نہیں ہے، لیکن وہ نہیں مانے۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ان کو کچھ رقم کی پیش کش بھی کی، اس پر بھی وہ قبضہ چھوڑنے پر تیار نہ ہوئے۔ بعض دیہات کے لوگوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے کہا کہ ہمیں اجازت دیجئے، ہم ایک ہی دن میں یہ جگہ ان سے خالی کرا لیتے ہیں، لیکن صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ان کو یہ طریقہ اختیار کرنے سے روک دیا۔

اسی اثناء میں کمشنر صاحب دورے پر ماموں کانجن آئے تو صوفی صاحب رحمہ اللہ نے آدمی بھیج کر ان سے ملاقات کیلئے

Marfat.com

وقت مانگا، لیکن کمشنر صاحب کی کمشنری کا غرور اتنا بڑھا ہوا تھا کہ اس نے اس بوڑھے درویش سے ملنے سے انکار کر دیا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کو شدید صدمہ پہنچا کہ اس علاقے کا حاکم اعلیٰ اتنا مغرور اور متکبر ہے کہ ان سے ملنا اور بات کرنا بھی اسے گوارا نہیں۔ فرمایا اب میں اس سے ملاقات کیلئے وقت نہیں مانگوں گا، یہ خود یہاں آ کر مجھ سے ملاقات کیلئے وقت مانگے گا...... ''**میرے اللہ! یہ دنیا کا کمشنر ہے، میں تیرے دین کا کمشنر ہوں۔ کیا یہ مناسب ہے کہ میں اس کے پاس جاؤں۔**'' کئی مرتبہ ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے۔

تھوڑی دیر بعد کمشنر نے تحصیلدار سے کہا، کیا یہاں کوئی دینی تعلیم کا مدرسہ ہے جو ایک بزرگ نے قائم کیا ہے؟ میرے دل میں اس مدرسے کو دیکھنے اور اس بزرگ کو سلام کرنے کا شدید جذبہ ابھرا ہے۔ تحصیلدار نے جواب دیا: ایک بزرگ صوفی عبداللہ رحمہ اللہ نے یہاں دینی مدرسہ قائم کیا ہے۔ چنانچہ کمشنر، تحصیلدار کے ساتھ مدرسے کی طرف روانہ ہوا۔ جامعہ کے دروازے پر پہنچا تو کمشنر نے آدمی بھیج کر صوفی صاحب رحمہ اللہ سے حاضری کی اجازت طلب کی اور ازراہ احترام وہیں جوتے اتار دیئے، ننگے پاؤں صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور جھک کر سلام کیا...... کہا: میرے لائق کوئی کام ہو تو حکم فرمایئے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: کوئی کام نہیں لیکن تحصیلدار نے کمشنر کو بتایا کہ جامعہ کی جگہ پر بعض لوگوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔ کمشنر نے تحصیلدار کو حکم دیا کہ یہ جگہ فوری طور پر قابضین سے خالی کرائی جائے اور ایک ہفتے کے اندر اندر مجھے اس کی اطلاع دی جائے۔

کمشنر نے جامعہ کیلئے دوسو روپے پیش کیے جو اس زمانے میں اچھی خاصی رقم تھی اور صاف لفظوں میں صوفی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا، حضور! میرے پاس اس وقت یہی حقیر سا سرمایہ ہے، اسے قبول فرمایئے۔ میں گنہگار آپ کا خادم اور آپ سے دعا کا طالب ہوں۔

(یہ واقعہ مجھ سے ماموں کانجن سے تعلق رکھنے والے بعض حضرات نے بیان کیا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۴۷۹-۴۸۰)

قارئین! صوفی صاحب رحمہ اللہ کا دعا کے دوران اپنے آپ کو دین کا کمشنر کہنا کوئی جذباتی لفظ نہیں تھا، بلکہ جس طرح دنیا میں حکومتی عہدے دار ہوتے ہیں، اسی طرح صوفیائے کرام کی خاص قسم ''رجال الغیب'' میں بھی مختلف علاقوں کے مختلف عہدے دار ہیں، ان میں سے ہر ایک کی اپنے اپنے علاقے میں ایک خاص ڈیوٹی لگی ہوئی ہوتی ہے۔ اگر آپکو ''قدرت اللہ شہاب کی آپ بیتی شہاب نامہ'' پڑھنے کا اتفاق ہو تو اس میں بھی انہوں نے ایسے ہی کسی شہر کے مجسٹریٹ (قطب) کا واقعہ تفصیل سے لکھا ہوا ہے جو اس شہر میں جوتیاں مرمت کرنیوالے موچی کے روپ میں انہیں ملے تھے۔ خیر یہ بہت لمبا موضوع ہے۔ انشاء اللہ عنقریب ہی صوفیائے اہل حدیث میں موجود رجال الغیب کا تعارف، انکا عہدہ، انکی ڈیوٹی کے دوران پیش آنیوالے ماوراء العقل واقعات اور تکوینی امور کے پراسرار بھیدوں پر مشتمل ایک مکمل کتاب آپکی خدمت میں پیش کی جائے گی۔ (از: مرتب)

Marfat.com

مدرسے کی کشادگی کیلئے غیبی اسباب

چک نمبر ۴۹۳ گ ب اوڈاں والا جہاں صوفی صاحب رحمہ اللہ نے پہلے پہل مدرسہ قائم کیا تھا، ایسا گاؤں تھا، جس میں جانے کیلئے کوئی کھلا راستہ نہ تھا۔لوگوں کی آمدورفت کیلئے ایک پگ ڈنڈی سی تھی۔ مدرسے کیلئے مختلف مقامات سے گدھوں پر لاد کر وہاں غلہ پہنچایا جاتا تھا...... ایک دن مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا: حضور! دعا فرمائیے، یہاں آنے جانے کیلئے کھلے راستے کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔فرمایا فکر نہ کرو، اللہ تعالیٰ اس مدرسے کو ایسی جگہ دے گا، جس کے ہر طرف وسیع راستے ہوں گے۔ اس گاؤں میں آمدورفت کیلئے بھی کشادہ راہیں میسر آجائیں گی۔ چنانچہ تھوڑے عرصے کے بعد یہی ہوا جامعہ تعلیم الاسلام کو ماموں کانجن میں ایسی جگہ مل گئی، جس کے ہر طرف کھلے راستے ہیں اور اوڈاں والا میں آمدورفت کیلئے بھی کشادہ پختہ سڑکیں بن گئی ہیں۔ پرانی باتوں کا کہیں نام ونشان نہیں ہے۔(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ،ص:۳۸۱)

سرکش جن کا حاضر ہو کر معافی مانگنا

ملتان سے میرے دوست محمد یاسین شاد نے بذریعہ مکتوب اطلاع دی کہ ایک مرتبہ صوفی صاحب رحمہ اللہ ضلع خانیوال کے ایک قصبے عبدالحکیم تشریف لے گئے، وہاں ان کے عقیدت مندوں میں ایک عالم دین حافظ محمد ایوب فیروز پوری اقامت گزین تھے جو جامعہ تعلیم الاسلام کے پرانے طالب علم تھے اور جامعہ کے معاون تھے۔صوفی صاحب رحمہ اللہ کا قیام انہیں کے ہاں تھا۔ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا کہ فلاں گھر میں ایک عورت کو جن کی شکایت ہے اور وہ لوگ سخت پریشان ہیں، دعا فرمائیے، یہ شکایت رفع ہو جائے اور عورت کو اللہ تعالیٰ صحت عطا فرمائے......وہ گھر صوفی صاحب رحمہ اللہ کی قیام گاہ سے کچھ فاصلے پر تھا۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے وہیں (اپنی قیام گاہ پر) کچھ پڑھنا شروع کیا اور جن حاضر ہو گیا۔ مریضہ اس جگہ سے دور ہے، لیکن صوفی صاحب رحمہ اللہ اس کو پریشان کرنے والے جن سے ہم کلام ہیں اور اس پر کچھ سختی بھی کر رہے ہیں۔ یہ سارا معاملہ لوگوں کے سامنے ہو رہا ہے......جن چلا گیا اور اللہ تعالیٰ نے مریضہ کو صحت عطا فرمادی۔(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ،ص:۳۸۱-۳۸۲)

نافرمان جن سے خلاصی مل جانا

اسی طرح کا ایک واقعہ جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) کے لائبریرین اشرف جاوید نے بیان کیا، ان کا تعلق سکونت کھڑیاں والا (ضلع فیصل آباد) سے ہے۔صوفی صاحب رحمہ اللہ کا کھڑیاں والا میں آنا جانا تھا۔ وہاں کسی زمانے میں اشرف جاوید کے گھر سے چند قدم کے فاصلے پر پانی کا تالاب تھا، جس سے عورتیں پینے کا پانی گھڑوں میں بھر کر لایا کرتی تھیں۔ایک دن وہاں کی ایک لڑکی نے ایک لڑکی کو بھاگ بھری کہہ کر آواز دی کہ میں تمہیں ملنے کیلئے آئی ہوں۔اس کے بعد وہ لڑکی اپنے گھر چلی گئی۔ اسی آن اس کے سر کے بال اس طرح ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے کہ ان میں سوئی بھی داخل نہیں ہو سکتی تھی۔گھر والوں نے سوچا یہ جن کی حرکت ہے، حسنِ اتفاق سے صوفی صاحب رحمہ اللہ اس وقت وہیں تھے، ان سے عرض کیا گیا تو انہوں نے لڑکی کو دم کیا اور دعا کی، اللہ تعالیٰ نے پریشانی دور فرمادی، جو یکایک لاحق ہو گئی تھی۔(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ،ص:۳۸۲)

Marfat.com

دعا پر فوراً بارش کا برس جانا

ضلع فیصل آباد کی تحصیل سمندری میں ایک گاؤں کا نام چک نمبر ۴۹۱ گ ب ہے۔ وہاں کے ایک نوجوان عطاء الرحمن نے (جو دار العلوم تقویۃ الاسلام اوڈاں والا میں تعلیم حاصل کرتے تھے) مولانا اشرف جاوید کو بتایا کہ ایک دفعہ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ وہاں تشریف لے گئے۔ لوگوں نے حضرت سے بارش کیلئے دعا کی درخواست کی۔ **حضرت نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اسی وقت آسمان پر بادل نمودار ہو گئے اور بارش کے آثار نظر آنے لگے۔** کچھ دیر کے بعد بارش شروع ہو گئی۔ کافی دیر بارش ہوتی رہی اور چاروں طرف پانی پھیل گیا۔ جب لوگوں نے خیال کیا کہ زمین کی پیاس بجھ گئی ہے اور اس کے مسام کھل گئے ہیں تو حضرت سے بارش تھم جانے کی دعا کیلئے درخواست کی، چنانچہ ان کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے بارش روک دی۔

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۸۳)

طوفانی بارش کا رک جانا

بارش کے سلسلے کا ایک واقعہ مولانا عبدالمجید کی زبانی چک ۴۹۳ گ ب اوڈاں والا کا سنئے جو اشرف جاوید صاحب نے بتایا۔

ایک مرتبہ وہاں بارش کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ رکنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ لوگ سخت پریشان، مال مویشی کیلئے کھیتوں سے چارہ لانا مشکل ہو گیا اور باہر جا کر روزانہ روزی کمانے والے لوگ بے حد مصیبت میں گھر گئے۔ لوگوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے دعا کیلئے عرض کیا تو حضرت مسجد سے باہر نکلے اور گلی میں بہتے ہوئے پانی میں بیٹھ گئے، دعا کی، مگر بارش کا زور نہ ٹوٹا، کافی دیر دعا کرتے رہے، لیکن بارش برابر ہوتی رہی بلکہ پہلے سے تیز ہو گئی...... اب انہوں نے زور زور سے کہنا شروع کیا: یا اللہ بارش روک دے۔ یا اللہ بارش روک دے...... اب بھی بارش نہ رکی، لیکن آپ اپنے مخصوص انداز میں دعا کرتے رہے، ابھی دعا کر ہی رہے تھے کہ بارش ایک دم رک گئی اور لوگ بے حد خوش بھی ہوئے اور انتہائی متعجب بھی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۸۳)

دعا پر بارش رک جانے کا دوسرا واقعہ

عبدالرشید عراقی صاحب ایک مکتوب میں بیان کرتے ہیں کہ: ''۲۳ / مارچ ۱۹۷۵ء کو وہ خود، مولانا عبدالرحمن عتیق، حاجی عبدالرحیم وزیر آبادی اور حافظ محمد یعقوب سوہدروی ماموں کانجن صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، صوفی صاحب رحمہ اللہ بے حد شفقت سے پیش آئے۔ مولانا عبدالرحمن عتیق تو اوڈاں والا چلے گئے، لیکن باقی تینوں حضرات ماموں کانجن (جامعہ تعلیم الاسلام ہی) میں رہے۔ عراقی صاحب بتاتے ہیں کہ مغرب کی نماز سے آدھا گھنٹہ پیشتر سخت بارش شروع ہو گئی، اس کے ساتھ ہی آندھی نے زور باندھ لیا۔ بارش اور آندھی کی وجہ سے جامعہ کے کئی درخت جڑ سے اکھڑ گئے اور میدان میں پانی بھر گیا۔ قاضی محمد اسلم سیف نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کی کہ شدید بارش کی وجہ سے سخت نقصان ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ سے اس کے رک جانے کی دعا کیجئے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی: ''یا ارحم الراحمین، بارش بند

Marfat.com

کر دے......اس کو پہاڑوں پر لے جا......تو ہی اپنے بندوں پر رحم فرمانے والا ہے۔"

عراقی صاحب بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بارش بند فرما دی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۸۴)

قارئین! تعجب ہے ملک عبدالرشید عراقی صاحب نے اپنی آنکھوں سے تصوف پہ عامل صوفی صاحب رحمہ اللہ کو دیکھا، انکی کرامات کا مشاہدہ کیا، پھر بھی انہوں نے اپنی تصنیفات میں جہاں کہیں تصوف اور صوفیاء کا ذکر آنے لگا، وہاں سے بات کو حذف کر دیا، آخر تصوف ہی سے اتنی احتیاط کیوں؟ (از: مرتب)

دعا پر خطیر قرض سے نجات

تیس سال پہلے کی بات ہے بورے والا (ضلع وہاڑی) کی ایک کاروباری پارٹی اسی ضلعے کے موضع گگو کی سے تعلق رکھنے والی ایک پارٹی کی مقروض تھی۔ قرض پندرہ لاکھ روپے تھا، جس کی وجہ سے قرض خواہ بھی سخت پریشان تھے اور مقروض بھی بے حد فکر مند تھے۔ مقروض پارٹی کی اچھی خاصی رقم کہیں پھنسی ہوئی تھی، انہیں وہ رقم ملے تو وہ قرض خواہ کو دیں۔ نیت دونوں کی صاف تھی، مقروض کی بھی اور قرض خواہ کی بھی۔ دونوں حضرات صوفی صاحب رحمہ اللہ سے تعلق ارادت رکھتے تھے۔

دونوں فریقوں نے (جامعہ سلفیہ) فیصل آباد میں مولانا اشرف جاوید سے بات کی، اس وقت صوفی صاحب رحمہ اللہ فیصل آباد میں ہمارے مرحوم دوست مولانا محمد اسحاق چیمہ کے مکان پر قیام فرما تھے۔ اشرف جاوید بیان کرتے ہیں کہ وہ ان لوگوں کو دعا کیلئے صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں لے گئے اور سارا واقعہ ان کے گوش گزار کیا۔ انہوں نے دربار خداوندی میں دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور دیر تک ان الفاظ کے ساتھ دعا کرتے رہے۔

"یا اللہ! جن لوگوں نے قرض دینا ہے، ان کو روپے دے تاکہ یہ قرض اتار سکیں۔ تو ہی ان کو روپے دینے والا ہے اور تو ہی ان کو قرض سے نجات دلانے والا ہے۔"

نتیجہ یہ ہوا کہ مقروض پارٹی نے کہیں سے جو رقم لینی تھی، اس کے حصول کی اللہ تعالیٰ نے صورت پیدا فرما دی اور وہ لوگ قرض سے سبکدوش ہو گئے۔

قرض خواہ فریق کافی عرصہ مالی اور ذہنی پریشانی میں تو مبتلاء رہا، لیکن پھر صوفی صاحب رحمہ اللہ کی دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے کاروبار میں بڑی برکت پیدا فرمائی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۸۵)

مسجد کے حق میں دعائیں پوری ہو جانا:۔ نثار کالونی (فیصل آباد) کی مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کیلئے صوفی صاحب سے درخواست کی گئی، وہ تشریف لائے اور اس موقعے پر دعا کی: یا اللہ! میں تجھ سے تین باتوں کی التجاء کرتا ہوں۔

ایک یہ کہ اس مسجد کو خود کفیل بنا دے، یہاں کے لوگ مسجد کیلئے کہیں پیسے مانگنے نہ جائیں۔

دوسری التجا یہ ہے کہ اس مسجد کو آباد رکھنا۔ تیسری التجا تجھ سے یہ ہے کہ اس مسجد میں نمازیوں کی کثرت ہو۔

اللہ نے تینوں دعائیں قبول فرمائیں۔ مسجد سے ملحق دکانیں ہیں، جن کا اتنا کرایہ آ جاتا ہے کہ مسجد کی مرمت یا اور کسی قسم کی

Marfat.com

کوئی ضرورت پڑے تو اسی سے پوری ہو جاتی ہے۔ موذن، امام اور خطیب کے اخراجات کا انتظام بھی آسانی سے ہو جاتا ہے۔ مسجد کے اہتمام میں لڑکیوں کا ایک مدرسہ ہے، اس کے اخراجات بھی پورے ہو جاتے ہیں۔ نمازیوں کیلئے صفیں وغیرہ خریدنے کیلئے بھی کسی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ بجلی اور پانی کے بل بھی کرائے کی آمدنی سے ادا کیے جاتے ہیں، کسی سے مانگنے کی ضرورت نہیں پڑتی، حالانکہ کئی ہزار روپے ماہانہ کا خرچ ہے۔

مسجد ماشاء اللہ آباد ہے اور نمازیوں سے بھری رہتی ہے۔ (بہ روایت مولانا محمد رمضان یوسف سلفی، فیصل آباد)

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۸۵-۳۸۶)

بریلوی علماء کا دعا کیلئے حاضر ہونا

بریلوی مکتب فقہی کے ایک عالم دین (جو فیصل آباد سے تعلق رکھتے ہیں اور مفتی ہیں) بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے طالب علمی کے زمانے میں لوگوں سے صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کی صالحیت اور قبولیت دعا کے واقعات سنے تو وہ سلام کرنے کی غرض سے ان کی خدمت میں (جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن) گئے۔

فرمایا: کیسے آئے؟۔ وہ گردن جھکائے خاموش بیٹھے رہے۔ فرمایا: قرآن وحدیث پڑھنا چاہتے ہو؟۔ وہ اب بھی چپ رہے۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ سمجھ گئے کہ یہ شخص دعا لینے آیا ہے۔ فرمایا: جاؤ کسی بڑی مسجد کو تالا لگاؤ گے۔

مفتی صاحب کہتے ہیں، جب میں مروجہ علوم کی تحصیل سے فارغ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ حکومت کے محکمہ اوقاف میں انہیں ایک بڑی مسجد کا خطیب مقرر کر دیا گیا، اور یہ وہ منصب تھا جو انہیں صوفی صاحب رحمہ اللہ کی دعا کے نتیجے میں حاصل ہوا۔ (بہ روایت مولانا محمد رمضان یوسف سلفی، فیصل آباد)

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۸۶-۳۸۷)

چودھری ظفر اللہ کے حق میں دعا پوری ہو جانا: چودھری ظفر اللہ پاکستان کے حلقۂ اہلِ علم کے مشہور رکن تھے۔ وہ بذریعہ کار لاہور سے کراچی جا رہے تھے کہ رحیم یار خاں کے قریب ان کی کار درخت سے ٹکرا گئی۔ ان کے ساتھ ایک ان کی خالہ تھیں، ایک نوجوان بھانجا تھا اور دو بیٹے تھے، جن میں سے ایک کی عمر سترہ سال اور ایک کی نو سال تھی۔ یہ پانچ افراد کا قافلہ وہیں موت کی آغوش میں چلا گیا۔ یہ حادثہ ۳ جون ۱۹۹۷ء کو پیش آیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

چودھری ظفر اللہ نے صوفی صاحب رحمہ اللہ کے قائم کردہ مدرسے میں تعلیم پائی تھی اور وہ صوفی صاحب رحمہ اللہ سے بے حد عقیدت رکھتے تھے، صوفی صاحب رحمہ اللہ بھی ان پر انتہائی شفقت فرماتے تھے۔ ماموں کانجن میں اس مدرسے کی تعمیر کے زمانے میں چودھری صاحب وہاں طالب علم تھے اور انہوں نے اس کی تعمیر کے وقت بڑی خدمات انجام دی تھیں۔

ایک دن صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ان سے کہا: **ظفر اللہ! تمہارے لیے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بہت بڑا مالدار بنا دے اور تم ٹھاٹھ کے ساتھ امیرانہ زندگی بسر کرو۔**

ظفر اللہ نے عرض کیا: آپ میرے لیے صرف یہ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے کسی بہت بڑی نیکی کے کام کی توفیق

Marfat.com

دے، جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں اور میرے لیے وہ صدقہ جاریہ ثابت ہو...... چنانچہ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ان کیلئے دعا فرمائی اور دعا اس طرح قبول ہوئی کہ انہوں نے تھوڑے عرصے میں دینی تعلیم مکمل کر لی اور دوسری طرف میٹرک، ایف اے اور بی اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد پہلی پوزیشن میں ایم اے پاس کر لیا اور کراچی یونیورسٹی میں لیکچرار مقرر ہو گئے' پھر صدر شعبہ اسلامیات بنا دیئے گئے۔ اسی اثناء میں مدینہ یونیورسٹی میں جا کر وہاں کے نصاب کی تکمیل کی۔ پھر کراچی آ کر ایک وسیع قطعہ زمین خریدا، جس میں ابوبکر اسلامیہ یونیورسٹی قائم کی، اس یونیورسٹی میں اب مختلف اسلامی اور یورپی ملکوں کے ستر سے زیادہ اساتذہ تعلیم دینے پر متعین ہیں اور اچھی خاصی تعداد میں طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ہزاروں کتابوں پر مشتمل کتب خانہ ہے۔ چودھری ظفر اللہ وفات پا چکے ہیں، **لیکن ان کی قائم کردہ یونیورسٹی میں نہایت اچھے طریقے سے سلسلہ تعلیم جاری ہے جو اس کے بانی کیلئے صدقہ جاریہ ہے۔**

چودھری ظفر اللہ یا ان سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کو خیال بھی نہیں آ سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں اتنا بڑا کام کرنے کے موقع عطا فرمائے گا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۸۷-۳۸۸)

دعا کی بدولت ملازمت کا تبدیل ہو جانا

صوفی صاحب رحمہ اللہ کے اصحاب عقیدت کی وسیع فہرست میں ایک نام پروفیسر ڈاکٹر محمد اسماعیل عقیل گورایہ کا ہے۔ انہوں نے ۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۲ء تک صوفی صاحب رحمہ اللہ کے دارالعلوم تعلیم الاسلام (اوڈاں والا چک نمبر ۴۹۳ گ ب) میں تعلیم حاصل کی اور سند و اجازہ سے مفتخر ہوئے۔ پھر تین سال وہاں فریضہ تدریس انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد ایم اے اسلامیات کا امتحان دیا اور معروف محدث حضرت امام دارقطنی رحمہ اللہ کی تصنیف سنن دارقطنی پر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے عربی میں پی ایچ ڈی کیا اور اپنے اس مقالے کا انتساب صوفی صاحب کی طرف کیا۔ وہ گورنمنٹ کالج بوسن روڈ ،ملتان میں صدر شعبہ اسلامیات مقرر کیے گئے۔

انہوں نے بتایا کہ ۱۹۶۳ء میں ان کے بڑے بھائی محمد ابراہیم گورایہ کیمبل پور پوسٹ آفس میں ملازم تھے اور چاہتے تھے کہ ان کا تبادلہ ملتان میں ہو جائے، لیکن تبادلے کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ محکمے کا متعلقہ آفیسر نہایت سخت اور ضدی تھا۔ نہ اسے کسی کی مجبوری کی پروا تھی، نہ کسی کی سفارش مانتا تھا۔ سخت پریشان کن معاملہ تھا۔ آخر صوفی صاحب سے عرض کیا گیا، انہوں نے ساری بات سنی اور چار پانچ دن کے بعد تبادلہ ہو گیا اور محمد ابراہیم گورایہ کیمبل پور سے ملتان پہنچ گئے۔ (بہ روایت محمد یاسین شاد، ملتان) (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۸۸-۳۸۹)

گرفتار ملزم کا اسم اعظم کی برکت سے نجات پا جانا

صوفی صاحب کے بارے میں ایک اور واقعہ سنیے! یہ قیام پاکستان سے قبل کا واقعہ ہے جو پروفیسر ڈاکٹر محمد اسماعیل عقیل گورایہ نے جناب محمد یاسین شاد کو بتایا اور انہوں نے مجھے لکھ بھیجا...... واقعہ یہ ہے کہ ضلع قصور کے موضع گھلن ہٹھاڑ کا

Marfat.com

رہنے والا ایک شخص صوفی صاحب رحمہ اللہ کے پاس آیا اور کہا کہ اس کے متعلقین میں سے ایک شخص قتل کے مقدمے میں گرفتار ہے، آپ اس کیلئے دعا کیجئے کہ وہ بری ہو جائے۔ مصیبت کے وقت ہر شخص کسی نیک آدمی کے پاس جاتا ہے اور مصیبت سے نجات کیلئے اس سے دعا کی درخواست کرتا ہے، وہ شخص بھی آیا اور اس نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے دعا کی درخواست کی اور پڑھنے کیلئے وظیفہ پوچھا۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اس سے کہا کہ تمہارا جو شخص جیل میں بند ہے، وہ نمازِ عشاء کے بعد اسم اعظم کا وظیفہ پڑھے اور دل لگا کر پڑھتا جائے۔ وظیفے کے دوران جب وہ محسوس کرے کہ اس کے جسم میں آگ سے جلنے کی سی کیفیت پیدا ہوگئی ہے تو کھڑا ہو جائے اور ڈیوڑھی کی طرف چلنے کی کوشش کرے، اس کی تمام مشکلیں ختم ہو جائیں گی۔ چنانچہ اس نے حسب ہدایت وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا۔ مصیبت کے وقت ہر شخص کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ جب وظیفے کے دوران اس پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو صوفی صاحب رحمہ اللہ نے بتائی تھی تو وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور ڈیوڑھی کی طرف منہ کر کے چلنے کیلئے کوشاں ہوا۔ اس کے بعد اللہ نے اس کی برأت کا سامان پیدا فرما دیا۔ اس شخص نے ۱۹۶۰ء میں وفات پائی۔ اب سوال یہ ہے کہ اسم اعظم کیا ہے؟

وہ ہے: ''لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔'' (الٰہی! تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں ہی ظالم ہوں)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں یہ دعا کی تھی۔

''جو مسلمان کسی حاجت کے وقت اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے اور اس کی حاجت پوری کر دیتا ہے۔'' (مشکوٰۃ باب اسماء اللہ تعالیٰ، فصل ثانی) (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۸۹-۳۹۰)

جنت الفردوس کی سیر اور خواب میں غیبی رہنمائی

اب صوفی صاحب رحمہ اللہ کا ایک خواب سنیے جو ڈاکٹر محمد اسماعیل گورایہ کی روایت سے محمد یاسین شاد بیان کرتے ہیں۔ جس وقت ماموں کانجن میں جامعہ تعلیم الاسلام کی تعمیر کا آغاز ہوا، صوفی صاحب رحمہ اللہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ جنت الفردوس میں سیر کر رہے ہیں اور انہیں وہاں حور و غلمان نظر آ رہے ہیں ...... یہ خواب بیان کر کے انہوں نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے فردوس کا حصہ دکھایا ہے، لہٰذا جامعہ تعلیم الاسلام کے نام کے ساتھ ''الفردوس'' کا لفظ آنا چاہیے۔ چنانچہ ریلوے لائن کی طرف جامعہ کی جو عمارت بنائی گئی، اس پر جلی حروف میں ''الفردوس'' لکھا گیا۔

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۹۰)

دعا، وظیفہ اور تعویذ سے علاج کرنا

صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں لوگ بہت سے معاملات میں دعا کی غرض سے آتے تھے۔ کوئی کاروبار کیلئے دعا کراتا تھا، کوئی اولاد کیلئے، کوئی رفع مرض کیلئے، کسی کی بھینس دودھ نہیں دیتی تھی، کوئی زمین کی پیداوار میں اضافے کی دعا کراتا

Marfat.com

تھا، کوئی امتحان میں کامیابی کا خواہاں ہوتا تھا۔ کوئی اس لیے آتا تھا کہ اس کی اولاد نیک اور اطاعت شعار ہو۔ کوئی کسی مصیبت سے نجات پانے کی غرض سے دعا کا خواست گار ہوتا تھا۔ صوفی صاحب کسی کیلئے دعا کرتے، کسی کو تعویذ دیتے، کسی کو دم کرتے، کسی کو پڑھنے کیلئے کوئی وظیفہ بتاتے، کسی کو نصیحت فرماتے اور اعمال نیک کی تلقین کرتے، کسی کو تہجد پڑھنے کا حکم دیتے، کسی کو تلاوتِ قرآن کی تاکید کرتے، کسی کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا وعظ سناتے، کسی کے سامنے اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے کی فضیلت بیان فرماتے، کسی کو والدین کی اطاعت کا درس دیتے۔ وہ ہر آنے والے کی بات سنتے اور اس کے ذہن کا اندازہ کر کے مناسب الفاظ میں اس سے بات کرتے۔ دعا کرانے والا، تعویذ لینے والا اور دم کرانے والا نہایت خوش ہوتا اور سمجھ لیتا کہ اس کے من کی مراد پوری ہوگئی اور اللہ نے دعا قبول فرمالی۔

اللہ نے جہاں ان کو صالحیت اور اعمال خیر کی دولت عطا فرمائی تھی اور ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشا جاتا تھا، وہاں انہیں مردم شناسی کی نعمت سے بھی نوازا تھا۔

انہوں نے بڑی دنیا دیکھی تھی، مختلف ذہنوں کے لوگوں سے ان کے روابط رہے تھے اور وہ معاملات کو خوب سمجھتے تھے۔

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ ص: ۳۹۰-۳۹۱)

غریب اور پریشان حال پر مالی آسودگی: ہمارے مستند عالم دین دوست مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ضلع سرگودھا کے کسی گاؤں سے ایک شخص آیا۔ اس نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے اپنی غربت اور پریشانی کا ذکر کیا۔ یہ عشاء کے بعد کا وقت تھا۔ حسب عادت صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا شروع کی اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: خدایا تیرے ہاں نہ دنیا کی کمی ہے اور نہ کوئی حیثیت ہے...... نہ کوئی قیمت۔ یہ لوگ دنیا دار ہیں، دنیا مانگتے ہیں تو ان کو دنیا دے دے......تو ان کو دنیا دے......تو ان کو دنیا دے دے...... دیر تک یہی الفاظ کہتے رہے۔ خدا سے دعا کا یہ انداز سفارش کیسا تھا، وہ خدا سے اس کیلئے سفارش کر رہے تھے کہ تیرے پاس کسی چیز کی کمی نہیں، جو یہ مانگتا ہے تو اسے دے دے...... دس بارہ دن کے بعد وہ شخص آیا اور دعا کی قبولیت کی بشارت سنائی۔ کہا چند ہی روز میں میری حالت بدل گئی اور اللہ تعالیٰ نے مالی آسودگی سے ہمکنار فرمادیا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ ص: ۳۹۱)

خدا سے لڑ کر بات منوالینا

انہی مولانا عبدالرشید ہزاروی کی روایت سے ایک اور واقعہ سنیے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نظام آباد (ضلع گوجرانوالہ) کی مسجد اہلحدیث میں نمازِ جمعہ کے بعد مولانا احمد الدین گکھڑوی سے ملاقات ہوئی۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے متعلق گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا تو مولانا احمد الدین گکھڑوی نے فرمایا، صوفی عبداللہ رحمہ اللہ تو خدا سے لڑ کر بات منوالیتا ہے، اس نے اللہ تعالیٰ سے اتنا تعلق پیدا کر لیا ہے وہ جو کچھ اس سے مانگتا ہے وہ عنایت فرمادیتا ہے۔

مولانا عبدالرشید ہزاروی نے مولانا احمد الدین گکھڑوی سے اس کی تفصیل بتانے کو کہا تو انہوں نے فرمایا کہ صوفی

Marfat.com

صاحب ایک دفعہ اتنے بیمار ہوئے کہ چلنا پھرنا مشکل ہو گیا۔ پورا ایک مہینہ یہی حالت رہی۔ ایک دن مدرسے کا خزانچی آیا اور اس نے کہا کہ مدرسین کی تنخواہوں کیلئے رقم نہیں ہے۔ فرمایا آپ قرض حسنہ کے طور پر کچھ روپے دے دیں۔ اس نے انکار کر دیا، کہا آپ بسترِ مرض پر پڑے ہیں، اگر آپ وفات پا گئے تو میں رقم کس سے لوں گا؟

خزانچی کا یہ صاف جواب سن کر صوفی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: اچھا، جس کا کام ہے، اسی پر چھوڑ دو، وہ خود ہی انتظام کر دے گا۔

یہ کہہ کر پانی منگوایا، وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور ہاتھ اٹھا کر اللہ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر مسنون دعائیں پڑھیں۔ بعد ازاں خدا کے حضور عرض کیا: خدایا! میں ایک مہینے سے بیمار پڑا ہوں، تندرست ہوتا تو علماء و طلباء کے خرچ کیلئے کچھ انتظام کرتا۔ اب تو نے مجھے بیمار کر دیا۔ میرا کیا نقصان ہے، تیرے ہی دین کا نقصان ہے۔ تیرے سوا میرا ساتھی بھی کوئی نہیں۔ خزانچی کا جواب تو نے سن لیا۔ اب تو ہی انتظام فرما...... کافی دیر اسی طرح دعا کرتے رہے۔

دعا ختم ہوئی تو کچھ دیر بعد بخار اتر گیا۔ شام کو ضلع شیخوپورہ کے قصبہ نبی پور پیراں سے پیر سیّد عبداللہ شاہ مرحوم عیادت کیلئے آئے۔ حالات دریافت کیے تو صوفی صاحب نے وہ بات سنائی جو خزانچی نے کہی تھی۔

پیر عبداللہ شاہ نے ماہانہ خرچ کا اندازہ پوچھا تو فوری طور پر جتنی رقم کی ضرورت تھی، وہ بتائی۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے کہا آپ کی تو صحت اچھی نہیں ہے، کسی با اعتماد آدمی کو میرے ساتھ بھیج دیجئے، میں رقم اسے دے دوں گا۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ان کے ساتھ کسی آدمی کو بھیج دیا، انہوں نے اس کے ہاتھ مطلوبہ رقم بھیج دی۔ اور فوری طور پر اتنی ہی رقم کی ضرورت تھی۔ **مولانا احمد الدین گکھڑوی نے یہ واقعہ بیان کر کے مولانا عبدالرشید سے کہا: دیکھا آپ نے اس صوفی نے خدا کو کس طرح منایا۔**

مولانا عبدالرشید ہزاروی کا ذکر گزشتہ صفحات میں متعدد مقامات پر آ چکا ہے۔ وہ میرے مخلص دوستوں میں سے ہیں۔ وہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے بہت قریب رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے مولانا احمد الدین گکھڑوی کا بیان کردہ یہ واقعہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کو سنایا تو انہوں نے اس کی تصدیق فرمائی یعنی صوفی صاحب رحمہ اللہ نے پریشانی کی حالت میں دعا کی تھی اور پیر عبداللہ شاہ مرحوم تشریف لائے تھے اور انہوں نے وہ رقم بھجوائی تھی، جس کی انہیں فوری ضرورت تھی۔ یہ کوئی بہت قدیم دور کی باتیں نہیں ہیں۔ چند سال پیشتر کے واقعات ہیں:

صوفی صاحب رحمہ اللہ کی قبولیت دعا کے ان واقعات کے گواہ اب بھی کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ اوڈاں والا کے لوگ، اس کے قرب و جوار کے باشندے وہاں کے دارالعلوم کے پرانے اور موجودہ اساتذہ و طلباء، دارالعلوم کی انجمن کے ارکان، اس نواح کے زمیندار اور تاجر پیشہ لوگ۔ سب ان کی قبولیت دعا کے عینی

تصوف سے بغض کا نقصان

افسوس یہ ہے کہ ہمارے موجودہ حلقوں کی اکثریت بغض تصوف کی اس انتہاء تک پہنچ گئی ہے کہ وہ متقدمین کے ذکر اذکار تو کجا۔ مسنون اذکار سے بھی ''محتاط'' یا کنارہ کش ہو گئی اور مسنون اذکار کا دوام بھی چھوڑ گئے اور اللہ کے ان ناسمجھ اور ناشکرے بندوں نے اس مالک سے مانگنا اور سوال کرنا بھی چھوڑ دیا' جو مانگنے والے سے خوش اور نہ مانگنے والے سے ناراض ہو جاتا ہے۔

(بحوالہ: سوانح صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

شاہد ہیں اور بتاتے ہیں کہ لوگ دور دراز سے بھی آتے تھے اور قرب و جوار سے بھی حاضر ہوتے تھے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ سے اپنی تکلیفیں اور ضرورتیں بیان کرتے، دعا کراتے اور اللہ تعالیٰ دعا قبول فرماتا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۹۲-۳۹۳)

لاڈلے ولی کا دعا میں عجیب انداز

ان کی دعا کا عجیب انداز تھا۔ ایک شخص نے اولاد کیلئے دعا کی درخواست کی تو ان الفاظ میں دعا فرمائی: **یا اللہ! تو کتوں بلیوں کو بھی اولاد دے رہا ہے، اس بے چارے کو بھی دے دے، یہ تو انسان ہے، ممکن ہے اسکی اولاد سے کوئی شخص تیرے دین کا خادم ہو جائے۔** اللہ نے اس کو اولاد عطا فرما دی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۹۳-۳۹۴)

لاڈلی دعا پر ضرورت پوری ہو جانا

مولانا ولی اللہ بتاتے ہیں کہ اوڈاں والا کی مسجد زیر تعمیر تھی کہ ایک دن دوپہر کے وقت صوفی صاحب رحمہ اللہ آلتی پالتی مارے تنہا مسجد میں قبلہ رخ بیٹھے تھے۔ اچانک دونوں ہاتھ زور سے زمین پر مارے اور قدرے اونچی آواز سے بہ صورت سوال کہا اب یہ خرچ کیسے پورا ہوگا؟ تھوڑی دیر کے بعد کسی گاؤں سے ایک خاتون آئی اور اس نے کچھ رقم صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کی۔ یہ رقم انہوں نے گنی تو پانچ ہزار روپے تھے۔ خاتون رقم دے کر چلی گئی۔ صوفی صاحب نے روپے غصے سے اپنے سامنے کی طرف پھینکتے ہوئے کہا: میں نے اتنے پیسے مانگے تھے؟ ضرورت آج دس ہزار روپے کی ہے اور دیئے پانچ ہزار ہیں، باقی میں کہاں سے پورے کروں؟

اس وقت کوئی شخص ان کے پاس نہ تھا، اساتذہ اور طلباء کچھ فاصلے پر بیٹھے تھے اور ان کی بات سن رہے تھے۔ کچھ پتا نہیں چلتا تھا کہ مخاطب کون ہے اور کس سے یہ باتیں کہی جا رہی ہیں۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد ایک شخص آیا اور اس نے چھ ہزار روپے پیش خدمت کیے۔ اب صوفی صاحب رحمہ اللہ نے وہ پانچ ہزار بھی اٹھا لیے جو غصے سے پھینک دیئے تھے۔

وہ اتنی رقم دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ تعمیر مسجد کی آمدنی اور خرچ کا حساب دارالعلوم کے مدرس مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی کے پاس تھا۔ انہیں بلایا اور فرمایا یہ لو گیارہ ہزار روپے، جس کو جو کچھ دینا ہے، آج شام تک دے دو، کسی کا کوئی پیسہ ہمارے ذمے نہیں رہنا چاہئے۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۹۴-۳۹۵)

بے اولاد عورت پر دم کا اثر

ایک اور واقعہ مولانا ولی اللہ منصور پوری نے بیان کیا، وہ بھی عجیب واقعہ ہے۔ ایک مرد اور عورت صوفی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے نہایت لجاجت سے عرض کیا کہ ہم اولاد سے محروم ہیں۔

فرمایا: تو پھر میں کیا کروں، میں خود اولاد سے محروم ہوں...... میاں بیوی خاموش بیٹھے رہے، کوئی بات نہیں کی۔

تھوڑی دیر بعد کچھ پڑھ کر عورت کی طرف منہ کیا اور فرمایا منہ کھول...... اس نے منہ کھولا تو منہ میں پھونک ماری جس میں

Marfat.com

تھوک کی آمیزش بھی تھی۔ فرمایا: اب جاؤ۔ ٹھیک ایک سال بعد وہی مرد اور عورت آئے۔ عورت کی گود میں لڑکا تھا اور مرد ایک کٹے کے گلے میں رسا ڈالے اسے کھینچتا چلا آ رہا تھا۔ دونوں صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کٹا طلباء کے کھانے کیلئے پیش کیا اور لڑکے کیلئے دعا کرائی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۹۵)

تھکاوٹ سے بچنے کی مسنون دعا

انہی مولانا ولی اللہ منصور پوری رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ "میرے پیرومرشد جناب ابوالمساکین، امیر المجاہدین، صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ اس صدی کے مانے ہوئے ولی اللہ اور عامل بزرگ تھے۔ انکے عقیدت مندوں کی تعداد لاکھوں ہے اور ان سے فیض حاصل کرنیوالے بے شمار ہیں۔ احقر (ولی اللہ منصور پوری) بھی انہی میں شمار ہوتا ہے۔ میں نے ایک مرتبہ سفر کے دوران جناب صوفی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ آپ بوڑھے ہونے کے باوجود اتنا پیدل چلتے ہیں کہ ہم نوجوان بھی آپکے برابر نہیں چل سکتے۔ جواب میں فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جسے چاہے عطا کردے۔ میں نے پھر عرض کیا کہ آپکو اکثر سفر درپیش رہتا ہے، کیا ہی اچھا ہو کہ آپ کسی مستقل سواری کا انتظام کرلیں۔ فرمایا، **اگر میں قومی سرمائے (مدرسہ کیلئے لیا ہوا چندہ) کو اپنی ذات کیلئے استعمال کروں تو خدا کے ہاں کیا جواب دونگا؟** کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد میں نے پھر عرض کی کہ حضرت ہم تو تھک گئے ہیں، آپ بھی تھک گئے ہونگے، آرام کرلیں تو حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے "ولی اللہ! جب کبھی سفر اختیار کرو تو یہ دعا پڑھ لیا کرو، کبھی تھکاوٹ نہیں ہوگی۔ بسم اللہ توکلت علی اللہ لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ میں نے اسی روز سے اس دعا کو اپنا معمول بنالیا۔ بعد میں کئی مرتبہ اسکو آزمایا تو مجرب پایا۔ جب کبھی یہ دعا پڑھ کے گاڑی یا سواری کی تلاش میں گھر سے نکلا، تو اسی وقت سواری مل گئی بلکہ اس کی برکت سے انسان سفر کی صعوبت سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ (بحوالہ کتاب: تحفۃ العاملین، صفحہ ۵)

اژدھے سے نجات

مولانا ولی اللہ منصور پوری بیان کرتے ہیں کہ ایک دن صوفی صاحب رحمہ اللہ نے بتایا کہ جس زمانے میں وہ چمرکنڈ میں جماعت مجاہدین سے منسلک تھے، ان کا گزر ایک پہاڑ پر سے ہوا، دیکھا کہ بہت بڑا اژدھا سامنے بیٹھا ہے۔ سوچا کہ اس سے نہ بھاگا جاسکتا ہے اور نہ جان بچائی جاسکتی ہے، اس نے بہر حال مار دینا ہے۔ چنانچہ آنکھیں بند کرکے نماز پڑھنا شروع کردی کہ موت نماز کی حالت میں آئے۔ دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیرا تو اژدھا وہاں سے جاچکا تھا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۹۵)

قارئین! آپ نے غور کیا؟ گھر سے نکلنے کی اس مسنون دعا کا جس حدیث میں ذکر آیا ہے، وہاں یہ الفاظ تو نہیں ملتے کہ اسکو پڑھنے سے تھکاوٹ نہیں ہوتی۔ اب اگر حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ پر اللہ پاک نے اسکا یہ فائدہ کھول دیا تو ہم کون ہوتے ہیں فتویٰ لگانے والے؟ اللہ پاک کی رحمت محدود تو نہیں، نہ ہی آج تک کوئی شخص مسنون دعاؤں کے فوائد کی حد کو پاسکا ہے۔ تصوف و روحانیت تو برکات کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے، جس کے اندر جتنا ڈوبتے جائیں، اتنے ہی زیادہ جواہر ملتے جائیں گے۔ مولانا

Marfat.com

ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ اسکے متعلق فرماتے ہیں کہ عقل کی وہاں تک رسائی نہیں، ہوش و آگہی کا وہاں دخل نہیں۔ یہ تو عشق کی راہیں ہیں، اور عشق سراسر مان لینے کا نام ہے، کبھی دور کھڑے ہو کر دلیل مانگنے والے کے ہاتھ میں بھی موتی آئے ہیں؟ (از: مرتب)

سلام علی نوح کا مجرب وظیفہ

اسی قسم کا ایک واقعہ مولانا غلام رسول مہر نے ایک مضمون میں بیان کیا ہے جو انہوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ہفت روزہ "الاسلام" لاہور میں "سرگزشت مجاہدین کا ایک ورق" کے عنوان سے لکھا تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ صوفی صاحب رحمہ اللہ اکیلے جا رہے تھے کہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر رات کے وقت ایک بہت بڑا سانپ ملا۔ انہوں نے "سلام علی نوح فی العالمین" کا ورد شروع کر دیا۔ خدا نے اس بلا کو ٹالا تو وہ آگے بڑھے، پھر ایک گاؤں سے گھوڑا لے کر منزل مقصود پر پہنچے۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ زیادہ تر سفر میں رہتے تھے اور انہیں خطرناک اور پُر پیچ راستوں میں سے گزرنا پڑتا تھا۔ معلوم نہیں کتنی دفعہ انہیں سانپ ملے ہوں گے، کتنی دفعہ خون خوار درندوں سے واسطہ پڑا ہو گا اور کتنی دفعہ ان سے محفوظ رہنے کیلئے دعائیں کی ہوں گی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۹۵-۳۹۶)

حج کے بعد انتقال کی تقدیر پڑھ لینا

مولانا ولی اللہ منصور پوری کہتے ہیں کہ وہ اوڈاں والا سے فارغ التحصیل ہوئے تو انہیں ننکانہ صاحب کی مسجد اہلحدیث میں خطیب مقرر کر لیا گیا۔ ایک دفعہ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ان سے کہا تم تحصیل سمندری کے چک نمبر ۴۸۵ گ ب میں آ جاؤ اور وہاں خطابت اور امامت کے فرائض انجام دو۔ چنانچہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے حکم سے وہ چک نمبر ۴۸۵ گ ب چلے گئے۔ صوفی صاحب کا وہاں آنا جانا رہتا تھا۔ ایک دن انہوں نے صوفی صاحب سے عرض کیا آپ حج کر آئیں۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ خاموش رہے۔ اس کے بعد جب بھی ان کی صوفی صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی، ان سے حج کیلئے عرض کیا۔

ایک دن صوفی صاحب نے زور سے ان کے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: بے خبر ولی اللہ! حج کے بعد کام پورا ہو جائے گا۔

وہ اس وقت تو ان کی بات نہ سمجھ سکے، لیکن جب ۱۹۷۵ء میں صوفی صاحب حج کر کے آئے اور پھر تھوڑے عرصے بعد وفات پا گئے تو بات سمجھ میں آئی کہ ان کا مطلب یہ تھا کہ حج کے بعد زندگی کا معاملہ ختم ہو جائے گا۔

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۹۶)

فوراً دی گئی غیبی مدد

انہی مولانا ولی اللہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کو ہمارے گاؤں کے ایک تبلیغی جلسے میں شرکت کی دعوت دی گئی اور ایک اجلاس کی صدارت کیلئے بھی عرض کیا گیا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے صدارت فرمائی اور مختصر سی تقریر کی۔ دو سو روپے جلسے کیلئے چندہ دیا۔ اس زمانے میں دو سو روپے بہت رقم تھی۔ جلسے میں جن علمائے کرام کو بلایا جاتا ہے، وہ اپنی گرہ

Marfat.com

سے کچھ نہیں دیتے، بلکہ ان کی خدمت میں کچھ پیش کیا جاتا ہے۔ سرکاری طور پر بھی جن لوگوں کو کسی میٹنگ وغیرہ میں دعوتِ شرکت دی جاتی ہے، انہیں کرایہ اور خرچ پیش کیا جاتا ہے لیکن صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی گرہ سے دو سو روپے دیئے۔

مولانا ولی اللہ بتاتے ہیں کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ دو سو روپے دے کر وہاں سے اٹھے اور اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے، پیچھے سے ایک شخص بھاگتا ہوا صوفی صاحب رحمہ اللہ کی طرف آیا، سلام عرض کیا اور کہا میں اسی لیے یہاں آیا ہوں کہ آپ تشریف لائیں گے۔ یہ کہہ کر اس نے چار سو روپے صوفی صاحب کی خدمت میں پیش کیے۔

ابھی دو سو روپے دیئے دس منٹ بھی نہیں ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے دوگنا زیادہ یعنی چار سو روپے کا انتظام فرما دیا۔

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۹۷)

دعا کی بدولت موذی مرض سے شفا پا جانا

فیصل آباد سے میرے دوست محمد رمضان یوسف سلفی بتاتے ہیں کہ ان کے ایک بزرگ دوست حافظ ثناء اللہ طویل عرصے تک کوٹ ادو میں واپڈا کے محکمے میں ملازم رہے۔ تقریباً پینتیس سال قبل انہیں ایک ایسی بیماری لاحق ہوئی، جس سے وہ بے حد پریشان ہوئے۔ ایک مرتبہ صوفی صاحب رحمہ اللہ نثار کالونی (فیصل آباد) کی جامع مسجد اہلحدیث میں تشریف لائے تو حافظ ثناء اللہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیماری کی کیفیت بتا کر ان سے دعائے صحت کی درخواست کی۔ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اسی وقت دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور نہایت عاجزی سے ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے صحت و عافیت کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرما دی اور ان کی سب تکلیفیں رفع ہو گئیں۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۹۷۔۳۹۸)

بے اولاد کو باصلاحیت بیٹے کی بشارت

مولانا محمد صادق خلیل رحمہ اللہ کا ذکر گزشتہ صفحات میں ایک سے زیادہ مرتب ہو چکا ہے۔ ان کا شمار پاکستان کے مشہور مصنفین و مترجمین میں ہوتا ہے۔ انہوں نے ''اصدق البیان'' کے نام سے قرآن مجید کی تفسیر لکھی ہے۔ وہ دراصل اوڈاں والا ہی کے رہنے والے تھے۔ وہیں انہوں نے تعلیم حاصل کی اور کئی سال وہاں پڑھاتے رہے۔ بہت عرصے سے فیصل آباد میں مقیم تھے اور تصنیفی خدمات انجام دیتے تھے۔ **ان کے والد کا نام مولوی احمد الدین تھا، وہ صوفی صاحب رحمہ اللہ سے باقاعدہ بیعت تھے اور اس وقت نرینہ اولاد سے محروم تھے۔** انہوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے بیٹے کیلئے دعا کی درخواست کی۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا کی اور فرمایا تمہارے ہاں بیٹا پیدا ہوگا اور علم حاصل کرے گا، لوگ اس کے علم سے استفادہ کریں گے۔ مولانا محمد صادق کئی سال ماں کے پیٹ میں رہے۔ حمل و ولادت کی اصطلاح میں اس صورت حال کو ''پیٹ لگ جانا'' کہا جاتا ہے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی دعا کے کچھ عرصے بعد وہ پیدا ہوئے اور علم حاصل کیا۔ شائقین علم نے ان کی تدریس سے بھی بے حد فائدہ اٹھایا اور تصنیف و ترجمے سے بھی خوب استفادہ کیا۔ اور کر رہے ہیں۔ (مولانا محمد صادق رحمہ اللہ کے مفصل حالات کیلئے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب ''قافلہ حدیث'' شائع کردہ مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار، لاہور۔

Marfat.com

ان کی وفات ۶ فروری ۲۰۰۴ء کو فیصل آباد میں ہوئی)۔

شیخ محمد سعید الفت لائل پوری پنجابی کے مشہور عوامی شاعر تھے۔ ان کا مجموعہ کلام دو جلدوں پر مشتمل ہے جو ''گل دستۂ الفت'' کے نام سے نعمانی کتب خانہ، اردو بازار لاہور نے خوب صورت طریقے سے شائع کیا ہے۔ اس کے مختلف حصوں پر مولانا غلام رسول مہر، مولانا عبدالمجید سالک، ملک نصر اللہ خاں عزیز، مولانا مجاہد الحسینی اور پروفیسر غلام احمد حریری ایسے متعدد ماہرین نظم و نثر حضرات نے مقدمات تحریر کیے ہیں، جن میں الفت کی شاعری کی تحسین کی گئی ہے اور بے شک ان کی شاعری لائق تحسین ہے۔

''گل دستۂ الفت'' کی دوسری جلد کے بہرہ ''چھلاں'' میں سعید الفت کی طویل نظم ''صوفی عبداللہ رحمہ اللہ'' اس وقت میرے سامنے ہے۔ اس میں انہوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ کی کرامتیں بھی ذکر کی ہیں اور قبولیت دعا کے چند واقعات بھی بیان کیے ہیں۔ نمبروں کی ترتیب سے یہ واقعات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۹۸-۳۹۹)

شیر کا احترام میں راستہ چھوڑ جانا

جس زمانے میں صوفی صاحب رحمہ اللہ چمرکنڈ کے مرکزِ مجاہدین سے وابستہ تھے اور فراہمیٔ زر کے سلسلے میں برصغیر کے مختلف علاقوں میں ان کی آمد و رفت رہتی تھی، اس زمانے میں بسا اوقات انہیں نہایت خطرناک علاقوں سے بھی گزرنا پڑتا تھا۔ ایک دفعہ ایک جنگل سے گزر رہے تھے کہ دیکھا سامنے شیر بیٹھا ہے اور شیر نے ان کو دیکھ لیا ہے۔ یہ بے حد پریشان کن لمحہ تھا، اگر سیدھے جاتے ہیں، جب بھی شیر کے حملے کا خطرہ ہے، اگر دوسری طرف قدم بڑھاتے ہیں تو بھی خطرہ موجود ہے۔ اس کے متعلق سعید الفت مرحوم کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

خیال آیا رستہ جے بدلیا جاوے ۔۔۔ میرے پچھے شیر اُٹھ کے نہ آجاوے
ایہہ گل سوچ کے آکھدے نیں اوشیرا ۔۔۔ مینوں دیر ہوندی اے راہ چھڈ میرا
صوفی صاحب دے بس آکھن دی دیرسی ۔۔۔ کسے پاسے نوں اُٹھ کے جاندار ہیا شیرسی

یعنی شیر سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں، مجھے جلد اپنے ٹھکانے پر پہنچنا ہے، تیری وجہ سے دیر ہو رہی ہے، تم مجھے راستہ دو تاکہ میں اپنا سفر جاری رکھوں۔ جوں ہی یہ الفاظ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی زبان سے نکلے، **شیر اُٹھ کر کہیں چلا گیا اور وہ آگے نکل گئے**۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۹۹-۴۰۰)۔

جنات کو تنبیہ

ایک مرتبہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کسی سفر سے واپس آئے تو پتا چلا کہ جامعہ کے ایک طالب علم کو دورے پڑ رہے ہیں اور وہ سخت تکلیف میں ہے۔ دیکھا تو معلوم ہوا کہ اسے ''جن'' کی شکایت ہے۔ نہ اسے دم کیا، نہ کچھ پڑھا پڑھایا۔ سیدھے سادے الفاظ میں جنوں کو مخاطب کر کے فرمایا: یہ تمہارے لیے بہت بری بات ہے، تم بغیر کسی وجہ کے اس طالب علم کو تنگ کر رہے ہو۔ تمہارے نام کیا ہیں؟

جواب دیا: ہم دو جن ہیں۔ اپنے نام بھی بتائے۔ فرمایا: فوراً یہاں سے چلے جاؤ، آئندہ ادھر کا رخ نہ کرنا۔

Marfat.com

صوفی صاحب کے یہ الفاظ سن کر وہ اسی وقت وہاں سے چلے گئے اور طالب علم اچھا بھلا ہو گیا۔ سعید الفت کہتے ہیں:

ولی اللہ نے جدا تیراں کہیا — اوہ درویش اُٹھ کے فوراً بہہ گیا
طالب علم چنگا بھلا ہو گیا سی — ساری عمر مڑ کے نہ دورہ پیا سی

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۴۰۰)

سخت ضرورت میں فوراً پچیس ہزار مل جانا

ایک مرتبہ جامعہ کے اساتذہ کی تنخواہوں اور دیگر اخراجات کیلئے فوری طور پر پچیس ہزار روپے کی ضرورت تھی۔ لیکن خزانہ بالکل خالی تھا۔ سخت پریشانی لاحق ہوئی، اسی پریشانی کے عالم میں صوفی صاحب رحمہ اللہ نے چادر کندھوں پر ڈالی اور جامعہ کی چاردیواری سے باہر نکل گئے۔ باہر جا کر پنجابی میں دعا کی یا اللہ! اب کیا کیا جائے۔ میں بوڑھا آدمی ہوں اور سخت پریشانی میں ہوں، تیرے دین کا کام کر رہا ہوں، اس کام میں تو مدد کرے گا تو بات بنے گی میں اکیلا تو کچھ نہیں کر سکتا۔ اب پچیس ہزار روپے کا تو ہی انتظام کرنے والا ہے۔ جامعہ کے خزانچی یا تعمیرات وغیرہ کے ناظم مولانا عبدالرشید ہزاروی کی زبانی سعید الفت بیان کرتے ہیں کہ ناگہاں ایک شخص آیا اور ٹھیک پچیس ہزار روپے صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کر کے چلا گیا...... اس ضمن میں سعید الفت کے شعر سنیے۔ وہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی دعا کے الفاظ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ٹھنڈے ٹھنڈے ہو کے ای بھردے پئے سن — بابا جی ایہہ گلاں ای کر دے پئے سن
کہ اینے چ بندہ باہروں اک آیا — سلام آکے صوفی صاحب نوں سنایا
بہت دور توں کہندا چل کے ہاں آیا — ایہہ پنجی ہزار ہاں لیایا
ہتھاں نال اپنے ہن گن گتر لو — کرو مہربانی تے منظور کر لو

یعنی پچیس ہزار روپے اس نے صوفی صاحب رحمہ اللہ کو دیئے اور کہا میں بہت دور سے صرف اسی کام کیلئے آیا ہوں۔ آپ رقم گن لیں اور مہربانی کر کے اسے قبول فرمائیں۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۴۰۰-۴۰۱)

وظیفہ سے بند تالا کھل جانا

ایک دفعہ جامعہ کے طلباء کیلئے کہیں سے گندم کا ٹرک آیا۔ رات کا وقت تھا اور اندر سے جامعہ کے بڑے دروازے کو تالا لگایا گیا تھا۔ ٹرک باہر کھڑا تھا لیکن تالے کی چابی نہیں مل رہی تھی۔ کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ چابی کس نے کہاں رکھ دی۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ایک لڑکے سے کہا، گھبرانے کی ضرورت نہیں، تم بسم اللہ پڑھ کر تالے کو ہاتھ لگاؤ تالا کھل جائے گا، چنانچہ وہ لڑکا گیا، اس نے بسم اللہ پڑھ کر تالے کو ہاتھ لگایا اور تالا واقعی کھل گیا۔

ٹرک اندر آیا اور گندم اتار لی گئی۔ سعید الفت کہتے ہیں:

بابا جی نے لڑکے نوں کہیا کہ جاتوں — تے بسم اللہ پڑھ کے ذرا ہتھ لاتوں

Marfat.com

تے فرمایا جے اوہ اللہ پاک چاہسی　　تیرے ہتھ لایاں، جندرا کھل جا سی
اوہنے پڑھ کے بسم اللہ جاں ہتھ لایا　　اوسے ویلے کہندے نے، جندرا کھل آیا

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۴۰۱-۴۰۲)

بڑھتے مرض میں دم سے شفایابی

سعید الفت صاحب شعر کی زبان میں مولوی محمد یوسف کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ان کی ٹانگ میں شدید درد ہونے لگا، بڑے علاج کرائے اور ڈاکٹروں اور حکیموں سے بہت دوائیں لیں۔ نیک لوگوں سے دم بھی کرائے لیکن نہ صرف یہ کہ افاقہ نہیں ہوا بلکہ ہر علاج درد کی شدت میں اضافے کا باعث ہوا۔ آخر ان کے والد حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں گئے اور انہیں اپنے ساتھ لے کر آئے۔ انہوں نے دوتین دفعہ دم کیا، اور درد ختم ہو گیا۔ اس کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔ سعید الفت مولوی یوسف کی زبانی لکھتے ہیں:

آخر ابا جی ماموں کانجن سدھائے　　صوفی صاحب نوں نال اپنے لے آئے
اوہناں دم کیتا جاں دو تن واری　　کسے پاسے نوں درد جاندی رہی ساری
نشان تک اوہدا نہ رہ گیا کوئی　　اوہ مڑ کے درد مینوں نہیں ہوئی

آخر میں سعید الفت صوفی صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں کہتے ہیں:

بہت ای بڑے باکرامت ولی سن　　توحید و سنت دی مہکدی کلی سن
خدا پاک اوہناں دے درجے ودھا وے　　قبر اُتے رحمت دی بارش ورھا وے

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۴۰۲-۴۰۳)

کشف سے گمشدہ بیل کی نشاندہی

ضلع فیصل آباد کی تحصیل سمندری میں ایک گاؤں کا نام چک ۴۷۹ گ ب ہے۔ وہاں میرے ایک دوست جناب خلیل اثری رہتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی اس گاؤں میں کئی دوست قیام فرما ہیں۔ خلیل اثری نے بتایا کہ تقسیم ملک سے قبل وہاں کے ایک شخص کے چار پانچ بیل چوری ہو گئے۔ کچے راستے تھے۔ کھوجی کی خدمات حاصل کی گئیں تو بیلوں اور چوروں کے نشانِ قدم اوڈاں والا سے تین چار میل کے قریب پہنچ گئے۔ کھوجی کے ساتھ گاؤں کے کئی آدمی تھے۔ وہ سب ایک جگہ پر بیٹھ گئے اور ان میں سے ایک شخص ان کیلئے کھانا لانے کیلئے چودھری عبدالعزیز کے گھر اوڈاں والا چلا گیا۔ کھانا تیار ہونے میں ابھی دیر تھی، اس نے سوچا صوفی صاحب رحمہ اللہ سے مل لیا جائے۔ وہ مسجد میں صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت سات آٹھ آدمی وہاں بیٹھے تھے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اس سے پوچھا کہاں سے آئے؟ اس نے واقعہ بیان کیا تو صوفی صاحب مسجد کے اندر چلے گئے۔ دس بارہ منٹ کے بعد باہر آئے تو فرمایا تمہارے بیل فلاں جگہ ''ڈھاری'' میں بیٹھے ہیں۔ وہاں پہنچنے کا ذریعہ بھی بتایا اور اس مقام کی نشاندہی فرمائی۔

Marfat.com

یہ لوگ وہاں پہنچے تو واقعی بیل وہاں بیٹھے تھے اور ان کے پاس کوئی شخص نہ تھا۔ انہوں نے بیلوں کو وہاں سے ہانکا اور گھر لے آئے۔ اسے صوفی صاحب رحمہ اللہ کا کشف قرار دیجئے یا کرامت، بات بہر حال ان کی صحیح ثابت ہوئی۔

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۴۰۳-۴۰۴)

تلی کے درد میں مجرب تعویذ

مولانا مفتی عبیداللہ خاں عفیف گزشتہ کئی سال سے جامعہ قدس اہلحدیث (لاہور) کی مسندِ تدریس پر فائز ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۵۵ء میں ان کے والد مولانا محمد حسین خان تلی کے شدید درد میں مبتلا ہو گئے۔ علاج کرایا، لیکن افاقہ نہ ہوا۔ دم اور دعا کیلئے وہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے پاس گئے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ اس وقت کسی کیلئے تعویذ لکھ رہے تھے۔ انہوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے اپنی تکلیف کا ذکر کیا تو صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ایک کاغذ پکڑا، اس کے وسط میں گول دائرہ بنایا۔ اس دائرے میں ایک نشان لگایا اور لکھا ''تلی کا درد ختم ہو جائے'' مولانا محمد حسین خاں سے فرمایا، یہ کاغذ تلی پر باندھ لیں...... انہوں نے کاغذ تلے پر باندھ لیا اور تلی کا درد ختم ہو گیا۔ یہ ۱۹۵۵ء کی بات ہے۔ مفتی عبیداللہ خاں عفیف بتاتے ہیں کہ ان کے والد مولانا محمد حسین خاں کی وفات ۲۴۔ اپریل ۱۹۹۲ء کو ہوئی۔ یہ تقریباً سینتیس سال کا عرصہ بنتا ہے، اس اثناء میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اس درد سے بالکل محفوظ رکھا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۴۰۴)

صوفی صاحب رحمہ اللہ کا انداز دعا

بے شک صوفی صاحب رحمہ اللہ مستجاب الدعوات تھے۔ وہ جب دعا کرتے تھے تو ایسے معلوم ہوتا تھا کہ جو کچھ اللہ سے مانگ رہے ہیں، لے کر ہی رہیں گے اور لازماً اپنی بات اللہ سے منوالیں گے۔ کتنے ہی بے اولاد دعا کیلئے ان کے پاس آئے، اللہ نے دعا قبول فرمائی اور انہیں اولاد کی نعمت حاصل ہوئی۔ کتنے ہی غربت کے مارے ہوئے پریشان حال لوگ آئے، دعا کرائی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی غربت دور فرما دی اور وہ آسودہ حال ہو گئے۔ پیچیدہ مقامات میں الجھے ہوئے لوگ آئے، دعا کرائی اور بری ہوئے۔ دعا کرانے والے دور دور سے آتے تھے، ایک ایک دن میں **صوفی صاحب رحمہ اللہ کئی کئی بار دعا کرتے۔ دعا کرانے والا مطمئن ہو جاتا تھا اور یقین کر لیتا تھا کہ دعا قبول ہو گئی۔**

ان کی دعا کا بھی عجیب انداز تھا۔ اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاتے اور دعا کرتے ہوئے تیزی کے ساتھ ہاتھ پر ہاتھ گھماتے رہتے تھے...... پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کرتے، پھر درود شریف پڑھتے۔ بعد ازاں ادعیہ مسنونہ کئی کئی بار پڑھتے۔ دعا میں بالعموم حسب ذیل آیات پڑھتے۔ میں نے ان دعاؤں کا حوالہ بھی دے دیا ہے کہ قرآن میں کہاں ہیں اور ان کا اردو ترجمہ بھی کر دیا ہے تا کہ عربی نہ جاننے والے حضرات ان کا مطلب سمجھ سکیں۔ اندازہ کیجئے قرآن کی ان دعاؤں میں کس درجہ عجز اور تضرع کا عنصر پایا جاتا ہے اور انسان کی کتنی کمزوری اور بے بسی کا اظہار ہوتا ہے۔

واذا سالك عبادى عنى فانى قريب اجيب دعوة الداع اذا دعان فليستجيبوا لى وليؤمنوا بى لعلهم يرشدون- (البقرۃ:۱۸۶)

Marfat.com

ترجمہ: (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو آپ ان سے فرما دیجئے کہ میں تمہارے پاس ہی ہوں، جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ لہٰذا انہیں چاہیے کہ میرے حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت یاب ہوں۔)

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنكونن من الخاسرين۔ (الاعراف: ۲۳)

ترجمہ: (اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم تباہ ہو جائیں گے)۔

لا اله الا انت سبحانك انی کنت من الظالمين۔ (انبیاء: ۸۷)

یہ حضرت یونس علیہ السلام کی دعا ہے جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات دی تھی۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں ہی قصوروار ہوں۔

امن يجيب المضطر اذا دعاه ويكشف السوء ويجعلكم خلفاء الارض ء اله مع الله، قليلاً ماتذكرون۔ (نمل: ۶۲)

ترجمہ: (بھلا کون بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے، جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور کون اس کی تکلیف دور کرتا ہے اور کون تمہیں زمین میں پہلے لوگوں کا جانشین بناتا ہے، یہ سب کچھ اللہ ہی کرتا ہے۔ کیا اس کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ ہرگز نہیں۔ مگر تم بہت کم سوچتے ہو)۔

واذكر عبدنا ايوب اذنادى ربه انی مسنی الشیطان بنصب وعذاب۔ (ص: ۴۱)

ترجمہ: اور ہمارے بندے (حضرت) ایوب (علیہ السلام) کو یاد کرو، جب اس نے اللہ کو پکارا...... اے اللہ مجھے شیطان نے تکلیف اور مصیبت پہنچائی ہے)۔

قرآن کی یہ آیتیں صوفی صاحب رحمہ اللہ بڑی عاجزی اور تضرع سے پڑھتے اور ہر دعا بار بار پڑھتے۔ پھر پنجابی زبان میں اللہ سے اس طرح عرض کرتے: اے میرے پروردگار! تو نے وعدہ فرمایا ہے کہ مجھ سے سوال کرو، میں تمہارا سوال قبول کروں گا۔ اب میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ فلاں شخص کی فلاں ضرورت پوری کر دے۔ تیرے لیے کوئی مشکل نہیں، یہ محتاج ہے، تو غنی ہے۔ اس کی ضرورت پوری فرما۔ یہ سب لوگ جو یہاں بیٹھے ہیں، تیرے بندے ہیں اور تیرے ہی در پر آئے ہیں۔ ہم سب لوگوں نے تیرے سامنے ہاتھ پھیلا رکھے ہیں، تو ان ہاتھوں کو خالی واپس نہ کر۔ ان میں اپنی رحمت اور سخاوت شامل فرما۔ سب کا خاتمہ ایمان پر فرما۔ ہم گنہگاروں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرما۔

دعا کا یہ سلسلہ دیر تک جاری رہتا۔ بسا اوقات سامعین اُکتا جاتے، مگر صوفی صاحب رحمہ اللہ اس قسم کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے میں خاص لطف محسوس کرتے، آخر میں درود شریف پڑھتے اور منہ پر ہاتھ پھیر کر دعا ختم کر دیتے۔

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۴۰۴-۴۰۷)

Marfat.com

تصوف و کرامت نہ ماننے والے حضرات سے گزارش......

عین ممکن ہے بعض احباب حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کی قبولیتِ دعا کے ان واقعات کو ماننے پر آمادہ نہ ہوں اور مجھ پر بھی اعتراض کریں کہ میں نے یہ واقعات کیوں بیان کیے۔ ان سے عرض کروں گا کہ آپ مانیں یا نہ مانیں اور مجھ پر اعتراض کریں یا نہ کریں، یہ واقعات رونما ہو چکے اور میں نے بیان کر دیئے۔ اس قسم کے واقعات بیان کرنا میرے نزدیک کارِثواب ہے اور منکرین دعا کیلئے باعث عبرت!

یہاں یہ عرض کر دوں کہ جن لائق احترام دوستوں نے حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کی قبولیت دعا کے واقعات ازراہِ کرم تحریری صورت میں مجھے ارسال فرمائے، وہ میرے پاس محفوظ ہیں۔ ان میں عبدالرشید عراقی، حافظ محمد امین، مولانا اشرف جاوید، مولانا عائش محمد، مولانا محمد یاسین شاد اور مولانا محمد رمضان یوسف سلفی شامل ہیں۔ مولانا عائش محمد اور اشرف جاوید کے تحریر کردہ واقعات سب سے زیادہ ہیں۔ میں ان سب حضرات کا پہلے بھی شکریہ ادا کر چکا ہوں اب بھی کرتا ہوں۔

مولانا ولی اللہ منصور پوری، جناب علی ارشد، مولانا ارشاد الحق اثری اور مولانا محمد اسحاق سندھو اور جناب خلیل اثری نے زبانی واقعات بیان کیے۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۴۰۷-۴۰۸)

آخری دن کے وظائف

۲۸/اپریل ۱۹۷۵ء (۱۴-ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ) کو اتوار کا دن تھا اور یہ حضرت مرحوم کی دنیوی زندگی کا آخری دن تھا۔ اس دن وہ تاندلیاں والا میں تھے۔ حضرت کے خادم خاص مولوی محمد اسلم کا اصل وطن تو فورٹ عباس ہے، لیکن وہ حضرت کی خدمت کیلئے ان کے ساتھ تھے۔ حضرت مرحوم کے آخری دن کے جو وظائف وہ بیان کرتے ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ ان کا ایک ایک لمحہ ذکر الٰہی میں گزرا تھا، بالکل اسی طرح جس طرح اس سے پہلے گزرتا تھا۔ انہوں نے اپنے کسی وقت کو ذکر الٰہی سے محروم نہیں رہنے دیا۔ ان کی زبان ہر آن یادِ خدا میں مصروف رہتی تھی۔ آخری دن بھی مصروف رہی۔

حسب معمول وہ رات کے تین بجے سے پہلے ہی بیدار ہو گئے تھے۔ وضو کر کے تہجد کی نماز پڑھی۔ پھر فجر کی نماز پڑھنے کیلئے میزبان (احسن بٹ) کے گھر سے مسجد میں چلے گئے۔ نماز کے بعد معمول کے وظائف پڑھنا شروع کیے، جس کی تفصیل یہ ہے۔ اندازہ کیجئے کس درجہ قابل رشک تفصیل ہے۔ ہم بے عمل لوگ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

درود شریف	100 مرتبہ
سورۂ فاتحہ	100 مرتبہ
کلمہ طیبہ	100 مرتبہ
کلمہ تمجید	100 مرتبہ
سورۂ اخلاص: (قل ھو اللہ احد......)	100 مرتبہ

Marfat.com

آیت الکرسی	100 مرتبہ
آیت کریمہ	100 مرتبہ
لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم	100 مرتبہ
انا للہ و انا الیہ راجعون	100 مرتبہ
سید الاستغفار	100 مرتبہ
سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم	100 مرتبہ
یا ارحم الراحمین	100 مرتبہ
یابدیع العجائب بالخیر یا بدیع	100 مرتبہ
یامستعان عونک ایاک نستعین	100 مرتبہ
حسبنا اللہ و نعم الوکیل	500 سو مرتبہ

نماز اشراق پڑھی۔ ہلکا سا ناشتہ کیا۔ لوگ آتے رہے اور حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ ان کیلئے دعائیں کرتے رہے۔

صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت

ان کے میزبان احسن بٹ نے گھر تشریف لے جانے کی درخواست کی، ان کی اہلیہ بیمار تھیں۔ تانگے پر ان کے گھر چلے گئے، پانی دم کر کے مریضہ کو پلایا۔ دوبارہ بوتل میں پانی دم کر کے دیا اور فرمایا یہ پانی پلاتے رہیں۔ دم کرتے وقت وہ بالعموم سو مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھا کرتے تھے...... دیگر ادعیہ اس کے علاوہ پڑھتے۔

وہیں لاہور اور شیخوپورہ سے کچھ لوگ آ گئے، ان کیلئے دعائیں کیں۔ اتنے میں ظہر کی اذان کا وقت ہوگیا۔ میزبان احسن بٹ نے کھانا پیش کیا۔ خود صرف ایک لقمہ منہ میں ڈالا، خادم کو کھانا کھلا دیا۔

فارغ ہو کر نماز کیلئے چل پڑے۔ بٹ صاحب تانگا لینے گئے تو فرمایا پیدل ہی چلتے ہیں، مسجد قریب ہی تو ہے۔ خادم کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے جا رہے تھے، **غلہ منڈی میں مغربی جانب سے مسجد کے دروازے کے سامنے پہنچے تو اچانک طبیعت خراب ہوگئی اور چلنا مشکل ہوگیا۔** پانی طلب کیا۔ فوراً چارپائی لائی گئی اور انہیں احسن بٹ کی دکان پر پہنچایا گیا۔ ڈاکٹر آیا اس نے دیکھا اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ انہیں کچھ دیر کیلئے آرام کرنے دیں۔ لیکن احسن بٹ سے علیحدگی میں کہا کہ ان کے دماغ کی شریان پھٹ گئی ہے۔

اب اللہ کے ذکر سے ہر وقت معمور رہنے والی زبان بند ہو چکی تھی۔ ٹھیک ساڑھے تین بجے یہ مردِ مجاہد اور ولی کامل اس عالم آب وگل سے رشتہ توڑ کر بارگاہِ الٰہی میں پہنچ گیا۔ "اللھم اکرم نزلہ و وسع مدخلہ و ادخلہ جنت الفردوس"۔

قدرت کے رنگ دیکھیے کہ جہاں تھوڑی دیر پہلے نماز ظہر کے بعد یہ اعلان ہو رہا تھا کہ نمازِ عشاء کے بعد حضرت صوفی

Marfat.com

عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کی صدارت میں جلسہ عام منعقد ہوگا، اب چند ساعتیں بعد وہیں نمازِ عصر کے بعد یہ اعلان ہونے لگا کہ حضرت صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ ص: ۴۱۳-۴۱۵)

دیوبندی، بریلوی، شیعہ حضرات کی شرکت: یہ نہایت اندوہناک خبر تھی جو تیزی کے ساتھ تاندلیاں والا شہر اور اس کے اردگرد کے دیہات میں پھیل گئی اور لوگ بہت بڑی تعداد میں غلہ منڈی میں پہنچ گئے، جہاں ان کی میت رکھی ہوئی تھی۔ ان میں ہر مسلکِ فقہی کے لوگ شامل تھے۔ اہلحدیث کے علاوہ دیوبندی اور بریلوی یہاں تک کہ شیعہ حضرات بھی اس مجمع کثیر میں موجود تھے۔ عورتیں بھی بہت بڑی تعداد میں وہاں آ گئی تھیں۔ **ان کی وفات کا اعلان تمام مسالک فقہ کی مساجد میں ہوا، اور بے حد افسوسناک لہجے میں ہوا۔ بازار بند ہو گئے اور دکانوں کو تالے لگا دیئے گئے۔**

تھوڑی دیر بعد تجہیز و تکفین بھی ہوگئی۔ چارپائی کے ساتھ بڑے بڑے بانس باندھ دیئے گئے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اسے ہاتھ لگا سکیں۔ نمازِ مغرب کے بعد حضرت میاں محمد باقر مرحوم و مغفور نے تاندلیاں والا کے کمیٹی باغ میں جنازہ پڑھایا۔ یہ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کا پہلا جنازہ تھا۔ جنازے میں شہر اور گردونواح کے ہزاروں کی تعداد میں لوگ شامل تھے، اہلحدیث بھی، دیوبندی بھی، بریلوی بھی اور شیعہ حضرات بھی......

ماموں کانجن میں حضرت کی وفات کی اطلاع دی جا چکی تھی۔ جنازے کے بعد میت کو سمندری کے راستے ماموں کانجن لے جایا گیا۔ سمندری میں اس حادثے کی خبر پہنچ چکی تھی۔ وہاں چہرہ دیکھنے والے بے شمار لوگ جمع ہو گئے تھے۔ رات کے تقریباً دس بجے میت جامعہ تعلیم الاسلام (ماموں کانجن) پہنچی۔ وہاں ایک جم غفیر موجود تھا۔ ہر شخص کے چہرے پر اداسی چھائی ہوئی تھی۔ ہر متنفس افسردہ تھا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ ص: ۴۱۵-۴۱۶)

ولی کامل اور عارف باللہ کا مقام مدفن

حضرت مرحوم کو جامعہ تعلیم الاسلام (ماموں کانجن) کے احاطے میں دفن کیا گیا اور یہ بہت ہی اچھا ہوا۔ ان کی زندگی جس انداز سے گزری تھی اور اللہ نے ان کو جن اوصاف و محاسن سے نوازا تھا، اس کی بنا پر یوں تو سب لوگ انہیں ولی کامل اور عارف باللہ قرار دیتے تھے اور یہ بات بالکل صحیح تھی، لیکن ماموں کانجن کے قرب و جوار کے لوگ ان کی قبولیتِ دعا کی بنا پر بالخصوص ان سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے اور اندیشہ تھا کہ اس عقیدت کا دائرہ اتنی وسعت نہ اختیار کر لے کہ احکام شرع سے ناواقف طبقے کی طرف سے ان کی قبر پر اسی طرح کے جذبات کا اظہار ہونے لگے، جس طرح کا بہت سے بزرگانِ دین کی قبروں پر ہو رہا ہے۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ انک انت الغفور الرحیم۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ ص: ۴۱۶-۴۱۷)

سرکش ریچھ کا فرماں بردار ہو جانا

(حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رشتہ دار اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ) ویسے تو صوفی صاحب رحمہ اللہ کی بے شمار کرامات ہیں،

Marfat.com

لیکن، میں اللہ کے نیک ولی کی یہاں کچھ باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں جو میرے علم میں ہیں۔ ایک دفعہ صوفی صاحب رحمہ اللہ مدرسے کے چندے کیلئے کسی گاؤں میں جا رہے تھے، اس گاؤں میں ایک ریچھ اپنے مالک سے بے قابو ہو گیا، گاؤں کے سب لوگ اپنے گھروں کی چھتوں پر چڑھے ہوئے تھے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کو لوگوں نے آگے جانے سے روکا مگر آپ ریچھ کے پاس گئے اور اپنی چھڑی سے اس کے ارد گرد حصار کی طرح لکیر کھینچی تو وہ ریچھ باوجود کوشش کے اس حصار سے نہ نکل سکا۔ پھر صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اس کے مالک کو فرمایا ''لو اب اس کو باندھ لو''۔

معذور لڑکے کا ٹھیک ہو جانا

ایک دفعہ ایک عورت اپنے ۶ سال کے بیٹے کو کندھے پر اٹھا کر صوفی صاحب کے پاس لائی کہ اس کیلئے دعا کر دیں یہ اپنے پیروں پر چل نہیں سکتا اس کی کمر میں درد تھا صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ان کو دم کیا اس لڑکے نے کہا اب درد ٹانگ میں آ گئی ہے پھر دم کیا کہنے لگا اب پاؤں میں نیچے آ گئی ہے پھر دم کیا تو وہ لڑکا بالکل ٹھیک ہو گیا اور خود اپنے پاؤں پر چل کر واپس گیا۔

اللہ سے منوا کر ہی دعا ختم کرتے

صوفی صاحب رحمہ اللہ جب بھی کسی کام کیلئے ہاتھ اٹھاتے تو اس پر قبولیت کی مہر لگانے کے بعد ہی ان کے ہاتھ نیچے ہوتے۔ وہ بہت لمبی دعا مانگتے تھے اور اللہ سے منوا کر ہی دعا ختم کرتے تھے۔ ابھی موجودہ دور میں بہت سے ان کے ایسے مریدین چلے آ رہے ہیں ان کی اولاد صوفی صاحب رحمہ اللہ کی دعا سے ہوئی ہے۔ ایک صاحب کو اللہ نے حضرت رحمہ اللہ کی دعا کی بدولت 7 بیٹے عطا کیے۔ (بحوالہ کتاب: علمائے اہل حدیث کا ذوقِ تصوف۔ صفحہ ۱۳۰۲)

(از طرف: میاں غضنفر اللہ دوٹو، فاروق ٹاؤن فیصل آباد)

بخدمت اقدس بابائے تاریخ وادب جناب مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ: نہایت آداب وسلام کے بعد عرض ہے کہ دل چاہتا ہے کہ آپ کی زیارت کیلئے حاضر ہوتا مگر ابھی کچھ دیر ہے یکم مئی 2006ء کو میں رحمانیہ دار الکتب امین پور بازار فیصل آباد مولانا محمد رمضان سلفی حفظہ اللہ کے پاس حاضر ہوا تو حسب عادت پوچھا جناب بھٹی صاحب کی کوئی نئی کتاب آئی ہے۔ انہوں نے آپ کی کتاب بنام سوانح صوفی محمد عبد اللہ رحمہ اللہ دکھائی میں نے خرید لی، پڑھنے سے پہلے ہی مجھے یقین تھا کہ بابائے تاریخ اہل حدیث جس شخصیت پر لکھتے ہیں ان کے متعلقات تمام شخصیات کا بھی تعارف کرواتے ہیں جس کا تعلق کسی بھی طریقہ سے اس شخصیت سے رہا ہو۔ کتاب پڑھنے پر میرا یقین اب عین الیقین ہو چکا تھا، دل بے قرار ہوا کہ لاہور جانے کیلئے اگر وقت نہیں ملتا تو چند حروف آپ کی خدمت عالیہ میں پیش کروں یہ کتاب بھی آپ کی پہلی تصانیف کی طرح اپنی مثال آپ ہے بالخصوص اس میں حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کے علاوہ جماعت مجاہدین کا تعارف کروایا گیا ہے۔ مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی رحمہ اللہ کا نام تو سنا تھا مگر پڑھا آپ کی اس کتب میں ہے۔ اس دور کے کتنے ہی اساتذہ کرام وتلامذہ عظام کے حالات مختصر اور جامع بیان کیے گئے ہیں۔ اسلاف کے حالات ان کے اخلاف تک پہنچانا ویسے تو ہر صاحب علم کی ذمہ داری ہے مگر جسے اللہ توفیق

Marfat.com

دے اس کا سہرا نہ صرف جماعت اہل حدیث میں سے بلکہ عالم اسلام میں سے آپ ہی کی سر ہے۔اس طرح کسی نے بھی اپنے اکابر کو تحریر میں اخلاف کیلئے محفوظ نہیں کیا جس طرح کہ آپ کو اللہ نے توفیق نصیب فرمائی ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کی صحت،علم وعمل میں برکات نازل فرمائے اور اس سرمایہ چشمہ علم وادب سے ہمیں مستفیض ہونے کی توفیق نصیب فرمائے۔ویسے تو بندہ آپ کی تحریر اور تعارف سے 1978ء میں آشنا ہوا تھا جب میں جامعہ سلفیہ میں چوتھی کلاس میں پڑھتا تھا اس وقت میں نے اپنے گاؤں میں ماموں جی کے پاس اردو قومی ڈائجسٹ دیکھا جس میں مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے حالات بیان تھے اور غزنوی خاندان کا جب ذکر آیا ہمارے آبائی مربی امام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے ذکر کے ساتھ ہمارے گاؤں فیروز وٹواں اور وٹو برادری کا ذکر پڑھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی اس کے بعد الاعتصام میں کبھی کبھی آپ کا مضمون پڑھنے کو مل جاتا۔تاہم زیارت کی تمنا ابھی باقی تھی۔

میرے شیخ کے حالات میری خوشی کا سبب

جب میں نے 2000ء میں آپ کی کتاب ''بزم ارجمنداں'' پڑھی جس میں مولانا ابوالکلام آزاد،مولانا محمد صدیق لائلپوری رحمہ اللہ جو میرے شیخ ہیں۔مولانا امرتسری رحمہ اللہ،حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ اور دیگر شیوخ اسلام کو میں نے حرفاً حرفاً پڑھا۔اپنے اکابرین کی خدمات اسلام پڑھ کر ایمان کو تازگی نصیب ہوئی۔اس کے فوراً بعد ہی آپ کی کتاب ''نقوش عظمت رفتہ'' مل گئی وہ اس سے بھی بڑھ کر تھی پھر تو بندہ مجبور ہو گیا کہ ایسے محسن جماعت اہل حدیث کی زیارت ضرور کی جائے۔

راویان کرامات سے شناسائی

جنوری 2000ء کو بندہ نے آپ کی اقامت گاہ پر زیارت کا شرف حاصل کیا۔اس کے بعد فون پر کبھی دل اداس ہوتا تو سلام عرض کرتا رہا ہوں جس کو آپ انتہائی شفقت سے قبول فرمالیتے ہیں یہ آپ کی شفقت ہے۔اس کے بعد بندہ دوبارہ زیارت کیلئے 29 دسمبر 2005ء کو صبح 9 بجے حاضر ہوا تھا،رات جامع قدس میں مولانا مفتی عبداللہ عفیف حفظہ اللہ تعالیٰ کے پاس ٹھہرا تھا۔بات تو عرض کر رہا تھا کہ آپ سے کب متعارف ہوا بات طول پکڑ گئی۔عریضہ پیش کر رہا تھا کتاب پڑھ کر بچوں بچیوں کو حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کی کرامات سنائیں جو آپ نے نوراں کی بات سے شروع کر کے مولانا عفیف حفظہ اللہ تعالیٰ کے والد کے دعائے صحت پر 59 کرامات درج کی ہیں۔ان میں بہت سے واقعات کے راوی ہمارے دوست محمد اشرف جاوید صاحب ہیں اور محمد رمضان سلفی صاحب ہیں۔

ایک نہایت مستند کرامت کی تصدیق

اس میں کسی قسم کا شک نہیں کہ صوفی صاحب بھی مستجاب الدعوات تھے،انکی ایک کرامت میرے پاس بھی امانت ہے،چاہتا ہوں کہ آپ کی خدمت عالیہ میں پیش کروں۔1982ء میں بندہ فاضل عربی کا امتحان دینا چاہتا تھا 81ء میں جامعہ سلفیہ سے فارغ ہو چکا تھا تاہم نصاب فاضل عربی کی کتب کے حصول اور اساتذہ سے رہنمائی کیلئے دار العلوم رحمانیہ فاروق آباد (شیخوپورہ) کچھ دیر قیام کیا وہاں ایک استاذ محترم محمد صدیق ارچند والے ہمیں حماسہ اور موطا امام مالک رحمہ اللہ پڑھاتے تھے۔حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کا ذکر شروع ہوا تو مولانا موصوف نے ایک واقعہ بطور کرامت بیان کیا اور جس کے ساتھ یہ واقعہ گزرا تھا ان کا نام حکیم نور محمد ڈی ٹائپ کالونی فیصل آباد

Marfat.com

ہے کہ بندہ جب 1988ء میں فیصل آباد آیا حکیم صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کا اشارہ دیا اور ساتھ عرض کی کہ میں آپ کی زبان سے سننا چاہتا ہوں۔ تو حکیم صاحب نے فرمایا میں آپ کو پوری کرامت تفصیل سے بیان کرتا ہوں۔

کرامت بیان کرنے سے پہلے حکیم صاحب کا مختصر تعارف یہ ہے کہ ڈی ٹائپ فیصل آباد کے رہنے والے یہ حکیم صاحب کسی دوسرے مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور اسی کرامت کی وجہ سے اہل حدیث ہوئے اپنی بیٹیاں اہل حدیثوں کے گھر بیاہیں۔ ان کی ایک بیٹی حافظ محمد سلیمان (مدرس کلیہ دار القرآن والحدیث) کے گھر ہے ایک بیٹی قاری محمد عارف امام مرکزی جامع مسجد اہل حدیث امین پور بازار کی اہلیہ ہیں۔ ان کے ایک نواسے جو کہ ایک اور بیٹی سے ہیں عالم دین ہیں ان کا نام محمد اویس قرنی ہے اور سرگودھا کسی اہل حدیث مسجد میں خطیب ہیں۔ حکیم نور محمد رحمہ اللہ نے تمام زندگی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق گزاری آخری ایام میں وہ اپنا بیشتر مستقل مسجد محمد اہل حدیث کوارٹر منڈی فیصل آباد میں لے گئے اور وہیں عشاء کی نماز کے بعد 17 اگست 1992ء بروز جمعرات مالک اجل کو لبیک کہہ گئے۔

18 اگست 1992ء جمعۃ المبارک کی نماز کے بعد ان کی نماز جنازہ ان کے داماد حافظ محمد سلیمان صاحب حفظہ اللہ نے پڑھائی۔

حکیم صاحب نے یہ کرامت ہم سے بیان کی اور کہنے لگے کہ میں ایک بزرگ کا بہت ہی زیادہ معتقد تھا۔ جب وہ فوت ہوئے تو میں جنازہ پر گیا بعد از تدفین واپس آیا تو صدمہ کی وجہ سے دل میں درد ہونے لگا آہستہ آہستہ یہ مرض بڑھتا گیا یہاں تک کہ ایک سال گزر گیا بہت علاج کئے، اوروں سے کروائے مگر بے سود۔ ایک سال کے بعد درد نا قابل برداشت ہونے لگا کسی نے بتایا کہ اس کا علاج اوڈاں والا میں ایک بزرگ صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ ہیں وہ کر سکتے ہیں۔ 10 مئی 1963ء بروز جمعۃ المبارک کو جب میں اوڈاں والا پہنچا تو خطبہ جمعہ ہو رہا تھا مولانا عبدالعزیز راشد فیصل آبادی اس وقت وہاں طالب علم تھے وہ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ بعد از نماز جمعہ حضرت صوفی صاحب ایک چھپر کے نیچے چارپائی پر بیٹھے تھے اور لوگ موجود تھے کوئی آتا السلام علیکم کہتا اور بیٹھ جاتا یا چلا جاتا۔ میں بھی قریب ہوا سلام عرض کیا اٹھ کر مجھ سے ہاتھ ملایا۔ نہ میں نے کچھ بتایا نہ ہی انہوں نے پوچھا، ہاتھ ملاتے ہی مجھے اپنے سینے سے لگا لیا اور دایاں ہاتھ میری کمر پر رکھا کچھ دیر پڑھتے رہے مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے دل کے درد پر کافور رکھ دیا گیا ہے، مکمل سکون نصیب ہو گیا۔ اس کے بعد خود چارپائی پر بیٹھ گئے اور مجھے ساتھ والی چارپائی پر بیٹھنے کا فرمایا۔ مجھے بھوک لگی تھی اور پیاس بھی شدت کی مجھے پوچھے اور بتائے بغیر ایک آدمی کو کھانا لانے کا کہا جب میں کھانا کھا چکا اب میں بالکل صحت یاب تھا۔ میں نے سوچا کہ **صوفی صاحب رحمہ اللہ کو اپنا تمام معاملہ تو پیش کروں، جب میں نے کچھ کہنا چاہا تو فرمانے لگے یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔** میں خاموش ہو گیا اپنا نام اور پتہ بتایا اور دوبارہ آنے کا وعدہ کیا واپسی کی اجازت چاہی تو فرمایا نماز سنت کے مطابق پڑھا کریں۔ گھر آ کر میں نے تمام اہل خانہ کو بتایا کہ آج کے بعد ہم اہل حدیث مکتبہ فکر کے مطابق نماز اور تمام زندگی گزاریں گے اور اب تک بحمد اللہ ہم قرآن و سنت کے مطابق ہی زندگی گزارنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس کے بعد حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کے پاس کئی دفعہ حاضر ہوا صوفی صاحب بھی کئی بار ہمارے ہاں تشریف لاتے اور ہمیں خدمت کا موقع ملتا رہا۔

Marfat.com

میلے کپڑے شفایابی کا ذریعہ

یہ بات حکیم صاحب نے ہم سے بیان کی اس کے بعد ہمیں چائے پلائی اور فرمایا میرے پاس دو باتیں اور بھی ہیں اگر آپ شوق رکھتے ہوں تو بیان کروں ہم نے کہا جی ضرور۔ فرمایا: جب صوفی صاحب بیمار ہوئے تو سول ہسپتال میں داخل تھے۔ مجھے معلوم ہوا، خیریت معلوم کرنے کیلئے حاضر ہوا، ہسپتال میں رہتے ان کو چند ہو گئے تھے۔ کھدر کے سفید کپڑے پہن رکھے تھے جو کافی میلے ہو چکے تھے، میں سائیکل پر گھر آیا، اپنے دھلے کپڑے لے گیا۔ عرض کی: حضرت یہ کپڑے بدل لیں تا کہ ان کپڑوں کو دھویا جائے۔ پہلے تو نہ مانے میرے اصرار پر کپڑے تبدیل کیے، دھونے والے کپڑے میں گھر لایا ان کو سوڈا وغیرہ میں ڈال دیا گیا، یعنی بھگو دیا۔ اسی رات میری بیوی کے پیٹ میں شدید درد ہو، اکوئی دوائی اثر نہ کرتی تھی، اس نے مجھے بتائے بغیر صوفی صاحب کے بھگوئے کپڑوں کے پانی سے ایک چلو پانی پی لیا اللہ نے شفاء دی۔ بعد میں میری اہلیہ نے بتایا کہ اس طرح میں نے صوفی صاحب کے کپڑوں کی میل والا پانی پیا ہے۔ دوسرے دن میں کپڑے لے کر حاضر ہوا یہ ہمارا واقعہ بتایا تو آپ رحمہ اللہ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور ساتھ کہا اللہ اس کو معاف کرے۔

استعمال شدہ کپڑے کی برکات

ایک دفعہ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ ہمارے گھر آئے کھانا وغیرہ کھایا بعد میں وضو کیا میرے صافے (سر کا کپڑا) کے ساتھ صوفی صاحب نے ہاتھ منہ صاف کیا اور میں نے یہ کپڑا بغیر دھوئے اپنے مطب میں رکھا **جب کوئی مریض درد سر کی شکایت کرتا تو یہ کپڑا میں اس کے سر پر رکھ دیتا اللہ اسے شفاء نصیب فرماتا۔** بہت دیر تک یہ نسخہ میں استعمال کرتا رہا آخر کسی نے گھر میں مجھے بتائے بغیر یہ کپڑا دھو دیا۔

اشاعت کرامات کا اشتہار اور تین کرامات کا اظہار

تین کرامات حکیم صاحب نے بیان کیں مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کا اشتہار الاعتصام میں نہ پڑھا ورنہ یہ پہلی فرصت میں بھیجتا اور پہلے ایڈیشن میں چھپ جاتیں۔ اس کے علاوہ ایک سال قبل بندہ کو آپ نے فرمایا تھا کہ اپنا تعارف تفصیل سے لکھ کر بھیجیں بندہ اس قابل نہ تھا۔ مگر آپ کی شفقت اور نظر کرم کی بنیاد پر چند الفاظ لکھے ہیں بندہ قلم کاریوں کی لطافت ونزاکت سے نہ آشنا ہے، امید ہے کہ آپ امام القلم ہونے کے ناطے برداشت کرلیں گے، کیوں کہ بڑے لوگوں کا ظرف قوت برداشت بڑا ہوتا۔ (آپ کا خادم: میاں غضنفر اللہ وٹو، گلی نمبر 2 فاروق ٹاؤن (فیصل آباد)

تاثیر نگاہ ولی ...... جو فرمایا وہ ہو گیا

از: خوشی محمد غازی، ریٹائرڈ سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی پنجاب

واجب الاحترام مولانا اسحاق بھٹی صاحب السلام علیکم! میں ملازمت کی تلاش میں تھا۔ میں جناب صوفی محمد عبد اللہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ صاحب موصوف ماموں کانجن تشریف فرماتے تھے۔ میں وہاں حاضر خدمت ہوا نہایت پیار وشفقت سے ملے، میں نے ملازمت کیلئے دعا کی درخواست کی۔ کافی دیر دعا فرماتے رہے اور فرمایا کہ اللہ پاک پنشن والی ملازمت دے

Marfat.com

دے۔لیکن جو مجھے ملازمت ملی اس محکمہ میں پنشن نہیں تھی۔میں سوچتا کہ ولی اللہ نے دعا فرمائی ہے لیکن یہ ملازمت پنشن والی نہیں ہے۔لیکن کچھ دن بعد حکومت نے میرے محکمے مارکیٹ کمیٹیز پنجاب کی پنشن منظور کردی۔اس طرح اس ولی کامل کی دعا جو صرف میرے لیے تھی اس دعا کی وجہ سے محکمہ کے دیگر ملازمین کو تا قیامت فائدہ پہنچتا رہے گا۔اسے کہتے ہیں تاثیر نگاہ ولی۔

اس کے علاوہ میرے گاؤں میں دو اصحاب کے صرف بیٹیاں ہی تھیں ولی کامل کی دعا سے انکے ہاں کئی بیٹے پیدا ہوئے جو کہ اب خود صاحب اولاد ہیں۔میرے گاؤں میں ہی ایک صاحب کیلئے دعا کی تو اللہ پاک نے انہیں کروڑ پتی بنادیا ہے۔اسکے علاوہ بہت سی کرامات سنی ہیں لیکن میں نے صرف چشم دید ہی لکھی ہیں۔

کیفیت حضوری قبولیت کی وجہ

جناب بھٹی صاحب! میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب صوفی صاحب رحمہ اللہ میرے لئے ملازمت کی دعا فرما چکے تو اس کے کچھ دیر بعد میں نے ایک اور عرض کی تھی، تو صوفی صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے آپ پہلے ہی بتادیتے کیونکہ اس وقت میں اللہ رب العزت کے دربار میں حاضر ہوا تھا۔

جناب عالیٰ! میں جوان سے بوڑھا ہو گیا ہوں لیکن مجھے آج تک ایسی اللہ کی بارگاہ میں حاضری والی ہستی نہیں ملی۔آپ حکم فرمائیں کہ میں آپ کے پاس کب حاضر ہوں یا آپ رہنمائی فرمادیں کہ میں کس کے پاس حاضر ہوں بہت شکریہ۔میرے ایڈریس پر آپ بیرنگ خط ہی لکھ دیں تاحیات مشکور رہوں گا۔بہت بہت شکریہ!(حاجی خوشی محمد غازی، ریٹائرڈ سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی پنجاب، چک نمبر 18، ڈاکخانہ خاص تحصیل چونیاں ضلع قصور براستہ کوٹ رادھا کشن)

باکمال صوفی کی چند کرامات

از: قاری حفیظ الرحمٰن سندھو حفظہ اللہ تعالیٰ

جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کے حوالے سے

دم سے ناکارہ بازو کا شفاء پاجانا

حمید فلور ملز ملتان کے مالک کی بیٹی کا ایک بازو کسی وجہ سے ناکارہ ہو گیا تھا، مشہور تھا کہ یہ جنات کی وجہ سے ہے۔اس کے والد کی درخواست پر صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اسے مسلسل دو دن دم کیا، اس کا ناکارہ بازو حرکت کرنے لگا اور کارآمد ہو گیا۔حمید فلور ملز کے مالک ہمیشہ جامعہ تعلیم الاسلام کی مالی امداد کرتے رہے۔

تعویذ میں برکت......ولی کا دعا کا نتیجہ

محترم جناب قاری محمد ایوب فیروز پوری رحمہ اللہ کے ایک بھائی مولوی محمد حسین تھے وہ مولانا محمد حنیف مہاجر مکی کے گہرے دوست تھے۔مولانا محمد حنیف پہلے ان کو لے کر صوفی صاحب رحمہ اللہ کے پاس (مولانا محمد اسحاق ملتانی کے مکان کے پر) گئے اور عرض کیا کہ ان کے لیے دعا کریں اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کیلئے باعث شفاء بنادے......صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا کی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے انہیں اپنی مخلوق کیلئے شفاء کا ذریعہ بنا دیا۔ ان کے دم اور تعویذ میں تاثیر پیدا ہو گئی۔

چور کا انکشاف آپکی سچی کرامت

3 مارچ 1972ء میں مولانا محمد اسحاق ملتانی کے والد گرامی مہر دین نے وفات پائی۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ تعزیت کیلئے ملتان گئے، حاجی غلام قادر ہزاروی بھی ساتھ تھے۔ مولانا موصوف کے محلے کے ایک گھر میں چوری ہو گئی، جن کی چوری ہوئی تھی انہوں نے ایف آئی آر میں حاجی غلام قادر کا نام درج کرا دیا تھا۔ جب یہ بات صوفی صاحب رحمۃ اللہ کے علم میں آئی تو انہوں نے فرمایا! ہم یہیں ٹھہریں گے چور آج رات دوبارہ آئے گا۔ انکے اس انکشاف پر گھر کا مالک پستول سرہانے رکھ کر سو گیا۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ نے دعا کی کہ یا اللہ چور کو ظاہر کر دے۔ **صوفی صاحب رحمۃ اللہ کے قول کے مطابق دوسری رات پھر چور آیا تو مالک بیدار ہو گیا اور اس نے چور پر پستول تان لیا۔** اب مالک اور چور گتھم گتھا ہو گئے اس دوران چور بھاگنے لگا تو مالک نے اس کے ہاتھ کے انگوٹھے پر دانتوں سے کاٹ لیا اور وہ کسی طرح جان چھڑا کر بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔

اگلی صبح جب اس چور کے متعلق باتیں شروع ہوئیں اور اس کو جس کا انگوٹھا کاٹ لیا گیا تھا، تلاش کرنا شروع کر دیا تو وہ محلے ہی کا ایک لڑکا نکلا۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ کی دعا قبول ہوئی اور اللہ کریم نے چور کو ظاہر کر دیا۔

پریشانی میں صوفی صاحب کی رہنمائی

مولانا محمد اسحاق ملتانی رحمۃ اللہ 1952ء میں اوکاڑہ سے ترک سکونت کر کے ملتان چلے گئے تھے، جس مکان کو خریدنے کیلئے انہوں نے بیعانہ مالک مکان کو دیا تھا وہ لیت و لعل سے کام لے رہا تھا اور مسلسل پریشانی کا باعث بنا ہوا تھا۔ اس طرح کئی روز گزر گئے کسی طرح یہ بات صوفی صاحب رحمۃ اللہ کے علم میں آئی تو انہوں نے دعا فرمائی اور مولانا محمد اسحاق صاحب سے کہا کہ وہ اس شخص کے پاس جائیں تو سارے معاملات طے ہو جائیں گے اور رکاوٹیں دور ہو جائیں گی، اللہ تعالیٰ مہربانی کرے گا۔

چنانچہ وہ علی الصبح اس شخص کے پاس جا رہے تھے اور وہ شخص ان کی طرف آ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ وہ ان کا رات سے انتظار کر رہا ہے آؤ اور مکان کا انتقال کروا لو۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ کی دعا قبول ہوئی اور مولانا محمد اسحاق رحمۃ اللہ کا مسئلہ حل ہو گیا۔

ولی کامل کے مقام کی غیبی رہنمائی

مولانا محمد اسحٰق ملتانی، مولانا عبداللہ محدث لائل پوری رحمۃ اللہ کے شاگرد تھے۔ مولانا عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ اوکاڑہ سے ملتان گئے اور مولانا کے مطب پر پہنچے، وہ اپنے استاد محترم کی اچانک آمد پر نہایت خوش ہوئے اور حیران بھی مولانا عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ صوفی صاحب رحمۃ اللہ کے پاس سونا بنانے کا نسخہ ہے۔ آپ ان کے پاس جائیں اور نسخہ دریافت کریں وہ آپ کو ضرور بتا دیں گے۔

ابدال اور مجذوب کس نے دیکھے؟

مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ابدال اور مجذوبوں سے رہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ابدال بھی موجود ہیں اور مجذوب بھی۔ ان کا ذکر صلحاء و اتقیا کے تذکروں میں آتا ہے۔ ان کی عادات و اطوار اور حرکات و سکنات کے بھی کچھ حصے مشہور ہیں جو عام لوگوں سے مختلف نوعیت کے ہیں۔ مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ان کیساتھ تھوڑا یا زیادہ تعلق رہا۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ، ص: ۴۱)

Marfat.com

استاد محترم کا حکم ملتے ہی شاگرد مکرم نے اوڈاں والا کیلئے رخت سفر باندھا۔ روانگی سے قبل مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے انہیں ہدایت کی کہ پہنچ کر یہ وظیفہ (کوئی وظیفہ بتایا تھا) پڑھنا شروع کردیں۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ آپ سے خود دریافت کریں گے تو پھر آمد کا مقصد بتادیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، صوفی صاحب رحمہ اللہ نے خود پوچھا، اسحاق کی گل اے (اسحاق کیا بات ہے؟) ان کے استفسار پر انہوں نے ساری بات کہہ دی۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا! لوگ میرے بارے میں یہی تاثر رکھتے ہیں لیکن یہ بات غلط ہے، **جو سونا میرے پاس تھا وہ وہی اذکار وظائف ہیں جو میں نے تم کو بتادیئے ہیں وہی میرا سونا ہے۔**

ان کا یہ جواب سن کر وہ واپس چلے گئے اور یہ جواب مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے گوش گزار کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ پھر جائیں۔ مولانا محمد اسحاق نے فرمایا کہ مجھے استخارہ کرنے کی مہلت دی جائے بعد میں چلا جاؤں گا۔ مولانا کے کہنے سے انہوں نے استخارہ کیا اور سوتے میں دیکھا کہ شیشے کا ایک مضبوط، خوبصورت اور عالی شان کمرہ ہے اس کے اندر نہایت خوبصورت روشنی ہے اس میں ایک تخت نما کرسی پر صوفی صاحب رحمہ اللہ تشریف فرما ہیں اور ذکر الٰہی میں مشغول ہیں اور اردگرد سونے کے ڈھیر پڑے ہیں۔

صبح ہوئی تو رات کو جو کچھ شاگرد نے خواب میں دیکھا تھا استاد محترم کو بتایا تو انہوں نے فرمایا! بس کرو! اب ان کے پاس اس مقصد کیلئے نہ جاؤ، اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کا مقام و مرتبہ دکھادیا ہے۔

صرف ایک دعا نے زندگی پلٹ دی

قیام پاکستان کے بعد حکومت نے جماعت مجاہدین کو مجاہد آباد (لودھراں) میں جو زمین الاٹ کی تھی اس کے انتقال کیلئے صوفی صاحب رحمہ اللہ ملتان متعلقہ افسر کے پاس گئے انہیں بتایا گیا تھا کہ افسر بڑا رشوت خور ہے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ رات کو مولانا محمد اسحاق ملتانی کے مکان میں ٹھہرے اور رات کو دیر تک دعا میں مصروف رہے۔ صبح ہوئی تو وہ مولانا محمد اسحاق کو لے کر متعلقہ افسر کے دفتر کی طرف روانہ ہوئے وہ اپنے دفتر سے باہر نہایت پریشان تھا۔ علیک سلیک کے بعد اس نے بتایا کہ وہ باباجی کا شدت سے انتظار کر رہا تھا آیئے تشریف رکھیے۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے بیٹھتے ہی شلوکے کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور افسر سے کہنے لگے یہ مجھ سے بھی لے لو، جو تم لوگوں سے لیتے ہو۔ یہ کہتے ہوئے صوفی صاحب رحمہ اللہ نے روپے نکالے۔ خدارا نہ نکالیے، نہ نکالیے، میں جل مروں گا۔ نہ نکالیے، وہ بار بار یہی کلمات دہرا رہا تھا، اس کی استدعا پر صوفی صاحب رحمہ اللہ نے جیب سے ہاتھ نکال لیا۔ افسر مذکور نے فوری طور پر ان کا کام مکمل کر دیا۔

طویل مدت کے بعد مولانا محمد اسحق ملتانی کا پاک گیٹ (ملتان) کے قریب اس افسر سے سرراہ ٹاکرا ہوگیا۔ مولانا نے اپنا تعارف کرایا اور دریافت کیا کہ اس روز کیا بات تھی آپ بار بار کہہ رہے تھے نہ نکالیے میں جل مروں گا۔

اس نے کہا آپ نے مجھے کون سی بات یاد کرادی ہے۔ خدارا آپ اس کے بارے میں مجھ سے مت پوچھیں، اس کا علم صرف مجھے یا میرے خدا کو ہے کہ اس دن اگر میں باباجی سے روپے لے لیتا تو جل کر خاک ہوجاتا اب بھی کبھی وہ منظر یاد آجاتا ہے تو رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

Marfat.com

پے در پے چار بیٹوں کا حصول

حافظ عبدالرزاق (فاضل جامعہ تعلیم الاسلام، ماموں کانجن) اپنے والد محترم حافظ محمد اسماعیل کے حوالے سے بیان کرتے ہیں، حافظ محمد اسماعیل مدرسہ تعلیم الاسلام، اوڈاں والا میں زیر تعلیم رہے تھے، آج کل وہ جامعہ مسجد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نواں شہر شورکوٹ میں خطیب ہیں، ان کے ایک بھائی احمد بخش (ساکن موضع بڈھو آنہ، ضلع جھنگ ہیں) احمد بخش کے نرینہ اولاد نہ تھی پانچ بیٹیاں تھیں۔ وہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت مس حاضر ہوئے اور نرینہ اولاد کیلئے دعا کی درخواست کی۔ انہوں نے حسب عادت دعا فرمائی تو اللہ کریم نے احمد بخش کو پے در پے چار بیٹے عطا کیے۔

پریشانی میں فراوانی کے غیبی اسباب

میرے نانا رانا محمد اسلم خاں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ بیل گاڑی سے جامعہ تعلیم الاسلام کیلئے گندم چھوڑنے گئے، صوفی صاحب رحمہ اللہ آرام فرمارہے تھے اور کہہ رہے تھے یا اللہ! اساتذہ کو وظائف بھی دینے ہیں طلباء کے لئے کتابیں بھی خریدنی ہیں اور اکل وشرب کا بندوبست بھی کرنا ہے وغیرہ...... یا اللہ! اپنے کسی بندے کو بھیج دے۔

وہ بتاتے ہیں کہ وہ ابھی وہیں تھے کہ ایک آدمی آیا اور مدرسے کیلئے بیس ہزار روپے نقد دے گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک عورت زیورات کی ایک پوٹلی صوفی صاحب رحمہ اللہ کے حوالے کر گئی۔ اسی وقت صوفی صاحب رحمہ اللہ نے مولوی عبدالرب صاحب کو کتابیں خریدنے کیلئے رقم دے کر ملتان بھیج دیا۔ (قاری حفیظ الرحمٰن سندھو، جامعہ تعلیم الاسلام: ماموں کانجن)

صوفی صاحب رحمہ اللہ کی بائیس کرامات

از: حکیم رانا مدثر محمد خاں، 485 گ ب سمندری: فیصل آباد

صوفی صاحب کے خصوصی معالج کی شہادت

حکیم نور الٰہی صاحب 1932ء میں چک نمبر 491 گ ب جنڈاں والا تحصیل سمندری ضلع لائل پور میں پیدا ہوئے۔ قریبی گاؤں چک نمبر 496 گ ب کے سکول میں لوئر مڈل تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد مارچ 1944ء میں مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈاں والا میں داخل ہوئے۔ 1951ء میں سند فراغ حاصل کی اور 1952ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کر کے طبیہ کالج لاہور میں داخل ہوئے۔ اساتذہ کی جماعت میں مولانا محمد صادق خلیل رحمہ اللہ، مولانا محمد ابراہیم رحمہ اللہ، مولانا خدا بخش رحمہ اللہ، مولانا محمد اسحاق چیمہ رحمہ اللہ، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ، مولانا محمد یعقوب ملہوی رحمہ اللہ، پیر محمد یعقوب قریشی رحمہ اللہ، حکیم مولوی حافظ جلیل احمد انصاری رحمہ اللہ، حکیم فضل الٰہی مرحوم، حکیم فقیر محمد رحمہ اللہ، حکیم عطاء اللہ (علیگ) سوہدروی رحمہ اللہ اور ڈاکٹر محمد شریف رحمہ اللہ شامل ہیں۔ 1955ء میں کالج سے حکیم حاذق کی سند حاصل کی اور 1956ء سے تادم تحریر منڈی ماموں کانجن میں طبابت کرتے ہیں۔ طبیہ کالج میں حصول علم کے دوران مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ سے بھی اکثر ملاقات رہتی تھی۔ حکیم صاحب کی خدمات کا ایک پہلو یہ ہے کہ وہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے خصوصی معالج رہے۔

Marfat.com

قبولیت دعا کا غیبی اشارہ

حکیم صاحب نے بتایا کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ گھنٹہ گھنٹہ دعا کرتے رہتے تھے دعا کرانے والے اور آمین کہنے والے تھک جاتے تھے لیکن کیا مجال کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ نیچے آئیں جب ان کو یقین ہوجاتا کہ دعا قبول ہوگئی ہے تو پھر دعا ختم کرتے تھے انہوں نے مزید بتایا کہ جب صوفی صاحب رحمہ اللہ ایک خاص انداز سے یا اللہ اللہ اللہ...... بار بار پکارتے تو سمجھ جاتا کہ دعا قبول ہورہی ہے۔

حصول کشف کا وظیفہ

حکیم نورالٰہی صاحب کو صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ایک وظیفہ بتایا تھا کہ وہ ''یا علیم علمنی یا خبیر اخبرنی یا مبین بینی یا رشید ارشدنی'' کا وظیفہ پڑھا کریں حکیم صاحب اس کی پابندی کرتے تھے اس کا کمال یہ تھا کہ اللہ پاک انہیں گم شدہ اشخاص یا اشیاء کے بارے میں معلوم کرادیتا تھا۔ حکیم صاحب کے بقول صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ان کو بتایا کہ بعض علماء کے کہنے سے انہوں نے یہ عمل ترک کردیا تھا۔ اب حکیم صاحب کے حوالے سے صوفی صاحب رحمہ اللہ کی قبولیت دعا کے چند واقعات ملاحظہ فرمایئے، جو انہوں نے مجھے سنائے۔

ہندو کے حق میں مقبول دعا

اوڈانوالہ کے نواح میں (اڈا مریدوالا کے قریب) ایک گاؤں چک نمبر 199 گ ب ہے۔ قیام پاکستان سے قبل وہاں کے ایک ہندو کی بیوی ناراض ہوکر میکے چلی گئی اسے بتایا کہ اوڈاں والا میں ایک بزرگ صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ فروکش ہیں ان کی خدمت میں جاؤ اور دعا کیلئے درخواست کرو۔ جب تک وہ دعا نہ کریں واپس نہ آنا۔ اس نے ایسے ہی کیا۔ بالآخر صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اس سے کہا کہ وہ اپنے گھر چلا جائے اللہ کے فضل سے اس کی بیوی اس کے گھر پہنچنے سے قبل وہاں موجود ہوگی، وہ گھر پہنچا تو واقعی اس کی بیوی آچکی تھی۔

گمشدہ بیل کی کشفی اطلاع

قیام پاکستان سے کچھ عرصہ قبل ایک دن زوردار سیاہ آندھی آئی، جن لوگوں کے مویشی کھلے میدانوں میں چر رہے تھے ان میں بہت سے ادھر ادھر ہوگئے۔ اوڈاں والا کے کسی شخص کا ایک قیمتی بیل بھی گم ہوگیا تھا۔ اس کے مالک نے کئی دن کی تلاش کے بعد صوفی صاحب رحمہ اللہ سے اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ انہوں نے اس کی بات سنی اور کچھ دیر بعد اسے بتایا کہ اس کا بیل چک نمبر 199 گ ب کے فلاں مربعہ میں گندم گاہنے کے لئے لگایا گیا ہے، جاؤ اور اپنا بیل وہاں سے لے آؤ انشاء اللہ۔ انہوں نے وہاں جاکر دیکھا تو واقعی بیل اسی حالت میں تھا جو صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ان کو بتائی تھی۔

گمشدہ کتاب کی کشفی اطلاع

اوڈانوالہ کے ایک شخص کا نام بوٹا لوہار تھا، وہ کیمیا گری میں بہت دلچسپی رکھتا تھا ایک مرتبہ اس شخص کی کیمیا گری سے متعلق ایک قیمتی اور نایاب

Marfat.com

کتاب گم ہوگئی۔ وہ بہت پریشان ہوا اس کے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے تعلقات تھے اس نے یہ واقعہ صوفی صاحب رحمہ اللہ سے ذکر کیا۔ انہوں نے اسے بتایا کہ تمہاری کتاب فلاں جگہ موجود ہے، واقعی کتاب وہاں موجود تھی۔ بخاری شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''ان من عباد اللہ من لو اقسم علی اللہ لابرہ'' (ترجمہ بے شک اللہ تعالیٰ کے بندوں سے ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ کسی معاملے میں قسم کھائیں تو وہ اس کو سچا کر دیتا ہے)۔

رزق حرام کی بدبو محسوس ہو جانا

ایک مرتبہ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے حکیم نور الٰہی سے کہا کہ وہ انکو بذریعہ بائیسکل چک نمبر 485 گ ب چھوڑ آئیں۔ وہ ان کو لے کر چل پڑے جب چک نمبر 484 گ ب سے گزر کر 485 گ ب کی جانب روانہ ہوئے تو صوفی صاحب رحمہ اللہ نے انہیں سائیکل روکنے اور شیشم کے ایک بڑے درخت کے نیچے آرام کرنے کا کہا یہاں انہوں نے حکیم صاحب کو بتایا کہ وہ بہت پریشان ہیں۔ استفسار پر پریشانی بیان کی اور بتایا کہ تقسیم ہند سے قبل اس علاقے کے باشندوں کا رزق حلال تھا، اب اس میں حرام کی آمیزش ہونے لگی ہے۔ لوگ ملازمتیں اختیار کرنے کے بعد بڑے بڑے مناصب پر پہنچ چکے ہیں، رشوت خوری کا سلسلہ بھی شروع ہے اور سودی لین دین بھی رواج پکڑتا جا رہا ہے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے بتایا کہ اگر انہیں کسی ایسے گھر سے جن کے کسب میں حرام کی آمیزش ہو کھانا کھانے کا اتفاق ہو جائے تو اشیاء خورد و نوش سے عجیب سی بدبو آتی ہے اور پھر وہ کسی بہانے سے اس کھانے سے بچ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صوفی صاحب کو اکل حرام سے بچائے رکھا تھا تب ہی تو وہ مستجاب الدعوات تھے اگر اکل حرام کے مرتکب ہو جاتے تو اللہ کے دربار میں ان دعاؤں کو قبولیت حاصل نہ ہوتی۔

ڈاکو کی توبہ اور اولاد نرینہ کا حصول

تاندلیاں والا کے نواحی گاؤں سے تعلق رکھنے والا ایک ڈاکو تھا، اسے ہاتھی کہا جاتا تھا وہ بڑا اکڑیل جوان طویل قامت اور طاقت ور تھا۔ وہ شادی شدہ تھا لیکن اولاد سے محروم۔ اس کی والدہ نے صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیٹے کیلئے اولاد کی دعا کی درخواست کی انہوں نے حسب معمول طویل دعا کرائی۔ دعا قبول ہوئی اسے اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطاء فرمایا اور وہ خود بھی سابقہ روش سے تائب ہو کر نمازی اور پرہیزگار بن گیا۔

دعا کرتے ہی بارش برس جانا

ایک مرتبہ بارش کی شدید ضرورت تھی لوگوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ وہ بارش کیلئے اللہ کے حضور دعا فرمائیں انہوں نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے دعا جاری تھی کہ پندرہ بیس منٹ بعد مغرب کی جانب سے گھٹائیں آئیں اور ہوا چلنے لگی، آنا فانا بارش ہونے لگی، تھوڑی دیر میں سارا علاقہ جل تھل ہو گیا۔

ناامیدی میں نعمت اولاد کا حصول

ایک مرتبہ ایک شخص گوجرانوالہ سے جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ

Marfat.com

بوڑھا ہو چکا تھا اور بہ ظاہر اولاد کے اسباب منقطع ہو گئے تھے اس نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ وہ اس کیلئے دعا کریں تا کہ اللہ تعالیٰ اسے صاحب اولاد کر دے۔

صوفی صاحب نے حسب معمول طویل دعا کی تقریباً ایک سال بعد وہ شخص پھر صوفی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹا عطاء فرمایا ہے پھر اس نے دار العلوم تعلیم الاسلام کیلئے سات ہزار روپے دیئے اور چلا گیا۔

ٹوٹی منگنی کا فوراً شادی میں تبدیل ہو جانا

ایک مرتبہ موڑ کھنڈا کے قریب کسی گاؤں کا ایک شخص صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے بتایا کہ اس نے اپنے گاؤں میں اپنے بیٹے کی منگنی کی ہے لیکن بعض لوگ چاہتے ہیں کہ رشتہ پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکے۔ چنانچہ ان کے کہنے سے لڑکی والوں نے رشتے سے جواب دے دیا ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ بیٹے کی شادی وہیں ہو۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا فرمائی اور وہ چلا گیا جب وہ گھر پہنچا تو اسے بتایا گیا کہ لڑکی کا والد تین بار ان کے گھر کا چکر لگا چکا ہے اور تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ یہ شخص عشاء کے قریب گھر پہنچا تھا لڑکی کے والد کو اس کی اطلاع ہوئی تو فوراً پہنچا اور کہنے لگا جلدی کرو اور نکاح لے لو۔ اسی وقت نکاح کی تیاری شروع ہو گئی اور رات دس بجے کے قریب نکاح ہو گیا۔ رکاوٹ ڈالنے والے خائب ہوئے اور صوفی صاحب رحمہ اللہ کی دعا قبول ہوئی۔

گمشدہ زیور کا مل جانا

حکیم نور الٰہی کے ماموں چوہدری عبدالحمید مرحوم (ساکن چک نمبر 480 گ ب تحصیل سمندری) کی بیوی کا زیور گم ہو گیا اس کا تعلق سکونت 479 گ ب سے تھا۔ زیور کی گمشدگی کی وجہ سے سارا گھر پریشان تھا اسی دوران صوفی صاحب رحمہ اللہ 480 گ ب میں گئے، چوہدری عبدالحمید مرحوم نے ان کو یہ واقعہ سنایا۔ چند دنوں کے بعد وہ 479 گ ب کی طرف جا رہے تھے کہ چودھری صاحب بھی ان کے ساتھ ہو لیے۔ راستے میں انہوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ کو پھر یہ یاد دلایا صوفی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ **ان کا زیور اللہ کے فضل وکرم سے پانچ چھ روز بعد مل جائے گا، انشاء اللہ۔ واقعی انہیں پانچ چھ روز بعد زیور مل گیا** اور ساری الجھنیں جو اس کے گم ہونے سے پیدا ہوئی تھیں ختم ہو گئیں۔

راوی کرامت کا تعارف

حکیم حاجی عبدالحیٔ ناصر 1933ء میں اوڈاں والا میں پیدا ہوئے، انکے والد مولانا اللہ بخش مرحوم (وفات 1943ء، 1362ھ) کا تذکرہ "کتاب سوانح صوفی عبداللہ" (ص 146) میں مذکور ہے۔ دادا حکیم حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ تھے، حکیم عبدالحیٔ صاحب نے دینی تعلیم کیلئے اپنے گاؤں کے مدرسہ تعلیم الاسلام میں داخلہ لیا اس کے بعد علم طب پڑھا اور حکیم تاج محمد نقشبندی اور ڈاکٹر عبدالحمید سے استفادہ کیا۔ 1954ء میں 189 گ ب تلی (ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ) میں اقامت اختیار کر لی اور

Marfat.com

طبابت کی ابتداء یہاں سے کی وہ ایک مستند طبیب مبلغ اسلام اور مخلص رہنما کی حیثیت سے ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ انہی حکیم حاجی عبدالحیٔ ناصر کے حوالے سے چند واقعات سنیے!

گمشدہ زیور کی کشفی اطلاع

اوڈانوالہ میں صوفی صاحب رحمہ اللہ کے قیام کے بالکل ابتدائی دور کا واقعہ ہے ایک عورت صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ میرا زیور گم ہو گیا ہے، میں بہت پریشان ہوں زیور برآمد ہو جائے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا کی اس کے بعد انہوں نے عورت کو بتلایا کہ تمہارا زیور تمہارے ہی گھر فلاں مقام میں مدفون ہے جاؤ اور اسے نکال لو۔ وہ عورت گھر گئی اور صوفی صاحب رحمہ اللہ کے بتائے ہوئے مقام کو کھودا تو واقعی زیور وہاں سے نکلا۔

گمشدہ شخص کیلئے بے خطا عمل

حکیم عبدالحیٔ صاحب کے ایک چھوٹے بھائی کا نام عبدالقدوس ہے وہ کئی سال گھر سے غائب رہا حکیم صاحب صوفی صاحب سے ملاقات کیلئے 189 گ ب تلی سے اوڈاں والا گئے انہوں نے ایک ایک کر کے تمام افراد خانہ کے حالات دریافت کیے انہیں مولانا اللہ بخش (وفات 1943ء، 1362ھ) کے گھرانے سے بڑا انس تھا۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ مولانا اللہ بخش کا بیٹا عبدالقدوس مل نہیں رہا تو انہیں سخت رنج ہوا۔ فرمایا میری صحت ٹھیک نہیں ہے ورنہ میں انشاء اللہ اس کا پتہ کر لیتا۔ پھر انہوں نے حکیم صاحب سے کہا کہ تمہارے گھر کا کوئی فرد روزانہ ہر نماز کے بعد قرآن مجید کی یہ آیت ''افحبستم انما خلقنا کم عبثاً وّانکم الینا لاترجعون'' پانچ سو مرتبہ پڑھے دو تین دن میں معلوم ہو جائے گا کہ کہاں ہے۔ مولانا اللہ بخش کی بھاوج اور حکیم صاحب کی تائی نے صوفی صاحب رحمہ اللہ کے بتائے ہوئے پر عمل کیا۔ چند دن کے بعد انہوں نے خواب میں دیکھا کہ مفقود عبدالقدوس ایک چھپر کے نیچے موٹے بان کی بنی ہوئی چارپائی پر سویا ہوا ہے۔ وہ ٹمبر مارکیٹ کا علاقہ ہے جس شہر میں وہ موجود تھا ان کی تائی نے وہ شہر دیکھا ہوا تھا لیکن بیداری کے بعد ذہن سے محو ہو گیا تھا ابھی اسی شش و پنج میں تھے کہ کون سا شہر ہے۔ لیاقت پور سے حکیم صاحب کے تایا زاد بھائی عبدالواحد کا خط آیا کہ عبدالقدوس مل گیا ہے اور وہ صادق آباد میں ہے حکیم صاحب صادق آباد پہنچے تو دیکھا کہ عبدالقدوس اسی حالت اور مقام میں تھا جو ان کی تائی کو دکھایا گیا تھا وہ کم و بیش آٹھ نو سال گم رہا تھا۔

حکیم عبدالحیٔ صاحب نے بتایا کہ انہوں نے گم شدہ اشخاص کو دریافت کرنے کا یہ عمل بہت سے لوگوں کو بتایا کبھی ناکامی نہیں ہوئی۔ ''الحمد للہ علی ذٰلک''۔

کبڑے شخص کا فوراً شفا پا جانا

حکیم عبدالحیٔ ناصر نے بتایا کہ وہ ایک کتاب خریدنے کیلئے ماموں کانجن جا رہے تھے، صوفی صاحب رحمہ اللہ بھی مختصر راستے سے ماموں کانجن جا رہے تھے۔ حکیم عبدالحیٔ صاحب بھی بھاگ کر صوفی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ ہو لیے، راستے میں چک نمبر 495 گ ب لال ترہانہ کے ایک شخص کا ڈیرہ تھا وہ کبڑا تھا۔ اس نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ وہ اس کی کمر پر ہاتھ پھیریں تا کہ وہ سیدھی ہو جائے۔ صوفی صاحب نے اس کی کمر پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا اور کچھ پڑھ کر پھونکنے لگے، حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جیسے جیسے صوفی صاحب رحمہ اللہ ہاتھ پھیر رہے تھے اس کی کمر سیدھی ہو رہی تھی حتیٰ کہ وہ بالکل سیدھی ہوگئی اور کبڑا پن اللہ کے فضل سے بالکل ٹھیک ہو گیا۔صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اسے نماز کی پابندی کی نصیحت کی اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔

گرفتار شخص کا فوراً خلاصی پا جانا

چک نمبر 189 گ ب پتلی کے نواح میں ایک گاؤں ترکھوہا ہے وہاں کی ایک عورت حکیم عبدالحئی ناصر کے پاس آئی اس نے بتایا کہ ان کا ایک آدمی ملتان سے واپس آتے ہوئے آوارہ گردی کے مقدمے میں ناجائز طور سے گرفتار کرلیا گیا تھا۔اس واقعہ پر دو سال کا عرصہ گزر چکا ہے اور تاریخ بھی نہیں نکلی۔حکیم صاحب رحمہ اللہ نے اسے صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں (جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں) بھیج دیا وہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنا مقصد بتایا۔انہوں نے حسب معمول دعا کی جب وہ واپس گھر پہنچی تو مقدمے کی تاریخ کی اطلاع موصول ہو چکی تھی مقررہ تاریخ میں وہ ملتان کی عدالت میں حاضر ہوئے اور ان کا آدمی پہلی ہی پیشی پر بری کر دیا گیا۔

اور قفل ٹوٹ گیا......!!

قیام پاکستان سے قبل صوفی صاحب رحمہ اللہ کو اوڈاں والا سے گرفتار کرلیا گیا تھا اور یہاں کے چند آدمی بھی ان کے ساتھ گرفتار ہوئے تھے ان میں سے ایک حاجی عطاء اللہ مرحوم تھے۔ان لوگوں کو پولیس نے بیکانیر کی جیل میں بند کر دیا تھا، جیل میں انہیں قلیل ترین مقدار میں خوراک دی جاتی تھی تاکہ روح اور جسم کا رشتہ برقرار رہے۔ایک دن حاجی عطاء اللہ نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے کہا! آپ کہا کرتے تھے کہ تالے کھل جاتے ہیں جیل کا تالا کب کھلے گا؟ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے جواب دیا اتنی جلدی نہیں کھلے گا اس کے لئے کچھ وقت لگے گا۔

ایک دن اچانک صوفی صاحب رحمہ اللہ نے حاجی عطاء اللہ سے کہا نکلو! اللہ کے حکم سے تالا کھل چکا ہے، اب کیوں نہیں نکلتے ہو؟ نکلو جلدی کرو۔دیکھا تو واقعی تالا کھل چکا تھا یہ سب لوگ جیل سے فرار ہونے میں کامیاب ہوئے، رات کو سفر کرتے اور دن چھپ چھپا کر گزارتے ہوئے کئی دن کے بعد اوڈاں والا پہنچے۔

چالیس میل پیراکی کرن

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ایک مجلس میں ذکر کیا کہ وہ اکثر مرکز مجاہدین چمر کنڈ کی طرف سے فراہمی زر و افرادی قوت اور ترسیل خطوط کے سلسلے میں ہندوستان کے دورے پر ہوتے تھے، ایک مرتبہ پولیس ان کو پکڑنے کیلئے ان کے تعاقب میں تھی، آگے ایک بڑی نہر آ گئی انہوں نے پانی میں چھلانگ لگا دی، حکیم صاحب کہتے ہیں کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے خود بتایا کہ انہوں نے چالیس میل کی مسافت پانی میں تیرتے ہوئے گزاری اور گرفتاری سے بچنے میں کامیاب ہو گئے اس سے معلوم ہوا کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ بہت اچھے پیراک تھے۔

Marfat.com

جو دعا کی ...... وہ قبول ہوگئی

چک نمبر 483 گ ب پکا کھوہ تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد میں ایک پرہیزگار بزرگ عبدالغنی رحمہ اللہ تھے وہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے عقیدت مند تھے وہ اپنے پہلے بیٹے کو اس کے بچپن میں کندھوں پر اٹھا کر صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں اوڈاں والا میں پہنچے اور اس کے لئے دعائے خیر کی درخواست کی۔صوفی صاحب رحمہ اللہ نے بچے کو گود میں بٹھا کر دعا کی، صوفی صاحب رحمہ اللہ کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔اللہ تعالیٰ نے اسے نیکی کی توفیق بھی دی اور مال و دولت بھی وافر عطا فرمایا۔ انہیں حاجی محمد ایوب کہا جاتا ہے عرصہ دراز سے بسلسلہ کاروبار سعودی عرب میں مقیم ہیں۔یہ واقعہ مجھے عبدالغنی مرحوم کے سب سے چھوٹے بیٹے رانا محمد داؤد خاں نے اپنے والد محترم کے حوالے سے بتایا۔حاجی محمد ایوب کے نانا حاجی عبدالرحمن مرحوم اور دادا ملا عبدالمجید مرحوم مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈاں والا کے مخلص خادمین میں سے تھے۔

بے اولاد شخص کو اولاد کثیر مل جانا

اہل حدیث عالم مولانا عبدالرحمن ذہبی کے والد حاجی اللہ دتا مرحوم (ساکن 422 گ ب کٹو تاندلیانوالہ) کے پاس ایک شخص ملازمت کرتا تھا اس کا نام فلک شیر تھا، وہ شادی شدہ تھا لیکن اولاد سے محروم۔ایک دن صوفی صاحب رحمہ اللہ وہاں گئے تو حاجی صاحب مرحوم نے فلک شیر سے کہا کہ یہ نیک آدمی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کرتا ہے ان سے اپنے لیے دعا کراؤ۔
اس نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے دعا کی درخواست کی انہوں نے دعا فرمائی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فلک شیر کو کثیر اولاد سے نوازا، ان کے آٹھ نو بیٹے اور تین چار بیٹیاں ہوئیں، ان کے ایک بیٹے کا نام حافظ عبدالستار صراف ہے وہ تاندلیانوالہ کے محلہ ممتاز آباد میں مقیم ہیں۔انہوں نے یہ واقعہ مولانا قاری حفیظ الرحمن صاحب اور مولانا محمد امین شاہد کو بتایا اور انہوں نے مجھے سنایا۔

دعا کرتے ہی بارش برس جانا

ایک مرتبہ صوفی صاحب رحمہ اللہ چک نمبر 480 گ ب (تحصیل سمندری) میں موجود تھے ان دنوں سخت گرمی پڑ رہی تھی بارش کی ازحد ضرورت تھی لیکن بارش نہیں ہو رہی تھی، وہاں کے لوگوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں بارش کیلئے درخواست کی۔صوفی صاحب رحمہ اللہ نے کپڑے تبدیل کیے اور ایک چھوٹا تہبند باندھ کر مسجد کے صحن میں کھڑے ہوکر بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ابھی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ یکایک گھٹائیں چھا گئیں اور بارش ہوگئی، آٹھ دن تک بارش ہوتی رہی۔آٹھویں دن لوگوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ دعا کریں کہ بارش تھم جائے صوفی صاحب رحمہ اللہ نے پھر وہی تہبند باندھی اور مسجد کے صحن میں کھڑے ہوکر دعا شروع کی تو بارش رک گئی۔

یہ واقعہ مجھے جامعہ تعلیم الاسلام کے فاضل مولانا محمد امین شاہد (شعبہ تبلیغ جامع تعلیم الاسلام، ماموں کانجن) نے سنایا، وہ جامعہ کیلئے فراہمی زر کے سلسلے میں وہاں جاتے رہتے ہیں وہاں کے لوگوں نے یہ واقعہ انہیں سنایا تھا۔

Marfat.com

بانجھ درخت کا خوب پھل دینا

چودھری حمید اللہ کاہلوں (ساکن 89 ڈی بی یزمان ضلع بہاول پور) نے مولانا محمد امین شاہد مبلغ جامعہ تعلیم الاسلام کو اپنی زمین میں کھجور کا ایک درخت دکھایا اور اس کے متعلق بتایا کہ یہ درخت پھل نہیں دیتا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ یہاں تشریف لائے تو ان سے دعا کی درخواست کی گئی صوفی صاحب رحمہ اللہ نے پانی پر دم کر کے اس کی جڑوں میں ڈلوا دیا چودھری صاحب نے بتایا کہ اس درخت نے اسی سال پھل دیا اور بہت دیا اور اب تک دیتا ہے۔

بنجر زمین کا شاداب ہو جانا

انہی چودھری حمید اللہ کاہلوں نے مولانا محمد امین شاہد کو بتایا کہ اس کی زمین بنجر تھی کوئی فصل پیدا نہ ہوتی تھی، ایک مرتبہ صوفی صاحب رحمہ اللہ سے فصل کی پیداوار کیلئے دعا کی درخواست کی، صوفی صاحب رحمہ اللہ نے حسب عادت دعا فرمائی یہ گندم کی کاشت کا موسم تھا، صوفی صاحب رحمہ اللہ نے گندم کا بیج خود زمین میں ڈالا اسے کسان کی زبان میں چھٹا دیا اور فصل ہونے لگی۔ وہ اسے صوفی صاحب کی کرامت اور اللہ کا خاص فضل قرار دیتے ہیں وہ آج تک جامعہ تعلیم الاسلام کیلئے بڑھ چڑھ کر مالی امداد کرتے ہیں ان کی بھینس نے بھی صوفی صاحب رحمہ اللہ کی دعا کے بعد کئی کٹیاں دیں۔ لوگ جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کے بہت بڑے معاون ہیں۔

تبدیلی حالات اور بیعت اصلاح

تحصیل سمندری کے چک نمبر 484 گ ب میں ایک شخص غلام چشتی مرحوم تھے، وہ قیام پاکستان کے زمانے میں ضلع جالندھر سے ترک سکونت کر کے آئے تھے انکی مالی حالت اچھی نہ تھی کسی طرح ان کا صوفی صاحب رحمہ اللہ سے تعلق پیدا ہو گیا۔ جلد ہی وہ ان کے حلقہ مبایعین میں شامل ہو گئے۔ انہوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے حالات کی تبدیلی کیلئے دعا کی درخواست کی۔ انہوں نے دعا کی اور دعا قبول ہوئی اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت دولت دی اور اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق بھی دی۔ انکے ایک بیٹے کا نام رانا غلام باری ہے وہ بسلسلہ کاروبار امریکہ میں مقیم ہیں، اختلاف مسلک کے باوجود چک نمبر 484 کی جامع مسجد محمدی اہل حدیث کی تعمیر نو انہوں نے اپنے خرچ پر کرائی اور کئی سال سے اس مسجد کے امام و خطیب کے اخراجات بھی اپنی گرہ سے ادا کر رہے ہیں۔ انہوں نے ایک قطعہ اراضی مدرسۃ البنات کو دینے کا عندیہ ظاہر کیا ہے، اس سارے منصوبے کے روح رواں مدرسہ ہذا رانا محمد اقبال خاں ایم اے علوم اسلامیہ ایم ایڈ ہیں۔ اللہ کریم ان سب کو خوش و خرم رکھے اس واقعہ کی اطلاع مجھے جناب غلام چشتی مرحوم کے بھانجے محترم رانا گلزار احمد خان نے دی ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ میاں جی چشتی صاحب ہمیشہ دولت کی اس ریل پیل کو اللہ کا فضل و کرم اور صوفی صاحب رحمہ اللہ کی دعاؤں کا نتیجہ قرار دیتے تھے۔

یقینی تبادلے کا رک جانا

چوک اعظم (لیہ) میں ایک عالم دین مولانا محمد اسمٰعیل مقیم ہیں انہوں نے ایک ایکڑ رقبہ مدرسے کیلئے وقف کیا ہے۔ وہ مدرسہ

Marfat.com

تعلیم الاسلام اوڈاں والا کے ابتدائی عہد کے فیض یافتگاں میں سے ہیں، بعض سرکاری امتحانات پاس کرنے کے بعد وہ وہاں کے ایک ہائی سکول میں عربی کے استاد مقرر کیے گئے۔ سکول میں انہوں نے حق کا پرچار شروع کر دیا۔ ہیڈ ماسٹر کو ان کا یہ عمل ناگوار گزرا اور مخالفت پر اتر آیا، ڈرایا دھمکایا اور دور دراز علاقے میں ان کا تبادلہ کرا دیا۔

مولانا محمد اسمٰعیل صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا کی اور فرمایا کہ وہ اسی سکول میں تدریسی خدمات انجام دیں گے اور وہیں مدت ملازمت پوری کر کے ریٹائر ہوں گے۔ جب وہ واپس گھر پہنچے تو محکمہ تعلیم کا ایک آدمی ان کے پاس آیا ان کو چٹھی دی، اس میں لکھا تھا کہ محمد اسماعیل صاحب کا تبادلہ بعض انتظامی وجوہات کی بناء پر منسوخ کیا جاتا ہے اور وہ وہیں تدریس کے فرائض انجام دیں گے جہاں پہلے مدرس تھے وہ یہ چٹھی لے کر سکول میں حاضر ہوئے اور ہیڈ ماسٹر کی خدمت میں پیش کی وہ حیران اور پریشان ہوا۔

مولانا محمد اسماعیل نے وہیں مدت ملازمت گزاری اور وہیں سے ریٹائر ہو کر پنشن پائی۔ صاحب واقعہ نے یہ واقعہ مولانا محمد امین شاہد کو سنایا اور انہوں نے مجھ سے بیان کیا، مولانا محمد امین شاہد 1999ء سے اس جامعہ کے شعبہ تبلیغ سے وابستہ ہیں اور بڑی تندہی سے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ تحریر الیکم، حکیم رانا مدثر محمد خاں، 485 گ ب سمندری (فیصل آباد)

دعائے ولی پر مرضی کی نوکری مل جانا

یک آدمی نے مجھے خط لکھا کہ آپ کی کتاب ''تذکرہ صوفی عبداللہ'' میں نے پڑھی بہت اچھی کتاب ہے۔ انہوں نے لکھا کہ بھوئے آصل (ضلع قصور) کے قریب رہتا ہوں۔ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد میں صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت میرے لیے دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے نوکری عطا فرما دیں۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا کی اور تھوڑے دنوں کے بعد مجھے محکمہ منڈیات میں نوکری مل گئی۔ اس نوکری سے مجھے بہت خوشی ہوئی لیکن وہ نوکری پنشن ایبل نہیں تھی۔ میں پھر صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور **عرض کی حضرت اس نوکری پر تو پنشن نہیں ملے گی۔ فرمانے لگے اللہ وہ بھی کر دے گا۔ چنانچہ تھوڑے دنوں بعد حکومت نے اعلان کر دیا کہ ان ملازمین کو بھی پنشن ملا کرے گی۔**

فضیلۃ الشیخ مولانا سید ثناء اللہ گیلانی صاحب حفظہ اللہ امام وخطیب جامع مسجد مکی اہلحدیث دھرنگ (گوجرانوالہ) فرماتے ہیں: والد صاحب کی آنکھوں دیکھی کرامت:۔ میرے والد صاحب علیہ الرحمۃ کا نام سید بارک اللہ گیلانی بن سید محمد حسین بن عبدالرحمن رحمہم اللہ ہے۔ ہمارے پردادا عبدالرحمن صاحب رحمہ اللہ انڈیا کے پہلے گاؤں ساون بھید کے رہنے والے تھے جو کہ امرتسر کے پاس ہے۔ ہمارے والد صاحب رحمہ اللہ کے ہاں یکے بعد دیگرے سات بیٹیوں کی پیدائش ہوئی۔ اللہ پاک کی جو مرضی ہو وہی ہوتا ہے مگر یہ فطری بات ہے کہ جس کی مسلسل سات بیٹیاں ہوں اسے پریشانی ضرور ہوتی ہے ہمارے دادا سید محمد حسین رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے بارک اللہ! تم دوسری شادی کر لو لیکن والد صاحب رحمہ اللہ فرماتے کہ جس رب نے بیٹیاں عنایت فرمائی ہیں وہ بیٹا دینے پر بھی قادر ہے۔

Marfat.com

نذیر احمد سبحانی صاحب جو ماشاء اللہ ابھی بھی حیات ہیں ان کا اردو بازار میں بہت بڑا کتب خانہ ہوتا تھا۔ والد صاحب رحمہ اللہ کی ان کے ساتھ گہری دوستی تھی وہ ان سے کتابیں لیا کرتے تھے اور ہر سال رمضان المبارک میں حساب کر کے پیسے ادا کر دیا کرتے تھے۔ والد صاحب رحمہ اللہ اپنا واقعہ بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ مجھے کسی کتاب کی اشد ضرورت تھی لیکن وہ پورے اردو بازار میں نہیں مل رہی تھی پھر پرانی کتابیں بیچنے والے ایک آدمی کے پاس وہ کتاب نظر آئی تو وہ کہنے لگا شاہ جی! میرے پاس تو یہی پرانی کتاب ہے آپ کو پسند آتی ہے تو خرید لیں۔ والد صاحب رحمہ اللہ نے کتاب خرید لی اور جب اس کا سرورق پڑھا تو اس پر اس آدمی کا نام لکھا ہوا تھا جس نے یہ کتاب خرید کر اپنی لائبریری کی زینت بنائی تھی اور جس عالم دین نے کتاب لکھی تھی ان کا نام بھی درج تھا۔ والد صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے کہ میرے ذہن میں آیا یہ کتاب کسی ایسے عالم دین نے لکھی ہے جس بے چارے کی اولاد نہیں تھی۔ اسی لیے اس نے یہ کتاب لکھی اور یہ بازار میں آ کر فروخت ہوئی۔ تو سوچنے لگے کہ اصل اولاد تو بیٹے ہی ہوا کرتے ہیں بیٹیاں تو اپنے اپنے گھروں میں چلی جائیں گی پھر میرا وارث کون ہوگا اصل وارث تو بیٹے ہی ہوا کرتے ہیں! کہتے ہیں کہ میں یہ سوچ سوچ کر روتا رہا اور روتے روتے پیدل چل کر اسٹیشن تک پہنچا کیونکہ اس زمانے میں تانگے بھی کم ہوا کرتے تھے۔ پھر جب اگلی مرتبہ اردو بازار میں نذیر احمد سبحانی صاحب کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا شاہ جی! کوٹ رادھا کشن میں جو شاہ صاحب والی مسجد ہے اس میں صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ تشریف لائے ہوئے ہیں آپ ان کے پاس جا کر اپنے لیے دعا کروائیں۔ والد صاحب فرماتے تھے کہ میں وہاں چلا گیا شام کا وقت تھا صوفی صاحب رحمہ اللہ وہاں جلوہ افروز تھے ان سے ملاقات ہوئی بیٹے کیلئے دعا کی درخواست کی تو فرمانے لگے کہ آپ تہجد کے وقت میرے پاس آ جانا تو والد صاحب رحمہ اللہ نے عرض کی حضرت! میں آج رات اسی مسجد میں ہی قیام کروں گا۔ خیر تہجد کے وقت دونوں حضرات اٹھے نوافل ادا کیے اور صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا کیلئے ہاتھ بڑھائے ان کے دعا مانگنے کا طریقہ ایسا تھا کہ اللہ پاک سے باتیں کرتے ہوئے عرض کرتے جاتے کہ یا اللہ تو بارک اللہ کو بیٹا دے تو کیوں نہیں دیتا یا اللہ بارک اللہ کو دے دے، اس کو بیٹا دے دے، ایسا چار دفعہ فرمایا اور فرماتے ہوئے چار دفعہ والد صاحب رحمہ اللہ کے کندھے پر تھپکی دی۔ اللہ پاک کا فضل و کرم دیکھیں کہ اس نے والد صاحب رحمہ اللہ کو مجھ سمیت چار بیٹے عطا فرمائے۔

مولانا محمد بلال محمدی صاحب حفظہ اللہ امام وخطیب جامع مسجد الحرمین شرقپور (ضلع شیخوپورہ) فرماتے ہیں کہ:

قبر کی مٹی سے خوشبو......

ہمارے بزرگ اسلاف کی زندگیاں آداب کا نمونہ تھیں حضرت صوفی محمد عبداللہ صاحب ماموں کانجن والے ایسے باکمال درویش تھے کہ جب وہ فوت ہوئے تو ان کی قبر کی مٹی بھی معطر تھی اور لوگ تبرکاً وہ مٹی اپنے گھروں میں لے جانے لگے بعد ازاں ان کی قبر مدرسہ کے اندر منتقل کر دی گئی۔ آج تک لوگ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کے نام کو بھی سلام کرتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ ادب وعقیدت کا ایسا رشتہ قائم ہے کہ ابھی تک **جب ماموں کانجن میں سالانہ اجتماع ہوتا ہے تو لوگ اس جلسے کو''صوفی صاحب رحمہ اللہ کا میلہ''** کے نام سے یاد کرتے ہیں اور اس دن اپنی گائے بھینسوں کا سارا دودھ جلسے میں ہدیہ کرتے ہیں حالانکہ

Marfat.com

یہ لوگ صرف اہل حدیث نہیں ہوتے بلکہ ان میں بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث، شیعہ سب شامل ہوتے ہیں کیونکہ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ساری عمر رواداری کو قائم رکھا۔ لوگ دور دراز سے حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کے پاس دعا کروانے آتے تھے اور حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ بغیر کسی مسلکی تفریق کے سب کیلئے مخلص ہو کر دعا مانگتے تھے اور لوگوں کے مسائل اللہ پاک سے حل کرواتے تھے۔ مرکز الدعوۃ السّلفیہ میں قیام کے دوران ہم نے مولانا عتیق اللہ سلفی صاحب حفظہ اللہ کو حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کے نقشِ قدم پر چلتے دیکھا۔ ایک دفعہ جبکہ استاد محترم مولانا سلفی صاحب کہیں گئے ہوئے تھے ساہیوال سے لوگوں سے بھری ہوئی ایک گاڑی آکر رکی ان سب لوگوں نے بتایا کہ ہم یہاں صرف مولانا عتیق اللہ صاحب سلفی کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں اور ان سے دعا کروانا چاہتے ہیں۔

بقیۃ السلف حافظ محمد اسماعیل صاحب حفظہ اللہ (جامع مسجد رحمانیہ اہلحدیث، اعوان ٹاؤن لاہور) فرماتے ہیں کہ:

اسلاف کو کبھی ننگے سر نہیں دیکھا

ہمارے جتنے بھی اسلاف، علماء کرام گزرے ہیں وہ ہمیشہ سر ڈھانپ کر رکھتے تھے۔ حافظ عبداللہ روپڑی صاحب رحمہ اللہ اور حافظ عبدالقادر روپڑی صاحب رحمہ اللہ سر پر مشہدی عمامہ باندھتے تھے۔ **صوفی محمد عبداللہ صاحب کے سر پر پگڑی ہوتی تھی اور اوپر ایک چادر رکھتے تھے**۔ اسی طرح مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ اور مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ کو بھی کبھی ننگے سر نہیں دیکھا۔ اب جو ننگے سر رہنے کی وباء پھیلی ہوئی ہے یہ تو بس جہالت ہے۔

اسلاف تو ہاتھ میں تسبیح بھی رکھتے

ہم نے ہر وقت صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی۔ ہمارے والد صاحب مولانا محمد ابراہیم رحمہ اللہ کے ہاتھ میں بھی تسبیح ہوتی تھی اور وہ ہر وقت کچھ نہ کچھ پڑھتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ لیٹے لیٹے بھی وہ تسبیح پڑھتے رہتے تسبیح ہاتھ میں پکڑ لینے سے کوئی شرک و بدعت میں مبتلاء نہیں ہو جاتا۔ تسبیح تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے کہ انہوں نے ایک دھاگے میں گرہیں لگائی ہوئی تھیں اور ان پر شمار کیا کرتے، اسی طرح ان سے کھجور کی گٹھلیوں پر پڑھنا بھی ثابت ہے۔

صوفی عبداللہ رحمہ اللہ سے ملا ہوا وظیفہ

اللہ کے ذکر کی طرف طبعی میلان ہونا چاہیے ہمیں چونکہ شروع سے ہی عملیات کا شغف تھا لہٰذا ایک دن ہمارا ایک سیالکوٹ کا ساتھی کہنے لگا کہ تم کہتے ہو کہ صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ بہت بڑے عامل ہیں تو چلو ہم بھی جا کر ان سے کوئی عمل لیتے ہیں جب ہم صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کی کہ ہمیں کوئی عمل عنایت فرمائیں۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ تیسرا کلمہ پڑھا کرو یہ سن کر ہم تھوڑے سے مایوس ہوئے کیونکہ عملیات کے شیدائی کو تو کسی خاص عمل کی تلاش رہتی ہے لیکن ہمیں آگے سے تیسرا کلمہ ملا جو کہ سبھی پڑھتے ہیں۔

Marfat.com

حافظ یحییٰ عزیز میر محمدی رحمہ اللہ سے ملا ہوا وظیفہ

پھر ایک مرتبہ ہم حافظ یحییٰ صاحب رحمہ اللہ کے پاس گئے تو انہوں نے بھی ہمیں تیسرا کلمہ پڑھنے کی تاکید فرمائی۔ یعنی جو وظیفہ صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے دیا تھا وہی وظیفہ حافظ میر محمدی رحمہ اللہ صاحب سے ملا ہم یہ وظیفہ کثرت سے پڑھتے رہے بہت عرصے کے بعد ہمیں پتہ چلا کہ یہ کوئی عام وظیفہ نہیں بلکہ تیسرے کلمے کے اندر تو ساری کائنات ہے۔

صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ

صوفی صاحب رحمہ اللہ کے پاس اگر کوئی **گھریلو ناچاقیوں اور لڑائی جھگڑوں کی شکایت لے کر آتا تو حضرت صوفی صاحب** رحمہ اللہ انہیں **حب کا تعویذ لکھ کر دیتے** اس کا طریقہ یوں ہوتا کہ طالب کا نام اور اس کی والدہ کا نام پھر مطلوب کا نام اور اسکی والدہ کا نام پھر ان ناموں کے اعداد نکال کر نقش بناتے اور پھر اس نقش کے چاروں کونوں میں یہ 6 آیات لکھ کر دے دیتے۔

(1) والقیت علیک محبة منی ولتصنع علی عینی-(طٰہٰ:39)

(2) یحبو نهم کحب اللہ والذین امنوا اشد حبا للہ-(البقرہ:165)

(3) والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین-(آل عمران:134)

(4) اومن کان میتا فا حیینه و جعلنا له نوراً یمشی به فی الناس کمن مثله فی الظلمت لیس بخارج منها کذلك زین للکفرین ماکانوا یعملون-(الانعام:122)

(5) فلمار اینه اکبر نه وقطعن ایدیهن وقلن حاش للہ ماهذا بشراً ان هذا الا ملك کریم-(یوسف:31)

(6) وقل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن له شریك فی الملك ولم یکن له ولی من الذل وکبره تکبیرا-(بنی اسرائیل:111)

ایک کتاب ''لغات حدیث'' میں بھی ان آیات کا تذکرہ ملتا ہے کہ تسخیر عام کیلئے یہ آیات بہت مجرب ہیں۔

صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کی یادیں اور کرامات

میں نے بخاری شریف اور تفسیر بیضاوی صوفی صاحب رحمہ اللہ کے مدرسے میں پڑھی اس موقع پر مولوی یعقوب صاحب رحمہ اللہ پڑھاتے تھے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ جہاں بھی جاتے ان کے ساتھ ایک خادم رہتا جو ایک لمبا سا جوان ہوتا تھا کچھ لکھوانا ہوتا تو اسی سے لکھواتے خود صرف تعویذ وغیرہ ہی لکھا کرتے تھے۔ ہمیں صوفی صاحب رحمہ اللہ کی چند کرامتیں زبانی یاد ہیں اور یہ وہ کرامتیں ہیں جو ہم نے بعد میں نہیں سنی بلکہ اسی دور میں سنی تھیں جب حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ حیات تھے۔

زمین کا فیصلہ اپنے حق میں کروانا

صوفی صاحب رحمہ اللہ پہلے گاؤں میں رہتے تھے۔ پھر چند طالب علموں نے عرض کی کہ ہمیں سٹیشن سے گاؤں میں آتے

Marfat.com

ہوئے بہت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے لہٰذا آپ رحمہ اللہ اسٹیشن کے قریب مدرسہ بنالیں صوفی صاحب رحمہ اللہ اسٹیشن کے قریب چلے گئے وہاں کے احباب نے 13 ایکڑ زمین مدرسہ بنانے کیلئے وقف کردی۔لیکن ایک مسئلہ بن گیا کہ بریلوی حضرات کی مسجد بھی اس 13 ایکڑ زمین میں آگئی۔انہوں نے دعویٰ دائر کردیا کہ اہلحدیث ہماری مسجد پر ناجائز قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔لوگوں نے آکر صوفی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کی کہ ایسے ایسے ہمارے خلاف دعویٰ دائر کردیا گیا ہے تو اب کیا کرنا چاہیے۔صوفی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کوئی بات نہیں اگر زمین ہماری ہے تو اللہ ہمیں دلا دے گا۔تم ایسے کرو کہ چاروں طرف سے جگہ ناپ کے بالکل درمیان میں میرا مصلّٰی بچھادو۔ان کے ارشاد کی تکمیل کی گئی تو صوفی صاحب رحمہ اللہ عشاء کے بعد اس زمین پر تشریف لے گئے اور مصلے پر بیٹھ کر کچھ پڑھتے رہے دوسری رات بھی اور **تیسری رات بھی یہی عمل کیا اور سب سے فرمانے لگے جاؤ یہ زمین ہمارے حق میں ہوگئی ہے۔**

صبح کو جج نے فیصلہ سنانا تھا مخالف حضرات بھی جمع تھے اور اہلحدیث بھی مخالف حضرات نے سب سے نظریں بچاتے ہوئے جج سے کہا کہ اگر تو فیصلہ ہمارے حق میں ہے تو ہمیں پہلے ہی بتادو اگر نہیں تو ہم ابھی سے واپس چلے جائیں۔جج نے کہا کہ فیصلہ تمہارے حق میں ہی ہے۔لیکن صوفی صاحب رحمہ اللہ بھی ایسے ہی بات نہیں کیا کرتے تھے وہ ہر بات سولہ آنے کرتے تھے۔جب رات کو انہوں نے فرمادیا تھا کہ فیصلہ تمہارے حق میں ہوگا تو کوئی جھوٹ نہیں بولا تھا۔جب اناؤنسمنٹ کا وقت آیا تو اچانک جج نے کھڑے ہوکر کہا ”صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کے حق میں ہے۔جج کا یہ کہنا ہی تھا کہ مخالف حضرات ہکا بکا رہ گئے کہ جج کہتا تو ہمارے حق میں ہے لیکن اعلان صوفی صاحب رحمہ اللہ کے حق میں کرتا ہے یہ کیا ماجرا ہے؟ لگتا ہے اس نے اہلحدیثوں سے رشوت لے لی ہے۔بعد میں جب انہوں نے جج سے پوچھا تو جج انہیں کاغذات دکھاتے ہوئے کہنے لگا کہ یہ دیکھو کاغذات پر تو تمہارا ہی نام لکھا ہوا ہے لیکن جب میں اعلان کرنے لگا تو پتہ نہیں کیوں میرے منہ سے صرف یہی الفاظ نکلے کہ صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کے حق میں یہ ان کی بہت بڑی کرامت تھی۔بے شک،، لاریب۔

سانپ نے سونا اگل دیا

صوفی صاحب رحمہ اللہ کی ایک کرامت یہ تھی کہ جب مدرسے کا تعمیراتی کام ہورہا تھا تو احباب نے عرض کی کہ پیسے ختم ہوگئے ہیں اب کیا کریں؟ صوفی صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ یہ کام اللہ کا ہورہا ہے میرا کوئی ذاتی کام تو نہیں ہورہا جس کا کام ہورہا ہے وہ خود ہی انتظام فرمادے گا۔رات عشاء کے بعد درس سے باہر جا کر مغرب کی طرف بیٹھ کر کچھ پڑھنے لگ پڑے پڑھتے رہے پڑھتے رہے اور آدھی رات کے وقت واپس آگئے دوسری رات پھر گئے اور بیٹھ کر پڑھتے رہے اچانک ایک بہت بڑا سانپ آیا اور صوفی صاحب رحمہ اللہ کو دیکھ کر چلا گیا صوفی صاحب رحمہ اللہ تو پھر صوفی صاحب تھے، وہ سانپ سے ڈرتے تو نہیں تھے۔اگلی رات یعنی

عرش وفرش پر تبدیلی

جب اللہ تعالیٰ اپنے ولی میں تین چیزیں بڑھا دیتا ہے تو وہ بھی تین چیزوں میں بڑھ جاتا ہے۔جب اسکے مقام ومرتبہ میں اضافہ کیا جائے تو وہ تواضع اور عاجزی میں بڑھ جاتا ہے۔جب اس کا مال بڑھا دیا جائے تو وہ سخاوت میں بڑھ جاتا ہے اور جب اسکی عمر بڑھا دی جائے تو وہ عبادت میں زیادہ محنت کرنے میں بڑھ جاتا ہے۔

(شیخ احمد بن ابی الورد رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

تیسری رات پھر وہی عمل کر رہے تھے کہ وہ سانپ دوبارہ آیا اور صوفی صاحب رحمہ اللہ کے قریب آ کر اس نے اپنا منہ کھول دیا اور ایک بہت بڑا گولہ سا باہر اگل دیا اور چلا گیا۔صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی چادر کے اندر وہ گولہ لپیٹا اور واپس آ کر احباب سے فرمانے لگے لو دیکھو بھئی یہ کیا چیز ہے سبھی یک زبان ہو کر بولے صوفی صاحب یہ تو خالص سونا ہے فرمایا پھر اسے تھوڑا تھوڑا توڑ توڑ کر سناروں کو بیچتے جاؤ اور مدرسے کا کام جاری رکھو۔

مسجد میں چندے کا واقعہ

ایک مرتبہ میرے گاؤں سرکاری خورد (فاروق آباد ضلع شیخوپورہ) میں چندہ اکٹھا کرنے گئے ان کے ساتھ ایک خادم تھا۔ جب گاؤں کی مسجد میں پہنچے تو وہاں کوئی آدمی نہیں تھا خادم نے اذان کہی اور صوفی صاحب رحمہ اللہ نے جماعت کرا کے نماز پڑھ لی اتنی دیر میں گاؤں کا نمبر دار وہاں آ گیا اور کہنے لگا کہ صوفی صاحب! یہاں تو کوئی بندہ نماز بھی نہیں پڑھنے آتا آپ رحمہ اللہ کس سے چندہ لیں گے؟ فرمایا بھئی نماز کیلئے چاہے لوگ نہ آتے ہوں لیکن ہم تو یہاں سے چندہ لیکر ہی جائیں گے وہ نمبر دار چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک بندہ آیا اور سلام کر کے صوفی صاحب رحمہ اللہ کو 100 روپے دیکر چلا گیا پھر دوسرا آیا اس نے بھی 100 روپے دیئے پھر تیسرا، پھر چوتھا، حتیٰ کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے پاس 11 سو روپے اکٹھے ہو گئے جو کہ آج کے گیارہ ہزار روپے سے بھی زیادہ تھے۔جب صوفی صاحب رحمہ اللہ واپس جا رہے تھے تو وہی نمبر دار دوبارہ ملا اور پوچھنے لگا کہ کچھ ملا یا خالی ہی واپس جا رہے ہیں؟ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا ہم تو گیارہ سو روپے اکٹھے کر کے جا رہے ہیں یہ سن کر نمبر دار صاحب شش و پنج میں پڑ گئے کہ بندہ تو کوئی مسجد میں گیا نہیں صوفی صاحب رحمہ اللہ کو گیارہ سو روپے کون دے گیا؟

مستجاب الدعوات ہونے کا واقعہ:۔اگر کوئی انہیں دعا کیلئے کہتا تو دعا کرنے کے بعد اسے فرماتے کہ جاؤ اللہ کرم کرے گا اگر کوئی کہتا کہ دعا کریں ہمیں اللہ پاک بیٹا دے تو فرماتے یا اللہ اسے بیٹا دے اور پھر اس کے ہاں بیٹے ہی کی پیدائش ہوتی۔

نقش سے سونے کی ڈلیاں بنانا

ہم نے ان کی ایک کرامت یہ بھی سنی تھی کہ کوئی نقش لکھ کر اسے کوئلوں والی انگیٹھی میں رکھ دیتے کچھ دیر بعد وہاں سونے کی ڈلیاں موجود ہوتیں۔ یہ اللہ جانے کہ وہ کیا لکھتے تھے لیکن بہر حال سونے کی ڈلیاں بنتی تھیں۔

فضیلۃ الشیخ مولانا نذیر احمد سبحانی صاحب حفظہ اللہ (جامع مسجد زینت اہلحدیث، لاہور) کہتے ہیں کہ

مرد قلندر عارف باللہ صوفی باصفا کی کرامت

حضرت صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ بھی مدرسہ غزنویہ میں تشریف لایا کرتے تھے۔وہ تو اللہ پاک کے اتنے لاڈلے ولی تھے کہ اپنی دعائیں ضد کر کے اور جھگڑ کر منوالیا کرتے تھے۔ایک دفعہ جبکہ ان کا مدرسہ ابھی اوڈاں والا گاؤں میں تھا طالب علم دور سے سفر کر کے پیدل ہی مدرسے میں جایا کرتے تھے۔صوفی صاحب رحمہ اللہ دعا منگوایا کرتے تھے کہ یا اللہ یہ جو تیرے دین کے طالب ہیں انہیں پیدل سفر کر کے مدرسے میں آنا پڑتا ہے تو ٹرین کو مدرسے کے قریب سے ہی گزار دے۔جب صوفی

Marfat.com

صاحب رحمہ اللہ یہ دعا منگوایا کرتے تو لوگ مذاق اڑایا کرتے تھے کہ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ٹرین مدرسے کے قریب سے گزرے۔ لیکن اللہ پاک اپنے خاص بندوں کی باتیں ضرور قبول فرمایا کرتا ہے اب موجودہ مدرسہ جو ماموں کانجن میں ہے دیکھا جائے تو مدرسے کے بالکل قریب سے ٹرین گزر رہی ہے یہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی کرامت تھی۔

عارف باللہ کا انداز مجذوبانہ

اللہ پاک صوفی صاحب رحمہ اللہ کے مدرسے کا انتظام غیب کے خزانوں میں سے کرتا تھا، جب بھی صوفی صاحب رحمہ اللہ کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی وہ مصلیٰ لیکر قریبی جنگل میں چلے جاتے اور جا کر دعا مانگتے کہ یا اللہ! تو نے مجھے جس کام پر مامور کیا ہے اب اس کا انتظام بھی خود ہی فرما۔ مجھے دے نا! دیتا کیوں نہیں۔ سبحان اللہ ایسے یقین سے جب بندہ اللہ پاک سے مانگتا ہے تو اللہ پاک بھی فرشتوں کے سامنے اپنے اس بندے پر فخر کرتے ہیں اور صوفی صاحب رحمہ اللہ یہ فرمایا کرتے تھے یا اللہ میں اور کس سے مانگوں میں نے بس تجھی سے لینا ہے اور کسی کے در پر نہیں جانا۔ یقیناً اللہ پاک کو اس بات پہ بہت خوشی ہوتی ہے کہ میرا بندہ صرف میرے در پر پڑا ہوا ہے، اب میں ہی اس کی ضرورتیں پوری کروں گا۔

مولانا قاری محمود فرمان صاحب حفظہ اللہ ناظم مساجد اہل حدیث تحصیل شرقپور (ضلع شیخوپورہ) کہتے ہیں کہ

حاملین توحید، ادب سے دور کیوں......!

مولانا صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے جن کے پاس توحید ہے وہ ادب سے کورے ہیں اور جن کے پاس ادب ہے وہ توحید سے کورے ہیں۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کا یہ فرمان بالکل سچ نظر آتا ہے کیونکہ ادب واقعی ہم اہل حدیثوں میں ختم ہو چکا ہے۔ بڑے افسوس سے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ اہل حدیث مقتدی میں اپنے امام کا اور شاگرد میں اپنے استاد کا ادب مفقود ہو کر رہ گیا ہے اور اسی بے ادبی کی وجہ سے ہم نے اپنے بزرگوں کے اقوال اور ان کے اعمال سے منہ موڑ لیا ہے۔

ذکر اہل اللہ کی روحانی غذا

ذکر الٰہی تو ہمارے بزرگوں کی غذا ہوا کرتی تھی۔ صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے بارے ایک واقعہ سنا ہوا ہے کہ انہیں عارضہ قلب لاحق ہو گیا اس وقت کے ڈاکٹروں نے پوچھا کہ ایسا کونسا سخت کام آپ کرتے ہیں یا ایسی کونسی بڑی غم والی بات آپ سوچتے رہتے ہیں جس کا اثر آپ کے دل پر پڑتا ہے اور آپ دل کے مریض بن گئے ہیں تو صوفی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا بھئی **میں تو کوئی محنت والا کام نہیں کرتا ہاں روزانہ صرف دس پارے قرآن کی تلاوت کرلیا کرتا ہوں**۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ آپ رحمہ اللہ کو آرام کی ضرورت ہے اتنی زیادہ تلاوت نہ کیا کریں نہیں تو آپ رحمہ اللہ کی زندگی کو خطرہ ہے تو فرمایا کوئی بات نہیں تلاوت تو مجھ سے نہیں چھوٹ سکتی۔

یہ تو صرف تلاوت کا حال ہے اور جو ذکر و اذکار کے باقی معمولات تھے وہ سن کر عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ اسی لیے تو ان کا اللہ پاک کے ساتھ ایسا تعلق بن چکا تھا کہ اپنی دعائیں وہ جھگڑ کر منوالیا کرتے تھے اور جب انہیں کسی زمیندار نے کہا کہ

Marfat.com

حضرت! میری بھینس صرف کٹے ہی دیتی ہے تو اس بھینس کی بسم اللہ پڑھ کر دم پکڑ کے صوفی صاحب رحمہ اللہ نے چار مرتبہ دعا کی اور واقعی بھینس نے اس کے بعد یکے بعد دیگرے چار کٹیاں دیں۔

بقیۃ السلف مولانا محمد حنیف عاجز صاحب حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ

قید خانے سے غیبی خلاصی کے اسباب

مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ کے بیٹے مولانا عطاء الرحمٰن رحمہ اللہ نے کتاب ''والدی و مشفقی'' میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ والد محترم ختم نبوت کی تحریک کے ایام میں کراچی کانفرنس پر گئے ختم نبوت کے حوالہ سے خطاب فرمایا تو مولانا کے خلاف مقدمہ درج ہو گیا۔ جج احمدی تھا اور بڑا سخت تھا۔ مولانا کو جیل میں بند کر دیا گیا، مولانا عطاء الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ بابا جی صوفی عبداللہ صاحب کے پاس جائیں اور ان سے دعا کروائیں، مولانا گئے، بابا جی کے پاس لوگ کافی تعداد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کافی گھنٹے بیٹھنے کے بعد مولانا کی باری آئی تو مولانا نے اپنا مدعا پیش کیا، بابا جی فرمانے لگے بیٹا رات مسجد میں ٹھہریں اور غالباً تہجد کے وقت کا ٹائم دیا۔ شیخوپوری صاحب فرماتے ہیں میں ساری رات نہ سویا کہ اگر سو گیا تو یہ نہ ہو کہ جاگ نہ آئے اور وقت ہاتھ سے نکل جائے۔ میں نے دیکھا تہجد کے وقت بھی کافی لوگ دعا کروانے کیلئے موجود تھے، دوسرے لوگوں کیلئے دعا فرماتے رہے، میری باری آئی تو بابا جی نے ہاتھ اٹھائے اور اللہ کی بارگاہ میں عرض کرنے لگے یا اللہ اس کے باپ نے تیری رضا کیلئے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بیان کی ہے اللہ اسکی دستگیری فرما، مولانا فرماتے ہیں بابا جی نے اس طرح دعا فرمائی گویا کہ اپنے رب سے جھگڑ کر مانگ رہے ہیں دعا کے بعد فرمایا بیٹا جاؤ اللہ کرم فرمائے گا۔ غالباً تیسرے دن تاریخ تھی مولانا تاریخ پر گئے، کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جج عدالت سے باہر آ کر مولانا کا استقبال کر رہا ہے اور بعد میں مولانا کو بری کر دیا گیا اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وہ جج بھی مسلمان ہو گیا۔

مصلّٰی کے نیچے ضرورت کے پیسے آ جانا

مولانا شیخ محمد سعید الفت رحمہ اللہ نے اپنی شاعری والی کتاب میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ مدرسہ اور مسجد کا کام ہو رہا تھا مستری اور مزدور لگے ہوئے تھے۔ غالباً جمعرات والے دن اساتذہ، مستری اور مزدور اپنی تنخواہیں اور مزدوری لینے کے لئے آ گئے بابا جی فرمانے لگے کہ آج پیسے نہیں ہیں کل آ جانا، رات کو اٹھے اور ایک طالب علم بیان کرتا ہے کہ میں نے دیکھا بابا جی تہجد کیوقت دعا کر رہے ہیں کہ یا اللہ یہ میرا ذاتی کام نہیں یہ تیرا گھر ہے اور تیرے دین کا کام ہے میں کہاں سے ان کو پیسے دوں؟ میرے پاس تو کوئی نہیں اگر تو اپنے دین کا کام چلانا چاہتا ہے تو مجھے پیسے دے، میں کہاں سے دوں؟ اس طرح اللہ سے مانگ رہے ہیں جیسے کوئی کسی سے جھگڑ رہا ہو، صبح ہوئی تو مصلے پر بیٹھے ہوئے آواز دی کہ بلاؤ اساتذہ، مستری اور مزدوروں کو، مصلّٰی اٹھایا اور سب کو ان کی مزدوری دے دی۔

صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ایک جھوٹی کرامت

قارئین! امت میں انتشار پھیلانے کی غرض سے حقیقت سے بہت دور ایک جھوٹا واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت

Marfat.com

میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دوستانہ مراسم تھے۔ حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ انکے پاس جاکر کہا کرتے تھے" اوئے پیرا۔۔۔ میرے مدرسے واسطے اپنے مریداں کولوں چندہ جمع کر کے دے" (پیر جی،، مجھے اپنے مریدین سے مدرسے کیلئے چندہ اکٹھا کر کے دیں) اسی طرح ایک بار حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ مجھے حضرت پیر علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ دریائے راوی کے قریب آ کر خود ملا کرتے ہیں،، آو تمہاری ملاقات بھی ان سے کرواتا ہوں۔۔۔ جب صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دور سے دیکھا تو ایک بابا جی سبز رنگ کا چوغہ پہنے ہوئے آرہے تھے۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں دیکھتے ہی بلند آواز سے پڑھا" اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" یہ کہنا تھا کہ اسی وقت وہ بابا جی غائب ہوگئے اور حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرمندہ ہوگئے کہ نعوذ باللہ مجھے آج تک اس شیطانی فریب کی سمجھ ہی نہ آسکی۔

قارئین! یہ واقعہ عوام الناس میں بہت شہرت پا چکا ہے، یہ الگ بات ہے کہ جو طبقہ سرے سے کرامات ہی کو نہیں مانتا، اس واقعے پہ آکر وہ بھی بڑی تسلی سے تصدیق کی مہر ثبت کردیتا ہے، لیکن اس توہین آمیز کرامت کے متعلق ایک نکتہ پر غور کرکے میرے سوال کا بہت سوچ سمجھ کر جواب دیجئے گا۔

مولانا غلام رسول مہر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب" تحریک سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ" میں ہر واقعہ پوری تفصیل سے بیان کرتے ہوئے حوالے کیساتھ لکھتے ہیں کہ" صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خدا نے عمل کا پیکر بنایا ہوا ہے، چمر کنڈ سے واپس آئے تو دیکھا کہ لائل پور (فیصل آباد) کے علاقے میں اہل حدیث کی کوئی درسگاہ نہیں، چنانچہ" رجب ۱۳۵۷، دسمبر ۱۹۳۸" کو ایک دینی درسگاہ کی بنیاد رکھ دی۔ آج یہ ایک کامیاب درسگاہ ہے۔ (بحوالہ کتاب: تحریک سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ۔ باب: سرگزشتِ مجاہدین، صفحہ ۷۸۵)

مولانا غلام رسول مہر رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ضلع فیصل آباد میں آمد ۱۹۳۸ء ہے۔ دوسری طرف جب ہم حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وفات پر تحقیق کرتے ہیں تو ان کا سن وفات ۱۹۲۹ء ملتا ہے۔ اب یہ بتائیں کہ حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ چمر کنڈ میں رہتے ہوئے ہزاروں میل لمبا سفر کر کے میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چندہ جمع کرنے کیسے پہنچ جاتے تھے؟ جبکہ مدرسہ تو انہوں نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے ۹ سال بعد شروع کیا۔ دوسری بات یہ کہ حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سن وفات ۱۹۷۵ء ہے، اس حساب سے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے لڑکپن کے زمانے میں ہی ایک بڑی عمر کے بزرگ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ بے تکلفانہ انداز گفتگو رکھتے تھے؟ اس سے ثابت یہی ہوتا ہے کہ یہ واقعہ بالکل من گھڑت اور دو نقشبندی بزرگوں کے متعلق ایک گستاخانہ سازش ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (از: مرتب)

(5) ابدالِ وقت مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ

مرید و خلیفہ سید امیر صاحب کوٹھہ والے رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جن صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے تذکار سے مخلوق کو باخبر کیا، ان میں سے ایک عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، اہلحدیث عالمِ دین مولانا غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ (قلعہ میہاں سنگھ والوں) کی

Marfat.com

ذاتِ بابرکت ہے، جن کے حالات پڑھتے ہوئے دل میں عجیب قسم کا عشقِ مصطفیٰ ﷺ اور سنت کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ کیسے خوش نصیب اورازلی سعید تھے وہ، جو پیدائشی اولیاء کے زمرے میں آئے اور سنت کے عین مطابق ٹھیک ۶۳ برس کی عمر میں اشغالِ تصوف کے مطابق نفی اثبات کا ذکر (لاالہ الا اللہ) کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے۔آیئے، کچھ دیر انکی یادوں سے دل کو منور کرتے ہیں، شاید ہمارے سوئے ہوئے دل بھی جاگ جائیں اوران میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذرہ سما سکے۔(از: مرتب)

نقش اسلاف پر چلنے کی دعا:۔(بھٹی صاحب مرحوم کتاب کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں کہ) یہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کی داستانِ حیات ہے جوعلم وعمل میں ہمہ وقت مستعد اورعزیمت کا کوہ گراں تھا۔جس نے اپنی پوری زندگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کیلئے وقف کردی تھی۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین۔(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی،ص:۶)

احترام اولیاء ایمان کا حصہ ہے

اللہ کی زمین پر انبیاء ورسل علیہ السلام کے بعد سب سے زیادہ مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہے اُن کے بعد محدثین کرام اور ائمہ دین کا ہے اوران کے بعد اولیاء عظام کا مرتبہ ومقام ہے اور اولیاء کرام کی عزت واحترام کرنا ایمان کا جزو ہے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی،ص:۲۰)

اہل اللہ اور اولیاء کی تعریف

اولیاء کن کو کہتے ہیں، سیّدابوبکرغزنوی رحمہ اللہ ولی کامل کی پہچان اور مقام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ولایت کی دلیل فقط ایک ہے اور وہ محمد ﷺ کی کامل اتباع ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔(آل عمران:31)

جوجتنا آپ ﷺ کی ذات اور آپ ﷺ کی سنت میں فنا ہوا، وہ اتنا ہی مقرب الٰہی ہوا۔حضرت محمد بن فضیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بدبختی کی تین علامات ہیں:

(۱) صالحین کی صحبت نصیب ہو اور وہ ان کی عزت وحرمت سے محروم رہے،(۲) عالم ہو اور بے عمل ہو، (۳) عمل ہو اور اخلاص سے نہ ہو۔سیّدابوبکرغزنوی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ میری بات کو پلے باندھ لو کہ ولایت اور قرب الٰہی کے تمام درجات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہی سے حاصل ہوتے ہیں:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ۔(النساء:69)

جن پر اللہ تعالیٰ کی نوازشیں ہوتی ہیں۔یہی لوگ ہیں جنہیں انبیاء علیہ السلام کی معیت نصیب ہوتی ہے جنہیں صدیقیت و شہادت کے بلند مقاموں سے نوازا جاتا ہے۔نیز یہی وہ ہستیاں ہیں جنہیں صلحاء کی رفاقت جو کہ سب سے اچھی رفاقت ہے نصیب ہوتی ہے۔صلحاء، اتقیاء، اولیاء کے سب درجات ومراتب کا انحصار اللہ اس کے رسول مقبول کی اطاعت اور اتباع پر ہے۔(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی،ص:۲۰-۲۱)

Marfat.com

گستاخ اولیاء سے اللہ کا اعلان جنگ

اولیاء واجب الادب اور واجب التعظیم ہوتے ہیں۔ اولیاء کا نام ادب سے نہ لینا ان کی عزت نہ کرنا اور ان سے دشمنی رکھنا۔ بخاری شریف کی حدیث قدسی پڑھیے: ''ان اللہ قال من عادلی ولیاً فقد آذنتہ بالحرب'' (بخاری کتاب الرقاق ۶۵۰۲) کے مطابق اللہ تعالیٰ کا ان سے اعلان جنگ ہے۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی حیات مبارکہ کا تذکرہ اور اس کو محفوظ کرنا آئندہ نسلوں کیلئے فوز وفلاح کی راہیں کھولنا ہے۔ اللہ والوں کا تذکرہ انتہائی خوبصورت انداز میں کیا ہے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۱۔۲۲)

تصوف یعنی تزکیہ واحسان کا مقام

ہمارے ممدوح مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے مجاہدات اور ریاضتیں قرآن وسنت کی تعلیمات کے عین مطابق تھیں وہ اسلامی علوم کے متبحر عالم، فقیہہ اور متکلم تھے۔ تزکیہ واحسان اسلام کی روح اور ایمان کا جوہر ہے۔ قد افلح من تزکی (الاعلیٰ)

قرآن وحدیث کی غرض وغایت ذات باری تعالیٰ کے ساتھ فرد کے شخصی تعلق کو قائم رکھنا ہے۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی داستان حیات کا مطالعہ یقیناً تپتے ہوئے ریگزاروں میں بادِ نسیم کے ایک جاں فزا جھونکے کی مانند ہے مولانا کی زندگی تعلیم وتدریس اور تبلیغ میں صرف ہوئی جانے کتنے اللہ کے بندے ان کی وجہ سے مسلمان ہوئے۔ اور راہ راست پر آئے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۲)

آج تک برکات موجود رہنا

اور ایسی صاحب کمال ہستیاں کبھی فنا نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں مٹنے والوں کو بقائے دوام بخش دیتا ہے۔

نیک ناموں کے نشان باقی رہیں گے حشر تک

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (یونس:62)

میں اس کتاب کے بارے میں کچھ بھی عرض کرنے کے قابل نہیں ہاں اس قدر معلوم ہے کہ جب سے بحیثیت مدرس مولوی صاحب کی مسجد میں آیا ہوں۔ عرصہ دراز سے یہیں کا ہو کر رہ گیا ہوں۔ آج بھی اس مسجد میں اُن کی برکات موجود ہیں۔

تذکرہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ طالبین حق کیلئے گرانقدر روحانی دولت ہے آپ کی پوری زندگی شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھی، آپ کے فرمودات ومعمولات رعب ووقار، تواضع وانکسار، متانت وشرافت، خشوع وخضوع، غنائے قلب حلم وتحمل، اعتدال پسندی، مہمان نوازی، خادم پروری، خوش مزاجی، نفاست پسندی، اتباع سنت پر مبنی تھی۔ صبر ورضا، نیکی وتقویٰ، خدمت خلق خدا میں بلند مقامِ احسان پر فائز تھے اور اُس کے اثرات آج بھی ان کے خاندان میں نظر آتے ہیں۔

قاری طاہر محمود، ایم اے وفاق فاضل جامعہ اسلامیہ چاہ شاہاں گوجرانوالہ مدرس شعبہ حفظ جامع مسجد رحمانیہ، مولانا غلام رسول رحمہ اللہ والی) قلعہ اسلام۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۲۔۲۳)

Marfat.com

اولیاء کی شان میں مستند روایت

اہل ایمان کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ شدید محبت کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ ۔(البقرہ:165)

اس کے جواب میں اللہ ان سے محبت کرنے لگتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ اپنے بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو تو جبرائیل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر جبرائیل آسمان پر اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے، تم بھی اس سے محبت کرو۔ سو اہل آسمان بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر اس کی محبت زمین پر اتار دی جاتی ہے۔ (یعنی اہل زمین بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں)۔ صحیح مسلم (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۴)

صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کے جانشین

ایک دن صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ (ماموں کانجن ضلع فیصل آباد) کے جانشین حضرت مولانا صوفی عائش محمد صاحب حفظہ اللہ عصر کی نماز کے بعد تشریف لے آئے۔ وہ قلعہ میں تھوڑی دیر ہی ٹھہرے، پھر واپس تشریف لے گئے۔ اگرچہ یہاں ان کے قیام کا وقفہ بہت مختصر تھا، لیکن انکی سادگی، درویشی، اخلاقی بلندی اور پُرخلوص محبت آج بھی یاد آتی ہے تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۶)

صاحب کرامات بزرگ

اس زمانے میں گوجرانوالہ کے متعدد لوگوں سے سنا کہ قلعہ میہاں سنگھ (قلعہ اسلام) میں ایک بہت بڑے عالم سکونت پذیر تھے، جن کا نام مولوی غلام رسول تھا وہ صاحب کرامات بزرگ تھے اور اللہ ان کی دعائیں قبول فرماتا تھا۔ استاذِ مکرم مولانا محمد اسماعیل سلفی بھی بعض اوقات ان کے تقوے اور خدماتِ دینی کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۱)

بزرگ والد کی کرامات پر بیٹے کی شہادت

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ مستجاب الدعوات اور صاحب کرامات بزرگ تھے۔ ان کی قبولیت دعا اور کرامتوں کے بے شمار واقعات مشہور ہیں جو پہلی مرتبہ ان کے بڑے بیٹے مولانا عبدالقادر نے اپنی کتاب ''سوانح حیات مولانا غلام رسول'' میں بیان کیے۔ یہ کتاب آج سے کم وبیش اسی برس قبل شائع ہوئی تھی۔ اس کے بعد بھی چھپی، بہت مقبول ہوئی اور بہت پڑھی گئی۔ مولانا غلام رسول کے بارے میں اولیں ماخذ یہی کتاب ہے۔ میں نے اپنی کتاب فقہائے ہند (مطبوعہ ۱۹۸۹ء) میں ان کی بعض کرامتیں اسی کتاب کے حوالے سے لکھی ہیں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۸)

کرامات پر اعتراض کرنے والے

یاد رہے دنیا اللہ کے صالح بندوں سے کبھی خالی نہیں رہی۔ بعض لوگوں کو بزرگان دین کی کرامات اور قبولیت دعا کے واقعات

Marfat.com

پر اعتراض کرنے کی عادت ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ سب لوگ ہماری طرح کے بے عمل ہیں، جس طرح ہماری دعا قبول نہیں ہوتی، اسی طرح کسی کی بھی نہیں ہوتی۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۳۹)

حصولِ فیض اولیاء اور بزرگوں کی تلاش

مولانا ممدوح ہمیشہ صالحین کی تلاش میں رہے اور انہوں نے پوری زندگی اصحابِ تقویٰ کی صحبت میں بسر کی۔ وہ صالحین کون تھے؟ وہ تھے ان کے استاذِ مکرم میاں سیّد نذیر حسین دہلوی، سیّد محمد امیر (کوٹھا والے) حضرت سیّد عبداللہ غزنوی، سیّد امام عبدالجبار غزنوی، مولانا محی الدین عبدالرحمن لکھوی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، مولانا رحیم بخش لاہوری اور ان کیطرح کے دیگر حضراتِ گرامی رحمہم اللہ۔

انہیں اصحابِ تقویٰ سے ملنے اور ان سے فیض حاصل کرنے کا انتہائی شوق تھا، جہاں کسی نے کسی نیک آدمی کے بارے میں بتایا وہ اس کے پاس پہنچے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۴۰)

ابدال اور مجذوبوں سے ملاقاتیں

مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کی ملاقات ابدال سے بھی رہی اور مجذوبوں سے بھی۔ یہ بھی صالحین واتقیاء کی جماعتیں ہیں۔ اس سلسلے کی تفصیل کا مجھے علم نہیں، اور بھی بہت لوگ اس سے آگاہ نہیں ہوں گے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس چیز کی حقیقت کا ہم علم نہیں رکھتے، اور اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ابدال بھی موجود ہیں اور مجذوب بھی۔ ان کا ذکر صلحاو اتقیا کے تذکروں میں آتا ہے۔ ان کی عادات واطوار اور حرکات وسکنات کے بھی کچھ حصے مشہور ہیں جو عام لوگوں سے متعلق نوعیت کے ہیں۔ مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کا ان سے تھوڑا یا زیادہ تعلق رہا ہے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۴۱)

تلاش مرشد کیلیئے سرگردہ:۔ ان کے پنجابی اشعار کا تعلق اس دور سے ہے، جب وہ مروجہ تعلیم سے فارغ ہو کر ایک خاص جذبے کے تحت اصحابِ تقویٰ کی تلاش میں مشغول تھے اور لوگوں کی نشاندہی پر دیوانہ وار مختلف مقامات کے چکر لگا رہے تھے۔ صوفیاء کی بولی میں کہنا چاہیے کہ وہ ایک عاشقِ زار کی طرح نہایت بے تابی کے عالم میں محبوب کو ڈھونڈ رہے تھے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۴۱)

استاد کا شاگردوں کا احترام فرمانا

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ، مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے استاذ ہیں، لیکن وہ اپنے اس شاگرد کو بے حد احترام سے خطاب فرماتے ہیں اور معذرت کرتے ہیں کہ وہ سستی اور عدمِ فرصت کی وجہ سے انہیں خط نہیں لکھ سکے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۴۶)

تصنیف حضرت والا کی کرامت کا نتیجہ

مولانا ممدوح صاحب کرامات بزرگ تھے اور اسے بھی ان کی کرامت ہی سے تعبیر کرنا چاہیے کہ اس فقیر نے ان کے حالات

Marfat.com

میں کچھ لکھنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حالات سازگار بنا دیئے اور غیر متوقع طور پر کویت اور دہلی کے دور دراز ملکوں میں رہنے والے اہل علم نے بھی اس سلسلے میں میری مدد فرمائی۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۴۷)

علم تصوف اور علم طریقت

اب مولانا ابوالکلام احمد صاحب دہلوی کا خط پڑھیے جو انہوں نے دہلی سے مولانا عارف جاوید محمدی کو لکھا اور پھر وہ خط انہوں نے کویت سے مجھے بھیجا۔

مولانا ابوالکلام احمد نے خط میں اہلحدیث کے علم تصوف اور علم طریقت کا جس انداز میں ذکر فرمایا ہے، وہ بالکل صحیح ہے۔ اس بات میں مولانا کے جذبات قابل قدر ہیں۔ انہیں اس موضوع پر کھل کر لکھنا چاہیے اور اہلحدیث علمائے دین کی کرامات اور ان کی قبولیت دعا کے واقعات کی تفصیل بیان کرنی چاہیے۔ اس سلسلے میں بہت عرصہ ہوا مولانا عبدالمجید سوہدروی مرحوم ومغفور نے کچھ کام کیا تھا اور بڑی عمدگی سے بعض اہل حدیث علمائے کرام کی کرامتوں کا تذکرہ فرمایا تھا۔

اصحاب کرامات علمائے اہلحدیث کی اس فہرست میں انہوں نے حضرت سیّد عبداللہ غزنوی، مولانا غلام رسول قلعوی اور حضرت قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہم اللہ کے اسمائے گرامی درج فرمائے ہیں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۴۸-۴۹)

علم تصوف سے نا آشنا حقیقت کیا جانیں!

بہر حال ذیل میں مولانا ابوالکلام احمد دہلوی کا مکتوب گرامی پڑھیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

المرکز الاسلامی ۔۔۔۔۔۔ ابوالفضل انکلیو جامعہ نگر ۔۔۔۔۔ نیو دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵ (ہند)

ذوالمجد والکرم الشیخ عارف جاوید محمدی صاحب، حفظہ اللہ وتولاہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مولانا عبداللہ معروف بہ غلام رسول (قلعہ میہاں سنگھ والا) رحمہ اللہ کے خطوط اور نظموں کا ترجمہ مع تصحیح مکمل ہے۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ علیہ کا ایک شعر جو اصل میں غلط چھپا ہوا ہے، اس کی تصحیح و ترجمہ بعد میں ان شاء اللہ ارسال خدمت کروں گا۔

متن چوں کہ خط شکستہ کے انداز کا ہے، نیز اس میں کافی غلطیاں تھیں، اس لیے پورے مجموعے کو خود اپنے خط میں لکھ کر منقح کر دیا ہے۔ بعض حرص محمود ہے اور بعض مذموم، اور علم کی حرص پر رشک کرنا بجا ہے، حدیث میں تو "حسد" کا لفظ آیا ہے، لیکن اس کے معنی رشک کے ہیں۔ آپ کی حرصِ علمی کو دیکھتے ہوئے اپنے خط کو اصل آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں، عکسی کاپی اپنے پاس رکھ لی ہے۔ سلفیوں کی بابت دشمنوں کی اڑائی ہوئی ہوائی ہے کہ انہیں علم باطنی میسر نہیں، وہ اہل ظاہر ہیں، طریقت نہیں جانتے، صرف شریعت سے واقف ہیں۔ واشگافانہ کہیں تو ان کے نزدیک یہ لوگ تصوف سے نابلد ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ ان خطوط کو شائع کر دوں اور اس پر ایک مبسوط مقدمہ لکھوں تا کہ دنیا باخبر ہو جائے کہ اہل حدیث کے یہاں علم طریقت و تصوف ہے، مگر وہ جو مبنی بر

Marfat.com

کتاب وسنت ہے۔ اور اہل حدیث کو مطعون کرنے والوں کو بتایا جائے کہ

لذتِ بادہ ناصح کیا جانے
ہائے کم بخت تو نے پی ہی نہیں

ہمارے علم طریقت کی چاشنی، کتاب وسنت کے مخلوطہ سے وجود میں آئی ہے، اوروں کے یہاں انحراف ہے اور زیغ و ضلالت، ھداھم اللہ للصراط المستقیم۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۵۰)

شیخ الکل کا مثالی ادب

یہاں حضرت میاں صاحب کا اپنے قلم سے لکھا ہوا خط بھی دیا جا رہا ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی...... ! کچھ پتا نہیں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے کتنے خطوط ہوں گے جو انہوں نے مختلف لوگوں کے نام لکھے اور ضائع ہو گئے۔ ذیل میں حضرت میاں صاحب کا خط ملاحظہ ہو۔ اس کے بعض الفاظ کا پڑھنا مشکل ہے، تاہم بہ طور تبرک یہاں درج کیا جا رہا ہے۔

اب اس مکتوبِ گرامی کا ترجمہ پڑھیے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کی حمد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کے بعد۔

عاجز محمد نذیر حسین کی جانب سے حسنات وکمالات کے جامع مولوی عبداللہ عرف مولوی غلام رسول کی خدمت میں۔ اللہ ان کے فضائل اور اعمال فاضلہ کے ساتھ انہیں سلامت رکھے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد۔ آپ کے خاطر مجموعۂ فیض پر واضح ہو کہ میرا حال یہ خط لکھنے تک بخیر ہے۔ آں محترم کی خبر وخیریت کیلئے دعا گو ہوں۔ عنایت نامہ جو عافیت کی بشارت دے رہا ہے، موصول ہوا، جو میرے بجھے ہوئے دل کو روشن کرنے والا اور رقیق آنکھوں کیلئے سرمہ ثابت ہوا۔ مجھ سے آپ کا جو شکوہ اور گلہ بیانی ہے، اس سے جدائی کی آگ میں جلتا ہوا دل دریائے ندامت میں ڈوب گیا۔ خیال ہوا کہ اپنے کوائف کی اطلاع اور آنحضرت کے مبارک مزاج کی صحت، دل پارہ پارہ کیلئے ضروری ہے بعض بدنی عوارض اور قلتِ فرصت کی وجہ سے کوتاہ دست ہو جاتا ہوں۔ معاف فرمائیں کہ نذر شرفاء کے یہاں مقبول ہوتا ہے۔ بے حد سستی جو مجھ میں پائی جاتی ہے، اس سے اپنے دوست واحباب سے بڑی شرمندگی ہوتی ہے۔

امید ہے کہ دعائے خیر میں نہ بھولیں گے اور طلبہ کو حدیث کا درس ہمیشہ دیتے رہیں گے۔ اللہ آپ کو اخلاص عطا فرمائے اور آپ پر بھرپور انعام کرے اور اللہ آپ کا ناصر ہو۔ حالات سے وقتاً فوقتاً خاص کر اپنے احوال واشغال سے مسرور وسرفراز فرماتے رہیں۔ اور ہاں مجالس الابرار اور شرح موطا کو (اپنے لیے) کافی بہتر پائیں گے۔

والسلام مع الاکرام مع خیر ختام! مہر۔۔۔ سیّد محمد نذیر حسین (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۵۱-۵۲)

ہر مسلک کا احترام

میں (اسحاق بھٹی مرحوم) ہر مسلک کے علمائے کرام کا احترام کرتا ہوں، میں نے مختلف مسالک کے ہزاروں علمائے کرام کے

Marfat.com

حالات لکھے ہیں۔ اس فقیر پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص احسان ہے کہ برصغیر کے جتنے علمائے کرام کا تذکرہ اردو زبان میں میں نے کیا ہے اور کسی نے نہیں کیا۔ میں حضراتِ علماء کی نفسیات کو بھی خوب جانتا ہوں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۵۸)

فروعی مسائل میں میانہ روی

حافظ محمد سعید طاہر کی خدمت میں یہ گزارش کرنے کو بھی جی چاہتا ہے کہ علمائے کرام کسی فقہی مسئلے میں جھگڑیں یا نہ جھگڑیں، یہ ان کی صواب دید یا تحقیق پر موقوف ہے۔ لیکن ہم دونوں فیصلہ کر لیں کہ ہم آپس میں ہرگز نہیں جھگڑیں گے۔ کوئی بیس تراویح پڑھے، چالیس پڑھے، ساری رات پڑھتا رہے، آٹھ پڑھے۔ ہمارے نزدیک سب ٹھیک ہے۔ کوئی شخص تراویح نہ پڑھنا چاہے تو نہ پڑھے۔ فرض اور سنتیں اور وتر پڑھ لے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۵۸-۵۹)

باپ کی ولایت کے بیٹوں میں اثرات

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تو اپنے دور کے ولی اللہ اور صاحب کرامات بزرگ تھے ہی، واقعہ یہ ہے کہ ان کی آل اولاد میں بھی صالحیت کے آثار موجود ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیوں سے نوازا ہے۔ سخاوت، مروت، رحم دلی، ایثار، اللہ کا خوف، عبادت کا ذوق، بڑے کا احترام، چھوٹے پر شفقت، نرم خوئی ایسے بہت سے اوصاف اس خانوادے کے افراد میں اب بھی پائے جاتے ہیں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۵۹)

خدمت کا جذبہ

مولانا محمد اشرف کے چھوٹے بھائی مولوی عبدالرحمٰن مسجد میں نماز پڑھنے آتے تو غسل خانوں میں اکثر غلاظت ہوتی تو پانی کی بالٹیاں بھر کر اسے صاف کرتے، پھر وضو کر کے نماز پڑھتے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۶۲)

چوہوں کا احترام ولی میں کھیت خالی کر جانا

اب ایک واقعہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے صاحب زادے مولانا عبدالعزیز کے متعلق سنیے جو پروفیسر محمد صدیق مان اپنے والد مکرم چودھری عبداللہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ چودھری صاحب ممدوح فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ ہمارے کماد کے کھیت میں بے شمار چوہے آ گئے اور کماد کی فصل برباد ہونے لگی۔ میں نے مولوی عبدالعزیز کی خدمت میں عرض کیا تو فرمایا تم جاؤ اور چوہوں کے بلوں کی مٹی لے کر کھیت کے تین کونوں میں بکھیر دو۔ چوتھا کونا خالی رہنے دینا۔ میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد مولانا عبدالعزیز وہاں پہنچ گئے اور کھیت کے خالی کونے میں کھڑے ہو گئے۔ چودھری عبداللہ کہتے ہیں کہ مولانا نے مجھے بھی اپنے ساتھ کھڑا کر لیا۔ آواز دی: چوہو! یہ کماد انسانوں کی خوراک ہے، تمہاری نہیں۔ لہٰذا تمام چوہے جلد از جلد کھیت سے باہر نکل جائیں۔ دوبارہ یہاں نہ آئیں۔

چودھری عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا آواز سنتے ہی چوہوں کی قطاریں ہمارے پاؤں کے پاس سے گزر رہی تھیں۔ ان کے بچے ان کے مونہوں میں تھے۔ میری آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے اور خوشی سے ہنسی بھی آ رہی تھی۔

Marfat.com

اس طرح کے بہت سے واقعات وکرامات مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اور ان کے بعض اخلاف کے بارے میں ان شاء اللہ اس کتاب میں خوانندگانِ محترم کے مطالعے میں آئیں گے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ٦٢ - ٦٣)

مولانا اسحٰق رحمہ اللہ کی بزرگوں سے عقیدت

بزرگانِ دین کے متعلق واقعات سے میں ابتدائے عمر ہی سے دلچسپی رکھتا ہوں۔ بے حد شوق سے ان کے واقعات سنتا بھی ہوں، پڑھتا بھی ہوں اور لکھتا بھی ہوں۔ جن حضرات سے ان کے مراسم رہے اور وہ ان کی ادائے صالحیت سے متاثر ہوئے، ان سے بھی مجھے قلبی لگاؤ ہے۔ اس سے قبل میں نے صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے حالات بھی بڑی دلچسپی سے لکھے ہیں، جو ''تذکرہ صوفی محمد عبداللہ'' کے نام سے مکتبہ سلفیہ لاہور نے شائع کیے۔ میرے نزدیک حضرت علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کے واقعاتِ حیات بھی نہایت سبق آموز ہیں جو اس فقیر نے تحریر کیے اور مکتبہ سلفیہ کی طرف سے شائع ہوئے۔ اب ''تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ'' بھی نہایت محنت اور انتہائی شوق سے لکھا ہے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ٦٣ - ٦٤)

خاندانی پس منظر

مولانا غلام رسول قلعوی کا نسب نامہ جو ان کے صاحب زادۂ گرامی مولانا عبدالقادر نے تحریر فرمایا ہے، یہ ہے: غلام رسول بن مولوی رحیم بخش بن حافظ نظام الدین خادم بن حافظ بہاؤ الدین بن حافظ محمد اکرم بن حافظ عصمت اللہ بن حافظ عبداللہ بن شیخ سکندر بن نور محمد بن پیر محمد۔

اس نسب نامے میں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے لے کر حافظ عبداللہ رحمہ اللہ تک سات بزرگوں کے ناموں کے آغاز میں بڑے بڑے القاب لکھے گئے ہیں، مثلاً فاضل، العالم، الکامل، ولی اللہ، اہل اللہ، المتقی وغیرہ۔ ان بزرگانِ عالی قدر کے حالات تو نہیں ملتے لیکن قرائن سے پتا چلتا ہے کہ فی الواقع یہ القاب ان پر صادق آئے ہیں۔ رحمہم اللہ۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے دادا کا اسم گرامی حافظ نظام الدین تھا رحمہ اللہ۔ وہ فارسی کے شاعر تھے اور خادم تخلص کرتے تھے۔ محمد زبیر اعوان نے اپنے ایک مضمون میں ان کی تاریخ ولادت ١١٧٦ھ (١٧٦٢ء) تحریر کی ہے اور مقام ولادت ضلع گوجرانوالہ کا گاؤں ''بھومہ باٹھ'' لکھا ہے۔ نیز بتایا ہے کہ وہ اپنے علاقے کے مشہور عالم دین، ادیب وانشاء پرداز، قادر الکلام شاعر اور علم الرؤیا کے ماہر تھے۔ ان کا روحانی تعلق ایک بزرگ کا کا شاہ رحمہ اللہ سے تھا جو ضلع سیالکوٹ کے موضع ''گڈ گور'' کے رہنے والے تھے۔

حافظ نظام الدین خادم رحمہ اللہ کو اسہال کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا۔ وہ کچھ دن اس مرض میں مبتلا رہے۔ پھر اسی مرض سے ١٢٣٩ھ (١٨٢٤ء) کو نماز پڑھتے ہوئے حالتِ رکوع میں وفات پا گئے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ٦٨ - ٧٠)

اشعار لکھ کر دستار میں محفوظ رکھنا

وفات کے بعد ان کی دستار سے حسب ذیل فارسی اشعار نکلے جو انہوں نے

> **خوبیوں کی اقتداء کرنی چاہیے**
>
> جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ائمہ عظام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم ہماری آنکھوں کے تارے ہیں۔ ہم جس جس میں جو جو خوبی دیکھیں، اسکی اقتداء کر سکتے ہیں۔
>
> (بحوالہ: فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ص ٨٦)

Marfat.com

زندگی کے آخری دور میں لکھے اور دستار میں رکھ لیے۔ ان اشعار سے صاف پتا چلتا ہے کہ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ یہ ان کی زندگی کے آخری دن ہیں اور وہ اسی بیماری کی حالت میں سفرِ آخرت پر روانہ ہو جائیں گے۔

ان اشعار میں شاعر نے دردناک انداز میں دنیا سے اپنے رخصت ہونے کا اعلان کیا ہے اور اپنے دوستوں اور عزیزوں کو آخری سلام کیا اور خیر باد کہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم اسی طرح یہاں سے پرواز کر رہے ہیں جیسے باغ سے بلبل پرواز کر جاتا ہے۔ دنیائے فانی سے ہمارا معاملہ ختم ہوا، اب یہاں رہنے کی تمہاری باری ہے۔ یہ دنیا کاروانِ سرا ہے، جسے چھوڑ کر ہم وطن کو جا رہے ہیں۔ لوگو! تم یہاں ہوش سے رہو، ہم نے تو اپنی عمر بے ہودہ کاموں میں گزاری۔ ہماری آخری نشانی یہ چند اشعار ہیں جو ہم نے یہاں چھوڑے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۷۰-۷۱)

ولادت سے قبل بشارات کا ظہور

آپ رحمہ اللہ کی ولادت ۱۲۲۸ ہجری میں ہوئی آپ کا مولد کوٹ بھوانیداس ضلع گوجرانوالہ ہے۔ آپ کی ولادت میں بھی ایک بزرگ کا عجیب قصہ ہے اور کرامت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ میاں محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ سکنہ پیروکوٹ ضلع گوجرانوالہ اپنے وقت میں مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ اس وقت کے صوفی ان کو ابدال کہتے تھے ان سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں۔

میاں محمد یوسف صاحب نجاری پیشہ کرتے تھے۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے والد اور انکی آپس میں بہت ہی محبت تھی۔ کوٹ بھوانی داس اور پیروکوٹ کا آپس میں تین کوس کا فاصلہ ہے۔ میاں محمد یوسف صاحب مرحوم دوسرے روز بلا ناغہ تا حیات کوٹ بھونیداس میں آتے رہے۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے دو اور بھائی بھی تھے۔ آپ سے بڑے حکیم غلام محمد صاحب مرحوم، یہ بھی بڑے صاحب علم اور دنیاوی معاملات میں ہوشیار تھے۔ چھوٹے بھائی حکیم شیر محمد صاحب تھے، یہ بھی صوفی با کمال تھے۔ آپ کے بڑے بھائی حکیم غلام محمد صاحب کی پیدائش کے بعد میاں محمد یوسف صاحب نے ایک روز مولوی رحیم بخش صاحب کی پشت پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ ”بھائی رحیم بخش میں نے آپ کو اپنا تمام فیض عطا کیا اور میرے فیض کا نمونہ آپ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اس کا نام غلام رسول رکھنا۔ سرچشمہ ہدایت ہوگا اور اس سے لوگوں کو بہت فیض ہوگا۔ عالم باعمل، صوفی با کمال ہوگا، متبع سید الانام ﷺ ہوگا۔ مقتدائے خلقت ہوگا اور خلق خدا تا قیامت ثناء گو رہے گی“۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی، ص ۲۶)

والدہ کو خواب میں بشارت

اسی اثنا میں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی والدہ نے خواب دیکھا کہ ان کی گود میں چودھویں رات کا چاند آ گرا ہے اور اس کی روشنی مشرق سے مغرب تک چلی گئی ہے۔ یہ چاند ان کی گود میں مسلسل بڑھتا جا رہا ہے اور اس کی روشنی چار سو پھیل رہی ہے۔ بعض لوگوں سے اس کی تعبیر پوچھی گئی تو بتایا گیا کہ اس خاتون کے بطن سے ایسا عالی بخت بیٹا پیدا ہوگا جو بڑا ہو کر کتاب وسنت کی تبلیغ کرے گا اور اس کی تبلیغ سے لوگ مستفیض ہوں گے اور شریعت مطہرہ کا نور پھیلے گا۔ پھر لوگوں نے دیکھا کہ ایسا ہی ہوا۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۷۶-۷۷)

Marfat.com

عالم طفولیت کی کرامات

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے بارے میں ان کے تذکرہ نگار بیٹے مولانا عبدالقادر لکھتے ہیں کہ انہوں نے بچپن میں والدہ ماجدہ کی گود میں کبھی پیشاب نہیں کیا۔ والدہ نماز کے اوقات میں بھی بچے کو چارپائی پر لٹا دیتیں اور خود نماز پڑھنے لگتیں، وہ آرام سے لیٹے رہتے، والدہ کے دورانِ نماز میں کبھی نہیں روئے۔ تہجد کی نماز بھی آرام سے پڑھ لیتیں اور بچہ چپ چاپ لیٹا رہتا۔ ان کے والد مولوی رحیم بخش رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا بچہ اتنا خاموش طبع ہے کہ رونا جانتا ہی نہیں۔ رمضان المبارک میں صبح سے شام تک نہ دودھ پیتے نہ پانی، ان کی اس خصوصیت کی بنا پر لوگوں میں مشہور تھا کہ میاں رحیم بخش رحمہ اللہ کا شیر خوار بچہ روزے رکھتا ہے۔ اس روزے دار بچے کو لوگ ان کے گھر دیکھنے کیلئے آیا کرتے تھے۔

(سوانح حیات مولانا غلام رسول، ص: ۲۷)، (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۷۷۔۷۸)

متقی بچہ کی لوگوں میں عقیدت

غلام رسول کے ساتھ کھیلنے والے بچوں میں سے کوئی بچہ شرارت کرتا یا کسی کو پریشان کرتا اور برا بھلا کہتا تو وہ اسے روکتے اور سمجھاتے کہ اس طرح کی حرکتیں کرنا بری بات ہے، اسلام میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

ظاہر ہے اس وقت انہوں نے نہ کوئی تعلیم حاصل کی تھی اور نہ تعلیم حاصل کرنے کی عمر تھی۔ نہ اہل علم کی مجلسوں میں بیٹھتے تھے، نہ اس طرح کا شعور تھا۔ کسی قسم کے وعظ و نصیحت سے بھی انہیں کوئی تعلق نہ تھا، لیکن ان کے اندر ایک فطری جذبہ تھا اور ضمیر کی ایک خوش گوار صدا اور معصوم سی تمنا تھی جو غیر شعوری طور پر ان کے دل کی گہرائیوں سے اُٹھتی اور اپنے ساتھی بچوں کے کانوں تک پہنچتی اور انہیں متاثر کرتی تھی۔ اس تاثر کی وجہ سے لوگ انہیں "متقی بچہ" کہنے لگے۔ ان کے گاؤں کے ہندوؤں میں مشہور تھا کہ مولوی رحیم بخش کا یہ بچہ ولی اللہ ہے۔ گاؤں کے عام لوگوں کو ان سے اتنی عقیدت ہوگئی تھی کہ کوئی بیمار ہوجاتا تو وہ ان سے پانی دم کرا کے مریض پر چھڑکتے یا اسے پلاتے تو اللہ اسے صحت عطا فرما دیتا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۷۸)

گمشدہ گدھے کی صحیح اطلاع دینا

ان کے بچپن کا ایک واقعہ سنیے جو نہایت عجیب و غریب ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک دن ایک کمہار نے ان سے کہا: متقی صاحب! میرا گدھا گم ہوگیا ہے، میں نے بہت تلاش کیا، لیکن ملا نہیں، میں سخت پریشان ہوں۔

کہا: گدھا آپ کے گھر میں ہے۔ اس نے کہا: میرے گھر میں نہیں ہے، گم ہوگیا ہے۔

انہوں نے جب زور دے کر کہا کہ گھر میں ہے تو وہ یہ دکھانے کیلئے کہ گھر میں نہیں ہے، انہیں پکڑ کر اپنے گھر لے گیا۔ دیکھا تو گدھا گھر میں کھڑا تھا۔ مطلب یہ کہ بچپن ہی میں ان پر آثار بزرگی ظاہر ہونے لگے تھے اور ان کے اندر علاماتِ کرامات کروٹ لینے لگی تھیں۔

بہر حال یہ خاندان متقی خاندان تھا، اس خاندان کے بچے بھی صالحیت کے اوصاف سے متصف تھے۔ اب بھی اس خاندان کے افراد میں حلم، رواداری، سخاوت، خدا ترسی اور نرم دلی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۷۹)

Marfat.com

کند ذہنی کا خواب میں غیبی علاج

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ پانچ سال کے ہوئے تو انہیں قرآن مجید پڑھنے کیلئے مسجد میں ایک استاد کی خدمت میں لایا گیا۔لیکن پڑھنے میں نہایت کمزور تھے۔نہ یادداشت نہ حافظہ۔بڑی مشکل سے قرآن مجید پڑھا۔والد اور گھر کے تمام افراد پریشان و فکر مند، جو کچھ سوچا تھا وہ ظہور میں نہیں آرہا تھا۔چند سال اسی طرح گزر گئے۔پڑھنے لکھنے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔اتنا نیک اور شریف طبع بچہ، بالکل غبی، والدین کیلئے ذہنی اعتبار سے یہ نہایت تکلیف رساں معاملہ تھا۔(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی،ص:۸۰)

پنجاب میں اس وقت سکھوں کا راج تھا اور راجا رنجیت سنگھ تختِ حکومت پر متمکن تھا، جس کی حکمرانی کا دور انیسویں صدی کے آغاز سے لے کر ۱۸۳۹ء تک چلتا ہے۔اس غبی اور کمزور ذہن بچے نے خواب میں دیکھا کہ وہ راجا رنجیت سنگھ کے طویلے میں اذان دے رہا ہے اور اس کی اذان سن کر بہت بڑی تعداد میں دور دور سے لوگ اس کی طرف آرہے ہیں۔یہ خواب اس بچے نے اپنے جدِ امجد حافظ نظام الدین خادم رحمہ اللہ کو سنایا تو انہوں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ تم آگے چل کر اسلام کے اتنے بڑے مبلغ بنو گے کہ بہت سے لوگ تمہاری تبلیغ سے اثر پذیر ہو کر تمہارے ہاتھ پر دائرہ اسلام میں داخل ہوں گے۔

یہ ایک خواب تھا جو عالم طفولیت میں مولانا غلام رسول نے دیکھا اور یہ اس کی تعبیر تھی جو ان کے دادا حافظ نظام الدین خادم رحمہ اللہ نے اپنے ہونہار پوتے کو بتائی۔آگے چل کر یہ تعبیر بالکل صحیح ثابت ہوئی اور ایک دنیا نے ان سے حصولِ فیض کیا، جس کی تفصیل کتاب کے آئندہ اوراق میں ہمارے علم میں آئے گی۔(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی،ص:۸۰۔۸۱)

دادا کی خدمت اور ان کی دعا:۔اس واقعہ سے چند روز بعد حافظ نظام الدین رحمہ اللہ کو اسہال کا مرض لاحق ہو گیا، جس نے طوالت اختیار کر لی۔اب غلام رسول رحمہ اللہ ان کی خدمت میں رہنے لگے۔بیماری کی وجہ سے حافظ صاحب نہ رات کو سو سکتے تھے، نہ دن کو، غلام رسول رحمہ اللہ بھی ان کے ساتھ جاگتے اور ان کی غلاظت صاف کرتے۔ایک دن سحری کے وقت انہوں نے دیکھا کہ بچہ جاگ رہا ہے اور ہاتھوں سے ان کی غلاظت صاف کر رہا ہے۔انہوں نے تعجب سے فرمایا: غلام رسول تم جاگ رہے ہو اور غلاظت صاف کرتے ہو، ایک وقت آئے گا کہ اسی طرح لوگ تمہاری خدمت کریں گے، **تمہیں لوگوں میں مقبولیت حاصل ہوگی اور تمہاری تبلیغ اسلام سے لوگوں کے دلوں کی غلاظت اور گندگی ختم ہوگی۔**

مولانا غلام رسول کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ وہ ہمیشہ اپنے عقیدت مندوں کو یہ واقعہ سناتے اور فرماتے کہ مجھے اپنے دادا صاحب ہی سے فیض حاصل ہوا ہے اور میں جو کچھ ہوں، یہ ان کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی،ص:۸۱۔۸۲)

دادا کا پوتے میں فیض منتقل کرنا

جس دن حافظ نظام الدین رحمہ اللہ نے اپنے پوتے غلام رسول سے فرمایا کہ جس طرح تم میری خدمت کرتے ہو، اسی طرح لوگ تمہاری خدمت کریں گے، اس سے دوسرے دن حافظ صاحب کے ایک دوست کا کا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کوٹ بھوانی داس تشریف لائے، ان صاحب سے ملے اور ان سے گفتگو کی۔

کا کا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں موضع گڈگور کے رہنے والے تھے۔نہایت پرہیزگار بزرگ تھے۔ ان

Marfat.com

کا تعلق بھی حافظ نظام الدین خادم مرحوم سے روحانی تھا۔ یہ کسی کو معلوم نہیں کہ ان دونوں میں سے کون پیر اور کون مرید تھا۔ جب شاہ صاحب حافظ نظام الدین رحمہ اللہ سے ملاقاتی ہوئے تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''شاہ صاحب! غلام رسول کو جو کچھ میں نے عطا کرنا تھا وہ کر دیا۔ میرا آخری وقت قریب ہے۔ میں رحلت کرنے والا ہوں، جو کچھ اس کے دل میں بیج بویا گیا ہے اس کی پرورش اور حفاظت ظاہری صورت میں بشرط زندگی ومشیت ایزدی آپ کے ذمہ ہے۔ یہ خیال رکھنا کہ یہ لڑکا ضائع نہ ہو جائے''۔

دوسرے روز شاہ صاحب فی امان اللہ کہہ کر اپنے گاؤں گڈ گوڑ چلے گئے اور اس سے اگلے دن حافظ نظام الدین رحمہ اللہ کا انتقال ہو گیا۔

توجہ ولی اور کند ذہنی کا علاج:۔ کچھ روز بعد شاہ صاحب دوبارہ کوٹ بھوانی داس آئے اور غلام رسول رحمہ اللہ کو پڑھنے کیلئے چند الفاظ بتائے۔ دوسرے دن انہوں نے ان سے وہ الفاظ پوچھے تو جواب دیا کہ جو الفاظ آپ نے بتائے تھے، میں وہ الفاظ بھول گیا ہوں۔ شاہ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اتنی جلد بھول گئے۔ حافظہ ندارد...... کہا تم میرے دوست کے پوتے ہو۔ تمہارے متعلق انہوں نے مجھے خاص طور پر وصیت کی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے غلام رسول کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: برخوردار! کہو: ''اللھم بارک لی فی علمی و عملی رب زدنی علما''۔

''اے اللہ! میرے علم اور عمل میں برکت فرما اور میرے علم میں اضافہ فرما''۔ مولانا غلام رسول کی عمر اس وقت تقریباً بارہ برس کی تھی۔ یہ الفاظ پڑھنے کے بعد ان کا ذہن کھل گیا۔ وہ جو کچھ پڑھتے فوراً حافظے کی لوح پر نقش اور زبان پر جاری ہو جاتا۔ ان کے سوانح نگار لکھتے ہیں:

''مولانا غلام رسول فرمایا کرتے تھے کہ جس دن شاہ صاحب نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر مجھے یہ دعا پڑھائی تھی، اس دن سے اگر میں نے سو صفحے کی کتاب کا مطالعہ کیا تو وہ پوری کتاب مجھے یاد نہیں رہی تو اس کا مطلب میرے ذہن میں محفوظ ہو گیا۔''

(سوانح حیات مولانا غلام رسول، ص: ۳۲)

شاہ صاحب نے رخصت ہوتے وقت ان سے کہا کہ جب میں تمہیں بلاؤں، مجھے ضرور ملنا۔ جس طرح ہو سکے درسی کتابیں پڑھ لو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے گا، وہی سب کا حافظ و ناصر ہے۔ یاد خدا میں مشغول رہو، یہ کہہ کر دعا کی اور چلے گئے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۸۲-۸۳)

روزانہ تہجد میں 36 مرتبہ یٰسین پڑھنے کا حکم

اپنے دادا حافظ نظام الدین خادم رحمہ اللہ کی وفات کے چند روز بعد مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تحصیل علم کیلئے لاہور آئے۔ یہاں کی لال مسجد (اندرون بھاٹی گیٹ) میں اس عہد کے ایک عالم مولانا غلام محی الدین بگوی کا سلسلۂ درس جاری تھا، اس میں شامل ہو گئے۔ دو ماہ کے بعد استاذِ محترم سے اجازت لے کر شاہ صاحب کی خدمت میں گڈ گوڑ گئے۔ وہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور نصیحت فرمائی کہ ۳۶ بار سورۃ یٰسین تہجد میں پڑھا کرو اور ساتھ ہی درود کبریت احمر کی اجازت دی اور زکوۃ نکالنے کا حکم دیا اور فرمایا ''اجرائے لطائف، یا ذکر وجود، یا سلطان الاذکار، یا حضور مطلق، یا حضور دائمی، یا مراقبات، ان سے

Marfat.com

صوفیائے کرام متبعان سید الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذہن میں یہ غرض رکھی ہے کہ انسان کا تزکیہ نفس ہو کر افعال و اعمال و اقوال محمدی قبول کرنے کے قابل ہو جائے۔ یہ سب اتباع محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسائل ہیں۔ مقصود بالذات پیروی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ نیز ارشاد فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اسی طرح کرو جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کرتے تھے۔

اصل صوفی اور شیخ وہ ہے، جس کے افعال و اعمال فرامین پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ہوں۔ ایسے ہی لوگ کامل اور لائق بیعت ہوتے ہیں۔ جو لوگ ان اوصاف سے محروم ہیں، ان سے کنارہ کش رہو۔ شاہ صاحب نے انہیں اس قسم کی اور بھی نصیحتیں کیں۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابتداء

شاہ صاحب کی ان نصائح سے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نہایت متاثر ہوئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ باتیں سن کر ان کے سامنے حقیقت واضح ہو گئی اور انہیں پتا چل گیا کہ نیکی کیا ہے اور برائی کیا ہے۔ پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب ان سے کوئی **خلافِ سنت کام ہونے لگتا تو انہیں ایسے محسوس ہوتا کہ اس کے ارتکاب سے انہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما رہے ہیں۔** نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے انہیں اس درجہ محبت پیدا ہو گئی اور دل میں ایسا انقلاب آیا کہ بے شک انہیں مار دیا جائے، ان کے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور انہیں آگ میں پھینک دیا جائے، وہ ہر حال میں اتباع سنت پر کاربند رہیں گے اور ہر صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا رشتہ محبت قائم رکھیں گے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۸۳ تا ۸۵)

دورانِ درس مرشد سے ملاقات کا شوق

مولانا واپس لاہور آئے تو مولانا غلام محی الدین بگوی رحمہ اللہ لاہور کی سکونت ترک کر کے اپنے اصل مسکن بگہ چلے گئے تھے اور ان کی جگہ ایک اور استاذ ان کی مسند درس پر فائز ہو گئے تھے۔ وہ مدرس اور عالم تو بے شک اچھے تھے لیکن ان کی عملی حالت کمزور تھی۔ ایک روز شاہ صاحب رحمہ اللہ نے خواب میں ملنے کا اشارہ کیا۔ لیکن استاد نے اجازت نہ دی دوسرے روز پھر خواب میں وہی اشارہ ہوا، پھر بھی استاد صاحب نے اجازت نہ دی۔ تیسرے روز شاہ صاحب نے خواب میں مل کر فرمایا ''یہ میری آخری ملاقات ہے تم مولوی صاحب بگہ والے سے پڑھنا شروع کرو۔ کیونکہ تمہارا موجودہ استاد دیندار نہیں'' اس ارشاد کے ہوتے ہی مولوی صاحب بلا اجازت کتابیں لے کر وہاں سے چل دیئے اور سیدھے شاہ صاحب کے گاؤں کی طرف روانہ ہوئے لیکن آپ کے پہنچنے سے پیشتر ہی شاہ صاحب رحلت فرما چکے تھے۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے ان کی قبر پر جا کر نماز جنازہ ادا کی اور اپنے گاؤں میں واپس چلے آئے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۸۵-۸۶)

والد محترم کی حالت سجدہ میں رحلت

مولانا غلام رسول گاؤں پہنچے تو ان کے والد محترم مولوی رحیم بخش رحمہ اللہ بیٹے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ فرمایا اچھا ہوا تم آ گئے اور مجھ سے ملاقات ہو گئی۔ وہ بیٹے کی دین داری اور شوقِ حصول علم سے بڑے مطمئن تھے۔ مولانا کی آمد کے دوسرے دن وہ جماعت کے ساتھ نماز عصر پڑھ رہے تھے کہ چوتھی رکعت کے سجدے میں رحلت فرما گئے۔

Marfat.com

ظاہر ہے یہ اچانک موت تھی اور بہت بڑا حادثہ تھا' لیکن اللہ کو یہی منظور تھا، صبر شکر کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ ان کی وفات چوں کہ حالتِ سجدہ میں ہوئی تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے یقیناً ان کی مغفرت فرمادی ہوگی۔ والد کے کفن دفن کے بعد وہ بگہ تشریف لے گئے اور وہاں مولانا غلام محی الدین بگوی کے برادرِ صغیر مولانا احمد الدین بگوی کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے۔ پھر باقی ماندہ تمام مروجہ درسی کتابیں انہیں سے پڑھیں۔

مولانا غلام محی الدین بگوی اور مولانا احمد الدین بگوی رحمہما اللہ دونوں بھائی اپنے عہد کے مشہور مدرس اور عالم تھے۔ ان سے بے شمار شائقین علوم دینیہ نے استفادہ کیا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۸۶۔۸۷)

اساتذہ کرام کا تعارف

مولانا حافظ غلام محی الدین بگوی رحمہ اللہ پنجاب کے جس خاندان سے تعلق رکھتے تھے، وہ کئی پشتوں سے مرجع خلائق تھا اور اس کے اکثر افراد علم وعمل اور زہد وتقویٰ کی دولت سے بہرہ ور تھے۔ مولانا ممدوح کے والد کا نام حافظ نور حیات، دادا کا حافظ محمد شفا اور پردادا کا اسم گرامی نور محمد تھا۔ ان کا سلسلۂ نسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ حافظ غلام محی الدین رحمہ اللہ کے اسلاف میں ایک بزرگ عبدالرحمن بن صالح تھے جو آٹھویں صدی ہجری میں واردِ پنجاب ہوئے۔ حافظ نور محمد کے جانشین حافظ محمد شفا ہوئے۔ انہوں نے ۱۲۲۰ھ (۶۔۱۸۰۵ء) میں وفات پائی۔ حافظ غلام محی الدین انہی حافظ محمد شفا کے پوتے تھے۔ والد کا نام حافظ نور حیات تھا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۸۸۔۸۹)

ایک غیبی بزرگ کی پیشگوئی

حافظ غلام محی الدین بگوی رحمہ اللہ اپنے علاقے اور عہد کے ممتاز عالم تھے۔ تفسیر وحدیث، فقہ وکلام، اصول ومعانی اور دیگر علوم متداولہ میں درک رکھتے تھے۔ زہد واتقا کی دولت سے بھی بارگاہِ الٰہی سے انہیں خاص حصہ ملا تھا۔

حافظ غلام محی الدین محرم ۱۲۱۰ھ (اگست ۱۷۹۵ء) کو اپنے آبائی گاؤں بگہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے بارے میں ایک عجیب واقعہ منقول ہے جو ان کے بالکل ابتدائی ایام سے تعلق رکھتا ہے اور اس کے راوی ان کے والد ماجد حافظ نور حیات ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات وہ نمازِ تہجد کیلئے اٹھے تو ازراہِ محبت اپنے بچے غلام محی الدین کو گود میں اٹھا کر ساتھ لے گئے اور دریائے جہلم کے کنارے پہنچے۔ کپڑا بچھا کر بچے کو لٹا دیا اور خود وضو کر کے نوافل پڑھنے لگے۔ اندھیری رات تھی اور بچہ قدرے فاصلے پر تھا۔ کچھ دیر بعد انہیں خیال گزرا کہ ایسا نہ ہو کوئی درندہ آجائے اور بچے کو اذیت پہنچائے، بچے کو اپنے پاس ہی لٹانا چاہیے۔ اس خیال سے جب وہ بچے کو اٹھانے گئے تو دیکھا کہ ایک مبارک صورت سفید ریش بزرگ بچے کو گود میں لیے بیٹھے ہیں۔ باپ نے بزرگ سے درخواست کی کہ اس بچے کیلئے دعا فرمائیں کہ یہ باعمل عالم ہو۔ بزرگ نے کہا یہ باعمل عالم ہی ہوگا اور لوگوں کو اس سے فیض پہنچے گا۔ یہ الفاظ کہہ کر وہ بزرگ ان کی آنکھوں سے غائب ہو گئے۔

غلام محی الدین چار برس چار ماہ کے ہوئے تو انہیں مسجد میں لے جا کر حافظ حسن کے سپرد کر دیا گیا جو بچوں کو قرآن مجید پڑھاتے تھے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۸۹۔۹۰)

Marfat.com

ایک مہینے میں قرآن حفظ کر لینا

انہوں نے تھوڑے عرصے میں ناظرہ قرآن مجید پڑھ لیا تھا۔ آواز اچھی تھی، مگر قرآن مجید حفظ نہیں کیا تھا۔ ان کے قرآن پڑھنے کے بعد پہلا ماہ رمضان آیا تو لوگوں نے ان کے والد حافظ نور حیات سے کہا کہ تراویح میں غلام محی الدین سے قرآن سننا چاہیے۔ والد نے بیٹے سے پوچھا کہ تم قرآن مجید سنا سکو گے؟ عرض کیا آپ اگر روزانہ میرے ساتھ ایک پارے کا دور کر لیا کریں تو سنا سکوں گا۔ چنانچہ یہ سلسلہ شروع کر دیا گیا اور انہوں نے اسی ماہ رمضان میں پورا قرآن مجید حفظ کر لیا اور نماز تراویح میں سنا بھی دیا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۹۰۔۹۱)

حضرت شاہ غلام علی مجددی نقشبندی کی بیعت

حافظ غلام محی الدین رحمہ اللہ نے حدیث کی کتابیں ختم کر لیں تو ان کے استاذِ محترم حضرت شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ اپنے اس لائق شاگرد کو حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی خدمت میں لے گئے اور سند حدیث عطا فرمانے کی درخواست کی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے ان سے حدیث اور علم حدیث کے متعلق چند سوالات پوچھے جن کے انہوں نے صحیح صحیح جواب دیئے۔ شاہ صاحب جواب سن کر خوش ہوئے اور سندِ حدیث عطا فرما کر دعا کی اور فرمایا ان شاء اللہ آپ سے لوگوں کو فیض پہنچے گا۔ ساتھ ہی نصیحت فرمائی کہ ''وطن جا کر ایسی کوئی بات نہ کرنا جس سے لوگوں میں تفرقہ پیدا ہو۔'' قیام دہلی کے زمانے میں انہوں نے شاہ غلام علی مجددی رحمہ اللہ کی بیعت کی اور ان سے استفاضہ کیا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۹۱۔۹۲)

تکوینی راز پر اخفائے حال

مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا گزر رنگہ شریف سے ہوا، اس وقت میری عمر بیس سال کی تھی، جب لوگوں نے سنا کہ مولوی غلام رسول صاحب کا بڑا بیٹا آیا ہوا ہے تو سب لوگ مجھے دیکھنے کے لئے آئے میرے ساتھ میرے تایا زاد بھائی مولوی احمد علی صاحب مرحوم ساکن کوٹ بھوانیداس بھی تھے۔ لوگوں نے مولوی صاحب کا ذکر شروع کیا، ایک سفید ریش آدمی نے بیان کیا کہ ''ایک دفعہ آپ کی طالب علمی کے زمانہ میں ہم اکٹھے دریا پر (جو قریب ہی تھا) نہانے کے لئے گئے۔ ہم سب نے مع مولوی صاحب کے غوطہ لگایا۔ جب ہم نے نکل کر دیکھا تو مولوی صاحب نہ نکلے تھے۔ ہمیں بڑی تشویش ہوئی۔ بہت تلاش کیا مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ آخر جب ۳ گھنٹہ کی تلاش کے بعد ہم مایوس ہو چکے تھے تو اچانک مولوی صاحب نے پانی سے سر نکالا اور ہمیں بہت خوشی ہوئی اور حیرت بھی ہوئی کہ اتنی مدت آپ کہاں رہے؟ جب آپ سے اس دیر کا سبب پوچھا گیا تو خاموش رہے اور کچھ جواب نہ دیا اور گاؤں کو چلے آئے۔ اس معاملہ کے بعد آپ نے ہمارے ساتھ جانا چھوڑ دیا لیکن ہم یہ حیرت انگیز معاملہ دیکھنے کے لیے نظر بچا کر پیچھے پیچھے جایا کرتے اور ویسے ہی کئی دفعہ دیکھ کر حیران ہوتے۔ (سوانح حیات ص ۷۳)

دوران درس ذکر و مراقبات کی کثرت

مولانا صاحب کو خداوند کریم نے اپنے فضل اور ایک بزرگ کی دعا سے ایسا عمدہ حافظہ عطا کیا ہوا تھا کہ وہ صرف ایک ہی

Marfat.com

دفعہ سبق کی عبارت رواں ہی استاد سے پڑھ لیا کرتے اور مضمون کلھم ذہن میں رکھتے تھے اور پھر کبھی نہ بھولتے۔ آپ کے استادوں کو یہ ہرگز علم نہ تھا کہ آپ کا ایسا حافظہ ہے۔ اس لیے آپ کے دونوں استاد یہ کہا کرتے تھے کہ مولوی غلام رسول پڑھتا تو کچھ نہیں۔ شب و روز مراقبات میں ہی مشغول رہتا ہے، نہ مطالعہ کرتا ہے، نہ پڑھ کر دوہرائی کرتا ہے، خاندانی آدمی تھا، ہمیں خیال تھا کہ کچھ پڑھ جائے مگر یہ پڑھنے کی طرف آتا ہی نہیں، خداوند کریم اس کے حق میں کوئی بہتری کی صورت کرے۔ غرض اسی حال میں آپ نے درسی کتابیں تمام کیں۔ (سوانح حیات ص ۴۷)

تکمیل علم کے بعد خواب کی تعبیر

قمری حساب سے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی ولادت ۱۲۲۸ھ میں ہوئی جو عیسوی حساب سے 1813ء بنتا ہے۔ نیکی کے آثار تو ان میں ابتدائی عمر ہی میں نمایاں ہونے لگے تھے جو بہ فضل الٰہی اس زمانے اور علاقے کے بزرگ کا کا شاہ صاحب رحمہ اللہ کی دعا اور تلقین و نصیحت سے مزید ابھر آئے تھے۔ تعلیم حاصل کرنے کا شوق بھی ذہن میں تیزی سے کروٹ لینے لگا تھا۔ تقریباً بارہ سال کی عمر میں انہوں نے باقاعدہ طلبِ علم کی راہ پر قدم رکھا۔ قمری حساب سے یہ کم و بیش ۱۲۴۰ھ کا زمانہ ہے اور عیسوی حساب سے ۲۵-۱۸۲۴ء کا۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ کہیں آنے جانے کے موجودہ ذرائع کا کوئی تصور نہ تھا۔ بالعموم پیدل سفر کیا جاتا تھا۔ اور دور حال کے نقطۂ نظر سے کہنا چاہیے کہ ایک گھنٹے کی مسافت پہروں میں طے ہوتی تھی۔ لاہور اور بگہ کے اساتذہ (مولانا حافظ غلام محی الدین اور حافظ احمد الدین بگوی) سے انہوں نے آٹھ سال کے لگ بھگ تعلیم حاصل کی اور بیس برس کی عمر میں اس دور کے مروجہ علوم کی تکمیل کی۔ اس وقت ان کا خاندان کوٹ بھوانی داس میں مقیم تھا۔

میہاں سنگھ (قلعہ اسلام) اس زمانے کے سکھوں میں شریف آدمی تھا اور مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے والد حافظ رحیم بخش رحمہ اللہ کا شاگرد تھا۔ اس نے اپنے استاذِ مکرم حافظ رحیم بخش سے اپنے آباد کردہ گاؤں قلعہ میہاں سنگھ (قلعہ اسلام) تشریف لانے اور وہاں مستقل طور سے سکونت اختیار کرنے کی درخواست کی۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۹۸-۹۹)

خواب کی تعبیر پوری ہو جانا

میہاں سنگھ (قلعہ اسلام) نے ان لوگوں سے نہایت عزت کا برتاؤ کیا۔ وہاں انہوں نے مسجد تعمیر کی، جس میں دن رات میں پانچ وقت اذان گونجنے لگی اور باقاعدہ جمعہ و جماعت کی ادائیگی کا اہتمام کیا گیا۔ دینی مدرسہ قائم کیا، جس میں درس و تدریس کے سلسلے کا آغاز ہوا اور تھوڑی مدت میں قلعہ میہاں سنگھ (قلعہ اسلام) دینی علوم کا ایک بڑا مرکز قرار پا گیا۔ اس طرح مولانا غلام رسول کے بچپن کے اس خواب کی تعبیر سامنے آگئی جس میں انہوں نے دیکھا تھا کہ وہ راجا رنجیت سنگھ کے طویلے میں اذان دے رہے ہیں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۹۹-۱۰۰)

کامل مرشد کی تلاش کا بے پناہ جذبہ

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے قلبِ صافی میں محبتِ الٰہی کا انتہا درجے کا جوش اور تعلق باللہ کا بے پناہ جذبہ پیدا ہو گیا تھا جو

Marfat.com

انہیں کسی مرشدِ کامل کے دروازے پر حاضری کیلئے مجبور کرتا تھا۔ کسی نے بتایا کہ علاقہ بونیر میں ایک بزرگ اخوند صاحب رہتے ہیں جو متقی اور ولی اللہ شخص ہیں۔ بہت سے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے صالحیت کا درس لیتے ہیں۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ بھی وہاں پہنچے اور ان سے ملاقات کی۔

مولانا دو دن ان کے پاس ٹھہرے، پھر واپس لوٹ آئے۔ راستے میں علاقہ ہزارہ کے ایک گاؤں تربیلا پہنچے تو وہاں کے نمبردار کے گھر قیام کیا۔ نمبردار نے مقصدِ سفر دریافت کیا تو انہوں نے پوری روداد بیان فرمادی۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۰۰۔۱۰۱)

مرشد و مرید کی خوشی

گاؤں کا یہ نمبردار اخوند سیّد محمد امیر رحمۃ اللہ علیہ (ساکن کوٹھا، تحصیل صوابی ضلع مردان) کا مرید تھا۔ اس نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کو سیّد محمد امیر صاحب رحمہ اللہ کے متعلق بتایا اور ان کے زہد و تقویٰ اور علم و عمل کے واقعات سنائے تو وہ نہایت متاثر ہوئے اور ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا عزم کیا۔ رات بہ مشکل وہاں بسر کی اور فجر کی نماز پڑھتے ہی موضع کوٹھا کی طرف روانہ ہو گئے۔ پہاڑی راستہ اور مولانا اس نواح کے اجنبی مسافر۔ بڑی مشکل سے وہاں پہنچے۔ سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ کو دیکھتے ہی دل میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اسی آن ان سے سلسلہ بیعت سے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: **میں مولانا اسماعیل شہید دہلوی رحمہ اللہ کے مرشد سیّد احمد شہید بریلوی رحمہ اللہ سے بیعت ہوں اور انہی سے میں نے فیض پایا ہے۔**

یہ الفاظ سنتے ہی مولانا غلام رسول رحمہ اللہ خوش ہو گئے اور طویل و مشکل سفر کی تکان دور ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوا کہ نئی زندگی مل گئی ہے۔ کاکا شاہ صاحب رحمہ اللہ نے نصیحت کرتے ہوئے جس قسم کے اولیاء اللہ کا ذکر فرمایا تھا اور جن اوصاف حسنہ کے لوگوں کی نشان دہی فرمائی تھی، وہ تمام اوصاف سیّد امیر صاحب ممدوح کی ذات گرامی میں پائے جاتے تھے۔ مجھے دوبارہ زندگی حاصل ہوئی پژمردگی جاتی رہی، اتنا سرور ہوا کہ دنیا و مافیہا بھول گیا۔ کاکا شاہ صاحب والا فیض دوبارہ عود کر آیا۔ خشک نہر جاری ہو گئی، حضرت صاحب رحمہ اللہ میری طرف دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے تھے، میرے چراغ میں رمق باقی تھی، روغن ڈالا گیا تو جو مراد تھی، وہ بر آئی۔

سیّد صاحب رحمہ اللہ نے بھی انہیں دیکھ کر بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور اٹھ کر سینے سے لگایا۔ فرمایا تیری خوشی کا بھی کوئی حساب نہیں اور میری خوشی کا بھی کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے آج تک تیرے جیسا مشتاقِ سنت شخص نہیں ملا۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۰۱۔۱۰۲)

سیّد صاحب کا طریق تعلیم و اصلاح

حضرت سید محمد امیر رحمہ اللہ کا فیض مثل موج دریا تھا۔ کوئی بھی خالی نہیں جاتا تھا۔ جو حلقہ میں بیٹھ جاتا یکبارگی اس کے تمام لطائف جاری ہو جاتے اور وہ متبع سید الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن جاتا۔ سیّد صاحب اپنے ملنے والوں اور حلقۂ بیعت میں شامل ہونے والوں کو وہی وظائف پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی اور کتب احادیث میں منقول ہیں۔ نیز انہیں احکامِ شریعت کی پابندی کرنے اور نماز روزے کی ادائیگی کی سختی سے تلقین فرماتے۔

Marfat.com

چند روز مولانا ان کی خدمت میں رہے۔ پھر اپنے وطن قلعہ اسلام واپس آ گئے۔ اب انہوں نے سلسلۂ درس بند کر دیا تھا اور ہر وقت ذکرِ الٰہی اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہنے لگے تھے۔ لوگوں کو نیک کام کرنے کی تاکید اور منہیات سے روکنا ان کا شب و روز کا معمول قرار پا گیا تھا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۰۲)

خواجہ سلیمان تونسوی سے ملاقات کا شوق

کوٹھا (علاقہ مردان) سے واپس آئے تھوڑے دن ہوئے تھے کہ کسی نے بتایا تونسہ (ضلع ڈیرہ غازی خاں) میں ایک بزرگ خواجہ سلیمان رحمہ اللہ رہتے ہیں، جن کی نیکی اور صالحیت کا بڑا شہرہ ہے۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ ان سے ملاقات کیلئے تونسہ کو روانہ ہو گئے۔ یہ بھی ایک طویل اور تکلیف دِہ سفر تھا، لیکن **انہیں بزرگوں اور دین دار لوگوں سے ملنے کا اتنا شوق تھا کہ سفر کی طوالت اور اذیت رسانی کا انہیں کوئی احساس نہ ہوتا تھا**۔ یہ ایک ایسا پُرخلوص جذبہ تھا جو اس راہ کی تمام مشکلات پر غالب آ جاتا تھا۔ چلتے چلتے وہ رات کے وقت ایک گاؤں میں پہنچے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جب مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تونسہ گئے تو خواجہ سلیمان وہاں نہیں تھے، کہیں لمبے دورے پر گئے تھے۔ مولانا واپس اسی گاؤں میں آئے اور امام صاحب کو سرگزشت سنائی تو انہیں بڑی مسرت ہوئی۔

(سوانح حیات مولانا غلام رسول، ص: ۴۴۔۴۵)

تونسہ کو دوبارہ روانگی اور خواجہ صاحب سے ملاقات

مولانا کا یہ بھرپور جوانی کا زمانہ تھا اور صحت بہت اچھی تھی۔ بزرگوں سے ملاقات اور حصول فیض کا شوق انہیں ہر اس جگہ لے جاتا، جہاں کسی بزرگ کی موجودگی کا پتا چلتا۔ اسی شوق کی وجہ سے (جیسا کہ ابھی بتایا گیا) وہ تونسے گئے، لیکن وہاں کے پیر خواجہ سلیمان رحمہ اللہ سے ان کی ملاقات نہ ہوئی۔ اب کچھ عرصے کے بعد انہوں نے دوبارہ تونسہ جانے کا فیصلہ فرمایا اور وہاں پہنچ گئے۔ خواجہ صاحب سے ملاقات ہوئی اور ان کی خدمت میں منظوم (فارسی) خط پیش کیا، جو چوالیس (۴۴) اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دریغا زندگانی رفت برباد — زِ جور نفسک امارہ فریاد
منادی می زند کوس روارو — کہ زیں دار د سپنجی راہگرا شو
نبا شد دائما ایں سنبل و گل — نہ شورِ قمری ونے سوزِ بلبل
خزاں افتد دریں باغ و بہاری — کند ابر فنا نش آب داری
نماند نرگس ونے لالہ زاراں — نہ ایں حسن و جمالِ گلغداراں
کنوں وقت است شو از خواب بیدار — دل اندر یار بند و دست درکار

Marfat.com

بسے دور است سامانِ سفر کن زپا بندئ ایں دنیا گزر کن
کہ چوں برہم زند ایں کاروبارت بزیرِ خاکِ گور افتد گزارت

مولانا فرماتے ہیں: ''ان شعروں سے خواجہ سلیمان رحمہ اللہ بہت خوش ہوئے۔ چند روز خواجہ سلیمان رحمہ اللہ نے مجھے اپنے ہاں ٹھہرایا۔ مجھ پر بہت خوش ہوئے۔ **بیعت کیے بغیر ہی مجھے اپنا خلیفہ ہونے کا لقب عنایت کیا اور فرمایا کہ اب تم کو مرید ہونے کی ضرورت نہیں، تم خود لوگوں کو اپنا مرید بنایا کرو۔** بعد رخصت میں گھر آیا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۰۲-۱۰۵)

مجذوب بزرگ کی خدمت میں حاضری کا سفر:۔ کچھ دن مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اپنے گھر (قلعہ اسلام) قیام فرما رہے۔ پھر اپنے سسرال فتح گڑھ چوڑیاں (ضلع گورداس پور چلے گئے جو قیامِ پاکستان کے بعد ہندوستانی پنجاب میں شامل کیا گیا) اس علاقے کے لوگوں سے معلوم ہوا کہ علاقہ تخت ہزارہ کے موضع ''بچے'' میں ایک باکمال ولی رہتے ہیں جنہیں حافظ صاحب کہا جاتا ہے۔ یہ سن کر وہ فتح گڑھ چوڑیاں سے تخت ہزارہ کو چل پڑے۔ دوسرے سفروں کی طرح یہ سفر بھی پیدل طے کیا، کیوں کہ اس زمانے میں نہ ریل تھی، نہ موٹریں تھیں، حافظ صاحب کے پاس پہنچے تو انہوں نے فرمایا ''میرے پاس براہِ راست آپ کا کوئی روحانی حصہ نہیں، ہاں البتہ آپ فلاں مجذوب بزرگ سے ملئے، ان کے طفیل میرے فیض کا کچھ حصہ آپکو ملے گا'' وہ موضع گڑھی اعواناں میں ملک رحمت خاں کے گھر رہتے ہیں۔ ان بزرگ کے نام حافظ صاحب نے خط بھی دیا۔ وہ ملک رحمت خاں کے گھر پہنچے تو انہوں نے بتایا کہ وہ باہر کھیتوں میں لوگوں کے گدھے چرانے گئے ہیں۔

بات یہ ہے کہ وہاں کے لوگ گدھوں سے بہت کام لیتے تھے اور جب گدھے زیادہ کمزور یا بیمار ہو جاتے تو وہ انہیں چھوڑ دیتے، ان مجذوب بزرگ کی عادت تھی کہ وہ بیمار اور کمزور گدھوں کا فی سبیل اللہ علاج کرتے اور جب وہ تندرست ہو جاتے تو مالک انہیں محنت مزدوری کیلئے لے جاتے اور بیمار گدھوں کو چھوڑ دیتے، جن کا یہ بزرگ علاج کرتے۔ اس طرح گدھوں کے علاج معالجے کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا۔

مولانا ان بزرگ کے پاس کھیتوں میں گئے۔ اس وقت ایک طالب علم مولانا کے ساتھ تھا جو اثنائے سفر میں ان سے علم بیان ومعانی کی کتاب مطول پڑھتا تھا۔ اس مجذوب بزرگ نے دور سے مولانا کو دیکھ کر آواز دی کہ یہ تیرے ساتھ والا شخص حرام زادہ ہے، اسکو میرے پاس لیکر نہ آنا، اسے دور ہی چھوڑ کر آگے آجاو، کیا تم نہیں جانتے کہ اسکے باپ نے کشمیر سے ایک عورت کو اغواء کیا تھا، یہ اسی میں سے قبل از نکاح کی پیدائش ہے''۔ مولانا ان کے پاس گئے تو وہ نہایت تپاک سے ملے اور بیٹھنے کیلئے زمین پر اپنی گودڑی بچھائی۔ بڑے احترام سے چند باتیں کیں۔ اسکے بعد اس نے اپنی مجذوبانہ کیفیت میں زور سے زمین پر ہاتھ مارا اور کہا ''چلا جا۔ گوشت روٹی اور پلاو بہت ہے، خود بھی کھا اور اپنے پاس آنیوالے لوگوں کو بھی کھلا۔ پھر کہنے لگا نہیں اتنی فراخی سے نفس بہت سرکش ہو جاتا ہے۔ ایک وقت گوشت روٹی اور پلاؤ، دوسرے وقت دال روٹی، خود بھی کھاؤ، لوگوں کو بھی کھلاؤ۔ پھر مجذوبانہ کیفیت ہی میں نہایت غصے سے کہا، لوگوں میں سے کون ہے؟ جو میری لگائی ہوئی مہر کو مٹا سکے؟

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کیفیت کے متعلق کیا خوب کہا ہے۔

Marfat.com

گفتنِ او گفتنِ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

مولانا فرماتے ہیں: اس وقت سے میرا شوقِ ذکرِ الٰہی بھی بڑھ گیا، میری شہرت بھی مختلف علاقوں میں پھیل گئی اور لوگ بہ کثرت میرے پاس آنے لگے۔ (سوانح حیات مولانا غلام رسول، ص: ۴۸-۴۹)

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۰۵-۱۰۷)

مرشد ساکن کوٹھا کو داستان غم سنانا

اب صورت حال یہ ہوگئی تھی کہ انہیں کسی پل چین نہ آتا تھا۔ صلحاء کی خدمت میں حاضری اور ان سے گفتگو ان کا مقصدِ حیات قرار پا گیا تھا۔ اس بزرگ کے پاس سے آئے تو سیّد محمد امیر رحمہ اللہ (ساکن کوٹھا) کے ہاں جانے کیلئے بے تاب ہو گئے۔ ان کے رشتہ دار اور بھائی کہنے لگے تھے کہ اس شخص پر جنون کا غلبہ ہو گیا ہے اور اس کے پاؤں میں چکر آ گیا ہے۔ کوئی کہتا یہ آسیب زدہ ہے۔ کسی کا خیال تھا یہ آبِ حیات کی تلاش میں ہے، لیکن انہیں کسی شخص کی کسی بات کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ ان کی طعنہ زنی اور اس قسم کی باتوں سے **ان کے شوقِ ملاقاتِ صالحین میں مزید اضافہ ہوتا تھا**۔ بہر حال وہ کوٹھا تشریف لے گئے۔ یہ وہاں ان کی دوسری حاضری تھی۔

انہوں نے سسی پنوں کے رنگ میں ایک پنجابی نظم میں اپنی اس وقت کی حالت بیان کی ہے۔ اس میں اپنے جدِ امجد حافظ غلام الدین خادم رحمہ اللہ کا ذکر بھی کیا ہے جن کا شمار اس دور میں فارسی کے بڑے شعرا میں ہوتا تھا۔ انہوں نے نظامی گنجوی کے تتبع میں مثنوی لکھی۔ اس بنا پر انہیں ''نظامی گنجوی ثانی'' قرار دیا جاتا تھا۔

ان اشعار میں انہوں نے اپنے والد ماجد حافظ رحیم بخش رحمہ اللہ کا تذکرہ بھی کیا ہے اور والد نے بیٹے کے حصولِ علم کیلئے جو کوشش کی، اس کی طرف بھی وہ اشارہ فرماتے ہیں۔

پھر اپنے اساتذہ مولانا غلام محی الدین بگوی اور ان کے برادرِ صغیر مولانا احمد الدین بگوی رحمہما اللہ کے علم و فضل اور عمل و کردار کا ذکر بھی فرماتے ہیں اور ان کے لطف و کرم اور شفقت و ہدایت کی نشان دہی کرتے ہیں۔

صوفیائے کرام سے ملاقات کے شوق کی بھی اپنے انداز میں ان اشعار میں وضاحت فرمائی ہے۔ سیّد محمد امیر (کوٹھا) رحمہ اللہ کے بابِ صالحیت پر حاضری کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ سیّد صاحب ممدوح سے وہ بہت متاثر ہیں اور ان سے جو فیض پایا، اسے حاصل زندگی قرار دیتے ہیں۔

اب ذیل میں ان کے وہ پنجابی اشعار ملاحظہ فرمایئے جو ان کے صاحب زادۂ گرامی مولانا عبدالقادر نے اپنی کتاب ''سوانح حیات مولانا غلام رسول'' میں درج فرمائے ہیں۔ ان اشعار میں اردو اور فارسی کے الفاظ بھی استعمال کیے گئے ہیں۔

نظام الدین خادم جدّ مغفور　فضیلت میں ہوا ہر طرف مشہور
تے سخاوت میں یگانہ بکسرِ نفس بے مثل زمانہ!
خزانہ فیض دی کنجی زباں سی　نظامی گنجوی ثانی بیاں سی
کیا مجھ پر کرم سے اک نظارہ　ہویا غفلت دا پردہ پارہ پارہ

Marfat.com

کیتی میں پر کرم سیتی عنایت ہوئی تحصیل کرنے دی ہدایت
اوھناں دے بعد حضرت قبلہ گاہی رحیم بخش میرے تکیہ گاہی
عجیبہ حسن صورت کیا معنیٰ تعالیٰ اللہ چہ دور اندیش دانا
کیتی اشفاق تے وافر عنایات بھیجا لاہور میں دے خرچ حاجات
بخدمت مولوی صاحب یگانہ! جو سن ممتاز فضلائے زمانہ
جو ساکن موقع بگہ شریف است غلام محی الدین اسم لطیف است
دوجے حضرت میرے ہن احمد الدین دونوں بھائی مبارک فیض آئین
کیتو نے علم دینی دی ہدایت میرے پر لطف و شفقت بے نہایت
جو کس منہ نال انھاں نوں صلاحیں مگر بیٹھا کراں ہر دم دعائیں
ہویا پھر صوفیاں دا شوق غالب پھراں اس درد دا ہر طرف طالب
غلام ایہ پُر گناہ بے چارہ گم نام طلب دے درد نے چھوڑا نہ آرام
ہوا آخر نوں آوارہ وطن سے نہ خویشاں سے خبر نہ خویشتن سے
چلا جذبہ الٰہی میں گرفتار حضرت صاحب کوٹھا کے دیدار
اوتھاں روزاں میں آیا شوق غالب پھراں اس درد دا ہر طرف طالب
حکایت عاشقانہ بہت بھاوے کہانی عشق دی دلنوں سکھاوے
خصوصاً بات سسی دی زیادہ کرے سوزاں دا دروازہ کشادہ
اسے کارن وچھوڑے دی حکایت تھلاں دے وچ رلیندی روایت
کہی اول میں درداں دی کہانی ہوئی باقی موں سسی بار ثانی
لکھیا میں درد اپنے دا فسانہ سسی پنوں دا قصہ کر بہانہ

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۰۷-۱۱۱)

حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے بیعت برکت

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کو سیّد محمد امیر رحمہ اللہ کی خدمت میں کوٹھا گئے ابھی دو دن ہوئے تھے کہ حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ بھی وہاں تشریف لے گئے۔ سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ ممدوح نے ان کو دیکھا تو نہایت خوشی کا اظہار کیا۔ حضرت عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ بھی ان سے مل کر بے حد مسرور ہوئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کی۔ سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ صاحب سے بہ درجہ غایت عزت کا برتاؤ فرمایا اور ان کی روحانیت وصالحیت سے بہت متاثر ہوئے۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیّد عبداللہ صاحب نے محض ان کے سلسلۂ سلوک میں داخل ہونے کیلئے اخوند سیّد

Marfat.com

امیر صاحب کی بیعت کی تھی ورنہ انہیں بیعت کی ضرورت نہ تھی۔ (سوانح مولانا غلام رسول، ص: ۵۱)

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ حسنات و صالحیت کے بہت اونچے مرتبے پر فائز تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا غلام رسول نے حضرت عبداللہ صاحب رحمہ اللہ سے رشتۂ اخوت قائم کیا۔ ایک روز یہ دونوں حضرات سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ انہوں نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: تمہارے اور عبداللہ کے درمیان اخوت کا نور عجیب طرح سے آتا جاتا ہے۔ تم دونوں کو دیکھ کر مجھے بڑا حظ حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تم دونوں کی محبت میں اضافہ فرمائے۔ (سوانح مولانا غلام رسول، ص: ۵۱ بحوالہ تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۱۱۔ ۱۱۲)

مجذوب کی خوشبو سونگھ کر خدمت میں حاضری

چند روز یہ دونوں کوٹھا میں سیّد صاحب کی خدمت میں رہے۔ پھر قلعہ اسلام کو روانہ ہو گئے۔ دورانِ سفر میں دونوں نے کتب حدیث پڑھنے کا فیصلہ کیا۔ چلتے چلتے گجرات کے قریب پہنچے تو حضرت عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا مجھے یہاں ایک مجذوب بزرگ کی خوشبو آرہی ہے۔ وہ اس لائق ہے کہ اس سے ملاقات کی جائے۔ اب وہ اس بزرگ کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کا یہ خیال بھی تھا کہ اس بزرگ سے پوچھیں گے کہ حدیث کہاں اور کس سے پڑھی جائے۔

اس بزرگ کے پاس اس وقت چند لوگ بیٹھے تھے۔ اس نے ان سے کہا ایسے اوصاف کے دو آدمی آرہے ہیں جو اپنے عمل و کردار کی بنا پر صحابہ کرام کا نمونہ ہیں۔ ان کے بیٹھنے کیلئے صاف ستھرا کپڑا بچھاؤ اور مجھے بھی پہننے کیلئے اچھا لباس دو۔

یہ دونوں اس بزرگ مجذوب (سائیں جنگو شاہ رحمۃ اللہ علیہ) کے قریب پہنچے تو اس نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اور اپنے قریب صاف ستھرے کپڑے پر بٹھایا۔ دہلی کی طرف اشارہ کر کے کہا: جنت اس طرف ہے۔ آس پاس بیٹھے لوگ حیران تھے کہ یہ مجذوب کبھی کسی سے مخاطب نہیں ہوا، آج کیسی ہوش و حواس کی باتیں کر رہا ہے۔ جب یہ دونوں اس بزرگ سے اجازت لے کر رخصت ہونے لگے تو مجذوب بولا: اس شخص کا لباس دیکھ کر کسی قسم کی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جانا۔ وہ مسکین صورت شخص ہے۔ اس کا نام سیّد نذیر حسین ہے، حدیث اسی سے پڑھنا۔

بزرگ کے یہ الفاظ ان کیلئے اطمینان کا باعث ہوئے اور پھر یہ دونوں قلعہ اسلام پہنچے...... سیّد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلوم (الہام) ہوا ہے کہ چند مہینے ٹھہر کر پڑھنے کیلئے جانا۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۱۲۔ ۱۱۳)

حافظ محمود صاحب کی بیعت اصلاح: کوٹھا سے چلتے وقت اخوند سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے فرمایا تھا کہ آپ لاہور کو اپنی قیام گاہ بنائیں اور وہاں وعظ و تبلیغ کا سلسلہ شروع کریں۔ اب یہ دونوں حضرات قلعہ اسلام سے لاہور چلے گئے۔ چند روز وہاں ٹھہرے، پھر امرتسر کا قصد کیا۔ وہاں باغ والی

> **ہاضمہ خراب کرنے والی کتاب**
>
> ممکن ہے اس کتاب کے بعض واقعات ہمارے حلقوں میں زود ہضم نہ ہوں لیکن ان واقعات کو صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اللہ تعالیٰ سے محبت، اس پر مان اور اسکے نام کے ذکر کی کثرت سے جوڑا جائے تو پھر شاید بندے اور رب کے درمیان تعلق کی بہت سی گرہیں کھل جائیں گی اور بات سمجھ میں آسکے گی۔
>
> (بحوالہ: سوانح صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

مسجد میں حافظ محمود کے پاس مقیم ہوئے۔ وہاں حافظ صاحب نے حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۱۳)

مرشد مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات

گزشتہ صفحات میں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے مرشد حضرت اخوند سیّد محمد امیر رحمہ اللہ علیہ کا ذکر متعدد مرتبہ آیا ہے۔ ذیل میں ان کے مختصر حالات بیان کیے جاتے ہیں۔

ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے: محمد امیر بن محمد سعید بن یار محمد بن عبدالغفور بن مہر بیگ رحمہم اللہ، سلسلۂ نسب کے یہ تمام بزرگ علم و صلاح کی بنا پر اپنے علاقے اور عہد میں خاص شہرت کے مالک تھے اور ہر حلقے میں عزت واحترام کے مستحق سمجھے جاتے تھے۔

ولادت

سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ جو حضرت جی کے عرف سے معروف ہیں۔ ۱۲۱۰ھ (۱۷۹۷ء) کو موضع کوٹھا (تحصیل صوابی مردان) میں پیدا ہوئے، پیدائش ساتویں مہینے میں ہوئی۔ پیدائش کے وقت والدہ وفات پا گئی تھیں۔ ان سے بڑی سات بہنیں تھیں، جنہوں نے اپنے اس چھوٹے بھائی کی پرورش کی۔

اساتذہ

سیّد امیر کے والد محمد سعید اور چچا محمد قابل دونوں عالم اور فقیہ تھے۔ ابتدائی تعلیم انہی سے حاصل کی اور انہی سے علوم عربیہ اور فقہ واصول کی بعض کتابیں پڑھیں۔ بعض ازاں مندرجہ ذیل حضرات سے استفادہ کیا۔

مولانا محمد عظیم رحمہ اللہ: یہ "میاں صاحب گنج والے" کے عرف سے معروف تھے۔

اپنے علاقے کے مشہور اور بڑے عالم ہونے کی وجہ سے انہیں "بحر العلوم" کہا جاتا تھا۔ اچھے مدرس اور نامور خطیب تھے۔

مولانا حافظ محمد احسن رحمہ اللہ: انہیں "حافظ دراز پشاوری" کہا جاتا تھا۔

سیّد محمد امیر رحمہ اللہ نے ان سے حدیث پڑھی اور سند لی۔

مولانا منصور علی: اپنے عہد کے عالم وفاضل اور ممتاز مدرس تھے۔ سیّد اخوند امیر نے ان سے بھی بعض درسی کتابیں پڑھیں۔

(سوانح حیات حضرت سیّد محمد امیر، ص: ۱۳۷ تا ۱۴۰)

سیّد احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ بیعت میں

سیّد احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بغرض جہاد مورخہ ۷۔ جمادی الاخری ۱۲۴۱ھ (۱۷۔ جنوری ۱۸۲۶ء) کو تقریباً چھ سو مجاہدین کے ساتھ ہندوستان سے صوبہ سرحد کے آزاد علاقے کی طرف ہجرت کی تھی اور اس سلسلے کے تمام معاملات مولانا اسماعیل دہلوی رحمہ اللہ کے سپرد تھے۔ یہ لوگ سیّد احمد شہید رحمہ اللہ کے آبائی مسکن رائے بریلی سے روانہ ہو کر بندھیل کھنڈ، گوالیار، ٹونک، اجمیر، صحرائے مارواڑ، عمرکوٹ، حیدرآباد (سندھ)، شکارپور، کوئٹہ، قندھار، غزنی اور کابل سے ہوتے ہوئے نومبر ۱۸۲۶ء کے اواخر میں پشاور پہنچے۔ یہ کم و

Marfat.com

بیش تین ہزار میل کا طویل سفر تھا، جس میں تپتے ہوئے صحرا بھی تھے، جہاں میلوں تک پانی کا ایک قطرہ نہ ملتا تھا۔ بڑے بڑے دریا بھی تھے، دشوار گزار پہاڑ اور برفستان بھی تھے۔ اللہ کے ان برگزیدہ بندوں نے دس مہینوں میں یہ تکلیف دہ مسافت طے کی۔

اس علاقے کے لوگ بھی مجاہدین میں شامل ہو گئے تھے اور ان کی شمولیت کی وجہ سے مجاہدین کی تعداد ڈیڑھ ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ اس وقت رنجیت سنگھ کی سکھ فوج کا جرنیل بدھ سنگھ اس نواح میں موجود تھا۔ اس کی فوج سے مجاہدین کی پہلی جنگ اکوڑہ خٹک کے مقام پر ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۲ھ (۲۰ دسمبر ۱۸۲۶ء) کو بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب کو ہوئی، جبکہ مجاہدین میں سے نو سو آدمیوں نے دشمن پر شب خون مارا، اس کے بعد جنگوں کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہو گیا۔

سیّد احمد شہید اس علاقے میں پہنچے تو یہاں کے جن حضرات نے ان کے حلقۂ بیعت میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کی ان میں اخوند سیّد محمد امیر رحمہ اللہ (کوٹھا والے) کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ یہ بیعتِ اقامتِ شریعت تھی۔ بیعت کے بعد انہیں ان کے قریہ کوٹھا کا قاضی مقرر کر دیا گیا تھا۔ ۱۵ شعبان ۱۲۴۴ھ (۲۰ فروری ۱۸۲۹ء) کو ان کے نام باقاعدہ قضانامہ جاری ہوا۔

قضا کی یہ بہت بڑی ذمہ داری تھی جو اخوند سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ کے سپرد ہوئی۔ اس سلسلے میں وہ اردگرد کے دیہات و قصبات میں جاتے اور جہاں کوئی امر خلافِ شریعت پاتے اس کا انسداد کرتے۔ اس منصب کے تمام تقاضوں کو انہوں نے احسن طریقے سے پورا کیا۔ تھوڑی مدت میں تمام علاقے کی حالت بدل گئی اور لوگ احکامِ شریعت پر عمل کرنے لگے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۱۴ تا ۱۱۷)

مریدین کو تلقین

سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ کی پسندیدہ دعائیں جن کی وہ اپنے عقیدت مندوں اور امیروں کو تلقین کرتے تھے، مندرجہ ذیل ہیں۔ نہایت مختصر اور بے حد آسان۔

فرماتے سفر یا حضر میں کوئی تکلیف یا سختی پیش آئے تو یہ آیہ مبارکہ پڑھنی چاہیے۔ ''انا للہ و انا الیہ راجعون''۔

''نیز یہ دعا بھی پڑھنی چاہیے۔'' اللھم اجرنی فی مصیبتی و اخلفنی خیرا منھا''۔ یہ دعا پڑھو گے تو اللہ تعالیٰ مصیبت کو راحت میں بدل دے گا۔

فرمایا: یہ دعا بھی اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو نصیب فرمائی ہے۔

ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریتنا قرۃ اعین و اجعلنا للمتقین اماما۔

(سوانح سیّد میر صاحب: ۴۳۱) (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۲۰)

مرشد کی زندگی میں اتباع سنت کا جذبہ

اخوند سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ بلند اخلاق اور عالی کردار بزرگ تھے۔ بلا ضرورت کوئی بات نہ کرتے۔ دنیوی قسم کی باتیں کرنے سے احتراز فرماتے۔ اشارتاً یا کنایتاً کسی کی غیبت نہ کرتے۔ کسی پر طعنہ زن نہ ہوتے، کسی کو بددعا نہ دیتے۔ عام مجلس میں گفتگو اللہ کے نام سے شروع کرتے اور اللہ کے نام پر ہی ختم کرتے۔

Marfat.com

اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی تلقین فرماتے ' مجلس میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام بیان فرماتے ۔ عام گفتگو میں مناسب مواقع پر قرآن کی آیات اور احادیث پڑھتے اور بزرگوں کے اقوال لوگوں کو سناتے ۔ پیدل چلتے تو تیز چلتے ۔

مسجد میں داخل ہوتے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد ادا فرماتے ۔ عام طور پر باوضو رہتے ۔ مسجد میں دنیوی باتیں نہ کرتے ۔ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ۔ مسجد میں جا کر تلاوت قرآن کرتے یا وعظ فرماتے ۔

مہمان کی خدمت کرتے اور اس سے حسب حال بات کرتے ۔ اسے خندہ پیشانی سے ملتے ۔ مہمان رخصت ہونے لگتا تو کھڑے ہو کر اسے رخصت کرتے اور چند قدم اس کے ساتھ چلتے ۔

غریب کی مدد کرتے ، چھوٹے پر شفقت فرماتے ، بڑوں کا احترام کرتے ، بچوں کی دلداری کرتے ، انہیں دعا دیتے ، محبت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ، ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتے اور انہیں نصیحت کرتے ۔ لوگ ملنے کیلئے آتے تو ان سے مصافحہ اور معانقہ کرتے ، مجلس میں ان کو جگہ دیتے اور انہیں پورے احترام سے بٹھاتے مریضوں کی بیمار پرسی کرتے ، ان کی صحت کیلئے دعا کرتے ، جنازے میں شرکت کرتے اور قبروں کی زیارت کو جاتے ۔ راستے میں کسی کے ساتھ چلتے وقت اس کے آگے چلنا پسند نہ کرتے ، مجلس میں بلا عذر ٹیک لگا کر نہ بیٹھتے ۔ باہر سے تشریف لاتے تو لوگوں کو اپنے لیے کھڑے ہونے سے روکتے ۔ غرض وہ اخلاقِ حسنہ کا چلتا پھرتا پیکر تھے ۔ نہایت متواضع اور منکسر ۔ ہر چھوٹے بڑے کے خیر خواہ اور ہر شخص سے نرمی کا برتاؤ کرنے والے ۔ (ان کے اخلاق و کردار اور لوگوں سے میل جول کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو سوانح حیات حضرت امیر صاحب از صفحہ ۱۵۹ تا ۱۷۲) ۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی ص: ۱۲۰ ۔ ۱۲۲)

متبع شریعت مرشد کا خاتمہ بالخیر

اخوند سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ حضرت ممدوح کے ایک مرید اور خادم خاص عماد الدین تھے جو سفر و حضر میں ان کے ساتھ رہتے تھے وہ ان کے مشیر بھی تھے ۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ۱۲۹۴ھ کے ماہ شوال تک حضرت سیّد صاحب بالکل تندرست تھے ۔ مہمانوں اور مریدوں سے ملتے ، ان سے گفتگو کرتے اور انہیں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا درس دیتے ، پند و نصیحت فرماتے ۔ خصائل کریمانہ پر کار بند رہنے اور شریعت محمدی کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتے ۔ بہت اچھی طرح اور بے حد خوش خلقی سے آنے جانے والوں سے ملتے تھے ۔ لیکن ماہ شوال میں جسمانی کمزوری کے آثار ظاہر ہونے لگے تاہم اٹھنے بیٹھنے اور کہیں آمد و رفت میں کوئی فرق نہیں پڑا ۔ عبادت کے معمولات بھی پہلے کی طرح جاری رہے اور وعظ و تلقین کا سلسلہ بھی پہلے کا سا رہا ۔ کوئی تکلیف لوگوں پر ظاہر نہ ہونے دیتے ۔ ہر کام اسی طرح انجام دیتے جس طرح ہمیشہ سے انجام دے رہے تھے ۔

بالآخر تکلیف بڑھنے لگی اور نقاہت میں اضافہ ہونے لگا ۔ چلنے پھرنے کی طاقت کم ہو گئی ، وضو کی بجائے مجبوراً تیمم کرنے لگے ۔ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا بھی مشکل ہو گیا ۔ پھر ایک دن آیا کہ اپنے فرزند گرامی محمد اسرائیل کو بلایا اور ان سے چند باتیں کیں ۔ بعد ازاں سب کو یاد فرمایا اور ان کیلئے دعا فرمائی ۔ تین مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھا ۔ پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ کر خاموش ہو گئے ۔ آگے کچھ نہ کہہ سکے ۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو ہاتھ کے اشارے سے طلب فرماتے ۔ یہ جمعرات کا دن تھا ۔ جمعہ

Marfat.com

المبارک کی صبح کو بھی یہی کیفیت رہی، نماز جمعہ پڑھ لی گئی۔اب نزع کی حالت طاری تھی۔لوگوں کا ہجوم لحہ بہ لحہ بڑھ رہا تھا۔ان کے فرزند گرامی حافظ احمد نے سورۂ یٰسین پڑھی۔کھلابٹ کے حاجی سیّد ابوذر نے بھی سورۂ یٰسین کی تلاوت کی۔ایک اور حافظ قرآن نے سورۂ یٰسین کی تلاوت شروع کی۔آدھی سورت پڑھی ہو گی کہ نماز جمعہ کے بعد حضرت کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔(اناللہ وانا الیہ راجعون) یہ ۱۲۹۴ھ کے ماہِ ذی الحجہ کی آخری تاریخ تھی۔(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی،ص:۱۲۴۔۱۲۵)

حضرت سید محمد امیر رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و کرامات تفصیل سے پڑھنے کیلئے ملاحظہ فرمائیں ''علمائے اہلحدیث کا ذوقِ تصوف'' جس میں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب ''خوارق'' کا عکس شامل کیا گیا ہے۔اس کتاب میں انہوں نے اپنے مرشد کی سوانح حیات کو قلمبند فرمایا ہے۔(از: مرتب)

حضرت سیّد عبداللہ غزنوی سے اخذِ فیض

بحیثیت مرید: مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے ایک مخلص ترین اور مجسمۂ صالحیت بزرگ ساتھی حضرت مولانا سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ تھے، جن سے ان کی اولیں ملاقات (جیسا کہ گزشتہ سطور میں عرض کیا گیا) کوٹھا میں محترم المقام اخوند سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ کے آستانہ عالیہ میں ہوئی تھی۔دونوں بزرگ سیّد امیر رحمہ اللہ کے حلقہ بیعت میں شامل تھے۔دونوں کی روحانی منزلت سے سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ بے حد خوش تھے اور دونوں کے درمیان ایسی پُرخلوص رفاقت قائم ہوئی کہ زندگی بھر قائم رہی۔حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کو عبداللہ نام بہت پسند تھا، اس لیے کہ اس میں اللہ کی الوہیت کا اقرار اور بندے کی عبودیت کا اظہار پایا جاتا ہے۔ان کا اپنا اسم گرامی محمد اعظم تھا، انہوں نے اسی بنا پر اپنا نام بدل کر عبداللہ رکھ لیا تھا۔خود اپنے ایک بیٹے کا نام بھی عبداللہ رکھا اور وہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کو بھی عبداللہ کے تسمیہ سے پکارا کرتے تھے۔مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ صاحب سے حصول فیض کیا تھا۔(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی،ص:۱۲۷)

رخصتی کے وقت مرشد کی نصیحت

حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ اور مولانا غلام رسول رحمہما اللہ کوٹھا سے رخصت ہونے لگے تو اخوند سیّد امیر صاحب نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کو حکم دیا کہ آپ لاہور جا کر وعظ و تذکیر کا سلسلہ شروع کریں۔چنانچہ یہ دونوں بزرگ وہاں سے چلے، پہلے قلعہ اسلام پہنچے۔وہاں سے لاہور آئے۔پھر امرتسر گئے۔بعد ازاں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے حضرت اخوند محمد امیر صاحب رحمہ اللہ کے حکم کے مطابق لاہور آنے اور وہاں مجالس وعظ وارشاد منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔اس کیلئے انہوں نے کشمیری بازار کے قریب تکیہ سادھواں کی ایک مسجد میں امامت شروع کی۔اس طرح یہ مسجد ان کا مرکزِ قیام قرار پائی۔(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی،ص:۱۳۵)

مرشد کی طرف سے لاہور میں وعظ کا حکم

لاہور جس طرح اب علوم وفنون کا مرکز ہے، اس وقت بھی اسے یہی حیثیت حاصل تھی۔بے شک موجودہ دور کے لاہور کی نسبت سے ڈیڑھ سو برس قبل کا لاہور حجم میں بہت کم تھا، لیکن مختلف علوم وفنون کا گہوارہ یہ اس وقت بھی تھا اور پنجاب کا دارالحکومت تھا۔اس دور

Marfat.com

کا حکمران طبقہ یہیں رہتا تھا، تمام محکموں کے دفاتر یہیں تھے اور ہر قسم کے دفتری احکام یہیں سے جاری کیے جاتے تھے، اس لیے اسے "تختِ لاہور" کہا جاتا تھا۔ ہندو، سکھ، مسلمان، اچھوت، عیسائی، پارسی وغیرہ تمام مذہبوں کے لوگ یہاں آباد تھے۔ پھر حکومت کے چھوٹے بڑے افسر بھی اس شہر میں مقیم تھے جو اپنے روزمرہ کے فرائض منصبی سرانجام دیتے تھے۔ اس لیے اس شہر میں ایسے واعظ و خطیب کی ضرورت تھی جو پُرتاثیر الفاظ اور شیریں زبان میں لوگوں کی نفسیات کے مطابق دلائل کے ساتھ بات کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اور اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کو عطا فرمائی تھی، لہٰذا ان کے دور اندیش مرشد حضرت سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ نے ان کو لاہور رہ کر وعظ و ارشاد کا سلسلہ شروع کرنے کا حکم دیا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۳۶)

بزرگ کی دعا فوری قبول ہو جانا

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ ایک دن چینیاں والی مسجد میں وعظ کیلئے تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک عمر رسیدہ بزرگ ملے۔ انہوں نے آب دیدہ ہو کر مولانا سے کہا: "اے ہمارے نوجوان ہادی! تو راہِ حق دکھانے کیلئے کوشاں ہے، لیکن افسوس ہے لوگ سنگ دل ہیں، وہ تیری بات نہیں سنتے۔ اگر سنتے ہیں تو اس پر عمل نہیں کرتے۔" مولانا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: "ہر کام بتدریج ہوتا ہے۔ صدیوں کی خرابیاں دور کرنے میں کچھ وقت لگتا ہے۔" بزرگ نے کہا: "نوجوان! تو کامیاب ہوگا۔"

پھر اس نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر مولانا کو دعا دی۔ "اے نوجوان! خداوند کریم تیری عمر میں برکت دے اور تجھے تیرے نیک ارادوں میں کامیاب کرے۔" ایک راہگیر نے یہ الفاظ سن کر بلند آواز سے کہا: "آمین"۔

یہ دعا قبول ہوئی اور صرف دو گھنٹے کے بعد اس کا اثر ظاہر ہو گیا۔ مولانا پُرجوش لہجے میں اللہ کی توحید بیان فرما رہے تھے اور قرآن و حدیث کی روشنی میں اللہ کی وحدانیت ثابت کر رہے تھے کہ **دورانِ وعظ میں سامعین میں سے تقریباً دوسو آدمیوں نے بلند آواز سے کلمۂ شہادت پڑھا، شرک و بدعت سے تائب ہوئے** اور عہد کیا کہ آئندہ اللہ کے سوا کسی کو حاجت روا اور مشکل کشا نہیں قرار دیں گے۔ تائب ہونے والے اس گروہ میں مختلف مذاہب کے لوگ تھے۔ کچھ ہندو، کچھ انگریز، لیکن سکھ زیادہ تعداد میں تھے۔ (سوانح مولانا غلام رسول، ص: ۵۹ بحوالہ تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۳۹-۱۴۰)

لاتعداد لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ

انہوں نے لاہور شہر اور اس کے قرب و جوار کے مختلف مقامات میں وعظ کیے اور اپنے اندازِ خاص سے کتاب و سنت کے احکام سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ بے شمار مسلمانوں نے ان کے مواعظ سے متاثر ہو کر بدعات و محدثات سے توبہ کی اور خالص کتاب و سنت کو مشعلِ راہ بنایا، اور لاتعداد غیر مسلم ان کے وعظ سن کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

مولانا مرحوم نے تین حکومتوں کا زمانہ پایا۔

(۱) مسلمانوں (یعنی مغلوں) کی حکومت کا آخری زمانہ (۲) پنجاب میں سکھوں کی حکومت کا زمانہ (۳) انگریزی حکومت کا زمانہ۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے لاہور کے بہت سے مقامات پر وعظ کیے اور بہت سی مسجدوں میں جا کر اللہ کی وحدانیت بیان کی، لیکن لاہور کی تین مسجدیں بالخصوص ان کی جائے قیام اور مراکز وعظ رہیں۔ وہ تھیں مسجد تکیہ سادھواں، مسجد چینیاں والی

Marfat.com

اور مسجد نیلا گنبد۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۴۲-۱۴۳)

برکت اولیاء کے اثرات اک حقیقت:۔ یہاں ایک ذاتی واقعہ عرض کرنے کو بھی جی چاہتا ہے۔ میں ۱۹۵۸ء اور اس سے کچھ عرصہ بعد تک چینیاں والی مسجد کے قریب کرائے کے مکان میں رہا۔ اس وقت میں ہفت روزہ ''الاعتصام'' میں فرائض ادارت انجام دیتا تھا۔ نماز عشاء کے قریب گھر پہنچتا۔ عشاء اور فجر کی دو نمازیں مسجد چینیاں والی میں پڑھتا تھا۔ میں بہت گناہگار ہوں، لیکن اس مسجد میں جاتا تو اس طرح اس کی گرفت میں آجاتا کہ جی وہاں سے نکلنے پر آمادہ نہ ہوتا۔ بغیر کسی مطلب کے دیر تک وہیں بیٹھا مسجد کی چھت، اس کے صحن اور اس کی دیواروں کو دیکھتا رہتا۔ وہاں بیٹھنے سے دل کو سکون حاصل ہوتا تھا۔

اس کا ذکر ایک دن حضرت الاستاذ مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ اور پھر مولانا سیّد محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ سے کیا تو دونوں بزرگوں نے تقریباً ایک سا جواب دیا۔ وہ جواب یہ تھا کہ جہاں کبھی صالح لوگ رہے ہوں، تصوف کے نقطہ نظر کے مطابق وہ وہاں اپنے اثرات (یا آثار) چھوڑ جاتے ہیں، جو قدرتی طور پر وہاں آنے والے ان لوگوں پر اثر انداز ہوتے ہیں جو تصوف سے تھوڑا بہت تعلق رکھتے ہوں۔ ان حضرات کی یہ بات میرے ذہن میں بیٹھ گئی۔ میں تصوف سے تعلق رکھنے کا دعوے دار تو ہرگز نہیں ہوں، لیکن صوفیائے کرام سے محبت اور ان کی تعظیم بہر حال کرتا ہوں۔ بے شک اس مسجد میں بہت سے صالح اور کتاب وسنت کے عامل حضرات رہے ہیں، جنہوں نے اللہ کے دین کی بے حد خدمت کی، وہاں جا کر وہ یاد بھی آتے ہیں۔

لاہور میں مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کا تیسرا مرکز تبلیغ اور مقام وعظ مسجد نیلا گنبد قرار پائی جو انارکلی بازار سے متصل لاہور کی مشہور اور قدیم مسجد ہے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۵۱)

مولانا غلام رسول کا مسلک اہلحدیث سے تعلق:۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تو اہلحدیث (وہابی) تھے ہی، جو اس مسجد میں وعظ کیا کرتے تھے، نور احمد چشتی کے الفاظ سے پتا چلتا ہے کہ منشی نجم الدین (ٹھیکے دار ڈبل روٹی) بھی وہابی (اہلحدیث) تھے، جنہوں نے یہ مسجد واگزار اور مرمت کرائی۔ مولانا غلام رسول اور منشی نجم الدین کی وجہ سے یہ وہابیوں کی مسجد مشہور ہوئی۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۵۲-۱۵۳)

مرشد غزنوی کے باکمال مرید: پھر ایک وقت آیا کہ انہوں نے لاہور کی سکونت ترک کر کے دہلی جانے اور وہاں حضرت میاں سیّد نذیر حسین رحمہ اللہ سے علم حدیث پڑھنے کا فیصلہ کیا۔ لاہور سے امرتسر پہنچے اور حافظ محمود کے پاس باغ والی مسجد میں قیام پذیر ہوئے۔ حافظ صاحب ممدوح حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے بیعت تھے اور نہایت صاحب تقویٰ بزرگ تھے۔ ان کا مقام صالحیت اتنا بلند تھا کہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ اپنے اس مرید کو مختلف اوقات میں اوراد و وظائف کی تلقین فرمانے کیلئے خود ان کے پاس امرتسر تشریف لائے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۵۴-۱۵۵)

خواب میں مصیبتوں کا اشارہ

مولانا سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے ایک دن مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ پر کوئی مصیبت نازل ہو رہی ہے، لہٰذا یہاں رہنے کی بجائے، بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے گھر چلے جائیں۔ اس خواب کی وجہ سے میں

Marfat.com

آپ کے متعلق بہت فکر مند ہوں، آپ کو یہاں سے چلے جانا چاہیے۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ بار بار مجھے دہلی چھوڑنے اور گھر جانے کیلئے کہتے اور اس پر اصرار کرتے تھے۔ میں انہیں جواب دیتا کہ اگر آپ واقعی یہ دیکھتے ہیں کہ میں کسی مصیبت میں مبتلا ہونے والا ہوں تو مجھ سے ایسی باتیں کریں، جو میرے لیے اطمینان کا باعث ہوں، ایسی باتیں نہ کریں، جن سے مجھے گھبراہٹ پیدا ہو، لیکن وہ برابر اسی قسم کی باتیں کرتے رہتے...... بالآخر وہ مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے اصرار پر دہلی سے اپنے گھر کو روانہ ہو گئے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۱۵۹)

انگریز عورت کے ساتھ ہمدردی

مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ ان کو رخصت کرنے کیلئے میاں صاحب کے مدرسے سے لاہوری دروازے کے باہر شاہدرہ تک ان کے ساتھ گئے۔ وہاں یہ دونوں ساتھی کھڑے آپس میں الوداعی باتیں کر رہے تھے کہ سامنے ایک انگریز عورت پر نظر پڑی جو سخت زخمی حالت میں پیاس کی شدت سے بلک رہی تھی۔ لیکن کوئی اسے پانی نہ پلاتا تھا۔ انسانی ہمدردی کے پیش نظر یہ دونوں اس عورت کے پاس آئے اور کہیں سے پانی لا کر اسے پلایا۔

۱۸۵۷ء کا زمانہ انتہائی ہنگامہ خیز تھا۔ ابتدا میں ہندوستانی انگریزوں پر غالب آ گئے تھے۔ اس وقت وہ اس قدر جوش میں تھے اور فضا ایسی پیدا ہو گئی تھی کہ انگریز بوڑھا ہو، بیمار ہو، عورت ہو، بچہ ہو اس کی امداد کرنا نہایت مشکل تھا، حالاں کہ اسلام کی رو سے زمانۂ جنگ میں یا کسی بھی صورت میں بچوں، بیماروں، بوڑھوں اور عورتوں کو تکلیف پہنچانا جائز نہیں، بلکہ جہاں تک ہو سکے ان کو تکلیف سے بچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اور مولانا عبداللہ رحمہ اللہ نے اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر اس عورت کی مدد کی۔

اس عورت کو کسی صورت میں مردانہ لباس پہنایا اور نہایت مشکل سے مسجد کے حجرے میں لے کر آئے اور اس کے علاج کا سلسلہ شروع کیا۔ رات کو کچھ لوگوں کو شبہ ہوا تو وہ مسجد میں تلاشی کیلئے آ گئے۔ ان لوگوں سے کہا گیا کہ ایک مریض ہے جو حجرے میں لیٹا ہوا ہے۔ یہ سن کر وہ لوگ واپس چلے گئے۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے اب وطن جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ چند روز کے علاج سے وہ عورت صحت یاب ہو گئی تو پتا چلا کہ وہ ایک انگریز کرنل کی بیوی ہے۔ اسے کسی طرح اس کے گھر پہنچایا گیا۔

اس عورت نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا بے حد شکریہ ادا کیا اور اپنی طرف سے خط لکھ کر انہیں دینا چاہا کہ کسی وقت ضرورت پڑے تو اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے، لیکن مولانا نے خط لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا ہم نے اس کی مدد اور خدمت محض رضائے الٰہی اور انسانی ہمدردی کیلئے کی ہے، اس کا صلہ ہمیں اللہ ہی دے گا۔ اس عورت نے یہ بھی کہا کہ ممکن ہے ہندوستانیوں کی پکڑ دھکڑ تک نوبت پہنچ جائے، اس صورت میں یہ خط آپ کے کام آئے گا۔ اگر انگریزی حکومت سے کسی نے آپ کی شکایت کی تو متعلقہ لوگوں کو یہ خط دکھایا جا سکتا ہے، لیکن مولانا نہیں مانے، فرمایا ہم درویش لوگ ہیں۔ کوئی ہماری شکایت کیوں کرے گا اور ہمیں

Marfat.com

تکلیف پہنچا کر اسے کیا ملے گا۔

اس انگریز عورت کی صحت یابی کے بعد مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے اسے گھر پہنچایا اور پھر اس واقعہ کے کئی دن بعد دہلی سے وطن کو روانہ ہوئے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۵۹ تا ۱۶۱)

صحبت ولی کی برکات

حضرت میاں صاحب فرماتے ہیں: ''ہم اس وعظ اور نماز میں شریک تھے۔ سارا میدان آدمیوں سے بھرا ہوا تھا۔ پہلی ملاقات سیّد صاحب اور مولانا شہید سے یہیں پٹنہ میں ہوئی تھی۔'' (الحیات لبعد الممات، ص: ۲۶)

حضرت شہیدین کے ساتھیوں کا یہ قافلہ چند روز وہاں رہا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ سیّد صاحب اور مولانا شہید رحمہما اللہ کی اس صحبت اور وعظ کی برکت سے میاں صاحب کے دل میں دہلی جانے اور وہاں تعلیم حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۶۹-۱۷۰)

مولانا شاہ عبدالغنی نقشبندی مجددی رحمہ اللہ

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ ۱۲۸۸ھ (۱۸۷۲ء) کو حج بیت اللہ کیلئے گئے تو مدینہ منورہ میں مولانا شاہ عبدالغنی مجددی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور ان سے سندِ حدیث لی۔ **مولانا عبدالغنی مجددی رحمہ اللہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے اخلاف میں سے تھے۔** اس خانوادۂ عالی مرتبت کا تقریباً ہر فرد زیورِ علم سے آراستہ تھا۔ آج اس برصغیر کے مختلف گوشوں میں فروغِ علم کی جو مسندیں بچھی ہوئی ہیں، ان میں کسی نہ کسی شکل میں اس خاندان کے اصحابِ کمال کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ان میں سے کسی بزرگ نے تصوف وطریقت کی محفلیں جمائیں، کسی نے وعظ ونصیحت کا راستہ اختیار کیا، کوئی بزرگ تصنیف وتالیف کی راہوں پر گامزن ہوئے اور کوئی درس وتدریس کے میدان میں اترے۔ غرض ہر ایک نے اپنی بساط و استطاعت اور حالات کے مطابق وہ خدمات انجام دیں جن کی ہمہ گیر اثر پذیری سے بنجر دلوں کی کھیتیاں سرسبز ہوئیں اور قلب و نظر کے بھٹکے ہوئے قافلوں نے تسکین وراحت کی منزل پائی۔ ان حضرات کے نوع بنوع کارنامے آج تذکرہ ورجال کی کتابوں کے زریں باب بن گئے ہیں اور لوگ ان سے مستفید ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ مولانا عبدالغنی مجددی رحمہ اللہ اسی بحرِ ناپیدا کنار کی ایک موجِ خوش خرام تھے، جس سے ہزاروں تشنہ لبوں نے سیراب ہونے کی سعادت حاصل کی۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۷۹-۱۸۰)

شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ کے خاندان کا ذوقِ تصوف

مولانا شاہ عبدالغنی مجددی رحمہ اللہ ۲۲ شعبان ۱۲۳۵ھ (۲۵ مئی ۱۸۲۰) کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب ساتویں پشت میں حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سے ملتا ہے اور وہ یہ ہے: عبدالغنی بن شاہ ابوسعید زکی القدر بن صفی القدر بن عزیز القدر بن محمد عیسیٰ بن سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہم اجمعین......! نسلاً فاروقی تھے اور ان تمام

Marfat.com

اوصاف سے متصف تھے جو ان کے آباؤ اجداد میں پائے جاتے تھے۔ اوران کے والد گرامی مولانا شاہ ابوسعید مجددی دہلوی دیارِ ہند کے بلند مرتبت علماء وفقہاء اور اصحاب طریقت وتصوف میں سے تھے۔ برادرِ کبیر مولانا شاہ احمد سعید مجددی رحمہ اللہ کا شمار بھی خطۂ ہند کے جلیل القدر ارباب فقہ اور نامور صوفیا واتقیا میں ہوتا ہے۔ ان کا گھرانا علم وعمل اور فضل وکمال کا گھرانا تھا اور بڑے بڑے فضلاء ان کے حلقے میں شامل ہوئے جو ان کی صحبت اختیار کرنے کو اپنے لیے موجب شرف قرار دیتے تھے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۱۸۰)

شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ کا اخذ طریقت اور بیعت

شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ نے کچھ ہوش سنبھالا تو قرآن مجید حفظ کیا، پھر مولانا حبیب اللہ دہلوی رحمہ اللہ سے صرف ونحو اور علوم عربی کی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد حصول حدیث وفقہ کی طرف عنانِ توجہ مبذول فرمائی۔ حدیث کی تحصیل مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمہ اللہ سے کی۔ مؤطا امام محمد اپنے والد گرامی شاہ ابوسعید رحمہ اللہ سے پڑھا، اخذ طریقت بھی انہی سے کیا۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۱۸۰)

شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ کا منصب

شاہ عبدالغنی علم وفضل میں درجۂ امامت پر فائز تھے۔ رجوع الی اللہ میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ ہر وقت دل پر خوفِ خدا طاری رہتا۔ حدیثِ رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت اور اتباع سنت کا جذبہ ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ حسنِ اخلاق کا پیکر تھے۔ لوگوں کو نفع پہنچانا اور ان سے نیکی کا برتاؤ کرنا ان کا شیوہ تھا۔ دنیا کے مال ومتاع سے کبھی تعلق نہیں رکھا۔ وہ اس جہانِ گزراں میں فرشتہ سیرت عالم تھے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۱۸۱)

صوفی نقشبندی محدث کے باکمال شاگردین

سرزمین برصغیر میں انہوں نے علم حدیث کی تدریس وترویج میں بے پناہ خدمت سرانجام دی۔ وہ گوشہ گیر بزرگ تھے اور مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ کر درسِ حدیث دیتے تھے۔ ان سے بے شمار علماء نے کسب علم حدیث کیا اور پھر وہ اس علم کی اشاعت کا بہت بڑا ذریعہ بنے۔ ان کے تلامذۂ حدیث کے وسیع حلقے میں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اور مولانا عبدالحلیم انصاری لکھنوی رحمہ اللہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ آج ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں علوم حدیث کے جو مراکز دکھائی دیتے ہیں، ان کی نسبت قیام جن بزرگوں کی طرف جائے گی، ان میں شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ کے اسم گرامی کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۱۸۱-۱۸۲)

صوفی محدث کی تصنیفی خدمات:

حضرت شاہ عبدالغنی مجددی رحمہ اللہ نے تدریس کے علاوہ تحریری طور پر بھی حدیث کی خدمت کی اور ''انجاح الحاجہ'' کے نام سے حدیث کی مشہور کتاب ''سنن ابن ماجہ'' پر ذیل سپرد قلم کی جو اپنے انداز کی بہترین ذیل ہے۔

Marfat.com

تیرہویں صدی ہجری کے یہ وہ ہندی عالم تھے جو تدریس حدیث کے لحاظ سے عرب و عجم کے علماء وطلباء میں خاص شہرت رکھتے تھے۔اس عالم کبیر نے منگل کے روز ۶ محرم ۱۲۹۶ھ (۳۱ دسمبر ۱۸۷۸ء) کو مدینہ منورہ میں داعیِ اجل کو لبیک کہا۔

(تذکرہ علمائے ہند،ص ۱۲۶، نزہتہ الخواطر، ج:۷،ص:۲۸۹-۲۹۰، آثار الصنادید،ص ۲۱۵-۲۱۶، ابجد العلوم،ص: ۹۲۹-۹۳۰، واقعات دارالحکومت دہلی، ج:۲،ص:۳۹۵، حدائق الحنفیہ،ص:۴۹۰-۴۹۱، الجانع الجنی)۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی،ص:۱۸۳)

سند حدیث میں تصوف کا اشارہ

مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ نے ۱۲۸۸ھ میں مدینہ منورہ میں ان سے جو سند حاصل کی،وہ مندرجہ ذیل ہے اور مولانا کی سوانح حیات کے صفحہ ۴۰-۴۱ پر درج ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''الحمد للہ اولا و اخرأ و الصلوۃ و السلام علی رسولہ دائمأو سرمدأ۔ اما بعد فقد ورد علی فی المدینۃ المنورۃ الفاضل الفحول مولانا غلام رسول و التمس منی اجازۃ الحدیث و التفسیر و بغیر ھما من الکتب المعتمدۃ اسانیدھا فی حصر الشارد و البالغ فاجزت لہ و اسأل اللہ ولہ التوفیق باتباع السلف الصالحین من الائمۃ و المجتھدین و الصوفیۃ الصافیۃ المنادین بالشریعۃ الطاھرۃ رضوان اللہ علیھم اجمعین و صلی اللہ علی سیدنا محمدٍ والہ و اصحابہ اجمعین''۔

''قال بفمہ و کتبہ بقلمہ الملتجی بالحرم النبی عبدالغنی بن ابی سعید المجددی الدھلوی''۔نشان مہر حضرت مسند صاحب عبدالغنی عفا اللہ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی،ص:۱۸۴)

مرشد اور مریدین میں ذوق جہاد

مولانا لیاقت علی رحمہ اللہ ضلع الہ آباد (یو-پی) کے ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ان کا حلقہ ارادت دور تک پھیلا ہوا تھا۔یہ اپنے مریدوں میں ہر آن جہاد کی تلقین و ترغیب میں مشغول رہتے تھے۔

مولانا رحمت اللہ رحمہ اللہ کیرانہ ضلع مظفر نگر کے باشندے تھے۔نیک نفس اور متدین بزرگ تھے۔انگریز سے ان کو بے حد عداوت تھی۔عیسائی لٹریچر پر ان کو عبور حاصل تھا۔بڑے بڑے نام ور پادری ان کا سامنا کرنے سے گھبراتے تھے۔ان کا فیصلہ کن مناظرہ مشہور پادری فنڈر سے مارچ ۱۸۵۶ء (رجب ۱۲۷۲ھ) میں آگرہ میں ہوا،جس میں پادری مذکور نے شکست کھائی اور وہ اس شکست سے اتنا بددل ہوا کہ اس کے بعد اسے ہندوستان میں رہنے کی جرأت نہ ہوئی اور وہ انگلستان چلا گیا۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی،ص:۱۸۸-۱۹۰)

Marfat.com

مرشد بھی ہم سبق بھی

حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں ایک مستقل باب میں بھی کیا گیا ہے اور کتاب کے مختلف مقامات میں بھی ان کا ذکر آیا ہے۔ وہ مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد بھی تھے، ہم سبق بھی تھے اور مخلص ترین دوست بھی تھے۔ انہوں نے حضرت سیّد صاحب کی خدمت میں مختلف اوقات میں بہت سے روپے بھیجے جو سیّد صاحب موصوف نے یتامیٰ ومساکین پر خرچ کیے۔ (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو سوانح حیات مولانا غلام رسول از ص ۱۵۰-۱۵۴)۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۲۰۶-۲۰۷)

صوفی اور سالک کی ترقی کا راز

ان کے سوانح نگار فرزند مولانا عبدالقادر نے لکھا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے:

''صاحبِ وضو پر سحر وغیرہ اثر نہیں کرتا۔ نہ جن بھوت اسے ایذا دے سکتے ہیں۔ وضو سے ہر کام میں برکت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ پاکیزہ رہنا اور پاکیزہ رہنے کا حکم دینا اسلامی منشا ہے۔ صوفی اور سالک کو زیادہ مقبولیت ستھرائی اور پاکیزگی کی وجہ سے ہوتی ہے...... فیوض وبرکات اور درجات کا منبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ خود وضو سے رہنا اور دوسروں کو وضو سے رہنے کی تلقین کرنا سنت ہے۔

اور یہ مقبول عمل ہے، وضو پاکیزگی کا باعث ہے۔

''ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین'' مولانا غلام رسول رحمہ اللہ چلتے ہوئے نظر نیچے رکھتے۔ ادھر ادھر، آگے پیچھے اور دائیں بائیں نہ دیکھتے۔ کسی کا شعر ہے۔

شیر سرا فگندہ براندر راہ   رسم سگانست بہر سونگاہ

''شیر راستے میں چلتے ہوئے اپنا سر نیچے رکھتا ہے۔ کتوں کی عادت ہر طرف دیکھنا ہے۔''

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۲۰۸-۲۰۹)

مالِ حرام سے نفرت اور عورت کی توبہ

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کو مالِ حرام سے بے حد نفرت تھی۔ اسے ہاتھ لگانا بھی گوارا نہ فرماتے۔ اس سلسلے میں ان کے سوانح نگار مولانا عبدالقادر ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز میں ان سے شیخ سعدی کی کتاب ''بوستاں'' پڑھ رہا تھا۔ ایک عورت بڑا قیمتی زرق برق لباس پہنے دو آدمیوں کے ساتھ مولانا کی خدمت میں آئی۔ اس نے ایک سو روپیہ نقد، ایک باریک ململ کا تھان اور کچھ مٹھائی پیش کی۔ مولانا نے اس عورت سے پوچھا تم کون ہو اور کہاں سے آئی ہو؟ اس نے بتایا کہ وہ گوجرانوالہ کی رہنے والی ایک طوائف ہے۔ مولانا نے فرمایا تیرا یہ حرام مال ہے، میں اسے ہرگز نہیں لے سکتا۔ اس عورت کے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ حرام مال کیا ہوتا ہے۔ مولانا کی باتوں سے وہ اس درجہ متاثر ہوئی کہ اس کی دنیا بدل گئی اور اس نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی۔ پھر یہ مال اس نے کسی مقروض کو دے دیا جس سے اس نے اپنا قرض ادا کیا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۲۱۰)

Marfat.com

مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ بے شمار خصوصیات کے حامل اور بہت بڑے عالم تھے۔ اس کے ساتھ ہی وہ بلاشبہ اللہ کے مقرب، ولی اللہ اور صاحب کرامات بزرگ تھے ان کی زبان میں بے پناہ اثر تھا اور اللہ ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشتا تھا۔ اس سلسلے میں ان سطور کے راقم نے بہت سی باتیں متعدد ثقہ لوگوں سے سنی ہیں اور ان کے سوانح نگار مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ نے بھی (جوان کے بڑے صاحب زادے تھے) چونسٹھ پینسٹھ واقعات درج کیے ہیں۔ جو نہایت عجیب وغریب ہیں۔ یہ واقعات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 214)

تنگ دست کمہار کا مالدار ہو جانا

موضع ستراہ سندھواں ضلع سیالکوٹ کے ایک شخص کا نام "عمرا" تھا جو کمہار برادری سے تعلق رکھتا تھا اور کثیر العیال تھا لیکن اس کی آمدنی بہت کم تھی جس کی وجہ سے وہ زیادہ تر تنگ دستی اور غربت کا شکار تھا اتفاقاً ایک مرتبہ وہاں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تشریف لے گئے۔ عمرا ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور تنگی معاش کا ذکر کیا آپ نے فرمایا: "یاحی یاقیوم برحمتک استغیث" کثرت سے بلا تعداد پڑھا کرو، **وضو ہو یا نہ ہو اس کی کوئی شرط نہیں لیکن اس کے معنوں کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے** (یعنی اے اللہ! جو ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے میں تیری رحمت سے تجھ سے فریاد کرتا ہوں) اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا۔ اس نے اس پر عمل کیا اور تھوڑے ہی عرصے میں مال دار ہو گیا اور موضع ستراہ میں خاصی زمین بھی خرید لی۔
(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 215,214)

اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کا ذاتی مشاہدہ:۔ اس دعا کے بارے میں راقم الحروف بھی اپنا ایک ذاتی واقعہ اور تجربہ بیان کرنا چاہتا ہے میں ہفت روزہ "الاعتصام" کا ایڈیٹر تھا۔ جنوری 1958ء میں چند دوستوں کے اشتراک سے میں نے اپنا ایک سہ روزہ اخبار "منہاج" جاری کیا۔ اکتوبر 1958ء میں ملک میں ایوب خان نے مارشل لاء نافذ کر دیا اور نیوز پرنٹ کنٹرول میں آ گیا۔ "منہاج" چوں کہ نیا جاری ہوا تھا اس لیے اسے کنٹرول ریٹ میں اخباری کاغذ نہیں مل سکتا تھا۔ اخباری کاغذ پرانے اخباروں کو ملتا تھا۔ میں نے یہ اخبار تنگ آ کر اپریل 1959ء میں بند کر دیا۔ حساب کیا تو میں تین ہزار روپے کا مقروض تھا۔ "الاعتصام" سے مجھے اس زمانے میں دو سو روپے ماہانہ تنخواہ ملتی تھی جو اس وقت کے مطابق مناسب تنخواہ تھی لیکن اس سے یہ قرض جو اس زمانے میں بڑی رقم تھی ادا کرنا بہت مشکل تھا میں نے مولانا محمد علی لکھوی مرحوم ومغفور سے جو مدینہ منورہ میں مقیم تھے ایک خط میں دعا کے لئے درخواست کی انہوں نے فوراً جواب دیا اور یہی وظیفہ اسی طرح بتایا جیسا کہ اوپر مذکور ہے میں نے اس پر عمل کیا اور چند ماہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیے کہ میں قرض سے سبک دوش ہو گیا اور تمام مالی تکلیفیں ختم ہو گئیں۔

Marfat.com

قرض سے غیبی خلاصی مل جانا

سلیمان ایک بنگالی طالب علم تھا جو تمام عمر مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کی خدمت میں رہا ان کی وفات کے بعد بیت اللہ شریف چلا گیا تھا اس کا بیان ہے کہ مولانا کے بڑے بھائی حکیم غلام محمد ایک شخص شیخ غلام حسین بھیروی کے دو ہزار روپے کے مقروض تھے وہ قرض جلدی ادا نہ کر سکے تو شیخ غلام حسین نے دعویٰ کر کے ڈگری حاصل کر لی اور حکیم غلام محمد کو عدالت نے جیل بھجوا دیا۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اس وقت گاؤں میں موجود نہ تھے، اسی روز عصر کے قریب تشریف لائے اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق پہلے مسجد میں آئے۔ حکیم صاحب کے بارے میں پوچھا کہ بھائی صاحب کہاں ہیں؟ سلیمان بنگالی نے تمام واقعہ بیان کیا۔ مولانا کو اس سے نہایت ذہنی کوفت ہوئی۔ نماز عصر سے فارغ ہوئے تو سلیمان سے کہا "پانی کا ایک لوٹا بھر لو اور میرے ساتھ آؤ"۔ گاؤں سے کچھ دور جا کر اپنے گرد ایک حصار کھینچا اسی میں وضو کیا قبلہ رو ہو کر بیٹھ گئے اور کچھ پڑھنے لگے سلیمان بھی قریب ہی بیٹھا تھا اس نے دیکھا کہ مغرب کی طرف سے سفید لباس میں ملبوس ایک شخص آیا اور اس نے مولانا کو ایک ہزار روپیہ دیا۔ آپ نے فرمایا: مجھے دو ہزار کی ضرورت ہے۔ اس نے کہا: ہزار روپیہ دینے والے نے کہا ہے کہ باقی روپے (قرض خواہ) چھوڑ دے گا۔ مولانا اسی وقت وہاں سے اٹھے اور شیخ غلام حسین کو تلاش کر کے ایک ہزار روپیہ دیا اور فرمایا: باقی روپے میں جلد ہی ادا کر دوں گا شیخ غلام حسین نے ایک ہزار روپیہ وصول کیا اور باقی ہزار چھوڑ دیا۔ مولانا گئے اور حکیم صاحب کو جیل سے رہا کرا کے گھر لے آئے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 215,216)

لاولد کو لڑکی کی بشارت

علاقہ شاہ پور کے موضع سدرہ میں ایک بزرگ حافظ غلام محمد سکونت پذیر تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے گاؤں سدرہ کے قریب ایک گاؤں "کوٹلی" ہے کوٹلی کا ایک زمیندار لاولد تھا وہ اپنی بیوی اور انہی حافظ غلام محمد کے ساتھ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ "اللہ سے دعا کریں وہ مجھے اولاد عطا فرمائے۔ مولانا نے اسی مجلس میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے دعا کے بعد فرمایا: شاید اللہ تعالیٰ تمہیں لڑکی عطا کرے گا۔ چنانچہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے لڑکی عطا فرمائی۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 216)

طبیبوں کا ٹھکرائے شخص کا صحت یاب ہو جانا

مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے سوانح نگار مولانا عبدالقادر لکھتے ہیں کہ قلعہ اسلام میں ایک حافظ قرآن لڑکوں کو قرآن مجید پڑھاتے تھے۔ ان کے چہرے پر چنبل ہو گیا تھا، بہت علاج کرایا لیکن صحت یاب نہ ہوئے۔ ایک دن انہوں نے مولانا سے عرض کیا تو آپ نے دیکھ کر دریافت فرمایا کوئی علاج نہیں کرایا؟ کہا: بہت علاج کرائے سال بھر سے علاج کرا رہا ہوں مگر بجائے فائدے کے مرض بڑھ گیا ہے اور روز بروز بڑھ رہا ہے اب خدائی علاج چاہتا ہوں۔ آپ نے اسی وقت دم کیا اور فرمایا: **"متواتر تین دم کراؤ"** حافظ صاحب نے مولانا رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق تین دن دم کرایا اور بالکل صحت یاب ہو گئے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 217)

Marfat.com

گمشدہ زیورات کی غیبی اطلاع

قلعہ اسلام کے حاجی کرم الٰہی کا بیان ہے کہ ان کی شادی کے موقع پر ان کی والدہ کا زیور گم ہوگیا۔ جہاں رکھا تھا بار بار وہاں دیکھا اور جگہوں میں بھی دیکھا مگر نہ ملا حاجی صاحب ممدوح کی والدہ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور زیور کی گم شدگی کا ذکر کیا آپ نے فرمایا: جہاں رکھا تھا وہیں پڑا ہے۔ چنانچہ دیکھا تو وہیں پڑا تھا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 217)

غریب شخص کا مالدار ہو جانا

ضلع سیالکوٹ کے موضع ستراہ سندھواں کے چوہدری محمود خاں بیان کرتے ہیں کہ ابتداء میں اس کی مالی حالت بہت خراب تھی۔ مولانا رحمہ اللہ ایک مرتبہ وہاں تشریف لے گئے تو اس نے مولانا رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنی مالی کمزوری کا ذکر کیا۔ فرمایا ''اللہ الصمد'' ہر روز بلا تعداد پڑھا کرو اور نماز تہجد بھی با قاعدہ پڑھا کرو۔ چوہدری محمود خان کا بیان ہے کہ اس نے اس پر عمل کیا اور چند ہی روز میں مال دار ہوگیا یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ اتنی دولت کہاں سے آئی۔ مولانا نے تہجد پڑھنے کا حکم دیا تھا نماز تہجد بھی بالالتزام پڑھنے لگا۔ چوہدری محمود خان کا کہنا ہے کہ اگر کسی دن عمداً سو بھی جاؤں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا تہجد کے لئے مجھے جگا رہے ہیں۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 217,218)

ان پڑھ درزی کا حساب کتاب سیکھ جانا

قلعہ اسلام کا ایک درزی امام الدین کہتا ہے کہ وہ بالکل کند ذہن اور ان پڑھ تھا اس کا بڑا بھائی عبداللہ ایک دن اسے مولانا رحمہ اللہ کے پاس لے گیا اور اس کا حال بیان کیا آپ نے فرمایا: لوٹے میں تھوڑا سا پانی لاؤ پانی لایا گیا تو آپ نے اس پر دم کیا اور فرمایا لو امام الدین اس کو پی جاؤ۔ تم تھوڑا بہت حساب کتاب سیکھ جاؤ گے امام الدین کہتا ہے کہ اللہ کے فضل اور مولانا کی دعا سے اس دن سے مجھ میں اتنی صلاحیت پیدا ہوگئی ہے کہ حساب کتاب بھی کر لیتا ہوں اور معمولی خط و کتابت بھی کر سکتا ہوں۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 218)

تاجر کا مال چوری ہونے سے بچ جاتا

ایک شخص ملا کرم داد ملتان میں دکان کرتا تھا کہتا ہے کہ میرے والد مولانا کی خدمت میں گئے اور عرض کیا کہ ہم مختلف مقامات میں تجارت کے سلسلے میں جاتے ہیں تو راستے میں چوری وغیرہ ہو جاتی ہے کوئی وظیفہ بتا دیجئے تاکہ ہمارا مال محفوظ رہے۔ فرمایا: تم جہاں رات کو ٹھہرو اپنے مال کے ارد گرد ایک سو مرتبہ ''یا محیط'' پڑھ لیا کرو۔ وہ کہتا ہے کہ ہم یہ عمل کرتے رہے اور ہمیشہ سلامتی کے ساتھ مال لے کر گھر پہنچتے رہے۔ ہمارا کبھی نقصان نہیں ہوا جب کہ ہمارے ساتھیوں کا کئی دفعہ نقصان ہوا۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 218)

لاعلاج مریض کا تندرست ہو جانا

موضع کوٹلی سنگھ بھرڑاں (ضلع گوجراں والہ) کے ایک زمیندار ''بلندا'' کا بیان ہے کہ اس کا بھائی علی گوہر ایک مدت تک بخار میں

Marfat.com

مبتلا رہا اطبا نے تشخیص کی کہ اسے دق اور سل کی بیماری ہوگئی ہے طبی علاج سے ناامید ہوکر لوگ اسے مولانا کے پاس لے گئے اور عرض کیا کہ طبیعت اسے مدقوق اور مسلول قرار دیتے ہیں۔ فرمایا "طبیبوں نے تشخیص میں غلطی کی ہے اسے معمولی سا بخار ہے اس کے بعد پانی دم کرکے اسے پلایا اور اسی روز بخار اتر گیا اور مریض اچھا بھلا ہوگیا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 219,218)

ہندو گھرانے کا مسلمان ہوجانا

بعض ہندو یا سکھ اپنے بچوں کو سودا وغیرہ لینے کیلئے اگر کسی ایسی دکان پر بھیجتے جو مولانا رحمہ اللہ کی مسجد کی طرف ہوتی تو انہیں تاکید کرتے ہیں مسجد کے قریب سے "واہ گرو واہ گرو" یا رام رام کرتے جانا اور جلدی سے نکل جانا ایک دن ایک ہندو لڑکی والدین کی ہدایت کے مطابق بھاگتی ہوئی جارہی تھی اور رام رام کا لفظ اس کی زبان پر تھا۔ مولانا کے پاس سے گزری تو فرمایا: یا اللہ یا اللہ کہو یہ کیسا پیارا لفظ ہے چنانچہ "یا اللہ یا اللہ" کے الفاظ اس کی زبان سے جاری ہوگئے اور یہی الفاظ ادا کرتی ہوئی گھر پہنچی، والدین بے حد پریشان ہوئے اور اسے مارا بھی سہی کہ رام رام کہو مگر لڑکی مسلسل "یا اللہ یا اللہ" کہتی جارہی تھی اور ساتھ ہی گھر والوں سے کہتی تھی، تم بھی "یا اللہ یا اللہ" کہو، یہ بڑا پیارا لفظ ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گھر کے تمام لوگ مسلمان ہوگئے اور سب کی زبان پر "یا اللہ یا اللہ" کے الفاظ ادا ہونے لگے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 219)

بانجھ عورت کے گھر بیٹے کی پیدائش

گجرات کا ایک موچی لاہور میں اپنا کوئی کام کاج کرتا تھا اتفاقاً مولانا لاہور تشریف لائے اور وعظ فرمایا۔ وعظ میں آپ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں حضرت یحییٰ علیہ اسلام کی پیدائش کا قصہ بیان کیا اس وقت گجرات کا موچی بھی موجود تھا وہ دوران وعظ ہی میں اٹھ کھڑا ہوا اور کہا "حضرت اب بھی ایسا ہوسکتا ہے فرمایا: ہاں اب بھی اللہ تعالیٰ ایسا کرنے پر قادر ہے۔ موچی نے کہا تو میرا حال بعینہ حضرت زکریا علیہ السلام کا سا ہے۔ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بوڑھا ہوں آپ میرے لیے دعا فرمائیں شاید آپ کی دعا کی برکت سے میرے گھر لڑکا پیدا ہوجائے۔ آپ رحمہ اللہ نے دعا فرمائی اور لوگوں نے آمین آمین کہا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کو لڑکا عطا فرمایا۔ اس نے مولانا رحمہ اللہ کو اطلاع دی تو آپ نے اس کا نام "اللہ دتا" رکھا اور وہ لڑکا حافظ قرآن ہوا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 219,220)

کلمہ سنتے ہی مسلمان ہوجانا

ایک دن مولانا رحمہ اللہ لاہور میں کہیں وعظ فرمارہے تھے۔ دو گورے عیسائی کچھ سکھ اور چند ہندو بھی وعظ میں موجود تھے۔ وعظ میں مولانا رحمہ اللہ نے سورہ مریم کی چند آیات تلاوت کیں اور ہرقل کے دربار میں قریش مکہ کی سفارت کا ذکر کیا تھا۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ہرقل نے جس انداز سے بات کی اور کلمہ شہادت سنا وہ بتایا تھا تو ساتھ ہی اس طرح زوردار اور پرکشش آواز میں کلمہ شہادت پڑھا کہ سننے والوں میں ایک تہلکہ بپا ہوگیا اور ہندو مسلمان گورے عیسائی اور سکھ شدت تاثر سے تڑپنے لگے۔ اس وعظ میں جتنے بھی غیر مسلم موجود تھے سب مسلمان ہوگئے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 220)

Marfat.com

ولی کامل کی زبان کا اثر

لاہور ہی کا واقعہ ہے کہ آپ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر وضو کرنے کی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک سکھ عورت ''واہ گرو واہ گرو'' کہتی ہوئی وہاں سے گزری۔ آپ نے فرمایا: ''وحدہٗ وحدہٗ'' کہو اس عورت کی زبان پر ''وحدہٗ وحدہٗ'' جاری ہو گیا۔ گھر والوں نے اسے بہت سمجھایا اور مار پیٹ بھی کی مگر وہ باز نہ آئی اور مسلمان ہو گئی۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 220)

خواجہ اجمیر رحمہ اللہ کی یاد تازہ کر دینا

ایک مرتبہ مولانا ممدوح ضلع گجرات میں سفر کر رہے تھے کہ ایک سکھ نے آپ سے پوچھا موضع ڈنگہ کا راستہ کون سا ہے۔ فرمایا: بھائی مجھے ڈنگوں کا راستہ تو یاد نہیں البتہ سیدھوں کا یاد ہے۔ اس نے کہا سیدھوں ہی کا بتا دو۔ فرمایا سیدھوں کا راستہ ہے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ادھر مولانا کی زبان سے یہ کلمہ نکلا اور ادھر سکھ کی زبان پر یہی کلمہ جاری ہو گیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔** (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 220، 221)

ہندو پنڈت کا زیر ہو جانا

موضع دلاور چیمہ (ضلع گوجرانوالہ) کے ایک بڑے زمیندار اور دولت مند سکھ کا نوجوان بیٹا مولانا رحمہ اللہ کا وعظ سن کر مسلمان ہو گیا اور اس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ اس سکھ نے دلاور چیمہ اور علی پور میں اعلان کرا دیا کہ کوئی پنڈت یا گرنتھی قلعہ میہاں سنگھ والے مولوی صاحب سے بحث کر کے ان کو شکست دے دے اور میرے بیٹے کو دوبارہ سکھ مذہب قبول کرنے پر آمادہ کر لے تو میں اس کو ایکڑ زمین اور پانچ سو روپے نقد انعام دوں گا۔ علی پور کے ایک پنڈت نے یہ اعلان سنا تو لالچ میں آ کر مولانا رحمہ اللہ سے بحث کے لئے تیار ہو گیا۔ سکھ زمیندار نے پانچ سو روپے نقد جمع کرا دیے اور زمین کے لئے دستاویز لکھ دی اور پنڈت کو ساتھ لے کر قلعہ اسلام کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور بھی بہت سے لوگ جن میں غیر مسلم بھی تھے اور مسلمان بھی، بحث سننے اور نتیجہ معلوم کرنے کی غرض سے ان کے ساتھ چل پڑے یہ لوگ قلعہ اسلام پہنچے تو مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اپنے بالا خانے میں تشریف فرما تھے اور ایک طالب کو شیخ سعدی کی کتاب ''بوستان'' کا وہ سبق پڑھا رہے تھے جس میں رسول اللہ ﷺ کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ پنڈت نے آتے ہی مولانا رحمہ اللہ سے ایک سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: تشریف رکھیے آپ کی تشریف آوری سے بہت خوشی ہوئی، طالب علم کے سبق سے فارغ ہو جاؤں تو آپ سے بات ہو گی، جو جی چاہے سوال کریں میں ان شاء اللہ نہایت خوشی سے جواب دوں گا یہ الفاظ کہہ کر اس شعر کی طرف متوجہ ہوئے

دریں بحر جز مرد راعی نرفت — گم آں شد کہ دنبال داعی نرفت

کہتے ہیں یہ شعر پڑھتے ہی مولانا رحمہ اللہ کا اسلوب بیان بدل گیا اور مجلس کا انداز کچھ اور ہی رنگ اختیار کر گیا۔ تقریر میں اللہ نے ایسی تاثیر بھر دی کہ سامعین

جلسے میں صدقے کا کھانا

میرے مرشد شاہ محمد شریف گھڑیالوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی انجمن کے جلسے میں جاتے تو منتظمین کا تیار کردہ کھانا نہیں کھاتے تھے، اس لیے کہ لوگ انجمنوں کو بالعموم صدقہ و زکوٰۃ کے پیسے دیتے ہیں اور اسی سے کھانا تیار کیا جاتا ہے۔ (کاروان سلف ص ۵۲)

Marfat.com

یوں محسوس کر رہے تھے کہ درودیوار سے کلمہ شہادت کی آوازیں آرہی ہیں پنڈت اور ان کے ساتھی بے جان تصویر بنے ہوئے مولانا رحمہ اللہ کا منہ تک رہے تھے اور سب کی زبانیں گنگ تھیں۔ ناگہاں پنڈت نے شور مچانا شروع کر دیا۔ مجھے لے چلو، مجھے لے چلو کچھ لوگوں نے پنڈت کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کیا اور بڑی مشکل سے بالا خانے سے نیچے اتارا پنڈت پر مدہوشی طاری تھی۔ جب وہ کچھ ہوش میں آیا تو اس سکھ زمیندار نے جو اسے لے کر گیا تھا اور اس کے ساتھیوں نے اس سے دریافت کیا تم بڑی شان اور ادادعویٰ سے وہاں گئے تھے لیکن جاتے ہی خاموش ہو گئے اور کوئی بات کہے بغیر لوٹ آئے اس کی کیا وجہ ہے؟ پنڈت نے جواب دیا میں اسلام کے خلاف اکیس اعتراض سوچ کر گیا تھا جو میرے نزدیک بڑے مضبوط تھے لیکن مولوی صاحب کے سامنے جاتے ہی تمام باتیں ذہن سے نکل گئیں۔ ان کی تقریر میں کچھ ایسا جادو بھرا ہوا تھا کہ خود میرے دل میں ایک کہرام سا بپا ہو گیا ان کے مذہب کی سچائی میرے دل میں پیوست ہونے لگی اور یوں محسوس ہونے لگا کہ میرا مذہب صحیح نہیں ہے مولوی صاحب کی طرف سے ایک روشنی میری طرف بڑھ رہی تھی اور میرے مذہب کے آثار مٹنا شروع ہو گئے تھے اگر چند ثانیے مزید ان کے سامنے بیٹھا رہتا تو میں کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو جاتا۔

اس کے بعد بہت لوگوں نے پنڈت جی کو مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں لے جانے اور ان سے بحث و مناظرہ پر آمادہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ نہیں مانے اور صاف لفظوں میں کہا کہ میں ہرگز مولوی غلام رسول رحمہ اللہ سے بحث و مناظرہ نہیں کروں گا۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 223,221)

دعا کرتے ہی پہلی بیوی کا مسلمان ہو جانا

یہی عبداللہ نو مسلم جس کے سکھ والد کے کہنے پر پنڈت مذکور مولانا سے بحث کرنے گئے تھے بیان کرتے ہیں کہ مولانا رحمہ اللہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے ایک مسلمان خاندان میں شادی کر لی تھی۔ قبول اسلام سے پہلے بھی وہ شادی شدہ تھے ایک دن وہ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا کہو! میاں عبداللہ مع اہل و عیال کے خوش ہو؟ عرض کیا۔ حضرت! میری پہلی بیوی بہت سلیقہ شعار اور تابعدار تھی مجھے وہ بہت یاد آتی ہے۔ آپ دعا فرمائیں وہ بھی اسلام قبول کر لے اور میرے پاس آجائے اگر ایسا ہو جائے تو بہت ہی اچھا ہے ورنہ دن تو گزر ہی رہے ہیں۔

فرمایا: میاں عبداللہ! جس ذات اقدس نے تم کو ہدایت دی ہے وہ اس کو بھی ہدایت دینے پر قادر ہے گھبراؤ نہیں ان شاءاللہ جلد ہی تمہاری مراد پوری ہوگی۔ اب تم گھر جاؤ۔

عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مولانا رحمہ اللہ کے حسب فرمان گھر چلے آئے۔ ابھی ایک ہی دن گزرا تھا کہ ان کی پہلی بیوی نے ایک شخص کے ہاتھ ان کو خط بھیجا کہ فلاں دن اور فلاں وقت آکر اسے لے جاؤ۔ وہ گئے اور اسے ساتھ لے کر مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں قلعہ اسلام حاضر ہوئے اور وہ مسلمان ہو گئی۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 223)

برہمنوں کا دیکھتے ہی مسلمان ہو جانا

موضع ستراہ سندھواں (ضلع سیالکوٹ) کے چوہدری محمود خان کہتے ہیں کہ ان کے گاؤں کے برہمن نے ان سے کہا کہ سنا

Marfat.com

ہے جو غیر مسلم مولوی صاحب کا درشن کرنے آتا ہے وہ مسلمان ہو جاتا ہے انہوں نے جواب دیا بات تو ایسی ہی ہے برہمن نے کہا کسی دن ہم کو بھی ان کے درشن کرانا۔ چند روز بعد مولانا رحمہ اللہ تشریف لے آئے اور چوہدری محمود خان نے سے برہمن کی بات بیان کی۔ فرمایا اگر کوئی وقت آیا تو میں کہوں گا تم اسے بلا لانا۔ جمعہ کا دن تھا مولانا وعظ فرما رہے تھے کہ محمود خاں کو حکم دیا برہمن کو بلا لاؤ کوئی اور غیر مسلم آنا چاہے تو وہ بھی آجائے۔ حسب ارشاد محمود خاں گئے برہمن سے کہا اور اس کو لانے کی بہت کوشش کی مگر وہ نہیں آیا۔ دو اور غیر مسلم ان کے ساتھ آگئے، جوں ہی وہ مولانا کے سامنے آئے حالانکہ انہوں نے وعظ کا کوئی لفظ نہیں سنا تھا ان کو دور سے دیکھتے ہی کلمہ شہادت پڑھنا شروع کر دیا۔

محمود خان کہتے ہیں کہ ایندھن کاٹنے کے لئے وہ ایک کلہاڑی برہمنوں سے مانگ کر لائے تھے۔ انہوں نے وہ کلہاڑی واپس کرنے کی بہت کوشش کی لیکن برہمنوں نے نہیں لی اور کہا کہ اس کلہاڑی سے جو لکڑیاں کاٹ کر کھیت سے لائی گئی ہیں، ان سے مولوی صاحب رحمہ اللہ کیلئے کھانا پکایا گیا ہے۔ ممکن ہے اس کو دیکھ کر اور ہاتھ لگا کر ہی ہم مسلمان ہو جائیں۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 224,223)

جواں سالہ لڑکی کا گنجا پن ختم ہو جانا

گوجرانوالہ کے دو میاں بیوی اپنی چودہ سالہ لڑکی کو لے کر مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ان کی لڑکی کے سر پر کوئی بال نہیں ہے اور یہ بالکل گنجی ہے اس کی شادی ہونے والی ہے آپ دعا فرمائیں کہ اس کے سر پر بال اگ جائیں۔

مولانا رحمہ اللہ نے لڑکی سے فرمایا: بیٹی نماز پڑھا کرو انشاء اللہ تم جلد ہی اچھی ہو جاؤ گی۔ لڑکی نے نماز پڑھنا شروع کر دی اور تھوڑے ہی عرصے میں سر پر بال اگ آئے اور گنجا پن ختم ہو گیا۔ دو سال بعد وہ لڑکی اپنے چھوٹے سے بچے کے ساتھ مولانا کی خدمت میں نذرانہ لے کر حاضر ہوئی اس کی ماں بھی ساتھ تھی۔ مولانا رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا تم کون ہو اور کہاں سے آئی ہو؟ لڑکی کی والدہ نے تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ نے پوچھا نماز پڑھتی ہو یا نہیں؟ لڑکی نے جواب دیا پہلے نماز پڑھا کرتی تھی مگر اب چند روز سے چھوٹ گئی ہے۔ یہ سنتے ہی آپ نے نذرانہ واپس کر دیا اور فرمایا: تمہارے جیسے لوگوں سے جو خدا سے وعدہ کر کے توڑ دیتے ہیں مجھے کوئی سروکار نہیں۔ ہر چند اس نے کہا لیکن آپ نے نذرانہ قبول نہ کیا اور دونوں ماں بیٹی واپس گوجراں والا چلی گئیں۔ رات کو وہ لڑکی سوئی، صبح اٹھ کر سر پر ہاتھ پھیرا تو ایک بال بھی نہ تھا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 225,224)

مالیخولیا کے مریض کا صحت یاب ہو جانا

موضع کھبکی (ضلع گوجرانوالہ) کے حکیم نبی بخش کا بیان ہے کہ انہیں ایک گاؤں میں ایک ایسے مریض کے علاج کی غرض سے جانا پڑا جو مالیخولیا میں مبتلا تھا اور جسے طبیب لاعلاج قرار دے چکے تھے۔ حکیم صاحب مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کیا مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: علاج کرو، اللہ شافی مطلق ہے، شفا دے گا۔ حکیم صاحب نے اس کا علاج شروع کیا اور قدرت الٰہی سے ایک ہی دن کے علاج سے آدھی بیماری ختم ہو گئی دوسرے روز مریض بالکل تندرست ہو گیا۔ حکیم صاحب با مذاق آدمی تھے اور مولانا ان کی باتوں سے خوش ہوتے تھے۔ وہ مولانا رحمہ اللہ کے پاس آئے مریض کی صحت یابی کی اطلاع دی اور عرض کیا وہ مریض تو

Marfat.com

صحت یاب ہو گیا اگر کوئی ایسا ہی مریض اور آ گیا تو پھر کیا ہوگا؟ **فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے علاج سے ہمیشہ ایسے مریضوں کو صحت عطا فرمائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس کے بعد سے مالیخولیا کے جتنے بھی مریض ان کے پاس آئے اللہ نے انہیں صحت عطا فرمائی۔**

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص,225)

منافع کے غیبی اسباب بن جانا

لاہور کے میاں صاحب کہتے ہیں کہ کسی زمانے میں وہ گھوڑوں کا بیوپار کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے گھوڑے خرید کر اپنے ملازموں کو سری نگر گھوڑے فروخت کرنے کے لئے بھیجا۔ تین مہینے گزر گئے لیکن گھوڑے فروخت نہ ہوئے۔ میاں محمد صاحب نہایت پریشان تھے کیوں کہ سری نگر میں ملازموں کا خرچ بھی پڑ رہا تھا اور گھوڑوں کا بھی اتفاقاً مولانا غلام رسول رحمہ اللہ لاہور تشریف لائے اور مسجد چینیاں والی میں وعظ کہا۔ سامعین میں میاں محمد بھی موجود تھے وعظ کے بعد وہ مولانا رحمہ اللہ سے ملے اور اپنی پریشانی کا ذکر کیا فرمایا انشاء اللہ تیسرے روز تمہارے گھوڑے حاکم کشمیر خرید لے گا اور تمہیں تین ہزار روپے منافع ہوگا۔ میاں محمد کہتے ہیں کہ وہ تاریخ انہوں نے لکھ لی جب ملازم واپس آئے تو معلوم ہوا کہ مولانا کے فرمان کے تین روز بعد گھوڑے فروخت ہوئے اور حساب کیا گیا تو ٹھیک تین ہزار روپے منافع ہوا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص226)

ہندو مہنت کا کلمہ سنتے ہی مسلمان ہو جانا

ضلع گورداس پور (مشرقی پنجاب) کے ایک ہندو مہنت کا نام کاہن داس تھا۔ وہ اپنے چند عقیدت مندوں کے ساتھ ایک مرتبہ ''موضع کالووالی'' آیا جو قلعہ اسلام کے قریب ایک گاؤں ہے مہنت نے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں سے قلعہ اسلام کتنے فاصلے پر ہے؟ بتایا گیا تین کوس کے فاصلے پر ہے موجودہ حساب کے مطابق پانچ کلومیٹر کہنا چاہیے۔ مہنت کاہن داس نے کہا، سنا ہے وہاں مولوی غلام رسول رحمہ اللہ رہتے ہیں جو بہت عالم اور صوفی ہیں۔ میرے دل میں اسلام کے بارے میں کچھ سوالات پیدا ہو رہے ہیں میں ان سے یہ سوالات پوچھنا چاہتا ہوں۔ لوگوں نے بتایا کہ ان کے پاس کئی پنڈت اور غیر مسلم بحث و مباحثہ کے لئے آئے اور مسلمان ہو گئے، آپ وہاں نہ جائیں لیکن مہنت صاحب نہیں مانے اور مولانا کے پاس پہنچ گئے جاتے ہی سوال کیا ''اسلام کیا چیز ہے؟ فرمایا: پہلی چیز ہے کلمہ پڑھنا، پھر کلمہ پڑھ کر سنایا کلمہ سنتے ہی مہنت کاہن داس نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا اور مسلمان ہو گیا اس کے بعد دو سال وہ مولانا کی خدمت میں قلعہ اسلام رہے۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص227,226)

قتل کے مقدمہ میں گرفتار شخص کا بری ہو جانا

ضلع شاہ پور کے موضع بھرت لوتھ کا نمبردار جس کا نام ''جوایا'' تھا کسی پیر کا مرید تھا وہ نمبردار قتل کے ایک مقدمے میں گرفتار ہو گیا۔ گواہ بھی بھگت گئے جنہوں نے اس کے قاتل ہونے کی گواہی دی نمبردار نے جو جیل میں بند تھا اپنے بیٹے کو مولانا کی خدمت میں بھیجا مولانا رحمہ اللہ نے اسے ایک حرف پڑھنے کے لئے فرمایا اور کہا کہ تم اسے **متواتر تین دن پڑھو انشاء اللہ گرفتار شدہ شخص**

Marfat.com

بری ہوجائے گا، چنانچہ وہ بری ہوگیا اسے جرمانہ بھی نہیں ہوا۔ مولانا کے سوانح نگار نے اس حرف کا ذکر نہیں کیا جو مولانا نے پڑھنے کے لئے فرمایا تھا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 227)

نمبردار کے مرنے کی اطلاع دینا

موضع سدرہ ضلع شاہ پور کے حافظ غلام محمد ایک دن مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں دیکھتے ہی رونے لگے۔ مولانا رحمہ اللہ نے رونے کی وجہ پوچھی تو بتایا کہ گاؤں کا نمبردار انہیں بہت اذیت پہنچاتا اور پریشان کرتا ہے۔ معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ اس نے مجھے گاؤں سے بھی نکال دیا ہے نمبردار سے میرے اختلاف کا باعث فقط شرعی معاملات ہیں حافظ غلام محمد کی بات سن کر مولانا رحمہ اللہ خاموش رہے۔

حافظ صاحب بیان کرتے ہیں کہ **میں تین دن مولانا کی خدمت میں رہا وہ اپنی جوتی صبح کے بعد پانچ مرتبہ زور سے زمین پر مارتے تھے** تیسرے روز مجھے فرمایا کہ جاؤ حافظ جلدی پہنچو تاکہ اس نمبردار کا جنازہ تم ہی پڑھاؤ اس طرح دشمن سے بھی تمہیں ثواب مل جائے گا۔

حافظ صاحب کہتے ہیں جب میں گاؤں کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ لوگ اس نمبردار کا جنازہ لیے جارہے ہیں۔ مولانا رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق جنازہ میں نے ہی پڑھایا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 228,227)

لاعلاج مریض کا فوراً شفا پاجانا

موضع بڈھا گورایہ متصل ستراہ سندھواں (ضلع سیالکوٹ) کے نمبردار کا نام "بیغم" تھا اس کا ایک ہی بیٹا تھا، جو خوب صورت جوان اور خوش آواز تھا۔ اسے فالج ہوگیا۔ بہت سے طبیبوں سے علاج کرایا گیا لیکن افاقہ نہ ہوا، اور اطباء نے اسے لاعلاج قرار دے دیا، اتفاقاً مولانا غلام رسول رحمہ اللہ ایک مرتبہ ستراہ تشریف لے گئے۔ بیغم نمبردار کو پتا چلا تو وہ اپنے مریض بیٹے کو لے کر مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا مولانا مریض کو دیکھنے کیلئے اس کے قریب ہوئے، تو اس نے کہا السلام علیکم! مولانا نے نام پوچھا تو اس نے جو نام بتایا، نمبردار کہنے لگا، یہ میرے بیٹے کا نام نہیں، مولانا سمجھ گئے کہ اسے جن کا مسئلہ ہے، جن حاضر ہی تھا ۔مولانا نے اس سے پکڑنے کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا حضرت میں اپنے بادشاہ کا مامور ہوں ایک دن ہمارا گزران کے کنوئیں سے ہوا ہم وہاں ٹھہر گئے یہ نوجوان گاڑھی پر بیلوں کے ذریعے کنوئیں سے پانی نکال رہا تھا سحری کا وقت تھا اس نے نہایت خوش الحانی سے چند اشعار پڑھے۔ اس کی خوب صورت شکل اور دلکش آواز کی وجہ سے ہمارے بادشاہ کی بیٹی اس پر عاشق ہوگئی بادشاہ کو غیرت آئی اس نے مجھے حکم دیا کہ اسے پکڑ لو اور اس کا بدن سکھا سکھا کر اس کی جان نکالو اس روز سے میں اسے پکڑے ہوئے ہوں۔ مولانا نے پوچھا: "تمہارے بادشاہ اس وقت کہاں ہے؟ جن نے جواب دیا: اس وقت وہ کشمیر میں ہے۔ مولانا نے فوراً اسے حاضر کیا اور فرمایا: اسے چھوڑ دو اس پر مولانا اور بادشاہ کے درمیان چند باتیں ہوئیں بالآخر وہ اسے چھوڑنے پر رضامند ہوگیا اور اس نے چھوڑ دیا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 229,228)

Marfat.com

ولی کامل کا نام سنتے ہی سرکش جن کا چلا جانا

اس باب کے شروع میں سلیمان بنگالی کا ذکر آیا ہے جو مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے شاگرد تھے اور ان کی زندگی تک ان کی خدمت میں رہے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مولانا رحمہ اللہ کی وفات کے بعد وہ دہلی گئے وہاں ایک شخص جنات کی گرفت میں تھا۔ جن نکالنے کیلئے اسکے وارثوں نے بہت سے عاملوں کو بلایا اور عاملوں نے اپنی سی کوشش کی لیکن جن نہیں نکلا۔ سب لوگ مایوس ہو چکے تھے اس اثناء میں ان لوگوں کو پتا چلا کہ قلعہ والے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا شاگرد یہاں آیا ہے وہ انہیں بلا کر لے گئے۔ جن چوں کہ ہر وقت حاضر رہتا تھا اس لیے سلیمان بنگالی کو اسے حاضر کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ مشہور عالم اور معروف عامل تھے۔ سلیمان بنگالی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے گھر میں جاتے ہی جن سے کہا کہ مرے استاد مولوی غلام رسول قلعہ اسلام والے تمہیں السلام علیکم کہتے تھے۔ **جن نے یہ الفاظ سن کر کہا: وہ مجھے کہتے ہوں گے نکل جا لیکن میرا ارادہ نکلنے کا نہیں تھا، اچھا میں چلا جاتا ہوں اب میں نہیں آؤں گا۔** (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 230,229)

عاشق جن کا تعمیل حکم بجالانا

ایک مرتبہ ایک عورت کو جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی اس کے وارث غلام رسول رحمہ اللہ کے پاس قلعہ اسلام لائے وہ عورت جن کی گرفت میں تھی اور بے ہوش تھی۔ مولانا رحمہ اللہ کے سامنے آئی تو اٹھ کر بیٹھ گئی مولانا رحمہ اللہ نے جن سے کہا تو اس عورت کو چھوڑ دے اس نے جواب دیا میں اس پر عاشق ہوں اسے نہیں چھوڑوں گا مولانا رحمہ اللہ نے اس کو ڈانٹا اور وہ مان گیا اور کہا کہ نکل جاتا ہوں مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کوئی نشانی دے جاؤ (کہتے ہیں جن جاتے ہوئے کوئی نشانی دے جائے تو پھر نہیں آتا) اس نے کہا: فرمایئے کیا نشانی دوں؟ میں آپ کے ہر ارشاد پر عمل کروں گا۔

فرمایا وہ گھڑا جو سامنے پڑا ہے یہاں لے آؤ چنانچہ وہ گھڑا چلتا چلتا سیڑھیوں پر سے ہوتا ہوا مولانا رحمہ اللہ کی چار پائی کے نزدیک آ کر رک گیا۔ لوگ اس گھڑے کو چلتا ہوا دیکھ رہے تھے اور حیران ہو رہے تھے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 230)

جنات دکھانے کا وعدہ

قلعہ اسلام کا رہنے والا ایک شخص عبداللہ کشمیری، مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا عقیدت مند تھا، اس نے ایک دن مولانا رحمہ اللہ سے عرض کیا جن کس طرح کے ہوتے ہیں؟ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: تم جنوں کو دیکھنا چاہتے ہو؟ اس نے جواب دیا ہاں دیکھنا چاہتا ہوں۔ مولانا چپ رہے۔ دوسرے دن عبداللہ کشمیری لاہور جانے کیلئے تیار ہوا اور ملنے کیلئے مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں گیا وہ اپنے بالا خانے میں تشریف فرما تھے جو مسجد کے قریب ہی تھا۔ فرمایا: عبداللہ جو خواہش تم نے کل ظاہر کی تھی آج راستے میں پوری ہوگی۔ یعنی لاہور جاتے ہوئے راستے میں تمہیں جن دکھائی دیں گے۔ عبداللہ نے منت سماجت کرتے ہوئے عرض کیا **حضور! مجھے بن دیکھے ہی خوف آرہا ہے مجھے یقین ہے جن کوئی مخلوق ہے مہربانی فرما کر وہ مخلوق مجھے نہ دکھلائی جائے۔**

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 231,230)

Marfat.com

حجام کو گمشدہ بیٹے کی اطلاع دینا

ایک نہایت عجیب وغریب کرامت ملاحظہ ہو: ایک دفعہ مولانا غلام رسول بیٹھے اپنا سر منڈوا رہے تھے، کچھ دنوں بعد عید تھی۔ سر منڈواتے ہوئے انہیں اپنے سر پہ کچھ محسوس ہوا، دیکھا تو حجام رو رہا تھا اور اسکے آنسو انکے سر پہ گر رہے تھے۔ فرمایا کیوں روتے ہو؟ کہنے لگا "حضرت میرے جوان بیٹے کو گم ہوئے اتنا عرصہ بیت چکا ہے، کچھ دن بعد عید ہے، میری گھر والی بھی بیٹے کے غم میں پریشان ہے اور میں بھی اسی کی جدائی میں رو رہا ہوں" مولانا نے یہ سنا تو فرمایا ذرا ٹھہرو! یہ فرما کے اپنے حجرے کے اندر تشریف لے گئے اور وہیں بیٹھ کر مراقبہ کیا۔ کچھ ہی دیر بعد باہر آ کر فرمانے لگے، جاؤ تمہارا بیٹا گھر میں بیٹھا ہوا ہے۔ حجام بے یقینی کے عالم میں گھر گیا تو بیٹا واقعی موجود تھا۔ اس نے پوچھا تم کہاں تھے؟ کہنے لگا میں تو سکھر میں تھا اور ابھی کچھ دیر پہلے بازار سے روٹیاں لینے جا رہا تھا، یکا یک ایک بزرگ میرے سامنے آئے جن کا آدھا سر منڈا ہوا تھا اور آدھے پر بال تھے، انہوں نے نہ جانے کیسے مجھے یہاں لا کر بٹھا دیا ہے۔۔۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 232,231)

قارئین! یہ واقعہ لکھنے کے بعد حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کے پڑپوتے مولانا حمید اللہ سدید صاحب حفظہ اللہ کے پاس قلعہ میہاں سنگھ میں جا کر فرمانے لگے چونکہ جنات بھی مولانا غلام رسول صاحب کے غلام تھے، اس لیے یہ کسی جن کی طاقت تھی جس نے پل بھر میں اس لڑکے کو گھر میں پہنچا دیا۔ مولانا حمید اللہ سدید صاحب نے فرمایا، نہیں بھٹی صاحب! یہ کسی جن کی نہیں، خود ہمارے بزرگوں کی روحانی قوت تھی۔ آپ نے قرآن میں واقعہ پڑھا ہوا ہے نا، کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتی نے پل بھر میں ملکہ کا تخت حاضر کر دیا تھا، تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی اپنی روحانی قوت سے اتنا کام بھی نہیں کر سکتا؟

چھری گاڑنے پر غیبی پرندوں کی آمد

ایک شخص بیان کرتا ہے کہ ایک دن میں مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک آدمی آیا اس نے بتایا کہ ایک بزرگ کی میں نے عجیب کرامت دیکھی۔ وہ کرامت یہ ہے کہ اس نے چھری پکڑی اس پر کچھ پڑھ کر پھونک ماری اور اسے زمین میں گاڑھ دیا، ایک جانور اڑتا ہوا جا رہا تھا کہ وہ اس چھری پر آ گرا۔

مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ کوئی بڑی بات نہیں انہوں نے ایک چھری منگوائی اور ہمیں ساتھ لے کر جنگل میں چلے گئے پہلے کچھ پڑھ کر چھری پر پھونک ماری اور اسے زمین میں گاڑھ دیا پھر چھری کے اس حصے پر جو زمین سے باہر تھا کپڑے کی دھجیاں لپیٹ دیں اور پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے وہ شخص قسم کھا کر بیان کرتا ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جانوروں کے جھنڈ کے جھنڈ آتے اور اپنا گلا چھری کے ساتھ اس طرح رگڑتے کہ گویا ذبح ہونے کیلئے بے قرار ہیں۔ اس دن ایسے ایسے جانور دیکھنے میں آئے جو نہ کبھی اس سے پہلے دیکھے تھے اور نہ سنے تھے حیرانی ہوتی تھی کہ قسم قسم کے یہ جانور اتنی تعداد میں کہاں سے آئے کچھ دیر یہ حالت رہی پھر مولانا رحمہ اللہ نے چھری زمین سے نکال لی چھری نکالتے ہی تمام جانور جدھر سے آئے تھے ادھر ہی چلے گئے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 233,232)

Marfat.com

معترضین میں ولایت کا اقرار

ایک دن مولانا رحمہ اللہ لاہور میں وعظ فرما رہے تھے جس میں بے شمار لوگ جمع تھے۔ وعظ میں لاہور کے بعض علمائے کرام بھی آئے جو مولانا رحمہ اللہ سے چند سوالات کرنا چاہتے تھے اس وقت مولانا سورہ عنکبوت کی پہلی آیت پڑھ رہے تھے "الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون" کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ صرف یہ کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لے آئے چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی۔

مولانا رحمہ اللہ نے ایسے خوب صورت اور منطقیانہ وفلسفیانہ انداز سے اس آیت کی تفسیر بیان کی اور اس اسلوب سے اس کے تمام پہلوؤں کی وضاحت فرمائی اور بحث کرنے والے حضرات جو سوالات واعتراضات سوچ کر آئے تھے ان میں سے ہر سوال اور ہر اعتراض کا اس نہج سے جواب دیا کہ وہ بالکل مطمئن ہو گئے اور ان کیلئے مجمع عام میں بات کرنے کی ذرہ بھر گنجائش نہ رہی۔ وہ مولانا رحمہ اللہ سے کوئی بات کیے بغیر واپس چلے گئے جن لوگوں کو ان کی آمد کی وجہ کا علم تھا انہوں نے ان سے ان کی خاموشی کے متعلق پوچھا تو جواب دیا کہ ہمارے اعتراضات کا ایک ایک کر کے وعظ میں جواب دے دیا گیا ہے اور ان کے سامنے ہمارے لیے بات کرنا مشکل ہے یہ شخص صرف عالم ہی نہیں، ولی اللہ بھی ہے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 233)

تمام اعتراضات کا منکشف ہو جانا

ایک شخص نے مولانا رحمہ اللہ سے کہا کہ بعض علمائے دین آپ کے وعظ میں صرف بحث کیلئے آتے ہیں۔ بعض لوگ کچھ مسائل سمجھنے کیلئے حاضر ہوتے ہیں، بعض غیر مسلم اسلام کے بعض پہلوؤں پر اعتراض کرنے کی غرض سے وعظ میں شامل ہوتے ہیں لیکن وعظ سننے کے بعد سب لوگ خاموشی سے چلے جاتے ہیں نہ کوئی بحث کرتا ہے نہ کوئی مسئلہ پوچھتا ہے نہ کوئی اعتراض کرتا ہے عالم بھی خاموش سائل بھی خاموش اور غیر مسلم بھی خاموش آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

فرمایا: جب میں وعظ کے لیے کھڑا ہوتا ہوں تو اللہ کے فضل و کرم سے تمام اعتراضات اور سوالات کرنے والوں کے اعتراضات وسوالات کی فہرست ان کے ناموں سمیت مجھے پیش کر دی جاتی ہے اگر چاہوں تو ہر ایک کا نام لے کر اور اس کا اعتراض بتا کر اس کا جواب دوں لیکن میں اپنی شہرت کے ڈر کی وجہ سے اس کا ذکر نہیں کرتا تاہم ان کے اعتراضات کے جواب وعظ میں تفصیل سے دیتا ہوں جس سے سب کی تسلی ہو جاتی ہے اور اسی کیلئے اعتراض یا سوال کی گنجائش نہیں رہتی۔

موضع دلاور چیمہ کے سکھ زمیندار کا بیٹا بھی (جس کا واقعہ پہلے بیان کیا گیا ہے) اسلام پر اعتراض کرنے کیلئے مولانا رحمہ اللہ کے پاس آیا تھا ان کا وعظ سنا تو اس کے تمام اعتراضات کا جواب اس میں آ گیا تھا لہٰذا مسلمان ہو گیا۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 234,233)

اعتراض کرنے والے کا بیعت میں شامل ہو جانا

گیارہویں صدی ہجری کے ایک مشہور عالم ومصنف محمد بن ابراہیم شیرازی رحمہ اللہ تھے۔ ان کا لقب صدر الدین تھا لیکن

Marfat.com

علمی حلقوں میں انہوں نے ''ملا صدرا'' کے نام سے شہرت پائی وہ بہت بڑے فلسفی تھے ان کی ایک کتاب شرح ''ہدایت الحکمت'' ہے جو درس نظامی کے حلقوں میں ''صدرا'' کے نام سے معروف ہے۔ یہ کتاب کسی زمانے میں درس نظامی کے علماء وطلباء میں متداول تھی۔ اب بھی کہیں کہیں پڑھائی جاتی ہے ہمارے ممدوح مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے یہ کتاب پڑھی تھی اور وہ اسے طلباء کو پڑھاتے بھی تھے، ان کے عہد کے ایک عالم دین مولوی غلام دین محمد تھے۔ ان کا سلسلہ درس قائم تھا اور ان کے طلباء میں ایک طالب علم ''صدرا'' پڑھتا تھا جو بڑا ذکی اور ذہین طالب علم تھا۔ مولوی غلام محمد نے اس طالب علم کو صدرا کا ایک مقام سمجھنے کیلئے جو فلکیات سے متعلق تھا مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے پاس بھیجا ان کا خیال تھا کہ مولانا یہ مقام نہ خود سمجھ سکتے ہوں گے اور نہ طالب علم کو سمجھا سکیں گے اس طرح وہ مولانا رحمہ اللہ کا امتحان لینا چاہتے تھے۔

وہ طالب علم جس وقت مولانا رحمہ اللہ کے پاس آیا اس وقت مولانا ایک طالب علم کو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا رہے تھے اور سورہ یٰسین کی اس آیت کا مطلب سمجھا رہے تھے۔ ''والقمر قدرناه منازل حتی عاد کالعرجون القدیم'' (یعنی چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ وہ آخر منزل میں پرانی ٹہنی کی طرح باریک رہ جاتا ہے) نو وارد طالب علم السلام علیکم کہہ کر بیٹھ گیا جو سوال وہ اپنے استاد مولوی غلام محمد سے سمجھ کر آیا تھا مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے دوران درس وہی سوال اپنے شاگرد سے کیا اور پھر اس کا جواب دینا شروع کیا۔ جواب دے کر کتاب ''صدرا'' کے مصنف کے نقطہ نظر کی وضاحت فرمائی اور اس پر جو حاشیہ لکھا گیا ہے اس کی تشریح کی مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی تمام تقریر فلکیات سے متعلق تھی اور یہی بات وہ طالب علم بہ صورت امتحان سمجھنے کے لیے آیا تھا لیکن اب اس کیلئے کچھ کہنے کی گنجائش نہ رہی تھی۔

اس کے بعد مولانا رحمہ اللہ نے اس طالب علم سے فرمایا کہ ''صدرا'' کے اس مقام پر میرے دو سوال ہیں جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کیے یہ سوال سمجھ لو اور پھر اپنے استاد صاحب سے ان کے جواب پوچھ کر مجھے بتانا اس کے بعد طالب علم چلا گیا اور سارا واقعہ اپنے استاد سے بیان کیا اس پر چند روز گزرے تھے کہ مولوی غلام محمد صاحب مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے حلقہ بیعت میں شامل ہو گئے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 236,234)

کشف الصدور پر چور کا تہجد گزار بن جانا

موضع بھڑت (ضلع شاہ پور) کا ایک شخص مسمی ''جوایا'' اپنے علاقے کا مشہور چور تھا اور زمین جائیداد کا بھی مالک تھا ایک مرتبہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اس نواح کے ایک گاؤں موضع ''سدرہ'' تشریف لے گئے تو جوایا ان سے ملنے کے لئے آیا اور پچیس روپے جو اس زمانے میں اچھی خاصی رقم تھی بطور نذرانہ پیش کیے مولانا رحمہ اللہ نے مسکراتے ہوئے روپے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جوایا نے انکار کی وجہ پوچھی تو فرمایا: یہ چوری کا مال ہے۔ جوایا نے کہا: حضرت! یہ روپے چوری کے مال میں سے نہیں ہیں آپ کو کسی نے شبہ میں ڈال دیا ہے۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: تم نے فلاں شخص کی افیم چوری کی اور شاہ پور جا کر ایک سو روپے میں فروخت کی یہ پچیس روپے اس میں سے ہیں۔ باقی پچھتر روپے تم نے فلاں جگہ رکھے ہیں۔ جوایا نے یہ بات سنی (جو بالکل صحیح تھی) تو اسی وقت چوری سے توبہ کر لی نماز روزے کا پابند ہو گیا۔ اور بالالتزام تہجد پڑھنے لگا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 236)

Marfat.com

پیغام ولی پر دریا کا رخ تبدیل ہو جانا

ایک مرتبہ صدر الدین اور سرفراز (ساکن سدرہ کمبوہ) ایک بزرگ حافظ غلام محمد کے ساتھ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ان کی زمین کا بہت سا حصہ دریا کی زد میں آ گیا ہے اگر یہی حال رہا تو خطرہ ہے کہ ساری زمین دریا برد ہو جائے گی آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مصیبت سے نجات دے۔ یہ تینوں آدمی دو دن مولانا رحمہ اللہ کے پاس ان کے گاؤں قلعہ اسلام رہے تیسرے دن جانے لگے تو مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ **دریا کے کنارے پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہو"یا ملائکۃ اللہ السلام علیکم من غلام رسول قلعہ والا"** نیز فرمایا کہ سورہ یٰسین تین روز پڑھنا۔

ان تینوں حضرات کا بیان ہے کہ جب ہم نے مولانا رحمہ اللہ کے حسب فرمان دریا کے کنارے کھڑے ہو کر ان کا سلام بھیجا تو ہمارے دیکھتے ہی دریا پیچھے کو ہٹنا شروع ہو گیا ہم یہ سلسلہ نہایت حیرانی کے عالم میں دیکھتے رہے۔ دریا کے یک دم پیچھے کو ہٹ جانے کے عمل کا آغاز ہمارے لیے بے حد تعجب خیز معاملہ تھا پھر جب سورہ یٰسین پڑھی تو دریا پیچھے ہٹ کر بالکل اپنی اصل جگہ پر آ گیا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 237)

دریا کا آپ کا پیغام سن کر جگہ چھوڑ دینا

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگار بیٹے (مولانا عبد القادر) فرماتے ہیں کہ مولانا رحمہ اللہ کی وفات کے بعد حافظ غلام محمد مذکور ایک مرتبہ تشریف لائے انہوں نے مذکورہ بالا واقعہ بیان کر کے کہا کہ مولانا رحمہ اللہ تو وفات پا چکے ہیں میں آپ کو ان کا جانشین سمجھ کر بیان کرتا ہوں کہ ہمارے گاؤں کے قریب ایک گاؤں کی زمین اسی طرح دریا کی زد میں آنا شروع ہو گئی تھی جس طرح ہمارے گاؤں کی زمین آئی تھی۔ میں نے گاؤں کے لوگوں کو وہی طریقہ بتایا جو مولانا رحمہ اللہ نے ہمیں بتایا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ کی مہربانی سے دریا پیچھے ہٹ گیا اب معاملہ یہ ہے کہ پہلے کی طرح دریا نے ہماری زمینوں کی طرف رخ کر لیا ہے۔

مولانا عبد القادر فرماتے ہیں کہ حافظ غلام محمد کی بات سن کر میں نے مولانا مرحوم کے الفاظ بیان کر کے وہی پڑھنے کا مشورہ دیا جو مولانا نے اپنی زبان مبارک سے ادا فرمائے تھے۔ چنانچہ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ نے پھر وہی کچھ کر دیا جو پہلے ہوا تھا یعنی دریا پیچھے ہٹ گیا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 237,238)

مبارک زیارت کثرت کرامات کی وجہ

ایک بزرگ کا نام مولوی قطب الدین تھا وہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے شاگرد اور مرید تھے۔ انہوں نے ایک دن مولانا رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کرامتیں تو اللہ کے بہت سے صالح اور متقی بندوں سے صادر ہوتی رہی ہیں لیکن آپ رحمہ اللہ سے تو بے شمار کرامتوں کا صدور ہوتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟۔

فرمایا: جب سے مجھے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے اس وقت سے کرامتوں کا صدور بڑھ گیا ہے۔ اب مولوی قطب الدین نے ان سے خواب کی کیفیت پوچھنا چاہی لیکن وہ انہیں ٹالتے رہے جب ان کا اصرار بہت

Marfat.com

بڑھ گیا تو فرمایا کہ ایک مبارک رات کو میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی (مولوی قطب الدین کا خیال ہے کہ وہ شاید لیلۃ القدر ہوگی) مولانا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نہ تو میں اسے خواب سے تعبیر کرسکتا ہوں نہ بیداری سے، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صابن عنایت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ اس سے اپنے کپڑے دھولو۔ میں نے حسب الحکم کپڑے دھولیے اور پھر حاضر خدمت ہوا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے منبر پر کھڑا کر کے میرے ایک ہاتھ میں قرآن شریف عنایت فرمایا اور دوسرے ہاتھ میں صحیح بخاری اور فرمایا تم اسے لوگوں کو سناؤ تم میرے وارث ہو۔

مولانا یہ خواب سنا کر مولوی قطب الدین سے فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ایسی رات عمر بھر نصیب نہیں ہوئی جو فیوض و برکات اس رات حاصل ہوئے پھر وہ کسی کی صحبت اور کسی کے ذکر سے حاصل نہیں ہوئے۔ کسی نے ٹھیک کہا ہے۔

آنچہ اندر خواب دیدیم ہیچ بیداری نہ دید   آنچہ در دیوانگی دیدیم ہوشیاری نہ دید

''جو کچھ ہم نے خواب میں دیکھا وہ کبھی بیداری میں نہ دیکھا اور جو دیوانگی میں دیکھا وہ ہوشیاری میں نظر نہ آیا۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 239,238)

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے اخلاف علمائے کرام کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہماری مسجد (جامع مسجد رحمانیہ اہلحدیث، قلعہ میہاں سنگھ) میں تشریف لانے اور ہمارے بزرگوں کو منبر پر بٹھانے کی برکت آج تک اس مسجد اور منبر میں موجود ہے، حتیٰ کہ دوران خطبہ جمعہ منبر پہ کھڑے ہو کر ہم جو دعا مانگ لیں، وہ اسی وقت قبول ہوتی ہے۔

نسبت بیعت شیطان سے حفاظت کا ذریعہ

مولوی قطب الدین رحمہ اللہ نہایت صالح بزرگ تھے۔ وہ خود اپنے متعلق ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے مروجہ علوم کی تحصیل کر چکے تو ان سے (دوبارہ) قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنا شروع کیا۔ ابھی ایک سپارہ پڑھا تھا کہ ان کی زندگی بالکل بدل گئی۔ مولانا رحمہ اللہ کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت کی تھی اور نہ کبھی ان سے وظائف یا ذکر اذکار کے متعلق پوچھا تھا۔ لیکن حالت بیعت کرنے والوں اور وظائف پوچھنے والوں سے بھی دگرگوں ہوگئی تھی۔ وہ اس پر بہت خوش تھے اور ان پر ایسی روحانی کیفیت طاری تھی جو بیان نہیں کی جاسکتی۔ اللہ کے خوف سے آنسو آنکھوں سے جاری رہتے تھے۔ **مولانا رحمہ اللہ قرآن مجید کا ترجمہ اس انداز سے پڑھاتے تھے کہ ایسا محسوس ہوتا جیسے قرآن نازل ہو رہا ہے** اور یوں خیال گزرتا کہ وہ پڑھنے والے ہیں اور پڑھانے والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جب مولانا رحمہ اللہ کوئی بات یا مسئلہ بیان فرماتے تو اللہ کے ڈر سے مولوی قطب الدین رحمہ اللہ کانپ اٹھتے اور ایسے لگتا کہ اب تک کے تمام گناہ ان کے سامنے آگئے ہیں وہ اللہ کے دربار میں کھڑے ہیں اور حساب کتاب ہو رہا ہے اکثر حالت یہ رہتی تھی کہ انہیں دنیا اور اس کے معاملات کا کچھ پتا نہ ہوتا نیند آتی تو فوراً آنکھ کھل جاتی اور اٹھ کر بیٹھ جاتے۔

مولوی قطب الدین کہتے ہیں کہ قلعہ اسلام سے بجانب مغرب ایک میل کے فاصلے پر ایک گاؤں کا نام ''کھببکی'' ہے وہاں کے لوگوں نے مولانا رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ کوئی طالب علم جو تھوڑا بہت وعظ نصیحت کر کے مغرب کے وقت ان کے گاؤں

Marfat.com

آجایا کرے مغرب عشاء اور فجر کی نمازیں انہیں پڑھائے اور صبح کو قلعہ اسلام جا کر اپنے اسباق پڑھے۔ مولانا رحمہ اللہ نے انہی (قطب الدین) کو یہ خدمت انجام دینے کا حکم دیا چنانچہ وہ روزانہ مغرب سے پہلے کھبکی پہنچ جاتے رات وہاں رہتے اور صبح کو قلعہ اسلام آکر مولانا رحمہ اللہ سے قرآن مجید کا ترجمہ اور دوسری کتابیں پڑھتے۔ ایک دن وہ حسب معمول نماز عصر کے بعد کھبکی کو روانہ ہوئے تو مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آج تمہیں راستے میں ایک بے دین صوفی ملے گا وہ شیطان ہے۔ اس کے پھندے میں نہ آجانا اس سے بچ کر آگے نکل جانا۔

مولوی قطب الدین جب آدھا فاصلہ طے کر چکے تو ایک شخص کو اپنی طرف آتے دیکھا ان کے ذہن میں مولانا رحمہ اللہ کا فرمان آیا اور اس شخص سے بچ کر آگے نکلنے کی کوشش کی لیکن اس نے مولوی قطب الدین کو نام لے کر انہیں آواز دی اور انہیں روک لیا۔ اب آگے سنیے!

وہ ان کے قریب آیا اور آتے ہی انہیں سینے سے لگا لیا، سینے سے لگتے ہی تمام فیض اور تمام ذوق عبادت ختم ہو گیا البتہ دل کا لطیفہ اور احساس عبادت برقرار رہا یعنی یہ کیفیت باقی رہی کہ اللہ کی عبادت کرنی اور اس سے ڈرنا چاہیے یہ احساس بھی بہت معمولی تھا۔ اب وہ کھبکی پہنچے تو نماز پڑھنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا لیکن کسی نہ کسی طرح نماز پڑھ لی عشاء کا وقت ہوا تو اس وقت بھی یہی صورت حال تھی نہایت مشکل سے یہ فریضہ ادا کیا رات کو ذہن اس قسم کے خیالات کی آماج گاہ بنا رہا ہے کہ نماز روزے کی کیا ضرورت ہے اور اللہ کا ڈر بالکل غیر ضروری ہے بہرحال اس کش مکش میں رات گزر گئی اور بادل نخواستہ فجر کی نماز پڑھائی واپس مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی آنے پر طبیعت آمادہ نہ تھی لیکن کسی نہ کسی طرح آگئے، یہ خیال البتہ ذہن میں رہا کہ میں عالم دین ہوں مجھے نماز پڑھنی اور اللہ کی تھوڑی بہت عبادت کرنی چاہیے اگر ایسا نہیں کروں گا تو لوگوں پر برا اثر پڑے گا یہی خیال انہیں دوسرے دن صبح کے وقت مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں قلعہ اسلام حاضر ہونے کا باعث بنا۔

مولانا رحمہ اللہ سے ملے تو فرمایا وہ شیطان راستے میں تمہیں ملا؟ ان پر جو کچھ بیتی تھی وہ سنانا شروع کی تو مولانا رحمہ اللہ نے مسکراتے ہوئے ساری بات سنی۔ اس سے آگے مولوی قطب الدین کہتے ہیں کہ میری بات سن کر خلاف عادت مجھ سے معانقہ کیا۔ آپ رحمہ اللہ کا معانقہ کرنا اور میرے دل کے وسوسوں کا دور ہونا سبحان اللہ، وہی لذت، وہی حلاوت، وہی ذکر اور وہی برکات پھر عود کر آئیں۔

حضور ﷺ کے چشمہ فیض کے چار سلاسل

فرمایا قطب الدین چہار شیخ جن سے یہ سلسلہ صوفیہ شروع ہوا ہے اور نام علیحدہ علیحدہ رکھے گئے ہیں گویا ایک ہی چشمہ کی چار نالیاں ہیں یعنی (نقشبندی، سہروردی، قادری اور چشتی) اس چشمہ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چشمہ فیض ہے۔ جو حضور ﷺ کا سرمو مخالف ہے وہ اس چشمہ کا یا اس چشمے کی کسی نالی کا پانی نہیں پی سکتا۔ منتہائے مقصد سب کا ایک ہی ہے۔ صرف طریق اذکار میں فرق ہے۔ یہ مشائخ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کے سخت پابند تھے۔ ان کے طریق میں جو بدعات دیکھی جاتی ہیں یہ ان کا قصور نہیں ان کے نام نہاد متبعین جاہلوں کا قصور ہے۔ اور وہ محض متہم کیے گئے ہیں ورنہ وہ لوگ

Marfat.com

دنیاوی آلودگیوں سے پاک اور دین کے لیے جان تک قربان کر دینے کے لئے ہر دم تیار رہتے تھے اپنے زمانہ میں اپنا ہمسر نہ رکھتے تھے انہوں نے پاک زندگی بسر کی۔

صوفیاء مشائخ محافظ وحامی دین ہیں

توجہ دینا یا ذکر سکھانا بادی الرای لوگوں میں بدعت ہے اور اس کو بھی وہ ان کے اختراعات سے جانتے ہیں، یہ ان کی غلط فہمی اور قرآن وحدیث میں نہ تدبیر کرنے کے نتائج ہیں ورنہ ان کا اثر اگر نظر عمیق اور قلب سلیم سے قرآن وحدیث کو دیکھا جائے تو پایا جاتا ہے۔ افسوس اور صد افسوس ایسے لوگوں پر جو ایسے لوگوں کو اہل بدعت کہیں اور ان پر طعن و تشنیع کریں۔ یہ لوگ محافظ اور حامی دین ہوئے ہیں۔ ان کے یہ طریق دین کی خاطر تھے اول روح کو ذکر و افکار سے صاف کر لیتے پھر استقامت علی الدین کے لیے تلقین فرماتے اسی کی طرف آیہ کریمہ میں ارشاد ہے ''ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا'' ان کے اوصاف حمیدہ اور اعمال مخلصانہ مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے تھے گویا وہ مجسم دین تھے۔ ان کے افعال خبر دے رہے ہیں کہ اسلام اس کا نام ہے۔

> قارئین! مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے یہ الفاظ دوبارہ پڑھیں اور خود ہی فیصلہ کریں کہ آج سلاسلِ تصوف اور صوفیائے کرام رحمہم اللہ سے بیزاری، تصوف کا قصور ہے یا اعتراض کرنیوالوں کی اپنی کم علمی کا؟؟؟ (از: مرتب)

پھر آپ نے مجھ سے بیعت لی اور فرمایا کہ آج وہ شیطان تمہیں پھر ملے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا اثر تجھ پر کچھ نہیں ہوگا۔ چنانچہ جب میں جارہا تھا پھر شام کے وقت اسی جگہ پر وہ فقیر ملا اس نے مجھے بلایا میں ٹھہر گیا میرے پاس آکر کہنے لگا تیرا مرشد زور والا ہے تم جاؤ بس میں چلا گیا۔ صبح کو جب میں پھر خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ اب اس کا تجھ پر نہ اثر ڈالنا یہ میری بیعت کا سبب ہے۔ میں نے عرض کیا حضرت! اگر وہ شیطان ہیں پھر اتنی جلدی ان کا اثر کیوں ہوتا ہے۔ حالانکہ خداوند کریم نے فرمایا ہے۔ ''ان عبادی لیس لک علیھم سلطان'' فرمانے لگے یہ تو سچ ہے مگر اب تک آپ عباد میں داخل نہیں ہوئے، **جب آپ بندۂ خدا بن جائیں گے تو پھر شیطان تم کو دیکھ کر بھاگے گا، اثر کی کیا مجال ہے۔ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حال تم نے نہیں سنا؟** یہ بھی فرمایا کہ بدبو، خوشبو پر اکثر غالب آجاتی ہے، ہاں جب خوشبو کا انسان عادی ہو جائے تو پھر بدبو دماغ کو ضائع کر دیتی ہے بلکہ بعض وقت عمدہ دماغ کے آدمی ہلاک ہو جاتے ہیں۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

تحکم کند سیر بر بوئے گل

انسان کو خداوند کریم نے صحیح ایماندار کی شناخت کا معیار عطا فرمایا ہے ''فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا و ان تولو افانما ھم فی شقاق'' یعنی اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان، جو اس کسوٹی پر پورا نہ آئے، وہ مومن نہیں اور نہ ہی مرشد بن کر بیعت لینے کے لائق ہے۔ مولوی رومی صاحب کا اس طرف اشارہ ہے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست   پس بہر دستے نباید داد دست

مولوی قطب الدین صاحب فرماتے تھے کہ میں بھی اس وقت تحصیل یافتہ تھا لیکن آپ کی اس تقریر سے میرا دل صاف ہوا۔

Marfat.com

میں حق ایمان کا سمجھ گیا یقین کر لیا کہ ایمان اس کا نام ہے کئی صوفی وغیرہ دیکھے۔ لیکن دل نہیں چاہا کہ ان کے پاس بیٹھا بھی جائے میرے خیال میں کوئی ایسا آدمی شاید ہی ہو، مگر میں نے نہیں دیکھا۔

صوفیاء کی فتح کا قرآنی وعدہ

مولانا کے کلام کا ایک اور جملہ یاد آ گیا جو کہنے کے قابل ہے خلاف شرع کوئی شخص ہو، خواہ ہندو ہو یا مسلمان، زہد اور ریاضت کرلے تو اس کو دنیا میں ثمرہ مل جاتا ہے۔ اس ثمر کی بدولت استدراج کے طور پر دوسرے پر غالب بھی آجاتا ہے۔ خلاف شرع ملنگ بھی پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہیں اور اس کو ہی پکارتے ہیں، وہی طالب کے دل پر جاری ہوتا ہے، نور اور درجات اور بقاء درجات اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ اگر ایسے لوگوں کا مقابلہ کسی اہل شرع سے شریعت کے کاموں میں ہو تو اہل شرع کو خداوند کریم غلبہ دے گا، یہ اس کا وعدہ ہے۔ لاغلبن انا ورسلی۔

(بحوالہ: سوانح حیات ص ۱۱۹، ۱۲۱) (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی: ص 243,239)

بدتمیز شخص پر اللہ کا خوف طاری ہونا

قلعہ اسلام کے رہنے والے ایک شخص کا نام بڈھا کشمیری تھا وہ پہلوان تھا اور اس کا کاروبار کھڈیوں پر کپڑا بننا تھا۔ بدمعاشی اور بدتمیزی میں وہ خاص شہرت رکھتا تھا مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے گھر اور مسجد کے درمیان اس کا مکان تھا اور وہیں پر اس کی کھڈیاں تھیں، ایک دن مولانا رحمہ اللہ مسجد کی طرف جارہے تھے کہ خلاف معمول بڈھا کشمیری کی کھڈیوں کے پاس رک گئے اور بڈھا سے پوچھا کہ کبھی تم روئے بھی ہو یا نہیں؟ اس نے جواب دیا ایک مرتبہ کشتی لڑتے ہوئے میرا بازو ٹوٹ گیا تھا اور شدید درد کی وجہ سے میں بے اختیار رو پڑا تھا۔

مولانا نے فرمایا: میرا مطلب یہ نہیں ہے، میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کبھی اللہ کے خوف سے تم روئے ہو یا نہیں؟

اس نے جواب دیا: میں جانتا ہی نہیں کہ اللہ کیا ہے اور اس سے خوف کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: دیکھو اگر دیوار پر کیچڑ مارا جائے تو بے شک وہ گر جائے لیکن اس کا نشان دیوار پر باقی رہتا ہے۔ مولانا رحمہ اللہ کی یہ بات سنتے ہی وہ اللہ اکبر کہتا ہوا کھڈی سے باہر نکلا اور بے ہوش ہو گیا دو روز بے ہوش رہا جب ہوش آیا تو قبرستان کی طرف بھاگ گیا اس کے والدین یا کوئی اور اس کے پاس جاتا تو وہ زور زور سے پکارتا کہ خنزیر آ گئے، خنزیر آ گئے یہ کہتا ہوا پھر بھاگ جاتا۔ اس کے والدین نہایت پریشانی کی حالت میں مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارا ایک ہی بیٹا ہے جس کی کمائی سے ہمارا گزر اوقات ہوتی ہے اور اس کی یہ حالت ہوگئی ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس کی دین داری کا سلسلہ بھی جاری رہے اور وہ اپنا کام بھی کرے۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: جاؤ اسے میرے پاس لاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے جانے کا کوئی فائدہ نہیں وہ ہماری بات نہیں سنتا ہمیں دیکھ کر بھاگ جاتا ہے۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: اس سے میرا نام لو کہ وہ تمہیں بلاتے ہیں چنانچہ وہ گئے مولانا رحمہ اللہ کا نام لیا اور وہ ان کا نام سنتے ہی ان کے ساتھ چل پڑا اور مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ مولانا رحمہ اللہ نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا جاؤ والد اور والدہ کی خدمت کرو اسی میں دین اور دنیا کی سعادت ہے اور یہی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ بڈھا کشمیری اسی

Marfat.com

وقت اٹھا اور کھڈیوں پر کپڑا بنانے کا کام کرنے لگا اب اللہ کا خوف ہر وقت اس پر طاری رہتا تھا اور اس کے ڈر سے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے، پھر اس کی پوری زندگی اسی طرح گزری اسے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی کرامت سمجھئے یا ان کی زبان کا اثر قرار دیجیے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 243,245)

اپنی کرامت ظاہر نہ کرنے کا وعدہ

قلعہ اسلام کا ایک شخص بوٹا بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ مولانا رحمہ اللہ نے موضع فیروز والا سے بطور ایندھن جلانے کیلئے ایک بیری کا درخت لیا۔ وہ بیری ایک خانقاہ پر تھی اور بہت بڑی تھی وہاں پر پوجا پاٹ کا سلسلہ جاری تھا اسی لیے وہ اسے لینا چاہتے تھے تاکہ یہ سلسلہ ختم ہو۔ مولانا رحمہ اللہ نے زمین کے مالک سے بات کی تو اس نے کہا یہ بیری خانقاہ کے فقیر کی ہے۔ ہم تو اسے نہ کٹوا سکتے ہیں نہ استعمال کر سکتے ہیں آپ میں ہمت ہے تو کٹوا لیجیے اور لے جایئے۔ مولانا رحمہ اللہ نے بیری کٹوائی اور بوٹا سدو کو پیغام بھجوایا کہ گڈا لے کر فیروز والا پہنچو وہ حسب حکم فیروز والا پہنچ گیا بیری اتنی بڑی تھی کہ اس کا تیسرا حصہ گڈے پر لادا گیا اور وہ قلعہ میہاں سنگھ کو روانہ ہو گئے، یہ صرف دو آدمی تھے خود مولانا رحمہ اللہ اور گڈے والا بوٹا۔ گوجرواں والا سے آگے نکل کر قلعہ میہاں سنگھ کے راستے پر آئے تو گڈا الٹ گیا اور تمام لکڑیاں زمین پر گر گئیں نہایت پریشانی ہوئی کہ اب کیا کیا جائے نہ قریب کوئی گاؤں ہے نہ آدمی ہیں راستے میں کھڑے ہیں۔ مولانا رحمہ اللہ نے بوٹا سے کہا آؤ گڈا سیدھا کرنے کیلئے تم بھی زور لگاؤ میں بھی لگاتا ہوں۔ لیکن بوٹا خاموش کھڑا رہا، مولانا رحمہ اللہ نے پھر کہا کہ آؤ گڈا سیدھا کریں۔ اس نے کہا حضرت فیروز والا سے تو تقریباً سو آدمیوں نے لکڑیاں لدوائیں اور ہمیں روانہ کیا اب ہم دو آدمی کس طرح لادلیں گے؟ فرمایا اللہ قادر ہے کیا عجب کہ وہ سو آدمیوں کا کام ہم دو آدمیوں سے لے لے آؤ! بسم اللہ کر کے گڈے کو ہاتھ لگاؤ۔ بوٹا کہتا ہے میں نے گڈے کو فقط ہاتھ ہی لگایا، وہ بھی حیرانی کے عالم میں۔ مولانا رحمہ اللہ کے متعلق مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے زور لگایا کہ نہیں لگایا لیکن گڈا سیدھا ہو گیا اور لکڑیاں صحیح طور سے اس پر لد گئیں اور ہم گاؤں کو روانہ ہو گئے۔

مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: گاؤں جا کر کسی سے یہ واقعہ بیان نہ کرنا۔ وہ کہتا ہے کہ ان کی زندگی میں کسی سے یہ واقعہ میں نے بیان نہیں کیا ان کی وفات کے بعد اس کا ذکر کیا ہے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 246,245)

مجذوب کی بڑ اور آپ کی کرامت

فیروز والا کے ایک شخص بوٹا بٹر بیان کرتے ہیں کہ جب مولانا غلام رسول رحمہ اللہ بیری کٹوانے کیلئے فیروز والا آئے وہ چیت کا مہینہ تھا۔ جس خانقاہ سے بیری کٹوائی گئی اس کا کنواں اس کے قریب تھا مولانا غلام رسول رحمہ اللہ گھوڑی پر سوار تھے۔ انہوں نے آتے ہی گھوڑی چھوڑ دی اور وہ سیدھی ان کے گندم کے کھیت میں چلی گئی اس کھیت میں نئی آب پاشی ہوئی تھی اور چند روز تک اس کی کٹائی ہونے والی

نقشبندی بزرگ کے 7 لاکھ مریدین

دنیائے اسلام کے مختلف حصوں میں جن جن لوگوں نے حضرت شیخ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی، انکی مجموعی تعداد نو لاکھ کے قریب ہے اور آپ کے خلفاء کی تعداد سات ہزار بتائی جاتی ہے۔ شیخ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کے ذخیرہ میں تصوف و طریقت کے اسرار بیان کیے گئے ہیں۔ (بحوالہ: برصغیر میں علم فقہ: ص ۱۷۲)

Marfat.com

تھی۔اب گھوڑی گندم کھا رہی تھی اور بوٹا اور اس کا بیٹا اسے دیکھ رہے تھے۔مولانا رحمہ اللہ ان کے پاس بیٹھے تھے اور انہیں ایک مجذوب کا واقعہ سنا رہے تھے کہ وہ مجذوب لوگوں کے کم زور اور بھوکے گدھے زمینداروں کے کھیتوں میں چراتا پھرتا تھا **جتنے پاؤں ان گدھوں کے کسی زمیندار کے کھیت میں پڑتے اس زمیندار کا اتنے ہی من غلہ ہوتا**۔اگر کوئی زمیندار گدھوں کو چرنے سے روکتا تو اس کا غلہ بہت کم ہوتا۔جب لوگوں کو اس مجذوب کے متعلق پتا چل گیا تو انہوں نے خود مجذوب سے کہنا شروع کر دیا کہ وہ گدھے ان کے کھیتوں میں لائے اور چرائے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے مجذوب کا یہ قصہ سن کر کھیت کے مالک بوٹا بٹر نے اس سے کہا کہ آپ کی گھوڑی سیدھی میرے گندم کے کھیت میں آئی اور اس نے اس کے خوشے کھانا شروع کر دیے۔میں بھی گنتا ہوں کہ اس نے کتنے خوشے کھائے اور اس کے کتنے قدم زمین میں پڑے۔مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا تمہارا جی چاہتا ہے تو گن لو اگر اللہ کو میری عزت رکھنا منظور ہوگی تو رکھ لے گا بوٹا بٹر کہتا ہے کہ میں نے گھوڑی کے قدم گنے، جو میری زمین میں پڑے 84 تھے، میری کاشت کل دس گھماؤں تھی، جب گندم کاٹی گئی اور غلہ نکلا تو پوری 84 من گندم ہوئی، یہ مولانا رحمہ اللہ کی کرامت یا ان کی دعا کا نتیجہ تھا۔(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی:ص 247,246)

پل بھر میں عورت کا نکاح پر آمادہ ہو جانا

یہیں فیروز والا کا ایک شخص آ گیا اس نے عرض کیا کہ میری چچی بیوہ ہے اور مال دار ہے۔میں غریب آدمی ہوں، میں نے اسے نکاح کے لئے کہا تو وہ مجھ سے سخت کلامی سے پیش آئی۔مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا تم اپنی چچی کو میری طرف سے کہو کہ آج شام کو وہ مجھے کھانا کھلائے۔اس نے اسے مولانا رحمہ اللہ کا یہ پیغام دیا تو وہ بہت خوش ہوئی اور اسی شخص سے کھانے کی چیزیں منگوائیں اور تمام انتظام اسی کے سپرد کر دیا۔جب کھانا کھا چکے تو اس عورت نے مولانا رحمہ اللہ سے کہا کہ میرا اس شخص سے نکاح کر دیں۔شاید آپ کے نکاح پڑھانے اور مبارک قدموں کی وجہ سے کوئی بیٹا پیدا ہو جائے۔چنانچہ مولانا نے نکاح پڑھا دیا اور وہ میاں بیوی بیٹوں والے ہوئے۔(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی:ص 248,247)

بے ادب اللہ کی پکڑ میں

ایک اور شخص کا قصہ سنیے۔اس کا نام بھی بوٹا تھا اور وہ قلعہ اسلام کا رہنے والا تھا کشمیری برادری سے تعلق رکھتا تھا، نہ نماز پڑھتا تھا نہ روزہ رکھتا تھا ایک دفعہ رمضان شریف میں مسجد میں آ کر کنوئیں سے پانی نکالا اور پانی لوٹے میں ڈال کر پینے لگا، مولانا غلام رسول رحمہ اللہ وہیں تھے۔انہوں نے فرمایا کہ کیا کر رہے ہو؟ کہا: پانی پی رہا ہوں فرمایا یہ تو بڑی بے حیائی کی بات ہے کہ مسجد کا ڈول اور مسجد ہی کا لوٹا پھر رمضان کا مہینہ مسجد میں کھڑے ہو کر تو میرے سامنے اقرار کرتا ہے کہ پانی پی رہا ہوں اس نے مولانا رحمہ اللہ کی یہ بات سن کر پانی سے بھرا ہوا لوٹا زمین پر پھینک دیا اور وہ ٹوٹ گیا۔مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کم بخت جس طرح تو نے مسجد کا لوٹا توڑا ہے اللہ تعالیٰ اسی طرح تجھے توڑے گا۔

اس کے بعد وہ گھر گیا اور جاتے ہی سخت بیمار ہو گیا۔اس کا ایک رشتے دار محمد صدیق کشمیری تھا جو بہت نیک آدمی تھا اور مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا مرید تھا۔اسے اس کی تکلیف کا علم ہوا تو عیادت کیلئے آیا اور کہا کہ تم تو اچھے بھلے تھے، اچانک کیا معاملہ ہوا؟

Marfat.com

اس نے سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ کسی حکیم کو لاؤ اور اس سے دوا لو۔ محمد صدیق نے کہا: یہ حکیم کا معاملہ نہیں ہے یہ مولانا رحمہ اللہ کی کرامت ہے، وہی دعا فرمائیں گے تو تمہیں آرام آئے گا چنانچہ محمد صدیق سمیت سب رشتے دار اسے مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں لے گئے اس کی جوان بیوی بھی بچے کو اٹھا کر لے گئی لوگوں نے دعا کیلئے عرض کیا اور بیوی نے روتے ہوئے بچہ مولانا رحمہ اللہ کی گود میں رکھ دیا اور کہا۔ حضور میری جوانی کو دیکھئے اور اس بچے کو دیکھئے اس کیلئے دعا فرمایئے کہ یہ تندرست ہو جائے دوسرے لوگوں نے بھی اس قسم کے الفاظ کہے۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: میری ذاتی طور پر نہ اس سے کوئی ناراضی ہے اور نہ اس پر کوئی غصہ ہے یہ نماز پڑھے روزے رکھے، زکوٰۃ دے جو اللہ نے اس پر فرائض عائد کیے ہیں وہ ادا کرے اللہ تعالیٰ اسے صحت عطا فرمائے گا اگر ایسا نہیں کرے گا تو ''ان بطش ربک لشدید'' (سورہ بروج:12) بے شک تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔

چنانچہ اس نے سب کے سامنے اپنے گزشتہ گناہوں سے توبہ کی اور آئندہ نماز روزے کی ادائیگی کا اقرار کیا اور اللہ نے صحت عطا فرما دی۔ ایک سال وہ اس عہد کا پابند رہا اور اسے کوئی تکلیف نہیں ہوئی ایک سال کے بعد اس نے نماز چھوڑ دی تو پھر اسی بیماری میں مبتلا ہو گیا پھر نماز شروع کر دی تو پھر تندرست ہو گیا۔ چوتھی دفعہ نماز چھوڑی دی تو مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ شخص اللہ تعالیٰ کو دھوکا دیتا ہے اب اس کا کوئی علاج نہیں چنانچہ اسی بیماری کی حالت میں اس کی موت واقع ہو گئی۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 249,248)

سمجھ سے بالاتر قصہ

قلعہ اسلام کے قریب ایک گاؤں کا نام ''مان'' ہے وہاں کا نمبر دار فضل دین ایک دفعہ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ میں فلاں ساہوکار (بنیے) کا مقروض ہوں اصل رقم بہت کم ہے باقی سب سود ہی ہے جو میں نے ادا کرنا ہے ساہوکار مطالبہ کر رہا ہے یا تو دو چار روز میں نقد روپے کی صورت میں قرض ادا کر دو یا اس کے بدلے میں زمین دو۔ ورنہ عدالت میں تم پر دعویٰ دائر کیا جائے گا۔ فضل دین نے مولانا رحمہ اللہ سے کہا: اگر معاملہ عدالت میں گیا تو زمین بھی جائے گی اور نمبر داری بھی ختم ہو جائے گی۔ مولانا رحمہ اللہ نے پوچھا: قرض کتنا ہے؟ جواب دیا: بارہ سو روپے۔

فرمایا: فلاں فلاں آدمی کو ساتھ لے کر اس بنیے کے پاس جاؤ اور جو چھوٹی سی گائے تمہارے پاس ہے، وہ اسے دے کر حساب بے باق کر دو تمہارے ذمے کل بارہ روپے ہیں۔

فضل دین نمبر دار نے کہا حضرت مجھے اچھی طرح معلوم ہے قرض بارہ سو روپے ہے لیکن ہے سود ہی۔

فرمایا: تم جاؤ قرض خواہ سے ملو، اللہ فضل کرے گا۔

حسب ارشاد فضل دین نمبر دار چند آدمیوں کو ساتھ لے کر قرض خواہ کے پاس گیا اور کہا میں حساب کرنے کیلئے آیا ہوں قرض خواہ بنیے نے بہی کھولی اس میں لکھا تھا بقایا قابل وصول رقم بارہ روپے۔

اب قرض خواہ بھی حیران اور فضل دین بھی متعجب چھوٹی سی گائے اسے دی اور معاملہ صاف ہو گیا۔ یہ کیا قصہ ہے؟ اس کا علم صرف اللہ کو ہے یہ بات ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 250,249)

Marfat.com

بانجھ بھینس کا گابھن ہو جانا

اسی طرح ایک شخص آیا اس نے عرض کیا کہ میرے پاس صرف ایک بوڑھی بھینس ہے وہ بھی گابھن نہیں ہے۔ فرمایا وہ تو گابھن ہے، جاؤ اللہ تعالیٰ اس میں برکت فرمائے گا، اس کے بعد کئی دفعہ اس نے کٹے اور کٹیاں دیں اسی کا دودھ اور گھی بیچ کر وہ شخص آسودہ حال ہوگیا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 251,250)

ولی کی بات کے انکار کا وبال

موضع مان (متصل قلعہ اسلام) کا ایک شخص اسماعیل کشمیری بڑا مالدار تھا اور وہیں کا رہنے والا ایک شخص شرف الدین تھا، جو نہایت نیک آدمی تھا اور مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا ارادت مند تھا۔ مولانا کے بیٹے مولوی عبدالقادر کی شادی ہونے والی تھی اور اس کے لئے مولانا رحمہ اللہ کو ایک سو روپے کی ضرورت تھی وہ موضع مان گئے اور اپنے مرید شرف الدین کو بھیج کر اسماعیل کشمیری کو بلایا اور اس سے ایک سو روپیہ قرض مانگا اسماعیل نے کہا: میرے پاس سو روپیہ نہیں ہے۔ مولانا رحمہ اللہ نے پھر کہا کہ مجھے عبدالقادر کی شادی کے سلسلے میں سو روپے کی ضرورت ہے تم دے دو۔ میں یہ قرض جلد ہی تمہیں ادا کر دوں گا۔ اسماعیل نے اب بھی یہی کہا کہ میرے پاس سو روپیہ نہیں ہے۔ شرف الدین نے بھی اسے سو روپیہ دینے کو کہا اس نے اسے بھی یہی الفاظ کہے کہ میرے پاس سو روپیہ نہیں ہے۔ مولانا رحمہ اللہ نے شرف الدین سے کہا: اب اس سے سو روپیہ نہ مانگو اس کے پاس نہیں ہے۔ اسماعیل کے انکار کرنے پر مولانا رحمہ اللہ واپس قلعہ اسلام تشریف لے گئے اور شرف الدین نے کسی سے سو روپیہ ادھار لیکر مولانا رحمہ اللہ کے گھر پہنچا دیا۔ مولانا رحمہ اللہ نے اس کے لئے دعا کی اور تھوڑے عرصے میں وہ اس قدر آسودہ حال ہوگیا کہ زکوٰۃ دینے لگا۔ لیکن اسماعیل بالکل مفلس ہوگیا اور پھر اسی صدمے سے اس کا ذہنی توازن بگڑ گیا موت تک اس کی زبان پر یہی الفاظ رہے کہ نہ میں نے کسی کی شادی کی، نہ میرا روپیہ چوری ہوا، نہ میں نے کسی کو ادھار دیا میرا پیسہ کدھر گیا۔ افسوس میں نے مولوی صاحب کو سو روپیہ قرض نہ دیا اور میری یہ حالت ہوگئی۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 252,251)

مرید کی خواہش اور عیاش کی توبہ

ایک دن ستراہ سندھواں کے حاجی خدایار نے جو مولانا رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ عرض کیا کہ ان کے گاؤں کا ذیلدار اور فیض بخش بڑا عیاش اور غلط رو ہے لیکن اس کے ساتھ ہی بہت بااثر اور فراخ دست بھی ہے۔ اگر وہ سدھر جائے اور اسلامی احکام پر عمل کرنے لگے تو گاؤں کے تمام لوگ صراط مستقیم پر گامزن ہو جائیں اس سے کچھ عرصہ بعد مولانا ممدوح ستراہ سندھواں تشریف لے گئے۔ ذیلدار فیض بخش سے ملاقات ہوئی تو مولانا نے فارسی کا یہ شعر پڑھا۔

بیانا نیک خواہاں متفق باش　　غنیمت دان امور اتفاقی

''آؤ نیکی کے خواہشمندوں کے ہم نوا ہو جاؤ۔ ان اتفاقی معاملات کو غنیمت جانو۔

شعر سنتے ہی ذیلدار کے دل کی حالت بدل گئی اور اس پر عجیب قسم کی واردات طاری ہوگئیں۔ مولانا رحمہ اللہ نے اس کے

Marfat.com

سر پر ہاتھ پھیرا اور وہ ان کے حلقہ عقیدت منداں میں شامل ہو گیا۔ اب وہ خود بھی احکام اسلامی کا پابند تھا اور اس کی وجہ سے اور بھی بے شمار لوگوں نے اسلام کی سیدھی راہ اختیار کر لی۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 252)

کشف کی بدولت مشکوک آمدنی کی اطلاع

انہی حاجی خدایار نے جو مولانا رحمہ اللہ کے سعادت مند مرید اور مرد صالح تھے۔ اپنی ہدایت یافتگی کا واقعہ بیان کیا کہ وہ ذیل دار فیض بخش کے منشی تھے دیگر آمدنی کے علاوہ انہیں رشوت کی آمدنی سے ذیل دار دس روپے فی صد کے حساب سے دیتا تھا یعنی اگر سو روپے ذیل دار کو ملتے تو ان میں سے دس روپے حاجی خدایار کو دے دیے جاتے۔ ایک دن وہ ایک مقدمے کے سلسلے میں ذیل دار کے ساتھ گجرانوالہ آئے تو انہیں حساب کے مطابق پندرہ روپے رشوت سے حصہ ملا۔ ان کا تعلق اہل علم کے کسی گھرانے سے تھا اور انہوں نے سواری کیلئے گھوڑی رکھی تھی۔ مقدمے سے فارغ ہو کر اور اپنے حصے کے پندرہ روپے رشوت جیب میں ڈال کر انہوں نے ذیلدار سے کہا کہ میں آج مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی زیارت کے لئے قلعہ اسلام جانا چاہتا ہوں، سنا ہے وہ بہت بڑے بزرگ ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ اس بزرگ کو سلام کیا جائے۔ ذیلدار نے ان کو وہاں جانے سے روکنے کی کوشش کی اور کہا چھوڑو ان بزرگوں اور مولویوں کو اس قسم کے ہم نے بہت لوگ دیکھے ہیں۔ لیکن حاجی خدایار نے ان کی بات نہیں مانی اور وہ شام کے قریب قلعہ اسلام پہنچ گئے، اس وقت مولانا غلام رسول رحمہ اللہ مسجد سے باہر کھڑے تھے اور ان کے ساتھ درویش محمد ابراہیم تھا۔ اس سے پہلے نہ حاجی خدایار نے مولانا کو دیکھا تھا اور نہ مولانا نے حاجی خدایار کو۔ دونوں کی آپس میں کوئی جان پہچان نہ تھی۔ اب مولانا رحمہ اللہ نے ان کو آتے ہوئے دیکھا تو محمد ابراہیم درویش سے کہا کہ اس گھوڑی والے شخص کا تعلق ستراہ کے علماء سے ہے، اس سے گھوڑی پکڑ کر باندھو اور اسے چارہ کھلاؤ۔ میں کنوئیں پر جا رہا ہوں۔ حاجی صاحب سے مولانا رحمہ اللہ کی تھوڑی سی سلام دعا ہوئی اور وہ اپنے کنوئیں پر چلے گئے۔ ابراہیم درویش نے ان سے گھوڑی پکڑی اور اسے چارہ کھلایا۔

مولانا ممدوح مغرب کے وقت آئے اور نماز پڑھائی پھر عشاء کی نماز پڑھائی۔ لیکن خدایار کی طرف متوجہ نہیں ہوئے وہ سخت پریشان ہوئے اور مولانا رحمہ اللہ پر غصہ بھی آیا ہو گا جی میں آیا کہ ذیل دار ٹھیک کہتا تھا مجھے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا اسی خفگی کے عالم میں سو گئے۔ مولانا سحری کے وقت مسجد میں آئے تو خدایار کو جگایا فرمایا تم عالم ہو یا چوہڑے؟۔ انہوں نے کہا: حضرت مجھ میں چوہڑوں والی کون سی بات ہے؟ فرمایا ذیل دار کا ساتھ چھوڑ دو اور آئندہ کے لئے اپنی کوتاہیوں سے توبہ کر لو۔ خدایار اس پر سخت حیران کہ انہیں کیسے پتا چلا کہ میرا تعلق ذیلدار سے ہے اور میں اس کی رشوت سے حصہ لیتا ہوں وہ اس پر بھی حیران کہ انہیں کس طرح معلوم ہوا کہ میرا تعلق علماء کے خاندان سے ہے۔ بہر حال مولانا رحمہ اللہ کے کہنے سے انہوں نے ذیل دار کا ساتھ چھوڑ دیا اور ملازمت ترک کر دی۔ ذیل دار نے ان کو اپنے ساتھ رہنے اور ملازمت کا سلسلہ جاری رکھنے پر بہت اصرار کیا یہ بھی کہا کہ رشوت کے پیسوں میں سے پینتیس روپے فی صد لے لیا کرو مگر یہ نہیں مانے مولانا رحمہ اللہ کی یہ بات دل میں بیٹھ گی کہ ذیل دار کا ساتھ چھوڑ دو اور گزشتہ کوتاہیوں سے تائب ہو جاؤ وہ اس پر عامل ہو گئے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 254,252)

Marfat.com

صرف اک ملاقات پر حلقہ بیعت میں شامل ہو جانا

قلعہ اسلام سے بارہ کوس کے فاصلے پر ایک گاؤں ''دائیاں والی'' ہے وہاں ایک صوفی صاحب رہتے تھے، جن کا نام پیر کیسر شاہ تھا اور احکام شرع کے پابند نہ تھے۔ ایک دن ان کے ایک مرید مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے ملاقات کی غرض سے پیر کیسر شاہ کے ہاں سے روانہ ہوئے تو پیر صاحب نے کہا کہ مولوی غلام رسول رحمہ اللہ کا امتحان کرتے آنا۔ عصر کی نماز پڑھی جارہی تھی کہ وہ مرید آ گیا۔ نماز کے بعد وہ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور گفتگو کرنے لگا آدھ گھنٹے کے بعد اس نے مولانا رحمہ اللہ سے رخصت کی اجازت مانگی۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ، ابھی بہت وقت ہے اس نے عرض کیا دائیں والی یہاں سے بارہ کوس (تقریباً اٹھارہ کلومیٹر) کے فاصلے پر ہے اب اجازت دیجیے مولانا رحمہ اللہ اسے رخصت کرنے کے لئے مسجد سے باہر آئے اور فرمایا کہ اپنے پیر کو میری زبانی شعر سنا دینا۔

خلاف پیغمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

جو شخص اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کرتا ہے وہ ہرگز منزل کو نہیں پہنچ سکے گا۔ وہ شخص بیان کرتا ہے کہ مولانا رحمہ اللہ نے اسے رخصت کرتے وقت اس سے مصافحہ اور معانقہ کیا اور وہاں سے چل پڑا ابھی سورج اسی حالت میں تھا کہ وہ دائیاں والی پہنچ گیا۔ کیسر شاہ سے ملا اور انہیں مولانا رحمہ اللہ کا پیغام دیا۔ انہوں نے پوچھا کہ قلعہ اسلام سے کب روانہ ہوئے تھے بتایا کہ ابھی تھوڑی دیر قبل وہاں سے چلا تھا نہ مجھے سفر کی تکان ہے اور نہ کسی قسم کی بے آرامی ہے۔ اس روز سے وہ مولانا رحمہ اللہ کا معتقد ہو گیا اور کہنا شروع کیا کہ اس وقت صالحیت کی رو سے دنیا میں کوئی شخص مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا ہم سر نہیں پھر اس نے کیسر شاہ سے بیعت کا سلسلہ ختم کیا اور مولانا ممدوح کے حلقہ بیعت میں شامل ہو گیا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 255,254)

ولی کامل کے متبرک تولیے کی برکات

کوٹ بھوانی داس کے ایک بزرگ میاں عبدالعزیز، مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے شاگرد اور ارادات مند تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ قلعہ اسلام سے قریب کے ایک گاؤں موضع ''دھاری وال'' کا بڑھئی مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے بتایا کہ وہ سکھوں کا مزارع ہے اور چار من گندم بہ طور ٹھیکہ ان کو دینی ہے لیکن جو گندم زمین کی کاشت سے اسے حاصل ہوئی ہے، وہ بہ مشکل ڈیڑھ یا دو من ہوگی۔ ظاہر ہے زمین کے مالک کو پوری گندم نہیں دی جاسکے گی گھر میں کھانے کے لئے بھی گندم کی ضرورت ہے، اس صورت حال سے وہ بڑھئی سخت پریشان تھا اسے خطرہ تھا کہ پوری گندم نہ دی گئی تو زمین کا مالک سکھ اس کے بے عزتی کرے گا۔ اس نے اس پریشانی سے نجات کیلئے مولانا رحمہ اللہ سے دعا کی درخواست کی مولانا رحمہ اللہ اس وقت غسل کررہے تھے، انہوں نے غسل کے بعد جس کپڑے سے جسم صاف کیا وہ کپڑا اسے دیا اور فرمایا یہ کپڑا گندم کے ڈھیر پر ڈال دو اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اسے تولنا شروع کرو میں بھی تھوڑی دیر بعد آتا ہوں۔

مولانا رحمہ اللہ وہاں گئے تو گیارہ مانی گندم تولی جاچکی تھی جو مزارع نے اپنے گھر رکھنی تھی مولانا رحمہ اللہ نے ڈھیر پر سے کپڑا اٹھایا تو دیکھا کہ ابھی اتنی ہی گندم پڑی ہے جتنی پہلے تھی یہ دیکھ کر مولانا اس بڑھئی مزارع پر خفا ہوئے اور فرمایا پورا حساب کرنے کے بعد اپنے گزارے کے لئے رکھ لیتے اتنا لالچ کرنا اچھی بات نہیں۔

Marfat.com

تیر نظر کا اثر جس کو لگا شکار ہو گیا

اب ایک شخص پیر میر حیدر مرحوم کا واقعہ سنیے وہ خان پور گکھڑاں ضلع راولپنڈی کے رہنے والے تھے اور یہی ان کے آباو اجداد کا مسکن تھا انہیں شکار کا بہت شوق تھا 35 سال کے خوب صورت جوان تھے ایک دن شکار کھیلنے کے بعد گھوڑے پر سوار تھے اور گھر جا رہے تھے کہ بازار میں ایک لکڑ ہارے نے آواز دی اور کہا میر حیدر تھوڑی دیر یہاں بیٹھ جاؤ لیکن انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی اور چلے گئے دوسرے روز پھر شکار سے واپس آتے ہوئے وہاں سے گزرے تو اسی لکڑ ہارے نے بلایا اور کچھ دیر بیٹھنے کے لئے کہا۔لیکن انہوں نے اب بھی اس کی بات سنی ان سنی کر دی اور چلے گئے حسب معمول تیسرے روز وہاں سے گزرے تو لکڑ ہارے نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی باگ پکڑی اور انہیں نیچے اتار لیا مصافحہ بھی کیا اور بغل گیر بھی ہوا۔اسی وقت میر حیدر کی دنیا بدل گئی شکار کا شوق دل سے نکل گیا اور حالات کچھ سے کچھ ہو گئے گھوڑا اور باز ملازموں کو دیئے کہ اسے گھر لے جائیں اور لکڑ ہارے کے پاس بیٹھ گئے اہل وعیال کا خیال دل سے رخصت ہوا اور ذکر الٰہی اور یاد خدا میں مصروف ہو گئے اس کے علاوہ کسی چیز سے کوئی تعلق نہ رہا ان کے بھائی بچے اور رشتے دار لینے کے لئے آتے لیکن یہ انہیں کسی نہ کسی طرح گھر بھیج دیتے اور ہر وقت لکڑ ہارے کے پاس بیٹھے اللہ کی عبادت کرتے رہتے۔

ایک دن صبح نیند سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ لکڑ ہارا غائب ہے نہ اس کا سامان نہ بستر کچھ بھی نہیں ہے سخت پریشانی کی حالت میں اس کی تلاش میں نکل پڑے طویل عرصے تک اسے تلاش کیا مختلف مقامات میں ڈھونڈنے کے کوشش کی لیکن وہ نہیں ملا اور کسی نے اس کے متعلق کچھ نہ بتایا اسی پریشانی کے عالم میں ہری پور ہزارہ پہنچے اور وہاں ایک شخص حیات گل سے ملاقات ہوئی، حیات گل نے اس کا حال سن کر انہیں حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے پاس بھیج دیا وہاں سے بھی اس لکڑ ہارے کا سراغ نہ ملا۔

پھرتے پھراتے ایک دفعہ گجرانوالہ پہنچ گئے وہاں ان کی ملاقات ایک بزرگ نبی بخش سراج سے ہوئی انہوں نے ان کی کیفیت قلبی کا اندازہ کر کے پوچھا آپ کون ہیں؟ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ اب کہاں کا قصد ہے؟ ان کے سوالات سے انہیں کچھ تسکین ہوئی دل میں مسرت کی لہر اٹھی اور اس کے پاس بیٹھ گئے، گفتگو کرتے ہوئے اس سے پوچھا آپ کس کے مرید ہیں؟ جواب دیا: مولوی صاحب کے۔ پوچھا: کون مولوی صاحب؟ جواب ملا: مولوی غلام رسول رحمہ اللہ قلعہ اسلام والے کے۔ یہ نام سنتے ہی ان کا جی مطمئن ہو گیا اور بے چینی اور پریشانی کافی حد تک ختم ہو گئی ذہن پر دستک ہوئی کہ مولوی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں ضرور حاضر ہونا چاہیے آتش شوق دیدار اس قدر بھڑکی کہ نبی بخش سراج سے کہا مجھے ابھی قلعہ اسلام کا راستہ بتاؤ۔ انہوں نے کہا کہ کچھ دیر ٹھہرو روٹی کھاؤ پھر چلے جانا لیکن یہ ایک لمحے کے لئے بھی وہاں ٹھہرنے پر آمادہ نہ ہوئے، دل مولانا کے پاس پہنچنے اور ان سے ملنے کے لئے انتہائی بے تاب تھا۔

لکڑ ہارے کے روپ میں ابدال زمانہ

اب نبی بخش انہیں قلعہ اسلام کا راستہ بتانے کے لئے اٹھے تو چلتے چلتے ان کے ساتھ ہی قلعہ اسلام پہنچ گئے۔ مولانا رحمہ اللہ اس وقت گھر میں تشریف فرما تھے وہ اسی وقت ان دونوں کے لئے کھانا اٹھائے تشریف لے آئے۔ السلام علیکم کہا مصافحہ کیا اور

Marfat.com

فرمایا: میر حیدر خوش ہو؟ لیکن میر حیدر اس کا جواب دینے کے بجائے رو پڑے، فرمایا صبر کرو انشاء اللہ تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا۔ پھر ان کی بے صبری اور روٹی نہ کھانا دیکھ کر فرمایا: میر حیدر! تمہارا پیر لکڑ ہارا ابدال تھا تمہاری اصلاح کی خاطر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہاں مقیم تھا جب تمہارا حصہ تمہیں مل گیا تو وہ چلا گیا اور لکھنؤ پہنچ کر فوت ہو گیا تمہارا باقی حصہ اس عاجز کے پاس ہے۔ مولانا رحمہ اللہ کے یہ الفاظ سن کر میر حیدر مطمئن ہو گئے۔ پھر وہ ایک مدت تک مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں رہے مولانا رحمہ اللہ گھوڑی پر سوار ہوتے وہ گھوڑی کی پالان پکڑ کر پیچھے دوڑتے جس سے انہیں بے حد سرور حاصل ہوتا۔ اس زمانے میں انہوں نے بہت روحانی فیض پایا۔ ہر وقت مولانا کے ساتھ رہنے کی برکت سے انکی یہ **حالت ہوگئی کہ جس کیطرف نظر بھر کے دیکھ لیتے، اسکو وجد آجاتا، جو انہیں ہاتھ لگاتا، اسکی حالت دگرگوں ہو جاتی**۔ وہ وہیں رہنا چاہتے تھے لیکن مولانا نے انہیں نصیحت کی کہ ہمارے نبی ﷺ کے ارشاد کی رو سے بیوی بچوں، بہن بھائیوں اور باقی رشتہ داروں کے بھی آپ پر کچھ حقوق ہیں، انہیں پورا کرنا ضروری ہے۔ اس قسم کی نصیحتیں کر کے مولانا نے ان کو ان کے گھر روانہ کر دیا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 259,256)

کشف وکرامات کا لوگوں پر اثر

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے ایک شاگرد کا نام احمد الدین تھا اور احمد الدین کے والد کا نام تھا چوہدری حاکم وڑائچ یہ ضلع گجرانوالہ کے قصبہ لدھے والا وڑائچ کے رہنے والے تھے۔ مولانا رحمہ اللہ کے مخلص ترین مرید ایک مرتبہ گھوڑی فروخت کرنے کیلئے امرتسر گئے وہاں مویشیوں کی منڈی لگتی تھی کئی دن واپس نہ آئے تو ان کے بیٹے احمد الدین نے مولانا رحمہ اللہ سے کہا کہ میرے والد بہت دنوں سے امرتسر گئے ہیں واپس نہیں آئے میں ان سے بہت اداس ہو گیا ہوں یہ بات انہوں نے مولانا رحمہ اللہ سے سبق پڑھتے ہوئے کہی۔

مولانا رحمہ اللہ نے اس سے فرمایا اداس ہونے کی ضرورت نہیں آج انشاء اللہ تمہارے والد آجائیں گے اور اسی راستے سے آئیں گے اور تمہیں اپنے ساتھ لے جائیں گے احمد الدین بیان کرتے ہیں کہ عصر کے وقت واقعی میرے والد آگئے ان کا ملازم بھی ان کے ساتھ تھا میں انہیں دیکھ کر بڑا خوش ہوا مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے اجازت لے کر والد کے ساتھ ہی گاؤں کو روانہ ہو گیا۔ میں گھوڑی پر والد کے پیچھے بیٹھا تھا راستے میں میں نے والد کو بتایا کو دوران سبق مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ آج تمہارے والد آئیں گے اور تم بھی ان کے ساتھ جاؤ گے۔ میری بات سن کر والد نے ملازم سے کہا: سن لی غلام رسول رحمہ اللہ کے بارے میں احمد الدین کی بات؟ لوگ کہتے ہیں کہ حاکم مولوی صاحب کا اتنا عاشق اور معتقد کیوں ہے، میں ان کی اسی قسم کی باتوں سے ان کا عاشق اور معتقد ہوں لیکن یہ معمولی بات ہے جو احمد الدین نے مولوی صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں بتائی ہے۔ میں تو ان کے بے شمار کشفوں اور کرامتوں کا مشاہدہ کر چکا ہوں، ان کی صالحیت اور پاکبازی کی وجہ سے میرا مال و جان سب کچھ ان کے لئے حاضر ہے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 260,259)

چور کا کتا بن کر بھونکنا

ضلع گجرانوالہ کے موضع مرالی والا میں ایک شخص مولوی سلطان احمد سکونت پذیر تھے جو بڑے متمول تھے ان کا ہمسایہ ایک لوہار تھا، جو اس علاقے کا مشہور چور تھا۔ سلطان احمد وفات پا گئے تو ان کی بیوہ اور بچوں کو وہ چور تنگ کرنے لگا اور کوشش کرتا کہ ان کے

Marfat.com

گھر کا سب کچھ لوٹ لیا جائے۔ مولوی سلطان احمد مرحوم کی بیوہ نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے اس پریشانی کا ذکر کیا انہوں نے خاتون کو کچھ پڑھنے کے لئے بتایا اور فرمایا کہ یہ پڑھنے کے بعد بے فکر ہو کر سو جایا کرو۔ ان شاء اللہ وہ کتا خود ہی بھونک بھونک کر چلا جایا کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا وہ چوری کی غرض سے آتا اور سچ مچ بھونک کر چلا جاتا اس سے تھوڑا عرصہ بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ فوت ہو گئے۔ وہ چور خود بیان کرتا ہے کہ مولوی سلطان احمد کی وفات کے بعد اس نے ان کے گھر میں **چار دفعہ نقب لگائی جب اندر جاتا تو کتے کی شکل ہو جاتی اور کتے ہی کی طرح بھونکتا ہوا باہر نکل آتا** ایک مرتبہ نقب لگا کر اندر گیا گھر کی مالکہ خاتون جاگ رہی تھی میری شکل مسخ ہوتے دیکھ کر اس نے کہا: بھائی تیری شکل مسخ ہونے سے تعجب ہوتا ہے لیکن جس کی زبان سے تیرے متعلق یہ کلمات نکلے ہیں اس کی زبان سیف الرحمٰن ہے جو کچھ انہوں نے کہا وہ ضرور ہوگا اور آئندہ بھی ان شاء اللہ ہوتا رہے گا اس کے بعد اس نے چوری سے توبہ کر لی تھی۔ یہ واقعہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی بہت بڑی کرامت ہے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 261,260)

سخت آندھی سے حفاظت

قلعہ اسلام کا باشندہ بوٹا سندھو بیان کرتا ہے کہ وہ کھلیان میں غلہ نکال رہے تھے، دیکھا کہ سخت آندھی آئی ان کے والد چوہدری خیر محمد گھبرائے ہوئے مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آندھی کے بارے میں پریشانی کا اظہار کیا فرمایا جاؤ کام کرو اللہ حافظ ہے یہ لوگ کام میں مصروف ہو گئے جب زوردار آندھی آئی تو بڑے بڑے درخت جڑوں سے اکھڑ گئے لیکن ان کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔

مالی پریشانی ختم

موضع مان کے رہنے والے بوٹا اور فضل دین سخت مالی پریشانی میں مبتلا ہو گئے۔ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں آئے اور ان سے اپنی غربت کا اظہار کیا۔ مولانا رحمہ اللہ نے ان کو زراعت کیلئے دو بیل لے دیئے۔ انہوں نے زراعت کا سلسلہ شروع کر دیا لیکن جب فصل کاٹ لی اور بھوسہ اور غلہ الگ الگ کرنے لگے تو شدید آندھی کے آثار پیدا ہو گئے، بوٹا کھیتوں سے دوڑتا ہوا مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آندھی سے بچاؤ کے لئے دعا کی درخواست کی۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کچھ فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا اور تمہارا نقصان نہیں کرے گا چنانچہ بڑی سخت آندھی آئی لیکن ان کا ذرہ بھر نقصان نہیں ہوا۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 261)

حفاظت کیلئے غیبی اسباب بن جانا

ایک مرتبہ گوجرانوالہ سے ایک سکھ تھانیدار جوگندر سنگھ کسی مخبری کی بنا پر سرکاری حیثیت سے قلعہ اسلام آیا یہ جمعۃ المبارک کا دن تھا اور انگریزی سرکار کو اطلاع پہنچی تھی کہ جمعہ میں دو ہزار آدمی جمع ہوتے ہیں۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ حکومت کے خلاف تقریر کرتے ہیں اور وہ لوگ حکومت کے مخالف ہو جاتے ہیں۔ اس مخبری کی وجہ سے تھانیدار سرکاری کتوں کے ساتھ آیا اور کتوں سمیت مسجد میں داخل ہو گیا مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا یہ مسجد ہے اور اللہ کا گھر ہے اس سے تم خود بھی نکل جاؤ اور کتوں کو بھی نکال لو

Marfat.com

لیکن تھانیدار نہیں مانا اور گستاخی سے پیش آیا مولانا رحمہ اللہ نے بڑے جوش وجذبے کے ساتھ قرآن کے یہ الفاظ پڑھے: "ان بطش ربک لشدید" (سورہ بروج: 12) تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔ اگر میں برا ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھے پکڑے گا اگر تم غلط کار ہوئے تو اللہ تعالیٰ تمہیں سختی سے پکڑے گا۔ اب تھانیدار نے حاضرین کی گنتی شروع کی تو کل گیارہ آدمی شمار میں آئے۔ بار بار گنتی کی لیکن گیارہ ہی رہے حالاں کہ لوگ بہت زیادہ تھے لیکن اللہ نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور اسے گیارہ ہی نظر آئے اور اس نے اپنی رپورٹ میں گیارہ ہی لکھے۔ اس واقعہ پر چند روز گزرے تھے کہ اس تھانیدار پر کوئی مقدمہ قائم ہو گیا اور اسے معزول کر دیا گیا اس مقدمے پر اتنا روپیہ خرچ ہوا کہ وہ کوڑی کوڑی کا محتاج ہو گیا اور سخت ذلیل ہو کر گجرانوالہ سے نکلا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 263,262)

مبارک بشارت اور آپکی حفاظت

ایک دن مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے بڑے بھائی حکیم غلام محمد نے ان سے کہا کہ ہم حکام کی باز پرس سے تنگ آ گئے ہیں۔ آئے دن حکومت کا کوئی نہ کوئی آدمی آ دھمکتا ہے اور کہنا شروع کر دیتا ہے کہ تم نے فلاں موقع پر حکومت کے خلاف فلاں بات کہی اور فلاں موقع پر تقریر میں یہ کہا، بہتر ہے کہ ہم یہاں سے کسی اور جگہ چلے جائیں یا کسی ریاست کو اپنا مسکن بنالیں۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: بھائی جان آپکا فرمان بجا ہے، لیکن میں مجبور ہوں میں ایک دن مسجد میں سویا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آکر مجھے جگایا اور کہا کہ میرے ساتھ چلو تمہیں رسول ﷺ بلا رہے ہیں میں اس کے ساتھ چل پڑا گاؤں سے باہر نکلا تو دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی پالکی پڑی ہے، **میں نے حاضر خدمت ہوکر رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کیا آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: غلام رسول ہم تمہاری مسجد میں جانا چاہتے ہیں۔** آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑے رکھا اور پالکی والوں نے پالکی اٹھالی رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں تشریف لا کر اسی طرح پکڑے ہوئے ہاتھ سے مجھے منبر پر بٹھایا اور فرمایا وعظ کیا کرو، تمہارے وعظ سے لوگوں کو ہدایت ہوگی، تمہاری یہی جائے بود و باش ہے۔ یہ خواب سنا کر فرمایا: بھائی صاحب! میں تو مامور ہوں اس جگہ کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 263)

کھنڈر کنوئیں کا صحیح سالم ہو جانا

موضع پسپنا کھ، قلعہ اسلام سے بجانب شمال پانچ یا چھ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے ایک دن وہاں کے ایک زمیندار مسمیٰ دارا مولانا رحمہ اللہ کے پاس آیا اور کہا کہ ہم نے ایک کنواں کھدوایا تھا جس پر کافی روپیہ خرچ ہوا، اب کنواں شکستہ ہو گیا ہے میں پہلے ہی مقروض ہو چکا ہوں دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔

مولانا رحمہ اللہ اس کے ساتھ تشریف لے گئے اور کنوئیں پر جا کھڑے ہوئے فرمایا چودھری دارا کنوئیں کو دیکھو یہ تو بالکل صحیح سالم ہے تمہیں کنواں دیکھنے میں غلطی لگی ہوگی زمیندار نے عرض کیا حضور مجھے غلطی نہیں لگی یہ سب آپ کی دعا کی برکت اور کرامت ہے کہ آپ کے تشریف لاتے ہی اللہ تعالیٰ نے کنواں صحیح سالم کر دیا ہے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 264)

Marfat.com

نہایت تنگ دست شخص کا آسودہ ہو جانا

موضع ''مان'' کے ایک شخص پر غربت نے غلبہ پالیا اور وہ مقروض ہو گیا زمین رہن ہو گئی اور کچھ باقی نہ رہا ایک شخص نظام الدین اسے مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں لے گیا اور سارا قصہ بیان کیا فرمایا: تمہارے پاس کوئی بیل ہے؟ اس نے عرض کیا سب کچھ بک گیا ایک بھینس باقی رہ گئی ہے فرمایا: جاؤ کاشت کرو اللہ برکت دے گا اس کا بیان ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے وہ ایک سال میں مال دار ہو گیا، قرض بھی اتر گیا، زمین بھی قبضے میں آ گئی، گاؤں کا نمبردار بھی ہو گیا۔ وہ کہتا ہے کہ پتا نہیں کہ اتنا مال کہاں سے ملا اور کیسے ملا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص264)

ایک نصیحت پر ہندو کا مسلمان ہو جانا

ایک دفعہ مولانا رحمہ اللہ اپنی گھوڑی پر ساہو والا کی طرف جا رہے تھے اس وقت ان کی حالت دگرگوں تھی اور گھوڑی کی باگ ہاتھ سے گر گئی تھی ادھر سے ایک ہندو چوہدری بھی گھوڑی پر آ رہا تھا۔ اس نے مولانا رحمہ اللہ سے کہا: میاں گھوڑی والے! گھوڑی کی باگ سنبھالو۔ فرمایا: سنبھالنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن نفس بڑا سرکش ہے مانتا نہیں۔ ہندو نے کہا کیا کہتا ہے۔ فرمایا: لا الہ الا اللہ کے معنی کما حقہ نہیں مانتا اس کے بعد انہوں نے اس انداز سے کلمہ پڑھا کہ اس سے متاثر ہو کر ہندو چوہدری بھی کلمہ پڑھنے لگا اور مسلمان ہو گیا مولانا رحمہ اللہ نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص265,264)

با اعتماد مرید کو دست غیب عطا کرنا

موضع درگاہی والا کا ایک شخص اللہ دتہ تھا جو بعد میں اللہ الصمد کے عرف سے معروف ہوا پہلے وہ ایک ایک سکھ مجسٹریٹ دیال سنگھ کی عدالت میں ملازم تھا اور بڑا راشی تھا پھر حالات بدلے اس نے مولانا رحمہ اللہ کی بیعت کی اور ان کا مرید ہو گیا پھر کچھ تنگ دستی میں گھر گیا۔ مولانا رحمہ اللہ نے کچھ پڑھنے کے لئے بتایا اور فرمایا اپنے مصلے کے نیچے سے دو روپے روزانہ نکال لیا کرو لیکن یہ سرالٰہی ہے کسی پر ظاہر نہ کرنا، دو روپے روزانہ آمدنی اس وقت بہت بڑی بات تھی۔ اس آمدنی سے گھر میں آسودگی ہوئی اور حالت بدلی تو اس کی بیوی نے آسودگی کی وجہ پوچھی کچھ عرصہ تو وہ وجہ بتانے سے گریز کرتا رہا لیکن بیوی نے زیادہ اصرار کیا تو بتا دیا اس کے بعد دو روپے والی آمدنی بند ہو گئی۔

جمعے کے روز یہ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: واہ بھئی اللہ دتہ تم سے ایک چھوٹی سی چیز بھی ہضم نہ ہو سکی۔ اب اللہ الصمد پڑھنے کے لئے فرمایا: اس نے اتنا کثرت سے اللہ الصمد پڑھا کہ لوگوں میں اس کا نام ہی اللہ الصمد مشہور ہو گیا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص260)

ضرورت کیلئے غیب سے اسباب بن جانا

یہی شیخ اللہ دتہ بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ اسے کچھ روپے کی ضرورت پڑی وہ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوا مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: تم بھی دعا کرو میں بھی دعا کرتا ہوں دعا کرانے کے بعد وہ چلا گیا راستے میں رفع حاجت کے لئے بیٹھا تو

Marfat.com

وہاں ایک چھوٹا سا سیاہ رنگ کا کپڑا پڑا تھا اسے کھولا تو اس میں اتنے روپے تھے جتنے کی اسے ضرورت تھی۔

شیخ اللہ دتہ کہتا ہے کہ مجھے مختلف مقامات میں جانے اور بے شمار لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا لیکن مولانا غلام رسول رحمہ اللہ جیسا آدمی کہیں نہیں دیکھا۔ جو کوئی ان کے پاس آیا خالی ہاتھ نہ گیا۔ جو انہوں نے اللہ سے مانگا اللہ نے دیا ان کا کام ان کا لباس، ان کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق تھا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 266,265)

اجازت کی بدولت خاص تاثیر

قلعہ اسلام کے رہنے والے ایک شخص بڈھا کشمیری کا کہنا ہے کہ ایک دن میں نے مولانا رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ میں مالی اعتبار سے بہت تنگ ہوں۔ آپ دعا فرمائیے کہ میری تکلیف رفع ہو۔ فرمایا: میاں بڈھا فجر کی نماز کے بعد روزانہ ایک مرتبہ سورہ یٰسین پڑھا کرو انشاء اللہ کسی نہ کسی صورت میں ایک روپیہ تمہیں روزانہ مل جایا کرے گا۔ کچھ دن اس نے یہ عمل کیا اور روزانہ ایک روپیہ ملتا رہا ایک دن اس کے جی میں آیا کہ روزانہ دو دفعہ سورہ یٰسین پڑھ کر دیکھوں کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ اس نے روزانہ دو دفعہ پڑھنا شروع کی تو دو روپے روزانہ ملنے لگے۔ پھر تین دفعہ پڑھنے لگا تو تین روپے روزانہ آمدنی ہوگئی۔ اس کے بعد چار اور پھر پانچ دفعہ پڑھنا شروع کی تو پانچ روپے ملنے لگے پانچ دفعہ کا عمل ایک یا دو دن ہی کیا تھا کہ مولانا رحمہ اللہ نے اسے بلا کر فرمایا میاں بڈھا تو بہت لالچی ہوگیا ہے جو تمہیں کہا گیا تھا تو اس پر شاکر نہیں رہا آئندہ اس مطلب کے لئے سورہ یٰسین نہ پڑھنا۔ اس کے بعد اس نے بیس بیس دفعہ روزانہ سورہ یٰسین پڑھی لیکن حاصل ایک روپیہ بھی نہ ہوا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 267,266)

بابرکت تھوک سے شفایابی

قلعہ اسلام کا عبدالعزیز درزی کہتا ہے کہ بچپن میں اس کے پیر پر لوہاروں کی آہن گری جس سے اس کا پاؤں زخمی ہوگیا اور اتنا شدید درد ہونے لگا کہ نہ چل سکتا تھا اور نہ کوئی کام کر سکتا تھا اس کی والدہ اسے اٹھا کر مولانا رحمہ اللہ کے پاس لے گئی انہوں نے اس کے زخمی پیر پر تھوک لگایا اور اسے فوراً آرام آ گیا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 267)

شیطان کا دھوکہ اور ولی کی فراست

ہدایت اللہ پنجابی کے مشہور شاعر تھے جو لاہور (چینیاں والی مسجد کے قریب) رہتے تھے پنجابی نظم میں ان کی ایک کتاب ''سی حرفی ہدایت اللہ'' کسی زمانے میں بہت پڑھی جاتی تھی۔ ان کے بقول ان کے ''والد نمازی تھے مگر بدعتی اور مشرک تھے''۔ ایک مرتبہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ چینیاں والی مسجد میں تشریف لائے ہدایت اللہ کے والد ان کی زیارت کو گئے ہدایت اللہ کا یہ بچپن کا زمانہ تھا یہ بھی والد کے ساتھ چلے گئے۔ ان کے گلے میں چاندی کی بنی ہوئی ہنسلیاں ڈالی ہوئی تھیں۔ مولانا رحمہ اللہ نے ان کے والد سے نہایت نرم الفاظ میں پوچھا بچے کے گلے میں یہ کیا ڈال رکھا ہے؟ والد نے بتایا کہ میرے کئی بچے چھوٹی عمر میں فوت ہو گئے ہیں سنا ہے کہ سات سال کی عمر تک کے بچے کے گلے میں چاندی کی ہنسلیاں ڈالی جائیں تو بچے زندہ رہتے ہیں چنانچہ بچے کی زندگی کے لئے یہ اس کے گلے میں ڈالی گئی ہیں۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: موت اور زندگی اللہ کے ہاتھ میں

Marfat.com

ہے ان ہنسلیوں میں کیا پڑا ہے یہ کسی کو زندگی عطا نہیں کر سکتیں انہیں اتار دو چنانچہ ان کے والد نے ہنسلیاں وہیں اتار دیں گھر آئے تو ہدایت کی والدہ اور دادی چیخنے چلانے لگیں کہ یہ کیا ظلم کیا ہنسلیاں کیوں اتار دیں؟ لیکن ان کے والد نے ان کی کوئی پرواہ نہ کی اور ہنسلیاں گلے میں نہیں ڈالیں۔ مولانا رحمہ اللہ چلے گئے اس کے بعد ہدایت اللہ بیمار ہو گئے اور چھ مہینے بیمار رہے اس اثنا میں ایک ہاتھ بھی سوکھ گیا چھ مہینے کے بعد مولانا رحمہ اللہ پھر لاہور تشریف لائے اور ہدایت اللہ کے والد انہیں ساتھ لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جس دن سے اس بچے کے گلے سے ہنسلیاں اتاری ہیں اسی دن سے یہ بچہ بیمار ہے اور اس کا ایک ہاتھ بھی سوکھ گیا ہے۔

ہدایت اللہ بتاتے ہیں: **مولوی صاحب نے میرے ہاتھ پر اپنا لب مبارک لگایا اور دم کیا میں بالکل تندرست ہو گیا اور اب تک درزیوں کا کام کرتا ہوں۔** مولوی صاحب نے فرمایا کہ ایسے کاموں پر عقیدہ رکھنے کے لئے شیطان اس قسم کی اذیتیں دیا کرتے ہیں۔

یہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی چونسٹھ (64) کرامات یا ان کی قبولیت دعا کے واقعات ہیں جو ان کے بڑے صاحب زادے اور سوانح نگار مولانا عبدالقادر نے تحریر فرمائے ہیں۔

شطرنج کھیلتے پیر صاحب کی توبہ

یقیناً اس طرح کے اور بھی بہت سے واقعات ہوں گے جن تک فاضل سوانح نگار کی رسائی نہیں ہو سکی اب مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے متعلق ایک واقعہ اور ملاحظہ فرمایئے یہ واقعہ مجھے فیصل آباد سے مکتبہ دارارقم کے مالک جناب محمد اشرف جاوید صاحب نے ارسال کیا ہے جو سوہدرہ کے رہنے والے جماعت اہل حدیث کے معروف طبیب حکیم محمد عبداللہ نصر علیگ مرحوم نے ہفت روزہ ''المنبر'' فیصل آباد کے شمارہ مورخہ 9 جون 1967ء کے ایک مضمون میں تحریر فرمایا:

حکیم صاحب مرحوم لکھتے ہیں: کسی زمانے میں ہمارے گاؤں (علاقہ) سوہدرہ ضلع گجرانوالہ کے اکثر لوگ شیر گڑھ کے پیروں سے تعلق رکھتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ پیر صاحب اپنے لاؤ لشکر اور مریدوں کے ساتھ اپنے سالانہ دورے پر نکلے ہوئے تھے۔ ہمارے ہاں بھی تشریف فرما ہوئے۔ بیس پچیس بیل گاڑیاں، دس پندرہ اونٹ، چالیس پچاس گھوڑیاں اور دو سو کے قریب مریدوں کا جتھا ساتھ تھا۔

باہر لب سڑک ڈیرا تھا زیادہ وقت اپنے خلیفہ کے ساتھ شطرنج کھیلنے میں گزراتے دوپہر کے وقت حسب معمول شطرنج کھیل رہے تھے کہ شہر سے کھانے کا بلاوا آ گیا آپ مریدوں سمیت روانہ ہوئے اور بساط اسی طرح بچھی چھوڑ گئے اور محافظ کو ہدایت کر گئے کہ اس طرف خیال رکھنا کوئی ہاتھ نہ لگائے۔

پیر صاحب کے جانے کے بعد ایک نو وارد شخص سفید ریش دوسوتی کا کرتہ پہنے، نیلا تہبند باندھے، ہاتھ میں عصا لیے ڈیرے میں وارد ہوئے محافظ سے پوچھا یہ ڈیرا کس کا ہے؟ اس نے کہا قدوۃ السالکین، حضرت سید قطب الاقطاب پیر و مرشد شیر گڑھ شریف والوں کا ڈیرا ہے نو وارد نے پوچھا یہ شطرنج کون کھیل رہا تھا؟ محافظ نے جواب دیا پیر صاحب اپنے خلیفہ کے ساتھ کھیل رہے تھے نو وارد نے بساط کو چاروں کونوں سے پکڑا اسے اکٹھا کیا اور قریب کی نالی میں پھینک کر عصا سے اس کے اوپر کیچڑ ڈال

Marfat.com

دیا کہ ''عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کار بے بنیاد'' محافظ نے اٹھ کر نووارد کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ میں اب تمہیں حضرت پیر صاحب کے آنے تک جانے نہیں دوں گا نووارد نے کہا میں نہیں جاتا اور وہیں قریب ایک طرف ہو کر زمین پر بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد پیر صاحب تشریف لائے محافظ سے بساط کے متعلق دریافت کیا کہ کدھر گئی۔ اس نے نووارد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس نے نالی میں پھینک کر کیچڑ میں دبا دی ہے۔

پیر صاحب جلال میں آگئے اور نووارد سے فرمانے لگے کیوں بے بھنگی! یہ تو نے کیا کیا؟

نووارد مودبانہ کھڑے ہو کر کہنے لگا: **بے شک میں سادات کے گھرانے کا بھنگی ہوں بھنگی کا کام یہ ہے کہ مالک کے گھر سے جو کوڑا کرکٹ دیکھے اسے جھاڑ کر صاف کردے**۔ پیر صاحب بے ہوش ہو کر گر پڑے گھنٹہ بھر کے بعد ہوش میں آئے۔

اٹھے، کپڑے جھاڑے اور دست بستہ عرض پرداز ہوئے کہ اے پیر مرد، مجھے اللہ تعالیٰ کے واسطے معاف کردو میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ پیری مریدی نہ کروں گا۔

اس کے بعد سے آج تک پیر صاحب ادھر تشریف نہیں لائے یہ نووارد پیر مرد کون تھے؟ یہ تھے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ قلعہ اسلام والے۔

کیا اولیائے کامل اور ہم برابر ہیں!

ہم لوگوں کے ذہن وفکر پر مادیت نے غلبہ پالیا ہے اور روحانیت کا معاملہ ختم ہو گیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم میں سے اکثر اس قسم کے واقعات کی صحت کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے ہم سمجھتے ہیں کہ جس طرح کے ہم ہیں اسی طرح کے وہ ہوں گے ہماری یہ سوچ غلط ہے۔

میں نے حضرت مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے حالات لکھنے کا ارادہ کیا تو اخبار میں بھی اعلان کیا اور بہت سے لوگوں سے ٹیلی فون اور خطوط کے ذریعے بھی رابطہ کیا خود بھی بعض حضرات سے ملا اللہ کا شکر ہے کہ اس ولی اللہ کے حالات سے آگاہی ہوئی اور جو کچھ کسی صاحب نے بتایا ان کے حوالے سے کتاب میں درج کر دیا۔ بتانے والوں کا تعلق مختلف مقامات سے ہے بلکہ جیسا کہ ''حرفے چند'' میں عرض کیا دوسرے ملکوں (کویت اور دہلی) سے بھی اس مرد جلیل کے متعلق اطلاعات پہنچیں۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 271,267)

ولی اللہ سے مذاق کا برا انجام

ایک دن کراچی سے ایک صاحب کا ٹیلی فون آیا کہ انہیں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے بارے میں بعض واقعات کا علم ہے۔ اس سے چند روز بعد وہ خود تشریف لے آئے اور فرمایا کہ انہوں نے کراچی کے ایک اخبار میں ان کے متعلق مضمون میں پڑھا تھا وہ اخبار میں نے تلاش کیا لیکن ملا نہیں، ملا تو بھیج دیا جائے گا پھر کچھ عرصے کے بعد کراچی سے جناب عرفان ملک صاحب کا خط بھی آیا اور مضمون بھی موصول ہوا یہ مضمون کراچی کے روزنامہ ''امت'' میں چھپا ہے۔ مضمون نگار کا اسم گرامی عبدالرشید شاہد ہے عرفان ملک صاحب نے 2 نومبر 2010ء کو کراچی سے مضمون بھیجا وہ لکھتے ہیں کہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے متعلق یہ مضمون دو

Marfat.com

سال قبل روزنامہ ''اُمت'' میں شائع ہوا تھا تلاش بسیار کے بعد آج اچانک مل گیا جو پیش خدمت ہے اس مضمون میں ایک بڑا عجیب وغریب واقعہ درج ہے جو ایک زندہ نوجوان کا جنازہ پڑھانے کے متعلق ہے۔ بعض لڑکوں نے از راہ مذاق ایک نوجوان کو چارپائی پر لٹایا اور مولانا رحمہ اللہ سے کہا کہ یہ ایک میت ہے اس کا جنازہ پڑھا دیں مولانا رحمہ اللہ نے ان سے چند باتیں پوچھیں اور پھر جنازہ پڑھا دیا اور وہ شخص واقعتاً مر گیا۔ میں نے اس واقعہ کے متعلق مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے پڑپوتے ملک عصمت اللہ سے ٹیلی فون پر بات کی تو انہوں نے بتایا کہ یہ واقعہ انہوں نے اپنے خاندان کے بعض بزرگوں سے سنا ہے۔ اب روزنامہ ''امت'' کراچی میں عبدالرشید شاہد کا تحریر کردہ واقعہ پڑھیے۔ وہ لکھتے ہیں کہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے توحید پر عمل اور اس کی تبلیغ کی وجہ سے کچھ لوگ ان کے خلاف ہو گئے تھے کیوں کہ ان لوگوں کی مقبولیت میں کمی آ رہی تھی جو انہیں ناگوار گزرتی تھی لیکن ان کی مخالفتوں اور باتوں سے بے نیاز ہو کر مولانا ممدوح اللہ کی وحدانیت کا درس دیتے اور خلق خدا کی رہنمائی فرماتے رہے۔ ایک دن مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کسی سفر سے واپس گاؤں آ رہے تھے مولانا رحمہ اللہ کے مخالف چند نوجوان راستے میں کھڑے تھے ان نوجوانوں کو شیطان نے بہکایا اور انہوں نے شرارت کے طور پر ایک لڑکے کو چارپائی پر لٹا کر اس کے اوپر چادر ڈال دی یہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے مخالفین کا ایک منصوبہ تھا جس سے مولانا رحمہ اللہ کو رسوا کرنا مقصود تھا۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ قریب پہنچے تو ان لڑکوں نے اپنے چہروں پر افسردگی طاری کر لی اور مولانا رحمہ اللہ سے کہا کہ اس کا جنازہ پڑھا دیں۔ مولانا رحمہ اللہ نے پوچھا ''یہ کس کا جنازہ ہے'' لڑکوں نے جواب دیا: یہ فلاں زمیندار کا لڑکا ہے۔''

مولانا رحمہ اللہ نے پوچھا اس لڑکے کا باپ جنازے میں کیوں شریک نہیں ہے؟ لڑکوں نے جواب دیا وہ اپنے بیٹے کے غم میں ہوش وحواس کھو چکا ہے اس لیے وہ جنازے میں نہیں آ سکا۔

لڑکے شرارت پر پوری طرح آمادہ تھے اور ہر سوال کا جواب دے رہے تھے۔ مولانا رحمہ اللہ نے کہا: **ٹھیک ہے میں جنازہ پڑھا دیتا ہوں لیکن اس کا جو نتیجہ نکلے گا اس کی کوئی ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہوگی۔**

جنازہ پڑھا دیا گیا لڑکے اب پوری طرح کھل کر سامنے آ گئے تھے ان کا مقصد مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کو رسوا کرنا تھا کہ دیکھو مولانا رحمہ اللہ نے ایک زندہ شخص کا جنازہ پڑھا دیا۔ وہ ہنس رہے تھے اور قہقہے لگا رہے تھے مولانا رحمہ اللہ ان کی شکلیں دیکھ رہے تھے جو طنزیہ انداز میں مولانا رحمہ اللہ کے سامنے انہیں رسوا کرنے کی غمازی کر رہی تھیں۔ ایک لڑکے نے آگے بڑھ کر چارپائی پر لیٹے لڑکے کے اوپر سے چادر ہٹا دی اور بازو سے پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کی اور کہا: اب اٹھ جاؤ لیکن لڑکا ٹس سے مس نہ ہوا لڑکوں کے چہروں سے ہنسی غائب ہو گئی اور اس کی جگہ تشویش نے لے لی۔ سب لڑکے اس نئی صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگے۔ انہوں نے لڑکے کو اٹھانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ تو ہلنے جلنے سے قاصر تھا۔ ایک لڑکا بھاگا اور حکیم صاحب کو لے آیا حکیم نے معائنہ کرنے کے بعد بتایا ''لڑکے کی موت واقع ہو چکی ہے۔ ایک کہرام مچ گیا لڑکے کے ماں باپ بھی آ گئے اور مذاق نے سنگین صورت حال اختیار کر لی۔

والدین نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے کہا: آپ نے جنازہ کیوں پڑھایا؟ انہوں نے جواب دیا: مجھے ایک میت کا جنازہ

Marfat.com

پڑھانے کے لئے کہا گیا تھا سو میں نے پڑھا دیا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ چادر کے نیچے ایک میت رکھی ہے یا کوئی زندہ شخص ہے اس میں میرا کوئی قصور نہیں اس کا جنازہ ہو چکا ہے بہتر ہے کہ اسے جلد از جلد دفنا دو۔

بات تھانے کچہری تک جا پہنچی کچھ عرصہ مقدمہ چلتا رہا بالآخر انگریز جج نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کو بری کر دیا۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی زبان میں بڑی تاثیر تھی وہ ولی اللہ تھے **ان کی زبان سے ایک خاص کیفیت میں جو نکل جاتا وہ پورا ہو جاتا اس طرح کے کئی واقعات ان سے وابستہ ہیں۔**

عبدالرشید شاہد اس سے آگے لکھتے ہیں۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی آخری آرام گاہ قلعہ اسلام ضلع گجرانوالہ میں ہے ان کی اولادیں اور خاندان کے لوگ ایک احاطے میں مدفون ہیں خلق خدا ان کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے حاضر ہوتی ہے ان کے خاندان والوں نے ان کی یاد میں ویلیفئر سوسائٹی مولانا غلام رسول رحمہ اللہ بنا دی ہے جس سے خدمت خلق کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

کرامات کے ظہور کی وجہ

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے بہ کثرت کرامات کا ظہور کیوں ہوا اور ان کی دعا دربار خداوندی میں اتنی جلدی کیوں شرف قبولیت حاصل کرتی تھی؟ اس کے متعلق ان کے ایک شاگرد اور مرید مولوی قطب الدین بیان کرتے ہیں کہ ایک روز وہ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھے عرض کیا:

حضرت آپ سے اس درجہ بہ کثرت کرامات کے صدور کا سبب کیا ہے؟ پہلے بھی بہت سے بزرگ ہو گزرے ہیں اب بھی کئی متدین اور متقی لوگ موجود ہیں بلاشبہ ان سے بھی کرامات کا ظہور ہوتا رہا ہے لیکن اتنی کثرت سے نہیں جتنا کہ آپ سے۔

مولانا رحمہ اللہ نے جواب دیا: جب سے مجھے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی ہے اس وقت سے کرامات ظہور میں آ رہی ہیں۔

فرشتہ صفت ولی کی روحانی پرواز

بے شک مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اپنے عہد کی عظیم شخصیت تھے۔ پیکر صالحیت اور سراپا تدین۔ انہوں نے جو مانگا اللہ نے دیا اور جس کی طرف نگاہ اٹھائی وہ تقویٰ کی دولت سے مالا مال ہو گیا وہ صحیح معنوں میں عالم باعمل تھے۔ کتاب وسنت کے شیدائی اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کے دل وجان سے پابند نیکی انکا شعار تھا اور خیر ان کی پہچان لوگوں سے ان کی وابستگی بھی اللہ کیلئے تھی اور ان سے انقطاع بھی اللہ کی خاطر انہوں نے زندگی کے ہر قدم میں دین کو دنیا پر ترجیح دی اور ہر معاملے میں رضائے الٰہی کو مقدم رکھا وہ اسی دنیا کے باشندے تھے اور اسی زمین کی مٹی سے ان کا ہیولا بنایا گیا تھا لیکن ان کی روحانیت کی پرواز بہت بلند تھی اور ان کا علمی مقام بڑا رفیع تھا وہ گفتار کے ماحول میں رہتے تھے۔ لیکن کردار کی فضا انکا مسکن تھا۔ وہ فرشتہ صفت انسان تھے اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت گزاری ان کا معمول تھا۔ اللہ ان کی دعائیں قبول فرماتا اور ان کی التجاؤں کو شرف قبول بخشتا تھا اس قسم کے پاکیزہ اوصاف لوگ ہمیشہ پیدا نہیں ہوتے ان کی پیدائش کا بھی شاید ایک دور اور ایک موسم ہوتا ہے۔

Marfat.com

اللہ ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور وہ تا قیام قیامت اس کے سایہ رحمت میں رہیں۔ آمین یارب العالمین۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص,276 تا 271)

حافظ عبدالمنان صاحب کی نقشبندی بزرگ کی خدمت میں حاضری

وہ بخیر و عافیت سندھ پہنچ گئے۔ وہاں شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے خاندان کے ایک بزرگ پیر محفوظ اللہ صاحب فروکش تھے۔ کچھ دن ان کے ہاں قیام رہا۔

پیر محفوظ اللہ صاحب نے اپنے بیٹوں کی تعلیم کیلئے ایک عالم کی خدمات حاصل کی تھیں۔ وہ واقعی عالم دین تھے۔ لیکن ایک دن علم نحو کی کتاب کافیہ پڑھا رہے تھے کہ ایک عبارت کی غلط تشریح کی۔ حافظ صاحب نے یہ غلطی سنی تو ان سے کوئی نحوی سوال کیا، مگر وہ صحیح جواب نہ دے سکے۔ پیر صاحب بھی وہیں تھے۔ انہوں نے حافظ صاحب سے کہا کہ بچوں کو یہ سبق آپ پڑھائیں۔ حافظ صاحب کے طریق تدریس پر پیر صاحب بہت خوش ہوئے اور تعجب بھی کیا کہ اس چھوٹی عمر میں نابینا ہونے کے باوجود اللہ نے ان کو بڑی قابلیت سے نوازا ہے۔ اب پیر محفوظ اللہ صاحب نے حافظ صاحب کو اپنے بیٹوں کا باقاعدہ معلم مقرر کر دیا۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۲۸۰-۲۸۱)

حضرت سہارن پوری کے شاگرد جنات

ایک دن حافظ صاحب ایک مسجد میں بیٹھے تھے، جہاں مولانا محمد سہارن پوری رحمہ اللہ طلباء کو پڑھاتے تھے۔ لوگوں نے دیکھا کہ مسجد کی چھت سے ایک عجیب سی شکل کا جانور آیا، جس کا طول و عرض انگوٹھے کے برابر تھا۔ اس کا تعاقب کیا گیا تو وہ غائب ہو گیا۔ مولانا سہارن پوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ جن ہے جو کبھی کبھی مسائل دریافت کرنے کیلئے آتا ہے۔ آپ لوگوں کا شور سن کر غائب ہو گیا۔ اس کا نام عبدالجبار ہے اور جبل عرفات میں رہتا ہے۔ مجھ سے اس نے تین مرتبہ صحیح بخاری پڑھی ہے۔ جنات کے بہت سے مقدمات کے تصفیے کیلئے بھی یہ کئی بار آیا ہے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۲۸۶)

حافظ عبدالمنان صاحب کی جنی عورت سے ملاقات

ایک دن حافظ صاحب کے ایک بنگالی شاگرد نے ان سے پوچھا کہ رات آپ کے پاس کون عورت آئی تھی؟ حافظ صاحب نے جواب دیا مجھے کسی عورت کے آنے کا پتا نہیں۔ اس نے کہا آپ کی چارپائی پر ایک عورت کی انگیا پڑی ہے۔ حافظ صاحب نے وہ انگیا قبضے میں کی اور اسے فروخت کرنے بازار گئے تو دکان دار نے کہا یہ مالابار کے علاقے کی بہت قیمتی اور بڑھیا انگیا ہے۔ دکان دار نے اس کے دس روپے دیئے اور حافظ صاحب نے ان دس روپے سے "تفسیر معالم التنزیل" خریدی۔

صوفیاء کی بیان کردہ توحید خالص

خدا کے ساتھ اپنے حال کو درست کر اور اس سے تجھے کوئی نہ روکے اور ایمان اعمال والی زندگی اختیار کرنے پر لوگ جو کچھ تیرے متعلق کہتے ہیں ان باتوں میں مشغول نہ ہو کیونکہ وہ تجھے عذاب سے بچانے میں کچھ فائدہ نہ دینگے لیکن اگر تو اللہ جل شانہ سے اپنا معاملہ درست کر لے گا تو وہ تجھے سیدھا اور مضبوط راستہ دکھائے گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور ظاہری علم کی پیروی کر۔ (بحوالہ: تقصار جیود الاحرار؛ ص ۱۹۲)

Marfat.com

انگیا کا واقعہ حافظ صاحب اس طرح بیان کرتے ہیں کہ آدھی رات کو انہیں رفع حاجت کیلئے اٹھنا پڑا۔ جب وہ بیت الخلا کی طرف جا رہے تھے تو ان کے کندھے سے کسی کا کندھا ٹکرایا۔ دو تین مرتبہ اسی طرح ہوا۔ وہ حیران تھے کہ یہ کون شخص ہے جب بیت الخلا میں گئے تو کسی نے باہر سے دروازے کو کنڈی لگا دی۔ اندر سے انہوں نے کنڈی کھولنے کیلئے آواز دی تو کسی عورت کے ہنسنے کی آواز آئی اور کنڈی کھول دی گئی۔ پھر وہ اپنے کمرے میں جانے کیلئے اس کا دروازے کھولنے لگے تو اندر سے کنڈی لگا دی گئی۔ کنڈی کھولنے کیلئے کہا تو عورت کے ہنسنے کی آواز آئی اور کنڈی کھل گئی۔ جب وہ لیٹے تو وہ ان کی ٹانگیں دابنے لگی، لیکن ہاتھوں کے سوا اس کے جسم کا کوئی حصہ موجود نہ تھا۔ دراصل وہ جنات میں سے تھی اور جاتے وقت انگیا چھوڑ گئی۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۸۸-۲۸۹)

حافظ عبدالمنان وزیرآبادی کے مبارک خواب

پہلا خواب

حافظ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد خواب دیکھا کہ ''وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر میرے قریب آئے اور میرے منہ سے شہد کا چشمہ جاری ہوگیا، جس سے مولانا صاحب نے سیرابی حاصل کی لیکن ان کی پیاس نہ بجھی۔'' اس خواب سے حافظ صاحب پریشان تھے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کی تعبیر کیا ہے۔ لیکن جلد ہی تعبیر سامنے آگئی۔ مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے دونوں ہاتھ جو انہوں نے حافظ صاحب کی طرف پھیلائے تھے، وہ دراصل ان کے دونوں صاحب زادے مولانا عبدالقادر اور مولانا عبدالعزیز تھے جنہوں نے وزیرآباد جا کر حضرت حافظ صاحب سے تحصیل علم کا سلسلہ شروع کیا اور شہد سے مراد علم دین تھا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۹۲)

دوسرا خواب

جس کے متعلق حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ ''میں نے ایک دفعہ خواب میں مولانا سیّد نذیر حسین صاحب رحمہ اللہ کو دیکھا کہ مجھے سخت پیاس لگی ہے اور میاں صاحب رحمہ اللہ نے اپنا منہ میرے منہ پر رکھ دیا۔ ان کے منہ سے شہد کا چشمہ جاری ہوا اور میں اس سے سیراب ہوتا رہا۔'' (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۹۲)

پریشانی پر خواب میں رہنمائی

حافظ صاحب فرماتے ہیں: انہی دنوں مجھے ایک اور خواب آیا۔ خواب سے پہلے ایک واقعہ سنیے! امرتسر میں ان دنوں مسئلہ صفات باری پر مباحثے ہو رہے تھے۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی معیت انسان کے ساتھ بالذات ہوتی ہے اور بعض کہتے تھے کہ بالعلم ہوتی ہے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں، ''ایک دن میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

سامنے مولانا عبداللہ غزنوی اور سیّد نذیر حسین رحمہما اللہ بیٹھے ہیں۔ میں نے معیت کے بارے میں پوچھا تو نبی ﷺ نے فرمایا: معیت سے مراد معیت بالعلم ہے، بالذات نہیں ہے۔"

مغرب کے بعد مسجد میں وظائف واوراد کا سلسلہ چلتا۔ عشاء کے قریب گھر جا کر کھانا کھاتے اور عشاء کے بعد جلد سو جاتے۔

یہ عالم کبیر اور محدث جلیل مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے ہم عصر تھے اور دونوں ایک دوسرے کا بے حد احترام کرتے تھے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۹۲ تا ۲۹۴)

مسلکی جھگڑوں سے دامن کشاں

مولانا رحیم بخش لاہوری خاموش طبع، منکسر المزاج اور تہجد گزار تھے۔ مسلکی جھگڑوں سے دامن کشاں رہتے اور اپنی بات مثبت انداز میں کرتے۔ صبح وشام مسجد میں قرآن وحدیث کا درس دیتے اور طلباء ان سے تعلیم حاصل کرتے۔ کسی شاگرد سے کوئی کام کراتے تو اس کا معاوضہ ادا کرتے۔ صرف چالیس برس عمر پائی۔ ۱۸ صفر ۱۳۱۴ھ (۲۹ جولائی ۱۸۹۶ء) کو فوت ہوئے۔

ارادت میں شریک ہوئے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۹۶)

مولوی غلام احمد رحمہ اللہ

یہ بزرگ ضلع گوجرانوالہ کے ایک گاؤں دلاور چیمہ کے رہنے والے تھے اور مولانا عبدالقادر قصوری رحمہ اللہ کے والد محترم تھے۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے مخلص ترین دوست تھے۔ دونوں بزرگوں نے اس علاقے میں اسلام کی بڑی تبلیغ کی۔ مولانا عبدالقادر قصوری ۱۸۶۳ء کے لگ بھگ دلاور چیمہ میں پیدا ہوئے۔ چار سال کی عمر کو پہنچے تو ان کی پڑھائی کا آغاز یا افتتاح دلاور چیمہ آ کر مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے کیا تھا، جسے "رسم بسم اللہ" کہا جاتا ہے۔ مولانا عبدالقادر قصوری رحمہ اللہ نے ملک کی تحریکات آزادی میں بڑی شہرت پائی۔ تدین وتقویٰ میں بھی ان کا مقام بڑا بلند تھا۔ وہ میاں محمود علی قصوری اور مولانا محی الدین احمد قصوری کے والد مکرم تھے۔ ۱۶ نومبر ۱۹۴۲ء کو لاہور میں فوت ہوئے اور قصور میں دفن کیے گئے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ قلعوی، ص: ۳۰۸۔۳۰۹)

باکمال مرشد کے تلامذہ کرام

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا اپنے گاؤں میں سلسلۂ تدریس جاری تھا۔ ان کے جاری کردہ مدرسے کا نام "اشاعة التوحید والسنہ" تھا۔ اس مدرسے میں ان سے بے شمار طلباء نے تحصیل علم کی ہوگی، لیکن مجھے ان کے صرف بائیس تلامذہ کرام کا پتہ چل سکا ہے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۱۰)

مولانا علاؤ الدین

مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے ایک شاگرد مولانا علاء الدین رحمہ اللہ تھے، جن کے آباؤ اجداد کا اصل مسکن موضع اوج بھٹیاں (ضلع ملتان) تھا۔ وہ برہمن چندر بنسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

Marfat.com

[illegible]

[illegible] مختلف علوم کی تحصیل ان سے

[illegible] رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچے [illegible] صاحب رحمہ

[illegible] مختلف مقامات میں [illegible] وعظ و خطابت کی خدمت

[illegible] حافظ صاحب رحمہ

[illegible] چھوڑ [illegible] تے تھے [illegible] برس کی عمر تک اپنے

[illegible] مسجد [illegible] مقرر کئے گئے

[illegible] دیتے تھے [illegible] باوجود مسجد کے نمازیوں

[illegible] یب تھے میدان میں خطبہ

[illegible] شاہ صاحب خان پوری رحمہ اللہ گوجرانوالہ تشریف لائے تو انہوں نے

[illegible] مولانا علاؤ الدین رحمہ اللہ اس مسجد کے خطیب و امام

[illegible] باب "کرامت نمبر ۵۰" میں تفصیل سے آچکا ہے۔ یہ مولانا

[illegible] (تذکرہ مولانا غلام رسول قاسمی، ص: ۳۲۱-۳۲۲)

[illegible] کی شہادت

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ [illegible] اور یہی دو کام ان کی شہرت کا باعث اور لوگوں میں دین

[illegible] اور درس و تدریس، ان کے وعظ کی دور دور تک دھوم تھی۔ جیسا کہ نزہۃ

[illegible] نے بیان کیا، وہ راسخ فی العلم عالم دین، یگانہ روزگار مدرس اور عمل و کردار اور حسنِ

[illegible] تدریس میں بھی وہ بڑا اونچا مقام رکھتے تھے، اور یہ دونوں خوبیاں (درس و تدریس اور وعظ و

[illegible] (تذکرہ مولانا غلام رسول قاسمی، ص: ۳۲۸)

سلوک و معرفت سے بھرپور مکتوبات

[illegible] نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی کرامات اور انکے مریدین کا تذکرہ پڑھا۔ یقینا

[illegible] سلسل دستک دیتی رہی ہوگی کہ حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ

[illegible] شاگرد پر اللہ پاک نے شریعت کیساتھ ساتھ طریقت و تصوف کے علوم

[illegible] جسے ہم کشف کہتے ہیں اور وہ ایسی زبان سے نوازے

[illegible] اللہ اکبر! وہ کیسے خوش بخت عالم دین تھے جنہوں نے زندگی کا

[illegible] اور تصوف پر اعتراض کرنے کی بجائے جنگی بزرگوں کی قمیص کہولی۔

Marfat.com

آیئے اب مولانا رحمہ اللہ کے سلوک و معرفت بھرے ایسے خطوط پڑھتے ہیں جن میں انہوں نے اپنے متعلقین کو صوفیاء کرام کی قدردانی، مرشد سے جڑنے کی ضرورت اور تصوف کی اہمیت کو بار بار تاکید کرتے ہوئے بیان کیا ہوا ہے (از: مرتب)

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا حلقۂ احباب بہت وسیع تھا، جن میں معاشرے کے عام لوگوں کے علاوہ علماء وطلباء بھی کثیر تعداد میں شامل تھے۔ مختلف مقامات میں وہ وعظ و تبلیغ کیلئے بھی تشریف لے جاتے تھے۔ لوگ ان سے زبانی اور تحریری صورت میں مسئلے مسائل بھی پوچھتے تھے، فتوے بھی لیتے تھے۔ بعض معاملات میں بذریعہ خطوط لوگ ان سے مشورے بھی لیتے ہوں گے۔ لیکن ان کے سوانح نگار فرزند گرامی مولانا عبد القادر کی معرفت ہمیں ان کے صرف تیرہ مکتوبات کا علم ہو سکا ہے۔ ایک طویل مکتوب انہوں نے حافظ آباد کے ایک ہندو رام دتا ٹانڈو کے نام تحریر فرمایا جو اس کتاب میں مستقل باب کے طور پر علیحدہ درج کر دیا گیا ہے۔

مولانا ممدوح جامع الحیثیات شخصیت کے مالک تھے، اس لیے یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے بہت سے لوگوں کو بہت خطوط لکھے ہوں گے، لیکن افسوس ہے تمام خطوط محفوظ نہیں رہ سکے۔ ہمیں جو خطوط ملے ہیں، وہ فارسی زبان میں ہیں۔ ان میں سے دو خطوط نمبر گیارہ اور بارہ فارسی نظم میں ہیں جو حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے نام تحریر فرمائے گئے ہیں۔ خط نمبر ایک سے لے کر نمبر دس تک کے خطوط فارسی نثر میں ہیں، لیکن ان میں بہ کثرت فارسی اشعار درج ہیں۔ ان اشعار میں زیادہ تر ان کے اپنے اشعار ہیں۔ آئندہ صفحات میں ان کے دستیاب خطوط کا اردو ترجمہ دیا جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی فارسی اشعار درج کر کے نیچے ان کا اردو ترجمہ دیا گیا ہے۔ دو تین کے سوا مکتوب الیہم کے حالات کا علم نہیں ہو سکا۔ تمام مکتوبات نہایت سبق آموز اور بے حد پُرتاثیر ہیں۔ قارئین کرام ان مکتوبات کا انتہائی غور سے مطالعہ فرمائیں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۳۴-۳۳۵)

کسی کامل مرشد کی صحبت میں رہنے کی نصیحت

پہلا خط مولوی محمد اعظم کے نام ہے جو مولانا غلام رسول کے برادرِ نسبتی تھے۔ برخوردار مولوی محمد اعظم

عزیز! اپنے عزیز اوقات کو برباد نہ کریں اور اپنے نفیس سانسوں کو نیکی میں بسر کریں۔ کوشش کریں کہ خود کو کسی ایسے مرد کی **خدمت میں پہنچائیں جو زنگ آلود دلوں کو آئینے کی مانند صاف کرنے والوں میں سے ہو:**

گر خدا خواہی وہم دنیائے دوں — ایں خیال است و محال است و جنوں

''اگر تو خدا کو چاہے اور (اس کے ساتھ) کمینی دنیا کو بھی، تو یہ (محض تیرا) خیال ہے جو محال اور دیوانگی ہے۔''

ٹھیک ٹھیک لکھ رہا ہوں اور تبلیغ کی شرط پوری کر رہا ہوں:

اگر با خویشتن عمرے بسر ایں راہ را پوئی — نہ از مقصد نشاں یابی نہ ایں راہ را کراں بینی

زخاکِ دامن مردے بکش در چشم جاں گردے — کہ تا زیں چشم نورانی جمالِ جانِ جاں بینی

''اگر تو خود (اکیلا) عمر بھر سر کے بل اس راستے پر دوڑتا رہے تو نہ مقصد کا نشان پا سکے گا (اور) نہ اس راستے کا (آخری) کنارہ دیکھ سکے گا۔ کسی مرد خدا کے دامن کی خاک کا سرمہ آنکھ میں ڈال لے، تا کہ اس نورانی آنکھ سے جانِ جاں کو دیکھ لے۔''

Marfat.com

اس فقیر کے خیال کے مطابق عبداللہ رحمہ اللہ جیسا کوئی سنت کا پیروکار اور ارباب حقیقت کا منتخب (شخص) نہیں مل سکتا۔ وہ **(مجذوب الٰہی) ہیں، اللہ کے محبوب ہیں اور دائمی معرفت والے ہیں۔ اللہ کی رضا ان کی چاہت ہے۔ وہ ایک کامل و مکمل (مرشد) ہیں**۔ ان کی نظیر اس زمانے میں نہیں ملتی۔ طالبین کی تربیت جیسی ہونی چاہیے، وہ ان کے ہاں موجود ہے۔ عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے لکھا تھا کہ صاحب استعداد کو حقیر کی صحبت میں روانہ کریں۔ یہ اس بنا پر ہے کہ اشاعتِ سنت کیلئے وہ مضبوط سند ہیں اور اس معاملے میں ان کا مقصد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہے، جس کیلئے قوی ہمت درکار ہے، اور (آیت) کریمہ: ولا یخافون لومة لائم (یہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۵۴ کے الفاظ ہیں۔ ترجمہ یہ ہے: کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے) کو نصب العین بنانا چاہیے۔ پھر کمال اخلاص کے ساتھ:

کنند از فرق پا وزیده نعلین — شود سوئش رواں بالراس والعین

''پاؤں سے جوتے الگ کر کے، اس کی طرف سر اور آنکھوں کے بل چلنا چاہیے۔''

ورنہ ٹال مٹول اور بہانہ سازی سے کام نہیں چلے گا، جب وقت گزر گیا تو حسرت کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

والسلام علیکم — فقیر غلام رسول از قلعہ

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۴۵۔۳۴۷)

دوبارہ مرشد کی خدمت میں حاضری کا حکم: برخوردار محمد اعظم جی!

ہمارا دل ہمیشہ آپ عزیز کے علمی و عملی کمالات کو حاصل کر لینے کی طرف متوجہ رہتا ہے، تاکہ ضروری علوم کی تحصیل سے فراغت کے بعد آپ ارباب یعنی (اولیائے کرام) کی صحبت کی سعادت حاصل کرنے کی خاطر متوجہ ہو جائیں:

کانچہ ضروریست چو حاصل کنی — بہ کہ عمارت گرئ دل کنی

آنست عمارت گرئ دل — واکشی از کش مکش آب و گل

''جو علم ضروری ہے، جب تو وہ حاصل کر لے، تو پھر دل کی عمارت گری کر۔ دل کی عمارت گری یہ ہے کہ آب و گل (دنیا) کی کشمکش سے جدا ہو جائے۔'' لیکن جب سے میں نے آپ کے منصب تدریس سے وابستہ ہو جانے کی خبر سنی ہے تو یقین ہو گیا ہے۔

بس غلط بود آنچہ ما پنداشتیم ''وہ بے حد غلط تھا جو ہم نے گمان کر رکھا تھا۔''

افسوس کہ استعداد کی آگ جو کہ کمال انوار کے بھڑکانے کے لائق تھی، وہ آپ نے بلا مقصد مصروفیات میں راکھ کی طرح ضائع کر ڈالی اور جو مساعی جمیلہ اس عمر میں ملکات قدسیہ کے تحصیل کی معاون (بنتی) ہیں، ان کو خاک میں ملا ڈالا:

تروم العز ثم تنام لیلا — من طلب العلیٰ سھر اللیالی

''تم سربلندی چاہتے ہو، پھر رات کو سوتے بھی ہو، جو بلندیوں کا طلب گار ہوتا ہے، وہ راتوں کو جاگتا ہے۔''

اس ضمن میں تاسف آمیز اور غفلت انگیز عذر نہیں سنے جائیں گے۔ اگر حافظ محمود کے ہمراہ عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کی صحبت میں پہنچ جاتے تو کتنی اچھی بات ہوتی۔ خیر گزر گیا جو گزر گیا۔ اب بھی وقت ہے۔ ہاتھ سے نکل جانے والا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا:

Marfat.com

کنونت کہ چشم است اشکے ببار
زباں دردہان ست عذرے بیار

"اب جبکہ تیری آنکھ ہے، ایک آنسو (ہی) بہالے، زبان جب منہ میں ہے، کوئی عذر ہی کرلے۔"

مبادا ان جنون آمیز باتوں سے آپ کی طبیعت پریشان ہو جائے لیکن کیا کروں، یہ چیز (میرے) اختیار میں نہیں ہے خواہ مخواہ میرا دل جوش میں آرہا ہے:

اگر باخویشتن عمرے بسرایں راہ را پوئی
نہ از مقصد نشاں یابی نہ ہی راہ از کراں بینی

زخاک دامن مردے بکش درچشم جاں گردے
کہ تازیں چشم نورانی جہاں را بے نشاں بینی

"اگر تو خود (اکیلا) عمر بھر بھی اس راستے پر دوڑتا رہے تو تجھے نہ مقصد کا نشان ملے گا (اور) نہ اس راستے کا (آخری) سرا دیکھ سکے گا۔ کسی مرد (خدا) کے دامن کی خاک کا سرمہ آنکھ میں ڈال لے تاکہ اس نورانی آنکھ سے تو بے نشان جہان کو دیکھے۔"

والسلام
فقیر غلام رسول از قصور

(تذکرہ مولانا غلام رسول قصوری [illegible])

تصوف اور طریق صوفیاء کی اہمیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ علی رسولہ الذی لانبی بعدہ وعلی آلہ واصحابہ ومن تبعہم من بذل فی مرضات اللہ جہدہ۔"

"سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو اکیلا ہے اور رحمت نازل ہو اس کے رسول پر جن کے بعد کوئی نبی نہیں اور آپ ﷺ کی آل اور صحابہ پر اور ان لوگوں پر جنہوں نے اللہ کی رضامندی میں کوشش کی۔"

[illegible] کے بعد عرض ہے کہ آپ حضرات [illegible] کی محبت ہے لیکن ہر کسی مشغلے میں حقیقی اوقات [illegible] ہیں؟ [illegible] چیز درخت کی جڑیں [illegible] ہیں؟ [illegible] کرنے میں مصروف ہیں [illegible]:

قدر وقت ار نشناسد دل و کارے نکند
بس خجالت کہ ازیں حاصل اوقات برم

"اگر دل وقت کی قدر نہ پہچانے اور کوئی کام نہ کرے تو ہم [illegible] اوقات [illegible] اٹھائیں گے۔"

ہمیشہ دو چیزوں کا خصوصی خیال [illegible] کتاب و سنت [illegible] دونوں چیزیں [illegible]

دوسری چیز پابند شرع حضرات صوفیاء رحمہم اللہ کا طریقہ ہے، جو کام کی اصل اسلام کی اساس اور ذوق و وجد کی مورث ہے

Marfat.com

ہے۔ وہ جسم شریعت کیلئے جان کا درجہ رکھتی ہے اور صورتِ اسلام کی حقیقت اور روح ہے۔ ابھی تک ان دونوں کی خوشبو سے آپ عزیز کا دماغ معطر نہیں ہوا۔ (دنیاوی) تعلقات اور ننگ و نام کی رکاوٹیں حائل ہیں۔

تعلق حجاب است و بے حاصلی　　　　چو پیوند ہا بگسلی واصلی

"(دنیاوی) تعلق پردہ ہے اور بے حاصل، جب تو (دنیاوی) تعلق توڑ ڈالے گا تو (حق تعالیٰ سے) تعلق جوڑ لے گا۔"

علم ظاہری کے اساتذہ ہر جگہ موجود ہیں، مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے دہلی سے کتنا اچھا ملکہ بہم پہنچایا اور علمی فیوض کا مورد بنے۔ سبحان اللہ۔ بہت سے خاندان تحصیل کمال کی چاہت سے عاری، غافل اور دوسرے (لوگ) اللہ کی مہربانی سے فضل وعلم سے متصف اور سرفراز ہیں:

ترسم بکعبہ نرسی اے اعرابی　　　　کیں راہ کہ تو می روی بترکستان است

"اے اعرابی! میں ڈرتا ہوں کہ تو کعبہ تک نہیں پہنچ سکے گا، کیوں کہ جس راستے پر تو چل رہا ہے، (یہ) ترکستان کو جاتا ہے۔"

افسوس صد افسوس کہ استعداد کی دولت برباد ہو رہی ہے، ابھی وقت ہے:

تروم العز ثم تنام لیلاً　　　　ومن طلب العلی سہر اللیالی

"تم عزت چاہتے ہو اور رات کو سوتے بھی ہو، جو بلندیوں کا طلب گار ہوتا ہے، وہ راتوں کو جاگتا ہے۔"

اس رقعہ لے جانے والے کی بابت کتنا افسوس ہو رہا ہے کہ اتنی عمر لہو ولعب میں ضائع کر دی اور آپ بھی شفقت واخوت اور ہمدردی کی دلیل ہیں۔ معلوم نہیں کہ یہ جہل مرکب کس طرح اس خاندان میں پیدا ہو گیا ہے کہ دینی علوم حاصل نہیں کر رہا ہے۔

بھوپال میں مولوی عبید اللہ کے فرزند مولوی عبدالرحمن اچھے عالم ہیں، ریاضی اور حدیث کے علوم دینیہ پڑھانے میں بہت مہارت رکھتے ہیں۔ وہیں مولوی سدید الدین لکھنوی علوم عقلیہ میں بے حد کامل موجود ہیں۔ باطنی علوم کیلئے صاحب زادہ رکن عالم صاحب رحمہ اللہ اور جناب (سید) عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ کا سلسلہ ہے۔

والسلام! فقیر غلام رسول از قلعہ

اس خط میں مکتوب الیہ کا نام درج نہیں لیکن سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط بھی مولوی محمد اعظم کی طرف لکھا گیا ہے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۴۰-۳۴۳)

کامل اولیاء کی صحبت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ"۔

اس فقیر کی جانب سے السلام علیکم کے بعد برخوردار محمد اعظم عظمہ اللہ تعالیٰ بتوفیق الخیر (اللہ تعالیٰ بھلائی کی توفیق سے انہیں عظمت بخشے) غور کریں کہ جوانی مسافر ہے اور یہاں (دنیا میں) بار بار آنا نہیں ہوگا۔ فرصت اور صحت کی یہ نعمت ہر روز میسر نہیں رہے گی:

قدرِ وقت ار نشناسد دل و کارے نکند　　　　بس خجالت کہ ازیں حاصل اوقات بریم

Marfat.com

اگر دل وقت کی قدر نہ پہچانے اور کوئی کام نہ کرے تو تم ان حاصل اوقات سے (کل قیامت میں) شرمندگی اٹھاؤ گے۔

دوکام بڑے اہم ہیں، ایک دینی علوم کی تحصیل اور دوسرا ارباب جمعیت (اولیاء اللہ) کی صحبت، جو سب سے اونچا مقصد ہے:

با ہر کہ نشینی ونشد جمع دلت　　　وز تو نرمید زحمت آب و گلت

زنہار زصحبتش گریزاں می باش　　　ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت

"تو جس کے ساتھ بیٹھے اور دل کو جمعیت (سکون) حاصل نہ ہو اور تجھ سے آب و گل (دنیا) کی محبت نہ چھوٹے تو ایسے شخص کی صحبت سے دور بھاگ، ورنہ اپنے پیاروں کی روح (مبارک) تجھے معاف نہیں کرے گی۔"

بلکہ اصحابِ حقیقت نے لکھا ہے کہ ایک گھڑی خود اپنے ساتھ بیٹھ کر اور خیال کی آنکھ کو ماسوی اللہ سے بند کر کے اس شعر کا مضمون سمجھ لے۔

من ملک بودم و فردوس بریں جانم بود　　　آدم آورد دریں دیر خراب آبادم

"میں فرشتہ تھا اور فردوس بریں میرا گھر تھا۔ اس خانہ خراب دنیا میں مجھے (حضرت) آدم (علیہ السلام) لائے ہیں۔"

نیز اپنی روح کو خطاب کر کے عتاب کرے:

خیز غافل بالِ ہمت باز کن　　　سوئے جائے اصلیت پرواز کن

طوطی شیریں مقالی چند چند　　　باشی اندر حبسِ زاغاں پائے بند

"اٹھ اے غافل! ہمت کے پر کھول (اور) اپنے اصلی گھر کی جانب پرواز کر۔ تو شیریں زباں طوطی ہے، کب تک کوؤں کے قید خانے میں بند رہے گا۔"

جب محض اللہ سبحانہ کی عنایت سے، کسی کی کوشش کے بغیر ایک بشارت عظمیٰ کا شرف نصیب ہو گیا۔ اس کھانے کا مزہ چکھ، ذائقہ کا ذوق لگا اور تلچھٹ کی لذت طلب کے حلق تک پہنچ گئی تو پھر افسوس ہے کہ (زندگی) بے مقصد مصروفیات میں برباد کریں اور نفسانی خواہشات کے سرور میں گزاریں۔ (حضرت) امام ربانی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں:

ہمہ اندرز من بہ تو ایں است　　　کہ تو طفلی و خانہ رنگیں است

"میری تمام نصیحت تجھے یہ ہے کہ تو ایک بچہ ہے اور یہ گھر (دنیا) بڑی رنگین ہے۔"

اگر فرصت کے اوقات میں سورۂ فاتحہ بسم اللہ اور آمین کے ساتھ ہر دفعہ آیات کا تکرار کرتے اور معانی کا لحاظ رکھتے ہوئے پڑھی جائے تو یہ جذب الٰہی کی کنجی ہے اور فرصت کے دنوں میں درود شریف حلیہ مبارک کے لحاظ سے پڑھنا مذکورہ بالا حال کے ورود کا موجب ہے، صلی اللہ علی حبیبہ محمد وآلہ وسلم۔

اگر سہام حوادث ترا نشانہ کنند　　　پناہ بہ درودِ جنابِ مصطفوی (ﷺ)

"اگر حادثات کے تیر تجھے نشانہ بنائیں تو تو جناب مصطفیٰ ﷺ پر درود شریف پڑھ کے پناہ حاصل کر۔"

والسلام!　　　فقیر غلام رسول از قلعہ　　　(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۲۳-۳۲۵)

Marfat.com

باہمی اتفاق اور اتحاد کی اہمیت

یہ خط وہ علمائے کرام مہربانی فرما کر ضرور پڑھیں، جن کی عادت مسلمانوں کو کافر قرار دینا اور مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالنا ہے۔ میرے عزیز چودھری فیض بخش، محمود خاں اور حاجی الحرمین خدایار سلامت رہو۔ فقیر غلام رسول کی طرف سے السلام علیکم...... ان دنوں حاجی صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ چند روز سے ہمارے اور ذیلدار کے درمیان کوئی بات چیت ہوئی ہے، جس کے بعد فیض بخش مسجد میں (آنے کا) شرف نہیں حاصل کرتے۔ یہی معاملہ چند باتیں لکھنے کا باعث ہوا ہے۔ بڑے غور سے سنئے کہ ہم سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو ماننے کا جو فرمان ہے، اس میں برابر ہیں اور آنحضرت ﷺ کی طرف سے مامور ہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ اتفاق رکھیں، خصوصاً اسلام کی نسبت کی وجہ سے باہم متفق رہیں۔ آپس میں نفاق (رکھنا) اور اسلامی بھائیوں میں تفرقہ (ڈالنا) حرام ہے۔ صلہ رحمی فرض ہے اور برکات کا ذریعہ اور نیک نامی کا سبب ہے:

زاتفاقِ مگس شہد می شود پیدا — خدا چہ دولت و نعمت در اتفاق نہاد

"مکھیوں کے اتفاق سے شہد پیدا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اتفاق میں کیسی دولت و نعمت رکھی ہے۔" ذیلدار ذیلداری کو بھلا کر محمود خاں کے ساتھ حسن معاملہ سے پیش آئیں کہ بھائی آپس میں حسن سلوک رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے مشورے سے کام کرتے ہیں، اور محمود خاں کیلئے ضروری ہے کہ ملکیت کے غرور کو الگ رکھ کر ذیلدار کے ساتھ یوں اچھے اخلاق سے پیش آئیں، جس طرح کہ چھوٹے بھائی بڑے بھائیوں کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ جو مشورہ خلاف دین نہ ہو، اس سے باہر نہ جائیں۔ حاجی صاحب خود بھی سوچیں کہ ہم درویش سیرت لوگ حسنِ خلق اور سیرتِ نیک کے پابند ہیں، سخت گیری جو کہ رضائے الٰہی کے خلاف ہے، اس سے الگ ہو کر یوں (برتاؤ) کریں کہ ہم میں سے کسی مسلمان کا دل آزردہ نہ ہو اور مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ اور فساد نہ ہو، کیوں کہ حدیث صحیح میں آیا ہے **جو مسلمان کے ساتھ تین روز میں صلح نہ کرے، اس کے ایمان میں خلل ہے۔** اگر ناراض نہ ہوں تو شیخ سعدی رحمہ اللہ کا شعر لکھوں، خوب کہا جو کہا:

حاجی تو نیستی شتر است از برائے آنکہ — بے چارہ خار می خورد و بار میں کشد

"تو حاجی نہیں (بلکہ) اونٹ ہے، جو بے چارہ کانٹے کھاتا ہے اور بوجھ اٹھاتا ہے۔"

جی ہاں! اس سے بھی زیادہ ذیلدار اور محمود خاں کی بے اتفاقی فساد اور تفرقے کا سبب ہے:

چرا ایشاں نمی باشند چوں شیرو شکر باہم — عجب ذوقے بکام دیں رسد زیں کامرانی ہا

"وہ آپس میں شیر و شکر کیوں نہیں ہوتے۔ یہ ایسا عجیب ذوق (عمل) ہے، جس سے دین کے کام کو کامیابیاں ملتی ہیں۔"

جو صلح کا آغاز کرتا ہے، اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ لوگ اس نصیحت پر کاربند ہوں گے اور سب کے ساتھ صلح سے پیش آئیں گے اور کاموں کا انتظام دونوں مشورے سے کریں گے:

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند — جوانانِ سعادت مند پندِ پیر دانا را

Marfat.com

''اے جاناں! نصیحت سن لے کہ سعادت مند جوان دانا بوڑھے کی نصیحت کو جان سے بھی زیادہ دوست رکھتے ہیں۔''

حافظ (شیرازی رحمہ اللہ) کا شعر ہے:

به مجلس نوجواناں راکهن پیرے ضرور آمد — حرارت دارد ایں معجون و طباشیرے ضرور آمد

نوجوانوں کی مجلس کیلئے تجربہ کار بوڑھا ضروری ہے، (کیونکہ) یہ معجون گرمی رکھتی ہے اور (اس کیلئے) ایک طباشیر لازمی ہے۔

اس فقیر کی جانب سے ہر تین (صاحبان) کیلئے بارگاہ الٰہی میں دعا ہے کہ اس کی ذات پاک انہیں ظاہری اور باطنی اطمینان نصیب کرے۔ جاننا چاہیے کہ ہمارا دین دو چیزیں ہیں:

مآ اتا کم الرسول فخذوہ و ما نھٰکم عنه فانتھوا۔ (الحشر:۷)

ایک حکم کا بجالانا اور دوسرا منع کردہ چیزوں اور گناہوں سے رک جانا۔ خصوصاً جو آدمی حرام پر قدرت رکھتا ہو، اور پھر وہ (اس سے) بچے، اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور بعض فرشتوں سے اس کے درجات بڑھ جائیں گے۔ کون آدمی زندگی میں حرام خوری کو پیشہ بناتا ہے، جو اپنی آخرت کا فکر رکھتا ہے۔

فقط والسلام: غلام رسول از قلعہ

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۵۱۔ ۳۵۴)

نیک صحبت کی ضرورت:۔ یہ خط حضرت مولانا غلام رسول صاحب نے اپنے شاگرد مولوی علاء الدین صاحب رحمہ اللہ (گوجراں والا) کو دہلی لکھ کر بھیجا تھا، جب مولوی علاء الدین وہاں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الذی لا نبی بعدہ و علیٰ اٰلہ و صحبہ و علیٰ سائر من بذل فی مرضیات اللہ جھدہ۔

امابعد عزیز (من)! آپ کا رقعہ ملا، مجھے خوشی ہوئی۔ آپ کے والد بہت انتظار میں تھے، اتنے زیادہ کہ اس کی انتہا نہیں۔ علم دین آیا تھا کہ شہاب الدین سے سنا تھا کہ عید کے بعد آئیں گے لیکن ابھی تک نہیں آئے۔ تمہیں ان کو خط لکھنا چاہیے۔ تمہارے خط کے بغیر وہ مطمئن نہیں ہوں گے۔ میرے عزیز! مرزا (صاحباں) پڑھو یا حمد اللہ، ہمیں اتنی فرصت نہیں، جو علم حدیث کیلئے (درکار) ہے۔ علم کا مدار عمل پر ہے اور عمر گزر رہی ہے۔ تمہارے عمل میں غفلت اور سستی موجود ہے۔ مجھے خبر نہیں کہ تمہیں کس کس کی صحبت حاصل ہے، اچھے لوگوں کی یا برے لوگوں کی؟ لیکن افسوس! صد افسوس:

صحبت نیکاں زجہاں دور شد — خانہ عسل خانۂ زنبور شد

''نیک لوگوں کی صحبت دنیا سے اُٹھ گئی، شہد کا چھتہ، بھڑوں کا ٹھکانہ بن گیا ہے۔''

اچھی باتیں کرنے سے کام نہیں بنتا، بلکہ اچھے کردار سے (کامیابی ہوتی ہے)، میرے عزیز! اس وقت موت کا قاصد آپہنچے تو آخرت میں کیا جواب دو گے کہ میں کس مشغلے میں تھا؟

Marfat.com

ببام منطق اے سلم نہادہ زِاوج اہتدا دور افتادہ
بجز حب خداوند تبارک مبارک نیست ایں قاضی مبارک
زحمداللہ تغیر یافتت حال بحمداللہ نبودت ہیچ اشغال

''اے وہ! جو منطق (اور) سلم کی چوٹی پر جا پہنچے، (تم) ہدایت کی چوٹی سے دور ہو گئے۔
اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت کے سوا یہ ''قاضی مبارک'' مبارک نہیں ہے۔''
''حمداللہ'' سے تیری حالت بدل گئی (اور) تجھے اللہ تعالیٰ کی حمد سے ذرہ بھر (بھی) لگاؤ نہیں!

میرے عزیز! یہاں بار بار آنا (نصیب) نہیں ہوگا، آخرکار ایک روز اس جہاں سے جانا ہوگا۔ ھلک المسوفون (ہلاک ہو گئے دیر کرنے والے) کی صدائیں گے:

ہیں مگو فردا که فردا ہا گزشت تابکے نگزرد ایام کشت
ایں قدر تخمے که باید ست بکار تادر آخر در دہد صد برگ وبار
ایں قدر عمرے که ماند ستت بباز تا در آخربینی از روئے عزو ناز
روبگو رستان دمے خامش نشیں وآں خمو شانِ سخن گوربه بیں
گوچه یکساں ست روئے خاکشاں نیست یکساں حالت چالاک شاں
لحم و شحمِ زندگاں یکساں بود آں یکے غمگین و ایں شاداں بود

''خبردار! کل کل مت کہو کہ کتنے ہی کل گزر گئے! جب تک کہ کھیتی (زندگی) کے دن پورے نہیں ہو جاتے۔''
اتنا بیج جو کہ تیرے کام کیلئے ضروری ہے (وہ بوتا رہ)، تا کہ (یہ) آخرت میں سینکڑوں پھول، پتے اور پھل دے۔
جتنی زندگی تیری باقی رہ گئی ہے، وہ کام میں لا، تا کہ آخرت میں تو عزت اور اونچا مقام حاصل کرے۔
تو قبرستان میں جا کر ایک لحظہ خاموش بیٹھ اور ان باتیں کرنے والے خاموشوں کو دیکھ۔
اگرچہ ان پر ایک جیسی مٹی پڑی ہے، لیکن ان کی حالتِ آخرت یکساں نہیں ہے۔
زندوں کا گوشت پوست ایک جیسا (دکھائی دیتا) ہے، (لیکن) ان میں ایک غم میں ڈوبا ہوا ہے اور دوسرا خوش ہے۔

ہمیشہ دل میں آتا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز اور رات کو تہجد کیلئے جاگنا نصیب ہو جائے اور تھوڑا سا حصہ جو شتے ا خروارے کے مصداق (زندگی کا) باقی رہ گیا ہے، وہ بے مقصد مصروفیات میں گزر رہا ہے:

خوابم بشد ازدیده دریں فکرِ سوز کاغوشِ که شد منزل سائش خویش

''فکر سوز سے میری آنکھ میں نیند نہ رہی کہ آسائش خوکس کی آغوش تیری منزل بن گئی؟''
اگر اس معاملے میں کوئی فتور یا کوتاہی روا رکھے ہوئے ہوں تو بلاشبہ وہ سخت گھاٹے میں ہیں اور بے فائدہ مشاغل میں دیوانے ہیں:

Marfat.com

بوق صبح ہمی شود بحضور معلومت | کہ باکہ باختہ ای عشق در شب دیجور

چند چند از حکمت یونانیاں | حکمتِ ایمانیاں راہم بخواں

''صبح کے وقت تجھے معلوم ہو جائے گا کہ اندھیری رات میں کس کے ساتھ عشق کرتے رہے ہو۔ یونان والوں کی حکمت کب تک پڑھو گے، ایمان والوں کی حکمت کو بھی پڑھ لو۔''

آپ پر سلامتی ہو مولوی صاحب کو (میرا) سلام پہنچائیں۔

(حضرت) شاہ ولی اللہ صاحب (رحمہ اللہ) کی کتابیں اور ان کے رسائل جہاں بھی دست یاب ہوں، نظر میں رکھیں۔ پہلے آپ اطلاع دیں، پھر لکھا جائے گا اور مبلغ چھ روپے ابھی تک ہم نے نہیں بھیجے، لیکن عنقریب بھیج دیں گے۔ حضرت امام علی شاہ مکان شریف رحمہ اللہ چھتڑ والے ان دنوں میں فوت ہو گئے ہیں:

ساقیا عشرتِ امروز بفردا مکن | یا زدیوان قضا خط ہر حال بمن

''اے ساقی! آج کی موج کو کل پر مت ڈال، (کیوں کہ) دیوان قضا سے خط (پروانہ موت) یقیناً مجھے ملنے والا ہے۔''

محمد قاسم کی طرف سے سلام قبول ہو۔ فقیر غلام رسول از قلعہ

مولانا عبدالقادر لکھتے ہیں:

مولوی (علاء الدین) صاحب رحمہ اللہ بیان کرتے تھے کہ جب میں نے یہ خط پڑھا تو اس قدر رقت طاری ہوئی کہ برابر ہفتہ بھر پڑھنا نہیں سوجھا اور روتا ہی رہا۔ میرے استاد صاحب رحمہ اللہ نے بہت اصرار کر کے مجھ سے رونے کی وجہ پوچھی (کیوں کہ انہیں شک گزرا کہ میرے کسی عزیز کے فوت ہونے کی خبر مجھے ملی ہے) تو میں نے روتے ہوئے انہیں یہ خط دے دیا۔ وہ بھی پڑھ کر رونے لگے۔ اس کے بعد بھی مولوی علاء الدین صاحب رحمہ اللہ کی یہ حالت تھی کہ خط بہت سنبھال کر رکھا ہوا تھا اور کبھی کبھی نکال کر اسے پڑھ کر روتے تھے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۵۹-۳۶۴)

مرشد کی خدمت میں خط

یہ خط حضرت سیّد عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں ان کے خط کے جواب میں لکھا گیا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''الحمدللہ و کفی و السلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ''

امابعد، بخدمت شریف، فیض مآب، جامع کمالات، مورد عنایات جناب حضرتِ من دامت برکاتہ

فقیر غلام رسول کی طرف سے السلام علیکم، آداب و نیاز پیش کرنے کے بعد عرض ہے کہ محمد عثمان آئے اور انہوں نے فقیر کے نام آپ کا مکتوب شریف پہنچایا:

من کہ باشم کہ برآں خاطرِ عاطر گزرم | لطف ہامی کنی اے خاکِ درت تاجِ سرم

میں کون ہوں جو اس خاطر عاطر میں آؤں؟ اے (بزرگوار) آپ مہربانیاں کر رہے ہیں۔ آپکے در کی خاک میرے سر کا تاج ہے۔

Marfat.com

وعدے کے مطابق ارشاد کا منتظر ہوں۔ اللہ کرے کہ انتظار کا دن میری زندگی میں آئے، کیوں کہ فانی زندگی کا بھروسہ نہیں ہے اور یہاں بار بار آنا نہیں ہے، ہر چند میں اس راستے پر دوڑ رہا ہوں، لیکن ابھی تک اس چہرے کو نہیں دیکھا جو مجھے مطلوب ہے۔

مرا عہد یست با جاناں کہ تاجاں درتنم دارم — ہواواراں کویش راچوں جان خویشتن دارم
الائے پیر فرزانہ مکن منعم زمے خانہ کہ من — در حق پیمانہ دل پیماں شکن دا رم

''میں نے جاناں کے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے کہ جب تک میرے تن میں جان ہے، میں تیرے کوچے کو ہوا کی طرح اپنی جان سمجھتا ہوں۔

خبردار! اے دانا بزرگ مے خانے سے مجھے منع مت کر کہ میں ساغر کیلئے پیمان شکن دل رکھتا ہوں'' مزید یہ کہ شیخ عبداللہ قوم برہمن حامل رقعہ ہذا نے دو تین سال سے، ریا کے شائبہ کے بغیر اور دنیا کی کسی غرض و حرص کے سوا اللہ کیلئے خالص مخلص بن کر تائب ہونے کے بعد، خلعت اسلام کو زیب تن کر لیا ہے۔ شروع سے اب تک حقیقی اسلام کی دریافت کا شوق و ذوق ان کے ذہن میں موجود ہے اور اللہ والوں کی صحبت کے بغیر اس کا حصول مشکل ہے اور (اس کے) پیاروں کی عنایت کے بغیر اس تک رسائی محال ہے، خاص کر اس زمانے میں جب کہ دعویٰ کرنے والوں کی کثرت ہے اور روشن ضمیر اور اکسیر نظر اہل دل اکثر صحبتوں میں تفرقہ اور خلل کا شکار ہیں، (اس طرح) جمعیت اسلام کیلئے کیا کیا جائے اور کہاں جایا جائے؟

باہر کہ نشستی و شد جمع دلت — داز تو نرمید زحمتِ آب و گلت
زنہار زِصحبتش گریزاں می باش — ورنہ نکند روحِ عزیزاں بحلت

''جس کے ساتھ بیٹھو اور دل کو جمعیت (سکون) حاصل نہ ہو اور تجھ سے آب و گل (دنیا) کی محبت نہ چھوٹے۔

خبردار! ایسے شخص کی صحبت سے دور بھاگو، ورنہ عزیزاں کی روح تجھے معاف نہیں کرے گی۔

لہٰذا ارادت کامل کے ساتھ ایک راستہ ہے، اس امید پر کہ **اپنی بیعت سے مشرف فرما کر اس پر ایک نظر (توجہ) فرمائیں، جو اس کے دل کے اطمینان کا سبب بن جائے** اور وہ زبان حال و قال سے ہر کسی سے کہتا پھرے:

ایں جابیا کہ جلوئہ نور محمد یست — ایں جا بیا کہ مائدئہ فیض سر مدیست
ایں جا بیا کہ نور یقین جلوہ می کند — خوش وقت آں کسے کہ بایں نور مہتدیست
اے مائدئہ ظلمتِ شک ایں طرف بیا — تابنگر بچشم کہ دین، دینِ احمد یست

''ادھر آ کہ (یہاں) نور محمدی ﷺ کا جلوہ ہے۔ ادھر آ کہ (یہاں) فیض سرمدی کا دسترخوان (بچھا) ہے۔

ادھر آ کہ نور یقین جلوہ کر رہا ہے۔ خوش بخت وہ آدمی ہے، جو اس نور سے ہدایت پاتا ہے۔

اے شک کی تاریکی میں گرفتار اس طرف آ......! تا کہ آنکھ سے دیکھ لے کہ دین تو دین احمدی ﷺ ہی ہے۔

مؤلفۃ القلوب کیلئے وقت نہ نکالنا سکون دل کیلئے خلل کا موجب بنتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ درخواست قبول فرمائیں گے اور جو آپ کے مبارک خط میں مشائخ زمانہ کے متعلق لکھا گیا تھا (بالکل صحیح تھا) کہ قدیم دور کے بزرگ بلندی ہمت اور مقام معرفت کو

Marfat.com

تیزی سے طے کرنے کے باوجود اپنے آپ کو مشیخیت کے منصب پر نہیں سمجھتے تھے اور اس وقت جب کہ ہر طرف کمی ہی کمی ہے، اور باطن کو چھوڑ کر لوگ ظاہر پر قناعت کرتے ہیں، زیادہ سے زیادہ مرید بنانے میں کوئی خوف نہیں کیا جاتا۔ میرے حضرت! بعض کے ضمن میں فقیر کا قیاس یہی ہے، جو مثنوی کے اس شعر میں (مذکور) ہے:

ہم چو صیاد آورد بانگ صفیر　　　تافریبد مرغ راپا آں مرغ گیر

''شکاری کی طرح اس نے پرندوں کو بلانے کی آواز لگائی، تا کہ پرندے کو دھوکا دے کر اسے پکڑ لے''

بعض کاملین سے پوچھا گیا۔ انہوں نے کہا کہ مقربین سابقین جو اہل اللہ ہیں، ہر زمانے میں ان کے طالب کم رہے ہیں، اور اس زمانے میں سوائے نام کے کوئی نشان نہیں ہے۔ حقیقت میں یہ سلسلہ کچھ شرائط کیساتھ مشروط ہے۔ مرید کے حق میں ارادت کی پختگی اور آداب صحبت کے ساتھ، جیسا کہ شیخ حمید بنگالی کے مکتوبات کی جلد اول میں پیشوا کیلئے فنائے شعور، مقامات کے طے کرنے کیلئے فنائے ارادہ اور شیخ مکمل کی اجازت (کا حامل ہونا ضروری) ہے اور ابرار کے طریقے میں اورادواذکار، نماز، تلاوت اور نوافل کیلئے کسی سے اجازت لینا لازمی نہیں ہے۔ مقربین کم ہیں اور ملحدین گمراہ کرنے کیلئے ہر جگہ جلدی میں ہیں، مبادا کہ (یہ صاحب) کسی زندیق کے ہاتھ گرفتار ہو کر ایمان کا سرمایہ برباد کر بیٹھیں۔ اگرچہ ایسا نہیں ہوگا (ان شاء اللہ)۔ (پھر بھی) اگر (ارشاد) فرمائیں تو مضائقہ نہیں ہے، لیکن (انھیں) آگاہ کریں کہ مقربین کا طریقہ اور ہے، تا کہ انہیں فرق معلوم ہو جائے۔

فقط: فقیر غلام رسول از قلعہ

مرشد سے عقیدت کا گیارھواں خط

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے یہ خط حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ علیہ کے نام فارسی نظم میں اپنے ایک نہایت مخلص اور خوش الحان مرید حافظ غلام مرتضیٰ صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ روانہ فرمایا۔ پہلے شعر ہی سے پتا چل جاتا ہے کہ یہ خط انہوں نے حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کو اس وقت ارسال فرمایا تھا جب وہ غزنی میں قیام فرماتے تھے۔

اے سارباں بیا کہ بغزنی سفر کنیم　　　بینم دیارِ یار غم از دل بدر کنیم
در لمحے کوہ و دشت و بیابانِ آں سواد　　　کفشے زچشم منتظر پائے سر کنیم
از حد گزشت درد و غم انتظار یار　　　اے خوش دمے کہ بردرِ جاناں گزر کنیم
زاں صحبتے کہ طالع بیدار ہم ندید　　　بے بہرہ گشتہ ایم و شمارا خبر کنیم
دردا گزشت موسمِ فصلِ بہارِ گل　　　بلبل صفت دو دشت تغا بن بسر کنیم
باز آنسیم وصل بیا در حیات ما　　　بارے حساب زندگی خودزِ سر کنیم
خوباں بصد کمال و جمال اندسو بسو　　　حسنش زعالمے است و گرچوں نظر کنیم

اس نظم کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

Marfat.com

''اے شتربان آہم غزنی کا سفر کریں، یار کا دیس دیکھیں اور غم کو دل سے ہٹائیں۔ اس اطراف کے پہاڑ، جنگل و بیابان کو دیکھنے، کیلئے آنکھیں انتظار کررہی ہیں۔

دوست کے انتظار کا درد وغم حد سے گزرگیا، کیا پیاری گھڑی ہوگی جب ہم جاناں کے در پر پہنچیں گے۔

وہ ہم نشیں کہ جاگتا مقدر بھی نہ دیکھے ہو، ہم اس سے محروم ہیں اور آپ کو بتا رہے ہیں۔

ہائے درد، کہ گلاب کی فصلِ بہار کا موسم بیت گیا، بلبل کے مانند ہم جنگل میں چھپے ہوئے شرمارہے ہیں۔

او ملاقات کی ٹھنڈی ہوا ہماری زندگی میں لوٹ آ، ایک بار سر سے اپنی زندگی کا حساب کریں۔

بے حد کمال و جمال والے محبوب یہاں اور وہاں ہیں، لیکن اس کا حسن دوسرے عالم کا ہے جب ہم دیکھتے ہیں۔''

یہ منظم فارسی خط بھی حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے نام ہے جو انہوں نے اپنے شاگرد مولانا محمد علی بوپڑوی مرحوم کی معرفت ارسال فرمایا۔ اس سے واضح نہیں ہوتا کہ یہ خط غزنی بھیجا یا امرتسر۔ البتہ آخری شعر سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا محمد علی بوپڑوی رحمہ اللہ حضرت سیّد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ سے حصولِ فیض کے خواہاں تھے۔

اب اس نظم کا اردو ترجمہ ملاحظہ فرمایئے:

''اے اداس بلبل! خوش خبری لے کہ اللہ کی مہربانی سے بہار آئی، کتنا پیارا کل کی ملاقات کا دن ہوگا جو انتظار کے بعد آیا۔ اے شتربان، ایک مرتبہ میری دونوں آنکھوں کو جاناں کا کجاوہ دکھا، اے جان! باہر آجا استقبال کیلئے جب وہ شہسوار آئے۔ تیرے انتظار کی راہ میں جان چوکھٹ پر آئی، کیا حکم ہے؟ جان نکل جائے یا واپس جائے جب کہ دوست آئے۔ میں نے سنا ہے کہ وہ محبوب جو اٹھکیلیاں کرتا تھا، اب انتہائی ڈھارس کی نظر سے اس بے قرار کے پاس آیا۔ وہ ویرانیاں جو پت جھڑ کے موسم کی ہوا سے ہمارے باغ میں آئیں، اب ہم اپنا انصاف چاہیں گے جب بہار کا موسم آیا۔ اے گلاب! آ میری خوشیوں کے جشن میں دامن جھاڑ دے، اے غم! ہمارے کوچے سے بھاگ جا، کیوں کہ غم غلط کرنے والا یار آیا ہے۔ محبوب کے آنے پر عاشقوں کو جان نچھاور کرنی چاہیے، اس راہ پر میں قربان جاؤں جس پر وہ دلکش محبوب آئے۔ غلام نے آنکھ کی روشنائی سے یہ محبت نامہ لکھا ہے، پروانے کا ہزاروں درد اس کے ہر حرف میں کام آیا۔ خدا اس پر رحمت کرے جو عبداللہ رحمہ اللہ کے پاس پڑھے، سینے کے سوز سے یہ خط (پیش خدمت ہے) جو میری خستہ حالت کا پتا دے رہا ہے۔'' (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۳۶۹۔۳۷۲)

ولی کامل فنا فی اللہ بزرگ سے عقیدت

انتہائی واجب الاحترام بھٹی صاحب! حفظہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور اور بعد ازاں فون پر آپ کے برادرِ صغیر جناب سعید احمد صاحب بھٹی سے معلوم ہوا کہ آپ ان دنوں ولی کامل، فنا فی اللہ حضرت مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ سے متعلق کتاب لکھ رہے ہیں، اور اس سلسلے میں آپ کو معلومات درکار ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم وعمل اور عمر عزیز میں برکت عطا فرمائے۔ آمین (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۳۸۷)

جناب سیّد عبدالقادر جیلانی محی السنہ رحمہ اللہ کی تعریف میں: حلیہ مبارک حضرت محی الدین سیّد عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ:

Marfat.com

کھلی بغداد دی واؤ فیض والی — ہوئی سرسبز تازہ پھول ڈالی
میرے دل دی کلی اس نے ہنسائی — کلیجے عاشقاں دے ٹھنڈ پائی
اڈی بلبل چمن دی کر تیاری — چلی گل دیکھنے کو کر تیاری
اداس جی میرا ہے وانگ بلبل — کرے محبوب دے ملنے کو غلغل
میرا محبوب ہے محبوب سبحان — نمونہ سنت دا ہے شاہِ جیلان
جو دوہتا ہے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا — وہ پوتا ہے علی المرتضیٰ
حسن رضی اللہ عنہ دے باغ دا ہے وہ تازہ گل — تعالیٰ کیا اس دا تجمل
کیا سوہنا مبارک رنگ انور — سفید میں ملی سرخی منور
نحیف البدن محبوب الٰہی — اوہدے پر ختم ہوئی دلربائی
میانہ قد لگے دل نوں پیارا — ہو یا مفتون اس پر جگ سارا
جھلک رخسار دی اکھیں جھلن — ہوواں صدقے جو سوہنی چال چلن
دو ابر و شاہ اعظم دے ملے سن — سیاہ اکھیں میں ڈوری سرخ دسّن
لمی چوڑی مبارک ریش آہی — چمک دے وال نورانی سیاہی
بلند آواز تے قدرے شتابی — سنن جو درس ہووے فیض یابی
ودھے رغبت تے ہیبت حاضراں نوں — ہووے دل نرم ڈٹھیاں ناظراں نوں
کھلا سینہ مبارک دا خزینہ — جیہدے کولوں ہووے حاصل سکینہ
ڈوبے نے انگلیاں دے شمس سارے — اسا ڈا شمس ایدی بر کنارے
قیامت تک رہے گا فیض جاری — ہمیشہ موسم فصل بہاری
غلامؔ امید وار مہربانی — او سے در دا ارادت مند جانی

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۴۴۲۔۴۴۴)

مقام فنافی الرسول کی اشعار میں ترجمانی

مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ محبت پائی جاتی تھی۔ اس کا اظہار وہ فارسی اور پنجابی اشعار میں بھی کرتے تھے اور تقریر و خطابت میں بھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف انہیں خواب میں بھی حاصل ہوا اور ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اپنے گاؤں (یا علاقے) میں، وہ جو تبلیغ دین کر رہے ہیں، اس کا انہیں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے حکم دیا گیا ہے، یعنی وہ اس نواح میں تبلیغ دین کیلئے بارگاہِ نبوت سے باقاعدہ مامور تھے۔ ان کے جسم کے روئیں روئیں میں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرایت کر چکی تھی۔ اس کے ساتھ ہی دیارِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی انہیں انتہائی پیار تھا۔

Marfat.com

اس کا اندازہ ان کی مندرجہ ذیل فارسی نظم سے ہوتا ہے۔ ذیل میں اس نظم کا اردو ترجمہ ملاحظہ ہو۔

''اے پورب کی ہوا! ایک پیغام تیرے حوالہ کر رہا ہوں، میرے عشق کے علاج کیلئے چند قدم کی زحمت کرنا۔

ملک عجم سے جب تو باہر نکلے، (اور) اطرافِ عرب میں داخل ہو جائے تو روتی آنکھ اور خستہ دل کے ساتھ، شہر مدینہ میں پڑاؤ ڈالنا۔

سرورِ دین (ﷺ) کے روضۂ پاک کو دیکھنا، جو خاتم انبیاء (ﷺ) کی خواب گاہ ہے۔

وہ یمن کی دھاری دار چادر اوڑھے، مبارک قبے میں آرام فرما ہیں۔

ان پر لاکھوں درود و سلام، برکات، رحمتوں اور سلامتی کی دعاؤں کے بعد کہنا۔

کہ اے آقا! دو جہان کے سردار، اے حشر میں شفاعت کرنے والے فخر انسانیت! آپ ﷺ کے بغیر جان، لبوں پر آچکی ہے، اور میرے عشق کی تڑپ ایک داستان بن گئی ہے۔

آپ (ﷺ) نے دل لے لیا اور دل دیا نہیں، غم دیا اور غم خواری نہیں کی۔

آپ کے ﷺ جمال بھرے کمال کی یاد میں، آپ ﷺ کی رنجیدگی کے بغیر میں عاجزی رکھتا ہوں۔

میرے انتظار کی تکلیف حد کو پھلانگ چکی، آپ ﷺ کی راہ پر میری آنکھ آنسو برسا رہی ہے۔

اب اسی سلسلے کی مولانا ممدوح کی ایک اور فارسی نظم پڑھیے۔ اس میں بھی وہ نبی ﷺ کی زیارت کیلئے بے تاب ہیں۔ سات اشعار پر مشتمل نہایت عمدہ نظم ہے۔''

اب ان اشعار کا اردو ترجمہ پڑھیے۔

''اے پیارے مکھڑے والے دل کو چین دینے والے عربی پیغمبر ﷺ اور اے شوخی بھرے عجیب سراپا والے عربی پیغمبر ﷺ۔

مقدر جاگ گیا اور سب سے بڑی سرفرازی پائی (اس شخص نے) جو پیغمبر عربی ﷺ پر فریفتہ و شیدا ہوا۔

کیا محبت کا معاملہ اور کیا منفعت ہے کہ ہم اپنی نقد جان قربان کریں پیغمبر عربی ﷺ پر دیوانگی کے ساتھ۔

نہ شہر میں قرار ہے، نہ جنگل اور ویرانے میں اطمینان، کاش میں پیغمبر عربی ﷺ کے منور چہرے کو دیکھ پاتا۔

میری روح کا پرندہ نبی ﷺ کی محبت میں بازو پھیلائے ہوئے ہے، پیغمبر عربی ﷺ کے بلند و بالا روضے تک پہنچنے کیلئے۔

دھاری دار ردائے مبارک کے پیچھے سے، شاید میرے دل پر، پیغمبر عربی ﷺ کی پیشانی کے حسن کا عکس نظر آجائے۔

اللہ تعالیٰ کی بے حد تعریف ہے کہ غلام (ایسے) درد سے بھرے اُداس شخص نے اللہ کی مہربانی سے پیغمبر عربی ﷺ کا مداوا حاصل کر لیا۔

ان دو فارسی نظموں کے بعد اسی موضوع کی پنجابی نظموں کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

چلیں اس دیس نوں وے سار بانا! جتھے کیتا حبیب اللہ ٹکانا
چلا اُشتر ہوواں قربان تیری تیرے راہاں توں گھولی جان میری
ہوئی مدت جو رووَن نین میرے کلیجے چھیک پاون دین میرے

Marfat.com

رسول اللہ دے کر کر یاد آثار   الیبے مار بھڑکے شوق دیدار
مدینے میں پوچا اک وار مینوں   حیاتی میں ملا دلدار مینوں
غبار اس راہ دا سرمہ بنا واں   ہوواں صدقے اگر اک جھات پاواں
جے پر ہوون تاں ماراں اوڈاری   ویکھاں روضہ جے طالع کرن یاری

ایک اور پنجابی نظم پڑھیے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۴۴۸ تا ۴۵۵)

بیٹوں کو مثل بایزید رحمہ اللہ مرشد سے بیعت ہونے کی وصیت

مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ سوموار کے دن ۵ شوال ۱۲۸۸ھ (۱۷ دسمبر ۱۸۷۱ء) کو اپنے گھر سے حج بیت اللہ کیلئے روانہ ہوئے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ بڑے مولانا عبدالقادر اور چھوٹے مولانا عبدالعزیز۔ انہوں نے ان کیلئے فارسی میں حسب ذیل وصیت لکھی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الذی لا نبی بعدہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسائر من بذل فی مرضیات اللہ جھدہ"۔

اس وصیت کا اردو ترجمہ یہ ہے: "سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو ایک ہے اور درود وسلام اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آل اور اصحاب پر اور ان پر جنہوں نے فقط اللہ کی رضا کیلئے جدو جہد کی۔"

اما بعد: آج سوموار کا دن ۵ شوال ۱۲۸۸ ہجری کا مقدس سال ہے۔ (مکہ سے مدینہ کو) ہجرت کرنے والے (اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود وسلام ہو۔ یہ فقیر عبداللہ جو غلام رسول کے نام سے معروف ہے (اس کا سلسلۂ نسب یہ ہے) غلام رسول بن صاحب فضیلت رحیم بخش بن حافظ نظام الدین خادم بن فاضل کامل حافظ بہاء الدین بن جامع کمالات حافظ محمد اکرم بن حافظ فاضل عصمت اللہ بن منبع کمالات، زبدۂ اہل اللہ، کامل و ماہر جناب عبداللہ بن سکندر بن نور محمد بن پیر محمد رحمہ اللہ، محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے حرمین شریفین (اللہ تعالیٰ ان کے شرف میں مزید اضافہ فرمائے) کی زیارت کیلئے عازم سفر ہوا ہے، اس لیے اپنے فرزند عبدالقادر کو جس کی عمر نو سال ہے اور وہ قرآن شریف پڑھنے اور علم صرف کی کتاب زرادی تک پڑھنے کے بعد گلستان اور بوستان پڑھ رہا ہے، اور اپنی آنکھوں کے نور محمد عبدالعزیز کو جو ساڑھے تین سال کا ہوا ہے، وصیت کرتا ہوں کہ تمام کاموں پر علم دینی (یعنی) تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت اور تصوف کو اولین اہمیت دیں اور ہمت کر کے اس کی طرف متوجہ ہوں، بالخصوص محدثین کی ہم نشینی اختیار کریں (یاد رکھیں) کہ اہلحدیث ہی اہل اللہ ہیں، علوم دینی سے فراغت کے بعد کسی کامل و مکمل کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ ہمارے علم کے مطابق اس عہد میں (حضرت) عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ جیسا کوئی نہیں۔ ان کی صحبت کیمیاء ہے اور وہ کامل و مکمل پیر ہیں۔ عبدالقادر ترجمہ قرآن انہی سے شروع کرے اور عبدالعزیز انہی سے بسم اللہ کا آغاز کرے۔ کیوں کہ میرے عقیدے کی رو سے وہ (حضرت) جنید کے مثل اور حضرت بایزید کی مانند ہیں رحمۃ اللہ علیہم۔

Marfat.com

(یاد رکھیے!) کوئی مدح کرنے والا ان کے خصائص کا احاطہ نہیں کر سکتا، اگرچہ مدح کرنے میں وہ سب پر سبقت لے گیا ہو۔ بس اتنی بات ہی کافی ہے۔ اگرچہ میں کھوٹا سامان ہوں، لیکن ان کے خریداروں کی قطار میں کھڑا ہوں۔ چاہیے کہ ملحدوں، زندیقوں اور ان لوگوں کی مجلس میں نہ بیٹھیں جو شریعت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بال بھر بھی مخالف ہوں۔ اولیاء اور کامل صوفیاء کے بارے میں حسنِ عقیدت رکھیں۔

امام شعرانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ''ایاک ولحوم الاولیاء فانھا مسمومۃ وشطحیات''۔

''اپنے آپ کو اولیاء اللہ کی گوشت خوری سے بچاؤ' یہ زہریلے گوشت ہیں۔

یعنی ان کی غیبت نہ کرو۔ جہاں تک ممکن ہو، ان کے ساتھ نیک گمان رکھو'' اپنے (دن رات کے) اوقات دو کاموں میں صرف کریں۔

اول: مستحب اوقات میں نماز کی ادائیگی، ارکانِ نماز کی درستی، واجبات وسنن ومستحبات کی صحت، جماعت کی پابندی اور پورے خشوع کے ساتھ ادائے نماز کا التزام اور ایمان کو صحیح رکھنے کا اہتمام۔

دوم: قرآن مجید کی تلاوت کرنا، درود شریف پڑھتے رہنا اور اللہ کے ذکر میں مصروفیت، بس یہ کام نور علیٰ نور ہے۔

گربما ندیم زندہ بر دو زیم   دامنے کز فراق چاک شدہ
ور بمر دیم عذرِ ما بپذیر   اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

''یعنی اگر ہم زندہ رہے تو اس دامن کو جو فراق سے چاک ہو گیا ہے، سی لیں گے، اگر مر گئے تو ہمارا عذر قبول کر لینا، کیوں کہ بہت سی ایسی آرزوئیں ہیں جو خاک ہو گئیں (یعنی پوری نہ ہوئیں)۔'' (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۴۵۶۔۴۵۰)

چودھری حاکم صاحب کی بیعت اصلاح

چودھری حاکم: یہ مولانا رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ (ساکن لدھے والا وڑائچ ضلع گوجرنوالہ)

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۴۶۲)

دادا کی دعا اور صوفی شیخ سعدی رحمہ اللہ کے اشعار

میں نے اپنے دادا حافظ نظام الدین خادم کی بیماری کے دنوں میں خدمت کی اور انہوں نے میرے لیے دعا کی جو اللہ نے قبول فرمائی اور میں لوگوں کو وعظ وتبلیغ کرنے کے قابل ہوا۔ پھر اپنے بڑے بھائی حکیم غلام محمد سے مخاطب ہو کر کہا کہ میری مثال وہ ہے جو شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے کسی مقبولِ درگاہِ خداوندی کے قصے میں اس کی زبان سے بیان کی ہے۔

گلِ خوشبوئے در حمام روزے   رسید از دست محبوبے بہ دستم
بہ دو گفتم کہ مشکی یا عبیری   کہ از بوئے دلآ ویز تو مستم
بہ گفتامن گلِ ناچیز بودم   ولیکن مدتے باگل نشستم

Marfat.com

کمال ہم نشیں درمن اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

یعنی ایک روز حمام میں خوشبودار مٹی، محبوب کے ہاتھ سے میرے ہاتھ میں پہنچی۔ میں نے اس سے کہا کہ تیری دلآویز خوشبو سے میں مست ہو گیا ہوں، تو بتا کہ تو مشکی ہے یا عنبری؟

اس نے جواب دیا میں تو ناچیز مٹی ہوں، لیکن ایک عرصے تک مجھے پھول کے ساتھ رہنے کا موقع ملا، اس لیے ہم نشین کی خوبیوں نے مجھ پر اثر کیا، ورنہ میں تو وہی مٹی ہوں جو کہ ہوں۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ کے یہ اشعار پڑھ کر مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے دادا حافظ نظام الدین خادم رحمہ اللہ نے میرے ذہن میں وہ اثر کیا، جس کی حلاوت میں اب تک محسوس کر رہا ہوں۔ حافظ صاحب بھی انسان تھے، یہ چودھری حاکم بھی انسان ہے، لیکن میں چاہتا ہوں کہ جس طرح حافظ صاحب نے میرے لیے دعا کی تھی، یہ شخص بھی دعا کرے۔

دس دن کی بیماری کے بعد چودھری حاکم وفات پا گئے۔ وفات کے وقت انہوں نے اپنا تمام مال و اسباب مولانا رحمہ اللہ کے حوالے کر دیا تھا اور کہا تھا کہ وہ اسے جہاں چاہیں خرچ کریں۔ لیکن انہوں نے سارا مال و اسباب واپس آ کر چودھری صاحب موصوف کے وارثوں کو دے دیا تھا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۴۶۴-۴۶۵)

ایک اور نعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں لکھی۔ ان شعروں کا اردو ترجمہ یہ ہے: ''خدا کا شکر کیا مبارک اور خوش قسمت وقت ہے، دلی مراد کی کلی، بہار کی وجہ سے کھل اُٹھی ہے۔

میں نے محبت کی آنکھ سے مدینہ منورہ کا نظارہ کیا، اس وقت مناسب ہے کہ جان کے موتی نچھاور کر دوں۔

یعنی ملاقات کی رات، زندگی میں میسر آ گئی، اس کی ایک گھڑی پر ہزاروں شب قدر قربان ہوں۔

اس کی چاشنی، ایمان کی مٹھاس کے بغیر وہ کہاں چکھ پائے گا، جو جھوٹا، (فقط) دعوے کرنے والا اس کے فیض سے دور ہو۔

یقیناً وہ کیا دولت ہے، جو مجھے ملی ہے، زبان پر یہ وظیفہ بلبل کے مانند ہزار بار کروں۔

تمام تر آداب کے ساتھ بارگاہِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کھڑا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان گنت صلوات اور تحیات کا نذرانہ لے کر۔

پروردگار! پاکیزہ صلوٰۃ نازل فرما اس ذات پر جو تیرا برگزیدہ و چنیدہ ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کل آل پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر۔

وہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے شفاعت کرنے والے ہیں، جو تمام انسانوں میں افضل اور پیغمبروں کے خاتم ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ وہی سارے جہانوں کیلئے رحمت ہیں۔ وہ ایسے سورج ہیں، جن کی روشنی تمام عالم میں پھیلی ہوئی ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

اے دونوں جہانوں کے سردار اور پیغمبروں کے سلطان! صلی اللہ علیہ وسلم میں بے حد گناہ گار ہوں، اپنی شفاعت کو میرا دوست و مددگار بنا۔

میں (تو وقت پیدائش ہی سے) جان و دل سے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں، مجھے فکر کیا ہے۔ میں آپ کی رحمت کی ایک آدھی نظر کی آس لگائے ہوئے ہوں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۴۶۹-۴۷۱)

Marfat.com

وفات کا قابلِ رشک واقعہ

ان کی وفات کا واقعہ بھی نہایت تعجب انگیز اور قابلِ رشک ہے۔ ان کی مسجد میں ایک حافظ صاحب رہتے تھے۔ وہ مؤذن بھی تھے اور گاؤں کے بچوں کو قرآن مجید بھی پڑھاتے تھے۔ ایک روز خلافِ معمول مولانا مرحوم ان کے حجرے میں تشریف لے گئے۔ اس دن قمری حساب سے مولانا کی عمر کے ۶۳ سال پورے ہونے میں ایک دن باقی تھا۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ بے حد متقی اور پابندِ شرع بزرگ تھے۔ مولانا رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا کہ حافظ صاحب! جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے، مجھ پر اللہ کا یہ خاص فضل رہا ہے کہ دانستہ کسی ایسے عمل کا ارتکاب نہیں ہوا جو خلافِ سنت ہو، اور کوئی ایسا عمل اللہ کی مہربانی سے ترک نہیں ہوا جو مطابقِ سنت ہو۔ اب آخری سنت رہ گئی، اللہ تعالیٰ وہ بھی نصیب فرمادے تو زہے قسمت۔ جس وقت انہوں نے یہ بات فرمائی، انہیں کوئی تکلیف نہ تھی۔ بہت اچھی صحت تھی اور وہ ہشاش بشاش تھے۔ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پورے ۶۳ سال کی ہوئی ہے اور میری عمر کل ۶۳ سال کی ہوجائے گی۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ کو کیا منظور ہے۔ اتفاق سے دوسرے روز ساہیوال سے دو مہمان آئے۔ مولانا رحمہ اللہ نے اپنے بڑے بیٹے عبدالقادر رحمہ اللہ سے فرمایا کہ قطب الدین درویش کو ساتھ لیکر گھر جاؤ، وہاں سے گندم اٹھوا کر خراس پر رکھو تا کہ آٹا پس جائے۔

اجتماعی ذکر نفی اثبات کرتے ہوئے انتقال

اس کے بعد ظہر کی اذان ہوئی۔ مولانا رحمہ اللہ نے خود جماعت کرائی۔ نماز کے بعد ساہی وال سے آنے والے دونوں مہمانوں کو اپنے ساتھ لے کر حجرے میں تشریف لے گئے۔ اس وقت بالکل تندرست تھے۔ کسی قسم کی کوئی بیماری یا نقاہت وغیرہ نہ تھی۔ مہمانوں کو تلقین کرنا شروع کی۔ پہلے مولوی فضل الدین صاحب کو کلمے کا ذکر کرایا۔ ایک بار کلمے کی ضرب دی۔ دوسری بار ضرب دے رہے تھے کہ روحِ مبارک جسدِ عنصری سے پرواز کرگئی۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔

یہ صورت حال بالکل اچانک پیش آئی تھی۔ مہمان اسے دیکھ کر گھبرا گئے۔ مولوی فضل الدین جلدی سے باہر آئے اور مولانا رحمہ اللہ کے بھائی حکیم غلام محمد سے کہا کہ مولوی صاحب کو کچھ ہوگیا ہے۔ وہ طبیب حاذق تھے۔ انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا: ''مولوی صاحب رحمہ اللہ وفات پاگئے ہیں۔''

یہ خبر اسی وقت گاؤں میں پھیل گئی۔ پھر جلد ہی اردگرد کے دیہات میں پہنچ گئی۔ تھوڑی دیر میں بے شمار لوگ جمع ہوگئے۔ متعدد طبیب بھی آگئے۔ اطباء نے کہا کہ مولانا رحمہ اللہ کی موت واقع نہیں ہوئی، انہیں سکتہ ہوگیا ہے، رگ لگائی جائے تو ٹھیک ہو جائیں گے۔ لیکن حکیم غلام محمد یہی کہتے رہے کہ مولوی صاحب رحمہ اللہ وفات پاچکے ہیں۔

حکیم غلام محمد نے طبیبوں اور وہاں موجود لوگوں کو بتایا کہ ہمارے خاندان میں یہی معاملہ چلا آرہا ہے۔ ان کے والد مولوی رحیم بخش رحمہ اللہ بحالتِ تندرستی نماز پڑھتے ہوئے سجدے میں فوت ہوئے۔ دادا صاحب نظام الدین خادم رحمہ اللہ نے حالتِ رکوع میں وفات پائی۔ یہی معاملہ مولوی صاحب رحمہ اللہ کو پیش آنا تھا جو آگیا۔

Marfat.com

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ جمعرات کو ظہر اور عصر کے درمیان فوت ہوئے تھے۔ جمعۃ المبارک کے دن انہیں دفن کیا گیا۔ جنازے میں لاتعداد لوگ شامل تھے...... یہ ۱۲۹۱ھ (۱۸۷۴ء) کا واقعہ ہے۔ یعنی تیرہویں صدی ہجری کے آخری عشرے کا۔ لیکن سیّد عبدالحئی حسنی نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا تذکرہ اپنی عربی کتاب ''نزھۃ الخواطر'' کی آٹھویں جلد (یعنی چودھویں صدی، ہجری کے علماء وزعما) میں کیا ہے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۴۷۶-۴۷۸)

مبارک بزرگوں کی مبارک وفاتیں

اللہ اللہ! کس قدر پاک باز تھے وہ لوگ کہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے والد مکرم مولوی رحیم بخش نے بارگاہِ الٰہی میں زمین پر پیشانی رکھ کر حالتِ سجدہ میں اللہ کے حضور میں حاضری دی۔ جدِ امجد حافظ نظام الدین خادم رحمہ اللہ نے اللہ کے دربار میں جھکتے ہوئے رکوع کی حالت میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی، اور بیٹے اور پوتے (مولانا غلام رسول رحمہ اللہ) نے کلمہ طیبہ پڑھتے اور پڑھاتے ہوئے وفات پائی، اور ان کی یہ دعا قبول اور تمنا پوری ہوئی کہ ٹھیک ۶۳ سال میں یعنی نبی ﷺ کی عمر کو پہنچ کر اس دنیائے فانی سے کوچ کیا۔

اللہ نے ان کو ہمیشہ اپنے سایۂ عاطفت میں رکھا اور جو دعا انہوں نے کی اسے شرف قبولیت حاصل ہوا۔ ان کی آخری دعا بھی قبول ہوئی اور یہ تمنا برآئی کہ ٹھیک ۶۳ سال میں یعنی نبی ﷺ کی عمر کو پہنچ کر اس دنیائے فانی سے کوچ کیا۔

اللہ نے ان کو ہمیشہ اپنے سایۂ عاطفت میں رکھا اور جو دعا انہوں نے کی اسے شرف قبول حاصل ہوا۔ ان کی آخری دعا بھی قبول ہوئی اور یہ تمنا برآئی کہ ٹھیک ۶۳ سال عمر پا کر فوت ہوئے۔ قمری حساب سے ان کی تاریخ وفات ۱۵ محرم ۱۲۹۱ ہجری اور عیسوی حساب سے ۴ مارچ ۱۸۷۴ء تھی۔ اللہ ان کو اور ان کے آباؤ اجداد کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے اخلاف کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق سے نوازے۔ (اللھم اغفر لھم وارحمھم وعافھم واعف عنھم وادخلھم جنۃ الفردوس)۔
(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۴۸۱)

مولوی ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ

یہ شیخ احمد صاحب رحمہ اللہ کے اکلوتے فرزند تھے۔ ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے۔

انتہائی شریف النفس اور حلیم الطبع بزرگ تھے۔ بردباری ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ نہایت کریمانہ اخلاق کے مالک تھے۔ مشکل سے مشکل وقت میں بھی گھبراہٹ کا اظہار نہ کرتے۔ سحری کے وقت نماز تہجد ادا کرتے اور اپنے رب کے سامنے مناجات کرتے اور اپنے رب سے بار بار کہتے:

ولم اکن بدعائك رب شقیاً۔ (مریم:4)

سر پر جناح کیپ سجاتے، چلتے تو ''واقصد فی مشیک'' کا اعلیٰ نمونہ اور ''یمشون علی الارض ھونا'' کا مصداق تھے۔
(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۴۸۴ تا ۴۸۶)

Marfat.com

مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے دو صاحب زادے تھے، عبدالقادر اور عبدالعزیز، ان سطور میں پہلے مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا جائے گا اور مولانا عبدالعزیز کا ان کے بعد۔

مولانا عبدالقادر ۱۲۷۹ھ (۶۳، ۱۸۶۲ء) کو بمقام قلعہ اسلام پیدا ہوئے۔ طفولیت کی منزلیں طے کرنے کے بعد شعور کی منزل میں قدم رکھا ہی تھا کہ بارہ سال کی عمر (۱۲۹۱ھ) میں باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ لانا غلام رسول رحمہ اللہ نے ۱۲۸۸ھ میں حج بیت اللہ کیلئے روانہ ہونے سے پہلے اپنی اولاد کیلئے ایک وصیت نامہ لکھا:

''لہذا بہ فرزندی عبدالقادر کہ امروز نہ سالہ است و بعد تلاوت قرآن شریف و تحصیل صرف تا زرادی، بوستان و گلستان مے خواند... از فراغ علم دینیہ دست بیعت شیخ کامل مکمل دہند و دریں زمان مثل عبداللہ غزنوی در قیاس ما احدے نیست، صحبتش اکسیر است، و بحقیقت کامل مکمل پیر است۔ عبدالقادر ترجمہ قرآن از ایشاں شروع کنند''۔

ترجمہ: میرا فرزند عبدالقادر جو نو سال کا ہے، قرآن مجید پڑھنے کے بعد علم صرف زرادی تک اور گلستان، بوستان پڑھ رہا ہے۔ دینی تعلیم سے فراغت کے بعد کسی کامل بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرے۔ اس وقت میرے خیال میں (حضرت سیّد) عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے بہتر کوئی نہیں۔ ان کی صحبت اکسیر ثابت ہوگی۔ حقیقت میں وہ کامل اور مکمل پیر ہیں۔ عبدالقادر ان سے قرآن مجید کے ترجمے کا آغاز کرے۔

مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ کی عمر بارہ سال تھی کہ ان کے والد مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا ۱۲۹۱ھ میں انتقال ہو گیا۔ آٹھ سال بعد ۱۲۹۸ھ میں مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ بھی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اس وصیت پر عمل ہو سکا یا نہیں، اس کا کچھ پتا نہیں چلتا۔ غالب گمان یہی ہے کہ ہوا ہوگا۔ تاہم تعلیمی سلسلہ دیر تک جاری نہ رہ سکا ہوگا، کیوں کہ حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی رحمہ اللہ کے علمی فیض یافتگان کی فہرست پر نگاہ ڈالتے ہیں تو مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ کا نام نامی سرفہرست نظر آتا ہے۔

حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ وزیر آبادی کا بیان ہے کہ:

''مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد انہوں نے خواب دیکھا کہ مولانا کو سخت پیاس لگی ہے اور وہ دونوں ہاتھ پھیلائے ان سے پانی طلب کر رہے ہیں۔ میرے آگے ایک چشمہ نہر بہہ رہا ہے۔ میں نے اس سے لے کر ایک پیالہ پیش کیا۔ انہوں نے پانی پیا لیکن پیاس بجھی نہیں۔ میں اور دینا چاہتا تھا کہ جاگ اٹھا اور اس خواب کی تعبیر کے بارے میں بہت فکر مند ہوا، لیکن بعد میں تعبیر از خود ظاہر ہو گئی جب کہ مولانا رحمہ اللہ کے دونوں صاحب زادوں مولانا عبدالقادر اور مولانا عبدالعزیز نے مجھ سے علم حدیث کی تحصیل کی۔'' (استاد پنجاب، ص: ۹۰ بحوالہ تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۹۷ تا ۹۹)

قارئین! غور کریں، آخری وقت میں بیٹے کو بھی یہی وصیت کی جا رہی ہے کہ دینی تعلیم سے فراغت کے بعد کسی کامل بزرگ کے ہاتھ پہ بیعت کرے۔ آخر وہ کونسی دولت ہے جو دینی تعلیم حاصل کرنے

Marfat.com

کے بعد بھی حاصل نہیں ہو پاتی، جس کے حصول کیلئے بڑے بڑے علمائے کرام پیادہ پا جنگلوں اور صحراوں کو عبور کرنا اپنے لیے سعادت سمجھتے تھے؟ سب سے بڑی بات یہ کہ ان تمام صوفیائے عظام کے متعلق آپ جہاں بھی پڑھیں گے، ایک بات سب میں مشترک ملے گی کہ انکا خاتمہ ایمان کی حالت میں نہایت قابلِ رشک طریقے سے ہوا۔ اگر تصوف ذرہ برابر بھی غیر شرعی عمل ہوتا تو اسکو اپنانے والوں کی آخرت ایسی شاندار کیوں ہوئی؟۔

(6) مولانا محمد سلیمان روڑی والے رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز: شیخ الکل حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

صحبت وفیض یافتہ: حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

قارئین! حضرت مولانا اسحاق بھٹی صاحب رحمہ اللہ اپنی صوفیانہ طبع سے مجبور ہوکر ہر شخصیت کا تذکرہ کرنے کے دوران تصوف کا دفاع ضرور کیا کرتے تھے۔ کہیں نہایت نرم الفاظ اور احسن انداز میں، کہیں بالکل صاف الفاظ اور جلالی انداز میں وہ تصوف سے منہ موڑنے والوں کی ذہنی اصلاح کا فریضہ سر انجام دیتے رہے۔ زیرِ نظر مضمون ''مولانا صوفی محمد سلیمان صاحب رحمہ اللہ'' کے بارے لکھتے ہوئے بھی انہوں نے اس کے شروع میں یہی منظر پیش کیا۔ (از: مرتب)

لوگ صوفی نام سے کیوں چڑ جاتے ہیں۔۔۔؟

ریاست پٹیالہ کی سرحد کے قریب اس ضلع کا ایک قصبہ روڑی تھا۔ یہ قصبہ چاروں طرف ریت کے اونچے اونچے ٹیلوں میں گھرا ہوا تھا۔ ریلوے اسٹیشن جس کا نام ''لکڑ والی'' تھا وہاں سے بارہ کوس دور تھا۔ (اس نواح میں مسافت کی پیمائش کیلئے کوس کا لفظ بولا جاتا تھا، میل کو بہت کم لوگ جانتے ہوں گے) اس قصبے میں محمد سلیمان نام کے ایک بزرگ رہتے تھے، جن کی بزرگی اور نیکی کی بہت سی باتیں مشہور تھیں۔ ''مولانا'' کا لفظ اس دور میں زیادہ مستعمل نہ تھا۔ یہ بزرگ اگرچہ علم وفضل میں مولانا کی روایتی اصطلاح سے بہت آگے نکلے ہوئے تھے لیکن لوگ انہیں یا تو مولوی صاحب کہتے تھے یا صوفی صاحب یا بابا جی۔ اب تو زمانہ بدل گیا ہے ''صوفی'' کا لفظ سنتے ہی بعض لوگ بدک جاتے ہیں اور اس طرح غصے سے اچھل پڑتے ہیں جس طرح کسی جانور کی دم پر پاؤں رکھ دیا جائے تو وہ اچھل پڑتا ہے۔ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ''صوفی'' لوگ اچھے نہیں ہوتے۔ ''اچھے نہیں ہوتے'' تو میں نے بہت نرم لفظ بولا ہے ورنہ وہ تو بہت کچھ کہتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ اس زمانے میں بہت ہی نیک آدمی کو ''صوفی'' کہا جاتا تھا۔ اور مولانا سلیمان رحمہ اللہ بہت ہی نیک آدمی تھے۔

(قافلہ حدیث، ص: ۳۴-۳۵)

Marfat.com

بابا جی اللہ لوگ ہیں اللہ ان کی سنتا ہے

شتربان نے مہار پکڑی اور تیزی سے چلنے لگا۔ پوچھا: روڑی کس کے گھر جائیں گے؟۔ ہم نے کہا: حکیم عبداللہ رحمہ اللہ کے گھر۔ بولا: بڑے مولوی صاحب بابا جی تو دن رات مسجد ہی میں رہتے ہیں اور اللہ خیر کرے ہم نماز کی اذان کے وقت مسجد میں پہنچ جائینگے۔ بابا جی اللہ لوگ ہیں، ہر وقت اللہ اللہ کرتے رہتے ہیں اور اللہ ان کی سنتا ہے۔ (قافلہ حدیث ،ص: ۳۷۔۳۸)

مولانا سلیمان کا خاندانی تعارف

اب آیئے مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ کے آباواجداد اوران کے اسلاف کی طرف۔۔۔۔۔!

یہ خاندان کئی پشتوں سے اس علاقے میں مرجع خلائق تھا اور اس کے بزرگوں نے بدعات ورسوم کی مخالفت اور توحید وسنت کی اشاعت کو اپنے آپ پر فرض قرار دے لیا تھا۔ مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ کے دادا کا نام مولانا غلام حسن رحمہ اللہ تھا جن کا شمار اس علاقے کے ممتاز اہل علم میں ہوتا تھا۔ ان کے ایک بھائی حافظ قادر بخش تھے۔ ان دونوں نے حصار، کرنال، پٹیالہ، رہتک اور اس کے گردونواح کے علاقوں کو اپنی تبلیغی مساعی کا ہدف بنایا۔

حافظ قادر بخش رحمہ اللہ بصارت سے محروم تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے بصیرت کی بے پایاں نعمت سے انہیں نواز دیا تھا۔

مولانا غلام حسین رحمہ اللہ کے ایک بیٹے کا نام صوفی غوث الدین تھا اور ان سے چھوٹے کا حافظ جمال الدین......صوفی غوث الدین کا جوانی میں انتقال ہو گیا تھا۔ یہ مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ کے والد مکرم تھے۔ نہایت عابد وزاہد، متقی، شریف النفس اور سخاوت پیشہ، ایثار اور رحم دلی میں مشہور......! (قافلہ حدیث ،ص: ۳۹۔۴۰)

رابعہ صفت خاتون کا تقویٰ

صوفی غوث الدین کا ذکر گزشتہ سطور میں ہم نے پڑھا۔ ان کی بیوی کا ایک واقعہ حکیم عبدالوحید سلیمانی کی وساطت سے پیش کیا جاتا ہے۔ انہوں نے ایک دن ابھی مغرب کی نماز پڑھنا شروع کی تھی کہ سامنے سانپ نظر آیا۔ وہ گھر میں اکیلی تھیں۔ پہلے تو گھبرائیں، پھر یہ سوچ کر کہ فرض نماز پڑھ رہی ہیں، اس میں نہ گھبرانا چاہیے، نہ نماز توڑنی چاہیے، نماز میں مصروف رہیں۔

اس کے بعد سانپ ٹانگ پر چڑھ گیا۔ اب خوف کی ایک لہر دل میں اٹھی، لیکن پھر سوچا کہ نماز توڑ کر جان بچانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ سانپ ڈسے گا اور موت آجائے گی۔ آخر مرنا تو ہے ہی، کیوں نہ نماز کی حالت میں مرا جائے۔ اب سانپ قمیص کے نیچے سے ہوتا ہوا کندھے پر آ گیا۔ یہ انتہائی دہشت ناک وقت تھا لیکن وہ اللہ کی نیک بخت بندی بدستور نماز پڑھتی رہیں۔ نماز ہی کی حالت میں تھیں کہ سانپ اتر کر چلا گیا۔

اس کے کچھ دیر بعد گھر کے افراد آئے تو یہ واقعہ ان سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ مسئلہ بتایا کہ نماز کی حالت میں موذی جانور سامنے آئے تو مار دینا چاہیے۔

مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ جن کے بارے میں یہاں چند باتیں بیان کرنا مقصود ہے۔ اسی صالحہ خاتون کے فرزند تھے اور اسی

Marfat.com

کی آغوش میں انہوں نے تربیت کی منزلیں طے کی تھیں......

اب حکیم عبدالوحید ہی کی زبانی مولانا سلیمان رحمہ اللہ کی ایک بہن کا واقعہ سنیئے، یہ واقعہ بھی نہایت حیرت انگیز ہے۔ یہ اس بلند مرتبت خاتون کی بیٹی تھیں جن کا ذکر ابھی ہمارے مطالعے میں آیا ہے۔

وہ ایک بار گلی سے گزر رہی تھیں کہ کسی راہ گزر کا کندھا ان کے کندھے سے ٹکرا گیا۔ اسی وقت گھر آئیں اور کہا کہ کسی غیر محرم مرد کا کندھا میرے کندھے سے چھو گیا ہے۔ اب وہ جگہ آگ کی طرح جل رہی ہے، جی چاہتا ہے، اس کو استرے سے کاٹ دوں۔ گھر کے افراد نے اسے شدت احساس پر محمول کیا، لیکن جب انہوں نے اس جگہ کے کاٹ دینے پر بہت زیادہ اصرار کیا تو جسم کے اس حصے کو چھیل دیا گیا، اب انہیں چین آیا اور تکلیف رفع ہوئی۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۰-۴۱)

قارئین! وہ زمانہ کیسے سہانے لمحات اور کیسے بلند بخت افراد پر مبنی تھا جس میں چہار سو تصوف کی کرنیں پھیلی ہوئی تھیں۔ مرد تو مرد، عورتیں بھی صوفیاء کی جماعت میں شامل تھیں، اور اس بات کی گواہی آپ بھی دیں گے کہ تقویٰ اور حیاء جیسے اوصاف صرف علوم دینی سے نہیں بلکہ روحانی تربیت سے پیدا ہوتے ہیں ۔ میں شرعی علوم کی نفی نہیں کر رہا، بلکہ یہ سمجھانا چاہ رہا ہوں کہ موجودہ معاشرے میں جب سے تصوف کیلئے گھر کے دروازے بند کیے گئے ہیں، یہ حال ہو گیا ہے کہ عوام تو رہے ایک طرف ''خواص'' یعنی علماء کے گھر سے بھی شرعی پردے کا رواج ختم ہوتا جا رہا ہے اور ان علماء میں بھی سرفہرست وہ علماء ہیں جو'' کچھ زیادہ ہی'' تعلیم یافتہ ہیں۔ (از: مرتب)

ساعتِ چند بہ صحبت اولیاء

اب آیئے مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ کے بارے میں چند باتیں بیان کرتے ہیں۔ یہ حالات اگرچہ مختصر ہیں مگر نہایت دلچسپ ہیں اور ان کی حیثیت ''ساعتِ چند بہ صحبت اولیاء'' کی ہے۔ ہم یہاں انہی سے استفادہ کر رہے ہیں۔ مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ جو مستجاب الدعوات عالم دین تھے، ۱۸۵۵ء کے پس و پیش پیدا ہوئے۔ آٹھ سال کے تھے کہ والد گرامی صوفی غوث الدین وفات پا گئے۔ دینی علوم کی تحصیل حافظ قادر بخش، حافظ جمال الدین اور اپنے چچا زاد بھائی حکیم علاؤ الدین سے کی۔ حضرت میاں سیّد نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ اور حضرت امام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے بے حد قلبی تعلق رکھتے تھے۔ بقول حکیم عبدالوحید سلیمانی (لاہور) کے ''ان کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتے اور دینی علوم میں رہنمائی حاصل کرتے۔'' (قافلہ حدیث، ص: ۴۲-۴۳)

صوفی کی آسان سی پہچان

شیخ فضل اللہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے کہا فلاں شخص پانی پر چلتا ہے۔ فرمایا: بطخ اور سانپ بھی ایسے کر لیتے ہیں۔ پھر لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص ہوا میں اڑتا ہے۔ فرمایا: چیل اور مکھی بھی ہوا میں اڑتی ہے۔ پھر لوگوں نے کہا: فلاں شخص ایک لمحے میں ایک شہر سے دوسرے شہر چلا جاتا ہے۔ فرمایا: شیطان بھی ایک دم میں مشرق سے مغرب تک چلا جاتا ہے۔ ایسی باتوں کی زیادہ قدر نہیں ہے بلکہ صوفی تو وہ ہے جو لوگوں میں بیٹھے، لین دین کرے، عورت سے نکاح کرے، لوگوں میں ملا جلا رہے، پھر بھی ایک لمحے کیلئے اپنے رب جل شانہ سے غافل نہ ہو۔

Marfat.com

عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھنے کا فائدہ

مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی صاحب رحمہ اللہ (جدامجد مولانا محمد نعمان فاروقی حفظہ اللہ، ایڈیٹر ماہنامہ ضیائے حدیث، دارالسلام لاہور) اپنی مشہورِ زمانہ کتاب ''کراماتِ اہل حدیث'' میں مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''آپ مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی بن مولانا عبداللہ صاحب غزنوی رحمہما اللہ کے مریدین میں سے ہیں۔ روڑی ضلع حصار میں رہتے ہیں۔ ۸۰ سال کے قریب عمر ہے۔ نہایت رقیق القلب، پارسا، متقی، شب زندہ دار اور متبع سنت بزرگ ہیں۔ پاس بیٹھنے والوں پر اتنا اثر ہوتا ہے کہ خشیت الٰہی طاری ہو جاتی ہے۔ راقم الحروف (عبدالمجید سوہدروی) کو جب زیارت کا موقع ملی تو جماعت کے بزرگوں میں سے صرف آپ ہی پر نگاہ ٹھہری تھی۔ مسکین طبع، محبِ خدا اور عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقع ہوئے ہیں۔ اب آپ ضعیف ہو چکے ہیں اور ذکر الٰہی کے سوا کوئی تبلیغی کام نہیں کرتے۔ آپ کے صاحبزادے مولوی عبداللہ صاحب (منڈی جہانیاں) بھی صوفی منش بزرگ اور تبلیغی میدان میں آپکے بہترین جانشین ہیں۔ (بحوالہ کرامات اہل حدیث، صفحہ ۳۱)

مولانا داؤد غزنوی کی بغرض اصلاح حاضری

مولانا سیّد محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ اپنے آباؤ اجداد کی طرح علمائے عظام اور بزرگان دین سے بے پناہ تعلق رکھتے تھے اور گوناگوں مصروفیات کے باوجود اکابرین کی خدمت میں جاتے تھے۔ وہ کئی دفعہ اس دور دراز علاقے میں مولانا محمد سلیمان کی خدمت میں روڑی گئے۔

ایک مرتبہ مولانا غزنوی رحمہ اللہ روڑی گئے تو انہیں مسجد سے نکلتے وقت دائیں بائیں پاؤں کا خیال نہ رہا۔ مولانا سلیمان رحمہ اللہ نے اس طرف ان کی توجہ مبذول کرائی اور فرمایا کسی سنت کو بھی چھوٹا نہیں سمجھنا چاہیے، ہر سنت کو ہر آن پیش نگاہ رکھنا چاہیے۔ پھر فرمایا میری بات کا برا تو نہیں مانا؟ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے جواب دیا: میں تو سینکڑوں میل کا سفر کر کے آپ کی خدمت میں محض اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ اپنی اصلاح کر سکوں۔ اگر آپ توجہ نہ فرماتے تو میری اصلاح کیسے ہوتی۔ آپ کا توجہ دلانا ہماری دنیوی اور اخروی بہتری کیلئے ہے۔

میرا خیال ہے اتنا تکلیف دہ سفر اختیار کر کے اس قسم کے پاکیزہ خصال لوگوں کی محض اچھی باتیں سننے کیلئے بہت کم لوگ کہیں جاتے ہوں گے ''صحبت صالح ترا صالح کند''۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۳۔۴۴)

قارئین! مولانا اسحاق بھٹی صاحب رحمہ اللہ نے بجا فرمایا، پہلے لوگ دور دراز کا سفر کر کے صالحین کی خدمت میں جایا کرتے تھے، انکی صحبت میں کچھ عرصہ رہا کرتے تھے اور ان سے اپنی روحانی اصلاح کروایا کرتے تھے، اس کتاب میں آپکو ایسے لاتعداد نام ملیں گے جو مولانا داود غزنوی رحمہ اللہ کیطرح دور دراز کا سفر کر کے کسی اہل دل صوفی کے ہاں اپنی روحانی و باطنی اصلاح کروا لے گئے کیونکہ ضروریات زندگی کے دوسرے شعبہ جات کیطرح روحانی اصلاح بھی ایک ایسا شعبہ ہے جو انسان کسی سے سیکھنا پڑتا ہے۔ سینکڑوں مثالیں آپکے سامنے ہیں، کوئی بندہ بھی کتاب سے تیراکی کا طریقہ پڑھ کے خود نہیں تیر سکتا

Marfat.com

ایک عام آدمی میڈیکل کی چند کتابیں پڑھ کے اچھا ڈاکٹر نہیں بنتا، جب تک کسی پروفیشنل اور سینئر ڈاکٹر کے ساتھ رہتے ہوئے پریکٹس نہ کرے۔ نوجوان وکیل بھی تجربہ کار بوڑھے وکیلوں کیساتھ صرف اسی لیے چپکے ہوتے ہیں، اسی طرح کوئی سٹوڈنٹ صرف کتاب پڑھ کے جہاز کا مکینک (ایروناٹیکل انجینئر) نہیں بن سکتا جب تک کسی پرانے اور گھاگ استاد کیساتھ رہتے ہوئے انجن مرمت کرنا نہ سیکھ لے۔ ارے اللہ والو! آپکے ہاتھ میں چھوٹا سا موبائل فون ہوتا ہے، بھلا اسکی ریپئرنگ خود کیوں نہیں کرتے؟ اپنے جسم کا بخار سے لیکر شوگر، ہیپاٹائٹس تک علاج خود کیوں نہیں کرتے؟ تو کیا انسانی جسم کی سب سے قیمتی چیز دل، اسکے پیچھے سب سے اہم چیز روح، اور ان دونوں کے خلاف خطرناک ترین دشمن نفس کا علاج خود کرلیں گے؟؟؟ اللہ جزائے خیر عطا کرے، صوفیائے کرام کو، جنہوں نے اپنی زندگی اس نازک اور اہم ترین شعبے کیلئے وقف کی ہوئی ہوتی ہے۔ خیر کے طلب گار ہمیشہ خود چل کے ان کے پاس جاتے اور انکی روحانیت سے فیض پاتے رہے۔ آج بھی اسی ترتیب کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ ابلیس شیطان نے تو حضرت انسان کو جہنم میں دھکیلنے کی قسم کھائی ہوئی ہے اور انسانی نفس بھی اندر ہی اندر شیطان کا بھرپور مددگار ہے۔ شیطان تو بس انسانی دل میں نیکی نہ کرنے اور گناہ سے نہ بچنے کا خیال پیدا کرتا ہے، اس سے اگلا سٹیپ نفس کا ہوتا ہے جو انسان کو پکڑ کے برائی میں مبتلاء کر دیتا ہے۔ یہ بہت لمبا چوڑا موضوع ہے جس کی تفصیل ہر دور میں صوفیائے کرام بیان کرتے رہے اور لوگوں کو اس حدیث کے مصداق (میں تمہیں تمہاری کمر سے پکڑ پکڑ کے جہنم سے باہر کھینچتا ہوں) جہنم سے بچانے کی جان توڑ محنت کرتے رہے اور ان شاء اللہ قیامت تک کرتے رہیں گے۔ علماء کا شعبہ صرف دینی مسائل بیان کرنا، مگر جو عالم ہونے کیساتھ ساتھ صوفی بھی ہوتے ہیں انکا شعبہ دینی مسائل کے بیان اور ان پر مکمل یکسوئی کیساتھ خود بھی عمل کرنے اور دوسروں کو بھی عمل کروانے پر مشتمل ہوتا ہے۔ تصوف تو سرتا پا ترتیب نبوی ﷺ کا نام ہے۔ (از: مرتب)

مسلسل چالیس سال مسجد میں چلہ کشی

مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ نے اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ مسجد میں گزارا۔ مسجد سے ان کو بے پناہ لگاؤ تھا۔ حیات مستعار کے آخری چالیس سال تو مسجد میں ہی گزرے۔ نبی کریم ﷺ نے مسجد کے سائے میں رہنے والے کی بڑی تعریف فرمائی ہے۔

"المؤمن فی المسجد کالسمک فی الماء" پنجابی کے ایک شاعر نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

مومن بندہ مسجد دے وچ جیویں مچھلی وچ پانی یعنی مومن آدمی مسجد میں اس طرح خوش رہتا ہے جس طرح مچھلی پانی میں خوش رہتی ہے۔ انہوں نے مسجد کے اس حجرے میں، جس میں وہ خود رہتے تھے قرآن مجید اور قاعدے سپارے فروخت کے لیے رکھ لیے تھے۔

عاشق مرید کی تعویذ سے شفاء

سلسلہ طبابت پشتوں سے ان کے خاندان میں چلا آرہا تھا۔ ایک مرتبہ ایک شخص ان کی خدمت میں آیا۔ عرض کیا کافی عرصے سے بیمار ہوں، بہت علاج کرائے آرام نہیں آیا۔ انہوں نے کاغذ پر نسخہ لکھ دیا اور فرمایا: "اسے پانی میں جوش دے کر پیو" چند روز بعد اس سے ملاقات ہوئی تو پوچھا دوا استعمال کی تھی؟

Marfat.com

کہا: کون سی دوا؟ دوا تو آپ نے دی ہی نہیں۔ میں نے وہی تعویذ پانی میں جوش دے کر پیا جو آپ نے دیا تھا اسی سے آرام آ گیا۔ نسخے کو جو مولانا نے کاغذ پر لکھ کر دیا تھا اس نے تعویذ سمجھا اور اسی کو پانی میں جوش دے کر پیا، اللہ نے شفا دے دی۔

(قافلہ حدیث، ص: ۴۴)

نسبت اتحادی کی بدولت بدکردار شخص کی توبہ

مشرقی پنجاب میں ایک گاؤں ''مڈاہر کلاں'' تھا۔ ایک دفعہ وہاں گئے اور حسب معمول وعظ و نصیحت کی۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہاں ایک ملنگ رہتا ہے، جس کا نام عالم شیر ہے۔ اس نے اپنے ڈیرے میں ایک باغیچہ سا بنا رکھا ہے، جس میں اسی قماش کے لوگ آتے ہیں اور ہر وقت بھنگ، چرس اور افیون، گانجے کا دور چلتا ہے۔ گاؤں کے شریف لوگ اس سے نہایت پریشان ہیں، آپ دعا فرمائیں کہ اس مصیبت سے لوگوں کو نجات حاصل ہو۔

فرمایا: آؤ مجھے بتاؤ، وہ ملنگ کہاں ہے؟ میں اس سے بات کرتا ہوں۔ لوگوں نے عرض کیا: آپ اس کے پاس نہ جایئے۔ وہاں ہر وقت بد اطوار لوگوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے۔ وہ لوگ آپ سے نامناسب انداز میں بات کریں گے جسے ہم برداشت نہ کر سکیں گے اور معاملہ بگڑ جائے گا۔

فرمایا: گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ آؤ میرے ساتھ چلو، اللہ بھلی کرے گا۔ چنانچہ مولانا نے عصا پکڑا جو ہمیشہ ان کے ہاتھ میں رہتا تھا اور عالم شیر کے باغیچے میں پہنچ گئے۔ اس وقت بھنگ گھوٹی اور چھانی جا چکی تھی اور پیالوں میں ڈالی جا رہی تھی۔ بلند آواز سے کہا ''السلام علیکم''! عالم شیر اور اس کے ساتھی انھیں اچانک دیکھ کر گھبرا گئے۔ عالم شیر نے مصافحے کیلئے ہاتھ بڑھایا تو مولانا نے اسے گلے لگا لیا۔ وہ اس کی کمر پر ہاتھ پھیرتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے ''کون کہتا ہے عالم شیر غلط آدمی ہے۔ کون کہتا ہے عالم شیر بھنگی چرسی ہے، یہ تو مولوی عالم شیر ہے۔ عالم بھی ہے اور شیر بھی ہے۔''

مولانا کو زیادہ تر لوگ ''باباجی'' کہا کرتے تھے...... عالم شیر کا بیان کہ ''باباجی'' سے معانقہ کرنے اور یہ الفاظ ان کی زبان سے سننے کے بعد مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کوئی بڑی وزنی چیز میرے دل سے اتر کر زمین پر گر گئی ہے۔ میری ظاہری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور باطن کی آنکھیں کھلتی جا رہی تھیں۔ میں نے اسی لمحے گزشتہ گناہوں سے توبہ کر لی۔

باباجی نے فرمایا: ''مولوی عالم شیر! تمہارا باغیچہ مجھے بہشت کا نمونہ معلوم ہوتا ہے۔''

یہ الفاظ تین دفعہ کہے اور فرمایا: ''دیکھو تو سہی کیا یہ بہشت کا نمونہ نہیں''؟

عالم شیر کہتا ہے: میرے تعجب کی انتہا نہ رہی کہ وہ میرے باغیچے جیسا باغیچہ نہ تھا بلکہ سچ مچ بہشت کا ٹکڑا معلوم ہو رہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ منظر نظروں سے اوجھل ہو گیا......'' حکیم عبدالوحید سلیمانی یہ واقعہ سننے اور دیکھنے والوں کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ: ''اس کے بعد عالم شیر کی حالت بالکل بدل گئی۔'' ''نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں''

بلاشبہ مولانا محمد سلیمان کی نظر سے اس کی حالت بدل گئی اور وہ تاریخ صالحیت کا ایک زریں ورق ہو گیا۔

(قافلہ حدیث، ص: ۴۵-۴۶)

Marfat.com

بطور کرامت کپڑوں کا گیلا نہ ہونا

مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ ایک دفعہ نماز عشا پڑھنے کیلئے مسجد کو جارہے تھے، شدید بارش ہو چکی تھی، گلیاں جوہڑ بنی ہوئی تھیں۔ تین چار آدمی ان کے ساتھ تھے۔ اچانک ان کا پاؤں پھسلا اور ایک گڑھے میں گر گئے جو پانی سے بھرا ہوا تھا۔ ان کے بھانجے میاں محمد ابراہیم ساتھ تھے۔ سب پریشان ہو گئے اور سوچنے لگے کہ گڑھے سے انہیں کیسے نکالیں، مگر دیکھا کہ وہ ایک دم باہر نکل آئے ہیں۔ جسم پر کہیں خراش تک نہیں آئی تھی۔ کپڑے بھی بالکل خشک تھے۔ ہم نے نہایت تعجب سے اس منظر کو دیکھا، لیکن اس کی تہہ تک نہ پہنچ سکے، اور نہ مولانا سے پوچھ ہی سکے۔ (قافلہ حدیث، ص:۴۶)

توجہ ولی سے بند کام ہو جانا

ضلع فیروز پور، ضلع حصار اور ریاست بیکانیر کے سنگم میں ایک مشہور قصبہ ہے باز ید پور......! اس علاقے میں مسلمان بہت کم تعداد میں تھے۔ وہاں مسلمانوں نے ایک چھوٹی سی مسجد بنائی، لیکن اس سے ملحقہ زمین ایک نہایت متعصب ہندو کی تھی، جو اپنی زمین میں کسی مسلمان کو قدم بھی نہیں رکھنے دیتا تھا، جب کہ مسجد میں جانے کا راستہ اس پلاٹ سے گزرتا تھا۔ ایک دن مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ اس قصبے میں آئے تو مسلمانوں نے اپنی پریشانی سے آگاہ کیا۔ آپ نے انہیں اطمینان دلایا اور فرمایا گھبراؤ نہیں، اللہ بھلی کرے گا۔ خدا کی قدرت دیکھیے کہ ابھی وہیں کھڑے تھے کہ وہی ہندو آیا۔ آتے ہی باباجی کے پاؤں میں گر گیا اور ہاتھ جوڑ کر کہا آپ مجھے کوئی حکم دیں جس پر عمل کر کے میں آپ کو خوش کر سکوں۔ فرمایا: مجھے تم سے کوئی کام نہیں، لیکن یہ لوگ خدا کا نام لینا چاہتے ہیں ان کو تنگ نہ کرو اور زمین انہیں دے دو۔

فوراً کہا: آپ جتنی زمین پر نشان لگا دیں وہ مسجد کی رہی! مولانا نے مناسب جگہ لے کر مسجد کے حوالے کر دی۔ ہندو نے اس کے بعد مولانا سے درخواست کی کہ میری شادی ہوئے مدت بیت چکی ہے، اولاد کی نعمت سے محروم ہوں، میرے لیے دعا فرمائیں۔

مولانا نے بارگاہ ایزدی میں دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اسے اس دعا اور کار خیر کے طفیل صاحب اولاد کر دیا۔

مولانا کا احترام مسلمان تو کرتے ہی تھے، ہندو اور سکھ بھی ان کی بے حد تکریم بجالاتے تھے۔ جس راستے سے ان کا گزر ہوتا، **ہندو اور سکھ دور** ہی سے انہیں دیکھ کر تعظیماً ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے اور جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو جاتے اسی طرح کھڑے رہتے۔ یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ وہ **ان کے وضو کا پانی اکٹھا کر کے لے جاتے۔ اسے اپنے بیماروں کو پلاتے اور برکت حاصل کرنے کیلئے منہ پر ملتے۔**

قیام پاکستان کے وقت پورے قصبے کے ہندو اور سکھ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رو رو کر کہنے لگے کہ ہمیں چھوڑ کر نہ جائیں۔ آپ گئے تو برکت اُٹھ جائے گی اور ہم یتیم ہو جائیں گے۔ ہم آپ کی حفاظت کریں گے۔ باہر کے علاقے سے اگر کسی غنڈے نے حملہ کیا تو اس کا مقابلہ کریں گے اور آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچنے دیں گے۔

لیکن مولانا نہیں مانے۔ جب وہ اس علاقے کے مسلمانوں کی رفاقت میں گھر سے نکلے تو پورے قصبے کے ہندو اور سکھ کئی میل تک انہیں رخصت کرنے کیلئے ان کے ساتھ آئے اور پھر آہیں بھرتے واپس ہو گئے۔ (قافلہ حدیث، ص:۴۶-۴۷)

Marfat.com

قارئین! درج بالا واقعہ میں مولانا اسحاق بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دو مرتبہ ''برکت'' کا ذکر کیا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ اہلِ حدیث جو تصوف پہ عمل کی برکت سے خود سراپائے برکت تھے، اب اس لفظ سے اتنے ناآشنا ہو گئے کہ اسکی حقیقت ہی کو فراموش کر بیٹھے اور حنفیوں کے متعلق ''برکتی ٹولا'' جیسے القاب وضع کرنے لگ گئے۔ حالانکہ چاہئے تو یہ تھا کہ اہل حدیث بھی برکت کے متلاشی، برکت کے قدردان، اور برکتوں کے داعی و مبلغ ہوتے کیونکہ **تصوف کی طرح برکت بھی اہل حدیث ہی کے اسلاف کی کھوئی ہوئی میراث ہے**۔ برکت کی ابتداء حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی ہے۔ قرآن سارا برکت، مسنون اعمال میں برکت ہی برکت، کسی صالح انسان کے جوٹھے میں برکت، انکے لباس میں برکت، انکی استعمال شدہ اشیاء میں برکت، حتیٰ کہ انکے پاس بیٹھنے والوں کو بھی برکت میں سے کچھ حصہ مل جاتا ہے۔ اس کتاب میں آپکو جگہ جگہ ایسے واقعات اور ایسے بابرکت اشخاص ملیں گے جن سے اہل حدیث کے ہاں برکت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ (از: مرتب)

صرف اک دعا سے منظر بدل گیا

ان کا قافلہ بے شمار عورتوں، بچوں اور مردوں پر مشتمل تھا۔ رات ایک جگہ قیام ہوا تو وہاں کے سکھوں نے قافلے پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ نہتے مسلمان جن کے پاس سبزی کاٹنے والا چاقو بھی نہ تھا، ان کا کیا مقابلہ کرتے۔ مولانا سے درخواست کی کہ اس مصیبت سے بچنے کیلئے کچھ کیجئے۔ فرمایا اللہ کے سامنے جھک جاؤ اور اسی سے دعا مانگو۔ تم بھی دعا کرو میں بھی دعا کرتا ہوں۔ لوگوں نے دیکھا کہ حملہ آور بوکھلا کر الٹے پاؤں بھاگ رہے ہیں۔ ان سے کسی نے پوچھا تم نے تو مسلمانوں کو لوٹنے اور قتل کرنے کا لمبا چوڑا منصوبہ بنایا تھا، اب بھاگ کیوں رہے ہو؟

جواب دیا: کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا ہوا۔ جب قدم آگے کی طرف بڑھاتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے ہزاروں گئو ماتا (گائے ماتا) راستہ روکے کھڑی ہیں۔ واپس مڑتے ہیں تو کچھ نظر نہیں آتا۔ آخر تنگ آ کر اپنا ارادہ بدل لیا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۷۔۴۸)

اپنے مرید پر غیبی انکشافات

ایک بزرگ میاں اللہ دتہ مرحوم تھے۔ انہوں نے یہ واقعہ سنایا کہ ۱۹۴۷ء کے فسادات کے دوران ایک مقام پر مسلمانوں کا بے حد نقصان ہوا۔ کئی عالم فاضل شہید ہو گئے۔ میرے ایک بازو پر گولی لگی اور بازو ناکارہ ہو گیا۔ گرتے پڑتے پاکستان پہنچا اور مظفر گڑھ ہسپتال میں مرہم پٹی کراتا رہا، مگر زخم مندمل نہیں ہوا۔ ہڈی ٹوٹ گئی تھی، اس سے پیپ بہنے لگی، اور اس طرح چار مہینے گزر گئے۔

اسی دوران لاہور آئے تو شیخ قمرالدین مرحوم سے اپنے شیخ طریقت مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ کا پتا معلوم ہوا اور رات کی گاڑی میں سوار ہو کر علی الصبح جہانیاں پہنچ گئے۔ جمعے کا دن تھا۔ خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہیں پریشان دیکھ کر اور بندھی ہوئی پٹی دیکھ کر پوچھا یہ کیا؟ تفصیل بتائی تو فرمایا: پٹی کھول دو۔ اللہ کے حکم سے یہ زخم اب بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن بیٹا یاد رکھو تمہاری موت اسی زخم سے ہو گی

Marfat.com

اور اس وقت یہ پھر ہرا ہو جائے گا۔ اللہ تمہیں شہادت کی موت نصیب کرے گا۔ بس ان کی زبان مبارک سے یہ بات نکلنے کی دیر تھی کہ پھر نہ زخم، نہ درد، نہ پیپ۔ اسی روز باز ودرست ہو گیا۔ پندرہ سال بعد بغیر کسی ظاہری سبب کے وہ زخم پھر ہرا ہو گیا۔ ہر چند علاج کیلئے کہا گیا، لیکن اللہ دتہ نہیں مانے اور یہی کہتے رہے کہ اب میں بچوں گا نہیں...... چنانچہ چند روز بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔

اس طرح کے بہت سے واقعات سننے میں آئے ہیں۔ ان کا کہنا تھا، اللہ رب العزت جب چاہتا ہے اپنے کسی بندے پر کوئی حقیقت منکشف کر دیتا ہے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۸)

قارئین! حقیقت کے اسی طرح منکشف ہو جانے کو صوفیاء کے ہاں "کشف" کہا جاتا ہے جو بیشمار علمائے اسلاف کو حاصل تھا جن میں مولانا غلام رسول قلعوی، صوفی محمد عبداللہ، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مولانا عبداللہ غزنوی رحمہم اللہ جیسے صوفیائے اہل حدیث سرفہرست ہیں۔ (از: مرتب)

نوافل و ذکر واذکار کی پابندی

مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ نے پوری زندگی تہجد کی نماز قضا نہیں کی۔ نماز عشا کے بعد دیر تک ذکر اذکار میں مشغول رہتے۔ ہر نماز کے بعد لمبا وظیفہ پڑھتے۔ اشراق باقاعدگی سے ادا کرتے، نماز پڑھتے وقت ان پر رقت طاری ہو جاتی۔ آیات عذاب آتیں تو روتے روتے ہچکی بندھ جاتی اور بسا اوقات بے حال ہو جاتے۔ اسی عذر کی بنا پر نماز کی امامت سے گریز کرتے کہ کہیں دوسرے لوگ اتنی لمبی قرأت کو بار نہ سمجھنے لگیں۔ تبلیغ کے ڈھنگ سے خوب آگاہ تھے۔ موقع ومحل دیکھ کر دین کی دعوت دیتے اور اس انداز میں بات کرتے کہ دل کی گہرائیوں میں اترتی چلی جاتی۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۹)

نصیحت میں حکمت وبصیرت

ایک شخص نے کئی سال پہلے ذکر کیا کہ میں ایک دفعہ روڑی گیا اور جلدی جلدی نماز پڑھ کر مسجد سے باہر نکلنے لگا۔ میری عمر اس وقت اٹھارہ انیس سال کے لگ بھگ تھی۔ مولانا کی نظر مجھ پر پڑی تو مجھے بلا کر کہا ماشاء اللہ تم نوجوان ہو، ہاتھ پاؤں میں طاقت ہے، قوت ہے، پھرتی ہے، ہر کام جلدی جلدی کرتے ہو۔ ہم تو بوڑھے ہو گئے، قویٰ جواب دے گئے۔ مسجد میں گئے تو وہیں پڑے رہے، جلدی جلدی اٹھا نہیں جاتا، رکوع میں گئے تو جلدی اُٹھ نہیں سکتے...... اس شخص نے بتایا کہ ان کے اس انداز کلام سے میں بے حد متاثر ہوا، اور اس واقعے پر تیس سال سے زیادہ عرصہ بیت گیا ہے لیکن جب بھی نماز پڑھنے لگتا ہوں بابا جی کی بات یاد آ جاتی ہے اور خود بخود نماز میں خشوع پیدا ہو جاتا ہے۔

قارئین! یہ صوفی کا انداز تربیت ہے جو سخت سے سخت بات کرنے میں بھی نرم اور احسن الفاظ کا چناؤ کرتا ہے جبکہ وہ عالم دین جو صوفیاء کا تربیت یافتہ نہ ہو، بات کرتے ہوئے الفاظ کے انتخاب پر توجہ نہیں دے گا۔ بقول مولانا اسحاق بھٹی مرحوم، کہ ہمارے علماء یہ سوچتے ہیں کہ سچ تو کڑوا ہوتا ہے، کیوں نہ اسکی کڑواہٹ اگلے بندے کے گلے تک اتاری جائے۔ (از: مرتب)

Marfat.com

تعویذات پر کتاب

مولانا سید سلیمان روڑی والے رحمہ اللہ نے ایک کتاب تعویذات کے موضوع پر تصنیف کی ہے۔ (قافلہ حدیث، ص:۴۹-۵۰)

مرشد کی وفات کے متعلق خواب

یک روز علی الصبح آپ فرمانے لگے کہ لو بھائی آج ہمارے پیرومرشد مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی رحمہ اللہ بہشت میں پہنچ گئے ہیں۔ میں نے رات کو انہیں بہشت میں دیکھا ہے اور یہ مصرعہ پڑھتے ہوئے سنا ہے، جو میری زبان پر بھی جاری ہو گیا۔ پھر آپ وہ شعر بار بار پڑھنے لگے۔

لے او بیلی، اللہ بیلی، ساڈے ہوئے چلائے

''یعنی اے دوست! خدا حافظ ہم تو جا رہے ہیں'' سب حیران تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ چنانچہ بعد میں جو اطلاعات آئیں، ان سے معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی وقت اور اسی دن امام عبدالجبار صاحب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا تھا، جس دن مولوی صاحب نے علی الصبح ہم سے یہ کہا تھا۔ (بحوالہ: کرامات اہل حدیث)

مریضہ کی موت کا کشف

تحصیل سرسہ میں ایک بہت بڑے رئیس اور نواب تھے ان کی صاحبزادی بیمار ہو گئی، کئی علاج کئے مگر افاقہ نہ ہوا، انہوں نے چاہا کہ مولوی صاحب کو بلایا جائے، وہ دم کریں گے تو شفاء ہو جائے گی، چنانچہ آپ کی طرف آدمی بھیجا گیا۔ آپ جانے کے لئے تیار ہوئے، سواری منگائی گئی کہ اچانک آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: اب جانا فضول ہے، لڑکی کا تو انتقال ہو گیا ہے۔ چنانچہ آدمی واپس گیا تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی وقت جب مولوی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا تھا اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تھی۔
(بحوالہ: کرامات اہل حدیث)

آپ کا ایک اور کشف

مولوی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ایک دن میرے دل میں ایک بزرگ کے ملنے کا خیال پیدا ہوا اور جی چاہا کہ کچھ دن ان کے پاس جا کر ٹھہروں اور فیض حاصل کروں۔ ابھی یہ میرے جی ہی میں تھا اور میں نے کسی سے اس کا تذکرہ بھی نہیں کیا تھا کہ (اب جی) مولوی صاحب رحمہ اللہ سامنے سے آ گئے اور آتے ہی فرمایا کہ ذرا سوچ سمجھ کر جانا آج کل دوکاندار زیادہ ہیں، اللہ والے بہت کم ہیں۔ چنانچہ بعد میں معلوم ہوا کہ واقعی وہ دکان دار ہی تھا۔ (بحوالہ: کرامات اہل حدیث)

مقام فنافی الرسول کا عملی مشاہدہ

جہانیاں میں قیام پذیر تھے کہ طبیعت بے حد خراب ہو گئی۔ جب محسوس ہوا کہ اب آخری وقت آ پہنچا ہے تو اپنے اعزہ واقارب سے کہا کہ جمعے کے دن میرا خیال رکھنا، وہ رخصت کا دن ہے۔ جمعے کا دن آیا تو طبیعت بہت زیادہ بگڑ گئی، نبضیں جواب دے گئیں۔ غشی طاری ہو گئی اور سب لوگ زندگی سے مایوس ہو گئے۔ اچانک آنکھیں کھولیں اور فرمایا: حدیث میں جمعے کی فضیلت تو بہت بیان

Marfat.com

ہوئی ہے لیکن محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پیر کو ہوا تھا۔ اس کے بعد طبیعت سنبھل گئی۔ تین دن ٹھیک رہے اور پیر کے روز ۲۱ نومبر ۱۹۴۹ء کو اپنے مولا سے جاملے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۵۰-۵۱)

مسلک اہلحدیث کے اوّل نمائندے

یہ اہلحدیث کے ان اولین نمونوں کی نمائندگی کرتے تھے جن کے زہد ورع کے چرچوں سے دوسرے دائرے بھی متاثر ہوتے تھے۔ چنانچہ ضلع حصار اور اس کے اردگرد کے لوگوں میں ان کی کرامات اور قبولیت دعا کا بڑا شہرہ تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں مراتب علیا سے سرفراز فرمائے۔

''تمام مقامات کے جماعت اہلحدیث سے درخواست ہے کہ ان کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی جائے۔''

اس زمانے میں جمعیت اہلحدیث لاہور کارپوریشن کے صدر حافظ محمد اسماعیل ذبیح مرحوم (خطیب جامع مسجد اہلحدیث مغل پورہ) اور ناظم اعلیٰ حاجی محمد اسحاق حنیف مرحوم تھے۔ لاہور کارپوریشن کی مجلس عاملہ کا اجلاس ۱۶ دسمبر ۱۹۴۹ء کو بعد از نماز جمعہ حافظ محمد اسماعیل ذبیح کی زیر صدارت مسجد مبارک میں ہوا تھا۔ اس اجلاس میں مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی، مولانا محمد حسین ہزاروی، مولانا محمد سلیمان روڑی والے اور مولانا شبیر احمد عثمانی کی وفات پر تعزیتی قرارداد منظور کی گئی تھی۔

(قافلہ حدیث، ص: ۵۱-۵۲)

قارئین! انہی مولانا سلیمان صاحب رحمہ اللہ کے متعلق حضرت بھٹی صاحب رحمہ اللہ اپنی دوسری کتاب ''برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن'' میں لکھتے ہیں کہ

مولانا محمد سلیمان روڑوی کی بیعتِ اصلاح

مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ نے حضرت حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ سے فیض حاصل کیا تھا اور حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے بیعت تھے۔

مولانا محمد عبدہ الفلاح فرماتے ہیں کہ حکیم عبداللہ مرحوم نے ان سے بیان کیا کہ: ''تحصیل سرسہ میں سب سے پہلے میرے والد مولوی **محمد سلیمان اہل حدیث ہوئے تھے' جنہوں نے امام عبدالجبار رحمہ اللہ کی بیعت کی اور حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ سے مستفیض ہوئے۔''** مولانا محمد سلیمان کے جو حالات میسر آئے میں نے اپنی کتاب ''قافلۂ حدیث'' میں تحریر کردیئے ہیں وہ صالحیت وتدین اور علم وعمل کی وجہ سے علاقے میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ ان کے شب وروز کا زیادہ تر حصہ مسجد میں گزرتا تھا۔ کثیر تعداد میں لوگ ان کی خدمت میں حاضری دیتے اور حصول فیض کرتے تھے۔

مرید باکمال کا طریقہ وعظ

ان (مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ) کا انداز وعظ اور طریق تبلیغ عام واعظین ومبلغین سے مختلف تھا۔ وہ نرم الفاظ میں بات کرتے اور لوگوں کو ان کے ذہنی سانچے کے مطابق دینی مسائل سمجھانے کی کوشش فرماتے تھے۔ ان کا واسطہ زیادہ تر دیہات

Marfat.com

کے ان پڑھ یا نیم خواندہ لوگوں سے پڑتا تھا۔ چنانچہ وہ انہی کی بولی میں اور انہی کی استعداد فہم کے مطابق ان سے مخاطب ہوتے تھے۔ مشکل بات کر کے انہیں مشکلات میں نہیں ڈالتے تھے۔

وہ مستجاب الدعوات عالم دین تھے اور ان کی زبان میں بے حد اثر تھا۔ لوگ اپنی مشکلات ان سے بیان کرتے اور دعا کی درخواست لے کر آتے' وہ اللہ کے حضور ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے اور اللہ ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشتا۔

(برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ص 572)

قارئین! یہاں تک آپ نے مولانا اسحاق بھٹی صاحب رحمہ اللہ کا مضمون پڑھا۔ آیئے ایک اور سلفی مصنف قاضی محمد اسلم سیف رحمہ اللہ کی مولانا صوفی محمد سلیمان صاحب رحمہ اللہ کے متعلق لکھی ہوئی چند سطور ملاحظہ فرمائیں۔ انہوں نے بھی مولانا اسحاق بھٹی رحمہ اللہ کیطرح تصوف اور صوفیاء کو اپنی تصنیفات میں نہایت اہمیت کا مقام دیا ہوا ہے۔

صوفی محمد سلیمان کی بیعت اصلاح

مولانا حکیم عبداللہ رحمہ اللہ کے والد گرامی کا نام صوفی محمد سلیمان مرحوم تھا۔ صوفی محمد سلیمان رحمہ اللہ عابد، ذاکر شب زندہ دار، کم گو خداترس، خدارسیدہ اور **باکرامت ولی تھے۔ حضرت الامام مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے نہ صرف متاثر بلکہ ان سے بیعت تھے۔** قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ سے بھی ان کے مراسم بہت مضبوط تھے۔

(تحریک اہل حدیث ص۔ 457۔ از: قاضی محمد اسلم سیف مرحوم)

بحیثیت مرشد پہچانے جاتے

صوفی محمد سلیمان رحمہ اللہ ضلع حصار ریاست پٹیالہ، ریاست فرید کوٹ، ضلع فیروز پور کی تحصیل مکتسر اور تحصیل فاضلکا میں ایک روحانی پیشوا اور دینی مرشد کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے۔ بیشمار خلق خدا نے ان سے استفادہ کیا۔ تزکیہ نفس اور اصلاح باطن میں ان کی مجالس اور ہمنشینی اکسیر عظیم کی حیثیت رکھتی تھی۔ ہمارے علاقہ کے بہت سے اہل علم ان سے متاثر بلکہ ان کے معتقد تھے۔

اصلاح اور تزکیہ نفس کے لیے مریدین کی حاضری

حاجی محمد علی مرحوم جو قیام پاکستان کے بعد جھنگ میں فروکش ہو گئے تھے اپنی اصلاح اور تزکیہ نفس کے لیے کئی مرتبہ روہڑی ان (حکیم محمد عبداللہ روہڑی رحمہ اللہ) کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور کئی کئی روز وہاں قیام فرمایا۔

مستجاب الدعاء بزرگ سے بکثرت کرامات کا ظہور

صوفی محمد سلیمان رحمہ اللہ مستجاب الدعاء اور خدارسیدہ بزرگ تھے۔ دور دور سے لوگ ان سے دعا کرانے کے لیے آتے تھے اور اپنا مقصد حاصل کر کے جاتے۔ ان کی بہت سی کرامات بھی ان کے ملنے والے بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کی قیام پاکستان کے اعلان کے بعد جب مشرقی پنجاب میں سکھ سورموں نے ہندوؤں کی سازش سے مسلمانوں کا قتل عام شروع کیا تو روہڑی پر بھی سکھوں نے بڑی منصوبہ

Marfat.com

بندی سے حملہ کیا لیکن ناکام واپس آ گئے اور تین مرتبہ ایسے ہی ہوا۔ سکھ حملہ آوروں سے کسی نے دریافت کیا تم وہاں بڑے طمطراق سے جاتے ہو لیکن جلد ناکام بھاگ آتے ہو؟ تو سکھوں نے کہا جب ہم روہڑی پہنچتے ہیں تو روہڑی کے چاروں طرف گاؤ ماتا ذبح کی جا رہی ہوتی ہیں۔ ہم گاؤ ماتا کو ذبح ہوتے دیکھ کر ناکام واپس آ جاتے ہیں۔ راقم نے مولانا حکیم محمد عبداللہ رحمہ اللہ سے فیصل آباد میں مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف کے مکان پر یہ روایت ان کے سامنے پیش کی جس کی انہوں نے تصدیق فرمائی۔ (تحریک اہل حدیث ص 458)

قارئین! اب آپکے سامنے وہ تحریر پیش ہے جو مولانا محمد سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے محترم ڈاکٹر محمد سعید اختر صاحب، (ایم۔بی۔بی۔ایس دربار ہسپتال لاہور) نے لکھ کر ہمیں بھیجی (۔از: مرتب)

دادا جی کا بیعت اصلاح لینا

بیعت کرنا بھی درست ہے۔ دادا جی رحمہ اللہ بھی لوگوں کو بیعت کیا کرتے تھے۔ دادا جی رحمہ اللہ کا پورا نام محمد سلمان سلیمان رحمہ اللہ تھا اور اپنے نام کے ساتھ کمتر بھی لکھتے تھے۔

جنات میں شاگرد بننے کی دلی خواہش

ایسے بہت سے لوگوں کے بارے میں آپ نے سنا ہوگا کہ جنات انکے تابع ہیں، انکے پاس پڑھ رہے ہیں اور انکی خدمت کر رہے ہیں۔ ہمارے دادا جی رحمہ اللہ کو تو انسانی شکل میں بھی نظر آتے تھے اور ان کی خدمت کرتے رہتے تھے۔ ایک جن کا تو مجھے نام بھی معلوم تھا اب یاد نہیں رہا، وہ ساری عمر دادا جی رحمہ اللہ کی خدمت کرتا رہا۔

یہ واقعہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے

روڑی سے قریب ''بڑابڑا'' اسٹیشن تھا جہاں سے ہفتے میں دو تین بار ٹرین چلتی تھی۔ اس لیے اس جگہ رش بہت ہوتا تھا۔ ایک بار ایک شیخ فیملی دادا جی مرحوم سے ملنے کیلئے دہلی سے آئی۔ واپسی پر وہ تمام لوگ کہنے لگے کہ دعا کریں کہ ٹرین میں جگہ مل جائے اور سفر آسانی سے کٹ جائے کیونکہ سفر لمبا ہے۔ اس شیخ فیملی نے دہلی جانا تھا۔ وہ کہتے ہیں جب ہم اسٹیشن پہنچے تو بہت زیادہ رش تھا۔ گاڑی آئی تو لوگ اس کی چھت پر بھی بیٹھے ہوئے تھے، جب گاڑی رکی تو جو ڈبہ ہمارے سامنے آ کر ٹھہرا وہ بالکل خالی تھا' دروازے میں ایک فوجی کھڑا تھا اس نے ہماری طرف اشارہ کیا' ہم آگے بڑھے تو اس نے ہمارا سامان اٹھا کر ڈبہ کے اندر رکھا اور دوسری طرف منہ کر کے بیٹھ گیا' سفر لمبا تھا ہم راستے میں کچھ کھاتے پیتے تو اسے بھی دعوت دیتے لیکن وہ یہی کہتا جی بسم اللہ کریں۔ سارے سفر میں وہ دوسری طرف منہ کر کے بیٹھا رہا' منزل پر پہنچے تو اس نے ہمارا سارا سامان اتارا۔ بعد میں وہ تمام مسافران بتاتے ہیں کہ راستے میں کوئی بندہ ہمارے ڈبے میں کسی بھی اسٹیشن سے نہیں چڑھا۔ جب نیچے اترے تو کچھ لوگوں سے کہا کہ بھئی آپ ہمارے ڈبے میں آ جاتے۔ تو وہ لوگ کہتے تمہارے ڈبے میں تو اور ہی زیادہ رش تھا...... حالانکہ اس ڈبے میں ہمارے علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ فوجی ٹائپ آدمی دادا جی رحمہ اللہ کے ان مہمانوں کا سامان اتار کر سلام کر کے چلا گیا۔ بعد میں دادا جان نے انہیں خط لکھا کہ بتائیں سفر میں کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی؟ میں نے ایک بندہ آپ کی خدمت کیلئے بھیج دیا تھا۔

Marfat.com

چالیس سال حجرے میں گزار دینا

دادا جان نے چالیس سال اپنی بنائی ہوئی مسجد کے حجرے میں گزار دیئے۔ گھر میں تو کبھی کبھار چکر لگاتے تھے۔ اکثر اوقات ذکر' عبادت' نوافل میں مشغول رہتے۔'' دادا جی رحمہ اللہ کے بس یہی دو کام تھے، درس دیتے اور عبادت کرتے۔ دراصل وہ بہت روحانیت والے تھے، وہ بہت بڑے صوفی تھے۔ سکھوں اور ہندوؤں کی عورتیں دادا جان کے وضو کا بچا ہوا پانی لے جاتیں اور اپنے برتن صاف کر کے اس میں بطور برکت رکھ لیتیں اور مختلف بیماریوں میں اسے استعمال کرتیں۔ رشتوں کیلئے غیر مسلم اپنے بچوں کو لے کر آتے اور کہتے کہ جی یہ یہ رشتے ہیں جیسے آپ مناسب سمجھیں کر دیں۔ یہ مقام تھا دادا جی حضرت مولانا حکیم محمد سلیمان رحمہ اللہ کا۔ روڑی کا سارا علاقہ ہندوؤں کا تھا ہمارے اجداد میں سے مولانا غوث الدین رحمۃ اللہ علیہ تبلیغ کی غرض سے ہی اس علاقے میں آئے اور بہت سے غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ ہمارے آباؤ اجداد سارے صوفیائے کرام اور تمام ہی حکماء تھے۔

باکمال صوفی کی فکر اور چڑیوں کا احترام

میں تھوڑا بہت دادا جان کے پاس جا کر بیٹھتا بھی رہا ہوں۔ دادا جان کے پاس ایک صندوقچی ہوتی تھی اور اس میں برفی کے ٹکڑے ہوتے تھے اور اس میں سے نکال کر مجھے دیتے رہتے تھے۔ میری عمر اس وقت تقریباً پانچ سال تھی، مسجد کے اندر ایک درخت لگا ہوا تھا۔ درخت کے ساتھ دو کمرے تھے، ایک میں دادا جان ہوتے اور دوسرے میں مہمان وغیرہ وہاں جو صحن تھا اس میں نماز پڑھتے تھے۔ مسجد کے اندر درخت پر چڑیاں بیٹھتی تھیں، چہچہاتی تھیں، ایک دن دادا جی کہنے لگے ایک توان چڑیوں نے مت ماردی ہے۔ سکون سے کام نہیں کرنے دیتیں، توجہ نہیں رہتی۔ اتنا کہنا تھا کہ ساری چڑیاں چلی گئیں، دو دن گزر گئے کوئی بھی چڑیا نہ آئی۔ تیسرے دن دادا جان کہنے لگے چڑیوں سے تو رونق رہتی تھی، میں نے اس دن ایسے ہی کہہ دیا، ان کا یہ کہنا تھا کہ چڑیاں آکر بیٹھ گئیں۔ دادا جی رحمہ اللہ میں صوفی ازم اور روحانیت بہت ہی زیادہ تھی۔

شاگرد جنات کا قرآن پڑھنا

قیام پاکستان سے پہلے کی بات ہے میری پھوپھی جان جو کہ ہدایت اللہ کی والدہ ہیں' دادا جان کیلئے ناشتہ لے کر مسجد میں گئیں تو دادا جان کے کمرے کے دروازے کے روزن سے دیکھا کہ دادا جان کے سامنے تین آدمی بیٹھے قرآن پاک پڑھ رہے تھے۔ پھوپھی جان نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ تین رحلوں پر قرآن پاک رکھے ہوئے ہیں اور پڑھنے والے غائب ہو گئے ہیں۔ پھوپھی جان نے دادا جان سے پوچھا کہ ابھی یہاں تین بندے بیٹھے ہوئے تھے وہ کہاں گئے تو دادا جان نے فرمایا، ٹھیک ہے انہیں چھوڑو اور جب بھی اندر آؤ تو دروازہ کھٹکھٹا کر آیا کرو۔

ہجرت کے وقت آنکھوں دیکھی کرامت

جب ہم نے انڈیا سے 1947ء میں ہجرت کی تو مجھے تھوڑا تھوڑا یاد ہے کہ سکھ اس قافلے کو مارنے کیلئے آئے تو دادا جی نے کچھ آیات پڑھ کر ان پر پھونک ماردی تو وہ فوراً واپس چلے گئے۔ بعد میں ہمیں پتہ چلا، وہ حملہ آور بتاتے تھے کہ جب بھی ہم حملہ

Marfat.com

کرنے کیلئے آگے بڑھتے تو ہمیں کٹی ہوئی گائیں نظر آتی تھیں، جنہیں دیکھ کر ہم پیچھے ہٹ جاتے۔ جس راستے سے ہم آرہے تھے یہ راستہ نہر کے ساتھ ساتھ تھا۔ نہر میں ایک سیاہ رنگ کا سانپ مسلسل ہمارے ساتھ ساتھ تیرتا رہا۔

قبروں سے نور نکلنا

جہانیاں کے قبرستان میں جو گورکن ہیں انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ رات کو ہم ان دونوں بزرگوں (ابا جان اور دادا جان) کی قبروں سے بہت روشنی نکلتی دیکھتے رہتے ہیں، تو چوہدری طالب رندھاوا وغیرہ ان قبروں پر مزار بنانے لگے تو انہیں بتایا گیا یہ تو اہل حدیث حضرات ہیں آپ ان کی قبروں پر مزار نہیں بنا سکتے لہٰذا ان کو سختی سے منع کر دیا گیا۔ بہر حال یہ باتیں کرنا بہت آسان اور کام کرنا بہت مشکل ہے۔ اپنی ذات کی نفی بہت مشکل کام ہے۔ آج ہمیں بہت افسوس ہے کہ دادا جان جو کہ پورے صوفی اور درویش انسان تھے۔ والد صاحب میں سیاست بھی تھی روحانیت بھی اور حکمت بھی تھی، یہ روحانیت ہم بھائیوں میں پانچ فیصد بھی منتقل نہ ہوسکی۔ (از: ڈاکٹر محمد سعید اختر حفظہ اللہ)

(7) عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مولانا حکیم محمد عبد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ وجانشین: مولانا محمد سلیمان روہڑی رحمۃ اللہ علیہ

قارئین! آپ نے مولانا اسحاق بھٹی رحمہ اللہ کی قائم کردہ محفل ارمغان تصوف کے عظیم رکن مولانا محمد سلیمان صاحب روہڑوی رحمہ اللہ سے تصوف کی خوشبو حاصل کی، ان سے مرشد کا ادب واحترام سیکھا، ان سے ذکر وعبادت میں استغراق پیدا کرنے کے مفید مشورے حاصل کیے اور سب سے بڑی بات یہ کہ آپ ان صوفی عالم دین کے خاتمہ بالخیر کے گواہ بنے۔ آیئے اب ان کے فرزند دلبند کی خدمت میں بھی دوزانو بیٹھ کر اپنا دامن روحانیت سے بھرتے ہیں۔ (از: مرتب)

حکیم محمد عبد اللہ رحمہ اللہ روڑی والے کا لباس

میانہ قد، گداز جسم، سیاہ گھنی داڑھی، کتابی چہرہ، گندمی سا رنگ، سر پر عمامہ۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۴۴۵)

بچپن میں ولایت کے آثار

حکیم صاحب والدین کی محبتوں کا مرکز تھے اور یہ ان کے اکلوتے بیٹے تھے لیکن معاملہ یہ تھا کہ یہ بالکل بھولے بھالے اور بے شعور تھے۔ اسی بنا پر لوگ انہیں ''اللہ لوگ'' یا ''اللہ کا ولی'' کہا کرتے تھے۔ یہ صورت حال والدین کیلئے نہایت پریشانی کا باعث تھی۔ وہ اس کیلئے اللہ سے دعائیں کرتے رہتے تھے اور وہ یہی کر سکتے تھے۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۴۴۶)

سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ

میرے دادا حضرت مولانا حکیم محمد سلیمان روہڑی رحمۃ اللہ علیہ استاذ المحدثین، شیخ الکل حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے اور بعد میں ان کو انہی سے سلسلہ نقشبندیہ خلافت ملی۔

از: مولانا حکیم عبد الوحید سلیمانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ (صدر تحریک اسلامی صوبہ پنجاب)

Marfat.com

خواب میں بشارت

مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ نے بھی اپنے اس بچے کیلئے دعا کی اور بے حد عجز و عاجزی کے ساتھ کی۔ ظاہر ہے باپ اولاد کیلئے عاجزانہ انداز ہی میں دعا کرتا ہے۔ پھر ایام حج ہی میں باپ کو اس دعا کی قبولیت کا احساس بھی ہو گیا۔ وہ اس طرح کہ انہوں نے خواب میں بیٹے کے سر پر دو چمک دار تاج دیکھے۔ اس کی تعبیر ان کے ذہن میں یہ آئی کہ میرا یہ سیدھا سادھا بیٹا دین اور دنیا دونوں میں عزت پائے گا۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۴۴۶)

خیر المدارس کے بزرگ کا واقعہ

نو وارد بزرگ نے اس بچے کی طرف سے اشارہ کر کے حکیم الٰہی بخش سے پوچھا: یہ بچہ کون ہے؟

انہوں نے جواب دیا: اس کا نام تو عبداللہ ہے، لیکن اسے لوگ اللہ کا ولی کہتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ کم عمری میں ہی نماز کا پابند ہے، محنت سے اپنی نصابی کتابیں پڑھتا ہے، خاموش رہتا ہے اور سادگی پسند ہے۔

وہ بزرگ جنہوں نے ان کے بارے میں پوچھا تھا، وہ معروف عالم و مدرس تھے۔ ان کا نام مولانا ابوالخیر خیر الدین احمد تھا اور سرسہ کے مدرسہ خیر المدارس کے بانی اور مہتمم تھے۔ دوسرے دن حکیم الٰہی بخش نے اپنے گاؤں موضع سردول گڑھ میں مولانا ابوالخیر خیر الدین احمد رحمہ اللہ کی دعوت کی۔ اس دعوت میں وہ بچہ (عبداللہ) بھی شامل تھا اور دسترخوان پر موجود تھا۔ مولانا خیر الدین رحمہ اللہ نے اس سے کہا: تم دسترخوان پر آ بیٹھے ہو، کیا اللہ کے ولی بھی کھانا کھاتے ہیں؟

اس نے جواب دیا: ''اللہ تعالیٰ نے جن کے پیٹ لگایا ہے وہ سبھی کھانا کھاتے ہیں۔'' مولانا نے فرمایا: ''پیٹ تو ڈھول کا بھی ہوتا ہے۔'' بچے نے جواب دیا: ''ڈھول بھی اپنی خوراک کھاتا ہے اور اس کی خوراک ہے ڈنڈے۔''

مولانا خیر الدین اس بچے کی باتوں سے بہت خوش ہوئے اور حکیم الٰہی بخش سے فرمایا۔ یہ ہونہار اور ذہین بچہ ہے۔ اس کو تعلیم کیلئے میرے پاس بھیج دو۔ پھر انعام میں ایک ٹوپی عنایت کی۔

اس کے بعد ۲۷، جون ۱۹۱۳ء کو جمعۃ المبارک کے دن اس بچے (عبداللہ) کو مولانا ابوالخیر خیر الدین احمد کے پاس حصول علم کیلئے سرسہ کے مدرسہ خیر العلوم میں بھیج دیا گیا۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۴۴۷-۴۴۸)

نبض شناسی میں مہارت

جہاں حکیم (عبداللہ) صاحب مشہور معالج تھے وہاں وہ بہت بڑے نباض بھی تھے۔ نبض شناسی طب کا بہت بڑا فن ہے۔ اس فن میں دہلی کے حکیم عبدالوہاب انصاری المعروف حکیم نابینا صاحب کو بڑی شہرت حاصل تھی۔ اس باب میں حکیم عبداللہ نے حکیم عبدالوہاب نابینا رحمہ اللہ سے بہت کچھ حاصل کیا تھا۔ وہ بالعموم نبض پر ہاتھ رکھ کر بہت سی ایسی باتیں بتادیتے تھے جو بعض ڈاکٹر بہت سے ٹیسٹ کر کے بھی نہیں سمجھ پاتے۔

حکیم عبداللہ صاحب کے بیٹے حکیم عبدالوحید سلیمانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک سرکاری افسر حکیم

Marfat.com

صاحب کے پاس آیا اور کہا کہ میرے والد بیمار ہیں، میں انہیں آپ کو دکھانا چاہتا ہوں۔ حکیم صاحب نے مریض کی نبض دیکھی تو سوال کیا ''آپ کو شکار کا شوق ہے''؟ اس نے جواب دیا: ''ہاں! شوق ہے''۔ دوسرا سوال کیا: ''آپ نے کبھی شیر کا شکار کیا ہے؟''

مریض نے اس کا جواب بھی ''ہاں'' میں دیا۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ ''آپ اپنے گھر میں شیر کی کھال پر بیٹھتے ہیں؟''

جواب دیا: ''پندرہ بیس سال سے میرا معمول یہی ہے کہ گھر میں شیر کی کھال پر بیٹھتا ہوں''۔ فرمایا: ''شیر کی کھال پر بیٹھنا چھوڑ دیں بیماری رفع ہوجائے گی''۔

حکیم عبدالوحید سلیمانی نے حکیم صاحب رحمہ اللہ سے پوچھا: ''آپ کو نبض سے ان باتوں کا کیسے علم ہوا؟''

فرمایا: نبض کی ستائیس قسموں میں سے اس شخص کی نبض بالکل الگ تھی۔ میں نے کسی زمانے میں سنا تھا کہ وحشی جانوروں کی نبض کی رفتار کچھ اور قسم کی ہوتی ہے۔ اس سے خیال آیا کہ وحشی جانوروں پر سوار ہونے والوں کی نبض میں بھی اس کا اثر ہوتا ہوگا۔ لیکن چوں کہ شیر پر سوار رہنا کسی شخص کے بس میں نہیں، اس لیے یقیناً یہ شخص شیر کی کھال پر بیٹھتا ہوگا۔ اس طرح اللہ کے فضل سے صحیح نتیجے پر پہنچ گیا۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۴۵۳-۴۵۴)

یا علیم یا بصیر کے ذریعہ کشف

نبض کے سلسلے میں حکیم صاحب کے متعلق ایک اور عجیب وغریب واقعہ ملاحظہ ہو۔

قیام پاکستان سے قبل کچھ خانہ بدوش چمار لوگ ایک ایسے مریض کو حکیم صاحب کے پاس لے کر آئے، جس کا تمام جسم کوڑھ سے بھرا ہوا تھا۔ اس کی نبض دیکھنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ حکیم صاحب نے ان لوگوں کو اس کا قارورہ لانے کیلئے کہا۔ قارورہ دیکھا تو فرمایا اسے کوڑھ نہیں ہے، سانپ کے زہر کے اثرات ہیں۔ انہوں نے کہا اس کو سانپ نے کبھی نہیں کاٹا۔ حکیم صاحب نے مریض سے پوچھا تم نے کبھی مور کا گوشت کھایا ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ فرمایا مور کا گوشت کھانے کے بعد تمہاری یہ حالت ہوئی ہے۔ مریض نے کہا میرے سامنے ایک مرتبہ مور نے ایک سانپ نگلا اور وہ مر گیا، لیکن میں نے اس مور کا گوشت کھا لیا۔ پھر میری یہ حالت ہوگئی۔

حکیم صاحب نے اس مریض کو تریاق دیئے اور اللہ نے اسے صحت عطا فرمادی۔

لوگوں نے اس عجیب وغریب تشخیص کے بارے میں حکیم صاحب سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ قارورہ ٹیسٹ کرنے کے بہت سے طریقے ہیں۔ میں اس میں ایک قطرہ سرسوں کے تیل کا ڈالتا ہوں اور پھر اس کا مشاہدہ کرتا ہوں۔ بعض مریضوں کے پیشاب میں یہ قطرہ لمبائی کے رخ پھیلتا ہے، بعض کے چوڑائی کے رخ۔ بعض میں اسی طرح رہتا ہے اور بعض مریضوں کے پیشاب کو گدلا کر دیتا ہے۔ اس سے مرض کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ لیکن اس مریض کے پیشاب میں ایسی کوئی بات نہ تھی۔ میں نے تیل کے قطرے کو اچھی طرح دیکھا تو اس میں مور کی شبیہ نظر آئی جس نے منہ میں سانپ پکڑا ہوا تھا۔

حکیم صاحب ''یا علیم یا بصیر'' کا وظیفہ ہر روز صبح وشام سو سو مرتبہ پڑھا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں، مجھے یقین ہے کہ قارورہ میں مور کی جو شبیہ نظر آئی، وہ اس وظیفے کی برکت کا نتیجہ ہے۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۴۵۴-۴۵۵)

Marfat.com

علمائے اہلحدیث سے روابط

حکیم صاحب غریبوں کے معاون تھے۔غریب بیمار سے نہ صرف یہ کہ وہ دوا کا کوئی پیسہ نہیں لیتے تھے، بلکہ اس کی مالی مدد بھی کرتے تھے۔نرم دل اور عالی کردار تھے۔اہلحدیث کی بے حد تکریم کرتے تھے۔مہمان نواز تھے۔مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی رحمہ اللہ اور صوفی عبداللہ رحمہ اللہ (اوڈاں والا) مرحوم کی وساطت سے ہمیشہ جماعت مجاہدین کی مدد کرتے رہے۔مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ سے ان کے دوستانہ مراسم تھے اور دونوں ایک دوسرے کا انتہائی احترام کرتے تھے۔(ہفت اقلیم:ص۔۴۵۶)

حکیم عبدالوحید سلیمانی حفظہ اللہ تعالیٰ جو استاذ الحکماء مولانا عبداللہ رحمہ اللہ روڑی والے کے فرزند ارجمند، بہت مخلص اور دکھی انسانیت کا درد رکھنے والے ملک کے مستند ترین حکیم ہیں، اپنے والد صاحب کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ

بطور اصلاح اہل اللہ کی خدمت میں حاضری دینا

میرے والد صاحب بیعت کرتے تھے اور میری بیعت اصلاح بھی اپنے والد صاحب ہی کے ساتھ تھی۔والد صاحب مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے جو مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے والد تھے۔مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اباجان کے پاس روڑی (حصار) میں ملنے جایا کرتے تھے۔اس وقت ہمارے دادا جان مولانا سلیمان صاحب رحمہ اللہ بھی حیات تھے۔

اہل حدیث میں تعویذات کا استعمال

والد صاحب فرماتے تھے جو بندہ خود قرآن پاک نہ پڑھ سکتا ہوا سے تعویذات دینے چاہئیں کیونکہ وہ تو پڑھ نہیں سکتا۔اور جو خود پڑھ لکھ سکتا ہو، اسے کہیں کہ قرآن پاک سے تعلق رکھو۔تعویذات میں کوئی حرج نہیں ہے۔ہمارے دادا جان، پردادا جان اور پردادا کے والد رحمہم اللہ یہ تمام حضرات تعویذ دیا کرتے تھے۔ہمارے دادا جان کا تعلق غزنوی خاندان، لکھوی خاندان اور نواب صدیق الحسن خاں بھوپالی رحمہ اللہ کے خاندان کے ساتھ تھا۔نواب صدیق الحسن رحمہ اللہ جس دن روڑی میں آئے، اسی دن والد صاحب کی 27 جولائی 1904ء میں پیدائش ہوئی تھی۔

آٹھ سال کی عمر میں بیعت اصلاح

جب انکی عمر صرف 8 سال ہوئی تو وہ مولانا عبدالجبار سے چنیاں والی مسجد میں ملے۔

وہاں انہوں نے مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے 1912ء میں روحانیت یعنی بیعت لی۔

قارئین! اب مولانا حکیم عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے دوسرے بیٹے ڈاکٹر محمد سعید اختر صاحب حفظہ اللہ کے تاثرات سنیں۔

حضرت حکیم محمد عبداللہ مرحوم کا مختصر تعارف

حکیم محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ 1904ء میں پیدا ہوئے'25 سال کی عمر میں کنز المجربات لکھی اور دو دسمبر 1974ء کو وفات پائی۔انھیں اللہ لوک بھی کہا جاتا تھا 1923ء میں 19 سال کی عمر میں درس نظامی اور حکمت کے امتحان پاس کیے 34 سال کی عمر میں آل انڈیا ایورویدک طبی کانفرنس میں کتاب لکھنے پر میڈل ملا۔آپ کی چار بیویاں تھیں۔پہلی حاجرہ' دوسری

Marfat.com

امت العزیز، تیسری کبریٰ صدیقہ، چوتھی فاطمہ صغریٰ۔ میری والدہ سے خواب میں بتائے جانے کی وجہ سے شادی ہوئی۔ ان کا نام کبریٰ صدیقہ تھا۔ والد محترم کو خواب میں کہا گیا کہ یہ حضرت ابوبکر صدیق کی نسل سے ہیں ان سے شادی کریں۔

والد صاحب کا ذوق تصوف ودم

والد صاحب تعویذ اور دم کرتے تھے ایک دفعہ انہوں نے مجھے بھی فرمایا کہ یہ پڑھ کر فلاں مریض پر دم کردو تو میں نے وہ عمل پڑھ کر دم کردیا۔ **والد صاحب گمشدہ شخص مثلاً اگر کوئی شخص گھر سے غائب ہوجائے یا کسی کو کوئی اٹھا کر لے جائے تو اس کی واپسی کیلئے ایک تعویذ لکھ کر دیتے تھے**۔ وہ تعویذ میرے پاس بھی والد صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ اس کو کاغذ پر لکھ کر چمڑے میں سلائی کر کے کسی ایسے درخت کی ٹہنی سے لٹکایا جاتا ہے جہاں تیز ہوا چل رہی ہو تو وہ گمشدہ شخص یا اغواہ شدہ شخص کو کھینچ پڑے گی یعنی اس کا دل مجبور ہوجائے گا اور وہ واپس چلا آئے گا۔ والد صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ تعویذ ابھی تک میرے پاس موجود ہے۔ والد صاحب رحمہ اللہ کے پاس بہت لوگ علاج وغیرہ کے سلسلے میں آتے تھے تو آپ کسی کو تعویذ دیتے، کسی کو دم کرتے، کسی کو گائے کے گھی وغیرہ پر دم کر کے مالش کیلئے دیتے اور یہ گھی سوکڑے کیلئے یعنی جو بچے کمزور ہوتے ہیں، ان کیلئے دیتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی بچوں کے گلے میں تعویذ ڈالنے کا واقعہ ثابت ہے۔

جن دیکھنے کی خواہش کا پورا ہوجانا

1944ء کی بات ہے کہ لاہور سے ہمارے کچھ عزیز شیخ قمر الدین مرحوم کا سارا خاندان دادا جان کو ملنے روڑی گیا۔ شیخ حمید اللہ صاحب اور انکی اہلیہ بھی ساتھ تھیں جن کا نام سعیدہ تھا۔ ان لوگوں نے والد صاحب سے متعلق کچھ باتیں سن رکھی تھیں۔ وہ والد صاحب سے کہنے لگے کہ سنا ہے آپ کے پاس جنات آتے ہیں؟ تو والد صاحب ہنس دیئے۔ کہنے لگے تم نے جنات سے کیا کہنا ہے۔ انھوں نے دیکھنے کی فرمائش کی تو کہنے لگے تم ڈر جاؤ گی۔ کہنے لگیں نہیں ڈروں گی۔ رات کا وقت تھا، عشاء کے بعد یہ باتیں ختم ہوگئیں اور سب سو گئے۔ رات کو حمید اللہ صاحب کی اہلیہ نے دیکھا کہ ایک انگارا ادھر سے اُدھر کو اور اُدھر سے ادھر کو آتا ہے تو وہ ڈر گئیں۔ صبح ہوئی تو والد صاحب نے پوچھا بھئی جن دیکھا ہے؟ تو وہ ہنسنے لگیں۔

اعمال میں اخلاص کا سچا جذبہ

اباجی مرحوم نے پہلا حج 1936ء میں کیا اس زمانے میں انڈیا سے حج کے قافلے لے جانے والے چند گنے چنے معروف لوگ تھے۔ ابن سعود کی 1930 میں گورنمنٹ بنی اور 1936 میں والد صاحب حج پر گئے تو تقریباً دوسو افراد ابن سعود کی دعوت میں موجود تھے تو مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا ابن سعود نے چاروں طرف غور سے دیکھا اور پھر والد صاحب سے کہا کہ آپ نماز پڑھائیں۔ اباجی مرحوم نے اس محل میں تقریباً دوسو افراد کو نماز پڑھائی اگلے دن تقریباً تیس افراد دعوت میں تھے۔ ان میں سے بھی چار منتخب کیے ان میں بھی والد صاحب شامل تھے۔ مولانا اسماعیل غزنوی رحمہ اللہ کی ابن سعود سے رشتے داری بھی تھی، مولانا داؤد غزنوی کے چھوٹے بھائی تھے، ان کا بیٹا تھا ڈاکٹر خالد غزنوی۔ 1936 کے حج میں والد صاحب کے ساتھ تھا۔ وہ کہتا ہے کہ میں اس وقت سات آٹھ سال کا تھا تو تیسرے دن مولانا اسماعیل

Marfat.com

غزنوی رحمہ اللہ نے والد صاحب سے کہا کہ حکیم صاحب کل صرف آپ کی دعوت ہے اور میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ والد صاحب کہنے لگے کہ میرا تو کوئی خاص تعلق ابن سعود سے نہیں ہے آپ کی وساطت سے ہی ہوا ہے تو مولانا فرمانے لگے کہ ابن سعود نے آپ کو خلعت بھی دینی ہے اور شاہی حکیم مقرر کرنا ہے اور آپ کو جہاں بھی آپ چاہیں اور جتنی بھی چاہیں، زمین بھی دینی ہے۔ تو والد صاحب نے کہا کہ میں حج کرنے آیا ہوں، اس میں دنیاوی ملاوٹ نہیں کرنا چاہتا اور ابن سعود کی دعوت میں نہیں گئے۔ مولانا اسماعیل بہت ناراض ہوئے کہ لوگ تو ابن سعود کی ملاقات کو ترستے ہیں اور آپ کو وہ خود بلا رہے ہیں کہنے لگے نہیں میں نہیں جاؤں گا اور واقعی آپ نہیں گئے۔

مکاشفہ میں روزانہ زیارت النبی ﷺ ہونا

والد صاحب ایک دن گلی میں بیٹھے تھے، عصر کے بعد اکثر وہاں بیٹھ جاتے تھے۔ میں نے والد صاحب سے پوچھا کہ آپ نے دوسرا حج 1972ء میں کیا ہے اس کا کوئی خاص واقعہ سنائیں۔ کہنے لگے کہ میں مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھا اپنا وظیفہ پڑھ رہا تھا اچانک مجھے اونگھ آگئی کیا دیکھتا ہوں میری طرف ایک ہاتھ بڑھ رہا تھا شکل نظر نہیں آئی اور مجھے کہا گیا کہ عبداللہ مصافحہ کرو۔ والد صاحب کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ بتایا گیا کہ میں ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوں تو میں نے پوچھا کہ یہ ہاتھ کن کا ہے؟ تو بتایا گیا کہ یہ ہاتھ حضور اکرم ﷺ کا ہے۔ پھر فرمانے لگے کہ میں نے سوچا کہ اس کو عملی طور بھی دیکھ لوں تا کہ اس کی پرکھ ہو جائے تو میں اٹھا اور روضہ رسول ﷺ کی طرف گیا تو جونہی میں جالی کے قریب پہنچا تو کچھ لوگ ادھر ہو گئے اور کچھ ادھر ہو گئے اور مجھے راستہ دے دیا اور میں بالکل اکیلا ہی وہاں اللہ پاک سے دعائیں مانگتا رہا اور صلوٰۃ پڑھتا رہا۔ اس کے علاوہ کچھ اور علماء اور عاملوں نے بتایا کہ حکیم صاحب نے سختی سے منع کیا تھا کہ کسی کو بتانا نہیں خاص طور پر میری زندگی میں کہ **مجھے اللہ کے فضل سے روزانہ حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوتی ہے۔**

کیمیا گری کا شوق اور والد صاحب کا استخارہ

تمام بھائیوں میں سے صرف میں ہی والد صاحب سے سوال پوچھتا رہتا تھا۔ ایک دن میں نے کہا کہ ابا جی آپ نے مجھے اعمال، وظائف، ادویات، تشخیص سب کچھ بتا دیا ہے۔ آپ نے خالص سونا بھی بنایا تھا جو کہ زرگروں نے خالص قرار دیا ہوا ہے، مجھے اس کی ترکیب بھی بتائیں۔ تھوڑی دیر میری طرف دیکھتے رہے اور پھر فرمایا نہیں یہ ٹھیک نہیں۔ اسکا پیچھا چھوڑ دو۔

عشق میں ڈوبی ہوئی نعت

وفات والے دن اپنے ارد گرد بیٹھے لوگوں کو محبت رسول ﷺ میں ڈوبے ہوئے انداز سے اپنی ایک نعت سنانا شروع کی۔ اس وقت ان پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ جب اس شعر پر پہنچے۔

تم ہو ہمارے ہم ہیں تمہارے — جس کے تم ہوئے، وارے نیارے
کہہ دو زباں سے ہم تم، تم ہم — صلی اللہ علیہ وسلم، صلی اللہ علیہ وسلم

تو ایک لمحے کیلئے خاموش ہو گئے۔ پھر بڑے سکون کے ساتھ "انا للہ و انا الیہ راجعون" پڑھا اور اپنے خالق حقیقی کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ نہ کوئی بیماری، نہ تکلیف۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۴۵۹)

Marfat.com

نعت پڑھتے ہوئے سفر آخرت

یہ بات حکیم صاحب کے فرزند حکیم عبدالوحید سلیمانی نے بھی لکھی ہے اور خود خواجہ محمد طفیل مرحوم نے بھی مجھے بتائی تھی۔ انہوں نے بتایا تھا کہ نعت کا آخری شعر پڑھنے کے بعد جب ان کی جسمانی حالت بدلتی ہوئی معلوم ہوئی تو میں نے ان کو پکڑ کر جلدی سے گود میں لے لیا اور وہ اسی وقت وفات پا گئے۔ ''اناللہ وانا الیہ راجعون''۔ (ہفت اقلیم: ص۔۴۶۰)

قارئین! حضرت حکیم محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اولاد کی صالحیت وصلاحیت کیلئے ہمیشہ دعا کرتے رہنا چاہئے کیونکہ صوفی محمد سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعاوں نے بیٹے کا ساری زندگی تعاقب کیا جس کی بدولت انہیں دنیاوی بادشاہ (ابنِ سعود) کے ہاں بھی عزت ملی اور تاجدارِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بھی مقبولیت حاصل ہوئی۔ جہاں دعا کا اثر تھا وہیں انکے شب وروز کے وظائف کی برکات بھی تھیں کہ انہیں ہر طرح کے مرض کا علاج کرنے میں کامیابی نصیب ہوتی تھی۔ یہ بات بھی زیرِ غور ہے کہ روحانی علاج کے دوران جہاں مناسب لگا، وہاں تعویذ دینا بھی اسلافِ اہل حدیث کے معمول میں شامل تھا۔ اسکے علاوہ انہیں وظائف کیوجہ ہی سے کشف جیسی نعمت بھی حاصل ہوئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ انکے عشق کے تو کیا کہنے، جو ہر رات انہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے نوازا جاتا تھا۔ آخر کار انہی کی نعت پڑھتے پڑھتے عالمِ برزخ میں انکے پاس چلے گئے۔

میرے لب پہ نعتِ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو   میری موت میں بھی سرور ہو   (از: مرتب)

(8) مولانا کمال الدین ڈوگر فیروز پوری رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز: مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ

قارئین! آئیں اب اس مردقلندر کا ذکر چھیڑتے ہیں، جن کے تقویٰ وصالحیت کا اثر جب ضلع فیروز پور پہ پڑا تو وہاں توحید و رسالت اور خلوص وللّٰہیت یعنی کامل تصوف کا نور پھیل گیا، حتیٰ کہ انکی ولایت کا چرچا اتنا عام ہوا کہ دور دراز کے علاقوں میں بسنے والے طالبان خدا بھی اس شمع تصوف کے گرد پروانہ وار جمع ہو گئے۔ انکے متعلق مولانا اسحاق بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنے پہلے مرشد حضرت شاہ محمد شریف گھڑیالوی صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ نے فیروز پور میں مجھے مولانا کمال الدین ڈوگر رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ بیعت میں شامل کرادیا تھا۔ (بحوالہ: گزر گئی گزران ص 40)

مرشد گرامی کے سر پہ عمامہ

چھوٹا قد، لاغر اندام، کچھ سانولا سا رنگ، پتلی سی مہندی سے رنگین ڈاڑھی، شیریں گفتار اور کم گو۔ ہاتھ میں عصا، چلتے وقت کسی کے سہارے کے خواہاں، سادہ لباس کرتا، سفید تہبند اور سفید ململ کے عمامے پر مشتمل۔ یہ تھے 1939ء کے مولانا کمال الدین

Marfat.com

ڈوگر رحمۃ اللہ علیہ، جن کو میں نے پہلی مرتبہ اسی سال فیروز پور کی جامع مسجد اہل حدیث گنبداں والی میں دیکھا۔ اس وقت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ وہاں تدریس وخطابت کا فریضہ انجام دیتے تھے اور میں ان کے حلقہ درس میں شامل تھا۔ وہیں میں نے مولانا کمال الدین ڈوگر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کی نیکی اور تقوے کی اس علاقے میں بڑی شہرت تھی' مختلف مقامات سے آ کر لوگ ان کے حلقہ بیعت میں شامل ہوتے اور ان سے دعا کی درخواست کرتے۔

نورانی ماحول میں شب بیداری

اسی زمانے میں ایک مرتبہ میں ان کے گاؤں گیا' سردیوں کا موسم تھا' وہاں کثیر تعداد میں لوگ مسجد میں ان کے اردگرد جمع تھے اور وہ انہیں وعظ فرما رہے تھے۔ میں نے اسی مسجد میں رات گزاری' ساری رات مسجد میں سرسوں کے تیل کی مدھم روشنی میں لوگ قرآن پڑھتے اور ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے رہے۔ نفل پڑھنے کا سلسلہ بھی جاری رہا' **اس ماحول میں دعا مانگتے وقت ایسا محسوس ہوتا تھا کہ واقعی اللہ تعالیٰ دعا قبول فرما رہا ہے۔ ساری فضا پر نورانیت کی چادر تنی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔** اس چھوٹی عمر میں جی چاہتا تھا کہ مستقل طور پر یہیں سکونت اختیار کر لی جائے' لیکن میں ایک ہی رات وہاں رہا' دوسرے دن واپس فیروز پور آ گیا۔

اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد کی بیعت

یہ مولانا کمال الدین ڈوگر رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ کہاں کے رہنے والے تھے؟ اور انہوں نے کن حضرات سے تحصیل علم کی؟

سنئے! یہ ضلع فیروز پور کی تحصیل مکتسر کے ایک گاؤں چھینبیاں والی میں 1856ء میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام ''رانا'' تھا' جنہیں لوگ ''سردار رانا'' کہا کرتے تھے۔ اچھی خاصی زمین جائیداد کے مالک تھے' مولانا نے ابتدائی تعلیم موضع پنجے کے (ضلع فیروز پور) ایک عالم مولانا محمد دین رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ علمی اور تدریسی لحاظ سے اسی ضلع کے موضع لکھوکے کا بڑا شہرہ تھا۔ روحانیت اور صالحیت میں بھی لکھوکے کو بے حد اہمیت حاصل تھی۔ لوگ وہاں حصول تعلیم کیلئے بکثرت جاتے تھے' روحانی فیض حاصل کرنے کیلئے بھی دور دراز سے لوگ اس چھوٹے سے گاؤں کا رخ کرتے تھے۔ مولانا کمال الدین ڈوگر بھی لکھوکے پہنچے اور مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یاب ہوئے۔

جاگتی آنکھوں سے فرشتوں کی زیارت

مولانا کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ ابتدائے عمر ہی سے متوکل علی اللہ اور قناعت پیشہ تھے' ان کا زیادہ تر وقت تلاوت قرآن اور تدریس قرآن وحدیث میں گزرتا۔ نہایت عابد وزاہد اور مستجاب الدعوات تھے۔ ان کے ایک خالہ زاد بھائی احمد الدین تھے' وہ بھی مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ وارادت مند تھے۔ 1855ء میں ان کی ولادت اور 1940ء میں وفات ہوئی۔ ایک مرتبہ مولانا کمال الدین اور مولانا احمد الدین کا اس مسئلہ پر اختلاف ہو گیا کہ کراماً کاتبین یعنی وہ فرشتے جو دن رات انسانوں کے اچھے اور برے اعمال لکھتے ہیں وہ روزانہ صبح وشام بدلتے ہیں یا آٹھ دن کے بعد بدلتے ہیں۔ مولانا کمال الدین فرماتے تھے کہ آٹھ دن کے بعد ان کی ڈیوٹی بدلتی ہے اور مولانا احمد الدین کا موقف یہ تھا کہ روزانہ صبح وشام بدلتی ہے۔ عصر کی نماز پڑھ کر مولانا کمال الدین گھوڑے پر

Marfat.com

سوار ہوئے اور گھر کو روانہ ہو گئے' تھوڑی دور آگے گئے تو راستے میں اچانک آسمان کی طرف نظر اٹھی تو وہیں رک گئے اور دیر تک اوپر کو دیکھتے رہے۔اس وقت ایک شخص ان کے ساتھ تھا' اس نے آواز دی مولوی صاحب رک کیوں گئے ہیں' آگے چلیں۔ فرمایا: نہیں اب آگے نہیں' پیچھے چلیں۔ چنانچہ واپس مولانا احمد الدین کے پاس آئے اور فرمایا بھائی میں نے مشاہدہ کرلیا ہے' آپ کی بات صحیح ہے' میں نے خود دیکھا کہ دن کے فرشتے (کراماً کاتبین) اوپر جار ہے ہیں اور رات کے نیچے آرہے ہیں۔

بے زبان کیڑوں پر مولانا کا تصرف

موصوف صاحب کرامات بزرگ تھے' ان کا یہ واقعہ بڑا مشہور ہے کہ ایک مرتبہ کھڈیاں خاص (ضلع قصور) میں ایک تبلیغی جلسہ منعقد ہوا' جس میں مولانا کمال الدین ڈوگر رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف فرما تھے۔ جلسہ مسجد میں ہو رہا تھا اور خاصی تعداد میں لوگ شریک جلسہ تھے' مسجد میں بہت سے کیڑے تھے' جن سے لوگ پریشان تھے' اس کا ذکر مولانا سے کیا گیا تو فرمایا ایک کیڑا پکڑ کر مجھے دو۔ چنانچہ کیڑا پکڑ کر مولانا کو دیا گیا تو انہوں نے اسے ہتھیلی پر رکھا اور فرمایا: بھائی وعظ و نصیحت کی ضرورت تو انسانوں کو ہے' اسی لئے یہ لوگ یہاں جمع ہوئے ہیں اور قرآن و حدیث کے مسائل سن رہے ہیں' تمہیں تو اس کی ضرورت نہیں تم یہاں کیوں آئے ہو۔ پھر کچھ پڑھ کر اس پر پھونک ماری اور ایک شخص سے کہا جاؤ اسے گاؤں سے باہر چھوڑ آؤ۔ وہ شخص کیڑا لے کر باہر چلا گیا اور تمام کیڑے اسی وقت غائب ہو گئے۔ (چمنستان حدیث' ص:234۔235)

مولانا کا فکر آخرت

خوف خدا سے رونے کے سلسلے میں ایک معروف واقعہ ہے۔ چونکہ ان کا تعلق ڈوگر خاندان سے تھا اور اس خاندان کے افراد عمومی طور پر جرائم کی زندگی کو پسند کرتے ہیں۔ مولٰنا کمال الدین رحمہ اللہ ایک دن مسجد کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک شخص نماز پڑھنے مسجد میں آیا، وضو کرتے وقت اس نے ایک بھڑ کو دیکھا اور مار دیا۔ وضو سے فارغ ہو کر وہ نماز میں مصروف ہو گیا۔ مولانا رحمہ اللہ یہ سارا واقعہ دیکھ رہے تھے، دیکھ کر زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ نمازی اپنی نماز سے فارغ ہوا، مولٰنا رحمہ اللہ کو روتے دیکھا تو صورتحال کی نزاکت کو سمجھ گیا۔ مولٰنا رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ میں نے وضو کرتے وقت ایک موذی بھڑ کو ہی مارا ہے، کونسا جرم کیا ہے؟ جو آپ رحمہ اللہ نے اتنا محسوس کیا ہے۔ فرمانے لگے جسے تو نے مارا ہے اس نے تجھے کوئی ایذا تو نہیں دی تھی۔ تو نے اسے صرف موذی سمجھ کر ہی مار دیا ہے۔ میں اس لیے رو رہا ہوں کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھے صرف ڈوگر سمجھ کر ہی جہنم میں نہ پھینک دے، اس خوف سے میں رو رہا ہوں۔ (بحوالہ کتاب: تذکرۃ الابرار صفحہ 41۔ از: ڈاکٹر عبدالغفور راشد حفظہ اللہ)

قارئین! اسحاق بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد کے حالات سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہر وقت خشیت الٰہی اختیار کرنا صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی طبیعتِ ثانیہ بن چکی ہوتی ہے۔ اصل میں جب انسان تصوف میں داخل ہوتا ہے تو اس کے دل کی دنیا بدلنا شروع ہو جاتی ہے، حتیٰ کہ پھر دیوار پہ لکھی ہوئی عبارت بھی اسکی اصلاح اور قربِ الٰہی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ ساری ساری رات عبادت میں گزار دینا بھی

Marfat.com

صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم ہی کا شیوہ ہے اور یہ عبادت انہیں "فَادخُلِی فِی عِبَادِی۔ وَادخُلِی جَنَّتِی" کے مقام پہ فائز کر دیتی ہے اور جب وہ دل و جان سے اللہ ہی کے تابع ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ دوسری تمام مخلوقات کو انکے تابع کر دیتا ہے۔ کیڑوں کا مطیع ہو جانا، خونخوار درندوں کا رام ہو جانا، سمندروں اور ہواؤں کا مسخر ہو جانا اور جنات اور دوسری روحانی مخلوقات پہ تصرف مل جانا صوفیائے کرام کی زندگیوں میں عام سی باتیں ہیں، مگر یہ سب ان کی منزل مقصود نہیں۔ (از: مرتب)

(9) ولی کامل حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ وجانشین: حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

قارئین! حضرت مولانا اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ اپنے معاصرین صوفیائے کرام میں جس ہستی سے زیادہ متاثر تھے، وہ ہیں "مرکزی جمعیت اہلِ حدیث پاکستان کے سابق صدر، ولی کامل حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ" جن کی تقویٰ وخشیتِ الٰہی کا یہ مقام تھا کہ تہجد کے وقت ان کی ہچکیاں پورے مدرسے میں گونجتیں، جن کے رعب و دبدبے کا یہ عالم تھا کہ انکے مدرسے کا کوئی طالب علم یا باہر سے آیا ہوا کوئی شخص ننگے سر نماز نہیں پڑھ سکتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اسے فوراً یہ کہہ کر ڈانٹ دیتے اور پچھلی صفوں میں بھیج دیتے کہ "ننگے سر نماز پڑھنا بے ادبی ہے، ہم نے سنت کو مذاق بنا رکھا ہے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اتنا عشق تھا کہ زندگی کے آخری دنوں میں اپنے بیٹے سید محمد ابو بکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو فرمانے لگے کہ "لوگ سمجھتے ہیں شاید میں بیماری کی وجہ سے روتا ہوں، دراصل آج کل میرے اوپر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مکمل طور پہ چھا چکی ہے، میں تو انکی یاد میں روتا ہوں" یہ الفاظ بھی بمشکل ادا کیے اور رونے لگ پڑے۔ آئیں ہم بھی ان سے عشق وادب کا سبق پڑھ کے اپنا نصیب چمکاتے ہیں۔ (از: مرتب)

ابتدائی حالات

مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ جولائی ۱۸۹۵ء کے آخری ہفتے یا اگست ۱۸۹۵ء کے پہلے ہفتے میں بمقام امرتسر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی اور مولانا عبدالاول غزنوی رحمہما اللہ سے حاصل کی۔ اردو حساب وغیرہ کے لیے مولانا گل محمد رحمہ اللہ کے سامنے زانوئے شاگردی تہہ کیا۔ پھر عازم دہلی ہوئے اور وہاں مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری رحمہ اللہ اور بعض دیگر اساتذہ سے اکتساب علم کیا۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۱۱۱)

مختلف مناصب کی ذمہ داریاں

جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے۔ مولانا غزنوی مختلف اوقات میں مندرجہ ذیل جماعتوں کے عہدے دار رہے۔ "پنجاب

Marfat.com

خلافت کمیٹی کے ناظم اعلیٰ، مجلس احرار ہند کے ناظم اعلیٰ، جمعیت علمائے ہند کے نائب صدر، کانگریس کمیٹی پنجاب کے صدر، ۱۹۵۳ء کی خلاف مرزائیت تحریک کے سلسلے میں قائم کردہ مجلس عمل کے ناظم اعلیٰ اور مرکزی جمعیت اہلحدیث کے صدر۔

حضرت غزنوی رحمہ اللہ کے مرید:۔ ایک دن مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے مجھے فرمایا ''اسحق بھٹی! آزادی سے پہلے آپ کا تعلق پنجاب کے کس علاقے سے تھا؟ عرض کیا ''کوٹ کپورہ ریاست فرید کوٹ سے''

ارشاد ہوا ''کوٹ کپورے میں انجمن اصلاح المسلمین کے سالانہ جلسے ہوتے تھے اور وہاں ہمارے کچھ مرید بھی تھے۔ان جلسوں میں، میں اور میرے چچا زاد بھائی حافظ محمد زکریا غزنوی رحمہ اللہ شرکت کرتے رہے ہیں۔(نقوش عظمت رفتہ ص ۱۸)

صوفیانہ عادات میں آئیڈیل شخصیت

قاعدے وضابطے میں بندھے ہوئے تکلفات سے پاک، تصنع سے دور، دوستوں کے ہمدرد، ساتھیوں کے خیر خواہ، چھوٹوں پر دست شفقت رکھنے والے، علماء کے قدردان، بزرگان دین سے محبت اور تعلق خاطر میں بے مثل،......وظائف واوراد کے خوگر، آزادی وطن کے قائد، رفتار سیاست کے نباض اور اس کے نشیب وفراز پر نگاہ عمیق والے۔عالمانہ وقار، صوفیانہ عادات، بزرگانہ اطوار۔۔مجھے بہت سے ارباب علم اور اصحاب کمال سے ملنے، ان سے باتیں کرنے اور تھوڑا یا زیادہ وقت ان کی صحبت ورفاقت میں رہنے کے مواقع میسر آئے ہیں۔لیکن میرا تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ متعدد معاملات میں بہت سے علماء وزعماء سے فائق تر تھے اور اپنی منفرد حیثیت رکھتے تھے۔وہ باجماعت نماز پڑھتے تھے، مگر خود امامت کرانے سے گریز کرتے تھے، نماز میں انتہائی خشوع وخضوع کی کیفیت ان پر طاری ہو جاتی تھی۔ **ہر نماز کے بعد وظائف پڑھتے اور ہاتھ اٹھا کر لمبی دعا مانگتے تھے**۔نماز فجر، نماز مغرب اور نماز عشاء کے بعد بالخصوص وظائف کا سلسلہ بہت طویل ہوتا تھا۔(نقوش عظمت رفتہ ص ۲۲)

ننگے سر نماز اور ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگنا

ننگے سر نماز پڑھنا اور نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگنا ان کے نزدیک نہایت ناپسندیدہ فعل تھا۔رات کو اگرچہ کتنی ہی دیر سے سوتے، مگر نماز تہجد بالالتزام پڑھتے۔وہ تخت اب بھی ان کے گھر میں موجود ہے، جس پر وہ تہجد ادا کرتے اور وظیفے پڑھتے تھے۔لیکن اب وہ تخت نشین کہیں نظر نہیں آتا۔تہجد کے بعد اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعا کرتے تھے۔فجر کی نماز کے لیے نیچے ہال میں تشریف لاتے وقت سیڑھیوں پر ان کے جوتوں کی کھٹکھاہٹ کی آواز آتی اور جب اترتے ہوئے طلباء کو آواز دیتے ''لڑکو! اٹھ جاؤ'' تو سب طلباء آواز سنتے ہی چار پائیوں سے جلدی سے اٹھ جاتے۔(نقوش عظمت رفتہ ص ۲۳)

خانوادۂ تصوف کے چشم وچراغ

اہل علم کی بہت قدر کرتے تھے اور تمام مکاتب فقہ کے علماء کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔وہ خانوادۂ تصوف کے چشم و چراغ تھے، اس لیے بنیادی طور پر صحیح معنوں میں صوفی تھے۔حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند اور حضرت مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے پوتے تھے۔عالی قدر باپ اور بلند مرتبت دادے کا زہد وتقویٰ اور

Marfat.com

فضل وکمال ان کی ذات میں سمٹ آیا تھا اور اس اعتبار سے وہ ان کے صحیح جانشین تھے۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۲۳)

مشائخ تصوف سے تعلقات

ان کے معاصرین میں جو علمائے عظام طریقت وسلوک سے رسم وراہ رکھتے تھے ان سے ان کو بالخصوص تعلق خاطر تھا۔ مثلاً مولانا عبدالقادر رائے پوری، مولانا مفتی محمد حسن امرتسری، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا محمد علی لکھوی، صوفی عبداللہ (ماموں کانجن) حضرت حافظ محمد گوندلوی، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا عبداللہ لائل پوری، میاں محمد باقر (جھوک دادو ضلع فیصل آباد) اور سید مولا بخش کوموی سے گہرے مراسم تھے۔ اب یہ تمام حضرات اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں، رحمۃ اللہ علیہم۔ ان بزرگوں سے وہ خاص طور پر وظائف واوراد سے متعلق گفتگو کرتے تھے۔ بارہا مجھے ان کی اس قسم کی مجلسوں میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہوئی اور میں اپنی تمام عملی کمزوریوں کے باوصف ان کی گفتگو سے متاثر ہوا، بلکہ بعض اوقات دل کے تاثر کی آنکھوں نے گواہی دی اور اس کو چھپانے کے لیے رومال سے مدد لینا پڑی۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۲۳)

قارئین! اسلاف اہل حدیث تو سب سے محبت کرنیوالے اور مسلکی رواداری کے داعی تھے۔ ایسے لگتا ہے کہ جب سے اہل حدیث نے تصوف سے کنارہ کشی اختیار کی ہے، اس وقت سے دل بھی سخت ہو گئے ہیں، ورنہ مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ بھی تو اہل حدیث تھے بلکہ اہلِ حدیث جماعت کے صدر تھے، اس کے باوجود آئندہ اوراق میں انکی انکساری ملاحظہ کریں کہ وہ دوسرے مسالک کے صوفیاء کو ملنے کیلئے بھی خود تشریف لے جایا کرتے تھے (از: مرتب)

تصوف غلط ہے یا ہم؟؟

نہایت افسوس ہے کہ اب دعا و وظائف اور تصوف کی روایت جماعت اہلحدیث میں ختم ہوگئی ہے۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ بعض برخود غلط لوگ اسے بدعت قرار دیتے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بات یہ ہے کہ ہمارے پرانے عالموں اور بزرگوں کی حالت ایسی تھی کہ انہیں ہر وقت اللہ کی ضرورت رہتی تھی، وہ اسی کے محتاج تھے، ہر شے اسی سے مانگتے اور ہر وقت مانگتے تھے، نماز کے بعد بھی اور دیگر اوقات میں بھی۔ ہاتھ اٹھا کر بھی اور بغیر ہاتھ اٹھائے بھی۔ وہ غریب تھے، نادار تھے اور اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑاتے تھے۔ دور حاضر کے عالموں کے پاس سب کچھ موجود ہے۔ زمینیں بھی، کاروبار بھی، کوٹھیاں بھی، موٹریں بھی اور بڑی بڑی ملازمتیں بھی۔ ان کے بیٹے سمندر پار کی یونیورسٹیوں میں پڑھتے بھی ہیں اور کماتے بھی ہیں۔ رہی سہی کسر جہادوں نے پوری کردی ہے۔ اب یہ کروڑوں میں کھیلتے اور اربوں کے خواب دیکھتے ہیں۔ انہیں کیا ضرورت ہے اللہ سے ہاتھ اٹھا کر مانگنے اور اس کے احسان مند ہونے کی۔ یہی وجہ ہے کہ ادھر سلام پھیرا اور ادھر یہ کوتل گھوڑے کی طرح اچھل کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

نماز میں خارش کی بیماری

ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا تو رہا ایک طرف، گوناگوں مصروفیتوں کی بناء پر ان بیچاروں کے لیے نماز پڑھنا بھی مشکل ہے۔ یہ تو ان

Marfat.com

کی بہت بڑی قربانی ہے کہ کسی نہ کسی طرح اپنی بے پناہ مصروفیات سے تھوڑا سا وقت نکال کر دو چار رکعت نماز پڑھ لیتے ہیں۔ اور نماز ہی میں ان کو کھرکنے اور جسم کے مختلف حصوں پر ہاتھ پھیرنے کو وقت ملتا ہے اور یاد آتا ہے کہ ''کھرک فی الصلوۃ'' بھی ایک مسئلہ ہے، جس پر عمل ہونا چاہئے۔

پھر یہ بات بھی ان کے نزدیک متحقق ہو گئی ہے کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی روایات کے راوی ضعیف ہیں۔ اس تحقیق کے بارے میں اس فقیر پر تقصیر کی مؤدبانہ گزارش ہے کہ کیا وہ راوی ہم سے بھی ضعیف ہیں جو بات بات میں غلط بیانی کرتے، قدم قدم پر جھوٹ بولتے اور ہر معاملے میں دوسرے کو دھوکا دیتے ہیں۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۲۴۔۲۳)

بزرگانِ دین کے مجرب وظائف

یہاں یہ یاد رہے کہ وظائف وادعیہ تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو قرآن مجید میں مذکور ہیں، دوسرے وہ جن کا کتب حدیث میں ذکر فرمایا گیا ہے اور تیسرے وہ جو بزرگان دین سے منقول ہیں اور بعض امور ومعاملات میں مجرب ہیں۔ ہمارے بزرگ علماء ان تینوں پر عامل رہے ہیں اور اب بھی اللہ کے نیک بندے، جن کو اللہ نے توفیق دی ہے، ان پر عامل ہیں۔ وظیفے کے عمل اور لفظ سے بعض دوست آخر گھبراتے کیوں ہیں؟ اگر ان کے بچوں کو سکول سے وظیفہ ملے تو بڑے خوش ہوتے ہیں اور گھر گھر بتاتے پھرتے ہیں کہ ان کے بچے ماشاء اللہ اتنے ہوشیار ہیں کہ وظیفہ لے رہے ہیں۔ لیکن اگر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان فرمودہ وظیفہ پڑھنے کو کہا جائے تو غلط ہو جائے۔ یہ عجیب منطق ہے کہ حکومت سے وظیفہ حاصل کرنا بالکل صحیح اور اللہ کے نام کا وظیفہ پڑھنا قطعی بدعت......!

سچی بات یہ ہے کہ اگر کوئی وظیفہ دل لگا کر اور متوجہ الی اللہ ہو کر پڑھا جائے تو بے عمل سے بے عمل کو بھی ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے قلب پر سکون واطمینان کی بارش ہو رہی ہے۔ اور کیفیت عالم بالکل بدل گئی ہے۔

ہوا مسیح نفس گشت و بادنافہ کشا	درخت سبز شد و مرغ در خروش آمد
تنور لالہ چناں برفروخت باد بہار	کہ غنچہ غرق عرق گشت وگل بہ خوش آمد

(نقوش عظمت رفتہ ص ۲۴۔۲۵)

تصوف پر مبنی کتاب کا ہدیہ

میرے جیسا بے عمل شخص بھی اگر مولانا رحمہ اللہ کے سامنے تصوف کی کوئی بات کرتا تو خوش ہو جاتے۔ ایک مرتبہ معلوم نہیں، کس ترنگ میں اس موضوع کا کوئی کلمہ بے خبری میں میرے منہ سے نکل گیا۔ سن کر انتہائی مسرت کا اظہار کیا اور فرمایا، مولوی اسحٰق! آپ تو صوفی ہو گئے ہیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب ''التکشف'' جو تصوف سے متعلق ہے، ازراہ کرم میرا نام لکھ کر مجھے عنایت فرمائی اور اس کے مطالعے کی تاکید کی۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۲۵)

سفید پوشی کا بھرم رکھنا

ایک دن میں نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ نے امرتسر کے درسہ غزنویہ کا کلیم تو داخل کرایا اور اس کے بدلے میں بلڈنگ

Marfat.com

میں مل گئی اور مدرسہ جاری ہو گیا' لیکن آپ نے اپنے امرتسر کے سکونتی مکان کا کلیم کیوں نہیں داخل کرایا؟ فرمایا میرے پاس امرتسر میں کوئی سکونتی مکان نہ تھا۔ جو مکان مجھے والد صاحب کے ترکے سے ملا تھا' وہ میں نے اپنے چھوٹے بھائی کو فروخت کر دیا تھا' اس لئے کلیم داخل کرانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ پھر فرمایا: آپ میری ظاہری حالت کو دیکھتے ہیں' میری غربت کا آپ کو علم نہیں۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب

قیام پاکستان کے بعد مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کچھ عرصہ اپنے مدرسے میں طلباء کو پڑھاتے بھی رہے۔ وہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف ''موطا'' سے بہت متاثر تھے۔ انہوں نے اس کی تدریس شروع کی' اس وقت بائیس طلباء موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پڑھتے تھے۔ جس طرح خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حدیث کی یہ کتاب پڑھاتے وقت بہترین لباس پہنتے اور نہایت اہتمام سے اس کا درس دیتے تھے' مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی حیثیت کے مطابق اس کی تدریس کے موقع پر بہترین لباس زیب تن فرماتے اور ایک گھنٹے کے اس درس میں کسی آنے والے سے کوئی بات نہ کرتے اور کامل دلجمعی سے درس دیتے۔ بعض طلباء ان کی تقریر کے نوٹس بھی لیتے' وہ جلال اور جمال کا حسین ترین نمونہ تھے۔ جس طرح وہ خوبصورت تھے' اسی طرح ان کا اندازِ کلام بھی خوبصورتی کے قالب میں ڈھلا ہوا تھا۔ (محفل دانش منداں' ص:311 تا315)

مریدین کی خبر گیری

مئی ۱۹۴۹ء کے ابتدائی دنوں کی بات ہے ایک روز مجھ سے کہا: ''مولوی اسحاق! آپ میرے ساتھ ہمارے مریدوں کے ہاں جائیں گے؟ عرض کیا، اگر آپ حکم فرمائیں گے تو تعمیل کرنے سے مجھے خوشی ہوگی۔

فرمایا' ''تیار ہو جایئے۔ تین جوڑے کپڑوں کے رکھیے۔ کل نو بجے کی ٹرین سے چلیں گے۔ پہلے منڈی وار برٹن جائیں گے، ایک رات وہاں رہیں گے۔ پھر فیروز وٹواں جائیں گے، چار دن کے بعد واپسی ہوگی۔'' (نقوش عظمت رفتہ ص ۲۷)

غزنوی خاندان کے جدی پشتی مریدین

فیروز وٹواں میں ہمارے اصل میزبان ملک احمد خاں نمبردار تھے جو وٹو برادری سے تعلق رکھتے تھے اور وہاں کے اچھے خاصے زمیندار تھے۔ وہ خود تو بہت سال ہوئے وفات پا گئے ہیں، لیکن ان کے خاندان کے لوگ مولانا کے خاندان سے انہی کی طرح عقیدت واحترام کے جذبات رکھتے ہیں۔

ملک احمد خاں بوڑھے آدمی تھے۔ دراز قامت اور وجیہہ۔ بہت متقی بزرگ تھے۔ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے والد محترم مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے ارادت مند تھے چند لمحوں میں مجھ سے مانوس ہو گئے تھے۔ میں نے باتوں باتوں میں ان سے پوچھا کہ آپ غزنوی خاندان کے حلقہ ارادت میں کیسے شامل ہوئے اور ان کی کون سی ادا آپ کو پسند آئی؟ اس کا انہوں نے جو جواب دیا، وہ انہی کے الفاظ میں عرض کرتا ہوں، فرق صرف یہ ہے کہ انہوں نے یہ باتیں پنجابی میں بیان کی تھیں، میں اردو میں ان کا ترجمہ کر رہا ہوں۔

Marfat.com

بولے: میں اٹھارہ سال کی عمر کا تھا کہ گنٹھیا کے موذی مرض میں مبتلاء ہو گیا۔ والد نے بہت علاج کرائے، مگر آرام نہ آیا۔ وہ حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے عقیدت مند تھے۔ انہیں یقین تھا کہ ان کی دعا کو اللہ شرف قبولیت سے نوازتا ہے اور وہ بیمار کے لیے دعا کریں تو اللہ اسے صحت عطا فرماتا ہے۔

اس زمانے میں گھوڑے کے سوا ہمارے گاؤں سے امرتسر جانے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ شام کے وقت میرے والد نے گٹھڑی کی شکل میں مجھے گھوڑی پر رکھا اور امرتسر کو چل پڑے۔ ہم امرتسر مسجد غزنویہ میں پہنچے تو فجر کی جماعت ہو رہی تھی۔ والد نے مجھے گھوڑی کی پیٹھ سے اٹھایا اور مسجد کے صحن میں رکھ دیا۔ گھوڑی باہر باندھی اور خود وضو کر کے جماعت میں شریک ہو گئے۔ جو بزرگ جماعت کرا رہے تھے، وہ اس قدر دردو سوز سے قرآن مجید پڑھتے تھے کہ دل ان کی طرف کھنچا جاتا تھا۔ نماز کے بعد اس بزرگ نے میری طرف دیکھا تو پوچھا یہ کون شخص ہے؟ والد نے کھڑے ہو کر تمام صورتحال بیان کی اور نہایت ادب سے دعا کے لیے درخواست کی۔ پاک باز بزرگ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ **جیسے جیسے وہ دعا مانگ رہے تھے، مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ جوڑوں کی بندش کھل رہی ہے۔** تین دن اور تین راتیں ہم وہاں رہے۔ ہمارا کھانا ان کے گھر سے آتا تھا۔ گھوڑی کے لیے چارے کا انتظام بھی وہی کرتے تھے۔ تین دن کے بعد میں اللہ کے فضل سے بالکل تندرست تھا۔ گھوڑی پر سوار ہو کر امرتسر سے اپنے گاؤں فیروز وٹواں آیا۔ دعا کرنے والے بزرگ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے صاحب تقویٰ والد مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ تھے، جنہیں لوگ امام صاحب کہہ کر پکارتے تھے۔ اس کے بعد اللہ کے بے پایاں فضل اور امام صاحب رحمہ اللہ کی دعا سے جسمانی حالت کے ساتھ ساتھ ہماری روحانی دنیا بھی بدل چکی تھی۔ ہم ان کے مرید ہیں اور یہ ہمارے مرشد......! (نقوش عظمت رفتہ، ص: ۲۸، ۲۹)

آنکھوں کی شفاء کا الہامی وظیفہ

مولانا غزنوی رحمہ اللہ نے بتایا کہ ۱۹۴۳ء کو جیل میں ان کی آنکھوں میں درد شروع ہوا جو آہستہ آہستہ سخت تکلیف دہ شکل اختیار کر گیا۔ جیل کے افسروں نے اچھے سے اچھے ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کیں اور بڑے علاج کرائے، لیکن افاقہ نہ ہوا۔ ایک دن میں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ اب کوئی علاج نہیں کراؤں گا، جو اللہ کو منظور ہے، ہو جائے گا۔ اس فیصلے پر ایک ہفتہ گزرا ہوگا کہ رات کو خواب میں گتے کا ایک بڑا سا بورڈ میرے سامنے آیا، جس پر صاف اور نمایاں الفاظ میں قرآن مجید کی ایک آیت مرقوم تھی۔ چند لمحے وہ بورڈ میرے سامنے رہا اور اس اثناء میں قرآن مجید کی وہ آیت میں نے یاد کر لی۔ اس کے فوراً بعد آنکھ کھلی تو وہ آیت میری زبان پر جاری تھی۔ میں نے اس خواب کی تعبیر یہ سمجھی کہ یہ آیت پڑھ کر پانی پر دم کرنا چاہیے اور پھر وہ پانی آنکھوں پر ڈالنا چاہیے۔ ان شاء اللہ اس سے افاقہ ہوگا۔ چنانچہ چند روز میں نے یہ عمل کیا اور آنکھوں کی تکلیف ختم ہو گئی۔ اس کے بعد بعض اور لوگوں کو بھی یہ عمل بتایا، ان کی تکلیف بھی اللہ نے رفع فرما دی۔

مولانا نے یہ آیت مجھے بتائی تھی، لیکن نہایت افسوس ہے، یہ چھوٹی سی آیت جو چند الفاظ پر مشتمل ہے، مجھے یاد نہیں رہی۔

مولانا نے ۶۸ برس عمر پائی اور ان کی نظر آخر وقت تک بہت اچھی رہی۔ باریک الفاظ پڑھتے وقت، بعض دفعہ وہ عینک لگا تو لیتے تھے، لیکن اس کی انہیں زیادہ ضرورت نہ تھی۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۳۱)

Marfat.com

قارئین! بے شمار صوفیاء اور روحانی عاملین کے تجربات سے ثابت ہے کہ سورۃ حدید کی آیت ''فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید'' اس مقصد کیلئے اکسیر المجرب کا درجہ رکھتی ہے۔ (از: مرتب)

(نقوش عظمت رفتہ ص ۳۲)

حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بابرکت رقم

ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو۔...... ۱۹۵۰ء کی بات ہے کہ جمعیت اہلحدیث کا خزانہ بالکل خالی تھا۔ لفظ ''خزانہ'' تو یونہی زبان قلم سے نکل گیا ورنہ عملاً تو اس زمانے میں اس کا تصور بھی نہیں تھا...... مولانا محمد داؤد غزنوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہما اللہ کی طرف سے جو علی الترتیب جمعیت اہل حدیث کے صدر اور ناظم اعلیٰ تھے، حکم ہوا کہ میں صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے پاس اوڈانوالہ (ضلع فیصل آباد) جاؤں اور ان سے جمعیت کے لئے پانچ سو روپے قرض لاؤں۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ عابد و زاہد بزرگ تھے۔ طویل عرصے تک سرحد پار کی جماعت مجاہدین سے وابستہ رہے تھے۔ اصلاً وزیر آباد (ضلع گوجرانوالہ) کے رہنے والے تھے اور کشمیری برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۹۳۲ء کے لگ بھگ اوڈانوالہ (تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد) میں انہوں نے ایک دینی مدرسہ قائم کرلیا تھا۔ اب یہ بہت بڑی درس گاہ ''دارالعلوم تعلیم الاسلام'' کے نام سے ماموں کانجن (ضلع فیصل آباد) میں قائم ہے۔ **صوفی صاحب کی دعا کو اللہ شرف قبولیت سے نوازتا تھا۔ میرے مشفق و مہربان تھے۔** ۲۸ اپریل ۱۹۷۵ء (۱۳ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ) کو فوت ہوئے۔ دارالعلوم کے احاطے میں مدفون ہیں۔

بہر حال دونوں بزرگوں نے ارشاد فرمایا کہ میں صوفی صاحب کے پاس جاؤں اور جمعیت کے لیے پانچ سو روپے بصورت قرض لاؤں۔ اس زمانے میں پانچ سو روپے کا اطلاق بہت بڑی رقم پر ہوتا تھا اور اتنی بڑی رقم قرض کے طور پر کسی کو دینا بڑے دل گردے کا کام تھا۔ میں نے معذرت کی کہ اتنا بڑا کام مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔ کسی اور صاحب کو بھیجئے جو صوفی صاحب رحمہ اللہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ نہ وہ مجھے جانتے ہیں اور نہ مجھے اتنی بڑی رقم دیں گے۔

مولانا اسماعیل رحمہ اللہ کے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے بے تکلفانہ مراسم تھے۔ انہوں نے فرمایا: تم جاؤ، اگر صوفی کچھ دے گا تو لے آنا ورنہ تمہیں تو نہیں رکھ لے گا۔ ساتھ ہی پنجابی کی کہاوت بیان کردی کہ میاں تعویذ نہیں دے گا تو تعویذ مانگنے والے کو تو پکڑ کر نہیں بٹھا لے گا۔

مولانا غزنوی رحمہ اللہ نے فرمایا: صوفی صاحب ان شاءاللہ آپ کو ضرور پیسے دیں گے، آپ جایئے، کامیاب لوٹیں گے اور ہم آپ کے لیے دعا کریں گے۔ عرض کیا: آپ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے نام رقعہ لکھ دیجئے۔

فرمایا: آپ کو کون نہیں جانتا۔ آپ اخبار ''الاعتصام'' کے ایڈیٹر ہیں اور جماعت کے سب لوگ آپ سے واقف ہیں۔ ساتھ ہی کہا آپ کا صوفی صاحب رحمہ اللہ سے تعارف کرانا اور رقعہ لکھ دینا آپ کی توہین ہے۔ (اس وقت ''الاعتصام'' کے ایڈیٹر مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ تھے اور میں ان کے معاون کی حیثیت سے خدمات انجام دیتا تھا)۔

پانچ سو روپے قرض لینے کے لیے میرا صوفی صاحب رحمہ اللہ کے پاس جانے کو بالکل جی نہیں چاہتا تھا، لیکن ان بزرگان عالی

Marfat.com

مقام کا حکم تھا، اس لیے مجبوراً جانا پڑا۔ دس روپے مجھے کرائے کے لیے دیئے گئے۔ رات کو اوڈانوالے پہنچ گیا جو ریلوے اسٹیشن ماموں کانجن سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں اپنے مخلص دوست مولانا عبدالقادر ندوی صاحب رحمہ اللہ سے ملا اور آمد کا مقصد بیان کیا۔ صبح نو بجے کے قریب ہم دونوں صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سردیوں کا موسم تھا، صوفی صاحب رحمہ اللہ دھوپ میں چارپائی پر بیٹھے تھے۔ ندوی صاحب نے میرا ان سے تعارف کرایا تو وہ کھڑے ہو کر بغل گیر ہوئے اور میرا ماتھا چوما۔ ہمیں انہوں نے اسی چارپائی پر بٹھالیا جس پر وہ خود بیٹھے تھے۔ ان کے حسب ارشاد ندوی صاحب پائینتی میں بیٹھ گئے اور میں سرہانے کی طرف بیٹھا۔ وہ ہم دونوں کے درمیان تشریف فرما تھے۔

ندوی صاحب نے ان سے میرے متعلق کہا کہ ان کو بزرگوں نے بھیجا ہے اور وہ آپ سے پانچ سو روپے مانگ رہے ہیں۔ نہ انہوں نے بزرگوں کا نام لیا اور نہ یہ کہا کہ پانچ سو روپے قرض مانگتے ہیں۔ صوفی صاحب نے بھی وضاحت کا مطالبہ نہیں کیا۔ ان سے فرمایا: پرسوں میں نے آپ کو جو ڈھائی سو روپیہ دیا تھا، وہ ان کو دے دیں۔ باقی ڈھائی سو تین چار روز میں فلاں آدمی کے ہاتھ بھجوادیں گے...... پھر فوراً کہا، میرے پاس بھی ڈھائی سو روپیہ موجود ہے۔ اس طرح انہوں نے پانچ سو کی رقم پوری کر دی۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے سفید چادر اوڑھ رکھی تھی۔ باتیں کرتے ہوئے چادر کی اوٹ سے میرے کوٹ کی جیب میں کوئی شے ڈالی، جس کا ندوی صاحب کو پتا چل گیا۔

ہم گھر آ کر کھانا کھانے لگے تو وہ ''شے'' دیکھی جو صوفی صاحب نے راز داری سے میرے کوٹ کی جیب میں ڈالی تھی...... وہ دس دس روپے کے دو نوٹ تھے، جو پانچ سو کی رقم کے علاوہ خاص طور سے مجھے عطا کیے گئے تھے۔

اب پانچ سو بیس روپے میری جیب میں تھے۔ اس دور میں یہ ایک خطیر رقم تھی اور اسے جیب میں ڈال کر مارے خوشی کے میرا زمین پر پاؤں نہیں لگتا تھا۔ چاہتا تھا کہ جتنی جلدی ہو سکے لاہور پہنچوں اور یہ رقم مولانا کی خدمت میں پیش کروں۔

مولانا عبدالقادر ندوی سے کہا، اب مجھے اجازت دیجئے وہ اس وقت بھی کاروبار کرتے تھے، اب بھی ماشاء اللہ کاروبار کرتے ہیں اور اس میں کامیاب ہیں۔ انہوں نے بھی اپنے کاروبار کے سلسلے میں ماموں کانجن آنا تھا اور اس وقت ان کا کاروبار ماموں کانجن ہی میں تھا۔ بولے، اتنی جلدی کیا پڑی ہے، مجھے بھی تو وہیں جانا ہے۔ اکٹھے چلیں گے، چنانچہ ہم سائیکل پر ماموں کانجن پہنچے اور میں وہاں سے بذریعہ ٹرین رات کو لاہور آ گیا۔ مولانا سے ملا اور پانچ سو کی رقم ان کی خدمت میں پیش کی۔ پھر دس دس روپے کے دو نوٹ پیش کیے اور جس انداز سے صوفی صاحب نے عنایت فرمائے تھے، وہ انداز بھی بیان کیا۔ مولانا نے جاتے وقت دس روپے کرائے کیلئے دیئے تھے، ان میں سے سات روپے خرچ ہوئے تھے تین بچ گئے تھے، وہ بھی ان کے سامنے رکھ دیئے۔

مولانا نے پانچ سو رکھ لیا اور فرمایا: میں نے کہا تھا کہ آپ کامیاب آئیں گے۔ اپنے آپ پر اعتماد کرنا چاہیے، اللہ مدد کرتا ہے۔ اس رقم کی وصولی کی اطلاع انہوں نے اسی وقت گوجرانوالہ کے مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ کو پہنچا دی۔ دوسرے دن صوفی صاحب رحمہ اللہ کو بھی خط لکھ دیا۔

بیس روپے کے متعلق مجھے فرمایا کہ یہ روپے صوفی صاحب رحمہ اللہ نے خاص طور سے آپ کو دیئے ہیں۔ یہ بابرکت روپے

Marfat.com

ہیں، انہیں سنبھال کر رکھیے اور خرچ نہ کیجئے۔ چنانچہ کئی سال وہ میرے بکس میں پڑے رہے اور جب حکومت کی طرف سے پرانے نوٹوں کی تبدیلی کا اعلان ہوا تو میں نے ان کے بدلے میں دوسرے نوٹ لیے اور پھر وہ خرچ ہو گئے۔

منکرین تصوف کیلئے بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعا

میں اوراد و وظائف کو بھی صحیح سمجھتا ہوں، تصوف و سلوک کو بھی مبنی بر صحت قرار دیتا ہوں، بزرگوں کی دعاؤں اور ان کی قبولیت کا بھی قائل ہوں...... اور جو لوگ اس سے انکار کرتے ہیں ان کے لیے دعا گو ہوں کہ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔

(نقوش عظمت رفتہ ص ۴۹)

قارئین! درج بالا سطور کی طرح حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتابوں میں جگہ جگہ مختلف الفاظ میں تصوف کا ذکر خیر اور اپنے آپ کو صوفی ثابت کرتے رہے۔ انہیں تصوف کو نہ ماننے والے اہل حدیثوں سے شکوہ بھی رہا کیونکہ اتنے باکمال بزرگوں کی مسلسل صحبت کی برکت سے انہیں ایک طرح کا کشف ہو چکا تھا کہ اگر میری جماعت کی یہی صورتحال رہی تو اہل حدیثوں میں سے تصوف بالکل مٹ جائے گا۔ بالآخر خود بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ بھی وہی بے دردی والا سلوک کیا گیا کہ جونہی انکی سوانح عمری لکھنے کا وقت آیا، ملکی و بیرون ملکی علماء و مصنفین نے اجتماعی طور پہ تصوف کو بے وقعت سمجھتے ہوئے بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس سے الگ کر دیا اور صرف ایک ادیب اور مؤرخ کا لباس پہنا کر عوام کے سامنے پیش کر دیا۔

کیا اسی لیے چنوائے تھے قدرت نے تنکے؟ ---- کہ آشیاں جب بن جائے تو کوئی آگ لگا دے۔

(از: مرتب)

قبولیتِ دعا اور کشفی اطلاع

۱۹۶۰ء کے مئی کا مہینہ تھا کہ ہمارے ایک عزیز جھنگ سے تشریف لائے۔ ان کے بیٹے کسی ہنگامے کی زد میں آ کر شدید زخمی ہو گئے تھے اور وہ بیٹے کو میو ہسپتال میں داخل کرانا چاہتے تھے۔ میو ہسپتال کے کرتا دھرتا اس زمانے میں ڈاکٹر ریاض قدیر تھے اور مریض کا علاج انہی سے کرانا مقصود تھا، لیکن فوری طور پر داخلے کی کوئی صورت نہ تھی۔ میں انہیں مولانا کے پاس لے گیا کہ وہ ڈاکٹر صاحب سے کہہ دیں تو مریض کو داخل کیا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب اگرچہ مجھے اچھی طرح جانتے تھے، لیکن مولانا کا وہ بہت احترام کرتے تھے۔ مولانا نے فرمایا: مولوی اسحاق! آپ کیوں اپنے آپ پر اعتماد نہیں کرتے؟ کیوں اس وہم میں مبتلا ہیں کہ کوئی آپ کی بات نہیں مانے گا؟ جائیے ڈاکٹر صاحب سے بات کیجیے، وہ مریض کو ضرور داخل کر لیں گے۔ پھر مسکراتے ہوئے فرمایا: ہم دعا کریں گے۔ چنانچہ میں گیا، ڈاکٹر صاحب سے ملا اور مریض کو داخل کر لیا گیا۔ میں نے ان کے سامنے مولانا کا نام نہیں لیا۔ انہوں نے خود ہی پوچھا کہ مولانا کا کیا حال ہے؟

(نقوش عظمت رفتہ ص ۵۰)

Marfat.com

ہر مسلک کے علماء کا احترام

مولانا علماء کے بے حد قدردان تھے۔ ہر مسلک کے عالم کا احترام کرتے تھے، وہ بھی انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مولانا عبدالعظیم انصاری رحمہ اللہ (سابق ناظم دفتر جمعیت اہلحدیث) کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ وہ مولانا کے ساتھ تانگے پر بیٹھے کہیں جا رہے تھے۔ مولانا نے اچانک تانگے والے سے کہنا شروع کیا، تانگہ روکو، تانگہ روکو...... تانگہ رکا تو مولانا جلدی سے نیچے اترے اور ہاتھ پھیلاتے ہوئے ایک طرف کو بڑھے، دیکھا تو ادھر شیعہ عالم مفتی کفایت حسین تانگے سے اتر کر اسی طرح ہاتھ پھیلائے مولانا کی طرف بڑھ رہے تھے۔ دونوں بزرگوں نے مصافحہ کیا اور کچھ دیر کھڑے آپس میں باتیں کرتے رہے۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۵۲)

صاحبِ کشف عالمِ دین کا احترام

مولانا علمائے دین کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص کسی عالم کا ناقدانہ یا مخالفانہ انداز میں ذکر کرتا تو انہیں بڑی تکلیف ہوتی۔ ایک مرتبہ وہ بیمار تھے اور جامعہ سلفیہ کی انتظامیہ کمیٹی کی میٹنگ ان کے کمرے میں ہو رہی تھی۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ بھی اس میں شامل تھے۔ ایک شخص نے جو دراصل گوجرانوالہ سے تعلق رکھتے ہیں اور فیصل آباد میں کاروبار کرتے ہیں، حضرت حافظ محمد گوندلوی مرحوم و مغفور کا ذکر توہین آمیز الفاظ میں کیا اور کہا کہ وہ ہمارے ملازم ہیں، لیکن ہماری بات نہیں مانتے۔ مولانا کو یہ الفاظ سن کر سخت غصہ آیا۔ فرمایا نہایت افسوس کی بات ہے کہ آپ حضرت حافظ صاحب کے متعلق ملازم کا لفظ استعمال کرتے ہیں......؟ آپ ان کے علم و فضل سے واقف نہیں؟ پھر مولانا اسماعیل صاحب سے مخاطب ہوئے۔ کہا آپ نے ان کو جامعہ سلفیہ کمیٹی کا رکن مقرر کیا ہے جنہیں یہ معلوم نہیں کہ علماء کے لیے کس قسم کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ مجھے ان کے الفاظ اور لہجے سے شدید صدمہ ہوا ہے...... مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ کو ان کی طرف سے مولانا غزنوی سے معذرت کرنا پڑی۔ اس کے بعد مولانا غزنوی رحمہ اللہ نے میٹنگ کی کارروائی روک دی اور فرمایا: باقی باتیں کسی دوسرے موقعے پر ہوں گی۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۵۸)

رخصت کی بجائے عزیمت پر عمل

ایک مرتبہ مولانا داؤد غزنوی، مولانا اسماعیل صاحب، مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہم اللہ اور ان سطور کا راقم جماعتی تنظیم کے سلسلے میں ضلع قصور کے ایک قصبے "کھڈیاں خاص" گئے۔ جمعے کا دن تھا، جمعہ ہم نے وہیں پڑھا۔ شام کو قصور پہنچے، مسجد اہل حدیث میں گئے تو مغرب کی جماعت ہو چکی تھی اور نماز پڑھ کر لوگ اپنے اپنے گھروں کو جا چکے تھے۔ ہم چار آدمی تھے، مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ نے جماعت کرائی۔ نماز پڑھ کر مولانا غزنوی رحمہ اللہ تو وظیفے میں مشغول ہو گئے اور مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ نے عشا کی نماز پڑھنا شروع کر دی۔ پہلے دو فرض پڑھے اور پھر ایک وتر پڑھا۔

منکرین دعا کیلئے باعث عبرت

عین ممکن ہے کہ بعض احباب حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کے ان واقعات کو ماننے پر آمادہ نہ ہوں، ان سے گزارش ہے کہ آپ مانیں یا نہ مانیں، یہ واقعات رونما ہو چکے اور میں نے بیان کر دیے۔ اس قسم کے واقعات بیان کرنا میرے نزدیک کارِ ثواب ہے اور منکرین دعا کیلئے باعثِ عبرت۔

(بحوالہ: سوانح صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

مولانا غزنوی رحمہ اللہ وظیفے اور دعا سے فارغ ہوئے تو مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ سے پوچھا: یہ آپ نے کیا پڑھا ہے؟ جواب دیا، عشا کی نماز......! فرمایا: عشاء کا وقت ہو گیا......؟ بولے: میں مسافر ہوں۔ پھر پوچھا ایک رکعت کیا پڑھی ہے؟ کہا: وتر......! فرمایا: جس نماز کا وقت نہیں ہوا، وہ نماز کیوں پڑھی جائے؟ ساتھ ہی فرمایا: **ایک رکعت تو کوئی نماز نہیں ہوتی۔**

مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ ان کی سب باتوں کا جواب دے سکتے تھے، لیکن تقاضائے ادب سے خاموش رہے، کسی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

یہ تھا ان بزرگان عالی قدر کے نزدیک ایک دوسرے کا احترام کہ اختلاف کو نہایت فراخ دلی سے برداشت کرتے اور خندہ پیشانی سے ایک دوسرے کی بات سنتے تھے۔

کہاں گیا بزرگوں کا ادب واحترام

اب یہ دور ہے کہ اس قسم کی بات آپ کسی سے کریں تو وہ فوراً کمر کس کر میدان میں آجاتے ہیں اور نعرہ لگاتے ہیں، کرلو میرے ساتھ مناظرہ۔ میں ثابت کروں گا کہ میں سچا ہوں اور تم جھوٹے ہو۔ نہ دل میں بڑے کی عزت نہ ذہن میں چھوٹے پر شفقت کا جذبہ......! اس سے اندازہ کیجئے کہ گزشتہ عہد کے علماء کی تربیت کیسی ہوئی تھی اور اب کیسی ہو رہی ہے۔ وہ ماحول کتنا قابل رشک تھا اور یہ ماحول کس درجہ تکلیف دہ ہے۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۷۸)

قارئین! یہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کا واقعہ سنتے جائیں۔ ایک دفعہ کسی نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عرض کی کہ حضرت فاروقِ اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں تو اتنے زیادہ فتنے نہیں پھیل سکے، جتنے آپ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔ مختصر سا جواب دیتے ہوئے فرمایا، ان کے مشیر ہم ہوا کرتے تھے، ہمارے مشیر تم جیسے لوگ ہیں۔ اس واقعہ کا درج بالا سطور سے کیا تعلق؟ اصل میں پہلے دور کے مدارس میں اکثر اساتذہ صوفیائے کرام کے تربیت یافتہ ہوا کرتے تھے اور شاگردوں کے علمِ دینی کیساتھ تربیتِ روحانی کا بھی بھرپور انتظام ہوتا تھا۔ جب سے تصوف کا مدارس سے دیس نکالا ہوا ہے، واللہ! مدارس بانجھ ہو گئے۔ عالم وخطیب صرف اسے سمجھا جانے لگا جو مناظرے میں زبان درازی کا ماہر ہو، مسجدیں لڑائی جھگڑوں کیلئے استعمال ہونے لگیں۔ منبر ومحراب سے انتشار کی ایسی آگ نکلی جس نے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ صرف آمین اور رفع یدین ہی کو سنت ثابت کرنا علماء اہل حدیث کا مقصدِ زندگی قرار پا گیا۔ ارے اللہ والو! نماز میں حرکات فاضلہ نہ کرنا، خارش میں مصروف نہ ہونا، بار بار کپڑے اور لال رومال سیدھا نہ کرنا، داڑھی سے نہ کھیلنا، دل کو نماز کے معانی میں مشغول کرنا اور خود کو اللہ جل شانہ کے سامنے حاضر سمجھنا بھی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی سنت ہے۔ اسی سنت کو نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زبان سے احسان اور صالحین کی زبان سے تصوف کا نام دیا گیا۔ ان سنتوں کا بیان آخر کیوں نہیں کیا جاتا؟ کیا یہ وجہ تو نہیں کہ امام وخطیب خود ان باطنی بیماریوں میں مبتلاء ہیں؟

Marfat.com

من اپنا پرانا پاپی تھا، برسوں میں نمازی بن نہ سکا۔ کیا انہیں خشوع اور خضوع کا مفہوم آج تک کسی نے نہیں سمجھایا؟ یا چور کیطرح چوری کرنے کو گناہ بھی سمجھتے ہیں، پھر بھی چوری کر لیتے ہیں؟ اوپر بیان کی گئی یہی تمام سنتیں تو ایک صوفی کی نماز میں جان ڈالتی ہیں جو اس کے صرف دو نفل صلوٰۃ الحاجت، ۴۰ سالہ بے اولاد کو اولاد دلوا دیتے ہیں۔ مولانا اسحاق بھٹی مرحوم نے صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے ایسے ہی لاتعداد واقعات لکھتے لکھتے اپنی جان قربان کر دی۔ اللہ انکی قبر پر اپنی شان کے مطابق نور اور رحمتیں برسائے۔ آمین! (از: مرتب)

ولی کی اقتدا میں نماز کا سرور

مولانا کے والد گرامی حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے ارادت مندوں میں ایک بزرگ میاں نورالدین بھوجیانی رحمہ اللہ تھے جو حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کے سسر تھے اور آزادی وطن کے بعد گوندلانوالہ (ضلع گوجرانوالہ) میں آبسے تھے۔ وہ لاہور تشریف لاتے تو نماز دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں پڑھتے۔ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نماز میں شرکت فرماتے اور میاں صاحب مرحوم بھی موجود ہوتے تو مولانا رحمہ اللہ امامت کے لیے انہی سے کہتے۔ میاں صاحب زیادہ پڑھے لکھے تو نہ تھے، لیکن متقی اور پرہیز گار بزرگ تھے۔ بڑے سوز اور درد سے قرآن مجید پڑھتے تھے۔ **مولانا رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ان کی اقتدا میں نماز پڑھنے سے سرور حاصل ہوتا ہے۔** (نقوش عظمت رفتہ ص ۸۲)

حنفی علماء سے قلبی تعلق

بعض اوقات عصر کے بعد حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمہ اللہ کے پاس تشریف لے جاتے۔ ان دنوں جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد کی ایک بلڈنگ میں قائم تھا، مغرب کی نماز نیلا گنبد کی مسجد میں پڑھتے، وہاں بھی کتنے ہی لوگوں سے ملاقات ہو جاتی۔

(نقوش عظمت رفتہ ص ۸۴)

امن، آشتی کیلئے متحدہ محاذ

فقہی مسلک سے متعلق ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ اپنی بات مثبت انداز میں کی جائے، کسی کی مخالفت نہ کی جائے۔ اس کے لیے انہوں نے مختلف مواقع پر دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں تمام مسالک فقہ کے سرکردہ حضرات کے کئی اجلاس بلائے اور اپنے اپنے مسلک پر قائم رہتے ہوئے مشترک مسائل میں متحد ہونے کی درخواست کی...... ربیع الاول کے دنوں میں سیرت کانفرنس کے انعقاد کی تجویز بھی پیش کی کہ تمام مسالک فقہ کے علمائے کرام متحدہ طور پر سیرت کے موضوع پر تقریریں کیا کریں۔ مقصد محض باہمی اختلافات کو ختم کرنا یا ان میں ممکن حد تک کمی کرنا تھا۔ چنانچہ لاہور میں سیرت کانفرنس کا انعقاد ہوا، جس میں شیعہ، دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث مقررین نے اس اہم موضوع پر تقریریں کریں۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۸۸)

اسم اعظم کا خاص وظیفہ

ایک دن مولانا کے ساتھ میں تانگے پر بیٹھا تھا، کوچوان کوئی ساٹھ کے پیٹے میں ہوگا۔ سفید لمبی داڑھی، سر پر پگڑی کی قسم کا

Marfat.com

سفید کپڑا، سانولا سا رنگ اور ماتھے پر محراب۔ وہ آہستہ آواز سے جو کسی وقت قدرے اُونچی ہو جاتی تھی اور سنی جاتی تھی، مسلسل پڑھے جا رہا تھا "یا حی یا قیوم برحمتک استغیث" یہ ایک دعا ہے، جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پڑھنے کے لیے حکم دیا تھا۔ مقروض اور تنگ دست یہ دعا کثرت سے پڑھے تو اللہ تعالیٰ ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے کہ وہ قرض سے سبک دوش ہو جاتا ہے اور تنگ دستی سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔

مولانا نے کو جوان سے کہا: آپ جو دعا پڑھ رہے ہیں، اسکے الفاظ تو یہی ہیں، لیکن اگر اس میں "لا الہ الا انت" ملا لیں اور "یا حی یا قیوم لا الہ الا انت برحمتک استغیث" پڑھیں تو اس میں اللہ کی توحید کا اقرار ہو جاتا ہے۔ (نقوش عظمت رفتہ ص:۹۱)

امام غزالی سے قلبی اُنسیت

قدیم بزرگان دین میں سے امام غزالی رحمہ اللہ کے بارے میں ان کا مطالعہ بڑا وسیع تھا۔ مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ کا بھی یہ خاص موضوع تھا، چنانچہ اس موضوع پر مولانا ندوی رحمہ اللہ کی پانچ کتابیں شائع ہو چکی ہیں، وہ ہیں تعلیمات غزالی، افکار غزالی، سرگزشت غزالی، تہافتہ الفلاسفہ کا اردو ترجمہ اور قدیم یونانی فلسفہ جو غزالی رحمہ اللہ کی مقاصد الفلاسفہ کا ترجمہ ہے۔ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ اور مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ کی غزالی رحمہ اللہ کے متعلق گفتگو شروع ہو جاتی تو وقت کی رفتار کا کوئی پتہ نہ چلتا، دیر تک گفتگو جاری رہتی۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۹۲)

فرشتہ صفت ولی اور اسم اعظم کا ذکر

ایک مرتبہ مولانا نے اپنے عم محترم حضرت مولانا عبدالواحد صاحب غزنوی رحمہ اللہ کے بارے میں بتایا کہ وہ لفظ "اللہ" بولتے تو سننے والے شدت تاثر سے کانپ اٹھتے۔ اس کی ایک مثال دیتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ کسی نے پولیس کے ایک اعلیٰ افسر سے شکایت کر دی کہ مولانا عبدالواحد صاحب سرحد پار کے مجاہدین کی مالی امداد کرتے ہیں۔ افسر نے سی، آئی، ڈی کے ایک انسپکٹر کو جن کا نام شیخ عبدالعزیز تھا، ہدایت کی کہ وہ اس کی تحقیق کریں کہ مولانا ممدوح واقعی مجاہدین کی امداد کرتے ہیں۔

شیخ عبدالعزیز معاملے کی تحقیق کے لیے چینیاں والی مسجد میں مولانا عبدالواحد صاحب کی خدمت میں گئے (اس وقت وہ اس مسجد کے خطیب تھے) لیکن ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔ وہ کہیں گئے تھے۔ دوسرے یا تیسرے دن وہ پھر گئے۔ اس دن بھی مولانا گھر میں موجود نہ تھے۔ اب انہوں نے ان کے گھر اپنا پتا دیا اور کہا کہ جب وہ آئیں، مجھے ضرور ملیں۔ مولانا ان کے گھر گئے تو شیخ صاحب موجود تھے۔ وہ نہایت احترام سے پیش آئے اور مجاہدین کی امداد کے متعلق سوال کیا۔ مولانا نے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: شیخ صاحب! اللہ سے ڈر جاؤ۔

یہ لفظ شیخ صاحب کی بیوی کے کان میں پڑے تو فوراً دروازہ کھٹکھٹا کر ان کو اندر بلایا اور کہا خدا کے لیے اس شخص سے کوئی بات نہ پوچھو۔ یہ فرشتہ ہے جسے انسانی شکل میں اللہ نے دنیا میں بھیجا ہے۔ اس سے اپنے لیے بہتری کی دعا کراؤ۔ تحقیق کا سلسلہ بند کر دو، ایسا نہ ہو کہ یہ پریشان ہو جائے اور ہم پر کوئی آفت آ پڑے۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۹۹)

Marfat.com

محترم قارئین! دراصل اللہ کا ذکرِ کثیر اور اشغالِ تصوف کی پابندی کرتے ہوئے ''اللہ'' کا نام ان کے رگ و ریشے میں پیوست ہو چکا تھا۔ آج بھی لاکھوں علمائے اہل حدیث کی یہی قلبی کیفیت ہے کہ جونہی وہ اللہ کا نام لیتے ہیں، پاس بیٹھے لوگوں کے دل پر اللہ کی عظمت اور ہیبت طاری ہو جاتی ہے، دنیا کی محبت سرد پڑ جاتی ہے، آخرت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور انکی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ جاتی ہیں۔۔۔ کیا واقعی ایسا ہے؟؟؟ (از: مرتب)

ملفوظات مرشد مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ

مولانا کی یہ خواہش تھی کہ ان کے جد امجد حضرت مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے حالات ضبط تحریر میں لائے جائیں۔ وفات سے چار پانچ سال قبل بالخصوص اس خواہش میں شدت پیدا ہو گئی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ جس طرح سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے ''سیرت شبلی'' کے نام سے علامہ شبلی رحمہ اللہ کے حالات تفصیل سے بیان کیے ہیں، اسی طرح مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے حالات معرض کتاب میں آنے چاہئیں۔ اس کے لیے وہ مواد بھی جمع کر رہے تھے۔ میں اس وقت لوہاری دروازے کے اندر لوہاری منڈی کے قریب رہتا تھا۔ میرے مکان کے سامنے ایک شخص احسان الحق صدیقی کی کتابوں کی دکان تھی، وہ پرانی اور قلمی کتابوں کے تاجر تھے۔ ایک مرتبہ ان کے پاس کہیں سے قلمی کتابوں کی لاٹ آئی تو انہوں نے مجھے بتایا کہ اس میں ایک کتاب ''ملفوظات ملا حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ'' ہے۔ **ملا حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ کے متعلق مجھے معلوم تھا کہ وہ مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے مرشد تھے**۔ میں نے وہ کتاب دیکھی تو اس کی اطلاع مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کو دی۔ دوسرے دن کتاب ان کو دکھا بھی دی۔ فرمایا کتاب خرید لو۔ چنانچہ کتاب خرید لی گئی۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۱۲۲)

ذیل میں کچھ باتیں انکے فرزند رشید مولانا سید محمد ابو بکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''سیدی و ابی'' میں سے نقل کیے جا رہے ہیں۔

کسی فرقہ پر نکتہ چینی نہ کرنا

مجھے کبھی یاد نہیں کہ آپ رحمہ اللہ نے خطبہ میں کسی قسم کی درشت نکتہ چینی کسی شخص یا کسی فرقہ پر کی ہو۔

نفرتوں سے دور متوازن شخصیت

جب ان کی صحت اچھی نہ رہی تو وہ گوشہ نشین ہو گئے اور یہ دور بھی انتہائی سلامت روی سے گزارا۔ کبھی کسی سے پرخاش گوارا نہ کی۔ اچھے اور نیک کاموں میں سب کا ساتھ دیا۔ وہ فطرتاً متوازن اور مستقیم تھے۔ اختلاف رائے کے وقت بھی سب کے ساتھ محبت، بہی خواہی اور خیر سگالی کا برتاؤ جاری رکھا۔ عداوت کو ان کے دلی خلوص کی منزل میں کبھی بار نہ ملا۔

(سوانح داؤد غزنوی ص 38)

تصوف پر علمی گفتگو:۔ بارہا ایسا ہوا کہ مولانا رحمہ اللہ نے اپنی دلآویز اور روایتی مسکراہٹ کے ساتھ نہ صرف میرے بعض تفردات فکری کی پُرزور تائید کی بلکہ اس کے لیے شواہد بھی مہیا کیے۔ خلوت کے یہ لمحے علم و تحقیق کی خوش بختوں سے گزر کر آخر تصوف، احوال آخرت اور قلب و رُوح کے جائزہ پر ختم ہو جاتے۔

Marfat.com

وسعت نظری کے لیے فکر مندی

ہمارا یہ حال ہے کہ ہم بہت زیادہ بحث و مناظرہ کی وجہ سے مسائل کی ان چند گنی چنی دیواروں میں محصور ہو کر رہ گئے ہیں جن کو گروہی عصبیت اور تنگ نظری نے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ آج اہلحدیث کے معنی ایسے گروہ کے نہیں کہ جن کی نظر اسلام کے پورے حکیمانہ نظام پر ہو، جن کے عمل سے اسلام کی تمام اخلاقی، اجتماعی اور رُوحانی قدروں کا خصوصیت سے اظہار ہوتا ہو اور جو روزمرہ کی عام زندگی میں ہر قدم پر کتاب و سنت کی تصریحات کے متلاشی ہوں۔ آج اہلحدیث کے معنی اس کے برعکس ایک ایسے شخص یا جماعت کے ہیں جن کی دلچسپیوں کا محور عموماً صرف چند مسائل، چند بحثیں اور چند فرسودہ مناظرانہ کاوشیں ہیں۔ (سوانح داؤد غزنوی صفحہ 43)

ائمہ اربعہ کی عزت اور احترام

منٹگمری کے خطبہ جمعہ میں ایک انتہائی اہم بات جو مولانا رحمہ اللہ نے فرمائی اور جس کی جانب تمام اہل حدیث حضرات کو خصوصی طور پر متوجہ ہونا چاہیے! وہ یہ تھی کہ اگر چہ ہم ائمہ اربعہ رحمہم اللہ سے اختلاف کرتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہم ان کی عزت نہیں کرتے یا ان کی قدر و منزلت سے آگاہ نہیں ہیں۔ **خدا شاہد ہے کہ ہمارے دلوں میں ان کا اسی قدر احترام موجود ہے جس قدر ان کے مقلدین کے دلوں میں ہے۔**

گستاخ ائمہ اربعہ پر تنقید

اس سلسلے میں مولانا رحمہ اللہ نے سامعین (جو اکثر و بیشتر اہل حدیث تھے) کو سخت الفاظ میں تنبیہ کی کہ دوسرے لوگوں کی یہ شکایت کہ اہل حدیث حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی توہین کرتے ہیں، بلا وجہ نہیں ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے حلقہ میں عوام اس گمراہی میں مبتلاء ہو رہے ہیں اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے اقوال کا تذکرہ حقارت کے ساتھ بھی کر جاتے ہیں۔ یہ رجحان سخت گمراہ کن اور خطرناک ہے اور ہمیں سختی کے ساتھ اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ائمہ کا حد ادب

ہم ان ائمہ دین رحمہم اللہ کے دستر خوان کے جھوٹے ٹکڑے کھانے والے ہیں۔

اختلاف ائمہ میں وسعت ظرفی

راقم الحروف کے لیے اول تو یہ فراخی قلب ہی بہت غیر متوقع تھی کہ جمعیت اہلحدیث کے صدر اپنی جمعیت کے لوگوں کو ائمہ اربعہ کی تعظیم و تکریم کی اس درجہ شدت کے ساتھ تلقین کریں، لیکن شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کے ساتھ حضرت کا تعظیم آمیز کلمہ تو بہت ہی حیرانی کا موجب ہوا۔ چنانچہ جمعہ کے بعد جب ایک جگہ کھانے پر ملاقات ہوئی تو مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے عرض کر ہی دیا کہ حضرت! آپ نے ابن عربی رحمہ اللہ کا تذکرہ تعظیم و تکریم کے ساتھ کیا حالانکہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رائے ان کے بارے میں بہت سخت ہے اس کا جو جواب مولانا مرحوم نے دیا وہ اس قابل ہے کہ سنہری حروف سے لکھا جائے اور دین کے تمام خادم اس کو حرز جان بنالیں۔ میری بات سن کر مولانا نے قدرے توقف کے بعد فرمایا:

Marfat.com

ڈاکٹر صاحب !ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ابن عربی رحمہ اللہ دونوں ہی ہمارے بزرگ ہیں۔ اپنے آپس کے اختلاف کو وہ جانیں! ہم خورد ہیں اور خورد رہنے ہی میں عافیت سمجھتے ہیں! مولانا نے یہ الفاظ اتنے شدید تاثر کے ساتھ فرمائے کہ ساتھ ہی ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے !واقعہ یہ کہ میں عرض نہیں کرسکتا کہ مولانا رحمہ اللہ کے اس منکسرانہ قول سے میرے دل میں ان کی عزت میں ایک دم کس قدر اضافہ ہوا اور ان کا احترام کتنا بڑھ گیا!(سوانح داؤد غزنوی ص 88)

مکتوبات امام ربانی سے عشق

ایک بار جب میں نے مولانا رحمہ اللہ سے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی جلد اول عاریتاً مانگی تو مولانا نے فرمایا: ڈاکٹر صاحب اس کتاب کو میں نے آج تک کبھی اپنے سے جدا نہیں کیا اور میں کسی دوسرے شخص کو یہ کتاب عاریتاً نہ دیتا لیکن آپ سے ایک خصوصی محبت ہوگئی ہے جس کی بناء پر انکار نہیں کرسکتا چنانچہ ایک ماہ کے لیے میں وہ نسخہ منٹگمری لے گیا۔ پھر جب میں اسے واپس لایا تھا تو اس پر چرمی جلد بندھوالایا جسے دیکھ کر مولانا بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے میرا پہلے ہی سے یہ اندازہ تھا کہ آپ اس کتاب کے واقعی قدردان ہیں۔(سوانح داؤد غزنوی ص 89)

شریعت وطریقت کا حسین امتزاج

واقعہ یہ ہے کہ اس دور میں مولانا رحمہ اللہ کی شخصیت بہت غنیمت تھی اور اس میں اسلام کے قرن اول کی بہت سی خصوصیات موجود تھیں۔خصوصاً اتباع سنت کے مکمل اہتمام کے ساتھ قلب وروح کی حیات باطنی کا جو حسین امتزاج ان کی شخصیت میں پایا جاتا تھا وہ تو اس دور میں جب کہ تصوف میں بہت سی نئی باتیں بطور لوازم داخل ہوگئی ہیں بہت ہی قابل قدر تھا اور میری ناچیز رائے میں اس دور میں شدید ترین ضرورت اسی چیز کی ہے۔(سوانح داؤد غزنوی ص 94)

علمائے دیوبند کا اقتداء میں نماز پڑھنا

حضرت مولانا مسلکاً سلفی العقیدہ اہل حدیث اور متبع کتاب وسنت، مگر متشدد نہیں تھے ائمہ مجتہدین بالخصوص حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا پورا پورا احترام کرتے تھے۔فروعی مسائل میں کبھی نہیں الجھتے تھے یہی وجہ تھی کہ دیوبندی علماء آپ کو عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔خود مولانا صاحب رحمہ اللہ کا اپنا بیان ہے کہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم کے بعد جمعیت علماء ہند کے صدر مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند رہے اور نائب صدر کا عہدہ بھی تفویض ہوا۔ یہ معلوم ہے کہ مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ مذہب کے بارے میں نہایت متقشف اور سخت گیر تھے، مگر نماز کے وقت امامت کے لیے مولانا حسین احمد مرحوم مجھے آگے کر دیتے اور میری اقتداء میں نماز پڑھتے۔حضرت مولانا احمد علی مرحوم امیر انجمن خدام الدین لاہور تمام عمر عیدین کی نماز حضرت مولانا داؤد غزنوی مرحوم کی اقتدار میں نماز پڑھتے رہے۔(سوانح داؤد غزنوی ص 114)

ننگے سر نماز پسند نہ فرماتے

ننگے سر نماز پڑھنا مولانا رحمہ اللہ کو ناگوار گزرتا تھا۔اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔ایک مرتبہ مسجد چینیاں والی میں بیٹھے تھے کہ

Marfat.com

ملک محمد رفیق جو اُن کے پُرانے عقیدت مند اور حلقہ مسجد چینیاں والی کے رہنے والے تھے، ان کی موجودگی میں مسجد میں آئے اور ننگے سر نماز پڑھنے لگے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے، تو اُن کو بلایا اور فرمایا: ملک صاحب! ایک بات عرض کروں؟ انہوں نے کہا: مولانا فرمایئے۔ کیا ارشاد ہے۔ کہا: ننگے سر نماز نہ پڑھا کریں۔

کھانے پینے میں آداب کا خیال رکھنا

آپ آداب اکل و شرب کے بھی بہت پابند تھے۔ فرمایا کرتے تھے کھانے پینے کے بھی کچھ خاص آداب ہیں ان کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ مثلاً چلتے پھرتے کھانا یا راستے میں کھڑے ہو کر کھانا سخت معیوب ہے، اگر اپنے تعلق والے کسی شخص کو راستے میں ریڑھی یا دوکان پر کھڑا کھاتے ہوئے دیکھتے، تو اس کو سختی سے روک دیتے اور صاف الفاظ میں کہتے: یہ حرکت تہذیب و ثقافت اور متانت و سنجیدگی کے منافی ہے۔ یہ معقول آدمیوں کا شیوہ نہیں۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 135)

ائمہ کرام کی بے ادبی کا وبال

ائمہ کرام رحمھم اللہ کا ان کے دل میں انتہائی احترام تھا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اسم گرامی بے حد عزت سے لیتے۔ ایک دن میں (اسحاق بھٹی مرحوم) ان کی خدمت میں حاضر تھا کہ جماعت اہل حدیث کی تنظیم سے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ بڑے درد ناک لہجے میں فرمایا: **مولوی اسحاق! جماعت اہل حدیث کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی بددُعا لے کر بیٹھ گئی ہے۔** ہر شخص ابوحنیفہ ابوحنیفہ کہہ رہا ہے۔ کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہہ دیتا ہے۔ پھر اُن کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے یا زیادہ سے زیادہ گیارہ۔ اگر کوئی بہت بڑا احسان کرے تو وہ انہیں سترہ حدیثوں کے عالم گردانتا ہے۔ جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطہ نظر رکھتے ہوں اُن میں اتحاد و یک جہتی کیوں کر پیدا ہو سکتی ہے۔ ''یا غربۃ العلم انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ''۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 136)

حنفی علماء و صوفیاء سے تعلقات

اختلاف کے باوجود ادب و احترام برقرار رہنا

مولانا رحمہ اللہ کی بیشمار خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ تھی کہ علمائے کرام کی بڑی تکریم کرتے اور ان کا نام ادب و احترام سے لیتے ''الاعتصام'' میں اختلافی اور مسلکی مضامین کی اشاعت کے سلسلے میں تاکید فرماتے کہ اسلوب تحریر مثبت ہونا چاہئے۔ کسی کی مخالفت خدمت دین نہیں ہے۔ اگر کسی صاحب علم کے فکری رجحانات سے عدم اتفاق کا اظہار ضروری ہو، تو اس کا نام عزت و احترام سے لیا جائے اور اس کی ذات کو حدف تنقید نہ بنایا جائے، بلکہ دائرہ بحث فقط اصل مسئلے تک محدود رکھا جائے۔ اپنی اسی خوبی کی بناء پر ان کو علماء کے تمام حلقوں اور فقہی مکاتب فکر میں مقبولیت و محبوبیت حاصل تھی۔

کشفِ قبور کی حقیقت

ان کے رجحانات تصور اور میلانات فقہیہ کے بارے میں ان کے احساسات کس درجہ نازک تھے، اس کا اندازہ اس واقعہ

Marfat.com

سے کیجیے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم نے مجلس ذکر میں کشف قبور کے متعلق کچھ تجربات و مشاہدات بیان فرمائے اور کہا کہ قبر میں میت جن حالات سے دوچار ہو، مجھے اس کا مشاہدہ ہوجاتا ہے، میں نے ''الاعتصام'' میں اس پر ایک شذرہ لکھا اور نہایت ادب سے شرعی نقطہ نظر کی روشنی میں چند سطور میں مولانا رحمہ اللہ کے نقطہ نظر سے اظہار اختلاف کیا۔ اس سے تیسرے یا چوتھے روز بعد مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: ایڈیٹر صاحب! میں نے مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کے کشف قبور کے بارے میں آپ کا ادارتی نوٹ پڑھا۔ آپ یہ فرمایئے اگر مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ اتنے نیک ہوجائیں کہ انہیں کشف قبور ہونے لگے تو آپ کو کیا اعتراض ہے؟ ان چند الفاظ سے میرا مسئلہ حل ہوچکا تھا اور میرے پاس سوائے اس کے کوئی جواب نہ تھا کہ بلا تامل عرض کردوں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 139)

حضرت لاہوری اور غزنوی رحمہما اللہ کے تعلقات

مولانا غزنوی رحمہ اللہ کی عظیم خصوصیت یہ تھی کہ اُن کا ظرف بہت وسیع تھا۔ انتہائی وسعت قلب کے مالک تھے اور ایک خاص مسلک فقہ کے پابند ہونے کے باوجود تعصّبات سے اُن کا دل بالکل صاف تھا۔ اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ عیدین کی نماز ہمیشہ ان کی اقتداء میں ادا فرماتے حالانکہ خود اُن کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ پھر نہ صرف مولانا غزنوی رحمہ اللہ کی موجودگی میں بلکہ ان کی غیر حاضری اور زمانہ اسارت میں بھی اُنھوں نے اپنے پورے حلقہ ارادت کے ساتھ منٹو پارک میں عیدین کی نمازیں پڑھی اور صف اول میں بیٹھے۔

مولانا احمد علی رحمہ اللہ سے ان کے تعلقات بہت گہرے تھے اور یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کی انتہائی تکریم کرتے تھے مشترکہ معاملات اور اسلام اور مسلمانوں کے عام مفاد کا کوئی مسئلہ سامنے آتا، تو مولانا غزنوی رحمہ اللہ یا تو خود ان کی خدمت میں تشریف لے جاتے یا ٹیلی فون پر رابطہ پیدا کرتے۔

مولانا احمد علی مرحوم کی وفات کی اطلاع ملی تو مولانا رحمہ اللہ نے نہایت حزن وملال کا اظہار کیا اور فرمایا آج دین کا ایک ستون گرگیا ہے اور میرے قریبی رفقاء میں ایسا خلا پیدا ہوگیا ہے جو کبھی پُر نہیں ہوسکے گا۔ ساتھ ہی فرمایا: اب ہم چند روز کے مہمان ہیں اور آہستہ آہستہ یہ دور ختم ہوجائے گا۔ مولانا احمد علی رحمہ اللہ کے جنازے پر آئے تو یہ عاجز ان کے ہمراہ تھا۔ راستے میں انہی کی زندگی کے واقعات بیان کرکے روتے رہے۔

مُفتی محمد حسن اور حضرت غزنوی رحمہما اللہ

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے مکتب فکر سے متعلق حضرات سے بھی ان کے بہت مراسم تھے بالخصوص مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ خاص مولانا مفتی محمد حسن مرحوم سے قلبی لگاؤ تھا مفتی صاحب مرحوم ایک ٹانگ سے معذور تھے، اس لیے ان کو گھر سے باہر نکلنے میں مشکل پیش آتی تھی، لیکن وہ اپنی اس معذوری کے باوجود مولانا رحمہ اللہ کے پاس آتے اور دونوں کے درمیان خاصی دیر تصوف اور دیگر مسائل پر سلسلہ گفتگو جاری رہتا۔

Marfat.com

مولانا تو نماز عصر کے بعد ہفتے عشرے میں ایک دو مرتبہ بالعموم ان کے ہاں تشریف لے جاتے۔ مفتی صاحب رحمہ اللہ کا بھی اصل موضوع تصوف تھا اور مولانا رحمہ اللہ کا بھی۔ یہ دونوں بزرگ اکثر اسی موضوع سے متعلق گفتگو فرماتے تھے۔

مولانا سید ابوالحسنات مرحوم اور حضرت غزنوی رحمہا اللہ

مولانا سید ابوالحسنات مرحوم بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے، لیکن جہاں تک مجھے معلوم ہے مسلکی تعصبات سے ان کا دل صاف تھا۔ تحریک ختم نبوت کے زمانے میں مولانا کی وساطت سے ان کو کسی حد تک قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ نماز کا وقت آتا، تو مولانا ان سے امامت کے لیے اصرار کرتے اور وہ مولانا سے۔ مجھے کئی دفعہ مولانا کے پیغام بر کی حیثیت سے اُن کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ وہ ان کا ذکر بہترین الفاظ سے کرتے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 145)

جامعیت اور ہمہ گیری کا ثبوت

مفتی محمد حسن رحمہ اللہ، مولانا احمد علی رحمہ اللہ اور سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ ایسے بزرگوں کے ساتھ مولانا داؤد غزنوی مرحوم کے تعلقات ان کی شخصیت کی جامعیت اور ہمہ گیری کا بہت بڑا ثبوت ہیں۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 183)

امام اعظم کی گستاخی کی سزا

مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ اور مفتی محمد حسن رحمہ اللہ کی ملاقات میں بعض اوقات مُفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ بھی شامل ہوتے تھے۔ مولانا داؤد غزنوی اور مفتی محمد شفیع صاحب رحمہا اللہ کے درمیان بھی گہرے روابط تھے۔ مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے مولانا داؤد غزنوی اور مُفتی محمد حسن رحمہا اللہ دونوں کی وفات کے بعد ایک محفل میں فرمایا تھا۔ اب میرا کراچی سے لاہور آنے کو جی نہیں چاہتا کیونکہ مجھے مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ اور مفتی محمد حسن رحمہ اللہ نظر نہیں آتے اور میں ان دونوں کی علمی گفتگوؤں سے محظوظ نہیں ہو سکتا۔ مفتی محمد حسن رحمہ اللہ نے ایک بار مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی ولایت کا ایک واقعہ سنایا۔ وہ واقعہ یوں تھا کہ امرتسر میں ایک محلہ تیلیاں تھا جس میں اہلحدیث حضرات کی اکثریت تھی۔ اس محلے کی مسجد اسی نسبت سے مسجد تیلیاں والی کہلاتی تھی۔ وہاں عبدالعلی نامی ایک مولوی امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ وہ مدرسہ غزنویہ میں مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے پڑھا کرتے تھے ایک بار مولوی عبدالعلی نے کہا کہ ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) سے تو میں اچھا اور بڑا ہوں کیونکہ اُنہیں صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اور مجھے اُن سے کہیں زیادہ یاد ہیں۔

اس بات کی اطلاع مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کو پہنچی، وہ بزرگوں کا نہایت ادب و احترام کیا کرتے تھے اُنہوں نے یہ بات سنی تو اُن کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا۔ اُنھوں نے حکم دیا کہ اس نالائق (عبدالعلی) کو مدرسے سے نکال دو۔ وہ طالب علم جب مدرسے سے نکالا گیا تو مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ نے فرمایا: **مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص عنقریب مرتد ہو جائے گا۔**

مفتی محمد حسن رحمہ اللہ راوی ہیں کہ ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ وہ شخص مرزائی ہو گیا اور لوگوں نے اُسے ذلیل کر کے مسجد سے نکال دیا۔

اس واقعے کے بعد کسی نے امام صاحب مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے سوال کیا: حضرت! آپ کو یہ کیسے علم ہو گیا تھا کہ

Marfat.com

وہ عنقریب کافر ہو جائیگا۔فرمانے لگے کہ جس وقت مجھے اس کی گستاخی کی اطلاع ملی اُسی وقت بخاری شریف کی یہ حدیث میرے سامنے آ گئی کہ:

"من عادی لی ولیا فقداذنته بالحرب" (جس شخص نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی تو میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں)۔میری نظر میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ولی اللہ تھے جب اللہ کی طرف سے اعلان جنگ ہوگیا، تو جنگ میں ہر فریق دُوسرے کی اعلیٰ چیز کو چھینتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی نظر میں ایمان سے اعلیٰ کوئی چیز نہیں اس لیے اس شخص کے پاس ایمان کیسے رہ سکتا تھا۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 192)

مفتی صاحب اور حضرت غزنوی کے خوشگوار لمحات

ایک دفعہ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ والد صاحب کے پاس تشریف لائے۔اُن کے سامنے چائے رکھی گئی۔مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے کسی وجہ سے کچھ دیر توقف فرمایا تو والد صاحب نے کہا:

آپ چائے پیتے کیوں نہیں؟ پھر مُفتی صاحب نے کہا: دیکھیے میں نے یہ نہیں کہا کہ آپ چائے پیئیں کیونکہ اس صورت میں مطلب یہ ہوتا ہے کہ دراصل چیز تو میری ہے لیکن آپ حاصل کر سکتے ہیں اور پہلی صورت میں مفہوم یہ ہے کہ چیز آپ ہی کا حصہ ہے پھر آپ استعمال کیوں نہیں کرتے؟

اس نکتے پر مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے ذُومعنیین بات کہی فرمایا: واہ مُفتی صاحب یہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

ایک زمانے میں **مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ کی تفسیر نہایت شوق سے پڑھا کرتے تھے**۔اُن دنوں وہ جب کبھی مفتی صاحب رحمہ اللہ سے ملنے تشریف لاتے تو اُس تفسیر کے بارے میں اپنے خوشگوار تاثرات بیان فرماتے تھے۔ایک روز فرمانے لگے کہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی تفسیر کے مطالعے کے دوران بعض اوقات میرا جی چاہتا ہے کہ میں اُن کا کوئی فقرہ یا لفظ بدل دوں لیکن آخر غور وخوض کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچتا ہوں کہ وہاں وہی فقرہ یا لفظ ٹھیک بیٹھتا ہے۔

یہ بات سن کر مفتی صاحب رحمہ اللہ نے جواب میں کہا: یہ فہم بھی آپ ہی کو عطاء ہوا ہے یہ بھلا کس کس کو نصیب ہے۔

مولانا غزنوی رحمہ اللہ اور حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ کی ملاقاتوں کا مقصد زیادہ تر ایمان تازہ کرنا اور آخرت کی یاد تھا۔

مفتی صاحب رحمہ اللہ کا ذکر اللہ میں استغراق

(مفتی صاحب کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ) والد صاحب اکثر مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: مجھے مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی بیباکی اور دلیری بہت پسند ہیں۔میرا جی چاہتا ہے کہ کوئی بات ہو تو میں اُن سے کہہ دوں اور وہ آگے لوگوں تک پہنچادیں کیونکہ انکی تقریر کا انداز بہت واضح اور دل نشین ہے۔بات انکے دل سے نکلتی ہے اور دلوں میں جاگزیں ہوجاتی ہے۔

مفتی صاحب رحمہ اللہ اور مولانا داؤد غزنوی رحمہما اللہ دونوں میں اس قدر بے تکلفی تھی کہ وہ ایک دوسرے سے اپنی باتیں چھپاتے نہیں تھے۔جب مفتی صاحب کی ٹانگ آپریشن کے ذریعے کاٹ دی گئی تو ایک روز مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ والد صاحب کی عیادت کے لیے ہسپتال میں تشریف لائے۔وہاں مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ پہلے سے موجود تھے اُنہوں نے

Marfat.com

مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کو یہ واقعہ سنایا کہ مفتی صاحب رحمہ اللہ نے آپریشن کے وقت بے ہوشی کا ٹیکہ لگوانے سے انکار کر دیا تھا اور ڈاکٹروں سے کہا تھا کہ آپ لوگ اپنا کام کریں میں اپنا کام کروں گا اور وہ کام یہ تھا کہ مفتی صاحب رحمہ اللہ اس وقت اللہ کی یاد میں محو ہو گئے تھے۔ اس موقع پر مفتی صاحب رحمہ اللہ نے بتایا کہ آپریشن کی رات بھی اُن کی نماز تہجد فوت نہیں ہوئی تو مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ یہ سن کر آبدیدہ ہو گئے۔

عطاء کردہ خاص وظیفہ

گزشتہ سال میری والدہ حج کے لیے تشریف لے گئیں۔ وہاں ایک روز مدینہ منورہ میں ایک وظیفے کے سلسلے میں مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے بتایا تھا اور کہا تھا کہ صبح کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان یہ چالیس بار پڑھنا چاہیے وہ وظیفہ یہ تھا۔ "یاحی یاقیوم لا الٰہ الا انت برحمتک استغیث"۔

یہ واقعہ سن کر مجھے خیال آیا کہ مولانا داؤد غزنوی اور والد صاحب رحمہما اللہ کے درمیان اکثر تبادلہ اذکار بھی ہوا کرتا تھا۔

الفاظ درود میں زیادتی: (۴) میرے والد صاحب نے ایک موقع پر مجھے یہ واقعہ سنایا کہ ایک دن مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ آئے اور کہنے لگے:

میں درود شریف پڑھتا ہوں تو اُس کی عظمت بڑھانے کے لیے کچھ اور کلمات اس میں شمار کر لیتا ہوں۔
سوچتا ہوں کہ یہ بے ادبی یا سنت کی خلاف ورزی تو نہیں؟

یہ بات ہو رہی تھی کہ اچانک مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تشریف لے آئے مُفتی صاحب رحمہ اللہ نے اُنہیں مخاطب ہو کر کہا۔
آیئے مولانا! اس وقت آپ کی ضرورت پڑ گئی پھر انہیں مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کا سوال سنایا۔ مولانا ادریس صاحب رحمہ اللہ نے کہا۔
اس میں کوئی اشکال نہیں اور قرآن کی اس آیت سے استنباط فرمایا کہ "یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما"۔
اس میں صلوا اور سلموا کے صیغے مطلق ہیں اس اطلاق میں یہ خاص شکل بھی شامل ہے۔
مُفتی صاحب رحمہ اللہ نے یہ بات سنی تو فرمایا: جزاک اللہ! آپ نے خوب جواب دیا۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 195)

بے تعصبی اور وسعت مسلک

(۵) مولانا داؤد غزنوی، مفتی محمد حسن اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہم اللہ کسی محفل میں یکجا ہوتے تو گفتگو میں مزید شگفتگی پیدا ہو جاتی تھی۔ مولانا ادریس صاحب اپنے ضعف جسمانی کے باعث دو سجدوں کے درمیان ذرا وقفہ کرتے تھے مولانا داؤد ایک بار یہ صُورت دیکھ کر فرمانے لگے: مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ "قولاً حنفی ہیں لیکن عملاً اہلحدیث ہیں"۔
مُفتی صاحب رحمہ اللہ نے اس بات سے محظوظ ہو کر کہا: کیوں نہ ہوں حدیث کے اُستاد ہیں۔
اس سے آپ ان بزرگوں کی بے تعصبی اور وسعت مسلک کا اندازہ کر سکتے ہیں! (سوانح داؤد غزنوی ص 196)

اُنسیت ذکر اور حضرت تھانوی کا جواب:۔ (۶) ایک دفعہ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ فرمانے لگے:
میں جب ذکر الٰہی میں مشغول ہوتا ہوں تو کبھی جی چاہتا ہے کہ وہ درود پڑھوں اور کبھی جی چاہتا ہے کہ بعض دوسرے اذکار میں

Marfat.com

سے کچھ پڑھوں۔ اس سلسلے میں انسب کیا ہے؟

مُفتی صاحب رحمہ اللہ نے کہا: یہ سوال ایک بار میرے دل میں بھی پیدا ہوا تھا اور میں نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو لکھا کہ آپ نے مجھے جو وظیفہ بتایا تھا، اُس سے فراغت کے بعد کبھی میرا جی چاہتا ہے کہ فلاں ذکر کروں اور کبھی جی میں آتا ہے کہ فلاں ذکر کروں اس سلسلے میری رہنمائی فرمایئے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے جواب میں لکھا:

یہ سب دسترخوان باطنی کے کھانے ہیں جب ایک میز پر بہت سے کھانے پڑے ہوئے ہیں تو اُن میں ترتیب قائم نہیں کی جاسکتی۔ ایسے ہی اوراد واذکار میں طبیعت کے مطابق عمل کیا جاسکتا ہے۔

مولانا داؤد رحمہ اللہ یہ بات سن کر بولے: جزاک اللہ! آپ نے میرے دل سے بڑا بوجھ اُتار دیا۔

اصل صوفی اہلحدیث کو ہونا چاہیے:۔(۷) ایک بار مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ تشریف لائے تو فرمانے لگے:

مُفتی صاحب رحمہ اللہ! تصوف کے بارے میں کوئی اچھی کتاب بتایئے۔

مُفتی صاحب رحمہ اللہ نے کہا: آپ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی کتاب "تعلیم الدین" دیکھ لیجئے۔ مولانا داؤد رحمہ اللہ نے بازار سے کتاب منگوائی تو اُس میں تصوف کا باب شامل نہیں تھا۔ اس پر مُفتی صاحب رحمہ اللہ نے انہیں اپنا نسخہ دے دیا اور فرمایا:

میں سمجھتا ہوں کہ اصلی صوفی تو اہلحدیث کو ہونا چاہیے کیونکہ احادیث کی کتابوں میں حسد، کینہ، کبر، غضب وغیرہ کے ابواب آتے ہیں جن میں ان بدعادات سے اجتناب کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس کے برعکس فقہ کی کُتب میں ایسے ابواب نہیں ہیں۔

اس موقع پر مفتی صاحب رحمہ اللہ نے مولانا کو مخاطب کر کے فرمایا: مولانا! آپ کو دیکھ کر میرا جی بہت خوش ہوتا ہے۔

(سوانح داؤد غزنوی ص201)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا مکتوب گرامی: حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ اجل مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد جو مکتوب بھیجا، اسکا مضمون یہ ہے۔

کرم فرمائے محترم مولانا ابوبکر غزنوی دام مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ سے مشرف فرمایا۔ تعمیل حکم کیلئے چند سطریں لکھی ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ دل کا داعیہ بہت کچھ لکھنے کا تھا، مگر معذور ہوگیا اسی کو قبول فرما کر ممنون فرمائیں۔ والسلام: بندہ محمد شفیع (رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی ذات گرامی سے احقر کا تعارف تو بہت قدیم سے تھا لیکن 1368ھ 1948ء میں ہجرت پاکستان کے بعد سے مسلسل ملاقاتوں اور بہت سے دینی کاموں میں رفاقت کا شرف اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ مولانا کو قریب سے دیکھا۔ اُن کے جن علمی واخلاقی فضائل وکمالات کا مشاہدہ ہوا افسوس ہے کہ اپنی طویل علالت اور ضعف عمر کے سبب اب یہ ناکارہ اُن میں سے کوئی حصہ بھی لکھنے پر قادر نہیں۔

اس وقت صرف چند جملے لکھنے پر اکتفاء کرتا ہوں کہ احقر نے حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کو علمی کمالات کے علاوہ عملی اور

Marfat.com

اخلاقی کمالات سے بہت آراستہ پایا۔ وہ ایک باخدا بزرگ تھے۔ اہلحدیث ہونے کے باوجود ائمہ مجتہدین اور علمائے سلف صالحین (رحمہم اللہ) کا احترام وعقیدت ان کے قلب میں ان حضرات کے مقلدین سے کم نہ تھا۔ حنفی علماء سے روابط اور تعلقات بہت گہرے تھے۔ اُنھوں نے اپنے عمل سے اجتہادی اختلافات کی حدود لوگوں کو اچھی طرح بتلادی تھیں۔ وظائف ونوافل کے پابند تھے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا وظیفہ

ایک مرتبہ فرمایا حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد چالیس مرتبہ یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ ''یاحی یاقیوم لا الٰہ الا انت برحمتک استغیث اصلح لی شانی کلہ ولا تکلنی الٰی نفسی طرفۃ عین''۔

جب سے احقر نے اُن سے سنا تھا الحمدللہ احقر کا بھی معمول بن گیا۔ حضرت مولانا کا تذکرہ اور اتنی سی مختصر بات پر اکتفاء کرنا پڑا، اس کا قلق محسوس کررہا ہوں۔

دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ حضرت مرحوم کو جنت کے درجات عالیہ سے سرفراز فرمائیں اور اُن کے علوم اور دارالعلوم کو اُن کا صدقہ جاریہ بنادیں۔ بندہ محمد شفیع خادم دارالعلوم کراچی ۱۸ جمادی الثانیہ ۱۳۹۳ھ۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 210)

مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے خالص صوفیانہ واقعات

بزرگ کی آمد کا الہام ہونا

ایک دن مجھے (اسحاق بھٹی مرحوم کو بتانے لگے کہ) مولانا محی الدین رحمہ اللہ اتنے نیک تھے کہ جب وہ غزنی کے قریب پہنچے تو دادا صاحب حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کو اللہ کی طرف سے بذریعہ الہام معلوم ہوگیا کہ ایک بزرگ ملاقات کے لیے آرہے ہیں، چنانچہ وہ ان کے استقبال کے لیے گھر سے باہر نکلے اور جاتے ہوئے گھر میں کہہ گئے کہ پنجاب سے ایک بزرگ آرہے ہیں، ان کیلئے کھانا تیار کرو اور اچھا کھانا تیار کرو (یہ لفظ بھی وہ دو تین بار کہتے) پھر ہنس کر کہتے: اچھا کھانا کیا ہوگا حلوا پکانے کو کہا ہوگا۔ مولانا محی الدین دُور سے آتے دکھائی دیئے تو دادا صاحب رحمہ اللہ احترام سے ان کی طرف بڑھے، انھیں گھر لائے خیر خیریت پوچھی، کھانا کھلایا اور باتیں کیں۔ ان سے نام پوچھا تو جواب دیا میرا نام محی الدین ہے۔ فرمایا اپنا نام عبدالرحمن رکھ لیجیے۔ مولانا عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ غالباً دو مرتبہ غزنی گئے اور حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 148)

تصوف میں منجھا ہوا موقف

فقہ اور تصوف کے بارے میں اُن کا موقف بہت منجھا ہوا تھا۔ فقہائے کرام کی خدمات کا اعتراف کرتے تھے اور اُن کا نام ادب سے لیتے تھے تمام سلاسل کے مشائخ کا ذکر عقیدت اور محبت سے کرتے تھے اور اُن کی شان میں گستاخی موجب حرمان سمجھتے تھے اور کبھی فرماتے: ''اہل اللہ کی شان میں گستاخی سدہ مجاریٔ فیض ہے''۔

تفسیر، حدیث اور فقہ کے علاوہ تصوف کی کتابوں پر بھی خوب نظر تھی۔ ''رسالہ قشیریہ، التعرف لمذہب اہل التصوف

Marfat.com

'کیمیائے سعادت' احیائے علوم' مثنوی مولانا روم' کشف المحجوب' مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ' ان سب کتابوں کا مطالعہ بالاستیعاب کیا تھا۔ حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمہ سے انہیں خاص عقیدت تھی۔ آخری بار قید کا زمانہ مکتوبات ہی کے مطالعہ میں بسر ہوا۔ فرماتے تھے: تصوف میں میرے امام شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ ہیں۔ ایک دن یہ بھی فرمایا: شریعت کا وہ حصہ جو تزکیہ باطن سے متعلق ہے اصطلاحاً تصوف کہلاتا ہے۔ شریعت سے ہٹ کر کسی تصوف کا میں قائل نہیں ہوں۔

حلول' اتحاد' وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں فرق خوب مزے لے لیکر بیان کرتے تھے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 284)

ذکرِ الٰہی کی کثرت

ان کی شخصیت کے بعض پہلو جو مجھے عزیز تھے، ذکر کرتا ہوں: ذکر الٰہی بڑی کثرت سے کرتے تھے۔ رات دو تین بجے اُٹھ کھڑے ہوتے اور مسلسل چار پانچ گھنٹے عبادت میں مشغول رہتے۔ تہجد زندگی بھر باقاعدگی سے ادا کرتے رہے۔ تہجد کی نماز میں بہت روتے تھے۔ اُن کے رونے کی آواز گھر والوں کو جگا دیتی تھی۔ روتے روتے اُن کی ہچکی بندھ جاتی۔ یوں معلوم ہوتا کہ کہیں چکی چل رہی ہے یا ہنڈیا اُبل رہی ہے بعض اوقات مصروفیتوں کا ہجوم ہوتا اور رات دیر تک جاگتے رہتے مگر ذوق عبادت اس قدر پختہ ہو چکا تھا اور شب خیزی کی عادت ایسی راسخ ہو چکی تھی کہ رات کے پچھلے پہر اُٹھ بیٹھتے۔ شام کی نماز کے بعد بھی بہت دیر تک ذکر میں مشغول رہتے۔

ذکر کے وقت نور نکلنا

ایک دن مجھ سے کہنے لگے: رات میں ''لا الٰہ الا اللہ'' کا ذکر کرتا تھا تو میرے منہ سے نور نکلتا تھا۔ عجب کیفیت تھی۔ ایک دن اپنی بعض پریشانیوں کا ذکر کر رہے تھے۔ یکایک اُن کے چہرے پر بشاشت آ گئی اور مسکراتے ہوئے کہنے لگے:

ابوبکر! ذکر کرتے وقت تو میں بادشاہ ہوتا ہوں۔ مجھے کوئی غم نہیں ہوتا۔

امام شافعی کے مجرب وظیفہ کا اہتمام: صبح کے معمولات میں یہ ورد التزام سے پڑھتے۔ فرماتے تھے کہ یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا ورد تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم۔ بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرِ الْاَسْمَاءِ، بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا يَضُرُّ مَعَ اِسْمِه اَذیً۔ بِسْمِ اللّٰهِ الْكَافِیْ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الْمُعَافِیْ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا يَضُرُّ مَعَ اِسْمِه شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم، بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى نَفْسِیْ وَ دِيْنِیْ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى اَهْلِیْ وَمَالِیْ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ اَعْطَانِيْهِ رَبِّیْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ، اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّیْ لَا اُشْرِكُ بِه شَيْئًا۔ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاءُكَ وَ تَقَدَّسَتْ اَسْمَاءُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ وَشَيْطَانٍ مَّرِيْدٍ وَمِنْ شَرِّ قَضَاءِ السُّوْءِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْم۔ (تین بار)

(2) شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَاُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْم، اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامِ وَاَنَا اَشْهَدُ بِمَا شَهِدَ اللّٰهُ بِه وَاسْتَوْدِعُ

Marfat.com

اللهِ هٰذِهِ الشَّهَادَةَ وَهِيَ وَدِيْعَةٌ لِيْ عِنْدَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِنُوْرِ قُدْسِكَ وَعَظِيْمِ رُكْنِكَ وَعَظَمَةِ طَهَارَتِكَ مِنْ كُلِّ آفَةٍ وَعَاهَةٍ وَمِنْ كُلِّ طَوَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَااللهُ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ غِيَاثِيْ بِكَ اَسْتَغِيْثُ وَاَنْتَ مَلَاذِيْ بِكَ اَلُوْذُ وَاَنْتَ عِيَاذِيْ بِكَ اَعُوْذُ يَامَنْ ذَلَّتْ لَهٗ رِقَابُ الْجَبَابِرَةِ وَخَضَعَتْ لَهٗ اَعْنَاقُ الْفَرَاعِنَةِ اَعُوْذُبِكَ مِنْ كَشْفِ سَتْرِكَ وَنِسْيَانِ ذِكْرِكَ وَالْاِنْصِرَافِ عَنْ شُكْرِكَ، اَنَافِيْ حِرْزِكَ لَيْلِيْ وَنَهَارِيْ وَنَوْمِيْ وَقَرَارِيْ وَظَعْنِيْ وَاَسْفَارِيْ وَ حَيَاتِيْ وَ مَمَاتِيْ، ذِكْرُكَ شِعَارِيْ، وَثَنَائُكَ دُثَارِيْ، لَااِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ تَشْرِيْفًا لِعَظَمَتِكَ وَتَكْرِيْمًا لِنَفَحَاتِ وَجْهِكَ اَجِرْنِيْ مِنْ خِزْيِكَ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِكَ وَاضْرِبْ سُرَادِقَاتِ حِفْظِكَ عَلَيَّ وَاَدْخِلْنِيْ فِيْ حِفْظِ عِنَايَتِكَ وَجُدْ عَلَيَّ بِخَيْرٍ يَااَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَصَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ وَآلِهٖ۔

اس ورد کے بعض حصے آہستہ آہستہ آواز سے پڑھتے ہوئے بے ساختہ ان کی آواز بلند ہو جاتی تھی۔ یہ جملے اونچی آواز سے کہتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ غِيَاثِيْ بِكَ اَسْتَغِيْثُ وَاَنْتَ مَلَاذِيْ بِكَ اَلُوْذُ وَاَنْتَ عِيَاذِيْ بِكَ اَعُوْذُ يَامَنْ ذَلَّتْ لَهٗ رِقَابُ الْجَبَابِرَةِ وَخَضَعَتْ لَهٗ اَعْنَاقُ الْفَرَاعِنَةِ۔

اے اللہ! میرا مددگار تو ہے۔ میں تجھ ہی سے مدد چاہتا ہوں میرا ملجا و ماوی تو ہی ہے میں تیری پناہ میں آتا ہوں اے وہ کہ جابر بادشاہوں کی گردنیں اُس کے سامنے خم ہیں اور فرعونوں کے سر اُس کے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 285)

غزنوی شیخ کا رعب وادب

مولانا عبدالمجید صاحب سوہدروی رحمہ اللہ آپ رحمہ اللہ کے مقام و مرتبہ سے کون آگاہ نہیں؟ آپ جس مجلس میں ہوتے اس کو چار چاند لگ جاتے، آپ کی مجلس بڑے ادب واحترام اور وقار کی آئینہ دار ہوتی اور اس میں یاوہ گوئی کی کسی کو جرات نہ ہوتی، آپ کی مجلس اقبال مرحوم کے اس شعر کی آئینہ دار ہوتی۔

خموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

اور وہاں بیٹھے لوگوں کو ایک روحانی کیف وسرور حاصل ہوتا۔ آپ کی مجلس بابرکت سے اٹھ کر وہ کیفیت پیدا نہ ہوتی۔ (ص ۱۰۶)

دودمان غزنوی کا روشن ستارا

آپ دودمان غزنوی کے روشن ستارے تھے۔ آپ جس محفل میں یا جلسہ میں تشریف لے جاتے اس کی شان وشوکت بڑھ جاتی، لوگ آپ کو ایک نظر دیکھنے کے لئے بے تاب ہوتے اور آپ کی زیارت کرنے کو اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے۔ آپ کو یہ جاہ وجلال اور روحانی عزت وعظمت ورثہ میں ملی تھی، امام الاتقیاء حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ جن کا بیان گزر

Marfat.com

چکا ہے کہ توحید وسنت پر استقامت کے جرم میں حکومت کا بل نہ آپ کی پشت پر کوڑے برسائے مگر وہ کوڑے آپ کو روئی کے گالے محسوس ہوتے تھے۔ حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سنت نبوی "کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ فی کل احیانہ" کے مطابق ہر وقت ذکر الٰہی میں مصروف رہتے اور جب کبھی گوشہ تنہائی میں وجد میں آ کر ذکر الٰہی کرتے تو آپ کے ساتھ در و دیوار بھی ذکر میں مصروف ہو جاتے۔ آگے ان کے صاحبزادہ مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی تلاوت قرآن سننے کے لئے کئی کئی میل دور سے لوگ آپ کے پیچھے نماز فجر ادا کرنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ یہ باپ دادا کا اثر اور خاندانی پر تو حضرت مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ پر بھی پڑا آپ کی محفل میں جلال اس قدر ہوتا تھا کہ اس میں گفتگو کرنے سے بڑے بڑے ہچکچاتے تھے۔ آپ کے سامنے بات کرنا بڑے حوصلے کا کام تھا آپ غیر معیاری پھس پھسی اور رقیق گفتگو پسند نہیں کرتے تھے۔

گاڑی بال بال بچ گئی

میاں فضل حق رحمہ اللہ سابق ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان بہت نیک، شریف، خدا ترس اور علماء کے قدردان انسان تھے۔ آپ حضرت جد محترم مولانا عبدالجبار سوہدروی رحمہ اللہ کی وجہ سے بندہ سے بہت شفقت فرمایا کرتے تھے، ایک ملاقات پر آپ نے مجھ سے باتیں کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ موسم گرما میں تقریباً ہر سال خوشاب میرے ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ میں نے پہاڑیوں کے اوپر صحت افزاء جگہ پر ان کے قیام کے لئے الگ رہائش گاہ بنا رکھی تھی ان کی آمد اور ان کے یہاں قیام سے ہمیں دلی سکون ملتا تھا۔ میاں صاحب نے بتایا کہ آپ بڑے ذاکر وشاکر تھے، ایک روز دوران سفر ہماری گاڑی ان بیلنسڈ (غیر متوازن) ہو کر پھسلنے لگی، میں بھی اسی گاڑی میں تھا، ہم گھبرا گئے کیونکہ **گاڑی خطرے کی حالت میں تھی، مگر مولانا غزنوی رحمہ اللہ نہایت پرسکون حالت میں ذکر الٰہی میں مصروف تھے** اور اللہ سے استمداد اور استعانت کر رہے تھے، تا آنکہ گاڑی قابو میں آ کر سیدھی ہو گئی۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ حضرت مولانا رحمہ اللہ کی طبیعت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا۔

اہل اللہ پر خرچ کرنے کی برکت:۔ میاں صاحب نے یہ بھی بتایا کہ میں مولانا پر جتنا مال خرچ کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے بہت جلد اس سے کئی گناہ زیادہ عطا فرما دیتا ہے۔ میاں صاحب نے لیز پر کوئلے کے پہاڑ لئے ہوئے تھے، ان میں بہت فائدہ ہوتا تھا، آپ نے یہ بھی بتایا کہ جس قدر مساجد، مدارس اور غرباء وغیرہ پر روپیہ صرف کرتا ہوں اس سے بہت زیادہ اللہ تعالیٰ مجھے برکت دے دیتا ہے میں مٹی کو ہاتھ ڈالتا ہوں تو رب تعالیٰ اسے سونا بنا دیتا ہے۔ (ص ۱۰۷)

ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ

ولی کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ تنگ دست ہو اور پھٹا پرانا لباس رکھتا ہو، کاروبار سے دور اور دنیا سے الگ تھلگ پہاڑوں اور جنگلوں میں بسیرا کرتا ہو بلکہ ولی دولت مند، صاحب جائیداد، اچھے کاروبار کا حامل اور خوش لباس بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ، مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ، مولانا ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ، مولانا قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ، مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ، مولانا محمد صدیق کرپالوی رحمہ اللہ وغیرھم تھے۔ فیاض ازل نے انہیں دین و دنیا کی ہر نعمت سے نوازا تھا زمانہ حال اور ماضی میں اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ (بحوالہ کرامات اہل حدیث۔ از: مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

تعویذات اور عملیات کا ذوق

ایک زمانے میں انہیں تعویذات، عملیات اور طبی نسخے اکٹھے کرنے کا بھی شوق رہا۔ اُن کی ایک ڈائری میرے پاس ہے جس کے پہلے صفحے پر مجربات و معمولات فقیر بارگاہ صمدی محمد داؤد غزنوی لکھا ہے اس میں ایک طرف اپنے قلم سے مختلف بزرگوں سے حاصل کیے ہُوئے تعویذات اور مجرب عمل لکھے ہیں اور دُوسری طرف طبی نسخے درج ہیں۔ حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ کے بہت سے مجربات اس ڈائری میں موجود ہیں۔ اُن کے علاوہ مندرجہ ذیل بزرگوں کے مجربات نقل کیے گئے ہیں:

مولانا غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ قلعہ والے' مولوی محمد سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرید حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا احمد غزالی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عبداللہ شاہ ثم افریقی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا حُسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 286)

حضرت احمد علی قادری رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ

24 فروری کو مولانا احمد علی صاحب علیہ الرحمہ کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ افسوس کہ اس رات ساڑھے 9 بجے مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کئی سال فالج کی علالت کے بعد حرکت قلب بند ہونے سے انتقال فرما گئے۔

مروت اور رواداری

مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ دوست دشمن سب کے ساتھ مروت سے پیش آتے۔ وہ لوگ جنہوں نے زندگی بھر انہیں ایذاء دی اور اُن سے بغض وعناد رکھا، اُن کے ساتھ بھی تپاک سے ملتے۔ انہیں علم ہوتا تھا کہ یہ شخص میری غیر حاضری میں مجھے گالیاں دیتا ہے لیکن شائستگی کے اس معیار سے جو انہوں نے اپنے لیے ٹھہرالیا تھا، وہ نیچے اُترنے کے لیے تیار نہ ہوتے تھے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 289)

دوسروں کو حقیر نہ سمجھنا

وہ ایک متعین اور واضح مسلک رکھتے تھے اور زندگی بھر پورے یقین اور اذعان کے ساتھ اس مسلک کا پرچار کرتے رہے، **مگر دُوسروں کے عقائد وافکار کی تضحیک نہیں کرتے تھے تمام جماعتوں کے زُعماء کے ساتھ عزت واحترام کے ساتھ پیش آتے۔**

حضرت مرزا مظہر نقشبندی سے مناسبت

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''ارواح ثلاثہ'' جو بزرگوں کے حالات پر مشتمل ہے کے حاشیے پر جگہ جگہ اُنہوں نے اپنے قلم سے نوٹ لکھے ہیں۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں مندرجہ ذیل حکایت لکھی ہے:

بے قاعدہ رکھی ہُوئی چیز دیکھ کر مرزا صاحب رحمہ اللہ کے سر میں درد ہونے لگتا تھا۔ ایک دن بہادر شاہ بہت الحاح والتجاء کے بعد اجازت حضوری ملنے پر زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ موسم تھا گرمی کا، بادشاہ کو پیاس لگی اور پانی طلب کیا۔ حضرت نے فرمایا، وہ گھڑا رکھا ہوا ہے پیالے میں لے کر پانی پیو۔ بادشاہ نے پانی پیا اور پیالہ گھڑے پر رکھ دیا۔ مرزا صاحب رحمہ اللہ کی نظر جو گھڑے پر پڑی، تو پیالہ ذرا ترچھا دھرا ہوا تھا۔ دیر تک ترچھی نگاہ سے دیکھتے رہے۔ آخر ضبط نہ ہوسکا۔ فرمایا: ''جناب آپ بادشاہت کیا کرتے ہوں گے، ابھی تک خدمت گاری تو آئی ہی نہیں۔ دیکھو تو گھڑے پر پیالہ رکھنے کا یہی طریقہ ہے؟ (ارواح ثلاثہ ص ۱۸)

Marfat.com

حضرت نے اس حکایت کے حاشیے پر اپنی قلم سے لکھا: اس عاجز کی بھی یہی حالت ہے۔ داؤد غزنوی۔

مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی لطافت طبع کے بہت سے قصے ارواح ثلاثہ میں درج کیے گئے ہیں ایک اور حکایت کے حاشیے پر حضرت لکھتے ہیں:

اس عاجز کو حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بعض احوال واذواق میں مناسبت ہے حضرت مرزا صاحب رحمہ اللہ کے حالات میں یہ بھی مندرج ہے:

حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان اور مجاہدہ سب اسی نفاست ونزاکت طبعی میں تھا۔ ایک عورت تھی نہایت بدمزاج، کج خلق اور منہ پھٹ۔ حضرت مرزا صاحب رحمہ اللہ کو الہام ہوا کہ اگر اس عورت سے نکاح کرو اور اس کی بدزبانی وایذاء دہی پر صبر کرو گے تو تم کو نوازلیا جائے گا۔ حضرت نے فوراً پیام بھیج دیا اور اُس سے نکاح کرلیا۔ وہ عورت اس درجہ تُند خو۔ بدخصلت سخت دل اور فحش گو تھی کہ الامان۔ حضرت مرزا صاحب رحمہ اللہ خوشی خوشی دولت خانہ پر تشریف لے جاتے اور وہ سڑی سڑی سنانی شروع کرتی، چُپکے بیٹھے سُنتے رہتے' زبان سے اُف نہ نکالتے۔ اندر کھولتے آخر واپس تشریف لے آتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ روزانہ صبح ہوتے ہی خادم کو حکم فرماتے کہ جاؤ دروازہ پر حاضر ہو کر میرا سلام عرض کرو اور پُوچھو کوئی کارخدمت ہو تو انجام دیا جائے گا۔

اس پر حضرت رحمہ اللہ نے لکھا: یہ مقام اس عاجز کو کہاں نصیب ہے۔ ''داؤد غزنوی''

آداب مجلس کا بہت خیال رکھتے تھے کوئی چائے پیتے وقت زور زور سے چُسکیاں لیتا یا روٹی کھاتے وقت آواز نکالتا تو انہیں ناگوار ہوتا تھا۔ (سوانح داؤ دغزنوی ص290)

قارئین! غور کریں، اسلاف اہل حدیث کسی نہ کسی بزرگ کے ملفوظات، مکتوبات یا حالات کا مطالعہ کرنا بھی ضروری سمجھتے تھے۔ یہ امر اس بات کی واضح دلیل ہے کہ صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم تمام لوگوں کیلئے مینارہ نور کی حیثیت رکھتے ہیں اور صراطِ مستقیم کے سچے طلبگاران سے روشنی لے کر چلتے ہیں۔ سورۃ فاتحہ کی آیت میں اللہ جل شانہ نے جب یہ فرمایا کہ'' ہمیں صراط مستقیم پر چلا'' تو اس سے آگے صراط مستقیم کی وضاحت بھی خود ہی فرمادی کہ اگر صراط مستقیم پر چلنا چاہتے ہو تو میرے انعام یافتہ لوگوں کو دیکھ دیکھ کر، ان سے زندگی گزارنے کے طریقے سیکھ سیکھ کر چلو۔ حالانکہ'' صراط القرآن'' بھی تو سیدھا راستہ ہے، ''صراط الحدیث'' بھی کہا جاسکتا تھا، لیکن نہیں۔۔۔ انسان ہمیشہ انسان ہی سے سیکھتا ہے۔ قرآن وحدیث سے رہنمائی لیتے جاؤ، اور میرے انعام یافتہ لوگوں کی طرز پر عمل کرتے جاؤ۔ **قرآن مجید کے دوسرے مقام پر انعام یافتہ لوگوں کے جو چار طبقات بیان کیے گئے ہیں، صوفیاء صالحین انہی میں سے ایک طبقہ ہے۔** آئیں، ہم بھی اللہ جل شانہ سے انہی خوش قسمت حضرات کے راستے پر چلنے کی بھیک مانگتے ہیں، کیونکہ انہوں نے اپنے اوپر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو فرض ٹھہرایا ہوتا ہے۔ تصوف میں ایک عمل '' تصور شیخ'' کے متعلق کچھ لاعلم حضرات بہت اعتراض کرتے ہیں حالانکہ تصور شیخ سراسر اتباعِ سنت کا دوسرا نام ہے۔ وہ کیسے۔۔۔؟

ایک مرید جب بھی کوئی عمل کرنے لگتا ہے تو پہلے یہ سوچتا ہے کہ اس عمل کو میرے شیخ ومرشد کس طرح کرتے ہیں۔ شیخ ومرشد نے چونکہ اپنے مرشد کو دیکھا اور ان کے اعمال کو اپنی ذات میں سمویا ہوا ہوتا ہے، پھر ان کے مرشد نے اپنے مرشد کو۔۔۔ اسی طرح

Marfat.com

چلتے چلتے مشائخ کا پورا شجرۂ مبارکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچتا ہے اور انہوں نے چونکہ حضور ﷺ کی نقل کرتے کرتے زندگی بسر کی تھی، اس لیے ان سب کے اعمال، ان سب کا تصورِ شیخ، فی الحقیقت حضور اکرم ﷺ ہی کی نقل ہوتا ہے۔ بس اتنی سی بات ہے۔ اللہ والو! پہلے تصوف کو سمجھ تو لیں۔ بغیر دیکھے، سمجھے کسی حقیقت کا انکار کر دینا تو دیوانگی ہے نا۔۔۔! (از: مرتب)

اسلاف کے لیے ''سیدنا'' کا استعمال

حضرت مولانا داؤد غزنوی علیہ الرحمہ کے ہاں تشدد اور غلو نہ تھا۔ مسلک میں اعتدال تھا۔ بزرگان کرام رحمہم اللہ کے لیے لفظ سیدنا کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہ سمجھتے تھے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 340)

بزرگوں کے لیے سیدنا کے استعمال کے دلائل

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے انصار سے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: ''قوموا الی سید کم'' یعنی اپنے سید کی طرف کھڑے ہو جاؤ اور آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا ''سیدا کھول اھل الجنۃ'' یہ دونوں جنت کے بزرگ عمر کے لوگوں کے سید ہیں (ترمذی) اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا: ''ابنی ھذا سید'' میرا یہ بیٹا سید ہے۔ (بخاری) اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں کے لیے فرمایا: ''سیدا شباب اھل الجنۃ'' یہ دونوں جنت کے نوجوانوں کے سید ہیں (ترمذی) اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے فرمایا: ''سیدۃ نساء اھل الجنۃ'' جنت کی تمام عورتوں کی سیدہ (سردار) ہیں (صحیحین) اور غلام کیلئے فرمایا: ''ان العبد اذا العبد اذا نصح سیدہ'' غلام جب اپنے آقا کی خیر خواہی کرے اور اللہ کی عبادت اچھی طرح سے کرے اسے دوگنا ثواب ہوگا (صحیحین) معلوم ہوا کہ سید کا لفظ سردار قوم، بزرگ محترم اور آقا کے معنوں میں استعمال ہو سکتا ہے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 341)

حفظِ مراتب میں احتیاط

بعض لوگ توحید بیان کرتے ہوئے انبیاء اور اولیاء کا ذکر ناشائستہ انداز میں کرتے ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ کو یہ بات بہت ناگوار ہوتی تھی، چنانچہ تعلیقات میں لکھتے ہیں:

یہ بہت اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ فرق مراتب بیان کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس طرح نہ کریں کہ اس سے ادب کے خلاف کوئی لفظ زبان پر آ جائے مثلاً علم غیب کے مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے اس طرح اگر کوئی کہہ دے کہ آپ ﷺ غیب دیب کچھ نہیں جانتے تھے (معاذ اللہ) تو یہ سوءِ ادب ہوگا اور آپ ﷺ کی شان میں سوءِ ادب کفر کی حد تک پہنچا دیتا ہے کیونکہ قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کے متعلق یہ آداب بیان فرمائے ہیں۔ ''اور اپنی آوازیں پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سے اُونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، اس طرح ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو''۔

''پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بلانے کو ایسا خیال نہ کرنا جیسا کہ تم آپس میں ایک دُوسرے کو بُلاتے ہو''۔ (نور ۶۳) یعنی

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ادب اور تعظیم سے بلانا چاہیے پس یوں کہنا چاہئے مغیبات کا علم حق سبحانہ وتعالیٰ ہی کو ہے لیکن اُس نے بعض غیب کی باتوں کا علم اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء فرمایا ہے۔ یہ تو ہے تکوینیات کے متعلق۔ رہا شرعیات کا علم جو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے منصب سے متعلق ہے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اولین وآخرین سے بڑھ کر ہے اور وہ علوم و معارف حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحمت فرمائے ہیں کہ کسی انسان کی طاقت میں نہیں کہ ان سب پر حاوی ہو سکے۔ ''یارب صل وسلم دائما ابدا علی جبیبک خیر الخلق کلھم''۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 342)

شرک کا اطلاق صرف قبر پر ہی کیوں؟

''من دون اللہ'' کے لفظ اتنے جامع ہیں کہ ان میں تمام غیر اللہ شامل ہیں۔ اس میں تمام مردوں اور زندوں کی یکساں نفی کی گئی ہے اور زندہ خداوندوں کی نفی کرنا زیادہ کٹھن ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن میں زندہ خداؤں کی نفی کا ذکر بہت شرح وبسط کے ساتھ کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کی نفی کیسے کی؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے نعرہ ''لا'' کیسے لگایا؟ کتنے لوگ ہیں جنہیں موحد ہونے کا دعویٰ ہے اور وہ توحید کی ابجد ہوز سے بھی ناآشنا ہیں۔ ظالم اور جابر حکمرانوں کے خوف کے مارے ان کی زبانیں گنگ ہیں اور کلمہ حق کہتے ہوئے ہکلاتی ہیں، کتنے علماء ہیں جو اپنے آپ کو توحید کے بلند ترین مقام پر فائز سمجھتے ہیں اور پوری ملت اسلامیہ کو حقیر جانتے ہیں اور اُن کی توحید کا یہ حال ہے کہ حقیر ترین دنیوی اغراض کیلئے دُنیادار سرمایہ داروں کے گھروں کا طواف کرتے ہیں اور اُن کی صبحیں اور شامیں ان کی چاپلوسی میں بسر ہوتی ہیں کیا ''من دون اللہ'' میں صرف عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ اور حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ ہی شامل ہیں؟ کیا فاسق وفاجر حکام اور دُنیادار سرمایہ دار ''من دون اللہ'' میں شامل نہیں ہیں یہ کیا منطق ہوئی؟ توحید کا یہ تصور ان لوگوں نے اپنے جی سے گھڑ لیا ہے، کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توحید تو بڑی انقلاب آفریں ہے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 345)

کعبہ سے افضل روضہ مبارک

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ والہانہ محبت تھی اور اُن کا ذکر نہایت ادب وتعظیم سے کرتے تھے مقام رسالت بیان کرتے ہوئے حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کا یہ قول مزے لے لے کر سنایا کرتے تھے۔ کسی شخص نے حافظ ابن قیم رحمہ اللہ سے پُوچھا کہ روضہ اطہر افضل ہے یا کعبہ؟ تو حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ان اردت مجرد الحجرۃ فالکعبۃ افضل وان اردت وھو فیھا فلا واللہ ولا العرش وحملتہ ولا جنّت عدن ولا الافلاک الدائرۃ لانّ بالحجرۃ جسدألو وزن بالکونین لرجح''۔ (بدائع الفوئد ج ۳ ص ۱۳۵)

(اگر تمہاری مراد محض حجرۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے تو کعبہ افضل ہے اور اگر تمہاری مراد جسد اطہر سمیت روضۂ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے تو خُدا کی قسم وہ عرش سے افضل ہے۔ حاملین عرش سے افضل ہے، جنت عدن سے افضل ہے گردش کرنے والے افلاک سے افضل ہے۔ اس لیے کہ روضہ میں ایک ایسا جسد اطہر ہے کہ اگر دونوں جہانوں کے ساتھ بھی اُسے تولا جائے تو وہ بھاری رہے)۔

Marfat.com

اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بے پناہ محبت وعقیدت

اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اُنہیں بے پناہ محبت اور عقیدت تھی۔ اپنے مقالے ''اُسوۂ حسین رضی اللہ عنہ'' میں خانوادۂ نبوت کی مدح وتوصیف میں یوں رقمطراز ہیں: اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل بیت (رضی اللہ عنہم) کی محبت کے پاکیزہ جذبات اور مخلصانہ ولولے ایک مومن قانت اور مسلم صادق کی زندگی کی ایک قیمتی متاع ہے اور یہ صحیح ہے کہ اس محبت اور شفتگی کا سرچشمہ فی الحقیقت وہ محبت وعقیدت ہے جو اس مقدس ومطہر وجود سے متعلق ہے جس کو خدا نے تمام کائنات انسانی میں ہر طرح کی محبوبیت کے لیے چن لیا پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ جس خاندان نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نے قرآن کریم میں مخاطب کر کے ان کی طہارت اور پاکیزگی کا اعلان کیا ہو:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا۔ (احزاب)

(اے اہل بیت! خدا کو تو بس یہی منظور ہے کہ تم سے ہر قسم کی میل کچیل دُور کر دے اور تم کو ایسا پاک وصاف کر دے جیسا پاک وصاف ہونے کا حق ہے)

اور جن کی عزت وعظمت کا یہ عالم ہو کہ قرآن کریم میں مسلمانوں کو ان پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہو:

''ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنو اصلوا علیہ و سلموا تسلیما'' (اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ مسلمانو! تم بھی ان پر درود وسلام بھیجتے رہو)۔

جس کی تشریح کیلئے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا ''امرنا اللہ ان نصلی علیک یا رسول اللہ فکیف نصلی علیک''۔

(ہمیں اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے ہمیں بتائیے کہ کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا کریں)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: یوں کہو ''اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی آل ابرھیم و بارک علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی آل ابراھیم انک حمید مجید''۔ (صحیح مسلم ج اول)

اور جن کی محبت ومودت اس درجہ مطلوب اور منظور ہو کہ قرآن کریم میں اس کے لیے یوں ارشاد ہوا:

''قل لا اسئلکم علیہ اجراً الاّ المودۃ فی القربیٰ''۔

آپ علیہ السلام اس کا اعلان کر دیجئے کہ میں تم لوگوں سے تبلیغ رسالت پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا، مگر اقرباء کی محبت

اور جن کے عزو شرف کا یہ مقام ہو کہ حجۃ الوداع کے خطبہ میں کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا ذکر کیا ہو:

وانا تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و اھل بیتی۔

ترجمہ: میں تم میں دو بزرگ ترین چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب دُوسرے اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

اور جن کی محبوبیت کا یہ حال ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے متعلق فرمائیں:

ھذان ابنای و ابنا ابنتی اللھم انی احبھا فاحبھا و احب من یحبھا۔ (ترمذی)

Marfat.com

یہ حسن رضی اللہ عنہ اور حُسین رضی اللہ عنہ میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ یا اللہ! میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی انکو اپنا محبوب بنا اور جوان سے محبت کرے اس سے بھی تو محبت کر۔

اور جن کے فضل وشرف کے لیے باب کعبہ کو تھام کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ مثال دی ہو:

''الا ان مثل اھل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا من تخلف عنھا ھلک''۔

(مسند احمد عن ابی ذر رضی اللہ عنہ)۔

دیکھو میرے اہل بیت کی مثال تم میں کشتی نوح کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوا وہ بچ گیا جو اس سے دور رہا ہلاک ہو گیا۔ اور جن کے احترام کو قائم رکھنے کیلئے یہ وصیت فرمائی ہو۔

''ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیھما''۔ (ترمذی)

(دیکھو! کتاب اللہ اور میری اولاد (اہل بیت) دونوں ایک دُوسرے سے جدا نہیں ہوں گے تا آنکہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں۔ پس خیال رکھنا کہ میرے بعد تم ان سے کس طرح کا سلوک کرتے ہو)

پس جس خاندان نبوت کی محبوبیت اور محمودیت کا یہ مرتبہ ہو، اس کی محبت وعشق میں جتنی بھی گھڑیاں اور جتنی بھی راتیں آنکھوں میں بسر ہوں اور اُن کی تعریف وتوصیف میں جس قدر بھی زبانیں زمزمہ پیرا ہوں، یقیناً رُوح کی سعادت، اور دل کی طہارت اور انسانیت کا حاصل ہے۔

(اسوۂ حسین رضی اللہ عنہ ص ۶ تا ۱۱ مطبوعہ جمعیت اہلحدیث قصور۔ ضلع لاہور بحوالہ سوانح داؤد غزنوی ص 347 تا 350)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے عقیدت

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر والہانہ شیفتگی سے کرتے اور ان کی تنقیص کرنے والوں سے اُنہیں شدید کراہت تھی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ سے ان کی محبت وعقیدت کا اندازہ ان کے مقالے ''اُسوۂ حسین رضی اللہ عنہ'' کی ابتدائی عبارت سے کیا جا سکتا ہے۔

قارئین! یہ مرض مسلک اہلحدیث میں جڑ پکڑ چکا ہے کہ یزید کے متعلق زبان سے تو یہ کہا جاتا ہے کہ ''لا نحبہ ولا نبغضہ'' (ہم اس کیساتھ نہ ہی محبت کرتے ہیں، نہ ہی اس کے متعلق دل میں کوئی بغض رکھتے ہیں) لیکن عملی طور پر یہ حقیقت سامنے آ رہی ہے کہ جب بھی اس موضوع پر گفتگو شروع ہوتی ہے، شہیدِ مظلوم حضرت سیدنا وامامنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت پر صرف فارمیلٹی پوری کی جاتی ہے اور یزید کے فضائل بیان کرتے کرتے خطبہ جمعہ مکمل ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف جب موجودہ اہل حدیث پرنٹ میڈیا پر غور کریں تو یہ بات کھلتی ہے کہ پچھلے بیس سالوں سے ''جماعتِ اہل حدیث کے ترجمان ایک مشہور ومعروف رسالہ'' میں سے چن چن کر حسینیت کو نکالا گیا اور یزیدیت کو ڈالا گیا ہے۔ اسلاف اہل حدیث تو اس معاملے میں بہت حساس مزاج رکھتے اور حسینیت کے بیان کو اپنے لیے ذریعۂ نجات سمجھتے تھے۔ کیا امیر جمعیت اہل حدیث مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے اوپر درج کردہ بیان سے یہ بات واضح نہیں ہو رہی؟ (از: مرتب)

Marfat.com

اولیاء کا ادب اپنے ہی اسلاف سے سیکھ لیں!

بزرگوں کا غایت درجہ ادب فرماتے تھے اور اُن کا نام نہایت احترام سے لیتے تھے۔ اگر کوئی بزرگوں کی شان میں گستاخی کرتا یا کسی امام کا نام لیتے ہوئے آداب کو ملحوظ نہ رکھتا تو سخت برہم ہوتے اور بعض حالتوں میں طبیعت اس قدر مکدر ہوتی کہ اُس آدمی سے گفتگو ہی موقوف فرما دیتے ائمہ کرام اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ کے ادب پر ہر سال دو چار خطبے ضرور دیتے تھے۔ اُنکی آواز میرے کانوں میں اب بھی گونج رہی ہے وہ مولانا روم (رحمہ اللہ) کا یہ شعر پڑھتے:

از خدا خواهیم توفیق ادب   بے ادب محروم ماند از فضل رب

(ہم خدا سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں۔ بے ادب اللہ کے فضل وکرم سے محروم ہے۔

یہ بھی فرماتے کہ حضرت خواجہ محمد پارسا رحمہ اللہ نے وصیت کی تھی:

اندرره حق جمله ادب بایدبود   تاجاں باقی است در طلب بایدبود

در هر دم گر هزار دریا بکشی   کم باید بود خشک لب باید بود

(اللہ کی راہ میں سراپا ادب رہنا چاہئے جب تک جسم میں جان باقی ہے تلاش جاری رہنی چاہئے اگر ہر سانس میں فیضان کے ہزاروں دریا بھی تو پی جائے تو پھر بھی کم ہے اور ہونٹ خشک رہنے چاہئیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ کا جو ادب اور احترام کرتے تھے، بڑے شوق وذوق سے بیان فرماتے۔ اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادوں کے نام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خط کی یہ عبارت سناتے:

"ایں فقیراز سرتاقدم غرق احسانہائے والد بزرگوار شما است۔ دریں طریق سبق الف ب راازایشاں گرفتہ است وتہجی حروف ایں راہ راازیشاں آموختہ"۔

(مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ ص ۲۶۶ دفتر اول)

(یہ فقیر سر سے پاؤں تک آپ کے والد ماجد کے احسانات میں ڈوبا ہوا ہے اور اس راستے میں ابجد ہوز بھی انہی سے حاصل کی تھی)

"اگر در مدت عمر سر خود را پائمال اقدام خدمہ عتبۂ علیّہ شما کردہ باشد ہیچ نہ کردہ باشد"

(مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ ص ۲۶۶ دفتر اول)

فرماتے کہ شیخ علاؤ الدین سمنانی رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ اپنے مشائخ سے ایک اعتبار سے آگے نکل گئے تھے۔ مگر فرماتے یہی تھے۔

"اگر سر من بآسماں ساید، ہنوز خاک آستانہ مشائخ من بالا باشد"۔

(اگر میرا سر آسمان سے بھی جا لگے تو میرے مشائخ کے آستانے کی خاک بھی مجھ سے برتر ہے)

فرماتے تھے کہ بزرگوں سے اختلاف بھی کیا جائے تو نہایت ادب اور تواضع سے اختلاف کرنا چاہیے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کس قدر ادب اور سلیقے سے اختلاف رائے کا اظہار فرماتے تھے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

Marfat.com

من کمینہ خوشہ چین خرمنہائے دول ایشانم وزذیلے زلّہ بردار خوانہائے نعم ایشانم......
امّا چہ تواں کرد کہ حقوق خداوندی جل سلطانہ فوق حقوق ایشانست۔

(مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ حصہ ششم، دفتر دوم، ص ۱۰۵)

(یہ بندہ کمینہ انہی کے رُوحانی خرمنوں کا خوشہ چیں ہے اور انہی کی نوازشوں کے دستر خوان کا اُلش کھانے والا ہے مگر کیا کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق اُن کے حقوق سے بڑھ کر ہیں)۔ پھر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فقرہ بھی اکثر نقل فرماتے تھے:

"بعض از بزرگان می گویند کو ایں بدعت حسنہ است وایں بدعت سنیہ است اما فقیر با ایشاں موافقت نہ دارد"۔

بعض بزرگ کہتے ہیں کہ ایک بدعت حسنہ ہے اور ایک بدعت سیہ ہے لیکن فقیر ان بزرگوں سے اتفاق نہیں کرتا)

(سوانح داؤد غزنوی ص 351 تا 353)

مقام فنافی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت والد علیہ الرحمۃ اپنے ایام مرض میں ایک دن فرمانے لگے "لوگ سمجھتے ہیں میں بیماری کی وجہ سے روتا ہوں۔ **حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا آج کل مجھ پر شدید غلبہ ہے۔ اُن کی ذات گرامی میرے دل ودماغ پر چھا گئی ہے۔** یہ فقرے بڑی مشکل سے اُنہوں نے پورے کیے اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ درود شریف ان دنوں کثرت سے پڑھتے تھے۔ مولانا عبد الرحمن جامی رحمہ اللہ کے نعتیہ کلام پر ایک دن بہت دیر گفتگو کرتے رہے میں نے مولانا جامی رحمہ اللہ کی نعت کا مطلع پڑھا ؎

نسیم الصبح زرمنی ربیٰ نجد وقبلها   کہ بوئے دوست مے آیدازاں پاکیزہ منزلہا

اے بادِ نسیم میری طرف سے نجد کے ٹیلوں کے پاس جا اور اُنہیں بوسے دے کہ اُن مقدس جگہوں سے دوست کی مہک آتی ہے۔

یہ سنتے ہی ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور آنکھیں نم آلود ہو گئیں۔ باقی شعر پڑھنے کی ہمت مجھے نہ ہوئی۔

سر ڈھانپنے والی سنت پر موت تک عمل

ہسپتال ایمبولینس کار میں سٹریچر پر گئے چلنے سے پہلے شیروانی پہنی، سر پر ٹوپی رکھی ہاتھ میں چھڑی لی اور چھڑی سمیت سٹریچر پر لیٹ گئے۔ یہ وضع داری وہ آخری دن تک نبھاتے رہے تعجب ہوتا تھا کہ اتنی لمبی بیماری کاٹنے کے باوجود اُن کے مزاج میں چڑچڑا پن پیدا نہیں ہوا بلکہ حلم اور مزاج کا دھیما پن روز بروز بڑھتا گیا۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 274)

اہل حدیث اور حنفی علماء ایک نعمت عظمیٰ

اگرچہ تقسیم کے تیز وتند آلہ نے برصغیر کے دو ٹکڑے کر دیئے لیکن رُوحوں کا ملاپ اور قلوب کا اتصال ناقابل انفکاک ہوتا ہے۔ گزشتہ چند ماہ میں مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حسین احمد رحمہما اللہ جیسی عظیم المرتبت شخصیتوں کا انتقال ملت اسلامیہ کے لیے

Marfat.com

بہت بڑا صدمہ ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ اس برصغیر میں علامہ جمال الدین افغانی کے ایک طرح نائب تھے۔ مولانا حُسین احمد مدنی رحمہ اللہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے شاگرد اور جانشین صادق تھے ان حضرات کا نظریہ تھا کہ اسلام اور ملت اسلامیہ کا طاقتور حریف انگریز ہے اس لیے انہوں نے اور اُن کے رفقاء نے اپنی ساری قوتیں اس امر کے لیے وقف کر دیں کہ انگریز کو اس ملک سے نکال دیا جائے۔ یہی وقت کا سب سے بڑا جہاد اور اسلام کی سب سے بڑی خدمت ہے۔

ان بزرگوں کا وجود اگر چہ پورے برصغیر کے لیے ایک نعمت عظمیٰ تھا لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ تقسیم ملک کے بعد جو حالات ہندوستان میں پیدا ہوئے ان کو دیکھتے ہوئے ہر ہوشمند انسان یہ رائے رکھتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے اُن کا وجود ایک بیش بہا نعمت اور بہت بڑا سہارا تھا، اس لیے **ہم سب ان بزرگوں کے سانحہ ارتحال کو ملت اسلامیہ کے لیے بہت بڑا صدمہ سمجھتے ہیں۔ ایسی ہستیاں صدیوں میں بھی مشکل سے پیدا ہوتی ہیں:**

عُمرہا در کعبہ وبُت خانہ می نالد حیات　　تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

ہم سب ان بزرگوں کے لیے دُعائے مغفرت کرتے ہیں اور بارگاہ رب العزت سے التجاء کرتے ہیں کہ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ یہ بزرگ اپنی اپنی زندگیاں اعلیٰ مقاصد کی راہ میں قربان کر کے ہم سے رخصت ہو کر اپنے رب عزوجل کے پاس جا پہنچے ہیں۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 297)

(10) حضرت مولانا ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ وجانشین: حضرت مولانا سید داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

قارئین! حضرت مولانا اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر اہل حدیث صوفی، مولانا سید محمد ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ تصوف کی باریک بینی پر نظر عمیق رکھنے والے اور توحید وادب کو یکجا کرنیوالے راہِ معرفت کے باادب راہی تھے۔ انکی وفات پر محترم بشیر انصاری صاحب نے مجلہ ''ہفت روزہ الاسلام'' کا ایک خاص نمبر شائع کیا، جس میں بیسیوں علمائے اہل حدیث نے اس بات کا برملا اظہار کیا کہ مولانا سید محمد ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ناصرف ایک ذہین پروفیسر تھے، بلکہ وہ ایک منجھے ہوئے مبلغ عظیم صوفی اور قافلہ غزنویہ کی روحانی عظمتوں کے وارث بھی تھے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ سلطان القلم حضرت بھٹی صاحب مرحوم نے انکے متعلق کیسے تاثرات قلمبند فرمائے۔ (از: مرتب)

مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ 1927ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے دینی تعلیم کا آغاز اپنے والد بزرگوار مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ سے کیا دنیاوی تعلیم میں ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی اور ایل ایل بی، کی ڈگریاں حاصل کیں۔ فارغ

Marfat.com

التحصیل ہونے کے بعد اسلامیہ کالج لاہور میں اسلامیات کے پروفیسر مقرر ہوئے اس کے بعد آپ کو اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کا وائس چانسلر مقرر کیا گیا۔ مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کو مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی جگہ جماعت اہلحدیث کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ (بحوالہ کتاب: غزنوی خاندان۔ از: ملک عبدالرشید عراقی حفظہ اللہ)

بے شمار لوگوں کے فیض رساں صوفی

سیّد ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کی زندگی کو ہم دو عہدوں میں تقسیم کر سکتے ہیں، پہلا عہد حصول علم، حصولِ ملازمت اور بعض دیگر مشغولیتوں کا تھا جو تقریباً ۱۹۶۰ء تک چلا۔ اس کے بعد دوسرا عہد شروع ہوا جس کے بہت سے گوشے پہلے عہد سے بالکل مختلف تھے۔ یہ ذکر الٰہی، وظائف و اوراد، مجالس ذکر کے انعقاد، عبادت و تصوف، وعظ و تقریر، خطبات جمعہ کے التزام کا عہد تھا۔ اس عہد میں انہوں نے بڑی شہرت پائی اور ان کے اشغال سے بے شمار لوگوں نے فیض حاصل کیا۔ (بحوالہ کتاب: صوفی عبداللہ رحمہ اللہ ص: ۲۸۷-۲۸۸)

سلفی اور حنفی صوفیاء کی دوستی

مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ بڑے علم دوست عالم دین تھے ان کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا برصغیر پاک و ہند کے نامور عالم دین بین الاقوامی شہرت کے مالک مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مرحوم و مغفور سے آپ کے دوستانہ تعلقات تھے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ سید صاحب مرحوم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

تقسیم ملک کے بعد ایک مرتبہ میں لاہور میں حاضر ہوا تو ہمارے فاضل مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب اور ان کے رفقاء نے ازراہ محبت جامعہ سلفیہ میں میرے اعزاز میں ایک تقریب منعقد کی اور اپنی جماعت کے ممتاز لوگوں اور فضلاء ندوہ کو مدعو کیا، میں حاضر ہوا تو میری حیرت و ندامت کی انتہا نہیں رہی کہ مجھے وہاں ایک سپاسنامہ پیش کیا گیا اور مولانا داؤد غزنوی صاحب رحمہ اللہ جو میرے استاد اور بزرگوں کی صف میں تھے، خود پڑھا۔ یہ ان کی بے نفسی اور تواضع کی انتہا تھی اور اس سے اس تعلق کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ جو ان کو سید صاحب رحمہ اللہ اور ان کے خاندان اور مسلک سے تھا۔ 1962 میں جس سال رابطہ عالم اسلامی کی بنیاد پڑی وہ حج کرنے آئے تھے رابطہ کیلئے اجلاس میں بھی وہ شریک ہوئے اور اس کے رکن منتخب ہوئے، مدینہ طیبہ کے ہوٹل میں ان کی خدمت میں کئی بار حاضری ہوئی اور وہاں ان کو قلبی دورہ پڑا طبی امداد بروقت پہنچی اللہ نے فضل فرمایا اور وہ بخیریت لاہور واپس ہوئے یہ انکی آخری زیارت و ملاقات تھی جو نصیب ہوئی۔

لاہور کے قیام کے زمانے میں ان کے صاحبزادے مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ سے تعارف ہوا۔ وہ اس وقت غالباً اسلامیہ کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر تھے۔ معلوم ہوا کہ ان کو عربی ادب کا بڑا اچھا ذوق ہے۔ خاندانی اثرات ان میں آئے ہیں۔ طبیعت میں بڑی صلاحیت دین کا ذوق اور مردان خدا کی تلاش اور اصلاح حال اور ترقی باطن کی فکر رہتی ہے۔ میں نے براہ راست یا کسی واسطے سے اپنی عربی کی

> **اولیاء سے محبت ایمان کا حصہ**
>
> اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم کا مرتبہ و مقام ہے اور اولیاء کرام کی عزت و احترام کرنا ایمان کا جزو ہے۔ اولیاء کا نام ادب سے نہ لینا، ان کی عزت نہ کرنا اور ان سے دشمنی رکھنا، بخاری شریف کی حدیث قدسی (بخاری کتاب الرقاق ۶۵۰۲) کے مطابق اللہ تعالیٰ سے اعلان جنگ ہے۔
>
> (شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ)

Marfat.com

بعض تصنیفات پیش کی بڑی مسرت کا اظہار کیا اور اندازہ ہوا کہ عربی کا صحیح ذوق رکھتے ہیں۔ (غزنوی خاندان ص 156)

تعداد وظائف کی اہمیت

زندگی کے آخری دور میں مولانا ابوبکر غزنوی علیہ الرحمہ کی حالت بالکل بدل گئی تھی۔ زیادہ وقت وظائف اور یاد خدا میں گزرتا تھا۔ ہمارے دوست پروفیسر ڈاکٹر محمد یحییٰ (صدر شعبہ اسلامیات انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور) کا شمار ان کے شاگردوں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ وہ ان کی ہدایت کے مطابق اپنے ایک نہایت ضروری کام کیلئے کسی صاحب سے ملنے کیلئے روانہ ہونے لگے تو کہا اوّل آخر درود شریف اور ۱۳۱۳ دفعہ ''حسبی اللہ و نعم الوکیل'' پڑھنا۔ وہ کہتے ہیں میں ان کا بتایا ہوا وظیفہ پڑھنے لگا تو پڑھتا ہی چلا گیا۔ واپس آیا تو پوچھا، کتنی دفعہ پڑھا تھا۔

عرض کیا: بے شمار دفعہ۔ فرمایا: جتنی دفعہ بتایا جائے اتنی دفعہ ہی پڑھنا چاہیے۔ اس کا معاملہ معالج کی بتائی ہوئی دوا کی طرح ہے، جتنی مقدار میں وہ بتائے اس کی ہدایت کے مطابق اتنی ہی مقدار میں دوا استعمال کرنی چاہیے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۴۱)

مولانا ابوبکر کے موافقین ومخالفین

کسی کو ان سے اختلاف ہوگا، کسی کو اتفاق، کوئی ان کا معتقد ہوگا، کوئی مخالف...... اور دنیا میں ہمیشہ سے یہی ہوتا آیا ہے، نہ سب کسی سے متفق ہوتے ہیں، نہ سب کسی کی مخالفت کرتے ہیں۔ موافقت اور مخالفت کا سلسلہ برابر چلتا ہے۔ جس نے کسی سے اتفاق کیا، اس نے بھی اس کی حیثیت کو مان لیا اور جس نے اختلاف کیا اس نے بھی مان لیا۔ بلکہ میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ اختلاف کرنے والے نے اتفاق کرنے والے کی بہ نسبت اسے زیادہ مانا اور زیادہ اہمیت دی۔ اس میں کوئی کمال تھا تو اس سے اختلاف کیا گیا اور اس کے افکار وتصورات کے بارے میں اہل علم کی رائے میں تغیر رونما ہوا۔

ڈاکٹر غلام مرتضی کی بیعت

مولانا ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ زہد وورع اور علم وفضل کی بناء پر علمی حلقوں میں مشہور ومعروف تھے اخلاص وللہیت میں بھی کمال حاصل تھا۔ ہمارے عصر کے مشہور فاضل ومبلغ ڈاکٹر ملک غلام مرتضی خان صاحب کو موصوف سے رشتہ بیعت وعقیدت حاصل تھا۔ (غزنوی خاندان ص 32)

مجالس ذکر میں اہلحدیث اور غیروں کی شرکت

(وزیر اعظم نواز شریف کے معالج) ڈاکٹر محمد راشد رندھاوا بھی سیّد صاحب مرحوم کے بے حد عقیدت مند اور مخلص ترین ارادت مند تھے۔ سیّد صاحب رحمہ اللہ کا اپنے اسلاف کی طرح ذکرواذکار کا سلسلہ جاری تھا اور جمعرات کی شام کو ان کے ہاں مجلس ذکر منعقد ہوتی تھی، جس میں بہت سے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ بھی شامل ہوتے تھے، ان میں اہلحدیث بھی اچھی خاصی تعداد میں شرکت کرتے تھے اور غیر اہلحدیث بھی۔ ڈاکٹر صاحب اس مجلس میں باالتزام حاضری دیتے تھے اور انہوں نے باقاعدہ سیّد صاحب مرحوم سے اس (سلسلہ نقشبندیہ) کے اسباق مکمل کیے۔ ڈاکٹر صاحب کے تعلیمی مراحل اب تک چوں کہ طب کی وادیوں میں طے ہوئے تھے

Marfat.com

اور ان تمام وادیوں کا تعلق یورپ اور امریکہ سے تھا، اس لیے انہیں دینیات کی گہری تعلیم کے حصول کے مواقع میسر نہیں آئے تھے۔ اس کا انہیں شدید احساس بھی تھا اور اس کے حصول کیلئے بے تاب بھی تھے۔ (بحوالہ کتاب: صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۰۲)

مجالس ذکر حصول علم کا ذریعہ

سیّد ابوبکر غزنوی مرحوم سے ان کا سلسلہ مراسم آگے بڑھا تو انہوں نے اس علم سے بہرہ ور ہونے کا عزم کیا، چنانچہ قرآن و حدیث کی زیادہ تر تعلیم اسی ہفت روزہ مجلس ذکر کی وساطت سے حاصل کی' یہ سلسلہ سیّد صاحب رحمہ اللہ کی وفات (۲۴، اپریل ۱۹۷۶ء) تک دس برس جاری رہا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۰۲)

28 سال سے اجتماعی مجالس ذکر

کم وبیش اٹھائیس سال سے رندھاوا کلینک (۶۴۴ شادمان کالونی) میں ہفت روزہ مجلس ذکر کا سلسلہ جاری ہے۔ اس مجلس کے انعقاد کیلئے جمعرات کا دن مقرر ہے۔ یہ ایک بابرکت مجلس ہے اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کے عین مطابق ہے۔ نبی ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس قسم کی بعض مجالس کو دیکھ کر مسرت کا اظہار فرمایا تھا۔ ان مجالس میں اللہ کی حمد وثناء بیان کی جاتی ہے۔ اس کی تقدیس وتمجید کا اعلان کیا جاتا ہے اور اس کی بارگاہ اقدس میں عجز وعاجزی سے دعائیں کی جاتی ہیں۔ اس لیے ان میں شامل ہونے والے یقیناً عالی بخت اور بلند مرتبت لوگ ہیں۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۱۲)

احادیث نبوی ﷺ میں مجالس ذکر کی اہمیت

ذیل میں چند احادیث درج کی جاتی ہیں، جن میں مجالس ذکر کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ یہ احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے نقل کی گئی ہیں۔ ہر حدیث کے نیچے اس کا اردو ترجمہ دیا گیا ہے ملاحظہ فرمایئے۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **خدا تعالیٰ کے فرشتوں کی ایک ایسی جماعت ہے، جو راستوں میں ان لوگوں کو تلاش کرتی رہتی ہے جو ذکر الٰہی کرتے ہیں**، پس جب وہ کسی جگہ ذکر الٰہی کرنے والے لوگوں کو پالیتے ہیں تو اپنے ساتھیوں کو آواز دیتے ہیں کہ اپنے مقصد کی طرف چلے آؤ، (چنانچہ فرشتے آجاتے ہیں) اور اپنے پروں سے آسمان دنیا تک ان ذاکرین کو گھیر لیتے ہیں (جب وہ فرشتے واپس ہوتے ہیں) تو ان سے ان کا پروردگار دریافت کرتا ہے، حالانکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے کہ میرے بندے کیا کہہ رہے تھے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: فرشتے عرض کرتے ہیں: وہ تیری پاکیزگی اور تیری کبریائی بیان کررہے تھے اور تیری تعریف میں مصروف تھے اور تیری عظمت بیان کررہے تھے۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرماتا ہے؟ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں، بخدا انہوں نے تجھے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے، اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو (ان کی کیا حالت ہو)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: فرشتے کہتے ہیں اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو وہ تیری بہت زیادہ عبادت کرتے اور بہت زیادہ بزرگی بیان کرتے اور بے حد تیری پاکیزگی بیان کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور وہ کیا چیز مانگتے تھے؟ آپ نے فرمایا: فرشتے کہتے ہیں وہ تجھ سے جنت مانگ رہے تھے، خدا فرماتا ہے کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں، بخدا اے رب انہوں نے جنت کو نہیں دیکھا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے، اگر وہ

Marfat.com

جنت کو دیکھ لیتے تو (ان پر کیا کیفیت ہوتی)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ (فرشتے) کہتے ہیں اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو ان کی حرص اور بڑھ جاتی اور جنت کی طلب اور زیادہ ہو جاتی اور اس کی رغبت انہیں شدت کے ساتھ ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر خدا پوچھتا ہے وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: دوزخ سے پناہ مانگ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ وہ کہتے ہیں، نہیں بخدا! انہوں نے دوزخ کو نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیں تو (ان کی کیا حالت ہو)؟ فرشتے کہتے ہیں، اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو اس سے بہت زیادہ بھاگتے اور بہت زیادہ خوف زدہ ہوتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے کہ اس جماعت میں ایک فلاں شخص تھا جو ان میں سے نہیں تھا، اپنی کسی ضرورت کیلئے آیا تھا۔ اللہ فرماتا ہے ان کی مجلس ذکر میں بیٹھنے والا (میری رحمت سے) محروم نہیں رہتا۔"

"صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی نیک جماعت گھومنے پھرنے اور گشت لگانے والی ہے، یہ جماعت ذکر الٰہی کی مجلسوں کو تلاش کرتی رہتی ہے۔ پس جب یہ فرشتے کسی ایسی مجلس کو پالیتے ہیں جس میں ذکر الٰہی ہوتا ہو، تو یہ فرشتے بھی اس مجلس میں بیٹھ جاتے ہیں اور بعض فرشتے بعض کو اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ ساری فضا جو آسمان اور اس مجلس کے درمیان ہے، فرشتوں سے بھر جاتی ہے۔ پس جب ذکر کی مجلس منتشر ہو جاتی ہے اور یہ فرشتے اوپر چڑھتے ہیں اور آسمان تک پہنچتے ہیں تو ان سے اللہ عزوجل دریافت کرتا ہے حالانکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے، تم کہاں سے آئے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں ہم تیرے ان بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو زمین میں ہیں اور تیری پاکیزگی اور کبریائی کا ذکر کرتے ہیں اور تیری توحید اور تیری حمد وثناء بیان کرتے ہیں اور تجھ سے سوال کرتے ہیں۔ خدا فرماتا ہے مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ وہ کہتے ہیں تجھ سے تیری جنت مانگتے ہیں۔ خدا فرماتا ہے انہوں نے میری جنت دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں اے رب۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ان کا کیا حال ہو اگر وہ میری جنت دیکھ لیں؟ فرشتے کہتے ہیں۔ وہ تجھ سے پناہ (بھی) مانگ رہے تھے۔ خدا فرماتا ہے وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں اے رب تیری آگ سے۔ خدا فرماتا ہے کیا انہوں نے میری آگ دیکھی ہے؟ وہ کہتے ہیں نہیں۔ خدا فرماتا ہے اگر وہ آگ کو دیکھ لیتے تو ان کی کیا حالت ہوتی؟ فرشتے کہتے ہیں وہ مغفرت بھی مانگ رہے تھے۔ خدا فرماتا ہے: میں نے ان کو بخش دیا اور جو انہوں نے مانگا تھا، عطا کر دیا، انہیں پناہ بھی دے دی، جس چیز سے انہوں نے پناہ مانگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے کہتے ہیں: اے پروردگار! ان میں فلاں بندہ بھی تھا، جو بڑا گنہگار ہے، وہ وہاں سے گزر رہا تھا اور ان کی مجلس میں بیٹھ گیا۔ اللہ فرماتا ہے میں نے اس کو بھی بخش دیا۔ یہ ایسی جماعت ہے کہ اس میں بیٹھنے والا محروم نہیں رہتا۔

"حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم سے روایت ہے، وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جماعت اللہ کا ذکر کرنے کیلئے بیٹھتی ہے، فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں اور رحمت خداوندی اس کو ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینت نازل ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان (فرشتوں) سے کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔

Marfat.com

''حضرت ابوواقد حارث بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک تین شخص آئے ان میں سے دو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہو گئے اور ایک چلا گیا۔ یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھڑے رہے۔ ان دونوں میں سے ایک نے مجلس کے حلقے میں کچھ کشادگی محسوس کی تو وہ وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا شخص حاضرین مجلس کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا پشت پھیر کر چل دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فارغ ہوئے تو فرمایا: کیا میں تم کو ان تین آدمیوں کی کیفیت سے آگاہ کروں؟ ان میں سے ایک نے تو اللہ تعالیٰ کی طرف جائے پناہ تلاش کی اور اللہ تعالیٰ نے اسے اچھی جگہ دے دی۔ دوسرے نے (بھیڑ میں گھسنے میں) شرم محسوس کی، تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے ساتھ شرم کا معاملہ کیا۔ تیسرے نے اعراض کیا (اور چل دیا) تو اللہ نے بھی اس سے اعراض فرمایا۔''

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد میں حلقہ (ذکر) کے پاس پہنچے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا تم یہاں کس وجہ سے بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا ہم ذکر الٰہی کیلئے بیٹھے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: (قسم کھاؤ) کیا اللہ کی قسم تم اسی وجہ سے بیٹھے ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے کسی بدگمانی کی وجہ سے تم سے قسم نہیں لی (اور میں نے یہ نہیں خیال کیا کہ تم غلط بات کہتے ہو۔ یاد رکھو) کوئی ایسا شخص نہیں جسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میری طرح قریبی تعلق رہا ہو اور پھر وہ میری نسبت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کم حدیثیں بیان کرنے والا ہو۔ بات یہ ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک حلقے میں تشریف لے گئے اور فرمایا: تمہیں یہاں کس چیز نے بٹھایا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کیلئے اور اس کی اس بات پر حمد و ثناء بیان کرنے کیلئے بیٹھے ہیں کہ اس نے ہم کو اسلام کی ہدایت کی اور ہم پر اس نے احسان فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بخدا کیا تمہارے یہاں بیٹھنے کی یہی وجہ ہے؟ انہوں نے کہا بخدا ہم یہاں محض اسی لیے بیٹھے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم سے اس بدگمانی کی وجہ سے قسم نہیں اٹھوائی کہ میں تمہیں جھوٹا سمجھ رہا ہوں۔ (بات یہ ہے کہ) جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے (تمہارے متعلق مجھے) بتایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے۔''

ان تمام احادیث میں مجلس ذکر کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے اور اس سے وہ مجلس ذکر مراد ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی جاتی ہے اور اس کی تسبیح اور تکبیر کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۱۲-۳۱۹)

تصوف کے موضوع پر گفتگو

حضرت صوفی عبداللہ رحمہ اللہ سے جو حضرات قلبی وابستگی اور روحانی مراسم رکھتے تھے، ان میں مرحوم و مغفور سیّد ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ بھی شامل تھے۔ وہ عمر میں صوفی صاحب مرحوم سے تقریباً پینتالیس برس چھوٹے تھے، لیکن صوفی صاحب رحمہ اللہ سن و سال کے نصف صدی کے اس تفاوت کے باوجود ان کا بہت احترام کرتے تھے۔

صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص مولانا عائش محمد صاحب رحمہ اللہ سے بھی وہ بہت تعلق رکھتے تھے اور دونوں کے درمیان تصوف و وظائف کے روح پرور موضوع پر سلسلۂ کلام جاری رہتا تھا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۲۸۱)

Marfat.com

علمائے غزنویہ کے ارادت منداور مریدین

ضلع امرتسر کی تحصیل ترنتان میں ایک قصبہ نما گاؤں بھوجیاں تھا۔ وہ اہل حدیث حضرات کا گاؤں تھا اور علماء کا مسکن تھا۔ یہ سب لوگ علمائے غزنویہ سے تعلق تلمذ وارادت رکھتے تھے۔ شارح نسائی حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ اصلاً اسی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ مولانا فیض اللہ خاں رحمۃ اللہ علیہ وہاں کے ایک جلیل القدر عالم تھے جو علمائے غزنویہ کے شاگرد اور مرید تھے۔
(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۱۱۷-۱۱۸)

علمائے غزنویہ کے مشہور وظائف

حضرات غزنوی علماء کے اور اد و وظائف مشہور تھے۔ درود ابراہیمی کی دس دس تسبیح نکالنا ان کا معمول تھا۔ اس دور میں پروفیسر سید ابوبکر غزنوی نماز فجر کے بعد روزانہ درود ابرہیمی کی دس تسبیحیں نکالے بغیر کسی سے گفتگو نہیں کرتے تھے۔ مولنا سید عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کے بارے میں بھی مشہور ہے کہ وہ جمعہ کے روز جمعہ سے لے کر شام تک اپنے گھر میں تمام خورد و کلاں کو باتیں نہ کرنے دیتے اور نہ خود باتیں کرتے بلکہ کہتے کہ کثرت سے درود پڑھو کہ فرشتے آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں کے پڑھے ہوئے درود پیش کر رہے ہیں۔ درود کے فضائل و مناقب اور محاسن و مدارج سے کوئی مسلمان بے خبر نہیں۔
(بحوالہ: تحریک اہل حدیث ص 341۔ از: قاضی محمد اسلم سیف رحمہ اللہ)

قارئین! مولانا سید محمد ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تمام روحانی فیوض و برکات اپنے والد مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیے تھے۔ ان دونوں باپ بیٹے کی گفتگو کا محور ہی تصوف تھا۔ مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے تصوف کے باب میں جو کچھ سیکھا، اسے ''مسائل متفرقہ تصوف'' نامی کتاب کی صورت میں شائع کر دیا گیا، جس میں ایک اہل حدیث کے ذہن میں تصوف کے متعلق اٹھنے والے سوالات کا، قرآن و سنت اور اجماع اکابرین امت کے اقوال و تجربات کی روشنی میں نہایت بہترین جواب دیا گیا ہے۔ کتاب میں ان عنوانات کے تحت بحث کی گئی ہے ''تصوف کیا ہے؟ حضرت مجدد رحمہ اللہ سے طبعی مناسبت، طریقت شریعت کا جز ہے، مسائل متفرقہ تصوف، اشغال صوفیہ کی شرعی حیثیت، لطائف کی حقیقت اور تعداد، لطائف ستہ، ذکر لسانی افضل ہے یا ذکر قلبی، بیعت طریقت، کشف و کرامات، توجہ اور تصرف وغیرہ۔ (از: مرتب)

تصوف پر صدقہ جاریہ تصنیف

یوں تو شب خیزی، تہجد گزاری اور کثرت ذکر زندگی بھر آپ رحمہ اللہ کا معمول رہا مگر آخری عمر میں وہ ہمہ تن اور ہمہ دل اللہ کی طرف متوجہ تھے اور تصوف کی طرف اُن کا میلان بہت بڑھ گیا تھا۔ آخری علالت سے قبل تصوف کے بعض عنوانوں پر چند مقالے تحریر فرمائے۔ ان میں سے بعض مقالے عربی میں ہیں اور بعض اردو میں۔

Marfat.com

ان مکالمات کی روشنی میں جو اس موضوع پر ان کے ساتھ وقتاً فوقتاً ہوئے اور ان مقالوں کی روشنی میں مختلف مسائل تصوف پر اُن کے رجحانات کی وضاحت کی جاتی ہے۔

تصوف کیا ہے؟

تصوف لوٹنے پوٹنے کا نام نہیں ہے بلکہ مقامات کا نام تصوف ہے اور مقامات یہی ملکات ہیں۔ اخلاص، رضاء، تواضع وغیرہ۔ ان کو حاصل کرو اور ان کے اضداد، ریا و کبر، حسد و بغض، حرص، طول امل سے باز رہو، بس صوفی ہو گئے۔

(مسائل متفرقہ تصوف ص ا، بحوالہ سوانح داؤد غزنوی ص 357)

کامل صوفی کی علامات

''یادرکھو اصل مقصد تصوف سے یہ ہے۔ اعمال شرعیہ یعنی طاعت واجبہ و مستحبہ کا بجالانا اور معاصی سے اجتناب کرنا۔ یہ بندہ کی طبیعت ثانیہ بن جائے۔ بس یہ وہ چیز ہے جس سے قُرب و رضائے حق حاصل ہوتی ہے۔ کیفیات و کشفیات کا اس سے کُچھ تعلق نہیں۔ **اگر ایک شخص ادائے طاعت و اجتناب عن معاصی میں پختہ ہو، وہ کامل صوفی ہے۔ گو کیفیات کُچھ بھی اس پر وارد نہ** ہوتی ہوں اور جس پر کیفیات بکثرت وارد ہوتی ہوں، کشف و تصوف میں ملکہ رکھتا ہو، مگر اوامر و نواہی میں پختگی حاصل نہ ہو، وہ صوفی نہیں۔

حضرت مجدد نقشبندی سے طبعی مناسبت

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرتِ والد رحمۃ اللہ علیہ کو طبعی مُناسبت بہت تھی۔ اور اُن کے ''مکتوبات'' کا مطالعہ بڑے التزام سے کرتے تھے۔ ''مکتوبات'' کا وہ نسخہ جو اُن کے زیر مطالعہ رہا، راقم الحروف (مولانا ابوبکر غزنوی) کے پیش نظر ہے۔ سُرخ پنسل سے جگہ جگہ عبارتیں نشان زدہ ہیں بالخصوص وہ عبارتیں جن میں اتباع سنت پر حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زور دیا ہے' حضرت والد رحمۃ اللہ علیہ نے اُن عبارتوں کو ''مکتوبات'' کی دونوں جلدوں کے شروع میں خالی صفحات پر قلمبند بھی کیا ہے۔ ان میں سے اکثر عبارتیں اُنہیں زبانی یاد تھیں اور خطبوں کے دوران بڑی محبت اور عقیدت کے ساتھ ان عبارتوں کو حرفاً حرفاً نقل کیا کرتے تھے۔ اُن میں سے بعض عبارتیں یہاں نقل کی جاتی ہیں۔ ان عبارتوں سے تصوف کے بارے میں اُن کے رجحانات کے تعین میں مدد ملے گی۔

"طریقت و حقیقت که صوفیه بآں مُمتاز گشته اند، ہر دو خادم شریعت اند۔ کوتاه اندیشاں احوال و مواجید را از مقاصد مے شمرند و مشاہدات و تجلیات را از مطالب مے انگارند۔ لاجرم گرفتاراں زندان وہم و خیال می مانند......از کمالات شریعت محروم میگروند۔

(مکتوبات ج ا ص ۹۸)

طریقت و حقیقت کہ صوفیاء اس سے ممتاز ہیں دونوں خادم شریعت ہیں۔ کوتاہ نظر کیفیات اور وجد کو منزل مقصود سمجھتے ہیں اور مشاہدات و تجلیات کو مطالب شمار کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ اپنے ہی توہمات میں گرفتار اور شریعت کے کمالات سے محروم رہ جاتے ہیں۔

Marfat.com

بعد از طی منازل سلوک و قطع مقامات جذب معلوم شد کہ مقصود ازیں سیرو سلوک تحصیل مقام اخلاص ست ...... وایں اخلاص جزویست از اجزائے شریعت چہ شریعت راسہ جزو است علم و عمل و اخلاص .... امافہم ہر کس ایں جا نہ رسد ۔ اکثر عالم بخواب وخیال آرمیدہ اندو بجوزو مویز اکتفانمودہ انداز کمالات شریعت چہ دانند وبہ حقیقت طریقت و حقیقت چہ وارسند ۔ شریعت راپوست خیال می کنندو حقیقت رامعزمی دانند۔ نمی دانند کہ حقیقت معاملہ چیست بہ ترہات صوفیہ مغرورانند وبہ احوال ومقامات مفتون۔ "ہداہم اللہ سبحانہ سواء الطریق"۔(مکتوب ج ا ص ۱۰۴)

سلوک کی منازل اور جذب کے مقامات طے کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ سیر وسلوک سے مقصد مقام اخلاص کا حصول ہے اور یہ اخلاص شریعت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے ۔شریعت کے تین جزو ہیں ۔علم ،عمل اور اخلاص ،ہاں البتہ ہر شخص کے فہم کی رسائی اس بات تک نہیں ،اکثر خواب وخیال کی دنیا میں مگن ہیں اور ذرا سے روحانی فائدے پر انہوں نے قناعت کر لی ہے۔ شریعت کے کمالات ہی کو نہیں جانتے طریقت وحقیقت کی حقیقت کیا سمجھیں گے شریعت کو چھلکا سمجھتے ہیں اور حقیقت کو مغز جانتے ہیں ۔حقیقت حال سے ناآشنا ہیں ۔صوفیاء کی شطحیات نے انہیں خود فریبی میں مبتلاء کر رکھا ہے اور احوال ومقامات کے فریفتہ ہیں اللہ تعالیٰ انہیں سیدھی راہ کی ہدایت دے

حضرت غزنوی کا سلسلہ نقشبندیہ سے خصوصی لگاؤ:۔ سلسلہ نقشبندیہ کی طرف ان کا طبعی رجحان بہت تھا۔طریقہ نقشبندیہ کی تعریف میں مکتوبات کی اس عبارت کو سُرخ پنسل سے نشان لگایا ہے:

"اکابر طریقۃ علیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالی اسرارہم التزام متابعۃ سنت سنیہ نمودہ اندواختیار عمل بعزیمت فرمودہ اگر بایں التزام واختیار ایشاں را باحوال ومواجید مشرف سازند نعمت عظیم می دانند واگر احوال رانمے پسند ندو آں مواجید رانمی خواہندو دراں فتور جز خرابئی خود ہیچ نمی دانندزیرا کہ برہمنان وجوگیان ہندو فلاسفہ یونان از قسم تجلیات صوری ومکاشفات مثالی وعلوم توحیدی بسیار دارندا ما غیر از خرابی ورسوانی نتیجہ آں ندارندو جز بعدو حرمان نقدوقت شان نیست"۔

اکابرین طریقہ نقشبندیہ اتباع سنت کا التزام کرتے ہیں اور رخصت کے بجائے عزیمت پر عمل کرتے ہیں ۔اگر اتباع سنت کا التزام کرتے ہوئے انہیں کیفیات واحوال سے مشرف فرمائیں تو اسے نعمت عظمیٰ جانتے ہیں اور اگر کیفیات واحوال کے وارد ہونے سے اتباع سنت میں کوتاہی ہونے لگے، تو اُن کیفیات واحوال کو پسند نہیں کرتے اور اُن احوال کے خواہاں نہیں ہوتے اور اتباع سنت میں سستی کو اپنے لیے خرابی کا باعث جانتے ہیں ۔اس لیے کہ ہندوستان کے برہمن اور جوگی اور یونان کے حکماء کو بھی تجلیات صوری ، مکاشفات مثالی اور علوم توحیدی سے حصہ وافر حاصل ہے ،لیکن خرابی و رسوائی اور بُعد حرماں کے سوا انہیں کچھ حاصل نہیں ہوا)۔(سوانح داؤد غزنوی ص 360)

Marfat.com

مدارس میں تصوف کی ضرورت واہمیت

ایک دن مجھ سے فرمایا: شریعت کا وہ حصہ جو تزکیۂ باطن سے متعلق ہے' اصطلاحاً تصوف کہلاتا ہے۔ فرماتے تھے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعثت کے بعد جو کام سرانجام دیا، قرآن مجید اسے متعدد جگہوں پر یوں بیان کرتا ہے: ''یتلو علیھم آیاته ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمة'' یہ جو بار بار خدا کہتا ہے: ''یزکیھم'' یعنی وہ اُن کا تزکیہ کرتے ہیں۔ اسی تزکیہ کے اصول وآداب کو ہم طریقت یا تصوف سے تعبیر کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ہماری درسگاہوں میں تعلیم کتاب و حکمت کا تو اہتمام کیا جاتا ہے لیکن تزکیۂ نفس جس کا ذکر قرآن مجید تعلیم کتاب وحکمت کے علاوہ الگ مستقل بالذات بار بار کرتا ہے، اس کا قطعی طور پر کوئی اہتمام نہیں۔

اصطلاحات تصوف کا حکم

میں نے اُن سے پوچھا: کیا تصوف کی مروجہ اصطلاحات کا استعمال آپ کے نزدیک درست ہے؟ تو حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جیسے محدثین کی اصطلاحات ہیں، فقہاء کی اصطلاحات ہیں، صرفیوں اور نحویوں کی اصطلاحات ہیں، اسی طرح تزکیہ نفس کا علم جب باضابطہ طور پر مرتب اور مدون ہوا تو اصطلاحات ناگزیر تھیں۔

تصوف وفقہ کا فرق اور مآخذ

ایک دن فقہ اور تصوف میں فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا: بات بڑی سیدھی ہے۔ وضو کن باتوں سے ٹوٹتا ہے؟ نماز کن باتوں سے باطل ہوتی ہے؟ یہ فقہ ہے اور نماز میں حضوری کیسے حاصل ہو؟ رقت اور خشیت کیسے حاصل ہو؟ اور سینے سے چکی کے چلنے کی آواز کیسے آئے؟ یہ تصوف ہے اور دونوں کا مآخذ کتاب وسنت ہے۔

> قارئین! غور کریں، سوال کرنیوالے بھی اہل حدیث عالم دین ہیں اور جواب دینے والے بھی اہل حدیث عالم دین ہیں۔ اتنے بڑے عالم دین مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ تو یہ فرما رہے ہیں کہ تصوف کا مآخذ بھی قرآن وسنت ہے اور اسکی اصطلاحات یعنی مراقبہ، ذکر نفی اثبات، سلطان الاذکار، وقوفِ قلبی، تصور شیخ، لطائف خمسہ وغیرہ وغیرہ بھی بالکل درست اور مبنی برحق ہیں۔ کیا موجودہ علماء نے قرآن وسنت کی کوئی ایسی کتب پڑھ لی ہیں، جو مولانا داؤد غزنوی علیہ الرحمۃ کے زمانے میں ایجاد نہیں ہوئی تھیں؟ (از: مرتب)

اشغال صوفیاء کی شرعی حیثیت

میں نے ایک روز ان کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ جو صوفیاء کرام کے ہاں لطائف کی مشق ہے۔ ''نفی اثبات'' کا مخصوص طریقہ ہے یا ''حبس دم'' کا شغل ہے کیا یہ بدعات ہیں؟ تو حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ بزرگان کرام رحمھم اللہ کا اجتہاد ہے۔ میں نے عرض کیا: اس اجتہاد کی علت کیا ہے؟ فرمانے لگے: نزول انوار دافع وساوس ہوتا ہے پھر انوار رسالت بالخصوص انوار رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدرجہ اتم دافع وساوس تھے۔ جب انوار رسالت منقطع ہو گئے، تو وساوس اُبھرنے لگے اور عبادات میں جمعیت

Marfat.com

خاطر اور یکسوئی باقی نہ رہی۔ قرآن کے اس حکم پر عمل مشکل ہوا کہ اُٹھتے بیٹھتے، پہلو بدلتے ہوئے اللہ کا ذکر کرو۔ حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ انوار رسالت کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے دوام ذکر ممکن العمل نہ رہا۔ پس دوام ذکر حاصل کرنے کے لیے اور عبادت میں جمعیت خاطر اور یکسوئی پیدا کرنے کے لیے بزرگان کرام رحمہم اللہ نے اجتہاد کیا۔ فرمایا: اگر معاملات میں اجتہاد ہو سکتا ہے تو عبادت میں جمعیت خاطر پیدا کرنے کے لیے اجتہاد کیوں نہیں ہو سکتا۔

اشغال صوفیاء پر اعتراض کا شافی جواب

پھر ایک شام بندہ عاجز ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں بتایا کہ بعض علماء سے اشغال صوفیاء پر مجھے گفتگو کا اتفاق ہوا ہے اور وہ انہیں بدعات اور محدثات قرار دیتے ہیں۔

حضرت والد رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی پر شکن پڑ گئی اور فرمانے لگے:

''ان علماء کا ذہن صاف ہونا چاہیے۔ جب وہ **ان اشغال کو بدعات قرار دیتے ہیں تو دُوسرے لفظوں میں وہ معاذ اللہ خاکم بدہن یہ کہتے ہیں کہ** حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ بدعتی تھے، حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ بدعتی تھے، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ، حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ سب بدعتی تھے۔ ایک طرف تو یہی علماء ہندوستان میں اپنی تاریخ کا آغاز ان ہی بزرگوں سے کرتے ہیں اور ان کے ساتھ نسبت ملاتے ہیں، دوسری طرف ان بزرگوں کے اجتہادات کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ اس منطقی تضاد سے انہیں نجات پانی چاہیے۔

قارئین! اب تو یہ حال ہے کہ جب کوئی اعتراض نہیں بن پڑتا تب صرف ایک سوال اٹھایا جاتا ہے کہ کیا ہم نے کلمہ بزرگوں کا پڑھا ہے۔ لیجئے درج بالا سطور میں اسی بات کا جواب مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنیں کہ ایک طرف تو علماء یہ کہتے ہیں کہ یہی بزرگ لوگ ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے علمبردار تھے، ہماری سند حدیث بھی انہی بزرگوں سے جا کر ملتی ہے۔ دوسری طرف جب سند تصوف کی باری آتی ہے تو نعوذ باللہ انہی بزرگوں کو فقہاء و محدثین کی صف سے نکال دیا جاتا ہے۔ یہ کیسی دوہری سوچ ہے؟ کلمہ اگر بزرگوں کا نہیں پڑھا تو بزرگوں کے ذریعے کے بغیر بھی تو نہیں پڑھا۔ آج دنیا بھر میں بسنے والے اربوں مسلمان کیا مکہ مدینہ میں پیدا ہوئے تھے، جنہوں نے ڈائریکٹ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کلمہ پڑھا؟ مولانا اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کی بات یاد آ رہی ہے کہ ایک شام ۲۸۔۴۔۲۰۱۲ کو اپنی کتاب ''سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی رحمہ اللہ'' مجھے دیتے ہوئے اس پر آٹوگراف ثبت کیے جس میں لکھا تھا کہ ''میرے نزدیک برصغیر میں اسلام کی تبلیغ کیلئے صوفیاء کی خدمات نہایت اہمیت رکھتی ہیں، بلکہ بعض مقامات پر اسلام کی اشاعت صوفیائے کرام کی وجہ سے ہوئی'' قارئین دراصل انہوں نے اپنی ۹۱ سالہ زندگی میں غیر جانب دارانہ نظر سے تصوف کو پڑھا اور سمجھا تھا۔ غیر جانب دارانہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اپنی متعدد تصانیف میں انہوں نے اپنے متعلق کچھ حقائق پیش کیے ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میں نے حنفی علماء و فقہاء پر بہت کچھ لکھا، مگر ان سے متاثر نہیں ہوا۔ میں نے بریلوی اور اہل تشیع کے متعلق بھی بہت لکھا، اسکے باوجود متاثر نہیں ہوا کیونکہ میرے نزدیک اہل حدیث مسلک بالکل برحق ہے''۔ لیکن جب تصوف کی باری آئی جو ہر مسلک کی مشترکہ اور نہایت اہم ضرورت ہے تو بھٹی صاحب

Marfat.com

رحمہ اللہ اس سے اتنا متاثر نظر آتے ہیں کہ برملا طور پر اسکا اظہار کرنے میں انہیں کبھی بھی کوئی جھجک محسوس نہیں ہوئی۔ زیر نظر کتاب میں سینکڑوں صفحات پر پھیلی ہزاروں مثالیں اس بات کی شاہد ہیں۔ آئیں اب واپس علماء کی صحبت میں چل کر دیکھتے ہیں کہ تصوف پر ہونیوالی گفتگو میں ایک مربی و مرشد باپ اپنے مرید بیٹے کو کیا نصیحت فرما رہے ہیں۔ (از: مرتب)

اصلاح احوال کیلئے تصوف کی اشد ترین ضرورت

حضرت والد رحمۃ اللہ علیہ ''معارف اللطائف'' میں یوں رقمطراز ہیں:

صوفیائے کرام رحمہم اللہ کے اشغال کو بعض حضرات اس لیے پسند نہیں کرتے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول نہیں لیکن اگر ذرا دقت نظر سے یہ حضرات دیکھتے تو ان پر واضح ہو جاتا کہ **صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان اشغال و مراقبات کی ضرورت ہی نہ تھی** کیونکہ ان کو سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کے فیوض سے بہرہ ور اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انفاس طیبہ کی برکات سے مستفیض ہونے کی سعادت حاصل تھی اور اس فیضان کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب و اذہان ایسے قوی اور کامل استعداد کے مالک تھے کہ اُن کو ان اشغال و مراقبات کو واسطہ مقصود بنانے کی ضرورت نہ تھی، فرائض و سنن کی بجا آوری محرمات بلکہ مشتبہات سے اجتناب ہی ان اشعار وغیرہ کے ثمرات کے حصول کے لیے کافی تھے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ علوم مروّجہ (صرف ونحو اور مرتب فقہ و اصول فقہ) صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے عہد مبارک میں مدون نہیں ہوئے تھے کیونکہ عرب ہونے کی وجہ سے وہ قواعد صرف ونحو کے محتاج نہ تھے اور عام مسائل دریافت کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکت ہی کافی تھی۔ لیکن بعد میں جب اسلام جزیرۃ العرب سے نکل کر عجم میں پہنچا اور خاص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے بُعد ہوتا چلا گیا ہر قسم کی ظاہری اور باطنی ضروریات اور حل مشکلات کے لیے تدوین علوم کی ضرورتوں کا احساس ہوتا گیا۔ علماء کرام اور ائمہ ہدیٰ رحمہم اللہ نے بہت جلد باحسن وجوہ ان ضرورتوں کو پورا کیا محدثین جمع وتدوین حدیث اور فقہ الحدیث کے مرتب کرنے، فقہاء قانون اسلام کے مدون کرنے اور اصول احکام کے مرتب کرنے کی طرف متوجہ ہو گئے اور بعض اہل علم نے امانت باطنی کی حفاظت اور اس کی اصلاح کی طرف اپنی توجہات کو منعطف کیا جن کی برکت سے اصلاح نفس تزکیہ نفس اور مجاہدہ نفس کے قواعد مرتب ہوئے اور دنیا ان کے فیوض و برکات روحانی سے مستفیض ہوئے۔ ''جزاھم اللہ عنا وعن سائر المسلمین احسن الجزاء''۔

اس مقالے کے آخری لفظ کو سنئے اگر گوش نصیحت نیوش ہے۔

بہر حال ہم لوگ بعد زمانہ نبوت کی وجہ سے ضعیف الاستعداد اور دنیا کے ظاہری حسن و جمال سے بہت متاثر اور ضعیف الایمان ہیں۔ اس لیے ہم جیسے لوگوں کو تزکیہ نفس اور وصول الی اللہ (جو ثقلین کی پیدائش کی حکمت اصلیہ ہے) کے لیے ان وسائل وتدابیر کی شدید ترین حاجت ہے اور تجربہ اس کا شاہد ہے۔

لطائف کی حقیقت اور تعداد

''معارف اللطائف'' میں لکھتے ہیں: حکماء اور صوفیاء دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ انسان مرکب تو ضرور ہے لیکن اس کے تمام اجزاء مادی نہیں بلکہ بعض اجزا مادی ہیں اور بعض غیر مادی۔ اس کے بعد ان میں یہ اختلاف نظر آتا ہے کہ حکماء صرف نفس

Marfat.com

ناطقہ کے غیر مادی ہونے کے قائل ہیں۔صوفیاء کے نزدیک اجزاء غیر مادی متعدد ہیں اور صرف نفس ناطقہ ہی نہیں بلکہ پانچ جزو غیر مادی ہیں۔صوفیاء کے نزدیک انسان دس اجزاء سے مرکب ہے۔پانچ مادی اور پانچ غیر مادی ہیں۔

مادی اجزاء انسانی یہ ہیں: عناصر اربع آب، خاک، ہوا اور آگ اور نفس کے غیر مادی اجزاء یہ ہیں: قلب، روح، سر، خفی اور اخفیٰ۔انہی اجزاء خمسہ مجردہ یعنی غیر مادیہ کا نام لطائف خمسہ ہے۔

لطائف ستہ: بعض صوفیاء اپنی اصطلاح میں ان میں نفس کو بھی شامل کر لیتے ہیں اور مجموعہ کو لطائف ستہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ آج کل یہی نام مشہور ہیں۔حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں اکثر لطائف خمسہ کا عنوان نظر آتا ہے صحیح یہی ہے کہ لطائف خمسہ ہی ہیں۔جن بزرگوں نے نفس کو بھی ان لطائف کے ساتھ شمار کیا ہے اُنہوں نے تغلیباً ذکر کیا ہے جیسا کہ قمرین اور عمرین وغیرہ (شمس وقمر اور ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کیلئے) میں تغلیباً کہا جاتا ہے۔چونکہ صوفیاء لطائف خمسہ کے ساتھ نفس کے آثار واحوال سے بھی بحث کرتے ہیں، اس لیے بعض بزرگوں نے مقاصد تصوف کے لحاظ سے نفس کو تغلیباً لطائف میں شمار کر کے لطائف ستہ قرار دیئے ہیں۔(''معارف اللطائف'' بحوالہ سوانح داؤد غزنوی ص 365)

لطائف کی علمی بحث

مشائخ نقشبند کے ہاں لطائف خمسہ میں سے ہر لطیفہ کو علیحدہ علیحدہ ذاکر بنانے کی مشق کرائی جاتی ہے۔حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ صرف قلب سے ذکر کی مشق کی جائے اور محض لطیفہ قلب کے مسلسل اور پیہم ذکر سے وہ تمام ثمرات اور نتائج حاصل ہو جاتے ہیں جو لطائف کی مشق سے حاصل کیے جاتے ہیں یہ حضرات لطائف کی طرف تفصیلی توجہ کو حجاب سمجھتے ہیں۔مشائخ کا اختلاف تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بعد حضرت والد علیہ الرحمہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے طریقے کو ترجیح دیتے ہیں۔حضرت لکھتے ہیں:

احادیث میں ایسے امور کے سلسلہ میں صرف قلب ہی کا ذکر آتا ہے اور چونکہ لطائف کا شغل رکھنے والے حضرات کے نزدیک لطائف خمسہ میں باہم اتصال ہے اس لیے صرف ذکر قلب سے ہی بقیہ لطائف میں آثار وافعال مذکورہ سرایت کر جاتے ہیں کیونکہ یہ مرایا متعاکسہ کی طرح ہیں۔(معارف اللطائف ص 5)

اس کے بعد ''معارف اللطائف'' میں یہ بحث کی گئی ہے کہ لطیفہ قلب اور قلب صنوبری (مضغہ، لحم) کا آپس میں کیا تعلق ہے اور اس مشہور حدیث شریف کی تشریح کی گئی ہے کہ ''جسم میں ایک لوتھڑا ہے جب سنور جاتا ہے تو سارا جسم سنور جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے اور دیکھو وہ دل ہے''۔فرماتے ہیں:

اس سلسلے میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرات صوفیائے کرام رحمہم اللہ کے نزدیک قلب صنوبر (مضغہ، لحم) اور شے ہے اور وہ قلب جو لطیفہ ہے، دوسری چیز ہے۔قلب صنوبری جسد ظاہری کا جزو ہے اور وہ قلب جو لطیفہ ہے اس کا تعلق قلب صنوبری سے افاضۂ آثار وانوار کا ہے۔جیسے حکماء بیان کرتے ہیں کہ نفس ناطقہ مجرد ہے اور جزو بدن نہیں مگر اس کا تعلق بدن سے تصرف و تدبیر کا ہے۔ایسے میں بقیہ لطائف اربع کا بھی خاص خاص مقامات جسم سے ایسا ہی تعلق ہے۔اسی تعلق کی وجہ سے جب ذاکر

Marfat.com

لطائف سے ذکر کرنا چاہتا ہے توان لطائف کے خاص خاص مقامات کی جانب جن کوان لطائف سے تعلق ہے توجہ کرتا ہے۔اسی لیے جب لطیفہ قلب کوذاکر بنایا جاتا ہے توقلب صنوبری کی جانب توجہ کی جاتی ہے۔علی ہذالقیاس دُوسرے لطائف بھی۔

(معارف اللطائف ص:5 بحوالہ سوانح داوٗد غزنوی ص 365)

الا وھی القلب کی تشریح

حدیث شریف میں ہے: ''ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله و اذا فسدت فسد الجسد کله الا وھی القلب'' اس کی بناء پر یہ شبہ وارد ہوسکتا ہے کہ جس قلب کی اصلاح سے سارے جسم کی اصلاح ہو جاتی ہے اسے ''مضغة'' فرمایا تو یہ قلب صنوبری ہوا نہ کہ لطیفہ قلب اس کے متعلق حضرات مشائخ نے یہ فرمایا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ حدیث میں قلب سے مراد گولطیفہ قلب نہیں بلکہ ''مضغة'' ہی مذکور ہے مگر یہ حکم ''اذا صلحت صلح الجسد کلہ'' دراصل اسی لطیفہ قلب کا ہے جس کو ''مضغة'' یا قلب صنوبری سے غایت اتصال اور تعلق کی وجہ سے ذکر فرمایا جیسے حالت ادراکیہ کوصورت علمیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

(معارف اللطائف ص:٦)

حضرت نے ''معارف اللطائف'' میں اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ لطائف کی مشق کسی کی ولایت کی دلیل نہیں اور اصل مقصود دوام ذکر کا حصول اور ملکہ یاداشت کا رسوخ ہے۔اسی مقالے میں یوں رقمطراز ہیں:

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ لطائف کے آثار کا ظہور وتحقیق ولایت کی دلیل نہیں اور نہ ان آثار وکوائف کے وجود سے مقبولیت پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔**الغرض ذکر لطائف وسلطان الاذکار وغیرہ سے مقصود اصلی یہ ہے کہ ذاکر کے دل ودماغ میں ایک مستحکم وراسخ ملکہ یاداشت پیدا ہو جائے** جس کی وجہ سے اکثر اوقات مقصود سے ذہول اور غفلت نہ ہو بلکہ ذکر میں مشغول رہے، اسی کثرت کوصوفیاء کے کلام میں ''دوام ذکر'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، جسے ہم عدم ذہول سے بھی تعبیر کر لیتے ہیں۔کیونکہ ہر شے کا دوام اس کی مناسبت سے ہوا کرتا ہے۔مثلاً زید کہتا ہے کہ میں ہمیشہ پانچوں نمازیں پڑھتا ہوں،تواس فقرہ میں ہمیشہ سے مراد روزانہ ہوگی اور عمر کہتا ہے کہ میں ہمیشہ جمعہ کی نماز ادا کرتا ہوں تو یہاں ہمیشہ سے مراد ہر ہفتے ہوگا اور بکر کہتا ہے کہ میں ہمیشہ عید الفطر کی نماز پڑھتا ہوں تو یہاں ہمیشہ سے مراد سالانہ ہوگی۔اسی قاعدے کے مطابق ذکر کے دوام سے مراد ذکر کے مناسب ہوگا اور وہ ہے کہ اکثر اوقات میں عدم ذہول کیونکہ اوقات کے ایک ایک لمحہ کا مصروف ذکر ہونا عادتاً محال اور ناممکن ہے۔نیند وغیرہ امور جو انسانی زندگی کے لیے عادتاً لازمی اور لابدی ہیں ان میں ذہول لازمی ہے اسی لیے بعض حضرات صوفیاء نے لفظ دوام کا استعمال ترک کردیا ہے اور فرمایا ہے کہ طریقت میں مقصود کثرت ذکر اور دوام طاعت ہے۔جیسا کہ حافظ شیرازی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

دربزم عیش یک دو قدح نوش کن برو ۔ یعنی طمع مدار وصال دوام را

(معارف اللطائف ص 15 بحوالہ سوانح داوٗد غزنوی ص 366)

ذکر لسانی افضل یا ذکر قلبی

اس بارے میں اُن کی رائے وہی تھی جس کا اظہار حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''الوابل الصیب المعروف حقیقت ذکر الٰہی'' میں کیا

Marfat.com

ہے۔اپنے مقالے ذکر اللہ عزوجل میں حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

الذکر تارة یکون بالقلب و اللسان ، وذلک افضل الذکر ، وبالقلب وحده تارة وهی الدرجة الثانیة ، وباللسان وحده تارة وهی الدرجة الثالثة افضل الذکر ما تواطأعلیه القلب و اللسان ، وانما کان ذکر القلب وحده افضل من ذکر اللسان وحده لان ذکر القلب یثمر المعرفة و یهیج المحبة و یثیر الحیاء و یبعث علی المخافة و یدعو الی المراقبة و یردع عن التقصیر فی الطاعات و التهاون فی المعاصی و السیئات ، وذکر اللسان وحده لایوجب شیئاً من هذه الآثار ، ان اثمر شیئا منها فثمرة ضعیفة۔

ترجمہ: ذکر کبھی بیک وقت دل اور زبان سے ہوتا ہے اور یہ ذکر کی سب سے افضل صورت ہے اور کبھی صرف دل سے ہوتا ہے اور فضلیت کے لحاظ سے یہ دوسرے درجے کا ذکر ہے اور کبھی صرف زبان سے ہوتا ہے اور یہ ذکر کا تیسرا درجہ ہے، سب سے افضل ذکر وہ ہے جس میں دل اور زبان میں ہم آہنگی ہو اور صرف قلبی ذکر، صرف ذکر لسانی سے افضل ہے اس لیے ذکر قلبی سے معرفت پیدا ہوتی ہے محبت اور حیا اُبھرتی ہے۔ذکر قلبی خشیت کا باعث ہے اور مراقبے کی استعداد پیدا کرتا ہے اور طاعات میں کوتاہی سے روکتا ہے اور نافرمانیوں اور بداعمالیوں کو حقیر سمجھنے سے باز رکھتا ہے اور ذکر لسانی تنہا ایسے کوئی نتائج پیدا نہیں کرتا اور اگر کوئی اثر پیدا کرے بھی تو بہت ہلکا ہوتا ہے۔

قارئین! یہاں تک بیان کیے جانے والے اسرار و معارف سمجھنے میں شاید آپکو دقت کا سامنا کرنا پڑا ہوگا کیونکہ دنیاوی تعلیم کیطرح دینی علوم کے بھی مختلف درجات ہیں جو ہر شخص کو سمجھ نہیں آتے۔مثلاً جس طرح نرسری کلاس کے بچے کو کیمسٹری اور فزکس کی کوئی خبر نہیں ہوتی اور اس میں اسکا کوئی قصور بھی نہیں۔لیکن اگر وہی بچہ جگہ جگہ یہ اعلان کرتا پھرے کہ کیمسٹری اور فزکس کا وجود ہی نہیں، مجھے ثابت کر کے دکھاؤ، تو اس میں ضرور اسی کا قصور ہے۔حدیث کی رو سے تصوف (احسان) کا درجہ اسلام اور ایمان کے بعد آیا ہے، یعنی سب سے اعلیٰ ڈگری کے حصول کا نام تصوف ہے۔دیکھنا یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے اور ایمان میں ترقی کرنے کے بعد انسان کائنات کی یہ اعلیٰ ڈگری کیسے حاصل کرسکتا ہے، جس کے مل جانے کے بعد فرشتے بھی ان انسانوں کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، جن کے متعلق اللہ پاک قرآن میں دو مرتبہ اعلان کرتا ہے" واصبر نفسک مع الذین یریدون ربهم بالغداة و العشی یریدون وجهه۔۔۔ ولا تطرد الذین یدعون ربهم بالغداة و العشی یریدون وجهه" جن کی شان زبان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان الفاظ میں بیان کی گئی۔

(مفہوم) کہ لوگوں کی نظر میں گرے پڑے لیکن اللہ جل شانہ کے ہاں عظیم حیثیت رکھنے والے کائنات کے کچھ ایسے خوش نصیب بھی ہوتے ہیں جو اگر اللہ جل شانہ پر کوئی قسم ڈال دیں تو کائنات کا مالک ان کی لاج رکھتے ہوئے انکی کمر نہیں لگنے دیتا، بلکہ اسی لمحے نظامِ کن فیکون حرکت میں آجاتا ہے۔آئیں دیکھتے ہیں کہ اس مقام تک پہنچنے کی ابتداء کہاں سے ہوتی ہے؟ یعنی بیعتِ تصوف کے متعلق اسلاف اہل حدیث کا کیا نظریہ ہے۔(از: مرتب)

Marfat.com

بیعت طریقت مسنون اور موجب برکات

بیعت طریقت کے بارے میں حضرت والد علیہ الرحمۃ کی رائے وہی تھی جس کا اظہار حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ''القول الجمیل'' میں کیا۔ بیعت طریقت کو مسنون اور موجب برکات سمجھتے تھے۔ فرماتے تھے کہ یہ کہنا درست نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں صرف بیعت اسلام اور بیعت جہاد ہی تھی۔ مسلم شریف' ابوداؤد اور نسائی کی اس حدیث سے استدلال فرماتے تھے:

''عن عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنه قال :کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تسعة اوثمانیة اوسبعة فقال:''الاتبایعون رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم؟ فبسطنا ایدینا وقلنا: علی مانبایعک یا رسول اللہ ؟ قال: علی ان تعبدوا اللہ ولا تشرکوا به شیئا وتصلوا الصلوات الخمس وتسمعوا وتطیعوا واسر کلمة خفیفة قال ولا تسئلوا الناس شیئا فلقد رأیت بعض اولئک النفر یسقط سوط احدهم فمایسئال احداًیناوله ایاه''۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر تھے۔ ہم سات آدمی تھے یا آٹھ یا نو ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت نہیں کرتے؟ ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کس امر پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان باتوں پر بیعت کرو کہ تم اللہ کی عبادت کرو گے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ گے اور پانچ وقت نماز پڑھو گے اور احکام توجہ سے سنو گے اور اطاعت کرو گے اور ایک بات آہستہ کی اور وہ یہ تھی کہ لوگوں سے کوئی چیز مت مانگو۔ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ان میں سے بعض افراد کو دیکھا کہ اُن میں سے کسی کا کوڑا گر جاتا تو وہ بھی کسی سے نہ مانگتا کہ اُسے اُٹھا کر دے دے۔

فرماتے تھے: یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں ،اس لیے یہ بیعت اسلام نہ تھی اور بیعت کے مضمون سے ظاہر ہے کہ بیعت جہاد بھی نہ تھی بلکہ اعمال صالحہ کے التزام واہتمام پر بیعت لی گئی اور صُوفیائے کرام کے ہاں جو بیعت معمول ہے، اس کی حقیقت بھی اعمال صالحہ کے التزام واہتمام کا معاہدہ ہے۔

(سوانح داؤد غزنوی ص368)

کشف وکرامات

وہ اس بات کے قائل تھے کہ اولیاء اللہ کو کشف ہوتا ہے اور خرق عادت بات کا ظہور بھی اُن سے ہوسکتا ہے۔ لیکن کشف و کرامت کو ولایت کی کسوٹی نہیں مانتے تھے۔ فرماتے تھے کہ کشف، کافر، ملحد اور دہریے کو بھی ہوسکتا ہے۔ مجاہدے اور ریاضت سے انسان میں بعض باطنی قوتیں پیدا ہوجاتی ہیں، جن کی وجہ سے ریاضت کرنے والے کو کشف ہونے لگتا ہے اور شریعت میں کشفی علوم کو حجت نہ مانتے تھے۔ اسی طرح خرق عادت کا ظہور جوگیوں سے بھی ہوتا ہے اور یہ ریاضت کا ثمرہ ہے۔ کسی کی ولایت کی دلیل نہیں۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے عمر بھر کسی بھی خرق عادت بات کا ظہور نہیں ہوا، اس کے باوجود وہ تمام اُمت سے افضل ہیں۔ (سوانح داؤد غزنوی ص370)

Marfat.com

توجہ اور تصرف فی الذات مضموم نہیں

توجہ اور تصرف کے بارے میں بھی اُن کی رائے یہ تھی کہ اسے کمال اور قُرب الٰہی میں کوئی دخل نہیں اور نہ ولایت ومقبولیت کی علامت ہے کیونکہ توجہ میں یکسوئی کی مشق سے ایک فاسق وفاجر آدمی بھی اپنی ہمت باطنی کو مضبوط اور قوی بنا سکتا ہے۔ مسمریزم اور عمل تنویم کا دارومدار بھی ہمت باطنی کی مشق پر ہے۔ مشائخ میں بھی یہ قوت کثرت مجاہدہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس قوت کا استعمال اگر کسی نیک مقصد کے لیے ہو، تو اس تصرف کو بھی محمود سمجھا جائے گا اور اگر مقصود مذموم ہے تو یہ تصرف بھی مذموم ہوگا۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 370)

ائمہ سے سوئے ظن کا وبال

ان کے فقہی مؤقف پر ان سے بارہا گفتگو ہوئی۔ وہ فقہائے کرام بالخصوص ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی مساعی جمیلہ کو بنظر استحسان دیکھتے تھے۔ ایک مضمون میں اپنے فقہی مؤقف کی وضاحت کرتے ہُوئے لکھتے ہیں:

ائمہ دین رحمہم اللہ نے جو دین کی خدمت کی ہے۔ اُمت قیامت تک ان کے احسان سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتی۔ ہمارے نزدیک ائمہ دین کے لیے جو شخص دل میں سُوءظن رکھتا ہے یا زبان سے ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے، یہ اس کی شقاوت قلبی کی علامت ہے اور میرے نزدیک اس کے سوء خاتمہ کا خوف ہے، ہمارے نزدیک ائمہ دین رحمہم اللہ کی ہدایت ودرایت پر اُمت کا اجماع ہے۔

تقلید کے بارے میں آپ کا نکتہ نظر

اس عاجز نے اپنے والد بزرگوار مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کے درس میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی یہ عبارت اس کثرت سے سنی ہے کہ طالب علمی کے زمانہ سے مجھے یاد ہے۔ فرمایا کرتے تھے:

قولنا فیھا (فی مسئلۃ الصفات) ماقال اللہ وقال رسولہ و السابقون الا وّلون من المحھاجرین والانصار الذین اتبعو ھم باحسان رضی اللہ عنھم و رضواعنہ وائمۃ الھدٰی الذین اجمع المسلمون علی ھدایتھم و درایتھم۔ ھذا قولنا فی ھذا الباب وفی غیرہ۔

یعنی صفات کے مسئلہ میں ہمارا فتویٰ وہی ہے جو اللہ عزوجل نے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور جو عقیدہ صحابہ کرام، مہاجرین وانصار کا اور ان کے تابعین کا تھا رضی اللہ عنہم ورضواعنہ جو فتویٰ ائمہ دین کا ہے، جن کی ہدایت ودرایت پر اُمت کا اجماع ہے اور یہی ہمارے فتویٰ کا انداز ہے مسئلہ صفات کے بارے میں اور دُوسرے مسائل کے بارے میں۔

حضرت والد بزرگوار جس وقت "اجمع المسلمون علی ھدایتھم و درایتھم" پر پہنچتے تو اس فقرہ کو کئی بار ارشاد فرماتے اس وقت آپ کی آواز بلند ہوجاتی اور آپ رحمہ اللہ کا چہرہ مبارک جلال ایمان سے سُرخ ہوجاتا اور ہمیشہ اپنے درس میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی یہ نصیحت ہمیں ارشاد فرماتے:

Marfat.com

''ایاک ان تتکلم فی مسئلۃ لیس لک فیھا امام'' دیکھو کسی ایسے مسئلے میں گفتگو نہ کرنا جس میں کسی امام کا فتویٰ تمہیں حاصل نہ ہو۔ (دیکھئے ان کا مضمون استدراک ''الاعتصام'' شمارہ ۱۵ اگست ۱۹۵۸)۔

یہ ہے مؤقف اور مسلک حضرت والد علیہ الرحمۃ کا جو انہیں ان کے اساتذہ اور اسلاف کرام رحمہم اللہ سے ملا تھا۔

وہ تقلید کو بعض حالتوں میں واجب قرار دیتے تھے اور بعض حالتوں میں اسے جائز سمجھتے تھے۔

ائمہ اہل سنت میں سے کسی ایک امام کی تقلید کو جو بغیر کسی تعین کے ہو واجب قرار دیتے تھے۔ اور ایک امام معین کی تقلید بشرطیکہ اس تعین کو امر شرعی نہ سمجھا جائے مباح قرار دیتے تھے۔ (سوانح داؤد غزنوی، ص: 375)

اختلافات دور کرنے کی فکر

میرا فقہی مؤقف وہی ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا مؤقف تھا اور انہوں نے ''عقد الجید، الانصاف، حجۃ اللہ البالغہ اور تفہیمات'' میں شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور یہی مذہب تھا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کا اور یہی مذہب تھا میاں نذیر حسین رحمہ اللہ کا اور یہی مذہب تھا مولانا حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ کا۔

اہلحدیث اور احناف کے درمیان فاصلوں کو کم کرنے کی کوشش کرتے رہے اور فرقہ وارانہ عصبیت کی آگ بجھانے کی مسلسل تگ و دو کرتے رہے۔ اہلحدیثوں کو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ادب و احترام کی تلقین کرتے رہے اور احناف کو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تکریم و تعظیم ملحوظ رکھنے کی نصیحت کرتے رہے۔ اس سلسلے میں ان کے ارشادات ملاحظہ فرمایئے۔

علمائے اہلحدیث اور مقام امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

بعض دیوبندی احباب کہا کرتے ہیں کہ غزنوی خاندان کے علماء کا مسلک اس بارے میں قابل ستائش ہے لیکن دوسرے علماء اہل حدیث کا یہ مسلک نہیں، اس لیے بعض مقتدر علماء اہل حدیث کے اقتباسات ذکر کرتا ہوں شاید کہ دلوں سے کدورت دور ہو اور سوء ظن کی جو عام بیماری ہے وہ دور ہو سکے۔

مولانا محمد ابرہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ ہماری جماعت کے مشہور مقتدر علماء میں سے تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب ''تاریخ اہلحدیث'' میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی مدح و توصیف اور ان کے خلاف ارجاء وغیرہ الزامات کے دفعیہ میں 829x23 سائز کے صفحات وقف کیے اور مقتدر مشاہیر علماء سلف مثلاً امام ابن تیمیہ، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ حافظ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال نقل کر کے یہ بتلایا ہے۔'' الناس فی ابی حنیفۃ حاسد او جاھل''۔

یعنی حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں بری رائے رکھنے والے کچھ لوگ تو

> **حدیث سے ثابت کرو**
>
> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قطعی طور پر یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالت احرام کے علاوہ ننگے سر نماز ادا کی ہو۔ اس سلسلے میں جو احادیث پیش کی جاتی ہیں، وہ اپنے مفہوم میں صریح نہیں ہیں۔
>
> (بحوالہ: فتاویٰ اصحاب الحدیث، ص ۱۳۸)

Marfat.com

حاسد ہیں اور کچھ ان کے مقام سے بے خبر ہیں۔

پھر کسی جگہ ان کا ذکر امام اعظم رحمہ اللہ کے نام سے کرتے ہیں۔ کسی جگہ سیدنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہہ کر ادب و احترام سے ذکر کرتے ہیں اس ساری بحث کو آخر میں مولانا محمد ابراہیم رحمہ اللہ کے اس فقرہ کے ساتھ ختم کر دیتے ہیں۔

(خلاصۃ الکلام یہ کہ نعیم کی شخصیت ایسی نہیں ہے اس کی روایت کی بناء پر حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسے بزرگ امام کے حق میں بدگوئی کریں۔ جن کو حافظ ذہبی رحمہ اللہ جیسے ناقد الرجال امام اعظم رحمہ اللہ کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ''البدایہ والنہایہ'' میں آپ رحمہ اللہ کی نہایت تعریف کرتے ہیں اور آپ رحمہ اللہ کے حق میں فرماتے ہیں ''احد ائمۃ الاسلام وسادۃ الاسلام واحد ارکان العلماء واحد الائمۃ الاربعۃ اصحاب المذاهب المتبوعۃ'' نیز حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ عبداللہ بن داؤد حرینی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا لوگوں کو مناسب ہے کہ اپنی نماز میں امام ابوحنیفہ کے لیے دعا کیا کریں کیونکہ انہوں نے ان پر فقہ اور سنن (نبویہ) کو محفوظ رکھا۔ (البدایہ والنہایہ جلد دہم ص ۱۰۷ بحوالہ' سوانح داؤد غزنوی' ص:377)

قارئین! اب تک آپ نے حضرت مولانا ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایام تربیت روحانی کے واقعات پڑھے اور نوٹ کیا کہ جمعیت اہلحدیث کے صدر و امیر اگر صوفیانہ مزاج باپ کی صورت میں ہوں تو وہ جمعیت اہل حدیث پاکستان کے ناظم بیٹے کو کس طرح انگلی پکڑ کے شریعت، طریقت اور حقیقت کی پر پیچ گھاٹیوں سے گزرنے کا فن سکھاتے ہیں۔ آئیں اب آپکو مدرسہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن ضلع فیصل آباد میں حضرت صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں ہونیوالی تین روزہ اہلِ حدیث کانفرنس میں لے چلتے ہیں، جہاں علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید جیسے اس وقت کے چوٹی کے علماء و واعظین تشریف فرما ہیں اور مولانا ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ عملی صوفیانہ زندگی میں آنے کے بعد ہزاروں لوگوں کے مجمع میں ڈنکے کی چوٹ پر تصوف بیان کر رہے ہیں اور علماء سمیت تمام سامعین حیرت کی بے جان تصویر بنے انکے سامنے سر جھکائے بیٹھے انکی ایک ایک بات کو دل و جان سے تسلیم کر رہے ہیں (از: مرتب)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللهم صل علی سیدنا محمدن النبی الامی افضل صلوتک واز کی برکاتک کلما ذکره الذاکرون وغفل عن ذکره الغفلون عدد خلقک ورضانفسک و زنة عرشک ومدادا کلماتک صلوة دائمة بدوامک صلوة کماتحب وترضی له' اعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم 'صبغة اللہ ومن احسن من اللہ صبغة ونحن له عبدون۔

میرے محترم اور مکرم بزرگ جناب صوفی صاحب اور دوستو اور بھائیو! میں آتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ کس آیت پہ بات کریں تو یہ آیت ذہن میں اتری ''صبغۃ اللہ'' کہ اللہ کا رنگ اور اس کے رنگ سے زیادہ حسین اور خوبصورت رنگ کون سا ہوسکتا ہے۔ جی میں یہ بات اتری کہ جن لوگوں پہ اللہ کا رنگ چڑھ جاتا ہے ان لوگوں کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟

چوبیس گھنٹے اللہ کا دھیان

وہ لوگ جن پر اللہ کا رنگ چڑھ جاتا ہے ان کا اٹھنا بیٹھنا' ان کا چلنا پھرنا' اللہ ہی کیلئے ہوجاتا ہے۔ ان کو دن بھر' آٹھوں

Marfat.com

پہر‘ چوبیس گھنٹے چِنتا (فکر) سی لگی رہتی ہے کہ اللہ مجھ سے راضی کیسے ہوگا؟ یہ چِنتا لگی رہتی ہے وہ اسی بات میں غرق رہتے ہیں۔

قرآن مجید میں کہا گیا:

''قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ'' (الانعام:162)

ترجمہ: آپ ﷺ ان سے کہہ دیجئے کہ میری نماز‘ میری قربانیاں‘ میرا جینا اور میرا مرنا سب اس اللہ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کی پرورش کررہا ہے۔

یعنی وہ محسن رب جو سب جہانوں کو پال رہا ہے اور مجھے بھی پال رہا ہے میری ذہنی‘ جسمانی اور روحانی پرورش وہی دم بدم اور پیہم کررہا ہے تو پھر میں غیر کے گیت کیوں گاؤں؟ اور غیر کے آستانے پر کیوں جاؤں؟ کھاؤں تو اپنے آقا کا اور کسی غیر کے آستانے کی طرف دیکھوں؟ یہ معنی ہے ''للہ رب العالمین'' کا۔

اللہ کے رنگ میں رنگے جانے کی علامت

تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہم سب کو اپنا محاسبہ کرنا چاہئے کہ ہم پر اللہ کا رنگ چڑھا ہے کہ نہیں؟ میں اس کی نشانیاں بتاتا ہوں۔ جب اللہ کا رنگ چڑھ جاتا ہے تو آدمی ہر کام اللہ تعالیٰ ہی کی خاطر کرتا ہے حتیٰ کہ اس کا کسبِ معاش روٹی کمانا بھی اللہ کیلئے ہوتا ہے۔ ہمارے بعض بھائی کہتے ہیں کہ جی ہمیں دین کے کام کیلئے وقت نہیں ملتا‘ ہم تو دنیا کے کاموں کیلئے دن بھر سر کھپاتے ہیں میں ان کارخانہ داروں سے خطاب کررہا ہوں‘ ان دکانداروں سے بات کررہا ہوں جو دن بھر ہاتھ میں ترازو رکھتے ہیں یہ سمجھنا غلط فہمی ہے کہ کسبِ معاش کے ترازو کو تولنا‘ کارخانہ چلانا دنیاداری ہے۔ جب اللہ کا رنگ چڑھ جاتا ہے تو آدمی روٹی بھی اس لئے کماتا ہے‘ دفتر اس لئے جاتا ہے کہ میرے آقا ﷺ نے فرمایا ہے کہ حلال کی روٹی کمانا فرض نماز کے بعد سب سے زیادہ فرض چیز ہے۔ انسان صرف اس لئے دفتر کو قدم اٹھاتا ہے۔

نیت کی اصلاح‘ ہمارا بھولا ہوا سبق

دیکھو! نیت کا چراغ گل ہوجانے سے بالکل اندھیرا ہوجاتا ہے۔ نمازیں غارت‘ روزے اکارت‘ حج غارت اگر یہ چراغ گل ہوگیا تو۔ میں آج اسلام کا ایک بنیادی سبق اپنے آپ کو دینے اور آپ کو ایک بھولا ہوا سبق یاد دلانے کیلئے آیا ہوں وہ یہ کہ نیت کے فتور سے انسان برباد ہوجاتا ہے‘ اس کی ساری محنت رائیگاں جاتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا رنگ چڑھ جاتا ہے تو دفتر انسان اس لئے جاتا ہے کہ کتنی حالتیں ایسی ہیں جن پر عمل نہیں ہوسکتا اگر پہلی تاریخ کو تنخواہ نہ ملے۔ ''وبالوالدین احسانا'' اس پر عمل کیسے ہو؟ بیوی اور بچوں کے حقوق کیسے ادا کئے جائیں؟ یتیموں‘ غریبوں‘ مسکینوں اور ناداروں کی پرورش کیسے ہو؟ نیتوں کو سیدھا کر کے کماؤ تو خدا کی قسم تمہاری دنیا بھی دین ہوجائے۔ بدنصیب ہیں وہ لوگ جن کا دین بھی دنیا ہوچکا ہے اور خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کی دنیا بھی دین ہوچکی ہے۔

انت مقصودی ورضاک مطلوبی

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ونور اللہ مرقدہ مکتوبات میں بار بار وجدانی حالت میں لکھتے ہیں کہ الٰہی ''انت مقصودی

Marfat.com

ورضاک مطلوبی ''اے اللہ! جو کچھ لکھ رہا ہوں یہ جو کچھ بول رہا ہوں کوئی غیر مقصود نہیں' تو میرا مقصود ہے اور تیری رضا مجھے مطلوب ہے۔ اس فقرے کو یاد کر لو کیسا پیارا فقرہ ہے' دن بھر کہا کرو'' انت مقصودی ورضاک مطلوبی'' تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ اللہ کا رنگ چڑھ جانے کے بعد لوگ دفتر اس لئے جاتے ہیں' دکان پر اس لئے بیٹھتے ہیں کہ روٹی حلال کھا سکیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ حرام اور مشتبہ لقمے سے بچو۔ ان آیتوں اور حدیثوں پر عمل کیسے ہو اگر دفتر اور دکان پر نہ جائیں گے؟ اور آپ یقین کیجئے کہ اگر آپ اس نیت سے دکان پر بیٹھتے ہیں کہ ان آیتوں اور حدیثوں پر مجھے عمل کرنا ہے تو یہ سراسر دین ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ! میرے عمل کو سراسر سچا کر دے' اس میں کوئی کھوٹ نہ ہو۔ بالکل سچا کر دے اور اسے اپنے مکھڑے اور اپنی رضا کیلئے خالص کر دے اور اس میں اپنے سوا کسی کا حصہ نہ رکھ۔

دینی طلباء کو اصلاحِ نیت کی ضرورت

میں دینی مدارس والے طالب علموں کو کہتا ہوں کہ دین صرف اللہ کیلئے سیکھو۔ شیطان یہ چاہتا ہے کہ یہ طالب علم اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے نہ پڑھے' باقی جس کیلئے چاہے پڑھتا رہے۔ آج ہماری درس گاہیں ویران ہیں' یہ نہیں کہ رونق نہیں رہی' افراد تو پہلے سے زیادہ ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے پڑھنے والے نہ رہے۔ صرف اس لئے پڑھو کہ اللہ کن باتوں سے ناراض ہوتا ہے اور وہ کن باتوں سے خوش ہوتا ہے صرف یہ سیکھنے کیلئے علم حاصل کرو۔

شیطان کا نیت پر حملہ

بعض طالب علم شروع ہی سے ایک وسوسہ جی میں لگا بیٹھتے ہیں' بعض کو شیطان اس طرف لگا دیتا ہے کہ روٹی کمانے کیلئے پڑھو' میں پوچھتا ہوں کہ جنہوں نے صرف اللہ کیلئے پڑھا' جو اس کے آستانے پر بیٹھ گئے کیا وہ ان کو روٹی نہیں دیتا رہا؟ کیا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو روٹی نہیں ملتی تھی؟ کیا حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کو روٹی نہیں دیتا تھا؟ یہ کیسی رلا دینے والی بدبختی ہے؟ یہ کیسا شیطانی وسوسہ ہے جو طالب علموں کے جی میں وہ ڈالتا ہے' کس طرح پٹڑی سے اتارتا ہے کہ تم روٹی کمانے کے قابل ہو جاؤ گے۔

دین کا پہلا سبق

اس لئے میں طالب علموں سے کہتا ہوں کہ ہر آن میں' ہر لحہ یہ کہو کہ الٰہی ''انت مقصودی ورضاک مطلوبی'' تیری رضا مجھے مطلوب ہے' پھر تم یقین کرو کہ اگر محض اللہ کی خاطر پڑھو گے جو کتوں کو روٹی دیتا ہے اور خنزیروں کو روٹی دیتا ہے' وہ فقیر جو اس کے آستانے پر بیٹھ جاتا ہے کیا وہ خدائے غیور اس کو روٹی نہیں دے گا؟ یہ کیسا وسوسہ ہے؟ **خدا کی قسم وہ تمہارا لنگر جاری کر دے گا اگر تم محض اس کیلئے علم حاصل کرنے لگ جاؤ تو**۔ اے طالب علمو! خدارا حمیت کے چراغ کو جلاؤ' دیکھو میں کہہ رہا ہوں کہ میری نظر میں دین کا پہلا سبق یہی ہے جو میں آج اپنے آپ کو دے رہا ہوں۔ اسی پر دین کی بنیاد کھڑی ہوتی ہے کہ اس کے رنگ میں یوں رنگے جاؤ

Marfat.com

کہ اٹھنا' بیٹھنا' چلنا پھرنا' سونا کمانا۔''انت مقصودی ورضاک مطلوبی''۔

اور کتنا بدنصیب ہے وہ آدمی جو اس لئے حدیث پڑھے کہ میں اس قابل ہو جاؤں کہ فلاں مسجد خالی ہے اور وہاں روٹی اچھی ملے گی۔ پکے رہو' جم جاؤ' تاریخ پڑھو اولیاء اللہ کی۔ یاد رکھنا جو لوگ اس کے آستانے پر بیٹھ گئے تھے ان لوگوں کو روٹی تم سب سے زیادہ اچھی ملتی تھی''فوورب الکعبہ''میں کعبے کے رب کی قسم کھا کے کہتا ہوں۔

ذاکرین کی نیت پرحملہ

ایک بات ذاکروں سے بھی کہتا ہوں یہ صوفی (محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ) صاحب کی برکت سے اہل ذکر یاد آرہے ہیں۔ ذاکر جب ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ کی رضا کیلئے ذکر کر رہا ہوں تو شیطان کسی ذاکر کو تصرف میں لگا دیتا ہے' کسی کو تسخیر میں لگا دیتا ہے' کسی کو کشف کے چکر میں ڈالتا ہے اور کسی کو خرقِ عادت بات (کرامت) کے ظہور کے چکر میں ڈال دیتا ہے لیکن جو پکا سالک ہے وہ مسلسل یہی کہتا ہے کہ''انت مقصودی ورضاک مطلوبی''۔کشف مقصود نہیں ہے' کرامت مقصود نہیں ہے' تصرف مقصود نہیں ہے' تسخیر مقصود نہیں ہے' احوال وکیفیات مقصود نہیں ہیں۔''انت مقصودی ورضاک مطلوبی''تو مجھے مقصود ہے تیری رضا مجھے مطلوب ہے۔

حزب البحر کا نوجوان عامل

حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ یاد آرہے ہیں' جوانی میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تسخیر کا ایک عمل حزب البحر کیا تھا' ایک دن وہ ایک کمرے کے حجرے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے باہر سے تالا لگا دیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ چونکہ دعائے حزب البحر کے عامل تھے' انہوں نے وہ عمل پڑھنا شروع کر دیا' تالا کھٹ سے ٹوٹا اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ باہر آ گئے۔ ان مولوی صاحب نے شور مچایا' حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت زندہ تھے' ان کے پاس خبر پہنچی کہ آ کر دیکھئے' عبدالجبار نے کیا کیا؟ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جو اتنا موٹا تالا لگایا تھا انہوں نے وہ توڑ ڈالا۔ فرمایا بلاؤ عبدالجبار کو۔ عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ حاضر خدمت ہوئے' حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ چہ خواندی؟ عبدالجبار کیا پڑھا؟ فرمانے لگے حزب البحر خواندم (حزب البحر پڑھا تھا) وہ عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ جو اللہ میں غرق تھے' فرمانے لگے حزب البحر چیست؟ وہ کیا چیز ہے حزب البحر؟ مجھ کو تو اس (اللہ) سے کبھی فرصت نہ ملی کہ ادھر دیکھوں یا ادھر دیکھوں' یہ حزب البحر کیا چیز ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھنا شروع کیا کہ''اللھم سخر لنا البحار والریاح' یا اللہ! ان سمندروں کو مسخر کر دے' ہواؤں کو مسخر کر دے' دریاؤں اور پہاڑوں کو مسخر کر دے' یہ ساری تسخیر کی دعا ہے۔ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ سنا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ فرمانے لگے از خدا خدائی می خواہی' بندگی اختیار کن۔ **عبدالجبار یہ کیا کر رہے ہو؟ خدا سے خدائی مانگنے لگے؟ بندگی اختیار کرو' مقام عبدیت حاصل کرو'** کدھر جا رہے ہو؟ الٰہی انت مقصودی ورضاک مطلوبی'۔ یا اللہ! تو مقصود ہے' تیری رضا مطلوب ہے۔

سالک کی کشفی کیفیات

دیکھو! میں یہ بات اس سالک سے کہہ رہا ہوں جو ان راہوں کو طے کرتا ہے' کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عالم ملکوت (فرشتوں کا جہاں)

Marfat.com

سالک پر منکشف ہوتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات میں لکھتے ہیں ''جو کچا سالک ہے وہ اس جہاں ہی میں محو ہو جاتا ہے''۔ جس نے بیت اللہ جانا ہو وہ کراچی کی چمکتی قندیلیں دیکھ کر وہیں پر بیٹھ جائے تو کیا بیت اللہ پہنچ جائے گا؟ فرماتے ہیں اے طالب! اگر عالم ملکوت تم پر منکشف ہو جائے تو اس کی نفی کرو اور کہو الٰہی ''انت مقصودی ورضاک مطلوبی''۔ حتیٰ کہ اگر ساتوں آسمانوں تم پر منکشف ہوں اور حتیٰ کہ اگر عرش تم پر منکشف ہو تو بھی یہی سمجھو کہ یہ مخلوق ہے' عرش بھی مخلوق ہے اور اے اللہ میں تو تجھے چاہتا ہوں' میرا غیر سے کوئی تعلق نہیں۔ دیکھئے یہ توحید بیان کی ہے حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے' کیسی بے داغ توحید بیان کی کہ اگر عرش بھی منکشف ہو تو کہو کہ یہ مخلوق ہے' میں تو نکلا ہی اس لئے تھا کہ تیری رضا مل جائے۔

نورانی پردوں کا گھونگھٹ

فرماتے ہیں اے طالب! کچی باتیں نہ کر' یہ جو انوار تم پر برستے ہیں' تم نے سمجھا کہ یہ خدا ہے؟ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے 70 ہزار پردے نور کے ہیں۔ اگر وہ پردے ہٹ جائیں تو خدا کی ذات کائنات کو جلا دے' تو یہ جو انوار تم پر برستے ہیں یہ اس کا کا گھونگھٹ ہے' یہ اس کا نقاب ہے' گھونگھٹ یار تو نہیں ہوتا' جس نے گھونگھٹ کو چہرہ سمجھا اس سے زیادہ سادہ لوح کون ہے؟ وہ انوار جو برستے ہیں حدیث کی روشنی میں۔ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ سب حجاب ہے' تم نے حجاب کو یار سمجھا' حجاب بھی غیر ہے وہ خدا تو نہیں ہے' ان انوار کی بھی نفی کرو اور کہو الٰہی! ''انت مقصودی ورضاک مطلوبی''۔

لذت کا بت

دیکھو اللہ والوں کی باتیں کتنی پکی ہوتی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ سالک کا آخری بت جو ٹوٹتا ہے وہ لذت کا بت ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی جو اتنی بار پڑھتا ہے الٰہی ''انت مقصودی ورضاک مطلوبی''۔ تو اس پر رحمتیں برستی ہیں' اس کو چسکا آتا ہے' بڑی لذت بے پناہ ہوتی ہے۔ یقین نہ آئے تو (حضرت) صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ لو اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ساری لذت خدا چھین لیتا ہے اور کتنے کچے صوفی ہیں جو یہاں آ کے گر جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مزہ ہی نہیں آتا تو ذکر کیا کریں؟ ہم کہتے ہیں کہ تم آج تک لذت پرستی کرتے رہے' تم لذت کو پوجتے رہے' تم نے خدا کو نہیں پوجا ہے۔ فرماتے ہیں سالک جم کے بیٹھے' وہ لذت دے یا نہ دے ہم تو ذکر کیا کریں گے۔ اتنا ہی کرتے رہیں گے جتنا پہلے کرتے تھے۔ اس لئے کہ ''انت مقصودی ورضاک مطلوبی''۔ لذت آئے یا نہ آئے ہم تو جم کے بیٹھے ہیں تیرے دروازے پر۔ **جو اس کے دروازے پر جم کے بیٹھ گیا' خدا اپنے اس فقیر کو بھاگ لگا دے گا**' میں کہتا ہوں کہ اللہ کی خاطر فنا ہو جاؤ' تم کو باغ و بہار لگ جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے در کا فقیر

پاکستان ٹائمز میں رنڈی کی تصویریں بھی چھپتی ہیں' آوارہ لوگوں کی تصویریں بھی چھپتی ہیں' وہ مولوی پھر کیا باعثِ فضیلت ہے جس کی تصویر چھپ جائے؟ ایسے مولوی جوتیاں چٹخارتے پھرتے ہیں ہم انہیں دیکھتے ہیں تو ترس آتا ہے کہ ان کو دین کا کچھ پتا نہیں۔ یہ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ ''من تواضع للہ رفعہ اللہ'' جو اللہ کی خاطر جھک جاتا ہے' اس کو بھاگ لگتا ہے خدا کی قسم! عبداللہ

Marfat.com

غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھو ان کا نام لیتا ہوں تو مجمع میں بیٹھے کتنے لوگوں کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں' ذرا بتاؤ کس اخبار میں ان کی تصویر چھپتی تھی؟ کس ٹیلی ویژن پر عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ جاتے تھے؟

جماعت اہل حدیث کے بنیادی اکابرین

اب میں جماعت اہل حدیث کی بات کرتا ہوں' جماعت اہل حدیث کے اسلاف جن کے ہاتھوں میں اس جماعت کی قیادت رہی وہ تمام اصحابِ علم اور اصحابِ فضل تھے۔ یہ ٹھیک ہے کہ اب جماعت کو میری ضرورت نہ رہی لیکن میرا وہ غم جو میرے جی میں ہے اور وہ غم جو میری ہڈیوں میں ہے جس کو میں اپنے آپ سے باہر نہیں کر سکتا' یہ وہی غم ہے جو مجھے پھر تمہارے سامنے لے آیا ہے۔ میں آپ کو وضاحت سے کہتا ہوں کہ وہ گھر جس میں آج کے اہل حدیث بس رہے ہیں' آپ اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ اس کو بنانے میں مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ ہے۔ آپ اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جگر کا لہو دے کر اس جماعت کو سینچا تھا۔ آپ اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ **یہ گھر جس میں اب تم بس رہے ہو' حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ہڈیوں کی کھاد ڈال کر اس گھر کو بنایا تھا۔** جب یہ گھر بن گیا تو خاندانِ غزنویہ سے کہا گیا کہ اب ہم اس گھر میں بس رہے ہیں' تم یہاں سے چلے جاؤ۔ مگر میں پھر کہتا ہوں کہ جس گھر میں اب تم بس رہے ہو اور مجھے اس میں رہنے کی اجازت نہیں' یہ وہی گھر ہے جس کو خاندانِ غزنویہ نے اپنے جگر کا لہو دے کر سینچا تھا اور اس کی بنیاد میں اپنی ہڈیوں کی کھاد اس خاندان نے ڈالی تھی۔

اس تقریر کا حوالہ درج ذیل ہے: (https://www.youtube.com/wateh?v=xatcamrkxby)

قارئین! اب مولانا ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا چند سال بعد اسی کانفرنس میں کیا گیا وہ خطاب ملاحظہ فرمائیں، جو انہوں نے حضرت صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد نہایت درد بھرے لہجے میں اہل حدیث جماعت کی موجودہ صورتحال کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا۔ یہ خطاب ہفت روزہ الاسلام (ایڈیٹر بشیر انصاری) میں بھی شائع ہو چکا ہے، جس کے حرف حرف میں درد بھرا ہوا ہے۔ خطبہ مسنونہ پڑھنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

بزرگان کرام' برادران عزیز' عزیزان گرامی قدر!

پھر وضع احتیاط سے رکنے لگا ہے دم ۔۔۔ برسوں ہوئے ہیں چاک گریباں کیے ہوئے

آپ سے ملاقات کئے ہوئے اور آپ سے بات کیے ایک مدت ہوگئی۔

جسے آپ گنتے تھے آشنا' جسے آپ کہتے تھے باوفا ۔۔۔ میں وہی ہوں مومن مبتلا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

اہلحدیثوں کے سر میں پڑی ہوئی خاک

حضرات! جب میں یہ خیال کرتا ہوں کہ یہ وہ جماعت ہے جس کی سرزمین گو آج بنجر ہو چکی ہے مگر یہ وہی سرزمین ہے جس سے کبھی مولانا حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ اور حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ ایسے لعل و یاقوت و گہر پیدا ہوئے تو یہ سوچ کر کہ شاید اس راکھ میں کوئی چنگاری باقی ہو' یہ شعر پڑھتا ہوا تمہاری طرف کشاں کشاں چلا آتا ہوں۔

Marfat.com

ازی تحت الرّماد و میض جمرٍ ویوشک ان یکون لھا ضرام

(خاکستر کے نیچے کچھ چنگاریاں دیکھ رہا ہوں' شاید ان سے شعلے بھڑک اٹھیں)۔

اور جب یہ آگ جلتی تھی تو اسے تاپنے کیلئے اور حرارت ایمانی حاصل کرنے کے لیے لوگ پورب اور پچھم سے آتے تھے مگر جب آپ لوگوں کی اڑنگا پٹخنی' دھینگا مشتی اور سر پھٹول دیکھتا ہوں تو جی جلتا ہے۔ ہر طرف خاک اڑائی جا رہی ہے۔ اتنی خاک کہ سب کے سروں پر خاک پڑی ہوئی ہے۔ **سب کے چہرے خاک سے یوں لتھڑے ہوئے ہیں کہ میرے لیے شکلیں پہچانی بھی مشکل ہوگئی ہیں۔** جب یہ صورت حال دیکھتا ہوں تو آپ لوگوں سے بھاگ جاتا ہوں اور سالہا سال آپ سے روپوش رہتا ہوں اور یہ شعر ان دنوں پڑھا کرتا ہوں۔

ونار لو نفخت بھا اضاءت ولکن انت تنفخ فی الرّماد

یہ راکھ جس میں تم پھونکیں مار رہے ہو اگر اس میں کوئی چنگاری ہوتی تو وہ یقیناً بھڑک اٹھتی' مگر تم تو راکھ میں پھونکیں مار رہے ہو۔ راکھ میں پھونکیں مارنے سے اس کے سوا کیا حاصل ہوگا کہ تمہارے سر پر بھی راکھ پڑے گی۔

اوصاف مرشد بمع امثال

دوستو! میں تو دہقان ہوں۔ میرا کام دلوں کی زمین میں ہل چلانا ہے تم نے کہا کہ تم ہماری زمین پر ہل چلانے کے قابل نہیں ہو میں تو خاندانی اور موروثی طور پر دہقان تھا مجھے تو ہل چلانا ہی تھا مجھے تو آبیاری کرنا ہی تھی یہ بات میری گھٹی میں تھی میرے خمیر میں گندھی ہوئی تھی میں نے اور زمینیں ڈھونڈیں۔ دلوں اور روحوں کی زمینیں اور ان زمینوں پر ہل چلاتا ہوں۔

دوستو! میں تو رنگ ساز ہوں میرا کام دلوں کو اللہ کے رنگ میں رنگ دینا ہے۔

''صبغة اللہ و من احسن من اللہ صبغة و نحن لہ عابدون''۔

اللہ کا رنگ اور اس سے بہتر کس کا رنگ ہوسکتا ہے اور ہم تو بس اس کی غلامی کرتے ہیں۔

تم نے کہا کہ تمہیں رنگنا نہیں آتا' میں نے ملک میں ہانک لگائی کہ کوئی ہے جو دلوں کو رنگوانا چاہے۔ دیکھو! میرے دروازے پر گاہکوں کی بھیڑ ہے۔

دوستو! میں تو دھوبی ہوں میرا کام دلوں کی میل کچیل کو چھانٹ دینا ہے۔ تم نے کہا کہ تمہیں دھونا نہیں آتا۔ میں نے ملک میں ہانک لگائی کہ کوئی ہے جو دل کی سیاہی دھلوانا چاہے۔

کھوٹے کھرے سب میرے

دوستو! میں تو سقہ ہوں' میرا کام روح کی پیاس بجھانا ہے۔ تم نے کہا کہ ہم تیرے مشکیزے سے پانی نہیں پیتے۔ میں نے ملک میں ہانک لگائی کہ کوئی ہے جو دل کی پیاس بجھانا چاہے۔ دیوبندی آئے' بریلوی آئے' مولوی آئے' بابو آئے' انجینئر آئے' ایڈووکیٹ آئے' پروفیسر آئے سب نے کہا ہم تیرے مشکیزے سے پانی پیتے ہیں۔

Marfat.com

اور اس سارے دھندے سے خدا شاہد ہے مقصود فقط یہ ہے کہ اپنے نفس کا تزکیہ کر سکوں۔ اپنے دل کا میل کچیل چھانٹ سکوں۔

وعظ کیا ہے؟

دوستو! وعظ کیا ہے؟ روحانی اور اخلاقی بیماریوں کی تشخیص کرنا اور دوا دینا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوا تلخ ہوتی ہے اور بیمار ناک بھوں چڑھاتا ہے لیکن مشفق طبیب کو چاہیے کہ وہ دوا حلق میں انڈیل دے۔ مریض کو جب شفاء ہو جاتی ہے تو دعا دیتا ہے۔

دوستو! اگر مریض کوز کام ہو اور طبیب اسے معدے کی دوا دے تو اس کی نااہلی میں شک وشبہ کی کیا گنجائش باقی رہتی ہے اپنی اور سامعین کی جو بیماریاں ہوں انہیں ڈھونڈنا اور ان کی دوا دینا، یہ وعظ ہے یہ طب روحانی ہے۔

دنیادار واعظ

میں چند باتیں عرض کروں گا جو میرے لیے مفید ہوں' جو آپ سب کیلئے مفید ہوں...... وہ واعظ دنیادار ہے جس کا منتہائے نظر فقط یہ ہو کہ دھواں دار تقریر کی جائے' جذبات کو بھڑکا دیا جائے' نہ اپنے آپ کو فائدہ نہ دوسروں کو فائدہ۔ آج کل تو سر دھننا، وجد میں آنا' نعرے لگانا' ہاؤ ہو کرنا' وعظ کے لوازمات بن کر رہ گئے ہیں۔ میری نظر میں وعظ تو یہ ہے کہ بیماریوں کو چن چن کر بیان کیا جائے اور ان کا علاج کیا جائے۔

توحید کے تقاضے یا خود فریبی

پہلی بات میں کہتا ہوں میرا اولین مخاطب خود میرا نفس ہے کہ یہ سمجھنا خود فریبی میں مبتلا ہونا ہے کہ صرف قبروں کی پوجا نہ کر کے آدمی نے توحید کے سب تقاضے پورے کر دیئے۔ ''ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً''۔

''اور لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو اللہ سے ہٹ کر اوروں کو اس کا ہم پلہ بنا لیتے ہیں''

آپ غور کیجئے کہ قرآن نے جہاں بھی توحید بیان کی ہے ''من دون اللہ'' کے لفظ استعمال کیے۔

''ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم'' اللہ کے علاوہ جن کو تم پکارتے ہو وہ بھی تمہاری طرح بندگان خدا ہیں'' یہاں بھی لفظ ''من دون اللہ'' استعمال کیا۔ ''والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یُخلقون''

''اور جو لوگ اللہ کے سوا اوروں کو پکارتے ہیں وہ خود کسی چیز کے خالق نہیں بلکہ انہیں پیدا کیا گیا ہے۔

''من دون اللہ'' کے لفظ اتنے جامع ہیں کہ ان میں تمام غیر اللہ ہیں ان میں زندہ بھی ہیں اور مردہ بھی شامل ہیں۔

تم میں سے بعض نے مردوں سے مرادیں مانگیں اور تم میں سے بعض نے زندوں سے مرادیں مانگیں افسوس تم نے مل کر غیر اللہ سے مرادیں مانگیں۔

جابر حکمران کی نفی کی مثال

قرآن اٹھا کر دیکھئے۔ قرآن کے تیس پاروں میں سب سے زیادہ فرعونوں کی نفی پر زور دیا گیا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا گیا کہ یہ نمرود خدا بن بیٹھا ہے اس کی نفی کرو۔

Marfat.com

یہ قبر کی نفی نہیں ہو رہی تھی بلکہ زندہ جابر حکمران کی نفی کا حکم دیا جا رہا تھا۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ، اللہ ان کی قبر کو نور سے بھر دے، انہوں نے دو فرعونوں میں سے اس مطلب کو بیان کیا۔

اے کہ اندر حجرہ ہا سازی سخن نعرہ لا پیش نمرودے بزن

''اے حجروں کے اندر بیٹھ کر باتیں بنانے والو! کسی نمرود کے سامنے جا کر لا کا نعرہ لگاؤ''۔

قبر تو مٹی کا ڈھیر ہے، اس کی نفی میں کون سی دقت پیش آتی ہے جس کسی نے قبر پر چادر نہ چڑھائی اور چراغ نہ جلایا وہ اتراتا پھرتا ہے کہ توحید کے سب تقاضے اس نے پورے کر دیئے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کو توحید کی ارتقائی منزلوں سے گزارا گیا تو ان سے بھی یہی کہا گیا کہ ''اذھب الی فرعون انہ طغی'' جاؤ جا کر فرعون کی نفی کرو۔ اور اس کے روبرو جا کر کہو وہ سرکش ہو گیا ہے۔

فلسفہ توحید کی عجیب منطق

اور حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھو کہ عزیز مصر کی نفی کر رہے ہیں۔ زندہ خداؤں کی نفی کرنا بڑی کٹھن منزل ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی توحید یہی تھی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی توحید یہی تھی، ائمہ کرام رحمہم اللہ کی توحید یہی تھی۔ **وہ تمام ضمیر فروش علماء جو دنیا دار، جاہ طلب، سرمایہ داروں کی زکوتیں کھا کر سال بھر ان کی کاسہ لیسی اور حاشیہ برداری کرتے ہیں** اور اس کے باوجود اپنے آپ کو توحید کے بلند ترین مقام پر فائز سمجھتے ہیں اور پوری ملت اسلامیہ کو حقیر جانتے ہیں اور ان کی توحید کا حال یہ ہے کہ حقیر ترین دنیوی اغراض کیلئے دنیا دار سرمایہ داروں کے گھروں کا طواف کرتے ہیں اور ان کی صبحیں اور شامیں ان کی چاپلوسی میں بسر ہوتی ہیں۔ کیا ''من دون اللہ'' میں صرف حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ہی شامل ہیں؟ کیا فاسق و فاجر حکام اور دنیا دار سرمایہ دار من دون اللہ میں شامل نہیں ہیں؟ یہ کیا منطق ہوئی؟ توحید کا یہ تصور ان لوگوں نے اپنے جی سے گھڑ لیا ہے۔ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ کی توحید تو بڑی انقلاب آفرین ہے وہ تو ساری دنیا کے بادشاہوں کے نام انقلابی خطوط لکھنے والی توحید ہے۔

''اسلم تسلم''۔ اسلام لاؤ تو محفوظ رہ سکو گے'' اس توحید کے نتائج کا ظہور تو حضور ﷺ کے اس اعلان میں ہوا تھا۔

''ھلک قیصر و لا قیصر بعدہ۔ ھلک کسریٰ و لا کسریٰ بعدہ''۔

فرمایا کہ میری آمد کا بدیہی نتیجہ قیصر و کسریٰ کی ہلاکت ہے۔ اور یہ انقلاب جو میں برپا کر رہا ہوں اس کا بدیہی نتیجہ قیصریت اور شہنشاہیت کی تباہی ہے۔ دوستو! وقت کے فرعونوں کی بھی نفی کرو۔ دنیا دار سرمایہ داروں کی بھی نفی کرو۔

توحید کی اصل حقیقت: ''لا تسئل الناس شیئا''۔ غیر اللہ سے کچھ نہ مانگو۔ نہ مردوں سے مانگو، نہ زندوں سے کچھ مانگو۔

حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ''فتوح الغیب'' میں توحید بیان فرماتے ہیں:

''مادمت قائماً مع الخلق' راضیا لعطایاھم' مترددا الی ابوابھم انت مشرک باللہ خلقہ''۔

جب تک تو مخلوق کے سہارے لیتا ہے زندوں کے سہارے لیتا ہے اور مردوں کے سہارے لیتا ہے جب تک ان کی جیب پر تمہاری نظر ہے جب تک ان کی بخشش اور نوال کی آس لگائے بیٹھا ان کے دروازوں پر تو دھکے کھا رہا ہے تو اللہ کے ساتھ ان کو شریک ٹھہرا رہا ہے۔ محمد علی جوہر رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں:

Marfat.com

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے   یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

اور سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

چو تیغ لا بدست آری بیا تنہا چہ غم داری   مجو از غیر حق یاری کہ لا فتاح الا ھو

جب لا کی تلوار تیرے ہاتھ میں ہے تو حق کے سوا کسی کا سہارا نہ لے کہ اس کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں۔

اور شیخ شیراز رحمہ اللہ سے توحید سنیئے:

موحد کہ دریائے ریزی زرش   دگر تیغِ ہندی نہی برسرش

امید و ہراسش نہ باشد زکس   ہمیں است بنیاد توحید وبس

موحد وہ ہے جس کے قدموں میں تم سونے کے انبار لگا دو' مگر اس کی رال نہ ٹپکے جس کے سر پر آرا لٹکا دو لیکن اللہ کے سوا کسی کا خوف اس کے دل میں نہ ہو۔

توحید اور ادب یکجا کرو

دوسری بات یہ عرض کرتا ہوں کہ موحد ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی بے مہار ہو جائے' رسیاں تڑا بیٹھے' بے ادب اور گستاخ ہو جائے' اہل اللہ کی شان میں گستاخیاں کرے' محسنوں کا گریبان پھاڑے اور سمجھے کہ میں توحید کے تقاضے پورے کر رہا ہوں۔

دوستو! میرا کام مرض کی تشخیص اور اس کا علاج ہے گو مریض چیخے' چلائے' ناک بھوں چڑھائے' مشفق ڈاکٹر وہ ہے جو حلق میں دوا انڈیل دے۔ آج تم کسمساؤ گے' مضطرب ہو ہو کے زانو بدلو گے' مگر کچھ عرصے کے بعد تم مجھے دعا دو گے اور کہو گے کہ بات ٹھیک کہہ گیا تھا۔ جب مریض شفایاب ہوتا ہے تو کڑوی دوا کھلانے والے کو بھی دعا دیتا ہے۔

بزرگوں کا ادب احادیث کی روشنی میں

دوستو! کچھ حدیثیں ایک مسجد میں بیان ہوتی ہیں کچھ دوسری مسجد میں بیان ہوتی ہیں اور کچھ ایسی بھی ہیں کہیں بیان نہیں ہوتیں اس لیے کہ ان کا بیان کرنا فرقہ وارانہ مصلحتوں کے منافی سمجھتے ہیں۔

دوستو! احادیث میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ: ''اذا تکلم اطرق جلساہ کانما علی رؤوسھم الطیر''۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گفتگو فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھنے والے گردنوں کو جھکا لیتے تھے اور حرکت نہ کرتے تھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں یعنی حرکات فاضلہ نہ کرتے تھے...... فالتو حرکت سے بھی اجتناب کرتے تھے۔ فالتو حرکت کو بھی خلاف ادب جانتے تھے۔

دوستو یہ بھی تو صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ عروہ بن مسعود صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو ساتھیوں سے کہا عجیب منظر دیکھا ہے وہاں ''انہ لایتوضاء الا ابتدروا وضوءہ''

وہ جب وضو کرتے ہیں تو ان کے وضو کا پانی زمین پر نہیں گرتا ہے۔ لوگ تبرکاً اور تیمناً اسے جسم پر ملتے ہیں۔

Marfat.com

”ولا یبصق بصاقاً الا تلقوہ باکفھم“ اوران کالعاب دہن بھی گرتا ہے توصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہاتھوں پر گرتا ہے۔

”ولا تسقط منہ شعرۃ الا ابتدروھا“۔ ان کا کوئی بال بھی گرتا ہے توصحابہ رضی اللہ عنھم اس پر لپکتے ہیں۔

ادب قرآن کی نظر میں

قرآن مجید پڑھ کر دیکھیں کہ وہ شخصیتیں جو اللہ کی ربوبیت کی مظہر ہیں اور انسان کی تربیت کرتی ہیں ان کا ادب ملحوظ رکھنے کی کس شدت سے تلقین کی گئی ہے۔ آپ دیکھیں کہ والدین جسمانی تربیت کرتے ہیں ان کے متعلق فرمایا۔ ”ولا تقل لھما اف ولاتنہرھما وقل لھما قولا کریما“۔

دیکھو! انہیں کبھی یہ بھی نہ کہنا کہ تُف ہے تم پر۔ یہ میری ربوبیت کے مظہر ہیں ان کے ذریعے سے میں تمہاری تربیت کررہا ہوں ان کو کبھی نہ جھڑکنا۔ ان سے جب بات کرو تو بات کو جانچ لیا کرو۔

روحانی تربیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی کے ذریعے سے کی گئی۔ ان کے بارے میں حکم ہوا۔

یاایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہٗ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔

اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے اُونچا مت ہونے دو اور ان کے ساتھ یوں بے تکلفی سے بلند آواز سے بات مت کیا کرو جیسا کہ تم آپس میں کرتے ہو ورنہ میں تمہارا پورا اعمالنامہ غارت کردوں گا۔ یعنی میں تمہاری عبادتوں اور ریاضتوں کو لے کر کیا کروں، اگر میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمہیں بات کرنے کا سلیقہ نہیں۔

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ رحمہ اللہ کا ادب مرشد

دوستو! ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں۔

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے حالات ”ارواح ثلاثہ“ میں دیکھ رہا تھا وہ اپنے شیخ سید احمد شہید رحمہ اللہ کی معیت میں حج کرنے کے بعد جب واپس آئے تو لکھنؤ میں اطلاع ملی کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ انتقال فرما گئے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ تھے۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق تھے۔ یہ خبر سن کر سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سخت بے قرار ہوئے اور شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے کہا فوراً دہلی جاؤ اور معلوم کر کے آؤ کہ سچ مچ میرے شیخ دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں اور شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا ذاتی گھوڑا دیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تمام راستہ گھوڑے کی باگیں تھامے ہوئے پیدل چلتے رہے لیکن گھوڑے کی اس زین پر بیٹھنے کی ہمت نہ ہوئی جس پر ان کے شیخ بیٹھتے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کس قدر باادب آدمی تھے کہ اس زین پر بیٹھنا بھی سوئے ادب سمجھا جس پر ان کے شیخ بیٹھتے تھے۔

ارواح ثلاثہ میں لکھا ہے کہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ تقریر نہ کرتے تھے۔ خاموش بیٹھے رہتے کہ میرے شیخ بیٹھے ہیں۔ ان کی موجودگی میں کیا کہوں۔

Marfat.com

سلوک سے ناواقفیت یا کتمان حق

بعض لوگوں نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' ہی پڑھی ہے' کبھی ''صراط مستقیم'' بھی دیکھو' کبھی ''عبقات'' بھی پڑھو' وہ تو بہت لطیف آدمی تھے وہ تجلیات سے آگاہ' وہ انوار سے آگاہ' سلوک کے مقامات سے آگاہ' خدا کی محبت اور معرفت کے تمام رموز سے واقف' ان کی شخصیت میں توحید اور ادب یکجا ہو گئے تھے۔ توحید و ادب کا یکجا ہونا تکمیل کی علامت ہے۔

حضرت مجدد نقشبندی رحمہ اللہ کا ادب مرشد

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے مکتوبات دیکھ رہا تھا خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادوں کو خط لکھتے ہیں۔

''ایں فقیر از سر تا پا محرق احسان ہائے والد شما است''۔

یہ فقیر سر سے پاؤں تک آپکے والد کے احسانات میں ڈوبا ہوا ہے۔ ایک خط میں خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادوں کو لکھتے ہیں:

اگر مدت العمر سر خود را پانمال اقدام خدمہ عتبہ علیہ شمار کردہ باشم ہیچ نکر وہ باشم۔

فرماتے ہیں: آپ کے مجھ پر اتنے احسانات ہیں کہ اگر آپ کے آستانے کے خادموں کی عمر بھر خدمت کرتا رہوں تو پھر بھی آپ کا حق تو ادا نہ ہو سکے گا۔

اپنوں پہ ستم

دوستو! بھاگ تو ایسے لوگوں کو ہی لگتے ہیں' اور جو اپنے محسنوں کو ذبح کریں' وہ سرسبز کیوں کر ہو سکتے ہیں۔ یہودی بھی یہی کیا کرتے تھے۔ جو لوگ ان کے محسن تھے ان کے مربی تھے جنہوں نے زندگیاں اپنی تربیت کیلئے وقف کر رکھی تھیں ان ہی کو اپنا دشمن جانتے تھے۔ ان کے گریبان پھاڑتے تھے اور ان ہی کے قتل کے درپے تھے۔

''یقتلون النبیین بغیر الحق'' ناحق پیغمبروں کو قتل کیا کرتے تھے۔

اس جرم کی پاداش میں ان پر اللہ کی لعنتیں برسیں' اور وہ مغضوب ہوئے۔

ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ وباء وابغضب من اللہ۔

ادب اور توحید لازم ملزوم

دوستو! یہ فقرہ غور سے سنیں۔ موحد ہوتے ہوئے مؤدب ہونا اور مؤدب ہوتے ہوئے موحد ہونا بہت بڑی سعادت ہے۔ کچھ لوگوں کو توحید کی شد بد ہوتی ہے تو ادب کی لطافتوں اور باریکیوں سے محروم ہوتے ہیں اور کچھ لوگوں کو ادب کی شد بد ہوتی ہے تو توحید کے معارف سے محروم ہوتے ہیں۔ مؤدب ہوتے ہوئے موحد ہونا اور موحد ہوتے ہوئے مؤدب ہونا یہ بہت بڑی سعادت ہے۔ دوستو! اور میں اللہ سے اس سعادت کی بھیک مانگتا ہوں۔

آئین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نفاذ

اگلی بات یہ عرض کرتا ہوں کہ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا یہ مشن تھا کہ اس خطہ زمین پر آئین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نافذ کریں۔ اے

Marfat.com

کاش! کہ تم اسے اپنا مشن بناؤ۔ محض چند فروعی اور اختلافی مسائل پر اپنی تمام توانائی کو غارت کر دینا اور احیائے دین اور آئین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفاذ کے کام سے یکسر غافل ہونا' میں جرم عظیم سمجھتا ہوں۔

اے کاش کہ آئین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفاذ کے اس عظیم مقصد کو تم اپنے پیش نظر رکھو اور اس کیلئے مسلسل تگ و دو کرو جس کیلئے شاہ اسماعیل شہید اور سید احمد شہید رحمہما اللہ نے اپنی جان تک کو نچھاور کر دیا تھا۔

دوستو! ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہئے **وہ لوگ بہت اچھے ہوتے ہیں جو اپنا احتساب کرتے ہیں جو اپنی گھات میں بیٹھ کر اپنی چوریاں پکڑتے ہیں۔**

خواہی اگر کہ عیب تو روشن شود ترا   یکدم منافقانہ نشین در کمین خویش

ہم جو اتباع سنت پر اس قدر زور دیتے ہیں تو کیا سچ مچ سنت کی پیروی ہمارا شعار ہے؟ کیا چند فروعی مسائل پر جھگڑنا اتباع ہے؟

اطاعت امیر کی اہمیت

آپ غور کیجئے کہ احادیث میں امیر کی اطاعت پر کس قدر زور دیا گیا ہے۔ جماعتی نظم وضبط کو برقرار رکھنے اور امیر کی اطاعت وانقیاد کی کس شدت سے تلقین کی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "**من یطع الامیر فقد اطاعنی و من یعصی الامیر فقد عصانی**"۔ جو امیر کی اطاعت کرتا ہے' وہ حقیقت میں میری اطاعت کرتا اور جو امیر کی نافرمانی کرتا ہے وہ حقیقت میں میری نافرمانی کرتا ہے کچھ لوگ امیر کو بھینگی آنکھ سے دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں اس لیے یہ بھی فرمادیا "**اسمعوا و اطیعوا ولو استعمل علیکم عبد حبشی**۔" دیکھو! امیر کی بات مانو' اگر چہ تم پر کالا بھجنگ حبشی غلام ہی کیوں نہ مقرر کر دیا جائے۔

آپ غور کریں آپ کس طرح مجلس شوریٰ میں امیر منتخب کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ باہر باہر سے امیر آپ پر ٹھونس دیا جاتا ہو اور آپ وہ دولتیاں جھاڑیں کہ یہ کہاں سے آگیا ہے پچھلے پچیس برسوں سے تو میں دیکھ رہا ہوں کہ خود ہی امیر بناتے ہیں اور پھر خود ہی اس کے خلاف سازشیں کرتے ہیں خود اس کی ٹانگیں کھینچتے ہیں خود اس کی تذلیل وتحقیر کرتے ہیں۔

دوستو! یہ کتنی بڑی نحوست ہے یہ تو ہم نے اسلام کی عمارت کی بنیادوں کو ڈھا دیا۔ تم کون سے اتباع سنت کا ذکر کرتے ہو' یہ خلفشار' یہ انتشار' یہ انارکی' یہ طوائف الملوکی کی ہر شخص خاک اڑا رہا ہے۔ امیر کے سر پر بھی خاک پڑی ہوئی ہے سب کے چہرے لتھڑے ہوئے ہیں سب کے سروں پر خاک پڑی ہوئی ہے۔ "**فما لھؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا**"۔

دوستو! کچھ لوگ تو ویسے ہی باغی ہوتے ہیں اور کچھ جماعت کے اندر رہ کر بھی امیر کو معطل کیے رہتے ہیں اور حکم اپنا چلاتے ہیں وہ بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں سنگین مجرم ہیں۔

یہ جماعت کے اندر رہتے ہوئے امیر کو معطل کیے رکھتے ہیں اور اسے الو بنا کر اپنا الو سیدھا کرتے ہیں۔ یہ فریب اور دھاندلی ،، یہ کیا زندگی ہے جو تم بسر کر رہے ہو؟ یاد رکھو! جب تک جماعت کے اندر افراد امیر پر اس طرح جانیں نہ چھڑکیں جس طرح پتنگے شمعدان پر گرتے ہیں اسلام کے جماعتی نظام کی ابجد ہوز بھی سیدھی نہیں ہو سکتی۔

یہ دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف حسد اور بغض کا ہونا یہ اڑنگا پٹخنی' یہ دھول دھپا اور دھینگا مشتی ...... کیا یہ دینی زندگی ہے؟

Marfat.com

بزرگ فراموشی یا علمی بھول

دوستو! ہمارے بزرگوں کی تصنیفات کو دیمک چاٹ رہی ہے، ہم میں کوئی نہیں جو ان بزرگوں کے حالات زندگی کو ضبط تحریر میں لائے۔ عظیم شخصیتیں تمہارے ہاں گزری ہیں۔ لوگوں نے اپنے بزرگوں کے خادموں کے حالات زندگی بھی لکھ ڈالے تم کو کیا ہوا کہ جن لوگوں نے ساٹھ ساٹھ برس تک تمہاری بے لوث خدمت کی، ان پر قلم اٹھانے کے لیے تمہارے پاس وقت نہیں ہے۔ تمہیں الیکشن جیتنے اور ہارنے کا ایسا لپکا پڑ گیا ہے کہ اور کسی بات کا تمہیں ہوش باقی نہیں رہا۔ تمہاری درسگاہیں بنجر ہو گئیں۔ بانجھ ہو گئیں۔ ان درسگاہوں سے اب کوئی مولانا ثناء اللہ رحمہ اللہ پیدا نہیں ہوتے۔ کوئی مولانا ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ پیدا نہیں ہوتے۔ کوئی داؤد غزنوی رحمہ اللہ پیدا نہیں ہوتے۔ نہ اہل قلم پیدا ہوتے ہیں نہ مبلغ پیدا ہوتے ہیں نہ مقرر پیدا ہوتے ہیں۔ نہ محقق پیدا ہوتے ہیں اور یہ باتیں تھیں غور کی دوستو! تم دن رات اکھاڑ پچھاڑ میں لگے رہتے ہو۔ یہ کیا زندگی ہے جو تم نے اختیار کر رکھی ہے۔ آہ! کس قدر درد ہے میرے سینے میں جس کا اظہار کر رہا ہوں اور اس تلخ نوائی کیلئے آپ سے معذرت چاہتا ہوں۔ مرکزیت نہ ہو تو خلفشار ہے، انتشار ہے۔

امام اسے بناؤ جسے روح کی گہرائیوں سے پیار کرو۔ چند برس پہلے بھی میں یہاں آیا تھا اور اپنی باتیں کہہ گیا تھا مگر تمہارے سینوں میں دل نہیں پتھر ہیں جس سے میری آواز ٹکرا کے لوٹ آتی ہے۔

تم نے عرض ہی نہیں بلکہ تم نے جعلوا اصابعھم فی اذانھم واستغشوا ثیابھم واصرّوا واستکبروا استکبارًا کی بھی تمام سنتیں پوری کر دیں۔

اسلاف کے ذکر اللہ کا حال

ایک نصیحت تمہیں اور کرتا ہوں روزانہ کچھ وقت اللہ اللہ بھی کیا کرو، میں نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ ہر وقت جدل و بحث ہی میں لگے رہتے ہیں اور اللہ کے ذکر سے یکسر غافل ہیں۔ **ہمارے اسلاف ایسے تو نہ تھے وہ سب ذاکر تھے۔ ان کی زبانیں ذکر سے رکتی نہ تھیں۔** شیخ شمس الحق ڈیانوی رحمہ اللہ "غایۃ المقصود" کے مقدمے میں حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "کان مستغرقًا فی ذکر اللہ فی جمیع احیانہ"۔

وہ آٹھوں پہر چونسٹھ گھڑی اللہ کے ذکر میں ڈوبے رہتے تھے۔

شیخ لکھتے ہیں: "وکان لحمہ وعظامہ واعصابہ واشعارہ متوجھا الی اللہ فانیا فی ذکر اللہ"۔

ان کا گوشت، ان کی ہڈیاں، ان کے پٹھے، ان کا ہر ہر بن مو اللہ کی طرف متوجہ رہتا تھا اور اللہ کے ذکر میں فنا ہو گیا تھا۔

یہ تھے ہمارے اسلاف، ہم تو دنگا فساد اور لڑائی جھگڑے میں پڑ گئے۔

مقابلہ یا اپنا محاسبہ

میں نے دیکھا کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کی کھلی اڑا رہا تھا اور اس پر پھبتی کس رہا تھا کہ تمہارا درود غیر مسنون ہے اور تم بدعتی

Marfat.com

ہو۔ میں نے اسے کہا کہ بھائی آج جمعہ تھا خود تم نے کتنا درود پڑھا۔ یہ تو تم نے کہا کہ اس نے غلط درود پڑھا مگر تمہاری اپنی زبان بھی تو ساکت وصامت تھی۔ مسنون درود پڑھنے کی آج ایک بار بھی نہیں توفیق ہوئی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''اکثروا علی الصلوٰۃ یوم الجمعۃ'' جمعہ کے دن مجھ پر درود کثرت سے بھیجا کرو۔ ہم پر کیسی غفلت طاری ہوئی۔ جمعہ کے دن ہم نے درود پڑھنا بھی چھوڑ دیا۔

مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا کثرت درود شریف

مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کی عجیب کیفیت ہوتی تھی جمعہ کے دن۔ ان کی زبان درود سے رکتی نہ تھی۔ ان کی ایک عزیزہ جو ابھی زندہ ہیں اور معمر خاتون ہیں نے مجھ سے ذکر کیا کہ ایک جمعہ کو عصر کے وقت میں مولانا عبدالواحد غزنوی سے پوچھ بیٹھی کہ آپ نے میری فلاں چیز بازار سے منگوالی ہے؟ ان کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ کہنے لگے تم کو کیا ہوگیا ہے، دیکھو ساری کائنات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں کے درود فرشتے مدینہ لئے جارہے ہیں تم دنیا کی باتیں کررہی ہو؟ درود پڑھو۔۔۔خدا کی قسم، یہ ہمارے اسلاف تھے دوستو ہم کو کیا ہوگیا۔ صرف تخریب' صرف خاک اڑانا ہمارا کام رہ گیا۔

ذکر اللہ سب سے بڑی نعمت

ہاں تو میں یہ عرض کررہا تھا کہ کچھ وقت روزانہ اللہ اللہ کیا کرو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس دنیا میں اللہ کے ذکر کی لذت سے بڑھ کر کوئی لذت نہیں۔ دنیا کی تمام لذتیں ذکر کی لذت کے سامنے ہیچ ہیں۔ ایک فقیر کہتا ہے۔

اندر بوٹی مشک مچایا جان پھلن پر آئی ھو

''میرا سینہ ذکر سے مہک اٹھا ہے۔ میں آپے سے باہر ہوا جاتا ہوں''

خاقانی کہتا ہے:

پس ازسی سال ایں نکتہ محقق شدبہ خاقانی   کہ یکدم باخدا بودن بہ از ملک سلیمانی

تیس سال میں لذت کی تلاش میں پھرتا رہا' تیس سال کے بعد یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچی کہ ایک لمحہ اللہ کی معیت میں گزار دینا تخت سلیمانی کے ہاتھ آنے سے بھی بہتر ہے۔

لذت پرست یا خدا پرست

دوستو! اللہ کا ذکر بڑی چیز ہے اور یہ بات بھی پلے باندھو کہ لذت آئے یا نہ آئے اس کے ذکر میں لگا رہنا چاہئے۔ جو آدمی لذت آئے تو ذکر کرتا ہے اور نہ آئے تو نہیں کرتا ہے۔ وہ لذت پرست ہے خدا پرست نہیں ہے۔ میرے ایک بزرگ کہا کرتے تھے۔

یابم اورا یا نیابم جستجوئے میکنم   حاصل آیدیا نے آید آرزوئے میکنم

میں اس کی جستجو میں لگا رہتا ہوں اسے حاصل کرسکوں یا نہ کرسکوں' یہ کیا کم ہے کہ اپنی تمنا کا چراغ اس نے میرے سینے میں دیا ہے۔ اپنی آرزو سے میرے سینے کو آباد کردیا ہے۔ یہ کرم کچھ کم ہے' جو اُس نے مجھ پر کیا ہے۔

Marfat.com

دوستو! فراق ہو یا وصل ہو' کیف ہو یا بے کیفی ہو' قبض ہو یا بسط ہو' اس کے آستانے پر جم کر بیٹھے رہو اور اللہ اللہ کرتے رہو۔

فراق و وصل چه باشد رضائے دوست طلب — که حیف باشد ازو غیر اوتمنائے

فراق اور وصل کیا چیز ہے؟ دوست کی رضا مانگو۔ حیف ہے جو اس سے اس کے سوا کسی اور کی آرزو کرو۔

اگر ذاکر ہر وقت کیف اور لذت کی حالت میں رہے تو اس میں غرور اور کبر پیدا ہو جائے اور ابلیس کی طرح راندۂ درگاہ ہو جائے۔ یہ بے کیفی بھی اس کی ربوبیت ہے کہ اس بے کیفی کی حالت میں انسان کو اپنی اوقات معلوم ہوتی ہے اور اس میں عجز و نیاز پیدا ہوتا ہے۔

بدرد وصاف ترا حکم نیست دم درکش — ہر آنچه ساقی ماریخت عین الطاف است

تم دَم سادھے رہو اور ساقی سے مت کہو کہ مجھے تلچھٹ پلاؤ یا مئے صاف دو۔ ساقی کی شفقت پر ایمان لاؤ وہ جو کچھ تیرے پیالے میں ڈالتے ہیں عین لطف و کرم ہے۔ یہ فراق اور وصل کی منزلیں' یہ بڑے لوگوں کی باتیں ہیں۔

ایک عارف کہتا ہے:۔

ہمینم بس که داند ماه رویم — که من نیز از خریداراں اُویم

فرماتے ہیں کہ میں تو اسی بات پر وجد میں ہوں کہ میرا محبوب جانتا ہے کہ میں بھی اس کے طلب گاروں میں ہوں۔ اصل بات اس کے آستانے پر جم کر بیٹھنا ہے اور اس کے ذکر میں لگے رہنا ہے۔ غالب کہتا ہے:

اس فتنہ خو کے در سے اب اٹھتے نہیں اسد — اس میں ہمارے سر پہ قیامت ہی کیوں نہ ہو

دیکھو! غالب رند ہو کر کیسی استقامت کی بات کہہ گیا۔ تف ہے ہم پر اللہ کے عاشق ہونے کا دعویٰ کریں اور اتنی استقامت بھی نہ دکھلا سکیں۔

ایک چور استقامت کا ذریعہ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ امام صاحب تہجد کے وقت دعا فرماتے تھے" رحم اللہ اباالھیثم"۔ "یا اللہ! تو ابوالھیثم پر رحم فرما"۔

مجھے بڑا رشک آیا کہ یہ کون ہے جس کیلئے اس قدر الحاح اور عاجزی سے دعا فرماتے تھے۔ ایک دن جرأت کر کے پوچھ لیا کہ یہ ابوالھیثم کون ہے؟ فرمایا: جب مجھے درے لگنے والے تھے اور مجھے جیل خانے کی طرف لے جا رہے تھے اور ضمیر فروش مولویوں نے آ کر مجھے تحریفیں کر کر کے آیتیں سنائیں اور کہا کہ کس نے اتنی ضد اور ہٹ دھرمی کی ہے اے احمد جو تم کر رہے ہو۔ امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں بھی کچھ ڈانواں ڈول ہونے لگا تھا۔ اس وقت ایک ڈاکو میرے سامنے آیا جس کا بازو کٹا ہوا تھا اس نے کہا: احمد میں ڈاکہ زنی کی پاداش میں کئی بار جیل جا چکا ہوں میں جب رہا ہوا ہوں سیدھا ڈاکہ ڈالنے کیلئے گیا۔ میرا ہاتھ کاٹ دیا گیا' پھر بھی ڈاکہ ڈالتا رہا' اب میرا بازو کاٹ دیا ہے اور میں پھر ڈاکہ ڈالنے کیلئے جا رہا ہوں۔ اس نے کہا احمد! میری یہ استقامت شیطان کے رستے میں ہے، حیف ہے تجھ پر اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں اتنی بھی استقامت نہ دکھا سکو۔ امام احمد کہتے

Marfat.com

کہ یہ سن کر میں استقامت کا پہاڑ بن گیا اسی لیے دعا کرتا ہوں "رحم اللہ ابا الھیثم"۔

سودا قمار عشق میں خسرو سے کوہ کن | بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے آپ کو کہتا عشق باز | اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

اہلحدیث کی بانجھ درسگاہیں۔ پس اس کے آستانے پر جم کر بیٹھنا' اس کی غلامی پہ ناز کرنا' توحید وادب کو یکجا کرنا' مرکزیت کو قائم کرنا' اپنے بزرگوں کی تصنیفات کو زندہ کرنا اور اپنی درسگاہوں سے جو بانجھ ہوگئی ہیں، جو بنجر ہوگئی ہیں، نکاسی کا سامان کرنا۔ یہ ہیں کام کرنے کے دوستو! اس بات کیلئے سر جوڑ کر بیٹھنا کہ نکاسی کیسے ہوگی درسگاہوں سے اہل قلم کیسے نکل سکتے ہیں، مبلغ کیسے پیدا ہو سکتے ہیں؟ مقرر کیوں کر پیدا کیے جائیں ورنہ قحط ہوتا چلا جائیگا دوستو! نہ کوئی اہل قلم ملے گا نہ مقرر ملے گا' نہ قاری ملے گا' نہ محدث ملے گا' بانجھ ہوتی چلی جائیگی یہ زمین۔ اگر تم الیکشنوں میں لگے رہے۔

اللہ اللہ کی ضرورت

دوستو! یہ باتیں ہیں کرنے کی۔ مرکزیت کو قائم کرنا' روح کی پوری گہرائیوں سے اس کے ساتھ وابستگی کو محسوس کرنا' جو شخص اللہ اللہ نہیں کرتا ہے اس کے دل کا کھوٹ نہیں جاتا ہے اس کو مرکز کے ساتھ وہ وابستگی نہیں ہوسکتی ہے جو اللہ والوں کو اپنے مرکز سے ہوتی ہے۔

یاد رفتگاں

یہ درسگاہ (مدرسہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن) حضرت صوفی عبداللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی یادگار ہے۔ وہ کس قدر اللہ اللہ کیا کرتے تھے۔ اللہ نے انہیں کیسی عزت بخشی۔ **تم الیکشن لڑلڑ کر ذلیل ہوئے' وہ اللہ کے ذکر میں فنا ہو کر معزز ہوئے**۔ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے دل پر عجب کیفیت طاری ہے۔

مجھے یاد ہے کہ پچھلی مرتبہ جب میں یہاں تقریر کرنے لگا تو اس وقت کوئی اور صاحب جلسے کی صدارت کر رہے تھے صوفی صاحب رحمہ اللہ غلبہ حال میں بھاگتے ہوئے آئے اور صاحب صدر سے منت کی کہ اب میں صدارت کروں گا۔ کرسی صدارت پر بیٹھ گئے اور ان پر جذب کی حالت طاری تھی۔ میں گفتگو کر رہا تھا اور ان کا چہرہ تمتما رہا تھا۔

اس رخ آتشیں کی شرم سے رات | شمع مجلس میں پانی پانی تھی

حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ بیمار ہوئے تو ان کی عیادت کیلئے میں لاہور سے لائلپور آیا۔ انہوں نے میرے ساتھ مل کر دعا کی اور بہت دیر تک دعا کرتے رہے یہ میری خوش نصیبی ہے کہ حضرت سید مولا بخش رحمہ اللہ بھی وہاں موجود تھے۔ ان کے ساتھ الگ بیٹھ کر دعا مانگنے کا شرف بھی مجھے حاصل ہوا۔ یہ آخری دعا تھی جو حضرت کو موی رحمہ اللہ نے میرے ساتھ مانگی۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ان کے ساتھ یہ میری آخری دعا ہے تو میں دعا کو اور لمبا کرتا۔

جب حرمین سے واپسی ہوئی تو جدہ میں حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ دو منٹ کیلئے ملاقات ہوئی۔ خیریت پوچھی اور پھر دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ یہ آخری دعا تھی جو حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ میں نے مانگی اور مجھے علم نہیں تھا کہ وہ میرے ساتھ آخری دعا مانگ رہے ہیں۔

Marfat.com

دیکھئے! یہ قافلہ کس تیزی سے رخصت ہو رہا ہے۔ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ رخصت ہوئے حضرت کوموی رحمہ اللہ رحلت فرما گئے۔ مولانا عبداللہ رحمہ اللہ روڑی والے بھی وفات پا گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں کسی عہدے کی ہوس نہ تھی اور اسکے باوجود عہدوں کی ہوس کرنے والوں سے زیادہ معزز تھے یہ وہ لوگ تھے جو مثبت انداز میں دین کا کام کرتے رہے یہ وہ لوگ تھے جو اپنے مشن میں فنا ہوئے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے بارے میں قرآن کہتا ہے۔

تلك الدار الاخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا فى الارض ولا فسادا۔

آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کیلئے مختص کر دیا ہے جو روئے زمین پر منصب کی بلندی اور فساد نہیں چاہتے ہیں۔

آپ نے غور فرمایا کہ اس آیت میں لفظ علوا استعمال کیا اور اب تو ہر شخص کو یہ لت پڑی ہے کہ وہ ناظم اعلیٰ ہو اور اعلیٰ کا لفظ بھی علو سے ہے اور یہ وہی بیماری ہے جس کا قرآن ذکر کر رہا ہے۔ جن لوگوں کو ناظم اعلیٰ بننے کی ہوس ہے وہ یریدون علوا کے زمرے میں شامل ہیں اور جو اڑنگا پٹخنی اور دھینگا مشتی میں لگے ہیں وہ فسادا کے زمرے میں شامل ہیں۔ یاد رکھو! جو اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں فنا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بقا بخشتے ہیں۔ اس کو سچی اور دائمی عزت عطا فرماتے ہیں۔

آیئے! اب ہم سب مل کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کی قبروں کو نور سے بھر دے اور جو باتیں ہم نے کہی ہیں ان پر مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق عطا فرما دے۔ (ہفت روزہ الاسلام لاہور ص 25 تا 34)

قارئین! آپ نے دیکھا کہ مولانا ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کیسے مودبانہ لہجے میں حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے شہسوار صوفیاء کی مثالیں اور ان کے اقوال و افعال کے پیچھے پنہاں قرآن و سنت کے دلائل پیش کر رہے ہیں۔ اہلحدیثو۔۔۔۔! خدارا تمہارے اسلاف ایسے تو نہ تھے، جیسے تم بن چکے ہو۔ کیا ان میں توحید خالص نہیں تھی؟ کیا انکو اتباع سنت کی خبر نہیں تھی؟ کیا انکو اپنی قبر و آخرت کی فکر نہیں تھی؟ میں تو کہتا ہوں کہ یقیناً تھی اور بہت زیادہ تھی۔ پھر تم کس احتیاط میں پڑ گئے جو توحید کے نام پہ ادب کو بھی چھوڑ بیٹھے، حدیث کے نام پہ تصوف سے منہ موڑ بیٹھے اور شخصیت پرستی کے نام پہ اپنے اسلاف سے بیزار ہو گئے۔ بہر حال مولانا ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے تصوف پر مبنی بیانات، انکی مجالسِ ذکر میں ہونیوالے دروس اور خطباتِ جمعہ تو بے شمار ہیں لیکن ہم صرف اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔ ان کے دیگر دروس و خطبات اور مکہ مکرمہ میں بیٹھ کر تصوف پر لکھی جانیوالی کتاب "قربت کی راہیں" سے مستفیض ہونے کیلئے ادارہ عبقری کی گزشتہ تالیف علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف اور حال ہی میں شائع ہونیوالی کتاب "تصوف پسند اہل حدیث" کا مطالعہ فرمائیں۔ (از: مرتب)

(11) حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز: حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

قارئین! مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن میں اپنے مرشد سے جن فیوض و برکات کا حصول ہوا، ان میں سے ایک انوکھی نعمت "وسعتِ ظرفی" والی نعمت ہے جسکی بدولت وہ اپنی تصانیف میں نا صرف اہلحدیث بلکہ حنفی صوفیاء کے تذکرے بھی

Marfat.com

کرتے رہے۔ زیب عنوان شخصیت حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حنفی نقشبندی سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ آئیں شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھتے ہیں کہ مرشد کیساتھ عشق کیسے کیا جاتا ہے، ان کے دیے ہوئے منصب کی آبیاری کی خاطر اپنا گھر بار کیسا چھوڑا جاتا ہے اور انکے سلسلۂ ہدایت کو آگے بڑھانے کیلئے حالات کی تنگی و ترشیمیں صبر و شکر کا دامن کیسے تھاما جاتا ہے۔ (از: مرتب)

شیخ الشیوخ و صاحب طریقت

برصغیر کے تیرھویں صدی ہجری کے علماء و فقہا میں جنھوں نے زمرہ صوفیا میں شہرت پائی ان میں مولانا شاہ غلام علی دہلوی رحمہ اللہ کا اسم گرامی سرفہرست ہے۔ وہ بجا طور پر شیخ الشیوخ اور صاحب طریقت بزرگ تھے۔

والد محترم کے قادری مرشد

ان کا اصل وطن بٹالہ تھا جو مشرقی پنجاب کے ضلع گورداسپور کا مشہور شہر ہے۔ مختلف اوقات میں یہ شہر اصحاب علم اور ارباب فضیلت کا مرکز رہا ہے۔ یہاں ایک خاندان علوی سادات کا تھا، اس خاندان کے بزرگوں میں شاہ غلام علی کے والد ماجد شاہ عبداللطیف بٹالوی رحمہ اللہ بہت مشہور تھے، جو زہد و عبادت اور تقویٰ و قناعت میں عالی مرتبے پر فائز تھے۔ **دنیا اور امور دنیا سے منقطع ہو کر جنگلوں کی تنہائی میں جا کر ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے اور کئی کئی مہینے اسی عالم میں گزار دیتے**۔ شاہ ناصر الدین قادری رحمہ اللہ کے مرید تھے اور عوام و خواص میں بہت تکریم کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ شاہ غلام علی رحمہ اللہ نے اس صاحب تقویٰ باپ کے گھر ۱۱۵۶ھ (۱۷۴۵ء) میں جنم لیا۔

بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بشارت

شاہ غلام علی رحمہ اللہ کے عم محترم بھی دین داری اور صالحیت کا پیکر تھے جنھوں نے سرسید احمد خان کے بقول رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اشارت یا بشارت سے عبداللہ آپ کا نام رکھا لیکن ''غلام علی'' کے نام سے مشہور ہوئے۔

سلسلہ قادریہ سے نقشبندیہ کا سفر

شاہ غلام علی رحمہ اللہ سترہ اٹھارہ برس کی عمر تک بٹالہ اور اس کے گرد و نواح میں رہے اور وہیں کے اساتذہ سے ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ اس زمانے میں ان کے والد شاہ عبداللطیف کا قیام زیادہ تر دہلی میں رہتا تھا اور وہ شاہ ناصر الدین قادری رحمہ اللہ سے بیعت تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ انکے فرزند دلبند کو بھی انہی کے حلقہ بیعت میں شامل کر دیں۔ چنانچہ باپ کی خواہش کے مطابق ۱۱۷۴ھ میں انہوں نے دہلی کا قصد کیا لیکن جس دن وہ دہلی پہنچے اسی دن شاہ ناصر الدین قادری رحمہ اللہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد والد بزرگوار نے سعادت مند بیٹے سے کہا کہ آپ جس کی چاہیں بیعت کر لیں اس اثناء میں پورے چار سال مختلف بزرگوں کے آستانوں پر حاضر ہوتے رہے۔ اس وقت دہلی میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کا سلسلہ درس جاری تھا۔ شاہ غلام علی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صحیح بخاری اور حدیث کی دوسری کتابوں کا درس لیا اور سند فراغت سے بہرہ مند ہوئے۔ اس دوران میں حضرت شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ سے بھی استفادہ کیا اب وہ تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر علوم رسمیہ کی تکمیل کر چکے تھے۔

Marfat.com

سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت اصلاح

فارغ التحصیل ہونے کے بعد ۱۱۷۸ھ (۱۷۶۴ء) میں مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ کے آستانہ رشد وہدایت پر پہنچے اور ان کے حلقہ بیعت میں شامل ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ اس وقت عمر کی بائیس منزلیں طے کر چکے تھے اور بھر پور جوانی کا زمانہ تھا، مرزا صاحب کے دست حق پرست پر بیعت کی اور یہ شعر پڑھا۔

از برائے سجدہ عشق آستانے یافتم سرزمینے بود منظور آسمانے یافتم

سجدہ عشق کیلئے میں نے ایک آستان پالیا، مجھے تو ایک سرزمین کی ضرورت تھی لیکن میں نے آسمان پالیا۔

15 سال مرشد کی خدمت میں حاضری

بیعت کے بعد پندرہ سال مرشد کی مجلس ذکر وشغل میں بسر کیے اور مجاہدہ وریاضت کی مختلف منزلیں طے کیں یہاں، تک کہ اپنے وقت کے شیخ الشیوخ اور صاحب ارشاد ہوئے۔

45 سال سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت

انہوں نے بیعت تو سلسلہ قادریہ میں کی تھی لیکن ذکر واذکار اور شغل واشغال طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں جاری کیا اور تمام طرق تصوف کی اجازت حاصل کی۔ اپنے مرشد مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ کی شہادت (۱۰ محرم ۱۱۹۵ھ ۱۷۸۰ء) کے بعد انکے سجادہ نشین ہوئے اور تمام صوفیاء عصر پر فوقیت لے گئے۔ تادم وفات پورے پینتالیس سال مسند ارشاد پر متمکن رہے اور بے شمار لوگوں کو مستفیض فرمایا۔

خانقاہ کیلئے مالی پیشکش اور آپ کا توکل

شاہ غلام علی رحمہ اللہ نہایت پابند سنت اور متوکل علی اللہ تھے۔ اس دور کے امراء اور بادشاہ چاہتے تھے کہ ان کی خدمت کریں اور خانقاہ کو مالی امداد دیں۔ لیکن شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ان کی یہ پیش کش کبھی قبول نہ فرمائی۔ ایک دفعہ والی ٹونک نواب امیر محمد خاں نے انتہائی التجا سے ان کے اور خانقاہ کے درویشوں کیلئے وظیفہ مقرر کرنے کی درخواست کی۔ جواب میں ان کو یہ شعر بھیجا:۔

ماآبروئے فقر و قناعت نمی بریم با میر خاں بگوئے که روزی مقرر است

ہم فقر وقناعت کی آبرو ہاتھ سے جانے نہیں دیں گے۔ امیر خاں سے کہہ دو کہ روزی اللہ کے ہاں سے مقرر ہے۔

لاتعداد لوگوں کی بیعت اصلاح:۔ ان کی ذات سے بے شمار لوگوں نے فیض پایا اور بہت سے ملکوں کے لاتعداد افراد نے حاضر خدمت ہو کر ان سے بیعت کی۔ ہندوستان کے علاوہ ترکی، شام، بغداد، مصر، چین، افغانستان، کردستان اور حبشہ سے لوگ انکے آستانے پر حاضر ہوئے اور شرف ارادت حاصل کیا۔ وہ عوام وخواص کا مرکز عقیدت اور مرجع خلائق تھے۔ کہنا چاہیے۔

چو کعبہ قبلہ حاجت شد از دیار بعید روند خلق بدیدارش از بسی فرسنگ

چونکہ کعبہ مرکز حیات قرار پایا ہے اس لیے لوگ دور دور کا سفر کر کے اس کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔

Marfat.com

خانقاہ مجددیہ کا نظم ونسق:۔ ان کی خانقاہ میں ہر وقت کم وبیش پانچ سو فقیر اور درویش رہتے تھے جو ان سے فیض حاصل کرتے تھے اور باوجود یہ کہ امداد کیلئے کہیں سے باقاعدہ ایک حبہ بھی مقرر نہ تھا لیکن سب کے کھانے پینے اور لباس کا وہ خود ہی انتظام کرتے تھے اور یہ تمام سلسلہ اللہ تعالیٰ کی غیبی امداد سے چلتا تھا۔ فیاضی اور سخاوت کا یہ عالم تھا کہ کبھی سائل خالی ہاتھ نہیں لوٹایا۔ جس نے جو مانگا دے دیا۔ جو اچھی اور عمدہ چیز بطور تحفہ کہیں سے آتی اس کو بیچ کر فقراء پر خرچ کر دیتے۔ جو موٹا کھسوٹا لباس خانقاہ کے درویشوں کو میسر ہوتا، وہی خود بھی پہنتے۔ جو کھانا عقیدت مند کھاتے، وہی آپ تناول فرماتے۔

خاک نشینی است سلیمانیم ننگ بود افسر سطانیم
ہست بسے سال کہ می پوشمش کہنہ نہ شاد جامہ عریانیم

میری سلیمانی خاک نشینی ہے میرے لیے سلطانی کا تاج باعث ننگ ہے۔ بہت مدت سے میں لباس عریانی پہن رہا ہوں لیکن ابھی تک وہ لباس پرانا نہیں ہوا۔ یعنی حرص وطمع اور فخر وغرور سے میرا دل پاک ہو گیا ہے۔

اگر کبھی اسباب مادی اور سامان دنیا کا ذکر آتا تو بیدل کا یہ شعر پڑھتے۔

حرص قانع نیست بیدل ورنہ اسباب جہاں ہرچہ ماداریم زاں ہم اکثرے درکار نیست

اے بیدل! حرص میں قناعت ہی نہیں ہے ورنہ ہمارے پاس جو کچھ ہے اس کا بیشتر حصہ ایسا ہے جس کی ہمیں ضرورت نہیں۔ یعنی بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو ہماری ضرورت سے زائد ہیں۔

نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقر کی عملی مثال

ان کے شب وروز کا زیادہ حصہ عالم بیداری میں گزرتا بہت کم سوتے' زیادہ تر مصروف عبادت رہتے، نیند غالب آتی تو جائے نماز پر ہی سو جاتے۔ خانقاہ میں بوریا کا فرش اور بوریا ہی کا مصلیٰ تھا۔ وہیں چمڑے کا ایک تکیہ تھا۔ دن رات اسی مصلے پر نشست رہتی اور تمام وقت عبادت میں بسر ہوتا۔ طالبین اردگرد حلقہ بنا کر بیٹھے رہتے اگر کوئی شخص فرش کیلئے کہتا تو جواب میں سکندر لودھی کے معاصر جمالی کے یہ شعر پڑھتے۔

لنگکے زیرو لنگکے بالا نے غم دزد ونے غم کالا
گزکے بوریا و پوستکے دلکے پرز دردوسکتے
ایں قدر بس بود جمالی را عاشق رند لا ابالی را

ایک لنگی نیچے اور ایک لنگی اوپر۔ یہی ہمارا لباس ہے، جس کے سبب نہ تو کسی چور کا ڈر ہے اور نہ کسی سامان کا غم۔ ایک گز بوریا اور پوستین اور ایسا دل جو درد اور دوست کی آرزو سے پر ہے۔ جمالی کیلئے جو ایک عاشق اور رند لا ابالی ہے، یہی بہت ہے۔

امور سنت کا اہتمام

انہوں نے احکام شریعت سے کبھی تجاوز نہ کیا ہمیشہ امور سنت کو پیش نظر رکھا مال مشتبہ ہرگز قبول نہ کرتے جو شخص خلاف شرع

Marfat.com

اورخلاف سنت کوئی حرکت کرتا اس سے نہایت خفا ہوتے اور اس کا اپنے قریب آنا گوارا نہ کرتے اس سے مخاطب ہوکر فرماتے۔

یامرو بایار رازق پیرہن یابہ کش برخانماں انگشت نیل

یا مکن با پیلباناں دوستی یابناکن خانہ در خورد پیل

یا تو نیلے لباس والے دوست کے پاس نہ جانا یا پھر خاندان پر نیل کی انگلی پھیر دے۔ یا تو مہاوتوں کے ساتھ دوستی نہ رکھ یا پھر ہاتھی کے لائق اپنا گھر بنا۔

مطلب یہ ہے کہ ہمارے شریک مجلس ہونا چاہتے ہو یا ہماری صحبت و رفاقت میں آنے کا ارادہ ہے تو ہمارا رنگ اختیار کرنا ضروری ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ احکام شرع کی مخالفت بھی کرو اور ہمارے حلقے میں بھی بیٹھو۔ یہ دو عملی یہاں نہیں چلے گی۔

مرشد نقشبند کا نظام الاوقات

شاہ غلام علی رحمہ اللہ نے اپنے اوقات شب و روز کا ایک نقشہ بنا رکھا تھا جس پر وہ سختی سے عمل کرتے تھے۔ نماز فجر اول وقت میں ادا کرتے۔ اس کے بعد تلاوت قرآن مجید ہوتی۔ وہ قرآن کے حافظ تھے اور قرأت میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ **اشراق تک حلقہ مریدین میں بیٹھتے اور صوفیاء کے طریقے کے مطابق توجہ اور استغراق کا سلسلہ جاری رہتا۔** نماز اشراق سے فارغ ہوکر تفسیر اور حدیث کا درس دیتے۔ پھر تھوڑا سا کھانا کھا کر سنت نبوی ﷺ کے مطابق قیلولہ کرتے۔ بعد ازاں اول وقت نماز ظہر ادا کی جاتی۔ پھر طلبا و مریدین کو تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف کی کتابیں پڑھاتے۔ فقہی مسائل کی بھی وضاحت فرماتے نماز عصر تک یہ سلسلہ جاری رہتا، عصر کی نماز سے اول وقت میں فراغت کے بعد مریدین کا حلقہ قائم ہوتا۔ عشاء کے بعد وظائف میں مشغول ہوجاتے اور اسی حالت میں نیند آجاتی پھر تہجد کے لئے اٹھ جاتے۔ عقیدت مندوں کو بھی نماز تہجد کی تاکید فرماتے۔

نامور صوفی انقلاب خیز شخصیت

بلاشبہ شاہ صاحب رحمہ اللہ ممدوح تیرھویں صدی ہجری کے جید عالم، نامور صوفی، عظیم المرتبت فقیہہ، عابد و زاہد اور صاحب فضل و کمال بزرگ تھے۔ ان کی وجہ سے دیار ہند کی روحانی دنیا میں بہت بڑا انقلاب رونما ہوا۔ اور لوگوں کے قلب و ذہن کی دنیا متغیر ہوئی۔ اسی بنا پر ان کے عقیدت مند انہیں تیرھویں صدی کا مجدد قرار دیتے ہیں۔ ہندوستان کے لوگ تو بہت بڑی تعداد میں ان کے حلقۂ عقیدت میں شامل تھے ہی دیگر اسلامی ممالک کے بھی بے شمار حضرات ان سے مستفیض ہوئے اور پھر انہوں نے اپنے اپنے علاقوں میں جا کر دین خالص کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ انجام دیا۔

مہتم بالشان اوصاف

شاہ غلام علی رحمہ اللہ نے شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے مدرسے میں تعلیم حاصل کی۔

سر ڈھانپ کر نماز خوبصورت بنائیں

علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں بلاوجہ ننگے سر نماز پڑھنا ناپسندیدہ حرکت ہے کیونکہ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ مسلمان کو نماز کی ادائیگی کیلئے اسلامی صورت اختیار کرنا لازم ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس کیلئے زینت اختیار کی جائے۔

(بحوالہ: فتاویٰ اصحاب الحدیث، ص ۱۳۷)

Marfat.com

لیکن دہلی میں ان کی خانقاہ تصوف شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے حلقۂ درس کا مقابلہ کرتی تھی اور انکے اثر ورسوخ کا دائرہ انتہائی وسعت اختیار کر گیا تھا۔ان میں بیک وقت دو مہتم بالشان اوصاف پائے جاتے تھے۔یعنی طریق ولی اللّٰہی کا اعتدال وتوازن اور علم وعرفان بھی ان میں بدرجہ اتم موجود تھا اور مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے جذبہ احیائے دین، ذوق تصوف اور ولولہ اتباع سنت سے بھی پوری طرح بہرہ مند تھے۔علوم عقلی ونقلی کے ماہر اور تبلیغ واشاعت دین کے دلدادہ تھے۔

دنیا بھر میں سلسلہ نقشبندیہ کا فیض

شاہ صاحب رحمہ اللہ کے تلامذہ اور مسترشدین کا حلقہ بہت وسیع تھا اور اس میں ہندوستان کے ہر علاقے اور اسلامی ملکوں کے ارباب کمال شامل تھے۔ان میں سے جن حضرات نے خاص طور پر سے شہرت پائی۔ان میں سید اسماعیل مدنی، شیخ احمد کردی، شیخ خالد رومی، شیخ محمد جان باجوری، شیخ ابوسعید دہلوی، ان کے بیٹے مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا رؤف احمد رام پوری، مولانا بشارت اللہ بہرائچی اور سید ابوالقاسم حسینی واسطی رحمہم اللہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ان تمام حضرات نے بے پناہ دینی وعلمی خدمات انجام دیں۔**خالد رومی رحمہ اللہ نے اپنے وطن ترکی واپس جا کر مرشد کے علم وتصوف کو خوب پھیلایا اور تمام دولت عثمانیہ میں اس کی تبلیغ واشاعت کی۔**وہ ترکی کے بلند پایہ علماء میں سے تھے۔عربی اور فارسی کے شاعر بھی تھے۔انہوں نے اپنے مرشد شاہ غلام علی رحمہ اللہ کی تعریف میں کئی قصیدے لکھے ایک قصیدے کا مطلع یہ ہے۔

خبرازمن دہیدآں شاہ خوباں رابہ پنہانی　　که عالم زنده شده بار دگراز ابر نیسانی

حسینوں کے اس بادشاہ کو میری طرف سے یہ خبر پوشیدہ طور پر پہنچا دو کہ ابر نیسانی کی بدولت دنیا ایک مرتبہ پھر زندہ ہوگئی ہے۔

اس سے آگے چل کر کہتے ہیں:

امام اولیاء سیاح پیدائے خدا بینی　　ندیم کبریا ملاح دریائے خدادانی
مہین راہنمایاں ، شمع اولیائے دیں　　دلیل پیشوایاں قبلہ اعیان روحانی
چراغ آفرینش ، مہر برج دانش بو بینش　　کلید گنج حکمت محرم اسرار سبحانی
امین قدس عبداللہ شکز التفات او　　دہد سنگ سیاہ خاصیت لعل بد خشانی

ان اشعار کا ترتیب وار ترجمہ یہ ہے: وہ اولیاء کا امام اور خدا بینی کا ظاہر سیاح ہے۔وہ کبریا کا ندیم اور پیشواؤں کے سمندر کا ملاح ہے۔

وہ راہنماؤں کا سردار اور تمام اولیائے دین کی شمع ہے۔وہ حکمت کا رہبر اور روحانی بزرگوں کا قبلہ ہے۔

وہ خلقت کا چراغ اور دانش وبینش کے برج کا سورج ہے۔وہ حکمت کے خزانے کی چابی اور اسرار سبحانی کا محرم ہے۔

قدس کا امین یعنی عبداللہ (شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ) ایک ایسا بادشاہ ہے جس کی عنایت وتوجہ سے سنگ سیاہ میں لعل بدخشانی کی خاصیت پیدا ہوگئی ہے۔

قارئین! لکھوی خاندان کے جد امجد حضرت حافظ بارک اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد بھی شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

ہیں۔حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ان سے خرقہ خلافت بھی عطا ہوا تھا۔بعدازاں انکی نسلوں میں بھی سلسلہ تصوف جاری ہوگیا۔عصر حاضر کے معروف مفسرِ قرآن ڈاکٹر حماد لکھوی صاحب بھی انہی کے اخلاف میں سے ہیں۔ موصوف کے والد مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ تمام عمر لوگوں سے بیعتِ توبہ لیتے رہے اور انہیں سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا عامل بنانے کی سعی فرماتے رہے۔انکی وفات کے بعد انکے صالح بیٹے ڈاکٹر حمود لکھوی صاحب اسی سلسلے کو آگے بڑھانے کیلئے اب بھی لوگوں سے بیعت لیتے ہیں۔مولانا اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ سے لکھی ہوئی یہ ساری تفصیل جاننے کیلئے اسی کتاب میں مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ملاحظہ فرمائیں۔(از:مرتب)

علمی وروحانی عروج کا زمانہ

حضرت شاہ غلام علی رحمہ اللہ کے زمانے کو سیاسی اعتبار سے ہندوستان کے دورِ زوال سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن علمی اور روحانی لحاظ سے یہ نہایت عروج کا زمانہ تھا۔اس میں لاتعداد علماء ومشائخ کے درس وتدریس اور تصوف وسلوک کے حلقے قائم تھے،جن کے اثر ورسوخ اور شہرت وقبولیت کے دائرے برصغیر کی سرحدوں سے بھی آگے نکل گئے تھے اور بہت سے اسلامی ملکوں تک پھیلتے چلے گئے تھے۔دہلی کے افق پر اس وقت علم ومعرفت کا جو شامیانہ ہوا تھا اس کے متعلق شیخ خالد رومی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

به دہلی ظلمت کفرا ست، گفتند و به دل گفتم   به ظلمت رواگردر جستجوئے آب حیوانی

یعنی مجھے بتایا گیا کہ دلی میں کفر کی تاریکی چھائی ہوئی ہے،میں نے اپنے دل سے کہا کہ اگر تجھے آب حیات کی ضرورت ہے تو پھر تاریکی ہی کی طرف چل۔

جامع شریعت وطریقت

شاہ غلام علی رحمہ اللہ دہلوی دنیائے تصوف وطریقت کے بادشاہ ہونے کے ساتھ ساتھ علوم عقلی ونقلی کے بھی ماہر تھے۔ان کے ملفوظات ''درالمعارف'' کے نام سے ان کے ایک مرید مولانا رؤف احمد رام پوری نے مرتب کیے جو دینی،تاریخی اور معاشرتی حیثیت سے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ان کے مکاتیب بھی شائع ہو چکے ہیں۔بلاشبہ وہ تفسیر،حدیث،فقہ اور دیگر مروجہ علوم کے ماہر تھے اور ان علوم کا باقاعدہ طلبا کو درس دیتے تھے۔انہوں نے تمام عمر شادی نہیں کی،تجرد کی زندگی بسر کی،وظائف واوراد، تعلیم وتدریس اور تلامذہ ومریدین کی ذہنی وروحانی اور علمی تربیت ہی انکا دن رات کا مشغلہ تھا۔اس عالم اجل اور ولی کامل نے ۱۲۔صفر ۱۲۴۰ھ کو دہلی میں وفات پائی اور بہت بڑی تعداد میں لوگ ان کے جنازے میں شریک ہوئے۔۳۵۔''اللھم برد مضجعه ووسع مدخله''۔(بحوالہ فقہائے پاک وہند ج ۳۔ص ۱۰۸ تا ۱۱۷)

(12) حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مرید خاص: حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

قارئین!ہمارے زیب عنوان وہ ہستی ہے جن کے متعلق زبدۃ المحدثین حضرت مولانا نواب سید محمد صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ ''اگر چرخ سو مرتبہ بھی اپنے چکر پورے کر لے، تو بھی امام اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جیسا شخص اس دنیا میں دوبارہ پیدا نہیں ہو سکتا'' جہاد میں مصروفیت کی بناء پر وہ زیادہ کتابیں نہ لکھ سکے، لیکن جتنی بھی لکھیں، خوب لکھیں۔ حکیم الامت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''ہندوستان میں آج تک صرف ایک ہی مولوی ہوئے ہیں اور وہ ہیں مولوی اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ'' مولانا سید محمد ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ''بعض لوگوں نے امام اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی بس (تقویۃ الایمان) ہی پڑھی ہے۔ کبھی تصوف کے متعلق انکی کتاب (صراطِ مستقیم) بھی دیکھو۔ کبھی معرفت وسلوک کی باریکیوں پر مشتمل انکی تصنیف (عبقات) کا بھی مطالعہ کرو۔ وہ تو بہت لطیف آدمی تھے۔ وہ تجلیات سے آگاہ، وہ انوار سے آگاہ، سلوک کے مقامات سے آگاہ، خدا کی محبت اور معرفت کے تمام رموز سے واقف، ان کی شخصیت میں توحید اور ادب یکجا ہو گئے تھے''۔ آئیں اب دیکھتے ہیں کہ سلطان القلم، حضرت مولانا اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ نے انکے شایانِ شان کون کون سا قصیدہ لکھ کر انکی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کیا ہوا ہے۔ (از: مرتب)

مختصر تعارف

مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی رحمہ اللہ علامہ دہر، عالم کبیر، فقیہہ ذی مرتبت اور محدث دوراں تھے۔ شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ کے فرزند، شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ، شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ اور شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کے بھتیجے، شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کے پڑپوتے تھے۔ برصغیر پاک وہند کی اس وسیع وعریض سرزمین میں علم وفضل، وعظ وارشاد، تصنیف و تالیف، درس وتدریس، احیائے اسلام، تجدید دین، اصلاح امت اور جہاد فی سبیل اللہ کے جو بلند ترین اوصاف اس عالی قدر خاندان کے لائق احترام ارکان میں پائے جاتے ہیں، اس میں کوئی ان کا مدمقابل نہیں۔ مولانا شاہ محمد اسماعیل رحمہ اللہ نے اپنے اسلاف کے ان اوصاف اور بزرگوں کی اس میراث کی نہ صرف حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا بلکہ اپنے بے پناہ عمل وسعی سے ان کے حسن وزیبائی میں انتہائی اضافہ کر دیا۔

مولانا محمد خالد سیف حفظہ اللہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد کے حالات میں لکھتے ہیں کہ آپکے خاندان میں سب سے پہلے جس شخصیت نے ہندوستان میں قدم رکھا وہ شیخ شمس الدین مفتی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ پرہیزگاری اور شب زندہ داری کے باعث آپکی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ (بحوالہ تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید ص ۱۸)

مرنے کے بعد میت کا غائب ہو جانا

جناب شیخ شمس الدین مفتی کی حیاتِ مستعار کا وسیع پیمانہ جب لبریز ہو کر چھلکنے کے قریب ہوا تو آپ نے اپنی اولاد و احفاد کو جمع کر کے وصیت کی کہ جب میری روح اس عنصری جسد سے مفارقت کر کے عالم بالا میں پرواز کر جائے تو میری نعش کی تجہیز وتکفین بالکل اسی طریقے اور طرز پر ہونا چاہیے جو سنت سے ثابت ہے۔ تجہیز وتکفین کے بعد جنازہ کی نماز نہایت خشوع اور متواضعانہ ہیئت سے ادا کی جائے۔ اس کے بعد میرا جنازہ مسجد میں جو میری خاص عبادت گاہ اور مقامِ اعتکاف ہے، رکھا جائے۔ حاضرین کو چاہیے کہ تھوڑی دیر کیلئے وہاں سے ہٹ جائیں اور مسجد بالکل خالی کر دیں۔ بعد ازاں اگر میری نعش پائی جائے تو دفن کریں ورنہ اپنے

Marfat.com

اپنے گھر واپس چلے جائیں اور کسی طرح کا تذبذب وتردّد نہ کریں۔ چنانچہ آپ کے انتقال کے بعد لوگوں نے ایسا ہی کیا اور آپ کی وصیت کی بڑی سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ تعمیل کی گئی۔ مسجد کے ایک مختصر گوشہ میں جنازہ رکھا گیا اور تھوڑی دیر کیلئے ساری مسجد خالی کردی گئی، پھر جو دیکھا تو جنازے کا نام ونشان تک نہ پایا۔ حاضرین اس حیرت انگیز واقعہ سے سخت متعجب ہوئے اور تعجب و حیرت کو ساتھ لیے ہوئے گھروں کو واپس چلے گئے۔ (بحوالہ تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۱۸۔۱۹)

حب الٰہی وعشق رسول ﷺ کا مجسمہ

دنیا کے عظیم المرتبت اور اولوالعزم اشخاص کی حیات ایک سِرِّ نہاں ہوتی ہے اور وہ اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کی بدولت جو کارہائے نمایاں سرانجام دیتے ہیں وہ آنے والی نسلوں کیلئے مینارۂ نور ثابت ہوتے ہیں ایسی ہی مقدس شخصیتوں میں سے ایک حضرت امام محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ بھی تھے جن کی سوانح حیات اور مجاہدانہ کارناموں کی تفصیل آپ اس کتاب میں پڑھیں گے معلوم ہوتا ہے کہ **خالقِ کائنات نے حب الٰہی، عشق رسول ﷺ، علم وعمل، ولولہ جہاد، تڑپِ احیائے دین اور سوز وگداز سے ایک آمیختہ بنایا اور نام اس کا اسماعیل رکھ دیا** بلکہ سچ پوچھیے تو حضرت امام محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی حیات کائنات کی تمام تصوّری اور نظری خوبصورتیوں سے تعبیر ہے۔ (بحوالہ تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۵۸)

ولادت

مولانا شاہ محمد اسماعیل کی ولادت صحیح اور مستند روایت کے مطابق 12 ربیع الاول 1193ھ (26 اپریل 1779ء) کو دہلی میں ہوئی۔ والدہ ماجدہ کا نام نامی بی بی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا تھا۔ اپنے مرشد امیر المؤمنین سید احمد شہید دہلوی رحمہ اللہ سے تقریباً سات سال بڑے تھے۔ (گلستان حدیث ص 45)

تعلیم وتربیت

والدین نے نہایت عمدہ طریق سے اپنے نونہال کی تربیت کی پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ صاحب اپنے لاڈلے کی رضاعت کے فرائض کسی انا کے سپرد کرنا چاہتے تھے مگر آپ کی والدہ ماجدہ نے اسے تسلیم نہ کیا اور اپنی کمزوری و ناتوانی کے باوجود اپنے صاحبزادہ کو خود ہی دودھ پلایا۔ (بحوالہ تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۵۹)

مرشد نقشبند سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت اصلاح

حصول علم سے فراغت کے بعد شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی فضیلت علمی اور قابلیت کی شہرت ہر حلقے میں پہنچ گئی تھی۔ لیکن ابھی تک کوئی مستقل کام شروع نہیں کیا تھا اور طبیعت میں کچھ بے پروائی سی پائی جاتی تھی۔ یا تو اس کی یہ وجہ ہوگی کہ خاندان میں جو مشاغل رواج پذیر تھے ان کے نزدیک وہ اصل مقاصد تک پہنچنے کیلئے کافی نہ تھے اور وہ کوئی نیا قدم اٹھانا چاہتے تھے یا پھر وہ اپنے دل میں ایک لائحہ عمل مرتب کر چکے تھے اور اس کا آغاز کرنے کیلئے رفقا و معاونین کی تلاش میں تھے۔ کئی سال اسی حالت میں گزر گئے۔ اس اثناء میں اگرچہ انہوں نے اپنے اسلاف کے طریق کار کے مطابق تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور کئی اہم

Marfat.com

شخصیتوں نے ان سے علم حاصل کیا' لیکن یہ کام ان کے کامل اطمینان قلب کا باعث نہ تھا۔

ایک عرصے تک یہی حالت رہی تا آنکہ 1234ھ (1819ء) میں امیر المجاہدین سید احمد بریلوی رحمہ اللہ' نواب خان والیٔ ٹونک کی رفاقت وملازمت ترک کر کے راجپوتانہ سے دہلی پہنچے اور اکبر آبادی مسجد میں اقامت گزیں ہوئے۔ وہ بے حد متقی اور پرہیز گار بزرگ تھے۔ جوں ہی انہوں نے دہلی میں قدم رکھا' لوگوں نے ان کے حلقہ بیعت میں شامل ہونا شروع کر دیا۔ پہلے مولانا محمد یوسف پھلتی' پھر شاہ عبدالعزیز کے داماد مولانا عبدالحئی بڑھانوی اور بعد ازاں شاہ اسماعیل رحمھم اللہ نے ان سے بیعت کی۔ اس وقت سے شاہ اسماعیل رحمہ اللہ کی زندگی کا دھارا بالکل بدل گیا اور ان کے شب و روز پہلے سے کہیں زیادہ لوگوں کی دعوت وارشاد میں بسر ہونے لگے۔ سہ شنبہ اور جمعہ کو بالالتزام بادشاہی مسجد میں وعظ فرماتے۔

سرسید رقمطراز ہیں کہ نماز جمعہ کیلئے لوگ اس کثرت سے آنے لگے جیسے عیدین کی نمازوں میں آتے تھے۔ سامعین کا شمار نہ ہوتا تھا۔ وعظ کا طریقہ ایسا تھا کہ جو کچھ فرماتے دلوں میں پیوست ہو جاتا۔ اگر کسی بات پر کوئی خلش پیدا ہوتی تو آگے چل کر بالکل رفع ہو جاتی۔ (گلستان حدیث ص ۴۸)

مرشد کی غلامی اختیار کرنے کی وجہ

قارئین! سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دست بابرکت پر سب سے پہلے مولانا محمد یوسف صاحب پھلتی رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد مولانا عبدالحی بڈھانوی اور مولانا اسماعیل شہید رحمہا اللہ کو بھی یہ سعادت نصیب ہوگئی۔ اس کے پیچھے ایک لمبا واقعہ ہے کہ ایک روز مولانا عبدالحئی صاحب رحمہ اللہ نے اسرارِ نماز اور حضورِ قلب کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ سے گفتگو کی۔ انہوں نے فرمایا کہ تصوف واخلاق کی کتابوں میں ان اُمور کی تشریح موجود ہے مثلاً ''احیاء علوم الدین'' وغیرہ لیکن **مُرشد کامل کے بغیر حصولِ مقصد مشکل ہے اور اس کے لیے انہوں نے حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ کی طرف رجوع کا مشورہ دیا۔**

مولانا عبدالحئی صاحب رحمہ اللہ نے شاہ صاحب رحمہ اللہ کے مشورہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے فوراً حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ کی طرف رجوع کیا اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اپنی آمد کا مقصد بیان کیا تو حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے ''نماز کی حقیقت یہ ہے کہ چونکہ ربِ ذوالجلال والاکرام نے حضرتِ انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اس کے سر پر تاجِ خلافت رکھا ہے لہٰذا اسے حکم دیا کہ اس کے دربارِ عالی میں روزانہ حاضری دے ورنہ غیر حاضری کی صورت میں سخت باز پُرس کی جائے گی۔ پس نماز اس شہنشاہِ عالی کے بلند مرتبت دربار میں حاضری سے تعبیر ہے۔ لہٰذا نماز پڑھتے وقت یہ ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ میں کس ذاتِ اقدس کے دربار میں حاضری دے رہا ہوں اس دربار کے تقدس کا تقاضا ہے کہ انسان پاک اور طیب لباس زیب تن کرے اور ہر طرح کی صفائی، پاکیزگی، نظافت اور طہارت کا خیال رکھے اسی لیے قبل از نماز وضو ضروری قرار دیا گیا اور اگر ضرورت ہو تو غسل بھی پھر نماز میں خشوع وخضوع کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہر رکن کے مضمون پر غور کیا جائے اور جس سورۃ کی تلاوت کی جارہی ہو اس کے مضامین پر بھی تدبر کیا جائے۔

دربار الٰہی میں انتہائی عقیدت، احترام، تعظیم اور اخلاصِ نیت سے کھڑا ہونا چاہئے اور تصور یہ ہو کہ میں ہر طرف سے اپنے

Marfat.com

رُخ کو پھیر کر صرف اور صرف اسی کی طرف موڑ رہا ہوں اور جس طرح چہرہ کعبہ کی طرف ہوتا ہے ایسے ہی روح کی توجہ بھی ذاتِ اقدس کی طرف ہونی چاہیے یعنی نماز پڑھنے والے کو ظاہری و باطنی ہر طرح سے خدا سے لو لگا لینی چاہیے۔

جب قبلہ رو ہو کر دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے اور اللہ اکبر کہے تو تصور میں یہ ہو کہ اے اللہ! میں دنیا و مافیہا سے دستبردار ہو کر تیری طرف متوجہ ہو رہا ہوں اور دونوں ہاتھ سینہ پر باندھ کر نہایت خشوع وخضوع اور ادب سے کھڑا ہوں اور تصوّر یہ ہو کہ اس شہنشاہِ عالی کے دربار میں کھڑا ہوں جو کہ میری تمام حرکات وسکنات کا مشاہدہ فرما رہا ہے۔

پھر دعا استفتاح پڑھے چونکہ شیطانِ لعین انسان کا ازلی وابدی دشمن ہے جو ہر وقت اسے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے دور کرنے کی کوششوں میں مصروف رہتا ہے لہٰذا اس خطرہ کے پیشِ نظر کہ وہ کہیں بہکا نہ دے تعوذ پڑھنا ضروری قرار دے دیا گیا اور اس کے بعد سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورۃ تلاوت کرے اور پھر ارادۂ پابوسی کرتے ہوئے اللہ اکبر کہہ کر دربارِ الٰہی میں جھک جائے اور خیال میں ہو کہ اے اللہ! تیری عظمت وجلال کے پیشِ نظر میری کمر جھک گئی اور زبان سے ''سبحان ربی العظیم'' کا نغمہ الاپ رہا ہوں۔ جب رکوع میں حضوری کی سی کیفیت پیدا ہو جائے تو ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے اور دل میں خیال یہ کرے کہ اے اللہ! میں تیری اطاعت وفرمانبرداری پر مستقیم ہو گیا ہوں۔ اب پھر ارادۂ پابوسی سے ''اللہ اکبر'' کہتا ہوا سجدہ ریز ہو جائے اور ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کا بار بار اس تصور سے ورد کرے کہ اے اللہ! میں نے اپنے اعضاء میں سب سے افضل یعنی سر کو تیرے آستانہ عالیہ پر رکھ دیا ہے ۔

زندگی کی اب یہی سب سے بڑی ہے آرزو ہو جبینِ شوق میری اور تیرا آستاں

سجدہ چونکہ تقرب الٰہی اور انوار وتجلیات کے نزول کا محل ہے اس لیے بندہ ہیبت خداوندی کے سبب تمام مضمون ایک مرتبہ عرض کرنے سے قاصر ہے اس لیے حکم ہوا کہ کچھ دیر ٹھہر کر دوسری بار پھر عرض کرے اسی وجہ سے سجدہ سے سر اٹھا کر کچھ دیر بیٹھنا پڑتا ہے اور کہنا پڑتا ہے ''اللھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وعافنی وارزقنی وارفعنی واجبرنی'' پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ ریز ہو جائے۔ اسی طرح دوسری رکعت پڑھے اور خیال میں ہو کہ اب میں دربارِ الٰہی میں بیٹھنے کے قابل ہو گیا ہوں اور قعدہ میں بیٹھ جائے چونکہ ایسے عظیم الشان اور جلیل القدر دربار میں خاموش بیٹھنا سُوءِ ادب ہے لہٰذا قعدہ میں بیٹھے ہوئے ذکر الٰہی میں رطب اللسان رہنے کا حکم ہوا ''التحیات للہ'' پھر خیال کرے کہ اب دربار خداوندی سے رخصت کا وقت آ گیا لہٰذا سرورِ دنیا و دیں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف اور اپنے لیے دعا کے بعد دائیں بائیں کے نمازی بھائیوں اور فرشتوں کو سلام کہتا ہوا رخصت ہو جائے۔ یہ کیفیت بیان کرتے ہوئے آخر میں سیّد صاحب نے فرمایا:

''مولانا صاحب! حصولِ ایں مقصد بہ گفتگو راست نمی آید۔ ہمیں نماز است کہ در بدو نبوت سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم را حضرت جبرائیل امین بحکم رب العالمین برائے تعلیم آں امامت فرمودہ اند۔ بیا برخیز دو تحریمہ دو رکعت نماز بہ اقتدایم بربند مولانا علیہ الرحمۃ حسب المامور بہ عمل آوردہ تحریمہ دو رکعت نماز بہ اقتدائے آں عالی جناب

Marfat.com

بربستند۔ دریں مقام اکثر آں عالی مقام، (مولانا عبدالحئی) بیان می فرمودند کہ آنچہ در آں دو رکعت یافتہ ام ہیچ گاہ در عمر خود نیافتہ ام"۔

ترجمہ: مولانا صاحب! یہ مقصد گفتگو سے حاصل نہیں ہوسکتا یہی نماز ہے جو حضرتِ جبریل امین علیہ السلام نے بحکم رب العالمین امام بن کر حضرت سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء نبوت میں پڑھائی تھی۔ اٹھیے! اور دو رکعت نماز میری اقتداء میں پڑھ لیں۔ چنانچہ مولانا عبدالحئی نے سید صاحب کی اقتداء میں دو رکعت نماز کی نیت باندھ لی۔ اور آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ان دو رکعتوں میں جو کچھ حاصل ہوا وہ ساری زندگی حاصل نہ ہوسکا۔ (بحوالہ تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۶۸۔۷۰)

مرشد کامل کی اقتدا کی دو رکعتیں

حضرت مولانا عبدالحئی رحمہ اللہ نے صبح اپنا تمام ماجرا حضرت امام محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ سے کہہ سنایا حضرت نے سماعت فرماتے ہی مولانا کو ساتھ لیا اور حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں جا پہنچے۔ آپ نے حضرت امام صاحب کو بھی مولانا صاحب رحمہ اللہ کی طرح دو رکعت نماز پڑھائی۔ اسی دن سے ان دونوں مقدس شخصیتوں نے حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ کے دامن کو اس طرح تھاما کہ تازیست جُدا نہ ہوئے۔ صاحب ''انوار العارفین'' نے بھی لکھا ہے۔

''شاہ اسماعیل رحمہ اللہ اور مولانا عبدالحئی رحمہ اللہ اکٹھے امتحان کی غرض سے سیّد صاحب رحمہ اللہ کے پاس پہنچے اور نماز میں حضورِ قلب کے متعلق سوال کیا تھا۔ سیّد صاحب رحمہ اللہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا آج رات میرے حجرے میں آکر میرے پیچھے دو رکعت نماز ادا کیجئے، چنانچہ دو رکعت نماز سیّد صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ پڑھ چکنے کے بعد دو رکعتوں کی نیت باندھ لی۔ سیّد صاحب رحمہ اللہ کی صحبت اور حقانی توجہ کی برکت سے ساری رات استغراق میں گزار دی۔ بس اس وقت سے ایسے معتقد ہوئے کہ پھر ساتھ نہ چھوڑا'' (بحوالہ تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۷۱۔۷۲)

قارئین! امام اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے اس واقعہ سے پتہ چل رہا ہے کہ نماز کے ظاہری ارکان کی طرح اسکے باطنی اسرار کو بھی سیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا ظاہری ارکان کی درستگی علماء تک محدود ہے کیونکہ امام اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی تو اس وقت نا صرف عالم دین تھے بلکہ اپنے خاندانی مدرسہ رحیمیہ میں مدرس کی حیثیت بھی انہیں حاصل تھی اور مولانا عبدالحئی بڈھانوی رحمہ اللہ بھی اس وقت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ سے تحصیل علم کر چکے تھے اور انکی دامادی کا شرف بھی انہیں حاصل تھا۔ لیکن نماز کے باطنی ارکان (نیت کا اخلاص، دل کا دھیان اور روح کی توجہ وغیرہ) سیکھنے کیلئے وقت کے عظیم صوفی سید احمد شہید رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہونا ان علماء کی نظر میں ناگزیر تھا۔ جب سے علماء نے اپنے آپ کو صوفیاء کی صحبت سے بے نیاز سمجھا، تب سے نمازیوں کو خارش پڑ گئی اور اسحاق بھٹی صاحب مرحوم کے بقول اہلحدیث کی تحقیق یہاں آکر متفق ہوگئی کہ ''کھرک فی الصلوٰۃ'' یعنی دوران نماز داڑھی سے کھیلنا اور خارش کرنا بھی ایک مسئلہ ہے جس پر عمل کرنا چاہئے (بحوالہ: نقوش عظمت رفتہ' ص: 23)۔ (از: مرتب)

Marfat.com

امامِ شہید کی تصنیفات کا تعارف

(۱) تقویۃ الایمان (اردو) شاہ اسماعیل رحمہ اللہ کی یہ بہت ہی مشہور کتاب ہے اور اردو زبان میں ہے۔ بے شمار مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس کی مجموعی تعداد اشاعت پچاس لاکھ بتائی جاتی ہے۔ اردو زبان کی کوئی کتاب اتنی زیادہ تعداد میں شائع نہیں ہوئی۔ یہ اس کی مقبولیت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ (گلستان حدیث ص 52)

(۲) ''حقیقت تصوف'' (فارسی) یہ کتاب اب نایاب ہے، اس کا ذکر ''الحیات بعد المات'' میں کیا گیا ہے، **اس میں شاہ صاحب نے تصوف اور اس کی حقیقت بیان کی ہے اور سچے صوفی کی تعریف بیان فرمائی ہے۔** (گلستان حدیث ص 55)

اس کا ذکر کرتے ہوئے مولانا فضل حسین صاحب بہاری لکھتے ہیں:۔

''ایک کتاب آپ نے لکھی جس کا نام ''حقیقتِ تصوف'' تھا۔ اب یہ نایاب ہو گئی ہے۔ اس میں آپ نے سچے صوفیوں کی تعریف لکھی ہے۔ (بحوالہ تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۲۷۲)

'العبقات'' تصوف پر علمی کتاب: (۳) ''العبقات'' (عربی): یہ کتاب تصوف کے موضوع پر ہے اور بڑی ادق اور مشکل کتاب ہے۔ ان کی دوسری تصانیف کی طرح اس میں تصوف کے علاوہ بعض دیگر موضوعات بھی زیر بحث آ گئے ہیں۔ اس کا اردو ترجمہ مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے کیا تھا جو حیدر آباد (دکن) سے شائع ہوا ہے۔ ترجمہ بھی بہت مشکل ہے۔ (گلستان حدیث ص 53)

''عبقات'' افکارِ عالیہ کا فکر انگیز تبصرہ

اس کتاب کے متعلق مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''عبقات'' مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا وہ علمی وفکری شاہکار ہے جس کے متعلق نہایت اختصار کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس میں ہمیں علم و معرفت کے ایسے ان مول موتی اور خزائن مخفی نظر آتے ہیں کہ جن کو اگر تفصیل سے بیان کیا جائے تو کلام تصوف اور کائنات سے متعلق متعدد غوامض کا حل نکل آئے۔ اس میں خصوصیت سے تجلی کی بحث ایسی ہے کہ جس سے نہ صرف خالق و مخلوق کے مابین استوار رشتوں کی تشریح ہوتی ہے بلکہ ایک خاص انداز میں سیما طلوعیا (Sematolagy) کی بنیادوں کا پتہ چلتا ہے جس کا موضوع بحث فلسفہ لسانیات میں یہ اہم سوال ہے کہ لفظ و معنی میں ربط و تعلق کا اسلوب کیا ہے؟ یعنی الفاظ کس حد تک معانی کے حقائق کی تجلیات کا تحمل رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں صرف یہ کہنا ہے کہ اہل حدیث کے نوجوان علماء خدارا خصوصیت سے ادھر متوجہ ہوں اور مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وفکری عظمتوں کو منظر عام پر لائیں اور دنیا کو بتائیں کہ وہ شخص جس نے اپنے خون سے اسلام کے دبستان کو سینچنے کی سعادت حاصل کی اس نے اپنے کمال علم سے فکر و ادراک کی بلندیوں کو بھی چھونے میں کسی دوں ہمتی کا ثبوت نہیں دیا۔ (گلستان حدیث ص 66)

قارئین! آئیں آپکو اس کتاب کے صرف دو تین صفحات کا مطالعہ کرواتے ہیں تاکہ پتہ چل سکے کہ مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب تصوف کی کس قدر خالص تعلیمات کا نچوڑ ہے۔ (از: مرتب)

بابِ معرفت میں صوفیاء کرام کا عالی مقام

پس عرض کرتا ہے، امیدوار رحمتِ رب جلیل، محمد اسمٰعیل کہ حق تعالیٰ کی اجمالی معرفت بنام طاعتوں کے بیج ہے اور نیکیوں کے

Marfat.com

مرغزاروں کا وہ پانی ہے اسی طرح ذات الٰہی کی تفصیل معرفت عبادتوں کے باغ کا ثمرہ ہے اور بھلائیوں کے سبزہ زاروں کی بلند چوٹی ہے اس معرفت کی یافت و تحصیل کے لئے احرار کی جماعتیں کھڑی ہوتی رہی ہیں اور مختلف اقوام کے شہسواروں نے اس میدان میں مقابلے کئے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہوتا چشمہ شیریں پر لوگوں کا اژدہام ایک قدرتی بات ہے۔

خصوصاً صوفیہ صافیہ کے طبقہ کا ان لوگوں میں بڑا مقام عالی ہے اس سلسلہ میں انہیں بالادستی کا امتیاز حاصل ہے۔قوم کے شہسواروں میں ان بزرگوں کے حدود تک پہونچنے میں کوئی بھی کامیاب نہ ہوسکا۔خواہ جتنی بھی تدبیروں سے انہوں نے کام لیا ہو اور ہزار ہا ہزار قسم کے ساتھ میدان میں اترے ہوں سچ تو یہ ہے خبروں کے سننے کا جسے شوق ہو چاہیے کہ ان ہی بزرگوں کی وہ خبریں سنے اور دوسروں کے نقش قدم پر جو چلتا ہو وہ ان ہی کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرے۔کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے ہمنشین کبھی ناکام و نامراد نہیں ہوئے۔اور ان کے وابستوں میں جو شریک ہوا اس نے کبھی کوئی خطرہ محسوس نہیں کیا کیونکہ اپنی ذمہ داریوں کی خلاف ورزی بزرگوں کی اس جماعت نے کبھی نہیں کی ان کے طور و طریق پر نکتہ چینی نہیں کی گئی۔بارش کے سامنے جس نے ہاتھ پھیلایا وہ سیراب ہوگا اور آدمی اسی کیساتھ رہتا ہے جسے وہ محبوب رکھتا ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتبِ تصوف کا مطالعہ

واقعہ یہ ہے کہ توفیق کے ہادی نے میری بھی ایقان اور تحقیق کے حاصل کرنے میں راہ نمائی فرمائی اسی سلسلہ میں لمعات اور سطعات اور ان ہی جیسی مختصر کتابوں کے مطالعہ کا موقع مجھے میسر آیا یہ کتابیں افضل المحققین فخر المدققین، اعتصام الحکماء، امام العرفاء، شیخ ولی اللہ کی تصنیفیں ہیں، خدا ان کے فیض و برکات سے مستفید ہونے کی ہمیں سعادت نصیب کرے۔

مزاج صوفیاء سے کامل شناسائی

ان کتابوں میں مجھ جیسے آدمی کو جو چیزیں مل سکتی تھیں ان سے واقف ہوا اور ان چیزوں کے سمجھنے کی اس حد تک میں نے کوشش کی جس حد تک مجھ جیسے لوگ ان کو سمجھ سکتے ہیں۔نیز ان مختلف فوائد سے بھی مستفید ہونے کا مجھے موقع ملا جنہیں اس سمندر بے کراں حبر علام رئیس الجماعہ نے ظاہر فرمایا ہے۔جو شیخ اکبر (علامہ ابن عربی) رحمہ اللہ کے نام سے دنیا میں مشہور ہیں اور طبقہ صوفیہ کے جو قائد و شیخ و پیشوا ہیں اسی کے ساتھ حق تعالیٰ نے جو باتیں امام ربانی، غوث صمدانی، امام شیخ احمد (مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کروائی ہیں، ان سے بھی میں نے آگاہی حاصل کی یعنی وہی امام ربانی جنہیں **خدا نے ارشاد کے منصب پر سرفراز فرمایا ہے اور امتوں کو سیدھی راہ ان کے ذریعہ سے دکھلائی**۔معرفت و یقین والوں کے قلوب جن سے منور ہوئے اور ملت دین کی تجدید کا کام خدا نے جن سے لیا۔

متصوف آباء کی پیروی پر شکر

حق تعالیٰ ان کے احسانات میں جن سے یہ بندہ سرفراز کیا گیا ہے بڑا احسان یہ بھی ہوا کہ میں ان لوگوں کے درمیان پیدا کیا گیا جو ہدایت کے بلند جھنڈے ہیں اور تقویٰ و پارسائی کے ائمہ ہیں۔علماء عظام اور عرفاء کرام میں جن کا شمار ہے یعنی نسبتاً جو میرے چچا

Marfat.com

اور تعلیماً میرے آباء ہیں، اللہ کے پاس وہی لوگ میرے وسائل ہیں اور خدا کے نزدیک وہی میرے شفیع وسفارشی ہیں۔ ان ہی اماموں کی میں اقتداء کرتا ہوں اور ان ہی کی روشنی میں راہ پاتا ہوں۔ حق ویقین کی راہوں میں وہی میرے راہ نما ہیں دنیا ودین میں وہی میرے سردار پیشواء رہیں ان کے سرفانی کو خدا التقدیس عطا فرمائے اور ان کے سرباقی سے مجھے تقدس عطاء کرے بہر حال ان ہی دریاؤں سے میں نے اپنے چلوؤں میں پانی اس حد تک بھرا ہے جس حد تک میرے ہاتھوں میں گنجائش تھی اور ان ہی کی روشنیوں کو میں نے جذب کرنے کی کوشش اس حد تک کی ہے جس حد تک میں انکے جذب کرنے کی اپنے اندر صلاحیت رکھتا تھا۔

پھر جب خدا نے افضل المحققین کے علم سے مجھے زندگی بخشی اور فخر المدققین کے نور سے مجھے منور کیا اور اس کے ساتھ مذکورہ بالا اکابر سے میں مستفید ہوا میں نے چاہا کہ اس فن کے مبادی کی راہ ایک چراغ روشن کروں جس کی روشنی میں چلنے والے راستہ کو دیکھ سکیں اور مقدمات کے زینوں پر ایک سیڑھی رکھوں جس پر ڈھونڈنے والے چڑھ سکتے ہوں۔ اسی غرض کو پیش نظر رکھ کر میں نے ایک رسالہ تالیف کیا ان دو چیزوں کے بیچ میں یعنی تجربہ اور معائنہ سے جو باتیں ظاہر ہوئی ہیں اور بیان کرنیوالوں کے بیان سے جو باتیں ثابت ہوئی ہیں اس کی حیثیت برزخ کی ہے یا یوں سمجھو کہ ارباب کشف جن امور کے پانے میں کامیاب ہوئے ہیں اور دلیل وبرہان والے جن نتیجوں تک پہونچتے ہیں ان دونوں کے درمیان یہ رسالہ حلقہ اتصال کا کام انجام دے گا۔ یہاں اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ اپنے اس رسالہ جن میں مضامین کو میں نے درج کیا ہے اس میں اگرچہ بجنسہ اپنے ائمہ سے ان کو نہیں حاصل کیا ہے لیکن **ان ائمہ سے جو کچھ بھی مجھے ملا ہے، وہ ہی دراصل اس درخت کی جڑ اور اس عقل کا تخم ہے۔** ''کذلک تنشالینة هو عرقها وحسن نبات الارض من کرم البذر'' یعنی درخت بیج سے یوں ہی نکلتا ہے دراصل بیج کا ریشہ ہی ہوتا ہے واقعہ یہ ہے کہ زمین کے نباتات کا حسن بیج کی خوبی پر مبنی ہے لیکن بایں ہمہ زمین کی خصوصیت کو بھی اس جز میں ضرور دخل ہوتا ہے جو اس سے پیدا ہوتی ہے اور کہنے میں جو صورتیں چھپی ہیں ان میں وہ رنگ بھی ضرور شریک ہوجاتا ہے جس سے آئینہ رنگین ہوتا ہے۔ پس سمجھنا چاہیے کہ اس رسالہ جو باتیں درست اور ٹھیک ہوں تو وہ خدا کی طرف سے ہیں اور کوئی ائمہ کی طرف سے اور جو چیزیں اس میں غلط سہو ونسیان کی راہ سے درج ہوگئی ہیں ان کو میرے طرف سے اور شیطان کی طرف سے خیال کرنا چاہیے۔

العبقات فن تصوف کا شاہکار

میں نے اس کتاب کا نام ''العبقات'' رکھا ہے۔ اشارہ اس کی طرف ہے کہ لمعات اور سطعات مذکورہ بالا کتابوں کی خوشبو اس کی راہ سے پھیلائی گئی ہے۔ میں اس کا مدعی نہیں ہوں کہ ان موتیوں (یعنی سطعات ولمعات) کے سلسلہ میں اسی کتاب کو بھی شمار کرنا چاہیے اور جس چیز کا مجھے حق نہیں ہے، اس کا دعویٰ کیسے کرسکتا ہوں بلکہ سمجھنا چاہیے کہ نقلی علوم سے عربی ادب کے فنون کا جو تعلق ہے یا عقلی فنون سے منطق کے قوانین کی جو نسبت یہی تعلق یہی نسبت ان کتابوں سے میرے اس رسالہ کو ہی میں نے اس کتاب کی متون ڈھنگ پر لکھا ہے اور خیال یہ ہے کہ اس کی شرح بھی بعد کو ان شاء اللہ کروں گا ایسی شرح جس سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں اس کتاب میں کو میں نے ایک مقدمہ چار اشاروں اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا ہے۔'' حسبی اللہ ونعم الوکیل والاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم''۔

Marfat.com

اولیاء کا کشف تواتر سے ثابت ہے

قیل وقال اور بے معنی بکواس کے سوا کہ جن لوگوں کے نزدیک علم کا اور کوئی دوسرا مطلب ہی نہیں ہے، ان کی طرف سے کبھی یہ دعویٰ پیش کیا جاتا ہے کہ الہام، علم اور دانش کا صحیح ذریعہ نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ انکی مراد اپنے اس قول سے کیا ہے؟ اگر یہ مقصود ہے کہ ایسی بات جو واقع کے مطابق ہو اس کا علم غیب سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا اور کوئی دوسرا آدمی نہیں پا سکتا، تو میرے خیال میں وہ مذہب کے ایک مسئلہ کا انکار کر رہا ہے جو تواتر سے ثابت ہے یعنی دین کی جو باتیں تواتر کی راہ سے منتقل ہو کر دنیا میں پھیلی ہیں ان ہی باتوں سے ایک بات کا وہ منکر ہیں۔ (العبقات ص ۳ تا ۵)

اولیاء کے کشف پر قرآنی دلائل

پہلی دلیل:۔ خود حق تعالیٰ جل مجدہ فرماتے ہیں: فوجدا عبدا من عبادنا اتیناہ رحمۃ من عندنا علمناہ من لدنا علما (الی اخر الایات) پس دونوں نے میرے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنے حضور سے رحمت عطا کی تھی اور اپنے یہاں سے اسے علم سکھایا تھا۔

دوسری دلیل:۔ اسی طرح خداوند تعالیٰ ہی کا ارشاد ہے: ''فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا قالت انی اعوذ بالرحمن منک ان کنت تقیا قال انما انا رسول ربک لاھب لک غلاما زکیا''۔

پس ہم نے بھیجا (مریم) کی طرف اپنی روح کو جو نمایاں ہوئی اس کے سامنے ایک پورے آدمی کی شکل میں مریم نے کہا میں رحمن کی پناہ میں آتی ہوں تجھ سے اگر تو کوئی مرد پارسا ہے تب روح نے مریم سے کہا کہ میں تیرے مالک کا پیامی ہوں اس لئے نمایاں ہوا ہوں تا کہ ایک صاف ستھرا لڑکا تجھے بخشوں۔

تیسری دلیل:۔ خدا ہی نے فرمایا ہے: ''اذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاک وطھرک واصطفاک علی نساء العالمین یا مریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین''۔

اور دیکھو! جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ نے قطعاً تجھے چن لیا ہے اور تجھے پاک کیا اور سارے جہانوں کی عورتوں سے اس نے تجھے چن لیا ہے اے مریم تو جھک جا اپنے مالک کے آگے اور سر ٹیک اس کے سامنے اور خمیدہ ہو جا اس کے آگے، ان لوگوں کے ساتھ جو خدا کے سامنے خمیدہ ہو کر کھڑے ہیں۔

چوتھی دلیل:۔ اور خدا ہی کا قول ہے: اذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسی ابن مریم وجیھا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین۔ (الیٰ اخر الایات)

اور دیکھو جب کہا فرشتوں نے اسے مریم خدا نے تجھے بشارت دیا ہے ایک کلمہ (بات) کا اپنی جانب سے اس کا نام المسیح عیسیٰ بن مریم ہے دنیا اور آخرت میں آبرو والا ہے اور ان لوگوں میں ہے جنہیں نزدیکی بخشی گئی ہے۔

پانچویں دلیل:۔ خدا ہی فرماتا ہے:۔ ''واذا وحیت الی الحواریین ان آمنوا بی وبرسولی'' اور دیکھو! ہم نے جب

Marfat.com

حواریوں کو یہ وحی کی کہ مجھے بھی مانو اور میرے رسول کو بھی مانو۔

چھٹی دلیل: اور خدا ہی کا فرمان ہے: ''لقد اتینا لقمان الحکمۃ ان اشکر اللہ (الی الایات) ہم نے لقمان کو یہ حکمت عطا کی کہ خدا کا شکر ادا کرو۔ (آخر تک ان آیتوں کو پڑھ جاؤ)

ساتویں دلیل: خدا ہی فرماتا ہے: ''انھم فتیۃ امنوا بربھم وزدنھم ھدی وربطنا علی قلوبھم اذ قاموا فقالوا ربنا رب السموات والارض لن ندعوا من دونہ الھا لقد قلنا اذا شططا'' وہ چند جوان تھے مان لیا تھا انہوں نے اپنے رب کو اور بڑھا دیا ہم نے ان کو راہ پانے میں اور باندھ دیا ہم نے ان کے دلوں کو جب وہ کھڑے ہوئے، تب بولے ہمارا پالنے والا آسمانوں اور زمینوں کا پالنے والا ہے۔ ہرگز نہ پکاریں گے اس کے سوا ہم کسی دوسرے کو (اگر ایسا کیا ہم نے) تو بولے ہم غلط بات۔

آٹھویں دلیل: خدا ہی کا ارشاد ہے: ''وارسینا الی ام موسیٰ ان اوضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین'' اور وحی کی ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف اس بات کی کہ دودھ پلا موسیٰ کو پھر جب ڈرے تو موسیٰ پر تو ڈال دینا موسیٰ کو دریا میں اور نہ ڈر نہ غم کھانا، ہم قطعاً واپس کر دیں گے موسیٰ کو تیرے پاس اور بنانے والے ہیں اس کو ان لوگوں میں جو بھیجے گئے ہیں رسول بنا کر۔

نویں دلیل: خدا کا ہی قول ہے: ''قلنا یا ذالقرنین اما ان تعذبھم واما ان تتخذ فیھم حسنا'' ہم نے کہا اے ذوالقرنین یا انکو عذاب دو یا ان میں نیکی حاصل کرو۔

دسویں دلیل: اور خدا کا ہی ارشاد ہے: ''فلما فصل طالوت بالجنود قال ان اللہ مبتلیکم بنھر'' جب طالوت فوج کو لے کر الگ ہوا کہا کہ اللہ تم لوگوں کو ایک نہر سے جانچنے والا ہے۔

گیارہویں دلیل: اور یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی نے فرمایا ہے: ''وکتب قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ'' ان کے دلوں میں ایمان لکھا گیا اور خدا نے مدد کی اپنی طرف سے ان کی ان کی روح سے۔

کشف اولیاء احادیث کی روشنی میں

پہلی دلیل: ''قد کان فیمن قبلکم من الامم محدثون من غیر ان یوحی الیھم فان یک فی امتی احد فعمر'' تم میں سے پہلی امتوں میں ایسے لوگ ہوا کرتے تھے جن سے بات کی جاتی تھی وحی نازل کئے بغیر۔ پس میری امت میں کوئی ایسا ہے تو وہ عمر ہیں۔

دوسری دلیل: رسول اللہ ﷺ ہی کا ارشاد مبارک ہے: ''اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ'' ڈرو مومن کی فراست اور اس کے تاڑ لینے سے کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

تیسری دلیل: یہ بھی آنحضرت ﷺ کا قول مبارک ہے: ''لم یبق من النبوۃ الا المبشرات'' نبوت سے بجز اچھے خوابوں کے اور کوئی چیز باقی نہیں رہی۔

Marfat.com

چوتھی دلیل: اور آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ''اری رویا کم قد تواطئت فی العشر الاواخر من رمضان فالتمسو ھانی لیلة کذا و کذا'' میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے خواب رمضان کے آخری دہے پر متفق ہو رہے ہیں پس چاہئے کہ ڈھونڈو (لیلۃ القدر) کو فلاں فلاں راتوں میں۔

پانچویں دلیل: اذان کے متعلق جس صحابی رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا تھا اور حضور ﷺ سے آکر بیان کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

انھا لرویا حق قم یا بلال فاذن ''سچا خواب ہے بلال کھڑے ہو جاؤ اور اذان دو۔

چھٹی دلیل: رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے: ''من اخلص لله اربعین صباحا ظھرت ینا بیع الحکمة من قلبه علی لسانه'' چالیس دن تک جو اللہ ہی کیلئے مخلص کر دے گا حکمت کے چشمے اس کے دل سے اس کی زبان پر جاری ہو جائینگے۔

کشف صحابہ بھی سے منقول ہے:۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ بات کہ متعدد قرآنی آیات ان کی رائے کے مطابق نازل ہوئیں اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ بلکہ صحابہ کے آثار کی تلاش و جستجو کرنے والوں پر یہ امر مخفی نہیں رہ سکتا کہ انکے ساتھ عموماً اس قسم کی صورتیں پیش آتی رہتی تھیں یعنی **باوجود پیغمبر نہ ہونے کے غیب سے علم پانے والوں کا ایک گروہ ان میں موجود تھا**۔(العبقات)

قارئین! یہاں تک عبقات کا پیرایہ تھا۔اس کتاب کو مکمل پڑھنے کیلئے انٹرنیٹ پر یہ ویب سائٹ دیکھیں۔

https://BESTURDUBOOKS.WORDPRESS.COM/TAG/MAULANA-SHAH-ISMAIL-SHAHEED/ آئیں

اب واپس حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کی طرف چلتے ہیں۔

آغاز تحریک جہاد

شوال 1236ھ 1821ء میں امیر المجاہدین سید احمد بریلوی رحمہ اللہ نے حج بیت اللہ کا عزم کیا۔

حج سے واپسی کے بعد مولانا (اسمٰعیل) شہید رحمہ اللہ نے اپنے مرشد سید احمد شہید رحمہ اللہ کے تیار کردہ منصوبے کے مطابق اپنے آپ کو جہاد کے لیے وقف کر دیا اور وعظ و تبلیغ میں لوگوں کو جہاد کے لئے کمر بستہ ہونے کی تلقین فرمانے لگے۔اس ضمن میں سر سید لکھتے ہیں۔''بموجب ارشاد سید اصفیا یعنی پیر طریق ہدیٰ اس طرح سے تقریر و وعظ کی بنا ڈالی کہ مسائل جہاد فی سبیل اللہ بیشتر بیان ہوتے اور یہاں تک کہ آپ کی صیقل تقریر سے مسلمانوں کا آئینہ باطن مصفا و مجلا ہو گیا۔'' (گلستان حدیث ص 49)

محبِ الٰہی اور محبوبِ الٰہی میں فرق

حضرت امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''مجھے بیعت کیے ہوئے تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ ایک روز شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ کی خدمتِ والا درجات میں حاضر ہوا تو انہوں نے پوچھا کہ میاں اسماعیل! سیّد احمد کے فیض صحبت سے جو نعمتیں حاصل ہوئیں ان کی کیفیت بیان کرو۔ میں نے عرض کیا کہ سیّد صاحب کے رتبے کا اندازہ میرے لیے مشکل ہے، البتہ اتنا کہہ سکتا ہوں کہ خدا نے آپ (شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ) پر خاص احسان فرمایا جس کا شکر واجب ہے۔آپ کو دو علم عطا فرمائے تھے۔علم ظاہر

Marfat.com

کے حامل شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ تھے۔ علمِ باطن کی وراثت سنبھالنے کیلئے خدا نے سیّد صاحب رحمہ اللہ کو کھڑا کر دیا۔

یہ سن کر شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے بارے میں کلماتِ عجز کہے، پھر فرمایا: **میاں! یہ بات سمجھنے کے لائق ہے۔ بارگاہِ احدیت کے محب بہت ہیں محبوب کمیاب ہیں۔** میں نے عرض کیا کہ جناب رسالت مآب ﷺ حبیب ربُّ العالمین تھے۔

فرمایا: مرتبۂ محبوبیت مرتبہ رسالت کی طرح نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا ہو۔ میں نے عرض کیا: مثلاً محبوب سبحانی سیّد عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ۔ فرمایا: محبوبیت کا مرتبہ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ پر بھی ختم نہیں ہوا۔ محب ہمیشہ بلا و محنت اور رنج والفت میں مبتلا رہتے ہیں اس کے برعکس محبوبوں کو کوئی تکلیف نہیں دیتا بلکہ ان کے راحت و آرام کو دل و جان سے پسند کیا جاتا ہے۔ رب العالمین کے محبوں کو اکثر سرگردانی و پریشانی لاحق رہتی ہے، لیکن محبوبانِ بارگاہِ اقدس دنیا میں البسۂ فاخرہ، اطعمہ لذیذہ اور خدم وحشم سے ممتاز رہتے ہیں اور آخرت میں اس سے بھی زیادہ انعام پاتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے سیّد صاحب رحمہ اللہ کا نام تو نہ لیا لیکن تمام اشارے بداہۃً آپ ہی کی طرف تھے۔ (بحوالہ تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۷۲-۷۳)

کلکتہ میں شہزادوں کی بیعت توبہ

قیامِ کلکتہ کے دوران حضرت امام صاحب رحمہ اللہ نے ایک مجلس میں اپنے علم و فضل کے جوہر دکھائے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کلکتہ میں سلطان ٹیپو شہید کے خاندان کے کچھ افراد رہتے تھے۔ ان میں سے بعض شہزادوں کے عقائد مولوی عبدالرحیم فلسفی کی صحبت کے پیشِ نظر خراب ہو گئے تھے۔ یہ شہزادے غالباً سلطان ٹیپو شہید کے پوتے تھے اور مولوی عبدالرحیم گورکھپور کے باشندے تھے جن کے والد کا نام مصاحب علی تھا۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ، شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ اور شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے تھے لیکن بعد میں منطق اور فلسفہ میں توغل کے سبب ''دہری'' مشہور ہو گئے، سلطان شہید مرحوم کے پوتوں نے محمد قاسم خواجہ سرا کو بھیج کر حضرت سیّد احمد صاحب رحمہ اللہ کو اپنے ہاں مدعو کیا۔ سیّد صاحب رحمہ اللہ چند رُفقاء کی معیت میں تشریف لے گئے۔ مجلس میں چند مسائل پر گفتگو شروع ہوئی۔ شہزادوں کی طرف سے مولوی عبدالرحیم اور حضرت سیّد صاحب کی طرف سے حضرت امام اسماعیل صاحب رحمہ اللہ بات میں حصہ لے رہے تھے۔ مولوی صاحب کو چونکہ اپنے منطقی و فلسفی ہونے پر بڑا ناز تھا اس لیے انہوں نے منطق و فلسفہ کی زبان میں بات کی لیکن اس بے چارے کو کیا خبر تھی کہ آج کس حکیم الامت اور مفکرِ اسلام سے اس کا واسطہ تھا؟ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ نے اس کی تمام باتوں کو اس قدر احسن پیرایۂ بیان میں جواب دیا کہ منطقی و فلسفی صاحب کا ناطقہ بند ہو گیا اور ہر طرف سے آپ کے حق میں تحسین و آفرین کی صداؤں کا غلغلہ بلند ہوا۔ بڑے شہزادے کو بھی اپنے علم پر بڑا غرور تھا اس نے بھی مختلف اسالیب بیان سے تقریر کی اس کا جواب دینے کیلئے بھی آپ بڑے بے قرار تھے مگر شہزادہ کا جواب حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ نے اپنے ذمہ لے لیا اور چند ہی لمحوں میں اس کے پندارِ علم کو خاک میں ملا دیا۔ ان دونوں بزرگوں کی ان دلنشین اور ایمان افروز تقریروں کا یہ اثر ہوا کہ وہ اپنے غلط خیالات سے تائب ہو گئے حتیٰ کہ وہ سیّد صاحب رحمہ اللہ کے حلقہ بیعت میں شامل ہو گئے اور پھر انہوں نے اہل قافلہ کی دعوت بھی کی۔ (بحوالہ تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۱۲۴-۱۲۵)

Marfat.com

سفر حجاز میں دو کرامات کا صدور

اس زمانہ میں بادی جہاز تھے اور مسافروں کو روزانہ فی کس ایک بوتل پانی ملا کرتا تھا۔ اتفاق سے ہوا ناموافق ہوگئی اور جہاز میں پانی کم رہ گیا اس لیے جہاز والوں نے اعلان کر دیا کہ کل سے پانی آدھی بوتل ملے گا۔ دو دن تک آدھی بوتل پانی دیا اس کے بعد جب پانی بالکل ختم ہو گیا تو جہاز والوں نے کہہ دیا کہ اب پانی بالکل نہیں رہا ہے اس لیے ہم پانی نہیں دے سکتے، سب لوگ نہایت پریشان ہوئے۔

اس جہاز میں سیّد صاحب رحمہ اللہ کے قافلہ والوں کے علاوہ اور بھی بڑے بڑے لوگ سوار تھے۔ اب ان لوگوں میں سرگوشیاں ہونے لگیں کہ یہ شخص (مولانا شہید رحمہ اللہ) لوگوں سے ہنسی مذاق کرتا ہے اسی کی شامت سے ہم پر یہ بلا آئی ہے۔ للہذا اس کو روکنا چاہیے اور دعائیں کرنی چاہئیں اس کی اطلاع مولوی وجیہہ الدین صاحب رحمہ اللہ اور دوسرے لوگوں کو ہوئی مولوی وجیہہ الدین رحمہ اللہ مع چند دیگر اشخاص کے ان لوگوں کے پاس پہنچے اور ان کو مولانا شہید رحمہ اللہ کی عظمتِ شان سے آگاہ کیا اور کہا کہ یہ شامت تمہاری اس گستاخی اور بدگمانی کی ہے کہ تم ان کی نسبت ایسا خیال کرتے ہو تم کو چاہیے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے معافی چاہو اور ان سے دعا کی درخواست کرو چنانچہ وہ سب لوگ آئے اور سب نے مولانا سے دُعا کی درخواست کی۔

مولانا نے فرمایا کہ سب دعا کرو میں بھی دعا کروں گا مگر میری دعا تو مٹھائی کے بغیر چپکتی نہیں۔ اس پر ایک شخص نے وعدہ کیا کہ سب جہاز کے لوگوں کو مسقطی حلوا کھلاؤں گا۔ اس کی مقدار مجھے یاد نہیں رہی، مگر اتنا یاد ہے کہ فی کس پاؤ بھر سے زیادہ تھا۔ اس پر آپ نے دوسرے لوگوں سے مل کر دعا کی جس کا اثر اسی وقت ظاہر ہوا اور ایک چشمہ شیریں پانی کا جو لمبائی چوڑائی میں دو بڑی چار پائیوں کے برابر ہوگا، دوڑتا ہوا آیا اور جہاز کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ مولانا نے اس کو دیکھ کر فرمایا اس پانی کو تو دیکھو کیسا ہے؟ لوگوں نے جو چکھا تو نہایت ٹھنڈا اور شیریں تھا اس پر سب لوگوں نے اپنے اپنے برتن بھر لیے اور جہاز والوں نے بھی اپنے ظروف خوب بھر لیے۔ جب سب بھر چکے تو وہ پانی غائب ہو گیا۔

اس کے بعد لوگوں نے ہوا کی موافقت کیلئے دعا کی درخواست کی پھر آپ نے وہی فرمایا کہ سب دعا کرو میں بھی شریک ہو جاؤں گا مگر میری دعا مٹھائی کے بغیر نہیں چپکتی اس پر کسی اور امیر نے کچھ وعدہ کیا جو مجھے یاد نہیں رہا۔ اس پر آپ نے سب لوگوں کے ساتھ مل کر موافقت ہوا کی دعا کی اور ہوا موافق ہوگئی۔ جہاز کا لنگر کھول دیا گیا اور جتنے دنوں میں اچھی ہوا کی حالت میں جہاز جدہ پہنچتا تھا اس سے بھی نصف دنوں میں ہمارا جہاز جدہ پہنچ گیا۔ (بحوالہ تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۱۲۵-۱۲۶)

عصر سے مغرب تک قرآن ختم کرنا

ایک دفعہ مولانا عبدالحیٔ بڈھانوی رحمہ اللہ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے اوقات میں برکت فرما دیتا ہے۔ وہ بڑے بڑے کام تھوڑے سے وقت میں کر لیتے ہیں اور فرمایا میں اور مولانا اسماعیل رحمہ اللہ عصر سے مغرب تک پورا قرآن ختم کر لیتے ہیں بلکہ مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے عملاً اس کا مظاہرہ کیا اور گومتی کے پل پر ہزاروں کے مجمع میں عصر سے مغرب تک قرآن ختم کر لیا۔ (بحوالہ کتاب: بسرِ دلبراں ص نمبر 54)

Marfat.com

طوائفوں کے کوٹھے پر شاہ شہید رحمہ اللہ کا وعظ

ایک دفعہ شاہ شہید رحمہ اللہ نے دیکھا کہ چند مرد اور عورتیں زرق برق لباس پہنے بیل گاڑیوں پر سوار ہو کر کہیں جا رہے ہیں۔ آپ نے لوگوں سے ان کے متعلق پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں اور کدھر جا رہے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ طوائفیں اور انکے آشنا ہیں جو دہلی کی بڑی طوائف کے پاس ایک تقریب میں شمولیت کیلئے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں آج وہاں جا کر انہیں وعظ کروں گا۔ لوگوں نے کہا: وہاں جانا مناسب نہیں مگر آپ نے کسی کی نہ سنی اور بڑی طوائف کے مکان پر چلے گئے۔ دستک دی، نوکر نے کہا تم کون ہو اور کیا کام ہے؟ آپ نے فرمایا: بڑی بی سے کہہ دو کہ ایک درویش آیا ہے جو تماشا دکھائے گا۔ بڑی بی نے اجازت دے دی۔ اندر داخل ہوئے اور پتہ چلا کہ سب لوگ بالا خانے میں جشن منا رہے ہیں۔ آپ بالا خانے میں تشریف لے گئے۔ چونکہ مشہور و معروف خاندان کے فرد تھے۔ اس لیے ان لوگوں نے آپ کو پہچان لیا ادباً سب کھڑے ہو گئے اور کہا حضور! آپ نے ہمارے ہاں آنے کی زحمت کیوں اٹھائی؟ آپ ارشاد فرماتے تو ہم خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔

آپ نے پہلے قرآن کی تلاوت کی۔ تلاوت سن کر سب نے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ پھر آپ نے زنا کی مذمت کی اور آخرت کے عذابات کا ذکر کیا اور فرمایا' بتاؤ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گی اور جس جس رنڈی کے ساتھ جتنے مردوں نے بدکاری کی ہوگی وہ اس کے ساتھ ہوں گے' پھر آپ نے توبہ کی فضیلت بیان کی اور ''التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ''۔ کی پر تاثیر انداز میں تشریح کی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ **بہت سی طوائفوں نے بدکاری سے توبہ کر کے نکاح کر لیے اور پاکیزہ زندگی اختیار کی۔**

غالباً یہی وہ بڑی طوائف تھی جس کا نام موتی تھا۔ یہ تائب ہوئی اور مجاہدین کی خدمت کیلئے سید احمد شہید رحمہ اللہ اور شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئی۔ چنانچہ دوران جہاد مجاہدین کے گھوڑوں کیلئے دانہ ڈالتی رہی۔ عجیب بات ہے کُجا طوائف اور کُجا چکی پیسنا۔ مگر جب طبائع میں انقلاب آتا ہے تو ایسے ہی ہوتا ہے۔

(بحوالہ کتاب: بِسرِ دلبراں ص 58,57۔ از: مولانا حبیب الرحمان یزدانی)

امام صاحب کی والدہ کی بیعت کا انوکھا قصہ

اس مبارک سفر میں حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے ہمراہ آپ کی والدہ ماجدہ اور ہمشیرہ مکرمہ بھی تھیں۔ والدہ محترمہ مکہ معظمہ پہنچ کر سخت بیمار پڑ گئیں اور ابھی تک آپ نے حضرت سیّد صاحب کے دستِ مبارک پر بیعت نہیں کی تھی بلکہ آپ بیعت سے سخت انکار کرتے ہوئے فرماتی تھیں کہ سیّد صاحب نے تو ہمارے گھر میں بیعت کی ہے اب ہم اُلٹی ان کے ہاتھ پر کیسی بیعت کریں؟ لیکن حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کی دِلی آرزو تھی کہ والدہ صاحبہ، سیّد صاحب رحمہ اللہ کے دستِ مبارک پر بیعت کر لیں، لیکن سعی بسیار اور بے پناہ اصرار کے باعث آپ انکار ہی کرتی رہیں۔ جب امام صاحب رحمہ اللہ کے اصرار پر آپ کا انکار غالب آتا رہا تو انہیں ایک تدبیر سوجھی کہ کیوں نہ اس بارہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے چنانچہ آپنے نہایت الحاح وزاری سے دعا کی۔

Marfat.com

اے اللہ! میری والدہ محترمہ کا شاید آخری وقت ہے۔ نامعلوم کب ان کی رُوح آپ کے پاس پہنچ جائے
،لہٰذا انہیں سیّد صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی توفیق عنایت فرما دے۔

یہ تدبیر کامیاب ثابت ہوئی اور تیرِ دعا نشانہ مراد کو پہنچ گیا۔ چنانچہ ایک رات والدہ صاحبہ نے خواب دیکھا کہ میدانِ حشر کا نقشہ ہے، سر پر آفتاب آگ برسا رہا ہے، گرمی کی شدّت سے لوگوں کا برا حال ہو رہا ہے تاحدِ نگاہ کوئی شجر سایہ دار نہیں کہ سستا لیا جائے اور نہ پانی ہے کہ پیاس کی شدت سے کانٹا بنے ہوئے حلق میں دو قطرے ڈال لیے جائیں۔ آپ بھی دوسرے لوگوں کی طرح سایہ و پانی کی تلاش میں اِدھر اُدھر حیران و سرگردان ہو کر دوڑنے لگیں۔ اچانک دور ایک جگہ گھنا سایہ نظر آیا جہاں ایک خلق کثیر شاداں و فرحاں جلوہ افروز ہے آپ نے کسی سے پوچھا یہ کون سعادت مند ہیں جو اس خزاں کے عالم میں بھی بہار کے مزے لوٹ رہے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ یہ حضرت سیّد احمد رحمہ اللہ اور اُن کے مُریدان باصفا کا مقدس گروہ ہے ؎

گفت ایں جملہ گروہِ احمدی است — سایۂ شاں ظلِ فیضِ سرمدی است
تو از ایشاں شو کہ تاذی شاں شوی — دور کُن افکار تا از ایشاں شوی

خواب دیکھنے کے بعد پریشانی کے عالم میں آپ بیدار ہو گئیں۔ امام صاحب رحمہ اللہ کو بُلا کر خواب سنایا اور فرمایا کہ فوراً سیّد صاحب رحمہ اللہ کو بلا لاؤ تا کہ میں بھی بیعت کر لوں۔ چنانچہ آپ تشریف لائے تو مخدومہ و محترمہ نے بیعت کر لی اس واقعہ کے سات روز بعد پیامِ اجل آ پہنچا اور آپ اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئیں۔ جنت المعلیٰ میں آپ محوِ استراحت ہیں " غفر اللہ لہا"۔

گوشہ نشین دادا اور پوتا

شاہ محمد اسماعیل رحمہ اللہ کی تعلیم وتربیت کی منزلیں ان کے چچا شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کی آغوش محبت میں طے ہوئی تھیں۔ شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کی ایک ہی صاحب زادی تھیں جن کی شادی ان کے بھتیجے مولانا مصطفی سے ہوئی تھی۔ ان کی بھی ایک ہی بیٹی تھیں جو شاہ محمد اسماعیل رحمہ اللہ کے عقد میں آئیں۔ شاہ محمد اسماعیل کے ہاں بھی ایک ہی لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمد عمر رکھا گیا۔ شاہ محمد عمر رحمہ اللہ مزاجاً و طبعاً دنیا اور اہل دنیا سے اسی طرح بے نیاز اور مستغنی تھے جس طرح کہ ان کے جد امجد شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ تھے۔ تمام عمر گوشہ نشین اور لوگوں سے الگ تھلگ رہے۔ (گلستان حدیث ص 61)

حالت جذب کا مکان پر اثر

شاہ محمد عمر رحمہ اللہ اپنے دور کے درویش آدمی تھے اور بعض دفعہ ان پر جذب کا غلبہ ہو جاتا تھا امور مشتبہ سے پرہیز کرتے اور ممنوعات سے دامن کشاں رہتے۔ کسی ایسی جگہ نہ جاتے جہاں کسی شکل میں بھی برائی کا ارتکاب ہوتا ہو۔ اس سلسلے میں نواب مصطفی خاں کا بیان ہے کہ ہم چند احباب جن میں مرزا غالب بھی تھے اپنے بالا خانے میں بیٹھے ہوئے تھے اور مزامیر کے بغیر گانا ہو رہا تھا۔ اتفاق سے مومن خان مومن کہیں سے شاہ محمد عمر صاحب رحمہ اللہ کو پکڑ کر وہاں لے آئے۔ وہ برابر یہ کہتے جاتے تھے کہ "مجھے چھوڑ دو' مجھے چھوڑ دو' مگر مومن خاں نہیں مانتے تھے' آخر ان کو لا کر اس مجلس میں بٹھا دیا۔ گانا برابر ہوتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد

Marfat.com

شاہ محمد عمر صاحب رحمہ اللہ نے جسم کو ایک بہت ہی معمولی سی حرکت دی' اس کے اثر سے سارا مکان ہل گیا۔ اس پر حاضرین مجلس کچھ پریشان سے ہوئے یہ بھی خیال ہوا کہ شاید شاہ صاحب کی جنبش کا اثر ہو۔ یہ بھی کہا جانے لگا کہ ممکن ہے زلزلے کا جھٹکا ہو۔ مگر سب کی توجہ شاہ محمد عمر رحمہ اللہ کی طرف ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے دوبارہ جسم کو حرکت دی جو پہلی حرکت سے زیادہ تھی۔ اس سے پھر مکان ہلا اور پہلے کی نسبت زور سے ہلا۔ اب سب کو یقین ہوگیا کہ یہ سب شاہ محمد عمر رحمہ اللہ کی حرکت کا اثر ہے۔

تھوڑی دیر بعد ذرا اور زور سے جسم کو حرکت دی تو اس سے مکان کو اور زور سے حرکت ہوئی۔ یہاں تک کہ کڑیاں بھی بول گئیں اور طاقوں وغیرہ میں جو شیشے اور آلات وغیرہ پڑے تھے وہ کھن کھن کر کے گرنے لگے۔ اس پر کسی نے شاہ محمد عمر رحمہ اللہ سے کہا "یہ کیا؟" فرمایا "میں تو پہلے کہتا تھا کہ "مجھے چھوڑ دو' مجھے مت بٹھاؤ" یہ الفاظ کہے اور اٹھ کر چلے گئے۔

شاہ محمد عمر رحمہ اللہ نماز نہایت خشوع وخضوع سے پڑھتے تھے۔ میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مولوی محمد عمر کے زہد وعبادت کا یہ حال تھا اور نماز اس طرح اطمینان سے پڑھتے تھے کہ رکوع وسجود اس قدر طویل ہوتے کہ اس اثنا میں عام آدمی "سبحان ربی العظیم" اور "سبحان ربی الاعلی" ستائیس اٹھائیس مرتبہ پڑھ لیتا۔ (گلستان حدیث ص 62)

دنیا سے بے رغبتی

صاحبزادہ گرامی شاہ محمد عمر صاحب رحمہ اللہ انتہائی عابد وزاہد اور تہجد گزار وشب زندہ دار تھے۔ ساری زندگی قناعت، عفاف، توکل، استغناء تبتل الی اللہ اور دنیا سے بے رغبتی کے ساتھ گزار دی۔ حتیٰ کہ ابو مظفر تیموری رحمہ اللہ بادشاہ نے اکثر آپ کی ملاقات کی تمنا کی اور اراکینِ سلطنت کے ہاتھ پیغام ملاقات بھیج کر قلعہ کو قدومِ میمنت لزوم سے نوازنے کی استدعا کی مگر آپ نے جواب میں یہی فرمایا کہ جس باپ کی نسبت سے بادشاہ مجھ سے ملاقات چاہتے ہیں ان کی بزرگی اور تقدس مجھ میں نہیں ہے اسی عذر کے پیش نظر آپ کبھی ملاقات کیلئے نہ گئے۔ (بحوالہ تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۶۶۔۶۷)

خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت

خاں امیر شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مفتی صدر الدین صاحب رحمہ اللہ کی زبانی یہ بیان فرمایا ہے، مشہور تھا کہ مولوی محمد عمر صاحب رحمہ اللہ کو جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت زیارت ہوتی ہے اس پر میں اور امام صاحب رحمہ اللہ جامع مسجد اور دو دوسرے اشخاص نے اصرار کیا کہ ہم کو بھی زیارت کرا دیجئے مگر مولوی محمد عمر صاحب نے منظور نہ کیا لیکن ہم نے اپنا اصرار برابر جاری رکھا۔ ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع مسجد کے منبر پر تشریف فرما ہیں اور مولوی محمد عمر رحمہ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مورچھل جھل رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ صدر الدین آؤ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرلو اور بعینہ یہی خواب امام صاحب

اسلاف کے اقوال مضبوط سند ہیں

حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اساتذہ کرام کے اقوال سند کے طور پر پیش کرتے۔ اس پر کوئی طالب علم اگر یہ کہہ دیتا کہ 'حضرات' کا کہنا سند نہیں ہوسکتا' اصل سند تو قرآن وحدیث ہے۔ تو خفگی کے انداز میں فرماتے: تم ان کے متعلق ایسی بات کرتے ہو؟ کیا یہ حضرات گھاس کاٹنے والے تھے؟ کیا وہ یونہی باتیں بناتے تھے؟ (دبستان حدیث: ص ۷۴)

Marfat.com

رحمہ اللہ نے دیکھا اور اسی طرح ان دوسرے اشخاص نے دیکھا۔ جب صبح ہوئی تو میں امام صاحب کی طرف چلا تا کہ ان سے یہ خواب بیان کروں اور وہ اپنا خواب بیان کرنے کیلئے میری طرف چلے اور وہ دوسرے اشخاص بھی ہماری طرف چلے۔ اتفاق سے راستہ میں ایک مقام پر ہم سب مل گئے اور میں نے کہا کہ میں تمہارے پاس جا رہا تھا۔ رات میں نے یہ خواب دیکھا ہے انہوں نے کہا کہ ہم تمہارے پاس آ رہے تھے ہم نے بھی بعینہٖ یہی خواب دیکھا ہے۔ اب ہم سب مل کر مولوی محمد عمر صاحب رحمہ اللہ کے مکان پر آئے تو اس وقت مولوی صاحب رحمہ اللہ اپنے مکان کے سامنے ٹہل رہے تھے ہم نے ان سے یہ خواب بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ نہیں میں ایسا نہیں ہوں اور یہ کہتے ہوئے بھاگ گئے۔ (بحوالہ تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۶۷)

متصوف مجاہدین کو اعمال کی تلقین

شہادت سے ایک دن پہلے عشاء کی نماز کے بعد سیّد صاحب رحمہ اللہ اور امام صاحب رحمہ اللہ نے کھانا تناول فرمایا۔ فراغت کے بعد امام صاحب رحمہ اللہ سے بھی آرام فرمانے کیلئے کہا گیا لیکن ابھی تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ سیّد صاحب رحمہ اللہ نے آواز دی۔ ایک مجاہد حاضر ہوئے ان سے کہا میاں صاحب (امام اسماعیل رحمہ اللہ) کو بلایئے۔ آپ تشریف لائے تو فرمایا کہ شبخون کی تجویز زیادہ موزوں معلوم ہوتی ہے اس لیے آپ بستی سے باہر گڑھی میں قیام فرمایئے ہم وہاں آدمیوں کو بھیج دیتے ہیں۔ آپ گڑھی تشریف لے گئے تو سیّد صاحب رحمہ اللہ نے تین سو غازی اور چار سو ملکی روانہ فرما دیئے۔ **روانگی کے وقت حسب معمول سیّد صاحب رحمہ اللہ نے ہر ایک کو گیارہ گیارہ دفعہ سورۂ قریش پڑھ کر اپنے اوپر دم کرنے کا حکم دیا۔** امام صاحب رحمہ اللہ نے غازیوں کو گڑھی کے باہر میدان میں جمع کیا اور بڑے عجز والحاح کے ساتھ دیر تک برہنہ سر دعا میں مصروف رہے پھر ایک رہبر کی رہنمائی میں سوئے منزل چل پڑے۔ (بحوالہ تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۱۹۹)

مزار پرانوار

امام اسماعیل صاحب رحمہ اللہ کا مدفن ست بنے نالے کے کنارے بلندی پر واقع ہے۔ کچھ عرصہ ہوا ہے محکمہ اوقاف نے مزار کا فرش پختہ کر دیا ہے اور پتھروں کا خوبصورت اور مضبوط پشتہ بنا دیا ہے۔ سڑک اور مزار کے درمیان ایک بہت بڑا پہاڑی نالہ ہے جس کی وجہ سے مزار تک پہنچنا خاصا دشوار ہے، اگر اس نالہ پر کوئی پل وغیرہ کا انتظام ہو جائے تو اچھا ہے تا کہ زیارت کرنے والوں کی یہ دشواری ختم ہو جائے اور وہ بآسانی مزار تک پہنچ کر دعا کر سکیں۔ شہادت کے کافی مدت بعد تک مدفن کا علم نہ تھا۔ ۱۸۹۳ء میں خان عجب خاں مانسہرہ میں نائب تحصیل دار متعین ہو کر آئے تو انہوں نے سیّد صاحب رحمہ اللہ اور امام صاحب رحمہ اللہ کی قبروں کی سند رسیدہ اور واقفِ حال آدمیوں کو مجتمع کر کے پوری تحقیق کی اور دونوں قبروں پر ایک ایک کتبہ نصب کیا۔ امام صاحب رحمہ اللہ کی قبر پر انہوں نے جو کتبہ لگوایا وہ ناتراشیدہ پتھر پر ٹیڑھے اور ترچھے حروف میں لکھا ہوا ہے اور اب قبر کی چار دیواری میں مشرقی جانب ہے۔ (بحوالہ تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۲۲۷)

امام صاحب کی مخالفت سے رجوع

مولانا وجیہہ الدین سہارنپوری رحمہ اللہ مشہور حنفی عالم ہیں۔ آپ مولانا عبدالحیٔ صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، سندِ

Marfat.com

فراغت بھی انہی سے حاصل کی۔ مدت تک سہارنپور میں درس و تدریس میں مشغول رہے۔ مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ کے آپ تایا اور استاد تھے۔ انہوں نے ''صحیح بخاری'' کا درس آپ سے لیا تھا۔ آپ ابتداً حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے مخالف تھے حتیٰ کہ ''تقویۃ الایمان'' کا رد بھی لکھا لیکن بعد میں **مخالفت سے تائب ہو گئے اور اپنی کتاب دہلی میں جا کر حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے سامنے پھاڑ ڈالی** اور اس روز سے حضرت امام صاحب کے عاشقِ زار بن گئے۔

(بحوالہ تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید ص: ۳۴۹)

قارئین! آپ نے مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات کے چیدہ چیدہ پہلوؤں کا بغور مطالعہ کیا۔ بتائیں پھر آپ کس نتیجے پر پہنچے؟ مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے اہل حدیث ہونے میں کس کو شک ہے؟ ان کی فضیلتِ علمی کا اعتراف کس کو نہیں؟ ان کے مجاہد و شہید ہونے سے کون انکاری ہے؟ اس کے باوجود انکے ہاں نسل در نسل تصوف پر عمل ہوتا رہا اور انکے خاندان کا ہر ستارہ آسمان ولایت پر صوفیاء کی شکل اختیار کر کے صدیوں سے چمک رہا ہے۔ سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے باب میں یہ بات کی جا چکی ہے کہ اس وقت برصغیر پاک و ہند میں جتنے بھی علماء موجود ہیں، ان سب کی سندِ حدیث اوپر جا کر حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے ملتی ہے تو جہاں آپ نے ان سے صدیوں پرانی حدیث لی، وہاں صدیوں پرانا تصوف بھی لے لیں، کیا حرج ہے؟؟؟ (از: مرتب)

(13) حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ و جانشین: عارف باللہ حضرت عبداللہ صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

بانی: مدرسہ غزنویہ امرتسر

قارئین! اس وقت ہمارے زیب عنوان وہ شخصیت ہے جن کے متعلق عظیم حنفی عالم دین مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''امام عبدالجبار جب اللہ جل شانہ کا نام لیتے تھے تو بے ساختہ جی چاہتا کہ سر کو انکے قدموں میں رکھ دیا جائے'' (بحوالہ چمنستان حدیث ص ۱۱۳) جن کے بارے جلیل القدر محدث حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ ''مدرسہ غزنویہ میں جا کر کچھ ہی دنوں میں مجھ پر حضرت الامام رحمہ اللہ کی صالحیت کے وہ اثرات رونما ہوئے کہ میں سوچ میں پڑ گیا، جو لوگ یہاں مدت سے رہ رہے ہیں وہ شدتِ تاثر سے تڑپ تڑپ کے مر کیوں نہیں گئے'' جنہیں قرآن و حدیث سے اتنی محبت تھی کہ ان کے مدرسہ میں منطق و فلسفہ کی تعلیم پر پابندی تھی، جنہوں نے اپنے دور میں اٹھنے والے فتنہ انکارِ تصوف کا قرآن و صحیح احادیث کے دلائل پیش کر کے بروقت خاتمہ کر دیا اور یہ وہ ہستی ہیں جنہیں حضرت شیخ الکل سید میاں نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مغفرت کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ آیئے ہم بھی ان کے دل میں بسنے والی قرآن و حدیث کی محبت، تصوف کی اہمیت اور عشق الٰہی کی آگ سے تھوڑی حرارت حاصل کرتے ہیں۔ (از: مرتب)

Marfat.com

ولادتِ باسعادت

حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے اپنی صالحیت اور جلالتِ قدر کی بناء پر امام صاحب کے پرعظمت لقب سے شہرت پائی۔ 1268ھ (1852ء) میں افغانستان کے قریہ صاحبزادگان میں پیدا ہوئے جو اعمال غزنی میں واقع تھا۔ آپ حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند دلبند تھے' جن کی ولادت اور قبولیت دعا وظہور کرامات کے بہت سے واقعات زبان زد عوام وخواص ہیں۔ محض تبلیغ توحید کی وجہ سے اس عہد کے والیٔ افغانستان نے ان کو جیل میں بند کر دیا تھا اور اس مرد درویش کو شدید ترین سزائیں دی گئی تھیں۔ والد ذی شان کے ساتھ ان کے تین بیٹے (مولانا محمد' مولانا عبداللہ اور زیب عنوان مولانا عبدالجبار غزنوی) دو سال جیل میں قید رہے۔ پھر ایسا ہوا کہ اس خاندان کو افغانستان کے حکمرانوں نے وہاں سے نکال کر پشاور کی طرف دھکیل دیا۔

حصول علم وفیض

مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی اور اس سے کچھ آگے کے درجات کی کتابیں اپنے دو بڑے بھائیوں سید محمد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور سید احمد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ بعد ازاں والد رفیع المنزلت حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے اصول فیض کیا۔ پھر دہلی کو روانہ ہوئے اور حضرت میاں سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شرکت فرمائی۔ اس سے قبل ان کے والد عالی قدر بھی ان سے بعض کتب حدیث پڑھ چکے تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتب حدیث کی تکمیل بھی کی اور بعض دیگر علوم بھی پڑھے۔ ابھی بیس سال کو نہیں پہنچے تھے کہ فارغ التحصیل ہو گئے اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سند لی۔ (چمنستان حدیث' ص: 111)

مسند درس سے فیض پانے والے

نہایت ذہین اور کثیر المطالعہ تھے' قوت ادراک اور سرعت فہم میں اپنے تمام ہم درس طلباء سے بازی لے گئے تھے۔ سندِ فراغ لینے کے بعد امرتسر آئے اور امور دنیا سے منقطع ہو کر قرآن وحدیث کی تدریس میں مشغول ہو گئے۔ دنیوی مال ومنال سے کوئی تعلق نہ تھا' حریم قلب میں صرف ایک ہی جذبہ کارفرما تھا اور وہ تھا "اللہ تعالیٰ کی عبادت اور شائقین علوم کو مستفید فرمانے کا جذبہ صادقہ۔" چنانچہ بے شمار لوگوں نے ان کی خدمت میں حاضری دی۔ جنہوں نے ان سے تحصیل علم بھی کی اور اعمال خیر کی دولتِ بے بہا سے بھی مالا مال ہوئے۔ ان خوش بخت حضرات کی طویل فہرست میں حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا نیک محمد رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد علی لکھوی مدنی رحمۃ اللہ علیہ' استاد پنجاب مولانا عطاء اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد حسین ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ' مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل المرتبت حضرات شامل ہیں۔ انہوں نے اپنے استاذ عالی قدر سے حصول فیض کے بعد خود تدریس کی مسندیں آراستہ کیں اور لاتعداد علماء وطلباء کو مستفید فرمایا اور ان کی ذہنی وفکری تربیت کی۔

حیرت انگیز سہو یا اسلاف بیزاری کا مرض؟

حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم خاندان کے عظیم فرزند تھے۔ ان کی آل اولاد پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص کرم

Marfat.com

ہے کہ ان کے تمام ارکان (مرد و زن) علم کی نعمتِ فراواں سے متمتع ہیں اور حضرت مرحوم و مغفور کے فیض یافتگان اور تلامذہ کی تعداد بھی ہمارے جیسے لوگوں کی گنتی سے باہر ہے' لیکن حیرت کی بات ہے کہ ان میں سے کسی نے ان کے حالات زندگی تحریر نہیں کئے۔ نزہۃ الخواطر کی آٹھویں جلد میں چند سطروں میں ان کا ذکر کیا گیا ہے' جن کا ترجمہ ابھی خوانندگان محترم کی نظر سے گزرا' لیکن یہ ایک چھوٹا سا متن ہے' جس کی شرح کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ ان کے والد گرامی حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے تو بہت سے واقعات حیات سے ہم مطلع ہیں جو میں نے اپنی کتاب فقہائے ہند میں نویں جلد میں لکھے ہیں اور صفحہ 147 سے 219 تک 73 صفحات پر مشتمل ہیں۔ یہ کتاب 1984ء میں چھپی اور کچھ عرصہ (سید عثمان غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے دور اہتمام میں) دار العلوم تقویۃ الاسلام لاہور کے نصاب میں بھی شامل رہی۔ اس کتاب کے علاوہ سید ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تالیف ''تذکرہ حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ'' میں ان پر لکھا ہے اور خوبصورت اسلوب میں لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس خدمت پر جزائے خیر عطا فرمائے لیکن کسی لائق احترام بزرگ نے حضرت سید عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندانِ گرامی میں سے نہ حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کچھ تحریر فرمایا' نہ مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کچھ لکھا اور نہ حضرت کے کسی اور فرزند کے بارے میں معلومات بہم پہنچانے کی کوشش فرمائی، حالانکہ ان سب سے شائقین علم نے استفادہ کیا۔ ہم اسے ان حضرات کا سہو ہی قرار دے سکتے ہیں جو بظاہر حیرت انگیز سہو ہے۔ (چمنستان حدیث' ص: 111-113)

چند ایمان افروز واقعات

مولانا عبدالجبار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق میں نے عرصہ ہوا دو واقعات سنے تھے' جن کے راوی نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ایک واقعہ یہ ہے کہ جب ندوۃ العلماء کا امرتسر میں پہلا جلسہ ہوا تو مولانا سید عبدالجبار صاحب رحمۃ اللہ علیہ بقید حیات تھے اور قرآن مجید کا درس دیتے تھے۔ یہ درس بہت سادہ اور بے تکلف ہوتا تھا' مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ اس درس میں شریک ہوئے۔ واپس آ کر انہوں نے شیروانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا کہ مولانا عبدالجبار صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی زبان سے جب اللہ تعالیٰ کا نام لیتے تھے اور نام پاک ''اللہ'' ان کی زبان سے نکلتا تھا تو بے اختیار جی چاہتا تھا کہ سر ان کے قدم میں رکھ دیا جائے۔

ولی کو ولی کی طرف کشش

ندوۃ العلماء کے اس جلسے میں شریک ہونے والے علماء اور باہر کے مہمانوں کی کسی جگہ دعوت تھی۔ ایک بہت بڑا طویل دالان تھا جس میں کئی درجے تھے' ایک طرف کے بیٹھنے والے دوسری طرف کے بیٹھنے والوں کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ ایک درجے میں مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ بانی و ناظم ندوۃ العلماء شریک دستر خوان تھے۔ دوسری طرف ایک دوسرے درجے میں کچھ اور مہمان تھے' کھانے سے فارغ ہونے کے بعد مولانا محمد علی صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے شیروانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ جس طرف آپ بیٹھے تھے' اس طرف اور کون کون تھا؟ انہوں نے چند معزز ین علماء کے نام لئے' مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر ایک کے نام پر فرماتے تھے کہ کوئی اور بھی تھا؟ جب انہوں نے مولانا عبدالجبار غزنوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا تو مولانا نے فرمایا کہ ہاں۔۔۔ اسی وجہ سے میرا دل بے اختیار اس طرف کھینچ رہا تھا۔ (چمنستان حدیث' ص: 113)

Marfat.com

جوانی میں صحبتِ صالحین کا شوق

1990ء میں مَیں میٹرک پاس کر کے لاہور گورنمنٹ کالج میں داخل ہوا تو حسن اتفاق سے دو تین ایسے اچھے رفقاء مل گئے جو ہم مشرب اور عقائد و اعمال کے لحاظ سے منجھے ہوئے تھے۔ پہلا سال تو یوں گزر گیا' لیکن دوسرے سال سے تو میرا اور میرے دو دوستوں (مولوی عبدالعزیز اور منہاج الدین رجسٹرار پشاور یونیورسٹی' دونوں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو چکے ہیں' اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں قبول فرمائے) کا عام طور سے وطیرہ یہ ہو گیا تھا کہ جمعہ کے روز کالج میں ایک آدھ لیکچر سنا اور پھر کھسک گئے۔ جمعہ کی نماز امرتسر جا کر حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پڑھتے اور پھر دو ایک گھنٹے ان کی صحبتِ بابرکت سے فیض یاب ہو کر لاہور واپس آ جاتے۔ میرے خاندانی روابط کی وجہ سے میں خاص طور پر موردِ عنایات تھا۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ ہم تینوں دوست ڈاڑھی منڈواتے تھے لیکن مجھے نہیں یاد کہ ان دو تین سالوں میں مولانا مرحوم نے ہم میں سے کسی ایک کو بھی ڈاڑھی منڈوانے پر ڈانٹا ہو۔ اگر کہا تو عام اتباع سنت پر زور دیا کہ دین سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے۔ مجھے یاد نہیں کہ آپ نے خطبے میں کسی قسم کی درشت نکتہ چینی کسی شخص یا کسی فرقے پر کی ہو۔ رحمہ اللہ علیہ و علی آبائہ

صوفیاء کا معیارِ نسبت

حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے فرزندان گرامی سادہ زندگی بسر کرتے تھے' یہی ان کا شعار اور یہی ان کی پہچان تھی۔ وہ بہت بارعب' خوب رو' وجیہ اور حسین و جمیل لوگ تھے۔ علم و فضل اور فہم و ذکاوت سے بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو خوب نوازا تھا' للٰہیت' خوفِ خدا اور تقوے کی نعمت سے بھی مالا مال تھے' عزت و تکریم میں بھی بارگاہِ الٰہی سے حصہ وافر عطا ہوا تھا' لیکن اس کے باوجود نہایت منکسر اور متواضع تھے' ان سے برصغیر کے بعض نوابوں اور رئیسوں نے رشتہ داریاں قائم کرنے کی کوشش کی اور کئی اونچے خاندان ان سے تعلقات مناکحت پیدا کرنے کیلئے ساعی ہوئے' مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ نہ کسی دولت مند کو لڑکی دی اور نہ کسی امیر کے گھر اپنے کسی بیٹے کی شادی کی۔ شادی اور نکاح کے سلسلے میں ان کا ایک ہی معیار تھا اور وہ تھا تقویٰ' نیکی اور صالحیت۔ ذات پات یا دنیا کے مال و دولت کو اس باب میں ان کے نزدیک کوئی حیثیت حاصل نہ تھی' جو شخص ان کے خیال میں ان اوصاف کا حامل ہوتا' اس سے رشتہ داری قائم کر لیتے۔ اس سلسلے کا ایک واقعہ (یا لطیفہ) مجھے مولانا سید داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے سید عثمان غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا۔

سنت کے مطابق نکاح میں سادگی

یہ حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی پوتے تھے اور انہوں نے اپنے جد امجد کو دیکھا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسے میں ایک شخص مولانا محمد حسین ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ تھے' جو حضرت سے تعلیم حاصل کرتے رہے تھے' ان میں دنیوی وجاہت کی کوئی چیز نہ تھی' البتہ نیک اور عالم دین تھے۔ ایک دن حضرت مولانا نے ان سے فرمایا مولوی محمد حسین آج عصر کے بعد میں تجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا چاہتا ہوں' اگر تم اس پر راضی ہو تو یہیں مسجد میں رہنا۔ مولانا محمد حسین

Marfat.com

ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے یہ بات بالکل خلافِ توقع تھی' وہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے' حضرت کی زبان سے یہ لفظ سن کر (عثمان غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول) وہ کانپنے لگے اور ان پر اتنی دہشت طاری ہوئی کہ حضرت کے فرمان کا جواب نہ دے سکے۔ انہوں نے تسلی دی اور فرمایا گھبراؤ نہیں' عصر کے بعد یہیں یہ سنت ادا ہوگی۔

مخلص مرید کی لاعلاج مریض سے شفایابی

مئی 1949ء کی بات ہے' مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ضلع شیخوپورہ کے ایک قصبہ فیروز وٹواں جانے کیلئے تیار ہوئے تو ازارہ کرم مجھے بھی ساتھ لے گئے۔ ہم وہاں ایک بزرگ ملک احمد خاں کے مہمان تھے جو وٹو برادری سے تعلق رکھتے تھے' وہاں کے وہ نمبردار تھے اور مولانا کے والدِ گرامی حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ اب وہ اور ان کے خاندان کے لوگ مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ عقیدت وارادت میں شامل تھے۔ ملک احمد خاں بوڑھے آدمی تھے' دراز قامت اور وجیہ' ہم دو دن وہاں رہے' مجھ سے وہ مانوس ہو گئے تھے' میں نے **باتوں باتوں میں ان سے پوچھا کہ آپ غزنوی خاندان کے حلقہ ارادت میں کیسے شامل ہوئے اور ان کی کون سی ادا آپ کو پسند آئی؟** اس کا انہوں نے جو جواب دیا وہ انہی کے الفاظ میں عرض کرتا ہوں' فرق صرف یہ ہے کہ انہوں نے یہ باتیں پنجابی میں بیان کی تھیں' میں اردو میں ان کا ترجمہ کر رہا ہوں۔

بولے: میں اٹھارہ سال کی عمر کا تھا کہ گنٹھیا کے موذی مرض میں مبتلا ہو گیا' والد صاحب نے بہت علاج کرائے مگر آرام نہ آیا۔ وہ حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند تھے' انہیں یقین تھا کہ ان کی دعا کو اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت سے نوازتا ہے اور وہ بیمار کیلئے دعا کریں تو اللہ تعالیٰ اسے صحت عطا فرماتا ہے۔

اس زمانے میں گھوڑے کے سوا ہمارے گاؤں سے امرتسر جانے کا کوئی ذریعہ نہ تھا' شام کے وقت میرے والد صاحب نے گٹھڑی کی شکل میں مجھے گھوڑی پر رکھا اور امرتسر کو چل پڑے۔ ہم امرتسر مسجد غزنویہ میں پہنچے تو فجر کی جماعت ہو رہی تھی۔ والد صاحب نے مجھے گھوڑی کی پیٹھ سے اٹھایا اور مسجد کے صحن میں رکھ دیا' گھوڑی باہر باندھی اور خود وضو کر کے جماعت میں شریک ہو گئے' جو بزرگ جماعت کرا رہے تھے' وہ اس قدر درد اور سوز سے قرآن مجید پڑھتے تھے کہ دل ان کی طرف کھنچا جاتا تھا' نماز کے بعد اس بزرگ نے میری طرف دیکھا تو پوچھا یہ کون شخص ہے؟ والد صاحب نے کھڑے ہو کر تمام صورتحال بیان کی اور نہایت ادب سے دعا کیلئے درخواست کی۔ پاک باز بزرگ نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے' جیسے جیسے وہ دعا مانگ رہے تھے' مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جوڑوں کی بندش کھل رہی ہے۔ تین دن اور تین راتیں ہم وہاں رہے' ہمارا کھانا ان کے گھر سے آتا تھا' گھوڑی کیلئے چارے کا انتظام بھی وہی کرتے تھے' تین دن کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں تندرست تھا' گھوڑی پر سوار ہو کر امرتسر سے اپنے گاؤں فیروز وٹواں آیا۔ دعا کرنے والے شخص مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب تقویٰ والد مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ تھے' جن کی صالحیت کی بناء پر لوگ انہیں امام صاحب کہہ کر پکارتے تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضل اور امام صاحب کی دعا سے جسمانی حالت کے ساتھ ساتھ ہماری روحانی دنیا بھی بدل چکی تھی، اس وقت سے لیکر ہم ان کے مرید ہیں اور یہ ہمارے مرشد۔

Marfat.com

قارئین! آپ نے یہاں دو باتیں نوٹ کی ہوں گی کہ ایک تو اہل حدیث مرشد مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ باقاعدگی سے اپنے مریدین کے ہاں جایا کرتے تھے دوسری یہ کہ مولانا اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی شروع ہی سے متصوفانہ مزاج تھا جو وہ ہر شخص سے یہ سوال کرتے تھے کہ آپ نے کہاں سے روحانی فیض پایا اور کس طرح اپنے مرشد کے مرید بنے؟ (از: مرتب)

صرف ایک دعا سے تقدیر کا بدلنا

ایک بزرگ عزیز اللہ صاحب 1958ء میں اپنے عزیزوں سے ملاقات کیلئے ہندوستان کے شہر مدراس سے کراچی آئے۔ کراچی سے عازم لاہور ہوئے' لاہور کے سفر کا مقصد مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور علمائے اہل حدیث سے ملاقات تھا۔ وہ ہفت روزہ ''الاعتصام'' کے خریدار تھے اور میں اس وقت اس اخبار کا ایڈیٹر تھا۔ وہ ''الاعتصام'' کے دفتر آئے اور اپنا نام اور پتا بتایا' میں ان کے نام سے واقف تھا' الاعتصام کے ایڈیٹر کی حیثیت سے وہ بھی میرے نام سے آشنا تھے' میں نے ان کو اعزاز سے بٹھایا اور مدراسی ہونے کی وجہ سے ان کی خدمت میں مچھلی پیش کی۔ مولانا غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اس دن لاہور سے باہر تشریف لے گئے تھے' میں نے مولانا کے ساتھ ان کی عقیدت کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ 1910ء کے آس پاس مدراس سے تین آدمی چمڑے کی تجارت کے سلسلے میں امرتسر آئے تھے' ان میں سے ایک کا نام اسماعیل تھا۔ اسماعیل فجر کی نماز روزانہ مسجد غزنویہ میں حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء میں پڑھتے تھے' ایک روز امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا: آپ کون ہیں، کہاں کے رہنے والے ہیں اور یہاں کیا کام کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میرا نام اسماعیل ہے' مدراس کا رہنے والا ہوں اور یہاں چمڑے کی تجارت کی غرض سے آیا ہوں۔ ان کی بات سن کر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ اگر دعا خلوص قلب سے کی جائے اور گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ کے حضور کسی چیز کی التجا کی جائے تو لازماً اپنا رنگ دکھاتی ہے اور خارج میں اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ اس دعا کا نتیجہ بھی یہی نکلا اور اللہ تعالیٰ نے اسے شرف قبول سے نوازا۔ عزیز اللہ اور اس کے بعد مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ اسماعیل کہا کرتے تھے کہ **جب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ دعا مانگ رہے تھے' مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ گویا دولت میری جھولی میں گر رہی ہے۔** وہ بزرگ ''کاکا اسماعیل'' تھے' مدراس کی بولی میں ''کاکا'' سیٹھ کو کہا جاتا ہے۔

کاکا اسماعیل مسلکاً اہل حدیث تھے اور نہایت نیک آدمی تھے' صوبہ مدراس کے ضلع ارکاٹ کے رہنے والے تھے' ان کے والد کا نام محمد عمر تھا۔ وہاں کئی ایکڑ زمین خرید کر اسے آباد کیا گیا اور محمد عمر کے نام کی مناسبت سے اس قصبے کا نام ''عمر آباد'' رکھا گیا۔ پھر ''جامعہ دارالسلام'' کے نام سے وہاں ایک بہت بڑا دارالعلوم قائم کیا جو اب تک کامیابی سے چل رہا ہے اور اس کا شمار ہندوستان کے مشہور اسلامی مدارس میں ہوتا ہے۔ مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ بتایا کہ آزادی ملک سے پہلے جامعہ دارالسلام کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد میں انہیں باقاعدہ دعوت شرکت دی جاتی تھی' وہ وہاں جاتے تو کاکا اسماعیل اور ان کے خاندان کے لوگ انتہائی احترام سے پیش آتے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کا واقعہ ضرور بیان کرتے۔

Marfat.com

بزرگ کا دشمنوں پر رعب

1910ء کے لگ بھگ کی بات ہے کہ لاہور کی چینیاں والی مسجد پر بعض منکرین حدیث نے قبضہ کرنے کی کوشش کی' مسجد کی مجلس انتظامیہ کے چند ارکان حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں امرتسر پہنچے کہ اس موقع پر ان کی مدد کی جائے' حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے جمعۃ المبارک کے روز مسجد چینیاں والی آنے اور اس میں جمعہ پڑھانے کا فیصلہ کیا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ وہاں فساد کا خطرہ ہے' آپ تشریف نہ لے جائیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے دین کا معاملہ ہے' ان شاء اللہ فساد نہیں ہوگا' اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا۔ چنانچہ جمعہ کا خطبہ شروع ہونے سے پہلے آپ تشریف لائے اور **جو مخالف لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کران پر اتنا رعب طاری ہوا کہ فوراً مسجد سے نکل گئے۔** حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں جمعہ پڑھایا تو مسجد کی انتظامیہ کے ارکان نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ آپ مستقل طور پر یہیں تشریف لے آئیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں امرتسر میں مدرسے میں پڑھاتا بھی ہوں اور بعض دیگر خدمات بھی سرانجام دیتا ہوں' لہٰذا میں تو یہاں نہیں آسکتا البتہ اپنے چھوٹے بھائی مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو یہاں بھیج دیتا ہوں۔ چنانچہ 1910ء میں مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اس مسجد کے خطیب و امام کی حیثیت سے یہاں آگئے اور تادم آخریں (1930ء تک) امامت و خطابت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ (چمنستان حدیث' ص: 113 تا 118)

قارئین! حدیث میں آتا ہے کہ ''من تواضع للہ رفعہ اللہ'' مفہوم: جو شخص جتنا زیادہ اللہ جل شانہ سے ڈرتا ہے، اللہ جل شانہ اسے اتنے بلند مقام پر فائز کر کے اسکا رعب لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔ حضرت الامام غزنوی رحمۃ اللہ علیہ بھی تصوف پر مسلسل عمل کی برکت سے اسی مقام پر فائز تھے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ خشیت کا تصوف سے کیا علاقہ؟ آپ نے قرآن مجید میں اللہ جل شانہ کا ارشاد پڑھا ہوگا کہ ''انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء'' یعنی اللہ جل شانہ کی خشیت ان بندوں پر طاری ہوتی ہے جو علم والے ہیں۔ اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ علم خشیت سے آتا ہے اور خشیت ہمیشہ معرفت سے ملتی ہے اور یاد رکھنا چاہئے کہ معرفت صرف کثرت ذکر الٰہی سے نصیب ہوتی ہے۔ حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے مطابق کثرت سے ذکر کرتے تھے اس لیے ان پر علم' خشیت' معرفت' امامت' تصوف' طریقت اور حقیقت کی تمام راہیں کھلی ہوئی تھیں۔ (از: مرتب)

حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے تصوف و معرفت بھرے خطوط

بھائی کو صوفیانہ اعمال کی تلقین

مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام مکتوب:

از عبدالجبار برادر با تمکین عبدالواحد سلمہ اللہ رب العالمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

Marfat.com

امابعد و الحمدللہ علی العافیۃ' عافیتک مطلوبۃ۔

بھائی! میں تم سے بہت خوش ہوں' اللہ تعالیٰ تم سے خوش ہو اور اپنی محبت دے اور رضامندی کے کام لے اور سب آفتوں سے بچا دے اور دونوں جہان کی خوبیاں عنایت فرمادے۔آمین!

بھائی! زندگانی فانی ہے اور موت بالیقین آنی ہے' ہر شخص کو مرنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملنا ہے اور موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں۔ پس اس کی تدبیر وقت سے پہلے ضرور ہے' موت کے بعد تو کچھ بن نہ سکے گا۔

بھائی! اس کی تدبیر یہ ہے کہ ایمان کامل' اعمال صالح' اخلاص نیت' اتباع سنت' آخرت کی رغبت' دنیا کی نفرت' نیک صحبت کی محبت' بدصحبت سے عداوت' قرآن کی تلاوت' حدیث کی مزاولت' ذکر اللہ کی کثرت' لغو کلام کی قلت' خلق کی نصیحت' علماء وصلحا کی صحبت' عبادت کی ہمت' حق کہنے کی جرأت' عفو وسماحت' حلم وسخاوت' فہم وفراست' خلق ومروت' زہد وتقویٰ' تواضع وحیاء' قناعت و شکر' شجاعت' خوف وخشیت' استغفار وانابت' رجوع الی اللہ' بے تعلقی از ماسوی اللہ' دعائے حسن ختام وتمنائے موت براسلام۔

بھائی! صحت وجوانی اور فراغت اور بے فکری کو غنیمت جانو اور آخرت کا توشہ اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی اس میں حاصل کرو۔

بھائی! علم دین کے برابر دنیا میں کوئی دولت نہیں' اسی سے بندہ اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتا ہے اور شرع کے احکام جانتا ہے' اسی علم سے حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر شرف ہوا۔ اسی علم سے انسان حضرت آدم علیہ السلام کا خلیفہ ہوا۔ اسی علم سے عالم ورثۃ الانبیاء ہیں۔ اسی علم سے عالم ہادیٔ راہِ ہدیٰ اور مقبول خدا ہیں۔

بھائی! پس اس علم کی تحصیل میں بہت محنت وکوشش کرو تاکہ علماء کو اہل حق کے رتبے نصیب ہوں۔

بھائی! آدمی بغیر علم کے نکما ہے اور عالم بغیر عمل کے ہمیشہ خوف وخطر میں رہتا ہے جو مقتضا ہے کمال ایمان کا۔ قال اللہ تعالیٰ: وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ"۔(البینۃ:5)

بھائی! علم پڑھ کر بندگان خدا کو تعلیم کرو اور بھولے ہوؤں کو راہ بتاؤ اور آپ پاک کمائی کھاؤ اور نیک عمل کرو اور دنیا سے جتنا ہو سکے الگ رہو اور دعائے خیر میں مجھ کو ہمیشہ یاد رکھو۔ غفور ورحیم مجھ کو اور تم کو بخشے اور اپنی رحمت سے سب کی مشکلیں آسان کرے اور جنت الفردوس میں ملا دے اور اپنا دیدار اور اپنا اور صلحا کا جوار عنایت فرمائے۔ آمین اللھم آمین ثم آمین

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین!

تن پروری سے بچنے کی نصیحت

مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بھائی کا نام عبدالستار تھا۔ زیر نظر خط انکے نام ہے۔

از عبدالجبار برادر عزیز عبدالستار سلمہ وحفظہ فی اللیل والنہار۔آمین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امابعد یک جبہ بنات سیاہ کا تمہارے لئے بھیجتا ہوں۔ پہنو! اللہ تعالیٰ مبارک کرے اور دنیا میں تقویٰ کا لباس اور آخرت میں جنت کی پوشاک عنایت فرمادے۔آمین!

بھائی! اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرتے رہو اور صحت اور فراغت کو غنیمت سمجھو' زندگی' بندگی کے واسطے ہے اسی میں صرف کرو' دنیا

Marfat.com

فانی ہے اس میں دل نہ لگاؤ' آخرت کا توشہ حاصل کرو' نیک عمل میں رغبت اور برے کام اور بدصحبت سے نفرت رکھو۔ چھوٹوں پر رحم کرو اور بڑوں کو توقیر کیا کرو اور آپس کے اتفاق کو غنیمت جانو اور خوش گزران اور صاف معاملہ رہو اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ سلوک اور احسان کرو۔

وقال اللہ تعالیٰ: وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۔(النساء:19)

یعنی گزران کروان کے ساتھ اچھی طرح۔ اور بے تکلف اور سادہ وضع اور محنت کش اور سخت گزران رہو اور تن پروری اور آرام طلبی کی عادت نہ ڈالو۔ قال رسول اللہ ﷺ ''لیسوا عباد اللہ بمتنعمین''۔ (مسند احمد)۔ یعنی حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے تن پرور نہیں ہوتے''۔ اور لہو ولعب میں عمر ضائع نہ کرو' علم نافع حاصل کرو اور اتباع سنت اور اخلاص نیت کو ہمیشہ لازم سمجھو اور مجھ عاجز کیلئے دعائے مغفرت کیا کرو۔ غفور ورحیم مجھ کو اور تم سب کو اپنی رحمت سے بخش دے اور جنت الفردوس میں ملادے اور ''اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ'' (الحجر:47) کا مصداق فرمادے۔ سب بھائیوں کو میری وصیت یہ ہے:

يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔(البقرہ:132)

اللھم امتنا مسلمین و الحقنا بالصلحین امین وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔ اللہ بس باقی ہوس۔ والسلام! سب عزیز واقارب واحباب اور نمازیان مسجد کو سلام مسنون۔

مومن کیلئے حقیقی لذت

برادر دینی اسلامی مکرمی منشی محمد علی صاحب' السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! بعد از سلام مسنون!

حضرت حق جل وعلا آپ کو ایمان کی حلاوت اور اپنی محبت سے حصہ وافر وکامل عنایت فرمائے۔ (یاد رکھو!) ''پختہ اعتقاد والے مومن کو اپنے مالک حقیقی کی محبت اور اس بے نیاز پروردگار کی عبادت میں قلبی فرحت وسرور' ظاہری وباطنی اور روحانی وجسمانی راحت بلاشبہ حاصل ہوتی ہے''۔ (عبدالجبار عفی عنہ 29 جنوری 1893ء)

تصانیف

حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے درس وتدریس اور وعظ وتقریر کے علاوہ تصنیفی خدمات بھی سرانجام دیں۔

اثبات الالہام والبیعۃ: یہ رسالہ اردو زبان میں ہے اور جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اور الہام وبیعت کے جواز سے متعلق ہے۔ (چمنستان حدیث 121)

قارئین! یہی وہ کتاب ہے جو ۱۳۸ سال پہلے حضرت الامام رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت تصنیف فرمائی جب علمائے اہل حدیث ہمیں سے ایک عالم دین مولانا غلام العلی قصوری صاحب نے غزنوی خاندان پر اعتراض کرتے ہوئے ایک رسالہ لکھا' جس میں نہایت لایعنی قسم کی باتیں درج تھیں کہ بیعت کرنا صرف نبوی ﷺ دور تک مشروع تھا' الہام نبی علیہ السلام کے سوا کسی کو نہیں ہوسکتا' تصوف کے سارے وظائف خود ساختہ اور صوفیاء کے متعلق بیان کی جانیوالی ساری کرامات من گھڑت ہوتی ہیں' صوفیاء کرام لوگوں کو صرف اس لیے مرید بناتے ہیں تاکہ لوگ ان کے آگے جھکتے رہیں وغیرہ وغیرہ۔ جب یہ رسالہ وقت کے بڑے

Marfat.com

بڑے علماء حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی، نواب سید محمد صدیق حسن خاں اور مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہم اللہ تک پہنچا تو انہوں نے خط کے ذریعے حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کو حکم دیا کہ آپ تصوف کے حق میں قرآن وسنت کے دلائل پیش کر کے ان تمام باتوں کا رد کریں کیونکہ قصوری صاحب کا یہ رسالہ قصور اور نیت کے فتور سے بھرا ہوا ہے۔ لہٰذا حضرت غزنوی رحمہ اللہ نے اثبات الالہام والبیعۃ کے نام سے قصوری صاحب کے ۱۷۵ اعتراضات کا نہایت شافی وافی جواب دیا۔ یہ کتاب تفصیل سے پڑھنے کیلئے ادارہ عبقری کی تالیف ''اہل حدیث میں تصوف کی قدردانی'' ملاحظہ فرمائیں۔ (از: مرتب)

حضرت الامام کا سلسلۂ بیعت وارادت

حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر لوگ بیعت بھی کرتے تھے، ہمارے خاندان کے بھی بعض لوگ ان کے مبایعین میں شامل تھے۔ اس فقیر (اسحاق بھٹی مرحوم) کو ان کے خوش نصیب مبایعین میں سے چند بزرگوں کی زیارت اور ان کی مجلس میں حاضری کا شرف حاصل ہے۔ وہ نہایت مسرت کے ساتھ اپنے پاک سیرت مرشد کے احوال بیان فرمایا کرتے اور لوگ انتہائی توجہ سے ان کی باتیں سنتے اور ان کا بدرجہ غایت احترام کرتے اور ایک دوسرے کو بتاتے کہ یہ بزرگ مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت امام سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیعت یافتہ ہیں۔ میں نے دیکھا کہ خود مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد مکرم کے مبایعین کا بے حد احترام کرتے تھے، ان میں ایک بزرگ میاں نورالدین بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ تھے جنہوں نے عالم جوانی میں حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کی تھی۔ وہ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ کے سسر تھے اور قیام پاکستان کے بعد اپنے خاندان سمیت ضلع گوجرانوالہ کے قصبہ گوندلانوالہ میں آ بسے تھے۔ ان کی مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں لاہور آمدورفت رہتی تھی۔ نماز دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں پڑھتے تھے، مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ انہیں بڑے اکرام سے امامت کیلئے کہتے اور ان کی اقتداء میں نماز ادا کرتے۔

عاشق مرید کو مرشد کی خوشبو کا احساس

ایک دن میاں نورالدین رحمۃ اللہ علیہ نماز کیلئے تشریف لائے تو دارالعلوم کے دروازے سے باہر سید ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ چند دوستوں سے باتیں کر رہے تھے، کچھ فاصلے پر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی کھڑے ہو گئے۔ اس وقت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وہ حالت نہ تھی جو بعد میں ہوئی، وہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جانتے بھی نہ تھے، انہوں نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کیا بات ہے؟ آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

فرمایا: کوئی بات نہیں، **صرف اس لئے کھڑا ہو گیا ہوں کہ یہاں سے میرے مرشد کی خوشبو آ رہی ہے۔**

سید ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ذہین شخص تھے، اصل بات سمجھ گئے، میاں صاحب کو سلام کیا اور مؤدب ہو کر کھڑے ہو گئے۔ مولانا سید داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ کبیر سید عمر فاروق غزنوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے جد امجد کے مبایع میاں نورالدین بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مبایعین کا بڑا احترام کرتے تھے۔

اس خاندان کے افراد کی یہ خوبی ہے کہ اپنے بزرگوں سے تعلق رکھنے والوں سے اعزاز کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

Marfat.com

تقویٰ کی شعاعیں، ذکر الٰہی کے فوارے

حضرت الامام عبدالجبار رحمہ اللہ کے شاگردِ رشید مولانا نیک محمد اسمِ بامسمیٰ تھے۔ انہیں دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ان کے چہرے سے تقوے کی شعاعیں نکل رہی ہیں، زبان سے ذکر الٰہی کے فوارے جاری ہیں اور آنکھوں میں خدا ترسی کے چراغ جل رہے ہیں۔ (کاروان سلف ص ۱۲۲)

عقیدت میں فنائیت

اپنے استاد محترم حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے ان کی محبت اور عقیدت کا یہ عالم تھا کہ ان کی وفات کے بعد ہمیشہ مسجد غزنویہ کے اسی گوشے میں بیٹھ کر درس دیتے رہے، جہاں استاد محترم بیٹھ کر درس دیتے تھے، بلکہ درس دیتے وقت جس رحل پر استاد مکرم کتاب رکھتے تھے، اس کی بھی وہ نہایت حفاظت کرتے تھے اور اسی پر کتاب رکھتے تھے۔ (کاروان سلف ص ۱۲۵)

امام صاحب کی گستاخی پر سوئے خاتمہ

مولانا محمد داؤد غزنوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے درس بخاری میں ایک طالب علم نے کہہ دیا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو پندرہ حدیثیں یاد تھیں مجھے ان سے زیادہ حدیثیں یاد ہیں۔ والد صاحب کا چہرۂ مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا اس کو حلقہ درس سے نکال دیا اور مدرسہ سے بھی خارج کر دیا اور بفحوائے ''اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور اللہ'' فرمایا کہ اس شخص کا خاتمہ دین حق پر نہیں ہوگا۔ ایک ہفتہ نہیں گزرا تھا کہ معلوم ہوا کہ وہ طالب علم مرتد ہو گیا ہے۔ ''اعاذنا اللہ من سوء الخاتمہ''۔ (سوانح مولانا محمد داؤد غزنوی ص ۶۱، ۶۲)

دنیا سے الگ رہنے والے غزنوی صوفی

مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ علم وفضل کے اعتبار سے بہت ارفع واعلیٰ تھے۔ مولانا سید عبدالحی حسنی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ آپ بڑے عالم اور محدث تھے۔ آپ کی جلالت شان اور ولایت پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے۔ دنیا اور اہل دنیا سے الگ تھلگ رہتے تھے اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے اور مخلوق کو اللہ کی طرف بلانے میں مشغول رہتے۔ **اللہ کا ذکر بڑی باقاعدگی اور یکسوئی سے کرتے اور ذکر کے دوران ان پر بڑی کیفیت طاری رہتی تھی**، میں نے امرتسر میں کئی بار ان کی زیارت کی، میں نے انہیں سلف صالحین کے مسلک پر پایا۔ وہ علماء ربانی میں سے تھے۔ فتویٰ دیتے وقت وہ کسی معین مسلک کا التزام تو نہ کرتے تھے لیکن ائمہ مجتہدین سے سوئے ظن نہ فرماتے تھے، ان کا ذکر ہمیشہ اچھے الفاظ میں کرتے۔ (نزہۃ الخواطر: 218-219/8 بحوالہ غزنوی خاندان ص 79)

سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بچپن سے جن صادق العقیدہ متبع سنت بزرگوں اور خاصان خدا کا نام عظمت وعقیدت کے ساتھ کان میں پڑھا ان میں مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ اور ان کے خلف الرشید مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ تھے۔

مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ الملقب بہ امام صاحب بڑے عالم فاضل جامع معقول ومنقول، خاندان غزنویہ کے روشن چراغ اور مدرسہ غزنویہ تقویۃ الاسلام کے بانی اول صاحب نسبت صاحب

Marfat.com

دل اولیاء اللہ میں شمار ہوتے تھے اپنے والد عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ کے جانشین تھے۔(بحوالہ: غزنوی خاندان)

حزب البحر وظیفہ کی پابندی

سمندری میں ایک مرتبہ پروفیسر سید ابوبکر غزنوی شہید رحمہ اللہ نے خطبہ جمعہ کے دوران فرمایا کہ دادا جان حضرت الامام مولنا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ ''دعائے حزب البحر'' کا وظیفہ باقاعدگی سے کرتے تھے۔(جماعت مجاہدین میں بھی تسخیر کے اس وظیفے کو اہتمام سے کیا جاتا تھا۔امیر المجاہدین حضرت صوفی عبداللہ رحمہ اللہ بھی یہ وظیفہ بڑی باقاعدگی سے کرتے تھے)اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔بعض اس کے جواز کے قائل ہیں اور بعض عدم جواز کے۔ایک مرتبہ جمعہ کے روز دادا جان مرحوم نماز فجر کے بعد ایک حجرہ میں داخل ہو گئے اور وظیفہ حزب البحر شروع کر دیا۔کسی طالب علم نے حجرے کا دروازہ بند کر کے تالا لگا دیا۔دادا جان جب وظیفے سے فارغ ہوئے اور دروازے کو ہاتھ لگایا تو کڑک کر کے تالا ٹوٹ گیا اور کنڈی از خود کھل گئی۔طالب علم بھاگے بھاگے حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا۔حضرت مولنا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عبدالجبار کو میرے پاس لاؤ۔سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ فارسی میں گفتگو کیا کرتے تھے''حزب البحر'' یہ وظیفہ حقیقت میں تسخیر کا وظیفہ ہے جس میں وظیفہ کرنے والا اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہے کہ یہ زمین یہ آسمان یہ ہوا یہ فضا یہ صحرا یہ دریا یہ بیاباں یہ کوہستان یہ پہاڑ یہ سمندر یہ انسان، یہ کائنات کی تمام مخلوق میرے لئے مسخر کر دے۔مولنا عبداللہ غزنوی نے مولنا عبدالجبار غزنوی سے فارسی میں دریافت کیا''عبدالجبار چہ میخوانی''عبدالجبار کیا پڑھا کرتے ہو۔حضرت امام رحمہ اللہ نے جواباً کہا''حزب البحر میخوانم''حزب البحر پڑھا کرتا ہوں۔مولنا عبداللہ رحمہ اللہ نے فرمایا''از خدا خدائی خواہی بندگی اختیار کن''کہ تم خدا سے خدائی مانگتے ہو بندگی اختیار کرو۔(بحوالہ: تحریک اہل حدیث ص 335 از: قاضی محمد اسلم سیف)

پریشان حال لوگوں کو راحت پہنچانے والے

مولنا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ اپنے وقت کے ولی کامل راسخ فی العلم اور نادرۃ الوجود شخصیت کے مالک تھے۔ان کی ولایت عظمت شان اور جلالت علم پر سب متفق ہیں۔زندگی بھر امرتسر میں قرآن و حدیث کی تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔اور مدرسہ تقویۃ الاسلام امرتسر کی بنیاد رکھی۔تعلیم و تدریس کے شغل کے ساتھ ساتھ وہ زاہد فی الدنیا، عابد اور ذاکر انسان تھے۔اللہ کے ذکر سے انھوں نے ہمیشہ اپنی زبان کو تر رکھا۔دنیا اور اسباب دنیا سے کوئی غرض نہیں رکھی، زندگی بھر خلق خدا کو خالق کائنات کی عبادت و ریاضت و توحید و سنت کی دعوت دی۔وہ ہمیشہ اوراد و اذکار کثرت سے کیا کرتے تھے۔جس سے پریشان حال اور بے چین لوگوں کو طمانیت قلب اور سکون خاطر کی غذا حاصل ہو جاتی تھی۔میں نے امرتسر میں کئی مرتبہ ان سے ملاقات کی۔میں نے انہیں سلف صالحین اور علماء ربانی کے عقیدے پر پایا۔(بحوالہ: تحریک اہل حدیث ص 338)

مجتہدین سے حسن ظن اور آئمہ کا ادب

ائمہ مجتہدین سے ہمیشہ حسن ظن رکھتے اور ائمہ کا بڑے احترام سے ذکر کرتے۔ویسے غزنوی علماء شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ

Marfat.com

رحمہ اللہ، حافظ ابن قیم رحمہ اللہ اور امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے زیادہ متاثر تھے۔آپ رحمہ اللہ کے تلامذہ اور روحانی استفادہ کرنے والوں کا حلقہ خاصا وسیع تھا۔(تحریک اہل حدیث ص 339)

کیا اہلحدیثوں میں کوئی ولی اللہ نہیں

مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کو جماعت اہلحدیث میں درجہ امامت حاصل تھا، علماء انہیں حضرت الامام کے نام سے پکارتے تھے۔دینی علوم کے ساتھ ساتھ ان کے روحانی فیضان سے بے شمار لوگوں نے استفادہ کیا۔ان کے حسن عقیدہ، حسن دعوت اور حسن روحانیت سے کسی کو اختلاف نہ تھا۔مولنا سید عبدالحئی لکھنوی مرحوم نے ایک دوسرے مقام میں لکھا کہ ندوۃ العلماء کا امرتسر میں جلسہ تھا، امرتسر کے ایک تاجر نے تمام علمائے کرام کو کھانے کی دعوت دی۔علماء زیادہ تھے جو ایک ہی کمرہ میں نہیں بیٹھ سکتے تھے دو تین کمروں میں ان کے کھانے کا اہتمام کیا گیا تو کہتے ہیں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اس قدر فنافی اللہ ہے کہ ان کی زبان سے مثبت نہ منفی کوئی بات نہ سنی۔وہ غیبت، نمیمت اور کثرت اقوال سے متنفر تھے۔وہ کم گو اور پر گو تھے۔وہ "قل خیرا او لیصمت" پر عمل پیرا تھے۔میں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ اس قدر اللہ کی یاد میں فنا ہو چکے تھے کہ ہر لقمے پر "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھتے تھے۔اور جس کمرے میں کھانے کے لیے تشریف فرما تھے۔وہاں سے ذکر کی خوشبو آ رہی تھی۔میں نے ایک رات مسجد غزنویہ میں گزاری۔جب تہجد کا وقت شروع ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک سن رسیدہ آدمی باہر سے آیا اس نے وضو کیا اور مسجد کے حجرے میں تاریکی میں تہجد شروع کر دی۔اس کی زبان میں اس قدر تاثیر تھی کہ جب وہ لفظ اللہ منہ سے نکالتے تھے تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے کوئی شخص مضبوط ہاتھ ڈال کر میرے دل کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے، جب وہ فارغ ہو کر کمرے سے باہر تشریف لائے اور میں نے غور سے انہیں دیکھا تو وہ حضرت الامام مولنا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ تھے۔میں نے علامہ شبلی نعمانی مرحوم سے کہا کہ آپ کہا کرتے بلکہ لکھا کرتے ہیں کہ اہلحدیثوں میں کوئی ولی نہیں ہے۔آج میرے ساتھ مسجد غزنویہ میں رات گزاریں۔شاید آپ رحمہ اللہ کو اپنے موقف پر نظر ثانی کرنی پڑ جائے اور آپ اس موقف سے رجوع فرمالیں۔چنانچہ اگلی رات میں پھر علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ کو لے کر مسجد غزنویہ میں چلا گیا۔علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے جب تہجد کے وقت یہ منظر دیکھا تو حیرت میں گم ہو گئے۔اور اپنے موقف سے رجوع کر لیا اور کہا یہ میری بھول تھی اللہ مجھے معاف فرمائے واقعی یہ بہت بڑا ولی اور عارف باللہ شخص ہے۔غزنوی بزرگوں کی نماز میں خشوع، خضوع، توجہ اور انابت مسلم تھی۔ایک دفعہ جو آدمی ان کی اقتداء میں نماز پڑھ لیتا تو وہ ساری زندگی اس کی حلاوت اور حضور قلب کی لذت محسوس کرتا۔(تحریک اہل حدیث ص 340)

روحانی قوت

آپ کا علمی و روحانی پایہ بہت بلند تھا، بڑے گداز سے قرآن مجید پڑھتے تھے، دور دور سے لوگ نماز فجر آپ کی اقتداء میں ادا کرنے کو اپنی روحانی تسکین کا باعث سمجھتے تھے۔لوگ آپ کی زیارت کرنے اور مجلس اختیار کرنے کو بڑی خوش نصیبی جانتے تھے۔آپ کے بیان میں بلا کی تاثیر ہوتی تھی، جسے سن کر سامعین کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور آنکھیں نم ہو جاتیں۔آپ کی

Marfat.com

نگاہ میں بے پناہ روحانی جلال تھا' بقول حضرت حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ، کہ جب آپ پر روحانی کیفیت طاری ہوتی تو سامنے سے گزرنا آسان نہ ہوتا۔

روزانہ دیدار پیغمبر علیہ السلام

مولوی عبدالکریم فیروز آبادی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک بار حضرت امام عبدالجبار غزنوی صاحب رحمہ اللہ سے پوچھا حضرت کیا آپ کو خواب میں کبھی آنحضرت ﷺ کی زیارت بھی ہوئی ہے؟ فرمایا کیا پوچھتے ہو؟ واللہ! اگر کسی ہفتے یہ نعمت عظمیٰ نصیب نہ ہو تو میں بے قرار ہو جاتا ہوں، یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ مجھے ہفتہ میں ایک بار ضرور خواب میں آنحضرت فداہ ابی وامی ﷺ کی زیارت نصیب ہو جاتی ہے "فالحمد للہ علی ذالک"۔ (بحوالہ کرامات اہل حدیث ص ۱۰۵۔ از: مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ)

مولانا عبدالجبار رحمہ اللہ کے مریدین

میاں صدرالدین حسین کی اہلیہ محترمہ شادی سے تھوڑا عرصہ بعد وفات پا گئی تھیں ان سے جو لڑکا پیدا ہوا، اس کا نام حافظ عبداللہ تھا، (حافظ صاحب کا انتقال تقریباً ۳۲۔۳۴ برس پہلے لاہور میں مولانا عطاء اللہ صاحب بھوجیانی رحمہ اللہ کے مکان پر ہوا تھا) حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے مریدین و معتقدین کا دائرہ بہت وسیع تھا، جن میں خواتین بھی شامل تھیں، ان میں سے ایک بیوہ خاتون تھیں جن کے بطن سے پہلے شوہر کی ایک بیٹی بھی تھی امام صاحب نے اس خاتون کا نکاح میاں صدرالدین سے کر دیا تھا، اور لڑکی جن کا نام فاطمہ بی بی تھا، مولانا محمد سلیمان انصاری (رکن ادارہ الاعتصام) کے والد محترم میاں علی محمد کے عقد میں دے دی تھی، میاں علی محمد امام صاحب رحمہ اللہ کے مرید تھے، نہایت نیک اور صالح بزرگ تھے حسن سیرت کیساتھ ساتھ حسن صورت کی نعمت سے بھی اللہ نے ان کو خوب نوازا تھا۔ (بحوالہ: ہفت روزہ الاعتصام لاہور: ص ۱۱۱)

مرشد کامل کی توجہات کا انعام

میاں صدرالدین حسین رحمہ اللہ کی اس اہلیہ محترمہ کے بطن سے (جن کا نکاح ان سے حضرت امام صاحب رحمہ اللہ نے کیا تھا) مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی صاحب پیدا ہوئے۔ یہ بڑی خوش نصیب اور بلند بخت خاتون تھیں جس نے اتنے بڑے عالم کو جنم دیا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ نہایت بابرکت ماحول میں مولانا عطاء اللہ صاحب نے شعور کی دہلیز پر قدم رکھا۔ ناظرہ قرآن مجید انہوں نے مولوی عبدالکریم بھوجیانی سے پڑھا جو مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے شاگرد اور مرید تھے۔

(بحوالہ:۔ اشاعت خاص مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ بھوجیانی' ہفت روزہ الاعتصام لاہور: ص ۱۱۱)

مرشد کی آخری بات جو یاد رہی

میں (اسحق بھٹی رحمہ اللہ) سمجھتا ہوں کہ جس شخص کے ذہن میں اپنے بزرگوں کی کچھ باتیں موجود ہیں، اسے جان لینا چاہیے کہ اس کے پاس سب کچھ موجود ہے اور اس کے قلب کی دنیا پوری طرح آباد ہے اور ہمیشہ آباد رہے گی، اس میں کبھی ویرانی نہیں آئے گی۔ دولت خاں قاقشال سمرقندی کا شعر کہاں یاد آیا ہے

از صد سخن پیرم یک حرف مرا یاد ست　　　عالم نه شود ویران تا میکده آباد است

Marfat.com

یعنی مجھے اپنے مرشد کی سینکڑوں باتوں میں سے فقط یہی ایک بات یاد ہے کہ یہ دنیا اس وقت تک برباد نہیں ہوگی جب تک مے خانے کی رونقیں قائم ہیں۔(کاروان سلف ص ۵۲۰)

وفاتِ پر ملال

حضرت امام سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے 25 رمضان المبارک 1331ھ کو جمعۃ الوداع کے روز وفات پائی۔عیسوی حساب سے وہ 28 اگست 1913ء کو اس عالم جاودانی کو روانہ ہوئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔(چمنستان حدیث' ص:123۔124)

(14) مولانا عبدالکریم گرنتھی رحمۃ اللہ علیہ

مرید خاص: حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے بے شمار شاگردوں میں سے ایک شاگرد مولانا عبدالکریم گرنتھی فیروز پوری رحمہ اللہ بھی تھے۔انہیں گرنتھی اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب کے عالم تھے اور اسکی بناء پر سکھ ان کا بہت احترام کرتے تھے۔

روحانیت کی پیاس

ان کے گاؤں کے ایک بڑے زمیندار چودھری عبدالحفیظ تھے جو حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارادت مند اور ان کے حلقہ بیعت میں شامل تھے۔عبدالکریم ان سے اور ان کے رفقا سے متاثر ہوئے اور ان حضرات سے کچھ تعلیم بھی حاصل کی۔اس اثناء میں وہ مختلف مذہبی حلقوں میں بھی گئے۔حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید خاص سے بھی ملاقات کی۔مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوائے نبوت سے پہلے وہ قادیان گئے اور اس سے ملے۔فرماتے ہیں: اس کی گفتگو سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ بہت بڑا فریبی اور مکار شخص ہے۔اسی اثناء میں انہیں حضرت عبدالمنان وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا پتا چلا تو وزیر آباد پہنچے اور ان سے متاثر ہوئے اور بعض درسی کتابیں ان سے پڑھیں۔اس طرح ان کا شمار حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وزیر آبادی کے اولیں شاگردوں میں ہوا۔

مرشد کی غلامی کی سعادت

بعد ازاں مدرسہ غزنویہ امرتسر کا قصد کیا اور حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی۔طویل عرصہ تک ان کے حضور میں رہنے کا شرف حاصل کیا اور ان سے خوب فیض یاب ہوئے۔ان کی بیعت کی' سفر وحضر میں ان کی رفاقت میں رہے' ان کے گھر کا سودا سلف لانے کی ذمہ داری ان کے سپرد تھی اور انہیں حضرت امام سے اتنی قربت حاصل تھی کہ انہیں ''امین خاندان غزنویہ'' کہا جانے لگا اور پھر یہ ان کا مستقل لقب قرار پا گیا۔وہ مدرسہ غزنویہ کے سفیر بھی تھے۔

ان کی شادی خود حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ضلع فیروز پور کی تحصیل زیرہ کے موضع گھدولا کے رہنے والے ایک بزرگ مولانا عبداللہ مرحوم ومغفور کی صاحبزادی سے کی۔مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے شرط یہ عائد کی گئی تھی کہ

Marfat.com

شادی کے بعد مولانا عبدالکریم ان کے پاس موضع گھدووالا میں رہیں گے۔ مولانا عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت الامام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص اور اپنے عہد اور علاقے کے جلیل القدر عالم تھے۔

قرآن کے متعلق گورونانک کا اعتراف

مولانا عبدالکریم گرنتھی رحمۃ اللہ علیہ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ ایک دور کے علاوہ یہ کتابیں پنجابی نظم میں ہیں اور تاریخی نوعیت کی ہیں۔ تقسیم ملک سے قبل یہ کتابیں کئی دفعہ چھپیں اور بہت پڑھی گئیں' کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ پیروی صحابیات رضی اللہ عنہا: پنجابی نظم کی اس کتاب میں صحابیات رضی اللہ عنہا کی اخلاقی' علمی' عملی اور تبلیغی کوششوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اپنے موضوع کی پنجابی اشعار میں یہ ایک اہم کتاب ہے۔

2۔ گورونانک جی اور اسلام: اپنے انداز کی یہ اولیں اور مشہور کتاب ہے' جس میں سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب کی روشنی میں سکھوں کے اولیں گورو بابا نانک جی کی بنیادی تعلیم کا تذکرہ کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ قرآن مجید کو سچی کتاب قرار دیتے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتے تھے۔ ان کے نزدیک اسلام ہی صحیح مذہب ہے' سکھوں کے جلسوں میں مولانا اس کتاب کے پنجابی اشعار پڑھتے تو سکھ نہایت خوش ہوتے اور داد دیتے۔ بہت سے سکھوں نے یہ اشعار سن کر اسلام قبول کر لیا تھا۔ چند اشعار یہاں درج کئے جاتے ہیں:

مَن لے قرآن' پاویں اوے سرگ دوارا مَن لے قرآن   پاک قرآن کتیب جگت میں یہ بھی گر کی بانی

وہ کب ساچا سیوک جس نے گور کی بات نہ مانی' مَن لے قرآن

یعنی اے گورونانک جی کے چیلو! قرآن کی تعلیم کو قبول کرو تاکہ تمہیں جنت میں گھر مل جائے۔ اس فانی دنیا میں قرآن ایک پاکیزہ کتاب ہے' بتاؤ وہ چیلا کیسا چیلا ہے جو گورو کی بات نہ مانے' جب کہ گورو جی بھی اسے سچی کتاب مانتے ہیں۔

3۔ نیک بی بی: یہ ایک پنجابی نظم ہے جو مولانا نے لڑکیوں کی اصلاح کیلئے لکھی۔ اس نظم میں انہیں نیک اعمال کی ترغیب دی گئی ہے اور غلط باتوں سے روکا گیا ہے۔

4۔ سوزش فراق: یعنی جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی۔

یہ کتاب مولانا عبدالکریم گرنتھی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاذ و مرشد حضرت امام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات (28 اگست 1913ء) کے فوراً بعد لکھی تھی لیکن شائع اس سے چوبیس سال بعد (20 اگست 1937ء) کو کی گئی۔ اتنی بڑی تاخیر کی وجہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے نصر اللہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

والد محترم نے یہ نظم اس زمانے میں لکھی تھی جب حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تھا' بہت بار احباب نے تقاضا کیا کہ اس کو طبع کرا دیا جائے۔ ہم بھی بہت اصرار کرتے رہے لیکن جواب میں فرماتے کہ یہ صرف میں نے اپنے دل کی تسکین کیلئے اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ چونکہ میں حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا آخری اور منظور نظر شاگرد تھا' علاوہ تربیت روحانی کے آپ کا مجھ پر ظاہری برتاؤ بھی نہایت مشفقانہ تھا۔ آپ رحمہ اللہ نے اپنی کوشش اور اپنے اخراجات سے مولانا عبداللہ گھدوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں

Marfat.com

میرا تعلق فرزندی قائم کیا' نیز آپ نے مجھ کو امین کا لقب دیا' آپ مجھے اپنا باز و فرمایا کرتے تھے' خاص امور میں مجھ پر بھروسہ کرتے تھے' مجھے آپ سے اتنی محبت تھی کہ دنیا کے کسی انسان سے اتنا دلی تعلق نہ تھا۔ میں نے یہ چند ٹوٹے پھوٹے بے جوڑ اشعار اپنے دل کو بہلانے کیلئے لوگوں کی دیکھا دیکھی جھوک کی طرز پر بنا رکھے ہیں' چھپوا کر کیا لینا ہے؟ لیکن ہم نے بہت کہا، آخراب آپ کی اجازت سے خاکسار طبع کرا کر اپنے بزرگوں کی یادگار آپ کے سامنے پیش کرتا ہے' اللہ تعالیٰ ہم کو بھی صالحین کے ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین!

اس کتاب کے اشعار میں نے اپنے فیروز پور کے زمانہ طالب علمی میں بارہا خود مولانا عبدالکریم گرنتھی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے سنے۔ وہ مجھ پر بے حد شفقت فرماتے تھے اور اپنے خاص انداز میں یہ اشعار پڑھتے اور پڑھتے پڑھتے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے تھے۔

اس کتاب (سوزش فراق) کی مجھے شدید ضرورت تھی۔ میں چاہتا تھا کہ حضرت امام سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات لکھوں تو یہ پوری کتاب بھی درج کردوں تاکہ لوگوں کے مطالعہ میں آئے اور محفوظ بھی ہوجائے۔ اس کتاب کو پنجاب کے شعری ادب کا شاہ کار کہنا چاہئے' نہایت شاندار اور عمدہ ترین اشعار ہیں۔

میں نے اس کتاب کیلئے بہت لوگوں سے کہا' لیکن نہ ملی۔ بالآخر اخبار ''الاعتصام'' میں اشتہار دیا تو جناب حافظ عبدالستار صاحب نے ٹیلی فون پر اطلاع دی کہ یہ کتاب ان کے پاس موجود ہے' ٹیلی فون پر انہوں نے اس کے بعض اشعار بھی سنائے' میرے لئے یہ بہت بڑی خوشخبری تھی' میں ان کا بے حد احسان مند ہوں۔ حافظ عبدالستار صاحب ہمارے مرحوم دوست ڈاکٹر عبدالرشید اظہر کے بھائی ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

واہ سبحان حق سچا معبود اے — اس دے بغیر دو جا فانی مقصود اے
ذات تبارک اکو لائق سجود اے — موت حیاتی جس دے ہتھ سنسار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی — رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی
پھیر درود کل نبیاں دے تاج نوں — قمر منیر روشن شمس سراج نوں
آل اصحاب اہلبیت رضی اللہ عنہم ازواج نوں — صبروں منائی جنہاں مرضی دلدار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

بعد نبی دے عالم قطب زمانے دے — کنجی بردار پاک نوری خزانے دے
نبیاں دے وارث خادم دین ربانے دے — ٹولی مبارک واقف مخفی اسرار دی

Marfat.com

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی
عالم طبیب باقی لوک بیمار نے خیر دے طالب سدا لیل و نہار نے
محنت بغیر لوکاں خدمت گزار نے عالم دی موت گویا موت سنسار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی
طبیب روحانی میرا شیخ رئیس سی عمر وچہ فیض جس دا نبوی ﷺ حدیث سی
کتے نہ رلدا اس دا مخلص انیس سی رنگ چڑھاوے نوری مجلس اس یار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی
چشمہ ہدایت سکا وچہ رمضان دے قدر دی رات پوہتا پاس رحمٰن دے
آخری دھاکا ویکھو فضل سبحان دے وصل مراد پوہتی یار دے یار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی
رحمت دیا باراں کوئی غزنی تھیں اٹھیاں فضل الٰہوں خیریں ہند تے وکھیاں
کتھے اوہ سوہنا جیندے ہجروں میں کٹھیاں ماری جدائی مینوں کانی پرکار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی
جس دن دا سوہنا ساتھوں لد سدھایا اے خوشیاں تے عیشاں کدی پھیرا نہ پایا اے
درداں دا بدل سرتے رکھ دا سایہ اے داغ جدائی سینے ٹوٹ دیدار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی
داغ جدائی سینے سانگ پئی وجدی جگ دی چیز کوئی اچھی نئیں لگدی
نیکاں دے باجھوں بھلی موت ہے اج وی غلبہ کریندی جاندی ٹولی اشرار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی
جاندیاں راہیاں کولوں پچھاں میں رو کے ماہی دی گل، ہنجوں ہار پرو کے
دس کے جانا ذرا کول کھلو کے ٹھیک تاری ہوگئی ساڈے سردار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی
موت ماہی دی سانوں مار مکایا اے درداں دا پتھر سینے مار بہایا اے

Marfat.com

اگ وچھوڑے سنجاں جھیوڑا جلایا اے — ہوگئی میرے مولا پوری مہلت بیمار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

دکھاں دی بٹھی وچہ بالن جدائی دا — یاد ماہی دی رگڑا دیا سلائی دا
جسم کڑاہی خو نو کلیا تلائی دا — جندڑی کباب ہوگئی طالب دیدار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی — رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

تن مہینے موتوں پہلے پیارے نے — لکھ وصیت رکھی پاس سوہارے نے
حساب کتاب اٹھ دن اگے سوارے نے — قرضہ امانت پچھ رہے نہ ادھار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

چوی رمضانو سوہناں مسجد نوں آیا — نور دی بارش چھم چھم وعظ سنایا
بھر بھر کے چھابے موتی ہٹ لٹایا — لوٹی دا ہوکا چھیکڑ بولی ونجار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

سچا سوداگر اج چلیا دیس نوں — موڑ مہاراں چھڈی جاندا پردیس نوں
ڈھونڈو گے لوگو تسیں ویلڑے ایس نوں — بند دکان جدوں سچے بیوپار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

کوڑ فریب والے بہت دکان نے — سچ دا ہوکا دیندے تھوڑے انسان نے
اکثر فرشتے اتوں وچوں شیطان نے — بھولی مخلوق باغی کیتی سرکار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

غزنی دی ہٹوں لگا بھاگ جہان نوں — کابل کشمیر سارے ہندوستان نوں
دور دے طالب پاون ایتھوں عرفان نوں — عالم تے صوفی برکت ایسے دربار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

Marfat.com

ایس زمانے اکثر عالم پنجاب دے — جگ دے واگی فتوے دیون صواب دے
اکثر شاگرد خادم غزنی اصحاب دے — قسمت اندازوں پائیوں چمک انوار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

واہ واہ گھرانا غزنی والیاں پیراں دا — رہبر علماواں اتے سچے فقیراں دا
رد کریندے کھوٹے ملحد شریراں دا — مٹی خراب ہووے حاسد خوار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

حصہ عرفانوں جھناں مولا دیاں تاریاں — بھال کریندے نکیاں رب دیاں پیاریاں
غضب ہیڑن والے پاپی ہتھیاریاں — پلک چمکارا مجلس نیکاں دی تار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

پھٹ نہ ملدا وڈا گھاٹا ایہ دین دا — ساتھ لدایا رو رو پیرا امین دا
سوہنا پڑھاوے سانوں سبق یقین دا — مٹھی زبان شیریں سینہ پئی ٹھار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

ڈٹھے برکات اکھیں نال میں آپ دے — نور برسے اتے ایس جماعت دے
اصلی تے نقلی کمیں پیاں سنجھاپ دے — ڈھول سوہانے دوروں بولی سنسار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

جس دن دا سوہنا ستا جاکے وچہ گور اے — رنگ وٹایا غزنی والیاں ہور اے
باغ ماہی دے وچ خزاں دا زور اے — رونق تے برکت مٹ گئی مرضی کرتار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

مولی وساوے ساڈی ایہو دعا اے — بعد کمالوں ہر اک چیز فنا اے
عملاں دی شامت آخر پیندی وبا اے — نعمت ناشکراں کھسے عادت قہار دی

Marfat.com

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

دور داؤدی پھر بھی قابل تسلی اے — جس دی بدولت نہر علم دی چلی اے
سارے گھرانے دی ایہ پونی تے چھلی اے — عمر دراز قومی خدمت گزار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

لوک وچارے اصلی حال کی جاندے — گھراں دے بھیدی تانا پیٹا پچھاندے
لا کے کسوٹی کھرا کھوٹا بتاوندے — انہی مریدی عادت نہیں دیندار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

حق دے طالب شکلاں ویکھ نہیں بھلدے — رنگ حقیقی ویکھ قدماں وچہ رلدے
یاد اماموں نینی نیر پئے ڈھلدے — مثل نہ دیکھی اکھیں عبدالجبار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

گدی توں جھیڑا چھڑیا سنگرہ دے پیراں دا — چودہ لکھ لگا دونوں طرف تدبیراں دا
دنیا دے نائب ویکھو جوڑ تقدیراں دا — پانی دے وچوں بجلی حکمت کرتار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

مرن چنگیرے پچھے رہن مندیرڑے — آٹا جیوں چھن دا آوے چھان اتیرڑے
مولیٰ نہ بھاون ایسے پھرن بتیرڑے — سچی زبان نبی ﷺ خیرالاخیار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

میری نہ منّ منی اللہ و رسول ﷺ دی — کھوٹا بنادے بھاویں صورت مقبول دی
عملوں جے گھاٹا رووے بیٹی رسول ﷺ دی — بھاویں اولاد وڈے سید ابرار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

Marfat.com

چوری جے کردی میری بیٹی پیاری ہتھ کٹیندا کردا حد میں جاری
حکم الٰہی اگے سبھناں لاچاری کھڑے گھرانے بدیوں معافی سرکار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آ گئی سرکار دی

ایسی ہوا وگی وچہ جہان دے وڈکے جنہاں دے لوکی بزرگ پچھان دے
نام اونہاں دے پچھلے ویچ کے کھاوندے سوچی بے ہنراں کھٹی ایسے بیوپار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آ گئی سرکار دی

گدیاں بنیاں اج ہڈاں دیاں منڈیاں ہڈ بزرگاں تولن جھکویاں ڈنڈیاں
مورکھ مریداں پاون ٹھگ پئے ونڈیاں آپس دی چغلی دوہاں مطلب سوار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آ گئی سرکار دی

مچھی وڈیری جیویں مچھیاں کھاوندی سنڈھے دی طاقت شامت کٹے دی آوندی
گدی نشیناں اپنی نسل نہیں بھاوندی انہاں حسوداں لوکی بزرگ شمار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آ گئی سرکار دی

اک دے ول لوکی ٹور جے کردے نے باقی دا کنبہ سارا دیکھ کے سڑدے نے
اوڑک وتیرا گھردی چغلی دا پھڑدے نے صوفی وگاڑے لالچ دنیا مردار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آ گئی سرکار دی

چغلی تے جھوٹھ ایسا سکھیاں صوفیاں آیا یزید تے نہ آیا سی کوفیاں
اجھیاں مراقبے وچہ لاوندے لوطیاں سن کے نہ دسے کوئی جاگہ انکار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آ گئی سرکار دی

جھوٹ صریحوں ایسا سچ بناوندے سارے ملمعے ایس نوں ویکھ شرماوندے
دنیا دے ٹھگ کسب گھول گھماوندے اکھیں وچہ مٹی پاون عالم ہوشیار دی

Marfat.com

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

حق ناحق کملے لوک نہیں کھول دے — جس نے پھسایا اوسے نال ہو بول دے
سنت موافق کیوں نہیں گل نوں تول دے — انی مریدی ۔ماری مت سنسار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

بعض مریداں آیا اکوئی ول اے — روٹی جو دیوے کرنی اوس دی گل اے
دین اونہاں دا روٹی منجی محل اے — جاگہ بنائی اپنی رات گزار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

جان کے حق آکھن سانوں کی جھیڑا اے — آپس دے وچہ آپے کرن نبیڑا اے
آل بزرگاں مندا آکھے کیہڑا اے — چھوڑ قرآن پکڑی گل انکار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

امر قرآنوں ویکھیں خالق علیم دا — پوے تنازعہ کوئی دنیا یا دین دا
فیصلہ مہرے سب توں ذکر الحکیم دا — منصف حدیث دوجی مومن سچیار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

جیوں جیوں انسان دیندا حق دی داد اے — نور عرفان دل نوں کردا آباد اے
کھوٹے دے حامی تیرا خانہ برباد اے — فہم الٹا یا شامت ربی پھٹکار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

دین جے ہندا کسے پیر مرید دا — ویچ ایمان کاہنوں زہر خرید دا
رت سکاوے قرب حبل الورید دا — دل توں نہ جاندی ہیبت غالب قہار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

Marfat.com

عزت تے ذلت ساری اللہ دے وس اے — پیر مریداں ہتھ مٹی تے کھس اے
بندے دا غصہ تیرا لیندا کی کھس اے — خلقت محتاج ساری ربی دربار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا اپنے بھائی پچیرے نوں — دلتے لگادیں میرے سخن بھلیرے نوں
مولا سوارن چاہے کم جے تیرے نوں — ساری مخلوق رل کے نہیں وگاڑ دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

مولیٰ جسے آپ چاہے دکھ پہنچاونا — خلقت اکٹھی ہوکے چاہے بچاونا
کون جو موڑے جو کجھ رب دا بھاونا — اوڑک اوہ ہوسی جو لکھی قلم سرکار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

نبیاں تھیں جیویں لوکی کردے بغاوتاں — سچیاں نال کوڑے رکھن عداوتاں
دین نوں پھڑیاں ٹٹ جان سکاوتاں — ڈولیں نہ مومن دنیا دو تے دن چار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

پیر اساڈے دکھاں ویکھ نہ ڈول دے — کھنڈے دی چھاویں کلمہ حق دا بول دے
حب الٰہی لالچ دنیا نوں تول دے — جھک دا اوہ چھابا جس وچ مرضی سرکار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

دین دی خاطر کٹی قید شریفاں نے — طلب رضائیں جھلے درے ظریفاں نے
دیس نکالا اوڑک دتا حریفاں نے — طلب ودھیری ہوگئی موسیٰ نوں نار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

باپ تے دادے بھاویں ولی الٰہی — جدی گھرانا اچا کسر نہ کائی
دل تے نہ لیاندی کدی قومی وڈیائی — عادت ایہ دیکھی سوہنے عبدالجبار دی

Marfat.com

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

فخر بزرگاں اللہ آپ کلاہیا اے — حق یہوداں ویکھو صاف فرمایا اے
عملاں وچہ پچھے جو کوئی نبی بتایا اے — اگے نہ کردی اس نوں نسبت ابرار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

جنہاں نوں ول آوے گل نہ بات دا — علم نہ دین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب دی ذات دا
فخر کریندے اوہ بھی اس واردات دا — وڈکے اساڈے رکھن خوبی ہرکار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

فخر جیوں کھڑا کردا دوسرے بھائی دا — نفع کی حاصل وچوں ایس وڈیائی دا
اک دی طاقت تے نہ دوجا ویاہی دا — اپنی طاقت اپنا خانہ سوار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

باجھ مبشراں ناجی نہ کوئی اے — اک نوں پاک دوجا آکھے نہ کوئی اے
صاف قرآنوں گل فیصل ایہ ہوئی اے — ظن دی ریتوں لوکی محل اسار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

اتنا ای کہیے میرا نیک گمان ہے — حالت دا واقف اصلی اللہ سبحان ہے
بندہ کمزور ممکن خطا نسیان ہے — نبیاں دی ٹولی رب سلم پکار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

باراں ستارے چمکن فلک عبداللہ جی — ڈھاکاں مریندا جھرمل نور تجلا جی
جس نوں کوئی دیکھے دل نوں آوے تسلا جی — چمک انوکھی اے پر عبدالجبار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

Marfat.com

پاک مصور ایسی کٹی تصویر سی — چہرا شاہانہ نالے لگ دا فقیر سی
دودیں پٹے ٹیکن ایسی کیتی تدبیر سی — صفت عجیبہ دیکھی سر جن ہار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

یوسف دا جیویں اللہ شان ودھایا اے — بھایاں دا ویر اگے اونہاں دے آیا اے
پیر میرے نوں اللہ بھاگ او لایا اے — طیب حیاتی گزری رحمت غفار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

رتبہ ودھایا مولیٰ آپ غلام دا — ایس زمانے جس نوں لقب امام دا
قبہ شریعت واقف قلبی مقام دا — وانگ کم ظرفاں نہ کجھ عادت تکرار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

سلف بزرگاں وانگوں عادتاں ساریاں — زہد عبادت رغبت رقت تے زاریاں
ذوق حلاوت دل نوں دائم سرشاریاں — نرمی دے نال کردے گل پیار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

خوبیاں گھنیاں میتھوں گنیاں نہ جاندیاں — چھوٹے رسالے وچہ نہیں ساندیاں
ذکر کریساں مولیٰ رتاں جے آندیاں — پورے سوانح بارش نوری فہار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

پئیاں زمانہ چھانے مذہب بہتیرے میں — خالق نوں ڈھونڈاں کیتے جتن گھنیرے میں
چین نہ آوے لائے چکر چوفیرے میں — کر گئی تسلی مجلس عبدالجبار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

نال تحقیق ڈٹھا لاکے زور اے — اہل حدیث جیہا مذہب نہ ہور اے
بھاویں مخالف پاوے کتنا شور اے — حق دا غلبہ آخر دنیا سب ہار دی

Marfat.com

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

نبی ﷺ نوں بھاویں انہاں نہیں نگاہیا اے — اے پر جو قول نبی ﷺ پاک دا آیا اے
جان تے مال اس توں گھول گھمایا اے — نبی ﷺ دی گل بدنوں لوں لوں پئی ٹھاردی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

جیویں صحابا کرکے مجلس رسول ﷺ دی — عادت تھے خصلت ساری سکھی مقبول دی
تابعداری اینیویں کیتی سنت منقول دی — عادت محدث پکڑے احمد ﷺ مختار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

حق دے راہوں کدی قدم نہ اکھڑے — وانگ اصحاباں پاون دین تو دکھڑے
صبر کماون نوروں چمک دے مکھڑے — ٹولی محافظ ایہو نبوی اخبار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

چھڈی تقلید نالے پیر پرستیاں — طعنے سناون کل قوماں تے وستیاں
مولیٰ جے حاصل، کل سختیاں سستیاں — دولت تے عزت گھولی خاطر اس یار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

ہر ہر حالت دل نوں طلب حدیث دی — وچہ ورتارے ویکھن سیرت رئیس دی
ڈھونڈھ تے بھال ہر دم اوسے انیس دی — دوجے دی گل وچوں کلیجہ نہیں ٹھار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

سنت دے سچے عاشق، گوراں دی کچھے نے — اہل حدیث زادے رہ گئے اج پچھے نے
دینوں بے رغبت پھردے تھچے تے مچھے نے — کانواں نے جگہ ملی ہنساں دی ڈار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آگئی سرکار دی

Marfat.com

منگ فقیرا مولیٰ کولوں دعائیں — یارب مینوں سنگ نیکاں ملائیں
لے گل لاوے سوہنا امت دا سائیں — حمد صلواتاں جھولی ڈالی سرکار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آ گئی سرکار دی

خدمت احباب عرض عبدالکریم دی — نصرت دعاواں کرنی خادم اثیم دی
دنیا تھیں رحمت جدوں ہووے مقیم دی — کفن چھپاوے رحمت ارحم ستار دی

جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی
رو رو لدائی چٹھی آ گئی سرکار دی

(چمنستان حدیث ص:124 تا 139)

خلاصہ نظم:

قارئین! کم وبیش سو سال (۱۹۱۳ ـ ـ ۲۰۱۷) پہلے لکھی گئی پنجابی کی اس نظم میں مولانا عبدالکریم رحمہ اللہ اپنے مرشد کی جدائی میں نہایت بے قرار نظر آتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ میرے مرشد امام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ بارہ بھائی تھے لیکن ان سب بھائیوں میں سے سب سے اونچی شان میرے مرشد رحمہ اللہ کی تھی۔ آپ رحمہ اللہ کا حلیہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام عبدالجبار کے سر پہ زلفیں تھیں اور چہرہ بادشاہوں جیسا بارعب تھا مگر طبیعت پر فقر غالب تھا۔ آپ رحمہ اللہ کی تمام عادات اسلاف بزرگوں جیسی تھیں۔ زہد وعبادت اور رقت وخشیت میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے اپنی وفات سے تین ماہ پہلے وصیت لکھوا کر اپنے پاس رکھ لی تھی اور فوت ہونے سے پورے آٹھ دن پہلے اپنا تمام قرض اور ادھار چکا دیا تھا۔ رمضان المبارک کی پچیسویں رات (جس میں لیلۃ القدر ہونے کا غالب گمان تھا) کو مسجد میں تشریف لائے اور **نماز تراویح کے بعد وعظ فرمایا جس میں ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے نور کی بارش برس رہی ہے**۔ اسی رات یعنی شبِ جمعہ میں وفات پائی اور اگلے دن جمعے کی ادائیگی کے بعد قبر کی مٹی کو انکے وجود سے لمس کی سعادت نصیب ہوئی۔ اپنے مرشد کے وصال کے بعد میں مارا مارا پھرتا ہوں اور لوگوں کے چہرے ٹٹولتا ہوں کہ شاید کہیں محبوب کا چہرہ نظر آ جائے مگر اس غم نے مجھے بیمار کر دیا ہے اور ہر وقت یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اب میری سانسوں کی مہلت بھی پوری ہو چکی ہے اور عنقریب میں بھی اپنے محبوب مرشد سے ملنے والا ہوں''۔ قارئین! یہ خبر تو نہیں کہ مولانا عبدالکریم رحمہ اللہ کی وفات کب ہوئی لیکن غالب گمان ہے کہ وہ اپنے مرشد وہادی امام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ جنت الفردوس میں محو استراحت ہونگے کیونکہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ''المرء مع من احب'' (مفہوم) انسان اسی کے ساتھ ہوگا، جس کے ساتھ دنیا میں محبت کرتا ہے۔ مولانا عبدالکریم رحمہ اللہ کو اپنے صالح مرشد سے محبت بلکہو الہانہ عشق تھا لہٰذا انکے رفعت مقام میں کون شک کر سکتا ہے۔ اللہم اجعلنا برحمتک فی عبادک الصالحین۔ آمین (از: مرتب)

Marfat.com

(15) حضرت مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ وجانشین: حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

مختصر تعارف

حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں: (1) مولانا محمد (2) مولانا عبداللہ (3) مولانا احمد (4) مولانا عبدالجبار (5) مولانا عبدالواحد (6) مولانا عبدالرحمٰن (7) مولانا عبدالستار (8) مولانا عبدالقیوم (9) مولانا عبدالعزیز (10) مولانا عبدالحئی (11) مولانا عبدالقدوس اور (12) مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہم۔ ان بارہ میں سے پانچ بیٹوں نے حضرت سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کتب حدیث پڑھیں اور سند لی۔

مولانا عبدالواحد غزنوی: 1910ء میں لاہور کی چینیاں والی مسجد کے امام وخطیب مقرر کیے گئے۔ 29 دسمبر 1930ء کو رحلت فرمائی۔ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے باقی بیٹوں کی طرح، افسوس ہے مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے کوائف حیات بھی کسی نے قلم بند نہیں کیے۔ ایک دومرتبہ میں نے ان کے پوتوں (ڈاکٹر خالد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور جناب محمد ابراہیم غزنوی) سے ان کے حالات معلوم کرنا چاہے تو پتا چلا کہ وہ بھی اس سلسلے میں خالی ہاتھ ہیں۔ بلکہ محمد ابراہیم غزنوی صاحب نے جواب دیا کہ میں تو خود آپ سے ان کے حالات معلوم کرنے کا خواہاں ہوں۔ (چمنستان حدیث ص: 168)

جماعتِ مجاہدین کی مالی امداد

بہر حال مجھے مختلف حضرات سے ان کے متعلق جن چند واقعات کا پتا چلا وہ یہاں عرض کر رہا ہوں۔ انہیں 1910ء میں لاہور کی چینیاں والی مسجد کے امام وخطیب مقرر کیا گیا تھا۔ اس زمانے میں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی **جماعت مجاہدین آزاد قبائل میں ہندوستان کی انگریزی حکومت سے برسر پیکار تھی** اور اس کی کسی صورت میں بھی مالی مدد کرنا نہایت مشکل تھا۔ انگریزی حکومت کو اگر اس کے کسی معاون کا علم ہو جاتا یا کسی کے متعلق شبہ پڑ جاتا کہ یہ اس جماعت کی کسی نہ کسی شکل میں مدد کرتا ہے تو اسے سخت سزا دی جاتی تھی لیکن اس کے باوجود بے شمار لوگ (بالخصوص اہل حدیث) اس کی مالی مدد بھی کرتے تھے اور افرادی مدد بھی۔ یعنی انگریزوں سے لڑائی کیلئے مرکز مجاہدین میں لوگوں کو بھیجتے تھے، جو ٹریننگ لے کر حالات اور موقعے کے مطابق انگریزی حکومت سے جہاد کرتے تھے۔ مالی معاونین میں مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔

صوفی مجاہد کا دشمن پر رعب

حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ حکومت کے اعلیٰ افسروں کو معلوم ہو گیا تھا کہ مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ جماعت مجاہدین کی مالی امداد کرتے ہیں اور جماعت کے کارکن اس سلسلے میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ اس وقت کی سی آئی ڈی کے ایک افسر کا نام شیخ عبدالعزیز تھا، اس کی ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے

Marfat.com

ملیں اور کسی طرح ان سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ کیا واقعی وہ اس جماعت کی مدد کرتے ہیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ چینیاں والی مسجد ہی کے ایک مکان میں سکونت پذیر تھے' شیخ عبدالعزیز دو تین مرتبہ مسجد میں آئے لیکن مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ ایک دن انہوں نے ان کے گھر والوں سے کہا کہ میرا نام شیخ عبدالعزیز ہے اور فلاں جگہ میرا مکان ہے، میں کئی دفعہ ان سے ملنے کیلئے حاضر ہوا' لیکن ملاقات نہ ہو سکی' مہربانی فرما کر وہ تکلیف کریں اور میرے گھر تشریف لائیں۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو گھر سے اطلاع ملی تو کسی نے ان کو بتایا کہ یہ شخص خفیہ پولیس کا افسر ہے اور آپ سے جماعت مجاہدین کی اعانت کے سلسلے میں بات کرنا چاہتا ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ ایک دن اس کے گھر تشریف لے گئے' دروازہ کھٹکھٹایا تو شیخ صاحب باہر آئے اور انہیں سلام کیا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نہایت بارعب شخصیت کے مالک تھے اور بارعب ہی ان کی آواز تھی۔ اپنے خاص لہجے میں فرمایا: شیخ صاحب اللہ عزوجل سے ڈر جاؤ''۔ یہ بارعب آواز شیخ صاحب کی بیوی کے کان میں پڑی تو وہ دوڑ کر آئی' خاوند کو اندر بلا کر کانپتی ہوئی آواز میں کہا: خدا کیلئے اس بزرگ کو کچھ نہ کہو' مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ انہیں کچھ کہا گیا تو ہم مارے جائیں گے''۔

شیخ عبدالعزیز بھی انہیں دیکھ کر اور ان کی آواز سن کر مرعوب ہو گئے اور کوئی بات نہ کر سکے۔ صرف یہ کہا کہ تشریف رکھنے میں صرف آپ کی زیارت کرنا اور آپ سے دعا کرانا چاہتا تھا' اس کے سوا کوئی کام نہ تھا۔

دعا کے دوران قبولیت کا یقین

مولانا عبدالعظیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ بتایا کہ وہ ایک دن ضلع امرتسر کے ایک شہر ترنتارن گئے۔ اہل حدیث حضرات کی مجلس میں وہ بیٹھے تھے' وہاں حسن اتفاق سے حضرت مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے آئے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی' وہ اس انداز سے رو رو کر دعا کر رہے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا واقعتاً اللہ تعالیٰ دعا قبول فرما رہا ہے۔ دعا کے الفاظ سن کر سب حاضرین مجلس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

حضرت عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ بیعت

اپنے والد مکرم حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے بڑے بھائی حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ بھی بیعت کے قائل تھے اور لوگ ان کے حلقہ بیعت میں داخل ہوتے تھے۔ ہمارے خاندان کے بھی بعض بزرگوں نے ان کی بیعت کی تھی اور ان کی صالحیت کا تذکرہ وہ لوگ اکثر کیا کرتے تھے۔

عبادات سے زیادہ معاملات کی پاکیزگی

منشی فضل الدین مرحوم نے بتایا کہ ایک دن مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس آئے کچھ دیر بیٹھے اور چلے گئے۔ چند منٹ کے بعد پھر آ گئے' ان سے ایک روپیہ ادھار لیا اور تشریف لے گئے۔ گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کے بعد پھر آ گئے اور جو روپیہ ادھار لے گئے تھے وہ واپس کیا۔

منشی صاحب سے ادھار روپیہ لینے کی وجہ یہ تھی کہ جب وہ ان کے گھر سے نکلے تو گلی میں ایک فقیر بیٹھا مانگ رہا تھا اور آنے

Marfat.com

جانے والوں سے کہہ رہا تھا'' بابا اللہ تعالیٰ کیلئے ایک پیسہ دے دو' بابا اللہ تعالیٰ کیلئے ایک پیسہ دے دو''۔ وہ مسلسل یہ صدا لگائے جا رہا تھا۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس وقت کچھ بھی نہ تھا' انہوں نے منشی صاحب سے ادھار روپیہ لے کر اس مانگنے والے کو دیا اور فرمایا دیکھو بھائی! اللہ تعالیٰ سے تھوڑی چیز نہیں مانگنی چاہیے' زیادہ مانگنی چاہیے ---۔ اور ایک روپیہ اس زمانے میں بہت بڑی چیز تھی۔ پھر گھر جا کر روپیہ لیا اور منشی صاحب کو واپس کیا۔ منشی صاحب نے کہا اتنی جلدی کیا پڑی تھی کل واپس کر دیتے۔ فرمایا ادھار جلد واپس کرنا چاہیے' زندگی کا کیا پتا کتنی ہے۔ کل اگر موت آجائے تو جو مقروض مرا اس کی اللہ تعالیٰ کے ہاں باز پرس ہو گی۔

خشیتِ الٰہی میں ڈوبی گفتگو

مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مولانا محی الدین احمد قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ پڑھیے۔ فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہمارے بہت روابط ہو گئے تھے' کئی ایک رشتے بھی باہمی ہو گئے تھے۔ انہیں علم کے لحاظ سے میں نے بہت بلند اور وسیع النظر پایا۔ خاص کر حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے تو وہ حافظ معلوم ہوتے تھے۔ **خشیت وتقویٰ ان میں بہت زیادہ تھا اور ان کی گفتگو اور مواعظ بھی خشیت اللہ میں ڈوبے ہوئے ہوتے تھے۔** (چمنستان حدیث' ص:168-171)

نمازیوں پر امام صاحب کی خشیت کا اثر

ملک عبدالرشید عراقی صاحب حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ'' مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ (امام ثالث) مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد منصب خلافت پر فائز ہوئے۔ مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ نہایت صالح اور مخلص ومتقی اور دیندار انسان تھے نماز بڑے خشوع وخضوع سے پڑھا کرتے تھے جس سے خشیت الٰہی طاری ہو جاتی۔ دعا میں تضرع وزاری ہوا کرتی تھی جس کا حاضرین پر بھی خاص اثر ہوتا تھا''۔ 1926ء میں سلطان ابن سعود والئی سعودی عرب نے مؤتمر عالم اسلامی کا اجلاس مکہ معظمہ میں طلب کیا۔ تو اس میں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی تو اس اجلاس میں مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کی قیادت میں جو چار رکنی وفد شرکت کے لئے مکہ معظمہ گیا اس میں مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ بھی شامل تھے دوسرے دو ارکان آپ کے صاحبزادے مولانا سید اسمٰعیل غزنوی رحمہ اللہ اور حافظ حمید اللہ دہلوی رحمہ اللہ تھے۔ مولانا قاضی محمد اسلم سیف فیروز پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ نیکی، خلوص للّٰہیت ذکر وفکر عبادت اور ریاضت اور وظائف دعوت وارشاد تزکیہ قلب وطہارت نفس اصلاح باطن میں اپنے باپ کے نقش قدم پر تھے۔

(بحوالہ کتاب: غزنوی خاندان: ص89)

جذب وسوز میں ڈوبی عبادت

مولانا قاضی محمد اسلم سیف فیروز پوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں'' مولینا سید عبدالواحد غزنوی، سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ نیکی، خلوص، للّٰہیت، ذکر وفکر، عبادت وریاضت، اوراد وظائف، دعوت وارشاد، تزکیہ قلب، طہارت

Marfat.com

نفس، اصلاح باطن میں وہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ بلکہ ان کے عکس ثانی تھے۔ ان پر بھی حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ اور بڑے بھائی سید عبدالجبار غزنوی کی نہ صرف چھاپ نمایاں تھی بلکہ انہیں کے ساختہ و پرداختہ تھے۔ حضور قلب انابت الی اللہ اور توجہ اور سلوک میں ان کے والد گرامی ان کے مقتداء اور رہنما تھے۔ مولنا عبدالوحد غزنوی کی عبادت میں جذب تھا۔ گفتگو میں سوز تھا خطبات جمعہ میں کشش تھی۔ کتنی دور دور سے لوگ آکر ان کے خطبات جمعہ سے فیوض و برکات حاصل کرتے۔ (تحریک اہل حدیث ص342)

مولانا احمد علی قادری لاہوری رحمہ اللہ کی توحیدی خدمات

مولانا احمد علی لاہوری مرحوم نے شیرانوالے دروازے کی مسجد میں جب سے ڈیرے ڈالے۔ حنفی ہونے کے باوجود توحید کی بڑی اشاعت کی اور بدعات کا رد فرمایا۔

حنفی مرشد کی غزنوی صوفی کے پیچھے نماز

مولنا سید عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کا درس قرآن نہ صرف لاہور میں مشہور تھا بلکہ پنجاب بھر میں ان کے چرچے عام تھے۔ مولنا احمد علی مرحوم نماز فجر پڑھا کر مسجد چینیانوالی میں ان کے درس میں شامل ہوجاتے۔ بسا اوقات مولنا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ نماز فجر بھی مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کی اقتداء میں پڑھتے۔ ایک مرتبہ مولنا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مولوی احمد علی فجر کی نماز اپنی مسجد میں پڑھا کرو اور درس قرآن بھی دیا کرو تاکہ حنفی لوگ آپ سے متاثر ہوسکیں کیونکہ ہم سے تو وہابی ہونے کی وجہ سے بدکتے ہیں، آپ حنفی ہیں۔ مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ نے جواباً کہا کہ حضرت جب نماز فجر کا وقت ہوتا ہے تو بے قراری اور بے چینی مجھ پر مسلط ہوجاتی ہے اور جب تک آپ رحمہ اللہ کے پیچھے نماز پڑھنے کا شوق اور جنون پورا نہ کرلوں سکون نہیں ملتا اور یہ مجھے اس قدر بے تاب کردیتا ہے کہ جب تک میں آپ رحمہ اللہ کی اقتدء میں فجر کی نماز نہ پڑھ لوں اور آپ رحمہ اللہ کا درس قرآن نہ سن لوں سکون و چین غارت ہوجاتا ہے۔ چنانچہ یہ بات بھی قارئین کو معلوم ہوگی کہ مولانا احمد علی لاہوری مرحوم نے اپنے بہت بڑے حلقہ ارادت کے باوجود عیدین کی نماز ہمیشہ غزنوی علماء کی اقتداء میں ادا کیں۔ پہلے مولنا عبدالواحد غزنوی کی اقتداء میں۔ پھر مولانا احمد علی غزنوی رحمہ اللہ کی اقتداء میں آخراً مولنا سید داؤد غزنوی کی اقتداء میں۔ مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ فروری 1942 میں فوت ہوگئے۔ مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ دسمبر 1943ء میں فوت ہوئے۔ جب مولنا سید داؤد غزنوی وفات پاگئے تو مولنا عبیداللہ انور مرحوم نے فرمایا اگر کوئی غزنوی نماز عید پڑھائے گا تو ہم حسب سابق نماز عید منٹو پارک میں اس کی اقتداء میں ادا کریں گے۔ (تحریک اہل حدیث ص344)

مولانا احمد علی مرحوم روادار بزرگ

مولنا احمد علی مرحوم بڑے مرنجاں مرنج وضع دار اور روادار بزرگ تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنی دختر نیک اختر کا رشتہ مشہور اہلحدیث عالم و مصنف مولنا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کو دیا۔ قاری عبدالواحد ایڈوکیٹ مولانا عبدالمجید سوہدروی کے

Marfat.com

صاحبزادے اور مولنا احمد علی مرحوم کے نواسے ہیں۔اسلام کے یہ یز تابان مولانا سید عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ 1920ء کو دار فانی سے مقام جاودانی میں تشریف لے گئے۔(تحریک اہل حدیث ص 345)

لاتعداد لوگوں کی مولانا ابوالکلام رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی مروجہ تعلیم سے فراغت کے بعد 1921ء میں گوجرانوالہ تشریف لائے تو وہاں تدریس وخطابت کا سلسلہ شروع کیا۔حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد مولانا غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق اخبار الاعتصام (مورخہ 27 دسمبر 1963ء) ان کا پہلا مضمون ''اخاء اربعین سنۃ'' کے عنوان سے چھپا۔اس کا ایک اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے جس میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کا ذکر فرمایا گیا ہے:

انہی دنوں لاہور میں جمعیت علمائے ہند کا اجلاس منعقد ہوا' جس کی صدارت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔میاں عبدالعزیز بیرسٹرایٹ لاء کی کوٹھی میں مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے صبح کی نماز پڑھائی۔اس کے بعد **لوگوں نے اسلام کی سربلندی اور استحکام وطن کیلئے بہت بڑی تعداد میں ان کی بیعت کی۔اس بیعت میں مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے**۔میں نے اور میری طرح کے بہت سے لوگوں نے بیعت کی۔حضرت مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے۔وہ مولانا آزادہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کیلئے تشریف لائے' مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ ان سے بڑے تپاک سے ملے۔مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بہت دعائیں دیں۔

بڑھاپے میں مرشد کی خدمت

اب مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں عبداللہ ملک مرحوم کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔وہ تحریر کرتے ہیں:

میرے دادا منشی نور الٰہی رحمۃ اللہ علیہ بڑے متشدد اہل حدیث تھے اور لاہور شہر کی مسجد چینیاں والی اس وقت اہل حدیث کی سب سے بڑی مسجد تھی' اس مسجد کے وہ ٹرسٹی تھے۔1942ء میں ان کی وفات ہوئی تو ان کی جگہ مجھے ٹرسٹی چن لیا گیا' لیکن بعد میں میری سیاست نے مجھے اس سے قدرے بے تعلق کر دیا۔میرے دادا رحمۃ اللہ علیہ غزنوی خاندان کے بہت معتقد تھے۔

میری جب چشم ہوش وا ہوئی تو اس وقت اہل حدیث جماعت کے مشہور عالم مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ مسجد چینیاں والی میں خطابت کے فرائض ادا کیا کرتے تھے۔اس وقت ان کی عمر ستر (70) برس سے تجاوز کر چکی تھی لیکن مجھے ان کی امامت میں نمازیں ادا کرنے کی سعادت حاصل رہی ہے۔میں نے ان کے پیچھے فجر کی نمازیں ادا کی ہیں جو کہ خاصا مشکل کام تھا اور اس وقت میری عمر پانچ یا چھ برس کی ہوگی۔اس وقت نیند سے بیدار ہونا بڑا دقت طلب معاملہ ہوتا تھا لیکن دادا رحمۃ اللہ علیہ مجھے ساتھ لے جایا کرتے تھے اور سحر خیزی کی عادت اسی بچپن کی مرہون منت ہے۔آج جب میں اپنی عمر کے اٹھاون سال گزار چکا ہوں تو سحر خیزی کی یہ عادت اب بھی اسی طرح قائم ہے۔

مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نمازیں بہت خشوع وخضوع سے ادا کیا کرتے تھے۔فجر کی نماز میں تو وہ بالالتزام کافی طویل آیات کی تلاوت فرماتے اور تلاوت میں ان پر شدید رقت طاری رہتی تھی۔سجدوں میں بھی کافی دیر لگاتے اور مسلسل ان کے رونے اور گریہ وزاری کی آوازیں آتی رہتیں' جس سے مقتدیوں پر بھی یہی کیفیت طاری ہوجاتی۔چنانچہ میری رقیق القلبی بھی

Marfat.com

انہی ابتدائی ایام اور اسی تربیت کی یادگار ہے۔

مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے جمعہ اور عیدین کے خطبے مجھے اب بھی یاد ہیں۔ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عزوجل کے الفاظ استعمال کرتے تھے۔ ان کی کھنک دار اور بارعب آواز کی گونج نصف صدی گزر جانے کے بعد بھی میرے کانوں میں محفوظ ہے۔ ان کا نورانی چہرہ' سفید و شفاف رنگ' سفید دودھیا ڈاڑھی' قد آدم عصا' سفید لباس' تنگ پائنچے کی شلوار اور ٹخنوں تک عربوں کا سا کرتہ اور جمعہ کے خطبے کے دوران عربی عبا زیب تن کرنا' یہ سب باتیں مجھے اب تک یاد ہیں۔ مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے میرے خاندان کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ جب مولانا رحمۃ اللہ علیہ بیمار پڑے اور ان کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو میرے دادا مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے گھر لے آئے اور خود ان کی دیکھ بھال کرتے رہے۔

میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے تاثرات

حضرت مولانا سے متعلق ایک واقعہ ملک حسن علی جامعی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے یا کسی اور بزرگ نے سنایا اور یہ واقعہ میں نے کہیں لکھا بھی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ لاہور کا ایک شخص میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا' وہ شرقپور جاتا تو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہتا کہ لاہور کی چینیاں والی مسجد کے وہابی آپ کی سخت مخالفت کرتے ہیں۔ اس نے بار بار یہ بات کی تو **میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ ایک دن لاہور آئے اور صبح کی نماز کیلئے چینیاں والی مسجد گئے۔ مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء میں نماز پڑھی** اور نماز کے بعد ان کا درس قرآن سنا۔ مولانا کو دیکھ کر ان کی اقتداء میں نماز پڑھ کر' پھر ان کا درس سن کر نہایت متاثر ہوئے۔ درس میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو دیکھا تو خیال کیا کہ یہ کوئی اجنبی شخص ہے' وہ اٹھ کر جانے لگے تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو روک لیا اور فرمایا: بھائی آپ مہمان معلوم ہوتے ہیں' ناشتہ کر کے جانا۔ انہوں نے جانے کیلئے بہت کہا لیکن مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں جانے دیا۔ ناشتے کے بعد جانے کی اجازت دی۔ متاثر تو وہ پہلے ہی تھے اب ان کے اخلاق حسنہ اور مہمان نوازی کا ان پر مزید اثر پڑا۔

دوسرے دن وہی شخص شرقپور گیا تو پھر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے باتیں کرنے لگا۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا: خاموش ہو جاؤ اور یہاں سے چلے جاؤ۔ میں نے خود ان سے مل کر جان لیا ہے کہ وہ کس قدر بلند کردار عالم دین ہیں۔

(چمنستان حدیث' ص: 171 تا 174)

معرفت الٰہی میں ڈوبے مکتوبات

اب حضرت مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے چند مکتوبات گرامی (خطوط) ملاحظہ فرمایئے جو انہوں نے مختلف اوقات میں بعض حضرات کے نام تحریر فرمائے۔

سورۃ فاتحہ کے اسرار

یہ مکتوب انہوں نے عام لوگوں کے نام لکھا۔ اس میں سورۃ فاتحہ کی فضیلت اور اس کے ورد کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ یہ مکتوب 22 جون 1911ء کے اخبار الاعتصام میں چھپا۔ مولانا کی اردو زبان عجیب قسم کی ہے جو بڑی دلچسپ ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔

میرے پیارے اخوان! اللہ عزوجل تم کو اپنی ہی نظر رحمت میں رکھ کر، اپنی ہی مرضیات کی توفیق مرحمت کردے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

یااللہ یارب العالمین یارحمن یارحیم یاارحم الراحمین تو اپنی مبارک سورۃ (فاتحہ) کی برکات کے ساتھ میرے سینے کو کھول کر مجھ بے علم سے وہی لکھوالے جس سے تیری ہی رضامندی مجھ کو کامل طور پر حاصل ہوکر تیرے بندوں کو اس سے کامل فوائد نصیب ہوجائیں۔ آمین یارب العالمین!

فصل در بیان فضائل فاتحہ شریفہ:

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِہٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْھُمْ۔ (الحجر: 87-88)

یعنی جب ہم آپ کو فاتحہ شریفہ کی سات آیتیں عطا کر چکے ہیں جو آپ دربار الٰہی عالی قدر میں حاضر ہوکر ہر رکعت کے درمیان، انہی کو بطریق وسیلہ وتحیہ شاہانہ پیش کر کے عرض حوائج خود کرتے رہتے ہو اور جب ہم آپ کو وہ قرآن عظیم (یعنی فاتحہ شریفہ) عطا کر چکے ہیں **جس کے ساتھ ہر ایک مشکل حل ہوسکتی ہے، ہر ایک قسم کی بیماری دور ہوسکتی ہے اور وہ ہر قسم کی ترقی کیلئے کامل زینہ** اور ہر ایک خزانے کیلئے اعلیٰ مفتاح وچابی ہے تو پھر تم کیوں کسی کے مال ومتاع یا کسی اور قسم کی عزت اور ترقی کی طرف (بخیال تمنا وآرزو) آنکھیں اٹھا کر دیکھو، کیونکہ ہر ایک قسم کے مطالب اور ہر قسم کے مقاصد حاصل کرنے کیلئے تو یہی فاتحہ شریفہ اعلیٰ وسیلہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ نماز میں کیا پڑھا کرتے ہیں، یعنی جب آپ نماز کے درمیان ماسوا اللہ تعالیٰ کے تمام تعلقات کو قطع کر کے، تمام خیالات کو پس پشت ڈال کر اپنے حاکم اعلیٰ رب العزت (اللہ عزوجل) کے دربار کے اندر داخل ہوکر اس کے سامنے غلامی لباس میں کھڑے ہوجاتے ہیں تو اس وقت آپ اس کے اعلیٰ جناب میں بطریق نذرانہ غلامانہ وپیش کشی آں دربار عالی شان، کیا تحیہ (تحفہ) پیش کرتے رہتے ہو۔

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: میں اس موقع پر اس تحیہ (سورۃ فاتحہ) کو پیش کرتا رہتا ہوں۔ آپ سن کر خوش ہوئے، اور اس کی بشارت اور مزید ترغیب کیلئے اور اپنی باقی امت مرحومہ کی خیر خواہی اور ہدایت کیلئے حلفیہ بیان فرمایا:

والذی نفی بیدہ مانزل فی التوراۃ ولافی الانجیل ولافی الزبور و لافی القران مثلہ انھا السبع المثانی والقران العظیم الذی اعطتیہ"۔(رواہ اھل السنن والمسانید)

"مجھ کو اس رب کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، نہ ہی تورات میں اور نہ انجیل اور زبور میں اور نہ قرآن میں اس کی مثل کوئی سورۃ نازل ہوئی ہے اور وہی السبع المثانی (سات آیتیں ہیں) جو ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہیں اور یہ وہی القرآن العظیم ہے جو مجھ کو عطا ہوا ہے"۔

Marfat.com

اور ہمارے رب عزوجل نے اس عظیم الشان عطا کو آیہ کریمہ:

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ۔ (الحجر: 87)

ترجمہ: میں بطریق تذکرہ احسانات عظیمہ خود ذکر کیا ہے۔

اللہ سے اللہ کو مانگنے کی چاہت

جاننا چاہئے کہ فاتحہ شریفہ ہی اجل واعلیٰ مقصود ہے۔ چونکہ وہ مقصود اعلیٰ ہے اسی طرح اس کے حصول کیلئے پہلے چند اعلیٰ وسائل ہیں۔ اعلیٰ سے مقصود یہ ہے کہ ہم کو ہمارا رب ہی (عزوجل) مل جاوے اور وہی رب سبحانہ وتعالیٰ ہمارے سروں پر اپنا دستِ رحمت ورافت رکھ کر اپنی ہی (طرف پھیر کر) بہ ایں طور اپنے ہی کنف عطوفت میں جگہ دے دے، کہ اس کے بعد جدائی مطلق نہ ہو۔

اللھم ارزقنا برحمتك التی وسعت کل شیءٍ۔

تمام عبادات اور دعاؤں میں سب سے اعلیٰ اور اقرب الی الاجابت والقبول یہی عریضہ مبارک فاتحہ شریفہ ہے۔ جس کے درمیان ہم:

اولاً: اپنے رب عزوجل کے ان اعلیٰ محامد، اعلیٰ صفات، اعلیٰ اسمائے حسنیٰ کے ساتھ توسل کرتے ہیں، جن کے اندر اس کی توحید الوہیت بھی ہے اور توحید ربوبیت بھی ہے اور توحید فی الاسماء والصفات بھی ہے اور اسی کی عزت اور عظمت اور کبریائی اور اسی کی وسعت رحمت اور کمال مہربانی کا ذکر بھی ہے۔ قال اللہ عزوجل وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا۔

مراقبے کی کیفیت سے فاتحہ پڑھنا

اور ثانیاً: ہم اسی کے آگے اپنی قلبی محبت اور چاہ اور اپنے دلی اخلاص کو بکمال عاجزی اور زاری بہ ایں طور ظاہر کرتے ہیں کہ ہم تو اب بھی تیرے ہی در کے غلام ہیں اور آئندہ بھی تیرے ہی در کے غلام بنے رہیں گے۔ سو تو ہی ہم کو ان اعلیٰ صفات کے طفیل اور برکت سے بہ ایں طور کامل توفیق اور اعانت اور کامل امداد عبادت ومحبتِ خود مرحمت فرما کر، ہمارے دلوں سے تمام دنیوی حاجتوں کو دفع کر دے، اور ہم کو اپنے ساتھ لگا کر اپنی نظر رحمت میں رکھ کر ہر ایک قسم کی تربیت فرما دے۔

ثالثاً: اور پھر بڑی محبت اور کمال عاجزی سے بلکہ اگر ہو سکے تو رو رو کر ہم اپنے ہی رب عزوجل کی قدردانی اور شکرگزاری کیلئے اسی کے اللہ اور رب اور رحمان اور رحیم اور مالک یوم الدین ہونے کی خوشیاں کر کے بہ لحاظ معانی وتکرار الفاظ پڑھا کریں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۝ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ۝

کو بایں مراقبہ اور بایں حضور کہ یارب العالمین ہم تو تیرے ہی اللہ ہونے کی خوشیاں کر کے بر طریق شکریہ وقدردانی تیری حمد اس قدر پڑھتے ہیں، جس قدر تیری شان الوہیت ہے۔

یارب العالمین! ہم تو تیرے ہی رب ہونے کی خوشیاں کرتے، تیرے ہی معبود ہونے کا شکر بجالاتے، تیری حمد اسی قدر پڑھتے ہیں جس قدر تیری شان رحیمیت ہے۔

یارب العالمین! ہم تو تیرے ہی اللہ ہونے کی خوشیاں کرتے، تیرے ہی مقصود قلبی ہونے کی شکرگزاری کیلئے تیری حمد اس قدر پڑھتے ہیں، جس قدر تیری شان مالکیت ہوگی روز قیامت میں۔

Marfat.com

تین اسمائے حسنیٰ مکمل سورۃ کا نچوڑ

ان الٰہی اسماء میں ایک اسم اللہ، دوم اسم رب، سوم اسم رحمان ہے۔

جو اللہ عزوجل کے باقی اسماء کیلئے بمنزلہ امہات واصول ہیں۔ یعنی اس کے باقی اسماء کے معانی اور مضامین بھی انہی تینوں کے درمیان موجود ہیں اور فاتحہ شریفہ کے تمام مقاصد اور تمام مطالب انہی تینوں پر مبنی ہیں۔ اسی قسم کے اسرار اور حکمتوں کی حیثیت اور اعتبار سے تو یہ ام الکتاب اور تمام آسمانی مقدس کتابوں اور تمام قرآنی سورتوں سے افضل بلکہ خود ہی قرآن عظیم ہے۔ فالحمدللہ الذی من بھا علینا۔

قارئین! اہلحدیث میں کیسے کیسے باکمال بزرگ گزرے ہیں جن پر سورۃ فاتحہ کی برکات اور تفسیر کھل چکی تھی۔ یہ تاثیر اس وقت حاصل ہوتی ہے جب انسان کثرت سے ذکر کرنے والا بن جائے۔ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم پر بھی سورۃ فاتحہ کے وہ کمالات کھلے تھے کہ سینکڑوں صفحات پر مشتمل سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھ ڈالی۔ انکے علاوہ حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ پر بھی سورۃ فاتحہ کے ایسے اسرار منکشف ہوئے تھے کہ انکو تو خواب میں اللہ جل شانہ کی زیارت بھی نصیب ہوگئی تھی، حوالہ دیکھنے کیلئے انکی سوانح عمری کا مطالعہ فرمائیں۔ اسی طرح حضرت صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی سورۃ فاتحہ کے انوارات اتنے مل چکے تھے کہ جب انہیں مخصوص اعضاء سے محروم کرنے کیلئے لوہے کی ضربیں لگائی گئیں تو وہ سورۃ فاتحہ کے ذکر میں مشغول ہوگئے، جسکی بدولت انہیں چیونٹی کے کاٹنے جتنی تکلیف بھی محسوس نہ ہوئی۔ حوالہ کیلئے مولانا اسحاق بھٹی مرحوم کی تصنیف شدہ سوانح صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ پڑھیں۔ قارئین! موجودہ دور میں تصوف پر اعتراض کرنیوالے بھلا اپنی زبان کو کس قدر ذکر میں مصروف رکھتے ہیں؟ اور ان پر کون سی سورت کے کیا کیا کمالات کھلے ہیں؟ (از: مرتب)

مرید خاتون کو وظیفہ اور تعویذ کی تلقین

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مکتوب ایک خاتون مسماۃ محترمہ قریشہ کے نام تحریر فرمایا، جو ان کے حلقہ بیعت میں شامل تھیں۔ (مطبوعہ ''الاعتصام'' 14 جولائی 1961ء)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عزیزہ! اللہ عزوجل اپنی ہی نظر رحمت میں رکھے۔ بعد السلام علیکم، کسی کو کعبہ وقبلہ نہ لکھا کریں' نیز بسم اللہ لکھا کریں۔

عزیز عبدالحیٔ جان ملا۔ بارک اللہ فیہ ان شاء اللہ۔ شریف لڑکا ہے' آپ تقویٰ اور دعاؤں سے زیادہ کام لیا کرو۔ **41** مرتبہ الحمد شریف کو صبح **41** مرتبہ رات کو بعد درود شریف کو سو مرتبہ پڑھا کریں۔ بعد ازاں جو دعا چاہیں، کرلیا کریں اور پانی پر دم کرکے پی لیا کریں۔ تعویذ بھیجتا ہوں' باقی حوالہ خدا۔ میں ان شاء اللہ ہفتہ کے دن حج کو روانہ ہوجاؤں گا۔ (عبدالواحد غزنوی عفی عنہ)

بیٹے کو نماز سکھانے کا صوفیانہ انداز

یہ مکتوب حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فرزند گرامی مولانا اسماعیل غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام تحریر فرمایا:

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الی الولداسماعیل والولداسماعیل سلمهما الله تعالیٰ- السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته! جاء جواب المحمدی والغزنوی سکت----

اللہ تعالیٰ کے لحاظ ملاحظہ میں ہروقت رہا کرو۔ بشریت کی وجہ سے اگر کوئی برائی ہوجاوے تو اس کو نیکی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے عملوں سے محوکرلیا کرو۔ جھوٹ بولنے کو بالکل ترک کردو' ایک دل میں ایمان اور کذب جمع نہیں ہوتے' ہر معاملہ میں صفائی کو اپنے اوپر لازم کردو' اپنے سے زیادہ اپنے بھائی کی خیرخواہی کیا کرو۔ بلکہ ہرشریک کی اسی طرح خیرخواہی کیا کرو' رب اپنے کو ہر وقت یاد کرلیا کرو' اسلام کو ایک خیمہ جان لو' جس کے درمیان ایک ستون اور چاروں طرف سے چار پردے ہوں۔ جب تک درمیانہ ستون قائم نہ ہو، ان چار پردوں سے خیمہ قائم نہ ہوگا۔ اسی طرح نماز اسلام کا درمیانہ ستون ہے اور زکوٰۃ' روزہ' حج وغیرہ پردوں کی طرح ہے' جب تک ان میں نماز نہ ہو' اسلام کا خیمہ قائم نہ ہوگا۔

نماز ذکرِ الٰہی کیلئے ہوتی ہے' لہٰذا بڑی عاجزی کے ساتھ زبان سے اللہ تعالیٰ کے اوصاف بیان کرنے چاہئیں اور بدن کے ساتھ جھک جھک کر اس کے دربار میں آداب بجالانے چاہئیں اور دل سے اس کے آگے عاجزی کرنی چاہئے' بایں طور کہ وہ عاجزی نمازی کے بدن سے ظاہر ہو۔

''مخبتین'' کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، اخبات کہتے ہیں زمین کے دبانے کو جو بہ نسبت دوسری زمین کے دب کر نیوی ہوجائے۔ اس طرح نمازی کو بایں طور عاجزی سے کھڑا ہونا چاہئے جو بدن کے دب جانے سے معلوم ہو۔

بازار میں ذکرِ الٰہی کی کثرت کرو

خصوصاً جب بازار میں نکلو تو اس وقت بڑے زور سے یعنی کثرت سے اپنے رب کو یاد کرلیا کرو' اور بندوں اور حیوانات کو دیکھ کر اپنے رب کی عظمت وقدرت وتربیت کو یاد کرکے وہاں ہی پکار فریاد واستغاثہ کرو کہ اللہ تعالیٰ تو نے ہی ان کو پیدا کیا' تو ہی ان سب کو پالتا ہے' تو ہی سب کو قائم رکھتا ہے' تو ہی ہر ایک کی حاجت براری کرتا ہے' حالانکہ ان میں مجھ سے بڑھ کر غافل' مجھ سے بدرجہا زیادہ گنہگار' مجھ سے بڑھ کر خطا کار ہوں گے' اللہ تعالیٰ تو مجھ پر رحم کر' میری روسیاہی کو بہ آبِ رحمت خود دھوڈال' مجھ کو معاف فرما' میرے دین ودنیا کو قائم کردے۔ اس طرح پر بازار میں جانا عبادت ہے اور بازاروں کی غفلت میں اپنے رب کو اس طرح انابت سے یاد کرلینا اولیاء اللہ کا کام ہے۔

قبولیتِ دعا کا ایک خاص موقع

نیز عجائبات قدرت کو دیکھ کر اپنے رب کی عزت وعظمت کی طرف پکار کر دعا کرلیا کرو' وہ اجابت کا وقت ہوتا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے مریم علیہا السلام کے غیبی میووں کو دیکھ کر رب کی قدرتِ کاملہ کو یاد کرکے بے اختیار ہوکر دعا کی: هنالک دعا زکریا ربه۔ اللہ عزوجل نے فوراً دعا قبول کرلی اور سخت مایوسی کی عمر میں حضرت یحییٰ علیہ السلام مرحمت کردیے۔ نیز بازار والے سب کے سب غفلت اور سخت حرص میں مبتلا ہوتے ہیں' اس وقت تم اپنے رب کو یاد کروگے تو اللہ تعالیٰ کے دربار میں تمہاری بڑی قدردانی

Marfat.com

ہوگی' پھر کیوں دعا قبول نہ ہوگی۔ ہاں دنیا کو مقصود اصلی مت گردانو' کیونکہ دنیا تو اللہ عزوجل کی طرف سیر کرنے والوں کیلئے خرچ راہ ہے اور مقصود اصلی رب ہی ہے عزوجل، نہ کہ خرچ راہ۔

قدم قدم پر اعمال کی ترغیب

:۔ ہر روز صبح کی نماز کے بعد اولاً تسبیحات وادعیہ ماثورہ پڑھا کرو۔ پھر قرآن مجید کا حلقہ بنا کر دو چار آیتوں کو بطریق درس اسماعیل پڑھا دیا کریں اور تم ہر ایک قرآن شریف میں دیکھ کر سنا کرو تا کہ تم رب عزوجل کے حکموں سے واقف ہو جاؤ اور دن کے شروع میں تمہاری زبان' آنکھیں' دل' دماغ' قلب وقالب اللہ تعالیٰ کے کلام مجید کے ساتھ مبارک ہو جاوے۔ رحمت کا ذکر قرآن شریف میں آ جاوے تو اللہ تعالیٰ سے رحمت کا سوال کرو۔ عذاب کا ذکر ہو تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ پکڑو' فرائض کے علاوہ رات کو تہجد کیلئے بھی اٹھا کرو اور اس اٹھنے سے قیامت کے اٹھنے کو یاد کر لیا کرو کہ اس طرح قیامت میں ہم کو رب العالمین اٹھاوے گا۔ اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "الحمدللہ الذی احیانا بعدما اماتنا والیہ النشور" نیند سے اٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ مخلوق خدا پر رحم کر لیا کرو' تم پر اللہ تعالیٰ رحم کرے گا' رحم اعلیٰ یہ ہے کہ دینداری سکھاؤ' نماز پڑھواؤ' ذکر الٰہی تعلیم کرو' نہ یہ کہ آپس میں بے دینی' بے نمازی' تمباکو نوشی و چائے وقہوہ ومجلس آرائی پر وقت ضائع کرو کیونکہ شرط ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے محبت ہو اور بے دین وآزاد لوگوں سے انقطاع ومخالفت ہو۔ یعنی ایسا نہ ہو کہ ایمان کامل کے باوجود کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں سے دوستی کرے۔ اگر ایسا کرے گا تو کامل ایماندار نہ ہوگا۔ غرض یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ ہی کی پیدائش ہیں' ہمارے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہیں تھا' اسی طرح **ہم کو لازم ہے کہ ہم اپنی تمام ہستی اس کے تابعدار کر دیں' اسی کو اسلام کہتے ہیں۔**

اللہ جل شانہ سے اسی کی محبت مانگو

حضرت مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مکتوب گرامی 12 اکتوبر 1961ء کے الاعتصام میں شائع ہوا۔ ملاحظہ فرمایئے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بھائی جان (قربان علی) بعد از سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اللہ عزوجل ہمارے دلوں کو اپنی ہی محبت کے ساتھ بایں طور بھر کر معمور کر دے' جس کے سبب سے ہمارے دلوں میں غیر اللہ' ماسوی اللہ کیلئے کوئی جگہ نہ رہے' بلکہ غیر اللہ کے تمام افکار' تمام خیالات ہمارے دلوں سے نسیاً منسیا ہو جاویں' بھائی جان! ہمارے ارحم الراحمین رب عزوجل نے تو ہمارے دلوں کو اپنی ہی محبت' توکل' انابت' اخلاص' مقام احسان ودیگر اعمال قلوب ہی کے واسطے پیدا کیا ہے' چنانچہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

القلب بیت الرب جل جلالہ — حبا واخلاصا مع الاحسان

ف۔ چنانچہ ہمارے ارحم الراحمین رب عزوجل نے ہمارے ابدان میں ہر ایک عضو کو ایک خدمت' ایک کام کے واسطے پیدا کیا ہے' وہی کام' وہی خدمت اس سے لی جاوے تب تو یہ علامت سبب آرام اور راحت ہے۔ غیر کام اس سے کرالو' غیر جگہ میں

Marfat.com

اس کو استعمال میں لاؤ' تو یہ سبب بے آرامی اور مصائب ہوگا۔ مثلاً آنکھیں دیکھنے کو' کان سننے کو' ہاتھ پکڑنے کو' قدم چلنے کو پیدا ہوئے ہیں۔ اگر یہ کام ان سے لوگے تو آرام سے رہو گے' اگر ان سے وہ غیر کام لوگے جن کے واسطے وہ پیدا نہیں ہوئے تو تکلیف میں تمام وجود کو ڈالو گے اور شکار مصائب بن کر ہمیشہ مصیبتوں میں مبتلا رہو گے۔

اسی طرح دلوں کو (جو ہمارے ارحم الراحمین نے ان کو اپنے ہی ذکر اور محبت اور اخلاص ہی کے واسطے پیدا کیا ہے) اگر ان سے تعلق غیر اللہ اور محبت غیر اللہ اور طلب غیر اللہ اور تلاش غیر اللہ وغیرہ وغیرہ امور دنیا لی جاویں تو دل ہمیشہ تکالیف اور عذابوں اور مصائب ہی میں رہیں گے۔

چنانچہ ہمارے رب عزوجل نے کفار کے اموال اور اولاد کے بارے میں فرمایا ہے:

فَلَا تُعۡجِبۡكَ اَمۡوٰلُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ ؕ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَتَزۡهَقَ اَنۡفُسُهُمۡ وَهُمۡ كٰفِرُوۡنَ ٥ (التوبہ:55)

کہ ان کے مال اور ان کی اولاد کو دیکھ کر تم تعجب میں گرفتار نہ ہو' اس کے سوائے اور کوئی بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان مالوں اور ان اولادوں کے ساتھ ان کو اس دنیوی زندگانی میں معذب گردانے بایں طور کہ ان کے دل جو الٰہی تعلق' الٰہی محبت کے واسطے پیدا کئے گئے تھے اس سے تو انہوں نے اپنے دلوں کو پھیر لیا اور ایسی غیر چیزوں (اموال' اولاد وغیرہ) کے ساتھ لگا لیا''۔

تو اب بہ دو سبب وہ معذب ہوں گے:

ایک تو بایں سبب کہ اعلیٰ امور کے واسطے دل پیدا کئے گئے تھے' انہوں نے اپنے دلوں کو ان اعلیٰ امور میں استعمال نہ کیا بلکہ ان امور کے اضداد میں استعمال کر لیا۔ چنانچہ کوئی شخص اپنے پاؤں کے بدلے ہاتھوں کے ساتھ چلنا اختیار کرلے اور:

اَفَمَنۡ يَّمۡشِىۡ مُكِبًّا عَلٰى وَجۡهِهٖۤ اَهۡدٰٓى اَمَّنۡ يَّمۡشِىۡ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ٥

کا مصداق ہو جاوے کیا اس کو عذاب نہ ہوگا' کیا وہ سخت تکلیف میں مبتلا نہ ہوگا۔ (الملک:22)

دوئم بایں سبب کہ مالوں اور اولادوں میں تو ہمیشہ امتحانات اور مصائب بر طریق لزوم جاری رہتے ہیں۔ لہٰذا جس نے انہی کے ساتھ اپنے دل کو لگا لیا وہ ان مصائب اور امتحانات کے سبب سے ہمیشہ غم میں' ہمیشہ دکھ میں گرفتار رہے گا۔ عیاذاً باللہ تعالیٰ

لہٰذا ہمارے ارحم الراحمین نے آیہ اَلَا بِذِكۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ (الرعد:28) میں (بر طریق اعلان) فرمایا کہ دلوں کا اطمینان تو ہمارے ہی ذکر' ہماری ہی عبادت' ہمارے ہی ساتھ انس والفت میں ہے۔ بہ دو سبب: ایک تو بایں وجہ کہ جس اعلیٰ کام کیلئے دل پیدا کئے گئے تھے ہم نے انہی اعلیٰ امور میں ان کو استعمال کر لیا۔ بایں سبب ہمارے دل اطمینان اور آرام اور راحت میں ہوں گے۔

دوئم بایں سبب کہ ہمارے رب العالمین عزوجل کے ذکر میں اسی کی عبادت اور اطاعت میں اور اسی کی محبت میں اور اسی کے ساتھ انس والفت میں تو ایک نور اور سرور اور ایک حلاوت اور لذت اور ایک انشراح صدر اور اطمینان قلب ہوتا ہے' جو بیان نہیں ہو سکتا:

Marfat.com

کما قال النبی ﷺ: لقد وجد حلاوۃ الایمان من رضی باللہ ربا و بالاسلام دینا وبمحمد نبیا ﷺ۔

پھر تمام اذکار میں قرآن مجید کی تلاوت اعلیٰ ذکر ہے اور پھر قرآن مجید کی تلاوت میں سب سے اعلیٰ اور افضل تلاوت سورہ فاتحہ یعنی الحمد شریف ہے۔

بایں طور کہ ہم اپنے ارحم الراحمین کو مقصود اصلی اور مطلوب قلبی اور مراد حقیقی ٹھہرا کر ہر وقت اسی کے ذکر میں' اسی کی عبادت میں' اسی کی تلاش اسی کی چاہ' اسی کی طلب میں رہا کریں اور وہی عمل کر لیا کریں جس سے وہی عزوجل راضی ہو کر مل جاوے۔

بھائی جان! ہم تو موافق آیہ وَ خُلِقَ الْاِنْسٰنُ ضَعِیْفًا (النساء:28) نہایت کمزور و عاجز ہیں۔ یا اللہ پھر ہم باوجود اس ضعف کے اس اعلیٰ مطلب میں کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں جب تک کہ تو خود ہی رحم فرما کر ہم کو اپنے ہی ساتھ ملا نہ لو۔

بناء علی ذالک تو ہمارے ارحم الراحمین ہی نے ہم کو فاتحہ شریفہ یعنی ام القرآن عطا فرمائی ہے۔ اس میں اولاً ہمارے ارحم الراحمین کے وہ اعلیٰ صفات ہیں جو اسی کے تمام اسماء حسنیٰ اور تمام صفاتِ علیا میں بمنزلہ امہات ہیں اور تمام کے معانی انہی کے درمیان جمع ہیں۔ سو، ام القرآن کے ساتھ توسل کرنا' گویا ہمارے ارحم الراحمین رب عزوجل کے تمام اعلیٰ صفات کے ساتھ توسل ہے' بلکہ تمام مقدس کتابوں (قرآن مجید' تورات شریف' انجیل شریف وغیرہ) کے ساتھ توسل ہے۔ تتبعھا الرادفعہ

بیٹی کو اعلیٰ مقامِ ولایت پانے کی تلقین

یہ مکتوب انہوں نے اپنی صاحبزادی محترمہ صفیہ صاحبہ کے نام لکھا تھا جو 15 دسمبر 1961ء کے الاعتصام میں چھپا۔ ملاحظہ فرمایئے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عزیزہ من السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

یہاں خیر ہے فالحمدللہ حق حمدہ! اللہ عزوجل تم سب کو خیر کے ساتھ رکھے۔ آمین! اپنا حال اپنے ہاتھ سے لکھا کرو' آج مریم جان کا خط آیا کہ صفیہ سخت بیمار ہے وہ عورت جو آئی ہے' اسی کا بیان ہے۔ سوائے ارحم الراحمین تو خود رحمان بھی اور رحیم بھی اور یہ ماہِ رحمت ہے۔ پس برحمتِ واسعہ خود میری پردیسن لڑکی کو اپنے ہی شفاخانہ غیب سے' اپنی ہی عبادت کے واسطے شفاء کامل و عاجل مرحمت کر۔ الٰہ الحق آمین!

جانِ من! یہی تو ماہِ دعا' ماہ عبادت' ماہ مسئلت ہے۔ افطار کے وقت بھی' تراویح کے وقت بھی' سحری کے وقت بھی۔ سحری کے وقت تو ہمارا ارحم الراحمین عزوجل آسمان دنیا پر نزول کرتا ہے اور فرماتا ہے' کیا ہے کوئی معافی مانگنے والا' کہ میں اس کو معاف کر دوں۔ کیا ہے کوئی سوال کرنے والا کہ میں اس کے سوال' اس کی حاجت کو ادا کر دوں۔

لہٰذا اللہ عزوجل کے درِ رحمت پر گر گر' رو رو کے توبہ واستغفار کر کے اسی سے' اسی کی عبادت کے واسطے صحت اور تندرستی طلب کر کے اسی عزوجل کو طلب کرو کیونکہ ہم اس سے (معاذ اللہ) جدا رہیں گے تو کسی طرح سے بھی نہیں رہ سکتے۔ لہٰذا اسی کو مقصود اصلی ٹھہرا کر اس کو اسی سے رو رو کر مانگا کرو اور اس سے اسی کو طلب کر لیا کرو اور الحمد شریف کو رو رو کر بایں طور کہ اللہ عزوجل کے اعلیٰ

Marfat.com

صفات کا جو اسی کے ابتداء میں ہیں' شکر ادا کرنے کو دس (10) بیس (20) مرتبہ مکرر بھی پڑھا کرو۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝ مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ۔

اسی طرح دس (10) بیس (20) مرتبہ جو الحمد میں اللہ عزوجل کے اعلیٰ صفات پڑھو گی تو اپنے رب عزوجل کو یہ دکھلایا کرو کہ میں تیری ان ہی اعلیٰ صفتوں کی خوشیاں کرتی ہوں اور بار بار الحمد پڑھتی ہوں کہ ہمارے رب العالمین عزوجل کے یہ اعلیٰ صفات ہیں اور میں ان ہی اعلیٰ صفات کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔

پھر انہی اعلیٰ صفتوں کے ساتھ توسل کر کے "اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ" میں اپنے رب العالمین عزوجل سے اسی کو (بہ طفیل اور وسیلہ اور برکت انہی اعلیٰ صفات) بکمال تضرع وکمال عاجزی (رو رو کے) مانگنا چاہئے اور اسی کو دس (10) بیس (20) مرتبہ پڑھنا چاہئے اور اپنے رب عزوجل کو اپنا دل دکھایا کرو کہ یارب عزوجل تو میرے دل کو دیکھ رہا ہے کہ میرے دل میں یہی خواہش' یہی طلب' یہی سوال' یہی عشق ہے کہ تو ہی ملجا ہے۔ چونکہ یہ سب اعلیٰ مقصود ہے اور میں تیری ہی عاجز بندی' ناتواں لونڈی (علاوہ براں بیمار بھی) ہوں' لہٰذا اعانت اور امداد بھی تجھ ہی سے مانگتی ہوں۔ پھر دس (10) بیس (20) مرتبہ "اِهۡدِنَا الصِّرٰطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۝ صِرٰطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ" میں یہ اظہار کرو کہ وہ امداد وہ اعانت مرحمت کر دے جو تو نے اپنے انعام والے بندوں کو (بطریق فضل وانعام) عنایت کردی تھی اور ان کو اپنے ہی ساتھ ملا دیا تھا اور ان کو اپنی ہی نظر رحمت میں رکھ کر پالا تھا۔ پھر "غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ" آمین۔ دس (10) بیس (20) مرتبہ یہی عرض کرو کہ ارحم الراحمینا' غضب والوں اور گمراہوں کی راہ سے تو ہم کو بچا دے۔ غضب نہ اللہ عزوجل کا ہو اور نہ کسی اور کا ہو۔ کیونکہ ہم تو عاجز مخلوق ہیں' نہ اپنے رب کے غضب کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ کسی اور کے غضب کی۔ ہاں پڑھنے کے وقت نیت وسیع رکھو۔ اپنی اولاد' اپنے گھر والوں' اپنے والدین، اپنے خاندان بلکہ تمام اسلام' تمام مسلمانوں کے واسطے' خاص کر تمام بیماروں کے واسطے' وغیرہ وغیرہ کے واسطے کہ گویا یہ دعا' یہ مبارک فاتحہ شریف پڑھ رہی ہوں۔ جس قدر نیت وسیع ہوگی اسی قدر رحمت الٰہی وسعت کے ساتھ آئے گی۔ بلکہ **جس نے تم پر ظلم کیا ہو اس کے واسطے بھی نیت کرلو اور جس پر تم نے کوئی ظلم کیا ہو اس کیلئے بھی نیت دعا ہو۔**

میری جان اللہ عزوجل کے پاس ہم سب نے حاضر ہونا ہے' سو یا ارحم الراحمین ہم تجھ کو کیا منہ دکھلا دیں گے۔ الٰہی ارحم الراحمین گناہوں کے تو پہاڑ ہوں گے اور اعمال صالحہ اور خالصہ کا نام ندارد ہوگا پھر یا ارحم الراحمین ہمارا کیا حشر ہوگا اور کیا حساب ہوگا۔

سو یا ارحم الراحمین تو بحض فضل اور بحض کرم خود ہمارے اسی عمل کو مقبول فرماؤ کہ ہم تمام اسلام اور تیرے تمام بندوں کے واسطے دعا کرتے ہیں۔ اسی طرح درود شریف کو کثرت کے ساتھ پڑھا کرو اور یہی نیت رکھو کہ اللہ عزوجل اپنے رسول ﷺ کو اور آپ ﷺ کی آل' آپ ﷺ کی امت کو اپنی عزت اور برکت وترقی مرحمت کر دے' جس سے دنیا بھی بھر جاوے اور آخرت بھی۔

چونکہ دنیا میں رسول اللہ ﷺ کی عزت اسی میں ہے کہ جس خدمت دینی کے واسطے وہ پیغمبر ہو کر مبعوث ہوئے تھے اب آپ ﷺ کے بعد وہی قرآن مجید' وہی دین اسلام' وہی سنت نبوی ﷺ' وہی کلمہ توحید کامل طور پر شرقاً وغرباً وجنوباً وشمالاً وبراً وبحراً جاری ہو جاوے۔ رسول اکرم ﷺ کی عزت اسی میں ہے۔

Marfat.com

لہٰذا درود شریف میں گویا یہی دعا، یہی سوال، یہی التجاء ہے کہ ہمارا رب العالمین عزوجل اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں یہی عزت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحمت کردے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد قرآن مجید وحدیث شریف اعلیٰ طور پر جاری رہیں۔ اور توحید الٰہی اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجے پر جاری ہوں اور اسلام اور مسلمانوں کو اعلیٰ غلبہ اور ترقی دینی و دنیوی و نیک بختی و صلاحیتِ ظاہری و باطنی اور حکومت و بادشاہی ہو اور آخرت میں ہمارا رب العالمین عزوجل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عزت و مقام محمود، مقام شفاعتِ کبریٰ مرحمت کردے جب تمام انبیاء علیہم السلام نفسی نفسی کہیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں اور دروازہ شفاعت کھول دیں گے جس کے سبب تمام محشر والے سب کے سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تعریف کریں گے۔

غرض یہ ہے کہ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ وتقدس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عزت مرحمت کردے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دینی ترقی بھی کرے اور دنیاوی بھی۔

لہٰذا درود شریف میں نہایت اعلیٰ درجہ ہے اور اسی کے ساتھ دوسری دعا بھی قبول ہوجاتی ہے۔ لہٰذا کثرت سے درود پاک کو پڑھا کرو بلکہ ماثورہ دعاؤں کے علاوہ، جو کچھ تم اوراد و وظائف پڑھا کرتی ہو، ان میں اکثر حصہ درود پاک ہو۔ مجھ کو بھی دعاؤں میں یاد رکھا کرو۔ امۃ الرحمٰن جان کو بعد سلام یہ مکتوب سنادو۔ حفیظ جان کو بھی سمیت سلام ودعا کے تمام گھر والوں سے سلام ودعا برسید۔ مولوی شرف دین کے گھر میں میرا اسلام ودعا کہہ دیں اور یہ کہ مجھ کو دعا میں یاد رکھیں۔ (4 رمضان 1346ھ۔ لاہور) (چمنستان حدیث، ص: 168 تا 182)

جمعہ والے دن درود پاک سے عشق

مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کی جمعہ کے دن عجیب کیفیت ہوتی تھی۔ ان کی زبان درود سے رکتی نہ تھی۔ ان کی ایک عزیزہ جو ابھی زندہ ہیں اور معمر خاتون ہیں، نے مجھ سے ذکر کیا کہ ایک جمعہ کو عصر کے وقت میں مولانا عبدالواحد غزنوی سے پوچھ بیٹھی کہ آپ نے میری فلاں چیز بازار سے منگوالی ہے؟ ان کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ کہنے لگے تم کو کیا ہوگیا ہے؟ دیکھو ساری کائنات میں **حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں کے درود فرشتے مدینہ لئے جا رہے ہیں، تم دنیا کی باتیں کر رہی ہو؟ درود پڑھو۔** خدا کے لیے یہ ہمارے اسلاف تھے، دوستو ہم کو کیا ہوگیا۔ (بحوالہ: ہفت روزہ الاسلام۔ راوی: مولانا ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ)

قارئین! یہ واقعہ لکھنے سے پہلے مولانا ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کے متعلق لکھا ہوا ہے کہ آج میں نے دو بندوں کو آپس میں بحث کرتے ہوئے سنا، ایک کہہ رہا تھا کہ تیرا درود غیر مسنون ہے۔ یہ سن کر میں نے اسے کہا، اگرچہ اس کا درود غیر مسنون ہے لیکن تم یہ بتاؤ کہ تمہیں جو مسنون درود یاد ہے، وہ آج تم نے خود کتنی مرتبہ پڑھا؟ تمہاری زبان بھی تو سارا دن خاموش رہی۔ اسے ایک مرتبہ بھی درود پڑھنے کی توفیق نہ ملی۔ (از: مرتب)

حضرت الامام رحمۃ اللہ علیہ کے مرید کا محدثانہ صدقہ جاریہ

آج سے کم وبیش سو سال پہلے گوندنوالہ (ضلع گوجرانوالہ) میں ایک صالح ترین بزرگ میاں عبداللہ ٹھیکے دار قیام فرما تھے۔ وہ حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور شاگرد تھے۔ سرحد پار کی جماعت جاہدین سے ان کا تعلق تھا جو پہلے راجا

Marfat.com

رنجیت سنگھ کی سکھ حکومت سے پھر ہندوستان کی انگریزی حکومت سے برسرِ پیکار رہی۔ اس جماعت کی میاں عبداللہ دل کھول کر مالی مدد کرتے تھے' اپنے دور کے علمائے کرام سے ان کے قریبی روابط تھے۔ طلباءِ علم کو بھی انہوں نے ہمیشہ شفقت اور تعاون کے مستحق گردانا۔ حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ مکرم (مولوی فضل الدین رحمۃ اللہ علیہ) کی وفات کے بعد یہ گھرانا پریشانی کا شکار ہوا تو میاں عبداللہ ٹھیکیدار ان کے معاون بنے اور حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جو ابھی کم عمر تھے' تعلیم کا انتظام کیا اور انہیں امرتسر کے مدرسہ غزنویہ میں داخل کرایا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم حاصل کر کے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے ذریعے کتاب و سنت کی بدرجہ غایت خدمات سرانجام دیں۔ وہ صحیح معنوں میں محدث العصر تھے' یہ خدمت جہاں حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیلئے صدقہ جاریہ ہے' وہاں میاں عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کیلئے بھی باعثِ اجر و ثواب ہے۔

آپس میں متصوفانہ خطوط کا تبادلہ

حضرت مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے میاں عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گہرے قلبی تعلقات تھے' جن کا اصل محور دو چیزیں تھیں اور وہ تھیں ان دونوں بزرگوں کی صالحیت اور خدمتِ قرآن و حدیث کا جذبہ صادقہ۔ مولانا غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے نام متعدد خطوط لکھے۔ ان خطوط کے عکس مجھے کویت سے مولانا عارف جاوید محمدی نے ارسال کئے' اس عنایت پر میں ان کا شکر گزار ہوں۔ ان خطوط سے پتا چلتا ہے کہ سلطان عبدالعزیز (ابن سعود) اور مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ علیہم کے باہم نہایت مخلصانہ مراسم تھے۔

1928ء میں حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ گرامی مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے لائق بیٹے مولانا اسماعیل غزنوی رحمۃ اللہ علیہ امرتسر سے غلافِ کعبہ تیار کر کے مکہ مکرمہ لے کر گئے اور وہ بیت اللہ شریف کی زینت بنا۔ (چمنستان حدیث' ص:183 تا 185)

سعودی حکومت کی طرف سے پیری مریدی کی اجازت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بھائی جان السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

تمہارا خط مکہ شریف کو لے گیا تھا اور سامنے رکھتا تھا اور ہر وقت دعا کرتا تھا اور اب بھی کرتا رہتا ہوں' تم اپنا حال لکھو۔ آپ کب ملیں گے' میں ان شاء اللہ تعالیٰ پچھلے ماہ سے آیا ہوں' مدینہ منورہ میں نہ جا سکا' کمزور بہت ہو گیا تھا' اونٹ پر سفر کرنے کا تاب نہ لا سکا' وہاں خوب امن ہے' سلطان (عبدالعزیز بن سعود) صاحب اعلیٰ دماغ کے انسان ہیں' نہایت حلیم ہیں' محمد علی شوکت علی وہاں ہیں' لوگوں کو برانگیختہ کرتے تھے' سلطان صاحب کو خبریں ملتی ہیں' لیکن فرماتے تھے کچھ فکر نہیں' سب چلے جاویں گے' کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔ الحمدللہ رب اللعالمین سلطان عبدالعزیز صاحب ہم سے محبت کرتے تھے بلکہ مجھ کو تو بیعت لینے کی بھی اجازت فرمائی۔ (چمنستان حدیث' ص:189)

قارئین! آپ نے دیکھا کہ شروع میں سعودی حکومت کو بھی تصوف کے متعلق کوئی شکوک و شبہات نہیں تھے اور ان کیطرف سے پورے سعودی عرب میں تصوف اور بیعت و سلوک پر کوئی پابندی نہیں تھی' بلکہ وہ خود چن چن کر صالحین صوفیائے کرام کو

Marfat.com

بیعت کی ترغیب و اجازت دیا کرتے تھے کیونکہ تصوف کے متعلق شک اور اس پر پابندی کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، فقہاء و محدثین اور ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا زہد و ورع، انکی خشیت و انابت، انکا خلوص و للٰہیت، انکی عبادات کیساتھ ساتھ دنیاوی معاملات کی صفائی اور پاکیزگی، ادائیگی فرائض کیساتھ ساتھ سنن و نوافل کا التزام اور نماز میں کیفیتِ احسان کو حاصل کرنے کی کوشش نعوذ باللہ سارے کی ساری ترتیب قابلِ اعتراض اور محل نظر ہے۔ کیا کوئی بھی مسلمان ایسی ایمان لیوا سوچ کا متحمل ہوسکتا ہے؟؟؟ صرف چند ملنگ قسم کے لوگوں کو دیکھ کر نبوی ﷺ تصوف ہی سے انکار کر دینا کہاں کی عقلمندی ہے؟ حالانکہ اگر غور سے دیکھیں تو **ملنگ لوگوں کو میدان میں آنے کا موقع خود اہل حدیث ہی نے دیا ہے۔** جس وقت ہر علاقے میں لوگوں کو پریشانیوں سے نجات دلانے یا جنات نکالنے کیلئے وظائف، دعا، مسنون دم، اور قرآنی آیات و ادعیہ ماثورہ پر مشتمل تعویذ دینے والے حضرت سید نذیر حسین دہلوی، حضرت عبداللہ غزنوی، مولانا غلام رسول قلعوی، امام عبدالجبار غزنوی، مولانا عبدالواحد غزنوی، مولانا داؤد غزنوی، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، مولانا صوفی محمد سلیمان روہڑوی، شاہ محمد شریف گھڑیالوی، حضرت صوفی محمد عبداللہ، حضرت میاں محمد باقر رحمہم اللہ اور ان جیسے لاتعداد اہل حدیث بزرگ موجود تھے، اس وقت ملنگوں کی تعداد زیادہ تھی یا اب؟ اس وقت جعلی پیر بنتے تھے یا اب؟ اس وقت شرکیہ وظائف عام تھے یا اب؟ اس وقت قبر پرستی زیادہ ہوتی تھی یا اب؟ اس وقت ہر ننگ دھڑنگ کو ولی اور صوفی سمجھا جاتا تھا یا اب؟ اے سادہ لوح اہلحدیثو۔۔۔! یاد رکھو، جب شاہین اپنی پرواز چھوڑ دیتا ہے تو لوگ ہر اڑتے ہوئے کوے ہی کو شاہین سمجھ بیٹھتے ہیں۔ تمہارے اسلاف کے پاس بالکل کھرا تصوف تھا۔ اسی تصوف کے ذریعے وہ لاکھوں لوگوں کو راہِ راست پر لانے کا باعث بنے۔ تم نے تصوف کو چھوڑ کر لاکھوں لوگوں کیلئے شرک و بدعت کی طرف جانے کی راہیں ہموار کر دیں۔

تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی — کہ تو گفتار، وہ کردار، تو ثابت، وہ سیارہ

گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی — ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

ارے اللہ والو۔۔۔! واپس آجاؤ اپنے اسلاف کی ترتیب زندگی پر، کہ یہ راہیں اب بھی تمہاری منتظر ہیں۔ اہلحدیث جماعت ہی کے معروف مصنف مولانا عبدالعظیم انصاری بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں نہایت غمگین لہجے میں لکھتے ہیں ''افسوس ہے کہ آج طریقت و تصوف یا بیعت کے الفاظ سن کر ہی ہماری جماعت کے اکثر حضرات الرجک ہو جاتے ہیں اور اسے خلاف سنت اور بدعت ہونے کا فتویٰ صادر کر دیتے ہیں۔ ہمارے لئے یہ الفاظ مانوس اور متروک ہو چکے ہیں۔ اس لئے کہ ہم اس کی حقیقت و معرفت سے نا آشنا ہیں، حالانکہ ہمارے بزرگوں نے اس کے ذریعے بہت سے فوائد حاصل کئے اور ان کے اعمال و اشغال اور اذکار و افکار کی بدولت کثرت سے لوگ ان کے گرویدہ ہوتے اور ان کے ایمان و اعتقاد کی سمت درست ہوئی۔

(بحوالہ: تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۱۹) کیا تصوف کی رغبت دلانے والے اور اس پر عمل کرنے والے آپکے یہ تمام اسلاف ہی مشرک اور بدعتی تھے؟ کیا ان سب کا خاتمہ نعوذ باللہ حالتِ شرک میں ہوا؟ کیا ان ہزاروں متصوفین علماء میں سے کسی ایک کو بھی قرآن و حدیث کا علم نہیں تھا؟ کیا یہ سب کے سب اپنے علاقوں میں بدعات جاری کر کے گئے؟ (از: مرتب)

Marfat.com

مرشد غزنوی کی علالت کی خبر

یہ مولانا عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی عبدالحمید غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب ہے جس میں انہوں نے میاں عبداللہ ٹھیکیدار کو مولانا کی بیماری کے متعلق تحریر کیا۔اس پر کوئی تاریخ مرقوم نہیں ہے البتہ پتا وہی پاک پتن کا ہے جو پہلے خطوط کا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترمہ عبداللہ ٹھیکیدار صاحب ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

والد صاحب عرصہ پندرہ یوم سے سخت بیمار ہیں موقع دیکھ کر آپ کا خط سنا دیا جائے گا۔سخت کمزور ہو گئے ہیں اٹھنے بیٹھنے کی بالکل ہمت نہیں ہے اٹھا کر اوپر نیچے لے جاتے ہیں الغرض خود اٹھ نہیں سکتے حکیم فقیر محمد کا علاج شروع ہے بخار بدستور ہو جاتا ہے اسہال کی بھی بدستور شکایت ہے کھانسی بھی ہے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ والد محترم کو شفا دے اور ہمارے سروں پر ان کا سایہ ہمیشہ کیلئے قائم رکھے۔

المرسل عبدالحمید غزنوی پسر مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ۔از: لاہور

سال کے خاتمے پر زندگی کا اختتام

حضرت مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے عظیم خاندان کے عظیم فرد تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سے کمالات سے نوازا تھا ان کے متعلق جو کچھ معلوم ہوا قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔انہوں نے 29 دسمبر 1930ء (28 رجب 1349ھ) کو سفر آخرت اختیار فرمایا۔اللھم اغفر لہ وارحمہ وادخلہ جنت الفردوس۔(چمنستان حدیث ص:190۔192)

(16) حضرت حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ وجانشین: حضرت حافظ بارک اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ

شاگرد رشید: شیخ الکل سید میاں نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ابتدائی تعلیم

حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۲۱ھ (1797ء) کو بمقام لکھوکے پیدا ہوئے جو مشرقی پنجاب کے ضلع فیروز پور کا مشہور گاؤں تھا۔والد کا نام حافظ بارک اللہ رحمۃ اللہ علیہ تھا۔تفسیر وحدیث فقہ واصول منطق وفلسفہ صرف ونحو بیان ومعانی عربی ادبیات وغیرہ تمام علوم مروجہ کی تحصیل اپنے والد مکرم حافظ بارک اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔انہی کے حلقہ بیعت میں داخل ہوئے۔فن قرأت وتجوید بھی انہی سے سیکھا۔والد سے حصول علم کے بعد لدھیانہ گئے وہاں کے علماء سے بعض کتابیں پڑھیں۔

صاحب کشف وکرامت والد کی اطاعت

قرآن وحدیث میں والدین کی خدمت اور فرمانبرداری کا خاص طور سے حکم دیا گیا ہے۔حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ اس کا بہ درجہ

Marfat.com

غایت التزام کرتے۔ وہ اپنے والد کو صاحب کرامات قرار دیتے تھے اور وہ جو کچھ ارشاد فرماتے اس پر عمل کرتے۔ ان کی کوئی بات بہ ظاہر ان کے نزدیک قابل عمل نہ بھی ہوتی تو اس پر بھی عمل پیرا ہوتے اور خیال فرماتے کہ میرے والد چونکہ صاحب کرامات ہیں، اس لئے ان کی بات میں ضرور کوئی حکمت پنہاں ہوگی۔ اس قسم کا ایک واقعہ مولانا عبدالرحمٰن بن حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مولانا محمد ابراہیم خلیل مندرجہ الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''ایک مرتبہ حافظ صاحب نے حصول غلہ کیلئے کچھ جوار کی فصل کاشت کی۔ جب وہ پکنے کے قریب ہوئی تو حافظ بارک اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے حافظ محمد کو بلا کر حکم دیا کہ جوار کی فصل کاٹ دو۔ اس وقت اس کی پختگی میں چند روز باقی تھے لیکن حافظ محمد صاحب نے باپ کے حکم کی تعمیل کی اور اسے کاٹ دیا۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں میں فصل کاٹ بھی رہا تھا اور سوچ بھی رہا تھا کہ والد محترم نے اسے کاٹنے کا حکم کیوں دیا جبکہ یہ ابھی تک پختہ نہیں ہوئی۔ پھر خیال کیا کہ اس میں ضرور کوئی حکمت ہوگی، جس کا مجھے علم نہیں۔ فرماتے ہیں اس سے صرف تین دن بعد ایسا سخت طوفان آیا کہ سب کی فصلیں تباہ ہوگئیں اور وہ فصل سے محروم ہوگئے۔ صرف ہماری جوار محفوظ رہی، تب مجھے ان کے اس ارشاد کی حکمت کا پتا چلا۔ (چمنستان حدیث، ص: 72 تا 74)

نابینا بزرگ کو ہونیوالا سچا کشف

اسی طرح حافظ محمد صاحب رحمہ اللہ نے اپنی کتاب زینت الاسلام میں آپ رحمہ اللہ کا ایک کشف لکھا ہے کہ میرے والد حضرت حافظ بارک اللہ مرحوم کے کشف وکرامات کے واقعات اتنے زیادہ ہیں کہ انکو لکھنے کیلئے دفتر درکار ہیں۔ بڑھاپے میں نابینا ہوگئے تھے۔ ایک دن شمال مغرب کیطرف اشارہ کر کے فرمانے لگے ''اس طرف سے کوئی آفت آتی معلوم ہو رہی ہے'' اس کے بعد بھی یہ جملہ کئی مرتبہ ارشاد فرمایا اور یہ کہتے ہی بے قراری اور گھبراہٹ کا اظہار فرماتے۔ اس سے کم وبیش چھ ماہ بعد انگریز ہمارے ملک میں آگئے، ان کے ساتھ ہی ہر کسی کو بہت ویرانی اور نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ (بحوالہ کتاب: الفیوض المحمدیہ، ص: ۶۷)

مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی سند تصوف

حافظ محمد صاحب رحمہ اللہ سے مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کو دوسری سند تصوف حاصل ہوئی۔ ویسے تو حافظ محمد صاحب رحمہ اللہ کا کئی اہل طریقت سے سلسلہ تلمذ ونسبت منسلک تھا، لیکن مولوی عبدالحق رحمہ اللہ کو جو سند عطاء فرمائی اس میں اپنے والد گرامی کے واسطہ کے علاوہ کسی کا ذکر نہیں کیا۔ یہ سند ۱۳۰۹ھ کی تحریر کردہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''الحمدلله رب العالمين والصلوة والسلام على خير خلقه محمد واله واصحابه اجمعين''

اما بعد فيقول العبد المسكين محمد بن مخدومی بارک الله عفا الله عنهما قرات القرآن المجيد على

سيدی ومولانی ومخدومی ووالدی بارک الله وقرأ والدی علی جدی امجد الحافظ احمد و قرأ جدی علی الحافظ اسماعيل المعروف اللاهوری الگنج والا۔ اجزت بالقرآن المجيد

Marfat.com

والفرقان الحميد لابی منظور عبدالحق الکوتلوی واجزتهٗ ايضا بالبيعة فی الطريقة النقشبندية المجددية المظهرية وانی قد بايعت علی يد سيدی و مولانی و مخدومی و والدی بارک الله وقد اجازنی بالبيعة وقد بايع والدی و حصل اجازة البيعة من عبدالله شاه المعروف بشاه غلام علی الدهلوی و قد حصل اجازة البيعة عن محی السنة النبوية قيم الطريقة الاحمدية حضرت شمس الدين' حبيب الله مرزا مظهر جان جاناں الدهلوی رحمة الله ورضوانهٗ عليهم اجمعين۔

حررهٗ سنة 1309 هجرية النبوية فی اخر شهر ربيع الاول۔

العبد المسکين محمد بن مخدومی بارک الله (اربعین مظہری ص ۲۱ بحوالہ (الفیوض المحمدیہ ص ۷۰ تا ۷۱)

قارئین! اس سند کو غور سے پڑھیں جس میں اسلاف اہل حدیث کے سرتاج، مصنف تفسیر محمدی، حضرت حافظ محمد صاحب لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں خلیفہ مجاز ہونا ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن میں جو ارشاد ہے ''ادخلوا فی السلم کافۃ'' یعنی اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ، یہ آیت اسی بات کیطرف اشارہ کر رہی ہے کہ اسلام لانے اور ایمان میں ترقی کرنے کے بعد مرتبۂ احسان تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ تم حافظِ قرآن ہو گئے، قاری سبعہ عشرہ ہو گئے، عالم دین بن گئے، خطیبِ نکتہ دان بن گئے، مقرر شعلہ بیان بن گئے، مناظر اسلام بن گئے، شیر پاکستان بن گئے، لیکن ایسا کرو کہ اب کامل مسلمان بھی بن جاؤ۔ اسکے لیے تزکیہ و احسان کے الفاظ ہم تمہیں دیتے ہیں، تصوف کی اصطلاح ہمارے اولیاء مقرر کر لیں گے، علوم صرف و نحو کی طرح اسکے اسباق بھی مرورِ زمانہ کیساتھ جاری ہو جائیں گے۔ جس طرح شرعی علوم کی تحصیل کیلئے دینی مدارس ناگزیر ہیں، اسی طرح روحانی مدارج کی تکمیل کیلئے خانقاہوں کی اہمیت سے بھی انکار نہیں۔ نہ تم گھر بیٹھ کر شرعی علوم میں کمال حاصل کر سکتے ہو، نہ ہی گھر بیٹھے بٹھائے تمہارے نفس کا تزکیہ ہو سکتا ہے۔ اپنے آپ کو استاد کے حوالے کرنا پڑے گا اور صوفیاء کی صحبت میں رہنا بھی پڑے گا۔ تصوف کو بدعت، بدعت کہنا چھوڑ دو نہیں تو **بدعت کی یہی تعریف خود تمہارے اوپر لاگو ہو جائے گی اور تمہارا وجود خود لال رومال اوڑھے ایک چلتی پھرتی بدعت بن جائے گی**۔ کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ نے مکمل بخاری شریف نہیں پڑھی، صرف و نحو تو بہت بعد میں آئی۔ نہ کسی نے مار پٹائی کر کے کسی کو حفظ کروایا۔ نہ کوئی صحابی رضی اللہ عنہ قرأتِ سبعہ کا ماہر بن کر محفل حسن قرأۃ میں گیا۔ نہ کسی صحابی نے آواز کی نمائش کیلئے مسجد میں ساؤنڈ سسٹم لگوانے کا اصرار کیا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکمل چار سال یا سات سال (نہ کم نہ زیادہ) کا ہندسہ مقرر کر کے کسی مدرسے میں پڑھنے گئے۔ نہ ہی انہوں نے علم فلسفہ و منطق کی کتابوں کو ہاتھ لگایا۔ نہ انہوں نے دینی کتابوں کے اتنے بڑے بڑے مکتبے قائم کیے۔ نہ ان کے دور میں خواتین کے مدرسے بنے، نہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے ٹائر گھسائی کے نام پہ تقریر کرنے کی فیس وصول کی۔ نہ کسی صحابی نے خطبۂ جمعہ کے بعد کسی مسجد میں چاول پکا کر کھلائے۔ نہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے کسی مسجد میں ثواب کی خاطر ایئر کنڈیشنڈ یا بڑے بڑے فانوس لگوائے۔ نہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے چندے کے مال سے مسجد کے اوپر نوے فٹ بلند مینار تعمیر کیے۔ نہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے آدھی

Marfat.com

آدھی رات تک سڑکوں پر جلسے منعقد کیے، نہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے یوتھ فورس کا نعرہ لگایا، نہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے گھر گھر سے قربانی کی کھال اکٹھی کی، نہ کوئی صحابی رضی اللہ عنہ انتظامیہ کے نام پہ مسجد میں شور کرتا تھا، نہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے اولیاء اللہ کی شان میں گستاخی کی۔ نہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے بیعت سے انکار کیا۔ نہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے وظائف یا دعا کے ذریعے مشکل حل کروانے پر فتویٰ لگایا۔ نہ کوئی صحابی رضی اللہ عنہ سر پہ لال رومال رکھ کے نماز کے دوران بار بار اسکی درمیانی لکیر سیدھی کرتا تھا۔ نہ کوئی صحابی رضی اللہ عنہ ساری زندگی ننگے سر رہنے کے نام پر سنت کا مذاق اڑاتا تھا۔ نہ کوئی صحابی رضی اللہ عنہ صوفیاء کرام (اصحاب صفہ) کو ملحد اور زندیق کہتا تھا۔ کتنے اعمال کی مثالیں پیش ہوسکتی ہیں جو آج صرف نیکی کی نیت پر کیے جارہے ہیں، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں انکا وجود ایسے نہیں تھا جس طرح آج ہے۔ تو کیا یہ سارے اعمال بدعت ہونے پر آپ متفق ہیں؟ (از: مرتب)

مسلکی اعتدال

بے جا تعصب اور اعتداء بے مقصد سے ہمیشہ منع فرماتے رہے۔ نفسیاتی طریقہ تبلیغ کو پسند فرماتے ان کے اپنے اشعار ملاحظہ فرمایئے:

سب اہل اسلام اتفاق کرو رل پنڈاں شہراں والے
مقلد غیر مقلد بھائی بنو تا رہو سو کھالے

مقلد برا نہ کہن انہاں نوں عمل حدیث جو کردے
تے اہل حدیث مقلد مومن بھائی تے عیب نہ دھردے

جویں حنفی شافعی مالک حنبل ہک دوجے دے بھائی
سب مومن سنیں اہل حدیثاں جو نہیں تفاوت کائی

(الفیوض المحمدیہ ص ۷۳، ۷۴)

مجدد وقت کی کرامات

حافظ محمد صاحب رحمہ اللہ کی پیدائش ایک ایسے خاندان میں ہوئی جو ذکر و وظائف اور تعلق باللہ میں مشہور و معروف تھا اور جس کا ایک ایک فرد خدا رسیدہ صاحب کشف و کرامت اور ولی اللہ تھا۔ حافظ محمد رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پورے ہندو پاک میں شہرت کی حامل ہے۔ ان کی خدمات بے انتہا ہیں، آپ کی ذات حقیقت میں ایک مجدد کی حامل ہے۔ ایک طرف علم کے سمندر جاری ہیں تو دوسری طرف تصنیف و تالیف کا سلسلہ ہے۔ وعظ و تقریر کا بحر بے کنار' ذکر و اذکار' یاد الٰہی کا پیکر اور خلوص للّٰہیت کا مجسمہ تھے۔ آپ بھی اپنے آباؤ اجداد کی طرح صاحب کشف و کرامت تھے۔ (الفیوض المحمدیہ ص، ۷۸)

حافظ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں سلسلہ تصوف

حافظ محمد صاحب رحمہ اللہ کی نشو و نما اور تربیت اس خاندان میں ہوئی جو صدیوں سے اہل علم و تصوف کا گہوارہ چلا آرہا تھا۔ حافظ بارک اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد بزرگوار حافظ احمد کے واسطہ سے شیخ محمد اسماعیل محدث لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور خود حضرت عبداللہ شاہ المعروف شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے تصوف و سلوک کی منازل طے کیں۔ شاہ غلام علی رحمہ اللہ' حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے اور مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ طریقہ احمدیہ کے مطابق فن تصوف کے بہت بڑے بزرگ و امام تھے۔

Marfat.com

نیز شاہ غلام علی دہلوی، شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ محدث دہلوی کے تلامذہ میں سے تھے اور ان کے فیض سے بہرہ وافر حاصل کیا تھا۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ محدث دہلوی نے اپنے والد بزرگ وار حضرت مجدد ھند رأس الاتقیاء زبدۃ الاصفیاء سند المحدثین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ سے اکتساب فیوض و برکات کیا تھا۔ شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ کے علو مرتبہ اور شان سے کون بے خبر ہے۔

حافظ محمد رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی بیعت اصلاح اور خلافت

حافظ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے سید میر محبوب علی دہلوی رحمہ اللہ سے براہ راست استفادہ کیا تھا۔ جو شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ محدث دہلوی کے اجلہ تلامذہ اور حضرت احمد شہید رحمہ اللہ کے ارادت مند تھے۔ ظاہر ہے کہ **ایسے اساطین فن کے ماحول میں تعلیم وتربیت میں حافظ صاحب کا فن تصوف سے انہماک قدرتی اور حتمی چیز تھا۔** چنانچہ اس ماحول کا ہی اثر تھا کہ آپ نے اپنے والد ماجد حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ کے دست حق پرست پر بیعت کا سلسلہ قائم کیا۔ اور ایک محدث و عظیم مفسر ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ پایہ کے ایک ذاکر اور ولی اللہ صوفی تھے۔ اذکار و وظائف کا سلسلہ جاری رہا اور بیعت خلافت سے قدرتی علمی مصروفیات کی بنا پر پہلو تہی کرتے رہے البتہ عوام کے بجائے خواص اہل علم سے بیعت لیتے۔ (الفیوض المحمدیہ ص ۱۰۳، ۱۰۵)

استاد و مرشد کے نام کا ادب

حضرت حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد مکرم کا اسم گرامی ہر مقام پر بے حد احترام کے الفاظ میں لکھتے ہیں۔ کہیں تحریر فرماتے ہیں: ''محمد بن مخدومی وافتخاری عمدۃ الاتقیاء زبدۃ الاصفیاء صفوۃ الفقہاء مولوی محمد بارک اللہ''۔

کہیں رقم کرتے ہیں: ''جناب مولانا مخدومی و والدی واستاذی ۔۔۔۔''۔

ایک جگہ لکھتے ہیں: حافظ محمد خلف زبدۃ فقہاء محققین و معمدۃ اتقیاء متشرعین حضرت مولانا مولوی محمد بارک اللہ صاحب''۔

ایک جگہ یہ الفاظ مرقوم ہیں: ''محمد بن مقبول بارگاہِ الٰہ مخدومی و مولائی بارک اللہ عفا اللہ عنہما''۔

ایسی قوت حافظہ بھی کرامت ہے

ذہانت اور قوتِ حفظ میں حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام بہت بلند تھا جو کتاب ایک مرتبہ نظر سے گزر جاتی، اس کے تمام مشمولات لوحِ ذہن پر مرتسم ہو جاتے۔ جب ضرورت پڑتی پوری تفصیل سے کتاب کے صفحے اور سطر تک بتا دیتے۔ حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ان کی یادداشت اور قوتِ حفظ سے بہت متاثر تھے۔ فرمایا کرتے میرے حلقہ درس میں ایک پنجابی طالب علم حافظ محمد آیا ہے جو میرے منہ سے بات نکلنے سے پہلے ہی سمجھ لیتا ہے کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔

انہیں مختلف فنون کی کتابوں کے صفحوں کے صفحے زبانی یاد تھے اور ضرورت کے وقت انہیں مسلسل پڑھتے جاتے۔ حضرت میاں صاحب ازارہِ تفنن طبع انہیں ''مہتمم کتب خانہ'' کہا کرتے تھے۔ یہاں یہ بھی عرض کر دیں کہ حضرت میاں صاحب کا مطالعہ ان سے بھی وسیع تھا اور ان کی یادداشت کا دائرہ بہت پھیلا ہوا تھا۔ اس کی شہادت اس واقعہ سے ملتی ہے کہ ایک مرتبہ دوران درس حافظ صاحب نے کسی فقہی مسئلے سے متعلق چودہ کتابوں کا حوالہ دیا لیکن میاں صاحب نے اسی بحث پر چالیس کتابوں کے نام گنوا دیے۔

Marfat.com

مولانا معین الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادیوں کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ آخر عمر میں جب حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا کرتے تھے تو کتنی ہی کتابیں ان کے سامنے کھلی ہوتی تھیں۔ وہ بعض اوقات لکھتے لکھتے ان میں سے کسی کتاب پر نظر ڈالتے' پھر لکھتے چلے جاتے۔ انہیں مسودے پر نظر ثانی کی ضرورت بھی نہ پڑتی تھی۔

مولانا محمد علی لکھوی ان کی کثرت معلومات اور متعلقہ مضمون پر احتضار کا حوالہ دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"قصور کے سجادہ نشینوں کا حافظ بارک اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ" مسئلے پر مباحثہ ہوا تو حافظ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی حرمت پر کتب فقہ کے حوالہ جات از بر سنائے۔ ان کے صفحات انہیں زبانی یاد تھے"۔ (چمنستان حدیث' ص: 72-73)

اونٹنی پر شیطان کا اثر

مولانا محمد ابراہیم خلیل فیروز پوری اپنے تایا مولوی صوفی محمد فیروز پوری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ اونٹنی پر سوار کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں نماز کا وقت ہوگیا۔ قریب ہی قبرستان تھا' وہاں حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وضو کیا اونٹنی قبرستان میں چھوڑ دی جو درختوں کے پتے وغیرہ کھانے لگی۔ خود حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز میں مشغول ہوگئے۔ قبرستان کے مجاوروں نے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ قبرستان میں اونٹنی کو اس طرح کھلی نہ چھوڑیں' یہاں قبر والا بابا اسے مار دے گا۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی بات کی طرف توجہ نہیں کی اور نماز کی نیت باندھ لی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ اونٹنی واقعی زمین پر بے ہوش گری پڑی ہے اور مجاور ہنس رہے ہیں۔ انہوں نے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا ہم نے آپ سے کہا تھا کہ اونٹنی قبرستان میں نہ چھوڑیں' اسے قبر والا بابا مار ڈالے گا۔ آپ نے ہماری بات نہیں مانی اور اونٹنی مر گئی۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اونٹنی کے پاس آئے تو دیکھا کہ اس پر شیطانی اثر ہے' انہوں نے پاؤں سے جوتی اتاری اور اونٹنی کو مارنا شروع کر دیا۔ وہ اسے جوتے بھی مار رہے ہیں اور ساتھ ہی "لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم" بھی پڑھ رہے ہیں۔ چار پانچ جوتے مارے ہوں گے کہ شیطان بھاگ گیا اور اونٹنی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اب مجاور حیران کہ یہ کیا ہوگیا۔ بولے: لکھوی حافظ صاحب بہت بڑے بزرگ ہیں جنہوں نے مری ہوئی اونٹنی زندہ کر دی ہے۔ (چمنستان حدیث' ص: 74)

متصوف حنفی علماء سے تحصیل علم

شاہ عبدالغنی مجددی' مولانا احمد علی سہارنپوری اور میر محبوب علی رحمۃ اللہ علیہم جلیل القدر علماء تھے اور حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لائق احترام اساتذہ تھے۔ لیکن مولانا عبدالحق مالیر کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ حضرات فتویٰ پوچھنے والوں کو حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجتے اور فرمایا کرتے کہ "یہ شخص صاحب الہام ربانی ہے"۔ (چمنستان حدیث' ص: 75)

معمولات زندگی میں صوفیانہ سادگی

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ وعظ و تقریر کیلئے آسان زبان استعمال کرتے اور ایسا انداز اختیار

Marfat.com

فرماتے جسے سب لوگ سمجھ سکیں۔ مولانا محمد علی لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ان کا رہن سہن بھی سادہ تھا اور عام گفتگو میں بھی سادگی سے کام لیتے تھے۔ کسی قسم کا کوئی تکلف کسی معاملے میں نہ تھا۔ رشتہ داروں اور غیر رشتہ داروں سب سے ہم دردانہ سلوک روا رکھتے اور ہر ایک سے نرم زبان میں مخاطب ہوتے۔ (چمنستان حدیث' ص:80)

زہد و عبادت اور صدق و اخلاص

آپ کی اولاد فوت ہو جاتی تھی۔ آپ نے دعا کی اور جس طرح ام مریم علیہا السلام نے مریم علیہا السلام کے متعلق کہا تھا ویسے ہی کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ اولاد دے تو میں اس کو دین کی خدمت اور عبادت کیلئے وقف کر دوں گا اور اس سے کوئی دنیاوی خدمت نہیں لوں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکا عنایت فرمایا جو ''الشیخ محی الدین عبدالرحمان'' کے نام سے مشہور ہیں۔ جن کے حالات میں مذکورہ کتاب ایقاظ عقلاء الزمان لکھی گئی ہے۔ عمر بھر آپ نے اپنے اس لائق فرزند سے کوئی دنیاوی خدمت نہیں لی۔ ان کی پوری عمر تعلیم و تعلیم، ذکر اللہ اور عبادت میں گزری اور آخر کار مدینہ منورہ میں پہنچ کر انتقال فرمایا۔ (بحوالہ کتاب: احوال الآخرت، ص ۴)

ڈیڑھ سال بعد بھی میت سلامت رہنا

حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ارادت مند بزرگ مولانا الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ جو موضع کلیر کلاں متصل منڈی ہیرا سنگھ ضلع اوکاڑہ کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے پنجابی نظم میں ایک کتاب ''کرامت نامہ'' لکھی تھی۔ اس میں انہوں نے ایک تعجب انگیز واقعہ تحریر کیا ہے جو حضرت حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد پیش آیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حافظ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کچھ نشیب میں تھی' تدفین سے ڈیڑھ برس بعد اس میں پانی بھر گیا۔ لوگوں کو اس کا پتا چلا تو ایک عالم دین کے کہنے سے قبر کھولی گئی' دیکھا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جسم مبارک صحیح سلامت تھا' کسی قسم کا داغ دھبہ نہ تھا۔ جسم کو قبر سے نکالا گیا اور نیا کفن پہنا کر انہیں دفن کیا گیا۔ (چمنستان حدیث' ص:81)

(17) مولانا محی الدین عبدالرحمان لکھوی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز: عارف باللہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی تھے' ان کے حالات پنجابی نظم میں ''تحفۂ واعظ'' کے عنوان سے ان کے ایک شاگرد اور مرید مولانا خدا بخش واعظ نے لکھے تھے۔ یہ بڑے سائز کا اٹھارہ صفحات کا ایک رسالہ ہے جو آج سے تقریباً سوا سو سال قبل 1313ھ (1896ء) میں مطبع وزیر ہند میں چھپا۔ اس میں مولانا محی الدین عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ متعدد لکھوی علماء اور دیگر حضرات کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔

تحفہ واعظ کے علاوہ بھی اس عہد کی چند پنجابی نظم کی کتابوں میں نہایت عقیدت و محبت سے مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ بعض اردو کتابوں میں بھی ان کے مریدوں اور شاگردوں نے ان کے واقعات

Marfat.com

زندگی تحریر کئے لیکن ان کتابوں کا ملنا اب بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ ان کے عقیدت مند زبانی بھی ان کی بہت سی باتیں سنایا کرتے تھے۔ خود مجھے (مولانا اسحاق بھٹی مرحوم کو) بھی چھوٹی عمر میں ان کے چند مبایعین کی خدمت میں حاضر ہونے اور ان کی زبان سے اپنے عظیم القدر مرشد سے متعلق ارشادات سننے کی سعادت حاصل ہوئی۔

وطن واپسی اور مردِ کامل کی تلاش

دہلی کے جلیل المرتبت اساتذہ (حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی و دیگر رحمہم اللہ) سے استفادے کے بعد وطن تشریف لائے۔ 1857ء کی جنگ آزادی کا آغاز 10 مئی کو ہوا تھا' حضرت ممدوح رحمۃ اللہ علیہ اس سے پہلے ہی صرف سترہ (17) سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے تھے۔ اپنے اسلاف کی طرح بے حد ذہین بھی تھے اور بدرجہ زاہد و عابد بھی۔ کچھ عرصہ اپنے آبائی مدرسے لکھوکے میں تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ذہن میں زہد و عبادت کے آثار تیزی سے کروٹ لینے لگے تھے۔ ایک دن خواب میں قرآن کی یہ آیت سامنے آئی:

رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلٰى وَالِدَيَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ - (النمل:19)

اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائیں اور یہ کہ میں نیک کام کرتا رہوں جس سے تو خوش ہو اور آخرت میں مجھے اپنی رحمت کے ساتھ اپنے نیک بندوں میں شامل فرمائیو"۔

اس کے کچھ دن بعد خواب میں یہ آیت دکھائی دی:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ط (المزمل:8)

اور تو اپنے رب کا نام لے اور سب طرف سے منقطع ہو کر صرف اسی کا ہو جا"۔

اب کسی ولی اللہ سے ملنے اور مردِ کامل سے حصول فیض کا شدید جذبہ دل میں ابھرا۔ اسی اثناء میں مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ اور انہی جیسے بعض صالح ترین حضرات سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ غزنی کے رہنے والے حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اولیاء اللہ میں ہوتا ہے اور ان کا چشمہ فیض جاری ہے۔ اس سے سیراب ہونے کی کوشش کرنی چاہئے' اب حضرت سید عبداللہ صاحب سے ملاقات کیلئے دل میں آرزو بھڑکی اور استخارہ کر کے حضرت ممدوح کے قصر صالحیت پر حاضری کا عزم کیا۔

ان کے ایک شاگرد اور مرید مولانا الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ تھے جو موضع کلیر متصل منڈی ہیرا سنگھ (ضلع اوکاڑہ) کے رہنے والے تھے۔ وہ مولانا ممدوح کے بے حد عقیدت مند تھے۔ سفر و حضر میں بالعموم ان کے ساتھ رہتے تھے' وہ ان کے والد مکرم حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی شاگرد تھے۔ مولانا نے ان سے اپنے ساتھ غزنی جانے کیلئے بات کی تو وہ فوراً تیار ہو گئے۔

(چمنستان حدیث' ص:82۔83)

Marfat.com

راہِ سلوک کا کٹھن سفر

یہ آج سے کم وبیش ایک سو ساٹھ سال (160) برس قبل (1275ھ/1857ء) کا واقعہ ہے۔ مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت بائیس برس کے جوان رعنا تھے' انہوں نے اپنے شاگرد مولوی الٰہی بخش کلیروی رحمۃ اللہ علیہ کو رفیق سفر بنایا اور حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ فیض پر حاضری دینے اور ان کے حلقہ بیعت میں شامل ہونے کی غرض سے غزنی کو روانہ ہوئے۔ اس وقت موجودہ دور کی طرح نہ سڑکیں تھیں' نہ موٹریں تھیں' نہ ریلیں تھیں' کچے راستے' لوگ پیدل یا گھوڑوں' اونٹوں اور بیل گاڑیوں پر سفر کرتے تھے۔ یہ دونوں مسافران راہِ حق لکھوکے سے چلے اور ملتان پہنچے۔ ملتان سے ڈیرہ اسماعیل خاں کا عزم کیا اور وہاں سے غزنی کو روانہ ہوئے جو افغانستان کا ایک مشہور شہر ہے۔ راستے میں بلند و بالا پہاڑ بھی آئے' ندی نالے اور دریا بھی آئے' دور تک پھیلے ہوئے صحرا بھی عبور کئے' یہ طویل سفر انہوں نے تقریباً دو مہینوں میں طے کیا۔

مرید کی آمد کا الہام

حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ خاندان لکھویہ کے بزرگوں اور ہم عصر علمائے کرام کا بے حد احترام کرتے اور ان کے چھوٹوں سے شفقت کا برتاؤ فرماتے تھے۔ حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ان کے دادا تھے۔ انہوں نے مختلف اوقات میں مجھے کئی دفعہ مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے غزنی جانے اور حضرت عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کا واقعہ سنایا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ دادا صاحب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہو گیا تھا کہ پنجاب سے ایک صالح ترین عالم دین آرہے ہیں' چنانچہ وہ غزنی کے قریب پہنچے تو حضرت عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے استقبال کیلئے گئے اور جاتے وقت گھر میں فرمایا کہ ایک بزرگ آرہے ہیں' ان کیلئے اچھا سا کھانا تیار کرو۔ ''اچھا سا کھانا تیار کرو'' کے الفاظ کہہ کر مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ مسکراتے ہوئے فرماتے کہ اس سے مراد حلوہ یا بٹیر کا گوشت ہوگا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ **حافظ محمد لکھوی** رحمۃ اللہ علیہ نے **زادِ راہ کے طور پر مولانا محی الدین عبدالرحمٰن** رحمۃ اللہ علیہ کو سو روپے دیے تھے۔ سو روپے پر وہ خاص طور سے زور دیتے اور دو دفعہ فرماتے ''سو روپے دیے' سو روپے۔۔۔'' یہ الفاظ کہتے ہوئے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس زمانے میں سو روپے بہت بڑی رقم تھی' اتنی بڑی رقم کے مالک کو امیر آدمی سمجھا جاتا تھا۔ اندازہ فرمایئے جہاں مرشد (سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ) پیکر حسنات تھے' وہاں ان کی بیعت کیلئے حاضر ہونے والے (مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ) بھی مجسمہ خیر تھے۔ (چمنستان حدیث' ص ۸۴)

ہر دور میں کامل صوفی کی مخالفت

اس وقت غزنی اور افغانستان کے مختلف مقامات میں جہاں بے شمار لوگ حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے دائرہ عقیدت میں شامل تھے' وہاں ان کی تبلیغ توحید کی وجہ سے کچھ لوگ ان کے شدید مخالف بھی تھے۔ بالخصوص افغانستان کے علمائے سوء ہر وقت ان کی مخالفت پر کمر بستہ رہتے اور جو لوگ کسی علاقے سے ان کی خدمت میں حاضری کا قصد کرتے' ان سے بھی ان کے

Marfat.com

خلاف باتیں کرتے اور انہیں حاضری اور حصول فیض سے روکنے کی کوشش کرتے۔

اس کا ذکر حضرت عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت امام سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب سوانح عمری مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ میں کیا ہے۔

مخالفوں کی باتیں سن کر مولانا محی الدین عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ بہت متحیر ہوتے۔ اثنائے راہ میں انہیں ایک رات میں تین مرتبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا اور قرآن مجید کی آیات ان کے پردہ سماع سے ٹکرائیں' جن کا مطلب یہ تھا کہ اپنا سفر جاری رکھو اور عبداللہ سے ملو وہ بہت نیک شخص ہے۔

اس کا ذکر حضرت سید عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی حضرت امام سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ ان کے فارسی الفاظ کا اردو ترجمہ یہ ہے:

''مولوی عبدالرحمٰن بن شیخ محمد بارک اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے دور کے علماء میں بہت مشہور عالم ہیں اور زہد و تقویٰ اور رشد و صلاح میں اپنے زمانے کے امام ہیں' وہ حضرت عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت بابرکت سے فیض حاصل کرنے کیلئے ملک پنجاب سے سفر کر کے ملک غزنی تک گئے۔ یہ دو ماہ کی مسافت ہے جو انہوں نے طے کی۔ راستے میں انہوں نے حضرت مولانا کے متعلق مخالفوں سے جو باتیں سنیں' ان سے حیران ہوئے' پھر اسی رات انہیں یہ الہام ہوا:

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ -(الذاریات:23)

سو قسم ہے آسمان اور زمین کے پروردگار کی' وہ برحق ہے' اسی طرح جیسے کہ تم بات چیت کر رہے ہو''۔

دوسری مرتبہ یہ الہام ہوا:

وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ -(ص:47)

اور بے شک یہی لوگ ہمارے ہاں منتخب اور سب سے اچھے لوگوں میں ہیں۔

تیسری بار یہ الہام ہوا:

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ -(الزخرف:59)

وہ تو ہمارے ایک بندے ہیں' جن پر ہم نے فضل کیا۔

حضرت امام عبدالجبار صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ اس طویل سفر کے مختلف مقامات میں بعض لوگوں نے حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے جو باتیں کیں' ان سے وہ پریشانی میں مبتلا ہو گئے تھے اور ان کے عقائد و افکار کے متعلق کئی قسم کے خیالات ان کے ذہن میں گردش کرنے لگے تھے لیکن ان کی پریشانی اس وقت رفع ہو گئی جب اللہ تعالیٰ نے ان کی راہنمائی فرمائی اور قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیات

اہلحدیثو! روحانیت تمہیں بلاتی ہے

ہمارا دور سراسر مادی دور ہے، روحانیت سے ہمیں کوئی تعلق نہیں رہا۔ ہم ظاہر پہ نگاہ رکھنے والے لوگ ہیں اور ظاہر ہی ہماری سوچوں کا مرکز ہے' روحانیت دور کھڑی ہمیں اپنی طرف آنے کے اشارے کرتی رہتی ہے۔ از: مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

یکے بعد دیگرے بصورت الہام والقاان کے ذہن میں پیوست ہوئیں۔ (چمنستان حدیث' ص ۸۵)

قارئین! اس واقعے سے ایک نکتہ سمجھتے جائیں کہ جس طرح حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں طرح طرح کی مخالفت کی گئی، اسی طرح قیامت تک جو شخص بھی نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مشن کو خلوص دل کیساتھ لیکر چلے گا، اسکی راہوں میں بھی ہر دور میں کانٹے بچھائے جائیں گے اور یہ نکتہ بھی غور طلب ہے کہ کانٹے بچھانے والے بھی زیادہ تر" اپنے "ہی ہوں گے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کو کوڑے مروانے والے مسلمان ہی تو تھے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو قید میں کس نے ڈالا؟ کسی غیر مسلم کی وجہ سے تو انکا جنازہ جیل سے نہیں نکلا تھا۔ **حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو سزائیں دلانے والے علماء ہی تو تھے**۔ حضرت سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید رحمہما اللہ کے خلاف سازش کرنیوالے بھی اپنے ہی تھے۔ حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے خلاف بھی وقت کے نامی گرامی علماء نے ہی پروپیگنڈا کیا، جس کی بدولت انہیں اہل وعیال اور مریدین سمیت پیدل چلا کر وطن بدر کیا گیا۔ یہیں پر بس نہیں، بلکہ ان کے پاس جانیوالے ہدایت کے طلبگاروں کو بھی خود ساختہ لایعنی باتیں سنا سنا کر اکسایا اور ان سے متنفر کیا جاتا تھا، جس کی مثال آپ کو اوپر کی سطور سے مل گئی ہے مگر وہ طلبگار ہی کیسا، جو سنی سنائی بات پر یقین کر کے قدم واپس موڑ لے؟ مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ بھی، جنہیں والد صاحب رحمہ اللہ نے سینکڑوں میل دور سے صرف اس لیے غزنی بھیجا کہ بیٹا، تم نے شرعی علوم حاصل کر لیے، استاذ المحدثین حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ سے سند حدیث لے لی، اپنے جدی پشتی مدرسے میں رہ کر بے شمار طلباء کو قرآن وحدیث پڑھا لیا، لیکن خود تمہاری اخروی کامیابی تب تک نہیں ہوگی، جب تک " قد افلح من تزکیٰ " پر عمل نہ کرو گے۔ نماز مغرب کی دو رکعتیں اگرچہ ساری زندگی پڑھتے رہو، لیکن اللہ جل شانہ کے ہاں اس نماز کی تکمیل تین رکعتوں ہی سے ہوگی، اسی طرح بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی تین مقاصد ہیں۔ "تعلیم کتاب وحکمت" یعنی قرآن وسنت کا علم حاصل کرنا، "تلاوتِ آیات" یعنی تدریس وتبلیغ کے ذریعے اوروں کو بھی یہ نور بانٹنا، اور "تزکیہ نفس" یعنی دوسروں کو شریعت پر عمل کی ترغیب دیتے ہوئے اپنے اندر کا برتن بھی صاف وشفاف کرنا ہی تکمیل کی علامت اور کسوٹی ہے۔ اس لیے یہ لو، اس دور کی ایک خطیر رقم "سو روپیہ"۔ اب غزنی جاؤ اور حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ جیسی اہل دل اور متصوف شخصیت کی صحبت میں رہتے ہوئے اپنے باطن کو سنوار کے واپس آؤ، تاکہ رہتی دنیا تک تاریخ میں یہ الفاظ رقم ہو جائیں کہ انسان چاہے جتنا بھی بڑا عالم دین بن جائے، اگرچہ اسکے باپ دادا بھی جلیل القدر علماء ہوں، اور دینی مدرسہ انہی کا بنایا ہوا ہو، پھر بھی تصوف کے بغیر وہ ایسے ہی ہے، جیسے روح کے بغیر جسم۔ جس کے سارے اعضاء اگرچہ صحیح سلامت ہوں، مگر روح نہ ہونے کی وجہ سے اس جسم کو یا تو جلا دیا جاتا ہے، یا مٹی میں دبا دیا جاتا ہے۔ تفسیر محمدی، انواع بارک اللہ، زینت الاسلام اور احوال الآخرت جیسی ہر گھر میں پڑھی جانیوالی تقریباً ۲۷ کتابوں کے مصنف، جلیل القدر اہل حدیث مفسر ومحدث حضرت حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے بیٹے کو صرف صوفی بننے کیلئے غزنی بھیجنا کوئی معمولی بات ہے کیا؟ ذرا دیکھیں تو کہ مولانا داؤد غزنوی علیہ الرحمہ تقریباً ایک صدی بعد ان دونوں باپ بیٹے کا واقعہ مولانا اسحاق بھٹی مرحوم کو سنا رہے ہیں اور ان باپ بیٹے کے اخلاص کا یہ اثر کہ مولانا رحمہ اللہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ آئیں اب آگے بڑھتے ہیں کہ مرشد کے متعلق سنی سنائی باتوں سے نہ گھبرانے والے اس مخلص مرید کو کیا حاصل ہوا۔ (از: مرتب)

Marfat.com

نام کی تبدیلی ، مرشد کا سب سے پہلا حکم

مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ غزنی کے قریب پہنچے تو حضرت سید عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے احترام سے ان کا استقبال کیا اور انہیں گھر لے گئے' کھانا کھلایا اور ان سے گفتگو شروع ہوئی۔

مولانا کے ساتھی مولانا الٰہی بخش کلیروی نے ان کا تعارف کراتے ہوئے حضرت عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ان کے والد (حافظ محمد رحمۃ اللہ علیہ) پنجاب میں چراغ ہیں۔

حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''ایں آفتاب خواہد شد, انشاء اللہ'' ''اگر وہ چراغ ہیں تو ان شاء اللہ یہ آفتاب ثابت ہوں گے''۔

مولانا کا نام ان کے والد حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ نے محی الدین رکھا تھا اور وہ اپنے حلقہ تعارف میں اسی نام سے مشہور تھے۔ حضرت عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا نام پوچھا تو انہوں نے یہی نام بتایا۔ حضرت غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، والدین نے میرا نام محمد اعظم رکھا تھا' اگرچہ اعظم کا اطلاق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ہوتا ہے لیکن میں نے اپنا نام عبداللہ رکھ لیا۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور بندے کی عبودیت کا اظہار ہوتا ہے۔ آپ کا نام محی الدین اچھا نام ہے لیکن آپ اپنا عبدالرحمٰن رکھ لیجئے۔ عبداللہ اور عبدالرحمٰن اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ نام ہیں۔ چنانچہ اس دن سے انہوں نے اپنا نام عبدالرحمٰن رکھ لیا اور انہیں محی الدین عبدالرحمٰن کہا جانے لگا۔

مولانا لکھوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کی' ان سے شب و روز میں پڑھنے کیلئے بہت سے وظائف سیکھے اور تین مہینے حضرت کی خدمت میں غزنی ان کا قیام رہا۔ (چمنستان حدیث' ص ۸۶)

قارئین! مولانا محی الدین عبدالرحمان رحمہ اللہ تو پہلے سے عالم دین تھے، یقیناً صبح و شام کے مسنون اذکار بھی کرتے ہوں گے، پھر وہ کونسے وظائف تھے جن کے پڑھنے کی ابھی تک کمی تھی؟ اور بیعت کرنے میں تو چند منٹ لگتے ہیں، پھر مسلسل تین ماہ کے قیام کے پیچھے کونسا راز پنہاں ہے؟ دراصل یہی وہ باریک باتیں ہیں جن کی طرف توجہ کیے بغیر ہر شخص تصوف سے دامن بچائے پھرتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ''من لم یذق لم یدر'' کہ جس نے چکھا ہی نہیں، وہ کیسے جان سکتا ہے؟ (از: مرتب)

بیعت کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت

حضرت عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کے بعد مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہوئی:

فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ (التوبہ: 111)

پس اس بیعت پر جو تم نے کی خوش ہو جاؤ''۔

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا:

Marfat.com

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوحًا-(الشوریٰ:13)

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہ دین مقرر کیا جس دین پر نوح علیہ السلام کو چلنے کا حکم دیا''۔

واپسی کی اجازت

اس وقت افغانستان کے علمائے سوء حضرت عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شدید مخالفت کر رہے تھے۔ اب مولانا لکھوی رحمۃ اللہ علیہ نے واپس وطن آنے کیلئے ان سے اجازت چاہی تو استخارہ کیا اور یہ آیت القا ہوئی:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا-(البقرہ:125)

اور اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے بیت اللہ شریف کو لوگوں کیلئے ثواب اور امن کی جگہ بنا دیا''۔

اس آیت سے یہ اشارہ ملا کہ اب اپنے گھر جاؤ' وہی تمہارے لئے ثواب اور امن کا مقام ہے۔ وہاں تحمل اور بردباری کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کرو۔ اس کے بعد حضرت مولانا مراجعت فرمائے وطن ہوئے۔ لکھوکے سے غزنی تک آمد و رفت اور وہاں قیام کی مدت چھ مہینے بنتی ہے۔ ایک روایت کے مطابق مولانا رحمۃ اللہ علیہ دو مرتبہ غزنی گئے اور حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد فیض پایا۔

نقشبندی لکھوی سلسلہ کے اذکار

مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے اپنے والد گرامی حضرت حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی تھی۔ پھر غزنی جا کر حضرت سید عبداللہ صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت سے سعادت اندوز ہوئے۔ انہوں نے اپنے مرشد ملا حبیب اللہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ سے جو فیض پایا تھا، اس سے انہیں مطلع فرمایا۔

خود مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ بیعت بھی جاری تھا۔ بیعت کرنے والے کو وہ درمیانی آواز سے کلمہ طیبہ پڑھاتے' استغفر اللہ کا ورد کراتے' ''یاحی یاقیوم برحمتک استغیث'' پڑھنے کی تاکید فرماتے اور **اکتالیس مرتبہ روزانہ** سورہ فاتحہ پڑھنے کی تلقین کرتے۔ (چمنستان حدیث' ص ۸۷)

قارئین! مولانا حبیب اللہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ محمدیہ نقشبندیہ میں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے، اور وہ اپنے والد گرامی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ نقشبندیہ میں خلیفہ مجاز تھے۔ جس طرح لکھوی خاندان کی سندِ حدیث حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتی ہے' اسی طرح ان کی سندِ تصوف بھی علامہ حبیب اللہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک ہی پہنچتی ہے۔ مولانا اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و مناقب، انکا علمی مقام و مرتبہ اور تصوف میں رسوخ جاننے کیلئے اسی کتاب میں ان کے نام مختص کیا گیا باب ملاحظہ فرمائیں۔ (از: مرتب)

متصوف بزرگ کا حلیہ

مولانا خدا بخش واعظ جو مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور مرید تھے' پنجابی اشعار میں ان کا حلیہ اس طرح

Marfat.com

بیان کرتے ہیں: رنگ نہ بالکل سفید نہ سرخ (اسے گندمی رنگ کہنا چاہئے) میانہ قد' بدن تھوڑا سا مائل بہ فربہی' گوشت سے بھرا ہوا جسم' پنڈلیاں ابھری ہوئیں' پیشانی پر سجدے کا نشان' مہندی سے رنگیں ڈاڑھی۔

لباس یہ تھا: تہبند یا لنگی' کرتہ' جمعے کے روز چوغہ پہنتے' سر پر ٹوپی اور ٹوپی پر تین چار گز کا عمامہ' سردیوں میں گرم واسکٹ' جوتی کبھی پوٹھوہاری' کبھی دوسری پہنتے تھے۔ (چمنستان حدیث' ص ۸۷)

قارئین! آپ تمام اسلاف اہل حدیث میں سے جس کو بھی پڑھیں گے، سب کے اندر ایک چیز مشترک ملے گی کہ سر پہ ٹوپی، پگڑی یا عمامہ رکھتے تھے۔ خود کو محمدی اور سلفی کہلانے والا کوئی ایک بھی اہل حدیث آج سے بیس سال پہلے تک ننگے سر نہیں تھا۔ ہر وقت تقلید اور شخصیت پرستی سے متنفر رہنے والے خود کس کی تقلید میں سر کو ننگا رکھتے ہیں؟۔ (از: مرتب)

تصوف میں آنے کے بعد خوشگوار تبدیلیاں

جو لوگ بطور مہمان آتے' ان کا کھانا مولانا لکھوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر سے خود لاتے۔ اپنا کام خود کرتے' کسی کو اپنے کام کیلئے نہ کہتے' اپنے کپڑے خود ہی دھو لیتے' مجلس میں نمایاں ہو کر نہ بیٹھتے' کوئی مہمان جانا چاہتا تو اسے رخصت کرنے کیلئے چند قدم اس کے ساتھ جاتے اور رخصت کرتے وقت یہ دعا پڑھتے: استودع الله دینک وامانتک واخر عملک"۔

زبان ہر وقت ذکر الٰہی سے تر رہتی' سب سے نرم الفاظ میں بات کرتے' آنے ولوں کو پیار کے لہجے میں برائی سے رکنے اور نیک کام کرنے کی تاکید فرماتے۔

نماز میں خشوع وخضوع کی انتہاء

نماز نہایت خشوع وخضوع سے پڑھتے' ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ نمازی کو ان دعاؤں کے معنوں سے بھی آگاہ ہونا چاہئے جو وہ نماز میں پڑھتا ہے' اس سلسلے میں مولانا نواب وحید الزماں خاں رحمۃ اللہ علیہ حیدر آبادی تحریر فرماتے ہیں:

''ہمارے شیخ اتقی زماں مولوی عبدالرحمٰن صاحب ساکن لکھوکے رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص نماز کے معنی نہیں جانتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ جو شخص اس مسئلے میں ان کے خلاف اصرار کرتا تو اس سے مباہلے پر تیار ہو جاتے''۔

(چمنستان حدیث' ص ۸۸)

مرزا قادیانی کے متعلق الہامات

مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ زمانہ تھا جب انگریز کے ذہن فتنہ پرور نے قادیانیت کا فتنہ پیدا کر دیا تھا اور مرزا غلام احمد قادیانی مجدد' مسیح اور مثل مسیح وغیرہ دعاوی سے گزرتا ہوا' نبوت کا دعویٰ کرنے لگا تھا۔ اس وقت مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم ومغفور نے مرزا قادیانی کے افکار کو ترتیب دے کر حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا اور ان سے فتویٰ پوچھا کہ ان افکار کا حامل شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے یا نہیں؟ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کافر قرار دیا اور پھر مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتوے پر ملک کے کم وبیش دو سو علماء کی مہریں لگوائیں اور دستخط کرائے۔ اسے ''اولیں

Marfat.com

فتوائے تکفیر'' کہا جاتا ہے۔ اس پر مرزا قادیانی نے اپنی چھوٹی بڑی مختلف کتابوں میں بڑا شور مچایا اور مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا کہ وہ ''اول المکفرین'' ہیں یعنی پہلے شخص ہیں جنہوں نے مجھ پر کفر کا فتویٰ لگایا۔

مولانا محی الدین عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے الہامات

اسی زمانے میں حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے یہ بتا کہ مرزا قادیانی کا کیا معاملہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے خواب میں بصورت الہام فرمایا:

اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهٰمٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ۔ (القصص:8)

بے شک فرعون اور ہامان اوران کے لشکر غلط کار تھے''۔

اس سے یہ مطلب اخذ کیا گیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا تعلق فرعون اور ہامان اوران کے گروہ سے ہے اور جس طرح وہ کافر اور اللہ تعالیٰ کے نافرمان تھے اسی طرح مرزا غلام قادیانی اور اس کے متعلقین کافر اور احکام الٰہی کے منکر ہیں۔

مرزا کے بارے میں پھر الہام ہوا:

وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا۔ (النساء:120)

اور شیطان ان سے جو وعدہ کرتا ہے وہ سراسر دغا ہے''۔

پھر الہام ہوا: وَ اتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَ رُسُلِيْ هُزُوًا۔ (الکہف:106)

اورانہوں نے میری آیتوں اور میرے رسولوں کی ہنسی اڑائی''۔

مرزا قادیانی کے بارے میں ایک اور الہام ہوا:

وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا۔ (النباء:28)

اور وہ ہماری آیتوں کو قطعی طور سے جھٹلاتے ہیں''۔

ایک اور الہام: هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا (النساء:15)

یہی لوگ ہیں جو پکے کافر ہیں''۔

ایک اور الہام ملاحظہ ہوں: وَ اِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا (الکہف:57)

اے پیغمبر! آپ اگر انہیں ہدایت اختیار کرنے کی دعوت دیں تو وہ کبھی ہدایت یاب نہیں ہوں گے''۔

ایک دفعہ فرمایا: دعا کردم یااللہ حکم تو درباره مرزا چیست؟

الہام شد: هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا (النساء:15)

میں نے دعا کی یااللہ! مرزا کے بارے میں تیرا کیا ارشاد ہے؟'' الہام ہوا: یہ لوگ پکے کافر ہیں''

اس طرح مرزا غلام قادیانی کے متعلق حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے الہام ہیں۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے عصاء موسیٰ علیہ السلام، مظہر حقیقۃ البیعت والالہام فی جواب رسالہ ضرورت الامام مطبوعہ جمادی الاولیٰ 1318ھ مطابق ستمبر 1900ء مطبع انصاری۔ دہلی)۔ (چمنستان حدیث' ص ۸۹)

Marfat.com

صوفی اہلحدیث کے روحانی مناظرے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حضرت مولانا کے بارے میں حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

مرشد گرامی کی طرف سے حوصلہ افزائی

مولانا لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کے کچھ عرصے بعد غزنی سے رخصت ہونے لگے تو حضرت نے فرمایا: یک بار ضرور بیا۔ ایک مرتبہ ضرور دوبارہ آنا۔

ق پھر جب وہ غزنی سے ہجرت کر کے کچھ دن پشاور ٹھہرے تو مولانا لکھوی رحمۃ اللہ علیہ ان کی زیارت کیلئے لکھوکے سے پشاور گئے۔حضرت ممدوح دور سے ان کو دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور گلے لگا کر فرمایا: نور علیٰ نور شد۔

☐ ایک دفعہ مولانا لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

ایں برادر ما است و حبیب اللہ استاد ما بود ما را گفت مربی شما خدائے تعالیٰ است

یہ ہمارے بھائی ہیں اور ملا حبیب اللہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے استاد تھے۔انہوں نے ہمیں کہا تھا کہ آپ کا مربی اللہ تعالیٰ ہے"۔

☐ ایک مرتبہ مولانا لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا:

امشت مولوی اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نزد مانشته بود شما باشید' شمار خدائے تعالیٰ شجاعت نصیب خواہد کرد"۔

آج رات خواب میں مولانا اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس تشریف فرما تھے' آپ بھی موجود ہیں۔آپ کو اللہ تعالیٰ جرأت نصیب فرمائے گا،ان شاء اللہ۔

مولانا اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں۔ان کا وجود استعارہ ہے اس جرأت سے، جو کلمہ حق بلند کرنے کے سلسلے میں حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ میں پائی جاتی تھی۔

☐ ایک شخص نے مولانا لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی وظیفہ پوچھا۔اس کے بعد حضرت عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی وہی وظیفہ پوچھا اور انہیں بتا بھی دیا کہ یہ وظیفہ اس نے مولانا محی الدین عبدالرحمٰن سے بھی پوچھا تھا۔

فرمایا: ما و عبدالرحمٰن یکے است۔ ہم اور عبدالرحمٰن ایک ہی ہیں"۔

پھر مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: درمیانِ ما و شما مناسبت در ازل بود۔ ہمارے اور آپ کے درمیان ہمیشہ سے مناسبت پائی جاتی ہے۔(چمنستان حدیث۔ص ۹۲۔۹۳)

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے متعلق الہامات

حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض بشارتوں کا تعلق خود ان کی اپنی ذات گرامی سے بھی ہے۔مثلاً:

يَاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ٥ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ٥ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ٥ (الفجر:27-30)

اے اطمینان سے رہنے والی جان تو اپنے رب کی طرف لوٹ جا' تو اس سے خوش' وہ تجھ سے خوش۔ میرے نیک بندوں میں شامل ہو جا' اور میری جنت میں داخل ہو جا"۔

Marfat.com

یہ کیسی عمدہ ترین بشارت ہے جو اس طرح پوری ہوئی کہ وہ بیت اللہ شریف میں گئے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق اس کا طواف کیا۔ پھر مدینہ منورہ میں حاضری دی اور مسجد نبوی ﷺ میں حالت سجدہ میں وفات پا گئے۔ جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔

☐ الہام ہوا یا اللہ کی طرف سے خوشخبری سنائی گئی۔

اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (البقرہ:124)

میں آپ کو لوگوں کا امام (سربراہ) بناؤں گا، اور وہ واقعتاً صالحین کے سربراہ اور امام تھے۔

☐ الہام ہوا:

عَسٰی اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا-(بنی اسرائیل:79)

قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود تک پہنچا دے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں بیت اللہ اور مسجد نبوی ﷺ تک پہنچایا اور لوگوں نے ان کے محامد و محاسن بیان کئے۔

☐ بشارت ہوئی:

عد نفسك من اصحاب رسول الله-

اپنے آپ کو نبی ﷺ کے صحابہ میں شمار کرو۔

وفات کے بعد انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا، جہاں بے شمار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مدفون ہیں، اس طرح ان کا ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پاک باز جماعت میں ہوا۔

دعا: یا جامع الناس لیوم لاریب فیه فاجمع بینی وبین محمد صلی اللہ علیه واله وسلم فی الدنیا والاخرة-

اے لوگوں کو اس دن میں جمع کرنے والے، جس میں کوئی شک نہیں، مجھے دنیا اور آخرت میں محمد ﷺ کے ساتھ جمع فرمادے"۔

ان شاء اللہ یہ دعا قبول ہوگی اور انہیں نبی کریم ﷺ کی رفاقت نصیب ہوگی۔

☐ الہام ہوا: ورضوان الله اکبر- اللہ تعالیٰ کی رضامندی سب سے بڑھ کر ہے"۔

جیسا کہ اختصار کے ساتھ گزشتہ صفحات سے معلوم ہوا حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار محاسن سے نوازا تھا۔ وہ مبلغ اسلام، مستجاب الدعوات، صاحب کرامات اور ولی اللہ تھے۔ ان اوصاف حمیدہ کے ساتھ ساتھ وہ مصنف بھی تھے، لیکن افسوس ہے ان کی بعض تصانیف دست برد زمانہ کی نذر ہو گئیں۔ (چمنستان حدیث، ص:94)

سفر میں بھی نماز کے خشوع کا فکر

مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ حج بیت اللہ کی شدید خواہش رکھتے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح جلد از جلد مکہ

Marfat.com

مکرمہ اور مدینہ منورہ پہنچیں اور ان مقدس مقامات کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی سعادت حاصل کریں جہاں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سکونت فرماتے تھے' جہاں آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے شب و روز گزرتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور 9 شعبان 1312ھ (5 فروری 1898ء) کو اپنے تیرہ رفقا کی معیت میں گھر سے روانگی کا فیصلہ ہوا لیکن اس دن کسی وجہ سے روانگی نہ ہو سکی تو دوسرے دن یعنی 10 شعبان کو عصر کے وقت فیروز پور کو روانہ ہوئے۔ پہلی رات ایک گاؤں میں بسر کی۔ دوسرے دن 11 شعبان کو فیروز پور پہنچے۔ فیروز پور سے ریل کے سیکنڈ کلاس کے ٹکٹ لئے' بعض لوگوں نے کہا کہ تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لیتے' اس کا کرایہ کم ہے۔ فرمایا: **بے شک اس کا کرایہ کم ہے' لیکن اس میں بھیڑ کی وجہ سے نماز پڑھنا مشکل ہوتا ہے۔** دوسرے درجے میں بھیڑ نہیں ہوتی اور نماز آرام سے پڑھی جا سکتی ہے۔

مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ریل کا سفر سیکنڈ کلاس میں کیا کرتے تھے۔ اگر کوئی وجہ پوچھتا تو یہی جواب دیتے کہ تھرڈ کلاس میں آرام سے نماز نہیں پڑھی جا سکتی' سیکنڈ کلاس میں نماز پڑھنے کی سہولت حاصل ہوتی ہے۔

بہر حال مولانا رحمہ اللہ فیروز پور سے دہلی گئے۔ وہاں چند روز قیام کیا۔ پھر 25 شعبان 1312ھ کو بمبئی پہنچے۔ اس زمانے میں سمندری جہاز پر سفر کیا جاتا تھا۔ جدہ کیلئے ''حسینی جہاز'' تیار تھا۔ مولانا کے ایک ساتھی نے اس جہاز کے ٹکٹ بھی لے لئے۔ لیکن کسی وجہ سے اس پر سوار نہیں ہوئے۔ بعد ازاں 18 رمضان المبارک 1312ھ کو ناصری جہاز پر سوار ہوئے اور ایک مقام پر اپنے قافلے کے ساتھ عید الفطر کی نماز پڑھی۔ (چمنستان حدیث' ص: 96-97)

چودہ افراد کا یہ قافلہ ناصری جہاز سے جدہ کی بندرگاہ پر اترا اور وہاں سے 16 شوال جمعرات کو شب کے دو بجے کے قریب مکہ مکرمہ پہنچا۔ عمرہ کر کے احرام کھولا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے ان کو اپنے گھر میں حاضری اور اس کے طواف و زیارت کا شرف بخشا۔

مدینہ کو روانگی اور وفات

عمرے سے فارغ ہو کر مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ ساتھیوں کو مکہ مکرمہ چھوڑا اور باقیوں کی رفاقت میں مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔ اس وقت بالکل تندرست تھے' راستے میں بیمار ہو گئے۔ بیماری کی حالت میں مدینہ منورہ پہنچے' مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نمازیں پڑھنے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ مبارک کو دیکھنے کا شدید جذبہ دل میں موجزن تھا۔ گرمیوں کا موسم تھا' اسہال آنے لگے' پوری کوشش کی کہ کسی کو بیماری کا پتا نہ چلے' اپنا کام خود کرتے رہے۔ پیاس لگتی تو خود ہی اٹھ کر پانی پیتے' کسی ساتھی کو کسی قسم کی تکلیف نہ دیتے' جمعرات کے دن 14 ذیقعد کو مدینہ منورہ پہنچے' جب پیاس سے نڈھال ہو گئے تو اپنے ایک ساتھی عبداللہ سے فرمایا، مجھے ٹھنڈا پانی پلاؤ یا کہیں سے کوئی شربت لاؤ۔ عبداللہ فوراً بازار گئے اور انار لائے' اس کا شربت بنا کر انہیں پلایا۔ جمعۃ المبارک کے دن 15 ذیقعد 1312ھ (10 مئی 1895ء) کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حالتِ سجدہ میں ساٹھ (60) سال کی عمر پا کر انتقال فرما گئے اور قبرستان جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔

اللھم وسع مدخلہ ونور قبرہ وارفع درجتہ وادخلہ جنت الفردوس۔

(چمنستان حدیث' ص: 98)

Marfat.com

کرامات حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمٰن صاحب لکھوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالمجید صاحب سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''کرامات اہلِ حدیث'' میں مولانا محی الدین عبدالرحمان رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل واقعات بیان کیے ہیں۔

بھنگی چرسی فقیر راہ راست پر آ گیا

مولوی قائم الدین صاحب سکنہ چک مڈھیوالہ ضلع لائل پور (فیصل آباد) کا بیان ہے کہ جن دنوں میں مولانا عبدالرحمن صاحب رحمہ اللہ کے ہاں لکھوکی پڑھا کرتا تھا ان ایام کا واقعہ ہے کہ ان کے پاس ایک بھنگی چرسی فقیر آیا جس کی داڑھی تو صفاچٹ تھی اور مونچھیں لمبی لمبی تھیں، ہاتھ میں چمٹا، بدن پر کملی، شکل وصورت خلاف شرع، گا تا تھا اور کہتا تھا کہ مولوی صاحب نشہ ٹوٹا ہوا ہے کچھ دلواؤ۔ مولوی صاحب رحمہ اللہ نے ایک طالب علم سے کہا کہ اسے ایک پیسہ دے دو۔ وہ بولا: ایک پیسہ سے کیا بنتا ہے اگر دینا ہے تو کچھ آپ دیں، فقیر کا عمل ٹوٹا ہوا ہے، نہ بھنگ ملی ہے نہ چرس۔ مولانا رحمہ اللہ نے ایک نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: مجھ سے کچھ لینا ہے؟ جونہی اس کی نظر سے نظر ملی، وہ لڑکھڑا کر گرا اور ایسا گرا کہ بے ہوش ہو گیا۔

طالب علم اسے سنبھالنے کیلئے بڑھے مگر وہ ایسا بے حس پڑا تھا جیسے مردہ، تین گھنٹے بے ہوش پڑا رہا۔ جب ہوش سنبھالا تو اٹھا مولانا رحمہ اللہ نے پوچھا کیوں بھائی کیا لینا ہے؟ وہ بولا، جو لینا تھا وہ لے لیا۔ بس مجھے ''مسلمان'' بنا دیجئے۔ مولانا رحمہ اللہ نے حجام کو بلوایا اور اس کی مونچھیں اور لٹیں کٹوا دیں۔ اس نے چرس بھنگ سے توبہ کر لی اور حضرت لکھوی رحمہ اللہ سے پڑھنا شروع کر دیا۔ مولوی قائم الدین صاحب کا بیان ہے کہ وہ اچھا خاصا عالم اور صوفی بن گیا اور اٹھارہ برس تک محترم مولوی صاحب کی خدمت میں رہا۔ (کراماتِ اہلِ حدیث۔ص ۱۱)

آپ کا جان لیوا آپ کو دل دے گیا

ایک بار مولانا رحمہ اللہ معہ چند طلباء کے نہر پر جو لکھوکی سے قریب ہی تھی، غسل کے لئے تشریف لے گئے۔ نہر کے متصل ہی ایک سڑک گزرتی تھی اس علاقے میں ایک محمود ڈوگر نامی شخص رہتا تھا، جو بہت بڑا زمیندار اور مغرور و متکبر انسان تھا اور اسے اہلحدیث سے خاص عداوت تھی۔ اس نے بارہا یہ کہا تھا کہ اگر مولوی عبدالرحمن مجھے اکیلا کہیں مل گیا تو میں اسے جان سے مار ڈالوں گا، کیونکہ اس نے سارے علاقہ میں وہابیت پھیلا دی ہے۔ کسی طالب علم نے مولانا رحمہ اللہ سے ذکر کر دیا کہ محمود آپ کا اشد ترین دشمن ہے، اور وہ جا رہا ہے۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسے بلا لو اور کہو کہ جو کچھ کرنا ہے یہیں کر لے۔ طالب علم نے آواز دی کہ میاں محمود! مولوی صاحب یہیں ہیں آؤ اور اپنے دل کے ارمان نکال لو۔ محمود آیا گھوڑی سے

> **گمراہی کا اجتماعی ذوق**
>
> دوسرے لوگوں کی یہ شکایت بے جا نہیں ہے کہ اہلحدیث' حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی توہین کرتے ہیں۔ میں خود بھی دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے حلقہ میں عوام اس گمراہی میں مبتلاء ہو رہے ہیں۔ یہ رجحان سخت گمراہ کن اور خطرناک ہے۔
>
> از: مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ
>
> (صدر مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان)

Marfat.com

اترا۔ ابھی مولانا رحمہ اللہ کے سامنے ہی آیا تھا اور آنکھ سے آنکھ ملی تھی کہ اپنا پیٹ پکڑ کر بیٹھ گیا اور ہائے ہائے کرنے لگا۔ حضرت مجھے معاف کر دیجئے، میری غلطی تھی، میں نے آپ کے خلاف بہت کچھ کہا مگر اب اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں۔ مولانا رحمہ اللہ نے کہا دل صاف کرلو اور جاؤ اللہ تمہیں خوش رکھے۔ وہ کہنے لگا حضور! اب کہاں جاؤں؟ ہاتھ بڑھایئے اور مجھے اپنا مرید بنا لیجئے۔ چنانچہ وہ بڑا نیک، نمازی اور توحید وسنت کا علمبردار بن گیا اور وہ بڑے لوگوں کو راہ راست پر لایا۔ وہ اکثر آپ کی مجلس میں آتا رہتا تھا۔ اس واقعہ کے راوی مولوی قائم الدین صاحب کا بیان ہے کہ محمود ڈوگر کی آنکھ پر ایک موہکہ تھا جو اسے بہت تنگ کرتا تھا اور آنکھ ڈھانپ لیتا تھا جس سے وہ سخت تنگ آ گیا تھا اس نے عرض کیا حضرت اس پر دم کر دیجئے تاکہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے بھی نجات دے دے۔ مولانا رحمہ اللہ نے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور اس پر لعاب لگا دی۔ محمود کا بیان کہ اس کے بعد وہ موہکہ ایسا مٹا کہ کبھی ظاہر نہیں ہوا اور مجھے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس تکلیف سے نجات مل گئی۔ (کرامات اہلِ حدیث۔ص، ۱۲)

سات بیویوں والا بے اولاد

موضع لکھو کے سے کچھ فاصلہ پر ایک جمیل آباد نامی گاؤں تھا، جہاں کا سردار جلال الدین عرف ''جلو'' بہت بڑا زمیندار اور کئی گاؤں کا مالک تھا۔ جلو کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوتی تھی، اس نے کئی بیویاں کر رکھی تھیں مگر پھر بھی وہ اولاد سے محروم تھا۔ پنجاب میں یہ رواج چلا آ رہا ہے کہ جب کسی کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو تو وہ پیروں، فقیروں، جوگیوں، مست قلندروں، خانقاہوں اور قبروں کے طرف رجوع کرتا ہے اور ان سے اولاد چاہتا ہے۔ جلو بھی اسی خیال کا آدمی تھا اور جہاں کسی فقیر کا پتہ چلتا تھا وہیں اٹھ دوڑتا تھا۔ ایک بار اسے پتہ چلا کہ فیروز پور شہر میں ایک مستانہ ہے جو مجذوب ہے اور بالکل ننگ دھڑنگ رہتا ہے، وہ اسکے پاس گیا اور اس سے بیٹا مانگا۔ **مجذوب بولا ''نالائق! اگر بیٹا لینا ہے تو لکھو کی جا''۔** جلو نے دل میں سوچا کہ وہاں تو سب وہابی ہی وہابی ہیں، بھلا وہاں بیٹا کیسے ملے گا؟ مجذوب نے کہا نالائق جاتا نہیں؟ تجھے بیٹا یہاں سے نہیں بلکہ وہیں سے ملے گا۔ جلو اس مجذوب کے ارشاد پر لکھو کی پہنچا، وہاں چوٹی کے بزرگ حضرت مولانا عبدالرحمن لکھوی رحمہ اللہ ہی تھے۔ یہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے سارا واقعہ بیان کر دیا، حضرت مولانا عبدالرحمن لکھوی رحمہ اللہ نے کہا میں دعا کر تو دیتا، مگر تو منکر قرآن ہے، تیرے حق میں میری دعا قبول نہیں ہوگی۔ جلو نے کہا: میں نے کب قرآن کا انکار کیا ہے؟ آپ نے پوچھا کہ تیری کتنی بیویاں ہیں؟ اس نے کہا کہ سات۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن تو چار سے زیادہ کی اجازت نہیں دیتا، پھر تو نے سات کیوں کیں؟ اس نے کہا جو حکم ہو میں اس پر عمل کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ تین کو یہیں طلاق دے دو، گاؤں میں مسجد بنوا دو، خود نماز پڑھنے کا اقرار کرو اور دوسروں کو بھی نماز کی تلقین کرو تو میں تمہارے لیے دعا کرتا ہوں۔ اس نے ایسا کرنے کا وعدہ کر لیا آپ نے دعا فرمائی اللہ کی قدرت اگلے ہی سال اس کے ہاں فرزند تولد ہوا۔ وہ دوڑا دوڑا آیا اور مولانا رحمہ اللہ کو اپنے گاؤں لے جانا چاہا، مگر آپ نہ گئے اور کہا، کہیں ایسا نہ ہو کہ عوام جہلاء یہ سمجھنے لگیں کہ عبدالرحمن نے بیٹا دیا ہے۔ پھر اس نے عرض کیا کہ حضور آپ اس کی تردید کر دیں اور توحید کا وعظ کہیں تاکہ ہمارے دیہاتوں کے لوگ بھی کچھ توحید وسنت سے آشنا ہو جائیں۔ چنانچہ اس کی ترغیب پر جذبہ تبلیغ کے تحت آپ وہاں تشریف لے گئے اور کئی دن تک وہاں وعظ فرماتے رہے اور اس علاقے کے قریب قریب سب گاؤں اہل حدیث ہو گئے۔

Marfat.com

[illegible] ... آپ رحمۃ اللہ علیہ ... [illegible] ... (کرامات اہل حدیث ص ...)

جہاز کی خرابی کا الہام

مولانا عبد الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب حج کے لئے ... [illegible] ... جہاز ... [illegible] ... آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ... [illegible] ... جہاز ... [illegible] ... آپ رحمۃ اللہ علیہ ... [illegible] ... جب ... [illegible] ... جہاز ... [illegible]

(کرامات اہل حدیث ص ...)

قارئین! مولانا ... [illegible] ... آپ ... [illegible] ... اللہ میرا جسم تو خوشبودار ہو جائے گا مرنے کے بعد جب قبر کی مٹی میرے وجود کو لگے گی تو وہ مٹی بھی خوشبودار ہو جائے گی۔ (ارمغان ...)

(18) حضرت مولانا سید مولا بخش کوموی رحمۃ اللہ علیہ

فیض یافتہ: مولانا سید محبوب شاہ ... رحمۃ اللہ علیہ

قارئین! مولانا سید مولا بخش کوموی رحمۃ اللہ علیہ علمائے اہل حدیث میں ایک ... گزرے ہیں ... [illegible] ... حضور ﷺ کے ... [illegible] ... محبوبیت ... [illegible]

Marfat.com

میں نامور بنا دیا۔ ان کے حالات سے بے خبر جماعت اہل حدیث کو باخبر کرنے کا اعزاز بھی مولانا محمد اسحاق بھٹی مرحوم کے حصے میں آیا۔ حضرت بھٹی صاحب مرحوم اپنی کتاب ''چمنستان حدیث'' میں انکے تذکرہ کی ابتداء ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ ''میں نے اپنی کتاب ''گلستان حدیث'' میں سید مولا بخش کوموی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کیا ہے لیکن یہ تذکرہ بہت مختصر ہے صرف ڈیڑھ صفحے پر مشتمل۔ اس اختصار کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں کوئی مطبوعہ یا غیر مطبوعہ مواد میرے سامنے نہیں تھا۔ میں ان کی خدمت میں حاضری سے بھی محروم رہا۔ مجھے ان کی زیارت کا شرف صرف ایک مرتبہ حاصل ہوا۔ 3، 4 اپریل 1955ء کو لائل پور میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کی تیسری سالانہ کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اسی موقع پر 4 اپریل کو جامعہ سلفیہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا تھا' اس وقت انہیں مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا۔ بس یہی ان کی پہلی رؤیت تھی جو مجھے نصیب ہوئی اور یہی آخری۔ (چمنستانِ حدیث: ص ۳۰۶)

سید مولا بخش رحمۃ اللہ علیہ کے اسلاف

سید مولا بخش رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرنے سے پہلے ان کے حلیے اور لباس کا ذکر کرنا ضروری ہے' جس سے مجھے ان کے نواسے سید عبدالخالق نے بذریعہ خط مطلع فرمایا۔ تقریباً ساڑھے پانچ فٹ قد' گوشت سے بھرا ہوا مضبوط کسرتی جسم' گندمی رنگ' گول نورانی چہرہ' کھلی پیشانی' چوڑا سینہ' لمبی لیکن ذرہ موٹی ناک' متوسط ہونٹ نہ بہت باریک نہ موٹے' قدرے چھوٹی آنکھیں' سرخ مہندی لگی ہوئی گھنی ڈاڑھی جو زیادہ لمبی نہ تھی' رخساروں تک ڈاڑھی کے بال' ڈاڑھی کا اوپر یا نیچے سے کبھی خط نہیں بنوایا' مونچھیں ہمیشہ کترواتے' ہاتھ میں اکثر پونے پانچ فٹ کی بانس کی لاٹھی رکھتے' جس کے نیچے لوہے کی سم لگی ہوتی' سفر پر جاتے تو بید کی چھڑی' لباس سادہ' زیادہ تر تہبند اور قمیص پہنتے' سردیوں میں پاجامہ بھی پہن لیتے' سر پر کپڑے کی ٹوپی اور کندھے پر رومال' جوانی میں کلے والی پگڑی باندھتے' عیدین کے موقع پر شیروانی پہن کر عید کی نماز پڑھاتے' صرف ضروری اور مختصر بات کرتے۔

سید مولا بخش رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ترمذی سادات سے تھا۔ ان کے اسلاف میں سے کوئی بزرگ ترمذ سے نقل مکانی کر کے ہندوستان آبسے تھے۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی وساطت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ سید مولا بخش رحمۃ اللہ علیہ سے کئی پشتیں پہلے ایک بزرگ حاجی سید خضر الدین ترمذی رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں۔ سید مولا بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنے اکابر کی روایت سے بیان کرتے ہیں کہ حاجی سید خضر الدین رحمۃ اللہ علیہ نہایت پارسا' بے حد فیاض اور صاحب کرامات بزرگ تھے۔ ان کے گاؤں کرودیاں میں کوئی چور چوری کر لیتا تو اندھا ہو جاتا اور مال مسروقہ لے کر گاؤں سے باہر نہ نکل سکتا۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ چوروں نے وہاں چوری کی لیکن گاؤں سے نکل نہ سکے' ساری رات گلیوں میں چکر لگاتے رہے' صبح ہوئی تو چوری شدہ سامان سمیت پکڑے گئے۔

واللہ اعلم بالصواب (چمنستانِ حدیث: ص ۳۰۷)

سعادت مند صوفی اہل حدیث کی ولادت

سید مولا بخش رحمۃ اللہ علیہ 1888ء کے لگ بھگ اپنے اسی آبائی گاؤں کرودیاں میں پیدا ہوئے' والد صاحب کا نام حاجی سید کرم

Marfat.com

نواز رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ حالات ایسے پیدا ہو گئے تھے کہ اس خاندان میں اب تحصیل علم کا شوق نہیں رہا تھا' سب افراد کھیتی باڑی اور کاشت کاری وغیرہ میں مشغول ہو گئے تھے۔ بچے عموماً کھیتوں میں مال مویشی چرانے کا کام کرتے اور اسی میں مگن رہتے۔ بعض افراد البتہ حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں ''احوال الاخرت اور زینت الاسلام'' یا مولوی عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ کی ''اکرام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم'' وغیرہ خوش الحانی سے پڑھنے کی کوشش کرتے اور سننے والے ان کے گرد جمع ہو جاتے۔ ان کے خاندان میں دو آدمی حافظ قرآن تھے۔ ایک ان کے چچا جن کا نام کرم علی تھا' وہ نابینا تھے اور انہیں قرآن مجید حفظ تھا۔ دوسرے ان کے بڑے بھائی محمد ابراہیم تھے' جنہیں اللہ تعالیٰ نے حفظ قرآن کی نعمت عطا فرمائی تھی۔ خود سید مولا بخش رحمۃ اللہ علیہ حصول علم کیلئے نہایت بے تاب تھے لیکن انہیں اس کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ وہ نوجوانی کی حدوں کو چھو رہے تھے' مگر بے علم تھے اور دل میں اس کے حصول کی شدید خواہش رکھتے تھے۔ (چمنستان حدیث؛ص ۳۰۸)

خالی ہاتھ تحصیل علم کیلئے روانگی

پھر ایک دن دل میں آیا کہ اس خواہش کو عملی صورت دینے کا فیصلہ کر لیا' دل میں یہ جذبہ شدت سے ابھرا کہ کسی نہ کسی طرح علم ضرور حاصل کرنا چاہئے لیکن معاملہ یہ تھا کہ نہ کسی درسگاہ کا پتا تھا اور نہ کسی قصبے یا شہر کی راہ معلوم تھی۔ اب انہوں نے اپنی والدہ کے عنایت کردہ بھنے ہوئے چنوں کے تھوڑے سے دانے صافے کے پلو میں باندھے' کسی کندھے پر رکھی اور حسب معمول کھیتوں میں پہنچ گئے۔ پھر کسی کھیت میں رکھی اور کسی کو بتائے بغیر انجانی راہوں پر روانہ ہو گئے۔ کچھ پتا نہیں کہ کدھر کا رخ ہے اور منزل کون سی ہے۔ زادِ راہ وہی بھنے ہوئے چنوں کے چند دانے ہیں' کوئی پیسہ پلے نہیں' خالی ہاتھ اور خالی جیب' بالکل یہی حالت کہ۔

پلے خرچ نہ بنھدے پنچھی تے درویش جنھا تقویٰ رب دا اونھا رزق ہمیش

ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں اور دوسرے سے تیسرے گاؤں چلے جا رہے ہیں۔ بھوک نے بھی زور باندھ رکھا ہے' مگر یہ کہیں ٹھہرتے ہیں اور نہ کسی سے روٹی کا ٹکڑا مانگتے ہیں۔ بالآخر ایک گاؤں کی مسجد میں جا کر رکے اور نمازیوں سے کہا کہ وہ انہیں مسجد کے طہارت خانوں کی صفائی اور نمازیوں کے وضو کیلئے پانی بھرنے کیلئے بطور خادم رکھ لیں۔ نمازیوں نے ان کے نام اور خاندان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اپنا تعارف کرایا۔ اس پر جواب ملا کہ ہمیں خادم کی ضرورت تو ہے، لیکن آپ سید زادے ہیں اور ہم سیدزادے سے یہ خدمت نہیں لے سکتے۔

اب یہ موضع ''سنانا'' سے نکلے اور چلتے پھرتے کسی نہ کسی طرح لکھو کے جا پہنچے۔ وہاں انہیں داخل تو کر لیا گیا اور تعلیم کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا لیکن کھانے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ یہ طلباء کے بچے کھچے ٹکڑے اکٹھے کرتے اور پانی میں بھگو کر ان سے اپنی بھوک مٹاتے اور استاد سے علمی پیاس بجھاتے۔ چونکہ علم کیلئے گھر سے بھاگے تھے لہٰذا اس صورتحال سے ہم آہنگی پیدا کر لی تھی اور دونوں طرف سے صلح وصفائی کے ساتھ معاملہ چل رہا تھا۔

مدرسہ چھوڑنے کا غم

اب تک گھر والوں کو کچھ علم نہ تھا کہ ہمارا بیٹا کہاں ہے اور کس طرف چلا گیا ہے۔ انہوں نے ان کو بہت تلاش کیا اور اپنے ملنے

Marfat.com

والوں اور رشتہ داروں سے جو مختلف مقامات میں سکونت پذیر تھے' خود جا کر یا کسی ذریعے سے رابطہ کیا لیکن بیٹے کا کچھ پتا نہ چل سکا۔ ظاہر ہے ان کیلئے یہ سخت پریشانی کی بات تھی' اب وہ مایوس ہو گئے تھے اور معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا تھا۔ ایک عرصے کے بعد ان کے گاؤں میں ایک کپڑا بیچنے والا گیا' اس سے ان کے والد نے بات کی اور بیٹے کا حلیہ بتایا تو اس نے کہا کہ تمہارا بیٹا میں نے ضلع فیروز پور کے گاؤں لکھوکے میں دیکھا ہے۔ والد صاحب وہاں پہنچے تو مسجد میں بیٹے سے ملاقات ہوئی' جہاں وہ طلب علم میں مصروف تھے۔ والد نے بیٹے کو گھر جانے کیلئے کہا اور فرمانبردار بیٹا باپ کے ساتھ چل پڑا۔ لیکن اس طرح تعلیم چھوڑ کر جانے کا انہیں سخت افسوس تھا۔ باپ آگے آگے جا رہا تھا اور بیٹا ان کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ تھوڑی دور جا کر باپ نے پیچھے کو دیکھا تو بیٹے کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ پوچھا: مولیا روندا کیوں ایں؟ (مولا بخش تم کیوں رو رہے ہو؟)

جواب دیا: علم حاصل کرنے کیلئے گھر سے بھاگا تھا لیکن تعلیم مکمل نہیں ہوئی اور آپ واپس لے جا رہے ہیں۔ اس کا مجھے افسوس ہے اور یہی رونے کی وجہ ہے۔ بیٹے کی یہ بات سن کر والد کو ترس آ گیا اور کہا اچھا جاؤ، جو کچھ پڑھنا چاہتے ہو پڑھ لو' یہ کہہ کر والد صاحب اپنے گھر کو روانہ ہو گئے اور سید مولا بخش رحمۃ اللہ علیہ واپس لکھوکے آ گئے۔ (چمنستان حدیث؛ ص ۳۰۹)

صحیح بخاری پڑھنے کا قصہ

لکھوکے میں انہوں نے وہاں کے نصاب کے مطابق تفسیر قرآن بھی پڑھی' حدیث کی کتابیں بھی پڑھیں' فقہ' اصول فقہ اور صرف ونحو کی کتابیں بھی پڑھیں۔ دیگر علوم کی نصابی کتابیں بھی مکمل کیں۔ اس سے آگے خود انہی کے الفاظ پڑھیے۔ فرماتے ہیں:

اب ''اصح الکتب بعد کتاب اللہ'' یعنی صحیح بخاری پڑھنا تھی' دل میں خیال آیا کہ استاذ محترم مولانا عطاء اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ منطق' فلسفہ' صرف ونحو کے بلند پایہ استاذ ہیں۔ ان کے درس میں طویل فلسفیانہ بحثیں چل نکلتی ہیں، تو انہی پر وقت صرف ہو جاتا ہے کیونکہ وہ ان علوم کے بحر بے کنار تھے' میرا مزاج ان مباحث کو قبول نہیں کرتا تھا۔ معاملہ صحیح بخاری کی تدریس کا تھا' دل میں سوچ پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسا استاد دے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو حدیث ہی کی روشنی میں پڑھائے۔ وہ صاحبِ دل اور صاحبِ سلوک بھی ہو اور اس کی تدریس میں منطق وفلسفہ کی آمیزش نہ ہو۔ **چنانچہ اس مقصد کیلئے میں نے آیت کریمہ کا وظیفہ کیا۔** غالباً دس روز یا کچھ زیادہ میں سوا لاکھ مرتبہ آیت کریمہ ''لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین'' پڑھ لی' جونہی میرا ورد مکمل ہوا، مجھے رات سوتے میں کسی نے بتایا کہ تیرے استاذ کا نام عبداللہ ہے۔ اس سے اگلی صبح یا ایک دو دن بعد کھپیاں والی کے شیخ الحدیث مولانا عبداللہ لکھوکے تشریف لائے۔ طلباء سے پوچھا: مولا بخش کون ہے؟ جب میرے ساتھ ملاقات ہوئی تو فرمایا: مولا بخش تو میرے ساتھ چل۔ میرا بھائی (غالباً عبدالرحمٰن نام تھا) اس سال صحیح بخاری پڑھے گا' وہ اکیلا ہے' تم دونوں مجھ سے صحیح بخاری پڑھو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی۔ میرے استاد مجھے لینے کیلئے خود تشریف لائے' پھر انہوں نے اس قدر شفقت اور محبت سے حدیث پڑھائی کہ میری زندگی کا وہ قابل رشک سال تھا۔ (چمنستان حدیث؛ ص ۳۱۰)

قارئین! اس وظیفے کی تاثیر پر غور کریں کہ سوا لاکھ مرتبہ آیت کی تکرار مکمل ہوتے ہی انکی تمام راہیں ہموار کر دی گئیں۔ ایک طرف سید مولا بخش رحمہ اللہ کو خواب میں استاد کا نام بتا دیا گیا، دوسری طرف استاد کو خود انکے پاس بھیج دیا گیا۔ یقیناً استاذِ محترم کو

Marfat.com

بھی خواب میں حکم ملا ہوگا کہ فلاں جگہ ہمارے حبیب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام انکی احادیث کے انوارات حاصل کرنے کیلئے تڑپ رہا ہے، آپ اسکی پیاس بجھانے کا فوراً انتظام کریں۔ قارئین یہ وہ آیت ہے جس کے متعلق قرآن مجید میں فرمادیا گیا'' و نجیناہ من الغم و کذالک ننجی المومنین '' کہ ان کلمات کی برکت سے ہم نے اپنے نبی حضرت یونس علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نجات دی اور اسی طرح ہم اسے پڑھنے والے ہر مومن بندے کو نجات دیں گے۔ موجودہ اہل حدیث میں اب بھی ہر شخص کو دورانِ زندگی متعدد مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کیا اب بھی مشکلات سے نجات کیلئے کسی کی نظر آیت کریمہ پر اٹھتی ہے؟ **کیا اب بھی اپنے اسلاف کی طرح کسی بھی مشکل میں ڈائریکٹ اللہ تعالیٰ سے دعا و مناجات کرنے کا رواج ہے؟** اسلاف اہل حدیث میں تو کوئی گٹھلیوں پر آیت کریمہ پڑھ رہے ہیں، کوئی کمرے میں بند ہو کر مسلسل سجدے میں گرے ہوئے ہیں، کوئی صلوٰۃ الحاجت میں مشغول ہیں، کوئی فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہے ہیں، تو کوئی ہاتھ میں تسبیح لیے درود شریف سے مسائل حل کروا رہے ہیں۔ یہ فیضان نظر تھا یا مکتب کی کرامت تھی؟؟؟ (از: مرتب)

سید محبوب شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت اور وظائف

سید مولا بخش رحمۃ اللہ علیہ صحیح النسب سید تھے اور نہایت نیک اور صالح فطرت۔ زندگی کے ابتدائی دور ہی سے انہیں عمل خیر سے رغبت تھی لیکن ماحول ایسا تھا کہ اس راہ پر چلنے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ جب وہ لکھو کے پہنچے تو وہاں نیا ماحول میسر آیا اور واقعات کا دھارا بالکل بدل گیا۔ اب ان کے ذہن میں مزید بیداری ہوئی اور خیال آیا کہ علم کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے اور روحانی قوت کا ارتقا بھی بے حد اہمیت رکھتا ہے' اس کیلئے کسی مردِ کامل کے حلقہ بیعت میں داخل ہونا چاہئے' ان دنوں ضلع فیروز پور کے ایک مقام موضع ''کھو'' میں ایک زاہد و عابد بزرگ سید محبوب شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سکونت پذیر تھے جو مشہور واعظ اور مناظر بھی تھے۔ وہ اتفاق سے لکھو کے تشریف لائے' انہوں نے فجر کی نماز پڑھائی تو یہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت! میں آپ کی صحبت کا طالب ہوں۔

فرمایا: مجھے تم اپنا نام بتادؤ میں خود ہی تمہیں مل لوں گا۔ انہوں نے نام بتایا اور اسباق میں مصروف ہو گئے۔ ادھر دو اڑھائی گھنٹے کے بعد سید محبوب شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے معمول کے وظائف سے فارغ ہوئے تو پوچھا: مولا بخش کون ہے؟ یہ فوراً حاضر ہو گئے۔

فرمایا: بتاؤ تمہارا کیا مقصد ہے؟ عرض کیا، میرا مقصد صرف پاکیزگی قلب اور اصلاح باطن ہے۔

انہوں نے ان کو دیکھا اور حلقہ بیعت میں لے لیا۔ فرمایا: صبح پانچ ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھا کرو اور شام کو بارہ ہزار مرتبہ اللہ اللہ کا ورد کیا کرو' یہ عمل مسلسل پانچ مہینے کرنا چاہئے۔

سید مولا بخش رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مرشد کی ہدایت کے مطابق میں نے یہ عمل نہایت شوق اور یقین کے ساتھ کیا۔ اس اثناء میں بہت سی قلبی واردات ہوئیں اور بے شمار چیزیں ظہور میں آئیں لیکن میں اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا، تاکہ دل میں کوئی تعلّی یا غرور پیدا نہ ہو۔ (چمنستان حدیث؛ ص ۳۱۱)

سید محبوب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

سید محبوب شاہ لکھوی رحمہ اللہ موضع لکھو کے ضلع فیروز پور کے رہنے والے تھے جو دریائے بیاس کے کنارے پر واقع تھا۔ فقر و

Marfat.com

زہد، عبادت وخلوص، تقویٰ وطہارت اور فضل وصلاح میں ممتاز تھے۔ شاہ صاحب موصوف حضرت الامام مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ اور مولانا محی الدین عبدالرحمٰن بن حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ سے فیض یافتہ تھے۔
(بحوالہ: تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۵۲؛ از۔ مولانا عبدالعظیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ)

وضاحت از مرتب

قارئین! اس مناسبت سے سید مولا بخش کوموی رحمۃ اللہ علیہ اور اہل حدیث کے مشہور بزرگ حضرت حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے والد حافظ محمد عظیم میر محمدی رحمۃ اللہ علیہ ایک ہی سلفی مرشد کے مرید تھے۔ مولانا عبدالعظیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حافظ محمد عظیم بھوجیانی رحمہ اللہ مولانا فیض اللہ بھوجیانی کے داماد تھے۔ ان کی بڑی صاحبزادی ہاجرہ بی بی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نکاح میں تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمہ اللہ کے والد گرامی تھے۔ (بحوالہ: تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۵۱)

تصوف، وظائف اور چلہ کشی کی عملی مشق

حافظ محمد عظیم بھوجیانی نہایت پارسا اور صالح بزرگ تھے۔ طبیعت میں تصوف وسلوک کی طرف رغبت زیادہ تھی۔ آپ نے سید محبوب شاہ لکھوی رحمہ اللہ سے طریقت وتصوف اور احسان ومعرفت کی منزلیں طے کیں۔ مہینوں آپ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہ کر اوراد ووظائف اور چلہ کشی میں مصروف رہتے۔۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۵۱)

حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد سے استفادہ

ایک بزرگ صوفی کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ جو موضع چھیمبیاں والا ضلع فیروز پور کے رہنے والے تھے اور زہد واستغناء اور فقر و اخلاص میں ممتاز تھے۔ بڑے مستجاب الدعوات اور صاحب مقامات تھے۔ سادہ مزاج اور عجز وخاکساری کے پیکر تھے۔ ایک بار قصبہ پٹی میں تشریف لائے تو ان سطور کے راقم عاجز نے بھی ان کی زیارت کی تھی۔ لباس انتہائی سادہ اور معمولی ہوتا۔ ہر وقت ذکر خدا ورد زبان رہتا۔ حافظ محمد عظیم میر محمدی رحمہ اللہ نے ان سے بھی فیض طریقت حاصل کیا اور ان کی صحبت میں رہ کر عرفان و وجدان کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ یہاں تک کہ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کرتے کہ اب آپ کو میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں، راہ سلوک میں آپ مجھ سے بازی لے گئے ہیں۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۵۳)

قارئین! صوفی کمال الدین ڈوگر رحمۃ اللہ علیہ وہی اہل حدیث بزرگ ہیں جن کی خدمت میں شیخ الحدیث مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہونہار شاگرد مولانا اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کو لے کر گئے اور انہیں انکے پہلے مرشد (شاہ محمد شریف گھڑیالوی رحمۃ اللہ علیہ) کی وفات کے بعد دوسرے مرشد مولانا کمال الدین ڈوگر رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ بیعت میں شامل کروایا۔ (از: مرتب)

حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمہ اللہ کی بیعت

مولانا محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمہ اللہ نے حصول تعلیم کے لئے مدرسہ محمدیہ لکھوکے کا رخ کیا اور تصوف وسلوک کی سیرابی کیلئے سید محبوب علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے فیض پایا۔ (بحوالہ؛ ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث 1 مئی 09ء از سعید احمد چنیوٹی)

Marfat.com

آئیں اب واپس سید مولا بخش کوموی رحمۃ اللہ علیہ کے مضمون کی طرف لوٹتے ہیں۔

سانپ کے مقابلے میں غیبی مدد

ان کے سوانح نگار بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے روحانی واقعات کسی کو نہیں بتاتے تھے لیکن اگر کسی واقعہ کے بتانے سے کوئی دینی فائدہ مدنظر ہوتا، تو بتا بھی دیتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ اس وظیفے کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک دن گاؤں سے باہر ایک راستے سے گزر رہا تھا۔ رات کا اندھیرا چھا چکا تھا' دیکھا کہ سامنے ایک بہت بڑا سانپ راہ روکے کھڑا ہے' سانپ کیا تھا ایک بڑی بلا تھی' اتنا بڑا سانپ نہ کبھی پہلے دیکھا تھا' نہ اس کے بعد دیکھا' اسے دیکھ کر جب میں نے اپنا ورد شروع کیا تو معلوم نہیں کس چیز نے مجھے اٹھایا اور اس سے دوسری طرف لا کھڑا کیا۔ میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں اپنے راستے پر چلنے لگا۔ من کان للہ کان اللہ لہ۔

(چمنستان حدیث؛ ص ۳۱۱)

قارئین! وظائف کی بدولت ملنے والی اسی قسم کی غیبی مدد ہی کو وظیفے کی برکت کہا جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ''برکتی ٹولہ'' صرف حنفیوں میں نہیں، بلکہ سلفیوں میں بھی ہوتا ہے۔ (از: مرتب)

تحصیل علم واخذِ طریقت کے بعد تبلیغ

ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ جو کچھ پڑھا ہے اس پر خود بھی عمل کیا جائے اور لوگوں کو بھی اس پر عمل کرنے کی تبلیغ کی جائے اور تبلیغ کا سلسلہ قرآن کے حکم (وانذر عشیر تك الاقربین) کے مطابق گھر سے اور قریبی رشتہ داروں سے شروع کیا جائے۔

سید مولا بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس حکم خداوندی پر عمل کیا اور اپنی برادری اور دوسرے لوگوں کو قرآن وحدیث کے احکام سنانا شروع کئے اور ان پر عمل کی تلقین کی' وہ نمازِ فجر کے بعد قرآن مجید کا درس دیتے تھے۔ ان کا انداز بیان بالکل سادہ اور عام فہم تھا۔ دیہاتی لوگوں کی سمجھ کے مطابق آسان زبان میں بات کرتے اور خلاف شرع رسوم ورواج کے ارتکاب سے روکتے۔ یہ رسوم ورواج چونکہ طویل عرصے سے ان میں رائج تھیں اور وہ انہیں صحیح سمجھتے تھے۔ لہٰذا انہیں ترک کرنا ان کیلئے مشکل تھا' ابتداء میں انہوں نے اس معاملے میں سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کی اور اپنے عمل کو مبنی برصحت قرار دیا لیکن آہستہ آہستہ معاملات ٹھیک ہو گئے اور وہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شب وروز کی تبلیغ سے بے حد متاثر ہوئے۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ تبلیغ کیلئے اردگرد کے دیہات میں بھی جاتے اور دیہات کے لوگ غور سے ان کی بات سنتے اور اس سے اثر پذیر ہوتے۔ (چمنستان حدیث' ص: ۳۱۳)

صوفی عالم دین کی توہین کا عبرتناک انجام

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت نرم خو اور بے حد متواضع ومنکسر تھے۔ نرمی سے بات کرتے اور میٹھے الفاظ میں سمجھانے کی کوشش کرتے۔ اگر کتاب وسنت پر مبنی کوئی ان کی بات نہ مانتا تو اس سے تعلق نہ رکھتے۔ جس زمانے میں وہ کوم کلاں تشریف لے گئے تھے' اس زمانے میں وہاں ایک جعلی پیر سالانہ میلہ لگایا کرتا تھا' جس میں بھانڈ اور گویے آتے اور غیر شرعی اور غیر اخلاقی حرکات کا ارتکاب کرتے۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے منع کیا لیکن وہ اپنی حرکات سے باز نہ آیا۔ اگلے سال اس کا میلہ ہوا تو سید

Marfat.com

صاحب رحمۃ اللہ علیہ طلباء کو لے کر وہاں پہنچ گئے اور میلہ اکھاڑ دیا۔

یہ صورتحال دیکھ کر ایک نوجوان میلے کے شرکاء کو اپنے ڈیرے پر لے گیا اور کہا میں اپنے گھر میں میلہ لگاتا ہوں' دیکھوں گا کہ مجھے کون روکتا ہے۔ اس نے تکبر اور رعونت کے ساتھ میلہ کرایا' سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس متکبر اور سرکش کی گرفت کیلئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہاتھ اٹھائے۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ **لوگوں کا عینی مشاہدہ ہے کہ اس کے پاؤں کے انگوٹھے سے درد اٹھا اور بڑھتا اور چڑھتا ہوا ٹانگ میں آیا**۔ جب پیٹ تک پہنچا تو وہ اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ اس کے بعد یہ میلہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو گیا۔

سوانح نگار سید عبدالخالق شاہ لکھتے ہیں:

یہ واقعہ کوم سے ملحق گوجر برادری کے گاؤں کھبایت میں رہنے والے عمر رسیدہ افراد نے سنایا جو خود اس میلے میں شرکت کیا کرتے تھے۔ (چمنستان حدیث' ص: 314-315)

تلاوت قرآن سے عشق

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ موصوف قرآن مجید کی روزانہ تلاوت کرتے' گھر میں بھی اور کھیت جاتے ہوئے بھی۔ بسا اوقات کوئی تفسیر ساتھ لے جاتے اور قرآن مجید کی تلاوت کے علاوہ تفسیر کا مطالعہ بھی فرماتے۔ ایک ایک سپارہ تین تین مرتبہ پڑھتے۔ پہلی مرتبہ دل میں پڑھتے' دوسری مرتبہ تفسیر و حواشی پر نظر ڈالتے جاتے اور تیسری مرتبہ قدرے اونچی آواز سے تلاوت فرماتے۔ قرآن مجید سے انہیں انتہائی لگاؤ تھا اور اس کتاب ہدیٰ کی تلاوت وہ بڑے غور اور شوق سے کرتے تھے۔ بہت کم لوگ ہیں جنہیں اس انداز سے قرآن پڑھنے کی عادت ہو گی۔ اس طرح روزانہ قرآن مجید پڑھنے سے پورے قرآن کے مضامین ذہن میں راسخ ہو جاتے۔

صحیح بخاری کے مطالعہ کا التزام

سید مولا بخش رحمۃ اللہ علیہ مطالعہ حدیث کا بھی پورا التزام کرتے اور مختلف اوقات میں صحاح کی کتابیں پڑھتے رہتے۔ بالخصوص صحیح بخاری روزانہ پڑھتے۔ شروع سے لے کر آخر تک ایک سال میں یہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ ختم ہو جاتی۔ کیسا موسم ہوتا' کیسے حالات ہوتے' ان کا یہ بابرکت سلسلہ ہر صورت میں ہر روز جاری رہتا اور ہر سال صحیح بخاری کا ایک دور ہو جاتا۔

حج بیت اللہ کے دوران نابینا والد کی خدمت

قیام پاکستان سے پہلے انہوں نے دو مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی تھی۔ پہلی مرتبہ اکیلے حج کیا' دوسری مرتبہ اپنے والد گرامی کو بھی ساتھ لے گئے۔ وہ نابینا تھے' حج کے دوران سفر میں والد صاحب کی بڑی خدمت کی۔ اس وقت جدہ سے مکہ مکرمہ تک اور مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک اونٹوں پر سفر کیا جاتا تھا اور کئی کئی دن میں یہ سفر طے ہوتا تھا۔ ان کے سوانح نگار بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سعودی عرب کے فرمانروا شاہ عبدالعزیز (ابن سعود) کو عام لوگوں میں بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا۔ وہ دراز قامت اور مضبوط جسم کے شخص تھے' ان کیلئے بیت اللہ کا دروازہ کھولا گیا تو سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے ساتھ بیت اللہ شریف میں داخل ہو گئے۔ وہاں نوافل ادا کئے اور کافی دیر بیٹھے رہے' کسی نے ان کو بیت اللہ سے باہر نہیں نکالا' خود ہی باہر نکلے' ایک دفعہ

Marfat.com

[illegible]

[illegible]

معمولات یومیہ

[illegible]

سنی پیر صاحب کا سلسلہ تعویذات

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

سے کتب حدیث پڑھتے لیکن ان میں سے وہاں کوئی طالب علم قیام نہیں کرتا تھا۔ پڑھنے کے بعد سب واپس اپنے ٹھکانوں پر چلے جاتے' ان طلباء میں سید عبدالشکور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ وہ اپنے گاؤں بیریاں والا سے روزانہ آتے تھے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مشہور عالم اور مدرس تھے' کئی سال ستیانہ کے مرکز الدعوۃ السلفیہ میں ان کا سلسلہ تدریس جاری رہا تھا۔ پھر یہ سلسلہ تدریس سرگودھا چلے گئے تھے۔ 29 اگست 2012ء کو وفات پائی اور چک نمبر 36 گ ب میں دفن کئے گئے۔

(چمنستان حدیث؛ص ۳۱۸)

قارئین ! مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سید عبدالشکور شاہ اثری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف انکے شاگرد رشید'' مولانا قاری محمد افضال صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ ، فاضل مرکز الدعوۃ السلفیہ، ستیانہ بنگلہ فیصل آباد'' کے الفاظ میں آپکی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔ (از: مرتب)

خشیتِ الٰہی سے رونے کا معمول

مولانا افضال صاحب لکھتے ہیں کہ ''مرکز الدعوۃ السلفیہ'' میں ہمارے ایک استاد سید عبدالشکور شاہ اثری رحمہ اللہ تھے۔ ان کے اوپر ہر وقت فکر آخرت اور خشیت الٰہی کا غلبہ رہتا تھا۔ مغرب کی نماز میں اکثر ایسی آیات کی تلاوت فرماتے، جن میں موت اور آخرت کا ذکر ہو۔ مثلاً ہم نے خود کئی باران کے پیچھے نماز ادا کی جس میں وہ تلاوت کرتے ہوئے جب اس آیت پر پہنچے ''وجاءت سکرۃ الموت بالحق'' تو اس آیت کو بار بار دہراتے اور بہت زیادہ روتے۔ چونکہ ہم ان سے ''صحیح مسلم'' پڑھا کرتے تھے، لہٰذا دوران سبق کئی بار ایسا ہوا کہ جونہی قبر، آخرت کے متعلق کوئی موضوع شروع ہوتا، **استاد محترم کے آنسو جاری ہو جاتے اور سامنے پڑی کتاب کے صفحات تر ہونے لگتے۔**

دعا مانگتے ہی گمشدہ کی واپسی

ایک دفعہ ہمارے مدرسے کے باورچی فاروق صاحب کو ایجنسی کے نامعلوم افراد اغواء کر کے لے گئے۔ کسی کو ان کے متعلق کچھ خبر نہ تھی۔ تمام اساتذہ اور طلباء سخت فکر مند تھے اور ان کیلئے دعائیں کرتے رہتے تھے۔ تقریباً ایک ہفتے بعد جب مایوسی کے سائے لہرانے لگے تو مولانا عتیق اللہ سلفی صاحب حفظہ اللہ نے سید عبدالشکور شاہ رحمہ اللہ کو فرمایا کہ آپ خصوصی دعا فرمادیں تاکہ فاروق صاحب واپس آ جائیں۔ سید عبدالشکور صاحب رحمہ اللہ نے عصر کی نماز پڑھا کے لمبی دعا کروائی اور دعا کے بعد فرمایا کہ مجھے امید ہے ان شاءاللہ آج رات کو فاروق صاحب آ جائیں گے اور واقعی رات گیارہ بجے فاروق صاحب مدرسے میں موجود تھے۔ جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ مجھے کسی نامعلوم مقام پر لے جا کر مجھ پر بہت تشدد کیا گیا لیکن آج پتہ نہیں ان لوگوں کو کیا ہوا انہوں نے مجھے گاڑی میں ڈالا اور پتوکی پھینک گئے۔ مجھے مدرسے کے ایک استاد صاحب کا فون نمبر یاد تھا تو میں نے پتوکی سے کال کروائی اور پھر مجھے یہاں پہنچا دیا گیا۔

جنات کا شاگردی اختیار کرنا

سید عبدالشکور صاحب رحمہ اللہ کے پاس جنات بھی پڑھنے آیا کرتے تھے۔ ہمارے ایک ہم جماعت مختار صاحب بیان کرتے

Marfat.com

تھے کہ ایک دن استاد محترم کلاس میں اکیلے بیٹھے تھے۔ جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیوار پر کچھ سائے حرکت کرتے ہوئے دکھائی دیے۔ میں نے عرض کیا استاد جی! یہ کیا چیز ہے؟ فرمایا جس طرح تم مجھ سے پڑھتے ہو اسی طرح یہ جنات بھی میرے پاس پڑھنے آتے ہیں۔

باطنی آنکھ کا کھل جانا:۔ ایک دفعہ سید عبدالشکور شاہ صاحب رحمہ اللہ دوسرے اساتذہ کرام کے ساتھ گاڑی پر بیٹھے اوکاڑہ جا رہے تھے کہ راستے میں ایک ویران علاقے میں جا کر گاڑی خراب ہوگئی۔ سب اساتذہ گاڑی سے نیچے اتر آئے تو سید عبدالشکور صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا بھئی یہاں تو بہت زیادہ آبادی ہے، جہاں آ کر گاڑی خراب ہوئی ہے۔ سب نے کہا کہ شیخ! یہاں تو ہر طرف کھیت ہی کھیت نظر آ رہے ہیں۔ فرمایا میں تو جنات کی بات کر رہا ہوں، مجھے ہر طرف ان کی بستیاں دکھائی دے رہی ہیں۔ یقیناً اللہ پاک نے ان کی آنکھوں سے پردہ ہٹایا ہوا تھا جو وہ جنات کو بھی دیکھ لیا کرتے تھے اور باقاعدہ انہیں تعلیم دیا کرتے۔ افسوس کہ پچھلے سال وہ ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ ''اناللہ وانا الیہ راجعون''۔ (بحوالہ کتاب: علمائے اہل حدیث کا ذوقِ تصوف؛ ص ۷۸)

سید مولا بخش رحمۃ اللہ علیہ کے وظائف و عملیات

سید مولا بخش رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگار سید عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے روزانہ کے اوراد و وظائف بھی بیان کئے ہیں۔ لکھتے ہیں:

(۱) لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد و ھو علی کل شیءٍ قدیر۔

فجر اور مغرب کی نماز کے بعد روزانہ سو سو مرتبہ۔

(۲) سبحان اللہ و الحمدللہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

گیارہ سو مرتبہ روزانہ۔

(۳) درود شریف ہر روز کثیر تعداد میں۔

(۴) استغفار کی کثرت۔ بالخصوص سید الاستغفار، جس کے الفاظ یہ ہیں:

اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی و انا عبدک و انا علی عھدک و وعدک ما استطعت اعوذبک من شرما صنعت ابوء لک بنعمتک علی و ابوء بذنبی فاغفرلی فانہ لایغفر الذنوب الا انت۔

(۵) سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

(۶) یاحی یاقیوم برحمتک استغیث۔ فلا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین و اصلح لی شانی کلہ لا الہ الا انت۔ (۷) سورہ اخلاص دو سو مرتبہ روزانہ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قرآن سنانے کا حکم

سید عبدالخالق لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحدیثِ نعمت اور ترغیب عمل کیلئے بیان کیا کہ ''ایک رات مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مولا بخش! قرآن مجید سناؤ۔ میں نے سورہ اخلاص پوری سنائی

Marfat.com

تو حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے، ہم بھی اسی طرح پڑھتے ہیں۔ اس دن سے آج تک میرا معمول ہے کہ دو سو دفعہ روزانہ سورہ اخلاص پڑھتا ہوں''۔

نبی کریم ﷺ سے باطنی صفائی کی التجاء

مزید لکھتے ہیں کہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ایک رات مجھے نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا حضور ﷺ! قلبی طہارت اور پاکیزگی میرا مطلوب ہے۔ **نبی کریم ﷺ نے میرے چہرے سے لے کر سینے تک بابرکت ہاتھ مبارک پھیرا اور فرمایا دل تو صاف ہے''۔** (چمنستان حدیث؛ ص ۳۱۹)

قارئین! یہ واقعہ پڑھ کے ان لوگوں کی سوچ پر حیرت ہوتی ہے، جو کہتے ہیں کہ تصوف، طریقت کچھ بھی نہیں، اسکا تو کہیں ذکر ہی نہیں ملتا۔ کیا ایسا کہنے والوں کو اپنے تاریخ بھول چکی ہے؟ کیا انکو حضور ﷺ کی بعثت کے اصل مقصد کی خبر نہیں رہی؟ کیا ان کے نزدیک دین صرف اسی چیز کا نام رہ گیا ہے کہ کسی مدرسے کی سند حاصل کر کے مسند و منبر سے انتشار کا آوازہ بلند کر دیا جائے اور یہ کافر، وہ کافر، اسکے پیچھے میری نماز، میرے پیچھے اسکی نماز، ختم، ایصال ثواب، آمین، رفع الیدین، اور تراویح کی تعداد وغیرہ جیسے چند گنے چنے مسائل میں الجھ کر زندگی فنا کر دی جائے؟ دیکھیں تو سہی کہ برسوں پہلے، مولانا سید مولا بخش کوموی رحمۃ اللہ علیہ اپنے سلفی مرشد مولانا محبوب شاہ مکھوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی یہی عرض کر رہے ہیں کہ حضرت! میرا مقصد صرف پاکیزگی قلب اور اصلاح باطن ہے۔ اب حضور ﷺ سے بھی یہی التجاء کی جارہی ہے کہ مجھے قلبی طہارت عنایت فرمادیں۔ یہی تو انسانی زندگی کا حاصل ہے جو اللہ پاک نے سورۃ الشمس میں گیارہ قسمیں اٹھانے کے بعد بیان فرمایا ''قد افلح من زکٰھا'' یہی تو وہ تصوف ہے جو انہوں نے مرشد سے بھی حاصل کیا اور حضور ﷺ سے بھی۔ ورنہ صحیح بخاری پڑھنے اور خود مدرسے میں پڑھانے، نمازوں کی امامت کروانے، قرآن کی روزانہ تلاوت اور تفسیر پر عبور حاصل کرنے اور ہر وقت زبان کو ذکرِ الٰہی میں مشغول رکھنے کے بعد تو جنت الفردوس مانگنی چاہئے تھی۔ قبولیت کے ایسے نایاب موقع پر کہ جس میں حضور سرور کونین ﷺ خود فرمارہے ہوں، مانگو، کیا مانگتے ہو؟ ذرا دیکھیں تو سہی یہ کیسی انوکھی بھیک مانگی جارہی ہے۔ ہاں۔۔۔۔ اللہ والو! تصوف کائنات کی ایسی قیمتی ترین نعمت ہے، جو سالہا سال مسلسل مانگنے سے، اسکے آستانے پر جم کے بیٹھے رہنے سے، اسکی راہوں میں ایڑیاں رگڑنے سے اور قبولیت کے اوقات میں اپنے آپ کو قبول کروا لینے سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کو معمولی سمجھ کر نظر انداز مت کرتے رہو۔ ہر دور میں تصوف کو چاہا اور سراہا گیا۔ اسے چاہنے اور سراہنے والوں کی تاریخ گواہ ہے کہ زندگی سنور گئی، قبر چمک گئی اور آخرت مہک گئی۔ (از: مرتب)

صاحب کرامت بزرگ کی کسر نفسی

سید مولا بخش رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے والے ان کی بہت سی کرامتیں بیان کرتے ہیں۔ خود سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان بھی ان کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ جب وہ سید محبوب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تلقین فرمودہ وظیفہ لا الٰہ الا اللہ صبح کے وقت پانچ ہزار مرتبہ اور اللہ

Marfat.com

اللہ شام کے وقت بارہ ہزار مرتبہ پڑھا کرتے تھے' اس دوران بہت سے مکاشفات اور قلبی واردات حاصل ہوئیں اور بہت سی خرق عادت یعنی کرامات کا ظہور ہوا لیکن وہ ایسی باتوں کو مخفی رکھا کرتے تھے' اگر اظہار میں کوئی دینی فائدہ ہوتا تو اظہار بھی کر دیتے لیکن مصنف نے کسی کی بیان کردہ کرامات کتاب میں لکھی نہیں۔

سلفی بزرگ کا بیعت لینا

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لوگ بیعت کیلئے بھی حاضر ہوتے تھے' جن میں اس عہد کے مشہور علمائے کرام کے نام بھی آتے ہیں لیکن وہ حتیٰ الامکان علماء کو اپنے حلقہ بیعت میں نہیں لیتے تھے۔ ایک مرتبہ مولانا محمد اسحاق چیمہ رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہوئے اور کہا کہ میں آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا: آپ اتنے بڑے عالم ہیں' میں ایک فقیر آدمی ہوں' آپ کی بیعت کیوں کر لے سکتا ہوں۔ غرض انہوں نے چیمہ صاحب رحمہ اللہ کو ٹالنے کی بہت کوشش کی' لیکن جب چیمہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زیادہ اصرار کیا تو فرمایا آپ آج واپس چلے جائیں' تین دن استخارہ کریں' اگر تین روزہ استخارے کے بعد آپ کا قلبی رجحان بیعت کی طرف ہو تو آجائیں۔ چنانچہ تین دن کے بعد چیمہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوبارہ آئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حج سے واپسی پر دنیا سے واپسی

سید مولا بخش رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ جب زادِ راہ میسر آتا تو حج یا عمرے کی تیاری کر لیتے۔ آخری حج کیلئے وہ 18 رمضان المبارک 1394ھ (۱۸ اکتوبر ۱۹۷۴ء) کو گھر سے روانہ ہوئے۔ ان کی اہلیہ اور بیٹی (سید عبدالخالق کی والدہ) بھی ساتھ تھیں۔ کراچی سے جدہ تک کا سفر سمندری جہاز (الشّمس) کے ذریعے طے ہوا۔ مکہ مکرمہ جا کر شدید مرض کی گرفت میں آگئے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے تمام مناسک حج ادا کر لئے۔

پروگرام کے مطابق 8 فروری 1975ء کو واپسی تھی' ان کے نواسے سید عبدالخالق شاہ رحمۃ اللہ علیہ انہیں لینے کراچی پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت بیمار ہیں۔ بیماری کی حالت میں جہاز سے باہر لائے گئے اور 9 فروری کو ریل کے ذریعے گھر پہنچ گئے۔ اب میل ملاقات کیلئے آنے والوں کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا اور بیماری میں بھی تیزی آگئی۔ بالآخر پیر کے روز 29 ربیع الثانی 1395ھ (12۔ مئی 1975ء) کو نماز مغرب کے بعد پونے آٹھ بجے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

دوسرے دن نماز ظہر کے بعد پہلا جنازہ مولانا عبداللہ ویرووالوی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھایا۔ جنازے میں بے شمار لوگ شامل تھے۔

اس کے بعد فیصل آباد سے مولانا محمد اسحاق چیمہ رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد صادق خلیل رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بہت سے لوگ آئے تو دوسرا جنازہ مولانا محمد اسحاق چیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھایا۔ ابھی جنازے سے فارغ ہوئے تھے کہ سرگودھا سے ان کے شاگرد مولانا محمد صدیق اپنے متعدد رفقاء کے ساتھ آگئے' اسی وقت گوجرانوالہ سے بھی کتنے ہی لوگ پہنچ گئے۔ اب تیسرا جنازہ مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء میں پڑھا گیا۔ اسی اثناء میں اوڈانوالہ سے مولانا محمد یعقوب ملہوی رحمہ اللہ مدرسے کے اساتذہ اور طلباء کی اچھی خاصی تعداد کے ساتھ تشریف لائے۔ چوتھی نماز جنازہ انہوں نے پڑھائی۔ اس کے بعد اس رفیع المنزلت عالم کو دفن کر دیا گیا۔

Marfat.com

(چمنستانِ حدیث، ص ۳۱۹۔۳۲۱) اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ۔

متصوف اساتذہ سے کسبِ فیض

سید عبدالخالق ترمذی نے حضرت سید مولا بخش رحمۃ اللہ علیہ کے سایۂ شفقت میں پرورش پائی۔ 1965ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا تو سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ انہیں وڈانوالہ (ضلع فیصل آباد) میں صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر آئے۔ پھر وڈانوالہ کا مدرسہ جامعہ تعلیمِ ... مدرسہ کے نام سے ماموں کانجن منتقل ہوا تو یہ وہاں چلے گئے اور وہاں پیر محمد یعقوب قریشی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد صادق خلیل رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالرشید ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالرشید ہاروی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ محمد بنیامین رحمۃ اللہ علیہ سے کسبِ فیض کیا۔ 1971ء میں وہاں سے سندِ فراغت لی تو جماعت اہلِ حدیث کے مختلف مدارس میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ ماشاءاللہ نیک خاندان کے نیک فرد ہیں۔ ان کی اچھی خاصی لائبریری ہے اور مطالعہ کتب میں مصروف رہتے ہیں۔ زندگی کے لیل و نہار والا مرتبت سید مولا بخش رحمۃ اللہ علیہ کی آغوشِ تربیت میں گزرے اور یہ آثار ان کے ذہن و قلب پر چھائے ہوئے ہیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اس خاندان کے فوت شدگان کو جنت الفردوس نصیب فرمائے اور زندوں کو عملِ خیر کی توفیق سے نوازے۔

(19) شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز: حضرت خواجہ غلام محمد دین پوری رحمۃ اللہ علیہ

جانشین: قطب الاقطاب سید تاج محمود امروٹی رحمۃ اللہ علیہ

قارئین! حضرت مولانا اسحاق بھٹی مرحوم کی یہ تحریر، حضرت امام الاولیاء مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے کئی سال بعد ہفت روزہ خدام الدین ۱۹۷۰ء میں شائع ہوئی، جو اس وقت راقم کے ہاتھ میں ہے۔ مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ قادریہ راشدیہ کے ایسے باکمال بزرگ تھے جنہیں شیخ الحدیث مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ جیسے اعاظم رجال "اللہ کا شیر" کہتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ **لاہور کے شیرانوالہ گیٹ میں اللہ کا شیر رہتا ہے جو اللہ، اللہ کی ضربیں لگا کے کائنات کے دل اللہ کی یاد میں مسخر کر رہا ہے**"۔ مشکوک رزق سے سالہا سال کنارہ کشی اور ذکر و عبادت میں استغراق کی برکت سے انہیں کشف القبور میں خصوصی درک حاصل تھا۔ اس کشف کی بدولت انہیں قبرستان میں موجود کئی قبروں پر بیتنے والے حالات کا پتہ چل جایا کرتا تھا اور وہ کبھی کبھار خواص کی مجلس میں کائنات کے ایسے رازوں کی پردہ کشائی بھی فرما دیا کرتے۔ مثلاً راقم کو ایک معتبر ذریعے سے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات پہنچی ہے کہ فرمایا کرتے تھے "میں جب قبرستان کے قریب سے گزرتا ہوں تو مجھے ان لوگوں کی قبریں سیاہ نظر آتی ہیں جنہوں نے اپنی بیٹیوں کو وراثت سے محروم رکھا"۔ اس طرح کے بے شمار واقعات اس خاص نمبر میں بھی درج ہیں، لیکن آئیں ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے محترم مولانا اسحاق بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انکے متعلق کونسا مضمون لکھا تھا۔ (از: مرتب)

Marfat.com

امام الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

میانہ قد، متوسط جسم، نورانی چہرہ، لمبی داڑھی، روشن آنکھیں، ذہانت کی آئینہ دار، چلیں تو عالمانہ وقار کے حامل، بولیں تو موتی برسائیں، صاف ستھرے مگر سادہ لباس میں ملبوس، ہونٹوں پر ہر آن مسکراہٹ چھائی ہوئی، یبوست سے دور، عبوست سے نفور، تعصب سے متنفر، گفتگو میں نرم، عمل میں گرم، کردار میں پاکیزہ، عمدہ خصائل، خوش مزاج اخلاق میں قرآن کے قالب میں ڈھلے ہوئے، مہمان نواز، معاصرین کے احترام میں بے مثال، اہل علم کی تکریم میں بے مثال، چھوٹوں کے مشفق، متبع سنت، قاطع بدعت، مبلغ توحید، تحریک آزادی برصغیر کے بطلِ جلیل، تفسیر قرآن میں یکتا، عمل بالحدیث میں اپنی مثال آپ، فقہ میں ماہر کامل، **تصوف میں عدیم النظیر، طریقت میں منفرد، وعظ وتبلیغ دین میں پوری ایک جماعت کے قائم مقام**، ایثار پیشہ، نصح وخیر خواہی کے پیکر، اعتدال وتوازن کا مرقع، ذکر وفکر کا دل نواز مجموعہ، ہر پہلو سے عاملِ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم......! یہ تھے حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ......!! (ہفت روزہ خدام الدین؛ ص ۲۶۲)

دل میں اترنے والی کتاب

سب سے پہلے حضرت مرحوم کا اسمِ گرامی میں نے ۱۹۳۵ء ۱۹۳۶ء میں سنا۔ وہ میرے بچپن کا زمانہ تھا اور میں تھوڑی بہت اردو پڑھ لیتا تھا۔ ان دنوں حضرت الاستاذ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ میرے وطن مشرقی پنجاب کی ریاست فرید کوٹ کے قصبہ کوٹ کپورہ میں قیام پذیر تھے اور وہاں کی مسندِ خطابت وتدریس ان کے سپرد تھی، میں ان سے بالکل ابتدائی درسی کتابیں پڑھتا تھا۔ وہ کسی کام کیلئے لاہور تشریف لائے اور واپسی پر ایک موٹی سی کتاب عنایت کی۔ کھول کر دیکھی تو چند چھوٹے چھوٹے دینی اور مذہبی رسائل پر مشتمل تھی، جو حضرت مولانا احمد علی مرحوم کے تصنیف کردہ تھے اور ایک ہی جلد میں مجلد تھے۔ ان کے نام اصلی حنفیت، میلاد مروّجہ کی شرعی حیثیت وغیرہ تھے۔ انجمن خدّام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور کی طرف سے شائع کیے گئے تھے۔ زبان سادہ اور عام فہم تھی۔ ان کے مضامین کی تاثیر انگیزی کا یہ عالم تھا کہ ہر بات دل کی تہوں میں اترتی جاتی تھی۔ میں نے وہ رسالے بڑے شوق اور توجہ سے پڑھے۔ بہت سے لوگوں کو پڑھنے کیلئے دیئے۔ متعدد افراد نے یہ رسالے انجمن خدام الدین سے منگوائے اور ان کا مطالعہ کیا۔ ان رسالوں کا تعارف کراتے ہوئے مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف رحمہ اللہ ان کے مصنف شہیر مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کی بڑی تعریف کرتے اور ان کی علمی اور تبلیغی سرگرمیوں کی وضاحت فرماتے۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی زیارت کی شدید آرزو

اس کے بعد وقت گزرتا گیا اور حضرت مرحوم کی بھرپور اور پُرخلوص علمی، عملی اور سیاسی مساعی کے چرچے سننے اور پڑھنے میں آتے رہے۔ ۱۹۴۱ء کی سردیوں میں میں حضرت مولانا محمد اسماعیل مرحوم (گوجرانوالہ) کے سلسلۂ درس اور حلقۂ تلمذ میں شریک تھا کہ ایک دن مولانا عبدالمجید سوہدروی مرحوم سترہ اٹھارہ کے ایک جوان رعنا کو جو سفید کھدّر کا کرتہ شلوار پہنے ہوئے اور کھدر ہی کی سفید چادر اوڑھے ہوئے تھے مولانا محمد اسماعیل مرحوم کی خدمت میں لے کر آئے اور ان کے مدرسے میں داخل

Marfat.com

کرایا۔ میری عمر بھی کم وبیش یہی تھی۔ معلوم ہوا کہ یہ حضرت مولانا احمد علی صاحب کے صاحبزادۂ گرامی قدر ہیں اور ان کا نام عبیداللہ انور رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ اس زمانے میں اگرچہ وہ مولانا عبیداللہ انور رحمۃ اللہ علیہ نہ تھے۔ تاہم ''صاحبزادہ'' تھے اور ملک کے بہت بڑے عالمِ دین کے بیٹے تھے۔ اس لحاظ سے سب طلباء ان کی تکریم کرتے تھے۔ یہ بندۂ عاجز غالباً سب سے زیادہ ان کو محترم گردانتا تھا۔ کیونکہ عمر کے بالکل ابتدائی دور میں ان کے والدِ گرامی کے مختلف مذہبی رسائل سے استفادہ کر چکا تھا۔

مولانا عبیداللہ انور خاموش طبع اور کم آمیز تھے۔ پھر عالی مرتبت باپ کی طرح کسی قدر تصوف وطریقت کے جوہر اس عمر میں بھی ان میں نمایاں تھے۔ وہ زیادہ عرصہ وہاں نہیں رہے، زیادہ سے زیادہ ایک مہینہ رہے ہوں گے، میں جب ان کو دیکھتا دل میں خیال آتا، کاش کبھی ان کے والدِ گرامی کی زیارت کا موقع ملے۔ (ہفت روزہ خدام الدین؛ ص ۲۶۳)

مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کا صدرِ مجلس بننا:۔ مارچ ۱۹۴۲ء میں جمعیۃ علماءِ ہند کا سالانہ اجلاس زیرِ صدارت حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ لاہور میں ہونا قرار پایا۔ اخبارات واشتہارات میں مولانا احمد علی رحمہ اللہ کا نام مجلس استقبالیہ کے صدر کی حیثیت سے شائع ہوتا رہا۔ لیکن بعد میں حالات نے کچھ ایسی کروٹ لی کہ مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم کے انکار کی وجہ سے مولانا مرحوم صدر استقبالیہ نہ بن سکے اور ان کی جگہ مولانا سیّد محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کو صدر مجلس استقبالیہ بنایا گیا۔ اس سے پہلے مولانا غزنوی رحمہ اللہ سیکرٹری مجلس استقبالیہ منتخب ہوئے تھے اور اخبارات میں ان ہی دونوں بزرگوں کے اسمائے گرامی صدر مجلس استقبالیہ منتخب ہوئے تھے اور اخبارات میں ان ہی دونوں بزرگوں کے اسمائے گرامی صدر مجلس استقبالیہ اور سیکرٹری مجلس استقبالیہ کے طور پر شائع ہوتے رہے تھے۔

یہ سب باتیں ملک کی سیاسی تاریخ کا ایک حصہ ہیں اور ان کی بعض تفصیلات کا مجھے علم ہے، لیکن یہ تفصیلات میں جانے کا محل نہیں۔ اس لیے کہ اصل موضوع سے باہر نکل جانے کا خطرہ ہے۔ یہاں ان کی طرف صرف اشارہ کر دینا ہی کافی ہے۔ عرض کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اب تک حضرت مولانا احمد علی مرحوم کے فقط اسم گرامی ہی سے آشنائی تھی، ان کی زیارت کا موقع میسر نہ آیا تھا۔

زیارتِ قطب کا پہلا موقع

اس بندۂ عاجز کو حضرت مرحوم کی زیارت کا شرف پہلی مرتبہ ۱۹۴۸ء کے آخر میں حاصل ہوا جب کہ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث مغربی پاکستان کے ناظمِ دفتر کی حیثیت سے لاہور آیا۔ نماز جمعہ پڑھنے کیلئے مولانا مرحوم کی مسجد میں گیا وہ تقریر کر رہے تھے، ان کی تقریر کے بعض جملے اب تک کانوں میں گونج رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا تھا:

''پاکستان اسلام کیلئے بنایا گیا ہے۔ حکمرانو! اسے اسلام کے حوالے کر دو۔ اس ملک سے غیر اسلامی طور طریق مٹا دو۔ اس میں فقط اسلام ہی کی ترویج کرو۔ اگر اسلام نہیں لاؤ گے تو میں اللہ کے حضور تمہارے خلاف گواہ بنوں گا اور اس کے دربار میں عرض کروں گا کہ انہوں نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔ جو لوگ لٹ پٹ کر یہاں آئے ہیں وہ قیامت کے روز تمہارا دامن پکڑیں گے، اور میدانِ حشر میں تمہیں کھینچیں گے، وہ بڑا نازک وقت ہوگا، تم اللہ کو کیا جواب دو گے؟''

مولانا رحمہ اللہ ایک خاص جذبے اور روانی سے یہ باتیں کہہ رہے تھے۔ ساتھ ہی لوگوں کی تائید بھی حاصل کر رہے تھے۔

Marfat.com

انہوں نے میرے تمام مقامات پر رکھا تھا اور عجیب وغریب اسلوب سے جو بڑا ہی مؤثر اسلوب تھا تقریر ارشاد فرما رہے تھے۔ نماز جمعہ کے بعد ہجوم میں گھس کر میں نے حضرت رحمۃ اللہ کو سلام کیا۔ اور واپس آ گیا۔ یہ ان کی زیارت کا پہلا موقع تھا اور تقریر بھی پہلی دفعہ سننے کا اتفاق ہوا۔ (ہفت روزہ خدام الدین، ص ۲۶۴)

کچھ عرصہ بعد ہفت روزہ "الاعتصام" جاری ہوا اور اس کی ادارت میرے سپرد ہوئی تو مولانا رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے متعدد مواقع میسر آئے۔ مولانا سید داؤد غزنوی رحمۃ اللہ کی معیت میں بھی ان کے ہاں گیا اور تنہا بھی کئی مرتبہ حاضر ہوا۔ میں جب جاتا دعا کی درخواست کرتا۔ وہ نہایت خوشگوار طریقے سے خیر خیریت پوچھتے اور دعا دیتے۔ اس ضمن میں چند واقعات جنہیں میرے ذاتی مشاہدات و تاثرات سے تعبیر کرنا چاہیے، ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

شربت بطور تبرک نوش فرمانا

1953ء میں جب تحریک ختم نبوت کا ہنگامہ زوروں پر تھا میں ایک دن مولانا غزنوی رحمۃ اللہ کے [illegible] حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مسجد میں گیا تو پتہ چلا کہ گھر تشریف لے گئے ہیں۔ مسجد سے ایک آدمی گھر گیا تو حضرت رحمۃ اللہ تشریف فرما تھے۔ باہر آئے اور حسب معمول تپاک سے ملے۔ کمرے میں بٹھایا اور خاطر [illegible] کی وجہ دریافت فرمائی۔ میں نے مولانا غزنوی رحمۃ اللہ کا خط پیش کیا۔ خط پڑھا اور زبانی اس کا جواب دیا۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ میرے [illegible] مولانا غزنوی رحمۃ اللہ سے یوں عرض کر دیں گے۔ بعد ازاں اصرار کر کے شربت کا گلاس عنایت فرمایا اور میں نے تھوڑا سا بچا دیا۔ رخصت کرنے کے لیے مسجد تک میرے ساتھ تشریف لائے۔ میں احتراماً ذرا پیچھے ہٹا تو خود میرے برابر ہو جاتے۔

میں نے واپس آ کر یہ واقعہ مولانا غزنوی رحمۃ اللہ سے عرض کیا تو اس درجہ خوش ہوئے کہ [illegible] اور جوش محبت سے [illegible] سوچ بھی نہ سکتے [illegible] اور حضرت رحمۃ اللہ نے [illegible] نوش فرمالی۔

میرا ہاتھ چوم کر دعا فرمائی

1955ء میں ایک نہایت عجیب واقعہ پیش آیا جو میرے لیے بہت ہی خوشی کا باعث تھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے [illegible] ہوں کہ [illegible] حجیت حدیث کے موضوع پر [illegible] مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم نے صحیح بخاری کی تمام احادیث کی صحت پر [illegible] میں چند ایسی [illegible] جو سنت سے مطابقت نہ رکھتے تھے [illegible] الاعتصام میں ایک [illegible] جس میں صحیح صورت حال کی وضاحت کی گئی اور محدثین کے موقف کی روشنی میں صحیح بخاری کی تمام احادیث کو صحیح ثابت کیا گیا تھا۔ اس پر جماعت اسلامی کے [illegible] نے ایک بحث شروع کر دی۔ اس بحث نے [illegible] طول کھینچا [illegible] یہ سلسلہ جاری رہا [illegible] حضرت کے [illegible] چونکہ مختلف [illegible] میں پھیل گئی تھی اس لیے چند روز بعد اس موضوع سے متعلق [illegible] ارشادات شائع کرنے لگے [illegible] مولانا [illegible] ہفت روزہ [illegible] پہنچی تھی

Marfat.com

''نوائے وقت'' اور ''امروز'' بھی جماعت کے سیاسی کوائف سے متعلق ''الاعتصام'' کا ادارتی مواد چھاپتے اور اپنے انداز میں اس پر تبصرہ کرتے تھے۔

بحث کا سلسلہ بہت آگے بڑھ گیا تو مشہور اہلحدیث عالم مولانا محمد علی قصوری (ایم۔اے۔کینٹب) مرحوم درمیان میں پڑے اور مصالحت کی غرض سے متعلقہ فریقوں کے بعض حضرات کو اپنے مکان (واقع ۲۱ ٹیمپل روڈ لاہور) میں مدعو کیا۔ جماعت اسلامی کی طرف سے مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم، میاں طفیل محمد اور ملک نصر اللہ خاں عزیز مرحوم تشریف لائے۔ مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمہ اللہ کی طرف سے خود حضرت مولانا مرحوم، مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش مرحوم (ایڈیٹر نوائے پاکستان) شریک ہوئے۔

جماعت اہلحدیث کی طرف سے مولانا سیّد داؤد غزنوی رحمہ اللہ، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ اور یہ بندۂ عاجز (مولانا اسحاق بھٹی مرحوم) ''الاعتصام'' کے ایڈیٹر کی حیثیت سے شائع اجلاس ہوئے۔ مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ کو بھی دعوت دی گئی تھی لیکن بروقت اطلاع نہ پہنچنے کی وجہ سے وہ تشریف نہ لاسکے جس کا انہیں افسوس ہوا۔

میزبان خود مولانا محمد علی قصوری مرحوم تھے اور ان کے بڑے بھائی مولانا محی الدین احمد قصوری گفتگوئے مصالحت میں ان کے معاون تھے۔ دیر تک گفتگو ہوتی رہی اور زیر بحث معاملات کی تمام شقیں سامنے آئیں۔ سب نے بحث میں حصہ لیا، لیکن مولانا احمد علی مرحوم، مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ اور یہ بندۂ عاجز بالکل خاموش بیٹھے رہے۔ میں چونکہ سب سے کم سن تھا، لہٰذا معزز مہمانوں کو پانی پلانے اور چائے پیش کرنے کے فرائض انجام دیتا رہا۔ اس قسم کے مباحث صحافتی زندگی کا لازمی حصہ ہیں، یہ کوئی انوکھی یا نئی بات نہ تھی۔

بہر حال اس موقع پر نہایت اختصار کے ساتھ یہ واقعہ اس لیے زبانِ قلم پر آ گیا ہے کہ میں مجلس سے اُٹھ کر کسی کام سے باہر برآمدے میں آیا تو حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ بھی تشریف لے آئے۔ آتے ہی مجھ سے بغلگیر ہوئے اور میرا ماتھا چوم لیا۔ فرمایا:

''میں تمہارے مضامین و مقالات با قاعدہ عبید اللہ انور سے سنتا ہوں، بہت خوش ہوتا ہوں اور تمہیں دعا دیتا ہوں۔ اللہ تمہیں خوش رکھے، تم دین کی بہت خدمت کررہے ہو۔'' انکے یہ الفاظ اور مشفقانہ انداز میرے لیے بہت بڑا اعزاز تھا۔ میں نے سر جھکا کر اظہارِ تشکر کیا اور دعائے خیر میں یاد رکھنے کی درخواست کی۔ ہفت روزہ خدام الدین؛ص ۲۶۵۔۲۶۶)

پیکر خیر اور مرقع علم وعمل

ایوب خاں کی حکومت کا دور تھا۔ ایک روز میں نماز ظہر سے قبل اپنے دفتر میں بیٹھا ''الاعتصام'' کیلئے اداریہ لکھ رہا تھا ایک صاحب آئے اور مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے کہا تھوڑی دیر تشریف رکھیے، ظہر کی اذان ہونے والی ہے، مولانا نماز کیلئے تشریف لائیں گے تو مل لیجئے گا۔ مولانا آئے، نماز پڑھی اور اپنے نیچے کے کمرے میں جسے بطور دفتر استعمال کرتے تھے چلے آئے۔ میں نووارد کو ان کے پاس لے گیا۔

معلوم ہوا کہ وہ علاقہ نواب صاحب کے گاؤں رضا آباد سے آئے ہیں...... مولانا عبدالستار خاں نیازی نے انہیں بھیجا تھا

Marfat.com

سُنّی المسلک ہیں ان سے شیعہ حضرات کا کچھ جھگڑا ہو گیا ہے اور معاملہ مذہبی اعتبار سے سنگین نوعیت اختیار کر گیا ہے۔ مولانا غزنوی رحمہ اللہ نے ساری بات سن کر لاہور کے علماء کرام کی میٹنگ طلب کی جن میں حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کا اسم گرامی سرِ فہرست تھا۔ حضرت رحمہ اللہ کو ٹیلی فون کیا تو معلوم ہوا کہ وہ سخت مصروف ہیں اور فوری طور سے تشریف نہ لا سکنے کی سہولت کے پیشِ نظر مسجد شیرانوالہ ہی میں میٹنگ کا انتظام کیا گیا۔ حضرت مولانا مرحوم سب شرکائے میٹنگ سے ملے، بڑی خوشی کا اظہار کیا اور کارروائی میں پورا حصہ لیا۔ کارروائی میں نے لکھی، میٹنگ ختم ہوئی اور حاضرین واپس چلے گئے۔ کارروائی کو آخری شکل دے کر دستخط کرانے کی غرض سے میں دوبارہ حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں مسجد شیرانوالہ میں حاضر ہوا۔ بیحد شفقت سے پیش آئے۔ کارروائی پڑھی اور دستخط فرمائے۔ میں اجازت لے کر چلنے لگا تو کھڑے ہو گئے۔ میں نے ہر چند عرض کیا کہ تشریف رکھیے، میں اس ذرّہ نوازی پر بہت شکر گزار ہوں۔ مگر نہیں مانے، مسجد کے دروازے تک میرے ساتھ آئے اور فرمایا:

''تم کئی وجہ سے میرے لیے باعثِ تکریم ہو، ایک تو مہمان ہو، دوسرے کارِ خیر سے آئے ہو، تیسرے مولانا غزنوی رحمہ اللہ کے سفیر کی حیثیت سے آئے ہو، جن کا احترام واجب ہے اور سفیر کا احترام بھی ضروری ہے، چوتھے تمہارے اداریے پڑھتا ہوں، اور خوش ہوتا ہوں۔''

مجھے رخصت کرتے وقت فرمایا: ''مولانا غزنوی رحمہ اللہ سے بہت بہت سلام کہنا''۔

یہ ان کے انکسار اور تواضع کی انتہا تھی، ورنہ کہاں یہ گناہگار اور سراپائے معصیت اور کہاں وہ پیکرِ خیر اور مرقع علم و فضل!

مولانا غزنوی اور حضرت لاہوری رحمہا اللہ کی مسائل تصوف میں موافقت

مولانا احمد علی مرحوم اور مولانا سیّد داؤد غزنوی کے باہمی تعلقات بہت زیادہ تھے اور دونوں بزرگ ایک دوسرے کی انتہائی تکریم کرتے تھے۔ مجھے اس کا پورا علم اور کامل احساس تھا۔ مولانا غزنوی رحمہ اللہ بالکل برداشت نہ کرتے تھے کہ حضرت رحمہ اللہ کے خلاف کوئی لفظ بھی کہا جائے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ لائق تذکرہ ہے۔

حضرت مولانا احمد علی مرحوم نے ایک مرتبہ مجلسِ ذکر میں کشفِ قبور کے متعلق اپنے کچھ تجربات و مشاہدات بیان فرمائے اور کوئی ایسی بات کہی جس سے یہ مستفاد ہوتا تھا کہ قبر میں میّت جن حالات سے دوچار ہو، اس کا انہیں مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ میں نے ''الاعتصام'' میں اس پر ایک شذرہ لکھا اور نہایت ادب سے چند سطور میں حضرت مولانا رحمہ اللہ کے نقطۂ نظر سے اظہارِ اختلاف کی جرأت کی۔ اس کے تیسرے یا چوتھے روز بعد مولانا غزنوی رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا: ''ایڈیٹر صاحب! میں نے مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کے کشفِ قبور کے بارے میں آپ کا ادارتی نوٹ پڑھا۔ آپ یہ فرمائیے کہ اگر مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ اتنے نیک ہو جائیں کہ انہیں کشفِ قبور ہونے لگے تو آپ کو کیا اعتراض ہے؟'' اس ایک ہی جملے سے میرا مسئلہ حل ہو چکا تھا اور میرے پاس سوائے اس کے کوئی جواب نہ تھا کہ بلا تامل عرض کر دوں۔ ''کوئی اعتراض نہیں۔'' اس سے ان دونوں بزرگوں کی ذہنی ہم آہنگی، فکری مطابقت، مسائل تصوف میں موافقت اور تعلقات کی انتہائی نزاکت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ (ہفت روزہ خدام الدین؛ ص ۲۶۷۔ ۲۶۸)

Marfat.com

چند لائق تذکرہ اوّلیات وخصوصیات

لاہور کی علمی اور تبلیغی تاریخ میں حضرت مولانا احمد علی مرحوم کی خاص نوعیت کی کچھ اوّلیات اور خصوصیات ہیں جن کی حیثیت صدقہ جاریہ کی ہے۔اس لیے اس عروس البلاد (لاہور) کی روحانی اور عملی فضاؤں میں اس کے اثرات ہمیشہ قائم رہیں گے اور حضرت مرحوم اس کے اجروثواب سے متمتع ہوتے رہیں گے۔ان شاءاللہ!

۱۔مولانا مرحوم سے پہلے بھی اگرچہ لاہور کی چینیا نوالی مسجد میں حضرت مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کا سلسلہ درس جاری تھا۔تاہم مولانا احمد علی رحمہ اللہ پہلے عالمِ دین ہیں جنہوں نے اپنے درس میں تسلسل پیدا کیا اور اس کو باقاعدگی کے سانچے میں ڈھالا۔وہ بغیر کسی شدید مجبوری کے اس میں ہرگز ناغہ نہ کرتے۔

۲۔ان کا نہج تفہیم اور طریق کلام کچھ اس قسم کا تھا کہ ان کے درس قرآن مجید سے عوام اور خواص یکساں اثر پذیر ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے استفادہ کرنے والوں کا حلقہ بڑا وسیع ہے اور ان کے اصحابِ عقیدت مختلف طبقات کو محیط رہیں۔

۳۔وہ فقط لاہور ہی کے نہیں بلکہ برصغیر کے پہلے صاحب علمِ دین ہیں۔جنہوں نے سال میں سہ ماہی (شعبان، رمضان، شوال) سلسلۂ درس قرآن کا آغاز کیا جس میں پاک وہند کے مشاہیر علمائے کرام ان سے مستفید ہوئے۔علماء کی اس عالی مقام جماعت میں بعض بین الاقوامی شہرت کے حضرات بھی شامل ہیں۔مثلاً مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ اسی بلند بخت گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔وہ ہندوستان کے عظیم ومشہور علمی خاندان کے چشم وچراغ ہیں۔ندوۃ العلماء لکھنؤ کے فارغ التحصیل ہیں جہاں تفسیر قرآن باقاعدہ پڑھائی جاتی ہے۔مگر وہ قرآن کے خاص تفسیری نکات سمجھنے کیلئے لکھنؤ سے چلے اور لاہور آکر مولانا احمد علی صاحب مرحوم سے مستفید ہوئے۔پھر مشرقی پنجاب کے لکھوی خاندان کے جلیل القدر رکن اور جمعیۃ اہلِ حدیث کے موجودہ امیر مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ (اوکاڑہ) نے بھی ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔حالانکہ خود ان کے آباؤاجداد کا بہت بڑا مدرسہ تھا اور ان کے پردادا مولانا حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ پنجاب کے پہلے عالم ہیں جنہوں نے ''تفسیر محمدی'' کے نام سے سات جلدوں میں پنجابی نظم اور فارسی نثر کے حواشی میں قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔یہ تفسیر کئی دفعہ زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہے۔لیکن اس کے باوجود مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ بھی مفسرِ قرآن حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ کے بابِ علم پر دستک دینے کیلئے مجبور ہوئے۔

۴۔حضرت مولانا احمد علی مرحوم طائفہ علماء میں اوّلین بزرگ ہیں۔جن سے بی،اے اور ایم،اے کرنے کے بعد متعدد حضرات نے باقاعدہ دینی علوم کی تحصیل کی اور اسلام کے مبلغین کی حیثیت سے شہرت پائی۔پھر پاک وہند کے اونچے تعلیمی اداروں میں بلند مناصب پر فائز ہوئے۔مثلاً علامہ علاؤالدین صدیقی مرحوم پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر مقرر ہوئے اور خواجہ عبدالحیٔ فاروقی مرحوم نے جامعہ ملّیہ دہلی میں استاذِ تفسیر کا منصب سنبھالا۔

۵۔حضرت مولانا مرحوم پاکیزہ فکر اور صاف ذہن کے مالک تھے وہ مسلکی تعصب سے پاک تھے۔اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خود اپنا بہت بڑا حلقۂ ارادت وعقیدت رکھنے کے باوجود عمر بھر پہلے حضرت مولانا عبدالواحد غزنوی مرحوم اور ان کے بعد مولانا سیّد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی اقتداء میں لاہور کے منٹو پارک کے میدان میں (جواب اقبال پارک کے نام سے موسوم ہے

Marfat.com

عیدین کی نماز ادا فرماتے رہے۔ ہمیشہ صف اوّل میں امام کے پیچھے جا کر بیٹھ جاتے اور پورا خطبہ سننے کے بعد وہاں سے اُٹھتے۔

پھر ان کی یہ بلندیٔ کردار اور وسعتِ قلب ونظر ملاحظہ ہو کہ اپنی ایک صاحبزادی مولانا عبدالمجید سوہدروی مرحوم کے عقد میں دے دی، جو مشہور اہلحدیث عالم ومبلغ، معروف مصنف ومناظر اور ہفت روزہ ''مسلمان'' اور ''جریدہ'' اہلحدیث'' کے نامور ایڈیٹر تھے۔ رحمہا اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

۶۔ ان کے انہی اوصاف کی وجہ سے ان کے ارادت مندوں میں احناف کے علاوہ اہلحدیث بھی کثیر تعداد میں شامل ہوئے ان کا یہ وصف قابل ذکر ہے کہ وہ معاصرانہ رقابت سے بالکل مبرّا تھے۔ لاہور میں کسی ہم فکر عالمِ دین کے درس قرآن کا سلسلہ شروع ہوتا تو بدرجہ غایت خوش ہوتے۔ ۱۹۳۲ء یا ۱۹۳۳ء میں مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ نے مسجد مبارک (اسلامیہ کالج لاہور) میں درسِ قرآن کا آغاز کیا تو حضرت مرحوم مسجد مبارک میں گئے، مولانا ندوی رحمہ اللہ کو مبارکباد دی اور دعا فرمائی۔

۷۔ مرحوم انتہائی جرأت مند عالمِ دین تھے۔ وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اس شہر میں نہایت دلیری کے ساتھ برملا تحریری اور تقریری صورت میں توحید کی تبلیغ کی اور زبردست مخالفت کے باوجود موحدین کی ایک عظیم جماعت پیدا کی۔ جن میں جدید تعلیم یافتہ اصحاب بھی شامل تھے اور قدیم اہل علم حضرات بھی!

۸۔ انہوں نے اپنے تلامذہ اور اربابِ عقیدت کو علمی درس بھی دیا اور عملی بھی! یعنی علم اور عمل دونوں طریقوں سے ان کی تربیت کا اہتمام کیا۔

۹۔ ان کی یہ خاصیت تھی کہ ہر اس سیاسی میدان میں بھی آگے آگے نظر آتے تھے جس میں ملک وملت کی بہتری مضمر ہو اور ہر علمی معرکے میں بھی سب سے پیش پیش رہتے تھے۔ وہ صحیح معنوں میں عالم باعمل تھے۔ ان کی بھرپور علمی اور عملی زندگی کے کسی گوشے میں بار بار نظر دوڑانے کے باوجود کوئی خلا دکھائی نہیں دیتا۔ کتنے بھی دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھیے، کوئی خامی نظر نہیں آئے گی۔ ''فارجع البصر ہل تری من فطور O ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصرُ خاسئا وہو حسیر'' O

۱۰۔ ان کی امورِ دنیا سے بے نیازی اور شغفِ خدمت دین کا یہ عالم تھا کہ عمر بھر بلا معاوضہ تبلیغِ اسلام کرتے رہے۔ اگر کوئی بیرونِ لاہور سے بلاتا تو ان کا معمول تھا کہ وعدہ کرنے سے پہلے آمد ورفت کے اخراجات کا جائزہ لیتے۔ اگر اخراجات ہیں تو چلے جاتے ورنہ معذرت کر دیتے۔ بلاشبہ تبلیغ دین ان کا پیشہ تھا لیکن اس سلسلے میں کسی سے کچھ لینا ہرگز ان کا شیوہ نہ تھا۔ کیا اس مادی دور میں کوئی اور عالم دین اس اونچے کردار کا حامل کہیں نظر آتا ہے؟

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ   افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

اگر اللہ نے توفیق دی، حالات سازگار رہے اور قلم وقرطاس سے رابطہ قائم رہا تو یہ عاجز سلسلۂ ''فقہائے ہند'' کے چودھویں صدی ہجری کے علمائے کرام اور فقہائے عظام کے حالات میں حضرت مرحوم کی علمی اور فقہی زندگی کے مفصل واقعات ضبطِ تحریر میں لائے گا.......ان شاء اللہ العزیز وعلیہ التکلان''۔

(ہفت روزہ خدام الدین، اشاعتِ خاص امام اولیاء حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۷۹ء، ص ۲۶۸۔۲۷۱)

Marfat.com

ما توفیقی الا باللہ العلی العظیم، اللھم وفقنا لما تحب و ترضیٰ۔

قارئین! مولانا اسحاق بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صوفیانہ طبع میں ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ جس بزرگ سے بھی ذاتی طور سے متاثر ہوئے' ان کا تذکرہ اپنی متعدد تصانیف میں کرتے رہے۔اپنی کتاب '' نقوش عظمتِ رفتہ'' میں بھی حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو ان الفاظ سے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔(از: مرتب)

علماء دیوبند کی رواداری اور اعتدال

مولانا احمد علی مرحوم پاکیزہ فکر اور صاف ذہن کے مالک تھے اور مسلکی تعصب سے پاک۔اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ خود اپنا بہت بڑا حلقہ ارادت وعقیدت رکھنے کے باوجود عمر بھر پہلے حضرت مولانا عبدالواحد غزنوی مرحوم اور ان کے بعد مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی اقتداء میں لاہور کے منٹو پارک میں (جواب اقبال پارک کے نام سے موسوم ہے) عیدین کی نماز ادا فرماتے رہے۔ ہمیشہ صف اول میں امام کے پیچھے جا کر بیٹھ جاتے اور پورا خطبہ سننے کے بعد وہاں سے اٹھتے۔

پھر ان کی یہ بلندی کردار اور وسعت قلب ونظر ملاحظہ ہو کہ اپنی ایک صاحب زادی مولانا عبدالمجید سوہدروی مرحوم کے عقد میں دی جو مشہور اہل حدیث عالم ومبلغ، معروف مصنف ومناظر اور ہفت روزہ ''مسلمان'' اور ''جریدہ اہل حدیث'' کے نامور ایڈیٹر تھے۔ رحمہما اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ان کے **انہی اوصاف کی وجہ سے ان کے ارادت مندوں میں احناف کے علاوہ اہل حدیث بھی کثیر تعداد میں شامل ہوئے**۔ان کا یہ وصف قابل ذکر ہے کہ وہ معاصرانہ رقابت سے مبرا تھے۔لاہور میں کسی ہم فکر عالم دین کے درس قرآن کا سلسلہ شروع ہوتا تو مسرت کا اظہار فرماتے۔ ۱۹۳۰ء میں مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ نے مسجد مبارک (اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور) میں درس قرآن کا آغاز کیا تو حضرت مرحوم مسجد مبارک میں گئے۔مولانا ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو مبارک باد دی اور دعا فرمائی۔(نقوش عظمت رفتہ ص ۳۷۷،۳۷۸)

(20) مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ

شاگرد رشید: مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اول: ہفت روزہ الاعتصام

قارئین! مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کے مترجم، شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد خاص، تصوف پر نہایت گہری نظر رکھنے والے مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ وہ شخصیت ہیں، جو جماعت اہل حدیث کے ترجمان ہفت روزہ الاعتصام کے سب سے پہلے ایڈیٹر بنے۔یہ اس دور کی بات ہے جب الاعتصام گوجرانوالہ سے جاری ہوتا تھا۔ پھر انہی کے اسسٹنٹ کے طور پر مولانا اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کو اخبار الاعتصام میں خدمات کا موقع ملا اور انہی کے زیر سایہ رہتے ہوئے انہوں نے الاعتصام میں ادارتی شذرات اور کالم وغیرہ لکھنا سیکھے۔پھر جب مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ ادارہ ثقافت اسلامیہ میں چلے گئے تو کچھ عرصہ بعد مولانا اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اپنے ساتھ وہیں پر لے گئے۔(بحوالہ: نقوش عظمت رفتہ۔ص ۲۲ اور ۲۲۰)

Marfat.com

حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی سوانح حیات ''ارمغان حنیف'' کے نام سے لکھی۔ آئیں دیکھتے ہیں کہ ارمغان حنیف میں ارمغان تصوف سے متعلق حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کتنا قیمتی مواد فراہم کیا ہے۔ (از: مرتب)

مولانا حنیف ندوی کے مربی و مرشد

ولانا حنیف ندوی مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ حکیم ظہور الدین رحمہ اللہ گوجرانوالہ کے معروف عالم اور طبیب حکیم شہاب الدین کے فرزند اور مشہور عالم دین مفتی جعفر حسین مرحوم کے تایازاد بھائی تھے۔ عربی میں درس نظامیہ کی تکمیل حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کے سایہ عاطفت میں ہوئی، مولانا مرحوم نہ صرف میرے گرامی قدر استاد تھے بلکہ میرے مربی و مرشد بھی تھے، علم و ادراک کی پہلی قندیل انہی کی کوشش سے دل میں فروزاں ہوئی، ان کے مطالعہ و استعداد کے دائرے بہت وسیع اور بہت پھیلے ہوئے تھے اگر اپنی اصلاحی کوششوں کو گوجرانوالہ کے ماحول تک محدود نہ رکھتے تو ان کا شمار علمی اعتبار سے برصغیر کے عظیم لوگوں میں ہوتا۔ (ارمغان حنیف ص: ۲۰)

مولانا حنیف اور رموز تصوف سے آشنائی

قاضی عبدالرحیم رحمہ اللہ سے بھی جو اپنے وقت کے مشہور طبیب، عالم اور نہایت شریف النفس انسان تھے، میں نے مولانا اسماعیل مرحوم کی غیر حاضری میں چند اسباق پڑھے، میں نے پہلی دفعہ ابن عربی رحمہ اللہ کی فصوص الحکم اور فتوحات کی تمام جلدیں نہ صرف ان کے ہاں دیکھیں بلکہ بعض مشکل مقامات کی تشریح بھی ان کی زبان فیض ترجمان سے سنی۔

رموز اسرار سے آشنائی کا یہ نقطہ آغاز تھا جس نے آگے چل کر تصوف کے اسرار رموز کو سمجھنے میں مدد دی۔ میں واضح الفاظ میں کہنا چاہتا ہوں کہ ان کی صحبت سے اگر مجھے مستفید ہونے کا موقع نہ ملتا تو آج کل کے مشہور محقق، صوفی اور عظیم فلسفی و مفکر شوآن کی کتابیں قطعی سمجھ نہ پاتا جو مغرب میں وحدت الوجود اور وحدت ادیان کے زبردست حامی اور ترجمان ہیں۔ یوں کہیے کہ وہ اس دور کے ابن عربی ہیں۔ (ارمغان حنیف ص: ۲۱)

ولادت اور ابتدائی تعلیم

مئی 1908ء کو مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ سرکاری سکول کی تعلیم صرف پرائمری تک حاصل کی۔ اس کے بعد مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے جو ۱۹۲۱ء میں گوجرانوالہ میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ درس نظامیہ کی کتابیں مولانا محمد اسماعیل صاحب سے پڑھیں۔ اس زمانے میں لکھنؤ کے دارالعلوم ندوۃ العلما کا بڑا شہرہ تھا۔ اونچے درجے کے اساتذہ اور ارباب انتظام کی خدمات اسے حاصل تھیں۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۳۰)

سفید ململ کی پگڑی کا استعمال فرمانا

ایک دن خود ہی بتایا کہ جب وہ لکھنؤ پہنچے تو کلے پر سفید ململ کی طرے دار پگڑی باندھے ہوئے اور لٹھے کی شلوار پہنے ہوئے تھے۔ وہاں کا ماحول اور نہج زیست بالکل مختلف تھا اور لڑکے انہیں دیکھ کر ہنستے تھے۔ کچھ عرصہ بعد پہلے دن پاجامہ اور ٹوپی پہن کر استاد کے

Marfat.com

حلقہ درس میں بیٹھے تو استاد نے مسکراتے ہوئے کہا: اب تم یہاں کی ثقافت سے آشنا ہو گئے ہو۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۷۳)

رسالہ الاعتصام کے ایڈیٹر

مولانا مسعود عالم ندوی رحمہ اللہ ۱۹۵۰ء میں گوجرانوالہ میں رہتے تھے۔ وہاں انہوں نے ''دار العروبہ'' کے نام سے عربی پڑھانے کا ایک ادارہ قائم کر رکھا تھا۔ مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ ان دنوں ہفت روزہ ''الاعتصام'' کے ایڈیٹر تھے، جو گوجرانوالہ سے شائع ہوتا تھا۔

میں نے مولانا مسعود عالم ندوی رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ کا بے حد احترام کرتے تھے اور ان سے ملاقات کے متمنی رہتے تھے، بہت سی باتیں ان سے پوچھا کرتے تھے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۷۴)

درس قرآن کا آغاز

مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ ندوہ سے فارغ ہونے کے بعد ۱۹۳۰ء میں وطن واپس لوٹے تو لاہور کی مسجد مبارک میں جو اسلامی کالج (ریلوے روڈ) سے متصل ہے، درس قرآن اور خطابت کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ اس سے پہلے لاہور میں درس قرآن کے دو حلقے قائم تھے، ایک مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کا شیرانوالہ گیٹ کی مسجد میں اور دوسرا بادشاہی مسجد کے سابق خطیب مولانا غلام مرشد رحمہ اللہ کا سنہری مسجد رنگ محل میں۔! اب تیسرا حلقہ درس مسجد مبارک میں مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ کا قائم ہوا۔ یہ حلقہ اس اعتبار سے پہلے دونوں حلقوں سے منفرد تھا کہ اس میں قدیم اسلوب درس کے علاوہ جدید انداز بھی کارفرما تھا اور علوم وفنون نے جو پھیلاؤ اختیار کر لیا ہے، اس کا تذکرہ نہایت مؤثر اور اچھوتے انداز میں ہوتا تھا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۷۵-۲۷۶)

اختلاف کرنے والے کی عزت وتکریم

سعودی حکومت نے حجاز میں برسر اقتدار آنے کے بعد انہدام قبہ کا جو سلسلہ شروع کیا تھا اس میں ہندوستان کے بعض اہل علم اس کے مخالف تھے اور بعض حامی! مولانا عبدالرحمٰن نگرامی رحمہ اللہ حامیوں کی فہرست میں شامل تھے اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی رحمہ اللہ کا اسم گرامی مخالفین کے زمرے میں آتا تھا۔ مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ نے بتایا کہ ایک مرتبہ مولانا عبدالباری رحمہ اللہ کے زیر صدارت لکھنؤ کے ایک چوک میں جلسہ ہوا، مقررین میں مولانا عبدالرحمٰن نگرامی رحمہ اللہ بھی شامل تھے۔ ان کی تقریر میں انہدام قبہ کا ذکر آیا تو اس ضمن میں سعودی حکومت کی تائید کرنا شروع کر دی۔ مولانا عبدالباری رحمہ اللہ بہت بڑے عالم تھے اور ہر حلقے میں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، وہ غصے میں آ گئے۔ بولے: عبدالرحمٰن! میں تمہارا سر پھوڑ دوں گا۔

فاضل مقرر نے دوران تقریر میں سر جھکا کر جواب دیا: حضور۔! کاسۂ سر حاضر ہے، لیکن بات وہی صحیح ہے جو یہ خاکسار عرض کر رہا ہے۔ مولانا عبدالباری رحمہ اللہ نے فرمایا: اچھا تقریر جاری رکھو۔

اللہ اللہ! کس قدر بلند اخلاق اور اونچے ذہن کے حامل تھے یہ لوگ۔ اپنی بات بھی کہہ رہے ہیں اور اپنے سے اختلاف کرنے والے کی عزت وتکریم کے تقاضے بھی بطریق احسن پورے کیے جا رہے ہیں۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۷۸-۲۷۸)

Marfat.com

اساتذہ کا تعظیم سے ذکر کرنا

ندوہ کے اساتذہ کا مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ بڑی تعظیم سے نام لیتے تھے اور ان کی بعض باتیں مزے لے لے کر سنایا کرتے تھے۔ (قافلہ حدیث، ص:۲۷۸)

جامعہ اشرفیہ میں سیّد صاحب سے ملاقات

اب مولانا کے چند لطیفے سنیے۔ لطائف سے انہیں بایں علم وکمال خاص تعلق تھا۔ ان کا موضوع اسلامی فلسفہ تھا اور اس موضوع کے آدمی کو عام طور سے خشک اور یبوست زدہ سمجھا جاتا ہے، لیکن مولانا حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا معاملہ اس سے بالکل الٹ تھا۔ وہ لطیفہ بیان کرتے بھی تھے اور بڑے شوق سے لطیفہ سنتے بھی تھے۔

1951ء میں علامہ سیّد سلیمان ندوی رحمہ اللہ جامعہ اشرفیہ کے جلسے میں لاہور تشریف لائے۔ اس وقت جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد میں مول چند بلڈنگ میں تھا۔ ''الاعتصام'' ان دنوں گوجرانوالہ سے شائع ہوتا تھا اور میں معاون مدیر کی حیثیت سے اس اخبار سے منسلک تھا۔ میں اور مولانا ندوی رحمۃ اللہ علیہ، سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کیلئے جامعہ اشرفیہ گئے۔ وہ ایک کمرے میں قیام فرما تھے اور ایک صاحب ان کے پاس بیٹھے تھے۔ ہم گئے تو وہ صاحب اُٹھ کر چلے گئے۔ شاید وہ اس انتظار میں تھے کہ کوئی آئے تو میں جاؤں۔ سیّد صاحب کو میں نے پہلی دفعہ دیکھا تھا اور پھر یہی رویت آخری رویت ثابت ہوئی۔ اس سے کئی سال پہلے سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے حلقہ بیعت وارادت میں شامل ہو چکے تھے۔

مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ کو دیکھ کر سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے اور بغل گیر ہو کر ملے۔ خیر وعافیت کے مبادلے اور ادھر کی ادھر کی چند باتوں کے بعد مولانا نے سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا۔ آپ نے ''سیرۃ النبی'' کو بہشتی زیور کے قدموں میں ڈال دیا ہے۔

سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نیچے دری پر گاؤ تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ انہوں نے جسم کو تھوڑی سی حرکت دی اور مسکراتے ہوئے فرمایا: آپ ہماری عمر کو پہنچیں گے تو آپ بھی یہی کریں گے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: میرا بھی یہی خیال ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر عمر کا اثر ہے۔

یہ الفاظ سن کر سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پر اور مسکراہٹ پھیل گئی اور خاموشی اختیار فرمالی۔

اس کمرے کی دیوار پر جس میں سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قیام تھا، جامعہ اشرفیہ کے اس جلسے کا اشتہار لٹک رہا تھا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی اس پر نگاہ پڑی تو دیکھا کہ ہر عالم کے نام کے ساتھ ''حضرت'' کا لفظ مرقوم ہے لیکن سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ''مورخ اسلام سیّد سلیمان ندوی'' لکھا گیا ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

''یہ اشتہار دیکھیے، اس حلقے میں آپ ہمیشہ ''مورخ اسلام'' ہی رہیں گے۔ آپ

خلاف شریعت سوچ

ہم روحانیت کی محفلوں اور اللہ والوں کی مجالس میں کو خلاف شریعت قرار دینے لگے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ ہمیں جادۂ روحانیت پر قدم زن ہونے اور اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(بحوالہ: سوانح صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

کی ''حضرت'' بننے کی خواہش یہاں کبھی پوری نہیں ہوگی۔ ''حضرت'' وہی لوگ ہوں گے جو پہلے سے اس حلقے سے وابستہ ہیں۔ یہ اعزاز آپ کو نہیں ملے گا۔

سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہلکا سا تبسم فرمایا، لیکن مولانا کے اس طنز کا کوئی جواب نہیں دیا۔

اس کے بعد اور باتیں ہونے لگیں۔ گھنٹے سوا گھنٹے کے قریب ہم وہاں رہے۔ واپسی کیلئے اجازت چاہی تو فرمایا آپ کا اخبار ''الاعتصام'' مجھے پہنچ رہا ہے۔ آپ کے مضامین پڑھ کر بہت خوشی ہوتی ہے، اس میں نئی نئی باتیں مطالعہ میں آتی ہیں۔

(قافلہ حدیث، ص: ۳۳۹-۳۴۱)

باہمی نزاع دور کرنے میں اہم کردار

آزادیٔ وطن سے کئی سال پہلے کی بات ہے کہ بعض مسائل کی تعبیر وتشریح کے سلسلے میں مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا تھا، جو طویل عرصے تک جاری رہا تھا اور اس کے اثرات اب بھی کسی حد تک باقی ہیں۔ یہ دونوں بزرگ مسلک اہلحدیث کے جلیل القدر عالم تھے۔ کسی نتیجے پر پہنچنے اور اختلاف ختم کرانے کے بارے میں جماعت اہلحدیث کے اہل علم کئی دفعہ مختلف مقامات پر جمع ہوئے مگر معاملہ حل نہ ہوا۔ یہ اختلاف ''ثنائی روپڑی نزاع'' کے نام سے معروف تھا۔ گفتگو کی ہر مجلس میں مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ کو شامل کیا جاتا تھا۔

جماعت اہلحدیث کے ایک جلیل القدر عالم مولانا محمد سورتی رحمہ اللہ تھے اور عربی ادب ولغت، صرف ونحو، حدیث وفقہ، اخبار وانساب اور رجال ورواۃ پر عبور واستحضار میں درجۂ امامت پر فائز تھے اور ان علوم وفنون کے تمام گوشوں پر انہیں مجتہدانہ بصیرت حاصل تھی۔ مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ نے بتایا کہ ثنائی روپڑی نزاع ختم کرانے کی غرض سے ایک مرتبہ مولانا سورتی رحمہ اللہ کی طرف رجوع کیا گیا۔ فریقین سے بات چیت شروع کرنے سے پہلے مولانا سورتی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حنیف ندوی رحمہ اللہ بھی ان کے ساتھ بیٹھیں گے اور اس معاملے میں ان کی مدد کریں گے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۳۱۸-۳۱۹)

ندوۃ العلما کے اساتذہ کرام

دارالعلوم ندوۃ العلما (لکھنؤ) میں مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ نے جن اساتذہ کے حضور زانوائے شاگردی تہہ کیا، ان میں مولانا حیدر حسن ٹونکی رحمہ اللہ اور شمس العلما مولانا حفیظ اللہ رحمہ اللہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ مولانا حیدر حسن ٹونکی رحمہ اللہ نے سند حدیث شیخ حسین عرب یمنی رحمہ اللہ سے حاصل کی تھی، اس لحاظ سے مولانا حنیف ندوی اور شیخ حسین یمنی رحمہ اللہ کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے۔

مولانا حفیظ اللہ صاحب کے استاذ مشہور عالم مولانا ابوالحسنات عبدالحئی رحمہ اللہ فرنگی محلی تھے، اس طرح مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ کا سلسلہ سند صرف ایک واسطے سے مولانا عبدالحئی رحمہ اللہ فرنگی محلی تک پہنچتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں کہنا چاہیے کہ ان کی سند عالی تھی۔

مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ ہمارے ملک کے طبقۂ علماء کے بہت بڑے رکن تھے جو مذہبی واصلاحی تمام قدیم وجدید تحریکوں پر عمیق نگاہ رکھتے تھے اور ان کے تحلیل وتجزیے میں انہیں عبور حاصل تھا۔ مسائل مذہبی اور ضروریات زمانہ کو وہ نہایت اچھی طرح

Marfat.com

سمجھتے تھے اور دونوں کا تطابق کرتے وقت مذہب کے پلڑے کو ہمیشہ بھاری ثابت کرتے تھے۔

انہوں نے چھتیس برس ادارہ ثقافت اسلامیہ میں تصنیفی خدمات سرانجام دیں اور اپنے پیچھے نہایت قیمتی علمی ذخیرہ چھوڑا۔

اس قسم کے ہمہ گیر معلومات کے حامل لوگوں کی اصل ضرورت اس وقت محسوس ہوتی ہے، جب علمی تقاضے للکارتے اور اہم مسائل معاشرے پر حملہ آور ہوتے ہیں اور پھر کوئی بھروسے کا آدمی نہیں ملتا جس کی طرف ان کے حل وکشود کیلئے رجوع کیا جا سکے اور جس کی گفتگو سے قلب وضمیر اطمینان کی دولت سے بہرہ ور ہو سکیں۔ اس فاضل دوراں نے ۱۲ جولائی ۱۹۸۷ء (۱۵ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ) کو وفات پائی۔ اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ ان کی نماز جنازہ مولانا فضل الرحمن بن محمد ازہری رحمہ اللہ (خطیب مسجد مبارک لاہور) نے پڑھائی تھی۔ (قافلہ حدیث، ص:۳۲۲-۳۲۴)

تہجد کی اہمیت

مولانا مرحوم کا ایک قول بہت خوب ہے جو داؤد صاحب مرحوم نے بیان کیا کہ جو مولوی تہجد نہیں پڑھتا، وہ دین سے مخلص نہیں، کیونکہ پانچ نمازیں تو اس کا روزگار ہے۔ (قافلہ حدیث، ص:۴۲۱)

سرگزشت غزالی کا تعارف

امام غزالی رحمہ اللہ طوس کے ایک گاؤں میں ۴۵۰ھ کو پیدا ہوئے اور ۵۰۵ھ کو وفات پائی ان کی تصنیفات میں "المنقذ من الضلال" کو اہل علم میں بڑی اہمیت حاصل ہے، یہ غزالی رحمہ اللہ کی دلچسپ اور دلآویز سرگزشت ہے جو انہوں نے خود اپنے قلم سے رقم کی اس میں انہوں نے تفصیل سے بتایا ہے کہ ان کے فکر و ذہن میں کیوں تبدیلی پیدا ہوئی اور ان کے افکار کس طرح انقلاب و تغیر کی خوش خرام موجوں سے روشناس ہوئے۔ وہ جبہ و عبا اور مسند و دستار کی نہایت شاندار زندگی بسر کر رہے تھے اور تعلیم و تعلم کے ہنگاموں میں مشغول تھے کہ ان کے فہم و فراست نے اس اسلوب سے پلٹا کھایا کہ جبہ و عبا اتار پھینکے اور دنیا سے بےزار ہو کر بادیہ پیمائی شروع کر دی۔ فقر و درویشی کی روش اختیار کر لی اور فلسفہ و حکمت کے میدانوں سے نکل کر کتاب و سنت کی روح پر وروادی میں سکونت پذیر ہو گئے کہ اطمینان قلب اور سامان سکینت اسی میں ہے ایسا کیوں ہوا؟ اور یہ ذہنی و فکری انقلاب کیوں بپا ہوا؟ کتاب میں اس سوال کا مفصل جواب دیا گیا ہے جو دل کی گہرائیوں میں اترتا اور روح و ضمیر میں پیوست ہوتا چلا جاتا ہے۔

کتاب کی دیگر خصوصیات

غزالی رحمہ اللہ نے "المنقذ من الضلال" میں اپنے وقت کی تمام مروجہ مذہبی و فکری تحریکات کا کھل کر جائزہ لیا ہے اور اذعان و یقین کی ان بنیادوں کی نشان دہی کی ہے جو کتاب و سنت سے ہم آہنگ اور مسلک سلف سے ہم دوش ہیں۔

کتاب میں نفسیات، فلسفہ، منطق، تنقید، تمام چیزیں انتہائی اعتدال و توازن کے ساتھ موجود ہیں اور قاری کو متاثر کرتی ہیں۔ علاوہ ازیں تصور نبوت کو نہایت معقول، بےحد سلجھے ہوئے اور بہ درجہ غایت حقیقت پسندانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ غزالی رحمہ اللہ کے دور میں تعلیمیہ اور قرامطہ (جنہیں باطنیہ بھی کہا جاتا ہے) کا فتنہ زوروں پر تھا اور انہی کے عقائد و تصورات کی خطرناکیوں سے اثر پذیر ہو کر

Marfat.com

انہوں نے یہ کتاب سپرد قلم کی کتاب میں بتایا گیا ہے کہ یہ لوگ کون تھے، ان کے عقائد وافکار کیا تھے؟ ان میں کیا کیا تبدیلیاں رونما ہوئیں اور فکر وفلسفہ میں انہوں نے کیا اضافہ کیا؟

مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ نے ''المقذمن الضلال'' کا ''سر گزشت غزالی'' کے نام سے ترجمہ کیا ہے اور اس پر ۸۹ صفحات کا طویل مقدمہ لکھا ہے جس میں اس دور کی فکری تفصیلات اور غزالی رحمہ اللہ کے قدیم رجحانات کو اجاگر کیا ہے۔ نیز ان میں تبدیلی کے وجوہ واسباب اور ان کے فلسفہ وحکمت کی تفصیل سے وضاحت کی ہے۔ مع فہرست مضامین اور مقدمے کے کتاب ۱۹۶ صفحات پر مشتمل ہے اردو ترجمہ اتنا جاندار اور دلکش ہے کہ اگر غزالی رحمہ اللہ زندہ ہوتے اور اس ترجمے کا مطالعہ کرتے تو زیادہ نہیں تو اسے اپنی عربی کتاب کے برابر ضروری جگہ دیتے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۵۹ء میں چھپی تھی۔ (ارمغان حنیف ص: ۴۰)

افکار غزالی کتاب تصوف کی تلخیص

مام غزالی رحمہ اللہ سے مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ کو خاص تعلق خاطر ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کے بارے میں انہوں نے تین کتابیں لکھیں، ایک افکار غزالی، دوسری تعلیمات غزالی اور تیسری سرگزشت غزالی، تعلیمات غزالی، احیاء علوم الدین، کے بعض ابواب کی تلخیص ہے سرگزشت غزالی، المنقذمن الضلال، کا ترجمہ ہے اور افکار غزالی میں احیاء علوم الدین، کے مضامین ومشمولات کا خلاصہ اور اختصار بیان کر دیا گیا ہے ان تینوں کتابوں پر علیحدہ علیحدہ مبسوط مقدمات تحریر کیے گئے ہیں جو اپنی جگہ مستقل کتاب کی حیثیت رکھتے ہیں، اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ افکار غزالی کا مقدمہ ۱۱۳ صفحات پر مشتمل ہے سرگزشت غزالی کا مقدمہ ۸۹ صفحات پر محتوی ہے اور تعلیمات غزالی رحمہ اللہ کا مقدمہ ۱۰۳ صفحات میں پھیلا ہوا ہے اس طرح ہر مقدمہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے ان کتب ثلاثہ میں باعتبار ترتیب تصنیف کے پہلا نمبر افکار غزالی کا دوسرا سرگزشت غزالی کا اور تیسرا تعلیمات غزالی کا ہے۔ (ارمغان حنیف ص: ۴۰)

تلخص ''احیاء علوم الدین

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ''افکار غزالی'' احیاء علوم الدین کے بعض اہم مضامین کا خلاصہ ہے اس کے بڑے بڑے عنوان یہ ہیں: فضائل علم، قلب کی موت، حصول علم کے فضائل، تعلیم، علم کے محامد شواہد عقلیہ کی روشنی میں، وہ علوم جن کا سیکھنا فرض کفایہ ہے، علم المکاشفہ اور علم المعاملہ، مشاغبات علم الکلام، ائمہ فقہ کا زہد وورع، مضر علوم، وہ الفاظ ومصطلحات جن کے معنوں میں تغیر وتبدل ہوا ہے بحث وجدل سے لوگوں کی دلچسپی کے اسباب ووجوہ اور اس کی شرائط، بحث ومناظرہ سے کیا کیا نفسی برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ استاد اور شاگرد کے آداب، ارشاد وتعلیم کی ذمہ داریاں، عقل اور اس کی قسمیں، مدارک عقل میں تفاوت، عقائد کی تفصیل، عقائد کی تلقین میں تدریج کا لحاظ، ظاہر وباطن کی تقسیم، ظاہر وباطن میں فرق کی نوعیت، ایمانیات میں پہلا رکن توحید، دوسرا رکن اللہ کی صفات، تیسرا رکن اللہ کے افعال کا علم، چوتھا رکن سمعیات، ایمان اور اسلام کے اطلاقات، کیا ایمان میں کمی بیشی ممکن ہے، ایمانیات میں استثناء کا استعمال...... ان موٹے موٹے عنوانات میں بہت سے ضمنی عنوانات ہیں۔

Marfat.com

احیاء العلوم کے چند ابواب

احیاء علوم الدین کے ان ابواب میں امام غزالی رحمہ اللہ نے عقائد اسلامی کا پورا تجزیہ کیا ہے تہذیب و اخلاق کے تمام گوشوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے، ایمان کی گتھیوں کو سلجھایا ہے عبادات کی روح متعین کی ہے اور ان کی تہہ میں جو فلسفہ کارفرما ہے اس کی نشاندہی کی ہے معاملات کی وضاحت فرمائی ہے، غرض بحیثیت مجموعی دین اسلام کی ایسی دلآویز تشریح کی ہے کہ جس سے الحاد و زندقہ کی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں اور احکام دین میں جو روشنی پنہاں ہے وہ پوری آب و تاب کے ساتھ قلب و نظر میں سما جاتی ہے۔

مولانا ندوی کی اپنی زبان اور اپنا انداز ہے جو انہی کے ساتھ مخصوص ہے انہوں نے نہایت حسن و خوبی سے غزالی رحمہ اللہ کے ان مضامین کو صفحہ قرطاس کی زینت بنایا ہے۔ مقدمہ کتاب جو ۱۱۳ صفحات پر مشتمل ہے مولانا نے امام غزالی رحمہ اللہ کے حالات و سوانح پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، ان کے خیالات و افکار کی اہمیت بیان کی ہے اور علمی دنیا میں ان کے مقام و مرتبے کی وضاحت کی ہے۔ فہرست مضامین کے سولہ صفحات سمیت کتاب ۵۱۴ صفحات پر محیط ہے پہلی مرتبہ ۱۹۵۲ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ (ارمغان حنیف ص: ۱۳۱، ۴۲)

"تعلیمات غزالی" مشہور کتاب تصوف کا خلاصہ

امام غزالی رحمہ اللہ کی مشہور تصنیف "احیاء علوم الدین" حلقہ اہل علم اور اصحاب تصوف میں ہمیشہ متداول رہی ہے۔ غزالی رحمہ اللہ نے اس کتاب میں ارکان دین، احکام اسلام، رموز تصوف اور فرائض الٰہی کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ ان میں کیا اسرار پنہاں ہیں اور کس رکن دین کی بجا آوری میں کیا فلسفہ و حکمت کارفرما ہے۔ مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ نے غزالی رحمہ اللہ کی اس معرکہ آرا کتاب کے گیارہ ابواب کی تلخیص کی ہے اور وہ ابواب یہ ہیں:

۱۔ اسرار طہارت، ۲۔ اسرار زکوٰۃ، ۳۔ اسرار صوم، ۴۔ اسرار حج، ۵۔ ذکر و دعا، ۶۔ تہذیب و آداب، ۷۔ آداب نکاح و معاشرت، ۸۔ محبت و اخوت، ۹۔ معمولات، ۱۰۔ فہم قرآن، ۱۱۔ تفسیر بالرائے۔

احیاء علوم الدین کے یہ انتہائی اہم اور بنیادی ابواب ہیں مولانا نے نہایت شگفتہ زبان میں ان کو اردو کے قالب میں ڈھالا ہے اور اس کو "تعلیمات غزالی" کے دلکش نام سے مرتب کیا ہے۔ (ارمغان حنیف ص: ۴۲، ۴۳)

رموز تصوف پر ضخیم مقدمہ

کتاب پر ۱۰۳ صفحات کا مبسوط مقدمہ تحریر فرمایا ہے جس میں تصوف کے رموز و نکات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ مقدمے میں بتایا گیا ہے کہ تصوف جو ذوق و وجدان کا قیمتی سرمایہ ہے تزکیہ باطن اور تعمیر سیرت کے اعتبار سے کن اہمیتوں کا حامل ہے اور ارتقاء کے کن کن مراحل سے دوچار رہا ہے، اس کے مشائخ کون کون ہیں اور اس کی اصطلاحات کیا ہیں نیز اس سے واردات قلب کی کن کیفیتوں پر روشنی پڑتی ہے۔ اپنے مندرجات و مشمولات کے اعتبار سے "تعلیمات غزالی" نہایت عمدہ کتاب ہے اس کے گیارہ ابواب ہیں جو اوپر درج کیے گئے ہیں بہت سے ضمنی عنوانات بھی ہیں۔

Marfat.com

تعلیمات غزالی کا پہلا ایڈیشن جو ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا تھا، ۵۶۰ صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے فہرست مضامین کے سات صفحے اس کے علاوہ ہیں۔(ارمغان حنیف ص: ۴۳)

تصوف ارکان اسلام کی باطنی روح

تصوف وکلام کے معارفِ تفسیری کا مولانا نے خوب استیعاب کیا ہے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ تصوف کے لطائف اور اس کے حکم واسرار کے بغیر فقہی پابندیاں ایک بوجھ بن جاتی ہیں جس طرح کہ تصوف فقہ وتشریع کے بغیر الحاد بن جاتا ہے تو گویا تصوف فرائض وارکان اسلام کی باطنی روح ہے۔ ہمارے مولانا اسلام کی اس لازوال خوبی سے خوب واقف ہیں اور انہوں نے اپنی معرکتہ الآرا کتاب ''تعلیمات غزالی'' اسی انداز سے لکھی ہے کہ اپنے ممدوح امام غزالی رحمہ اللہ کی وہ خصوصیت سامنے آسکے کہ انہوں نے فقہ کی تفصیلات کو تصوف کے رنگ میں کس طرح بیان کیا ہے۔ یہ کتاب ادارہ ثقافت اسلامیہ نے شائع کی ہے اس کا دوسرا ایڈیشن میرے سامنے ہے جو ۴۶۷ صفحات پر مشتمل ہے یہ کتاب اسلامی احکام کے اسرار وحکم کی عجیب داستان ہے جس کے مقدمے میں مولانا نے تصوف اور اس کی تفصیلات پر مفصل گفتگو کی ہے۔

آج کے بوڑھے مولانا ندوی عنفوان شباب میں بھی قلبی واردات سے شناسا تھے اور انہوں نے کلام الٰہی (جو تمام علوم کا سرچشمہ ہے) کی آیات میں یہ کھوج لگایا ہے، گویا حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ جیسے صوفی منش بزرگ کی تفسیر بیان القرآن میں مسائل سلوک کی بحث کی طرح مولانا ندوی کی تفسیر میں بھی یہ حصہ وافر مقدار میں موجود ہے۔ حدیث جبریل علیہ السلام کی احسانی کیفیات بھی مولانا نے خوب واضح کی ہیں، یہ الگ بات ہے کہ یار لوگ انہیں ''صوفی'' نہ مانیں۔ رہا کلام کا مسئلہ تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اسلامی نظام کا یہ اہم شعبہ ہے، اس شعبے میں مولانا کی کمال درجہ دسترس کا اندازہ ''مقالات الاسلامین'' کی ترجمانی وتفہیم سے ہوتا ہے جو متکلم اسلام علامہ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کی کتاب ہے اور جسے مولانا نے اس طرح اردو کے قالب میں ڈھالا ہے کہ وہ ان کی مستقل تصنیف معلوم ہوتی ہے ادارہ ثقافت اسلامیہ کے نوٹ کے مطابق ''ابوالحسن اشعری وہ بزرگ تھے جو چالیس برس مسلسل اعتزال وجہمیت کی سازشوں اور فتنہ سامانیوں کا شکار رہے لیکن بعد میں اپنے لیے فکر وتعمق اور اجتہاد وکلام کا ایک علیحدہ دبستان سجایا اس دبستان علمی کی داستان یہ کتاب ہے، مولانا نے اسے ''مسلمانوں کے عقائد وافکار'' کے عنوان سے نیا رنگ دیا، لیکن اس معاملے میں بھی ان کی نگاہ بنیادی طور پر وہی ہے جس کا قرآن حکم دیتا ہے اور اس کی جھلک ان کی تفسیر میں نظر آتی ہے۔(ارمغان حنیف ص: ۶۴، ۶۵)

لو اقسم علی اللہ لابرہ

قرآن کی بات اپنی ہے وہ جہاں فدایان رسالت کی فداکاری وجاں سپاری کو آیت کے بین السطور میں پیش کرتا ہے وہاں بقول مولانا ندوی رحمہ اللہ اس ''پیغمبر مساکین'' کا کردار بھی سامنے آتا ہے کہ اس کی صبحیں اور شامیں گزرتی ہیں تو انہی کے ساتھ جو دنیوی اعتبار سے مفلوک الحال سہی لیکن ہیں تو ''لو اقسم علی اللہ لابرہ'' کے مصداق ''پیغمبر مساکین'' مولانا کا قائم کردہ عنوان ہے، ملاحظہ فرمایئے۔(ص ۷۰۹)

Marfat.com

قرآن حکیم میں بعض باتیں بصیغہ امر ادا کی گئی ہیں مگر اس سے مراد خبر ہے اور ایک واقعہ کا اظہار ہے اور اس کی بہت سی مثالیں ہیں یہاں بھی بالکل یہی انداز بیان ہے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شاید ان عام لوگوں میں اٹھنا بیٹھنا پسند نہ فرماتے تھے جو غریب اور مفلس تھے، اور قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آپ ان لوگوں کے ساتھ رہنے میں کوئی عار محسوس نہ کریں حالانکہ واقعہ بالکل اس کے خلاف ہے، بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ابوذر، سلمان فارسی رضی اللہ عنہما اور اس قسم کے غریب اور مخلص عقیدت مندوں میں بے تکلفی سے بیٹھتے اور ان میں صبح وشام گزارتے۔ امراء کو ناگوار تھا وہ اس حالت میں آپ سے ملیں چنانچہ وہ کہتے کہ جناب ہم اس حلقے میں بیٹھ کر آپ سے گفتگو نہیں کر سکتے ان کے کپڑوں سے بو آرہی ہے اور ہماری طبیعت میں تکدر پیدا ہوتا ہے آپ بھی ان سے الگ ہو جایئے' مگر وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جو افلاس وفقر کو اعزاز بخشنے کیلئے آیا تھا کیونکر ان کی باتوں کو مان لیتا، قرآن کی زبانی میں ان کو بتایا گیا کہ گو یہ مفلس ہیں مگر دولت ایمان سے ان کے دل مالا مال ہیں، ان کے کپڑوں سے گو تمہیں بو آتی ہے مگر دل ذکر خدا سے مہک رہے ہیں، یہ مخلص ہیں، خدا پرست ہیں، تم انہیں حقیر سمجھو، تمہیں اختیار ہے، مگر قدرت کی جانب سے یہ طے شدہ امر ہے کہ یہی لوگ دنیا میں انقلاب پیدا کریں گے تم حرص وہوا کے بندے ہو، تمہارے دلوں پر غفلت کے حجاب پڑے ہوئے ہیں تم اسلام کی برکات سے استفادہ نہیں کر سکتے، تم جب تک دنیا کی ان کثافتوں میں پڑے ہوئے ہو صحبت نبوی سے فیض یاب نہیں ہو سکتے، اور تم ہرگز اس قابل نہیں ہو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مخلص مساکین کو چھوڑ کر تم مغرور اور متکبر انسانوں کے ساتھ اٹھے بیٹھے۔ (ارمغان حنیف ص: ۷۱، ۷۲)

مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ کا ٹوپی استعمال فرمانا

مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ سر پر قراقلی ٹوپی زیب تن فرماتے تھے۔ (ارمغان حنیف ص: ۸۹)

صوفیانہ اطوار کے حامل

ہر حلقے میں مقبول، علما کے قدردان، اصحاب فکر کے مداح، ذاتی تعریف وتنقیص، سے بے نیاز، متوکل علی اللہ، صوفیانہ اطوار کے حامل، درویش منش، خوددار مگر انانیت سے نفور، بقول خود لکھنے میں سست، بقول میرے باتوں میں چست...... یہ ہیں مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ۔ (ارمغان حنیف ص: ۸۹)

گمشدہ لڑکوں کے بارے میں کشفی معلومات

ایک روز مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ کے پاس ان کے رشتے دار آئے جن کا نام اختر علی تھا۔ انہوں نے کہا کہ کئی دن ہوئے میرا بیٹا اپنے ایک دوست کے ساتھ کہیں چلا گیا ہے۔ ہم سخت پریشان ہیں کچھ پتا نہیں کہ وہ کہاں ہے؟ اور اس کا دوست کہاں ہے؟ اس نے مولانا سے کہا آپ دعا کریں وہ لڑکے خیریت سے گھر آجائیں۔ مولانا نے اس کی بات سنی وضو کیا اور قرآن مجید پکڑا۔ نہایت خشوع وخضوع سے سورۂ فاتحہ پڑھ کر قرآن مجید کھولا تو سورۃ المؤمنون کی یہ آیت سامنے آئی۔

مقبول ہستیوں کے مقام پر دعا کی قبولیت

"واوینھما الی ربوۃ ذات قرار ومعین"۔ (یعنی ہم نے ان دونوں کو ایک اونچے مقام پر جگہ دی جو ٹھہرنے کے قابل ہے

Marfat.com

اور وہاں صاف پانی جاری ہے) یہ آیت پڑھ کر مولانا نے فرمایا یہ لڑکے مری گئی ہیں اور بالکل خیریت سے ہیں دو ایک روز میں آجائیں گے۔ چنانچہ وہ لڑکے دوسرے دن آگئے......اور وہ واقعی سیر کیلئے مری گئے تھے۔(گزرگئی گزران ص364)

مولانا خان مہدی زمان کی زیارت کا شرف مجھے 1948ء کے آخر میں حاصل ہوا' جب میں مرکزی جمعیت کا آفس سیکرٹری تھا ز لمبا قد' بدن کی ساخت بہت اچھی نہ موٹے نہ دبلے پتلے' سرخی مائل گندمی رنگ' کچھ ابھری ہوئی تیکھی ناک' موٹی آنکھیں' کھلی پیشانی' سر پر قراقلی ٹوپی' سفید شلوار اور قمیص پر گرم کوٹ پہنے ہوئے۔نہایت متحمل مزاج' سب سے گرم جوشی سے ملتے۔پہلی ملاقات کے بعد جلد ہی مجھ سے مشفقانہ مراسم پیدا ہو گئے تھے' میں نے کبھی انہیں کسی بات پر قہقہہ لگاتے ہوئے نہیں دیکھا۔کوئی ہنسنے کی بات ہوتی تو مسکرانے پر اکتفا کرتے' نماز خشوع وخضوع سے پڑھتے' جب بھی دفتر تشریف لاتے خوش کلامی سے پیش آتے۔زیادہ باتیں کرنے کے عادی نہ تھے' لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ خاموش بیٹھے رہتے تھے' ضرورت کے وقت بہت وضاحت سے بات کرتے' پنجابی بھی صفائی سے بولتے اور اردو بھی۔

ان کا تعلق سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت مجاہدین سے تھا۔ جماعت مجاہدین کا پہلا قافلہ انہی کے علاقے سے گزرا تھا اور وہاں سکھوں کی فوج سے مجاہدین کا مقابلہ بھی ہوا تھا۔مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ بتایا کہ وہ 1930ء میں سخت بیمار ہو گئے تھے اور ہر وقت بخار میں مبتلا رہتے تھے' ڈاکٹروں نے چند روز کیلئے کسی ٹھنڈے مقام پر جانے کا مشورہ دیا تو استاذ محترم حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ انہیں خان مہدی زمان کے ہاں کھلابٹ لے گئے۔وہاں ایک ڈاکٹر سے علاج ہونے لگا لیکن بخار نہیں اترا' ایک دن مولانا مہدی زمان خان انہیں اور مولانا محمد اسماعیل سلفی کو سیر کیلئے ایک ایسے مقام میں لے گئے جو پہاڑ سے بہت نشیب میں تھا' انہوں نے بتایا کہ مجاہدین کا اولیں قافلہ یہاں سے گزرا تھا اور یہیں ان کی سکھ فوج سے پہلی جنگ ہوئی تھی۔مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خاں صاحب موصوف کی یہ بات سن کر میری آنکھوں میں آنسو آگئے اور میں نے بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر اپنی صحت یابی کیلئے دعا مانگی۔دعا کے بعد مجھے احساس ہوا کہ بخار اتر گیا ہے۔اب ڈاکٹر کے پاس آئے تو انہوں نے نبض دیکھی اور کہا بخار نہیں اترا۔میں نے کہا میں پہاڑ پر سے آیا ہوں' اس لئے سانس کچھ پھولا ہوا ہے لیکن مجھے بخار نہیں ہے۔چند منٹ کے بعد آپ دوبارہ نبض دیکھیں۔چنانچہ پانچ چھ منٹ کے بعد نبض دیکھی تو بخار واقعی اتر گیا تھا اور میں تندرست تھا۔(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:310-311)

مولانا علاؤالدین کے مرشد

گوجرانوالہ کے ''نیائیں محلہ'' میں جماعت اہل حدیث کی ایک جامع مسجد ہے جو اس دور میں زیادہ تر وسیع نہ تھی، اس مسجد میں مولوی علاؤالدین، مرحوم امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے تھے، جو مشہور عالم وصوفی مولانا غلام رسول (ساکن قلعہ میہاں سنگھ والا، ضلع گوجرانوالہ۔وفات ۱۲۹۱ھ) کے شاگرد اور مرید تھے اس مسجد کو ''مولوی علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد'' کہا جاتا تھا۔(ارمغان حنیف ص:۹۰)

Marfat.com

تصوف زندگی کا جامع تصور

جس طرح اسلام ایک طرح کی حکمت ہے اسی طرح تصوف بھی زندگی کے جامع تصور کا نام ہے۔

کیونکہ اسلام جس طرح ایک جامع اور ہمہ گیر حکمت ہے اور اس سے مراد زندگی کی تنہا کوئی ایک شاخ نہیں ہوسکتی، اسی طرح تصوف وتقوی کا مفہوم یہ نہیں ہوسکتا کہ اس سے مقصود زندگی کے بعض جانے بوجھے گوشے ہی ہیں بلکہ یہ تو پوری زندگی کے مقابلے میں محض ایک طرح کے طرز فکر اور انداز خیال کا نام ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص تصوف کی طرف مائل ہوگیا ہے تو اس سے ہمارا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس نے عمل کیلئے زیادہ حکیمانہ زیادہ استوار اور مخلصانہ بنیادیں تلاش کرلی ہیں، یعنی اب یہ شخص اس لیے نہیں جی رہا ہے کہ دولت وثروت اس کے قدم چومے، شہرت ونام وری اس کا کلمہ پڑھے اور عزت ووجاہت اس کی چاکری کرے، بلکہ ان سب دواعی واسباب کے علی الرغم اس کے عمل محرکات اب کچھ اس طرح کے ہوگئے ہیں کہ یہ آخرت کو دنیا سے کہیں زیادہ لائق غور سمجھنے لگا ہے اور اس کے مدنظر ہے یہ نہیں کہ دنیا کی عارضی مسرتیں اس کا نصب العین ہیں۔ (ارمغان حنیف ص: ۱۶۷، ۱۶۸)

اسلامی تصوف کی وضاحت

افکار غزالی میں تصوف کی وضاحت وصراحت ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

ہمارے نزدیک وہی تصوف صحیح ہے جو ذوق عبادت کو نکھارتا اور کردار وسیرت کو چمکاتا ہے یا جس سے نظر وبصر میں حکیمانہ اور عارفانہ مذاق ابھرتا ہے۔ اگر تصوف کو ان حدود میں رکھا جائے اور اخلاص وطرز فکر تک اس کے فیض سے فائدہ اٹھایا جائے تو نہ صرف یہ کہ اسلام کے بنیادی جز کی حیثیت اختیار کرلیتا ہے بلکہ اس کے دائرے اجتماعیت کے دوائر سے ملتے ہیں، اور ان میں نہایت مفید تبدیلیوں کے موجب ثابت ہوتے ہیں۔ (ص ۴۳) (ارمغان حنیف ص: ۱۹۴)

قارئین! امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس وضاحت کا آسان الفاظ میں مفہوم یہ ہے کہ جس طرح شریعت کے ہر رکن اور ہر عمل کے اردگرد احکامات الٰہی کی باڑ قائم ہے، جسکی وجہ سے کوئی بھی شخص اس رکن اور عمل کو اپنی مرضی کے مطابق ادا نہیں کر سکتا، جیسے نماز دین کا بنیادی ستون ہے، لیکن **اسکی رکعات، رکوع اور سجود کی تعداد بھی وہی ہوگی جو حضور سرور کونین ﷺ کے زمانے سے چلی آرہی ہے**۔ اللہ جل شانہ کے ہاں روزہ دار کی بڑی قدر ومنزلت ہے لیکن اسکی ابتداء اور انتہاء (سحری وافطاری) کے انہی اوقات پر عمل کرنا پڑے گا، جو شروع سے طے کردیا گیا ہے۔ اسی طرح جب تک طریقت وتصوف پر شرعی احکامات غالب رہیں گے، خیر وبرکت کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری رہے گا۔ لیکن جونہی تصوف کے نام پر غیر شرعی رسوم کو اختیار کیا جائے گا، ہر طرف شرک و بدعت کے جھنڈے لہرانا شروع ہوجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا کرے اہلحدیث کے ان اسلاف کو، جنہوں نے حدیث کی طرح تصوف کے گلستان میں بھی اگنے والی خودرو کانٹے دار جھاڑیوں کا صفایا کیا۔ جس دور میں احادیث کے نام پہ موضوع روایات کو داخل کرنے کی کوشش کی گئی، اہل حدیث نے فوری ایکشن لیتے ہوئے ان موضوع روایات کو چھانٹ کر حدیث نبوی ﷺ سے الگ کردیا۔ جب مرزا قادیانی نے چادر نبوت میں اپنا سر گھسانے کی کوشش کی اسکے کافر ہونے پر متفق چھتیس علماء کا فتویٰ شائع کرکے اسکی گردن توڑنیوالے شخص (مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ) بھی اہل حدیث ہی تھے۔ اسی طرح تصوف کے میدان میں بھی

Marfat.com

ہر دور میں محدثات کو داخل کر کے نبوی ﷺ تصوف کا چہرہ بدلنے کی کوشش کی گئی، تو وقت کے نامی گرامی علمائے اہل حدیث (امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، شیخ احمد سرہندی، شاہ ولی اللہ، شاہ اسماعیل شہید، نواب سید صدیق حسن خاں، امام عبدالجبار غزنوی، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی وغیر ہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) نے تصوف کا انکار کرنے کی بجائے ان تمام امور کو کاٹ کر الگ کر دیا، جو تصوف کا لبادہ اوڑھ کر شریعت اسلامی کے اہم جزو ''تزکیہ نفس'' پر شبخون مارنے آئے تھے۔ اہلحدیثو۔۔۔! تمہارا ماضی تو بہت روشن ہے۔ تمہاری نسبت تو بہت اونچے لوگوں کیساتھ جڑی ہوئی ہے، ایسے لوگ جو سہولتوں کے متلاشی اور تن پرور نہیں تھے۔ انہوں نے تو اپنا تن، من، دھن اسی کانٹ چھانٹ میں قربان کر دیا اور نبوی ﷺ تعلیمات پر کوئی آنچ نہ آنے دی۔ تم کو کیا ہو گیا کہ بجائے اس کے کہ تصوف کیطرف کھلنے والے چور دروازوں کو بند کرتے، تم نے اس روحانی گھر کو ہی چھوڑ دیا۔ پھر شکوہ کرتے ہو کہ اس روحانی گھر ''تصوف'' میں الحاد اور زندقت کا راج ہے۔ ذرا دیکھو تو سہی کہ آج جس ویران گھر میں مشرک ملنگ اور بدعتی بابے درویش اور بزرگ کا روپ دھارے قبضہ جمائے بیٹھے ہیں، انکے لیے اس گھر کو خالی کرنے والا کون ہے؟ وہ کیسا وقت تھا جب اس روحانی گھر کو سجانے والے تمہارے اسلاف زندہ تھے۔ ذرا اپنے اپنے علاقے کے اہل حدیث اسلاف کی زندگی کا جائزہ لو، تمہیں ہر سلفی بزرگ اسی گھر کا خاکروب نظر آئے گا۔ یہ کیا بات ہوئی کہ جو شخص چالیس سے ساٹھ سال تک تمہارے علاقے میں تصوف کی آبیاری کرتے ہوئے تمہارا پیشوا بنا رہا، تم نے اس کی روحانیت سے کچھ بھی حاصل نہ کیا؟ ان کے ایام زندگی کے دوران تو تم بچوں کو دم کروانے سے لیکر سخت گرمی میں بارش کی دعا کروانے تک انکی بزرگی کے قائل رہے۔ جونہی انکی آنکھ بند ہوئی تو تم نے انکی زندگی سے یہ کہتے ہوئے روحانیت و بزرگی کا باب ہی بند کر دیا کہ دم کرنا بدعت، تعویذ دینا شرک، پانی پہ پھونک مارنا حرام، تسبیح پکڑنا ناجائز، سر ڈھانپنا عربوں کا فیشن، بزرگوں کا ادب کرنا بریلویت، قرآن کو چومنا حنفیت، تصوف کا نام لینا گالی، پیر پکڑنا شخصیت پرستی،، بیعت کرنا منسوخ اور وظیفہ پڑھنا ممنوع ہے۔ ذرا یہ تو بتاؤ، کہ اس کتاب میں موجود اپنے سینکڑوں اسلاف بزرگوں کو مسلمان بھی سمجھتے ہو یا۔۔۔۔!!! یہ کیسی رلا دینے والی سوچ ہے کہ **جن کی جوتیوں کے صدقے تم موحد اور متبع سنت بنے، آج انہی اسلاف کے اعمال تمہارے نزدیک ''محل نظر'' ہو گئے؟**۔ (از: مرتب)

دیگر مسالک کی دلجوئی کا خیال

مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ مسلک کے اعتبار سے غیر مقلد ہیں اور یہ عام خیال اور تجربہ ہے کہ غیر مقلد حضرات بہت سختی سے اپنے مسلک کی پابندی اور اس کا اظہار کرتے ہیں، مگر مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ اور مرحوم مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ یہ دو ایسے غیر مقلد میں نے دیکھے ہیں جو اپنے مسلک سے ہٹے بغیر دوسروں کی دل جوئی کا خیال رکھتے۔

ریڈیو پر ہر قسم کے دینی موضوعات پر مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ نے تقریریں کی ہیں مگر کبھی ایک فقرہ بھی ایسا نشر نہیں ہوا جو قابل گرفت ہو یا کسی دوسرے مسلک پر تنقید کا پہلو لیے ہوئے ہو۔ (ارمغان حنیف ص: ۲۱۳)

قارئین! اب مولانا حنیف ندوی مرحوم کے ہاتھوں ترجمہ شدہ، تصوف کا اصلی چہرہ پیش کرنیوالی کتاب ''تعلیمات غزالی رحمۃ اللہ علیہ'' کے چند اوراق کا مطالعہ فرمائیں۔

Marfat.com

تعلیماتِ غزالی

مصنف:۔ مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ

ناشر:۔ علم و عرفان پبلشرز.....9 لوئر مال، عقب میاں مارکیٹ، اردو بازار (لاہور)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تصوف کے شناور

قانون و شریعت کے سانچوں پر اہل علم نے چار طریقوں سے غور کیا ہے۔ ایک اس طریق سے کہ مسائل و جزئیات کا تفصیلی نقشہ کیا ہے اور شریعت اسلام کی وسعتیں کن کن جزئیات و تفریعات کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ یہ فقہ ہے اور اس کے جاننے والے کو فقیہہ کہا جاتا ہے۔

غور و فکر کا دوسرا نہج یہ ہے، کہ ان جزئیات و فروغ کے پیچھے جو اصول، قانونی روح اور قواعد کلیہ کارفرما ہیں، ان کا سراغ لگایا جائے۔ تیسرا نقطہ نظر یہ ہے، کہ شریعت و فقہ کی جزئیات کو عقل و خرد اور فلسفہ و حکمت کی کسوٹیوں پر پرکھا جائے۔ یہ علم الکلام ہے۔

غور و فکر کا چوتھا مگر زیادہ اہم اسلوب یہ ہے کہ جزئیات، رسوم، شعائر اور عبادات و اخلاق میں جو باطنی روح ہے اس کا کھوج لگایا جائے۔ اس فلسفہ کی نشاندہی کی جائے جس کا تعلق دماغ کی اوپری سطح سے نہیں، دل کی گہری اور عمیق کیفیتوں سے ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ اسلامی نظام حیات کے اندر ذوق و وجدان کی جو مناسبتیں پنہاں ہیں، ان کو اجاگر کیا جائے اور ان حقائق کو منظر عام پر لایا جائے، جن کو عطر دین یا روح دین قرار دیا جا سکتا ہے۔ غور و فکر کا یہ انداز تصوف ہے۔ بشرطیکہ اس کے پہلو بہ پہلو عمل و مجاہدہ کے لطائف بھی پائے جائیں۔ غزالی رحمہ اللہ میں یہ چاروں صفات نہایت توازن اور اعتدال کے ساتھ موجود ہیں۔ یہ بیک وقت فقیہہ و اصولی بھی ہیں، اور فلسفہ و تصوف کے ہوش مند شناور بھی۔

تصوف و فقہ کا باہم امتزاج

ہماری اس کتاب کا موضوع، ان کی انہی کوششوں کو ترتیب کے ساتھ پیش کرنا ہے، جن میں تصوف و فقہ کو باہم سمو دیا گیا ہے اور اسلام کے فقہی نظام کی ایسی عارفانہ، دلنشین اور لگتی ہوئی ترجمانی کی گئی ہے جس سے داعیات محبت ابھرتے ہیں۔ دین سے وابستگی بڑھتی ہے اور ذوق و شوق کے کوائف تازہ ہوتے ہیں۔ ناممکن ہے کہ کوئی شخص غزالی رحمہ اللہ کے ان شہ پاروں کا مطالعہ کرے اور بغیر کسی تاثر پذیری کے گزر جائے۔ قلب و ذہن کی سلامتی البتہ شرط ہے۔ یہ انتخاب ان کی مشہور کتاب ''احیاء العلوم'' سے ماخوذ ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۰-۱۱)

لفظ تصوف کی بنیاد

صوفی کا ماخذ کونسا لفظ ہے اور اس کی اصل و اساس کیا ہے؟ اس کا جواب متفق علیہ نہیں۔ کچھ لوگ اسے صفا سے مشتق مانتے ہیں۔ کسی کے نزدیک یہ صف سے نکلا ہے۔ بعض نے اسے اصحاب صفہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۱)

Marfat.com

تصوف الفاظ نہیں حقیقت کا نام

مولانا جامی رحمہ اللہ نے ''نفحات الانس'' میں تصریح فرمائی ہے۔کہ پہلا شخص جو صوفی کے نام سے موسوم ہوا، ابو ہاشم سفیان ثوری رحمہ اللہ کا ہم عصر ہے۔انہیں کیوں صوفی کہا گیا؟ اس کا ٹھیک سبب نہیں معلوم ہوسکا۔ ہمارے نزدیک اشتقاق و انتساب کی یہ بحث سرے سے لاحاصل ہے۔کیوں کہ تصوف 'لفظ ولقب سے کہیں زیادہ حقیقت کا نام ہے۔ایک جیتی جاگتی زندگی سے تعبیر ہے اور ایک خاص انداز زیست اور نقطہ نظر کا مظہر ہے۔جس کا تعلق صفائے قلب و باطن سے بھی اتنا ہی ہے جتنا پاک باز ان اسلام کی صف سے۔اسی طرح اصحاب صفہ کی طرح دنیا کے مزخرفات سے بے نیاز حضرات سے بھی ان کو شرف انتساب حاصل ہے اور سادہ زندگی اختیار کرنے والے پشمینہ پوش زہاد سے بھی ان کا تعلق ثابت ہے۔(تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۲)

تصوف کا نقطۂ آغاز

اس کا آغاز کب ہوا، اور کب اس نے ایک فلسفہ حیات کی متعین شکل اختیار کی؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ جو درحقیقت دو سوالوں پر مشتمل ہے۔ایک یہ کہ اس کے نقطۂ آغاز کی تعیین کی جائے۔دوسرے یہ کہ اس کی ارتقائی کڑیوں کو نظر و بصر کے سامنے لایا جائے۔اب جہاں تک سوال کے اس حصہ کا تعلق ہے کہ اس جاں بخش اور حیات آفرین تحریک کے نقطۂ آغاز کی تعیین کی جائے۔اس کے بارے میں دوٹوک اور فیصلہ کن بات کہنا مشکل ہے۔کیوں کہ دینی و علمی تحریکیں اپنے سفر کا آغاز کسی متعین وقت سے نہیں کرتیں۔ بلکہ ہوتا یہ ہے کہ ابتدا فکر وعمل کے کچھ سادہ نقطے معاشرہ کی سطح پر ابھرتے ہیں اور پھر وقت کی رفتار اور مناسبتوں سے یہی نقطے متعین نقوش کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔جن میں رنگ و روغن بھی ہوتا ہے اور شوخی اور جلا بھی ہے۔ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی علمی و دینی تحریک یکایک اپنے تمام لوازم اور خصوصیات کے ساتھ آن کی آن میں اُبھر آئے۔تدریج وارتقا فطرت کا ہمہ گیر اور اٹل اصول ہے، جس سے تصوف کو کسی طرح بھی مستثنیٰ نہیں قرار دیا جاسکتا۔اگر یہ مفروضہ صحیح ہے تو اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ تصوف کو بھی شروع شروع میں بس ایک بیج ہی تصور کیا جائے جس کے مضمرات نمود ابھی پنہاں اور مستور ہیں۔ اس کو ایک صالح معاشرہ میں بکھیرا گیا جو اس کیلئے بمنزلہ زمین کے تھا۔یا جسے کھیتی کہہ لیجئے۔پھر وقت و ماحول کی سازگاریوں نے آہستہ آہستہ اس کو اُگایا اور بڑھایا۔یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے ایک بارآور اور تنومند درخت کی شکل اختیار کر لی۔ جس کے فیوض کبھی ختم ہونے والے نہیں۔(تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۲-۱۳)

تصوف کی ابتداء صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور سے

یہ معاشرہ جس میں معرفت وتصوف کے بیج بوئے گئے، صحابہ رضوان علیہم اجمعین کا معاشرہ ہے۔ان میں تقویٰ، اخلاص اور محبت وعشق الٰہی کے وہ تمام مضمرات موجود تھے جنہوں نے آگے چل کر تصوف اور صوفیاء کی شکل اختیار کی۔ان کی زندگی کا کیا رنگ ڈھنگ تھا؟ قرآن نے اس پر پوری طرح روشنی ڈالی ہے: ''تتجافی جنوبھم عن المضاجع'' (سجدہ: ۲۹) ''ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں۔''

Marfat.com

اس کا مطلب ہے کہ یہ لوگ زاہدان شب زندہ دار ہیں، یہ نرم اور گرم بستروں پر سونے کے بجائے راتوں کو اُٹھ کر یادالٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔یعنی رات ان کیلئے وہ تاریک اور اکتادینے والا لمبا عرصہ نہیں کہ انہیں ایک عربی شاعر کے ہمنوا ہو کر کہنا پڑے۔

الا ایھا اللیل الطویل الا انجلی

اے نہ ختم ہونیوالی رات، تو کبھی صبح کی سپیدی سے بدلے گی بھی یا نہیں؟

بلکہ یہ زبان حال سے اس کے برعکس یوں کہتے ہیں۔

لیلی بو جھک مشرق و ظلامہ فی الناس ساری

میری رات تیرے چہرۂ روشن کی وجہ سے روشن اور مستنیر ہے حالانکہ دوسروں میں اس کی ظلمتوں کا دَور دورہ ہے۔

والناس فی سدف الظلام و نحن فی ضوء النہاء

لوگ رات کی تاریکیوں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں اور ہم دن کی کھلی روشنی میں سانس لے رہے ہیں۔ان کے ذوق عبادت کی تصویر قرآن نے ان الفاظ میں کھینچی ہے:

تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا: (فتح:۲۹)

''تو ان کو دیکھتا ہے کہ خدا کے آگے جھکے ہوئے سربسجود ہیں اور خدا کا فضل اور خوشنودی طلب کر رہے ہیں۔'' سب سے بڑھ کر یہ کہ:''والزمھم کلمۃ التقوی''(فتح:۲۷)''اور ان کو پرہیزگاری کی بات پر قائم رکھا۔''

صوفی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وضاحت

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہماری مراد باصطلاح محدثین وہ نہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کم از کم ایک مرتبہ نصیب ہوئی ہے۔اگرچہ یہ رتبہ بھی اپنی جگہ کچھ کم نہیں۔ہمارے نزدیک صحابہ رضی اللہ عنہم سے مقصود وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کو صلحا و اتقیا کا میر قافلہ کہا جا سکتا ہے۔جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت و رفاقت سے باقاعدہ مستفید ہوئے۔جنہوں نے آغوش نبوت میں تعلیم وتزکیہ کی منزلیں طے کیں،اور جلوت و خلوت میں ساتھ رہے۔جنہوں نے دنیا کو ہمیشہ مرجوح اور ناقابل التفات سمجھا اور دینی اقدار کو ہمیشہ راجح،اور جن کی مملکت فقر میں غنائم اور فتوحات کی کثرت کوئی تغیر نہ پیدا کر سکی۔دوسرے لفظوں میں جن کی استقامت کا یہ عالم رہا کہ ایک دفعہ اگر تقوٰے وعفاف کی راہ پر قدم بڑھائیں تو آخر تک اس رسم عشق کو نبھانے کی کوششیں جاری رکھیں۔ہم انہیں **صوفی صحابہ رضی اللہ عنہم** کے نام سے موسوم کریں گے۔اس فہرست سے پہلے تو خلفاء اربعہ کے نام مندرج ہوں گے اور اس کے بعد ایسے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو بالطبع متصوف تھے اور جن کی زندگی اور سیرت و کردار کا نقشہ کسی طرح بھی ان لوگوں سے مختلف نہیں۔جن کو آگے چل کر ہم نے عارف وصوفیاء

نور پھیلانے والا پیدائشی ولی

مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ نے خواب دیکھا کہ ان کی گود میں چودھویں رات کا چاند آ گرا ہے اور اس کی روشنی مشرق سے مغرب تک چلی گئی ہے۔اس کی تعبیر پر بتایا گیا کہ اس خاتون کے بطن سے بیٹا پیدا ہوگا جو بڑا ہو کر کتاب وسنت کی تبلیغ کرے گا اور اس کی تبلیغ سے لوگ مستفیض ہونگے اور شریعت مطہرہ کا نور پھیلے گا اور پھر ایسا ہی ہوا۔(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

کے لقب سے پکارا۔ جیسے حضرت سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۵)

گلشن تصوف کا ابتدائی پودا

ہم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں جو یہ کہا ہے کہ ان میں تصوف کا ابتدائی سادہ نقشہ پایا جاتا تھا اور یہ گلشن تصوف کے وہ گل بوٹے تھے، جو آگے چل کر خوب کھلے اور مہکے، اور جن کی شمیم انگیزیوں نے ایک عالم کو روحانی انبساط بخشا۔ تو اس کا خدانخواستہ یہ مطلب نہیں کہ بعد میں آنے والے مراتب وکمالات میں ان سے آگے بڑھ گئے۔ اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ تصوف مصطلحہ نے آئندہ چل کر تقویٰ واخلاص کا جو معیار مقرر کیا، اس کیلئے جو اصول وضع کیے، جو قاعدے ٹھہرائے اور جو سانچے ڈھالے اور قلب وضمیر کے جن جن لطائف کی نشاندہی کی ان حضرات کی زندگیوں میں اس کی سادہ اور ابتدائی مثالیں ملتی ہیں۔ چناں چہ ان میں وہی ذوق عبادت ہے، وہی اللہ تعالیٰ سے ربط وتعلق کا عالم ہے، وہی محبت وشوق کے داعیے ہیں۔ وہی اصول کی پاکیزگی اور یقین واذعان کے پیمانے ہیں جن کو تصوف کا مابہ الامتیاز قرار دیا جاسکتا ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۵-۱۶)

خلفائے راشدین تصوف کی بنیاد

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوانح سے کون ناواقف ہے؟ اور ان کے رتبہ صدیقیت کی جو بلندیاں ہیں ان کو عرفان و سلوک کے دائروں سے کون الگ کرسکتا ہے؟ بلکہ اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر ہمیں بعض مستشرقین کی اس رائے سے اتفاق ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کو منصب نبوت کے قریب تر ٹھہرایا جاسکتا ہے تو وہ انہی کی ذات گرامی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مرتبہ اجتہاد اور زندگی کی تابحد خشونت سادگی اور تورع سے کس کو انکار ہے؟ اور کون کہہ سکتا ہے کہ یہ مقام تصوف کا اعلیٰ ترین مقام نہیں۔ انہوں نے اسلام کی نعمتوں کو جس طرح عام کیا ہے، اور فریضہ جہاد کے تقاضوں کو جس طرح ادا کیا ہے؟ اس کیلئے رہتی دنیا تک اسلامی دنیا ان کے ممنون احسان رہے گی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی دولت سے کس طرح ریاض نبوت کو سینچا، جس طرح حیات وعفاف کا ثبوت دیا اور جس استقلال سے خرقہ خلافت کی حفاظت کی۔ اس کی شہادت پر خود ان کی شہادت گواہ ہے؟ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جامع الصفات شخصیت کو کون بھول سکتا ہے؟ جن میں مع شیئ زائد تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ادابائے خاص کی کچھ کچھ جھلک پائی جاتی ہے۔

غرض یہ ہے کہ اگر زہد وورع، سیرت وعمل کی پاکیزگی وبلندی اور ایمان وایقان کی پختگی واستواری ایسی صفات حسنہ کو ہم تصوف کی اولین اساس اور ضروری بنیادی قرار دیتے ہیں تو لامحالہ ہمیں ماننا پڑے گا۔ کہ اس کی تاریخ کا نقطۂ آغاز یہی بابرکت ہستیاں ہیں اور انہی سے عرفان وسلوک کے مختلف سوتے پھوٹے ہیں۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۶-۱۷)

تصوف کی دیگر ارتقائی کڑیاں

سوال کے دوسرے حصے کا منشا یہ ہے کہ ارتقائی کڑیوں پر ایک نظر ڈال لی جائے۔ اس مرحلہ پر ہمیں زیادہ درکار نہیں ہے۔ اس

Marfat.com

سلسلہ میں صرف اس قدر جان لینا کافی ہے کہ صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا دور شروع ہوتا ہے اور اسی دور کے ساتھ ملا ہوا وہ دور ہے جس میں زہد وورع نے باقاعدہ ایک نظریۂ حیات اور شعار کی حیثیت اختیار کر لی۔ تابعین اور تبع تابعین کا دور جہاں ختم ہوتا ہے اور صوفیاء کے دور کا آغاز کن نکات سے ہوتا ہے؟ اس کی سرحدوں کی تعیین سخت دشوار ہے۔ تاریخ سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ دوسری صدی ہجری کے اختتام تک اسلامی معاشرہ میں ایک متعین گروہ ایسا پیدا ہو چکا تھا جنہیں لوگ صوفیاء کے نام سے موسوم کرتے تھے اور تیسری اور چوتھی صدی ہجری تک اس نظریۂ حیات اور زندگی کے خاص اسلوب ونہج نے نہ صرف پورے عالم اسلام میں اچھا خاصہ فروغ حاصل کر لیا تھا بلکہ اپنی تبلیغی کوششوں کو ایک تنظیم کی شکل دے دی تھی اور اپنے علوم ومعارف و مدون کر لیا تھا۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۷)

ترتیب ارتقاء پر ابن سینا کی شہادت

اس سلسلہ میں ابن سینا نے اشارات میں جو کچھ کہا ہے، اس سے ترتیب ارتقاء کا صحیح نقشہ نظر وبصر کے سامنے آ جاتا ہے:

المعرض عن متاع الدنيا وطيباتها يخص باسم الزاهد والمواظب على فعل العبادات من القيام والصيام ونحوهما يخص باسم العابد والمتصرف بفكره الى قدس الجبروت مستنيرا لشروق نور الحق في سره يخص باسم العارف وقد يركب بعض هذه مع بعض۔

”جو شخص متاع دنیا اور اس کے طیبات سے اعراض کناں ہوا اس کو زاہد کہا گیا۔ جس نے عبادات مثلاً صوم وصلوٰۃ اختیار کی اس کو عابد کے نام سے پکارا گیا اور جس نے غور وفکر کی قوتوں کو قدس جبروت کی جانب متوجہ کیا اور انوار الحق سے مستنیر ہو کر باطن کو سنوارا اسے عارف کے لقب سے نوازا گیا۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ان گروہوں میں کوئی خط امتیاز کھینچا جا سکتا ہے یہ تینوں آپس میں باہم مختلط بھی ہو جاتے ہیں۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۷-۱۸)

تاریخ کے مشہور متصوفین

متصوفین میں وہ مشہور شخصیتیں کون ہیں؟ جن کے اعمال وافکار پر تصوف کا قصر رفیع تعمیر ہوا؟ ان سے متعلق بڑی طویل فہرست ہے۔ ہم ان میں سے چند حضرات کا ذکر کیے دیتے ہیں:

(۱) ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ

المتوفی ۱۶۲ھ یہ خراسانی مدرسہ فکر کے بانی ہیں۔ تصوف کی کتابوں میں ان کے اقوال کو اکثر نقل کیا جاتا ہے۔ انہوں نے کیوں کر طہارت وزہد کی زندگی اختیار کی؟ اور کس طرح تخت وتاج کی آسائشوں کو ٹھکرا دیا؟ اس کے بارے میں ایک دلچسپ قصہ بیان کیا جاتا ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۸)

حکایات صوفیاء کی علمی توجیہ

بات یہ ہے کہ مؤرخین اور محدثین کا نقطۂ نظر اور موضوع ان سے بالکل جداگانہ ہے یہ جہاں نفس واقعات کی چھان پھٹک

Marfat.com

سے کام لیتے ہیں۔ یا روایات کی تحقیق اور اس کے مراتب صحت کی تعیین میں دادِ علم دیتے ہیں وہاں صوفیاء اس جھمیلے میں پڑے بغیر صرف یہ دیکھتے ہیں کہ کس واقعہ یا روایت میں ان کے ذوق و وجدان کی تسکین زیادہ ہوتی ہے۔ یا کس واقعہ یا روایت یا تاثر پذیری اور عبرت و تذکار کے پہلو زیادہ نکھرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے ان کتابوں اور تحریروں میں بے شمار ایسے عجائب کا پتہ چلتا ہے جن کی علمی توجیہہ بیان کرنا آسان نہیں۔ ہمارے نزدیک یہ دونوں نقطہ ہائے نظر اپنی اپنی جگہ مفید ہیں۔ بشرطیکہ ان کے حدود کو ٹھیک سمجھ لیا جائے۔ یہی نہیں ان میں باہمی کوئی تعارض بھی نہیں پایا جاتا۔ محدثین اور مورخین کی کوششوں کا کھلا ہوا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح واقعات و حقائق اور شریعت کے تمام گوشے پوری صحت کے ساتھ نظر و بصر کے سامنے آجاتے ہیں اور صوفیاء کے اقوال و حکایات کا ماحصل یہ ہے کہ ان سے عبرت و نصیحت، اور تاثر و انفعال کے وہ نوادر اور لطائف مستنبط ہوتے ہیں جو ذہن و فکر کی دنیا کو پلٹ کر رکھ دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کی ادبی افادیت کا پہلو ایسا ہے کہ جس سے گویا فارسی اور عربی لٹریچر میں زندگی کی نئی روح بیدار ہو گئی ہے۔ اس میں ان اقوال و حکایات کی بدولت گہرائی، معنویت اور بلاغت کے ایسے اچھوتے محرکات کا بیش قیمت اضافہ ہوا ہے جو اس سے پہلے موجود نہیں تھے اور ایسی دلنواز روحانیت پیدا ہو گئی ہے، جس نے فارسی اور عربی ادب کو حیات جاوید بخش دی ہے اور نکھار دیا ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۹)

(۲) ابوالفیض ذوالنون مصری رحمہ اللہ

المتوفی (۲۴۶) سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ کے استاد اور محاسبی رحمہ اللہ کے معاصر ہیں۔ ان کا علم و فضل اور ورع و تقویٰ اور حال و وجدان تمام صوفیا کے حلقوں میں مسلم ہے۔ ان کے اقوال میں کہیں کہیں وحدت الوجود کی جھلک پائی جاتی ہے۔ کتاب و سنت کے سختی سے پابند تھے۔ اس کی محبت کے بارہ میں ان کا قول ہے:

من علامات حب اللہ عزوجل متابعة حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اخلاقه و افعاله واوامره و سننه۔

''اللہ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اللہ کے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پوری متابعت کی جائے۔ ان کے افعال، اوامر اور سنن سب میں۔''

فقہاء انہیں غالباً وحدت الوجود ہی کی بنا پر زندیق سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ متوکل سے ان کے ملحدانہ عقائد کی شکایت کی گئی۔ تو اس نے بلا بھیجا۔ یہ گئے، اور ایسی مؤثر تقریر کی۔ کہ متوکل کی روتے روتے گھگھی بندھ گئی۔ اس پر اس نے اعزاز اور تکریم کے ساتھ انہیں مصر واپس جانے کی اجازت دے دی۔

ان سے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ حکمت اسلام کے علاوہ انہیں مصری اسرار پر بھی عبور حاصل تھا۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۹-۲۰)

(۳) ابوعلی فضیل بن عیاض رحمہ اللہ

(المتوفی ۱۸۷ھ) تصوف میں عراقی مدرسہ فکر کے حامل تھے۔ پہلے ڈاکو تھے۔ پھر اللہ نے توبہ و اخلاص کی نعمت سے نوازا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پیشے کا رخ بدل گیا۔ پہلے اگر لوگوں کا مال لوٹتے تھے تو اب انہوں نے خزائن معرفت پر ڈاکہ ڈالنا شروع کیا۔ طبیعت و

Marfat.com

ذوق کے اعتبار سے حزن پسند تھے۔ ابو علی رازی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ میں ان کی صحبت میں تیس برس تک رہا۔ میں نے کبھی انہیں ہنستے اور تبسم فرماتے نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ یہ ہنسے۔ یہ وہ وقت تھا جب ان کا لخت جگر علی فوت ہوا۔ میں نے پوچھا، اس پر آپ رحمہ اللہ کیوں ہنسے ہیں۔ ان کا جواب یہ تھا جب میرے مولا کو علی کی موت پسند ہے تو میں کیوں نہ اس پر مسرت کا اظہار کروں۔ دنیا کے بارے میں ان کا نقطہ نظر یہ تھا:

لو ان الدنيا بحذ افيرها عرضت على ولا يحاسب بها لكنت اتقذرها كما يتقذر احد كم الجيفة۔

اگر دنیا اپنی تمام دلچسپیوں کے ساتھ مجھے دیدی جائے، اور اس پر کسی محاسبہ کا بھی اندیشہ نہ ہو، تب بھی میں اسے ایسا ہی ناپاک سمجھوں گا جیسے تم مردار کو ناپاک سمجھتے ہو۔

جب مکہ میں ان کا انتقال ہوا تو عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا آج دنیا سے حزن وغم اُٹھ گیا ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۰-۲۱)

(۴) بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۲۶۱ھ) مشہور صوفی ہیں۔ ان پر سکر وحال کی کیفیتیں اکثر طاری رہتیں۔ وحدت الوجود کا رنگ ان میں نسبتاً زیادہ شوخ اور چوکھا نظر آتا ہے۔ یہ پہلے صوفی ہیں جنہوں نے واقعہ معراج نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سالک کیلئے ایک نصب العین کی حیثیت، سے پیش کیا ہے اور بتایا ہے کہ اسراء کی کیفیات سے یہ بہرہ مند ہوئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ انہیں آسمانوں پر پرواز کا روحانی تجربہ ہوا ہے، جہاں انہوں نے جنت دوزخ کا نظارہ کیا ہے، شجرہ توحید کو بچشم خود دیکھا ہے اور قرب الٰہی کی منزلیں طے کی ہیں۔ یہی نہیں اللہ سے تکلم کا شرف بھی حاصل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے کیا فرمایا، انہیں کے الفاظ میں دیکھیے:

''او ابو یزید تو اپنے پندار انا سے اسی وقت نکل سکتا ہے، جب میرے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرے اور اس مٹی کو جس پر ان کے نقوش پا مرتسم ہیں اپنے لیے سرمہ چشم قرار دے۔'' علم اور اس کے تقاضوں کے بارہ میں ان کا ایک حکیمانہ قول ملاحظہ ہو:

علمت فى المجاهدة ثلاثين سنة فما وجدت شياء اشد على من العلم و متابعته ولو لااختلاف العلماء لتعبت و اختلاف العلماء رحمة الاخى تجريد التو-حيد۔

تیس برس تک میں نے مجاہدہ کی سختیاں جھیلی ہیں مگر علم اور اس کی اتباع سے زیادہ سخت چیز میں نے نہیں پائی۔ علماء امت کا باہمی اختلاف تنزیہ توحید کے علاوہ باعث رحمت ہے اور اگر یہ اختلاف رائے پایا نہ جاتا تو میں علم کی یکسانی و یک رنگی سے اکتا جاتا۔

ان کے آباء اجداد مجوسی تھے۔ اس مناسب سے کہا کرتے تھے کہ میں جب بھی نماز پڑھتا ہوں، یہ محسوس کرتا ہوں، گویا میں نے ابھی ابھی مجوسیت سے توبہ کی ہے اور قطع زنار کے درپے ہوں۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۱-۲۲)

شرعی اوامر کی اہمیت

کرامات کو ولایت کی نشانی نہیں سمجھتے تھے۔ ان کا قول ہے:

لونظر تم الى رجل اعطى من الكرامات حتى يرتقى فى الهواء فلا تغتروا به

Marfat.com

حتی تنظروا کیف تجدونہ عند الامر والنھی و حفظ الحدود واداء الشریعۃ۔

''اگر تم دیکھو کہ ایک شخص کو کرامات سے بہرہ وافر ملا ہے۔تو اس سے دھوکہ نہ کھاؤ۔اس میں دیکھو کہ اوامر و نواہی کے بارہ میں اس کا طرز عمل کیا ہے؟ حفظ حدود کا کس درجہ پابند ہے اور شریعت کے تقاضوں کو کس حد تک پورا کرتا ہے۔''

(۵) ابو علی شفیق بن ابراہیم بلخی رحمہ اللہ

حاتم الاصم رحمہ اللہ کے شیخ الاستاد تیسری صدی ہجری کے بلند پایہ صوفی، توکل و صبر کے پیکر اور معرفت کے رکن رکین ہیں، یہ کیوں کر زہد و تقویٰ کی طرف مائل ہوئے؟ اس کے بارے میں کئی قصے مشہور ہیں۔ کہتے ہیں ان کا پیشہ تجارت تھا۔ایک مرتبہ قحط پڑا، جس سے یہ بہت پریشان ہوئے، سوچنے لگے کہ رزق کی کشائش کیلئے کیا تدبیر اختیار کی جائے، اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک غلام رنگ رلیوں میں مصروف ہے، اور خوشی و انبساط سے اچھل کود رہا ہے، اس سے پوچھا قحط و پریشانی کے ان دنوں میں سرمستیاں۔کیا تجھے کھانے پینے کی فکر نہیں۔اس نے کہا جناب نہیں۔میرے مالک کا ایک گاؤں ہے، جس نے ہم دونوں کو اس احتیاج سے بے نیاز کر رکھا ہے۔یہ اس گفتگو سے بہت متاثر ہوئے۔دل نے کہا کیا تیرے مولا و آقا کے پاس یہ پوری زمین اپنی تمام تر شادابیوں کے ساتھ موجود نہیں اور اگر تیرا تعلق کم از کم اتنا ہی ہے جتنا کہ اس غلام کا اپنے آقا سے ہے تو پھر اس پریشانی اور اضطراب کے کیا معنی؟ (تعلیمات غزالی، ص: ۲۲-۲۳)

حصول معرفت میں چار ضروری نکات

معرفت کے متعلق ان کا حسب ذیل قول حاتم الاصم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے:

اگر ایک شخص دو سو برس تک زندہ رہتا ہے اور اس کو ان چار چیزوں کی معرفت حاصل نہیں۔تو اس کو جہنم کی آتش سے کوئی نہیں بچا سکتا:

(۱) خدا کی معرفت، (۲) اپنا عرفان، (۳) خدا کے اوامر و نواہی کی معرفت۔۔اور (۴) خدا اور اپنے دشمن کی معرفت۔

خدا کی معرفت کا مطلب یہ ہے کہ تو اپنے دل سے اس حقیقت پر یقین رکھے کہ اس کی ذات گرامی کے سوا اور کوئی بخشش و عطا یا نفع و ضرر پر قادر نہیں۔

اپنے عرفان سے یہ مقصود ہے کہ تو اپنی بیچارگی کو پوری طرح محسوس کرے، اور اس حقیقت کو جاننے کی کوشش کرے کہ تو کسی شخص کو بھی نفع و ضرر پہنچانے پر قادر نہیں۔یہی نہیں، تجھے براہ راست کسی چیز پر بھی اختیار حاصل نہیں۔

خدا کے احکام یا اوامر و نواہی کا عرفان اس بات کا مقتضی ہے کہ تو یہ یقین رکھے کہ ان احکام و مسائل کو تیرے نفس پر پورا پورا قابو حاصل ہے۔اس یقین کی علامت یہ ہے کہ ان کی بجا آوری کے سلسلہ میں جبن اور سستی یا بے صبری کو کوئی دخل نہ ہو۔

خدا اور اپنے دشمنوں کی معرفت کے معنی یہ ہیں۔کہ تمہیں محسوس ہو کہ تم اپنے ذوق و عبادات میں آزاد نہیں ہو۔بلکہ کچھ عوامل رخنہ اندازی کرنے والے بھی ہیں۔ان کے خلاف تمہیں بہر حال ایک لڑائی لڑنا ہے اور اس کے حملوں سے اپنے آپ کو بچانا ہے۔

(تعلیمات غزالی، ص: ۲۳)

Marfat.com

تقویٰ کی پہچان

تقویٰ کی پہچان کیا ہے؟اس کے بارے میں ان کا یہ حکیمانہ قول ماننے کے لائق ہے:

''تعرف تقوی الرجل فی ثلاثہ اشیاء فی اخذہ، فی منعہ و فی کلامہ''

''تو اگر کسی شخص کے مرتبہ اتقاء کا اندازہ کرنا چاہے تو تین چیزیں دیکھو، وہ کن چیزوں کو اختیار کرتا یا اپناتا ہے، کن چیزوں سے بازرہتا یا احتراز کرتا ہے، اور اس کی بات چیت کا موضوع کیا ہے؟'' (تعلیماتِ غزالی،ص:۲۳-۲۴)

(۶) ابوعبداللہ الحرث بن اسد المحاسبی رحمہ اللہ

(المتوفی، ۲۴۳ھ) ذی النون رحمہ اللہ کے معاصر تھے یہ غزالی رحمہ اللہ کے نہایت محبوب روحانی مرشد ہیں۔''احیاء العلوم'' میں ان کے اقوال کو انہوں نے اکثر نقل کیا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ان کی کتاب احیاء میں محاسبی رحمہ اللہ کی تحریرات کی جھلکیاں صاف نمایاں ہیں۔ یہ پہلے صوفی مصنف ہیں جنہوں نے اپنے خیالات وافکار کو قدیم حکمایونان کی طرح سوال وجواب کی صورت میں ضبط تحریر میں لانے کی کوشش کی۔ ان کی کتاب ''الرعایۃ بحقوق اللہ'' تصوف کے حقائق پر شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔

آربری نے اپنی کتاب تصوف (Sufism) میں ان کی ایک غیر مطبوعہ تحریر الوصایا سے ایک طویل باب نقل کیا ہے۔ جس کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ غزالی رحمہ اللہ کے بہت پہلے انہوں نے تحقیق و مذاہب کے سلسلہ میں اسی انداز کے تحلیل وتجزیہ سے کام لیا ہے۔ یہ غزالی کی شہرۂ آفاق کتاب ''المنقذ من الضلال'' میں پایا جاتا ہے۔

محاسبی، انہیں غالباً اس ضبطِ نفس کی بنا پر کہا جاتا ہے۔ جس کی انہوں نے بار بار تاکید کی ہے اور جس کو انہوں نے تقویٰ کی اساس قرار دیا ہے۔

''فصل فی المحبۃ'' ان کا ایک خاص مقالہ ہے۔ جس میں محبت کے متعلقات پر انہوں نے نہایت لطافت سے روشنی ڈالی ہے۔ افسوس ہے کہ ہم طوالت کے اندیشہ سے اس کے اقتباسات درج کرنے سے قاصر ہیں۔

قشیری رحمہ اللہ نے انہیں ان الفاظ میں خراج تحسین ادا کیا ہے:

عدیم النظیر فی زمانہ علماً و ورعاً و معاملۃ و حالا۔

اپنے زمانہ میں باعتبار علم، تقویٰ، معاملات اور احوال کے عدیم النظیر شخصیت۔

ان کے والدعقیدۃً قدری تھے اور بہت مالدار تھے۔ ان کے مرنے کے بعد مال و دولت کی کثیر مقدار انہیں بطور ترکہ میراث کے ملی لیکن انہوں نے اختلاف عقائد کے پیش نظر اس کو قبول نہ کیا۔ (تعلیماتِ غزالی،ص:۲۴-۲۵)

صوفیاء کے پانچ مستند مشائخ

صوفیاء میں یہ ان پانچ شیوخ میں سے ہیں، جن کو مستند مانا جاتا ہے۔

ابوعبداللہ خفیف رحمہ اللہ کا قول ہے:

Marfat.com

اقتدو ابخمسة من شیوخنا الباقون سلموا لھم حالھم الحرث بن اسد المحاسبی والجنید بن محمد وابو محمد رویم وابوالعباس بن عطاء وعمر وابن عثمان المکی لانھم جمعوابین العلم والحقائق۔

"ہمارے شیوخ میں ان پانچ کی اقتداء اختیار کرو اور باقی کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ محاسبی، جنید، ابومحمد رویم، ابوالعباس بن عطا، عمر بن عثمان رحمہم اللہ کی، کیونکہ یہ وہ حضرات ہیں جو علم وحقائق دونوں کے جامع ہیں۔" (تعلیماتِ غزالی، ص:۲۵)

ابوسلیمان الدارانی رحمہ اللہ

کتاب وسنت کی پابندی کا اس درجہ خیال رکھتے تھے کہ ان کے نزدیک وہ واردات قلب جن کا تعلق دینیات سے ہے اس وقت تک حجت ومستند نہیں، جب تک کہ ان کو کتاب وسنت کی خارجی کسوٹی پر پرکھ نہ لیا جائے۔ چناں چہ ان کا کہنا ہے:

ربما یقع فی قلبی نکتة من نکتہ تدوم ایاما فلا اقبل منه الا بشاہدین عدلین الکتاب والسنة۔

"میرے دل میں کبھی متصوفانہ نکات کا القاء ہوتا ہے اور کئی کئی دن تک میں انہیں یونہی دل میں پڑا رہنے دیتا ہوں اور اخذ و قبول پر راضی نہیں ہوتا۔ تاوقتیکہ دو شاہد عدل اس کی تائید نہ کردیں، یعنی اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔"

"اذا سکنت الدنیا القلب لرحلت منه الاخرة" جب دنیا کسی شخص کے دل میں سکونت اختیار کر لیتی ہے تو آخرت کا خیال اسی وقت دل سے نکل جاتا ہے۔" (تعلیماتِ غزالی، ص:۲۵-۲۶)

ابوسلیمان داؤد بن نصیر الطائی رحمہ اللہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ صاحبین امام محمد اور امام ابویوسف رحمہما اللہ دونوں اختلافی مسائل میں ان کو اپنا حکم تسلیم کرتے اور ان کی رائے اور فتویٰ کو صائب جانتے تھے۔ یہ امام محمد رحمہ اللہ کی بے حد عزت کرتے تھے۔ لیکن قاضی ابویوسف سے اس بنا پر خفا تھے کہ انہوں نے اپنے استاد کی روش کے علی الرغم عہدہ قضا کیوں قبول کرلیا۔

اس خفگی کے پیش نظر ان کا معمول یہ تھا کہ اگر یہ دیکھتے کہ امام محمد رحمہ اللہ کا مسلک صحیح ہے تو کہتے، محمد کا مسلک صحیح ہے اور اگر قاضی ابویوسف رحمہ اللہ کی رائے جچی تلی محسوس ہوتی ہے، تو نام لیے بغیر کہتے اس نوجوان کی رائے زیادہ قرین صواب ہے۔

یہ کس طرح زہد وورع کی جانب ملتفت ہوئے، اس کے بارے میں مختلف حکایتیں کتب تصوف میں مذکور ہیں۔ ہمارے نزدیک اس کا ایک ہی سبب تھا اور وہ یہ کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے زہد وتقویٰ نے انہیں متاثر کیا اور ان کے داعیات شوق کو اُکسایا۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۲۶-۲۷)

تعلق مع اللہ کی نوعیت

صوفیاء میں ان کا درجہ بہت بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ان کے ربط وتعلق کی کیا نوعیت تھی، اس کا اندازہ ان کے اس قول سے لگایئے۔ جب یہ رات کی تاریکی میں روح کے اجالے کا سامان بہم پہنچاتے اور تہجد کیلئے کھڑے ہوتے تو کہتے: "الھی ھمک عطل علی الھموم الدنیویة" پروردگار! تیرے ایک غم نے میرے تمام دنیوی غموں کو بھلا دیا اور معطل کر دیا ہے۔

Marfat.com

ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے۔حتیٰ کہ خادمہ کھانے کیلئے بلاتی تو فرماتے: ”بین مضغ الخبز و شرب الفتیت قراۃ خمسین ایۃ“ روٹی کھانے اور فتیت (ایک مشروب) پینے میں جتنا وقت صرف ہوتا ہے، اتنے میں پچاس آیات کی تلاوت ہو سکتی ہے۔(تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۷)

دقائق اخلاص کا خیال

اخلاص کے دقائق ولطائف کا بہت خیال رکھتے۔ایک مرتبہ ان کے ہاں ایک صاحب آئے، انہوں نے دیکھا کہ پانی کی صراحی دھوپ میں رکھی ہے۔ان سے نہ رہا گیا، کہنے لگے بھائی اس کو تو سایہ میں رکھ دیا ہوتا۔جواب ملاحظہ ہو:

”حین وضعتہا لم یکن شمس وانا استحیی ان یرانی اللہ امشیی لمافیہ حظ نفسی“۔

”آپ بجا ارشاد فرماتے ہیں، میں نے دراصل اسے سایہ ہی میں رکھا تھا، اب دھوپ آگئی ہے، اس کو اٹھا کر دوبارہ سایہ میں رکھنے میں یہ شرم مانع ہے کہ کہیں صراحی تک چل کر جانے کو میرے حظِ نفس پر نہ محمول کیا جائے۔“(تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۷)

ابوالقاسم جنید بن محمد رحمہ اللہ

(المتوفی۔۲۹۸ھ) سرخیل صوفیاء اور چمنستانِ تصوف کے گل سر سبد، عراق ان کا مولد ومنشا ہے۔ان کے والد شیشہ کا کاروبار کرتے تھے۔اس مناسبت سے انہیں قواریری بھی کہا جاتا ہے۔انہوں نے تصوف میں ایک خاص مدرسہ فکر کی بنیاد ڈالی ہے۔افسوس ہے کہ بعد کے آنے والے حضرات نے اس انداز کو آگے بڑھانے کی کوشش نہیں کی۔**ان کا شمار ان چند لوگوں میں ہوتا ہے، جنہوں نے تصوف کو خاص نظریات سے روشناس کرایا** اور اسے ایک متعین پیرایہ بیان بخشا۔محاسبی رحمہ اللہ سے انہیں تلمذ حاصل ہے۔توحید کیا ہے، اور غیر زمانی وجود کی کیا حقیقت ہے، اس کے بارہ میں ان کے اقوال کس درجہ فلسفیانہ حقیقت کے حامل ہیں۔دیکھیے توحید کے معنی یہ ہیں، کہ ازلی وابدی خدا کو زمانیات سے الگ کر کے دیکھا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان سے سوال کیا تھا۔الست بربکم ”کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔“

حضرت جنید رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ یہ گفتگو اس مرحلے کی ہے جب انسان نے ابھی وجود کا مادی پیرہن زیب تن نہیں کیا تھا اور زمانیات سے یکسر آزاد تھا۔یعنی اس کا وجود محض روحانی انداز و نہج کا تھا۔جو زمان ومکان کی گرفت میں نہیں آیا تھا۔

(تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۷-۲۸)

تصوف کی نعمت کیسے حاصل ہوئی

تصوف کی نعمت انہیں کیوں کر حاصل ہوئی۔ان کا اپنا قول ملاحظہ ہو۔

ما اخذنا التصوف عن القیل و القال ولکن عن الجوع و ترك الدنیا و قطع المالوفات والمستحسنات۔

ہم نے تصوف قیل وقال اور فقیہانہ بحث ومناظرہ سے حاصل نہیں کیا، بلکہ اس کیلئے گرسنگی کی اذیتیں جھیلی ہیں۔مالوفات اور پسندیدہ چیزوں کو ترک کیا ہے۔

Marfat.com

ان کا پختہ عقیدہ تھا کہ تصوف کی بنیاد کتاب وسنت کی تصریحات پر ہے۔ لہٰذا جو شخص ان نعمتوں سے محروم ہے اس نے تصوف کی بو بھی نہیں سونگھی۔ ان کا کہنا تھا: ''الطرق کلها مسدودة علی الخلق الامن اقتفی اثر الرسول علیه الصلوٰة والسلام''، خلق اللہ پر معرفت کے تمام دروازے بند ہیں الا یہ کہ آنحضرت ﷺ کے نقش قدم کی پیروی اختیار کی جائے۔

من لم یحفظ القرآن ولم یکتب الحدیث لا یقتدی به فی هذا الامر لان علمنا مقید بالکتاب والسنة۔

جس نے قرآن حفظ نہیں کیا اور حدیث قلمبند نہیں کی وہ معرفت کے باب میں اقتداء کے لائق نہیں۔ کیوں کہ ہمارے ہاں یہ علم مقید بہ کتاب وسنت ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۸-۲۹)

صوفیاء میں اتباع سنت کا جذبہ

کرامات کو وجہ فضیلت نہیں سمجھتے۔ ایک شخص ان کے زہد و ورع کا چرچا سن کر ان کے ہاں آیا اور کچھ عرصہ تک ان کی حرکات و سکنات کو بغور دیکھتا رہا۔ آخر ایک دن اجازت لے کر جانا چاہا۔ حضرت جنید رحمہ اللہ نے پوچھا اتنی جلدی کیوں جاتے ہو۔ اس نے کہا کہ **میں تو اس خیال سے آیا تھا کہ آپ بہت بڑے ولی ہوں گے اور آپ کے ہاں بڑی بڑی کرامتیں دیکھنے میں آئیں گی** لیکن افسوس میں نے تو کوئی کرامت ایسی نہیں دیکھی جس سے آپ کی ولایت کا اندازہ ہو سکے۔ جنید رحمہ اللہ مسکرائے انہوں نے کہا، اس عرصہ میں کیا تو نے دیکھا کہ میں نے ترک فرائض کا ارتکاب کیا ہو۔ اس نے کہا جی نہیں۔ آپ رحمہ اللہ نے کہا کیا ترک سنن کی نوبت آئی۔ اس نے کہا جی نہیں۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا، پھر کیا نوافل و مستحبات میں تساہل برتا گیا۔ اس نے کہا حضور یہ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ یہی میری کرامت ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۹)

مسٹر شکالیم کی طرفہ طرازی

اہم اور مقتدر مشائخ کی فہرست کافی طویل ہے۔ جس کو ہم اختصار کی خاطر نظر انداز کرنے پر مجبور ہیں۔ اس میں ہم نے ان پاکباز اور پاک نہاد خواتین کا ذکر نہیں کیا۔ جنہوں نے عرفان کے بادہ صافی سے سکر و مستی کی کیفیتیں پیدا کیں اور زہد و تقویٰ اور عفاف و پرہیز گاری سے ظاہر و باطن کی سج دھج کا اہتمام کیا۔ صرف رابعہ بصریہ رحمہا اللہ کا نام لے لینا اس سلسلہ میں کافی ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۹)

اختصار کی وجہ

اختصار کے پیش نظر ہم مشائخ کی اس فہرست میں ان لوگوں کو بھی شامل نہیں کر رہے ہیں جنہوں نے عملی مجاہدات کے ساتھ ساتھ قلمی مجاہدیات میں بھی نمایاں حصہ لیا ہے یعنی جنہوں نے تصوف کو نکھارا اور نئے نئے تصورات اور مصطلحات سے مالا مال کیا ہے۔ یا جن کی جنبش ہائے قلم سے تصوف نے ایک علم، ایک فن اور قابل فہم تصور کی حیثیت اختیار کی ہے۔ یوں بھی تصوف سے متعلق مستند تحریرات اور کتابوں کا دائرہ بدرجہ غایت سمٹا ہوا ہے۔ جس کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں:

Marfat.com

۱۔ یہ چوں کہ اپنے مزاج اور خصوصیات کے اعتبار سے علم سے زیادہ عمل ہے اس لیے اس کو ضبط تحریر میں لانے کی کوششیں بڑی حد تک محدود رہیں۔

۲۔ صوفیا چوں کہ نفی ذات (Negation) کے شدت سے قائل ہیں اس لیے نہیں چاہتے تھے کہ تحریر و نگارش کے چکر میں پڑیں۔ کیوں کہ ان کے نزدیک اظہار کا یہ اسلوب بھی نفس میں کبر و پندار پیدا کرنے کا باعث ہوسکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ خطرہ بھی ہے کہ کہیں عوام کی عقیدت کا رُخ ادھر نہ مڑ جائے۔ حالاں کہ انہیں سے یہ بھاگتے اور دور رہنے کا عزم کر چکے تھے۔

۳۔ جب علوم عقلیہ کا فروغ ہوا، بالخصوص نو افلاطونیت کے تصورات جب اسلامی معاشرہ میں پھیلے، تو صوفیاء کے عقائد بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ یہی نہیں ان خیالات نے اس درجہ اس کے ذہن وقلب و استیلاء حاصل کیا کہ ان کے پر جوش مبلغ بن گئے...... ظاہر ہے فکر ورائے کے اس نہج سے فقہاء و محدثین متفق نہیں ہوسکتے تھے اور یہی وہ گروہ تھے، جن کا عامۃ الناس میں زیادہ عمل دخل تھا۔ اس لیے صوفیاء مجبور ہوئے کہ اپنے ان عقائد کو عام نہ کریں اور از راہ احتیاط صرف انہیں حضرات تک ان کو محدود رکھیں جن میں صبر و برداشت کی صلاحیتیں بدرجۂ اتم پائی جائیں۔

۴۔ یوں بھی تصوف چوں کہ اصلاح وتزکیہ کی ایسی سطح سے متعلق ہے جس کے مخاطب خال خال حضرات ہی ہوسکتے ہیں، عوام نہیں، اس لیے مناسب یہی معلوم ہوا، کہ اس کی نشر واشاعت کے دائروں کو وسیع نہ کیا جائے۔

لیکن اخفاء واحتیاط کی ان تدبیروں میں چونکہ کھلی ہوئی مضرت یہ تھی کہیں علم ومعارف کا یہ گنجینہ ضائع ہی نہ ہو جائے۔ اس لیے کچھ حضرات نے بہر حال اپنی تحریری کوششوں کو جاری رکھا۔ خصوصاً حلاج کے قتل نے تو انہیں چونکا سا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک اچھے خام گروہ نے جرأت سے اپنے خیالات وافکار کو منظر عام پر لانے کا تہیہ کرلیا۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۳۰-۳۱)

تصوف پر تحریری علمی کاوشیں

یہ تحریری کوششیں کئی اقسام کی ہیں۔ کچھ لوگوں نے ان احادیث وآثار کو قلمبند کیا جن کا تعلق زہد ورقاق سے تھا، جیسے عبداللہ بن المبارک اور احمد بن حنبل رحمہا اللہ وغیرہم۔ کچھ حضرات نے سلسلہ تصوف کے مقتدر مشائخ واکابر کے اقوال وافعال کا دلآویز مرقع تیار کیا۔ جیسے ''حلیۃ الاولیاء صفتہ الصفوۃ اور تذکرۃ الاولیاءٗ' کے مصنفین، کسی نے نفس فن کے بارہ میں بحث کی اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات اور پیچیدگیوں کو حل کرنے اور سلجھانے کی کوشش کی جیسے قشیری، ہجویری اور کلاباذی رحمہم اللہ وغیرہ، ایک مختصر سا گروہ ان میں ایسا بھی ہے، جنہوں نے نہ صرف تصوف کی زلف معقد کو سنوارا اور سجایا، بلکہ جس نے اس کو گہرے تصورات اونچے معارف اور حکیمانہ طرز فکر سے بھی بہرہ مند کیا۔ جیسے نفاری، ابوالنصر سراج اور ابن عربی رحمہم اللہ وغیرہ۔ اس مختصر سی وضاحت کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قدرے ان اصطلاحوں کی تشریح کردی جائے۔ جو صوفیاء کے لٹریچر میں دائر وسائر ہیں۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۳۱)

صوفیائے کرام کی مشہور اصطلاحات

جس طرح منطق وفلسفہ کی اصطلاحیں ہیں۔ فقہ واصول کیلئے مخصوص الفاظ اور استعمالات ہیں۔ ٹھیک اسی طرح صوفیاء کی بھی

Marfat.com

اصطلاحیں ہیں جو ان میں رواج پذیر ہیں۔ اصطلاحات کی غرض و غایت تعیین اور سہولت ہے۔ یعنی جو بات آپ پھیلا کر اور مختلف پیرایہ ہائے بیان میں بیان کرنا چاہیں گے۔ وہی بات اصطلاحات کے رنگ میں نہایت اختصار کے ساتھ کہہ دیں گے اور سامع یا قاری ان کے معنی ومفہوم وادراک میں کسی غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوگا۔ صوفیا کے ہاں اصطلاحات کی اہمیت علاوہ تعیین و سہولت کے یہ بھی ہے کہ اس طرح وہ عوام کی گرفت اور برہمی سے محفوظ رہتے ہیں اور کج فہم فقہاء اور کم سواد علماء کو ان پر زبان طعن دراز کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ کیوں کہ اعتراض وہی کرے گا، جو ان کی بولی سمجھتا ہو اور ان کی منطق سے واقف ہو۔ ہر اس شخص کو جو تہمت علم سے متہم ہو، یہ اختیار نہیں ہوگا کہ ان کو ہدف عتاب ٹھہرائے اور بغیر جانے بوجھے اور ان کے علوم و معارف سے شناسائی حاصل کیے ان پر فتویٰ کفر لگائے اور عوام میں ان کے خلاف نفرت وحقارت کے جذبات پیدا کرے۔ گویا اصطلاحات کے پردہ میں حقائق و معارف کو چھپانے میں جو جذبہ کارفرما ہے وہ یہ ہے کہ صوفیا نااہلوں کے حملوں سے محفوظ رہیں۔ اسی حقیقت کو کلاباذی رحمہ اللہ نے ان الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے: ھذا اسلم من ردحق و انکارہ ''اس طرح ہم حقائق کے ردو انکار کے عاجلانہ فعل سے محفوظ رہتے ہیں۔'' اس تمہید کے بعد آیئے ان کی اصطلاحات پر ایک نظر ڈالتے چلیں: (تعلیماتِ غزالی، ص: ۳۲)

پہلی اصطلاح ''وقت'': صوفیاء میں وقت کا استعمال کئی معنی میں ہوتا ہے۔ ایک استعمال یہ ہے کہ اس سے مراد حادث متوہم ہے۔ جن کا حصول کسی حادث متحقق پر موقوف ہو۔ اس صورت میں حادث متحقق حادث متوہم کیلئے بمنزلہ وقت کے ہوگا۔ اس کو اس مثال سے سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ فرض کیجیے۔ آپ نے کہا، میں فلاں تاریخ کو تمہارے ہاں پہنچوں گا۔ یہ پہنچنا یا آنا ایسا حادث ہے۔ جو وہم وخیال کی گرفت میں آتا ہے اور متعین تاریخ ایسا حادثہ ہے جو وقوع پذیر ہونے والی شے ہے جو متحقق ہے۔ للہذا یہ متحقق یا وقوع پذیر ہونے والی شے متوہم کیلئے بمنزلہ وقت کے ہے۔ بات بالکل آسان ہے۔ جو اصطلاح کے گورکھ دھندے میں کسی قدر پیچیدہ ہوگئی ہے۔ صوفیاء دراصل کہنا یہ چاہتے ہیں کہ وقت کا مفہوم وتصور سراسر واقعات وحوادث (Events) کا رہین منت ہے۔ اگر یہ پائے جاتے ہیں تو یہ بھی اُبھرتا ہے اور یہ نہیں پائے جاتے تو یہ بھی نہیں پایا جاتا۔ یہاں یہ نکتہ بہر حال ملحوظ رہنا چاہیے کہ صوفیاء زمانہ کے منکر نہیں۔ جو بغیر کسی تعین کے ایک جوئے آب کی طرح رواں دواں ہے۔ جس میں ماضی وحال اور مستقبل کا کوئی وجود نہیں۔ جو صرف ایک بہاؤ ہے۔ ایک حرکت ہے یا پیہم ومسلسل ایک طرح کے فیضان سے تعبیر ہے۔

وہ جس کو واقعات وحالات کا نتیجہ قرار دیتے ہیں، وہ وقت ہے، اور وہ تعین ہے، جو کسی حادث سے اُبھرتا ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ جو حوادث وواقعات کو سمجھنے کا ایک ناگزیر پیمانہ ہے۔ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ نے وقت کے ایک اور معنی بھی بیان کیے ہیں۔ وہ غلبہ حال ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص حزن وغم سے دوچار ہے تو کہا جائے گا کہ یہ وقت اس کے حزن وغم کا ہے۔ اگر کشاکش دنیا میں گرفتار ہے۔ تو کہا جائے گا اس وقت اس کو دنیا کا سامنا ہے اور دنیا اس پر سوار ہے۔ اسی طرح اگر عقبیٰ وآخرت کا خیال اس پر غالب ہے۔ تو اسی مناسبت سے اس کے وقت کو عقبیٰ وآخرت کا وقت قرار دیا جائے گا۔

کبھی کبھی وقت رعایت احوال کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً ''ابن الوقت'' صوفیاء کی خاص اصطلاح ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سالک وقت کے اہم ترین تقاضوں کا ساتھ دے رہا ہے اور اس کی حالت وکیفیت جس طرح کی عبادات وفرائض کی مقتضی ہے، وہ اس میں باحسن وجہ مشغول ہے اور کسی طرح کی کوتاہی نہیں کر رہا ہے۔ یہی مطلب ہے ان کے اس قول کا: ''الفقیر

Marfat.com

لایھمہ ماضی وقتہ و اتیہ بل یھمہ وقتہ الذی فیہ'' فقیر ماضی و مستقبل سے رابطہ نہیں رکھتا۔ اس کی توجہ کا مرکز تو وہ وقت (یعنی حالت) ہے کہ جس میں سے وہ اس وقت گزرتا ہے۔''

یعنی ایک فقیر یہ نہیں دیکھتا کہ ماضی میں اس کے قلب و ذہن کی کیا کیفیتیں تھیں۔ یا مستقبل میں اسے کس نوع کے افکار و اعمال سے دوچار ہونا ہے۔ وہ تو بس یہ دیکھتا ہے کہ اس وقت جلا قلب اور ارتقاء روح کیلئے اسے کیا کرنا چاہیے۔ ماضی کی فکر یا مستقبل کا اندیشہ ان کے نقطہ نظر سے وقت کے تقاضوں سے محرومی کے مترادف ہے۔ یا انہیں کے الفاظ میں یوں کہنا چاہیے: ''الاشغال بفوات وقت ماضی تضیع وقت ثانٍ'' ماضی کے گزرے ہوئے ان لمحات سے تعرض کرنا جن میں کوئی لغزش سرزد ہوئی ہے گویا دوبارہ وقت ضائع کرنا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ اگر حال درست ہے تو کیا کہنے یہی آئندہ چل کر اچھے مستقبل اور بہترین ماضی کی تعبیر کا ضامن ہوگا۔

وقت کا ایک معنی تصرفات حق تعالیٰ پر راضی و قانع رہنا ہے۔ یعنی جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں حکم وقت کی منزل میں ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ اللہ کی طرف سے جن جن آزمائشوں سے دوچار ہے، ان میں ثابت قدم ہے اور اپنے کو اس معاملہ میں بالکل مختار اور صاحب ارادہ و تدبیر نہیں کرتا۔ بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ کائنات میں تمام تر تصرفات اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیت کے شائع ہیں، اس لیے ان تصرفات کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا ہی اولیٰ اور بہتر ہے اور اس مرحلہ پر یہ نکتہ جان پرور ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہیے۔ کہ **صوفیاء امور تکوینی میں تو جبر کے قائل ہیں۔ امور شرع میں نہیں** اور یہ کہ ان کا جبر اس ملحد و زندیق کا جبر نہیں۔ جو تکلفات شرعیہ کی پابندی سے یکسر آزادی حاصل کر لیتا ہے اور اس کو فسق و فجور کا محض ایک بہانہ سمجھتا ہے۔ بلکہ اس عارف کا جبر ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی مشیت تکوینی کے خلاف نہ صرف لب کشائی نہیں کرتا بلکہ بکمال رضا و رغبت ان تمام شدائد اور سختیوں کو برداشت کرتا ہے۔

الوقت سیف صوفیا کا مشہور مقولہ ہے۔ اس کے دو معنی ہیں:

۱۔ یہ کہ جس طرح تلوار کی کاٹ غالب اور فیصلہ کن ہوتی ہے اسی طرح حق تعالیٰ اس کے ذریعہ جن جن واقعات و حوادث کو رونما کرتا ہے۔ ان کا وقوع پذیر ہونا ناگزیر ہے اور فیصلہ کی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا اس کے خلاف احتجاج کرنا درست نہیں۔ یہ استعمال قریب قریب انہیں معانی کا حامل ہے، جس کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے۔

۲۔ تلوار چھونے میں نرم اور کاٹ میں تیز ہے۔ اس لیے جس نے اس کو نرمی سے چھوا تو وہ اس کی زد اور حملہ سے محفوظ رہا اور جس نے اس کے معاملہ میں سختی برتی، اس کا محفوظ رہنا اور زخمی نہ ہونا دشوار ہے۔ ٹھیک یہی حال وقت و زمانے کا ہے۔ جس شخص نے اس کی فطرت کو سمجھا اور عمل و زہد کی وہی صورت اختیار کی جو اس کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ وہ تو نفس کی آفات اور مصیبتوں سے محفوظ رہا اور جس نے وقت کا معصیت و نافرمانی سے مقابلہ کیا، وہ مارا گیا۔

''وکالسیف ان لاینتہ، لان مسہ'' اور وقت تلوار کی مانند ہے۔ اگر تم نے اس کو نرمی سے تھاما۔ تو وہ نرم ثابت ہوگا۔

''واحدہ ان خاشنۃ خشنان'' اور اگر اس کو سختی سے چھوا تو پھر اس کی دھاریں سخت ثابت ہونگی۔

(تعلیماتِ غزالی، ص: ۳۳-۳۵)

Marfat.com

دوسری اصطلاح ''کیس'': اس سے ملتا جلتا لفظ کیس ہے۔ جس کے لفظی معنی عقلمند اور زیرک انسان کے ہیں مگر تصوف میں اس سے مراد یہ ہے کہ اگر سالک ہوش وحواس میں ہے اور اس پر عالم صحو طاری ہے، تو اس کیلئے شریعت کی پیروی ضروری ہے اور اگر صحو کے بجائے محو (سکر) کا غلبہ ہے تو اس صورت میں حقیقت کے احکام کا تتبع کرنا ہوگا۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۴۷)

تیسری اصطلاح ''مقامات''

سالک چوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہمیشہ بڑھتا رہتا ہے۔ اس لیے اس کے اس سفر وسلوک کی کچھ منزلیں ہیں اور ان منزلوں کے متعین آداب ہیں۔ اس لیے سالک جس منزل یا مقام میں ہو اسی کے مطابق متعلقہ آداب و احکام کی اسے رعایت رکھنا چاہیے۔ یہی نہیں بلکہ جس مقام میں ہے۔ اس کے تمام آداب کو جب تک پورا نہ کرلے آگے نہ بڑھے۔ کیوں کہ آگے بڑھنے کیلئے بے صبری کا اظہار قناعت کے منافی ہے اور قناعت سے محرومی توکل کے خلاف ہے اور اگر توکل کی نعمت سے کوئی شخص محروم ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ اس میں تسلیم و رضا کی بھی صلاحیت نہیں۔ جو تصوف کی جان ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۴۷)

چوتھی اصطلاح ''حال''

یہ ایسی کیفیات قلب سے تعبیر ہے جن سے ایک سالک ایک لمحہ بھر کیلئے دوچار ہوتا ہے اور پھر آگے بڑھ جاتا ہے۔ جیسے طرب وحزن، قبض وانبساط یا شوق وتحیر اور ہیبت واحتیاج وغیرہ۔ مقامات اور احوال میں یہ فرق ہے کہ مقامات تو جدوجہد سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور یہ کیفیات سالک کے ذہن وفکر پر بغیر قصد وارادہ کے ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک فرق ان دونوں میں یہ بھی ہے، کہ جہاں مقام ٹھہراؤ، اقامت گزیں ہونے کا متقاضی ہے۔ وہاں احوال کا یہ تقاضا آگے بڑھنا اور ترقی کی طرف تیزی سے گام فرسا ہونا ہے گویا احوال میں تو ایک وقت خاص تک ٹھہرنا اور رُکنا خوبی ہے اور احوال میں یہی خوبی عیب شمار ہوتی ہے۔ ذوالنون مصری رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا، صاحب فلاں عارف کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: ''کان ھہنا فذھب'' ابھی تو تھے اب کہیں نکل گئے ہیں۔

مطلب یہ کہ وہ احوال میں گرفتار نہیں...... بلکہ ان کے جذبہ عرفان نے انہیں اگلی منزلوں کی طرف بڑھا دیا۔

ایک صاحب کا قول ہے: الاحوال کالبروق فان بقی فحدیث۔

احوال برق کی مانند ہیں، اگر باقی رہ جائیں، تو یہ احوال نہیں حدیث نفس ہیں۔

احوال کے بارے میں صوفیاء کا ایک اور نقطہ نظر بھی ہے اور وہ بقا احوال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ احوال بھی مقامات کی طرح قیام وبقا چاہتے ہیں۔ کیوں کہ جب تک کوئی عارف چندے ٹھہر کر اور رک کر ان سے استفادہ نہیں کرپائے گا۔ آگے نہیں بڑھ پائے گا۔ یہ لوگ احوال اور لوائح میں ایک قسم کا بین فرق محسوس کرتے ہیں۔ احوال تو ان کی اصطلاح میں وہ کیفیات ہیں جو ثبات وقرار کی مقتضی ہیں اور جو چیز برق کی طرح سطح قلب پر چمکی اور غائب ہوگئی اس کو یہ احوال کی بجائے لوائح کہتے ہیں۔ جس کے لفظی معنی ہیں چمکنے والی شے کے ہیں۔ ابوعثمان جری رحمہ اللہ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے: ''منذ اربعین سنة ما اقامنی اللہ فی حال فکرھتہ''۔

Marfat.com

''چالیس برس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے جس حال سے دوچار کیا میں نے کبھی اس کو برا نہیں سمجھا۔ یعنی میں ہر حال [illegible] راضی بہ رضا رہا۔''

مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ بقا احوال مطلقاً سکون اور ٹھہراؤ ہی چاہتا ہے اور سالک مجبور ہے کہ ان سے [illegible] صورت میں ترقی نہ کرے ان کے نزدیک ان احوال میں بھی بے انتہا درجات و مراتب ہیں۔ جن کی طرف ایک سالک برابر حرکت کناں رہتا ہے یعنی ہر ہر مرتبہ اور درجہ جس سے ایک سالک دوچار ہوتا ہے۔ اپنے آغوش میں کچھ حسنات اور نیکیاں لیے ہوئے ہے اور ایک عارف جب اس مقام کی تمام سعادتوں کو اپنے دامن طلب میں سمیٹ لیتا ہے، تو پھر قانع ہو کر نہیں بیٹھا نہیں رہتا بلکہ انہیں احوال کے آئندہ درجات کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ یہی وہ مسلسل ترقی ہے جو مقربین کا طرۂ امتیاز ہے اور یہی مطلب ہے اس مقولہ کا:

''حسنات الابرار سیات المقربین'' ابرار کی نیکیاں مقربین الٰہی کی برائیاں ہیں۔

غرض یہ ہے کہ ابرار حسنات میں اس طور پر ترقی کناں رہتے ہیں کہ انہیں نیکی کا ہر وہ درجہ جس کو وہ چھوڑ آتے ہیں، بہ نسبت آگے کے درجات کے سیئات محسوس ہوتی ہیں۔

پانچویں اصطلاح ''قبض و بسط''

کبھی کبھی سالک پر ایسے لمحے بھی آتے ہیں جب وہ کسی ایسے مخذور یا ضرر سے متاثر ہوتا ہے جو زمانہ قریب میں لاحق ہونے والا ہے۔ اس تاثر کو ان کی اصطلاح میں قبض سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ تاثر خوف اور خشیت کی بنا پر ابھرتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عارف کو محبوب کا وصل قریب ترین نظر آتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس میں توقع و رجا کے واہمے اُبھرنا شروع ہوتے ہیں اور وہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ عنقریب اس کو قرب و حضور کی وادیوں میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی۔ اس کیفیت یا تاثر کو بسط کہا جاتا ہے۔ بسط کا اطلاق بصورت تنزل اس کیفیت پر بھی ہوتا ہے۔ جو زوال ضرر یا مخذور کی صورت میں پیدا ہو۔ یعنی عارف کے دل میں یہ توقع چٹکیاں لینے لگے کہ کسی روحانی ضرر سے عنقریب مخلصی حاصل ہو گی۔

بسط و قبض کی ان کیفیات کے بھی کئی درجے ہیں۔ کبھی قبض کا یہ تاثر ایسا حاوی اور چھا جانے والا ہوتا ہے کہ دوسری کیفیات کیلئے سرے سے کوئی جگہ ہی نہیں رہتی اور کبھی اس درجہ حاوی نہیں ہوتا۔ اس طرح بسط میں بھی اختلاف ہے۔ کبھی مبسوط یہ محسوس کرتا ہے کہ یہ تاثر اس پر اس طرح چھا گیا ہے کہ مخلوق اور گردوپیش کے مکروہات کیلئے قلب میں کہیں فراغ و گنجائش باقی نہیں رہی اور کبھی کبھی اس تاثر کے باوجود خلق اللہ کیلئے قلب و ذہن کے کچھ گوشے وا رہتے ہیں۔

غرض یہ ہے کہ عارف ان کیفیات میں حکم وقت کا تابع رہے اور ان مقامات کا جو اقتضاء ہے اس سے غافل نہ ہو۔

(تعلیماتِ غزالی، ص: ۳۷-۴۰)

چھٹی اصطلاح ''اخلاص''

اعمال و حسنات میں یہ خوبی تصوف کی جان ہے۔ صوفیاء اخلاص کا اطلاق کن کن لطیف معانی پر کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل

Marfat.com

انہیں کے اقوال کی روشنی میں دیکھئے۔ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ کا قول ہے: ''الا خلاص التوقی عن ملاحظة الخلق''۔ اخلاص کے معنی ہیں کہ اعمال میں عارف مخلوق کی رائے سے بے نیاز ہو جائے۔

یعنی اللہ کی رضا اور خوشنودی مدنظر ہو۔ یہی نہیں، اخلاص کی اعلیٰ ترین سطح یہ ہے کہ اعمال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر اس طرح آپ سے آپ صادر ہونے لگیں کہ خود جذبہ اخلاص پر غور و خوض کرنے کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔ ابویعقوب السوسی رحمہ اللہ کا کہنا ہے: ''متی شهدوا فی اخلاصهم الاخلاص احتاج اخلاصهم الی اخلاص''۔ **جب لوگوں کو اپنے اخلاص میں اخلاص کا احساس ہونے لگے تو انہیں تجدید اخلاص کرنا چاہیے۔**

اخلاص کی تین علامات

اخلاص کی علامات کیا ہیں؟ ذی النون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ثلاث من علامات الاخلاص استواء المدح والذم من العامة ونسيان رؤية الاعمال ونسيان اقتضاء الثواب فی الاخرة''۔

اخلاص کی تین نشانیاں ہیں ''عوام کی مدح وقدح سے بے پروا ہو جانا، اس حقیقت کو بھلا دینا کہ ہم نے کچھ اعمال اخلاص کی بنا پر کیے ہیں، اور ثواب آخرت کے جذبہ کو فراموش کر دینا۔ کیا عوام وخواص کے درجہ اخلاص میں فرق ہے؟ ابوعثمان مغربی رحمہ اللہ کا کہنا ہے: ''الاخلاص مالایکون للنفس فیه حظ بحال وهذا اخلاص العوام''۔ عوام کا اخلاص یہ ہے کہ ان کے محرکات اعمال میں نفس کا کوئی حصہ نہ ہو۔'' واما اخلاص الخواص فهو یجری علیهم لا بهم فتصدر منهم الطاعات وهم عنه بمعزل ولا یقع علیهم رؤیة ولا بها اعتزار''۔ اور خاص الخاص حضرات کا تقاضائے اخلاص یہ ہے کہ ان کے اعمال کا سرچشمہ اور محرک خود ذات باری ہو۔ بندگی و اطاعات کا ان سے اس طرح خود بخود صدور ہو کہ گویا انہیں اس سے کچھ غرض نہیں۔ نہ یہ اپنے اعمال میں اخلاص کو دیکھیں اور ٹٹولیں، اور نہ اس کے لئے انہیں کوئی تیاری کرنا پڑے۔

دیکھا آپ نے نقطہ نظر کی بلندی اور پاکیزگی! فقہاء تو نیکی کا صرف اوپری تصور ہی رکھتے ہیں۔ یعنی یہ کہ کسی نیکی کو کیوں کر انجام دینا چاہیے اور اس سے زیادہ کے فن کے اعتبار سے وہ مکلف بھی نہیں۔ متکلمین نیکی کے تعین میں کھو گئے۔ اشاعرہ نے کہا نیکی معقول المعنیٰ نہیں اور شریعت کے تابع ہے۔ معتزلہ نے ایک قدم بڑھ کر تصریح کی کہ نیکی کو باور کرنے کے لئے عقلی وجود نہیں۔ حکما کا یہی مذہب ہے اور اس میں ان کی پرواز اس سے آگے نہیں بڑھتی کہ نیکی کو نفس سمجھ کر اختیار کیا جائے۔ کانٹ نے اخلاقیات کا یہی اونچا معیار پیش کیا اور کہا کہ نیکی بجائے خود نیکی ہے اور انسانی عقل اس پر شاہد ہے۔ لہذا قطعی اس لائق ہے کہ اسے سیرت و کردار کا جزو بنایا جائے۔

صوفیاء نے ان دونوں سے الگ ایک راہ اختیار کی۔ انہوں نے کہا یہ دونوں نقطہ ہائے نظر اعمال میں وزن پیدا کرنے والے نہیں۔ اصل شے جس سے نیکیوں میں وزن ابھرتا اور روح پیدا ہوتی ہے اخلاص ہے۔ اعمال میں دیکھنے کی چیز یہ نہیں، کہ ان کے اچھا یا برا ہونے سے عقل کو دخل ہے یا شرع کو۔ دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ ان کا محرک کون ہے؟ کیا اعمال حسنہ اور عبادات میں شہرت، ریا اور جلب منفعت مقصود ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا۔ پھر اس اخلاص کے بارے میں بھی ان کا زاویہ نظریہ

Marfat.com

ہے کہ اعمال حسنہ کو اس طرح اس سانچے میں ڈھل جانا چاہیے کہ آپ سے آپ بغیر کسی قصد و تعمد کے صادر ہونے لگیں۔ کیوں کہ قصد و تعمد کا مطلب ہے کہ ہنوز نیکیاں قلب و ضمیر میں رچی نہیں اور نفس کی اصلاح اس درجے کی نہیں ہو پائی کہ اس سے صرف حسن و خوبی ہی کی توقع کی جائے۔

توجہ باطن

توجہ باطن اور تزکیہ قلب کو صحابہ رضی اللہ عنہم میں جو اہمیت حاصل تھی اس کا یہ اثر تھا کہ بعض ایسے امور میں بھی یہ تساہل کو اولیٰ سمجھتے تھے جن کو ظاہری پاکیزگی کے متممات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ اس اندیشے سے مبادا ان چیزوں میں انہماک التفات الی اللہ کے آڑے نہ آئے۔ چنانچہ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے تھی کہ جوتے سمیت نماز پڑھنا افضل ہے۔ امام نخعی رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ:

''وددت لو ان محتاجا جاء الیھا فاخذھا''

''میں تو یہ چاہتا کہ کاش کوئی حاجت مند ان لوگوں کے جوتوں کو اٹھالے جائے جو جوتا اتار کر نماز پڑھتے ہیں۔''

غرض یہ تھی کہ جن لوگوں کو اس انداز کی ادنیٰ فکریں گھیرے رہتی ہیں وہ عبادت سے کیا لطف اندوز ہوسکیں گے۔

(تعلیماتِ غزالی ص:۱۰۰)

صوفیاء کرام کی کتابوں میں شرعی اوامر کی اہمیت

احیاء العلوم میں نماز کی حقیقت

نماز کی حقیقت کیا ہے اس کی پردہ کشائی بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے:

انما الصلوة تمسکن و تواضع و تضرع و تاوہ و تنادم و تضع یدیك فتقول اللھم اللھم فمن لم یفعل فھی خداج (ترمذی و نسائی)۔

''نماز اس کا نام ہے کہ تم مسکنت کا اظہار کرو متواضع رہو تضرع میں مشغول ہو آہ و زاری کرو اور اپنے کاموں پر ندامت کا اظہار کرو۔ پھر ہاتھ باندھ کر یا اللہ یا اللہ کہہ کر دعا مانگو۔ سو جو ان کیفیتوں سے دوچار نہیں ہوا اس کی نماز ناقص ہے۔''

پہلے صحائف میں بھی نماز کی اس روح کو بیان کیا گیا ہے۔ کسی کتاب میں:

لیس کل مصل تقبل صلاته انما اقبل صلاة من تواضع لعظمتی ولم یتکبر علی عبادی و اطعم الفقیر الجائع لوجھی۔

''میں ہر عبادت گزار کی عبادت قبول نہیں کرتا۔ میرے ہاں تو اس کی عبادت مقبول ہے جس نے تواضع اختیار کی۔ اور میرے بندوں پر جبر نہ کیا۔ نیز بھوکے اور حاجت مند کو محض میری خوشنودی کیلئے کھانا کھلایا۔'' (تعلیماتِ غزالی ص:۱۱۰)

Marfat.com

نماز کا محرک اصلی

عبادات میں اصلی محرک اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کے ساتھ دلبستگی ہے۔ اگر یہ نعمت حاصل نہیں تو پھر تمام عبادات لاحاصل ہیں۔ حدیث میں ہے:

انما فرض الصلوة و امر بالحج والطواف و اشعرت المناسك لاقامة ذكر الله فاذالم يكن في قلبك للمذكور الذي هو المقصود و المبتغي عظمة و هيبة فما قيمة ذكرك۔ (ترمذی ذاس کی تحسین کی)

''نماز کی فرضیت حج کا حکم اور مناسک کی وضاحت سب اس بنا پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دل آباد ہوں اور اگر اللہ کے ذکر سے دل خالی ہیں اور ان میں اس کی عظمت و ہیبت کا کوئی نقش نہیں جو مقصود اصلی ہے تو پھر زبان چلانے سے کیا فائدہ، ایسے ذکر کی کوئی قیمت نہیں۔''

ایک دوسری حدیث میں ہے۔

''واذا صليت فصل صلوة مودع'' (حاکم و بیہقی نے اس کا ذکر کیا)

''جب نماز پڑھو تو یوں پڑھو کہ گویا زندگی کو الوداع کہہ رہے ہو۔'' (تعلیماتِ غزالی ص:۱۱۱)

آنحضرت ﷺ کی کیفیت آشنائی اور دنیا سے بیگانگی

آنحضرت ﷺ نماز کے وقت کس طرح ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی طرف عنان توجہ کو پھیر لیتے تھے اور کس طرح اپنی توجہات کو سمیٹ لیتے تھے اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یوں بیان فرماتی ہیں:

كان رسول الله يحد ثنا و نحدثه فاذا حضرت الصلوة فكانه لم يعرفنا ولم نعرفه۔

''آنحضرت ﷺ ہم سے بات چیت میں مشغول ہوتے اور ہم ان سے محوِ گفتگو رہتے کہ اتنے میں نماز کا وقت آجاتا۔ اس وقت آپ ﷺ اس طرح اُٹھ کھڑے ہوتے کہ گویا ہم میں اور ان میں کسی قسم کی جان پہچان ہی نہیں۔

کیوں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اسی یکسوئی کی متقاضی ہے۔ خود آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

لا ينظر الله الى الصلوة لا يحضر الرجل فيها مع بدنه۔

''اللہ تعالیٰ ایسی نماز کو نظر قبولیت سے نہیں دیکھتا کہ جس میں حرکات جسم کے ساتھ دل کی جنبشوں کو شامل نہ کیا گیا ہو۔''

(تعلیماتِ غزالی ص:۱۱۲)

خشوع وخضوع کی علامت

خشوع قلب کی علامت یہ ہے کہ نمازی کے اعضاء وجوارح سے بھی اس کا اظہار ہو آنحضرت ﷺ نے ایک صاحب کو دیکھا کہ نماز میں داڑھی سے کھیل رہے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''لو خشع قلب هذا لخشعت جوارحه۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

Marfat.com

''اگر اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوتا تو اس کا اثر اس کے اعضاء پر بھی پڑتا''

رونا بھی خشوع کی ایک علامت ہے۔سعید التنوخی رحمہ اللہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ نماز میں اتنا روتے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔(تعلیماتِ غزالی،ص:۱۱۲)

ہمارے اسلاف کی نمازیں

ہمارے اسلاف نماز میں کیوں کر ان نزاکتوں کا خیال رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے خاشع و خاضع رہتے تھے۔ان کا اندازہ ان واقعات سے لگائیے۔مسلم بن یسار رحمہ اللہ کا قصہ ہے۔ایک مرتبہ یہ بصرہ کی جامع مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک اس کا کوئی حصہ گر پڑا۔ایک ہجوم اس حادثہ کو معلوم کرنے کیلئے دوڑا۔مگر یہ برابر سکون و دلجمعی کے ساتھ اپنی نماز میں مشغول رہے اور اس وقت ان کو واقعہ کی خبر ہوئی جب یہ نماز سے فارغ ہو چکے اور لوگوں نے آکر بتایا۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز پڑھنے لگتے تو خوف وخشیت سے چہرہ کا رنگ بدل جاتا۔آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کی یہ حالت کیوں ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔تم نہیں جانتے یہ وقت کس درجہ اہم ہے۔یہ وہ بارِ امانت ہے جس کو آسمانوں،زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا گیا۔تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا۔لیکن انسان نے اٹھالینا منظور کرلیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے علی (امام زین العابدین) رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی مشہور ہے کہ وضو کرتے وقت ان کا رنگ فق ہو جاتا تھا۔لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو کہا کہ لوگو!تمہیں نہیں معلوم مجھے احکم الحاکمین کے دربار میں پیش ہونا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول اس سلسلہ میں فیصلہ کی حیثیت رکھتا ہے:''رکعتان مقتصدان فی تفکر خیر من قیام لیلة والقلب ساه''۔

''درمیانے درجے کی دو رکعتیں جو تفکر و تدبر پر مشتمل ہوں اس قیام لیل پر بھاری ہیں۔جس میں قلب غیر حاضر ہو۔''(تعلیماتِ غزالی،ص:۱۱۴)

صوفیاء کرام کے نماز میں حضوری و استغراق کے دلائل

توجہ الی اللہ اور قلب کی حضوری پر یوں تو بہت سے دلائل پیش کیے جاسکتے ہیں مگر سر دست اس اختصار پر قناعت فرمائیے۔قرآن مجید میں ہے:

واقم الصلوة لذكری (طه:۱۴)

''اور میری یاد کیلئے نماز پڑھا کرو۔''

ولا تكن من الغافلين (انفال:۲۰۵)

''اور دیکھنا غافل نہ ہونا۔''

یہاں جو غفلت سے روکا ہے تو ظاہر ہے کہ نماز کے باب میں غفلت بمنزلہ حرام کے ہے۔چناں چہ حدیث میں ہے:

Marfat.com

من لم تنهه صلوته عن الفحشاء و المنكر لم يزدد من الله الا بعداً

''جس شخص کی نماز اس کو فواحش اور برائیوں سے نہیں روکتی وہ نماز پڑھنے کے باوجود کچھ اللہ تعالیٰ سے دور ہی رہتا ہے۔''

اور یہ حقیقت ہے کہ غافل کی نماز میں یہ صلاحیت ہی کہاں ہے کہ برائیوں سے روک دے۔ ایسا شخص اس حدیث کا مصداق ہے:

کم من قائم حظه من صلاته التعب و النصب۔

''کتنے ہی نماز پڑھنے والے ایسے ہیں کہ ان کا حصہ نماز میں بس اتنا ہی ہے کہ اس سے تھکن اور کوفت حاصل کرتے ہیں۔''

(تعلیماتِ غزالی، ص:۱۱۵)

بے جان اور بے کیف نماز لاش کی طرح ہے

پھر جس طرح جسمانی زندگی کا تصور ہمارے نزدیک یہ نہیں ہے۔ کہ ایک شخص زندہ تو ہو مگر چل پھر نہ سکے اور ایک لاشے کی طرح خود اپنے ہی لیے ایک قسم کا بار ہو۔ اسی طرح عبادات میں ایسی بے کیف اور بے جان نمازیں کس مصرف کی ہیں جن میں روح اور زندگی کی نشاط انگیزیاں یکسر مفقود ہوں۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۱۹)

تکمیل نماز کیلئے باطنی کیفیتیں:۔ قرآن وحدیث پر غور کیجئے تو ان معانی اور کیفیات پر کثرت سے آیات واحادیث ملیں گی جو نماز کو چمکاتی اور سنوارتی ہیں۔ مگر ان سب کا استیعاب ان چھ باتوں میں ہو جاتا ہے۔

(۱) حضورِ قلب (۲) تفہیم (۳) تعظیم (۴) ہیبت (۵) حیاء (۶) ثواب واجر کی توقع

خشوع وخضوع پیدا کرنے کی تدبیر

نماز میں خشوع واخلاص پیدا کرنے کی ایک تدبیر یہ ہے کہ پہلے تو نماز پڑھتے وقت کسی ایسے آدمی کا تصور کرے جو اس کی اصلاح دین کا خواہاں ہے اور یہ محسوس کرے کہ وہ اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا ہے۔ پھر جب اس کی حرکات میں اس تصور سے توازن، سکون اور اطمینان پیدا ہو جائے اور یہ دیکھے کہ تمام اعضاء وجوارح اطاعت وفرمانبرداری اور عاجزی اور مسکنت کے سانچوں میں ڈھل گئے ہیں تو پھر اپنے نفس کو ملامت کرے کہ تو تو معرفت الٰہی اور محبت الٰہی کا مدعی تھا۔ یہ کیا بے حیائی ہے کہ اس کے بندوں سے تو ڈرتا ہے لیکن خود اس سے نہیں ڈرتا۔ حالاں کہ مردمومن کو صرف اسی سے ڈرنا چاہیے اور اسی کی شایان شان توقیر کرنا چاہیے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۳۲-۱۳۳)

قارئین! غور کریں مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ یہاں تصور شیخ سکھا رہے ہیں۔ کیسی خوبصورت اور شرک سے پاک تشریح بیان کی ہے۔ (از: مرتب)

امام غزالی رحمہ اللہ اور توحید کی اہمیت

اللہ تعالیٰ کا قلعہ یا حصن حصین کلمہ توحید ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے:

''لاالہ الا الله حصن فمن دخل الحصن امن من عذابی''

''لاالہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو اس میں داخل ہو گیا وہ میری گرفت سے محفوظ ہو گیا۔''

Marfat.com

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ متحصن یا قلعہ میں پناہ حاصل کرنیوالا کون ہے۔کیا وہ جو اس کی نافرمانی کرتا ہے یا وہ جو اس کی اطاعت میں شب و روز لگا رہتا ہے۔ظاہر ہے کہ اوّل الذکر کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آنیوالا نہیں کہیں گے۔کیوں کہ وہ تو اب تک شیطان کی صفوں میں شریک ہے۔دوسرا گروہ ہوسکتا ہے جس نے کہ اپنے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کا عہد نبھانے کی حتی المقدور کوشش کی۔(تعلیماتِ غزالی ص:۱۳۶)

نماز کی ذمہ داریوں کا شدید احساس

یحییٰ بن وثاب رحمہ اللہ نماز پڑھتے تو تھوڑی دیر کیلئے رکتے اس وقت ان کے چہرے سے حزن وملال کا اظہار ہوتا۔نماز سے فارغ ہوتے تو فکر و تردد سے ایسے نڈھال ہوجاتے جیسے بیمار ہوں۔اور یہ انہیں کے ساتھ خاص نہیں۔یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نماز کی روح کو سمجھتے اور اس پر مداومت اختیار کرتے ہیں۔ان کی نمازوں کا یہی عالم ہوتا ہے۔(تعلیماتِ غزالی ص:۱۴۴)

منبع انوار اور مکاشفات کا ذریعہ

۔مزید برآں ایسی نماز کا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے انسان مکاشفات کی نعمت سے بہرہ مند ہوجاتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔بالخصوص سجدہ تو منبع الانوار ہے۔کیوں کہ یہی وہ مقام ہے جہاں انسان اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہوجاتا ہے۔قرآن حکیم کی اس آیت میں اس نکتہ کی طرف اشارہ ہے:

واسجد واقترب۔(علق:۱۹)

اور سجدہ وقرب کی منزلیں طے کرتے رہو۔"(تعلیماتِ غزالی ص:۱۴۵)

کشف کے مدارج

ہاں یہ ضرور ہے کہ اسرار و رموز کائنات کی پردہ کشائی ہر ہر نمازی پر ایک ہی انداز سے نہیں ہوتی۔بلکہ اس میں درجات و مراتب کا اچھا خاصہ تفاوت ہے۔یہاں کئی چیزیں دیکھی جاتی ہیں۔مثلاً یہ کہ دل کی قوت و ہمت کا کیا حال ہے۔صفا و جلا کی کیفیتیں کیسی ہیں اور دنیا کے گرد و غبار کی کتنی تہیں اس پر چڑھی ہوئی ہیں۔پھر مکاشفہ کی نوعیت بھی مختلف افراد کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔کسی پر اس کی صفات اور جلال کے پردے فاش ہوتے ہیں۔کوئی اس کے سنن و عادات کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہوتا ہے اور کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ ان پر علم المعاملہ کے دقائق و اسرار واضح کیے جاتے ہیں۔یہ مکاشفہ اس بات کی دلیل ہے کہ جہاں تک اللہ تعالیٰ کے فیض و کرم کا تعلق ہے اس میں کبھی بخل نہیں ہوتا۔رکاوٹ جب ہوگی بندوں ہی کی طرف سے ہوگی۔ان کے دل کا زنگ اگر دور ہوجائے اور یہ پوری قوت و ہمت سے آفتاب حقیقت کا سامنا کرنے پر تیار ہوجائیں۔تو انوارِ حق کا منعکس ہونا ضروری ہے۔(تعلیماتِ غزالی ص:۱۴۵)

مکاشفہ کی حقیقت

یہ سچ ہے کہ عام لوگ آسانی سے مکاشفہ کی اس نعمت کو تسلیم کرنے والے نہیں۔کیوں کہ اس میں انسان کی اس فطری کمزوری

Marfat.com

کو دخل ہے، کہ یہ ہر اس چیز کا انکار کرتا ہے جو محسوس نہیں اور مشاہدہ میں نہیں آتی اور جس کو فی الحال اس کا علم و ادراک گرفت میں نہیں لاسکتا۔ چناں چہ اگر جنین میں شعور پیدا ہو جائے، اور اس کو یہ بتایا جائے کہ بطن مادر کے باہر بھی انسان بستے ہیں، تو کھٹ سے انکار کر دے گا، اس لیے کہ اس کو ایسی کسی دنیا کا تجربہ نہیں۔ اس طرح اگر ایک ننھے منے بچے کو بتایا جائے کہ زمین اور آسمان میں قدرت کے فلاں فلاں قاعدے اور قوانین کارفرما ہیں اور کائنات کے اس ڈھانچہ میں یہ اسرار و رموز مضمر ہیں۔ تو وہ ہرگز ماننے پر آمادہ نہیں ہوگا۔ بالکل یہی حال پختہ فکر اور جاننے بوجھنے والے انسان کا ہے وہ جن حالات و اطوار سے دوچار ہے ان کی صحت پر تو یقین رکھتا ہے۔ مگر جو کیفیات و احوال ابھی اس کی چشم ادراک کے سامنے نہیں آئے ان کی حقانیت اس کے نزدیک سراسر مشتبہ ہے۔ (تعلیمات غزالی ص: ۱۴۵-۱۴۶)

مقام ولایت اور تصفیۂ قلب

مثلاً ولایت اللہ تعالیٰ کے قرب وحضوری کا ایک مقام ہے اور ارتقاء انسانی کا ایک بلند ترین زینہ ہے۔ اب جو شخص اس لذت و نعمت خداداد سے محروم ہے اور اس کو انسانی روح کی اس پرواز کا کوئی تجربہ نہیں وہ یہ نہیں جان سکتا کہ اس سے بھی آگے ایک مقام نبوت کا ہے۔ حالاں کہ اس پورے عالم مادی و روحانی کو جن جن اطوار و کیفیات سے گزرنا ہے اور ارتقاء و تقدم کی جن جن منزلوں کو طے کرنا ہے وہ گونا گوں اور بہت ہیں۔ لہٰذا یہ جائز نہیں کہ کوئی شخص صرف انہی چیزوں سے تعرض کرے اور انہیں کیفیات و حالات کو تسلیم کرے جو فی الوقت درپیش ہیں اور ان حقائق کو نہ مانے جن کی گرہیں مستقبل قریب یا بعید میں کھلنے والی ہیں۔ اس نوع کا انکار زیادہ تر ان لوگوں کی طرف سے ہوتا ہے۔ جو علم کی تمام اقسام کو بحث و مناظرہ اور جھگڑے اور بحث میں منحصر جانتے ہیں اور تصفیۂ قلوب کے ذریعہ شکار مغیبات کے قائل نہیں۔ یہ لوگ اگر دلوں کو ماسوا اللہ سے پاک کرلیں اور ہمہ تن اس کی جستجو اور طلب میں لگ جائیں تو ان پر واضح ہو کہ اس راہ میں علم و ادراک کے کتنے گلشن جاں نواز ہیں اور معرفت و بصیرت کے کتنے گوشے ہیں۔ جو نظر و بصر کا ہدف بنتے ہیں۔

ایسے حضرات کہ جن کو مکاشفہ کا براہ راست تجربہ نہیں ہے، اس کی حقیقت کا ایک گونہ ادراک ہوسکتا ہے۔ بشرطیکہ یہ اللہ تعالیٰ پر محکم ایمان رکھیں۔ غیب کے قائل ہوں اور نماز کو شعور و فہم کے ساتھ ادا کریں۔ حدیث میں آتا ہے:

ان العبد اذا قام فی الصلوٰۃ رفع اللہ سبحانہ الحجاب بینہ و بین عبدہ ووجھہ بوجھہ وقامت الملائکۃ من لدن منکبیہ الی الھواء یصلون بصلوٰتہ و یومنون علی دعائہ و ان المصلی ینثر علیہ البر من عنان السماء الی مفرق راسہ و ینادی مناد لو علم ھذا المناجی من یناجی ما التفت و ان ابواب السماء لتفتح للمصلین و ان اللہ یباھی ملائکتہ بعبدہ المصلی۔

''اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ جب نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو ان تمام پردوں کو ہٹا دیا جاتا ہے جو اس میں اور اس کی ذات گرامی کے درمیان حائل ہیں اور یہ بندہ براہ راست مواجہہ الٰہی کے شرف سے مفتخر ہوتا ہے۔ فرشتے اس کے دائیں بائیں پھیلتے جاتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ نماز کا فریضہ ادا کرتے ہیں اور اس کی ہر ہر دعا پر آمین کہتے ہیں۔ یہی نہیں نمازی پر نیکیوں کی آسمان سے بارش

Marfat.com

ہوتی ہے۔ اور پکارنے والا پکارتا ہے اگر اس کو معلوم ہو جائے کہ یہ کس سے مخاطب ہے تو قطعی دوسری طرف ملتفت نہ ہونے پائے۔ آسمان کے دروازے اس پر کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کی عبادت و بندگی کا اظہار فرشتوں کے سامنے فخر یہ کرتا ہے۔''

یہاں مواجہہ سے مراد کشف ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۴۶۔۱۴۷)

صوفیاء کا ذوق خشوع

خشوع یا ڈر کا تعلق دراصل دل سے ہے۔ یہ یقین واذعان سے ابھرتا ہے اور اس وقت پیدا ہوتا ہے جب جلال الٰہی کا کچھ کچھ انداز ہو۔ جسے یہ نعمت ملی وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاشع ہے۔ پھر یہ کیفیت و تاثر نماز ہی کے ساتھ خاص نہیں۔ خشوع نماز میں بھی ہے اور خلوت میں بھی۔ دنیا کے ادنیٰ کاموں میں بھی قائم رہتا ہے اور عبادت و عقبیٰ کے امور میں بھی۔ کیونکہ اس کا موجب تو یہ خیال ہے کہ وہ ذات گرامی ہر ہر آن اپنے بندوں کے احوال پر مطلع ہے اور یہ کہ اس کا جلال ابدی ہے اور یہ کہ جتنی بھی عبادت اس کی کی جائے گی اتنا ہی کم ہے۔ اس لیے کہ کوئی شخص بھی اس کے انعامات کے مقابلہ میں پوری طرح اس کی اطاعت و عبادت کے تقاضوں میں عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ یہ تاثر اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا رنگ جب ایک مرتبہ طبیعت میں رچ جاتا ہے۔ تو پھر ساری زندگی اسی رنگ میں بسر ہوتی ہے اور کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں گزرپاتا کہ دل اس نعمت سے لطف اندوز نہ ہو۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۴۸)

ربیع بن خثیم رحمہ اللہ کا غض بصر

ایک صاحب کا قصہ ہے کہ چالیس برس تک انہوں نے ازراہ حیا سر اُٹھا کر آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ مبادا ان کی کوتاہیوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ ناراض و ناخوش ہو۔ ربیع بن خثیم رحمہ اللہ کے متعلق مشہور ہے کہ اس شدت سے غض بصر کے اصول پر عمل پیرا تھے کہ لوگ انہیں اندھا سمجھتے۔ یہ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آتے اور اطلاع کراتے تو ان کی لونڈی ان سے یہ کہہ کر تعارف کراتی کہ آپ کے نابینا دوست ملنے آئے ہیں۔ اس پر یہ ہنستے اور دروازہ کھول دیتے۔ کیا ان کا یہ فعل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں لائق تعریف تھا اس کا اندازہ اس سے کیجیے۔ کہ جب ان کی نظریں ان پر پڑتیں تو یہ پکار اُٹھتے کہ قرآن نے جو ''مخبتین'' کو خوش خبری سنائی ہے اس کے مصداق تم ہی ہو سکتے ہو۔ بخدا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دیکھ لیتے تو خوش ہوتے۔ ایک دن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ چلنے کا اتفاق ہوا۔ جونہی ان کا گزر ایک لوہار کی دکان پر ہوا انہوں نے آگ سے دہکتی ہوئی بھٹیاں دیکھیں بے ہوش ہو گئے۔ جہنم کی آگ کا نقشہ اس طرح دل و دماغ پر چھایا رہا۔ کہ گھنٹوں اس کیفیت میں ساتھ رہے۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ خوف وخشیت الٰہی کا نتیجہ ہے۔ ربیع کا قول ہے کہ میں جب نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو میری توجہ صرف دو باتوں پر مرکوز رہتی ہیں۔ اول یہ کہ میں کیا کہہ رہا ہوں، دوم یہ کہ جواب میں مجھ سے کیا کہا جا رہا ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۴۹۔۱۴۸)

عامر بن عبداللہ رحمہ اللہ کی نماز میں یکسوئی

عامر بن عبداللہ رحمہ اللہ کی نماز میں یکسوئی کا یہ عالم تھا کہ گھر کا شور وغل قطعی اس میں خلل نہ پیدا کرتا۔ حتیٰ کہ ان کی دف بجاتی اور گاتی، عورتیں چیخ چیخ کر باتیں کرتیں اور یہ اس پر بھی سکون و اطمینان کے ساتھ نماز میں بغیر ادنیٰ تکدر کے مصروف رہتے۔ ان سے پوچھا

Marfat.com

گیا کہ نماز میں آپ کو حدیث نفس سے کبھی پالا پڑا ہے۔ کہا کہ نہیں۔ مجھ پر صرف یہ تاثر غالب رہتا ہے کہ اپنے مالک و آقا کے حضور کھڑا ہوں اور مجھے اس کے ہاں حاضری دینا ہے۔ ان سے یہ بھی دریافت کیا گیا کہ نماز میں دنیا کے مختلف کاموں کا خیال ذہن میں آتا ہے۔ ان کا یہ جواب تھا کہ میں اس کو پسند کروں گا کہ مجھ پر تیر و سنان کی بارش ہو اور میرا کام تمام ہو جائے، بہ نسبت اس کے کہ ایسے ایسے خیالات سے دل و دماغ کو پریشان کروں جو تمہیں ہر وقت گھیرے رہتے اور الجھنوں کا باعث ہوتے ہیں۔ (تعلیماتِ غزالی ص:۱۴۹)

نماز میں عمل جراحی کا احساس نہ ہونا

مسلم بن یسار رحمہ اللہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اس کا ایک ستون گر پڑا مگر یہ بدستور نماز پڑھتے رہے۔ ایک صاحب کے حصہ جسم پر کہیں زخم ہو گیا اور وہ اتنا بگڑ گیا کہ اس کو کاٹ دینے کی ضرورت محسوس ہوئی **طبیب سے کہا کہ اگر اس کا کاٹ دینا اتنا ہی ضروری ہے، تو اس وقت کاٹیے جب یہ نماز میں مشغول ہوں۔** کیوں کہ اس حال میں ان پر کامل استغراق طاری ہوتا ہے۔ چناں چہ نماز ہی کی حالت میں جراحی کا یہ عمل انجام پذیر ہوا۔ (تعلیماتِ غزالی ص:۱۵۰)

نماز کا تعلق آخرت سے ہے

نماز میں کیوں امور دنیا سے تعرض نہیں کرنا چاہیے۔ اس پر ایک عارف کا قول سنئے۔

الصلوٰۃ من الاخرۃ فاذا دخلت فیھا خرجت من الدنیا۔

نماز سراسر آخرت سے تعلق رکھنے والی ہے اس لیے جہاں تم اس میں داخل ہوئے دنیا کی سرحد سے نکل گئے۔ (تعلیماتِ غزالی ص:۱۵۰)

نماز اور حدیث نفس

ایک صاحب سے پوچھا گیا آپ نماز میں حدیث نفس کے عیب سے ملوث ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ نماز کا کیا سوال ہے۔ میں تو عام حالات میں بھی نفس کی آواز پر کان نہیں دھرتا۔ ایک بزرگ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا آپ رحمہ اللہ کو نماز میں نفس کی آرزوؤں کی طرف مائل ہونے کا موقع ملا ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا۔ نماز سے زیادہ کوئی محبوب مشغلہ ہی نہیں۔ کہ عنان توجہ ادھر مڑ سکے۔ جناب حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ عقلمندی یہ ہے کہ انسان نماز سے پہلے جس چیز کی چاہے آرزو کرے اور جس چیز کی چاہے طلب میں مشغول رہے۔ لیکن جب نماز پڑھنے لگے۔ تو اس کا دل تمام آرزوؤں اور تمناؤں سے خالی ہونا چاہیے۔ (تعلیماتِ غزالی ص:۱۵۰)

زکوٰۃ کے اسرار و دقائق صوفیاء کی نظر میں

عشق و محبت الٰہی کی عملی کسوٹی

جو لوگ زکوٰۃ اس لیے ادا کرتے ہیں کہ انہیں طریق آخرت پر گامزن ہونا ہے اور اپنے مولا و آقا کی رضا چاہنا ہے۔ ان کیلئے

Marfat.com

ضروری ہے کہ چند نکات کو خصوصیت سے ذہن میں رکھیں۔ ان میں پہلا اور اہم نکتہ یہ ہے کہ زکوٰۃ سے مقصود کیا ہے۔ اسے کیوں وجہ امتحان ٹھہرایا گیا ہے اور کیوں یہ اہمیت دی گئی ہے کہ یہ اسلام کا ایک رکن ہو۔ حالانکہ اس کا تعلق عبادت بدنیہ سے بالکل نہیں۔

اس لیے کہ جب کوئی شخص کلمہ توحید کا اقرار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود مان لیتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہی ذات گرامی اس کا محبوب بھی ہے اس پر یہ جان چھڑکتا ہے اور اس کی دل سے پوجا کرتا ہے۔ مگر کیا یہ تنہا اقرار باللسان اس اظہار محبت کیلئے کافی ہے؟ نہیں اسے عمل سے ثابت کرنا ہوگا اور بتانا ہوگا کہ اس محبوب کی راہ میں یہ اپنی عزیز ترین چیزوں سے دست کش ہو سکتا ہے اور ان سب اشیاء کو چھوڑ سکتا ہے جو اس کے اخلاص میں رخنہ ڈالنے والی ہوں یہ عزیز ترین چیز مال کے سوا اور کون ہو سکتی ہے۔ یہی وہ شے ہے جس کو تمام دنیا دیوانہ وار چاہتی ہے۔ کیوں کہ دنیا کا سارا کارخانہ عیش اسی کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہی نہیں لوگ اس کے ساتھ اس درجہ مانوس ہیں کہ موت کے تصور سے بھی خائف ہیں۔ حالانکہ **اگر یہ اللہ تعالیٰ کو واقعی اپنا محبوب سمجھتے ہیں تو انہیں موت پر خوش ہونا چاہیے کہ اس کے ذریعے فرقت کی گھڑیاں ختم ہو جاتی ہیں** اور لقاء کے مواقع میسر آتے ہیں۔ مال کو چوں کہ عوام الناس میں یہ حیثیت حاصل ہے اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے اس سے اندازہ کرنا چاہا۔ کہ ان کے دلوں میں اس کے مقابلہ میں ہمارے لیے کتنی محبت ہے۔ یہ اس معشوق کا ساتھ دیتے ہیں۔ یا ہمارا ساتھ دیتے ہیں۔ قرآن حکیم کی اس آیت میں اس امتحان و آزمائش کا ذکر ہے۔

ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ۔ (توبہ: ۱۱۱)

ترجمہ: خدا نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں اور اس کے عوض میں ان کیلئے بہشت تیار کی ہے۔

مالی ایثار کے مقامات

مقام صدیقی یا توحید

اس مالی ایثار کے بھی کئی درجے ہیں۔ کچھ وہ اصحاب توحید ہیں۔ جو مال و دولت کی تمام فراوانیوں سے دستبردار ہو گئے اور اس قابل ہی نہ رہے کہ محصل آئے اور ان سے زکوٰۃ کا تقاضہ کرے۔ چناں چہ ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا۔ دو سو درہم میں کیا زکوٰۃ دینا چاہیے۔ انہوں نے فرمایا عوام کا مسئلہ بتاؤں یا خواص کا؟ عوام کو پانچ درہم اس میں سے الگ کر دینا چاہیے۔ رہے خواص تو ان کا مسئلہ یہ ہونا چاہیے کہ کچھ بھی اپنے پاس نہ رکھیں۔

مالی ایثار کے اس تفاوت کا پتہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طرز عمل سے چلتا ہے کہ اوّل الذکر نے تو اپنا سارا اثاثہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دیا اور ثانی الذکر نے اپنا آدھا مال لا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضور نے فاروق رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا کہ گھر کی ضروریات کیلئے بھی کچھ چھوڑ آئے ہو تو انہوں نے کہا۔ جی ہاں جتنا لایا ہوں اس کے لگ بھگ۔ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے سوا گھر میں اور چیز نہیں رہنے دی۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''بینکما مابین کلمتکما'' (الحدیث)

Marfat.com

''تمہارے اجر وصلہ کی مقداروں میں اتنا ہی فرق ہے کہ جتنا تمہارے ان کلمات میں ہے۔''

یعنی یہاں صدیق رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری رہا کہ انہوں نے اپنے محبوب ﷺ پر وہ سب کچھ نچھاور کیا کہ جس کے وہ مالک تھے۔(تعلیماتِ غزالی،ص:۱۶۵۔۱۶۶)

صوفیاء کے اخفاء اعمال کے دلائل

ا۔اس سے آخذ اور حاجت مند کا بھرم قائم رہتا ہے اور مروت وعزت نفس کو ٹھیس نہیں لگتی۔کیوں کہ بصورت دیگر یہ خطرہ ہے کہ اس تعفف ووقار سے وہ محروم ہوجائے گا۔جس کی وجہ سے معاشرہ میں اس کی ایک حیثیت ہے۔

۲۔اس سے عوام الناس کے حسد ورشک سے محفوظ رہتے ہیں اور ان کی زبانیں سوءظن اور غیبت کا ارتکاب نہیں کرپاتیں۔ایسی بات ہے کہ اتقیاء نے ہمیشہ اس کا پاس اور لحاظ رکھا ہے۔

ابوایوب سختیانی رحمہ اللہ کا قول

ابوایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے''میں بسااوقات اس لیے لباس فاخرہ نہیں پہنتا کہ مبادا میرے پڑوسیوں میں اس سے رشک وحسد کی آگ نہ بھڑک اُٹھے۔ایک زاہد کہتے ہیں میں بعض اشیاء اس بنیاد پر استعمال نہیں کرتا کہ اس سے میرے بعض بھائیوں کو نفسانی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ابراہیم التیمی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ نیا کرتہ پہن لیا اس پر بعض جاننے والوں نے پوچھا کہ یہ کہاں سے حاصل ہوا۔انہوں نے کہا کہ خیثمہ نے دیا ہے اور اگر مجھے یہ پہلے معلوم ہوتا کہ تم اسے پہچانتے ہو تو میں ہرگز نہ پہنتا۔

۳۔ایک فائدہ اس میں یہ ہے کہ اس سے چوری چھپے نیک کام انجام دینے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور یہ ایک اچھا جذبہ ہے۔اسرار کے بارے میں یہ معلوم رہنا چاہیے کہ یہ مرحلہ اسی وقت تک اسرار ہے جب تک دوشخصوں تک محدود رہے۔یعنی معطی اور حاجت مند تک۔ان سے آگے بڑھا تو پھر اظہار کی حدود میں داخل ہوگیا۔جو ناپسندیدہ ہے۔ان دونوں میں کیا فرق ہے۔اس کا اندازہ ان واقعات سے لگائیے۔(تعلیماتِ غزالی،ص:۱۹۵)

اسرار واظہار میں عملی فرق

ایک صاحب نے ایک عالم کو بھرے مجمع میں کچھ دینا چاہا تو انہوں نے معذرت کی اور قبول نہ کیا۔ایک دوسرے نے خلوت میں پیش کیا تو انہوں نے لے کر رکھ لیا۔پوچھا گیا کہ حضرت!اس میں کیا مصلحت ہے؟انہوں نے فرمایا پہلی حرکت سوءادب کے مترادف تھی،اس لیے میں نے اس کے خلاف احتجاج کیا اور دوسرے طریق میں چوں کہ حسن ادب ملحوظ رکھا گیا ہے۔اس لیے اس کی قدر کرنا ضروری تھا۔ایک صوفی کی ایک صاحب نے برسرعام خدمت کرنا چاہی،انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا اور جو کچھ وہ دینا چاہتے تھے،اس کو انہیں پر لوٹا دیا۔وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا تم نے اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کیوں ٹھہرانا ضروری خیال کیا۔میں نے صرف اس شرک کو تمہارے منہ پر دے مارا ہے۔

سفیان رحمہ اللہ کہا کرتے تھے۔کہ اگر مجھے کسی شخص کے متعلق یہ یقینی طور پر معلوم ہوجائے کہ وہ اپنے صدقات کا چرچا نہیں

Marfat.com

کرتا تو مجھے قبول کر لینے پر کوئی عذر نہیں ہوتا۔

۴۔علانیہ صدقات قبول کرنے سے مومن کی تذلیل ہوتی ہے کیوں کہ مومن کیلئے ضروری ہے کہ اس عزت وآبرو کے جوہر نفیس کی ہر قیمت پر حفاظت کرے۔

۵۔اخفاء میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے آخذ یا لینے والا دوسروں کو شریک ٹھہرانے کے خدشہ سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ خدشہ اس حدیث کی بنا پر ابھرتا ہے۔

"من اھدی لہ ھدیۃ وعندہ قوم فھم شرکاءہ فیھا"۔(۷) "جس شخص کو کوئی ہدیہ بھیجا جائے دراں حالیکہ اس کے پاس کچھ لوگ بھی بیٹھے ہیں تو اس ہدیہ میں اُس کا بھی ساجھا ہے۔" (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۹۵۔۱۹۶)

صوفیاء کے اظہار اعمال کے دلائل

جن حضرات کے نزدیک اظہار افضل ہے اور جو یہ سمجھتے ہیں کہ صدقات کے بارے میں بات چیت اور گفتگو کرنے میں نہ صرف یہ کوئی مضائقہ نہیں بلکہ خوبیاں ہیں۔ ان کے نزدیک ان میں چار معانی ایسے پائے جاتے ہیں۔ جو اخفاء میں پائے نہیں جاتے۔

۱۔کھلے بندوں صدقات وصول کرنے میں انسان اخلاص کا زیادہ لحاظ رکھتا ہے۔ یعنی اپنی حالت کو چھپاتا نہیں، بلکہ کوشش کرتا ہے کہ ریا کاری کے دواعی سے بچا رہے۔

۲۔اس سے جاہ ومنزلت کا پندار جاتا رہتا ہے۔ عبودیت کا اظہار ہوتا ہے اور حاجت مند گویا ہر نوع کے کبر ودعویٰ استغناء سے دست بردار ہو جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے ایک عارف نے اپنے ایک مرید سے کہا کہ اگر تمہیں صدقہ یا خیرات کی کوئی چیز قبول کرنی ہی پڑے تو اس میں اظہار سے کام لے۔ کیونکہ تیری حالت دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو اس سے دینے والوں کی نظروں سے گر جائے گا۔ ایک اعتبار سے یہ اخفا ہی ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ تو اہل دولت وثروت سے کوئی توقع ہی نہ رکھ سکے گا۔ دوسرے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اہل ثروت تمہارے صدق کی بنا پر تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔ اس میں بھی خیر کا یہ پہلو پنہاں ہے کہ اس سے ان کو فائدہ پہنچے گا۔

۳۔**عارف کی نظریں اللہ تعالیٰ کی توحید پر جمی رہتی ہیں اور وہ اسرار واظہار میں کوئی فرق نہیں پاتا۔** اس کے نزدیک اگر کوئی مخلوق میں سے حاضر ہے تو کچھ حرج نہیں۔ غائب ہے تو کچھ پروا نہیں۔ بلکہ احوال کے اس اختلاف ہی کو یہ شرک ٹھہراتا ہے۔ اصل مقصود تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور وہ چوں کہ حاضر وشاہد ہے اس لیے اظہار میں کیا مضائقہ ہے؟ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۹۶۔۱۹۷)

توحید کی اصلی روح

یہی وہ نکتہ ہے جو اس حکایت میں مضمر ہے۔ ایک بزرگ سے متعلق مشہور ہے۔ کہ وہ اپنے مریدوں میں سے ایک کو خصوصیت سے چاہتے تھے اور ان کی طرف ان

کشف سے کون انکار کر سکتا ہے؟

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسجد میں تیس سال خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ جب حج پر جانے لگے تو فرمایا: دوستو! یہ میرا آخری جمعہ ہے، اگر کسی کو تکلیف پہنچی ہو تو بتا دے میں معافی مانگ لوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، واپسی پر آپ رحمۃ اللہ علیہ جہاز میں انتقال فرما گئے۔ (بحوالہ: تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

کا میاان زیادہ رہتا تھا۔ اس پر ان کے دوسرے مریدوں کو قدرتا رنج تھا۔ کہ شیخ کی خدمت و توقیر میں تو ہم سب برابر ہیں لیکن ان کا گوشۂ چشم کچھ ادھر زیادہ ملتفت رہتا ہے۔ شیخ نے ان کی اس کمزوری کو بھانپ لیا اور اپنے اس مرید کی خوبیوں کو ظاہر کرنے کی خاطر ان **سب کو ایک ایک مرغا دیا اور کہا کہ اس کو ایسی جگہ لے جا کر ذبح کرو، جہاں خلوت ہو اور کوئی تمہیں دیکھ نہ رہا ہو۔** سب نے مرغا لے لیا۔ مگر اس مرید نے معذرت کی اور کہا کہ صاحب میں ایسا نہیں کر سکتا۔ شیخ نے وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ جناب ایسی کونسی جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ شاہد و ناظر نہیں۔ شیخ مسکرائے اور کہا کہ تمہاری اسی توحید کی وجہ سے میں تم سے محبت رکھتا ہوں۔

۴۔ اس میں ایک بین فائدہ یہ ہے کہ اس طرح سنت شکر اور تقاضائے امتنان کی پیروی ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ ''اما بنعمة ربک فحدث'' (ضحیٰ:۱۱) اپنے پروردگار کی نعمتوں کا ذکر کرتے رہنا۔

کتمان نعمت گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو بخل کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

الذین یبخلون و یامرون الناس بالبخل و یکتمون ما اتاھم اللہ من فضلہ ۔(نساء:۲۷)

ترجمہ: ''جو لوگ بخل اختیار کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل پر اُبھارتے ہیں اور اللہ نے جو کچھ دے رکھا ہے اس کو چھپاتے ہیں۔''

ایک حدیث میں اس مضمون کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

اذا انعم اللہ علی عبد احب ان تریٰ نعمتہ علیہ۔(۱)

ترجمہ: ''اللہ جب اپنے کسی بندے پر احسان کرتا ہے تو چاہتا ہے کہ اس کے اثرات کو اس پر دیکھے۔

ایک بزرگ رحمہ اللہ سے متعلق روایت ہے کسی نے ان کو چوری چھپے کچھ دینا چاہا انہوں نے اس کا اظہار و اصرار کیا اور کہا کہ چوں کہ یہ امور دنیا میں سے ہے۔ اس لیے اس میں اعلان و اظہار ہی اولیٰ ہے اور سرو خفاء ان امور میں افضل ہے جو آخرت سے متعلق ہوں۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۹۷۔۱۹۸)

صوفیاء کرام اور روزہ کی اہمیت

رمضان کا روزہ ربع ایمان میں داخل ہے، کیوں کہ اس کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

''الصوم نصف الصبر، الصبر نصف الایمان''۔ (ترمذی، الحلیہ لابی نعیم) ''روزہ آدھے صبر کے مترادف ہے۔ صبر نصف ایمان کے برابر ہے۔''

پھر اس میں مزید خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف منسوب کیا ہے اور اس لحاظ سے اس کو تمام عبادات سے ممیز قرار دیا ہے۔ حدیث میں ہے: ''یضاعف کل حسنة بعشر امثالھا الی سبع مائة ضعف الا الصیام فانہ لی و انا اجزی بہ''۔ (بخاری و مسلم)

''ہر نیکی کا اجر دس گنا سے زائد تک ہے لیکن روزہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ یہ میرے لیے مخصوص ہے۔ اس لیے اس کے اَجر کی تعیین میرے ذمہ ہے۔''

Marfat.com

قرآن کریم کی ایک آیت میں بھی اس چیز کی طرف اشارہ ہے: ''انما یوفی الصابرون بغیر حساب''۔

جو صبر کرنے والے ہیں ان کو بے شمار ثواب ملے گا۔

اور چوں کہ روزہ نصف صبر کے ہم پلہ قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ عبادت کی ایسی نوعیت ہے۔ کہ جس میں ناپ تول، اور حساب وریاضی کی حد بندیوں کو دخل نہیں۔ اس سے بڑھ کر اس کی فضیلت کا اندازہ اس حدیث سے لگائیے۔

''والذی نفسی بیدہ لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک، الخ''۔ (بخاری ومسلم)

''اس ذات گرامی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ صائم کے منہ کی بو اللہ کے ہاں **مشک کی شمیم فرحت آفریں سے کہیں زیادہ پاکیزہ ہے۔''**

روزہ رکھنے والے کیلئے جنت کا ایک مخصوص دروازہ ہوگا۔ جس میں صرف وہی داخل ہو سکے گا۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

''للجنۃ باب یقال لہ الریان لایدخلہ الا لصائمون وھو موعود بلقاء اللہ تعالیٰ فی جزاء صومہ-(مسلم وبخاری)

''جنت میں ایک دروازہ ''ریان'' نامی ہے جس میں روزہ داروں کے سوا اور کوئی داخل نہیں ہو پائے گا۔ روزہ داروں سے اللہ تعالیٰ کے لقاء کا بھی وعدہ ہے۔'' (تعلیماتِ غزالی ص: ۲۰۳-۲۰۴)

روزہ کو امتیاز کیوں حاصل ہے؟

سوال یہ ہے روزہ کی فضیلت اس درجہ کیوں ہے؟ اور اس کو دیگر عبادات پر یہ امتیاز کیوں حاصل ہے۔ اس کی دو وجہیں سمجھ آتی ہیں۔ ایک یہ کہ دوسری تمام عبادات ایسی نہیں۔ کیوں کہ ان عبادات کو ہر کوئی دیکھ سکتا ہے۔ لیکن روزہ کا تعلق یکسر انسان کے باطن سے ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جان سکتا اور کوئی نہیں معلوم کرسکتا کہ فلاں شخص روزہ سے ہے یا نہیں ہے۔

دوسرے اس سے جتنا شیطان قابو میں آتا ہے اور جس قدر اس کی راہیں بند ہوتی ہیں اور کوئی عبادت اس معاملہ میں اس کی ہم سر نہیں ہوسکتی کیونکہ شیطان اور اس کی کارفرمائیاں اس سے زیادہ کیا ہیں کہ شہوات وخواہشات کا سب سے بڑا وسیلہ ہیں کہ جس کو آلہ کار بنا کر یہ انسان کو گمراہ کرتا ہے اور روزہ سے چوں کہ یہ سارا کارخانہ ہی طبیعت واقتضاء کے دائرہ سے نکل کر اطاعت وفرمانبرداری کے دائرہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس کی گرفت ڈھیلی پڑ جاتی ہے اور اس کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔ علاوہ ازیں شیطان کی قوتوں کو فتح کرنے اور قلع قمع کرنے سے یہ مطلب بھی ہے۔ کہ آپ نے اللہ کی طرف نصرت کا ایک قدم بڑھایا اور جب آپ نے اس کی طرف قدم بڑھایا تو اس کے صلہ میں اس کی رحمتیں بھی جوش میں آجاتی ہیں۔

ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم- (سورۃ محمد: ۷)

اگر تم خدا کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو ثبات بخشے گا۔ (تعلیماتِ غزالی ص: ۲۰۴-۲۰۵)

Marfat.com

صوفیاء کے نزدیک روزہ کے اسرار و معنوی شرطیں

روزہ کے تین مدارج

روزہ کیا ہے؟ اس کی حقیقت جاننے کیلئے ضروری ہے کہ اس سے متعلقہ مدارج کی تفصیل معلوم کی جائے۔ اس کے تین معروف درجے ہیں۔صوم عموم......عوام کا روزہ۔صوم خصوص......خواص کا روزہ۔صوم خصوص الخصوص...... یا ان لوگوں کا روزہ جو اللہ کے خاص الخاص بندے ہیں۔

صوم عموم:۔ سے مراد یہ ہے کہ صائم کم از کم اپنی ذمہ داریوں کو قبول کرے۔یعنی کھانے پینے یا جنسی تقاضوں کی حد تک اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی کرے۔

صوم خصوص:۔ اس سے کچھ زیادہ کا طالب ہے۔اس کا یہ مطلب ہے۔کہ ہاتھ، پاؤں، ناک، کان اور لسان تمام اعضاو جوارح اپنے کو کسی معصیت سے آلودہ نہیں ہونے دیں گے اور صائم اس بات کا پابند ہوگا۔کہ ان کو ہر طرح کی آلودگی اور فجور سے بچائے رکھے گا۔

صوم خصوص الخصوص: کا تقاضا اس سے بھی آگے کی منزل کا ہے۔اس سے یہ مقصود ہے کہ دل افکار ماسوی اللہ سے بالکل آزاد ہو جائے گا اور فکر و تدبر کی تمام صلاحیتوں کا بجز خدا کی ذات اور امورِ آخرت اور کوئی مدار و محور نہیں رہے گا۔اسی کی محبت، اسی کی دھن اور اسی کا نام اور اسی کا ذکر اسی کا وظیفۂ حیات ٹھہرے گا۔

اس منزل میں اخلاص و رسوخ کس درجہ کا ہونا چاہیے۔اس پر یوں غور کیجئے کہ جہاں عوام کا روزہ کھانے پینے کی اشیاء سے ٹوٹ جاتا ہے۔وہاں ان کے ہاں اس کی نزاکت کا یہ حال ہے کہ اگر کسی نے دنیا کے بارے میں ذرا سوچ لیا تو بھی روزہ کی برکات سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔(تعلیمات غزالی ص:۲۰۶-۲۰۵)

دنیا کی تعریف اربابِ قلوب کے نقطۂ نظر سے

دنیا کے لفظ سے دھوکا میں نہیں پڑنا چاہیے یہ دنیا جو اربابِ قلوب کیلئے بمنزلہ افطار کے ہے وہ ہے جو کسی طرح بھی زادِ آخرت نہ بن سکے اور عقبیٰ میں کام نہ آسکے۔اس میں دین کا کوئی پہلو مدنظر نہ ہو اور وہ دنیا جو بہر حال آخرت کا توشہ ہے اور عقبیٰ کی بھلائیوں کا پیش خیمہ ہے اس کو دین ہی کا ایک ضروری حصہ سمجھنا چاہیے۔اس نظام خصوص الخصوص میں قدم دھرنے سے یہ لازم آتا ہے۔کہ صائم اس عالم ذلیل اور کارخانۂ فنا کے ہر فکر اور ہر تشویش سے مخلصی حاصل کرلے۔یہاں تک کہ اگر دن کے وقت اس نے اپنی افطاری سے متعلق غور کرلیا، تو محض اتنا کرنے سے اس کا نام گنہگاروں کی فہرست میں لکھ لیا گیا۔یہ رُتبۂ بلند آسانی سے حاصل ہونے والا نہیں۔اس پر انبیا علیہم السلام فائز ہوتے ہیں، صدیق فائز ہوتے ہیں اور ان حضرات کو ان سے بہرہ مندی کے مواقع میسر ہوتے ہیں۔جو اللہ تعالیٰ کے مقربین خاص ہیں۔(تعلیماتِ غزالی ص:۲۰۷)

Marfat.com

صوم خصوص کا نقشہ اور شرائط

اس مقام و درجہ کی دیگر تفصیلات کیا ہیں؟ اس پر مزید حاشیہ آرائی ممکن نہیں۔ کیوں کہ یہ قصہ زبانی جمع خرچ اور قیل وقال سے متعلق نہیں۔ بلکہ کچھ حکایت عمل سے تعلق رکھنے والی کیفیت ہے۔ جس کی حقیقت عمل اور صرف عمل ہی سے واضح ہوسکتی ہے۔ دو لفظوں میں اس کیفیت کا حاصل یہ ہے کہ کوئی شخص کلیۃً اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے اور ارادہ و ہمت کی پوری پوری قوتوں کے ساتھ غیر اللہ سے اپنا رُخ پھیر لے۔

صوم خصوص کی تفصیل

جس کو ہم صوم صالحین سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ یہ ہے کہ روزہ دار اپنے اعضاء و جوارح کو ہر طرح کی آلودگی و آلائش معصیت سے بچائے رکھے اس کی تفصیل چھ امور کی تکمیل چاہتی ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۰۷)

امر اوّل:۔ نظر و بصر کو مخصوص رکھا جائے اور کوشش کی جائے کہ اس کا ہدف نہ تو کوئی ناجائز و مکروہ بات ہو اور نہ کوئی ایسا منظر ہو جو اپنی طرف اُلجھالے اور یادِ الٰہی کو بھلا دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:

النظرة سهم مسموم من سهام ابليس لعنه الله فمن تركها خوفا من الله اتاه الله عزوجل ايمانا يحل حلاوته في قلبه - (مستدرك)

"غیر محرم عورت کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنا ابلیس مردود کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے۔ سو جو کوئی اللہ کے خوف سے اس سے باز رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ایمان کی اس نعمت سے مالا مال کرے گا۔ جس کی شیرینی یہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔"

ایک اور حدیث میں ہے:

خمس يفطرن الصائم الكذب والغيبة والنميمة واليمين الكاذبة والنظرة بالشهوة۔

(ان پانچ چیزوں سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، جھوٹ، چغلی، نمامی، جھوٹی قسم، اور شہوت بھری نظریں۔

(تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۰۹)

امر ثانی: زبان کو اس سے متعلقہ عیوب سے باز رکھا جائے۔ جیسے ہذیان جھوٹ، غیبت، چغلی فحش گوئی، سخت کلامی، جھگڑا اور ریاکارانہ کلمات، ایجابی صفات اس میں یہ پیدا ہونی چاہئیں کہ لایعنی امور میں سکوت کو ترجیح دے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے اور تلاوت قرآن مجید میں مصروف ومنہمک۔

غیبت کے بارے میں حضرت سفیان رحمہ اللہ کا قول ہے: "الغيبة تفسد الصوم" (غیبت روزہ میں خلل پیدا کرتی ہے)

مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ "خصلتان يفسدان الصيام الغيبة والكذب"۔

"دو خصلتیں ایسی ہیں جو روزہ کو بگاڑ دیتی ہیں۔ ایک غیبت، دوسرا جھوٹ۔"

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''انما الصوم جنة فاذا کان احد کم صائما فلا یرفث و لا یجھل و ان امرء قاتله او شاتمه، فلیقل انی صائم، انی صائم'' (خرائطی نے مکارم الاخلاق میں ذکر کیا ہے) روزہ صائم کیلئے بمنزلہ ڈھال کے ہے۔ سو جو کوئی تم میں سے روزہ رکھے وہ تو فحش گوئی نہ کرے نہ لڑے جھگڑے اور اگر اسے کوئی للکارے یا گالی گلوچ پر اُکسائے تو یہ کہہ کر ٹال جائے کہ بھائی میں تو روزہ سے ہوں، میں تو روزہ سے ہوں۔'' (تعلیماتِ غزالی،ص:۲۰۹)

امر ثالث: کان کے پردوں پر کوئی ایسی آواز دستک نہ دے۔ جو معصیت کی طرف بلانے والی ہو۔ ممنوع اور حرام چیزوں کی طرف ملتفت ہونا کتنا برا ہے۔ اس کا اندازہ اس آیت سے کیجئے کہ قرآن نے اس میں ہر طرح جھوٹی باتوں کو سننے اور سود کھانے والے کو ایک ہی صف میں رکھا ہے۔

سمعون للکذب اکلون للسحت- (مائدہ: ۴۲)

یہ جھوٹی باتیں بنانے کیلئے جاسوسی کرنے والے اور سود کھانے والے ہیں۔

دوسری جگہ اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے:

لو لا ینھا ھم الربانیون و الاحبار عن قولھم الاثم و اکلھم السحت- (مائدہ: ۶۳)

بھلا ان کے مشائخ اور علماء ان کو گناہ کی باتوں اور حرام کھانے سے منع کیوں نہیں کرتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح کسی کی برائی بیان کرنا گناہ ہے اسی طرح اس پر خاموش رہنا اور سننا بھی معصیت ہے۔ (تعلیماتِ غزالی،ص:۲۰۹)

امر رابع: یہی بقیہ اعضا کا حکم ہے۔ ہاتھ پاؤں اور جسم کے دوسرے کل پرزے ہر طرح کی معصیت سے مجتنب رہیں۔ کیوں کہ اگر کسی شخص نے دن بھر پیٹ میں مثلاً حرام چیز نہ جانے دی۔ مگر افطاری کے قریب معدہ کو حرام سے پر کر لیا تو یہ پرلے درجے کی بے وقوفی ہوگی اور اس پر عربی کی یہ مثل صادق آئے گی۔

''بنی قصرا و ھدم بلدة'' ایک محل تعمیر کیا، لیکن پورا شہر ملیا میٹ کر کے۔ (تعلیماتِ غزالی،ص:۲۱۰)

باہمی فرق کا ازالہ

معانی باطنہ اور فقہاء ظاہر و باطن میں فرق: یہ ہیں وہ معانی باطنہ جن کو روزوں میں ملحوظ رکھنا لازم ہے اور جن کے بغیر ان میں کیفیت و لطف پیدا نہیں ہو پاتا اس پر اگر کوئی کہہ دے کہ فقہا تو اس قدر سختیاں اور شرائط عائد نہیں کرتے۔ بلکہ وہ تو کہتے ہیں کہ اگر ایک شخص کھانے پینے میں شرعی احتیاط کا خیال رکھتا ہے اور جنسی تقاضوں سے بھی بچا رہتا ہے تو اس کا روزہ بغیر کسی شبہ اور کھٹک کے صحیح ہے۔ سوال یہ ہے کہ فقہاء کی اس یقین دہانی کے بعد ان دقائق کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے؟

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ فقہاء ظاہر اور علماء باطن کا دائرہ بحث و فکر الگ الگ ہے۔ فقہا صرف اس پر اکتفا کرتے ہیں کہ ظاہر کی حد تک دلائل و شرائط کی تفصیل بیان کر دیں۔ ان پر یہ فرض قطعاً عائد نہیں ہوتا۔ کہ معانی باطنہ کی کھوج لگائیں اور بتائیں کہ جھوٹ یا غیبت کا مثلاً روزہ کی روحانیت پر کیا اثر پڑتا ہے۔ برخلاف علماء باطن کے کہ یہ اس بات کے مکلف ہیں۔

Marfat.com

عبادات کی روح بھی متعین کریں اور اس کے لوازم وشرائط کی چھان بین بھی کریں۔ رہی یہ بات کہ اس امورِ باطنہ کی اہمیت کیا ہے؟ تو اس کا اندازہ فریقین کے دلائل سے کیجئے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ فقہا کے دلائل نسبتاً زیادہ کمزور ہیں اور علماء باطن جن حقائق پر زور دیتے ہیں، ان کا موقف زیادہ مضبوط اور مستحکم ہے۔ (تعلیماتِ غزالی ص: ۲۱۴)

فقہاء اور علماء ظاہر کے مخاطبین الگ الگ ہیں

پھر ایک فرق یہ بھی ہے کہ دونوں کے مخاطبین الگ الگ ہیں اور دونوں کے مقاصد جدا جدا ہیں۔ یعنی فقہاء کی اگر یہ کوشش ہے کہ اس گروہ کو دین کی موٹی موٹی حقیقتیں سمجھائیں جو دنیائے دنی پر مٹا ہوا ہے اور دین کی جانب سے بالکل غافل ہے تو علمائے باطن کا مخاطب وہ طائفہ ہے جو فرائض کی حدتک گو پوری طرح لیس ہے **مگر اس پر قانع نہیں**۔ بلکہ مزید ترقیات کا خواہاں ہے اور مزید درجات کا طالب ہے۔ ایک فرق دونوں میں یہ ہے کہ فقہاء کی پرواز زیادہ سے زیادہ تصحیح اعمال تک ہے آگے نہیں، لیکن اربابِ قلوب، قبولیت کے جویاں ہیں۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا (تعلیماتِ غزالی ص: ۲۱۴)

روزہ کا اولین اور بنیادی مقصد

روزہ کا اولین اور بنیادی مقصد تخلق باخلاق اللہ ہے اور اللہ کے اخلاق کے ساتھ ہمرنگ رہنے کے معنی مقام صمدیت تک پہنچنا ہے اور ملائکہ کی صف میں کھڑا ہونا ہے۔ یہ ملائکہ کیا ہیں؟ ایک ایسی مخلوق جو گناہ اور معصیت کے پھیر میں گرفتار نہیں۔ بلکہ جس کا وظیفۂ حیات ہی اطاعت وبندگی ہے۔ لہٰذا انسان جس قدر خواہشات سے اونچا اُٹھے گا۔ اسی نسبت سے ملکوتیت سے متصف ہوگا اور جس نسبت سے ہوس وآز کے پھندوں میں پھنسے گا۔ اسی نسبت سے ملائکہ سے دور ہوتا چلا جائے گا۔ اب جب روزہ کے معنی اربابِ قلوب کے نزدیک یہ ٹھہرے کہ اس کے ذریعہ مقام صمدیت سے تعلق پیدا کرنا ہے۔ تو روزہ کے اس تصور پر یہ حضرات کیوں کر مطمئن ہو سکتے ہیں کہ ایک وقت خاص تک تو روٹی کا ایک بھورا اور پانی کا ایک قطرہ بھی حلق کے اندر نہ جانے پائے لیکن جب وہ وقت گزر جائے تو پھر پیٹ کا کوئی گوشہ ایسا نہ رہے جو بھر نہ جائے اور یہ کہ دسترخوان کھانوں کی تمام اقسام سے آراستہ ہو کیوں کہ اگر روزہ کا مفہوم اسی قدر ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں ارشاد فرماتے: ”کم من صائم لیس له من صومه الا الجوع والعطش“۔

کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جن کو روزہ سے بجز بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل ہونے والا نہیں۔ (تعلیماتِ غزالی ص: ۲۱۴-۲۱۵)

امام غزالی رحمہ اللہ کے نزدیک فضائل مدینہ

دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکتیں

مکہ مکرمہ کے بعد مدینہ سے بڑھ کر خیر وبرکت کی اور کوئی جگہ نہیں۔ اس میں اعمال وحسنات کا درجہ کہیں زیادہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے بارے میں فرمایا ہے: ”صلوة فی مسجدی هذا خیر من الف صلاة فیما سواه الا المسجد الحرام“۔ (بخاری ومسلم) ”میری اس مسجد میں ایک نماز پڑھ لینا دوسری مسجدوں میں ہزار نماز پڑھنے سے بھی بہتر

Marfat.com

ہے۔ہاں مسجد حرام کا درجہ اس سے بھی زیادہ ہے۔''
اور یہ خصوصیت صرف نمازوں کو ہی حاصل نہیں اس میں ہر ہر عمل اور ہر ہر نیکی المضاعف اجر چاہتی ہے۔مزید براں یہیں رہ جانے اور زندگی گزارنے میں جو لطف ہے آنحضرت ﷺ نے اس کی طرف خصوصیت سے ارشاد فرمایا ہے۔

من استطاع ان یموت بالمدینة فلیمت فانه ان یموت بها احسن الا کنت له شفیعا یوم القیامة''۔(متفق علیه)

''جو مدینہ میں تمام عمر رہ سکتا ہے اسے رہنا چاہیے کیونکہ جو کوئی بھی اس سرزمین میں مرے گا میں قیامت کے روز اس کی سفارش کروں گا۔''(تعلیماتِ غزالی،ص:۲۲۵)

مسجد نبوی ﷺ اور مزار پر حاضری کی کیفیات

جب مسجد نبوی ﷺ کا منظر دلنواز سامنے آئے اور اس میں قدم دھرنے کی سعادت حاصل ہو۔تو کچھ اس طرح کا نقشہ نظر و بصر کے سامنے پھر جانا چاہیے کہ یہ وہ مقام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی سجدہ گاہ قرار دیا۔جس میں مسلمانوں کے پہلے اور بہترین گروہ نے عبادت فرائض انجام دیئے اور یہی وہ مقام ہے کہ زندہ حضرات میں سے بہترین اور چیدہ افراد جہاں صبح وشام اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں اور جو مرنے والوں میں سے بہتر اور اعلیٰ ترین ہستیوں کو اپنے آغوش میں لیے ہوئے ہے۔لہٰذا یہاں آنے کا جب اتفاق ہو۔تو خشوع وعظمت کے جذبات کا ان پر پورا پورا غلبہ واستیلا ہونا چاہیے اور کیوں نہ ہو یہ تو جگہ ہی ایسی ہے،کہ ہر ہر دل جس سے متاثر ہو اور ہر ہر مومن جہاں وفور کیفیات سے مست ہو۔اویس قرنی رحمہ اللہ کے بارے میں ابوسلیمان رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ جب یہ مدینہ آئے اور ان سے کہا گیا یہ آنحضرت ﷺ کا مزار ہے تو ان پر غش طاری ہو گیا۔جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے۔خدارا مجھے کسی طرح یہاں سے نکالیے،میں ایسی جگہ ہرگز نہیں رہنے کا جہاں محمد رسول اللہ ﷺ مدفون ہوں۔

مزار اقدس پر حاضری کے آداب

مومن نہ تو روضہ کی دیوار کے بالکل قریب کھڑا ہو اور نہ اس کو چھوئے بلکہ ذرا فاصلہ پر ادب واحترام سے کھڑا ہو کر دیدہ ونگاہ کیلئے سامان لذت فراہم کرے اور یہ سمجھے کہ گویا آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں ان کے سامنے حاضر ہو رہا ہے۔جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔''ان اللہ تعالیٰ و کل بقبرہ ملکا یبلغه سلام من سلم علیه من امته''۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی قبر پر ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے۔جس کے فرائض میں یہ داخل ہے کہ درود وسلام بھیجنے والے کا درود وسلام ان تک پہنچا دے۔''

اس سلسلہ میں یاد رہے کہ درود وسلام تو اس شخص کا بھی آنحضرت ﷺ تک لے جایا جاتا ہے،جو مدینہ سے باہر ہے۔اس لیے جس نے وطن اور ملک کو محض اس شوق کی بنا پر چھوڑا اور شدائد سفر برداشت کیے کہ آنحضرت ﷺ سے شرف ملاقات حاصل کرے گا۔وہ اگر یہاں آ کر روضۂ اقدس کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے اور درود وسلام کے تحائف بھیجتا ہے تو اس کے پہنچ

Marfat.com

جانے اور خلعت قبول پانے میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے۔ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو زائرین کے آنے اور زیارت کرنے کی باقاعدہ اطلاعات دی جاتی ہیں۔

منبر رسول ﷺ کی زیارت کے آداب

اس کے بعد مسجد نبوی ﷺ میں منبر رسول ﷺ کی زیارت کرنا چاہیے اور چشم تصور کے سامنے یہ منظر لانا چاہیے۔ کہ گویا آنحضرت ﷺ اس پر تشریف فرما ہیں اور مہاجرین وانصار کے مختلف گروہوں نے آپ ﷺ کو گھیر رکھا ہے۔ آپ ﷺ وعظ فرما رہے ہیں اور ان میں اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی روح پھونک رہے ہیں۔

یہ ہیں وہ اسرار واعتبارات کہ مناسک حج میں جن کی رعایت ضروری ہے۔ جب ان سے انسان فارغ ہو چکے تو اس کو اپنے قلب وجگر کا جائزہ لینا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ کیا اس کا دل انہیں کیفیات سے معمور ہے۔ کیا دنیا سے بیزار ہوا ہے اور دار البقاء سے اس کی محبت بڑھی ہے اور آیا اس کے اعمال شرع کی ترازو میں پورے اترتے ہیں۔ اگر یہ کیفیات دل میں موجود ہیں تو اس کا حج قبول ہوا اور اس کا نام زمرۂ محبوبین میں لکھا گیا۔ اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو پھر اندیشہ ہے کہ کہیں اس کو سوا غضب و پشیمانی کے اور کچھ حاصل نہ ہوا ہو۔ اللہ تعالیٰ اس محرومی سے ہر ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۵۳-۲۵۴)

ایام حج میں کثرت ذکر کے دلائل

تلاوت قرآن کے بعد ذکر سے بڑھ کر اور کوئی عبادت نہیں۔ اس کے متعلق قرآن میں جا بجا تصریحات آئی ہیں۔

فاذکرونی اذکرکم۔ (سورۂ بقرہ: ۱۵۲) سوتم مجھے یاد کیا کرو۔ میں تمہیں یاد کیا کروں گا۔ ☆اذکروا اللہ ذکراً کثیراً (احزاب: ۴۲) ''اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو۔'' ☆''فاذا افضتم من عرفات فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام، واذکروا کماھداکم''۔ (بقرہ: ۱۹۰) اور جب عرفات سے واپس ہونے لگو تو مشعر حرام (مزدلفہ) میں خدا کا ذکر کرو۔ اور اس طرح ذکر جس طرح اس نے تمہیں سکھایا ہے۔ ☆''فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکرکم اباء کم او اشد ذکرا'' (بقرہ: ۱۹۹) پھر جب حج کے تمام ارکان پورے کر چکو تو منیٰ میں خدا کو یاد کرو جس طرح اپنے باپ دادا کو یاد کرتے تھے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ ☆''الذین یذکرون اللہ قیاما وقعوداً وعلی جنوبھم'' (آل عمران: ۱۹۰) ''جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں۔ ☆''واذکر ربک فی نفسک تضرعا و خفیة ودون الجھر من القول بالغدو والاصال'' (اعراف: ۲۰۵) اور اپنے پروردگار کو دل ہی دل میں عاجزی اور خوف سے اور پست آواز سے صبح وشام یاد کرو۔ ☆ولذکر اللہ اکبر (عنکبوت: ۴۵) ''اور خدا کا ذکر کرنا بڑا اچھا کام ہے۔

منافقین کو ذکر سے البتہ کوئی لگاؤ نہیں ہوتا، چنانچہ ان کی اس محرومی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے فرمایا:

ولا یذکرون اللہ الا قلیلاً۔ (نساء: ۱۴۲) اور خدا کی یاد ہی نہیں کرتے مگر بہت کم۔

احادیث وآثار کا اچھا خاصہ ذخیرہ بھی ذکر کے فضائل میں منقول ہے۔ ایک حدیث قدسی ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

یقول اللہ عز وجل انا مع عبدی ماذکرنی وتحرکت شفتاہ بی۔ (مستدرک)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اپنے بندہ کے ساتھ اس وقت تک رہتا ہوں جب تک وہ میرے ذکر میں مشغول رہتا ہے اور جب تک اس کے ہونٹ میری یاد سے متحرک رہتے ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

من احب ان یرتع فی ریاض الجنة فلیکثر ذکر اللہ عزوجل۔

جو ریاض جنت کی شمیم انگیزیوں سے بہرہ مند ہونا چاہتا ہے اور اس کے آثار اور میووں سے کام ودہن کی تواضع کرنا چاہتا ہے۔ اسے چاہیے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ بہترین عمل کونسا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا۔

ان تموت ولسانك رطب بذکر اللہ عزوجل۔

تیری موت اس عالم میں ہو۔ کہ تو اللہ کے ذکر سے رطب اللسان ہو۔

ایک اور حدیث قدسی دیکھیے۔ اصحاب ذکر کیلئے کس درجہ ایمان افروز اور امید افزا ہے:

یقول اللہ تبارك و تعالیٰ اذا ذکرنی عبدی فی نفسه ذکرته فی نفسی واذا ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملاء خیر من ملائه - واذا تقرب منی شبرا تقربت منه ذراعا واذا تقرب منی ذراعا تقربت منه باعا و اذا مشی الی هرولت الیه۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب کوئی میرا بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو دل میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ برسر مجلس میرا تذکرہ کرتا ہے تو میں بھی اس سے کہیں بہتر جماعت میں تذکرہ کرتا ہوں اور اگر میرا بندہ میری طرف ایک بالشت بڑھے۔ تو میں بقدر دو بالشت کے اس کی جانب ملتفت ہوتا ہوں اور اگر وہ دو بالشت بڑھے تو میں بقدر ایک ہاتھ کے اس کی طرف بڑھتا ہوں۔ پھر اگر وہ ایک ہاتھ کے انداز سے بڑھے۔ تو میں اس کی جانب لپک کے آتا ہوں۔ یعنی نہ پوچھو۔ کہ میری توجہات والتفات کی سرعتوں کا کیا عالم ہوتا ہے؟

ذکر کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگنے کی حاجت نہیں رہتی۔

قال اللہ عزوجل من شغله ذکری عن مسئلتی اعطیته افضل ما اعطی سائلین -

"اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو میرے ذکر میں اس درجہ مشغول رہا کہ مجھ سے کچھ طلب نہیں کر سکا۔ میں اس کو اتنا ہی دوں گا جتنا کسی بہترین سائل کو میں دے سکتا ہوں۔"

یہی نہیں بلکہ ایک عارف کے قول کے مطابق۔ اللہ تعالیٰ ذاکر کی جملہ ضروریات انفرادی و اجتماعی کا متکفل ہو جاتا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ لیس یتحسر اهل الجنة علی شیء الا علی ساعة مرت بهم، لم یذکر اللہ سبحانہ فیها۔

Marfat.com

اہل جنت کو بجز اس کے اور کسی چیز پر افسوس نہیں ہوگا کہ کچھ لمحے یونہی غفلت میں بسر ہو گئے اور ان میں وہ اللہ کے ذکر سے محروم رہے۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۲۵۷-۲۵۹)

صوفیاء کے اجتماعی ذکر کے فضائل و دلائل

جب ذکر کے یہ فضائل ہوئے تو ان مجالس کے کیا کہنے کہ جن کو ترتیب ہی اس لیے دیا گیا ہے کہ ان میں اللہ کے ذکر سے دلوں کو صیقل کیا جائے۔

ایک حدیث میں ہے: "ماجلس قوم مجلسا یذکرون اللہ تعالیٰ لا یریدون بذالک وجھہ الا ناداھم مناد من السماء قوموا مغفورا قد بدلت لکم سیاتکم حسنات" جب بھی کوئی گروہ کسی ایسے اجتماع کا اہتمام کرتا ہے جس میں اللہ کا صرف اس کی خوشنودی کے پیش نظر ذکر کرنا مقصود ہو۔ تو ایک پکارنے والا پکار کر انہیں خوشخبری سناتا ہے کہ جاؤ تمہارے گناہ بخش دیئے گئے اور تمہاری لغزشیں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔

ایک عارفانہ نکتہ

(ذکر اور میراث رسول ﷺ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ایک عارفانہ اور لطیف مذاق) صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں ذکر کی کیا اہمیت تھی؟ اس کے بارے میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔ ایک دن اتفاق سے بازار میں جا نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ خرید و فروخت کرنے والوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگے ہیں۔ کہنے لگے۔ لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم یہاں کاروبار میں مشغول ہو اور اسی مسجد نبوی میں آنحضرت ﷺ کی میراث بٹ رہی ہے۔ جاؤ اور اپنا حصہ لے آؤ۔ یہ ساری بھیڑ پلٹ کر مسجد میں آئی۔ تو یہ دیکھ کر سخت مایوسی ہوئی۔ کہ یہاں کوئی بھی دولت و ثروت کی تقسیم میں مصروف نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا حضرت! یہ کیا مذاق سوجھا۔ آپ ﷺ کی مسجد میں تو اس قسم کی کوئی چیز نہیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے مسجد میں جا کر کیا دیکھا۔ کہنے لگے یہی بس ایک حلقہ ذاکرین کا ذکر اور تلاوت قرآن میں منہمک ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ یہی میراث رسول ﷺ ہے۔ اللہ کی یاد اور ذکر یک طرفہ نہیں ہوتا۔ بلکہ کچھ اس ذات گرامی کو بھی اپنے یاد کرنے والوں سے دلچسپی ہے۔ ایک حدیث میں ہے:

ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض فضلا عن کتاب الناس فاذا وجدوا قوماً یذکرون اللہ عزوجل تنادوا، ھلموا الی بغیتکم فیجیون فیحفون بھم الی السماء فیقول اللہ تبارك و تعالیٰ الی شی ترکتم عبادی یصنعونہ فیقولون ترکنا ھم یحمدونك و یسبحونك فیقول اللہ تبارك و تعالیٰ ھل راونی فیقولون لا فیقول جل جلالہ، کیف لو راونی فیقولون لو رواوك لکانوا اشد تسبیحاً و تحمیداً و تمجیداً فیقول لہ من ای شی یتعوذون فیقولون من النار، فیقول تعالیٰ ھل راوھا فیقولون لا - فیقول اللہ عزوجل - فکیف لو راوھا فیقولون لو راوھا لکانوا اشد ھربا منھا واشد نفورا - فیقول جل جلالہ و ای شی یطلبون فیقولون الجنۃ فیقول تعالیٰ و ھل راوھا

Marfat.com

فيقولون لا فيقول تعالىٰ فكيف لو راوها فيقولون لو روها لكانوا اشد عليها حرصاً فيقول جل جلاله انى اشهدكم انى قد غفرت لهم، فيقولون كان فيهم فلان لم يردهم انما جاء لحاجة فيقول الله عزوجل هم قوم لا يشقى جليسهم-(ترمذی)

اللہ تعالیٰ نے نامہ اعمال لکھنے والوں کے علاوہ دنیا میں کچھ ایسے فرشتوں کا تقرر بھی فرما رکھا ہے۔ جو گھوم پھر کر ذاکرین کا پتہ چلاتے ہیں۔ پھر جب انہیں کسی ایسے مجمع کا علم ہوتا ہے۔ تو دوسروں سے کہتے ہیں۔ یہاں آؤ ہیں یہ وہ لوگ جن کی تم تلاش میں ہو۔ پھر یہ فرشتے اسی مجمع کے گرد آسمان تک گھیرا ڈال لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں۔ کہ تم نے ہمارے بندوں کو کس حال میں پایا یہ کہتے ہیں ان کو ہم نے تیری حمد وثناء اور تسبیح بیان کرتے ہوئے پایا۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے۔ مگر کیا انہوں نے مجھے کبھی دیکھا بھی ہے۔ یہ کہیں گے جی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اور اگر یہ میری جھلک دیکھ پائیں تو ان کے شوق ذکر کا کیا عالم ہو؟ فرشتے کہیں گے جب تو مولا اسی کام میں لگے رہیں اور تیری تسبیح، تمجید اور تمہید اس سے کہیں زیادہ زوروں سے بیان کریں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اور کس چیز سے پناہ طلب کرتے ہیں۔ یہ کہیں گے جہنم کی آگ سے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ کیا انہوں نے جہنم کی خوفناکیوں کا بھی مشاہدہ کیا ہے؟ یہ کہیں گے جی نہیں اللہ تعالیٰ کہے گا اور اگر یہ جہنم دیکھ پائیں تو یہ کہیں گے کہ پھر تو ان کا جہنم سے فرار اور بڑھ جائے یہ اور متنفر ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اور یہ چاہتے کیا ہیں۔ یہ فرشتے کہیں گے تیری رضا۔ جنت! اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اگر کہیں انہوں نے میری خوشنودی کے اس مرقع کو دیکھ لیا ہوتا تو ان کے شوق وطلب کا کیا حال ہوتا۔ یہ کہیں گے۔ جب تو اس میں اور اضافہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ تم گواہ رہو۔ کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ فرشتے کہیں گے۔ ان میں ایسا شخص بھی تھا۔ جو ذکر کی اس مجلس میں اپنے کسی کام کی وجہ سے آ بیٹھا تھا۔ اس کا مقصد ذکر و فکر نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ وہ قوم ہے کہ جن کا جلیس بھی محروم نہیں رہتا۔'' (تعلیماتِ غزالی، ص:۲۶۰۔۲۶۲)

صوفیائے کرام کی تعلیمات میں نکاح کی اہمیت

اس کے بارے میں آیات قرآنی پر نظر ڈالیے۔ ''وانكحوا الايامى منكم'' (نور:۳۲)

''اور اپنی قوم کی بیوہ عورتوں کے نکاح کر دیا کرو۔'' اس میں یہ نکتہ ملحوظ رہے۔ کہ نکاح کو بصیغہ امر ادا کیا ہے۔

فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن- (بقره:۲۳۲)

دوسرے شوہروں کے ساتھ جب وہ جائز طور پر راضی ہو جائیں نکاح کرنے سے مت روکو۔''

انبیاء ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے:

ولقد ارسلنا رسلا من قبلك و جعلنا لهم ازواجا و ذرية (رعد:۳۸)-

ترجمہ: ''اور ہم نے تم میں سے پہلے بھی پیغمبر بھیجے تھے اور ان کو بیبیاں اور اولاد بھی دی تھی۔

اللہ کے وہ بندے جو ازدواجی زندگی کے رشتوں میں منسلک ہیں۔ ان کی دعاؤں کا اندازہ کیا ہوتا ہے؟ اس کو یوں بیان فرمایا ہے۔

والذين يقولون ربنا هب لنا من ازواجنا و ذرياتنا قرة اعين (فرقان:۷۴)

Marfat.com

ترجمہ: ''اور وہ خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو ہماری بیبیوں کی طرف سے دل کا چین اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما۔''

اس سلسلہ میں یہ بات بھی ملحوظ رکھنے کی ہے۔ کہ جتنے بھی پیغمبر علیہم السلام اس دنیا میں مبعوث ہوئے ہیں وہ سب کے سب متاہل تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بھی شادی کی تھی اگرچہ وظیفہ جنسی ادا نہیں کیا تھا اور حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں احادیث میں آتا ہے کہ جب وہ دوبارہ آئیں گے تو اس پابندی کو قبول فرمائیں گے اور یہ پابندی ان کیلئے باعث برکت بھی ثابت ہوگی یعنی صاحب اولاد ہوں گے۔

احادیث یہ ہیں:

النکاح سنتی فمن رغب عن سنتی فقد رغب عنی، النکاح سنتی فمن احب فطرتی فلیستن بسنتی۔

ترجمہ: 'نکاح میری سنت ہے اس لیے یاد رہے جس نے اس سے روگردانی اختیار کی۔ اس نے مجھ سے روگردانی کی۔ نکاح میری سنت ہے سو جس کو میری یہ فطرت پسند ہے اس کو میری اس سنت پر عمل کرنا چاہیے۔

من ترك التزويج مخافة العيلة فليس منا۔

جو نکاح افلاس کے اندیشے کے پیش نظر نہیں کرتا۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ''لا یمنع من النکاح الاعجز او فجور'' نکاح سے دو ہی آدمی باز رہ سکتے ہیں۔ ایک جس کو اس پر قدرت نہ ہو اور ایک جو بد معاش ہو۔

حبرامت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے۔ ''لایتم نسک الناسک حتی یتزوج''

''عابد اور زاہد کا زہد اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا۔ جب تک کہ وہ شادی نہ کرے۔''

ان کا مقصد غالباً یہ ہے۔ کہ جب تک کسی شخص کی شادی نہ ہو۔ اس کا دل خیالات وشہوات کی اذیتوں سے بچ نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے، اپنے غلاموں کے بارے میں بھی ان کا یہی معمول رہا کہ جہاں وہ بالغ ہوئے، ان کو رشتۂ ازدواج میں منسلک کر دیا۔ چناں چہ عکرمہ وکریب رحمہم اللہ کا نکاح ان کے مجبور کرنے سے طے پایا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نکاح کو صرف ایک ضرورت ہی تصور نہیں کرتے تھے بلکہ ان کا یہ خیال تھا کہ یہ ایک دینی خدمت بھی ہے۔ اس کی تائید میں ان کا یہ قول ملاحظہ ہو۔ ''لو لم یبق من عمری الا عشرۃ ایام لا حببت ان اتزوج لکیلا القی اللہ عزباً'' (اگر میری زندگی کے دس ہی دن باقی ہوں۔ تب بھی میں شادی کرنا پسند کروں گا تا کہ اللہ سے اس حال میں ملاقات نہ ہو کہ میری کوئی بیوی نہ ہو۔'')

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں۔ اتفاق سے طاعون کا مرض پھیلا۔ اور ان دونوں کا انتقال ہو گیا۔ وہ خود بھی بیماری کی وجہ سے صاحب فراش ہوئے اور قریب تھا کہ داعی اجل کو لبیک کہیں۔ عین ان لمحوں میں ان کی یہ آرزو تھی۔

Marfat.com

زوجونی انی اکرہ ان القی اللہ عزبا۔

میرے نکاح کا اہتمام کرو کیوں کہ میں اللہ تعالیٰ سے مجرد یا رنڈوے کی حیثیت سے ملنا نہیں چاہتا۔"

اس تمنا میں بھی یہی مذہبی روح کارفرما تھی۔ کہ ہر حالت میں ازدواجی زندگی سے دوچار رہنا ضروری ہے۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ:

كثرة النساء ليست من الدنيا لان عليا رضی اللہ كان ازهد اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم- وكان له اربع نسوة و سبع عشرة سرية-

عورتوں کی کثرت دنیا کے مفہوم میں شامل نہیں ہے کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جو صحابہ رسول ﷺ میں زہد واتقاء کے درجہ قصویٰ پر فائز تھے چار تو بیویاں تھیں اور سترہ لونڈیاں تھیں۔

"ان کے علاوہ اولیاء وصلحاء کی ایک اچھی خاصی جماعت کا یہ خیال تھا۔ کہ تجرد سے تاہل کی زندگی افضل ہے۔ چنانچہ جب کسی نے ایک مرتبہ ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ کو ان کے تجرد پر مبارک باد دی اور کہا کہ آپ کو تو خوب خوب تجرد وانزوا کی لذتوں سے بہرہ مندی کے مواقع حاصل ہیں۔ تو انہوں نے جواب میں کہا۔"

لروعة منك بسبب العيال افضل من جميع ما انا فيه -

اہل وعیال کی وجہ سے اضطراب وخون کی ایک خلش جن سے تم دوچار ہو، ان تمام کیفیات پر بھاری ہے کہ جن سے میں گزر رہا ہوں۔" (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۱۳-۲۱۶)

نکاح معاشرہ کی اساس وبنیاد ہے

(خالص حیاتیاتی نقطہ نظر سے اس دعویٰ کی وضاحت) فوائد پانچ ہیں۔ (۱) اولاد، (۲) شہوت (۳) تدبیر منزل، (۴) کثرت عشرۃ، (۵) اور حقوق وفرائض کی نگہداشت کے سلسلہ میں مجاہدۂ نفس۔ جہاں تک اولاد کا تعلق ہے تو یہ کہنا چاہیے کہ نکاح کے باب میں اسی کو اصل واساس کی حیثیت حاصل ہے اور اسی کیلئے نکاح کا انتظام شرائع نے پیش کیا ہے۔ کیوں کہ اس سے بقاء نوع انسانی کے اصول کی تائید ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے اس دنیا کی رونق اور چہل پہل قائم ہے۔ اگر نسل انسانی باقی ہے تو اس سے رُبع مسکون کی تمدنی وروحانی اقدار کا وجود بھی ممکن ہے اور اگر خدانخواستہ نوع انسانی ہی ختم ہو جاتی ہے تو مذہب اور اس کی اعلیٰ قدروں کے تحفظ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس میں شُبہ نہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو بغیر رشتۂ ازدواج کے توسل کے انسانوں کو پیدا کرسکتا تھا۔ مگر اس کی حکمت وقدرت نے یہ چاہا نہیں اور یہ پسند نہیں فرمایا کہ اسباب حیات کو بے کار کر دیا جائے۔ اس لیے اس نے انسانی تخلیق کیلئے مرد وعورت میں ایک خاص قسم کا عضوی ڈھانچہ تیار کیا اور اسی ڈھانچہ کا تقاضا ہے کہ ان میں شہوت اور محبت جنسی ایسے میلانات پیدا کیے۔ اس میں یہ راز پنہاں ہے کہ یہی جذبات یہی محبت اور جنسی کشش دونوں کو مجبور کرتی ہے کہ نوع انسانی بقاء وتحفظ کیلئے سرگرم سعی ہو اور اس غرض کی تکمیل کیلئے اپنی بہترین صلاحیتوں کو صرف کرے، ورنہ کون ایسا تھا کہ بغیر کسی لطف اندوزی کے اور مادی ومحسوس بہرہ مندی کے اتنی بڑی کھکھیڑ مول لیتا۔

Marfat.com

نکاح کا دوسرا فائدہ

شیطان سے بچاؤ ہے۔ خواہشات نفس کے بے راہ روی سے اجتناب ہے اور شہوت کے زور کو توڑتا ہے۔ اس سے حفظ بصر کی نعمت حاصل ہوتی ہے اور عفاف و پاکیزگی کی دولت سے انسان مالا مال ہوتا ہے۔ اس حقیقت کی طرف آنحضرت ﷺ نے اشارہ کیا ہے۔ ''من نکح فقد حصن نصف دینه فلیتق الله فی الشطر الاخر''۔ جس نے ازدواجی زندگی اختیار کی، اس نے اپنا آدھا دین بچالیا۔ اب اسے چاہیے کہ باقی آدھے کے بارے میں اللہ سے ڈرے۔

نکاح کا تیسرا فائدہ

انسان اس کی وجہ سے تدبیر منزل کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوجاتا ہے اور چھوٹے چھوٹے کاموں کی جانب اپنے کو فارغ ویکسو محسوس کرتا ہے اور اس لائق ہوجاتا ہے کہ مہمات امور کیلئے وقت نکال سکے۔ ورنہ اسے خود گھر کی صفائی کا انتظام کرنا پڑے، خود برتن مانجھے، گھر کا کوڑا کرکٹ صاف کرے اور ضروریات کا اہتمام کرے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پڑھنے لکھنے اور عمل کیلئے اس کے پاس نہ تو کافی وقت بچے گا اور نہ اتنی مقدرت اور توانائی ہی رہے گی کہ سب کاموں کو انجام دے سکے۔ حضرت سلیمان الدارانی رحمہ اللہ نے جو یہ فرمایا کہ صالح اور نیک بخت بیوی دنیا کے قبیل سے نہیں ہے۔ تو اس کا یہی مطلب تھا۔ کہ اس کی وجہ سے اتنا وقت اور قوت و مقدرت بچ رہتی ہے۔ کہ انسان دین کے بڑے بڑے تقاضوں کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکتا ہے۔ اس مفہوم کا آنحضرت ﷺ نے ایک حدیث میں یوں بیان فرمایا ہے۔

لیتخذ احدکم قلباً شاکراً ولساناً ذاکراً و زوجة مومنة صالحة تعینه علیٰ اخرته۔

تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ قلب ایسا پائے جو شکر گزار ہو، اور زبان ایسی کہ اس کی یاد میں لذت محسوس کرے اور بیوی وہ نیک اور صالح جو آخرت کے سلسلہ میں معین و مددگار ہو۔

نکاح کا چوتھا فائدہ: نکاح سے مختلف عشائرہ وقبائل سے تعلقات استوار ہوتے ہیں اور انسان کی قوت وحشمت میں اضافہ ہوتا ہے۔

نکاح کا پانچواں فائدہ:۔ زیادہ اہم ہے اور وہ یہ ہے کہ جب انسان تاہل اور بال بچوں کی زندگی بسر کرے گا تو لامحالہ اس کو ان سے شکایتیں بھی پیدا ہوں گی۔ ان سے اذیتیں بھی پہنچیں گی اور ان کیلئے جو اکل حلال کا سامان کیا جائے گا، اس کے حصول کیلئے دشواریاں بھی پیش آئیں گی۔ اب فرض کیجئے یہ شخص شکایتوں اور اذیتوں کے مقابلہ میں تحمل و برداشت سے کام لیتا ہے اور ان کی تادیب واصلاح کی فکر میں برابر نگاہ رکھتا ہے، ان کی تربیتِ اخلاقی کے فریضہ کو باحسن وجہ پورا کرتا ہے اور گھبراتا نہیں۔ مزید براں ان سب کا حلال سے پیٹ بھرتا ہے اور حرام کی طرف پلٹ کر بھی نہیں دیکھتا تو ان اعمال جلیلہ کی فضیلت سے کون انکار کرسکتا ہے؟ یہی وہ بات ہے۔ جس کی طرف آنحضرت ﷺ نے اشارہ فرمایا ہے:

یوم من وال عادل افضل من عبادة سبعین سنة، ثم قال الا کلکم راع وکلکم

Marfat.com

مسئول عن رعيته-

''والی عادل کا ایک دن عابد وزاہد کے ستر سال پر بھاری ہے۔ پھر فرمایا تم میں کا ہر ایک ایک طرح کا والی ہے اور تم میں کے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔''

وجہ فضیلت ظاہر ہے۔ یہ متاہل وعیال دار ایسا شخص ہے جس نے اپنی اصلاح بھی کی اور غیر کی اصلاح وتزکیہ کے درپے بھی ہوا۔ پھر اس نے ہر اصلاح کی راہ میں مشکلات کا سامنا بھی کیا۔ یعنی اس کو اگرچہ تکلیفیں پہنچیں۔ مگر اس نے ان سب کو بخندہ پیشانی گوارا کیا۔ بخلاف ایسے شخص کے کہ جو ان جھمیلوں سے یکسر آزاد رہا۔ جس نے دنیا داری کے خارزار میں قدم نہیں دھرا اور لطف اذیت سے آشنا نہیں ہوا۔ یہ دونوں کسی طور سے بھی اجر وثواب کے لحاظ سے برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی نکتہ دلنواز کو بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس کیا اور کہا: ''فضل علی احمد بثلاث احدها انه يطلب الحلال لنفسه ولغيره''۔ ''امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو مجھ پر تین وجوہ سے فضیلت حاصل ہے جن میں ایک یہ ہے کہ وہ اپنے لیے ہی نہیں اپنے بال بچوں کیلئے بھی حلال کی روزی تلاش کرتا ہے۔

اور اس حقیقت کو عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ کی چشم معرفت نے دیکھا۔ یہ ایک غزوہ میں شریک تھے۔ اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ جانتے ہو۔ جہاد سے بھی بہتر کونسا عمل ہے۔ کہنے لگے جی نہیں! فرمایا:

رجل متعفف ذوعائلة قام من الليل منتظر الى صبيانه فياما متكشفين فسترهم و غطاهم بثوبه فعمل افضل ممانحن فيه-

ایک ایسا پاکباز جو عیال دار ہو، رات کو بیدار ہو، اور دیکھے کہ اس کے ننھے ننھے بچوں کے سر سے چادر یا لحاف سرک گیا ہے۔ یہ آگے بڑھے اور اپنی چادر سے ان کو ڈھانپ دے تو اس کا یہ فعل ہمارے اس مشغلہ سے بہتر ہے۔

(تعلیماتِ غزالی ص: ۳۱۸ تا ۳۲۲)

صوفیائے کرام کی تعلیمات میں عورتوں سے حسن سلوک کی اہمیت

شادی کے بعد خاوند کیلئے کن کن آداب کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے اور حسن معاشرت کے سلسلہ میں کن کن ہدایات پر عمل پیرا ہونا لازم ہے۔ یہ بحث ازدواجی زندگی کو اسلامی نقطہ نظر سے بسر کرنے اور سنوارنے کے لحاظ سے بہت اہم ہے۔ تفصیل کیلئے ہم اس کو مندرجہ ذیل بارہ عنوانوں کے تحت ذکر کریں گے۔

(۱) ولیمہ، (۲) حسن خلق، (۳) ملاعبت و ملاطفت، (۴) اعتدال، (۵) غیرت میں توازن، (۶) نفقہ، (۸) عدل (۹) مساعی احسن، (۱۰) وظیفۂ جنسی کے آداب، (۱۱) اولاد، (۱۲) طلاق۔ (تعلیماتِ غزالی ص: ۳۳۱)

احسن معاشرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت

قرآن میں ہے:

وعاشروهن بالمعروف۔ (نساء: ۱۹) ''اور ان سے اچھی طرح رہو سہو۔''

دوسری جگہ ان کے حقوق کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی: واخذن منكم ميثاقا غليظا۔ (نساء: ۲۱) ''اور تم سے وہ عہد

Marfat.com

واثق بھی لے چکی ہیں۔ قرآن میں ایک جگہ پڑوسی کے بارے میں آیا ہے۔

والصاحب بالجنب''(نساء:۳۶)''اور پہلو کے رفیق۔ (یعنی ان سے بھی احسان اور مروت کا برتاؤ ہونا چاہیے۔''

بعض لوگوں نے اس سے مراد منکوحہ عورت لیا ہے۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ آخری کلمات جو آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے یہ تھے۔

الصلوۃ الصلوۃ و ما ملکت ایمانکم لا تکلفو ھم مالا یطیقون، اللہ اللہ فی النساء فانھن عوان فی ایدیکم۔

اور غلاموں کا خیال رکھو، نماز کا التزام کرو، ایسا نہ ہو، کہ تم ان کو ان کے مقدور سے زیادہ زحمت دو اور عورتوں کے بارے میں خصوصیت سے اللہ سے ڈرو۔ کیوں کہ وہ بے چاریاں، سراسر تمہارے قبضہ میں ہیں اور تمہارے رحم وکرم کی اسیر ہیں۔

(تعلیماتِ غزالی، ص:۳۳۲۔۳۳۳)

حدودِ اعتدال کی تعین

ازدواجی رشتوں کو استوار تر کرنے اور حسن معاشرت کے معیاروں کو قائم رکھنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ عورتوں کی پرواہ کیے بغیر ہنسی مذاق جاری رہے اور ملاعبت وملاطفت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی جائے۔ چناں چہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ اس کا خیال رکھتے اور اپنے مرتبہ ومقام کی بلندیوں کی پروا کیے بغیر ایسی ایسی تفریحات میں بیویوں کے ساتھ حصہ لیتے، جو ان کی عقلی سطح کے عین مطابق ہوتیں۔ چناں چہ احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ لگاتے۔ جس میں ایسا بھی ہوتا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ سے آگے نکل جاتیں۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حبشیوں کا تماشہ بھی دکھایا۔ یہ اس لیے کہ اہل وعیال کو خوش رکھنا بھی آپ کے نزدیک ایک بہت بڑی دینی خدمت انجام دینا ہے۔ اس حقیقت کا اظہار آپ ﷺ نے ایک حدیث کے ذریعہ یوں فرمایا ہے۔

اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا و الطفھم باھلہ۔

کامل الایمان آدمی وہ ہے، جس کے اخلاق اچھے ہوں اور جو اپنے بال بچوں کیلئے بدرجہ غایت شفیق ہو۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:

خیر کم خیر کم نسائہ و انا خیر کم نسائی۔

ترجمہ: تم میں سے بہتر وہ ہے جو عورتوں کے حق میں بہتر ہو اور میں تم سب میں عورتوں کے حق میں بہتر ہوں۔

ہنسی مذاق اور لطف وملاعبت کی افادیت کا جہاں تک تعلق ہے۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔ کہ اس سے ازدواجی تعلقات کی استواری میں بڑی مدد ملتی ہے۔ لیکن اس کی بھی کچھ حدود ہیں۔ اور ان حدود میں اعتدال وتوازن کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔ مثلاً خاوند کو اللہ تعالیٰ نے سیادت عطا کی ہے اور ایک قسم کا وقار بخشا ہے جو تدبیر منزل کی مصلحتوں کو نبھانے اور آپس میں جھگڑوں کو نمٹانے کیلئے بہت اہم ہے۔ اب اگر اس کا طرز عمل ایسا ہے جس سے عورت گستاخ ہو جاتی ہے اور اس سے خاوند کا وقار اُٹھ جاتا

Marfat.com

ہے۔ اور وہ ہیبت باقی نہیں رہتی جس کا باقی رہنا خود اس کے حق میں مفید ہے تو یہ طرز عمل اعتدال اور توازن کے خلاف ہوگا۔

اسی طرح خاوند کو اس چیز کا بھی خیال رکھنا ہوگا کہ بیوی منکرات اور خلاف شرح باتوں پر جسور نہ ہو جائے اور اس کے تساہل و محبت سے اس کو حدود اللہ کو توڑنے کا موقع نہ ملے۔ یہ درست ہے ان سے حسن سلوک روا رکھنا چاہیے اور عمدہ برتاؤ کا ثبوت دینا چاہیے۔ (تعلیماتِ غزالی ص: ۳۳۴۔۳۳۵)

عدل وتوازن ہی معاشرت کی اساس ہے

الغرض عدل وتوازن ہی زندگی و معاشرت کا بہترین پیمانہ ہے۔ اس پر زمین آسمان کی استواریاں قائم ہیں۔ یہ اگر موجود ہے تو معاشرت میں ایک طرح کا انضباط اور ہمواری رہے گی اور اگر یہ عدل ہی پایا نہیں جاتا ہے۔ تو طرح طرح کی قباحتوں کا پیدا ہونا لازمی ہے۔ (تعلیماتِ غزالی ص: ۳۳۷)

بیوی کے معاملے میں بزرگ کی احتیاط

کسی صورت میں بھی اپنی بیوی کا راز افشا نہ کرے اور کوئی لفظ اپنی زبان سے ایسا نہ نکالے جس سے اس کی حرمت وعزت نفس پر حرف آتا ہو۔ نہ اس وقت جب وہ اس کے حبالہ عقد میں ہو اور نہ اس وقت جب وہ اس کی بیوی نہ رہے۔ حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اسے بدترین خیانت سے تعبیر فرمایا ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ ان کی اپنی بیوی سے کچھ شکایتیں پیدا ہوئیں اور چاہا کہ طلاق دے دیں۔ کسی دوست کو معلوم ہوا تو انہوں نے از راہ بے تکلفی پوچھ لیا۔ آپ کیوں طلاق دے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب تک میری بیوی ہے میں راز افشاء کرنے والا نہیں۔ کیوں کہ اس کی عزت اور ناموس کی حفاظت میرا فرض ہے۔ پھر جب انہوں نے طلاق دے دی، تو انہوں نے بر بنائے دوستی سوال کیا، آپ نے کیوں اس غریب کو چھوڑ دیا؟ کہنے لگے کہ اب چوں کہ میرے لیے وہ بمنزلہ ایک غیر اور اجنبی عورت کے ہے، اس بنا پر اس کو ذلیل کرنے کا مجھے کیا حق حاصل ہے۔؟

پانچ آدمی صحبت کے لائق نہیں:۔ حضرت جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

لاتصحب خمسة الكذاب فانك منه علي غرور و هو مثل السراب يقرب منك البعيد و يبعد منك القريب والاحمق فانك لست منه علي شيء يريد ان ينفعك فيضرك، والبخيل فانه يقطع بك احوج ماتكون اليه، والجبان فانه يسلمك و يفر عند الشدة، والفاسق، فانه يبيعك باكلة اواقل منها۔

پانچ آدمیوں کی صحبت سے قطعی مجتنب رہو۔ ایک تو جھوٹے کی صحبت سے۔ کیوں کہ اس کی طرف سے تم ہمیشہ دھوکے میں رہو گے۔ وہ اور اس کے وعدے ہمیشہ سراب ہیں۔ مزید براں وہ ان لوگوں کو تمہارے قریب کر دے گا جنہیں دور رہنا چاہیے اور ان لوگوں کو دور کر دے گا، جنہیں قریب تر رہنا چاہیے۔ دوسرے احمق کی صحبت سے اس سے تمہارا کوئی ناطہ نہیں۔ یہ تمہیں نفع پہنچانا چاہے گا مگر اس طرح کہ تمہیں نقصان پہنچے۔ تیسرے بخیل کی صحبت سے کہ یہ ان چیزوں کو روک دے گا، جن کی تمہیں شدید ترین ضرورت ہوسکتی ہے، چوتھے بزدل کی رفاقت سے کہ یہ تمہیں دشمن کے سپرد کر دے گا اور مقابلہ پر بھاگ کھڑا ہوگا۔ پانچویں فاسق کی دوستی سے

Marfat.com

کہ یہ تمہیں ایک لقمہ یا اس سے بھی کم کے عوض بیچ ڈالنے میں دریغ نہیں کرے گا۔ (تعلیماتِ غزالی،ص:۳۹۸-۳۹۹)

بداخلاق قاری سے بچو

فاسق مگر شائستہ شخص اس قاری قرآن سے زیادہ اچھا ہے جو بداخلاق ہو۔حضرت جنید رحمہ اللہ نے دوستی کے معیار پر ایک دوسرے ہی پہلو سے غور کیا ہے،ان کا قول ہے۔''لان یصحبنی فاسق حسن الخلق احب الی من ان یصحبنی قاری سییٔ الخلق ''ایک فاسق،مگر شائستہ اخلاق انسان کی دوستی،میرے نزدیک اس قاری کی دوستی سے کہیں بہتر ہے،جو بداخلاق ہو۔

نیک مجالس کی ضرورت واہمیت

بشر حافی رحمہ اللہ نے اخوت کو تین قسموں میں بانٹا ہے۔

الاخوان ثلاثۃ اخ لآخرتک و اخ لدنیاك و اخ تتانس به۔

بھائی تین طرح کے ہیں،ایک جو آخرت کے سلسلہ میں معین ہو۔دوسرا جس سے مشکلات دنیا میں مدد ملے اور تیسرا جس سے مل کر راحت حاصل ہو۔

بھائیوں کی تقسیم بھی تجربہ پر مبنی ہے۔

الاخوان الثلاثة احدهم مثله، مثل الغراء لا يستغنى عنه، والاخر مثله مثل الدواء، يحتاج اليه فى وقت دون وقت، والثالث مثله مثل الداء لا يحتاج اليه۔

بھائیوں کی تین قسمیں ہیں۔ایک ایسا ضروری ہے جیسے روزمرہ کی غذا اس سے بے نیازی ممکن نہیں۔دوسرا دواء کی مانند ہے جس کی کبھی کبھی ضرورت پڑتی ہے اور تیسرا بجائے خود بیماری ہے،اس کی کبھی بھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

(تعلیماتِ غزالی،ص:۳۹۹-۴۰۰)

صوفیائے کرام کی تعلیمات میں کسب معاش کی اہمیت

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور کارسازیوں نے دین ودنیا کے قانون کی کچھ اس طرح تقسیم فرمائی ہے۔کہ آخرت کو تو ثواب واجر کی جگہ مقرر کیا ہے اور دنیا کو تگ ودو اور سعی اضطراب کی جولانگاہ بنایا ہے اور پھر تگ ودو اور جدوجہد صرف معاد ہی کیلئے مخصوص نہیں رکھی۔بلکہ اس کو حصول دنیا کیلئے بھی ضروری ٹھہرایا ہے۔کیوں کہ آخرت اور معاد کی برکات سے دامن بھرنے کا بہت بڑا ذریعہ یہ دنیا ہی ہے۔یہ آخرت کی کھیتی ہے اور آخرت کیلئے بہترین وسیلہ ہے۔

قرآن حکیم میں ہے:

وجعلنا النهار معاشا۔(النباء:۱۱)۔اور دن کو معاش کا وقت قرار دیا۔

یہاں یہ نکتہ نظر وفکر کے سامنے رہنا چاہیے،کہ معاش کا ذکر معرض امتنان ہوا ہے۔

وجعلنا لكم فيها معايش قليلاً ما تشكرون - (الاعراف:۱۰)

Marfat.com

اور اس میں تمہارے لیے سامان معیشت پیدا کیے۔

اس آیت میں جہاں حصول دنیا کو نعمت کی حیثیت سے بیان فرمایا ہے۔ وہاں شکر و ممنونیت کا بھی مطالبہ کیا ہے۔

فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ - (جمعہ:۱۰)

نماز جمعہ کے بعد اپنی اپنی راہ لو اور خدا کا فضل تلاش کرو۔

احادیث میں بھی حصول معاش کی کوششوں کو کچھ کم سراہا نہیں گیا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ "من الذنوب ذنوب لا یکفرھا الا الھم فی طلب المعیشۃ۔" "کچھ گناہ ایسے ہیں جن کا کفارہ طلب معاش کی فکر ہی سے ہوسکتا ہے۔

سچے تاجر کے رُتبہ کی بلندیاں

اسے انبیاء علیہ السلام کی معیت حاصل ہوگی: ایک حدیث میں ہے:

التاجر الصدوق یبعث یوم القیامۃ مع الصدیقین والشھداء۔

ایمان دار اور سچا تاجر قیامت کے دن صدیقین اور شہداء کا رفیق ہوگا۔

محنت و مزدوری سے کمانے والے کے چہرہ پر کس درجہ انوار کا ہجوم ہوگا۔ اس کو اس حدیث میں ملاحظہ فرمایئے:

من طلب الدنیا حلالاً و تعففا عن المسئلۃ و سعیا علی عیالہ و تعلقا علی جارہ نضر اللہ وجھہ کالقمر اللیلۃ البدر "جس نے دنیا کو جائز ذرائع سے حاصل کیا کہ سوال کی ذلتوں سے محفوظ رہے، اپنے بال بچوں کی ضروریات کو پورا کرے اور پڑوسی کے ساتھ ہمدردی و شفقت کا اظہار کرے۔ ایسا شخص اللہ سے اس حالت میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہوگا۔" (تعلیماتِ غزالی ص:۴۱۵-۴۱۶) (سن اشاعت:۱۹۹۹) (علم و عرفان پبلشرز؛ اردو بازار۔ لاہور)

قارئین کرام! یہاں تک آپ نے مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے سچے تصوف کا سبق امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں پڑھا۔ آیئے اب انہی (مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ) کی ایک اور کتاب "افکار ابن خلدون" میں سے صرف ایک باب ملاحظہ فرمائیں۔ (از: مرتب)

افکارِ ابنِ خلدون

طبع پنجم: ۱۹۸۴ ناشر: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور

صوفیاء صحابہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ

تصوف بھی منجملہ ان شرعی علوم کے ہے جو عصر نبوت کے بعد ظہور پذیر ہوئے۔ جہاں تک اس گروہ کا تعلق ہے، جسے صوفیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، ذوق عبادت کے اظہار کیلئے سلف و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں بھی برابر موجود رہا۔ یہ صحابہ کرام و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تاریخ میں اکثر یہ ملتا ہے کہ یہ لوگ حق و ہدایت کے اس طریق پر گامزن ہیں، عبادت کے

Marfat.com

وقف ہیں دنیا اور اس کے زخارف سے روگرداں ہیں اور خلوتوں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے رطب اللسان ہیں۔ لیکن دوسری صدی ہجری میں جب لوگ دنیا ہی پر ٹوٹ پڑے اور اس کی لذتوں پر والہ وشیدا ہوئے تو ایک جماعت خصوصیت سے صوفیاء کے نام سے موسوم ہوئی جنہوں نے عبادت اور بندگی کو اپنا شعار ٹھہرایا۔

تصوف کی وجہ تسمیہ

قشیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لفظ صوفی کا اشتقاق عربیت کے نقطہ نظر سے صفا یا صفہ درست نہیں، نہ قیاس لغوی ہی اس کی تائید کرتا ہے۔ صوف (پشمینہ) سے بھی اس کی بناوٹ صحیح نہیں معلوم ہوتی' کیونکہ ان لوگوں کا ہمیشہ صوف (پشمینہ) پہننا غیر اغلب ہے۔

ہمارے نزدیک یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ صوفی کا اشتقاق صوف سے ہی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اول اول جب دوسرے لوگوں نے لباس فاخرہ پہننا شروع کیا تو انہوں نے پشمینہ کو ترجیح دی تا کہ ان میں اور ان لوگوں میں امتیاز ہو سکے جن کی توجہات دینی کو دنیا کی لذتوں نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ پھر جب زہد اور مخلوق سے علیحدگی وانفراد اور عبادت وذوق ہی ان کا شیوہ قرار پایا تو ترقیاتِ روحانی ان کے ساتھ مخصوص ہوئیں اور یہی اختصاص ان کی پہچان ہوئی۔ (افکار ابن خلدون' ص: 212)

روحانی ترقیات کی تشریح

یہ ترقیاتِ روحانی کیا ہیں؟ اس کی تفصیل انسان کے اس تصور سے معلوم ہوگی جو ان کے پیش نظر ہے۔ انسان کی تعریف یہ ہے کہ یہ حیوانات سے اپنے ادراکات کی وجہ سے ممتاز ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ خود یہ ادراکات کیا ہیں؟ ان کی دو قسمیں ہیں: ایک نوع ادراکات کی ہے جن کا تعلق علوم ومعارف اور یقین وظن کی کیفیتوں سے ہے اور دوسری قسم ان ادراکات پر مشتمل ہے، جو حزن وفرح اور نشاط وغم کے احوال سے متعلق ہے۔ علوم ومعارف کی بنیاد دلائل پر ہے اور لذت ونشاط یا غم کا احساس اس بات پر موقوف ہے کہ جو چیز احاطہ احساس میں آ رہی ہے، اس کا مزاج کیسا ہے؟ کیا وہ لذت آفریں ہے یا اس سے غم پیدا ہوتا ہے۔ پھر ادراکات انسانی انہی دو قسموں میں دائر وسائر نہیں، بلکہ ایک قسم اور ہے جو مجاہدہ اور ریاضت کی رہین منت ہے اور یہ ادراکات بھی اسی طرح نشاط وفرحت کا باعث ہوتے ہیں جس طرح یہ سابق الذکر ادراکات۔ یعنی ایک طالب وسالک جب ریاضت کرے گا اور عبادت وذوق میں قدم بڑھائے گا تو لامحالہ اس پر مسرت وشادمانی کے دروازے کھلیں گے اور ایک مقام سے دوسرے مقام تک روح کی پرواز ہوگی۔ یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے بالآخر سالک توحید ومعرفت کی اس سرحد تک پہنچ جائے گا جو مطلوب اور غایت اصلی ہے۔ اعمال' مجاہدہ اور ریاضت کے بعد ان مراتب ونتائج کا حصول اتنا ضروری ہے کہ اگر سالک ان سے محروم رہے تو یہ جان لے کہ کہیں نہ کہیں مجاہدہ وریاضت میں خلل واقع ہو گیا ہے۔

عالم اور صوفی میں فرق

فقہا اور صوفیاء میں اعمال کے اعتبار سے ایک باریک فرق ہے۔ فقیہ اعمال کو اطاعت وامتثال کی ترازو پر تولتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ آیا عبادات صحیح طریق سے ادا ہو پائیں یا نہیں؟ صوفیاء عبادات کو اذواق ومواجید (ذوق اور وجد کی جمع) کی کسوٹی

Marfat.com

پر پرکھتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ روح کو ان سے لذت وارتقاء نصیب ہوا یا نہیں۔ گویا ان کا طریق سراسر محاسبہ نفس کا طریق ہے۔ نفس وروح کا یہ ارتقا جاری رہتا ہے اور سالک کے سامنے ایک مقام کے بعد دوسرا مقام آتا رہتا ہے، جسے یہ مجاہدہ و ریاضت سے یکے بعد دیگرے ان کو طے کرتا رہتا ہے۔۔ (افکار ابن خلدون' ص:213)

صوفیاء کی متعین اصطلاحات

اہل تصوف کے کچھ اپنے مخصوص آداب ہیں اور متعین اصطلاحات ہیں جن کا ان میں زیادہ رواج ہے، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کبھی نئے معانی کا ظہور ہوگا، ہم مجبور ہوں گے کہ ان کیلئے کوئی ایسی اصطلاح وضع کریں جو ان کو پوری طرح ادا کر سکے۔ صوفیاء کو چونکہ مجاہدہ اور محاسبہ نفس کے سلسلے میں نئے نئے اذواق و مواجید کی طرف بڑھنے اور ترقی کرنے کا موقع ملا اور عجیب عجیب کیفیتوں کا سامنا کرنا پڑا، اس لیے ان کے ہاں الگ قسم کے اصطلاحات چل پڑیں۔

پھر جب علوم کی تدوین ہوئی اور فقہاء نے فقہ' اصول' اور کلام وتفسیر پر باقاعدہ کتابیں لکھنا شروع کیں، تو اس مسلک کے لوگوں نے بھی قلم اٹھایا اور تدوین وتالیف کی طرح ڈالی۔

قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے تو کتاب الرسالہ اور سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے عوارف میں اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ زہد وورع کیا چیز ہے؟ محاسبہ نفس کا کیا تقاضا ہے؟ اور اخذ وترک یا امر ونہی میں کیونکر اقتداء کی جائے؟ لیکن امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں ان مضامین پر اضافہ کیا انہوں نے جہاں زہد وورع کی حقیقتوں کو بیان کیا، وہاں ان کی اصطلاحات سے بھی بحث کی اور یہ بھی بتایا کہ اس گروہ کے سنن وآداب کیا ہیں؟ گویا وہ چیز جو محض طریق عبادت وزہد سے تعبیر تھی اس نے اب علم وفن کی شکل اختیار کر لی ہے۔ (افکار ابن خلدون' ص:214)

باطنی آنکھ کیسے کھلتی ہے؟

ریاضت ومجاہدہ کی ایک ہی بندھی ٹکی شکل نہیں۔ چونکہ تعلیم وتربیت کے انداز اس گروہ میں مختلف رہے ہیں۔ ریاضت کی بھی کوئی ایک ہی شکل نہیں، جو متفق علیہ ہو۔ غرض بہرآئینہ یہ ہے کہ قوائے جسمیہ کے تقاضوں کو ختم کر دیا جائے اور روح کو اس کی صحیح غذا بہم پہنچائی جائے۔ پھر جب یہ ہوجاتا ہے کہ روح اپنی غذا کو پالے تو موجودات کا کوئی گوشہ بھی اس کی دسترس سے باہر نہیں رہتا اور ازسمت تا سمک ہر ہر چیز کی حقیقت اس پر کھل جاتی ہے۔

کشف کی حقیقت

کشف کی یہ کیفیت اپنے نتائج کے اعتبار سے ہمیشہ صحیح اور کامل نہیں ہوتی، جب تک کہ استقامت اور ذکر کی استواری سے یہ پیدا نہ ہو۔ کیونکہ کبھی کبھی فاقہ اور خلوت سے ایسے لوگوں کو بھی کشف عطا ہوجاتا ہے جو دینی اعتبار سے کسی مقام پر فائز نہیں ہوتے، جیسے جادوگر وغیرہ۔

اس کی حقیقت کو آئینہ کی مثال سے سمجھنے کی کوشش کیجئے کہ جو چیز بھی اس کے سامنے آئے گی، اس میں منعکس ہوگی اور اس کی ایک صورت اس میں مرتسم ہوگی۔ اب اگر یہ آئینہ مسطح نہیں ہے بلکہ محدب یا مقعر ہے تو اس کا اثر اس نقش اور عکس پر بھی پڑے گا

Marfat.com

'اس لئے اس کا ٹیڑھا اور ترچھا ہونا لازمی ہے' صحیح اور کامل انعکاس اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے کہ جب آئینہ مسطح اور ہموار ہو۔ نفس کو بس اسی حیثیت سے دیکھئے۔ اگر اس میں استقامت واستواری ہے تو ریاضت سے اس میں حقائق اشیاء کا انعکاس ٹھیک طریق سے ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ متاخرین نے جب کشف کی اس نوعیت کو سمجھنے کی کوشش کی جس سے روح' عرش' کرسی اور حقائق موجودات پر روشنی پڑتی ہے، تو قصور مدارک کے سبب اس میں ناکام رہے۔ اصحاب فتویٰ کے تو ان کے بارہ میں دو گروہ ہو گئے۔ ایک نے ان کی تصدیق کی اور دوسرے نے جھٹلایا اور تکذیب کی۔ اس سلسلہ میں زیادہ الجھاؤ کی دراصل یہ بات ہے کہ دلیل و برہان کی فرمانروائی یہاں نہیں چلتی کیونکہ یہ ایسے حقائق ہیں جو سراسر وجدانیات سے متعلق ہیں۔ (افکار ابن خلدون' ص: 215)

تجلیات کا مفہوم

وجود اور مراتب وجود میں جو نسبت ہے اس کی تعیین و وضاحت کرتے ہوئے الفرغانی شارع قصیدہ ابن الغارض نے جو روش اختیار کی ہے اس سے مسئلہ میں اور بھی غموض پیدا ہو گیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہمارے گرد و پیش پھیلی ہوئی تمام کائنات وحدانیت سے صادر ہوتی ہے جو احدیت کا مظہر ہے، اور ان دونوں کے صدور کا سرچشمہ وہ ذاتِ گرامی ہے جو عین وحدت ہے۔ اس صدور اور ظہور کو ان کی اصطلاح میں تجلی سے تعبیر کرتے ہیں۔

پہلی تجلی ان کے نزدیک خود ذات گرامی کا افاضہ ایجاد و اظہار پر آمادہ ہونا ہے۔ اسی کو تجلی الذات علیٰ نفسہ بھی کہتے ہیں۔ اس سے اس کمال کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے، جو اس حدیث سے مترشح ہوتا ہے۔

کنت کنزاً مخفیاً فاجبت ان اعرف بین الناس فخلقت الخلق لیعرفونی۔

میں پہلے کنز مخفی تھا' پھر میں نے چاہا کہ لوگ مجھے پہچانیں' تب میں نے کائنات کو لباس وجود بخشا تاکہ لوگ میرے کمالات ربوبیت کو پہچانیں۔

تجلی اول کے جس میں ذات گرامی ایجاد و اظہار پر آمادہ ہوتی ہے ان کے ہاں کئی نام ہیں۔ اسے عالم معانی کہتے ہیں اور الحضرۃ الکمالیہ اور حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں اسی کی وسعتوں میں حقائق صفات لوح وقلم' انبیاء اور ملت کے تمام باکمال بزرگوں کا سلسلہ پنہاں ومضمر تھا' پھر ایک خاص ترتیب سے جو ان کا ظہور و صدور ہوا تو یہ اسی اجمال حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی درحقیقت تفصیل تھی۔ ان حقائق سے کچھ دوسرے حقائق ابھر کر حضرات ہبائیہ کے سامنے آئے' اس مقام کو اس گروہ کی اصطلاح میں مرتبہ مثال کہتے ہیں۔: (افکار ابن خلدون' ص: 216)

عرش وکرسی کی تخلیق

مرتبہ مثال سے عرش صادر ہوا' اس کے بعد کرسی کا ظہور ہوا۔ پھر افلاک سنت پذیر وجود ہوئے۔ پھر عالم عناصر پیدا ہوا اور اس کے بعد جا کر کہیں عناصر میں ترکیب وتالیف کا دور دورہ ہوا۔ لیکن صرف عالم رتق میں اس کے بعد جب یہ حقائق اس وجود میں متجلی ہوئے، تو یہ عالم فتق پیدا ہوا۔

Marfat.com

لیکن وہ قوت جو ان تمام موجودات کو گھیرے ہوئے ہے وہ بغیر تفصیل کے ذاتِ الٰہی ہے، جو ہر ہر جہت سے کائنات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ جہت ظہور سے بھی اور جہت خفا سے بھی۔ صورت کے پہلو سے بھی اور مادہ کے پہلو سے بھی۔ فرق واعتبار بساطت وتفصیل کا ہے۔ یعنی حقیقتِ واحدہ بسیط ہے اور یہ عالم رنگ وبو مفصل ہے۔ (افکار ابن خلدون' ص ۲۱۷)

عارف کا مقام

محققین صوفیاء کا کہنا ہے کہ مقام جمع میں اس کی وحدت کا گمان ہوتا ہے لیکن سالک ومرید جلد اس مقام سے ترقی کر کے اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جسے مقام فرق وامتیاز کہنا چاہئے۔ یہی ایک عارف ومحقق کا مقام ہے۔ (افکار ابن خلدون' ص:218)

رجال الغیب کا سلسلہ

صوفیاء کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ سلسلہ اقطاب کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ان کی اصطلاح میں قطب ایسا شخص ہے جو **تمام عرفاء کا سرتاج ہو اور معرفت میں کوئی اس کا ہمسر نہ ہو۔** یہ جب مرجاتا ہے تو اپنی مسند عرفان کو دوسرے قطب کیلئے خالی چھوڑ دیتا ہے، تا آنکہ اس پر بھی موت وارد ہو، اور وہ بھی یہ بارِ کسی دوسرے قطب کے کندھوں پر ڈال دے اور دنیا سے رخصت ہو جائے۔

ابن سینا نے تصوف پر جو ابواب لکھے ہیں، ان میں انہوں نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے اور یہ دلیل پیش کی ہے کہ جناب حق جل جلالہ لوگوں کو رشد وہدایت کے تقاضوں سے محروم نہیں رکھتے، اس لئے یکے بعد دیگرے اقطاب کا تقرر فرماتے رہتے ہیں۔

(افکار ابن خلدون' ص:219)

مسائل تصوف کا صحیح تجزیہ

ان اقوال پر اکثر فقہا اور اہل فتویٰ نے اعتراض کیا ہے اور ان کے مسلک کے تمام متعلقات کا رد کیا ہے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ان کے بارہ میں گفتگو کرتے وقت اس چیز کا خیال رکھنا چاہئے کہ یہاں چار چیزیں بالکل الگ الگ ہیں جو علی الترتیب تفصیل کی متقاضی ہیں۔ مثلاً:

(1) مجاہدات اور ذوق ووجد جو اس سے حاصل ہوتا ہے اور روزمرہ کی عملی زندگی میں محاسبہ نفس جس سے کہ انسان ذوق سے بہرہ مند ہو سکتا ہے۔

(2) کشوف اور حقیقت مدرکہ جس کا پورے عالم غیب سے لگاؤ ہے' یعنی صفات ربانی کی پردہ کشائی' عرش وکرسی کے اسرار' ملائکہ ووحی کی بحث' نبوت وروح کا معاملہ' ترکیب اور ترتیب وجود کا علم وغیرہ۔

(3) تصرفات جو کرامات کے قبیل سے ہیں۔

(4) شطحیات جن کو ظواہر پر محمول کرنے سے غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اور اختلافِ رائے ابھرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگ انہیں ناپسند کرتے ہیں اور کچھ اس لئے ان کی تحسین کرتے ہیں کہ ان کی نظر میں ایک عمدہ تاویل ہو سکتی ہے۔

(افکار ابن خلدون' ص:219-220)

Marfat.com

کرامات سے انکار گناہِ کبیرہ

مجاہدات پر کوئی گرفت نہیں' کشوف کے بارہ میں ایک الجھاؤ ہے، کرامات کا انکار مکابرہ (کبیرہ گناہ) ہے اور شطحیات قابل تاویل ہیں۔ اب جہاں تک کہ مجاہدات اور محاسبہ نفس کا تعلق ہے اور ان اذواق و کیفیات کا تعلق ہے جو اس کا لازمی نتیجہ ہے، تو اس پر کوئی گرفت نہیں۔ ان کا حصول یقیناً بہت بڑی سعادت ہے۔ کشوف وغیرہ میں الجھاؤ یہ ہے کہ حقائق اشیا کو جس پیرایہ میں دیکھا جاتا ہے وہ سراسر وجدانی ہے اور الفاظ کا جامہ چونکہ صرف محسوسات ہی کیلئے بنایا گیا ہے، اس لئے تعبیر میں ایک طرح کے تشابہ کا پیدا ہو جانا قدرتی ہے۔ لہٰذا اس بارہ میں ان حقائق تک ٹھیک رسائی وہی شخص حاصل کر سکتا ہے جو اس وجدان سے مالا مال ہو۔ فاقد الوجدان کو یہاں بہرآئینہ معذور ہی سمجھا جائے گا۔

کرامات کا انکار بھی مکابرہ میں داخل ہے کیونکہ اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اکابر سلف سے ان کے صادر ہونے کا ثبوت برابر ملتا ہے۔ رہا شطحیات کا سوال جس پر کہ اہل شرع کا زیادہ مواخذہ ہے، تو اس ضمن میں اس نکتہ کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو عالم حس سے کوسوں دور رہتے ہیں، اور اس عالم غیب و سکر میں ایسے ایسے واردات سے دوچار ہوتے ہیں کہ جن کو بیان کرنے کیلئے الفاظ کا جامہ تنگ ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے ان کو اس باب میں مجبور و معذور ہی خیال کرنا چاہئے۔ لیکن اگر کوئی شخص ان میں ایسا ہو کہ اس کے علم و فضل کا چرچا ہو، اور یہ معلوم ہو کہ اطاعت و پیروی میں اس کا ایک مقام ہے، تو اس کے الفاظ کیلئے عمدہ محمل ڈھونڈنا چاہئے۔

اور اگر اس کے علم و فضل اور اطاعت سے متعلق کچھ بھی معلوم نہ ہو، تو بھی اس کی تاویل کرنا چاہئے، بشرطیکہ کوئی چیز موجب تاویل ہو۔ اگر تاویل نہ ہو سکے تب البتہ اس سے مواخذہ کرنا چاہئے۔

اس طرح وہ شخص بھی مواخذہ کا استحقاق رکھتا ہے جو مغلوب الحال نہیں بلکہ عالم ہوش میں ہے۔ چنانچہ حلاج کے بارہ میں فقہا نے جو قتل کا فتویٰ دیا تو اسی بنا پر کہ اس نے جو کلمات کہے وہ عالم ہوش میں کہے۔ (افکار ابن خلدون' ص: 221)

صوفیاء کا کشف سے لگاؤ

سلف اور اکابر صوفیاء کو کشوف وغیرہ سے سروکار نہ تھا' ان کا وطیرہ صرف اطاعت اور پیروی کرنا تھا۔ جہاں تک سلف کا تعلق ہے، ان کو اس سے کچھ شغف نہ تھا ان کا کام محض یہ تھا کہ شریعت کی پیروی میں لگے رہیں اور سوائے اتباع و اقتداء کے اور کسی چیز سے واسطہ نہ رکھیں۔ ان کا خیال تھا کہ ادراک کی نوعیت ارتقا و تقرب کی راہوں میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔ اس لئے نہ صرف یہ کہ یہ اپنے کشوف دوسروں پر ظاہر نہیں کرتے تھے، بلکہ ان پر غور و خوض کرنے سے بھی منع کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ کس کس حقیقت کو جانیں؟ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا حال تو یہ ہے کہ حدو شمار سے باہر ہے۔ اس لئے اچھا یہی ہے کہ جس طرح عالم حس میں کشف سے پہلے اطاعت و پیروی کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں، اسی طرح کشوف کے بعد بھی اس کو اپنا نصیب العین ٹھہرائے رکھیں۔ اسی کی یہ تلقین کرتے ہیں اور مرید و سالک کیلئے یہی زیبا بھی ہے۔ (افکار ابن خلدون' ص: 221-222)

Marfat.com

(21) حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ وجانشین: حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

ابتدائی حالات

مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کا خاندان درحقیقت موضع ''تھوہا محرم خاں'' کا رہنے والا تھا جو ضلع کیمبل پور کی تحصیل تلہ گنگ میں واقع ہے۔ ان کا تعلق وہاں کی راجپوت برادری سے تھا۔ مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۷۳ء (۱۲۹۰ھ) کے پس و پیش موضع ڈھڈیاں (ضلع سرگودھا) میں پیدا ہوئے۔ والدین نے ان کا نام غلام جیلانی رکھا تھا۔ ایک عرصے تک انہیں اسی نام سے پکارا جاتا رہا۔ جب وہ رائے پور جا کر مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ان کا نام پوچھا: عرض کیا: غلام جیلانی۔ مولانا عبدالرحیم رحمہ اللہ نے جواب میں ارشاد فرمایا: آپ تو عبدالقادر ہیں، اس وقت سے یہی نام مشہور ہو گیا۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۴۸۱)

مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے استفاضہ

انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے چچا حافظ محمد یٰسین اور مولانا کلیم اللہ صاحب رحمہما اللہ سے پائی۔ مولانا کلیم اللہ سے ہی قرآن مجید حفظ کیا۔ اب ان کے دل میں حصولِ علم کا شوق موجزن ہو چکا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ اس کیلئے امرتسر، دہلی اور یوپی کے اساتذہ سے استفادہ کیا جائے۔ اس عہد کی دہلی کو علم وعلماء کے مرکز کی حیثیت حاصل تھی لیکن پہلے امرتسر گئے، وہاں مولانا نور احمد اور مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہما اللہ سے استفاضہ کیا۔

مرشد کی خدمت میں حاضری

سہارن پور کی ایک مسجد میں کچھ عرصہ امامت بھی کی۔ غالباً وہیں پہلی مرتبہ شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا چند سال بعد حالات نے ایسی کروٹ لی کہ انہی کے آستانہ فیض میں جا کر بیٹھ گئے۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۴۸۲)

ہمعصر اہلحدیث طالب علم سے دوستی

رام پور میں ان دنوں ایک طالب علم عبدالرحمٰن بستوی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو موضع پابنی (ضلع بستی) کے رہنے والے تھے۔ وہ مسلکی اعتبار سے اہلحدیث تھے اور مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے ہم درس اور گہرے دوست تھے۔ تقلید اور عدم تقلید وغیرہ قسم کے بعض اختلافی مسائل سے متعلق ان کے درمیان بحثوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ کبھی ایک دوسرے سے روٹھ بھی جاتے تھے اور پھر خود ہی صلح ہو جاتی تھی۔ ابتدا میں ان کا قیام ممتاز اہلحدیث عالم مولانا عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسے میں ہوا جو صدر بازار میں قائم تھا۔ وہاں زیادہ تر اہلحدیث طلباء سے تعلق رہتا تھا اور اختلافی مسائل میں باہم بحثوں کا سلسلہ بھی چلتا تھا۔ زیادہ بے تکلفانہ تعلق مولانا عبدالرحمٰن بستوی رحمہ اللہ سے تھا۔ اختلاف مسالک کے باوجود دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے اور اکٹھے رہتے تھے۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۴۸۳)

Marfat.com

شیخ الکل رحمۃ اللہ علیہ سے تحصیل علم

اس زمانے میں حضرت میاں سید نذیر حسین رحمہ اللہ کے درس حدیث کا بڑا شہرہ تھا اور اہلحدیث طلباء بالخصوص ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کے حلقۂ درس حدیث میں شرکت کی۔(ہفت اقلیم: ص۔۴۸۴)

مولانا عبدالرحیم رحمہ اللہ کی کسر نفسی

ان کے خلیفہ وسوانح نگار مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز خلیفہ مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے دورے مشرقی پنجاب میں ہوا کرتے تھے۔ مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ انکے بعض مریدین سے بھی مل چکے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے افضل گڑھ سے مولانا عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیعت کیلئے حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں تحریر فرمایا ”حدیث میں آتا ہے کہ المستشار المؤتمن: اس لیے میں آپکو لکھتا ہوں کہ میں تو بیعت لینے کے قابل نہیں ہوں' آپ میں طلب ہے، مجھ میں تو یہ بھی نہیں، لہٰذا آپ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کریں“ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے، میں یہ جواب پڑھ کے پھڑک گیا کہ اخلاص اور بے نفسی اسکو کہتے ہیں۔ (بحوالہ: سوانح مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ؛ ص ۵۸)

منت کر کے حلقۂ بیعت میں داخل ہونا

یہ جواب پڑھ کے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فیصلہ کرلیا کہ مجھے حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ ہی کا دامن پکڑنا اور انہی کے قدموں میں رہنا ہے، لہٰذا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ انکو خط لکھا اور عرض کیا کہ ”مجھے معلوم ہے کہ آپکو جو کچھ ملا، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ہی ملا، مگر میرا رجحان آپ رحمۃ اللہ علیہ کیطرف ہے۔ میری طرف سے اگر آپکو مہمان داری کی فکر ہے تو میرے حقوق آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ نہیں ہیں، میں اپنے قیام وطعام کا خود ذمہ دار ہوں“۔ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ یہ خط دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ لوگوں کو خط دکھا کر فرمایا، دیکھو۔۔! یہ ہوتے ہیں طالب (سچی طلب والے)۔(بحوالہ: سوانح مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ؛ ص ۵۹)

رائے پور میں مجاہدہ وریاضت: شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ کی بیعت کا شرف حاصل کیا اور پھر مستقل طور پر وہیں قیام کا فیصلہ کرلیا۔ یہ ۱۳۲۲ یا ۱۳۲۳ھ (۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷ء) کا واقعہ ہے۔

رائے پور میں انہوں نے بڑی ریاضت کی، اور وظائف خوانی کی مختلف منزلوں سے گزرے۔ سلوک وتصوف کا یہ وہ دور تھا جب کھانے پینے کا کوئی خیال دل میں نہیں رہا تھا۔ ذکر خداوندی ان کا اوڑھنا بچھونا قرار پا گیا تھا یا پھر مرشد کی خدمت کرنا ایک ضروری مشغلہ تھا۔

قیام رائے پور کے زمانے میں ایک مرتبہ مولانا عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو مدرس کی حیثیت سے گمتھلہ (ضلع انبالہ) میں بھیج دیا۔ یہ راجپوتوں کا قصبہ تھا اور مولانا عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ کی ایک صاحب زادی کی شادی اسی قصبے میں ہوئی تھی۔ مرشد کی جدائی ان کیلئے بہت شاق تھی۔ ہر چند عرض کیا کہ اس فقیر کو اپنے سے الگ نہ کیجئے لیکن حکم جاری ہوا کہ وہاں جانا ضروری ہے۔ ساتھ ہی فرمایا کہ ماں اپنے بچے کو سینے سے چمٹاتی ہے، پھر ایسا وقت بھی آتا ہے کہ بچے کی طلب کے باوجود اس کو اپنے سے علیحدہ رکھتی ہے۔

کچھ عرصہ مرشد کے حکم پر وہ گمتھلہ میں خدمت تدریس سرانجام دیتے رہے۔ اس کے بعد مرشد نے اپنے پاس بلالیا۔

Marfat.com

سفر وحضر میں عام طور پر دونوں اکٹھے رہتے تھے اور مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ اپنے آپ کو حضرت شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کا ادنیٰ خادم تصور کرتے تھے۔ ۱۳۲۸ھ (۱۹۱۰ء) میں شاہ صاحب ممدوح نے سفر حج کا عزم فرمایا تو مولانا موصوف ان کے ہم رکاب تھے۔ اس بابرکت سفر میں جہاں انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے مواقع میسر آئے وہاں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قربت وخدمت کا اختصاص بھی حاصل ہوا۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۴۸۵-۴۸۶)

مرشد کیساتھ قلبی مناسبت

فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ سے ایسی مناسبت ہوگئی تھی کہ جو چیز حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے قلب پر اللہ تعالیٰ کیطرف سے وارد ہوتی، وہی چیز میرے قلب پر وارد ہوتی۔ اور جو چیز میرے قلب پر وارد ہوتی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے قلب پر بھی اسی چیز کا ورود ہوتا۔

دل میں انوارات الٰہی کا اجراء

فرماتے تھے کہ اسی زمانے میں ایک مرتبہ ساری رات عجیب کیفیت رہی، دوسری رات بھی اسی طرح گزری۔ تیسری رات نور کا ایک قطرہ قلب پر وارد ہوا۔ میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی تو انہوں نے فرمایا "**اب تمہارے دل میں جو رجحان وتقاضا پیدا ہو، اسکو من جانب اللہ سمجھو اور اس پر عمل کرو**۔ (بحوالہ: سوانح مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ؛ ص ۷۱)

جانشینی وخلافت

شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ بیماری میں مبتلا ہوئے تو مولانا نے ان کی بہت خدمت کی۔ یہ ان کی زندگی کی آخری بیماری تھی جو کم وبیش چھ سال کے طویل عرصے میں پھیل گئی تھی۔ علاج اور تیمارداری کیلئے یوں تو ان کے تمام رفقا وخدام سرگرم تھے، مگر مولانا عبدالقادر ان میں سب سے تیز اور مستعد تھے۔ ان کا انتقال ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ (۲۹ جنوری ۱۹۱۹ء) کی شب کو موضع پیلوں میں ہوا، جہاں وہ کچھ مدت سے مختلف معالجوں کے زیر علاج تھے۔ دوسرے دن ان کی میت رائے پور لائی گئی اور وہیں ان کی تدفین ہوئی۔ اس کے بعد مولانا عبدالقادر جو مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے نام سے معروف ہو گئے تھے، شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ کے خلیفہ اور جانشین قرار پائے۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۴۸۶)

جنتی کھانوں کی لذت:۔ اخیر کے رمضان شریف میں دونوں وقت کا کھانا چھوڑ دیا تھا۔ رات کا کھانا تو ہر رمضان میں پہلے بھی نہیں کھایا کرتے تھے، مگر اس رمضان میں تو دونوں وقت کا کھانا ترک کر دیا تھا۔ ساری رات صبح تک صرف قرآن شریف ہی سنتے تھے۔ سحری کیوقت برائے نام ہی چائے کا ایک گھونٹ پی لیتے، اور چپاتی سے صرف ایک ٹکڑا توڑ کر کھا لیتے۔ دو تین دن میں عرض کرتا رہا، حضرت! آپ کچھ نہیں کھاتے، ضعف ہو جائے گا۔ یہ سن کر خاموش رہتے لیکن چوتھے روز فرمانے لگے "مولوی صاحب! اللہ تعالیٰ نے جنت کا ذائقہ نصیب فرما دیا ہے، اب اس کھانے کی ضرورت نہیں رہی۔ حالانکہ حضرت رحمہ اللہ کا چہرہ ایسا سرخ تھا جیسے بڑے لذیذ کھانے کھاتے ہیں۔ (بحوالہ: سوانح مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ؛ ص ۷۴)

Marfat.com

سلسلہ ہدایت کو آگے بڑھانے کا شرف :۔ مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے خلوص قلب، فضائل اخلاق اور سب سے محبت وشفقت اور ذکر الٰہی میں انہماک و استغراق کی بنا پر رائے پور کی خانقاہ بہت جلد مرجع خلائق بن گئی۔ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ عقیدت وارادت کا تعلق رکھنے والے لوگ ضلع سہارن پور اور اس کے قرب وجوار میں پہلے ہی کافی تعداد میں موجود تھے۔ ان کی وفات کے بعد یہ سب لوگ مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے اور ان کے حلقۂ بیعت میں شامل ہونے لگے۔ (ہفت اقلیم: ص۔۴۸۷)

لوگوں کو بیعت کرنے کا طریقہ

وہ بیعت توبہ کراتے ہوئے عام طور سے حسب ذیل الفاظ میں تلقین فرماتے تھے۔

''کہو بسم اللہ الرحمن الرحیم' لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' یا اللہ! ہم توبہ کرتے ہیں کفر سے، شرک سے، بدعت سے، زنا سے، چوری سے، غیبت سے، جھوٹ بولنے سے، نماز چھوڑنے سے اور سب گناہوں سے جو ہم نے ساری عمر میں کیے، چھوٹے ہوں یا بڑے۔ اور اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ تیرے سارے حکم مانیں گے، تیسرے رسول پاک ﷺ کی تابعداری کریں گے۔ یا اللہ! تو ہماری توبہ قبول کرلے، ہمارے گناہوں کو بخش دے۔ ہمیں توفیق دے اپنی رضامندی کی' اپنے رسول پاک ﷺ کی تابعداری کی''۔

مریدین کو پابندیٔ شرع کی تاکید

:۔ توبہ کی اس تلقین کے بعد خاص طور سے فرماتے کہ نماز باجماعت کی پابندی کرنا، خلافِ شریعت کاموں سے بچتے رہنا، موت کو یاد رکھنا، مرنا ہے، یہاں سے چلے جانا ہے، وہاں عملوں کے سوا کچھ کام نہیں آئے گا۔ پڑھنے کیلئے کلمہ استغفار اور درود شریف کی ہدایت فرماتے۔ نیز ارشاد فرماتے کہ اللہ سے جتنا استغفار کیا جائے گا اور جس کثرت سے درود شریف پڑھا جائے گا، اتنی ہی قلب میں صفائی پیدا ہوگی اور ذہن نکھرے گا۔

رائے پور میں ان کی خانقاہ تھی جہاں ہر وقت فیض حاصل کرنے والوں کا ہجوم رہتا تھا اور یہی ان کی مستقل قیام گاہ تھی۔

(ہفت اقلیم: ص۴۸۷۔۴۸۸)

مولانا اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کا ذوق وحسرت

وہ فقط صوفی وسالک ہی نہ تھے، جید عالم دین اور ان تمام علوم سے بہرہ ور تھے جو ان کے عہد میں دینی مدارس میں پڑھائے جاتے تھے۔ اللہ اللہ! وہ کیسے فاضل یگانہ اور اصحاب علم وکمال لوگ تھے۔ وہ دور ختم ہوگیا جس میں ان بزرگان عالی مرتبت نے پرورش پائی تھی اور وہ اساتذہ عرصہ ہوا اس دنیائے فانی سے رخصت ہوگئے، جن سے ان کو شرف شاگردی حاصل تھا اور جن کی حسن تربیت سے ان کو وہ مقام میسر آیا تھا، جواب کسی کو حاصل ہونا بہت مشکل نظر آتا ہے۔ (ہفت اقلیم: ص۔۴۸۸)

معرفت کی بھیک مانگنی چاہیے

جتنی معرفت زیادہ ہوگی، آپ ﷺ کیساتھ محبت بھی اتنی ہی مضبوط اور پائیدار ہوگی۔ معرفت اور محبت کے بغیر اطاعت بے جان اور بے لذت ہے۔

(بحوالہ: قربت کی راہیں، ص ۶۳)

Marfat.com

خانقاہ میں کتاب ''رحمۃ للعالمین'' کی تعلیم

رائے پور کی خانقاہ میں آنے والے لوگوں کو مناسب مواقع پر بعض مشہور مصنفین کی تصنیفات کے وہ واقعات پڑھ کر سنائے جاتے تھے، جن کا تعلق دور گزشتہ کے بزرگان عالی مقام سے ہے۔ یہ نہایت موثر اور پرکشش مجلس ہوتی تھی جس میں لوگوں کو بہت سے روحانی اور علمی فوائد حاصل ہوتے تھے۔ جو کتابیں مولانا مرحوم خاص طور سے اپنی مجلس میں سنتے ان میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کی تصنیف ''رحمۃ للعالمین'' کو فوقیت حاصل تھی۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۴۸۸)

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پہلا تعارف

میں (مولانا اسحاق بھٹی مرحوم) نے ان کا نام پہلی مرتبہ ۱۹۵۰ء میں گوجرانوالہ میں سنا تھا۔ ایک دن میں آمدنی اور خرچ کے کاغذات بابو عبدالغنی کو دینے کیلئے ان کے گھر گیا اور دروازے پر دستک دی، تو ایک صاحب باہر آئے، شکل و شباہت میں بالکل بابو عبدالغنی کی مانند۔ میانہ بدن، قدرے لمبا قد، چپٹی سی ناک، ٹخنوں سے اوپر پاجامہ نما شلوار، گرم چادر اوڑھے ہوئے۔ تیس بتیس سال کی عمر ہوگی...... السلام علیکم کے بعد میں نے ان سے کہا: بابو عبدالغنی سے ملنا چاہتا ہوں۔ پوچھا: آپ کا نام......؟ عرض کیا: اسحاق۔ سوال کیا: نام بتانے سے وہ سمجھ جائیں گے؟۔ جواب دیا: جی ہاں! سمجھ جائیں گے۔

وہ اندر گئے اور چند لمحوں کے بعد باہر آئے اور کہا: آیئے تشریف لایئے۔ بابو عبدالغنی نے ان کو میرے بارے میں بتایا کہ یہ ''الاعتصام'' میں کام کرتے ہیں اور، پھر مجھ سے کہا: یہ میرا بیٹا ہے، عبدالمنان! تعارف اسی کے بعد ہم دونوں نے مصافحہ کیا اور ایک دوسرے سے خیر و عافیت پوچھی۔ اس کے بعد وہ باہر چلے گئے۔ واقعتاً ان کا معاملہ ''الولد سر لابیہ'' کا سا تھا۔

ان کے جانے کے بعد بابو عبدالغنی نے بتایا کہ ضلع سہارن پور میں ایک قصبہ رائے پور کے نام سے مشہور ہے۔ وہاں ایک عالم دین رہتے ہیں، جن کا نام مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ **وہ اس دور کے بہت بڑے صوفی اور پرہیزگار بزرگ ہیں، دیوبندی مسلک کے حامل ہیں اور بے شمار لوگ ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہیں۔**

سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا کہ میرا یہ لڑکا عبدالمنان بہت عرصہ ہوا مولانا رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلا گیا تھا۔ یہ ان کے خادم کی حیثیت سے وہاں رہتا ہے اور وہ اس پر بہت اعتماد کرتے ہیں۔ یہ بھی ان کے بغیر نہیں رہ سکتا، وہ بھی اس کے بغیر پریشان ہو جاتے ہیں۔

حضرت کا اہلحدیث خادم خاص

مولانا رائے پوری رحمہ اللہ کی طبیعت ناساز ہوتی تو بھی یہ سلسلہ جاری رہتا۔ ان کے خادم خاص مولانا عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے بعض کتابوں کے کچھ مقامات پڑھ کر لوگوں کو سناتے۔ دوا، غذا، ڈاک وغیرہ کا انتظام مولانا عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد تھا۔ وہ سفر میں بھی ان کے ہم رکاب ہوتے۔ تقریباً انیس سال وہ ان کی خدمت میں رہے اور اسی خدمت کیلئے انہوں نے ہندوستان کی شہریت اختیار کی تھی۔ اصلاً وہ گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے اور جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا، وہ اہلحدیث خاند

Marfat.com

سے تعلق رکھتے تھے۔ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور کے فارغ التحصیل تھے۔ کچھ عرصہ پیشتر وہ راولپنڈی میں مقیم تھے اور ایک مسجد میں بیٹھے اللہ اللہ کرتے تھے۔ اب معلوم نہیں کیا صورت حال ہے اور وہ کہاں ہیں۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۴۸۸-۴۸۹)

علمائے اہلحدیث کی کتابوں کا شغف

مختلف عنوانات کی بہت سی کتابوں سے ان کو لگاؤ تھا اور بڑے شوق سے ان کا خود مطالعہ کرتے یا کسی سے سنتے تھے۔ ان کی پسندیدہ کتابوں میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی تصنیف ''شہادۃ القرآن'' کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ وہ اس کتاب کو بے حد قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس کو دوبارہ طبع کرانے کے متمنی تھے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس کی دوبارہ طباعت کی صورت پیدا کر دی اور یہ علمی خزانہ اہل علم کے ہاتھوں میں پہنچ گیا۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۴۸۹)

مولانا عبدالقادر اور حضرت غزنوی میں رواداری

امام کے پیچھے صف اول میں مولانا رائے پوری رحمہ اللہ کے دائیں جانب مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ اور بائیں جانب یہ عاجز (مولانا اسحاق بھٹی رحمہ اللہ) تھا۔

نماز سے تھوڑی دیر بعد مولانا رائے پوری رحمہ اللہ اُٹھ کر بالکل سامنے کے کمرے میں تشریف لے گئے۔ ان کے پیچھے دو آدمی اور تھے جو ان کے کمرے میں گئے۔ مولانا غزنوی رحمہ اللہ نماز مغرب کے بعد لمبا وظیفہ پڑھا کرتے تھے۔ وہ خود تو حسب معمول وظیفے میں مشغول ہو گئے اور مجھے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ میں مولانا کے کمرے میں چلا جاؤں چنانچہ میں اٹھا اور مولانا رائے پوری رحمہ اللہ کے بالکل سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ یہ ان کا پہلا اور آخری دیدار تھا جو اس عاجز کو نصیب ہوا۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۴۷۱)

قادری بزرگ کے پاس بیٹھنے کی تلقین

ان کے کمرے سے باہر نکلا تو مولانا غزنوی بارگاہ خداوندی میں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگ رہے تھے۔ میں ان کے قریب بیٹھ گیا۔ چند منٹ کے بعد وہ دعا سے فارغ ہوئے تو میری طرف متوجہ ہوئے۔ پوچھا مولانا کے پاس کوئی بیٹھا ہے؟ عرض کیا دو آدمی بیٹھے ہیں۔ فرمایا: آپ بھی بیٹھے رہتے۔ اتنے میں عشاء کی اذان ہونے لگی۔ تھوڑی دیر بعد مولانا رائے پوری رحمہ اللہ تشریف لے آئے اور وہیں تشریف فرما ہوئے جہاں سے اُٹھ کر گئے تھے۔ اب پھر وہی نماز مغرب والی صورت حال تھی یعنی مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ ان کے دائیں جانب تھے اور یہ عاجز بائیں جانب!

خانقاہ کا بابرکت کھانا

نماز سے فارغ ہوئے تو کھانا آ گیا۔ کھانا کیا تھا، گیہوں کا دلیا۔ بہت سے آدمی تھے۔ وہ منظر اب بھی پیش نگاہ ہے۔ کم سے کم ڈیڑھ سو افراد ہوں گے۔ سب کے سامنے دلیے کی ایک ایک پلیٹ رکھ دی گئی۔ ہم تینوں ساتھ ساتھ بیٹھے تھے۔ ہمارے سامنے بھی تین پلیٹیں آ گئیں۔ مولانا غزنوی رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا: کھائیے! یہ سعادت پھر کہاں نصیب ہوگی اور حضرت کے ساتھ کھانے کا موقع کب میسر آئے گا اور واقعی یہ بہت عمدہ موقع تھا۔ اس کے بعد یہ موقع نہیں آیا۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۴۷۳)

Marfat.com

مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی تصوف سے بھرپور مجالس

مولانا رائے پوری رحمہ اللہ نے ان سے کہا کہ حصول علم کے ابتدائی دور میں وہ امرتسر گئے تھے۔قیام امرتسر کے زمانے میں وہ حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں اکثر حاضری دیتے اور ان کے عمل وفکر کی خاص مجلسوں میں شریک ہوتے تھے۔

مولانا رائے پوری رحمہ اللہ نے ان سے یہ بھی فرمایا کہ **میرے تصوف وسلوک کے سفر کی پہلی منزل درحقیقت وہی مجلسیں اور حضرت الامام رحمہ اللہ کی اس وقت کی صحبتیں تھیں**۔ان کی پاکیزہ اور بابرکت صحبتوں سے میں بہت متاثر ہوا تھا۔

مولانا غزنوی رحمہ اللہ کے بقول مولانا رائے پوری رحمہ اللہ نے ان سے کہا کہ اس اعتبار سے وہ آپ کے والد گرامی (مولانا عبدالجبار غزنوی) کے شاگردوں اور فیض یافتہ لوگوں میں شامل ہیں۔

دوسرے دن حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا:

کل مولانا غزنوی رحمہ اللہ اور تم مولانا رائے پوری رحمہ اللہ سے ملے تھے؟۔میں نے جواب دیا: جی ہاں ملے تھے۔

فرمایا: ان سے کیا باتیں ہوئیں؟ میں نے سارا واقعہ بیان کر دیا اور بتایا کہ مولانا غزنوی رحمۃ اللہ علیہ علیحدگی میں کافی دیر انکے پاس رہے۔اس سے دوسرے تیسرے دن مولانا عطاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ وہ بھی مولانا رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے تھے' یہ تو سب کو معلوم ہے کہ **مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا دائرہ بیعت بہت وسیع تھا**۔(ہفت اقلیم: ص۔ ۴۷۴-۴۷۵)

علمائے اہلحدیث کی کتب سے استفادہ

یہ خط ایک رسالے کی صورت میں ''القادیانیہ ثورۃ علی النبوۃ المحمدیۃ والاسلام'' کے نام سے پہلے ہندوستان میں شائع ہوا، اس کے بعد فلسطین کے مفتی اعظم امین الحسینی نے اور ملک شام کے بعض حضرات نے شائع کیا۔بجز اس کے مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ مرزائیت کے بارے میں اس وقت تک کچھ نہیں جانتے تھے۔تاہم ان کے مرشد مولانا رائے پوری رحمہ اللہ کا حکم تھا، اس کے مطابق مولانا ثناء اللہ امرتسری، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہم اللہ اور بعض دیگر حضرات کی کتابیں جمع کر دی گئیں اور وہ اللہ کا نام لے کر اس اہم کام کی تکمیل کیلئے کمربستہ ہوگئے۔

اب مولانا رائے پوری کا محور توجہ یہی کام تھا۔ان کو ہرگز گوارا نہ تھا کہ علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے علاوہ کسی اور کام کی طرف متوجہ ہوں۔کسی ضروری سے ضروری تقریب میں شرکت کیلئے بھی ان کا کوٹھی سے باہر جانا انہیں گراں گزرتا تھا۔

جو کام علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ دن کو کرتے، مولانا رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ شام کی مجلس میں یا کبھی اس سے پہلے اس کا جائزہ لیتے۔ اسے سنتے اور جو لوگ ان کے نزدیک اس موضوع سے باخبر تھے، ان کو اس کی طرف توجہ دلاتے اور فرماتے کہ وہ اسے ملاحظہ کریں اور اپنی معلومات سے مطلع کریں۔اس کے علاوہ شام کی مجلس میں وہ اور کسی موضوع پر گفتگو کرنا مناسب نہ خیال فرماتے تھے۔

کچھ عرصے کے بعد یہ کتاب ''القادیانی والقادیانیہ'' کے نام سے خوب صورت عربی ٹائپ میں طبع ہوئی اور مصر شام اور افریقہ کے ان حصوں میں جہاں قادیانیت پھیل رہی تھی، یہ کتاب بڑی مفید ثابت ہوئی۔(ہفت اقلیم: ص۔ ۴۹۴-۴۹۵)

Marfat.com

مریدین کی اصلاح پر گہری نظر

آپ رحمہ اللہ کے نزدیک ذکر و شغل، صحبتِ مشائخ اور مجاہدہ و ریاضت کا اصل مقصد''اخلاق کی اصلاح، صفاتِ رذیلہ کا خاتمہ اور صحیح معنیٰ میں تزکیہ نفس تھا''۔ ایک دن ایک صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا''اصلاح کیلئے محض ذکر و اذکار کافی نہیں، اخلاق کی درستگی کرنا چاہیے اور مشائخ سے اخلاق ذمیمہ کا علاج کروانا چاہیے۔ اسی لیے تو زندہ مشائخ سے بیعت کی جاتی ہے کہ وہ اخلاق کی اصلاح کرتے ہیں۔ مثلاً غصہ بہت برا مرض ہے، احادیث میں اسکی بہت مذمت فرمائی گئی ہے، لیکن جب تک مرشد سے علاج نہ کروائیں، یہ مرض نہیں جاتا۔

تصوف کی اصطلاح 'لطائف' کا آسان مفہوم

لطائفِ ستہ کے انوار کا ذکر کرتے ہوئے ایک دن فرمایا''ان لطائف کے جاری ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ دل حرکت کرے یا انوار نظر آئیں، بلکہ انکے جاری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انکے علوم منکشف ہو جائیں۔ مثلاً لطیفۂ قلب کا جاری ہونا یہ ہے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کیطرف خیال رہے، دل سے دنیا اور اسکی ہر چیز کی قیمت نکل جائے۔ اسی طرح **لطیفۂ نفس کا جاری ہونا یہ ہے کہ صفاتِ رذیلہ نکل جائیں اور صفاتِ حمیدہ پیدا ہو جائیں**۔ نفس میں انکساری و عاجزی پیدا ہو جائے۔ انسان اپنے آپ کو سب سے حقیر سمجھنے لگے۔ جب یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو سمجھے کہ لطائف جاری ہو گئے ہیں۔ اسی طرح دوسرے لطائف میں انوارات کا نظر آنا کوئی ضروری نہیں، یہ تو محنت و ریاضت سے غیر مسلموں کو بھی حاصل ہو جاتے ہیں۔ (بحوالہ: سوانح مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ: ص ۹۱)

قارئین! درج بالا عبارت میں ان لوگوں کیلئے جواب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ تصوف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کی ایجاد ہے، ذرا دیکھیں تو، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اتنے آسان الفاظ میں مکمل تصوف کو سمو دیا ہے کہ اسکو پڑھنے کے بعد ہر صحابی رضی اللہ عنہ اعلیٰ ترین درجے کے صوفی نظر آتے ہیں۔ اخلاق رذیلہ کی اصلاح پر ہی غور کریں تو ہر صحابی رضی اللہ عنہ اس صفت سے اس قدر متصف تھے کہ قرآن میں اللہ پاک نے انکے اخلاق کی گواہی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا''رحماء بینھم'' کہ وہ ایک دوسرے کیلئے بہت ہی نرم مزاج اور رحم دل ہیں، ہر وقت اللہ کی طرف خیال رہنے والی تعریف پر غور کریں تو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس شان میں اپنی مثال آپ ہیں۔ دل سے دنیا کی قیمت نکل جانے پر غور کریں تو بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صفِ اول کے صوفی ہیں، جنہوں نے گھر میں سوئی تک نہ چھوڑی، حضرت صوفی عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دل میں دنیا اس قدر بے قدر و قیمت ہو چکی تھی کہ اپنے گھر میں جلنے والے چراغ کے تیل کو بھی ضائع نہیں ہونے دیتے، لیکن اللہ کی راہ میں دینے کیلئے خزانے کا منہ کھول رکھا ہے۔ نفس میں انکساری و عاجزی والی بات پر غور کریں تو حضرت صوفی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہاتھ میں تنکہ پکڑ کر سر جھکائے نظر آتے ہیں کہ اے کاش۔۔! میں ایک تنکہ ہوتا، جس سے بروز قیامت کوئی حساب نہ لیا جاتا۔ اپنے آپ کو سب سے حقیر سمجھنے والی تعریف پر غور کریں تو حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ گلی میں بیٹھ کر روتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ حال تو میرا بھی یہی ہے۔ آؤ۔ مرشدِ اعظم (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں چلتے ہیں۔ بے نفسی و اخلاص نیت پر غور کریں تو صوفیاء کے

Marfat.com

سردار حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بڑا صوفی کون ہے جو دشمن پر غلبہ پانے کے باوجود، چہرے پر تھوکے جانے کے بعد بھی اسکو چھوڑ دیتے ہیں کہ میں یہ لڑائی اپنی ذات کیلئے نہیں لڑ رہا۔ آج کے وہابی اگر اپنے آپ کو صحابی رضی اللہ عنہ کیساتھ جوڑتے ہیں تو نام کا لیبل لگانے کیساتھ ساتھ انکی باطنی کیفیات کو بھی حاصل کرنے کی کوشش کر لیں۔ کیا قرآن میں یہ آیت موجود نہیں ''فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اهتدوا''؟؟؟ (از: مرتب)

اسلاف کے واقعات سے اخذِ نصیحت

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے سب سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کارنامے تھے جن کی بدولت اسلام نصف صدی کے اندر اندر نصف دنیا تک پھیل گیا اور ہر طرف خدا طلبی اور فکر آخرت کی ہوا چل گئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے انکے حالات کا مطالعہ بڑے غور سے کیا تھا۔ دور آخر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کا بڑے ذوق وشوق سے مطالعہ فرمایا۔ (سوانح مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ: ص ۹۲)

مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کے حالات سے سبق

اسکے علاوہ ان اہل دل بزرگوں کے واقعات بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے تھے، جن کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ بجلی کا اثر رکھتے، اور جن کی صحبت کیمیا اور پارس کی تاثیر رکھتی تھی۔ پنجاب کے ایک باخدا عالم مولانا غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ قلعہ میہاں سنگھ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے کہ ''وہ بڑے عاشق تھے''۔

سلفی عالم دین کی کرامات

''دلا غافل نہ ہو یکدم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے'' یہ مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ ہی کے اشعار ہیں۔ رسول اکرم رحمۃ اللہ علیہ کے عشق میں انکے بڑے دردناک اشعار ہیں۔ انکی صحبت میں یہ اثر تھا کہ **جو ایک دفعہ پاس بیٹھ جاتا، ساری عمر اسکی تہجد بھی ناغہ نہ ہوتی، چہ جائیکہ فرض نماز!** ہندوؤں میں جہاں وعظ کر دیتے، سب کے سب مسلمان ہو جاتے۔ ایک دفعہ ہاتھ میں مٹی کا ڈھیلا لیے کھڑے تھے، کچھ ہندو عورتیں جنگل کیطرف جارہی تھیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ڈھیلا زور سے زمین پر پھینکا اور فرمایا ''الا اللہ'' وہ سب ہندو عورتیں کلمہ پڑھنے لگیں اور گھر تک پڑھتی چلی گئیں۔ بالآخر مسلمان ہوگئیں۔ ایک دفعہ لوگوں نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ فلاں شخص اوپر سے مسجد میں کوڑا پھینکتا ہے۔ فرمایا، اب کی بار پھینکے تو مجھے دکھانا۔ جب دکھایا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''کب تک پھینکتا رہے گا؟'' وہ وہیں سے نیچے کود پڑا اور تائب ہو گیا۔ جو ہندو یا عیسائی ایک دفعہ وعظ سن لیتا، مسلمان ہو جاتا۔ اسی لیے انگریزوں نے انکے وعظ کہنے پر پابندی لگادی تھی۔ (بحوالہ:۔ سوانح مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ: ص ۹۳۔ از سید ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ)

تصوف وسلوک کا مقصد حقیقی

سلوک وتصوف اور اسکی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی محبت اور ہر وقت اسکی رضا کا فکر رہنا اور اسکی طرف سے کسی غافل نہ ہونا، یہ کیفیتیں دین میں مطلوب ہیں اور قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بغیر ایمان اور

Marfat.com

اسلام کامل ہی نہیں ہوتا۔لیکن رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں دین کی تعلیم وتربیت کیطرح یہ ایمانی کیفیتیں بھی آپ ﷺ کی صحبت ہی سے حاصل ہوجاتی تھیں، اور حضور ﷺ کے فیضان صحبت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبتوں میں بھی یہ تاثیر تھی، لیکن بعد میں احوال کے زیادہ بگڑ جانے اور استعداد کے ناقص ہوجانے کی وجہ سے اس مقصد کیلئے کاملین کی صحبت بھی کافی نہیں رہی تو دین کے اس شعبہ (تصوف) کے اماموں نے ان کیفیات کو حاصل کرنے کیلئے صحبت کیساتھ ساتھ ذکر وفکر کی کثرت کا اضافہ کیا اور تجربہ سے یہ تجویز صحیح ثابت ہوئی۔ اسی طرح بعض مشائخ نے اپنے زمانے کے لوگوں کے احوال کا تجربہ کر کے انکے نفس کو توڑنے اور شہوات کو مغلوب کرنے اور طبیعت میں مناسبت پیدا کرنے کیلئے انکے واسطے خاص قسم کی ریاضتیں اور مجاہدے تجویز کیے۔اسی طرح ذکر کی تاثیر کو بڑھانے اور طبیعت میں رقت اور یکسوئی پیدا کرنے کیلئے ضرب لگانے کا طریقہ نکالا گیا تو ان میں سے کسی چیز کو بھی مقصود نہیں سمجھا جاتا، بلکہ یہ سب کچھ صرف علاج اور تدبیر کے طور پر کیا جاتا ہے اور اسی لیے مقصد حاصل ہوجانے کے بعد یہ سب چیزیں چھڑادی جاتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ائمہ طریقت اپنے اپنے زمانہ کے حالات کے مطابق ان چیزوں میں کمی بیشی بھی کرتے رہے اور اب بھی کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ ایک ہی مرشد کبھی کبھی مختلف مریدوں کیلئے انکے خاص حالات اور انکی استعداد کے مطابق الگ الگ اعمال واشغال تجویز کردیتا ہے اور مریدین میں سے بعض ایسے اعلیٰ استعداد والے بھی ہوتے ہیں جنہیں اس طرح کا کوئی ذکر وشغل کرانے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی' اللہ تعالیٰ انکو یونہی استقامت عطا فرمادیتا ہے۔حاصل گفتگو یہ ہے کہ اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان سب چیزوں کو صرف علاج اور تدبیر کے طور پر ضرورت کے مطابق کیا جاتا ہے۔(بحوالہ:۔سوانح مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ:ص ۳۲۵)

تصوف تو بس یہ ہے

ایک موقع پر مولانا منظور صاحب نعمانی رحمہ اللہ سے فرمایا، خدا جانے لوگ تصوف کو کیا سمجھتے ہیں، تصوف تو بس اخلاص اور عشق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے اور جو کام عشق کی طاقت اور اخلاص کی برکت سے ہوسکتا ہے، وہ اس کے بغیر نہیں ہوسکتا، تو دراصل تصوف ضروری نہیں، بلکہ عشق اور اخلاص پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔اگر کسی کو یہ نعمتیں حاصل کرنے کا اس سے بھی آسان اور مختصر کوئی اور راستہ معلوم ہوجائے تو مبارک ہے، وہ اسی راستے سے حاصل کرلے اور ہم کو بھی بتادے۔ہم تو اسی راستہ کو جانتے ہیں، جس کا اللہ تعالیٰ کے ہزاروں صادق بندوں نے سینکڑوں برس سے تجربہ کیا ہوا ہے۔ان میں بھی سینکڑوں وہ تھے جو دین کے اس شعبے (تصوف) کے مجتہد بھی تھے اور صاحبِ الہام بھی تھے۔(بحوالہ:۔سوانح مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ:ص ۳۲۶۔از سید ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ)

اپنی جنگ خود لڑو

تصوف کے بعض حلقوں اور عوام میں بزرگانِ دین کے بعض خصوصی واقعات و کیفیات کی بناء پر یہ خیال پھیلا ہوا ہے کہ اہلِ دل حضرات جس وقت بھی، اور جس کو بھی دولتِ باطنی عطا فرمانا چاہیں، اسکی ذاتی کوشش ومحنت کے بغیر اور اسکی استعداد کے بغیر ہی عطا فرماسکتے ہیں۔ایسے واقعات کی صحت اور امکان میں شبہ نہیں لیکن یہ کوئی عمومی ضابطہ اور اختیاری چیز نہیں ہے۔عمومی طور پر

Marfat.com

اپنی ذاتی کوشش ومحنت ہی کی ضرورت ہوتی ہے اور اسی میں دوام اور استقلال ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمہ اللہ اسی بات پر بہت زور دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ ہم نے حضرت مخدوم شیخ علی صابر پیران کلیری رحمہ اللہ کے مزار پر مراقبہ کیا تو ہمارے دل میں یہی آواز آئی کہ ''اپنا کرنا، اپنا بھرنا''۔ (بحوالہ:۔سوانح مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ: ص ۳۳۸)

بڑے درجے پر تبلیغ کیلئے تصوف واحد راستہ

ایک دن مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ کو فرمانے لگے کہ مولوی صاحب! تصوف دین کے چھڑانے کیلئے نہیں ہے بلکہ اس سے تو دین کے کاموں میں قوت آتی ہے اور جان پڑتی ہے، لیکن کیا عرض کیا جائے، اللہ کی مشیت ہے، جن کو اللہ نے دین کے کاموں کے قابل بنایا ہے، وہ ادھر توجہ ہی نہیں کرتے' حالانکہ اگر تھوڑی سی توجہ ادھر دے دیں تو دیکھیں کہ ان کے کاموں میں کتنی قوت آتی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی اور حضرت سید احمد شہید رحمہم اللہ نے ہمارے اس ملک میں دین کی جو خدمات انجام دی ہیں، اور جو کچھ کر دکھایا، جن کا ہزارواں حصہ بھی ہماری بڑی بڑی انجمنیں اور جماعتیں نہیں کر پا رہی ہیں، اس میں ان کے اخلاص اور قلب کی طاقت کو خاص دخل تھا جو تصوف کے راستے سے پیدا کی گئی تھی۔ (بحوالہ:۔سوانح مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ: ص ۳۴۲)

قارئین! حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تو اتنے بڑے مجدد دین کی بات کر رہے ہیں، آپ صرف چند سال پیچھے چلے جائیں اور اپنے اپنے علاقے میں اسلاف اہل حدیث ہی کو دیکھ لیں تو یہی صورت حال واضح ہو رہی ہے۔ اسلاف اہل حدیث میں سے جس ہستی سے بھی اللہ جل شانہ نے بڑے لیول پر اپنے دین کی خدمت لی ہے، ان سب میں سے کوئی ایک عالم دین بھی ایسے نہیں ہیں جو تصوف سے کنارہ کش تھے۔ وہ الگ بات ہے کہ آج کے اہل حدیث کو یہ بھی علم نہیں کہ ہمارے اسلاف میں کون کون سے عالم دین شامل ہیں۔ لیکن آپ ذرا ان سب کو ٹٹولیں تو سہی! ایک سے بڑھ کر ایک تصوف کا شہسوار نظر آئے گا۔ اسی کتاب ''ارمغان تصوف'' ہی میں آپکو ایسے بے شمار صوفیاء مل رہے ہیں جو اہل حدیث تھے۔ اور یہ تو وہ لوگ ہیں جن کا تذکرہ حضرت مولانا اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں میں کیا۔ دوسرے اہل حدیث مصنفین کی پرانی کتابوں کو پڑھیں تو ان میں بھی لاتعداد صوفیائے اہل حدیث روحانیت کی عظیم چوٹیوں پر فائز ہیں۔ ایک اور خاص بات یہ کہ اس کتاب میں بھی حضرت بھٹی صاحب رحمہ اللہ کے بیان کردہ تمام صوفیائے اہل حدیث نہیں سما سکے کیونکہ اس بات پر تو تمام قارئین کا اتفاق ہے کہ حضرت بھٹی صاحب رحمہ اللہ کے لکھے ہوئے صفحات کی تعداد چالیس ہزار سے زائد ہے۔ ''ارمغان تصوف'' میں تو ان چالیس میں سے چار ہزار صفحات بھی نہیں شامل کیے گئے۔ راقم نے حضرت بھٹی صاحب رحمہ اللہ کے لکھے ہوئے ابھی صرف چھے، سات ہزار صفحات کو کھنگالا تو ان میں ہر طرف تصوف ہی تصوف چمکتا ہوا نظر آیا۔ چالیس ہزار صفحات میں سے تو مزید ہزار ہزار صفحات کی ایسی کئی جلدیں تیار ہو سکتی ہیں، جن میں ہر طرف تصوف ہی تصوف موتیوں کیطرح بکھرا ہوگا۔ (از: مرتب)

مولانا عبدالمنان کا جنازہ پڑھانا

شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی ۱۵۔ اگست کو (بدھ کے دن) طبیعت زیادہ خراب ہوگئی۔ آخر ۱۶۔ اگست ۱۹۶۲ء کو جمعرات کے دن ساڑھے گیارہ بجے حاجی متین احمد کی کوٹھی واقع ایمپرس روڈ پر ان کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

Marfat.com

ریڈیو پاکستان (لاہور) سے اسی وقت یہ روح فرسا خبر نشر کی گئی اور لوگ اس مکان پر آنا شروع ہو گئے، جہاں ان کی وفات ہوئی تھی۔ ہندوستان کے مختلف مقامات میں ٹیلی فون اور ٹرنک کال کے ذریعے اطلاع دی گئی۔ اسی دن ساڑھے پانچ بجے ان کے خادم خاص مولانا عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس زمانے میں شملہ پہاڑی کے قریب ایمبیسڈر ہوٹل نہیں بنا تھا۔ یہ بہت بڑا میدان تھا جو حاجی متین احمد کی کوٹھی کے قریب تھا۔ جنازہ اسی میدان میں پڑھایا گیا تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ جنازے میں شریک ہوئے تھے۔ یہ عاجز (اسحاق بھٹی مرحوم) مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے ساتھ جنازے میں شامل ہوا تھا۔

چار مرتبہ جنازہ پڑھا جانا

مولانا رائے پوری رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ہندوستان کے لوگوں کی خواہش تھی کہ ان کے تدفین مرشد کے قریب رائے پور میں ہونی چاہیے، لیکن اس خواہش کو عملی صورت میں لانے کیلئے زیادہ اصرار کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا، اس لیے کہ مولانا کے بھتیجے، بھانجے اور اعزہ واقارب ان کو آبائی وطن ڈھڈیاں دفن کرنے پر مصر تھے۔

بعض حضرات نے یہ رائے دی کہ انہیں لاہور میں مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کے مدفن کے قریب میانی صاحب کے قبرستان میں دفن کیا جائے تا کہ ہندوستان سے آنے والے ان کے عقیدت مندوں کو قبر پر حاضر ہونے اور دعائے مغفرت کرنے میں آسانی رہے۔ لیکن ان کے قریبی رشتے دار اور ڈھڈیاں اور اس کے قرب وجوار میں رہنے والے لوگ اس پر بھی رضامند نہ ہوئے۔

آخر نسبی اور خاندانی تعلق غالب آیا اور جنازہ بذریعہ ایمبولینس براستہ لائل پور مولانا کے آبائی وطن ڈھڈیاں کے لیے روانہ ہوا۔ لائل پور (حال فیصل آباد) بذریعہ ٹیلی فون اطلاع کر دی گئی تھی۔ وہاں رات کو نو بجے کے قریب دوسری نماز جنازہ پڑھی گئی، جس میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ نماز جنازہ مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی نے پڑھائی۔

لائل پور سے سرگودھا کیلئے روانہ ہوئے۔ چاندنی رات تھی اور بسوں اور کاروں کا قافلہ نہایت حزن وملال کے ساتھ جا رہا تھا۔ شب کے گیارہ بجے سرگودھا پہنچے تو وہاں لوگوں کا ایک جم غفیر تھا۔ وہاں تیسری نماز جنازہ مولانا عبدالعزیز شمس تھلوی نے پڑھائی۔

اب سرگودھا سے جنازہ اپنی آخری منزل کی طرف روانہ ہوا اور جھاوریاں کے راستے سے ڈھڈیاں کا قصد کیا۔ ڈھڈیاں میں دور ونزدیک کے قصبات ودیہات کے لاتعداد لوگ جمع تھے۔ وہاں شب کے پچھلے پہر چوتھی نماز جنازہ ہوئی جو مولانا مرحوم کے امام نماز سید مسعود علی آزاد نے پڑھائی۔

ڈھڈیاں میں قبر تیار تھی۔ صبح صادق کے وقت اِدھر تدفین سے فارغ ہوئے اور اُدھر مؤذن نے نماز فجر کی اذان دی۔ لوگوں نے جماعت کے ساتھ نمازِ فجر پڑھی اور غم واندوہ کا بوجھ اٹھائے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

رخصت کے وقت لوگ جب آخری سلام کیلئے قبر پر حاضر ہوئے تو عجب منظر تھا اور دلوں پر عجیب کیفیت طاری تھی۔ بالخصوص ہندوستان کے دور افتادہ خادم جو وہاں سینکڑوں میل کی مسافت پر رہنے والے تھے، سمجھ رہے تھے کہ شاید یہ آخری حاضری اور آخری سلام ہے۔ اس کے بعد یہاں آنا کہاں نصیب ہوگا۔ مگر زبان حال سے صدا اُٹھتی تھی۔ رفتید' ولے نہ از دلِ ما۔

(ہفت اقلیم: ص۔ ۴۹۹ تا ۵۰۱)

Marfat.com

سالہا سال پہلے مرشد کی پیشین گوئی

شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے سوانح نگار مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وفات سے چند دن پہلے ایک بار شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ سے فرمایا ''جی تو یہ چاہتا تھا کہ جیسے زندگی میں اکٹھے ہیں، مرنے کے بعد بھی ایک ہی جگہ رہیں، مگر ہوتا وہی ہے، جو اللہ چاہتا ہے'' چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ باوجود آپ کی شدید خواہش کے، کہ اپنے شیخ کے پاس رائے پور میں مدفون ہوں، آپ رحمہ اللہ اپنے وطن ڈھڈیاں میں مدفون ہوئے۔

(بحوالہ:۔ سوانح مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ: ص ۷۵)

(22) عمدۃ المحدثین زبدۃ المفسرین ولی الرحمٰن

نواب سید محمد صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ

قارئین! اس وقت ہمارے زیب عنوان ہستی ہندوستان میں قرآن وحدیث کی اشاعت کرنے والے، تصوف کو نا صرف پسند، بلکہ تصوف وعملیات پر سترہ کتابیں لکھنے والے، نواب سید محمد صدیق حسن خان رحمہ اللہ ہیں جن کو اپنے آخری لمحات میں بھی یہ فکر تھی کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی خالص تصوف پر مبنی تصنیف ''فتوح الغیب'' کا ترجمہ جو میں نے مقالات الاحسان کے عنوان سے کیا تھا، اس کے شائع ہونے میں کتنے دن باقی رہتے ہیں؟ بحوالہ کتاب: دبستان حدیث۔ از؛ مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ) شیخ الحدیث مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بعد نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ کی کتب سے ذاتی طور پر زیادہ متاثر تھے اور انکی کوشش ہوتی تھی کہ اپنے جاری کردہ المکتبۃ السّلفیہ سے نواب صاحب مرحوم کی کثیر تعداد میں کتب شائع کریں (بحوالہ ہفت روزہ الاعتصام، خاص نمبر مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم) آئیں اب تفصیل سے جانے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت بھٹی صاحب رحمہ اللہ نے انکے متصوفانہ مزاج سے متعلق کونسی کونسی معلومات فراہم کی ہیں۔ (از: مرتب)

اخلاقیات اور تصوف پر پچپن کتابیں

نواب صاحب رحمہ اللہ دنیائے اسلام کے کثیر التصانیف مصنف ہیں۔ ان کی چھوٹی بڑی تصانیف کی کل تعداد ۲۳۰ کے لگ بھگ ہے...... **اڑتیس کتابیں اخلاقیات کے موضوع پر، سترہ کتابیں تصوف کے موضوع پر تصنیف فرمائیں۔** نواب صاحب کا سلسلہ نسب تینتیس واسطوں سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ نواب صاحب رحمہ اللہ کے والد مکرم کا اسم گرامی سید اولاد حسن تھا: ۱۲۱۰ھ (۹۶۔۱۷۹۵ء) میں ہندوستان کے شہر قنوج میں پیدا ہوئے۔ قنوج اور لکھنؤ کے بعض معروف اساتذہ سے حصول علم کے بعد سید اولاد حسن ۱۲۳۳ھ (۱۸۱۸ء) میں دہلی گئے۔ وہاں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شاہ رفیع الدین رحمہما اللہ سے استفادہ کیا اور شاہ عبدالقادر دہلوی رحمہ اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ امیر المجاہدین سید احمد شہید رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی۔ (دبستان حدیث ص ۲۶۴)

Marfat.com

مکمل شجرۂ نسب

صدیق حسن نام، ابوالطیب، ابوالطاہر، ابوالوفا کنیت، روحی ونواب وتوفیق تخلص خورشید حسن، تاریخی نام، نواب امیر الملک والا جاہ بہادر خطاب۔ سلسلہ نسب حسب ذیل ہے:

سید صدیق حسن بن سید اولاد حسن بن سید اولاد علی بن سید لطف اللہ بن سید عزیز اللہ بن سید لطف علی بن سید علی اصغر بن سید کبیر بن سید تاج الدین بن، سید جلال رابع بن سید راجو شہید بن سیّد جلال ثالث بن سیّد رکن الدین ابوالفتح بن سیّد حامد کبیر بن سیّد ناصر الدین محمود بن سید جلال الدین قطب عالم معروف بہ مخدوم جہانیاں جہان گشت بن سیّد احمد کبیر بن سیّد جلال اعظم معروف بہ گل سرخ بن سیّد علی موید بن سیّد جعفر بن سیّد محمد بن سیّد احمد بن سیّد محمد بن سیّد عبداللہ بن سیّد علی اشقر بن سیّد جعفر زکی بن سیّد علی نقی بن سیّد محمد تقی بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن امام حسین شہید رضی اللہ عنہ کربلا بن فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بنت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ص صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یہ خاندان جیسا کہ ظاہر ہے سادات حسینی میں سے ہے اور سادات بخاری کے نام سے مشہور ہے چونتیس واسطوں سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک منتہیٰ ہوتا ہے۔ منجملہ اکابر شجرۂ نسب کے آٹھ ائمہ اہلبیت ہیں جو زمرۂ اثناعشر آل اطہار میں داخل ہیں۔ باقی اسلاف جعفر زکی سے لیکر جناب مخدوم بلکہ جلال رابع تک غالباً صلحاء اور اخیار قوم تھے۔ اور سید تاج الدین سے لیکر علی بن لطف اللہ تک اہل دولت وثروت ہوے۔ (مآثر صدیقی حصہ اول، ص: ۱-۲)

آباؤ اجداد میں کبار صوفیاء

سیّد جلال اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا حال

ان کا نام حسین، ابوعبداللہ کنیت گلسُرخ لقب تھا۔ یہ اپنے عصر میں سرآمد اولیاء کبار میں سے تھے۔ کمالات باطنی اور قوت روحانی کے تابندہ جوہر اور وحید عصر تھے۔ ۶۵۳ھ کو ترک وطن کر کے بخارا سے ملتان میں وارد ہوئے اور خانقاہ شیخ فرید الدین شکر گنج رحمہ اللہ میں آکر ٹھہرے۔ وہاں آرام لیکر بھکر آئے۔

یہاں انہوں نے ایک بشارت کی بنا پر جو خواب میں ہوئی تھی۔ سید بدرالدین بن سیّد صدرالدین خطیب بھکری کی دختر نیک اختر دہرہ خاتون سے اپنا عقد کیا۔

سلسلہ سہروردیہ میں خلافت

شیخ الاسلام بہاؤالدین ذکریا ملتانی رحمہ اللہ کے مرید باختصاص تھے۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے اُن کو خرقہ خلافت عطا فرما کر شہر اُچہ پر مامور کیا۔ یہاں آکر وہ اپنے شیخ کی ہدایت کے مطابق اخیر عمر تک رُشد وہدایت کے اہم اور نازک فرض کو بڑی سرگرمی اور حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے اور یہیں وفات پائی۔

Marfat.com

آپ کی اولاد میں چار صاحبزادے تھے علی، جعفر، سیّد محمد غوث، سیّد احمد کبیر رحمہم اللہ۔

سیّد احمد کبیر رحمۃ اللہ علیہ

یہ وہی سیّد احمد کبیر ہیں جن کے نام پر ہندوستان کے جاہل نادان لوگ گائے ذبح کیا کرتے ہیں اور جن کے نام نامی سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ سیّد صاحب رحمہ اللہ کے دو صاحبزادے تھے، سید جلال الدین قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ اور سیّد صدر الدین محمد راجو قتال رحمۃ اللہ علیہ۔ جن کی موجودہ نسل سرہند میں آباد ہے۔

مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت شب برأت ۷۰۷ھ میں ہوئی ابوعبداللہ کنیت قطب عالم مخدوم جہانیاں جہان گشت لقب، والدہ کا نام مریم ہے۔ یہ سیّد مجد الدین کی صاحبزادی تھیں اور بقول دیگر آپ کی والدہ کا نام اخوند خاتون ہے۔ یہ سیّد مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ علوم کتاب وسنت کے جوہر فرد اور کمالات باطنی کے معدن تہذیب اخلاق اور ملکات روحانی کے سہیل میں تھے۔

بچپن میں بیعت کا شرف

مخدوم رحمۃ اللہ علیہ نے ابھی گہوارۂ طفولیت سے قدم باہر نکال کر رکھا ہی تھا کہ ان کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو اپنے ساتھ لیجا کر بطور نیک فال حضرت شیخ جمال خجندی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت و دست بوسی کا شرف بخشا۔ اُس وقت ان کی عمر سات برس کی تھی، مگر سعادت و رشادت کے انوار ابھی سے اُن کی جبین مبارک سے طالع اور نمایاں تھے۔ چنانچہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے معصوم چہرہ پر نظر ڈالتے ہی فرمایا کہ ''تو آن پسری کہ خاندان خود را تا قیامت منّور داری۔''

جب وہ سن بلوغ کو پہنچے تو انہوں نے ایک عظیم الشان سیاحت کا عزم مصمم کیا اور مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، مصر، شام، بیت المقدس، روم، عراق، خراسان، بلخ اور بخارا کی طرف چل کھڑے ہوئے اس دوران سفر میں متعدد حج بھی کیے، منجملہ انکے چھ حج اکبر تھے۔

مشائخ طریقت سے خرقہ وخلافت حاصل ہونا

مخدوم اس امر کے سخت مخالف تھے کہ آدمی کسی ایک شیخ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر اسی کا ہو رہے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ فیاض ازل کی بخششیں کسی ایک ملک یا ایک خاندان یا ایک قوم میں محدود و محصور نہیں ہیں۔

درحقیقت آپ کا یہ قول آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ۔ ''جمیع مشائخ و فضلاء را باید دید۔ و از ہر کدام نصیبے و فیضے باید بود'' یعنی آدمی کو تمام باکمال مشائخ وفضلا کا فیض صحبت حاصل کرنا چاہیے اور ہر ایک سے بقدر مقدور تمتع حاصل کرنا چاہیے۔ بقول سعدی رحمہ اللہ:

''تمتع زہر گوشۂ یافتم ‌ ‌ ‌ زہر خرمنے خوشۂ یافتم''

مخدوم نے اثناء سیاحت میں تین ہزار چالیس سے زائد صاحب دلان ذی کمال کا فیض صحبت حاصل کیا۔ دو سال تک مدینہ منورہ میں استاذ المحدثین شیخ عفیف الدین مطری شافعی یمنی رحمہ اللہ کی خدمت میں رہے۔ نسخہ عوارف کا درس لیا۔ شیخ موصوف رحمۃ

Marfat.com

رشید الدین ابوالقاسم محمد صوفی رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے اور ان کو خرقۂ خلافت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ نے عطا کیا تھا۔ جو شیخ سعدی رحمہ اللہ کے پیر طریقت ہیں، مگر مخدوم نے زیادہ تعلیم و تربیت شیخ رُکن الدین ابوالفتح سہروردی رحمہ اللہ اور شیخ نصیر الدین محمود چشتی چراغ دہلی رحمہ اللہ سے حاصل کی۔

چودہ مشائخ کا فیضان

خرقۂ خلافت اوّل ان کو ان کے والد اور چچا شیخ صدر الدین بخاری رحمہ اللہ نے عطا فرمایا بعد اُس کے شیخ الاسلام عفیف الدین مطری رحمہ اللہ نے حرم شریف نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان کو خرقۂ خلافت پہنایا۔ وَہَلُمَّ جَرًّا اسی طرح ان کو چودہ خانوادوں کے خلیفہ ہونے کا خاص شرف حاصل تھا۔

مریدین سے بیعت لینے کا طریقہ

مخدوم کسی کو اپنا مرید نہیں کرتے تھے کیونکہ آپ کے نزدیک عرفی و رسمی مریدی پر شرعی رسم مواخات کو ہر طرح ترجیح تھی۔ یہ طریقہ مواخات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بروقت نزول مدینہ منورہ جاری فرمایا تھا اور مہاجرین و انصار کو ایک دوسرے کا بھائی ٹھہرایا تھا۔ چنانچہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نسبت جو اجراء مواخات کے وقت موجود نہ تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہ میرا بھائی ہے۔

جب کوئی شخص مخدوم جہانیاں رحمہ اللہ کے پاس مرید ہونے کے قصد سے آتا تو آپ فرماتے کہ میں کسی کو مرید کرنا پسند نہیں کرتا۔ البتہ عہد اُخوت کو تازہ اور مستحکم کرنے کیلئے تیار ہوں۔

خلفاء کو اتباع شریعت کی تاکید

جب آپ کسی کو سند خلافت عطا کرتے تو یہ لکھتے۔

اوصینا هذا الاخ بالاتباع الدائم المستقیم بشریعة نبینا والا نقیاد لاحکامها و ان لا یترددالی ارباب الدنیا و اصحابها و ان لا یحضر فی مجالسهم ابدا و ان یتوجه الی الله بالکلیة فان کان هذا فیده العزیزة نائبة عن یدنا و هو من بین الناس خلیفتنا فرحم الله من اکرمه و اهان من اهانه و هو الموفق والهادی والمستعان و علیه التکلان -

"یعنی میں اپنے بھائی کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت بیضا پر نہایت مضبوطی کے ساتھ قائم رہے اور احکام شریعت کو اپنا دستور العمل بنائے اور ارباب دنیا اور ان کے ہم صحبتوں سے دور رہے اور ان کی مجالس میں کبھی قدم نہ رکھے اور کلیۃً سب طرف سے منہ پھیر کر خدا ہی کی طرف رجوع کرے۔ جب اس رنگ میں وہ اپنے کو رنگ لے تو بلاشبہ اس کا دست مبارک میرے ہاتھ کا قائم مقام ہے اور یہ مخلوق خدا کے سامنے میرا جانشین ہے۔ جو شخص اُس کا احترام و اکرام کرے، خدا اس پر رحم کرے۔ اور جو شخص اس کی اہانت کرے، خدا اُس کو ذلیل کرے۔ خدا ہی توفیق بخشنے والا راہ راست دکھانے والا اور مددگار ہے۔ اور اُسی پر کامل بھروسہ ہے۔"

Marfat.com

خانقاہ محمدی کی سند

سلطان محمد تغلق نے شیخ الاسلام کا جلیل القدر منصب آپ کو عطا فرمایا تھا اور سیوستان کی خانقاہ محمدی کی اور اس کے مضافات کی سند آپ کو مرحمت کی تھی۔ فیروز شاہ کے عہد سلطنت میں آپ چند مرتبہ دارالخلافتِ دہلی میں تشریف لائے اور ہر مرتبہ سلطان کی جانب سے مراسم اعتقاد و اخلاص حسب قاعدۂ معینہ ادا کیے گئے۔

آپ نے عیدالاضحیٰ کے روز بعد نماز ۷۸۵ھ میں وفات پائی۔ آپ کے تین بیٹے تھے۔ سیّد ناصرالدین محمود یہ دختر سید محمد غوث کے بطن سے تھے۔ ان کی اولاد سندھ و ہند میں آباد ہے۔ سیّد عبداللہ، یہ دختر سادات دہلی کے بطن سے تھے۔ سیّد محمد اکبر، یہ شہنشاہ بیگم سلطان ترکی کے بطن سے تھے۔ ان کی اولاد قسطنطنیہ میں آباد ہے۔

سیّد جلال ثالث رحمہ اللہ

یہ بعد وفاتِ پدر قصبہ اُچہ ضلع ملتان کی سکونت ترک کر کے دہلی چلے آئے۔

اس نقل مکانی کی وجہ کچھ تو اخوان کی باہمی مخالفت اور زیادہ تر بہلول شاہ لودھی بادشاہ دہلی کی حسن ارادت تھی وہ آپ کے خاص مریدوں میں تھا۔ آپ کو ملتان سے اپنے ہمراہ دہلی لایا اور مزید عظمت و احترام کی نظر سے سرکار قنوج کی سند جاگیر آپ کو عطا فرمائی۔ اُس وقت سے اُن کی موجودہ اور آئندہ نسل کا مستقر قنوج رہا۔

سیّد جلال رابع رحمہ اللہ:۔ ان کو بعد وفات پدر سجادہ نشینی کا منصب حاصل ہوا اور تبرکات مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے وارث بالاستحقاق قرار پائے لیکن ان کے بھائی سیّد علاؤالدین کو یہ امر ناگوار گزرا۔ آخر کار وہ تبرکات مخدوم پر قبضہ کر کے منصب سجادہ نشینی پر فائز ہو گئے۔ سیّد جلال رابع نے اپنی بلند ہمتی اور آزاد منشی سے اس آثار پرستی کو دور سے سلام کر کے عزلت نشینی اور حق پرستی اختیار کی۔

پہلے قنوج کے محلہ شیخانہ میں رہتے تھے، پھر وہاں سے اُٹھ کر محلہ شیخوپورہ میں چلے آئے۔ (مآثر صدیقی حصہ اوّل، ص:۳۶-۴۳)

متصوف بزرگوں کی صحبت

نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد سیّد اولاد حسن رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۲۰۰ھ میں قنوج میں ہوئی۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تبرکاً بعض کتب حدیث و وظائف وادعیہ ماثور کی سند لی اور مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ مؤلف موضح القرآن سے بارہا ان کو اتفاق صحبت رہا۔ یہ ہی فیض صحبت و تعلیم نامۂ مغفور کیلئے مذہب شیعۂ امامیہ کے ترک کرنے کا باعث اور مذہب اہلسنت کے اختیار کرنے کا سبب ہوا۔

بیعت اصلاح

بعد فراغت تحصیل علم سیّد علامہ رحمۃ اللہ علیہ کو جب حضرت مجدد مائۃ الف ثالث مولانا سیّد احمد صاحب بریلوی رحمہ اللہ کے حالات پر کافی عبور ہوا تو بیتابانہ اُن کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ہر طرح کے ایثار و قربانی اور خدمت قوم و ملت کیلئے اپنے کو پیش کیا اور

Marfat.com

ان کے دست شریعت وطریقت پناہ پر سنت سنیۂ مصطفویہ کے مطابق بیعت کی۔(مآثر صدیقی، حصہ اول، ص: ۵۳ تا ۵۷)

دس ہزار مریدین: چونکہ سیّد علامہ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ جہال متعبدین، فقہائے متشققین، محدثین ظاہریہ، غلاۃ ارباب عقول سے ہمیشہ کنارہ کش رہے اور سلف صالحین کی اقتدا اور اتباع میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، اسی لیے جیسا کہ مولانائے ممدوح کے خط کے مضمون سے بھی ظاہر ہے، خدائے عزوجل نے سیّد علامہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت وارشاد میں ایسی نمایاں دلکش تاثیر عطا فرمائی تھی کہ دس ہزار آدمیوں سے زیادہ قنوج اور اطراف قنوج کے لوگ ان کے مرید ہو کر جادۂ مستقیم اسلام پر قائم ہوئے۔ ان میں اہل حرفہ بہت تھے، باقی سیّد، مغل اور پٹھان تھے۔ اسی طرح کئی ہزار ہندوان کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے۔(مآثر صدیقی، حصہ اوّل، ص: ۵۸)

سلسلہ نقشبندیہ اور دیگر سلاسل سے تعلق

یہ ایک عجیب حسن اتفاق ہے کہ جس طرح اس خاندان کے آباء واجداد شجرۂ نسب کے اعتبار سے جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہیں، اسی طرح علم ظاہری کے اعتبار سے بھی ان کا سلسلہ علمی امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک منتہی ہوتا ہے اور طریقہ باطنی کے لحاظ سے سلسلۂ طریقت بھی خواجہ بہاؤالدین نقشبندی بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر ختم ہوتا ہے۔ **سیّد علامہ رحمۃ اللہ علیہ سلوک طریقت میں طریقۂ نقشبندیہ رکھتے تھے، اگرچہ اور طریقوں کی بھی اُن کو اجازت تھی**، مگر ان کے مزاج پر تشرع اور اتباع سنت سنیۂ مصطفوی کا ذوق اس قدر حاوی وغالب تھا کہ وہ سرِ موصراط مستقیم شریعت سے تجاوز کرنا روا نہیں رکھتے تھے۔(مآثر صدیقی، حصہ اوّل، ص: ۵۹)

دنیا کی بے رغبتی اور مرشد کا سوال

ایک مرتبہ ان کے مرشد ہادی مولانا سیّد احمد بریلوی رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا:

که سیّد برادر شما اموال کثیر والدِ خود که حسابش به لکوک میرسد چرا گذاشتید امروز آن زرِ بسیار اگر بدست شما می بود بکار مسلمانان می آمد

یعنی اے سید برادر تم نے اپنے والد کی دولت کثیر جس کا شمار لاکھوں تک پہنچتا ہے، کیوں چھوڑ دی؟ اگر آج وہ تمہارے قبضہ وتصرف میں ہوتی تو مسلمانوں کو تبلیغ اسلام اور جہاد میں اس سے مدد ملتی۔

علامہ ممدوح نے جواب دیا:

که مخدوم گذاشتم پدر من شیعی بود و مال بسیار فراهم آورده و عمارات بسیار برائے نام آوری بنیاد نهاده ندانم که از وجه حلال است یا حرام اگر حرام است خود گرفتنے نیست و اگر حلال است حق تعالیٰ مرا عوض آن دولت علم بخشیده ازان مستغنی فرموداست۔

فان المال یفنی عن قریب و ان العلم یبقی لا یزال

"بلکہ گمان کراہت وحرمت قوی است زیرا کہ ہر کہ در دین خود امین و ناقد نباشد در امر دنیا از وجہ امانت خیزد" یعنی ہاں مخدوم میں نے سب چھوڑ دیا، میرے باپ شیعہ مذہب تھے۔ انہوں نے مال وافر جمع کیا تھا اور نام آوری کیلئے بہت سی عمارتیں بنوائی تھیں۔ مجھ کو علم نہیں ہے کہ وہ مال وجہ حلال سے حاصل ہوا تھا یا وجہ حرام سے۔ اگر وجہ حرام سے تھا تو وہ خود لینے کے قابل نہیں ہے

Marfat.com

اور اگر حلال سے تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس کے معاوضہ میں علم کی دولت عطا فرمائی ہے اور مجھ کو متاع دنیا سے مستغنی فرما دیا ہے۔ ''مال ایک سریع الزوال چیز ہے اور دولت علم پائدار اور لا یزال ہے'' بلکہ اس مال میں گمان کراہت و حرمت کا کسی قدر قوی ہے۔ اس لیے کہ جو شخص اپنے دین کا امانت دار اور حقیقت شناس نہ ہو، اس سے دنیاوی کاروبار میں حق امانت کیا ادا ہو سکتا ہے۔

بے نیازی ہمتے دارد کریماں واقف اند ماہم ازدست رد خود چیز ہا نچشیدہ ایم

اس واقعہ سے بھی بڑھ کر یہ قصہ ہے کہ ''ایک روز تمام اسناد و تمسکات اور کاغذات جائیداد کے جو شہر قنوج میں واقع تھی، آگ میں جلا دیئے۔ ہر چند احباب نے روکا اور کہا کہ آخر اس میں کونسی قباحت ہے مگر آپ نے ایک کی بات نہ سنی اور فرمایا ''محتاج چند قطعات زمین و چند باغ برائے معاش نیستم'' ''وفی السماء رزقکم وما توعدون''

شاہ مارا دہ و ہد منت نہد رازق مارزق بے منت دہد

یعنی میں اپنی معاش میں زمین کے چند قطعات و باغات کا محتاج نہیں ہوں، خدا نے رزق آسمانی کا وعدہ فرمایا ہے۔ بادشاہ تو گاؤں دیکر احسان رکھتا ہے مگر میرا پروردگار بلا احسان کے مجھ کو روزی دیتا ہے۔''

اسی طرح ایک مرتبہ ضلع فرخ آباد کے صاحب کلکٹر نے سیّد علامہ کے بعض یاران با اختصاص کے ذریعہ سے عہدۂ صدر الصدوری اور عہدۂ افتا و قضا کے قبول کرنے کا پیغام کہلا بھیجا آپ سُن کر بہت برافروختہ ہوئے اور جو لوگ اس امر کے محرک ہوئے تھے اُن سے رنجیدہ ہو گئے اور فرمایا کہ ''ماایشان را بآخرت میخوانم وایشان مارا بدام طمع دُنیا می کشند۔ نعوذ باللہ منہ۔''

کرا دماغ کہ ازکوئے یار برخیزد نشستہ ایم کہ از ماغبار برخیزد

(مآثر صدیقی، حصہ اوّل، ص: ۶۰-۶۲)

دلائل الخیرات کا قلمی نسخہ

نواب سید صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ بعد ورزش، تلاوت قرآن مجید اور اوراد ماثورہ کے پابند تھے ہر جمعہ کو وعظ کہا کرتے تھے۔ کتاب دلائل الخیرات ان کے قلم کی لکھی ہوئی اور تصحیح کی ہوئی کتب خانہ والا جاہی میں موجود ہے۔ اس پر ان کے حواشی ہیں۔ (مآثر صدیقی، حصہ اوّل، ص: ۶۴)

بازار کا گوشت نہ کھاتے

تقویٰ و طہارت کا خیال بدرجۂ غایت تھا۔ تمام عمر انہوں نے بازار کی مذبوح بکری کا گوشت نہیں کھایا۔ اپنے خاص خادم کو جو پابند صوم وصلوٰۃ ہوتا تھا اس کے ہاتھ سے بکری ذبح کراتے تھے اور جس قدر گوشت کی ضرورت ہوتی اس میں سے لے لیتے تھے۔ یہ خدمت زیادہ تر حسینی خادم کے سپرد تھی، جو ان کا مرید بھی تھا اور خود انہوں نے اس کو دینیات کے ابتدائی رسائل پڑھائے تھے۔ اخیر عمر میں خدا نے اس کو علوم دین پر فائز کر دیا۔ یہ شخص عابد، زاہد، خداترس اور متبع سنت تھا۔ اس نے محض دینی حمیت کی وجہ سے تمام بیگانہ وآشنا اور وطن وخانمان پر سیّد علامہ رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ کے اعتکاف کو ترجیح دی اور عمر بھر وہیں رہا۔ غفرہ اللہ (مآثر صدیقی حصہ اوّل ص: ۶۵)

Marfat.com

حاملین علم وتصوف کی صحبتیں

نواب سید محمد صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ نے چند مجلسوں اور علمی صحبتوں کا ذکر خود اپنی تالیفات میں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں فرخ آباد میں مولوی مردان علی صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے ملا۔ کانپور میں شیخ سلامت اللہ صاحب کشفی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالحکیم صاحب لکھوی رحمۃ اللہ علیہ، مولوی سخاوت علی صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولوی خرم علی صاحب بلہوری رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس وعظ میں شریک رہا۔ مولوی یحییٰ علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولوی فیاض علی صاحب عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولوی فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ غلام رسول صاحب کانپوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اساتذۂ علم وفلسفہ وتصوف کی صحبتوں سے **مستفید ہونے کا اور ان کے علمی تذکروں اور باصفا مجلسوں سے لطف اندوز ہونے کا مجھ کو بارہا اتفاق ہوا**۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کے دولت خانہ پر مولوی زین العابدین صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی شرف ملاقات حاصل ہوا۔ بریلی میں مولوی محبوب علی صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ سنا اور قنوج میں مولوی محمد علی صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس وعظ میں شریک ہوا۔ یہ حضرت مجدّد العصر مولانا سیّد احمد صاحب بریلوی قدس اللہ سرہ کے خلیفہ اور مولوی حیدر علی صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی تھے اور بہت خوش بیان واعظ تھے۔ (مآثر صدیقی، حصہ دوم، ص:٦)

خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت

والا جاہ مرحوم (نواب سید محمد صدیق حسن خاں) نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار پُر انوار سے خواب میں مشرف ہونے کا ذکر اپنی ایک نظم میں کیا ہے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ ماہ رجب ١٢٧٣ ہجری میں وقت تہجد قریب صبح صادق جبکہ وہ قنوج میں تھے، انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ محل سرا سے اٹھ کر مردانخانہ میں آئے ہیں۔ وہاں صحن میں چھوٹے چھوٹے تخت بچھے ہیں اور ان تختوں کے نیچے آب صافی کی ایک نہر جاری ہے۔ اُن تختوں میں سے ایک تخت پر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روحی فداہ رونق افروز ہیں اور آپکے سامنے انار ہائے شیریں کا ایک انبار لگا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانب قفا ایک عمارت بوضع حمام بنی ہوئی ہے۔ اسی اثنا میں کسی نے والا جاہ مرحوم سے کہا کہ دیکھو نواب! محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں تشریف فرما ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ قریب پہنچے اور ادب کے ساتھ سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کا جواب دیا۔ یک بہ یک ان کی نظر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے مبارک پر پڑی تو تمام سر پر موئے مشکین نظر آئے جو بنا گوش تک دراز تھے۔ ریش مبارک مدّور تھی، لیکن نہ طویل نہ عریض، بلکہ بقدر یک قبضہ، چہرۂ مبارک چمک رہا تھا، قصد کیا کہ آگے بڑھیں، ناگہاں تخت کے قریب طغیانی آب کی وجہ سے پاؤں پھسل گیا مگر انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور تخت کے ایک جانب قبلہ رو ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ادب سے بیٹھ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسند سے اُٹھ کر کچھ ارشاد فرمایا، جس کو وہ پورے طور پر یاد نہ رکھ سکے، مگر اس کے جواب میں یہ عرض کیا کہ میرے یہ نصیب کہاں تھے کہ میں دیدار پُر انوار سے سعادت اندوز ہوتا۔

من و این رتبه ازکجا لیکن　　　مور پرورده سلیمان است

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو انار اُس انبار سے اُٹھائے اور اُن کے قریب قدم رنجہ فرمایا۔ پھر وہ انار انہیں عطا فرمائے۔ انہوں

Marfat.com

نے جلدی سے ان اناروں کو لے لیا، اس کے بعد کے جو واقعات خواب میں گزرے، وہ ان کو بیدار ہونے کے بعد یاد نہیں رہے۔صرف اتنی بات یاد رہی کہ مکان کے کسی گوشہ سے ایک نرم وحزین آواز سنائی دی اور ایسا معلوم ہوا کہ کوئی شخص چند اشعار مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے طرز پر پڑھ رہا ہے۔انہوں نے وہ اشعار خواب میں یاد کر لیے مگر صبح کو جب سو کر اُٹھے تو وہ سب اشعار فراموش ہو چکے تھے صرف ایک مصرع یاد رہ گیا تھا۔ع

فتنہ کم اندر مدینہ می شود

جس وقت یہ اشعار خواب میں انہوں نے سنے تھے، اس وقت مدینہ منورہ کی پوری شکل ان کی آنکھوں کے سامنے تھی۔ بیداری کے بعد بھی مدینہ کے در و دیوار جو خواب میں نظر آئے تھے، وہ بخوبی یاد رہے۔نواب والا جاہ رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ میں نے خواب میں مدینہ کے ایک کوچۂ تنگ کو دیکھا' جو بہت پاک وصاف تھا۔اس کی دیواریں مٹی کی بنی ہوئی دور تک چلی گئی تھیں، کہنگی اور قدامت کے آثار اس کے تمام اطراف وجوانب میں نمایاں تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا اس میں آبادی کم ہے اور اُس کے تمام گلی کوچے سنسان پڑے ہوئے ہیں۔اسی حالت میں کسی جانب سے ایک اور آواز بطرز غزل سنائی دی۔میں نے اُدھر کان لگائے اور اشعار یاد کر لیے، مگر آنکھ کھلنے کے بعد بجز اس ایک مصرع کے کچھ یاد نہ رہا وہ مصرع یہ ہے۔ع

مابدانستیم ضعف بد دلی است

''خواب سے بیدار ہونے کے بعد والا جاہ پر صبح تک گریہ شادی آمیز اور رقت وذوق ووجد کا ایک تلاطم برپا رہا اور ایک عجب سرور اور بردقلب حاصل ہوا۔

سحر کرشمۂ وصلش سنجواب میدیدم زہے مراتب خوابے کہ بہ زبیداری است

زیارت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والے خواب کی تعبیر

والا جاہ نے اِس خواب کی تعبیر خود اس طرح بیان کی ہے کہ دو انار دینے سے حرمین شریفین کے حصول زیارت کی طرف اشارہ ہے اور مصرع اول میں مدینہ طیبہ کا تمام آفات وحوادث سے محفوظ ومصئون ہونا پایا جاتا ہے اور اُس کی اقامت کے متعلق اِس مصرع میں ایک نہایت لطیف تلمیح ہے اور دوسرے مصرع سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ زمانۂ فتنہ وفساد میں ظلمت کدہ، ہند کو چھوڑ کر دارالاسلام حجاز کی طرف ہجرت نہ کرنا اور تہی دستی اور زاد وراحلہ کی قلت وکمیابی وغیرہ کے عذر ہائے لاطائل کو موانع سفر قرار دینا پست ہمتی اور ضعیف القلبی کی صریح دلیل ہے۔یہ بیان کرنے کے بعد اِس تعبیر برمحل سے متاثر ہو کر اور شوق زیارت حرمین محترمین سے بیتاب ہو کر وہ دعا کرتے ہیں۔

ازگدایان تو ام شاہ بفرما مددے کوچو مرغسان حرم در حرمت جاگیرم

''رزقنا اللہ سبحانہ اقامۃ فی بلد رسولہ و شہادۃ فی سبیلہ'' والا جاہ نے اس مبشرہ عظمیٰ کو ایک مستقل نظم عربی میں بھی تحریر کیا ہے۔اس کے نسبت وہ لکھتے ہیں۔

''بعد ایں مبشرہ فقیر ابن قصہ را صباحِ رویت بر رشتہ نظم کشیدم وبا اینکہ سلیقہ نظم تازی چنانکہ باید بمن ہود اما از برکت دیدار جناب

Marfat.com

سیّدالابرار آں صعب ذلول مذنبی‘‘

وہ ابیات یہ ہیں:

رایت رسول اللہ فی النوم لیلة — وقد کنت مشتاقا الیه متمما
فسلمت تسلیما کریما معطرا — و صادفت رجعا نا شریفا معظما
و ناولنی رمانتین برافة — و اولی نصیبا من عطاء متمما
و غان تغنی فی جوانب بقعة — بصوتٍ حزین مستبین ترنما
فطارفوادی من غناه تاثرا — وسالت دموعی فی هواه معما
نسیت اناشید المغنی کلها — سوی المصرعین فی حیالی تقدما
حفظتهما رومالنصحی و کیف لا — هما فی فوادی بارق العشق اضرما
فاحدا هما اومت الی امن طیبة — واخری بضعف القلب والنفس صبرها
فبالضعف لم یبلغ ترابی بارضها — نعم جادشادِ فی مقالٍ تکلّما
وجدّت، به شرحالصدری وهمزة — و عبرت ذاک النوم جزما مصمما
ساتی الی زورا ء طیبة تاویا — و اوی الی بطحاء مکة محرما
اقبل حجرا اسود متواضعاً — واشرب ماء شا فیا کان زمزما
والقی رحالی فی ربوع مدینةٍ — وادفن اکراماً بقیعا معظماً

(مآثر صدیقی حصہ دوم، ص:۳۲-۳۴)

نقشبندی اصطلاح کا سفر میں پتہ چلا

نواب صاحب رحمہ اللہ اپنے سفر حجاز کے متعلق فرماتے ہیں، عازمان حجاز کی جان میں جان آئی جہاز نے لنگر اُٹھایا مگر ساتھ ہی اس کے سمندری مرض شروع ہوا اور دوران سر اور غثیان کی شکایت پیدا ہوئی جو تین دن تک قائم رہی، چوتھے روز طبیعت بحال ہونا شروع ہوئی پھر تو وقت بہت لطف کے ساتھ گزرنے لگا اور حضرات صوفیہ کی اصطلاح کے مطابق جہاز پر سفر در وطن کا مزہ ملنے لگا۔ (مآثر صدیقی حصہ دوم، ص:۶۹)

صحبت اہل اللہ کی ضرورت

نواب صاحب رحمہ اللہ ’’ابقاء المنن‘‘ میں فرماتے ہیں: ’’صحبت اہل جہاں سے تہہ دل سے بے زار رہتا ہوں اور اہل علم کی صحبت کو دوست رکھتا ہوں...... ایسے لوگوں کی صحبت ہو جو مذاکرۂ علمی یا ذکر الٰہی کریں۔‘‘ (دبستان حدیث ص ۲۷۶)

معمولات

تقویٰ و تورع کے اوصاف ان کے مزاج میں راسخ ہو چکے تھے۔ نماز تہجد بارہ رکعت...... نماز فجر کے بعد تلاوت قرآن اور

Marfat.com

مختلف ادعیہ کی پابندی کرتے اور وظائف میں مشغول ہوجاتے۔(دبستان حدیث ص ۲۷۶)

ائمہ کی ثقاہت پر اعتماد

سب سے پہلے احادیث کو محمد بن شہاب زہری نے مدوّن کیا، پھر سعید بن عروہ اور ربیع بن صبیح نے بصرہ میں، معمر بن راشد نے یمن میں، ولید بن مسلم نے شام میں جریر بن عبدالحمید نے رے میں، عبداللہ بن مبارک نے مرو وخراسان میں اور ہیثم بن بشیر رحمہم اللہ نے شہر واسط میں احادیث کے جمع کرنے میں کوشش کی اور تھوڑے زمانہ میں ایک ذخیرہ کافی حدیث کا جمع ہوگیا۔ اِسی زمانہ میں مسائل فقہ کی تدوین بھی عمل میں آئی اور مذاہب اربعہ یعنی مذہب حنفی وشافعی ومالکی اور حنبلی کی بنیاد پڑی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دیانت

سب سے پہلے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے جو بڑے عابد زاہد اور متورع کامل تھے اور جن کو خدا نے قوت اجتہاد اور استنباط مسائل کی خاص طور پر قدرت عطا فرمائی تھی، اپنے استاذ امام نخعی رحمہ اللہ کی روایت حدیث واقوال اور اصول پر مذہب حنفی کی بنیاد قائم کی، فقہائے کوفہ نے اس کو استحسان اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ خلافت عباسیہ کے زمانہ میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید قاضی ابویوسف رحمہ اللہ کی امارت قضا اور تسلط عام نے اور امام محمد صاحب رحمہ اللہ کی تالیفات نے اس مذہب کو تمام عراق وخراسان وماوراء النہر میں پھیلا دیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات

اس کے بعد مدینہ منورہ میں امام مالک رضی اللہ عنہ نے جو حدیث وفقہ اور زہد وورع کے عامل وعارف تھے، مذہب مالکی کی بنیاد ڈالی۔ ان کی بے نظیر صحیح وجامع کتاب ''موطا'' نے اسلامی دنیا میں شہرت وقبولیت عام حاصل کی۔ ان کے شاگرد زیاد بن عبدالرحمن بسطور رحمہ اللہ اور یحییٰ بن اُندلسی رحمہ اللہ وغیرہ نے اطراف مغرب واندلس میں خلیفہ مرتضیٰ بن ہشام کے ظلِ حمایت میں جو منتصر باللہ کے لقب سے ملقب تھا، اس مذہب کو خوب فروغ دیا، اس سے پہلے لوگ اوزاعی رحمہ اللہ کے طریقہ پر تھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت

اس کے بعد امام شافعی رضی اللہ عنہ نے جو معارف کتاب وسنت کے ماہر اور زہد وعبادت اور تقویٰ وطہارت میں بڑا درجہ رکھتے تھے' ایک کتاب اصول کی نئے طرز پر تالیف کر کے مذہب شافعی قائم کیا، اور اگلے دو مذہبوں میں جو کمی رہ گئی تھی اس کو پورا کیا۔ اصل یہ کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے حدیثوں نے وہ عام شہرت نہیں پائی تھی' جو ان کے زمانہ میں اس کو حاصل ہوئی۔ اسی سبب سے جیسا کہ دراسات اللبیب میں لکھا ہے' حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اتر کوا قولی بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے مقابل میں میرا قول چھوڑ دو۔

انہیں تینوں مذہبوں کی طرح امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے مذہب حنبلی کی بنیاد ڈالی، ان کا طریقہ اجتہاد رائے وقیاس جداگانہ اور اصالت کتاب اور معاضدات روایت سے قریب تر تھا۔

Marfat.com

بہر حال دوسری صدی کے وسط میں یہ چاروں مذہب قائم ہوئے اور عقائد کے اعتبار سے ان چاروں مذہبوں کے لوگ تین گروہ پر منقسم ہو گئے۔ اشعری، ماتریدی، حنبلی۔ اشاعرہ اور ماتریدیہ میں دس بارہ مسائل کا اختلاف ہے۔ حنابلہ اور اشاعرہ و ماتریدیہ میں صرف تین چار ہی مسئلوں کا اختلاف ہے۔ بعض علماء نے ان تینوں گروہ کے معتقدات میں تطبیق دیکر اختلاف کو نزاع لفظی بنایا ہے۔ (مآثر صدیقی حصہ سوم، ص: ۱۴۶ تا ۱۴۸)

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

ان کے تمام خاندان کا مذہب حنبلی تھا۔ یہ وہی مذہب ہے جس کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ جیسے سرخیل اولیاء کبار کے مذہب ہونے کا شرف حاصل ہے۔ (مآثر صدیقی حصہ سوم، ص: ۱۵۱)

محمد بن عبدالوہاب کا مسلک

محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ حنبلی مذہب تھے اور اتباع مذہب میں وہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ کے طریقہ کی پیروی کیا کرتے تھے۔ ان کے مؤلفہ رسائل میں اقوال مقبول اور غیر مقبول دونوں شامل ہیں جس مذہب کی وہ لوگوں کو دعوت دیا کرتے تھے، وہ مذہب حنبلی تھا جس کو عامۂ جہلا اور ان کے مخالفین نے مذہب وہابی کے نام سے تعبیر اور مشہور کیا۔

(مآثر صدیقی حصہ سوم، ص: ۱۵۳)

سانحۂ وفات کا ذکر

اب نواب صاحب رحمہ اللہ کی حیات طیبہ کے آخری ایام اور سانحہ موت کا تذکرہ ان کے شاگرد رشید سید ذوالفقار احمد نقوی بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنیے۔ سید ذوالفقار احمد نقوی رحمہ اللہ بھوپال کے ممتاز عالم اور وہاں کے مجلس علماء کے رکن اعظم تھے۔ نواب صاحب رحمہ اللہ نے ۱۷۔ فروری ۱۸۹۰ء کو وفات پائی اور سید ذوالفقار احمد نقوی ان کی وفات سے ۳۱ سال سات مہینے تین دن بعد ۲۴۔ ستمبر ۱۹۲۱ء کو فوت ہوئے۔ اب سید ذوالفقار احمد نقوی کی تحریر ملاحظہ ہو۔ (دبستان حدیث ص ۲۷۷)

کتابِ تصوف کی فکر اشاعت

جب ذرا افاقۃ الموت کی وجہ سے حواس میں سکون پیدا ہوا تو انہوں نے حضرت استادی سیدی سندی صدر العلماء مولانا مولوی ذوالفقار احمد صاحب رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ کتاب ''مقالات الاحسان'' ترجمہ فتوح الغیب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ مطبع مفید عام اکبر آباد سے طبع ہو کر آئی یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ پروف آئے تھے، وہ تصحیح کے بعد بھیج دیئے گئے ہیں۔ ان کی رسید بھی مطبع سے آ گئی ہے اور کتاب مذکور بھی غالباً کل پرسوں تک تمام و کمال چھپ کر آ جائے گی۔ پھر سر اٹھا کر دریافت کیا کہ آج کیا تاریخ ہے؟ مولانائے ممدوح نے فرمایا کہ

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی بہترین کتاب

امام اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تصوف کے موضوع پر نہایت بلند پایہ اور گراں قدر کتاب ''عبقات'' میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب تصوف، حضرت الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی فتوحات کے حاصل مطالعہ کو نہایت سلیقے سے مرتب فرمایا ہے۔

(بحوالہ: تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

آج جمادی الثانی کی انتیس تاریخ ہے۔ یہ سن کر والا جاہ مرحوم نے کہا کہ آج مہینہ بھی تمام ہوا اور ہماری تالیف بھی تمام ہوئی بعدازاں تھوڑی دیر تک غفلت وغنودگی کی حالت طاری رہی، یہاں تک کہ نصف شب گزر کر تہجد کا وقت آ گیا اور انہوں نے بالین سے سر اٹھا کر دریافت کیا، کہ اب وقت کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ایک بج چکا ہے۔ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ نصف ساعت کے بعد پھر سر اٹھایا اور دو ایک بار ''احب لقاء اللہ'' کہہ کر پانی مانگا اور ساتھ ہی اس کے ان پر حالت احتقار طاری ہوئی۔ ہنوز پانی کا ایک گھونٹ بھی حلق سے نہیں اُترنے پایا تھا کہ طائر قدس روح نے قفس عنصری سے پرواز کرنا شروع کیا اور آن واحد میں وہ جامع علوم سنن سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ومعارف کتاب رب العالمین کا روشن چراغ ہمیشہ کیلئے گل ہو گیا۔

جنازے کے وقت درویشوں کی آمد

صبح دس بجے تجہیز وتکفین عمل میں آئی۔ تین مرتبہ گیارہ گیارہ اور تیرہ تیرہ صفوں کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ علماء اہلسنت، اعیان دولت، اخوان ریاست، افسران فوج، رعایا شہر، کے کثیر افراد طلباء علم اور یتیمان خردسال کا ایک جم غفیر شریک جنازہ تھا۔ جس وقت جنازہ تاج محل سے روانہ ہو کر شاہراہ عام پر گزرا، تو ایک درویش صوف پوش نے بے ساختہ **''کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام''** کا نعرہ لگا کر ایک رقت آمیز لہجہ میں نعش کی طرف اشارہ کرکے والا جاہ مرحوم کے ذاتی مناقب کے متعلق بہت سے الفاظ کہے اُن میں سے یہ چند لفاظ یاد رہ گئے۔

سیّد والا خطاب بود، تابع سنت وکتاب بود، سفینہ علم و وقار بود، خزینہ حلم وانکسار بود، وارائے عقل وفراست بود، سالار عزم وارادت بود، الغرض مردے بود۔

جب جنازہ مقبرہ میں پہنچ کر ایک درخت کے سایہ میں رکھا گیا تو اس وقت ایک عربی وضع باوقار بزرگ روشن چہرہ قبائے عربی اور سبز عمامہ زیب سر کیے اور عصا ہاتھ میں لیے ہوئے جس کے حصّہ زریں میں ایک آہنی پھل لگا ہوا تھا، اپنے چار پانچ توابع کے ساتھ تشریف لائے اور ایک مؤدب طریقہ کے ساتھ قبلہ رو ہو کر نعش کے گرد حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے اور اپنے عصاؤں کو جھنڈوں کی طرح زمین میں گاڑ کر نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہے، یہاں تک کہ نعش کو قبر میں اُتارنے کا وقت آ گیا اور وہ دفینۂ علم وفضل اور خزینۂ شریعت وعرفان زیر خاک دبا دیا گیا۔

گریان جگر زمین کُشادند و آن کان شرف درد نہادند

اللّٰھم اغفرہ وارحمہ رحمۃ واسعۃً وظاھرۃً وباطنۃ۔

حقیقت حال یہ ہے کہ ایک عالم اور عارف باللہ جس کا ایک ایک قدم اپنے لیے نہیں بلکہ تبلیغ احکام الٰہی واتباع سنن رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پناہی علوم شرعیہ ومعارف قرآنیہ کے نشر واشاعت کی جدوجہد میں اُٹھا ہو۔ جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ احیاء دین، اصلاح عقائد، عباد وتنظیم اعمال اُمت، اماتت بدعات وسیئات اور ''کلمۃ اللہ ہی العلیاء'' کی حمایت میں صرف ہوتا رہا ہو اگرچہ اس کی موت واقعاً موت نہیں کہی جاسکتی۔ (مآثر صدیقی حصہ سوم ص: ۲۰۰ تا ۲۰۲)

Marfat.com

ایصال ثواب کے مختلف ذرائع

بعد وفات والا جاہ مرحوم رئیسۂ عالیہ نے بغرض ایصال ثواب دوڈھائی سو پارچہائے پوشیدنی اور بہ تعداد کثیر طعام وزرنقد طلبہ علم دین اور فقراء ومساکین کو تقسیم کیا اور یہ مصارف خیر کا سلسلہ اپنے حین حیات تک جاری رکھا۔ (مآثر صدیقی حصہ سوم ص:۲۰۶)

بکثرت لوگوں کا بدنی ایصال ثواب

نواب صاحب مرحوم کے سوانح نگار بیٹے لکھتے ہیں کہ میں اس موقع پر اس سچی بے ریا اسلامی ہمدردی کو فراموش نہیں کر سکتا نہ ان کا تشکرانہ ذکر کیے بغیر آگے بڑھ سکتا ہوں، جو بعض غریب وتہدست معتقدین وارادتمندان خاص والا جاہ مرحوم سے مختلف ممالک میں بروقت وفات ظہور میں آئی۔ سچ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنی طاقت ومعذرت کے موافق ایصال ثواب میں پوری کوشش کی اور حق ارادتمندی اور اسلامی ادا کیا۔ شاہ جعفر حسین صاحب متوکل نے دس مرتبہ اور حافظ شرف الدین خان صاحب نے چار مرتبہ اور خواجہ آغا میر صاحب متولی مسجد سواران نے دو مرتبہ اور تمام طلبہ مدرسۂ اسلامیہ ہردوئی نے بارہ مرتبہ قرآن کریم پڑھ کر ان کی روح پر فتوح کو بخشا۔ **محمد عبدالرحیم صاحب رزاقی نے ایک من غلہ اور پچیس ہزار مرتبہ کلمۂ طیبہ اور دو مرتبہ قرآن مجید پڑھ کر بخشا**۔ اسی طرح ایک شریف بیوہ نور النساء صاحبہ نامی نے دس سیر خیرات کیا اور ایک مرتبہ قرآن شریف پڑھ کر بخشا جزاہم اللہ خیر الجزاء ورحمہم اللہ تعالیٰ۔ (مآثر صدیقی حصہ سوم ص:۲۰۶ تا ۲۰۸)

صوفیاء سے حسن اعتقاد

نواب صاحب مرحوم سنی خالص محمدی قح موحد بحت متبع کتاب وسنت حنفی مذہب نقشبندی مشرب تھے اور ہمیشہ طریقہ اسلاف پر مذہب حنفی کی طرف اپنے کو منسوب کرتے تھے مگر عملاً واعتقاداً اتباع سنت کو مقدم رکھتے تھے، چنانچہ خود لکھتے ہیں۔ باقتفائے نیاکان بزرگ ودانشمندان سترگ درظاہر انتساب بروش امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ معروف است لیکن ہموار گفتار وکردار رابا اتباع سنت آرایش دارد۔

لیکن بایں ہمہ تمام ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین رضی اللہ عنہم کے ساتھ نہایت عقیدت اور حسن ارادت رکھتے تھے چنانچہ خود لکھتے ہیں میں تمام اہل بیت اطہار وصحابہ کرام وتابعین وائمہ مجتہدین وجماعت محدثین وزمرۂ متبعین وفقہائے متقین وصوفیائے صالحین کے حق میں خوش اعتقاد ہوں اور اپنے دل میں ان کی محبت کا شہود پاتا ہوں اور دل تمنا کرتا ہے کہ کاش ان کی صحبت نصیب ہوتی ہم ایسے زمانہ میں آئے ہیں کہ ہم کو دین پر ثابت قدم رہنا مشکل پڑ گیا ہے۔ مقامات احسان وعرفان کا حاصل کرنا کجا "اللہم یامقلب القلوب ثبت قلوبنا علی دینک"۔ (مآثر صدیقی حصہ چہارم ص:۱ تا ۲)

نواب صاحب مرحوم کا معتدل مسلک

مجھ کو معلوم ہے کہ ان مذاہب اربعہ میں حق دائر ہے، مگر منحصر نہیں اس لیے کہ محدثین وظاہریہ، وصوفیائے کرام سب میں حق متحقق ہے بلکہ یہ لوگ افضل اہل حق ہیں۔ میں ان ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک امام مجتہد کا محب وخادم ہوں۔ پس اگر اپنے کو کسی امام کی طرف مضاف کروں تو یہ اضافت درست ہے۔ (مآثر صدیقی حصہ چہارم ص:۳)

Marfat.com

ائمہ کی عقیدت و ادب

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نسبت وہ لکھتے ہیں کہ امام اعظم کوفی رضی اللہ عنہ کو ائمہ اربعہ اجتہاد میں شرفِ تقدم حاصل ہے، وہ اور امام دار الہجرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ و امام شافعی رضی اللہ عنہ و امام احمد رضی اللہ عنہ یہ چاروں اکابر قرون ہجرت مشہود لہا بالخیر کے قرن ثالث میں موجود تھے۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''خیر امتی قرنی ثم الذین یلونہم'' (الحدیث متفق علیہ) اس حدیث میں اگر لفظ قرنی کو زمانۂ حیات نبوت سے مخصوص قرار دیا جائے جیسا کہ بعض علماء اعلام کا مسلک ہے تو دو قرن صحابہ اور تابعین کے باقی رہتے ہیں اور ان لوگوں کے نزدیک جو زمانۂ امام اعظم رضی اللہ عنہ میں بعض صحابہ کا موجود ہونا تسلیم کرتے ہیں گو امام صاحب نے ان کو نہ دیکھا ہو۔ ''علی اختلاف خبرین فی تعریف التابعی'' اس صورت میں امام ہمام رضی اللہ عنہ جماعت تابعین میں داخل ہیں اور اگر لفظ قرنی سے صحابہ کا قرن مراد لیا جائے تو تبع تابعین بھی اس حدیث میں شامل ہیں لیکن قول اوّل اظہر ہے۔ اس صورت میں حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ تبع تابعین میں داخل ہیں۔ یہ بجائے خود ایک عظیم الشان فضیلت ہے اس لیے کہ خیریت کا لفظ تینوں زمانوں پر حاوی ہے۔ ان ائمہ عظام اور اصحاب خیر القرون کے حق میں جن کے فضائل و مناقب کتب صحیحہ میں مرقوم ہیں۔ حاشا وکلا کبھی کوئی سوء ظن ہمارے دل میں خطور نہیں کرتا و نعوذ باللہ من جمیع ما کرہ اللہ **اگر یہ اکابر ملت نہ ہوتے تو قرآن کریم کو کون ہم تک پہنچاتا اور اجتہاد کا باب کون ہمارے منہ پر مفتوح کرتا۔** اگر یہ حاملان علوم نبوت و ناقلان روایات ملت مطعون اور مجروح قرار دیئے جائیں اور ان کی شان میں سوء ظن روا رکھا جائے تو پھر وہ کون ہے جس پر سلف صالحین کا اطلاق کیا جائے۔ یہ حسن عقیدت اور ارادت صرف امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے جو تمام مجتہدین میں علم و فضل و عمل کے لحاظ سے اوّل درجہ رکھتے ہیں بلکہ تمام ائمۂ عظام، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ اور ان کے نظراء جو جہابذۂ حدیث و سنت تھے سب کے ساتھ ہے۔ اور حفظ مراتب و نگہداشت مناصب میں سب کا حکم یکساں اور حکم واحد ہے ''قد جعل اللہ لکل شیءٍ قدرا'' حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ثابت رحمہ اللہ جب صغر سنی میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کے حق میں اور ان کی ذرّیت کے حق میں دعائے برکت دی۔ حضرت امام فرماتے ہیں کہ ہم اپنے حق میں قبولیت دعا کے امیدوار ہیں۔

والا جاہ مرحوم لکھتے ہیں کہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ، عالم، عابد، زاہد، متورع، متقی، دائم التضرع الی اللہ تعالیٰ اور کثیر الخشوع تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص فقہ میں تبحر حاصل کر لے وہ عیال ابوحنیفہ میں داخل ہے۔ امام صاحب کے تحفظ دین و ورع وغیرہ میں کوئی شک نہیں ہے۔

امام اعظم پر الزام کا علمی دفاع

بعض علماء متقدمین نے قلت علم نحو اور ضعف حدیث کی نسبت حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف کی ہے، اس کے متعلق و لکھتے ہیں کہ ان عبارات سے ان کا مقصود اظہار طعن و جرح نہیں ہے بلکہ واقعہ کا اظہار ہے۔ اس لیے کہ امام عالی مقام کے فضائل اور مناقب میں مطاعن کی گنجایش نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص ایسے اکابر پر از راہ نفسانیت و تعصب جرح کرے، تو یہ محاربہ بخدا و

Marfat.com

تعالیٰ کے ساتھ ہے۔دشمنی اولیاء خدا کے ساتھ غضب الٰہی کا باعث ہوتی ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ ہم اگر حضرت امام ہمام رضی اللہ عنہ کو قلیل النحو اور قلیل الروایت فرض بھی کر لیں تو اس سے ان کے علوم وفضائل میں کوئی خلل نہیں واقع ہوسکتا، اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم افضل امت ہیں۔ان کے نسبت یہ بات اجماع اُمت سے ثابت ہے کہ ان میں ایسے اصحاب بھی موجود تھے جو حدیث کا علم قلیل رکھتے تھے۔ پس اگر امام اعظم رحمہ اللہ نے بعض صحابہ کے مطابق روایت حدیث کم کی ،تو اس میں کون سی قباحت لازم آئی ؟ علم نحو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ایجادات میں سے ہے اور تمام صحابہ بوجہ حادث ہونے کے اس کی مزاولت نہیں رکھتے تھے، بلکہ وہ اس علم کے نام ونشان تک سے نا آشنا تھے جو شخص اس قسم کے امور کو امام مقبول کے ازدرا پر محمول کرتا ہے، وہ سخت نامعقول ہے اور خیر القرون کی قدر وعظمت سے محروم ہے۔ یہ لکھنے کے بعد پھر آگے چل کر وہ لکھتے ہیں کہ ''جمیع احادیث نبوت کے احاطہ کرنے کا ادّعا افراد اُمت میں سے کسی کے امکان میں نہیں ہے ؎

عنقا شکار کس نشود دام بازچین　　　که آنجا همیشه بادبدست است دام را

خلفائے راشدین اور اجلۂ صحابہ کے حال پر بہ نظر عبرت دیکھو، حالانکہ وہ حالات وافعال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وسنت مطہرہ کے اعلم تھے مگر ذروۂ احاطہ علم احادیث تک ان کی بھی رسائی نہ تھی۔خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو بیشتر اوقات سفر وحضر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے اور مسلمانوں کے معاملات میں مشورہ اور انواع واقسام کی گفتگو کیا کرتے تھے۔ یہ ہی حال حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا تھا۔آنحضرت ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ ''دخلت انا وابوبکر وعمر وخرجت انا وابوبکر وعمر وذہبت انا وابوبکر وعمر جئت انا وابوبکر وعمر'' یعنی فلاں مقام پر داخل ہوا اور میرے ساتھ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور عمر (رضی اللہ عنہ) تھے اور فلاں جگہ سے نکلا اور میرے ساتھ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور عمر (رضی اللہ عنہ) تھے اور فلاں جگہ گیا اور میرے ساتھ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) و عمر (رضی اللہ عنہ) تھے اور فلاں مقام سے آیا اور میرے ساتھ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور عمر (رضی اللہ عنہ) تھے۔ باوجود اس معیت کے اکثر احادیث کا علم ان کو نہ تھا ایک مرتبہ لوگوں نے میراث جدّہ کا مسئلہ دریافت کیا تو حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کتاب الٰہی میں اس کے متعلق ذکر نہیں۔اور نہ سنت میں اس کو میں پاتا ہوں خیر اور لوگوں سے پوچھوں گا، جب آپ نے لوگوں سے اس کا استفسار کیا، تو مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہما نے گواہی دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو چھٹا حصہ دلوایا۔عمران بن حصین کو بھی اس سنت کا یقین تھا ''رفع الاعلام'' اور ''اعلام الموقعین'' ''اور حجۃ اللہ البالغہ'' میں یہ مرقوم ہے۔اسی طرح ''شرح مسلم'' میں نووی نے اور ''ارشاد الساری'' میں امام قسطلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حدیث ''اُمرت ان اقاتل الناس الی آخرہ'' یاد نہیں رہی تھی۔

صحیحین اور ترمذی اور اعلام اور ایقاف میں لکھا ہے کہ حدیث رجوع بعد استیذ ان سہ بار کا علم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہ تھا یہاں تک کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری اور ابوسعید خدری اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم نے ان کو اس کی خبر دی۔اسی طرح سنن ابی داؤد، مسند دارمی اور ارشاد الساری اور حجۃ اللہ البالغہ اور دراسات اللبیب میں مذکور ہے کہ حدیث ودیت جنیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم نہیں تھی مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ان کو مطلع کیا۔بعض ابواب ربا پر بھی ان کو اطلاع نہ تھی۔ چنانچہ وہ یہ تمنا کیا

Marfat.com

کرتے تھے کہ کاش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باب میں گفتگو ہوئی ہوتی۔ اعلام وجُنّہ میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کا علم نہ تھا کہ زن متوفی عنہا کو جس مکان میں موت ہوئی ہے، اس میں عدت پوری کرنی چاہیے یہاں تک کہ فریعہ بنت مالک اور ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن نے اپنا قصّہ جبکہ ان کے شوہر وفات پاچکے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیان کیا اور یہ روایت نقل کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ''امکثی فی بیتک حتیٰ یبلغ الکتاب اجلہ'' تم اپنے مکان میں ٹھہری رہو یہاں تک کہ زمانہ عدت گزر جائے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ روایت اخذ کی۔

اسی طرح وہ اقل مدّت حمل سے بھی واقف نہ تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ آیت کریمہ ''وحملہ و فصالہ ثلثون شھرا'' دوسری آیت ''والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین'' یاد دلائی، تب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی طرف رجوع کیا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو باوجود کثرت دانش وعلم وفضل جس کی نظیر موجود نہیں، یہ حدیث ''نحن معاشر الانبیاء لانرث ولانورث ماترکناہ صدقۃ'' یاد نہ تھی اور ''ارشاد الساری'' میں لکھا ہے کہ ان کو حدیث لاتعذبوا بعذاب اللہ۔ محفوظ نہ تھی۔

''صحیح مسلم'' میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حرمت حمار اہلی کی حدیث سے واقف نہ تھے، اور شرح صحیح مسلم میں ہے کہ عدم جواز نکاح متعہ کی حدیث بھی ان کو معلوم نہ تھی۔ اسی طرح موطا اور سنن ابن ماجہ میں مرقوم ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث مسح خفین مخفی رہی۔ اسی طرح حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے حدیث شعار ہدی ورفع الیدین مواضع اربعہ نماز میں وجہر بہ آمین وقرأت فاتحہ خلف الامام وغیرہ مخفی رہی اور امام مالک ابن انس رضی اللہ عنہ کو حدیث صیام شش گانہ شوال پر وثوق نہ تھا۔ وہ اس کو عمل اہل جفا اور رسم جاہلیت جانتے تھے اور کہا کرتے تھے ''لم یبلغنی ذلک وعن احد من السلف'' اصل یہ ہے کہ جمع وتدوین کتب سنن کی انقراض متبوعین کے بعد ہوئی ہے۔ (آثر صدیقی حصہ چہارم، ص: ۶ تا ۱۲)

تقلید اور غیر تقلید کفر کا مسئلہ نہیں

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ **تقلید علم اصول فقہ کا ایک جزوی مسئلہ ہے یہ مسئلہ اس قابل نہیں کہ نوبت تضلیل وتکفیر تک پہنچائی جائے** اور اس قدر قلاقل وزلازل برپا کی جائیں۔

اسلاف واکابر کا دفاع

چند بدنام لوگ سلف صالحین کے رسوا کرنے میں اپنے منہ کو اپنے نامۂ اعمال کی طرح کرتے ہیں۔ ونعوذ باللہ من الخذلان اگر کوئی متبع کسی امام یا عالم پر باتعین طعن وقدح کرتا ہے تو وہ مغتاب ہے اور غیبت زنا سے بھی بدتر ہے۔ جب احاد امت کی غیبت کرنا حرام ہے تو پھر جو ائمہ وعلماء آخرت ہیں، جو شخص ان کی غیبت کرتا ہے تو اس کا لعن وطعن اسی مغتاب پر عود کرتا ہے۔ یہ مذہب رفض کا شیوہ ہے نہ مذہب اہل سنت کا۔

Marfat.com

مسلمان طالب آخرت کو اس قدر کافی ہے کہ وہ علم حق حاصل کر کے بقدر استطاعت خود عمل کرے اور مناظرہ اور مکابرہ سے بچے اور بحث و مجادلہ سے دور رہے۔

دانی که چنگ و عود چه تقریرمی کنند پنهاں خورید باده که تکفیر می کنند

ابتدائے طلب علم سے اب تک میری عمر پچپن برس کو پہنچی مگر میں نے کبھی کسی طالب علم یا عالم یا درویش سے مناظرہ مباحثہ مجادلہ اور مکابرہ نہیں کیا، نہ کوئی کتاب یا رسالہ کسی شخص معین کے ردّ و قدح میں لکھا، حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ

ماضل قوم بعد هدی کانوا علیه الااوتوا الجدل ثم قرء رسول الله ﷺ هذا الاية ماضر بوه لك الا جدلا بل هم قوم خصمون۔

کوئی قوم ہدایت پانے کے بعد گمراہ نہیں ہوئی جب تک ان میں مجادلہ شروع نہیں ہوا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے یہ آیت شریف پڑھی۔ بہرحال جو شخص علم محض خدا اور آخرت کیلئے حاصل کرتا ہے وہ ہرگز اس قسم کے خلفشار میں نہیں پڑتا یہ گاؤ زوری اور انتفاخ عروق گردن اور بالاخوانی انہی لوگوں کا کام ہے جو لذت علم اور طلب آخرت سے محروم ہیں، حدیث میں اس فعل کو نفاق کا ایک شعبہ فرمایا ہے۔ (مآثر صدیقی حصہ چہارم، ص: ۲۲ تا ۲۴)

مقلدین کے بارے میں رائے

والا جاہ مرحوم لکھتے ہیں کہ میں نے آج تک کسی مقلد مذہب کو برا نہیں کہا اگرچہ ترک تقلید پر بہت کچھ لکھا، میں کسی مقلد صادق صحیح الارادہ عامل صالح متقی کو برا نہیں جانتا اور عوام متبعین سنت جو علم و عمل سے محض بے بہرہ ہیں، ان کو بھی اچھا نہیں سمجھتا۔ اب نہ فقہا باقی رہے اور نہ عامل بالحدیث یہ ہی تلاعب باقی رہ گیا ہے۔ (مآثر صدیقی حصہ چہارم، ص: ۲۵)

توحید وجودی و توحید شہودی

مصطلحات صوفیہ کے یہ دو مسلمہ مسئلے ہیں، والا جاہ مرحوم ان ہر دو مسائل کا اپنی کتاب دین الخالص اور کتاب خطیر القدس میں ذکر کر کے اس کا فیصلہ اس طرح کرتے ہیں۔

وجودیان گویند که درحق تعالیٰ و عالم غیبیت حقیقی است و غیریت مجازی ست چون دریا و حباب که درظاهر حباب از دریا جداست و درحقیقت یکے و شهودیان می گویند که درحق تعالیٰ و عالم غیرت حقیقی است و غیبیت مجازی چون آتش و آهن که هر گاه آهن برنگ آتش رنگین گردو آتش می نماید حالانکه آتش جداست و آهن جدا۔

مخدوم میلا پوری برآن رفته که درحق تعالیٰ و عالم هم غیبیت حقیقی است وهم غیریت حقیقی واین احداث قول ثالث است۔

قائلین وحدت وجود کہتے ہیں کہ ذات باری تعالیٰ اور عالم میں عینیت حقیقی ہے اور غیریت مجازی جس طرح دریا اور حباب میں کہ بظاہر حباب دریا سے جدا ہے اور حقیقت میں ایک ہے اور قائلین وحدت شہود کہتے ہیں کہ ذات باری تعالیٰ اور عالم میں

Marfat.com

غیرت حقیقی ہے اور عینیت مجازی، جس طرح آگ اور لوہے میں۔ لوہا جب گرم ہوجاتا ہے تو وہ ہم رنگ آتش ہوجاتا ہے اور مثل آتش نظر آتا ہے حالانکہ آگ اور چیز ہے اور لوہا اور چیز ہے۔

مخدوم میلاپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خدا اور عالم میں عینیت حقیقی بھی ہے اور غیریت حقیقی بھی اور یہ تیسرا قول ہے، خدا فرماتا ہے کیا ان لوگوں نے قرآن حکیم میں تدبر نہیں کیا اگر واقعی جو کہتے ہیں وہ خدا کے طرف سے ہوتا تو اس میں اس قدر کثیر اختلاف کیوں ہوتا۔

پھر لکھتے ہیں:

قال الشیخ المحدث الدھلوی رحمہ اللہ ان لکل زمان قرنا ولکل قرن علما اصابھم فی تقاسیم رحمۃ اللہ عزوجل و اذا تاملتم حال اوائل ھذا الامۃ المرحومۃ حین لم تدون علوم الشرع ولا فنون الآدب الا وقع کثیر بحث و انہ لم یزل الھام الحق سرا فی صدورھم علما بعد علم عل حسب حکمۃ فی کل دورٍ لم یخف علیکم ھذا المعنی و ان نصیبنا فی ھذا الدور من تقاسیم رحمۃ اللہ ان یجتمع فی صد ورنا علوم علماء ھذا الامۃ معقولھا و منقولھا و مکشو فھما و ینطبق بعضھا علی بعض و یضمحل الخلاف بینھما و یستقر کل قول فمقرہ فھذا الا صل منسحب عل فنون العلم من الفقہ والکلام والتصوف وغیرھا بحمد اللہ و توفیقہ و اعلموا ان معرفۃ الحق عل ما قالہ الخضر علیہ السلام کبحر لجی لا مبتداء لہ ولا منتھی و ان المتکلمین بھا کا لا برۃ المغموسۃ فیہ لم ینقص من البحر شیئا اوکا لعصافیر تشرب منھا حاجتھا ثم تصدر فکل واحد لا یخبر الا عن کمال ولا یصف الاجمال دون جمال- و علی تفنن واصفیہ بوصفہ یفنی الزمان و فیہ مالم یوصف-

حضرت شیخ احمد محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر ایک زمانہ کیلئے ایک قرن ہوتا ہے اور ہر قرن کے مخصوص علما ہوتے ہیں جن کو رحمت الٰہی میں سے کچھ حصے پہنچ جاتے ہیں اگر تم اس امت مرحومہ کے زمانہ اوائل پر غور کرو جبکہ علوم شریعت اور فنون ادب مدوّن نہیں ہوئے تھے اور نہ اس قدر کثرت سے بحثیں ہوا کرتی تھیں، صرف الہام حق سے ان کے سینوں میں مطابق اقتضائے حکمت علوم کا القا ہوا کرتا تھا اور ہر ایک دور کا یہی حال تھا، تو تم سے یہ امر مخفی نہیں رہ سکتا کہ ہمارے اس زمانہ میں رحمت الٰہی کے حصول میں سے ہم کو ایک ایسا حصہ ملا ہے جس نے تمام علماء سلف کے علوم کو ہمارے سینوں میں جمع کر دیا ہے۔ خواہ وہ علوم معقول ہوں یا منقول یا اکتشافات بعض علوم تو ایک دوسرے کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں اور جو ایک دوسرے کے خلاف ہیں ان کا ضعف خود بخود ظاہر ہوتا ہے۔ غرض ہر ایک قول کیلئے ایک حد اور مستقر ہے، یہ ہی اصول تمام فنونِ علم پر خواہ فقہ ہو یا کلام یا تصوف وغیرہ پر حاوی ہے۔ معرفت حق کے متعلق حضرت خضر علیہ السلام کا قول ہے کہ معرفت الٰہی ایک دریائے ناپیدا کنار ہے نہ اس کی ابتدا ہے نہ انتہا۔ اور متکلمین معرفت الٰہی کے خوض میں ایسے ہیں جس طرح دریا میں کوزے ڈوبے ہوئے ان کوزوں سے دریا کے پانی میں کچھ

Marfat.com

کمی نہیں واقع ہوتی یا مثل پرندوں کے ہیں جو اپنی چونچ سے بقدر حاجت پانی پی لیا کرتے ہیں پس ہر ایک متکلم اور محقق جو کچھ بیان کرتا ہے وہ کمالات ربانی میں سے کسی ایک کمال کو اور شیون جمال الٰہی میں سے کسی ایک خاص شان جمال کو ظاہر کرتا ہے۔

ہر ایک تعریف کرنیوالا ایک وصف اپنے مذاق کے موافق بیان کرتا ہے۔ زمانہ یوں ہی ختم ہو جائے گا مگر تعریف نہیں ختم ہوگی۔

پھر لکھتے ہیں: اس قسم کے موقعوں پر سامعین میں بہت کچھ اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں لیکن جو شخص ان اختلافات کے اصل حقیقت و مقام سے واقف ہوتا ہے وہ ہر ایک شخص کے قول کے محل و موقع کو پہچان کر اس کو اسی حد پر قائم رکھتا ہے اور تمام اقوال کو صحیح جانتا ہے لیکن جو شخص مختلف تقریروں اور اشاروں کو سنتا ہے لیکن ان کے محل و موقع سے واقف نہیں ہوتا جہاں اس قسم کے اختلافات پیش نہیں آتے وہ متحیر ہو کر رہ جاتا ہے جس طرح نابینا لوگ کسی درخت کے پاس آکر اس کو چھوتے ہیں اور اس کا ذائقہ چکھتے ہیں تو ان میں سے کسی کا ہاتھ تو درخت کے تنا پر پڑتا ہے اور کسی کا ہاتھ اس کے پتوں تک پہنچتا ہے اور کسی کے ہاتھ میں اس کی شاخیں آجاتی ہیں اور کسی کو اس کے شگوفہ تک رسائی ہوتی ہے اور کوئی پھول یا ان کے پھلوں تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر وہ آپس میں بیٹھ کر باتیں کرنے لگتے ہیں کوئی ان میں سے کہتا ہے کہ یہ درخت اجسام میں سے ہے، دوسرا کہتا ہے کہ نہیں تیسرا کہتا ہے کہ یہ غایت درجہ تر و تازہ نرم ہے چوتھا کہتا ہے کہ یہ تو نہایت خشک اور سخت ہے اور پانچواں کہتا ہے اس میں تو غایت درجہ کی حلاوت ہے چھٹا کہتا ہے کہ یہ تو نہایت کڑوہ اور بدبودار ہے۔ ساتواں کہتا ہے کہ اس میں تو کسی قسم کا ذائقہ ہی نہیں ہے آٹھواں کہتا ہے کہ اس کی تو بہت پاکیزہ خوشبو ہے۔ نواں کہتا ہے کہ مجھ کو تو اس میں کسی قسم کی بو کا شائبہ بھی نہیں معلوم ہوتا۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں سب ایک دوسرے کو جھٹلانا شروع کرتے ہیں۔ اسی اثنا میں ایک شخص آتا ہے جو صاحب بصارت اور بصیرت ہوتا ہے اور اس میں بہت سے ایسے اوصاف ہیں جن کی لوگ مدح کیا کرتے ہیں۔ مثلاً خوش آوازی طاقت و زور قوائے سامعہ و ذائقہ اور لامسہ کا کامل ہونا۔ وہ ان سب کی گفتگو سن کر کہتا ہے کہ تم سب کا بیان در حقیقت بالکل صحیح ہے البتہ تمہارا اپنی ہی تحقیق و حصر کر لینا اور اس کو کامل سمجھ لینا سراسر غلط اور خطا ہے پھر وہ ہر ایک قول کا مرجع اور ہر ایک اشارہ کا جو مشار الیہ اور مرکز ہے وہ ان کو سمجھا دیتا ہے۔

یہ تمثیلی واقعہ بیان کر کے والا جاہ مرحوم لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک مسئلہ وحدت وجود کا شرع شریف میں کہیں صراحتاً ذکر نہیں ہے حضرت صوفیہ رضی اللہ عنہم نے اپنے کشف و شہود کی تائید کیلئے جن کا مدار اس مسئلہ پر ہے' قرآن و حدیث کچھ ارشادات اخذ کیے ہیں مثلاً یہ آیت ''الا انہ بکل شیٔ محیط'' یا یہ آیت ''کل شی ھالک الا وجھہ'' یا یہ حدیث ''لو دلیت بحبل الی الارض السابعۃ السفلیٰ لھبط علی اللہ و ان اللہ قبل وجھہ'' **اگر تم ایک رسی لٹکاؤ اور اس کو تحت الثریٰ تک پہنچا دو تو وہ رسی خدا تک پہنچے گی اور خدا اس کے سامنے ہوگا**۔ ظاہر ہے کہ یہ اشارات اس مسئلہ پر صراحتاً دلالت نہیں کرتے۔ اس لیے علماء ظاہر نے ان اشارات کو اُلٹ کر صوفیائے کرام رحمہم اللہ کو الزام دیا ہے اور کہا ہے کہ آیت ''الا انہ بکل شی محیط'' ایک صریح دلیل غیریت پر ہے کیونکہ محاط سے محیط ایک جداگانہ چیز ہے۔ اسی طرح آیت کریمہ ''کل شی ھالک الا وجھہ'' میں لفظ ہالک سے ہالک فی المستقبل مراد ہے، نہ ہالک فی الحال۔ علی ہذا ہابط یعنی رسی خدا سے ایک جدا چیز ہے۔ غرض جب وحدت وجود کی بنا اسی پر ٹھہری کہ آگے اور پیچھے اور نیچے اور اوپر سب جگہ خدا ہی کی ذات ہے تو پھر قبل وجہ کہنے کی تخصیص کی کیا ضرورت ہے؟ یہ اشارات کسی طرح ثبوت مدعا میں

Marfat.com

پیش نہیں ہوسکتے۔ بہر حال اس مسئلہ وحدت وجود کا دارومدار حضرات صوفیہ کے کشف وشہود پر ہے اور علماء اور صوفیہ نے اس کے متعلق بہت سی کتابیں اور رسائل لکھے ہیں۔ مثلاً طبقہ قادریہ میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ، شیخ صدر الدین قونوی رحمہ اللہ، شیخ عبدالکریم جیلی رحمہ اللہ، شیخ عبدالرزاق جھجانوی رحمہ اللہ، شیخ امان اللہ پانی پتی رحمہ اللہ اور طبقہٴ کبرویہ میں شیخ جلال الدین رومی رحمہ اللہ، شیخ شمس الدین تبریزی رحمہ اللہ طبقہٴ سہروردیہ میں شیخ فریدالدین عطار رحمہ اللہ طبقہ چشتیہ میں سید محمد گیسودراز رحمہ اللہ، سید جعفر برکی رحمہ اللہ، طبقہ ونقشبندیہ میں خواجہ عبیداللہ احرار رحمہ اللہ، ملا نورالدین جامی رحمہ اللہ، ملا عبدالغفور لاری رحمہ اللہ، خواجہ باقی باللہ کابلی رحمہ اللہ، شیخ عبدالرزاق کاشی رحمہ اللہ، شمس الدین فناری رحمہ اللہ، قیصری رحمہ اللہ، سعدالدین فرغانی رحمہ اللہ وغیرہ اکابر گزرے ہیں۔

ہم لوگ چونکہ ان اختلافات کے بعد پیدا ہوئے ہیں اس لیے ہم کو طرفین میں سے کسی ایک کی طرف جزماً میلان نہیں ہو سکتا۔ مذہب وحدت وجود اور مذہب وحدت شہود دونوں پر اگر نظر ڈالی جائے تو جس طرح ایک جانب بہت سے دلائل ہیں، اسی طرح دوسری طرف بھی بہت سی دلیلیں ہیں۔ ہم پر اعتقاداً لازم ہے کہ ہم کسی جانب بھی ضلالت اور گمراہی کا خیال دل میں نہ لائیں، کیونکہ اس میں بہت سے علماء کرام اور مشائخ عظام کی تضلیل وتکفیر لازم آتی ہے۔ وحدت وجود کے اثبات یا ابطال میں لب کشائی نہ کرنی چاہیے، اگر خود ذی فہم ہے تو اپنی فہم پر قناعت کرے اور اگر وہ نہیں سمجھتا تو ان اقوال کو ان کے قائلین پر چھوڑ دے۔ (مآثر صدیقی حصہ چہارم ص: ۸۱ تا ۸۳)

طبیعت پر تصوف وسلوک کا غلبہ

والا جاہ مرحوم لکھتے ہیں کہ علم تفسیر وحدیث وفقہ سنت اور علوم تصوف کا مشغلہ میرے دل پر غالب ومتسلط ہے۔ علم نافع یہی چار علم ہیں یا وہ علوم جو ان کے آلات ومعدات ہیں۔ باقی تمام فنون اسی دنیا میں رہ جاتے ہیں کوئی ساتھ نہیں جاتا۔ تصوف و سلوک میں والا جاہ نے متعدد کتابیں تالیف کی ہیں اور ان میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ مسائل تصوف اور اس کے مصطلحات اور اولیاء کبار اور عرفاء کامل کے حالات جمع کیے ہیں۔ ریاض المرتاض اور تقصار جیود الاحرار اور خیرۃ الخیرۃ وغیرہ اسی قسم کی کتابیں ہیں۔ ریاض المرتاض میں اولاً صوفیائے کرام رحمہم اللہ کے اقسام بیان کی ہیں۔ مثلاً طلبہ، فقراء، عباد، زہاد، خدام، ملامیتہ، متشبہ محق، متشبہ مبطل، مریدان، سالکان، سائران، طائران، واصلان، اختیار، ابرار، غوث، قطب، نقیب، نجیب، ابدال اور اولیاء۔ بعد ازاں مضمون ابن خلدون سے اقتباس کر کے صوفیۂ کرام کے حالات میں چار امر قابل بحث قرار دیئے ہیں۔

(امر اوّل) مجاہدات ان کا تعلق اذواق ومواجید اور محاسبۂ نفس واعمال کے ساتھ ہے انہی اذواق کی منتہا اور غایات کو مقامات کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ (امر دوم) کشف وادراک حقائق عالم غیب جس کا تعلق صفات ربانیہ عرش وکرسی وملائکہ، ووحی، ونبوت، وروح، وحقائق موجودات غائب وشاہد وترکیب اکوان وغیرہ سے ہے۔

(امر سوم) تصرفات انواع کرامات کے ساتھ اکوان وعوالم ہیں۔

Marfat.com

(امر چہارم) الفاظ موہمہ یعنی شطحیات۔

بعض لوگ ان امور چہارگانہ کے منکر ہیں بعض محسن ہیں اور بعض تاویلات کے قائل ہیں۔

بہر حال امر اوّل میں کوئی کلام وانکار نہیں ہوسکتا۔ صوفیہ کرام کے اذواق بالکل صحیح ہیں اور ان کا تحقیق عین سعادت ہے۔ اسی طرح امر دوم صحیح نا قابل انکار ہے۔ اگرچہ بعض علما نے اس سے انکار کیا ہے مگر یہ انکار حق کے مقابل میں کوئی چیز نہیں ہے۔ استاذ ابواسحاق اسفرائینی کے احتجاج پر اشعریہ نے جو انکار کیا ہے وہ صرف تحدی وکرامت کے فرق وامتیاز پر مبنی ہے۔ ''وقد وقع للصحابۃ و اکابر السلف کثیر من ذالک وھو معلوم ومشہور'' امر سوم یہ انواع متشابہات میں سے ہے اس لیے کہ اس کا تعلق وجدان قلبی سے ہے محض الفاظ ولغت سے ان کی مرادات پر اطلاع نہیں ہوسکی الفاظ تو محض محسوسات متعارفہ کی تعبیر کیلئے وضع کیے گئے ہیں۔

امر چہارم شطحیات اس کا تعلق غلبۂ حال اور واردات سے ہے انصاف یہ ہے کہ صوفیہ کرام غلبۂ حال وواردات کی وجہ سے محسوسات سے بیگانہ وار رہتے ہیں۔ اسی سبب سے بعض اوقات ان کی زبان سے ایسے کلمات صادر ہوجاتے ہیں جو خود ان کے قصد وارادہ سے نہیں ہوتے ظاہر ہے کہ جو شخص مغلوب الحال ہو وہ ہر طرح معذور ومجبور ہے۔

معرفت شیخ

اس کے متعلق والا جاہ مرحوم لکھتے ہیں کہ کمال اور تکمیل شیخ کی اس پر منحصر نہیں کہ اس سے خوارق عادات کا ظہور ہو یا وہ خواطر پر اشراف رکھتا ہو یا وجد وحال وشوق میں رہتا ہو، اس لیے کہ اس قسم کے بعض امور میں تو فلسفی، جوگی اور برہمن بھی شریک ہیں یہ امور انسان کیلئے دلیل سعادت نہیں ہیں، شناخت شیخ کامل مکمل کی ہے کہ وہ ظاہر شرع پر مستقیم ہو اور عامل کتاب وسنت ہو۔ تاکہ صفت تقویٰ کا اس پر اطلاق ہوسکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''ان اولیاوہ الا المتقون''۔

طرق مشائخ موصل الی اللہ کا ذریعہ

مشائخ کے تمام طریقوں کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ ان کا مرجع نسبت حاصل کرنا ہے اور یہ نسبت خدا کے ساتھ ایک انتساب و ارتباط ہے، جس سے دل کو سکینہ اور نور حاصل ہوتا ہے۔ نسبت ایک کیفیت کا نام ہے جو نفس ناطقہ کے اندر حلول کر جاتی ہے، اس وقت نفس ملائکہ کے مشابہ ہوجاتا ہے۔ یہ کیفیت نفس میں طاعات وطہارات اور اذکار الٰہی پر مداومت کرنے سے پیدا ہوتی ہے اور اس سے یہ سب امور نسبت باطنی کیلئے ایک ملکۂ راسخہ بن جاتے ہیں۔ نسبت کی بہت قسمیں ہیں۔

نسبت محبت، نسبت شوق، نسبت کسر نفس اور حظوظ نفسانی سے برأت۔ ایک نسبت کا نام نسبت اہل بیت ہے اور نسبت مشاہدہ بھی اس کو کہتے ہیں، لیکن یہ گمان صحیح نہیں کہ مشائخ نے جو اشغال معین کیے ہیں ان کے بغیر نسبت حاصل ہی نہیں ہوسکتی۔ ہاں یہ اشغال بھی اس نسبت کے حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو تمام اکابر علماء اس نسبت سے محروم رہتے۔ حالانکہ عمل کے فضائل عبادت کی فضیلت سے بالاتر اور فائق ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ کے شیوخ کا کیا طریقہ ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ کوئی شخص کسی سلسلہ سے خدا تک نہیں پہنچا کرتا مجھ کو ایک جذبہ پیدا ہوا، اس نے مجھ کو اس حد

Marfat.com

تک پہنچادیا حالانکہ ان کے شیوخ کا سلسلہ مشہور ومعروف ہے۔اسی بنا پر کہا جاتا ہے۔جذبۃ من جذبات اللہ توازی عمل الثقلین

طے می شود این رہ بدرخشیدن برقے ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ما بے خبران منتظر شمع وچراغیم

پھر والا جاہ مرحوم لکھتے ہیں کہ میں مشائخ کے تمام طریقوں کو موصل الی اللہ جانتا ہوں اور تمام مشائخ سے خواہ ان کا کوئی طریقہ بھی ہو حسن ارادت رکھتا ہوں البتہ میرا اور میرے آبا اور اساتذہ اور مشائخ کا طریقہ نقشبندیہ ہے۔اگرچہ اور طریقوں کی بھی اجازت ہے۔حضرت میرزا مظہر جانجان رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ نے اس طریقہ مجدّدیہ نقشبندیہ کو اور طریقوں کو چھوڑ کر کیوں اختیار کیا آپ نے فرمایا۔من این طریقہ را منطبق بر کتاب وسنت یافتم کہ ثبوت آن قطعی است الحمد للہ کہ تا این زمان این طریقہ از جمیع طرق بدعت محفوظ است۔

میں نے اس طریقہ کو بالکل کتاب وسنت کے موافق پایا اور اس کا قطعی ثبوت موجود ہے۔الحمد للہ کہ اس زمانہ تک یہ طریقہ بدعت کے تمام طریقوں سے محفوظ ہے۔

مولانا جامی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قدروگل و مُل بادہ پرستان دانند ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ نے خودمنشان و تنگدستان دانند

ارنبقش توان بسونے بے نقش شدن ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ این نقش غریب نقشبندان دانند

بیعت اصلاح کا استحباب:۔ والا جاہ مرحوم لکھتے ہیں کہ میں بیعت کرنے کو مستحب جانتا ہوں اگرچہ وجوب کا قائل نہیں ہوں، میں نے کسی کے ہاتھ پر بیعت ارادت نہیں کی اس لیے کہ شرط قرآن وحدیث اور شرط سلف صالح کے مطابق مجھ کو کوئی شیخ میسر نہیں ہوا۔(مآثر صدیقی حصہ چہارم،ص:۴۸تا۵۲)

سیرت واخلاق اور کسر نفسی

نہایت خوش خلق شیریں،کلام،کم سخن،ظریف الطبع،آزاد و بے پروامزاج،لطیفہ سنج،کثیر الحلم،قلیل الغضب منکسر ومتواضع،سب وشتم سے کبھی ان کی زبان آلودہ اور آشنا نہیں ہوئی جب ان کو کسی خادم پر بہت غیظ وغضب آتا تو ان کی زبان سے جو سخت سے سخت دشنام نکلتی وہ یہ تھی کہ اس کو کاٹ کا احمق کہہ کر خطاب کرتے تھے اور دوران غضب میں پیشانی پر ہاتھ رکھ کر ”لا الہ الا اللہ“ کہا کرتے تھے۔

عیدین اور جمعہ کو جب وہ عیدگاہ یا مسجد کے دروازے پر پہنچتے تو اپنا جوتہ خود اُٹھاتے اور جھاڑتے تھے اگر کوئی خادم سر پر آفتاب گیر لگانا چاہتا تو فوراً روک دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس دھوپ سے آفتاب محشر کی گرمی بہت زیادہ ہوگی اس سے کون بچائے گا۔(مآثر صدیقی حصہ چہارم،ص:۶۸-۶۹)

عالی جاہ کا ٹوپی استعمال فرمانا

عالی جاہ نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ دہلی کی وضع کی گول ٹوپی زیب تن فرمایا کرتے تھے۔(مآثر صدیقی حصہ چہارم،ص:۷۱)

بادشاہت میں فقیری

ابقاء المنن میں وہ خود لکھتے ہیں کہ میرے پاس کوئی جائیداد ذاتی نہیں۔رئیسہ عالیہ کے گھر میں مستعار رہتا ہوں۔جس دن مر

Marfat.com

گیا۔ اس دن میرا گھر خانہ گور ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے احد الحرمین میں موت دی، جس کی تمنا دامن گیر ہے تو محض اللہ کا فضل ہوگا۔ میرزا مظہر جانجانان شہید رحمۃ اللہ علیہ کرایہ کی خانقاہ میں رہا کرتے تھے، حالت مقدرت میں بھی انہوں نے کوئی گھر نہیں بنایا۔ کسی نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو جواب دیا کہ چھوڑ جانے کو اپنا گھر اور غیر کا گھر برابر ہے۔

داشت لقمان یکے کریچۂ تنگ — چون گلوگاہ نے وسینۂ چنگ

بوالفضولے سوال کرد ازوے — کہ این چہ خانہ است یک بدست وسہ نے

بادم سرود چشم گریان پیر — گفت ہذا لمن یموت کثیر

(مآثر صدیقی حصہ چہارم، ص:۷۵)

معمولات

وہ روزانہ قبل طلوع فجر بیدار ہوا کرتے تھے اور طلوع شمس اور وقت چاشت تک نماز و ذکر و فکر الٰہی اور تلاوت و اوراد و وظائف میں مشغول اور مستغرق رہا کرتے تھے۔ (مآثر صدیقی حصہ چہارم، ص:۸۵)

صوفی مشرب بزرگ روحانی مسرت کا ذریعہ

نواب مصطفیٰ خان بہادر دہلوی مرحوم ومغفور چونکہ ایک عالم متبحر صوفی مشرب اور خدا رسیدہ بزرگ تھے اور والا جاہ کو ان کے دولت کدہ پر دو سال تک زمانہ طالب علمی میں سکونت کا اتفاق ہوا تھا اور ان کی مہربانیوں کے وہ بے حد ممنون تھے اس لیے بالتخصیص ان کو ان سے قلبی محبت تھی اور ان کی صحبت سے ان کو روحانی مسرت حاصل ہوتی تھی۔ (مآثر صدیقی حصہ چہارم، ص:۹۹)

نسبت فاطمی رضی اللہ عنہا کے حفاظت کی وصیت

اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے لکھتے ہیں، چوتھی وصیت یہ ہے کہ اپنے نسب کی حفاظت رکھو۔ ہم لوگ اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں **اس باطنی نسبت کا فائدہ بشرطیکہ ہم ایمان کے ساتھ دنیا سے جائیں**، آخرت میں معلوم ہوگا اور دنیا میں حرمت نسب یہ ہے کہ بنی ہاشم پر مال زکوٰۃ اور صدقہ قطعاً حرام ہے، پس قرابت و برادری ہمیشہ سادات یا قریش کے خاندان میں کرنی چاہیے، اگرچہ دنیا اس کے خلاف میں حاصل ہو۔ اور رشتہ داری جہاں تک ہو خوش عقیدہ اور نیک وصالح آدمی سے کرنا چاہیے، اگرچہ دولتمند نہ ہو۔ آدمی کو دینداری پر ہر وقت نظر رکھنی چاہیے نہ خوبصورتی و مال وحسب پر۔ (مآثر صدیقی حصہ چہارم، ص:۱۱۰-۱۱۱)

مرقد اطہر کی زیارت

زیارتِ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب میں لکھتے ہیں ''جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرقد معنبر اور تربت مطہر کی زیارت تمام زیارتوں سے اشرف وافضل ہے''۔ اس مسئلہ میں اور اس امر میں کہ ارباب صاحب دل و اولیاء اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ارواح مقدسہ سے بغیر رسوم وبدعات کے پابندی کے جو اہل ضلالت کا شیوہ ہے، اپنے مناسب حال فیض اٹھائیں تو اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (مآثر صدیقی حصہ چہارم، ص:۱۲۸-۱۲۹)

Marfat.com

تبرکات صالحین کی حفاظت

جو چیزیں بزرگوں سے حاصل ہوں ان کو بطور یادگار بہت حفاظت سے رکھنا چاہیے اور ان کو فروخت سے بچانا چاہیے۔ یہ ایک نشان سعادت ہے، جو شے جتنی کہنہ اور قدیم ہے، وہ زمانہ مبارک نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ قریب ہے اور جو شے جدید ہے وہ اسی قدر بعید ہے۔ (مآثر صدیقی حصہ چہارم، ص:۱۴۳)

ایصال ثواب کی وصیت

اگر سات دن تک کسی قدر صدقہ اور خیرات خاص میرے مال متروکہ میں سے تم کردو گے تو مجھ کو اللہ تعالیٰ اس کا اجر دے گا۔ تم بعد کفن و دفن مجھ میرے خالق رؤف وکریم کے سپرد کردینا "خلوا بینی و بین ارحم الراحمین"۔ (مآثر صدیقی حصہ چہارم، ص:۱۴۶)

فن تصوف پر عالی جاہ کی علمی تالیفات

نمبر شمار	نام کتاب	فن	زبان	نام مطبع
۱۔	الداء والدواء،	اعمال و وظائف		
۲۔	تقصار جیود الاحرار من تذکار جنود الابرار	تراجم صوفیہ	فارسی	بھوپال
۳۔	خیرۃ الخیرۃ	تصوف	اردو	آگرہ
۴۔	ریاض المرتاض وغیاض العرباض	تصوف	فارسی	بھوپال
۵۔	الروض الخضیب من تزکیۃ القلب المنیب	متفرقات	فارسی	آگرہ
۶۔	عمارۃ الاوقات بوظائف العبادات مع بیان الدرجات والدرکات	وظائف	اردو	لکھنؤ و بھوپال
۷۔	لسان العرفان	تصوف	اردو	آگرہ
۸۔	مقالات الاحسان فی مقامات العرفان ترجمہ (فتوح الغیب مولفہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ یہ کتاب والاجاہ مرحوم کی آخری تالیف ہے)	تصوف	اردو	بھوپال
۹۔	منتخب زاد المتقین للشیخ عبدالحق دہلوی	دینیات		قلمی
۱۰۔	عین الیقین ترجمہ اربعین امام غزالی رحمہ اللہ	دینیات	اردو	دہلی
۱۱۔	عاقبۃ المتقین	دینیات	اردو	آگرہ
۱۲۔	فتح الخلاق بلطائف المنن والاخلاق (یہ کتاب سنن الکبری الشعرانی کا مختصر ترجمہ ہے)	اخلاق	اردو	آگرہ
۱۳۔	دواء القلب القاسی بتذکیر الموت الناسی	دینیات	اردو	آگرہ
۱۴۔	ادامتہ السکر باقامۃ الصبر والشکر	بیان صبر و شکر	اردو	آگرہ

(مآثر صدیقی حصہ چہارم)

اولاد کو تصوف سے مناسبت

نواب صاحب رحمہ اللہ کا بہت بڑا کتب خانہ تھا، جو ان کی وفات کے بعد دار العلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) میں منتقل کردیا گیا

Marfat.com

تھا۔نواب صاحب رحمہ اللہ کی اولاد دو بیٹے تھے اور ایک بیٹی۔ بیٹوں میں سے ایک کا نام سید نور الحسن خاں کلیم تھا اور چھوٹے کا سید علی حسن خاں طاہر رحمہما اللہ تعالیٰ۔

سید نور الحسن خاں کلیم رحمہ اللہ کی پرورش خدا ترسی، علم دوستی اور صلاح و تقویٰ کے اس ماحول میں ہوئی جس میں قرآن و حدیث کی صدائیں گونجتی تھیں۔

سید نور الحسن خاں فارسی اور اردو کے شاعر بھی تھے اور کلیم تخلص کرتے تھے۔آخر عمر میں تصوف سے زیادہ شغف ہوگیا تھا اور امورِ خیر کی انجام دہی میں مشغول رہتے تھے۔مصنف بھی تھے اور جو کتابیں تصنیف کیں، ان کا تعلق صالحین امت کے واقعات اور حسنات کی ترغیب سے ہے......ایک ضخیم کتاب کا نام ''مجموعہ رسائل'' ہے۔اس میں تصوف کے بعض موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔(دبستان حدیث ص ۲۷۹)

سید احمد حسن عرشی کے نقشبندی استاد

اب نواب صاحب رحمہ اللہ کے بھائی سید احمد حسن عرشی رحمہ اللہ کے مختصر حالات ملاحظہ ہوں جو نواب صاحب رحمہ اللہ سے عمر میں دو سال بڑے تھے۔ ۱۹ رمضان (۳۔مارچ ۱۸۳۱ء) کو قنوج میں پیدا ہوئے۔آغاز تعلیم گھر ہی میں ہوا...... کتب حدیث شیخ عبدالغنی مجددی دہلوی رحمہ اللہ سے ان کے زمانہ قیام مدینہ منورہ میں پڑھیں۔(دبستان حدیث ص ۲۸۰)

نقشبندی مرشد کی طرف سے تخت ملنے کی بشارت

نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے بہت سے اہل علم بھوپال آئے اور بھوپال نے مجمع علماء اور مرکز شعراء کی حیثیت اختیار کر لی۔ ان میں سے متعدد حضرات کا تذکرہ ڈاکٹر رضیہ حامد نے اپنی کتاب ''صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ'' میں کیا ہے۔ان بزرگان ذی احترام میں سے ایک بزرگ مولوی قدرت اللہ قدرت رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو اپنے دور کے مشہور شاعر اور عالم دین تھے۔ان کا خاندان ہمیشہ فضل و کمال اور شعر و ادب میں ممتاز رہا۔ ۱۹۷۳ء میں ہندوستان کے منصب نائب صدارت پر جسٹس ہدایت اللہ فائز تھے، وہ مولوی قدرت اللہ قدرت کے حقیقی پوتے تھے۔نواب صاحب رحمہ اللہ سے مولوی قدرت اللہ قدرت کے گہرے مراسم تھے اور مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ کے مدرسے میں نواب صاحب اور مولوی قدرت اللہ صاحب ہم مکتب تھے اور دونوں کے حجرے بھی قریب قریب تھے۔اب ایک عجیب واقعہ ملاحظہ فرمایئے جو ڈاکٹر رضیہ حامد نے تحریر فرمایا ہے۔ یہ واقعہ مولانا سید عبدالخالق نقوی پروفیسر عربی اسکول آف فارن لنگویجز دہلی نے محترمہ مصنفہ کے والد مکرم سید فتح علی صاحب سے بیان کیا تھا۔

ایک دن مولوی قدرت اللہ صاحب فجر کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جانے لگے تو دیکھا کہ صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ سردی میں ٹھٹھر رہے ہیں۔مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر اپنا دوشالہ اڑھا دیا۔گرمی حاصل ہوئی تو صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ کو نیند لگ گئی۔جب نیند کھلی تو درس شروع ہو چکا تھا۔وہ درس میں پہنچے تو مولانا فضل الرحمٰن رحمہ اللہ نے فرمایا: ''کہیے نواب صاحب! اب تشریف لا رہے ہیں۔''

یہ بات صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت پر گراں گزری اور وہ اپنے حجرے میں آکر ہچکیوں سے رونے لگے۔مولوی قدرت

Marfat.com

اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جا کر حال معلوم کیا تو انہوں نے مولانا کے الفاظ سنائے اور انہیں طنز قرار دیا۔لیکن مولوی قدرت اللہ رحمۃ اللہ علیہ یہ جملہ سن کر محظوظ ہوئے اور بولے: ''ارے روتا کیوں ہے۔دیکھنا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا سچ ثابت ہوگا اور تو ایک دن نواب بنے گا۔'' پھر مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک پرچہ ان کو لکھ کر دیا کہ جب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ نواب ہوں گے تو قدرت اللہ کو ایک سو چودہ روپے کی نوکری دیں گے۔صدیق حسن خاں رحمہ اللہ نے اس پرچے پر دستخط کر دیئے اور بات ختم ہوگئی۔

حصول تعلیم کے بعد تلاش معاش کے لیے صدیق حسن خاں رحمہ اللہ بھوپال آئے اور مولوی قدرت اللہ رحمۃ اللہ علیہ میسور چلے گئے۔جب شاہ جہاں بیگم سے صدیق حسن خاں رحمہ اللہ کی شادی ہوگئی تو قدرت اللہ نے بھوپال کا رخ کیا اور نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ کے پاس تشریف لائے اور وہ پرچہ انہیں دکھایا۔نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے اور فوراً ان کو ایک سو چودہ روپے ماہانہ پر مہتمم کوٹھیات کے عہدے پر مقرر فرما دیا۔(دبستان حدیث ص ۲۸۰،۲۸۱)

حصول اخلاص اور تزکیہ باطن کی اہمیت

حضرت علی خواص رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اعمال کے اظہار واخفاء کے اعتبار سے لوگوں کی کئی قسمیں ہیں: اوّل: وہ جن کا ظاہر، باطن سے بہتر ہے۔دوم: جن کا ظاہر وباطن یکساں ہے۔

سوم: جن کا باطن خیر میں علانیت کی نسبت راجح ہے۔چہارم: جو ان سب اقسام سے غائب ہیں۔

مؤخر الذکر کے علاوہ پہلی تین قسموں میں ترجیح کے واضح ہونے کے باعث ریاکاری کا اندیشہ ہوتا ہے۔مشائخ کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص اخلاص کا اظہار کرتا ہے، اس کا اخلاص ابھی تک محتاجِ اخلاص ہے۔قیامت کے دن تو صرف اسی شخص کی میزان وزنی ہوگی، جو اپنے آپ کو اس باربردار جانور کی طرح سمجھتا ہے جس کو معلوم نہیں کہ اس کی پشت پر سامان نفیس ہے یا خسیس۔جب کسی انسان کو کشف ویقین سے یہ معلوم ہو جائے کہ میں سزاوارِ عقوبت ہوں، اور میرے ان سارے کمالات میں سے کوئی چیز بھی میری نہیں، بلکہ میرے آقا نے یہ سب میرے پاس مستعار رکھے ہیں، اسے سب کے سامنے تحدیث نعمت جائز ہے کیوں کہ وہ اپنے آپ کو کسی دوسرے سے بہتر نہیں سمجھتا۔واللہ! میں (نواب صدیق حسن رحمۃ اللہ) دنیا وآخرت میں اپنے تئیں اللہ کے کسی فضل کا مستحق نہیں پاتا۔میں تو روئے زمین کے تمام عاصیوں کے پیچھے کھڑا ہونے کا مستحق ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کم عقلی، عدم توانائی کے باوجود بغیر اسباب کے ہزارہا لوگوں سے زیادہ جاہ ومال عنایت فرما رکھا ہے اور بہت سے عقل وشعور اور فہم ودانش مندی کے بلند مراتب پر فائز لوگ حاجت کے باوجود ان سے محروم ہیں۔تو یہ اللہ پاک کا مجھ پر احسانِ عظیم اور انعام عمیم نہیں تو اور کیا ہے؟ کہ مستحق تو محروم ہیں اور غیر مستحق حد سے زیادہ خوش حال۔مجھے زیادہ خدشہ اس بات کا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا تو دوست دشمن دونوں کو دیتا ہے، لیکن دین کی دولت سے صرف اپنے دوستوں ہی کو نوازتا ہے۔اس لیے دنیا دار اور مالدار کو کبھی یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ مجھے دنیا میں عزت وجاہ نصیب ہوئی ہے تو میں اللہ کو بھی عزیز ہوں اور آخرت میں بھی مجھے عزت نصیب ہوگی۔اور یہ بھی نہیں سمجھنا چاہیے کہ جو لوگ یہاں دنیا میں فقیر اور حقیر ہیں اللہ کے ہاں بھی ان کی کوئی عزت نہیں ہے۔ورنہ وہ یوں خوار اور محتاج نہ ہوتے کیوں کہ آخرت دنیا کی سوت ہے، وہاں کے معاملات یہاں کے معاملات سے برعکس ہوں

Marfat.com

گے۔ ممکن ہے کہ دنیا کے اغنیاء وملوک آخرت میں غلام وکنیز سے بھی بدتر ہوں اور یہاں کے فقراء وہاں کے سلاطین بن جائیں، بلکہ یہاں کے ایمان دار اغنیاء بھی فقراء سے پانچ سو برس بعد جنت میں جائیں گے، اس سے آپ ان مالداروں اور دنیا کے پجاریوں کا اندازہ لگا لیجئے جو محض دنیا کی خاطر جیتے ہیں اور آخرت سے انہیں کوئی سروکار نہیں، ان کا ٹھکانہ یقیناً جہنم ہوگا۔ نعوذ باللہ من غضب اللہ! (ابقاءُ المِننِ بِالقَاءِ المِحَن: ص: ۲۳-۲۴)

احسانات خداوندی

شرافت نسب

میں شریف النسب ہوں۔ لیکن یاد رہے کہ تقویٰ کے بغیر یہ شرف قطعاً نفع بخش نہیں ہے۔ امام شعرانی رحمہ اللہ نے اپنا شجرۂ نسب محمد بن الحنفیہ بن الامام علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب تک ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

''ممامن اللہ بہ علی شرف نسبی''۔ ''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو احسان فرمائے ہیں ان میں سے ایک شرفِ نسب بھی ہے۔''

فضائل اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین

میں نے اپنے نسب کو جو شریف لکھا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کو تطہیر کی بشارت دی ہے اور انسان کا سب سے بڑا شرف یہی ہے کہ وہ مطہر ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوقت صبح باہر تشریف لائے۔ اس وقت سیاہ بالوں کا منقش کمبل زیب تن تھا۔ اتنے میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کمبل میں چھپا لیا۔ پھر حسین رضی اللہ عنہ آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کر لیا۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں انہیں بھی اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں بھی اس کمبل میں داخل کر لیا اور فرمایا:

انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت و يطهر كم تطهيرا (الاحزاب:۳۳)

اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور کر دے اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے۔

اس حدیث میں گویا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ چاروں اور ان کی اولاد قرآن مجید کی نص کے ساتھ اہل بیت کے نام سے موسوم ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت شریفہ ''ندع ابناء نا وابناء کم'' نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: اللھم ھولاء اھلی۔ (رواہ مسلم: ۲/۳۲ ۲۴۰۴ والترمذی: ۲۹۹۹) ''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔''

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کا اہل بیت ہونا کتاب وسنت کی نصوص سے ثابت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یا فاطمة اما ترضين

Marfat.com

ان تکونی سیدة نساء اہل الجنة اونساء المومنین"۔(متفق علیہ، بخاری: ۳۶۲۴،مسلم:۹۹/۲۴۵۰)"اے فاطمہ رضی اللہ عنہا تو اس بات سے خوش نہیں کہ تو اہل جنت کی عورتوں یا (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا کہ) مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو جائے۔"مسور بن مخرمہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

فاطمة بضعة منی فمن اغضبها اغضبنی- (متفق علیہ، بخاری:۳۷۶۷۔مسلم:۹۴/۲۴۴۹)

"فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا ٹکڑا ہے جو اسے ناراض کرے اس نے گویا مجھے ناراض کر دیا۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نکلا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تشریف لے آئے اور فرمایا کیا یہاں لکع ہے؟ کیا یہاں لکع ہے؟ لکع کے معنی ہیں چھوٹا بچہ، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد حسن حسین رضی اللہ عنہما سے تھی۔ اچانک وہ بھی دوڑتے ہوئے آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو گلے لگا لیا۔ پھر فرمایا: اللهم انی احبه فاحبه و احب من یحبه-(متفق علیہ، بخاری: ۵۸۸۴۔مسلم:۵۷/۲۴۲۱)"اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور جو ان سے محبت کرے اُن سے بھی محبت کر۔"

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اہل بیت کے حق میں دعا ہے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کسی کام کی غرض سے آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب باہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ اُٹھا رکھا تھا۔ مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا ہے۔ جب میں اپنے کام سے فارغ ہوا تو عرض کی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کیا اٹھائے ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کپڑا کھولا تو حسن و حسین رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زانو پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"هذان ابنای و ابنا ابنتی اللهم انی احبهما فاحبهما و احب من یحبهما"-(رواه الترمذی:۳۷۶۹)

"یہ دونوں میرے بیٹے ہیں، میری بیٹی کے لخت جگر ہیں، اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور جو ان سے محبت رکھے اس سے بھی محبت فرما۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہے۔ اگرچہ اولاد دختر اپنی اولاد نہیں ہوتی لیکن یہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ "ای اہل بیتک احب"۔ آپ کو اپنے اہل بیت میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: الحسن والحسین (رضی اللہ عنہما)۔

(رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث غریب:۳۸۸۲)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے:"ادعی لی ابنی۔"میرے بیٹوں کو تو ذرا بلاؤ۔"

جب وہ آ جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو سونگھتے اور گلے لگاتے۔(رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث غریب:۳۸۸۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔ هما ریحانی من الدنیا۔(رواہ البخاری:۳۸۵۳)

Marfat.com

''کہ وہ دونوں میرے لیے دنیا (کی چیزوں میں) سے خوشبودار پودوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔''

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: انا حرب لمن حاربھم وسلم لمن سالمھم۔ (رواہ الترمذی: ۳۸۷۰) ''جوان سے لڑائی کرے اس سے میری لڑائی اور جوان سے صلح سے رہے اس سے میری بھی صلح ہے۔'' آپ ﷺ کی مراد حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم سے تھی۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ۔ الحسن والحسین سیداشباب اہل الجنۃ۔ (راوہ الترمذی: ۳۷۸۱) ''حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔''

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حسین منی انا من حسین احب اللہ من احب حسینا حسین سبط من الاسباط۔ (رواہ الترمذی: ۳۷۷۵)

''حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں، خدا اس سے محبت کرے جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے حسین سباط میں سے ایک سبط ہیں۔''

سبط پوتے کو کہتے ہیں۔ سبط بہت سی شاخوں والے درخت کو کہتے ہیں۔ اس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کثرتِ نسل کی طرف اشارہ ہے۔ بعض نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس کے معنی ہیں حسین رضی اللہ عنہ امتوں میں سے ایک اُمت ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ احبو نی بحب اللہ و احبو ااھل بیتی بحبی۔ (رواہ الترمذی بطولہ: ۳۷۸۹)

''مجھے اللہ کی محبت کی وجہ سے اور میرے اہل بیت کو میری محبت کی وجہ سے محبوب سمجھو۔''

معلوم ہوا کہ محبت سادات، عین سیّد المرسلین ﷺ کی محبت ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے در کعبہ پکڑے ہوئے ارشاد فرمایا: الا ان مثل اھل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا و من تخلف عنھا ھلک۔ (مستدرک حاکم: ۳/۱۵۰)

''خبردار! میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی سی ہے۔ جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جو پیچھے رہا، ہلاک ہوا۔''

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن آنحضرت ﷺ نے مکہ و مدینہ کے درمیان بئر خم کے مقام پر خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور وعظ و تذکیر کے بعد فرمایا:

الا ایھا الناس فانما انا بشر یوشک ان یاتینی رسول ربی فاجیب و انا تارک فیکم الثقلین اولھما کتاب اللہ فیہ الھدی و النور فخذوا بکتاب اللہ و استمسکوا بہ فحث علی کتاب اللہ و رغب فیہ ثم قال و اھل بیتی اذکر کم اللہ فی اھل بیتی اذکر کم اللہ فی اھل بیتی۔ (رواہ مسلم: ۲۴۰۸/۳۶)

''لوگو! میں ایک انسان ہوں، ممکن ہے کہ جلد ہی میرے پاس میرے رب کا پیامبر آجائے تو میں دعوت کو قبول کرلوں۔ میں تم میں دو مضبوط گراں قدر چیزیں چھوڑ کر رخصت ہو رہا ہوں ان میں سے ایک کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت و نور ہے لہٰذا کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھام لو، الغرض آپ ﷺ نے کتاب اللہ کی طرف بہت توجہ دلائی۔ پھر فرمایا کہ دوسری چیز جو ہے میرے اہل بیت ہیں۔ اپنے اہل بیت کے متعلق میں تمہیں خدا سے ڈراتا ہوں۔''

Marfat.com

اس حدیث میں آپ ﷺ نے قرآن مجید اور اہل بیت کو ''ثقلین'' قرار دے کر دونوں کو ایک ہی سلک میں منسلک فرما دیا ہے۔اہل بیت کیلئے یہ نہایت شرف کی بات ہے۔حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

انی تارک فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوا بعدی احدهما اعظم من الآخر کتاب الله حبل ممدود من السماء الی الارض و عترتی اهل بیت و لن یتفرقا حتی یر دا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیهما۔(رواہ الترمذی:۳۷۸۸)

''میں تم میں وہ کچھ چھوڑ کر جارہا ہوں کہ اگر انہیں مضبوطی سے تھام لوگے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے۔ایک کتاب اللہ ہے جو اللہ کی آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی ایک رسی ہے اور دوسری میری اولاد ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے حتیٰ کہ مجھے حوض کوثر پر آملیں گے۔سو خیال رکھو کہ تم میرے بعد ان کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہو۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو حج کے موقع پر عرفہ کے دن قصواء اونٹنی پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا،جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا:یایها الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم به لن تضلوا کتاب الله و عترتی اهل بیتی۔(رواہ الترمذی:۳۷۸۶)

''لوگو!میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جارہا ہوں کہ اگر مضبوطی سے اسے تھامے رکھو گے تو گمراہ نہ ہوگے اور وہ کتاب اللہ ہے اور میرے اہل بیت میری اولاد ہیں۔''

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اہل بیت کے یہ مناقب حسنین،فاطمہ اور علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ مخصوص ہیں یا ان کی اولاد کو بھی شامل ہیں۔جمہور کے نزدیک وہ فضائل جو خاص اُن کے نام پر آئے ہیں۔مثلاً ''حسن و حسین رضی اللہ عنہما جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔'' وہ تو متجاوز نہیں۔لیکن وہ الفاظ جو بصیغۂ عموم آئے ہیں،وہ متجاوز ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قیامت تک کی اولاد کو شامل ہیں۔اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے امام مہدی علیہ السلام کو اہل بیت میں سے قرار دیا ہے۔حالانکہ آنحضرت ﷺ اور ان کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ اور حسب و نسب کا ایک عظیم سلسلہ ہے۔جب وہ آلِ رسول ﷺ ہیں تو وہ سادات جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے زمانہ سے تا ظہورِ مہدی دنیا میں گزر چکے ہیں یا گزریں گے یا فی الحال موجود ہیں،قلت وسائط کے باعث بالاولیٰ اہل بیت میں داخل ہیں۔(ابقاءُ المِننِ بِالْقاءِ المِحَن:ص:۲۶ تا ۳۲)

ابتدائی حالات اور والد کے بکثرت مریدین

والد مرحوم سید اولاد حسن رحمہ اللہ کی وفات کے بعد اعزہ واقارب میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو میری پرورش کرتا۔ہم دو بھائی اور تین بہنیں تھے۔سب نے مادرِ مہربان کی آغوش میں تربیت پائی۔آمدنی کا بھی بظاہر کوئی ذریعہ نہ تھا،اللہ تعالیٰ محض اپنے خزانہ غیب سے رزق عنایت فرماتا رہا۔والد مرحوم کے مرید بھی اگرچہ بکثرت تھے،جن کی اولاد ابھی تک باقی ہے۔لیکن ان میں سے بھی کوئی ہمارا کفیل نہیں تھا۔(ابقاءُ المِننِ بِالْقاءِ المِحَن:ص:۳۶)

Marfat.com

مرشد کے بیٹے کی کفالت کیلئے فکر مند ہونا

سید احمد علی مرحوم ساکن فرخ آباد، والد مرحوم سے ارادات کے باعث مجھے (نواب صدیق حسن خاں مرحوم کو) اپنے گھر لے گئے۔ میں کئی دفعہ ان کے ہاں کئی کئی ماہ تک رہا اور وہاں کچھ عربی پڑھی، لیکن بے نیازی اور غفلت کے عالم میں۔ پھر والد صاحب مرحوم کے کچھ مرید مجھے تعلیم کیلئے کانپور لے گئے اور وہاں بھی کچھ کتابیں پڑھیں۔ بچپن ہی سے مجھے علمائے کرام کی مجلس وعظ میں شرکت کا شوق تھا۔ اگرچہ میں اچھی طرح سمجھ نہیں سکتا تھا تاہم مجالس وعظ میں شرکت ضرور کرتا تھا۔ بریلی میں مولانا محبوب علی مراد آبادی کا وعظ سنا۔ فرخ آباد اور کانپور میں مجالس وعظ میں شرکت کی۔ مولانا محمد علی ٹونکی رحمہ اللہ کا ایک مرتبہ قنوج سے گزر ہوا، آپ نے وہاں جو وعظ فرمایا، مجھے بھی اس کے سننے کا شرف نصیب ہوا۔ آپ رحمہ اللہ بڑے خوش بیان واعظ، حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کے خلیفہ اور مولانا حیدر علی ٹونکی رحمہ اللہ کے برادرِ اصغر تھے۔ (ابقاءُ المِننِ بِالقاءِ المِحَن: ص: ۳۷)

والد صاحب کی قبر پر بکثرت حاضری:۔ مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی بارک اللہ فی حیاتہم بھی بارہا قنوج میں تشریف لاکر جامع مسجد میں ٹھہرتے تھے اور میرے گھر بھی آتے جاتے تھے۔ ہم دونوں بھائیوں سے بہت محبت کرتے تھے اور والد علیہ الرحمۃ کی قبر پر بھی جایا کرتے تھے۔ آج کل مولانا فضل الرحمن صاحب (رحمہ اللہ) کی شخصیت قناعت اور زہد وتقویٰ کے اعتبار سے یادگارِ روزگار ہے۔ میرے بڑے فرزند نور الحسن خاں کو ان سے بہت زیادہ اُنس اور عقیدت ہے۔

مشائخ متصوفین کی زیارت

حضرت سید احمد صاحب رحمہ اللہ کے رفقاء میں سے مولانا نصیر الدین صاحب رحمہ اللہ واعظ جامع مسجد کی بھی زیارت نصیب ہوئی۔ خانقاہ مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ میں شاہ احمد سعید اور شاہ عبد الغنی رحمہما اللہ کی زیارت ہوئی۔ مفتی صاحب رحمہ اللہ ہر اتوار کو اکثر قطب صاحب جایا کرتے تھے۔ میں بھی ان کے ہمراہ چلا جایا کرتا تھا۔ اس وجہ سے بارہا دہلی کے فوت شدہ صلحاء کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں عصر، مغرب اور جمعہ کی نمازیں اکثر جامع مسجد دہلی میں پڑھا کرتا تھا۔ اس وجہ سے میرے زیادہ تر اوقات علماء، عقلاء، امراء اور صلحاء کی صحبت میں گزرے ہیں۔

پیدائشی ولی کا بے داغ بچپن

مجھے یاد نہیں کہ میں نے کبھی پتنگ اڑائی ہو، مرغ لڑایا ہو، بٹیر پالا ہو، شطرنج گنجفہ، نردشیر یا کوئی سا کھیل کھیلا ہو یا کبھی شہدوں کی صحبت میں بیٹھا ہوں اور میں ہمیشہ اچھے لوگوں کی صحبت کا طالب رہا اور اگر اتفاقاً کسی صحبت بد میں پھنس گیا تو جلد متنبہ ہو کر باز آ گیا۔ وللہ الحمد۔ میں سات برس کا تھا۔ میرے گھر کے دروازہ پر مسجد تھی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ صبح کے وقت اذان ہوتے ہی والدہ مرحومہ مجھے بیدار کرا دیتیں، اور وضو کرا کے مسجد میں بھیج دیتی تھیں۔ اور گھر میں نماز کبھی نہ پڑھنے دیتی تھیں۔ اگر نیند کی سستی کی وجہ سے نہ اُٹھتا تو منہ پر پانی ڈال دیتی تھیں۔ اس وجہ سے بچپن ہی سے نماز کی عادت پڑ گئی۔ شاید دس برس کی عمر میں والدہ نے روزہ رکھوایا اور اس وقت سے روزہ رکھنے کی عادت پڑ گئی۔ (ابقاءُ المِننِ بِالقاءِ المِحَن: ص: ۳۸-۳۹)

Marfat.com

پیران پیر رحمہ اللہ کا مسلکی تعلق

شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ ظاہری مذہب سے وابستہ تھے۔ جبکہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ حنبلی مشرب سے پیوستہ۔
(ابقاءُ المِننِ بِالْقَاءِ الْمِحَن: ص:٦٥)

ائمہ کا ادب

اور اگر خود کو محض سنی کہوں تو بھی بالکل سچ ہے۔ ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ مجتہدین کا محب اور خادم ہونے کی حیثیت سے اگر میں اپنے آپ کو ان میں سے کسی امام کی طرف منسوب کروں، تو بھی درست ہے۔ (ابقاءُ المِننِ بِالْقَاءِ الْمِحَن: ص:٦٨)

دورِ نبوت میں اقسام بیعت

عصر نبوت میں جو بیعت ماثور تھی، وہ کبھی ہجرت پر، کبھی جہاد پر، کبھی ادائے واجبات پر اور کبھی ترکِ کبائر پر ہوتی تھی۔
(ابقاءُ المِننِ بِالْقَاءِ الْمِحَن: ص:٧٦)

والد صاحب کے پیر بھائی کے بیٹے سے ملاقات

اقامت بھوپال کے زمانہ میں میں نے کتب صحاح وسنن پر کافی عبور حاصل کر لیا تھا۔ اور زرِ کثیر صرف کرنے کے بعد فقہ، سنت اور تفسیر کی بہت سی کتابیں حجاز، یمن، بصرہ اور دیگر ممالک سے منگوا کر جمع کر لی تھیں۔ اسی جگہ مولوی عبدالقیوم فرزند مولوی عبدالحئی مرحوم سے بھی ملاقات ہوئی، اُن کے باپ اور میرے باپ ایک ہی شیخ یعنی سیّد احمد بریلوی رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ انہی کے والد مرحوم مولوی عبدالحئی صاحب رحمہ اللہ سب سے پہلے ہندوستان میں علامہ شوکانی رحمہ اللہ کا رسالہ ''الدرر البہیہ مع فوائد مجموعہ'' سفر حج سے لائے تھے' اور انہوں نے امام شوکانی رحمہ اللہ سے بذریعہ تحریر علومِ شرعیہ کی سند اور اجازتِ روایت بھی حاصل کی تھی)

علامات عالم ربانی

میں نے انہیں خواب میں دیکھا تو انجام حال کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے مجھ سے کہا:
''ویسا حال نہیں دیکھا جیسا ہم سنتے تھے۔''

میں سلوک سبیل علم میں اپنے باپ، ان کے مشائخ اور اپنے شیوخ علم کے طریقہ پر چل رہا ہوں۔ ''قولِ جمیل'' میں عالم ربانی کے منجملہ آداب وعلامات میں سے یہ بھی لکھا ہے کہ علم تفسیر، حدیث، فقہ سنت وسلوک یعنی تصوف سنی، عقائد اور صرف ونحو کا درس دے اور کلام واصول اور منطق وغیرہ میں مشغول نہ ہو۔ مولانا عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس جگہ اصول کا کلام پر عطف تفسیری ہے۔ اس لیے کہ کلام کو اصول بھی کہتے ہیں۔ یہاں اصولِ فقہ یا اصولِ حدیث مراد نہیں۔

دوسری علامت یہ ہے کہ تلقین اشغال کرے، ایک وقت بیٹھ کر لوگوں پر توجہ دے، القاء سکینہ کرے کیونکہ اتمام حجت الٰہی استطاعت ممکنہ ومیسرہ کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ میسرہ میں صحبت رکھنا اور اشغال پر قولاً وفعلاً وتصرفاً بالقلب اُبھارنا داخل ہے۔

تیسری علامت یہ ہے کہ وعظ ونصیحت سے ان کی خبر گیری کیا کرے۔

Marfat.com

کے باوجود اپنی بداعمالیوں کا اعتراف ہے۔ میں اپنے کسی فعل بد کی تاویل نہیں کرتا اور نہ کسی نیک عمل پر اعتماد رکھتا ہوں۔ اگر رحمت الٰہی سے ناامیدی کفر نہ ہوتی تو میرے اتنے گناہ ہیں کہ ناامیدی میں کچھ شک نہیں۔

ورنہ من از طرفِ خویش بغایت دورم　　تو مگر از جہتِ رحمت خود نزدیکی

میں تہہ دل سے صحبت جہاں سے بیزار رہتا ہوں اور اہل علم سے میل جول کو دوست رکھتا ہوں۔ دل صرف یہ چاہتا ہے کہ صحبت میں ایسے لوگ ہوں جو مذاکرہ علم یا ذکر الٰہی کریں۔ (ابقاءُ الْمِنَنِ بِالْقَاءِ الْمِحَن: ص: ۱۰۲-۱۰۳)

سلاسل تصوف برحق ہیں

اگرچہ میں صوفیہ کے تمام طرق کو موصل الی اللہ سمجھتا ہوں۔ اور جملہ طرق کے مشائخ کو مانتا ہوں۔ لیکن میرے آباؤ اجداد، اساتذہ اور مشائخ کا طریقہ نقشبندیہ ہے گو اور طرق کی بھی اجازت حاصل تھی۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی بیعت نقشبندیہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ''قول جمیل'' میں سب طرائق کے اشغال واذکار لکھے ہیں اور وہ سب نہایت مختصر، مرغوب، محبوب اور مطلوب ہیں۔ میرے والد ماجد مرحوم نقشبندی تھے، میرے شیخ سنت قاضی محمد بن علی شوکانی یمنی رحمہ اللہ بھی نقشبندی تھے۔ جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب ''البدر الطائع'' میں اس کی صراحت کی ہے۔ اگرچہ کسی طریق کو بموجب ''قولِ جمیل'' کے کسی دوسرے طریق پر ترجیح نہیں دیتا ہوں، اور مغلوبین اور ماولین فی السماع وغیرہ کا انکار نہیں کرتا ہوں لیکن اپنے نفس کو اسی امر کا تابع رکھتا ہوں، جو سنت صحیحہ ومعروفہ سے ثابت ہے اور جس پر محققین اور راسخین فی العلم گزرے ہیں۔

خاندان بھر کی بیعت نقشبندیہ

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمہ اللہ کے توسط سے بواسطہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ میرے آباؤ واجداد بھی اصل میں سادات بخاری ہیں۔ اور اب تک یہ خاندان میرے وطن قدیم شہر قنوج میں ساداتِ بخاری کے لقب سے معروف ہے۔ یعنی جس طرح میرے علم ظاہری کا تعلق امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ تک پہنچتا ہے، اور آباؤ اجداد کا نسب سید جلال اعظم گل سرخ بخاری تک منتہی ہوتا ہے اسی طرح مشائخ طریقت بھی خواجہ نقشبندیہ بخاری رحمہ اللہ تک پہنچتے ہیں۔ میرا نام بھی صدیق ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمرہ میں زیر لوائے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محشور کرلے تو زہے سعادت!

طریقہ نقشبندیہ سے محبت واُنسیت

خلیفہ اوّل تک طریقہ کا یہ اتصال اویسیہ کہلاتا ہے۔ دوسری سند سے یہ طریقہ حضرت امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ تک بھی پہنچتا ہے۔ سواوّلاً میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ثانیاً حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما بن ابی طالب کی اولاد سے ہوں۔ وللہ الحمد!

مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ نے سب طرق میں سے طریقہ مجددیہ نقشبندیہ کو کیوں اختیار فرمایا

Marfat.com

ہے؟ انہوں نے جواب دیا اس لیے کہ

من ایں طریقہ را منطبق بر کتاب و سنت یافتم کہ ثبوت آں قطعی ست و الحمد للہ کہ تا ایں زماں ایں طریقہ از جمیع طرق بدعت محفوظ ست۔

''میں نے اس طریقہ کو کتاب وسنت کے مطابق پایا ہے جن کا ثبوت یقینی اور قطعی ہے۔ الحمد للہ! یہ طریقہ (نقشبندیہ) اس وقت تک بدعت کے تمام طریقوں سے محفوظ ہے۔''

جامی می فرماید۔ جامی کہتے ہیں:

قدرِ گل و مل بادہ پرستاں دانند
نے خود منشیاں و تنگ دستاں دانند

از نقش تواں بسوئے بے نقش شدن
ایں نقشِ غریب نقش بنداں دانند

(ابقاءُ المِنَنِ بِالْقَاءِ المِحَن: ص:۱۵۶-۱۵۷)

اہلیہ کی مغفرت کی بشارت

وفات کے بعد میں نے ۲۷ شوال ۱۳۰۱ھ کو انہیں خواب میں دیکھا کہ میرے حجرۂ خواب واقع محل سرکار میں آ کر میرے پلنگ پر بیٹھ گئی ہیں۔ میں نے پوچھا، مرنے میں بہت تکلیف ہوئی ہوگی؟ کہا: ''دو تین دن کا فاقہ ہوا اور کچھ نہیں''۔ میں نے پوچھا: ''قبر میں کچھ سوال وجواب ہوا؟'' کہا: ''مجھ سے کسی نے کچھ نہیں پوچھا'' میں نے کہا: ''اللہ نے تمہیں بخش دیا؟'' کہا: ''ہاں''۔ میں نے خیال کیا کہ ان کے کان کے نیچے جو ورم ہو گیا تھا۔ وہ خشک ہو چلا ہے اور وہ بہت خوش ہیں۔

(ابقاءُ المِنَنِ بِالْقَاءِ المِحَن: ص:۱۷۷-۱۷۸)

ائمہ کی بے ادبی کا الزام محض افتراء

رجماً بالغیب مجھ پر یہ طوفان بھی باندھا گیا کہ میں خدانخواستہ ائمہ اربعہ کے حق میں عموماً اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حق میں خصوصاً بے ادب اور نامہذب ہوں۔ حالانکہ یہ محض افتراء ہے، اس کی تکذیب کیلئے میرا رسالہ ''جلب المنفعۃ'' ہی کافی ہے۔ اگر میں ایسا ہوتا تو اپنی کتب میں ہرگز کسی حنفی مسئلہ کو ترجیح نہ دیتا، حالانکہ ''مسک الختام'' اور ''شروح تجریدات صحیحین'' وغیرہ میں بہت جگہ میں نے مذہب امام عالی مقام کو راجح لکھا ہے اور دوسرے مذہب کو مذہب مرجوح یا ضعیف یا مردود قرار دیا ہے۔ میں نے تو کسی کتاب میں بھی مقلدین مذاہب کے حق میں زبان قلم سے طعن وتشنیع کا کوئی لفظ نہیں نکالا چہ جائے کہ حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے حق میں کوئی نازیبا کلمہ استعمال کروں۔ سبحنک ہذا بہتان عظیم۔ (النور:۱۶)

میرا چاروں ائمہ فقہ، جمیع محدثین، جملہ علماء پاک دین کے حق میں اسی طرح کا اعتقاد ہے جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور تمام سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کے حق میں ہے۔ اگرچہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ خدا کے نزدیک ان کے تفاضل درجات کیا ہیں؟ میں ان سب کے حق میں بے ادبی کو سم قاتل اور زہر ہلاہل جانتا ہوں۔ میں بحمدہٖ تعالیٰ ان لوگوں میں سے نہیں ہوں کہ دنیا کے کتوں سے ڈر کر تقیہ کروں، اگر ایسا ہوتا تو آج مجھے ان آفتوں کا کیوں سامنا کرنا پڑتا، اور نہ میں ریاکار ہی ہوں،

Marfat.com

اس لیے کہ ریاکاری تو مال وجاہ اور عزت کے حصول کیلئے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے میرے حوصلہ وہمت سے بڑھ کر دے رکھا ہے، مجھے تحصیل مال سے کیا فائدہ؟ بے شک میں اس وقت تک کسی کی مجرد رائے اور اجتہاد کو نہیں مانتا جب تک کہ اسے دلیل سنت کے موافق نہ پاؤں، خواہ اس کا تعلق علم ظاہر سے ہو یا علم باطن سے۔ یہ طریقہ حلت وحرمت کے مسائل میں مطرد ہے۔ اور اصولِ عقائد میں متحد۔ رہے وہ امور جن کا تعلق ان دونوں اقسام میں سے کسی کے ساتھ بھی نہیں۔ وہاں میں معانی آیات و احادیث میں جملہ علماء اکابر، صلحا، اور ائمہ سلف کے اقوال واحوال پر اعتماد کرتا ہوں۔ خواہ علماء حنفیہ ہوں یا شافعیہ، حنابلہ ہوں یا مالکیہ، علماء صوفیہ ہوں یا مشائخ طریقت۔ عوام بلکہ خواص جہلا کا میرے متعلق یہ گمان کہ میں کسی عالم یا ولی اللہ کے حق میں بے ادب ہوں، بالکل گناہ محض ہے۔ ''ان بعض الظن اثم'' (الحجرات:۱۲)

وان الظن لا یغنی من الحق شیئا (النجم:۲۸) (ابقاءُ المِنن بِاِلقَاءِ المِحَن: ص:۱۹۲-۱۹۱)

تقلید میں راہ اعتدال

وحدت الوجود کا مسئلہ کتاب وسنت کے واضح اور صریح نصوص کی بنیاد پر بے شک وشبہ کفر بواح ہے۔ لیکن ہم متعین طور پر اس کے قائل اولیائے کرام کو خواہ وہ مغلوب تھے یا ماءُ وّل، کافر نہیں کہہ سکتے وقس علی ہذا۔ بلکہ اگر نظر غور سے دیکھا جائے کہ جو لوگ اتباع اور متبعین پر طعن یا سب وشتم کرتے ہیں وہ بڑی خطرناک حالت میں ہیں، اس لیے کہ یہ طعن درحقیقت شارع پر پہنچتا ہے۔ گو بعض افراد ان متبعین کے ریاکار یا خطاوار ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں بے ادبی کفر صریح ہے، اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دینے والا مرتد اور واجب القتل ہو جاتا ہے۔

تہمت وہابیت

عام رواج کے مطابق مجھ پر مذہب وہابیت کی تہمت بھی لگائی گئی، اور اسی تہمت کو جرمِ عظیم قرار دے کر حکام کے پاس شکایت کی گئی، حالانکہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمہ اللہ سے، جن کی طرف وہابیت منسوب ہے۔ کابراً عن کابرٍ، اباً عن جدٍ مجھے تلمذ یا ارادت کا تعلق نہیں ہے۔ سنا گیا ہے کہ وہ ایک حنبلی المذہب عالم تھے۔ ان کی تالیفات اس ملک میں مروّج نہیں ہیں۔ ہاں میں نے ان کی صرف ''کتاب التوحید'' دیکھی ہے۔ اس میں آیات اور صحاح ستہ کی احادیث کے سوا اور کچھ نہیں، نہ جہاد و قتال کا ذکر ہے، نہ کسی قیل وقال کا، توحید کے موضوع پر ان آیات واحادیث سے زیادہ آیات واحادیث تو مجھے خود معلوم ہیں۔ پھر ان کی تقلید کے کیا معنی؟ (ابقاءُ المِنن بِاِلقَاءِ المِحَن: ص:۱۹۳)

انکارِ ولایت کا الزام

بعض لوگوں کو یہ گمان ہے کہ میں اولیاء اللہ تعالیٰ کا معتقد نہیں ہوں، حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے، کیوں کہ ولایت خدا کا وجود کتاب وسنت دونوں سے ثابت ہے۔ اور وقوع کرامات پر بھی قرآن وحدیث دلیل ہیں۔ پھر انکار کے کیا معنی؟ بلکہ میرے کتاب خانہ میں کتب تفسیر وحدیث کے بعد سب سے زیادہ کتب علم تصوف اور طبقاتِ اولیاء کی ہیں۔ مثلاً: رسالہ قشیری مع شرح، احیاء العلوم،

Marfat.com

عربی واردو مع ملخص احیاء، عوارف، تعرف، طبقاتِ کبریٰ للشعرانی رحمہ اللہ اخبار الاخیار، مدارج السالکین اور قطر الولی وغیرہ۔

میں نے ان کتابوں سے بہت کچھ فائدہ حاصل کیا ہے، بلکہ اس باب میں میری اپنی تالیفات بھی موجود ہیں۔ مثلاً ''ریاض المرتاض''، مکارمِ اخلاق ترجمہ ریاض الصالحین، ''خیرۃ الخیرہ'' وغیرہ۔

تمام صوفیاء سچے متبع سنت تھے

صوفیہ صافیہ میں سے کوئی شخص کسی خاص مذہب کا مقلد نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کہا گیا ہے:

''الصوفی لامذھب لہ۔'' ''صوفی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا''

''احیاء العلوم'' اور ''فتوحاتِ مکیہ'' کو دیکھو کہ ان میں تقلید اختیار کرنے سے کس قدر تحذیر اور اتباع اختیار کرنے پر کس قدر تحریض ہے۔ سید الطائفہ حضرت جنید رحمہ اللہ نے جو یہ فرمایا ہے تو کوئی مبالغہ نہیں کیا۔

''طریقتنا ھذا مقیدۃ بالکتب و السنۃ۔'' ''ہمارا یہ طریقہ کتاب وسنت کے ساتھ مقید ہے۔''

سارے خلف وسلف مشائخ اسی قول وحال پر گزرے ہیں۔ بلکہ اکثر صوفیاء علم ظاہری میں ظاہری المشرب تھے۔ جیسے ابن عربی رحمہ اللہ وغیرہ اور بعض جو کسی مذہب کی طرف منسوب تھے تو وہ بھی بطریق تستر تھے، بطور تحقق نہیں، جیسے جیلانی رحمہ اللہ حنبلی کہلاتے تھے، تاکہ عامۃ الناس کے اعتراض سے محفوظ رہیں جو کہ جامد علی التقلید ہوتے ہیں۔ جنید رحمہ اللہ پر جب حقائق توحید کے بیان کی بابت اعتراض اور مواخذہ ہونے لگا تو وہ متستر بفقہ ہو گئے، اور سفیان ثوری رحمہ اللہ کے مقلد ہو کر فقیہہ مشہور ہو گئے۔

تصوف وسلوک کی حقیقت

تصوف وسلوک سے مراد مرتبہ احسان میں استقامت ہے نہ کہ کرامات اور کشوفات ورسوم کا اظہار کہ یہ نہ اصل مقصود ہیں، اور نہ وسائل مقصود، بلکہ مجاہدات اور ریاضات کے ثمرات ہیں۔ کسی کو یہ ثمرہ اس جگہ حاصل ہوتا ہے، اور راسخین فی العلم والعمل کو اُس جگہ ظاہر ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم سے کرامات کا صدور بہت کم ہوتا تھا۔ اور اولیائے خلف سے بہت زیادہ ظاہر ہوا حالاں کہ کوئی ولی، صحابی کے ادنیٰ مرتبہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اس مسئلہ پر ساری اُمت کا اجماع ہے۔ اگر ''اولیاء الرحمٰن'' اور ''اولیاء الشیاطین'' کے فرق کو سمجھنا ہو تو ''کتاب الفرقان'' کا مطالعہ کرو، اگر تصوفِ صافی ملاحظہ کرنا ہو تو ''مدارج السالکین'' دیکھو، اگر سلوک سنی منظور ہو تو ''ریاض المرتاض'' کفایت کرتی ہے۔ علاوہ ازیں اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی گئی لیکن اولیائے کرام کا انجام ہمیں معلوم نہیں وہ صرف خدا کو معلوم ہے کہ کس کا خاتمہ اچھا ہوا اور کس کا اچھا نہ ہوا۔ اپنا کشف اپنے حق میں یا کسی دوسرے کا کشف اپنے حق میں محل وخطا وصواب ہوتا ہے۔ اس لیے کہ کسی کے حق میں ہم جزم کے ساتھ حسن خاتمہ اور وجود جنت کے متعلق نہیں کہہ سکتے۔ اگرچہ ہر مسلمان صادق کے حق میں مغفرت کی اُمید رکھتے ہیں۔ پھر اولیاء کا کیا ذکر کہ وہ تو صفوہ الصفوہ، خیرۃ الخیرۃ اور نخبۃ النخبہ ہیں: ''جعلنا اللہ منھم و حشرنا فی زمرتھم تحت لوآء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم! (ابقاءُ المِنن بِالقَاءِ المِحَن: ص: ۲۰۰۔۲۰۲)

Marfat.com

حاسدوں کی طرف سے کچھ اور تہمتیں

حاسدوں اور دشمنوں نے کبھی وضاحت نسب کی تہمت لگائی، کبھی اختیارِ حرفہ کی اور کبھی سابقہ فقر و مسکنت کی۔ لیکن میں بحمدہٖ تعالیٰ ان سب عیوب سے پاک ہوں۔ اس لیے کہ میرے نسب میں بارہ ائمہ اہل بیت میں سے آٹھ تو متصل آتے ہیں۔ اور وہ سب ساری اُمت کے پیشوا تھے۔ پھر مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمہ اللہ سے لے کر آٹھ دس پشت تک ولایت و علم کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر بعض آباؤ اجداد کے پاس بے پناہ ثروت و دولت تھی۔ میرے باپ کے زمانہ سے پھر علم کا شغل غالب آیا۔ چنانچہ اس امامت، ولایت، امارت اور علم کے سوا میرے خاندان میں کسی نے کوئی حرفہ اختیار نہیں کیا۔ اگرچہ میرا اعتقاد ہے کہ حرفہ سب سے افضل کمائی اور رزق حلال وطیب ہے۔ اکثر انبیاء، صلحاء اور علماء امت صاحب حرفہ گزرے ہیں اور وہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے اور کتب عقائد میں لکھا ہے کہ

''ہاتھ کی کمائی مستحب ہے اور اس کا منکر بدعتی ہے۔''

لیکن اس جگہ اعدائے نامحمود کے عار کو دفع کرنا مقصود نہیں بلکہ امر واقع کا اظہار مقصود ہے۔ فقر مجھ پر یتیمی کی وجہ سے طاری ہوا تھا۔

الم یجدك یتیما فاوی ٥ و وجدك ضالا فهدی ٥ و وجدك عائلاً فاغنی ٥ (الضحیٰ:٦ تا ٨)

میں اس حالت میں بحمدہٖ تعالیٰ رسولِ ملت اور صلحائے اُمت کا ہم صفیر رہا۔ یہ کوئی عار و نار کی بات نہیں۔ ہماری ہستی آدم علیہ السلام سے لے کر اس دم تک ایک مشت خاک ہے۔ آدم علیہ السلام عصیان کے سبب کمالِ فقر و مسکنت کے ساتھ جنت سے نکلے تھے۔ یہاں تک کہ بدن کے کپڑے بھی نہ رہے، وہ بھی اتر گئے۔ ستر کو پتوں سے چھپایا تھا۔ یہی حال ہماری ماں حوا علیہا السلام کا تھا۔ اسی طرح سارے انبیاء و رسل علیہم السلام نے بھی فقر کو اختیار کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب فرعونِ لعین سے بھاگ کر چاہِ مدین پر آئے تو بالکل بھوکے، پیاسے اور محتاج تھے، انہوں نے فرمایا تھا: ''رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر'' (القصص:٢٤) ''یارب! میری طرف تو جو بھی بھلائی نازل کرے میں اس کی طرف محتاج ہوں۔''

اور ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے: ''اللھم اجعل رزق آل محمد قوتا'' (متفق علیہ، بخاری:٦٤٦٠۔ مسلم:١٢٦/١٠٥٥) ''اے اللہ! آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رزق کو قوت بنا دے۔''

قوت مقدار کفاف کو کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی درست نہیں کہ ہر فقیر خدا کا ممقوت اور ہر غنی اس کا محبوب ہوتا ہے بلکہ جسے اللہ دوست رکھتا ہے اسے دنیا سے اس طرح بچاتا ہے، جیسے ہم بیمار کو کھانے پینے سے بچاتے ہیں۔ (رواہ ابوسعید مرفوعاً)

بلکہ دنیا تو اہل اسلام و صلاح کی نسبت اہل کفر و فسق کو زیادہ ملتی ہے۔ یہ حالت لائق حقارت نہیں بلکہ قابل فخر ہے۔ ''حدیث حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ میں مرفوعاً آیا ہے، ''الا اخبر کم باھل الجنة کل ضعیف متضاعف لو اقسم علی اللہ لابرہ الا اخبر کم باھل النار کل عتل جواظ مستکبر۔'' (رواہ البخاری: ٤٩١٨ و مسلم: ٢٨٥٣/٤٦)

''کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ اہل جنت کون ہیں! ہر کمزور جو لوگوں میں کمزور سمجھا جاتا ہو۔ اگر اللہ پر قسم اٹھائے تو وہ اسے پورا کرے۔ کیا میں تمہیں آگ والوں کی خبر نہ دوں کہ وہ کون ہیں! ہر سخت خو، اکھڑ اور متکبر!''

Marfat.com

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے: انہ لیاتی الرجل العظیم السمین یوم القیمۃ لایزن عند اللہ جناح بعوضۃ۔ (رواہ الشیخان، بخاری: ۴۷۲۹۔ مسلم: ۲۷۸۵/۱۸)

''قیامت کے دن ایک بہت بڑا اور موٹا آدمی آئے گا۔ جس کا اللہ کے ہاں مچھر کے پر جتنا بھی وزن نہیں ہوگا۔''

اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''انما الغنی غنی القلب و الفقر فقر القلب'' (رواہ النسائی، مستدرک حاکم: ۴/۳۲۷۔ فتح الباری: ۱۱/۲۷۲) ''تونگری دل کی تونگری اور غریبی دل کی غریبی کا نام ہے۔''

یعنی تونگری بدل است نہ بمال۔ (ابقاءُ المِنَنِ بِالْقَاءِ الْمِحَن ص: ۲۲۳ تا ۲۲۵)

نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جنت کی بشارت

نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب زیادہ بیمار پڑے تو آپ کی صاحبزادی نواب صفیہ جہاں بیگم نے ایک معتمد ''کالے خاں'' کو کچھ تحفہ دیکر حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ کی خدمت میں دعائے صحت کیلئے بھیجا، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے براہِ راست نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط بھیجا، جس میں لکھا تھا کہ آپ ہرگز نہ گھبرائیں، آپ کیلئے قطعی جنت ہے۔ یہ خط نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دکھایا نہیں گیا۔ نواب نورالحسن خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس خط کو پڑھا تو بجائے افسردہ ہونے کے ہنسے۔ کیوں کہ اس خط میں گویا نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انجام بالخیر ہونے کی بشارت تھی۔ نواب نورالحسن خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور نواب علی حسن خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ دونوں حضرت مولانا کے مرید ہوگئے تھے۔ اوّل الذکر پر فقر بہت غالب تھا!

(منقول از ہفت روزہ ''الاعتصام'' ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۵۰ء بحوالہ ابقاءُ المِنَنِ بِالْقَاءِ الْمِحَن ص: ۲۵۲)

نواب صاحب مرحوم مجدد وقت تھے

کسی کے ذاتی و شخصی وصف منقصت یا کمال سے بحث کرنا چنداں ضروری امر نہیں ہے۔ مگر جب وہ ذاتی و شخصی وصف قومی وصف ہوجائے اور اس کا اثر ایک قوم پر پہنچے تو وہ وصف ذاتی و شخصی نہیں رہتا۔ اور اس سے بحث قومی ضروریات سے ہوجاتی ہے۔ مثلاً ایک شخص کسی کی نسبت شہادت دینا چاہتا ہے اور اس کے کلام کا اثر اس کی جان و مال پر پہنچنے والا ہے تو اس کے ذاتی چال و چلن سے بحث کرنا ضروری و قومی امر ہے۔ ایسا ہی اگر کوئی شخص کسی قوم کا رہنما و مقتدا ہے اور اس سے تمام لوگوں کی ہدایت یا ضلالت متصور ہے تو اس کے ذاتی حالات سے بحث کرنا ان لوگوں کا اعلیٰ فرض ہے جو قومی امور میں بحث کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اسی اصول پر محدثین نے سلف سے خلف تک حدیث کے راویوں اور دین کے اماموں کے حالات سے بحثیں کی ہیں۔ اور فن اسماء الرجال میں کتابیں لکھی ہیں۔ اور مؤرخین نے سلاطین زمان وغیرہ اعیان کے حالات میں تاریخیں تالیف کیں۔

اسی اصول پر ہم نے پرچہ سابق (نمبر ۴ جلد ۶) میں ایک مضمون بعنوان ''نواب صاحب بھوپال اور ان کی بابرکت تالیفات'' لکھا تو اس کے ضمن میں نواب صاحب ممدوح کی نسبت بلا اختیار یہ فقرہ مدحیہ قلم سے نکل گیا کہ ''نواب صاحب مرحوم کو بعض علماء نے اس صدی کا مجدد قرار دیا ہے۔'' (ابقاءُ المِنَنِ بِالْقَاءِ الْمِحَن ص: ۲۶۸۔۲۶۹)

Marfat.com

منصب مجدد کے نصوص سے دلائل

واضح ہو کہ یہ لفظ مجدد ایک حدیث نبوی ﷺ کا لفظ ہے جس کو ابوداؤد نے اپنی کتاب سنن میں روایت کیا ہے:

عن ابی هريرة فيما اعلم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الله يبعث لهذه الامة على راس كل مائة سنة. من يجدد لها دينها۔ (سنن ابوداؤد، ص: ۲۳۳، جلد: ۲، ح: ۴۲۹۱)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے **خدائے تعالیٰ اِس اُمت کیلئے ہر صدی پر ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو ان کے دین کو نیا کریں گے۔** (یعنی رواج دیں گے اور قائم کریں گے۔)

اس حدیث کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے گو اس کی تعیین مصداق میں ان کا اختلاف ہے۔ کوئی کسی کو اس کا مصداق بناتا ہے، کوئی کسی کو اور اس لفظ مجدد کے معنی سبھی یہاں بیان کرتے ہیں کہ جو سنت کو بدعت سے جدا کرے اور علم کو پھیلا وے اور بدعات و منکرات کو ہٹاوے یہ کسی نے نہیں کہا کہ مجدد وہ ہے جو نبیوں کی طرح معصوم ہو، اور کوئی خطا یا گناہ نہ کرے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے مرقاۃ الصعود شرح سنن ابوداؤد میں کہا ہے:

"حدیث کے حافظ اس حدیث کی صحت پر اتفاق رکھتے ہیں۔ ازاں جملہ حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے مدخل میں اس کی تصحیح کی ہے اور پچھلے اماموں سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی صحت بیان کی ہے اور فرمایا ہے کہ متقدمین نے بھی اس حدیث کے ذکر سے زبان ہلائی ہے۔ حاکم نے مستدرک میں ابن وہب سے اس نے یونس سے اس نے زہری (تابعی) سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ پھر کہا (زہری) نے فرمایا ہے کہ جب پہلی صدی کا خاتمہ ہونے لگا تو خدا تعالیٰ نے اس اُمت پر عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ (خلیفہ) کے وجود سے فضل کیا، یعنی پہلی صدی کا مجدد بنایا، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ زہری کا یہ قول بتارہا ہے کہ یہ حدیث تابعین کے زمانہ میں بھی مشہور تھی۔ اس میں اس کی سند کی تقویت پائی جاتی ہے۔ باوجودیکہ اس کی سند راوین کی جہت سے بھی قوی ہے۔ ابوجعفر نحاس نے کتاب ناسخ و منسوخ میں کہا ہے کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ (تبع تابعین) نے فرمایا ہے مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ خدائے تعالیٰ علماء سے ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا۔ جن سے دین کو قوت دے گا۔ میرے خیال میں یحییٰ بن آدم (محدث) ان میں سے ہے۔ ابوبکر بزار نے کہا ہے میں نے عبدالمالک سے سنا وہ کہتے ہیں میں احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا تھا۔ وہاں امام شافعی رحمہ اللہ کا ذکر چل پڑا تو میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ امام شافعی رحمہ اللہ کو اونچا کررہے تھے اور کہتے تھے کہ حدیث میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ اُس اُمت کیلئے ہر صدی پر ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو دین کو قائم کریں گے۔ سو پہلی صدی پر عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ہوئے اور مجھے امید ہے کہ دوسری صدی کے مجدد امام شافعی رحمہ اللہ ہوں۔ بیہقی نے دوسری سند سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ خدائے تعالیٰ ہر صدی پر ایسے لوگوں کو مقرر کرتا ہے جو لوگوں کو احکام دین سکھادیں اور آنحضرت کی حدیث سے لوگوں کا افترا ہٹادیں۔ ہم نے خیال کیا تو پہلی صدی میں عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور دوسری صدی میں امام شافعی رحمہم اللہ کو پایا۔ ایسا ہی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ہروی نے اور سند سے روایت کیا ہے۔ اس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت سے خدا ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو ان کو دین کی بات بتادیں۔"

Marfat.com

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے تجدید دین کے یہ معنی ہیں کہ وہ شخص سنت کو بدعت سے ممیز کرے گا اور علم کو پھیلا وے گا۔ اہل علم کی عزت کرے گا اور بدعت کی بیخ کنی کرے گا۔ اور اہل بدعت کی شوکت توڑے گا۔

تیسیر شرح جامع صغیر میں ھ: ان یجدد مفعول یبعث لھا ای لھذہ الامۃ دینھا ان یبین السنۃ من البدعۃ و یعز اھلہ و یقمع البدعۃ و یکسر اھلہ -(مرقاۃ)

اس حدیث میں مجدد سے مراد عام ہے ایک آدمی ہو یا کئی ہوں۔ وہ ہے جو سنت کی بدعت سے تمیز کرے اور اہل بدعت کو ذلیل۔

ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ:

ان اللّٰہ یبعث لھٰذا الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من رجلا او اکثر یجدد لھا دینھا ای یبین السنۃ من البدعۃ و یذل اھلھا قال ابن کثیر و یدعی کل قومٍ فی امامھم انہ المراد و الظاھر حملہ علی العلمآء من کل طائفۃ- (تیسیر شرح جامع الصغیر)

ہر ایک گروہ اس امر کا مدعی ہے کہ اس گروہ کا امام اس حدیث میں مراد اور اس کا مصداق ہے اور ظاہر یہ کہ سبھی گروہ کے علماء کو اس میں داخل سمجھا جاوے۔ (ابقاءُ المِنَنِ بِالْقَاءِ المِحَن: ص:۲۷۰ تا ۲۷۳)

معارف باطنی کیلئے بیٹے کو مرشد کے پاس بھیجنا

نواب صاحب مرحوم کے بیٹے سید علی حسن خاں رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ۱۳۰۵ھ میں حضرت والد محترم (نواب سید محمد صدیق حسن خاں رحمہ اللہ) نے ریاست کے اندرونی سیاسی تغیرات اور زمانہ کے روز افزوں انقلابات کو پیش نظر رکھ کر اور ''مباش ایمن از بازی روزگار'' عمل پیرا ہو کر از راہ دوریشیہ یہ ارادہ کیا، کہ شہر قنوج میں جو قدیم آبائی وطن ہے، بطور یادگار سلف اور مصالح آئندہ کے لحاظ سے ایک مکان ہم لوگوں کی سکونت کے لئے تعمیر کیا جائے اور ساتھ ہی اس کے ان کی دین پرستی اور معارف نوازی اس کی مقتضی ہوئی کہ جس طرح وہ مجھ کو دنیوی مال و متاع سے آسودہ حال دیکھتے ہیں اسی طرح وہ معارف باطنی کی دولت لازوال سے بھی میرے جیب و دامن کو مالا مال دیکھیں، اس لئے انھوں نے مجھ کو سفر قنوج کا ایماء کیا اور تعمیر مکان کو میری پسند و مرضی پر محمول کیا اور سرخیل صوفیائے عصر شیخ وقت حضرت مولانا شاہ فضل رحمن گنج مراد آبادی قدس سرہ العزیز کے شرف حضوری اور برکات انفاس سے مستفید ہونے کی طرف توجہ دلائی، چنانچہ تیئسویں ماہ جمادی الاول ۱۳۰۵ء کو دوشنبہ کے دن بھوپال سے روانہ ہو کر چہارشنبہ کے روز میں قنوج پہنچا اور اپنے جد بزرگوار حضرت سید علامہ مولانا اولاد حسن صاحب بخاری رحمہ اللہ خلیفہ حضرت مجدد عصر مولانا سید احمد صاحب بریلوی شہید قدس سرہ کے مزار پر انوار کی زیارت و فاتحہ سے شرف اندوز ہوا۔ نماز ظہر کے وقت باوجود غایت معذرت بعض مریدان و معتقدان خاص جد مرحوم کے اصرار سے مجبور ہو کر جد مرحوم کی مسجد قدیم میں مجھ کو امامت کرنی پڑی۔ فراغ نماز کے بعد حضرت جلال ثالث رحمہ اللہ و حضرت بالا پیر اور حضرت حاجی شریف زندانی رحمہ اللہ کی زیارت مزارات و فاتحہ خوانی سے مشرف ہوا۔ (بحوالہ: تراجم علمائے اہلحدیث ص ۲۶۸)

Marfat.com

طریقہ نقشبندیہ میں بیعت

پھر وہاں سے چوتھی جمادی الثانی کو گنج مراد آباد روانہ ہوا، جمعہ کے دن مغرب کے وقت وہاں پہنچ کر حضرت مرشدنا و مولانا مولوی فضل رحمن صاحب رحمہ اللہ کی خدمت اقدس میں باریاب ہوا، حضرت طہارت گاہ سے برآمد ہو کر حجرہ کی صحنچی میں وضو کر رہے تھے، مجھ کو دیکھ کر فرمایا کہ حضرت عالمگیر رحمہ اللہ اپنے پیر کے پاس تنہا اور پیدل جایا کرتے تھے اور حضرت عمر اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں بہت دور سے پیادہ پا آیا کرتے تھے اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ میں وضو کرتا ہوں تم دیکھتے جاؤ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی طرح وضو کیا کرتے تھے۔ غرض جب وضو اور نماز سے فارغ ہوئے تو ایک حاضر الوقت صاحب سے میرے متعلق فرمایا کہ یہ امیر آدمی ہیں، ان کو احمد میاں کے گھر میں ٹھہراؤ۔ تھوڑی دیر میں جناب احمد میاں صاحب خود آ کر مجھ کو اپنے مکان پر لے گئے، رات بھر وہاں قیام رہا، صبح کو نماز فجر کے بعد پھر مجھ کو حضرت شاہ فضل الرحمان صاحب گنج مراد آبادی رحمہ اللہ کے دیدار فائض الانوار سے مستفیض ہونے کا موقع ملا اور میں نے ان کے **دستِ شریعت وطریقت پناہ پر طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی**، قریباً نصف ساعت سے زائد حضرت مراقب رہ کر مجھ کو اپنی توجہ اور ہمت باطنی سے مستفید فرماتے رہے، اس کے بعد سر اٹھا کر اپنی زبان فیض ترجمان سے بیتابانہ عشق کے لہجے میں فرمانے لگے، ''اپنے پیا پر تن من واروں جو واروں سو تھوڑا رے'' اس وقت برق و روح کے اتصال اور جذبات اور تجلیات کے باہمی امتزاج سے میرے دل پر جو ایک پر سرور والہانہ وجدانی کیفیت طاری تھی، اس کو لفظوں میں ادا کرنا میرے لئے قطعاً ناممکن ہے۔

لطیفہا کہ بہ لفظ و بیان نمی گنجد توچوں فرشتہ زغیب آمدی و داگفتی

بہرحال اس کے بعد حضرت بہت سے اشعار فارسی اور اردو اور ہندی کے دلکش انداز اور پر تاثیر لہجہ کے ساتھ ساتھ پڑھتے رہے ان میں سے صرف یہ دو شعر مجھ کو یاد رہ گئے۔

پروانہ نیستم کہ بہ یکدم عدم شوم شمعم کہ جان گدازم ودم برنیا درم

در کنز وہدایہ نتواں یافت خدارا بر صفحہ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

(بحوالہ کتاب: تراجم علمائے اہلحدیث ص ۲۶۸، از: مولانا امام یحییٰ خاں نوشہروی رحمہ اللہ)

قارئین! یہاں تک آپ نے نواب سید صدیق حسن خاں علیہ الرحمہ، انکے بیٹوں اور انکے اساتذہ کے متعلق پڑھا۔ ہر صفحے پر عشق، معرفت، مرشد، بیعت، مراقبہ، سلاسل تصوف کا بیان، ائمہ دین رحمہم اللہ کا ادب، تصوف کا دفاع وغیرہ وغیرہ بکھرا ہوا ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ حضرت نواب صاحب رحمہ اللہ کا خاتمہ بالایمان ہونے کی شہادت بھی موجود ہے اور کتاب و سنت کے سچے خادم ہونے پر انکی دو سو تیس تصانیف گواہ ہیں۔ ان سب براہین کو جمع کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ تصوف غلط نہیں، ہمارے سمجھنے میں غلطی ہے۔ پھر اس سے اگلی غلطی یہ کہ آج کا اہل حدیث اپنی غلطی کی اصلاح کرنے کی کوشش بھی نہیں کرتا۔ چلیں آپکو ایک نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمل بتاتا ہوں، اسکے کرنے سے ان شاء اللہ آپ کے اوپر حق واضح ہو جائے گا۔ جماعت اہل حدیث کے مایہ ناز مصنف مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نفس کے شر سے بچنے کیلئے

Marfat.com

ہمیشہ اللہ جل شانہ کی پناہ چاہی ہے (و نعوذ باللہ من شرور انفسنا) اسی طرح سب کو بھی یہی تعلیم دی ہے کہ اللہ جل شانہ سے پناہ مانگو۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمران رضی اللہ عنہ کے باپ حصین رضی اللہ عنہ سے، انکے اسلام لانے سے پہلے پوچھا کہ تم کتنے معبودوں کی عبادت کرتے ہو؟ اس نے کہا، سات معبودوں کی۔ چھے زمین میں اور ایک آسمان میں۔ فرمایا سب سے زیادہ کس پر امید رکھتے ہو اور سب سے زیادہ کس سے ڈرتے ہو؟ اس نے کہا، اس ذات سے جو آسمان میں ہے۔ فرمایا اے حصین" اگر تم اسلام قبول کرتے، تو میں تم کو دو ایسے کلمات سکھاتا جو تمہیں فائدہ دیتے۔ جب حضرت حصین رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو عرض کیا، جن دو کلمات کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا، اب سکھا دیں۔ فرمایا، کہو" اَللّٰھم اَلْھِمنِی رُشْدِی وَاَعِذْنِی مِن شَرِّ نَفسِی" (اے اللہ! میری ہدایت میرے جی میں ڈال دے اور میرے نفس کی برائی سے مجھے دور رکھ)۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا سکھا کے ہدایت کا سمندر کوزے میں بند کر دیا۔ (بحوالہ: خطبہ رحمۃ للعالمین۔ ص ۱۸۸) قارئین! اگر ایک صحابی رسول رضی اللہ عنہ کو حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں بھی اس دعا کی ضرورت ہے، تو آج قربِ قیامت کے فتنوں بھرے دور میں ہمیں کتنی مرتبہ یہ دعا مانگنی چاہئے؟ خود سوچیں کہیں **تصوف کا مسلسل انکار کرنے کے پیچھے نفسانی خباثتیں تو کارفرما نہیں؟** کہیں ہم شریعت کو طبیعت کے مطابق لے کر تو نہیں چل رہے؟ کہیں اتباع سنت اور دین کی روح "کیفیتِ احسان" سے بچنے کیلئے ہم نے جان بوجھ کر خود کو کسی کامل بزرگ سے دور تو نہیں رکھا ہوا؟ (از؛ مرتب)

(23) شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی حفظہ اللہ تعالیٰ

مریدِ عاشق: حضرت میاں محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ

بانی: جامعہ الدراسات الاسلامیہ مغلپورہ لاہور

قارئین! زیر نظر شخصیت مولانا عبدالرشید صاحب مجاہد آبادی حفظہ اللہ کے حالات و واقعات پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کے ایک ایک لفظ سے مرشد کا عشق ٹپک رہا ہے۔ حضرت مولانا اسحاق بھٹی مرحوم نے انکے متعلق اپنی کتاب دبستان حدیث میں چند اوراق وقف فرمائے تھے۔ بعد میں اسی مضمون کو "مندر سے مسجد تک" کا عنوان دیکر ایک مکمل کتاب شائع کر دی گئی۔ مولانا عبدالرشید صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ و بارک اللہ فی حیاتہ اپنی عمر کی ۹ دہائیاں مکمل کرنے کو ہیں اور ان سطور کے لکھنے تک الحمد للہ بقید حیات ہیں۔ ابھی بھی خطبہ جمعہ خود ہی ارشاد فرماتے ہوئے لوگوں کے دلوں میں تصوف کی سچائی، روحانیت کا نور، مرشد کی ضرورت، انکی دعاؤں کی اہمیت اور عشق الٰہی کی آگ منتقل کر رہے ہیں۔ مولانا اسحاق بھٹی صاحب رحمہ اللہ کیساتھ راقم کی اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ ایک دن از راہ مذاق فرمانے لگے کہ مولانا عبدالرشید بھی ہمارے پرانے یار ہیں۔ انکی رہائش تو بہت دور کوہ قاف میں ہے میرا جب بھی ان سے ملاقات کو جی چاہتا ہے تو وہ گاڑی پہ بیٹھ کر خود تشریف لے آتے ہیں۔ کبھی کبھار گاڑی بھیج کر مجھے بھی اپنے پاس بلا لیتے ہیں۔ آئیں اب شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید صاحب حفظہ اللہ کیساتھ کچھ دیر ہم بھی اصلاحی تعلق قائم کرتے ہیں۔ (از: مرتب)

Marfat.com

صحبت مرشد کے فوائد

جب مولانا عبدالرشید حفظہ اللہ کی پڑھائی کا آغاز ہوتا ہے، تو قاعدہ یسرنا القرآن ان کے ہاتھ میں پکڑا دیا جاتا ہے اور وہ اسے پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ میاں محمد باقر رحمہ اللہ (شاگرد رشید حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ) اس لڑکے کے استاد بھی ہیں، مرشد بھی ہیں اور مربی بھی ہیں۔ وہاں انہوں نے بڑا فیض پایا۔ میاں صاحب رحمہ اللہ کو دیکھ کر، ان کی باتیں سن کر اور ان کی مجلس میں بیٹھ کر دل کی دنیا بالکل بدل گئی۔ رات کو جاگنے اور تہجد پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ قلب میں اللہ کی یاد کا جذبہ ابھرا، طبیعت مختلف اوقات کے وظائف کی طرف راغب ہوئی۔ اللہ سے رشتہ تعلق مضبوط ہوا، نماز میں حضور و سرور کی کیفیت پیدا ہوئی۔ نماز مغرب کے بعد چھ نفل (صلوٰۃ اوابین) پڑھنے کی عادت پڑی۔ پھر **معاملہ یہاں تک پہنچا کہ دل اللہ کی یاد سے تڑپنے لگا اور آنکھوں سے آنسو ابلنے لگے**۔ ایک دفعہ اسی قسم کی کیفیت طاری تھی، ہچکی بندھی ہوئی تھی اور اس کی آواز حلق سے باہر آ رہی تھی کہ ایک شخص قائم دین نے اس حالت میں انہیں دیکھ لیا اور اپنی علاقائی پنجابی زبان میں کہا: ''ایہ چھوہر جیہڑا ساڈے درس وچ آیا ہے، ایہ تاں مڑا پنیاں پچھلیاں نوں روندا رہندا اے''۔ (یعنی یہ لڑکا جو ہمارے مدرسے میں داخل ہوا ہے یہ تو اپنے عزیز و اقارب کی یاد میں ہی روتا رہتا ہے، یہاں کس طرح رہ سکے گا۔)

یہ بات مولانا عبدالرشید حفظہ اللہ نے سنی اور میاں صاحب رحمہ اللہ کو بتائی تو انہوں نے فرمایا کہ اب قائم دین اس قسم کی کوئی بات کرے تو اسے کہنا کہ مجھے تو پیدا ہی اللہ سے ڈرنے اور اس کی یاد میں رونے کے لیے کیا گیا ہے۔ انسان جتنا اس سے ڈرے گا اور جس قدر اس کی یاد میں آنسو بہائے گا، اللہ تعالیٰ اتنا ہی اس سے خوش ہوگا اور دنیا و آخرت میں اسے کامیابی عطا فرمائے گا۔ نیکی میں اضافے اور گناہوں کے ختم ہونے کا اصل ذریعہ یہی ہے کہ انسان پر ہر وقت اللہ کا خوف طاری رہے اور وہ اپنا سر اس کے سامنے جھکائے رکھے۔ اس کی آنکھوں سے بھی اس کے آثار ظاہر ہوں اور اس کا دل بھی اس سے لرزتا رہے۔ (دبستان حدیث ص ۵۰۵)

میرے مرشد، مربی و ہادی

موضع ڈھلیانہ سے سند فراغت حاصل ہوئی، پنجاب یونیورسٹی سے فاضل عربی کا امتحان بھی پاس کیا۔ گوہڑ نزد پتوکی، ضلع قصور کے ایک بزرگ حاجی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ تھے جو پرہیزگاری اور صالحیت میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ ان کو اپنی بیٹی کا رشتہ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ تحصیل علم اور شادی کے بعد قدرتی طور پر مولانا عبدالرشید حفظہ اللہ کو ذریعہ معاش کی فکر لاحق ہوئی۔ چنانچہ یہ پھر اپنے پرانے محسن میاں عبدالحق ایم ایل اے کے پاس گئے، جو اس زمانے میں منٹگمری (ساہی وال) میں سکونت پذیر تھے، ان سے کسی آبرومندانہ ملازمت کے لیے کہا۔ انہوں نے ساہیوال کے ایک ہائی سکول میں بہ طور عربی ٹیچر ان کی تقرری کرا دی۔ اس وقت ان کا قیام اپنے سسرال کے گھر موضع گوہڑ میں تھا۔ ساہیوال سے گوہڑ آئے اور اپنے سسرال والوں کو ملازمت کی خوش خبری سنائی۔ ظاہر ہے انہیں اس سے بہت مسرت ہوئی ہوگی۔ دوسرے دن انہوں نے وقت مقررہ پر سکول میں حاضر ہونا اور تدریس کا آغاز کرنا تھا۔ لیکن وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ اللہ کی مشیت کے بغیر انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کے تمام منصوبے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ اللہ کا فیصلہ تمام منصوبوں پر غالب آ جاتا ہے۔ ''ان اللہ علی کل شئی قدیر'' مولانا عبدالرشید حفظہ

Marfat.com

اللہ اس دن کو یاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے مرشد و مربی حضرت میاں محمد باقر رحمہ اللہ بہت باکمال انسان تھے۔ مجھ سے پوچھو..... کہ ان کا کیا مقام ہے۔ آج سے 60 سال پہلے 1953ء میں جب میں ساہیوال میں عربی ٹیچر لگ گیا۔ میری تقرری کے آرڈر آچکے تھے۔ میں اس کی تحقیق کرنے کیلئے مجاہد آباد سے ساہیوال جانے کیلئے سائیکل پر سوار ہو کر نکلا۔ ادھر حضرت میاں محمد باقر رحمہ اللہ جو تاندلیانوالہ کے قریب جھوک دادو میں رہتے تھے انہیں پتہ چل گیا کہ میرا مرید ایسے ایسے جارہا ہے۔

پتوکی کے قریب پہنچ کر مجھے پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی۔ میں نے سائیکل ایک طرف کھڑی کر کے تھوڑا دور جا کے حاجت پوری کی اور جب ہاتھ وغیرہ دھو کے واپس مڑا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سائیکل کے قریب میرے شیخ میاں محمد باقر رحمہ اللہ موجود ہیں اور بیٹھ کر اپنا جوتا ٹھیک کر رہے ہیں۔ میرے دل میں شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ تجھے روکنے آئے ہیں ان کے قریب نہ جا اور چپکے سے اپنی سائیکل پکڑ کر اپنی راہ لے۔ میں نے اپنے آپ کو ملامت کیا کہ اوہ کمینے انسان! آگے بڑھ۔ سامنے تیرے شیخ رحمہ اللہ ہیں۔ میں آگے بڑھا اور عرض کی السلام علیکم! فرمایا وعلیکم السلام ''بھرا کدھے چلیا ایں'' او بھائی کہاں جارہے ہو؟ میں نے عرض کی کہ حضرت! میری تقرری ہوگئی ہے، میں عربی ٹیچر لگ گیا ہوں، اس لیے ساہیوال جارہا ہوں۔ فرمایا **''میری بات سمجھو تو تم جہنم میں جارہے ہو''**۔ بس ان کی یہ بات دل میں بیٹھ گئی اور ساری شیطانیت ختم ہوگئی۔ اس قسم کی باتیں انہوں نے تفصیل سے کیں اور خدمت دین کے سلسلے میں کئی حدیثیں سنائیں۔ اس وقت مولانا عبدالرشید کی بیوی اسلام پور میں تھیں۔ دونوں وہاں پہنچ گئے۔ میاں صاحب رحمہ اللہ نے ان کو بھی وعظ کیا، وہ بھی ان کی بات ماننے پر مجبور ہوگئیں۔ (دبستان حدیث ص ۵۱۰، ۵۱۱)

کرسی پر منبر کو ترجیح

بعد میں مولانا حفظہ اللہ فرمایا کرتے تھے، اگر بالفرض میں چلا بھی جاتا تو ساری عمر ''ماء، لحم، ارض، سماء'' پانی، گوشت، زمین، آسمان، روٹی وغیرہ پڑھاتے ہی گزر جانی تھی۔ انہوں نے مجھ پر یہ عظیم احسان کیا اور میرے رب نے کروایا کہ ہم نے اسے ہندو سے مسلمان کیا ہے، اب ہم نے اسے کرسی پر نہیں بیٹھنے دینا بلکہ منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بٹھانا ہے۔ اللہ نے میرے شیخ رحمہ اللہ کو اس کا سبب بنا دیا۔ جب اللہ کسی کا بھلا چاہتا ہے تو اس کیلئے اسباب مہیا کر دیتا ہے۔ کہاں جھوک دادو اور کہاں پتوکی۔ میرے شیخ رحمہ اللہ وہاں سے تشریف لائے۔ میں نے ایک بار ان سے عرض کی میاں جی! اگر میری کوئی نیکی **اللہ کے ہاں قبول ہو رہی ہے تو وہ آپ رحمہ اللہ کے نامہ اعمال میں لکھی جارہی ہوگی**، کیونکہ آپ رحمہ اللہ مجھے یہاں لائے تھے۔ اگر میں ادھر چلا جاتا تو زیادہ سے زیادہ پروفیسر لگ جاتا اور کیا ہوتا؟ یہاں تو میں قرآن و حدیث پڑھاتا ہوں، اس عظیم کام کے پیچھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے کہ یا اللہ اس بندے کو تر و تازہ اور ہرا بھرا رکھ جس نے میری حدیث یاد کی اور آگے پہنچا دی۔ اسے موسم خزاں سے ہمیشہ بچائے رکھ۔

صوفیاء اسلاف کا قابلِ رشک خاتمہ

مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ نے تریسٹھ برس میں پہنچ کر کلمہ پڑھتے ہوئے وفات پائی، انکے والد مولوی رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ نے نماز کی حالتِ سجدہ میں اور دادا حافظ نظام الدین خادم رحمۃ اللہ علیہ نے حالتِ رکوع میں اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔

(بحوالہ: تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

روح کی تازگی

ہماری روح ہری بھری ہے اگرچہ بظاہر کمزور ہیں کیونکہ ہمارے پیچھے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا ہے۔ روح کو ہرا بھرا رکھنے کیلئے رزق حلال ہو، صدق مقال ہو اور شرم وحیاء والی آنکھ ہو۔ بندے کی خلوت اور جلوت ایک جیسی ہو اور بندہ اندر باہر سے ایک جیسا ہو، تب جا کے روح کی تازگی نصیب ہوتی ہے۔ یہ نہ ہو کہ ہاتھی دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور، گنگا گئے تو گنگا رام، جمنا گئے تو جمنا داس، بغل میں چھری اور منہ میں رام رام نہ ہو۔

کہاں گئے یہ آپس کے روابط.....؟

(مولانا عبدالرشید اسلام پوری اور حافظ عبدالرشید گوہڑوی) کو مزید تعلیم کیلئے مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے لاہور میں جامعہ اشرفیہ میں داخل کرا دیا تھا۔ جامعہ اشرفیہ کے مہتمم اس زمانے میں مفتی محمد حسن صاحب مرحوم تھے جو مولانا غزنوی کے والد محترم حضرت امام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے اور مولانا کا اپنے استاذِ عالی قدر کے فرزند گرامی ہونے کی وجہ سے بے حد احترام کرتے تھے، مولانا بھی ان سے بہت اکرام سے پیش آتے تھے۔ (دبستان حدیث ص ۵۱۲)

خشیت ومعرفتِ الٰہی کے پیکر

قارئین کرام مولانا عبدالرشید کی زبانی بھی چند باتیں ملاحظہ فرمالیں۔

دار العلوم تقویۃ الاسلام کے ناظم ومہتمم حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ نہایت زیرک، انتہائی فہیم، دوراندیش، فصاحت و بلاغت کے امام اور اللہ کا بہ کثرت ذکر کرنے والے تھے۔ قعدہ کی شکل اختیار کر کے ذکر الٰہی میں مشغول ہوجاتے تھے۔ دار العلوم کی بالائی منزل میں سکونت پذیر تھے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے منتخب امیر تھے اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔

میں نے ان کے مدرسے (دار العلوم تقویۃ الاسلام، شیش محل روڈ لاہور) میں بارہ سال تک پڑھایا ہے۔ میں تو پڑھا کر واپس آجاتا تھا، طلباء بتایا کرتے تھے کہ مولانا اوپر والی منزل میں نماز تہجد ادا کرتے تھے تو دعا میں مولانا کی چیخیں نیچے والے ہال میں سنی جاتی تھیں اور صبح فجر کے بعد مسلسل دو گھنٹے تشہد کی حالت میں بیٹھ کر ذکر الٰہی کرتے رہتے۔ بسا اوقات فجر کے وقت اگر کوئی طالب علم بیدار نہ ہوتا تو سید صاحب رحمہ اللہ اوپر والی منزل سے ہی پانی کے چھینٹے مارتے تو سب جاگ جاتے۔

میرے شیخ ومرشد کا رعب وجلال

سید صاحب رحمہ اللہ کا رعب اور جلال بہت زیادہ تھا۔ میرے وہ شیخ تھے اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ سید صاحب رحمہ اللہ کا چہرہ کیسا تھا؟ تو میں نہیں بتا سکتا، وہ بہت زیادہ ذاکر تھے اسی لیے ان کی شخصیت میں ایک عجیب رعب ودبدبہ تھا۔ بعض اوقات جب وہ بچوں کو پڑھا کر فارغ ہوجاتے تو کوئی طالب علم فارغ وقت میں اخبار لیکر بیٹھ جاتا لیکن اگر سید صاحب رحمہ اللہ سامنے سے گزرتے تو ان کی تعظیم میں بچے اخبار نیچے کرلیا کرتے تھے۔

اللہ کی محبت کا چراغ

یہ جو رعب وجلال ہے۔ یہ روپے پیسوں سے حاصل نہیں ہوتا۔ یہ تو اللہ کے ساتھ یاری لگانے سے حاصل ہوتا ہے۔ جب

Marfat.com

تک انسان کے اندر اللہ کے عشق کا چراغ نہ جلے اور ’’اوہدی محبت دے بھانبڑ نہ مچن‘‘ تب تک کام نہیں بنتا اگر خود کوئی ٹھنڈا ہو تو وہ دوسروں کو آگ کیسے لگا سکتا ہے۔

12 سالوں میں کسی ننگے سر والے کو نہیں دیکھا

میں نے 12 سال ان کے مدرسے میں پڑھایا وہاں کسی کو بھی اور کبھی بھی نماز میں ننگے سر نہیں دیکھا۔ حتیٰ کہ بازاروں سے آنیوالے بھی ننگے سر نہیں ہوتے تھے، چہ جائیکہ کوئی استاد یا طالب علم ننگے سر نماز پڑھے۔ ننگے سر والا وہاں نماز پڑھ سکتا ہی نہیں تھا۔ کیا مجال تھی کہ کسی نے ننگے سر نماز پڑھی ہوں۔

میری عمر اس وقت 82 سال ہو گئی ہے، جب سے مجھے سید صاحب رحمہ اللہ کی صحبت نصیب ہوئی‘ اس وقت سے آج تک میں نے کبھی ننگے سر نماز نہیں پڑھی۔ گھر میں شاید کوئی پڑھی ہو لیکن مسجد میں کبھی نہیں۔ الحمد للہ ننگے سر رہنے کو دل ہی نہیں کرتا۔ ہمارا تو یہ حال ہے کہ جب دنیادار لوگوں کے پاس جائیں تو پہن پہنا کے جائیں لیکن یہاں مسجد میں ٹوپی نیچے پھینک کے نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ اگر کوئی ننگے سر گلی میں سے بھی گزر جاتا تو اس کیلئے گزرنا مشکل ہوتا تھا۔ اس وقت اتنی شرم و حیا تھی، اب تو شرم و حیاء کا جنازہ ہی نکل گیا ہے۔

احادیث کا ادب

ایک دفعہ سید صاحب رحمہ اللہ مؤطا امام مالک طلبا کو پڑھا رہے تھے کہ ضلع لاہور کے ڈپٹی کمشنر ملاقات کے لیے آئے اور خاموشی کے ساتھ بیٹھ گئے۔ درس سے فراغت کے بعد سلام دعا ہوئی تو مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ **میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث پڑھا رہا تھا۔ حدیث کی عظمت کے پیش نظر دوران تدریس آپ سے کوئی بات نہ کر سکا۔** ڈپٹی کمشنر صاحب نہایت خوش ہوئے۔ سید صاحب رحمہ اللہ دارالعلوم میں امامت کیلئے کسی کو مقرر فرما دیتے تھے۔ خود نماز نہ پڑھاتے تھے۔ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ان کے معمولات میں شامل تھا۔ (دبستان حدیث ص ۵۱۴، ۵۱۵)

اللہ جل شانہ کیساتھ قلبی تعلق

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ دشمنوں نے مجھے قید کروا دیا اور میری منقولہ و غیر منقولہ جائیداد ضبط کر لی لیکن میرے دل کے اندر ایک اور جائیداد اور دولت ہے جس پر وہ قبضہ نہیں کر سکتے۔ اگر وہ تلواریں لے کر اس دولت کو نکال سکتے تو انہوں نے اس بھی گریز نہیں کرنا تھا لیکن چونکہ ایسا نہیں ہو سکتا اس لیے قید خانے میں رہنے کے باوجود بھی میری قلبی تاریں اللہ کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا قول

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا ایک قول ہے کہ اگر ہمارے علماء کے پاس مال نہ ہوتا تو وقت کے بادشاہ انہیں ناک صاف کرنے والا رومال ہی بنا لیتے اور انہیں ہر جائز و ناجائز مقصد کیلئے استعمال کرتے۔ لیکن اللہ کا احسان ہے کہ اس نے انہیں مال بھی دیا ہے تاکہ ان کا دین قائم رہے۔

Marfat.com

استغفار کی اہمیت

شیخ ابن قیم رحمہ اللہ کو کسی نے پوچھا کہ میں سبحان اللہ پڑھوں یا استغفار کیا کروں اس میں افضل کام کونسا ہے۔اس عالم دین نے جواب دیا کہ کپڑے میلے ہوں تو خوشبو لگانے سے الٹا بدبو پیدا ہوگی لیکن اگر اجلے، صاف ستھرے اور دھلے ہوئے ہوں، ان کی میل اتری ہوئی ہو تو خوشبو لگانے سے وہی کپڑا مہک اٹھے گا۔ گناہ کر کر کے بندے کا دل داغ دار اور کالا سیاہ ہو جاتا ہے اسے پہلے استغفار کے صابن سے پاک کر کے اجلا کپڑا بناؤ، پھر سبحان اللہ پڑھو تاکہ تاثیر پیدا ہو۔ سورہ نوح کی روشنی میں **استغفار کے ثمرات یہ ہیں کہ اگر جیب خالی ہو تو اللہ اسے بھر دے گا اگر گود خالی ہو تو اللہ اسے بھر دے گا۔**

حافظ محمد یحییٰ صاحب عزیز محمدی رحمہ اللہ ایک بات اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جب بندہ اللہ اکبر کہتا ہے تو بندے کا کام تعریف کرنا ہے، لیکن وہ پہلے یہ مسنون دعا کیوں پڑھتا ہے "اللهم باعد بيني وبين خطاياي......" حالانکہ اس دعا میں تعریف تو ہے نہیں، اصل میں اس لیے پڑھتا ہے کہ میں گناہ کر کر کے پلید ہوا پڑا ہوں۔ جب میں نے خود کو تول کر دیکھا تو سوچا پہلے گناہ تو صاف کرواؤں، کہیں یہ نہ ارشاد ہو جائے کہ پہلے اپنی زبان تو پاک کر کے آ، پھر ہماری تعریف کرنا۔ آگے اسی دعا میں فرمایا "ونقني من الخطايا......" اس میں صرف سفید کپڑے کا نام اس لیے آیا کہ کالے کپڑے پر داغ کا پتہ نہیں چلتا، جبکہ سفید کپڑے پر ایک چھوٹا سا دھبہ بھی نظر آتا ہے۔ پھر فرمایا: "اللهم اغسل خطاياي . . ." یہ اس لیے فرمایا کہ گناہوں کی میل دھل جائے۔ حالانکہ میل تو گرم پانی سے دور ہوتی ہے، لیکن یہاں ٹھنڈے پانی کا سوال کیا جا رہا ہے وہ اس لیے کہ میں گناہ کر کر کے جہنم کے انگارے بنا بیٹھا ہوں تو ٹھنڈے پانی سے انہیں ٹھنڈا کر دے۔

دعا بعد الصلوٰۃ مولانا سلفی کا معمول

مولانا محمد اسماعیل سلفی نور اللہ مرقدہ بھی ہر فرض نماز کے بعد دعا کرواتے تھے۔ اللہ کی شان کہ ایک دن گوجرانوالہ میں موا کی مسجد میں ایک ایسے عالم دین آ گئے جو نماز کے بعد دعا کے قائل نہیں تھے۔ مولانا رحمہ اللہ نے انہیں ظہر کی نماز پڑھانے کے مصلے پر کھڑا کر دیا۔ اب لوگوں نے آپس میں چہ مگوئیاں شروع کر دیں کہ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے جس آدمی کو مصلے پر کھڑا ہے وہ تو نماز کے بعد دعا مانگنے کے قائل ہی نہیں ہیں۔ جب یہ دعا نہیں کرائیں گے تو لوگوں میں بدمزگی پھیل جائے گی۔ مو سلفی رحمہ اللہ بہت دانا تھے۔ بلکہ سید داؤد صاحب رحمہ اللہ تو یہ فرماتے تھے کہ جب کوئی بندہ ایک مسئلہ بیان کرے تو اس پاس 70 من عقل ہونی چاہیئے کیونکہ "پا جانے ہر کوئی تے ٹمکا جانے کوئی کوئی" سرمہ تو ہر کوئی لگا لیتا ہے لیکن جچتا کسی کو۔ مولانا رحمہ اللہ کو پتہ تھا کہ انہوں نے دعا نہ کرائی تو مسجد میں فتنے کا خطرہ ہے انہوں نے سلام پھیرتے ہی ایک رقعے پر لکھوا فلاں آدمی بیمار ہے آپ اس کیلئے دعا کروا دیں۔ ان صاحب نے جب رقعہ پڑھا تو فوراً کہنے لگے کہ بھئی دعا مانگو اللہ بیمار شفاء دے دے۔ ہم نے تو سب کو ہی نماز کے بعد دعا کرتے دیکھا ہے۔ میرے شیخ حضرت میاں محمد باقر رحمہ اللہ وقت تھے وہ ہر نماز کے بعد دعا مانگتے تھے۔

Marfat.com

کیا امام مسجد مخلص ہیں؟

مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ سے ہم نے حدیث کی کتاب پڑھی۔ وہ فرماتے تھے کہ جو امام مسجد پانچوں نمازیں پڑھاتا ہو لیکن تہجد گزار نہ ہو، وہ مخلص نہیں ہے، اگر چہ وہ پانچوں نمازوں کی امامت کروا رہا ہے۔ اگر وہ مخلص ہوتا تو اس نے تہجد بھی پڑھنی تھی۔ اب اس لیے نہیں پڑھ رہا کہ نمازوں کی امامت کروانا تو اس کا روزگار ہے اور تہجد پڑھنے کے اسے پیسے نہیں ملنے۔

منحوس نیکی اور مبارک گناہ

اس دن میں پڑھ رہا تھا کہ منحوس ہے وہ نیکی جو بندے کو غرور کیطرف لے جائے اور مبارک ہے وہ گناہ جو بندے کو توبہ کی طرف لے جائے۔ اس نیکی کو کیا کرنا جس سے بعد میں بندے میں اکڑ پیدا ہو جائے اس سے تو گناہ ہی اچھا تھا، جس نے پکڑ کے بندے کا دماغ سیٹ کر دیا کہ ''بندے کا پتر بن جا اور سچی توبہ کر لے'' یہ گناہ اچھا ہے جس نے توبہ کروا دی، وہ نیکی جس نے بندے کے اندر غرور پیدا کیا، وہ تو اسے جہنم میں لے جائے گی۔

حب جاہ کا بھیڑیا

ہر بندے کا اندر باہر ٹھیک ہونا چاہیے ورنہ وہ فراڈیا ہے۔ جب بھی کسی مولوی کو کوئی چیز مارے گی تو وہ حرص اور جاہ و مرتبت کی خواہش مارے گی کہ میرا نام لیا جائے **کچھ لوگوں کو دین کی بات سن کر اتنا وجد نہیں آتا جتنا اپنی تعریف سن کر آتا ہے** آج تک جس طرح کے مقرر، خطیب اور واعظ ہیں کیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی آسکتا ہے؟۔ محدثین نے ہر قسم کے باب قائم کیے ہیں، کتابوں میں تو باب الحلوہ تک کا ذکر آ گیا ہے کہ میٹھی چیز پسند فرماتے تھے۔ لیکن یہ باب کیوں قائم نہیں کیا گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تقریر سن کر سبحان اللہ کے نعرے لگاتے تھے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ تقریر کیا کرتے تو لوگ کہتے واہ شاہ جی! لیکن جب انگریز انہیں گرفتار کرنے آیا تو لوگ کہنے لگے جاؤ شاہ جی ہم آپ کے ساتھ نہیں ہیں۔ حدیث کا مفہوم ہے کہ میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہونگے جن کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہونگی لیکن دل انکے خنزیر جیسے ہونگے یعنی اوپر سے بھیڑ ہونگے اور اندر سے بھیڑیے، بھیڑ تو حلال ہے جب کہ بھیڑیا حرام۔

علوم لدنی کا چشم دید واقعہ

اللہ جب راضی ہو جاتا ہے تو جو باتیں کتابوں میں بھی نہیں لکھی ہوئیں، اللہ پاک ان باتوں کا اپنے اس بندے کو القاء کر دیتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ جو عالم باعمل ہوگا اس پر اللہ پاک ان باتوں کا الہام کرتا ہے جو کتابوں میں بھی نہیں لکھی ہوئیں۔ اسی لیے ایسے اعمال یا وظائف جو اہل اللہ لوگوں کو دیتے ہیں ان کی دلیل نہیں مانگنی چاہیے۔ میں نے ایک بار مجاہد آباد میں ایک خطبہ جمعہ کے دوران کہا کہ جس بندے کی دعا قبول نہ ہوتی ہو وہ اپنی ماں کا جوتا سر پہ رکھ کے دعا مانگے، اس کی دعا قبول ہوگی ان شاء اللہ اور ساتھ یہ بھی کہا کہ اہل حدیثو! یہ میرے دل کی آواز ہے مجھ سے دلیل نہ مانگنا کہ اس کا قرآن یا حدیث سے ثبوت پیش کرو۔ اس مجلس میں نذیر احمد حلوائی نام کا بندہ بھی درس سن رہا تھا اسے کوڑھ کا مرض لگ گیا تھا۔ کچھ دن بعد

Marfat.com

وہ آ کر کہنے لگا کہ حضرت صاحب میں نے آپ کا درس سنا تھا چونکہ مجھے کوڑھ کا مرض تھا میں علاج کروا کروا کر مایوس ہو چکا تھا کیونکہ ڈاکٹروں نے مجھے لاعلاج قرار دے دیا تھا لیکن جب آپ کی بتائی ہوئی ترکیب کے مطابق تہجد کے وقت میں نے اپنی ماں کا جوتا سر پہ رکھ کر دعا مانگی تو اللہ پاک نے مجھے شفاء دے دی اب میں آپ کے سامنے بھلا چنگا بیٹھا ہوں۔ میں نے اسے جواب دیا کہ اصل میں تو نے اپنی ماں کے جوتے کو سلام کیا تھا رب نے تجھے سلامتی عطا کر دی۔

ماں کی خدمت، نفلی عبادت سے افضل

ایک بار میں نے اپنے سامعین سے یہ بھی کہا کہ ایک بندہ تہجد پڑھتا رہے اور ایک بندہ رات کے وقت اپنی ماں کے پاؤں دبائے شاید اس تہجد پڑھنے والے کو اتنا ثواب نہ ملا ہو جتنا ماں کی خدمت کرنے والے کو ملے گا۔ جس بندے کے والدین فوت ہو چکے ہوں اگر وہ چاہتا ہے کہ اسے اتنا ہی فیض ملے جتنا والدین کی زندگی میں ملتا تھا تو اسے چاہیے کہ اپنے والدین کیلئے کثرت سے دعا کرے۔ جب اللہ پاک دیکھے گا کہ یہ اپنی والدہ اور والد کا اتنا احساس کرتا ہے تو فرمائے گا، ٹھیک ہے ہم اسے نواز دیتے ہیں۔

والدین کی ناراضگی کا وبال

میرے پاس ایک بندہ آیا جو ماں باپ کی بہت بے ادبی کرتا تھا اور اس کے والدین اس سے ناراض ہو کر ہی اس دنیا سے چل بسے۔ پہلے وہ لکھ پتی تھا لیکن اب وہ اجڑ گیا ہے۔ ایک دن میرے پاس آ کر کہنے لگا کہ میرا سارا کاروبار برباد ہو گیا ہے گھر میں تنگدستی کا راج ہے کیا اس کا کوئی حل نکل سکتا ہے۔ میں نے اسے کہا تو کوئی وظیفہ نہ پڑھ، کوئی ذکر نہ کر، بس ہر وقت چلتے پھرتے اپنے ماں باپ کے لئے دعائے مغفرت کرتا رہ، انشاء اللہ تعالیٰ تیرا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ لیکن بدقسمتی سے وہ ابھی تک اس ... ہوا ہے اور ابھی تک محروم ہے۔

ماں کی بددعا کا اثر

ایک مشہور کتاب ''البدایہ والنہایہ'' میں ایک واقعہ حضرت جریج رحمہ اللہ کا ہے جو بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ لیکن نماز میں مصروفیت کی وجہ سے ماں کی بات نہ سن سکے، ماں نے بددعا دی کہ جا تو اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کسی بدکار عورت کا چہرہ نہ دیکھ لے۔ اور ماں کی بددعا حضرت جریج رحمہ اللہ کو لگ گئی۔ اس واقعے کے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر اس کی ماں کے منہ سے یہ بات نکل جاتی کہ تو زنا کر کے مرے گا تو اس نے زنا کر کے ہی مرنا تھا کیونکہ ماں کی بددعا قبول ہوتی ہے، بیڑا غرق ہو جاتا ہے اس بندے کا جس کے دل میں ماں باپ کے لئے میل آ جائے۔

باادب بانصیب بے ادب بے نصیب

ہمارے دلوں میں تو حسد، بغض ایک دوسرے سے نفرت، بڑوں کی بے ادبی اور تذلیل پیدا ہو چکی ہے، ہم ذکر سے خالی ہو چکے ہیں، ہم نے تو صرف توحید کو اٹھا رکھا ہے۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ ایک بات فرمایا کرتے تھے کہ بریلوی باادب اور بے ایمان، اہل حدیث بے ادب اور باایمان جبکہ دیوبندی باادب اور باایمان ہوا کرتے ہیں۔ یہ بات تو ماننی پڑے گی کہ ہمارے

Marfat.com

اندر ادب ختم ہو چکا ہے، میری ایک بات کو غور سے سن لو جتنی دیر تک اپنے خطیب یا واعظ کے ساتھ سامعین کا دل صاف نہ ہوگا اتنی دیر تک اس کی باتیں انہیں نفع نہیں دیں گی، وہ تمام نفع بخش باتوں سے محروم رہیں گے کیونکہ ان کے دل میں فساد ہی فساد ہے۔ جس طرح قرآن میں ارشاد ہے "اذا جاءک المنافقون . . ." کہ ان کے پاس صرف قول ہی قول ہے دل میں کچھ نہیں ہے۔ بھلا منافقین کی پٹاری میں ایسا کونسا سانپ تھا جسے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں نہیں چھوڑا۔ سنو۔۔۔! جس کے چہرے پر بڑی سی سفید داڑھی ہو، پیشانی پہ محراب اور دیکھنے سے یہ محسوس ہوتا ہو کہ یہ جنت البقیع سے اٹھ کر آیا ہے لیکن اگر اس کے دل میں کھوٹ ہو تو اس کے پیدا ہونے کا ہی کوئی فائدہ نہیں۔ اس سے بہتر تھا کہ اس کی ماں اسے جنم ہی نہ دیتی۔ ہو عالم دین اور ہو دوغلا۔۔۔۔! یہ کیسے ممکن ہے؟

نفس کا دھوکا

چند دن پہلے میں نے کہا کہ ہم علماء تقریر کرتے ہیں تو لوگ سن کر کہتے ہیں سبحان اللہ، علماء کے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ پتا نہیں میں کہاں پہنچ گیا ہوں جو میری سبحان اللہ ہو رہی ہیں۔ عرش سے آواز آتی ہے کہ اے مولوی ذرا خیال کر بات تو ہماری ہو رہی ہے، ذکر بھی ہمارا کیا جا رہا ہے، تو کیوں اترا رہا ہے ذرا اپنی بات کر کے تو دیکھ مسلسل چار گھنٹے بھی کرتا رہے گا تو ایک بار بھی کوئی سبحان اللہ نہیں پڑھے گا۔ **ہمارا حال تو یہ ہے کہ خود کبھی گھر میں بیٹھ کر چاہے ایک بار بھی سبحان اللہ نہ پڑھا ہو لیکن لوگوں سے کہتے ہیں کہو سبحان اللہ۔** کبھی اکیلے رب سے بیٹھ کر کہا کرو چاہے میں بیٹھا ہوں یا چل رہا ہوں بس ہر حال میں تجھے اچھا لگوں۔ اگر تجھے ہی اچھا نہیں لگتا لوگ مجھے اچھا کہتے رہیں تو کیا فائدہ مجھے تو تیری تصدیق چاہیے۔

بڑے در کے فقیر بن جاؤ......!

جو نمائشی مولوی ہوتے ہیں انہیں اگر لوگوں کی طرف سے گاڑی مل جائے تو اللہ پاک فرماتے ہیں کہ اگر تو نے ہمیں کہا ہوتا تو نہ جانے کتنی گاڑیاں دے دیتے۔ فقیر فقیر سے مانگے تو مزہ نہیں آتا "انتم الفقراء الی اللہ......" فقیر فقیر سے کیوں مانگے۔ کوئی چھوٹا فقیر ہے کوئی بڑا فقیر ہے فرق تو بس اتنا ہی ہے نا؟ آج کل کہا جاتا ہے کہ میں حسین رضی اللہ عنہ کا فقیر ہوں۔ میں نے ایسے ایک بندے کو کہا کہ تو جن کا فقیر ہے وہ بھی اللہ کے فقیر ہیں، ان کے ابا جان حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اللہ کے فقیر ہیں، ان کی اماں جان حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور نانا جان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کے فقیر ہیں۔ جب سبھی اللہ کے فقیر ہیں تو پھر ہمیں بھی اسی کے در کا فقیر بن جانا چاہیے۔ کہو: اللہ میں تیرے دروازے کا فقیر ہوں مجھے اپنے دروازے سے خالی اور نامراد نہ لوٹانا۔

اہل اللہ ہستیوں کا اعزاز

جب قبر میں سوالات کیے جاتے ہیں اور بندہ ان کا جواب دے دیتا ہے تو آسمان سے فوراً آواز آتی ہے اے فرشتو! تم نے پوچھ تو لیا ہے بس کرو میرے یار کو چھوڑ دو، آرام کرنے دو، اس نے سچ کہا ہے، اب تو ہر طرف دکھاوا ہی دکھاوا ہے۔ شاید اتنی خنزیروں سے نفرت نہ کی جاتی ہوگی جتنی ریاکاروں اور شہرت پسندوں کی جاتی ہے لیکن جو اس کا بن جائے پھر وہ جبرائیل سے

Marfat.com

فرماتا ہے "انی احبہ" فلاں گلی میں فلاں گھر میں ہمارا ایک یار رہتا ہے، میرا اس کے ساتھ پیار پڑ گیا ہے، تم بھی اس کے ساتھ پیار کرو پھر ہر طرف آسمانوں اور زمین میں اعلان کر دیا جاتا ہے کہ اللہ اسے خود اپنا یار کہہ رہا ہے اور دیکھنا جس نے میرے ولی سے دشمنی کی پھر ہم کہتے ہیں کہ اے میرے دوست اب تو خاموش رہ اب اس کا جواب ہم خود دیں گے۔ اصحاب کہف کی مثال ہمارے سامنے ہے جنہیں فرمایا گیا تم سوئے رہو۔ جب تمہاری کروٹیں بدلنے کا وقت آئے گا تو یہ کام بھی ہم خود ہی کریں گے تا کہ آنے والی نسلوں کو پتہ چلے کہ جو ہمارا یار بنتا ہے پھر ہم اس کا اس طرح خیال رکھتے ہیں۔

تزکیہ نفس کی ضرورت واہمیت

اب تو تزکیہ نفس کرنا کروانا لوگ پاگل پن سمجھتے ہیں۔ حافظ محمد یحییٰ صاحب عزیز میر محمدی نور اللہ مرقدہ ہمارے یار تھے۔ میاں محمد باقر رحمہ اللہ کے بعد میں سب سے زیادہ متاثر انہی سے ہوں۔ انہوں نے ایک دن فرمایا کہ جنتی بیٹھا ہوا ہوگا تو اللہ پاک فرمائے گا کہ فلاں دن تم نے فلاں گناہ کیا تھا؟ وہ کہے گا یا اللہ آپ نے بخشا نہیں۔ اللہ پاک فرمائے گا کہ بخشا ہے اسی لئے تو یہاں ڈیرا لگائے بیٹھا ہے! اگر اللہ پاک ہم سے پیار کرتا ہی نہیں، تو ہماری کیا اوقات، اگرچہ بے شمار کوٹھیاں ہوں، لاتعداد گاڑیاں ہوں، لوگ کہیں کہ واہ واہ،،، لیکن سارے جہان سے مانگتا رہے گا، اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہوگا۔

فقیری کیا ہے؟

مولانا تھانوی رحمہ اللہ سے **کسی نے پوچھا کہ فقیری کیا چیز ہے۔ فرمایا: لوگوں سے توڑ لینا اور اللہ سے جوڑ لینا**۔ اختلاط مع الانام کم ہونا چاہیے، میں بھی لوگوں سے کہا کرتا ہوں کہ اگر اکیلے رہنے سے گھبراتے ہو تو بتاؤ قبر میں کس کو ساتھ لے کر جاؤ گے وہاں تو اکیلے ہی جانا پڑے گا نا!۔ اس وقت ہر طرف علم بہت زیادہ ہے مگر جو علم رب سے تعلق بننے کے بعد ملتا ہے وہ کسی کتاب سے حاصل نہیں ہوتا۔ ہم نے صرف رفع الیدین کو مسئلہ بنایا ہوا ہے، اگرچہ ہمیں خود کرنا نہ آتا ہو۔

ہمارے بڑوں کا تسبیح استعمال فرمانا

ہمارے بڑے (اسلاف) تو سارے ہی تسبیح پڑھتے تھے۔ میرے شیخ حضرت میاں محمد باقر رحمہ اللہ کے ہاتھ میں ہر وقت تسبیح رہتی تھی۔ سید صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ میں بھی تسبیح ہوتی تھی۔ ساری باتیں چھوڑ دو اگر تسبیح ہاتھ میں رکھنا منع ہے تو پھر جب حرمین شریفین میں جائیں تو وہاں کی دکانوں پر تو چار، چار، پانچ پانچ ہزار دانوں والی تسبیح بھی مل جاتی ہے۔ بلکہ وہاں کی تسبیح تو بڑی معتبر سمجھی جاتی ہے وہاں کے علماء نے پھر فتوے کیوں نہیں دیئے کہ تسبیح ہاتھ میں رکھنا ناجائز ہے۔ اللہ معاف فرمائے بس! ہمارے اندر خشکی بہت زیادہ ہے۔

امام وخطیب کا ادب

میں نے ایک جمعہ پڑھایا لوگوں کی عادت ہے کہ جمعے کے بعد کوئی مصافحہ کرتے ہیں کوئی گلے ملتے ہیں کوئی ماتھے پر بوسہ دیتے ہیں اور کوئی کندھے پر بوسہ دیتے ہیں۔ ایک نو وارد آیا اور کہنے لگا کہ کیا جمعے کے بعد بغل گیر ہونا سنت ہے؟ جو بھی

Marfat.com

آتا ہے بغل گیر ہوتا ہے۔ میں نے اسے جواب دیا سوہنے میری کوئی ڈیمانڈ نہیں ہے کہ مجھ سے مل کے جایا کرو۔ لیکن جو مجھے ملے گا میں بھی اسے ملوں گا۔ خود جا کے نہیں بلکہ جو کوئی بھی آ کے مجھ سے بغل گیر ہو تو لازمی مجھے بھی ہونا پڑے گا۔ کہنے لگا پھر آپ مجھے بھی گلے ملنے دیں۔

توحید، ادب سکھاتی ہے

ہمارے اندر خشکی بہت ہے۔ ذکر تو ہم کرتے ہی نہیں ہم تو صرف فتوے لگاتے ہیں اور ہر وقت ایک دوسرے کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں۔ سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ توحید کا سب سے پہلا زینہ ادب ہے۔ جس بندے کے اندر ادب نہیں اس میں توحید کس چیز کی ہے؟ توحید تو ادب سکھاتی ہے۔ ارے جس کے اندر ادب نہیں وہ بھی کوئی بندہ ہے۔

مرشد کے ادب کا حدیث جبریل سے ثبوت

جب جبریل علیہ السلام لائے تو گھٹنے ٹیک کر نبی علیہ السلام کے سامنے بیٹھ گئے اور اپنے دونوں ہاتھ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رانوں پر رکھ دیے پھر سوالات پوچھے اور اپنے اس عمل سے آنیوالی نسلوں کو بتا دیا کہ اپنے شیخ کے سامنے اس طرح باادب ہو کے بیٹھو۔

فیض حاصل کرنے کا طریقہ

پہلے دور کے علمائے کرام اور صوفیائے کرام رحمہم اللہ کے دل پاک اور صاف ہوتے تھے۔ میں نے کل جمعے کے خطبے میں ایک بات کہی کہ بکری بھی گھاس کھاتی ہے اور ہرن بھی لیکن ایک مینگنیاں دیتی ہے دوسرا کستوری حالانکہ گھاس ایک ہے۔ شہد کی مکھی بھی پھول پہ بیٹھتی ہے اور بھڑ بھی، لیکن ایک کے اندر شہد بنتا ہے دوسرے میں زہر، اسی طرح گنے کو بھی پانی وہی لگتا ہے۔ اور بانس کو بھی، لیکن ایک کے اندر رس بھرا ہوتا ہے اور دوسرا خالی ہوتا ہے۔ میں نے کہا: مجھے مینگنیاں دینے والی بکری نہیں چاہیے۔ نہ ہی بھڑ اور بانس چاہیئے۔ آئے ہو تو گنا بن کے آؤ، شہد کی مکھی بن کے آؤ تا کہ تمہیں کچھ مل جائے نہیں تو فائدہ نہیں ہوگا۔ ایسے ہی بے کار آتے رہو گے جب تک بیان کرنے والے کیساتھ عقیدت نہ ہو تب تک فیض نہیں ملتا۔

بدگمانی تو زہر ہلاہل کی طرح ہے

اسی خطبے میں یہ بات بھی بیان کی کہ ایک مرتبہ رات کے وقت اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا تشریف لائیں۔ واپسی پہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں چھوڑنے جا رہے تھے جب راستے میں 2 انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا تو فرمایا ٹھہر جاؤ! (مفہوم ہے کہ) انہوں نے عرض کی۔ حکم فرمایئے؟ فرمایا "ھذہ صفیہ بنت حیی زوجتی": یہ میری بیوی صفیہ ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ ہمیں کیوں بتا رہے ہیں؟ (مفہوم) فرمایا، شیطان بڑا پاپی ہے، اس نے تمہارے دل میں بات ڈالنی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مصلے اور منبر کیا کہتے ہیں ہم نے خود نہیں پرائی عورت کے ساتھ دیکھا ہے۔ جب شیطان یہ بات ڈال دیتا تو تم میرے فیض سے محروم رہ جاتے مجھے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن تمہارا بیڑہ تباہ ہو جائے گا۔ اس لیے میں نے تو تمہیں بچالیا ہے تا کہ تم کہیں شکار نہ ہو جاؤ۔ اب جو میں بیان کروں گا وہ تمہارے دل میں داخل ہو گا کیونکہ تمہارا ذہن میرے متعلق ٹھیک ہے۔

Marfat.com

بڑے پن سے بچنا

محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے شاگرد رشید تھے انہوں نے اپنی کتاب ''قیام اللیل'' میں لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک دن فرمایا کہ یا اللہ! جتنا میں نے آپ کا ذکر کیا ہے، اتنا آج تک کسی نے نہیں کیا ہوگا۔ یہ بات میں سنی سنائی نہیں کر رہا بلکہ میں نے خود کتاب میں پڑھا ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا کہ فلاں جگہ ایک مینڈکی کے پاس جائیں وہ آپ کو بتائے گی۔ جب وہ اس مینڈکی کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے ساتھ بات کی تو مینڈکی کہنے لگی کہ حضرت صاحب آپ نے ایک رات لگا کے اللہ پاک سے کہہ دیا لیکن میں جب سے پیدا ہوئی ہوں میری زبان کبھی بھی اللہ کے ذکر سے خالی نہیں رہی، اس ذات کا حق ادا کون کر سکتا ہے۔

قلب پہ محنت کی ضرورت

جس کے اندر غرور آ گیا تو میری بات یاد رکھنا! جس کی گردن میں کبر کا سریا داخل ہوا پڑا ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے تب تک نہیں مارنا جب تک اس کا سریا نہ نکال دے اور اسے ذلیل ورسوا کر کے اس کی گردن نیچے نہ کر دے۔ یوں فرمایا: ''اللھم اجعلنی فی عینی صغیرا و فی اعین الناس کبیرا . . .'' یا اللہ جب میں خود کو ٹٹولوں تو خود کو ذرہ سمجھوں لیکن لوگ مجھے پہاڑ سمجھیں۔ اللہ میرے اندر کا مولوی باہر کے مولوی سے بہتر بنا دے، ویسے باہر بھی میرا اچھا کر لیکن جو چیز تو نے دیکھنی ہے وہ خوبصورت ہو۔ ایک دن میں سوچ رہا تھا کہ ہم کپڑے اس لیے استری کرتے ہیں کہ لوگ دیکھیں گے لہٰذا اس کی سلوٹیں دور کر لیں۔ اللہ فرماتا ہے جو چیز لوگوں نے دیکھنی ہے اس پہ تو سلوٹ برداشت نہیں کرتے مگر جو چیز میں نے دیکھنی ہے اس میں کبھی غور ہی نہیں کیا کہ کتنے بل پڑے ہوئے ہیں۔ کہیں حسد کے بل، کہیں بغض کے اور کہیں عناد کے بل، بتاؤ کبھی چوروں کے گھر بھی چراغ جلے ہیں جو مولوی غدار، بے ایمان، خائن، دھوکے باز اور فراڈیا ہو، ہر وقت پیسہ پیسہ کرتا ہو بھلا وہ بھی کوئی انسان ہے۔

اولیاء بھی فضل کے محتاج ہیں

محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ ایک مرتبہ ذکر میں مصروف تھے، اچانک آواز آئی ''اے عبدالقادر ہم تجھ پہ راضی ہیں جا آج سے تیری سب فرض نمازیں معاف''۔ شیخ نے فوراً '' لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم . . .'' پڑھا اور سوچا: فرض نمازیں تو انبیاء کو بھی معاف نہیں ہوئیں، یہ ضرور شیطانی چکر ہے۔ یہ پڑھنا تھا کہ وہ سارا نور کا ہالہ ختم ہو گیا اور پھر آواز آئی کہ میں نے ستر ولیوں کی نماز اس طرح چھڑوائی ہے تو اپنے علم کی وجہ سے بچ گیا۔ شیخ نے فوراً فرمایا: اپنے علم کی وجہ سے نہیں، اللہ کے فضل کی وجہ سے بچا ہوں۔ بات تو فضل پہ ختم ہوتی ہے۔

عاجز بندہ کیا کر سکتا ہے......!

کون بات کر سکتا ہے اگر ایک چھوٹا سا آبلہ منہ میں بن جائے تو بولتی بند ہو جاتی ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے کہ اب بول کے دکھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے جب بیٹا پیدا ہونے کی نشانی پوچھی تو فرمایا گیا کہ مسلسل تین دن رات میرا ذکر کرو گے تو زبان

Marfat.com

چلے گی لیکن دنیاوی باتوں کیلئے زبان نہیں چلے گی۔ پھر ایسا ہی ہوا، متواتر تین دن رات اللہ کے ذکر کیلئے تو ان کی زبان چلتی رہی لیکن دنیاوی بات نہیں کر سکے۔ معلوم ہوا کہ زبان پہ بھی اللہ کا قبضہ ہے۔ یہ بات نہیں کرنی چاہیے کہ میں آیا ہوں تیرے دربار پہ بلکہ احسان تو اس کا ہے جس نے تیری ٹانگوں میں طاقت پیدا کر کے تجھے اپنے دربار میں کھڑا ہونے کی توفیق بخشی۔

نعمتوں کی قدردانی

فرمایا: اگر کوئی بندہ اللہ کی نعمتیں کھائے مثلاً کسی نے مچھلی کھائی تو کھانے کے بعد کہنے لگا کہ مجھے مزہ نہیں آیا اس وقت مچھلی زبان حال سے کہتی ہے اللہ نے جس دن مجھے پیدا کیا تھا اسی دن مجھے القاء کیا گیا تھا کہ ہم نے تجھے ابن آدم کے فائدے کیلئے بنایا ہے۔ تو نے مجھے شکار کیا میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا، تو نے میرے ٹکڑے ٹکڑے کیے میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا، تو نے مجھے آگ کے سپرد کیا تب بھی کوئی اعتراض نہیں کیا، اب تو مجھے کھا کر ناشکری کر رہا ہے اس پہ مجھے تو کوئی اعتراض نہیں لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ کل قیامت کے دن رب کہے تیرے پیدا کرنے کا بھی مجھے مزہ ہی نہیں آیا تو پھر کیا کرو گے۔ اگر اللہ نے ہی تجھے رد کر دیا تو پھر کونسی ایسی عدالت ہے جہاں تیری شنوائی ہوگی۔

اہل اللہ کا مقام اور قبر سے جنتی خوشبو

جب ہم شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کا جنازہ پڑھ کے فارغ ہوئے تو گوجرانوالہ کے کچھ احباب میرے پاس بیٹھ گئے اور پوچھنے لگے کہ اس جنازے کے بارے میں آپ کے کیا تاثرات ہیں۔ میں نے کہا میرا گمان تو یہ ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا ہوگا "اے نور پوری، میں نے تجھے تو بغیر جنازے کے ہی بخش دیا ہے ہاں جن لوگوں نے تیرا جنازہ پڑھا ہے ہم نے انہیں معاف کر کے ان کا کام بھی سنوار دیا ہے"۔ نیت کی اصلاح بہت ضروری ہے امام بخاری رحمہ اللہ کی اصلاح نیت کی وجہ سے ان کی قبر کی مٹی سے تین دن تک خوشبو آتی رہی۔ مزہ تو اس وقت ہے کہ قبر کی مٹی ہمارے وجود کے ساتھ لگنے سے خوشبودار ہو جائے۔ میری خوش قسمتی ہے کہ میرے مسلسل دو سال حضرت میاں محمد باقر رحمہ اللہ کی صحبت میں گزرے۔ میرے پیر و مرشد بھی وہ تھے، میرے مربی اور استاد بھی وہ تھے، الحمدللہ، اللہ پاک نے میرا سب سے پہلا استاد ایسے شخص کو بنایا، جن کا دل صاف تھا اور جن کی نظر پاک تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی صالحیت کا عکس مجھ پر پڑتا تھا۔

(24) حضرت میاں محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ (جھوک دادو)

مرید: حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

شاگرد خاص: حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

قارئین! بہت کم لوگوں کے علم میں ہوگا کہ پاکستان میں سب سے پہلے خواتین کا مدرسہ ایک اہل حدیث شخصیت حضرت میاں محمد باقر علیہ الرحمہ (جھوک دادو ضلع فیصل آباد) نے جاری کیا تھا، جو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرشید صاحب مجاہد آبادی

Marfat.com

حفظہ اللہ (بانی ومدرس جامعہ الدراسات الاسلامیہ، مغلپورہ لاہور) کے مرشد اور استاد ہیں۔حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے بیعت کرنے اور حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ سے علم حدیث حاصل کرنے کے بعد ایسی گمنامی والی زندگی گزاری کہ ان کو بہت کم لوگ جانتے ہیں۔کتابوں میں بھی انکے متعلق واقعات بالکل نہ ہونے کے برابر ملتے ہیں، لیکن ان کے شاگرد رشید کے دروس و بیانات سے استفادہ حاصل کرنے والے اور ان کے مدرسہ (جامعہ الدراسات الاسلامیہ مغلپورہ لاہور) سے فارغ التحصیل ہونے والے سینکڑوں لوگ حضرت میاں محمد باقر علیہ الرحمہ کو نہ صرف جان گئے بلکہ مان بھی گئے کہ اگر شاگرد و مرید کا اتنا اعلیٰ مقام ہے تو مرشد واستاد کی کیا شان ہوگی۔حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک واقعہ مشہور ہے کہ جب انہیں "علامہ" کا خطاب دیا گیا، اس وقت ان سے پوچھا گیا کہ ہم کسی عالم دین کو "شمس العلماء" کا خطاب بھی دینا چاہتے ہیں، آپ کی نظر میں کون سی ہستی اس خطاب کے لائق ہے؟ علامہ اقبال مرحوم نے اسی وقت کمال ادب اور وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے فرمایا "مولوی میر حسن صاحب" کو یہ خطاب دیا جانا چاہیے، جو میرے استاد ہیں" یہ جواب سن کر انہوں نے ایک شرط رکھی کہ یہ خطاب توان کو مل سکتا ہے، جنہوں نے کوئی کتاب بھی لکھی ہو۔کیا آپ کے استاد محترم نے کوئی کتاب لکھی؟ علامہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا **"انکی لکھی ہوئی کتاب آپ کے سامنے کھڑی ہے جسے آپ علامہ کے خطاب سے نواز چکے ہیں"** آج میں جو کچھ بھی ہوں، اپنے استاد محترم مولوی میر حسن رحمہ اللہ کی بدولت ہوں۔ مجھ سے مشورہ مانگیں تو میری نظر میں انکے سوا کوئی بھی اس خطاب کے لائق نہیں"۔لہٰذا اس دن سے نام مشہور گیا "شمس العلماء مولوی میر حسن صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ" آئیں! حضرت میاں محمد باقر رحمہ اللہ کی لکھی ہوئی کتاب "مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی حفظہ اللہ" کی زبانی حضرت میاں صاحب مرحوم کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں، اور دیکھتے ہیں کہ مولانا اسحاق بھٹی مرحوم نے انکے متعلق اپنی دو کتابوں "کاروان سلف اور نقوش عظمت رفتہ" میں کیا معلومات فراہم کی ہیں۔(از: مرتب)

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

میاں محمد باقر رحمہ اللہ پرانی وضع کے عالم دین تھے۔نہایت حلیم الطبع، بے حد کریم النفس اور پیکر صالحیت۔انہیں استاذ پنجاب حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ سے شرف شاگردی حاصل تھا اور حضرت امام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے تعلق ارادت۔!حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ اور جماعت اہل حدیث کے تمام علمائے کرام میاں محمد باقر رحمہ اللہ کا احترام کرتے تھے۔یہ بھی سب سے بدرجہ غایت خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔فارغ التحصیل ہونے کے بعد میاں صاحب رحمہ اللہ نے اپنے گاؤں میں ایک مدرسہ قائم کرلیا تھا جس کا نام "مدرسہ خادم القرآن والحدیث" رکھا تھا۔(کاروان سلف ص ۹۶)

میاں محمد باقر رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح

جھوک دادوا گرچہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، لیکن نیک لوگوں کا مسکن اور پڑھے لکھے افراد کا مرجع ہے۔یہ گاؤں ضلع فیصل آباد میں منڈی تاندلیانوالہ کے قریب ہے۔جس زمانے کی ہم بات کررہے ہیں، اس زمانے میں وہاں ایک بزرگ میاں محمد باقر رحمہ اللہ سکونت پذیر تھے جو اس علاقے کی "طور" برادری سے تعلق رکھتے تھے۔مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے والد مکرم

Marfat.com

حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے مرید اور شاگرد تھے۔ اللہ نے ان کو علم کی دولت سے بھی نوازا تھا اور عمل کی نعمت سے بھی سرفراز کیا تھا۔ انہوں نے اپنے گاؤں (جھوک دادو) میں ایک دینی و مذہبی مدرسہ جاری کر رکھا تھا، جس میں بہت سے طلباء تعلیم حاصل کرتے تھے اور کئی فاضل اساتذہ خدمت تدریس سرانجام دینے پر مامور تھے۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۳۱۶)

مولانا عبدالرشید صاحب مجاہد آبادی حفظہ اللہ فرماتے ہیں۔

چشمہ فیض سے گر ایک اشارہ ہو جائے

حضرت میاں محمد باقر رحمہ اللہ کا بیٹا حافظ محمد زکریا رحمہ اللہ بہت نیک انسان تھا۔ میں نے اسے دیکھا ہوا تھا جب وہ فوت ہوا تو حضرت رحمہ اللہ کو بہت غم آیا۔ ایک کمرے میں داخل ہو گئے اور مسلسل یہ بات فرمانے لگے: اللہ! اسی تیرے تے راضی، اللہ! اسی تیرے تے راضی، یعنی یا اللہ ہم تجھ پے راضی ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ دو گھنٹے متواتر یہی الفاظ کہتے رہے آخر ایک بندہ اندر جا کے کہنے لگا کہ میاں صاحب کیا فرما رہے ہیں اب بس کر دیں۔ فرمایا میں کہہ رہا ہوں کہ ہم تو تجھ پہ راضی ہیں ایک بار تو بھی فرمادے کہ باقر میں بھی تجھ پہ راضی ہو گیا تو میرا کام بن جائے گا۔ بات تو اس کی رضا پہ ختم ہوتی ہے، جو اتنی دینی کتابیں بازاروں میں فروخت ہوتی ہیں لوگوں کا نام چلتا ہے، یہ سب کیا ہے، سب اللہ کا کمال ہے۔ خطیب کہے کہ میرے خطبے کی وجہ سے، انتظامیہ کہے کہ ہمارے انتظام کی وجہ سے مسجد آباد ہے۔ اللہ فرماتا ہے دونوں خاموش ہو جاؤ، یہ سب ہمارا فضل ہے، جو ہم نے تمہیں چن لیا، فضل کے بغیر کچھ نہیں۔

رکاوٹوں پر توجہ نہ کرو

جب میں مغلپورہ کی مسجد توحید میں خطیب لگ گیا، تو میں نے اپنے شیخ میاں جی رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ لوگ مجھے مغلپورہ میں کام نہیں کرنے دیتے، روڑے اٹکاتے ہیں۔ فرمانے لگے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات مبارک میں تو مدینہ منورہ منافقین سے پاک نہ ہو سکا تم مغلپورے کو پاک کرنا چاہتے ہو؟ یہ تم سے نہیں ہوگا۔ تم بس اپنا کام کرتے جاؤ، وہ اپنا کام کرتے ہی رہیں گے۔

جنات کی پہرے داری

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ اپنے گھر میں بچیوں کا مدرسہ چلاتے تھے جس میں ان کو ''احوال الآخرت'' اور ''زینت الاسلام'' 2 کتابیں پڑھائی جاتیں۔ پورے پنجاب میں عورتوں کا یہ سب سے پہلا مدرسہ تھا۔ گندم کی کٹائی کے بعد کچھ لوگوں نے میاں صاحب رحمہ اللہ کے مدرسے کیلئے ایک کنال گندم کے دانے اور توڑی کا ہدیہ دیا۔ توڑی ابھی کھیت میں ہی پڑی تھی اس وقت چوری کرنیوالے بڑے فخر سے چوری کیا کرتے تھے۔ چنانچہ رات کے وقت چور اپنی بڑی سی چادروں میں توڑی ڈال رہے تھے تو دور سے 2 آدمی ہاتھوں میں لالٹین لیے آتے دکھائی دیے، چوروں نے توڑی وہیں پہ چھوڑی اور بھاگ گئے۔ وہ لالٹین بردار بھی واپس لوٹ گئے۔ تھوڑی دیر گزری تو چور پھر آ گئے اور توڑی ڈالنے لگے۔ لالٹین والے بھی پھر آ گئے اور چور بھاگ گئے اس طرح مسلسل 4/3 مرتبہ ہوا۔ آخر صبح کے وقت چور حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھنے لگے کہ آپ رحمہ اللہ نے کن کو پہرے پر مقرر کیا ہوا تھا؟ میاں صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بھائی میں نے تو کسی کو نہیں

Marfat.com

بٹھایا تھا۔ اللہ ہی بہتر جانے کہ وہ لالٹین والے کون تھے مجھے تو کچھ پتہ نہیں ہے۔

ولی کی گستاخی کی سزا

حضرت صاحب رحمہ اللہ کے دور میں گاؤں کا جو نمبردار تھا اس کی 6/5 مربع زمین تھی اس وجہ سے وہ دولت کے نشے میں مست تھا۔ اور میاں صاحب رحمہ اللہ کو ہر وقت طنز کرتا رہتا اور مذاق اڑایا کرتا کہ میاں رحمہ اللہ نے نہ جانے کہاں کہاں سے بلا کر درویش پالے ہوئے ہیں جو ہر وقت روٹیاں کھاتے رہتے ہیں۔ ایسی اور بہت سی گستاخیاں کرتا رہتا۔ میاں صاحب رحمہ اللہ کے مزاج میں حلم تھا وہ نظر انداز کر دیا کرتے۔ اللہ کی شان کہ اس نمبردار کی آنکھوں کی بینائی سلب ہوگئی۔ حالانکہ وہ بالکل صحت مند تھا لیکن نہ جانے کیسے وہ بالکل اندھا ہوگیا۔ آس پاس کے سب لوگ کہنے لگے کہ تو میاں صاحب رحمہ اللہ سے مذاق کرتا تھا اس وجہ سے تجھے بددعا لگی ہے۔ وہ روتا پیٹتا میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا اور کہتا کہ میری 5 مربع زمین بھی لے لیں اور باقی ساری جائیداد بھی لے لیں بس معاف کر دیں۔ حضرت فرماتے بھئی میں نے کوئی بددعا نہیں کی۔ وہ آخر تک ٹھیک نہ ہوا اور اسی طرح بینائی کو ترستا ہوا مر گیا۔

بکثرت تسبیح پڑھنا

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ بہت زیادہ تسبیح پڑھا کرتے تھے اور اکثر اٹھتے بیٹھتے اللہ پاک سے کہتے کہ ''اللہ اسی تیرے غلام'' ''اللہ اسی تیرے غلام''۔

بزرگ کی بھینس کی کرامت

ایک دفعہ حضرت کی بھینس گم ہوگئی دو ڈھائی ماہ تک ڈھونڈنے کے باوجود بھی بھینس نہ ملی۔ آخر کار جس بندے نے بھینس چوری کی تھی وہ اسے واپس لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور کہنے لگا میاں صاحب یہ بھینس آپ کی ہے فرمایا ہاں! کہنے لگا میرا باڑہ چوری کی بھینسوں سے بھرا ہوا ہے لیکن **جب سے یہ بھینس گئی ہے تب سے اس نے تمام بھینسوں کو آگے لگایا ہوا ہے، اسے سنبھالنا میرے بس کا کام نہیں**، مہربانی کر کے آپ اسے قابو کریں۔

صوفیانہ انداز تربیت

وہ میرے روحانی شیخ تھے، ایک دفعہ میں نے عرض کی حضرت! میں غریب ہوں فرمایا لگتا ہے تمہیں مشکوٰۃ شریف بھول گئی ہے۔ اس میں ایک واقعہ آتا ہے کہ ایک بندے نے کہا میں غریب ہوں۔ فرمایا: کیا تیری بیوی ہے، تو کہنے لگا جی ہاں، پوچھا کیا تیرا مکان ہے، کہنے لگا جی ہاں، فرمایا: ''انت رئیس'' پھر پوچھا کیا تیرا خادم بھی ہے، کہنے لگا جی ہاں، فرمایا: ''انت من الملوک'' تیرا شمار تو بادشاہوں میں ہوتا ہے اب میں بھی تجھ سے یہی پوچھتا ہوں کہ کیا تمہاری بیوی ہے میں نے عرض کیا جی حضرت، فرمایا کوئی کوٹھڑا ہے جس میں رہائش ہو؟ میں نے عرض کیا جی حضرت، پھر فرمایا یہ جو تیرے پاس سائیکل ہے یہ تیری خادم ہی ہوئی نا تو اسے جہاں چاہے لیے پھرتا ہے۔ فرمایا: یہ تو ایسا غریب ہے جو امیروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائے گا، تو غریب تو نہیں ہے۔

Marfat.com

مرشد و شیخ سے والہانہ محبت

میرے شیخ کی وفات کو چالیس سال ہو گئے ہیں، مجھے چونکہ اپنے شیخ کے ساتھ بہت پیار ہے ان کی باتیں میرے اندر بیٹھی ہوئیں ہیں یہ کبھی نکل ہی نہیں سکتیں۔ یہ پیار اتنا ہے کہ جب بھی میں ان کا تذکرہ کروں تو میرے ایمان کا نور بڑھ جاتا ہے، ان کی باتیں پلے سے باندھی ہوئی ہیں تو اللہ نے دین کی خدمت لی ہے۔ ایک دن فرمانے لگے کہ یہ لڑکے مجھ سے پوچھتے ہیں کہ عبدالرشید تیرا کیا لگتا ہے؟ میں نے انہیں جواب دیا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ باقر کا مرید ہے میں نے کہاں میاں صاحب اگر آپ نے مجھے اپنے مریدوں میں شامل کر لیا ہے تو پھر میں جو بھی نیکی کروں گا اس کا سب سے پہلے آپ کے نامہ اعمال میں اندراج ہوگا کیونکہ میرے تو سب سے پہلے شیخ، مرشد، مربی اور استاد آپ ہی ہیں۔

حضرت میاں جی کی انکساری

میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ اتنے نیک بندے تھے کہ کبھی کسی کو اس کی کوتاہی کی وجہ سے نہیں ٹوکتے تھے، ایک دفعہ تاندلہ منڈی کے مدرسے میں ایک طالب علم نے ایک کپ چائے پیش کی جس میں چینی نہیں ڈالی حضرت نے وہ پھیکی چائے چپ کر کے نوش فرمالی۔ کچھ دیر بعد چینی ڈال کے چائے پیش کی گئی وہ بھی پی گئے یہ سوال نہیں کیا کہ پہلے پھیکی چائے کیوں دی اور اب میٹھی کیوں دی ہے۔

دوستوں کے دوست کی قدر

ایک دفعہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہمارے گھر میں تشریف لائے میں اس وقت پیچھے والے کمرے میں موجود تھا میرے بیٹے عبدالرؤف سے فرمانے لگے کہ تیرا باپ ہمارا یار ہے۔ یہ سن کر میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی، میں نے کہا کہ آپ نے اگر مجھے اپنے دوستوں میں شامل کر لیا ہے تو اس سے بڑی سعادت میرے لیے کیا ہے۔ ایک اللہ کا بندہ کسی کو دوست بنالے تو اور کیا چاہیے۔ ایک دن فرمانے لگے تیرا واقف کار یا دوست تیرے پاس آئے تو تو اس کی مہمان نوازی کرتا ہے، لیکن اس دوست کے ساتھ اگر کوئی اور بھی آجائے تو کیا اس کی بھی مہمان نوازی کرے گا۔ میں نے عرض کیا جی حضرت بالکل ایسے ہی ہے، فرمایا: ایسے ہی اللہ والوں کی مثال ہے۔ **اگر کوئی اہل نہ بھی ہو تو اللہ والوں کی وجہ سے اس کی بھی قدر ہوتی ہے کہ یہ ہمارے دوست کا دوست** ہے۔ اسی لیے تو حدیث میں یہ دعا آئی ہے "اللھم انی اسئلک حبک ....." اور جو تیرے پیارے ہیں میں ان کا بھی پیار مانگتا ہوں۔

میرے مرشد میرے محسن

لوگ تو نیکو کاروں کو ڈھونڈتے ہیں کہ "یا اللہ کسے نیک دے متھے لائیں" لیکن اللہ پاک گنہگاروں کو بھی تلاش کرتا ہے۔ اللہ پاک بھی صرف نیکو کاروں کی تلاش میں لگ جائے تو پھر گنہگاروں کو کون پوچھے گا۔ "لا تقنطوا من رحمۃ اللہ"۔ ایک دفعہ میرے شیخ کے بیٹے میرے پاس آکر کہنے لگے کہ جتنا ذکر تم میرے باپ کا کرتے ہو اتنا کوئی اور نہیں کرتا۔ میں نے کہا کہ میں اپنے شیخ کا نمک حلال ہوں، مجھے ان کی بات کیے بغیر چین نہیں آتا، میری ان کے ساتھ لو لگی ہوئی ہے، میں ان کے حق میں کثرت سے دعا کرتا ہوں، جنہوں نے میری تقدیر ہی بدل دی، میں تو ٹیچر بننے جارہا تھا۔ لیکن میرے شیخ نے بروقت رہنمائی فرما کر مجھے دین کے رستے پر لگا دیا۔

Marfat.com

میرے مرشد کی ایک خاص نصیحت

ایک بات بتاؤں؟ اللہ فرماتا ہے "ادعونی استجب لکم......" تم مانگتے رہو مانگتے رہو اگر نہ مل رہا ہو تو اپنی کمی سمجھنا کہیں اس کا شکوہ نہ کر بیٹھنا۔ اگر چیونٹی کہے کہ میں اونٹ کا مقابلہ کرونگی تو غلطی اسی کی ہے خود ہی روندی جائے گی۔ فرمایا: جو میرے فیصلے پر راضی نہیں میرے دیئے ہوئے کی قدر نہیں کرتا جزع وفزع کرتا ہے ہم سے بگاڑ پیدا کرتا ہے۔ تو اللہ پاک فرماتا ہے اگر تو ایسا کرنے پہ آگیا ہے تو پھر وہاں چلا جا جہاں نیچے ہماری زمین نہ ہو اور اوپر ہمارا آسمان نہ ہو۔ مزہ تو اس وقت ہے کہ ہماری مملکت سے باہر نکل جا۔ جتنی زندگی ہم نے گزار لی ہے اس پر ندامت کرتے رہنا چاہیے۔ میرے شیخ حضرت میاں محمد باقر رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، ڈرتے رہنا۔ اگر کہیں کوئی کمی رہ جائے تو فوراً ہاتھ جوڑ کے توبہ کر لینا اور اپنے عجز کا اعتراف کر لینا۔

(25) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ وجانشین: عارف باللہ حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

قارئین! اس وقت ہمارے سامنے اس عظیم ہستی کا تذکرہ ہے جن کے علوم ومعارف کے سمندر سے اپنی پیاس بجھانا برصغیر پاک و ہند کے تمام جلیل القدر علماء کی مجبوری ہے۔ بڑے بڑے نامی گرامی شیوخ الحدیث کی سند حدیث اس ہستی کے نام کے بغیر مکمل ہونا ناممکن ہے۔ اردو اور فارسی سمجھنے والوں پر قرآن مجید کے تراجم اور تفاسیر کا دروازہ کھولنا اسی ہستی کے خاندان کا احسان ہے۔ تصوف میں شامل کی گئی بدعات کا خاتمہ کر کے طالبان خدا کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم والا سچا اور کھرا تصوف پیش کرنے کا سہرا انہی مردانِ حق کے سر پہ سجا ہوا ہے۔ ہاں یہ وہی شخصیت ہیں جن کے بارے مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "تاریخ اہلحدیث" مرتب کرنے لگے تو انکا نام آنے پر یہ الفاظ تاریخ کا حصہ بنا دیئے۔ "یہ کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے، مجھ جیسے نابکار کا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف وتوصیف میں کچھ لکھنا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں گستاخی ہے، کیونکہ ہندوستان بھر میں شہر بہ شہر اور کوچہ بہ کوچہ جس قدر علم و عمل بالحدیث کا غلغلہ ہے، اور اتباع سنت کا جتنا جوش لوگوں کی طبیعت میں موجزن ہے، وہ سب کچھ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کی برکت وفیض کا ثمرہ ہے (بحوالہ تاریخ اہلحدیث۔ص ۲۸۴) قارئین! یہاں ایک غلط فہمی کی اصلاح بھی ضروری ہے کہ موجودہ فتنوں بھرے دور میں لوگوں کے ذہن میں ایک یہ فتنہ بھی ڈالا گیا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصوف پر تمام کتابیں انکے سفر حجاز سے پہلے کی ہیں اور وہ صرف اس وقت تک صوفی تھے، جب تک مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں نہیں گئے اور وہاں جا کر حدیث کا علم حاصل نہیں کیا۔ حدیث پڑھنے کے بعد حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (معاذ اللہ) تصوف سے تائب ہو گئے تھے۔ حالانکہ یہ بات بالکل بے بنیاد ہے۔ جو لوگ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح سے واقفیت رکھتے ہیں، انکے سامنے مضبوط دلائل موجود ہیں کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے واپس آکر تصوف پر مزید استقامت اختیار کر لی تھی۔ ابھی چند سطور کے بعد آپ کو مورخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پر مبنی معلومات ملیں گی کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مکہ اور مدینہ میں قیام تو ۱۱۴۳۔۱۱۴۴ھ ہے، جبکہ

Marfat.com

انکی وفات (۱۱۷۶ھ) کے وقت انکے ایک مرید سید محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ خط کے ذریعے اپنے عزیز سید ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصوف پر مبنی کتابوں کے باقاعدہ نام لکھ کر"الطاف القدس، فیوض الحرمین، ہمعات اور انفاس العارفین وغیرہ کو شائع کروانے کی تاکید کر رہے ہیں۔حتیٰ کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فیوض الحرمین تو لکھی ہی سفر حجاز سے واپس آکر تھی، جس میں سارا کشف اور الہام بھرا ہوا ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حالتِ بیداری میں ہونیوالی ملاقاتوں کے واقعات درج ہیں۔سفر حجاز سے واپس آکر تین سال بعد (یعنی ۱۱۴۸ھ میں) ہی تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدین کو دہلی میں فسادات ہونیکی پیشگی اطلاعات دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ عین اس وقت جب دہلی کی گلیوں میں انسانوں کی بجائے کٹی ہوئی لاشیں نظر آئیں گی، اس فقیر کے تمام متعلقین کو اللہ جل شانہ محفوظ رکھے گا۔لہٰذا بات یہاں ختم ہوتی ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایسا جھوٹ، تصوف سے بیزار باطلانہ نظام کے کسی سرپھرے فرد کا پھیلایا ہوا ہے "قد ضلوا فاضلوا" جو یقیناً خود بھی اپنی راہوں سے گم ہو گیا تھا اور تقلید سے نفرت کا نعرہ لگانے والے بھی اسی کی تقلید میں تصوف سے دامن بچانے کی محنت کر رہے ہیں۔آئیں اب حضرت مولانا اسحاق بھٹی مرحوم کی تحریر پڑھ کے انکے حق میں دست دعا دراز کرتے ہیں۔(از: مرتب)

اشارہ غیبی پر دوسرا نکاح

شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کے فرزند رشید حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔جو شاہ عبدالرحیم عمر کی ساٹھ منزلیں طے کر چکے تھے کہ دوسری شادی کی شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے سوانح نگاروں اور خود شاہ صاحب نے بھی "انفاس العارفین" میں لکھا ہے کہ شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ نے دوسری شادی کسی غیبی اشارے کی وجہ سے کی تھی۔بعض لوگوں نے اس پر اعتراض بھی کیا اور کہا: دریں عمر کدخدائی مناسب نہ بود، اس عمر میں شادی مناسب نہ تھی۔لیکن شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ نے لوگوں کی یہ باتیں سنیں تو فرمایا:

مدتے درازاز عمر من باقیست و فرزندان بوجود خواہند آمد۔(انفاس العارفین ص ۶۴)

میری عمر کا طویل حصہ ابھی باقی ہے اور چند لڑکے ابھی اور پیدا ہوں گے۔چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس شادی کے بعد میرے والد شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ سترہ سال زندہ رہے اور ان کے دو لڑکے تولد ہوئے۔(فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۱۶)

تصوف کی فضا تربیت

شاہ صاحب رحمہ اللہ نے علم و فضل کی گود اور تقویٰ و تصوف کی فضاء میں پرورش پائی۔پانچ سال کی عمر میں پڑھنا شروع کر دیا تھا۔سلوک میں "عوارف" کا کچھ حصہ اور کچھ رسائل نقشبندیہ وغیرہ، حقائق میں "شرح رباعیات" مولانا جامی رحمہ اللہ اور "لوائح"، "مقدمہ شرح لمعات"، "مقدمہ نقد النصوص" "خواص اسماء و آیات میں اپنے والد گرامی شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کا خاص مجموعہ پڑھا، جس کی انہوں نے چند مرتبہ اجازت دی۔(فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۱۸)

بیعت اور سترہ سال میں خلافت تصوف

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ پندرہ سال کے ہوئے تو والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی تربیت روحانی کی طرف توجہ مبذول فرمائی اور

Marfat.com

اپنے حلقہ بیعت میں داخل کیا۔ سترہ سال کے ہوئے تو اپنا خلیفہ مقرر فرمالیا اور بیعت وارشاد کی اجازت مرحمت کی۔ بیعت و ارشاد کی اجازت دیتے ہوئے انہوں نے فرمایا "یدہ کیدی" یعنی ولی اللہ کا ہاتھ میرے ہاتھ کی طرح ہے۔ اسی سال انہوں نے انتقال کیا۔ والد رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مسند علم وارشاد کو زینت بخشی اور ان کی جگہ درس و تدریس اور وعظ وارشاد میں مشغول ہو گئے۔ کم وبیش بارہ برس کتب دینیہ وعقلیہ کا درس دیتے رہے۔ اس اثنا میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ہر علم میں مہارت حاصل کی اور ہر فن میں درجہ کمال کو پہنچے۔ ان پر توحید الٰہی کے راز کھلے جذب کی راہیں کشادہ ہوئیں **معرفت وسلوک کی بہت بڑی دولت میسر آئی اور علوم وجدانیہ کی نعمت سے مالا مال ہوئے۔** (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۲۰)

بطور کشف کفار کی ذلت کی اطلاع

تاریخی نوعیت کا یہ خط شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ نے اورنگ زیب عالم گیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے دس بارہ سال بعد تحریر کیا تھا۔ غالباً وہ محمد شاہ کا ابتدائی عہد حکومت تھا اصل خط فارسی میں ہے اس کا اردو ترجمہ یہ ہے۔

بہ جانب وزیر الممالک آصف جاہ در تحریص جہاد تحریر یافت۔

یعنی وزیر الممالک آصف جاہ کی طرف جہاد کا شوق دلانے کے لئے تحریر کیا گیا۔

اس فقیر کے دل پر یہ بات منکشف ہوئی ہے کہ عالم ملکوت میں اس امر کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ کفار ذلت وخواری سے دوچار ہوں اور اس سے کچھ عرصہ بعد باغیوں کا گروہ رسوائی اور خرابی میں مبتلا ہوا اگر شوکت مآب اور صاحب شہامت آصف جاہ ان گمراہ لوگوں کی مخالفت میں کمر ہمت باندھ لیں تو یہ تمام کارنامے آپ کی طرف منسوب ہوں گے۔ تمام عالم آپ کا مطیع ہوگا اور یہ کوشش اللہ کے دین کی ترویج اور آپ کی حکومت کے استحکام کا ذریعہ ثابت ہوگی۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۲۴)

سفر حجاز میں عاشقانہ کیفیات

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بارہ سال اپنے والد محترم شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کی مسند دعوت وارشاد پر فائز رہے۔ اس کے بعد دل میں سفر حجاز کا داعیہ ابھرا اور 1143ھ/1731ء کے آخر میں حج بیت اللہ کی نعمت سے مشرف ہوئے۔ 1144ھ/1732ء میں مکہ معظمہ میں مقیم رہے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ گئے اور شیخ ابو طاہر رحمۃ اللہ علیہ اور مشائخ حرمین سے روایت حدیث کی سعادت حاصل کی۔ شیخ ابو طاہر رحمۃ اللہ علیہ سے علم حدیث لی، اس سے قبل ہندوستان میں علم حدیث کی تعلیم مولانا محمد افضل سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی۔ مشائخ حرمین سے دلچسپ صحبتیں رہیں اور خوب استفادہ کیا۔ 1144ھ/1732ء میں بھی شرف حج سے مشرف ہوئے، یعنی دو حج کئے۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلب صافی میں علم حدیث سے جو زیادہ رغبت پیدا ہوئی اس کی بنیادی وجہ علمائے حجاز سے شرف تلمذ ہے۔ ان کی صحبت وتلمذ سے ذہن کی صلاحیتیں اجاگر ہوئی اور فکر وعمل کی دنیا بالکل بدل گئی۔ (فقہائے ہند ج:5، ص:974)

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب مراجعت وطن کی تیاری فرمائی تو اپنے ایک نامور استاد شیخ ابو طاہر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے

Marfat.com

اور الوداعی سلام عرض کیا۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں اس وقت کو کبھی نہیں بھول سکتا' جب میری روانگی کا زمانہ قریب آیا اور جدائی کی گھڑی سر پر آ کھڑی ہوئی اور میں نے الوداعی ملاقات اور رخصتی سلام کے دوران یہ شعر پڑھا تو عجیب سماں پیدا ہو گیا:

نیست کل طریقت کنت اعرفه الاطریقا یودینی الیٰ ربعکم

یعنی میں سوائے اس راستے کے جو مجھے تیرے گھر تک پہنچادے' ان تمام راستوں کو بھول گیا ہوں' جن سے میں اس سے پہلے آشنا تھا۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' یہ **شعر سنتے ہی شیخ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور شدت تاثر سے دونوں رخسار سرخ ہو گئے**' یہاں تک کہ وفور گریہ سے ان کا گلا رندھ گیا۔ اس کے بعد انہوں نے انتہائی خلوص کے ساتھ اس عاجز کیلئے دعائے خیر کی۔ شیخ ابوطاہر رحمۃ اللہ علیہ اپنے تلمیذ رشید شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فہم وادراک کے انتہائی مداح تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ولی اللہ مجھ سے الفاظ کی سند لیتے ہیں اور میں ان سے معانی کی سند لیتا ہوں"۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بروز جمعہ 14 رجب 1145ھ (9 جولائی 1732ء) کو اپنے وطن دہلی واپس پہنچے۔ (فقہائے ہند ج:5'ص:975)

بھٹی صاحب کی نگاہ میں دیگر اوصاف

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اوصاف گوناگوں کے حامل اور خصوصیات بوقلموں کے مالک تھے۔ انہوں نے اس وقت شعور کی آنکھیں کھولیں جب ہندوستان کی سلطنت مغلیہ کا آفتاب لب بام آچکا تھا۔ قدیم مسلم معاشرہ ختم ہو رہا تھا اور پرانا سیاسی نظام جو کم وبیش دو سو سال سے مغل حکمرانوں کیلئے مضبوط بنیاد کی حیثیت رکھتا تھا۔ انہدام پذیر ہو چکا تھا ہر شعبہ حیات میں زوال اور ہر گوشہ زندگی میں انحطاط کے اثرات نہایت تیزی کے ساتھ پھیل رہے تھے۔ دینی حالت اور اخلاقی اقدار میں بھی کوئی استحکام نہ رہا تھا۔ ہر طرف طوائف الملوکی ابتری اور بدنظمی پھیلی ہوئی تھی۔ دہلی کی وہ عظمت جو شاہ جہاں اور عالم گیر رحمۃ اللہ علیہ کے دور حکومت کا طرہ امتیاز تھی، خاک میں مل چکی تھی ایسے وقت میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ پیدا ہوئے اور تنہا ایک شخص نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ پوری ایک جماعت بھی نہیں دے سکتی۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کو اللہ نے بے شمار کمالات سے نوازا تھا۔ تفسیر حدیث' فقہ' تصوف' کلام منطق' فلسفہ' تاریخ سیاست' اقتصادیات معاشیات ہر موضوع پر ان کی گہری نظر تھی۔ انہوں نے اسلام اور فلسفہ اسلام کو جس طرح مربوط شکل میں پیش کیا ہے اور جس اسلوب میں اس کے تمام گوشوں کو نکھارا اور واضح فرمایا ہے اس میں کوئی ان کا حریف نہیں۔ انہوں نے جس نہج سے مختلف پیش آئند مسائل پر بحث کی ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ موضوع کی وضاحت میں وہ جو دلائل پیش کرتے ہیں اور جس زور بیان اور منطقی تسلسل سے بات کو آگے بڑھاتے ہیں اس میں کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ (فقہائے ہند ج ۵ ،ص ۳۲۶)

آپ کی تصنیفات عالم اسلام کا سرمایہ افتخار

مصنف کی حیثیت سے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا درجہ بہت بلند ہے اور ان کا شمار معمورۂ ارض کے جلیل القدر مصنفین میں ہوتا

Marfat.com

ہے۔انہوں جو بیش قیمت علمی ترکہ تصنیفات کی صورت میں اپنے پیچھے چھوڑا ہے وہ ایک قوم یا ایک اقلیم کی میراث نہیں بلکہ بجا طور پر پوری ملت اسلامیہ اور پورے عالم اسلام کا سرمایہ افتخار ہے۔ان کی تصانیف کی عظمت کا راز ،صرف کثرت ہی میں پوشیدہ نہیں بلکہ موضوع کا تنوع ، کتابوں کی مقبولیت وترویج مضامین کے اشکال اور پیچیدگی کی عقدہ کشائی دقیق سے دقیق مسائل کا حکیمانہ پیرائیہ بیان میں اظہار کتابوں کی ضخامت خیالات کا عمق ،افکار کی گہرائی ،الفاظ میں اختصار اور مطالب میں وسعت ، یہ وہ اوصاف ہیں جو ان کی تصانیف کو دیگر مصنفین کی تصانیف سے امتیاز بخشتے ہیں۔(فقہائے ہند ج ۵ ،ص ۳۲۷)

تصانیف کی خصوصیت

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی تصانیف بالعموم زمان ومکان کی قید سے مبرا اور اپنے وقت ودور کے شکوہ وشکایت سے پاک ہیں۔ان کی بعض تصانیف کے چند مقامات کو چھوڑ کر یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ کتابیں اس دور میں معرض تحریر میں لائی گئی ہیں جب اس ملک کا امن وسکون غارت ہو گیا تھا۔اور ارض ہند میں خانہ جنگی ، سیاسی بدامنی اور شور وشر کا دور دورہ رہا تھا۔(فقہائے ہند ج ۵ ،ص ۳۲۸)

نایاب مکتوب میں شاہ صاحب کے کمالات

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کیفیت وکمیت کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہیں ان کی وفات کے وقت رائے بریلی کے مشہور بزرگ سید محمد نعمان حسنی دہلی رحمۃ اللہ علیہ میں موجود تھے اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھے۔انہوں نے رائے بریلی ہی کے ایک دوسرے بزرگ سید ابو سعید حسنی رحمہ اللہ (متوفی ۹ رمضان المبارک ۱۱۹۳ھ) کے نام ایک مکتوب ارسال کیا تھا جس میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف وکمالات ،علم وفضل تدین وتقویٰ آخری علالت اور وفات کی تفصیلات بیان کی ہیں۔یہ مکتوب فارسی زبان میں ہے اور غیر مطبوعہ شکل میں ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کے کتب خانے میں موجود ہے اس مکتوب میں انہوں نے شاہ صاحب کی تصنیفات کی تعداد نوے بلکہ اس سے بھی زیادہ بتائی ہے۔اس ضمن میں مکتوب نگار سید محمد نعمان حسنی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ لائق ملاحظہ ہیں:

> صاحب من! ظاہر صحبت ایشاں روباستستار کشیدہ ، تصنیفات آنحضرت نود بل زیادہ ، در علوم دین ، از تفسیر و اصول دفقہ و کلام و حدیث مثل حجتہ اللہ البالغہ و اسرار فقہ منصور وازالہ الخفاعن الخلفا ، و ترجمہ قرآن کہ ہر واحد قریب بہ ہشتار ونود جز کلاں بہ حجم خواہد بود ، و دیگر رسائل در حقائق و معارف مثل الطاف القدس وہمات وفیوض الحرمین و انفاس العارفین و غیر ہم کہ نشان از صحبت و برکت خدمت می دہند می بایدکہ عزیمت برایں آرند کہ ہمہ رانویسانیدہ رانج نمایندہ باندک توجہات سرانجام خواہد یافت ، ومثل ایں تصنیفات واللہ علم در اسلام تصنیف شدہ باشید یانہ۔

صاحب من ! حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی ظاہری صحبت تو اب میسر نہیں آسکتی۔البتہ علوم دینیہ میں ان کی تصنیفات نوے کے قریب بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔جو تفسیر ،اصول ،فقہ ،کلام اور حدیث سے متعلق ہیں۔جیسے حجتہ اللہ البالغہ ،اسرار فقہ منصور ،ازالہ الخفاعن الخلفا اور ترجمہ قرآن۔ان میں سے ہر کتاب کافی بڑی ضخامت پر مشتمل ہے۔علاوہ ازیں دیگر رسائل ہیں جو حقائق ومعارف

Marfat.com

کو محیط ہیں جیسے الطاف القدس، ہمعات، فیوض الحرمین اور انفاس العارفین وغیرہ یہ کتابیں حضرت شاہ صاحب کے فیوض و برکات کی نشاندہی کرتی ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ ان تمام کتابوں کو لکھوا کر رائج کرنے کا عزم فرمائیں۔ یہ کام تھوڑی سی توجہ سے انجام پا سکتا ہے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اسلام کے گزشتہ دور میں اس قسم کی کتابیں معرض تصنیف میں آئی ہیں یا نہیں۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۲۹)

تصوف سے متعلقہ کتب کا تعارف

تفہیمات الٰہیہ:۔ (دو جلد) اس میں عربی اور فارسی میں تصوف و سلوک اور علوم شریعت سے متعلق مختلف باتیں بیان کی گئی ہیں۔ بعض ذاتی کیفیات و مشاہدات بھی ذکر کیے گئے ہیں۔ بعض تفہیمات عربی میں ہیں اور بعض فارسی میں ہیں۔

(فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۳۵)

الخیر الکثیر:۔ یہ کتاب عربی زبان میں ہے علم اسرار و حقائق اور تصوف کے بارے میں بلند پایہ کتاب ہے۔

فیوض الحرمین:۔ قیام حرمین کے زمانے میں جو روحانی افاضات و مشاہدات روح و قلب پر وارد ہوئے۔ انہیں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین:۔ اس میں ان مبشرات کا ذکر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود شاہ صاحب رحمہ اللہ کو یا ان کے بعض نسبی یا روحانی بزرگوں کو حاصل ہوئے۔

انفاس العارفین:۔ اس میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے بزرگوں کے احوال و سوانح کا تذکرہ تحریر فرمایا ہے۔ کتاب بیش قیمت معلومات کو محیط ہے۔

انسان العین فی مشائخ الحرمین:۔ اس میں اپنے مشائخ و اساتذہ حرمین مثلاً شیخ احمد شناوی، شیخ احمد قشاشی، سید محمد علوی، سید عبدالرحمٰن الادریسی، الشہیر بالمحجوب اور شمس الدین محمد رحمہم اللہ وغیرہ کا تذکرہ ہے۔

القول الجمیل فی بیان سواء السبیل:۔ اس میں برصغیر پاک و ہند میں صوفیاء کے جو سلسلے رائج ہیں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ ۱۲۹۱ھ میں یہ کتاب مولوی خرم علی نے مطبع نظامی کانپور سے شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ کے اردو ترجمے اور حاشیے کے ساتھ ''شفاء العلیل'' کے نام سے شائع کی تھی۔

الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ:۔ یہ کتاب صوفیاء کے مختلف سلسلوں کی تاریخ اور ان کی بعض تعلیمات کے مختصر تذکرے پر مشتمل ہے۔ ۱۳۱۱ھ میں سید ظہیر الدین عرف سید احمد نے جو حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی رحمہ اللہ کے نواسے تھے اس کو مع اردو ترجمے کے مطبع احمدی سے شائع کیا تھا۔

الطاف القدس:۔ اس میں تصوف کے بنیادی تصورات کو موضوع بحث ٹھہرایا ہے۔

سطعات:۔ مسائل تصوف سے متعلق ہے یہ کتاب سید ظہیر الدین عرف سید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مطبع احمدی سے شائع کی تھی اور اس کی وجہ اشاعت ان الفاظ میں بیان کی تھی۔ منشا دلی اس کم ترین کا یہ ہے کہ اس کے نفع سے اعانت مدرسہ کہنہ مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی جاوے اور جو عرصہ چالیس سال سے چراغ علم گل ہو گیا ہے جس میں اولاد مولانا شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ رہتی ہے، از سر نو روشن کیا جاوے۔

Marfat.com

لمعات:۔ اس میں علم تصوف کے بعض اہم مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

ھوامع شرح حزب البحر:۔ یہ حزب البحر کی شرح ہے۔

شرح رباعتین:۔ خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۵ جمادی الاخری ۱۰۱۲ھ) کی دو رباعیوں کی شرح جس میں تصوف کے بعض اہم نکات بیان کیے گئے ہیں۔

امداد فی ماثر الاجداد: یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بعض بزرگوں کے حالات تحریر کیے ہیں۔

العطیۃ الصمدیہ فی الانفاس المحمدیہ: یہ چھوٹا سا رسالہ شیخ محمد پھلتی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے جو شاہ صاحب کے نانا تھے۔

بوارق الولایۃ:۔ یہ رسالہ انفاس العارفین میں شامل ہے۔

شفاء القلوب:

شاہ صاحب بحر تصوف کے شناور

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ بحر تصوف کے شناور اور اس کی تمام اداؤں سے بہ درجہ غایت آشنا تھے۔ اس کی چند وجوہ ہیں۔

۱۔ ان کے دور میں تصوف کا عام چرچا تھا اور اہل علم میں اس کو بڑی اہمیت حیثیت حاصل تھی۔

۲۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے اسلاف اس علم سے گہری وابستگی رکھتے تھے، ان کے خاندان کے دیگر اہل علم کو بھی اس سے لگاؤ تھا۔ شاہ صاحب کے اخلاف کو بھی اس سے دلچسپی قائم رہی۔

۳۔ انہی اہل علم کی بات کو زیادہ لائق اعتناء سمجھا جاتا تھا، جو تصوف سے راہ و رسم رکھتے۔ اب بھی عام طور پر یہی حال ہے۔

۴۔ ایک بہت بڑی وجہ یہ تھی جو اس دور میں بھی ہے اور اسے کبھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ مسلمانوں کے متعدد علوم و فنون میں تصوف کی چھاپ موجود ہے مثلاً ان کے ادب میں تصوف کے اثرات پائے جاتے ہیں، ان کی شعر و شاعری کو اس نے بہت متاثر کیا ہے، فلسفۂ اسلام کی توضیح و تبیین میں اس کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے، مذہب میں اس کو باقاعدہ عمل دخل ہے، اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے اسلوب میں اس سے مدد لی جاتی ہے، مسلمانوں کی ثقافت کا یہ ایک اہم جزو بن گیا ہے اور ان کے رسم و رواج تک میں اسکی جڑیں پیوست ہو گئی ہیں۔ لہٰذا شاہ صاحب رحمہ اللہ کا اس سے اثر پذیر ہونا اس کے مختلف گوشوں سے واقفیت حاصل کرنا وقت کا ضروری تقاضا تھا۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۶۷ تا ۳۶۸)

شاہ صاحب کا مرکز التفات "علم تصوف"

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس علم کو مرکز التفات ٹھہرایا اور پھر اس میں اس درجے رسوخ حاصل کیا اور گہرائی کو پہنچے کہ اسے بہ طور مثال پیش کیا جاتا ہے۔ تصوف کو مسلمانوں کے لٹریچر کے ایک لازمی جز کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے اگر کوئی شخص اس سے عدم اعتنا کرتا ہے تو اسے یہ سوچنا پڑے گا کہ اس طرز عمل سے مسلمانوں کے بہت سے اجزاء علم متاثر ہوں گے اور ان امور سے تہی دامن ہونے کے خطرات ابھریں گے، جو ہمارے متعدد علوم میں پوری طرح رچ بس گئے ہیں۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۳۰ تا ۳۳۹)

Marfat.com

تصوف حصول اخلاص واخلاق کا ذریعہ

علاوہ ازیں اس حقیقت کو بھی نظر سے اوجھل نہیں کیا جا سکتا کہ صحیح تصوف سے قلب میں اخلاص کے جذبات ابھرتے اور روح میں احسان کے داعیے کروٹ لیتے ہیں۔ اخلاق کا پاکیزہ عاطفہ جنم لیتا اور کردار کی نئی دنیا عالم وجود میں آتی ہے۔ زبان آشنائے عذوبت اور گفتار ہم آہنگ لطافت ہوتی ہے۔ (فقہائے ہندج ۵، ص ۳۶۹)

تصوف زندگی سنوارنے کا ذریعہ

صحت مندانہ تصوف سے بہ الفاظ واضح اس تصوف سے جسے کتاب وسنت کی روشنی میں اختیار کیا جائے انسان کے دل میں ترحم، تلطف، دوسرے کی ہمدردی، ایثار خدمت گزاری، خدا ترسی، اللہ کا خوف ابنائے جنس سے محبت، مخلوق خدا سے مودت، تقویٰ الٰہی، فرائض شرعی کی تکمیل، اصلاح نفس، بڑے کی تکریم اور چھوٹے پر شفقت وغیرہ کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ منفی انداز یہ ہے کہ غفلت قلب، انتقامی جذبات، حسد وکدورت، خواہشات نفس، عداوت ودشمنی، ہوا وہوس، غیظ وغضب اور دیگر برائیوں کا تصوف سے خاتمہ ہوتا ہے۔ یہی وہ تصوف ہے جس کو اپنانے سے انسان نیکی اور صالحیت کا پیکر بن جاتا ہے اور یہی وہ تصوف ہے جو عین اسلام ہے اور شاہ صاحب اپنے مخاطبین کو اسی تصوف کی تلقین اور تبلیغ فرماتے ہیں۔ (فقہائے ہندج ۵، ص ۳۶۹)

تصوف پر علمی ذخیرہ

شاہ صاحب رحمہ اللہ نے علم تصوف کے بارے میں متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں القول الجمیل، الطاف القدس، خیر کثیر، انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، سطعات، ہمعات، لمعات قابل ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں تفہیمات الٰہیہ کا اکثر حصہ مسائل تصوف سے متعلق ہے۔ انفاس العارفین میں بھی تصوف کے بہت سے مباحث آگئے ہیں۔ ان کتابوں کے اردو ترجمے بھی شائع ہو چکے ہیں۔ لیکن ان کے بیشتر مسائل نہایت مشکل اور پیچیدہ ہیں ان کا سمجھنا بھی ہر صاحب علم کے بس کا روگ نہیں۔ (فقہائے ہندج ۵، ص ۳۷۰)

دنیادار مشائخ سے بیزاری

مشائخ کو بالخصوص سخت الفاظ اور ترش لہجے سے خطاب کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں: ہم ایسے لوگوں کو ہرگز پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتے جو لوگوں کو محض اس لئے اپنے حلقہ ارادت میں داخل کرتے ہیں تاکہ ان سے روپے پیسے وصول کریں۔

اس سلسلے میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا طبقوں کے علاوہ ملک کے عام لوگوں کو بھی خطاب کرتے ہیں اور انہیں نصیحت کے اسلوب میں فرماتے ہیں:

اپنے رہن سہن اور انداز زیست میں تکلیف سے کام نہ لو۔ اگر ایسا کرو گے تو بالآخر فسق کی حدود میں داخل ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ چیز یہ ہے کہ اس کے بندے اس کی پیدا کردہ سہولتوں سے فائدہ اٹھائیں۔ اتنا کچھ کمانے کی سعی کرو جس سے تمہاری ضرورتیں پوری ہو سکیں۔ معاشی طور سے دوسروں پر اس طرح بوجھ نہ بنو کہ ان سے مانگ مانگ کر کھاؤ' یا ان سے مانگو اور وہ نہ دیں۔ اسی طرح ارباب سلطنت اور اصحاب حکومت پر بھی بوجھ نہ بنو' تمہارے لئے مناسب اور بہتر بات یہی

Marfat.com

ہے کہ خود کما کر کھاؤ' اگر ایسا کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہیں معاش کی ایسی راہ سجھا دے گا جو تمہاری ضروریات کی تکمیل کیلئے کافی ہوگی۔ اے ابنائے آدم! اللہ تعالیٰ نے جس کو سکونت کیلئے جگہ عنایت کردی ہو جس میں وہ آرام کرے' اتنا پانی عطا فرمادیا ہو' جس سے سیراب ہوسکے' اتنا کھانے کو دے دیا ہو جس سے گزربسر ہوسکے' اتنا کپڑا ہو' جس سے تن بدن کو ڈھانپ سکے' ایسی بیوی اس کے گھر میں ہو جو رہن سہن کے معاملات میں اس کو مدد دے سکتی ہو' یاد رکھو! پوری دنیا اس شخص کو مل چکی ہے' ضروری ہے کہ ان نعمتوں پر وہ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ انسان کو کمائی کی کوئی نہ کوئی راہ بہرحال اختیار کرنی چاہئے۔ یہ اس کیلئے بہت ضروری ہے۔ (فقہائے ہند ج:5' ص:1008۔1009)

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کرام میں سے ایک بزرگ شیخ محمد عاشق پھلتی رحمۃ اللہ علیہ تھے انہوں نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہی میں ''قول الجلی و اسرار الخفی'' کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی جو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اور حالات و سوانح پر مشتمل ہے۔ اس میں بھی ایسے بہت سے واقعات مندرج ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سیاسیات کے نشیب و فراز پر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گہری نظر رکھتے تھے۔ یہ کتاب خود شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملاحظہ گرام میں بھی آئی تھی۔

جب رفیع الدرجات (جو اورنگزیب عالمگیر مرحوم کی وفات کے بعد چوتھا مغل بادشاہ تھا) مہلک مرض میں مبتلا ہوا اور اس کی زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی تو سید عبداللہ خاں قطب الملک کو (جو سادات بارہ میں نہایت اہم شخصیت کے مالک تھے) اس کے جانشین کی فکر ہوئی۔ **خواجہ محمد سلطان اس سلسلے میں مشورے کیلئے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا بادشاہ کی اولاد کافی ہے' معلوم انہیں ان میں سے کون تخت حکومت پر بیٹھے گا۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے روشن اختر کا نام لیا اور کہا کہ وہ** مستقبل کا بادشاہ ہوگا۔ خواجہ محمد سلطان کو اس بشارت سے خوشی ہوئی اور شہزادے کو بھی یہ خبر سنادی لیکن جب رفیع الدرجات کا انتقال ہوا تو سب نے متفقہ طور پر رفیع الدولہ کو تخت پر بٹھادیا۔ قول الجلی کے مصنف لکھتے ہیں ''یہ بات شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیلئے تشویش خاطر کا باعث ہوئی لیکن پھر بھی بشارت کے ظہور کا انتظار رہا''۔ آخر چند روز بعد رفیع الدولہ کا انتقال ہوگیا اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بشارت پوری ہوئی۔ روشن اختر جس کا لقب محمد شاہ ہے تخت سلطنت پر بیٹھا۔

جنگ سے پہلے فتح کا کشف

جب سید محمد عبداللہ خان قطب الملک مذکور نے محمد شاہ کی زندگی میں سلطان ابراہیم کو تخت دہلی پر بٹھایا اور محمد شاہ سے جنگ کا ارادہ کیا تو خواجہ سلطان محمد پھر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ اس جنگ میں کون کامیاب ہوگا؟ محمد شاہ یا ابراہیم؟ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد فرمایا: مجھے اس طرح دکھایا گیا ہے کہ عبداللہ خان کی تمام فوج منتشر ہوگئی ہے اور اس کا ہاتھی تنہا میدان میں کھڑا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی فوج کو شکست ہوگی اور محمد شاہ فتح یاب ہوگا۔ پھر جب دونوں میں جنگ ہوئی تو وہی ظہور میں آیا جس کی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پیش گوئی فرمائی تھی۔

Marfat.com

خواب میں انقلاب کی خبر

ایک شخص نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں مہینے میں سلطنت مغلیہ میں انقلاب آجائے گا' آپ اس سلسلے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: اس وقت تو کوئی چیز معلوم نہیں ہو رہی' جب کچھ معلوم ہوگا بتا دیا جائے گا۔ دوسرے دن فرمایا: میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک اونچا دروازہ ہے' جس پر محمد شاہ اور دو اور شخص بیٹھے ہیں' میں بھی وہاں موجود ہوں اتنے میں ایک شخص محمد شاہ کے معزول ہونے کی خبر سناتا ہے اور اس کو ایذا پہنچانا چاہتا ہے۔ میں اس سے کہتا ہوں کہ اس کو معزول کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا' اس کے ساتھ ہی محمد شاہ سے کہتا ہوں کہ یہ شخص تیرا دشمن ہے' اس کو ختم کر دے۔ محمد شاہ کی کمر میں ہتھیار بندھے ہوئے ہیں' لیکن حملہ کرنے کی ہمت نہیں ہوتی اور وہ اس شخص سے خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ وہ شخص بھی محمد شاہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے لیکن ڈر محسوس کرتا ہے۔ بالآخر محمد شاہ اس مجلس میں محفوظ رہتا ہے''۔ یہ خواب بیان کرنے کے بعد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان ایام میں انقلاب سلطنت ہرگز نہ ہوگا۔

بہت بڑی آفت کی پیشگی اطلاع

قول الجلی میں دہلی پر نادر شاہ کے حملے کی تفصیلات بھی بیان کی گئی ہیں۔ لکھا ہے کہ ایک دن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایسا **معلوم ہوتا ہے کہ آگ کا ایک دریا امنڈا آرہا ہے' اور بڑے بڑے حوادث پیش آنے کے آثار نظر آرہے ہیں'** پھر جو کچھ فرمایا اس کا ترجمہ یہ ہے: آباد بستیاں تباہ اور برباد ہو جائیں گی اور ایسی آفت آئے گی کہ ارکان سلطنت اس کا علاج نہ کر سکیں گے اور ایسا بھی نظر آتا ہے کہ دہلی شہر جو ملک دار السلطنت ہے' زیادہ تر وہی آفات کی زد میں ہے''۔

1148ھ/1736ء کے سال کا آغاز ہوا تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان مصائب کا وقت قریب آگیا ہے' جن سے آباد شہر ویران اور بستے ہوئے دیہات و قصبات تباہی سے ہم کنار ہو جائیں گے اور شہر دہلی بالخصوص ان مصائب کا ہدف بنے گا۔ چنانچہ اس زمانے میں اتنی بارش ہوئی کہ مضبوط تر محل (قصور مشیدہ) گر گئے اور ملک کی بہت بڑی آبادی مصیبتوں کے خوف ناک ریلے میں آگئی۔ اسی زمانے میں ''غنیم دکھنی'' (مرہٹوں) نے حملہ کیا اور شاہی عساکر کی موجودگی کے باوجود دہلی کے قریب پہنچ گئے اور اس کو تباہ کرنے کا عزم کیا۔ دریا کے کنارے سخت مقابلہ ہوا' کثیر تعداد میں لوگ مارے گئے' بہت بڑی جنگ اور تباہی کے بعد اس مصیبت سے نجات حاصل ہوئی' اس کے بعد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض عقیدت مندوں نے دریافت کیا کہ جس مصیبت کا خطرہ تھا کیا وہ گزر گئی؟ فرمایا: نہیں وہ تو آنے والی ہے۔

انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ شاہ نور اللہ' دہلی کے شاہی بازار ''سوق سلطانی'' میں کچھ چیزیں خریدنے کیلئے گئے' واپس آئے تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: حال اہل بازار چگونہ دیدید؟ ترجمہ: بازار کے لوگوں کو کس حال میں دیکھا؟

انہوں نے جواب دیا کہ ابھی تک محفوظ ہیں لیکن سب پر وحشت سی چھائی ہوئی ہے' یہ سن کر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ بازار زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ یہاں خون کے دریا رواں ہوں گے۔

Marfat.com

اگر چہ اس وقت بظاہر کوئی خاص خطرہ نظر نہ آتا تھا لیکن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان الفاظ سے لوگوں میں اضطراب اور بے چینی کی سی کیفیت پیدا ہوگئی۔ اس سے تقریباً ایک سال بعد دہلی پر نادر شاہ کا حملہ ہوا۔

نادر شاہ کا حملہ اہل دہلی کیلئے نہایت المناک فتنہ تھا' جس سے تباہی اور بربادی اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ ''قول الجلی'' کے بیان کے مطابق نادر شاہ ''ہزاراں ہزار'' افراد کے سفاک ہجوم کے ساتھ ملک کے شہروں اور قصبوں کو روندتا ہوا کرنال پہنچا اور محمد شاہ اس کے مقابلے میں آیا۔ اس زمانے میں کچھ لوگوں نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خطوط لکھے اور دریافت کیا کہ اب کیا ہوگا؟ آپ نے جواب دیا کہ بہت بڑی مصیبت آئے گی لیکن محمد شاہ بدستور اپنی جگہ پر قائم رہے گا۔

اس لڑائی میں محمد شاہ کے 52 ہاتھی مارے گئے اور لشکر کا خاصہ بڑا حصہ تباہ ہوگیا۔ جو لوگ باقی بچے ان پر اتنا رعب چھا گیا کہ ادھر اُدھر بھاگ کھڑے ہوئے۔ شیخ محمد عاشق پھلتی رحمۃ اللہ علیہ افسوس کے ساتھ لکھتے ہیں:

نادر شاہ کے فوجی جس جاندار کو پاتے وہ انسان ہوتا یا حیوان اسے قتل کر دیتے۔ یہاں تک کہ انہوں نے کتوں اور بلیوں کو بھی نہ چھوڑا' شہر کے بازاروں اور مکانوں کو آگ لگا دی' مقتولوں کے ڈھیر لگ گئے' سوق سلطانی (شاہی بازار) میں جو چاندنی چوک کے نام سے مشہور ہے' خون کی ندیاں بہہ گئیں۔

شہر دہلی کی حالت اس زمانے میں انتہائی ابتر تھی' نہ اس میں کوئی داخل ہوسکتا نہ اس سے باہر جاسکتا' نہ کھانے کی کوئی میسر تھی' نہ عام استعمال کیلئے کچھ حاصل ہوتا تھا' ہزاروں آدمی بھوک سے بے تاب ہوکر مر گئے' گلی کوچے لاشوں سے اٹے پڑے تھے ان کو دفن کرنے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ ان کی عفونت سے بے شمار لوگ دم توڑ گئے' ملکی حالات اس قدر بگڑ گئے کہ مغل حکومت کے باقی رہنے کا بھی کسی کو یقین نہ تھا لیکن ہوا یہ کہ نادر شاہ دہلی کو لوٹ کر تمام نئے اور پرانے خزانے اپنے ساتھ لے گیا اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سیاسی بصیرت کی بناء پر جو یہ پشین گوئی کی تھی کہ محمد شاہ بہ حیثیت بادشاہ موجود رہے گا' وہ پوری ہوئی۔

اس ہنگامہ خیز اور المناک دور میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے عقیدت مندوں نے ان کو خطوط لکھے اور دعا کی درخواست کی۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سب کو تسلی دی اور لکھا کہ فکر کی کوئی بات نہیں تمام متعلقین محفوظ رہیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ان کے سب **متعلقین و معتقدین بھی محفوظ رہے اور ان کا محلہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے محفوظ رہا۔**

پروفیسر خلیق احمد نظامی نے ''شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے سیاسی مکتوبات'' کے مقدمے میں اسے خاصی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ دہلی میں اس سے جو اضطراب پھیلا اور بے چینی پیدا ہوئی' قول الجلی کے حوالے سے اس کا ذکر بھی کیا ہے۔ مثلاً شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ تعلقات کے بعض بزرگوں' خواجہ حبیب اللہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور عمر خان قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا کہ اس دور پر آشوب میں ہم اپنا مال و اسباب کہاں منتقل کریں اور اپنی حفاظت کیلئے کیا قدم اٹھائیں؟ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا:

''ہم اور ہمارے مخلصین بلکہ تمام باشندگان دہلی اس فتنے میں محفوظ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ ایسی صورت ظاہر فرمادے گا کہ امن کی فضا پیدا ہوجائے گی''۔

Marfat.com

شیخ محمد پھلتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور باشندگان دہلی محفوظ رہے۔ (فقہائے ہند ج:5، ص:1013 تا 1017)

شیخ محمد عاشق پھلتی رحمۃ اللہ علیہ

یہاں شیخ محمد عاشق پھلتی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف کرانا ضروری معلوم ہوتا ہے، شیخ ممدوح رحمۃ اللہ علیہ بارہویں صدی ہجری کے ایک مشہور بزرگ تھے جو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں شیخ عبید اللہ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے تھے۔ موضع پھلت (ضلع مظفر نگر ہندوستان) کے باشندے تھے۔ اپنے عہد کے جید عالم اور متقی بزرگ تھے، عرصہ تک شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت و رفاقت میں رہے اور ان سے خوب استفادہ کیا۔ 1143ھ/1731ء میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حجاز مقدس گئے تو یہ بھی ان کے ساتھ تھے، ان کی علمی رفعت اور سلوک و طریقت میں درک کا یہ عالم تھا کہ شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فیض حاصل کیا اور ان کی زبانی اپنے جلیل القدر باپ (حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ) کے معارف و تصوف سے متمتع ہوئے۔ سبیل الرشاد، قول الجلی اور شرح دعاء الاعتصام ان کی تصانیف ہیں۔ 1187ھ/ یا 1188ھ/ 1773ء یا 1774ء میں فوت ہوئے۔ (فقہائے ہند ج:5، ص:1019)

قطب زمانی، محبوب سبحانی کا وصال

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۱۷۶ھ کے محرم کی آخری تاریخ کو ہفتے کے دن باسٹھ سال کی عمر پا کر دہلی میں انتقال فرمایا۔ انکی وفات کے وقت رائے بریلی کے ایک بزرگ سید محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے اسلاف میں سے تھے، انکے پاس موجود تھے۔ انہوں نے رائے بریلی ہی کے اپنے ایک عزیز سید ابو سعید حسنی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے متعلق خط لکھا۔ ''حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہوا کہ امام سنت، مقتدائے ارباب کرامت، پیشوائے عرفائے زمان، سر آمد اولیائے جہان، قطب زمانی، محبوب سبحانی، سیدنا و مرشدنا ولی اللہ فاروقی مجدد وقت رضی اللہ عنہ کے انتقال پر ملال کا واقعہ اگر تفصیل سے لکھا جائے تو ہم جیسے غمزدہ لوگوں کیلئے عین مناسب ہے۔ چہ بخاطر رسید یار مرا کہ بہ ہجراں کشید کار مرا

ترجمہ: ہمارے دوست کے دل میں کیا آیا کہ ہمیں فراق و مہجوری میں مبتلا کر گیا۔

وامصیبتاہ! اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی کا یہ عجب نمونہ ہے کہ ایسے مقتدا کی روح کو صرف 62 سال کی عمر میں ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ' (اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف راضی اور پسندیدہ ہو کر واپس جا) کی ندا دی گئی اور اہل بدعت و ضلالت کو خوش اور اصحاب دین کو اندوہ گین کر دیا گیا۔ یعنی ہفتے کے دن ظہر کے وقت، محرم الحرام کی آخری تاریخ 1176ھ/1762ء کو حکم خداوندی سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے طائر روح نے قالب عنصری سے پرواز کر کے اوج علیین میں اپنا نشیمن بنالیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مفارقت سے آپ کے احباب و رفقاء کی حالت ایسی خستہ و خراب تھی کہ احاطہ تحریر میں نہیں آسکتی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اب میں اصل مقصد کی طرف آتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس عاصی کو حضرت شاہ ولی اللہ رضی اللہ عنہ کی کشش نے اپنی طرف کھینچا، چنانچہ ماہ ذی قعدہ (1175ھ یکم جولائی 1762ء) میں بڈھانہ جا کر آستانہ بوسی کی سعادت حاصل ہوئی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اقدس سے شرف یاب ہوا۔ بڈھانہ سے 9 ذی الحجہ 1175ھ کو آپ بغرض علاج دہلی تشریف لائے اور بابا

Marfat.com

فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر فروکش ہوئے۔ فرزندان گرامی قدر میں سے میاں محمد صاحب' میاں عبدالعزیز اور میاں رفیع الدین مدظلہم العالی اور اقربا و تلامذہ میں سے میاں محمد عاشق صاحب' میاں اہل اللہ صاحب' میاں محمد فائق' میاں محمد جواد اور خواجہ محمد امین وغیرہم (رحمہم اللہ) حاضر خدمت تھے۔ یہ غلام (یعنی سید محمد نعمان حسنی رحمۃ اللہ علیہ) میر محمد عتیق اور میر قاسم علی جنہوں نے حضرت کے آخری ایام میں شرف بیعت حاصل کیا تھا' ہر روز خدمت گاری کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوتے رہتے تھے۔

مشفق من! یہ آخری مجلسیں بھی عجب پر کیف اور پر فیض تھیں۔ نفحات انس و رحمت اور رشحات قدس و برکت بارش کی طرح برستے تھے۔ اکثر اہل نسبت حضرات اپنے وجدان صحیح سے اس صورت حال کو محسوس کرتے تھے۔ **اہل اللہ اور عارف باللہ تو ہمیشہ اور ہر زمانے میں ہوتے ہیں مگر ایسا مرد حقانی** جو جمیع اوصاف حمیدہ کا حامل اور کتاب و سنت کا مجتہدانہ شان سے عالم ہو' نیز حقائق و معارف میں بحر مواج اور دیگر علوم میں دریائے زخار ہو' **صدیوں کے بعد پیدا ہوتا ہے۔**

دورہا باید کہ تا یک مرد صاحب دل شود بایزید اندر خراساں یا سہیل اندر یمن

یہ بات بھی لائق تعریف ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی آپ سے رضامندی اور آپ پر ان کی توجہات عالیہ کو میں نے حد بیان سے زیادہ پایا' آپ کے حالات اکثر اوقات دریافت کرتے رہتے تھے۔ شاید آپ سے آخری ملاقات کی تمنا حضرت کے دل میں تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ یہ الفاظ فرمائے۔

میر ابو سعید رادہ آمدن دارند' اگر زود برسند بہتر باشد"۔

ترجمہ: میر ابوسعید آنے کا ارادہ کر رہے ہیں' اگر جلدی آجائیں تو اچھا ہو۔

صاحب من! حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری صحبت تو اب میسر نہیں آسکتی۔ البتہ علوم دینیہ میں ان کی تصنیفات نوے کے قریب بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔ تفسیر' اصول فقہ' کلام اور حدیث میں جیسے حجۃ اللہ البالغہ' ازالۃ الخفاء عن الخلفاء' اور ترجمہ قرآن' جن میں ہر کتاب کی کافی بڑی ضخامت ہے۔ ان کے علاوہ دیگر رسائل ہیں جو حقائق و معارف پر مشتمل ہیں۔ جیسے الطاف القدس' ہمعات' فیوض الحرمین اور انفاس العارفین وغیرہ۔ یہ کتابیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات کی نشاندہی کرتی ہیں' آپ اس بات کا عزم کریں کہ ان تمام کتابوں کو لکھوا کر رائج فرمائیں گے۔ یہ کام تھوڑی سی توجہ سے انجام پاسکتا ہے' معلوم نہیں اس قسم کی کتابیں گزشتہ دور میں معرض تصنیف میں آئی ہیں یا نہیں۔ واللہ اعلم! ارباب بصیرت ان کتابوں کی افادیت کا اقرار کرتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہر بات میں اصولی اور بنیادی حیثیت رکھتا ہے' اس فقیر کو اور صاحبزادگان گرامی نیز حضرت ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کے تمام رفقائے کرام کو آپ کی حضرت سے محبت کے پیش نظر یہ یقین ہے کہ جیسے ہی آپ اس حادثہ عظمیہ (یعنی شاہ صاحب کی وفات) کی خبر سنیں گے' دہلی کو روانہ ہو جائیں گے۔ اسی وجہ سے میں بھی آپ کی آمد کا منتظر ہوں۔ اگر آپ جلدی تشریف لائیں، میں ملاقات سامی سے مسرور ہو جاؤں۔ اگر تشریف لانے میں کچھ دیر ہو تو مطلع فرمائیں، کیونکہ یہ فقیر بھی واپس وطن آنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ میاں محمد عاشق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بعد سلام فرماتے ہیں کہ میر ابوسعید کو لکھو کہ حضرت اقدس شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے

Marfat.com

جتنے مکتوبات بھی ان کے نام لکھے گئے ہیں ان کی نقول ضرور بھیجیں تا کہ ان کو مکاتیب کے مجموعے میں شامل کیا جائے۔

حضرت میاں اہل اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات، نیز شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان کی طرف سے سلام قبول فرمائیں۔

بڈھانہ میں حضرت اقدس کی خدمت میں بھائی محمد معین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی کیفیت بیان کردی تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کیلئے دعا کی اور نہایت افسوس کا اظہار فرمایا تھا۔ (فقہائے ہند ج:5، ص:1024۔1025)

(26) مصنف کرامات اہل حدیث

مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ

داماد: امام الاولیاء مولانا احمد علی قادری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

قارئین! مولانا عبدالمجید سوہدروی علیہ الرحمۃ کی آج سے کم وبیش ۸۰ برس پہلے لکھی جانیوالی کتاب ''کرامات اہل حدیث'' گزشتہ آٹھ صدیوں میں متعدد مرتبہ شائع ہوتی اور اہل حدیث کے خلاف لوگوں کے دل سے نفرت کو کم کرنے کا ذریعہ بنتی رہی۔ یہ کتاب پڑھنے سے پہلے اکثر لوگوں کے ذہن میں ایک غلط فہمی موجود تھی کہ اہل حدیث میں کوئی ولی نہیں ہوتا، لیکن اس بدگمانی کو دور کرنے کا ثواب مولانا عبدالمجید علیہ الرحمۃ کے حصے میں آیا۔ خود مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کتنے بڑے صوفی تھے، اس کا اندازہ درج ذیل سطور پڑھنے کے بعد ہوگا۔ یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ کرنا بھی ضروری ہے کہ کچھ لوگ یہ کہہ کر تصوف کا انکار کردیتے ہیں کہ تصوف الگ چیز ہے، ولایت کوئی اور چیز ہے۔ حالانکہ یہ انکے فہم کا قصور ہے۔ جس طرح انسان چار سالہ کورس کر کے فاضل قرأت سبعہ عشرہ ہوجاتا ہے، سات آٹھ سالہ کورس کر کے عالم دین بن جاتا ہے اور مزید تخصص حاصل کر کے مفتی بن جاتا ہے، اسی طرح اگر اپنے پڑھے ہوئے دین کے مطابق عمل کر کے اپنے دل کو گناہوں کے زنگ سے صاف کرلے تو صوفی بن جاتا ہے اور جب اس کے اندر اہل صفہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی صفات یعنی اپنی تمام نیکیوں کے بدلے صرف اللہ جل شانہ کی رضا حاصل کرنے کی تڑپ، نماز کے اندر کامل خشوع وخضوع، گناہوں سے نفرت، آخرت کی رغبت، دنیا سے بیزاری، مزاج میں مکمل عاجزی وانکساری اور خاتمہ بالخیر ہونے کی فکر پیدا ہوجائے تو اسے مقام ولایت عطا کردیا جاتا ہے۔ بس یہی تصوف کا حاصل ہے جسے مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ کے قلم سے بیان کردہ سینکڑوں صوفیائے اہل حدیث کے واقعات جمع کر کے ''ارمغان تصوف'' کا گلدستہ آپکی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ میں ایک مرتبہ پھر کہتا ہوں کہ واللہ۔۔۔! یہی تصوف ہے جس کے اثبات میں سینکڑوں صوفیائے اہل حدیث کے واقعات دلیل کے طور پر موجود ہیں۔ اس کے سوا کسی قبر پرست، نشے میں مست بابے کو صوفی نہیں کہا جاسکتا۔ جو اس کو صوفی سمجھتا ہے، وہ تصوف ہی کو نہیں سمجھتا۔ آئیں اب مولانا عبدالمجید سوہدروی علیہ الرحمۃ کی زندگی میں سچے تصوف کا رنگ ملاحظہ فرمائیں۔ (از: مرتب)

سوہدرہ کے یہ عالم دین تصنیف وتالیف اور تقریر وخطابت کی وجہ سے پورے برصغیر میں مشہور ہوئے۔ یہ مولانا غلام نبی

Marfat.com

ربانی رحمہ اللہ کے پوتے، مولانا عبدالحمید سوہدروی رحمہ اللہ کے بیٹے اور حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کے نواسے تھے۔ جنوری 1901ء (رمضان 1318ھ) کو پیدا ہوئے۔ گیارہ سال کی عمر میں سایۂ پدری سے محروم ہو گئے تھے۔ ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے جد امجد مولانا غلام نبی رحمہ اللہ کی آغوش شفقت میں پائی۔ پھر سیالکوٹ میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ کے دامن فضیلت سے وابستہ ہوئے۔ دینیات کی تعلیم کے علاوہ علم طب پڑھا اور تکمیل تعلیم کے بعد تحریر ونگارش سے رابطہ قائم کیا اور تقریر وخطابت میں بڑا نام پایا۔ سوہدرہ میں درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ دینی صحافت کے میدان میں ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔ ان کی وجہ سے قصبہ سوہدرہ کا نام متحدہ ہندوستان کے مذہبی اور دینی حلقوں میں پہنچا۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ نے 6 نومبر 1959ء (5 جمادی الاولی 1379ھ) کو لاہور میں وفات پائی اور ان کی میت لاہور سے ان کے وطن سوہدرہ لے جائی گئی اور وہیں دفن کیے گئے۔ اس خاندان کا سلسلہ فیض ماشاء اللہ اب بھی جاری ہے اور اس کے معزز ارکان تحریری اور خطابتی شکل میں حالات کے مطابق خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ (بحوالہ: سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 47)

جلالی طبیعت اور مسجد کا ادب

مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمہ اللہ، مولانا سیالکوٹی رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے تھے اور اپنے دور کے بہت اچھے مقرر، کئی کتابوں کے مصنف اور صحافی تھے۔ ایک صاحب نے بتایا کہ گرمیوں کا موسم تھا، مولانا رحمہ اللہ اپنی مسجد میں درس قرآن دے رہے تھے۔ ایک شخص سے کہا پنکھے چلا دو۔ اس نے تعمیل حکم کی اور پنکھے چلا دیئے۔ ایک شخص وہاں بیٹھے تھے جنہوں نے دو چار دن پہلے مسجد کیلئے پنکھا دیا تھا۔ انہوں نے پنکھا چلانے والے سے کہا: میرا پنکھا بھی چلا دو۔

مولانا رحمہ اللہ نے یہ الفاظ سنے تو جلدی سے اٹھے، کوئی چیز پاؤں کے نیچے رکھنے کیلئے منگوائی۔ پلاس یا کوئی اور چیز ہاتھ میں پکڑی اور وہ پنکھا اتار کر گلی میں پھینک دیا۔ **جس شخص نے پنکھا دیا تھا، اس کی طرف غصے سے دیکھا اور فرمایا لے جاؤ، اپنا پنکھا...... کیا بکواس ہے، میرا پنکھا بھی چلا دو**، میرا پنکھا بھی چلا دو...... یہ کہہ کر تم لوگوں کو بتانا چاہتے ہو کہ میں نے مسجد کو پنکھا دیا ہے۔ اب سب کو پتا چل گیا ہے۔ لے جاؤ اپنا پنکھا اور چلاؤ اسے اپنے گھر میں......! (قافلہ حدیث، ص: ۸۸)

علمائے اہلحدیث کی عمدہ کرامات

مولانا ابوالکلام احمد حفظہ اللہ نے خط میں اہلحدیث کے علم تصوف اور علم طریقت کا جس انداز میں ذکر فرمایا ہے، وہ بالکل صحیح ہے۔ اس بات میں مولانا کے جذبات قابل قدر ہیں۔ انہیں اس موضوع پر کھل کر لکھنا چاہیے اور اہلحدیث علمائے دین کی کرامات اور ان کی قبولیت دعا کے واقعات کی تفصیل بیان کرنی چاہیے۔ اس سلسلے میں بہت عرصہ ہوا مولانا عبدالمجید سوہدروی مرحوم ومغفور نے کچھ کام کیا تھا اور بڑی عمدگی سے بعض اہل حدیث علمائے کرام کی کرامتوں کا تذکرہ فرمایا تھا۔

اصحاب کرامات علمائے اہلحدیث کی اس فہرست میں انہوں نے حضرت سیّد عبداللہ غزنوی، مولانا غلام رسول قلعوی اور حضرت قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہم اللہ کے اسمائے گرامی درج فرمائے ہیں۔ (بحوالہ: ۔تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۴۸۔۴۹)

مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ جنوری 1901ء میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے تصنیف وتالیف اور تقریر وخطابت میں بڑی

Marfat.com

شہرت پائی۔ مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہ اللہ نے ان کے ساتھ ملک کے بہت سے تبلیغی اجتماعات میں شرکت کی اور دونوں زندگی بھر کتاب و سنت کی ترویج میں مشغول رہے۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ نے 6 نومبر 1959ء کو وفات پائی۔ (سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 119)

قارئین! آئیں انہی کی لکھی ہوئی کتاب ''کرامات اہل حدیث'' کے جدید ایڈیشن میں سے انکی اپنی کرامات کے وہ واقعات پڑھتے ہیں، جو صاحبزادہ مولانا حکیم محمد ادریس فاروقی مرحوم نے اپنے دادا علیہ الرحمۃ کے متعلق بیان فرمائے۔

پودوں سے ذکر الٰہی کی آواز

ایک مرتبہ موضع نہالو چک تحصیل ڈسکہ میں چند احباب سے بغرض ملاقات جانا ہوا۔ وہاں محمد صدیق صاحب سے میری (حکیم محمد ادریس فاروقی مرحوم کی) ملاقات ہوئی محمد صدیق صاحب کی تلواڑہ میں بھی رشتہ داری ہے۔ انہی محمد صدیق صاحب کا بیان ہے کہ مجھے حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کی عام مجلس اختیار کرنے کا شرف حاصل رہا۔ حضرت سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کی زرعی اراضی جو تقریباً ایک مربع پر مشتمل تھی، سوہدرہ سے جانب شمال تقریباً نصف میل کے فاصلے پر تھی، اس میں خوبصورت اور سرسبز باغ تھا، میں وہاں عصر کے بعد کئی مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گیا، آپ جاتے اور آتے بڑی عالمانہ اور حکیمانہ باتیں بتایا کرتے تھے، ایک دن ذکر الٰہی کی بات ہو رہی تھی آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: ہر چیز اللہ کا ذکر کرتی ہے، میں نے کہا کیا یہ گھاس اور پودے بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہاں! یہ بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں میں کچھ حیران ہوا۔ ساتھ ہی مکئی کا کھیت تھا۔ فرمانے لگے: کانوں پر ہاتھ رکھو۔ اب ہٹا دو۔ محمد صدیق صاحب کا بیان ہے جب میں نے ادھر دھیان کیا تو ہر پودے سے ذکر الٰہی کی آواز آرہی تھی، جو خود میں نے اپنے کانوں سے سنی۔

بے موسم پھل کا حیران کن واقعہ

ایک مرتبہ دلاور سے ہمارے کچھ عزیز سوہدرے آئے، ہم اپنے باغ میں سیر کیلئے گئے اعزہ کی ایک بچی اصرار کرنے لگی، میں نے امرود لینا ہے مگر امرود کا پھل ختم ہو چکا تھا کیونکہ باغ آؤٹ آف سیزن ہو چکا تھا۔ بچی یعنی اپنی نواسی کو بضد دیکھ کر انہوں نے اپنا دست مبارک درخت کی طرف کر کے جیسے کوئی پھل توڑتا ہے۔ پیچھے کیا تو ان کے بابرکت ہاتھ میں موٹا تازہ پکا ہوا امرود تھا۔ یہ ماجرا میں نے خود دیکھا اور حیران تھا اور اب بھی حیران ہوں کہ وہ امرود کہاں سے آگیا؟

وظائف کی تاثیر

ملک محمد اشرف صاحب سوہدروی رحمہ اللہ انسپکٹر پولیس حیدرآباد کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے ایک مہوکا نما پھنسی نکل آئی جس سے آرام نہ آتا تھا۔ میں نے اپنے

> **دم کروانے سے لڑکا پیدا ہوا**
>
> بے اولاد جوڑا صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو کچھ پڑھ کر عورت کی طرف منہ کیا اور فرمایا منہ کھول! اس نے منہ کھولا تو منہ میں پھونک ماری جس میں تھوک کی آمیزش بھی تھی۔ ٹھیک ایک سال بعد وہی جوڑا آیا جن کی گود میں لڑکا تھا۔ (سوانح صوفی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ص: ۳۹۵)

Marfat.com

استاد محترم حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وظیفہ بتایا وہ پڑھ کر پھونک مار کر ہاتھ کو اس پر مل دیتا تھا اللہ کی قدرت وہ مہینوں کی پھنسی دنوں میں غائب ہو گئی۔

ملک صاحب موصوف نے دو تین اور وظائف بتائے جو مختلف مقاصد کے لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمائے تھے۔ آپ نے جس مقصد کیلئے جو وظیفہ بتایا الحمد للہ اس کے پڑھنے سے وہ مقصد پورا ہو جاتا۔ اور موصوف کہتے ہیں میں آج تک وہ وظائف کر رہا ہوں اور آج تک میرے مقاصد پورے ہو رہے ہیں۔ ان وظائف کا بفضلہ ''دودمان علوی کا درخشندہ ستارا'' میں ذکر کریں گے۔

اولاد کی بہار

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فضل اور روحانیت کے نزدیک و دور عام چرچے تھے۔ محمد اقبال علوی سوہدروی رحمہ اللہ کے والد محمد حسین کا بیان ہے کہ میرے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی، اگر پیدا ہوتی تو فوت ہو جاتی تھی۔ بہتیرا علاج کروایا مگر فائدہ نہ ہوا، ایک بار میں نے حضرت مولانا عبدالمجید رحمہ اللہ سے ذکر کیا۔ آپ نے اہلیہ کے کھانے کے لئے گولیاں دیں اور کچھ دم کر کے دیا۔ اللہ کی شان اسی سال بیٹی پیدا ہوئی، اگلے سال پھر بیٹی پیدا ہوئی، اس کے بعد پھر بیٹا ہوا، اب ماشاء اللہ تینوں جوان اور شادی شدہ ہیں۔

سلفی وظائف اور پانی پر دم

ملک محمد یوسف صاحب ٹھیکیدار (آف سوہدرہ) کا بیان ہے۔ میں ملتان میں ٹھیکیداری کرتا تھا کہ حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ ملتان اہلحدیث کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔ میں ملاقات کے لئے حاضر خدمت ہوا آپ رحمۃ اللہ علیہ علماء کے جھرمٹ میں بیٹھے ہوئے تھے، متعدد علماء و فضلاء آپ کے پاس باادب بیٹھے ہوئے مختلف مسائل اور موضوعات پر تبادلہ خیال کر رہے تھے، میں آپ سے ملا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑی محبت سے پیش آئے، میں نے آپ کو اگلی صبح ناشتہ کی دعوت دی، آپ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے، میرے پاس تیس چالیس مزدور کام کرتے تھے، وہ سبھی اوڈ قوم کے اہلحدیث تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو تشریف فرما دیکھ کر وہ سب آپ کی زیارت کیلئے آپ کے قریب جمع ہو گئے، **ان میں سے کوئی دم کروانے لگا، کوئی وظیفہ پوچھنے لگا، کوئی پانی لے کر آ گیا کہ اس میں پھونک ماردیں**۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہرگز پریشان نہ ہوئے۔ آپ ہر ایک کا مطالبہ پورا فرماتے رہے، ہم سب لوگوں کو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری سے بہت خوشی ہوئی اور آپ کی مجلس میں بیٹھ کر بہت سکون ملا اور جی چاہتا تھا کہ آپ دیر تک ہمارے درمیان بیٹھے رہیں، مگر آپ زیادہ دیر نہ بیٹھے اور میرے کام کا حرج دیکھ کر اجازت لے کر جلدی ہی تشریف لے گئے۔ یہ ہے اولیاء کی مجلس کی برکت کہ اس میں بیٹھ کر خوشی ہوتی ہے، سکون ملتا ہے۔ اگر آج بھی ایسی مجالس کہیں مل جائیں تو انہیں بہت بڑی سعادت سمجھنا چاہیے۔

دیگر مسالک پر دم کی برکت

میاں محمد اکبر صاحب مہاجر کو کمر اور ٹانگ میں درد رہتا تھا کہیں سے آرام نہ آیا۔ موصوف چند ہی روز آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دم کیا، اللہ نے شفا دے دی۔ یہ خاندان دیوبندی تھا مگر مولانا کا گرویدہ تھا اور نماز پنجگانہ اور جمعہ یہیں ادا کرتا تھا۔

Marfat.com

آسیب کا کھوج لگا لیا

ایک مرتبہ یہی محمد اکبر صاحب کسی عزیز کو حضرت کی خدمت میں لے آئے کہ یہ شخص بیمار رہتا ہے، ڈاکٹر کہتے ہیں اسے کوئی مرض نہیں، شبہ ہے کہ اسے آسیب ہے، بہت سے عاملوں کے پاس گئے ہیں لیکن حقیقت حال کا پتہ نہیں چل رہا، اس کے مرض کا انکشاف نہیں ہو رہا، میں چشم دید گواہ ہوں حضرت المحترم نے کاپی سے ایک کاغذ کا پرزہ نکالا جس پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ کہا اسے پڑھتے جاؤ، اس نے کہا مجھے پڑھنا نہیں آتا فرمایا اسے دیکھتے رہو، وہ دیکھنے لگا دو منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ جن حاضر ہو گیا فرمایا! لے جاؤ اسے آسیب کی شکایت ہے۔ جس بیماری یا عارضے کا ڈاکٹروں اور عاملوں کو پتہ نہیں چل سکا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا چند منٹوں میں کھوج لگا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر بڑی مہربانی فرما رکھی تھی۔

آپ کو دست شفا ملا تھا

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا قیام جب لاہور اچھرہ میں تھا اور وہاں مسجد شاہ چراغ میں خطیب تھے۔ تو وہیں بریلوی مکتب فکر کے مشہور مبلغ و مناظر مولانا محمد عمر اچھروی رحمہ اللہ رہتے تھے۔ یہ مولانا اچھروی رحمہ اللہ اپنے مسلک کے قدآور عالم تھے۔ دوسری جانب حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ اہلحدیث مسلک کے شہرہ آفاق خطیب اور اپنے مذہب کے مشہور عالم اور واعظ تھے، دونوں میں نوک جھونک ہونے کے باوجود اچھے روابط تھے، ایک مرتبہ مولانا اچھروی رحمہ اللہ، حضرت سوہدروی رحمہ اللہ کے پاس تشریف لائے، حضرت سوہدروی نے فرمایا بھائی! بتاؤ یہاں کتنا اچھا ملتے ہو مگر سٹیج پر ہمیں گالیاں دیتے ہو ہم نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟ مولانا اچھروی رحمہ اللہ کھسیانے سے ہو کر مسکرا دیئے کہنے لگے: وہ باتیں پھر کسی وقت کر لیں گے، اب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنے کا ایک مقصد ہے کہ طبیعت میں کچھ گھٹن سی رہتی ہے، کوئی جسمانی تکلیف بھی نہیں ہے، بعض نے کہا ہے شاید آسیب ہی نہ ہو، بس جو کچھ بھی ہو کھوج لگا کر میرا علاج کریں۔ حضرت سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں طنز و ظرافت پائی جاتی تھی، کہنے لگے: بھائی اچھروی صاحب! آسیب کا علاج نرمی سے بھی ہوتا ہے اور سختی سے بھی، بتایئے! آپ رحمۃ اللہ علیہ کیلئے کون سا طریقہ کار اختیار کیا جائے؟ مولانا اچھروی رحمہ اللہ صاحب مسکرا کر کہنے لگے۔ حضرت صاحب! ایک مریض حاضر ہو گیا ہے اب آپ جس طرح چاہتے ہوں علاج کریں، بس علاج ہونا چاہیے۔

یہاں بتانا یہ مقصود ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو رب کی جانب سے دست شفا نصیب ہوا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جس مریض کو ہاتھ ڈالتے وہ جسمانی ہو یا روحانی، اللہ کے فضل سے اکثر شفایاب ہو جاتا اور بغرض علاج آپ کے پاس ہر فرقے اور ہر لائن کے آدمی آتے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چہرے پر کبھی شکن نہ ڈالی اور ہر ایک کا بڑے خلوص اور خندہ پیشانی سے علاج کرتے۔

ایک دن آیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ خود بیمار ہو گئے اور اس بیماری کی صحیح تشخیص نہ ہو سکی، نہ صحیح علاج ہو سکا، یہ واقعہ زندگی کے آخری سال پیش آیا، بالآخر آپ اس ناپائیدار زندگی کو چھوڑ کر عالم باقی کو سدھار گئے۔

جنات مقتدی اور شاگرد

میں ایک بار حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کے منجھلے صاحبزادے حافظ عبدالوحید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ موضع نہالو

Marfat.com

چک تحصیل وزیر آباد گیا۔ محترم حافظ عبدالوحید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو وہاں بلایا گیا تھا، کسی خاتون کو جنات کی شکایت تھی۔ گھر والوں کے مطابق آسیب زدہ خاتون کے جن نے حافظ صاحب موصوف کو یاد کیا کہ انہیں لائیں پھر میں اس خاتون کو چھوڑ دوں گا، چنانچہ میں بھی موصوف کے ساتھ گیا ہم وہاں پہنچے اس خاتون میں جن تھا، اس کے جن سے بڑی باتیں ہوئیں، اس نے باتوں میں یہ بھی بتایا کہ ہمارے چھوٹے بڑے سب آپ کو جانتے ہیں اور وہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں جمعہ ادا کرتے ہیں اور کچھ وہاں قرآن بھی پڑھتے ہیں، ہمارے افراد حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ سے بہت مرعوب ہیں اور ان کا بہت احترام کرتے ہیں۔

پانچ ہزار جنات کی ضیافت

ایک بار آپ رحمۃ اللہ علیہ نے برسر منبر کہا کہ جن بھی انسان کی طرح ایک مخلوق ہے، جس میں انسانوں کی طرح اچھے برے دونوں قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ میں اس جمعہ میں موجود تھا، ایک پڑھے لکھے آدمی نے جنات کے وجود میں تذبذب کا اظہار کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! جب قرآن وحدیث میں جنات کا تذکرہ موجود ہے تو ان کا انکار کیونکر کیا جاسکتا ہے؟ اگر آپ جنات کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہوں تو **میں ایک ٹبہ میں اپنا رقعہ دے کر آپ کو بھیجتا ہوں، وہاں پانچ ہزار اہلحدیث جنات آپ کی ضیافت اور خاطر مدارت کریں گے** پھر جب آپ انہیں آنکھوں سے دیکھ لیں گے، تو آپ کو جنات کے وجود میں کوئی شبہ نہیں رہے گا۔ یہ بات کرنے کے بعد حضرت مرحوم نے اس آدمی سے فرمایا! کیا خیال ہے؟ جنات کی ملاقات کے لئے تیار ہیں؟ وہ کہنے لگا، رہنے دیجئے، اسی طرح ہی مانتا ہوں۔

زبان کی تاثیر

اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہ صرف زبان و بیان پر قدرت عطا فرمارکھی تھی بلکہ زبان کو بلا کی تاثیر ودیعت فرمارکھی تھی۔ سوہدرہ کے میاں غلام محمد ہرکارہ بہت نیک طینت بزرگ تھے، آپ اکثر بتایا کرتے تھے کہ میں کٹر بریلوی تھا، اہلحدیث کا نام سننا بھی گوارا نہ کرتا تھا۔ میں نے جامع مسجد ککے زئیاں میں حضرت مولانا عبدالمجید رحمہ اللہ کا ایک ہی خطاب سنا کہ اہلحدیث ہو گیا اور میرے اہلحدیث ہونے سے میرا پورا خاندان اہلحدیث ہو گیا۔ اس تقریر میں آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور فضائل بیان فرمائے تھے اور بقول میاں غلام محمد مرحوم کے اتنے بہترین انداز میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات میں نے کسی سے نہیں سنے تھے۔

میاں غلام محمد ہرکارہ کو میں نے دیکھا ہوا ہے بہت مخلص اور قرآن وسنت کے والہ وشیدا اور حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کے نہایت گرویدہ تھے، انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے یعنی بندہ کے والد گرامی حضرت مولانا حافظ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ''قرآن مجید'' اور ''مشکوۃ المصابیح'' پڑھی اور علم آنے سے پوری طرح آنکھیں کھل گئیں۔ آپ والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کا بہت ادب کرتے تھے بلکہ آپ حضرت سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے ایک ایک بچے کا احترام کرتے تھے کچھ عرصہ ہوا وفات پا چکے ہیں۔ لوگ انہیں بہت یاد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین!

دو جملوں سے کایا پلٹ گئی

ملک محمد بشیر (پان بوتل والے) بیان کرتے ہیں میں زمانہ جوانی میں دین سے دور اور پرلے درجے کا بے نمازی تھا اد

Marfat.com

میرے والد حضرت مولانا عبدالمجید رحمہ اللہ کے حد درجہ ارادت کیش تھے۔ایک دفعہ حضرت صاحب سے کہنے لگے: بشیر نماز نہیں پڑھتا، براہ کرم اسے نماز کی تلقین فرمائیں آپ رحمۃ اللہ علیہ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: بشیر! نماز کیوں نہیں پڑھتے ؟ پڑھا کر، و نماز تو سردار جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معاف نہیں، تم کس کے بیچارے ہو؟ ملک محمد بشیر اس وقت ۶۵۔۷۰ کے پیٹے میں ہوں گے، ان کا اپنا بیان ہے میں نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی بات کا اتنا اثر لیا کہ اسی دن سے نماز شروع کر دی۔وہ دن اور یہ دن میں نے آج تک ایک بھی نماز نہیں چھوڑی۔''فالحمد للہ علی ذالک''

یہی بات ملک محمد یوسف ٹھیکیدار اور دیگر سب لوگ کہتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان میں جادو کی تاثیر تھی۔صاحب جلال و جبروت ہونے کے باوصف آپ کے گرد لوگوں کا جھمگھٹا لگا رہتا تھا، وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کی کشش اور زبان کی تاثیر ہی کی وجہ سے تھا۔

زبان و بیان کی اعجاز آفرینی

سوہدرہ کے ایک بزرگ حاجی لال دین کشمیری مرحوم تھے۔بہت نیک اور شریعت کے پابند تھے۔اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔آپ **حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کا مرید ہونے کے ناتے سے حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کا بے حد احترام کرتے تھے**۔حاجی صاحب موصوف کے بڑے صاحبزادے ماسٹر محمد یونس بٹ صاحب کا بیان ہے کہ موضع تاجو کے چیمہ تحصیل ڈسکہ میں چوہدری سلطان صاحب کے بیٹے عبدالعزیز کے عقیقہ پر اباجی کے ساتھ حضرت مولانا رحمہ اللہ کو بھی دعوت تھی۔چوہدری صاحب جنہوں نے حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کو بلایا تھا وہ چونکہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے مرید تھے، اس لئے انہوں نے حاجی لال دین صاحب کو پیر بھائی کے ناطے سے دعوت دی تھی۔سارا گاؤں حنفی بریلوی احباب پر مشتمل تھا مگر وہاں مقرر واعظ حضرت سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔آپ منجھے ہوئے اور متبحر اہلحدیث عالم تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بعد از نماز عشاء توحید و سنت، مسلک اہلحدیث اور اصلاح معاشرہ پر ایسا شاندار، جاندار اور پر تاثیر خطاب فرمایا کہ ایک فرد بھی تاثر لیے بغیر نہ رہ سکا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کے اصرار پر صبح درس قرآن بھی دیا۔جسے سب نے بڑے شوق اور انہماک سے سنا۔اور ہر عقیدہ و خیال کا شخص آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت متاثر ہوا۔اور ہر شخص آپ کو آئندہ تشریف لانے کا کہہ رہا تھا۔

یقیناً یہ آپ کی کرامت تھی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے زبان و بیان پر وہ قدرت عطا کر رکھی تھی کہ جسے سن کر دشمن بھی دوست بن جاتا تھا۔سچ ہے''ان من البیان لسحرا'' کہ بیشک بعض بیان جادوئی اثر رکھتے ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر پاک و ہند میں ہزاروں تقریریں کیں برصغیر کا شاید ہی کوئی جلسہ ایسا ہو جس میں آپ شریک نہ ہوئے ہوں، ان میں ایک ۵۳ء کی ختم نبوت پر تقریر بھی ہے، جسے سن کر مسلمان تڑپ اٹھے۔وہ روح پرور منظر بندہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔سبحان اللہ۔

نگاہ کی حیرت انگیز تاثیر

تقسیم ملک کے وقت بہت سے مہاجرین سوہدرہ بھی آئے ان میں پہلوان لال دین بھی تھے۔انہوں نے مین بازار چوک سوہدرہ میں پان شاپ بنائی۔یہ صاحب آزاد منش اور حد درجہ دین سے دور تھے۔نماز، روزہ کی خبر ہی نہیں تھی۔ایک روز کی بات ہے کہ ماہ رمضان المبارک میں صبح دوکان میں بیٹھے تربوز کاٹنے لگے۔کہ ان سمجھانے والوں کو دکھا کر ابھی کھاتا ہوں۔آس پاس

Marfat.com

والے سمجھاتے رہتے تھے، اب بھی انہوں نے سمجھایا مگر ڈھاک کے وہی تین پات، پہلوان صاحب نے مطلق اثر نہ لیا۔ تربوز پکڑا اور چاقو اس میں پیوست کر دیا۔ اسی اثناء میں سوہدرے کا بے تاج بادشاہ عقیدت مندوں کے جھرمٹ میں سامنے سے آرہا۔ پہلوان لال دین کی نظر سامنے تھی حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ محلہ ککے زئی میں معمول کے مطابق درس قرآن دے کر واپس تشریف لا رہے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بس ایک نظر ادھر دیکھا، نظریں چار ہوئیں۔ بس کام ہو چکا تھا، چاقو تربوز پر چلنے کی بجائے لال دین کے نفس امارہ پر چل چکا تھا، ہاتھ ڈھیلا پڑ گیا۔ تربوز وہیں پڑا رہ گیا۔ لال دین کے دل و دماغ کے عروق و شرائین میں ایمان و عقیدہ کی برقی رو جاری ہوگئی، وہ ہر شئے چھوڑ کر دیوانہ وار حضرت کے پیچھے ہولیا۔ **مسجد پہنچ کر آپ کے قدموں میں گر پڑا اور کانپتے ہاتھوں کو جوڑ کر کہنے لگا: اللہ! مجھے معاف کر دیجئے** میں ہر گناہ سے توبہ کرتا ہوں، آئندہ میں پوری زندگی آپ کے ارشاد کے مطابق گزاروں گا۔ چنانچہ آپ نے اتباع کتاب وسنت اور ادائیگی نماز کی تلقین کی اس دن سے لال دین واقعی لال دین یعنی دین کا لال بن گیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا دست راست بن گیا۔ اور زندگی بھر کوئی نماز نہیں چھوڑی۔ بلکہ نماز تہجد بھی شروع کر دی۔ حضرت سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد کا دبنگ نمازی، بلند آواز موذن اور حضرت موصوف کا سچا اور باوفا خادم بن گیا، اس کی اذان میں ایک کشش ہوتی تھی۔ اس کے بعد اسی چچا لال دین کو اللہ نے بیٹا دیا اس نے حضرت کی محبت و شیفتگی کی وجہ سے اس کا نام ''عبدالمجید'' رکھا ماشاء اللہ عبدالمجید سوہدروی بہت دین پسند، علم دوست اور پیکر شرافت واخلاص ہے۔ اور حضرت سوہدروی رحمہ اللہ کے پورے خاندان سے اسی طرح عقیدت رکھتا ہے جس طرح اس کے والد گرامی چچا لال دین عقیدت و محبت رکھتے تھے۔

کنویں میں گرنے کا غیبی اشارہ

ایک مرتبہ ہمارے ایک ہم جماعت اور دوست صوفی محمد شریف صاحب اپنی مسجد غربی سوہدرہ کی کھوئی (چھوٹا کنواں، جو چرخی کے ساتھ ہوتا ہے) سے چرخی کی مدد سے ڈول نکال رہے تھے کہ اچانک پاؤں پھسلا اور کھوئی میں جا گرے۔ پانی گہرا تھا۔ اس وقت مسجد میں کوئی آدمی نہیں تھا۔ مولانا عبدالمجید ''اعلی اللہ مقامہ'' ساتھ ہی دفتر میں کام کر رہے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جیسے کوئی اشارہ ہوا ہو باہر نکلے تو ڈول کو کھوئی میں لٹکا ہوا پایا، آگے ہو کر دیکھا تو صوفی صاحب اس میں گرے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا ڈول پر بیٹھ جاؤ، وہ بیٹھ گئے، آپ نے چرخی گھمانی شروع کی چنانچہ صوفی صاحب دیکھتے ہی دیکھتے باہر آگئے، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس نیکی سے صوفی صاحب کی جان بچ گئی، یہ کوئی ۴۲ سال پہلے کی بات ہے مگر صوفی صاحب اب تک مرحوم کا یہ احسان عظیم یاد کر کے انہیں دعائیں دیتے ہیں کہ شکر ہے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بروقت تشریف لے آئے اور مجھ غریب کی جان بچ گئی۔

(27) قاضی محمد صاحب خان پوری رحمۃ اللہ علیہ

فیض یافتہ: حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

ضلع ہزارہ میں امام اہلحدیث حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے تصوف کا نور حاصل کرنیوالوں میں سرفہرست خان پور کا''

Marfat.com

قاضی خاندان'' ہے، جن کے اسلاف میں سے ایک بزرگ قاضی محمد حسن خانپوری رحمۃ اللہ علیہ میلوں لمبا سفر کر کے حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے اور عرض کی ''حضرت! میری زبان تو ذکر کرتی ہے، دل ذکر نہیں کرتا۔ میں آپ سے ذکر قلبی کی دولت لینے حاضر ہوا ہوں'' حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ (جو ہر وقت خود اللہ جل شانہ کے ذکر میں ڈوبے رہتے تھے، اور علامہ شمس الحق ڈیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول انکا گوشت، انکی ہڈیاں اور انکے جسم کا رواں رواں بھی اللہ جل شانہ کی یاد میں فناء ہو چکا تھا) نے چند لمحات قاضی محمد حسن خانپوری رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر توجہ فرمائی، جس سے انکا ذکر قلبی جاری ہو گیا۔ پھر فرمایا ''میں نے آج تک قاضی محمد حسن کے دل جیسا روشن دل کسی کا نہیں دیکھا'' (بحوالہ؛ تذکرہ علمائے خانپور۔ از: قاضی محمد عبداللہ خانپوری رحمۃ اللہ علیہ) یہاں معزز قارئین سے ایک سوال کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ ذکرِ قلبی ایسی کونسی نعمت تھی، جسے حاصل کرنے کیلئے میلوں لمبا سفر کیا جا رہا ہے؟ آئیں اسے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو دیکھا جو نماز کے دوران داڑھی سے کھیل رہے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لو خشع قلب هذا لخشعت جوارحه'' (مصنف ابن ابی شیبہ) یعنی اگر اسکے دل میں خشوع ہوتا تو اس کا اثر اس کے اعضاء پر بھی پڑتا۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ''درمیانے درجے کی دو رکعتیں جو تفکر و تدبر پر مشتمل ہوں، اس قیام لیل پر بھاری ہیں، جس میں قلب غیر حاضر ہو۔ (بحوالہ؛ تعلیماتِ غزالی۔ ص ۱۱۴) قارئین! دل کی غیر حاضری والی کیفیت سے پڑھی گئی نماز اللہ جل شانہ کے ہاں بے وقعت ہے، اگرچہ ساری عمر نماز پڑھتا رہے۔ غزنوی خاندان کے مرشدین اپنے مریدوں کو باقاعدہ طور پہ نماز کے دوران دھیان جمانے کی مشق کرواتے تھے۔ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک فرماتے تھے کہ نماز سے پہلے وضو ہی میں اپنے دل کو تلاش کرو اور کامل یکسوئی کیساتھ **اس نیت سے وضو کرو کہ جسم کے اعضاء دھوتے ہوئے تمہیں گناہوں کے دھلنے کا بھی یقین ہو۔** غزنوی علمائے کرام رحمہم اللہ کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کو دیکھ کر عام لوگ حیران ہوتے اور پوچھتے، تم نے نماز پڑھنے کا ایسا رنگ ڈھنگ کہاں سے سیکھا؟ (بحوالہ؛ سوانح حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ) اسی قلبی دھیان کو حاصل کرنے کیلئے صوفیاء کی ضرورت پڑتی ہے، اور یہی دولت مل جانے کو تصوف کہا جاتا ہے۔ زیب عنوان شخصیت قاضی محمد صاحب خانپوری رحمۃ اللہ علیہ، انہی قاضی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ گرامی قدر ہیں، جنہوں نے اپنے والد کی طرح حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض تصوف حاصل کیا۔ آئیں مولانا اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کے دھیمے لہجے میں خان پور کے اسلاف اہل حدیث کی داستان تصوف سنتے ہیں۔ (از: مرتب)

نومولود کے بارے بزرگ کا قیافہ

قاضی محمد صاحب خانپوری رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کی مغل حکومت کے بالکل آخری دور میں 4 شعبان 1270ھ (3 مئی 1854ء) کو موضع خان پور تحصیل ہری پور ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ قاضی عبدالاحد خان پوری رحمۃ اللہ علیہ کے برادر صغیر اور قاضی محمد حسن خانپوری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے۔ سات ماہ کے پیدا ہوئے تھے اور بہت کمزور تھے' اس لئے ولادت کے بعد انہیں روئی میں لپیٹ کر رکھا گیا تھا۔ راجہ علی گوہر اس وقت خان پور کے راجوں میں معمر ترین بزرگ تھے اور قاضی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد

Marfat.com

---جب انہیں پتا چلا کہ ان کے استاد عالی قدر کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے، تو وہ مبارک باد دینے اور لڑکے کو دیکھنے کیلئے آئے۔ انہیں بتایا گیا کہ لڑکا بہت کمزور ہے اور اسے روئی میں لپیٹ کر رکھا گیا ہے لیکن انہوں نے اصرار کیا وہ نومولود کو ضرور دیکھیں گے۔ چنانچہ بچہ انہیں دکھایا گیا' انہوں نے بڑے ادب سے بچے کو سلام کیا اور قاضی محمد حسن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ کو مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ قیافہ یہ بتا رہا ہے کہ یہ نومولود بہت بڑے قاضی اور عالم ہوں گے اور بڑی شہرت پائیں گے۔

صابر و شاکر بچہ

قاضی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ محمد رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی میں صابر و شاکر تھے' ان کی شیر خوری کے زمانے میں وہ فجر کی نماز کے بعد وظیفہ پڑھ رہی ہوتیں اور وہ جاگ اٹھتے تو ان کی طرف دیکھتے' جب تک وہ نماز کی ہیئت میں بیٹھی رہتیں' وہ خاموشی سے لیٹے رہتے اور جب وہ ہیئت بدل لیتیں تو دودھ کیلئے رونے لگتے۔ ابتدائی عمر ہی میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے صبر و شکر کی عادت پڑ گئی تھی جو تمام عمر ان کا لازمہ حیات رہی۔ جیسے کپڑے بنا دیے، پہن لئے' جو کچھ کھانے کو دے دیا' خوشی سے کھا لیا۔ کبھی کسی چیز پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا' نہ عام بچوں کی طرح کسی معاملے میں ضد کی۔ (چمنستان حدیث' ص:155)

حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت

ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار (قاضی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ) سے گھر میں حاصل کی۔ پھر والد محترم کے فرمان کے مطابق اپنے برادر کبیر قاضی عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ **حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں موضع خیر دین (امرتسر) پہنچے اور ان کے دست حق پر بیعت کی**۔ وہ امرتسر چلے گئے تو وہاں بھی ان کے حضور کافی عرصہ رہے اور ان سے بعض کتابیں پڑھیں۔

متصوف ہستیوں سے کسب علم

قاضی محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف اساتذہ کرام سے تحصیل علم کی۔ انہوں نے علم حدیث حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ ان کے صاحبزادے حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی پڑھا اور حضرت حافظ عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ وزیر آبادی سے بھی۔ بعد ازاں حضرت میاں سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضری دی اور ان سے حدیث کی بعض کتابیں پڑھیں۔ اس وقت مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ ان کے ہم سبق تھے۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے 1292ھ (1875ء) میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سندِ حدیث لی۔ معقولات کی کتابیں مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ٹونکی سے پڑھیں۔ (چمنستان حدیث' ص:156)

شکایت کرنیوالے معتقد ہو گئے

قاضی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم سے فراغت کے بعد وعظ و تبلیغ کے ساتھ خان پور میں درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا۔ مختلف مقامات سے طلباء ان کی خدمت میں آتے اور قرآن و حدیث اور دیگر علوم مروجہ کی تعلیم حاصل کرتے۔ طلباء میں ان قبائل سے تعلق رکھنے والے بھی تھے، جہاں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ دہلوی کا قیام رہا تھا اور وہاں ان کی جماعت کے لوگوں کی انگریزی حکومت کے خلاف جنگیں ہوئی تھیں۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفوں نے بار بار انگریزی

Marfat.com

حکومت سے ان کی شکایت کی اور یہ اطلاع پہنچائی کہ ان کے پاس طلب علم کے بہانے مجاہدین آتے ہیں اور یہ ان کی مالی مدد کرتے ہیں۔ اس طرح یہ حکومت کے باغی ہوئے' اس کی انہیں سزا ملنی چاہیے۔ اس شکایت کے نتیجے میں کئی دفعہ سرکاری افسر آئے اور تفتیش شروع ہوئی لیکن انہیں کوئی ثبوت نہ ملا تو واپس چلے گئے۔ پھر حالات ایسے پیدا ہوئے کہ خود تفتیش کرنے اور شکایت کرنے والے قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ معتقدین میں شامل ہو گئے' اس طرح علاقہ ہزارہ کے بھی بے شمار لوگ ان سے مستفید ہوئے اور کشمیر کے بھی لاتعداد لوگوں نے ان سے کسب فیض کیا اور کتب حدیث پڑھیں۔

مرشد زادے کے حکم سے پشاور میں قیام

اس وقت پشاور میں بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں وعظ وخطابت کی سخت ضرورت تھی اور وہاں وہی شخص صحیح مبلغ ثابت ہوسکتا تھا جو قرآن وحدیث کے علاوہ فقہ میں عبور رکھتا ہو' زوردار مقرر بھی ہو' صاف ستھرے انداز میں اپنی بات لوگوں تک پہنچانے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہو اور منقولات ومعقولات کا بہت اچھا مدرس بھی ہو۔

قاضی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں یہ تمام اوصاف پائے جاتے تھے' چنانچہ اپنے استاذ اور مرشد زادہ حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے وہ ۱۸۹۴ء کے لگ بھگ پشاور چلے گئے۔ 1908ء تک تقریباً تیرہ چودہ سال وہ پشاور رہے' اس عرصے میں انہوں نے وہاں بے حد خدمات سرانجام دیں۔ ان کا تقریر وخطابت کا سلسلہ بھی جاری رہا' درس وتدریس کا ہنگامہ بھی بپا کئے رکھا۔ (چمنستان حدیث' ص:157-158)

پگڑی چور کو غیبی سزا

ایک دفعہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حسب معمول راولپنڈی کی اس مسجد میں نماز ظہر کیلئے آئے جس کے وہ خطیب تھے۔ پگڑی اتار کر صف پر رکھی اور وضو کرنے لگے۔ اس اثناء میں ایک شخص ان کی پگڑی اٹھا کر لے گیا۔ دو دن کے بعد ایک آدمی اسی وقت مسجد میں وہی پگڑی لے کر آیا اور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کیا یہ آپ کی پگڑی ہے؟ فرمایا ہاں میری ہے۔ اس نے کہا جو شخص یہ پگڑی لے گیا تھا' وہ جاتے ہی ایسے شدید درد میں مبتلا ہوا کہ اسے کسی علاج سے کوئی افاقہ نہیں ہوا' اب اس کی حالت اتنی نازک ہوگئی ہے کہ اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں رہی' اس نے مجھے یہ پگڑی دے کر بھیجا ہے اور اس کے مالک کا حلیہ بھی بتایا ہے' اس نے کہا کہ یہ پگڑی کسی بہت نیک آدمی کی ہے' اسے دے دی جائے اور درخواست کی جائے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے اسے معاف کردیں' **وہ معاف کردیں گے تو میں زندہ رہ سکوں گا' ورنہ زندگی کی امید نہیں۔** قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے اسے معاف کیا۔

(چمنستان حدیث' ص:160)

درس حدیث سے طبیعت میں سکون

ایک شخص جن کا گاؤں خان پور سے سات آٹھ میل کے فاصلے پر تھا' روزانہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح بخاری پڑھنے آیا کرتے تھے' وہ سید تھے۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر آتے' دروازے پر دستک دیتے اور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کتاب پکڑ کر

Marfat.com

مسجد چلے جاتے اور انہیں پڑھانا شروع کر دیتے۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عادت یہ تھی کہ طالب علم جتنا پڑھنا چاہئے وہ اسے روکتے نہ تھے' جب وہ خود ہی کہتا کہ اب میں بس کروں؟ تو فرماتے تمہاری مرضی۔ صحیح بخاری پڑھنے والے اس طالب علم کے ساتھ بھی ان کا یہی رویہ تھا۔ وہ پڑھتے رہتے تھے، جب بس کہتے تو فرماتے تمہاری مرضی۔

ایک دن قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بخار تھا' وہ طالب علم وقت مقررہ پر آئے اور دروازے پر دستک دی تو قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سمجھ گئے کہ یہ وہی اخوندزادہ ہے، جو روزانہ آتا ہے' لیکن قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ باہر نکلے اور طالب علم کو یہ کہہ کر رخصت کر دیا کہ آج والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بخار ہے۔

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن سے کہا جس نے دروازے پر دستک دی تھی وہ اخوندزادہ تو نہیں تھا جو روزانہ صحیح بخاری پڑھنے آتا ہے؟ جواب دیا وہی تھا' لیکن آپ چونکہ بیمار ہیں اس لئے میں نے اسے واپس لوٹا دیا ہے۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر بیٹے پر خفگی کا اظہار کیا اور فرمایا وہ بے چارہ اتنی دور سے پڑھنے کیلئے آتا ہے اور تم نے مجھ سے پوچھے بغیر اسے واپس بھیج دیا' اب جاؤ اسے فوراً واپس بلا لاؤ۔ چنانچہ اسے واپس لایا گیا تو قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری کی ایک جلد اٹھائی اور اسے پڑھانے کیلئے باہر نکلے' انہیں دیکھ کر طالب علم نے بھی عرض کیا کہ آپ بیمار ہیں' آرام فرمائیں۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا صحیح بخاری پڑھانے سے مجھے راحت ہوگی اور تکلیف رفع ہو جائے گی۔ چنانچہ مسجد میں بیٹھ کر اسے پڑھنا شروع کیا، جب اس نے بس کہا تو حسب معمول فرمایا: تمہاری مرضی۔

انہی دنوں موضع ڈھینڈہ (ہزارہ) سے حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مولانا عبدالمجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ مسجد میں قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا درس دیکھ کر خوش ہوئے اور فرمایا خدا جانے یہ چشمہ فیض کب تک جاری رہے گا۔ افسوس اس کے چند روز بعد قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وفات پا گئے اور وہ چشمہ فیض جو طویل مدت سے جاری تھا، بند ہو گیا۔ (چمنستان حدیث' ص: 161-162)

حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی شفقت

جب دونوں بھائی (قاضی عبدالاحد اور قاضی محمد رحمہما اللہ) حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ ان دونوں کا خاص طور پر خیال رکھا جائے کیونکہ یہ **ایسے شخص کے فرزند ہیں جن کے دل جیسا صاف دل میں نے کسی کا نہیں دیکھا**۔ حضرت عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دونوں سے بہت محبت اور اخلاص سے پیش آتے اور خصوصی توجہ سے تعلیم دیتے۔ دیگر کتب کے علاوہ حضرت عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دونوں بھائیوں نے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کئی کتابیں سبقاً پڑھیں۔

مرشد کی وفات پر آسمان کے آنسو

حضرت عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وفات سے چند روز پیشتر دونوں بھائیوں کو بلا بھیجا کیونکہ تحصیل علم کے بعد دونوں بھائی اپنے وطن آ چکے تھے۔ عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت دونوں بھائی امرتسر میں موجود تھے۔ جس رات عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا' دونوں بھائی مسجد میں تھے' معمولی سی بارش ہوئی لیکن آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا نظر نہ آیا تو قاضی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے

Marfat.com

بھائی صاحب سے کہا کہ میرے خیال میں حضرت عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا ہے اور یہ بارش رحمت ان کے استقبال کیلئے ہوئی ہے۔ انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ڈانٹ دیا، لیکن جب صبح کی نماز کیلئے مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ وضو کرتے وقت ان کے آنسو جاری تھے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ بابا جان کا کیا حال ہے؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس وقت یہ ترشح سا ہوا تھا، اسی وقت بابا جان کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (بحوالہ تذکرہ علمائے خانپور، ص: 37-36)

نزع کی حالت میں دعائیں

بڑے بھائی کے انتقال کے بعد شدید مغموم رہنے لگے تھے، اسہال کا عارضہ بھی لاحق ہوگیا تھا۔ علاج کرائے لیکن افاقہ نہ ہوا، صاحب فراش ہوگئے تھے اور بستر پر ہی نماز پڑھتے تھے۔ ایک دن ظہر کی نماز پڑھی، نماز کے بعد فرمایا: یوسف حسین سے پوچھو نماز عصر کا وقت ہوگیا ہے یا نہیں؟ ہوگیا ہے تو میں نماز عصر پڑھوں۔ (یوسف حسین ان کے چھوٹے بھائی تھے) ان سے پوچھا گیا تو کہا ان کا کون سا وقت ہے، انہیں نماز پڑھنے دو۔ جواب ملنے پر نماز عصر پڑھی اور تشہد میں بلند آواز سے دعائیں پڑھیں۔ اللھم اغفرلی والوالدی ولخالتی کے الفاظ کہے جو قریب کھڑے سب رشتہ داروں نے سنے اور حیرانگی کا اظہار کیا کہ آخری وقت میں بھی والدین کیساتھ اپنی خالہ کیلئے دعا مانگ رہے ہیں۔ نماز پڑھنے کے بعد لیٹے ہوئے دو تین مرتبہ سر سے ٹوپی اتار کر اپنے پاس ہی رکھ لی، دوبارہ جب رکھی گئی تو پھر اتار کر علیحدہ رکھ دی۔

حاضرین نے کہا ہمیں کہا سنا معاف فرما دیجئے۔ غیر حاضرین کیلئے بھی معافی کی استدعا کی۔ فرمایا میں سب سے راضی ہوں اور سب کیلئے دعا فرمائی۔ اس سے تھوڑی دیر بعد اپنے اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچ گئے۔ زندگی کی آخری نماز بڑے اطمینان سے پڑھی۔ ہفتے کے روز 6 جمادی الاخریٰ 1348ھ (9 نومبر 1929ء) کو وفات پائی۔ آبائی قبرستان میں اپنے والدین کے قریب دفن کئے گئے۔

قبر میں جنت کی ہوا

قبر قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں نے کھودی۔ ان میں ایک شخص مستری کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ تھے جو ان کے نہایت مخلص اور نیک ترین شاگرد تھے۔ جب لحد تیار ہوگئی تو قبلے کی جانب اس میں ایک چوکور سوراخ دکھائی دیا، اسے بند کرنے کی بڑی کوشش کی گئی لیکن بند نہیں ہوا۔ ایک شخص نے اس میں ہاتھ ڈالا تو اتنی ٹھنڈی ہوا آئی کہ اس کا ہاتھ ٹھٹھر گیا۔ اس پر قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مستری کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ نے کہا، اسے رہنے دو، یہ کوئی سر الٰہی ہے، جسے ہم نہیں سمجھ سکتے۔ اس پر سب خاموش ہوگئے اور تدفین عمل میں آگئی۔

شاگرد کیلئے جنت کی بشارت

کچھ عرصہ کے بعد مستری کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ بھی وفات پاگئے۔ قاضی عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر سن کر ان کی والدہ نے بتایا کہ آج رات میں نے خواب میں تمہارے والد (قاضی محمد رحمۃ اللہ علیہ) کو دیکھا کہ ایک عالی شان مکان بنوا رہے ہیں اور تیزی سے اس کی تعمیر ہو رہی ہے، میں نے پوچھا یہ مکان آپ کس کیلئے بنوا رہے ہیں؟ جواب دیا یہ مکان کریم بخش کیلئے بنایا جا رہا ہے۔ (چمنستان حدیث، ص: 164-165)

Marfat.com

(28) قاضی عبدالاحد خان پوری رحمۃ اللہ علیہ

فیض یافتہ: حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

صوبہ سرحد (موجودہ خیبر پختونخوا) کے ضلع ہزارہ کی تحصیل ہری پور میں ایک قصبہ خان پور کے نام سے موسوم ہے۔ تاریخی اعتبار سے یہ قدیم دور کا قصبہ ہے جس کے مضافات میں زمانہ بدھ کے آثار پائے جاتے ہیں۔ پہاڑوں کے خوش گوار مناظر میں گھرا ہوا یہ ایک پرفضا مقام ہے۔ اس قصبے میں ایک قاضی خاندان آباد تھا' اس خاندان میں متعدد علمائے کرام پیدا ہوئے جنہوں نے تصنیف وتالیف اور تقریر وخطابت میں بے حد خدمات سرانجام دیں۔

اس خاندان کے ایک بزرگ قاضی محمد حسن خانپوری رحمۃ اللہ علیہ تھے جو راجپوت برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذِ فیض کیا تھا۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ موصوف نے 3 شعبان 1301ھ (26 مئی 1884ء) کو وفات پائی۔ ان کی نرینہ اولاد تین بیٹے تھے۔ قاضی عبدالاحد' قاضی محمد اور قاضی یوسف حسین۔ آئندہ صفحات میں قاضی عبدالاحد خان پوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی بیان کرنا مقصود ہے۔ (از: مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں

پنجاب کے اساتذہ سے استفادے کے بعد والد محترم (قاضی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ) کے حکم سے دونوں بھائی (قاضی عبدالاحد اور قاضی محمد) حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بستی خیر دین (امرتسر) حاضر ہوئے اور ان سے تکمیل تعلیم کی۔ وہ **طویل مدت تک حضرت عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے اور ان سے فیض یاب ہوئے**۔ اس سے پیشتر ان کے والد قاضی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ بھی ہری پور میں حضرت عبداللہ صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے استفاضا کر چکے تھے۔ ان دونوں بھائیوں کو دیکھ کر حضرت عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ان کا خاص طور سے خیال رکھا جائے' یہ اس شخص کے بیٹے ہیں جس کے دل جیسا صاف دل میں نے کسی کا دل نہیں دیکھا۔ وہ ان کو نہایت توجہ سے تعلیم دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ لوگ جب دیکھیں گے کہ میں تمہیں پڑھاتا ہوں تو تعجب کریں گے کہ یہ کسی اور کو تو پڑھاتے نہیں لیکن انہیں پڑھا رہے ہیں۔

دیگر کتابوں کے علاوہ دونوں بھائیوں نے حضرت عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کئی کتابیں سبقاً سبقاً پڑھیں۔ قاضی عبدالاحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ بے حد اعتماد کرتے تھے' گھر کیلئے وہ بسا اوقات سودا بھی لایا کرتے تھے۔ ایک دن چند کام کرتے ہوئے دیر ہوگئی' گھر آئے تو سب لوگ کھانا کھا چکے تھے' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عبدالاحد تمہارے پاس پیسے تو ہوتے ہی ہیں' کبھی ایسی صورت پیش آجائے تو بازار سے روٹی ملتی ہے، تم کھالیا کرو۔ عرض کیا آپ کا فرمان صحیح ہے لیکن آپ چیزیں خریدنے کیلئے پیسے دیں اور میں ان سے کھانا شروع کردوں' یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ کبھی ایک وقت کا کھانا نہ کھایا جاسکے تو کیا فرق پڑتا ہے۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ان دونوں بھائیوں سے بہت انس تھا اور وہ ان پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ کافی عرصہ دونوں بھائی حضرت کی خدمت میں امرتسر رہے اور ان سے فیض یاب ہوئے۔ پھر اجازت لے کر اپنے وطن خان پور چلے گئے تھے۔ (چمنستان حدیث، ص:215)

حملہ آور کا ہاتھ شل ہو جانا

اب ایک واقعہ ملاحظہ فرمایئے جسے ''تذکرہ علمائے خان پور'' کے لائق مصنف نے ''قاضی صاحب کی کرامت'' کا عنوان دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں ایک دفعہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عشاء کی نماز پڑھ کر مسجد سے گھر جا رہے تھے کہ ایک کوچے کے موڑ پر ایک قد آور شخص آیا اور ان کے پاؤں پر گر پڑا۔ عاجزی سے عرض کیا کہ خدا کیلئے مجھے معاف کر دیں۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم نے میرا کیا قصور کیا ہے کہ جس کی معافی مانگ رہے ہو، میں تو تمہیں جانتا بھی نہیں۔

اس نے کہا آج یہ تیسری رات ہے کہ میں آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا (اس کے ہاتھ میں اس وقت خنجر بھی تھا) مجھے میرے بعض بزرگوں اور دوستوں نے یہ کہہ کر آپ کے قتل پر آمادہ کیا تھا کہ اسے قتل کرنا بڑے ثواب کا کام ہے۔ چنانچہ پہلی رات اسی وقت جب آپ یہاں سے گزر رہے تھے تو میں نے آپ پر حملے کا ارادہ کیا لیکن میرا ہاتھ جس میں خنجر پکڑا ہوا ہے، چل نہیں سکا۔ میں نے بڑی کوشش کی لیکن ہاتھ میں بالکل حرکت پیدا نہیں ہوئی اور میں نے واپس جا کر ان لوگوں سے کہا کہ وہ تو کوئی اللہ تعالیٰ کا ولی معلوم ہوتا ہے جس پر میرا ہاتھ نہیں پڑ سکا، تم نے کہا تھا کہ وہ بہت برا آدمی ہے، وہ برا آدمی نہیں بہت نیک آدمی ہے۔
انہوں نے مجھے ملامت کی اور کہا تمہارا ایمان کمزور ہے، پھر جاؤ اور دل مضبوط کر کے اسے قتل کر دو۔ چنانچہ ان کے کہنے پر میں پھر آیا اور کوشش کے باوجود میرے ہاتھ نے حرکت نہ کی اور میں ناکام واپس چلا گیا۔ ان کے کہنے اور زور دینے پر آج تیسری دفعہ آیا اور آپ کو قتل کرنے کیلئے چھپ کر کھڑا ہو گیا لیکن آپ کے سامنے آتے ہی میرے ہاتھ کی طاقت پھر سلب ہوگئی ہے۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے ولی ہیں جنہیں میں پوری کوشش کے باوجود کوئی نقصان نہیں پہنچا سکا۔ اللہ کیلئے مجھے معاف کر دیں تاکہ اللہ تعالیٰ میرے اس گناہ کی مجھے سزا نہ دے۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جاؤ میں نے تمہیں معاف کیا۔
(چمنستان حدیث، ص:219)

حملہ کرنیوالے پر موت کا حملہ

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین انہیں اذیت پہنچانے کے منصوبے بناتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ گلی میں جا رہے تھے کہ کسی نے پیچھے سے لاٹھی ماری اور بھاگ کر تنگ گلیوں میں غائب ہو گیا۔ اگر سامنے سے وار کرتا تو قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھاگ نہیں سکتا تھا اس لئے کہ وہ بنوٹ (گتکے) کے ماہر تھے اور ہاتھ میں مضبوط لاٹھی رکھتے تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ وہ شخص گھر جاتے ہی چارپائی پر گر گیا اور پیٹ میں شدید درد ہونے لگا، بہت علاج کرایا گیا لیکن افاقہ نہ ہوا اور پیٹ پھول گیا۔ شور مچانے لگا کہ میں نے غلط لوگوں کے کہنے پر غلط کام کیا اور ایک مرد مومن پر لاٹھی ماری، اس گناہ میں پکڑا گیا ہوں، یہاں حکیموں اور ڈاکٹروں کی دواؤں سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اسی طرح چیختا چلاتا ہوا مر گیا۔ اس کا یہ اعتراف جرم

Marfat.com

سارے راولپنڈی میں مشہور ہو گیا' اس کے بعد کسی کو ان پر حملہ کرنے کی جرات نہیں ہوئی۔ (چمنستان حدیث' ص:220)

مرشد کی پیشین گوئی

ایک دفعہ جب کہ مخالفین نے قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بہت بڑا ہنگامہ بپا کر رکھا تھا اور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی وجہ سے پریشان تھے' ان کے چھوٹے بھائی قاضی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، بھائی صاحب! کیا آپ کو حضرت عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خواب اپنے متعلق یاد ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں تو۔ قاضی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ایک دفعہ انہوں نے آپ سے فرمایا تھا: عبدالاحد! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری ڈاڑھی بالکل میری ڈاڑھی کی طرح ہے"۔ اس پر آپ نے ان سے پوچھا تھا کہ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ فرمایا: اللہ جل شانہ تم سے حمایت توحید وسنت کی بڑی خدمت لے گا"۔ یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اب میرا دل اس مقابلے کیلئے پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گیا ہے اور ان شاء اللہ مجھے مخالفین پر فتح نصیب ہوگی' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

مرض وفات

اب قاضی عبدالاحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرض اور وفات کے متعلق سنیے!

قاضی عبداللہ علیگ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ایک رات حسب معمول نماز تہجد کیلئے اٹھے' سرد ہوا لگنے سے شدید سرسام کی شکایت ہوگئی۔ اس کے بعد انہوں نے کبھی کھل کر باتیں نہیں کیں' کوئی سوال کیا جاتا تو ہاں یا نہ کے الفاظ میں بہت مختصر جواب دیتے۔ البتہ ہر نماز کیلئے خود کہتے کہ اب فلاں نماز کا وقت ہو گیا ہے' میں نماز پڑھوں گا۔ تیمم کر کے بستر پر ہی نماز ادا کر لیتے۔

حکیم عبدالرحمٰن بن مولانا ہدایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے شاگرد تھے' جو علاج میں مصروف رہتے اور جو دوا دیتے آپ سے پوچھ کر دیتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ حکیم صاحب کے مشورے سے اتفاق کرتے۔ تقریباً دو ہفتے یہی حالت رہی اور مرض میں کوئی افاقہ نہ ہوا۔ آخر 25 جمادی الاخریٰ 1347ھ بروز شنبہ (8 دسمبر 1928ء) کو صبح آٹھ بجے اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

پیر صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی دعائے مغفرت

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خبر وفات پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی تو انہوں نے افسوس کیا اور مغفرت کی دعا کر کے فرمایا "ایسے علماء کی برکت سے دین قائم ہے' اگر یہ علماء نہ ہوں تو ہم گمراہی کے گڑھے میں جا پڑیں۔ (چمنستان حدیث' ص:222۔223)

(29) خطیب الہند مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری رحمۃ اللہ علیہ

قارئین! مولانا عبدالرؤف رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نیپال کی ایسی پرنور شخصیت ہیں، جن کے ذریعے بے شمار ہندو، اسلام کی دولت سے سرفراز ہوئے، ان کے بیانات سن کر سود خوروں نے سود سے کمائی ہوئی بے بہا رقم اپنے ہاتھوں جلا ڈالی، سگریٹ پینے والوں نے جب ان کے درس سن کر توبہ کی تو زمین کا گڑھا ثابت سگریٹوں سے بھر گیا۔ ہندوستان کے جلیل القدر عالم دین مولانا عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ کی طرف سے انہیں خطیب الہند اور خطیب الاسلام جیسے قابل رشک القاب سے نوازا گیا۔ ان کی تقریر

Marfat.com

میں جادوئی اثر تھا۔ جس موضوع کا انتخاب کرتے، اس سے متعلق قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور بزرگان دین کے واقعات ان کے ذہن کا انتخاب کر لیتے اور خیالات جب الفاظ کا جامہ پہن کر سامعین کے پردۂ سماعت سے ٹکراتے تو لوگوں کی زندگی تبدیل ہو جایا کرتی۔ مولانا اسحاق بھٹی مرحوم ان کے ساتھ ملاقات تو نہ کر سکے لیکن ان کا تذکرہ کرتے ہوئے درج بالا واقعات کی تفصیل بڑے خوبصورت انداز سے اپنی کتاب ''چمنستان حدیث'' میں بیان کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں (از: مرتب)

تمام عمر دینداری سے شغف

مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی دیندار اور خدا پرست شخص تھے' وہ فارسی زبان سے واقف تھے' اپنی اتباع سنت اور دین پسندی کے سبب انہوں نے ایک مدرسہ سراج العلوم کے نام سے جھنڈانگر میں قائم کیا اور اپنا ایک گاؤں سونپور وقف کیا کہ اس کی آمدنی اور غلہ وغیرہ سے طلباء کی تعلیم و تربیت ہو سکے۔ تہجد کی نماز پڑھنے والے تھے' **سخت جاڑے کی راتوں میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرتے اور مسجد میں جا کر نماز تہجد ادا کرتے تھے**۔ نیپال کے سفر میں پہاڑوں کے اندر بھی نماز تہجد قضاء نہیں کی' اپنے ایک بیٹے عبداللہ خاں کو جو عشاء کی نماز میں جماعت سے حاضر نہ تھے، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس کیا کہ گھر میں سو رہا ہے تو پاؤں پکڑ کر چارپائی سے گھسیٹتے ہوئے تین دروازوں سے باہر لائے اور صحن میں پٹک دیا۔ پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو نماز جماعت سے نہ پڑھیں تو میرا جی چاہتا ہے کہ لوگوں سے کہوں کہ وہ لکڑیاں جمع کریں اور اس میں آگ لگا دوں اور بے نمازی اس میں جل جائیں اور گھر بھسم ہو جائے۔ اتباع سنت کا یہ جذبہ تھا کہ کوئی مسلمان ڈاڑھی کٹوائے ان کے سامنے سے نہیں گزر سکتا تھا اور سخاوت بھی ان کی طبیعت میں بہت زیادہ تھی۔ کئی مساجد اپنے وطن دلّو پور' جھنڈانگر' کدربٹوا میں بنوائیں اور بڑے بڑے دینی جلسے کرائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دو مرتبہ حج کیا' نیپال میں اپنے علاقے کے اچھے زمیندار تھے اور اپنی زندگی علماء کی صحبت میں گزارتے تھے۔ (چمنستان حدیث' ص: 393)

تقریر میں بزرگوں کے واقعات

مولانا عبدالرؤف رحمانی رحمۃ اللہ علیہ بارگاہِ الٰہی سے زرخیز ذہن لے کر آئے تھے اور مطالعہ کا شوق بھی انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت فرمایا گیا تھا۔ جہاں اردو' عربی اور فارسی کے بے شمار اشعار ان کے حافظہ میں محفوظ تھے' وہاں حدیث و رجال سے متعلق بھی ان کا علم وسیع تھا اور بزرگان دین کے لاتعداد واقعات انہیں زبانی یاد تھے' جو علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی صفۃ الصفوۃ' علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی تذکرۃ الحفاظ' سیر اعلام النبلاء' تاریخ بغداد' ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ دمشق اور حضرت دمیری رحمۃ اللہ علیہ کی حیاۃ الحیوان وغیرہ کتابوں میں منقول ہیں اور یہ کتابیں ان کے زیر مطالعہ رہتی تھیں۔ تقریر میں وہ ان کے حوالے دیتے تھے' شنید ہے کہ ان کی تقریر سے عوام و خواص یکساں مستفید ہوتے تھے۔

مجھے نہ ان سے ملاقات کا شرف حاصل ہے اور نہ ان کی تقریر سننے کا کبھی موقع ملا۔ تقسیم ملک کی وجہ سے ہندوستان یا نیپال کے اصحاب علم سے میل جول کا سلسلہ تقریباً ختم ہے لیکن کتابوں میں پڑھا اور لوگوں سے سنا ہے کہ وہ مسلسل کئی کئی گھنٹے بولتے اور

Marfat.com

ہر فقہی مسلک کے لوگ انہماک اور غور سے ان کے ارشادات سنتے اور محظوظ ہوتے تھے۔ وہ اپنی تقریر کو اشعار اور واقعات سے مزین کرنے کے فن سے خوب آگاہ تھے، جب سٹیج پر کھڑے ہوجاتے تو ان کی زبان بھی ان کا پورا ساتھ دیتی، ان کا حافظہ بھی ان کی مکمل رفاقت اختیار کئے رکھتا، ان کا ذہن بھی ہر موقع پر ان کی مدد کرتا اور ان کا اسلوب بیان بھی کامل توانائی کے ساتھ ان کا معاون ثابت ہوتا۔ (چمنستان حدیث، ص: 379)

متعصب افراد میں توحید کا درس

مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب اتنا پر تاثیر ہوتا تھا کہ جہاں جاتے، مجمعے پر غلبہ پا لیتے۔ ایک مرتبہ بنگلور کی والا جاہی مسجد میں "توحید" کے موضوع پر تقریر کی، سامعین میں سخت قسم کے متعصب علماء بھی موجود تھے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خاص اسلوب میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے مختار کل ہونے پر قرآن وحدیث سے دلائل دیئے، بزرگان سلف سے منقول واقعات بیان کئے، کسی کو ان سے اختلاف کی جرأت نہیں ہوئی۔ سب نے نہایت سکون سے تقریر سنی اور انہیں داد دی۔ یاد رہے کہ یہ وہی مسجد تھی، جس میں خالص توحید کے مسائل پر مشتمل مولانا اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تقویۃ الایمان" کے ایک ایک ورق کو پھاڑ کر ضائع کیا گیا تھا اور **کسی مدعی توحید کو اس مسجد میں جانے کی اجازت نہ تھی**۔ (چمنستان حدیث، ص: 380)

علامہ اقبال کو جوتا پہنانے کا واقعہ

مولانا عبدالرؤف رحمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ طالب علمی کے دوران ڈاکٹر محمد اقبال صاحب مشہور اسلامی شاعر اندلس سے واپس آئے، اخبار میں اشتہار نکلا کہ جامعہ ملیہ میں ان کی آج تقریر ہے، تو میں رات کے نو بجے دارالحدیث رحمانیہ سے نکلا اور یہ طے کر کے نکلا کہ اگر ناظم صاحب ہم کو نکال بھی دیں تو بھی ہم ڈاکٹر اقبال صاحب کی تقریر ضرور سننے جائیں گے۔ چنانچہ جامعہ ملیہ پہنچے، وہاں پر ایک لائٹ تھی، ڈاکٹر صاحب سٹیج پر آچکے تھے، فرط عقیدت سے ان پر گل پوشی کر رہے تھے، انہوں نے پکار کر کہا کہ شیخ الجامعہ طلباء کو گل پوشی سے روک دیجئے، میں پھولوں سے سینے تک ڈھک چکا ہوں، اس وقت طلباء نے گل پوشی بند کی، آپ رحمہ اللہ نے اندلس کے مشاہدات پر تقریر کی اور مسدس حالی کے یہ اشعار پڑھے۔

کوئی قرطبہ کے کھنڈر جا کے دیکھے ۔۔۔ مساجد کے دیوار و در جا کے دیکھے
حجازی امیروں کے گھر جا کے دیکھے ۔۔۔ وہ اجڑا ہوا کروفر جا کے دیکھے
نصیب ان کا اشبیلیہ میں ہے سوتا ۔۔۔ شب و روز ہے قرطبہ ان کو روتا

ان اشعار کو پڑھتے ہوئے ڈاکٹر اقبال صاحب ایک مصرعہ بھول گئے۔ میں نے کرسی سے اٹھ کر دوسرے مصرعے کا لقمہ دیا، پتا نہیں انہوں نے سنا کہ نہیں، تقریر ختم کرنے کے بعد ان کے قریب گیا، وہ تخت پر بیٹھے ہوئے تھے اور مولانا شفیع داؤدی رحمہ اللہ ان کو جوتا پہنا رہے تھے جب کہ ڈاکٹر اقبال رحمہ اللہ کہتے رہے کہ مولانا مجھے گنہگار مت کیجئے اس کے باوجود مولانا جوتے کا تسمہ باندھتے رہے۔ (چمنستان حدیث، ص: 397)

Marfat.com

خطیب الاسلام کا پروقار لقب

ایک مرتبہ میں نے مبارکپور میں سود' جوا اور لاٹری کی حرمت اور مذمت پر تقریر کی اور مال حلال کی برکت اور رزق کی وسعت وغیرہ پر آیات واحادیث اور تاریخی واقعات کو بیان کیا' ڈیڑھ گھنٹہ تک مسلسل یہ بیان ہوتا رہا' مولانا مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے پورا خطاب پورے ذوق وشوق سے سنا اور بہت محظوظ ہوئے۔ یہ تقریر دن میں دس بجے ہوئی تھی۔ پھر اسی رات میں میری تقریر مدرسہ دارالحدیث مئو میں ہوئی' اس جلسے کے مولانا عبیداللہ صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ صدر تھے' انہوں نے جب مجھے تقریر کیلئے دعوت دی تو میں اپنے ہم عصر علماء کے درمیان سورہا تھا' مجھ کو لوگوں نے جگایا اور کہا کہ تم سورہے ہو' شیخ الحدیث دعوتِ خطاب دے رہے ہیں۔ دیکھو سنو' مولانا فرمارہے ہیں۔ مولانا عبدالرؤف رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر میں نے املو اور مبارکپور وغیرہ میں بار بار سنی ہے' پہلے میں نے انہیں خطیب الہند کا لقب دیا تھا اور آج ان کو خطیب الاسلام کا لقب دے رہا ہوں' میں اس کے بعد سٹیج پر گیا اور تقریر کی۔

(چمنستان حدیث' ص:399-400)

بے شمار لوگوں کی توبہ

بستی گونڈہ کے اطراف ونواح کے ہر جلسے کی تاریخ مجھ سے لی جاتی' بہت سے جلسوں کے اثرات و برکات یہ ہیں کہ کہیں لوگوں نے اپنی چوٹیاں اور بڑھے ہوئے بال کٹوادیئے' ضلع دیوریا میں سود کی مذمت پر میں نے تقریر کی تو بڑے بڑے سودخوروں نے اپنی پرانی تمام رقموں کو جلادیا اور سودی کاروبار بند کردیا۔ سنتھال پرگنہ میں جو پہاڑی علاقہ ہے وہاں میرے تبلیغی مواعظ کا یہ اثر تھا کہ میں نے سگریٹ اور بیڑی کی مذمت پر تقریر وضاحت سے کی تو صبح ہی جلسہ کے ناظم مجھے وہ گڑھا دکھلانے لائے جہاں لوگوں نے اپنی جیب سے سگریٹ سلائی پھینک دیا تھا اور توبہ کرلی تھی کہ آئندہ سگریٹ نہیں پئیں گے۔

بہرحال تبلیغ کے اثرات وبرکات بحمد للہ اچھے رہے اور کچھ ہندو حضرات نے بھی میرے ہاتھ پر اسلام قبول کیا' گورکھپور جاکر ان کو سند دی گئی کیونکہ نیپال میں ہندو کو مسلم بنانا ممنوع ہے۔ (چمنستان حدیث' ص:401)

تصوف کی سچی تعلیمات پر تصانیف

میں نے ایک کتاب نماز کے فضائل ومسائل پر لکھی کہ کس طرح ائمہ کرام محدثین عظام رحمہم اللہ علیہم اپنی نمازیں خشوع وخضوع سے ادا کرتے تھے اور کس طرح نماز کی حفاظت اور اس پر مداومت کیا کرتے تھے۔ اس کا نام ''نماز کے احکام ومسائل'' ہے۔ مسلمانوں کی عزت وحرمت کا ذکر کرتے ہوئے کسی کو گالی دینے' کسی پر عیب لگانے' لعن طعن کرنے' غیبت وچغلی کرنے اور بہتان تراشی کی مذمت میں ''احترام مسلم'' کے نام سے ایک کتاب لکھی تاکہ مسلمان غیبت' گالی گلوچ اور لعن طعن سے اپنی زبان محفوظ رکھیں۔

(چمنستان حدیث' ص:402-403)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی دعا

ایک کتاب میں نے اس موضوع پر لکھی ہے کہ امرائے زمانہ علم عربی پڑھنے والوں پر حقارت کی نظر نہ ڈالیں' شکم پرور سمجھ کر

Marfat.com

ان کو لعن طعن نہ کریں بلکہ اپنی زبانوں کو محفوظ رکھیں اور علمائے اسلام کی قدر کریں' اگر پہلے زمانے کے امراء بھی غریب طلباء کی ناقدری کرتے تو ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیات کیسے پیدا ہوتیں۔ اگر دنیا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو غریب سمجھ کر ٹھکرا دیتی تو آج کتنے بڑے عالم اور امام الائمہ سے محروم ہو جاتی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وہ امام تھے جن کیلئے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی عشاء کی نماز کے بعد دیر تک دعا کرتے رہے۔

مناقب احمد میں ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ان کے لڑکے صالح رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ والد صاحب! آپ یہ دعا اتنی دیر تک کس کیلئے کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے۔ تو بیٹے نے کہا کہ آپ کا مذہب ان کے مذہب سے جدا ہے؟ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ ہمارا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف فروع میں ہے' اصول میں ہم سب کا ایک ہی مذہب ہے۔ **امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وہ امام ہیں کہ ان کے علم کا احسان ہم سب پر ہے۔** امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مثل آفتاب کے ہیں' جس طرح اس کی روشنی اور دھوپ سے سارا عالم مستفید ہوتا ہے اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے علم سے پوری دنیا مستفیض ہوتی اور فائدہ اٹھاتی ہے' حالانکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایسے مجبور تھے کہ کاغذ بھی ان کے پاس نہیں ہوتا تھا کہ کچھ لکھ لیں' لیکن حفظ کا مادہ بہت زیادہ تھا۔ جو سنتے تھے یاد کر لیتے تھے۔ اگر ان علمائے کرام کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تو دنیا ان کے علوم و فیوض سے محروم ہو جاتی۔

(چمنستان حدیث، ص ۴۰۴)

حدیث سے بیعت تصوف کا ثبوت

بخاری شریف جلد اول کتاب العلم میں یہ حدیث وارد ہے کہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا "عظنی واوجز" یعنی مجھے کچھ نصیحت کیجئے اور مختصر کیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو مختصر نصیحت کروں گا لیکن تم میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرو کہ جو کچھ میں کہوں گا تم اس پر عمل کرو گے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں بیعت کرنے کیلئے حاضر ہوں' چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے بیعت کی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کو دو نصیحتیں کی تھیں۔ ایک یہ کہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو نماز وقت پر ادا کرو، دوسری یہ کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کے ساتھ خیر خواہی کا عمل کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: النصح لکل مسلم" کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کے ساتھ خیر خواہی کرے۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے عمل کرنے کا اقرار کیا۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں النصح لکل مسلم کے تحت ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ:

جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ ایک مالدار صحابی تھے' میلوں میں پھیلے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کے کھجور کے باغات تھے' روزانہ باغات تک پہنچنا آپ رضی اللہ عنہ کیلئے بغیر سواری ممکن نہیں تھا' اس لئے منیجر کو حکم دیا کہ ایک گھوڑا میرے لئے خرید کر لاؤ' منیجر بازار گیا ایک گھوڑا تین سو میں خرید لیا' گھوڑے کے مالک کو پورا روپیہ نہ دے سکا' تو اس سے کہا کہ میرے مالک کے پاس چلو، باقی روپیہ دلا دیتا ہوں' چنانچہ گھوڑے کا مالک اپنے گھوڑے کے ساتھ آیا' حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ گھوڑا کتنے میں خریدا ہے؟ کہا تین سو میں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کے مالک سے پوچھا: میں اس پر سوار ہو کر اس کی رفتار دیکھ لوں؟ اس نے اجازت دے دی۔ آپ رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہو گئے اور اچھی طرح دوڑا کر لائے۔ فرمایا یہ گھوڑا تین سو کے لائق نہیں ہے' اس

Marfat.com

کی رفتار اور چال بتلاتی ہے کہ اس کی قیمت کم از کم 400 ہونی چاہئے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد پوچھا کہ کیا دوبارہ سوار ہو کر اس گھوڑے کی رفتار کے مختلف انداز کو دیکھ سکتا ہوں؟ اس کو میں سرپٹ دوڑاؤں گا' اس کو قدم چلاؤں گا اور اس کی دلکی چال دیکھوں گا؟ اس نے اجازت دے دی۔ آپ رضی اللہ عنہ سوار ہو کر سرپٹ دوڑایا' پھر قدم چلایا' دلکی چلایا' پھر پویہ دوڑایا' واپس آ کر بتایا کہ اس گھوڑے کی قیمت نہ تین سو ہے نہ چار سو بلکہ چھ سو ہے' پھر تھوڑی دیر تک گھوڑے نے چارہ کھایا' پانی پیا تو حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کے مالک سے پھر تیسری بار اجازت لی کہ میں سوار ہو کر صرف سرپٹ دوڑاؤں گا کہ اس میں کتنا دم ہے؟ مالک نے اجازت دے دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو سرپٹ دوڑایا' اس کا قدم قدم بہت اچھا نکلا۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس گھوڑے کی قیمت نہ پانچ سو نہ چھ سو بلکہ آٹھ سو ہے۔ منیجر کو حکم دیا کہ گھوڑے کی قیمت آٹھ سو ادا کرو، جو منیجر نے ادا کر دیے۔ گھوڑے کا مالک خوش ہو کر واپس چلا گیا۔ منیجر نے حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ میں نہیں سمجھا کہ جس گھوڑے کی قیمت ہم نے 300 طے کر دی تھی' اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے 500 کا اضافہ کیوں کیا؟ جب گھوڑے کا مالک 300 پر راضی تھا تو مزید 500 دے کر ۸۰۰ کیوں کئے۔ اس میں کیا مصلحت تھی؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث سنی تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بیعت کے وقت سنائی تھی کہ مسلمان مسلمان بھائی کے ساتھ خیر خواہی کرے' اس گھوڑے کا مالک مسلمان ہے' مجھے بحیثیت مسلمان ہونے کے اس کے معاملے میں خیر خواہی کرنی چاہئے تھی' اس گھوڑے کی اصلی قیمت 800 ہے' گھوڑے کا مالک یا تو جاہل ہے' یا اپنے گھوڑے کی حیثیت سے واقف نہیں ہے کہ ایسے چال دار گھوڑے کی قیمت کیا ہوتی ہے؟ (چمنستان حدیث' ص: 406-407)

قارئین! درج بالا واقعہ میں عقل کا گھوڑا دوڑائیں تو بالکل واضح نظر آ رہا ہے کہ یہ بیعت قبولِ اسلام نہ تھی، نہ ہی بیعت جہاد تھی، بلکہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی یہ بیعت، بیعتِ تصوف ہی تھی۔ آپ اسی کتاب میں جہاں جہاں بھی صوفیائے اہل حدیث کا بیعت لینے کا طریقہ ملاحظہ فرمائیں گے، تو یہی طریقہ ملے گا۔ ہر کامل مرشد اپنے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کو نماز کی تاکید کرتے ہیں، دوسروں کی خیر خواہی کا حکم دیتے ہیں، نیکی پر استقامت اور گناہوں سے اجتناب کی تلقین کرتے ہیں۔ اسکے بعد مرید کیلئے ساری زندگی اپنے مرشد کا یہ حکم ماننا فرض ہوتا ہے، جو کہ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا حکم ہوتا ہے۔ پوری انسانیت، اولاد تو حضرت آدم علیہ السلام ہی کی ہے، لیکن اپنے آپ کو منسوب اپنے باپ کیساتھ کیا جاتا ہے کیونکہ درمیان میں ذریعہ والدین بنتے ہیں۔ جس طرح ظاہری طور پہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیماتِ کتاب وسنت حاصل کرنے کیلئے استاد کا ہونا ضروری ہے، اسی طرح باطنی طور پہ تزکیہ نفس کیلئے مرشد کا ہونا بھی اشد ضروری ہے۔ لہٰذا پیر پکڑنا، خدانخواستہ شخصیت پرستی کے زمرے میں نہیں آتا، بلکہ مرشد روحانی معالج ہوتے ہیں، جو چن

> **مسلمان بننے کیلئے تصوف پہ عمل کرو**
>
> تصوف کو اختیار کرنے سے انسان کے دل میں رحم' ہمدردی' خدا ترسی' مخلوقِ خدا سے محبت' تقویٰ' اصلاحِ نفس' شرعی فرائض کی تکمیل' بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور برائیوں کا خاتمہ بھی تصوف کے ذریعے سے ہوتا ہے' یہی تصوف عین اسلام ہے جسے اپنانے سے انسان نیکی اور صالحیت کا پیکر بن جاتا ہے۔ (بحوالہ: فقہائے ہند۔ جلد ۵۔ ص: ۳۶۹)

Marfat.com

چن کر انسان کے باطنی روگوں کا علاج کرتے ہیں۔لوگ خود اپنا جسمانی علاج تو کر نہیں سکتے، ذرا سا بلڈ پریشر اوپر نیچے ہوتا ہے تو معالج (ڈاکٹر) سے رجوع کرتے ہیں، کبھی یہ نہیں سوچا کہ ایمان کا لیول ہر وقت اوپر نیچے ہو رہا ہے، جگہ جگہ بدنظری عام ہونے کی وجہ سے دل پر کالے نقطے لگنے کی بجائے پورا دل ہی سیاہ ہوا پڑا ہے، غیبت کر کر کے اور دوسروں کی غیبت سن سن کے دل زنگ آلود لوٹے کی طرح الٹا ہوا پڑا ہے جو، اب ''لا یعرف المعروف ولا ینکر المنکر'' نہ نیکی کو پہچاننے کی طاقت رکھتا ہے، نہ گناہ کو برا سمجھنے کی تمیز۔ الٹا تصوف پر تبصرے کیے جاتے ہیں کہ یہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دور کے بعد کی ایجاد ہے۔ پہلے یہ تو دیکھیں کہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دور میں تو کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے نماز نہیں پڑھی تھی، صلوٰۃ قائم کی جاتی تھی، کسی نے روزہ نہیں رکھا تھا، سب کے سب صوم رکھتے تھے، اسی طرح اس دور میں تصوف کو تصوف نہیں، تزکیہ و احسان کہا جاتا تھا، جس پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خود حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عامل تھے۔ قرآن میں اسی تصوف کو کامیابی کی شرط قرار دیا گیا ''قد افلح من تزکیٰ اور قد افلح من زکہا'' راقم کے پاس یہی آیات لکھا ہوا قرآن مجید موجود ہے، اگر آپکے پاس بھی ہے، اور یقیناً ہوگا، تو پھر جلدی سے کھولیں اور تزکیہ (تصوف) کی اہمیت والی آیات تلاش کریں۔ اگر احادیث کی کتابیں ہیں تو ان میں بھی ''احسان'' کے نام سے تصوف آپکا استقبال کرے گا۔ آج سے پندرہ برس پہلے شہر شہر، گاؤں گاؤں ایک نعرہ بلند کیا گیا تھا کہ قرآن کو کسی سے کیوں پڑھتے ہیں، خود ترجمہ پڑھیں، احادیث کے تراجم بھی موجود ہیں، کسی کے پیچھے نہ لگیں، خود پڑھیں۔ اس نعرے نے لوگوں کو علماء سے دور کیا، مساجد سے دور کیا، خود دین ہی سے دور کر دیا، اسی نعرے کی بدولت ہر طرف اسلاف بیزاری اور بے ادبی نے اپنے جھنڈے گاڑ دیئے۔ یہ نعرہ لگانے والے علماء آج خود اپنے بے ادب شاگردوں، خطیب اپنے بے ادب سامعین، اور اہل حدیث مساجد کے امام اپنے بے ادب مقتدیوں کے ہاتھوں پریشان ہیں۔ کیونکہ انسان کی تربیت کیلئے تو اللہ جل شانہ نے کتاب کیساتھ رجال بھیجنے کا نظام قائم کیا تھا۔ کتاب کو پڑھنے کے بعد بھی انسان، انسان ہی سے سیکھتا ہے۔ **جس وقت کتاب سے رجال کو الگ کیا گیا، انسان اپنی من مانی کرنیوالے حیوان بن گئے۔** چلیں آج بھی اسی نعرے پر عمل کریں، کسی کے پیچھے کیوں لگتے ہیں؟ سنی سنائی کو مان کے تصوف کو برا کیوں سمجھتے ہیں؟ کہیں وہ مرض دوبارہ تو نہیں پیدا ہو چکا کہ ''اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ'' حدیث کی رو سے اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے علماء و مشائخ کی حلال کردہ چیزوں کو اپنے لیے حلال اور حرام کردہ کو اپنے لیے حرام قرار دے لیا تھا۔ یہ کیا بات ہوئی کہ کچھ جاہل قسم کے مست ملنگوں کو دیکھ کر لوگوں نے ان کو صوفی سمجھ لیا، پھر ان کی دیکھا دیکھی عوام اہل حدیث بھی بغیر تحقیق کیے انہی کی تقلید کا کلمہ پڑھنے لگے۔ یہ نہ دیکھا کہ ہمارے مولانا صاحب اپنی لاعلمی کی بناء پر جس تصوف کو ہندوؤں کی طرف منسوب کر رہے ہیں، یہی تصوف تو تھا جس کے ذریعے ہمارے اسلاف نے اللہ جل شانہ کے ہاں قرب کے مقامات پائے تھے، نہ جانے آج یہ صاحب ان اسلاف کے اوپر ہندو ہونے کا فتویٰ کیوں تھوپ رہے ہیں۔ بھلا یہ تو بتائیں، اگر کوئی شخص سر پہ لال رومال رکھے مسجد میں آ کر بیٹھ جائے اور یہ اعلان کرے کہ میں مدینہ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہوں، تو کیا بغیر تحقیق کیے اسے علامہ و فہامہ مان کر مسند و منبر اس کے حوالے کر دیں گے؟ صوفی ہونے کیلئے تو اس سے کہیں زیادہ اونچا معیار ہے۔ اللہ جل شانہ پہلے سالہا سال بندے کا بغور معائنہ کرتا ہے، آیا کہ یہ شخص میرے

Marfat.com

حبیب ﷺ کی سنت پر صرف آمین اور رفع الیدین تک عمل کرنیوالا ہے یا زندگی بھر ایک ایک سنت کو ماتھے کا جھومر بنائے رکھتا ہے؟ یہ صرف فرض نماز تک کا نمازی ہے یا تنہائیوں میں تہجد کا تحفہ بھی پیش کرتا ہے؟ یہ صرف منبر اور مصلے کی حد تک ہی محمدی ہے یا اپنے لین دین اور دنیاوی معاملات میں بھی محمدی نمونہ پر عمل کرتا ہے؟ یہ صرف لوگوں کے گناہوں کی ٹوہ میں لگا ہوا ہے یا اپنی چوریاں بھی تلاش کرتا ہے؟ تب کہیں جا کر اس بندے کو ولایت کا عظیم رتبہ عطا کیا جاتا ہے، صوفی تو خود کو ساری زندگی سب سے زیادہ حقیر، سب سے بڑا گنہگار تصور کرتا رہتا ہے، ایمان ضائع ہونے کا خدشہ اس کے دل کو دن رات اس مچھلی کی طرح تڑپاتا ہے جسے پانی سے باہر نکال دیا گیا ہو، عظیم محدث اور بلند پایہ صوفی حضرت سفیان بن عینیہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے، اگر اعلان ہو کہ ہماری مسجد سے وہ شخص باہر نکل جائے جو سب سے زیادہ گنہگار ہے، تو مجھ سے پہلے باہر نکلنے والا کوئی نہ ہوگا۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہما بھی تو اپنے ایمان سے متعلق اتنے فکرمند رہتے تھے کہ انہیں ہر وقت یہ خطرہ لاحق رہتا تھا، کہیں ہم منافقین میں سے تو نہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہی فرمایا تھا کہ مجھے یہ نہ بتاؤ کہ منافقین کون کون ہیں۔ بس یہ بتادو کہیں ان کی لسٹ میں عمر رضی اللہ عنہ کا نام تو نہیں؟ اللہ والو۔۔۔! یہی تصوف ہے، صوفیاء کے دل کو اس وقت چین آتا ہے، جب انکا خاتمہ ایمان پر ہو رہا ہوتا ہے۔ صوفی بننا اتنا آسان ہے کیا؟ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون؟ کچھ لوگوں نے تو یہ منزل اتنی سستی سمجھی ہوئی ہے کہ ہر ننگ دھڑنگ کو صوفی کہہ دیتے ہیں۔ خدارا، قرآن کھولیں اور تزکیہ کی اہمیت پڑھیں۔ حدیث کھولیں اور احسان کی ضرورت کو سمجھیں۔ لیکن کتابوں کیساتھ رجال کو بھی تلاش کریں اور انہیں دیکھ دیکھ کر عمل کرنا شروع کر دیں، مگر خیال کرنا۔۔! رجال بھی ایسے ہوں جن کے اوپر اللہ جل شانہ کی طرف سے تصدیق کی مہر لگ چکی ہے اور ہر نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھتے ہوئے جن رجال کے راستے پر چلنے کی دعا مانگی جاتی ہے، **انہی رجال کو اپنا پیشوا و رہبر بنانا**۔ ''اولئک الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین'' یہ وہ چار قسم کے رجال ہیں جن پر اللہ جل شانہ کی نعمتوں اور دنیا و آخرت کے انعام کا اعلان ہو چکا ہے۔ نبیوں کا زمانہ حضور ﷺ کی ختم نبوت کے صدقے ختم ہو چکا۔ صدیق بھی ہر امت میں صرف ایک ہوتا ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ مقام پا چکے، لہٰذا اب کوئی صدیق بھی نہیں آئے گا۔ رہ گئے صالحین، تو اس کتاب میں سلف صالحین کے لاتعداد واقعات آپ کے سامنے موجود ہیں، خود ہی دیکھ لیں کہ انکی زندگی کے شب و روز کیسے گزرتے تھے؟ انہوں نے حضور ﷺ کی اتباع کیسے کی تھی، اور ظاہری دینداری کیساتھ ساتھ اپنے باطن کو کیسے چمکایا تھا۔ موجودہ دور میں بھی صالحین موجود ہیں، دل میں سچی طلب پیدا کر کے اللہ جل شانہ سے ان کا قرب مانگیں، پھر انکو دیکھ دیکھ کر چلتے جائیں۔ ان شاء اللہ منزل مراد کو پالیں گے۔ اللہ جل شانہ کا وعدہ ہے ''ویھدی الیہ من ینیب'' وہ کریم اپنی طرف ٹوٹے پھوٹے قدم اٹھانے والوں کو آگے بڑھ کے خود تھام لیتا ہے، قدم اٹھانے کی ابتداء تو کریں۔ (از: مرتب)

مولانا عبدالرؤف رحمانی مرحوم کی وصیت

جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حدیث رسول ﷺ پر عمل کیا اسی طرح میری نصیحت ہے کہ ہم لوگ بھی خیرخواہی کا

Marfat.com

جذبہ رکھیں۔ ہر مسلمان بھائی خواہ عرب کے ہوں یا عجم کے دوسرے مسلمان بھائی کے ساتھ خیر خواہانہ سلوک کریں۔ عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر کوئی تفوق نہیں ہے، تقویٰ وتدین شرط ہے، جس میں تقویٰ وتدین زیادہ پایا جائے گا وہ قابل قدر ہے، چاہے عرب کا ہو یا عجم کا۔ جو مسلمان بھائی دوسرے مسلمان بھائی کے ساتھ خیر خواہی کا جذبہ رکھے گا اس کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کا صلہ اور بے انتہا اجر وثواب ملے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو اس کی توفیق بخشے۔ آمین! (چمنستان حدیث، ص: 407)

(30) مولانا صوفی عتیق اللہ سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ

بانی مرکز الدعوہ السلفیہ (ستیانہ روڈ، فیصل آباد)

صوفیاء اجداد کے چشم وچراغ

چھوٹا قد، مختصر مگر متحرک جسم، گورا رنگ، نرم کلام اور شیریں زبان، خوش خلق اور اعمال خیر کی انجام دہی میں تیز، بلند کردار اور پیکر حسنات، تبلیغ توحید اور دعوتِ کتاب وسنت میں ہر آن آمادہ وتیار، سر پہ ٹوپی، سادہ لباس اور سادہ معاشرت، سب کے بہی خواہ اور ہمدرد۔ یہ ہیں مولانا عتیق اللہ سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ جن کا تذکرہ آئندہ سطور میں کرنا مقصود ہے لیکن اس سے پہلے ان کے نسب نامے سے واقف ہونا ضروری ہے جو یہ ہے: عتیق اللہ بن صوفی عبدالجلیل بن صوفی عین دین بن بدرالدین بن احمد بن شہادت بن مستقیم بن حافظ مقیم بن سلیمان بن نور محمد بن حبیب۔

یہ نسب نامہ جس سے ہم آگاہ ہو سکے ہیں، مولانا عتیق اللہ سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ کے دس آباؤ اجداد اور اسلاف پر مشتمل ہے، ہمیں معلوم نہیں کہ یہ لوگ علم وعمل کی نعمت سے کہاں تک بہرہ مند تھے، لیکن ان کے نام ایسے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ امور دین سے باخبر تھے اور اس پر عامل بھی۔ ان میں ایک بزرگ حافظ قرآن بھی ہیں جن کا نام حافظ مقیم رحمہ اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائے۔ آمین!

ان اسمائے عشرہ میں سے دو بزرگوں کے متعلق جہاں تک یہ فقیر جانتا ہے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ وہ نیکی وپاک بازی میں اپنا ایک مقام رکھتے تھے، وہ تھے مولانا عتیق اللہ سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ کے والدِ گرامی صوفی عبدالجلیل اور ان کے جد امجد صوفی عین دین۔ رحمہا اللہ

صوفی عبدالجلیل رحمہ اللہ کو دیکھنے اور ان سے میل ملاقات رکھنے والے تو ان کے قرابت داروں میں متعدد لوگ موجود ہیں جو ان کی عادات واطوار اور واقعات واحوال کے بہت سے پہلوؤں سے باخبر ہیں لیکن ان کے والد صوفی عین دین رحمہ اللہ کو دیکھنے والے ان کے عزیزوں میں سے شاید ایک دو کے سوا اس دنیائے فانی میں کوئی نہیں ہوگا اور جو ہیں وہ بھی رخت سفر باندھنے والے ہیں۔ یہ دنیوی زندگی عارضی ہے اور ختم ہونے والی ہے۔ ان شاء اللہ خاں انشا نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔

کمر باندھے ہوئے چلنے پہ یاں سب یار بیٹھے ہیں | بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

Marfat.com

میں نے صوفی عین دین رحمہ اللہ کو دیکھا ہے اور بار ہا دیکھا ہے' جب یہ سطور لکھ رہا ہوں تو قدرے چھوٹے قد' گٹھے ہوئے جسم اور کھدر کا کرتا پہنے اور کھدر ہی کا تہبند باندھے سانولے رنگ کے وہ بزرگ مجھے صاف نظر آرہے ہیں' نماز پڑھتے ہوئے بھی' بارگاہِ الٰہی میں دعا مانگتے ہوئے بھی' قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے بھی' اپنے گھر میں اور گلی میں آہستہ آہستہ چلتے پھرتے بھی' ان کا مکان مسجد کے سامنے تھا' ان کا خیر وصلاح کا مجسمہ مسجد میں آتے ہوئے بالکل سامنے دکھائی دے رہا ہے۔ یہ سطور لکھتے ہوئے میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ لوگ ان کے پاس آتے' دعا کراتے۔ عورتیں اپنے بچوں کو لے کر آتیں' ان کی تکلیف بیان کرتیں' وہ کچھ پڑھتے اور بچوں پر پھونک مارتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی پھونک میں کچھ ایسا اثر بھر دیا تھا کہ تکلیف رفع ہو جاتی اور بچے اچھے بھلے ہو جاتے۔

صحیح معنوں میں صوفی کے اوصاف؟

صوفی عین دین رحمہ اللہ کے ایک ہی بیٹے تھے اور وہ صوفی عبدالجلیل رحمہ اللہ تھے۔ شکل وشباہت اور لباس میں انہیں اپنے باپ کا مثنیٰ کہنا چاہیے' ان کی آواز میں کھنک اور نرمی بھی تھی۔ صوفی عبدالجلیل رحمہ اللہ عمر میں مجھ سے کئی سال بڑے تھے لیکن قرآن مجید کا ترجمہ ہم نے اپنے وطن کوٹ کپورہ میں حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ سے اکٹھے پڑھا۔ وہ صحیح معنوں میں صوفی تھے' صاف دل اور صاف ذہن' ردائے صالحیت اوڑھے ہوئے' تہجد گزار اور متبع قرآن وسنت' مجھ پر شفقت کا برتاؤ کرتے تھے' عمر کے آخری دور میں ان کی یادداشت جواب دے گئی تھی' انہی دنوں کی بات ہے کہ ایک مرتبہ میں ان کے گاؤں (چک 36 گ ب) گیا اور ان سے ملا' لیکن وہ مجھے پہچان نہیں سکے۔ قریب بیٹھے ہوئے بعض لوگوں نے انہیں میرے متعلق سمجھانے کی کوشش کی' میرے مرحوم والد کا نام لے کر بتایا کہ یہ ان کا بیٹا ہے اور لاہور رہتا ہے لیکن کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی۔ ان کا حافظہ انہیں داغ مفارقت دے گیا تھا۔

غیر مسلموں کی نظر میں احترام

صوفی عبدالجلیل رحمہ اللہ کی شادی صوفی محمد رحمہ اللہ کی بھتیجی اور ان کے بڑے بھائی مولوی عبداللہ مرحوم کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ مولوی عبداللہ مرحوم کو ہم نے نہیں دیکھا لیکن صوفی محمد رحمہ اللہ اس فقیر کے مشفق تھے۔ ان سے میل جول کا سلسلہ جاری رہتا تھا' خیر وصلاح کا چلتا پھرتا مجسمہ' لمبے قد' تیکھے نقوش اور سرخی مائل گورے رنگ کے خوبصورت مگر سادہ مزاج آدمی۔ سب ان کا احترام کرتے تھے' ان کے والد مکرم کا اسم گرامی حاجی نورالدین رحمہ اللہ تھا' وہ حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ درمیانے قد' گورے رنگ' نورانی چہرے اور حسن اعمال و بلندیٔ کردار کی دلکش تصویر' محلے کے بچوں کو صبح وشام اپنے گھر میں پٹ سن کے بنے ہوئے لمبے چوڑے تپھڑ پر بیٹھ کر قرآن مجید پڑھاتے اور انہیں نیک عمل کرنے کی تلقین فرماتے۔ کوٹ کپورہ میں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے امام تھے' عمر رسیدہ ہو گئے تو ان کے بیٹے صوفی محمد رحمۃ اللہ علیہ عیدین کی نماز پڑھانے لگے تھے۔

حاجی نورالدین جدی پشتی زمینوں کے مالک تھے اور صاحب حیثیت بزرگ تھے' وہاں کے مسلمان تو ان کی تکریم کرتے ہی تھے' غیر مسلم بھی اکرام سے پیش آتے اور ان سے دعائے خیر کی درخواست کرتے۔

Marfat.com

پیدائش سے پہلے خواب میں بشارت

مولانا عتیق اللہ سلفی حفظہ اللہ کی ولادت یکم اگست 1947ء (14 رمضان المبارک 1366ھ) کو اپنے آبائی مسکن کوٹ کپورہ میں ہوئی' اس وقت یہ شہر ریاست فرید کوٹ میں شامل تھا۔ آزادی کے بعد ہندوستان کی حکومت نے ریاستیں ختم کردیں اور فرید کوٹ کو ضلع بنادیا گیا۔ پاکستان 14 اگست 1947ء کو معرض قیام میں آیا تھا' مولانا عتیق اللہ عمر کے اعتبار سے مملکتِ پاکستان سے چودہ دن بڑے ہیں اور باشندگان پاکستان میں سے میرے جیسے بے شمار لوگوں سے اعمال خیر کی انجام دہی میں بہت بڑے ہیں۔

ان کی پیدائش سے کچھ عرصہ قبل ان کی والدہ نے (جو صوفی محمد رحمۃ اللہ علیہ کی بھتیجی اور حاجی نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی پوتی تھیں) خواب میں دیکھا کہ انہیں کوڑا کرکٹ میں سے ایک حدیث ملی ہے۔ یہ حدیث انہوں نے اٹھائی اور اپنے پاس رکھ لی۔ ان کے دادا حاجی نورالدین رحمۃ اللہ علیہ خواب کی تعبیر مہارت رکھتے تھے' پوتی نے اپنے پیکر صالحیت دادا سے خواب بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بیٹا عطا فرمائے گا جو حدیث کا عالم اور خادم ہوگا۔ کوڑا کرکٹ سے مراد ایسا ماحول ہے جس کے غلط اثرات سے وہ اپنے آپ کو بھی محفوظ رکھے گا اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کرے گا۔

یہ خواب بالکل صحیح ثابت ہوا۔ مولانا عتیق اللہ سلفی حفظہ اللہ خود بھی موجودہ دور کے غلط اثرات سے بچنے کی سعی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس سے محفوظ رہنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ ان کا قائم کردہ دارالعلوم جو مرکز الدعوۃ السّلفیہ کے نام سے موسوم ہے' اس کا بہت بڑا ثبوت ہے۔

بھٹی صاحب مرحوم کا سچا خواب

تعبیر رؤیا (یعنی خواب کی تعبیر) کو ایک خاص علم کی حیثیت حاصل ہے جس کا ذکر سورہ یوسف میں فرمایا گیا ہے۔ بعض صحابہ کرام اور تابعین وائمہ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس میں کامل آگاہی رکھتے تھے۔ ان کے بعد کے دور کے بہت سے علمائے کرام بھی اس سے خوب آگاہ تھے۔ ماضی قریب کے مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اس علم میں بڑی مہارت عطا فرمائی تھی' حاجی نورالدین رحمۃ اللہ علیہ بھی اس سے باخبر تھے۔ میں یہاں خود اپنے متعلق ایک واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں جو کسی کتاب میں مَیں نے لکھا بھی ہے۔

1936ء میں ہم تین ہم عمر لڑکے کوٹ کپورہ میں حضرت مولانا عطاء اللہ بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شامل تھے' میرے ان دونوں ساتھیوں میں سے ایک کا نام محمد رفیق اور دوسرے کا محمد جمیل تھا۔ محمد رفیق نے چھوٹی عمر میں اپنے والدین کے ساتھ حج بیت اللہ کیا تھا' اس لئے ہم اسے ''حاجی'' کہا کرتے تھے۔ ایک روز محمد جمیل صبح صبح آیا' اس کے چہرے پر بشاشت کی لہریں پھیلی ہوئی تھیں' اس نے نہایت مسرت کے ساتھ ایک خواب بیان کیا۔ ہمارے ہاں ایک بڑا کنواں تھا، جو معلوم نہیں کب سے پانی سے خالی تھا' اسے ''نائی والا کھوہ'' کہا جاتا تھا' جمیل نے بتایا کہ رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ہم تینوں نائی والے کھوہ کی منڈیر پر بیٹھے ہیں اور کنواں پانی سے بھرا ہوا ہے (مجھ سے کہا) تم نے اس میں چھلانگ لگادی ہے' ڈرتے ڈرتے تھوڑا سا حاجی (محمد رفیق) بھی اس میں اتر گیا ہے لیکن میں (جمیل) اس میں نہیں اترا' آرام سے منڈیر پر بیٹھا رہا۔

Marfat.com

میری طرف منہ کرکے فرمایا تم پڑھ جاؤ گے۔ جو پانی میں تھوڑا اترا ہے وہ بھی کچھ پڑھ جائے گا

ہمارے ذہن میں اس کی تعبیر یہ آئی کہ جمیل جو کنوئیں میں نہیں اترا اور پانی

بھی حصول علم کی کچھ منزلیں طے کرلے گا لیکن میں (محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ) جو کنوئیں میں

اس خواب سے بے حد پریشان ہوا لیکن جمیل بہت خوش تھا اور قہقہے لگا رہا تھا۔ حاجی رفیق

نیک آدمی سے اس کی تعبیر پوچھنا چاہتے تھے لیکن میں نہیں چاہتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ اس کی

ذہن میں آئی ہے' اس تعبیر سے میرا دل ٹوٹ جائے گا لیکن انہوں نے ایک نیک آدمی میاں

کہا کرتے تھے) اس کی تعبیر پوچھ ہی لی۔ وہ حاجی نورالدین رحمۃ اللہ علیہ صاحب سے بہت متاثر تھے انہوں نے

اس خواب کی کوئی تعبیر تو ہے' لیکن میرے ذہن میں نہیں آرہی' تم حاجی نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاؤ' ان سے

تمہیں اس کی صحیح تعبیر دیں گے۔ میں ان کے پاس نہیں جانا چاہتا تھا' اس لئے کہ وہ وہی کچھ کہیں گے جو ہم

لیکن وہ دونوں بالخصوص جمیل حاجی نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جانے اور تعبیر لینے پر مصر تھے۔ چنانچہ

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درِ دولت پر حاضر ہوئے' وہ بچوں کو قرآن مجید پڑھا رہے تھے' جمیل نے خواب بیان

صاحب رحمۃ اللہ علیہ اونچی آواز سے بات کرتے تھے۔ فرمایا:

تم میں سے پانی میں کس نے چھلانگ لگائی؟

جمیل نے میری طرف اشارہ کرکے کہا: اس نے۔

اب میرا جی دھڑکنے لگا کہ معلوم نہیں حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کا کیا جواب دیں گے۔

میری طرف منہ کرکے فرمایا تم پڑھ جاؤ گے۔ جو پانی میں تھوڑا اترا ہے وہ بھی کچھ پڑھ جائے گا' جو نہیں اترا وہ نہیں پڑھ سکے گا۔ میں نے عرض کیا: حضور! میں تو کنوئیں میں گر گیا ہوں' پڑھ کیسے جاؤں گا؟

فرمایا: خواب میں پانی میں گرنا اچھا ہوتا ہے۔

اس کے بعد یہ ہوا کہ جمیل نے پڑھنا چھوڑ دیا' اس نے عین جوانی میں اگست 1947ء میں پاکستان آتے ہوئے وفات پائی۔ مجھے اس کی وفات کا بے حد افسوس ہوا۔

جمیل کے خواب کے مطابق میں جو کنوئیں میں گر گیا تھا اب تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے زندہ ہوں۔ حاجی نورالدین کی تعبیر خواب کی روشنی میں کچھ تعلیم حاصل کرسکا ہوں یا نہیں' اس کے متعلق صرف یہی عرض کروں گا کہ مختلف موضوعات کی کتابیں پڑھنے کو بہت جی چاہتا ہے' کبھی ان کے حصول اور مطالعہ میں کامیاب ہو جاتا ہوں اور کبھی نہیں ہو سکتا۔ قلم کی مزدوری میرا پیشہ ہے اور اہل علم کے حالات لکھنا شب و روز کا مشغلہ۔

بچپن میں صوفیانہ اشغال سے دلچسپی

مولانا موصوف ذہانت اور شوق علم کے علاوہ ابتدائی زندگی ہی سے عمل خیر کی طرف راغب تھے۔ روزانہ قرآن کی تلاوت کرتے' بالالتزام نمازِ تہجد پڑھتے اور ہر قمری مہینے میں نفلی روزے رکھتے' زیادہ گفتگو سے بچتے اور پڑھنے لکھنے میں مصروف رہتے۔

Marfat.com

کتب حدیث کا مطالعہ کرتے وقت کسی سے کوئی بات نہ کرتے۔ کوئی طالب علم اپنی طرف متوجہ کرنا بھی چاہتا تو اس کی طرف دھیان نہ دیتے۔

مدرسے سے باہر بے مقصد اِدھر اُدھر گھومنے پھرنے کی بالکل عادت نہ تھی' سفر میں بھی کوئی نہ کوئی کتاب ان کے ہاتھ میں ہوتی۔ ایک دفعہ بس پرستیانہ سے فیصل آباد جا رہے تھے' بیٹھنے کیلئے کوئی سیٹ نہ ملی' کتاب ہاتھ میں تھی' فیصل آباد تک کھڑے کھڑے کتاب کا مطالعہ کرتے رہے۔

ہر کوچہ و بستی میں تبلیغ کا شوق

درسی علوم کی تحصیل کے بعد باقاعدگی سے اپنے گاؤں کی مسجد میں بچوں کو پڑھانے' گھروں میں جا کر تعلیم دینے اور دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ صبح کے بعد گھر سے نکلتے اور شام کو گھر آتے۔ پیدل دیہات میں جاتے' لوگوں کے پاس کھیتوں میں جاتے' مسجدوں میں' تھانوں اور کچہریوں میں جاتے اور انہیں نماز پڑھنے، برائیوں کے ارتکاب سے رکنے' سچ بولنے' لوگوں سے اچھا برتاؤ کرنے' پڑوسیوں اور رشتہ داروں سے حسن سلوک سے پیش آنے' حقوق اللہ اور حقوق العباد پورا کرنے' تعلیم حاصل کرنے' قرآن کی تلاوت کرنے کی تلقین کرتے۔ جیسا ماحول دیکھتے' اس کے مطابق گفتگو فرماتے' بعض اوقات ریل میں سوار ہو جاتے اور مسافروں کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے احکام سنانا شروع کر دیتے۔ اس سلسلے کے چند واقعات سنئے!

سب سے پہلے وہ اپنے گاؤں کی مسجد میں ناظرہ قرآن اور اس کا ترجمہ پڑھانے لگے۔ اس کیلئے وہ لوگوں کے گھروں میں بھی جاتے اور انہیں علم دین سے آشنا کراتے۔ تقریباً ڈیڑھ سو طلباء کو دین کی تعلیم سے روشناس کرایا۔

ایک مرتبہ اپنے قریبی گاؤں چک 37 گ ب گئے' وہاں ایک پیر صاحب کا میلہ لگا ہوا تھا' بے شمار لوگ میلہ دیکھنے آئے تھے نقلیے اور بھانڈ بھی موجود تھے' سٹیج لگی ہوئی تھی' مولانا عتیق اللہ بھی تبلیغ کیلئے پہنچ گئے۔ کچھ آگے بڑھے تو ایک شخص نے مولانا سے کہا کہ یہ لوگ آپ کو وعظ تقریر نہیں کرنے دیں گے لیکن مولانا ہجوم میں سے گزرتے ہوئے سٹیج کے قریب آ گئے' کچھ لوگوں نے ان کو روکنے کی کوشش کی تو ایک طاقتور جوان محمد اکرم جٹ آگے بڑھا' لوگوں سے اس نے کہا مولانا تقریر کریں گے اور ہمیں قرآن حدیث کے مسائل بتائیں گے' اگر ان کو کسی نے کچھ کہا تو وہ یہاں سے جان بچا کر نہیں جا سکے گا۔ اس نے مولانا کا ہاتھ پکڑا اور انہیں سٹیج پر کھڑا کر کے کہا: آپ بے دھڑک ہو کر تقریر کریں اور ہم لوگوں کو دین کے مسائل سنائیں۔ چنانچہ انہوں نے تقریر کی اور لوگوں نے سنی۔

مولانا ممدوح ایک مرتبہ کہیں سے تبلیغ دین کرنے کے بعد اپنے گاؤں جا رہے تھے کہ ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو سر پر خاصا بوجھ اٹھائے جا رہا تھا' مولانا نے آگے بڑھ کر اس کا بوجھ خود اٹھا لیا اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت و کردار پر عمل کیا جو ابتدائے وحی کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کبھی پریشان نہیں کرے گا کیونکہ آپ ﷺ رشتہ داروں کو ملاتے ہیں اور لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ (بخاری)

ان کے گاؤں سے کچھ فاصلے پر گاؤں چک 30 گ ب ہے' مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ عرصہ دراز تک وہاں نماز جمعہ پڑھاتے

Marfat.com

رہے وہاں پیدل جاتے اور پیدل ہی واپس آتے اپنی ذات کیلئے وہاں کے لوگوں کو کبھی کوئی تکلیف نہیں دی، جمعہ کے علاوہ بھی وہاں ان کی آمد و رفت رہتی تھی۔

دعا سے تھانیدار کا دل نرم ہو گیا

ایک دفعہ مولانا عتیق اللہ حفظہ اللہ تعالیٰ اور مولانا صوفی عائش محمد حفظہ اللہ تعالیٰ دونوں ایک تھانے میں تبلیغ کرنے چلے گئے۔ پولیس والوں کو چند مسائل سنائے تو تھانیدار سخت الفاظ میں ان سے کہا مولویو! یہاں سے بھاگ جاؤ دوبارہ آئے تو حوالات میں بند کر دوں گا، لیکن یہ دونوں دوسرے دن پھر چلے گئے۔ اب مولانا عیش محمد حفظہ اللہ تعالیٰ تھانے کے باہر کھڑے ہو کر دعا کرنے لگے اور مولانا عتیق اللہ اندر چلے گئے اور السلام علیکم کے بعد کہا: تھانیدار صاحب! صرف پانچ منٹ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات سنانا چاہتا ہوں۔ اگر اجازت ہو تو سناؤں؟ اس نے کہا اجازت ہے ضرور سنایئے۔ انہوں نے مناسب الفاظ میں چند مسائل بیان کئے جن کا پولیس کے سامنے بیان کرنا ضروری تھا اس کے بعد واپس آ گئے۔

مولانا عتیق اللہ حفظہ اللہ تعالیٰ کو وعظ و تبلیغ کا بڑا شوق تھا جہاں چند آدمیوں کو دیکھتے انہیں حالات کے مطابق مسائل بتانا شروع کر دیتے۔

تھپڑ مارنے والے کو دعا

ان کے گاؤں کے قریب ایک گاؤں چک 35 گ ب ہے وہاں میلہ لگا ہوا تھا مولانا اس میلے میں تبلیغ دین کیلئے گئے۔ اس گاؤں کے ایک شخص بشیر احمد نے انہیں تبلیغ سے روکا اور تھپڑ مار کر کہا چلے جاؤ یہاں سے ہمیں تمہاری تبلیغ کی ضرورت نہیں۔ مولانا سیدھے مسجد میں گئے **دو رکعت نفل پڑھے اور کہا یا اللہ! تیرا شکر ہے کہ تیری راہ میں مجھے مار پڑی** پھر اس شخص کیلئے دعا کی کہ اسے سیدھی راہ نصیب ہو۔ دوسرے دن وہ شخص مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا ان سے معافی مانگی اور وعدہ کیا کہ آئندہ کبھی میلے میں نہیں جائے گا۔ گزشتہ گناہوں سے توبہ کر کے مسلک اہل حدیث اختیار کر لیا اور پکا نمازی ہو گیا۔

مولانا عتیق اللہ کو علمائے کرام سے ہمیشہ تعلق رہا وہ ان کی خدمت میں حاضر ہونا اپنے لئے سعادت قرار دیتے تھے سید مولا بخش شاہ کوموی رحمۃ اللہ علیہ سے انہیں بڑی عقیدت تھی اور ان سے دعا بھی کرایا کرتے تھے۔

مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ

مولانا عتیق اللہ سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ کو یہ سعادت بھی حاصل ہوئی کہ انہیں تعلیم کیلئے مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ مل گیا تھا لیکن انہیں وہاں ان کے والد کی بیماری کی اطلاع ملی تو سید مولا بخش کوموی رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ انہوں نے فرمایا: گھر جاؤ اور ماں باپ کی خدمت کرو۔

بچے کی وفات پر بے مثال صبر

مولانا عتیق اللہ سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ بچوں کو قرآن مجید ناظرہ و ترجمہ پڑھانے کے بھی بے حد شائق تھے یہ سلسلہ انہوں نے

Marfat.com

شروع کیا تو فیصلہ کرلیا کہ اس میں ناغہ نہیں کیا جائے گا' باقاعدگی سے ہر روز یہ کارِ خیر انجام دیا جائے گا۔ بارہا ایسا ہوا کہ وہ کسی ضروری کام سے لاہور آئے اور شام کو واپس چلے گئے تاکہ صبح بچوں کو قرآن پڑھا سکیں' چھوٹی عمر میں ان کا ایک بچہ فوت ہوگیا' دوسرے دن وہ تدریس کیلئے مسجد میں تشریف لے گئے' لوگ تعزیت کیلئے ان کے گھر آتے تو مولانا پیغام بھجواتے کہ آپ بیٹھیں' میں سبق پڑھا کر آؤں گا' تقریباً بیس سال وہ گاؤں میں بچوں کو پڑھاتے رہے۔

صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف

صوفی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے وہ نہایت متاثر تھے اور ان سے بے حد عقیدت رکھتے تھے' ان سے انہوں نے بیعت بھی کی اور دعا بھی کرائی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے دین کی خدمت کے مواقع عطا فرمائے اور وہ کوئی ایسا کام کریں' جس سے لوگوں کو دینی اور علمی فائدہ پہنچے۔صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی درخواست پر تقریباً پون گھنٹہ دعا فرمائی اور انہیں یقین ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمالی ہے۔صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نصیحت فرمائی کہ لوگ کچھ بھی کہیں' نہ کسی کی سنو نہ کسی سے جھگڑا کرو۔**اندھے گونگے ہوکر دینی کام کرتے رہو اور اسی کو اپنا مقصدِ حیات قرار دے لو۔**

تہجد میں وفات

1978ء میں مسجد کی تکمیل ہوئی اور اسی سال رمضان المبارک کے بعد اس میں حفظ قرآن کے مدرسے کا آغاز کردیا گیا' اس کیلئے ایک بہت اچھے قاری کی خدمات حاصل کی گئیں' جن کا نام قاری مطیع الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ تھا۔قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ متقی اور تہجد گزار تھے' ایک روز تہجد کیلئے اٹھے اور اسی وقت دل کا عارضہ لاحق ہوا' پھر فوراً سفر آخرت اختیار کرگئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون

مدرسہ کے کھانے سے اجتناب

مدرسہ تحفیظ القرآن اور مرکز الدعوۃ السلفیہ کی زمام اہتمام مولانا عتیق اللہ سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔وہ صبح اپنے گاؤں (چک 36 گ ب) سے اس مدرسے میں ستیانہ جاتے ہیں اور شام کو واپس گاؤں آتے ہیں' دوپہر کا کھانا ساتھ لے جاتے ہیں۔مدرسے سے نہ کچھ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اور نہ نگرانی واہتمام کا کوئی معاوضہ لیتے ہیں۔مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے بڑے اچھے مراسم تھے' ان کی سادگی کی بناء پر سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ انہیں ''میرا پینڈو یار'' کہا کرتے تھے۔

مولانا ممدوح ماشاء اللہ باہمت اور مستقل مزاج ہیں' تبلیغ دین ان کا اصل موضوع ہے' اس کی جو صورت بھی ہو' وہ اس پر عمل کرنے کیلئے کوشاں رہتے ہیں۔دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں نیک مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین!

(چمنستان حدیث' ص:623تا638)

قارئین! یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولانا عتیق اللہ سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد رشید مولانا قاری محمد بلال صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ (امام وخطیب جامع مسجد الحرمین اہل حدیث، ضلع شیخوپورہ) کے بیان کردہ چند واقعات بھی آپکی خدمت میں پیش کردیے جائیں (از: مرتب)

Marfat.com

ادب ہمارے بڑوں کی میراث

مولانا صوفی محمد عتیق اللہ صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کی زندگی میں ''ادب اور احتیاط'' بڑے واضح پہلو ہیں۔ قرآن کا ادب کرتے ہیں اور قرآن کے طالب علموں کا بھی، حتیٰ کہ ہم نے کئی بار خود مشاہدہ کیا کہ مولانا سلفی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھوں سے بچوں کی پڑی ہوئی جوتیاں سیدھی کر کے ترتیب سے رکھ رہے ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ کوئی صاحب مدرسے کو باقاعدگی سے بہت بھاری رقم کا چندہ دیا کرتے تھے ایک دفعہ وہ گاڑی پر بیٹھ کر مدرسے میں آئے اس وقت اردگرد بچے کھیل رہے تھے۔ کھیلتے ہوئے کسی طالب علم کا گیند ان صاحب کی گاڑی کو لگا، تو انہوں نے طالب علم کو منہ پر تھپڑ مار دیا۔ جب استاد محترم مولانا سلفی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کو واقعے کا پتہ چلا تو وہ جلالی مزاج میں تشریف لائے اور آ کر ان صاحب کے سابقہ حساب کے مطابق دیا ہوا تمام چندہ انہیں واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ **ہم جن کی جوتیاں سیدھی کرنا سعادت سمجھتے ہیں آپ ان کے منہ پر تھپڑ مارتے ہیں؟** یہ بے عزتی شاید آپ نے اس وجہ سے کی کہ آپ چندہ دیکر مدرسے پر یا طالبعلموں پر احسان کرتے ہیں حالانکہ آپ کا ان پر کچھ احسان نہیں۔ آپ کا معاملہ اللہ پاک کے ساتھ تھا۔ بہرحال آئندہ آپ کا چندہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

ان کی زندگی کا دوسرا پہلو رزق کی احتیاط ہے مولانا حفظہ اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی مدرسے کا کھانا نہیں کھایا، فرمایا کرتے ہیں کہ مدرسے میں لوگ اپنی زکوٰۃ، صدقات دیا کرتے ہیں اور یہ مال میرے لیے کھانا جائز نہیں۔ مدرسے کے طلباء نفلی روزے رکھا کرتے تھے، ایک دفعہ ہم سب بیٹھے افطاری کر رہے تھے، اتنے میں مولانا سلفی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ بھی تشریف لے آئے۔ کسی طالب علم نے مولانا کو افطاری کیلئے کھجور دی تو انکار فرما دیا، حالانکہ ان کا روزہ تھا۔ اسی طرح ایک دن کوئی طالب علم اپنے جیب خرچ میں سے کینو خرید کر کھا رہا تھا، اس نے مولانا صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کو بھی کھانے کی دعوت دی تو مولانا نے کینو قبول فرما لیا۔ وہ بچہ کہنے لگا کہ ذرا ٹھہریں۔۔ میں آپ کو (مدرسے کے کچن میں سے) نمک لا کر دیتا ہوں، تو فرمایا رہنے دو۔ تم مجھے زکوٰۃ کا مال کھلانا چاہتے ہو؟

جب انسان کے اندر رزق کی اتنی احتیاط اور اتنا ادب ہوگا تو یقیناً اس کی دعائیں قبول ہوں گی۔ مولانا سلفی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ سے لوگ آ کر دم بھی کرواتے ہیں۔ دعائیں بھی کرواتے ہیں وظائف بھی پوچھتے ہیں۔ مولانا بعض اوقات چینی پر دم کر دیا کرتے تھے جس سے لوگوں کو شفاء ملتی۔

(31) مستجاب الدعوات ہستی

میاں الحمد للہ رحمۃ اللہ علیہ

چھوٹا قد' گھٹا ہوا گداز جسم' سرخی مائل رنگ' چوڑا چہرہ' تیکھے ناک نقش' باریک ہونٹ' چھوٹے چھوٹے سفید دانت' لبوں پر مسکراہٹ' نہایت صالح بزرگ' تہجد گزار اور ذکرِ الٰہی میں مشغول' خوش خصال اور کم سخن' ٹخنوں سے اوپر سفید تہبند' سر پر عمامہ'

Marfat.com

ہاتھ میں پرانے لوگوں کی طرح اپنے قد کے مطابق عصا' یہ تھے میاں الحمدللہ رحمۃ اللہ علیہ۔

وہ مشرقی پنجاب کے ضلع گورداس پور کے کسی گاؤں کے رہنے والے تھے اور ان کا نام امام الدین رحمۃ اللہ علیہ تھا لیکن مشہور میاں الحمدللہ کے عرف سے تھے اور اس عرف نے ان کے نام پر غلبہ پالیا تھا۔ اصل نام کا کم ہی لوگوں کو علم ہوگا' زیادہ تر لوگ یہی سمجھتے تھے کہ ان کا پیدائشی نام الحمدللہ ہے۔ میاں الحمدللہ انہیں اس لئے کہا جاتا تھا کہ ہر بات پر الحمدللہ کہنا ان کا معمول تھا' کوئی خوشی کی بات کسی نے بتائی' کوئی غمی کی بات کان میں پڑی' کسی کے متعلق کوئی واقعہ کسی نے ان کے سامنے بیان کیا تو وہ قدرے بلند آواز سے مسکراتے ہوئے ایک خاص لہجے میں کہتے۔۔۔ الحمدللہ!

امام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت

میاں الحمدللہ رحمۃ اللہ علیہ زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے' صرف ناظرہ قرآن مجید پڑھے ہوں گے یا شاید تھوڑی بہت اردو پڑھ لیتے ہوں گے۔ انہوں نے بہت سے علماء وصلحا کو دیکھا تھا اور ان کی مجلسوں میں شریک رہے تھے۔ غزنوی علماء رحمہم اللہ سے بالخصوص بہت متاثر تھے اور حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارادت مندوں میں سے تھے۔

میں نے میاں الحمدللہ کو پہلی مرتبہ اپنے وطن (کورٹ کپورہ) میں اس وقت دیکھا تھا' جب مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ وہاں قیام فرماتے تھے۔ وہ مولانا کے پاس جاتے اور کئی کئی دن وہاں رہتے' لوگ ان کی نیکی اور خاص انداز سے بکثرت الحمدللہ کہنے کی وجہ سے ان کی مجلس میں آتے اور قدیم دور کے ان علماء کے بارے میں ان کی باتیں غور سے سنتے جن کی صحبت میں رہنے کا انہیں شرف حاصل ہوا تھا۔ میری عمر اس وقت دس گیارہ سال کی ہوگی' میں بھی بڑی توجہ سے ان کی باتیں سنا کرتا تھا۔

حصول تعلیم میں آسانی کیلئے وظیفہ

ایک دن وہ مسجد میں اکیلے بیٹھے تھے' میں ان کی خدمت میں گیا اور عرض کیا' **میاں الحمدللہ کوئی ایسا وظیفہ بتایئے جس سے میرے دل میں پڑھنے کا شوق پیدا ہو اور میں کچھ پڑھنے لکھنے کے قابل ہو جاؤں۔** میری بات سن کر پہلے تو انہوں نے اپنے خاص انداز میں مسکراتے ہوئے کہا: الحمدللہ۔۔۔ پھر مجھے حصول علم کا وظیفہ بتایا۔ فرمایا: ہر نماز کے بعد دس مرتبہ رب زدنی علما' دس مرتبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور دس مرتبہ رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی'' پڑھا کرو۔ میرے خیال میں یہ 1935ء کی بات ہے' میں اس وقت سے اب تک زندگی کے بہت سے ادوار سے گزرا ہوں اور کئی قسم کے حالات سے دوچار ہوا ہوں' لیکن یہ وظیفہ مجھے یاد رہا۔ میں اب بھی ہر نماز کے بعد یہ وظیفہ پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں' یہ نہایت آسان ہے اور نہایت صالح بزرگ میاں الحمدللہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان فرمودہ ہے۔ اس وظیفے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بے شمار فوائد سے نوازا اور میری کم علمی' بدعملی اور معصیت کیشی پر اللہ ذوالجلال کی بے پناہ کرم فرمائیوں سے پردہ پڑا رہا۔ الحمدللہ علی ذالک حمداً کثیراً۔

صحرا میں دعا کی قبولیت

میاں الحمدللہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہم نے سنا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتا ہے' اس سلسلے کا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں' ہماری

Marfat.com

ریاست فرید کوٹ کی مشرقی سرحد ریاست نابھہ سے ملتی تھی اور ریاست نابھہ کے ایک قصبے کا نام ''جیتو'' تھا۔ دیسی مہینے ''اساڑھ'' کے آخر میں جیتو میں مویشیوں کی منڈی لگتی تھی' جس میں دور دراز کے بے شمار لوگ مویشیوں کی خرید و فروخت کیلئے آتے تھے' ایک مرتبہ اپنے ایک ملنے کے ساتھ میاں الحمد للہ رحمۃ اللہ علیہ بھی جیتو منڈی مویشیاں میں پہنچ گئے' انہوں نے تین چار کٹے خریدے اور واپسی کیلئے کوٹ کپورے کا قصد کیا' یہ سخت گرمی کے دن تھے۔

میاں الحمد للہ رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں ان کے رفیق سفر نے بتایا کہ کٹے خرید کر جب وہ جیتو منڈی سے چلے تو گرمی سے برا حال ہوگیا اور دھوپ کی شدت سے کٹے ہانپنے لگے۔ میں نے میاں الحمد للہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کریں تاکہ گرمی ختم ہو' سفر میں ہمیں بھی آرام پہنچے اور کٹے بھی آسانی سے چل سکیں۔ جواب میں میاں الحمد للہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ''جی تو میرا بھی چاہتا ہے کہ بارش ہوجائے اور ہم آسانی سے اپنا سفر طے کرلیں لیکن پر سوچتا ہوں کہ راستہ ریتلا ہے' بارش ہوئی تو کٹوں کیلئے چلنا مشکل ہوجائے گا' یہ زمین میں دھنس جائیں گے''۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں اتنا یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ دعا قبول فرمائے گا اور بارش ہوگی' لیکن خطرہ یہ تھا کہ بارش کی وجہ سے ریتلی زمین میں کٹے دھنسیں گے اور ان کا چلنا مشکل ہوجائے گا۔ ان کا ساتھی بیان کرتا ہے کہ میں نے کہا کوئی بات نہیں' آپ بارش کی دعا کریں' کٹے زمین میں نہیں دھنسیں گے۔

ساتھی کے کہنے سے میاں الحمد للہ رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور تھوڑی دیر کے بعد آسمان پر بادل چھائے اور بارش ہونے لگی۔ بارش کے بعد وہی ہوا جس کا ڈر تھا' یعنی کٹوں کا چلنا مشکل ہوگیا' وہ منظر اب بھی میرے سامنے ہے جب میاں الحمد للہ رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھی یہ واقعہ بیان کر رہا تھا اور میاں الحمد للہ رحمۃ اللہ علیہ مسکرا رہے تھے۔

بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیلئے مستجاب بزرگ کی دعائیں

میاں الحمد للہ رحمۃ اللہ علیہ اس فقیر (مولانا محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ) پر بہت خوش تھے اور میری درخواست پر میرے لئے دعا کیا کرتے تھے۔ میں نہایت شوق سے ان کی خدمت میں حاضری دیتا اور ان کی باتیں سنتا۔ ان کا چہرہ معصومانہ سا تھا اور معصومانہ سا ہی ان کا اسلوب گفتگو تھا۔ یہ قیام پاکستان سے بہت پہلے کی بات ہے' اب ان سے متعلق قیام پاکستان سے بعد کے ایک دو واقعات سنئے!

یہ 1950ء کی بات ہے' مہینہ غالباً مارچ کا تھا' دن کے دس گیارہ بجے ہوں گے' میں ہفت روزہ ''الاعتصام'' کے دفتر میں بیٹھا کام کر رہا تھا' یہ اخبار اس وقت گوجرانوالہ سے شائع ہوتا تھا' اچانک میرے کان میں آواز پڑی ''السلام علیکم! الحمد للہ' اسحاق سے ملاقات ہوگئی''۔ میں نے دیکھا تو سامنے میاں الحمد للہ رحمۃ اللہ علیہ کھڑے تھے' وہی معصوم سا چہرہ وہی معصوم سی مسکراہٹ' وہی معصومانہ اندازِ کلام جو قیام پاکستان سے پہلے ان کے ساتھ مخصوص تھا۔ میں جلدی سے اٹھا اور ان سے بغل گیر ہوا۔

عرض کیا: میاں الحمد للہ آپ کہاں؟

خالص پنجابی میں سیدھے سادے الفاظ میں فرمایا: میں نے بہت لوگوں سے تیرے متعلق پوچھا کہ کوٹ کپورے والا اسحاق مولوی عطاء اللہ بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد پاکستان کے کس علاقے میں ہے؟ اور کیا کام کرتا ہے؟ پوچھتے پچھاتے مجھے پتا چلا کہ

Marfat.com

مولوی داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور گوجرانوالہ کے مولوی اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے تم کو جماعت اہل حدیث کے اخباروں کا افسر بنا دیا ہے اور گوجرانوالہ میں مولوی اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد کے قریب تیرا دفتر قائم کر دیا گیا ہے۔ الحمدللہ۔۔۔۔۔ میں نے بتانے والے سے کہا وہ تو چھوٹا سا لڑکا تھا' اب جماعت کے اخباروں کا افسر ہو گیا ہے۔ الحمدللہ۔۔۔۔۔ آج میں نے تم کو ڈھونڈ لیا اور تیری افسری اپنی آنکھوں سے دیکھ لی ہے' جس سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔ الحمدللہ!

میاں الحمدللہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ سیدھی سادی باتیں چونکہ مخلصانہ تھیں اور میری تعریف میں تھیں اس لئے میں یہ باتیں سن کر خوشی سے پھول گیا اور تھوڑی دیر کیلئے اپنی ساری کمزوریاں بھول گیا۔ یہ انسانی فطرت کے عین مطابق معاملہ تھا۔ باتیں کرتے ہوئے میاں الحمدللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ انہوں نے اپنے گاؤں میں (یا محلے میں کہا) مسجد تو بنا لی ہے اور جمعہ و جماعت کا سلسلہ بھی اس میں شروع کر دیا ہے لیکن مسجد میں پانی کا نلکا نہیں ہے۔ نہ وضو کرنے کیلئے ٹوٹیاں ہیں' یہ کام تو کرادے تو وہاں کے لوگ تجھے دعائیں دیں گے۔ الحمدللہ!

بزرگوں سے دعا کروانے والے علماء

ہم یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ آ گئے' چند منٹ بعد مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ اور اس وقت کی مرکزی جمعیت اہل حدیث کے نائب صدر صوفی نذیر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے۔ میں نے ان بزرگان عالی قدر سے میاں الحمدللہ رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف کرایا تو میاں الحمدللہ بہت خوش ہوئے کہ اتنے بڑے لوگوں سے انہیں ملاقات کا موقع ملا۔

میں نے محسوس کیا کہ میاں الحمدللہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر ان تینوں حضرات کے چہروں پر بھی تاثر کے نشانات ابھرے۔ مسجد کے بارے میں میاں الحمدللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ فرمایا تھا، میں نے ان سے وہ بھی عرض کیا۔ چنانچہ صوفی نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت پانی کا نلکا اور ضروری سامان دینے اور اسے وہاں پہنچانے کا وعدہ کیا' جس پر عمل بھی ہوا۔ حضرت مولانا اسماعیل سلفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جمعہ میں چندے کا اعلان کرنے سے گریز فرماتے تھے لیکن انہوں نے خطبہ جمعہ میں میاں الحمدللہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام لے کر مسجد کیلئے چندے کا اعلان فرمایا اور اس نہایت سستے زمانے میں ساڑھے چار سو سے زائد روپے جمع ہوئے۔

مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے گھر لے جا کر میاں الحمدللہ رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کرائی اور ان کی کچھ خدمت بھی کی۔ صوفی نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ انہیں اپنے مکان پر لے گئے اور چار پانچ روز اپنے پاس رکھا۔

میاں الحمدللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان حضرات کو اور اس فقیر کو بے حد دعائیں دیں' بے شبہ وہ صاحب عمل بزرگ تھے اور ان کے چہرے پر صالحیت کے آثار نمایاں تھے۔

غزنوی بزرگ کے سلفی مرید

اس سے کچھ عرصہ بعد میاں الحمدللہ رحمۃ اللہ علیہ لاہور بھی آئے' اس وقت اخبار الاعتصام بھی گوجرانوالہ سے لاہور منتقل ہو گیا تھا اور اس کی ادارتی خدمات میرے سپرد تھیں۔ ان دنوں حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ کے سسر میاں نور الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی لاہور تشریف لائے تھے۔ یہ دونوں بزرگ حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق ارادت رکھتے تھے اور ایک دوسرے سے محبت کا برتاؤ فرماتے تھے۔ (محفل دانش منداں' ص: 29 تا 33)

Marfat.com

(32) حضرت حافظ محمد محدث گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ

فیض یافتہ: حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

سابق مدرس: مدینہ یونیورسٹی

قارئین! شہید ملت علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ کے سسر، مدینہ یونیورسٹی میں تدریس کی خدمات انجام دینے والے، جامعۃ السلفیہ فیصل آباد کے اولین شیخ الحدیث، اور جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ کے روح رواں، حضرت حافظ محمد صاحب محدث گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ان کے تلامذہ کرام جہاں ان سے علم حدیث اخذ کرتے، وہاں روحانی عملیات میں بھی خصوصی درک حاصل کرتے، کیونکہ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود بہت بڑے عامل تھے۔ **تعویذ کو نا صرف جائز سمجھتے، بلکہ تعویذ لکھ کر بھی دیتے تھے۔** لاتعداد لوگوں نے انکی زندگی ہی میں انکے قلبی انوارات اور روحانی توجہات کا اعتراف کرتے ہوئے ان سے باطنی فیض حاصل کیا۔ جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ میں مولانا اسحاق بھٹی مرحوم کو بھی ان سے شرف تلمذ حاصل رہا۔ آئیں ہم انہی کے ذریعے اس عظیم روحانی شخصیت کو قریب سے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (از: مرتب)

ہر استاذ کا پڑھانے کا الگ الگ طریقہ اور ایک دوسرے سے جداگانہ انداز ہے' حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس سلسلے میں خاص شہرت حاصل تھی' بلاشبہ وہ محدثِ عصر' کثیر العلم اور وسیع المطالعہ استاذ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حفظ واتقان کی نعمت سے بھی خوب نوازا تھا اور تقویٰ وطہارت کی دولت سے بھی مالا مال فرمایا تھا۔ ان کا اسلوبِ تفہیم اور نہج تدریس طلباء کیلئے خاص جاذبیت رکھتا تھا اور ان کے حلقہ تلامذہ میں شرکت کو بہت بڑی سعادت سمجھا جاتا تھا۔

حضرت حافظ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت گوندانوالہ میں سکونت پذیر تھے جو ان کا آبائی مسکن تھا اور گوجرانوالہ سے تین میل کے فاصلے پر تھا۔ اب گوجرانوالہ اور گوندانوالہ دونوں کی آبادی بہت بڑھ گئی ہے اور دونوں ایک دوسرے کے قریب آ گئے ہیں۔ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گوندانوالہ سے سائیکل پر تشریف لایا کرتے تھے' وہ وقت مقررہ پر آتے اور آتے ہی دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ کر مسندِ درس پر بیٹھ جاتے۔ صحیح بخاری سے درس کا آغاز ہوتا تھا' ہم لوگ جو صحیح بخاری پڑھنے والے تھے' ان کے تشریف لانے سے پہلے ہی وہاں موجود ہوتے تھے۔

حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوبِ درس بخاری

حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوبِ درس بخاری خاص انفرادیت اور بے حد جاذبیت رکھتا تھا' وہ انتہائی وقار اور تمکنت کے مالک تھے اور اسی وقار اور تمکنت سے مسندِ درس پر بیٹھتے اور طلباء کو پڑھاتے۔ درس کے علاوہ ادھر اُدھر کی کوئی بات نہ کرتے تھے۔ دورانِ درس ان سے ملاقات کیلئے کوئی شخص آتا تو اس کی طرف نہ دھیان دیتے' نہ اس سے بات کرتے' وہ آ کر بیٹھ جاتا' درس ختم ہوتا تو اس سے مخاطب ہوتے۔ (بحوالہ تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی، ص: ۱۷۷)

Marfat.com

تقویٰ وللہیت کے پیچھے مرشد کا فیض

اللہ پاک نے حضرت حافظ محمد گوندلوی صاحب رحمہ اللہ کو ذہانت وفطانت کی بے پناہ دولت سے نوازا تھا، اس سے انہوں نے خوب فائدہ اٹھایا اور علم وادراک کے ہر گوشے سے متمتع ہوئے۔ ذکر الٰہی اور معرفت وتقویٰ کی نعمت عظمیٰ سے بھی انہیں بارگاہ الٰہی سے حصہ، وافر عطا ہوا تھا۔ وہ تہجد گزار اور شب زندہ دار تھے۔ **وظائف واوراد سے ان کی زبان مبارک ہر وقت تروتازہ رہتی تھی۔** کم گو اور خاموش طبع تھے۔ اس کی کئی وجوہ تھیں۔ ایک وجہ ان کے عہد طفولیت کا گھریلو ماحول تھا۔ انہوں نے شعور کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی ماں باپ کو اوراد ووظائف میں مشغول پایا تھا۔ اس سے وہ متاثر ہوئے اور جیسے جیسے سفر حیات کے مختلف موڑ کاٹتے گئے، اس ذوق میں اضافہ ہوتا گیا۔ دوسری وجہ خود ان کا ذاتی رجحان تھا جو مددگار ثابت ہوا، اور ذہنی وفکری پاکیزگی تھی جو انہیں امور خیر کی عملی وادیوں میں لے گئی۔ تیسری وجہ ان کے اساتذہ گرامی تھے۔ ابتداء میں ان کو حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ (قلعہ میہاں سنگھ) کے مرید وتلمیذ مولانا علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت وشاگردی کا موقع میسر آیا، جس سے ان کے قلب ودماغ میں حسنات و خیرات کے جذبے نے راہ پائی۔ پھر امرتسر کے مدرسہ غزنویہ میں حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر عالی مرتبت اساتذہ کے حضور زانوئے تلمذ تہہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، جس سے قیام اللیل، تہجد اور تقویٰ کے داعیے ابھرے اور ان میں استحکام ودوام پیدا ہوا۔ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس صدی کے وہ بزرگ تھے جو زہد وعبادت میں بھی منفرد حیثیت کے مالک تھے اور علم وعرفان میں بھی کوئی ان کا حریف نہ تھا۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۱۵۳)

صرف ایک صحبت سے کایا پلٹ جاتی

سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خصوصی انس اور لگاؤ تھا اسی لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی ایک ایک ادا کو اپنے اندر جذب کر لیا تھا اور ان کی محبت سے آخر دم تک سرشار رہے۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھ جاتا اس پر روحانیت اور توجہ الی اللہ کا خاص رنگ چڑھ جاتا اور اس کے دل ودماغ کی دنیا بدل جاتی اور اس کی عملی زندگی میں انقلاب آجاتا تھا، حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنا ایک واقعہ درس بخاری کے دوران بیان کیا کہ میں جب اکتساب فیض کیلئے حضرت امام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا تو چند ہی دنوں میں مجھ پر امام صاحب کی روحانیت کے اثرات مرتب ہوئے میں حیران ہوا کہ یہ لوگ جو دیر سے یہاں موجود ہیں شدت تاثر سے تڑپ تڑپ کر ختم کیوں نہیں ہو گئے۔ (بحوالہ: تذکرہ حافظ محمد گوندلوی: ص ۴۱)

تراویح میں دس مرتبہ ختم قرآن

حضرت امام گوندلوی رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ذوق عبادت کی دولت سے خوب خوب نوازا تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی کیفیت بہت بلند تھی، نماز کا وقت قریب آتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بے چین ہو جاتے۔ ہمیشہ اذان سے کچھ پہلے مصلی پر جا کر بیٹھ جاتے۔ تکبیر اولیٰ کے کبھی فوت ہونیکا سوال ہی پیدا نہیں ہوا، جماعت ہمیشہ خود کراتے، جماعت سے فارغ ہو کر کافی دیر تک اوراد ووظائف میں مشغول رہتے

Marfat.com

آپ رحمۃ اللہ علیہ جماعت کے بعد نمازیوں کے ساتھ مل کر دعا کرنے سے عموماً پرہیز کرتے۔ البتہ دعوات مسنونہ کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھی ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے جس میں بعض نمازی جو اس وقت تک موجود ہوتے شریک ہو جاتے، آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کو روکتے نہیں تھے۔

تہجد کے آپ رحمۃ اللہ علیہ شروع سے ہی پابند تھے، جس میں باقاعدہ قرآن پاک کے کئی پارے روزانہ تلاوت فرماتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول آخر تک رہا۔ رمضان کے مہینے میں یہ مقدار اور بھی بڑھا دیتے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے کچھ دن بعد موضع کھوکھر کی گوجراں والا کے ایک بزرگ اسماعیل صاحب نے مجھے بتایا کہ تقریباً ۱۹۴۰ء کا واقعہ ہے میں اپنے سسرال گوندلاں والا گیا، رمضان کا مہینہ تھا، میں تراویح کیلئے حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں چلا گیا' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس دن آٹھ رکعات میں دس پارے قرآن پاک پڑھا۔ میں نے حیران ہو کر لوگوں سے پوچھا کہ آج کیا بات ہے، حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اتنا قرآن پڑھا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ہمیشہ کا معمول ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ رمضان میں ہمیشہ دس قرآن پاک ختم کرتے ہیں اور لوگ پورے ذوق وشوق سے شریک ہوتے ہیں۔ (بحوالہ: تذکرہ حافظ محمد گوندلوی: ص ۸۷)

صوفیانہ وظائف کی پابندی

حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک یگانہ روزگار عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک خلوص کیش، سراپا عجز و انکسار، زاہد ومتورع، عالم باعمل تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی بھر نماز باجماعت ادا فرمائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوری زندگی سفر وحضر میں نماز تہجد ترک نہیں کی۔ تقریباً تہجد میں تین پارے تلاوت کرنا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا۔ تہجد کی قرات آپ رحمۃ اللہ علیہ قدرے جہر سے ادا فرماتے۔ قرات کرتے وقت اس قدر خشوع اور گریہ ہوتا کہ خیر القرون کے مسلمانوں کی یادگار معلوم ہوتے۔ تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر دعا اور استغفار میں مشغول رہتے۔ قرآن کریم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان ''وبالاسحار ھم یستغفرون'' اور ''المستغفرین بالاسحار'' بیان فرمائی ہے، بعینہ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کا نمونہ تھے۔ تکبیر تحریمہ سے کبھی نہ رہے، نماز فجر پڑھ کر طلوع شمس کے بعد وقت کراہت کے اختتام تک مصلیٰ پر بیٹھے رہتے اور ضحیٰ کی نماز پڑھ کر مسجد سے نکلتے اور پھر گھر سے واپس آکر اسباق پڑھاتے۔ ہر مہینے باقاعدہ ایام بیض کے تین روزے رکھتے تھے، ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ طبیعت کی کمزوری کی بنا پر ایام بیض کے روزے چھوڑ دیئے تو بواسیر کی تکلیف ہوگئی۔ پھر خود ہی فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے روزے کی وجہ سے بیماری رکی ہوئی تھی۔ روزے چھوڑنے سے بیماری عود کر آئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بکثرت ذکر اذکار میں رطب اللسان رہتے تھے۔ سفر وحضر میں مسلسل تلاوت جاری رکھتے۔ فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان ۴۱ دفعہ سورہ فاتحہ پڑھتے۔ نماز فجر کے بعد ۱۱ دفعہ سورہ یٰسین، ۵۰۰ مرتبہ آیت الکرسی اور ہر نماز کے بعد دو دو دفعہ سورہ یٰسین اور سورہ مزمل پڑھتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے اذکار کو مختلف مصائب وحاجات میں مجرب و آزمودہ پایا تھا۔ ایام علالت سے قبل آپ رحمۃ اللہ علیہ بلاناغہ خود نماز کی امامت فرماتے رہے، گوجرانوالہ میں قبرستان روڈ پر واقع ٹاہلی والی مسجد میں باقاعدگی سے نماز عصر ادا فرماتے۔ خواہ موسم کتنا ہی خراب ہو جاتا، طوفان باد وباراں میں سے گزر کر آپ رحمۃ اللہ علیہ بالکل عین وقت پر مصلیٰ امامت پر تشریف فرما ہوتے۔ (تذکرہ حافظ محمد گوندلوی: ص ۸۹)

Marfat.com

والدہ کی وفات کی پیشگی اطلاع

شیخ الحدیث مولانا ابوالبرکات احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ حافظ محمد صاحب گوندلوی رحمہ اللہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں شیخ الجامعہ کے عہدے پر تفسیر وحدیث کی تدریس میں مصروف تھے کہ ایک مرتبہ وہ بے وقت گھر آ گئے۔ راقم الحروف نے عرض کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ قبل از وقت تشریف لائے ہیں کیا وجہ ہے؟ فرمایا رات کو سوتے میں خواب آیا کہ چاند نیچے آ گیا ہے، میں نے سمجھا کہ والدہ بیمار ہے، گھر آنے پر معلوم ہوا کہ واقعی وہ بیمار ہیں اور اسی بیماری میں وہ وفات بھی پا گئی تھیں۔ (بحوالہ فتاوٰی برکاتیہ ص ۶۲)

تعویذات لکھنے کا معمول

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعویذ لکھ کر باندھنے کے قائل تھے۔ حافظ محمد عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ اور علامہ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ بھی تعویذ لکھنے کے قائل تھے۔ اور بھی بہت سے ائمہ وعلماء اس کے قائل تھے اور قائل ہیں، صرف منکرین حدیث اس کو شرک کہتے ہیں، ان کو دیکھا دیکھی ہمارے کچھ مولوی بھی اس کو شرک کہنے لگے ہیں۔ حالانکہ جن احادیث میں شرک کہا ہے ان میں دم کو بھی شرک کہا ہے۔ معلوم ہوا اس سے مراد شرکیہ دم وتعویذ ہیں۔ جو کہ یہود اور عیسائی کیا کرتے تھے۔ تعویذ کو شرک کہنے والوں نے جتنی احادیث بھی پیش کی ہیں، سب ضعیف ہیں۔ سوال میں مذکور حدیث بھی ضعیف ہے۔ (الراقم ابوالبرکات احمد رحمۃ اللہ علیہ)

(فتاوٰی برکاتیہ ص ۲۷۳)

جلالی چہرے پر انوارات

آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم ہونے کے ساتھ ساتھ تہجد گزار، شب زندہ دار، بڑے ذاکر وشاکر اور متوکل علی اللہ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت کا نور آپ کے پیکر سے صاف نظر آتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ انوار الٰہی کی تابانیوں سے روشن رہتا تھا، باوجود شیریں مقال اور فرخندہ رو ہونے کے کوئی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جلال کی تاب نہ لا سکتا تھا۔ میں نے بڑے بڑے لوگوں کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دم بخود دیکھا۔ ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ طلبہ کو درس حدیث دے رہے تھے کہ ایک وزیر جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کی خواہش رکھتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دوران درس ادھر دیکھا تک نہیں اور نہ ہی وہ گفتگو کر سکا، حالانکہ اسے جلدی تھی۔ ہاں، جب درس حدیث سے فارغ ہوئے پھر اس سے ہمکلام ہوئے۔

میرے نزدیک دو کامل ہستیاں

مولوی عطاء اللہ صاحب ونجووالی کا بیان ہے کہ میرے گھر کوئی بیرونی اثر ہو گیا اور اس کے ساتھ دوسری آزمائش یہ آئی کہ مقدمہ بازی شروع ہو گئی، جس سے میری پریشانی دو چند ہو گئی۔ اس سلسلے میں جگہ جگہ پھرا بہت سے روحانی بزرگوں سے ملا، مگر میں نے اکثر لوگوں کو جادوگر یا دوکاندار پایا۔ اس سلسلے میں میں نے دو بزرگ ہستیوں کو کامل پایا۔ ایک حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے حضرت حافظ محمد یوسف سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ۔ مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ان دونوں کو جانچ

Marfat.com

پرکھ کر دیکھا تو انہیں روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز پایا۔ ان پر اللہ کا خاص فضل و کرم تھا۔

ذکر نفی اثبات سے گھر میں خوشبو

گھر کی تکلیف کیلئے حضرت گوندلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، رات کو کہیں گوشہ میں بیٹھ کر کلمہ شریف "لا الہ الا اللہ" کا کثرت سے ورد کرو۔ میں نے یہ ذکر شروع کر دیا، مگر عجیب بات کہ میرے آس پاس بدبو پھیلنا شروع ہوگئی، جس سے میں بہت حیران و پریشان ہوا اور مجھے خطرہ لاحق ہوگیا، کہیں لوگوں کو مجھ سے بدبو نہ آنے لگے۔ کیونکہ مجھے خود اپنے آپ سے بھی بو آنے لگی تھی، میں نے حضرت گوندلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ ماجرا کہہ سنایا فرمانے لگے: "لا الہ الا اللہ" کا اتنا ورد کرو کہ بدبو کی جگہ خوشبو پھیل جائے۔ ایک وقت آئے گا کہ شیطانی اثرات دور ہو کر خوشبو پھیل جائے گی۔ مولوی صاحب موصوف کہتے ہیں۔ میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت کے مطابق پھر کلمہ شریف کا اس کثرت اور جمیعت خاطر سے ورد کیا کہ واقعی بدبو کی جگہ خوشبو پھیلنا شروع ہوگئی، تا آنکہ کلمہ طیبہ کے ورد سے در و دیوار مہک اٹھے اور ساتھ ہی اللہ کی رحمت سے گھریلو پریشانی میں بھی تخفیف ہوگئی۔ (بحوالہ: کرامات اہلحدیث، ص ۱۰۲)

صوفیاء کی توجہ کیا ہوتی ہے؟

حضرت مرحوم کی زبان ہر وقت ذکر اللہ میں مصروف رہتی تھی۔ میرے ایک عزیز مولانا محمد صدیق صاحب مرحوم خطیب کوٹ بھیلاں نزد نارنگ منڈی کا بھی حضرت مرحوم سے بڑا تعلق تھا، انہوں نے یہ واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ حضرت مرحوم حافظ فرحاج کے ہمراہ قلعہ محمدیہ (قلعہ دیدار سنگھ) ضلع گوجرانوالہ جا رہے تھے کہ حافظ فرحاج نے پوچھا کہ حافظ جی! توجہ کیا ہوتی ہے؟ تو ہمارے حضرت مرحوم نے بڑی جاندار آواز سے کہا: "اللہ اکبر"۔۔۔۔ یہ آواز سن کر حافظ فرحاج بے ہوش ہوگئے۔ جب منزل پر پہنچے تو حضرت مرحوم نے فرمایا کہ حافظ فرحاج پتہ چلا کہ توجہ کیا ہوتی ہے؟ یہ ان کے تعلق باللہ کی دلیل کی تھی۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات میں ملتا ہے کہ ان کے نعرہ تکبیر سے بھی ایوان کفار لرز اٹھتے تھے۔

توجہ کی بدولت نماز میں حضوری

میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بہت قریب سے دیکھا ہے، حتیٰ کہ ان کی معیت میں سفر بھی کیا ہے، انہوں نے دوران سفر کوئی بات نہیں کی، الا یہ کہ ہم نے کوئی سوال کیا ہو تو اس کا جواب دیا ہوگا۔ یہی ان کے باطن کی صفائی کا سبب تھا۔ ایک مرتبہ ایک آدمی ان سے ملنے کیلئے آیا اور کہنے لگا کہ نماز ادا کرتے ہوئے لطف نہیں آتا، دعا فرمائیں یا کوئی وظیفہ بتائیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی کمر پر ہاتھ مارا اور رمایا، جا مسجد میں جا کر نفل ادا کر! وہ نفل ادا کر کے آیا تو کہنے لگا کہ حافظ جی! نماز میں جو آج لطف آیا ہے کبھی بھی نہیں آیا۔

بے غسل کی بدبو محسوس فرما لینا

ہمارے حضرت مرحوم کو گناہ گار سے بدبو آ جایا کرتی تھی۔ ہمارے دوست عبدالمجید صاحب حفظہ اللہ تانگہ بان (یہ صاحب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو گھر سے مدرسہ لے جایا کرتے تھے) کا بیان ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ تانگے پر بیٹھے ہوئے تھے، کہ ایک آدمی سامنے سے

Marfat.com

گزرا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے منہ پر کپڑا رکھ لیا۔ ساتھ بیٹھے قاری عبدالشکور صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سبب پوچھا، تو فرمایا "یہ گندہ آدمی ہے اس نے ابھی واجبی غسل نہیں کیا" (بروایت: شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد الیاس اثری حفظہ اللہ، مدیر مرکز العلوم الاثریہ، گوجرانوالہ)

اسحاق بھٹی مرحوم کی کسر نفسی

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی پہلی زیارت میں نے ڈرتے ڈرتے کی۔ کیونکہ میں نے سن رکھا تھا کہ انہیں گنہگاروں سے بدبو آجایا کرتی ہے۔ اس زیارت کے دوران یہ خدشہ بھی کئی دفعہ پیدا ہوا کہ جب ان کا ناک میرے گناہوں کی بدبو سے بھر گیا تو وہ تنگ آکر مجھے مجلس سے باہر نکال دیں گے، لیکن پھر خیال آتا تھا کہ ایسا نہیں ہوگا، وہ بدبو کی تکلیف برداشت کرلیں گے، لیکن مجلس سے نہیں نکالیں گے، بہرحال آدھ پون گھنٹے کی اس مجلس میں ذہن اسی طرح کے خیالات کی آماجگاہ بنا رہا۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۱۲۴)

(33) حضرت حافظ بارک اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز: حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

محض خلوص وتقویٰ کی بناء پر نکاح

لکھو کے سے تھوڑے فاصلے پر ایک گاؤں "طور" تھا۔ وہاں کے ایک رئیس نے جو بڑے صالح بزرگ تھے، اپنی بیٹی کا نکاح فقط اس بنا پر حافظ احمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے کردیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دینداری اور پارسائی کی نعمت عظمیٰ سے نوازا تھا۔ یہ نہایت نیک بخت خاتون تھیں، اس خاتون کے بطن سے 1156ھ (1743ء) میں اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا جس کا نام بارک اللہ رکھا گیا۔ لکھوی خاندانی کے یہ اولین بزرگ ہیں جن کے نام کے ساتھ "لکھوی" کی نسبت کا سلسلہ شروع ہوا۔ یہ خاتون اپنے اس بیٹے کو ہمیشہ باوضو ہوکر دودھ پلایا کرتی تھیں۔ حافظ بارک اللہ لکھوی خوش نصیب تھے کہ ددھیال اور ننھیال دونوں طرف سے صاحب فضل ومجد ہوئے۔ یعنی نجیب الطرفین۔ ان کے والد حافظ احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی نہایت متقی تھے اور نانا بھی بے حد ذی مرتبت تھے جنہوں نے اس علاقے کے صاحب ثروت ہونے کے باوجود اپنی بیٹی کا عقد ایک اجنبی شخص سے محض اس لئے کردیا کہ وہ علم اور تقویٰ کے اوصاف سے متصف تھے۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ، ص:75)

صالحیت کے آنگن میں ولی کی پرورش

حافظ بارک اللہ رحمۃ اللہ علیہ خیر وصالحیت کی رفاقت میں عالم شعور میں داخل ہوئے اور تقویٰ کی فضا میں تربیت کی منزلیں طے کیں۔ گھر میں علم کا دریا رواں تھا اور عالی بخت باپ کا سلسلہ درس واصلاح جاری تھا۔ کچھ بڑے ہوئے تو والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ شاگردی میں شامل ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کیا، عربی اور فارسی کی کتابیں پڑھیں اور علوم مروجہ اور فنون متعارفہ میں مہارت حاصل کی۔

Marfat.com

نقشبندی درویش کا مختصر تذکرہ

یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان میں مسلمانوں کی شوکتِ حکمرانی دم توڑ رہی تھی اور اس ملک پر انگریزوں کی حکمرانی کے سائے روز بروز بڑھے جا رہے تھے۔سیاسی اعتبار سے یہ ایک بہت بڑا شر تھا' برصغیر کے مسلمان تیزی کے ساتھ جس کی گرفت میں آ رہے تھے لیکن اس شر میں خیر کا پہلو یہ پنہاں تھا کہ اس عہد میں یہاں علم وفضل کی بے پناہ اشاعت ہوئی اور للّٰہیت وصالحیت کے وہ مظاہر عالم وجود میں آئے کہ جن سے ایک دنیا فیضیاب ہوئی۔جلیل القدر علماء اس ملک میں پیدا ہوئے اور صوفیا واتقیا کی کثیر تعداد معرض ظہور میں آئی۔ان میں ایک رفیع الشان بزرگ شیخ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔عجیب بات یہ ہے کہ حافظ بارک اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کا سال ولادت بھی 1156ھ (1743ء) ہے اور شیخ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی سال مشرقی پنجاب کے ضلع گورداس پور کے قصبہ بٹالہ میں پیدا ہوئے۔دونوں بزرگوں کا تعلق پنجاب سے تھا' حافظ بارک اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ضلع فیروز پور سے اور شیخ غلام علی کا ضلع گورداس پور سے۔۔۔!

شیخ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی کو اپنا مسکن قرار دے لیا تھا' اس لئے وہ دہلوی کی نسبت سے مشہور ہوئے۔انہیں حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی ارادت وخلافت کا شرف حاصل تھا' علم وفضل میں بھی وہ یگانہ روزگار تھے اور زہد وعبادت میں بھی یکتائے عصر۔۔۔دہلی میں ان کی خانقاہ اصحابِ تصوف کا مرجع اور اربابِ علم کا مرکز تھی۔ہندوستان اور افغانستان کے لوگ تو کثیر تعداد میں ان سے حصول فیض اور اکتساب علم کرتے ہی تھے' ترکی' مصر' شام' بغداد' چین اور ملک حبس کے تشنگانِ خیر بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور علم ومعرفت کی تحصیل کرتے۔(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:76)

شاہ غلام علی رحمہ اللہ سے بیعت وخلافت

حافظ بارک اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ خاندانی اعتبار سے کئی پشتوں سے تصوف وسلوک سے بھی وابستگی رکھتے تھے اور علم وادراک کی وادیوں کے بھی شناور تھے' اس لئے انہوں نے دہلی کیلئے شدرحال کیا' شیخ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے حصول فیض کیا۔اہل تصوف کی اصطلاح میں کہنا چاہئے کہ طریقت وسلوک کی منزلیں طے کیں۔

شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ عبداللہ شاہ بھی کہا جاتا تھا۔انہوں نے حافظ بارک اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی خلافت واجازت سے نوازا۔چنانچہ مولانا عبدالحق مالیر کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت میاں صاحب حافظ بارک اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت واجازت حضرت مولوی عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ المعروف شاہ غلام علی دہلوی سے تھی اور وہ خلیفہ اول' مسند نشین' قیم طریقہ احمدیہ' محی سنتِ نبویہ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:77)

> **باادب، باایمان شاگرد**
>
> علمائے احناف کے شاگرد اپنے اساتذہ سے ہمیشہ احترام کیساتھ پیش آتے ہیں اور حضرت حضرت پکارتے ہوئے ان کی زبانیں خشک ہوجاتی ہیں' اس کے برعکس اکثر اہلحدیث علماء اپنے اساتذہ کے ادب واحترام کے تقاضے کو ملحوظ نہیں رکھتے۔
>
> (بحوالہ: سوانح مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ)

شاہِ طریقت، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی فیض

بلاشبہ حافظ بارک اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد کے عالی مرتبت عالم اور نامور

Marfat.com

صاحب طریقت بزرگ تھے۔ حافظ بارک اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ بظاہر حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ سے کسبِ فیض کی غرض سے گئے تھے لیکن اس دور کے دہلی میں بے شمار علمائے کرام موجود تھے‘ جن میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان گرامی کے تلامذہ کرام اوران سے اکتساب علم کرنے والوں کی بہت بڑی تعداد شامل تھی۔ قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے بعض حضرات سے لازماً استفادہ کیا ہوگا اور وہ ان کے حلقہ فیض میں شریک رہے ہوں گے۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ‘ ص:78)

سفر وحضر میں بے مثال زہد وتقویٰ

حافظ بارک اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت عابد وزاہد تھے‘ بے حد قناعت پسند، مال مشتبہ سے دامن بچا کر رکھتے تھے‘ اس ضمن میں مولانا محمد ابراہیم خلیل فیروز پوری رحمۃ اللہ علیہ نے روزنامہ ''جنگ'' (کراچی) مورخہ 6 مارچ 1975ء کے حوالے سے مولانا امداد صابری کی ایک تحریر نقل کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''آپ رحمۃ اللہ علیہ تقویٰ و پرہیز گاری میں مشہور تھے‘ اپنے موضع (لکھوکے) میں انہوں نے ایک کنواں کھدوایا تھا‘ سفر میں بھی اسی کنویں کا پانی پیتے تھے‘ کنویں کا پانی ساتھ لے جاتے تھے''۔

یعنی اکل وشرب میں حلال چیزوں کا اس قدر التزام کرتے کہ کہیں سفر پر جاتے ،تو پانی بھی اپنے کنویں کا ساتھ لے جاتے‘ دوسرے کا پانی استعمال کرنے سے اس بنا پر گریز فرماتے کہ مبادا اس میں مال مشتبہ کی آمیزش ہو۔ گندم بھی وہی کھاتے جس میں کسی قسم کا شبہ نہ ہوتا۔

بارگاہ الٰہی سے تصوفِ محمدی ﷺ کی طلب

مختلف حضرات نے حافظ بارک اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق بہت سے واقعات بیان کئے ہیں۔ مولانا عبدالحق مالیر کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ راقم طراز ہیں:

''میاں صاحب بارک اللہ رحمۃ اللہ علیہ متقی کامل‘ ولی خدا‘ حافظ قرآن تھے۔ میاں صاحب بارک اللہ رحمۃ اللہ علیہ ایک روز حسب عادت ذکر الٰہی کرتے ہوئے جنگل میں تشریف لے گئے۔ اتنے میں نماز کا وقت آ گیا‘ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جماعت کا خیال آیا تو کسی طرف سے آواز آئی، کہ فقیری میں ایسے امور کے التزام کا خیال نہیں کرنا چاہئے۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہِ الٰہی میں بہ صد التجا عرض کی کہ **یا الٰہی مجھ کو نانک شاہی فقیری منظور نہیں‘ مجھ کو تو محمدی ﷺ فقیری درکار ہے۔** (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ‘ ص:78-79)

صوفی کی ناراضگی پر دریا میں ہلچل

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حق گوئی اور غیرت دینی کے سلسلے میں بڑے سخت تھے اور اس باب میں کسی کی پروا نہیں کرتے تھے۔ ایک واقعہ ملاحظہ ہوں:

Marfat.com

''ایک دن اپنے گاؤں لکھوکے کی مسجد میں طلباء کو درس دے رہے تھے کہ ان کے زمانے کا نواب ممدوٹ (جس کا نام قطب الدین تھا) اپنے چند مصاحبوں کے ساتھ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کیلئے لکھوکے آیا۔ اس نے مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھایا تو حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خادم علی محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھوں میں سونے کے کنگن پہنے ہوئے ہیں۔ یہ الفاظ سنتے ہی حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نواب کے ہاتھ جھٹک دیے اور برہمی کا اظہار کرتے ہوئے'' فرمایا ہم درویش لوگ امور دنیا سے منقطع ہوکر مسجدوں میں بیٹھے ہیں۔ بے دین لوگ یہاں بھی ہمیں آرام سے نہیں بیٹھنے دیتے۔ ایسی چیزیں پہن کر آجاتے ہیں جن کا پہننا مردوں کیلئے شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔ یہ الفاظ کہے اور نواب کو وہیں چھوڑ کر تیزی سے مسجد کے اندر چلے گئے''۔

نواب نے ان کے اس طرزِ عمل اور اسلوبِ کلام کو گستاخی پر محمول کیا اور اس کا پندار حکمرانی مسجد کے ایک درویش کے کلمہ حق کو برداشت نہ کرسکا۔ حکم ہوا: اس کو فوراً حدودِ ریاست سے باہر نکال دیا جائے۔ لوگوں نے نواب کو سمجھانے کی کوشش کی اور ریاست بدر کردینے کا سخت حکم واپس لینے کی التجا کی لیکن وہ نہ مانا۔ چنانچہ حکم کی تعمیل ہوئی اور حافظ بارک اللہ رحمۃ اللہ علیہ اہل وعیال اور طلباء و مریدین کو ساتھ لے کر دریائے ستلج کے کنارے آئے، جو قصبہ ممدوٹ کے قریب سے گزرتا تھا' کشتی پر سوار ہوکر ریاست بہاولپور کو روانہ ہوگئے۔ ان کا ارادہ حجازِ مقدس جانے کا تھا۔

وہ ہیڈ سلیمانکی کے قریب ''حاصل ساڈو'' کے مقام پر آئے اور عارضی طور پر وہاں جنگل میں ٹھہرے لیکن حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روانگی کے بعد قصبہ ممدوٹ میں یہ حیرت انگیز واقعہ پیش آیا کہ بلا ظاہری اسباب وآثار اور موسم کے دریائے ستلج میں اتنی شدید **طغیانی آئی کہ نواب کے باغات اور محلات اور شاہی قلعے کو سخت نقصان پہنچا**۔ نواب اس صورتِ حال سے انتہائی پریشان ہوا اور مصاحبوں سے اس ناگہانی آفت کے بارے میں بات کی۔

جواب ملا: یہ حافظ بارک اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو ریاست سے نکال دینے کا نتیجہ ہے۔ وہ متقی بزرگ ہیں' انہوں نے ایک صحیح بات کہی تھی' جس سے ناراض ہوکر انہیں ریاست بدر کردیا گیا۔ اگر انہیں واپس نہ لایا گیا تو مزید طغیانی اور تباہی کا خطرہ ہے''۔

یہ سن کر نواب پر سکتے کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور اس نے اسی وقت اپنے ماموں کی قیادت میں چند گھڑسوار [illegible] صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے دوڑایا اور نواب آف بہاولپور کے پاس بھی چند معززین کو بھیجا کہ وہ حافظ بارک اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ان کے علاقے میں پہنچ گئے ہیں' مہربانی کرکے واپس ممدوٹ روانہ کردیں۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ واپس تشریف لائے تو طغیانی رکی اور دریا کا پانی پہلی سطح پر آگیا۔ اسے حافظ بارک اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت سے تعبیر کرنا چاہئے' وہ بے حد صالح اور صاحب کرامات بزرگ تھے۔

یہ واقعہ سب سے پہلے اس فقیر نے حضرت مولانا محمد علی لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا تھا۔ بعد ازاں اور بھی متعدد پرانے لوگوں سے سنا۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ واپس آئے تو نواب ممدوٹ نے ان سے معافی مانگی اور ''لکھوکے'' گاؤں بطور جاگیر دینے کی پیشکش کی لیکن حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہہ کر گاؤں لینے سے انکار کردیا کہ ایک تو ہمیں اس کی ضرورت نہیں' دوسرے ہم ایسی زمین نہیں لینا چاہتے جس کا لگان اور معاملہ وآبیانہ وغیرہ ہم حکومت کو ادا کرنے پر مجبور ہوں''۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص: 79 تا 81)

Marfat.com

اونٹ پر بدروح کا اثر

حافظ بارک اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے حاصل ساڈو میں قیام کے زمانے کا ایک واقعہ بڑا عجیب وغریب ہے۔ اس نواح کے لوگوں نے ان سے کہا کہ اس جنگل میں کسی ایسی بدروح کا اثر ہے جو ان کے مال مویشیوں کو ہلاک کر دیتی ہے جو اس کی حد میں چلے جاتے ہیں، لہٰذا آپ اپنے اونٹ وغیرہ وہاں نہ جانے دیں۔

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا، اللہ نگہبان ہے اور وہی ہر شے کا مالک ہے، اس کے سوا نہ کوئی کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ فائدہ۔ اس سے چند روز بعد معلوم ہوا کہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اونٹ اس جگہ چلا گیا جس کے بارے میں لوگوں نے بتایا تھا کہ وہاں کسی بدروح کا اثر اور ٹھکانہ ہے، وہ اونٹ وہاں جاتے ہی بے ہوش کر گر پڑا۔ اب **حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچے اور قرآن مجید کی چند آیات پڑھ کر اونٹ پر پھونک ماری اور اونٹ کھڑا ہو گیا۔** پھر چاروں طرف منہ کر کے کچھ پڑھا اور پھونکیں ماریں۔ فرمایا: اب بے شک کوئی جانور اس جنگل میں کہیں پھرتا رہے، اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ چنانچہ اس کے بعد انہیں اس قسم کی کوئی اطلاع نہیں ملی اور لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ، ص:81)

مشفق بزرگ کے لاتعداد مریدین

حافظ بارک اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہاں چند باتیں قابل ذکر ہیں۔

1۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلافِ شرع کوئی بات برداشت نہ کرتے تھے، اگرچہ اس کا نتیجہ جلاوطنی کی صورت میں نکلتا۔

2۔ وہ بے حد بلند اخلاق، مشفق اور متقی بزرگ تھے، ان کی نیکی کی وجہ سے لوگ ان سے متاثر ہوتے تھے۔

3۔ وہ اپنے علاقے اور عہد کے ممتاز عالم تھے، جن کا بہت بڑا حلقہ اثر اور دائرہ ارادت تھا۔

4۔ ان کے عقیدت مند اور مرید صرف ان کے گاؤں لکھو کے تک محدود نہ تھے بلکہ دور دراز علاقوں میں بھی موجود تھے۔ مریدوں کی ذہنی اور روحانی تربیت وہ احسن طریقہ سے کرتے تھے، جن کی وجہ سے وہ ملنے والوں سے شفقت وتلطف سے پیش آتے تھے۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ، ص:82)

شرعی مسائل پر مشتمل تصنیف

حافظ بارک لکھوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عصر میں پنجاب کے سر برآوردہ فقہا اور مشاہیر علما ومشائخ میں سے تھے اور صاحب تصنیف تھے۔ پنجابی کے ممتاز شاعر اور ادیب تھے، ان کی تصنیف پنجابی نظم کی مشہور کتاب ''انواع بارک اللہ'' ہے۔ اس کا ایک نام نصاب الفقہ'' بھی ہے اس میں روزانہ پیش آنے والی فقہی مسائل بیان کئے گئے ہیں، کتاب کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ حافظ بارک اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے بہت بڑے عالم وفقیہ تھے۔ وسعتِ مطالعہ کا یہ عالم کہ جہاں وہ مختلف مسائل میں قرآن حدیث کے حوالے دیتے، وہاں فتاویٰ قاضی خاں، ردالمختار، درالمختار، طحاوی، فتاویٰ شامی، فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ مظہری، ہدایہ، کنزالدقائق وغیرہ کتبِ فقہ کے حوالے بھی دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انواع بارک اللہ کی تصنیف کے وقت بہت

Marfat.com

ذخیرہ فقہی ان کے سامنے تھا اور یہ وہ دور تھا کہ جب ان میں سے بہت سی کتابیں چھپی بھی نہیں تھیں، قلمی صورت میں بعض اصحاب علم کے کتب خانوں میں موجود تھیں۔ ''انواع بارک اللہ'' حافظ بارک اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے چودہ پندرہ سال بعد ان کے فرزند گرامی حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ نے طبع کرائی۔ شیخ الٰہی بخش تاجر کتب کشمیری بازار لاہور نے اسے شائع کیا۔ اس کتاب کی اہمیت اور مصنف کی علمی حیثیت اور شہرت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ شیخ الٰہی بخش نے اس کے حقوق طباعت حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے دو سو روپے میں حاصل کئے۔ یہ آج سے تقریباً ڈیڑھ سو سال قبل 1291ھ کی بات ہے۔ اس وقت دو سو روپے موجودہ دور کے دو لاکھ روپے سے بھی زیادہ قیمت کے ہوں گے۔ اس کی کتابت ضلع گوجرانوالہ کے موضع کیلیانوالا کے خوش نویس شاہ محمد سوار رحمۃ اللہ علیہ نے کی اور پروف خوانی لاہور کی بادشاہی مسجد کے امام مولوی یار محمد رحمۃ اللہ علیہ سے کرائی گئی۔

صاحب کرامات ہستی کی وفات

حافظ بارک اللہ رحمۃ اللہ علیہ آخر عمر میں بینائی سے محروم ہو گئے تھے' زیادہ تر وقت مسجد میں گزارتے اور ذکر و اذکار میں مشغول رہتے۔ ایک سو دس سال کی عمر پا کر 1266ھ (1850ء) میں اپنے مسکن لکھوکے میں وفات پائی۔

(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ ص: 83-84)

قارئین! حضرت حافظ بارک اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کی مزید کرامات سے آگاہ ہونے کیلئے ان کے گرامی قدر فرزند حضرت حافظ محمد صاحب لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اسی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں (از: مرتب)

(34) جماعت اہلحدیث ضلع قصور کے پیر و مرشد

مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ و جانشین: مولانا محمد علی مدنی لکھوی رحمۃ اللہ علیہ

قارئین! لکھوی خاندان میں صدیوں سے سلسلہ ولایت چلا آ رہا ہے، اسی سلسلے کی ایک مضبوط کڑی کا نام مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ ہے، جو ابھی صرف بیس برس پہلے فقیرانہ زندگی بسر کر کے عالم برزخ میں منتقل ہوئے ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد میں ایک بزرگ حافظ بارک اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ شاہ غلام علی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ نقشبندیہ میں فیض یافتہ تھے اور انہی کے خلیفہ مجاز ہونے کے ناطے لوگوں کو نقشبندی سلسلے میں بیعت کرتے رہے۔ بعد ازاں یہ سلسلہ ان کے بیٹوں اور پوتوں میں منتقل ہوتا ہوا مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچا اور وہ بھی لوگوں کو باقاعدہ طور پہ بیعت کر کے ان کے ''سلفی پیر'' بنے۔ انہیں دنیاوی شہرت مطلوب تھی، نہ ہی شخصیت پرستی درکار۔ کسی کی جیب پر نظر تھی، نہ ہی اپنے نام کے نعرے لگوانے کا لالچ۔ بلکہ صرف ایک تڑپ ان کے دل میں ہر وقت موجود رہتی تھی کہ لوگ کسی طرح اللہ کو پا لیں، اور اللہ کو ماننے کیساتھ ساتھ اللہ کی ماننے والے بن جائیں۔
محسن اہلحدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی علیہ الرحمۃ' چونکہ ان کے دیرینہ دوست تھے، اس لیے انہوں نے لکھوی خاندان کے چھوٹے

Marfat.com

بڑے تمام افراد کے متعلق اپنی بیشتر کتابوں کے اوراق وقف کیے، اور سچ تو یہ ہے کہ لکھوی خاندان کے اخلاف نے بھی حضرت بھٹی صاحب مرحوم کی وفات تک ان کے ساتھ صحیح معنوں میں حسن سلوک کا ثبوت دیا۔ راقم کی حضرت بھٹی صاحب مرحوم کیساتھ اکثر ملاقات رہتی تھی۔ ایک دن ان سے دعائیں لینے کیلئے حاضر ہوا تو دیکھا کہ سامنے میز پر زیر نظر کتاب ''تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ'' کا مسودہ پڑا ہوا تھا۔ اس کے متعلق بات چل پڑی تو بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ازراہ مذاق فرمانے لگے کہ مولانا محی الدین لکھوی مرحوم کیساتھ ہماری یاری تھی۔ وہ **بیماریوں سے نجات کیلئے لوگوں کو نمک پر دم کر کے دیا کرتے تھے تو لوگوں کو شفاء مل جاتی** تھی۔ میں انہیں کہتا تھا ''مولانا۔۔! کسی دن تھوڑی سی تکلیف کر کے کوہستان نمک پر تشریف لے چلیں اور پورے پہاڑ پر دم کر دیں، تاکہ وہاں کا نمک کھا کے ہر بندہ شفاء پا جائے''۔ قارئین آئیں، حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی ہی ہنستی مسکراتی تحریر پڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے دم میں شفاء کا عنصر کیونکر پایا جاتا تھا، اور وہ کونسے عوامل ہیں، جن پر عمل پیرا ہو کر ایک عام آدمی بھی مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح شرک و بدعت سے پاک تصوف کی منازل طے کر سکتا ہے۔ (از: مرتب)

مقدمہ از: پیرزادہ ڈاکٹر حماد لکھوی حفظہ اللہ

ایک سوال جو مجھ سے اکثر طلبہ کی طرف سے کیا جاتا ہے کہ کون سی شخصیت سے آپ اپنی زندگی میں سب سے زیادہ متاثر ہیں اور کیوں؟ میرا جواب اس بارے میں یہ ہے کہ میں اپنے والد گرامی مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے متاثر ہوں کیونکہ میں نے اپنی زندگی میں ان سے زیادہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا عامل کوئی نہیں دیکھا۔

ہنسنے کی قلت، رونے کی کثرت

ہم تمام بھائیوں کا اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تعلق صرف باپ بیٹے کا تعلق ہرگز نہیں تھا، بلکہ وہ انتہائی شفیق اور متحمل مزاج باپ ہونے کے ساتھ ساتھ درحقیقت ایک کامل مربی، موثر استاد اور ہمارے روحانی پیشوا بھی تھے۔ میں نے پوری زندگی میں ان کا ایک بھی عمل خلافِ سنت نہیں دیکھا۔ مثلاً میں نے زندگی بھر ان کو قہقہہ لگا کر ہنستے نہیں دیکھا، وہ فرمایا کرتے تھے کہ قہقہہ لگانا خلاف سنت ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو ہنسی نہیں آتی تھی، بلکہ جب ہنسی آتی تھی تو مسکرا دیتے تھے اور اگر بہت زیادہ ہنسی آتی تو زور سے منہ بند کر لیتے مبادا کوئی آواز منہ سے نکل جائے اور قہقہے کی صورت اختیار کر جائے۔ اسی طرح انتہائی غم کی کیفیت میں اس وقت دیکھا جب ہمارے دادا جان محترم مولانا محمد علی لکھوی مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی 1973ء میں وفات کی خبر پہنچی۔ بہت روئے، اس کا پتا یا تو آنسوؤں سے چلا یا پھر ان جسمانی جھٹکوں سے جو آہوں اور سسکیوں کی آواز کو دبانے کی غرض سے زور سے منہ بند کر لینے کی وجہ سے پیدا ہو رہے تھے، لیکن کوئی آواز نہیں نکالی۔ ویسے تو والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر رویا کرتے تھے، موت یا آخرت کو یاد کر کے۔ بعض اوقات اپنے پردادا (حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ) کی کتاب ''احوال الآخرۃ'' پڑھتے ہوئے اتنا روتے کہ اردگرد کے لوگ اور خاص طور پر بچے پریشان ہو جاتے کہ کہیں کوئی ناخوشگوار واقعہ تو پیش نہیں آ گیا۔ ہم سب بچوں کو بھی اکثر تلقین کیا کرتے کہ ''فلیضحکوا قلیلاً و لیبکوا کثیرا'' (سورۃ التوبہ: 82) یعنی کم ہنسیں اور زیادہ روئیں۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ، ص: 20)

Marfat.com

بیعت کے بغیر جاہلیت کی موت

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں کی اکثریت ان کے مریدین کی تھیں یعنی ان لوگوں کی جنہوں نے باقاعدہ ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس شخص سے "بیعتِ ارشاد" کیا کرتے جو کوئی ان کا مرید ہونے کا مطالبہ کرتا۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بتایا کرتے تھے کہ ان کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (یعنی میرے دادا مولانا محمد لکھوی مدنی رحمۃ اللہ علیہ) بھی "بیعت ارشاد" لوگوں سے لیا کرتے تھے، اور یہ کہ وہ خود بھی اپنے والد کے ہاتھ پر بیعت تھے۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی بتایا کرتے تھے کہ ان کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو ان کے مرشد بھی تھے، خود انہیں حکم دیا تھا کہ لوگوں سے "بیعت" لیا کرو۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب انکے والد (یعنی میرے دادا مولانا محمد علی لکھوی مدنی رحمۃ اللہ علیہ) مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدرس حدیث کی حیثیت سے مدینہ منورہ میں مستقل طور پر مقیم ہو گئے تھے (اور 45 سال مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں درسِ حدیث دینے کے اعزاز کے ساتھ ساتھ جنت البقیع میں دفن ہونے کا شرف بھی انہیں حاصل ہوا) والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اصل "بیعت" جو ہر مسلمان پر شریعت اسلامیہ نے لازم کی ہے وہ تو خلیفۃ المسلمین کی بیعت ہے لیکن نظام خلافت کے عدم قیام کے باعث کم از کم بیعت اصلاح یا بیعت ارشاد ضرور کر لینی چاہئے، سلسلہ بیعت کلیۃً ساقط نہیں ہوا۔ لہٰذا کسی بھی پابند شریعت مصلح کی بیعت کر لی جائے، تا کہ ایک تو کسی نہ کسی سطح کی اجتماعیت قائم ہو کر باہمی معاملات کو ایک نظم کی شکل دی جا سکے اور دوسرے "فریضہ بیعت" کی حسبِ توفیق ادائیگی کے ذریعے "جاہلیت کی موت" کی وعید سے بچا جا سکے، جو حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق نظام خلافت کی موجودگی میں بیعت نہ کرنے والے کو سنائی گئی ہے۔

بیعت ارشاد کا طریقہ

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو بیعت اپنے مریدوں سے لیتے تھے، اس کے الفاظ میری اور برادر محترم ڈاکٹر محمد حمود لکھوی کی یادداشت کے مطابق حسب ذیل ہیں۔ مردوں سے ہاتھ پکڑ کر بیعت لی جاتی اور خواتین سے بوقت بیعت پردے کے پیچھے صرف عربی یا پنجابی الفاظ دہروائے جاتے۔

الحمدللہ نحمدہ و نستعینه و نستغفره و نو من به و نتو كل عليه و نعو ذ بالله من شرو ر انفسنا و من سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له و من يضلل فلا هادى له و اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريک له و اشهد ان محمداً عبده و رسوله اما بعد: امنت بالله و ملئكة و كتبه و رسله والقدر خيره و شره و البعث بعد الموت۔

من لیا میں اللہ پاک نوں، تے اوہدے فرشتیاں نوں، تے اوہدیاں کتاباں نوں، تے اوہدے رسولاں نوں، تے چنگی تے مندی تقدیر نوں، تے مرنے توں بعد جی اٹھنے نوں۔ میں توبہ کرنا ہاں: کفر شرک توں، بدعت والیاں رسماں توں، چوری بدکاری توں، شراب جوئے توں، گلے شکوے توں، لڑائی جھگڑے توں، گال مندے توں، جھوٹ بہتان توں، تے سارے غیر شرعی کماں توں۔ میں وعدہ کرنا ہاں، نمازنوں

Marfat.com

قائم کراں گا' روزے رکھاں گا' زکوٰۃ دیاں گا' ہر مسلمان دی خیر خواہی کراں گا۔ ان شاء اللہ!

پنجابی کے الفاظ کا اردو ترجمہ یہ ہے:
میں نے مان لیا اللہ پاک کو' اس کے فرشتوں کو' اس کی کتابوں کو' اس کے رسولوں کو' اچھی اور بری تقدیر کو اور موت کے بعد زندہ ہونے کو' میں توبہ کرتا ہوں کفر شرک سے' بدعت کی رسموں سے' چوری اور بدکاری سے' شراب اور جوئے سے' گلے شکوے سے' لڑائی جھگڑے سے' گالی گلوچ سے' جھوٹ اور بہتان سے اور تمام غیر شرعی کاموں سے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ نماز قائم کروں گا' روزے رکھوں گا' زکوٰۃ دیا کروں گا' ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا۔ ان شاء اللہ! یہ بیعت تین حصوں پر مشتمل تھی' اقرار' توبہ اور وعدہ۔ بعد از بیعت اپنے مریدوں کے انفرادی معاملات کے علاوہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے خانگی' خاندانی اور معاشرتی معاملات میں بھی ان کی رہنمائی کرتے۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:25 تا 27)

بیٹوں کو حلقہ بیعت میں شامل کرنا

میں بھی اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت تھا' ہم سات بھائیوں میں سے چھوٹے چار بھائیوں نے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت اکٹھے کی' جب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے گاؤں کی مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ ہر رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہم چاروں کو اپنے معتکف (خیمہ) میں بٹھایا' بیعت کی اہمیت بتائی اور چاروں بھائیوں کا اکٹھا ہاتھ پکڑ کر بیعت کے الفاظ دہروائے۔ یوں شفقتِ پدرانہ اور تربیت و تعلیم کے ساتھ ساتھ رشد و ہدایت کی روحانی نسبت بھی والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہی ہمیں میسر آئی۔ ہم اگرچہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت تھے لیکن ہم میں سے کسی کو بھی والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت کا سلسلہ آگے جاری رکھنے کا حکم نہیں فرمایا۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:28)

پیری مریدی کے سلسلے کا اجراء

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض ارادت مندوں کے بار بار مجبور کرنے پر برادر اصغر پروفیسر محمد زید لکھوی حفظہ اللہ نے بیعت لینا شروع کر دی۔ بعد ازاں اسی طرح برادر محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد حمود لکھوی حفظہ اللہ کو بھی بعض عقیدت مندوں نے انتہائی مجبور کر کے ان کے ہاتھ پر "بیعت ارشاد" کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اس کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آباؤ اجداد کیلئے صدقہ جاریہ اور ان کی بلندیٔ درجات کا باعث بنائے۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:31)

خواب میں دست غیب مل گیا

ایک دفعہ میں نے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ لیا کہ ابا جی! آپ بھی آخر گوشت پوست اور فکر و فہم رکھنے والے انسان ہیں کیا آپ کو ساری زندگی روزی کمانے کی کوئی فکر نہیں ہوئی؟ اس پر والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ ابتدائے شباب میں خیال آتا تھا کہ روزی کا کوئی ذریعہ بنانا چاہئے۔ مختلف منصوبے بھی ذہن میں گردش کرتے تھے لیکن عملی صورت اختیار کئے بغیر ہی ختم

Marfat.com

ہوگئے۔ میں جوانی سے ہی مختلف اذکار کا اہتمام کیا کرتا تھا۔ انہی دنوں یہ حدیث میری نظر سے گزری کہ ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ میں نے سوچا جس کو جنت کا خزانہ مل جائے اسے اور کیا چاہئے؟ لہٰذا میں نے باقی اذکار میں کمی کردی اور ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' کا ذکر بہت زیادہ کثرت سے شروع کردیا۔ صبح وشام لاتعداد حد تک اس ''خزانے'' کو بذریعہ ذکر اپنی زندگی میں شامل کرلیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دن خواب میں مجھے دکھایا گیا کہ میرا آدھا جسم سر سے لے کر پاؤں تک لمبائی کے رخ کاٹ کر مجھ سے علیحدہ کردا گیا ہے لیکن میرا وجود اس کے باوجود مکمل ہے اور مجھے خواب میں ہی سمجھایا گیا کہ آپ کی زندگی میں دنیا کا جس قدر حصہ تھا، وہ الگ کردیا گیا ہے۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ ایام جوانی کا واقعہ ہے' اس کے بعد زندگی میں کبھی روٹی روزی کمانے کا خیال بھی نہیں آیا' عمل تو پہلے بھی اس کے بارے میں نہ تھا۔ گویا فکرِ معاش اور مادی خواہشات سے آزادی و بے نیازی بکثرت ذکر الٰہی کی بدولت نصیب ہوئی۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:32)

جنگلوں میں ذکر کا صوفیانہ ذوق

بالعموم ان کی زبان پر اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہتا۔ گھر میں سوئے بھی ہوتے تو وقفہ وقفہ سے اللہ اکبر' استغفر اللہ وغیرہ کی آوازیں سنائی دیتی رہتیں۔ دادی محترمہ بتایا کرتی تھیں کہ ''محی الدین کو جوانی سے ہی بہت زیادہ ذکر الٰہی کی عادت ہے اور بعض اوقات روزہ رکھ کر' لوٹا اور مصلی پکڑ کر اکیلا جنگلوں میں نکل جاتا اور کسی جگہ اکیلا بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتا اور افطاری سے پہلے گھر واپس آجاتا''۔

سفید لباس اور سر پہ ٹوپی کی پابندی

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ سفید لباس زیب تن کیا کرتے تھے۔ فرماتے: یہ لباس اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ ان کا معمول تھا کہ کپڑے کی سلی ہوئی گول ٹوپی سر پر لیتے جو سر کے ساتھ چپکی ہوئی ہوتی تھی۔ فرمایا کرتے کہ سر سے اوپر اٹھا ہوا عمامہ یا کسی بھی قسم کی ٹوپی (جناح کیپ وغیرہ) جو سر سے اوپر اونچائی میں ہو' خلافِ شرع نہیں تو خلافِ سنت ضرور ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ یا ٹوپی سر کے ساتھ چپکی ہوتی تھی۔

نفس کا تزکیہ کرنے والے اعمال

فرمایا کرتے تھے کہ دوسروں کے فائدے کے ایسے جائز کام' جن کے کرنے سے طبیعت انکار کرتی ہے وقتاً فوقتاً ضرور کرتے رہنا چاہئے' اس سے تزکیہ نفس ہوتا ہے اور انسان عجب وغرور کی بیماری سے بھی بچا رہتا ہے۔ مثلاً گلی کی نالی ہفتے میں ایک آدھ دفعہ خود صاف کردینا' کبھی گلی میں جھاڑو لگا دینا' مسجد میں جھاڑو لگا دینا یا وضو خانہ وغیرہ کی صفائی خود اپنے ہاتھوں سے کرنا وغیرہ۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود بھی یہ اور اس طرح کے دوسرے کام اپنے ہاتھوں سے بالعموم کیا کرتے تھے اور ہمیں بھی اس کی تلقین فرماتے تھے۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:36)

سارا دن دم کرنا

مولانا بارک اللہ انجم لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کا صبح سے شام تک زیادہ تر وقت جامعہ محمدیہ میں گزرتا تھا۔ اوکاڑہ اور اس کے قرب وجوار

Marfat.com

کے بے شمار لوگ ان کے پاس آتے تھے اور یہ ان کیلئے دعا اور دم وغیرہ کرتے اور اللہ تعالیٰ انہیں شفاء عطا فرماتا۔
(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ ص:50)

ولادت وسلسلہ نسب

مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ اپریل 1914ء کو اپنے آبائی گاؤں لکھوکے میں پیدا ہوئے۔ ددھیال اور ننھیال دونوں گھرانے ایک ہی دادا (حافظ بارک اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ) کی اولاد تھے اور دینی و دنیوی محاسن سے آراستہ۔ سلسلہ نسب یہ ہے: محی الدین بن محمد علی بن محی الدین عبدالرحمٰن بن حافظ محمد بن حافظ بارک اللہ بن حافظ احمد بن حافظ محمد امین بن عالم شاہ بن ابوداؤد ڈھنگ شاہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ مولانا محی الدین رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر آگے بتیسویں پشت تک یہ سلسلہ نسب حضرت محمد بن حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ علوی خاندان ہوا۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ ص:150)

بھری جوانی میں صوفیانہ اشغال کی پابندی

بھری جوانی (جسے پنجاب کی بولی میں ''جوانی مستانی'' کہا جاتا ہے) کے دور میں بھی وہ تہجد گزار اور قائم اللیل تھے۔ نماز خشوع وخضوع سے پڑھتے تھے۔ حلم' خدا ترسی' رحم دلی' جودت' فراخ حوصلگی' بڑوں کا احترام' چھوٹوں پر شفقت' احکام شریعت کی پابندی' قوت برداشت، ان کے وہ اوصاف تھے جو انہیں اپنے رفیع المرتبت اسلاف سے ورثے میں ملے تھے۔

در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری

ابتدائے شعور سے لے کر تادم آخر یں ان کی لسان گل افشاں ہمیشہ صدق مقال کی امین رہی۔ قرآن مجید کی تلاوت (قرآن مجید پر بھی اور زبانی بھی) کثرت سے کرتے۔ اپنے پردادا حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں تفسیر محمدی' زینت الاسلام اور احوال الآخرت کے بہت سے اشعار انہیں زبانی یاد تھے۔

ننگے سر رہنے سے اجتناب

مرکز الاسلام سے باہر دور ونزدیک کہیں جانا ہوتا تو کلے پر سفید طرے دار پگڑی باندھتے۔ مولانا معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی معمول تھا لیکن ان کے والد گرامی مولانا محمد علی لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کھدر کا بغیر کلے کے عمامہ باندھتے یا ترکی ٹوپی سر پر رکھتے۔
(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ ص:158)

حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی زیارت

عشاء کی نماز کے بعد جلسہ شروع ہونے کا پروگرام بنایا گیا تھا۔ اسی دن جلسے کے میدان میں نماز عصر کے بعد مجھے پہلی مرتبہ حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ پورا قد' گھٹا ہوا جسم' سرخ وسفید رنگ' موٹی موٹی چمکدار آنکھیں' سیاہ اور سفید بالوں پر مشتمل ڈاڑھی، جو نہایت خوبصورتی سے ان کے چہرے پر پھیلی ہوئی تھی۔ کھدر کی سرخ رنگ کی قمیص' سر پر قدرے اونچی دیوار کی قراقلی ٹوپی' جس سے ان کے پٹے باہر جھانک رہے تھے' پاؤں میں پشاوری چپل' ہاتھ میں

Marfat.com

کلہاڑی' جس کا دستہ ان کی کمر کے برابر تھا اور خاکی رنگ کی ٹخنوں سے ذرا اونچی شلوار۔ وہ چل پھر کر جلسہ گاہ کا جائزہ لے رہے تھے' مولانا محمد علی لکھوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ادھر آ نکلے' وہ مصافحے کیلئے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بڑھے' **شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ بھی تیزی سے ان کی جانب آئے اور دونوں بزرگ بغل گیر ہو گئے۔** پھر گرمجوشی سے مصافحہ کیا اور ایک دوسرے سے خیر و عافیت پوچھی۔ اس وقت مولانا مظہر علی اظہر رحمۃ اللہ علیہ' قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ اور چند اور لوگ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے۔ وہ بھی احترام اور تپاک سے مولانا محمد علی لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملے۔ اس کے بعد یہ حضرات بعض مقامی اصحاب کی رفاقت میں پنڈال میں داخل ہوئے اور گھوم پھر کر انتظامات کا جائزہ لینے لگے۔

یہ اولین موقع تھا کہ میں شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کے دیدار سے بہرہ مند ہوا۔ وہ مردانہ حسن کا پیکر دل نواز تھے اور اپنے اندر بہت کشش رکھتے تھے' نظیری کا یہ شعر ان پر حرف بحرف صادق آتا تھا۔

زفرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم　　کرشمہ دل می کشد کہ جا اینجاست

(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص: 163۔164)

صوفیاء کی نظر میں علم کا اصل مقصد

جہاں تک میں جانتا ہوں مولانا محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نہایت رحم دل اور نرم مزاج تھے۔ اپنی ضرورت کو نظر انداز کر کے دوسرے کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرتے۔ ایک مرتبہ سردیوں میں کھیس اوڑھے ہوئے تھے' ایک شخص کو دیکھا کہ سردی سے ٹھٹھر رہا ہے' کھیس اتار کر اسے دے دیا۔ مرکز الاسلام میں آنے والے مہمانوں میں سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اگر کسی کے بارے میں احساس ہو جاتا کہ اسے کپڑے کی ضرورت ہے' تو اسے کپڑا عنایت فرماتے اور پیسے کی ضرورت والے کو کرائے کیلئے پیسے دیتے۔ وہ قرآن مجید و حدیث مبارکہ میں جو کچھ پڑھتے تھے' اس پر عمل کرنا ان کے نزدیک ضروری تھا' ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ حصول علم کا مقصد صرف حصول علم نہیں ہے بلکہ اصل مقصد اس پر عمل کرنا ہے۔ قرآن مجید میں انہوں نے پڑھا کہ

واما السائل فلا تنهر۔

ترجمہ: سوال کرنے والے کو ڈانٹ نہ پلاؤ۔

اسے انہوں نے اللہ تعالیٰ کا حکم قرار دیا اور سائل کو ہمیشہ امداد کا مستحق گردانا۔ سخاوت ان کا پیشہ اور رحم دلی ان کا شیوہ تھا۔ 1937ء کا پورا سال میرا ان سے قریبی تعلق رہا۔ اس کے بعد بھی جیسا کہ آگے آئے گا میرے ان سے مراسم رہے' وہ بے حد نرم خو اور صاحب جود و سخا تھے۔ وسیع القلب اور کشادہ دست عالم اس کے ساتھ ہی پیکر صالحیت اور مجسمہ خیر! (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص: 167)

مزاج میں قابل رشک سخاوت

مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی غیر موجودگی میں اور بسا اوقات ان کی موجودگی میں بھی جمعہ مولانا محی الدین رحمۃ اللہ علیہ پڑھاتے تھے۔ انہوں نے اپنے والد مکرم کے حکم کے مطابق 17 سال کی عمر میں 1931ء میں جمعہ پڑھانا شروع کر دیا تھا۔ جمعہ کے دن صبح ہی سے اردگرد کے دیہات کے لوگ مرکز الاسلام آنا شروع ہو جاتے' نماز جمعہ تک اچھا خاصہ مجمع ہو جاتا تھا' بہت سے لوگ دوپہر کا

Marfat.com

کھانا وہیں کھاتے' کھانا مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے گھر سے آتا اور مہمانوں کو کھانا مولانا رحمۃ اللہ علیہ خود کھلاتے۔ بعض دفعہ انہیں کھانا لانے کیلئے کئی کئی دفعہ گھر جانا پڑتا تھا' پہلے ایک مہمان' پھر دوسرا اور پھر تیسرا آیا۔ اس طرح وہ بار بار گھر جاتے اور کھانا لاتے' اس اعتبار سے یہ بڑا فراخ حوصلہ اور کھلے دل کا گھرانا تھا' لائق احترام خواتین کا زیادہ تر وقت مہمانوں کیلئے کھانا تیار کرنے میں صرف ہوجاتا۔ شروع شروع میں ہم بہت حیران ہوتے تھے کہ اس گھر کی خواتین اتنے لوگوں کیلئے کھانا پکاتی ہیں اور مولانا محی الدین رحمۃ اللہ علیہ اور معین الدین رحمۃ اللہ علیہ نہایت احترام سے ان لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ یہ خواتین کیلئے بھی اور مردوں کیلئے بھی بڑے دل گردے کا کام تھا۔

پھر جب مرکز الاسلام میں طلباء کی تعداد بڑھ گئی تو وہاں قریب کے گاؤں موضع برج کے یعقوب عرب بیلا کو باورچی رکھ لیا گیا تھا لیکن پھر بھی بسا اوقات مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے گھر سے کھانا آتا تھا۔ علم وعمل کی یک جائی اور سخاوت و ترحم کا اجتماع بہت کم لوگوں کے حصے میں آتا ہے اور جہاں تک میرا تجربہ ہے مولانا محمد علی لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے گھرانے میں یہ نعمت وافر مقدار میں پائی جاتی تھی۔

(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:168)

لکھوی اسلاف قدیم صوفیاء کے ہم قدم

ہم نے کتابوں میں برصغیر کے بعض صوفیاء و اولیاء کی خانقاہوں کے لنگر خانوں کے متعلق پڑھا' حیرانی ہوتی تھی کہ وہ مہمانوں اور مریدوں کو کہاں سے کھلاتے تھے' وہ لوگ بادشاہوں اور حکمرانوں کی امداد بھی قبول نہیں کرتے تھے' بارہا ایسا ہوا کہ وقت کے کسی بادشاہ یا وزیر یا امیر نے نقد روپے یا زمین کی صورت میں کچھ دینا چاہا تاکہ خانقاہ میں آنے والوں پر خرچ کیا جائے لیکن ان حضرات نے امداد لینے سے صاف الفاظ میں انکار کر دیا اور جواب دیا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا دین سیکھنے کیلئے آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی ان کے خورونوش کے اسباب پیدا کرنے والا ہے۔ یہی صورتحال ہم نے مرکز الاسلام میں دیکھی کہ مہمانوں اور طالب علموں کی اللہ تعالیٰ مدد فرما رہا ہے۔ 1937ء میں طالب علم کی حیثیت سے وہاں رہا' پھر 1943ء کے آغاز سے جولائی 1947ء تک وہاں فریضہ تدریس انجام دیتا رہا' اس وقت میرے دوست چودھری غلام حسین تہاڑ یہ رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں معلم تھے۔ اس طویل عرصہ میں ہم نے وہاں کسی آنے والے کو نہیں دیکھا کہ اس نے جامعہ محمدیہ کیلئے تھوڑی یا زیادہ کوئی رقم دی ہو۔ ہم نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ کسی زمیندار نے تھوڑی یا زیادہ مقدار میں غلہ بھیجا ہو۔ بالکل صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کے خادموں کی خود ہی مدد فرماتا ہے اور ایسے حالات پیدا ہوجاتے ہیں کہ تمام معاملات اچھی طرح چلتے رہتے ہیں۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:174)

سلام کرنے والی سنت پر عمل

مولانا رحمۃ اللہ علیہ سلام کثرت سے کہتے تھے' اگر کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور کسی ضرورت کی بنا پر وہاں سے اٹھ کر کہیں جانا پڑتا اگرچہ چند قدم پر ہی' تو واپس آکر السلام علیکم کہتے۔ یہی عادت میں نے مولانا محمد علی قصوری رحمۃ اللہ علیہ ایم اے کینٹب کی دیکھی' وہ بھی چند منٹ کیلئے بھی کسی مجلس سے اٹھ کر جاتے تو واپس آکر حاضرین مجلس کو ضرور السلام علیکم کہتے۔ شرعی مسئلہ بھی یہی ہے۔

(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:175)

Marfat.com

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی نیکی کا طلباء پر اثر

مدارس میں تعلیم کے دوران طلباء عام طور پر نماز تہجد نہیں پڑھتے' فرض نمازوں میں بھی زیادہ خشوع وخضوع کا اہتمام نہیں کیا جاتا لیکن مولانا محی الدین رحمۃ اللہ علیہ بالالتزام تہجد پڑھتے اور نماز نہایت خشوع وخضوع سے ادا کرتے تھے۔ کتب احادیث میں مختلف اوقات میں جو وظائف پڑھنے کی تلقین فرمائی گئی ہے' اس پر وہ عمل پیرا تھے' اس میں ان کے ذاتی کردار کا بھی دخل تھا اور خاندانی اثرات بھی کارفرما تھے۔ وہ ہر عمل خیر کی انجام دہی کیلئے کوشاں رہتے اور قرآن وحدیث کے ہر حکم کی تعمیل ان کے نزدیک ضروری قرار پاتی' وہ سراپا عمل اور پیکرِ حسنات تھے۔ ان کے اس قسم کے اعمال کا ان کے ساتھی طلباء پر بھی اثر پڑتا تھا اور ان کے دل میں اعمال خیر کی انجام دہی کا جذبہ ابھرتا تھا۔ ہم لوگ دعوے تو بہت کرتے ہیں لیکن دعوے کا عملی ثبوت فراہم کرنے میں اکثر وبیشتر درماندہ رہتے ہیں۔ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اس خصوص سے بہرہ مند فرمایا تھا کہ وہ بات سے زیادہ عمل کے عادی تھے۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:182)

نمک پر دم کرنے کی ترتیب

ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر تھا کہ چند اشخاص آئے' انہوں نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو نمک کی ایک ایک ڈلی پیش کی اور ان پر دم کرایا۔ ایسے مواقع پر ہم بے عملوں کو بے عملوں جیسی باتیں ہی سوجھا کرتی ہیں' وہ لوگ دم کرا کے چلے گئے تو میں نے عرض کیا کہ اس طرح نمک کی ایک ایک ڈلی پر دم کرنے سے بہتر ہوگا کہ کسی دن آپ کوہستان نمک پر تشریف لے جائیں اور وہاں کھڑے ہو کر پھونک ماردیں تاکہ نمک کھانے والے سب بیمار صحت مند ہو جائیں اور جو صحت مند ہیں' وہ بیماری سے محفوظ رہیں۔ میری یہ "بے عملانہ" بات سن کر مولانا رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور خاموش رہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نہایت تقویٰ شعار عالم تھے۔

جنات کے نام خط

مرکز الاسلام سے چند میل کے فاصلے پر ایک گاؤں میں خلجی برادری کا ایک زمیندار خاندان آباد تھا' ان کا بعض لکھوی حضرات سے کسی معاملے میں کچھ اختلاف تھا جس کی تفصیل کا مجھے علم نہیں' انہیں جنات پریشان کرتے تھے اور ان کیلئے مصیبت کا باعث بنے ہوئے تھے' بعض لوگوں نے ان سے کہا کہ مولانا محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جاؤ' انہیں ساری بات بتاؤ۔ وہ اللہ سے دعا کریں گے اور اللہ تعالیٰ بھلا کرے گا' لیکن خلجی ان کے پاس جانے سے گھبراتے تھے کہ ایسا نہ ہو، مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہم پر خفگی کا اظہار کریں اور ہمیں شرمندہ ہونا پڑے۔ لوگوں نے کہا: ایسا نہیں ہوگا' تم جاؤ وہ بہت اچھی طرح پیش آئیں گے' اللہ تعالیٰ کا نام لیں گے اور تمہاری تکلیف رفع ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے اور اپنی مصیبت بیان کی' مجھے یاد پڑتا ہے مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے جنات کے نام ان کو اس قسم کے چند الفاظ لکھ کر دیے تھے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

از محی الدین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

Marfat.com

کھانا وہیں کھاتے‘ کھانا مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے گھر سے آتا اور مہمانوں کو کھانا مولانا رحمۃ اللہ علیہ خود کھلاتے۔ بعض دفعہ انہیں کھانا لانے کیلئے کئی کئی دفعہ گھر جانا پڑتا تھا‘ پہلے ایک مہمان‘ پھر دوسرا اور پھر تیسرا آیا۔ اس طرح وہ بار بار گھر جاتے اور کھانا لاتے‘ اس اعتبار سے یہ بڑا فراخ حوصلہ اور کھلے دل کا گھرانا تھا‘ لائق احترام خواتین کا زیادہ تر وقت مہمانوں کیلئے کھانا تیار کرنے میں صرف ہو جاتا۔ شروع شروع میں ہم بہت حیران ہوتے تھے کہ اس گھر کی خواتین اتنے لوگوں کیلئے کھانا پکاتی ہیں اور مولانا محی الدین رحمۃ اللہ علیہ اور معین الدین رحمۃ اللہ علیہ نہایت احترام سے ان لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ یہ خواتین کیلئے بھی اور مردوں کیلئے بھی بڑے دل گردے کا کام تھا۔
پھر جب مرکز الاسلام میں طلباء کی تعداد بڑھ گئی تو وہاں قریب کے گاؤں موضع برج کے یعقوب عرب بیلا کو باورچی رکھ لیا گیا تھا لیکن پھر بھی بسا اوقات مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے گھر سے کھانا آتا تھا۔ علم و عمل کی یک جائی اور سخاوت و ترحم کا اجتماع بہت کم لوگوں کے حصے میں آتا ہے اور جہاں تک میرا تجربہ ہے مولانا محمد علی لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے گھرانے میں یہ نعمت وافر مقدار میں پائی جاتی تھی۔
(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ‘ ص:168)

لکھوی اسلاف قدیم صوفیاء کے ہم قدم

ہم نے کتابوں میں برصغیر کے بعض صوفیاء و اولیاء کی خانقاہوں کے لنگر خانوں کے متعلق پڑھا‘ **حیرانی ہوتی تھی کہ وہ مہمانوں اور مریدوں کو کہاں سے کھلاتے تھے**‘ وہ لوگ بادشاہوں اور حکمرانوں کی امداد بھی قبول نہیں کرتے تھے‘ بارہا ایسا ہوا کہ وقت کے کسی بادشاہ یا وزیر یا امیر نے نقد روپے یا زمین کی صورت میں کچھ دینا چاہا تاکہ خانقاہ میں آنے والوں پر خرچ کیا جائے لیکن ان حضرات نے امداد لینے سے صاف الفاظ میں انکار کر دیا اور جواب دیا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا دین سیکھنے کیلئے آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی ان کے خورونوش کے اسباب پیدا کرنے والا ہے۔ یہی صورتحال ہم نے مرکز الاسلام میں دیکھی کہ مہمانوں اور طالب علموں کی اللہ تعالیٰ مدد فرما رہا ہے۔ 1937ء میں طالب علم کی حیثیت سے وہاں رہا‘ پھر 1943ء کے آغاز سے جولائی 1947ء تک وہاں فریضہ تدریس انجام دیتا رہا‘ اس وقت میرے دوست چودھری غلام حسین تہاڑیہ رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں معلم تھے۔ اس طویل عرصہ میں ہم نے وہاں کسی آنے والے کو نہیں دیکھا کہ اس نے جامعہ محمدیہ کیلئے تھوڑی یا زیادہ کوئی رقم دی ہو۔ ہم نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ کسی زمیندار نے تھوڑی یا زیادہ مقدار میں غلہ بھیجا ہو۔ بالکل صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کے خادموں کی خود ہی مدد فرماتا ہے اور ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ تمام معاملات اچھی طرح چلتے رہتے ہیں۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ‘ ص:174)

سلام کرنے والی سنت پر عمل

مولانا رحمۃ اللہ علیہ سلام کثرت سے کہتے تھے‘ اگر کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور کسی ضرورت کی بنا پر وہاں سے اٹھ کر کہیں جانا پڑتا اگرچہ چند قدم پر ہی‘ تو واپس آ کر السلام علیکم کہتے۔ یہی عادت میں نے مولانا محمد علی قصوری رحمۃ اللہ علیہ ایم اے کینٹب کی دیکھی‘ وہ بھی چند منٹ کیلئے بھی کسی مجلس سے اٹھ کر جاتے تو واپس آ کر حاضرین مجلس کو ضرور السلام علیکم کہتے۔ شرعی مسئلہ بھی یہی ہے۔
(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ‘ ص:175)

Marfat.com

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی نیکی کا طلباء پر اثر

مدارس میں تعلیم کے دوران طلباء عام طور پر نماز تہجد نہیں پڑھتے' فرض نمازوں میں بھی زیادہ خشوع وخضوع کا اہتمام نہیں کیا جاتا لیکن مولانا محی الدین رحمۃ اللہ علیہ بالالتزام تہجد پڑھتے اور نماز نہایت خشوع وخضوع سے ادا کرتے تھے۔ کتب احادیث میں مختلف اوقات میں جو وظائف پڑھنے کی تلقین فرمائی گئی ہے' اس پر وہ عمل پیرا تھے' اس میں ان کے ذاتی کردار کا بھی دخل تھا اور خاندانی اثرات بھی کارفرما تھے۔ وہ ہر عمل خیر کی انجام دہی کیلئے کوشاں رہتے اور قرآن وحدیث کے ہر حکم کی تعمیل ان کے نزدیک ضروری قرار پاتی' وہ سراپا عمل اور پیکرِ حسنات تھے۔ ان کے اس قسم کے اعمال کا ان کے ساتھی طلباء پر بھی اثر پڑتا تھا اور ان کے دل میں اعمال خیر کی انجام دہی کا جذبہ ابھرتا تھا۔ ہم لوگ دعوے تو بہت کرتے ہیں لیکن دعوے کا عملی ثبوت فراہم کرنے میں اکثر وبیشتر درماندہ رہتے ہیں۔ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اس خصوص سے بہرہ مند فرمایا تھا کہ وہ بات سے زیادہ عمل کے عادی تھے۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:182)

نمک پر دم کرنے کی ترتیب

ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر تھا کہ چند اشخاص آئے' انہوں نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو نمک کی ایک ایک ڈلی پیش کی اوران پر دم کرایا۔ ایسے مواقع پر ہم بے عملوں کو بے عملوں جیسی باتیں ہی سوجھا کرتی ہیں' وہ لوگ دم کرا کے چلے گئے تو میں نے عرض کیا کہ اس طرح نمک کی ایک ایک ڈلی پر دم کرنے سے بہتر ہوگا کہ کسی دن آپ کوہستان نمک پر تشریف لے جائیں اور وہاں کھڑے ہو کر پھونک ماردیں تاکہ نمک کھانے والے سب بیمار صحت مند ہوجائیں اور جو صحت مند ہیں' وہ بیماری سے محفوظ رہیں۔

میری یہ "بے عملانہ" بات سن کر مولانا رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور خاموش رہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نہایت تقویٰ شعار عالم تھے۔

جنات کے نام خط

مرکز الاسلام سے چند میل کے فاصلے پر ایک گاؤں میں خلجی برادری کا ایک زمیندار خاندان آباد تھا' ان کا بعض لکھوی حضرات سے کسی معاملے میں کچھ اختلاف تھا جس کی تفصیل کا مجھے علم نہیں' انہیں جنات پریشان کرتے تھے اور ان کیلئے مصیبت کا باعث بنے ہوئے تھے' بعض لوگوں نے ان سے کہا کہ مولانا محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جاؤ' انہیں ساری بات بتاؤ۔ وہ اللہ سے دعا کریں گے اور اللہ تعالیٰ بھلا کرے گا' لیکن خلجی ان کے پاس جانے سے گھبراتے تھے کہ ایسا نہ ہو' مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہم پر خفگی کا اظہار کریں اور ہمیں شرمندہ ہونا پڑے۔ لوگوں نے کہا: ایسا نہیں ہوگا' تم جاؤ وہ بہت اچھی طرح پیش آئیں گے' اللہ تعالیٰ کا نام لیں گے اور تمہاری تکلیف رفع ہوجائے گی۔ چنانچہ وہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے اور اپنی مصیبت بیان کی' مجھے یاد پڑتا ہے مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے جنات کے نام ان کو اس قسم کے چند الفاظ لکھ کر دیے تھے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از محی الدین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

Marfat.com

یہ لوگ تمہارے ہاتھوں بہت پریشان ہیں، اب تم چلے جاؤ۔

والسلام! فرمایا: یہ رقعہ کسی صاف ستھر کپڑے میں بند کر کے اس دروازے پر باندھ دو جس سے گھر میں داخل ہوا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ تکلیف رفع فرما دے گا۔ چنانچہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان پر عمل کیا گیا اور ان لوگوں کی پریشان ختم ہوگئی۔

(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ، ص:200-201)

رات کی تاریکی میں تلاوت کا سرور

مولانا محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نمازِ فجر سے کچھ دیر پہلے مسجد میں آجاتے اور السلام علیکم کہتے۔ گرمیوں میں لڑکے صحن میں چارپائیوں پر لیٹے ہوئے تھے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کسی کو جگاتے نہیں تھے، قدرے بلند آواز سے نماز تہجد میں قرآن پڑھتے، نہایت موثر اور خوبصورت آواز تھی، جو رات کے سناٹے میں جنگل کی اس کھلی فضا میں دور تک پہنچتی اور سننے والے کے ذہن میں خاص قسم کے اثرات کروٹ لینے لگتے۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ، ص:205)

چند صوفیانہ عادات

مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کی ظہر کی نماز خاصی طویل ہوتی تھی، ایک دومرتبہ نماز کی طوالت کی بناء پر کچھ مہمان گاڑی سے بھی رہ گئے۔ میں نے عرض کیا تو مسکراتے ہوئے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو ظہر کی نماز میں لمبی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ بہرحال جب انہیں پتا چلا کہ نماز میں طوالت کی وجہ سے مہمان ٹرین پر سوار نہیں ہو سکتے تو نماز اختصار سے پڑھنے لگے تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ نہایت حلیم الطبع اور بے حد سلیم الفطرت عالم دین تھے۔ اثنائے کلام اور دوران تقریر میں اللہ اکبر کہتے تو پتا چلتا کہ یہ پاکیزہ ترین لفظ ان کے قلب کی گہرائیوں میں سے نکلا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کسی فرمان کا حوالہ دیتے تو کہتے ''اللہ پاک نے فرمایا''۔ ہر وقت باوضو رہنے کی کوشش کرتے، بسا اوقات وضو کے بعد ''تحیۃ الوضو'' کی دو رکعتیں پڑھتے۔ مسجد میں تشریف لے جاتے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد ادا فرماتے۔ کوئی شخص دعا کی درخواست کرتا تو فوراً بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اٹھاتے، کسی خاص آدمی کیلئے دعا کیلئے کہا جاتا تو اس کا نام پوچھتے اور پھر اس کا نام لے کر دعا فرماتے۔

کتبِ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ کھانے پینے کے بعد یہ دعا پڑھی جائے:

الحمدللہ الذی اطعمنا و سقانا و جعلنا من المسلمین۔ سب تعریف اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہے، جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور مسلمان بنایا۔

ایک حدیث میں یہ دعا بھی مروی ہے: الحمدللہ الذی اطعم و سقا و سوغہ و جعل لہ مخرجا۔

یہ دعا مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت پسند تھی، اس کے معنے یہ ہیں: سب تعریف اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جس نے کھلایا اور پلایا اور اسے ہضم کرایا اور اس کے نکلنے کیلئے جگہ بنائی۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ، ص:203-207)

ارادت مند خاتون کا جنازہ

مولانا عنایت اللہ امین صدر مدرس دارالحدیث (راجووال) نے مجھے شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے

Marfat.com

مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ایک واقعہ لکھ بھیجا ہے' یہ عجیب غریب واقعہ قبل از تقسیم ملک کا ہے۔ مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارا گاؤں چک سومیاں ضلع فیروز پور میں شامل تھا۔ میرے والدین لکھوی خاندن کے مریدین میں سے تھے' میری والدہ نے وصیت کی تھی کہ میں فوت ہوجاؤں تو میرا جنازہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ پڑھائیں۔ وہ فوت ہوئیں تو میں جنازہ پڑھانے کیلئے مولانا کو لانے مرکز اسلام گیا' گھوڑی مولانا کی پسندیدہ سواری تھی اور ہم دونوں گھوڑی پر سوار تھے' چلتے چلتے گھوڑی نے چھینک ماری تو مولانا نے فرمایا: یرحمک اللہ"۔ میں نے عرض کیا: حضرت آپ کا یرحمک اللہ" کہنا بے محل تو نہیں؟ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وان من شیئی الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم"

یعنی ہر چیز اپنی بولی میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتی ہے' گھوڑی نے بھی چھینک کے ساتھ "الحمد للہ" کہا اور میں نے جواب یرحمک اللہ کہہ دیا۔ مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص کو چھینک آئے تو وہ الحمد للہ کہے اور سننے والا اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہے۔ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان ذکر الٰہی میں مصروف رہتی تھی اور وہ قرآن مجید کی اس آیت کی روشنی میں خیال فرماتے تھے کہ ہر شے اپنے انداز میں حمد الٰہی میں مصروف ہے۔ ان کا یہ اجتہاد ارشادِ قرآن مجید کے بالکل ہم آہنگ ہے اور بلا شبہ صحیح ہے۔ اس طرف کسی بہت بڑے متقی انسان کا دھیان ہی جا سکتا ہے' ہر عالم کو یہ بات نہیں سوجھتی۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:207-208)

امام طریقت، شیر خدا رضی اللہ عنہ کی مزدوری

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے ایک دفعہ سخت فاقہ پہنچا' میں محنت مزدوری کیلئے عالی مدینہ کی طرف گھر سے نکلا' ایک عورت نے مٹی کے ڈلے جمع کئے ہوئے تھے' میں نے خیال کیا کہ وہ انہیں بھگونا چاہتی ہے' میں نے اس سے ایک ڈول کے عوض ایک کھجور پر فیصلہ کر لیا۔ میں نے سولہ ڈول کھینچے یہاں تک کہ میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے' میں اس کے پاس آیا' اس نے مجھے سولہ کھجوریں گن کر دیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وہ کھجوریں میرے ساتھ کھائیں۔ اس حدیث میں جس عورت کا ذکر ہے بظاہر وہ یہودیہ ہے' ورنہ مسلم عورت حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ایسی تنگی نہیں کر سکتی تھی۔

(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:237)

تعویذ اور دم کیلئے سکھوں کی آمد

وہ لکھوکے سے کچھ فاصلے پر جنگل میں رہتے تھے اور ان کے قریب سکھوں کے دو گاؤں تھے' ایک گاؤں کا نام جھوک ٹہل سنگھ تھا' دوسرا ایک اور گاؤں تھا' جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ ان دونوں گاؤں میں اکالی سکھوں کی اکثریت تھی جو مسلمانوں کے سخت مخالف تھے' اور مولانا محمد علی لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے بھی کدورت رکھتے تھے لیکن یہ بھی عجیب معاملہ تھا کہ مخالفت کے باوجود دم کرانے اور تعویذ لینے کیلئے خود اور ان کی خواتین کی مرکز الاسلام میں آمد ورفت رہتی تھی اور وہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے گھرانے کو احترام کا مستحق گردانتے تھے۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:243)

اللہ جل شانہ کے دشمن کی پہچان

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ اقدس سے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافی فیض پہنچا۔ ہم شاہ جیلانی اور تمام اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اور بزرگ مانتے ہیں' انکی محبت کو ایمان کا جزو سمجھتے ہیں اور ان کی شان میں گستاخی کرنیوالے کو اللہ تعالیٰ کا دشمن سمجھتے ہیں۔

از: حافظ عبد اللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

کنگن پور میں مریدوں کا جھرمٹ

مارچ 1959ء کی بات ہے کہ ایک دن ان سے ملاقات کا میرے دل میں شدید جذبہ ابھرا' قلعہ تارا سنگھ پہنچا' یہ شام کا وقت تھا' دوسرے دن انہوں نے کنگن پور جانا تھا' مجھے بھی ساتھ لے گئے' وہاں جاتے ہی وہ ارادت مندوں کے گھیرے میں آ گئے' ایک رات میں ان کے پاس رہا۔ پھر وہیں سے اجازت لے کر لاہور آ گیا۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص: 251)

تبلیغ کیساتھ عملی تربیت

مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ اس انداز سے لوگوں کو تبلیغ دین فرماتے کہ ساتھ ساتھ ان کی عملی تربیت بھی ہوتی جاتی اور جو بات وہ بیان کرتے اور جس پر عمل پیرا ہوتے سننے اور دیکھنے والے اسے حرزِ جان بنا لیتے۔ جہاں انہیں جانا ہوتا' سیدھے مسجد میں جاتے' کسی کے گھر نہیں جاتے تھے' مسجد میں جا کر وضو کرتے اور دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے۔ اتنے میں لوگوں کو ان کی آمد کا پتا چل جاتا اور وہ مسجد ہی میں آ جاتے اور وہیں ان کا کھانا آ جاتا۔ ایک آدھ دن ان کا وہاں رہنے کا ارادہ ہوتا تو مسجد ہی میں قیام فرماتے' فجر کی نماز کے بعد قرآن مجید کا درس دیتے اور پھر اشراق کا وقت ہو جاتا تو دو یا چار رکعت پڑھتے' بالعموم مسجد ہی میں ناشتہ کرتے۔

تحصیل چونیاں کے ایک شخص نے بتایا کہ وہ کبھی جامعہ محمدیہ اوکاڑہ کیلئے چندے کی غرض سے تشریف لے جاتے تو نہ نقد روپے مانگتے اور نہ غلے کا سوال کرتے۔ درس قرآن دیتے یا رات کو وعظ کرتے' لوگ خود ہی سمجھ لیتے' جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ نقد روپے بھی مل جاتے اور غلہ بھی جمع ہو جاتا اور مولانا نقد روپے اور غلہ دینے والے ہر شخص کو اس کی رسید دیتے جسے وہ لوگ تبرک سمجھ کر محفوظ کر لیتے۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص: 255)

مرشد کے بھائی کا استقبال

مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ گرامی پروفیسر ڈاکٹر محمد حماد لکھوی (پنجاب یونیورسٹی) بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مولانا معین الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک گاؤں ''خرم ہٹھار'' کے لوگوں نے جمعہ پڑھانے کا وعدہ کیا لیکن مولانا معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ڈرائیور کو فوری طور پر کوئی ایسا حادثہ پیش آیا کہ وہ انہیں نہ لے جا سکا۔ ڈاکٹر صاحب بتاتے ہیں کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ڈرائیور کے طور پر جانے کیلئے مجھے حکم دیا اور میں ان کی گاڑی پر انہیں اس گاؤں میں لے گیا' جمعہ پڑھنے کے بعد مولانا معین الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارد گرد لوگ آ کر بیٹھ گئے اور مسئلے مسائل پوچھنے لگے لیکن میں الگ مسجد کے ایک کونے میں جا بیٹھا۔ مجھے اکیلا دیکھ کر ایک معمر شخص مرے پاس آیا اور اس نے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے اور کس کے بیٹے ہو؟ میں نے بتایا کہ میرا نام حماد ہے' میں مولانا معین الدین کا بھتیجا اور ان کے بڑے بھائی مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیٹا ہوں۔

مولانا محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کا نام سن کر اس عمر رسیدہ شخص نے مجھ سے معانقہ کیا اور رونے لگا۔ وہ لوگ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو بابا جی کہتے تھے' اس شخص نے بتایا کہ ہم اہل حدیث تو کیا صحیح طور پر مسلمان بھی نہ تھے' با قاعدہ نماز بھی نہیں پڑھتے تھے اور مسجد بھی صاف نہ تھی۔ ایک روز ایسا ہوا کہ ہمارے گاؤں کا ایک شخص اپنی زمین کو پانی لگا رہا تھا اس کے کان میں درس قرآن کی آواز پڑی' جو

Marfat.com

قریبی گاؤں ڈھولن ہٹھار سے آرہی تھی' اس آواز نے اس کے دل پر ایسا اثر کیا کہ وہ آواز کے پیچھے اس مسجد میں پہنچ گیا جہاں درس ہورہا تھا۔ یہ مولانا محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کا درس تھا اور انہی کی آواز تھی' درس کے بعد وہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے ملا اور انہیں اپنے گاؤں ''خرم ہٹھار'' آنے کی دعوت دی۔

ہماری خوش قسمتی سے بابا جی (مولانا محی الدین رحمۃ اللہ علیہ) یہاں آئے اور انہوں نے مسجد میں وعظ کیا۔ نماز کی فضیلت بیان فرمائی اور نماز نہ پڑھنے والے کے بارے میں فرمایا کہ وہ مسلمان نہیں۔ انہوں نے اس انداز اور لہجے سے باتیں کیں کہ ان کی باتیں ہمارے دلوں میں بیٹھ گئیں۔ انہوں نے جنت دوزخ کا اس طرح نقشہ کھینچا کہ ایسا محسوس ہوا کہ ہم نے نماز نہ پڑھی تو مرنے کے بعد واقعی دوزخ میں جائیں گے اور آگ میں جلیں گے۔ اگر نماز پڑھنے لگے تو بہشت ملے گی اور ہم اس میں نہایت آرام سے رہیں گے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے نماز پڑھ کر انہیں بتایا کہ اس طرح ٹھہر ٹھہر کر اور اچھی طرح رکوع سجود کر کے نماز پڑھنی چاہیے نماز میں پڑھی جانے والی دعائیں بھی سنائیں اور ان کے معنی بھی بتائے۔ اس کے بعد ہم لوگ باقاعدہ نماز پڑھنے لگے' مسجد کی صفائی کا اہتمام کیا اور مسجد میں بچوں کیلئے قاعدے سپارے اور قرآن مجید پڑھانے کا سلسلہ شروع کیا گیا۔

اس شخص نے بتایا کہ بابا جی (مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا اپنے مال سے سال بھر کے بعد زکوٰۃ دینا فرض ہے اور غلہ سے عشر ادا کرنا ضروری ہے' زکوٰۃ اور عشر وغیرہ اپنے گاؤں کے غریبوں اور مستحق لوگوں کو دو' وہ لوگ تمہیں دعائیں دیں گے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی امداد تمہاری نجات کا ذریعہ ثابت ہوگی۔ پھر بابا جی کی یہاں آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہوا تو انہوں نے ایک رجسٹر بنایا اور ان لوگوں کے نام لکھے جن پر زکوٰۃ عشر دینا فرض ہے' انہوں نے مستحقین کے نام بھی لکھے اور فرمایا زکوٰۃ' عشر اور فطرانے کی تقسیم اس طرح کی جائے کہ لینے والے کی عزت نفس مجروح نہ ہو اور انہیں کمزور نہ سمجھا جائے۔ وہ بھی امیروں کی طرح اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں' لیکن ان کی مالی حالت کمزور ہے' یتیم بچوں' بیوہ عورتوں' غریب طالب علموں سمیت سب کو مناسب طریقے سے دیا جائے۔ جب تک مولانا رحمۃ اللہ علیہ زندہ رہے یہاں ان کا آنا جانا رہا۔ وہ جب بھی آتے زکوٰۃ اور عشر کا رجسٹر دیکھتے اور تبلیغ کے ساتھ ساتھ ہماری عملی تربیت کرتے' ان کی تبلیغ سے پورا گاؤں اہل حدیث ہوگیا۔

یہ تھا مولانا محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کا اندازِ تبلیغ اور عملی تربیت کا سلسلہ' اس طرف انہوں نے متعدد مقامات کے لوگوں کو اسلام کی صاف ستھری راہ پر لگایا اور ان کے پاس بار بار جا کر انہیں دینی احکام سکھائے۔ بہت سے مقامات پر ان کی تبلیغی کوشش سے مسجدیں بنا گئیں' مسجدوں میں دینی تعلیم دینے کا اہتمام کیا گیا جس کے نہایت اچھے نتائج نکلے' وہ صحیح معنوں میں مبلغ دین اور کتاب وسنت کی پابندی کرنے والے عالم دین تھے۔

اس معمر شخص نے پروفیسر محمد حماد لکھوی کو بتایا کہ آج ہم نے پورے گاؤں کی گلیوں میں جھاڑو دے کر صفائی کی ہے' یہ سب اہتمام اس خوشی میں ہے کہ ہمارے مرشد (مولانا محی الدین رحمۃ اللہ علیہ) کے بھائی (مولانا معین الدین رحمۃ اللہ علیہ) تشریف لا رہے ہیں۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ ص: 255 تا 258)

Marfat.com

اسلاف کا کردار پیش نظر رکھنا

وہ بلند مرتبت خاندان کے فرد تھے اور اپنے اسلاف کی عادات واطوار کی جھلک ان میں نمایاں تھی۔ وہ کھانے پینے کی کسی چیز میں نقص نہیں نکالتے تھے' سالن میں نمک یا مرچ زیادہ ہے یا کم وہ اس کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ جو ملا کھالیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا' لباس کے سلسلے میں سادگی پسند تھے' لیکن اس کے ساتھ ہی صفائی پسند بھی۔ ان کی گفتگو عام فہم ہوتی تھی' اَن پڑھ بھی ان کی بات آسانی سے سمجھ لیتے تھے اور کم تعلیم یافتہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی۔ کسی قسم کا تکلف ان کے ہاں نہیں تھا۔

تعلیم وتعلم کے وہ سخت حامی تھے' ان کے تمام بچے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھاتے ہیں لیکن انہوں نے ان کو پورے اہتمام سے دینی تعلیم دلائی اور ان کی بہترین تربیت بھی کی۔ انہوں نے اپنے اسلاف کے عمل وکردار کو ہمیشہ پیش نگاہ رکھا اور لوگوں کے ساتھ ان کے اسلاف جو حسن اخلاق کا برتاؤ کرتے تھے' ان کو اپنے عمل سے زندہ رکھا بلکہ کہنا چاہئے کہ اس میں تازگی کا باعث بنے۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:259)

دنیاوی تفکرات سے آزادی

مولانا رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب میرا معمول یہ تھا کہ میں مصلےٰ اور پانی سے بھرا ایک لوٹا لے کر گاؤں سے باہر چلا جاتا اور وہاں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء میں مشغول ہوجاتا اور مختلف قسم کے مسنون اذکار میرے معمولات میں شامل تھے' ایک دن دوران مطالعہ مجھے ایک حدیث نظر آئی جو یہ تھی ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے''۔ تب میں نے سوچا کہ مجھے جنت کا خزانہ مل جائے تو باقی چیزوں کی کیا ضرورت ہے' چنانچہ اس دن سے لے کر شب و روز میرا معمول رہا کہ میں نے دیگر اوراد ووظائف بہت کم کر دیئے اور ہمہ وقت ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' کا بکثرت ذکر سوچ کر سمجھ کر کرنے لگا۔ صبح وشام میری زبان پر یہی ذکر رہتا' میں اتنا خوش تھا کہ اور کوئی بات ہی نہ کرتا۔ اسی اثناء میں ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے جسم کا آدھا حصہ لمبائی کے رخ کٹ کر علیحدہ ہوگیا ہے اور میں اس کے باوجود مکمل تھا۔ خواب ہی میں یہ بات میری سمجھ میں آئی کہ علیحدہ ہونے والا یہ حصہ دنیا ہے' یعنی مجھ سے دنیا علیحدہ کر دی گئی ہے اور باقی صرف دین رہ گیا ہے۔ اس خواب کے بعد مجھے دنیا کی کبھی کوئی فکر لاحق نہیں ہوئی اور میں دنیا کے تفکرات اور فکرِ معاش سے بالکل آزاد ہو گیا''۔
(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:270)

خواب میں ذکر الٰہی کرنے کی تعبیر

یہاں امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول ملاحظہ فرمایئے۔ ان کا ارشاد گرامی کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ وہ سورۃ الناس پڑھ رہا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ نظر بد سے محفوظ رکھے گا اور اس پر رزق کی فراخی ہوگی۔

وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر خواب میں ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم'' پڑھے (یعنی یہ کہے کہ گناہوں سے بچنے اور نیکی کی توفیق اللہ تعالیٰ بزرگ وبلند تر ہی عطا کرنے والا ہے) تو وہ شخص مال اور مراد پائے گا۔

Marfat.com

مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان پر خواب اور بے داری میں کلمہ ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم'' جاری رہا' جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہر مراد پوری کی اور انہوں نے نہایت اطمینان کی زندگی گزاری۔ کارگاہِ حیات میں ہر تکلیف سے محفوظ رہے' پیدائش سے لے کر تادم آخریں ہر نوع کا سکون انہیں حاصل رہا۔ انہوں نے جس قسم کے خواب دیکھے' اس قسم کے خواب موجودہ زمانے کے شاید کسی عالم دین نے نہیں دیکھے ہوں گے۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:273)

قارئین! درج بالا پیرائے کی آخری سطر پہ غور فرمائیں۔ مولانا اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ پر تصوف اتنا غالب تھا اور وہ صوفیائے اہل حدیث کے اتنے زیادہ مداح تھے کہ موجودہ علماء جو اسلاف کی راہوں سے ہٹ چکے ہیں' انہیں صرف دینی معلومات کی حد تک تو عالم کہا جا سکتا ہے' فی الحقیقت باعمل عالم دین ہرگز نہیں۔ کیونکہ وہ عالم دین ہی کیسا' جو اللہ جل شانہ کے خزانوں سے لینے کی بجائے لوگوں کی جیبوں پر نظر رکھے؟ (از: مرتب)

اللہ کے خزانوں سے لینے کی مشق کریں

الدعاء مخ العبادة۔ (جامع ترمذی)

دعا عبادت کا مغز ہے۔ یعنی جس طرح انسانی جسم میں مغز کو اصل حیثیت حاصل ہے' اسی طرح عبادات میں دعا کا مرتبہ بہت بلند ہے' کسی جاندار کے سر سے مغز نکال لیا جائے تو اس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے' ٹھیک اسی طرح اگر عبادات سے دعا کا حصہ خارج کر دیا جائے تو ان کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ سے نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ دعا مانگا کرتے تھے' **ان کی دعا کے وقت ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں' وہ اللہ تعالیٰ سے لے کر ہی رہیں گے** اور واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے تو وہ اس کے ہاتھ خالی نہیں لوٹاتا۔ لا یردھما صفرا اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ان کی دعا قبول فرمائی اور جو کچھ انہوں نے اپنے لئے اور لوگوں کیلئے مانگا' اللہ تعالیٰ نے عطا کیا۔ انہوں نے ذی الحجہ 1390ھ (فروری 1971ء) میں چھوٹے سائز کے چار صفحات پر مشتمل ایک پمفلٹ شائع کیا تھا جو مردوں' عورتوں' بچوں اور بوڑھوں کیلئے یکساں مفید ہے' اس کا موضوع ''دعا کی فضیلت وترغیب'' ہے۔ قارئین کرام کیلئے یہ پمفلٹ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ پہلے انہوں نے مختصر الفاظ میں دعا کی فضیلت تحریر فرمائی ہے اور اس کے بعد ایک نہایت اہم دعا درج کی ہے۔ یہ دعا زبانی یاد کرنی چاہیے اور ہمیشہ پڑھنی چاہیے۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:277)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضیلت وترغیب

1۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

الدعاء ھو العبادة۔ دعا ہی عبادت ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیہ مبارکہ پڑھی: وقال ربکم ادعونی استجب لکم۔

Marfat.com

اور تمہارے رب تعالیٰ نے فرمایا: مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کرونگا۔ 2۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لیس شئی کرم علی الله من الدعاء۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی چیز دعا سے بڑھ کر قابل قدر نہیں۔

نیز فرمایا: لا یرد القضاء الا الدعاء۔ سوائے دعا کے کوئی چیز تقدیر کو پلٹ نہیں سکتی۔

من لم یسال الله یغضب علیہ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہ مانگے تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یستحب الجوامع من الدعاء۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جامع دعاؤں کو پسند فرماتے تھے۔

دنیا و آخرت کی ہر آسانی، اس دعا کی بدولت

اللھم اصلح لی دینی الذی ھو عصمۃ امری و اصلح لی دنیای التی فیھا معاشی و اصلح لی آخرتی التی فیھا معادی و اجعل الحیوۃ زیادۃ لی فی کل خیر و اجعل الموت راحۃ لی من کل شر۔

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ! درست کر دے میرے لئے میرا دین جو میرے کام کا بچاؤ ہے اور درست کر دے میرے لئے میری دنیا جس میں میری زندگی ہے اور درست کر دے میرے لئے میری آخرت جہاں میری واپسی ہے اور زندگی کو میرے لئے ہر نیکی میں اضافے کا سبب بنا دے اور موت کو میرے لئے ہر برائی سے باعث راحت بنا دے۔

دعا کی قبولیت کے اوقات و مقامات

مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ احادیث پاک کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ حسب ذیل سات اوقات و مقامات میں دعا قبول ہوتی ہے: 1۔ سحری کے وقت۔ 2۔ فرض نماز کے بعد۔ 3۔ نفلی نماز کے بعد۔ 4۔ سجدہ میں۔ 5۔ التحیات میں درود شریف کے بعد۔

6۔ اذان کے بعد۔ 7۔ جب بارش ہو رہی ہو۔

یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خلوص قلب کے ساتھ گڑ گڑا کر دعا کی جائے تو وہ خوش ہوتا اور دعا کرنے والے کی دعا قبول فرماتا ہے۔ انسان کی فطرت یہ ہے کہ اس سے کچھ مانگا جائے تو ناگواری کا اظہار کرتا اور مانگنے والے کو جھڑک دیتا ہے لیکن اس کے بالکل برعکس اللہ تعالیٰ سے جتنا زیادہ مانگا جائے اور جتنی دفعہ مانگا جائے وہ اتنا ہی خوش ہوتا اور مانگنے والے کو دیتا ہے۔ جو شخص اس سے نہیں مانگتا' اس پر خفگی کا اظہار فرماتا ہے۔

قبولیتِ دعا کے واقعات

مولانا لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے عقیدت مند اکثر و بیشتر ان سے دعا کی درخواست کرتے تو مولانا موصوف کی عادت تھی کہ بالعموم فوراً ہاتھ اٹھاتے اور دعا فرماتے' اللہ تعالیٰ نے ان کو مستجاب الدعوات بنایا تھا اور ان کی دعائیں اللہ تعالیٰ قبول فرماتا تھا۔ اس بات کے گواہ ان کے اکثر عقیدت مند ہیں' بطور نمونہ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

Marfat.com

مرید کو ہاتھ سے پکڑ کر رہا کروادیا

☐ حاجی محمد ادریس بھٹی صاحب (جو کہ اوکاڑہ شہر کے رہنے والے ہیں اور وہاں کے ایک معروف کاروباری ادارے پاک ٹینٹ سروس/میرج ہال کے مالک ہیں) نے ڈاکٹر محمد حماد لکھوی سے بیان کیا کہ میری جوانی کے ایام میں میرے والد صاحب کا ہمارے محلے کے ایک شئی سے جھگڑا ہوگیا' میرے والد صاحب نے بھینسوں کا گوبر اکٹھا کرنے والا لکڑی کا ''پھاوڑا'' اس کے سر پر دے مارا' جس پر وہ وہیں ڈھیر ہوگیا اور میرے والد صاحب کے ساتھ مجھ پر بھی قتل کا مقدمہ درج کرا دیا گیا اور ہم دونوں باپ بیٹے کو ساہیوال جیل بھیج دیا گیا۔ ہمارے مقدمے کی پیروی کرنے والا بھی کوئی نہ تھا۔ ایک دن میں نے خواب میں مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ وہ جیل میں آئے ہیں اور مجھے بازو سے پکڑ کر کہا کہ ادریس چلو باہر تم یہاں جیل میں کیوں بیٹھے ہو؟ اگلے دن ہماری تاریخ تھی' میں نے صبح اٹھ کر خواب کا ذکر اپنے والد صاحب سے کیا انہوں نے کہا لگتا ہے تمہاری ضمانت ہو جائے گی۔ وہی بات ہوئی جب عدالت لگی تو میری ضمانت پر رہائی ہوگئی۔ گھر آنے پر میری والدہ صاحبہ نے بتایا کہ وہ کل قلعہ تارا سنگھ گئی تھیں اور مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے تمہاری رہائی کیلئے دعا کرائی تھی۔

مرید کو ایکسیڈنٹ سے بچالیا

☐ یہی حاجی محمد ادریس بھٹی بیان کرتے ہیں کہ ہم ہر معاملے میں مولانا لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے یا ان کے چھوٹے بھائی مولانا معین الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے رہنمائی لیا کرتے تھے۔ بعض اوقات یہ رہنمائی خالصتاً روحانی نوعیت کی ہوتی۔ ایک دن میں اوکاڑہ سے لاہور جانے کیلئے بس پر سوار ہوا' بس ابھی اوکاڑہ کے جنرل بس سٹینڈ پر کھڑی تھی اور بہت رش تھا میں بس میں کھڑکی والی سائیڈ پر بیٹھا تھا۔ اچانک کھڑکی سے باہر میں نے مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کو کھڑے دیکھا اور انہوں نے مجھے کھڑکی سے السلام علیکم کہا۔ میں نے وعلیکم السلام کہا اور احتراماً جلدی سے اپنی سیٹ سے اٹھا اور رش میں سے ہوتا ہوا بڑی مشکل سے بس سے نیچے اترا۔ دروازہ بس کے بائیں جانب ہوتا ہے اور مولانا موصوف بس کے دائیں جانب نظر آئے تھے۔ میں جلدی سے بس کے گرد چکر کاٹتا ہوا دائیں طرف آیا لیکن وہاں مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجود نہیں تھے۔ میں بہت حیران اور پریشان ہوا کہ یہ کیا ہوا؟ میں نے خود کو ان کو دیکھا' ان کا سلام سنا اور جواب بھی دیا لیکن اتنی جلدی وہ کدھر غائب ہو گئے؟ میرے اس تحیر و پریشانی کے دوران بس روانہ ہوگئی اور میں اسی حیرانی میں پچھلی بس پر سوار ہوگیا۔ بس چلی اور راستے میں ایک جگہ سڑک پر رش کی وجہ سے رک گئی۔ دیکھا کہ پہلے والی بس کا ایکسیڈنٹ ہو چکا ہے اور میں نے خود دیکھا کہ جس سیٹ پر میں سوار تھا، عین اس سیٹ پر بیٹھنے والا شخص فوت ہو چکا ہے۔

افسر کی بجائے اللہ سے سفارش

مولانا سیف الرحمان الفلاح رحمۃ اللہ علیہ نے ڈاکٹر محمد حماد لکھوی سے بیان کیا اور اپنے ایک مضمون میں بھی ذکر کیا کہ میرے لئے سکول میں معلمی کا مسئلہ تھا اور کسی طور پر حل نہ ہو رہا تھا۔ میں مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کو سفارش کیلئے ساتھ لے کر ساہیوال گیا۔ (ان دنوں اوکاڑہ ضلع ساہیوال میں ہوتا تھا) میرا خیال تھا مولانا اور ان کے خاندان کا بڑا نام ہے وہ ضلع کے بڑے افسر سے بات کر کے ملازمت

Marfat.com

دلادیں گے لیکن مولانا صاحب نے محکمہ تعلیم کے ضلعی افسر کے دفتر کے سامنے پہنچ کر مجھے کہا کہ آپ دفتر کے اندر جائیں اور افسر سے اپنی ملازمت کی بات کریں۔ میں دفتر کے باہر ہی ٹھہرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ اس پر بہت تعجب ہوا کہ میں اب کیا کروں لیکن حسب الحکم میں اندر چلا گیا اور مولانا دعا میں مصروف ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور میری ملازمت کے آرڈر مجھے مل گئے۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ ص: 277 تا 282)

پیٹ سے کتا نکل کر غائب

قیام پاکستان سے بعد کا واقعہ ہے کہ ایک شخص کوٹ رادھا کشن ضلع قصور سے ان کے گھر الہ آباد آیا اور اپنی بیوی کی المناک داستان سنائی۔ سخت سردی کا موسم تھا' مولانا رحمۃ اللہ علیہ اسی وقت اس کے ساتھ چل پڑے' وہاں پہنچے تو واقعی اسکی بیوی درد سے تڑپ رہی تھی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور ایک زبردست چیخ کے ساتھ اس کے پیٹ سے کتے کی سری جیسی کوئی چیز باہر آئی اور اسے سکون ہوگیا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے شوہر کو حق زوجیت کی ادائیگی کے وقت کی وہ دعا بتائی جس کے پڑھنے کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلقین فرمائی ہے اور واپس تشریف لے آئے۔

کڑوے علاقے سے میٹھا پانی

صوبہ سندھ کے ایک شخص نے بیان کیا کہ ہمارے علاقے میں چاروں طرف کڑوا پانی تھا' میٹھے پانی کیلئے لوگوں کو دور دراز جانا پڑتا تھا۔ ایک مرتبہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے گوٹھ (گاؤں) تشریف لے گئے' وعظ کے بعد جانے لگے تو ہم نے درخواست کی کہ کسی جگہ کسّی سے تھوڑی سی مٹی نکال دیں تاکہ ہم وہاں میٹھے پانی کے حصول کیلئے نلکا لگوالیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر گاؤں کے قریب ایک جگہ پر کسّی سے تھوڑی سی مٹی نکالی اور ہم نے وہاں نلکا لگوالیا۔ اس پر طویل عرصہ گزر چکا ہے الحمدللہ! وہاں سے میٹھا پانی نکل رہا ہے اور پورا علاقہ اس سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔

گھر بیٹھے ولادت کا کشف

ایک شخص مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا' اس کی بیوی شدید دردِ زہ میں مبتلا تھی اور گھر کے سب لوگ سخت پریشان تھے' مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بات سن کر دو رکعت نفل ادا کئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ فرمایا: **گھبراؤ نہیں خاتون کو ہسپتال لے جانے کی بھی ضرورت نہیں' ان شاء اللہ گھر ہی میں ولادت ہوجائے گی۔** چنانچہ اسی طرح ہوا' جس طرح کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔

صرف ایک دم سے نجات

☐ پنجاب کے ایک شاعر مولوی شہاب الدین ثاقب زیروی تھے جو تحصیل زیرہ ضلع فیروز پور مشرقی پنجاب کے رہنے والے تھے' وہ اچھے خاصے واعظ بھی تھے۔ تقسیم ملک کے بعد ضلع قصور کے ایک قصبے ''واں رادھا رام'' آبسے تھے' جسے اب حبیب آباد کہا جاتا ہے' ان کے صاحبزادے مسعود احمد ثاقب (پیپلز کالونی) ملتان میں سکونت پذیر ہیں۔ انہوں نے 2 دسمبر 2000ء کو مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ گرامی پروفیسر ڈاکٹر محمد حمود لکھوی کو خط لکھا کہ ایک مرتبہ مولانا ممدوح ان کے گھر واں رادھا رام تشریف

Marfat.com

لائے' میرے گلے میں تعویذ ڈالا ہوا تھا' اسے دیکھ کر فرمایا: یہ تعویذ کیوں ڈالا ہے؟ والد مرحوم (مولانا شہاب الدین ثاقب نے) کہا یہ لڑکا رات کو ڈرتا ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست مبارک سے تعویذ اتارا اور فرمایا: اسے کسی جگہ چھپا دو' اس کے بعد دم کیا۔ مسعود احمد ثاقب کہتے ہیں کہ اس دم کے بعد انہیں کبھی ڈر نہیں لگا۔ اسے وہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت قرار دیتے ہیں۔

حشرات الارض پر حکومت

سید محمد اسحاق شاہ بخاری (عربی مدرس گورنمنٹ ہائی سکول دیپالپور) کا مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے پروفیسر ڈاکٹر محمد حمود لکھوی کے نام تحریر کردہ ایک خط پیش نگاہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا ایک اہم واقعہ جو میری حاضری میں پیش آیا' وہ یہ ہے کہ کنگن پور کے علاقے میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ تبلیغ کیلئے گئے' آپ کی تقریر سننے کے بعد ایک شخص نے کہا: حضرت! میرے گھر میں کیڑے مکوڑے بہت ہیں جو ہمیں تنگ کرتے ہیں۔ آپ نے اس شخص کے گھر جا کر ایک کیڑا پکڑا' نامعلوم آپ نے اس کو کیا کہا اور پھر چھوڑ دیا۔ اب دیکھتے ہی دیکھتے' کیڑوں کا گروہ وہاں سے ہمیشہ کیلئے غائب ہو گیا۔ یہ تھی آپ کی کرامت جو کہ دیکھنے میں آئی۔ میرے نزدیک بلکہ دورِ حاضر کے لوگوں کے نزدیک وہ ایک کامل ولی اللہ تھے''۔

موت سے بے خوف' خادم خلق

دریا کے کٹاؤ کا ایک آنکھوں دیکھا واقعہ جو مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خادم اعجاز احمد ساکن کنگن پور بیان کرتا ہے جو اس طرح ہے کہ ''دریائے ستلج کے کنارے ہندوستان کی سرحد سے تین کلومیٹر دور اور کنگن پور سے سات کلومیٹر کے فاصلے پر ایک گاؤں دایا سنگھ ہے۔ وہاں 1986ء میں دریا کا کٹاؤ شروع ہوا' کچھ دنوں کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ دریا گاؤں سے صرف ایک کلومیٹر دور رہ گیا ہے' پھر یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ کٹاؤ گاؤں کے بالکل قریب آ گیا۔ دریا کے پانی کی وجہ سے چند قبروں کے سوا سارا قبرستان ختم ہو گیا' گاؤں کے چند گھر بھی دریا نے گرا دیے۔ لوگوں نے گاؤں کی طرف آنے والے دریا کے پانی کو روکنے کیلئے کچھ پیروں کو بلایا لیکن ان کے کسی عمل کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس گاؤں میں ایک شخص مولانا رحمت اللہ ڈوگر رہتے تھے جو مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ وہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے اور ان سے صورتحال بیان کی۔ اب مولانا رحمۃ اللہ علیہ ان کے ساتھ دایا سنگھ کو روانہ ہوئے اور نماز ظہر کے قریب وہاں پہنچے۔ ظہر کی نماز پڑھی اور پھر دریا کی طرف گئے' تمام گاؤں کے لوگ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جا رہے تھے' اس وقت دریا کے کٹاؤ والی دراڑ چار پانچ سوفٹ میں پھیلی ہوئی تھی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دراڑ عبور کی اور دریا کی طرف گئے۔ جو لوگ وہاں کھڑے تھے اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اس حالت میں دیکھ رہے تھے وہ سخت پریشان تھے اور صاف لفظوں میں کہہ رہے تھے کہ یہ ڈوب جائیں گے' کیا انہیں اپنی جان کی فکر نہیں ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے دریا کے کنارے جہاں پانی چل رہا تھا جا کر آرام سے دو رکعت نفل نماز پڑھی اور دعا کی۔ سب لوگ دور کھڑے ان کو یہ عمل کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے' دعا کے بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ واپس آ گئے۔ لوگوں نے دیکھا کہ دعا کے کچھ دیر بعد کٹاؤ رک گیا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ دو دن وہاں رہے' اللہ تعالیٰ نے فضل کیا' اس کے بعد کسی کی وجہ سے کوئی نقصان نہیں ہوا۔ اعجاز احمد کے بقول آج بھی وہ دراڑ موجود ہے اور دریا اب ہندوستان کی طرف گاؤں سے ایک میل کے فاصلے پر چلا گیا ہے۔

Marfat.com

تیس سال بعد آنکھوں دیکھی کرامت

مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کی قبولیتِ دعا سے متعلق ایک اور واقعہ سنئے، جو ہمارے ایک مرحوم دوست مولانا محمد اکبر سلیم (ناظم مرکز ابن الخطاب الٰہ آباد (ٹھینگ موڑ ضلع قصور) نے سنایا: وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ پانچ سال کے بچے تھے اور اپنے گاؤں ٹھینگ موڑ میں جسے اب الٰہ آباد کہا جاتا ہے' ناظرہ قرآن مجید پڑھتے تھے اور بھی کئی بچے ان کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے تھے' ان بچوں کا امتحان لینے کیلئے مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا گیا' مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا اس بچے کیلئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے عالم بنائے اور اس کا مستقبل بہتر ہو اور یہ کتاب وسنت کی خدمت کرے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی اور اکبر سلیم کی طرف دیکھ کر فرمایا: یہ بڑا ہو کر اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کرے گا۔ (اکبر سلیم تو اس وقت بچے تھے انہیں تو اس واقعہ اور دعا کا علم نہیں' ان کو کچھ عرصہ پیشتر یہ واقعہ وہاں کے ایک بزرگ نے سنایا جو اس وقت وہاں موجود تھے۔ یہی اکبر سلیم کچھ بڑے ہوئے تو انہوں نے دینیات کی مروجہ کتابیں پڑھیں اور بی اے تک عصری تعلیم حاصل کی۔ پھر ایک وقت آیا کہ انہوں نے ٹھینگ موڑ (موجودہ الٰہ آباد) کے باہر چونیاں روڈ پر اچھی خاصی جگہ خریدی اور وہاں مرکز ابن الخطاب کے نام سے درس گاہ قائم کی' جس میں طلباء کو دینیات کے ساتھ ساتھ پہلی جماعت سے بی اے تک عصری تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ آبادی سے باہر کھلی فضا میں یہ بہت اچھی جگہ ہے' جس میں خاصی تعداد میں طلباء تعلیم حاصل کرتے ہیں اور دس بارہ اساتذہ انہیں تعلیم دینے پر مامور ہیں' اس کے علاوہ انہوں نے شہر الٰہ آباد میں لڑکیوں کے سکول بھی جاری کئے جن میں سینکڑوں بچیاں تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ اس خدمت علم اور خدمت دین کو مولانا محمد اکبر سلیم مرحوم' مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس دعا کا نتیجہ قرار دیتے ہیں جو انہوں نے ان کے بچپن کے زمانے میں ناظرہ قرآن مجید کا امتحان لیتے وقت کی تھی۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ ص: 277 تا 288)

گھر میں شرعی پردے کا رواج

اب مولوی قمر الدین کا مکتوب پڑھیے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

02-11-2000ء میری حضرت صاحب سے پہلی ملاقات بھوئے آصل (ضلع قصور) میں ہوئی۔ پھر میں نے ان سے جمعۃ المبارک کے خطبے کا وعدہ لیا' میں اس وقت 16 چک اختر آباد میں رہائش پذیر تھا۔ آپ نے حسبِ وعدہ جمعۃ المبارک کا خطبہ ارشاد فرمایا' جس میں آپ نے پردے کے موضوع پر وعظ کیا۔ آپ کی تقریر کا مجھ پر بہت گہرا اثر ہوا۔ میں نے اسی دن گھر جا کر پردے کا حکم دیا' میرے سب گھر والے میری اس بات پر حیران ہو گئے' وہ کہنے لگے ہم بڑی مدت سے اس گاؤں میں رہ رہے ہیں' کبھی پردہ نہیں کیا (اب کس طرح پردہ کریں) لیکن میں نے اپنی بات ماننے پر انہیں مجبور کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت دیر تک میری بیوی میکے میں رہی لیکن میں نے کہا کہ اگر پردے کی پابندی کی تو میں اسے لاؤں گا۔ آخر کار انہیں میری بات پر رضامند ہونا پڑا' اس دن کے بعد جہاں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خطبہ جمعہ یا جلسہ ہوتا میں وہاں پہنچنے کی کوشش کرتا۔

Marfat.com

بے زبان جانور کی مدد

اس کے بعد میں نے چک 41 ضلع قصور میں رہائش اختیار کرلی' میں نے آپ کو وہاں آنے پر آمادہ کیا' آپ تشریف لائے' آپ نے بعد نماز عشا خطاب فرمایا۔ رات کو مولوی صاحب نے مسجد ہی میں قیام کیا۔ وہاں ان کے ساتھ میرا بیٹا عبدالرحمٰن اور ایک دوسرے ساتھی خوشی محمد آپ کے ہمراہ رات مسجد میں رہے۔ رات کو آندھی آئی اور بارش بھی ہوئی۔ اچانک مسجد کے کنوئیں میں کتا گر گیا' آپ خود اٹھے اور کنوئیں میں دیکھا کہ کتا گرا ہوا ہے' آپ رحمہ اللہ نے میرے بیٹے عبدالرحمٰن سے کہا کہ گھر سے چوکی وغیرہ لاؤ' وہ چوکی لایا۔ آپ رحمہ اللہ نے اپنے ہاتھ سے اس میں رسہ ڈالا اور کتے کو باہر نکالا اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس کی جان بچ گئی ہے۔

قناعت پسندی کی اعلیٰ مثال

ایک دفعہ اتفاقاً کھڈیاں خاص جلسہ تھا' میں اور مولوی صاحب بھی وہاں گئے' وہاں مولوی محمد یوسف راجووال والے تقریر کررہے تھے' ہم وہاں عام آدمیوں میں جا کر بیٹھ گئے۔ وہ تقریر میں کہہ رہے تھے کہ میں حیران ہوں کہ لکھوی خاندان مدینہ منورہ تک کیسے پہنچ گیا ہے۔ انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا کہ میں نے ایک دن مولانا محمد علی صاحب اور مولانا محی الدین صاحب دونوں باپ بیٹے کی دعوت کی۔ ان حضرات کے آنے کی خوشی میں میرے گھر والے سالن میں مرچیں ڈالنا بھول گئے' جب کھانا پیش کیا گیا تو آپ نے بہت سیر ہو کر کھانا کھایا۔ بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ سالن میں مرچیں نہیں ڈالی گئیں' ہمیں بہت افسوس ہوا اور مولانا صاحب کے پاس جا کر معافی مانگی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے کوئی اعتراض کیا تھا؟ اس بات سے پتا چلا کہ ان حضرات کا مقام بہت بلند ہے۔

عذابِ الٰہی کی پیشگی خبر

بنگی ہٹھار جہاں میری بیٹی کی شادی ہوئی ہے' وہاں کے لوگ آپ کے متعلق مجھے بتا رہے تھے کہ ایک دفعہ مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہاں آئے۔ واپسی پر ان کا گزر ایک ایسے راستے سے ہوا جہاں پہلوان کشتی لڑنے کیلئے نیم عریاں کھڑے تھے۔ مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ انہیں دیکھ کر دور جانے لگے۔ یہاں تک کہ آپ دوڑنے لگے' لوگوں نے پوچھا کہ آپ اتنا تیز کیوں چل رہے ہیں تو جواب دیا کہ یہاں اللہ تعالیٰ کا عذاب آنے والا ہے' اس لئے میں دور بھاگ رہا ہوں۔ اس سے تھوڑی دیر بعد کشتی میں ایک پہلوان کی گھٹنے کے اوپر کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر کروڑوں رحمتیں نازل کرے اور ان کی قبر نور سے بھر دے اور ہمیں بھی اللہ تعالیٰ ان کے نقش قدم پر چلائے۔ آمین! (دعا گو: مولوی قمر دین) (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص: 297-301)

اصلی مبلغ کی پہچان

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی صالحیت کی فضاؤں اور نیکی کے ماحول میں گزری' ان کا سب سے اہم اور بنیادی کام درس قرآن اور لوگوں کی صحیح دینی تربیت کرنا تھا۔ وہ جہاں جاتے اس کام میں مصروف ہو جاتے' انہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہ تھی کہ کتنے لوگ

Marfat.com

ان کی بات سن رہے ہیں' دس آدمی ہوتے یا دس ہزار' وہ لوگوں کی تعداد سے بے نیاز ہو کر ہر جگہ اپنا سلسلہ وعظ جاری رکھتے۔

کتنے ہی مبلغوں کو ہم نے دیکھا کہ وہ حاضرین کی تعداد پر نگاہ رکھتے ہیں۔ تھوڑے مجمع میں تقریر کرنا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ بعض حضرات صاف لفظوں میں کہہ بھی دیتے ہیں کہ مختصر مجمع میں وہ تقریر کر ہی نہیں سکتے۔ انہیں اس وقت تقریر کرنے کا لطف آتا ہے' جب تا حدِ نگاہ لوگ ان کے سامنے بیٹھے ہوں اور دورانِ تقریر میں تحسینی نعرے گونج رہے ہوں۔ اس قسم کے لوگوں کو مقرر اور خطیب تو بے شک کہا جاسکتا ہے لیکن انہیں صحیح مبلغ اسلام کہنا مشکل ہے۔ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذہن اس زاویہ فکر کے لوگوں سے بالکل مختلف تھا' وہ ہر موقع پر اور ہر قسم کے مجمع میں وہ مختصر ہو یا زیادہ' اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام بیان کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ جو **شخص تفہیم دین اور تبلیغ اسلام کے سلسلے میں میٹھا بول نہیں بول سکتا' اسے صحیح مبلغ نہیں قرار دیا جاسکتا۔**

(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:319-320)

مولانا محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کا عارفانہ کلام

حمد باری تعالیٰ

نام تیرا کان میں ڈالا گیا
بس یہی تھی زندگی کی ابتداء

دل ہی دل میں نام یہ پلتا رہا
اک دیا سا نور کا جلتا رہا

نام سے تیرے اجالا ہوگیا
نور ایمان کا دوبالا ہوگیا

نام تیرا سب کے ہے وردِ زباں
ہے اسی سے رونقِ بزمِ جہاں

چور کے لب پہ بھی تیرا نام ہے
نام تیرا وردِ خاص و عام ہے

گو کسی کو لاکھ ہو دولت پہ ناز
نام سے تیرے نہیں ہے بے نیاز

نام تیرا مشعلِ بزمِ جہاں
قلب انسان کیلئے نورِ جہاں

نام تیرا دل نشین و دل پذیر
نام تیرا بہرِ انساں ناگزیر

Marfat.com

نور سے تیرے ہے روشن سب جہاں
نور سے روشن زمین و آسماں

چشم مومن طالب دیدار ہے
لن ترانی سے مگر لاچار ہے

کس قدر چہرے بھی وہ خوش بخت ہیں
اس کے دیدار میں جو مست ہیں

بے شمار شاعر حمد لکھتے ہیں لیکن مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا حمد لکھنے کا اپنا اسلوب ہے جو دوسروں سے مختلف ہے۔

یہ بھی حمد ہے۔اس حمد میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ خالص توحید کو واضح کرتے ہیں اور اس مادہ پرستی سے نالاں ہیں جو ہمارے بچوں کے سلسلہ تعلیم میں شامل ہے۔مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **اصل تعلیم اور اصل حکمت قرآن مجید میں پوشیدہ ہے۔**

آیات الٰہی کے دیکھو ہر طرف نظارے ہوتے ہیں
کبھی سورج حاضر ہوتا ہے، کبھی چاند ستارے ہوتے ہیں

واں غوث، قطب، ابدال کجا، واں اور کسی کی مجال کیا
وہ در ہے خدا کا جس در پر نبیوں کے گزارے ہوتے ہیں

ایمان ہمارا چھین لیا تعلیم نے مادہ پرستی کی
مکتب کی فضا میں گمراہ اطفال ہمارے ہوتے ہیں

وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکانِ فلسفہ سے
اس جنس کے حامل تو قرآں کے سپارے ہوتے ہیں

(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ، ص:334-335)

تقسیم ملک سے بہت پہلے فیروز پور (مشرقی پنجاب) میں مجلس احرار کی ایک کانفرنس "کشمیر کانفرنس" کے نام سے منعقد ہوئی تھی۔مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جوانی کا زمانہ تھا، انہوں نے اس کانفرنس کیلئے یہ نظم لکھی اور کانفرنس میں پڑھی، جسے اس وقت بہت پسند کیا گیا تھا۔

لا الٰہ الا انت

تو ہے سارے جگ کا داتا
سوتا ہے نہ پیتا کھاتا

اک تو، تیرے پتا نہ ماتا
اور نہ ہی تو ہے کسی کو جنتا

Marfat.com

لا الٰہ الا انت

توبہ توبہ کتنے دھندے
ہائے جگ میں کیسے پھندے

ہم دکھیارے تیرے بندے
کوئی کام نہیں ہے بنتا

لا الٰہ الا انت

کرتے ہیں سب دھن کی پوجا
تن کی پوجا من کی پوجا

جو ہے سب کچھ ہم کو دیتا
بھولے اس ساجن کی پوجا

لا الٰہ الا انت

جن کے ہاتھ میں قوم کی باگیں
تیری پوجا سے وہ بھاگیں

سو جائیں تو کیوں کر جاگیں
لٹ جائے جو کچھ ہے لٹتا

لا الٰہ الا انت

(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ ص: 337-338)

مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کی اردو پنجابی تمام شاعری موت' قبر' قیامت اور جنت دوزخ کے تذکرے سے عبارت ہے۔ اس موضوع سے متعلق بعض دوسرے شاعروں کا کلام بھی انہیں یاد تھا اور وہ اسے پڑھتے رہتے تھے۔ درج ذیل نظم اسی میں شامل ہے جو مولانا کی نہیں ہے لیکن بقول ڈاکٹر محمد حماد لکھوی وہ اسے بہت پڑھتے تھے۔

دنیا کے اے مسافر منزل تیری قبر ہے
طے کر رہا ہے جو تو دو دن کا یہ سفر ہے

جب سے بنی ہے دنیا لاکھوں کروڑوں آئے
باقی رہا نہ کوئی مٹی میں سب سمائے
اس بات کو نہ بھولو سب کا یہی حشر ہے

آنکھوں سے تو نے اپنے کتنے جنازے دیکھے
ہاتھوں سے تو نے اپنے دفنائے کتنے مردے
انجام سے تو اپنے اتنا کیوں بے خبر ہے

Marfat.com

مٹی کے پتلے تم کو مٹی میں ہے سمانا
اک دن یہاں تو آیا اک دن یہاں سے جانا
رہنا نہیں یہاں پر جاری تیرا سفر ہے

اے عزیز محسن تو اپنے مولا سے دل لگا لے
کر لے خدا کو راضی کچھ نیکیاں کما لے
ساماں تیرا یہی ہے تو صاحب سفر ہے

دنیا کے اے مسافر منزل تیری قبر ہے
طے کر رہا ہے جو تو دو دن کا یہ سفر ہے

(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ، ص:339)

مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ کی درج ذیل نظم (نصیحت نامہ) بھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ عام طور پر پڑھا کرتے تھے:

دلا غافل نہ ہو یک دم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے
باغیچے چھوڑ کر خالی زمیں اندر سمانا ہے

تیرا نازک بدن بھائی جو لیٹے سیج پھولوں پر
ہووے گا ایک دن مردار اسے کیڑوں نے کھانا ہے

اجل کے روز کو کر یاد کر سامان چلنے کا
زمین کے فرش پر سونا ہے اینٹوں کا سرہانہ ہے

نہ بیلی ہو سکے بھائی نہ بیٹا باپ تے مائی
تو کیوں پھرتا ہے سودائی عمل نے کام آنا ہے

جہاں کے شغل میں شاغل خدا کی یاد سے غافل
کریں دعویٰ جو یہ دنیا میرا دائم ٹھکانا ہے

فرشتہ روز کرتا ہے منادی چار کوٹوں پر
محلاں اچیاں والے تیرا گوریں ٹھکانا ہے

عزیزا یاد کر وہ دن جو ملک الموت آوے گا
نہ جاوے ساتھ تیرے کوئی اکیلا تو نے جانا ہے

غلام اتنی نہ کر غفلت حیاتی پر نہ ہو غرہ
خدا کی یاد کر ہر دم جو آخر کام آنا ہے

(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ، ص:333)

Marfat.com

کثرت ذکر الٰہی کی تلقین

دل اپنے دی کوٹھڑی ویران رکھ ناں
جہیڑی غافل ہووے ذکر تو زبان رکھ ناں

وچہ گودڑی دے لال پچھانے جان گے
تنبو انصاف والے تانے جان گے

وچہ دنیا دے ظلم دا دھیان رکھ ناں
دل اپنے دی کوٹھڑی ویران رکھ ناں

تسبیح ذکر دی تے فکر دا خیال چاہی دا
تینوں جوڑنا پیوند رب نال چاہی دا

جہیڑی رب نوں نہ بھاوے ایسی شان رکھ ناں
دل اپنے دل کوٹھڑی ویران رکھ ناں

رحمان رکھ لے تے قرآن رکھ لے
اک مدنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلطان رکھ لے

باقی کفر دے بازار دا سامان رکھ ناں
دل اپنے دی کوٹھڑی ویران رکھ ناں

تینوں فحش تے بکواس توں پرہیز چاہی دا
سینہ ذکر دے نال لبریز چاہی دا

مسلمان لئی حقے دا شان رکھ ناں
دل اپنے دی کوٹھڑی ویران رکھ ناں

کر عمل تے عمر نہ گنوا بندیا
کھٹ حق' تے حلال داتوں کھابندیا

جھوٹا چکنے دے واسطے قرآن رکھ ناں
دل اپنے دی کوٹھڑی ویران رکھ ناں

کئی آئے تے سمائے وچہ خاک سوہنیا
کئی تیرے نالوں سوہنے چالاک سوہنیا

عمر ایس فانی تے مان رکھ ناں
دل اپنے دل کوٹھڑی ویران رکھ ناں

Marfat.com

جے توں عمل قرآن تے کماوناں نئیں
سچے دین والا موتی گل پاوناں نئیں

دھوکا دین لئی توں ناں ''مسلمان'' رکھ ناں
دل اپنے دل کوٹھڑی ویران رکھ ناں

خانے دل دے نوں اپنے ویران رکھ ناں
جھیڑی ہووے خالی ذکر توں زبان رکھ ناں
(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص: 351-352)

اہل وعیال کو نماز اور استغفار کی تاکید

۱۹۶۳ء میں وہ بسلسلہ تبلیغ ملتان کے بعض دیہات میں گئے۔ان کے ایک بیٹے حامد بھی ان کے ساتھ تھے جو ماشاء اللہ ایک کالج میں پروفیسر ہیں۔وہاں سے مولانا ممدوح اپنی اہلیہ محترمہ کو خط لکھتے ہیں جو لائق ملاحظہ ہے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کی کس طرح دینی تربیت کرتے تھے اور اپنی اہلیہ کو بھی اس کی تاکید فرماتے تھے' پھر ان کی زندگی کس قدر سادہ تھی' سفر میں اپنے کپڑے وہ خود ہی دھولیتے تھے۔اتنے بڑے داعی و واعظ اور اچھے خاصے زمیندار ہونے کے باوجود اس قسم کے کاموں میں انہیں کوئی حجاب نہیں تھا۔اس عمل کا تذکرہ بھی وہ بڑی بے تکلفی سے کرتے ہیں۔اب ملاحظہ ہوں مکتوب گرامی۔اس کی اہمیت کے پیش نظر ہم نے اسے ایک مستقل باب کی حیثیت دی ہے۔

یکم شعبان المعظم 1383ھ

والدہ حامد سلمہ اللہ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اما بعد الحمد للہ! میں اور حامد ابھی تک صحت و عافیت سے ہیں' کپڑے ہمارے سخت میلے ہو چکے ہیں' کل جمعرات ہے' ہم ان شاء اللہ نہائیں گے اور کپڑے صاف کریں گے۔''ٹیٹو شاہ'' (پروفیسر حامد لکھوی) صرف ایک رات رویا تھا اور کبھی کبھی دن کو تھوڑی بہت ضد کرتا ہے' پھر ٹھیک ہو جاتا ہے' گنے اور مالٹے عام مل جاتے ہیں' کچھ تھوڑا بہت کھیل بھی لیتا ہے' رات کو خوب لپٹ کر سوتا ہے' صبح ہوتے ہی کہتا ہے کہ لاؤ کھانا' کھانے کے بعد پھر کہتا ہے' چلو چلیے' ابا جی چلیے' بس پھر ہم کوچ کر دیتے ہیں۔رات کو میری چار پائی عموماً مسجد میں ہوتی ہے' صبح درس تک سوتا رہتا ہے' کبھی اٹھ کر میری گود میں آجاتا ہے' الحمد للہ! سفر اطمینان سے طے ہو رہا ہے۔اسی طرح ''ٹیٹو'' کا دل لگا رہا تو اور دس دن کے بعد ہم واپس آئیں گے ان شاء اللہ! آج ہمیں آٹھواں دن ہے۔

زکیہ' حفیہ' بریہ اور سلمٰی کی نگرانی تمہارے ذمہ ہے' پیار سے محبت سے صبر و تحمل سے کام لے کر نماز اور قاعدہ پڑھایا کرو۔زکیہ کو اسلام کی کتاب کا سبق بھی ضرور دیا کرو' سکول پڑھانے کا خیال مت کرو' گھر کی تھوڑی تعلیم ہی بہتر ہے' آج پوہ کی 3 ہے' حفیہ اور زکیہ کے پاس کپاس فند ہے تو ان کو جوتے خرید دو' یا خلیل سے لے لو۔پھر ان شاء اللہ ادا کر دیں گے۔سفر میں خط لکھنے کو وقت نہیں ملتا' آج بہت مشکل سے وقت ملا ہے لیکن پھر بھی شام ہو رہی ہے' نماز مغرب کا وقت قریب ہے' میں خط کو ختم کرتا ہوں'

Marfat.com

تھوڑے لکھے کو زیادہ سمجھو' عقلمند کو اشارہ کافی ہوتا ہے' نماز بروقت اور عاجزی سے پڑھا کرو' میرے لئے اور بچوں کیلئے دعا کیا کرو۔ میں بھی دعا کیا کرتا ہوں' صبر اور نماز کو اپنا شعار بناؤ۔ بڑوں کا ادب اور چھوٹوں سے پیار کرو' کثرت سے استغفار پڑھا کرو' اللہ تعالیٰ ہماری آخرت نیک کرے۔ خلیل الرحمٰن کو السلام علیکم کہو' نماز با جماعت اور داڑھی کی تاکید کرو' اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی کو محبت اور اتفاق عنایت کریں۔ آمین! والسلام! محی الدین (از چاہ مانے والا۔ کوٹ مول چند۔ ضلع ملتان)

(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:367-369)(۳۵)

خالص صوفیانہ اعمال کی تلقین

مکہ مکرمہ سے انہوں نے اہل وعیال کو جو خط لکھا اس میں بھی تبلیغی انداز اختیار کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

24 رمضان المبارک 1416ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

من محی الدین الیٰ ابناء و بناته و اقربائه کلهم

السلام علیکم و رحمة الله و برکاته!

امابعد

فاسئل الله تعالیٰ لی ولکم العفو و العافیة فی الدنیا و الآخره۔ اوصیکم بتقوی الله و اتباع رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الامور کله۔

نماز پنجگانہ مکمل خشوع وخضوع، مکمل وضو اور باجماعت ادا کرو۔

پاجامے ایسے سلواؤ جو ٹخنوں سے اوپر رہیں، نہ یہ کہ صرف نماز کے وقت اونچا کرو۔

ڈاڑھی کتروانا چھوڑ دو۔

ذکر الٰہی اور استغفار کی کثرت کرو۔

مہمانوں کی عزت اور خدمت کرو۔

تلاوتِ قرآن اور مطالعہ تفسیر کا التزام کرو۔

نماز صبح یا کسی نماز کے بعد باری باری درس دیا کرو۔

دین کو مقدم اور دنیا کو موخر کرو۔

عزیزہ زہریٰ سے گزارش ہے کہ غصہ آئے تو اعوذ پڑھا کرے' صبر وتحمل کی عادت ڈالے۔

بخدمت عزیزم حافظ احمد (یہ مولانا کے فرزند گرامی ہیں) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

قرآن مجید کی حفاظت کرو' تفسیر کا مطالعہ کیا کرو' بہتر ہے کہ روزانہ ایک دو آیات کا درس دیا کرو۔ دین کو ذریعہ معاش نہ بناؤ بلکہ وسیلہ معاد بناؤ۔ آپ بے شمار الجھنوں میں مبتلا ہیں اور اوہام باطلہ میں پھنسے ہوئے ہیں' یہ دعا کثرت سے اور عاجزی سے کیا کرو:

Marfat.com

اللھم الھمنی رشدی واعذنی من شر نفسی۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ۔ص ۳۰۷۔۳۷۲)

اسلاف بیزار جماعت کے متعلق حسرت

خود لکھوی حضرات نے بھی اپنے بزرگوں کے حالات قلم بند کرنے کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ ان کی سرگرمیوں کا محور درس و تدریس رہا۔ بے شک یہ نہایت ضروری عمل ہے لیکن اپنے اربابِ علم بزرگوں کے کوائف حیات ضبط تحریر میں لانا اور ان کی تحقیقی تگ وتاز اور مبنی برصالحیت کارناموں کو اجاگر کرنا بھی بے حد اہمیت رکھتا ہے تاکہ آئندہ نسلیں ان کے کارناموں سے بہرہ مند ہوسکیں۔ اگر اس طرف دھیان نہ کیا جائے تو آہستہ آہستہ علمائے دین کے کارنامے لوگوں کے دلوں سے نکل جاتے ہیں اور خیر وصلاح کی تاریخ کا یہ ضروری حصہ ختم ہو جاتا ہے۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ ص:64)

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ جماعت اہل حدیث کے متعدد اکابر علمائے کرام کی خبر وفات ان کے ضروری حالات کے ساتھ اخبارات میں اس فقیر نے شائع کرائی، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر بھی اعلان کرائے گئے اور حتیٰ الامکان میں (مولانا اسحاق بھٹی مرحوم) نے ہر عالم دین کے جنازے میں بھی شرکت کی۔ فخر ومباہات کے طور پر نہیں، تحدیث نعمت کے طور پر یہاں یہ بھی عرض کردیں کہ بعض اکابر علمائے اہل حدیث پر ان کی زندگی میں (جن میں دو لکھوی بزرگ بھی شامل ہیں) اسی فقیر نے لکھا، اس سے پہلے کسی نے نہیں لکھا تھا، حالانکہ ان کے بے شمار عقیدت مند اور شاگرد موجود تھے جو نہایت فاضل اور سعادت مند حضرات تھے۔ مثلاً حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق سب سے پہلے گزارشات اس گنہگار کی (3 فروری 1950ء کے ''الاعتصام'' میں) شائع ہوئیں۔ پھر حضرت مولانا محمد علی لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں 24 مارچ 1950ء میں چھپی۔ اس سے تقریباً پچیس سال پہلے 19 دسمبر 1973ء کو حضرت مولانا محمد علی لکھوی رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی۔ میں نے اس کتاب میں ان سے متعلق طویل مضمون لکھا جو 62 صفحات پر محیط ہے۔ اسی کتاب میں مولانا معین الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ پر ان کی زندگی میں مضمون لکھا جو پینتیس صفحات پر مشتمل ہے اور بھی بہت سے لکھوی علمائے کرام پر مضامین لکھے جو میری کتابوں قافلہ حدیث، دبستان حدیث اور گلستان حدیث میں چھپے۔ معلوم نہیں اس فقیر پر بھی کوئی لکھے گا یا نہیں لکھے گا اور اس کے جنازے میں بھی کسی دوست کو شامل ہونے کیلئے وقت ملے گا یا نہیں ملے گا۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ ص:382)

وفات پر لوگوں کے تاثرات

مولانا محمد یحییٰ رسول نگری حفظہ اللہ (بانی جامعہ عزیزیہ ساہیوال)

مولانا محمد یحییٰ رسول نگری حفظہ اللہ (بانی جامعہ عزیزیہ ساہیوال) فرماتے ہیں:

مخدومی وشیخی حضرت مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ میرے مرشد تھے، میں باقاعدہ ان کے حلقہ ارادت میں شامل تھا، وہ مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ اس سلسلے کے چند واقعات خدمت میں ہیں۔

''مولانا معین الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ ایک مرتبہ ہم ایک ضروری کام سے اپنی گاڑی پر جا رہے تھے کہ چلتے چلتے

Marfat.com

راستے میں گاڑی بند ہوگئی۔ ڈرائیور نے بہت کوشش کی لیکن گاڑی سٹارٹ نہ ہوئی' ہم سخت پریشان تھے' کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کیا جائے۔ مولانا محی الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ تھے' انہوں نے فرمایا: میں گاڑی سٹارٹ کرتا ہوں۔ وہ بسم اللہ پڑھ کر اسٹیرنگ پر بیٹھے اور گاڑی فوراً سٹارٹ ہوگئی۔ پھر جہاں ہم نے جانا تھا، پہنچ گئے۔

یہی مولانا محمد یحییٰ رسول نگری حفظہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ گگومنڈی کے مولانا عبدالرحیم نے بتایا کہ ان کا بیٹا فوج میں ملازم تھا اور وہاں سے بھاگ کر گھر آ گیا۔ اب پولیس والے اس کی گرفتاری کیلئے ان کے گھر آنے لگے' وہ پریشان ہو کر مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کی۔ مولانا نے فرمایا: لڑکے کو میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ لڑکے کو ان کے پاس بھیج دیا گیا۔ پولیس والوں کو اس کا پتا چلا تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے گاؤں پہنچ گئے اور کہا کہ وہ فوجی لڑکا جو آپ کے پاس آیا ہے ہمارے حوالے کیا جائے۔ مولانا نے فرمایا: اسے ہمارے پاس ہی رہنے دو' تم اسے لے جا کر کیا کرو گے' لیکن پولیس والوں نے اسے اپنے ساتھ لے جانے پر اصرار کیا۔ اب مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اسے پکڑ لو اور لے جاؤ۔ مولانا محمد یحییٰ رسول نگری حفظہ اللہ کے بقول **تھانیدار اسے پکڑنے لگا تو خوفزدہ ہو کر مولانا سے معافی مانگنے لگا اور لڑکے کو وہیں چھوڑ کر واپس چلا گیا۔**

مولانا محمد یحییٰ رسول نگری ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ساہیوال کے محلہ نور پارک کے ایک شخص مرزا محمد صدیق نے بتایا کہ ایک دفعہ ان کے گھر کے تمام افراد بیمار پڑ گئے' علاج معالجے کا سلسلہ چلا لیکن کسی کو آرام نہ آیا' نہایت پریشانی ہوئی' کسی نے مشورہ دیا کہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کراؤ' وہ مولانا کی خدمت میں ان کے گاؤں گئے اور انہیں اپنے ساتھ ساہیوال لائے۔ مولانا نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے سب مریضوں کو شفاء عطا فرما دی۔

میاں طفیل محمد مرحوم (سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان)

مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ جیسا شخص اس قحط الرجال میں ملنا محال ہے۔ نہایت خدا پرست اور باعمل عالم تھے' ان کی نماز بے مثال تھی' ایسی نماز میں نے زندگی بھر کسی اور کی نہیں دیکھی۔ نماز میں اتنا خشوع و خضوع کہ دیکھنے والے دم بخود رہ جاتے۔ ان کا طرزِ عمل فقیرانہ تھا' دنیا داروں سے کنارہ کشی کرتے اور دینداروں سے محبت۔

مولانا محمد اسلم سلیمی (جماعت اسلامی منصورہ لاہور)

میں مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کا پرانا عقیدت مند اور خادم ہوں' مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے سلف صالحین کی طرح زندگی گزاری۔ وہ کامل ولی اللہ تھے' تمام عمر دعوتِ دین میں مصروف رہے۔ ان کا ہر عمل سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔

حافظ احمد شاکر (مدیر ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور)

مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ دائماً عابد، شب وزندہ دار اور زاہد مرتاض تھے' کسی سائل کو واپس نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ کیلئے محبت اور اللہ تعالیٰ کیلئے نفرت کرتے۔ رحمت اور شفقت کا جذبہ طبیعت پر غالب تھا' ہر ملنے والے کو نصیحت

Marfat.com

فرماتے' ناراضی' رنجش' ذاتی پرخاش اور مخالفت سے ان کی زندگی مبرا تھی۔ دنیا کی بے ثباتی انہیں دیکھ کر ہی معلوم ہو جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔

مولانا عبدالجبار سلفی (خطیب مرکزی جامع مسجد اہل حدیث' حویلی لکھا ضلع اوکاڑہ)

پیکرِ اخلاص وعمل' نفور از نمود وریا' بقیۃ السلف حضرت مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے درمیان آیۃ من آیات اللہ تھے۔ انہیں دیکھ کر قرونِ اولیٰ کے بزرگوں کی یاد تازہ ہو جاتی تھی' چند روز قبل مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں راجووال حاضری دی تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ شروع ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ **مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد جماعت میں کوئی شخص ان جیسا صالح اور نیک نہیں ہے**۔ وہ اپنی ایک منفرد شخصیت تھے' اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کی اولاد کو صحیح معنوں میں ان کا جانشین بنائے۔ آمین!

عبدالحفیظ لکھوی (دیپالپور' ضلع اوکاڑہ)

بقیۃ السلف حضرت مولانا محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نہایت خوش اخلاق اور نمونہ اسلاف تھے۔ انہیں دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین' بزرگانِ دین اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ کبھی کسی کی غیبت نہیں کی' کسی کو دھوکا نہیں دیا' لکھوی خاندان کے تمام افراد ان کی شرافت' نیکی اور عبادت کو بطور ضرب المثل بیان کرتے ہیں۔ ان کی ایک کرامت سنئے!

میرے محلہ پیر محمدی رتہ کھنہ روڈ دیپالپور میں مولانا عبدالستار سفری بن مولانا عبداللہ سفری رحمۃ اللہ علیہ رہائش پذیر ہیں۔ انہوں نے خود اپنا واقعہ مجھے دو دفعہ سنایا اور پھر آج مورخہ 5 مارچ 1998ء کو تیسری دفعہ تصدیق کرنے کے بعد واقعہ تحریر کر رہا ہوں۔ آج سے تقریباً تین سال پہلے کی بات ہے کہ ان کے گھر بچہ پیدا ہونے والا تھا' پیدائش وقتِ مقررہ سے پندرہ دن زیادہ گزر چکے تھے' لیڈی ڈاکٹر کو چیک کروایا گیا تو اس نے کہا بچہ ٹیڑھا ہے' بغیر آپریشن کے پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس کی والدہ اور بچے کی زندگی سخت خطرے میں ہے' دائی نے بھی یہی کہا۔ لیڈی ڈاکٹر نے کہا کہ آپریشن پر بیس پچیس ہزار روپے خرچ ہوں گے۔ چنانچہ مولانا عبدالستار صاحب رقم اکٹھی کرنے لگے' پھر خیال آیا کہ اس مصیبت سے بچنے کیلئے حضرت مولانا محی الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کرائی جائے۔

تقریباً دن کے 9 بجے وہ مولانا محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان کے گاؤں پہنچے' مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی اور اپنی پریشانی بیان کی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں بیٹھک میں بٹھایا اور گھر چلے گئے۔ وضو کر کے واپس آئے اور دو نفل نماز پڑھی' اس میں تقریباً پونے دو گھنٹے صرف ہوئے' سلام پھیرا اور پانچ چھ منٹ دعا فرمائی۔ پھر مولوی عبدالستار کی طرف منہ کر کے فرمایا' گھبرانے کی ضرورت نہیں' اللہ تعالیٰ تمام کام درست کر دے گا اور ان شاء اللہ لڑکا عطا فرمائے گا۔ ہسپتال جانے کی بھی ضرورت نہیں' اللہ تعالیٰ گھر میں ہی مہربانی فرما دے گا۔ پھر فرمایا اپنی بیوی کو لے کر آؤ' چنانچہ مولانا عبدالستار صاحب اسی دن بوقت عصر اپنی بیوی کو لائے' حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ پڑھا اور اسے کہا کہ اپنے ہاتھ باہر نکالو' مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھوں پر دم کیا اور کہا اپنے سر سے لے کر پاؤں تک ہاتھ پھیر لو۔ اسی طرح تین دفعہ دم فرمایا۔ چار دن گزرے تھے کہ نماز عشا کے بعد ولادت کے آثار پیدا ہوئے'

Marfat.com

عام دائی بلائی گئی اور آسانی سے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوگئی۔ اس وقت وہ لڑکا جس کا نام ناصر ستار ہے، الحمدللہ تین سال کا ہے۔

چودھری بشیر احمد (آئرن سٹور دیپالپور، ضلع اوکاڑہ)

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے تقریباً تین ماہ پہلے میں ان کی عیادت کیلئے حاضر ہوا۔ عرض کیا کہ آپ اپنی زندگی کا اچھا عمل جو ہمارے وصیت ہو، بیان فرمائیں؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ **بیٹا آپ تیسرے کلمہ کا کثرت کے ساتھ ورد کیا کریں۔**

مولانا ابراہیم خادم قصوری رحمۃ اللہ علیہ (بانی جامعہ ابراہیمیہ)

مولانا محی الدین رحمۃ اللہ علیہ ''آیة من آیاتِ اللہ'' تھے۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی' آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بہت سی روایات مشہور ہیں۔ جن میں ایک یہ ہے کہ بھنا ہوا گوشت ہوتا تو اس میں تھوڑا سا پانی ڈال لیتے۔ صرف اس لئے کہ شوربے کا سالن آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

ایک دفعہ اس فقیر نے کنگن پور چونیاں کے حلقے سے صوبائی اسمبلی کا الیکشن لڑا، مگر میری کامیابی اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے الیکشن کے بعد فرمایا: خادم قصوری پریشان نہ ہونا' اگر اسمبلی نہیں تو نہ سہی' میدان تبلیغ میں تمہاری آواز ہر جگہ پہنچے گی اور اللہ تعالیٰ تم سے ازخود دین کا کام لیں گے اور لوگ تجھ سے محبت کریں۔ ایک مقام پر احباب نے مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ قحط سالی ہے' بارش کی دعا کریں۔ فرمایا: سب باہر چلو' جنگل میں اشک بار آنکھوں کے ساتھ ''صلوٰۃ الاستسقاء'' (بارش کی نماز پڑھائی) اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی' خوب بارش برسی۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:398)

مولانا عبدالجبار سلفی حفظہ اللہ

نماز میں آپ کے خشوع و خضوع کے چرچے زبان زد خاص و عام تھے۔ ایک دفعہ راقم الحروف نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ قمر تلاوت کی تو قیامت کا منظر عین الیقین نظر آنے لگا۔ ایک صاحب نے اتفاق سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے نماز ادا کی تو پکار اٹھے کہ عرصہ دراز کے بعد کسی صاحب دل کے پیچھے نماز ادا کرنے کا اتفاق ہوا ہے' جس کے اللہ اکبر کہنے میں عجب سوز ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ مستجاب الدعوات بزرگ تھے' آپ کی دعا سے کتنے ہی لوگوں کی اللہ تعالیٰ نے تکلیفیں رفع فرمائیں اور بیماریوں سے نجات بخشی۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:406 تا 408)

ڈاکٹر محمد حمود لکھوی حفظہ اللہ (جانشین مولانا محی الدین رحمہ اللہ)

جب کوئی سوالی مسجد میں آتا تو جو وہ سوال کرتا اسے حتی الوسع وہی کچھ دینے کی کوشش کرتے۔ کئی مرتبہ سردیوں کے موسم میں اپنے اوپر اوڑھنے والی گرم چادر افغانستان سے محنت مزدوری کرنے کیلئے آنے والے پٹھانوں کو دے دیتے۔ ان کیلئے مسجد کے حجرے میں ٹھہرنے اور قیام و طعام کا بندوبست کرتے۔ دعوت و تبلیغ کیلئے جاتے تو اکثر اوقات جو کچھ مدعو کرنے والوں کی طرف سے خدمت کی جاتی وہ غریب غرباء میں تقسیم کر دیتے۔ تبلیغی سفر سے واپسی پر دیپالپور شہر سے اس تانگے پر بیٹھتے جس کے پاس کوئی سواری نہ ہوتی۔ پھل فروٹ اس ریڑھی والے سے خرید کرتے جس کے پاس کوئی گاہک نظر نہ آتا۔ عفو و درگزر کا کمال نمونہ

Marfat.com

تھے، بڑی بڑی کڑوی کسیلی باتیں سن کر بھی غصہ نہ کرتے بلکہ معاف کر دیتے۔ ایک مرتبہ ایک آدمی نے کہا کہ فلاں مولوی صاحب آپ کو گالی دیتے ہیں، تو فرمایا ہم گالی لیتے ہی نہیں ہیں، وہ گالی دیتے ہیں تو دیتے رہیں۔

آخری وقت تک اتباع سنت

مخدومی والد گرامی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والے باعمل عالم تھے، میں نے اپنی زندگی میں والد گرامی قدر کو کوئی کام خلاف شرع کرتے نہیں دیکھا۔ زندگی کے آخری ایام میں جب بیماری کا غلبہ تھا، ایک دن میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کپڑے بدلوانے کیلئے آپ کی قمیص اتارنے لگا تو میں نے قمیص کے دائیں بازو کو اتارنے کی کوشش کی، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بازو پیچھے کرلیا۔ میں نے سمجھا شاید شدت تکلیف کی وجہ سے بازو جھٹکا ہے۔ کچھ توقف کے بعد میں نے عرض کی، ابا جی میں قمیص اتار دوں؟ سر کے اشارے سے فرمایا ہاں! میں نے پھر دایاں بازوں اتارنے کی کوشش کی تو فرمانے لگے اوہو، میں نے کہا جی قمیص اتارنی ہے۔ فرمایا: پہلے بائیں طرف سے اتارو۔ پھر میں نے کہا جی پہلے دائیں طرف اتارلوں۔ پھر بائیں طرف سے اتاروں گا۔ سخت تکلیف میں مبتلا تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حالت بتارہی تھی کہ بول نہیں سکتے۔ **شدید تکلیف میں بھی اتنے صبر کا مظاہرہ کرتے کہ نہ کوئی ناشکری کا لفظ منہ سے نکالتے اور نہ کراہتے بلکہ ذکر واذکار میں مصروف رہتے۔** اس شدید تکلیف میں جب میں نے قمیص اتارنے کی دوبارہ بات کی تو فرمایا پہنتے وقت پہلے دایاں بازوں پہنتے ہیں اور اتارتے وقت پہلے بایاں بازو اتارتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات سن کر میں حیران رہ گیا کہ سنت کی اتباع کی کتنی فکر ہے کہ اس بیماری اور تکلیف کے عالم میں بھی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بھولے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی اور اپنے مریدوں سے بھی بیعت وارشاد کا سلسلہ جاری رکھا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ والد گرامی کی تمام خطائیں معاف فرمائے، آپ کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور آپکے مریدین ومعتقدین کو بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا پابند بنائے۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ، ص:424)

تھانیدار کی بجائے بادشاہ کی منت

والد گرامی مستجاب الدعوات تھے۔ اکثر مریدین کہتے ہیں کہ جب ہم کسی کام کیلئے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آتے تو بابا جی فرماتے دعا سے ان شاء اللہ تمہارا کام ہو جائے گا۔ ایک واقعہ میرے بڑے ہم زلف، والد گرامی کے مرید مولوی محمد علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ "میرے پیر بھائی حاجی حاکم علی بنگی کلیہ والے نے مجھے خود بتایا کہ مولانا محی الدین صاحب ایم ایل اے تھے اور ہمارے گاؤں بنگی تبلیغ کیلئے آئے ہوئے تھے۔ میں نے مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی میری بھینس چوری ہوگئی ہے اور میرا ایک مقدمہ عدالت میں زیر سماعت ہے، سفارش کر دیں تاکہ مقدمے سے بری ہو جاؤں اور تھانیدار سے کہیں میری بھینس واپس کروائے۔ مولانا صاحب نے استغفر اللہ پڑھا اور کہا کہ آؤ بھائی مل کر دعا کرتے ہیں۔ مسجد میں کھڑے ہو کر دعا کی اور واپس روانہ ہو گئے۔ حاجی حاکم علی کہتے ہیں ان کی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اکثر آمد ورفت رہتی تھی۔ میں بہت مایوس ہوا کہ مولانا صاحب ایم ایل اے ہیں اور میرے لئے کوئی سفارش کرنے کی بجائے صرف دعا کر کے چلے گئے ہیں۔

Marfat.com

مولوی محمد علی کہتے ہیں کہ حاجی حاکم علی نے بتایا کہ چند دنوں بعد مجھے محمد دین ڈوگر جھنڈ والے نے پیغام بھیجا کہ اپنی بھینس لے جاؤ۔ میں گیا اور اپنی بھینس واپس لے آیا۔ کچھ دنوں بعد جب عدالت میں پیشی کیلئے گیا تو عدالت کے باہر سے ہی مجھے آواز دی کہ حاکم علی کون ہے؟ میں نے کہا کہ میں ہوں۔ آواز دینے والے نے کہا کہ جج صاحب آپ کو صبح سے بلا رہے ہیں۔ میں جج کے سامنے پیش ہوا اور جج صاحب نے مجھے کہا میں آپ کو مقدمے سے بری کرتا ہوں۔

دعا کی بدولت نظام کائنات میں تبدیلی

مولانا کی قبولیت دعا کا ایک واقعہ سنیے جو علاقہ بصیر پور کے گاؤں فقیریا کے رہنے والے ان کے عقیدت مند بابا برہان وٹو بیان کیا کرتے تھے۔ ''ایک مرتبہ ساون کے مہینے میں وہ والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور عرض کی کہ دریائے ستلج میں بہت زیادہ طغیانی آگئی ہے اور دریا نے نصف گاؤں کو اپنی لپیٹ میں لے کر تباہ کر دیا ہے اور پانی گاؤں کے وسط میں مسجد تک پہنچ چکا ہے' آپ مہربانی کر کے میرے ساتھ چلیں اور دعا کریں۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فوراً تیار ہو گئے' راقم (پیر محمد حمود صاحب لکھوی حفظہ اللہ) بھی ہمراہ تھا' گاؤں پہنچ کر مسجد میں نماز ظہر ادا کی۔ گاؤں والوں نے بتایا کہ آدھا گاؤں دریا برد ہو چکا ہے' مسجد سے باہر نکلے تو دریا کا پانی مسجد کے قریب پہنچ چکا تھا' مسجد کی جنوبی دیوار کے ساتھ والی زمین پر کھڑے ہو کر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے دعا شروع کر دی۔ تمام نمازیوں نے ان کے ساتھ دعا کیلئے ہاتھ اٹھالئے۔ آدھ پون گھنٹہ دعا کرتے رہے' مجھے خوف محسوس ہو رہا تھا کہ کٹاؤ والی زمین دریا میں گر نہ جائے لیکن والد گرامی سکون کے ساتھ دعا کرتے رہے۔ دعا مکمل کر کے ہم بابا برہان کے رقبے پر واقع رہائش پر چلے گئے' رات وہیں بسر کی۔ اگلے روز گاؤں والوں نے بتایا کہ دریا کا پانی اس جگہ سے پیچھے ہٹ گیا ہے' جہاں پر کھڑے ہو کر مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی تھی۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:425 تا 427)

(35) مولانا عارف جاوید محمدی حفظہ اللہ تعالیٰ

مرید: مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کا مرید

مولانا معراج الدین قلعہ دیدار سنگھ میں جماعت اہل حدیث کی تنظیم کے بانی تھے۔ انہوں نے لمبی عمر پا کر 1997ء میں سفر آخرت اختیار کیا۔ مولانا عارف جاوید محمدی کی شادی مولانا معراج الدین کی نواسی سے ہوئی۔ مولانا معراج الدین رحمہ اللہ 1914ء میں قلعہ دیدار سنگھ گئے تو وہاں صرف ایک شخص اہل حدیث تھا۔ جس کا نام شیخ محمد دین تھا۔ محمد دین پوسٹ مین تھے صالح اور متقی بزرگ۔ مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کے مرید تھے جو اس وقت چینیاں والی مسجد (لاہور) کے خطیب و امام تھے۔ (گلستان حدیث ص500)

مولانا محی الدین سے بکثرت لوگوں کا بیعت اصلاح کرنا

مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ سے مولانا عارف جاوید محمدی کی پہلی ملاقات شادباغ (لاہور) کی جامع مسجد اہل حدیث

Marfat.com

میں ہوئی تھی۔ وہاں ان کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کی۔ نماز مغرب انہوں نے احاطہ تھانے دار کی مسجد نجم میں پڑھی۔ وہاں مولانا محی الدین رحمہ اللہ کا درس بھی تھا جو عارف صاحب نے سنا۔ وہاں سے مولانا لکھوی چینیاں والی مسجد میں چلے گئے۔ عارف صاحب بھی ان کے ساتھ گئے، رات وہیں رہے۔ نماز فجر کے بعد ان کا درس قرآن سننے کی سعادت حاصل کی۔ وہیں پہلی دفعہ علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی۔

اس سے کچھ عرصہ بعد مولانا لکھوی رحمہ اللہ قلعہ دیدار سنگھ تشریف لے گئے۔ رات کوا گو چک گئے آگے کسی اور گاؤں میں بھی ان کے عقیدت مند لے گئے۔ مولانا عارف جاوید محمدی حفظہ اللہ کو پتہ چلا تو یہ بھی وہاں پہنچ گئے۔ نماز فجر کے بعد ان کے درس قرآن میں شرکت کی۔ درس کے بعد بہت سے لوگوں نے مولانا لکھوی رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ عارف صاحب بھی ان کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ بیعت لیتے وقت مولانا نے ان سے پوچھا بیٹا' نماز کا ترجمہ آتا ہے انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا: **نماز سوچ سمجھ کر پڑھا کرو اور چلتے پھرتے' اٹھتے بیٹھتے ہر وقت اللہ کا ذکر کیا کرو**۔ اس کے بعد عارف صاحب کئی مرتبہ مولانا لکھوی رحمہ اللہ سے ملنے ان کے گاؤں گئے جس کا نام انہوں نے الہ آباد رکھا تھا اور وہ گاؤں دیپالپور کے قریب ہے۔ مولانا لکھوی رحمہ اللہ سے عارف صاحب بہت متاثر ہیں۔ ان کی عبادت گزاری اور نماز میں خشوع وخضوع کا ان پر بے حد اثر ہے۔ (گلستان حدیث ص 502)

مرشد کی کہانی، مرید کی زبانی

مولانا عارف جاوید محمدی حفظہ اللہ کا آبائی وطن قلعہ دیدار سنگھ (ضلع گوجرانوالہ) ہے اور تاریخ ولادت یکم اپریل 1953ء ہے' مولانا عارف جاوید محمدی علماء سے قلبی تعلق رکھتے ہیں اور مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ بیعت میں شامل ہیں۔ آئندہ سطور میں مولانا سے متعلق ان کی ایک تحریر پڑھیے جو انہوں نے میرے نام بھیجی۔ یہ تحریر بہت سی معلومات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

بچپن میں ہی مخدومنا حضرت مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی بعض بزرگوں سے سنا۔ ان کے تقویٰ' پرہیز گاری' للّٰہیت' نماز میں خشوع وخضوع اور وعظ میں تاثیر کے واقعات سنے تو دل میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شوق ابھرا۔ 1969ء کی گرمیوں میں پتا چلا کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد شاد باغ لاہور میں خطبہ جمعہ کیلئے تشریف لا رہے ہیں۔ والدہ صاحب مرحومہ ومغفورہ کی اجازت سے میں لاہور گیا' مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کی۔

مولانا کے دو چھوٹے بیٹے بھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے' میں نے ان کے نام پوچھے تو فرمایا: ایک تو حمود اور دوسرے کا نام حماد ہے۔ نماز مغرب کے بعد احاطہ تھانیدار کی مسجد نجم میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے درس دیا اور کھانا بھی جو کسی کے گھر سے آیا وہیں کھایا۔ وہاں سے مولانا چینیاں والی مسجد چلے گئے اور رات وہیں رہے' میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ فجر سے پہلے آنکھ کھلی تو دیکھا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ تہجد کی نماز ادا کر رہے ہیں۔ نماز فجر کی جماعت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کرائی اور دونوں رکعتوں میں سورہ طور پڑھی۔ آج بھی میرے کانوں میں ان کے پڑھنے کی آواز آرہی ہے۔ جہاں عذابات کا ذکر آتا اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے اور جنت کے ذکر پر سوال کرتے۔ میں نے ایسی نماز زندگی میں پہلی مرتبہ پڑھی جس کا مجھ پر ایک عرصہ تک اثر رہا۔

فجر کے بعد حضرت رحمہ اللہ کا درس سنا اور وہیں علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ سے پہلی ملاقات ہوئی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کچھ دنوں

Marfat.com

کے بعد جمعرات کو قلعہ دیدار سنگھ تشریف لے آئے۔ ہم کئی نوجوان مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے قریب بیٹھے تھے لیکن مولانا مجلس میں زیادہ گفتگو نہیں کرتے تھے۔ کسی نے سوال کیا تو مختصر جواب دیتے۔ زیادہ تر ان کی زبان ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتی۔

صوفیاء کی خاموشی کی اصل وجہ

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک معتقد ہمارے ہاں رہتے تھے' انہوں نے بتایا کہ ایک شخص نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ آپ زیادہ گفتگو نہیں کرتے حالانکہ علمائے کرام کی مجالس تو عموماً بڑی گرم ہوتی ہیں۔ جواب میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے پنجاب کا شعر پڑھا۔

سرور عالم چپاں وٹیاں حاجت باجھ نہ بولے
تھوڑے لفظ تے معنے بہتے دانشمنداں تولے

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ تر خاموش رہتے تھے' صرف ضرورت کی بات کرتے تھے' بات بھی ایسی جس کے الفاظ کم ہوتے اور ان میں جو معنی پوشیدہ ہیں وہ زیادہ ہوتے۔

میں مرشد ویکھ نہ رجاں ھُو

اس دور میں لمبے لمبے القاب والے اشتہارات نہیں ہوتے تھے' مسجد کے بلیک بورڈ پر خطیب کا نام اور خطبے کا موضوع چاک سے لکھ دیا جاتا تھا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے ساتھ ''بقیۃ السلف'' لکھا ہوا تھا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے جیب سے رومال نکال کر لفظ ''بقیۃ السلف'' مٹا دیا۔ سبحان اللہ! ریا اور دکھاوے سے کتنی نفرت تھی۔

قلعہ دیدار سنگھ کے قریب اگوچک میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے مرید رہتے ہیں۔ وہ مولانا کو رات اپنے پاس لے گئے' میں بھی وہاں گیا اور نماز فجر کے بعد درس قرآن میں شرکت کی۔ درس کے بعد بہت سے لوگوں نے مولانا لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ میں بھی ان کی بیعت سے مشرف ہوا۔ بیعت لیتے وقت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے پوچھا بیٹا' نماز کا ترجمہ آتا ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا نماز سوچ کر پڑھا کرو اور چلتے پھرتے' اٹھتے بیٹھتے ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو۔ اسکے بعد میں کئی مرتبہ مولانا لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے ان کے گاؤں گیا' جس کا نام انہوں نے الٰہ آباد رکھا تھا اور وہ گاؤں دیپالپور کے قریب ہے۔ مولانا لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے میں بہت متاثر ہوا۔ انکی عبادت گزاری اور نماز میں خشوع وخضوع کا مجھ پر بے حد اثر ہوا۔ لاہور کے گردونواح میں اگر کہیں مولانا آتے اور مجھے پتا چل جاتا تو زیارت کیلئے پہنچ جاتا' مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا خطبہ سننے اور ان کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کا کتنی دیر تک طبیعت پر اثر رہتا۔ میں ان سے بہت زیادہ متاثر ہوں۔

حافظ میر محمدی مرحوم سے بیعت

ان کی وفات کے بعد میں نے حضرت حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی کی بیعت کی اور اپنے دونوں بیٹوں عبداللہ اور عبدالرحمٰن کی بھی حضرت حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کرائی۔ یہ ہمارے لئے بہت بڑا اعزاز ہے' جس پر ہم اللہ تعالیٰ کا انتہائی شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے اس قسم کے اہل اللہ کے ساتھ ہمیں تعلق قائم کرنے کی توفیق بخشی۔

میں نے ایک دفعہ مخدومی حضرت حافظ محمد یحییٰ میر محمدی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ نے کن بزرگ کی بیعت کی؟ تو انہوں

Marfat.com

نے بتایا کہ میں نے مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کی تھی۔ حضرت حافظ صاحب مولانا محی الدین رحمۃ اللہ علیہ [illegible] بڑے احترام سے لیتے تھے اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ بھی حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہت احترام کرتے تھے۔

(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ ص: 289 [illegible])

محدث مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت

فروری 2006ء میں ہندوستان کے بزرگ عالم' مجاہدِ آزادی' مفسر قرآن مولانا عبدالقیوم بستوی رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے [illegible] انہوں نے دورانِ گفتگو بتایا کہ انہوں نے مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ مصنف تحفۃ الاحوذی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ چنانچہ میں نے اپنے چھوٹے بیٹوں محمد شفیع اور قاسم حفظہما اللہ کو مولانا عبدالقیوم بستوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ بیعت میں داخل [illegible] ان کا تعلق بھی صاحب تحفۃ الاحوذی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوجائے۔ مولانا عبدالروف رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتایا کہ میں اور [illegible] صاحب اور ہمارے علاقے کے اکثر لوگ مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ مولانا مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ وقتاً فوقتاً ہمارے علاقے کا دورہ کرتے' تبلیغ بھی فرماتے اور لوگوں کے جھگڑوں کے فیصلے کرتے۔

مولانا رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ لوگ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا انتظار کرتے' یہاں تک کہ بعض اوقات قتل کے کیس کا فیصلہ بھی مولانا مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ سے کراتے۔ یہ تھے ہمارے اسلاف اور ان کا احترام! (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص: 293)

قارئین! مولانا عارف جاوید محمدی حفظہ اللہ کا پرخلوص جذبہ نہایت قابل رشک ہے کہ دولت روحانی اور اصلاح باطنی کی خاطر پہلے مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی، پھر انکی وفات کے بعد حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق ارادت قائم کرلیا۔ اسی طرح اپنے دو بیٹوں کو ایک بزرگ کے حلقہ بیعت میں داخل کروایا، باقی دو کو دوسرے بزرگ کیساتھ جوڑا۔ یعنی ان کی نظر میں تصوف، تزکیہ، احسان، سلوک، طریقت، زہد، (یا جو نام بھی آپ کو مناسب لگے، رکھ لیں) کی اتنی اہمیت ہے کہ ان کے ہاں مرشد کے بغیر زندگی گزارنے کا تصور ہی نہیں۔ ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ (از: مرتب)

اسلاف کے حالات لوگوں کیلئے مشعل راہ

مخدومی المکرم مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ وہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی لکھنے پر آمادہ ہوگئے۔ فون پر انہوں نے جب مجھے بتایا تو مجھے بہت خوشی ہوئی کہ اب ماشاء اللہ حضرت مولانا لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات محفوظ ہوجائیں گے جو لوگوں کیلئے مشعل راہ ہوں گے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس اہم خدمت پر بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

مولانا عارف جاوید محمدی حفظہ اللہ کی اس تحریر سے پتا چلتا ہے کہ ضلع گوجرانوالہ کے مختلف مقامات (قلعہ دیدار سنگھ اور اگوچک وغیرہ) میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند کافی تعداد میں تھے۔ لوگ ان کے حلقہ بیعت میں داخل ہوتے اور ان سے دعا کراتے تھے۔ اپنے دور کے علمائے اہل حدیث میں مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان سے لوگ بے حد تعلق خاطر رکھتے تھے۔ (بحوالہ: تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص: 295)

Marfat.com

(36) مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ

فیض یافتہ: حضرت مولانا محمد علی لکھوی مدنی رحمۃ اللہ علیہ

بانی: المکتبہ السّلفیہ

قارئین! جامعہ تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ لاہور المعروف مدرسہ غزنویہ کے شیخ الحدیث، علمی حلقوں میں شہرت یافتہ مکتبہ سلفیہ کے بانی مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سالہا سال تعلق رہا۔ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے ابتدائی تعلیم بھی حاصل کی اور ۱۹۴۹ء میں شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ ہی نے مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ مولانا اسحاق بھٹی مرحوم کو ہفت روزہ الاعتصام میں نائب مدیر کے طور پر شامل کروایا۔ یعنی بھٹی صاحب مرحوم نے قلم پکڑنا بھی انہی سے سیکھا اور قلمی زندگی کا آغاز بھی انہی کی بدولت کیا۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ حضرت بھٹی صاحب مرحوم کے استاد اور محسن شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی روشن زندگی سے ہم کون سا قابل عمل پہلو حاصل کر سکتے ہیں۔ (از: مرتب)

سحر خیزی اور تلاوت قرآن مجید

مولانا اسحاق بھٹی مرحوم کے دادا نے ان کی تربیت اپنی نگرانی میں انتہائی اخلاص اور پورے اہتمام سے کی تھی۔ وہ انہیں نماز فجر سے پہلے جگا دیتے اور انہیں اپنے ساتھ لے جاتے اور اس طرح یہ ان کا مستقل معمول بن گیا کہ گرمی ہو یا سردی' سفر ہو یا حضر کیسی بھی حالت اور کیسا بھی موسم ہو وہ بالعموم فجر کی اذان سے پہلے اٹھتے' پھر دو چار رکعتیں پڑھنے کے بعد قرآن مجید کا آدھا پارہ بالالتزام پڑھتے۔ اگر کسی وجہ سے نہ پڑھ سکتے تو اندیشہ رہتا کہ معلوم نہیں دن کیسا گزرے گا۔ پھر دن کو جب موقع ملتا، تلاوت کر لیتے۔ تاہم وہ اطمینان قلب نہ مل سکتا جو نماز فجر سے پہلے تلاوت کرنے سے ملتا اس طرح انہیں قرآن مجید سے انتہائی انس پیدا ہو گیا اور انہوں نے بہت سے مرد اور عورتوں کو ترجمہ قرآن پڑھایا۔ (تذکرہ: مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ' ص:44)

غزنوی مرشد کی پہلی زیارت

حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم کا اسم گرامی میاں صدر الدین حسن رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ یہ ضلع امرتسر کے ایک گاؤں ''مالووال'' سے نقل مکانی کر کے بھوجیاں میں آ بسے تھے' یہاں آ کر ان کا تعلق مولانا فیض محمد خاں رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا' میاں صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ پہلی مرتبہ انہی کی رفاقت میں حضرت الامام مولانا عبد الجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ پھر اس طرح ان کے حلقہ ارادت میں شمولیت اختیار کی کہ جب تک وہاں نہ جاتے' دل کو سکون اور روح کو اطمینان حاصل نہ ہوتا۔ انہوں نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد فیض حاصل کیا۔

مریدین کے آپس میں نکاح

میاں صدر الدین حسین رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ شادی سے تھوڑا عرصہ بعد وفات پا گئی تھیں۔ ان سے جو لڑکا پیدا ہوا اس کا نام

Marfat.com

حافظ عبداللہ تھا (حافظ صاحب کا انتقال تقریباً 32-34 برس پہلے لاہور میں مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر ہوا تھا)۔

حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ **کے مریدین و معتقدین کا دائرہ بہت وسیع تھا جس میں خواتین بھی شامل تھیں**۔ ان میں سے ایک بیوہ خاتون تھیں جن کے بطن سے پہلے شوہر کی ایک بیٹی بھی تھی' امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس خاتون کا نکاح میاں صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ سے کر دیا تھا اور لڑکی جن کا نام فاطمہ بی بی تھا' مولانا محمد سلیمان انصاری (رکن ادارہ الاعتصام) کے والد محترم میاں علی محمد رحمۃ اللہ علیہ کے عقد میں دے دی تھی۔ میاں علی محمد رحمۃ اللہ علیہ موضع بگیاڑی (ضلع شیخوپورہ) کے رہنے والے تھے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے' نہایت نیک اور صالح بزرگ تھے' حسن سیرت کے ساتھ ساتھ حسن صورت کی نعمت سے بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو خوب نوازا تھا۔ میں نے ان کو کوٹ کپورہ میں مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر دیکھا تھا۔ مولوی سلیمان کی والدہ کو بھی مجھے کئی دفعہ سلام کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ لمبے قد کی باپردہ خاتون تھیں' دونوں میاں بیوی انتہائی پرہیزگار تھے' اور ہمارے ہاں مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے ان کی آمدورفت تھی' سب مرد و زن ان کا احترام کرتے اور ان سے طالب دعا ہوتے تھے' ایسے مخلص و پارسا لوگ اب کہاں ملتے ہیں۔

جلیل القدر عالم دین کی ولادت و پرورش

میاں صدرالدین حسن رحمۃ اللہ علیہ کی اس اہلیہ محترمہ کے بطن سے (جن کا نکاح ان سے حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا) مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ یہ بڑی خوش نصیب اور بلند بخت خاتون تھیں جس نے اتنے بڑے عالم کو جنم دیا۔

نہایت بابرکت ماحول میں مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شعور کی دہلیز پر قدم رکھا' ناظرہ قرآن مجید انہوں نے مولوی عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ (یا فضل کریم) بھوجیانی سے پڑھا جو مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور مرید تھے۔ ترجمہ قرآن تین بزرگوں اپنے والد محترم میاں صدرالدین حسین رحمۃ اللہ علیہ سے مولانا فیض محمد خاں رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بڑے صاحبزادے مولانا عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ اس دور کے مروجہ نصاب کی بعض ابتدائی کتابیں بلوغ المرام' مشکوٰۃ شریف اور صرف ونحو کی چند کتابیں مولانا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ اس زمانے میں فارسی لازماً پڑھائی جاتی تھی' مولانا عطاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی کے چند چھوٹے چھوٹے ابتدائی رسالے جو اخلاقیات سے متعلق نظم ونثر میں تھے اپنے گاؤں کے ایک بزرگ حاجی امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو علامہ عزیز انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے والد تھے، سے پڑھے۔ (مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ' ص: 66 تا 68)

دنیا سے بے نیاز صوفی

کوٹ کپورے میں مولانا عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ نے جو خدمات سرانجام دیں، ان کا ذکر گزشتہ سطور میں قدرے تفصیل سے ہو چکا ہے' وہاں کے لوگ ان کا بہت احترام کرتے تھے اور اس چھوٹے شہر میں ان کو بے حد تکریم کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ قرب وجوار کے دیہات کے بھی اکثر لوگ ان سے متعارف ہو گئے تھے' ان کی سادگی کی بنا پر بعض لوگ انہیں ایک درویش اور دنیوی امور سے بے نیاز صوفی قرار دیتے تھے۔

Marfat.com

سوالاکھ آیت کریمہ کا عمل

ہمارے علاقے کو "روپڑ نہر" سیراب کرتی تھی اور اس کا دفتر کوٹ کپورہ سے بجانب مشرق تقریباً تین میل کے فاصلے پر تھا' وہیں ریسٹ ہاؤس تھا۔ اس علاقے کے محکمہ نہر کا افسر اعلیٰ اس ریسٹ ہاؤس میں رہتا تھا۔ وہ مسلمان تھا اور اس کا ماتحت عملہ بھی مسلمان تھا' ایک دفعہ اس کی بیوی بیمار ہوگئی تو اس نے دو تین آدمی بھیج کر مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ہاں بلایا اور بھی متعدد لوگوں کو دعوت دی۔ صبح نو دس بجے سے تقریباً پانچ بجے تک ثابت باداموں پر ایک لاکھ پچیس ہزار دفعہ آیت کریمہ "لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین" پڑھی گئی۔ اس کے بعد مولانا نے دعا مانگی اور اللہ تعالیٰ نے مریضہ کو صحت عطا فرمائی۔ مدعوین کے کھانے کا وہیں انتظام کیا گیا تھا۔ میں بھی اس مجلس میں شریک تھا' اور مجھے پہلی دفعہ آیت کریمہ کے اس عمل کا پتا چلا تھا۔

چینی کی پلیٹوں پر وظائف لکھنا

اس کے بعد کئی مرتبہ اس قسم کی بابرکت مجالس میں شرکت کا اتفاق ہوا' چھوٹی عمر میں گناہوں کی مقدار کم ہوتی ہے' اس لئے اس نوع کے وظائف سے قلب و روح تسکین محسوس کرتے ہیں۔ جیسے جیسے عمر بڑھتی جاتی ہے' معصیت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور طبیعت ذکر الٰہی اور وظائف و اوراد سے دور ہوتی جاتی ہے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مریضوں کو چینی کی پلیٹوں پر بھی کچھ لکھ کر دیا کرتے تھے' اس کے پینے سے اللہ تعالیٰ مریض کو شفاء عطا فرماتا تھا۔ (مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ' ص:77)

حنفی بریلوی کیساتھ وہابی کی دوستی

مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسلکِ سلف میں بڑے سخت تھے لیکن اس کے باوجود دوسرے مسالک فقہ کے اہل علم سے بھی ان کے مراسم تھے اور وہ ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ کوٹ کپورہ اس نواح میں اہل حدیث کا مرکز تھا' اس کے برعکس فرید کوٹ میں اکثریت بریلوی حضرات کی تھی۔ وہاں ایک معروف عالم مولانا محمد سعید شبلی رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کا مطالعہ بڑا وسیع تھا' وہ مسلکاً بریلوی حنفی تھے' لیکن مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا بہت تعلق تھا' اسی طرح فرید کوٹ میں ایک بریلوی عالم مولانا علم الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے جو اچھے مقرر اور تیز گفتار تھے، مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے بھی مراسم تھے۔ یہ دونوں بزرگ ارائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ (مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ' ص:80)

نیک اور متقی سسر

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شادی قیام کوٹ کپورہ کے زمانے میں مجھے یاد پڑتا ہے 1934ء میں ہوئی تھی۔ ان کے سسر میاں نور الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو ان کے نہایت قریبی رشتہ داروں میں سے تھے۔ میرے خیال میں ان کے پھوپھی زاد تھے' حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے' بڑے نیک اور متقی بزرگ تھے اور ان کے گاؤں بھوجیاں میں سکونت پذیر تھے۔ (مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ' ص:93)

صرف پانچ گھنٹے میں ساٹھ آیات حفظ

مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں کی بہت حوصلہ افزائی کرتے تھے' ایک دن فرمایا کہ جولڑکا دو دن میں سورہ سجدہ

Marfat.com

اور سورہ ملک زبانی یاد کرلے گا' اسے انعام دیا جائے گا' ہم (مولانا اسحاق بھٹی مرحوم) نے اسی وقت قرآن مجید کھولا اور سورہ سجدہ یاد کرنا شروع کردی۔ دن کے دو بجے سے پانچ بجے تک تین گھنٹے میں سورۃ یاد کر کے استاد کو سنادی۔ دوسرے دن سورہ ملک کی باری تھی دو گھنٹے میں وہ بھی یاد کرلی اور حضرت استاد رحمۃ اللہ علیہ کو سنادی۔ سناتے وقت اللہ تعالیٰ کا یہ خاص کرم رہا کہ نہ کہیں متشابہ پڑا اور نہ کوئی غلطی ہوئی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے۔ آٹھ آنے ہمیں نقد انعام ملا اور ایک عربی کی کتاب عنایت ہوئی۔ وہ کتاب ''فتاویٰ نور العین'' از شیخ حسن بن محسن یمانی رحمۃ اللہ علیہ تھی۔ آٹھ آنے کی اس زمانے میں بہت قدر و قیمت تھی' یہ وہ دور تھا جب ایک مزدور صبح سے شام تک چار آنے کماتا تھا اور گھر کے چار پانچ افراد کا چار آنے میں ٹھیک ٹھاک گزارہ ہوتا تھا۔ دو اور لڑکوں نے یہ دونوں سورتیں دو تین دن میں یاد کیں، انہیں اس کا کیا انعام ملا؟ اس کا مجھے علم نہیں' اپنا انعام البتہ یاد ہے جس پر ہمیں بہت خوشی ہوئی تھی۔

قارئین! حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد شاہ محمد شریف گھڑیالوی رحمۃ اللہ علیہ تھے، جن کے ہاتھ پر بھٹی صاحب مرحوم نے صرف نو سال کی عمر میں بیعت کا شرف حاصل کیا تھا۔ ایک دن راقم کے پاس شاہ محمد شریف گھڑیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی نواسی کے بیٹے مولانا سید ضیاء الرحمان گیلانی حفظہ اللہ (روحانی مرکز، موترہ سیالکوٹ) تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ بوقتِ بیعت ہمارے بزرگ شاہ محمد شریف گھڑیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا اسحاق بھٹی مرحوم کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔ جس کی برکت سے بھٹی صاحب مرحوم کا حافظہ اتنا قوی ہو گیا، کہ ۹۱ برس کی عمر میں بھی انہیں ہزاروں علمائے کرام رحمہم اللہ کے واقعات ازبر تھے۔ (از: مرتب)

استاد بن کر استاد کا ادب

اپنے اساتذہ کا مولانا رحمۃ اللہ علیہ انتہائی احترام کرتے تھے' ایک مرتبہ وہاں حضرت مولانا شرف الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے اور چھ سات دن قیام فرمارہے۔ یہ غالباً 1935ء کی بات ہے' اسی زمانے میں ایک دفعہ حضرت مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ وہاں گئے تھے' مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے تشریف لانے پر بھی بے حد خوش ہوئے' اساتذہ کے بستر خود **بچھاتے اور صاف کرتے' کھانا خود ہی کھلاتے اور خود ہی ہاتھ دھلاتے**۔ اپنے اساتذہ کی ہر بات نہایت توجہ سے سنتے اور انتہائی ادب کے ساتھ ان کے فرمان کا جواب دیتے تھے، اساتذہ بھی ان پر بہت مہربان تھے۔ میں نے مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چار اساتذہ کرام کو دیکھا ہے ان کا وہ انتہائی احترام کرتے تھے اور ان کے حضور نہایت ادب سے دو زانو ہو کر بیٹھتے تھے' ان کے اسمائے گرامی بترتیب وفات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

1۔ حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب لکھوی رحمۃ اللہ علیہ (26 نومبر 1952ء/2 ربیع الاول 1372ھ) اوکاڑہ میں وفات پائی۔

2۔ مولانا شریف الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (21 جولائی 1961ء/7 صفر 1381ھ) کراچی میں وفات پائی۔

3۔ مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی رحمۃ اللہ علیہ (14 اگست 1962ء/2 ربیع الاول 1382ھ) کو گوجرانوالہ میں رحلت فرمائی۔

4۔ مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ (4 مئی 1985ء/14 رمضان المبارک 1405ھ) کو گوجرانوالہ میں رحلت فرمائی۔

یہ وہ عالی مرتبت حضرات تھے جن میں سے حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اس عاجز کو بھی شرف شاگردی حاصل ہے۔ باقی تینوں اس فقیر کے انتہائی مشفق تھے۔ (مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ' ص: 203)

Marfat.com

گنہگاروں کی بدبو کا کشف

حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ وصالحیت اور ان کے قلبی وروحانی کمالات کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک دفعہ انہوں نے کچھ اس قسم کے الفاظ ارشاد فرمائے تھے کہ انہیں گنہگاروں سے بدبو آنے لگتی ہے۔ اب حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ہاں تشریف لے گئے تو میں نے ان کے ساتھ جھجکتے اور شرماتے ہوئے مصافحہ تو کیا لیکن اس کے بعد ان کی مجلس میں حاضر ہونے سے گریزاں ہی رہا۔ اس لئے کہ میرے پاس چھوٹی عمر میں بھی سوائے گناہوں کے کچھ نہ تھا اور اندیشہ تھا کہ انہیں مجھ سے بدبو آئے گی' اس طرح وہ بھی روحانی تکلیف محسوس فرمائیں گے اور میرا بھی بھید کھل جائے گا کہ یہ جو اس عمر میں اس درجے معصیت زدہ ہے، بڑا ہو کر معلوم نہیں کہاں تک پہنچے گا اور کیا گل کھلائے گا۔ (مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ' ص:108۔109)

مولانا لکھوی مرحوم کے مرید

مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نہایت دلچسپ بزرگ تھے' بہت بڑے عالم اور انتہائی خوش مزاج ذہن رسا پایا تھا اور لطیفے لطیفے میں بعض اوقات بہت پتے کی بات کہہ دیتے تھے۔ ایک دن مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی سلسلے میں ان سے گفتگو کرتے ہوئے کہا آپ کے بہت مرید ہیں۔ فوراً جواب دیا: اب وہ مَرید ہو گئے ہیں۔ (مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ' ص:123)

استاد محترم کے پاس صوفیاء کی آمد

اہلحدیث علماء وصوفیاء میں سے مولوی کمال الدین ڈوگر رحمۃ اللہ علیہ (سکنہ چھینبیانوالہ) جناب سید محمد شریف گھڑیالوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (موضع کھپیانوالی) اور دیگر بہت سے بزرگان کرام رحمہم اللہ اجمعین، مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بطور مہمان آتے اور قیام فرماتے تھے۔ (مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ' ص:137)

ذرا سی گستاخی پر ٹائر پھٹ گئے

مالیر کوٹلہ پنجاب میں واحد ریاست تھی جس کا حکمران مسلمان تھا۔ ریاست تو آزادی کے بعد ختم ہو گئی تھی اور ضلع لدھیانہ میں شامل کر لی گئی تھی لیکن مسلمان وہاں اب بھی آباد ہیں اور بہت آرام میں ہیں۔ فیروز پور سے کوٹ کپورہ اور مکتسر کو فرید کوٹ ٹرانسپورٹ کی بسیں چلتی تھیں' جن سے ہمارا تعلق تھا اور یہ ٹرانسپورٹ مسلمانوں کی تھی' صرف ایک بس مکتسر کے ایک ہندو کی تھی جس پر دونوں بھائی چلتے تھے' ایک ڈرائیور اور ایک کنڈیکٹر تھا۔

مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس طرف جانا ہوتا تو کوئی بس والا ان سے کرایہ نہیں لیتا تھا' اور نہایت احترام سے انہیں فرنٹ سیٹ پیش کی جاتی تھی مگر وہ ہندو بہت سخت اور بول چال میں کڑوے تھے' اسی بنا پر ہم انہیں ''بھونڈ کھانے'' کہا کرتے تھے۔ پنجابی میں بھڑ کو بھونڈ کہا جاتا ہے' ایک دن مولانا رحمۃ اللہ علیہ ان کے ساتھ کوٹ کپورہ گئے تو انہوں نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے فیروز سے کوٹ کپورہ تک کا آٹھ آنا کرایہ وصول کر لیا' ہمارے ایک عزیز میاں محمد صدیق (مرحوم) کو جو آج کل جڑانوالہ میں مقیم ہیں اس کا پتا چلا، تو انہوں نے ان دونوں بھائیوں سے کہا کہ ''بھونڈ کھانو'' تم نے ہمارے مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کرایہ وصول

Marfat.com

کیا ہے یاد رکھو! تمہاری گاڑی کے تمام ٹائر پھٹ جائیں گے۔

بھونڈ کھانوں نے یہ بات سنی اور ہنس پڑے' ان کا خیال تھا کہ یہ ہنسی مذاق کی بات ہے' ایسی باتیں ہوتی رہتی ہیں اور واقعی یہ بات ہنسی مذاق ہی کی تھی، لیکن یہ عجیب اتفاق ہوا کہ اسی دن ان کے دو ٹائر پھٹ گئے اور دو دوسرے دن اڑ گئے۔ اب بھونڈ کھانے حیران اور سخت پریشان، کہ یہ کیا ہو گیا۔ میاں محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور کہا خدا کیلئے ہم سے دوگنا اور چار گنا کرایہ لے لو اور اپنے مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہو کہ ہم سے غلطی ہو گئی ہے۔ آئندہ ان سے کبھی کرایہ نہیں لیا جائے گا' بے شک وہ ہر روز ہماری گاڑی سے جائیں اور آئیں۔ مگر مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کسی بات کا علم نہیں تھا اور ان کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ ان سے کرایہ لیا گیا ہے، یا نہیں لیا گیا ہے یا کیوں لیا گیا ہے؟

مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

1937ء کے انتخابات کے بعد ملک کے مختلف صوبوں میں وزارتیں قائم ہوئیں تو مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ جو پچیس برس سے ہندوستان سے باہر تھے اور کئی سال سے مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے' ہندوستان واپس آئے' دریائے ستلج کے کنارے ایک گاؤں ''فتوجی والا'' ہے وہاں ایک نہایت نیک عالم دین مولانا صوفی ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ فروکش تھے' جن کا تعلق چمرکنڈ کے مجاہدین سے تھا' وہ مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے دوستوں میں سے تھے اور ان کے ورودِ ہند سے کچھ عرصہ پہلے وفات پا چکے تھے۔ مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے دوستوں کے وہ سمدھی بھی تھے' ان کی ایک بیٹی کی شادی مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بھتیجے سے ہوئی تھی' مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ ان کی تعزیت کیلئے 1939ء میں ان کے گاؤں فتوحی والا تشریف لائے۔

فیروز پور کے بعض حضرات کو پتا چلا تو وہ مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت و ملاقات کیلئے فتوحی والا پہنچے۔ ان میں مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ' عبدالعظیم خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دو چار مزید لوگ تھے' اِن سطور کا راقم بھی ان کے ساتھ تھا جو سب سے کم سن تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ ہم لوگوں کو مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ لمبی سفید ڈاڑھی' گورا رنگ' ننگا سر' لمبا کھدر کا کرتہ اور پاجامہ نما شلوار۔ (مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ' ص: 144-145)

بے ادب، بے مراد شاگرد

ایک اور صاحب کے بارے میں سنئے! جنہیں میں 1941ء سے جانتا ہوں' اس وقت میں گوجرانوالہ میں حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شامل تھا' وہ صاحب بھی وہیں تھے اور مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ اب وہ جماعت اہل حدیث کے ایک خاص گروپ سے تعلق رکھتے ہیں' مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کے یہ ''شاگرد رشید'' کبھی استاد محترم سے ہم کلام نہیں ہوئے تھے' یہاں تک کہ انہوں نے کبھی استاد کو سلام بھی نہیں کیا تھا اور استاد بھی ہمیشہ ان سے شاکی رہتے تھے۔

> **فائدہ مند گناہ کبیرہ**
>
> اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ صحیح تصوف سے دل میں اخلاص کے جذبات ابھرتے ہیں اور روح میں کیفیت احسان کے داعیے کروٹ لیتے ہیں۔ اخلاق اور کردار کی نئی دنیا وجود میں آتی ہے۔
>
> (بحوالہ: فقہائے ہند۔ جلد ۵۔ ص: ۳۶۹)

Marfat.com

اسی طرح قیام پاکستان کے بعد لاہور میں ایک صاحب نے مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا لیکن بعد میں انہوں نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق جوطرزِ عمل اختیار کیا، وہ انتہائی تکلیف دہ تھا' میں ہرگز اس بات کا حامی نہیں کہ اس قسم کے لوگوں کی نسبت تلمذ ان عالی مقام حضرات کی طرف کی جائے۔

ان کے مقابلے میں علمائے احناف کے تلامذہ کو لیجئے وہ بے شک کسی عمر کو پہنچ جائیں اور کتنے بھی بڑے دینی یا دنیوی مناصب پر ان کی رسائی ہوجائے وہ اپنے اساتذہ سے بدرجہ غایت احترام کے ساتھ پیش آتے ہیں اور ''حضرت' حضرت'' پکارتے ہوئے ان کی زبانیں خشک ہوجاتی ہیں' لیکن **اکثر اہل حدیث علماء اپنے اساتذہ کے ادب واحترام کے تقاضوں کوملحوظ نہیں رکھتے۔**

بے شک بعض معاملات ومسائل میں بعض اوقات شاگرد کو استاد کے نقطہ نظر سے اختلاف ہوتا ہے اور کسی وقت اس کے اظہار وبیان کی نوبت بھی آجاتی ہے لیکن اس کا ایک خاص ڈھنگ ہوتا ہے اور ایسے مواقع پر ایسا نہج کلام اختیار کیا جاتا ہے کہ بات بھی کہہ دی جائے اور استاد کا احترام بھی برقرار رہے۔(مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ' ص:161-162)

قرآن کیساتھ قلبی لگاؤ

مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کے حافظ نہیں تھے لیکن قرآن مجید سے انہیں بہت شغف تھا اور اس پر استحضار کا یہ عالم تھا کہ کسی آیت کے بارے میں پوچھا جاتا کہ کہاں ہے تو فوراً بتا دیتے کہ فلاں سورۃ میں ہے۔ اس سلسلے میں انہیں قرآن مجید کا انڈکس دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی اور پرانے بزرگ عام طور پہ انڈکسوں سے کوئی تعلق بھی نہیں رکھتے تھے' وہ خود ہی انڈکس تھے۔ مولانا موصوف نے کسی زمانے میں قرآن مجید کے آخری سات سپارے زبانی یاد کئے تھے وہ انہیں نمازوں میں یا کسی دوسری شکل میں پڑھتے رہتے تھے' سفر میں وہ اصح المطابع دہلی کی چھپی ہوئی حمائل شریف اپنے پاس رکھتے تھے۔ اسی طرح کسی حدیث کے متعلق ان سے سوال کیا جاتا تو بلاتامل فرمادیتے کہ فلاں کتاب کے فلاں باب میں ہے اور اس قسم کی ہے' یعنی صحیح' حسن' غریب وغیرہ۔

خودستائی پر محمول نہ کیا جائے تو عرض کروں کہ اس فقیر کو بھی چھوٹی عمر ہی سے قرآن مجید کے ساتھ لگاؤ ہے' اس کی بنیادی وجہ میرے دادا مرحوم تھے' جنہوں نے مجھے قرآن مجید پڑھایا' وہ تاکید کیا کرتے تھے کہ فجر کی نماز کے بعد قرآن مجید کی روزانہ بالالتزام تلاوت کی جائے' اس باب میں وہ بہت سخت تھے' اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بچپن ہی میں مجھے روزانہ قرآن مجید پڑھنے کی عادت پڑگئی۔ اگر کسی دن کوئی ایسی مجبوری پیش آجائے کہ نہ پڑھ سکوں تو دل میں یہ خیال رہتا ہے کہ معلوم نہیں آج دن کس طرح گزرے گا، پھر صبح کی بجائے کسی دوسرے وقت میں پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے اس عادت میں مزید پختگی پیدا ہوگئی' میں دوران درس طالب علمی کے زمانے میں ان کے حضور حدیث کی کسی کتاب کی عبارت پڑھتا تو خوش ہوکر فرمایا کرتے تھے کہ جس کا جس قدر قرآن مجید پختہ ہوگا، اسی قدر وہ صحت اور روانی سے حدیث کی عبارت پڑھے گا۔

بلاشبہ میں بے عمل ہوں اور زندگی لاابالیانہ انداز میں گزری ہے' اب بھی جبکہ قافلہ حیات ''عمر نبوت'' کی منزل سے آگے نکل گیا ہے' وہی طرزِ لاابالیانہ رکھتا ہوں' مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا خوب علم تھا' وہ کبھی کبھی مسکراتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ معلوم ہوتا ہے بزرگوں کی دعائیں تمہارے حق میں قبول ہوگئی ہیں' جن کی برکت سے تم کچھ کام کررہے ہو پھر تمہارے اپنے بعض معمولات کو بھی

Marfat.com

بارگاہِ الٰہی میں شرفِ قبول حاصل ہوگیا ہے ورنہ تمہارا معاملہ عجیب قسم کا ہے۔ (مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ، ص: 193)

اسلاف کے کارناموں سے بے خبری کا انجام

مجھے یقین ہے کہ فتاویٰ عالمگیری کے ان موافقین اور مخالفین میں سے اکثر کو معلوم نہیں کہ یہ کس زبان میں ہے اور کتنی جلدوں میں ہے اور ایک شخص کی تصنیف ہے یا ایک سے زائد علمائے کرام کی۔ بلکہ یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کا اصل نام کیا ہے۔ ایک اہل حدیث عالم سے، جو خیر سے ایک مدرسے کے مہتمم بھی ہیں، میں نے پوچھا فتاویٰ عالمگیری کس زبان میں ہے؟

میں نے ایسے لہجے میں ان سے یہ سوال کیا تھا جس سے وہ سمجھیں کہ میں واقعی نہیں جانتا کہ یہ کتاب کس زبان میں ہے اور ان سے اس سلسلے میں استفادہ کرنا چاہتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: فارسی زبان میں۔ اس کے بعد میں خاموش ہوگیا اور ان سے کوئی بات نہیں کی، اس جواب باصواب کے بعد بات کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک دن یہ واقعہ سنایا تو ہنسے اور فرمایا: اہل حدیث کے مدارس میں پہلے فقہ حنفی کی بعض کتابیں باقاعدہ پڑھائی جاتی تھیں، اب وہ بات نہیں رہی۔ فقہ کی جس انداز سے ہمارے ہاں مخالفت ہو رہی ہے، اس سے مجھے خطرہ ہے کہ ہمارے طلباء آئندہ اس علم سے بالکل محروم ہوجائیں گے۔ نہ یہ فقہ حنفی سے واقف ہوں گے نہ فقہ شافعی، مالکی اور حنبلی کا انہیں علم ہوگا۔ اہل حدیث علماء وطلباء کو کون بتائے کہ فتاویٰ عالمگیری کا اردو ترجمہ مشہور اہل حدیث عالم ومصنف مولانا سید امیر علی ملیح آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا، جو حضرت میاں نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور دار العلوم ندوۃ العلماء میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے تھے۔ یہ ترجمہ ان سے منشی نول کشور نے کرایا تھا اور انہی نے پہلی مرتبہ شائع کیا تھا، اس پر فاضل مترجم نے طویل مقدمہ سپردِ قلم فرمایا ہے جو تقریباً سو صفحات پر مشتمل ہے۔

فقہ پر تنقید کرنیوالوں سے سوال

ناقدین علم فقہ سے ہم نہایت ادب سے عرض کریں گے کہ فقہ کی مشہور کتاب ''ہدایہ'' کا (جو ہمارے زمانہ طلب علمی میں اہل حدیث مدارس میں پڑھائی جاتی تھی اور ہم نے پڑھی ہے) اردو ترجمہ بھی پہلی مرتبہ سید امیر علی ملیح آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا، اگرچہ چند سال پہلے ہدایہ کا ایک اور ترجمہ بھی ہوگیا ہے، مگر فتاویٰ عالمگیری کے ترجمہ کی طرح متداول ترجمہ وہی ہے، جو مولانا ملیح آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔ کیا مولانا امیر ملیح آبادی رحمۃ اللہ علیہ آج کل کے برخوردار ناقدین فقہ سے بھی کتاب وسنت اور علوم حدیث کا کم علم رکھتے تھے؟ (مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ، ص: 197)

پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری دعائیں

حدیث کی کتابوں میں بہت سی دعائیں بیان کی گئی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف اوقات ومواقع پر پڑھا کرتے تھے۔ مثلاً فجر، مغرب اور دوسری نمازوں کے بعد کی دعائیں، بازار میں داخل ہونے، سواری پر سوار ہونے، بیت الخلاء میں جانے اور آئینہ دیکھنے، کسی معذور اور بیمار کو دیکھنے کے وقت کی دعائیں، سفر پر روانہ ہونے، سفر سے واپس آنے، مسجد میں داخل ہونے اور مسجد

Marfat.com

سے باہر نکلنے اور نئے کپڑے پہنتے وقت کی دعائیں' دنیوی باتیں کرنے اور کھانے پینے کے بعد کی دعائیں۔اس قسم کی بہت سی دعائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول و مروی ہیں اور جنہیں ادعیہ ماثورہ کہا جاتا ہے' مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سب یاد تھیں اور انہیں وہ بالالتزام پڑھا کرتے تھے۔نماز با جماعت اگر کسی وجہ سے رہ جاتی تو وہ کسی دوسرے نمازی کو (جسے نماز پڑھنا ہوتی) ساتھ ملا کر جماعت کرا لیتے اور اس طرح دوسری جماعت کرا کے نماز باجماعت کا ثواب حاصل کرتے۔

وظیفے کی بدولت ڈاکو سے حفاظت

ایک مرتبہ اخباروں میں یہ خبر چھپی کہ ایک مسافر بس ملتان سے لاہور آرہی تھی' بس پتوکی سے تین چار میل آگے آئی تو ڈاکوؤں نے روک لی اور مسافروں کو لوٹ لیا' اس وقت رات کے نو یا دس بجے تھے' اس واقعہ سے تین چار دن بعد میں مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ مکتبہ سلفیہ میں بیٹھے تھے، جو ان کے مکان کے بالکل قریب ہے' کچھ اور لوگ بھی وہاں موجود تھے' حاضرین میں سے کسی نے ملک میں پھیلی ہوئی بدامنی اور رہزنی کا ذکر چھیڑ دیا' اور دوران گفتگو میں اس بس کا ذکر بھی کیا، جو تین چار روز پہلے لوٹی گئی تھی۔مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ بھی اس بس میں سوار تھے' ڈاکوؤں نے بس روکی اور ایک ایک آدمی کو نیچے اتار کر اس کی تلاشی لینا اور لوٹنا شروع کیا۔مولانا بس کے درمیان میں بیٹھے تھے' انہوں نے یہ صورتحال دیکھی تو" اللھم اکفنا شر ھم بما شئت" پڑھنا شروع کر دیا۔آٹھ دس آدمیوں کو ڈاکوؤں نے نیچے اتار کر لوٹا اور پھر کہا اب جاؤ۔مولانا بالکل محفوظ رہے ان کو نہیں اتارا گیا۔(مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ' ص ۲۰۳)

(37) مولانا معین الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ

سابق امیر: مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان

بانی: تعویذ فارمیسی ضلع اوکاڑہ

قارئین! سابق ایم پی اے ضلع اوکاڑہ، سابق امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان مولانا معین الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند اور مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی تھے۔آباؤ اجداد کی طرف سے انہیں جو روحانی وراثت ملی، اس میں سے سلسلہ بیعت و ارشاد بڑے بھائی نے سنبھال لیا اور تعویذ، وظائف اور روحانی عملیات والا شعبہ مولانا معین الدین رحمہ اللہ کے حصے میں آیا۔آج تک ضلع اوکاڑہ میں لکھوی خاندان کا دیا ہوا تعویذ مشکلات کے حل، بیماریوں سے نجات اور جنات سے بچاؤ کیلئے اکسیر المجرب کی حیثیت رکھتا ہے۔مولانا اسحاق بھٹی مرحوم کے زیر نظر مضمون میں جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ تعویذ کا یہ سلسلہ ان میں کیسے رائج ہوا، اور کس بزرگ کی دعا نسل در نسل سے انکا پیچھا کر رہی ہے۔(از: مرتب)

شہنشاہ جنات کا غیبی بابرکت تعویذ

ایک بات جو میں (اسحق بھٹی مرحوم) نے بعض لکھوی اور غیر لکھوی حضرات سے سنی، یہ ہے کہ ایک مرتبہ سردیوں کا موسم تھا۔

Marfat.com

آدھی رات کے وقت حافظ بارک اللہ لکھوی رحمہ اللہ اپنے گاؤں موضع "لکھوکے" میں حسب معمول نماز تہجد کیلئے مسجد میں گئے۔ اندر داخل ہوئے تو اندھیرے میں ایک شخص کوان کے پاؤں کی ٹھوکر لگی۔ وہ شخص غصے سے اٹھا اور کہا تمہیں دکھائی نہیں دیتا کہ میں یہاں لیٹا ہوا ہوں حافظ صاحب نے نہایت نرمی سے فرمایا معاف کیجئے اندھیرے میں کچھ پتا نہیں چلا۔ وہ شخص اٹھا اور ان کا بازو پکڑ کر کہا: میرے ساتھ باہر چلو۔ وہ انہیں نہر کے کنارے لے گیا جو لکھوکے گاؤں کے قریب ہے بولا وہ سامنے دیکھو کیا ہے؟ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ جھگیاں سی ہیں جن میں بہت سے عجیب وغریب شکل وشباہت کے لوگ بیٹھے ہیں۔ اس شخص نے کہا یہ جنات ہیں اور میں ان کا سردار ہوں، آج کل میں ہم لوگ یہاں سے چلے جائیں گے۔

پھر اس نے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن مجید کی چند آیات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض احادیث مبارکہ کے کچھ الفاظ بتائے کہ یہ چیزیں لکھ کر اور پڑھ کر آپ اگر ان لوگوں کو دیں گے، جنہیں جنات کی شکایت ہو، وہ اولاد سے محروم ہوں تو اللہ تعالیٰ انہیں شفا بخشے گا اور ان کی جائز تمنائیں پوری فرمائے گا۔ یہ سلسلہ آپ کی سات پشتوں تک چلے گا۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ ان کے اخلاف میں سے مولانا معین الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے تعویذات سے اللہ تعالیٰ شفا بخشتا ہے۔ حافظ بارک اللہ لکھوی رحمہ اللہ کے بیٹے حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ تھے ان کے بیٹے مولانا محی الدین عبدالرحمن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ تھے ان کے بیٹے مولانا محمد علی لکھوی مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے فرزندان گرامی ہوئے مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا معین الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ۔ حافظ بارک اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد یہ پانچویں پشت ہوئی۔ چھٹی پشت میں مولانا محی الدین لکھوی اور مولانا معین الدین لکھوی رحمہما اللہ کی اولاد کا سلسلہ چلتا ہے۔ (گزر گئی گزران ص 359 تا 360)

قارئین! انکی اولاد میں پروفیسر ڈاکٹر محمد حماد لکھوی، پروفیسر حمود لکھوی، ڈاکٹر عظیم الدین زاھد لکھوی، ڈاکٹر زعیم الدین لکھوی حفظہم اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔ ایسے اہل حدیث حضرات جو جادو جنات اور اس طرح کے لاعلاج مسائل سے تنگ آ کر جعلی عاملوں کے چکر میں پھنس جاتے ہیں، وہاں انکے مال اور عزت کیساتھ ایمان بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے، انہیں چاہئے کہ اپنے اسلاف کے سرمائے کی بے قدری کرنا چھوڑیں اور ان بقیۃ السلف حضرات کی طرف رجوع کر کے قرآن وسنت پر مبنی تعویذ اور وظائف حاصل کر کے خوشیوں بھری زندگی کی ابتداء کریں۔ کیونکہ حضرت بھٹی صاحب مرحوم کے بیان کردہ شواہد کے مطابق ابھی اس تعویذ کی تاثیر مزید ایک نسل تک چلتی رہے گی۔ (از: مرتب)

تعویذ کا ذاتی تجربہ

مولانا معین الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بے شمار تعویذ لینے والے آتے تھے اور وہ انہیں تعویذ لکھ کر دیتے تھے، مجھے ذاتی طور پر علم ہے کہ بعض معاملات میں ان کا تعویذ فوری اثر کرتا تھا۔ مثلاً جنات کے سلسلے میں ان کا دم اور تعویذ موثر ہوتا تھا اور جس شخص کو یہ عارضہ لاحق ہوتا' اسے اللہ تعالیٰ افاقہ عطا فرماتا تھا۔ بے اولادوں کیلئے' بچوں کی بعض بیماریوں دق الاطفال اور اٹھرا وغیرہ کیلئے بھی ان کے تعویذ میں اللہ تعالیٰ نے تاثیر رکھی تھی۔ عورتوں کے بعض عوارض کے سلسلے میں بھی ان کا تعویذ افاقے کا ذریعہ ثابت ہوتا تھا۔ ان کے بڑے بھائی مولانا محی الدین رحمۃ اللہ علیہ تعویذ نہیں لکھتے تھے' وہ چینی یا نمک پر دم کرے اور اس کے استعمال سے اللہ تعالیٰ تکلیف رفع فرما دیتا۔ (بحوالہ تذکرہ: مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ، ص ۴۳۷)

Marfat.com

لکھوی خاندان کی تعویذ فارمیسی

ایک دن مولانا معین الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کو جی چاہا تو میں (اسحاق بھٹی مرحوم) لاہور سے اوکاڑہ پہنچ گیا' وہ تعویذ لکھ رہے تھے اور ارد گرد ہجوم عاشقان تھا۔ میں نے انکی دکان کا نام تعویذ فارمیسی رکھا ہوا ہے۔ حسبِ معمول بہت اچھی طرح ملے اور خوب کھلایا پلایا' چند باتیں بھی کیں لیکن مصروفیت تعویذات میں ہی رہی۔ کچھ دیر کے بعد میں نے کہا: اب بس کرو بہت کما لیا ہے' میرے ساتھ بھی کوئی بات کرو میں نے واپس لاہور جانا ہے۔ آہستہ سے بولے: خاموشی سے بیٹھے رہو' آج رات تم میرے پاس رہو گے' اس آمدنی سے تمہیں رات کو پیٹ بھر کر آم کھلاؤں گا اور صبح جاتے وقت لاہور کا کرایہ بھی دوں گا۔ چنانچہ رات کو بیس سیر بہترین آم منگوائے جو ہم نے خوب کھائے۔ (بزم ارجمنداں' ص:560)

مولانا معین الدین مرحوم کیساتھ جن نکالنے کا سفر

مرکز الاسلام سے میل ڈیڑھ میل کے فاصلے پر اکالیوں کا ایک گاؤں ٹہل سنگھ تھا۔ مسلمانوں کے خلاف اکالی بے حد متعصّبانہ ذہن رکھتے تھے۔ مولانا محمد علی لکھوی رحمہ اللہ سے بھی ان کے دلوں میں عناد بھرا ہوا تھا لیکن مرکز الاسلام میں رہنے والے چھوٹے بڑے جس شخص سے ان میں سے کسی کا آمنا سامنا ہوتا وہ اپنے مذہب کے مطابق اسے ہاتھ جوڑ کر سلام کرتا اور خیر وعافیت پوچھتا۔ ان کے بچے بیمار ہو جاتے تو **تعویذ اور دم کے لیے ان کی عورتیں مرکز الاسلام آتیں اور تعویذ لے کر اور دم کرا کے انہیں یقین ہو جاتا کہ بچہ اب تندرست ہو جائے گا**۔ تندرستی اور بیماری کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے لیکن کسی کے یقین پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جا سکتی۔

تعویذ اور دم کرانے کے لیے وہاں بہت لوگ آتے تھے عورتیں بھی' مرد بھی' مسلمان بھی' غیر مسلم بھی۔ 1945ء کے اکتوبر کی بات ہے کہ ایک سکھ اپنی بیوی کو لے کر آیا۔ اس خاتون کو جن کا عارضہ لاحق تھا لیکن جن حاضر نہیں ہوا۔ ان میاں بیوی کیلئے یہاں ٹھہرنا مشکل تھا۔ یہ لوگ رام پورہ پھول سے آئے تھے اور واپس جا رہے تھے۔ ان کا اصرار تھا کہ دو چار روز میں اس کام کیلئے مولانا معین الدین رحمہ اللہ ان کے ہاں پہنچیں۔ چنانچہ مولانا نے وہاں جانے کا وعدہ کر لیا اور مجھے بھی اپنے ساتھ جانے کے لیے کہا۔ اس وقت دن کے تین بجے کے قریب ایک ٹرین لاہور سے دہلی کیلئے روانہ ہوتی تھی جو پانچ بجے کے پس وپیش فیروز پور پہنچتی تھی ہم اس ٹرین پر سوار ہوئے اور تقریباً نو بجے بھٹنڈہ ریلوے اسٹیشن پر اترے۔ بھٹنڈہ سے چوتھا ریلوے اسٹیشن رام پورہ پھول تھا جو انبالہ بھٹنڈہ ریلوے لائن میں واقع تھا۔ رات کے دس بجے ہم بھٹنڈے سے انبالہ جانے والی ٹرین پر سوار ہوئے اور سوا گیارہ بجے رام پورہ پھول پہنچے۔

رام پورہ اور پھول الگ الگ دو قصبے ہیں جو ایک دوسرے سے متصل ہیں جس زمانے کی میں بات کر رہا ہوں اس زمانے میں رام پورہ ریاست پٹیالہ میں تھا اور پھول ریاست نابھہ میں۔ دونوں قصبے اس طرح باہم ملے ہوئے اور ایک دوسرے سے قریب تر تھے کہ ایک قصبے کے مکان کی دیوار ریاست پٹیالہ کی حد میں ہے تو چولہا ریاست نابھہ کی حد میں۔ اس قرب واتصال کی وجہ

Marfat.com

سے دونوں قصبے الگ الگ ناموں کے باوجود صوتی اعتبار سے ایک ہی مقام کی آہنگ اختیار کر گئے تھے۔ یعنی ''رام پورہ پھول'' ہم ریلوے اسٹیشن پر اترے تو میزبان وہاں موجود تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ وہ ہمیں نہایت اعزاز کے ساتھ مہمان خانے میں لے گئے جو دوسری منزل میں تین چار کمروں پر مشتمل تھا۔

سونے کے کمرے کے ساتھ اٹیچڈ باتھ اور پانی کا نلکا تھا۔ نماز کے لیے الگ کمرے میں نیا کپڑا بچھایا گیا تھا۔ سکھ میزبان کے بقول نماز روزے کے پابند مسلمان کے گھر میں ہمارا کھانا تیار کیا گیا تھا۔ مٹھائی بھی مسلمان سے بنوائی گئی تھی۔

کھانا کھا چکے تو میزبان نے باتیں شروع کر دیں اور گزشتہ دور کی کہانی سنانے لگا۔ اس نے بتایا کہ ایک میرا بڑا بھائی تھا جو بیمار تھا۔ جس کمرے میں ہم اس وقت بیٹھے ہیں اس میں ایک دن وہ لیٹا ہوا تھا۔ اس کی بیوی اس کے پاس بیٹھی تھی۔ اسے بیماری کا اتنا سخت دورہ پڑا کہ وہ مر گیا۔ اس کی بیوی نے اس کی موت کی کسی کو اطلاع نہیں دی چپکے سے ایک شخص کو بلایا' اس سے کاغذ پر لکھوایا کہ میں نے اتنی زمین اپنی بیوی کو دی اور پھر اس کاغذ پر میرے مردہ بھائی کا انگوٹھا لگوایا۔ بعدازاں اس شخص کو گھر سے نکال کر بیوی نے رونا پیٹنا شروع کر دیا!

وہ شخص ہمیں یہ باتیں بتا رہا تھا اور ساتھ ساتھ باقاعدہ جگہ کی نشان دہی کر رہا تھا کہ یہاں میرا بھائی مرا تھا۔ یہاں اس کی لاش پڑی تھی اور یہاں اس کا انگوٹھا لگوایا گیا تھا اور یہاں اس کی بیوی بیٹھی تھی۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ سکھ میزبان ہمیں یہ کتھا سناتا رہا اور ساتھ ساتھ موقعہ واردات کی نشان دہی کرتا رہا۔ سامنے تھوڑی دور مرگھٹ تھا۔ اس نے اشارہ کر کے بتایا کہ یہاں سے اس کی ارتھی اٹھائی گئی اور وہاں اسے جلایا گیا۔ ایک تو گئے جن نکالنے دوسرے جگہ اجنبی' تیسرے پوری نشاندہی کے ساتھ بتانے والا ہر بات کا تعین کر رہا ہے چوتھے گھر غیر مسلم کا...... میں تو سچی بات ہے ڈر گیا۔ بار بار جی چاہا کہ اس سے کہوں کہ یا تو آپ یہاں سے تشریف لے جایئے یا یہ رام کہانی بند کیجیے...... سنتے سنتے برا حال ہو گیا اور دل دہلنے لگا۔

خدا خدا کر کے وہ اٹھا تو معین الدین رحمہ اللہ سے میں نے کہا: مجھے سخت پیشاب لگ رہا ہے۔ حضرت نے نہایت آرام سے فرمایا: غسل خانہ ساتھ ہی تو ہے اٹھو اور پیشاب کر لو۔ عرض کیا: میرا سارا جسم مارے ڈر کے کانپ رہا ہے...... موت سامنے کھڑی صاف نظر آرہی ہے...... اگر یہی حالت رہی تو میں تھوڑی دیر تک مر جاؤں گا...... مجھے اٹھا کر اور ہاتھ سے پکڑ کر پیشاب کرنے والی جگہ پر بٹھاؤ۔ وہ مجھ بے حال کا مذاق اڑاتے ہوئے اٹھے اور پیشاب کرایا...... اب اندھے کی طرح مجھے بازوؤں سے پکڑ کر چار پائی پر بٹھانے لگے تو میں نے کہا میں تو اکیلا نہیں لیٹوں گا۔ آپ کے ساتھ ہی لیٹوں گا۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ ہی لیٹا اور دو تین گھنٹوں کی جو رات رہ گئی تھی وہ جن بھوتوں کے تصور میں کٹی۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے سامنے جن ناچ رہا ہے اور ادھر بھوت دوڑا آرہا ہے۔

صبح ہوئی تو ناشتہ آ گیا اور میزبان نے ہمیں پھر تسلی کرائی کہ ناشتہ مسلمانوں کے گھر سے تیار کرایا گیا ہے۔ اب ہم نے مہمان خانے کی بالکونی پر کھڑے ہو کر دیکھا تو نیچے دور تک پھیلے ہوئے دالان میں کتنے ہی کچے مکان اور جھونپڑیاں سی تھیں۔ میزبان نے بتایا کہ یہ اس کے مزارعوں کے گھر ہیں۔ نو بجے کے قریب وہ بیوی کا جن نکالنے کیلئے ہمیں اپنے گھر لے گیا۔ آیئے اب دیکھتے ہیں کہ معین الدین رحمہ اللہ جن کیسے نکالتے ہیں؟

مہمان خانے سے چند قدم کے فاصلے پر ہم میزبان کے مکان پر تھے۔ ایک صاف ستھرے کمرے میں چار پائی پر وہ خاتون

Marfat.com

لیٹی ہوئی تھی۔ تین کرسیاں رکھی گئی تھیں۔ ایک پر خاتون کا شوہر بیٹھ گیا اور دو پر ہم بیٹھ گئے معین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے شوہر سے کہا: بی بی پر بڑی سی چادر ڈال دو...... چادر ڈال دی گئی تو انہوں نے کچھ پڑھنا شروع کیا۔ اتنے میں بھاری بھر کم سی آواز خاتون کے حلق سے بلند ہوئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جن حاضر ہو گیا ہے۔ خاتون کے پاؤں سے گھبراہٹ کی وجہ سے چادر سرک گئی۔ مولانا نے اس کے شوہر سے کہا: بی بی کے پاؤں پر چادر ڈال دو۔ یہ آج سے 67,68 برس پہلے (اکتوبر 1945ء) کی بات ہے۔ مولانا معین الدین رحمہ اللہ اور جن کا جو مکالمہ مجھے یاد ہے وہ عرض کرتا ہوں۔ خاتون کی آواز عجیب طرح کی ہو گئی تھی اور وہ دراصل جن کی آواز تھی۔ دونوں کے درمیان مکالمہ پنجابی میں ہوا تھا۔ میں اس کا اردو ترجمہ کر رہا ہوں۔

پنجابی جن کے ساتھ مکالمہ

مولانا: تمہارا نام کیا ہے؟۔ جن: نور محمد۔ مولانا: کہاں کے رہنے والے ہو؟۔ جن: ضلع حصار کا۔ مولانا: اس بے چاری عورت ذات کو کیوں پریشان کرتے ہو؟۔ جن: اس نے میرا نقصان کیا ہے۔ مولانا: کیا نقصان کیا ہے؟۔ جن: میں ایک درخت کے سائے میں بیٹھا روٹی پکا رہا تھا۔ یہ وہاں سے گزری' میرے آٹے کو پاؤں کی ٹھوکر ماری اور وہ مٹی میں مل گیا۔ مولانا: اس نے تمہیں روٹی پکاتے اور آٹا لیے بیٹھا دیکھا تھا؟۔ جن: نہیں۔ مولانا: تم نے اسے اپنی طرف اور اپنے آٹے کی طرف آتے ہوئے دیکھا تھا؟۔ جن: جی ہاں دیکھا تھا۔ مولانا: اس نے تمہیں نہیں دیکھا تھا...... اگر تم نے اسے دیکھ لیا تھا تو آٹا اٹھا کر اس کے راستے سے دور کیوں نہیں کیا؟

دفع جنات کیلئے اذان کا وظیفہ

اس پر وہ خاموش ہو گیا۔ اب مولانا نے کھڑے ہو کر دونوں کانوں میں انگلیاں ڈالیں اور اونچی آواز میں اذان دینا شروع کر دی...... **ادھر اذان کا پہلا کلمہ بلند ہوا اوادھر سے آواز آنے لگی ہائے جل گیا' ہائے مر گیا**...... اس اثناء میں چادر پھر خاتون کے پاؤں سے سرک گئی اور اس کی پنڈلیاں نظر آنے لگیں...... مولانا نے اس کے شوہر سے کہا: بی بی کے پاؤں اور ٹانگوں پر اچھی طرح چادر ڈال دو اور اسے ہاتھوں سے دبائے رکھو اترنے نہ دو۔

مولانا: جن سے مخاطب ہوئے اور کہا: تم صحیح صحیح بتاؤ کون ہو؟۔ جن: میں آپ کے پڑدادے حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد ہوں۔ مولانا: ان کے حلقہ شاگردی میں کہاں رہے؟۔ جن: لکھوکے میں۔ مولانا: کیا تم نے میرے پڑدادے سے یہ تعلیم حاصل کی ہے کہ عورتوں کو پریشان کرو؟ یہ تعلیم اسلام کے خلاف ہے میرے پڑدادے نے ہرگز کسی کو یہ تعلیم نہیں دی۔ تم اس عورت کو پریشان نہ کرو اور چلے جاؤ۔ جن: میں آپ کا احترام کرتا ہوں اور آپ کے حکم سے چلا جاتا ہوں۔

مولانا: کوئی نشانی دے جاؤ۔ اس نے مکان کی پختہ دیوار سے ایک اینٹ نیچے گرائی اور بھاری سی آواز میں السلام علیکم کہہ کر چلا گیا۔ کہتے ہیں جن جاتے ہوئے اگر اس طرح کی کوئی نشانی دے جائے تو دوبارہ نہیں آتا۔ اب وہ خاتون نڈھال ہو گئی تھی۔ اس نے تمام جسم پر اپنے ہاتھوں سے اچھی طرح چادر لپیٹی اور کروٹ لے کر دوسری طرف منہ کر کے لیٹ گئی۔ مولانا نے فرمایا: اب انشاء اللہ بی بی کو یہ شکایت نہیں ہوگی اور ہم اسی دن دوپہر کے وقت بھٹنڈہ آنے والی ٹرین پر سوار ہوئے اور ایک گاؤں میں آ گئے جس کا نام جھنبا تھا۔ (بحوالہ گزر گئی گزران ص 151 تا 156)

Marfat.com

(38) شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ وجانشین: حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

قارئین! شیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے زمانہ واقف ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کارناموں سے بڑے بڑے علماء وصوفیاء حیران وسرگرداں ہیں۔ ولایت میں آپکا مقام اتنا عظیم ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ جیسے سرخیل صوفیاء آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کے سلسلے سے وابستہ ہیں۔روئے ارض پر سلسلہ نقشبندی مجددی برسوں سے جاری و ساری ہے۔جماعت اہل حدیث کے بزرگوں میں حضرت عبداللہ غزنوی، مولانا غلام رسول قلعوی، حضرت صوفی محمد عبداللہ، امام عبدالجبار غزنوی، سید محمد داؤد غزنوی، حضرت بارک اللہ لکھوی، حافظ محمد لکھوی، اور دیگر لاتعداد مشہور اور غیر مشہور حضرات رحمہم اللہ اجمعین اسی سلسلے میں لوگوں سے بیعت لیتے رہے۔مولانا محمد اسحاق بھٹی مرحوم نے اپنی کتاب فقہائے ہند میں اس عظیم المرتبت ہستی کا تذکرہ زندہ کرنے کیلئے کئی صفحات وقف کیے۔آئیں ان میں سے چند صفحات کا مطالعہ کر کے جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کو مجدد الف ثانی کیوں کہا جاتا ہے اور ان کے متعلق مسلک اہل حدیث کے قدیم علماء کی کیا رائے تھی؟ (از: مرتب)

حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، جمعہ کے روز 14 شوال 971ھ (27 مئی 1564ء) کو سرہند میں پیدا ہوئے۔نسباً فاروقی تھے، سلسلہ نسب ستائیس واسطوں سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔والد مکرم کا اسم گرامی شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ تھا جو بہت بڑے فاضل اور فقہ، اصول فقہ اور معقولات ومنقولات کے ماہر تھے۔ طریقت وتصوف میں بھی کامل تھے، شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ گرامی شیخ رکن الدین گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور سلسلہ چشتیہ میں ان سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔طریقہ قادریہ میں شاہ کمال الدین کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض اور خرقہ خلافت سے بہرہ مند تھے۔سلسلہ نقشبندیہ میں بھی منازل سلوک طے کی تھیں۔شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ نے اسی (80) سال عمر پا کر 17 رجب 1007ھ (3 فروری 1599ء) کو سرہند میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔(فقہائے ہند ج:4 ص:60)

سرہند کی تعمیر کا روحانی راز

سرہند ایک مشہور شہر ہے جو ضلع پٹیالہ (مشرقی پنجاب، ہندوستان) میں واقع ہے۔سرہند دراصل سہرند تھا، یہ دو الفاظ ''سہ اور رند'' سے مرکب ہے اور اس کے معنی ہیں شیروں کا جنگل۔''سہ'' کے معنی شیر اور ''رند'' کے معنی جنگل کے ہیں۔زمانہ قدیم میں یہ علاقہ بہت بڑا جنگل اور شیروں کا مسکن تھا، اس لئے ''سہرند'' کے نام سے مشہور تھا۔کہتے ہیں فیروز شاہ تغلق کے عہد میں ایک مرتبہ شاہی خزانہ محافظوں کی نگرانی میں لاہور سے دہلی منتقل کیا جارہا تھا جب قافلہ اس مقام پر پہنچا جہاں اب سرہند آباد ہے تو ایک صاحب کشف بزرگ پر جو قافلے کے ہمراہ سفر کر رہے تھے، یہ منکشف ہوا کہ یہاں ایک بہت بڑا ولی پیدا ہوگا، یہ خبر بادشاہ کے گوش گزار ہوئی تو اس نے وہاں ایک شہر تعمیر کرنے کا حکم دیا اور تعمیر کا کام شیخ رفیع الدین کے سپرد کیا۔شیخ رفیع الدین چھٹی پشت

Marfat.com

میں شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد میں سے تھے۔ شہر کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد شیخ رفیع الدین وہیں آباد ہو گئے تھے۔ اس کے بعد کثرت استعمال کی وجہ سے یہ شہر ''سہرند'' سے سرہند'' میں بدل گیا اور اب اس کو اسی نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

متبع کتاب وسنت گھرانہ

شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے ایسے برگزیدہ خاندان کے چشم و چراغ تھے جو ابتدا ہی سے علم و فضل، زہد و ورع اور تدین و تقویٰ کی دولت سے مالا مال تھا۔ ان کے والد محترم شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ بھی صاحب علم و صلاح اور متبع کتاب وسنت بزرگ تھے۔ ان کی فیض رسانی کا سلسلہ بہت وسیع تھا اور بے شمار لوگ ان کے حلقہ درس و افادہ میں شامل تھے، شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی، پہلے قرآن مجید حفظ کیا، پھر تفسیر و حدیث اور علوم عقلیہ کی تکمیل کیلئے کبار علمائے کرام سے رجوع کیا۔ سیالکوٹ بھی گئے، جہاں اس زمانے کے مشہور محدیث وفقیہ مولانا یعقوب صرفی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا کمال الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ درس جاری تھا، شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا یعقوب رحمۃ اللہ علیہ سے سند حدیث لی اور معقولات کی بعض انتہائی کتابیں مولانا کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں، جو اس دور کے عالم و محقق اور عابد و زاہد تھے۔ سیالکوٹ میں مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹی شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سبق و ہم مکتب تھے۔۔ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے ذہن اس قدر اخاذ، حافظہ اس درجہ تیز پایا تھا اور حصول علم کا شوق ان پر اتنا غالب تھا کہ سترہ سال (ایک اور روایت کے مطابق اکیس سال) کی عمر میں تمام علوم مروجہ سے فارغ ہو گئے تھے اور سرہند میں درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت کا شہرہ دور دور تک پہنچ گیا تھا اور اصحاب علم ان سے بہت متاثر تھے۔ (فقہائے ہند، ج:4 ص:61)

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں

شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں دہلی کی مسند تصوف پر حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ متمکن تھے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا اصل وطن کابل تھا، وہ ترک وطن کر کے وارد ہند ہوئے تھے اور دہلی کو اپنا مسکن ٹھہرالیا تھا۔ اپنے عصر کے علم المرتبت صوفی اور رفیع القدر بزرگ تھے۔ انہوں نے کل چالیس برس عمر پائی۔ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے تکمیل علم کے بعد خود مسند تدریس آراستہ کی اور منازل سلوک طے کیں۔ اس کے بعد دہلی میں خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ ان کی فراوانی علم، جودت طبع اور زہد و تقویٰ سے نہایت متاثر ہوئے اور بہت ہی قلیل مدت میں انہوں نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے تمام مراتب سلوک طے کر لیے۔ اس ضمن میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک دوست کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

(فارسی خط کا ترجمہ) شیخ احمد سرہند کے رہنے والے ہیں، کثرت علم اور پختگی علم میں یکتا ہیں، چند روز فقیر نے ان کے ساتھ نشست و برخاست کی، ان کے کوائف اوقات سے بہت سے عجائب مشاہدہ میں آئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک چراغ کی طرح چمکیں گے، جس سے دنیا میں روشنی پھیلے گی۔ الحمد للہ! ان کے احوال کاملہ سے مجھے اس بات کا یقین ہو چکا ہے۔
(فقہائے ہند، ج:4 ص:62)

Marfat.com

لاہور میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا فیض

خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ وارد لاہور ہوئے' لاہور میں ان کے علمی فیوض و کمالات نے بڑی شہرت پائی۔ یہاں کے جلیل القدر علماء جن میں مولانا جمال الدین تلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان کے حلقہ بیعت وارادت میں شامل ہوئے اور بہت سے مشائخ نے ان سے فیض حاصل کیا۔ شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ لاہور میں تھے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر پہنچی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ لاہور سے پاپیادہ دہلی پہنچے اور اپنے مرشدزادوں' ان کے عقیدت مندوں اور دیگر حضرات سے اظہار تعزیت کیا۔ یاد رہے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے پسماندگان میں دو کم عمر بیٹے تھے' ایک کا نام خواجہ عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ اور ایک خواجہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ دو بیوگان تھیں اور یہ دونوں لڑکے ان دونوں کے بطن سے تھے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:63)

اکبری دور کے فتنے

شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش شہنشاہ جلال الدین اکبر کے عہد میں ہوئی۔ ملا بدایونی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ بادشاہ اپنی ہندو رعایا کو خوش کرنا چاہتا تھا' اپنا رخ اسلام سے پھیر لیا تھا' اس نے **علمائے سوء کی بے حد ہمت افزائی کی جو اس سے مالی فوائد حاصل کرنے کیلئے ہر قدم اٹھانے کو تیار رہتے تھے**' اس نے اپنے گرد وپیش ایسے لوگوں کو جمع کر لیا تھا جو وحی اور شریعت کے منکر تھے' عقیدہ وحی کے حاملین کو پرانی ذہنیت کے مقلدین قرار دیا جاتا تھا۔ بادشاہ نے علی رؤس الاشہاد اسلام کی مخالفت کی اور احکام اسلامی کو عارضی اور نامعقول قرار دیا۔ ہندوؤں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر زبان طعن دراز کی اور برملا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب و شتم کیا۔ بادشاہ قرآن کا منکر ہو گیا تھا' حیات بعد الممات اور یوم جزا کا انکار کرتا تھا' اس نے پہلے یہ حکم دیا تھا کہ لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ برسر عام پڑھا جائے لیکن جب اس سے ہنگامہ آرائی کا خطرہ پیدا ہوا تو مصلحتاً اس کلمہ کو حرام سرائے کی چاردیواری تک محدود رکھنے کا حکم دیا گیا۔ سجدہ جسے اسلام نے فقط اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص کیا ہے' بادشاہ کیلئے لازم ٹھہرایا گیا۔ شراب نوشی حلال کی گئی' خنزیر کا گوشت جزو خوراک بنایا گیا' جزیہ موقوف کر دیا گیا' ذبیحہ گاؤ حرام قرار دے دیا گیا' ملک میں کتے اور سور کے بچوں کی پرورش کو خاص طور پر مروج کیا گیا' کیونکہ وہ مظہر الٰہی سمجھے جاتے تھے۔ صوم وصلوٰۃ اور حج منسوخ کئے گئے' تقویم اسلام کے بجائے الٰہی ماہ وسائل رائج کئے گئے اور کہا گیا کہ اسلام ایک ہزار سال کے بعد ختم ہو گیا ہے۔ عربی کی تعلیم کو بنظر حقارت دیکھا جانے لگا' اذان اور نماز باجماعت جس کی پابندی پانچ وقت دیوان حکومت میں کی جاتی تھی' بند کر دی گئی۔ اس طرح اور بھی بہت سے اسلامی احکام پر عمل پیرا ہونے سے سختی سے روک دیا گیا تھا جو علمائے کرام اسلام کی کھل کر تبلیغ کرتے یا بادشاہ سے اختلاف کی جرات کرتے یا

> **بدکار طوائف اسی وقت تائب ہو گئی**
>
> سالہا سال سے بدکاری میں مبتلا ایک طوائف قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس پیشے سے توبہ کرو اور کسی شریف آدمی سے نکاح کر لو۔ چنانچہ وہ اسی وقت تائب ہو گئی اور تیس سال زندہ رہی اور عابدہ و زاہدہ خاتون کی حیثیت سے زندگی بسر کی۔
>
> (بحوالہ: تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

ارکان دین پر کاربند ہوتے، انہیں یا تو جلاوطن کر دیا جاتا یا دور دراز علاقوں میں بھیج دیا جاتا یا جیل میں محبوس کر دیا جاتا یا موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا۔

اکبر کے بعد ہندوستان کا تخت حکومت جہانگیر کے سپرد ہوا' جہانگیر عملی اور فکری اعتبار سے اگرچہ باپ سے بہت مختلف تھا' تاہم بعض گمراہیاں اس وقت بھی موجود تھیں' یہ وہ حالات تھے جو واقعتاً کسی مصلح اور مجدد کی آمد کے طالب تھے اور متقاضی تھے کہ کوئی ایسا شخص پیدا ہو، جواز سرنو اسلام کی نشر و اشاعت کا اہتمام کرے اور کسی خوف اور خطرے کی پیروا کئے بغیر اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کیلئے میدان عمل میں نکلے۔

حدیث اور تصوف کا درس ساتھ ساتھ

چنانچہ اس دور میں اللہ تعالیٰ نے شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں اعلائے کلمۃ اللہ کا جذبہ پیدا کیا اور وہ اس کیلئے کمر بستہ ہو گئے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد انہوں نے اپنے شہر سرہند میں مسند تدریس آراستہ کی اور تفسیر' حدیث' فقہ' اصول فقہ' علم کلام اور تصوف کا درس دینا شروع کیا۔ ان کے حلقہ درس میں بے شمار علماء و طلباء شریک ہوتے اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ ان کو تفسیر بیضاوی' صحیح بخاری' مشکوٰۃ' ہدایہ' بزدوی' شرح المواقفت اور عوارف المعارف وغیرہ کتابوں کا درس دیتے۔ یہ گویا شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا حلقہ درس وارشاد تھا۔ (فقہائے ہند' ج:4ص: ۶۳)

خواب میں بشارتیں

اکبر بادشاہ کے وقت میں سلطنت کے ایک رکن ''شیخ سلطان رحمۃ اللہ علیہ'' تھے۔ ایک رات انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک بڑا قوی الجثہ ہاتھی لوگوں کو ہلاک کر رہا ہے۔ اتنے میں ایک مردِ خدا بہت سی افواج سمیت نمودار ہوا، جس نے آتے ہی ہاتھی پر ایک غضب کی نگاہ ڈالی۔ نگاہ پڑتے ہی ہاتھی فوراً زمین پر گر کر دم بخود ہو گیا۔ وقت کے **علماء نے اس خواب کی تعبیر کی کہ عنقریب ایک شخص پیدا ہوگا، جو اکبر کے الحاد وزندقہ کو بالکل مٹا دے گا۔** شیخ سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے کمال عقیدت کی وجہ سے اپنی بیٹی کی شادی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے کر دی تھی۔ (بحوالہ سیرت امام ربانی۔ ص، ۵۱۔ از: مولانا محمد داؤد پسروری مرحوم)

منصب قیومیت کا تحفہ ملنا

ایک روز نماز ظہر کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اعلیٰ درجہ کی نوری خلعت اپنے اوپر مشاہدہ کی۔ اسی وقت القاء ہوا کہ یہ قیومیت کی خلعت ہے، جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال اتباع کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو عطا ہوئی ہے۔ (بحوالہ سیرت امام ربانی۔ ص، ۷۸)

منصب تجدید پر فائز ہونے کی بشارت

اب زمانے نے انگڑائی لی' افق سرہند سے جمال حق کی شعاع پھوٹی اور حجۃ الاسلام' مجدد العصر شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ منصب تجدید پر فائز ہوئے۔ وقت آیا کہ بدعات کی شب تاریک میں سنت و ہدایت کی مشعل فروزاں ہو اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

Marfat.com

لائے ہوئے دین کو الحاد و زندیقیت کی آلودگیوں سے پاک کر کے اپنے سادہ اور صحیح رنگ میں جلوہ گر کیا جائے۔ اب حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ امن و عافیت کی وادی سے باہر نکلے اور دعوت و اصلاح کی امتحان گاہ میں پہنچ گئے۔ وہ نصرت الٰہی پر اس درجہ یقین رکھتے تھے کہ نہ شہنشاہ ہند کا تخت و تاج انہیں مرعوب کر سکا' نہ اس کا جبر و جلال ان کا راستہ روکنے میں کامیاب ہو سکا اور نہ اس کا لشکر جرار ان کے آگے بڑھتے ہوئے قدموں میں رکاوٹ پیدا کر سکا۔

شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ اپنے وقت کے مجدد تھے' سب سے پہلے جس شخص نے ان کو مجدد الف ثانی کے لقب سے ملقب کیا' وہ مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹی تھے۔ روضہ قیومیہ کی روایت کے مطابق مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب میں ان کو ان الفاظ سے مخاطب فرمایا: امام ربانی' محبوب سبحانی' مجدد الف ثانی۔

بیٹے کو مجدد کی اہمیت سمجھانا

دوسری طرف شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ' امام الشریعت' قیوم اول اور مجدد الف ثانی کے پر عظمت القاب سے ملقب ہو چکے تھے اور سرزمین برصغیر میں سرہند کو علم و فضل کے ایک عظیم مرکز کی حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔ مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹی بایں شکوہ علم و فضل سرہند ہو گئے اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت سے سرفراز ہوئے۔ انہوں نے ''دلائل التجدید'' کے نام سے ایک رسالہ سپرد قلم فرمایا' جس میں دلائل و براہین سے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے مجدد ہونے کا ثبوت فراہم کیا اور خود شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مکتوبات میں کہیں اشارۃً اور کہیں صراحتاً مجدد الف ثانی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ چنانچہ اپنے بیٹے خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کو ضرورت مجدد کا شدید احساس کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

اے عزیز! یہ وہ وقت ہے' جبکہ ایسے ظلمت سے بھرے ہوئے دور میں پہلی امتوں میں اولوالعزم پیغمبر معبوث ہوتے تھے اور نئی شریعت کا احیاء کرتے تھے اور اس امت (محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم) میں جو خیر الامم ہے اور اس امت کے رسول خاتم الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اس کے علماء کو انبیائے بنی اسرائیل علیہ السلام کا درجہ عطا کیا گیا ہے' انور انبیائے علیہم السلام کی بجائے علماء کے وجود کو کافی سمجھا گیا ہے' اسی لئے ہر صدی کے آخر میں اس امت کے علماء میں سے ایک مجدد متعین کرتے ہیں تاکہ وہ شریعت کا احیاء کرے۔ بالخصوص ہزار سال کے بعد جو کہ اولوالعزم پیغمبر کے معبوث ہونے کا وقت ہے اور اس وقت ہر پیغمبر پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ پیغمبر اولوالعزم کو معبوث فرمایا۔ اسی طرح اس زمانے میں ایک ایسے عالم و عارف کی ضرورت ہے جو پوری معرفت رکھتا ہو اور گزشتہ امتوں کے اولوالعزم پیغمبر کے قائم مقام ہو۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص: ٦٤)

سو سالہ اور ہزار سالہ مجدد میں فرق

ایک اور مکتوب میں واضح الفاظ میں اپنے مجدد ہونے کا اعلان فرماتے ہیں۔ ان الفاظ کا ترجمہ یہ ہے:

یہ معارف' احاطہ ولایت سے بالاتر ہیں' ان کے سمجھنے میں علماء ظواہر کی طرح اصحاب ولایت عاجز و قاصر ہیں' یہ علوم انوار نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی مشکوٰۃ نبوت سے مقتبس ہیں' جو الف ثانی کی تجدید کے عہد تبعیت و وراثت کے طور پر تر و تازہ اور ظہور پذیر ہوئے۔ ان علوم و معارف کا حامل اس الف کا مجدد ہے' چنانچہ اس کے علوم و معارف میں جو ذات و صفات اور افعال سے متعلق ہیں' اصحاب نظر و فکر پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ ان علوم کی تربیت احوال و مواجید اور تجلیات و ظہورات سے ہوتی ہے اور وہ جانتے ہیں کہ

Marfat.com

یہ علوم ومعارف علماء کے علوم اور اولیاء کے معارف سے بہت بلند اور ماوراہیں۔ بلکہ اولیاء وعلماء کے علوم ان علوم کے مقابلے میں قشر اور چھلکے کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان معارف کو ان چھلکوں کے اندر مغز کا درجہ حاصل ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی ہادی ہے' جان لینا چاہئے کہ ہر سو سال بعد ایک مجدد ہو گزرا ہے لیکن سو سال کا مجدد اور ہے اور ہزار سال کا مجدد اور۔ جس قدر سو اور ہزار سال کے درمیان فرق ہے اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ ان دونوں مجددوں کے درمیان فرق ہے اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ جو فیض اس مدت میں امتوں کو پہنچتا ہے، اسی کے ذریعے پہنچتا ہے، اگرچہ اس زمانے میں اقطاب واوتاد بھی موجود ہوں اور ابدال ونجبا بھی۔

ایک اور مقام پر اپنے صاحبزادہ گرامی خواجہ محمد معصوم کو ایک مکتوب تحریر فرماتے ہیں' جس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

اے فرزند! باوجود اس امر کے جو میری آفرینش سے متعلق ہے' **ایک بہت بڑا کام میرے سپرد کیا گیا ہے' مجھے پیری مریدی کیلئے اس دنیا میں نہیں لایا گیا** اور نہ میرے وجود سے ارشاد وتربیت مقصود ہے۔ معاملہ کچھ اور ہی ہے اور اللہ تعالیٰ مجھ سے کچھ اور ہی کام لینا چاہتا ہے' ہاں اس سلسلے میں جس کو مناسب ہو' وہ یہ فیض بھی حاصل کرے جو کام اللہ تعالیٰ کو مجھ سے لینا مقصود ہے' اس کے مقابلے میں یہ دعوت وارشاد کا کام بہت ہیچ ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کو انبیاء کرام علیہم کے باطنی معاملات سے یہی نسبت تھی۔ اگرچہ منصب نبوت ختم ہو چکا ہے لیکن نبوت کے کمالات وخصائص سے بطریق تبعیت ووراثت' انبیائے کرام علیہم السلام کے کامل متبعین کو بہرہ حاصل ہے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:٦٥، ٦٦)

اسلاف محدثین کی رائے

حضرت علامہ نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تصنیف تقصار فی جنود الاحرار میں شیخ احمد سرہندی کے حالات بیان کرتے ہوئے انہیں مجدد' متبحر عالم' عارف کامل' متبع سنت اور شدید مخالفت بدعات قرار دیا ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

یعنی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ عالم وعارف اور کامل ومکمل تھے۔ اپنے عہد میں طریقہ نقشبندیہ کے امام تھے اور صوفیا کیلئے راہ سلوک کے مجدد۔ معرفت وخداوندی اور مقامات سلوک کی انتہا پر پہنچنے میں ان کو جو علم اور کمال تبحر حاصل تھا' اس پر ان کے مکتوبات شاہد اور واضح دلیل ہیں' جو تین جلدوں کو محتوی ہیں' ان کے مبارک سوانح میں کئی رسالے لکھے گئے ہیں۔ ان مختصر الفاظ میں ان کے کمالات کا احاطہ نہیں ہو سکتا' وہ اتباع سنت اور ترک بدعت میں حریص تھے' شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی اور مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ جیسے حضرات کا ان کے سلسلہ طریقت میں داخل ہونا ان کی قدر ومنزلت کے ثبوت کیلئے کافی ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ وہ اپنے زمانے میں امام اہل سنت تھے' اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت کی بارش کرے۔ ظاہر وباطن میں ان کا طریقہ کتاب وسنت پر مبنی ہے اور جو چیز ان دو محکم اصولوں کے خلاف ہو' وہ ان کے طریقے میں مقبول نہیں۔ معرفت وقبول کی منازل پر پہنچنے کیلئے یہ مکتوبات اصول عظیمہ ہیں۔ طالب صادق اور سالک راغب کو کسی بھی حال میں مکتوبات کے مطالعہ سے بے نیازی وبے اعتنائی نہیں ہو سکتی۔

ریاض المرتاض میں حضرت نواب صاحب ممدوح رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے کشوف کے مرتبہ بلند کا اندازہ کرنا چاہئے کہ وہ چشمہ صحو سے ظہور پذیر ہوئے اور کبھی کوئی کشف خلاف شریعت نہ ہوا' بلکہ اکثر کی شریعت موید ہے اور بعض کشف ایسے ہیں کہ شریعت ان کے بارے میں ساکت ہے۔

Marfat.com

اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم میں اولوالعزم نبیوں کا۔

شیخ محسن بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ بکری تیمی الیانع الجنی میں ارقام فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے جس انداز سے اسلام کی تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا اور جس اسلوب وطریق سے انہوں نے دین کی نشر وذیوع کو اپنا مطمح نظر ٹھہرایا' اس میں وہ قطعی حق بجانب تھے۔

گھریلو صدمات میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا صبر وضبط

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ انتہائی بلند حوصلہ اور پیکر تسلیم و رضا تھے' اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ 1025ھ (1616ء) میں طاعون کا مہلک مرض پورے زوروں سے پھوٹا' اس میں تین چار روز کے اندر اندر ان کے خاندان کے متعدد افراد لقمہ اجل ہوگئے' ان کے بڑے بیٹے خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ (جو بیس سال کے جوان رعنا تھے' 19 ربیع الاول 1025ھ (27 مارچ 1616ء کو فوت ہوئے) دو کمسن بیٹے (محمد فرخ اور محمد عیسیٰ) ایک صاحبزادی ام کلثوم اور خاندان کے کئی افراد اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ جید عالم' متقی اور بڑے پرہیز گار تھے' انتہائی اور مشکل کتب درسیہ طلباء کو پڑھاتے تھے' جن میں مطول مع حاشیہ میر' شرح عقائد مع حاشیہ خیالی اور تحریر اقلیدس خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ یہ کتابیں خود حضرات القدس رحمۃ اللہ علیہ کے مصنف اور شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد خلیفہ ملا بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پڑھی تھیں۔ خواجہ ممدوح رحمۃ اللہ علیہ اپنے چھوٹی بھائی محمد عیسیٰ کے جنازے میں گئے اور انہیں دفن کر کے لوٹے تو طاعون کی گلٹی نمودار ہوئی اور دوسرے روز انتقال کر گئے۔ یہ تمام موتیں بالخصوص خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کی موت حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کیلئے انتہائی باعث حزن و ملال تھیں' اس کا اندازہ دفتر اول کے آخر اور دفتر دوم کے شروع کے ان مکتوبات سے ہوتا ہے جو انہوں نے تعزیتی خطوط کے جواب میں لکھے۔ ان میں ایک مکتوب شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی کے نام بھی ہے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:۶۸،۶۷)

عہد جہانگیری میں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی مساعی

اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کی بہت بڑی تعداد خدمت دین کی انجام دہی کیلئے تیار کی اور انہیں دین صحیح کی تبلیغ و اشاعت کیلئے مختلف علاقوں اور شہروں میں متعین کیا اور حکم دیا گیا کہ وہ اتباع سنت پروز ورد یں اور لوگوں کو دائرہ شریعت میں واپس لانے کیلئے جدوجہد کریں۔ اس مہم کو فقط سرزمین برصغیر تک محدود نہیں رکھا گیا بلکہ اس سے متصل دیگر مسلمان ملکوں میں بھی موثر ومنظم طریق سے اس کا آغاز کیا گیا۔

دربار شاہی کے معروف اور امرا اور موثر شخصیات کو اپنے حلقہ ارادت میں داخل کیا تا کہ ایک طرف یہ اپنے دائرہ اثر کے لوگوں میں اسلامی ذہن پیدا کریں اور ان میں دینی انقلاب بپا کرنے کیلئے کوشاں ہوں۔ دوسری طرف بادشاہ کی ذہنی و قلبی کیفیت کو بدلنے کیلئے اپنا ذاتی اور محکمانہ اثر استعمال کریں۔

گستاخانہ ردعمل

بادشاہ ہند جہانگیر اور اس کے بعض وزراء پر اس کا شدید ردعمل ہوا اور وہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی اس ہمہ گیر دینی جدوجہد سے گھبرا اٹھے'

Marfat.com

آصف جاہ، جہانگیر کا وزیر اعظم تھا، اس نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں محتاط رہنا چاہئے، یہ نہایت سرکش اور حکومت کے باغی ہیں۔ ان کا اثر ہندوستان کی سرحدوں سے بھی آگے بڑھ گیا ہے اور ایران، توران اور بدخشان وغیرہ ملکوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے، انہوں نے بادشاہ کو سجدہ کرنے کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے، جبکہ سجدے کی رسم شہنشاہ اکبر کے زمانے سے چلی آرہی ہے اور علماء وفقہاء اس کے جواز کا فتویٰ دے چکے ہیں۔ فوج کے سپاہیوں اور دیگر محکموں کے ارکان کو اس کی اور اس کے مریدین کی مجلسوں میں جانے سے روکا جائے۔ نیز اس موقع پر یہ بھی ضروری ہے کہ شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ کو نظر بند کردیا جائے، بادشاہ بلاشبہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو نظر بند کرنا چاہتا تھا مگر یہ آسان کام نہ تھا، بڑے بڑے امرا اور مشہور اعیان سلطنت ان کا احترام کرتے اور ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہو چکے تھے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو نظر بند کرنے کی صورت میں بادشاہ کو ان امرا کی طرف سے شدید خطرہ لاحق تھا لیکن بادشاہ نے اس مشکل کا حل یہ تلاش کیا کہ ان امرا کو دور دراز مقامات میں بھیج دیا جائے، خان خاناں کو دکن میں، سید صدر جہاں کو مشرقی ممالک میں، خان جہاں لودھی کو مالودہ میں، خان اعظم کو گجرات میں اور مہابت خاں کو کابل میں تبدیل کردیا۔

بادشاہ کیساتھ بادشاہ ولایت کی گفتگو

اس کے بعد بادشاہ نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شاہی فرمان کے ذریعے ملاقات کی دعوت دی اور کہا کہ ہم آپ کی اور آپ کے خلفاء کی زیارت کے مشتاق ہیں، تشریف لاکر شکریہ کا موقع دیں، اس فرمان کے بعد حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اپنے بعض خلفاء کی معیت میں جہانگیر کے دربار شاہی میں داخل ہوئے۔ بادشاہ تخت پر جلوہ افروز تھا، حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، بادشاہ کے حضور پیش ہوئے مگر اس حالت میں کہ خلاف شرع آداب و رسوم بجالانا تو کجا، سلام تک نہ کیا۔ بادشاہ نے دریافت کیا آپ آداب سلطنت کیوں بجانہیں لائے؟ فرمایا دین اسلام کا یہ حکم ہے کہ ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو السلام علیکم کہنا چاہئے لیکن مجھے **معلوم تھا کہ آپ ہمارے سلام شرعی کا جواب نہیں دیں گے اس لئے میں نے السلام علیکم بھی نہیں کہا۔**

اب بادشاہ مروجہ آداب کے مطابق سجدے کا طالب ہوا لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کردیا اور فرمایا سجدہ ذات خداوندی کے سوا کسی کو کرنا روا نہیں۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اس جواب پر مفتی عبدالرحمن آگے بڑھے جو دربار جہانگیری میں شیخ الاسلام کے مرتبے پر فائز تھے، انہوں نے کتب فقہ سے سلاطین کیلئے سجدہ تحیت کا جواز پیش کیا اور کہا میں بحیثیت مفتی فتویٰ دیتا ہوں کہ شہنشاہ کے سامنے سجدہ تحیت جائز ہے لیکن حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے دلائل کو ٹھکرا دیا اور بادشاہ کے سامنے سجدہ ریز نہ ہوئے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اس جواب سے بادشاہ سخت غضبناک ہوا اور ان کیلئے سزائے موت کا حکم جاری کردیا۔ پھر کچھ سوچنے کے بعد گوالیار کے قید خانے میں ڈال دیا اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ ایک مدت تک اس قید خانے میں محبوس رہے۔

(فقہائے ہند، ج:4 ص:۲۰۷)

قارئین! یہاں تک آپ نے حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق پڑھا کہ وہ ایک سچے موحد اور پکے متبع سنت بزرگ تھے۔ صرف جلیل القدر عالم دین ہی نہیں، بلکہ عظیم المرتبت صوفی بھی تھے۔ آئیں اب دیکھتے ہیں کہ روحانی دنیا میں ان کا کیا مقام ہے۔ (از: مرتب)

Marfat.com

مراقبے میں تکوینی رازوں کی پردہ کشائی

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات میں لکھتے ہیں: عرض یہ ہے کہ دوسری مرتبہ اس مقام کے ملاحظہ کے وقت اور بہت سے مقامات ایک دوسرے کے اوپر ظاہر ہوئے۔ نیاز و عاجزی سے توبہ کرنے کے بعد جب اس مقام سے اوپر کے مقام پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا مقام ہے اور دوسرے خلفا کا بھی اس مقام میں عبور واقع ہوا ہے اور یہ مقام بھی تکمیل و ارشاد کا مقام ہے اور ایسے ہی اس مقام سے اوپر کے دو مقام بھی جن کا اب ذکر ہوتا ہے' تکمیل و ارشاد کے مقام ہیں اور اس مقام کے اوپر ایک اور مقام نظر آیا' جب اس مقام پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مقام ہے اور دوسرے خلفا کا بھی وہاں عبور واقع ہوا ہے اور اس مقام سے اوپر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام ظاہر ہوا۔ بندہ اس مقام پر بھی پہنچا اور اپنے مشائخ میں سے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کو اپنے مقام میں اپنے ہمراہ پایا اور دوسرے خلفا کا بھی اس مقام میں عبور واقع ہوا ہے سوائے عبور اور مقام اور مرور اور اثبات کے کچھ فرق نہیں ہے اور اس مقام کے اوپر سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی مقام معلوم نہیں ہوتا اور حضرت **ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقابل ایک نہایت عمدہ نورانی مقام کہ اس جیسا کبھی نظر نہ آیا تھا'** ظاہر ہوا اور وہ مقام اس مقام سے تھوڑا سا بلند تھا جس طرح کہ صفہ کو سطح زمین سے ذرا بلند بناتے ہیں اور معلوم ہوا کہ وہ مقام محبوبیت کا مقام ہے اور وہ مقام رنگین اور منقش تھا' اپنے آپ کو اس مقام کے عکس سے رنگین معلوم کیا۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:۲۷)

کم عقل لوگوں کے بے بنیاد اعتراض

اس مکتوب کی وجہ سے کچھ لوگوں نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کیا اور کہا کہ وہ اپنے آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل گردانتے ہیں۔ اس کا انہوں نے جواب بھی دیا مگر معترضین کو تسلی نہ ہوئی اور مرزا فتح اللہ گیلانی اور قاضی سنام ایسے بعض مرید اس مسئلے پر ان سے علیحدہ بھی ہو گئے۔ اس پر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا فتح اللہ کو ایک تفصیلی خط لکھا' جس میں واضح کیا کہ میں اپنے آپ کو قطعاً حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں سمجھتا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے چند الفاظ کا ترجمہ یہ ہے:

وہ شخص جو اپنے آپ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل جانے اس کا حال دو امر سے خالی نہیں ہے یا وہ زندیق محض ہے یا جاہل۔۔۔ وہ شخص حضرت امیر رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل کہے وہ اہل سنت والجماعت کے گروہ سے نکل جاتا ہے تو پھر اس شخص کا کیا حال ہے جو اپنے آپ کو افضل جانے؟''۔

''حضرات القدس'' ایک مشہور کتاب ہے جو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات اور اصلاحی کارناموں پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب مولانا بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور خلیفہ تھے اور سترہ سال ان کی خدمت میں رہے تھے۔ اس میں بھی جہانگیر کے دربار میں ان کی حاضری اور دونوں کے درمیان سوال و جواب کا ذکر موجود ہے۔ الفاظ کا ترجمہ یہ ہے:

جبکہ حضرت شیخ قدس سرہ کو اس کلام (مکتوب) کے باعث جہانگیر بادشاہ کے پاس لے گئے تو بادشاہ نے ان سے پوچھا کہ ہم

Marfat.com

نے سنا ہے، آپ نے لکھا ہے کہ میرا مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بلند تر ہے۔آپ نے یہی جواب دیا: (یعنی عبور و مرور اور اثبات کے فرق کی وضاحت کی) اور بادشاہ سے ایک مثال بھی بیان کی کہ مثلاً آپ کسی ادنیٰ کو خدمت کیلئے بلائیں اور اس سے ازراہ نوازش اسرار کی باتیں کریں تو وہ لامحالہ پنج ہزاری امرا کے مقام کو طے کر کے پیشی تک پہنچے گا اور پھر اپنے مقام پر واپس جا کر کھڑا ہو جائے گا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا مرتبہ امرائے پنج ہزاری سے زیادہ ہو گیا ہے۔ یہ جواب سن کر بادشاہ کا عتاب دور ہو گیا'' (فقہائے ہند ج:4 ص:۷۳)

سلطان الاولیاء پر آزمائش

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے انکار اور طرز عمل سے بادشاہ نہایت خشمگین ہوا اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو انی رائے سنگھ دلن کے حوالے کر کے گوالیار کے قلعے میں قید کر دیا۔ظاہر ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو پہلے سے معلوم تھا کہ بادشاہ ان پر کس درجہ خفگی کا اظہار کرے گا اور اس کا انہیں کیا خمیازہ بھگتنا پڑے گا لیکن چونکہ دربار شاہی کے بڑے بڑے امرا اور فوج کے بعض نامور عہدیدار شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو چکے تھے اور ان سے انتہائی عقیدت رکھتے تھے، اس لئے ان پر شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری کا شدید ردعمل ہوا۔ اگرچہ بادشاہ نے بغاوت کے خطرے کے پیش نظر انہیں دور دراز علاقوں میں بھیج دیا تھا، تاہم ان کے دل شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے دام عقیدت سے بندھے ہوئے تھے اور وہ کسی صورت میں ان کی اس عظیم ابتلا کو برداشت کرنے کیلئے تیار نہ تھے۔ چنانچہ وہ اس سے متاثر ہوئے اور بادشاہ کے اس انتہائی اقدام کی سخت مذمت کی۔ان حضرات میں کابل کے گورنر مہابت خاں کا نام بالخصوص ذکر ہے، اسے جب شیخ کی گرفتاری کی اطلاع پہنچی تو بہت برافروختہ ہوا۔اس نے خطبے اور سکے سے جہانگیر کا نام نکال دیا اور اپنی فوج کی ایک خاص تعداد کے ساتھ جو چیدہ چیدہ افراد پر مشتمل تھی، ہندوستان پر حملہ آور بھی ہوا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے دریائے جہلم کے کنارے بادشاہ کو گرفتار بھی کر لیا تھا ممکن ہے وہ اس سے بھی تجاوز کرتا لیکن حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے قید خانے سے اس کو پیغام بھجوایا اور ہدایت کی کہ بغاوت سے باز رہے۔ بادشاہ کی اطاعت سے انحراف نہ کرے اور فتنہ وفساد کو روکے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اس حکم سے اس نے بادشاہ کو رہا کر دیا۔

حضور ﷺ کو اپنے غلام کی رہائی کا فکر

بادشاہ جہانگیر لکھتا ہے کہ ''اسی تاریخ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو جو چند روز زندان ادب میں محبوس رہے، حضور میں طلب کیا گیا۔ میں نے ان کو رہا کر دیا، خلعت اور ہزار روپے خرچ کیلئے عنایت کئے، چلنے پھرنے اور قیام کی آزادی عنایت کی۔ انہوں نے از روئے انصاف، اس تنبیہ و تادیب کو اس بات پر محمول کیا کہ یہ درحقیقت ایک ہدایت اور سبق کا ذریعہ تھی۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی رہائی کا اصل باعث کیا تھا؟ اس کے بارے میں تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ ایک رات بادشاہ ہند جہانگیر نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ایک جگہ تشریف فرما ہیں اور حیرت و افسوس کے ساتھ دانت مبارک میں انگلی دبا کر بادشاہ سے فرما رہے ہیں: جہانگیر! تو نے میرے دین کے کتنے بڑے خدمت گار کو قید کر دیا''۔

Marfat.com

یہ منظر دیکھ کر جہانگیر فوراً خواب سے بیدار ہوا' قلب وذہن پر سخت ندامت و پریشانی کے اثرات ظاہر ہوئے اور بلاتاخیر شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی رہائی کا حکم صادر کر دیا۔ بعض روایات کے مطابق جہانگیر نے خود جا کر شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو زنداں سے نکالا' اپنی غلطی اور سوئے ادب پر ندامت کا اظہار کیا اور طالب عفو ہوا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے معاف کر دیا۔ اس نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی' انہی کو گواہ بنا کر اللہ تعالیٰ کے حضور معاصی ومنہیات سے تائب ہوا اور مغفرت کیلئے دعا کی درخواست کی۔

(فقہائے ہند ج:4 ص:۴۷)

عہد جہانگیری میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ دین کے اثرات

رہائی کے بعد جہانگیر' حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ عقیدت میں داخل ہو گیا' اس نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو بالکل آزاد کر دیا تھا اور اس بات کی اجازت دے دی تھی کہ اگر وہ گھر جانا چاہتے ہیں تو گھر تشریف لے جائیں اور اگر لشکر کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو لشکر میں رہیں اور تبلیغ دین کریں۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے گھر کے بجائے لشکر میں رہنے کو ترجیح دی' لشکر کی نقل وحرکت ہر وقت جاری رہتی تھی اور سارے ملک میں مختلف اوقات میں اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ہوتا تھا' اس لئے اس سے تبلیغ کے زیادہ مواقع میسر آئے اور لوگ زیادہ حلقہ بگوش ہدایت ہوئے' خود بادشاہ سے گفتگو کا طویل سلسلہ جاری رہتا' وہ دیر تک ان کی مجلس میں بیٹھتا اور ان سے مستفید ہوتا' بادشاہ کی شیخ سے دلچسپی کی وجہ سے امرو وزراء' ارکان سلطنت اور رعایا کے عام لوگوں میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا دائرہ اثر وسیع ہوا اور دین اسلام سے ان کو مزید لگاؤ پیدا ہوا۔ بادشاہ سے جس انداز کی گفتگو ہوتی' خود شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس سے بہت خوش تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے صاحبزادہ خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مکتوب میں شاہی صحبتوں کے بارے میں مطلع کیا۔ اس مکتوب کا اردو ترجمہ یہ ہے۔ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام! اس طرف کے احوال وکوائف لائق تعریف ہیں۔ عجیب وغریب صحبتیں گزر رہی ہیں' اللہ تعالیٰ کی عنایت خاص ہے کہ ان گفتگوؤں سے امور دینیہ اور اصول اسلامیہ میں کسی قسم کی سستی اور مداہنت راہ نہیں پا سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان محفلوں میں وہی باتیں بیان ہوتی ہیں جو خاص خلوتوں اور مجلسوں میں بیان ہوا کرتی ہیں۔ اگر ایک مجلس کا حال ضبط تحریر میں لایا جائے تو دفتر تیار ہو جائے۔ بالخصوص آج ماہ رمضان کی سترہویں شب کی صحبت میں انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت' عقل کے عدم استقبال' ایمان بالآخرت' اس کے عذاب وثواب' اثبات رویت باری تعالیٰ' حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت' ہر صدی کے مجدد' اقتدائے خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین' تراویح کی سنیت' تناسخ کے ابطال' جنات کے احوال اور ان کے عذاب وثواب کے بارے میں بہت کچھ گفتگو ہوئی۔ وہ بہت خوشی اور دلچسپی سے سنتے رہے' اس اثناء میں ضمناً اور بھی بہت سے امور زیر بحث آئے' اقطاب واوتاد اور ابدال کے احوال اور ان کی خصوصیات کا ذکر بھی ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے اسرار پنہاں ہوں گے' اللہ تعالیٰ کی بے انتہا حمد ہے جس نے ہم کو نعمت ہدایت عطا فرمائی۔ اگر وہ ہدایت سے نہ نوازتا تو ہم کبھی ہدایت یاب نہ ہو سکتے' بلاشبہ ہمارے رب کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ قرآن مجید سورہ عنکبوت تک مکمل کر لیا ہے' جب رات کو اس مجلس سے اٹھتا ہوں تو تراویح میں مشغول ہو جاتا ہوں۔ حفظ قرآن کی یہ دولت عظمیٰ'

Marfat.com

اس فترت میں جو عین حقیقت ہے' حاصل ہوئی۔ اول و آخر تمام حمد و ثناء اللہ تعالیٰ کیلئے ہے''۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:75)

قارئین! حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جن کی طرف صوفیائے کرام کا سلسلہ نقشبندی مجددی منسوب ہے، اب ملاحظہ فرمائیں کہ انکی تعلیمات کیا ہیں۔ آیا کہ ان تعلیمات کے حامی صوفیاء پر موجودہ اہل حدیث کی طرف سے نعوذ باللہ زندیق، ملحد اور بے دین ہونے کے جو گھٹیا الزامات لگائے جاتے ہیں، وہ الزام لگانے والے کل قیامت والے دن توحید و سنت کے ایسے علمبردار حضرات کو منہ دکھانے کے لائق ہوں گے؟ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کیا ایسے مقبول بارگاہ الٰہی بزرگوں کی گستاخی کرنے کی وجہ سے اللہ جل شانہ کی غیرت اور عذاب کو دعوت تو نہیں دی جاتی؟ کیونکہ حدیث قدسی کا مفہوم ہے کہ جس نے میرے ولی کی توہین کی، میرا اس کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ کیا اولیاء کی توہین میں زبان کو بے لگام چھوڑنے والے اس بات سے بے خبر ہیں کہ اللہ جل شانہ اس توہین سے غیرت میں آ کر انکی اسی زبان سے کلمہ بھی چھین سکتا ہے؟ (از: مرتب)

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات

اب ہم اختصار کے ساتھ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات' ان کے افکار و تصورات اور اسلوب رشد و ہدایت کی ایک جھلک پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس سے ان کی عظیم شخصیت کی فکری و عملی تصویر سامنے آئے گی اور پتا چلے گا کہ مختلف مسائل دینیہ کے بارے میں ان کا کیا نقطہ نظر تھا۔ نیز معلوم ہوگا کہ ان کے دور میں ان مسائل کی وضاحت کس درجہ ضروری تھی۔

توحید

(حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک) توحید کی تعریف یہ ہے کہ دل اللہ سبحان و تعالیٰ کی طرف توجہ کے سوا ہر شے سے خالی ہو جائے' جب تک دل ماسوی اللہ میں گرفتار ہے' اگرچہ بہت ہی قلیل طور پر ہو' اصحاب توحید میں سے نہیں ہے۔ اس جذبے کے حصول کے بغیر توحید کا دعویٰ کرنا اور توحید کا دم بھرنا ارباب اصول کے نزدیک بے معنی اور بے مقصد ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت اور دنیا میں تشریف آوری کا مقصد محض یہ ہے کہ انسان غیر اللہ کی عبادت سے دور رہے اور فقط اللہ تعالیٰ سے وابستگی اختیار کرے۔ ان کی فارسی عبارت کا ترجمہ یہ ہے:

ہمارے انبیاء پر صلوٰۃ و السلام ہو جو تعداد میں ایک لاکھ بیس ہزار کے قریب ہو گزرے ہیں۔ سب نے مخلوق کو خالق کی عبادت کی تبلیغ فرمائی اور غیر اللہ کی عبادت سے منع کیا۔ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے بندے اور عاجز انسان جانا اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و ہیبت سے لرزاں و ترساں رہے۔ ایک ساعت کیلئے اپنے حال پر غور کرو' اگر یہ خالص دین تمہیں میسر آ گیا ہے تو تمہارے لئے بہت بڑی خوشخبری کا باعث ہوگا۔

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے قلب کو وابستہ کرنا باطنی امراض کی جڑ ہے' ان کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے: ''باطنی امراض کی سردار اور اندرونی بیماریوں کی رئیس بیماری یہ ہے کہ دل کا پیوند اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے ساتھ ہو' جب تک اس بیماری سے نجات حاصل نہ ہو جائے ایمان کی سلامتی محال ہے۔ کیونکہ شرک کو بارگاہ رب العزت میں ہرگز دخل

Marfat.com

نہیں ہے۔ خبردار! دین خالص صرف اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے۔ الا للہ الدین الخالص۔ پس جب شریک کو محبت الٰہی کے مقابلے میں غالب کرلیا جائے تو ایمان کا کیا حال ہوگیا۔ یہ کس درجہ غلط بات ہے کہ غیر کی محبت کو اس انداز سے غالب کرلیا جائے کہ حق تعالیٰ کی محبت اس کے مقابلے میں مغلوب یا معدوم ہوجائے۔ اے برادر! حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ باوجود اس علوشان کے بشر تھے اور حدوامکان کے وصف سے متسم۔ بھلا بشر، خالق بشر کی حقیقت کو کس طرح پاسکتا ہے؟ اور ممکن، واجب کا احاطہ کیونکر کرسکتا ہے؟ اور حادث قدیم کو اپنے دائرہ ادراک و معرفت میں کیسے لاسکتا ہے؟ (فقہائے ہند ج:4 ص:۷۸،۷۹)

نجات کا ذریعہ کیا ہے؟

نجات کا ذریعہ کیا ہے؟ اور انسان کس طرح فلاں و بہبود سے ہمکنار ہوسکتا ہے؟ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تفصیل سے بحث کی ہے اور مختلف مکاتیب میں اس مسئلے کو واضح کیا ہے۔ صاف لفظوں میں لکھتے ہیں کہ نجات صرف حضرت محمد ﷺ کی اتباع ہی سے ہوسکتی ہے۔ اس کے علاوہ نجات کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔ اس ضمن میں ایک مکتوب کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

نجات کا ذریعہ اور فلاح و کامرانی کا راستہ فقط یہ ہے کہ اعتقادی اور عملی طور پر صاحب شریعت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اتباع کی جائے۔ استاد اور مرشد اس واسطے بنائے جاتے ہیں کہ وہ شریعت کی طرف رہنمائی کریں اور ان کی برکت سے شریعت کے مطابق عقیدہ اور عمل کی استواری میں آسانی و سہولت پیدا ہو، نہ یہ کہ مرید جو کچھ چاہیں کریں اور جو چاہیں کھائیں، اور پیران کو عذاب سے بچانے کی ڈھال بن جائیں۔ یاد رہے، یہ خیال ایک غلط اور بیہودہ آرزو ہے، وہاں اذن کے بغیر کوئی شفاعت نہ کرسکے گا، اور جب تک عمل پسندیدہ نہ ہوں گے، کوئی سفارش نہ کرے گا اور عمل پسندیدہ تبھی ہوں گے جب شریعت کے مطابق چلا جائے گا۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:۸۲)

قارئین! درج بالا پیرائے میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرشد کی جو تعریف کی ہے، بتائیں اس میں کیا قباحت ہے؟ موجودہ اہل حدیث آج کے مست ملنگوں کو مرشد سمجھتے ہیں، اسی لیے ان سے روگرداں ہیں حالانکہ صوفیائے کرام رحمہم اللہ کی نسبت انکی کوئی حیثیت نہیں۔ پیری مریدی کا سلسلہ اگر علمائے دین اپنے ذمے لے لیں، تو مشرک ملنگوں کا خود بخود خاتمہ ہو جائے گا، لیکن اس کیلئے علماء کو پہلے کسی اہل دل کامل صوفی سے اپنا تزکیہ نفس کروانا پڑے گا نہیں تو جو خود ہی بجھا ہو، وہ دوسروں کو کیسے روشن کرے گا؟ (از: مرتب)

فاتحہ خلف الامام کے بارے میں

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے طریق عمل اور اسلوب کلام سے عیاں ہے کہ وہ ظاہراً اور باطناً ہر لحاظ سے کتاب و سنت پر عامل تھے۔ ان کا عمل ہمیشہ حدیث و سنت کے مطابق رہا، فاتحہ خلف الامام کے بھی قائل تھے۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:۸۶)

تصوف پر مبنی تصانیف

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ متعدد کتابوں کے مصنف تھے ذیل میں ان کی تصانیف کا مختصر الفاظ میں تعارف کرایا جاتا ہے۔

Marfat.com

رسالہ تہلیلیہ

یہ عربی زبان میں کلمہ طیبہ کی تشریح پر مشتمل ایک رسالہ ہے جس کا تاریخی نام معروف ہے۔ اس میں کلمہ طیبہ کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔ بحث کا آغاز [illegible] سے کیا ہے۔ اس کے بعد لفظ الٰہ کی حقیقت اور اس کے مشتقات کے متعلق مفسرین کے اقوال کی روشنی میں بحث کی ہے۔ علاوہ ازیں لفظ اللہ کے [illegible] وحدانیت الٰہی کے دلائل اور کلمہ طیبہ کے فضائل بیان کیے ہیں۔ اس رسالے میں تصوف کا انداز نمایاں ہے۔

رسالہ معارف لدنیہ

اس میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کیا ہے کہ شریعت اور طریقت میں کوئی فرق نہیں ہے دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ [illegible] صوفیوں کی مخالفت و مذمت کی گئی ہے جو شریعت کے خلاف باتیں کرتے اور [illegible] تصوف [illegible] ہیں۔ اس قسم کے [illegible] صوفیوں پر سخت تعجب اور تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

[illegible] صوفیوں پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ اپنے کشف کو [illegible] شریعت مقدسہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کرتے ہیں۔ [illegible] شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا [illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو [illegible] آپ کے [illegible] شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع کے سوا کوئی چارہ نہ پاتے۔

تاریخ [illegible] حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ [illegible] پانچ صدیاں پہلے گزرے ہیں۔ ان کے دور میں بھی جاہل [illegible] تصوف کا [illegible] کی کوشش کی گئی۔ یہی ہے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں [illegible] صوفیوں [illegible] جب صوفیوں کے روپ میں [illegible] جگہ جگہ [illegible] رہے ہیں [illegible] حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ [illegible] تصوف اور صوفیاء [illegible] بچنے کی [illegible] خدمت [illegible] ہے [illegible] حیثیت سے [illegible] سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] تصوف [illegible] قرآن و حدیث میں سے [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ہے [illegible] حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ [illegible]

رسالہ مبدا و معاد

یہ رسالہ [illegible] صوفیانہ مسائل اور [illegible] پر مشتمل ہے جو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خواجہ محمد صدیق [illegible] رحمۃ اللہ علیہ نے [illegible] سے جمع کیے۔ [illegible] حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی زندگی سے متعلق ہیں۔

Marfat.com

تعلیقات بر شرح رباعیات باقی باللہ

یہ رسالہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی رباعیات کی خودنوشت شرح پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اضافوں کو محتوی ہے۔ یہ رباعیات وجود باری تعالیٰ اور قدوم باری تعالیٰ ایسے دقیق مسئلے سے متعلق ہیں۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے نقطہ نظر کی روشنی میں اپنے اسلوب خاص میں اس کی وضاحت کی ہے۔

ارشاد المریدین

یہ کتاب ابھی طبع نہیں ہوئی۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:۸۸،۸۹)

مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات جو مکتوب امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے موسوم ہیں' بہت شہرت کے حامل ہیں۔ سرزمین برصغیر میں **جو قدر و منزلت اہل علم میں ان مکتوبات کو حاصل ہوئی' وہ تصوف کی اور کسی کتاب کو حاصل نہیں ہوئی**۔ ان کی ہمہ گیر مقبولیت کا اندازہ اس حقیقت سے ہوسکتا ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہی میں ان کی نقلیں مرتب و مدون ہوکر ہندوستان کے مختلف شہروں اور اس سے باہر دیگر ممالک میں پھیل گئی تھیں۔ ان مکتوبات کی تین جلدیں ہیں اور ہر جلد دفتر کے نام سے موسوم ہے۔

دفتر اول

یہ دفتر دار المعرفت کے نام سے موسوم ہے اور 313 مکتوبات کا مجموعہ ہے۔ ان کو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص خواجہ یار محمد بدخشی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کیا۔ یہ دفتر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہی میں مرتب ہوگیا تھا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو جب ان مکتوبات کی تعداد بتائی گئی تو فرمایا: حضرات صحابہ بدر رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعداد بھی 313 ہے' لہٰذا تبرکاً و تیمناً اس دفتر کو اسی مبارک عدد پر ختم کردیا جائے۔ یہ دفتر 1025ھ (1616ء) میں یعنی قلعہ گوالیار میں محبوس ہونے سے تین سال پہلے جمع ہوا اور سب مکتوبات سے مفصل ہے۔ اس میں بیس خطوط وہ ہیں جو انہوں نے اپنے مرشد خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو لکھے۔ کئی خطوط شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ اور جہانگیر بادشاہ کے دوسرے امراء کے نام ہیں جن میں ان کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ نئے بادشاہ (جہانگیر) کے عہد میں ترویج دین کی کوشش کریں۔

دفتر دوم

اس دفتر کا نام نور الخلائق ہے اور یہ تاریخی نام ہے جو 1028ھ بنتا ہے اور یہی اس کی جمع و تدوین کا سال ہے۔ اس میں 99 مکتوبات ہیں' حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خواجہ عبدالحئی ابن خواجہ چاکر حصاری رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے ایما سے جمع کیا۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کی تعداد بھی 99 ہے' لہٰذا اس دفتر کو تبرکاً اسی عدد پر ختم کیا گیا۔ ان خطوط میں بعض بڑے مفصل اور طویل ہیں' ایک خط جو خواجہ محمد تقی رحمۃ اللہ علیہ کے نام ہے' بیس سے زیادہ صفحات پر محیط ہے۔

دفتر سوم

اس دفتر کا نام معرفت الحقائق ہے۔ پہلے یہ 114 مکتوبات کا مجموعہ تھا' ان مکتوبات کے جامع حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مرید

Marfat.com

خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ برہان پوری ہیں۔ یہ مکتوبات 1031ھ 1622ء میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے تین سال پیشتر جمع کئے گئے۔ قرآن مجید کی سورتوں کی نسبت سے یہ 114 مکتوبات ہیں۔ پھر دفتر چہارم شروع ہوا لیکن اس میں چودہ مکاتیب لکھے گئے تھے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا۔ لہٰذا ان چودہ مکاتیب کو بھی شامل دفتر کیا گیا۔ اس حساب سے یہ 128 مکتوبات ہونا چاہئیں تھے مگر مطبوعہ نسخوں میں 124 مکتوبات ہیں۔ چار مکتوب اس میں شامل نہیں' یہ اس زمانے کے مکتوب ہیں جب حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ قلعہ گوالیار میں محبوس تھے یا لشکر شاہی کے ہمراہ تھے' ان میں ایک مکتوب بادشاہ جہانگیر کے نام ہے' اس میں دعا کے اسرار اور علماء و صلحا کی تعریف کی گئی ہے۔ ایک مکتوب ایک نیک خاتون کے نام ہے' اس میں وہ شرائط بیان کی گئی ہیں جو عورتوں کی بیعت کے سلسلے میں اسلام نے مقرر کی ہیں اور مروجہ بدعات کی تفصیلات بتائی گئی ہیں' جن میں ہندوستان کی بہت سی عورتیں مبتلا تھیں اور یہ وہ بدعات ہیں جو اب بھی مسلمان معاشرے میں موجود ہیں۔ مثلاً مرض چیچک اور بعض دیگر امراض کی صورت میں ستیلا دیوی کی منت ماننا' بزرگوں کی قبروں پر جانا' وہاں نذر و نیاز دینا اور جانور ذبح کرنا' پیروں کے نام کے روزے رکھنا' مختلف چیزوں کے شگون لینا' جادو ٹونا وغیرہ کو صحیح سمجھنا اور قابل عمل گردانا' ان بدعات کا دائرہ شرک تک پھیلا ہوا ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ ان کے شدید مخالف تھے۔

قارئین! یہی وہ مکتوبات ہیں جن کا ذکر حضرت مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح میں بھی ملتا ہے کہ وہ ان مکتوبات کا مسلسل مطالعہ کرتے اور ان میں سے کئی عبارتیں تو انہیں زبانی یاد تھیں، اپنے خطبات جمعہ میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ یہ متصوفانہ عبارتیں پڑھ کے ان کی تشریح مجمع عام میں بیان کیا کرتے۔ (از: مرتب۔ بحوالہ سوانح مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ)

وفات

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تریسٹھ سال عمر پا کر بروز سہ شنبہ 28 صفر 1034ھ (30 نومبر 1624ء) کو سرہند میں وفات پائی۔ نماز جنازہ ان کے صاحبزادہ گرامی خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی' جو زبدۃ المقامات کے مصنف خواجہ محمد ہاشمی کشمی کے بقول ''افقہ فقہائے وقت'' تھے۔ فقہائے ہند ج:4 ص:۹۱۔۹۲)

چند مختصر کرامات

مسنون دعاؤں کی بدولت آگ سے حفاظت

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ دوران سفر کسی سرائے میں اترے۔ اترتے ہی اپنے ساتھیوں سے فرمایا، معلوم ہوتا ہے کہ آج اس سرائے میں بلائے عظیم نازل ہوگی، جس سے تمام اہل سرائے کو بہت نقصان پہنچے گا۔ پھر فرمایا، سب کو اطلاع کر دو کہ یہ دعائیں بسم الله الذی لا یضر مع اسمه شئی فی الارض ولا فی السماء وهو السمیع العلیم۔ اور اعوذ بکلمات الله التامات من شر ماخلق پڑھتے رہیں، کیونکہ جو ان دعاؤں کا ورد کرتا رہے گا، وہ ان شاء اللہ اس آزمائش سے محفوظ رہے گا۔ آپ رحمہ اللہ کے فرمانے کے دو گھنٹے بعد سرائے کے ایک کونے میں اچانک آگ بھڑک اٹھی

Marfat.com

چند منٹوں میں ہر طرف پھیل گئی۔ بجھاتے بجھاتے لوگ عاجز ہو گئے۔ بہت سے لوگوں کا سامان اسباب جل کر بھسم ہو گئے۔ آپ کے مخلص مولانا عبدالمومن رحمہ اللہ کا اسباب بھی جل گیا۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا، تم نے دعائیں کیوں نہ پڑھیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضور مجھے کسی نے اطلاع نہیں کی۔ آپ رحمہ اللہ نے ساتھیوں کو سرزنش کی کہ تم نے اعلان کیوں نہ کیا؟ غرض جس جس نے دعا پڑھ لی تھی، اسکا تمام اسباب جلنے سے بچ گیا۔

لاعلاج مرض، توجہ کی بدولت ختم

ایک بار حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے ایک مخلص ساتھی کو مرض جذام کا اس قدر غلبہ ہو گیا کہ لوگوں نے اس کے ساتھ کھانا پینا، ملنا جلنا اور اٹھنا بیٹھنا بالکل ترک کر دیا۔ اس نے تنگ آ کر حضرت مجدد رحمہ اللہ کو عرض کیا تو آپ رحمہ اللہ نے ازراہ کرم توجہ فرمائی۔ وہ بیماری اس سے بالکل زائل ہو گئی اور تاعمر دوبارہ کبھی نہ ہوئی۔

فقراء کی برکت سے دیوار محفوظ رہی

جب آپ رحمہ اللہ اجمیر شریف میں تشریف فرما تھے تو وہاں جس مسجد میں آپ اکثر طور پر نماز ادا کیا کرتے تھے، اس کی ایک دیوار بنیاد ہی سے ٹیڑھی تھی۔ آنے جانے والوں کو ہر وقت اسکے گرنے کا خدشہ لگا رہتا تھا۔ ایک روز آپ رحمہ اللہ نے فرمایا، جب تک ہم فقراء اس جگہ ہیں، یہ نہیں گرے گی۔ چنانچہ جس دن آپ رحمہ اللہ وہاں سے تشریف لے گئے، اسی روز آپکے جانے کے بعد وہ دیوار یکبارگی گر گئی۔

کپڑوں سے شفاء

مولانا محمد امین سالہا سال سے بیمار تھے۔ نہ کوئی دوا ان پر اثر کرتی تھی اور نہ ہی دعا۔ انہوں نے آپ رحمہ اللہ کا تذکرہ سن کر آپکو خط لکھا۔ اس کے جواب میں آپ رحمہ اللہ نے ایک تسلی آمیز خط لکھ کر اپنا پیراہن مبارک ان کے پاس ارسال فرمایا۔ انہوں نے جونہی اسے پہنا، فوراً ہی تندرست ہو گئے۔

دور بیٹھے مریض کی موت کا کشف

آپ رحمہ اللہ کی خدمت نے ایک شخص نے تحفہ پیش کیا اور کسی مریض کی صحت کیلئے دعا کی درخواست کی۔ آپ رحمہ اللہ نے وہ تحفہ قبول نہیں فرمایا اور تھوڑی دیر مراقبہ کرنے کے بعد فرمایا، اچھا ہم اس کی مغفرت کیلئے دعا کرتے ہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس مریض کا اسی وقت انتقال ہو چکا تھا۔

مرید کے باطنی امراض پر نظر

ایک بزرگ خواجہ جمال الدین رحمہ اللہ جب آپکی خدمت میں استفادہ کی غرض سے حاضر ہوئے تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا، تیرا دل عورت میں منہمک ہے۔ جب تک تو اس سے پاک نہ ہو جائے، کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے اسکی تصدیق کر کے توبہ کی تو اسی وقت برکات ظاہر ہونا شروع ہو گئیں۔ (بحوالہ سیرت امام ربانی۔ ص ۱۶۵۔ ۱۶۷۔ از: مولانا داؤد پسروری رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

(39) شیخ المحدثین، امام الفقہاء والزاہدین

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز: شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ

قارئین ! شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وہ بنیادی شخصیت ہیں، جن کی وجہ سے آج پورے برصغیر میں قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ترانے گونج رہے ہیں، محی السنۃ مولانا سید نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی فتوحات کے بعد ہی سے علم حدیث معدوم تھا یہاں تک کہ اللہ نے اس سرزمین میں اپنا فضل واحسان کیا اور یہاں کے بعض علماء جیسے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ وغیرہ کو اس علم سے نوازا۔ شیخ ہندوستان میں علم حدیث کو لانے اور اس کے باشندوں کو اس کا فیض عام کرنے والے پہلے شخص ہیں۔ (بحوالہ الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ ص ۷۰)

مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کی عالی بختی، جو ساری زندگی ایسی محبوب بارگاہ الٰہی ہستیوں کے تذکرے زندہ کرتے کرتے جنت الفردوس میں انہی کے ساتھ محو استراحت ہیں۔ اس بات میں شک کی گنجائش کیسے نکل سکتی ہے جبکہ **کچہری نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے سرٹیفکیٹ جاری کر دیا گیا تھا "المرأ مع من احبہ" کہ انسان اسی کیساتھ رہے گا، جس سے محبت رکھتا ہوگا**۔ مولانا اسحاق بھٹی مرحوم کو اہل اللہ ہستیوں کیساتھ اشد محبت تھی، تبھی تو اپنے قلم کو اکھاڑ پچھاڑ، شعر وشاعری اور افسانہ نگاری کی بجائے علماء وصلحائے امت کی سوانح نگاری میں وقف کیے رکھا۔ اس عشق کے میدان میں سفر کرتے ہوئے انہیں مال و دولت ہاتھ نہ آسکا۔ نہ وہ دوسرے علماء کی طرح عالیشان کوٹھی اور گاڑی کے مالک بن سکے۔ ساری زندگی فقراء و درویش ہستیوں کی خدمت کرتے کرتے خود بھی فقیرانہ انداز میں دنیا سے رخصت ہوگئے۔ لیکن اس فقیری کے بدلے جو روحانی دولت ان کے حصے میں آئی، زمانہ گواہ ہے کہ ان کے زمانے میں کسی اہل قلم و قرطاس کو اتنا روحانی ورثہ نہ مل سکا۔ آئیں کچھ دیر کیلئے بھٹی صاحب مرحوم کی انگلی پکڑ کے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو قریب سے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (از: مرتب)

شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ

شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد تھے۔ 940ھ (1534ء) کو دہلی میں پیدا ہوئے' باپ کی وفات کے وقت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کی عمر صرف آٹھ سال تھی' شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ شیخ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ وفات سے کچھ دن پہلے سحری کے وقت اپنے بیٹے سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کو مکان کے بالائی حصے میں لے گئے' اس سے آگے خود شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نماز تہجد کے بعد مجھے (یعنی سیف الدین کو) قبلہ رو کھڑا کیا اور کہا اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں دوسرے لڑکوں کی تربیت سے فارغ ہو چکا اور ان کے حقوق سے عہدہ برا ہو گیا لیکن اس لڑکے کو یتیم و بے کس چھوڑ رہا ہوں' اس کے حقوق ابھی میرے ذمے باقی ہیں' اس کو اب تیرے سپرد کرتا ہوں تو ہی اس کی تربیت و حفاظت فرما۔

Marfat.com

یہ الفاظ کہہ کر نیچے اتر آئے۔ چند روز بعد جمعہ کے دن 22 ربیع الاول 928ھ (18 فروری 1522ء) کو انتقال کر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور ان کا یہ بیٹا آگے چل کر نہ صرف دہلی' بلکہ پورے ہندوستان کی ایک معزز و موقر شخصیت بنا۔ ان کے گھر میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں علم و فضل کا وہ آفتاب طلوع ہوا' جس کی روشنی سے دنیا کے تقریباً تمام حصوں میں علم و تحقیق کی روشنی پھیلی۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:۱۵۵)

سلسلہ سہروردیہ میں بیعت اصلاح

شیخ سیف الدین رحمہ اللہ نے ابتداء میں سلسلہ سہروردیہ کے ایک عالم سے بیعت کی۔ بعد میں شیخ امام اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (م ۹۵۷ھ/ ۱۵۵۰ء) سے بیعت ہوئے۔ شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کو دینی علوم سے بڑا شغف تھا۔

(بحوالہ: دو روشن ستارے ص ۷۸)

مال و دولت سمیٹنے والے علماء سے بیزاری

اس دور کے بہت سے علماء و صوفیا سے فیض حاصل کیا۔ کوئی بڑے عالم دین تو نہ تھے البتہ نیکی و تدین' زہد و عبادت' شعر و شاعری اور ذکر و فکر میں بہت مشہور تھے۔ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں: شعر و شاعری' فضیلت و مقبولیت عامہ' ذوق و شوق' محبت و ظرافت' زاہد و عبادت' پاکیزگی دل' حضور قلب' لطائف و نکات' باریک بینی' دِقت نظر اور نکتہ سنجی میں بے مثال تھے اور اس میں کوئی ان کا حریف نہ تھا۔ نہایت مستغنی المزاج تھے اور دنیوی جاہ و جلال سے سخت نفرت کا اظہار کرتے تھے' اکبری دور کے بعض علمائے عصر کو بادشاہ اور دنیا داروں کے سامنے جھکا ہوا دیکھتے تو شدید ذہنی اذیت محسوس کرتے اور اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہوتے کہ اتنا علم حاصل نہیں کیا جتنا علمائے سو نے کیا ہے، ورنہ ہو سکتا تھا کہ میری کی بھی یہی حالت ہوتی جو ان علمائے دین کی ہے۔ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ ان کے اس تاثر کو خود ان کی زبانی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: جب میں دیکھتا ہوں کہ اس دور کے علماء و فضلاء عزت و جاہ کے حصول میں زیادہ سے زیادہ مال و دولت سمیٹنے میں خلق خدا سے نزاع و خصومت میں مصروف ہیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں نے زیادہ علم حاصل نہیں کیا اور بڑے لوگوں میں میرا شمار نہیں ہوتا۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص ۱۵۶)

آخری دنوں میں خشیت الٰہی کا غلبہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے آخری دور کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شیخ اپنی حیات مستعار کی آخری علالت کے دنوں میں کچھ ایسی کیفیت سے دوچار ہوئے کہ ان پر خوف و دہشت کا غلبہ طاری ہو گیا اور وہ پریشان سے رہنے لگے۔ جب قرآن مجید کی کوئی ایسی آیت سنتے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت و رافت کے مضمون پر مشتمل ہوتی تو چہرے پر مسرت کے آثار نمودار ہو جاتے۔ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ ان کے سامنے بلند آواز سے قرآن مجید کی آیات تلاوت

> **ایک ہی چشمہ کی چار نالیاں**
>
> نقشبندی' سہروردی' قادری اور چشتی ایک ہی چشمہ کی چار نالیاں ہیں اور اس چشمہ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چشمہ فیض ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مو مخالف ہے وہ اس چشمہ کا یا اس چشمے کی کسی نالی کا پانی نہیں پی سکتا۔ (از: مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

کرتے اور دعائیں کر کے بہت خوش ہوتے۔ ایک مرتبہ رات کو سعادت مند بیٹے نے یہ آیت تلاوت کی:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ۔ (حم السجدہ:30)

یہ آیت سن کر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اظہار مسرت کیا اور بیٹے کو بہت دعائیں دیں۔ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اس رات کی دعاؤں کے بارے میں کہتے ہیں: میں امید رکھتا ہوں کہ اس رات کی دعا میرے لئے دنیا اور آخرت کا سرمایہ ہوں گی۔

رب کی شان کریمی پر مان

وقت رحلت قریب آیا تو مندرجہ ذیل کلمات و اشعار تحریر کر کے کفن کے ساتھ رکھنے کی ہدایت کی اس لئے ان میں اللہ تعالیٰ سے عفو و مغفرت کی التجا کی گئی ہے اور اپنی بے عملی اور بے بسی کا اظہار کیا گیا ہے۔

قدمت على الكريم بغير زاد   من الحسنات والقلب السليم

فحمل الزاد اقبح كل شئى   اذا كان القدوم على الكريم

ترجمہ: میں کریم کے دربار میں بغیر کسی خرچ اور توشے کے حاضر ہوا ہوں نہ نیکیاں پاس ہیں اور نہ قلب سلیم۔ مگر توشہ اور خرچ ساتھ لے جانا اس صورت میں نامناسب بات ہے جبکہ کسی کریم اور بدرجہ غایت سخی کے پاس جانا مقصود ہو۔

وفات کے وقت خوف و خشیت کی کیفیت ذوق و شوق میں بدل گئی تھی۔ عصر کا وقت تھا اور شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں تھے انہیں مسجد سے بلایا گیا تو چہرے پر فرحت و طرب اور تازگی دیکھ کر حیران رہ گئے۔ فرمایا: بابا جان! کہ مجھے اس وقت بالکل کوئی رنج و فکر نہیں ہے بلکہ شوق پر شوق اور خوشی پر خوشی طاری ہے جو بھی تکلیف اور بیماری میرے بدن میں تھی چلی گئی ہے آپ کو چاہئے کہ مشغول ہو کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جلد یہاں سے لے جائے۔ تمام عمر جو میرا مطلوب تھا اب حاصل ہو گیا ہے اب ایسا نہ ہو کہ وہ ہاتھ سے جاتا رہے میں عمر بھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہا کہ آخر وقت میں ذوق و شوق کے ساتھ اس دنیا سے لے جائے۔ اب اس مراد کا جمال ہزاروں حسن کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے اگر وہ اس حالت میں اپنے سامنے بلائے گا تو اس کا انتہائی لطف و کرم ہوگا۔

شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے 27 شعبان 990ھ (16 ستمبر 1582ء) کو وفات پائی۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:۱۵۶، ۱۵۷)

یہ ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد کا مختصر تعارف اور ان کی علمی و عملی زندگی کا مجمل سا تذکرہ۔ اب خود شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و سوانح ملاحظہ فرمایئے۔

قرآنی تعلیم اور اسلاف سے شناسائی

شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اور ذہنی نشو و نما اپنے والد ماجد شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کی آغوش میں ہوئی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں: میں رات دن ان کی آغوش عاطفت میں تربیت حاصل کرتا تھا۔

سب سے پہلے شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس زمانے کے رواج کے مطابق بیٹے کو قرآن مجید پڑھانا شروع کیا۔ باپ سبق

Marfat.com

لکھتے تھے اور بیٹا پڑھتا تھا' چند روز بعد ذہین بیٹا اس قابل ہو گیا کہ خود ہی قرآن مجید پڑھنے لگا' معمول یہ تھا کہ پہلے خود قرآن کا کچھ حصہ پڑھتے اور بعد میں استاذ کو سنا دیتے' اس طرح دو تین مہینے میں پورا قرآن مجید ختم کر لیا۔ ساتھ ہی ساتھ والد بیٹے کو بزرگان دین کے اقوال وافعال سے بھی آگاہ کرتے اور بچے کی ذہنی سطح کے مطابق اس کو تصوف وطریقت کے بعض پہلوؤں سے متعلق بھی واقفیت بہم پہنچاتے۔ شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے تمام تر توجہ بیٹے کی تعلیم وتربیت پر مرکوز کر دی تھی اور ہر وقت یہی شوق اور جذبہ ان کے دل میں موجزن رہتا تھا کہ میرا یہ بیٹا جلد از جلد عالم دین ہو جائے اور علم وفضل میں درجہ کمال کو پہنچے۔ بیٹے سے کہا کرتے تھے:

> مجھے اس سے نہایت خوشی ہوتی ہے جب میں تصور کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس مرتبہ کمال کو پہنچا دے جو میں اپنے نہاں خانہ خیال میں چھپائے ہوئے ہوں۔

بیٹے کو عالم باعمل بننے کے گر سکھانا

شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کو بہت سی نصیحتوں سے بھی نوازتے تھے اور فرمایا کرتے تھے "تمہیں چاہئے کہ علمی بحث میں نہ کسی سے جھگڑا کرو اور نہ کسی کو تکلیف پہنچاؤ۔ اگر یہ سمجھو کہ دوسرا حق بجانب ہے تو اس کی بات مان لو اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس کو دو تین بار سمجھاؤ اور وہ نہ مانے تو کہو مجھے تو یہی معلوم ہے' ممکن ہے جو تم کہتے ہو وہی صحیح ہو۔ جھگڑا کس بات کا ہے۔

برکت وسعادت کے دروازے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک تو خود نہایت ذہین اور طباع طالب علم تھے۔ دوسرے ان کے والد انہیں ہر وقت طلب علم کا شوق دلاتے اور کسی دوسری طرف ان کا ذہن ملتفت نہ ہونے دیتے۔ وہ لکھتے ہیں کہ میرے والد (شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ) فرمایا کرتے تھے کہ ہر مروجہ علم میں سے مختصر طور پر پڑھ لو گے تو کافی ہو گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس کے بعد تم پر **برکت اور سعادت کے دروازے کھل جائیں گے اور بلا تکلف تمام علوم حاصل ہو جائیں گے**' ان کے اس ارشاد کا اثر یہ ہوا کہ نہایت مختصر مدت میں تیزی کے ساتھ تحصیل علوم کی منزلیں طے ہو گئیں۔ فرماتے ہیں: اکثر ایسی کتابیں بھی پڑھ ڈالتا جو نصاب میں داخل نہ تھیں' جو کتاب ہاتھ آجاتی اول سے آخر تک پورے غور اور توجہ سے پڑھتا۔ میرا مطلب محض معلومات کا حصول اور علم میں اضافہ کرنا تھا۔ (فقہائے ہند' ج:4۔ ص ۱۵۸)

کھیل کود کی بجائے علم سے رغبت

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تر دلچسپیوں کا مرکز حصول علم تھا' کھیل کود اور دیگر غیر علمی امور سے ان کو زندگی کے کسی دور میں کبھی کوئی دلچسپی نہ تھی' حتیٰ کہ حصول علم کے مقابلے میں آرام وراحت اور کھانے پینے کی بھی کوئی پرواہ نہ رہی تھی' اس ضمن میں ان کے اپنے الفاظ قابل ملاحظہ ہوں: میں بچپن ہی سے یہ نہیں جانتا کہ کھیل کود کیا شے ہے؟ نیند کیا ہے اور کسی کے ساتھ چلنا پھر کیا ہوتا ہے؟ آرام کے کیا معنی ہیں؟ آسائش کا مطلب ہے اور سیر کیسی ہوتی ہے؟ تحصیل علم کے غلبہ شوق کی بناء پر کھانا کبھی وقت پر نہیں کھایا اور نیند

Marfat.com

بھر کر کبھی نہیں سویا۔ میں جاڑے کی ٹھنڈی ہوا اور گرمی کے جھلسا دینے والے جھونکوں میں گھر سے روزانہ دو مرتبہ دہلی کے مدرسے میں جاتا تھا جو ہمارے مکان سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر ہوگا' دو پہر کو تھوڑی دیر گھر میں قیام کے دوران ضرور تا چند لقمے کھا لیتا۔ میرے والد رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ تھوڑی دیر کیلئے محلے کے لڑکوں کے ساتھ کھیل لو اور وقت پر سو جاؤ۔ میں کہتا تھا' آخر کھیلنے سے مقصد دل کو خوش کرنا ہی تو ہے' میری طبیعت اس سے خوش ہوتی ہے کہ کچھ پڑھوں یا لکھوں۔ عام طور پر ماں باپ بچوں کو پڑھنے اور مکتب جانے کی تاکید اور تنبیہ کیا کرتے ہیں لیکن اس کے برعکس مجھے کھیل کود کی ترغیب دیتے تھے۔ کبھی مطالعہ کے دوران میں ایسا بھی ہوتا کہ نصف رات گزر گئی ہے میرے والد رحمۃ اللہ علیہ نے آواز دی' بابا! کیا کرتے ہو؟ میں سنتے ہی فوراً لیٹ جاتا کہ مبادا جھوٹ نہ بول بیٹھوں اور کہتا میں سوتا ہوں۔ آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ جب وہ مطمئن ہو جاتے تو پھر اٹھ بیٹھتا اور مشغول مطالعہ ہو جاتا۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:۱۶۰)

تعلیم کیساتھ تزکیہ کا حصول

اس کے علاوہ عبادت و ریاضت اور تہجد و شب خیزی کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔ یعنی ایک طرف اگر شہراہ علم و مطالعہ پر گامزن ہیں تو دوسری طرف طریقت و تصوف کی دشوار گزار وادیوں کو بھی قطع کر رہے ہیں۔ ان دونوں سے قلبی لگاؤ کیوں تھا اور علم کے ساتھ ساتھ ریاضت و طریقت سے دلچسپی کس بنا پر تھی؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ **والد مکرم رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت تھی کہ محض علم کافی نہیں' اس کے ساتھ تصوف کی آمیزش بھی ضروری ہے۔** شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے والد اس عالم کو جو راہ تصوف سے آشنا نہ ہو "ملائے خشک" سے تعبیر کرتے ہیں اور بیٹے کو محض اسی زمرے کا ایک فرد ہو کر رہ جانے سے منع فرماتے ہیں۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اسی وجہ سے مجھے زندگی کے ابتدائی دور ہی میں حضور قلب اور طریقت سے طبعی لگاؤ پیدا ہو گیا تھا۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:۱۶۱)

قارئین! یہاں مولانا سید محمد ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ (سابق ناظم مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان) کی بات یاد آ رہی ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کئی بڑے علماء کو یہ کہتے سنا ہے کہ ہمارے مدارس میں تعلیم کیساتھ ساتھ تزکیہ پر جب تک عمل ہوتا رہا، وہاں سے مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی، ابوالوفاء مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا داؤد غزنوی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے مبلغ و مقرر پیدا ہوتے رہے۔ لیکن جب سے مدارس میں تصوف کو چھوڑ کر صرف تعلیم کا رواج دیا گیا، ہماری درسگاہیں ویران ہو گئیں۔ یہ بات نہیں کہ طالب علم نہ رہے، بلکہ انکی تعداد تو پہلے سے کہیں زیادہ ہے، لیکن وہ علماء جو امت کیلئے نفع کا باعث بنیں، ہماری درسگاہوں سے پیدا ہونا ختم ہو گئے۔ (از: مرتب۔ بحوالہ: تعلیم و تزکیہ)

سفر حجاز کا دیوانگی کی حد تک شوق

سفر حجاز کا ذکر انہوں نے اخبار الاخیار میں بھی کیا ہے (اخبار الاخیار' ص:314) اور زاد المتقین میں بھی۔ 996ھ (1588ء) میں سفر بیت اللہ کا جذبہ دل میں موجزن ہوا اور پھر اس ملک میں ٹھہرنا ان کیلئے ممکن نہ رہا۔ وہ ہندوستان میں اپنے آپ کو "بے خانماں" سمجھنے لگے اور دل میں ایک "وحشت" سی پیدا ہوگئی اور ذہن و قلب پر "دیوانگی" کی ایسی کیفیت رونما ہوئی کہ ارادہ سفر کے سوا کوئی چارہ باقی نہ رہا۔ زاد المتقین میں اس کیفیت کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں: 996ھ (1588ء) میں

Marfat.com

عالم غیب سے ایک جذبہ پیدا ہو گیا اور دل پر وحشت کی کیفیت طاری ہو گئی۔ پھر اس دیوانگی کی حالت میں سفر کے ارادے کے سوا کوئی چارہ باقی نہ رہا۔

مکہ معظمہ میں شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے جس نہج سے بات کی، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ اکبر بادشاہ اور اسکے امرا کے پاس بھی گئے تھے اور ان سے مل بھی چکے تھے' لیکن ان کی گرفت میں آنے سے اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا۔ اس لئے کہ ان کی تربیت علم و عبادت و زہد و ریاضت کے ماحول میں ہوئی تھی۔

(فقہائے ہند ج:4 ص،163)

دوران سفر سلسلہ قادریہ کا حصول

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۶۳ سال تک احمد آباد میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ احمد آباد کے قیام میں ان سے مستفیض ہوئے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ میں جس وقت حرمین شریفین کی زیارت کے قصد سے اس دیار (گجرات) میں پہنچا تو یہاں مجھے شیخ وجیہہ الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، اور میں ان سے سلسلہ عالیہ قادریہ کے کچھ اشغال واذکار سیکھے۔ (بحوالہ: اخبار الاخیار ص ۱۵۳)

مکہ میں رہتے ہوئے تصوف وحدیث کی تکمیل

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ۹۹۶ھ/ ۱۵۸۷ء میں حجاز پہنچ گئے۔ حجاز میں آپ کا قیام ۹۹۹ھ/ ۱۵۹۰ء تک یعنی تین سال تک رہا۔ مکہ معظمہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے حجاز سے علوم اسلامیہ میں استفادہ کیا مگر زیادہ وقت آپ نے شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گزارا۔ ان سے علم وفن کی تکمیل بھی کی اور سلوک واحسان کی منازل بھی طے کیں۔ آپ نے شیخ عبدالوہاب متقی رحمہ اللہ سے حدیث کی تعلیم بھی حاصل کی تھی۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تمام کتب احادیث اور سارے علوم دینیہ حجاز کے علمائے کرام سے حاصل کئے۔ خصوصاً حضرت شیخ عبدالوہاب متقی قادری، شاذلی رحمہ اللہ سے ذکر وغیرہ کی تعلیم حاصل کی اور ان کی خدمت سے بہت سی نعمتیں حاصل کیں اور حصول انوار و برکات وترقی درجات اور علوم دینی کی نشر واشاعت میں استقامت کے متعلق بہت سی بشارتیں سننے کے بعد بندہ باطن مالوف کو واپس ہوا۔ (بحوالہ: حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۱۱۰)

نواب صاحب مرحوم کی گواہی

مولانا سید نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ شیخ محدث دہلوی رحمہ اللہ ظاہری و باطنی کمالات سے متصف تھے اور ان کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔ (تقصار جیود الاحرار ص ۱۱۱۲، ابجد العلوم ص ۹۰۰)

شیخ عبدالحق رحمہ اللہ کی تصوف کے موضوع پر مایہ ناز کتب

(۱) اخبار الاخیار:۔ یہ ہندوستان کے علماء ومشائخ کا ایک مستند تذکرہ ہے جس میں شیخ محدث رحمہ اللہ نے حضرت خواجہ

Marfat.com

معین الدین چشتی رحمہ اللہ سے لیکر اپنے دور کے صوفیاء واخیار کے حالات لکھے ہیں۔ ابتداء میں عقیدت کی وجہ سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے حالات لکھے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی اس کتاب کو بہت مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی۔ مغل فرمانروا نے بھی اس کتاب کو پسند کیا اور مصنف کی تحقیق وکاوش کی داد دی۔

(۲) آداب الصالحین: یہ حضرت امام محمد بن محمد بن غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور عالم تصنیف ''احیاء العلوم'' کے چند ابواب کا فارسی خلاصہ ہے اور اس میں اسلامی طرز حیات اور اصول اخلاق کو پیش کیا گیا ہے۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں: میں نے آداب الصالحین کا فارسی نسخہ مولانا عبدالعزیز میمن رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانہ میں دیکھا تھا جس کی تصحیح شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے خود کی تھی۔

(۳) الانوار الجلیة فی احوال المشائخ الشاذلیة: اس رسالہ میں سلسلہ شاذلیہ کے مشائخ کا تذکرہ ہے۔

(۴) تحصیل التعرف فی معرفة الفقه والتصوف: حضرت محدث دہلوی رحمہ اللہ کی یہ کتاب بڑے علمی نکات پر مشتمل ہے اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا بہت بڑا علمی کارنامہ ہے **اس میں مصنف نے فقہ وتصوف وشریعت وطریقت میں تطبیق کرنیکی کوشش کی ہے۔**

(۵) ترجمہ غنیۃ الطالبین: غنیۃ الطالبین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی مشہور تصنیف ہے جو اہم دینی مسائل پر مشتمل ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔

(۶) ترجمة منهج السالک الی اشرف المسالک: یہ نایاب ہے اصل کتاب ''منهج السالک'' کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں ہے۔

(۷) تنبیه العارف بما وقع فی العوارف: یہ کتاب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے ایک قول کی تائید اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کے اعتراض کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ شیخ جیلانی رحمہ اللہ نے فرمایا تھا۔ ''قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله'' میرا یہ قدم ہر ایک ولی اللہ کی گردن پر ہے۔

شیخ سہروردی رحمہ اللہ نے اس پر اعتراض کیا کہ شیخ جیلانی رحمہ اللہ کا یہ فرمانا حالت سکر میں تھا! شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا حالت سکر میں نہیں تھا بلکہ حالت صحیح میں تھا۔

یہ رسالہ رضا لائبریری رام پور میں ''الرسولة فی القول قدمی هذا علی رقبة کل ولی الله'' کے نام سے موجود ہے۔

(۸) توصیل المرید الی المراد بیان احکام الاحزاب والاوراد: اس رسالہ کے بارے میں مصنف فرماتے ہیں۔ اس میں اوراد ووظائف اور احزاب کے علوم وقواعد بیان کئے گئے ہیں محدثین اور مشائخ کے مذہب کی توفیق کی گئی ہے، کیونکہ اس سلسلہ کے بعض اعمال کی تصحیح وتضعیف میں دونوں گروہوں کا اختلاف ہے۔

(۹) رسالہ عقد انامل:۔ انگلیوں پر ذکر واذکار کا شمار کرنے کے متعلق یہ رسالہ تحریر کیا تھا۔

(۱۰) ''اشعة اللمعات'' ''مشکوۃ المصابیح کی مکمل شرح ہے اور چار جلدوں میں ہے۔ یہ شرح بڑی جامع، علمی اور تحقیقی ہے۔

(۱۱) ''اشعة اللمعات'' کی تکمیل میں حضرت شاہ ابوالمعالی رحمہ اللہ (م ۱۰۲۴ھ/ ۱۶۱۵ء) کے تقاضوں اور دعاؤں کو بھی بڑا دخل تھا۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ لاہور تشریف لائے تو ان سے فرمایا: شرح مشکوۃ را اتمام کنید۔

Marfat.com

ان شاءاللہ کتابے شود کہ اہل عالم ہمہ ازاں مستفید شوند"۔ (کتاب المکاتیب والرسائل ص ۳۰۶)

(شرح مشکوۃ کو مکمل کیجئے، ان شاء اللہ اس سے ایک عالم مستفید ہوگا) حضرت محدث دہلوی رحمہ اللہ نے یہ شرح ۶ سال میں مکمل کی۔ اس کی ابتداء ۱۰۱۹ھ/ ۱۶۱۰ء میں کی اور ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء کو مکمل ہوئی۔ (بحوالہ: دو روشن ستارے ص ۱۱۵)

قارئین! حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ قادری کے صاحب جلال بزرگ تھے۔ انکی قبر میکلوڈ روڈ لاہور نزد لاہور ہوٹل موجود ہے۔ کتابوں میں مرقوم ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ انکی خدمت میں حصول فیض کیلئے حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کسی خاص کیفیت میں بیٹھے ہوئے تھے تو فرمایا ''عبدالحق! اگر ہم نے ایک ہفتے کے اندر اندر تیرے دل سے نفی کو نکلتا، اور اثبات کو آتا ہوا محسوس نہ کیا، تو تجھے اپنی خانقاہ سے نکال دیں گے'' مرشد کے یہ الفاظ سنتے ہی شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ پر گریہ وزاری کی حالت طاری ہوگئی کہ میں تو اتنی دور دہلی سے پیدل سفر کرتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دل کی دنیا آباد کرنے کیلئے حاضر ہوتا ہوں، اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہ سے ہی نکال دیا، تو مجھے یہ دولت کہاں سے ملے گی؟ لہٰذا یہ سوچ آتے ہی دریائے راوی کے کنارے جا بیٹھے۔ اور سلسلہ قادری کے مطابق ذکر بالجہر ''لا الہ الا اللہ'' کرنا شروع کر دیا جسے تصوف کی اصطلاح میں ذکر نفی اثبات کہا جاتا ہے۔ ذکر کے دوران شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو کھانے پینے کا کوئی ہوش باقی نہ رہا۔ بس ساری توجہ اس طرف تھی کہ لا الہ کہتے ہوئے میرے دل سے ساری مخلوق کیساتھ وابستہ امیدوں کی نفی ہو جائے اور الا اللہ کہتے ہوئے میرے دل میں واحد ذات کا مشکل کشاء، حاجت روا ہونا جڑ پکڑ جائے۔ اسی تصور سے ذکر کرتے کرتے یہ عالم ہوگیا کہ جب لا الہ کہتے ہوئے گردن کو بائیں طرف یعنی مقام دل سے دائیں طرف اٹھاتے تو دریائے راوی سے بھی پانی کی لہر اٹھتی اور اسی رخ کو جاتی۔ پھر جب الا اللہ کہتے ہوئے دل پر اللہ جل شانہ کے نام کی ضرب لگاتے تو دریا کی لہر بھی اسی طرف گرتی۔ (حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی سوانح میں بھی یہی بات ملتی ہے کہ سخت سردی میں جب چولہے کے قریب بیٹھ کر ذکر کرتے تو چولہے کی آگ بھی ساتھ ساتھ حرکت کرتی، اور مکان کے شہتیر اور چھت میں سے بھی ذکر کی آواز آتی) حتیٰ کہ شیخ عبدالحق رحمہ اللہ کو جب یقین ہوگیا کہ میرے دل سے تمام کائنات کی نفی ہوگئی ہے اور صرف ایک ذات کا اثبات آچکا ہے تو مرشد حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس واپس پہنچے۔ شیخ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھتے ہی فرمایا، عبدالحق! ذرا ہمیں ذکر کر کے تو دکھاؤ۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا دل جو اللہ جل شانہ کے ذکر میں تسخیر ہو چکا تھا، **ایسی کیفیت کیساتھ ذکر کیا کہ خود مرشد رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر چوٹ پڑنے لگی، انہوں نے بھی ساتھ ہی ذکر شروع کر دیا**، انکو دیکھ کر خانقاہ میں موجود باقی فقراء بھی ذکر میں مشغول ہو گئے۔ اتنا ذکر کیا، اتنا ذکر کیا کہ بالآخر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھ کر شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو سینے سے لگالیا، اور سلسلہ قادری کی جو نسبت انکے پاس امانت تھی، شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں منتقل کر دی اور فرمایا، جا۔۔۔ جا کر لاکھوں لوگوں کے دل میں حدیث کا نور منتقل کر، اس فقیر کی دعا تیرے ساتھ ہے۔ (از: مرتب)

شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا اسم گرامی شیخ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تھا' شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا زمانہ تھا اور اس پر آلام

Marfat.com

سفر میں اپنے والد کے ساتھ تھے' عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ ابھی کمسن ہی تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اس حادثے سے دل اس درجہ متاثر و مغموم ہوا کہ وطن کو خیر باد کہہ دیا اور خانہ بدوشی کی زندگی اختیار کر لی۔ گجرات' دکن' لنکا' سراندیپ وغیرہ میں عرصہ تک سرگرم سیاحت رہے۔ عام طور پر تین دن سے زیادہ کسی مقام پر نہ ٹھہرتے۔ البتہ اگر کوئی مرد خدا اور عالم دین مل جاتا تو مدت قیام میں کچھ توسیع ہو جاتی۔ اثنائے سفر میں نہ کسی سے کچھ طلب کرتے اور نہ اپنی ضرورت کیلئے کسی کا دروازہ کھٹکھٹاتے۔ اس طرح بھوک پیاس کی بے پناہ شدتیں برداشت کرتے اور مختلف قسم کی جسمانی اور ذہنی تکلیفیں اٹھاتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچ گئے' ان تکلیف دہ ایام سفر کا ذکر شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی اخبار الاخیار میں کیا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں: شیخ عبدالوہاب فرماتے ہیں: بارہا ہمارا کھانا اس طرح ہوا کہ کوئی ساتھی جاتا اور بے کار ہڈیاں جو قصاب اپنی دکان کے آگے پھینک دیتے ہیں' اٹھا لاتا اور گیہوں کے بال جو کھیتوں میں پڑے رہتے تھے' چن لیتا' ان ہڈیوں کو کوٹ کر اس گھاس کو پاک صاف کر کے پکا لیا جاتا اور پھر سب ایک ایک پیالہ پی لیتے۔ اس کے بعد شہر والوں کو ہمارے بارے میں معلوم ہو جاتا تو وہ کھانا لاتے تو ہم وہاں سے منتقل ہو کر دوسری جگہ چلے جاتے۔ کسی جگہ ہم تین دن سے زیادہ قیام نہ کرتے تھے''۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص ۱۶۵)

شیخ علی متقی رحمہ اللہ سے کسب فیض

اسی طرح شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ متقی بھوک پیاس کی سختیاں برداشت کرتے اور سفر کے مصائب و آلام جھیلتے ہوئے جمادی الاولیٰ 963ھ کو مکہ مکرمہ پہنچے' اس وقت ان کی عمر بیس سال سے بھی کم تھی۔ مکہ مکرمہ کی مسند تدریس پر اس زمانے میں مشہور ہندی عالم شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 2 جمادی الاولیٰ 975ھ/ 4 نومبر 1567ء) متمکن تھے' ان کی شہرت علمی دور دور تک پھیلی ہوئی تھی اور وہ شیخ عبدالوہاب کے والد گرامی شیخ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فضل سے باخبر تھے' شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر انہی کے ہو رہے اور ان کی زندگی کے آخری سانس یعنی 2 جمادی الاولیٰ 975ھ/ 4 نومبر 1567ء تک ان سے وابستگی اختیار کئے رکھی۔ تمام علوم کی تحصیل انہی سے کی اور ظاہری و باطنی علوم میں مرتبہ کمال کو پہنچے۔ ان کی وفات کے بعد مکہ معظمہ ہی کو اپنا مسکن ٹھہرا لیا۔ شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نہایت خوش خط تھے اور انتہائی صفائی اور احتیاط سے کتابت کرتے تھے علاوہ ازیں زود نویس بھی تھے۔ شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب جو بارہ ہزار سطور پر مشتمل تھی' شیخ عبدالوہاب نے بارہ راتوں میں اس کی کتابت مکمل کر لی تھی۔ تقویٰ و تدین' بدرجہ غایت جذبہ ذوق و شوق' زہد و سلوک سے شدید لگاؤ' بے حد اشتیاق حصول استاذ سے بے پناہ عقیدت و محبت اور کتابوں کی تصحیح و کتابت میں انتہائی دلچسپی ان کے وہ اوصاف تھے جن کی وجہ سے شیخ متقی رحمۃ اللہ علیہ کو ان سے خاص تعلق خاطر پیدا ہو گیا تھا اور وہ انہیں انتہائی محبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کو مکہ معظمہ کے حلقہ علماء و فضلا میں بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ دور دور سے لوگ ان سے علم حاصل کرنے کیلئے حاضر ہونے لگے۔ اس زمانے میں علوم شرعیہ پر عبور و استحضار میں بہت کم لوگ ان کا لگا کھاتے تھے۔

Marfat.com

بحث ومباحثہ سے نفرت

شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ مختلف مسائل اور فقہی معاملات میں معتدل مزاج رکھتے تھے' بحث ومباحثہ سے انہیں سخت نفرت تھی' اس زمانے کے صوفیاء میں مسئلہ وحدت الوجود کا بڑا زور تھا اور توحید وغیرہ کے سلسلے میں عام طور پر یہ لوگ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے متاثر تھے۔ زیادہ تر فصوص الحکم اور اس موضوع کی دیگر کتابیں ان صوفیاء کے زیر مطالعہ رہتی تھیں اور اپنے شاگردوں کو درساً درساً یہ کتابیں پڑھاتے بھی تھے لیکن اس ضمن میں شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک توقف وسکوت تھا۔ نہ وہ ان کتابوں کا درس دیتے' نہ ان سے اشتغال رکھتے' نہ ان کا انکار کرتے اور نہ ان کو برا کہتے۔ ان کی عادت ان فقہا کی سی نہیں تھی جو ان کتابوں پر طعن وتشنیع کرتے ہیں۔

ان کے نزدیک ظاہراً وباطناً سنت پر عامل ہونا ضروری اور عقیدے کی مضبوطی لازمی ہے۔ صوفیاء کی بعض مروج ومعروف کتابوں کے بارے میں وہ کہا کرتے تھے کہ ان کا مطالعہ تو کرنا چاہئے مگر یہ احتیاط رکھنی چاہئے کہ اپنے خاص انداز میں وہ جن اسرار ومعارف کا ذکر کرتے ہیں' اگر وہ حیطہ فہم میں نہ آئیں تو انہیں ترک کر دیا جائے۔ طبیعت میں خلجان اور تذبذب نہ پیدا کیا جائے۔ یہ مستحسن نہیں ہے کہ انہی کتابوں کے مطالعہ سے عقیدہ درست کرنے کی ابتداء کی جائے اور جو کچھ کسی سے سن لیا' اس کی پیروی شروع کر دی جائے' عقیدے کی مضبوطی اصل شے ہے۔ اس میں کسی قسم کا خلل نہیں آنا چاہئے۔

شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کسی کی تکفیر وتفسیق کرنے اور اس کو ملحد قرار دینے سے دامن کشاں رہتے تھے' اس سلسلے میں وہ جس نقطہ نظر کے حامل تھے' شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے: جس کو دیکھو' کلمہ پڑھتا ہے اور اس پر یقین رکھتا ہے' نماز روزے کا پابند ہے' اس سے اگر ایسے کلمات صادر ہو جائیں تو اسے معذور سمجھو اس کی تکفیر وتشنیع نہ کرو اور اس کو ملحد نہ جانو۔

ان کے نزدیک علم دین کی تحصیل' درس وتدریس' نماز' تلاوت قرآن مجید' اور ہر عمل خیر ذکر الٰہی ہے۔

حلقہ باندھ کر دیگر انداز سے ذکر الٰہی میں مشغول ہونے کو شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ متقی سنت قرار نہیں دیتے' بلکہ اسے مشائخ کا ایک طریق قرار دیتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ ذکر الٰہی لا الہ الا اللہ ہے۔ یعنی فرماتے ہیں کہ ایک خاص انداز سے حلقہ باندھ کر ذکر کرنے کا ثبوت نبی کریم ﷺ سے بہ سند صحیح نہیں ملتا۔ البتہ صوفیاء ومشائخ اسے مستحسن قرار دیتے ہیں۔ اصل ذکر الٰہی لا الہ الا اللہ ہے۔ (فقہائے ہند' ج:4ص ۱۶۷)

مدینہ منورہ کا ادب

ماہ رمضان 996ھ (اگست 1588ء) کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ' مکہ مکرمہ میں شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ متقی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشکوٰۃ شریف کا درس لینا شروع کیا۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ان کے ساتھ معتکف رہے' مناسک حج بھی انہی کے ساتھ ادا کئے اور پھر درس میں مشغول ہو گئے۔ 23 ربیع الثانی 997ھ (یکم مارچ 1589ء) کو شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے اور آخر رجب 998ھ (25 مئی 1590ء) تک وہاں مقیم رہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس سے اس درجہ محبت تھی کہ جب دیار حبیب ﷺ میں داخل ہوتے تو برہنہ پا ہو جاتے۔ ''درمدینہ برہنہ پا گردیدے''۔ (فقہائے ہند' ج:4ص ۱۶۸)

Marfat.com

مکہ مکرمہ میں تصوف کا درس

مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ واپس آکر مشکوٰۃ کا درس مکمل کیا' جو شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ سے لینا شروع کیا تھا' اس سے فارغ ہوئے تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: الحمدللہ! اب اس علم پر بدرجہ اتم عبور حاصل ہوگیا ہے بلکہ اس قدر ہوگیا ہے کہ اس علم کی خدمت کا حق ادا کیا جاسکتا ہے' **اب چندروز دوسرے امور میں مصروف ہونا اور خلوت اور ذکر الٰہی کی لذت سے بہرہ اندوز ہونا چاہیے۔**

اس کے بعد ان کو آداب و اوضاع ذکر اور تقلیل طعام وغیرہ کی تعلیم دی۔ نیز تصوف کی کچھ کتابیں پڑھائیں۔ ''نہج السالک الی اشرف المسالک'' نام کی ایک کتاب بھی ان کو دی، جو عربی میں تھی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ ایک اور کتاب جس کی خاص طور پر تعلیم دی ''قواعد الطریقۃ فی الجمع بین الشریعۃ والحقیقۃ'' تھی۔ پھر عبادت و ریاضت کے کچھ طرق کی تلقین فرمائی' جن کا تعلق خلوت سے تھا۔ استاذ سے صحیح مسلم کی قرأت کی اجازت چاہی۔

خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ سے بیعت برکت

جب شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مکہ معظّمہ میں شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض صحبت سے ظاہری و باطنی علوم کی منزلیں طے کر چکے تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے واپس ہندوستان جانے کا حکم دیا اور فرمایا: اب اپنے گھر جایئے کہ والدہ اور بچے آپ کی طرف سے پریشان حال اور آپ کے منتظر ہوں گے۔ لیکن شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے دینی اور مذہبی حالات سے سخت مایوس اور دلبرداشتہ ہوچکے تھے اور یہاں آنے پر آمادہ نہ ہوتے تھے۔ استاذ کا فرمان سن کر عرض گزار ہوئے۔ فقیر کے دل میں ان مقدس مقامات میں مقیم رہنے کی بہت ہی تمنا ہے۔ اس موضوع پر مشفق استاذ اور سعادت مند شاگرد کے درمیان کافی گفتگو ہوئی۔ استاذ کا اصرار تھا کہ اپنے وطن ہندوستان واپس جائیں اور شاگرد ابھی جانے کو تیار نہ تھے۔ بالآخر استاذ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ان شاءاللہ بہتر ہی ہوگا' استخارہ کرلیں۔ اب بظاہر خیریت اسی میں نظر آتی ہے کہ اپنے وطن واپس چلے جایئے۔

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان آکر خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی حاضری دی اور ان سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص ۱۶۹۔۱۷۰)

وفات

شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے 94 سال عمر پائی اور آخر دم تک تصنیف و تالیف اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ زندگی کے آخری دور میں بھی جسمانی اور روحانی طور پر اسی طرح صحت مند و توانا تھے' جس طرح کہ ابتدائی دور میں تھے۔ نہ کبھی درس و مطالعہ میں فرق آیا' نہ تدریس کے سلسلے کم ہوئے' نہ تحقیق و کاوش میں کمی واقع ہوئی' نہ قلم و قرطاس کی صحبتیں ماند پڑیں اور نہ وظائف و اوراد اور روزانہ کے معمولات میں خلل پیدا ہوا۔ اپنی گوناگوں علمی ضوفشانیوں سے سرزمین برصغیر میں روشنی کی ایک وسیع فضا پیدا کر کے 21 ربیع الاول 1052ھ (9 جون 1642ء) کو وفات پائی اور دہلی میں دفن ہوئے۔ وصیت کے مطابق نماز جنازہ ان کے جلیل القدر صاحبزادے شیخ نور الحق رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:۱۹۷)

Marfat.com

اولاد: شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تین بیٹے نور الحق رحمۃ اللہ علیہ شیخ محمد علی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد ہاشم رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ یہ تینوں اصحاب علم وفضل تھے مگر شیخ نور الحق رحمۃ اللہ علیہ ان میں سب سے فائق اور بلند مرتبے کے مالک تھے۔

شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے فرزند شیخ علی محمد بخاری دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو اپنے عصر کے فضلا میں سے تھے۔ دہلی میں پیدا ہوئے اور اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے کتب درسیہ کی تحصیل کی شیخ علی محمد رحمۃ اللہ علیہ تصنیف وتالیف کا اچھا ذوق رکھتے تھے۔

رسالہ احوال پنج پیران چشت: یہ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر مشتمل ہے۔

نجات المریدین: اس میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال وواقعات بیان کئے گئے ہیں۔

تیسرے فرزند شیخ محمد ہاشم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو عالم باعمل اور عبد صالح تھے۔ دہلی میں پیدا ہوئے وہیں نشوونما پائی اور اپنے عالی مرتبت والد شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا' طویل عرصے تک ان سے منسلک رہے اور اس قدر استفادہ کیا کہ حدیث اور فقہ کے ماہر علماء میں ان کا شمار ہونے لگا۔ (فقہائے ہند ج ۴ ص ۱۹۹)

(40) سید علم اللہ شاہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز: شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ

جدامجد: سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

سید علم اللہ شاہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے عظیم القدر خاندان کے فرزند تھے' اکتیسویں پشت میں ان کا سلسلہ نسب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ چوتھی پشت میں یہ باشندگان پاک وہند کے عظیم محسن اور مجاہد اسلام حضرت سید احمد بریلوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے جدامجد ہیں۔ ان کے خاندان کا ہر رکن نیکی وپاک بازی میں منفرد تھا۔

سید رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ

سید تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے سید رکن الدین تھے رحمۃ اللہ علیہ جو کڑا کے قاضی تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کو جامع فضائل پیدا کیا وہ کشف وکرامت سے بہرہ مند تھے۔ ان کی عمر ترک وتجرید اور عطا وایثار میں گزری۔ تاریخ فیروز شاہی کے مولف نے سید تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ اور سید رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ دونوں سے ملاقات کی سعادت حاصل کی اور ان کی پابوسی کے آداب بجالایا۔ لکھتا ہے کہ میں نے ان جیسے بلند مرتبہ سید بہت کم دیکھے ہیں' خدا تعالیٰ نے جو عمدہ اور روشن اوصاف انہیں عطا کئے یا جس حشمت وعزت سے انہیں نوازا وہ بہت کم لوگوں کے حصے میں آئی۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:403)

سید فضیل رحمۃ اللہ علیہ

سید معظم رحمۃ اللہ علیہ کے دو بیٹے تھے' سید فضیل رحمۃ اللہ علیہ اور سید اسحاق رحمۃ اللہ علیہ' دونوں زہد وعبادت کے پیکر تھے' بالخصوص سید فضیل رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

بہت بڑے عالم اور تصوف و طریقت میں بلند مرتبے کے حامل تھے۔ ان کے شب و روز کا بیشتر حصہ ضرورت مندوں اور کمزور لوگوں کی خدمت میں صرف ہوتا۔ ان کا معمول تھا کہ روزانہ ہر ایک کے دروازے پر جا کر دستک دیتے اور اور پوچھتے کہ کوئی کام ہو تو بتاؤ میں کر دوں۔ خدمت خلق میں وہ اس حد تک آگے بڑھے ہوئے تھے کہ کسی کو ایندھن کی بھی ضرورت ہوتی تو بازار سے خرید کر اپنے سر پر اٹھا کر لاتے۔ یہ خدمات انجام دینے کے بعد طلباء کی تعلیم و تدریس میں مشغول ہو جاتے' علاوہ ازیں درویشوں اور عقیدت مندوں کے کام میں ان کی مدد کرتے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:404)

پیدائش سے قبل بشارت

مولانا غلام رسول مہر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے جو سید علم اللہ کی پیدائش سے قبل ظہور میں آیا' وہ واقعہ ایک خاندانی روایت کے طور پر مشہور ہے' جو یہ ہے کہ سید فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے سید علم اللہ کی پیدائش سے پہلے خواب دیکھا تھا کہ گھر میں مٹی کے ایک طشت کے نیچے آفتاب چھپا ہوا ہے اور اس کی کرنیں پھوٹ پھوٹ کر باہر نکل رہی ہیں۔ آخر آفتاب آہستہ آہستہ طشت سے باہر نکل آیا اور بلند ہوا۔ دیکھتے ہی دیکھتے گھر کے در و دیوار اور اطراف و جوانب اس کی ضیاء گستری سے بقعہ نور بن گئے۔

منقول ہے کہ سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کو اس خواب کی تعبیر قرار دے دیا گیا۔ ان کے وجود سے سنن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترویج و تجدید کے اسباب پیدا ہوئے' احکام شریعت کی وسیع پیمانے پر نشر و اشاعت کے مواقع میسر آئے' اتباع سنت کا آفتاب درخشاں ہوا اور اسلام کے احکام و فرامین کی دور دور تک روشنی پھیلی۔ حسن اتفاق ملاحظہ ہو کہ اس خاندان میں ترویج اسلام اور اشاعت دین کی جو روایت شروع سے چلی آ رہی ہے، وہ اب تک مختلف شکلوں میں قائم ہے۔

پیشانی پر انوارات کی تجلی

سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ طفولیت کا ایک واقعہ جب کہ وہ پانچ برس کے لگ بھگ تھے' اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز وہ اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے' ادھر سے شیخ بندگی نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند شیخ بندگی جعفر امیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کا گزر ہوا' شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی تو رک گئے اور دیر تک انہیں دیکھتے رہے' ارادت مندوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا **اس بچے کی پیشانی سے تجلی اعظم کے نور کی موجیں اٹھ رہی ہیں۔ امید ہے کہ اس کے فیض سے ایک جہان منور ہوگا۔**
(فقہائے ہند' ج:4 ص:406)

تصوف کی وادی میں پہلا قدم

''وقائع احمدی'' میں مرقوم ہے کہ سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ سواروں میں ملازم ہو گئے تھے' ایک دفعہ موکب شاہی موسم سرما میں لاہور پہنچا' رات کا وقت تھا اور شدید بارش ہو رہی تھی' شاہ جہان بادشاہ نے اپنے ایک معتمد کو بھیجا کہ وہ جا کر دیکھے کہ اس وقت پہرے پر کون کون موجود ہے۔ معتمد نے ہر جگہ گھوم پھر کر دیکھا صرف ایک مقام پر ایک پہرے دار کھڑا نظر آیا جو موسلا دھار بارش میں گھوڑے پر سوار تھا' نیزہ ہاتھ میں تھا اور قرآن مجید پڑھ رہا تھا۔ نام پوچھا تو بتایا: علم اللہ۔

Marfat.com

دوسرے روز بادشاہ نے سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا اور فرض شناسی و مستعدی پر خوش نودی کا اظہار فرمایا۔ جب سید ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ خوش نودی کا یہ اظہار موسلا دھار بارش میں پہرے پر حاضر رہنے کا نتیجہ ہے تو معاً دل میں خیال آیا کہ دنیا کا بادشاہ اگر منصبی خدمت گزاری پر خوش ہو سکتا ہے تو مالک حقیقی کی خدمت گزاری کو اگر شیوہ وشعار بنالیا جائے تو وہ اس سے بھی زیادہ خوش ہوگا' اور خدمت گزار کو مستحق اجر و انعام ٹھہرائے گا۔ چنانچہ اسی وقت ملازمت ترک کر دی' مال واسباب لوگوں کو دے دیا اور فقر و درویشی کی زندگی اختیار کر لی۔ اب سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ذاتی شان وشکوہ ختم کرنے اور انکسار و مسکنت کی راہ پر گامزن ہونے کی مشق شروع کی جو راہِ حق میں وصول کمال کی منزلیں اولیں ہے۔ انہوں نے یہ معمول بنالیا کہ روزانہ علی الصبح باہر نکل جاتے' جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور سر پر اٹھا کر اپنے ماموں' دیوان سید ابو محمد کے لشکر میں فروخت کرتے۔ جتنے پیسے ملتے' ان میں سے کچھ پیسے اپنے کھانے پر صرف کرتے' باقی محتاجوں میں بانٹ دیتے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:407)

شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت وخلافت

یہ منزل طے کرنے کے بعد پیر طریقت کی تلاش شروع ہوئی' شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور ان کی صحبت میں طریقت وسلوک کی منزلیں طے کیں اور اخذ علم کیا۔ اب ''ولایت خاصہ واخص وخاص الخاص'' کے منصب سے سرفراز تھے۔

شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے خلعت دے کر وطن جانے کا حکم دیا اور فرمایا: اس جانب **ولایت کے چراغوں میں تمہاری حیثیت شمع کی سی ہوگی بلکہ ستاروں کے درمیان آفتاب کا درجہ پاؤ گے۔**

سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد گرامی کی طرح حرمین شریفین جانے کا ارادہ رکھتے تھے' بیوی کو بھی ساتھ لے جانا چاہتے تھے' شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی اجازت چاہی تو دے دی۔ ساتھ ہی فرمایا: لیکن شرط یہ ہے کہ اہل اللہ میں سے اگر کوئی راستے میں روک لے تو رک جانا اور وہیں اقامت اختیار کر لینا''۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:408)

سب کچھ ایثار کرنے کا صدیقی مزاج

سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ' شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے رخصت لے کر نصیر آباد پہنچے اور بیوی سے کہا میں اپنے لئے فقر اور ترک و تجرید کی راہ منتخب کر چکا ہوں اگر تمہیں میرے نقطہ نظر سے اتفاق ہے تو گھر کا تمام مال واسباب محتاجوں اور ضرورت مندوں کو دے دو۔ نیک بخت بیوی نے بلند مرتبہ شوہر کے عمل وعقیدہ سے پورے اتفاق کا اظہار کیا اور بلا تامل ان کے حکم کی تکمیل کی۔ قریبی رشتہ داروں نے اپنے اموال واملاک میں سے ایک ایک حصہ الگ کر کے سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے یہ عطیہ بھی مسکینوں کو دے دیا' منقول ہے کہ چار مرتبہ یہی صورت پیش آئی۔ بالآخر اعزہ واقارب اس نتیجے پر پہنچے کہ کوئی چیز انہیں اس خیال سے دینا بے سود ہے کہ یہ خود اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

> **امراء کے درباری علماء**
>
> مولانا مرحوم کو ان علماء سے بڑی وحشت تھی جو امراء کے درباری اور ان کے کاسہ لیس بن کر دین و جماعت کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں' جس کی وجہ سے علم دین کی شان اور علماء کے وقار کو نقصان پہنچ رہا ہے۔
>
> (مولانا نذیر احمد املوی رحمانی رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

مجذوب سے ملاقات

اب سید موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے حجاز جانے کا ارادہ کیا اور بیوی بچوں کو ساتھ لے کر نصیر آباد سے رخصت ہوئے۔ پہلی منزل رائے بریلی میں ہوئی' وہاں کچھ دن اپنے خالہ زاد بھائی کے ہاں ٹھہرے' سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ رات کے آخری حصے میں بیدار ہوکر سئی ندی پر تشریف لے جاتے' وہیں عالم تنہائی اور لوگوں سے علیحدگی میں نماز تہجد ادا کرتے۔ رائے بریلی ہی میں ایک مجذوب اہل اللہ شیخ عبدالشکور جائسی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی' انہیں جب پتا چلا کہ سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہجرت حجاز کے ارادے سے جا رہے ہیں تو سخت اصرار کر کے روک لیا۔ اس وقت سید ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے شیخ طریقت آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان بھی یاد آ گیا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نیک بندہ راستے میں روک لے تو رک جانا۔ چنانچہ رائے بریلی میں قیام پر رضامند ہو گئے' یہ مقام ان کیلئے نیا اور غیر مانوس نہ تھا' ان کے جد امجد نے بھی یہاں عمر گزاری تھی اور کچھ عزیز بھی رہ رہے تھے۔ ایک مقامی زمیندار کو ان کے ارادہ قیام کا علم ہوا تو آبادی سے باہر سئی ندی کے کنارے دس بیگھے زمین ہبہ کر دی۔ یہی جگہ آگے چل کر دائرہ علم اللہ یا تکیہ علم اللہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے اور اسی جگہ انہوں نے زندگی کے ابتدائی چالیس برس گزارے۔ شیخ عبدالشکور جائسی رحمۃ اللہ علیہ اور سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان گہرے مخلصانہ تعلقات پیدا ہو گئے تھے۔ شیخ جائسی' سید موصوف رحمۃ اللہ علیہ سے بہت متاثر تھے اور وہ ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ سید ممدوح رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور ان کے مشوروں پر عمل کرتے تھے۔

شیخ عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ ہی نے تکیہ کی جگہ تجویز کی' سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مکان اور مسجد کے مقامات بھی انہی نے متعین کئے' رائے بریلی کے ایک محلے کا نام لوہانی پور ہے' یہیں کے ایک زمیندار دولت خاں نے دس بیگھے زمین دی تھی۔ سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی زمین میں چھپر ڈال کر سکونت کا انتظام کیا اور کچی مسجد تعمیر کی۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:409)

ننگے پاؤں حج کا سفر

اقامت رائے بریلی سے کئی سال بعد سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ حج بیت اللہ کیلئے گئے۔ سفر حج میں ان کے تیسرے بیٹے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ تھے' جو ان دنوں بارہ برس کے تھے۔ تذکرہ نگاروں کے بیان کے مطابق یہ بائیس آدمیوں کا قافلہ تھا جو سعادت حج کی غرض سے رائے بریلی سے روانہ ہوا۔ **بندرگاہ تک ان لوگوں نے تمام سفر پیدل اور ننگے پاؤں طے کیا۔** عقیدت مندوں نے سواریوں کی پیش کش کی لیکن سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی سواری قبول نہ کی۔ اپنا ضروری سامان جو قرآن مجید' جائے نماز' وضو کا لوٹا اور بستر وغیرہ پر مشتمل تھا' سید ممدوح رحمۃ اللہ علیہ خود اٹھاتے تھے' تمام سفر میں کسی کو کسی قسم کی تکلیف دینا گوارا نہ کی۔ مردان حق کا یہ قافلہ بندرگاہ پر پہنچا تو ان کے تدین وللٰہیت' اسلام سے بے پناہ محبت وشیفتگی اور کمال اتباع سنت کو دیکھ کر جہاز کے مالکوں کے تاثر وگرویدگی کا یہ عالم تھا کہ ان سب لوگوں کو مفت لے جانے کی خواہش ظاہر کی۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا اور بائیس روپے فی کس کے حساب سے پورے قافلے کا کرایہ ادا کیا۔ مناسک حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ گئے۔

دیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی بے انتہا محبت کا اندازہ لگایئے کہ ہندوستان کے سفر میں اس لئے جوتا نہ پہنا کہ بیت اللہ کی

Marfat.com

زیارت کیلئے جا رہے ہیں تاحد امکان عجز و ادب کے ظاہری تقاضوں کو بھی پورا کرنا چاہیے۔ حجاز کی ارض مقدس میں پہنچے تو اس بناء پر جوتا پہننا مناسب نہ جانا کہ **اس پاک سرزمین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خرام گاہ ہونے کا فخر حاصل ہے اس پر ننگے پاؤں ہی چلنا چاہیے۔**

قیام مدینہ منورہ کے ایام میں سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ نماز کے بعد جنگل میں چلے جاتے اور لکڑیاں کاٹ کر لاتے' انہیں فروخت کر کے جتنے پیسے ملتے' ان میں اپنے اخراجات پورے کرتے' ان کی ترک دنیا اور عجز و سادگی کی وجہ سے مشائخ حرمین انہیں "مثیل ابی ذر" کے لقب سے پکارتے تھے۔ یہ حج انہوں نے غالباً (1658ء یا 1659ء) میں کیا۔ (فقہائے ہند'ج:4ص:409)

اتباع سنت پر ابدال وقت کی رائے

سید علم اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ اتباع سنت کا نہایت شدید جذبہ اپنے اندر رکھتے تھے۔ احکام شریعت کے سختی سے پابندی تھے' اس میں ان کی استقامت کا یہ حال تھا کہ کسی چھوٹے بڑے کی کوئی پرواہ نہ کرتے' قرآن وحدیث کے ہر حکم سے محبت اور ہر برائی سے نفرت تھی' ہر معاملے یعنی کھانے پینے' اٹھنے بیٹھنے' چلنے پھرنے' جاگنے سونے' بات چیت' لوگوں سے میل جول اور رسم و راہ قائم رکھنے میں ہمیشہ اتباع سنت اور پیروی شریعت پیش نگاہ رہتی۔ ان کی طبیعت بن گئی تھی کہ عزیمت کی باتوں پر عمل کرتے اور رخصت وجواز سے فائدہ نہ اٹھاتے۔ اعزہ واقارب اور معتقدین و مریدین کو بھی اسی کی تاکید کرتے' تواضع اور سادگی کا بہترین نمونہ تھے۔ ہر چھوٹے بڑے کو سلام کرنے میں سبقت لے جانے کیلئے کوشاں ہوتے' اس باب میں جو مسنون طریقہ ہے اسی کی پابندی فرماتے۔ ہاتھ اٹھا کر یا گردن جھکا کر سلام کو مکروہ اور خلاف شریعت گردانتے۔ لباس میں انتہائی محتاط اور پابندِ سنت تھے۔ روئی والا چغہ کبھی نہیں پہنا' اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نہیں پہنا تھا' کسی سے مخاطب ہوتے تو بڑے احترام سے نام لیتے۔ ان کے سامنے اصل معیارِ تعلق اور پیمانہ محبت صرف اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اتباع سنت تھا۔ کسی سے محبت کرتے تو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے اور بغض رکھتے تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی غرض سے۔ الحب للہ و البغض للہ پر عامل تھے۔ کوئی شخص کسی خلاف سنت فعل کا مرتکب ہو جاتا تو جب تک اس سے توبہ ورجوع نہ کر لیتا اور اللہ تعالیٰ سے معافی نہ مانگ لیتا' اس سے ملنا ترک کر دیتے خواہ کتنا ہی قریبی عزیز اور رشتہ دار ہوتا۔

بدعات ومحدثات کے سخت مخالف تھے' اہل بدعت کے سلام کا بالکل جواب نہ دیتے' نہ ان سے ملتے' نہ ان کے ہدایا وتحائف قبول کرتے۔ ان کو شدید نفرت کی نگاہ سے دیکھتے اور لوگوں کو تلقین فرماتے کہ ان سے تعلقات قائم نہ کریں۔ ان کی اتباع سنت اور تنفر بدعت کی عام شہرت تھی' لاہور کے شیخ میر میاں رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید شیخ عبدالحمید ابدال رحمۃ اللہ علیہ تھے' جن کا حلقہ ارادت بڑا وسیع تھا' ابدال صاحب کے ایک مرید نے سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پوچھا تو ابدال صاحب نے فرمایا:

اے عزیز! حضرت سید (علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ) اتباع سنت اور پیروی رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں اس عہد کے یگانہ مرد ہیں۔ اسلاف میں بھی ان جیسے بہت کم لوگ گزرے ہیں۔ سید ہونے کی وجہ سے ان کو فرزندی کا رتبہ حاصل تھا۔ پھر محبوبیت کا منصب ملا' یہ بلند درجے بہت کم لوگوں کو نصیب ہوئے"۔ (فقہائے ہند'ج:4ص:410)

Marfat.com

معاملات میں پاکیزگی واحتیاط

گھر کے کام خود انجام دینے کی کوشش کرتے یا کم از کم ان میں شریک ہوتے' مثلاً جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے' پانی لاتے' کھانا پکانے میں گھر والوں کی مدد کرتے یہاں تک کہ جھاڑو دیتے اور گھر کی صفائی کرتے۔ کسی کام کیلئے کسی کو حکم نہ دیتے' خود کرنا شروع کر دیتے' دوسرے دیکھ کر خود ہی اس میں شریک ہو جاتے' شریک کار ہونے والے کو منع بھی نہ کرتے۔ اس سلسلے میں بہت سی باتیں تذکروں میں مذکور ہیں۔ مثلاً ایک مرتبہ چھپر بنانا چاہتے تھے' خود ہی بنانا شروع کر دیا۔ مسجد کیلئے چونے کی ضرورت تھی' خود ہی زمین کھود کر روڑی نکالنے لگے' بازار سے ضروری استعمال کی چیزیں خریدنے جاتے تو سب چیزیں اپنے سر پر اٹھا کر لاتے۔ دوسرے کو بالکل تکلف نہ دیتے۔ تقسیم اشیاء میں انتہائی احتیاط سے کام لیتے' پورا خیال رکھتے کہ نہ کوئی چیز کسی کو زیادہ ملے نہ کم' سب کا حصہ برابر اور مساوی ہو' اسی لئے کھانا اکٹھا تیار کراتے' پھر سب گھر والوں' عزیزوں اور عقیدت مندوں کو برابر تقسیم کر دیتے' یہ بظاہر چھوٹی سی بات معلوم ہوتی ہے' لیکن درحقیقت بڑی اہم اور بنیادی بات ہے' اس سے کئی قسم کے شکوے کے دروازے کھلے جاتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس میں انتہائی احتیاط فرماتے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ کسی نے چار یا چھ سنگترے پیش کئے ان کو تقسیم کرنے سے بات نہیں بنتی تھی۔ سید موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا عرق نکلوا کر کھانے میں ڈال دیا تاکہ کوئی اس سے محروم نہ رہے اور تقسیم میں برابری کا اصول مجروح نہ ہو۔

شیر خور بچوں کی ماؤں کا بھی پورا خیال رکھتے' ان کو خشک چیزیں دے دیتے تاکہ وہ اپنی مرضی کے مطابق پکا کر کھالیں۔ ہدایا قبول کرنے میں بڑے محتاج تھے' غریبوں اور مقروضوں سے کبھی تحفہ یا ہدیہ نہیں لیا۔ جن ارباب دولت اور اصحاب ثروت کے اقربا و اعزہ غریب ہوتے' ان سے بھی کوئی چیز نہ لیتے۔ فرماتے'' قرض کی ادائیگی اور ذوی الارحام کی امداد تم پر فرض ہے' پہلے فرض پر عمل کرو پھر دوسروں کو دو۔ دوسروں کو دینا زیادہ سے زیادہ نفل کی حیثیت رکھتا ہے۔ **فرائض کو ترک کرنے والوں کی نفلی عبادت کیوں کر درجہ مقبولیت کو پہنچ سکتی ہے؟**''۔

ایک مرتبہ سئی ندی میں طغیانی آئی اور سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مکان پانی میں ڈوب کر منہدم ہو گیا۔ ایک مرید نے مکان کی تعمیر کیلئے پانچ سو روپے کی رقم بطور ہدیہ پیش کی۔ سید ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نے تمام رفقاء کو جمع کیا اور کہا کہ اگر اپنے ہاتھ سے مکان بنانے کیلئے تیار ہو جاؤ تو یہ رقم تمہاری عام ضرورتوں پر خرچ ہوگی' ورنہ مزدوروں کو دے دی جائے گی۔ رفقاء نے بہ طیب خاطر سب کام خود کرنے کا فیصلہ کیا' سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی برابر کام میں مصروف رہے۔ مٹی کھودتے' گارا تیار کرتے اور سب کے ساتھ برابر ٹوکریاں اٹھاتے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:411)

عالم ربانی کا نورِ ایمان

علم و فضل کے بلند مرتبے پر فائز تھے' علوم شرعیہ اور معارف الٰہیہ سے پوری طرح باخبر تھے' عارف باللہ اور عالم ربانی تھے۔ تمام انواع خبر اور اقسام علوم سے بہرہ ور تھے۔ قرآن' حدیث' فقہ اور باقی علوم متداولہ و مروجہ پر عبور رکھتے تھے' قانع و عفیف' عابد

Marfat.com

وزاہد اور مرقع صلاح و تقویٰ تھے۔ سفر و حضر میں کثرت سے صدقات و خیرات اور ایثار کا مظاہرہ کرتے۔ باوجود اس کے کہ خود تنگدست ہوتے اور فقر و غربت کی زندگی بسر کرتے لیکن اصحاب حوائج کی نہایت صدق و اخلاص سے مدد کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خوبصورتی سے بھی نوازا تھا' بہت ہی وجیہ اور حسین تھے۔ قد و قامت کے نعمت بھی حاصل تھی' نور ایمان کی باطنی تزئین کے ساتھ ساتھ ظاہری اعتبار سے بھی حسن و زیبائی سے مزین تھے۔ جب دن کو باہر نکلتے لوگوں کا جوم جمع ہو جاتا اور حصول برکت غرض سے وہ ہاتھوں کو چومنے کی کوشش کرتے مگر سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس حرکت کو گوارا نہ کرتے اور سختی سے روک دیتے۔ جب کوئی ان کی تعریف کرتا تو اظہارِ خفگی فرماتے اور جب نصیحت کی جاتی تو خوش ہوتے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مصروف رہتے اور خلافِ شرع امور کی نہایت سختی سے نکیر کرتے۔ شیخ جلیل' عالم کبیر اور زبردست مبلغ دین تھے۔

اسلامیت کی تصویر کامل

اپنے اعمال و افعال اور اخلاق و کردار میں اسلامیت کی کامل تصویر تھے' انہی امور پر عمل کرتے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔ اپنے بیٹوں کا نکاح کیا تو اسی مقدار میں مہر مقرر کیا جس کا رسول اللہ ﷺ سے ثبوت ملتا ہے' اور وہی شیوہ اختیار کیا جو احادیث میں مذکور ہے' بیٹیوں کے نکاح میں بھی یہی معیار سامنے رکھا۔ پھر نکاح کے بعد انہیں پیدل رخصت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اسی طرح رخصت فرمایا تھا۔ مولانا غلام رسول مہر رحمۃ اللہ علیہ نے اس ضمن میں ایک واقعہ نقل کیا ہے جو یہ ہے کہ ایک بیٹی کی نسبت اپنے چچازاد بھائی سید ہدایت اللہ کے بیٹے سید عبدالرحیم سے ہوئی تھی' جو نصیر آباد میں رہتے تھے' سید علم اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیٹی کے نکاح اور رخصتی کا فیصلہ کیا تو خود نصیر آباد گئے۔ رشتہ داروں سے ملے' پھر سید عبدالرحیم سے کہا: میاں وضو کر کے آیئے تا کہ نکاح کر دیا جائے۔ رشتہ داروں نے اس طریق نکاح سے اختلاف کیا اور کہا کہ نکاح کے لئے باقاعدہ تاریخ مقرر کر کے برادری کو جمع کرنا چاہئے اور جوڑے جامے تیار ہونے چاہئیں لیکن سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ موصوف نے چپ چاپ نکاح پڑھوایا اور بیٹی کو رخصت کیا۔ (فقہائے ہند' ج:4' ص:411-412)

سماع و مزامیر اور بدعات کی مخالفت

سماع و مزامیر' قوالی اور غنا وغیرہ کے سخت مخالف تھے' اس سلسلے کے چند واقعات لائق مذکورہ ہیں۔ ایک مرتبہ مشہور عالم و شیخ پیر محمد سلونی رائے رحمۃ اللہ علیہ بریلی تشریف لائے' ان کی مجلس میں عام طور پر سماع کا سلسلہ جاری رہتا تھا' انہوں نے سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا وقت مانگا۔ سید موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ آپ باہر سے آئے ہیں ملاقات کیلئے مجھے حاضر ہونا چاہئے تھا لیکن چونکہ آپ کے ہاں سماع و مزامیر اور قوالی کا سلسلہ جاری ہے لہٰذا معذرت خواہ ہوں' نہیں آسکتا۔

پہلے یا دوسرے سفر حج میں ایک مقام پر قیام پذیر ہوئے اور نماز جمعہ کیلئے مسجد میں گئے۔ وہاں ایک پیر صاحب چلہ کشی میں مشغول تھے اور گرد و نواح کے لوگوں میں اس کی نیکی اور خدارسیدگی کی بڑی شہرت تھی۔ سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ان سے ملنے کے آرزومند تھے اور خیال تھا کہ نماز کے بعد مسجد میں ضرور ملاقات ہوگی لیکن پیر صاحب نماز جمعہ میں شامل نہ ہوئے۔ سید علم

Marfat.com

اللہ رحمۃ اللہ علیہ نماز کے بعد اپنی قیام گاہ پر چلے آئے اور اس پیر کے مریدوں سے کہا جو شخص نماز کیلئے باہر نہ نکلا اور اس نے کسی شرعی عذر کے بغیر قطعی فرض ترک کر دیا اس کا منہ دیکھنا ہرگز روا نہیں اور اس کے ساتھ ملاقات سراسر خطا ہے۔

غرض سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ بدعات کی سخت تردید کرتے اور غیر شرعی امور کے مرتکب سے کوئی علاقہ نہ رکھتے' اگرچہ دنیوی اعتبار سے وہ کتنا بھی بڑا آدمی تھا۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:412-413)

قارئین! غور فرمائیں سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی بھی پیر کے متعلق بدگمانی نہیں رکھتے تھے، بلکہ خود عالم دین، پیرومرشد اور اتباع سنت میں کامل ہونے کے باوجود عقیدت مندی سے اسکے ساتھ ملاقات کیلئے تشریف لے جاتے۔ اگر اس میں اپنی آنکھوں سے کوئی خلاف شرع بات دیکھتے، تو خاموشی سے کنارہ کش ہو جاتے۔ ورنہ ان اہل اللہ ہستیوں سے روحانی استفادہ کرنا اپنے لیے سعادت سمجھتے۔ یہاں ان حضرات کیلئے سبق ہے جو کسی کو جانے بغیر ہی کفر، شرک یا بدعت کا فتویٰ لگا دیا کرتے ہیں، اگرچہ اس شخص کا اللہ جل شانہ کے ہاں کتنا ہی عظیم مقام کیوں نہ ہو۔ یہاں شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید صاحب مجاہد آبادی حفظہ اللہ (جامعہ الدراسات الاسلامیہ لاہور) کا قول یاد آ رہا ہے، فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمیں فلاں اللہ والا اچھا نہیں لگتا۔ جب وہ ایسا کہہ رہے ہوتے ہیں تو عرش الٰہی سے آواز آتی ہے، او بدبخت انسان، تجھے اللہ والے اچھے نہیں لگتے؟ تجھے کیا خبر رات کی تنہائیوں میں جب تو محوِ خواب ہوتا ہے تو ان اللہ والوں کی رات میرے سامنے روتے، گڑگڑاتے اور مجھ سے باتیں کرتے گزرتی ہے اور تجھے یہ اچھے نہیں لگتے؟ جا مجھے تو خود اچھا نہیں لگتا۔ (از: مرتب)

مال مشتبہ سے کمال احتیاط

کسی کا ہدیہ لینے اور نذر قبول کرنے سے سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کمال احتیاط سے کام لیتے تھے۔ جب تک یقین نہ ہو جاتا کہ جو مال دیا جا رہا ہے وہ شک وشبہ سے خالی ہے اور چیز دینے والا پابند شرع ہے' کوئی چیز قبول نہ فرماتے' اس ضمن کا ایک واقعہ یہ ہے کہ رائے بریلی کے محلہ لوہانی پور کے ایک زمیندار کا نام پیر خاں تھا۔ یہ شخص سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت عقیدت رکھتا تھا' ایک مرتبہ اس نے سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آم پیش کئے۔ فرمایا **یہ آپ کا اور آپ کے بھائیوں کا مشترکہ مال ہے' اگر آپ اپنا حصہ تقسیم کرا کے لاتے تو میں ضرور لے لیتا**' اب نہیں لے سکتا۔ پیر خاں نے عرض کیا بھائیوں کے حصے کا میں ذمہ دار ہوں' وہ آم دے کر تھوڑی دور گیا ہوگا کہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آدمی بھیج کر اسے واپس بلایا اور کہا:

میں جب سے راہِ فقر پر قدم زن ہوا ہوں' بارگاہ باری تعالیٰ میں ہمیشہ دعا مانگتا رہا ہوں کہ مجھے حرام اور مشتبہ مال سے محفوظ رکھا جائے۔ آپ کا ہدیہ مال مشتبہ ہے' میں اسے قبول نہیں کر سکتا۔

نتائج الحرمین کی روایت ہے کہ شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے جن حضرات نے کسب فیض کیا' ان میں سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی تو شامل ہے ہی' ان کے علاوہ شیخ محمد سلمان بلیادی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عثمان شاہ جہان پوری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی خوش بخت جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ شیخ عثمان کو سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے ہاں خاص عزت و احترام کے مستحق سمجھا جاتا تھا' ایک مرتبہ شیخ عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ محمد سلطان رحمۃ اللہ علیہ اور سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تنگدستی کے بارے میں سلطان اورنگ زیب عالمگیر کو خط لکھا اور امداد

Marfat.com

کی سفارش کی۔ عالمگیر نے یہ خط دیکھتے ہی شیخ سلطان رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کیلئے وظیفہ مقرر کر دیا لیکن اسے معلوم تھا کہ سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ وظیفہ قبول نہیں کریں گے اس لئے حکم دیا کہ جس مال سے خود ہمارے لئے کھانے کا انتظام ہوتا ہے اس میں سے دو سو روپے بطور ہدیہ سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھیج دیے جائیں۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بے شک معلوم تھا کہ یہ ہدیہ رزق حلال سے آیا ہے اور بھیجنے والا وہ بادشاہ ہے جس سے بڑھ کر صاحب تقویٰ بادشاہ کم از کم ہندوستان کے تخت حکومت پر کوئی نہیں بیٹھا لیکن اس کے باوجود ہدیہ واپس کر دیا۔ یہ ان کی شان استغنا اور احتیاط کی انتہا تھی۔

فقر و تنگدستی کی دعا

لوگ اپنے اور اپنے اہل وعیال کیلئے فارغ البالی اور وسعت مال و دولت کی دعا مانگتے ہیں لیکن سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا طرز عمل اس سے بالکل مختلف تھا۔ وہ اکثر اپنی اولاد کیلئے اللہ تعالیٰ سے فقر و تنگدستی کی دعا مانگتے تاکہ وہ لوگ اس جہان فانی کے عارضی آرام و آسائش اور دنیوی نعم و زخارف کی محبت میں الجھ کر دین و شریعت اور صلاح و تقویٰ کی راہ ترک نہ کر دیں۔ چنانچہ اس خاندان میں اگر کسی کے گھر ضرورت کی عام چیزیں نہ ہوتیں اور فقر و احتیاج کی نوبت آجاتی تو تنگی کی اس حالت کو اس طرح تعبیر کیا جانے لگا تھا کہ ''فلاح گھر میں شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں''۔ یعنی ان کی اصطلاح میں تنگدستی اور شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ لازم و ملزوم ہیں اور ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ (فقہائے ہند' ج:4ص:413-414)

بیٹے کی وفات پر صبر و تحمل کی انتہا

سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ بدرجہ غایت صابر و شاکر اور انتہا درجے راضی بقضا رہنے والے تھے' ان کے بیٹوں میں سے ایک بیٹے سید ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تھے' بڑے متقی' پابند شرع اور پاک باز تھے۔ ان اوصاف کی وجہ سے بلند مرتبہ باپ کو بڑے محبوب تھے' عین عالم جوانی میں بتیس برس کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ رات کا وقت تھا' سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے گھر کے تمام افراد کو قضائے الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے کی تلقین فرمائی' نہ کوئی رویا' نہ کوئی حرف شکایت کسی کی زبان پر آیا۔ رات بالکل خاموشی میں گزر گئی' صبح ہوئی تو سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اطمینان کے ساتھ فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا فرمائی۔ نماز کے بعد ایک شخص سے کہا کہ رات میاں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فوت ہو گئے' ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرنا چاہئے۔

جوان اور سعادت مند بیٹے کو دفن کر چکے تو فرمایا الحمدللہ! میاں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس دنیا سے دولت ایمان کے ساتھ رخصت ہوئے ہیں۔ گھر میں ایک بوڑھی عورت روزانہ چرخا چلایا کرتی تھی۔ سوت کاتنے کے سوا اس کا کوئی کام نہ تھا۔ سید ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے دن اس نے افسوس میں اپنا کام بند رکھا۔ سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ گھر گئے تو چرخا بند تھا' فرمایا: یہ کام کیوں بند کیا ہے؟ بڑھیا نے کہا' ایسا نیک اور جوان بیٹا دنیا سے اٹھ گیا ہے چرخے کا ہوش کیسے رہ سکتا ہے؟ فرمایا: یہ سب قضا و قدر کے معاملے ہیں' اللہ تعالیٰ کے حکم میں کون دم مار سکتا ہے' سب کی زندگی چند روزہ ہے' ہمیں خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا چاہئے' اپنا کام بند نہ کرو۔ (فقہائے ہند' ج:4ص:414)

Marfat.com

بچے دینے والی پیسوں کی تھیلی

مفتی غلام سرور لاہوری رحمۃ اللہ علیہ خزینۃ الاصفیا میں علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک عجیب وغریب واقعہ نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ علامہ سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے (عبدالحکیم کو) ایک مرتبہ ایک روپیہ عنایت کیا۔ میں نے وہ روپیہ تبرک کے طور پر ایک تھیلی میں رکھ لیا۔ کئی سال وہ روپیہ میرے پاس رہا' جب تک وہ روپیہ موجود رہا' تھیلی میں سے روپے ختم نہیں ہوئے۔

خواب میں حضور ﷺ کا وصال

عمر کے آخری حصے میں غذا بہت کم کر دی تھی' چنے کی دال کا تھوڑا سا پانی اور چند دانے چاول کے کھاتے۔ حب رسول اللہ ﷺ کے جذبے میں یہ دعا کرتے کہ اتنی ہی عمر ہو' جتنی کہ رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمائی گئی تھی۔ 8 ذی الحجہ 1096ھ (25 اکتوبر 1685ء) کو دوشنبہ کے روز برائے بریلی میں فوت ہوئے۔ باسٹھ برس' آٹھ مہینے اور چھبیس دن کی عمر پائی۔

سلطان اورنگ زیب عالمگیر کو سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت عقیدت تھی' انہی دنوں اس نے خواب **دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے رحلت فرمائی اور فرشتے آپ ﷺ کے جنازہ مبارک کو آسمان پر لے گئے**۔ اس خواب سے عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ سخت پریشان ہوا' ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا غالباً سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ فوت ہو گئے۔ چنانچہ خواب کی تاریخ لکھی گئی' پھر وقائع نویس کی اطلاع سے تصدیق ہو گئی کہ واقعی سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روز انتقال کیا۔ بادشاہ نے ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ نے یہ تعبیر کس دلیل کی بنا پر کی تھی؟ کہا صرف اس بنا پر کہ سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ اتباع سنت کا اس قدر کامل ترین نمونہ تھے کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ ان کی وفات کا مطلب یہ تھا کہ سنت کا ایک نہایت پاکیزہ اور عمدہ ترین نمونہ دنیا سے اٹھ گیا۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:414-415)

(41) مرزا مظہر جان جاناں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

فیض یافتہ: سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

صحبت یافتہ: شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ

قارئین! زیب عنوان مولانا مرزا مظہر جان جاناں نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ وہ ہستی ہیں جن کو (سابق صدر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان) مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ (بانی مدرسہ غزنویہ شیش محل روڈ لاہور) اپنے لیے آئیڈیل قرار دیتے تھے، اور انکے واقعات پڑھتے ہوئے کتاب پر جگہ جگہ سرخ پنسل سے لکھتے تھے کہ میری طبیعت میں نزاکت اور ادب کی لطافت بھی انہی جیسی ہے لیکن ان کا مقام بہت بلند تھا، میری قسمت میں ایسی رفعت کہاں؟ ایک مرتبہ جب راقم کی ملاقات مولانا اسحاق بھٹی مرحوم سے ہوئی تو ہر بار کی طرح اس دن بھی صوفیاء بزرگوں کا تذکرے سے محفل سج گئی اور حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی نماز بالکل اہل حدیثوں جیسی تھی۔ انکو شہید کر دیا گیا تھا۔ آئیں دیکھتے ہیں کہ بھٹی صاحب مرحوم

Marfat.com

نے شہادت کا شربت پینے والی اس زندہ ہستی کا تذکرہ کن الفاظ میں زندہ کیا ہوا ہے۔ (از: مرتب)

علمی اور فکری لحاظ سے زرخیز اور پرثروت ارض ہند نے جن نامور اصحاب علم اور مقتدر ارباب کمال کو جنم دیا' ان میں مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ جو تاریخ میں مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے معروف ہیں' ایک رفیع المرتبت عالم دین تھے' ان کے والد کا اسم گرامی مرزا جان' دادا کا نام عبدالسبحان اور پردادے کا نام محمد زمان علوی رحمۃ اللہ علیہم تھا۔ انیس واسطوں سے ان کا سلسلہ نسب محمد بن حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ بارہویں صدی ہجری میں وہ اس برصغیر کے شیخ و امام' عالم و محدث' فقیہ اور عابد و زاہد بزرگ تھے۔

سلطان اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ سے نام رکھوانا

مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے والد مرزا جان رحمۃ اللہ علیہ مغل حکمران اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے منصب دار تھے اور دکن میں متعین تھے۔ اورنگزیب دکن میں تھا کہ انہوں نے ملازمت شاہی ترک کردی اور تمام ساز و سامان غربا و فقراء میں تقسیم کردیا۔ پچیس ہزار روپے اپنی بیٹی کی شادی کیلئے بچا کر رکھے تھے' ایک دوست کو ضرورت پڑی تو وہ اس کو دے دیے۔ مرزا جان رحمۃ اللہ علیہ حکومت کے منصب سے وجاہ سے الگ ہونے کے بعد اکبرآباد (آگرہ) جارہے تھے کہ علاقہ مالوہ میں کالاباغ کے مقام پر قیام کیا اور وہیں جمعہ کی شب 11 رمضان المبارک 1111ھ (20 فروری 1700ء) ایک روایت کے مطابق 1113ھ/1702ء) کو ان کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی۔ اس کی اطلاع بادشاہ ہند اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی تو اس نے نومولود کا نام مرزا جان رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی مناسبت سے جانِ جان رکھا اور کہا۔ بیٹا باپ کی جان ہوتا ہے اس لئے ہم نے ان کا نام جان جان قرار دیا۔

جانِ جان بعد میں بدل کر جان جاناں ہوگیا۔ اس نام نے اتنی شہرت پائی اور اس درجہ مقبولیت حاصل کی کہ خود مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے خطوط میں یہی نام (یعنی جان جاناں) لکھنے لگے۔ شمس الدین حبیب اللہ ان کا لقب تھا اور مظہر تخلص کرتے تھے۔ پورا نام شمس الدین حبیب اللہ مرزا مظہر جانِ جاناں تھا۔

تین بزرگوں سے کسب طریقت

مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ باپ کے اکلوتے بیٹے تھے' آغوش پدری میں تربیت پائی' شفیق باپ نے ہونہار بیٹے کو آداب و اخلاق' فنون سپاہ گری اور دیگر مروجہ علوم و فنون کی تعلیم دی۔ چند فارسی رسائل بھی پڑھائے۔ مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید مع قرأت و تجوید کے قاری عبدالرسول دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا جو شیخ القرا عبدالخالق مصری رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ تھے۔ اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچے تو والد صاحب وفات پا گئے۔ ان کے بعد حاجی محمد افضل سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر' حدیث اور فقہ وغیرہ کی تحصیل کی' ان علوم سے فارغ ہونے کے بعد خود مسند تدریس آراستہ کی اور بے شمار لوگوں کو مستفید فرمایا۔ پھر طریقت و تصوف کی طرف عنان توجہ مبذول کی اور نقشبندی سلسلے کے ایک بزرگ شیخ نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ بیعت میں داخل ہوئے' چار سال ان سے کسب فیض کرتے رہے اور خرقہ واجازت سے بہرہ مند ہوئے۔ شیخ نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو انتہائی عقیدت تھی' ان

Marfat.com

کی وفات کے بعد ایک اور بزرگ حافظ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔ بارہ سال ان کی خدمت میں رہے' ان کے انتقال کے بعد شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ 1155ھ (1742ء) میں مرزا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نے خود سلسلہ رشد و ہدایت کا آغاز کیا۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:601-602)

مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آپ بیتی

ایک خط کے جواب میں انہوں نے جو کچھ لکھا وہ درج ذیل ہے:

برخوردار! تم نے دوبارہ التماس کی ہے کہ فقیر اپنا حسب و نسب لکھے' چونکہ اس میں کوئی خاص فائدہ نہیں تھا' اس لئے میں نے تغافل کیا۔ اب جبکہ تمہاری منت سماجت حد سے بڑھ گئی ہے تو مختصر طور پر تحریر کیا جاتا ہے' معلوم ہونا چاہئے' حقیقت میں تو اس فقیر کے سرمایہ وجود کا آغاز ایک قطرہ آب اور انجام حنیفہ کے توسط سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ فقیر کے اجداد میں سے ایک بزرگ (جن کا نام امیر کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ تھا) آٹھویں صدی ہجری میں کسی وجہ سے (ترک وطن کر کے) طائف سے ترکستان آ گئے تھے' انہوں نے اس علاقے کے ایک حاکم (جو قبیلہ الوس قاقشاں کا سردار تھا) کی لڑکی سے شادی کر لی۔ اس حاکم کا کوئی لڑکا نہ تھا' لہٰذا اس علاقے کی حکومت کا تعلق ان کی اولاد سے ہو گیا' جب ہمایوں بادشاہ نے مملکت ہندوستان کو سرکش پٹھانوں سے نجات دلائی تو وہ اس خاندان کے دو بھائیوں محبوب خاں اور بابا خاں کو ساتھ لایا' جن کا سلسلہ تین پشت پر امیر کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا تھا۔ ان دونوں کا حال عہد اکبری کی تاریخوں میں مرقوم ہے' ان بزرگوں کا مادی نسب نامہ امیر صاحب قرآن (تیمور لنگ) کے خاندان تک پہنچتا ہے اور فقیر کا سلسلہ چار واسطوں سے بابا خاں تک منتہی ہوتا ہے۔ خان مذکور (بابا خاں) نے عہد اکبری میں بغاوت کی تھی' اس جرم کی پاداش میں میرے والد بھی کم منصبی کی سزا میں گرفتار تھے' انہوں نے عمر کا بڑا حصہ اورنگزیب عالم گیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گزارا' آخر ترک دنیا کی دولت سے **مفتخر اور ممتاز ہوئے اور سلسلہ قادریہ کے ایک بزرگ سے استفاضہ کیا۔** میرے والد نے 1130ھ (1718ء) میں اس دنیا سے رحلت کی۔ فقیر کی ولادت 1113ھ (1702ء) میں ہوئی' سولہ سال کی عمر میں یتیم ہو گیا تھا' بیس سال کی عمر میں کمر ہمت باندھ کر دنیا سے ہاتھ اٹھا لیا اور فقر کی راہ میں ریاضت شروع کی۔ علوم متعارفہ والد کے زمانے میں پڑھے اور کتب حدیث حاجی محمد افضل سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پڑھیں جو شیخ المحدثین شیخ عبداللہ بن سالم مکی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے' قرآن مجید شیخ القراء شیخ عبدالخالق شوقی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حافظ عبدالرسول دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ طریقہ نقشبندیہ کا خرقہ اور اجازت مطلقہ جناب سید السادات نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی' جن کا سلسلہ دو واسطوں سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے' ایک عمر ان کی خدمت میں گزاری' ان کی وفات کے بعد اس طریقے کے متعدد مشائخ سے استفادہ کیا اور پھر مدت تک فیض آشیانہ حضرت شیخ الشیوخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر جبہ سائی کی۔ ان کا سلسلہ بھی دو واسطوں سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ ایک عرصہ تک ان کی خدمت کر کے قادریہ سہروردیہ اور چشتیہ طریقوں کا خرقہ اور اجازت ان سے حاصل کی۔ آج تک ان بزرگوں کے حکم کے مطابق تیس سال سے طالبان خدا کی تربیت کر رہا ہوں۔ خدا خاتمہ بالخیر کرے۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:602-603)

Marfat.com

فقراء کے در پہ جم کے بیٹھ جانا

بچپن ہی سے اس خاکسار کو ہوس جاہ و مال نے پریشان نہیں کیا۔ اس امید پر کہ دوسری دنیا میں چشم بصیرت وا ہو سکے، حصول ضروریات کے بعد اس فقیر نے خود کو فقرا کے دامن سے وابستہ کر لیا اور نقش قدم کی طرح ان کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ لہٰذا اس فقیر کا دماغ ضعف قوی کا شکار ہے اس میں تدبیر اسباب کی تاب نہیں رہی، تجرید و تعزیر اختیار کر لی ہے، گل کی طرح تمام زندگی ایک ہی لباس میں گزار دی۔ شور عشق کی تحریک سے جو کہ اس خمیر کا نمک ہے، کبھی کبھی فریاد کیلئے لب کھولتا ہے چونکہ اس کا نالہ موزوں ہوتا ہے اس لئے احباب جوہر شناسی کی وجہ سے انہیں اشعار سے تعبیر کرتے ہیں ورنہ اپنی بے سرمایگی کے پیش نظر غایت انصاف کی بناء پر اس نے دکان سخن نہیں لگائی"۔ (فقہائے ہند، ج:۵ ص:605)

ملازمہ کی عارفانہ باتیں

مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی قناعت اور توکل کے بارے میں کئی واقعات مشہور ہیں، کہتے ہیں کہ ایک بار انہوں نے گھر میں کدو کی بیل لگائی۔ ملازمہ نے کہا یہ بیل تو آپ نے لگالی ہے ایسا نہ ہو کہ گھر میں کسی وقت تنگدستی کی نوبت فاقے تک پہنچ جائے اور آپ اس بیل کے پتے کھانے لگیں۔ یہ بات شیوہ توکل اور روح قناعت کے خلاف ہوگی۔ مرزا جان رحمۃ اللہ علیہ نے ملازمہ کی یہ بات سنی تو اسے معرفت الٰہی پر محمول کیا اور بیل جڑ سے اکھاڑ دی۔

سلسلہ قادریہ میں نسبت

مرزا جان رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ قادریہ سے منسلک تھے اور شاہ عبدالرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ فارسی میں شعر بھی کہتے تھے اور جانی تخلص کرتے تھے۔ انہوں نے نہ تصوف میں شہرت پائی نہ شاعری میں۔ گمنامی کی زندگی بسر کی، یہی وجہ ہے کہ شعرا اور صوفیاء کے تذکروں میں نہ ان کے حالات ملتے ہیں نہ کلام کا پتا چلتا ہے۔ (فقہائے ہند، ج:۵ ص:607)

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ سے اخذ حدیث

مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کتب حدیث حاجی محمد افضل سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ موصوف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی شیخ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ عالم اور متقی بزرگ تھے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان سے علم حدیث کی سند حاصل کی تھی۔ کتابوں کے اس قدر شائق تھے کہ کسی طرف سے جو آمدنی ہوتی اس سے کتابیں خرید لیتے۔ ایک مرتبہ کسی نے پندرہ ہزار روپے پیش کئے انہوں نے ان تمام پیسوں کی کتابیں خرید لیں۔ 1146ھ (1733ء) کو دہلی میں فوت ہوئے اور مقبرہ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ میں دفن کئے گئے۔

سلسلہ نقشبندیہ میں نسبت

سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فیض طریقت حاصل کیا۔ سید ممدوح رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ نقشبندیہ کے ممتاز بزرگوں میں سے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے، شیخ سیف الدین بن شیخ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ اور خلیفہ

Marfat.com

تھے۔ دیگر حضرات سے بھی کسب فیض کیا تھا۔ عابد و زاہد اور متبع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ 11 ذیقعد 1135ھ (12 اگست 1723ء) کو دہلی میں وفات پائی اور بستی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ میں دفن ہوئے۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:607)

ہر وقت آخرت پر نظر

مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ خوش شکل، خوبرو، وجیہ اور بارعب عالم دین تھے، نہایت مہذب، با اخلاق اور درویش منش بزرگ تھے۔ دوسروں کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے اور اس کو رفع کرنے کی پوری کوشش کرتے۔ متوکل علی اللہ، مستغنی المزاج اور پیکر زہد و عبادت تھے۔ امراء و حکام اور ارباب ثروت سے دور رہتے اور ان سے ملنے اور تحفے قبول کرنے سے ہمیشہ گریز کرتے۔ اگر کوئی کچھ پیش کرتا تو صاف لفظوں میں انکار کر دیتے۔ ایک امیر نے رہنے کیلئے ایک حویلی، خانقاہ اور غرباء و مساکین کیلئے کچھ ذرائع خدمت پیش کئے، مگر مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہہ کر معذرت کر دی کہ جب مکان اور مال و متاع چھوڑ کر ہی دنیا سے جانا ہے تو اپنا ہو یا دوسرے کا، سب برابر ہے۔ ہر شخص کی روزی خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، جو ہر حالت میں بقدر حصہ پہنچتی ہے۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے ساری مکان نہیں بنایا۔ ہمیشہ دوسروں کے مکان میں کرایہ پر یا عاریتاً مقیم رہے، خود کھانا نہیں پکاتے تھے، ضرورت کے وقت کھانا پکا ہوا لے آتے اور کھا لیتے۔ لباس کا یہ عالم تھا کہ کبھی دو جوڑے نہیں سلائے، ہمیشہ ایک جوڑا رکھا، میلا ہوا تو دھولیا، کسی کی نذر قبول نہیں کرتے تھے، البتہ اس ضمن میں انہوں نے چھ پیمانے مقرر کر رکھے تھے، کوئی اس معیار پر پورا اترتا تو اس کی نذر قبول فرما لیتے۔

1۔ نذر پیش کرنے والا بلند کردار آدمی ہو۔

2۔ امراء اور اہل دنیا سے اختلاط اور میل جول نہ رکھتا ہو۔

3۔ مجموعی طور پر صالح اور متقی انسان ہو۔

4۔ حلال اور حرام کی تمیز رکھتا ہو اور پھر اس پر عامل بھی ہو۔

5۔ غصب و نہب سے متنفر اور لوٹ مار سے کنارہ کش رہتا ہو۔

6۔ جو کچھ دینا ہو اس میں خلوص قلب کا فرما ہو۔

فرمایا کرتے کہ **تحفے اور ہدیے کو ٹھکرا دینا اگرچہ ممنوع ہے تاہم قبول کرنا بھی ضروری نہیں،** میں اپنے انہی رفقا اور متعلقین کا تحفہ قبول کرتا ہوں، جن کے بارے میں یقین ہو کہ اخلاص اور احتیاط سے پیش کر رہے ہیں۔ میں اغنیا کا تحفہ قبول نہیں کرتا، ان کے تحائف و ہدایا عام طور سے مشتبہ اور مشکوک ہوتے ہیں، اکثر دیکھا گیا ہے کہ اغنیا حقوق العباد کا خیال نہیں رکھتے، لہٰذا ان سے قبول کرنا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے دربار میں باز پرس کا باعث بن سکتا ہے۔

اس ضمن میں یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ ایک مرتبہ نظام الملک نے ان کی خدمت میں تیس ہزار نقد روپے پیش کئے۔ آپ نے قبول نہیں فرمائے اور کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ نظام الملک نے عرض کیا اگر آپ کو ذاتی ضرورت نہیں تو مجھ سے لے کر مسکینوں حاجت مندوں میں تقسیم کر دیجئے۔ فرمایا میں تمہارا خازن نہیں ہوں، اگر تقسیم کرنا چاہتے ہو تو میرے گھر سے باہر جا کر خود ہی تقسیم کر دو۔

Marfat.com

مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ بارہویں صدی ہجری کے ہندوستان کے عجوبہ روزگار عالم دین تھے' ذکاوت وفطانت' زہد وورع' قوتِ ادراک' اتباع سنت' ذکرالٰہی اور اقتضائے آثار سلف میں ان کا درجہ بہت بلند تھا۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:608-609)

اتباع سنت کا شدید جذبہ

مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کے حالات پر نظر ڈالنے سے پتا چلتا ہے کہ ہر طرف انحطاط ہی انحطاط اور زوال ہی زوال تھا۔ سلطنت مغلیہ کا اقتدار تقریباً ختم ہو چکا تھا اور اس کے عروج کا آفتاب لب بام آ گیا تھا۔ بادشاہ اور امراء اور رؤساسب عیش وعشرت میں مبتلا تھے۔ صوفیاء اور علما میں سے بھی بعض لوگ منصب اصلاح کو ترک کر چکے تھے' عقائد صحیحہ کو نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ تعلیم قرآن اور اتباع سنت کا احساس تک بھی بہت سے ذہنوں میں باقی نہ رہا تھا۔ اس ماحول میں واقعی ایک مصلح کی ضرورت تھی' اور مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ اس ضمن میں جو خدمات انجام دیں' وہ ہر اعتبار سے لائق تحسین ہیں۔ وہ اتباع کتاب وسنت کا اس درجہ التزام کرتے تھے کہ اس دورِ انحطاط میں اس کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔

مرزا صاحب ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح مثال تھی۔ وہ سلام کرنے میں بھی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ملحوظ رکھتے تھے۔ شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق سلام کرنے کی تاکید کرتے اور سلام کیلئے سر پر ہاتھ رکھنے اور جھکنے سے منع فرماتے۔

مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس طرح خود متبع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھے' اسی طرح اپنے عقیدت مندوں اور دوسرے لوگوں کو بھی اس کی تلقین کرتے تھے۔ وہ انہی لوگوں کو پسند فرماتے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے پابند تھے۔ اپنے مریدوں سے کہا کرتے: میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس چیز پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خدا تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے' ایمان لایا ہوں' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرنے والوں سے پیار کرتا ہوں اور ان کے دشمنوں سے بیزار ہوں' بس نجات کیلئے یہی کافی ہے۔

مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع سنت کی وجہ سے لوگ ان کو مرکز محبت ٹھہراتے' ان کا احترام کرتے اور کثیر تعداد میں ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہوتے۔ دوسرے لوگوں کے علاوہ روہیلوں کی بہت بڑی تعداد ان کے مریدین میں شامل تھی۔ جس قدر روہیلے ان کے مرید تھے' شاید ہی کسی دوسرے بزرگ کے ہوں۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:609-610)

مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل اور اتباع سنت کی وجہ سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ان کا انتہائی احترام کرتے تھے اور ان کی نظر میں مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بدرجہ غایت قدر ومنزلت کے حامل تھے۔ ایک مکتوب میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ انہیں ان الفاظ سے مخاطب فرماتے ہیں:

بنام مرزا صاحب خدائے عزوجل آں قیم طریقه احمدیه و داعی سنت نبویه رادیرگاه

Marfat.com

داشتہ مسلمین رامتمتع و مستفید گرداند"۔

ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں:

مرزا صاحب متع اللہ المسلمین بافادات قیم الطریقۃ الاحمدیہ دردی ریاض الطریقۃ بتوجیہات النفس الزکیہ"۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے عظیم عالم تھے وہ مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کا اعتراف نہایت شاندار الفاظ میں کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

فارسی زبان کا ترجمہ: ان حضرات کی جو قدر ہم جانتے ہیں، تم کیا جانو؟ ہندوستان کے لوگوں کے احوال ہماری نظر سے اوجھل نہیں ہیں۔ میں نے بلادِ عرب کو بھی دیکھا ہے اور وہاں گھوما پھرا ہوں، وہاں کے معتمد علیہ لوگوں سے اس عزیز (مرزا مظہر جان جاناں) کے دین و تقویٰ کے بارے میں سنا اور تحقیق کیا ہے۔ وہ جادۂ شریعت پر قائم، منزل طریقت کے راہ نورد اور کتاب و سنت کی صراط مستقیم پر گام فرسا ہیں۔ طالبان رشد و ہدایت میں ان کا مرتبہ بہت بلند ہے اور وہ عظیم کردار کے مالک ہیں۔ ان بلاد میں ان کے مرتبے کا کوئی شخص نہیں ہے۔ البتہ گزشتہ دور میں ان کے پایہ کے لوگ موجود تھے، مگر وہ بھی بہت کم۔ اس دور پرفتن میں تو ان اوصاف کے حامل ناپید ہیں۔

کیفیت نماز

"ذکر طریق کیفیت صلوٰۃ" کے عنوان کے تحت نعیم اللہ بہڑا ئچی رحمۃ اللہ علیہ معمولات مظہریہ کے صفحہ 75 پر لکھتے ہیں:

حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا معمول یہ تھا کہ پانچوں نمازیں ان کے صحیح اوقات میں ادا کرتے اور رکوع، سجود، قیام و قعود اور جلسہ میں کامل اعتدال سے کام لیتے۔ فرمایا کرتے کہ شریعت اسی اعتدال و اقتصاد سے عبارت ہے۔ نماز میں ہاتھ سینے پر باندھتے اور فرماتے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایت زیر ناف ہاتھ باندھنے کی روایت سے راجح ہے۔

(فقہائے ہند ج:۵ ص:610-611)

رفع سبابہ اور فاتحہ خلف الامام

اسی طرح کتب تاریخ میں حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے ضمن میں مرقوم ہے کہ وہ تشہد میں رفع سبابہ اور فاتحہ خلف الامام پر عامل تھے۔ چنانچہ الیانع الجنی میں ہے:

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول تھا کہ سری نمازوں میں سورہ فاتحہ پڑھنے پر زور دیتے تھے۔ مولانا محمد حیات سندھی مدنی محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسائل میں وہ عمل بالحدیث کو ضروری قرار دیتے تھے۔

عمل بالحدیث کی تاکید

مرزا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ ہر معاملے میں اتباع سنت کو ملحوظ خاطر رکھتے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ

Marfat.com

وہ رفع سباب یعنی نماز میں انگشت شہادت اٹھانے کے قائل نہ تھے' اس ضمن میں مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی بزرگ نے خط کے ذریعے استفسار کیا' تو اس کے جواب میں نہایت وضاحت کے ساتھ لکھا کہ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ حدیث نہیں پہنچی' اگر پہنچی ہوتی تو اس پر ضرور عمل کرتے۔ ان کے فرزند شیخ محمد یحییٰ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ رفع سبابہ کے قائل تھے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ایک رسالہ بھی لکھا ہے' جس میں حدیث کی روشنی میں رفع سباب کا ثبوت دیا ہے۔ مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ کسی اہل علم یا کسی امام یا کسی صحابی کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نہ پہنچنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:612)

قارئین! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ اتباع سنت میں کامل اور تصوف وطریقت میں ماہر بزرگ تھے جو خود بھی سنت پر عمل کرتے، اور اپنے مریدین کو بھی اسی نہج پر چلاتے۔ اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو پیری مریدی تبلیغ اسلام کا ایک بہترین ذریعہ ہے بلکہ جو وسیع پیمانے پر اسلام کی خدمت کرنا چاہتا ہے، اور یہ چاہتا ہے کہ اس کے ذریعے سے امت کے ہر طبقے تک حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہنچ جائے، اور لوگ توحید وسنت پر عامل ہوجائیں تو اسے چاہئے کہ خود کسی اہل دل بزرگ سے اپنی باطنی بیماریوں کا تزکیہ کروائے اور انکی دعائیں اور اجازت حاصل کر کے پیری مریدی کا سلسلہ کامل اخلاص نیت سے شروع کردے، نہ کہ کسی ذاتی غرض کی تکمیل کیلئے اس مقدس شعبے کو پامال کرتا پھرے۔ ان شاء اللہ اس کے ذریعے سے لاتعداد لوگ خیر کی راہوں کو پاجائیں گے اور خیر القرون کی یاد تازہ ہوجائے گی۔ اسلاف اہل حدیث رحمہم اللہ اجمعین کا طریق کار یہی ہوتا تھا۔ وہ قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی اپنے آپ کو نامکمل سمجھتے، اور تجربہ کار کامل بزرگوں کی صحبت اٹھانا اپنے لیے فرض قرار دیتے۔ اسی وجہ سے انکی زبان میں تاثیر، انکی دعاؤں میں طاقت، انکے دم میں شفاء اور انکی ذات میں روحانیت ہوا کرتی تھی۔ ان کیساتھ موجودہ علماء کا موازنہ کریں اور خود ہی فیصلہ کرلیں کہ وہ ٹھیک تھے یا۔۔۔۔!! انکی ترتیب درست تھی یا اب؟ اس وقت گھر گھر میں دین داری تھی یا اب؟ انکی تبلیغ سے لوگوں کی زندگی بدل جایا کرتی تھی یا اب؟ حالانکہ انکے دور کی مساجد میں ایئر کنڈیشنڈ سسٹم نہیں تھا، اسکے باوجود مساجد ویران نہیں تھیں، تصوف سے منہ پھیرتے ہی مساجد تو کجا، دل ہی ویران ہوگئے۔ اللہ والو! لوٹ آؤ، بڑوں کی ترتیب کیطرف، کیونکہ کل قدیم قریب وکل جدید بعید، ہر پرانی چیز دورِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ قریب ہے اور ہر نئی ترتیب دور نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اتنی ہی دور ہے۔ (از: مرتب)

پیر بھائی کو دعاؤں کی درخواست

مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط بڑے متوازن ہیں' لوگوں نے ان سے مختلف علمی سوالات کئے اور تصوف وطریقت کے پیچیدہ اور متنازعہ مسائل دریافت کئے لیکن انہوں نے توازن اور اعتدال کی حدود میں رہ کر ان کے جواب دیے۔ ایک خط انہوں نے ایک بزرگ سید موسیٰ خاں دھبیدی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا۔ یہ مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دور پیری (بڑھاپے) کا خط ہے' اس وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عمر 80 سال کے قریب ہوچکی تھی' یہ خط کسی علمی یا فقہی سوال کے جواب میں نہیں ہے لیکن اس سے پتا چلتا ہے کہ **اس عمر میں بھی وہ ذکر وفکر میں مشغول رہتے تھے اور ان کا باقاعدہ حلقہ تصوف قائم تھا۔** اس میں دنیا کی بے ثباتی اور ایام گزشتہ کا ذکر کرتے ہیں۔ فارسی کا خط ترجمہ مندرجہ ذیل ہے: الحمد للہ علی نوالہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وصحبہ والہ۔

Marfat.com

بعد حمد وصلوٰۃ۔ فقیر جانِ جاناں کی طرف سے حضرت سید موسیٰ صاحب ملاحظہ فرمائیں۔ فقیر اس وقت اوائل ماہ صفر 1188ھ میں پانی پت کے اندر عافیت سے ہے۔ محلہ دہلی کے لوگ بھی بخیر ہیں' میری عمر اب 80 سال کے قریب پہنچ گئی ہے' بڑھاپے کا ضعف غالب ہے' روزانہ چار وقت حلقہ ہوتا ہے' صبح' دوپہر' شام اور رات کو لوگ حاضر ہوتے ہیں۔ علماء وسادات کے گروہ کے گروہ اجازت حاصل کر کے (اپنے اپنے) شہروں کو جانے کی رخصت پاتے ہیں' اب میرے ہم عمروں میں کم لوگ باقی رہے ہیں' اس وقت ہندوستان کی حالت ابتر ہے' ہر طرف فتنہ برپا ہے ارادہ حج تھا' ناتوانی اور بے سامانی نے اجازت ہی نہ دی۔ اب سفر دراز آخرت درپیش ہے۔ حق تعالیٰ بزرگوں کی دعا سے آسانی کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچا دے' آپ کے جدا ہونے کے بعد سے آج تک آپ کی کوئی خبر نہیں ملی تھی' بعد انتظارِ بسیار حاجی عبدالقادر نے جو آپ کے مخلصوں میں سے ہیں' آپ کی سلامتی کا پیغام پہنچایا' جس سے اس مردہ صد سالہ کے جسم میں جان تازہ آ گئی اور ایام گزشتہ کی صحبتیں یاد آنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر اور ارشاد وتلقین میں برکت عطا فرمائے۔ آپ نے اس علاقے کو منور کر دیا ہے' آپ سے اظہار اشتیاق ملاقات کروں تو بے کار ہے' اسباب ظاہری کے پیش نظر آپ سے ملاقات کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بشرط حسن خاتمہ' بہشت جاوداں میں خاطر خواہ ملاقات میسر آئے گی۔

چونکہ بعد مسافت کے باعث بہت کم ہندوستانی آپ کے علاقے میں آتے جاتے ہیں' اس لئے ارسال خط وکتاب سے بھی قاصر ہوں اور آپ بھی معذور ہیں۔ الحمدللہ! دعا سے غافل نہیں ہوں' آپ بھی خاتمہ بالخیر کی دعا سے مجھ کو فراموش نہ فرمائیں۔ ہمارے پیروں (پیر بھائیوں) میں سے اس ہندوستان میں سوائے مرزا مظفر کے جو کہ ارشاد وتلقین میں مشغول ہیں' اب کوئی زندہ نہیں رہا۔ بلکہ خاندان عالی شان میں بھی ایسے صاحبزادگان جو اصحاب ارشاد وتاثیر ہوں' نہیں رہے۔ والسلام!

(دیگر یہ کہ) اقامت دہلی کو ترک کرنے کا سبب یہ ہے کہ طالبان خدا' شہر میں کم اور قصبات میں زیادہ ہیں۔ تنعم وتجمل کے اسباب جو سرمایہ غفلت ہوا کرتے ہیں' شہر میں زیادہ اور دیہات وقصاب میں کم ہیں۔ والسلام!

(فقہائے ہند' ج:۵ ص:617-618)

پیر کو مریدوں کیساتھ حسن سلوک کی تلقین

مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت بلند اخلاق اور بلند کردار عالم دین تھے' اور لوگوں کو بھی یہی تعلیم دیتے تھے' بالخصوص علماء اور اپنے مریدین کو بار بار حلم اور بردباری کی تلقین کرتے۔ ایک خط میں ایک شخص شاہ محمد سالم رحمۃ اللہ علیہ کو لکھتے ہیں:

اپنی بدخلقی سے پیروں کو بدنام نہیں کرنا چاہیے۔ اگر کوئی تمہارے طریقے کی طرف رجوع کرے تو اس سے خدمت لینے کی بجائے' خود اس کی خدمت کرو۔ البتہ اگر وہ غلبہ محبت کی وجہ سے خود تمہاری خدمت کرے تو دوسری بات ہے۔

ایک خط میں ایک خاتون عقیدت مند کو اپنے سے بڑے کیلئے ادب اور چھوٹوں پر رحم وشفقت کی ان الفاظ میں تاکید فرماتے ہیں: اگر بزرگوں کے ساتھ ادب اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے زندگی گزارو تو کوئی تم سے برائی نہیں کرے گا۔ شوہر کی خدمت اور اطاعت کی پوری کوشش کرنی چاہیے' غصہ وغضب پی جانا چاہیے۔

Marfat.com

اہلیہ کی جلی کٹی باتوں پر صبر

مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی گھریلو زندگی بہت تلخ تھی' ان کی اہلیہ انتہائی تند مزاج تھیں' پھر ان کو جنون کا عارضہ بھی لاحق ہو گیا تھا۔ وہ عمر بھر ان کیلئے دردسر بنی رہیں۔ شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے ہیں کہ ان کی اہلیہ کو سودا کی بیماری لاحق ہوگئی ہے اور غلبہ جنون عقل پر چھا گیا ہے۔ لیکن نہ کبھی بیوی پر سختی کی اور نہ کبھی دل میں علیحدگی اختیار کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ ہمیشہ اس کی خدمت اور خاطر داری کو شعار بنائے رکھا۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ جوان کے زمانے میں دیار ہند کے بہت بڑے عالم وفقیہ تھے' مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص مریدین میں سے تھے۔ مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان سے انتہائی مخلصانہ مراسم تھے' ان کی بیمار اہلیہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پانی پت گئیں تو مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اہلیہ کے بارے میں ان کو خط لکھا کہ:

ان کی درخواست پر پانی پت بھیجنے کا فیصلہ ہوا ہے' جب وہ پانی پت پہنچیں تو آپ کا فرض ہے کہ ان کی دلجوئی اور خاطر داری میں کوئی دقیقہ سعی اٹھا نہ رکھیں۔ وعظ ونصیحت میں ان پر سختی نہ کرنا' ان سے بہت ہی نرمی کا برتاؤ کرنا' اگر اس فقیر کی پس پشت برائی کریں تو ہرگز ان کا مقابلہ نہ کرنا' ان سے ہرگز بددل نہ ہونا' کیونکہ ہماری اور تمہاری خیریت اسی میں ہے''۔

(فقہائے ہند'ج:۵ص:622-623)

شہادت

مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی وفات قاتل کی گولی سے واقع ہوئی' اس کی تہہ میں سیاسی اور مذہبی دونوں اسباب کارفرما تھے۔ اس متن کی تشریح یہ ہے کہ مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارباب عقیدت اور اصحاب ارادت کی کثیر تعداد روہیلوں پر مشتمل تھی۔ وہ لوگ مغل حکومت کیلئے بہت بڑا خطرہ بن چکے تھے' نجف خاں کے زمانہ وزارت میں جو شاہ عالم ثانی کے عہد حکومت میں اس منصب پر فائز تھا' روہیلوں کا زور بہت بڑھ گیا تھا اور انہوں نے دہلی کے مختلف علاقوں میں باقاعدہ سکونت اختیار کرلی تھی۔ یہ لوگ اس وقت تک عیش وعشرت سے دور تھے اور اپنے دست وبازو میں طاقت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نجف خاں سیاسی طور پر ان سے خوفزدہ رہتا تھا اور اپنے اقتدار کیلئے ان سے شدید خطرہ محسوس کرتا تھا۔ مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ روہیلوں کا سب سے بڑا مرکز تھی۔ نجف خاں متعصب شیعہ تھا اور مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسلکی افکار وتصورات اس سے بالکل برعکس تھے لہٰذا اس کے نزدیک سوا اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو قتل کرادے۔ چنانچہ 7 محرم الحرام 1195ھ 3 جنوری 1781ء کی شب کا کافی حصہ گزر چکا تھا کہ کچھ لوگوں نے مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پر دستک دی۔ ملازم باہر آیا' اس نے نو واردوں سے آنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا۔ ملازم نے اندر جا کر اطلاع دی۔ مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ خواب گاہ سے باہر آئے' ان میں سے ایک مغل نوجوان نے آگے بڑھ کر پوچھا: مرزا مظہر آپ ہی ہیں؟'' مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس کے دو ساتھیوں نے اس کی تصدیق کی' مغل نوجوان نے فوراً مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر طمنچہ کی گولی داغ دی۔ گولی سینے میں بائیں جانب دل کے قریب پیوست ہوگئی' مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ زمین پر گر پڑے اور قاتل فرار ہوگئے۔ مسلمان

Marfat.com

جراحوں نے بہت علاج کیا، مگرافاقہ نہ ہوا۔ یہاں یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ جب قاتل کا پتا چلا تو بادشاہ دہلی نے مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پیغام بھیجا کہ قاتل کا سراغ نہیں ملتا۔ اگر آپ اس کے بارے میں کچھ بتائیں تو ہم اس کو سزا دیں۔ جواب میں فرمایا: فقیرا کشتہ رہِ خدا ہیں۔ مردے کو مارنا قتل نہیں کہلاتا۔ قاتل ملے تو آپ سزا نہ دیں، اسے یہاں بھیج دیں"۔ آخر تیسرے دن 10 محرم الحرام 1195ھ (6 جنوری 1781ء) کو مغرب کے وقت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ انتقال کر گئے۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:626)

نماز کیلئے بے چینی

مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز اور روزے کیلئے ہر آن پریشان رہتے اور ہمیشہ وقت پر یہ فریضہ ادا کرتے۔ یہی کیفیت موت کے وقت بھی ان پر طاری تھی۔ شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ وفات کے موقع پر ان کی خدمت میں حاضر تھے، وہ اس سلسلے میں ان کی بے چینی کا مندرجہ ذیل الفاظ میں اظہار کرتے ہیں: انتہائی کمزوری اور ضعف کی وجہ سے آواز سنائی نہ دیتی تھی، جمعہ کے روز، روزہ رکھتے تھے، نماز فجر کے بعد مجھ سے پوچھا کہ گیارہ نمازیں قضا ہو گئی ہیں، تمام بدن خون آلودہ ہے، سر اٹھانے کی ہمت نہیں، اٹھ کر نماز نہیں پڑھی جا سکتی، اشارے سے پڑھتا ہوں۔ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ میں نے عرض کیا، مسئلہ وہی ہے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ دوپہر کے وقت دونوں ہاتھ اٹھا کر دیر تک دعا کرتے رہے۔

خانقاہ میں تدفین

مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دہلی میں ترکمان دروازے کے باہر ایک حویلی میں دفن کیا گیا۔ یہ حویلی ان کی اہلیہ کی ملکیت تھی، بعد میں یہ حویلی خانقاہ شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کہلائی۔ آج کل یہ خانقاہ شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہے۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص ۶۲۷)

مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصیت نامہ

مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے وفات سے پہلے ایک وصیت نامہ لکھا تھا، جس سے ان کی اتباع کتاب وسنت کا پتا چلتا ہے۔ یہ وصیت نامہ حسب ذیل ہے: حمد وصلوٰۃ کے بعد فقیر جان جاناں محمدی مجددی، اس حالت میں کہ جس میں اقرار و مقر صحیح و معتبر ہوتا ہے ان احباب کو چند وصیتیں کرتا ہے جنہوں نے اس سے اخذ طریقت کیا ہے۔

فقیر کی تجہیز و تکفین میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے۔ اس کے بعد میری قبر پر دکان نہ لگائی جائے، کیونکہ میں زندگی میں بھی اس کا مخالف تھا، میں بندگانِ خدا میں سے ایک بندہ ہوں، میں نے صرف خدا تعالیٰ کے نام پر تعلیم دی ہے اور بس! میرے مخلصین کو یہی وصیت کافی ہے کہ تا دم آخریں، اتباع سنت میں کوشاں رہیں اور اللہ تعالیٰ کے کسی کو مقصودِ حقیقی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو متبوع واجب الاتباع نہ سمجھیں۔ فقیروں کے طور طریق اپنائیں اور دنیا داروں سے میل جول سے گریز کریں، علوم دین کے شغل سے خود کو معذور نہ رکھیں۔ اللھم وفقھم۔

کتاب وسنت کے اس شیدائی کو اللہ تعالیٰ نے مرتبہ شہادت سے سرفراز کیا۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ۔

(فقہائے ہند ج:۵ ص:627-628)

Marfat.com

قارئین! کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ فقیری کا سنت سے کیا تعلق؟ ان کیلئے حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت لائق التفات ہے کہ آخری دم تک اتباع سنت میں کوشاں رہیں اور فقیروں کے طور طریق اپنائیں۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اتباع سنت کرنے کیلئے بھی زبانی کلامی عمل نہ کیا جائے بلکہ فقراء و درویشوں کو دیکھ دیکھ کر چلا جائے کہ وہ کس موقع کی سنت پر کس طرح عمل کرتے ہیں۔ جیسے ایک لطیفہ مشہور ہے کہ ایک شخص امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھنے لگا کہ حدیث میں وضو کے دوران داڑھی کو تر کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ فرمایا، داڑھی کا خلال کر لیا جائے، کافی ہے۔ کہنے لگا خلال کرنے سے تو داڑھی تر نہیں ہوگی۔ فرمایا پھر رات ہی سے داڑھی کو پانی میں ڈبو دیا کرو تاکہ فجر کے وضو تک اچھی طرح تر ہو جائے۔ اہل حدیث، اہل سنت والجماعت میں وہی شامل ہے جو سنت پر اسطرح عمل کرے، جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت نے عمل کیا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تابعین رضی اللہ عنہم نے دیکھ دیکھ کر عمل کیا۔ انکو تبع تابعین رضی اللہ عنہم نے دیکھ کر عمل کرنا سیکھا۔ انکو فقہاء رحمہم اللہ نے دیکھ کر عمل سیکھا، ان کو محدثین رحمہم اللہ نے دیکھ کر شریعت پہ عمل کرنا سیکھا۔ پھر انکو اولیاء صالحین رحمہم اللہ نے دیکھ دیکھ کر اسلام ایمان والی زندگی سیکھی۔ **اللہ جل شانہ اس بات پر قادر ہے کہ کسی جگہ قرآن نازل کر دیتا اور فرماتا یہ میری شریعت ہے**، اسی طرح احادیث بھی کتابی صورت میں لکھی ہوئی مل جاتیں، اوپر لکھا ہوا ہوتا، یہ میرے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے، اسکو پڑھ پڑھ کے زندگی میں تبدیلی پیدا کرتے جاؤ۔ لیکن نہیں۔ پہلی امتوں میں بھی سینکڑوں مرتبہ ایسا ہوا کہ کتاب نہیں بھیجی، رجال بھیج دیے۔ کیونکہ انسان انسان سے سیکھتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کے صدقے بھی یہی معاملہ ہوا کہ کتاب کا سلسلہ ختم ہوگیا، لیکن رجال کا سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کی صورت میں جاری رہا، پھر تابعین، تبع تابعین، فقہاء، محدثین، اور اولیاء وصالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے سے سینئر ہستیوں کو دیکھ دیکھ کر عمل کرنا سیکھتے گئے اور فلاح پاتے گئے۔ پھر یہ دیکھیں کہ اس سیکھنے سکھانے کا نظام بھی اللہ جل شانہ نے عجیب بنایا، اکثر اولیاء صالحین نے جس جس علاقے میں دین کی خدمت سرانجام دی، وہ خود اس علاقے کے نہیں تھے بلکہ کسی اور علاقے سے تشریف لائے تھے۔ دور نہ جائیں، صرف جماعت اہل حدیث ہی میں نظر دوڑائیں تو پتہ چلتا ہے کہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ غزنی افغانستان سے امرتسر تشریف لائے اور روحانی نظام کو آگے بڑھایا۔ مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کسی دوسرے گاؤں سے قلعہ میہاں سنگھ میں تشریف لائے۔ حضرت صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ وزیر آباد سے ماموں کانجن فیصل آباد میں تشریف لے گئے۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ امرتسر سے لاہور تشریف لائے۔ ان جیسے بے شمار صوفیائے اہل حدیث رحمہم اللہ میں بہت تھوڑے ایسے ہوں گے جو اسی علاقے پر مامور ہوں جہاں انکی پیدائش و پرورش ہوتی رہی۔ یہ اللہ جل شانہ کا خاص نظام ہے کہ اولیاء وصالحین رحمہم اللہ کو آزمائشوں کی چکی میں پیستے ہوئے پہلے وطن چھڑواتا ہے، پھر کسی خاص جگہ بھیج کر ان سے کام لیتا ہے۔ (از: مرتب)

Marfat.com

(42) شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ وجانشین: شیخ عبداللہ اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بارہویں صدی ہجری کے دیارِ ہند کے عالم کبیر' فقیہ نامدار' شیخ جلیل اور عارف باللہ تھے۔ نسباً فاروقی تھے' شاہ وجیہ الدین عمر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے لائق بیٹے اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی تھے۔

شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بیان کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مختصر طور پر ان کے خاندان اور آباو اجداد میں سے بعض بزرگوں کے حالات وکوائف بھی درج کر دیے جائیں تاکہ پتا چل سکے کہ خاندان ولی اللہی علم وفضل اور تقویٰ وللّٰہیت میں ابتدا ہی سے کس اونچے درجے کا مالک تھا۔

مفتی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ

شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان برصغیر پاک وہند کا مشہور ترین علمی خاندان ہے' فضل وصلاح' علم وعرفان' عمل وکردار' جہاد فی سبیل اللہ' تصنیف وتالیف' درس وتدریس اور تحریر وتقریر میں ارض ہند کا کوئی خاندان اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اس کے تمام افراد علمی جدوجہد' عمل وعزم' دعوت وارشاد' تبلیغ واشاعت دین' ہمت وحوصلہ' عبادت وریاضت' ورع وتقویٰ اور تدین وصالحیت کے ارفع اوصاف سے متصف تھے۔ بدعات ومحدثات کی بیخ کنی اور توحید ورسالت کی نشر وترویج میں جو خدمات اس خاندان کے علمائے عالی مقام نے انجام دیں' اس میں کوئی اس کا حریف نہیں۔

اس خانوادہ بلندہ مرتبت کے پہلے بزرگ جو ارض ہند میں وارد ہوئے' مفتی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے' انہوں نے مشرقی پنجاب کے ایک شہر رہتک میں سکونت اختیار کی' اس نواح میں وہ اسلام کے بہت بڑے مبلغ اور داعی تھے' منقول ہے کہ وہ اصلاً عربی النسل تھے اور ہر طبقہ فکر کے لوگوں میں عزت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ تفسیر' حدیث' فقہ اور دیگر علوم مروجہ میں درجہ اجتہاد پر فائز تھے۔ نیکی اور اتقا میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔

مفتی کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ

مفتی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے مفتی کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ مسند افتا پر متمکن ہوئے' وہ بھی باپ کی طرح صالح اور متقی تھے۔ عالم وفاضل' متبع کتاب وسنت اور حامی دین متین تھے' دقیق النظر' بلند فکر اور روشن خیال تھے' ریاضت ومجاہدہ کی بہت سی منزلیں طے کر چکے تھے۔ ان کا زیادہ تر وقت تحقیق مسائل اور مطالعہ کتب میں صرف ہوتا تھا۔ اس درجہ دینی کمالات کے مالک تھے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اہل علم اور اصحاب فضل کے حلقوں میں مقبول ومشہور ہوگئے۔ اپنے بلند مرتبت باپ کے صحیح جانشین تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر قسم کی خوبیوں سے نوازا تھا۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:667)

شیخ وجیہ الدین رحمۃ اللہ علیہ

شیخ معظم رحمۃ اللہ علیہ کے تین بیٹے شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ' شیخ فیروز رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ وجیہ الدین تھے۔ شیخ وجیہ الدین رحمۃ اللہ علیہ بہت ی

Marfat.com

خوبیوں کے مالک اور متعدد اوصاف کے حامل تھے۔ جہاں یہ عرفان وادراک، علم و معرفت، فضل و کمال اور اتقا و للّٰہیت میں یگانہ روزگار تھے، وہاں فنون سپاہ گری اور شجاعت و بسالت میں بھی خاص شہرت رکھتے تھے۔ ان کے زمانے میں مغلیہ سلطنت کا نامور تاجدار شہاب الدین محمد شاہ جہان تخت ہند پر جلوہ افروز تھا۔ یہ اس کی فوج میں بھرتی ہو گئے تھے۔ شاہ جہان کی نظر بندی کے بعد ان کا بیٹا سلطان اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ ملک کے اورنگِ سلطنت پر متمکن ہوا تو اس نے شیخ وجیہ الدین رحمۃ اللہ علیہ کی شجاعانہ سرگرمیوں سے متاثر ہو کر انہیں ایک ممتاز فوجی عہدے پر فائز کر دیا تھا۔ یہی شیخ وجیہ الدین رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی قدر اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جدِ امجد تھے، ان کی پارسائی اور بہادری و جوانمردی کے متعدد واقعات کتابوں میں منقول ہیں۔ آیئے اس مختصر تمہید اور خاندان شاہ ولی اللّٰہی کے اسلاف کرام کے سرسری تعارف کے بعد حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ضروری حالات کو مرکز توجہ ٹھہرائیں اور انہیں قلم و قرطاس کی گرفت میں لانے کی کوشش کریں۔ (فقہائے ہند، ج: ۵ ص: 670)

بیٹی کو وراثت میں شجرۂ طریقت عنایت کرنا

شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ 1054ھ (1644ء) کو دہلی میں پیدا ہوئے اور علم و فضل کی گود ورع و تقویٰ کی فضا اور تصوف و طریقت کے ماحول میں پرورش پائی۔ اورنگزیب عالمگیر کا زمانہ حکومت تھا اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد شیخ وجیہ الدین رحمۃ اللہ علیہ عالمگیر کی حکومت میں ایک معزز منصب پر فائز تھے۔

شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے نانا شیخ رفیع الدین محمد رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو ایک نیک اور پرہیزگار بزرگ تھے، ان کے حالات میں مرقوم ہے کہ انہوں نے اپنی وفات سے پہلے گھر کا سامان جمع کیا اور شرعی حساب کے مطابق تمام ورثا میں تقسیم کر دیا۔ جب سب سے چھوٹی لڑکی کی باری آئی تو انہیں فوائد طریقت کے چند اجزا اور مشائخ کا شجرہ عنایت فرمایا۔ اس پر شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی نے عرض کیا یہ لڑکی ابھی غیر شادی شدہ ہے، اسے کاغذ کے چند اوراق دینا مناسب نہیں۔ اس کیلئے شادی کا سامان مہیا کرنا ضروری ہے' فرمایا کاغذ کے یہ اجزا ہمارے اسلاف کی یادگار اور بزرگوں کی میراث ہیں، ہم ان کاغذات کو دنیا کی تمام شوکت و حشمت سے زیادہ قیمتی اور وقیع ٹھہراتے ہیں، اس لڑکی کے ہاں **ایک فرزند پیدا ہوگا جو بڑا ہو کر اہل اللہ کی جماعت کا سربراہ قرار پائے گا** اور بہت بڑا عالم دین اور مقتدر پیشوا ہوگا۔ درحقیقت وہ ہماری معنوی میراث کا صحیح حقدار ہوگا، لہٰذا یہ اوراق اس کے حوالے کر دینا، اس لڑکی کی شادی کا سامان اللہ تعالیٰ خود مہیا کرے گا۔ وہ مسبب الاسباب ہے، تم اس کے متعلق کوئی فکر نہ کرو۔ اس لڑکی کی شادی شیخ وجیہ الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی اور اس سے شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے، جب وہ سن رشد و شعور کو پہنچے تو یہ کاغذات ان کے حوالے کر دیئے گئے۔

> **طریق اذکار میں فرق**
>
> تصوف کے ہر سلسلے کا منتہائے مقصد ایک ہی ہے، صرف طریق اذکار میں فرق ہے۔ مشائخ صوفیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے سخت پابند تھے۔ ان کے طریق میں جو بدعات دیکھی جاتی ہیں یہ ان کا قصور نہیں ان کے نام نہاد متبعین جاہلوں کا قصور ہے۔ (از: مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

تعلیم وتزکیہ کے مراحل

شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی درسی کتابیں اپنے بھائی ابوالرضا محمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اور علوم مروجہ کی انتہائی کتابیں قاضی محمد زاہد بن محمد اسلم ہروی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ شرح عقائد کے کچھ اسباق شیخ عبداللہ بن عبدالباقی نقشبندی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھے اور ساتھ ہی ان سے بہت سے روحانی فیوض حاصل کئے۔ ان سے بیعت ہونے کی بھی درخواست کی لیکن انہوں نے انکار کردیا اور سید عبداللہ اکبرآبادی کے حلقہ بیعت میں داخل ہونے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ وہ ان سے طریقہ نقشبندیہ کے مطابق بیعت ہوئے اور کافی عرصہ ان سے منسلک رہے۔ پھر شیخ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ اکبرآبادی سے وابستہ ہوگئے اور ان سے بہت استفاضہ کیا' مشہور بزرگ شیخ عظمت اللہ بن عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ اکبرآبادی سے خرقہ چشتیہ حاصل کیا۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:671)

بادشاہوں کی مجالس میں حاضری سے گریز

شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا شمار کبار مشائخ چشتیہ میں ہوتا تھا' قرآن وحدیث اور فقہ کے جلیل القدر علماء اور عابد وزاہد علم اور اصحاب معرفت ان کے زہد وورع اور فضل وکمال پر متفق ہیں۔ شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ گوشہ گیر عالم دین تھے' ملوک وامرائے مملکت کے درباروں میں جانے سے قطعی انکار کردیتے۔ ان کے زمانے میں اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کا حکمران تھا جو نیک دل اور متدین بادشاہ تھا۔ اس کی خواہش کے باوجود شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس نہ جاتے۔ چنانچہ اس ضمن میں ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہے:

شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مخلص اور بے ریا معتقد بادشاہ اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ خدام میں داخل تھا' ایک دفعہ وہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کو پنکھا کررہا تھا کہ دفعۃً اس پر محویت غالب ہوئی اور پنکھا ہاتھ سے چھوٹ کر اس زور سے بادشاہ پر گرا کہ وہ چونک پڑا' بیدار ہونے کے بعد دریافت کیا کہ یہ بے جا حرکت کرنے کی کیا وجہ ہے؟ غریب خادم نے کانپتی ہوئی زبان اور تھرتھراتی ہوئی آواز سے شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا کچھ حال اور ان کی طرف اپنے انتساب کا ذکر کیا اور بتایا کہ اس وقت ان کا خیال ذہن میں آ گیا تھا جس کی وجہ سے وہ یہ بھول گیا کہ بادشاہ کو پنکھا کررہا ہے' اس خیال میں کچھ اس طرح کھو گیا کہ پنکھا ہاتھ سے گر پڑا۔ عالمگیر نے یہ بات پورے غور اور توجہ سے سنی اور غائبانہ مشتاق ملاقات ہوکر بولا کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ' خادم نے نہایت سماجت سے عرض کیا کہ **بادشاہوں کی محفلوں اور امیروں کے گھروں میں جانا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دستور نہیں۔** چونکہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ مذہب کا سخت پابند اور اہل اللہ کا انتہائی معتقد تھا لہٰذا خادم کا یہ جراتمندانہ جواب سن کر اس کے دل میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اشتیاق ملاقات کی آگ بھڑک اٹھی اور اپنے دربار کے ایک معتمد علیہ شیخ کو' جو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے غایت درجہ کا اعتقاد رکھتا تھا' شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں روانہ کیا اور اشتیاق ملاقات کیلئے جو اضطرابی کیفیت طاری تھی بیان کی۔ اس شخص نے شاہ صاحب کو بادشاہ ہند کا پیغام پہنچایا اور اس کے دربار میں جانے کی درخواست کی۔ مگر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جانے سے انکار کردیا اور کہا کہ میں بادشاہ سے ملاقات کیلئے اس کے دربار میں نہیں جاسکتا۔ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے فرستادہ نے مایوس ہوکر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ آپ کاغذ پر لکھ دیجئے تاکہ میں وہ تحریر بادشاہ کو دکھادوں اور وہ آپ کے نہ جانے کو میری

Marfat.com

تقصیر پر محمول نہ کرے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بوسیدہ کاغذ کا ٹکڑا زمین سے اٹھایا اور یہ عبارت لکھی:

''اہل اللہ کی جماعت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ ''بئس الفقیر علی باب الامیر'' (وہ درویش سب سے برا ہے جو حکمران کے دروازے پر جائے) اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: فَمَا مَتٰعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ (التوبہ:38) قرآن مجید کے ان الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر آپ کو دنیاوی اعزاز اور حشمت وشوکت حاصل ہے' وہ اس کائنات کے کل کا ایک نہایت ہی اقل القلیل جز ہے' اگر میں یہ تسلیم بھی کر لوں کہ آپ مجھ سے مل کر خوش ہوں گے اور میں اس جز کیلئے اپنا نام خدا تعالیٰ کے دفتر سے خارج نہیں کرانا چاہتا کیونکہ بزرگان چشتیہ کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ جس شخص کا نام بادشاہ کے رجسٹر میں درج ہو جاتا ہے' خدا تعالیٰ کے رجسٹر سے اس کا نام کھرچ دیا جاتا ہے''۔

یہ الفاظ لکھ کر شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ نے عالمگیر کو بھیج دیے۔ بادشاہ نے یہ الفاظ بار بار پڑھے اور بہت غور سے پڑھے۔ ان الفاظ سے اس کو ہر دفعہ ایک نیا لطف محسوس ہوتا۔ کاغذ کا یہ ٹکڑا اس کے نزدیک اس درجہ محبوب تھا کہ اس نے اسے جیب میں ڈال لیا اور بصورت تعویذ اپنے پاس رکھا' جب وہ نیا خلعت زیب تن کرتا' اسے جیب سے نکال کر دوسری جیب میں رکھ لیتا۔ فرصت کے وقت اسے باقاعدہ پڑھتا اور زار وقطار روتا۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:672)

اختلافی مسائل میں راہ اعتدال

فقہی مسائل پر تعامل کے سلسلے میں شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ ایک خاص نقطہ نظر کے حامل تھے' اکثر مسائل میں حنفی مسائل کے مطابق عمل کرتے اور حنفی فقہ کو پیش نظر رکھتے لیکن بعض مسائل کے بارے میں ان کی تحقیق یہ تھی کہ فقہ حنفی کے ان مسائل پر حدیث کو ترجیح حاصل ہے۔ ان مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ وہ نماز میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے' اسی طرح نماز جنازہ میں بھی سورہ فاتحہ ترک نہ کرتے۔ ایک روز شیخ عبدالاحد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 27 ذی الحجہ 1127ھ/13 دسمبر 1715ء) نے جو شیخ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے اور شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے' اس مسئلے پر بحث چھیڑ دی اور اپنے اسلاف سے ایک متواتر نقل اس طرح پیش کی کہ نماز باجماعت کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کچھ لوگ بصورت جماعت ایک پرشوکت بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض احوال کریں اور ظاہر ہے کہ بادشاہ کا درباری ادب اس امر کا متقضی ہے کہ اس کے سامنے سب لوگ بیک وقت اپنی حاجتیں پیش نہ کریں بلکہ ایک ہی شخص سب کی نمائندگی کا فرض انجام دے۔

شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ نماز کو بادشاہ کے سامنے اس کے دربار میں معروضات پیش کرنے پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور خاص شکل وانداز سے دعا اور الحاح وخضوع سے مناجات کرنا اور ایک مخصوص طریقے سے نفس کو تہذب و تزکیہ سے آراستہ کرنا نماز کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سمیع ہے' اگر تمام دنیا کے لوگ ایک ہی میدان میں کھڑے ہو جائیں اور ان میں سے ہر شخص الگ زبان اور دوسرے سے مختلف الفاظ وانداز میں اللہ تعالیٰ سے کچھ طلب کرے تو وہ علیحدہ علیحدہ ہر شخص کی سنتا ہے۔ اس کے حضور ایک کی دعا ومناجات دوسرے کی دعا ومناجات میں خلل انداز نہیں ہو سکتی۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:673)

Marfat.com

موت کے منہ سے بیٹا چھوٹ گیا

شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتوں سے نوازا تھا' جن میں ایک نعمت یہ عطا فرمائی کہ مستجاب الدعوات تھے' ان کی قبولیت دعا کے متعلق ان کے حالات میں متعدد واقعات مرقوم ہیں۔ ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ان کے بڑے لڑکے صلاح الدین کسی خطرناک مرض میں مبتلا ہوئے اور مرض نے یہاں تک طول پکڑا کہ زندگی کی امید بالکل منقطع ہوگئی اور ظاہری اسباب دیکھ کر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کی زندگی سے مایوس ہوگئے۔ خود شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب میں نے دیکھا کہ صلاح الدین کی رگِ حیات کٹ چکی ہے تو لوگوں کو کفن خرید کر لانے اور قبر تیار کرنے کا حکم دیا' لیکن اس کے ساتھ ہی فوراً میرے دل میں ایک جذبہ بیدار ہوا اور میں نے گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ **جب میری الحاج وعاجزی بہت بڑھ گئی تو ایک فرشتہ آیا اور اس نے صلاح الدین کی حیات وصحت کی بشارت دی۔** اسی اثناء میں صلاح الدین کو چھینک آئی اور کروٹ بدل کر کھڑے ہوگئے۔

رب کو اپنے فقیر کی کچی دیواروں کا احساس

شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کی قبولیتِ دعا کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ دہلی میں بارش کا سلسلہ بند ہوگیا اور قحط سالی کے آثار پیدا ہوگئے جس سے لوگوں میں بے چینی اور بے قراری پھیل گئی۔ لوگ دعا کیلئے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے' آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ دعا ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ آسمان پر ابر نمودار ہوا اور ہلکی ہلکی بارش ہونے لگی۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کثرتِ باراں ہماری کچی دیواروں کو کسی چیز سے ڈھانپ دینے پر موقوف ہے۔ غیبی تدبیر ہمارے مکان کی دیواروں کو ڈھانے اور مسمار کرنے سے احتراز کرتی ہے۔ ان کے یہ الفاظ سن کر لوگوں نے فوراً بانس اور گھاس ان کے مکان کی دیواروں پر ڈال دیے۔ بعد ازاں اتنی موسلا دھار بارش ہوئی کہ خشک چشمے اور سوکھی نہریں پانی سے ابل پڑیں اور عرصہ تک بارش کی ضرورت نہ رہی۔ (فقہائے ہند ج: ۵ ص: 673-674)

روئے زمین پر وقت کے عظیم عالم دین

شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ علم وفضل میں بڑی فوقیت رکھتے تھے' حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس نیل گوں آسمان کے نیچے شیخ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ فن حدیث کا ماہر اور عالم ان کے عہد میں کوئی نہ تھا۔ اگر میں انصاف سے اس سلسلے میں رائے ظاہر کروں تو بلا تامل اس حقیقت کا اعتراف کروں گا کہ میں نے ان جیسا ایک شخص بھی نہیں دیکھا جو تمام علوم میں عموماً اور حدیث وفقہ میں خصوصاً تبحر رکھتا ہو۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پایہ کے کسی محدث ومفسر اور فقیہ کو ہندوستان کی گود میں پرورش پانا بہت کم نصیب ہوا ہوگا۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو صحاح کی اکثر احادیث مبارکہ از بر تھیں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ تمام احادیث مبارکہ مع اسناد کے بلا توقف بیان کرنے میں انہیں ملکہ خاص حاصل تھا۔

(فقہائے ہند ج: ۵ ص: 674)

Marfat.com

طالب علمی میں فہم کی تیزی

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی سے نہایت ذہین تھے اور جودتِ فکر میں بڑی شہرت رکھتے تھے' اس ضمن میں ان کا طالب علمی کا ایک واقعہ قابل ذکر ہے جو درج ذیل ہے:

میر محمد زاہد ہروی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسے میں ملا حامد جون پوری' شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہم درس تھے اور دونوں شرح مواقف پڑھتے تھے' جو نہایت دقیق اور مشکل کتاب ہے۔ ملا حامد بھی بڑے طباع اور تیز ذہن تھے' شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کتب کی عبارت پڑھتے تھے اور کہیں نہ رکتے تھے نہ کوئی بات استاد سے پوچھتے تھے۔ ملا حامد اس پر نالاں تھے' وہ ہر مسئلہ استاذ سے بتفصیل سمجھنا چاہتے تھے' ایک روز شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کتاب کا ایک مشکل مقام پڑھ رہے تھے۔ ملا حامد کو یقین تھا کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہاں ضرور رکیں گے اور استاذ سے پوچھیں گے مگر وہ مسلسل پڑھتے چلے گئے۔ اس سے ملا حامد کو سخت غصہ آیا اور ان سے مخاطب ہو کر کہا: آپ کچھ سمجھتے بھی ہیں یا یوں ہی آگے کو بھاگے جا رہے ہیں؟ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نرمی سے جواب دیا' میرا خیال تھا آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ اگر کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی تو فرمایئے میں آپ کو سمجھائے دیتا ہوں۔ ملا حامد نے کتاب کے اس دقیق اور مشکل مقام پر انگلی رکھ کر کہا بتایئے اس کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے تفصیل و وضاحت سے اور آسان الفاظ میں بات سمجھا دی۔ اس وقت ان کے استاذ میر محمد زاہد ہروی رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف فرما تھے اور ہم درس طلباء بھی موجود تھے' وہ ان کی حدتِ فہم سے متعجب بھی ہوئے اور خوشی کا اظہار بھی کیا۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:674-675)

عارفانہ شاعری کا شوق

علوم عقلیہ ونقلیہ میں مہارت تامہ کے ساتھ ساتھ شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ شعروشاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے اور ان کی شاعری میں پندونصائح کا رنگ غالب تھا۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے والد نماز ظہر کے بعد اچانک میری طرف متوجہ ہوئے اور برجستہ یہ دو شعر ارشاد فرمائے ؎

اگر تو راہِ حق بخواہی اے پسر خاطرِ کس را مرنجاں الحذر
درطریقت رکن اعظم رحمت است ایں چنیں فرمود آں خیرالبشر

یہ رباعی پڑھ کر فرمایا: ولی اللہ! قلم دوات پکڑو اور یہ رباعی لکھ لو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دفعتاً میرے دل میں اس مضمون کو اسی غرض سے القا فرمایا ہے کہ تمہیں وصیت کروں۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:675)

مجذوب کیسے بنتے ہیں

حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ چونکہ خود بھی اہل اللہ اور صاحب تقویٰ تھے اس لئے وہ اس قسم کے حضرات سے بہت تعلق رکھتے تھے' مجذوبوں سے بھی ان کو انس تھا اور متعدد مجذوبوں سے انہوں نے ملاقات بھی کی۔ اس نوع کے بہت سے واقعات خود شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کئے ہیں' ان میں ایک واقعہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ کسی تقریب سے سونی پت گیا۔ اتفاقاً

Marfat.com

دل میں خیال آیا کہ یہاں منور مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنا چاہئے۔ چنانچہ میں وہاں پہنچا جہاں وہ قیام پذیر تھا' میں نے دیکھا کہ وہ گہری نیند سو رہا تھا' مگر جونہی **اس نے میری آہٹ محسوس کی' چاروں طرف سے اپنی گدڑی سمیٹ کر اس میں لپٹ گیا اور ہوش و حواس بحال کر کے خاموشی سے بیٹھ گیا**۔ میں تھوڑی دیر بیٹھا اور جب دیکھا کہ وہ کوئی بات نہیں کرتا تو خود میں نے گفتگو شروع کی اور کہا مجھے آپ سے ایک سوال پوچھنا ہے اگر عقل و ہوش سے جواب دیں تو عرض کروں۔ اس نے کہا' آپ بات کیجئے میں حتی الامکان احتیاط سے جواب دوں گا۔ میں نے کہا: صرف اتنی بات بتائیں کہ آپ کو ایسی کون سی چیز حاصل ہے جس نے آپ کی ساری عقل و تمیز ختم کر کے رکھ دی ہے اور ہوش و حواس سلب کر لئے ہیں۔ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے میری بات سن کر پہلے تو سکوت اختیار کیا جیسے کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا ہو۔ پھر سر اٹھا کر بولا: عزیز من! ممکن نہیں۔ البتہ ایک مثال کے اسلوب میں تم پر اس کی کیفیت ظاہر کرتا ہوں۔ سنو! جس چیز نے ہماری عقل و تمیز سلب کر کے ہمیں مجنونوں اور دیوانوں کے زمرے میں داخل کیا ہے اسے ایک ایسی کیفیت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ ایک شخص نے مقدار سے زیادہ گرمی محسوس کی اور پسینے میں غرق ہو گیا۔ ناگہاں نہایت سرد اور خوش آئند ہوا کے جھونکے شروع ہو گئے' جن سے اس کو راحت کلی حاصل ہوئی۔ بس یہی کیفیت ہم لوگوں پر طاری ہو کر ہمیں اس درجے کو پہنچا دیتی ہے۔ میں نے کہا: اس سے بہتر کیفیت تو سالکوں کو حاصل ہوتی ہے' مگر پھر بھی ان کی عقل بحال اور حواس قائم رہتے ہیں۔ اس نے جواب دیا۔ عزیز من! یہ مشیت الٰہی ہے' جس شخص کو جیسا چاہتا ہے' رکھتا ہے۔

(فقہائے ہند' ج:۵ ص:675۔676)

صوفیاء کا لباس

شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ مجھے خیال آیا کہ صوفیا کے لباس میں مقید رہنا بہر کیف تکلف سے خالی نہیں۔ اس خیال نے مجھ پر اتنا اثر کیا کہ میں نے اسی آن وہ لباس اتار پھینکا اور سپاہیانہ لباس پہن لیا۔ یعنی عمامہ باندھا' کمر میں تلوار لگائی اور گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکل پڑا۔ ابھی تھوڑی دور گیا تھا کہ ایک مجذوب سامنے سے آ کر کہنے لگا کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص چاند کو پیالے سے چھپا لے؟ ہرگز نہیں۔ عزیز من! تیرے معبود کی قسم' یہ لباس تیری شان کے سزاوار نہیں۔ اسے اتار ڈال اور لباس صوفیاء زیب تن کر۔ چنانچہ اسی وقت میں نے بالالتزام صوفیاء کا لباس اختیار کر لیا۔ اس کے علاوہ کسی قسم کا لباس پہننا پسند نہیں کیا۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:676)

مدرسہ رحیمیہ کی بنیاد

ہندوستان میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خدمت علم حدیث کی بنیاد ڈالی' مگر اس زمانے میں چونکہ چاروں طرف جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی' لہٰذا حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تر مساعی کے باوجود اس کی پوری طرح اشاعت و ترویج نہ ہو سکی۔ ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کو پیدا کیا اور انہوں نے دہلی میں مدرسہ قائم کیا' جس نے مدرسہ رحیمیہ کے نام سے شہرت پائی۔ اس مدرسے میں انہوں نے لوگوں کو علم حدیث کی تعلیم دینا شروع کی' اس میں دور دراز مقامات سے کثیر تعداد

Marfat.com

علماء وطلباء علم حدیث پڑھنے کیلئے آنے لگے اور لوگوں میں اس کے حصول کیلئے ایک تحریک پیدا ہوگئی اور پھر آہستہ آہستہ بے شمار شائقین علوم دینی اس چشمہ علم سے سیراب ہوئے۔ (فقہائے ہند ج: ۵ ص: 676)

قارئین! یہی وہ مدرسہ رحیمیہ ہے جہاں سے قرآن وحدیث کا نور پورے پاک وہند میں پھیلا اور شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے بعد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے بعد شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے بعد شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بعد استاذ المحدثین، حضرت میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کیساتھ ساتھ تصوف کی سند بھی جاری ہوتی رہی لیکن جدید دور کے **فیشن سے متاثر ہو کر موجودہ اہل حدیث نے اپنے اوپر حدیث کا صرف لیبل لگا کر تصوف سے کنارہ کر لیا**۔ جس کی بدولت سر سے ننگا، خارش زدہ نمازی مسجد میں جا کھڑا ہوا، توحید کے نام پر روحانیت وتصوف کا منکر خطیب اپنی جماعت کیلئے درد سر بن گیا، سلفی اور محمدی کہلانے والے جادو، جنات سے تنگ آ کر جعلی عاملوں کے ہاتھوں اپنی عزت اور مال گنوا بیٹھے، گھریلو مسائل اور کاروباری پریشانیوں میں الجھے موحد حضرات اللہ واحد الاحد کی ذات عالی سے صرف اس لیے مایوسی کا شکار ہو گئے کہ انکو دعا اور وظیفے کے ذریعے اللہ جل شانہ سے مدد لینے کا طریقہ سکھانے والا ہی اس جماعت میں پیدا ہونا ختم ہو گیا۔ (از: مرتب)

صوفیاء کی دلچسپ علمی بحث

شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مختلف مقامات سے علمائے دین تشریف لاتے اور ان سے بعض دلچسپ علمی بحثیں ہوتیں۔ اس سلسلے کا ایک واقعہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ یہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے والد (شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ) نے مجھ سے بیان کیا کہ سید علیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو شیخ آدم قدس سرہ کے اکابر اصحاب میں سے ایک نہایت مقتدر اور جلیل القدر شخص ہیں اور جن کے فضل وکمال اور علمی کارناموں کی بڑی شہرت ہے حرمت تمباکو کے موضوع پر ایک پرزور رسالہ لکھا اور دو افغانیوں کی معرفت علمائے دہلی کے پاس بھیجا۔ سب سے پہلے وہ رسالہ مجھے دکھایا گیا۔ اس رسالے میں قرآن مجید کی آیت:

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ۔ (الدخان: 10)

اور اسی نوع کے چند اور دلائل سے حرمت تمباکو میں استدلال کیا گیا تھا۔ میں نے رسالہ پڑھا تو ان افغانی حضرات سے صاف الفاظ میں کہا کہ حرمت تمباکو سے متعلق یہ تمام استدلال بالکل کمزور ہیں' ان سے کام نہیں چلے گا۔ اس کے بعد میں نے اس میں درج شدہ روایات کی تفصیل سے تردید کی اور مذکورہ بالا آیت کی صحیح تفسیر بیان کی۔ اس ضمن میں وہ اقوال پیش کئے جو معتبر ومستند مفسرین سے منقول ہیں۔ اگرچہ میری تقریر مدلل اور معلومات سے پر تھی، تاہم وہ افغانی نہ تو اس سے متاثر ہوئے اور نہ انہوں نے اس میں کوئی دلچسپی لی' بلکہ ناراض اور ناخوش ہو کر مجلس سے اٹھے اور ملا یعقوب کے مدرسے میں پہنچ گئے۔ ملا یعقوب دہلی کے مشہور عالم اور فاضل شخص تھے' مگر تمباکو نوشی کے سخت عادی تھے اور اسے قطعی مباح سمجھتے تھے' یہ لوگ ان کے مدرسے میں گئے تو وہ برسر مجلس اور دوران درس حقہ پی رہے تھے۔ افغانی طلباء نے اس پر اعتراض کیا تو ملا یعقوب نے کہا میں برسر مجلس اس لئے حقہ پیتا ہوں کہ لوگوں کو اس کی اباحت معلوم ہو جائے اور اگر کسی کو اس کے مباح ہونے میں شبہ ہو تو دلیل پیش کرے' میں اس کا جواب دوں گا۔

Marfat.com

سید علیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرستادوں یعنی افغانی طلباء نے جرأت مندانہ انداز میں کہا چونکہ اس مسئلے کا ماخذ موجود ہے اس لئے اس کا فیصلہ بہت آسانی سے ہوسکتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس رسالے میں سے چند فقہی دلائل پیش کئے۔ ملا یعقوب نے فوراً ان کی تردید کردی اور وہ لوگ زورِ دلائل میں ان کا مقابلہ نہ کر پائے۔ اب وہ دوبارہ شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے اور ملا یعقوب سے مباحثہ ومناظرہ کی کیفیت بیان کی۔ شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ نے **فرمایا: حرمت تمباکو سے متعلق تمہارا استدلال غلط ہے اس لئے تمہارے ساتھ یہی کچھ ہونا چاہئے تھا۔**

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا مغموم ہونے کی ضرورت نہیں اب میں تمہیں ایک دلیل دیتا ہوں تم ملا یعقوب کے پاس جاؤ اور اسی طرح بات کرو جس طرح میں تم سے کہتا ہوں۔ تم ان سے قرآن مجید کی آیت:

يَآيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ- (التحریم:1)

کی شان نزول دریافت کرو وہ اس کا جواب یہ دیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زوجہ مطہرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر شہد تناول فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ تمام ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر رشک کرتے ہوئے آپس میں مشورہ کیا کہ آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس بیوی کے پاس تشریف لائیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افسوس ناک لہجے میں عرض کرے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک منہ سے گندنے (مغافیر) کی بو آرہی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے گندنا (مغافیر) تو نہیں کھایا البتہ شہد کھایا ہے۔ اس پر ایک زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا معلوم ہوتا ہے شہد کی مکھی گندنے کے درخت پر بیٹھی ہے اور اس کی بو شہد میں سرایت کرگئی ہے۔ یہ بات سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود پر شہد کو حرام ٹھہرالیا اور نتیجتاً یہ آیت نازل ہوئی۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا کہ جب ملا یعقوب اس آیت کی شان نزول کے بارے میں تقریر کرچکیں تو آپ ان سے سوال کریں کہ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک شہد کی علت کراہت کیا تھی؟ ملا یعقوب بجز اس کے کچھ نہ کہہ سکیں گے کہ علت کراہت بدبو تھی۔ اس پر آپ ان سے پوچھیں کہ حدیث شریف میں جو یہ الفاظ وارد ہیں کہ:

من اکل هاتين الشجرتين فلايقربن مسجدنا۔

تو اس میں علت نہی کیا ہے؟ ملا یعقوب جواب دیں گے "بوئے بد"۔ اس کے بعد آپ بے دھڑک ہوکر پوچھیں کہ حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوشبو سے رغبت اور بدبو سے نفرت کرتے تھے یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو ہم آپ سے سوال کرتے ہیں کہ تمباکو میں بدبو ہے یا نہیں؟ اگر اس سوال کے جواب میں ملا یعقوب یہ کہیں کہ تمباکو میں بدبو نہیں۔ آپ ان سے پوچھیں کہ جن لوگوں نے کبھی تمباکو نہیں پیا ان سے دریافت کرنا چاہئے کہ اس کی بو دماغ کو اچھی معلوم ہوتی ہے بری؟ اور جب اس میں ازراہِ تجربہ ومشاہدہ بوئے بد کا پایا جانا ثابت ہوتا ہے تو اصحابِ علم اور اہل ورع وتقویٰ کے نزدیک مناسب یہی ہے کہ تمباکو نوشی ترک کردیں۔

چنانچہ وہ دونوں افغانی طلباء دوبارہ ملا یعقوب کے پاس گئے اور اسی طرح سلسلہ گفتگو شروع کیا جس طرح

Marfat.com

عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا' اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملا یعقوب نے ان باتوں کا اعتراف کیا اور اسی وقت چلم اور نے کو توڑ ڈالا اور تمباکو نوشی ہمیشہ کیلئے ترک کر دی۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:677-679)

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملا عبداللہ چلپی کی بیعت

ایک مرتبہ ایک مجلس میں شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ملا عبداللہ چلپی سے ہوئی' جنہوں نے بعد میں فتاوی عالمگیری کا فارسی میں ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس ملاقات کے نتیجے میں وہ شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت بھی ہوئے۔ اس ملاقات کی تفصیل بڑی دلچسپ ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد محترم حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی بیان فرماتے ہیں۔ ان الفاظ کا ترجمہ یہ ہے:

عبداللہ چلپی ایک داعی تھا' جو روم (ترکستان) سے ایران اور ایران سے ہندوستان آیا۔ اس کے بارے میں عجیب وغریب باتیں لوگوں میں مشہور تھیں' ان میں ایک بات یہ تھی کہ وہ چالیس روز بے آب ودانہ حجرے میں معتکف رہتا ہے' باہر سے حجرے کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے' اور وہ چالیس دن بعد صحیح اور تندرست حالت میں باہر نکل آتا ہے۔ یہ بھی سنا جاتا تھا کہ اندھیرے میں بیٹھ کر قرآن مجید لکھا ہے' اکثر ایسا ہوتا ہے کہ زمین میں گھس جاتا ہے اور جہاں سے چاہتا ہے نکل آتا ہے۔ ان باتوں کی وجہ سے اس کا شمار اولیاء اللہ اور اصحاب کرامات بزرگوں میں کیا جانے لگا۔ شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عبداللہ چلپی کے اس قسم کے کمالات وفضائل سن کر میرے دل اس سے اشتیاق ملاقات کا جذبات ابھرا اور میں اس سے ملنے کیلئے روانہ ہو گیا۔ ان دنوں وہ بادشاہ سے چھپ کر ایرانیوں کے مکان میں قیام پذیر تھا' وہ شیعہ تھے' میں وہاں پہنچا' مذہبی معاملے میں ان سے بحث کا سلسلہ جاری رہا اور انہوں نے بلا تکلف بتایا کہ وہ میری باتوں سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔

غرض میں نے عبداللہ چلپی سے ملاقات کی' یقین جانئے میں جس بے تابی اور جذبہ شوق سے اس سے ملنے گیا تھا اس کی شکل دیکھ کر اس کیلئے میرے دل میں اس سے کہیں زیادہ نفرت اور کراہت پیدا ہوئی۔ میں نے نظر اول ہی سے معلوم کر لیا کہ یہ شخص اولیاء اللہ کے آداب واسالیب سے بالکل نہ آشنا ہے' اسی بناء پر میں نے اس کی تعظیم سے گریز کیا۔ میں نہایت مکدر ہو کر واپس آنے لگا تھا کہ میرے چہرے کا یہ فوری تغیر ایک ایرانی نے بھانپ لیا اور بولا: کیا وجہ ہے کہ جس شوق سے آپ عبداللہ کی ملاقات کو تشریف لائے تھے' اس سے کہیں زیادہ اسے دیکھ کر اعراض اور پہلو تہی کی؟ میں نے صاف الفاظ میں جواب دیا کہ ''میں عبداللہ کو اللہ تعالیٰ کا ولی سمجھتا تھا لیکن دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ ولی نہیں ہے بلکہ صاحب دعوت ہے''۔ عبداللہ نے میری یہ بات سنی تو کہا: شیخ سچ کہتے ہیں''۔

اس کے بعد عبداللہ نے دعائے سیفی پڑھنا شروع کی اور پڑھتے پڑھتے ایسے مقام پر پہنچا جہاں اگرچہ قواعد نحوی کے لحاظ سے اعراب میں دونوں طرح کا احتمال تھا تاہم وجدان کے اعتبار سے صرف ایک ہی وجہ متعین تھی اور عبداللہ نے دوسری وجہ اختیار کی تھی۔ اس پر مجھ سے نہ رہا گیا' میں بول اٹھا: عبداللہ! تم نے غلط پڑھا ہے''۔ اس کے جواب میں اس نے پورے زور سے کہا: نہیں' میں نے غلط نہیں پڑھا' میں نے صحیح پڑھا ہے' آپ مجھے غلط بتا رہے ہیں''۔ اس پر بحث شروع ہو گئی اور دعائے سیفی

Marfat.com

کے وہ نسخے فراہم کئے گئے جو اساتذہ سے پہنچے تھے' مختلف اساتذہ کے بارہ نسخے دیکھے گئے اور اتفاق کی بات یہ کہ ان میں اعراب وہی درج تھا جو عبداللہ نے پڑھا تھا' اب تیرہواں نسخہ دیکھا گیا' یہ نسخہ شیخ احمد جام رحمۃ اللہ علیہ کے تبرکات میں سے تھا اور سب نسخوں سے زیادہ معتبر اور مستند مانا جاتا تھا' یہ نسخہ بہت مشکل سے کسی اہل علم امیر حکومت کے کتب خانہ سے منگوایا گیا تھا' اس میں وہ اعراب لکھا تھا' جو میں کہتا تھا۔ اس پر نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور میری تحسین کی۔ اس کے بعد اس نے ایرانیوں سے مخاطب ہو کر کہا: تم جانتے ہو میں نے اس سلسلے میں اتنی تحقیق اور چھان بین کیوں کی؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب میں دعائے سیفی پڑھتے پڑھتے اس مقام پر پہنچتا تھا جس کے نحوی اعراب کے بارے میں شیخ نے مجھ سے اختلاف کیا تو میں اپنے سامنے ایک ظلمت اور تاریکی پاتا تھا۔

بالآخر عبداللہ چلپی نے نہ صرف شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کی بات تسلیم کر لی بلکہ ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گیا اور ان سے بیعت ہو کر طریقہ قادریہ میں شامل ہوا۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:679_680)

ذکر کے دوران وفات

وفات سے کچھ عرصہ پہلے شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ جسمانی طور پر خاصے کمزور ہو گئے تھے' اسی کمزوری اور نقاہت کی حالت میں رمضان المبارک کے روزے رکھے' شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں ان دنوں زیادہ تر انہی کے پاس رہتا تھا۔ ان کی زبان پر ''استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم'' کے الفاظ جاری رہتے۔ ماہ صفر میں ان کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تھی لیکن اس حالت میں بھی نماز کا بہت خیال رکھتے اور وقت پر نماز ادا کرتے۔ 12 صفر 1131ھ (دسمبر 1718ء) کو صبح پو پھٹنے سے پہلے ان پر موت کے آثار نمودار ہوئے۔ اس کرب کے علائم میں بھی دل میں نماز کا خیال تھا' اردگرد بیٹھے ہوئے لوگوں سے بار بار پوچھتے کہ فجر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ لوگوں نے کہا نماز کا وقت ابھی نہیں ہوا' اس قدرے خفگی سے فرمایا۔ اگر تمہاری نماز کا وقت نہیں ہوا تو نہ سہی' ہماری نماز کا وقت تو ہو چکا ہے۔ فرمایا: مجھے قبلہ رخ کر دو' چنانچہ قبلہ رخ کر دیے گئے۔ نماز کے وقت میں اگرچہ کچھ دیر تھی مگر آپ نے اشاروں سے نماز فجر ادا کی۔ اس کے بعد اسم ذات کے ذکر میں **مشغول ہو گئے اور اسی حالت میں انتقال** کر گئے۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:682)

(43) قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

مرید بامراد: حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ

برصغیر کے ان کے کبار علماء میں جن کو علوم مروجہ کے تمام پہلوؤں پر عبور و تبحر حاصل تھا' حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ عثمانی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی زریں حروف سے لکھنے کے لائق ہے۔ وہ شیخ زماں' امام وقت' مجتہد عصر' مفسر قرآن' علامہ کبیر' محدث عمدہ خصائل' فقیہ با کمال' محقق عالی مرتبت اور صاحب تصوف و طریقت تھے۔ برصغیر کی مردم آفرین سرزمین نے جن راسخین فی العلم

Marfat.com

اور عالی فکر لوگوں کو جنم دیا' ان میں قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والا صفات صف اول میں شامل ہے۔ ان کا سلسلہ نسب خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک منتہی ہوتا ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں

قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مولد ومنشا پانی پت ہے۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا' پھر اپنے شہر کے اساتذہ سے مروجہ علوم اور عربی کی کتابیں پڑھیں' اس کے بعد دہلی کا رخ کیا جو اس عہد میں مرکز ارباب فضل اور مرجع اصحاب کمال تھا اور جہاں حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ کا غلغلہ درس بلند تھا۔ بہت سے اعاظم رجال نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چشمہ فیض سے سیراب ہونے کیلئے دہلی کو اپنا قبلہ گاہ قرار دے لیا تھا۔ قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی شہر کیلئے رخت سفر باندھا اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ تلامذہ میں شامل ہوئے۔ ان سے حدیث وفقہ کی تکمیل کی اور اٹھارہ سال کی عمر میں علوم عقلیہ ونقلیہ پر حاوی ہو گئے۔

شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ اور مرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ طریقت میں

فارغ التحصیل ہونے کے بعد شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تصوف کی اور ان کے اثر صحبت سے روحانیت کے مرتبہ بلند کو پہنچے۔ ان کی وفات کے بعد مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کا شرف حاصل کیا اور سلوک وطریقت میں طریقہ مجددیہ کے مقامات علیا تک رسائی حاصل کی۔ مرزا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ ان پر انتہائی شفقت فرماتے اور بدرجہ غایت محبت سے پیش آتے تھے۔

(فقہائے ہند ج:۶ ص:۱۱۰)

علم الہدیٰ اور بیہقی وقت

نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ ان کی علو فکر' جودت طبع' قوت ادراک اور اتباع سنت کی بے حد تعریف کرتے اور انہیں ''زائد الوصف'' قرار دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں: قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو علم الہدیٰ کے عظیم لقب سے سرفراز کیا۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ان کو بیہقی وقت کہہ کر پکارتے تھے۔

جس شخص کو مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ جیسا عالم اجل اور صاحب طریقت ''علم الہدیٰ'' کے خطاب سے نوازتا ہو اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جیسے ''بیہقی وقت'' کے لقب سے سرفراز کرتے ہوں' غور فرمائیں' وہ تدین واتقا کی کتنی اونچی منزلیں طے کر چکا ہوگا اور مسائل شرعیہ پر عبور واستحضار اور کثرت مطالعہ میں اس کا مرتبہ کتنا بلند ہوگا۔

> **روحانیت کا معاملہ ختم ہو گیا**
>
> ہم لوگوں کے ذہن وفکر پر مادیت نے غلبہ پا لیا ہے اور روحانیت کا معاملہ ختم ہو گیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم میں سے اکثر اس قسم کے واقعات کی صحت کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔
>
> (از: مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ)

مرشد کے دل پر مرید کی ہیبت

مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ اپنے فضل وکمال کے باوصف قاضی صاحب ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کے صلاح وتقویٰ اور پابندی شریعت کا واضح الفاظ میں ذکر فرماتے ہیں اور مرید سے اس کی للّٰہیت کی بنا پر روحانی خوف اور ہیبت محسوس کرتے ہیں۔ ان کے الفاظ ملاحظہ

Marfat.com

ہوں: ان کے صلاح و تقویٰ اور دیانت کے باعث اس فقیر کے دل پر ان کی ہیبت چھائی ہوئی ہے' وہ پیکر خیر' شریعت اسلامی کی ترویج و اشاعت کرنے اور نور طریقت پھیلانے والے ہیں' اس درجے فرشتہ صفت ہیں کہ فرشتے ان کی تعظیم بجالاتے ہیں۔

شیخ غلام شاہ علوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے سنا' وہ قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے لئے ذریعہ مغفرت ٹھہراتے تھے: فرمایا کرتے **اگر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے روز مجھ سے پوچھا کہ ہمارے دربار میں کیا تحفہ لائے ہو؟ تو عرض کروں گا' ثناء اللہ پانی پتی کو لایا ہوں**۔ (فقہائے ہند' ج:۶ ص ۱۱۲)

استاد پنجاب رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ

یہی الفاظ حضرت مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہے تھے۔ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے اہل حدیث عالم اور استاد پنجاب تھے۔ بے شمار اکابر علما نے ان سے اخذ علم کیا۔ نابینا تھے لیکن بصیرت و ذہانیت اور ذکاوت و فطانت کی دولت سے مالا مال تھے۔ ان کے تلامذہ کی کثیر جماعت میں حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے جو چودھویں صدی ہجری کے جید عالم اور بوقلموں اوصاف سے موصوف تھے۔ ایک مرتبہ علما کے ایک اجتماع میں حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن مجھ سے پوچھا کہ تم آنکھوں سے اندھے تھے' ہم نے تم کو عزت عطا فرمائی' علم سے نوازا' اور لاتعداد علما کو تمہارے حلقہ شاگردی میں داخل کیا' بتاؤ اس احسان عظیم کے بدلے ہمارے حضور کیا تحفہ لائے ہو؟ میں اس کے جواب میں عرض کروں گا' ثناء اللہ امرتسری کو لے کر حاضر ہوا ہوں' امید رکھتا ہوں کہ اس خدمت کے بدلے مستحق مغفرت سمجھا جاؤں گا۔

مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کیلئے وہی الفاظ استعمال فرمائے جو مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے استعمال فرمائے تھے۔ بلاشبہ یہ دونوں ثناء اللہ رحمہما اللہ متحدہ پنجاب کے فحول علماء سے تھے۔ ایک کا تعلق تیرہویں صدی ہجری اور ایک کا چودھویں صدی ہجری سے تھا۔ دونوں مفسر قرآن' محدث و فقیہ' کثیر التصانیف' وسیع النظر وسیع الفکر اور اشاعت دین میں سرگرم تھے۔ (فقہائے ہند' ج:۶ ص ۱۱۳)

تفسیر اور تصوف میں ید طولیٰ

قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بے شبہ صحیح ہے' وہ ہمہ گیر اوصاف کے حامل اور ہر گوشہ علم میں کامل تھے۔ نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: عمر بھر ظاہری و باطنی کمالات کی فیض رسانی' اشاعت علوم' فصل خصومات' فتوؤں کے جواب دینے اور مشکل مسائل کی عقدہ کشائی میں مصروف رہے۔ علم تفسیر' فقہ و کلام اور تصوف میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔

قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں تفسیر مظہری ضخامت اور تحقیق کے اعتبار سے خاص اہمیت کی حامل ہے۔ عربی زبان میں قرآن مجید کی یہ مشہور تفسیر ہے۔ اس کا نام انہوں نے اپنے استاذ و مرشد مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر رکھا۔ اس تفسیر کے

Marfat.com

بارے میں انہوں نے اپنے پیر بھائی مولانا نعیم اللہ بحرائچی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا جس میں اس کے حجم وضخامت اور مندرجات و مشمولات کا ذکر کیا ہے۔ خط فارسی زبان میں ہے وہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تفسیر مظہری اختتام کو پہنچ گئی ہے۔ اس میں مذاہب فقہا' شان نزول' ادلہ احکام' مسائل فقہ' مسائل کلام' مسائل تصوف' سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مغازی' اختلاف قرات وغیرہ امور تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ (فقہائے ہند' ج: ۶ ص ۱۱۵)

تصانیف

قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ بہت سی کتابوں کے مصنف تھے جو تفسیر' حدیث' فقہ اور زہد و عبادت وغیرہ کے موضوع کو محتوی تھیں۔ ان میں اہم کتابیں یہ ہیں:

تفسیر مظہری: یہ قرآن مجید کی عربی تفسیر ہے جو دس جلدوں میں ندوۃ المصنفین دہلی نے شائع کی۔ نہایت عمدہ تفسیر ہے۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اپنے مرشد مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے انہیں انتہائی محبت تھی۔

فتاویٰ مظہری: یہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتووں کا مجموعہ ہے' یہ وہ فتاویٰ ہیں جو انہوں نے مختلف فقہی مسائل سے متعلق جاری کئے۔ یہ فتوے قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے قاضی عبدالسلام بن دلیل اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ کردہ ہیں اور مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہیں۔

ارشاد الطالبین: سلوک و طریقت کے بارے میں ہے' فارسی میں ہے' فقہی مسائل بھی اس میں بیان کئے گئے ہیں۔

تذکرۃ الموتیٰ والقبور: اس میں قرآن وحدیث کی روشنی میں احوال قبور کا بیان ہے اور بتایا ہے کہ قبر میں نیک آدمی کس کیفیت سے دوچار ہوتا ہے اور غلط اعمال کے مرتکب شخص کو کس صورتحال میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

تذکرۃ المعاد: یہ کتاب قیامت اور آخرت کے احوال و کوائف پر محیط ہے۔

رسالہ در حرمت غنا: اس میں غنا اور سرود کی حرمت بیان کی گئی ہے۔ قوالی اور سماع کو بھی ناجائز اور خلاف شرع قرار دیا گیا ہے۔

وصیت نامہ: اسی (80) سال کی عمر کو پہنچ کر اپنے احباب و اولاد کو وصیت کی کہ وفات کے بعد ان کی تجہیز و تکفین سنت کے مطابق کی جائے۔ قرض وغیرہ ادا کیا جائے اور ساتواں' دسواں' بیسواں' چالیسواں وغیرہ خلاف شرع رسوم ہیں' یہ بالکل نہ کی جائیں۔

مکتوبات: قاضی صاحب ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کے یہ مکتوبات تصوف و سلوک اور مسائل فقہی سے متعلق ہیں اور خالص علمی و تحقیقی نوعیت کے ہیں۔ شیخ ابوخیر محمد ابن احمد فاروقی مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کلمات طیبات'' میں قاضی ثناء اللہ کے آٹھ مکتوب نقل کئے ہیں' جو شاہ غلام علی علوی مجددی رحمۃ اللہ علیہ' قاضی شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ نعیم اللہ بہرائچی رحمۃ اللہ علیہ کے نام ہیں۔ ایک مکتوب خاندان سادات میں سے ایک بزرگ کے نام ہے۔ (فقہائے ہند' ج: ۶ ص ۱۱۷)

استاد و مرشد اور معاصرین کا ہدیہ عقیدت و تعظیم

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس شاگرد قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی بے حد تعظیم کرتے تھے۔ جس زمانے میں

Marfat.com

قاضی صاحب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شریک تھے' اس زمانے میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں ایک مکتوب میں مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کو لکھتے ہیں:

مولوی ثناء اللہ مصابیح اور صحیحین پڑھ رہے ہیں۔ کتب ستہ بلکہ عشرہ متداولہ کی تکمیل کیلئے میرے پاس ہیں۔ آپ کی توجہ خاص سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی نشانی ظہور میں آئے گی' اس کے بعد آپ کی خدمت میں احرام باندھیں گے۔

مولانا نعیم اللہ بہرائچی ان کے فضل وکمال اور معرفت وادراک کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی جامع کمالات ہیں۔ **ان کی حیثیت اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی اور تجلیات ربانی کے انوار میں سے نور ہدایت کی ہے**' فاضل وعالم' درویش وعامل' فقیہ کامل' متکلم ومحدث' مفسر اور حافظ قرآن ہیں۔ اخلاق حمیدہ سے موصوف اور مکارم پسندیدہ سے متصف ہیں' دیانت وامانت' صلاح وتقویٰ اور خوش خلقی وپاک طینتی سے بہرہ ور ہیں۔ خدمت خلق میں مشغول اور کسر نفسی میں بے مثال۔ ہمیشہ اطاعت الٰہی' عبادت وریاضت' علوم ظاہری وباطنی کی تدریس' فنون دینی کے مطالعہ ومباحثہ اور تصنیف کتب میں منہمک رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ان کی ذات گرامی سے' جو مجموعہ کمالات تھے کہ میرے نزدیک ان کا وجود سب سے بہتر اور مغتنمات میں سے ہے۔ وہ پیکر تقویٰ ودیانت میں ہیں' شریعت کی ترویج واشاعت اور طریقت وسلوک کی راہ کو روشن کرنے والے ہیں۔ فرشتہ صفت ہیں اور فرشتے ان کی عزت وتکریم کرتے ہیں۔

ان کی ذات گرامی کمالات ظاہر وباطن سے موصوف ہے اور ان کے اوقات شب وروز اطاعت خداوندی اور عبادت الٰہی سے معمور ہیں۔ (فقہائے ہند ج:۶ ص ۱۱۹)

فتنہ معاصرت سے پاک لوگ

علم کی دنیا میں معاصرت کا فتنہ بہت بڑا فتنہ ہے' کم لوگ ہوں گے جو اپنے عصر اور زمانے کے اہل علم کو لائق اعتنا اور قابل ستائش گردانتے ہوں۔ ہر اہل علم اپنے آپ کو دوسرے اہل علم سے فائق تر سمجھتا ہے' اگر دو عالم ایک ہی فن سے تعلق رکھتے ہوں دونوں اپنی مدح وثناء اور دوسرے کی تنقید وتنقیص میں بڑھ چڑھ کر باتیں کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ اس مہلک مرض میں قدیم تعلیم یافتہ اور جدید تعلیم یافتہ دونوں طبقے مبتلا ہیں۔ بس کسی کے سامنے دوسرے کی ذرا بات چھیڑ کر دیکھئے' پتا چلے گا کہ بھرا تھا۔ ایسے ایسے انکشافات ہوں گے کہ سننے والا حیران ہو کر رہ جائے۔

لیکن اہل اللہ کی مجلس میں یہ بات نہیں ہے' مولانا نعیم اللہ بحرائچی رحمۃ اللہ علیہ جو قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی کے ہم عصر ہیں' ان کی بے حد تعریف کرتے اور ان کو علم وفضل اور تقویٰ وتدین میں بے نظیر قرار دیتے ہیں۔ ان کے مرشد مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگرد اور مرید کی مدح وستائش میں رطب اللسان ہیں۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو نہ ان کے استاد ہیں نہ مرشد کے وسعت علم وکثرت مطالعہ کی بناء پر انہیں ''بیہقی وقت'' کہہ کر پکارتے ہیں۔

Marfat.com

ایک معاصرت باعث فتنہ وفساد ہے اور ایک سکون قلب اور اطمینان روح و ذہن کا سبب۔ اس کی اصل وجہ اخلاص اور تعلق باللہ ہے' جن لوگوں کے دل اخلاص سے خالی اور تعلق باللہ سے محروم ہیں' وہ نہ کسی کا احترام کرتے ہیں اور نہ کوئی ان کو خاطر میں لاتا ہے۔ جو حضرات اس نعمت عظمیٰ سے مالا مال ہیں' وہ سب کی عزت کرتے ہیں اور سب لوگ ان کی تعظیم بجالانے کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں۔ ہمارے اسلاف کا شمار اس خوش بخت گروہ میں ہوتا ہے جو دوسروں کے احترام کو علم و کمال کا احترام اور دوسرے کی توہین کو علم وکمال کی توہین سے تعبیر کرتے ہیں۔ (فقہائے ہند ج:٦ ص ١٢٠)

قارئین! محترم بھٹی صاحب رحمہ اللہ نے اس دور کے اسلاف کی مثال دی ہے جب تصوف و طریقت کا حصول تعلیم وتربیت کا لازمی جزو سمجھا جاتا تھا، اور جب تبلیغ و تدریس محض اللہ جل شانہ کی رضا کے حصول کی خاطر کی جاتی تھی۔ اب رواج بدل گئے ہیں اور وہ مائیں مرچکی ہیں جن کی کوکھ سے ایسے گوہر نایاب پیدا ہوا کرتے تھے۔ لیکن اب بھی اللہ جل شانہ سے مدد مانگتے ہوئے ذرا سی محنت کی جائے، تو اہل حدیث کی بنجر کھیتی میں پھر سے بہار آسکتی ہے۔ ''ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی'' (از: مرتب)

مرشد کی چادر میں کفن دینے کی وصیت

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی (80) سال کی عمر میں اپنی اولاد اور احباب کیلئے ایک وصیت نامہ تحریر فرمایا اور تاکید کی کہ اس پر عمل کیا جائے۔ اس میں انہوں نے لکھا کہ: میری تجہیز و تکفین اور غسل و دفن میں طریقہ سنت کو ملحوظ رکھیں' جو دو چادریں حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ نے عنایت فرمائی تھیں انہی میں دفن کریں۔ میت کے سر پر عمامہ باندھنا خلاف سنت ہے' اس کی کوئی ضرورت نہیں' نماز جنازہ میں کثرت سے لوگ شریک ہوں اور امام صالح جیسے حافظ محمد علی یا حکیم سکھوا یا حافظ پیر محمد جنازہ پڑھائیں۔ تکبیر اولیٰ کے بعد سورہ فاتحہ پڑھیں' دنیا کی جن رسموں کا رواج پڑ گیا ہے جیسے دسواں بیسواں چالیسواں ششماہی اور برسی یہ میری وفات کے بعد بالکل نہ کریں۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ سوگ کرنے کو جائز نہیں ٹھہرایا' حرام قرار دیا ہے۔ عورتوں کو گریہ وزاری کرنے سے سختی کے ساتھ منع کریں۔ میں نے اپنی زندگی میں ان چیزوں کو کبھی پسند نہیں کیا اور جہاں تک میرا بس چلا، ان پر عمل نہیں ہونے دیا۔

قاضی فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ

قاضی فضل اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ علوم مروجہ میں بہرہ کامل رکھتے تھے' قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے برادر کبیر تھے۔ مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ طریقت سے منسلک اور ان کے فیض صحبت سے بہرہ ور تھے۔ ہر آن ذکر و شغل میں مصروف اور متوجہ الی اللہ رہتے' اپنے برادر صغیر قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بدرجہ غایت تعلق خاطر تھا ان کی وفات کے بعد انتہائی اندوہ گین اور مغموم و محزون رہنے لگے تھے۔ فرمایا کرتے، بھائی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی موت نے ہمیں حزن و ملال میں مبتلا کردیا ہے۔

صاحب طریقت اولاد

قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تین بیٹے قاضی احمد اللہ' قاضی صبغۃ اللہ اور قاضی دلیل اللہ تھے۔ قاضی احمد اللہ نے علوم

Marfat.com

متداولہ اپنے والد ماجد اور دیگر علمائے عصر سے پڑھے۔ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب ارادت میں سے تھے' اپنے عہد اور علاقے کے جید عالم اور نامور فقیہ تھے۔ نہایت متقی اور پرہیز گار تھے' عالم جوانی ہی میں اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ ہر وقت مطالعہ کتب میں مشغول رہتے' معاملات دنیا سے کوئی دلچسپی نہ تھی' قرآن مجید کے حافظ اور قرأت وتجوید کے ماہر تھے' کمالات ظاہری وباطنی کی دولت سے مالا مال تھے' علوم وفنون' للّٰہیت اور خشیت الٰہی میں اپنے والد کی مانند تھے۔ عین عالم جوانی میں 1198ھ (1784ء) کو تیس برس کی عمر میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ کو لائق بیٹے کی وفات سے نہایت صدمہ پہنچا لیکن صبر کے سوا چارہ نہ تھا۔

قاضی صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ' قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند دوم تھے۔ علم دین میں کامل تھے' حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ طریقت میں شامل تھے۔ یہ بھی عالم شباب میں سفر آخرت پر روانہ ہوئے۔

تیسرے بیٹے قاضی دلیل اللہ رحمۃ اللہ علیہ تھے جو فقہ واصول کے عالم اور علوم عقلیہ سے مناسبت رکھتے تھے' طریقت وسلوک میں مرزا جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یافتہ تھے۔ (فقہائے ہند' ج:6ص:109 تا124)

قارئین! اوپر درج کردہ تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے عالم دین تھے جو اگر آج کے دور میں ہوتے تو انہیں حضرت العلام، خطیب ایشیاء، شیر پاکستان، مقرر شعلہ بیان، فضیلۃ الشیخ، عالم اجل، واعظ بے بدل اور نہ جانے کیا کیا اشتہاری خطاب ملتے، اتنے بڑے عالم دین اور مفسر قرآن ہو کر بھی اگر وہ خود کو تصوف کا محتاج سمجھیں اور اپنے تینوں بیٹوں کو بھی علوم دینی میں تکمیل کے بعد اپنے مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت وصحبت سے مشرف کریں، تو آج کے علماء کس زمرے میں آتے ہیں جو تصوف وتزکیہ نفس کا کبھی ذکر ہی نہیں کرتے، نہ ہی روحانیت کے جام کو چکھنے کی خواہش کرتے ہیں۔ اسکی دو وجوہ ہوسکتی ہیں۔ یا تو آج کے علماء تعلیم وتحقیق، اور مقام ومرتبہ میں اپنے اسلاف سے بازی لے گئے ہیں، یا پھر اپنے تمام اسلاف کو نعوذ باللہ مشرک وبدعتی تصور کرتے ہیں جو سب کے سب اسی تصوف وطریقت کے بندھن میں بندھے ہوئے تھے۔

آپکا کیا خیال ہے؟ (از: مرتب)

(44) مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ

صحبت یافتہ ومرید: حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

فیض یافتہ: (ابدال وقت) پیر امیر حیدر وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

قارئین! مولانا حضرت امام الاولیاء، قطب الارشاد، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے داماد اور مشہور زمانہ کتاب ''کرامات اہل حدیث'' کے مصنف مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ، جن کی ہاتھوں پرورش پا کر پروان چڑھے اور جن کے فیض صحبت سے مولانا سوہدروی مرحوم کو اللہ جل شانہ کی ولایت کا رتبہ نصیب ہوا، اس عظیم المرتبت ہستی کا نام مولانا غلام

Marfat.com

نبی الربانی سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ ماہنامہ ضیائے حدیث (دارالسلام) کے ایڈیٹر مولانا محمد نعمان فاروقی حفظہ اللہ تعالیٰ جواسی تسبیح کے موتی اور مولانا سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑپوتے ہیں، اپنے اسلاف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ'' ایک آدمی جب اپنی لائن سے ہٹ جاتا ہے تو عموماً اسے آباؤاجداد کا حوالہ دیا جاتا ہے کہ دیکھو تمہارے بڑے کیا تھے اور تم کیا ہو۔ اس طرح اس کا ضمیر جاگتا ہے اور اندر کا انسان بیدار ہوتا ہے۔ اسلاف کی سیرت وسوانح پر مشتمل کتب سے غرض قوم کو جھنجھوڑنا اور بیدار کرنا ہوتا ہے تاکہ اخلاف اپنے اسلاف کو دیکھ کر اپنے احوال درست اور اپنی سمت صحیح کریں۔ (بحوالہ: تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ ص 11) آیئے دیکھتے ہیں کہ انکے جدامجد مولانا غلام نبی الربانی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں تصوف کا کتنا گہرا رنگ تھا اور مولانا اسحاق بھٹی مرحوم نے انکی تعریف کن الفاظ میں بیان کی ہے۔ (از: مرتب)

تحصیل حدیث اور کسب طریقت

مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ علم وصالحیت اور حسنِ اخلاق کے اعتبار سے اپنی مثال آپ تھے۔ ۴ ستمبر ۱۸۴۷ء (۲۳ رمضان ۱۲۶۳ھ) کو سوہدرہ (ضلع گوجراں والا) میں پیدا ہوئے۔ علوی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ مشہور عالم دین مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ (مصنف کرامات اہلحدیث) کے جدامجد تھے۔ حدیث کی کتابیں لکھوکے (ضلع فیروزپور) میں حضرت حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ حضرت میاں سیّد نذیر حسین رحمہ اللہ کی خدمت میں دہلی گئے اور ان سے سندِ حدیث لی۔ پھر امرتسر میں حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی حاضری دی اور ان کے دائرہ بیعت وارادت میں شریک ہوئے۔

مولانا مرحوم پنجابی کے شاعر بھی تھے اور پنجابی نظم میں انہوں نے تین کتابیں تصنیف کیں۔ (۱) تحفۃ الوالدین (۲) تحفۃ المعجزات فی تاکید الصلوٰۃ اور (۳) تحفۃ العجلاء المعروف نصیحۃ النساء۔

(بحوالہ: تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۰۷-۳۰۸)

زمین پر چلتے پھرتے نورانی بزرگ

بروایت مولوی یحییٰ امام خاں نوشہروی رحمۃ اللہ علیہ سوہدرہ میں ایک حنفی عالم مولوی سید نور شاہ مرحوم تھے اور ''السعید من سعد فی بطن امہ'' میں سے تھے۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ مغربی جانب سے ایک نور چمکا' جوستون کی شکل میں آسمان کو چھوتا ہوا نکل گیا۔ اس نور کا مبداء سے مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ تھے۔ چنانچہ مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ حضرت مولانا عبداللہ الغزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہوئے۔ حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی پایہ بہت اونچا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان اور دعا میں ایک خاص تاثیر تھی جس کا صاف پتہ چلتا تھا۔ مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ ایک بہترین خوشنویس بھی تھے۔ چنانچہ امرتسر جب بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے جاتے تو وہاں حضرت شیخ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے کتابیں نقل کرتے۔ (بحوالہ: تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ ص ۱۷)

مرشد اول رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ جمادات کی تسبیح

حضرت عبداللہ بن محمد بن محمد شریف الغزنوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ تھے، امام تھے' عالم تھے' زاہد تھے' مجاہد تھے، رضائے الٰہی کے حصول

Marfat.com

میں کوشاں تھے۔اللہ کی رضا کیلئے اپنی جان' اپنا گھر بار' اپنا مال' اپنا وطن سب کچھ لٹا دینے والے تھے۔علمائے سوء کے خلاف ان کے معرکے مشہور ہیں۔دور دراز علاقوں سے علماء اور مشائخ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کرنے کیلئے حاضر ہوتے اور جب آپ رحمۃ اللہ علیہ سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ وغیرہ کلمات کا ورد کرتے تو جمادات بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ باآواز بلند تسبیح و تہلیل کرتے اور وجد و اضطراب میں آجاتے۔چنانچہ مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ بھی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔

خواب میں بشارت

حضرت غلام نبی الربانی مرحوم کا درج ذیل واقعہ مولانا سید عبداللہ الغزنوی رحمہ اللہ کے اس واقعہ سے مماثلت رکھتا ہے جو حضرت عارف باللہ نے غزنی میں خواب میں دیکھا تھا یعنی آپ نے بخاری شریف کو خاک آلود دیکھا اور پھر اس کو صاف کیا اور ممدوح (مولانا غلام نبی الربانی مرحوم) نے خواب میں یہ دیکھا کہ میں سوہدرہ کی مسجد سے کوڑا کرکٹ اٹھا رہا ہوں اور مسجد کو خوب صاف کر رہا ہوں۔یہ خواب آپ نے مولانا سید عبداللہ الغزنوی سے ذکر کیا تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''سب تعریف اللہ کی ہے۔یہ سچا خواب ہے اور آپ کیلئے بڑا باعث برکت ہے۔اللہ تعالیٰ آپ سے بڑا کام لے گا آپ اسلام کی حفاظت کریں گے اور کفر کو شکست دیں گے انشاء اللہ'' (تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ ص، ۷۲۔۷۴)

مرشد دوم رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ کائنات کے تکوینی امور

قارئین! مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ ابدال وقت حضرت میر حیدر شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فیض یافتہ تھے (بحوالہ کرامات اہلحدیث، اولڈ ایڈیشن) آیئے ان کے متعلق معلومات حاصل کرتے ہیں کہ وہ کون تھے اور کس طرح ابدال بنے؟ (از: مرتب)

لکڑہارا، شکاری اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(مولانا محمد اسحاق بھٹی مرحوم لکھتے ہیں کہ) اب ایک شخص پیر میر حیدر مرحوم کا واقعہ سنیے، وہ خان پور گکھڑاں ضلع راولپنڈی کے رہنے والے تھے اور یہی ان کے آباؤ اجداد کا مسکن تھا۔انہیں شکار کا بہت شوق تھا، 35 سال کے خوب صورت جوان تھے ایک دن شکار کھیلنے کے بعد گھوڑے پر سوار تھے اور گھر جا رہے تھے کہ بازار میں ایک لکڑہارے نے آواز دی اور کہا میر حیدر! تھوڑی دیر یہاں بیٹھ جاؤ، لیکن انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی اور چلے گئے۔دوسرے روز پھر شکار سے واپس آتے ہوئے وہاں سے گزرے تو اسی لکڑہارے نے بلایا اور کچھ دیر بیٹھنے کے لئے کہا۔لیکن انہوں نے اب بھی اس کی بات سنی ان سنی کر دی اور چلے گئے۔حسب معمول تیسرے روز وہاں سے گزرے تو لکڑہارے نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی باگ پکڑی اور انہیں نیچے اتار لیا۔مصافحہ بھی کیا اور بغل گیر بھی ہوا۔اسی وقت میر حیدر رحمۃ اللہ علیہ کی دنیا بدل گئی، شکار کا شوق دل سے نکل گیا اور حالات کچھ سے کچھ ہو گئے۔گھوڑا اور باز ملازموں کو دیئے کہ انہیں گھر لے جائیں اور لکڑہارے کے پاس بیٹھ گئے۔اہل وعیال کا خیال دل سے رخصت ہو، اا ور ذکر الٰہی اور یاد خدا میں مصروف ہو گئے۔اس کے علاوہ کسی چیز سے کوئی تعلق نہ رہا۔ان کے بھائی بچے اور رشتے دار لینے کے لئے آتے، لیکن یہ

Marfat.com

انہیں کسی نہ کسی طرح گھر بھیج دیتے اور ہر وقت لکڑ ہارے کے پاس بیٹھے اللہ کی عبادت کرتے رہتے۔

ایک دن صبح نیند سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ لکڑ ہارا غائب ہے۔ نہ اس کا سامان، نہ بستر، کچھ بھی نہیں ہے۔ سخت پریشانی کی حالت میں اس کی تلاش میں نکل پڑے۔ طویل عرصے تک اسے تلاش کیا، مختلف مقامات میں ڈھونڈنے کی کوشش کی، لیکن وہ نہیں ملا اور کسی نے اس کے متعلق کچھ نہ بتایا۔ اسی پریشانی کے عالم میں ہری پور ہزارہ پہنچے اور وہاں ایک شخص حیات گل سے ملاقات ہوئی۔ حیات گل نے اس کا حال سن کر انہیں حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیج دیا، وہاں سے بھی اس لکڑ ہارے کا سراغ نہ ملا۔

پھرتے پھراتے ایک دفعہ گوجرانوالہ پہنچ گئے۔ وہاں ان کی ملاقات ایک بزرگ نبی بخش سراج رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی، انہوں نے ان کی کیفیت قلبی کا اندازہ کر کے پوچھا آپ کون ہیں؟ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ اب کہاں کا قصد ہے؟ ان کے سوالات سے انہیں کچھ تسکین ہوئی۔ دل میں مسرت کی لہر اٹھی اور اس کے پاس بیٹھ گئے۔ گفتگو کرتے ہوئے اس سے پوچھا آپ کس کے مرید ہیں؟ جواب دیا: مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے۔ پوچھا: کون مولوی صاحب؟ جواب ملا: مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ قلعہ اسلام والے کے۔ یہ نام سنتے ہی ان کا جی مطمئن ہو گیا اور بے چینی اور پریشانی کافی حد تک ختم ہو گئی۔ ذہن پر دستک ہوئی کہ مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ضرور حاضر ہونا چاہیے۔ آتش شوق دیدار اس قدر بھڑکی کہ نبی بخش سراج رحمۃ اللہ علیہ سے کہا، مجھے ابھی قلعہ اسلام کا راستہ بتاؤ۔ انہوں نے کہا کہ کچھ دیر ٹھہرو، روٹی کھاؤ، پھر چلے جانا، لیکن یہ ایک لمحے کے لئے بھی وہاں ٹھہرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ دل مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچنے اور ان سے ملنے کے لئے انتہائی بے تاب تھا۔

اب نبی بخش رحمۃ اللہ علیہ انہیں قلعہ اسلام کا راستہ بتانے کے لئے اٹھے، تو چلتے چلتے ان کے ساتھ ہی قلعہ اسلام پہنچ گئے۔ مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ اس وقت گھر میں تشریف فرما تھے وہ اسی وقت ان دونوں کے لئے کھانا اٹھائے ہوئے تشریف لے آئے۔ ان کو دیکھتے ہی میر حیدر مرحوم کے دل کو ایک قرار سا محسوس ہوا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے السلام علیکم کہا، مصافحہ کیا اور فرمایا: میر حیدر خوش ہو؟ لیکن میر حیدر رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دینے کے بجائے رو پڑے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا صبر کرو، انشاء اللہ تمہارا مقصد پورا ہوگا۔ پھر ان کی بے صبری اور روٹی نہ کھانا دیکھ کر فرمایا: **میر حیدر! تمہارا پیر لکڑ ہارا ابدال تھا۔ تمہاری اصلاح کی خاطر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہاں مقیم تھا۔ جب تمہارا حصہ تمہیں مل گیا تو وہ چلا گیا اور لکھنؤ پہنچ کر فوت ہو گیا۔** تمہارا باقی حصہ اس عاجز کے پاس ہے۔ مولانا رحمہ اللہ کے یہ الفاظ سن کر میر حیدر رحمۃ اللہ علیہ مطمئن ہو گئے۔ پھر وہ ایک مدت تک مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ گھوڑی پر سوار ہوتے وہ گھوڑی کی پالان پکڑ کر پیچھے دوڑتے جس سے انہیں بے حد سرور حاصل ہوتا۔ اس زمانے میں انہوں نے بہت روحانی فیض پایا۔ فرمایا کرتے تھے کہ (عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم) مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں مسلسل رہنے سے میری یہ حالت ہو گئی کہ جو مجھے ہاتھ لگاتا، اس پر حالت آ جاتی۔ جس کو میں نظر بھر کے دیکھ لیتا، اسکی قلبی کیفیات بدل جاتیں۔ وہ وہیں رہنا چاہتے تھے لیکن مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں نصیحت کی کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی رو سے بیوی بچوں بہن بھائیوں اور باقی رشتہ داروں کے بھی آپ پر کچھ حقوق ہیں، انہیں پورا کرنا ضروری ہے۔ اس قسم کی نصیحتیں کر کے مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ان کے گھر روانہ کر دیا۔ (بحوالہ: سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 259,256)

Marfat.com

نظام تکوینی کی سپردگی

مولوی ہدایت اللہ مرحوم نے بیان کیا: مجھے ایک صاحب بھیکن خان رحمۃ اللہ علیہ نے (جو کہ موضع سہاگ پور ضلع ہوشنگ آباد میں ہے) لکھا کہ آپ کے مضامین سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سوہدرہ کے رہنے والے ہیں۔ وہاں مولانا غلام نبی الربانی صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات ہوتی ہوگی۔ وہ میرے استاد ہیں اور وہ علاقہ ان کے سپرد ہے۔ بھیکن خان نے مجھے لکھا کہ بہتر ہے کہ آپ ان سے بیعت کرلیں وہ جس علاقے میں رہتے ہیں وہ انہی کے سپرد ہے۔ میں کچھ نہ سمجھا۔ جب سوہدرہ آیا تو میں نے اس کا تذکرہ مولوی صاحب مرحوم سے کیا تو ہنس دیئے۔ میں نے عرض کیا سپردگی کا مطلب کیا ہے؟ جواب دیا کہ سوہاگ پور کا علاقہ انہی بھیکن خان رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد ہے۔ (تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ ص 75 تا 76)

صاحب کرامت عالم دین کا تقویٰ

مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم تھا۔ علم و تقویٰ میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ صاحب کرامت بزرگ تھے، آپ بڑھاپے میں بھی کھڑے ہوکر ہاتھ میں قرآن مجید پکڑ کر تقریر کرتے تھے، آپ کا ایک ایک لفظ سامعین کے دلوں میں اترتا جاتا تھا سب لوگ آپ کے بہت گرویدہ تھے۔ ہر وقت نگاہ نیچے رکھتے اور اگر خواتین آپ کے پاس آتیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی آنکھیں بلند کرلیتے اور جب تک وہ پاس رہتیں آنکھیں بند رکھتے، بعض خواتین آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نابینا سمجھتیں۔ چوہدری عبدالحکیم و حافظ عبدالحئی صاحب سپرا آف راجن پور کی والدہ مرحومہ سے خود میں نے سنا۔ فرماتی ہیں، کہ ہم آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نابینا سمجھتی تھیں۔ ایک روز ایک بچہ یکدم بھاگتا ہوا آیا، جس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھیں کھولیں، اس وقت ہمیں علم ہوا کہ ماشاء اللہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نابینا نہیں بلکہ بینا ہیں اور اللہ کے فضل سے خوبصورت آنکھیں رکھتے تھے۔ اکثر مرد و خواتین آپ کی خدمت میں دم اور دعا کروانے کیلئے آتے تھے اللہ انہیں شفا عطا فرمادیتا اور ان کی حاجات پوری کردیتا۔

(بحوالہ: کرامات اہل حدیث، ص ۱۱۵)

غیر شرعی کاموں سے ناگواری

موضع رام گڑھ نزد سوہدرہ کے مولوی فیض احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہماری درخواست پر رام گڑھ تشریف لائے۔ جب ہمارے گھر میں داخل ہوئے تو طاقچہ کے اوپر کسی جانور کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بیٹھنے سے قبل ہاتھ کی چھڑی سے تھوڑا زور دے کر طاقچے کا تصویر والا حصہ نیچے گرادیا۔ یعنی آپ خلاف شرع اتنا کام بھی برداشت نہ کرسکے۔ اور طاقچہ توڑنے کے لئے گھر والوں کو پوچھنے کی ضرورت بھی محسوس نہ کی اور اس سلسلے میں نہ کسی فرد کو ان سے بات کرنے کی جرأت ہوئی۔

یہ ہے اولیاء کا شیوہ کہ وہ خلاف شرع کام کو گوارا نہیں کرسکتے۔ اور ان کی سیرت و کردار کی مضبوطی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ کسی کو ان کے سامنے دم مارنے کی مجال نہیں ہوتی۔

Marfat.com

بے نمازی کے برتنوں کی نحوست

جناب چوہدری عبدالحکیم سپرا کی والدہ محترمہ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتی ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہی ایک مٹکا پڑا تھا۔ اس پر پیالہ رکھا تھا، اس میں پہلے باری باری دو خواتین نے پانی پیا، آخر میں ایک عورت نے پانی پیا، جب اس عورت نے پانی پیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اٹھے اور وہ پیالہ توڑ دیا۔ ہمارے پوچھنے پر فرمایا، یہ خاتون بے نمازی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح امراض متعدی ہوتے ہیں، اسی طرح گناہ بھی متعدی ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک بہت بڑا گناہ نماز نہ پڑھنا بھی ہے، افسوس! آج ۹۸ فیصد مسلمان نماز سے بے نیاز ہیں، مگر اولیاء کرام رحمہم اللہ اجمعین ان کے برتن استعمال کرنا، ان کے گھر کھانا کھانا اور ان کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی یا سالن استعمال کرنا ممنوع جانتے ہیں۔ جس طرح ہم خوشبو یا بدبو سونگھتے ہیں اس طرح اہل اللہ کی روحانیت اس قدر تیز ہوتی ہے کہ وہ نیکی کی خوشبو اور برائی کی بدبو سونگھ لیتے ہیں۔ (بحوالہ: کرامات اہل حدیث ۱۱۶)

قارئین! مولانا غلام نبی الربانی رحمۃ اللہ علیہ کی کشفی آنکھوں نے ان تین عورتوں میں سے صرف اس عورت کی نحوست محسوس کی تھی، جو فی الحقیقت بے نماز تھی، پھر اسی وقت اس کا پیالہ توڑ دینا، مخلوق خدا کیساتھ انکی ہمدردی کا ثبوت تھا کہ اس پیالے سے اب جو کوئی بھی پانی پیے گا، اگرچہ وہ نمازی ہو، لیکن بے نماز کی نحوست سے اس کی نماز کا خشوع وخضوع بھی چھن جائے گا اور بڑھتے بڑھتے یہ مرض اسے بھی بے نمازی بنادے گا۔ (از: مرتب)

غیبی خزانے سے دودھ کی آمد

میاں سلطان علی ضلع گجرات کا بیان ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک بار ہمارے ہاں چوہدووال تشریف لائے۔ اور رات کو کچھ دودھ طلب کیا ہم نے عرض کیا حضرت! اس وقت دودھ ختم ہو چکا ہے۔ ہمارے پاس نہیں ہے البتہ ہمسائے نمبردار ہیں، ان کے ہاں سے منگوا لیتے ہیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہیں مجھے نمبردار کے ہاں کا دودھ مطلوب نہیں۔ اگر آپکے ہاں ہوتا تو میں لے لیتا۔ میں نے مزاحاً کہا ہماری تو ایک ہی گائے ہے، جو چھ ماہ سے سوکھ چکی ہے، یعنی اس نے اتنے عرصے سے دودھ دینا بند کر رکھا ہے۔ اگر آپ اس سے دودھ لے سکتے ہیں تو لے لیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اٹھے، گائے کو پیار کیا اور فرمایا برتن لے کر نیچے بیٹھ جاؤ اور دودھ نکالو، انشاء اللہ دودھ دے دے گی۔ چنانچہ میں نے تعمیل ارشاد کی اور نیچے بیٹھ گیا۔ میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، سچ مچ گائے کا دودھ اتر آیا۔ میں نے کلو کے قریب دودھ نکالا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ چار یوم ہمارے پاس رہے اور چار دن گائے دودھ دیتی رہی مگر جب آپ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے، تو گائے پھر اسی طرح ہوگئی جس طرح پہلے تھی۔ (بحوالہ: کرامات اہل حدیث ۱۱۷)

جنات پر دم کا اثر

سوہدرہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کے قریب ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے داماد میاں عبدالعزیز

> **کامل کے ہاتھ پر بیعت**
>
> اہلحدیث ہی اہل اللہ ہیں، علوم دینی سے فراغت کے بعد کسی کامل ومکمل کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ ہمارے علم کے مطابق اس عہد میں حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ جیسا کوئی نہیں۔ ان کی صحبت کیمیاء ہے اور وہ کامل ومکمل پیر ہیں۔
>
> (از: مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

رحمہ اللہ کی حویلی بن رہی تھی جب بنیادیں کھودی جا رہی تھیں تو نیچے سے آواز آنے لگی جیسے کوئی گاڑی یا مشین چل رہی ہو۔ کہتے ہیں وہ جنات کا مسکن تھا۔ لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور ماجراء بیان کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے اور پانی دم کر کے چھڑکنے کیلئے دیا۔ پانی چھڑکتے ہی آواز بند ہوگئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اور کھدائی نہ کرو یہیں سے تعمیر شروع کر دو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا اور دم میں بہت تاثیر تھی۔ سینکڑوں ہزاروں لوگوں نے آپ کی دعا اور دم کی تاثیر دیکھی۔

مدرسے میں شاگرد جنات

انسانوں کے علاوہ جنات بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ادب کرتے تھے۔ بہت سے جنات آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی تھے اور کچھ آپ کی مسجد سوہدرہ میں اب تک موجود ہیں لیکن انہوں نے کبھی کسی کو گزند نہیں پہنچایا۔ یہی مذکور الصدر میاں عبدالعزیز آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی تھے، دیہاتوں میں لڑکے چاندنی راتوں میں عموماً آنکھ مچولی کھیلتے تھے، میاں عبدالعزیز مرحوم کا دوست جن تھا، جسکا میاں عبدالعزیز کو مطلق علم نہیں تھا، رات کو جب کھیلتے کھیلتے دیر ہوگئی تو وہ بھی رات گزارنے کے لئے میاں صاحب مرحوم کے گھر آ گیا، غلطی سے باہر کا دروازہ کھلا رہ گیا، تیز ہوا کا جھونکا آیا، دروازہ چوپٹ کھل گیا، میاں صاحب اور دوست دونوں ایک دوسرے سے دروازہ بند کرنے کیلئے کہنے لگے مگر کوئی نہ اٹھتا تھا۔ دوست نے کہا: اچھا بھئی عبدالعزیز! تم آنکھیں بند کرو، میں دروازہ بند کر دیتا ہوں، میاں عبدالعزیز صاحب کو زیادہ تجسس ہوا کہ ماجرا کیا ہے۔ یہ ادھ کھلی آنکھوں سے دیکھنے لگے کہ اس نے آنکھیں کیوں بند کروائی ہیں۔ بہر حال اس دوست نے چارپائی سے بازو باہر نکال کر اسے لمبا کرنا شروع کیا اور لمبا کرتا گیا تا آنکہ دروازے کی کنڈی لگا دی۔ دروازہ ان کی چارپائی سے کوئی پندرہ بیس فٹ کے فاصلے پر تھا، اگلے دن صبح عبدالعزیز جو کلاس میں نہ پہنچے تو استاد محترم حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ کو واقعہ کا پتہ چلا۔ آپ پتہ کرنے کیلئے ان کے گھر تشریف لے گئے، دیکھا تو عبدالعزیز کی حالت یوں تھی جیسے چنے بھن رہے ہوں۔ یعنی شدید بخار تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پوری بات سنی اور ساتھی کو بلایا اور اس سے کہا جب تک تمہارا پتہ نہ چلا اور بات تھی، لیکن اب تمہارا پتہ چل گیا ہے، یہ لڑکے پڑھ نہیں سکیں گے۔ چنانچہ سمجھا بجھا کر اسے فارغ کر دیا۔ وہ جاتے ہوئے اپنے دوست عبدالعزیز کو چاقو کا تحفہ دے گیا۔ خبر نہیں اس میں کیا خوبی تھی، مگر اتفاق سے وہ موصوف سے گم ہوگیا۔ جس کا میاں عبدالعزیز صاحب کو قلق رہا۔ (بحوالہ: کرامات اہل حدیث ۱۱۸)

پادری کے شعبدے بند کروادیے

بندہ (حکیم محمد ادریس فاروقی مرحوم) ایک مرتبہ گجرات جانے کیلئے بس کے انتظار میں سوہدرہ موڑ پر کھڑا تھا، وہیں چوہدری عبداللہ نمبردار تلواڑہ بھی بس کے انتظار میں کھڑے تھے، ان کی عمر نوے برس تھی، البتہ چاق و چوبند تھے اور صحت اچھی تھی۔ حافظہ مضبوط تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر میرے قریب آ گئے اور بڑے احترام و محبت سے ملے۔ انہوں نے ہمارے بزرگوں کا سلسلہ چھیڑ دیا اور ایک کرامت حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ کی بیان کی، کہ ایک مرتبہ وزیر آباد میں ایک عیسائی پادری آ گیا، وہ لوگوں کو عجیب باتیں بتاتا اور عجیب و غریب شعبدے دکھاتا تھا اور کہتا تھا کہ میرا مقابلہ مسلمانوں میں کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی

Marfat.com

ہے تو سامنے آئے اور جیسے میں کام کرتا ہوں کر کے دکھائے۔ اسلام کمزور مذہب ہے، عیسائیت طاقتور مذہب ہے، اسلام کے پرستاروں کو عیسائیوں کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں ہے۔ اگر ہے تو میرے مدمقابل آئے۔ وہ کئی روز وزیر آباد ٹھہرا رہا۔ مگر کوئی شخص اس کے مدمقابل آنے کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔ لوگ سوہدرے حضرت موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قصہ بیان کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے اور اس سے ملے۔ اس نے اپنا رعب جمانے کے لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ہوا میں اڑنا شروع کر دیا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا جوتا اتار کر اس کے پیچھے پھینک دیا۔ اب جوتا اوپر پہنچ کر اس کے سر پر برسنا شروع ہو گیا، جوتا تڑ تڑ برسنے لگا، مگر وہ نیچے نہیں آ رہا تھا، کیونکہ حضرت رحمہ اللہ نے اسے فضا ہی میں باندھ رکھا تھا۔ لگا منتیں، سماجتیں کرنے۔ یہ منظر دیکھ کر حاضرین کا دل ٹھنڈا ہو گیا۔ آخر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسے واپس بلا لیا۔ اس طرح اسلام کو غلبہ نصیب ہوا اور عیسائی دم دبا کر وہاں سے نکل کھڑا ہوا۔ اور یوں اسلام کی حقانیت وعظمت کا سکہ پورے علاقے میں دور دور تک بیٹھ گیا۔

(کرامات اہل حدیث، ص ۱۱۹)

قارئین! اسی قسم کا ایک واقعہ آج سے ایک ہزار سال پہلے حضرت پیر علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں پیش آیا تھا، جس کی تفصیل مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”حضرت علی ہجویری صاحب رحمہ اللہ المعروف گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کا مزار لاہور میں ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو لاہور میں مقیم ہونے کا حکم ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لے آئے اور جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے، مقیم ہو گئے۔ کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہی جگہ بذریعہ کشف دکھائی گئی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قرب و جوار میں ایک جوگی رہتا تھا، جو استدراج کی بدولت بہت مشہور تھا، اور بہت سے لوگ اس کو مقتدا سمجھتے تھے۔ جمعرات کے روز شہر اور دور دور کے گاؤں سے اس جوگی کے پاس دودھ آیا کرتا تھا، جو شخص اس روز جوگی کے پاس دودھ نہ لاتا تھا یا اس کی نیت دودھ نہ لانے کی ہوتی، اس کی گائے یا بھینسیں کے تھنوں میں بجائے دودھ کے خون آ جاتا تھا۔ بہت سے لوگ اس جوگی کے سبب سے شرک میں گرفتار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے علی ہجویری صاحب رحمہ اللہ کو اس فتنہ وفساد کو رفع کے لئے بھیج دیا۔ انہوں نے بھی اس کے راستہ میں جھونپڑی ڈال لی۔

ایک روز ایک بڑھیا دودھ لے کر جوگی مذکورہ کے پاس جا رہی تھی۔ راستہ میں دم لینے کے لیے حضرت علی ہجویری صاحب رحمہ اللہ کے پاس بیٹھ گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا ”مائی جی۔ کہاں سے آئی ہو اور کہاں جانا ہے؟“ بڑھیا نے اپنا مفصل حال ذکر کیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابھی کچھ رستہ باقی ہے، آپ کو وہاں پہنچنے میں تکلیف ہو گی۔ یہ دودھ مجھ کو دے دو۔ بڑھیا بولی میں نے تو دینا ہی ہے۔ تمہیں دے تو دوں۔ مگر خطرہ یہ ہے کہ دودھ دینے والی نہ مر جائے۔ کیونکہ ایسے واقعات کئی لوگوں سے گزر چکے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا خدا پر بھروسہ کرو اور دودھ مجھ کو دے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ دودھ دینے والی کا دودھ دوگنا کر دے گا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان بڑھیا کے دل پر اثر کر گیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دودھ دے کر واپس چلی گئی۔ خدا کے فضل سے اس کی گائے نے حضرت علی ہجویری صاحب رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق دوسرے روز دوگنا دودھ اور گھی دیا اور بڑھیا نے اپنے گاؤں کے لوگوں کو جو جوگی کے پاس جایا کرتے تھے، اپنا قصہ سنایا۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ آئندہ جمعرات کو اس گاؤں کی تمام عورتیں سارا دودھ

Marfat.com

حضرت علی ہجویری صاحب رحمہ اللہ کی نذر کر گئیں۔ رفتہ رفتہ گردونواح میں یہ خبر مشہور ہوگئی تھوڑے ہی عرصے میں جوگی کی طرف لوگوں کی آمدورفت کم ہوگئی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف زیادہ ''قال اللہ تعالیٰ و قل جاءَ الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: الحق یعلوو لا یعلی'' جوگی نے اپنے چیلوں سے تنزل کا سبب دریافت کیا، انہوں نے حضرت علی ہجویری صاحب رحمہ اللہ کا نام لیا اور ساتھ ہی کچھ الفاظ بھی کہے۔ جوگی سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا، ان کے میلہ کا دن قریب تھا۔ جب میلہ کا دن آیا تو جوگی حضرت علی ہجویری صاحب رحمہ اللہ کے مقابلہ کے لئے آیا اور کہا کہ ''آپ کچھ دیکھیں یا دکھائیں'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ''میں مداری نہیں ہوں''۔ جوگی نے کہا ''پہلے آپ اڑیں یا میں اڑتا ہوں'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اڑنا مکھیوں کا کام ہے۔ جوگی غصہ میں آیا اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر اڑ گیا، جب نظر سے غائب ہونے کے قریب ہوا، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ٹوٹی ہوئی جوتی پکڑی اور بسم اللہ الرحمن الرحیم بقدرۃ اللہ تعالیٰ و انا علی ملت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھا اور کہا ''جا اور اس شیطان رجیم کو میرے پاس لے آ''۔ **جوتی اللہ کے حکم سے اوپر کی طرف اڑی اور جوگی مرحوم کے سر پر پڑنی شروع ہوگئی اور اسے واپس زمین پر لے آئی** ہزار ہا لوگ دیکھ رہے تھے، جوگی بمع اپنے چیلوں کے اور ہزار ہا لوگ بھی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ (بحوالہ: سوانح حیات مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ ص: ۱۱۰)

مرشد کے جوتوں کی تاثیر

حضرت والد گرامی مولانا محمد یوسف سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ سے پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی مرحوم نے یہ بات کئی بار فخریہ بیان کی کہ حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ کے جوتوں نے مجھے سیدھا کر دیا۔ یعنی میری زندگی سنوار دی۔ حکیم نسیم صاحب مرحوم نے بیان کیا ہمیں زمانہ بچپن میں والدین کی جانب سے یہ حکم تھا کہ سکول جاتے ہوئے راستے میں حضرت مولانا غلام ربانی المعروف حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سلام کر کے جایا کرو۔ ایک دن میں سلام کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوا اس دن میں نے انگریزی حجامت بنوائی تھی، آپ رحمہ اللہ نے مجھے دیکھ کر بالوں سے پکڑ کر دو تین جوتے جڑ دیئے کہ انگریز بن گئے ہو؟ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس سختی نے میری کایا پلٹ دی اور میری زندگی بنادی۔

صوفیاء کا شرک کے خلاف جہاد

سوہدرہ کی ککے زئی قوم آپ کی بہت گرویدہ تھی مگر ان میں جاہلانہ اور مشرکانہ رسومات ابھی باقی تھیں، ملک رضا کے والد ماجد ملک محمد عارف مرحوم نے خود مجھے بتایا کہ دارہ ککے زئیاں میں پیپل کے درختوں کے نیچے دو قبریں تھیں، لوگ ان سے استمداد کرتے تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ قبریں تڑوادیں اور ان کا نام ونشان تک مٹا دیا تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری یعنی اپنے جد اعلیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سنت کو زندہ کر دیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اس جرأت مندانہ اقدام کے سامنے کسی کو ''چوں'' کرنے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔ جس کے نتیجے میں شرک و بدعت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور ساری قوم اللہ کی رحمت سے موحد بن گئی اور وہ لوگ آج تک حضرت مرحوم کے احسان مند ہیں۔ توحید کا مشن ان کے بعد ان کی اولاد نے بھی جاری رکھا جو بحمد اللہ اولاد در اولاد آج تک جاری ہے۔ لوگ اس خاندان کو عزت وقدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ (کرامات اہلحدیث: ص، ۱۲۰)

Marfat.com

بارش نے جل تھل کر دیا

ملک محمد یوسف ٹھیکیدار بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ کی بات ہے سوہدرہ میں بارش نہیں ہو رہی تھی، لوگوں نے حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ سے استدعا کی کہ حضرت! بہت تکلیف و پریشانی ہے براہ کرم بارش کیلئے دعا فرمائیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کو لے کر باہر چلے گئے اور بطریق مسنون نماز استسقی ادا کی۔ اللہ کی قدرت! اسی دوران بادل اُمڈ آئے، بارش برسنا شروع ہو گئی اور نمازی بھیگتے ہوئے گھروں تک پہنچے۔ زندہ بزرگوں سے دعا کروانا کوئی منع نہیں اور اللہ تعالیٰ اکثر ان کی دعا کو جلد ہی قبول کر لیتا ہے بلکہ بعض اوقات فوراً قبول ہو جاتی ہے۔ (کرامات اہلحدیث: ص، ۱۲۲)

(45) عارف باللہ حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ اجل: حضرت علامہ حبیب اللہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ

صحبت وفیض یافتہ: حضرت سید امیر صاحب کوٹھا والے رحمۃ اللہ علیہ

قارئین! اس مقام پر یہ مصرعہ لکھنا بجا طور پہ درست ہوگا کہ "کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے" زیب عنوان شخصیت علمائے اہل حدیث میں اتنی قد آور ہے کہ انکا تعارف کروانے کی ضرورت ہی نہیں۔ وقت کے عظیم المرتبت علماء وصلحائے امت انکے حال میں حیران و سرگرداں تھے۔ انکو اللہ جل شانہ سے شرف کلام حاصل، انکو ولایت میں محبوبیت کا مقام حاصل، انکو نماز کے دوران کیفیت احسان حاصل، ان کو جسم کے گوشت، خون، ہڈیوں اور بالوں میں ذکر الٰہی کا نور حاصل، انکو توحید کی خاطر سزائیں ملنے کا سرور حاصل، انکو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کی پاداش میں قید کیا گیا، انکو اہل وعیال اور مریدین سمیت وطن سے نکال دیا گیا، وہ جو مرشد کی خدمت میں گئے تو انکی مراد بن گئے، وہ جو خود مرشد بنے تو کبھی نہ بجھنے والے آفتاب بن گئے، وہ جنہوں نے استاذ الحدیث کو نماز پڑھنا سکھائی، وہ جنکی بدولت طالبان ہدایت کو ملی رہنمائی، سلام ان پر ہو اور ان کے دونوں مرشدین پر، سلام ان پر ہو اور ان کے متبع مریدین پر۔ آئیں دیکھتے ہیں کہ حضرت مولانا اسحاق بھٹی علیہ الرحمۃ نے انکی خدمت میں عقیدت و محبت کے کیسے خوش نما پھول نچھاور کیے اور ان کی تعلیمات میں ہمارے لیے ترقی و کامیابی کے کیسے راز پنہاں ہیں۔ آج کے دور کا سلفی، وہابی یا اہلحدیث جب انکی سوانح کا مطالعہ کرتا ہے تو حیرت سے انگلیاں دانتوں میں دب جاتی ہیں کہ اچھا۔۔۔؟ یہ تھے ہمارے اسلاف!

تھے تو وہ آباء تمہارے ہی مگر تم کیا ہو ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو (از: مرتب)

سرزمین پاک و ہند، علم و عمل اور فضل و کمال کے اعتبار سے ہمیشہ سرسبز و شاداب رہی ہے، اس میں بے شمار علما و صلحا اور صوفیا و اتقیا نے یا تو جنم لیا یا کسی اور ملک سے یہاں آکر آباد ہوئے اور پھر یہیں کے ہو رہے۔ حضرت مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ان حضرات میں ہوتا ہے جو ایک دوسرے ملک (افغانستان) سے ہجرت کر کے یہاں آئے۔

Marfat.com

نام ونسب

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر سلسلہ نسب یہ ہے: عبداللہ بن محمد بن محمد شریف عمرزئی غزنوی رحمۃ اللہ علیہ۔ اپنے دور کے شیخ وامام ومحدث وفقیہ تھے' زہد وعبادت' ریاضت وتصوف اور جہاد فی سبیل اللہ میں یگانہ عصر تھے۔ والدین نے ان کا نام محمد اعظم رکھا تھا لیکن بعد میں انہوں نے اپنا نام عبداللہ رکھالیا تھا۔ فرماتے ہیں: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہی کو زیب دیتا ہے' جو تمام کائنات سے معظم اور تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ ہمارا نام تو عبداللہ ہی بہتر ہے۔

ان کے فرزند گرامی مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ نام رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور بندے کی عبودیت کا اظہار واقرار ہے۔ (فقہائے ہند، جلد ٦: ص ٣٣٧)

خاندان سادات میں تقویٰ وصالحیت

مولانا سید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ واجداد اور خاندان کے دیگر بزرگوں کے بارے میں تفصیلات کا علم تو نہیں ہوسکا تاہم ان کے صاحبزادے مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت سے جو انہوں نے اپنے والد مکرم کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھی ہے' معلوم ہوتا ہے کہ ان کا خاندان صالحیت اور تقوے کے لحاظ سے غزنی میں خاص شہرت رکھتا تھا۔ یہ سادات کا خاندان تھا' جس کو دینداری اور احکام اسلام کی اتباع میں نمایاں مقام حاصل تھا۔

مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ پر انکسار اور تواضع کا غلبہ تھا' شاید اسی وجہ سے انہوں نے اپنے اسلاف سے متعلق کسی خاص بات کی وضاحت نہیں کی' بلکہ اظہار عجز کرتے ہوئے ایک خط میں فرمایا: میں فقیر آدمی ہوں اور فقیر زادہ وغریب زادہ ہوں' عاجزی' گمنامی اور خاک ساری ہمارا کام' گوشہ نشینی ہماری عادات اور زاویہ گزینی (خانقاہوں میں رہنا) ہمارا شعار ہے۔

اس انکسار میں یہ حقیقت بہر حال نمایاں ہے کہ اس خاندان کے اسلاف راہ طریقت پر گامزن اور جادہ درویشی پر قدم فرسا تھے۔ **اگرچہ ہماری تاریخ نے ان کے نقوش علم اور آثار تصوف کو محفوظ نہیں رکھا تاہم یہ سچ ہے کہ یہ لوگ اپنے عہد کے ممتاز اہل علم اور نامور اصحاب سلوک تھے۔**

اجنبی بزرگ کے انکشافات

حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بزرگوں کے آثار اب بھی ان کے قدیم وطن (افغانستان) میں موجود ہیں اور وہاں کے لوگ عزت واحترام سے ان کا ذکر کرتے ہیں۔ مولانا سید داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے سید عثمان غزنوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ بتایا کہ 1971ء میں ایک بزرگ لاہور میں ان کے مکان پر تشریف لائے' ان کی وضع قطع' لباس اور گفتگو سے پتا چلتا تھا کہ وہ نیک اور پرہیزگار آدمی ہیں۔ وہ غزنی کے ایک گاؤں سے تشریف لائے تھے' انہوں نے بیان کیا کہ مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد کی قبریں اب تک محفوظ ہیں۔ لوگوں نے ان کے اردگرد دیوار تعمیر کر دی ہے کہ وہ منہدم نہ ہوں۔ بہت بڑی تعداد میں لوگ وہاں جاتے اور اصحاب قبور کیلئے دعا کرتے ہیں۔ پرانے لوگ یہ بھی بتاتے ہیں کہ کون سی قبر مولانا عبداللہ

Marfat.com

غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے کس بزرگ کی ہے اور وہ تقویٰ و تدین کے کس درجے پر فائز تھے۔ مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی پرہیزگاری اور دینداری سے لوگ واقف ہیں' اور جن مصائب و آلام سے انہیں دوچار کیا گیا اس کی تفصیلات سے بھی وہ آگاہ ہیں' کس بادشاہ نے انہیں کیا تکلیفیں پہنچائیں اور کیوں پہنچائیں' یہ تمام واقعات انہیں یاد ہیں اور اپنی مجلسوں میں ان واقعات کو بیان کرتے ہیں۔

عثمان غزنوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ وہ شخص تین دن ان کے پاس رہا اور اس اثنا میں مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اسلاف سے متعلق جو باتیں وہاں مشہور ہیں' وہی سناتا رہا۔ وہ غریب آدمی معلوم ہوتا تھا اور بہت مشکل سے پوچھتے پچھاتے یہاں پہنچا تھا۔ جاتے وقت وہ ان سے مل کر نہیں گیا اور اس نے ان سے نہ روپیہ پیسہ لیا' نہ کوئی چیز۔ (فقہائے ہند، جلد ۶: ص ۳۳۸)

شیخ حبیب اللہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض

حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ عالم طفولیت ہی میں حصول علم میں مشغول ہو گئے تھے' علوم مروجہ کی تحصیل غزنی کے علما سے کی۔ ان کے سرعت ادراک اور حدت فہم سے لوگ متعجب ہوتے۔ کتب درسیہ کے مشکل سے مشکل مقام آسانی سے ان کے ذہن کی گرفت میں آجاتے۔ ابتدائے عمر ہی سے کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شغف و تعلق تھا۔ علوم متداولہ کے مختلف گوشوں پر اس قدر حاوی تھے کہ غزنی کا کوئی عالم ان کا مقابلہ نہ کرسکتا۔ کسی مسئلے میں اگر انہیں کوئی الجھن پیش آتی تو کوئی عالم اطمینان بخش جواب نہ دے پاتا۔ اس زمانے میں قندھار میں ملا حبیب اللہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ درس جاری تھا جو اپنے عہد کے بڑے عالم اور مصنف تھے۔ مولانا عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ غزنی سے چلے اور راستے کی بے پناہ مشکلات کو عبور کرتے ہوئے قندھار پہنچے' وہاں ملا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی اور ان سے اخذ علم اور کسب فیض کیا۔ اس کے بعد وطن واپس آگئے' کچھ عرصہ وطن رہے' اور پھر عازم قندھار ہوئے' اس طرح ملا حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے خوب استفادہ کیا۔ ملا حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس شاگرد اور مرید کے بہت مداح تھے۔ ان کی قوت فہم کی سب علماء کے سامنے تعریف کرتے اور صاف لفظوں میں فرماتے: دینی مسائل کو جس طرح یہ شخص سمجھتا ہے' میں نہیں سمجھتا ہوں۔

اس کے بعد ملا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو قندھار تشریف لانے سے روک دیا اور فرمایا اگر آپ کو کبھی کوئی مشکل پیش آئی تو اللہ تعالیٰ آپ کی رہنمائی کیلئے کسی پتھر یا دیوار کو گویائی عطا کردے گا، جس سے آپکے تمام عقدے حل ہوجائیں گے۔ چنانچہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے: میرے پروردگار نے میرے ساتھ وہی معاملہ کیا جو شیخ نے فرمایا۔

''ملفوظات ملا حبیب اللہ قندھاری'' کے نام سے ملا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید اور شاگرد نے ان کے ملفوظات جمع کئے ہیں جو غیر مطبوعہ ہیں۔ ان میں ملا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا ہے اور ان کے زہد و اتقا اور ورع و عبادت کی تعریف کی ہے۔ (فقہائے ہند، جلد ۶: ص ۳۳۹)

توحید سے متعلق صوفیانہ سختی

مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ توحید سے متعلق نہایت سخت تھے' یہ ملا حبیب اللہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت و تلمذ کا اثر تھا،

Marfat.com

توحید کے بارے میں ان کے ارشادات لائق تذکرہ ہیں۔ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور طرف رجوع کرنا شرک فی العبادت ہے' نیز کسی سے استعانت کرنا بھی شرک ہے' تمام اموراور سب معاملات میں فقط اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

پیشانی پر بلند بختی کا نور

حضرت عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ زمانہ طفولیت میں مجھے جنگل میں جا کر تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور دعا مانگنے کا بہت شوق تھا۔ اس زمانے میں بعض اہل اللہ سے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہتا۔ وہ میرے شوق عبادت کو دیکھ کر فرماتے کہ تمہاری پیشانی میں نور کی شعاعیں دکھائی دیتی ہیں اور تاکید کرتے کہ علمائے سوء کی صحبت اختیار کر کے اپنے قلب وروح کی کیفیتوں کو نقصان نہ پہنچانا۔

مقام ولایت کیلئے انتخاب

فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بے پایاں فضل سے تمام اوصاف ذمیمہ کو میرے دل اور جسم سے خارج کر دیا۔ مجھے مرتبہ احسان سے نوازا اور ماسوی اللہ کو میرے دل سے باہر نکال پھینکا۔ مجھ پر اس نے یہ حقیقت منکشف فرما دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی مربی نہیں۔ ہر شے اللہ تعالیٰ کے قبضے اور اختیار میں ہے۔ (فقہائے ہند ج:۶ ص ۳۴۰)

درختوں اور پتھروں سے ذکر کی آواز

سلوک وطریقت کے دور آغاز میں حضرت عبداللہ صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ لوگوں سے میل جول سے احتراز کرتے۔ یہاں تک کہ عزیزوں اور رشتہ داروں سے بھی دور رہتے۔ ان دنوں خواجہ بلال پہاڑ میں مقیم ہو گئے تھے جو آبادی سے دور تھا لیکن لوگوں کو پتا چلا تو وہاں پہنچنے لگے۔ اس زمانے میں ان پر کیفیت جذب کا غلبہ تھا اور وہاں کے اصحاب اور لوگ استفادے اور زیارت کیلئے حاضر خدمت ہونے لگے تھے' جن میں علماو مشائخ بھی شامل تھے۔ جب سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے تو فضا گونج اٹھتی اور محسوس ہوتا کہ شجر و حجر بھی ان کے ساتھ تسبیح وتہلیل میں مشغول اور حالت وجد واضطراب میں ہیں۔ **بعض لوگ ان کا لباس دیکھ کر ہی وجد میں آ گئے' چنانچہ ایک طالب علم نے ان کی پوستین اٹھائی تو وجد طاری ہو گیا** اور وہ ''مرید پوستین'' کے نام سے موسوم ہوا۔ دنیاداروں سے کبھی تعلق نہیں رکھا' ان سے ہمیشہ دامن کشاں رہے' اولاد اور متعلقین کو بھی ان کی صحبت ومجلس سے دور رہنے کی تاکید فرماتے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے کہ اس نے عمر بھر امرا اور اصحاب مال سے محفوظ رکھا۔

جذبہ احیائے سنت

حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں احیائے سنت اور اتباع شریعت کا جذبہ نہایت شدید تھا۔ خلاف سنت کوئی عمل اور حرکت برداشت نہ کرتے لیکن اس وقت افغانستان کی دینی حالت بالکل دگرگوں تھی' عوام اور خواص بدعات کے خوگر اور مشرکانہ رسوم میں مبتلا تھے۔ علما اور مشائخ کی حالت بھی یکسر بدلی ہوئی تھی۔ وہ بھی بدعات کو دین اور غلط رسوم کو اسلام قرار دینے لگے تھے۔ حضرت ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کو اس صورت حال سے سخت ذہنی اور روحانی تکلیف ہوتی' بظاہر حالات اگرچہ ناموافق تھے لیکن وہ ان

Marfat.com

تعالیٰ کا نام لے کر میدان عمل میں اترے' اشاعت سنت اور تبلیغ قرآن و حدیث پر کمر ہمت باندھی اور بدعات کی تردید اور مشرکانہ رسوم کی مخالفت شروع کی۔ اس پر قندھار کے قاضی اور علماء نے تو بہت خوشی کا اظہار کیا کیونکہ وہ ملا حبیب اللہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ سے متاثر تھے اور مسلک محدثین کے حامی اور پابند تھے' لیکن دنیا پرست علماء اس سے نہایت برافروختہ ہوئے اور اعلانیہ دشمنی اور مخالفت پر اتر آئے۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص:341)

تذکرہ نگاروں کا خراج عقیدت

مولانا سید محمد عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ منبع علم و عرفان اور مقصود عباد و زہاد تھے۔ تذکرہ نگار حضرات نے نہایت احترام و عقیدت کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔ مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے فضائل بوقلموں کی وجہ سے ''امام صاحب'' کے عرف سے معروف ہوئے سفر و حضر میں ہمیشہ باپ کے ہم رکاب رہے۔ وہ ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وہ عبادت گزار' بہت ذکر کرنے والے' اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے' اس کے سامنے بہت جھکنے والے اور خشوع و خضوع کرنے والے تھے۔ گناہوں سے بچنے والے' اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرنے والے' بہت صدقہ و خیرات کرنے والے' عاجزی کرنے والے' سب سے کٹ کر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہونے والے اور اسی سے دعا و التجا کرنے والے تھے۔ مرد کامل اور یگانہ روز تھے' اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام اور خطاب سے نوازے جاتے تھے اور اس سے انتہائی ہدایت یابی کا انہیں شرف حاصل ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے' بہت سچے' بزرگ اور سخی' نہایت درجے کے دردمند' بردبار' اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والے تھے۔ اسی کی طرف رجوع کرنے والے' مصیبتوں پر صبر کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار تھے' کسی ملامت کرنے والے کی ملامت انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے ہرگز روک نہ سکتی تھی۔

مولانا شمس الحق ڈیانوی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ تھے' مقدمہ ''غایۃ المقصود'' میں مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی توصیف میں رقم طراز ہیں:

وہ ہر وقت اور ہر حالت میں خدائے بزرگ و برتر کے ذکر میں ڈوبے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کا گوشت' ان کی ہڈیاں ان کے پٹھے اور ان کا ہر ہر بن مو اللہ کی طرف متوجہ تھا وہ اللہ عزوجل کے ذکر میں فنا ہو گئے تھے۔ سید عبدالحئی حسنی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وہ اپنے دور کی زینت اور ہندوستان کی آرائش تھے' ان پر نور ایمان اور صلحائے امت کی روشنی چھائی ہوئی تھی۔ ان سے ایسے ایسے کشوف و کرامات کا ظہور ہوا کہ جن کو حیطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص:355)

تصوف کے دو سلاسل میں رسوخ

حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت والد (مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ) سر سے پاؤں تک سنت میں ڈوبا ہوئے تھے۔ انہوں نے سیر و سلوک باطن میں نسبت اویسی حاصل کرنے کے بعد محض اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے طریقہ نقشبندیہ میں قدم رکھا اور اس کے سیر و سلوک کی تکمیل کی اور اس میں مجاز ہوئے۔ اسکے بعد سید آدم بنوری قدس اللہ سرہ کے طریقے کا بھی اکتساب کیا اور سلسلہ بنوریہ میں مجاز ہوئے۔ مختصر یہ کہ میاں محمد اعظم رحمہ اللہ المعروف حضرت عبداللہ غزنوی کا ظاہر' تقویٰ اور

Marfat.com

شریعت مصطفوی کے زیور سے آراستہ اور ان کا باطن، اہل صفا کے احوال و مقامات سے مزین تھا۔ (فقہائے ہند، ج:6، ص:۳۵۶)

نواب سید محمد صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

نواب سید محمد صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف تقصار جیود الاحرار میں ان کا تذکرہ شاندار الفاظ، نہایت عقیدت مندانہ میں کیا ہے۔ نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر سے پتا چلتا ہے کہ ان کے حضرت عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے گہرے روابط تھے اور ان دونوں کے درمیان خطوط کا سلسلہ جاری تھا۔ وہ نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات خود بھی پڑھتے اور اپنے عقیدت مندوں کو بھی ان کے مطالعہ کی تلقین کرتے تھے۔ نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں ان کی کوشش سے افغانستان، خراسان، زابلستان وغیرہ علاقوں میں پہنچیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا حلقہ ارادت دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت بلاشبہ طویل ہے لیکن لائق مطالعہ ہے۔

وہ بڑے بزرگ اور علم حدیث اور علم سلوک کے جامع تھے۔ وہ دم گیر صوفی اور صاحب طریقت تھے۔ جو ان کی صحبت میں آیا وہ مخلوق سے دور اور خالق کے قریب ہوا۔ ان کی اقتدا میں نماز کچھ اور ہی کیفیت پیدا کرتی تھی۔ آسمان اگر ہزار بار گردش کرے تو مشکل ہے کہ اب ایسی جامع صفات ہستی عالم وجود میں آئے۔ وہ محدث بھی تھے اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف بھی انہیں حاصل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس صفت سے نوازا تھا کہ وہ سچے اور عمدہ خواب دیکھتے اور اس کی صحیح ترین تعبیر دیتے۔ یقیناً اسے مبشرات صحیحہ کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔ اس ناچیز (صدیق حسن) کے بارے میں بھی انہوں نے ایک خواب دیکھا۔ پھر خود ہی اس کی تعبیر دی۔ فرمایا: میں نے دیکھا ہے کہ (صدیق حسن) تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہے اور اس نے تاج زریں پہن رکھا ہے، جسے دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں، یہاں تک کہ وہ گھوڑا لگام سمیت عرش عظیم پر پہنچ گیا ہے اور بے حد ترقی کر گیا ہے، فرمایا: یہ اشاعت علم سنت کی کرامت ہے کہ اس باب میں انتہائی جدوجہد کی ہے اور ملت اسلام کے اصول و فروع کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ کی روشنی میں سرزمین عرب و عجم کے دور دراز کناروں تک پہنچا دیا ہے۔ شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک ہوئیں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں اور چشم براہ اور گوش برآواز ہوں کہ وہ عفو و عافیت عطا فرمائے اور اپنی مغفرت و رضا مندی سے سرفراز کرے۔ بلاشبہ اچھا خواب جو مرد صالح دیکھے، اجزائے نبوت اور مبشرات آخر امت میں سے ہے۔ ایسا خواب وہ اپنے لئے دیکھے یا دوسرے کیلئے۔

نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات تھی اور ان کی اقتدا میں ان کو نماز پڑھنے کا بھی موقع ملا، جس سے ان کی قلب و روح کی دنیا پر خاص نوع کی کیفیات طاری ہوئیں اور خاص قسم کے اثرات مرتب ہوئے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ بھی مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ (فقہائے ہند، ج:6، ص:358۔359)

میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگار مولانا فضل حسین بہاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''الحیات بعد المات'' میں مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

تصوف نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ

مولانا محمد اعظم عبداللہ الغزنوی امرتسری المتوفی لیلۃ الثلثاء 15 ربیع الاول 1298ھ/15 فروری 1881ء صوفی محدث تھے۔ تیرہویں صدی ہجری میں اگر کوئی شخص تصوف نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ دیکھنا چاہتا ہو تو اس کیلئے آپ کی ذات بابرکات کے برابر کوئی دوسرا نمونہ نہ مل سکتا تھا۔ مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ علم وفضل میں یکتا' تقویٰ وتدین میں یگانہ' تصوف وطریقت میں بے مثال اور ضبط وتحمل میں منفرد تھے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے محمد دین فوق مرحوم کے نام 19 دسمبر 1922ء کو ان کے بیٹے کی تعزیت کے سلسلے میں ایک خط لکھا اس میں تحریر کرتے ہیں:

مولوی عبداللہ غزنوی حدیث کا درس دے رہے تھے کہ ان کو اپنے بیٹے کی وفات کی خبر موصول ہوئی۔ ایک منٹ تامل کیا پھر طلباء کو مخاطب کر کے کہا: ما را بر رضائے او راضی ہستیم' بیائید کہ کار خود می کنیم۔ یہ کہہ کر پھر درس میں مصروف ہو گئے۔

ولایت کی گود میں پرورش پانے والے

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ ''تاریخ اہل حدیث'' میں رقم طراز ہیں:

مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا نام محمد اور دادا کا نام بھی محمد' پردادا محمد شریف تھے رحمۃ اللہ علیہم۔ یہ سب ولی اللہ تھے۔ چنانچہ آپ نے ولایت کی گود میں پرورش پائی' بچپن ہی سے تحصیل علم میں مصروف ہو گئے اور اسی حالت میں جوانی کی حد کو پہنچے۔ ان دنوں کا ایک واقعہ آپ سنایا کرتے کہ میں ایک دفعہ اپنے پردادا محمد شریف کی قبر پر (جو اس علاقے میں مقبول انام ہے) گیا تو مجھے القا ہوا ''لا الہ غیری''۔ میں نے محسوس کیا' اللہ تعالیٰ نے مجھے جتلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی طرف رجوع کرنا عبادت اور استعانت میں شرک ہے۔ اس سے آگے لکھتے ہیں:

حامی شریعت شیخ حبیب اللہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ جو علاقے میں صاحب علم اور زہد وتقویٰ میں بے مثل تھے (مولانا عبداللہ غزنوی نے) ان سے بعض مسائل میں استفادہ کیا۔ ان کی منشا سے تقویۃ الایمان کا مطالعہ کیا اور تمام قسم کے شرک کو سمجھ کر مالک حقیقی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کو صاحب کمالات سمجھتے۔ اکثر حدیث کی کتابوں (بخاری شریف وغیرہ) کا مطالعہ کیا تو دل میں سنت کی تابعداری کا خیال محکم ہو گیا اور ہر مسئلے میں صحیح حدیث پر عمل کرنے لگے۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص:361)

> **علم تصوف اور علم طریقت**
>
> مولانا ابوالکلام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے خط میں اہلحدیث کے علم تصوف اور علم طریقت کا جس انداز میں ذکر فرمایا ہے، وہ بالکل صحیح ہے۔ اس بات میں مولانا کے جذبات قابل قدر ہیں۔ انہیں اس موضوع پر کھل کر لکھنا چاہیے اور اہلحدیث علمائے دین کی کرامات اور ان کی قبولیت دعا کے واقعات کی تفصیل بیان کرنی چاہیے۔
>
> (بحوالہ: تذکرہ مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ)

علمائے سوء اور امیر کابل کی ایذا رسانی

جب مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے علی الاعلان کتاب وسنت کی دعوت دینا شروع کی' توحید خالص کا نعرہ لگایا اور بدعات کی مخالفت اور مشرکانہ رسوم کی تردید میں آواز بلند کی تو غزنی کی فضا میں ایک تہلکہ مچ گیا' اس لئے کہ وہاں کے لوگ کیلئے یہ ایک نئی بات تھی

Marfat.com

اور ان کے کان اس سے آشنا نہ تھے۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اہل علم اور ارباب حکومت اور خواص وعوام کے وہ طبقے جو محض مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی نیکی اور کرامتیں دیکھ کر ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے تھے‘ان کی مخالفت کرنے لگے اور اذیت رسانی پر اتر آئے۔(فقہائے ہند‘ج:6‘ص:342)

سیدامیر صاحب رحمہ اللہ سے بیعت

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے راہ خدا میں اہل وعیال اور دوست احباب کو چھوڑ کر کابل سے سوات کی راہ لی۔وہاں سے کوٹھہ پہنچے۔سیّد امیر صاحب کوٹھا والے رحمہ اللہ نے ان کو دیکھا تو نہایت خوشی کا اظہار کیا۔حضرت عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ بھی ان سے مل کر بے حد مسرور ہوئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کی۔سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ صاحب سے بہ درجہ غایت عزت کا برتاؤ فرمایا اور ان کی روحانیت وصالحیت سے بہت متاثر ہوئے۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **سیّد عبداللہ صاحب نے محض ان کے سلسلۂ سلوک میں داخل ہونے کیلئے سیّد امیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کی تھی ورنہ انہیں بیعت کی ضرورت نہ تھی**۔اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ حسنات و صالحیت کے بہت اونچے مرتبے پر فائز تھے۔یہی وجہ ہے کہ مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ صاحب رحمہ اللہ سے رشتۂ اخوت قائم کیا۔ایک روز یہ دونوں حضرات سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ انہوں نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: تمہارے اور عبداللہ کے درمیان اخوت کا نور عجیب طرح سے آتا جاتا ہے۔تم دونوں کو دیکھ کر مجھے بڑا حظ حاصل ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ تم دونوں کی محبت میں اضافہ فرمائے۔(بحوالہ تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی ص:۱۱۱۔۱۱۲)

مجذوب کی خوشبو پہچان لینا

چند روز یہ دونوں کوٹھا میں سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔پھر قلعہ اسلام کو روانہ ہو گئے۔دورانِ سفر میں دونوں نے کتب حدیث پڑھنے کا فیصلہ کیا۔چلتے چلتے گجرات کے قریب پہنچے تو حضرت عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا مجھے یہاں ایک مجذوب بزرگ کی خوشبو آرہی ہے۔وہ اس لائق ہے کہ اس سے ملاقات کی جائے۔اب وہ اس بزرگ کی طرف روانہ ہوئے۔ان کا یہ خیال بھی تھا کہ اس بزرگ سے پوچھیں گے کہ حدیث کہاں اور کس سے پڑھی جائے۔

اس بزرگ کے پاس اس وقت چند لوگ بیٹھے تھے۔اس نے ان سے کہا ایسے اوصاف کے دو آدمی آرہے ہیں جو اپنے عمل و کردار کی بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نمونہ ہیں۔ان کے بیٹھنے کیلئے صاف ستھرا کپڑا بچھاؤ اور مجھے بھی پہننے کیلئے اچھا لباس دو۔یہ دونوں اس بزرگ مجذوب کے قریب پہنچے تو اس نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اور اپنے قریب صاف ستھرے کپڑے پر بٹھایا۔دہلی کی طرف اشارہ کر کے کہا: جنت اس طرف ہے۔

جب یہ دونوں اس بزرگ سے اجازت لے کر رخصت ہونے لگے تو کہا: اس شخص کا لباس دیکھ کر کسی قسم کی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جانا۔وہ مسکین صورت شخص ہے۔اس کا نام سیّد نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ ہے۔حدیث اسی سے پڑھنا۔
(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی ص۔۱۱۳)

Marfat.com

بم دھماکوں کے دوران درس حدیث

اس زمانے میں دہلی علم وفضل کا مرکز تھا اور حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا وہاں وسیع حلقہ درس قائم تھا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ہزارہ سے دہلی کا قصد کیا اور لاہور و امرتسر سے گزرتے اور قیام کرتے ہوئے دہلی جا کر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں شریک ہوئے۔ ان سے حدیث پڑھی اور سند واجازہ سے بہریاب ہوئے۔ یہ وہی زمانہ تھا جب دہلی میں 1857ء کا ہنگامہ گرم ہوا اور شہر میں بموں کے دھماکے شروع ہوئے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد اور مدرسے میں بھی بم گر رہے تھے' لیکن مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اس سے قطعاً مضطرب نہ ہوتے تھے۔ مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ قلعہ میہاں سنگھ والے بھی ان کے شریک درس تھے۔ ان بزرگوں نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کی سند لی اور اپنی نیکی اور خدمت دین کی وجہ سے چاردانگ عالم میں شہرت پائی۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص:344)

ولی کی توہین کرنیوالے کیلئے دنیا تنگ ہوگئی

اسی زمانے میں امیر دوست محمد خاں نے شہر ہرات میں وفات پائی اور اس کا بیٹا شیر علی خاں افغانستان کا حکمران ہوا۔ حضرت مولانا یاغستان کے پہاڑوں سے وطن واپس چلے گئے۔ علمائے سوء نے امیر شیر علی خاں کے بھی کان بھرنے شروع کر دیے اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اسے خوب بھڑکایا۔ اب انہوں نے امیر شیر علی خاں کو ایک خط لکھا کہ ''میں مظلوم ہوں' حاسدوں نے مجھ پر جھوٹی تہمتیں لگائی تھیں' جن کی وجہ سے تمہارے باپ نے مجھے ملک سے نکال دیا تھا' تم اس سلسلے میں اپنے باپ کے نقش قدم پر نہ چلو''۔

اس نے جواب میں لکھا کہ میں تمام رعایا کی مخالفت کر کے ایک شخص کی حمایت نہیں کر سکتا۔ تم فوراً ہمارے ملک سے باہر نکل جاؤ''۔ اخراج کا یہ حکم نامہ ملا تو بہت حیران ہوئے کہ کدھر کا قصد کریں۔ بالآخر جنگل کی راہ لی اور پہاڑ کے ایک غار میں جا کر چھپ گئے۔ کچھ عرصہ وہیں رہے۔ اس اثنا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا۔

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ -(الانعام:45)

ترجمہ: جن لوگوں نے ظلم ڈھایا تھا ان کی جڑ کاٹ دی گئی ہے اور حمد وستائش اللہ ہی کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

اسی دوران میں افغانستان میں انقلاب بپا ہو گیا اور امیر شیر علی خاں کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا۔ وہ ذلیل وخوار ہو کر کابل سے بھاگا اور ہرات میں جا کر پناہ لی۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص:345)

سردار محمد خاں نے جو امیر دوست محمد خاں کا بیٹا تھا' رات کے وقت مسلح سواروں کا دستہ روانہ کیا' جس نے نصف رات کے قریب مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کا محاصرہ کر کے ان کو گرفتار کر لیا۔ وہ لوگ ان کو گرفتار کر کے اور گھر کا تمام سامان اٹھا کر سردار محمد عمر خاں کے پاس لے گئے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹوں میں سے تین بیٹے مولانا محمد' مولانا عبداللہ اور مولانا عبدالجبار رحمہم اللہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ سب کو یقین تھا کہ اب سخت سزا دی جائے گی لیکن سردار محمد عمر خاں ان کے چہرے کی نورانیت اور جلال سے اس

Marfat.com

قدر مرعوب و متاثر ہوا کہ سارا غصہ جاتا رہا اور نہایت ادب و احترام سے بولا کہ آپ نے جو راہ اختیار کر رکھی ہے' اسے چھوڑ کیوں نہیں دیتے' آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی وقت کے علما کے ساتھ مل جائیں اور وہی کچھ کریں جو وہ کرتے ہیں۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کیا۔ سردار محمد عمر خاں کا جرنیل پاس ہی کھڑا تھا' غضبناک ہو کر بولا: اسے میرے حوالے کرو کہ میں اسے توپ سے اڑا دوں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے پورے اعتماد کے ساتھ جواب دیا۔ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ کتاب و سنت کے احکام کی اشاعت کروں۔

مجھے بارہا الہام ہوا ہے کہ

یاعبدی ھذا کتابی وھولاء عبادی فاقرا کتابی علی عبادی۔

اے میرے بندے! یہ میری کتاب ہے اور یہ میرے بندے ہیں تو میری کتاب میرے بندوں کو پڑھ کر سنا۔

پھر فرمایا یہ بھی مجھے حکم دیا گیا ہے:

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَآءَ ھُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَکَ مِنَ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ۔(البقرہ:120)

اگر تو نے ان کی خواہشوں کی پیروی کی' اس علم کے بعد جو تیرے پاس آ چکا ہے تو کوئی حامی اور مددگار تجھے اللہ کی سرزنش سے بچا نہ سکے گا۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص۳۴۶)

اللہ جل شانہ کی خاطر ٹکڑے کروانے کا شوق

اس وقت مولانا رحمۃ اللہ علیہ پر عجیب کیفیت طاری تھی اور وہ پورے جلال اور جوش میں تھے۔ کڑک کر بولے۔ میں قصد محکم اور عزم مصمم رکھتا ہوں کہ جب تک میرے بدن میں جان باقی ہے اور جسم پر سر سلامت ہے' کتاب و سنت کی خدمت نہایت گرم جوشی سے کرتا رہوں گا۔ یہ کیا مصیبتیں ہیں جو مجھ پر آئی ہیں۔ میں اپنے اللہ تعالیٰ سے یہی آرزو رکھتا ہوں کہ اس راہ میں میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں اور میری انتڑیاں جنگلوں کی خاردار جھاڑیوں پر پھینک دی جائیں اور کوے ان پر اپنی چونچیں ماریں۔ اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ پر حق گوئی کی انتہائی کیفیت طاری تھی اور نہایت درجے جوش و جذبے اور حالت جلال میں تھے۔ اس طرح کی اور بھی کئی باتیں کہیں مگر سب خاموش تھے اور مجلس میں سناٹا چھا گیا تھا۔ جرنیل اور صوبے کا حاکم بھی موجود تھے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے طرز کلام سے اس قدر مرعوب و متاثر تھے کہ آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ یہ صورتحال سردار محمد عمر خاں نے دیکھی تو قلم پکڑا اور امیر محمد افضل خاں اور محمد اعظم کو خط لکھا کہ ''آپ کے حکم کی تعمیل میں نے مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار تو کر لیا ہے' لیکن یہ شخص فقیر منش اور ولی اللہ ہے۔

توحید و سنت کی خاطر آزمائے جانیوالے

افغانستان کے علمائے سو نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے قتل کا فتویٰ صادر کیا لیکن ملا مشکی نے اس پر دستخط نہیں کیے۔ وہ ان میں کچھ انصاف پسند عالم تھا' بعد میں کافی بحث و تمحیص کے بعد یہ فتویٰ جاری کیا گیا کہ ان کو درے مارے جائیں۔ چنانچہ انہیں درے مارے گئے' سر اور ڈاڑھی مونڈ دیے گئے' چہرہ سیاہ کیا گیا کہ اور گدھے پر سوار کر کے تمام شہر میں گشت کرایا گیا۔ بعد ازاں انہیں قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ ان کے

Marfat.com

مریدوں میں سے ایک شخص قید خانے میں ملاقات کو گیا تو دیکھ کر رونے لگا۔ فرمایا: روتے کیوں ہو عزت اور ڈاڑھی کیا شے ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ اور اس کی رضا میں چلی گئی شکر کرو دین ہاتھ سے نہیں گیا۔ رونا تو مخالفین کو چاہئے کہ وہ دین سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

اس زمانے میں حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اہل و عیال کو جن مصائب و آلام سے دوچار کیا گیا' اس سے متعلق حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے وفات سے چند روز پیشتر اپنی ایک پھوپھی مرحومہ کے حوالے سے ان سطور کے راقم کو بتایا کہ غزنی کی پولیس اور حکمران ہر وقت ان کے تعاقب میں رہتے تھے۔ وہ انہیں انتہائی اذیتیں پہنچاتے اور یہ لوگ پہاڑوں کے غاروں میں چھپتے پھرتے تھے' کوئی شخص بھی اس نواح میں ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کرنے والا نہ تھا۔ مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب ان کی پھوپھی مرحومہ اس دور کے واقعات بیان کرتیں تو ہم سن کر کانپ اٹھتے تھے۔

(فقہائے ہند ج:6' ص ۳۴۷)

قید کرنے والوں سے قدرت کا انتقام

حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ دو سال اپنے تین بیٹوں (مولانا محمد' مولانا عبداللہ اور مولانا عبدالجبار رحمہم اللہ) کے ساتھ قید میں رہے۔ 17 اکتوبر 1867ء کو امیر محمد افضل خاں بعارضہ وبا مر گیا تو اس کا بیٹا امیر اعظم خاں تخت حکومت پر بیٹھا' اس نے اپنے دور حکمرانی میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی جلاوطنی کے احکام جاری کیے اور ملا خاں عبدالرحمن کے کہنے پر سخت گرمی کے دنوں میں ان کو پیدل ہی پشاور کی طرف دھکیل دیا۔ اس وقت پینے کو پانی بھی ان کے پاس نہ تھا۔ مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی جلاوطنی کے احکام جاری ہوئے ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ امیر اعظم خاں کی حکومت کا تختہ الٹ گیا اور دشمن سے شکست کھا کر سراسیمگی کی حالت میں حیران و سرگرداں پہاڑوں میں پھرنے لگا۔ اس کے اہل و عیال کو بھی جو کبھی گھر سے باہر نہیں نکلے تھے' وطن سے نکال دیا گیا۔ قرآن مجید کا فرمان کتنا صحیح ہے۔

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ - (الزخرف:55)

جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا۔

امیر دوست محمد کے خاندان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ ایسا پراگندہ اور منتشر کیا کہ وہ قرآن کی اس آیت کے مصداق ہو گئے۔

فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَ مَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ -(سبا:19)

کہ ہم نے انہیں افسانے بنا دیا اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

وہ لوگ پشاور اور پنجاب میں انگریزوں کے ہاتھوں قید و بند کی سختیوں میں مبتلا ہوئے اور ان میں سے بعض جنگلوں اور پہاڑوں میں پریشان پھرنے لگے۔ ایسا کیوں نہ ہو' حدیث میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مروی ہے:

من عادی لی ولیا فقد بارزنی بالحرب۔

جو شخص میرے کسی دوست کے ساتھ دشمنی کرتا ہے' وہ حقیقت میں میرے خلاف اعلان جنگ کرتا ہے۔

Marfat.com

یہ بالکل سچ ہے: وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيلًا (النساء:122) اور اللہ سے زیادہ سچی بات کس کی ہوسکتی ہے؟ (فقہائے ہند ج:6' ص ۳۴۸)

شدید ہنگامے کے دوران درس بخاری

جب بادشاہ افغانستان نے حضرت عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ملک سے نکل جانے کا حکم دیا تو کابل سے ہندوستان کا رخ کیا اور فرمایا: بخت افغانستان خوابیدہ شدہ بخت ہندوستان بیدار شد۔ افغانستان کی قسمت سوگئی اور ہندوستان کی قسمت جاگ اٹھی۔

1857ء کی جنگ آزادی کے زمانے میں حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں مقیم تھے اور حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح بخاری کا درس لیتے تھے۔ مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ (قلعہ میہاں سنگھ والے) بھی ان کے شریک درس تھے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مدرسہ اس زمانے میں مسجد اورنگ آبادی میں قائم تھا۔ مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں: میں اپنے شیخ خاتم المحدثین سید محمد نذیر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا اور صحیح بخاری پڑھنا شروع کی۔ اس اثنا میں دہلی کا شہر سخت ہنگامے کی زد میں آگیا۔ اس شدید ہنگامے میں جب ہر شخص اپنی جانے بچانے کی فکر میں تھا' میں صحیح بخاری پڑھنے میں مشغول تھا۔

جب دہلی میں فساد کی آگ بھڑک رہی تھی اور خاندانوں کے شیرازے بکھر رہے تھے' اس خطرناک وقت میں بھی وہ موت سے خوفزدہ نہ تھے' اس لئے کہ وہ مقام ولایت کے اس زردہ علیا پر سرفراز تھے' جہاں موت وحیات کے سربستہ راز واشگاف ہوجاتے ہیں۔ اس ہنگام قتل وغارت میں اگر انہیں کوئی ڈر تھا تو صرف یہ کہ کہیں ایسے لمحے موت کا شکار نہ ہوجائیں جبکہ یاد خدا سے غافل ہوں۔ مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ ان کی اس کیفیت کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں: **ہمیں فقط ایک ہی فکر ہے' مبادا یادالٰہی کے بغیر مرجائیں اور ذکر خدا سے غفلت میں روح جسم سے پرواز کرجائے۔** ؟ (فقہائے ہند ج:6' ص ۳۴۹)

سلف صوفیاء کے واقعات سے سبق لینا

پھر جب کسی حد تک کشت وخون کا طوفان تھما اور لوگوں کے قافلے شہر سے نکلنے لگے تو حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے کمال اطمینان کے لب ولہجے میں فرمایا: ہم نہیں جائیں گے جو ہونا ہے ہوجائے۔ شاید آزمائش کا وقت آپہنچا ہے اور یہی وہ وقت ہے جس میں آدمی یا تو قابل احترام قرار پاتا ہے یا ذلت ورسوائی کے گڑھے میں پھینک دیا جاتا ہے۔

اس طوفان بلا کے زمانے میں وہ شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ سنایا کرتے کہ جب تاتاریوں نے خوارزم میں قتل وغارت کا بازار گرم کیا' اس وقت شیخ رحمۃ اللہ علیہ وہیں تھے' انہوں نے اپنے مریدوں کو بلایا اور سب کو اپنے اپنے وطن کی طرف لوٹ کر جانے کو کہا۔ مریدوں نے عرض کیا کہ اجازت ہو تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کیلئے بھی سواری کا انتظام کیا جائے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھے بارگاہ خداوندی سے شہر چھوڑ کر جانے کی اجازت نہیں۔ چنانچہ وہ وہیں رہے اور تاتاریوں سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

ذکر الٰہی میں استغراق کی انتہاء

مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اس ہنگام خیز فتنہ میں نہایت اطمینان سے مسجد میں بیٹھے اور صحیح بخاری پڑھتے رہتے۔ مولانا غلام رسول

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مسجد کی دیواروں پر گولیوں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی اور مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ذکر الٰہی میں منہمک تھے۔ مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کو وہ عام طور پر ''عبداللہ'' کہہ کر پکارتے تھے۔ جب بہت زیادہ شور ہوا تو ان سے مخاطب ہو کر پوچھا ''عبداللہ یہ کیا ہو رہا ہے؟'' بلاشبہ ان کے استغراق کی یہی کیفیت تھی۔ مولانا امام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ان کا ایک عقیدت مند ان کے پاس کوئی شکایت لے کر گیا تو فرمایا: **میں دنیا میں نہیں ہوں، تم محض میرا جسم دنیا میں دیکھتے ہو ورنہ میں تو عقبیٰ میں رہتا ہوں۔**

اس سے آگے حضرت امام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: بات فی الواقع ایسی ہی تھی، محض ان کو دیکھنے سے خدا یاد آتا تھا اور ان کے پاس بیٹھنے سے رنج و غم کی گھٹائیں چھٹ جاتی تھیں۔ (فقہائے ہند، ج:6، ص ۳۵۱)

خواب میں مستقبل کی پیشین گوئی

یہاں یہ واقعہ لائق تذکرہ ہے کہ مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی جانے سے پیشتر اپنے وطن (غزنی) میں ایک خواب دیکھا تھا جس میں ان کو ان حالات سے آگاہ کر دیا گیا تھا جو دہلی جا کر پیش آئے۔ وہ خواب اور اس کی تعبیر وہ خود ہی بیان کرتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہے: میں نے دیکھا کہ میں ایک سیڑھیوں والے مکان کے نیچے اترا ہوں، اس کے صحن میں پہنچا تو وہاں چراغ جل رہا تھا۔ اس وقت میری بغل میں کتاب صحیح بخاری تھی، چراغ کے سامنے بیٹھ کر میں نے یہ کتاب کھولی تو دیکھتا ہوں کہ کتاب شروع سے آخر تک سیاہ ہو گئی ہے اور اس پر اس قدر دھوئیں کی تہہ جمی ہوئی ہے کہ حرف نظر نہیں آتے۔ بالآخر میں نے رومال پکڑا اور صفحہ اول سے کتاب صاف کرنا شروع کی اور ایک ایک ورق صاف کرتا ہوا آخر کتاب کے قریب پہنچ گیا۔ کچھ اوراق جو باقی تھے، بہت خراب تھے، ٹھنڈی آہ بھر کر میں نے کہا، اللہ اکبر میں نے کتنی تکلیف برداشت کی ہے۔ اس خواب میں اپنا چہرہ مجھے نظر آ رہا ہے، میں دیکھتا ہوں کہ اس کتاب کی گرد میرے دانتوں پر نمودار ہو رہی ہے۔ خواب کی تعبیر کیلئے میں حیران تھا کہ اچانک دہلی کا سفر پیش آیا اور یہ وہ شہر ہے جو ہمارے ملک (افغانستان) کے شہروں کی نسبت بہت نشیب میں ہے۔ وہاں خاتم المحدثین شیخ سید محمد نذیر حسین کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے کتب صحیح بخاری پڑھنا شروع کی۔ اس اثنا میں دہلی میں (1857ء) کا ہنگامہ شروع ہو گیا، شدید ہنگامے کے دوران میں جبکہ ہر شخص کو اپنی جان کا خطرہ لاحق تھا، میں صحیح بخاری پڑھنے میں مشغول تھا۔ پھر صورت حال یہ پیدا ہو گئی کہ اس ملک پر انگریز غالب آ گئے اور باشندگان دہلی ادھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ ان دنوں کتاب صحیح بخاری ختم ہونے کے قریب تھی مگر اہل شہر کے انتظار اور پراگندگی کی وجہ سے میرے اور سید (نذیر حسین) صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان بھی جدائی ہو گئی اور کتاب پوری نہ پڑھی جا سکی۔ میرے اس خواب کی تعبیر یہ تھی کہ نچلے صحن سے مراد شہر دہلی تھا۔ ''چراغ روشن'' سید (نذیر حسین) صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے ''صحیح بخاری کو صاف کرنے سے'' سے مراد سخت مشکل اور ناموافق حالات میں اس کا پڑھنا تھا، حقیقت میں بھی وہی اوراق نہ پڑھ سکا جو خواب میں صاف کرنے سے باقی رہ گئے تھے۔ (فقہائے ہند، ج:6، ص:352)

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق سچا خواب

اسی طرح انہوں نے ایک اور خواب دیکھا۔ وہ بھی بالکل صحیح اور سچا ثابت ہوا، وہ خواب یہ ہے۔ فرماتے ہیں:

Marfat.com

میں نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے شیخ محترم سید محمد نذیر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دہن مبارک سے شیریں شربت کا چشمہ جاری ہے اور وہ شربت میرے دونوں ہاتھوں پر گر رہا ہے اور میں اسے پی رہا ہوں' جس کا مطلب یہ ہے کہ اس شربت کا چشمہ ہمارے شیخ کا دہن مبارک ہے' میرے دونوں ہاتھ اس کے جاری ہونے کی جگہ اور اس کا مدخل میرا منہ ہے۔ میں اس خواب کی تعبیر میں حیران تھا کہ اتفاق سے میرا بیٹا عبدالجبار شیخ مذکور کی خدمت میں پہنچا اور ان سے اس نے علم حدیث کی تحصیل کی' تو گویا وہ چشمہ شیریں علم حدیث ہے جو آنجناب رحمۃ اللہ علیہ سے جاری ہوا ہے' اور میرے فرزند کا ان سے علم حدیث حاصل کرنا میرا اس چشمہ شیریں سے شربت پینا ہے' اس لئے کہ میرا مذکورہ فرزند میرا ہی ایک حصہ ہے اور میری باقیات صالحات میں سے ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! (فقہائے ہند' ج:6' ص:353)

خواب میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت

فرماتے ہیں ایک دفعہ میں نے شیخ سلیمان تونسہ والے کی زیارت کیلئے کہ اس زمانہ میں چشتیہ کی نسبت میں ان کی بڑی مشہوری تھی اور لوگ وہاں آتے جاتے تھے' پختہ ارادہ کیا' خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مجھ پر خفا ہو گئے ہیں اور مجھ کو زمین سے اٹھالیا ہے اور چاہتے کہ دے ماریں۔ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے سفارش کے طور پر عرض کیا کہ پھر یہ کسی جگہ نہیں جائے گا۔ اور ان کی تقریروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اویسیت کی نسبت رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان دنوں میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت افراط کی حد کو پہنچی ہوئی تھی۔ ان دنوں میں الہام ہوا کہ صلوا علیہ وسلموا تسلیما پھر درود پڑھنے کے ساتھ میری مجلس معطر ہو جاتی اور عاشقی کی نسبت غالب تھی۔ ایک بزرگ کے بیت آپ کے حال کے مطابق ہیں ۔

آنچہ من درخواب دیدم ہیچ بیداری مزید — آنچہ دردیوانگی دیدم ہیچ ہشیاری مزید
کاسہ سراز شراب بے خودی سرشار گشت! — مستی جام محبت ہیچ خماری مزید!

(بحوالہ: بسوانح عمری' ص:۹۸)

مشکوک مال کی بدبو کا محسوس ہونا

ان دنوں ایک امیر نے کابل کے میوؤں میں سے کچھ میوہ بطور تحفہ بھیجا آپ کو دور سے بدبو آنے لگی بظاہر چونکہ اس تحفہ کا رد کرنا ناممکن تھا اس کے جانے کے بعد اپنے گھر میں گڑھا کھود کر وہ میوہ دبا دیا اور ہر طرف سے ارادتمند ٹولے کے ٹولے آتے تھے اور بیعت اور تلقین کے علاوہ ذکر بھی کرنے لگے حتیٰ کہ قندھار سے ہرات تک آپ رحمۃ اللہ علیہ فضلاء اور علماء کی آمد و رفت کی جگہ بن گئے۔ (بحوالہ: بسوانح عمری' ص:۹۹)

چولہے اور صحن کا آپکی یاد میں رونا

فرماتے تھے ایک دفعہ گرمی کے دنوں میں سردی کے مکان سے گرمی کے مکان میں جو منتقل ہوا تو چولہا اور گھر کے صحن کا گریہ اور نالہ کرنا سنا گیا اور فرماتے تھے کہ از بس نسبت نازک تھی اور باطن کی صفائی تھوڑی سی کدورت کے ساتھ لوگوں سے برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ ایک بار حالت غالب تھی اور لوگوں میں ملنا جلنا ناممکن تھا بکری کے بچہ کے گوشت کھانے کا اتفاق ہو

Marfat.com

گیا۔ صفائی کم ہوگئی اور طبیعت اپنے حال پر آگئی اور یہ آپ کی حکایت اس کے مشابہ ہے کہ حضرت خواجہ محمد صادق رحمہ اللہ جو امام ربانی رحمہ اللہ کے بڑے بیٹے تھے اور اپنے پدر بزگوار کے ساتھ مؤید الدین خواجہ محمد باقی باللہ رحمہ اللہ کی خدمت بابرکت میں مشرف ہوئے تھے۔ بس جذبہ الٰہی کی وجہ سے مغلوب الحال ہوگئے۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ مجنون ہوجائیں خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے تین باران کو بازار کا کھانا کھلایا۔ یہاں تک کہ طبیعت اپنی حالت پر آگئی۔ (بحوالہ: بسوانح عمری، ص: ۱۰۰)

قارئین! حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ فرمایا کہ میرے گھر چھوڑنے سے گھر کا صحن اور چولہا گریہ وزاری کرتے ہوئے سنائی دیا، تو حدیث کے مفہوم کے مطابق اسکی وجہ یہ ہے کہ جن جگہوں پر بیٹھ کر اللہ جل شانہ کا ذکر کیا جائے، وہ جگہیں دوسری جگہوں پر فخر کرتی ہیں، جن پر ذکر نہ کیا جائے۔ (بحوالہ کتاب: ذکر الٰہی، از امام ابن قیم الجوزی رحمۃ اللہ علیہ) حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ بھی سخت سردی میں چولہے کے قریب بیٹھ کر ذکر کیا کرتے تھے، اور چولہے کی آگ بھی آپ کیساتھ ساتھ حرکت کیا کرتی تھی، لہٰذا اس میں کوئی قباحت نہیں کہ آپ کے گھر چھوڑنے پر وہ چولہا اسی طرح رو پڑا ہو، جیسے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں کھجور کا تنا روتے ہوئے سسکیاں لینے لگا تھا۔ اس طرح گھر کا رونا حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں بھی ملتا ہے، جب وہ حج کیلئے روانہ ہونے لگے تھے، تو انکے مکان کی روح انکے سامنے ظاہر ہوکر رونے لگ پڑی۔ حضرت سید احمد رحمۃ اللہ علیہ اللہ جل شانہ کیطرف متوجہ ہوئے کہ اب کیا کروں؟ تو الہام ہوا، اسے کہیں کہ تمہیں ہم سے جدا نہیں کیا جائے گا، بلکہ جنت کے مکانوں میں ایک مکان بنا دیا جائے گا۔ لہٰذا جب انہوں نے اپنے مکان کی روح کو یہ ارشاد سنایا تو وہ خوش ہوگئی۔ (بحوالہ وقائع سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ) بہرحال اس طرح کے واقعات سے ممکن ہے کسی کا ہاضمہ خراب ہوجائے لیکن بہرحال حقیقت، حقیقت ہی ہے۔ اللہ والوں کیساتھ اس طرح کا نظام ہوجانا کوئی ناممکن بات نہیں۔ (از: مرتب)

مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی آخری وصیت

حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ آخری وصیت جو علامہ حبیب اللہ قندھاری علیہ الرحمۃ نے مجھ کو کی، وہ یہ تھی:

واذا رأیت شحاً مطاعاً وھویً متبعاً واعجاب کل ذی رأی برأیہ فعلیک بنفسک ودع امر العامۃ۔

ترجمہ: یعنی جب تو دیکھے کہ بخل کے لوگ تابعدار ہیں اور خواہشوں کے پیرو اور ہر ایک شخص اپنی عقل پر فریفتہ ہے تو تو اپنی جان کو بچا اور لوگوں کے کام کو چھوڑ۔ (بحوالہ: بسوانح عمری، ص: ۱۱۷)

حضرت غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے الہامات اور عقل سے ماوراء حقائق

خواب میں رب العالمین کی زیارت

اور فرماتے تھے کہ فجر کی نماز کے بعد میں نے رب العالمین کو خواب میں دیکھا کہ سورۃ فاتحہ کی تلاوت اور اس کا بہت زیادہ ورد کرنے کا ارشاد فرماتے ہیں اور اس سورۃ کی فضیلت میں جس قدر حدیثیں ہیں ان سب کو لکھ کر میرے سامنے رکھ دیا۔

سکندر پور کے باغ میں جو ہزارہ کے علاقہ میں ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فجر کی نماز کے بعد یہ القاء ہوا کہ ایمان کی لذت

Marfat.com

حاصل نہیں ہوتی جب تک ظالموں کی طرف مائل ہونے سے پرہیز نہ کیا جائے یعنی اس آیت کریمہ کا مضمون الہام ہوا۔

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔

ترجمہ: اور نہ جھکو طرف ان کی جو ظالم ہیں پھر لگے گی تم کو آگ۔

اور ظالم کی تعریف ان لفظوں سے معلوم کرائی۔

والظالمون هم الذين يخالفون عن امرربهم ثم لا يتوبون۔

ترجمہ: **یعنی ظالم وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ارشادوں کی مخالفت کرتے ہیں اور پھر توبہ نہیں کرتے۔**

اور جن لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے ان کو اس مضمون کے ساتھ آگاہ کیا۔

واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغدوة والعشي يريدون وجهه۔

ترجمہ: اور ٹھہرا اپنے نفس کو ان کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح وشام اور چاہتے ہیں رضامندی اس کی۔ اور فرماتے تھے کہ الہام ہوا:

فاذا قرأنه فاتبع قرانه ثم ان علينا بيانه۔

ترجمہ: پھر جب ہم پڑھنے لگیں تو ساتھ رہ اس کے پڑھنے کے پھر مقرر ہمارے ذمہ ہے اس کو کھول بتانا۔ یعنی جو کچھ الہام ہوتا ہے اس کے لفظ یاد رکھ اور اس کا بیان کرنا اور تفسیر ہمارا ذمہ ہے اور فرماتے تھے کہ الہام ہوا:

واما من خاف مقام ربه الاية۔

ترجمہ: یعنی وہ شخص کہ ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے۔

اور یہ بھی الہام ہوا کہ:

ہمیشہ بدل خود مطالعہ کردہ باش مبادا کدورتے از ماسوئے بنشیند۔

یعنی ہمیشہ اپنے دل میں جھانکتے رہو ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کدورت بیٹھ جائے۔

اور شہر دہلی میں یہ الہام ہوا۔

ولا تمدن عينيك الى ما متعنا به ازواجا منهم زهرة الحيوة الدنيا۔

ترجمہ: اور مت پھیلا اپنی آنکھیں طرف اس کی کہ فائدہ دیا ہم نے ساتھ اس کے بھانت بھانت لوگوں کو زندگی دنیا کی تازگی سے۔

اور باغ سکندریہ میں یہ الہام ہوا:

قل لازواجك واؤلادك واتباعك قوموا لله قنتين۔

ترجمہ: یعنی کہہ دے اپنی بیبیوں اور اولاد اور تابعداروں کو کہ کھڑے ہو جاؤ اللہ کے لیے تابعدار ہو کر۔

Marfat.com

اور اس کے آخر میں یہ الہام ہوا:

انا جلیسك و انیسك فلا تحزن۔

ترجمہ: یعنی میں تیرا مددگار ہوں تو غم نہ کھا۔

اور یہ بھی الہام ہوا:

ولا تنس ما اودعت فی قلبك فان رویا المؤمن جزء من ستة و اربعین جزء من النبوة۔

ترجمہ: یعنی جو تدبر اور تفکر قرآن کا تیرے دل میں ہم نے ڈال دیا ہے اس کو مت بھول کیونکہ مومن کا خواب ایک حصہ ہے نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے۔

اور فرماتے تھے کہ دہلی میں یہ الہام ہوا:

ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا و اتبع هواه و کان امره فرطا"۔

ترجمہ: اور فرمانبرداری نہ کر اس شخص کی جو غافل کیا ہم نے اس کے دل کو اپنی یاد سے اور پیچھے پڑا اپنی خواہش کے اور ہے کام اس کا حد سے بڑھا ہوا۔

یعنی غافلوں کی غفلت میں پیروی نہ کر اور یہ بھی القاء ہوا:

کن فی الناس کا حد من الناس"۔

ترجمہ: یعنی رہ تو لوگوں میں جیسے دوسرے لوگ ہیں۔

اور القاء ہوا:

اگر وقتے غفلت شد تدارک آں وقت دیگر لازم است۔

یعنی اگر ایک وقت غفلت ہو جائے تو دوسرے وقت میں اس کا تدارک لازم ہے۔

اور فرماتے تھے حدیث میں آیا ہے:

واذا رأیت شحا مطاعاً و هویٰ متبعاً و اعجاب کل ذی رأی فعلیک بامر نفسک و دع امر العامته۔

ترجمہ: یعنی جب تو دیکھے بخل کی تابعداری کی ہوئی اور خواہش کی پیروی کی ہوئی اور پسند کرنا ہر مرد کا اپنی رائے کو تو تو اپنی جان کو بچا اور لوگوں کو چھوڑ۔

پس اس حدیث میں اور آیت کریمہ:

وأمر بالمعروف و انه عن المنکر۔

ترجمہ: یعنی اور حکم کر ساتھ بھلائی کے اور منع کر بری بات سے۔

ان الہامات میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ جب یقین ہو جائے کہ مخلوقات راہ پر

صوفی کے نام سے گھبراہٹ

مولانا عبدالسلام بھٹوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو صوفی کے نام سے بھی گھبراتے ہیں، حالانکہ جو اصل اہل حدیث ہے وہ تو تصوف اور کرامات کا قائل ہے۔

(مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی حفظہ اللہ)

Marfat.com

نہیں آتی اور مجھ کو بھی راہ سے کھینچتے نہیں اور اندھیرے سے محبت کرتے ہیں تو اس وقت تنہائی اور گوشہ نشینی بہتر ہے اور اگر جانتا ہے کہ میرا فائدہ ان کو پہنچتا ہے مجھ کو ان کا ضرر نہیں پہنچتا تو اس وقت امر بالمعروف اور لوگوں میں ملا جلا رہنا بہتر ہے۔

اور فرماتے تھے کہ وہ شغل اور مقام ومرتبہ جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرے۔ وہ استدراج اور گمراہی ہے۔

اور فرماتے تھے تین بار الہام ہوا:

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً۔

ترجمہ: اور واسطے اللہ کے ہے اوپر لوگوں کے حج کرنا بیت اللہ کا جو طاقت رکھے طرف اس کی راہ کی۔

اور فرماتے تھے الہام ہوا:

ولسوف یعطیک ربک فترضی۔

ترجمہ: یعنی اور البتہ جلدی دے گا تجھ کو رب تیرا پھر تو خوش ہو جائے گا۔

اور فرماتے تھے الہام ہوا:

الم نشرح لک صدرک۔

ترجمہ: یعنی کیا نہیں کھولا ہم نے سینہ تیرا۔ (بحوالہ: بسوانح عمری ص: ۱۱۷ تا ۱۲۱)

ولی کی قیمتی بات

ایک شخص کو مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ نے لاہور میں ترغیب دے کر بھیجا اس شخص کو آپ رحمہ اللہ نے اپنی صحبت کے ساتھ مشرف کرنے کا اشارہ کیا۔ وہ حیلے بہانے بنانے لگا۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

عبداللہ مرغے است ہر گاہ خواہد پرید ہر کس دست خواہد مالید۔

عبداللہ ایک پرندے کی طرح ہے جب اڑ جائے گا تو ہر ایک شخص افسوس سے ہاتھ ملتا رہ جائے گا۔ سبحان اللہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات کی تہہ تک پہنچنا ہر ایک شخص کو دشوار ہے۔ بلکہ بعض نافہموں کو یہ بات آپ کی ناگوار معلوم ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ ایسی بات ہے جو سونے کے پانی کے ساتھ لکھنی چاہیے۔ (بحوالہ: بسوانح عمری ص: ۱۲۲)

صبر کے فوائد کا الہام

سکندر پور کے باغ میں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی عنایت کے ساتھ اس عاجز کے دل میں یہ القاء فرمایا ہے او مقصود اعلیٰ کا راہ دکھایا ہے کہ ملت اسلام بلکہ سب پاک دینوں میں صبر جیسا اور کوئی کام نہیں ہے آیت کریمہ "ان اللہ مع الصبر میں اپنی معیت کو صبر کرنے والوں کے ساتھ مختص فرمایا اور صلوٰۃ اور رحمت اور ہدایت یابی کو صبر کے ساتھ باندھ دیا۔ انبیاء ا رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عصمت کا پرتو جو وہ پہلے پچھلے گناہوں کا معاف ہو جانا ہے، صبر کرنے والوں پر ڈالا۔ پس اس سعاد کے حاصل ہونے کے لیے اس حدیث کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل وعد نفسک من اصحاب القبور۔

Marfat.com

ترجمہ: یعنی رہ تو دنیا میں مسافر کی طرح یا جیسے راہ گزر اور شمار کر اپنے نفس کو قبر والوں میں سے۔

کیونکہ یہ حدیث طول امل کی جڑ کاٹنے کے لیے کافی علاج ہے اور ایک دوسری حدیث کو اس کے ساتھ ملا لینا چاہیے۔

مالی وللدنیا وما انا والدنیا الا کراکب استظل تحت شجرۃ ثم راح وترکھا۔

ترجمہ: یعنی مجھ کو دنیا سے کیا علاقہ؟ میری اور دنیا کی تو ایسی مثال ہے جیسے سوار کہ اس نے آرام کیا ایک درخت کے نیچے پھر چل دیا اور اس درخت کو چھوڑ دیا۔

پس رہنے کا اسباب مسافر کو بنانا نہیں چاہئے اور کوچ کرنے کے اسباب کی تیاری میں مشغول رہنا چاہیے اور ان دونوں آیتوں کے مضمون کو زیر نظر رکھنا چاہیے۔

انما مثل الحیوۃ الدنیا کمآء انزلناہ من السمآءٍ فاختلط بہ نبات الارض مما یاکل الناس والا نعام حتی اذا اخذت الارض زخرفھا وازینت وظن اھلھا۔

ترجمہ: یعنی دنیا کے جینے کی وہی کہاوت ہے جیسے ہم نے پانی اتارا آسمان سے پھر مل گئی ساتھ اس کے روئیدگی زمین کی جو کھائیں آدمی اور جانور یہاں تک کہ جب پکڑی زمین نے چمک اور آراستہ ہوئی اور گمان کیا زمین والوں نے۔۔۔۔آخر تک۔

اور یہ آیت:

اعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والا ولاد۔

ترجمہ: یعنی جان رکھو دنیا کا جینا یہی ہے کھیل اور تماشا اور بناؤ سنگھار اور بڑائیاں کرنی آپس میں اور بہتات ڈھونڈنی مال کی اور اولاد کی۔

جب ماسوائے اللہ سے اعراض نظر آنے لگے تو اس کے شکر میں مشغول ہو جاؤ

واشکروا للہ ان کنتم ایام تعبدون۔

ترجمہ: یعنی اور شکر کرو اللہ تعالیٰ کا اگر ہو تم اسی کی بندگی کرتے۔

پس شکر اور صبر کے جمع کرنے میں تمام دین حاصل ہو جاتا ہے۔

فالھمھا فجورھا وتقوھا قد افلح من زکھا وقد خاب من دسھا۔

ترجمہ: یعنی پھر سمجھ دی اس کو برائی اس کی اور پرہیزگاری اس کی۔ مراد کو پہنچا جس نے اس کو سنوارا اور نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں ڈالا۔

فجور اور تقویٰ کے الہام کے بعد نفس کی خلاصی اس کے پاک کرنے میں صبر اور شکر کے ساتھ جیسا کہ ناشکری کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

کذبت ثمود بطغوھا۔

Marfat.com

ترجمہ: یعنی جھٹلایا ثمود نے صالح علیہ السلام کو بسبب سرکشی اپنی کے۔

اس سعادت عظمیٰ کے حاصل ہونے کے بعد یہ خوف ہوتا ہے کہ سالک فخر میں نہ آجائے اس کا علاج یہ ہے:

لا الہ الا ھو فاتخذہ وکیلا۔

ترجمہ: یعنی نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا پھر بنا اسی کو کارساز۔

کے مضمون میں غور کرلے اور ہر چند ماسوائے اللہ سے اعراض اور اللہ کے ذکر پر قدرت ہوجانے پر یہ حالت اعتبار کے لائق نہیں ہے جب تک ظلم نہ چھوڑے آیت کریمہ:

ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین۔

یعنی اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو۔

اور آیت کریمہ:

ولا یزید الظالمین الا خسارًا۔

یعنی اور نہیں زیادہ کرتا ظالموں کو مگر نقصان۔

میں یہ صاف مذکور ہے اور ظلم سب مامور چیزوں کے چھوڑنے اور منہیات کے استعمال کرنے کو شامل ہے اور ظلم کے چھوڑنے کے بعد بھی، اگر ایمان کی لذت میں کوئی قصور دیکھے تو اس کا سبب اس آیت سے سمجھے۔

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔

یعنی اور مت جھکو طرف ظالموں کے پھر لگے گی تم کو آگ۔

جب تک ظالموں کی طرف مائل ہونے کو نہ چھوڑے تاہنوز اس راہ میں قدم نہیں ٹکا یا اور ان سب بیماریوں کا علاج اس آیت میں فرمایا:

ورتل القرآن ترتیلا۔

یعنی اور کھول کھول کر پڑھ قرآن کو صاف۔ (بحوالہ بسوانح عمری، ص: ۱۲۲ تا ۱۲۶)

اور غرور کے علاج میں یہ الہام ہوا:

فلاتزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقی۔

سو مت بولو اپنی ستھرائیاں وہ خوب جانے جو بچ چلا۔

قرآن کی محبت سے، اشعار سے نفرت

اور دو چیزوں کے بارے میں بہت کوشش فرماتے، حضور نماز کے باب میں اور کلام اللہ کے تدبر کے باب ہیں اور فرماتے تھے کہ الحمدللہ میرا بال بال قرآن مجید کی محبت سے بھرا ہوا ہے اور کبھی کبھی لوگوں کی سستی میں نظر فرما کر فرماتے سبحان اللہ لوگ اشعار غریبہ کو یاد کرتے ہیں اور علوم فلاسفہ میں باریک بینیاں کرتے ہیں اور اللہ کی کلام کو پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز   بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

Marfat.com

اور میں اور میرا دینی بھائی حیات گل جو کبھی کبھی حال کے مطابق فارسی شعر پڑھتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ اس کے بعد جو حال کے مطابق بات کرو قرآن مجید سے کرو۔ اور تعجب کے وقت بلند آواز سے اللہ اکبر کہنے میں بہت کوشش فرماتے اور فرماتے تھے کہ یہ سنت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں جاری تھی اور مدت سے مرگئی ہے پہلے پہل جب ملاقات ہوئی تو کبھی کبھی اکیلے جنگل میں عاشقانہ بیت سن کر لذت اٹھاتے۔ دوسری بار جو پھر ملاقات کا اتفاق ہوا تو سننے کے لیے قرآن مجید معین تھا اور بیت سننے موقوف فرما دیئے تھے اور فرماتے تھے میں نے عہد کر لیا ہے کہ اپنے مالک کے سوا کسی کے کلام کے ساتھ اپنے دل کو آرام نہ دوں گا۔

دہلی میں مولوی فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے قوالوں میں سے ایک شخص نے آپ کی اجازت کے بغیر خوش آواز کے ساتھ ایک غزل پڑھی تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ بے ذوق ہو کر چپ ہو رہے۔ اس کے جانے کے بعد فرمایا اس کی غزل نے کچھ لذت نہ دی اور ایسی غزلوں کا سننا قرآن مجید کی لذت کو کھینچ لیتا ہے۔ (بحوالہ: بسوانح عمری، ص: ۱۲۷)

تلامذہ اور اصحاب ارادت

مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ اور اصحاب ارادت کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ ان میں وہ حضرات بھی تھے جو غزنی، قندھار اور افغانستان کے رہنے والے تھے اور قیام غزنی کے زمانے میں ان سے مستفیض ہوئے تھے۔ یہ ان کے ابتلا و آزمائش کا زمانہ تھا اور اس زمانے میں ان کے حلقہ بیعت و ارادت میں شامل ہونا اپنے آپ کو مشکلات کے حوالے کرنا تھا۔ ظاہر ہے جن تکلیفوں میں مرشد کو ڈالا جائے گا وہ کسی نہ کسی شکل میں مریدین کے حصے میں بھی آئیں گی۔ (فقہائے ہند، ج:6، ص:362)

راقم عاجز کے بزرگوں کی بیعت

راقم الحروف (مولانا محمد اسحاق بھٹی مرحوم) کے جد امجد میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی چچا میاں امام الدین رحمۃ اللہ علیہ اور ہماری برادری کے ایک اور بزرگ حاجی نور الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی زمانے میں موضع خیر الدین میں مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ ان کی عمر اس وقت سترہ اٹھارہ سال کے قریب تھی، آزادی پاکستان و ہندوستان سے قبل ایک مرتبہ حاجی نور الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفصیل اس طرح بیان کی: ہمیں پتا چلا کہ غزنی سے ایک بزرگ جن کا نام عبداللہ ہے امرتسر آئے ہیں، ان کو اور ان کے اہل و عیال کو کابل کے بادشاہ نے اپنے ملک سے فقط اس لئے نکال دیا ہے کہ وہ کلمہ حق بیان کرتے ہیں۔ یہ سن کر میں اور میاں امام الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے شہر (کوٹ کپورہ) سے چلے اور امرتسر پہنچے۔ یہ سفر پیدل طے کیا، امرتسر جا کر معلوم ہوا کہ وہ بزرگ اپنے خاندان سمیت قریب کے ایک گاؤں خیر الدین میں قیام فرما ہیں۔ وہاں گئے تو لوگوں کا ایک ہجوم جوان کے گرد جمع تھا، وہ نہایت خوبصورت بزرگ تھے، سرخ و سفید رنگ، بارعب چہرہ، مناسب قد و قامت اور ہر آن ذکر الٰہی میں مشغول۔ ہم تین دن اور تین راتیں وہاں رہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ نور کی بارش ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت گھٹائیں باندھ کر آ گئی ہے۔ ہم لوگ ان سے بیعت ہونا چاہتے تھے لیکن نہ وہ ہماری بولی سمجھتے تھے اور نہ ہم ان کی زبان سے آشنا تھے۔ ہم خالص پنجابی بولنے والے اور ان کی زبان فارسی۔ فرمایا: اب تم جاؤ، کچھ پڑھو پھر آنا لیکن ہم لوگ دوبارہ نہیں جا سکے۔ واپس آ کر مولانا عبدالرحمٰن

Marfat.com

لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو گئے، جو غزنی جا کر ان کے مرید ہوئے تھے۔ اس طرح بالواسطہ طور پر مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا۔ حاجی نورالدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ''تین دن اور تین راتوں کی ان نمازوں میں جو مولانا عبداللہ غزنوی کی اقتدا میں پڑھیں، ایسا روحانی لطف اور قلبی سرور حاصل ہوا کہ اس کے بعد نصیب نہ ہو سکا۔

میاں امام الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حاجی نورالدین رحمۃ اللہ علیہ نہایت صالح اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ ایک ہی شہر کے باشندے تھے اور حسن اتفاق سے ایک ہی برادری سے تعلق رکھتے تھے، ان دونوں نے اپنے شہر (کوٹ کپورہ) میں دین کی خوب اشاعت کی اور بے شمار لوگوں کو قرآن پڑھایا اور اسلام سکھایا۔

سلفی صوفی کی وفات کے وقت نور کا نظارہ

میرے والد مکرم (میاں عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ بتایا تھا) کہ میاں امام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت وہ تقریباً بارہ سال کے تھے، یہ بات انہوں نے 1984ء کے لگ بھگ بتائی تھی، اس وقت ان کی عمر تقریباً 90 سال تھی۔ انہوں نے 16 ستمبر 1988ء کو وفات پائی۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کئی روز سے بیمار تھے، بے شمار لوگ ان کی عیادت کو آتے اور ان کے مکان کے قریب مسجد میں آ کر بیٹھ جاتے۔ جس رات وہ فوت ہوئے اس رات مسجد میں لوگوں کی بہت بھیڑ تھی، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ وہ اپنے والد (میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ تمام رات مسجد میں رہے۔ فجر کی اذان سے کچھ پہلے روشنی کی ایک لمبی شعاع میاں امام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مکان سے نکلی اور آسمان تک چلی گئی۔ روشنی اتنی تیز تھی کہ ہر چیز صاف دکھائی دینے لگی، اسی وقت شور مچ گیا کہ میاں امام الدین رحمۃ اللہ علیہ فوت ہو گئے۔ یہ 1905ء کے قریب کا واقعہ ہے۔ (فقہائے ہند، ج:6، ص:366-367)

عالم دین خطاب کرنے کے قابل کب ہوتا ہے؟

مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس مرید اور شاگرد پر بہت شفقت فرماتے اور عام طور پر انہیں ''عبداللہ'' کہہ کر پکارتے تھے۔ ان کے نام جو خطوط تحریر کئے ان میں بھی ''عبداللہ ساکن قلعہ'' لکھا ہے۔ بعض دفعہ دونوں اکٹھے سفر پر جاتے، ایک مرتبہ ضلع سیالکوٹ میں جانے کا اتفاق ہوا، مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ ہم رکاب تھے، جب ایک گاؤں ''ہلووالی'' پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے ان کو روک لیا۔ وہ لوگ مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وعظ کی درخواست کی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت مولانا عبداللہ ساتھ ہیں، ان کا مقام شیخ اور مرشد کا ہے، ان کی اجازت کے بغیر وعظ نہیں کہہ سکتا۔ وہ لوگ مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے، فرمایا: ''ایں مرداں چہ می گویند''؟ (یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟) بتایا گیا کہ آپ سے یہ عرض کرنے آئے ہیں کہ مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کو وعظ کہنے کی اجازت دے دیں۔ یہ سن کر مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

مولوی غلام رسول قابل وعظ شدی؟

مولوی غلام رسول تم وعظ کہنے کے قابل ہو گئے ہو؟

فرمایا: کلمہ حق کہنا بہت مشکل ہے، اس کیلئے ضروری ہے کہ بے شک کتنی بھی مخالفت کی جائے اور لوگ جتنا جی چاہے ہنگامہ

Marfat.com

کریں، ماریں، پیٹیں، منبر سے اتار دیں لیکن پیشانی پر بل نہ پڑے۔ وہ بار بار تکلیف پہنچائیں اور مبلغ اتنے ہی زور اور جذبے سے بار بار کلمہ حق بلند کرے۔ اگر یہ چیز آپ میں پیدا ہوگئی ہے تو بے شک آپ کو وعظ کہنے کا حق ہے۔

ایک روز مولانا غلام رسول صاحب سے کسی مسئلے سے متعلق ناراض ہو کر فرمایا:

مولوی غلام رسول! تو مولوی شدی، محدث شدی، عالم شدی، واعظ شدی، واللہ ہنوز مسلمان نشدی۔

مولوی غلام رسول! تم مولوی ہو گئے ہو، محدث ہو گئے ہو، عالم ہو گئے ہو، واعظ ہو گئے ہو لیکن ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے۔

یہ سن کر مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ فرش پر گر گئے اور تڑپنے لگے۔ پھر فرمایا: بگو لا الہ الا اللہ" منقول ہے کہ اس وقت مسجد کے درودیوار سے لا الہ الا اللہ کی آواز آرہی تھی۔ (فقہائے ہند، ج:6، ص:368)

نماز کے بعد دعا مانگنا، اسلاف کی روایت

مولانا غلام قادر قصوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قیام امرتسر کے زمانے میں جب وہ حضرت مولانا عبداللہ سے حدیث پڑھا کرتے تھے ان کی محویت کے عجیب وغریب واقعات دیکھنے میں آئے۔ ایک مرتبہ عصر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ یکایک سخت بارش شروع ہوگئی، ایسی سخت کہ مقتدی سب نماز چھوڑ کر بھاگ گئے۔ صرف دو چار رہ گئے، نماز سے فارغ ہو کر دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تو ہاتھ سب کیچڑ سے بھرے ہوئے تھے۔ فرمانے لگے:

باراں شد؟ واللہ عبداللہ راخبر نہ شد۔

کیا بارش ہوگئی ہے؟ اللہ کی قسم، عبداللہ کو تو اس کا احساس ہی نہیں ہوا۔

ایک دعا سے ساری عمر دو مسئلے نہ ہوئے

نماز عصر کے بعد مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا خاص وقت ہوتا تھا، جن لوگوں کو دعا کرانا ہوتی، وہ اس وقت پہنچ جاتے۔ مولانا عبدالقادر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے پھوپھا مولوی غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کا بہت شوق تھا، ایک مرتبہ وہ امرتسر گئے تو نماز کے بعد اپنا تعارف کرایا اور اپنے خاندان کا ذکر کیا۔ فرمایا: اگر تمہارا تعلق اس خاندان سے ہے تو ضرور علم سے کچھ دسترس رکھتے ہوگے۔ انہوں نے ازراہ انکسار عرض کیا: جی کچھ شد بد رکھتا ہوں"۔ ایک دن مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کسی کتاب کا قلمی نسخہ نکالا اور مولوی غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ کتابت کر سکتے ہو تو یہ چھوٹی سی کتاب نقل کر دو۔ ان کا خط بہت اچھا تھا۔ کئی دن کے بعد جب کتاب نقل کر کے پیش خدمت کی تو بہت خوش ہوئے۔ ایک روز نماز عصر کے بعد مولوی غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا: حضرت میرے لئے دعا فرمائیں۔ پوچھا: کیا دعا کروں؟ عرض کیا: مجھے بعض دفعہ دردسر کا ایسا شدید دورہ پڑتا ہے کہ بے حال ہو جاتا ہوں اور نمازیں قضا ہو جاتی ہیں۔ دعا فرمائیں کہ ایک تو دردسر کی شکایت دور ہو جائے، دوسری نماز باجماعت قضا نہ ہو۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور فرمایا: قبول شد ان شاء اللہ!

مولوی غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ اس وقت بالکل جوان تھے، کل ستر سال کی عمر پائی۔ یعنی دعا کے بعد کم وبیش پچاس سال زندہ رہے، اس

Marfat.com

طویل مدت میں نہ کبھی درد سر ہوا، نہ سفر وحضر میں کبھی نماز باجماعت قضا ہوئی۔ زندگی کی آخری رات عشا کی نماز باجماعت ادا کی، تہجد کی نماز پڑھ چکے تھے کہ پیغام اجل آ گیا۔ ذکر الٰہی شروع کیا اور فجر کی نماز سے قبل جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

یہ حضرت مولانا غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے چند مریدوں کا ذکر ہے۔ ورنہ ان کا حلقہ عقیدت وارادت بہت وسیع تھا اور امرتسر تشریف لانے کے بعد پنجاب کے تقریباً تمام مقامات کے لوگ تصوف وسلوک میں انہیں اپنا کعبہ مقصود قرار دیتے تھے۔ ان کی صحبت نہایت موثر تھی، جو دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی اور قلب میں عجز وانکسار کے دروازے کھول دیتی تھی۔ (فقہائے ہند، ج:6، ص:370)

موضع خیر الدین میں مدت قیام

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کے بعد اس گاؤں کو بہت اہمیت حاصل ہو گئی تھی اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کرنے والوں کی ایک بڑی جماعت ہر وقت وہاں موجود رہتی تھی۔ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کئی مہینے اس گاؤں میں مقیم رہے۔ وہ متوکل علی اللہ بزرگ تھے۔ انہوں نے دنیوی مال ودولت کے حصول کی کبھی کوشش نہیں کی۔ اس زمانے میں بالخصوص ان کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا اور وہ تنگدستی کی زندگی بسر کرتے تھے۔

غیب کے خزانے سے نعمتوں کی آمد

حضرت الامام عبد الجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "آزمائشوں کے دور میں، جلاوطنی اور تمام جہان کی دشمنی کے زمانے میں بھی ہم اس قدر خوش حال تھے اور اس درجے اچھی زندگی بسر کرتے تھے کہ امیر شہر کو میں نے ان سے بڑھ کر خوش حال اور بہتر زندگی بسر کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ گویا **غیب سے قسم قسم کی نعمتیں ان کے سر پر برستی تھیں، وہ کون سی نعمت تھی جو ان پہاڑوں میں** آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نہیں پہنچتی تھی۔" (فقہائے ہند، ج:6، ص:374-375)

بیٹوں کا ہاتھ اللہ جل شانہ کے ہاتھ میں پکڑانا

ان کے ایک بیٹے کا اسم گرامی سید احمد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ تھا، ایک تحریر سے پتا چلتا ہے کہ وہ باپ کی ہجرت کے بعد غزنی سے روانہ ہوئے تھے اور قریہ خیر الدین میں آ کر ان سے ملے تھے۔ اس دور میں ان لوگوں کی مالی حالت بہت کمزور تھی۔ زیادہ نہیں تو چند مہینے لازماً موضع خیر الدین میں اس قافلہ خیر وصلاح کا قیام رہا۔ مولانا سید احمد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مجھے یاد ہے کہ جب میں قریہ خیر الدین میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں غزنی سے آیا تھا ایک دن محمد حسن خان کا خط جو اس نے احقر کو بلانے کیلئے بھیجا تھا والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ میری گزر اوقات تنگ ہے، اگر آپ کی مرضی ہو تو میں اس کی ملازمت کر لوں، وگرنہ صبر جمیل۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دو تین دن خاموش رہے اور غالباً جواب ملکوتی کے انتظار میں خاموش تھے۔ ایک دن جو مراقبہ سے بیدار ہوئے، مسجد میں آئے اور احقر (سید احمد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ) کو بلایا اور چند کلمات میرے سوال کے جواب میں بڑے جوش دل سے ارشاد فرمائے جو میرے دل میں فولادی میخ کی طرح گڑ گئے اور یہ جملے بطور وصیت کے ارشاد فرمائے، جو میں نے فوراً لکھ لئے تا کہ میرے اور دیگر فرزندوں اور بھائیوں کیلئے نصیحت اور عبرت ہو۔

Marfat.com

میرے بیٹے! فقیر (حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے بیٹوں کیلئے نہ تو دینار و درہم چھوڑے ہیں اور نہ ہی کوئی اور متاع دنیا کی میراث چھوڑی ہے بلکہ میں نے ان کیلئے جاہ وحشمت بھی نہیں چھوڑی۔ میں نے اپنی میراث صرف توحید الٰہی چھوڑی ہے' اس میراث کو مجھ سے قبول کرو' فقیر نے اپنے فرزندوں کو بطور امانت خدا کے سپرد کیا ہے اور ذاتِ الٰہی امین ہے، میری امانت کو ہرگز ضائع نہیں فرمائے گی۔ جب میرے فرزند تنگ دست اور محتاج ہوں تو اللہ تعالیٰ سے عرض کریں یا اللہ ہمارے والد رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے لئے دنیاوی اسباب اور روپے پیسے میں سے کچھ نہیں چھوڑا۔ **میں تیرے اس بندے کا بیٹا ہوں جو ہمیں تیرے ہاتھ میں بطور امانت سپرد کر گیا ہے۔** پس ان شاء اللہ من حیث لا یحتسب کشادگی ہوگی۔

روزانہ تلاوت قرآن کرنے کی تاکید

اور یہ بھی فرمایا کہ خبردار! ظالموں اور اہل دولت کی طرف جھکنے اور میلان سے کنارہ کش رہو، کیونکہ ان سے ہم نشینی اور ان سے میل جول، زہر قاتل ہے۔ صرف کلام الٰہی کو اپنے دل کی بہار اور نور صدر اور جلائے حزن اور ذہاب غم جانو اور ہر روز اس کا ایک حصہ پڑھو۔

اے رب میرے کر مجھ کو قائم رکھنے والا نماز کا اور اولاد میری سے' اے رب میرے اور قبول کر دعا میری۔

(بحوالہ: حیاتِ غزنوی' ص: 134 تا 136۔ از سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ)

قارئین! توحید آج بھی بیان کی جاتی ہے، اور خود کو موحد کہنے والے آج بھی ہزاروں کی تعداد میں ہیں، انکو پہچاننے کی بالکل آسان سی نشانی یہ ہے کہ جو کوئی بھی مستقل ننگے سر نظر آئے، اور جو کوئی بھی بے ادبی کے بلند مقام پر فائز ہو، سمجھ لیں کہ یہ آج کے دور کا ''پکا موحد'' ہے جو صرف ایک ''اپنی'' ذات ہی کی مانتا ہے، نہ اس کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی حیثیت، نہ اسلاف کی تعلیمات کا ادب، نہ اس کے لیے روزانہ تلاوت قرآن کی ضرورت، نہ اس کو دعا مانگنے کی محتاجی، کیونکہ یہ موحد جو ہوا، موحد کہتے ہی اسے ہیں، جو سب سے ''بے پرواہ'' ہو۔ اللہ والو۔۔۔! اوپر درج واقعہ بار بار پڑھیں، اور دیکھیں کہ ایک موحد اپنی اولاد کو کس کے سپرد کر کے مرتا ہے۔ اصلی موحد کے دل میں تو یہ یقین پختہ ہو چکا ہوتا ہے کہ یہ ساری کائنات مخلوق ہے، یہاں کا امیر بھی محتاج، فقیر بھی محتاج، تو کیوں نہ اپنی نسلوں کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیتا جاؤں، جو تمام جہانوں کی پرورش کرنے والا ہے، میری نسلوں کی پرورش بھی وہی کرے گا اور میری اولاد کو اپنے غیب کے خزانوں سے وہی پال کر دکھائے گا جو پوری کائنات کا وارث ہے۔ راقم، اولاد کیلئے بینک بیلنس، ترکہ وراثت چھوڑنے کی نفی نہیں کر رہا، لیکن کوئی تو موحد ایسا ہو، جو ان تمام اشیاء کو ''فانی مخلوق'' سمجھتے ہوئے ان پر توکل نہ کرے، بلکہ اپنی ساری امیدیں اس رب سے وابستہ کر لے جو ہمیشہ باقی رہے گا۔ جس کا بینک کبھی دیوالیہ نہیں ہوا، جسے کبھی کرائسس کا خوف لاحق نہیں ہو سکتا، اور جس کے سپرد کی گئی چیز پر کبھی تنگدستی کی خزاں نہیں آسکتی۔ صوفیاء کی توحید تو یہی ہے جسے حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے زبان سے بیان کرنے کیساتھ ساتھ عملی نمونہ بھی پیش کر دکھایا۔ پھر یہ جان کر آپکو حیرانگی ہوگی، کہ اللہ جل شانہ نے انکی اولاد کو ایسے خاص انداز سے پالا کہ انہیں ساری زندگی کسی کی محتاجی محسوس نہ ہوئی۔ جونہی حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں بند ہوئیں، انکی اولاد کو چندہ مانگے بغیر، کسی کے آگے دست سوال دراز کیے

Marfat.com

بغیر ہر طرح کی نعمتیں میسر آتی رہیں۔ نواب آف بھوپال حضرت مولانا سید صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ نے انکی وفات کی خبر سنتے ہی اس وقت کے دس ہزار روپے خچروں پر لدوا کے انکے بیٹوں کی خدمت میں ارسال کر دیے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ہدیہ، جو نفس کی طمع کے بغیر ملے، اس میں برکت ہی برکت ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نے پہلے تو وہ تمام روپیہ قبول نہیں فرمایا، لیکن بعد میں باہمی مشورہ کر کے اسی مال سے مدرسہ غزنویہ امرتسر قائم کیا، جس سے ہزاروں علمائے سلف صالحین نے قرآن و حدیث کا نور حاصل کیا۔ (بحوالہ: ہفت روزہ الاعتصام، جولائی ۱۹۹۴) شیخ الحدیث جامعہ السلفیہ حافظ مسعود عالم حفظہ اللہ کے والد حضرت مولانا محمد یحییٰ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی مدرسہ غزنویہ سے ابتداء کی تھی، پھر جب تقسیم ملک کے بعد مدرسہ غزنویہ لاہور منتقل ہوا، تو انتہائی کتابیں یہاں آ کر پڑھیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ **موحد انسان تو اپنی جائیداد کے ہوتے ہوئے بھی اللہ جل شانہ پر نظر رکھتا ہے اور اپنی نسلوں کیلئے اسی کے خزانے سے راشن کارڈ جاری کروا کر دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔**

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کا مفہوم بہت وسیع ہے جو مسافر کہیں جاتے وقت اپنے گھر والوں کیلئے پڑھتا ہے ''استودعک اللہ الذی لا اضیع ماداٸعه'' کہ میں تجھے اس کے سپرد کر کے جا رہا ہوں جس کے سپرد کی ہوئی کوئی بھی چیز کبھی ضائع نہیں ہوتی۔ موت بھی آخرت کی طرف ایک لمبا سفر ہے، کیوں نہ اس پر جاتے ہوئے بھی اپنے اہل و عیال کیلئے یہی دعا پڑھ لی جائے اور عملی طور پر موحد ہونے کا ثبوت پیش کر دیا جائے۔ اللہ والو! عقیدہ توحید اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع جس شخص میں جتنی زیادہ پائی جائے، سمجھو وہ اتنا ہی اعلیٰ درجے کا صوفی ہے۔ (از: مرتب)

علم وتصوف کا کارواں

امرتسر کے جو لوگ ان سے تعلق ارادت تھے وہ انہیں موضع خیر الدین سے امرتسر لے گئے۔ وہاں جس مقام پر علم وتصوف کا یہ کارواں جا کر اترا اس نے محلہ غزنویہ کے نام سے شہرت پائی۔ جو مسجد تعمیر کی گئی وہ مسجد غزنویہ کہلائی اور جو مدرسہ قائم کیا گیا وہ مدرسہ سلفیہ غزنویہ کے نام سے موسوم ہوا۔ مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس شہر کو مرکز بنا کر مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب وسنت کی نشر و ترویج میں بے حد کوشش کی۔ توحید الٰہی' اتباع سنت اور عقائد سے متعلق بہت سی کتابوں اور رسالوں کے فارسی اور اردو زبان میں ترجمے کرا کے شائع کئے' جس سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچا۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص:375)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی مرتبہ

حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ میرے والد مکرم حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول تھا کہ: از دیاد ہدایت کیلئے ہمیشہ ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ اور اس کے آگے گریاں و نالاں رہتے۔ یوں سمجھئے کہ ان کا تمام جسم اللہ تعالیٰ کی طرف راغب تھا اور وہ اس سے خوف و خشیت کی مکمل تصویر تھے۔ کتب محققین محدثین کی طلب میں بہت حریص تھے' بالخصوص امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کے طلب و مطالعہ کے بے حد شائق تھے۔ ہر صورت میں ان کی تصانیف حاصل کرنے کی کوشش کرتے اور ان کے مطالعہ سے کبھی سیر نہ ہوتے۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت میں فرمایا کرتے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جس دن نور تقسیم ہوا' امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو نور کا ایک بڑا

Marfat.com

حصہ ملا۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''زاد المعاد'' سے بالخصوص انہیں پیار تھا' اسے ہر قیمت پر حاصل کرنے کی سعی فرماتے۔ پورے انہماک سے اس کا مطالعہ کرتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ یا ارحم الراحمین: زاد المعاد کو میرے لئے توشۂ آخرت بنا۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص:376)

قبولیت دعا میں جلدی

اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول کرنے میں بڑی جلدی فرماتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مستجاب الدعوات ہونا ہندوؤں میں بھی مشہور تھا۔ ان کا تصوف مبنی بر کتاب وسنت تھا اور ان کی ولایت احکام الٰہی اور فرامین رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم آہنگ تھی۔ ان کی قبولیت دعا کی اصل وجہ یہی تھی کہ ان کا معاملہ براہ راست اللہ تعالیٰ سے تھا اور جو بات دل سے نکلتی تھی وہ اپنے اندر خلوص اور للہیت رکھتی تھی۔

تلاوت قرآن اور ادعیہ ماثورہ

زیادہ تر تلاوت قرآن مجید میں مصروف رہتے یا ان دعاؤں کا ورد کرتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں اور ادعیہ ماثورہ کہلاتی ہیں۔ زندگی کے ابتدائی دور میں ایسے وظائف بھی پڑھتے تھے، جو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود نہیں ہیں' لیکن صوفیاء سے منقول ہیں۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص:377)

غریبوں کی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے محبت

نہایت سخی اور کھلے دل کے مالک تھے' دنیا کے مال وزر کو کوئی اہمیت نہ دیتے' سینکڑوں روپے ان کے پاس آتے' لیکن جس وقت آتے اسی وقت لوگوں میں بانٹ دیتے' چونکہ بہت زیدہ سخاوت اور دریا دلی کا مظاہرہ فرماتے' اس لئے یتیم اور مسکین نہایت بے تکلفی سے روپیہ طلب کرتے۔ جس وقت کوئی رقم آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہوتی مستحق لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ اور دامن سے فوراً کھینچ لے جاتے۔ ان کی اس بے تکلفی اور دلیری پر آپ رحمۃ اللہ علیہ مسکرا دیتے' کسی کو کچھ نہ کہتے۔ جن لوگوں کو کچھ نہ ملتا وہ آپ کی جیبیں ٹٹولتے اور ہاتھ اور رومال وغیرہ کی تلاش لیتے کہ شاید کچھ مل جائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہنستے اور مسکراتے ہوئے ان کو کپڑے اور جیبیں ٹٹولنے کا پورا موقع دیتے۔ مستحقین سے کہتے کہ اب کوئی چیز باقی نہیں رہی' سب کچھ تقسیم کر دیا گیا ہے' پھر کچھ آیا تو ان شاء اللہ تمہیں ضرور دیا جائے گا۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص:378)

سزا دینے والے کیلئے دعا

کسی سے کوئی عداوت اور دشمنی نہ رکھتے۔ کوئی شخص اگرچہ بھی تکلیف پہنچاتا' اسے فوراً معاف کر دیتے۔ عفو و درگزر ان کا شیوہ تھا۔ مولانا قاضی عبدالاحد خان پوری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم اور ان کے مرید تھے انہوں نے ایک دن درخواست کی کہ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ایمان واستقامت عطا فرمائے۔ فرمایا: میں اس شخص کیلئے بھی دعا کرتا ہوں' جو کابل میں نہایت سختی سے مجھ کو مارتا پیٹتا

کیفیتِ احسان

محبانِ خدا کی ہم نشینی سے انسان مقامِ انابت وخشیت تک پہنچتا ہے اور اسے ایمان کے اعلیٰ مرتبہ یعنی کیفیتِ احسان میں استقامت حاصل ہو جاتی ہے۔

(مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

تھا۔ میں اللہ تعالیٰ سے اس کیلئے التجا کرتا ہوں کہ ''اے اللہ! اس کو معاف فرما اور جنت میں داخل کر' کیونکہ وہ جاہل تھا' کوئی بات جانتا نہ تھا''۔ مولانا عبدالاحد خان پوری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: جب اپنی جان کے دشمنوں کے ساتھ میرا یہ رویہ ہے اور ان کیلئے دعا کرتا ہوں تو آپ کیلئے کیوں نہ کروں' ضرور کروں گا''۔ فرمایا میرے دل سے بے اختیار تمام مسلمانوں کیلئے دعا نکلتی ہے' آدم سے لے کر اب تک میں سب کیلئے دعا گو ہوں۔ میں ان کافروں کیلئے بھی ہدایت کی دعا کرتا ہوں جو زندہ ہیں۔ فرمایا کرتے کہ جن لوگوں نے مجھے مختلف قسم کی تکلیفیں پہنچائیں اور گوناگوں آلام میں مبتلا کیا میں نے ان سب کو معاف کر دیا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میری وجہ سے کسی کو نہ پکڑے۔

مار کے نشان ظاہر نہ ہونے کی کرامت

جب علمائے سوء اور ارکان حکومت آپ کی زدوکوب اور تشہیر سے فارغ ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بیٹوں سمیت قید خانے میں لے گئے تو بعض احباب نے کہا کہ اس زدوکوب کا کچھ علاج کرنا چاہئے' ورنہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جان کو خطرہ ہے لیکن جب کپڑا اٹھا کر پشت کو دیکھا تو نہ کوئی جگہ سرخ ہوئی تھی اور نہ مار پیٹ کا کوئی نشان تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی چوٹ نہیں لگی۔ فرماتے تھے کہ **گرفتاری کے بعد کابل کے ایک بہت بڑے پہلوان کو مجھے زدوکوب کرنے کیلئے مقرر کیا۔ وہ اس زور سے مارتا تھا کہ اگر ہاتھی کو بھی مارا جاتا تو وہ تاب نہ لاسکتا' لیکن مجھے قطعاً کوئی احساس نہ تھا کہ وہ مجھے مار رہا ہے یا کسی اور کو۔** امرائے کابل میں سے ایک امیر کا نام عالم گل خاں تھا' وہ کہا کرتا تھا کہ مجھے اسی واقعہ کی وجہ سے ان کے ولی ہونے کا کامل یقین ہو گیا کہ جس قدر مار انہیں پڑی ہے اور جو بے پناہ سختی ان پر کی گئی ہے اگر میرے ہاتھی پر کی جاتی اور اسے اس بے دردی سے مارا جاتا تو بخدا وہ ہلاک ہو جاتا لیکن اس شخص کو باوجود اس قدر جسمانی ضعف اور کبرسنی کے کچھ نہیں ہوا۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص:378)

کئی دن مسلسل نماز جنازہ

حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے 15 ربیع الاول 1298ھ/ 15 فروری 1881ء کو منگل کی آدھی رات کے وقت وفات پائی اور بدھ کے روز زوال آفتاب کے بعد نماز ظہر سے پہلے دفن کئے گئے۔ بہت بڑی کثرت کے ساتھ لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ انسانوں کا اس قدر اژدہام تھا کہ بازار بند ہو گئے تھے۔ ہر طبقہ وخیال کے لوگ کثیر تعداد میں شریک جنازہ تھے۔ غریب' امیر' رئیس' علما سب موجود تھے اور جنازے کو اٹھانا اور کندھا دینا ہر ایک کیلئے ممکن نہ رہا تھا۔ مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی سچائی کا اس دن پتا چلا کہ ''الفرق بیننا و بین اھل البدع یوم الجنائز'' یعنی ہمارے اور اہل بدعت کے درمیان فرق جنازوں کے دن معلوم ہوتا ہے۔

کئی دن لوگ ان کی قبر پر نماز جنازہ پڑھتے رہے اور روتے اور آنسو بہاتے رہے۔ ہندوستان کے اکثر شہروں میں ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ ان کا مرقد امرتسر میں دروازہ سلطان ونڈ کے باہر عبدالصمد کاشمیری کے تالاب کے کنارے ہے۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص:379-380)

Marfat.com

رشتہ داری میں احتیاط

حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے فرزندان گرامی سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور یہی ان کا شعار اور یہی ان کی پہچان تھی۔ وہ بہت بارعب' خوب رو' وجیہ اور حسین وجمیل لوگ تھے۔ علم وفضل اور فہم وفراست کی دولت سے بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو خوب نوازا تھا۔ للّٰہیت' خوف خدا اور تقوے کی نعمت سے بھی مالا مال تھے۔ عزت وتکریم سے بھی حصہ وافر عطا ہوا تھا لیکن اس کے باوجود نہایت منکسر اور متواضع تھے۔ ان سے برصغیر کے بعض نوابوں اور رئیسوں نے رشتہ داریاں قائم کرنے کی کوشش کی اور کئی اونچے اونچے خاندان ان سے تعلقات مناکحت پیدا کرنے کیلئے ساعی ہوئے' مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ نہ کسی دولت مند کو لڑکی دی اور نہ کسی امیر کے گھر اپنے کسی بیٹے کی شادی کی۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص:386)

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص مرید

آخر میں عرض کرنا ضروری ہے کہ حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے میں حافظ محمود کا ذکر ایک سے زائد مرتبہ آیا ہے۔ امرتسر میں مستقل سکونت سے قبل حصول حدیث کیلئے دہلی جاتے ہوئے بھی حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ان کے ہاں مقیم رہے اور انہیں تلقین فرمائی۔ واپسی پر بھی ان کے ہاں تشریف لائے اور ایک سال اقامت اختیار کئے رکھی۔ حافظ محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے بہت ہی مخلص مرید تھے اور باقاعدہ عالم تھے۔ امرتسر میں باغ والی مسجد کے امام تھے۔ واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے پرانے تعلقات تھے اور دونوں ایک وسرے سے متاثر تھے۔ جبھی تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اس درجے اہمیت دی کہ دو مرتبہ ان کے پاس تشریف لائے اور طویل عرصہ تک اقامت گزیں رہے۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص:388)

نماز میں خشوع حاصل کرنے کی غزنوی ترکیب

قارئین! کچھ دن پہلے اسلاف اہل حدیث کا ایک گمشدہ خزانہ ہمارے ہاتھ لگا تو سوچا یہ امانت بھی آپکے سپرد کر دی جائے۔ ذیل میں حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خطوط درج کیے جا رہے ہیں جو کم وبیش پونے دوصدیوں سے غزنوی خاندان میں روحانی وراثت کے طور پر منتقل ہو رہے تھے۔ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ سے لکھے ہوئے یہ خطوط ہمیں ایک لائبریری سے ملے جن میں تصوف، روحانیت، فکر آخرت، اہل وعیال کو نماز، تلاوت قرآن، اور وظائف پڑھنے کی تلقین، اور معرفت وطریقت کے ایسے بھید پوشیدہ ہیں، جن پر عمل پیرا ہو کر غزنوی خاندان میں نسل در نسل ولایت منتقل ہوتی رہی۔ اس کے ساتھ ہی حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے پہلے لکھی جانیوالی سوانح حیات، جو انکے خلیفہ وجانشین حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کی تھی، اس میں سے چند ضروری باتیں شامل کتاب کی گئی ہیں جو حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معلومات میں نہ آسکیں۔ پروفیسر سید جنید غزنوی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ (خطیب جامع مسجد ومدرسہ غزنویہ، شیش محل روڈ لاہور) اپنے خطبات جمعہ میں ایک بات اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ ہمارے اسلاف تو اپنے نمازیوں اور عقیدت مندوں کو نماز میں خشوع وخضوع

Marfat.com

پیدا کرنے کی باقاعدہ مشق کروایا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ نماز میں دھیان قائم کرنا چاہتے ہو تو وضو ہی سے دل کو متوجہ کر لیا کرو'۔ آیئے، باکمال غزنوی خاندان کی وہ نماز سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں، جس کو فی الحقیقت نمازِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کہا جا سکتا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ o الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ o (المومنون:1)

تحقیق بیڑا پار ہوا ان ایمان والوں کا جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔

نماز میں جو خشوع حاصل کرنے کیلئے آیہ کریمہ میں حکم کیا گیا ہے اس کیلئے پہلے ضروری ہے کہ وضو میں دل کو حاضر کرے، ورنہ ممکن نہیں ہے کہ نمازی کا دل نماز میں حاضر ہو۔ اور وضو میں عاجزی کرنے کا مدار اس پر ہے کہ ہاتھ دھونے کے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے۔ اس کے بعد حدث کے دور کرنے اور نماز کے جائز ہونے کی نیت اور ترتیب اور مولات کی رعایت میں لاوے۔ کیونکہ یہ آغاز ہے' ظاہر جسم کے دھونے کا، حدث اور خبث سے جو لوگوں کا نظارہ گاہ ہے۔ اور ایک نجاست کی دوسری قسم ہے جو انہی جوڑوں کے ساتھ متعلق ہے اور خالص توبہ کے سوا ان گناہوں کی نجاست کا دور کرنا ممکن نہیں ہے۔ پس جوڑوں کے ملنے اور دھونے میں ہر جوڑ کے گناہوں سے جدا جدا دل سے توبہ اور رجوع کرے' **مثلاً ہاتھ دھونے کے ابتدا میں یہ لحاظ کرے کہ یا اللہ! میں نے تیرے غیر سے ہاتھ دھو لئے اور مسواک کرنے کے وقت دانتوں کے گناہوں سے توبہ کرے** اور کلی کے وقت ہونٹوں اور زبان کے گناہوں سے اور ناک میں پانی ڈالنے کی وقت ناک کے گناہوں سے توبہ کرے اور منہ دھونے کے وقت غیر کی طرف توجہ کرنے اور آنکھوں کے گناہ سے توبہ کرے اور ہاتھوں کے دھونے کے وقت قتل کرنے اور چوری اور رشوت ستانی اور خیانت اور نامحرم کو ہاتھ لگانے اور محرمات کو پکڑنے اور مومن کو ایذا دینے سے توبہ کرے۔ مومن کو ایذا دینا خواہ ہاتھ سے ہو یا ہاتھ کے سوا' اور سر کے مسح کے وقت واہی تباہی تفکرات سے توبہ کرے۔ خواہ فکر ذات میں ہو یا صفات وغیرہ میں، وہ سوءِ معرفت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور کانوں کے مسح کے وقت نامشروع باتوں کے سننے سے توبہ کرے اور پاؤں کے دھونے کے وقت ان گناہوں سے توبہ کرے جو چلنے کے ساتھ متعلق ہیں اور دین میں ثابت رہنا مانگے اور اسی طرح ہر جوڑ کے دھونے میں گناہوں سے توبہ اور مامور کی توفیق طلب کا لحاظ رکھے اور یہ دعا ماثورہ جس کا وضو کے آخر میں پڑھنا ثابت ہوا ہے' اسی طریق کی طرف راستہ بتاتی ہے۔

اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين۔

الٰہی بنا مجھ کو توبہ کرنے والوں سے اور شامل کر مجھ کو پاکی حاصل کرنے والوں میں۔

جب نماز کیلئے جاوے تو خیال کرے کہ مناجات کیلئے اپنے مالک کے سامنے جاتا ہوں اور میں اس سے پہلے حضوری سے فرار تھا اور اب اس نے سچی پکار اور اس کی طرف بلانے والی اذان کے ساتھ اپنی مہربانی سے مجھے طلب کیا اور بلا مشقت اور کسی دربان کی منت اور وکالت کے بغیر اپنے در پر آنے کی توفیق بخشی اور فرمایا کہ خود بخود ہماری جناب میں آ کر عرض کر۔

بر در آمد بندہ بگریختہ — آبروئے خود ز عصیاں ریختہ

پھر چاہیئے کہ اپنی ہمت کو جمع کر کے اپنے آپ کو اور باقی ماسوی اللہ کو اللہ تعالیٰ کی کبریائی کے تحت میں فانی جان کر اللہ اکبر کہے اور کانوں تک ہاتھ اٹھاوے اور ہاتھ باندھنے کے وقت ایسا سمجھے کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں سرگوشی کہنے کیلئے کھڑا ہوں

Marfat.com

ہوں اور میرا سارا بدن عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہے۔ پھر معنوں کا خیال کر کے ثنا پڑھے اور خطابوں سے لذت اٹھاوے۔ اس طرح کہ میں اپنے مالک سے باتیں کرتا ہوں' جب سبحانک اللھم کہے تو یہ سمجھے کہ اس کی ذات جمیع عیوب سے منزہ اور مقدس ہے اور وبحمدک کہنے کے وقت یہ سمجھے کہ میں اللہ تعالیٰ کی صفات ثبوتیہ پر تعریف کرتا ہوں اور جب وتبارک اسمک کہے تو یہ سمجھے کہ میں اس کے نام کو مبارک جانتا ہوں وتعالیٰ جدک کہنے کے وقت اس کی ذات کو بلند سمجھے اور ولا الہ غیرک سے یہ سمجھے کہ میں اس کی عبادت میں مخلص ہوں اور اس کے سوا کوئی اس لائق نہیں ہے جس کی عبادت کی جاوے۔ پھر اعوذ پڑھ کر حاسد رجیم سے پناہ پکڑے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر برکت حاصل کرے اور الحمد للہ کہہ کر شکر کے دریا میں داخل ہو جاوے اور رب العالمین کہنے کے وقت یہ سمجھے کہ مجھ کو اور میرے آباد واجداد و جمیع مخلوقات کو اس کی تربیت شامل ہے (یعنی وہ میری، میرے آباد اجداد کی اور تمام مخلوقات کی پرورش کر رہا ہے) اور اس کی ربوبیت کے شان کی طرف متوجہ ہو جاوے اور الرحمٰن الرحیم کہہ کر اس کی عام رحمت سے اس کی رحمت خاصہ کا امیدوار بنے اور مالک یوم الدین کہنے کے وقت اپنے اعمال پر جزا سزا ملنے سے ڈرے اور ایاک نعبد وایک نستعین کہہ کر اپنا اخلاص ظاہر کرے اور مخلوق اور دنیا اور شیطان ونفس سے جو سیدھی راہ سے کھینچ لیتے ہیں۔ اھدنا الصراط المستقیم کہہ کر فریاد کرے اور منعم علیھم سے پیغمبر اور صدیق اور شہید اور نیک بختوں کو مراد رکھے اور مغضوب علیھم سے وہ لوگ مراد رکھے جو ہدایت کی استعداد نہیں رکھتے اور ضالین' سے وہ مراد رکھے جو باوجود استعداد کے گمراہ ہیں اور آمین کے ساتھ سوال مذکور کی تاکید چاہے۔ یعنی سورۃ فاتحۃ الکتاب میں جو صفتیں شمار کرتا ہے ان کے شمار کے وقت ایسا خیال کرے کہ جیسے فقیر سخی کے دروازے پر اس کی سخاوت کی صفتیں بیان کرتا ہے۔ اس خیال سے کہ اس صفت سے مجھ کو فائدہ حاصل ہوگا۔ اسی طرح میں بھی اس کی عنایات کا امیدوار ہوں اور دل کا کاسہ ہاتھ میں لے کر اللہ تعالیٰ کی صفتوں کا شمار کرتا ہوں۔ اسی طرح معنوں کا خیال کر کے فاتحہ کے ساتھ ایک سورۃ ملا دے اور اللہ اکبر کہے۔ یعنی یوں خیال کرے کہ یہ میرا کھڑا ہونا کب اس کی کبریائی کے لائق تھا؟ پھر پیٹھ ٹیڑھی کر کے رکوع کرے' اس کے حکموں کو قبول کرنے کیلئے اور سبحان ربی العظیم کہنے میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا لحاظ کرے اور اس کلمہ کو بار بار پڑھے حتیٰ کہ جمعیت ہو جاوے' یعنی اس ہیئت میں جو چوپاؤں کی طرح ہے۔ اس کی عظمت سے ذوق اٹھاوے' سبحان ربی العظیم کہہ کر لذت اٹھاوے اور قومہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اقرار جو میں نے تنزیہہ اور عظمت کے ساتھ کیا، استقامت رکھتا ہوں اور چونکہ اس کی عظمت پر حمد کرنے کے اور ادائے حق سے اپنے آپ کو قاصر سمجھتا ہوں، اب سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر امیدوار ہو جاوے یعنی سنتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کی دعا جو اس کی تعریف کرتا ہے۔ اگرچہ اس کی عظمت کے لائق تعریف کرنا محال ہے پھر کہے ربنا لک الحمد اور اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جاوے اور یہ خیال کرے کہ جیسے غلام اپنے مالک کی قدم بوسی کیلئے گر جاتا ہے اور اس کے قدم چوم لیتا ہے۔ میں اپنے مالک کے آگے سجدہ میں جاتا ہوں اور سجدہ کرنے کے ساتھ جو نفس کو ایک قسم کا فخر آجاتا ہے کہ میں نے عبادت کا حق ادا کر لیا اس کے دور کرنے کیلئے کہے ''سبحان ربی الاعلیٰ''، یعنی میرا مالک اس سے برتر ہے کہ اس کی عبادت کا حق ایک سجدہ کے ساتھ ادا ہو جاوے اور اسی خیال کے دفع کرنے کیلئے اول اور آخر میں تکبیر کہے اور اس کی کبریائی اور بلند کو یاد کرے' پھر جلسہ میں بیٹھے اس خیال سے کہ حضوری کی ہیبت سے ہوش باختہ ہو گئے۔ ارشاد ہوا کہ

Marfat.com

اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر عرض کرو۔ یہ عاجز دوسری بار بارگاہ الٰہی کی عالی شانی دیکھ کر سجدہ میں مشغول ہوئے اور قعدہ میں یہ خیال کرے کہ بیٹھنے کی اجازت پائی میں نے اور معنوں کا خیال کر کے التحیات پڑھے اور چونکہ اس کچہری میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل حاضر ہوا ہے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنا ضروری ہے اور رخصت کے وقت اپنے لیے اور صاحب حقوق کیلئے دعا کر کے بخشش مانگے اور سلام کہے، السلام علیکم ورحمۃ اللہ اس لئے کہ نماز میں مناجات کرنے کیلئے مخلوق سے غائب ہو گیا تھا، پھر جب ان کی ملاقات کا وقت آئے تو ان کو اور فرشتوں کو سلام کہے۔ پھر بلا کم وکاست پڑھے۔

اللھم انت السلام ومنك السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام۔

الٰہی تو سب نقصانوں سے پاک اور سب عیبوں سے بری ہے اور تو ہی سب برائیوں اور بلاؤں سے بچا سکتا ہے تو بابرکت ہے۔

پھر یہ دعا پڑھے جس کے پڑھنے کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا:

اللھم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك۔

الٰہی میری مدد کر کہ میں تیرا ذکر کروں اور تیرا شکر کروں اور تیری اچھی عبادت کروں۔

پھر آیت الکرسی اور سورہ اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے اور تین بار استغفار پڑھے اور تینتیس بار سبحان اللہ اور تینتیس بار الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر اور ایک بار کلمہ توحید یعنی:

لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریك له له الملك وله الحمد وھو علی کل شیءٍ قدیر۔

نہیں ہے کوئی عبادت کے لائق اللہ تعالیٰ کے سوا جو اکیلا ہے اسی کیلئے بادشاہی اور اسی کیلئے حمد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

راہ سلوک کے مبتدی اور منتہی میں فرق

اور اس کلمہ توحید کو صبح وشام کے وقت دس دس بار پڑھے اور یہ اوراد صحیح حدیثوں کے ساتھ حصن حصین اور اذکار نووی وغیرہ میں ثابت ہیں اور اسی قدر مختصر لکھا گیا ہے جو مبتدی کے مناسب حال تھا اور حضور کیلئے بعض شغل جو منتہی موافق کے ہیں۔ مبتدی کی طبیعت ان سے پریشان ہو جاتی ہے۔

من لم یذق لم یدر۔ جو شخص مزہ نہیں چکھتا وہ نہیں جانتا۔

اسلاف کی تابعداری نہ کرنا، دین میں تحریف کا سبب

اور جان لینا چاہیے کہ تین پردے ہیں جو اس راہ سے روکتے ہیں: طبیعت کا پردہ، رسم کا پردہ اور جہالت کا پردہ تذکیر الاخوان کا نسخہ جو تقویۃ الایمان کا دوسرا باب ہے، رسوم نامشروعہ کی جڑ کاٹنے کیلئے کافی ہے اور حصن حصین کی دعاؤں استعمال وافی اور جان لو کہ رسم وہ کام ہے جو شرعی دلیل کے سوا رواج پا جاوے اور طبیعت کے پردہ کیلئے حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ کی کتاب احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت شافی ہیں اور سوء معرفت کے پردے کا علاج توحید کی کتابیں ہیں۔ دین میں

Marfat.com

تحریف واقع ہونے کے نو سبب ہیں: ایک سستی ہے' دوسرے روایت نہ کرنا اپنے دین والے سے اور سلف کی تابعداری نہ کرنا' تیسرے منکرات کا پھیلنا' چوتھے علم والوں کا حق کہنے سے چپ کر جانا اور وہاں سے ہجرت نہ کرنا' پانچواں تعمق' چھٹا تشدد' ساتواں بلا دلیل شرعی کسی کام کو اچھا سمجھنا' آٹھواں رسموں کی تابعداری کرنا' نواں ایک دین کا دوسرے دین میں مل جانا۔

(بحوالہ: حیاتِ غزنوی' ص:40 تا 45۔ از سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ)

مزارات پر دیر تک دعائیں کرنا

دہلی میں مولوی فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے قوالوں میں سے ایک شخص نے حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی اجازت کے بغیر خوش آواز کے ساتھ ایک غزل پڑھی۔ بے ذوق ہو کر چپ ہو رہے' اس کے جانے کے بعد فرمایا: اس کی غزل نے کچھ لذت نہ دی اور ایسی غزلوں کا سننا قرآن مجید کی لذت کو کھینچ لیتا ہے اور راستے میں امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر جو راستے سے تین کوس کے فاصلے پر واقع ہے، ہم گئے۔ کسی نے سوال پوچھا کہ مولوی صدر سرہندی صاحب رحمہ اللہ ایسے مزاروں پر جانے سے منع کرنے میں بہت مبالغہ فرماتے ہیں کیونکہ وہاں بدعات کا ہجوم ہوتا ہے، جیسے گنبد اور چراغ وغیرہ اور ایسے مزار پر جانا جائز نہیں، جہاں یہ بدعتیں موجود ہوں جیسے اس ولیمہ کی دعوت میں جانا جائز نہیں ہے جہاں ڈھول ڈھمکا ہو۔ جواب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے کہ ولیمہ میں تو وہی لوگ منہیات کے مرتکب ہوتے ہیں جو صاحب ولیمہ ہیں۔ اس لئے وہ زجر اور توبیخ کے لائق ہیں اور اس جگہ ان حضرتوں نے تو لوگوں کو بدعتوں کا حکم نہیں دیا۔ پس اپنے آپ کو اس عذر کے ساتھ زیارت سے ہٹانا اور ان کو دعا کے فائدے سے محروم کرنا مناسب نہیں ہے۔ پھر وہاں گئے اور اس قدر کھڑے ہو کر دعا کی کہ مجھ کو کھڑے ہونے کی طاقت نہ رہی۔ وہ ایسی حالت تھی جس کو میں بیان نہیں کر سکتا لیکن چونکہ ان کی حالت کا پرتو تھا، اس لئے وہ برقرار نہ رہا اور سب حضرتوں کے مزار جیسے خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ہم نے دیکھے اور کھڑے ہو کر دعائیں کیں۔

(بحوالہ: حیاتِ غزنوی' ص:52۔ از سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ)

مرشد کا پسندیدہ مراقبہ

فرماتے تھے کہ علامہ حبیب اللہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ معیت کا مراقبہ مجھ کو سب مراقبوں سے پسند آتا ہے اور یہ بھی بتایا کہ مرشدی علامہ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں اس قدر انکسار غالب تھا کہ لوگوں پر بھی اسکا اثر ہوتا تھا کیونکہ وہ ربانی عالموں میں سے تھے۔ مولانا ولی اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی طرح۔

(بحوالہ: حیاتِ غزنوی' ص:53۔ از سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ)

مشکلات میں رہنمائی کے الہامات

فرماتے تھے مجھ کو الہام ہوا تھا کہ دین کے مشکل مسئلوں کا ان سے استفسار کیا کرو یہاں تک کہ جو مشکل اور صعوبت کہ دین میں پیش آتی اس کا میں ان سے سوال کرتا اور آپ جواب دیتے اور ان مسائل کا ایک مجموعہ بن گیا تھا اور فرماتے تھے کہ مجھے

Marfat.com

الہام ہوا ہے کہ قرآن مجید میں فکر کرنے کیلئے فوز الکبیر فی اصول التفسیر کا مطالعہ کیا کروں۔

مریدین میں مجذوب اور کاملین فی اسلوب

آپ کے مختلف تابعداروں اور مریدوں کی ایک جماعت سنت کے زندہ کرنے پر متفق اور حریص تھی اور مذاق ایمان کے ساتھ ذکر الٰہی کی حلاوت چکھ چکی تھی اور بعض غلبہ حال کی وجہ سے مجذوب ہو چکے تھے اور بعض فنا کے مقام اور سلوک کے مقامات کی انتہا کو پہنچ چکے تھے اور سنت سنیہ کی تابعداری اختیار کر چکے تھے۔ (بحوالہ: حیاتِ غزنوی ص:53۔ از سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ)

لطائف جاری ہونے کا شرعی حکم

فرماتے تھے کہ اگر لطائف کا شغل وسیلہ جان کر کرے تو جائز ہے اور اگر مقصود جانے تو بدعت ہے اور اسم ذات کی تلقین میں ان کا طریق تمام مشائخ کے طریق سے جدا تھا اور جوش بھی علیحدہ۔ خصوصاً لطیفہ اخفیٰ بہت جوش کے ساتھ آتا' جب لطیفہ' قلب کا سبق دیتے تو فرماتے کہ اپنے دل کو ایک ریت کا ڈھیر خیال کر کے اسم ذات کو ریت کے ہر دانہ سے نکالو اور لطیفہ قالب یعنی سلطان الذکر میں بھی آپ جدا طریق سکھلاتے کہ اپنے تمام جسم کو ایک ریت کا ڈھیر تصور کر کے اسم ذات کا ذکر کرو

چشتی وظائف میں سے پسندیدہ ذکر

سورہ فاتحہ کے پڑھنے میں بہت کوشش فرماتے۔ معنوں کے لحاظ اور آیتوں کو بار بار پڑھنے کی شرط کے ساتھ اور وصیت کرتے تھے کہ اپنے تابعداروں میں سے ہر ایک شخص کو سکھلاؤ اور چشتیہ کے ذکروں میں سے اللہ الصمد کے ذکر کو بلحاظ معنے بہت مفید جانتے تھے اور دورہ کا طریق جو بعض لوگوں کو سکھلاتے تو فلک چہارم کی سیر یا فوق عرش کی سیر پر دلالت نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفتوں یعنی سمیع' بصیر' قدیر' علیم وغیرہ میں فکر کرنے کی تاکید فرماتے۔

مریدوں کے کشف سے بیزاری

حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ مریدوں کے کشف سے ڈرتے تھے کیونکہ یہ بعض لوگوں کے حق میں مجازی فیض سے روک ہو جاتا ہے اور اگر کوئی شخص ذکر کے وقت حرکت یا بے چینی یا اضطراب کرتا تو اس کو زجر کے ساتھ منع فرماتے۔ ایک دن فقیر نے سوال کیا کہ یہ شخص تو رعشہ والوں کی طرح حرکت کرتا ہے اور آپ زجر کے ساتھ منع فرماتے ہیں۔ فرمایا: کہ شاید ہوائے نفسانی کا شائبہ اس کے ساتھ نہ مل جائے۔

اسمائے حسنیٰ کا روح پر اثر

ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت کی کہ وہ مریدوں کو اسماء الحسنیٰ کے ورد کی تعلیم کرتے اور چالیس دن کے بعد ان سے سنتے۔ جس اسم کے ان کی طبیعت میں تغیر آنے لگتا وہی اسم تعلیم فرماتے۔ فرمانے لگے کہ اس عاجز کی دانست میں اس کی استعداد کے مطابق اسم ذات ہے' پھر کسر نفسی کرتے تھے کہ میں کیا ہوں اور میری سمجھ کیا ہے اور کبھی فرماتے یہ کیا مسلمانی ہے یا کیسا ایمان؟ اور بار بار اپنا انکسار ظاہر کرتے۔

Marfat.com

مریدوں کی نزاکت روحانی

کسی کے سامنے اس کی تعریف نہ کرتے اور ہر قسم کی تربیت سنت سنیہ کے مطابق کرتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں کا یہ خاصہ ہے کہ چھوٹی سی سنت چھوڑنے یا ناجنس کی صحبت اختیار کرنے یا شبہ والا کھانے کے ساتھ مکدر ہو جاتے ہیں اور یہ لطافت کی علامت ہے نہ ضعف نسبت کی، اور فرماتے تھے کہ جلدی کرنا طالب کو مضر ہے، بلکہ کام شروع کرے ساتھ بہت التجاء کے اور عبادت کئے جاوے۔ (بحوالہ: حیات غزنوی، ص:54 تا 55۔ از سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے نایاب مکتوبات

ہدایت اللہ مرحوم (مرید) کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عائذ باللہ عبداللہ کی طرف سے سید الانام کی سنت سلام مسنون کے بعد ہدایت اللہ کو یہ واضح ہو کہ دنیا چند روز ہے، انجام کار اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے اور پروردگار عالم نے قرآن عظیم فرقان حمید میں ارشاد فرمایا کہ دنیا لہو ولعب اور زینت و تفاخر و تکاثر ہے اس لئے عقلمند انسان کو چاہیے کہ یہ چند روزہ زندگی لہو ولعب میں نہ گزارے اور اپنی اس زندگی کو غنیمت کبریٰ سمجھ کر اپنے مولیٰ کی رضا حاصل کرنے اور رات دن عبادت کرنے میں صرف کرے۔

جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ (الذاریات:53)

اور انہیں پیدا کئے میں نے جن اور آدمی مگر اس لئے کہ میری عبادت کریں۔

بندہ وہی ہے جو بندگی اختیار کرے اور یہ عاجز بھی اپنے مولا کا حقیر بندہ ہے اور تم بھی اپنے خالق کے ناچیز بندے ہو، غور وفکر کرو اور سوچو کہ دنیا میں کس قدر فتنہ وفساد ہے اور دنیا میں جی لگا کر رہنا کس قدر زہر قاتل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فتنہ اور فساد سے پرہیز کا حکم فرمادیا ہے۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ -(الانفال:25)

ترجمہ: اور بچتے رہو اس فساد سے کہ نہ پڑے گا تم میں سے ظالموں پر چن کر، اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ مومن کو چاہیے کہ فتنہ وفساد کے وقت شہروں کو چھوڑ کر کوہ وصحرا میں چلا جائے۔ اگر کوئی سامان بھی نہ ہو تو کسی درخت کے نیچے ڈیرہ ڈال کر گزارہ کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں مصروف ومشغول رہے تا آنکہ دنیا کو چھوڑ جائے اور فتنہ وفساد سے یکسو ہو جائے۔ (بحوالہ: مکتوبات عارف باللہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ۔ ص: ۸۳، از: شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

سلفی درویش کی اللہ جل شانہ سے مناجات

یا ارحم الراحمین این رضاک ایاک نعبد وایاک نستعین یامن ھو المعبود المشکور فی الحقیقۃ اذلا منعم سواہ وکل نفع یجری علی ید غیرہ فھو الذی اجراہ۔

اے ارحم الراحمین تیری خوشی کس کام میں ہے تیری ہی عبادت کرتے ہیں ہم اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اے وہ ذات جو وہی معبود ہے درحقیقت اسی کا شکر بجالانا چاہئے کیونکہ کوئی نہیں انعام کرنے والے اس کے سوا اور جو فائدہ اس کے سوا دوسرے کے ہاتھ سے پہنچتا ہے اس کا پہنچانے والا وہی ہے۔

شاید کہ بینم رخ لیلےٰ بہ بہانہ۔
شاید اسی طریق سے ہی لیلےٰ کو دیکھ سکوں

اے زندہ از ازل تا ابد، اے مخلوقات کے تھامنے والے، تیری خوشی کس کام میں ہے‘ اے بزرگی اور عزت والے! تیری خوش کس کام میں ہے‘ تو رحم کر اس بے قرار پر کون دعا قبول کرے تیرے سوا؟ تو مجھے توحید پر ثابت رکھ، میری عزت اور روح قربان ہے تجھ پر۔ تو غالب مہربان ہے اور میں ذلیل ملامت میں پڑا ہوں‘ تو رحم کر ذلیل پر‘ ذلیل کو تیرے سوا کون عزت دے سکتا ہے‘ تو زور آور مضبوط ہے اور میں ضعیف بیچارہ ہوں، تو بے چارے پر رحم کر میرا تیرے سوا کون مالک ہے‘ تو ہمارا آقا ہے اور ہم تیرے غلام ہیں‘ پھیر دے بندوں کے دلوں کو اس چیز سے جو تیرے سوا ہے‘ ثابت رکھ ہم کو توحید پر اے وہ ذات جس نے ہم کو اس کا راستہ دکھایا اگر تیری راہداری نہ ہوتی تو ہم تیرا راہ نہ پاتے‘ یہ میری مسافرت ہے اور میری تکلیف ہے۔ اے وہ ذات جو اپنے بندوں پر مہربان ہے، رحم کر غریبوں پر کون میرا مالک ہے سوا تیرے۔ نہ میری عزت ہے نہ ذلت‘ اے وہ ذات جس نے ہم کو اپنی راہ دکھا کر عزت بخشی ،عزت تیری ہی راہ میں ہے اور ذلت تیرے سوا دوسروں کے راہوں ہیں۔ رحم کر بے قرار پر کون دعا قبول کرے سوا تیرے؟ اور مجھے توحید پر ثابت رکھ، میرے باپ دادا قربان تجھ پر۔ (بحوالہ: مکتوبات عارف باللہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۸۶)

عبادت کے لیے فراغت کا رواج

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ قول منقول ہے کہ مدینہ والوں میں سے جب کوئی شخص چالیس سال کی حد کی پہنچ جاتا تو عبادت کیلئے فراغت حاصل کر لیتا تھا۔ آخر عمر میں نیکی زیادہ کرنے کی ترغیب میں یہ حدیث کافی ہے۔ لیکن یاد رکھو بغیر خلوص نیت اور اتباع سنت کوئی عمل بھی مقبول نہیں ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ کوئی قول عمل کے بغیر مقبول نہیں ہوتا اور کوئی عمل نیت کے بغیر مقبول نہیں ہوتا‘ اور کوئی نیت اس وقت تک مقبول نہیں ہوتی جب تک سنت کے مطابق نہ ہو، کیونکہ جو قول اور عمل اور نیت سنت کے مطابق نہیں ہے جس کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو وہ بدعت ہے جس کو خدا تعالیٰ دوست نہیں رکھتا۔ پھر نہیں قبول فرماتا اللہ تعالیٰ اور نہیں درست کرتا بدعتی کا عمل جیسے مشرکوں اور اہل کتاب کے عمل۔ الغرض اگر مقام محبوبیت حاصل کرنا چاہتے ہو تو ان دو امور (خلوص نیت‘ اتباع سنت) جن پر اعمال کی مقبولیت کا مدار ہے کوشش کرو۔ تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو

Marfat.com

اللہ تعالیٰ سے تو میری راہ پر چلو تا کہ اللہ تعالیٰ تم کو چاہے۔ (بحوالہ: مکتوبات عارف باللہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۸۷)

یاذالجلال والاکرام انا خادم عزتك انا خادم کلامك من انصاری الی اللہ۔

اے ذالجلال والاکرام میں تیری عزت کا خادم ہوں اور تیری کلام کا خادم ہوں۔کون مدد کرے میری اللہ کی راہ میں۔

اہل خانہ کو ادب اور نوافل کی خاص تاکید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عبداللہ کی طرف سے!

فرزندان محمد، احمد، عبداللہ، عبدالجبار، عبدالستار، عبدالقیوم، عبدالعزیز، عبدالرحیم، عبدالواحد اور جملہ اہل خانہ کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد واضح ہو کہ مدت سے خطوط بھیج رہا ہوں اور نصیحتیں لکھ لکھ کر بھیج رہا ہوں لیکن کوئی جواب نہیں ملا کہ ان نصیحتوں پر عمل کر رہے ہو یا نہیں۔ بچوں اور بچیوں کی تربیت میں زیادہ سے زیادہ کوشش کرو اس لئے کہ یہ خدا کی امانت ہیں، اس طرح تعلیم دینے میں اور پردہ اور نماز اور دیگر احکام رب العزت میں پوری کوشش کرو اور لخت جگر فاطمہ، مریم، امتہ اللہ، امتہ الغفار، امتہ الرحیم اور امتہ الحمید کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد واضح ہو کر پڑھنے اور پرہیز کرنے خصوصاً اپنی والدہ کے ادب واحترام اور ستر وحیا اور نماز کے متعلق تمہیں تاکید کرتا ہوں اور نماز چاشت اور تہجد میں اہل خانہ میں سے کوئی بھی ناغہ نہ کرے اور مسنون دعائیں جو میں نے بچیوں کیلئے لکھی ہیں ضرور پڑھتے رہا کرو۔

اور محمد، احمد اور عبداللہ کو تقویٰ کے بارے میں بہت رتاکید کرتا ہوں کہ غافلوں کی صحبت سے اجتناب کرو۔ یہ اصل تقویٰ ہے، شعر واشعار کے پڑھنے اور سننے سے کلی پرہیز کرو۔ اس لئے کہ محققین لکھتے ہیں کہ یہ زبان کا زنا ہے، اگر میری ان نصیحتوں پر عمل کرو گے تو ارحم الراحمین کی ذات سے امید ہے کہ وہ سختی کو آسانی سے اور فراق کو وصال سے بدل دے گا۔ اگر طفولیت اور بچپن کے زمانہ میں تم پر تربیت کی خاطر کچھ زیادتی ہوگئی ہو تو معاف کر دو اور اپنی والدہ سے بھی اس عاجز کیلئے معافی طلب کرو اور جواب میں لکھ کر بھیجو اور دیگر سب حالات بھی لکھ کر بھیجو۔ (بحوالہ: مکتوبات عارف باللہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۹۰۔۹۱)

گوشہ نشین بن کر ذکر نفی اثبات کیا کرو

فرزندان گرامی! آزمائش وامتحان کی گھڑیاں بے شک تلخ ہوتی ہیں لیکن جیسے تمہیں فرصت حاصل ہے اگر ایسا وقت فرصت میسر آئے تو بڑی غنیمت ہے کہ ایسے وقت اللہ کی حمد وثناء کرو اور اپنے کام میں متوجہ رہو، اور ایک لمحہ ضائع کئے بغیر تلاوت قرآن مجید اور طول قیام کے ساتھ نماز اور کلمہ طیبہ کے کثرت ذکر میں مصروف ومشغول رہو اور کلمہ طیبہ کا ذکر اس طریق وتصور سے کرو کہ لا کی تلوار سے غیر اللہ کی نفی اس انداز سے کرو کہ ہوائے نفس اور مراد خود طبعی اور خواہشات کے بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ دل سے ہر خواہش اور تخیل سے ہر ہوس ماسوی اللہ کو نکال دو اور بہ حقیقت اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور غایت سے امید ہے کہ ایام تکلیف اور

Marfat.com

زمانہ جتنا بھی آسانی کے ساتھ میسر ہوگی۔ اس لئے کہ مصیبت اور تکلیف کے ایام کے برعکس راحت اور عیش کے دنوں میں ہوا وہوس سے سکندری بن کر حاصل ہو جاتی ہے۔ پس گوشہ نشینی اختیار کر کے اس امر میں مشغول ہو جاؤ کہ فرصت غنیمت ہے۔ اس لئے کہ فتنے کے وقت تھوڑی عبادت کو کثرت کا درجہ حاصل ہوتا ہے لیکن امن و امان اور آسائش کے ایام میں بڑی بڑی ریاضتوں اور مجاہدے کی ضرورت ہوتی ہے۔ میری آپ سے ملاقات ہو یا نہ ہو میری نصیحت یہ ہے کہ ہر ہوا وہوس کو دل سے نکال دو اور یہی دعا گوئی میری طرف سے یہاں تک پہنچا دو۔ (مجموعہ مکتوبات عارف باللہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۵۳)

قارئین! اس خط میں حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ نے اپنے بیٹوں کو خاص صوفیانہ انداز میں شب و روز گزارنے کی تلقین فرمائی ہے۔ یعنی نماز پڑھنا، کلمہ پڑھتے ہوئے۔ ان ضربوں سے خواہشات نفس کے بتوں کو پاش پاش کرنا اور دل سے اللہ تعالیٰ کے سوا ہر کسی کو نکال دینا موحد اور متبع سنت صوفیاء کا شیوہ ہے۔ (از مرتب)

اہل دنیا اور بری صحبت سے بچ کے رہنا

اور ہرگز دنیا طلب غافلوں کی صحبت میں مت بیٹھو اس لئے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ترمذی اور حاکم میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمنشینی نہ کر مگر ایسے مسلمان سے جو کامل ایمان ہو اور تیرا کھانا نہ کھائے مگر متقی۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر آدمی اپنے دوست کے دین و مذہب پر ہوتا ہے پس ہر آدمی کو چاہیے کہ دیکھے وہ کس سے دوستی کرتا ہے اور اسی طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخرت میں آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کو دوست رکھتا ہے اور حق تعالیٰ نے فرمایا جتنے دوست ہیں اس دن دشمن ہوں گے مگر ان کے جو ہیں ڈرنے والے۔

یعنی جتنے دوست ہیں قیامت کے دن دشمن ہوں گے مگر پرہیزگاروں کی دوستی قائم رہے گی۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت والے دن بری دوستی کرنے والے حسرت سے یہ کہیں گے "افسوس افسوس کاش میں فلاں کو دوست نہ رکھتا"۔

یار بد بدتر بود از مار بد

برا دوست سانپ سے بھی بدتر ہے کیونکہ سانپ جان لیتا ہے اور برا دوست جان اور ایمان کا دشمن ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند اور بری صحبت برباد کرتی ہے۔

صحبت طالح ترا طالح کند

اور نیک کی صحبت نیک بنا دیتی ہے۔

اور عبدالمطلب کے خاندان کا جو بچہ بولنے چلنے کے قابل ہو جاتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کلمہ توحید تعلیم فرماتے جیسا کہ کتاب حصن حصین وغیرہ میں مرقوم ہے۔ اس کو یاد رکھنا معمول بنا لو۔ (مجموعہ مکتوبات عارف باللہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۵۵)

آزمائشوں پر صبر کرنے کا صلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Marfat.com

اے عزیزان ارجمند! ایمان کے باغیچہ کو بہار نعمت اور خزاں کی زحمت لاحق حال ہے۔ بہار کا خزاں کے بغیر تصور نہیں کیا جا سکتا جو شخص نعمت میں شکر اور ابتلا کے وقت صبر نہ کر سکے، وہ باغ ایمان کی خوشبو حاصل نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

کیا گمان کرتے ہیں لوگ کہ چھوٹ جاویں گے اتنا کہہ کر کہ ہم یقین لائے اور ان کو جانچ نہ لیں گے۔ اور ہم نے جانچا ہے ان کو جو ان سے پہلے تھے۔ سو البتہ معلوم کرے گا اللہ جو لوگ سچے ہیں اور البتہ معلوم کرے گا جھوٹے۔

اور یہ بھی فرمایا:

اور البتہ ہم آزماویں گے تم کو کچھ ایک ڈر سے، اور بھوک سے اور نقصان سے مالوں کے اور جانوں اور میووں کے اور خوشی سنا ثابت رہنے والوں کو کہ جب ان کو پہنچے کچھ مصیبت تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں۔ اور ہم کو اسی کی طرف پھر جانا ہے۔

اس آیت کریمہ سے صابرین کا مرتبہ علیا معلوم ہوتا ہے، چنانچہ جیسا کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر کلام مجید میں صلوٰۃ کا ذکر ہوا ہے، اسی طرح صلوٰۃ کا شرف صابرین کیلئے ارزانی فرمایا گیا ہے گو صلوٰۃ انبیاء علیہم السلام کا اور درجہ ہے اور صلوٰۃ صابرین کا دوسرا مقام ہے لیکن لفظی مشابہت بھی بہت بڑی نعمت ہے جو اور نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔

اگر اچھی طرح غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان مراتب کا فرق مصائب کے برداشت کرنے کی وجہ سے ہے۔ جو شخص رضائے الٰہی اور زیادہ تکلیف برداشت کرے گا اسی حد تک اس کے اجر اور درجات قرب میں اضافہ ہوگا اور اچھی طرح سمجھ لو کہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہجرت اور جہاد مشکل ترین اعمال ہیں اور ان دونوں اعمال میں جس قدر دشواریاں ہیں، دوسرے اعمال میں نہیں ہیں اور جب اللہ تعالیٰ نے عزیزوں میں سے کسی کیلئے ہجرت مقدر فرمائی ہے تو اس کیلئے اپنی غایت خاصہ مبذول فرمائی ہے اور ان اعمال کی عظمت محض نام سے نہیں ہے، بلکہ ان دشواریوں کی وجہ سے ہے جو ان اعمال میں پائی جاتی ہیں۔ تمہیں چاہئے کہ تمہاری ہجرت اللہ تعالیٰ کی جانب اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور اس سے روگردانی حقیقتاً اللہ تعالیٰ سے روگردانی ہے۔ اور نظر عبرت سے دیکھو اور غور کرو، کہ ایسا کون سا چمن ہے جو خزاں کے تھپیڑے سہنے بغیر محض بہار کی نسیم سے مسکراتا ہو، اور چمن زار بن جاتا ہو، اور کون سی شاخ ہے جو سردی کی شدت جھیلے بغیر سبز پتوں کے تاج پہنچ کر خراماں نظر آتی ہو، اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوا، اور اس کی عنایت خاصہ سے ملاقات کا کوئی ذریعہ بن سکا تو ان شاء اللہ ضرور ملاقات ہوگی اور حیات مستعار کے کچھ لحات ایک دوسرے سے مل کر گزاریں گے اور اگر ہجرت کا اتفاق ہوا تو سب اکٹھے ہو کر ہجرت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ثابت قدمی اور استقامت اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہ ہے اور سہل پسندی اور غفلت دین و دنیا میں خسارے کا موجب ہے۔ (بحوالہ: مکتوبات عارف باللہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۰۰۔۹۸)

نماز تہجد اور چاشت کی پابندی کرو

نماز ہمیشہ اول وقت پڑھو، تہجد کی نماز اور نماز چاشت ضرور پڑھا کرو اور پردے کے متعلق بہت تاکید کرتا ہوں، اور لخت جگر فاطمہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی پسند اور مرضی کے کام کرنے کی توفیق دے، کیلئے چند رسالے دو تنبیہ الغافلین اور ایک توحید خالص اور ایک حقیقۃ الاسلام اور ایک خیر الکلام فی مسائل الصیام اور ایک لغت قرآن عظیم بھیج رہا ہوں۔ وہ پہلے تنبیہ الغافلین پڑھے، پھر

Marfat.com

توحید خالص پھر حقیقۃ الاسلام اور ہر ایک پر عمل کرے ورنہ قیامت کے دن تمہارے خلاف حجت ہوں گے۔ اور ترجمہ قرآن شریف کو ترک مت کرو اور ہر روز اس کا کچھ حصہ پڑھا کرو۔ (بحوالہ: مکتوبات عارف باللہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۰۱)

والدہ ماجدہ کو اعمال پر پابندی کی منت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خدمت کرنے سے محروم عبداللہ کی طرف سے۔ فیض درجات والدہ ماجدہ کی خدمت میں' اللہ تعالیٰ ہمیں اور انہیں محبوب کاموں اور مرضیات کی توفیق عنایت فرمائیں۔ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! واضح ہو کہ میں افسوس سے ہاتھ مل رہا ہوں کہ میں مشفقہ کی خدمت کی سعادت سے محروم رہا اور اب اس بات کا انتہائی افسوس ہے کہ جب مجھے والدہ کی خدمت میں حضوری کی سعید گھڑیاں میسر تھیں، میں نے پوری جدوجہد سے ان کے احکام کی تعمیل اور بجا آوری میں اپنی پوری طاقت کیوں نہ صرف کردی؟ جس کی اب اس ہجراں وفراق میں تلافی ممکن نہیں۔ مشفقہ! اگرچہ صدمات فراق بیان سے باہر ہیں لیکن غم اس قدر ہے کہ دل کو کھائے جارہا ہے بلکہ اس غم سے میں مجسمہ حسرت بن گیا ہوں۔ بندہ کچھ نصیحتیں آپکی خدمت عالیہ میں عرض کرتا رہا ہے تو محض اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے خوش ہوجائیں اور جناب باری تعالیٰ کی دولت عظمیٰ سے آپ مالا مال ہوجائیں اور اس کی اس نعمت کبریٰ سے فیض یاب ہوں۔ حاشا وکلا آپ کو آزردہ خاطر کرنا کبھی بھی مقصود نہ تھا۔ اگرچہ بظاہر یہ نفس لئیم نصیحت کو برا محسوس کرتا ہے لیکن اگر نصیحت کا دوائے تلخ گوارا ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر ایمانی قویٰ کو تفریح حاصل ہوتی ہے اور آئینہ دل میں کیسے جلا پیدا ہوتی ہے۔ آپ کمال مہربانی وشفقت سے تمام حقوق اور امور میں جن کی بجا آوری میں کوتاہی سرزد ہوئی ہے، معاف فرمادیں اور پورے خلوص سے دعا فرمادیں۔ ان شاء اللہ آپ کی پرخلوص دعائیں کبریت احمر کی طرح موثر ثابت ہوں گی۔

نیز لباس وغیرہ اور اسی طرح دنیا کے رواج کے مطابق اسباب وغیرہ میں اہل زمان کی رسم کی پابندی نہ کریں اور تمام کام سنت کے مطابق سرانجام دیں۔ ہمشیرہ اور عبدالرحمان اور ان کے بھائیوں کی خدمت میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عرض کریں اور آپ ذکر الٰہی کو ہمیشہ اور دائمی طور پر یاد رکھیں اور سورۃ فاتحہ کو کثرت سے پڑھیں اور دیگر وظائف اور ورد جو علیحدہ کاغذ پر لکھے گئے ہیں ہمیشہ پڑھتے رہیں۔ بحوالہ: مکتوبات عارف باللہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۰۴)

مریدین کو دنیا کی بے ثباتی کی نصیحت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عبداللہ کی طرف سے!

صاحب رتبہ برادران کی خدمت میں عبدالعظیم وعبدالخالق صاحبان۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور انہیں پسندیدہ اور محبوب اعمال توفیق عطا فرمائیں۔ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

یاد رکھو دنیا چند روزہ ہے آخرکار خداوند تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے اور دنیائے دنی بالکل حقیر اور کمتر ہے، خدا تعالیٰ کی رضا

Marfat.com

اس کی بارگاہ میں قبولیت کے لحاظ سے ایک مچھر بلکہ اس سے بھی کمتر چیز کے برابر درجہ نہیں رکھتی۔ اگر دنیا خدا کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی قدر رکھتی تو اس سے کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔ زینت دنیا کافر کو زیبا ہے مومن کو نہیں۔ اس دنیا میں شہرت اور نام حاصل کرنا ایک سراب کی طرح بے حقیقت ہے اور اپنی عمر عزیز کے قیمتی لمحات کو اس میں برباد کرنا بلا منفعت خاک چھاننا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو کہہ ہم بتا دیں تم کو بہت نقصان پانے والوں کے عمل میں؟ وہ لوگ کہ کھوئی گئی سعی ان کی پیچھے زندگانی دنیا کے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اچھا کام کرتے ہیں۔ (الکھف)

اس دنیا کا قرب چاہنا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری ہے اور دنیا کی محبت کا بیج دل میں بونا اپنے آپ کو لعنت کے گڑھے میں ڈالنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ بھی ملعون ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی یاد اور وہ جو دوستی کرے اللہ تعالیٰ کی یاد سے۔ دنیا کو قبلہ مقصود بنا لینا آخرت سے محرومی ہے اور اس کی تمنا موجب شقاوت و ندامت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اور جو کوئی چاہتا ہے دنیا کی کھیتی اس کو دیں گے ہم کچھ اس میں سے اور اس کو نہیں ملے گا آخرت میں کچھ حصہ۔

یاد رکھو نہ مال نہ اولاد قرب الٰہی کا ذریعہ ہیں اور نہ ہی اس جہان کی عزت عیش جاودانی ہے۔ دنیا چند روزہ ہے اور انجام کار خدا کے حضور پیش ہونا ہے۔ دنیا گزر جانے والی ہے اور اسے چھوڑ کر جانا ہے' دنیا کے اسباب ولذائذ کو جبراً اور کرہاً خیرباد کہنا پڑے گا۔ اور موت ناگہانی آئے گی اور ایک لمحہ کیلئے بھی مہلت نہ دے گی۔ چونکہ مسلمان بے قید نہیں ہوتا اس لئے دنیا مسلمان کیلئے جیل خانہ اور کافر چونکہ بے قید ہوتا ہے اس لئے اس کیلئے بہشت ہے تمام دنیا مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک اور ابتدا سے انتہا تک' اگر کسی کے ہاتھ میں آ جائے تو رب الارباب کی حضوری کے وقت پر کاہ بلکہ خاک و خاکستر کے برابر بھی قیمت نہ رکھے گا۔ دنیا کی زینت کے لائق کافر ہے مومن نہیں اور یہ عبرت ہے ایمان والوں کیلئے اور نصیحت ہے ڈرنے والوں کیلئے۔ اور مہربانی فرما کر جبکہ ان ایام میں اس عاجز کے بچوں کیلئے کوئی تربیت کرنے والا نہیں ہے۔ ان کی اصلاح کی طرف توجہ مبذول فرمائیں اور نظر رحمت اور تربیت سے دریغ نہ فرمائیں۔ بحوالہ: مکتوبات عارف باللہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۱۲۔ ۱۱۴)

چار چیزیں جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عبداللہ کی طرف سے!

فرزندان ارجمند محمد' احمد' عبداللہ' عبدالجبار اور دیگر برخورداران' بعد از السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! واضح ہو کہ یہ دعا آئندہ زیادہ سے زیادہ پڑھو۔ نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ جو بلند ہے' عظمت والا' بردبار نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ تعالیٰ جو بڑے تخت کا مالک ہے' نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ جو مالک ہے' آسمانوں اور زمینوں اور عزت والے تخت کا۔ اور سوتے وقت 33 بار سبحان اللہ' 33 بار الحمد للہ اور 34 بار اللہ اکبر اور یہ مسنون دعا کثرت سے پڑھا کرو۔

اللھم انی اعوذبک من علم لا ینفع وقلب لا یخشع ودعاء لا یسمع ونفس لا تشبع۔

Marfat.com

یاالٰہی! میں پناہ مانگتا ہوں تیری اس علم سے جومفید نہ ہواور اس دل سے جو نہ ڈرے اور اس دعا سے جوقبول نہ ہواور اس جی سے جوسیر نہ ہو۔

اور برخوردار عبداللہ کو چاہئے کہ برے خیالات اور وساوس کے دفیعہ کیلئے معوذ تین کوزیادہ پڑھو۔ اسلئے کو حدیث صحیح واقع ہے کہ دفع وساوس کیلئے ان دونوں سورتوں جیسی کوئی سورت قرآن مجید میں نازل نہیں ہوئی۔ نماز کے معنی میں پورے انہماک سے توجہ دینی بہت نافع ہے اس سے وساوس دل تک راہ نہیں پاتے بلکہ ہر وقت جس پہ یقین ہواس کو پڑھواور اس دعا کو بھی کثرت سے پڑھو:

اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق۔

پناہ مانگتا ہوں ساتھ اللہ کے پورے کلموں کے اس چیز کی برائی سے جو اس نے پیدا کی۔

نماز چاشت اور اوابین کی پابندی کرتے رہو

اور خوب سمجھ لو کو علوم وفنون کا پڑھنا یہ کوئی مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود تو حق تعالیٰ ہیں۔

اپنی پوری ہمت حصول تقویٰ میں صرف کردو اور اپنے طور پر جتنا گھر رہ کر علم سیکھ سکتے ہو، اس کی کوشش کرو اور قرآن پڑھنے اور اس کا شغل رکھنے میں جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں سستی ہرگز ہرگز نہ کرو اور شعر واشعار کے پڑھنے اور سننے سے کلی پرہیز کرو۔ خدافراموش غافلوں کوروحانی جذام سمجھ کر جیسا بکری شیر سے ڈرتی ہے، ڈرتے رہو اور گریز کرو اور حدیث شریف میں جن وقتوں کا طلب استعانت کیلئے ذکر آیا ہے ان وقتوں کو انتہائی قیمتی سمجھ کر ان اوقات میں اس ذات سے استعانت طلب کرو اور مدد چاہو صبح وشام کے ساتھ اور رات کے کچھ حصہ کے ساتھ یعنی ان وقتوں میں عبادت کرو۔

غدو سے مراد نماز فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک اور ضحیٰ ہے جس کی زیادہ سے زیادہ بارہ رکعات ہیں اور کم از کم دو رکعت اور شام کی نماز کے بعد بھی بارہ رکعات کا ذکر آیا ہے اور کم از کم دو رکعت۔

اور دلجہ کے معنی آخر شب کے ہیں اگر ان اوقات تم اس کی استعانت طلب کرسکو تو رب الارباب کے فضل سے امید واثق ہے کہ فوراً نصرت نازل ہوگی اور ان اوقات میں رب الارباب کے دروازہ پر حاضر ہونا ایسا ہے جیسا کہ محتاج مسکین کسی فیاض سخی کے دروازہ پر پہنچتا ہے اور اس کے دروازے کو کھٹکھٹاتا ہے اور اپنی حاجت طلب کرتا ہے تو لازماً وہ سخی اگر اس کے پاس کچھ ہوگا تو خالی اور محروم واپس نہیں لوٹائے گا۔ چونکہ پروردگار بڑا فیاض اور کریم ہے وہ تو ہرگز محروم نہیں لوٹائے گا۔ بحوالہ: مکتوبات عارف باللہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۲۰)

گھر والوں کو کثرت ذکر کی تلقین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اگر تم ثابت قدمی اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اس کے محبوب بندوں میں شمار ہو گے ورنہ نعوذ باللہ منہما اس کے مغضوب بندوں کے زمرہ شامل ہو جاؤ گے' اب اس دفعہ مزید وعظ ونصیحت کی ضرورت نہیں ہے' کیونکہ قبل ازیں جو کچھ لکھنا تھا

Marfat.com

لکھ چکا ہوں اس کو ورد زبان کرو اور اسے توشہ اول وایمان بناؤ اور انہیں ہرگز فراموش مت کرو۔ سب مرد وزن، خورد وکلاں اس دعا کو ورد زبان بناؤ۔ لا الہ الا اللہ الحلیم العظیم۔ لا الہ الا اللہ رب العرش العظیم۔ لا الہ الا اللہ رب السماوات والارض ورب العرش الکریم۔

کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ تعالیٰ بلند عظمت والا بردبار نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ تعالیٰ بڑے عرش کا مالک، نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ مالک آسمانوں اور زمینوں کا اور مالک عزت والے تخت کا۔ اس پاکیزہ دعا کو رسول کریم ﷺ کرب وغم کے وقت پڑھا کرتے تھے جیسا کہ بخاری ومسلم میں ہے۔ اور اس دعا کو بھی جو حدیث متفق علیہ میں ذکر ہوئی ہے ورد زبان بناؤ۔ الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو مفید نہ ہو اور اس دل سے جو نہ ڈرے اور اس دعا سے جو قبول نہ ہو اور اس جی سے جو سیر نہ ہو۔

(بحوالہ: مکتوبات عارف باللہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۲۲)

بیٹے کو تصوف اور فقہ میں فرق سمجھانا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عبداللہ کی طرف سے!

احمد کی طرف، اللہ تعالیٰ دونوں کو ان باتوں کی توفیق دیوے جو اس کو پسند اور محبوب ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: قوموا للہ قانتین۔

قنوت لغت عرب میں کہتے ہیں لمبے قیام کو جو نماز میں مطلوب ہے دل کے خالی کرنے کے ساتھ کیونکہ دل اللہ تعالیٰ کا گھر ہے سب سے بڑھ کر جس چیز کا نمازی سے ارادہ کیا گیا ہے خشوع اور حضور ہے۔ آپ کو چاہئے کہ اس آیت کو مدنظر رکھیں اور بار بار اس میں غور کریں یہاں تک کہ اس آیت کے مضمون سے رنگین ہو جاویں۔

حکایت: ایک عالم نے ایک فقیر سے دعا کیلئے درخواست کی وہ فقیر عاجزی کی راہ سے بولا۔ میں اس قابل کہاں، بلکہ آپ اس لائق ہیں کہ میرے لئے دعا کریں کیونکہ آپ علما مسلمین میں سے ہیں اور ان کے فقیہوں میں سے ہیں۔ پھر وہ عالم نہ سہار سکا اللہ تعالیٰ کی اس پر رحمت اور غالب ہو گیا اس پر رونا، یہاں تک کہ قریب تھا کہ اس کی جان نکل جائے، بسبب بہت رونے کے۔ اور وہ بار بار یہی کہتا تھا' میرے جیسے عالموں میں شمار کئے جاتے ہیں؟ بخدا عالم عالم نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کا کوئی دم باہر نہ آوے مگر اللہ تعالیٰ کے واسطے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے ساتھ، یعنی نہ کھاوے نہ پیوے اور نہ کھڑا ہووے اور نہ بیٹھے اور نہ بولے اور نہ چپ کرے مگر اللہ عزوجل کیلئے اور اللہ عزوجل کی مرضی کے ساتھ اور اس حال کو فقہ الحال کے ساتھ نامزد کرتے ہیں اور فقہا کے بیان کے مطابق یہ فقہ کی عمدہ قسم ہے کیونکہ یہ فقہ کا شگوفہ ہے اور اس کا خلاصہ، اور صوفی اس کو مراقبہ کے ساتھ نامزد کرتے ہیں کیونکہ وہ ہر دم لحاظ کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کی۔ اور یہ کہ تھوڑے یاد کرنے والے ظالموں میں داخل ہیں کیونکہ قلت ذکر نفاق کی علامت ہے اور نفاق ظلم کی سب قسموں سے بری قسم ہے۔ پس یاد کر لے اس خط کو حرف بحرف اور بار بار پڑھ کر اس کو اور نصیحت کر اس کے ساتھ اپنی جان اور اپنے یاروں کو۔ ہم اصلاح کرتے ہیں دنیا کے لباس کی دین کے لباس کو پھاڑ کر، پھر نہ تو

Marfat.com

ہمارا دین باقی رہتا ہے اور نہ ہی دنیا۔ یہ اہل و مال تو ہمارے پاس امانت ہیں۔ ایک دن ایسا ضرور آئے گا کہ امانتیں واپس لوٹانا پڑیں گی۔ (بحوالہ: مکتوبات عارف باللہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۲۸)

خواب میں بیٹے کے متعلق بشارت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

میں فرزندوں کے حق میں انتہائی عجز و انکساری سے دعا کرتا ہوں کہ وہ بھی میرے اشاعت دین میں معاون و مددگار ہوں۔ میں نے ایک رات خواب دیکھا کہ میرا بیٹا محمد اس درخت کو جو میرے جدامجد محمد شریف کی قبر پر تھا، پیوند کر رہا ہے۔ وہ ایک بہت بڑا درخت تھا جس کی ہر شاخ ایک بڑے درخت کے برابر تھی' اب میں نے اسے دیکھا تھا کہ وہ بالکل نابود ہو گیا تھا لیکن اس کا تنا باقی تھا' اب جو میں دیکھتا ہوں کہ تو اسے پیوند کر رہا ہے۔ ان شاء اللہ مجھے امید ہے کہ قرآن و حدیث جاری ہو جائیں گے۔ اور اسی رات میں نے دیکھا کہ تم صحیح بخاری کو تیسری بار طبع کر رہے ہو اور یہ حقیر بھی وہیں ہے اور چار پانچ اوراق اپنے ہاتھ سے لکھ رہا ہوں۔ الغرض کہ یہ اس امر کی بشارت ہے کہ تم پوری پوری کوشش دین کی اشاعت میں کرو گے۔ عزیزم! زندگی ایک نعمت ہے موت کے بعد کچھ نہیں ہو سکے گا۔ (بحوالہ: مکتوبات عارف باللہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ص 156

اہل اللہ کی صحبت، علماء کیلئے فرض

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دارمی میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

ان من اشر الناس منزلة عندالله عالم لا ينتفع بعلمه-

سب لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ عالم برا ہے جو اپنے علم سے فائدہ حاصل نہ کرے۔ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علماء سوء کی مذمت کے جو اسباب معلوم ہوتے ہیں' وہ چند اسباب یہ ہیں۔

اول تو یہ کہ حصول علم میں اخلاص نیت سے محروم ہوتا ہے اور علم کو دنیائے دنی کے متاع فانی یا بغرض طلب جاہ و شہرت اور ناموری کے حاصل کرتا ہے' ایسے صاحب علم کیلئے حدیث شریف میں وعید کا ذکر ہے۔

فرمایا: جو شخص طلب علم کرے تو اس کے ساتھ مقابلہ کرے علما کا یا جھگڑے اس کے ساتھ جاہلوں سے یا لوگوں کو اپنی طرف کھینچے اس علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں داخل کریں گے۔ یہ حدیث ترمذی نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ دوئم: اگر اول حال میں اخلاص ہو لیکن تحصیل علم کے بعد اس پر عمل کرنے میں تساہل اور تکاسل اختیار کرے اور دوسروں کو نصیحت کرے لیکن خود میاں فضیحت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسلامی احکام کی بجا آوری میں بے باکی اور نافرمانی کا طرز عمل اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی وعید شدید کا مستوجب بن رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے خطاب پر عتاب میں ایسے بدعمل علماء سوء کو تنبیہ کی ہے کہ "اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو منہ سے جو نہیں کرتے بڑی بے زاری ہے اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کے یہاں کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو"

ایک واقعہ عالم حقانی کا جو کہ شرح بخاری میں بیان کیا گیا ہے متواضع عالم کی حقیقت جاننے کیلئے کافی ہے کہ ایک عالم نے ایک زاہد عابد سے دعا کیلئے درخواست کی تو اس عابد فقیر نے از راہ تواضع کہا کہ آپ میرے لئے دعا کریں کیونکہ آپ مسلمانوں کے عالم ہیں، اور دین کی سمجھ رکھنے والے ہیں' فقیر عابد کا یہ کہنا تھا کہ وہ عالم صاحب اپنے گریہ و بکا کو ضبط نہ کرسکا اور اس حد تک رویا کہ رونے کی وجہ سے قریب تھا کہ اس کی روح پرواز کر جائے اور وہ روتا ہوا بار بار یہ کہہ رہا تھا کہ بھلا میرے جیسے عالموں میں شمار ہو سکتے ہیں؟۔ بخدا عالم اس وقت تک عالم نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کا ہر سانس اللہ کیلئے نہ نکلے اور اللہ کے ساتھ نہ نکلے۔ اس پوری گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ یہ سب چیزیں اہل اللہ کی صحبت کے بغیر میسر نہیں ہو سکتیں۔

هلك المسوفون۔

ہلاک ہو گئے نیک کاموں میں تاخیر کرنے والے۔ کو اپنا نصب العین بنا کر نیک اعمال میں جلدی کرو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور احسان سے حقیر و فقیر کی پوری پوری توجہ کلام الٰہی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر مرتکز رہے۔

(بحوالہ: مکتوبات عارف باللہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۶۳۔ ۱۶۵)

شیطان سے بچاؤ کے دس اسباب

اسباب عشرہ جو شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان سے بچاؤ کیلئے ارشاد فرمائے ہیں ان کا ہمیشہ وظیفہ جاری رکھو۔ استعاذہ از شیطان الرجیم۔ قراۃ معوذتین' قراۃ آیۃ الکرسی' قراۃ سورہ بقرہ' قراۃ اول سورہ حم تا الیہ المصیر، کلمہ توحید ہر روز سو بار۔ کثرت ذکر اللہ جو سب وظائف سے انفع وظیفہ ہے۔ وضو وصلوٰۃ اور فضول نظر' فضول کلام' فضول طعام اور عام لوگوں سے عام میل جول سے اجتناب اور پرہیز اس لئے کہ شیطان اپنی غرض بنی آدم سے ان چار طریقوں سے اکثر حاصل کرتا ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!(بحوالہ: مکتوبات عارف باللہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۷۰)

خلوت میں بیٹھ کر آیہ کریمہ کے چلے کی تلقین

السلام علیکم کے بعد واضح ہو کہ صدق دل سے پورے رجوع اور انابت کے ساتھ گوشہ نشینی اختیار کر کے آیہ کریمہ: **لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین**"، کو جس حد اور مقدار سے پڑھ سکو چالیس دن تک ورد زبان کرو۔ امید ہے کہ بمصداق اور اسی طرح نجات دیتے ہیں ہم مومنوں کو اپنے رب کے انعامات کو حاصل کر سکو گے۔ فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ۔

اور اس بات سے ہرگز تنگ دل نہ ہوں کہ درس میں لوگ کم ہوتے ہیں یا نہیں ہوتے، اس میں امتحان ہے اور آزمائش۔ ارحم الراحمین سے عرض کرو کہ یا ارحم الراحمین میں تیرا عبودیت شعار غلام ہوں۔ مجھے فتح و شکست سے کوئی سروکار نہیں ہے، لیل و نہار کے انقلابات تیرے ہاتھ میں ہیں۔ موت اور آخر وقت تک عاجز کا کام یہی ہے۔ ایک نعبد و ایاک نستعین

(بحوالہ: مکتوبات عارف باللہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۷۶)

Marfat.com

الہام کے ذریعے مرید کیلئے خدمت دین کا الٰہی حکم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باخویم محمد حسین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امابعد۔ تمہارے حق میں دعا سے کسی قدر سستی ہوگئی ہے' واللہ اعلم کیا سبب ہے' باوجود سستی کے بارہا میں دعا کرتا ہوں کہ یا ارحم الراحمین حسین کو اپنے دین کے انصار میں سے بنالے۔ تقریباً دو ماہ ہوئے' الہام ہوا تھا۔

جب تجھے کوئی حاجت پیش آئے تو تین بار یہ دعا کر کے کہ اے ارحم الراحمین! میری حاجت پوری کر' میں تیری حاجت پوری کروں گا۔ اس بشارت کی بنا پر میں بارہا کہتا ہوں' اور دعا کرتا ہوں کہ یا ارحم الراحمین میری ضروری حاجتوں میں سے حسین کی ہدایت ہے اور جو قبل ازیں الہام ہوا تھا کہ۔

حسین سے کہدو کہ نرمی اختیار کرو کیونکہ سب بھلائیاں نرمی کے تابع ہیں۔ اگرچہ عبارت الہام اچھی طرح محفوظ نہیں رہی لیکن مفہوم یہی ہے۔ الغرض اس عاجز کے خوابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ارحم الراحمین کی مرضی تمہارے حق میں اشاعت دین ہے پس اشاعت دین میں پوری پوری کوشش کرو' اشاعت دین بڑا بھاری بوجھ ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے اتباع کے بغیر اس بھاری بوجھ کو کوئی نہیں اٹھاسکتا۔ پس مصائب پر صبر اور نرمی اختیار کرنا ضروری ہے۔ غرض جو کچھ میں نے لکھا ہے اسے فراموش نہ کرو بلکہ اسے خوب یاد رکھو اور ہمیشہ اسے ملاحظہ کر کے اس پر عمل کرتے رہو' اس لئے کہ **مختلف الہاموں میں سے یہ الہام بھی ہوتا ہے۔ مومن کی فراست سے بچو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نور بصیرت سے دیکھتا ہے۔** کچھ اور باتیں بھی لکھنا چاہتا تھا کہ لیکن جلدی کی وجہ سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

مرید کیلئے دوسری مرتبہ حکم ربی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

از عبداللہ' باخویم حسین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' امابعد!

جب تمہارا خط پہنچا میں بعد نماز عصر ارحم الراحمین کی طرف متوجہ ہوا تو مجھے یہ الہام ہوا۔ حسین سے یہ کہہ دو کہ جو شخص میری ہدایت کے تابع ہوا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ بدبخت ہوگا اور جو شخص میری نصیحت سے منہ پھیرے، تو اس کا گزران زندگی میں تنگ کردونگا۔ الغرض تمہارے لئے رب عزیز کے کلام کی اشاعت و تبلیغ اور اجراء سب ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام مردوں اور عورتوں کو پڑھاؤ۔ اور اس کی تعلیم دو اور ترجمہ نماز بھی مردوں اور عورتوں کو سکھاؤ۔

میرے مرشد ملا حبیب اللہ قندھاری علیہ الرحمۃ نے عین بیماری کی حالت میں نماز کا ترجمہ افغانی زبان میں اپنے ہاتھ سے لکھا اور سب مردوں اور عورتوں کو اس کے یاد کرنے کا حکم دیا اور اپنے شاگردوں سے کہا کہ ان سورتوں کا ترجمہ افغانی زبان میں کرو جو عموماً نماز

Marfat.com

میں پڑھی جاتی ہیں تا کہ عام لوگ اسے یاد کر لیں۔ (بحوالہ: مکتوبات عارف باللہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۷۷۔۱۷۶)

اللہ جل شانہ نے فرمایا، تو میرا ہے اور میں تیرا

از عائذ باللہ عبداللہ' باخویم حسین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ امابعد۔ ایک دن بے حد غم واندوہ پیدا ہوا کہ تمام عمر گزر گئی اور ہم سے کوئی عمل اور کوشش نہ ہوسکی اور اپنے رب کی مرضیات اور خصوصاً قرآن عزیز میں جس کا میں مامور ہوں کہ یہ میری کتاب ہے اور یہ میرے بندے ہیں، پس پڑھ میری کتاب میرے بندوں پر۔ اپنی شامت اعمال سے اشاعت قرآن عزیز میں مجھے اپنا کوئی مددگار نہ مل سکا۔ باوجودیکہ سالہا سال سے میں زبان حال وقال سے یہ کہہ رہا ہوں اے میرے رب میری قوم نے قرآن کو چھوڑ رکھا ہے۔ میرا کون مددگار ہے اور میں نے خدا سے دعا کی' جب **مجھے زیادہ فکر ہوئی اور غم نے انتہائی غلبہ کیا تو یہ الہام ہوا: تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں اب نہ ڈر اور نہ ہی غم کر۔** بارہا یہ الہام ہوا: تو میرا ہے میں تیرا ہوں اور حسین تیرے ساتھ ہے۔ پھر یہ الہام ہوا: حسین کا ہاتھ پکڑ کر اسے کہو کہ تو میرا ہے۔ پھر الہام ہوا: حسین سے کہہ دو کہ میری کتاب میرے بندوں پر پڑھو اور سستی نہ کرو کیونکہ میں ہر حال میں تمہارے ساتھ ہوں اس کے بعد مجھے ایسی خوشی آئی کہ گویا مجھے نئی زندگی مل گئی ہو اور ارحم الراحمین پر زیادہ سے زیادہ امید پیدا ہوگئی کہ میں سالہا سال کہتا رہا' میرا کون مددگار ہے۔ تو کوئی مددگار پیدا نہ ہوا۔ اب ارحم الراحمین نے حسین کو میرا مددگار بنا دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے' دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ (بحوالہ: مکتوبات عارف باللہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۸۰)

عشق حقیقی میں صوفیا اور محققین کے مراتب

دوسری حب عشقی ہے' یہ حب محبوب کی یاد اور محبوب سے ملاقی اور جمع رہنے کی ہے اس محبت کے زخم خوردہ کو محبوب سے جدائی کی طاقت نہیں ہوتی۔ جب محبوب عاشق کو کسی کام کے سرانجام دینے کیلئے بھیجتا ہے تو اسے طاقت جدائی نہیں ہوتی لیکن طبیعت پر جبر کر کے اس کے احکام کی تعمیل کرنا، اس محبت کی انتہا ہے۔ مثلاً پیاسا آدمی پانی سے سیراب ہو کر مطمئن خاطر ہو جاتا ہے۔ اور فنا، صوفیاء کی اصطلاح میں اور ہے اور محققین کی اصطلاح میں کچھ اور ہے۔ محققین کے نزدیک فنا اس امر کا نام ہے کہ محبت الٰہیہ اور امید وخوف اور ارادہ اور دعائے عزوجل میں محبت غیر رجاء وخوف غیر اور دعائے غیر کو فنا کر دے۔ یعنی محبت خدا میں محبت غیر کو فنا کر دے اور خدا تعالیٰ سے رجا اور خوف میں غیر کا خوف اور امید کو فنا کر دے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور غیر خدا سے دعا کو فنا کر دے۔ اور صوفیا کے نزدیک فنا اس تجلی کا نام ہے جس سے یہ مشاہدہ کریں کہ ہر چیز کا مقام خدا سے ہے اور یہ مشہور بہ ربوبیت ہے' اور اس مقام کو کبھی توحید افعالی سے تعبیر کرتے ہیں کبھی احسان سے اور ان کے نزدیک یہ اعلیٰ مقصد ہے اور باقی عبادات کو اس مقصود کا وسیلہ شمار کرتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اعلیٰ ترین مقاصد مقام عبودیت ہے جس پر آیہ کریمہ ایاک نعبد ناطق ہے اور اشرف وسائل وسیلہ استعانت ہے جو کہ ایاک نستعین کا مصداق ہے۔

پس اشرف مقامات مقام عبودیت ہے اور اشرف وسائل وسیلہ استعانت' یہ حضرت حق کیلئے ہے غیر کیلئے نہیں۔ اور محققین

Marfat.com

جانتے ہیں کہ بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کسی قسم کا کوئی حق نہیں ہے۔ بلکہ اس نے

كتب على نفسه الرحمة۔

وہ اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ اس سے خوف کیا جائے جیسے کہ اس سے خوف کا حق ہے اور اس طرح اس کی فرمانبرداری کی جائے کہ پھر نافرمانی نہ کی جائے اور اس کو یاد کیا جائے پھر بھولا یا نہ جائے اور اس کا شکر کیا جائے ناشکری اور بے قدری نہ کی جائے۔ پھر وہ یقین کرتے ہیں جو عمل صالح ان سے ہوتا ہے وہ اسی کا فضل اور سخاوت اور کرم ہے، وہی اس میں لائق حمد ہے۔ اور گواہی دیتے ہیں کہ ہم نہ تو گناہوں سے ہی بچ سکتے ہیں اور نہ نیکیوں کی طاقت رکھتے ہیں مگر محض اس کی توفیق سے اور وہ تکلیف جو اولیاء کو لوگوں کی طرف سے پہنچتی ہے وہی اس کا پیدا کرنے والا ہے اور اس میں وہ عادل ہے اور جن حقوق کا وہ لوگوں سے استحقاق رکھتے ہیں اور لوگ ان کے حق ادا نہیں کرتے تو ان کو اس نے پیدا نہیں کیا اور بہر حال وہی لائق حمد ہے اور چونکہ ان کو اللہ تعالیٰ کے وجود کامل اور اپنے عدم محض کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے اسی لئے ان کے دل ٹوٹے رہتے ہیں اور اس سے بڑھ کر عاجزی کرنے والا کون ہے، جو اپنے نفس کو نابود سمجھے۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تین اصل ہیں، ایک توحید الٰہی، دوم صفات باری تعالیٰ اور صفات الٰہیہ کا منکر۔ منکر توحید سے بدتر ہے، اس لئے کہ منکر صفات منکر خدا ہے مشرک نہیں ہے۔ مشرک تو شریک ٹھہرانے والا ہے۔

بسم اللہ کی حقیقت پر غور

بے وقوف لوگ حرکت قلب کو دل کی زندگی سمجھتے ہیں۔ یہ غلط سمجھتے ہیں یہ تو نفس مشہودی کی زندگی ہے۔ حیاتِ قلب تو اللہ تعالیٰ کے ماموراتِ سے محبت اور اس کی منہیات سے ہر وقت نفرت کرتے ہوئے اس خیال میں رہے کہ بندہ سے کون سا فعل اور قول ایسا صادر ہوتا ہے جو اس کی خوشنودی کا موجب ہے اور ہمیشہ اس امر سے ڈرتا ہی رہے کہ مبادا کوئی ایسا قول و فعل صادر نہ ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہو۔ بسم اللہ کی حقیقت میں غور کرنا چاہئے، جو سب لوگوں کی زبان پر جاری ہے اور اس کے مفہوم و معنی کی حقیقت معلوم کرنے سے عاری ہیں اور یہ کیسا جامع کلمہ ہے۔ جو توحید الٰہی پر مشتمل ہے یعنی میں مدد طلب کرتا ہوں جب منافع اور دفع مضار میں ذات پاک الٰہی سے، ایسے ہی ''توکلت علی اللہ'' جو ذات حق کی طرف انابت میں کیسا شریف کلمہ ہے۔ یعنی اس مقصود کے حاصل کرنے میں ذات بے مثل پر تکیہ اور اعتماد کرتا ہوں اور اپنی نظر کو اسباب سے قطع کرتا ہوں اور ایسے ہی کلمہ ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' میں غور کرنا چاہئے جو توحید اور تجرید کے اعلیٰ مراتب پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ اسماء حسنیٰ ہیں اور ماثورہ دعائیں جو شافی اور کافی ہیں۔ پس اسماء الٰہی سے توسل کرنا چاہئے اور ماثورہ دعاؤں کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ واسطے اس کے جس کے اندر دل ہے یا لگا دے کان دل لگا کر۔

چند کتابوں سے اجتناب کا الہام

میں نے والد ماجد سے سنا کہ میں نے چند دن وجودیہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک

Marfat.com

نورانی صفت بزرگ جن کے چہرے پر سے نور اور محاسن ٹپک رہے تھے، انہوں نے مجھے مارنے کیلئے بڑے غضب سے ہاتھ اٹھایا اور فرمانے لگے کہ یہ مت کہو کہ ہمہ اوست بلکہ یوں کہوں کہ ہمہ از دست۔ میں خوف کے مارے بیدار ہوکر اٹھ بیٹھا' اسی طرح کابل میں جبکہ میں محبوس تھا' میں نے ایک رسالہ کا مطالعہ شروع کیا' تو مجھ پر حالت طاری ہوئی اور کہنے والے نے کہا اور القاء کیا کہ اس کتاب کو مت دیکھو اور جب میں پشاور میں تھا اور دینی کتب کی فہرست بھوپال سے آئی تو میں نے شدت شوق مطالعہ اور بے صبری سے بھوپال کا سفر کا ارادہ کیا تو القاء ہوا کہ ''کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کافی نہیں'' تو اطمینان ہوگیا اور بے صبری زائل ہوگئی۔ میں نے ایک رات پوچھا کہ محققین لکھتے ہیں تحقیق بجانب مولیٰ اور انقطاع از ماسوی اللہ تحقیق توحید ربوبیت کے بغیر متحقق نہیں ہوسکتا۔ پس توحید ربوبیت کی تحقیق کس طریقہ سے ہوسکتی ہے۔ فرمانے لگے کہ کلمہ طیبہ کی سیف صارم کو بار بار اس معنی کو ملحوظ رکھ کر زبان پر لاؤ کہ کوئی الہ نہیں ہے کوئی مقصود نہیں ہے مال و منال' زن و فرزند اور جاہ و جلال وغیرہ میں سے، الا اللہ سوائے ذات پاک کے جیسا کہ لاحول ولاقوۃ کا مفہوم ہے۔ اور قرآنی خطابات میں غور کرنا چاہئے۔ تو دل قرآن پاک سے ایسے بادشاہ کا مشاہدہ کریں گے جس میں تمام قوتیں مرکوز ہیں، تو پھر انسان مقام عبودیت کو پہچان لے گا۔ (بحوالہ: مکتوبات عارف باللہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ، ص ۱۸۳۔۱۸۸)

(46) مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

فیض یافتہ: حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

تیرہویں صدی ہجری کے ہندوستان کے اعاظم رجال میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اور ان کا شمار اپنے دور کے ممتاز علما میں ہوتا ہے' مروجہ علوم کے تمام گوشوں پر ان کو عبور حاصل تھا اور معقول و منقول میں دسترس رکھتے تھے۔ تفسیر' حدیث' فقہ' ادبیات' بیان و معانی' منطق و فلسفہ اور حساب وریاضی وغیرہ ہر فن پر ان کی گہری نظر تھی۔

ولادت اور ابتدائی حالات

مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ صوبہ یوپی کے ضلع سہارنپور کے مردم خیز علاقے سے تعلق رکھتے تھے اور وہاں کے ایک قصبہ ''نانوتہ'' کے باشندے تھے۔ ان کے والد کا نام شیخ اسد علی رحمۃ اللہ علیہ اور دادا کا نام غلام شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھا۔

ماہ شعبان (یا رمضان) 1248ھ (جنوری 1833ء) میں بمقام نانوتہ پیدا ہوئے۔ ان کا تاریخی نام خورشید حسین ہے' ان کے والد شیخ اسد علی' مولانا مملوک علی نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے اور حصول علم کیلئے ان کے ساتھ دہلی گئے تھے لیکن ذہنی طور پر علم سے لگاؤ نہ تھا' اس لئے فارسی کی چند کتابوں کے علاوہ کوئی تعلیم حاصل نہ کرسکے۔ دہلی سے واپس نانوتہ آگئے اور کاشت کاری میں مشغول ہوگئے۔ **علم سے اس بیگانہ شخص کو اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں ایک ایسے گوہر شب چراغ سے نوازا' جس کی ضیا پاشیوں سے ایک عالم مستنیر ہوا۔** قیام دہلی کے دور میں انہوں نے علوم متداولہ کی تکمیل

Marfat.com

مولانا مملوک علی رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے کی اور علم حدیث کی تحصیل مولانا احمد علی سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ (فقہائے ہند'ج:6 ص:568)

علمائے دین کے پرخلوص جذبات

زندگی سادہ تھی اور زمانہ بہت سستا تھا' پھر علمائے دین کے دلوں میں خلوص کا بے پناہ داعیہ کارفرما تھا اور وہ تھوڑے کو بہت سمجھنے کے عادی تھے۔ وہ کوئی کام پیسے کیلئے نہیں کرتے تھے' نیکی سمجھ کرتے تھے اور ان کے قلب پر ہر آن خشیت الٰہی اور للّٰہیت کا جذبہ طاری رہتا تھا۔

مہمان کیلئے حقے کا انتظام

مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے مہمان نواز تھے' مہمان کی تمام جائز ضرورتوں کا خیال رکھتے اور اس کو کسی قسم کی پریشانی میں مبتلا نہیں ہونے دیتے تھے۔ اس کا اندازہ صرف ایک واقعہ سے ہوسکتا ہے جو سوانح قاسمی کے مصنف مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے قیام دہلی کے زمانے میں ایک شخص ان کے ہاں مہمان کی حیثیت سے آیا، جو نہ دنیوی اعتبار سے کوئی خاص مقام رکھتا تھا اور نہ علمی اور دینی لحاظ سے کسی اہم مرتبے کا حامل تھا۔ بس ایک عام سا آدمی تھا' اسے ریاح کا عارضہ تھا اور حقہ پینے کا عادی تھا' حقہ پینے سے افاقہ رہتا تھا۔ اس نے رات کا کھانا کھایا اور معمول کے مطابق کھانے کے بعد حقہ نہ پی سکا' مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے احترام کے پیش نظر اپنی اس ضرورت کا ان کے سامنے اظہار بھی نہ کرسکا۔ آدھی رات کے بعد اسے نفخ ہوگیا اور سخت تکلیف پیش آئی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی بے چینی کا علم ہوا تو فوراً اٹھے اور یہ معلوم ہوجانے کے بعد کہ یہ تکلیف حقہ نہ پینے کی وجہ سے پیش آئی ہے، اسی وقت کہیں سے حقہ لے کر آئے۔ خود چلم بھری اور حقہ اٹھا کر اس کو پیش کیا۔ پھر معذرت خواہانہ انداز میں اس سے کہا: آپ نے پہلے ہی کیوں نہیں فرمایا تھا کہ میں حقہ پیتا ہوں۔

یہاں یہ یاد رہے کہ **مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو حقے سے نفرت تھی لیکن اس کے باوجود مہمان کیلئے آدھی رات کے بعد حقہ مہیا کیا اور اسے پلایا۔**

قاضی محمد سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حقے کا واقعہ

یہاں مجھے اسی قسم کا ایک واقعہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ (منصف رحمۃ للعالمین) کا یاد آیا جو ایک مرتبہ ہمارے ایک بزرگ میاں قاسم الدین رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا۔ انہوں نے بتایا کہ ایک دفعہ وہ اور میرے دادا میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ (جو میاں قاسم الدین کے برادر نسبتی تھے) قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کیلئے پٹیالہ گئے۔ یہ دونوں بزرگ حقہ پینے کے عادی تھے' قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے میں ریاست پٹیالہ کے سیشن جج تھے' یہ بزرگ جتنے دن پٹیالہ میں قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مقیم رہے' قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ انہیں خود کھانا کھلاتے اور اپنے ہاتھ سے حقہ بھر کر لاتے رہے۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ حضرات بار بار کہتے کہ کھانا اور حقہ ملازم لے آئے گا' آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ یہی جواب دیتے کہ آپ ملازم کے رشتہ دار یا مہمان نہیں ہیں' میرے رشتہ دار اور میرے ہی مہمان ہیں اور مجھ ہی سے ملاقات کیلئے آئے ہیں۔ میرا فرض

Marfat.com

ہے کہ آپ کی خدمت کروں اور آپ کی ضروریات کا اہتمام کروں۔ میرے دادا کا انتقال جولائی 1939ء کو ہمارے قدیم وطن کوٹ کپورہ (مشرقی پنجاب) میں ہوا اور میاں قاسم الدین کی وفات 1950ء کو ہمارے موجودہ گاؤں چک نمبر 53 گ ب (تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد) میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائے' پرانے لوگ عجیب افکار وخیالات کے مالک تھے' سراپا خلوص اور پیکر محبت۔ (فقہائے ہند'ج:6 ص:582)

اندازِ تبلیغ کی ایک اچھوتی مثال

مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جس زمانے میں منشی ممتاز علی کے مطبع مجتبائی دہلی میں تصحیح کتب کی خدمت انجام دیتے تھے اسی زمانے میں ایک اور صاحب بھی اس مطبع کام کرتے تھے جو ''حافظ جی'' کے نام سے مشہور تھے۔ وہ بالکل آزاد منش تھے' رندانہ وضع تھی' چوڑی دار پائجامہ پہنتے تھے جو اس دور کے شرفا کا لباس نہ تھا۔ داڑھی چڑھا کر رکھتے تھے اور نماز نہ پڑھتے تھے' مطبع میں ملازمت کی وجہ سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ جی کی آپس میں دوستی تھی۔ یہ دوستی یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ بقول مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ'' حافظ جی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو نہلاتے اور کمر ملتے اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ ان کو نہلاتے اور کمر ملتے تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ ان کو کنگھا کرتے اور وہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو کنگھا کرتے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو ان کا اس قدر خیال رہتا کہ ''کبھی مٹھائی وغیرہ ان کے پاس آتی تو حافظ جی کا حصہ ضرور رکھتے''۔

سوانح قاسمی میں مرقوم ہے کہ'' مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے مدرس دوست' ان کی ایک آزاد شخص کے ساتھ اس قسم کی دوستی سے ناخوش تھے' مگر وہ اس کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ ایک دن تنہائی میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ جی سے کہا کہ ''بھئی! ہماری دوستی کا یہ مطالب ہونا چاہیے کہ دونوں کا رنگ ایک ہی ہو۔ یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ تمہاری وضع قطع کچھ اور ہو اور تمہارے دوست کی کچھ اور، پھر فرمایا: ''لاؤ میں ہی تمہارا رنگ اختیار کرتا ہوں'' یہ الفاظ سن کر حافظ جی کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور اس کے بعد اپنے دوست (مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ) کا ایسا پختہ رنگ اختیار کیا کہ پرہیز گار مسلمانوں کی وضع قطع اختیار کر لی اور اس روز سے پکے نمازی اور نیک وضع بن گئے۔

ملنگ کو متقی بنانے کا واقعہ

اسی نوع کا قاضی سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور واقعہ ذہن میں آیا۔ یہ واقعہ صوفی نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھتا ہے جو امرتسر کے رہنے والے تھے اور قیام پاکستان کے بعد گوجرانوالہ میں اقامت گزیں ہو گئے تھے' 27 فروری 1954ء کو فوت ہوئے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ کسی زمانے میں بھٹنڈہ ریلوے سٹیشن میں ملازم تھے' فقیرانہ لباس اور وہی وضع قطع' بڑی بڑی مونچھیں' اچھی خاصی ڈاڑھی' سر پر لمبے لمبے بال اور پنڈلیوں سے نیچے تک سبز رنگ کا چغہ۔ کلائی میں چھ سات لوہے کے کڑے اور ہاتھ میں ڈنڈا جسے ہتھیلی میں تھام کر ہاتھ کے جھٹکے سے کڑوں پر مارتے تو چھن چھن کی آواز گونجنے لگتی۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن میں اسی شکل و ہیئت میں بھٹنڈہ ریلوے سٹیشن کے ایک پلیٹ فارم پر گھوم رہا تھا کہ اچانک ایک بزرگ پر نظر

Marfat.com

پڑی جو پٹیالہ طرز کا شاہی عمامہ باندھے ہوئے تھے' خوبصورت ڈاڑھی اور کٹی ہوئی مونچھیں، تنگ موری کا پاجامہ اور شیروانی زیب تن۔ گورا رنگ اور نورانی چہرہ' نہایت معزز اور وجیہ آدمی' ساتھ ایک ملازم جس کے ہاتھ میں کپڑے کا ایک مصلےٰ اور سلور کا لوٹا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ریلوے سٹیشن کے جو بڑے چھوٹے لوگ ادھر سے گزرتے' ان بزرگ کو نہایت ادب سے سلام کرتے اور وہ مسکراتے ہوئے سب کے سلام کا جواب دیتے' مجھے اس بزرگ کی مومنانہ شکل وصورت اور غیر معمولی روحانیت نے اپنی طرف کھینچا اور میں نے آگے بڑھ کر ان کو جھک کر سلام کیا۔ پھر نہایت ادب سے عرض کیا: آپ کہاں رہتے ہیں؟ فرمایا: یہی بھٹنڈے میں رہتا ہوں۔ یہاں جناب کا کیا شغل ہے؟ بولے: سٹیشن کے قریب کی مسجد میں ہر روز نماز مغرب کے بعد قرآن مجید کا درس دیتا ہوں۔ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ پٹیالے جا رہا ہوں۔ واپس کب تشریف لائیں گے؟ جواب دیا: ان شاء اللہ پرسوں آجاؤں گا اور معمول کے مطابق نماز مغرب کے بعد درس قرآن مجید دوں گا۔ پھر بدرجہ غایت شفقت سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا: آپ بھی درس میں آیا کریں۔

صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بتاتے ہیں کہ میں تیسرے دن اپنی مخصوص وضع قطع اور ہیئت کذائی میں ان کے درس میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ میرے بہت سے افسر اور ساتھی وہاں موجود ہیں اور انتہائی انہماک سے درس قرآن و مجید سن رہے ہیں۔ میں سب سے پیچھے جوتیوں میں جا کر بیٹھ گیا۔ بزرگ نے دوران درس میں مجھے دیکھا تو فرمایا: قریب آجایئے۔ میں جھجکتا ہوا اٹھا اور حسب حکم ان کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ میری نظریں جھکی ہوئی تھیں اور اپنی اس ہیئت پر شرم محسوس کر رہا تھا' میرے افسر اور ساتھی مجھے ایک خاص انداز سے دیکھ رہے تھے' درس کے بعد باہر نکلے تو پتا چلا کہ یہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو بہت بڑے عالم اور متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ ریاست پٹیالہ کے سیشن جج ہیں اور ریاست کی تمام منڈیوں کے منتظم ہیں اور اس حیثیت سے ناظم منڈیات'' انکا عہدہ ہے اور بھٹنڈہ میں ان کا دفتر ہے۔ اس کے بعد میں نے پہلا کام یہ کیا کہ مونچھوں اور ڈاڑھی کو سنت کے مطابق کیا' سر کے بال کٹوائے' کڑے اتار کر پھینکے اور ڈنڈا غائب کر دیا۔ چغہ اتار دیا اور لباس بدل لیا۔ دوسرے دن درس میں گیا تو حلیہ بالکل بدلا ہوا تھا' قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے غور سے دیکھا اپنے قریب بٹھایا اور مسکراتے ہوئے فرمایا: وہ چغہ ' کڑے' ڈنڈا اور سر کے بال کدھر گئے؟ عرض کیا: اب وہ سلسلہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو گیا۔ فرمایا: رہنے دیتے اتنی جلدی کیا پڑی تھی' وہ لباس اچھا لگتا تھا اور آپ کی شخصیت کا جزو بن گیا تھا۔

غور فرمایئے! پرانے بزرگوں اور عالموں کا طریق کلام اور نہج تفہیم کس درجے میٹھا اور پیارا تھا۔ انکی ہر بات دل میں اترتی اور فکر و ذہن کی گہرائیوں میں اثر و رسوخ کے نقوش مرتسم کرتی جاتی تھی۔ یہ تبلیغ کا ایک اچھوتا اور نفسیاتی انداز تھا جو نہایت موثر ثابت ہوا۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:583-585)

بدعتی کی مہمان نوازی

ایک صاحب ''ٹھسکہ'' کے رہنے والے تھے اور طبقہ مشائخ سے تعلق رکھتے تھے' لوگ انہیں ''شاہ صاحب'' کہتے تھے۔ علمائے دیوبند جن امور کے بدعت ہونے کا فتویٰ دیتے تھے' وہ ان میں مبتلا تھے' انہوں نے مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت سنی تو

Marfat.com

ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت احترام کے ساتھ ان کو مہمان بنایا اور طلباء کو حکم دیا کہ کوئی شخص ان کے طریقے کے خلاف کسی قسم کی بات نہ کرے، اس لئے کہ مہمان کی دل شکنی نہیں کرنی چاہئے۔ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے رسم مشائخ کی پیروی کرتے ہوئے شاہ صاحب کی خدمت میں نذر بھی پیش کی۔ بلکہ شاہ صاحب کے ساتھ جو بھنگی سائیں تھے ان کو خود کھانا کھلایا اور ان کی خاطر مدارت کی۔ یہ بات کسی نے مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی پہنچادی۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس طرز عمل پر ناگواری کا اظہار کیا اور کہا کہ بدعتی کا اکرام جائز نہیں۔ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جواب دیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو کافر مہمانوں کا بھی اکرام کرتے تھے۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جواب سنایا تو فرمایا کہ کافر کے اکرام میں غلط فہمی اور فساد کا احتمال نہیں، برخلاف بدعتی کے۔ بدعتی کے اکرام میں اندیشہ ہے کہ خود بھی غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے اور سمجھنے لگے کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے، اس کو صحیح قرار دے دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں دوسرے لوگ بھی یہی غلط نتیجہ نکال سکتے اور بدعتی کے عمل کو مبنی بر صحت ٹھہرا سکتے ہیں۔

منقول ہے کہ جب مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بیان کیا گیا تو جو صاحب ان دونوں بزرگوں کی باتیں ادھر سے اُدھر پہنچا رہے تھے، ان کو ڈانٹتے ہوئے کہا: یہ کیا واہیات ہے، ادھر کی اُدھر لگاتے پھرتے ہو، بیٹھو اپنا کام کرو۔

کہا جاتا ہے کہ جب وہ مہمان یعنی شاہ صاحب مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں سے رخصت ہونے لگے تو انہوں نے مولانا سے کہا: فقیر تو آپ ہیں ہم تو صرف نقال ہیں۔ (فقہائے ہند، ج:6 ص:586)

تصوف پر تصانیف

مکتوبات قاسمیہ: اس مجموعہ مکتوبات میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے آٹھ خطوط شامل ہیں، جو انہوں نے خلیفہ بشیر احمد دیوبندی کے نام لکھے۔ یہ خطوط تصوف وسلوک کے موضوع پر مشتمل ہیں۔ آخر میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے آٹھ خط درج کئے گئے ہیں اور ایک خط مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ (فقہائے ہند، ج:6 ص:589)

قارئین! تصوف کی راہوں کی دھول کو اپنی آنکھ کا سرمہ بنا لینے اور کسی کامل مرشد کے ساتھ اصلاحی تعلق قائم کر کے اپنی روحانی تربیت کروا لینے کے بعد انسان کو ہر وقت انسانیت کی ہدایت کی فکر لاحق ہو جاتی ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید رشید مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ درس دینے کے دوران انہیں یہ فکر لاحق رہتی تھی کہ اے کاش! میرا درس سن کر لوگوں کے دل کی دنیا بدل جائے اور یہ راہ ہدایت پر گامزن ہو جائیں۔ کسی عالم دین نے ان سے نصیحت طلب کی تو فرمایا، جب تم وعظ کہنے لگو تو اپنے اوپر لوگوں کی ہدایت کی فکر کم از کم اتنی ضرور طاری کر لینا جتنی پیشاب کی حاجت ہوتی ہے۔ کہنے لگے کیا مطلب؟ فرمایا جس طرح کوئی شخص کسی سے بات کرنے میں مصروف ہو اور اسے پیشاب کی حاجت بھی محسوس ہو رہی ہو، تو دوران گفتگو اسکا دھیان مکمل طور پر اسی طرف ہوگا کہ مجھے حاجت کا تقاضا ہو رہا ہے۔ وہ اپنے مخاطب سے بات بھی کرے گا لیکن اسکی توجہ میں یہی احساس اٹکا رہے گا کہ کسی طرح مجھے قضائے حاجت کا موقع مل جائے۔ اسی طرح جب تم وعظ کہو تو یہ خیال اپنے اوپر سوار کر لو کہ کسی طرح میرے وعظ سے ان لوگوں کے اندر مثبت تبدیلی پیدا

Marfat.com

ہوجائے اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی اختیار کرلیں۔ اس نیت اور اس توجہ سے کہا جانے والا وعظ موثر ثابت ہوگا۔ قارئین اسکی سادہ سی مثال یوں سمجھ لیں کہ موجودہ معاشرے کے تصوف بیزار خطیب جب خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہیں تو انکی کوشش ہوتی ہے کہ میرے موضوع سے متعلق جتنی بھی قرآنی آیات اور جتنی بھی احادیث ہیں، سب کی سب آج ہی بیان ہوجائیں۔ قطع نظر اس سے کہ وہ آیات اور وہ احادیث لوگوں کے دل میں اتریں یا نہ اتریں اور وہ ان پر عمل کریں یا نہ کریں۔ خطبہ کے اختتام پر خطیب صاحب اپنے مقصد کو یہ کہہ کر بیان کرتے ہیں ''وما علینا الا البلٰغ المبین'' کہ میرے ذمے تو صاف صاف پہنچا دینا ہے بس! آگے آپکی مرضی، عمل کریں تو آپکا فائدہ، نہ کریں تو آپکا نقصان۔ اب دوسری طرف دیکھیں کہ اگر رمضان المبارک کا آخری جمعہ ہو اور خطیب صاحب کا موضوع پورے سال کے چندے کی لوگوں کو ترغیب دلانا ہو، یا کسی دوسرے شہر کی مسجد میں جا کر اعلان چندہ کرتے ہوئے کچھ دیر تقریر ارشاد فرمائیں تو اس تقریر میں بھی وہ قرآنی آیات اور احادیث ہی سے مواد اکٹھا کر کے لوگوں کے گوش گزار کریں گے، لیکن اب کی بار مکمل تقریر کے دوران خطیب محترم کی بھرپور کوشش ہوگی کہ اے کاش! میرا وعظ پر اثر ہوجائے۔ دوران وعظ انکا دھیان بار بار اس طرف جائے گا کہ میری صرف دس منٹ کی تقریر سن کر لوگوں میں اتنی تبدیلی ضرور پیدا ہونی چاہیے کہ انکی جیب میں پڑی ہوئی امانت میرے رومال میں اور مدرسے یا تنظیم کی رسید انکی جیب میں منتقل ہوجائے۔ انکی یہی توجہ اثر کرتی ہے اور واقعی صرف دس منٹ بعد انسان وہ مال جو اپنے مستحق رشتہ داروں، غریب ہمسائیوں اور ضرورت مند متعلقین سے بچا بچا کر رکھتا تھا، اسے مولانا کے رومال میں ڈالنے پر آمادہ ہوجاتا ہے اور صرف دس منٹ میں اسکے ذہن میں ایسی تبدیلی پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ میرا مال مولانا کی گاڑیوں پہ خرچ ہوگا، شاہانہ اخراجات میں استعمال ہوگا، چھوٹے چھوٹے درس قرآن اور ہر خطبہ جمعے کیلئے ہزاروں کی تعداد میں چھپنے والے اشتہارات کی نذر ہوجائے گا، ریلیوں اور جلوسوں میں لہرانے والے جھنڈوں اور بینروں کی مد میں آئے گا یا واقعی ہزاروں میل لمبا سفر کر کے اور یتیموں بیواؤں تک پہنچ کر بوسنیا اور چیچنیا کے غریب مسلمانوں کی زندگی میں سکھ کا ذریعہ بنے گا۔ (از: مرتب)

(47) شیخ احمد کھٹوی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ وجانشین: شیخ اسحاق مغربی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ احمد بن عبداللہ کھٹوی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب شہاب الدین تھا۔ عابد و زاہد اور فقیہہ تھے اور سرزمین ہند کے ان خوش بخت حضرات میں سے تھے جو علم فقہ سے بھی بہرہ مند تھے اور زیورِ تصوف و طریقت سے بھی مزین تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق علاقہ گجرات کے عظیم مشائخ میں سے تھا۔

درویش بابا کی خدمت میں

منقول ہے کہ بچپن میں کسی طرح اپنے وطن سے بہت دور چلے گئے جہاں بالکل بے یار و مددگار ہوگئے۔ پردیسیوں کی طرح گھومنے لگے کہ اتفاقاً ایک درویش کامل بابا اسحاق مغربی رحمۃ اللہ علیہ کا ادھر سے گزر ہوا۔ انہوں نے ان کو لاوارث بچہ سمجھ کر

Marfat.com

اپنے ساتھ لیا اور موضع کھٹو لے آئے۔ اب وہ بابا اسحاق مغربی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہنے لگے۔ انہوں نے ہی ان کی پرورش کی ان کے فیض صحبت سے روحانی تعلیم و تربیت سے سرفراز ہوئے اور ایک ولی کامل کی حیثیت سے دنیا کے سامنے نمودار ہوئے۔ پھر انہی کی خلافت و اجازت کا شرف حاصل کیا۔

لمبی عمر پانے والے مشائخ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ و مرشد بابا اسحاق مغربی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب شیخ ابومدین مغربی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے شیخ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً 138 سال عمر پائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بزرگوں میں سے ہر ایک نے تقریباً ڈیڑھ سو سال کی عمر پائی۔ تصوف کی اصطلاح میں شیخ اسحاق مغربی رحمۃ اللہ علیہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان چند ہی مشائخ کا واسطہ ہے۔

عبادت وریاضت کی مشقت

شیخ اسحاق مغربی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد شیخ احمد رحمہ اللہ کھٹو سے دہلی آگئے اور ظاہری علوم کی تحصیل کی۔ تعلیم سے فارغ ہوئے تو مسجد خان جہاں میں ڈیرے ڈال لئے اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ اشیائے خورد و نوش سے اس درجہ بے نیازی اختیار کر لی تھی کہ سوکھی اور باسی روٹی کا ایک ٹکڑا کھاتے اور اسی سے روزہ افطار کرتے۔ **چلے کے چالیس دنوں میں تو یہ عالم ہوتا کہ روزانہ صرف ایک کھجور کھاتے**، حج و زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔ (فقہائے ہند، جلد دوم، ص: 103-104)

کشف وکرامات کا تذکرہ

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں بے شمار لوگ موجود تھے جن میں ایک مرید کا نام محمود بن سعید ایرجی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ انہوں نے ''تحفۃ المجالس'' کے نام سے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اور حالات و سوانح جمع کئے ہیں۔ اس کتاب میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی دینداری ان کے تبحر علمی اور کشف و کرامات کے بہت سے واقعات درج ہیں ایک مرتبہ ایک بہت بڑا تاجر تیس سیر مصری اور کستوری کا ایک بڑا نافہ لے کر شیخ احمد کھٹوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا آپ کہاں سے آئے ہیں اور ہمیں کب سے جانتے ہیں؟ کہنے لگا میں شیخ نور رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوں جو پنڈوہ میں اقامت پذیر ہیں اور اس وقت وہیں سے آرہا ہوں۔ کچھ دنوں پہلے دہلی سے سامان تجارت کی خرید و فروخت کے بعد جب شیخ نور رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا تو انہوں نے پوچھا تم نے دہلی میں کن کن مشائخ سے ملاقات کی؟ میں نے جن جن حضرات مشائخ سے شرف ملاقات حاصل کیا تھا ان سب کے نام عرض کر دیے۔ فرمایا: شیخ احمد کھٹو رحمۃ اللہ علیہ سے ملے ان کی یہ بات سن کر میں خاموش ہو گیا تو فرمانے لگے اگر تم دہلی گئے اور شیخ احمد کھٹو سے نہیں ملے تو تمہارا سفر ضائع گیا اور دہلی کی مدت قیام بے مقصد رہی۔ مرشد کے اس فرمان سے میں سخت پریشان ہوا اور بے قراری کے عالم میں وہاں سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ تاجر کی یہ بات سن کر شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: شیخ نور سے نہ کبھی ہماری ملاقات ہوئی اور نہ آج تک انہوں نے ہمیں دیکھا ہے اور نہ ہم نے ان کو دیکھا ہے لیکن اس بزرگ نے ہم کو اپنے کشف و کرامت کے ذریعے جان لیا جو اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ (فقہائے ہند، جلد دوم، ص: 105)

Marfat.com

جیل میں غیبی رزق کے مزے

سلطان فیروز شاہ کو شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بے انتہاء عقیدت تھی۔امیر تیمور کے دہلی پر حملہ آور ہونے سے پندرہ دن پہلے اپنے کچھ مریدوں اور عقیدت مندوں اور خود سلطان فیروز سے کہا کہ تیمور لنگ دہلی پر حملہ کرے گا' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان تو دہلی سے جونپور چلا گیا مگر شیخ دہلی میں ہی رہے اور فرمایا: ہم دہلی والوں کے ساتھ رہیں گے۔جب تیمور نے دہلی پر حملہ کیا اور خونریزی اور قتل وغارت کے بعد جب گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہوا تو شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بعض معتقدین کو بھی مغلیہ فوج نے گرفتار کر کے جیل میں بند کر دیا۔اتنے میں تیمور کو شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی صالحیت کا پتہ چلا تو نہایت عزت واحترام سے ان کو رہا کر دیا۔قیام نظر بندی کا ذکر کرتے ہوئے شیخ رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ ''ہمارے ساتھ چالیس فقیر جیل میں محبوس تھے' غیب سے روزانہ چالیس روٹیاں ہمارے لئے اللہ تعالیٰ بھیج دیتا اور ہم نہایت مزے سے کھالیتے۔

وظیفے کی برکت سے سمندر میں حفاظت

رہائی کے بعد کا ایک عجیب وغریب واقعہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان کیا کہ ہم بہت سے لوگ حج کیلئے روانہ ہوئے۔ہمارا جہاز سمندر میں جارہا تھا کہ میں ایک دفعہ وضو کرنے لگا تو اچانک میرا پاؤں پھسلا اور میں سمندر میں جاگرا' گرتے ہی میں نے:

یاحافظ یاحفیظ یارقیب یاوکیل یااللہ

پڑھنا شروع کردیا۔میں پانی کی سطح پر تیرتا جارہا تھا اور یہ وظیفہ میرے وردزبان تھا۔اتنے میں مجھے اپنے پاؤں کے نیچے ایک پتھر معلوم ہوا اور میں اسی پر کھڑا ہو گیا' پانی کمر تک تھا اور میں برابر یہ وظیفہ پڑھ رہا تھا۔اس کے بعد ملاح اور جہاز کے کپتان نے مجھے مچھلی کی طرح اوپر اٹھالیا۔(فقہائے ہند' جلد دوم' ص:106)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان کی مہمان نوازی

اس کے ساتھ ہی شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں حج کے بعد مدینہ منورہ کو روانہ ہوا' جہاں کچھ اور لوگ بھی ہمارے ساتھ تھے' ہم مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مقیم تھے کہ ہمارے ساتھیوں نے کہا کھانے کا انتظام کرنا چاہئے۔میں نے کہا ہم تو کھانے کا انتظام نہیں کریں گے کیونکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان ہیں۔اس کے بعد وہ لوگ کھانا کھا کر واپس آئے' ہم نے اکٹھے عشاء کی نماز پڑھی' وہ تو نماز کے بعد سو گئے مگر میں ہاتھ دھو کر تسبیح پڑھنے لگا۔ناگہاں ایک آواز آئی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مہمان کون ہے؟ میں نے سوچا کہ دوسرے آدمی کو آواز دی جارہی ہے۔دوسری مرتبہ پھر یہی آواز فضا میں گونجی لیکن میں اب بھی خاموش رہا۔تیسری مرتبہ پھر یہی آواز بلند ہوئی۔اب میں سمجھا کہ یہ آواز مجھے ہی دی جارہی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مہمان میں ہی ہوں۔چنانچہ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور آواز دینے والے کے پاس پہنچا جو اپنے ہاتھ میں ایک خوان لئے کھڑا تھا۔اس نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا ہے۔میں نے دامن پھیلایا اور اس نے کھجوریں میرے دامن میں ڈال دیں اور خالی خوان لئے واپس چلا گیا۔وہ کھجوریں میں نے منہ میں ڈالیں تو اتنی لذیذ اور میٹھی تھیں کہ میں نے آج تک اس قسم کی کھجوریں نہیں کھائی تھیں۔

Marfat.com

چار ساتھیوں کو ایک ہی خواب

کھجوریں کھانے کے بعد میں سو گیا تو ایک خواب دیکھا اور وہی خواب میرے تینوں ساتھیوں نے بھی دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہوادار اور روشن مقام میں تشریف فرما ہیں۔ چند کبار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی کھڑے ہیں اور ایک عورت جو مختلف قسم کے زیور پہنے ہوئے وہاں موجود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ اسے قبول کرلو۔ میں نے عرض کیا ہمارے بزرگوں نے قبول نہیں کیا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ تمہارے والد ہیں۔ میں نے دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی انگلی مبارک دانتوں میں دبائے کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں بابا احمد! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرو اور اس عورت کو قبول کرلو۔ چنانچہ میں نے اس عورت کو قبول کرلیا اور فوراً ہی میرے دل میں ڈالا گیا کہ عورت کی صورت میں جو چیز سامنے کھڑی ہے یہ دنیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کا مطلب ہے کہ مجھے پوری دنیا مل گئی۔ (فقہائے ہند، جلد دوم، ص: 107)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے عمامہ باندھنے کا حکم

مدینہ منورہ سے ہماری واپسی کا وقت آیا تو ہم تینوں ساتھی آخری سلام کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضر ہوئے۔ روضہ مبارک کے خدام دس گز کے فاصلے پر ہاتھوں میں کالے دستانے چڑھائے کھڑے تھے جو مجھ سے کہنے لگے یہ عمامہ لو۔ میں نے جواب دیا ہمارے پیر و مرشد نے عمامہ نہیں باندھا، وہ ٹوپی پہنتے تھے۔ اس پر خدام نے کہا کہ رات خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دس گز کپڑا عمامہ باندھنے کیلئے دیا جائے اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ احمد کو ہمارا حکم ہے کہ یہ عمامہ اپنے سر پر باندھ لے اور مخلوق خدا کو سلام کی دعوت دے۔ چنانچہ وہ کپڑا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے عطیہ تھا میں نے ہاتھ میں لیا، اس کو چوما اور سر پر باندھ لیا، اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دہلی کی مسجد خان جہاں میں رہ کر پہلے سے زیادہ ریاضت و عبادت اور مجاہدہ کیا جائے۔ اسی اثناء میں سید جلال الدین بخاری اوچی مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کو بھی یہ ندائے غیبی سنائی دی کہ ایک جوان صالح دہلی کی مسجد خان جہاں میں مشغول عبادت ہے اور بہت ہی ریاضت کر رہا ہے۔ چنانچہ جب ہم حج سے واپس آئے تو مسجد خان جہاں میں سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ میری ملاقات کیلئے تشریف لائے۔ وہ مسجد کے قریب پہنچے تو ان کے ایک معتقد نے آکر مجھے اطلاع دی کہ مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ آپ سے ملنے کیلئے آرہے ہیں۔ میں فوراً اٹھا اور مسجد کے دروازے پر پہنچا۔ وہ پالکی میں سوار تھے پالکی سے اترے اور نہایت شفقت اور پیار سے مجھے گلے لگایا اور دیر تک سینے سے چمٹائے رکھا پھر پالکی میں بیٹھ کر واپس چلے گئے اور میں مسجد میں آکر مصروف عبادت ہوگیا۔ (فقہائے ہند، جلد دوم، ص: 108)

سارا دن دم کرنا

مولانا بارک اللہ انجم لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کا صبح سے شام تک زیادہ تر وقت جامعہ محمدیہ میں گزرتا تھا۔ اوکاڑہ اور اس کے قرب و جوار کے بے شمار لوگ ان کے پاس آتے تھے اور یہ ان کیلئے دعا اور دم وغیرہ کرتے اور اللہ تعالیٰ انہیں شفاء عطا فرماتا۔

(از: مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

اوپر والے ہاتھ کی دعا

شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک روز ایک فقیر ہمارے پاس آ کر کہنے لگا کہ بابوجیو مجھے روزانہ چار روپے دیتے ہیں۔ میں نے بابوجیو سے کہا کہ یہ فقیر بے انتہا بھنگ پیتا ہے ابھی ان روپوں کی بھنگ خریدے گا اور اور پی جائے گا تو بابوجیو نے جواب دیا ہم سے ہمارے کام کے بارے میں پوچھا جائے گا اور اس سے اس کے کام کے بارے میں۔ اس وقت میری عمر بارہ سال تھی اس دن سے آج تک میں بابوجیو کی بات کی پیروی کرتا ہوں۔ ایک دن بابوجیو نے مجھ سے کہا: بابا احمد! تم سخاوت بہت کرتے ہو بھائی ہاتھ کبھی کبھی اونچا کیا کرو۔ میں نے کہا بابوجیو دعا کرو میرا ہاتھ ہمیشہ اونچا رہے کبھی نیچا نہ ہو۔ اس پر بابوجیو نے کہا ہم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ احمد کا ہاتھ ہمیشہ اونچا رہے اور خدا تعالیٰ کی مخلوق ان سے ہمیشہ لیتی رہے۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:109)

علم کے پندار سے بچنے کی کوشش

شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی بتایا کہ ایک مرتبہ میں سمرقند کی مسجد میں پہنچا جہاں ایک فقیہہ طلباء کو پڑھا رہا تھا۔ میں درویشوں کی سی ٹوپی سر پر رکھے اور فقیروں جیسا لباس پہنے ہوئے تھا۔ طلباء سے دور ہو کر بیٹھ گیا' ایک طالب علم حسامی پڑھ رہا تھا لیکن اس کی عبارت غلط تھی' میں نے دور سے بیٹھے ہوئے آواز دی اعراب غلط پڑھ رہے ہو'۔ میری آواز سنتے ہی ان کا فقیہہ استاد اپنی جگہ سے اٹھ کر مجھے ملا اور مجھے اپنی مسند درس کے قریب لے گیا۔ پھر اس نے علم اصول کے بارے میں مجھ سے چند سوال پوچھے جن کا میں نے صحیح صحیح جواب دے دیا۔ جب اس فقیہہ کو میری علمی حیثیت کا پتا چلا تو وہ میری طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ اس علم کے باوجود یہ معمولی سے کپڑے اور فقیروں جیسی ٹوپی کیوں پہن رکھی ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ایک تو میں علم کی نعمت سے بہرور ہوں' دوسرے اگر علم کی موجودگی میں میں عمدہ لباس زیب تن کروں گا تو نفس بدخوئی کرے گا اور پندار میں مبتلا ہو گا۔ لہٰذا اس فقیر نے اپنے لئے یہ لباس مخصوص کر لیا ہے اور اپنے آپ کو اسی میں چھپائے رکھتا ہے۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:110)

مرید کی آزمائش

مصنف ''تحفۃ المجالس'' نے یہ بھی لکھا ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا' تراویح میں ایک عالم دین مولانا محمد قاسم صاحب باقاعدہ قرآن مجید سنتے تھے' منزل سورۃ الاعلیٰ تک پہنچ گئی تھی جس رات قرآن مجید مکمل ہونا تھا اسی رات شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا محمد قاسم سے کہا آپ آج شب فلاں گاؤں میں چلے جائیں۔ مولانا کو یہ بات عجیب سی معلوم ہوئی اور دل میں خیال آیا کہ آج رات تراویح میں قرآن مکمل ہو جائے گا تو کل علی الصبح روانہ ہو جاؤں گا لیکن یہ بات شیخ سے نہ کہی کہ مبادا وہ اس کو سوئے ادب سمجھیں۔ تھوڑی دیر یوں ہی گزر گئی اور مولانا وہیں ٹھہرے رہے تو دوبارہ حکم دیا کہ آپ فلاں گاؤں چلے جائیں۔ چنانچہ وہ سلام کر کے اس گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے۔ فرض کے بعد جب تراویح کی نوبت آئی تو حسن اتفاق ملاحظہ ہو کہ وہاں کے امام نے سورۃ الاعلیٰ سے تراویح پڑھانا شروع کی۔ مولانا محمد قاسم نے سورۃ الاعلیٰ تک تو پورا قرآن مجید سن ہی لیا تھا اب اس کے پیچھے باقی کی سورتیں بھی سن لیں۔ بعد ازاں واپس لوٹ کر شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا۔ مخدوم معاف فرمایئے گا تعمیل ارشاد میں مجھ سے توقف ہو گیا تھا۔ اس پر شیخ

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مولانا درویش کسی دنیاوی کام کیلئے آپ کے دینی کام میں نقصان پیدا نہیں کرتے۔ درویش کو بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کام کا انجام کیا ہو گا چونکہ وہاں کے امام نے باقی کی سورتیں پڑھنا تھیں اس لئے آپ کو حکم دیا کہ فوراً چلے جاؤ۔ یاد رکھو درویش جس کام کو کہیں اس کی تعمیل میں دیر نہ لگاؤ۔ (فقہائے ہند جلد دوم ص:111)

(48) سلطان سید محمد اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

صحبت یافتہ: سید جلال الدین حسین احمد بخاری رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ وجانشین: قطب العالم شیخ احمد علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام محمد اشرف اور جہانگیر لقب تھا۔ والد کا اسم گرامی سلطان محمد ابراہیم تھا جو سمنان کے حکمران تھے۔ والدہ محترمہ خواجہ محمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ کی دختر تھیں۔ نہایت نیک اور عابدہ وزاہدہ تھیں، بالالتزام تہجد کی نماز پڑھتیں، رات کو قیام کرتیں اور دن کو روزہ رکھتیں۔

مجذوب کی دعا سے اولادِ نرینہ

سلطان محمد ابراہیم کے ہاں کوئی بیٹا نہ تھا تین لڑکیاں تھیں۔ اس نواح کے ایک مجذوب جن کا نام ابراہیم تھا، سے اولادِ نرینہ کیلئے دعا کی درخواست کی توانہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی جس کے نتیجے میں ایک لڑکا پیدا ہوا اس کا نام اشرف رکھا گیا۔ ان کا حافظہ نہایت تیز تھا ابھی سات سال کو ہی پہنچے تھے کہ قرات سبعہ کے ساتھ قرآن مجید حفظ کر لیا اور پورے چودہ سال کی عمر میں معقولات ومنقولات کی تمام کتابیں پڑھ لیں جس کی وجہ سے پورے عراق میں مشہور ہو گئے۔

حصول طریقت اور تخت نشینی

انیس سال کی عمر میں والد بزرگوار سید محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ وفات پا گئے، ان کی وفات کے بعد حکومتِ سمنان کی باگ ڈور سنبھال لی اور مہمات ملکی میں مشغول ہو گئے۔ ساتھ ہی ساتھ اس دور کے عظیم بزرگ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی اور دیگر علماء ومشائخ سے تصوف وطریقت اور دیگر علوم کی تحصیل میں بھی منہمک رہے۔ (فقہائے ہند، جلد دوم، ص:139)

حضرت خضر علیہ السلام کی طرف سے ترکِ حکومت کا حکم

سید محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد حکومت میں فرائض وسنن اور نوافل کی ادائیگی بھی باقاعدگی سے کرتے اور اوراد ووظائف میں مشغول رہتے۔ ایک رات خواب میں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر سلطنت الٰہی طلب کرنا چاہتے ہو تو اس دنیاوی سلطنت کو ترک کر دو اور دیار ہند کا رخ کرو۔ صبح ہوئی تو والدہ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب بیان کیا اور حکومت سے دستبردار ہو کر عازم ہند ہونے کی تمنا ظاہر کی۔ والدہ نے نہایت شفقت سے فرمایا:

Marfat.com

تمہاری ولادت سے قبل میرے والد (خواجہ محمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ) نے بتایا تھا کہ میرے گھر ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے نورِ ہدایت سے تمام عالم منور ہوگا' وہ وقت آ پہنچا جاؤ رختِ سفر باندھو' اللہ تعالیٰ تم کو یہ سفر مبارک کرے۔ والدہ کی اجازت سے بہت خوش ہوئے' زمامِ حکومت اپنے بھائی سلطان محمد کے ہاتھ میں دی اور عازمِ ہند ہوئے۔

مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں

سمرقند سے پاک و ہند کی طرف روانہ ہوئے اور سرحد عبور کر کے اوچ میں داخل ہو گئے۔ اس زمانے میں اوچ کو طریقت و تصوف اور علوم ظاہری و باطنی کے مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ شیخ سید جلال الدین حسین بن احمد بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ کی بساط طریقت آراستہ تھی' جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر سید اشرف رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی تو فرمایا (ترجمہ): ایک مدت بعد طالب صادق کی خوشبو دماغ تک پہنچی ہے اور ایک عرصے کے بعد گلزارِ سیادت کی نسیم جاں افزاء کے جھونکے نصیب ہوئے ہیں' فرزند تم بہت ہی مردانہ انداز سے آئے ہو میری طرف سے ہدیہ تبریک قبول کرو۔ اس راہ سعادت افروز میں جلدی جلدی قدم اٹھاؤ کہ برادرم علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ تمہاری تشریف آوری کے منتظر ہیں' راستے میں ہرگز کہیں نہ ٹھہرنا''۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص: 140)

شیخ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے کی سعادت

مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض ہو کر دہلی گئے وہاں کے علماء و مشائخ سے متمتع ہو چکے تو بہار کا قصد کیا۔ قصبہ بہار میں عین اس وقت پہنچے جب حضرت شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ رکھا ہوا تھا۔ شیخ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے **وصیت کی تھی کہ میری نماز جنازہ صرف وہی شخص پڑھائے جو صحیح النسب سید ہو' تارکِ سلطنت ہو اور سات قراتوں کا قاری ہو'** یہ تمام شرطیں سید اشرف سمنانی رحمۃ اللہ علیہ میں پائی جاتی تھیں۔ لہٰذا حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ پڑھانے کی سعادت انہی کے حصے میں آئی۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص: 141)

مخلص مرید کی آمد کا بے صبری سے انتظار

وہاں سے بنگال روانہ ہوئے' سرزمین بنگال میں اس زمانے میں شیخ احمد بن عمر پنڈوی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا دینی و روحانی فیض جاری تھا۔ گزشتہ اوراق میں ان کا تذکرہ آ چکا ہے کہ یہ بزرگ شیخ علاؤ الدین کے لقب سے مشہور تھے۔ بلند مرتبہ کے عالم اور صوفی تھے۔ اس لئے جہاں لوگ حصول تصوف کی غرض سے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے' وہاں ظاہری علوم کی تحصیل اور تحقیق مسائل کیلئے بھی انہی کے باب عالی پر دستک دیتے' انتہاء درجہ کے سخی اور مہمان نواز تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کی خانقاہ کے مصارف اتنے زیادہ تھے کہ بڑے بڑے امراء و وزراء اس پر تعجب کا اظہار کرتے۔ سید اشرف سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی آمد سے پہلے انہوں نے اپنے عقیدت مندوں سے کہا تھا کہ ''جس شخص کے آنے کا ہم دو سال سے انتظار کر رہے ہیں اور اس کی راہ تک رہے ہیں' وہ آج کل میں پہنچنے والا ہے''۔

Marfat.com

کشفی کیفیت کے ذریعے خوشبو سونگھ لینا

سید اشرف رحمۃ اللہ علیہ جب پنڈوہ کے قریب پہنچے تو دوپہر کا وقت تھا اور شیخ احمد علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ قیلولہ کر رہے تھے' یکا یک اٹھے' آنکھیں کھولیں اور فرمایا: یار کی خوشبو آرہی ہے''۔ یہ کہہ کر تیزی سے شہر سے باہر نکلے' مریدین بھی بھاری تعداد میں ساتھ ہو گئے' شہر سے ایک کوس کے فاصلے پر سید اشرف رحمۃ اللہ علیہ کا استقبال کیا' سید اشرف رحمۃ اللہ علیہ کی نظر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی تو دور سے دوڑے اور ان کے قدموں پر جا گرے' شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے محبت سے اٹھایا اور گلے لگالیا۔ خانقاہ میں لائے اور بڑی تعظیم سے پیش آئے۔ بیعت لی اور جہاں گیر کا لقب عطا کیا۔

مرشد اور مرید کا مکالمہ

لطائف اشرفی میں منقول ہے کہ ایک دفعہ سید اشرف جہاں گیر رحمۃ اللہ علیہ کمر باندھ رہے تھے' ادھر سے شیخ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے آئے اور پوچھا کیا کر رہے ہو؟ جواب دیا: خدمت خلق کیلئے کمر کس رہا ہوں''۔ فرمایا: اگر کمر کس رہے ہو تو مضبوط کسو تاکہ درمیان میں کوئی چیز باقی نہ رہے۔ عرض کیا اپنے اندر سے نفس کی خواہشات کو دور کر دیا ہے اور جب تک زندہ رہوں گا انہیں دور ہی رکھوں گا۔ بارہ سال تک شیخ احمد علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے اور اثناء میں باطنی و روحانی فیوض سے خوب خوب متمتع ہوئے۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:142-143)

علاقہ جونپور میں روحانی ڈیوٹی

اب مرشد نے اپنے اس عظیم المرتبت خلیفہ کو علاقہ جونپور کی طرف تشریف لے جانے کی ہدایت کی۔ ان کے حکم سے جونپور گئے اور وہاں کی ایک مسجد میں قیام کیا' جہاں بہت سے لوگ شرف و زیارت اور حصول فیض کی غرض سے حاضر خدمت ہوئے۔ ان کی آمد کی اطلاع قاضی شہاب الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو ہوئی تو وہ بھی ملاقات کیلئے تشریف لائے قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بھی گزشتہ صفحات میں بیان کئے جا چکے ہیں کہ وہ چوٹی کے علماء میں سے گردانے جاتے تھے۔ جب سید اشرف جہاں گیر رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے آئے تو بہت متاثر ہوئے اور قلبی تعلق یہاں تک پہنچا کہ کبھی روزانہ کبھی دوسرے تیسرے دن ضرور آتے۔ پھر انہوں نے سید اشرف جہاں گیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ سے باطنی و روحانی فیوض حاصل کئے اور اس بلند مرتبہ پر فائز ہوئے کہ شیخ اشرف رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو خود خرقہ خلافت پہنایا اور ملک العلماء کا خطاب عطا کیا۔

(فقہائے ہند' جلد دوم' ص:145)

کرامات کے ذریعے اشاعت اسلام

جونپور میں بے شمار لوگ ان سے مستفیض ہوئے جن میں سلطان ابراہیم شرقی بھی شامل تھا۔ اس نے خود بھی ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنے شہزادوں کو بھی شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ مریدین میں داخل کروایا۔ شیخ اشرف جہاں گیر رحمۃ اللہ علیہ جونپور سے روانہ ہو کر گردونواح کے دیگر مقامات میں گئے اور لوگوں میں اسلام کی تبلیغ کی۔ ایک مقام پر ان کا مقابلہ ایک ہندو جوگی سے ہوا۔ اس جوگی

Marfat.com

کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ ہوا میں اڑ سکتا ہے مگر جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو ہوئی تو اتنا متاثر ہوا کہ اس قسم کے تمام غلط دعوؤں سے تائب ہوگیا۔ اپنی مذہبی کتابیں جلا ڈالیں' اس کے پانچ ہزار چیلے تھے' ان سب کے ساتھ مسلمان ہوگیا۔ ایک مرتبہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ بنارس گئے اور وہاں کے بت خانوں کے پجاریوں سے مناظرے کئے' دونوں طرف سے کرامات اور خرق عادات کا اظہار ہوا۔ آخر وہاں کے ایک ہزار ہندو' شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے قول وعمل سے متاثر ہوکر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ انہی دنوں اجودھیا پہنچے اور وہاں کے ملوک وامراء نے حلقہ ارادت میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا۔

ناجائز بددعا کا نسلوں پر اثر

اسی دوران جائس کے مقام پر پہنچے تو وہاں کے تین ہزار آدمی ان کے حلقہ بیعت میں داخل ہوئے۔ اس قصبہ میں ایک معروف عالم دین مولانا غلام الدین بھی شیخ اشرف رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور ان کے خلیفہ مقرر کئے گئے۔ ان کے علاوہ ایک اور بزرگ شیخ کمال کے نام سے معروف تھے ان کو بھی سید اشرف جہاں گیر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے خلافت عطا کی گئی۔ یہ جائس کے لوگوں کو روحانی تعلیم دیتے اور ان کی باطنی تربیت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے ہاں دعوت تھی اور دعوت کا انتظام قصبے کے کچھ لوگوں کے سپرد تھا مگر عین وقت پر شیخ کمال کو معلوم ہوا کہ دعوت کا انتظام نہیں ہوسکا۔ شیخ کمال نے نہایت ذہنی کوفت میں اور شدید غصے میں آکر بددعا دی کہ یہ لوگ جل کر خاک ہوجائیں۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اسی روز قصبے میں آگ بھڑک اٹھی اور تقریباً چار ہزار لوگ جل کر جاں بحق ہوگئے۔ شیخ کمال اس حادثہ جانکاہ سے بہت غمزدہ ہوئے اور سخت ندامت کا احساس ہوا۔ مرشد شیخ اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے لیکن انہوں نے یہ کہہ کر ملنے سے انکار کردیا کہ وہ میرے فرزندوں کو نذر آتش کرکے اور خانماں برباد کرکے مجھ سے کیا ملنے آئے ہیں۔ ایک عرصہ تک شیخ کمال معتوب رہے مگر مرشد کے آستانے سے علیحدہ نہیں ہوئے بالآخر بعض لوگوں کی سفارش پر سید اشرف جہاں گیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہہ کر معاف کردیا کہ تمہارا ایمان تو سلامت رہے گا لیکن تم اور تمہاری اولاد پریشان رہو گے۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص: 147۔150)

حکمرانوں کی کامیابی کیلئے سورۃ مجادلہ کا عمل

شیخ اشرف جہاں گیر رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہوں اور حکمرانوں کو بڑی نصیحتیں کی ہیں چونکہ وہ خود بھی حکمران رہ چکے تھے اور حکومت ان کو وراثت میں ملی تھی اس لئے ارباب حکومت کے عادات واطوار سے خوب واقف تھے۔ لہٰذا ان سے اتنا ہی تعلق رکھتے جتنا ان کی اصلاح کیلئے ضروری سمجھتے۔ ان سے کسی قسم کا لالچ ان کے ذہن میں نہ تھا کیونکہ اگر مال ودولت کی حرص ہوتی تو خود ہی کیوں اس کو ترک کرتے اور بادشاہی کو خیرباد کہہ کر فقر ودرویشی کی راہوں پر قدم زن ہوتے۔ فرمایا کرتے کہ حکمران کبھی نماز ترک نہ کریں' ظہر کی نماز کے بعد جس قدر ہوسکے' تلاوت قرآن کریں' خصوصاً سورۃ مجادلہ (پ 28) کی مداومت کریں کیونکہ سلاطین اس سورۃ کی مداومت کرتے آئے ہیں۔ سلطان محمود غزنوی انار اللہ برہانہ برابر یہ سورۃ پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھ کو دولت وشوکت اسی سورۃ کی بدولت نصیب ہوئی۔ حضرت سلطان ابراہیم

Marfat.com

شرقی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسا ہی فرماتے تھے' خود میں نے جب سلطنت چھوڑی تو پہلی چیز جو اپنے بھائی سلطان محمد شاہ سے کہی وہ یہ تھی کہ اس سورۃ کی مسلسل تلاوت کریں۔ کوئی کام شریعت کے خلاف انجام نہ دیں تا کہ سلطنت میں خلل واقعہ نہ ہو۔

(فقہائے ہند' جلد دوم' ص: 152-153)

تصوف وسلوک پر تصنیفات

شیخ اشرف جہاں گیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ محض عالم ہی نہ تھے' مصنف بھی تھے۔ ان کی تصنیفات میں سے:

(1) شرح عوارف المعارف (تصوف کے متعلق ہے)۔ (2) شرح فصوص الحکم (ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ) اس کا تعلق بھی علم تصوف سے ہے۔ (3) بحر الاذکار۔ (4) بشارۃ الذاکرین۔ (5) اوراد الاشرفیہ۔ اس کے علاوہ فقہ کے متعلق بھی بیس سے زیادہ کتب ہیں۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص: 155)

(49) شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ترتیب کے اعتبار سے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے فرزند تھے۔ یعنی شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ دونوں سے چھوٹے تھے۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت ان کی عمر 13 سال کے قریب تھی' شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 1176ھ (1763ء) میں ہوئی۔ اس حساب سے ان کا سال ولادت 1163ھ (1760ء) بنتا ہے۔

گوشہ نشین بھائی کی سرپرستی

شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نہایت ذہین وطباع تھے' تدین اور تقوے میں بھی اس خاندان کے تمام افراد بے مثال تھے' قدرتی بات ہے کہ ان پر بھی گھر کے ماحول کا اثر ہوا اور بچپن ہی سے حصول علم میں مشغول ہو گئے۔ عظیم القدر باپ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یقیناً کچھ کتابیں پڑھی ہوں گی لیکن کم عمری کی بناء پر ان سے زیادہ استفادہ نہیں کر سکے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے وقت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی عمر سترہ سال کی تھی اور وہ سب بھائیوں سے بڑے تھے۔ درس وتدریس کا سلسلہ بھی انہوں نے شروع کر دیا تھا۔ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انہی سے تحصیل کی اور تمام مروج ومتداول علوم بڑے بھائی سے پڑھے۔ انہی کی کفالت و تربیت میں رہے اور وہی آخر وقت تک اپنے اس گوشہ نشین برادر صغیر کی سرپرستی کرتے رہے۔

قناعت وزھد کی انتہاء

''مدرسہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ'' دہلی میں ''گلی شاہ عبدالعزیز'' میں قائم تھا۔ مسجد شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی وہیں تھی۔ آج بھی یہ

Marfat.com

گلی اور مسجد اسی نام سے مشہور ہیں۔ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ پہلے وہیں تھے' اس کے بعد مسجد اکبر آبادی میں چلے گئے۔ یہ بہت وسیع اور شاندار مسجد تھی۔ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اسی مسجد میں فروکش تھے اور یہیں درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ نہایت قانع اور سادگی پسند بزرگ تھے' شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کیلئے سال بھر میں دو جوڑے کپڑے اور صبح و شام دونوں وقت کا کھانا مسجد اکبر آبادی میں بھیج دیتے تھے۔ بس اس درویش منش عالم کی یہی کل کائنات تھی۔

صوفیاء و مجاہدین تلامذہ کرام

مسجد اکبر آبادی میں ان سے متعدد حضرات نے علم حاصل کیا۔ امیر المجاہدین حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے عربی کی ابتدائی کتابیں مولانا شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی تھی' لیکن قرآن مجید کے ترجمہ اور حدیث کا درس اسی مسجد میں شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے لیا۔ **سلوک و تصوف کی منزلیں بھی انہی کی صحبت میں طے کیں۔** شاہ احمد سعید مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی کبھی زیارت اور کبھی استفادہ کیلئے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص:۳۲۵)

حجرے میں مقیم درویش کا رعب و جلال

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ظاہری سادگی اور انکسار کے باوجود نہایت بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ رؤسا شہر' امرائے مملکت اور علمائے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوتے' لیکن ان کے جلال اور وجاہت کا یہ عالم تھا کہ کسی کو ان کے سامنے دم مارنے کی جرات نہ ہوتی۔ مزاج میں استغنا حد درجے کا تھا' اس دور کی سیاسیات میں درک رکھتے تھے لیکن عملاً اس جھمیلے میں کبھی نہیں پڑے' ہمیشہ خدمت دین میں مشغول رہے اور پوری زندگی مسجد اکبر آبادی کے حجرے میں گزار دی۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص:۳۲۷)

اردو زبان میں پہلا ترجمہ قرآن

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بہت بڑی خدمت قرآن مجید کا ترجمہ ہے۔ اس ترجمے کے بارے میں سید عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ حسنی نزہۃ الخواطر میں اپنے والد مکرم سید فخر الدین حسنی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''مہر جہاں تاب'' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ ان پر قرآن مجید نازل ہوا ہے' یہ خواب انہوں نے اپنے برادر کبیر شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نزول وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے لیکن خواب بلاشبہ حق ہے۔ آپ کے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خدمت قرآن کی ایسی توفیق عطا فرمائے گا جو اس سے پہلے کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اردو زبان میں ترجمہ قرآن مجید کی توفیق سے نوازا جو ''موضح قرآن'' کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس قسم کا ترجمہ نہ کبھی ہوا' نہ ہو گا۔ صاف ستھری اردو' نہ کوئی لفظ زائد نہ کم' سمجھنے میں کوئی دقت نہیں آتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس ترجمے کو اس قدر قبولیت عامہ عطا کی کہ ہر جگہ میں موجود اور ہر شخص اس سے استفادہ کرنے پر مجبور' نہ کوئی لفظ متروک نہ غیر مانوس۔ جو شخص قرآن سے ذرہ بھی انس رکھتا اور اس کو سمجھنا چاہتا ہے' وہ اس ترجمے کی تلاش کرتا ہے اور پھر جب اس کو الفاظ قرآن سے ملا کر پڑھنا شروع کرتا ہے' تو اشتیاق مطالعہ لحظہ بہ لحظہ بڑھتا جاتا ہے۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص:۳۲۸)

Marfat.com

قارئین! حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے پورے اٹھارہ سال مسجد میں اعتکاف کیا۔ اس اعتکاف کا مقصد ترجمہ قرآن کی تکمیل تھا۔ امیر المجاہدین حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک جہاد میں شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات کا بھی پورا دخل تھا، وہ اس طرح کہ جب سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو کر تصوف کی منازل طے کر رہے تھے تو شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں حکم دیا ہوا تھا کہ میری سہہ دری کے پاس بیٹھ کر ذکر و شغل کیا کرو۔ چنانچہ سردی ہوتی یا دھوپ، بارش آتی یا طوفان، حضرت سید رحمۃ اللہ علیہ اسی جگہ بیٹھے رہتے اور جب تک شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حکم نہ ہوتا، وہاں سے نہ اٹھتے۔ (بحوالہ: تحریک سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ، ص ۱۱۷: از، مولانا غلام رسول مہر رحمۃ اللہ علیہ) حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ انہیں وہاں بٹھا کر اپنی باطنی توجہات سے مستفید کرتے تھے۔ انکی باطنی توجہات کے کیا کہنے، مشہور ہے کہ جب اٹھارہ سال بعد ترجمہ قرآن مکمل کر کے وہ مسجد سے باہر نکلے تو سامنے سے گزرتے ہوئے شخص پر بے ساختہ نورانی توجہات کا پرتو پڑ گیا۔ وہ شخص جہاں بھی جاتا، دوسرے لوگ اسکی عزت کرنا شروع ہو گئے، حتیٰ کہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک عالم دین نے نوٹ کیا، کہ مسجد کے اندھیرے میں اچانک خود بخود روشنی پیدا ہو گئی ہے۔ انہوں نے اسباب کیطرف نظر دوڑائی تو وہی شخص مسجد میں داخل ہوتا ہوا نظر آیا اور اس کے اردگرد نور کا ایک ہالہ تھا۔ ان عالم دین نے پوچھا، آپکی ایسی کونسی عبادت ہے جسکی برکت سے اتنی نورانیت حاصل ہوگئی؟ کہنے لگا، "نہ میں سوہنی نہ دولت پلے" میں تو بس گزر رہا تھا کہ درویش رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ مجھ پر پڑ گئی اور مجھے محسوس ہوا کہ کچھ نہ کچھ میرے اندر منتقل ہو گیا ہے۔ بس یہ انہی کے دم سے ہیں رونقیں۔ (از: مرتب)

خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی

مولانا ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے بچوں سے کہا کرتے تھے جس طرح اصول حدیث اور اصول فقہ فن ہے اسی طرح اصول زبان بھی فن ہے اور اردو زبان کے موجودہ مجتہد خواجہ میر درد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کی صحبت اس فن کے واسطے غنیمت سمجھو کیونکہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پکے پان ہیں۔ چنانچہ شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاص طور پر میر درد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کوئی معمولی آدمی نہیں تھے، وہ بہت بڑے عالم، فقیہ، صوفی اور مصنف تھے اور بہت اونچے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ انکی شاگردی سے خدانخواستہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توہین کا پہلو نہیں نکلتا، بلکہ ان کیلئے سطح فکر پر عزت و احترام کے جذبات ابھرتے ہیں اور ذہن میں یہ خیال کروٹ لیتا ہے کہ ہمارے اسلاف حصول علم کے اس درجے شائق تھے کہ کسی بھی دروازے پر دستک دینے کو معیوب نہیں گردانتے تھے۔

اسی تبلیغ اسلام اور اشاعت دین کی غرض کو جو شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر کا مقصد حیات تھا، خود انہوں نے بھی پیش نگاہ رکھا اور قرآن مجید کے ترجمہ میں بھی بعض ہندی اور سنسکرت کے الفاظ استعمال فرمائے تا کہ ان کے ملک کے ہندو بھی آسانی سے اس کو سمجھ سکیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ اسلام کی نشر و ترویج اسی بولی میں کرنی چاہئے، جو لوگوں کیلئے زیادہ موثر اور مفید ہو۔

(فقہائے ہند، ج:6، ص:۳۲۹)

Marfat.com

دہلوی بزرگ کی عارفانہ شاعری

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے علما کی تصنیفی اور علمی زبان عربی اور فارسی تھی لیکن وہ اپنے ملک کی ہندی زبان سے بھی آگاہ تھے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے انفاس العارفین میں اپنے والد گرامی شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے چند ہندی اشعار نقل کئے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس زبان شعر کہنے پر بھی قدرت رکھتے تھے۔ اشعار یہ ہیں:

جب جیو تھا تب پیو نہ تھا اب پیو ہے جیو ناتھ
رحیم پیاسوں یوں ملی جوں بوند سمندر ناتھ

وفات پر استاذ المحدثین کا غم

حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے بدھ کے روز 19 رجب 1230ھ (27 جون 1815ء) کو دہلی میں وفات پائی اور اپنے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کے قریب دفن کئے گئے۔ ان کی وفات کے وقت دونوں بڑے بھائی شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے اور تدفین کے موقع پر نہایت حزن و ملال کے ساتھ بار بار کہتے تھے کہ آج ہم کسی انسان کو دفن نہیں کر رہے ہیں بلکہ علم و عرفان کو دفن کر رہے ہیں۔ (فقہائے ہند ج ۶ ص ۳۳۰)

(50) مولانا عبدالحئی بڑھانوی رحمۃ اللہ علیہ

دستِ راست: حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالحئی صدیقی بڑھانوی رحمۃ اللہ علیہ دیار ہند کے مشہور فقہا اور نامور علما میں سے تھے۔ بڑھانہ ضلع مظفر نگر (بہار) میں پیدا ہوئے۔ جب کچھ بڑے ہوئے تو حصول علم کیلئے دہلی آئے اور حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شرکت کی۔ ان سے کتب درسیہ کی تکمیل کی اور مرتبہ عالی کو پہنچے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی شرف شاگردی حاصل تھا اور ان سے سند و اجازہ سے بھی مفتخر ہوئے۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس شاگرد پر بہت خوش تھے اور ان کے تدین و صالحیت اور فطانت و ذکاوت کی وجہ سے ان پر شفقت فرماتے تھے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صاحبزادی کی شادی بھی مولانا سے کر دی تھی لیکن اس خاتون سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی اور کچھ عرصہ بعد وفات پا گئیں۔ ان کی وفات کے بعد اپنے چچا کی لڑکی سے شادی کی جن سے عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے جو تیرہویں صدی ہجری کے جلیل القدر عالم و فقیہ گزرے ہیں۔

جب سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح بیوگان کی سنت تازہ کی تو مولانا اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے محض احیائے سنت کی غرض سے اپنی بیوہ ہمشیرہ کا نکاح مولانا عبدالحئی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ سے کر دیا تھا۔ انتقال کے وقت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے دو بیوائیں چھوڑیں۔

سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی وجہ

حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جب نواب امیر خاں سے علیحدگی اختیار کر کے وارد دہلی ہوئے اور جہاد فی سبیل اللہ کیلئے

Marfat.com

ایک مستقل جماعت کی تاسیس و تنظیم کا سلسلہ شروع کیا اس زمانے میں مولانا عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ بھی دہلی میں مقیم تھے۔ اسی اثنا میں انہیں سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض کا موقع ملا اور ان سے بیعت ہوئے۔

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مولانا عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کا واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن انہوں نے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے اسرار نماز اور حضور قلب کے بارے میں استفسار کیا۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کتب اخلاق و تصوف میں اس کی تفصیل مرقوم ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی احیاء علوم الدین کا مطالعہ اس ضمن میں ضرور کرنا چاہئے لیکن یہ بات یاد رکھئے کہ مرشد کامل کے بغیر حصول مرام مشکل ہے۔ اس کے بعد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کا مشورہ دیا اور فرمایا کہ اس اہم کام کیلئے وہ زیادہ موزوں ہیں۔ چنانچہ مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نے سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی اور وہی سوال کیا جو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کیا تھا۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں اس کی پوری کیفیت بیان کر کے فرمایا:

مولانا صاحب! یہ مقصد بات چیت سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ یہی نماز ہے جو حضرت جبریئل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے خود امام بن کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو آغاز نبوت میں پڑھائی تھی۔ اٹھیے اور دو رکعت نماز میری اقتدا میں پڑھئے۔ چنانچہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے حسب ارشاد سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اقتدا میں دو رکعت نماز کی نیت باندھ لی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے **کہ ان دو رکعتوں میں جو نعمتیں حاصل ہوئیں وہ عمر بھر مجھے کہیں نہ مل سکیں۔**

بلاشبہ مولانا عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عابد و زاہد اور جلیل القدر عالم و فقیہ تھے۔ خود شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ مولانا موصوف کو ''شیخ الاسلام'' اور مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کو ''حجۃ الاسلام'' کے پرشکوہ القاب سے یاد فرماتے تھے۔ (فقہائے ہند ج:6 ص ۲۸۰)

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے فیض چوس لینے والے

ایک مرتبہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''تفسیر قرآن مجید میں عبدالحئی میرا نمونہ ہے اور تحریر میں رشید الدین۔ حدیث میں مرزا حسن علی اور فقہ میں اسحاق''۔ مولانا اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا ''اسماعیل کا علم کسی خاص شعبے میں محدود نہیں۔ جن لوگوں نے میرے عہد شباب کا علم دیکھا ہے اس کا نمونہ دیکھنا ہو تو اسماعیل کو دیکھ لیں۔ (فقہائے ہند ج:6 ص ۲۸۱)

اپنے مرشد کے متعلق حسن ظن

مولانا عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ کو سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے انتہائی محبت تھی اور وہ آخر دم تک ان کے دامن عقیدت سے وابستہ رہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خدا تعالیٰ نے ایسے شیخ طریقت کی خدمت میں پہنچایا ہے جیسے حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت سے بہرہ مند ہوگیا ہوں۔ مجھے اپنے لئے ان سے دعائے خیر کی التجا کے سوا کوئی دنیوی غرض نہیں۔ وقت ارادت و بیعت سے لے کر ہمیشہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہے۔ 1237ھ (1822ء) میں فریضہ حج بھی انہی کے ساتھ ادا کیا اور یہ مبارک سفر اسی

اللہ تعالیٰ کی راہ میں کون مدد کرے

اے ذوالجلال والاکرام میں تیری عزت کا خادم ہوں اور تیری کلام کا خادم ہوں۔ کون مدد کرے میری اللہ کی راہ میں۔ (حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

جہاز میں کیا جس میں سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سوار تھے۔ مولانا بہت اچھے واعظ اور مقرر تھے' بدعات کے رد، سنت کے احیا اور جہاد کی ترغیب میں نہایت موثر وعظ کہتے اور یہ سلسلہ برابر جاری رہتا۔ وعظ کی ابتداء امدر سے کی چار دیواری سے ہوئی۔ جب لوگ زیادہ تعداد میں آنے لگے اور سامعین کا حلقہ بہت بڑھ گیا تو مجالس وعظ دہلی کی جامع مسجد میں منعقد ہونے لگیں۔

عاشق مرید کا محبوب مرشد کیطرف سفر

مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ اپنی بیماری و نقاہت کے باوجود نہایت جفاکش اور ہمت ور تھے۔ امیر المجاہدین سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ جہاد کیلئے روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ جانا چاہتے تھے' مگر سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو روک دیا' اور دو اور بزرگوں مولانا عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ اور حاجی احمد رحمۃ اللہ علیہ کو ارادت مندوں کی تعلیم و تربیت اور بعض ضروری انتظامات کی تکمیل پر امور فرمایا۔ مولانا کو سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مفارقت گوارا نہ تھی' لیکن تعمیل حکم ضروری تھا' شدید خواہش کے باوجود ان کے ساتھ نہیں جا سکے۔ تاہم حکم ثانی کا انتظار رہا' پانچ مہینے کے بعد نامہ طلب صادر ہوا۔ جلدی جلدی سامان تیار کیا اور روانہ ہو گئے۔ اگرچہ بیماری کی وجہ سے نقاہت کا غلبہ تھا مگر اپنے رفقائے سفر کی معیت میں تھانیسر' مالیر کوٹلہ' ممدوٹ اور بہاولپور کے راستے سے سرحد پار پہنچے۔ راستے میں سخت بیمار بھی ہوئے لیکن عزم اور ارادے کی پختگی برقرار رہی اور سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہدین سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

عرب میں تصوف کے معارف وحقائق کی ترویج

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''صراط مستقیم'' کی ترتیب میں بھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ شریک تھے' **سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی مجالس میں جو حقائق و معارف ارشاد فرماتے' مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ انہیں فارسی میں قلم بند کر کے سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سناتے تھے۔** کتاب کا اکثر حصہ مولانا اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کیا اور دو باب مولانا عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھے۔ قیام حرمین کے زمانے میں مولانا عبدالحئی نے ''صراط مستقیم'' کا عربی میں ترجمہ کر دیا تھا تا کہ عرب کے اہل علم بھی اس سے مستفید ہو سکیں۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص ۲۸۲)

قارئین! یہ وہی صراط مستقیم کتاب ہے جس کی ترغیب مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے خطبات میں دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ کچھ لوگوں نے شاہ اسماعیل رحمہ اللہ کی صرف تقویۃ الایمان ہی پڑھی ہے۔ کبھی عبقات بھی پڑھو، کبھی صراط مستقیم بھی دیکھو۔ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ تو تجلیات و انوارات سے آگاہ تھے۔ ان کی ذات میں توحید اور ادب یکجا ہو گئے تھے۔ (از: مرتب)

چہرے پر تقویٰ وصالحیت کے نشان

مولانا عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ نرم مزاج اور حلیم الطبع تھے' عمل و کردار' علو اخلاق' تاثیر وعظ' عذوبت لسان' تقلیل غذا' پاکیزگی قلب اور قناعت لباس وغذا میں اپنی مثال آپ تھے۔ کم گوئی' توکل علی اللہ اور تمکنت و وقار ان کا شیوہ تھا۔ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت و انسلاک' بدعات و رسوم سے تنفر اور عبادت الٰہی میں انہماک میں خاص طور سے مشہور تھے' کوئی نصیحت کرتا تو خوش ہوتے اور اپنی تعریف سنتے تو ناراضی فرماتے۔ جامع الصفات بزرگ تھے اور تقویٰ وصالحیت کے نشان ان کے چہرے پر نمایاں تھے۔

Marfat.com

مرشد کا دیدار کرتے ہوئے خاتمہ بالخیر

مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کبر سنی کو پہنچ گئے تھے اور کئی عوارض انہیں لاحق ہو گئے تھے۔ بواسیر کا بھی شدید عارضہ تھا' اس کے درد نے اتنی شدت اختیار کر لی تھی کہ علاج سے کوئی افاقہ نہ ہوا' اور بیماری بڑھتی گئی' یہاں تک کہ نزع کا عالم طاری ہو گیا۔ کسی وقت بے ہوشی کی کیفیت طاری ہو جاتی اور کسی وقت ہوش میں آجاتے۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کو پتا چلا تو تشریف لائے' جب ہوش آیا اور سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا اور پہچانا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا' اب کیا حال ہے؟ کہا بہت تکلیف ہے' **آپ میرے لئے دعا کریں اور میرے سینے پر اپنے قدم رکھیں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے مجھ کو نجات دے۔** سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مولانا صاحب! آپ کا سینہ علوم قرآن وحدیث کا گنجینہ ہے یہ ممکن نہیں کہ میں اس پر قدم رکھوں۔ پھر بسم اللہ پڑھ کر دست مبارک سینے پر رکھا' مولانا کو کچھ تسکین ہوئی اور ''اللھم الحقنی بالرفیق الاعلی'' کے الفاظ زبان پر جاری ہوئے اور یہی الفاظ کہتے کہتے انتقال فرمایا۔ دوسرے دن صبح کے وقت مولانا اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد حسن رام پوری رحمۃ اللہ علیہ' قاضی علاء الدین بگھروی رحمۃ اللہ علیہ' میاں نظام الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور میاں جی محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے غسل دیا اور اس دوران سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا کے فضائل ومحاسن بیان کرتے رہے۔ فرمایا: مولانا عبدالحئی دین اسلام کے ایک رکن تھے اور بہت بابرکت شخص تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ہاں بلا لیا' وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور وہ حزن وملال میں مبتلا تھے' جنازہ اٹھانے والوں میں خود بھی شامل تھے۔ نماز جنازہ انہی نے پڑھائی۔ باشندگان خر کے علاوہ تقریباً سات سو مجاہدین شریک جنازہ تھے۔ مقام خر کے جنوب مشرق میں ایک تیر کے فاصلے پر قبرستان تھا' جس میں جماعت مجاہدین کے اس مایہ ناز شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو سپرد خاک کیا گیا۔ آج کل ان کا مرقد ''دلی بابا'' کا مزار کہلاتا ہے۔ (فقہائے ہند ج:6 ص ۲۸۳)

مرید کے بیٹے کیساتھ شفقت

مولانا عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ نے وفات سے پہلے ایک وصیت نامہ لکھوایا تھا جس میں تمام چیزیں اپنی اہلیہ محترمہ (والدہ مولانا عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالے کر دی تھیں۔ مولانا عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ کی عمر اس زمانے میں تیرہ چودہ سال ہو گی۔ وہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سرحد پار چلے گئے تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول تھا کہ عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے' بعد میں اس خیال سے انہیں ہندوستان واپس بھیج دیا کہ ان کی والدہ کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر پہنچے گی تو لازماً مغموم ہوں گی۔ ان کا غم غلط کرنے کیلئے بیٹے کو ان کے پاس رہنا چاہئے۔ عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ کے دو حقیقی ماموں' شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی جو سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رکاب میں سرحد پار پہنچے تھے اور جماعت مجاہدین میں شریک تھے' ان کے ساتھ ہندوستان آئے۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:284)

Marfat.com

نیت کی صفائی کا نام تصوف

رب کعبہ کی قسم ! اصل تصوف اہل
حدیث کے پاس تھا۔ انہوں نے اسے چھوڑا تو لوگ
قبروں پر چلے گئے' حالانکہ انہی لوگوں کو اگر متبادل راستہ
(صلوٰۃ الحاجت' قرآنی وظائف اور مسنون اعمال) دے
دیا جائے تو انکی سمت درست ہو جائے گی اور وہ
توحید و سنت پر عامل ہو جائیں گے۔

Marfat.com

صد سالکانِ سلف

حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے سو(100) تاجدارِ سلوک و معرفت کا ایمان افروز تذکرہ

Marfat.com

قارئین! زیر نظر باب ''صد سالکان سلف'' میں مولانا محمد اسحاق بھٹی مرحوم کی مختلف کتب سے ان اسلاف کا تذکرہ چن چن کر آپکی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے جو تقوی و صالحیت میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے اور اپنی نیکی کی بنیاد پر لوگوں کیلئے مشعل راہ بنے رہے۔ کسی بزرگ نے تہجد میں گڑگڑانے کا نمونہ پیش کیا، تو کسی نے فرض نماز کو خوبصورت بنانے کی مثال قائم کی۔ کسی نے مسلسل تیس برس اپنے مرشد کے پاس جا کر رمضان المبارک کا مہینہ قیمتی بنایا تو کوئی مرشد سے بیعت ہونے کے بعد ساری زندگی انہی کا بے دام غلام بنا رہا۔ کسی نے تعویذ کے ذریعے بیمار لوگوں میں شفاء بانٹی تو کوئی اپنے علاقے میں دم، درود کی حیثیت سے مشہور ہوا۔ ''کسی نے صوفیاء صالحین کو اپنا آئیڈیل بنایا، تو کسی نے اپنے ہر عمل کو سلف سالکین کے رنگ میں محو کر دیا''۔ الغرض معرفت و سلوک کے یہ سو مسافر ساری زندگی امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام کیلیے دنیا و آخرت کی خیر و برکت بانٹتے ہوئے راہیٔ جنت الفردوس ہو گئے۔ ایک خاص بات یہ کی حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ جل شانہ کیطرف جو وسعت قلبی عطا ہوئی تھی، اسکو استعمال میں لاتے ہوئے انہوں نے اپنے اردگرد سے مسلکی حصار کو توڑا اور اپنی کتابوں میں اپنے ہم عصر حنفی بزرگوں کا تذکرہ شامل کر کے نہایت انصاف پسندی کا ثبوت دیا، اور سچ تو یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے ہدایت کو کسی ایک مسلک، فرقے، گروہ، علاقے، رنگ اور نسل میں قید نہیں کیا۔ حتی کہ اگر سو سال کا کالا کافر بھی حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیطرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنا شروع کر دے، تو وہ سو فیصد ھدایت یافتہ بن جائے گا۔ جیسے آتش پرستوں کے علاقے فارس سے سلمان آئے، حبشہ سے بلال آئے، روم سے صہیب آئے، متکبر و مشرک ابوجہل کے بیٹے عکرمہ آئے، ان جیسے ہزاروں صحابہ کرام جوں جوں آتے گئے، غلامی اختیار کرتے گئے اور رضی اللہ عنہم کے مقام پر فائز ہوتے گئے۔ اللہ جل شانہ نے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کے ہر علاقے، ہر مسلک، ہر مذہب، ہر فرقے، ہر گروہ اور ہر رنگ کو صرف ایک رنگ اختیار کرنے کا حکم دے دیا۔ فان آمنوا بمثل ما آمنتم بہ فقد اھتدوا۔۔۔ صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ۔۔۔ اب جو شخص بھی ہدایت کا متمنی ہو، اسے چاہئے کہ انہی لکیروں کا فقیر بن جائے جو لکیریں ہمارے لیے ازل سے مقرر کر دی گئی ہیں۔ آیئے اب ان پاکباز ہستیوں سے آپکا تعارف کرواتے ہیں، جن کے مختصر واقعات پڑھ کے آپکو دین کے ہر عمل اور دنیا کے ہر پہلو میں کامل و مکمل رہنمائی ملے گی۔ ان شاء اللہ (از: مرتب)

(1) مولانا منہاج الدین ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

برصغیر کے ممتاز علمائے دین میں سے ایک جید عالم دین مولانا منہاج الدین ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جنہوں نے حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت مجاہدین سے وابستگی اختیار کی اور 1857ء کی جنگ آزادی میں بھی حصہ لیا۔ وہ حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر متعدد اصحاب علم سے مستفید ہوئے۔ حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی خط و کتابت رہی۔ علم و عمل میں ان کا مرتبہ بڑا بلند تھا۔

Marfat.com

تارکِ دنیا بزرگ

آپ کے پردادا ناصر الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ ملتان سے راولپنڈی کے نواح میں دریائے سواں کے کنارے ایک گاؤں "میاں احمد" تشریف لائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ایک عظیم ولی اور تارک دنیا بزرگ تھے۔ اس علاقے میں اعلائے کلمۃ اللہ اور دین کی سربلندی کیلئے ساری زندگی مصروف عمل رہے۔ اسی جگہ انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا اور یہیں دفن ہوئے اس علاقے کے لوگ آج بھی ان کی بزرگی اور للّٰہیت کے بہت سے واقعات سناتے ہیں۔ (چمنستان حدیث' ص:99)

صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق

مولانا منہاج الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تین بیٹے تھے محمد اسماعیل' محمد اسحاق اور عبدالوہاب۔ محمد اسحاق اور عبدالوہاب تو جوانی میں ہی طاعون کے مرض سے وفات پا گئے۔ البتہ محمد اسماعیل صاحب زندہ رہے جنہوں نے تمام تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی اور اسی طرح مجاہدانہ زندگی بسر کی۔ اپنے وقت کے بہت بڑے طبیب تھے' تمام عمر غرباء کی امداد اور علاج معالجے کا کام مفت جاری رکھا۔ امیر المجاہدین صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (اوڈانوالہ) بھی ان کے ہاں کافی دیر تک رہے۔ یہاں تک کہ انگریزوں نے انہیں گرفتار کر کے سزا دی اور ان کے نازک اعضاء پر ضربیں لگا کر ناکارہ کر دیا۔ پاکستان بننے سے قبل جماعت مجاہدین کے کچھ اختلافات کی وجہ سے آپ اوڈانوالہ چلے گئے تھے۔ (صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد) مولانا فضل الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وزیرآبادی بھی ان کے ہاں آتے رہے۔ مولانا فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 1951ء میں ہوئی اور قبر بالاکوٹ میں ہے۔ (چمنستان حدیث' ص:104)

(2) مولانا محمد ادریس رحمۃ اللہ علیہ

صرف ایک در کے بھکاری

مولانا محمد ادریس رحمۃ اللہ علیہ ایک مجاہد' جید عالم اور درویش منش انسان گزرے ہیں۔ میرا ان کے ساتھ دینی تعلق ... متوکل علی اللہ تھے' کسی سے کھانا' چائے اور پیسے یا کوئی اور دنیوی امداد نہ لیتے تھے" کوئی دینے کی کوشش کرتا تو سختی سے منع کرتے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے دروازے پر رہنے سے دور کر رہے ہو؟ تم میرے دوست نہیں دشمن ہو"۔ (چمنستان حدیث' ص:104)

چھوٹے بچے کی صوفیانہ تربیت

ایک دفعہ سلطان خان آف بگرا تانگے پر سوار شہر سے گزر رہا تھا اس کی نظر مولانا محمد ادریس رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی تو تانگے سے نیچے اتر کر سلام کیا۔ پھر اس نے کہا کہ میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں اگر آپ قبول فرمائیں؟ آپ نے فرمایا: کہیے! انہوں نے کہا کہ ایک کپ چائے میرے ساتھ پئیں؟ محمد ادریس صاحب نے کہا کہ خان صاحب آپ مجھے تو چائے پلائیں گے لیکن کل اس وقت آپ کہاں ہوں گے؟ اس نے کہا اللہ جانتا ہے۔ مولانا محمد ادریس رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آپ کو یہ پتہ نہیں کہ کل اس وقت مجھے

Marfat.com

چائے کی طلب ہوگی، تو آپ کو کدھر ڈھونڈوں گا۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ جس دروازے پر بلا ناغہ اور ہر وقت چیز مل جاتی ہے' اسی دروازے پر مجھے رہنے دیں'؟ اس نے معافی مانگی اور چل دیا۔ اس طرح کے واقعات روزانہ میری آنکھوں کے سامنے سے گزرتے تھے' میری تربیت بھی ایسی ہی تھی۔ جب سکول جاتا' راستے میں کوئی باغ پھل والا آتا تو کہتے بیٹا پرایا باغ آگیا ہے' اپنی آنکھیں بند کرلو۔ میں ان کی انگلی پکڑ کر اپنی آنکھیں بند کر لیتا' جب باغ ختم ہوتا تو کہتے آنکھیں کھول لو' یہ آنکھیں بند کرنا اور کھولنا میرا معمول ہوتا۔ **کسی غریب کو صدقہ خیرات میرے ہاتھ سے دلواتے، تا کہ میرا ہاتھ کشادہ ہو اور میں سخی بنوں۔** مجھے کہتے ''کسی مانگنے والے کو خالی ہاتھ مت بھیجنا، یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہوتی ہے'' میں نے ایک دفعہ ان کو کہا کہ کا کا جی جب ہم باہر نکلتے ہیں، تو لوگ ہمیں ولیوں کی اولاد کہتے ہیں' یہ ولی کیا ہوتے ہیں؟ اور ہمیں یہ لوگ کیوں ولی کہتے ہیں؟ وہ خاموش ہوکر چلتے رہے۔ آخر ایک دکان چارپائی بنانے والی ایک دکان آئی' ایک بوڑھا شخص پائے بنا رہا تھا' وہاں کھڑے ہوگئے' پھر جب وہ پائے بنا چکا تو مجھے اپنے ساتھ بٹھایا اور کہا کہ یہ پائے تم بنا سکتے ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا دیکھو بیٹا! جب آپ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اس کی رضا اور اس کی حمد وثناء پر قائم رہو تو اللہ تعالیٰ انسان کو ایک خاص رتبہ عنایت کر دیتا ہے جو عام لوگوں میں نہیں ہوتا' یہی ولی کی تعریف ہے۔ آج تک میں نے یہ واقعہ یاد رکھا۔ ان کا درس دینا بھی مثالی تھا' علماء میں رہتے تو عالمانہ باتیں کرتے اور کبھی اَن پڑھ کے ساتھ ہوتے تو اس کے لہجے میں سمجھاتے' بلند اخلاق کے مالک تھے۔ ان کی علمی بصیرت کے چند خطوط بھی ہیں جو کہ انہوں نے مجھے لکھے' بہت اچھے حکیم تھے' سب کا مفت علاج کرتے' کوئی پیسہ نہ لیا کرتے تھے' جن کے پاس پیسے نہ ہوتے ان کو اپنے پاس سے کرایہ اور دوا کے پیسے عنایت کرتے۔ 1317 ہجری میں پیدا ہوئے اور 1403 ہجری میں وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین!

ریاکاری سے پاک خدمت

احمد بن مولانا محمد ادریس رحمۃ اللہ علیہ جو میرے والد تھے' وہ اپنے والد کے ہر وقت خدمت گار تھے اور ریا سے پاک صاف تھے' تمام زندگی لوگوں کو حکمت کی دوا دیتے رہے اور کسی سے ایک پائی تک نہ لی' وہ مکہ مکرمہ بھی رہے' 10 حج کئے' پاکستان آنے کا نام نہ لیتے اور کہتے ''خدا مجھے یہیں مار دے تا کہ میں اسی پاک سرزمین میں دفن ہو جاؤں اور میری بخشش ہو جائے''۔ آخر وہ بھی بعارضہ فالج 6 مارچ 2001ء کو عید الاضحیٰ کے دن فوت ہوگئے۔ (چمنستان حدیث' ص: 107-106)

متصوف شخصیات کی آمد

ہمارے غریب خانے میں بڑے بڑے لوگ آکر ٹھہرے، جن میں مولانا نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا خرم علی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا عنایت علی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مرزا مبارک شاہ رحمۃ اللہ علیہ' حضرت عبدالکریم لالی صاحب رحمۃ اللہ علیہ' مولانا فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ وزیر آبادی' حضرت صوفی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اوڈانوالہ' حضرت امیر عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ' حضرت امیر عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ' حضرت امیر رحمت رحمۃ اللہ علیہ اور ان گنت لوگ آتے رہے۔ (چمنستان حدیث' ص: 109)

Marfat.com

(3) حافظ علم الدین رحمۃ اللہ علیہ

خواب میں صاحب علم بیٹے کی بشارت

تقسیم ملک سے قبل ضلع لاہور کے ایک قصبے کا نام ''پٹی'' تھا جو تقسیم کے نتیجے میں ضلع امرتسر میں شامل کیا گیا۔ اس قصبے میں اہل حدیث بہت بڑی تعداد میں آباد تھے' جن میں متعدد علمائے کرام بھی تھے۔ ان میں ایک بزرگ حافظ علم الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو قابل مدرس اور درویش صفت عالم تھے۔ وہ 1912ء میں پیدا ہوئے ان کی ولادت سے قبل ان کی والدہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ نے انہیں گلاب کا پھول عطا کیا جو بڑا خوشبودار ہے۔ یہ خواب انہوں نے اپنے مرشد سے بیان کیا تو انہوں نے تعبیر دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں صالح فطرت بیٹا عطا فرمائے گا۔ بیٹے کی پیدائش کے بعد اسے مرشد کے پاس لے جایا گیا تو انہوں نے بچے کو اپنی گود میں بٹھا کر فرمایا ''اس کے چہرے پر علم کے آثار پائے جاتے ہیں' اس کا نام علم الدین رکھنا چاہئے''۔ چنانچہ یہی نام رکھا گیا اور حفظِ قرآن کے بعد انہوں نے حافظ علم الدین رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے شہرت پائی۔ (چمنستان حدیث' ص:333)

درویش صفت استاد کے باکمال تلامذہ

مولانا عبداللہ ویرووالوی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ دار القرآن والحدیث میں تقریباً بارہ سال وہ طلباء کو قرآن مجید حفظ کراتے رہے۔ وہاں ان سے مولانا صوفی عائش حفظہ اللہ' مولانا عبدالرشید جھنگوی حفظہ اللہ' مولانا عتیق اللہ سلفی حفظہ اللہ اور مولانا عبداللہ ویرووالوی رحمۃ اللہ علیہ کے دونوں بیٹوں حافظ عبدالرحمٰن حفظہ اللہ اور حافظ محمد داؤد حفظہ اللہ کسب فیض کیا۔ (چمنستان حدیث' ص:334)

(4) حافظ خواجہ محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ

مرشد فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کا اثر

مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ بتایا کہ میرے لاہور کی مسجد مبارک کے زمانہ خطابت میں خواجہ اللہ دتا میری اقتداء میں نماز جمعہ پڑھا کرتے تھے اور منبر کے بالکل قریب بیٹھتے تھے۔ دوران خطبہ میں میرا پائجامہ اگر ٹخنے سے کچھ نیچے ہوتا تو خواجہ صاحب اپنے ہاتھ سے اس کو دوہرا کر دیتے اور وہ ٹخنے سے اونچا ہو جاتا۔ نماز کے بعد بطور نصیحت مجھے فرماتے کہ ''آپ خطبے میں جب لفظ ''اللہ'' کہتے ہیں تو اس کے ساتھ ''تعالیٰ'' کہا کریں یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے''۔

خواجہ اللہ دتا دینی معاملات میں انتہا درجے کے حساس تھے' گھر میں کسی کو کوئی خلافِ شرع کام کرتا دیکھتے تو سخت ناراض ہوتے۔ بعض اوقات اس سے تعلق منقطع کر لیتے' ان کے فرزندِ گرامی خواجہ عبدالعزیز تھے' دونوں باپ بیٹے کا تعلق مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 5 مئی 1951ء) سے تھا اور ان کی وجہ سے یہ دونوں سرحد پار کی جماعت مجاہدین سے مالی تعاون کرتے تھے۔ (چمنستان حدیث' ص:363)

Marfat.com

معاملات کی صفائی کا فکر

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ روزانہ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کے درس قرآن میں بھی شرکت کرتے اور ان کے قریب ہو کر بیٹھتے۔ میں نے بارہا دیکھا کہ راستہ چلتے وقت ان کی نظر جھکی ہوتی تھی اور وہ ادھر اُدھر نہیں دیکھتے تھے۔ 16 اور 17 جون 1952ء کی درمیانی شب کو ان کا انتقال ہوا۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ **میری وفات کی اطلاع فوراً دفتر کو دی جائے۔ وفات کے بعد ایک دن کی بھی پنشن وصول نہ کی جائے**' ان کی وفات کے وقت میں گوجرانوالہ میں تھا اور ان کے جنازے میں شامل تھا۔ (چمنستان حدیث' ص:365)

تعویذات کا دفاع

مجھے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صرف دو کتابیں پڑھنے کا موقع ملا ہے' ایک ''تین طلاقیں'' اور دوسری کوئی اور کتاب ہے جس پر غالباً میں نے کچھ لکھا بھی ہے ان کے علاوہ مجھے ان کی کوئی کتاب پڑھنے کی سعادت حاصل نہیں ہوئی۔ گزشتہ سطور میں ان کی کتابوں کے متعلق میں نے کچھ لکھا ہے' وہ ''مقالات خواجہ محمد قاسم'' کے ابتدائی صفحات میں تحریر شدہ مواد سے اخذ کیا گیا ہے۔ ''تعویذ اور دم کتاب وسنت کی روشنی میں'' کتاب کے مندرجات کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دم ثابت ہے' تعویذ ثابت نہیں ہے''۔ اس سے آگے تعویذ نویسوں کے متعلق بڑے سخت الفاظ استعمال کئے گئے ہیں' جنہیں لکھنا میں مناسب نہیں سمجھتا' معلوم نہیں یہ مرحوم و مغفور خواجہ صاحب کے الفاظ ہیں یا ان کے فرزند گرامی خواجہ ظہیر الاسلام ایم اے کے ہیں جنہوں نے ان کی کتابوں کا تعارف کرایا ہے۔ تعویذ حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ' سید مولانا بخش کوموی رحمۃ اللہ علیہ بھی لکھتے تھے۔ حضرت بارک اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر مولانا معین الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ تک بے شمار علمائے اہل حدیث لکھتے تھے۔ غزنوی علمائے کرام بھی لوگوں کو تعویذ لکھ کر دیتے تھے' اب بھی لاتعداد علمائے کرام تعویذ لکھتے ہیں۔ معلوم نہیں ان حضرات کے متعلق (جن میں خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے بعض اساتذہ بھی شامل تھے) ان کی کیا رائے تھی۔ اس کتاب کا تعارف ''مقالات خواجہ محمد قاسم'' کے صفحہ 13 پر تین سطروں میں کرایا گیا ہے اور ''تعویذ'' کو ''تعویز'' لکھا گیا ہے اور ''تعویز'' لکھنا واقعی غلط ہے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''تعویز'' (زا کے ساتھ) لکھنے کو غلط کہا ہوگا' نہ کہ ''تعویذ'' (ذال کے ساتھ) لکھنے کو۔ یعنی معاملہ شاید ذال اور زا کے املا کا ہوگا' اس عمل کا نہیں ہوگا جو بے شمار جلیل القدر علمائے کرام کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں۔ قرآن وحدیث کے جو الفاظ پڑھ کر دم کرنا جائز ہے' وہی الفاظ اگر کاغذ پر لکھ کر پانی میں بھگو کے کسی کو پلا دیے جائیں تو یہ ناجائز کیسے ہو گیا؟ (چمنستان حدیث' ص:370)

ایک ہفتہ پہلے وفات کی اطلاع

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ استاذ مکرم حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے کم وبیش چالیس برس جامع مسجد اقصیٰ اہل حدیث سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے رہے۔ وہ دل کے مریض تھے' لیکن کسی کو اس کا احساس نہیں

Marfat.com

ہونے دیتے تھے۔تصنیف وتالیف اور خطابت کی ذمہ داریاں بہتر طریقے سے نبھار ہے تھے۔19 دسمبر 1997ء کو ان کا آخری خطبہ جمعہ تھا' حسب معمول خطبہ پڑھا اور تقریر کی' جماعت کرائی' التحیات کے بعد درود شریف پڑھا اور پھر دعائیں پڑھنے لگے تو مائیک سے لمبے سانس کی آواز نمازیوں کے کانوں میں پڑی اور ساتھ ہی سجدے میں گر گئے۔ان کے پیچھے ایک نمازی حافظ عبدالوحید تھے، انہوں نے خیال کیا کہ خواجہ صاحب کو شاید کچھ شک پڑ گیا ہے' اسی لئے سجدہ سہو کر رہے ہیں' پھر انہوں نے سجدے سے سر اٹھایا تو نیچے کو جھک گئے۔حافظ عبدالوحید سمجھ گئے کہ معاملہ خطرناک ہے' انہوں نے فوراً سلام پھیر کر نمازیوں کو نماز سے نکالا اور خود اٹھ کر محراب کی طرف بڑھے' دیکھا تو خواجہ صاحب اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو چکے تھے۔

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے عاکف کا بیان ہے کہ ان کی وفات سے ایک ہفتہ پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ ابا جان مجھے کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت میں گھر دے دیا ہے' اب میرا یہاں رہنے کو جی نہیں چاہتا۔یہ خواب سچا ثابت ہوا اور وہ جنت میں پہنچ گئے۔(چمنستان حدیث' ص:371)

سخاوت کرنے میں راز داری

یہاں چند الفاظ میں خواجہ محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے ننھیال کا ذکر کرنا بھی میرے خیال میں ضروری ہے۔ان کے نانا سیٹھ نظام الدین تھے جو اپنے عہد میں گوجرانوالہ کی مشہور شخصیت تھے' کسی زمانے میں آزادی وطن کیلئے کانگریس سے بھی تعلق رہا اور مجلس خلافت سے بھی۔مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کے انتہائی مداح اور عقیدت مند تھے' علماء کا احترام سے تذکرہ کرتے۔میں جب گوجرانوالہ میں اخبار ''الاعتصام'' میں کام کرتا تھا تو کبھی کبھی دفتر تشریف لاتے اور گزشتہ دور کے عالموں اور سیاسی رہنماؤں کی باتیں سناتے۔مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ اس اخبار کے ایڈیٹر تھے' ایک دن سیٹھ صاحب مرحوم صبح نو بجے کے قریب آئے' میں دفتر میں اکیلا بیٹھا کام کر رہا تھا' کورے لٹھے کا تھان مجھے دیا' فرمایا: کل میں یہاں آیا تو میں نے دیکھا کہ مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ کا پائجامہ پھٹا ہوا تھا' تم ابھی مولانا کے گھر جاؤ اور انہیں یہ کپڑا دے آؤ۔کسی کو اس کا پتا نہیں چلنا چاہئے۔

سیٹھ صاحب مرحوم نہایت نیک اور کھلے دل کے آدمی تھے' اللہ تعالیٰ نے انہیں مال و دولت سے نوازا تھا اور اس کی راہ میں خرچ بھی کرتے تھے۔ان کے فرزند گرامی سیٹھ نذر محمد بھی فراخ حوصلہ تھے' یہ سب لوگ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ عقیدت میں شامل تھے' سیٹھ نذر محمد نے مولانا سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے جامعہ سلفیہ کو ہزاروں روپے دیے۔اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائے۔آمین!(چمنستان حدیث' ص:372)

(5) مولانا حکیم عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ

مستجاب الدعوات مبلغ اہلحدیث

مولانا حکیم عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ مستجاب الدعوات بزرگ تھے' ایک دفعہ اس علاقے میں سخت قحط پڑا اور لوگ انتہائی پریشانی میں مبتلا ہو گئے۔مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے حامیوں کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مخالف بھی بہت بڑی تعداد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر

Marfat.com

ہوئے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو ساتھ لے کر نماز استسقا پڑھی اور نہایت عجز و عاجزی سے بارگاہِ الٰہی میں دعا مانگی، جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور کھل کر بارش ہوئی۔ علاقے کے لوگوں پر اس کا بہت اثر ہوا اور توحید کے دائرے نے وسعت اختیار کی۔ یہ عالم دین بغیر کسی لالچ کے تمام عمر اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت میں مصروف رہے۔ 1967ء میں 90 سال کی عمر پا کر نماز فجر کے بعد داعئ اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ (چمنستان حدیث‘ ص:411)

(6) مولانا عبدالخالق جامی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالخالق جامی رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کی آمد پر تین مہینے باقی تھے کہ ان کی والدہ محترمہ نے کہا، بیٹا تم عالم اور واعظ تو ہو گئے‘ یہ ہمارے لئے بہت خوشی کی بات ہے، لیکن میری خواہش ہے کہ تم قرآن مجید بھی حفظ کر لو اور رمضان شریف میں نماز تراویح پڑھاؤ۔ چنانچہ فرمانبردار بیٹے نے ماں کی تمنا پوری کرنے کیلئے اسی وقت قرآن مجید یاد کرنا شروع کر دیا اور تین مہینے میں یاد کر کے رمضان شریف میں سنا بھی دیا۔ بعد ازاں جب تک صحت ٹھیک رہی، ہر روز پانچ پارے سناتے رہے۔ اس طرح تین قرآن شریف ہر رمضان میں مکمل کیا کرتے تھے۔ قرآن مجید سے انہیں بے حد محبت تھی اور خوش الحان تھے‘ اسی بناء پر حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ انہیں بلبل پنجاب کہا کرتے تھے۔
(چمنستان حدیث‘ ص:411)

(7) مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی رحمہ اللہ

برصغیر کے ماہرین حدیث کی ذی قدر جماعت اور حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ کی وسعت پذیر فہرست میں حضرت مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی رحمہ اللہ کا اسم گرامی نہایت نمایاں حروف میں مرقوم دکھائی دیتا ہے۔
(دبستان حدیث ص ۱۴۴)

ہر مذہب و مسلک کا احترام

مولانا رحیم آبادی رحمہ اللہ نہایت وضع دار عالم دین تھے۔ ہر مذہب و مسلک کے علماء کا احترام کرتے تھے اور گفتگو میں نہایت محتاط تھے۔ مسائل میں اختلاف کو وہیں تک محدود رکھتے تھے۔ معاشرتی زندگی میں بگاڑ نہیں پیدا ہونے دیتے تھے۔ تفسیر حقانی کے مصنف مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ ان کے ہم درس رہ چکے تھے۔ (دبستان حدیث ص ۱۶۸، ۱۶۹)

جناتی اثرات میں مجرب تعویذ

ایک مرتبہ مولانا رحیم آبادی رحمہ اللہ کی دہلی تشریف آوری ہوئی۔ شیخ عبدالرحمن اور عطاء الرحمن کے ہاں قیام تھا۔ اس وقت ان کی کسی خاتون کو کوئی تکلیف تھی جس کے متعلق خیال ہوا کہ یہ جناتی اثر ہے۔ مولانا کی خدمت میں عرض کیا گیا تو انہوں نے تعویذ دے دیا اور مریضہ صحت یاب ہو گئیں۔ (دبستان حدیث ص ۱۶۹)

Marfat.com

نماز تہجد میں مرتبۂ احسان کی کیفیات

اللہ تعالیٰ نے مولانا رحیم آبادی رحمہ اللہ کو علم وتحقیق کے ساتھ ساتھ زہد وتقویٰ کی نعمت بھی فراوانی سے عطا فرمائی تھی۔ان سے تہجد کی نماز کبھی فوت نہیں ہوئی۔صحت، علالت، حضر، سفر، یہاں تک کہ ریل کے سفر میں بھی اس کا التزام رہا۔جب بیماری نے زیادہ غلبہ پالیا تو بستر پر ہی تہجد کی نماز ادا فرمانے لگے تھے، روزانہ قرآن مجید کے دو یا تین پارے بھی پڑھ لیتے۔نماز نہایت خشوع وخضوع سے پڑھتے۔نماز میں ان پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''ان تعبد اللہ کا نک تراہ'' کی کیفیت طاری ہو جاتی۔

(دبستان حدیث ص ۱۷۴)

قربِ صالحین میں خواہش تدفین

مولانا مرحوم ومغفور نے اپنی زندگی ہی میں قبرستان کے پہلے دروازے کے سامنے تدفین کے لئے جگہ تجویز کر رکھی تھی، لیکن آخری وقت میں وصیت فرمائی کہ پہلی جگہ پر تدفین کے متعلق میرا ارادہ بدل گیا ہے اب **مجھے قبرستان میں حافظ محمد عمر رحمہ اللہ کے قریب دفن کیا جائے۔اس لیے کہ وہ صالح نوجوان تھا**، اس کی رفاقت میرے لیے مناسب ہوگی، چنانچہ ان کی وصیت کے مطابق خاندانی قبرستان میں شب کے دس بجے انہیں دفن کر دیا گیا۔(دبستان حدیث ص ۱۸۰)

قارئین! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صالحین کے پاس دفن ہونے سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔تبھی تو حضرت شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید ایسی حسرت کر رہے ہیں۔(از: مرتب)

(8) مولانا عبد الجبار کھنڈیلوی رحمہ اللہ

دعا کی قبولیت کا چشم دید واقعہ

مولانا عبد الجبار کھنڈیلوی رحمہ اللہ کے ساتھ ان کے ایک نوجوان فرزند گرامی تھے جو قد وقامت میں والد کی مانند تھے۔ان کا نام مجھے یاد پڑتا ہے، عبد المالک تھا۔میں نے ایک دن دونوں کو دو پہر کے کھانے کی دعوت دی تو بے حد مسرت کے ساتھ تشریف لائے اور کھانے کے بعد میرے لیے اور تمام افرادِ خانہ کے لیے دعا فرمائی۔ان کی دعا سے ہم لوگ بہت خوش ہوئے اور خیال کیا کہ اتنے بڑے عالم نے ہمارے گھر آ کر ہم پر انتہائی احسان فرمایا ہے اور ہمارے لیے بہتری کی جو دعا کی، اسے اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائے گا۔اور واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا کی دعا قبول فرمائی۔(دبستان حدیث ۲۰۵)

علمائے احناف کا بے حد احترام

مولانا کھنڈیلوی رحمہ اللہ خاموش طبع، خلوت گزیں، سادہ مزاج، قناعت پسند، فقر ودرویشی کا مرقع تھے۔تحقیقی مسائل کے سلسلے میں ہر عالم سے اگرچہ وہ عمر اور مرتبے میں کم تر ہوتا اور کسی مسلک سے انسلاک رکھتا، استفادے میں کسی قسم کی جھجک اور عار محسوس نہ فرماتے۔ہر مسلک کے اہل علم کا احترام کرتے تھے۔

ان کی ایک تصنیف ''الانصاف لرفع الاختلاف'' ہے......اس کتاب میں حضرت مصنف رحمہ اللہ علمائے احناف کا بے

Marfat.com

حد احترام سے ذکر فرماتے ہیں اور مختلف فیہ مسائل کے بارے میں باحوالہ ان کے ارشادات نقل کرتے ہیں اور پھر دردمندانہ لہجے میں اہل حدیث اور احناف سے مسلکی اختلاف کو برداشت کرنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ (دبستان حدیث ص ۳۱۱)

(9) مولانا عبدالحق ہاشمی رحمہ اللہ

مولانا عبدالحق ہاشمی رحمہ اللہ پچیس سال احمد پور شرقیہ کے منصب خطابت پر متمکن رہے۔ وہ سرائیکی زبان کے بہت بڑے مقرر اور معروف واعظ تھے۔ سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور کھلے جنگل میں اونٹ چراتے تھے۔ طلباء کی جماعت ان کے ہم رکاب ہوتی تھی اور وہ اونٹ چرانے کے ساتھ ساتھ انہیں پڑھاتے بھی جاتے تھے۔ ایک خصوصیت بارگاہ الٰہی سے انہیں یہ ودیعت فرمائی گئی تھی کہ نیکی اور صالحیت میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ تہجد گزار اور ذکر خداوندی کی دولت سے مالا مال تھے۔ (دبستان حدیث ۳۱۴، ۳۱۵)

زیارت نبی ﷺ کے مبارک خواب

نبی کریم ﷺ کی ذات ستودہ صفات اور آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ سے مولانا ہاشمی رحمہ اللہ کو انتہائی قلبی محبت تھی۔ نبی کریم ﷺ سے متعلق مولانا ہاشمی رحمہ اللہ کے چند خواب ان کے پوتے پروفیسر محمد اسرائیل (انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور) نے اپنے ایک مضمون میں درج کیے ہیں۔ یہ اس زمانے کے خواب ہیں جب مولانا ممدوح طلب علم حدیث میں مصروف تھے، ملاحظہ فرمائیے۔

پہلا خواب:۔ ۱......انہوں نے دیکھا کہ نبی ﷺ ان کے آگے سے گزرے۔ نبی کریم ﷺ سفید لباس پہنے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ کا چہرہ مبارک چاند کی طرح چمک رہا ہے۔

دوسرا خواب:۔ ۲......ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی اس طرح زیارت ہوئی کہ آپ ﷺ نہایت خوب صورت لباس میں کرسی پر تشریف فرما ہیں اور آسمان سے اترے ہیں۔ (مولانا فرماتے ہیں) نبی کریم ﷺ نے مجھ سے معانقہ فرمایا۔

تیسرا خواب:۔ ۳......تیسری بار مولانا ممدوح رحمہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ **وہ ایک آدمی کے ساتھ مل کر نبی کریم ﷺ کا جنازہ مبارک اٹھائے ہوئے ہیں** (مولانا فرماتے ہیں) کیفیت یہ ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کو سر مبارک کی طرف سے اور دوسرا آدمی آپ ﷺ کے پاؤں مبارک کی طرف سے اٹھائے ہوئے ہے۔ میں اسی حالت میں پا میں داخل ہو جاتا ہوں۔ خواب ہی میں میرے دل میں القاء ہوا کہ میں نبی کریم ﷺ کی مردہ سنتوں کو زندہ کروں گا۔

چوتھا خواب:۔ ۴......چوتھی مرتبہ مولانا رحمہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کی زیارت آپ ﷺ کے حجرہ مبارک میں کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ایک بڑا رجسٹر پڑا ہے۔ مولانا ممدوح رحمہ اللہ نے نبی کریم ﷺ سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا نام پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس رجسٹر میں دیکھو۔ مولانا رحمہ اللہ نے اس رجسٹر میں اس صحابی کا نام لکھا ہوا دیکھا۔

پانچواں خواب:۔ ۵......مولانا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ ہمارے گھر میں تشریف فرما ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے مجھے بلایا۔ میرے ہاتھ میں قلم دوات ہے۔ نبی کریم ﷺ مجھے فرماتے ہیں اور میں لکھ رہا ہوں۔ میری والدہ ہمارے قریب آئیں تو نبی کریم ﷺ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ میں

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر ہم دوسرے کمرے میں گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے لکھوانے لگے۔ (مولانا نے یہ تمام خواب بقول پروفیسر محمد اسرائیل اپنے فرزند مولانا ابوتراب الظاہری کو نوٹ کرائے)۔ (دبستان حدیث ص ۳۱۸)

(10) مولانا عبدالجبار عمر پوری رحمہ اللہ

یوں تو مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ کے آباؤ اجداد کے سبھی ارکان فضل و کمال کی دولت سے بہرہ یاب تھے، لیکن ان کے جد امجد حضرت مولانا عبدالجبار عمر پوری رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے خاص طور سے علم وعمل اور ادراک وعرفان کی نعمت بے بہا سے نوازا تھا۔ امرتسر جا کر علمائے غزنویہ اور وہاں کے بعض دیگر اصحاب تدریس سے استفادہ کیا۔ علمائے غزنویہ میں اس وقت حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا عبدالرحیم غزنوی، مولانا عبدالغفور غزنوی اور مولانا عبدالاول غزنوی رحمھم اللہ ایسے اصحاب فضیلت اساتذہ مسانِد تدریس پر فائز تھے اور طلباء جہاں ان سے علم حاصل کرتے، وہاں ان کی روحانیت سے بھی فیض یاب ہوتے تھے۔ مولانا عبدالجبار عمر پوری رحمہ اللہ نے بھی ان بزرگان عالی قدر سے یہ نعمت حاصل کی۔

دیگر مسالک سے کسب علم

مولانا عبدالجبار عمر پوری رحمہ اللہ نے مولانا محمد مظہر نانوتوی رحمہ اللہ سے فقہ، اصول فقہ اور حدیث کی چند کتابیں پڑھیں۔ سہارن پور میں مولانا احمد علی سہارن پوری رحمہ اللہ سے فقہ واصول اور بعض کتب حدیث کا درس لیا اور مولانا فیض الحسن سہارن پوری رحمہ اللہ سے عربی ادبیات اور علم بلاغت میں استفادہ کیا۔ (دبستان حدیث ص ۳۲۲)

تین ماہ میں قرآن حفظ کر لینا

اب آیئے چند لمحے حضرت مولانا عبدالجبار عمر پوری رحمہ اللہ کے فرزند دلبند مولانا حافظ عبدالستار عمر پوری رحمہ اللہ کی خدمت میں گزارتے ہیں۔ مولانا موصوف کا سال ولادت (۱۸۸۴ء) ہے۔ حافظ عبدالستار رحمہ اللہ بے حد ذہین تھے۔ قرآن مجید صرف تین ماہ میں حفظ کر لیا تھا۔ درس نظامی کی تکمیل مدرسہ احمدیہ سلفیہ آرہ (دربھنگا) میں کی۔

مولانا عبدالواحد غزنوی کی مریدہ خاتون

مولانا عبدالجبار عمر پوری رحمہ اللہ کی اہلیہ محترمہ بے حد صابرہ وشاکرہ اور عابدہ وزاہدہ خاتون تھیں۔ حضرت مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ سے انہوں نے بیعت ارشاد کی تھی۔ حضرت غزنوی رحمہ اللہ کو ان کے نیک نام اور عالم ومتقی بیٹے حافظ عبدالستار رحمہ اللہ کی خبر وفات پہنچی تو نہایت حزن وملال کا اظہار کیا۔ (دبستان حدیث ۳۲۳)

(11) مولانا ابوالحسنات علی محمد سعیدی رحمہ اللہ

پیر محبوب شاہ مکھوی رحمہ اللہ سے حصول علم

مولانا علی محمد سعیدی رحمہ اللہ مشرقی پنجاب کے ضلع فیروز پور کے ایک گاؤں ''صدر والا'' میں ۱۹۱۲ء کے پس وپیش پیدا ہوئے۔ تحصیل

Marfat.com

زیرہ میں مسلمانوں کی اکثریت تھی اور مسلمانوں میں بھی اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھنے والے لوگ زیادہ تعداد میں تھے۔...... دین داری اور تقویٰ شعاری میں بھی یہ لوگ اپنا ایک مقام رکھتے تھے...... مولانا علی محمد سعیدی رحمہ اللہ کے گھرانے میں کوئی عالم دین نہ تھا۔ تعلیم و تعلم سے اس خاندان کو کوئی دلچسپی بھی نہ تھی لیکن مولانا علی محمد رحمہ اللہ کو کیوں کر دلچسپی پیدا ہوئی اور انہوں نے کس طرح علم حاصل کیا؟

بات یہ ہے کہ اس گاؤں (صدر والا) میں ایک نیک سرشت اور صالح بزرگ رہتے تھے، جن کا نام صوفی ولی محمد رحمہ اللہ تھا۔ وہ خود تو کوئی بڑے عالم نہ تھے مگر اصحاب علم سے تعلق رکھتے تھے اور انہیں دینیات کی ان کتابوں کے مطالعہ کا شوق تھا جو اس وقت اردو زبان میں حاصل ہو سکتی تھیں۔ وہ پیر محبوب شاہ مکھوی مرحوم کے عقیدت مند اور ان سے فیض یافتہ تھے۔ مولانا علی محمد سعیدی رحمہ اللہ کو حصول علم کا شوق تھا، انہوں نے ابتدائی تعلیم انہی صوفی ولی محمد رحمہ اللہ سے حاصل کی۔ بعد ازاں انہی کے کہنے سے موضع مکھو پہنچے اور پیر محبوب شاہ مرحوم کے بیٹے سید عبدالرحیم شاہ رحمہ اللہ سے چند کتابیں پڑھیں۔ صالحیت میں بھی وہ اپنا ایک مقام رکھتے تھے۔ گاؤں میں ان کا دینی مدرسہ بھی قائم تھا۔ انہوں نے ۱۹۳۲ء میں وفات پائی۔ (دبستان حدیث ص ۳۵۹)

پیر صاحب کا اعزاز و اکرام

فارغ التحصیل ہونے کے بعد ۱۹۳۹ء میں وہ اپنے وطن واپس آ گئے۔ اپنے اولین استاد صوفی ولی محمد رحمہ اللہ اور ایک اور بزرگ مولوی کمال الدین رحمہ اللہ کے مشورے سے اپنے گاؤں میں دینی مدرسہ جاری کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ پیر محبوب شاہ مکھوی اور سنگھاں والا کے مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کو گاؤں تشریف لانے کی دعوت دی اور ۱۹۴۰ء میں مدرسہ فیض الاسلام کے نام سے مدرسے کا اجراء کر دیا گیا۔ ۱۹۴۰ء میں مولانا علی محمد سعیدی رحمہ اللہ کی شادی ان کے پہلے استاد صوفی ولی محمد رحمہ اللہ کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی۔ (دبستان حدیث ص ۳۶۱)

قارئین! یہ وہی مولانا علی محمد سعیدی رحمہ اللہ ہیں، جنہوں نے ''فتاویٰ علمائے اہلحدیث'' کے نام سے دین کی بہت اہم خدمت کی ہے۔ آئیں ان کے فتاویٰ میں سے کچھ صفحات ملاحظہ کریں۔

فتاویٰ علمائے اہلحدیث (جلد دوم)

ترتیب:۔ ابو الحسنات مولانا علی محمد سعیدی رحمہ اللہ

ناشر:۔ فاروق کتب خانہ الفضل مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور

باب الدعاء بعد الصلوٰۃ

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

سوال: بعد نماز فرض یا سنت ہاتھ اُٹھا کر دُعا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: نماز فرض و سنت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے، اس کے جواب پر قولی و فعلی اور اثری بہت سی دلیلیں ہیں جن کو

Marfat.com

بطور نمونہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔اورعدم جواز پر کوئی دلیل نہیں۔

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال مامن عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ ثم یقول اللھم الٰھی والٰہ جبرئیل و میکائیل و اسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطرو تعصمنی فی دینی فانی مبتلی و تنالنی برحمتک فانی مذنب و تنفی عنی الفقرفانی متمسکن الا کان حقا علی اللہ عزوجل ان لا یردیدیہ خائبتین رواہ الحافظ ابوبکر بن السنی عن الاسود الغامری عن ابیہ قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف و رفع یدیہ و دعا، الخ

ترمذی، ابوداؤداور بیہقی میں مالک بن یساررضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اذا سالتم اللہ فاسئلوہ ببطون اکفکم ولا تسئلوہ بظھور ھما (ابوداؤد) عن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتی یمسح بھما وجھہ- عن سلمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ربکم حیی کریم یستحی من عبدہ اذا رفع یدیہ الیہ ان یردھما صفراً -(ترمذی، ابوداؤد، بیہقی) (واللہ اعلم، اخبار الحدیث (دہلی) جلد ۴،ش ۳)

سوال: بعد نماز فرائض وسنت ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: نماز فرض وسنت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہیں۔اس کے جواب پر قولی، فعلی اوراثری بہت سی دلیلیں ہیں۔ جن کو نمونتاً ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں۔

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ما من عبدبسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ ثم یقول اللھم الٰھی والٰہ جبرئیل و میکائیل و اسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر و تعصمنی فی دینی فانی مبتلی و تنالنی برحمتک فانی مذنب و تنفی عنی الفقرفانی متمسکن الا کان حقا علی اللہ عزوجل ان لا یرد یدیہ خائبتین۔

رواہ الحافظ ابوبکر بن السنی عن الاسود العامری من ابیہ قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف و رفع یدیہ و دعا الخ اور حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "فض الوعاء فی احادیث رفع الیدین فی الدعاء" میں روایت کیا ہے: عن محمد بن یحییٰ الاسلمی قال رایت عبداللہ ابن الزبیر ورأی رجلا رافعایدیہ قبل ان یفرغ من صلوتہ فلما فرغ منھا قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرفع فدیہ حتی یفرغ من صلوتہ رجالہ ثقات۔ عن مالک بن یسار قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سالتم اللہ فاسئلوہ ببطون اکفکم ولا تسئلوہ بظھورھا۔ ابوداؤد عن عمر رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ

Marfat.com

فی الدعاء لم یحطهما حتی یمسح بهما وجهه، عن سلمان قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان ربکم حیی کریم یستحیی من عبده اذا رفع یدیه الیه ان یردهما صفرا۔ (ترمذی، ابوداؤد، بیہقی)

علاوہ اس کے دعا میں ہاتھ اٹھانا پہلے نبیوں کی شریعت سے ثابت ہے چنانچہ (بخاری، ص:۴۷۵) میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب مکہ میں حضرت ہاجرہ کو چھوڑ کر چلے تو جب کہ ثنیہ کے پاس پہنچے تو قبلہ رو ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔

امام نووی رحمہ اللہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں هذا الحدیث مشتمل علی کثیر من الفوائد ومنها استحباب رفع الیدین فی الدعاء انتهی۔

ادب المفرد میں ہے (ص:۸۹) عن عکرمة عن عائشة انه سمعه منها انها رأت النبی صلی الله علیه وسلم یدعو رافعا یدیه یقول اللهم انا بشر فلا تعاقبنی ایما رجل من المومنین اذیته او شتمته ولا تعاقبنی فیه۔

وعن ابی هریرة قال قدم الطفیل بن عمر الدوسی علی رسول الله صلی الله علیه وسلم قال یارسول الله ان دوساً عصمت و ابت فادعُ الله علیها فاستقبل النبی صلی الله علیه وسلم القبلة و رفع یدیه فظن الناس انه یدعو علیهم فقال اللهم اهد دوساً وأت بهم (هکذا فی فتاوی نذیریه) اخبار اہلحدیث دہلی ۱۵ مارچ ۱۹۵۴ء۔

سوال: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سلام پھیرنے کے بعد دعا مانگی ہے؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگی ہے، حافظ ابوبکر بن السنی نے فرمایا ہے:

عن الاسود العامری عن ابیه قال صلیت مع النبی صل الله علیه وسلم الفجر فلما سلم انحرف و رفع یدیه و دعا" (رواہ ابی شیبة فی مصنفه) اور حافظ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب "فض الوعا فی احادیث رفع الیدین فی الدُعا" میں روایت کیا ہے محمد بن یحییٰ اسلمی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں اُٹھاتے تھے ہاتھوں کو دعا میں مگر جب کہ فارغ ہوتے نماز سے اور کہا کہ اس حدیث کے جتنے راوی ہیں سب ثقہ ہیں۔ "عن محمد بن یحیی الاسلمی قال رایت عبدالله بن الزبیر ورأی رجلا رافعاً یدیه قبل ان یفرغ من صلوٰته فلما فرغ منها قال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یکن یرفع یدیه حتی فرغ من صلوٰته" رجاله ثقات نیز ابوداؤد میں ہے فرمایا رسول ﷺ نے کہ جب تو سوال کرے اللہ تعالیٰ سے سوال کر اندرونی ہتھیلیوں سے اور نہ سوال کر اس سے الٹے ہاتھوں کے ذریعے "عن مالک بن یسار قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا سالتم الله فاسئلوه ببطون اکفکم ولا تسئلوه بظهورها وفی روایة ابن عباس سلوا الله ببطون اکفکم ولا تسئلوا بظهورها فاذا فرغتم فامسحوا بها وجوهکم" (رواہ ابو دائود) اور ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہاتھ دعا میں اٹھاتے تو نہیں چھوڑتے یہاں تک کہ مسح کرتے اپنے منہ کو۔ عن عمر قال کان رسول الله علیه وسلم اذا رفع یدیه فی الدعاء لم یحطهما حتی یمسح بها وجهه، رواہ الترمذی اور نیز مشکوٰۃ، ص:۱۸۷ میں ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب بندہ ہاتھ اُٹھا کے دُعا کرتا ہے تو اللہ شرم کرتا ہے کہ اس کے ہاتھ کو خالی پھیر دے "عن سلمان قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان ربکم حیی کریم یحیی من عبده اذا رفع یدیه الیه ان یردهما صفراً"۔ (رواہ الترمذی ابوداؤد والبیہقی فی الدعوات الکبیر)۔

Marfat.com

علاوہ اس کے دُعا میں ہاتھ اٹھانا پہلی شریعتوں سے بھی ثابت ہے چنانچہ بخاری: ص ۴۷۵ میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جب حضرت ہاجرہ کو میدان مکہ میں چھوڑ کر چلے اور ثنیہ کے پاس پہنچے تو قبلہ کی طرف منہ پھیر کر ہاتھ اُٹھا کے دعا مانگی، امام نووی رحمہ اللہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں ''هذا الحديث مشتمل علىٰ كثير من الفوائد منها استحباب رفع اليدين فى الدعا'' انتہی اور ادب المفرد کے: ص ۸۹، میں ہے۔ عن عكرمة عن عائشه انه سمعه' منها انها رايت النبى صلى الله عليه وسلم يدعوا رافعاً يديه يقول اللهم انما انا بشر فلاتعاقبنى ايما رجل من المومنين اذيته شتمته فلا تعاقبنى فيه و عن ابى هريرة قال قدم الطفيل بن عمرو الدوسى على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يارسول الله ان دوساً عصت و ابت فادع الله عليها فاستقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم القبلة و رفع يديه وظن الناس انه يدعوا عليهم فقال اللهم اهد دوساً وأت بهم۔ پس ان احادیث سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے اور دعا میں ہاتھ اٹھانا مسنون طریقہ ہے اور اگر زیادہ تحقیق دیکھنی ہو تو تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی: ص ۲۴۳ تا ص ۲۴۶ پر اور رسالہ فض الوعاء فی احادیث رفع الیدین فی الدعاء للسیوطی ملاحظہ فرمائیں۔

(اخبار اہلحدیث، دہلی یکم دسمبر ۱۹۵۳ء)

سوال: کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی سلام پھیرنے کے بعد دعاء مانگی ہے؟

جواب: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام پھیرنے کے بعد دعا مانگنا ثابت ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس پر عامل ہوں گے۔'' (اخبار اہلحدیث دہلی یکم دسمبر ۱۹۵۳)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد فرض نماز کے ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: ہاتھ اٹھا کر بعد نماز فرض کے دعا مانگنا درست ہے۔ کتاب عمل الیوم واللیلہ لابن السنی میں ہے۔ ''حدثنی احمد بن الحسن حدثنا ابو اسحق یعقوب بن خالد بن یزید الباسی حدثنا عبدالعزیز بن عبدالرحمن القرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال مامن عبد بسط كفيه فى دبر كل صلوٰة ثم ليقول اللهم الٰهى واله ابراهيم و اسحق و يعقوب واله جبريل و ميكائيل و اسرافيل اسئلك ان تستجيب دعوتى فانى مضطر و تعصمنى فى دينى فانى متبلى و تنالنى برحمتك فانى مذنب و تنفى عنا الفقر فانى متمسكن الا كان حقا على الله عز و جل ان لا يرديديه خائبتين''۔ یعنی انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ ہر نماز کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلائے پھر کہے ''اللھم الٰھی والہ ابرھیم'' الخ۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے دونوں ہاتھوں کو نامراد نہیں پھیرتا'' اس حدیث سے ثابت ہوا، کہ بعد فرض نماز کے ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا

تین لکیریں کھینچنے پر تین بیٹے مل گئے

ایک شخص نے عرض کیا میری کئی لڑکیاں ہیں، دعا کیجئے اللہ تعالیٰ لڑکا عطا فرما دے، صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بات سن کر زمین پر لکیریں کھینچنا شروع کیں اور ساتھ ہی لکیریں گننے لگے۔ درخواست کنندہ نے ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا، بس تین ہی بہت ہیں، اس عمل سے تین لڑکے پیدا ہوئے۔ (بحوالہ: سوانح صوفی

Marfat.com

درست ہے۔ اس حدیث کے راویوں میں ایک راوی عبدالعزیز بن عبدالرحمن اگر متکلم فیہ ہے، جیسا کہ میزان الاعتدال وغیرہ میں مذکور ہے۔ لیکن اس کا متکلم فیہ ہونا ثبوت جواز و استحباب کے منافی نہیں، کیوں کہ حدیث ضعیف سے جو موضوع نہ ہو استحباب و جواز ثابت ہوتا ہے۔ ''قال فی فتح القدیر فی الجنائز والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع الخ''۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے: قال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا ابو معمر المقری حدثنی عبدالوارث حدثنا علی بن زید عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدہ بعد ماسلم وھو مستقبل القبلۃ فقال اللھم خلص الولید بن الولید و عیاش بن ابی ربیعۃ وسلمۃ بن ہشام و ضعفۃ المسلمین الذین لایستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلا من ایدی الکفار ذکرہ الحافظ ابن کثیر فی تفسیر، ایۃ الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان لایستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلا۔ یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سلام پھیرنے کے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا، اور آپ قبلہ رو تھے پس کہا: اللھم خلص الولید بن الولید الخ اس حدیث کے راویوں میں علی بن زید ہے جس کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب میں ضعیف کہا ہے لیکن اس کا ضعیف ہونا ثابت جواز و استحباب کے منافی نہیں ہے۔ کمامر، مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: ''عن الاسودی بن عامر عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف و رفع یدیہ و دعا'' (الحدیث) یعنی عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی، پس جب **آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو قبلہ کی طرف سے منحرف ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور دعا کی**۔ ان احادیث سے بعد نماز فرض کے ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا قولاً فعلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا۔ ''واللہ تعالیٰ اعلم۔ (حررہ العاجز عین الدین عفی عنہ سید نذیر حسین فتاوی نذیریہ، ص ۵۶۴)''

مسئلہ: چہ می فرمائید علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ رفع یدین در دعائے کہ بعد ادائے نماز کردہ می شود، چناں کہ معمول ائمہ دیار است از احادیث قولیہ یا فعلیہ ثابت است یا نہ ہرچند کہ فقہاء ایں را مستحسن می نویسند واحادیث در مطلق رفع یدین در دُعا نیز وارد اند، لیکن دریں خصوص ہم حدیثے وارد است یا نہ، بینوا توجروا۔

ہوالمصواب: دریں خصوص نیز حدیثے وارد است، چنانچہ حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق بن السنی در کتاب عمل الیوم واللیلہ می نویسد۔ حدثنی احمد بن الحسن حدثنا ابواسحق یعقوب بن خالد بن یزید الباسی حدثنا عبدالعزیز بن عبدالرحمن القرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال مامن عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلوۃ ثم یقول اللھم الھی واله ابرھیم و اسحق و یعقوب و اله جبرئیل و میکائیل و اسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر و تعصمنی فی دینی فانی مبتلی و تنالنی برحمتک فانی مذنب و تنفی عنی الفقر فانی متمسکن الا کان حقاً علی اللہ عزوجل ان لا یرد یدیہ خائبین۔ اگر گفتہ شود، کہ در سند ایں روایت عبدالعزیز بن عبدالرحمن است، و آں متکلم فیہ است چنانکہ در میزان الاعتدال وغیرہ مصرح است گفتہ خواہد شد، کہ حدیث ضعیف برائے اثناء استحباب کافی است، چنانچہ

Marfat.com

ابن ہمام در فتح القدیر در کتاب الجنائز می نویسد و الا ستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع و اللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی۔

سیّد نذیر حسین ابو الحسنات محمد عبدالحی

الجواب صحیح و الرای نجیح۔ ویؤیدہ مارواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ فی المصنف عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما انحرف رفع یدیہ و دعا الحدیث فثبت بعد الصلوٰۃ المفروضۃ رفع الیدین فی الدعاء عن بید الانبیاء و اسوۃ الاتقیاء صلی اللہ علیہ کما لا یخفی علی العلماء الاذکیاء حررہ السید شریف حسین عفاء اللہ عنہ فی الدین سید شریف حسین۔

سید محمد نذیر حسین محمد عبدالرب سید احمد حسین

(فتاویٰ نذیریہ ص ۵۶۹)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز فرائض کے ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنا درست ہے یا بدعت، زید کہتا ہے، کہ بعد نماز فرائض کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صاحب فہم پر مخفی نہ رہے، کہ بعد نماز فرائض کے ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا جائز و مستحب ہے اور زید مخطی ہے۔ عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال مامن عبد بسط کفیہ فی و بر کل صلوٰۃ ثم یقول اللھم الٰھی و الہ جبرئیل و میکائیل و اسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر و تعصمنی فی دینی فانی مبتلی و تنا لنی برحمتک فانی مذنب و تنفی عنی الفقر فانی متمسکن الا کان حقا علی اللہ عز و جل ان لا یرد یدیہ خائبتین رواہ الحافظ ابوبکر بن السنی۔ عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف و رفع یدیہ و دعا الخ رواہ الحافظ ابوبکر بن ابی شیبۃ فی مصنفہ اور حافظ جلال الدین رحمہ اللہ نے اپنے کتاب فض الوعافی احادیث رفع الیدین فی الدعاء میں روایت کیا ہے۔ محمد بن یحییٰ اسلمی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں اٹھاتے تھے اپنے ہاتھ کو دعا میں مگر جب فارغ ہوتے نماز سے اور کہا ہے اس حدیث کے راوی جتنے ہیں سب ثقہ ہیں۔ عن محمد بن یحیٰ الاسلمی قال رأیت عبداللہ بن الزبیر ورأی رجلا رافعا یدیہ قبل ان یفرغ من صلوٰۃ فلما فرغ منہا قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرفع یدیہ حتیٰ یفرغ من صلوتہ و رجالہ ثقات اور نیز ابوداؤد میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب سوال کرو اللہ تعالیٰ سے تو سوال کرو بطون کف اپنے کے ساتھ اور نہ سوال کرو اس سے ساتھ ظہور کف اپنے کے۔ عن مالک بن یسار قال قال رسول اللہ صلی علیہ وسلم اذا سألتم اللہ فاسئلوہ ببطون اکفکم ولا تسئلوہ بظھورھا فاذا فرغتم فامسحوبھا وجھہ رواہ ابوداؤد۔ اور ترمذی میں ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہاتھ دعا میں اُٹھاتے تو نہیں چھوڑتے تھے یہاں تک کہ مسح کرتے اپنے منہ کو عن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتی یمسح بھما وجہ رواہ الترمذی اور نیز مشکوٰۃ کے صفحہ ۱۸۷

Marfat.com

میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندہ ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتا ہے، تو اللہ شرم کرتا ہے کہ اس کے ہاتھ خالی پھیر دے۔ عن سلمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ربکم حی کریم یستحیی من عبدہ اذا رفع یدیہ ان یردھما صفرا (رواہ الترمذی و ابو دائود و البیہقی فی الدعوات الکبیر)۔ علاوہ اس کے دعا میں ہاتھ اٹھانا شریعت من قبلنا سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ بخاری صفحہ ۴۷۵ میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب ہاجرہ کو چھوڑ کر چلے، پھر جب کہ ثنیہ کے پاس پہنچے، تو قبلہ کی طرف منہ پھیر کر ہاتھ اُٹھا کر دعا کی، امام نووی صاحب عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں ھذا احدیث مشتمل علی کثیر من الفوائد و منھا استحباب رفع الیدین فی الدّعاء انتھیٰ اور ادب المفرد کے صفحہ ۸۹، میں ہے۔ عن عکرمۃ عن عائشۃ انہ سمعہ منھا انھا رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدعو رافعا یدیہ یقول اللھم انما انا بشر فلا تعاقبنی ایما رجل من المومنین اذیتہ او شتمتہ فلا تعاقبنی فیہ۔

وعن ابی ھریرۃ قال قدم الطفیل بن عمرو الدوسی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ان دوسا عصت و ابت فادع اللہ علیھا فاستقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القبلۃ و رفع یدیہ فظن الناس انہ یدعوا علیھم فقال اللھم اھد دوسا وائت بھم۔ پس ان احادیث سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگتے تھے۔ اور دعا میں ہاتھ اُٹھانا مسنون طریقہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب، حررہ محمد عبدالغفور عفی عنہ!

سید محمد نذیر حسین سیّد محمد عبدالسلام غفرلہ سیّد محمد ابوالحسن (فتاویٰ نذیریہ، ج:۱، ص:۵۶۶)

(فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۲، ص:۲۱۴ تا ۲۲۲)

فتاویٰ علمائے اہلحدیث (جلد 12)

اولیاء ہماری آنکھوں کے تارے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول اور مقبول بندے ہیں، افضل البشر ہیں، معصوم عن الخطاء ہیں، واجب الاطاعت ہیں، ان کی اطاعت کے سوا کسی امام بزرگ اور ولی کی اطاعت ہم پر واجب نہیں ہے۔

جملہ صحابہ کرام، ائمہ عظام اولیائے ذوی الاحترام ہماری آنکھوں کے تارے اور سر کے تاج ہیں ہم جس جس میں جو جو خوبی دیکھیں اس کی اقتدا کر سکتے ہیں، مگر اس کی تقلید کو واجب نہیں گردان سکتے، کیونکہ امکان ہے ان سے خطا ہو جائے، بری عن الخطا صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے اور وہی ذات واجب الاطاعت ہے مگر ان بزرگوں میں سے کسی ایک کی بھی توہین کرنا ہمارے نزدیک گناہ میں داخل ہے۔ (فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۱۲، ص:۸۶)

سید احمد مجدّدی رحمہ اللہ کا صوفیانہ رسوخ

سید احمد بریلوی مجدّدی رحمہ اللہ دبستان سے تعلق رکھتے تھے اور صوفیائے عظام میں بڑے اونچے درجہ کے مالک تھے، سیّا

Marfat.com

موصوف رحمہ اللہ کا اعتقاد تھا کہ اُن کا تعلق براہ راست رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے رہنمائی حاصل ہوئی ہے انہوں نے ایک نیا طریقہ طریق نبوت رائج کیا، باقی تمام طریقے اُنکے نزدیک ''طرق ولایت'' قرار پائے اس کی خصوصیت یہ تھی کہ صوفی پہلے سختی سے سنت پر عمل کرے اور پھر ''فکر'' کی راہ اختیار کرے۔

موجودہ اہلحدیث پر افسوس

ہم اس موقع پر سیّد احمد شہید رحمہ اللہ کی روحانی قوت کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ ہمارے نزدیک اہلحدیث کی اصل دولت یہی تھی جو امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ اب بالکل ناپید اور گم ہوتی جارہی ہے اور آج کا اہلحدیث تو اس کا قائل ہی نظر نہیں آتا کہ یہ طاقت بھی کوئی طاقت ہے۔

سیّد صاحب کی زبان میں تاثیر تھی اور بلا کی تاثیر تھی، آپ عالم تھے مگر بہت بڑے عالم نہیں تھے، وعظ فرماتے تھے مگر بہت بڑے واعظ نہیں تھے، جملوں کی ترتیب، الفاظ کی بندش، کلام کی روانی کا قطعاً احساس نہ فرماتے، ہاں جو بات ہوتی وہ دِل سے نکلتی اور دلوں پر اثر کرتی تھی، ہزارہا ہندو آپ کے وعظ سے مسلمان ہوئے لاکھوں گمراہ راہ پر آ گئے، بگڑے ہوئے سلجھ گئے اور سلجھے ہوئے مقام امامت پر پہنچ گئے۔

(حضرت مولانا عبدالحئی داماد مولانا عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہما اللہ) جو درسیّات میں اپنے زمانہ کی صفِ اوّل میں شمار ہوتے تھے اور سرکاری طور پر مفتی مانے جا چکے تھے اور زہد و ورع میں بھی کسی سے کم نہیں تھے، جب سیّد صاحب سے ملے تو آپ سے ''نماز حضور قلب کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا مولانا! باتوں سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا، اور نہ ہی یہ چیز سمجھانے سے سمجھائی جاسکتی ہے، اُٹھیے اور میرے پیچھے دو رکعت نماز پڑھ لیجیے، مولانا نے آپ کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی اور نماز کے بعد بیعت کرلی۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے، کہ آپ نے سیّد صاحب کی بیعت مولانا عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمہ اللہ (اپنے خسر) کے ارشاد پر کی تھی اور پھر مولانا سیّد اسماعیل رحمہ اللہ شہید کو مشورہ دیا تھا کہ وہ بھی بیعت کرلیں۔

چنانچہ دو چار، دس بیس نہیں، سینکڑوں اور ہزاروں علماء اور فضلاء جو مرتبہ میں آپ سے بہت بڑے تھے، روحانی فیوض حاصل کرکے آپ کے مطیع و منقاد ہو گئے اسی کو کہتے ہیں، ع

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

جب تزکیہ نفس ہو تو کیفیت بدل جاتی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیفیت بھی اسی تزکیہ سے بدلتی رہی۔ کتب احادیث میں ابومحذورہ، ثمامہ بن اثال، ہندہ بنت ابوسفیان، فضالہ بن عمیر و عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم سینکڑوں صحابہ کے حالات بسند صحیح موجود ہیں کہ ان کی کیفیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی صحبت سے پلٹ گئی، مگر افسوس ہے کہ آج ہم اس کے قائل نہیں رہے اور تصفیہ قلوب سے بالکل بے نیاز ہو گئے ہیں۔ بقول اکبر مرحوم۔ ع

زباں گو صاف ہو جاتی ہے دل طاہر نہیں ہوتا

(فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۱۲، ص:۸۸ تا ۹۰۔ فاروق کتب خانہ، الفضل مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور)

Marfat.com

باکمال صوفی کی مفتی کیلئے ہدایت

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے: اگر پوچھا جاوے عالم سے وہ مسئلہ جس کو بتحقیق وہ جانتا ہے۔ ساتھ کھلے حکم قرآن شریف یا حدیث شریف کے یا اجماع کے یا قیاس روشن مجتہد کے تو فتوے دیوے اور اگر پوچھا جاوے وہ مسئلہ جس میں اس کو شک ہو تو کہہ دے کہ میں نہیں جانتا۔

فتویٰ پر عمل کرنے کا طریقہ

شیخ ابن عربی رحمہ اللہ نے فتوحات میں لکھا ہے، کہ اگر تجھ کو مفتی بتلا دے کہ تیرے مسئلہ میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہ ہے تو اس کو پکڑ لے اور اگر کہے کہ میری رائے یہ ہے تو مت پکڑ اور کسی اور مفتی سے پوچھ لے۔ (فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:٦ ص:١٧)

صوفیاء کے بھوکے رہنے کے فوائد و دلائل

انسانی فطرت اس بات کو چاہتی ہے کہ نفس ہمیشہ عقل کے ماتحت رہے، چونکہ روزہ میں **نفس کی کسی خواہش کی بھی پرواہ نہیں کی جاتی، بلکہ اس کی ہر تمنا کو دبانا روزہ دار کا فرض اوّلین ہوتا ہے**، لہٰذا نفسِ امارہ عقل کی ماتحتی میں بخوشی کام کرنے لگ جاتا ہے۔

انسان احسان فراموش واقع ہوا ہے۔ ہم دن رات اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھاتے پیتے ہیں لیکن شکر گزاری کا نام تک نہیں لیتے، اور یہ امر مسلمہ ہے کہ اگر کسی کی کوئی محبوب و مرغوب چیز کچھ عرصہ تک گم رہے تو اس کو اس کی قدر معلوم ہوتی ہے، یہی حال روزہ دار کا ہے، سارا دن کھانا پینا متروک ہونے کی وجہ سے اس کو شام کے وقت قدر معلوم ہوتی ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حقیقی شکر گزار رہتا ہے۔

چونکہ انسان کو روزہ میں بھوکا پیاسا رہنا پڑتا ہے، اس لیے اس میں مساکین و فقراء کے ساتھ حقیقی مروّت و ہمدردی کرنے کے جذبات پیدا ہوتے ہیں کیونکہ جن امراء نے کبھی بھوک پیاس دیکھی ہی نہیں وہ غرباء کے احوال سے کب آشنا ہو سکتے ہیں بقول حافظ رحمہ اللہ۔

کجا دانند حال ما سبکسارانِ ساحل ہا

عشق و محبت کے اس تقاضے کو ایک عاشق بخوبی جانتا ہے کہ جب یادِ معشوق اس کو بیقرار کر دیتی ہے، تو وہ کھانے پینے کو ترک کر دیتا ہے، دنیا کی دلکش سے دلکش چیزیں موجود ہوتی ہیں، مگر عاشق کا دل کسی کو بھی نہیں چاہتا۔ یہی حال روزہ میں روزہ دار کا ہے، حکم الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے اس کی محبت اور جبروت و عظمت حضرت انسان کو اکل و شرب کا صحیح تارک بنا دیتی ہے۔ بھوکا و پیاسا رہنا حضرت انسان کیلئے زحمت نہیں بلکہ رحمت ہے، حکماء سے جا کر پوچھ لیجئے گا کہ انسان کو کئی ایک بیماریاں ایسی لاحق ہوتی ہیں جن کا علاج صرف بھوک پیاس ہی ہوتا ہے، اور بس۔

جس طرح جسمانی صحت کیلئے اطباء نے بھوک پیاس کو مفید خیال کیا ہے ایسا ہی زاہدوں اور عابدوں نے بھوک کو تزکیہ نفس و صفائی قلب کیلئے اکسیر ثابت کیا ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں:

Marfat.com

(الف):۔الجوع سید العمل یعنی بھوک تمام عملوں کی سردار ہے۔(ب):۔الجوع مخ العبادۃِ یعنی بھوک تمام عبادتوں کا مغز ہے۔(ج):۔الجوع طعام الانبیاءِ یعنی بھوک نبیوں کی خوراک ہے۔(د)۔طھروا قلوبکم بالجوع لتنظروا الی عظمۃ اللہ تعالی۔ یعنی تم اپنے دلوں کو بھوک سے صاف کروتا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت کو دیکھ سکو۔

الغرض بھوک و پیاس تزکیۂ نفس کیلئے ایک کامل ذریعہ ہے، جس کا نبیوں کے علاوہ رشیوں اور میمنوں نے بھی اعتراف کیا ہے۔بحوالہ فتاویٰ ثنائیہ (فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۶ص:۹۱۔۹۳)

فقہی مسائل میں راہ اعتدال

افسوس ہے کہ آج ہم آٹھ اور بیس رکعت تراویح کی بحث میں الجھے ہوئے ہیں اور قیام رمضان کا جو اصل مقصد اور اس کی روح تھی اس سے تو بے اعتنائی برت رہے ہیں اور عدد کی بحث اور قِیل وَ قال میں اس درجہ منہمک ہیں کہ بسا اوقات حد اعتدال سے گزر جاتے ہیں۔(فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۶ص:۲۵۴)

کیفیت نماز کو تو ہم نظر انداز کر رہے ہیں اور گنتی کو مدار کار بنا رکھا ہے اور اس کیلئے بحث وجدل کا دروازہ کھول رکھا ہے۔اگر معاملہ یہیں تک رہتا کہ افضل کیا ہے تو چنداں مضائقہ نہ تھا۔افسوس ہم حد اعتدال سے آگے بڑھ گئے اور ایک دوسرے کے عمل کو بدعت یا معصیت اور گمراہی قرار دینے کے درپے ہو گئے۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔(فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۶ص:۲۵۶)

صوفیاء کی گوشہ نشینی کی دلیل

اعتکاف کے لغوی معنی بند رہنا، ٹھہرنا اور کسی چیز کو لازم پکڑنا اور کسی چیز پر متوجہ ہونا ہے۔اور شریعت میں اعتکاف کے معنی مسجد میں ٹھہرنا، اور خاص انداز سے لازم کرنا ہے۔(فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۶ص:۴۵۲)

پردہ سے غرض یہ ہے کہ بیٹھنے والا گوشہ نشین رہے۔(فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۶ص:۴۵۸)

شب برأت کا روزہ اور عبادت

سوال: نصف شعبان کے روزے کا کیا حکم ہے، جائز ہے یا نہیں؟

جواب: نصف شعبان کے روزہ کے متعلق جو ابن ماجہ میں حدیث وارد ہوئی ہے، وہ صحیح نہیں ہے، اس میں ایک راوی کذاب ہے، سنت سمجھ کر روزہ جائز نہیں (الاعتصام لاہور، ج:۲۰ش۱۱۔۱۸، رجب:۱۳۸۸ھ) حافظ محمد گوندلوی (رحمہ اللہ) گوجرانوالہ

توضیح: ابن ماجہ کے علاوہ دیگر حدیثیں بھی ہیں "یقوی بعضھا بعضا" کے اصول پر حدیث کو حسن کا درجہ حاصل ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شعبان میں کثرت سے روزے رکھنا بھی اس کا مؤید ہے۔(علی محمد سعیدی) (فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۶ص:۴۷۳)

مشاہدے کا انکار غیب کا اقرار

سوال: عذاب قبر ایک خیالی اور موہومی چیز معلوم ہوتی ہے جس کا خارج میں کوئی وجود نہیں کیونکہ جس میت کو ہم قبر میں رکھتے ہیں تو وہ جوں کی توں قبر میں ملتی ہے اور اس کے جسم پر عذاب وثواب کا کوئی اثر نہیں پاتے۔اس پر کوئی عقلی دلیل قائم کریں۔

Marfat.com

جواب: قبر کا معاملہ چونکہ برزخی ہے اللہ نے اس پر پردہ ڈالا ہے اس سے ہمیں اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا۔ اگر مشاہدہ ہوتو ایمان بالغیب نہ رہے، ہمیں کسی شے کا مشاہدہ نہ ہوتو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی حقیقت ہی نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان سے گزرے۔تو آپ کی خچر بدکنے لگی۔فرمایا کہ ''یھود تعذب فی قبورھا'' یعنی یہود اپنی قبروں میں عذاب دیئے جارہے ہیں'' نیز ایک حدیث میں ہے کہ میں دعا کروں تو عذاب قبر تمہیں دکھایا جاوے۔لیکن پھر تم اپنے مردوں کو دفن نہیں کرو گے اور وحشیوں کی طرح جنگلوں میں نکل جاؤ گے۔

رہی یہ بات کہ یہ کس طرح ہوتا ہے کہ ایک شے ہو اور ہمیں اس کا مشاہدہ نہ ہو یا ایک شے جوں کی توں نظر آئے اور درحقیقت کچھ اور ہو اس کو یوں سمجھئے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''یخیل الیہ من سحرھم انھا تسعی'' کہ رسیاں سوٹیاں ان کے جادو سے موسیٰ علیہ السلام کو ایسی معلوم ہوتی تھیں کہ دوڑتی ہیں حالانکہ درحقیقت وہ رسیاں سوٹیاں سانپ نہیں بنی تھیں۔مگر موسیٰ علیہ السلام اور باقی لوگوں کو دوڑتے ہوئے سانپ معلوم ہوتی تھیں، ٹھیک اسی طرح مردہ اگرچہ ہمیں جوں کا توں معلوم ہوتا ہے، مگر حقیقت میں وہ جزا اور سزا میں ہے۔

اس کے علاوہ وحی کی حالت اسی کی نظیر ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیل علیہ السلام آتے ہیں۔اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی ہیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام کہتے ہیں۔مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پتہ نہیں لگتا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کو سلام پہنچاتے ہیں۔تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: تری مالا نرہ او کما قال یعنی آپ وہ شے دیکھتے ہیں کہ ہم نہیں دیکھتے۔اسی طرح جنگ بدر میں فرشتے اترے۔ابلیس نے دیکھے اور کہا: انی اری مالا ترون، یعنی میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔اسی طرح **جس کو آسیب ہوتا ہے، اس کو جن نظر آتے ہیں، اور ڈراتے ہیں۔مگر اس کے پاس والوں کو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔** یہ تو غیر خلقی باتیں ہیں۔صنعتی علوم میں دیکھئے۔ٹیلیفون میں دو شخص باتیں کرتے ہیں۔پاس والا خالی ہے۔اس قسم کے بیسیوں نظائر ہیں۔آپ کی شان سے تو یہ سوال بعید تھا۔خدا جانے آپ کو کیوں ضرورت ہوئی۔زادک اللہ علماً۔(اخبار تنظیم اہلحدیث جلد نمبر ۱۲ شمارہ نمبر ۱۱) (فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۹،ص:۱۴۶۔۱۴۷)

استقامت علی الشریعت پر مجدد نقشبندی رحمہ اللہ کا فتویٰ

قارئین کرام ایک بہت بڑے بزرگ کا فتویٰ ذیل میں بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔حضرت مجدد الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اگر فرضاً علیہ السلام درین آوان در دنیا زندہ می بودند و ایں مجالس و اجتماع منعقد شدی آیا بایں امر راضی می شرند و اجتماع را پسندیدندیانہ یقین فقیر آنست کہ ہر گز ایں معنی را تجویز نمی فرمودند بلکہ انکار می نمودند۔" (مکتوبات مجدد الف ثانی،ص:۲۷۳)

یعنی اگر بالفرض آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانے میں زندہ موجود ہوتے اور (مروجہ) مجلس میلاد کو ملاحظہ فرماتے تو کیا ان سے خوش ہوتے؟ مجھ فقیر کو یہ کامل یقین ہے کہ آپ ان مجالس کو اگر دیکھتے تو ان کو ناجائز کہتے اور ان پر انکار فرماتے۔

Marfat.com

پس کہاں ہیں وہ لوگ جو بزرگان دین کے ساتھ محبت اور عشق کا دعویٰ رکھتے ہیں، کیا وہ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے اس فرمان کو پڑھیں گے۔(تنظیم اہلحدیث جلد:۱۸،شمارہ:۲)(فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۹،ص:۱۴۸۔۱۴۹)

مرنے کے بعد روح کا مقام

سوال: مرنے کے بعد انسان کی روح کہاں رہتی ہے۔ کہتے ہیں بد کی سجین میں اور نیک علیین میں رہتی ہے پھر قبر میں مُردے کو عذاب کیونکر ہوتا ہے۔

جواب: علیین اور سجین میں تو نام درج ہوتے ہیں روح قبر ہی میں رہتی ہے اور وہیں اسے دُکھ یا سُکھ ملتا ہے۔(اخبار اہلحدیث سوہدرہ، ج:۲،ش:۴۶،۶ربیع الاوّل ۱۳۷۰ھ)(فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۹،ص:۱۵۰)

تعویذ لٹکانے کا جواز

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کاغذ پر معوذات لکھ کر ننھے بچہ کے گلے میں لٹکایا تھا جس سے اس مجبور و معذور کیلئے صرف تعویذ لٹکانے کا جواز مل سکتا ہے جو خود معوذات نہ پڑھ سکتا ہو۔(اخبار اہلحدیث سوہدرہ، ج:۱۴،ش:۳)(فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۹،ص:۱۵۵)

کتاب تقویۃ الایمان پر حنفی علماء کرام کا فتویٰ

تقویۃ الایمان اور مولانا اسماعیل رحمہ اللہ شہید کی نسبت

کتاب تقویۃ الایمان اسم بامسمیٰ کتاب ہے۔ درحقیقت اس سے ایمان قوی ہوتا ہے اس کو پاس رکھنا اور دیکھنا موجب ہدایت و قوت ایمانی ہے۔ ایسی کتاب کو گمراہ کرنے والی کتاب کہنا جہالت وضلالت ہے۔ سچ ہے یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا قرآن شریف کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ لہٰذا اگر تقویۃ الایمان کو بھی اہل بدعت گمراہ کرنے والی کتاب کہیں، تو کیا مستبعد ہے جو شخص اس کتاب کو جلانے اور پھاڑنے کی ترغیب دے وہ خود گمراہ اور دین حق سے منحرف ہے" واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم"۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی دار العلوم دیوبند۔(دستخط بمعہ مہر ۵ جمادی الاوّل ۱۳۴۶ھ)

یہ کتاب بالکل قرآن وحدیث کے مطابق ہے جس شخص میں بدفہمی نہ ہو کہ، نیز عنوان (یعنی صاف اور بے لوث) سے متوحش نہ ہو جائے۔ اس کے درس کے قابل ہے، جو شخص اس کتاب کو گمراہ کنی اور بُرا کہتا ہے وہ فاسق یا جاہل ہے، یا معاند فقط۔ (مولوی اشرف علی تھانوی)

کتاب تقویۃ الایمان اچھی کتاب ہے اس میں آیات واحادیث بھی بہت ہیں جو شخص ازراہ توہین اس کو جلانے کا حکم دیتا ہے وہ سخت خاطی اور گنہگار ہے۔ اس میں شرکت بدعت سے ممانعت اور صراط مستقیم وسنت کی ہدایت ہے (مولوی) کفایت اللہ غفرلہ مدرسہ امینیہ دہلی۔

> **جعلی علماء**
>
> مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ننگے سر نماز پڑھنے والے کو ڈانٹتے اور سختی سے منع کرتے۔ آج کل بعض علماء کو ہم ننگے سر نماز پڑھتے اور بازار میں گھومتے ہوئے دیکھتے ہیں، یہ بات علمائے کرام کے وقار کے منافی ہے۔(گزر گئی گزران۔ص ۲۶۹)

Marfat.com

کتاب تقویۃ الایمان بہت عمدہ اور راہ حق بتانے والی کتاب ہے۔ اس کے مصنف مولانا اسماعیل رحمہ اللہ صاحب شہید عالم حقانی ہیں، وہ مقبول بارگاہ ہیں۔ خدا کی راہ میں انہوں نے جان دی ہے اور شہید ہوئے ہیں ان کی طرف یا ان کی کتاب کی نسبت برے الفاظ کہنے سے پرہیز کرنا چاہیے ورنہ مورد عتاب باری تعالیٰ ہوگا۔ ''من عادی لی ولی فقد اذنتہ بالحرب'' حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص میرے دوست سے دشمنی رکھتا ہے اس کو میں مطلع کرتا ہوں کہ اس سے میری لڑائی ہوگی۔ معاذ اللہ عنہ (مولوی) محمد شفیع عفی عنہ (مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب مرحوم دہلی)

(فتاویٰ علمائے اہلحدیث ج:۹ص:۲۶۱-۲۶۲)

گستاخ اولیاء سے اللہ کا اعلان جنگ

سوال: جو شخص اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں یعنی اولیاء اللہ سے کہ مومن کامل وہ ہی لوگ ہیں جن کی فضیلت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون. الذین امنوا وکانوا یتقون۔ عداوت و دشمنی رکھے اس کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب: جس شخص نے اللہ کے دوستوں سے اس کی دوستی کی وجہ سے ذرا بھی دشمنی رکھی وہ خدا اور رسول ﷺ کا دشمن ہے بلکہ خداوند تعالیٰ اپنے دوستوں کی تاکید فرما کے ان لوگوں کا دشمن ہو جاتا ہے۔ اور حکم فرماتا ہے کہ تم میرے دوستوں سے جو عداوت رکھتے ہو۔ گویا مجھ سے لڑائی کرتے ہو۔ حدیث میں آگیا ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ من عادی لی ولیاً فقد اذنتہ بالحرب۔ (رواہ البخاری)۔

خدا کی پناہ جس کا خدا دشمن ہو اس کا کون دوست اور کہاں ٹھکانا ملے گا۔ پس ایسا شخص مردود شیطان ہے اور خدا کا دشمن ہے۔ اہل اسلام کو چاہیے کہ ایسے خدا کے دشمن سے اپنے کو الگ بچائے رکھیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یاایھا الذین امنوا لا تتخذوا اعدوی وعدوکم اولیاء جو اُن سے دوستی رکھے گا وہ بھی خدا کے دشمنوں میں محسوب ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب المجیب

ابوبرکات محمد عبدالحیٔ تقی عرف صدرالدین احمد حیدرآبادی الجواب صحیح سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۵۔

(فتاویٰ نذیریہ جلد اوّل: ص۴۸-۴۹) (فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۹، ص:۲۷۳-۲۷۴)

مقام مصطفیٰ علمائے اہلحدیث کی نظر میں

سوال: جو شخص ہمارے نبی محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی ذات سے کچھ ذرہ بھی بغض رکھے اور تمام جہان پر آنحضرت بزرگ وافضل ہونے کا قائل نہ ہو اور شفاعت کا اور آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا انکار کرتا ہو وہ کافر ہے یا نہیں؟

الجواب: جس نے ایسا اعتقاد رکھا وہ کافر ہے۔ جنت اس پر حرام ہے۔ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا جو رسول اللہ ﷺ دوست وہ اللہ کا دوست اور کوئی چاہے کہ بعد بعثت رسول اللہ ﷺ کے بلاوساطت آنحضرت ﷺ کے اللہ سے دوستی رکھے وہ مردود ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے واسطے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ''۔

Marfat.com

اور فضیلت و بزرگی آنحضرت ﷺ کی تمام جہان پر قرآن وحدیث سے صاف ظاہر و باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور کسی نبی کو اس لقب سے یاد نہیں فرمایا ہے وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین۔ اے نبی ﷺ! ہم نے تم کو سب کے واسطے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اور صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ میں ہے۔ "عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم و نصرت بالرعب و احلت بی الغنائم وجعلت لی الارض طهورا ومسجدا وارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون وفی روایۃ اعطیت الشفاعۃ"۔

اور دوسرے مقام میں ہے انا سید ولد آدم اور خاتم الانبیاء ہونا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل آفتاب نیم روز کے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے واضح دلائل ہے۔

"ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبین۔ اور صحیح مسلم کے کتاب فضائل میں ہے باب ذکر کونہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین۔ عن ابی ھریرۃ، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مثلی و مثل الانبیاء من قبل کمثل رجل بنی بنیاناً فاحسنہ' و اجملہ الاموضع لبنۃ من زاویۃ من زوایاہ فجعل الناس یطوفون بہ ویعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت ھذا اللبنۃ قال فانا اللبنۃ و خاتم النبین و فی روایۃ فانا موضع اللبنۃ جئت فختمت الانبیاء علیھم السلام"۔ (فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۹،ص: ۲۸۳-۲۸۴)

(12) حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی رحمہ اللہ

حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی رحمہ اللہ کا سلسلہ نسب یہ ہے: احمد اللہ بن قادر بخش بن علی محمد بن حمید بن شمس دین بن خالد بن محمد شریف بن محمد بن امین بن حافظ حبیب الرحمن۔ سلسلہ نسب کے یہ بہت خوبصورت نام ہیں۔ اس سلسلے کے آخری بزرگ حافظ حبیب الرحمن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے خالہ زاد بھائی عون بن عبدالاعلیٰ عرف قطب شاہ رحمہ اللہ کی اولاد میں سے تھے، جن کا نسب نامہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے سے جاملتا ہے۔ (دبستان حدیث ص ۳۶۷)

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ سے صحیح مسلم، مختصر المعانی اور عربی ادبیات وغیرہ کی تکمیل کی۔ مولانا سلفی اپنے اس شاگرد کی طبعی شرافت، کم گوئی، صالحیت اور سادگی کی بناء پر انہیں "فرشتہ" کے نام سے پکارتے تھے۔ (دبستان حدیث ص ۳۶۹)

فارغ التحصیل ہونے کے بعد حافظ احمد اللہ کی شادی بڈھیمال میں اپنی پھوپھی کی بیٹی سے ہوئی۔ اس نیک بخت خاتون کے والد کا نام صوفی عنایت اللہ رحمہ اللہ تھا...... وہ ایک ولی اللہ بزرگ کی حیثیت سے مشہور تھے...... جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کے لائبریرین عبدالقیوم ضیاء انہی کے اخلاف میں سے ہیں۔ (دبستان حدیث ص ۳۷۰)

اسلافِ اہلحدیث کے خداترس بزرگ

حافظ احمد اللہ رحمہ اللہ کے اسلاف میں سے (جیسا کہ ابتدائے مضمون میں عرض کیا گیا) ایک بزرگ قطب شاہ رحمہ اللہ

Marfat.com

تھے۔ وہ خوش کردار بزرگ تھے۔ ان سے متعلق بعض عجیب وغریب واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ وہ اپنے مریدوں میں بیٹھے تھے کہ ایک بھنگی اور چرسی آیا۔ اس نے ان سے چار آنے مانگے۔ انہوں نے چار آنے دے دیئے اور وہ چار آنے لے کر خوشی کا اظہار کرتا ہوا چلا گیا۔ لوگوں نے قطب شاہ رحمہ اللہ سے کہا آپ نے اسے چار آنے دے دیئے، یہ چار آنے کی بھنگ اور چرس پئے گا۔ آپ کو اسے پیسے نہیں دینا چاہئیں تھے۔ انہوں نے فرمایا میں نے تو اسے آج پہلی دفعہ چار آنے دیئے ہیں (آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا) اس سے پوچھو جو اُسے روزانہ دیتا ہے۔ (دبستان حدیث ص ۳۷۴)

(13) مولانا ابوالبرکات احمد رحمۃ اللہ علیہ

مولانا ابوالبرکات احمد رحمہ اللہ کا پیدائشی اور سکونتی تعلق ہمارے اس علاقے سے سینکڑوں میل دور جنوبی ہند سے تھا۔ وہاں کے علاقہ مدراس کے ایک شہر کا نام ''چمناڈ'' ہے۔ چمناڈ کے نواح میں ایک قصبہ ''کاسرگوڈ'' کے نام سے موسوم ہے۔ کاسرگوڈ میں ایک اہل حدیث خاندان آباد تھا۔ اس خاندان کے ایک بزرگ کا اسم گرامی مولانا محمد رحمہ اللہ تھا جو اس علاقے میں علم وعمل کے لحاظ سے اچھی شہرت رکھتے تھے۔ مولانا محمد رحمہ اللہ کے ایک فرزند مولانا محمد اسماعیل رحمہ اللہ تھے۔ یہ بھی باپ کی طرح عالم اور پاکیزہ اطوار شخص تھے۔ ۱۹۲۶ء میں مولانا محمد اسماعیل رحمہ اللہ کے گھر ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام ابوالبرکات احمد رحمہ اللہ رکھا گیا۔

رواداری کا زمانہ

یہاں یہ یاد رہے کہ اس علاقے میں اکثریت شافعی مسلک سے تعلق رکھنے والوں کی تھی۔ اہل حدیث بہت کم تھے، البتہ ابوالبرکات احمد رحمہ اللہ کے دادا اور والد کے علاوہ ان کے دونوں تایا اور ماموں اہل حدیث تھے...... وہ صلح وآشتی کا زمانہ تھا، تمام لوگ اتحاد واتفاق سے زندگی بسر کرتے تھے۔ نہ شوافع، اہل حدیث سے جھگڑتے تھے، نہ اہل حدیث، شوافع سے پنجہ آزمائی کرتے تھے۔ مسلک ومذہب کی بنیاد پر کسی کو ہدف تنقید یا نشانہ تنقیص نہیں بنایا جاتا تھا۔ (دبستان حدیث ص ۳۸۴)

بچوں کو ننگے سر نہ گھومنے کی تلقین

مولانا ابوالبرکات احمد رحمہ اللہ دارالعلوم کی چار دیواری میں تعلیم وتربیت کا اہتمام کرتے اور انھیں نصائح سے نوازتے تھے، وہاں تعطیلات کے زمانے میں اپنے گھروں میں جانے والے طلباء کو نصیحتیں فرماتے کہ وہ اپنے گھر، اپنے محلے اور گاؤں کے لوگوں میں وقار سے رہیں ان کو اپنے علم اور نیکی سے متاثر کرنے کی کوشش کریں، باجماعت نماز پڑھیں، **ننگے سر گلیوں میں نہ گھومیں، کسی** سے لڑائی جھگڑا نہ کریں، ہر شخص سے خوش اسلوبی سے پیش آئیں۔ چھوٹے بڑے سے ہم کلام ہوتے وقت اخلاق کی دولت اور شیرینی زبان کی پونجی آپ کے پاس ہونی چاہیے۔ (دبستان حدیث ص ۳۸۹)

مایوس مریض اور سورہ فاتحہ کا وظیفہ

میں (مولانا اسحاق بھٹی رحمہ اللہ) نے اپنی ایک تصنیف (برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن) میں ان کے ایک فاضل شاگرد

Marfat.com

قاری محمد ادریس عاصم پر تفصیلی مضمون لکھا ہے۔ قاری صاحب نے بتایا کہ وہ جامعہ اسلامیہ (گوجرانوالہ) میں مولانا ابوالبرکات احمد رحمہ اللہ کے حلقہ درس میں شامل تھے کہ بیمار ہو گئے اور بیماری نے اتنی شدت اختیار کر لی کہ ڈاکٹر نے میری زندگی سے مایوسی کا اظہار کیا اور تعلیم کا سلسلہ ترک کرنے کا مشورہ دیا۔ مولانا ممدوح کو بتایا گیا تو فرمایا کوئی علاج نہ کرو۔ اول آخر درود شریف پڑھ کر روزانہ اکتالیس مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھا کرو۔ چنانچہ یہ عمل کیا گیا تو چند روز میں اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرما دی۔ (دبستان حدیث ص ۳۹۱)

(14) حافظ عبدالغفور جہلمی رحمۃ اللہ علیہ

بابرکت ہاتھوں سے جامعہ کا سنگ بنیاد

جامعہ اثریہ جہلم کا سنگ بنیاد اس طرح رکھا گیا کہ حافظ عبدالغفور صاحب رحمہ اللہ نے اسے شیخ عبدالقادر حبیب اللہ سندھی رحمہ اللہ کو پکڑایا اور شیخ عبدالقادر حبیب اللہ سندھی رحمہ اللہ نے اسے امام کعبہ شیخ محمد بن عبداللہ سبیل رحمہ اللہ کے بابرکت ہاتھوں سے متعلقہ مقام پر نصب کرایا۔ یہ نہایت مسرت انگیز موقع تھا۔ (دبستان حدیث ص ۴۰۶)

حافظ عبدالغفور جہلمی کے معمولات ذکر

حافظ عبدالغفور جہلمی رحمہ اللہ تہجد گزار اور عابد و زاہد شخص تھے۔ تہجد کے بعد قرآن مجید کے تقریباً چار پاروں کی تلاوت کرتے نماز فجر کے بعد مسنون وظائف و اوراد کرتے۔ دن رات میں بہ کثرت درود شریف پڑھتے۔ نماز اشراق مسجد میں پڑھ کر گھر تشریف لاتے۔ (دبستان حدیث ص ۴۱۶)

وسیع الظرف اور فراخ حوصلہ عالم دین

کسی سے بے مقصد بات کرنا اور لڑنا جھگڑنا ان کی عادت نہ تھی۔ وسیع الظرف اور فراخ حوصلہ عالم دین تھے۔ ربیع الاول کا مہینہ تھا، مسجد اہل حدیث کے چوک میں بریلوی برادران نے جلسہ رکھا ہوا تھا۔ ہم نے مسجد کی گیلری سے جلسے میں مقررین کی تقاریر سنیں۔ ایک مقرر ''نور بشر'' کے موضوع پر اپنے مخصوص انداز میں تقریر فرما رہے تھے۔ میں نے کہا حافظ صاحب! آپ فرمائیے کیا خیال ہے؟ حافظ صاحب نے ہنستے ہوئے فرمایا کہ بخاری صاحب! بات کوئی ایسی نہیں، حضور (ﷺ) نور ہدایت بھی ہیں اور بشر تو ہیں ہی۔ (دبستان حدیث ص ۴۱۸)

(15) مولانا عبدالغفار ضامرانی رحمہ اللہ

اعتدال پسندی اور حکیمانہ انداز

مولانا عبدالغفار ضامرانی رحمہ اللہ نے دورۂ حدیث کے لیے بنوری ٹاؤن میں مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ اور مفتی ولی حسن صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری دی اور ۱۹۵۷ء میں عالمیہ کی سند ممتاز نمبروں میں حاصل کی۔ مولانا عبدالغفار

Marfat.com

ضامرانی رحمہ اللہ تنگ نظر اہل حدیث نہیں تھے بلکہ پر حکمت شخصیت کے مالک تھے۔ اور ان کا انداز تبلیغ حکیمانہ تھا۔ اس کا اندازہ کرنے کے لیے یہ مثال ہی کافی ہے کہ مولانا نے جو مدرسہ قائم فرمایا تھا اس میں اکثریت حنفی اساتذہ کی تھی اور یہ اساتذہ بڑا متشددانہ ذہن رکھتے تھے۔ مسلک کے بارے میں وہ مولانا ضامرانی کے خلاف باتیں کرتے رہتے تھے اور کسی نہ کسی ذریعے سے ان باتوں کا علم مولانا کو ہوجاتا تھا۔ مگر مولانا ان اساتذہ کو احساس تک نہ دلاتے اور نہ انہیں مدرسے سے نکالنے کا کبھی سوچا۔ (دبستان حدیث ص ۴۳۷)

قابل تقلید معمولات

مولانا ضامرانی رحمہ اللہ زاہد و عابد اور قائم اللیل تھے۔ اشراق کی نماز کے پابند تھے۔ پیر اور جمعرات کا روزہ ہمیشہ رکھتے۔ قرآن کریم کی تلاوت پابندی سے روزانہ کرتے...... آخری دنوں میں ان کی بینائی جاتی رہی تو قرآن کریم کثرت سے پڑھنے لگے اور اکثر رویا کرتے تھے۔ (دبستان حدیث ص ۴۴۳)

(16) مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ

کلام صوفیاء سے اُنسیت

مولانا محمد حیات رحمہ اللہ فارسی زبان پر عبور رکھتے۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ، حافظ شیرازی رحمہ اللہ، مولانا رومی رحمہ اللہ اور متعدد فارسی شعرا کے بہت سے اشعار انھیں زبانی یاد تھے اور تقریر میں وہ اشعار بڑی خوب صورتی کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

وظائف اور ذکر الٰہی کا شوق

مولانا محمد حیات رحمہ اللہ زیادہ تر مسجد میں رہتے اور کسی بہت ہی ضرورت کے لیے مسجد سے باہر نکلتے تھے۔ ان کے وقت کا اکثر حصہ طلبا کو پڑھانے میں صرف ہوتا تھا، جو لمحات اس سے بچتے، وہ وظائف واوراد اور ذکر الٰہی میں صرف ہوتے۔ انتہائی عابد وزاہد، شب زندہ دار اور صاحب تقویٰ بزرگ تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کرتے تھے۔ (کاروان سلف ص ۱۱۶)

(17) مولانا نیک محمد رحمۃ اللہ علیہ

چہرے سے تقویٰ کا نور

انہیں دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ان کے چہرے سے تقوے کی شعاعیں نکل رہی ہیں، زبان سے ذکر الٰہی کے فوارے جاری ہیں اور آنکھوں میں خدا ترسی کے چراغ جل رہے ہیں۔ (کاروان سلف ص ۱۲۲)

فنافی الشیخ شخصیت

اپنے استاد محترم حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے مولانا نیک محمد رحمہ اللہ کی محبت اور عقیدت کا یہ عالم تھا کہ ان کی وفات

Marfat.com

کے بعد ہمیشہ مسجد غزنویہ کے اسی گوشے میں بیٹھ کر درس دیتے رہے، جہاں استاد محترم بیٹھ کر درس دیتے تھے، بلکہ درس دیتے وقت جس رحل پر استاد مکرم کتاب رکھتے تھے، اس کی بھی وہ نہایت حفاظت کرتے تھے اور اسی پر کتاب رکھتے تھے۔ (کاروان سلف ص ۱۲۵)

(18) حکیم نورالدین لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ

اکابرِ صوفیاء کا احترام

۱۹۵۵ء کے اپریل کی ابتدائی تاریخوں میں لائل پور (موجودہ فیصل آباد) میں مرکزی جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان کی تیسری سالانہ کانفرنس مولانا اسماعیل غزنوی رحمہ اللہ کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ اسی موقعے پر جامعہ سلفیہ کا سنگ بنیاد نصب کیا گیا تھا۔ حاجی آباد جہاں جامعہ سلفیہ قائم ہے اس زمانے میں اجاڑ سی جگہ تھی۔ ایک بہت بڑے مجمعے میں اس شہر کے ایک مشہور بزرگ نے اس کی پہلی اینٹ رکھی۔ اس بزرگ کا نام نامی تھا، حکیم نورالدین رحمہ اللہ۔ اس کے بعد اس ضلعے کی دو معروف شخصیتوں نے یکے بعد دیگرے ایک ایک اینٹ نصب کی۔ ان شخصیتوں کے اسمائے گرامی تھے، صوفی محمد عبداللہ اور میاں محمد باقر رحمہا اللہ۔!

اس دور کی مرکزی جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے اس پروقار تقریب میں پر نہایت مؤثر اور پرسوز تقریر کی۔ تقریر ختم ہوئی تو حضرت مولانا محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ (صدر مرکزی جمعیت اہلحدیث) نے خشوع وخضوع کے ساتھ دعا فرمائی۔ (کاروان سلف ص ۱۳۵)

حکیم نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کا مسلکی اعتدال

لائل پور میں ایک بزرگ ''بابا لسوڑی شاہ'' کے نام سے موسوم تھے جو فقیر منش آدمی تھے۔ انہوں نے ۱۹۳۱ء میں وفات پائی۔ بعض مسلمانوں نے اسے شہر میں دفن کرنے کی کوشش کی، لیکن سکھوں اور ہندوؤں نے مخالفت کی۔ باباجی کا ایک مرید غلام محمد جو حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تعلق عقیدت رکھتا تھا، حکیم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ بیان کر کے بابا لسوڑی شاہ کی شہر میں تدفین کے لیے ان سے مدد کی درخواست کی۔ حکیم صاحب اس کے ساتھ مقام واقعہ پر پہنچے تو سکھ اور ہندو جو وہاں موجود تھے، انہیں دیکھ کر منتشر ہو گئے۔ لیکن بعض ہندوؤں نے ان سے کہا کہ آپ اہل حدیث ہیں اور یہ لوگ جو کچھ کرنا چاہتے ہیں آپ کے عقیدہ توحید کے خلاف ہے، آپ ان لوگوں کی کیوں مدد کرتے ہیں؟

فرمایا: **یہاں مسئلہ اہل حدیث یا غیر اہل حدیث کا نہیں بلکہ ایک مسلمان کی میت کا مسئلہ ہے**، جس میں اسلام کی عزت اور مسلمانوں کی غیرت کا معاملہ پایا جاتا ہے۔ اگر یہاں آپ کے مزاحم ہونے کی وجہ سے ہم پیچھے ہٹ گئے تو سمجھا جائے گا کہ ہم آپ لوگوں سے مرعوب ہیں۔ پھر اس کے نتیجے میں ممکن ہے۔ اس قسم کا کوئی اور معاملہ بھی سامنے آجائے اور اسے مثال بنا کر آپ ہمیں دبانے کی کوشش کریں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ لوگ مزاحمت نہ کریں اور یہیں قبر بننے دیں۔ چنانچہ وہیں قبر بنی اور باباجی کو وہیں دفن کیا گیا۔ (کاروان سلف ص ۱۴۴)

Marfat.com

(19) مولانا محمد عبداللہ فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ

ولی کامل کی دعا پر بیٹے کامل جانا

مولانا عبداللہ رحمہ اللہ کے والد کا نام حاجی عنایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ تھا، جو فیصل آباد کی تحصیل سمندری کے ایک گاؤں ''لشارن'' میں مقیم تھے اور اپنے علاقے کے متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ ان کے گھر کئی بچے پیدا ہوئے، لیکن کوئی زندہ نہ رہا، سب چھوٹی عمر میں وفات پا گئے۔ اس نواح کے ایک گاؤں چک نمبر ۴۹۳ گ ب (اوڈانوالہ) میں ایک شخص صوفی عبداللہ رحمہ اللہ سکونت پذیر تھے، جو تدین و تقویٰ اور خلوص وللّٰہیت کے اعتبار سے خاص شہرت کے حامل تھے اور حاجی عنایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے حلقۂ عقیدت سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے دعا کی درخواست کی اور عرض گزار ہوئے کہ اللہ انہیں ایسا بیٹا عطا فرمائے جو باعمل عالم بنے اور لوگ اس سے استفادہ کریں۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے بارگاہ خداوندی میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، حسن اتفاق سے وہ قبولیت کی گھڑی تھی۔ اللہ نے دعا قبول فرمائی اور حاجی عنایت اللہ کو بیٹا عطا فرمایا، جس کا نام صوفی صاحب رحمہ اللہ کے نام پر عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ رکھا گیا۔ یہ آج سے تقریباً ۸۶ برس قبل ۱۹۱۴ء کی بات ہے۔ یہ واقعہ ایک مرتبہ خود مولانا عبداللہ رحمہ اللہ نے بھی بیان فرمایا تھا اور کہا تھا:

''میں صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کی دعا کا نتیجہ ہوں۔'' (کاروان سلف ص ۲۶۱)

صوفی صاحب کی جذبی کیفیات

صوفی صاحب رحمہ اللہ مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ ان کی قبولیت دعا کے سلسلے میں بعض عجیب وغریب واقعات مشہور ہیں۔ دعا کے وقت جب ان کے ہاتھ ایک دوسرے پر تیزی سے گھومنے لگتے تو سمجھا جاتا کہ دعا قبول ہوگئی۔ ان کی نیکی اور پرہیزگاری کی وجہ سے ہر مسلک فقہی کے لوگ ان کے حلقۂ ارادت اور دائرہ عقیدت میں شامل تھے۔ وہ زیادہ پڑھے لکھے تو نہ تھے، لیکن بہت معاملہ فہم اور صاحب فراست تھے۔ علم اور اصحاب علم کی خدمت ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ ان سطور کے راقم عاجز پر انتہائی شفقت فرماتے تھے۔ ۲۸۔ اپریل ۱۹۷۵ء (۱۳ / ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ) کو وفات پائی اور اپنے قائم کردہ دارالعلوم (ماموں کانجن) کے احاطے میں دفن کیے گئے۔ ان کی شخصیت اور ان کے گوناگوں کارناموں کا انشاء اللہ ایک مستقل کتاب میں ذکر کیا جائے گا جو ان سطور کا راقم لکھ رہا ہے۔

محافل تصوف، دینی ذوق کی بنیاد

مولانا عبداللہ لائل پوری رحمہ اللہ کے والد حاجی عنایت اللہ رحمہ اللہ اصحاب علم کی مجلسوں اور ارباب تصوف کی محفلوں میں حاضر ہوتے رہتے تھے، اس لیے ان کے دل میں بیٹے کو دینی تعلیم دلانے اور علم وفضل کے زیور سے آراستہ کرنے کا جذبہ ابتداء ہی سے کروٹ لے رہا تھا۔ (کاروان سلف ص ۲۶۲)

مولانا عبداللہ لائل پوری کے ہم مزاج متصوف

میرے مرحوم دوست، جعفر قاسمی صاحب کئی سال محکمہ اوقاف پنجاب میں ایک بڑے منصب پر فائز رہے تھے۔ پھر اپنے وطن

Marfat.com

چنیوٹ (ضلع جھنگ) میں سکونت پذیر ہو گئے تھے، پڑھنا لکھنا اور اہل علم سے تعلقات قائم کرنا اور قائم رکھنا ان کا مشغلہ تھا۔

صوفیاء و اولیاء کے حالات و کوائف سے انہیں بالخصوص دلچسپی تھی۔ ایک دن مجھ سے کہا کہ چنیوٹ کے علاقے یا فیصل آباد میں کسی صوفی مزاج اہل علم اور کتابوں کے شائق کا تمہیں علم ہو تو اس کا پتہ ٹھکانہ بتاؤ۔ میں نے کہا، فیصل آباد میں منٹگمری بازار جائیے، وہاں ادارہ علوم اثریہ میں مولانا عبداللہ رحمہ اللہ سے ملیے، وہ آپ کے ذوق اور مزاج کے آدمی ہیں، ان کا بہت اچھا کتب خانہ ہے۔ پھر مسکراتے ہوئے ان سے کہا کہ وہ آپ کو پڑھنے کے لیے کتابیں بھی دیں گے، کھانا بھی کھلائیں گے، چائے بھی پلائیں گے۔ (کاروان سلف ص ۲۶۷)

متوازن اور معتدل اہل علم

بعض حضرات نے بتایا کہ ایک مرتبہ حج کے موقعے پر حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ (گولڑہ شریف) کے جانشین جناب پیر غلام محی الدین رحمہ اللہ کو (جنہیں لوگ پیار سے باؤ جی کہا کرتے تھے) مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے پیچھے نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ نماز میں پیر صاحب رحمہ اللہ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ تعارف کے بعد اصرار کیا کہ قیام مکہ کے دوران مولانا انہی کے ہاں قیام فرمائیں۔ مولانا نے ہر چند معذرت کی، مگر پیر صاحب رحمہ اللہ نے قبول نہیں فرمائی۔ چنانچہ وہ کئی دن پیر صاحب رحمہ اللہ کے پاس مقیم رہے۔ پیر صاحب رحمہ اللہ نے اپنے باورچی کو خاص طور سے ہدایت کر دی تھی کہ مولانا کا کھانا ان کی پسند کے مطابق تیار کیا جائے۔ جماعت کے وقت اگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ موجود ہوتے تو پیر صاحب رحمہ اللہ انہی کو امام بناتے اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھتے۔

اس اثنا میں پیر صاحب رحمہ اللہ نے یہ عجیب واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۔ جنوری ۱۹۵۶ء) مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ (وفات ۱۵ مارچ ۱۹۴۸) جو اہل حدیث مسلک کے حامل تھے، حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ (متوفی ۲۹ صفر ۱۳۵۶ھ، ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء) سے ملاقات کے لیے گولڑہ تشریف لے گئے۔ نماز کا وقت ہوا تو پیر صاحب رحمہ اللہ نے امامت کے لیے مولانا ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ کو آگے کر دیا۔ اس سے ان کے بعض مرید اور معتقد کچھ پریشان سے ہوئے۔ پیر صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا جو **شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس کی نماز مولانا ابراہیم صاحب رحمہ اللہ کے پیچھے نہیں ہوتی، وہ الگ جا کر نماز پڑھ لے**، ہم مولانا کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔

یہ پرانے زمانے کے متوازن اور معتدل اہل علم کی باتیں ہیں۔ اس دور تعصب پسند اور عہد فتنہ انگیز میں تو ان باتوں کو صحیح سمجھنے والے لوگ بھی بہت کم ملیں گے۔ مولانا عبداللہ رحمہ اللہ بے شک ایک خاص فقہی مسلک کے حامل تھے، لیکن ان کا دائرہ تعلقات بہت وسیع تھا۔ تمام مکاتب فکر کے حضرات سے ان کے روابط تھے۔ فیصل آباد کے قریب سالار والا میں ایک بزرگ پیر ابوانیس محمد برکت علی رحمہ اللہ فروکش تھے، ان کے مولانا سے گہرے مراسم تھے۔ مولانا ان کے ہاں جاتے اور وہ مولانا کے ہاں تشریف لاتے تھے۔

وہابی صوفی بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ

عظیم شخصیت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اہل حدیث کی طرح نماز پڑھتے تھے۔ میں نے اپنی کتاب فقہائے ہند میں ان کے مسلک کی وضاحت کی ہوئی ہے۔

(گلستان حدیث: ص ۴۳۲)

Marfat.com

انہوں نے کسی موضوع پر کوئی کتاب لکھی تو ان کا مسودہ مولانا کو دکھایا، مولانا نے اس کی تخریج کی اور احادیث و اقوال کے حوالے درج کیے۔ وہ وسیع النظر اور فراخ حوصلہ عالم تھے۔ (کاروان سلف ص ۲۷۲)

سلسلہ محبتیہ یا سلسلہ اُلفتیہ

عادات و اطوار کے اعتبار سے کہنا چاہیے کہ وہ (مولانا عبداللہ لائل پوری رحمہ اللہ) بالکل فقیر اور درویش آدمی تھے۔ ہر شخص سے محبت اور پیار سے ملتے۔ ہر قسم کے لوگوں سے ان کے مراسم تھے اور سب ان کا احترام کرتے تھے۔ میں انہیں کہا کرتا تھا کہ سلاسل تصوف کی طرح آپ بھی ایک سلسلہ قائم کر لیجیے اور اس کا نام ''سلسلہ محبتیہ یا سلسلہ اُلفتیہ'' رکھیے۔ اس میں ایسے لوگوں کو شامل کیجیے جو سب سے محبت اور الفت کا برتاؤ کریں۔ میں پہلا شخص ہوں گا جو آپ کے دست پُر شفقت پر بیعت کر کے ''حلقہ اُلفتیہ'' میں شامل ہوں گا۔ اس دنیا میں ہر شئے کی فراوانی ہے، لیکن خلوص سے بھرپور محبت مفقود اور دل کی گہرائیوں میں اترنے والی الفت معدوم ہے۔ آپ کے ''سلسلہ محبتیہ اور دائرۂ اُلفتیہ'' میں شامل ہو کر ہم لوگوں کو پیار کا درس دیں گے اور دنیا میں محبت کے ذریعے امن و امان قائم کریں گے۔ نہ کوئی کسی کا دشمن ہوگا، نہ لڑائی جھگڑے تک نوبت پہنچے گی۔ ہر طرف سکون کی چادر تنی ہو گی اور ہر سو امن کا شامیانہ سایہ فگن ہوگا۔ (کاروان سلف ص ۲۷۳)

مولانا عبداللہ لائل پوری کے پُر شفا تعویذات

مولانا مرحوم طبیب بھی تھے اور بعض لوگ علاج معالجے کے لیے ان کے پاس آتے تھے۔ **تعویذ بھی لکھتے تھے اور دم جھاڑا بھی کرتے تھے، لوگوں کو ان پر یقین تھا۔ ان کے دم دعا اور تعویذ گنڈے میں اللہ نے شفا رکھی تھی۔** اگر کوئی شخص کچھ دے دیتا تو لے لیتے، نہ دیتا تو نہ سہی۔ (کاروان سلف ص ۲۷۴)

(20) شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

دیارِ ہند کی عظیم المرتبت شخصیتوں میں حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمہ اللہ کا اسم گرامی صفحات تاریخ میں ہمیشہ نقش رہے گا۔ وہ شیخ وقت، امام عصر، محدث عالی قدر اور فقیہ نامدار تھے۔ زہد و تقویٰ، اتباع سنت اور ورع و عبادت میں بھی یگانہ روزگار تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے نواسے اور خلیفہ، نسباً فاروقی، سلسلہ نسب یہ ہے۔ محمد اسحاق بن محمد افضل بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین فاروقی دہلوی رحمہم اللہ۔

خاندانی حالات

شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ کی دو صاحبزادیاں تھیں، ایک مولانا عبدالحئی صدیقی بڑھانوی رحمہ اللہ کے عقد میں آئیں اور ایک مولانا محمد افضل فاروقی دہلوی رحمہ اللہ کے......! مولانا محمد افضل کی زوجہ محترمہ سے صاحب ترجمہ حضرت شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ ظہور میں آئے، جو آگے چل کر علم و عمل اور فضل و کمال میں فرید الدہر قرار پائے۔

Marfat.com

کسب علم

شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ کی ولادت 8 ذی الحجہ 1196ھ (13 نومبر 1882ء) کو ہوئی۔ نشوونما اور تربیت اپنے جلیل القدر نانا حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ محدث دہلوی کی نگرانی میں پائی۔ کتب صرف اور کافیہ تک علم نحو کی کتابیں مولانا عبدالحئی بڑھانوی رحمہ اللہ سے پڑھیں۔ باقی درسی کتابوں کی تکمیل شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین رحمہم اللہ کے حلقہ درس میں کی۔ علم حدیث کیلئے ان دونوں بزرگوں کے علاوہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بھی زانوئے شاگردی تہہ کیا اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد حدیث کی سند ان سے لی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کے ہاں نرینہ اولاد نہ تھی، وہ اپنے اس نواسے پر انتہائی شفقت فرماتے اور اسے بیٹے کی حیثیت دیتے تھے۔ کتابوں، مسودوں اور متاع علمی کی صورت میں جو کچھ بھی ان کے پاس تھا، نواسے کے حوالے کر دیا تھا۔ پھر شاہ صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد یہی ان کی مسند پر بیٹھے اور شائقین علم حدیث کی کثیر تعداد کو مستفید فرمایا۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی زندگی ہی میں ان کو تدریس علم حدیث پر مامور فرما دیا تھا۔ چنانچہ پورے بیس سال انہوں نے شاہ صاحب رحمہ اللہ کے سامنے اور ان کی نگرانی میں یہ اہم خدمت انجام دی۔ (گلستان حدیث ص 67)

برکت علمی کا حلول کر جانا

دن رات تدریس حدیث اور عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔ نیکی اور تدین کا یہ عالم کہ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ان کو اپنا امام جماعت مقرر کر رکھا تھا اور وہ عین سنت کے مطابق نماز پڑھاتے تھے۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ اپنے اس نواسے کے زہد وعبادت پر انتہائی خوش ہوتے اور عالم مسرت میں فرمایا کرتے "میری تقریر اسماعیل نے اور تحریر رشید الدین نے لے لی اور تقویٰ اسحاق کے حصے میں آیا۔ (الحیات بعد الممات ص 47 بحوالہ گلستان حدیث ص 69)

شاہ محمد اسحق دہلوی رحمہ اللہ میں ان کے نانا شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی برکت علمی حلول کر گئی تھی۔ (گلستان حدیث ص 72)

(21) مولانا محمد معین الدین انصاری سہسوانی رحمہ اللہ

جنازے میں ملائکہ رحمت کا نزول

جب مولانا محمد معین الدین انصاری رحمہ اللہ کا جنازہ ہوا تو لوگوں نے دیکھا کہ قصبہ ڈبائی کی کل آبادی سے تین گنا زیادہ لوگ اس میں شامل تھے۔ حاضرین کا یہ انبوہ کثیر دیکھ کر وہاں کے لوگ حیران تھے کہ یہ اتنے لوگ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔ اس کے بعد ان کی میت سہسوان لائی گئی اور وہاں دوسری دفعہ جنازہ پڑھا گیا، تو وہاں بھی بے شمار لوگ جنازے میں شریک تھے۔ ڈبائی اور سہسوان کے بزرگوں کا خیال تھا کہ جنازے میں اتنا بڑا اجتماع ملائکہ رحمت کا تھا۔ (گلستان حدیث ص 75)

مبارک خواب میں اطلاع وفات

کتاب "حیاۃ العلماء" کے مصنف مولانا سید محمد عبدالباقی سہسوانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ میرے والد مولانا سید سراج احمد سہسوانی رحمہ اللہ نے اسی رات خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں۔ یہ خواب انہوں نے مولانا بزرگ علی

Marfat.com

ماہروی رحمہ اللہ کو سنایا تو انہوں نے فرمایا کہ کسی عالم دین اور ہادی برحق کا انتقال ہو گیا ہے۔ پھر لوگوں نے دیکھا کہ اسی دن شام کو مولانا خطیب محمد معین الدین انصاری رحمہ اللہ کی نعش مبارک سہسوان آئی۔ (گلستان حدیث ص 75)

(22) قاضی طلا محمد طلا پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے کسب فیض

قاضی طلا محمد رحمۃ اللہ علیہ نے پشاور میں سکونت اختیار کیے رکھی اور درس و تدریس اور تصنیف و تالیف سے تعلق رکھا۔ قاضی طلا محمد رحمہ اللہ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں یا اپنے علاقے کے اہل علم سے حاصل کی۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سند حدیث لی۔ بعدازاں حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری دی اور ان سے حصول فیض کیا۔ انہوں نے ایک مختصر کتابچہ جو چند قصائد اور منظوم شجرہ ہائے طریقت پر مشتمل ہے، تالیف کیا۔ (گلستان حدیث ص 97)

(23) مولانا سلامت اللہ جیراج پوری رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم دیوبند سے تحصیل علم

مولانا سلامت اللہ جیراج پوری رحمۃ اللہ علیہ دیوبند گئے اور مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے پاس ایک سال رہے۔ حافظ محمد اسلم جیراج پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بقول مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ سے وعظ و ارشاد کا طریقہ بھی سیکھا۔ (گلستان حدیث ص 103)

خاص بندوں کی خاص شنوائی

اب ایک واقعہ سنیے جو حافظ محمد اسلم جیراج پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلق اپنے والد اور والدہ کی قبولیت دعا کے بارے میں بیان کرتے ہیں: ''مجھے چوبیس مہینے یعنی دو سال پورا قرآن حفظ کرنے میں لگے جن میں سے تقریباً تین مہینے بیماری میں گزرے۔ یہ بیماری تپ محرقہ تھی۔ حکیم بھی تھے اور ڈاکٹر بھی مگر کسی کی دوا سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ سر کے بال جھڑ گئے اور کبھی کبھی غفلت کا غلبہ ہونے لگا۔ ایک دن سر شام ہی سے بالکل ہوش جاتا رہا اور آنکھیں بند ہو گئیں۔ رات بھی والدہ میرے سرہانے بیٹھی رہیں اور والد اضطراب میں چارپائی کے سامنے صحن میں ٹہلتے رہے۔ پریشانی کی وجہ سے گھر میں کھانا بھی نہیں پکا۔ فجر کے وقت جب کہ والد مسجد میں نماز پڑھانے گئے تھے میں ایک دم اٹھ بیٹھا اور لوٹے میں پانی مانگا۔ والدہ نل میں سے لوٹا بھر رہی تھیں کہ سیڑھیوں پر والد کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی لپک کر گئیں اور کہا کہ لڑکا اٹھ بیٹھا۔ والد الٹے پاؤں مسجد کو لوٹ گئے اور مقتدیوں کو جن کے ساتھ مل کر میری صحت کی دعا مانگی تھی یہ خبر سنائی پھر گھر میں آئے۔ میں بشاش تھا اور مرض سے نجات پا چکا تھا۔

والدہ نے مجھ سے ایک بار کہا کہ ایسی کوئی بات نہ کرنا جس سے تمہارے حق میں تمہارے ابا کی زبان سے کوئی برا کلمہ نکل جائے۔ کیونکہ اللہ انکی بات سنتا ہے۔ میں نے کہا کیا ہماری بات نہیں سنتا؟ کہنے لگیں سنتا تو سب کی ہے مگران کی جلد مان لیتا ہے

Marfat.com

جو اس کے ولی ہوتے ہیں۔ غالباً ٹھیک وہی وقت تھا جب کہ والد ادھر نماز کے بعد دعا مانگ رہے تھے کہ ادھر اللہ نے مجھ کو دوبارہ زندہ کر دیا اس لیے مجھے والدہ کی بات کا یقین آ گیا۔

تصوف پر علمی خدمت

مولانا سلامت اللہ جیراج پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کا تعلق قرآن وحدیث اور دیگر اسلامی علوم کی تدریس اور وعظ وتبلیغ سے ہے جس کی تفصیل گزشتہ سطور میں بیان کی گئی ہے۔ انہوں نے تحریر وکتابت کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ صرف ایک رسالہ تصوف کے بارے میں لکھا اور کچھ باتیں بیعت کے سلسلے میں تحریر فرمائیں۔ ان کی یہ مختصر سی تحریریں تھیں یہ بھی دست بردزمانہ کی نذر ہو گئیں۔ (گلستان حدیث ص 107)

(24) مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری رحمہ اللہ

خواب میں بشارت' مصافحہ سے برکت

مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری رحمہ اللہ نے خواب دیکھا کہ ایک مقام پر اژدہام کثیر ہے۔ لوگ بہ کثرت چلے جا رہے ہیں۔ کسی نے کہا کہ سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف رکھتے ہیں۔ لوگ آپ ﷺ سے شرف مصافحہ حاصل کر رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص ازدحام سے باہر نکلا۔ میں نے پوچھا کیا تم نے شرف مصافحہ حاصل کر لیا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا مہربانی سے وہ اپنا ہاتھ مجھے دے دو' میں بھی مشرف ہو جاؤں اور برکت حاصل کر لوں۔ اس نے ہمت دلائی اور کہا کہ واسطے کی کیا ضرورت ہے۔ تم خود ہمت کر کے آگے بڑھو اور اژدہام سے دل میں کچھ بھی ہراس نہ لاؤ' بلا واسطہ شرف مصافحہ حاصل کرو۔ **چنانچہ اس کے ہمت دلانے پر میں آگے بڑھا اور جناب سیدنا محمد ﷺ سے بلا واسطہ مصافحہ اور برکت حاصل کی۔** اس پر میں نے اس شخص کا جس نے ہمت دلائی تھی شکریہ ادا کیا اور مجھے نہایت مسرت حاصل ہوئی۔ بیدار ہوا تو وہی مسرت' وہی سماں دل میں باقی تھا۔''

علمائے اہلحدیث اور احناف کے مراسم

مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی رحمہ اللہ اس دور کے بہت بڑے حنفی عالم تھے، جن سے حضرت عبداللہ غازی پوری رحمہ اللہ کے مراسم قائم تھے ان دونوں بزرگوں کے درمیان ایک مرتبہ نماز میں رفع الیدین کے متعلق گفتگو ہوئی، اس کا ذکر سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ اپنے بھائی کے حوالے سے ان الفاظ میں کرتے ہیں ''میرے برادر معظم حافظ صاحب کے تلامذہ میں ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ فاضل لکھنوی مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی رحمہ اللہ نے ایک بار جناب حافظ صاحب مولانا سے پوچھا کہ آپ نے رفع الیدین عندالرکوع وعند رفع الراس من الرکوع کیوں اختیار کیا؟ جناب حافظ صاحب نے آب دیدہ ہو کر فرمایا مولانا آپ بھی پوچھتے ہیں۔ یہ سن کر مولانا عبدالحیٔ خاموش ہو گئے۔ (گلستان حدیث ص 133)

Marfat.com

(25) مولانا عبدالسلام مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ

خدمت تصوف پر غیر مطبوعہ رسالہ

مولانا عبدالسلام مبارک پوری رحمہ اللہ عام جماعتی کاموں میں بھی پوری دلچسپی لیتے بلکہ اس سلسلے میں پیش پیش رہتے تھے۔ علمائے کرام کے حالات سے بالخصوص انہیں لگاؤ تھا۔ اخبار اہل حدیث امرتسر میں تراجم علمائے اہل حدیث کا ایک سلسلہ 30 اگست 1918ء کو شروع ہوا تھا، جو 17 اگست 1922ء تک جاری رہا تھا۔ اس اثناء میں 82 علمائے کرام کے حالات شائع ہوئے تھے جن میں ایک تہائی کے قریب مولانا عبدالسلام مبارک پوری رحمہ اللہ کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھے۔

مولانا ممدوح نے مضامین کے علاوہ کتابیں بھی تصنیف کیں۔ ان کی تصانیف میں سیرۃ البخاری' کتاب ''التمدن'' اور ایک رسالہ ''تصوف'' کے بارے میں ہے۔ یہ رسالہ غیر مطبوع ہے۔ (گلستان حدیث ص146)

سیرت البخاری میں تصوف پر تحقیق

مولانا عبدالسلام مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف سیرۃ البخاری سے ہم تصوف کے بارے مولانا کی تحقیق پیش کرتے ہیں۔ سیرۃ البخاری رحمۃ اللہ علیہ میں جہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو علماء نے زمرہ صوفیاء میں شمار کیا ہے، مولانا نے لکھا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو طبقہ صوفیا میں شمار کرنے کو دو جماعتیں حیرت کی نگاہ سے دیکھیں گی۔ ایک جماعت موجودہ صوفیوں کی ہے، اس لئے کہ موجودہ زمانہ کے عملی تصوف اور موجودہ صوفیت پر نظر کرتے ہوئے یہ بات نہایت بے جوڑ سی معلوم ہوتی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مانے ہوئے کامل صوفی تھے۔ ان کے دربار میں نہ عرس ہوتا تھا نہ قوالی بلکہ صرف احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درس' اسی کا چرچا اور اسی کی پابندی تھی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا عملی تصوف

دوسری جماعت اہل حدیث کی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت یہ جماعت یقین کرتی ہے کہ وہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلدادہ تھے۔ اسی کی تدوین واشاعت اور پابندی میں اپنی عمر کا سارا حصہ تمام کر دیا' بدعات سے محترز تھے' امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس طرز زندگی پر نظر کرتے ہوئے کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ وہ صوفی تھے' کیونکہ تصوف بھی ایک محدث چیز ہے۔

تصوف کی اصلیت

لیکن تصوف جس نے آج اپنے اتباع کو حد سے زیادہ بدنام کر رکھا ہے' کسی زمانے میں بڑی خیر و برکت اور بہت ہی محمود چیز تھی۔ احکام شرعی کی سختی سے پابندی' ایثارِ نفس' ہدایت مخلوق میں سعی کرنا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کی پیروی کا شوق' مصائب پر صبر واستقامت' جہاد کیلئے ہمہ تن مستعد رہنا' اپنے نفس کا انتقام نہ لینا' مکارم اخلاق کا پھیلانا' دنیا سے بے رغبتی' پابندی تقویٰ' بدعات سے اجتناب' غرض شریعت نے جو باتیں عزم امور (تاکیدی باتیں اور اصلی مقاصد) فرمائی ہیں' تصوف انہی کا اصلی مرقع تھا۔ ان کو کون محمود نہ کہے گا؟

Marfat.com

امام محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہی باتوں سے اکسیر اور مس سے کندن بن گئے اور ان باتوں کا نام تصوف رکھنا اصطلاح جدید تو بیشک ہے مگر مقصود واضح ہو جانے پر چنداں مضائقہ نہیں: و لا مشاحۃ فی الاصطلاح''

ایک موقع پر قاضی عبدالسلام مبارکپوری رحمہ اللہ نے حاشیہ میں صوفی صافی امام محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے: یہ برتاؤ اہل الرائے کا محدثین کے ساتھ ہمیشہ جاری رہا اور گیارہ سو برس کے تجربے نے ثابت کر دیا' غالباً دنیا کے قیام تک یہی برتاؤ رہے گا۔صوفی صافی امام محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا ہے۔فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں کہ امام آخرالزمان کے دشمن یہی ہوں گے۔

(بحوالہ تذکرہ علمائے مبارکپور' ص:222-221،از: قاضی اطہر مبارکپوری رحمہ اللہ)

(26) مولانا عبدالتواب رحمہ اللہ

تنکوں والی ٹوپی کا استعمال

ان کا حلیہ اور لباس یہ تھا دبلے پتلے' رنگ گندمی' قدوقامت درمیانہ' ڈاڑھی پتلی' چہرہ مبارک تھوڑا سا لمبا' لباس بہت مختصر اور بہت سادہ' سر پر تنکوں کی ٹوپی' تہبند عموماً موٹی پنڈلی تک اور ایک سادہ سی واسکٹ زیب تن۔مزاج حد درجہ منکسرانہ مگر باوقار۔ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلے میں انتہائی حساس۔انتہائی مہمان نواز تھے۔علماء طلباء کو بالعموم کھانا گھر سے خود لا کر کھلاتے۔

نماز جنازہ کیفیت الحاح

نماز تہجد ان کا ہمیشہ معمول رہا۔نماز نہایت خشوع وخضوع سے پڑھتے۔دعا وثنا میں الحاح وزاری کا انداز بے حد دلگداز اور پرسوز ہوتا۔شیخ عبدالرشید صدیقی مرحوم ایک مضمون میں بیان کرتے ہیں کہ ان کے لائق اور جوان عمر بیٹے مولانا عبدالصبور رحمہ اللہ فوت ہوئے تو خود ان کا جنازہ پڑھایا۔نمازِ جنازہ میں ان پرسوز وگداز کی ایسی کیفیت طاری تھی کہ لوگ خواہش کر رہے تھے کہ کاش یہ ہمارا جنازہ ہوتا۔(گلستان حدیث ص163)

(27) مولانا اسماعیل غزنوی رحمہ اللہ

متصوف غزنوی خاندان کا اشاعت اسلام میں کردار

یہ یاد رہے کہ برصغیر میں اسلام مسلمان بادشاہوں کی تلوار کے ذریعے سے نہیں پھیلا بلکہ یہ بوریا نشینوں اور مسجدوں کی چٹائیوں پر اللہ کی وحدانیت کا درس دینے والوں کے فیوض وبرکات کے سایہ میں پھیلا اور عوام کے قلوب واذہان کی گہرائیوں میں اترا۔خاندان غزنویہ کے بزرگ اسی طائفہ مقدسہ میں شامل تھے۔مولانا اسماعیل غزنوی رحمہ اللہ،مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے پوتے' مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کے بیٹے' حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے اور مولانا سید محمد

Marfat.com

داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے چچازاد بھائی تھے۔ امرتسر میں پیدا ہوئے اور وہاں کے مدرسہ غزنویہ میں تعلیم حاصل کی جو ان کے آباؤ اجداد نے جاری کیا تھا اور جس سے بے شمار علماء وطلباء نے اخذ فیض کیا۔

مولانا اسمٰعیل کی فیاض طبیعت

مولانا ممدوح طبیعت کے فیاض تھے۔ اس سلسلے میں ان کا دل بھی کھلا تھا اور ہاتھ بھی کھلا تھا وہ غرباء کے مددگار تھے اور مستحقین کی مالی اعانت ان کا شیوہ تھا۔ عازمین حج کی وہ خاص طور پر سے مدد کرتے تھے۔ اگر انہیں کسی نادار حاجی کا پتہ چل جاتا تو اس کی اعانت کو فرض سمجھتے تھے۔ اس قسم کے حاجی انہیں حجاز میں مل جاتے یا کراچی کے حج کیمپ میں ملاقات ہو جاتی تو ان سے ضرور تعاون کرتے۔ (گلستان حدیث ص 189)

(28) حافظ سلیمان غزنوی رحمہ اللہ

ننگے سر رہنے سے اجتناب

میانہ قد، گداز جسم، گورا رنگ، گول چوڑا چہرہ، حلیم الطبع، سر پر قراقلی ٹوپی، شلوار قمیض میں ملبوس۔ یہ تھے حافظ سلیمان غزنوی، حضرت سید عبداللہ غزنوی کے پوتے، حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی کے فرزند اور مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے چھوٹے بھائی۔ 1905ء کے پس وپیش امرتسر میں پیدا ہوئے۔

بزرگوں کی مجالس کے دلدادہ

حافظ صاحب متقی، مخلص اور خداترس شخص تھے۔ عمر بھی زیادہ نہ تھی۔ زیادہ سے زیادہ 55,56 برس عمر ہوگی۔ امور خیر میں خوب حصہ لیتے تھے گفتگو میں محتاط، عادات کے لحاظ سے بے حد متین اور مرنجان مرنج طبیعت کے مالک۔ چھوٹے بڑے کے مراتب کا خیال رکھنے والے۔ اہل علم کے قدردان۔ نیک لوگوں کی مجلس میں حاضری کا اہتمام کرتے۔ غرض ان تمام خوبیوں سے بہرہ ور اور ان تمام اوصاف سے متصف تھے۔ جن کا ایک متدین وصالح آدمی میں پایا جانا ضروری ہے۔

بزرگوں کی رفاقت باعث سعادت

خاندان غزنویہ کے بزرگ اوصاف حمیدہ اور اخلاق فاضلہ کی جس دولت بے بہا سے مالا مال تھے اس کا ہر اس شخص کو علم ہے جو علمائے دین کی تاریخ سے تھوڑا بہت تعلق رکھتا ہے۔ ان حضرات کے زہد و اتقاء کی ضوفشانیوں اور علم وفضل کی فراوانیوں سے ایک دنیا مستفیض ہوئی اور ایک عالم بقعۂ نور بنا۔ ان میں سے بعض بزرگوں کی زیارت اور بعض بڑی شخصیتوں کی رفاقت میں طویل عرصے تک رہنے کی سعادت اس فقیر کو حاصل ہوئی ہے۔ ان کی باتیں سن کر اور انہیں دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ انکے اکابر کی ادائے تقویٰ کس قدر اثر آفریں ہوں گی، انکی شب وروز کی عبادت کا کیا انداز ہوگا اور لوگوں سے میل جول کے کیا طریقے ہوں گے۔ حافظ سلیمان غزنوی رحمہ اللہ میں اپنے اسلاف کے کردار کی کچھ جھلکیاں موجود تھیں۔ میں نے دیکھا کہ حافظ صاحب اپنے

Marfat.com

بڑے بھائی مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ کا بے حد احترام کرتے تھے (گلستان حدیث ۱۹۲۔۱۹۳)

(29) مولانا عبدالغفور جیراج پوری رحمۃ اللہ علیہ

استاذ کا ادب واحترام

مولانا عبدالغفور جیراج پوری رحمہ اللہ اپنے دور میں درس نظامیہ کے مشہور اساتذہ میں سے تھے۔ شمس العلماء مولانا حفیظ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے جنہیں دار العلوم ندوۃ العلماء کے اولین صدر مدرس ہونے کا امتیاز حاصل تھا۔ تمام درسی علوم کی تکمیل انہی سے کی اور اپنے عالی قدر استاذ کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ مولانا ابو علی اثری رحمۃ اللہ علیہ کے بقول اس کی تصویر الفاظ میں نہیں کھینچی جاسکتی۔ ہمارے موجودہ دور کے طلباء کو مولانا ابو علی اثری رحمۃ اللہ علیہ کے ان الفاظ کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے جو انہوں نے استاذ کے احترام کے بارے میں تحریر فرمائے ہیں۔

استاد شاگرد میں عمر کا کیا تفاوت تھا؟ یہ تو صحیح طور پر معلوم نہیں لیکن ہم کو جس قدر ان بزرگوں کا نیاز حاصل ہوا ہے بہت بوڑھے ہو چکے تھے، لیکن عمر کی اس منزل میں پہنچ جانے کے باوجود مولانا عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ استاذ کی خدمت ایک سعادت مند نوجوان شاگرد کی طرح کرتے تھے۔ ان کو نہلاتے۔ ان کے بدن کی مالش کرتے ان کا سر دابتے تھے۔ ان کے کپڑے دھوتے۔ ان کے لیے کنوئیں سے پانی لاتے ان کے جوتے اٹھاتے اور یہ تمام خدمات اس ذوق وشوق اور والہانہ انداز سے کرتے کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے۔ یہ استاد شاگرد رحمہا اللہ ہم مسلک اور درس نظامیہ کے شہرۂ آفاق مدرس تو تھے ہی ہم مذاق بھی تھے۔ (گلستان حدیث ص196)

(30) مولانا سید تقریظ احمد سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ

ٹوپی کا استعمال فرمانا

قدرے طویل قامت، جسم مائل بہ فربہی، گندمی رنگ، کتابی چہرہ، تیکھی ناک، خندہ رو، خوش گو، آنکھوں پر نظر کی عینک، داڑھی سفید اور سیاہ بالوں کا مجموعہ، کرتا پاجامہ پہنے ہوئے۔ سر پر سفید کپڑے کی ٹوپی۔ یہ تھے مولانا سید تقریظ احمد سہسوانی رحمہ اللہ۔ (ص 216)

سادہ زندگی سے رغبت

انہوں نے ساری عمر دلی کی مسجدوں میں گزار دی۔ مکان خریدنا تو کجا کبھی کرائے پر بھی مکان نہیں لیا، حالانکہ اس زمانے کی دلی میں اچھا خاصا مکان پانچ سات روپے ماہانہ کرائے پر مل جاتا تھا۔ لیکن ان کی رات مسجد میں تہجد پڑھتے یا مطالعہ کتب میں بسر ہوتی تھی اور دن کسی نہ کسی مدرسے میں طلباء کو پڑھاتے ہوئے گزرتا تھا۔ (گلستان حدیث ص 219.220)

درویشی اور خاک ساری

درویشی اور خاک ساری کا یہ عالم تھا کہ نہ کبھی اپنے آپ کو نمایاں کرنے کی کوشش کی نہ آگے بڑھنے اور قیادت کا بار دار بنے

Marfat.com

کا کبھی خیال آیا۔ رقابت، حسد، دشمنی اور بغض کے جراثیم سے ان کا ذہن پاک تھا اور سب سے حسن سلوک ان کا طرہ امتیاز، کبیر بھگت کے الفاظ میں کہنا چاہیے ؎

کبیر کھڑا بازار میں مانگے سب کی خیر نہ کاہو کی دوستی نا کاہو سے بیر

قناعت، زہد اور خشیت

قناعت واستغنا آپ کی فطرت ثانیہ تھی، زہد و ورع، خشیت وللّٰہیت اور تقویٰ و راست بازی میں اپنی مثال آپ تھے۔ ہمیشہ باوضو رہنا آپ کی خاص عادت تھی۔ اعلیٰ اخلاق اور پاکیزہ کردار کے لحاظ سے آپ اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ سادگی، ضبط و تحمل، خلوص و وفا جیسے صفات آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ آپ کی ذات مجسمہ صبر و شکر تھی۔" (گلستان حدیث ص 230)

(31) مولانا عبدالجلیل سامرودی رحمۃ اللہ علیہ

جو مانگا رب نے عطا کیا

1912ء میں انہیں حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ مند ہونے کا موقع ملا۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً بیس برس کی تھی۔ وہاں انہوں نے آب زم زم پیتے ہوئے **اور ملتزم میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے باری تعالیٰ مجھے علم حدیث میں امام بخاری رحمہ اللہ کے درجے تک پہنچادے** اور تحقیقات میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سے فوقیت عطا فرما۔ بقول ان کے یہ اس عاجز کی دلی دعا تھی یا ایک قسم کا جنون تھا مگر اللہ عزوجل نے اس حقیر پر تحقیقات میں وہ کرم فرمایا کہ اس کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں۔"

مولانا ممدوح فرماتے ہیں بہت سے اہم مسائل میں میری تحقیق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تحقیق سے ہم آہنگ ہوتی ہے۔ بارہا ایسا ہوا کہ میں نے کسی مسئلے پر غور کیا اور ایک نتیجے پر پہنچا۔ پھر فتح الباری کی طرف رجوع کیا تو اس میں وہی بات ملی جو مجھے اپنے غور و فکر سے معلوم ہوئی تھی۔ یعنی میری تحقیق حافظ رحمہ اللہ کی تحقیق سے موافقت کرتی ہے۔ جو میری تحقیق ہوتی ہے وہی حافظ رحمہ اللہ کی ہوتی ہے گو میں نے حافظ رحمہ اللہ کی فتح الباری کی عبارات کا اس سلسلے میں مطالعہ نہیں کیا ہوتا۔ یہ اس احقر پر خدا کی عظیم مہربانی ہے۔ (گلستان حدیث ص 234-235)

امام اعظم اور دیگر علماء و صوفیاء کا ادب

مولانا عبدالجلیل سامرودی رحمہ اللہ ائمہ عظام اور علمائے کرام کا ذکر بے حد احترام سے کرتے ہیں مثلاً حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا نام نہیں لکھتے تھے بلکہ ان کیلئے امام اعظم رحمہ اللہ کے الفاظ تحریر فرماتے ہیں۔

مولانا عبدالحئی فرنگی محلی لکھنوی رحمہ اللہ کو جو مشہور حنفی عالم و مصنف تھے علامہ لکھنوی، اور اہل حدیث عالم و مفسر نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ کیلئے نواب والا جاہ بھوپالی کے الفاظ رقم فرماتے ہیں ان کے اصل نام نہیں لکھتے۔ اسی طرح مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کو علامہ امرتسری، مولانا حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا روپڑی، مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا

Marfat.com

کھنڈیلوی مولانا عبدالروف جھنڈانگری رحمۃ اللہ علیہ کو خطیب العلماء، مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کیلئے ان کے یہ الفاظ ہیں حضرت مولانا عارف باللہ عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ، مولانا عبدالعزیز میمن رحمۃ اللہ علیہ کو ادیب الہند علامہ عبدالعزیز میمن لکھتے ہیں۔ اپنے دور سے قبل کے اصحاب علم کا بھی اور اپنے معاصر علماء کا بھی وہ نہایت تکریم سے ذکر فرماتے ہیں۔ (گلستان حدیث ص 237)

(32) مولانا عبدالغنی عمری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ نماز بروقت پڑھنے کے سخت پابند تھے۔ سردی ہو کہ گرمی گھر سے تہجد پڑھ کر نکلتے۔ وقت ملتا تو جامعہ تشریف لاتے اور ہر بچے کے بستر کے پاس عصا سے ''ٹک ٹک'' کی آواز کرتے ہوئے نہایت شفقت سے ''اے بچہ! او بابو! نماز کیلئے اٹھو'' کی صدا لگاتے جس سے طلباء فوراً جاگ اٹھتے اور سو کر اٹھنے کی دعا پڑھتے ہوئے مسجد کی جانب روانہ ہو جاتے۔

(گلستان حدیث ص 362)

مولانا عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کا شملہ

مولانا عبدالغنی عمری رحمہ اللہ خطبات جمعہ اور عیدین کے موقعے پر سر پر شملہ اور گاہے کالی یا ہلکے نیلے کلر کی شیروانی یا عربی قبا زیب تن فرماتے۔ خطبہ مسنونہ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا ارشاد فرماتے۔ (گلستان حدیث ص 362)

صوفیاء کی مشہور کتاب حلیۃ الاولیاء کے مطالعے کا شوق

مولانا مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے کتب بینی اور مطالعہ کا بے پناہ شوق عطا فرمایا تھا جب تک جامعہ میں تدریس کی طاقت رہی تب تک تو مطالعہ جاری ہی تھا لیکن تدریسی ذمہ داری سے سبکدوشی کے بعد زیادہ تر وقت گھر پر ہی گزرنے لگا اور اس عرصے میں انہوں نے ''خیر الجلیس الکتاب'' مقولے کو عملی جامہ پہناتے ہوئے کتاب کو اپنے ہم دم و رفیق بنا لیا۔ جامعہ میں جتنی کتابیں میسر تھیں ان کے مطالعہ سے تو وہ تقریباً فارغ ہو چکے تھے لیکن نئی کتابوں کی تڑپ نے انہیں بے چین کر دیا۔ اصحاف صفہ اور اصحاب بدر کتابوں کی تالیف کے دوران انہیں امام ابونعیم الاصفہانی رحمہ اللہ کی ''حلیۃ الاولیاء'' کے مطالعے کا شوق پیدا ہوا۔ چونکہ جامعہ کے کتب خانے میں یہ کتاب موجود نہیں تھی، اس لیے مولانا نے اس کتاب کے لیے مجھے لکھا کہ آتے ہوئے لیتا آؤں۔ میں نے یہاں کویت کے مکتبوں میں اسے دریافت کیا تو وہ سولہ ضخیم جلدوں میں نکلی۔ ظاہر ہے جو کتاب پچیس تیس کلو وزنی ہو تو اسے اپنے ساتھ کیسے لا سکتا تھا؟ میں نے اپنی اس مجبوری کا مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے تذکرہ کیا اور گزارش کی کہ اگر ہندوستان میں یہ کتاب کہیں سے مل سکتی ہے تو آپ خرید لیں قیمت میں ادا کروں گا۔ مولانا نے جواب میں لکھا:

اب رہی بات کتاب کی! آپ نے اپنے اخلاق حسنہ کی وجہ سے معذرت چاہی ہے غیر ممالک کا مسئلہ یہ ہے کہ ہر شخص جو ممالک عربیہ میں ملازمت کرتا ہے یا سیاحت کے لیے آتا ہے تو وہ واپسی میں اپنے گھر کے بچوں کی ضرورت کے سامان کا ایک

> **زبان اور سر کے متعلق کا بیان**
>
> شیخ الحدیث مولانا ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ چھٹیوں میں طالب علموں کو نصیحت کر کے بھیجتے کہ ننگے سر گلیوں میں نہ گھومیں۔ کسی سے ہم کلام ہوتے وقت اخلاق کی دولت اور زبان کی شیرینی کو استعمال کریں۔
>
> (دبستان حدیث: ص۳۸۹)

Marfat.com

ڈھیر اپنے ساتھ لاتا ہے مجھ غریب کی یہ ضخیم ترین کتاب کون لانے کے لیے تیار ہوگا؟

عزیزم! یہ کتاب غالباً اب تک ہندوستان میں نہیں آئی اس کی صورت یوں ہوسکتی ہے کہ ابنائے جامعہ محمدیہ اپنی واپسی کے وقت دوایک جلدیں اپنے ساتھ لے آئیں۔ وہ آپ کے والدین کی طرف سے مکتبہ جامعہ کو وقف کر دیں۔ اس طرح ہر صاحب علم اس سے مستفید ہوسکے گا۔ یہ میری رائے ہے۔ اب جو صورت آپ کی سمجھ میں آئے کریں۔

(مراسلہ مورخہ 9 محرم الحرام 1429ھ مطابق 8/2/2006)

اس مراسلے سے ابنائے جامعہ محمدیہ سے مولانا کی خوش گمانی عیاں ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس کسی سے میں نے اس تعلق سے کہا، اس نے فوراً سر جھٹک دیا جب کہ ان میں سے اکثریت کو راقم نے اپنے کمرے میں مہمان رکھ کر انہیں ملازمت میں پہنچایا۔ ان میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو جو سفر پر جاتے ہوئے کم از کم سلام ہی کر لے یا اپنی چھٹیوں میں اپنی مادر علمی کی زیارت ہی کر لے۔ واللہ المستعان۔

خیر! اس کے بعد عمرے پر مکہ مکرمہ جانا ہوا تو میں نے مشہور محقق محترم شیخ عزیز شمس صاحب سے اس کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے مجھے مکہ مکتبہ الباز کا پتہ بتایا، بلکہ از راہ کرم وہ خود میرے ساتھ مکتبے تشریف لائے۔ یہاں ''حلیۃ الاولیاء'' دس جلدوں میں مل گئی اور قیمت بھی کویت کے مقابلے میں آدھی۔ میں نے موقع غنیمت جان کر دو نسخے خرید لیے۔ ایک اپنے لیے اور دوسرا مولانا مرحوم کیلئے۔ پھر دیگر کتابوں کے ہمراہ کارگو کیا، اور رائیدرگ جانے والے ایک طالب کے ساتھ اسے مولانا کی خدمت میں روانہ کیا، تو مولانا نہ صرف بہت خوش ہوئے بلکہ ڈھیر ساری دعائیں دیتے ہوئے یہ خط ارسال فرمایا:

''حلیۃ الاولیاء'' کا ہر صفحہ جواہرات سے قیمتی تر ہے

آپ کی تحفہ میں دی ہوئی لاجواب کتاب ''حلیۃ الاولیاء'' دس جلدیں، اس کا ہر تذکرہ بلکہ ہر صفحہ لؤلؤ والمرجان ہیرے و جواہرات سے زیادہ قیمتی معلومات سے بھرا ہوا ہے۔ میری تالیف کا بے حد مواد ہے۔ جب کتاب کی کسی جلد پر ہاتھ ڈالتا ہوں تو سوچ میں پڑ جاتا ہوں کیا پڑھوں کیا نقل کروں؟ کہاں سے پڑھوں؟ کہاں ختم کروں؟ کس بزرگ کا تذکرہ نقل کروں کس کا چھوڑوں؟ تاہم کوشش کرتا ہوں۔ (مراسلہ مورخہ 27/12/2007)

نیز تحریر فرماتے ہیں الحمد للہ کتاب کا مطالعہ جاری ہے۔ یہ میری زندگی کا انمول ذخیرہ ہے جو آپ نے مجھے دیا ہے' یہ ہیرے جواہرات اور موتیوں سے بڑھ کر ہے۔ اس کتاب کی ایک روایت نقل کردوں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے: (**کتاب اللہ کے ظرف بنو اور علم کے سرچشمے ہو جاؤ' اور اللہ تعالیٰ سے ہر دن کا رزق اسی دن مانگو**)

''حلیۃ الاولیاء'' انمول معلومات کا خزانہ

اس کتاب کے مطالعے سے بے شمار معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ عجیب عجیب احادیث سے پر ہے۔ احادیث اور بزرگان دین کے ارشادات جمع کرنے میں شیخ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی محنت کی ہے۔ غفر اللہ!...... یہ انمول دینی معلومات کا ذخیرہ آپ کی بڑی

Marfat.com

یادگار ہے اور رہے گی۔ جب تک اس کا مطالعہ کرتا رہوں گا آپ کیلئے دعائیں دیتا رہوں گا۔ جزاک اللہ احسن الجزاء۔

اس کتاب کے مطالعہ سے اپنی دینی کمزوری معلوم ہوتی ہے اور ایمان پختہ ہوجاتا ہے۔ عزیزم! میں نے ہر کتاب کے شروع میں ایک سفید ورق چسپاں کردیا ہے اس میں حاصل مطالعہ جو احادیث اور آثار مجھے پسند آتے ہیں ان کو اس ورق میں صفحہ نمبر کے ساتھ رقم کردیتا ہوں۔ عزیزم! اس کتاب کے بھیجنے پر کن الفاظ وعبارات سے آپ کا شکریہ بجالاؤں۔ بس اتنا ہی کافی سمجھتا ہوں جزاک اللہ احسن الجزاء فی الدارین۔ (مراسلہ مورخہ 8/2/2007) (گلستان حدیث ص 369-368-367)

حاجی تاج محمود بھٹی کی ارادت وعقیدت

وفات 16 فروری 2009ء:...... 1992ء میں انہوں نے حج بیت اللہ کیا اس سال مولانا محمد اسحاق سندھو ملتانی مرحوم بھی حج کیلئے گئے تھے۔ جو صوفی عبداللہ مرحوم ومغفور کے ارادت مند اور جامعہ تعلیم الاسلام (ماموں کانجن) کے فاضل مدرس قاری حفیظ الرحمن سندھو حفظہ اللہ کے والد مکرم تھے۔ حاجی تاج محمود نے سفر حج میں مولانا اسحاق سندھو ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت خدمت کی۔ انہوں نے خوش ہوکران کو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سات بیٹے عطا فرمائے۔ **دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے واقعی انہیں سات بیٹے عطا فرمائے۔** (گلستان حدیث ص 383)

(33) مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

یہ جامعہ اسلامیہ میں شیخ التفسیر کے منصب پر فائز تھے۔ مشہور دیوبندی عالم دین تھے جو کسی زمانے میں دارالعلوم دیوبند میں طلباء کو پڑھاتے رہے تھے اور (سابق) ریاست قلات کے وزیر تعلیمات تھے۔ مولانا افغانی کو ان تمام اجلاسوں میں شرکت کا اعزاز حاصل ہے جو قیام پاکستان کے بعد ان کی زندگی میں اسلامی آئین کے نفاذ کے مطالبے کے سلسلے میں منعقد ہوئے۔ ان اکتیس علمائے کرام میں بھی یہ شامل تھے جنہوں نے ملک کے اسلامی آئین سے متعلق بائیس نکات مرتب کیے۔

مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

یہ بھی دیوبندی حنفی استاذ تھے متعدد کتابوں کے مصنف۔ ان کی تصانیف میں لغات القرآن بھی شامل ہے جو چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ (گلستان حدیث ص 446,447)

سنت کے مذاق پر تجدید ایمان کا حکم

مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ نماز کی امامت نہیں کراتے تھے۔ عام طور سے حافظ عبدالعزیز علوی حفظہ اللہ (مدرس جامعہ سلفیہ، فیصل آباد) کو جماعت کرانے کے لیے کہتے۔ ایک دن ان کے حکم کے مطابق انہوں نے عصر کی جماعت کرائی۔ نماز میں ایک نہایت متعصب حنفی نمازیوں بھی شامل تھے، حافظ عبدالعزیز حفظہ اللہ نے رفع یدین کی تو نماز کے بعد اس شخص نے مولانا

Marfat.com

عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ سے کہا کہ آپ نے ایسے شخص کو آگے کر دیا جو نماز میں مکھیاں مارتا رہا۔ اس پر مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ نے اس شخص سے کہا کہ ہم لوگ رفع یدین کو سنت نہیں قرار دیتے۔ لیکن یہ امام سنت سمجھ کر رفع یدین کرتا ہے تم نے سنت کا مذاق اڑایا ہے اس لیے اپنے ایمان کی تجدید کرو۔ مولانا عبدالرشید نعمانی نے اپنے ہاتھ سے سند لکھ کر حافظ عبدالعزیز علوی کو عنایت کی۔
(گلستان حدیث ص 448)

(34) حاجی نورالدین رحمۃ اللہ علیہ

صوفی محمد رحمۃ اللہ علیہ ایک متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے' ان کے والد حاجی نور الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے' جو مولانا محی الدین عبدالرحمن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آزادیٔ وطن کے بعد اپنے اعزہ واقارب کے ساتھ چک 36 گ ب (تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد) میں سکونت اختیار کر لی تھی' وہیں فوت ہوئے۔ (بحوالہ تذکرہ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ' ص:54)

(35) میاں امام الدین رحمۃ اللہ علیہ

پردادا کے شاگرد جنات

میاں امام الدین میرے دادا میاں محمد کے سگے چچا تھے یعنی دوست محمد (عرف وسوندھی) کے بڑے بھائی۔ نہایت متقی اور پرہیزگار بزرگ، کوٹ کپورہ کی مسجد کے امام تھے جسے "سراجاں والی مسجد" کہا جاتا تھا۔ مسجد کے قریب ہی ایک مکان تھا، مسجد میں بچوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے۔ ان سے بعض ملنے والے اور ان کے مقتدی بتایا کرتے تھے کہ جنات بھی ان کے شاگردوں میں شامل تھے۔

خادم جنات کا چارہ لانا

ایک شخص نے بتایا کہ میاں امام الدین رحمہ اللہ نے گائے رکھی تھی، ان کے ایک سکھ عقیدت مند نے ان سے کہا کہ آپ کسی شاگرد کو بھیج کر میرے کھیت سے گائے کے لیے چارا منگوالیں۔ میاں صاحب رحمہ اللہ نے ایک لڑکے کو بھیجا اور وہ چارا لایا جس سے میاں صاحب رحمہ اللہ کا گھر بھر گیا۔ میاں صاحب رحمہ اللہ نے اس سے کہا اتنا چارا کیا کرنا تھا؟ کچھ دیر بعد زمین کا مالک سکھ آیا۔ اس نے ہنستے ہوئے میاں صاحب رحمہ اللہ سے کہا کہ آپ نے کس لڑکے کو بھیجا تھا؟ وہ آدھا کھیت کاٹ لایا ہے۔ میاں صاحب رحمہ اللہ نے تحقیق کی تو چارا لانے والا جن تھا۔ جو سکھ کے آدھے کھیت کا صفایا کر آیا تھا۔ (گزر گئی گزران ص 25)

شاگرد جنات کا قیام

ہمارے ایک بزرگ حاجی فیض محمد مرحوم کا مکان میاں امام الدین رحمہ اللہ کی مسجد سے متصل تھا۔ انہوں نے ایک مرتبہ بتایا کہ کبھی کبھی رات کو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے مسجد کے اندرونی حصے کے فرش پر زور زور سے کوئی پاؤں مار رہا ہے۔ ہمیں پتا ہوتا تھا کہ یہ میاں صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد جن ہیں، جو یہ حرکتیں کر رہے ہیں۔ حاجی فیض محمد مرحوم نے قیام پاکستان کے بعد ہمارے گاؤں چک نمبر 53 گ ب (جڑاں والا) میں وفات پائی۔

Marfat.com

دل میں نماز کی عظمت

میاں امام الدین محنت مزدوری سے گزر اوقات کرتے تھے۔ عام طور سے وہ اینٹوں کے بھٹے کے لیے کچی اینٹیں بناتے تھے۔ان کے بیٹے بھی ان کے ساتھ یہی کام کرتے تھے۔ جوں ہی اذان سنتے فوراً کام بند کر کے نماز کے لیے مسجد کو چل پڑتے۔ بیٹوں کو بھی حکم دیتے کہ اٹھو اور مسجد میں جا کر نماز پڑھو۔ اگر کوئی بیٹا سستی کرتا اور اذان سن کر فوری طور پر مسجد میں نہ آتا اور خیال کرتا کہ جماعت میں ابھی دیر ہے اتنے میں دو چار اینٹیں اور بنالی جائیں تو میاں صاحب واپس آ کر وہ اینٹیں ضائع کر دیتے جو اس نے اذان کے بعد بنائی تھیں۔ (گزر گئی گزران ص 25)

(36) حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

برصغیر کے شہنشاہ خطابت

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ برصغیر کی دنیائے خطابت کے مشہور خطیب تھے۔ وہ کئی کئی گھنٹے بے تکان تقریر کرتے تھے۔ جو شخص ان کی تقریر سننے کیلئے آ جاتا وہ اس میں مسحور ہو جاتا اور اٹھنے کا نام نہ لیتا۔ ایک مرتبہ میں بھی انکے جلسے میں شامل تھا، عشاء کی نماز سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد تیس پینتیس آدمیوں کے ساتھ شاہ جی جلسہ گاہ میں داخل ہوئے اور انہیں دیکھتے ہی امیر شریعت زندہ باد۔ مجلس احرار زندہ باد اور نعرہ تکبیر اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ شاہ جی نے سٹیج پر کھڑے ہو کر چاروں طرف نگاہ ڈالی اور پھر ایک کرسی پر جو خاص طور سے ان کیلئے رکھی گئی تھی تشریف فرما ہوئے۔

میرے خیال میں رات کے گیارہ بجے کے قریب انہوں نے تقریر کیلئے مائیک سنبھالا اور پھر نعرے گونجنے لگے۔ ہاتھ کے اشارے سے انہوں نے نعروں کا سلسلہ بند کرایا اور ایک ادائے خاص سے دائیں بائیں دیکھ کر مائیک کو ذرا اپنے قریب کیا اور خطبہ مسنونہ کے الفاظ سامعین کے پردہ سماع سے ٹکرانے لگے۔ نہایت دل کش اور پرتاثیر آواز خطبے کے مضمون سے جب آواز کا زیر و بم ہم آہنگ ہوتا تو لوگ جھوم جھوم جاتے پھر جب درود شریف پڑھنا شروع کیا اور ''اللھم صل علی محمد و علی اٰل محمد'' کے الفاظ ان کے لسان سحر آفریں سے ادا ہوئے تو ایسے لگا کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے عقیدت و احترام کے تمام لوازم ان کی ذات اور زبان میں جمع ہو گئے ہیں اس کے بعد جب آیات قرآن کی تلاوت کا آغاز ہوا تو خیال گزرا کہ یہ آیات براہ راست آسمان سے نازل ہو رہی ہیں۔ سبحان اللہ! ان اوصاف کا حامل خطیب اب کہاں پیدا ہوگا۔

برصغیر کے اس شہنشاہ خطابت نے قمری حساب سے 71 برس اور عیسوی حساب سے عمر کی تقریباً 70 منزلیں طے کرنے کے بعد 9 ربیع الاول 1371ھ (21 اگست 1961ء) کو ملتان میں وفات پائی۔ (گزر گئی گزران ص 353 تا 354)

(37) حکیم عبدالمجید متقی رحمۃ اللہ علیہ

ولی سے بدسلوکی کا انجام

قیام پاکستان سے قبل ایک مرتبہ حکیم عبدالمجید عتیقی رحمہ اللہ، میاں شیر محمد شرقپوری رحمہ اللہ سے ملاقات کیلئے شرق پور گئے۔

Marfat.com

اس وقت وہ نابینا تھے اور ایک شخص ان کے ساتھ تھا۔ کچھ دیر میاں شیر محمد رحمہ اللہ کے پاس رہے۔ پھر لاہور آنے کیلئے اڈے پر پہنچے۔ ان دنوں ٹریفک کا معاملہ موجودہ دور سے بالکل مختلف تھا' کافی دیر کے بعد بس چلتی تھی۔ ایک بس لاہور کیلئے تیار ہوئی تو حکیم صاحب اور ان کے ساتھی کو ڈرائیور نے فرنٹ سیٹ پر بٹھایا اور بس چل پڑی۔ تقریباً آدھا فرلانگ گئی ہوگی کہ بس رکی۔ ڈرائیور نے حکیم صاحب سے کہا آپ یہ سیٹ خالی کر دیں پچھلی سیٹ پر چلے جائیں۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا یہاں کسی بیمار کو بٹھانا ہے؟ جواب دیا نہیں۔ کسی بوڑھے یا عورت کو بٹھانا ہے؟ کہا نہیں۔ بولے: تو پھر مجھے کیوں اٹھایا جا رہا ہے؟ جواب ملا تھانیدار صاحب لاہور جا رہے ہیں' انہیں فرنٹ سیٹ پر بٹھانا ہے۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اگر تھانیدار کو بٹھانا ہے تو میں یہ سیٹ خالی نہیں کروں گا۔ کسی بیمار یا بوڑھے یا عورت کیلئے تو سیٹ چھوڑ دوں گا' تھانیدار یا کسی اور سرکاری افسر کیلئے نہیں چھوڑوں گا۔ اب وہاں عجیب صورت حال پیدا ہوگئی۔ اس زمانے میں تھانیدار کا مقابلہ کرنا بہت مشکل تھا۔ کافی دیر بس رکی رہی۔ سواریاں بھی پریشان ہوگئیں اور انہوں نے حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی منت سماجت کی کہ آپ پچھلی سیٹ پر آجایئے۔ بالآخر حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بس سے اتر پڑے اور کہا کہ میں اس بس پر سوار نہیں ہوں گا۔ دوسری بس سے لاہور جاؤں گا۔

بس ابھی روانہ ہوئی تھی کہ اس کا ٹائر پھٹ گیا۔ آدھ پون گھنٹے بعد ٹائر بدلا اور بس روانہ ہوئی تو دوسرا ٹائر پھٹ گیا۔ اڈے پر جا کر اور ٹائر لایا گیا' وہ بدلا تو چند منٹ میں تیسرا ٹائر پھٹ گیا۔ اب خود تھانیدار اور بس کا ڈرائیور حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور عرض گزار ہوئے کہ آپ اس بس پر بیٹھیے اور فرنٹ سیٹ پر تشریف رکھیے۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں اس بس پر نہیں بیٹھوں گا۔ اب آپ جایئے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ چنانچہ بس بخیریت لاہور پہنچ گئی۔ (گزر گئی گزران ص 381 تا 382)

حکیم صاحب کا کشف القبور اور ہندو نوجوان

حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ تقسیم ملک سے قبل ان کے پاس ایک ہندو نوجوان آیا کرتا تھا۔ وہ مذہب اور دھرم وغیرہ کو بالکل نہیں مانتا تھا۔ کہا کرتا تھا کہ نہ اللہ ہے' نہ رسول ہے' نہ کوئی میشور ہے' نہ کوئی دیوتا ہے' بس یہ دنیا ہے اس میں اچھا کام کرو تو تا کہ لوگوں کو آرام پہنچے۔ کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ مرنے کے بعد قصہ ختم۔ نہ کوئی جزا ہے' نہ سزا۔ مسلمان مردے کو زمین میں دفن کر دیتے ہیں اور ہندو جلا دیتے ہیں۔

حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسے سمجھانے کی کوشش کرتے کہ اس دنیا میں جو اچھا یا برا کام کیا جائے گا' مرنے کے بعد اس کی سزا یا جزا ملے گی۔ اللہ بھی موجود ہے اور رسول (علیہم السلام) بھی لوگوں کو راہ راست پر لانے کیلئے اس نے بھیجے مگر وہ اپنی ضد پر قائم تھا۔ ایک دن حکیم صاحب رحمہ اللہ اسے قبرستان (لاہور) میانی صاحب پر لے گئے اور فرمایا کسی ایسی قبر پر بٹھا دو، جو تمہارے خیال میں بہت پرانی ہو۔ اس نے ان کو ایک قبر پر بٹھا دیا۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دائرہ کھینچا اور اس سے کہا کہ میں کچھ پڑھوں گا۔ تم مضبوطی سے میرے کندھوں پر ہاتھ رکھنا اور دائرے سے باہر نہ نکلنا۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ پڑھنا شروع کیا تو تھوڑی دیر کے بعد اس نوجوان کے ہاتھ کانپنے لگے۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ہاتھوں کو پکڑا اور محسوس کیا کہ وہ کانپ رہا ہے۔ اس کے بعد کچھ اور پڑھنا شروع کیا تو اس کی گھبراہٹ میں کچھ کمی ہوئی۔ پھر وہ قبرستان سے باہر آگئے۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

نے اس سے گفتگو کرنے کی کوشش کی لیکن وہ خاموش رہا۔کوئی بات نہیں کی۔اس کے بعد وہ حسب معمول حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا لیکن اس موضوع پر اس نے ان سے کبھی گفتگو نہیں کی...... میں نے حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ نہیں پوچھا کہ آپ نے قبر پر کیا پڑھا اور اسے کیا کچھ دکھائی دیا۔انہوں نے بات کی اور میں نے سن لی۔(گزر گئی گزران ص 382)

(38) مولانا صوفی ولی محمد فتوحی والا رحمۃ اللہ علیہ

صوفی ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ اونچے لمبے جوان' نیک آدمی تھے' اور ہمارے دوست بن گئے تھے' ایک مرتبہ وہ ہمیں اپنے گاؤں لے گئے' رات کو ہم نے تقریریں کیں اور وہیں رہے۔صوفی ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے اخلاص کے ساتھ ہمیں گڑ کا حلوہ کھلایا۔گڑ کی مٹھاس میں ان کے اخلاص کی مٹھاس بھی ملی ہوئی تھی' صبح کو شکر والی لسی پلائی' ایک مرتبہ وہ لاہور آ کر مجھے ملے بھی تھے۔

(چمنستان حدیث' ص:513)

توجہ ولی کے منکر جنت پر اثرات

مولوی ولی محمد رحمہ اللہ سید احمد شہید بریلوی اور مولانا اسماعیل شہید دہلوی رحمہما اللہ کی جماعت مجاہدین سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا مسکن ضلع قصور کا ایک گاؤں فتوحی والا تھا۔جو دریائے ستلج کے قریب ہے۔مولوی ولی محمد رحمہ اللہ کی کرامتوں اور قبولیت دعا کے بہت سے واقعات مشہور تھے۔میں نے تقسیم ملک سے قبل مولوی ولی محمد کو دیکھا تھا اور ایک دفعہ ان کے گاؤں بھی گیا تھا۔حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے صاحب زادۂ گرامی قدر حافظ احمد شاکر نے مرحوم علیم ناصری کے حوالے سے بتایا کہ مولوی ولی محمد مرحوم کے ملنے والے ایک شخص جنت، دوزخ کے وجود کو نہیں مانتے تھے۔ایک دن نماز ظہر کے بعد مولوی ولی محمد انہیں اپنے حجرے میں لے گئے اور دونوں وہاں اس طرح لیٹ گئے کہ ایک کے پاؤں ایک طرف تھے اور دوسرے کے دوسری طرف۔لیکن سر دونوں کے ملے ہوئے تھے۔مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا کہ اب تم سو جاؤ میں بھی سو جاتا ہوں۔لیکن ہمارے سر اسی طرح ملے رہنے چاہئیں۔معلوم نہیں نیند کی حالت میں اس شخص نے کیا دیکھا اور اس پر کیا کیفیت طاری ہوئی۔نیند سے بے دار ہونے کے بعد وہ جنت اور دوزخ کے وجود کا قائل ہو چکا تھا۔یہ کیا معاملہ ہے؟ اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔(گزر گئی گزران ص 383)

حجرے میں مریدین کا ہجوم

مولانا ولی محمد رحمہ اللہ کا شمار عابد و زاہد، صابر و قانع، خوش اخلاق شب زندہ دار اور اصحاب علم و عرفان کبار علماء میں ہوتا ہے۔ ان کا طرز معاشرت انتہائی سادہ تھا۔مولنا جس طرح خود سادہ مزاج اور سادہ پوش تھے اسی طرح ان کی مسجد بھی بالکل سادہ سی تھی جس کے ساتھ ایک حجرہ بنا ہوا تھا جس میں وہ تشریف فرما ہوتے اور وہاں ارادت مندوں کا ہجوم لگا رہتا۔وہ سب سے پہلے امیر المجاہدین مولانا عبداللہ رحمہ اللہ پھر امیر عبدالکریم رحمہ اللہ اور پھر امیر نعمت اللہ رحمہ اللہ کی بیعت سے سرفراز ہوئے۔

Marfat.com

تصوف اور رہبانیت میں فرق

انہوں نے خشوع عارف کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس میں عارفین کی نماز کا طریقہ اور خشوع بیان کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ ایک کتاب ''حیات طیبہ'' کے عنوان سے لکھی جس میں زہد اور رہبانیت کا فرق واضح کیا گیا ہے۔

ولی کیلئے زمین کا سکڑنا

مولانا رحمہ اللہ ایک دفعہ فتوحی والا سے ببر کھائی گئے، جو اس وقت اللہ آباد سے مغرب کی جانب واقع ہے اور کنگن پور سے تقریباً 7 میل کے فاصلے پر ہے۔اس دور میں بسوں کی سہولت نہیں تھی، آمد و رفت کیلئے ریل گاڑی پر ہی گزارا تھا جمعے کا دن تھا تقریباً 12 بجے انہوں نے ببر کھائی میں دوپہر کا کھانا کھایا اور فرمایا کہ میں واپس جا رہا ہوں۔وہاں جا کر میں نے جمعے کا خطبہ دینا ہے۔لوگوں نے کہا کہ اس وقت آپ کا وہاں پہنچنا ناممکن ہے۔سواری کے بغیر اتنے قلیل وقت میں آپ کیسے جا سکتے ہیں۔مختصر یہ کہ صوفی ولی محمد صاحب رحمہ اللہ روانہ ہو گئے۔لوگوں کو بہت تجسّس ہوا۔انہوں نے پیچھے سے ایک آدمی کو بھیجا جس نے جا کر مولانا رحمہ اللہ کے گاؤں والوں سے جب پوچھا تو معلوم ہوا کہ مولانا رحمہ اللہ تو پہلی اذان سے پہلے ہی وہاں پہنچ گئے تھے اور خطبہ جمعہ بھی انہوں نے ہی ارشاد کیا۔یہ واقعہ مولانا رحمہ اللہ کی کرامت تھی۔(بحوالہ کتاب: تذکرۃ الابرار صفحہ 37.39، از: ڈاکٹر عبد الغفور راشد حفظہ اللہ، رکن مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان)

(39) میاں صدرالدین حسن رحمۃ اللہ علیہ

میاں صدرالدین کی بیعت اصلاح

میاں صدرالدین رحمہ اللہ جن کو ہم نے نہیں دیکھا' موضع بھوجیاں (ضلع امرتسر' مشرقی پنجاب) کے رہنے والے تھے۔شیخ الحدیث مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے والد تھے اور مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے والد محترم حضرت امام سید عبد الجبار غزنوی رحمہ اللہ کے مرید اور ان سے بیعت تھے۔ان کی اہلیہ (یعنی مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی والدہ) بھی حضرت امام سید عبد الجبار غزنوی رحمہ اللہ کے حلقہ ارادت سے تعلق رکھتی تھیں۔(گزر گئی گزران ص، 384)

قبر سے تلاوت قرآن کی آواز

حافظ احمد شاکر حفظہ اللہ (ایڈیٹر ہفت روزہ الاعتصام) راوی ہیں کہ ان کے ایک رشتے دار مولوی عبد الحق تقسیم ملک کے بعد کوٹ رادھا کشن (ضلع قصور) میں آ بسے تھے۔انہوں نے حافظ احمد شاکر کو ان کے دادا یعنی مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے والد محترم میاں صدرالدین حسن مرحوم کے متعلق بتایا کہ وہ روزانہ نماز عصر کے بعد خاص لہجے میں سورۃ الرحمن اور سورۂ یٰسین پڑھا کرتے تھے۔مولوی عبد الحق بیان کرتے ہیں کہ ان کی وفات کے بعد قبرستان کی طرف سے ہمیں عصر کے بعد ان کی آواز میں سورۂ رحمن اور سورۂ یٰسین کی تلاوت سنائی دیتی تھی۔بارہا ایسا ہوا کہ ان کی تلاوت سن کر ہم قبرستان کی طرف چل

Marfat.com

پڑے۔ جیسے جیسے قبرستان کے قریب ہوتے گئے تلاوت کی آواز آہستہ ہوتی گئی۔ قبرستان میں پہنچے تو آواز آنا بند ہو گئی۔ یہ تجربہ انہوں نے کئی دفعہ کیا۔ اس واقعہ کے راوی مولوی عبدالحق کو میں (حضرت بھٹی صاحب مرحوم) نے دیکھا ہے اور ان کے حلقے میں بیٹھا ہوں۔ صالح بزرگ تھے اور اپنے عہد کے پرانے بزرگوں کے واقعات سناتے وقت بعض اوقات ان پر ایک خاص قسم کی جذباتی سی کیفیت طاری ہو جاتی تھی (گزر گئی گزران ص,383)

(40) قاضی عبدالعلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے ایک بزرگ قاضی عبدالعلی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ قاضی عبدالعلی مرحوم کو بہت سے وظائف یاد تھے۔ ان کے فوائد بھی وہ بتایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے بتایا کہ اول آخر درود شریف پڑھ کر ان گنت مرتبہ روزانہ ''یا حافظ یا حفیظ یا ناصر یا نصیر یا وکیل یا رقیب یا اللہ'' پڑھا جائے تو **اللہ تعالیٰ رزق کے خزانے کھول دیتا ہے اور پڑھنے والے کو کسی کی احتیاج باقی نہیں رہتی**۔ (گزر گئی گزران۔ ص 402)

(41) مولانا عبدالحق مالیرکوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا ابو منظور محمد مظہر الحق عرف عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ 24 شعبان 1283ھ (یکم جنوری 1867ء) کو جمعے کے روز مالیرکوٹلہ (مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کا آغاز صوفی عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔ بعد ازاں مولانا اشرف الدین فیروز پوری رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا۔ حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ شاگردی میں بھی رہے۔ 1305ھ (1888ء) میں حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سند حدیث لی۔ 1307ھ (1890ء) میں مولانا محی الدین عبدالرحمن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ 1309ھ (1892ء) میں حضرت حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن و حدیث اور تصوف کی سند سے مفتخر ہوئے۔ 1310ھ میں ریاست پٹیالہ کے شہر سرہند کا عزم کیا اور وہاں سندھنی والی مسجد میں فریضۂ خطابت انجام دینے لگے۔

مرشد کے حکم پر تالیف کتاب

(الہامات رحمانی و خرافات قادیانی کا مقابلہ) یہ کتاب مولانا عبدالحق رحمہ اللہ نے اپنے مرشد حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایما پر لکھی تھی۔ حضرت مولانا لکھوی رحمۃ اللہ علیہ پہلے عالم دین تھے جنہوں نے الہامی ذریعے سے مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر و دجال قرار دیا تھا۔ (برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ص 237)

(42) حضرت شاہ عین الحق پھلواری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ عین الحق پھلواری رحمہ اللہ کے متعلق مختلف اہل علم سے مختلف باتیں سنی ہیں۔ وہ پھلواری (صوبہ بہار، ہندوستان) کی خانقاہ مجیبیہ کے سجادہ نشین تھے۔ انھوں نے مسلک اہل حدیث اختیار کر لیا تھا۔ حضرت شاہ سلیمان پھلواری رحمہ

Marfat.com

اللہ کے برادر نسبتی اور شاہ محمد جعفر پھلواری مرحوم کے حقیقی ماموں تھے۔ ارباب تصوف کا احترام اب بھی اسی طرح کرتے' جس طرح وہ دوران سجادگی میں کرتے تھے۔

مرید کی خبر گیری

شاہ صاحب رحمہ اللہ کا ایک نور باف مرید بیمار ہوا۔ وہ بہت غریب' مگر بے حد دین دار تھا۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس کی عیادت کا ارادہ کیا' مگر مصنوعی اقتدار پسند اصحاب نے سخت مخالفت کی۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ چپ ہو گئے۔ دوسرے دن صبح دیکھتے ہیں کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ غائب ہیں۔ سارے گھر میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا اور جستجو شروع ہوگئی۔ آخر اسی نور باف کے ہاں اس حال میں ملے کہ وہ غریب دم توڑ رہا تھا اور آپ اس کے سرپر سورۂ یٰسین کی تلاوت فرما رہے تھے۔

تسبیح کا استعمال فرمانا

استاذ گرامی شاہ عین الحق پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ جید عالم تھے اور کامل طبیب بھی تھے۔ آخری عمر میں تسبیح بھی رکھتے تھے۔ کہتے تھے کہ یہ بدعت بڑی اچھی ہے' کیونکہ جب ہاتھ میں ہو تو کچھ نہ کچھ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو ہی جاتا ہے۔ (برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ص 410)

(43) سید محمد متین ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ

علمائے دیوبند سے کسب علم

مولانا محمد متین ہاشمی رحمہ اللہ ۱۷ اگست ۱۹۲۷ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے شہر غازی پور میں مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری رحمہ اللہ (تلمیذ رشید حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ) کے قائم کردہ دینی مدرسے میں حاصل کی، جس کا نام ''چشمہ رحمت'' تھا۔ اس کے بعد عازم دیوبند ہوئے اور وہاں کے دارالعلوم کے جلیل القدر اساتذہ کے حضور زانوئے شاگردی تہہ کیا، جن میں مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا اعزاز علی اور مولانا عبدالخالق ملتانی رحمھم اللہ کے اسمائے گرامی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ تین سال دارالعلوم دیوبند میں اقامت گزیں رہے اور اس اثناء میں وہاں کے فاضل اساتذہ سے خوب استفادہ کیا۔

تصوف کی علمی خدمت

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی مشہور تصنیف ''سطعات'' کا اردو ترجمہ کیا تھا۔ یہ کتاب تصوف کے موضوع سے متعلق ہے اور عربی زبان میں ہے۔ شاہ صاحب نے جس موضوع پر اظہار خیال فرمایا ہے، اس میں کچھ اپنی خاص اصطلاحات استعمال کی ہیں، جس کی جھلک ''سطعات'' میں پائی جاتی ہے۔

مولانا محمد متین ہاشمی رحمہ اللہ کے پاس اردو ترجمے کا مسودہ تھا، وہ چاہتے تھے کہ ادارہ ثقافت اسلامیہ کی طرف سے یہ ترجمہ شائع کیا جائے۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۴۵۸)

Marfat.com

تصوف کا بنیادی نقطہ نگاہ الفت' محبت

مولانا محمد متین ہاشمی سے ملاقات کا موقع اس وقت ملا جب وہ ''سطعات'' کا ترجمہ لے کر ادارہ ثقافت اسلامیہ آئے۔ یہ تصوف کی کتاب ہے اور یہی کتاب میرے اور مولانا متین ہاشمی رحمہ اللہ کے درمیان تعلقات کا باعث بنی۔ تصوف کا بنیادی نقطہ لوگوں میں محبت اور الفت کی فضا پیدا کرنا اور دلوں کے بعد کو قرب سے بدلنا ہے۔ لہٰذا اس کتاب نے غیر شعوری طور پر اپنا رنگ دکھایا اور ہمیں ایک دوسرے کے قریب کر دیا۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۴۶۵)

(44) قاضی معز الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی معز الدین نقشبندی کی خدمات

قاضی معز الدین احمد رحمہ اللہ نہایت عبادت گزار اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ منصور پور اور اس کے نواح میں انہوں نے اللہ کے دین کی بڑی اشاعت کی اور کثیر تعداد میں لوگ ان کے طریق تبلیغ اور وعظ ونصیحت سے متاثر ہوئے۔

یہ اس خاندان کے جلیل القدر بزرگ تھے جو اس علاقے میں آئے اور جنہوں نے ایک خاص اسلوب سے، لوگوں کے فہم کے مطابق، دین کی نشر واشاعت کا سلسلہ شروع کیا اور اس میں اللہ نے انہیں کامیابی عطا فرمائی۔

جنات کا تعلیم حاصل کرنا

قاضی معز الدین رحمہ اللہ کے بیٹے قاضی باقی باللہ تھے۔ انہوں نے بھی باپ کے ساتھ اپنے آپ کو احکام دین کی تبلیغ کیلئے وقف کیے رکھا۔ بے حد سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ کسب معاش کا ذریعہ زراعت تھا۔ لوگوں کو فی سبیل اللہ قرآن مجید پڑھاتے اور اسلامی و دینی علوم کی تعلیم دیتے تھے۔ ان کے حدود اثر کا دائرہ منصور پور سے باہر نکل کر قرب وجوار کے قصبات و دیہات تک پھیل چکا تھا اور دینی مسائل سمجھنے اور اسلام کے اوامر و نواہی سے باخبر ہونے کیلئے بہت سے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جنات بھی ان سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص ۴۹)

(45) مولانا صوفی عائش محمد حفظہ اللہ تعالیٰ

لاڈلے ولی سے بیعت کا شرف

مولانا عائش محمد ۱۹۴۱ء میں موضع بڈھیمال (ضلع فیروز پور۔ مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ آزادیٔ وطن کے وقت یہ صرف چھ سال کے بچے تھے۔ ان کا مولد وہی گاؤں ہے، جس میں مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی، حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی رحمہم اللہ اور دیگر متعدد علمائے کرام قیام پذیر تھے۔ صحیح بخاری مولانا عبداللہ صاحب ویروالوی رحمہ اللہ سے پڑھی۔ اس سے پہلے مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی رحمہ اللہ اور حافظ احمد اللہ رحمہ اللہ بڈھیمالوی سے بھی اس کا درس لے چکے تھے۔

Marfat.com

گیارہویں جماعت میں تھے کہ اچھا دواخانہ والوں کے گھر جناح کالونی (لائل پور) میں صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کی بیعت کا شرف حاصل کیا اور ان سے دعا کرائی۔ نیکی کی راہ پر تو بفضلِ خدا پہلے ہی سے قدم زن تھے، لیکن بیعت اور دعا کے بعد تو دل کی حالت بالکل بدل گئی اور طبیعت میں وظائف و اوراد کیلئے شدید جذبہ پیدا ہو گیا۔
(صوفی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ، ص: ۲۵۱-۲۵۲)

حج پر حاضری کا آزمودہ وظیفہ

اس وقت قلب کی گہرائیوں میں حج بیت اللہ کیلئے ایسی تمنا نے جوش مارا کہ ہر لمحے تیز سے تیز تر ہوتا گیا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں دعا کیلئے عرض گزار ہوئے کہ یہ سعادت جلد سے جلد حاصل ہو، لیکن جیب میں اس وقت صرف سوا روپیہ تھا اور وہ بھی ان کا نہ تھا۔ ہر وقت ''لبیک اللھم لبیک'' پڑھتے رہتے تھے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا روزانہ سو مرتبہ یہ آیت پڑھا کرو۔

و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا o و یرزقہ من حیث لا یحتسب و من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ان اللہ بلغ امرہ قد جعل اللہ لکل شیء قدرا (طلاق: ۲،۳)

اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا، وہ اس کیلئے (رنج و غم سے) نکلنے کی صورت پیدا فرمادے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اسے وہم و گمان بھی نہ ہو، اور جو شخص اللہ پر بھروسا کرلے تو وہ اس کیلئے کافی ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے کام کو (جو وہ کرنا چاہتا ہے) پورا کردیتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

ان سطور کے راقم کو بھی بہت سال ہوئے ایک بزرگ عالم دین نے اول آخر تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر روزانہ سو مرتبہ قرآن مجید کی یہ بابرکت آیت پڑھنے کا مشورہ دیا تھا اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے روزانہ یہ آیت پڑھتا ہوں۔ اس کے پڑھنے سے بلاشبہ بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

بہرحال مولانا عائش محمد رحمۃ اللہ علیہ کے حریم قلب میں حج بیت اللہ کا شوق لحہ بہ لحہ بڑھتا گیا۔ وہ کثرت کے ساتھ ''**لبیک اللھم لبیک**'' بھی پڑھتے رہتے تھے اور **صوفی صاحب کے بتائے ہوئے وظائف کو بھی انہوں نے اپنا معمول بنا لیا تھا**۔ اسی اثنا میں ایک مرتبہ انہیں ایک بزرگ حاجی محمد دین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانے کا اتفاق ہوا۔ انہوں نے فرمایا آیئے میرے ساتھ چلئے، کراچی کیلئے جہاز کی سیٹ بک کرائی ہے۔ اس طرح حج کیلئے اللہ تعالیٰ نے راستہ کھول دیا۔ (بحوالہ: سوانح صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۲۵۲-۲۵۳)

اصلاح باطن کی کوشش

صوفی عائش محمد صاحب حفظہ اللہ نے ذکر و اذکار کا محاذ سنبھالا اور لوگوں کے قلب و روح کے دروازے پر دستک دی۔ بندگانِ خدا کے باطن کی اصلاح کو مرکز التفات ٹھہرایا۔ اس فضائے معصیت آلود میں ان کا یہ لائق تعریف کارنامہ ہے۔ لوگوں کے قلوب و اذہان کو اور خیر سے متعارف کرانا اور ان کی اندرونی حالت کو آشنائے صالحیت کرنے کیلئے کوشاں ہونا بہت اہم اور بنیادی کام ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس باب میں ان کا حامی و ناصر ہو۔ آمین! (بزم ارجمنداں، ص: 198)

Marfat.com

(46) مولانا نور حسین گھرجاکھی رحمۃ اللہ علیہ

سر ڈھانپنے والی سنت کا اہتمام

مولانا نور حسین گھرجاکھی رحمہ اللہ مشہدی پگڑی باندھا کرتے تھے۔ وعظ میں بسا اوقات مولانا نور حسین رحمہ اللہ کی آنکھیں اشک بار ہو جاتی تھیں۔ یہی اثر ان کے سامعین پر پڑتا تھا۔ ان کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو جاتے تھے۔

تینوں مسالک کا مشترکہ جلسہ

وعظ میں مسلک اہلحدیث کی حقانیت وہ نہایت سادہ اور آسان الفاظ میں مؤثر طریقے سے بیان کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ گوجرانوالہ سے متصل موضع ''کھوکھر کے'' میں بریلوی، دیوبندی اور اہلحدیث کا مشترکہ جلسہ ہوا۔ صدر جلسہ بریلوی مسلک کے بزرگ تھے اور پہلی تقریر مولانا نور حسین گھرجاکھی رحمہ اللہ کی تھی جو ایک گھنٹا جاری رہی۔ تقریر ختم ہوئی تو صدر جلسہ نے ان کی تقریر کے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہابی اسی قسم کے ہوتے ہیں جس کا ذکر مولانا نور حسین رحمہ اللہ نے کیا ہے تو مجھے آج سے وہابی سمجھا جائے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۶۱)

نام ولی کے سرکش بیل پر اثرات

ایک دفعہ وعظ کیلئے (ضلع شیخوپورہ کے قصبے) فیروز وٹواں گئے۔ نہایت موثر وعظ کیا۔ ایک شخص مولانا کے پاس آیا اور کہا کہ اس کا بیل بہت مارتا ہے۔ اسے کھولنا اور باندھنا بے حد مشکل ہے۔ آپ اللہ اللہ کر کے اس پر کوئی دم کریں گے تو ہمیں یقین ہے بیل مارنا بند کر دے گا۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا بیل کے کان میں کہو کہ مولوی نور حسین کہتا ہے مارا نہ کر۔ اس شخص کا بیان ہے کہ اس کے بعد جوان، بوڑھے اور بچے بھی بیل کو پکڑ لیتے تھے۔ اس نے کبھی کسی کو نہیں مارا بلکہ کسی کے سامنے کبھی کان بھی نہیں ہلائے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۶۲)

مزاح وظرافت کے ساتھ خوف وخشیت

مزاح وظرافت تو مرحوم کی طبیعت کا خاصا تھا، جہاں بیٹھتے، باغ و بہار بن کر بیٹھتے اور ایسے ایسے لطائف بیان کرتے کہ سننے والے مارے ہنسی کے لوٹ لوٹ جاتے۔ بسا اوقات ایسا ہوا کہ جلسہ ومناظرہ کے بعد یہ اپنے مخصوص حلقے میں بیٹھے اور وہ چٹکلے سنائے کہ طبیعت کا سارا تکدر جاتا رہا۔ ''پھر لطیفے سننے والوں اور محظوظ ہونے والوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ رند جو ابھی ابھی ہنسی مذاق اور بذلہ سنجی کے جام پر جام لنڈھا رہا تھا، تہجد میں خدا کے حضور مناجات میں مصروف ہے اور فارغ اوقات میں اس کی زبان پر ذکر واذکار کا غلغلہ ہے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۷۱-۷۲)

تعویذات کیلئے لوگوں کی آمد

ایک بات انہوں نے یہ بتائی کہ سردیوں کا موسم تھا، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن صبح کے وقت اپنی مسجد میں طلباء کو قرآن مجید کا درس دے رہے تھے۔ محلے کی ایک عورت آئی، اس نے مولانا سے بڑی لجاجت کے ساتھ کسی سلسلے میں تعویذ کیلئے عرض کیا۔

Marfat.com

مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ طلباء کے درس سے فارغ ہو کر تعویذ لکھ دوں گا۔ وہ بیٹھ گئی، لیکن پانچ چھے منٹ کے بعد پھر تعویذ کا مطالبہ کیا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اب بھی وہی جواب دیا کہ ابھی ٹھہرو، تھوڑی دیر کے بعد فارغ ہوں گا تو لکھ دوں گا...... دو چار منٹ بعد اس نے پھر تعویذ کیلئے کہا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے پھر وہی جواب دیا۔ چوتھی پانچویں دفعہ اس نے تعویذ مانگا تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنی جگہ سے اٹھے، اس عورت کے پاس گئے، اسے اٹھایا اور مسجد کے وضو کرنے والے حوض میں پھینک دیا۔

(قافلہ حدیث، ص: ۸۴-۸۵)

بطور کرامت انشراح صدر کر دینا

دوسری بات انہوں نے مولانا محمد صدیق مرحوم کے حوالے سے یہ بتائی کہ ایک مرتبہ مولانا سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ جماعت اہلحدیث کے جلسے میں جھنگ گئے۔ سٹیج پر ان کے علاوہ چند اور علمائے کرام بھی تشریف فرما تھے۔ پروگرام کے مطابق مولانا محمد صدیق لائلپوری مرحوم کی تقریر کا وقت ہوا تو وہ مائک پر آئے۔ ان کی جوانی کا زمانہ تھا، خطبہ مسنونہ کے بعد انہوں نے کچھ اس قسم کے الفاظ سے تقریر کا آغاز کیا۔ وقت قلیل ہے، موضوع طویل ہے، طبیعت علیل ہے، لیکن فضل رب جلیل ہے...... وغیرہ وغیرہ۔

مولانا سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قافیہ ردیف سنا تو آواز دی: تقریر بند کرو اور میرے پاس آؤ۔

مولانا صدیق مرحوم نے حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا، سامعین بھی بڑے متعجب ہوئے۔

ترش لہجے میں کہا: دیکھتے کیا ہو۔ میں کہتا ہوں، تقریر بند کرو اور میرے پاس آؤ۔

انہوں نے مجبوراً تقریر بند کی اور ان کے پاس گئے۔

فرمایا: بیٹھو اور منہ کھولو۔ بیٹھنا تو خیر ٹھیک تھا، لیکن منہ کھولنے کا حکم بڑا عجیب و غریب تھا۔

گرج دار آواز میں بولے: میری بات نہیں سنی، میں نے کہا ہے منہ کھولو۔

انہوں نے منہ کھولا تو کچھ پڑھ کر پھونک ماری، جس کا اثر حلق تک گیا اور حلق سے ذہن و فکر تک پہنچ گیا۔

فرمایا: جاؤ، اب تقریر کرو۔

مولانا محمد صدیق صاحب کا بیان ہے کہ مولانا سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے پھونک مارتے ہی ان کی حالت یکسر بدل گئی۔ جو تقریر سوچی تھی اور جس کی تیاری کی تھی وہ ذہن سے بالکل نکل گئی اور ایک نئی تقریر نئے انداز اور نئے اسلوب کے ساتھ ذہن میں اترنے اور الفاظ کے قالب میں ڈھلنے لگی۔ یہ مولانا سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت اور تقوے کی ایک حیرت انگیز مثال ہے، جس کی اثر انگیزی کا کرشمہ اسی لمحے ظہور میں آ گیا۔

اب ایسے صاحب کمال پیدا نہ ہونگے :۔ اللہ اللہ! اندازہ کیجئے، عمل و کردار اور فضل و کمال کے اعتبار سے یہ لوگ کس قدر اونچے مقام پر فائز تھے۔ موجودہ دنیا بالکل بدلی ہوئی ہے اور ان کے سوچ بچار کے پیمانے کچھ اور نوعیت کے ہیں۔ ان میں سے اکثر کو نہ ان کی مجلسوں میں حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی ہے اور نہ ان کی باتیں سننے کا موقع ملا ہے۔ اب مولانا ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ جیسے لوگ کبھی پیدا نہیں ہوں گے۔ وہ زمانے لد گئے جن میں یہ لوگ ابھرے تھے، اور وہ سانچے ٹوٹ گئے جن

Marfat.com

میں ان اوصاف کے لوگ ڈھلے تھے۔

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس! تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

(قافلہ حدیث، ص: ۸۶۔۸۷)

(47) صوفی نذیر احمد کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ

صوفی صاحب کی تعظیم میں کھڑے ہو جانا

1937ء میں میری عمر بارہ تیرہ سال تھی اور میں مرکز الاسلام میں مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کے حلقہ شاگردی میں شامل تھا۔ شدید سردیوں کا موسم تھا اور ہم دھوپ میں بیٹھے تھے۔ دن کے ایک بجے کا وقت ہو گا کہ ایک صاحب آئے اور بلند و بارعب آواز سے کہا: ''السلام علیکم......!''

لمبا قد، نہایت متناسب جسم، ستواں چہرہ، تیکھی اور اونچی ناک، لمبی خاکی سے رنگ کی قمیص اور اسی رنگ کی کھلے پائینچے کی شلوار (سر پر اونچی باڑ کی ٹوٹی)، پاؤں میں پرالی کی سی قسم کے موٹے موٹے تنکوں کی چپل، خوب صورت اور مرعوب کن شخصیت......

السلام علیکم کہنے کے بعد اسی گرج دار آواز میں کہا: مولوی محمد علی کہاں ہیں؟

انہیں دیکھ کر اور ان کی آواز سن کر سب لوگ احتراماً کھڑے ہو گئے، جن میں مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ اور مولانا محمد علی لکھوی رحمہ اللہ کے صاحب زادے مولانا محی الدین اور معین الدین بھی شامل تھے۔

پھر اسی لہجے میں کہا: ''میرا نام صوفی نذیر احمد کاشمیری ہے، انہیں میری آمد کی اطلاع دو'' (قافلہ حدیث، ص: ۱۸۹)

صوفی صاحب کے متصوفین اسلاف

صوفی نذیر احمد کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی نہایت عجیب و غریب واقعات پر مشتمل تھی۔ یہاں ان کا سوانحی خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

حالات کی رفتار کچھ اس طرح ہے کہ حضرت شاہ محمد غوث رحمہ اللہ تبلیغ دین کیلئے ہر سال وادی کشمیر میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان اس زمانے میں صوبہ سندھ کے شہر ٹھٹھہ میں آباد تھا۔ اس خاندان کے ایک بزرگ مولوی محمد واسع رحمہ اللہ تھے، جو حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بغرض تبلیغ سری نگر جایا کرتے تھے۔ ایک سال ایسا ہوا کہ سری نگر سے واپس آتے ہوئے پونچھ شہر سے گزرے۔ اس دور میں ریاست کا حکمران ایک شخص رستم خاں تھا۔ اس نے حضرت شاہ محمد غوث رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ اپنے رفیق سفر مولوی محمد واسع رحمۃ اللہ علیہ کو یہیں رہنے کی اجازت دیں تاکہ یہ پونچھ کے مسلمانوں میں تعلیم کا فریضہ انجام دیں اور ان میں دین کی تبلیغ فرمائیں اور اسلامی احکام و مسائل سے انہیں آگاہ کریں۔ چنانچہ مولوی محمد واسع رحمہ اللہ کو پونچھ کیلئے مامور کر دیا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے پونچھ شہر ہی میں مستقل طور سے سکونت اختیار کر لی۔

مولوی محمد واسع رحمۃ اللہ علیہ سے آگے چل کر چوتھی پشت میں اس خاندان میں تین جلیل القدر عالم پیدا ہوئے وہ تھے نور بخش، محمد بخش، الٰہی بخش۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۹۲۔۱۹۳)

Marfat.com

صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

اب آیئے صوفی نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف۔ یہ اسی خاندان کے اخلاف میں سے ہیں اور ان کی زندگی عجیب وغریب منزلوں سے گزری جس کی کسی قدر تفصیل یہ ہے۔

انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے خاندان کے بزرگوں سے حاصل کی۔ سترہ یا اٹھارہ برس کی عمر میں مزید حصول علم کیلئے عازم لاہور ہوئے۔ یہاں اندرون شہر کے مدرسہ غوثیہ میں علوم دینیہ کی تحصیل کی۔ اس کے ساتھ ہی ادیب فاضل، منشی فاضل اور مولوی فاضل کے امتحانات پاس کیے۔

کثرت مجاہدات کی طرف میلان طبیعت

پھر یہ ہوا کہ عبادات کی طرف راغب ہوگئے، اور یہ رغبت روز بروز بڑھتی ہی چلی گئی۔ **کبھی ایسا بھی ہوتا کہ رات بھر جاگتے اور دعا و مناجات کا سلسلہ اشک افشانی اور الحاح وزاری کے ساتھ جاری رہتا**۔ یہ صورت حال ستائیس برس کی عمر میں شروع ہوئی اور چونتیس برس کی عمر تک برابر چلتی رہی۔ انہی دنوں زبان بندی اختیار کرلی۔ بالکل خاموش رہنے لگے۔ کلاس روم میں البتہ ضرور جاتے اور طلباء کو تختہ سیاہ پر چاک سے لکھ کر کچھ سبق پڑھاتے۔ سکول کی ڈیوٹی کے بعد سکول کے احاطے کے ایک چھوٹے سے کمرے میں بند ہو جاتے۔ خوراک بھی بہت کم کردی تھی۔ روزانہ دودھ کے ایک گلاس اور ایک آدھ کشمیری کلچے پر معدے کو پابند کرلیا تھا۔ گھر کی طرف آنا جانا بہت کم ہوگیا تھا۔ نہ خوش لباسی رہی تھی، نہ خوش قبائی، بس کھدر کے ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہننے لگے تھے۔

اسی زبان بندی کے زمانے میں قلب پر کچھ واردات گزریں جس کے نتیجے میں ۱۹۳۵ء میں ملازمت سے مستعفی ہوکر لاہور چلے گئے۔ لاہور میں یہ معمول رہا کہ صبح سویرے سبزی منڈی جاکر دس بارہ آنے کی مزدوری کرتے اور کھانے پینے کی چند چیزیں لے کر مصری شاہ میں میاں عبدالعزیز مالواڈا بیرسٹرایٹ لاء مرحوم کے باغ میں جاکر خاموشی سے بیٹھ جاتے اور پھر یاد خدا میں مشغول ہو جاتے۔ یہ ہر روز کا معمول تھا۔ اس کے علاوہ زندگی کی کوئی راہ متعین نہیں تھی۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۹۴)

تصفیہ قلب کیلئے نقشبندی بزرگ کے پاس حاضری

کچھ وقت اسی طرح گزار کر لاہور سے میاں والی کا رخ کیا اور واں بھچراں کے مشہور عالم دین مولانا حسین علی رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے تصفیہ قلب وروح کیلئے استدعا کی۔ سال بھر سے کچھ زیادہ عرصہ وہاں قیام رہا۔ مولانا حسین علی رحمہ اللہ نے اپنا اطمینان کر لینے کے بعد ہدایت فرمائی کہ کلکتے کا رخ کرو اور وہاں تبلیغ دین میں مصروف ہو جاؤ۔ چنانچہ وہیں سے سوئے کلکتہ روانہ ہوگئے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۹۴-۱۹۵)

علماء وصوفیاء کے ساتھ روابط

یہ سلسلہ بہت وسیع تھا جو پاکستان اور ہندوستان بلکہ بنگلہ دیش میں بھی دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ان کی زندگی کا زیادہ عرصہ ہندوستان میں گزرا اس لیے ان کے ذاتی رابطے زیادہ تر وہیں کے حضرات سے تھے۔

Marfat.com

اسی طرح اکابر دیوبند میں سے مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اور قاری محمد طیب رحمہ اللہ سے، جمعیت علمائے ہند کے رہنماؤں میں سے مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، مولانا احمد سعید دہلوی رحمہ اللہ، مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ اور مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رحمہ اللہ وغیرہم سے، اکابر جامعہ ملیہ میں سے ڈاکٹر ذاکر حسین خاں اور ان کے ساتھیوں سے، اکابر ندوۃ العلما میں سے مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ اور ان کے رفقائے کرام سے، دارالمصنفین اعظم گڑھ میں سید سلمان ندوی رحمہ اللہ، مولانا مسعود علی ندوی رحمہ اللہ، حاجی معین الدین رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۰۱)

ہمیشہ طرز سلفیت پر قائم رہے

ان کے صاحب زادے جناب سیّد مختار احمد ہاشمی نے ۳ مئی ۱۹۹۹ء کو مجھے ایک مکتوب ارسال فرمایا تھا، اس میں وہ لکھتے ہیں: ''مدرسہ غوثیہ اندرون شہر لاہور میں تعلیم حاصل کرنے کے باوجود اباجی ہمیشہ سلفی رہے۔ گھر میں بھی اس سلسلے میں اکثر ان کے ساتھ جھگڑا رہتا تھا۔'' (قافلہ حدیث، ص: ۲۰۳)

ابتدائے سلوک کی استغراقی کیفیات

اب ملاحظہ کیجئے وہ کیسٹ جو صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مولانا صفی الرحمن رحمہ اللہ کی یادداشتوں پر مشتمل ہے۔ اس کی حیثیت ایک انٹرویو کی ہے جو مولانا ممدوح سے کسی صاحب نے کیا۔ مولانا فرماتے ہیں:

''صوفی نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ ایک بار جامعہ سلفیہ (بنارس) تشریف لائے۔ ان دنوں ان کے ساتھ مجلسیں ہوا کرتی تھیں اور مختلف مجلسوں میں انہوں نے مختلف باتیں بتائیں۔ ایک بات ان کے متعلق یہ معلوم ہوئی کہ ان کے والد رحمۃ اللہ علیہ بھی صوفی تھے۔ اسی تعلق کی بنا پر انہوں نے بھی تصوف کی مشق کی اور اوراد و وظائف پڑھنے لگے۔ اس تصوف میں گھسنے کے بعد آدمی پر کئی قسم کی کیفیتیں طاری ہوتی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ میرے اندر بڑی خصوصیت یہ تھی کہ کبھی تو دنیا کی چیزوں سے اتنی عجیب وغریب محبت پیدا ہو جاتی کہ میں درختوں کو پکڑ لیتا اور ان سے لپٹ جاتا تھا اور لپٹ کر رونے لگتا۔ کہا کہ ایک روز میں بیٹھا تھا کہ کچھ عجیب کیفیت طاری تھی۔ والد صاحب آئے اور کوئی کام کرنے کو کہا۔ میں جانگیہ پہنے ہوئے تھا تو والد صاحب میری کیفیت کو سمجھ گئے اور خاموشی سے واپس چلے گئے۔ یہ کیفیت ہر اس شخص پر طاری ہوتی ہے جو تصوف کے سلسلے میں اپنا ورد و وظیفہ شروع کرتا ہے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۰۹)

(48) حافظ عبداللہ بڈھیمالوی رحمۃ اللہ علیہ

نیک لوگوں کی بستی

بڈھیمال نیک لوگوں اور عالموں کی بستی تھی۔ وہاں ایک بہت بڑے عالم مولانا عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو صالحیت اور تقوے میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ گاؤں کے نمبردار بھی تھے۔ وہاں ان کی مسند تدریس آراستہ تھی۔ ان سے قرب وجوار کے لوگوں اور

Marfat.com

خود بڈھیمال کے بہت سے حضرات نے استفادہ کیا۔ استفادہ کرنے والوں کی فہرست میں حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد مولانا عبدالکریم کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۳۰)

اساتذہ کے ادب سے بیگانہ دور

ذہن کی اس طرح کایا پلٹ ہوگئی ہے اور حالات ایسی ڈگر پر چل پڑے ہیں کہ ہم اس قسم کے اساتذہ وتلامذہ کے حالات کسی سے سنتے یا کہیں پڑھتے ہیں تو ان کی صداقت پر یقین نہیں آتا اور ذہن ماننے پر آمادہ نہیں ہوتا کہ اس عالم آب وگل کو کبھی ان اوصاف کے حاملین سے بھی آشنائی کا موقع ملا ہے...... ہماری شناسائی موجودہ دور سے ہے، جبکہ واقعات کی آنکھوں سے حیا کا مادہ ختم ہو چکا ہے اور زمانے کا ذہن اساتذہ کی تکریم کے داعیے سے بیگانہ ہو گیا ہے۔ آئندہ نہ کسی استاذ کو حافظ عبداللہ بڈھیمالوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے شاگرد ملیں گے اور نہ ان جیسے کہیں استاذ نظر آئیں گے۔ ماضی کا وہ دور اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ رخصت ہوگیا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۳۳)

الامر فوق الادب

استاذ ان کے طریق وعظ وتقریر سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ حکم صادر ہوا کہ اردگرد کے دیہات میں جا کر تبلیغ دین کیا کرو۔ اس کارِخیر کے لیے ایک گھوڑی خریدی گئی۔ جب پہلے دن انہیں تبلیغ کیلئے بھیجا گیا تو **حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ نے گھوڑی کی لگام ہاتھ میں پکڑی اور شاگرد کو اس پر سوار ہونے کا حکم دیا**۔ شاگرد نے ہچکچاہٹ محسوس کی تو فرمایا جھجکنے اور شرمانے کی ضرورت نہیں۔ اس پر سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ الامر فوق الادب کے تحت گھوڑی پر سوار ہو گئے۔ کچھ دور حضرت استاذ مکرم رحمۃ اللہ علیہ گھوڑی کی لگام پکڑے ہوئے، ان کے ساتھ گئے، پھر کامیابی کی دعا کر کے، لگام سوار کے ہاتھ میں تھما دی اور خدا حافظ کہہ کر ان کو رخصت فرمایا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۳۶۔۲۳۷)

(49) حافظ عبدالرحمٰن کمیر پوری رحمۃ اللہ علیہ

حافظ صاحب کے دل میں خدمت کا دین کا بے پناہ جذبہ پایا جاتا تھا اور ہر وقت کسی نہ کسی صورت میں اس کی تبلیغ واشاعت میں مشغول رہتے تھے۔ نماز خشوع وخضوع سے پڑھتے تھے۔ ان کا زیادہ وقت مسجد میں گزرتا تھا۔ نفلی روزے بہ کثرت رکھتے تھے۔ اللہ کا ڈران پر ہر آن طاری رہتا تھا۔ کھانا دن رات میں صرف ایک وقت کھاتے تھے۔ شہر میں کہیں جانا ہوتا تو سائیکل پر جاتے تھے اور یہی ان کی پسندیدہ سواری تھی۔ دنیوی تکلیفات سے ہمیشہ دور رہے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۵۱۴)

(50) مولانا محمد صادق خلیل رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد صادق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد رحمۃ اللہ علیہ نہایت متقی اور پرہیز گار بزرگ تھے، صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بے حد قابل اعتماد تھے۔ میں نے ان کو دیکھا ہے، انتہائی منکسر اور نیک خصال بزرگ تھے۔ صوفی عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

کے وہ مرید بھی تھے اور ان کے شاگرد بھی تھے۔ انہوں نے قرآن مجید کا ترجمہ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا تھا اور اپنے اس استاد اور مرشد کے وہ مخلص ترین خدمت گزار تھے۔

چار سال مادر شکم میں رہنا: یہاں ایک حیرت انگیز بات سنتے جائیے، وہ یہ کہ مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ چار سال شکم مادر میں رہے۔ سلسلہ ولادت کی اصطلاح میں اسے ''پت لگ جانا'' کہا جاتا ہے۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے والد نے یہ بات بتائی اور دعا کی درخواست کی تو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی اور بچہ پیدا ہوا جس کا نام محمد صادق رکھا گیا۔ یہ اپنے والدین کی آخری عمر کی اولاد ہیں اور ان کے اکلوتے بیٹے۔ **صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے والد سے کہا تھا کہ تمہارا یہ بچہ عالم فاضل ہوگا اور اسی حیثیت سے شہرت پائے گا۔** چنانچہ یہی ہوا۔ محمد صادق مارچ ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوئے۔

بچپن کا خواب اور مبارک تعبیر: مولانا صادق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بتاتے تھے کہ جب وہ سکول میں پڑھتے تھے تو تقریباً ہر رات یہ خواب دیکھتے تھے کہ فضا میں اڑ رہے ہیں اور اڑتے ہوئے اپنے ساتھی طالب علموں سے کہتے ہیں آؤ تم بھی میرے ساتھ اڑو۔ وہ تو ان کا ساتھ نہیں دیتے تھے۔ لیکن یہ خود اڑتے ہوئے دور تک پہنچ جاتے، پھر نہایت آسانی سے جب جی چاہتا فضا سے زمین پر آجاتے۔ اس خواب کی جو وہ مسلسل دیکھتے تھے، یہی تعبیر معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے طویل عرصے تک تدریسی خدمت انجام دی اور ان سے بے شمار شاگردوں نے تعلیم حاصل کی، جن کے ذریعے دور دراز علاقوں تک علم پہنچا۔

(قافلہ حدیث، ص: ۵۷۲-۵۷۳)

(51) مولانا ابوالکلام دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

علم تصوف سے نا آشنا حقیقت کیا جانیں!!!

ذیل میں مولانا ابوالکلام احمد دہلوی کا مکتوب گرامی پڑھیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

المرکز الاسلامی۔۔۔۔۔ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر۔۔۔۔۔ نیو دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵ (ہند)

ٹیلی فون: 1191126953003۔۔۔التاریخ: 14-1-1431 (1-1-2010)

ذوالمجد والکرم الشیخ عارف جاوید محمدی صاحب حفظہ اللہ وتولاہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مولانا عبداللہ المعروف بہ غلام رسول (قلعہ میہاں سنگھ والا) رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط اور نظموں کا ترجمہ مع تصحیح مکمل ہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر جو اصل میں غلط چھپا ہوا ہے، اس کی تصحیح و ترجمہ بعد میں ان شاء اللہ ارسال خدمت کروں گا۔

متن چوں کہ خط شکستہ کے انداز کا ہے، نیز اس میں کافی غلطیاں تھیں، اس لیے

تعویذ میں کوئی حرج نہیں

قرآن مجید کی آیت کا تعویذ ادب کرنے والے نمازی کو لکھ کر دینے میں کوئی حرج نہیں، مڑھا لیا جائے، تاکہ پردہ میں رہے، پیشاب اور ہم بستری کے وقت اتار لیا جائے۔ از: شیخ الحدیث حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

پورے مجموعے کو خود اپنے خط میں لکھ کر منقح کر دیا ہے۔ بعض حرص محمود ہے اور بعض مذموم، اور علم کی حرص پر رشک کرنا بجا ہے، حدیث میں تو ''حسد'' کا لفظ آیا ہے، لیکن اس کے معنی رشک کے ہیں۔ آپ کی حرصِ علمی کو دیکھتے ہوئے اپنے خط کو اصل آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں، عکسی کاپی اپنے پاس رکھ لی ہے۔ سلفیوں کی بابت دشمنوں کی اڑائی ہوئی ہوائی ہے کہ انہیں علم باطنی میسر نہیں، وہ اہل ظاہر ہیں، طریقت نہیں جانتے، صرف شریعت سے واقف ہیں۔ واشگافانہ کہیں تو ان کے نزدیک یہ لوگ تصوف سے نابلد ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ ان خطوط کو شائع کر دوں اور اس پر ایک مبسوط مقدمہ لکھوں تاکہ دنیا باخبر ہو جائے کہ **اہل حدیث کے یہاں علم طریقت وتصوف ہے، مگروہ جومبنی بر کتاب وسنت ہے**۔ اور اہل حدیث کو مطعون کرنے والوں کو بتایا جائے کہ

لذتِ بادہ ناصح کیا جانے
ہائے کم بخت تونے پی ہی نہیں

ہمارے علم طریقت کی چاشنی، کتاب وسنت کے مخلوطہ سے وجود میں آئی ہے، اوروں کے یہاں انحراف ہے اور زیغ و ضلالت، ھداھم اللہ للصراط المستقیم۔ (بحوالہ کتاب: تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۵۰)

(52) مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہ اللہ سر پر سفید عمامہ زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ فروعی اختلاف کے باوجود صاف دل تھے۔ مشہور دیوبندی عالم مولانا سرفراز خاں صفدر رحمہ اللہ کا تعلق سکونت گکھڑ سے تھا۔ وہ بہت سی کتابوں کے مصنف اور معروف مدرس تھے۔ مولانا احمد الدین رحمہ اللہ کا مسکن بھی گکھڑ تھا۔ سنا ہے کہ ان کا آپس میں کبھی جھگڑا نہیں ہوا تھا۔ البتہ ایک مرتبہ سورہ فاتحہ خلف الامام کے مسئلے پر گفتگو ہوئی اور اس موضوع پر مناظرے کا فیصلہ ہوا۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ مولانا صفدر صاحب رحمہ اللہ نے اس فیصلے پر عمل نہ کیا۔ مولانا احمد الدین رحمہ اللہ نے اشتہار شائع کر دیا کہ مولانا صفدر صاحب رحمہ اللہ مناظرے سے گریز کر رہے ہیں۔ اس سے قبل دونوں کا ایک دوسرے سے میل ملاقات کا سلسلہ جاری رہتا تھا لیکن اشتہار کی اشاعت کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ اس اثناء میں مولانا سرفراز صفدر صاحب رحمہ اللہ حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے۔ حج سے واپس آئے تو مولانا احمد الدین رحمہ اللہ ملاقات کے لیے ان کے گھر گئے۔ حج کی مبارک باد دی اور انھیں کھانے پر اپنے گھر بلایا۔ وہ تشریف لائے مولانا احمد الدین رحمہ اللہ نے عزت وتکریم کے ساتھ کھانا کھلایا اور پوچھا کہ آپ نے مجھ سے تعلقات کیوں منقطع کر لیے؟ مولانا سرفراز رحمہ اللہ نے فرمایا: ''تلک الایام نداولھا بین الناس''

بہر حال دونوں کے دل صاف ہو گئے اور میل جول کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو گیا۔

مناظرے میں مصالحت کا نتیجہ

یہ مناظرہ فروری 1936ء میں ہوا تھا۔ اس کا موضوع نماز میں رفع الیدین کرنا تھا۔ احناف کے مناظر مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ تھے اور اہل حدیث کے تھے مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہ اللہ۔

Marfat.com

سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری مرحوم احناف کے دیوبندی مکتبہ فکر کے مشہور عالم تھے۔انھیں بعض اہلحدیث حضرات بھی اپنے جلسوں میں تشریف آوری کی دعوت دیا کرتے تھے اور وہ ان کے جلسوں میں شرکت فرماتے اور تقریر کرتے تھے مسئلہ توحید پر وہ بڑا موثر وعظ فرماتے تھے۔

بہر حال مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہ اللہ کو حضرت شاہ عنایت اللہ صاحب بخاری رحمہ اللہ سے بھی مناظرے کا موقع ملا۔ مناظرے کے بعد لوگوں کی درخواست پر اسی میدان میں مشترکہ طور پر احناف اور اہل حدیث مقرروں کی اصلاحی اور مصالحتی تقریریں ہوئیں، جس کا عوام پر بہت اچھا اثر ہوا۔(سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص ۸۱۔۸۲)

باہمی اختلاف میں کیا کیا جائے

دینی مسائل کی تعبیر میں اختلاف کوئی بُری بات نہیں ہے۔اختلاف ہوتا رہتا ہے۔اس سے نہ کوئی اسلام سے خارج ہوتا ہے، نہ اس کے لیے جنت سے محرومی لکھی جاتی ہے۔اس سلسلے میں فراخ دلی کا ثبوت دینا چاہئے۔اختلاف کو کفر و اسلام کا مسئلہ نہیں بنانا چاہیے۔(سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 117)

اختلاف کے باوجود میل ملاقات کے عادی

اختلافات کے باوجود مولانا احمد الدین رحمہ اللہ میل ملاقات کے عادی تھے اور مہمان نوازی ان کا قابل ذکر وصف تھا۔حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے بارے میں سنا ہے کہ ان کا کوئی ایسا حریف جو امرتسر سے باہر کے کسی مقام سے ان کے ساتھ مناظرے کے لیے آتا تو مناظرے کے بعد وہ اسے اپنے ہاں قیام کی دعوت دیتے۔وہ یقیناً ان کے ہاں قیام نہیں کرتا ہوگا، انہی لوگوں کے ہاں ٹھہرتا ہوگا جنہوں نے اُسے مناظرے کے لیے بلایا ہوگا، لیکن مولانا رحمہ اللہ کا اخلاق انھیں مجبور کرتا تھا کہ اسے اپنے ہاں ٹھہرنے کی دعوت دی جائے۔(سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 128)

فضائل سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہ اللہ کی یہ تصنیف 16-30-20 کے 240 صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے موضوع پر مشتمل ہے۔اس کے صفحہ اول (ٹائٹل پیج) پر یہ الفاظ مرقوم ہیں:

"وکان فضل اللہ علیک عظیما فضائل سید العالمین" مصنفہ، احقر العباد احمد الدین گکھڑ منڈی

مولانا گکھڑوی علیہ الرحمہ کا خواب

محترم مولانا احمد الدین رحمہ اللہ ان دنوں مرزائیوں سے مناظرات میں مشغول تھے اور مقامی دو عدد مرزائی علم دین اور اللہ ودھایا سے حدادی کی دکان پر جہاں ہم جا کر تعلیم حاصل کرتے تھے، دن بھر گفتگو رہتی تھی تا کہ ان مقامی مرزائیوں کو راہ راست پر لایا جائے لیکن وہ دونوں اپنے فاسد عقیدے پر مرے۔انہی ایام میں مولانا صاحب مرحوم نے ایک رات خواب دیکھا:

لوگوں کا بہت بڑا ہجوم ان کے مکان پر جمع ہے۔مولانا یہ بات سن کر گھر گئے تو دیکھا کہ واقعی چارپائی پر ایک نعش رکھی ہوئی

Marfat.com

ہے اور اس سے بدبو اٹھ رہی ہے مولانا نے فوراً حکم فرمایا کہ اس خبیث کو اٹھا کر فوراً لے جاؤ چنانچہ اس کو اٹھا کر لے جایا گیا۔
میرے خیال میں ان کی تبلیغ سے واقعی مرزائیت کا جنازہ اٹھ گیا، چنانچہ غالباً اس خواب کے بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے شملہ میں جلال الدین شمس مرزائی سے مناظرہ کیا اور اسی میدان میں 17 مرزائی مرزائیت سے تائب ہو گئے۔
(سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 241)

(53) قاضی ابو اسماعیل یوسف حسین خانپوری رحمۃ اللہ علیہ

علاقہ غیر یا مرکز مجاہدین سے قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دو سال بعد اواخر 1302ھ یا ابتدائے 1303ھ میں واپس وطن آئے اور دو سال یہاں ٹھہرے۔ 1305ھ کے ماہ ذی الحجہ میں وہ خان پور کی مسجد پیراں والی میں سوئے ہوئے تھے کہ خواب میں دو جلیل القدر علماء (انماطی اور دمیاطی) کو دیکھا اور ان سے کچھ فیض بھی حاصل کیا۔ اس کی تعبیر انہوں نے یہ کی کہ وہ اپنے عہد کے دو رفیع المرتبت علماء سے اخذ فیض کریں گے۔ ان میں ایک حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہوں گے اور دوسرے کوئی اور۔۔۔ اب انہوں نے خان پور سے دہلی جانے کا عزم کیا۔ بقول ان کے، دہلی خان پور سے پانچ سو میل کے فاصلے پر ہے' وہ گھر سے پیدل چل پڑے اور محرم 1306ھ میں دہلی پہنچ گئے۔ وہاں حضرت میاں سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ سے علم تفسیر اور علم حدیث پڑھا اور 1307ھ میں سند و اجازہ سے مفتخر ہوئے۔ اس وقت مولانا عبدالغفور غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ان کے ہم سبق تھے' انہوں نے بھی ان کے ساتھ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سند حدیث لی۔ اسی سال قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا محمد شاہ جہان پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی سند حدیث لی اور پھر 1308ھ میں دوسرے رفیع المرتبت عالم دین ''علامہ حسین بن محسن یمانی رحمۃ اللہ علیہ'' سے اجازہ حاصل کیا۔ اس طرح ان کے خواب کی تعبیر صحیح ثابت ہوئی۔

نماز سے شفاء حاصل کرنے کا واقعہ

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خان پور سے دہلی جاتے ہوئے ایک بڑا نشان الٰہی ظہور پذیر ہوا۔ وہ دہلی سے تھوڑے فاصلے پر ہی تھے کہ سحری کے وقت پیٹ میں اتنا سخت درد اٹھا کہ ہلنے جلنے کی سکت نہ رہی اس وقت انہیں قرآن کا حکم ''وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ'' یاد آیا تو لیٹے لیٹے تیمم کیا اور اشارے سے دو رکعت نماز ادا کی۔ نماز کے بعد قدرے افاقہ محسوس ہوا' دوبارہ دو رکعت نماز پڑھی' تیسری یا چوتھی دفعہ پڑھی تو درد بالکل ختم ہو گیا۔
دہلی کا یہ سفر قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے (جیسا کہ عرض کیا گیا) پاپیادہ کیا تھا' اس وقت آبادیوں کا یہ حال نہ تھا جو اب ہے۔ دور دور تک نہ گاؤں نظر آتے تھے' نہ انسان۔ کبھی کہیں سے بھنے ہوئے دانے لے لئے اور اس سے گزارا کرتے' کبھی جنگل میں درختوں کے پتے کھانا پڑتے' کسی وقت اور کسی حال میں' ہمت نہیں ہاری اور چلتے چلتے دہلی پہنچ گئے۔ (چمنستان حدیث' ص: 195-197)

مہدی سوڈانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت

بغداد کے دوران قیام میں قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حج بیت اللہ بھی کیا، لیکن بغداد سے روانہ ہو کر وہ مکہ مکرمہ جانے سے پہلے

Marfat.com

بربرہ یعنی سمالی لینڈ گئے۔ وہاں انہوں نے مہدی سوڈانی (شہید) رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور اس کے ہاتھ پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ وہ مہدی سوڈانی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت تعریف کرتے اور فرماتے کہ وہ بے حد نیک شخص تھے اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ یہ وہی مہدی سوڈانی رحمۃ اللہ علیہ تھے جن سے لارڈ کچنر نے (جو ایک عرصہ ہندوستان کا کمانڈر ان چیف رہا تھا) جنگ کی تھی اور جب وہ شہید ہوئے تو اس نے ان کی میت کی انتہائی بے حرمتی کی تھی اور اسے جلا دیا تھا۔ پھر یہی لارڈ کچنر جنگ عظیم میں جرمن آبدوزوں کے حملے سے سمندر میں غرق ہوا اور اس کی لاش بھی نہ ملی۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے عالم برزخ میں لارڈ کچنر سے بزرگ مہدی سوڈانی رحمۃ اللہ علیہ کا مکالمہ اس طرح لکھا ہے:

گفت اے کچنر اگر داری خبر انتقامِ خاک درویشے نگر
آسماں خاک ترا گورے نہ داد مرقدے جز دریم شورے نہ داد

یعنی اس بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے عالم برزخ میں کچنر کو مخاطب کر کے کہا: اے کچنر! ایک درویش کی مٹی (نعش) کی بے حرمتی کا بدلہ دیکھو کہ آسمان نے تیری مٹی (نعش) کو زمین میں ایک قبر بھی نہ دی اور تمہیں آخری سونے کی جگہ سوائے شور دریا (نمکین سمندر) کے اور کوئی جگہ نہ ملی۔ (چمنستان حدیث، ص:200۔201)

قاضی صاحب کی جنات پر گرفت

جنات اللہ تعالیٰ کی ایک خاص مخلوق ہیں، انسانی مخلوق کی طرح اس مخلوق میں بھی صالح اور غیر صالح لوگ موجود ہیں۔ بعض جنات نے قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے علم بھی حاصل کیا۔ اس قسم کے کئی واقعات تذکرہ علمائے خان پور میں مرقوم ہیں، جن سے پتا چلتا ہے کہ **بعض جنات ان کی گرفت میں تھے اور ان کے تابع فرمان تھے**۔ اگر کسی جن نے کسی مرد یا عورت کو پریشان کیا اور اسے کوئی تکلیف پہنچائی تو قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا گیا اور جن ان کا نام سنتے ہی بھاگ گیا۔ یہاں یہ واقعات لکھنے کی ضرورت نہیں اور نہ یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ کس موقعہ پر کس مرد یا عورت کو جن کا عارضہ لاحق ہوا اور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تشریف لانے سے یہ عارضہ کیسے ختم ہوا، یہ دلچسپ واقعات ہیں جو مذکورہ کتاب میں بیان کیے گئے ہیں۔ (چمنستان حدیث، ص:203)

(54) مولانا عبدالعزیز ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ

تبلیغ دین کے بارے میں مولانا عبدالعزیز ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ کے دو واقعات قابل ذکر ہیں: ایک واقعہ کا تعلق موضع پیر قتال سے ہے جو ڈیرہ غازی خاں کا ایک اہم علاقہ ہے اور وہاں ہر سال میلہ لگتا ہے۔ مولانا عبدالرحیم اظہر ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد مکرم مولانا عبدالکریم ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ (سابق مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد) کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ پیر قتال کے میلے میں بے شمار لوگ موجود تھے: ہم بھی میلے میں گئے تھے اور میلے کی گہما گہمی میں مست تھے کہ اچانک دل کو تڑپا دینے والا ایک منظر دیکھا۔ لوگ ایک درویش عالم دین مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو پتھر مار رہے تھے اور وہ اپنی تبلیغ مسلسل جاری رکھے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے لوگو! اللہ تعالیٰ کے دین پر آجاؤ، بے حیائی کے کاموں کو چھوڑ دو، بزرگوں کی قبروں پر جاؤ مگر شرک کے کاموں سے

Marfat.com

اجتناب کرو اس کائنات کا پیدا کرنے والا اور ہر قسم کی ضرورتیں مہیا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے وہ پوری دنیا کی زبانیں جانتا ہے ہر شخص کے دل کے راز سے واقف ہے اسی کو پکارو اسی کے آگے ہاتھ پھیلاؤ اور اسی سے مانگو اس کی عاجز' بے جان اور لاچار مخلوق کے درباروں میں جا کر ان سے مدد نہ مانگو"۔

حاجی صاحب کہتے ہیں کہ لوگ انہیں مسلسل مار رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر انہیں طائف کے لوگ یاد آ گئے' جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت پتھر مارے تھے' جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اسلام کی دعوت دینے وہاں گئے تھے' حاجی صاحب نے دوڑ کر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے بازوؤں میں لے لیا اور حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسلک اہل حدیث قبول کر لیا۔

دوسرا واقعہ دربار پیر عادل کا ہے جو ڈیرہ غازی خان شہر سے بجانب شمال تقریباً بارہ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ وہاں بھی سالانہ میلہ لگتا ہے' جس میں ہزاروں لوگ شامل ہوتے اور بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ وہاں ایک رقاصہ رقص کر رہی تھی اور بے شمار لوگ یہ رقص دیکھ رہے تھے۔ مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا پتا چلا تو بے چین ہو گئے اور ان لوگوں سے جہاد کا فیصلہ کر لیا۔ جب وہاں پہنچے تو محفل رقص عروج پر تھی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس محفل سے قریب ہو کر انتہائی خوش الحانی سے قرآن شریف کی تلاوت شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے وہ مجمع اسی وقت ختم ہو گیا اور رقاصہ وہاں سے چلی گئی۔ (چمنستان حدیث' ص:228)

(55) حافظ عبدالرحمٰن چنگوانی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ عبدالرحمٰن چنگوانی رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ' پرہیز گاری اور انابت الی اللہ کا یہ عالم تھا کہ معمولی تکلیف پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے' استغفار کرتے اور اسی سے مدد طلب کرتے۔ سخاوت وصداقت اور عدالت جیسے اوصاف حمیدہ میں ممتاز تھے۔ اولوالعزمی اور بلند ہمتی کا یہ حال تھا کہ جب بھی کسی نیک کام میں قدم رکھا اسے جب تک پورا نہیں کر لیا، چین نہیں لیا۔ اکثر ہم لوگوں کو نصیحت فرماتے کہ عزائم کی بلندی' حوصلے کی پختگی اور خدا پر کامل اعتماد ہی انسان کو بلند مدارج تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں قرآن مجید کی تلاوت ان کا روزانہ کا معمول تھا۔ اس دوران ان کا کوئی دنیوی نقصان ہو جاتا تو کوئی پروانہ کرتے' تلاوت کا سلسلہ بدستور جاری رکھتے۔ وہ لوگوں کے ہمدرد اور نرم دل عالم دین تھے۔ (چمنستان حدیث' ص:249)

ذاتی عمل سے لوگوں میں تبلیغ

حافظ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان سے آنے والے مہاجرین سے محبت اور احترام سے پیش آتے تھے۔ وہ اپنے علاقے کے نمبردار بھی تھے' ان کی برادری کے اکثر لوگ مسلکی اعتبار سے ان کے مخالف تھے' لیکن وہ اس مخالفت کی پروا نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص ان میں سے بیمار ہوتا تو وہ اس کی مزاج پرسی کیلئے جاتے اور اسے توحید وسنت پر عمل کی دعوت دیتے۔ انہوں نے اپنی زمینیں کاشت کیلئے علاقے کے بعض لوگوں کو حصے پر دی تھیں۔ ان سے غلہ وغیرہ میں سے اپنا حصہ لینے جاتے تو انہیں نماز پڑھنے کی تاکید فرماتے۔ وہ لوگ جواب دیتے کہ ہم نماز پڑھیں یا مزدوری کریں' اس میں سے ہم نے آپ کو بھی حصہ دینا ہے۔ یہ سن کر وہ حصہ معاف کر دیتے اور فرماتے، مجھے حصہ بے شک نہ دو لیکن نماز ضرور پڑھو۔ ان کے اس طرح کے اندازِ کلام اور طرزِ عمل سے وہ لوگ باقاعدہ نماز پڑھنے لگے تھے۔

Marfat.com

میلے میں دعا کی قبولیت

حافظ عبدالرحمٰن چنکوانی رحمۃ اللہ علیہ توحید وسنت کے سرگرم مبلغ تھے۔ ایک مرتبہ سخی سرور کے میلے کے موقع پر وہاں تبلیغ فرمانے گئے، ایک جگہ تقریر کرنا چاہتے تھے کہ قریب ہی بعض لوگوں کے کہنے پر ایک مغنیہ نے گانا شروع کر دیا اور لوگ ادھر چلے گئے۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ منظر دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی ''یا اللہ! اس مغنیہ کی آواز بند فرمادے اور توحید وسنت کی آواز بلند فرمادے''۔ واقعتاً مغنیہ کی آواز فوراً بند ہو گئی اور اس کیلئے گانا ناممکن ہو گیا۔ اب لوگ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف آئے اور انہوں نے ان کو وعظ فرمایا۔

حنفی پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی لوگوں کو نصیحت

اس علاقے میں ایک بزرگ پیر حیدر شاہ رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے جو دیوبندی حنفی تھے۔ چوٹی زیریں کے لوگ ان کے پاس دعا کرانے کیلئے جایا کرتے تھے۔ وہ ان لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ **تم میرے پاس کیوں آتے ہو خود تمہارے شہر چوٹی زیریں میں اللہ تعالیٰ کا ایک ولی موجود ہے اس سے دعا کیوں نہیں کراتے**؟ ان کی خدمت میں حاضری دیا کرو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتا ہے۔

وہ پیر صاحب سے پوچھتے کہ وہ کون شخص ہیں؟ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ حافظ عبدالرحمان چنکوانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان سے دعا کرایا کرو۔ لوگ جواب دیتے کہ وہ تو وہابی ہیں۔ یہ جواب سن کر پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ از راہِ افسوس فرماتے کسی کو چوری کا طعنہ، کسی کو کسی اور برائی کا طعنہ، لیکن حافظ عبدالرحمٰن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کرنے کا طعنہ دیا جا رہا ہے۔ وہ لوگوں سے کہا کرتے تھے ان کی خدمت میں جاؤ اور ان سے میرا اسلام کہو۔ (چمنستان حدیث، ص: 251-252)

(56) مولانا نذیر احمد املوی رحمانی رحمۃ اللہ علیہ

متصوف علماء کی زیارت کیلئے سفر

۱۹۴۵ء کے ماہ اکتوبر میں یہ فقیر حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جمعیت علمائے ہند کی ایک میٹنگ میں شرکت کیلئے دہلی گیا تو وہاں دار الحدیث رحمانیہ میں حاضری کا شرف بھی حاصل ہوا۔ مقصد حضرت مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا نذیر احمد رحمانی املوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت تھا۔ اس فقیر کیلئے ان کی زیارت کا یہ پہلا موقع تھا اور آخری بھی یہی تھا۔ حضرت مولانا عبیداللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ میں اپنی ایک کتاب ''دبستان حدیث'' میں کر چکا ہوں۔ (چمنستان حدیث، ص: 265)

اساتذہ کیلئے دعائے خیر

مولانا احمد اللہ محدث پرتاب گڑھی، مفسر قرآن مولانا محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ میر سیالکوٹی، مولانا غلام یحییٰ کانپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالغفور جیراج پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اصغر علی بہاری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ الحدیث مولانا عبدالتواب رحمۃ اللہ علیہ علی گڑھی، مولانا محمد اسحاق آروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالرحمٰن نگرنہسوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالوہاب آروی رحمۃ اللہ علیہ مولانا املوی رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں سے قابل ذکر ہیں۔ مولانا املوی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

کو شارح ترمذی مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی شرف تلمذ حاصل ہوا۔ علامہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت نے مولانا املوی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت متاثر کیا۔ مولانا املوی رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ اساتذہ نے ان کو گہوارۂ علم وفن میں تربیت دے کر لعل درخشاں بنا دیا مگر ان کے علمی ارتقا اور فکری جلا میں شیخ عطاء الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی کیمیا گری کو بھی بڑا دخل ہے' جس کا اظہار مولانا املوی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ ''محدث'' دہلی میں بڑے شرح وبسط کے ساتھ پراثر انداز میں بیان فرمایا ہے۔ اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہوں:

''محترم ومرحوم (شیخ عطاء الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ) کے لطف وکرم کی بدلیاں میری جسمانی وروحانی اصلاح وفلاح' انجاح وبہبود کیلئے مجھ پر جس طرح جھوم جھوم کر برسی ہیں' بخدا اس کے شکریہ کیلئے اگر میرے جسم کا ایک ایک بال اور رگوں میں دوڑنے والے خون کا ایک ایک قطرہ مجسم دعا بن جائے' تب بھی کبھی اس کا معاوضہ نہیں بن سکتے۔ اللہ اللہ جس کے فیض نے جہل ونادانی کی تاریک گہرائیوں سے نکال کر علم وہدایت' عزت ورفعت کے بلند میناروں پر پہنچا دیا تھا' اس کا معاوضہ کس انسانی طاقت کے بس میں ہے؟۔ (چمنستان حدیث' ص:269)

مولانا املوی رحمۃ اللہ علیہ کا رعب وجلال

مولانا عبدالعلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ماہر سمراوی نے مولانا عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان اپنے مضمون میں قلم بند کیا ہے کہ:

میں نے چھ سال تک مولانا املوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوائے تلمذ تہہ کئے ہیں۔ اس مدت میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا رعب وجلال ایک منٹ کیلئے بھی ہمارے دل سے محو نہیں ہو سکا'' ایک مرتبہ آپ کے ایک شاگرد رشید' جنہیں فارغ التحصیل ہوئے 6،5 سال گزر چکے تھے اور فراغت کے بعد سے درس وتدریس اور تعلیم وتعلم کا مشغلہ رکھتے تھے' جمعہ کے روز منبر پر خطبہ دے رہے تھے' تقریر زور شور سے جاری تھی۔ اس موقع پر غیر متوقع طور پر اچانک حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سفر کرتے کراتے اس مسجد میں داخل ہوئے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو خطیب صاحب نے دیکھا تو زبان لڑکھڑانے لگی' ہونٹ خشک ہونے لگے' چہرے پر مرعوبیت چھا گئی' پیشانی عرق ریزی کرنے لگی۔ سامعین حیران تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ اور تقریر کرتے کرتے زبان کیوں رکنے لگی ہے؟ جوں توں کر کے نماز جمعہ ختم ہوئی تو حقیقت حال منکشف ہوئی۔ یہ رعب اس فارغ التحصیل شاگرد پر چھایا جو 6،5 سال سے اونچی کتابوں کا درس اور بڑی محفلوں میں وعظ وخطبہ دیا کرتا تھا' یہ میرا چشم دید واقعہ ہے۔

اسی طرح مولانا عبدالرؤف رحمانی رحمۃ اللہ علیہ جھنڈانگری کا بیان ہے:

مولانا نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کا رعب وجلال مجھ پر آج تک ایسا ہی تھا جیسا کہ زمانہ طالب علمی میں تھا۔ آپ نے کہا کہ لوگ مجھے غلط یا صحیح خطیب الہند کہتے ہیں مگر خطیب الہند جیسا آدمی ان کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کانپتا تھا''۔ (چمنستان حدیث' ص:276)

مشکوک رزق سے احتیاط

ڈاکٹر سید عبدالحفیظ صاحب سلفی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دربھنگہ کا بیان ہے:

دربھنگہ کے بعض دیہات کے لوگ مولانا نذیر احمد املوی رحمۃ اللہ علیہ کو مدعو کر کے اپنے گھر لے گئے۔ گنے کا موسم تھا' مولانا نے رس

Marfat.com

پینے کی خواہش کی چنانچہ فوراً رس حاضر کیا گیا۔ جونہی پینے کیلئے آپ نے برتن منہ سے لگایا تو ایک شخص کو یہ کہتے سنے گیا کہ گنا ایسے آدمی کے یہاں کا تھا، جو شوگر مل کی گنا ڈھونے والی ٹرالی کا ڈرائیور ہے۔ ہوسکتا ہے کہ گنا ٹرالی سے مل مالک کی اجازت کے بغیر حاصل کیا گیا ہو۔ اتنی سی بات پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے برتن زمین پر رکھ دیا اور باوجود اصرار کے پینے پر آمادہ نہ ہوئے۔ اللہ اکبر! یہ احتیاط۔۔۔ ہمارے علماء کو دعوتوں اور نذرانوں کے سلسلے میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اس طرز عمل سے ایک قابل عمل سبق ملتا ہے''۔

(چمنستان حدیث' ص:277)

تعلق باللہ اور روحانی قوت

مولانا ابوالقاسم خالد العربی رحمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی قوت کا یہ عالم تھا کہ جس روز آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیشی مجسٹریٹ کی عدالت میں سنٹرل جیل سے ہوئی' آپ کے ہاتھ میں ہتھکڑی تھی' اس کو کھولا گیا' عدالت کے برآمدے میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے دو رکعت پڑھنے کی اجازت مانگی' مجسٹریٹ کی نظر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پڑی' مجسٹریٹ اجازت دے کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔ مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز سے فارغ ہوکر کٹہرے میں پہنچے اور مجسٹریٹ بھی عدالت کی کرسی پر پہنچا۔ اس وقت جتنے مجرم مجسٹریٹ کی عدالت میں پہنچا کرتے تھے' ان کا فیصلہ پہلے ہی لکھا ہوتا تھا۔ اسی طرح مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ پہلے ہی سے لکھا ہوا تھا۔ دو رکعت نماز میں مولانا نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ اور رب کے درمیان کون سی راز و نیاز کی باتیں ہوئیں' اللہ تعالیٰ ہی کو اس کا علم ہے۔ مجسٹریٹ کو بحالت مجبوری اپنے فیصلہ کئے ہوئے کاغذات کو مسترد کرتے ہوئے نئے فیصلہ سے رہا کرنا پڑا۔ اس پر ایس پی نے بہت مخالفت کی کیونکہ مولوی نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ پر جرم کی چودہ دفعات (چودہ آدمیوں کے قتل کرنے کے الزام میں) تھیں۔ مگر مجسٹریٹ نے ایک نہ سنی اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو بری کرتے ہوئے بلاضمانت یہ کہا کہ کل عدالت میں حاضر ہوئیے۔ گویا مولانا نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی عملی تفسیر پیش کی: واستعینو بالصبر والصلوٰۃ۔ سچ ہے کہ **جب خدا کی امداد شامل حال ہو تو دہکتے انگارے اور بھڑکتی ہوئی آگ بھی گلزار بن جاتی ہے**۔ (چمنستان حدیث' ص:278)

درباری علماء سے نفرت

مولانا نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کو ان علماء سے بڑی وحشت تھی، جو امراء کے درباری اور انکے کاسہ لیس بن کر دین و جماعت کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے علم دین کی شان اور علماء کے وقار کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ (چمنستان حدیث' ص:۲۹۱)

موت کے وقت چہرے پر بشاشت

موت سے قبل مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پر ایسی رونق و شادابی اور نورانیت آگئی تھی کہ ہر شخص کا دل گواہی دے رہا تھا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ پر انوار و برکات الٰہیہ کا نزول ہو رہا ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو بعد نماز عشاء غسل دیا گیا اور کفنانے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جسد خاکی رونمائی کیلئے رکھ دیا گیا۔ آس پاس کی بستیوں کے علاوہ بنارس کے کچھ لوگوں کی آمد کا انتظار تھا۔ اس لئے جنازہ

Marfat.com

ساڑھے گیارہ بجے شب اٹھا' جنازے میں کئی ہزار آدمی شریک تھے۔ نماز جنازہ شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ ساڑھے بارہ بجے شب تدفین عمل میں آئی' اس کے بعد سوگ وار آہستہ آہستہ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔
(چمنستان حدیث' ص:293)

(57) مولانا محمد زمان رحمانی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد زمان رحمانی رحمۃ اللہ علیہ عام فہم انداز میں وعظ فرماتے تھے۔ تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ لوگ یکساں ان سے مستفید ہوتے تھے' وہ متقی اور پرہیز گار عالم تھے' وضع دار اور منکسر مزاج' لیکن نہایت خوددار۔ صحیح معنوں میں عالم باعمل طلباء پر شفقت فرماتے اور علماء سے بے حد تکریم سے پیش آتے۔ (چمنستان حدیث' ص:326)

سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین

ہندوستان کے صوبہ یوپی کے بعض اضلاع گورکھ پور' گونڈہ' بستی وغیرہ اور ان سے متصل نیپال کے اضلاع میں کسی زمانے میں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مرید سید قطب علی رحمۃ اللہ علیہ اور سید جعفر علی نقوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کرام مولانا عباداللہ رحمۃ اللہ علیہ' مولانا اللہ بخش بسکوہری رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد اسحاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عبدالسلام مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ' مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بہت سے علمائے کرام کی تبلیغی اور دعوتی جلسوں کے سلسلے میں آمدورفت رہی اور ان علاقوں کے لوگ ان کے مواعظ سے متاثر ہو کر کتاب وسنت کے احکام پر عمل کرنے لگے۔

مولانا محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا نام نبی احمد رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ وہ پڑھے لکھے تو نہ تھے لیکن صالح اور پرہیز گار بزرگ تھے۔ علمائے کرام کی مجلسوں میں بیٹھتے' ان کے وعظ سنتے اور ان سے دینی مسائل سیکھتے۔ وہ زیادہ تر نیپال کے علاقوں میں جا کر تجارت کرتے تھے' اپنے علاقے اور قصبے میں انہوں نے چند رفقا کے ساتھ مل کر تعلیم یافتہ نہ ہونے کے باوجود سادہ انداز میں کتاب و سنت کی بڑی تبلیغ کی۔ (چمنستان حدیث' ص:323)

(58) مولانا محمد داؤد رحمانی بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ

صوفیاء کے مدارس میں تدریس

یہ گاؤں بہت سے علمائے کرام کا مسکن تھا' جن میں حضرت مولانا فیض اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ' ان کے تین فرزندان گرامی مولانا عبدالرحمٰن بھوجیانی' مولانا عبداللہ بھوجیانی اور مولانا عبدالرحیم بھوجیانی بھی شامل تھے۔ مولانا فیض اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ تو 1925ء کے لگ بھگ وفات پا گئے تھے' لیکن ان کے تینوں فرزندان گرامی کو اس سے بائیس تیئس سال بعد اگست 1947ء میں سکھوں نے بھوجیاں میں شہید کیا۔

بھوجیاں ہی کے رہنے والے ایک عالم دین مولانا محمد داؤد رحمۃ اللہ علیہ تھے جو انصاری برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے

Marfat.com

دہلی کے دارالحدیث رحمانیہ سے سند فراغ لی تھی' اس لئے مولانا محمد داؤد دھوجیانی رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے شہرت پائی۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد مختلف مدارس میں تدریسی خدمات کی انجام دہی میں مشغول ہوئے۔ کچھ عرصہ میاں محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کے جاری کردہ مدرسہ جھوک دادو چک 427 میں تدریس کی اور 1941ء اور 1942ء میں صوفی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے جاری فرمودہ مدرسہ تعلیم الاسلام اڈانوالہ (ضلع فیصل آباد) میں خدمت تدریس انجام دیتے رہے۔ (چمنستان حدیث' ص:336-337)

(59) میرا بھائی محمد حسین بھٹی رحمۃ اللہ علیہ

(مولانا اسحاق بھٹی مرحوم اپنے بھائی کی صوفیانہ طبع کے متعلق لکھتے ہیں کہ) ایس پی صاحب سے اس کے مراسم ایک پیر صاحب کی وساطت سے ہوئے تھے' جو ہمارے گاؤں کے قریب چک نمبر 22 گ ب کے رہنے والے تھے۔ ان کا نام شاہ محمد رحمۃ اللہ علیہ تھا اور آرائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے' پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ پکے بریلوی تھے اور محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کٹر اہل حدیث، لیکن دونوں کے باہم بہت اچھے تعلقات تھے۔ مظفر گڑھ کے زمانہ قیام میں ایک مرتبہ اڑھائی تین مہینے تک محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہمیں کوئی اطلاع نہ ملی۔ ایس پی ملک منظور احمد کا بھی فیصل آباد سے کہیں تبادلہ ہو گیا' میں گاؤں گا تو گھر کے سب لوگ پریشان ہو گئے' میرے گاؤں کے ایک دوست حاجی محمد رفیق زبیدی پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھتے تھے' ہم دونوں محمد حسین مرحوم کا پتا معلوم کرنے کیلئے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پہنچے' پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہت بڑا ڈیرا تھا' معلوم ہوا کہ وہ مریدوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میری ملاقات نہیں ہوئی تھی لیکن وہ مجھے غائبانہ طور پر جانتے تھے' حاجی محمد رفیق زبیدی نے میرا نام لے کر انہیں پیغام بھجوایا تو وہ فوراً مریدوں کے جھرمٹ سے اٹھ کر ننگے پاؤں باہر آئے اور جھک کر میرے گھٹنوں کو ہاتھ لگایا، حالانکہ وہ مجھ سے عمر میں کافی بڑے تھے اور ان کے مرید بھی وہاں موجود تھے۔ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ڈیرا یا پیر خانہ جڑانوالہ فیصل آباد روڈ پر دائیں جانب سیم نہر کے کنارے تھا' ہم گیارہ بجے کے قریب وہاں پہنچے تھے' تقریباً ایک گھنٹہ وہاں رہے' وہ بے حد احترام سے پیش آئے' کھانا کھلایا' چائے پلائی اور محمد حسین مرحوم کا مظفر گڑھ کا ڈاک کا پتا دیا' یہ ان پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میری پہلی اور آخری ملاقات تھی۔ (چمنستان حدیث' ص:430)

بھائی کی درویشانہ سادگی

وہ کسی ذہنی' جسمانی یا مالی پریشانی میں مبتلا ہوتا تو اس کا اظہار نہیں کرتا تھا۔ پوچھنے پر ہمیشہ یہی کہتا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے بالکل ٹھیک ہوں' خود میرا تجربہ بھی اس کے متعلق یہی ہے اور اس سے ملنے والوں نے بھی مجھے یہی بتایا' وہ کسی کی غیبت نہیں کرتا تھا' کسی کے متعلق کوئی بات ہوتی تو صاف لفظوں میں اس کے سامنے کہہ دیتا' پھر خاموشی اختیار کر لیتا' وہ نماز باجماعت کا پابند تھا' اگرچہ کیسے ہی کام میں مصروف ہوتا' جونہی کان میں اذان کی آواز پڑتی سب کام چھوڑ چھاڑ کر مسجد کو روانہ ہو جاتا۔

اسلاف کی اللہ تعالیٰ سے محبت

مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ امام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں شریک ہوئے۔ بعد میں فرمایا کہ مولانا عبدالجبار رحمۃ اللہ علیہ اپنی زبان سے جب اللہ جل شانہ کا نام لیتے تھے تو بے اختیار جی چاہتا تھا کہ سر انکے قدموں میں رکھ دیا جائے۔ (چمنستان حدیث: ص ۱۱۳)

Marfat.com

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ مسجد میں آ کر باتیں کرتے اور کسی نہ کسی طرح لوگوں پر ظاہر کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ مسجد میں تشریف لائے ہیں‘ لیکن محمد حسین مرحوم چپکے سے مسجد میں آتا اور نماز پڑھ کر واپس چلا جاتا‘ جنازوں میں بھی وہ اسی طرح شامل ہوتا تھا۔ وہ کسی سے ادھار نہیں لیتا تھا‘ اپنے آپ کو اپنی مالی حد کے اندر محدود رکھتا تھا‘ دکان سے سودا سلف نقد لیتا تھا‘ ادھار سے اس کو نفرت تھی‘ اس نے کبھی کسی کھانے میں نقص نہیں نکالا اور کبھی کسی خاص قسم کے کھانے کا مطالبہ نہیں کیا۔ جو مل گیا کھالیا۔ وہ وعدے کا پکا تھا جو کسی سے وعدہ کیا‘ اس پر پورا اترا۔ (چمنستان حدیث‘ ص: 437)

قابل رشک وفات

وفات بھی عجیب طرح ہوئی جو میرے خیال میں قابل رشک ہے‘ 27 اگست 2007ء کو نماز عشاء کے بعد اس کے پوتے پوتیاں یعنی ناصر محمود کے بچے اس کی چارپائی پر بیٹھے (اپنے دادا سے) باتیں کر رہے تھے۔ دادا بھی خوش اور پوتے پوتیاں بھی خوش۔ دس بج کر چند منٹ ہوئے تھے کہ ناصر نے ان سے کہا: ابا جی! اب آپ سو جائیں“۔ کہا میں سوجاتا ہوں‘ تم بچوں کو سلادو‘ ناصر بچوں کو اوپر مکان کی چھت پر لے گیا۔ انہیں چھوڑ کر دو تین منٹ کے بعد واپس آیا تو کہا: اب آپ سوجائیں۔ **جواب دیا: اچھا سوجاتا ہوں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ‘ یہ آخری الفاظ تھے جو محمد حسین کی زبان سے نکلے‘** خود بخود ہاتھ پاؤں سیدھے ہوگئے‘ آنکھیں بند ہوگئیں اور میرا بھائی محمد حسین ہمیشہ کیلئے سوگیا‘ یہ شب کے ٹھیک سوا دس بجے کا وقت تھا۔ اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه۔

میرے بھائی کی میت فیصل آباد سے ایمبولینس کے ذریعے ہمارے جانے سے پہلے آ چکی تھی‘ میرا بھائی ہمارے وہاں جانے سے سات گھنٹے پہلے سوا دس بجے کلمہ طیبہ پڑھ کر سویا تھا‘ اس کی عادت تھی کہ مجھے دیکھ کر احترام سے کھڑا ہوجاتا اور آگے بڑھ کر مجھے سلام کرتا‘ لیکن آج چارپائی پر آنکھیں بند کئے اور زبان پر خاموشی طاری کئے لیٹا ہوا تھا‘ میں نے اسے دیکھ کر کہا تم تو اپنے اہل وعیال سمیت عمرے کیلئے جارہے تھے‘ تمہارے ویزے لگ چکے تھے لیکن تم مکہ اور مدینہ منورہ کے بجائے کسی اور ہی طرف جارہے ہو۔ اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ عمرے کا ویزا عارضی تھا‘ یہ پکا ویزہ ہے‘ عمرے کے بعد وہاں سے نکل جانا ضروری تھا لیکن اب تم جہاں جارہے ہو‘ وہاں سے تمہیں کوئی نکال نہیں سکے گا۔ تم نے اپنے اس سفر پر روانہ ہوتے وقت کلمہ توحید پڑھا ہے اور یہ کلمہ ان شاء اللہ تمہارے لئے جنت میں داخلے کا ذریعہ ثابت ہوگا۔ لاہور اور بیرون لاہور کی بعض مساجد میں دعائے مغفرت کی گئی اور بعض مقامات میں نماز جمعہ کے بعد غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ محمد حسین بھٹی رحمۃ اللہ علیہ میرا بے احد احترام کرتا تھا۔ میری کسی چھوٹی بڑی تکلیف کا اسے پتا چلتا تو فوراً لاہور پہنچتا اور میرے دکھ درد میں شریک ہوتا۔ اللهم اكرم نزله ووسع مدخله وادخله جنت الفردوس (چمنستان حدیث‘ ص: 439-441)

(60) مولانا عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ

سر پر قراقلی ٹوپی‘ اور سفید کھدر کا لباس پہنے ہوئے‘ سفید ڈاڑھی‘ اور مونچھیں تراشوائی ہوئیں۔ میانہ قد اور میانہ ہی جسم‘ نہ

Marfat.com

موٹے نہ دبلے نہ پتلے' چہرے پر سنجیدگی کا غلبہ۔ یہ ہیں مولانا عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ۔

مولانا عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مجلس میں حاضرین کو بتایا کہ انہوں نے حضرت مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اسی مجلس میں مولانا عارف جاوید رحمۃ اللہ علیہ کے دو بیٹوں (محمد شفیع اور قاسم) نے مولانا عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کی۔ مولانا عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ نے بچوں سے قرآن مجید کی چند آیات سنیں اور انہیں دعا دی۔ عارف صاحب حفظہ اللہ کے بڑے بیٹوں عبداللہ اور عبدالرحمٰن نے حافظ محمد یحییٰ میر محمدی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی۔

مولانا عبدالقیوم رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوب تقریر پر تاثیر تھا' قرآن مجید پر انہیں استحضار تھا' تقریر میں مناسب مواقع پر اتنی کثرت سے قرآن مجید کی آیات پڑھتے کہ بسا اوقات سننے والے حفاظ قرآن بھی حیران رہ جاتے' یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر عظیم احسان تھا۔ (چمنستان حدیث' ص: 448)

قارئین! یہاں پر بیعتِ تصوف لینے والے تین پیران اہل حدیث کا ذکر اکٹھا آ گیا ہے۔ حافظ محمد یحییٰ میر محمدی رحمۃ اللہ علیہ، جو مرکز البدر پھول نگر کے بانی اور مولانا محمد یحییٰ شرقپوری رحمہ اللہ کے ہم جماعت ہیں، مولانا پیر سید محبوب شاہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ اور پیر محبوب شاہ رحمہ اللہ، مولانا محی الدین عبدالرحمان لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ مولانا محی الدین عبدالرحمان رحمہ اللہ عارف باللہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے مرید وخلیفہ تھے، اور حضرت غزنوی رحمہ اللہ نے افغانستان میں علامہ حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ سے بیعتِ تصوف کر کے فیض حاصل کیا تھا۔ دوسری طرف مولانا عبدالرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ کا علمی وروحانی مقام ومرتبہ بیان کرتے ہوئے علامہ قاضی محمد اطہر مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں، حضرت مولانا محدث فقیہہ مفتی حکیم ابوالعلی عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی پورے عالم اسلام کے دینی اور علمی حلقوں میں مشہور ومتعارف ہے۔ تحفۃ الاحوذی'' شرح جامع ترمذی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وہ شہرہ آفاق اور مقبول کتاب ہے جو علمائے سلف اور محدثین کی تصانیف کی ہمسری کرتی ہے۔ مولانا کی زندگی سلف صالحین کا نمونہ تھی۔ دنیا میں رہ کر دنیا سے بے گانہ رہے' خشیت الٰہی کا غلبہ تھا' سنا ہے کہ جہری نماز نہیں پڑھایا کرتے تھے کیونکہ رو دیا کرتے تھے۔ ان کے ایک عزیز شیخ محمد شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا' مولانا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تو آخری تکبیر میں بے قابو ہو گئے اور بمشکل تکبیر پوری کر سکے' اس جنازے میں راقم (قاضی اطہر مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ) بھی شریک تھا (بحوالہ تذکرہ علمائے مبارکپور' ص: 199) (از: مرتب)

(61) مستری قائم دین رحمۃ اللہ علیہ

حافظ محمد عباس انجم حفظہ اللہ تعالیٰ کے گھرانے کے تمام لوگ مرد اور عورتیں نماز روزے کے پابند اور سخت قسم کے توحید پرست تھے۔ ان کے دادا مستری قائم دین رحمۃ اللہ علیہ تہجد گزار تھے اور آدھی رات اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے اس قدر روتے کہ ہچکی بندھ جاتی اور اس کی آواز سب گھر والوں کو سنائی دیتی۔ والد نے قرآن نہیں پڑھا، لیکن نہایت متدین اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھنے والے تھے۔ دادا' دادی' نانی' والدہ' پھوپھی، سب باقاعدہ قرآن مجید پڑھتے' ان میں سے بعض خواتین نے محلے کی بہت سی عورتوں کو قرآن مجید پڑھایا بھی۔ (چمنستان حدیث' ص: 719)

Marfat.com

(62) سید عبدالشکور شاہ اثری رحمۃ اللہ علیہ

میانہ قد، متوازن جسم، گورا رنگ، تیکھی ناک، موٹی چمکدار آنکھیں، باریک ہونٹ، کشادہ پیشانی، نرم کلام، حلیم الطبع، چہرے کے طول و عرض پر قابض قد آور ڈاڑھی، سر پر بڑا سا رومال، شلوار قمیص لباس، سادگی پسند، تقویٰ و طہارت کی دولت سے مالا مال، بلند کردار اور اخلاق حسنہ کی نعمت سے بہرہ مند، خوبرو اور صاف دل، وظائف و اوراد کے خوگر، باعمل عالم، منجھے ہوئے مدرس اور خوش گفتار خطیب، یہ تھے مولانا سید عبدالشکور شاہ اثری رحمۃ اللہ علیہ جنہیں عام طور پر شاہ صاحب کہا جاتا تھا۔

یہ سطور 14 نومبر 2012ء کو لکھی جا رہی ہیں، میری ان سے پہلی ملاقات آج سے کم و بیش تیس برس پہلے شیش محل روڈ پر مکتبہ سلفیہ میں ہوئی تھی۔ میں اس وقت ادارہ ثقافت اسلامیہ سے منسلک تھا، دفتر جاتے ہوئے مکتبہ سلفیہ میں اپنے موضوع کی کچھ کتابیں لینے گیا تو وہاں ایک صاحب حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ سے باتیں کر رہے تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ ان کا اسم گرامی سید عبدالشکور شاہ ہے۔ یہ سانگلہ ہل میں سکونت پذیر ہیں اور حافظ عبداللہ بڈھیمالوی رحمۃ اللہ علیہ کے داماد ہیں، ہم دونوں ایک دوسرے کے نام اور کام سے تو متعارف تھے لیکن بالمشافہ ملاقات اس دن ہوئی۔ حضرت حافظ عبداللہ بڈھیمالوی رحمۃ اللہ علیہ میری والدہ مرحومہ کے خالہ زاد تھے۔

سید بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ فیض

سید مولا بخش کوموی رحمۃ اللہ علیہ بھی قیام پاکستان کے بعد اپنے آبائی وطن کو ضلع لدھیانہ سے نکل کر اسی علاقے (ٹوبہ ٹیک سنگھ) میں آ بسے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم و عمل اور اتقا و صالحیت سے خوب نوازا تھا اور کچھ طلباء ان سے تحصیل علم کرتے تھے۔ سید عبدالشکور شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی **ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اخذِ فیض کرنے لگے**۔ مشکوٰۃ شریف اور بعض دیگر درسی کتابیں ان سے پڑھیں۔ پھر چک 493 گ ب اوڈانوالہ چلے گئے، جہاں قیام پاکستان سے پہلے صوفی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے دار العلوم تعلیم الاسلام کے نام سے مدرسہ جاری کیا تھا۔ اس مدرسے میں متعدد اساتذہ طلباء کو تعلیم دینے پر مامور تھے۔ عبدالشکور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں کے قابل احترام اساتذہ سے بعض فنون کی کتابیں پڑھیں۔

لایعنی گفتگو اور بحث و مباحثہ سے گریز

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت محنت اور انہماک سے تعلیم حاصل کرتے تھے، طلب علم کے علاوہ انہیں کسی معاملے سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ نہ کسی سے بے مقصد بات کرتے اور نہ کسی سے بحث و مباحثہ کرتے۔ صرف پڑھنا اور مطالعہ کرنا ان کا شب و روز کا مشغلہ تھا، صالحیت اور تقوے کی دولت بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی تھی۔ دار الحدیث محمدیہ سے فراغت کے بعد انہوں نے گوجرانوالہ میں محدیث دوراں حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ فضیلت پر حاضری دی اور ان سے سندِ حدیث لی۔ حضرت حافظ عبداللہ بڈھیمالوی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور بھی زانوائے ادب تہہ کئے اور ان سے مستفید ہوئے۔

Marfat.com

روپڑی بزرگ کا احترام

ایک مرتبہ جناب مفتی عصر حضرت العلام حافظ محمد عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ اور رئیس المناظرین حضرت حافظ عبدالقادر روپڑی رحمۃ اللہ علیہ ناگرہ گاؤں تشریف لائے۔ حافظ عبدالقادر روپڑی رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح شغار کی ممانعت اور حرمت میں بلا شرط آپس میں رشتے کے لین دین کو بھی شمار کیا۔ مولانا سید عبدالشکور اثری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف اس کے خلاف تھا' وہ فرماتے تھے کہ نکاح میں اگر مساوات مہر یا خود دوسری لڑکی کو مہر بنانے جیسی شروط نہ ہوں تو ایک دوسرے سے رشتہ کرنا حرام نہیں۔ ان کے اس موقف کے وہاں کے کچھ لوگ بھی قائل تھے' ان لوگوں نے حافظ عبدالقادر روپڑی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ سید عبدالشکور شاہ رحمۃ اللہ علیہ تو اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بلا لیتے ہیں' آپ ان سے اس مسئلے میں مناظرہ کرلیں۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مناظرے کیلئے ہر وقت اسی طرح تیار رہتے تھے' جس طرح شکاری شکار کیلئے تیار رہتا ہے' انہوں نے اپنی مناظرانہ افتاد طبع میں فرمایا' ٹھیک ہے' لاؤ عبدالشکور کو۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے تھوڑے فاصلے پر اپنے گاؤں بیریاں والا میں مقیم تھے' انہیں اطلاع دی گئی تو فوراً کتابیں لے کر وہاں پہنچ گئے۔ وہ ایسا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے' اب آمنے سامنے سٹیج سج گئی اور مناظرہ شروع ہو گیا۔ گفتگو طول پکڑ گئی تو حافظ عبدالقادر روپڑی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہہ مجلس ختم کردی کہ یہ تو ہمارا گھر کا معاملہ ہے' مجھے فلاں جگہ فلاں لوگوں سے مناظرے پر پہنچنا ہے' حافظ عبدالقادر روپڑی رحمۃ اللہ علیہ تو چلے گئے لیکن لوگوں نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اصرار کیا کہ بڑے حافظ صاحب (حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ) موجود ہیں' ان سے گفتگو کرلیں (ان کا موقف بھی وہی ہے جو حافظ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے) شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں بڑے حافظ صاحب سے گفتگو کو خلاف ادب سمجھتا ہوں' ان کے سوا جس سے چاہیں بات کروالیں' مگر حافظ صاحب کے احترام کے پیش نظر ان سے گفتگو کرنا مناسب نہیں"۔ اندازہ فرمایئے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بزرگ علمائے کرام کی کس قدر تکریم کرتے تھے اور ان کا احترام ان کے دل میں کتنا جاگزیں تھا۔ جس مسئلے میں ان کا موقف مبنی بر صحت ہے' اس کی وضاحت کیلئے بھی وہ کسی بزرگ عالم دین کے سامنے آنا سوئے ادب قرار دیتے ہیں۔ یہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذہنی بڑائی کی بہت بڑی دلیل ہے۔

تصوف پر تصنیفات

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ سے وہ بہت متاثر تھے اور ان کی تصانیف کا انتہائی شوق اور دلچسپی سے مطالعہ کرتے تھے۔ اب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ تصنیف اور خدمتِ طباعت و اشاعت کی طرف آیئے ان کی اپنی تصنیف تو غالباً ایک ہی کتاب ہے جس کا نام "مسنون نماز" ہے لیکن انہوں نے ہمارے اسلافِ کرام کی عربی اور اردو کی نہایت اہم کتابیں شائع کیں۔ (جن میں) "قیام اللیل للمروزی" اور طبقات الصوفیہ لابی عبدالرحمٰن السلمی" (تصوف سے متعلق ہیں)

اساتذہ کا مثالی ادب

شیخ الحدیث مولانا محمد رفیق اثری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پر از معلومات تصنیف "مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری رحمۃ اللہ علیہ" میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ خوبصورت انداز میں کیا ہے۔ وہ مولانا اثری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم درس اور حضرت مولانا سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ کے شا

Marfat.com

گردتھے۔مولانا اثری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت محنتی اور تقوی شعار طالب علم تھے۔اپنے استاذِ عالی قدر کا انتہائی احترام کرتے تھے' فارغ التحصیل ہونے کے بعد کسی نہ کسی سلسلے میں جلالپور تشریف لاتے رہتے تھے۔زمانہ طالب علمی میں بھی یومیہ ذکرواذکار اوراورادووظائف کے پابند تھے' کم گو اور عبادت گزار تھے۔

26 اگست 2012ء کو مجھے (مولانا اسحاق بھٹی مرحوم کو) کسی نے اطلاع دی کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہیں اور میوہسپتال میں داخل ہیں' میں عزیزی حسان سعید کو اپنے ساتھ لے کر ہسپتال پہنچا تو شاہ صاحب کے صاحبزادے عزیزی انس شاہ ان کے پاس بیٹھے تھے اور شاہ صاحب بے ہوش تھے۔اتنے میں ایک طویل قامت نوجوان آئے انہوں نے نہایت احترام سے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں چھوئے ان کا ماتھا چوما اور چلے گئے۔میرا خیال ہے وہ ان کے شاگرد ہوں گے۔(چمنستان حدیث'ص:473 تا 478)

قارئین! مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سید عبدالشکور شاہ اثری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف انکے شاگرد رشید''مولانا قاری محمد افضال صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ، فاضل مرکز الدعوۃ السّلفیہ، ستیانہ بنگلہ فیصل آباد'' کے الفاظ میں بھی آپکی خدمت میں پیش کردیا جائے۔ (از:مرتب)

خشیتِ الٰہی سے رونے کا معمول

مولانا افضال صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ''مرکز الدعوۃ السّلفیہ'' میں ہمارے ایک استاد سید عبدالشکور شاہ اثری رحمہ اللہ تھے۔ان کے اوپر ہر وقت فکر آخرت اور خشیت الٰہی کا غلبہ رہتا تھا۔مغرب کی نماز میں اکثر ایسی آیات کی تلاوت فرماتے، جن میں موت اور آخرت کا ذکر ہو۔مثلاً ہم نے خود کئی بار ان کے پیچھے نماز ادا کی جس میں وہ تلاوت کرتے ہوئے جب اس آیت پر پہنچے''وجاءت سکرۃ الموت بالحق'' تو اس آیت کو بار بار دہراتے اور بہت زیادہ روتے۔چونکہ ہم ان سے''صحیح مسلم'' پڑھا کرتے تھے،لہٰذا دوران سبق کئی بار ایسا ہوا کہ جونہی قبر، آخرت کے متعلق کوئی موضوع شروع ہوتا، استادمحترم کے آنسو جاری ہوجاتے اور سامنے پڑی کتاب کے صفحات تر ہونے لگتے۔

دعا مانگتے ہی گمشدہ کی واپسی

ایک دفعہ ہمارے مدرسے کے باورچی فاروق صاحب کو ایجنسی کے نامعلوم افراد اغواء کر کے لے گئے۔کسی کو ان کے متعلق کچھ خبر نہ تھی۔تمام اساتذہ اور طلباء سخت فکر مند تھے اور ان کیلئے دعائیں کرتے رہتے تھے۔تقریباً ایک ہفتے بعد جب مایوسی کے سائے لہرانے لگے تو مولانا عتیق اللہ سلفی صاحب حفظہ اللہ نے سید عبدالشکور شاہ رحمہ اللہ کو فرمایا کہ آپ خصوصی دعا فرمادیں تاکہ فاروق صاحب واپس آجائیں۔سید عبدالشکور صاحب رحمہ اللہ نے عصر کی نماز پڑھا کے لمبی دعا کروائی اور دعا کے بعد فرمایا کہ مجھے امید ہے انشاء اللہ آج رات کو فاروق صاحب آجائیں گے اور واقعی رات گیارہ بجے فاروق صاحب مدرسے میں موجود تھے۔جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ مجھے کسی نامعلوم مقام پر لے جاکر مجھ پر بہت تشدد کیا گیا لیکن آج پتہ نہیں ان لوگوں کو کیا ہوا انہوں نے مجھے گاڑی میں ڈالا اور پتوکی پھینک گئے۔مجھے مدرسے کے ایک استاد صاحب کا فون نمبر یاد تھا تو میں نے پتوکی سے کال کروائی اور پھر مجھے یہاں پہنچادیا گیا۔

Marfat.com

جنات کا شاگردی اختیار کرنا

سید عبدالشکور صاحب رحمہ اللہ کے پاس جنات بھی پڑھنے آیا کرتے تھے۔ ہمارے ایک ہم جماعت مختار صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک دن استاد محترم کلاس میں اکیلے بیٹھے تھے۔ جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیوار پر کچھ سائے حرکت کرتے ہوئے دکھائی دیے۔ میں نے عرض کیا استاد جی! یہ کیا چیز ہے؟ فرمایا جس طرح تم مجھ سے پڑھتے ہو اسی طرح یہ جنات بھی میرے پاس پڑھنے آتے ہیں۔

باطنی آنکھ کا کھل جانا

ایک دفعہ سید عبدالشکور شاہ صاحب رحمہ اللہ دوسرے اساتذہ کرام کے ساتھ گاڑی پر بیٹھے اوکاڑہ جا رہے تھے کہ راستے میں ایک ویران علاقے میں جا کر گاڑی خراب ہوگئی۔ سب اساتذہ گاڑی سے نیچے اتر آئے تو سید عبدالشکور صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا بھئی یہاں تو بہت زیادہ آبادی ہے، جہاں آکر گاڑی خراب ہوئی ہے۔ سب نے کہا کہ شیخ! یہاں تو ہر طرف کھیت ہی کھیت نظر آرہے ہیں۔ فرمایا میں تو جنات کی بات کر رہا ہوں، مجھے ہر طرف ان کی بستیاں دکھائی دے رہی ہیں۔ یقیناً اللہ پاک نے ان کی آنکھوں سے پردہ ہٹایا ہوا تھا جو وہ جنات کو بھی دیکھ لیا کرتے تھے اور باقاعدہ انہیں تعلیم دیا کرتے۔ افسوس کہ پچھلے سال وہ ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' (بحوالہ کتاب: علمائے اہل حدیث کا ذوقِ تصوف؛ ص ۷۸)

(63) مولانا محمد رفیق سلفی رحمۃ اللہ علیہ

سالکان سلف کا علاقہ

پنجاب میں جن علاقوں نے علمائے دین کی کثرت کی بناء پر شہرت پائی ان میں گوجرانوالہ شہر کو خاص امتیاز حاصل ہے۔ اہلحدیث علماء سے مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ' اور ان کے اسلاف واخلاف مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ' قاضی عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ' حافظ عبدالمنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ' مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا ابوالبرکات احمد مدراسی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بے شمار مرحومین وموجودین۔

احناف کے دیوبندی حضرات میں سے مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد سرفراز خاں صفدر رحمۃ اللہ علیہ، قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد حسین گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے علاوہ بہت سے حضرات' جن میں وہ بھی ہیں جو وفات پا چکے اور وہ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے زندہ ہیں اور اپنے انداز سے دین کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

ان لائق تکریم بزرگان دین میں سے کتنے ہی ایسے بزرگ ہیں جو جدی پشتی اسی شہر اور علاقے سے تعلق رکھتے ہیں اور اچھی خاصی تعداد ان کی ہے جو دوسرے علاقوں سے یہاں آئے اور پھر یہیں مستقل طور پر سکونت پذیر ہوگئے۔ (چمنستان حدیث' ص:491)

Marfat.com

مولانا محمد رفیق سلفی رحمۃ اللہ علیہ کا صبر وضبط

صبر وضبط کے باب میں بھی مولانا محمد رفیق سلفی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام بڑا بلند تھا۔ان کے ایک لائق بیٹے حافظ عتیق الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ تھے، وہ 8 اگست 1991ء کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ کسی سفاک نے ان کو گولی ماری اور وہ نماز ہی میں شہید ہو گئے۔ یہ بہت بڑا حادثہ تھا جو مولانا ممدوح کو پیش آیا' جوان بیٹے کی اچانک موت پر صبر سے کام لینا نہایت مشکل ہے لیکن مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس المناک موقع پر انتہائی صبر وضبط کا مظاہرہ کیا۔شہید کی ماں نے بھی اس حادثے کو بڑے صبر اور حوصلے سے برداشت کیا' باقی رشتہ داروں اور افرادِ خانہ نے بھی ضبط وتحمل سے کام لیا۔مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بھی مسجد میں شہید کیا گیا تھا اور جب انہیں شہید کیا گیا وہ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے' میرے بیٹے کو بھی مسجد میں شہید کیا گیا اور اس وقت شہید کیا گیا جب وہ صبح کی نماز پڑھا رہا تھا۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بھی دوسری رکعت تھی اور حافظ عتیق الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی بھی دوسری رکعت تھی''۔

مولانا محمد رفیق سلفی رحمۃ اللہ علیہ اس دن ایک عزیز کی وفات پر لاہور گئے تھے' ان کی عدم موجودگی میں ان کے یہ صاحبزادے نماز پڑھا رہے تھے' دوسری رکعت کا آخری سجدہ کر کے اٹھے ہی تھے اور ان کی زبان سے ابھی اللہ کا مبارک نام نکلا ہی تھا کہ کسی دشمن نے گولی کا فائر کیا اور گولی حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کندھے میں لگ کر جسم کے اندر چلی گئی۔دشمن نے دوسری گولی چلائی تو وہ حافظ قرآن کو لگنے کی بجائے لکڑی کی اس رحل کو لگی، جس میں قرآن رکھا ہوا تھا وہ رحل کی لکڑی کو چیر کر قرآن کے بھی دوسری طرف نکل گئی اور کلام اللہ کے اوراق شہید ہو گئے۔نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہ اس قرآن مجید کو سامنے رکھ کر درس دینا چاہتے تھے۔

وہ 1965ء میں پیدا ہوئے تھے اور 1991ء میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچ گئے۔کل چھبیس برس کی عمر ہوئی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کی شہادت کے بعد لوگوں نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے احتجاجی مظاہرہ کرنے اور جلوس نکالنے کیلئے کہا تو فرمایا: اس کی نہ ضرورت ہے اور نہ اس کا کوئی فائدہ ہوگا۔اس قسم کے مظاہروں اور جلوسوں سے کبھی کوئی مسئلہ حل نہیں ہوا' اس سے سڑکوں پر لوگوں کی آمد ورفت رک جاتی ہے اور وہ پریشان ہوتے ہیں' ہم اس قسم کا کوئی کام نہیں کریں گے جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچے۔

(چمنستان حدیث' ص: 495-496)

(64) چوہدری غلام حسین تہاڑ یا رحمۃ اللہ علیہ

سلف سالکین کی نظر میں نماز کی اہمیت

ایک مرتبہ رات کے آخری حصے میں ہیڈ کوارٹر روہڑی اسٹیشن پر گاڑی چھوڑ کر اپنے کوارٹر آئے، تو دیکھا کہ فجر کی نماز میں تقریباً آدھا گھنٹہ باقی ہے' اس وقت سو جاتے تو نماز فجر کے قضا ہونے کا خطرہ تھا اور قبل از وقت نماز بھی نہیں پڑھ سکتے تھے' اب پتلون اور جوتوں سمیت ٹیڑھے سے ہو کر چارپائی پر لیٹ گئے، تاکہ نیند نہ آئے اور نماز پڑھ کر سوئیں۔چونکہ ساری رات جاگتے رہے تھے اور تھکاوٹ بھی تھی' اس لئے لیٹتے ہی نیند نے غلبہ پالیا' معلوم نہیں کس وقت نیند ہی کی حالت میں بوٹ اتار کر بستر میں

Marfat.com

سیدھے ہوگئے اور کمبل اوڑھ لیا۔ کچھ پتا نہیں (اصحاب کہف کی طرح) کب تک سوئے رہے، نیند سے بیدار ہو کر باہر نکلے تو ہلکی ہلکی سی دھوپ تھی، سردی محسوس ہوئی تو کرسی پر دھوپ میں بیٹھ گئے، خیال یہ تھا کہ دھوپ زیادہ اور سردی کم ہو تو غسل کر کے فجر کی نماز پڑھیں گے اور پھر ناشتہ کریں گے لیکن تھوڑی دیر کے بعد سردی زیادہ ہونے لگی اور دھوپ نے زرد چادر اوڑھنا شروع کردی، گھڑی دیکھی تو چھ بجے تھے، انہوں نے سمجھا گھڑی رک گئی ہے اب صبح کے آٹھ نو بجے کا وقت ہونا چاہئے، ساتھ والے کوارٹر کی کھڑکی کے اندر سے دیکھا تو وہ کلاک بھی چھ بجا رہا تھا، ایک گھڑی دیکھی تو اس پر بھی یہی وقت تھا، تمام گھڑیاں تو خراب نہیں ہوسکتی تھیں، خیال ہوا کہ سورج کو دیکھا جائے، سورج کو دیکھا تو وہ دن کا سفر طے کر کے مغرب میں نیچے کو جا رہا تھا، بہت افسوس ہوا کہ ایک فجر کی نماز کی فکر تھی، لیکن اب ظہر اور عصر کی نمازیں بھی قضا ہو چکی ہیں۔

فجر سے لے کر عصر تک کی قضا شدہ نمازیں اکٹھی پڑھیں، مغرب کی نماز کے بعد استعفیٰ لکھ کر اسٹیشن ماسٹر کی میز پر رکھا اور رات کی ٹرین سے لاہور کو روانہ ہوگئے۔ گارڈ کی حیثیت سے صرف دو مہینے ملازمت کی اور پھر یہ ملازمت نماز کی نذر ہوگئی۔ اس لئے کہ اس ملازمت میں وقت پر نماز نہیں پڑھی جاسکتی تھی۔

اب اسی قسم کا واقعہ مشہور اہل حدیث عالم و مصنف سید امیر علی ملیح آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں سنئے، جو اس فقیر نے اپنی کتاب ''قافلہ حدیث'' میں ان سے متعلق مضمون میں لکھا ہے، وہ ڈاک خانے میں پوسٹ ماسٹر تھے، اٹھارہ انیس برس کی عمر تھی، ظہر کی نماز پڑھنے مسجد میں گئے، بعد میں انگریز افسر ڈاک خانے کا معائنہ کرنے آیا، پوسٹ ماسٹر کو غیر حاضر پا کر اس نے خفگی کا اظہار کیا۔ ایک ملازم نے دوڑ کر انہیں مسجد میں اطلاع دی، وہ اس وقت وضو کر رہے تھے، اطمینان سے وضو کیا اور نماز پڑھی، واپس آئے تو افسر نے اعتراض کیا، انہوں نے کوئی بات نہیں کی، اسی وقت ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ سید امیر علی ملیح آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور چودھری غلام حسین تہاڑیا رحمۃ اللہ علیہ کے یہ واقعات نماز سے تعلق رکھتے ہیں جو دونوں کے عہدِ شباب میں پیش آئے، ان واقعات سے ان کے اسلامی کردار اور غیرتِ دینی کا پتا چلتا ہے جس کا وہ بر سر عام عملی مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس قسم کا کردار بہت کم لوگوں کے حصے میں آتا ہے۔

یہاں ایک اور واقعہ بھی سنتے جائیے جس کا تعلق نواب وقار الملک (مولوی مشتاق حسین) سے ہے۔ یہ واقعہ ''مکتوبات سرسید'' (مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور 1959ء) میں درج ہے۔ وقار الملک کا شمار سرسید احمد خاں کے بے تکلف دوستوں میں ہوتا تھا۔ نواب محسن الملک کی وفات کے بعد علی گڑھ کالج کے سکیرٹری منتخب کئے گئے۔ 1917ء میں فوت ہوئے، ان کو بھی کسی انگریز کی طرف سے نماز کے متعلق کوئی ناگوار واقعہ پیش آیا تو اس کا علم سرسید کو ہوا، انہوں نے ایک خط میں نواب وقار الملک کو لکھا:

کوئی شخص اگر کہے کہ تم نماز نہ پڑھو اس کا صبر ایک لمحے کیلئے بھی نہیں ہوسکتا۔ یہ بات سنی بھی نہیں جاسکتی، کسی شخص کے منع کرنے سے نماز نہ پڑھنا یا سستی میں ڈالنا میری سمجھ میں کفر ہے جو کبھی بخشا نہ جائے گا۔ تم کو پہلے ہی اپنی طرف سے ایسا طریقہ اختیار کرنا تھا جو کبھی اس قسم کی بحث نہ آتی اور جب ایسا طریقہ اختیار نہیں کیا تھا تو پھر لجلجانا اور گڑگڑانا کیسا۔ ''حضور رخصت ہی دیں''، ''تنخواہ کاٹ لیں'' کہنا واہیات ہے۔ تڑاق سے استعفیٰ دے دینا تھا اور صاف کہہ دینا تھا کہ میں اپنے خدائے عظیم الشان، قادرِ مطلق کے حکم کی اطاعت کروں گا نہ کہ آپ کی۔ کیا ہوتا، نوکری نہ میسر ہوتی، فاقے مرجاتے، نہایت اچھا ہوتا''۔ (چمنستان حدیث، ص: 510-512)

Marfat.com

(65) مولانا ابو بکر صدیق السلفی رحمۃ اللہ علیہ

لکھوی تعویذ سے شفاء

مولانا ابو بکر صدیق رحمہ اللہ اپنی آپ بیتی بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ والدہ ماجدہ مرحومہ نے مجھے بتایا کہ تم بچپن میں اتنے شدید بیمار ہو گئے تھے کہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ گئے تھے' کوئی تمہیں اٹھانے کیلئے تیار نہ تھا' ہم لوگ تمہاری زندگی سے ناامید ہو گئے تھے' ایسے لگتا تھا کہ آج گیا یا کل گیا۔ تمہارے والد مرحوم تمہیں لکھو کے لے گئے اور مولانا محمد علی لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملے' ان سے تعویذ لیا اور دم کرایا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے تم تندرست ہو گئے۔

نمازی گھرانے کی برکت

گھر میں والد مرحوم اور بڑے بھائی اگرچہ ناخواندہ تھے مگر نمازی تھے' مسجد سے ان کا خاص تعلق تھا' مجھے بھی وہ بچپن میں مسجد میں لے جایا کرتے' اس طرح اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بچپن میں ہی مسجد سے رابطہ قائم ہو گیا تھا جو الحمدللہ اب بڑھاپے میں بھی قائم ہے۔ (چمنستان حدیث' ص: 519)

دار العلوم تقویۃ الاسلام لاہور میں داخلہ

میں نے ابتداء میں ایک چھوٹی سی مسجد میں امامت و خطابت اور بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیتا رہا اور ساتھ ساتھ کریانہ کی دکان کر لی۔ بظاہر تعلیم سے تعلق منقطع ہو گیا تھا کہ اچانک حضرت الاستاذ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب ملا کہ تم کدھر پھر رہے ہو' جو کام تم کر رہے ہو وہ تو ساری دنیا کر رہی ہے' کام تو وہ کرنا چاہئے جس کی طرف لوگوں کا دھیان کم ہے' وہ ہے دین کی تعلیم۔ اس خط سے میں بڑا متاثر ہوا' سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر لاہور آیا اور دار العلوم تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ میں داخل ہو گیا۔ یہاں حضرت الاستاذ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث کے منصب عالی پر فائز تھے۔ مولانا موسیٰ خاں' مولانا شریف اللہ خاں' مولانا محمد عبدہ الفلاح اور مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہم اللہ سے شرح وقایہ' ہدایہ' نور الانوار' اصول شاشی' صحیح مسلم' صحیح بخاری' مطول' ہدیہ سعیدیہ' سلم العلوم' شمس بازغہ وغیرہ کتب پڑھ کر تحصیل علوم کی سند حاصل کی جس پر حضرت الاستاذ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور ممتحن مولانا عبد الرحیم رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط ثبت ہیں۔

مولانا محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ فیض

لاہور میں تعلیم کے دوران غزنوی خاندان کے گل سر سبد مولانا محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے کبھی کبھی مجالس ہوتی تھیں، جس سے ہم نے بڑا فیض پایا۔ ایک دن میں نے عرض کیا آپ کے مدرسے کا نام تقویۃ الاسلام ہے۔ ہم فارغ ہونے والے مدرسے کی طرف کس طرح اپنی نسبت کر سکتے ہیں؟ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اصل میں امرتسر میں اس مدرسے کا نام المدرسۃ الغزنویۃ السلفیۃ تھا' لہٰذا تم السلفیہ کے ساتھ اپنی نسبت رکھو یعنی "السلفی" کہلاؤ۔ اسی وجہ سے میرے نام کا لاحقہ "السلفی" ہے نہ کہ سلفی۔

Marfat.com

مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ غزنویہ کے مہتمم تھے' وہ لاہور میں مسجد چینیاں والی کے خطیب تھے اور لاہور ہی میں رہتے تھے' نہایت حسین وجمیل جوان' پنجاب کانگریس کمیٹی کے صدر تھے' جن کی حیثیت صوبائی گورنر سے کسی طرح کم نہ تھی' لیکن جب امرتسر تشریف لاتے تو مسجد میں رات بسر کرتے۔ وہ چاہتے تو شاندار کوٹھی بنا سکتے تھے اور بڑا کاروبار بھی کرتے لیکن امانت ودیانت کے پیکر تھے' عمر بھر فقیر ہی رہے چینیاں والی مسجد کے چھوٹے سے مکان میں زندگی گزاری۔ (چمنستان حدیث' ص:522)

ایک ناقابل فراموش واقعہ

امرتسر کے مدرسہ غزنویہ سلفیہ میں تعلیم کے دوران جی میں آیا کہ خود کمائی کر کے تعلیم حاصل کرنی چاہئے۔ جمعۃ المبارک کے دن چھٹی ہوتی تھی اور مسجد کے ساتھ مدرسے کی عمارت مولانا اسماعیل غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں بن رہی تھی۔ مسجد کے ساتھ ہی ایک متمول شخص ڈپٹی محمد شریف کا مکان تھا۔ انہوں نے شاید اپنی کھڑکیوں اور روشن دانوں کو جو ناجائز طور پر مسجد میں کھلتے تھے' بچانے کیلئے سٹے آرڈر (Stay Order) لے لیا تھا۔ مولانا اسماعیل غزنوی رحمۃ اللہ علیہ چاہتے تھے کہ عمارت جلد از جلد مکمل ہو جائے' پہلے کمرے کی چھت ڈاٹ کے ذریعے ڈالی گئی تھی' ابھی وہ چھت کچی تھی کہ اس کے اوپر دوسرا کمرہ شروع کر دیا گیا' اس وقت میں بھی مزدوری کی حیثیت سے لوہے کے تسلے میں مسالہ لے کر سیڑھی پر چڑھ رہا تھا' ایک آدھ پائے دان باقی تھا کہ عمارت یک دم گر گئی' پھر مجھے نہیں معلوم کیا ہوا' مشہور ہو گیا کہ ایک طالب علم اس عمارت میں دب کر مر گیا ہے۔ مغرب کے وقت ہسپتال میں مجھے کچھ ہوش آیا تو وہاں عظیم ترین ہستی حضرت مولانا نیک محمد رحمۃ اللہ علیہ اور طلباء میری خبر گیری کیلئے موجود تھے۔ آٹھ دس دن کے بعد مجھے ہسپتال سے رخصت ملی تو میں ننگے بدن ایک تہبند کے ساتھ ہاتھ میں گڑوی لے کر مدرسے پہنچا۔ اتفاقاً وہاں مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم مدرسہ موجود تھے' مجھے دیکھ کر کہا ''الرزق مقسوم والحریص محروم''۔ (چمنستان حدیث' ص:534)

حضرت احمد علی قادری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ یادیں

میں جب تقویۃ الاسلام سے فارغ ہوا تو مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیری خدمت کی شہرت سنی۔ ان کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ میں اکیلا اہل حدیث تھا' میرے ساتھ بڑی شفقت فرماتے تھے' باقی طلباء خیر المدارس ملتان وغیرہ کے سب دیوبندی مسلک کے تھے۔ کچھ دیوبندی طلباء میرے ساتھ معاندانہ رویہ رکھتے تھے' ایک دن سبق کے دوران طلباء نے میرے بارے میں سخت سوالات اٹھائے' یہ وہابی ہے' رفع الدین کرتا اور آمین بالجہر پکارتا ہے' مقلد نہیں۔ حضرت الاستاذ مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کیا کلمے میں تقلید کا ذکر ہے؟ اگر تم رفع الیدین منسوخ سمجھتے ہو تو نہ کرو' وہ منسوخ نہیں سمجھتا تو اس کو کرنے دو۔ میں خاموش رہا' میری طرف سے مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے خوب مدافعت فرمائی۔ نماز مغرب کے بعد مجھ اکیلے کو بعض اوقات لے کر بیٹھ جاتے اور مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خوبیاں اور ان کے خاندان سے اپنے تعلقات بیان فرماتے۔ مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ جب تک زندہ رہے' ہمیشہ مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء میں اقبال پارک کے کھلے میدان میں سنت کے مطابق نماز عیدین ادا فرماتے رہے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے دورہ تفسیر میں الحمد للہ میں نے پچانوے فیصد نمبر حاصل

Marfat.com

کئے۔ سند میرے پاس موجود ہے جس پر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے اور مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط ثبت ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لائق وفائق نواسے مولانا عبدالوحید رحمۃ اللہ علیہ سے جو بڑی نفیس ہستی ہیں، حرم مکی میں تعارف ہوا' راقم الحروف سے بڑی محبت سے پیش آئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت کی حسنات سے نوازے۔ آمین! (چمنستان حدیث' ص:527)

تعویذ اور دم سے علاج

میرے بڑے بھائی حاجی عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی شادی انڈیا میں ہوئی تھی' ان کی بیوی کو جن پریشان کرتے تھے' اس کا مختلف طریقوں سے علاج کیا گیا' ان دنوں میں طالب علمی کے سلسلے میں گاؤں سے باہر تھا۔ پاکستان بننے کے بعد چک نمبر 80 گ ب فیصل آباد میں آباد ہونے کے دوران جب تکلیف شروع ہوئی تو میں نے تعویذ دیا' اس سے افاقہ ہوا لیکن چند ماہ بعد تعویذ گم ہو گیا۔ پھر تکلیف شروع ہو گئی' پھر تعویذ دیا' اس کا حشر بھی پہلے تعویذ والا ہوا۔ میں نے گھر میں کہا جب انہیں تکلیف شروع ہو تو مجھے فوراً اطلاع دیں۔ چنانچہ ایک دن جبکہ میں اپنی دکان پر بیٹھا تھا' اطلاع ملی۔ میں فوراً گھر گیا' جاتے ہی ''لا حول ولا قوۃ الا باللہ' اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' پڑھ کر تھتکارا، اور اپنی زبان میں کہا: ظالمو! تمہیں اللہ تعالیٰ نے آبادیوں سے جنگلوں بیابانوں میں نکال دیا ہے، تم لوگوں کو کیوں تکلیف دیتے ہو؟ یہاں سے نکل جاؤ' یہ کہنے پر وہ چلے گئے۔ بھائی کی بیوی تندرست ہو گئی' پہلے معالج کھانے پر مختلف پابندیاں لگاتے تھے، مثلاً بڑا گوشت نہیں کھانا وغیرہ۔ میں نے کہا اب آپ ہر حلال چیز کھا سکتی ہیں' الحمد للہ! اس کے بعد ساٹھ سال میں پھر تکلیف نہیں ہوئی۔

ایک مریض کے بارے میں تعویذ کیلئے میرے ایک جاننے والے کو سفارشی بنایا گیا' اس کو یاد نہ رہا' ایک سادہ کاغذ پر تعویذ لکھ کر اس مریض کو دیا اور وہ تندرست ہو گیا۔ اس طرح کے کئی اور واقعات ہوئے۔ مسجد نجم کے ایک نمازی نے سر درد کی شکایت کی کہ علاج کے باوجود آرام نہیں آ رہا۔ میں نے کھڑے کھڑے سورہ فاتحہ اور دوسری دعائیں پڑھ کر دم کیا' اسی وقت درد ختم ہو گیا' پھر کبھی نہ ہوا۔ الحمد للہ! دعا اور دوا دونوں کارگر ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ چاہے' ہر دعا دنیا میں قبول نہیں ہوتی۔ بعض قبول ہو جاتی ہیں' بعض اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہو جاتی ہیں' یہ سب اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے' بندے کا کوئی کمال نہیں۔

(چمنستان حدیث' ص:531-532)

روحانیت کا مرکز

موضع لکھوکے کا گزشتہ صفحات میں ذکر ہوا ہے' یہ گاؤں علم و روحانیت کا مرکز تھا' وہاں سے مولانا محمد علی لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ان کے صاحبزادگان مولانا معین الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے گاؤں ''کرما'' وعظ و تبلیغ کیلئے تشریف لایا کرتے تھے۔ سکول میں اساتذہ کرام میں مولانا قدرت اللہ لکھوی' مولانا عبدالرحمٰن لکھوی' ہیڈ ماسٹر مولوی عبداللطیف لکھوی رحمہم اللہ تعلیم کے ساتھ نیکی کی تربیت فرماتے۔ پھر قرآن مجید ناظرہ کے بعد میں نے اپنے استاد بابا نظام الدین نمبردار رحمہ اللہ سے احوال الآخرت سبقاً سبقاً پڑھی۔ جمعہ پڑھنے ہم کبھی لکھوکے یا مرکز الاسلام جایا کرتے تھے' لکھوکے میں خطبہ جمعہ مولانا محمد حسین بن حافظ محمد لکھوی رحمہما اللہ ارشاد فرماتے تھے۔ (چمنستان حدیث' ص:532)

Marfat.com

(66) حاجی عبدالرحمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد یوسف انور رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا تعارف

آزادئ برصغیر سے قبل کے ضلع لاہور کے ایک قصبے کا نام ''پٹی'' تھا۔ اس قصبے میں جماعت اہل حدیث کے لوگ بہت بڑی تعداد میں آباد تھے اور بڑے اثر و رسوخ کے مالک تھے۔ ان میں علمائے دین بھی تھے اور تجارت پیشہ لوگ بھی! تقسیم ملک کے نتیجے میں یہ قصبہ ہندوستان کے حصے میں آیا اور ضلع امرتسر میں شامل ہوا۔ وہاں ایک شخص حاجی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے جو نہ کوئی بڑا کاروبار کرتے تھے اور نہ ان کا شمار علمائے دین میں ہوتا تھا لیکن صالح اور پرہیز گار شخص تھے' منکسر اور متواضع' اصحاب علم کے قدردان' تبلیغ دین کے شائق اور کتاب و سنت پر مبنی مسائل کی اشاعت کیلئے ہر آن کوشاں۔

پٹی کی نئی منڈی میں ان کی رنگریزی کی دکان تھی' اپنے گاہکوں اور ارد گرد کے دکانداروں کو دینی احکام سے مطلع کرنا اور شیریں الفاظ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی حقیقت سے آگاہ کرنا ان کا من پسند مشغلہ تھا۔ اپنے خاص انداز تبلیغ سے کتنے ہی لوگوں کو انہوں نے بدعات کی دلدل سے نکالا' غلط رسوم و رواج سے جو ہمارے معاشرے میں رائج ہو گئی ہیں' تنفر کیا اور دین کی سیدھی راہ پر لگایا۔

پٹی میں جو اہل حدیث علماء کہیں سے آتے' حاجی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ انہیں اپنے گھر لے جاتے اور ان کی خدمت اور مہمان نوازی کو اپنے لئے سعادت قرار دیتے۔ حضرت شاہ محمد شریف گھڑیالوی رحمۃ اللہ علیہ پنجاب کی جماعت اہل حدیث کے امیر تھے اور بدرجہ غایت متقی بزرگ۔ بہت لوگ ان کے حلقہ بیعت میں شامل تھے' اس مرد عالی مرتبت نے 25 مئی 1944ء کو وفات پائی۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پٹی میں ورود ہوتا تو حاجی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ انہیں اپنی دکان پر لے جاتے اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے والے لوگ وہیں آتے اور جب تک شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وہاں قیام رہتا' حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چھوٹا سا گھر اہل علم کی محفل کی شکل اختیار کئے رکھا۔ (چمنستان حدیث' ص: 573)

صوفی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند

حضرت امام سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کرام میں ایک بزرگ مولانا عبدالمجید ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ متقی اور بلند کردار تھے' وہ ایک دفعہ فیصل آباد آئے اور دو مہینے حاجی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مقیم رہے۔ اس اثناء میں ان کا یہ معمول رہا کہ فجر کی نماز جامع مسجد اہل حدیث (امین پور بازار) میں پڑھتے اور وہاں درس قرآن دیتے۔ کبھی کسی اور مسجد میں چلے جاتے اور وہاں قرآن و حدیث کے مسائل بیان فرماتے لیکن ان کا قیام حاجی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے گھر ہی رہا۔ صوفی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بھی وہ عقیدت مند تھے اور انہیں اولیاء اللہ میں گردانتے تھے' اور فی الواقع صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اولیاء اللہ میں ہوتا تھا۔

فیصل آباد کے تجارت پیشہ حضرات میں سے صوفی احمد الدین' حاجی بشیر

> **محدثین کے ہاتھ میں تسبیح**
>
> استاذ المحدثین سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تسبیح ہاتھ میں رکھتے اور ذکر کرتے رہتے۔ کبھی گلے میں ڈال لیتے' بڑھاپے میں کمزوری کی وجہ سے تسبیح ہاتھ سے گر جاتی تو بے چینی سے اسے تلاش کرتے۔
>
> (دبستان حدیث: ص ۹۳)

Marfat.com

الدین، حاجی گلزار احمد اور بعض دیگر حضرات سے حاجی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ دوستانہ تعلقات رکھتے تھے اور یہ حضرات ان کے طریق تبلیغ سے متاثر تھے۔ انہوں نے اس باب میں حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بہت استفادہ کیا تھا، حاجی صاحب ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نے جولائی 1985ء میں وفات پائی اور ان کی نمازِ جنازہ مولانا معین الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ (چمنستان حدیث، ص:574)

چھڑی کے ساتھ دم

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ مولانا محمد یوسف انور کے والد گرامی حاجی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے، صوفی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مخلصانہ مراسم تھے۔ ایک دفعہ محمد یوسف انور رحمۃ اللہ علیہ کو عرق النسا کی تکلیف ہوگئی، چلنا پھرنا مشکل ہوگیا، بہت علاج کرائے، مگر افاقہ نہ ہوا، ٹانگ میں ہر وقت شدید درد رہتا تھا، اسی اثناء میں پتا چلا کہ صوفی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ لائل پور تشریف لائے ہیں اور مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر اقامت فرما ہیں۔ حاجی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچے اور **صوفی صاحب** رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے گھر لے آئے۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تین دن ان کے مکان پر رہے، وہ دو وقت **صبح اور شام ٹانگ پر چھڑی لگا کر دم کرتے تھے، تین دم کرتے رہے**۔ اللہ تعالیٰ نے کامل شفاء عطا فرما دی۔ کہنا چاہئے کہ یہ شفا عاجل بھی تھی اور کامل بھی۔ (چمنستان حدیث، ص:576)

صرف ایک دعا سے گود بھر گئی

صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبولیتِ دعا کے سلسلے کا ایک واقعہ مولانا محمد یوسف انور کی زبانی سنئے!

وہ بیان کرتے ہیں کہ فیصل آباد کے گول بازار کریانہ میں بریلوی مسالک کے ایک شخص شیخ معراج دین فروکش تھے۔ ان کی شادی ہوئی لیکن کئی برس تک وہ اولاد سے محروم رہے، علاج بھی کرائے اور پیروں فقیروں کے ہاں بھی چکر لگاتے رہے، لیکن کوئی اثر نہ ہوا۔ ایک دفعہ محمد یوسف انور رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی حاجی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ انہیں صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ماموں کانجن لے گئے۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے شیخ معراج کو بیٹے بھی دیے اور بیٹیاں بھی۔ شیخ صاحب نے مسلک اہل حدیث قبول کر لیا، وہ ہر رمضان المبارک میں کافی رقم اکٹھی کر کے صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ جامعہ تعلیم الاسلام میں ماموں کانجن پہنچاتے ہیں۔ (چمنستان حدیث، ص:577)

دورانِ تدریس استاد کی تقلید

مولانا محمد یوسف انور رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کا ترجمہ بھی حضرت عبداللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنا شروع کیا، ترجمہ قرآن حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ ق سے پڑھانے کا آغاز کیا اور فرمایا میں نے اپنے استاذِ مکرم حضرت امام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے اسی مقام سے پڑھنا شروع کیا تھا۔ ترجمہ پڑھاتے وقت حافظ صاحب روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے عام طور پر آنسو جاری رہتے تھے۔ (چمنستان حدیث، ص:579)

(67) ولی کامل حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمۃ اللہ علیہ

ہم اپنے آبائی وطن کوٹ کپورہ (مشرقی پنجاب) میں بچپن سے اس گاؤں اور اس کے باشندوں کے متعلق جو باتیں سنتے آئے

Marfat.com

ہیں وہ سب ان کی صالحیت' تقویٰ شعاری اور دینیات کی درس وتدریس سے تعلق رکھتی ہیں۔ تقسیم ملک سے قبل مجھے اس گاؤں کے تین بزرگوں کی زیارت کا اور ان کی باتیں سننے کا شرف حاصل ہوا' جو نیکی اور پرہیزگاری کا روح پرور پیکر تھے۔ قدوقامت میں بھی ممتاز تھے اور خوبصورتی اور وجاہت سے بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا تھا' وہ تھے حافظ محمد' حاجی عبدالواحد اور حافظ دوست محمد رحمہم اللہ تعالیٰ۔ یہ تینوں بھائی اس خاک نشین پر شفقت فرماتے تھے۔ حافظ دوست محمد رحمہ اللہ سے تو تقسیم ملک کے بعد بھی کئی مرتبہ ملاقات ہوئی' ایک دفعہ میں ان کے گاؤں بھی گیا تھا۔

ماضی قریب کے حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمہ اللہ اسی گاؤں کے رہنے والے تھے' خوف الٰہی جن کا شیوہ اور عبادت خداوندی جن کا پیشہ تھا' وہ حافظ محمد میر محمدی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی تھے۔ انہوں نے تبلیغ دین کو اپنا دن رات کا مشغلہ بنالیا تھا اور اس کیلئے ضلع قصور کے ایک گاؤں ''بنگا بلوچاں'' کو اپنا مرکز قرار دے لیا تھا۔ وہ یہیں یکم و دو نومبر 2008ء کی درمیانی شب کو فوت ہوئے' ان کا تذکرہ میں نے تین کتابوں میں کیا ہے زیر نظر کتاب ''چمنستان حدیث'' میں برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن'' اور ''برصغیر میں اہل حدیث کی سرگزشت'' میں۔ اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے آباؤ اجداد پر اپنی رحمت کی بارش برسائے۔ آمین!

وہ شیریں الفاظ اور دل کش لہجے میں لوگوں کے ضمیر کو آواز دیتے اور انہیں امور خیر کی طرف راغب کرتے تھے۔ اب اس قسم کے بیدار بخت صلحاء اور خوش گفتار مبلغین سے دنیا خالی ہو رہی ہے۔ (چمنستان حدیث' ص:730)

حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمہ اللہ کی بیعت

مولانا محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمہ اللہ نے حصول تعلیم کے لئے مدرسہ محمدیہ لکھو کے کا رخ کیا اور تصوف وسلوک کی سیرابی کیلئے سید محبوب علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے فیض پایا۔ (بحوالہ: ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث 1 مئی 09ء از سعید احمد چنیوٹی)

(68) مولانا رفیق احمد رئیس سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ

مولانا رفیق احمد رئیس سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ کا تعلق سکونت ہندوستان کے شہر علی گڑھ سے ہے، جو سر سید احمد خاں مرحوم اور ان کی قائم کردہ مسلم یونیورسٹی کی وجہ سے تمام علمی دنیا میں مشہور ہے۔ ان سے میرا غائبانہ تعارف 1996ء کے آخر میں اس وقت ہوا جب میری کتاب ''نقوش عظمت رفتہ'' شائع ہوئی۔ کتاب پڑھ کر انہوں نے مجھے خط لکھا اور حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق اس میں شائع شدہ مضمون کے بارے میں خاص طور پر تحریر کیا کہ اس مضمون سے وہ بہت متاثر ہوئے اور اس کے بعض مندرجات پڑھ کر ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ (چمنستان حدیث' ص:737)

خطیب الہند رحمہ اللہ کی دیانت داری

مولانا رفیق احمد سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ خطیب الہند مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری رحمۃ اللہ علیہ کی دیانت داری کا واقعہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ سخت گرمی تھی، ناظم صاحب کے گاؤں ''کدر بٹوا (Kudar Betwa)'' سے ان کے پوتے آگئے۔ انہوں نے دو چار لڈو منگوا کر پوتوں کو پانی پلایا۔ تھوڑی دیر بعد مولانا رحمہ اللہ کے اکلوتے صاحبزادے جناب عبدالرشید

Marfat.com

صاحب آ گئے۔ ناظم صاحب نے کہا: عبدالرشید! تمہارے بچوں کو لڈو منگوا کر پانی پلایا ہے' وہ روپے مدرسے کے تھے' ادا کر دو۔ صاحبزادے نے جیب سے مطلوبہ روپے نکال کر مولانا رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ اندازہ فرمایئے، مدرسے کے پیسے کے سلسلے میں وہ کس قدر احتیاط سے کام لیتے تھے۔ (چمنستان حدیث' ص:744)

تعلیمات تصوف پر مشتمل کتب

مولانا رفیق احمد سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ کے بعض علمی و تصنیفی کاموں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نماز تہجد' فضائل واحکام

یہ کتاب شیخ محمد بن سعود بن محمد عریفی کی عربی کتاب ''کانوا قلیلا من اللیل مایجھعون'' کا اردو ترجمہ ہے۔ اس کتاب میں سنن ونوافل کی شرعی حیثیت' نماز تہجد' نماز وتر' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف صالحین کی شب بیداری کے حالات اور تہجد اور وتر سے متعلق فتاویٰ درج ہیں۔ دینی تربیت کے باب میں اس کتاب کا اسلوب خاص انفرادیت کا حامل ہے۔

کتاب المناقب

اس کتاب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا' حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کے سلسلے میں علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض تحریروں کو جمع کر کے ان کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ کوشش یہ کی گئی ہے کہ صرف مشہور اور صحیح اور حسن روایات ہی درج کتاب کی جائیں۔ (چمنستان حدیث' ص:755)

تحصیل الکمال بالخصال الموجبۃ للظلال (نواب صدیق حسن خاں بھوپالی علیہ الرحمۃ) عرش الٰہی کے سائے میں جگہ پانے والے خوش قسمت حضرات کا تذکرہ اس کتاب میں کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں جو احادیث آتی ہیں ان کا احاطہ کیا گیا ہے' ایک طرح سے اس خاص مسئلے پر اس کتاب کی حیثیت جزو حدیث کی ہے۔

تطھیر الثوب بقبول التوب (نواب صدیق حسن خاں بھوپالی علیہ الرحمۃ) اسلام میں توبہ کی اہمیت اور اس کے مقام سے یہ کتاب بحث کرتی ہے۔ توبہ کرنے کا طریقہ بتاتی ہے اور کن گناہوں سے کس طرح توبہ کرنی چاہئے' اس کے آداب بیان کرتی ہے' نواب صاحب مرحوم نے یہ کتاب تربیت اور تزکیہ کیلئے تصنیف فرمائی تھی۔

اتباع السنہ فی جملۃ ایام الحسنہ (نواب صدیق حسن خاں بھوپالی علیہ الرحمۃ) سال کے بارہ مہینوں اور بعض مہینوں کے مخصوص ایام میں کون کون سی عبادات یا دینی اعمال کرنے کی ہدایت احادیث میں دی گئی ہے۔ نواب صاحب مرحوم نے اس کی تفصیلات اس کتاب میں پیش فرمائی ہیں۔ (چمنستان حدیث' ص:757-758)

(69) مولانا حکیم محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ

حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب سنت سے محبت کرنے والے اور اسے عملاً اپنانے والے تھے۔ نفل ونوافل کی بات ہو یا ذکرو اذکار کی' نفلی روزوں کا معاملہ ہو یا کسی سنت رسول ﷺ کا' ان کا مقام عام علماء سے بہت اونچا تھا۔ وہ مسجد سے نکلتے وقت پہلے

Marfat.com

بایاں پاؤں باہر نکال کر بائیں جوتے پر رکھتے' پھر دایاں پاؤں باہر نکال کر جوتا پہنتے اور پھر بایاں جوتا پہنتے۔ یہ تھی ان کی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ عملی محبت، جو میں نے کسی اور عالم میں نہ دیکھی''۔ (چمنستان حدیث' ص:657)

(70) نواب وحید الزمان خاں حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

متصوف اساتذہ سے کسب علم

نواب وحید الزمان رحمۃ اللہ علیہ نے حصول علم کا آغاز اپنے بڑے بھائی حافظ بدیع الزمان رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔ اس کے بعد جن اساتذہ سے کسب فیض کیا وہ ہیں مفتی عنایت احمد کاکوری رحمۃ اللہ علیہ' سید حسین شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ' مولانا لطف اللہ علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ۔ طب کی کتابیں حکیم احمد علی خاں رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ کتب فقہ مولانا عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ فرنگی محلی سے پڑھیں۔ تفسیر اور حدیث کی کتابوں کیلئے مولانا بشیر الدین قنوجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے باب عالی پر بھی دستک دی اور ان سے سند حدیث لی۔ شیخ حسین بن محسن انصاری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کیا۔ مدینہ منورہ میں مولانا عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے مستفید ہوئے۔ حرمین شریفین کے علماء میں سے شیخ احمد بن عیسیٰ بن ابراہیم شرقی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ بدرالدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے سند لی۔

ایک سال قبل اطلاع موت

نواب وحید الزمان خاں رحمۃ اللہ علیہ کھانا کم کھاتے' ملازموں پر شفقت کرتے' دوستوں سے احترام کے ساتھ پیش آتے' خوش خصال اور مہمان نواز تھے۔ وفات سے ایک سال پہلے اپنے والد ماجد مولوی مسیح الزماں رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ اب گھڑے میں حیات کا پانی خالی ہو گیا ہے''۔ اس کی تعبیر یہ کی کہ اب موت کا وقت قریب ہے' چنانچہ اس سے ایک سال بعد 15 مئی 1920ء (25 شعبان 1338ھ) کو انتقال کر گئے۔ (چمنستان حدیث' ص:144)

(71) شیخ قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ

16 دسمبر 1963ء کو مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے رحلت فرمائی' ان کی رحلت سے کچھ عرصہ پیشتر ان سے ملاقات کیلئے حکیم عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (روڑی والے) تشریف لائے' ان کے ساتھ ایک اور صاحب تھے۔ دراز قامت' گٹھا ہوا گداز جسم' چوڑا چہرہ' گندمی رنگ' خشخشی سفید داڑھی' لبوں پر مسکراہٹ' شلوار قمیص پہنے ہوئے' سر پر قراقلی ٹوپی۔ معلوم ہوا یہ شیخ قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو موچی دروازے کے اندر ایک گلی میں رہتے ہیں اور حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رشتہ دار (یا دوست) ہیں۔ غالباً حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قیام بھی شیخ قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تھا۔ شیخ قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ 1904ء یا 1905ء میں لاہور کے ایک دینی گھرانے میں پیدا ہوئے' ان کے والد کا اسم گرامی حافظ تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ اور دادا کا نام حاجی نور احمد رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ حاجی نور احمد رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں حفاظ قرآن خاصی تعداد میں تھے۔

Marfat.com

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت

ابتدائی زندگی میں شیخ قمرالدین رحمۃ اللہ علیہ کو جن حضرات سے دلی لگاؤ پیدا ہوا' ان میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کا نام خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ 1920ء میں وہ مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ لاہور تشریف لائے اور میاں عبدالعزیز مالواڈہ بارایٹ لا کی کوٹھی پر ٹھہرے تو ان کے ہاتھ پر بے شمار لوگوں نے بیعت کی۔ بیعت کرنے والوں میں نوجوان شیخ قمرالدین رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔ اس زمانے میں میاں عبدالعزیز مالواڈہ کی کوٹھی یکی دروازہ سرکلر روڈ پر تھی' طویل عرصے تک یہ کوٹھی برصغیر کے علماء وزعما کا مرکز بنی رہی۔ اب یہ مالواڈہ کمپلیکس میں بدل گئی ہے اور میاں عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے وارث لاہور کے مختلف مقامات میں سکونت پذیر ہو گئے ہیں۔

اعمال خیر کی پابندی

شیخ قمرالدین رحمۃ اللہ علیہ نے آغاز زندگی ہی میں اعمال خیر کی انجام دہی کو اپنا اصل نقطہ نظر قرار دے لیا تھا' جس پر وہ تمام عمر کاربند رہے۔ وہ نیک خاندان کے نیک فرد تھے اور نیکی کے ماحول میں انہوں نے شعور کی آنکھیں کھولیں اور اسی ماحول میں ان کی زندگی کے شب وروز گزرے۔ علمائے کرام سے انہیں ہمیشہ تعلق رہا اور وہ ان کی مجلسوں میں حاضری دیتے رہے۔ ان علمائے کرام اور زعمائے ملت میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ' مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ' مولانا انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ' مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ' حکیم عبداللہ روڑی والے رحمۃ اللہ علیہ' مولانا مسعود عالم ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بہت سے حضرات شامل ہیں۔ وہ اپنے عہد کی ہر بڑی شخصیت اور اپنے دور کے ہر عالم دین سے ملنے کی کوشش کرتے اور ان سے استفادے کیلئے کوشاں رہتے تھے۔ (محفل دانش منداں' ص: 76 تا 78)

(72) حاجی خیرالدین رحمۃ اللہ علیہ

کیمیا گر فقیر کا تحفہ

جس زمانے میں حاجی خیرالدین رحمۃ اللہ علیہ کلکتہ میں درزی کا کام کرتے تھے' ان کی دکان پر ایک فقیر آیا اور اس نے ان سے ایک لمبا سا چغہ سلوایا۔ وہ سلائی کی اجرت دینے لگا تو حاجی خیرالدین رحمۃ اللہ علیہ نے اجرت نہیں لی اور کہا بابا جی! میرے لئے دعا کرنا۔ وہ فقیر وہیں بیٹھ گیا۔ اس نے لکڑیاں جلائیں' جب ان کے کوئلے بن گئے تو جیب سے تین دوائیں نکال کر ان کوئلوں پر رکھیں' تھوڑی دیر کے بعد دیکھا تو وہ دوائیں سونے کی چھوٹی سی ڈلی بن چکی تھیں۔ فقیر نے سونے کی وہ ڈلی حاجی خیرالدین رحمۃ اللہ علیہ کو دی اور چلا گیا۔ اس کے بعد حاجی خیرالدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بہت تلاش کیا' لیکن وہ نہیں ملا۔

نماز کے دوران ملنے جلنے کی ممانعت

حاجی خیرالدین رحمۃ اللہ علیہ شام سے تھوڑی دیر پہلے ٹال بند کر کے گھر کو روانہ ہو جاتے تھے اور مغرب کی نماز عام طور پر ہمارے محلے کی مسجد میں پڑھتے تھے اور وہاں نماز پڑھ کر گھر جاتے۔ میری عمر اس وقت بہت چھوٹی تھی لیکن یہ بات مجھے اچھی طرح یاد

Marfat.com

ہے کہ ایک مرتبہ مغرب کی جماعت ہو رہی تھی اور میں پہلی صف کے آخر میں بائیں جانب کھڑا تھا' میرے بائیں جانب ایک آدمی کی جگہ باقی تھی' وہاں حاجی خیر الدین رحمۃ اللہ علیہ آ کر کھڑے ہو گئے۔ ہم حالتِ قیام میں تھے اور پہلی رکعت تھی' میں نے نماز میں تین چار دفعہ ہاتھ اِدھر اُدھر ہلائے۔ سلام پھیرنے کے بعد دعا مانگ کر میں اٹھنے لگا تو حاجی خیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بٹھالیا' نہایت پیار سے کہا نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان رکھنا چاہئے' بغیر سخت ضرورت کے جسم پر ہاتھ نہیں پھیرنے چاہئیں۔ تین دفعہ سے زیادہ مرتبہ ہاتھ ہلائے جائیں تو نماز میں نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر تقریباً پینسٹھ برس کا طویل عرصہ گزر چکا ہے' نماز میں مجھ گنہگار کا اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان ہو یا نہ ہو لیکن میں نے جسم پر ہاتھ پھیرنے سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کی ہے۔

ہارٹ اٹیک سے ہونیوالی پہلی موت

جیسا کہ پہلے بتایا گیا حاجی خیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا لکڑی کا ٹال تھا' وہ حسبِ معمول ٹال بند کر کے گھر آئے۔ یہ 1943ء کے دسمبر کی بات ہے' صبح کو دیکھا تو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دل کی دھڑکن بند ہو جانے کی وجہ سے وفات پا چکے تھے۔ اس نواح میں اس قسم کی یہ پہلی موت تھی' اس سے قبل یہ بیماری وہاں کسی نے نہ سنی تھی۔ سارے شہر میں شور مچ گیا کہ ایک شخص سویا ہوا وفات پا گیا۔ کتنے ہی لوگ ان کے گھر میں جمع ہو گئے لیکن ان کے رشتہ دار یہ ماننے کو تیار نہ تھے کہ ان کی موت واقع ہو گئی ہے' وہ یہ ہی کہتے رہے کہ حاجی خیر الدین رحمۃ اللہ علیہ مرے نہیں' ان کا سانس بند ہوا ہے' تھوڑی دیر کو سانس آنے کے بعد ٹھیک ہو جائیں گے۔ یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ سانس بند ہو جانے کا نام ہی موت ہے۔ ہسپتال میں ایک ڈاکٹر سے پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ ان کا دل فیل ہو گیا ہے اور یہ ایک بیماری ہے' جو ان کی موت کا باعث بنی ہے۔

ان کو دفن کر دینے کے بعد ان کے بعض رشتہ دار کہتے رہے کہ ان کی قبر بولتی ہے اور وہ قبر کے اندر سے آوازیں دے رہے ہیں کہ میں زندہ ہوں' مجھے قبر سے نکالو۔ بعض لوگ قبر پر کان لگا کر کہتے بھی تھے کہ ان کی قبر سے آواز آ رہی ہے' بہر حال حاجی خیر الدین رحمۃ اللہ علیہ دسمبر 1943ء میں وفات پا گئے۔ (محفل دانش منداں' ص:232 تا 238)

(73) اسماعیل ضیاء رحمۃ اللہ علیہ

صوفیائے اہل حدیث سے متاثر بزرگ

مذہبیات میں وہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و تصورات سے بہت متاثر تھے اور علمائے دین کے طبقے سے حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ' قاضی عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے بے حد عقیدت مند تھے۔ مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ کو انہوں نے بہت پڑھا اور ان کے بارے میں جو کتابیں چھپیں ان کا بھی خوب مطالعہ کیا۔ مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ بہت احترام کرتے تھے اور وہ دونوں بزرگ بھی ان پر شفقت فرماتے تھے۔

Marfat.com

گفتگو میں اسماعیل ضیاء رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کی آیات اور احادیث برمحل پڑھتے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ائمہ عظام رحمۃ اللہ علیہم کے بہت سے واقعات انہیں یاد تھے، جو وہ تقریر یا عام گفتگو میں بیان کیا کرتے تھے۔ صاف ستھرے اسلوب میں بات کرتے تھے اپنے مسلک میں پختہ تھے اور علمائے اہل حدیث کا تذکرہ احترام کے لہجے میں کرتے تھے۔ سیاسیات یا مذہبیات میں جن علمائے کرام سے وہ زیادہ متاثر تھے ان کا ذکر بالخصوص عقیدت مندانہ جذبات سے کیا کرتے تھے۔ (محفل دانش منداں' ص:246 تا 254)

(74) مولانا مجاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

رواداری کی بنیاد ڈالنے والے متصوف علماء

تحریک تحفظ ختم نبوت کے بارے میں مجاہد الحسینی ایک سال قید رہے۔ لاہور سنٹرل جیل میں ان کے ساتھ (1) مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ' (2) سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ' (3) مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ' (4) مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ' (5) مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ' (6) مولانا ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم اور مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم قید تھے۔ ان حضرات کے ساتھ ان کی ہر وقت رفاقت تھی۔

ان کے علاوہ برصغیر کے بے شمار حضرات سے ان کی ملاقات رہی۔ مثلاً مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ' سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا سید داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا ظفر علی خاں رحمۃ اللہ علیہ' مولانا غلام رسول مہر رحمۃ اللہ علیہ' مولانا ابوالاعلیٰ' ڈاکٹر حمید اللہ اور دیگر بہت سے اصحاب علم کی مجلس میں بیٹھنے اور ان سے میل جول کے ان کو مواقع ملے' یہ سب حضرات اس دنیائے فانی سے رخصت ہو چکے ہیں۔

جہاں تک میں جانتا ہوں مولانا مجاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ باہمت عالم دین تھے' **ان کی ہمیشہ کوشش اور خواہش رہی کہ مشترکہ معاملات میں اہل حدیث اور احناف متحد رہیں۔** ایک مرتبہ وہ مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ کو اس سلسلے میں مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لائے۔ اس مجلس میں یہ فقیر بھی حاضر تھا' مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ' سید ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف فرما تھے۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ سلسلۂ گفتگو جاری رہا۔ مقصد یہ تھا کہ اسی طرح ایک متحدہ کمیٹی بنائی جائے جس طرح تحریک تحفظ ختم نبوت کے موقع پر مجلس عمل بنائی گئی تھی۔ مجھے یاد پڑتا ہے کام کچھ آگے بھی بڑھا تھا' لیکن بعض لوگوں نے کچھ ایسا طرز عمل اختیار کیا کہ بات درمیان ہی میں رہ گئی۔
(محفل دانش منداں' ص:290 تا 299)

(75) پروفیسر محمد سرور جامعی رحمۃ اللہ علیہ

اسلاف صوفیاء کرام کی تصوف پر مبنی تصانیف

سرور صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت محنتی اور کام کے دھنی تھے' کبھی ہم نے ان کی زبان سے یہ الفاظ نہیں سنے کہ آج اتنا کام کیا ہے کہ

Marfat.com

تھکاوٹ محسوس ہو رہی ہے' اپنی تدریسی اور صحافتی مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ انہوں نے تصنیفی اور تحقیقی سرگرمیاں جاری رکھیں۔
ان کی تصنیفات و تالیفات اور تراجم و مرتبات کی فہرست مندرجہ ذیل کتابوں پر مشتمل ہے۔

مشاہدات و معارف: شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''فیوض الحرمین'' کا اردو ترجمہ۔ (ناشر سندھ ساگر اکادمی لاہور۔ 1947ء)

تصوف کے آداب واشغال اور ان کا فلسفہ: شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''القول الجمیل فی بیان سواء السبیل'' کا اردو ترجمہ۔ ناشر: سندھ ساگر اکادمی' لاہور۔

ارمغان شاہ ولی اللہ: ناشر ادارہ ثقافت اسلامیہ' کلب روڈ' لاہور۔

شاہ صاحب کی کتاب ''لمعات'' کا ترجمہ۔

شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات ''الفوائد الفواد'' کا ترجمہ۔

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کا دفاع

سرور صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے افکار و تصورات کی بناء پر حلقہ اہل علم میں خاص شہرت رکھتے تھے اور دل کی بات کہنے اور لکھنے میں انہیں کوئی حجاب نہ تھا۔ تاہم احتیاط کا دامن تھامے رکھنے کی پوری کوشش کرتے تھے' بہت سے حضرات ان سے متفق نہ تھے اور بہت سے اہل علم ان کے مداح اور موید تھے لیکن بارگاہ الٰہی سے انہیں کچھ ایسی فطرت عطا کی گئی تھی کہ نہ وہ کسی کی مدح وستائش پر اتراتے تھے اور نہ کسی کی نکتہ چینی اور تنقید سے اظہار اضطراب کرتے تھے۔ اپنی بات وہ کسی نہ کسی انداز میں بہر حال بیان کر دیتے تھے۔

اکابر علماء میں وہ جن حضرات کے مداح تھے' ان میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی سرفہرست ہے۔ مولانا سے ان کو ملاقات کے زیادہ مواقع نہ ملے لیکن ان کے علم و ادراک کے مختلف گوشوں سے وہ بہت متاثر تھے اور نہایت احترام سے ان کا ذکر کرتے تھے۔ جو شخص مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کوئی بات کرتا' انتہائی توجہ سے سنتے۔ ہمارے ہاں کے بعض لوگوں نے اپنے آپ پر یہ ضروری قرار دے رکھا ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق سلسلہ گفتگو میں تنقید و تردید کا پہلو لازماً تلاش کیا جائے۔ سرور صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اسلوبِ کلام بہت گراں گزرتا تھا' وہ اس قسم کی باتیں کرنے والے کے سامنے تن جاتے اور بسا اوقات غصے سے آستینیں چڑھا لیتے تھے' اگر انہیں خاموش رہنے کو کہا جاتا تو جواب دیتے' صاحب! میں کب سے ان کی باتیں سن رہا ہوں' یہ کہاں کے عالم فاضل ہیں جو مولانا رحمۃ اللہ علیہ پر تنقید کر رہے ہیں۔ (محفل دانش منداں' ص: 151 تا 153)

(76) مولانا محمد داؤد ارشد رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد داؤد ارشد رحمہ اللہ کے ایک شاگرد حافظ عبدالمنان ملتانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن وہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے مسلم شریف پڑھ رہے تھے۔ اچانک مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب بند کر دی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ شاگرد (حافظ عبدالمنان) نے استاذ محترم سے عرض کیا: آپ کو اچانک کوئی تکلیف ہو گئی ہے؟

فرمایا: نہیں......کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ بات یہ ہے کہ رات میں نے خواب میں دیکھا کہ پانی کا ایک کنواں ہے، جو پہلے

Marfat.com

جاری تھا اور لوگ اس سے خوب پانی بھر رہے تھے اور اپنی پیاس بجھا رہے تھے۔ پھر وہ کنواں اچانک بند ہو گیا۔ اس کی تعبیر مجھے یہ معلوم ہوتی ہے کہ میری زندگی اب بہت کم رہ گئی ہے اور تدریس کا یہ سلسلہ جو میں چلا رہا ہوں ختم ہونے والا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس سے چند روز بعد ۹ مئی ۱۹۶۶ء کو وہ اس دنیائے فانی سے عالم آخرت کی طرف روانہ ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ (قافلہ حدیث، ص:۵۳۹)

(77) مولانا فقیر اللہ مدراسی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا فقیر اللہ مدراسی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۸۰ھ (۱۸۶۳ء) کوٹھ مصرال شاہ پور (ضلع خوشاب پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے برادر کبیر مولانا محمد رحمہ اللہ سے حاصل کی، جو حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ اس کے بعد شیخ حسین عرب رحمہ اللہ سے مستفید ہوئے۔ حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کے چشمۂ فیض سے بھی سیراب ہوئے، اس کے بعد امرتسر کا قصد کیا۔ امرتسر کے مدرسہ غزنویہ کا اس وقت بڑا شہرہ تھا اور اس کی مسند تدریس حدیث پر حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ متمکن تھے۔ مولانا فقیر اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے علم وعرفان سے خوب استفادہ کیا۔ یعنی ان سے حصول علم بھی کیا اور ان کے حلقۂ بیعت میں بھی داخل ہوئے۔ امرتسر سے فراغت کے بعد دہلی گئے اور شیخ الکل حضرت میاں سید نذیر حسین رحمہ اللہ کے آستانہ فضیلت پر حاضری دی۔ ان سے کتب حدیث پڑھیں اور سند واجازت سے مفتخر ہوئے۔
(دبستان حدیث ص ۲۵۲)

(78) مولانا عطاء اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عطاء اللہ لکھوی، مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ حقیقی ماموں تھے۔ امرتسر کے مدرسہ غزنویہ کا عزم کیا، وہاں حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری دی اور ان سے کتب حدیث پڑھیں۔ ۱۹۰۵ء میں اس عالی مرتبت عالم دین سے سند حدیث لی۔

حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی درس وتدریس اور تقوئی وصالحیت، نیک نفسی، ہم دردی، ایثار، خلوص اور دیانت وامانت میں بے مثال تھے۔ نرم زبان، خوش کلام، عالی کردار اور صاحب عزیمت عالم دین تھے۔ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمت دین میں گزرا۔ اپنے اسلاف کی پاکیزہ ترین یادگار تھے۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ بھی خاندان لکھویہ کے اہل علم کے ساتھ بے حد اکرام کا برتاؤ فرماتے تھے۔ (دبستان حدیث ص ۲۹۵)

(79) مولانا عبدالقہار سلفی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالقہار سلفی رحمۃ اللہ علیہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنی معہد علمی دار الکتاب والسنہ میں فریضہ تدریس سرانجام دینے لگے، نیز ان کے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے جاری کردہ مجلّے ''صحیفہ اہل حدیث'' کے انتظامی امور کی نگرانی ان کے سپرد ہوئی۔

Marfat.com

وہ متقی اور تہجد گزار بزرگ تھے۔خوش مزاج، صابر و شاکر، بلند اخلاق اور ملنسار۔دم درود اور دعا کرانے والے لوگ بھی ان کے پاس آتے تھے اور وہ ان کے لیے دعا کرتے تھے۔(دبستان حدیث ص ۴۶۲)

(80) مولانا عطاء اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عطاء اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ تقسیم ملک سے بہت پہلے جس گاؤں میں سکونت پذیر تھے، اس گاؤں کا نام ''رام دیوالی'' تھا۔یہ گاؤں موجودہ جغرافیے کی رو سے مشرقی پنجاب کے ضلع امرتسر میں واقع تھا۔یہ اس زمانے کی بات ہے جب امرتسر شہر میں غزنوی خاندان کے علمائے کرام فروکش تھے، جن کا حلقہ ارادت اور دائرہ عقیدت دور تک پھیلا ہوا تھا۔ان کے درس و تدریس کی مسندیں آراستہ تھیں اور بیعت و ارشاد کے روح پرور سلسلے جاری تھے۔بے شمار لوگ ان سے استفادہ کرتے اور ان کے طریق عمل اور نہج حیات سے مستفیض ہوتے تھے۔مولانا عطاء اللہ شہید رحمہ اللہ کے بزرگوں کی بھی ان حضرات کی مجالس روحانی میں آمد و رفت شروع ہوگئی تھی۔یہ لوگ پنجاب کے جاٹوں کی ''رندھاوا'' برادری سے تعلق رکھتے تھے اور ماجھے کے علاقے کے رہنے والے تھے۔ماجھے کا علاقہ بہت سی باتوں میں اس وقت بھی مشہور تھا، اب بھی مشہور ہے۔

یہ لوگ حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی مجالس دینی اور محافل روحانی میں حاضری دینے لگے تو ان کی دنیا بدل گئی۔ضمیر جاگ اٹھا، دلوں کا زنگ اترنے لگا اور حالات بالکل نیا رنگ اختیار کر گئے، جو خالص رحمانی اور روحانی رنگ تھا، دنیا کا کوئی رنگ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔قرآن کے الفاظ میں کہنا چاہیے ''صبغة اللہ و من احسن من اللہ صبغة و نحن له عبدون'' (2: البقرۃ: 138) ہم نے اللہ کا رنگ اختیار کرلیا ہے، اور کس کا رنگ اللہ کے رنگ سے بہتر ہوسکتا ہے اور ہم اسی کے عبادت گزار ہیں۔(کاروان سلف ص ۲۷)

(81) مولانا عبدالعزیز سعیدی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالعزیز رحمہ اللہ کو سعیدی کی نسبت سے پکارا جاتا تھا، کیوں کہ وہ حضرت مولانا شرف الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قائم فرمودہ مدرسہ سعیدیہ کے سند یافتہ تھے۔سعیدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تعویذ اور دم وغیرہ کیا کرتے تھے۔کئی دن وہ کوٹ کپورہ میں رہے، ہر وقت تعویذ لینے اور دم کرانے والے مردوں اور عورتوں کا جمگھٹا ان کے ارد گرد رہتا تھا۔ایک تعویذ انہوں نے مجھے بھی دیا تھا، لیکن یاد نہیں رہا کہ وہ تعویذ کس سلسلے کا تھا۔یہ البتہ فرمایا تھا کہ یہ تعویذ مؤثر ثابت ہوگا۔(کاروان سلف ص ۲۰۰)

(82) حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ

بعض ایسے شواہد موجود ہیں جن کی بناء پر کہا جاسکتا ہے کہ شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمہ اللہ موحد بلکہ اہل حدیث تھے۔مولانا مخدوم محمد معین الدین رحمہ اللہ جو ٹھٹھہ کے رہنے والے تھے، شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمہ اللہ کے گہرے دوست تھے۔مولانا ممدوح نے اپنی کتاب میں احناف کے بعض مسائل کی کتاب و سنت کی روشنی میں تردید کی ہے اور اہل حدیث کے مسلک کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

مطابق قرار دیا ہے۔ مولانا محمد معین الدین رحمہ اللہ ٹھٹھوی نے اپنی موت سے پہلے وصیت کی تھی کہ ان کا جنازہ شاہ عبداللطیف رحمہ اللہ پڑھائیں۔ وہ وفات پا گئے تو لوگ پریشان ہوئے کہ شاہ عبداللطیف رحمہ اللہ کو کہاں تلاش کیا جائے اور جنازہ ان سے کس طرح پڑھایا جائے، اس لیے کہ وہ ٹھٹھہ میں نہیں رہتے تھے۔ اب حسن اتفاق ملاحظہ ہو کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اچانک وہاں آ گئے اور لوگوں نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت کے متعلق بتایا تو انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازے کے بعد لوگوں سے کہا کہ میرا جن سے تعلق تھا، وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں، اب آئندہ میرا یہاں آنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ (کاروان سلف ص ۳۹۵)

(83) مولانا عبداللہ غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبداللہ غازی پوری رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں: میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مقام پر ہجوم بہت ہے۔ لوگ جوق در جوق چلے آ رہے ہیں۔ کسی نے کہا سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ لوگ آپ ﷺ سے شرف مصافحہ حاصل کر رہے ہیں۔ ایک صاحب اس بھیڑ سے باہر نکلے۔ میں نے پوچھا: کیا آپ نے مصافحہ کر لیا ہے؟۔ انہوں نے کہا جی ہاں!۔ میں نے کہا: از راہ کرم مجھے اپنا وہ ہاتھ دے دیجیے میں بھی مشرف ہو جاؤں اور برکت حاصل کر لوں۔ وہ صاحب کہنے لگے: تم خود ہمت کر کے آگے بڑھو، اس ہجوم سے نہ گھبراؤ اور مصافحہ کا شرف حاصل کرو۔ **اُن کے ہمت دلانے پر میں آگے بڑھا اور حضور اکرم ﷺ سے بلاواسطہ مصافحہ کا شرف حاصل کیا**۔ جن صاحب نے مجھے ہمت دلائی تھی میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور میں بہت مسرور تھا۔ بیدار ہوا تو وہی مسرت اور کیفیت دل میں باقی تھی (گلستان حدیث، ص ۱۳۲)

(84) حافظ علم الدین رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد عبداللہ صاحب گوجرانوالہ کے دادا کا نام حافظ علم الدین رحمہ اللہ تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حافظ علم الدین رحمہ اللہ گولڑہ کے پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ کے حلقہ بیعت میں شامل تھے۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ ایک میدان میں بے شمار لوگ کھڑے ہیں، میں بھی اس ہجوم کے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ میرے پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ بھی اس ہجوم میں شامل ہیں۔ میں نے دیکھا کہ اچانک ایک عجیب وغریب چیز آسمان سے اترنا شروع ہوئی۔ تمام لوگ اس کی طرف دیکھنے لگے۔ جیسے جیسے وہ چیز قریب آ رہی تھی لوگوں کی توجہ اس کی طرف زیادہ مبذول ہو رہی تھی۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ دوڑ کر اسے اپنے قبضے میں کر لے۔ جب وہ چیز زمین پر آ گئی تو میں اور پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ دونوں اس کو پکڑنے کے لیے دوڑے۔ لیکن وہ عجیب وغریب چیز پیر صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ میں آنے کے بجائے میرے ہاتھ میں آ گئی اور اسی خوشی میں میری آنکھ کھل گئی۔ (دبستان حدیث ص ۴۷۸)

(85) مولانا عبدالجبار سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ

جس عظیم شخصیت فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ کی وجہ سے پاک پتن کے ساتھ شریف کا لاحقہ ہوا ہے وہ اہل حدیث کی طرح

Marfat.com

نماز پڑھتے تھے۔میں نے اپنی کتاب فقہائے ہند میں ان کے متعلق مضمون لکھا ہے اسمیں ان کے مسلک کی وضاحت کی ہے۔

مولانا عبدالجبار سلفی حفظہ اللہ ہمارے عزیز دوست ہیں جو دیپال پور ضلع اوکاڑہ کے ایک سرکاری ہائی سکول میں معلم کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ مولانا ممدوح تحقیق وکاوش کا صاف ستھرا ذوق رکھتے ہیں۔ انہوں نے بابا فریدالدین گنج شکر رحمہ اللہ کے حالات پر مشتمل ایک فارسی کتاب جواہر فریدی (مصنفہ مخدوم علی اصغر چشتی رحمۃ اللہ علیہ نبیرہ زادہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے ایک حصے در بیان عبادت آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کا اردو ترجمہ مع اصل فارسی عبارت کے بہ صورت کتاب چھپوا دیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نماز ادا کرنے کا وہی طریقہ تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور جس کا ذکر کتب حدیث میں تفصیل سے آیا ہے۔ یہ کتاب مولانا عبدالجبار سلفی حفظہ اللہ کی ایک اہم خدمت ہے اور کئی دفعہ چھپ چکی ہے۔(گلستان حدیث ص 433-432)

(86) میاں فضل حق رحمۃ اللہ علیہ

میاں فضل حق رحمہ اللہ سابق ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان بہت نیک، شریف، خداترس اور علماء کے قدردان انسان تھے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ بتایا کہ میں مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ پر جتنا مال خرچ کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے بہت جلد اس سے کئی گناہ زیادہ عطا فرد دیتا ہے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لیز پر کوئلے کے پہاڑ لئے ہوئے تھے، ان میں بہت فائدہ ہوتا تھا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی بتایا کہ جس قدر مساجد، مدارس اور غرباء وغیرہ پر روپیہ صرف کرتا ہوں اس سے بہت زیادہ اللہ تعالیٰ مجھے برکت دے دیتا ہے میں مٹی کو ہاتھ ڈالتا ہوں تو رب تعالیٰ اسے سونا بنا دیتا ہے۔(بحوالہ کتاب: کرامات اہل حدیث ص ۱۰۷)

میاں فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیمار کی عیادت کرتے' جناروں میں شرکت کرتے' دسرے کو سلام کرنے میں سبقت لے جانے کے لیے کوشاں ہوتے' ملازموں سے حسن سلوک کا برتاؤ کرتے' ہر شخص سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے' ضرورت مند کی مدد کرتے' دوسروں کو بھی اس کی مدد پر آمادہ کرتے' چھوٹوں پر شفقت کرتے' بڑوں کا احترام بجالاتے اور ان کی کوشش ہوتی کہ ان کے عمل اور قول سے کسی کو نقصان یا تکلیف نہ پہنچے۔ وہ خوش گفتار' خوش کردار اور خوش اخلاق شخص تھے۔

(میاں فضل حق اور ان کی خدمات ص 236)

(87) حضرت حافظ محمد امین فیروز پوری رحمۃ اللہ علیہ

مرید خاص: سید محمود کمال رحمۃ اللہ علیہ

قدیم دور کے لکھوی علمائے کرام کا اصل وطن لکھوکے نہیں تھا۔ کم وبیش پانچ سو سال قبل موجودہ جغرافیائی اعتبار سے ان کا اصل وطن ضلع قصور کا ایک گاؤں ڈھنگ شاہ (Dhing Shah) تھا۔ ڈھنگ شاہ رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ تھے، جن کا نام تو ابوداؤد شاہ تھا لیکن لوگوں میں وہ ڈھنگ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے عرف سے معروف تھے' جس گاؤں میں وہ سکونت پذیر تھے' وہ ان کی ملکیت تھا اور انہی

Marfat.com

کے نام سے اس گاؤں کا نام ڈھنگ شاہ رحمۃ اللہ علیہ پڑا۔ وہ نہایت صالح بزرگ تھے اور لوگ ان کا انتہائی احترام کرتے تھے' اکیسویں پشت میں ان کا سلسلہ نسب حضرت محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔اس اعتبار سے وہ علوی تھے' انہوں نے اسی گاؤں میں وفات پائی۔(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:67-68)

ملک عالم شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ابوداؤد (ڈھنگ شاہ رحمۃ اللہ علیہ) کے بیٹے کا نام ملک عالم شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ان کے ایک عقیدت مند نے جو لاہور کے رؤسا میں سے تھے' اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کر دیا تھا۔وہ نہایت پارسا اور صالحہ خاتون تھیں اور علوم دینی سے بہرہ ور! دراصل لکھوی علمائے کرام کا خاندانی سلسلہ یہیں سے چلا اور یہی نکاح ان کی شہرت وعروج کا باعث بنا۔اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب ڈھنگ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار تیار کیا گیا اور اس پر شرک و بدعات کا ارتکاب ہونے لگا تو اس بی بی نے اس پر نفرت کا اظہار کیا اور لوگوں کو اس سے روکا۔اپنی اولاد کو بھی اس سے بچنے کی تاکید کی' وہ اسی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تلقین کرتی ہوئی وفات پاگئیں۔(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:68)

حافظ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ کی ہجرت

اس نیک بی بی کی اولاد ایک ہی بیٹا تھا' جن کا نام حافظ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ تھا' محمد امین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی وعظ و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا اور اپنے عزیزوں اور عام لوگوں کو شرک و بدعات کے ارتکاب سے روکنے کی کوشش کی لیکن کسی نے ان کی بات نہ مانی اور مزار پر نذر و نیاز اور بدعات و شرک کا سلسلہ بدستور جاری رکھا' بلکہ وہ لوگ حافظ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ کی شدید مخالفت اور دشمنی پر اتر آئے۔ اب حافظ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس آبائی گاؤں اور زمین جائیداد کو چھوڑا اور لاہور اپنے ننھیال کے ہاں چلے گئے۔اس وقت ان کے دو بیٹے احمد اور نور محمد ان کے ساتھ تھے۔

حافظ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ کچھ عرصہ اپنے ننھیال کے ہاں رہے' پھر ان سے علیحدگی اختیار کر لی اور اپنے دو بیٹوں کے ساتھ ایک مدرسے میں رہنے لگے۔مدرسے کے بانی کا نام اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ تھا جو اس دور کے مشہور عالم تھے اور ان کے قائم کردہ مدرسے کو ''وڈے میاں دا درس'' (بڑے میاں کا مدرسہ) کہا جاتا تھا۔اس درس میں ان کے بیٹوں نے قرآن مجید بھی حفظ اور اور دیگر علوم دینیہ کی تعلیم بھی حاصل کی۔اس اثناء میں محمد امین رحمۃ اللہ علیہ بڑے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بکریاں بھی چراتے رہے اور ان کی خدمت کو انہوں نے اپنے لئے سعادت قرار دیے رکھا۔(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:68-69)

شاہان مغلیہ کے نزدیک قدر و منزلت

حضرت مولانا محمد علی لکھوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے خاندان کے قدیم دور کے بزرگوں کا تعارف کراتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ہمارا خاندان قدیم الایام سے مقبول خاص و عام اور مرجع عوام ہونے کے علاوہ شاہان مغلیہ کے زمانے میں تلطف خسروانہ سے بھی محروم نہ رہا اور شیخ المشائخ ابوداؤد ڈھنگ شاہ صاحب قدس سرہ کو خاندانِ مغلیہ سے احیائے دین کیلئے جاگیر

Marfat.com

عنایت ہوئی جو کہ فی الحال اسی نام سے علاقہ کھڈیاں خاص ضلع قصور میں مشہور و معروف گاؤں ہے''۔

(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ، ص:69)

سید محمود کمال رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی سعادت

مولانا محمد ابراہیم خلیل فیروز پوری رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

ملک عالم شاہ نے اپنے اس بیٹے حافظ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت کا اس قدر اہتمام کیا کہ ان کا شمار اس دور کے اولیاء اللہ اور جلیل القدر علماء میں ہوا۔ وہ اپنے عہد کے ایک بزرگ سید محمود کمال رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ بیعت میں شامل ہوئے۔

(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ، ص:69-70)

صاحب دل ولی کیساتھ جہانگیر بادشاہ کی عقیدت

حافظ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے ایک صاحب دل ولی اللہ اور عالم دین تھے۔ ان کی صالحیت کی بناء پر مغل حکمران نورالدین جہانگیر ان کا بے حد احترام کرتا اور ان سے عقیدت رکھتا تھا۔ مولانا محمد ابراہیم خلیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حافظ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ اپنے معاصرین میں نہایت مشہور تھے اور عقیدت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ شیخ محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ المعروف بڑے میاں سے گہرے قریبی تعلقات تھے، شہرت کا یہ عالم تھا کہ حاکم وقت تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کو باعثِ فخر خیال کرتے تھے۔ جہانگیر نے ان سے اپنی ایک ملاقات کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

''یکم ماہ شوال 1016ھ کو شیخ محمود کمال رحمۃ اللہ علیہ کے مرید مولانا محمد امین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے والد بزرگوار (جلال الدین اکبر بادشاہ) کو ان سے بہت عقیدت تھی۔ ان کی ملاقات سے مجھے از حد خوشی ہوئی۔ ان کی مفید نصیحتیں اور دلچسپ مشورے میرے لئے باعثِ اطمینان ہوئے۔ میں نے ایک ہزار بیگھہ زمین اور ایک ہزار روپے نذر کئے''۔

نورالدین جہانگیر ہندوستان کا چوتھا مغل حکمران تھا جس کی ولادت 17 ربیع الاول 977ھ کو ہوئی اور اسکے والد جلال الدین اکبر کی وفات کے بعد 14 جمادی الاخریٰ 1014ھ کو تخت نشینِ ہند ہوا۔ دونوں باپ بیٹا حافظ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ کے دائرہ عقیدت میں شامل تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ تخت حکومت پر متمکن ہونے کے کئی سال بعد تک جلال الدین اکبر علماء اور بزرگان دین کا بے حد ارادت مند رہا۔ اس کے بعد جب ملا مبارک اور ان کے بیٹوں ابوالفضل اور فیضی وغیرہ کا اس سے قرب جدا پیدا ہوا، تو انہوں نے اس کو غلط راستے پر لگا دیا اور اس کے خیالات بدل گئے۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ، ص:70-71)

پانچ گز لمبی قبر

حافظ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ نے فیروز پور میں وفات پائی اور اندرون دہلی دروازا بڑے بازار میں ''نوگزے'' کی قبر کے قریب دفن کئے گئے۔ میں نے نوگزے کی قبر دیکھی

> **کیا ہم نے کلمہ بزرگوں کا پڑھا ہے؟**
>
> ناز و نعمت والی زندگی سے بچو۔ اس لیے کہ اللہ کے خاص بندے عیش و عشرت والی زندگی نہیں گزارتے (مولانا عبدالمالک قاسم حفظہ اللہ)
>
> (بحوالہ: سنتیں جو چھوڑ دی گئیں: ص ۴۸)

Marfat.com

ہے اب معلوم نہیں کیا صورتحال ہے۔ اس وقت اس قبر کے قریب چند قبریں اور بھی تھیں۔ انہی قبروں میں حافظ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ کی قبر ہوگی۔ نوگزے کی قبر سبز رنگ کی چادر سے ڈھکی رہتی تھی، وہ قبر زیادہ سے زیادہ پانچ گز کی ہوگی لیکن مشہور "نوگزے کی قبر" ہی تھی۔ لوگ وہاں جاتے اور دعا کرتے تھے۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ، ص: 73)

(88) حضرت حافظ احمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ

مرید: شیخ حافظ محمد اسماعیل لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

حافظ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے دونوں بیٹے (حافظ احمد اور حافظ نور محمد رحمہما اللہ) فیروز پور سے چلے گئے۔ حافظ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ نے تو فیروز پور کے قریب ایک گاؤں "بارے کے" میں اقامت اختیار کر لی اور حافظ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فیروز پور سے جنوب مغرب میں بیس کلومیٹر کے فاصلے پر جلال آباد روڈ پر موضع "لکھوکے" کو اپنا مسکن قرار دے لیا۔ دونوں بھائی علم و فضل اور تقویٰ و صالحیت کے زیور سے آراستہ تھے، اپنے اپنے علاقوں میں دونوں دعوت و ارشاد اور اصلاح و تبلیغ میں سرگرم ہوئے اور بہت جلد لوگوں کا مرکزِ عقیدت قرار پا گئے۔ حافظ احمد رحمۃ اللہ علیہ اس خاندان کے اولین بزرگ تھے جو لکھوکے آئے اور جنہوں نے وہاں سکونت اختیار کی اور اس علاقے اور حالات کے مطابق وہ لوگوں کو دینی تعلیم دینے لگے۔ اس نواح میں ان کی تبلیغی سرگرمیاں بہت موثر اور نتیجہ خیز ثابت ہوئیں اور کثیر تعداد میں لوگ ان کے اخلاص اور زہد و اتقا کی وجہ سے ان کے گرویدہ ہو گئے۔

باپ کے ہاتھ پر بیٹے کی بیعت

اس خاندان کی تاریخ کا درحقیقت یہی وہ موڑ ہے جہاں تقویٰ و طہارت اور معرفتِ دینی میں "لکھوکے" گاؤں میں علماء و طلباء کا مرجع قرار پانے کی علامتیں نمایاں ہوئیں۔ حافظ احمد رحمۃ اللہ علیہ ابو داؤد ڈھنگ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پڑپوتے تھے۔ سلسلہ یہ تھا: حافظ احمد بن حافظ محمد امین بن ملک عالم شاہ بن ابو داؤد ڈھنگ شاہ رحمہم اللہ۔ یہ چاروں اپنے دور کے معروف اصحاب علم اور مشہور اہل تقویٰ بزرگ تھے اور اسی بناء پر لوگوں میں نہایت تکریم کا مقام رکھتے تھے۔ حافظ احمد رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سی کرامتیں بھی مشہور تھیں، انہوں نے اپنے والد مکرم حافظ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی تھی، صالحیت میں ان کا مقام بڑا اونچا تھا، لوگ لکھوکے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتے، ان سے علم دین بھی حاصل کرتے اور وظائف بھی پوچھتے۔ وہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں لوگوں کی راہنمائی فرماتے۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ، ص: 73-74)

بیعت تصوف اور خلافت

حافظ احمد نے علوم و معرفت کا آغاز اپنے والد ماجد سے کیا اور سنت تصوف اور قرآن پاک شیخ محمد اسماعیل لاہوری عرف بڑے میاں رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا اور ان کے دست مبارک پر بیعت کی اور بیعت و خلافت کی اجازت حاصل کی۔ حافظ محمد امین رحمہ اللہ، سید محمود کمال رحمہ اللہ کے مرید تھے جو کہ شیخ اسماعیل لاہوری رحمہ اللہ کے بڑے دوست اور تعلق دار تھے حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند تصوف اس طرح لکھی ہے: محمد عن بارک اللہ عن الحافظ احمد عن الشیخ محمد اسماعیل لاہوری۔"

Marfat.com

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد کا تعارف

شیخ محمد اسماعیل لاہوری رحمہ اللہ عرف بڑے میاں ایک ولی کامل اور صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے ۹۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت مخدوم عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ سے علوم کا اکتساب کیا۔ ۴۳ برس کی عمر میں لاہور تشریف لائے۔ ایک دینی دارالعلوم کا اجراء فرمایا جو ''درس میاں بڑا'' کے نام سے مشہور ہوا۔ اور آج تک اس کا یہ نام زندہ ہے۔ درس وتدریس کے ذریعہ علم وعرفان کی بے حد اشاعت فرمائی۔ بے شمار لوگ آپ سے مستفید ہوئے۔ حافظ احمد اور حافظ نور محمد دونوں بھائیوں نے اسی شیخ اسماعیل لاہوری رحمہ اللہ سے اسناد واجازہ حاصل کیے۔ پانچ شوال ۱۰۸۵ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو تحقیقات چشتی ص ۴۶۲ تذکرہ اولیائے لاہور ص ۲۱، تذکرہ اولیاء ہندو پاک ص ۵۰۴۔ (بحوالہ: الفیوض المحمدیہ ص 25)

وضاحت: موجودہ تُربت شالیمار روڈ نزد شالیمار ہسپتال مغل پورہ میں درس بڑے میاں رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے موجود ہے۔ ان کی وصیت تھی کہ میری تربت کو پکا نہ کیا جائے اور واقعی ابھی انکی تربت پکی نہیں بلکہ کچی ہے اور دینی طلباء کیلئے حفظ کا مدرسہ اب بھی وہاں موجود ہے۔ (از: مرتب)

ہندو جوگی پر مسلم صوفی کی فتح

حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''زینت الاسلام'' کے حواشی پر کرامت اور استدراج کا فرق واضح کرنے کیلئے شیخ اسماعیل لاہوری رحمہ اللہ کا ایک واقعہ اپنے والد حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے جو قدرے تفاوت کے ساتھ' تحقیقات چشتی ص ۴۵۴ اور اولیائے لاہور ص ۲۴ میں بھی موجود ہے۔ قارئین کی دلچسپی کیلئے درج کیا جاتا ہے۔

''میں نے اپنے والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ سے کئی بار سنا ہے کہ مولانا حافظ اسماعیل لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (جو بگے والا اور درس والا) مشہور ہیں۔ اس مسجد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ درس دیتے تھے جس میں اب بھی درس دیا جاتا ہے اور اس میں آپ کے خلفاء موجود ہیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ چند طلباء بھی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طالب علم کو ایک مسجد کا جو آبادی شہر سے باہر تھی، حال معلوم کرنے کیلئے بھیجا۔ جب طالب علم مسجد کے پاس پہنچا تو مسجد کے اندر سے ایک جوگی کافر نکلا اور طالب علم پر ایسی غضب کی نگاہ ڈالی کہ وہ پنڈلیوں تک زمین میں دھنس گیا۔ کچھ دیر کے بعد مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور طالب علم کو بھیجا' اس کے ساتھ بھی اس جوگی نے وہی سلوک کیا غرض تمام طلباء کو زمین میں اسی طرح دھنسایا۔ آخر میں مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود تشریف لائے، تو جوگی نے مسجد سے نکل کر آپ رحمۃ اللہ علیہ پر نگاہ ڈالی، مگر اس کی نگاہ نے مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر کوئی اثر نہ کیا بلکہ طلباء کے پاؤں بھی زمین سے باہر نکل آئے۔ جوگی نے یہ معلوم کر کے کہ اس شخص کی باطنی قوت زیادہ ہے، مسجد کو کہا کہ اے مسجد۔۔! ملاں یہاں نہیں رہنے دیتا۔ مسجد کانپ گئی اور اس کے ساتھ چل پڑی۔ مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے **اپنا پاؤں مسجد پر مارا اور کہا کہ اے مسجد کافر کے پیچھے مت جا اور اپنی جگہ پر کھڑی رہ**۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے سے مسجد پھر ٹھہر گئی اور جوگی کا سینہ چاک ہو گیا اور وہ مر گیا۔ (بحوالہ: زینت الاسلام ج ۲، ص ۵۶)

Marfat.com

کچی مسجد میں مقیم ہونیوالے پہلے سلفی بزرگ

تقسیم ملک سے قبل ''لکھوکے'' ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جو ضلع فیروز پور میں فیروز پور شہر سے جنوب مغرب میں تقریباً بیس کلو میٹر کے فاصلے پر واقع تھا' اس گاؤں میں جس عالم دین اور حافظِ قرآن نے سب سے پہلے سکونت اختیار کی' ان کا نام حافظ احمد رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ انہوں نے آج سے کم وبیش تین سو سال قبل 1720ء میں چند گھروں پر مشتمل اس بستی کو اپنا مسکن بنایا۔ اس نواح میں یہ اجنبی شخص تھے جنہوں نے وہاں کی کچی اینٹوں کی چھوٹی سی مسجد میں بچوں کو قاعدے سیپارے کی تعلیم دینا شروع کی۔ اس کے بعد ان کی قابلیت کے مطابق انہیں عربی اور فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھانے لگے۔ یہ مغل حکومت کا زمانہ تھا اور حافظ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر آزادی کی فضاؤں میں بسر کی تھی۔ حافظ احمد رحمۃ اللہ علیہ بدرجہ غایت متقی بزرگ تھے' جلد ہی اردگرد کے دیہات میں ان کی علمیت اور صالحیت کی شہرت پھیل گئی تھی۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا عطا فرمایا' جس کا نام بارک اللہ رحمۃ اللہ علیہ رکھا گیا' جو حفظ قرآن کے بعد حافظ بارک اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:57)

صاحب کرامت ہستی کا جابجا تذکرہ

حافظ احمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد اور علاقے کے ولی اللہ اور صاحبِ کرامات بزرگ تھے' ان کا ذکر مندرجہ حضرات نے اپنی تصانیف میں کیا ہے۔

- ☐ مولانا خدا بخش واعظ رحمۃ اللہ علیہ نے پنجابی نظم کی کتاب ''تحفہ واعظ'' میں ان کا تذکرہ کیا' جس کا اصل نام ''مختصر سوانح عمری محبوب رب العالمین مولانا محی الدین عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ'' ہے۔ کتاب آج سے ایک سو بائیس برس پہلے 1313ھ میں چھپی تھی۔ مولانا خدا بخش واعظ رحمۃ اللہ علیہ نے کتب حدیث حضرت حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور انہی سے سند لی اور ان کے فرزند گرامی مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔
- ☐ مولانا عبدالحق مالیر کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تین کتابوں میں حافظ احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا اور وہ کتابیں یہ ہیں:

رحلۃ محی الدین الی رب العالمین: مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کا سفر نامہ حج ہے۔

اربعین مظہری: چالیس احادیث مبارکہ پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب آج سے ایک سو بیس برس قبل 1316ھ میں شائع ہوئی۔

تیسری کتاب ''ایقاظ غفلاء الزمان'' ہے۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:58-59)

وفات کے بعد خواب میں ہدایات

مولانا الٰہی بخش کلیروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پنجابی نظم کی کتاب ''کرامت نامہ'' میں حافظ احمد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات لکھے۔ اس کتاب میں حافظ احمد رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ تک اس عہد کے تمام لکھوی اکابر کے چیدہ چیدہ واقعات

Marfat.com

بیان کئے گئے ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں:

فیروز پور کی مسجد غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ میں ایک شخص شام دین نے حاضرین مجلس کو ضلع امرتسر کے ایک شخص کے حوالے سے بتایا کہ وہ کنوئیں صاف کیا کرتا تھا۔ ایک رات اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ نے اسے کہا تم ہمارے بھی وہ کنوئیں صاف کردو۔ دوسری رات بھی اس نے یہی خواب دیکھا' تیسری رات بھی خواب میں اس بزرگ نے اسے یہی الفاظ کہے۔ اب اس نے بزرگ سے عرض کیا: مجھے کچھ پتا نہیں چلا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کیا مقصد ہے اور آپ کن کنوؤں کی بات کرتے ہیں۔ بزرگ نے کہا میرا نام احمد رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ فیروز پور سے بارہ کوس کے فاصلے پر ایک گاؤں کا نام لکھوکے ہے' وہاں جاؤ' ایک کنواں مسجد کا ہے اور ایک کنواں کسی کے مکان کا' انہیں صاف کردو۔ وہ شخص بزرگ کی خواب میں بیان کردہ نشاندہی پر لکھوکے پہنچا اور دونوں کنوئیں صاف کردیے۔ حافظ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاف اسے مزدوری دینے لگے، تو اس نے مزدوری لینے سے انکار کردیا اور کہا میں نے یہ کام اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کیا ہے' اجرت کی غرض سے نہیں کیا۔

قبر میں جنت کا میوہ

حافظ احمد رحمۃ اللہ علیہ فوت ہوئے تو انہیں غسل دے کر اور کفن پہنا کر تدفین کیلئے قبر میں رکھا تو قبر پر مٹی ڈالنے سے پہلے سر کی طرف **ایک سوراخ دکھائی دیا جس سے روشنی نمودار ہوئی** جو پاؤں کی جانب چلی گئی۔ روشنی میں ایک نہایت خوبصورت میوہ نظر آیا' حافظ احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے حافظ بارک اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ بھی وہیں تھے' انہیں بتایا گیا تو فرمایا میوہ نکال لو' چنانچہ میوہ نکال لیا گیا اور حاضرین کی تعداد کے مطابق اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے گئے اور ہر شخص کو ایک ایک ٹکڑا دیا گیا۔ اس کے کھانے والے بیان کرتے ہیں وہ میوہ اس قدر لذیذ تھا کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا لذیذ میوہ کھانے کو ملا تھا اور نہ اس کے بعد نصیب ہوا۔ اپنی نوعیت اور ذائقے کا وہ الگ ہی قسم کا میوہ تھا۔ یہ دونوں واقعات ''کرامت نامہ'' میں مذکور ہیں جو پنجابی نظم کی کتاب ہے۔

(تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' ص:59-60)

(89) شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں کئی پشتوں سے علم وعمل کا سلسلہ جاری تھا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا نام مولانا محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ وہ اپنے عہد کے نامور عالم دین اور مشہور خطاط بھی تھے۔ حضرت مولانا عبدالرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی کی کتابت انہی نے کی تھی' انہوں نے حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے حصول فیض کیا تھا۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ عبادت وصالحیت میں بھی ممتاز درجے پر فائز تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو وہ اسے علوم دینی کی تعلیم دلائیں گے۔ چنانچہ 1897ء میں اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹا عطا کیا جس کا نام انہوں نے محمد اسماعیل رکھا' پھر خود ہی بیٹے کو ابتدائی تعلیم دی۔ بیٹے نے عمر کی کچھ منزلیں طے کیں تو انہیں وزیر آباد میں حضرت حافظ عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں داخل کرادیا گیا۔ حضرت حافظ صاحب ممدوح رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے بعض درسی کتابیں

Marfat.com

پڑھیں، بعدازاں وہ مدرسہ غزنویہ امرتسر چلے گئے اور کچھ عرصہ وہاں کے اساتذہ سے حصول فیض کرتے رہے۔ پھر عازم دہلی ہوئے اور وہاں حضرت حافظ عبدالمنان غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات سے اخذ علم کیا۔ سیالکوٹ میں حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ سے تحصیل علم کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذہانت سے بھی خوب نوازا تھا اور کسب علم کا بے پناہ شوق بھی ودیعت فرمایا تھا۔ (بحوالہ؛ تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ، ص:190)

استاد پنجاب کی دعا سے مخدوم العلماء کی ولادت

مخدوم العلماء مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگار لکھتے ہیں مولانا ابراہیم صاحب رحمہ اللہ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد گرامی حضرت مولانا حافظ عبدالمنان صاحب رحمہ اللہ سے دعا کی درخواست کی کہ اللہ رب العزت اولاد عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کو شرفِ قبولیت سے نوازا اور حافظ صاحب رحمہ اللہ کو مولانا محمد ابراہیم رحمہ اللہ کے ہاں ایک فرزند ارجمند کی ولادت کی بشارت دی گئی۔ اس بشارت کا ذکر حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے اس سند میں بھی کیا ہے جو تحصیل علم کے بعد انہوں نے مولانا محمد اسماعیل رحمہ اللہ کو عطا فرمائی تھی۔ اس سند میں حافظ صاحب نے مولانا کو "الولد الصالح" کے نام سے یاد کیا ہے۔ (سوانح مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ ص 25)

مسلکی منافرت میں امن کے داعی

علم کے ساتھ حلم کا جوہر بھی مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ایک دفعہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ حاجیوں کو رخصت کرنے کے لیے لاہور تشریف لے گئے۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ اسٹیشن کے بالا میدان میں جماعت کرانے لگے تو ایک بوڑھے نے کہا کہ میری نماز آپ کے پیچھے نہیں ہوتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے رومال اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور پیچھے ہٹ گئے اور کہا "بابا جی آپ جماعت کرائیں میری نماز آپ کے پیچھے ہو جاتی ہے"۔ وہ بوڑھا شرمندہ ہو گیا اور معافی مانگی۔ پھر اصرار کر کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ ہم عصر علماء سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا برتاؤ مثالی تھا۔ یہ ممکن نہ تھا کہ کوئی شخص آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے اور اثر قبول نہ کرے۔ دوران جیل آپ رحمۃ اللہ علیہ کی معیت مولانا ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ کو نصیب ہوئی۔ وہ مسجد وزیر خان کے امام اور پکے بریلوی تھے اور اہل حدیث کو کافر تک کہنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔ مگر جب والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تو ایسے گرویدہ ہوئے کہ کئی دفعہ گوجرانوالہ میں ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ (بحوالہ: سوانح مولانا محمد اسماعیل سلفی ص 32)

شاگرد کو فرقہ واریت سے بچنے کی نصیحت

اپنے ایک تلمیذ کو خط کا جواب ارسال کرتے ہوئے فرماتے ہیں "کئی دن ہوئے خط ملا تھا، مصروفیت اور علالت کی وجہ سے جواب نہ دے سکا۔ تبلیغ میں الفاظ کی شدت اور فتوی بازی سے پرہیز کریں، اس سے نفرت بڑھتی ہے۔ "وجادلھم بالتی ھی احسن" پر عمل کریں۔ لوگوں سے ذاتی تعلقات بڑھائیں، غم اور خوشی میں ان سے مناسب ربط قائم رکھیں۔ یہ بے حد موثر چیز ہے۔ (سوانح مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ ص 73)

Marfat.com

(90) ولیٔ کامل مولانا محمد یحییٰ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

مرید: حضرت میاں محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد یحییٰ شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ سلف صالحین کا صحیح نمونہ تھے۔ تہجد گزار، متقی، بلند اخلاق، شیریں کلام واعظ اور عمدہ خصال عالم۔ چھوٹے پر شفقت اور بڑے کا احترام ان کی فطرت میں داخل تھا۔ سفید تہبند، سفید قمیص اور سفید عمامہ ان کا لباس تھا۔ میرے ہم عمر ہوں گے۔ نماز تہجد کے وقت لوگوں کیلئے دعائیں مولانا محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا۔ وہ نام لے کر دعا کرتے کہ اے اللہ! تیرے فلاں بندے یا بندی نے مجھے دعا کیلئے کہا ہے تو میری دعا قبول فرما۔ شاید اسی اخلاص اور توجہ کا نتیجہ تھا کہ بارگاہِ رب العزت میں ان کی دعائیں مقبول ہوتی تھیں۔ (ہفت اقلیم۔ص: ۴۱۴)

دعا کی بدولت اولاد نرینہ

میرے ایک جاننے والے کے ہاں شادی کے کئی سال بعد تک اولاد نہ ہوئی۔ میں نے ایک مرتبہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے ان کیلئے دعا کی درخواست کی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں ضرور دعا کروں گا۔ آپ انہیں ایک بار میرے پاس شرق پور لے کر آئیں۔ میرے وہ دوست شرق پور تو نہ جا سکے، البتہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ان کیلئے خاص طور سے دعا کی۔ اللہ کا فضل ہوا کہ وہ صاحب آج ماشاء اللہ صاحب اولاد ہیں۔ اسی طرح ایک اور صاحب ریڈی میڈ کپڑوں کا کام کرتے ہیں، ان کا مسئلہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں صرف بیٹیاں عطا کی تھیں، بیٹا کوئی نہ تھا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دعا کیلئے حاضر ہوئے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تہجد کے وقت دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور ان کو بیٹا عطا فرمایا۔ اس طرح کے کئی واقعات ہیں۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت سے نوازا تھا۔ (ہفت اقلیم: ص۔۴۱۵)

مولانا محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد

حضرت میاں محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے نیک بندے تھے۔ جھوک دادو میں مولانا یحییٰ رحمہ اللہ نے حضرت حافظ عبداللہ بڈھیمالوی رحمہ اللہ سے تعلیم حاصل کی۔ حضرت میاں محمد باقر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ وہ میرے مرشد تھے، میرے مربی تھے۔ انہوں نے مجھ پر بڑی شفقت فرمائی۔ مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے جھوک دادو کے علاوہ کچھ وقت اوڈاں والا میں بھی گزارا۔ یہاں انہوں نے حضرت حافظ محمد اسحاق مرحوم ومغفور سے استفادہ کیا، اسی طرح مولانا محمد یحییٰ رحمہ اللہ کچھ عرصہ مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کے پاس بھی رہے۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۴۲۴)

مولانا غزنوی رحمہ اللہ کے معتقد

شرقپور ہی کے ایک موحد بزرگ ملک حسن علی جامعی مرحوم حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے معتقد تھے۔

(ہفت اقلیم: ص۔ ۴۳۰)

Marfat.com

(91) مولانا عبدالرحیم غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

بھوجیاں جاتے ہوئے راستے میں مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بات سنائی جو نصف صدی سے میرے ذہن میں محفوظ ہے' جی چاہتا ہے وہ آپ کو بھی سناؤں:

انہوں نے بتایا کہ مولانا فیض محمد خاں بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے عہد کے بہت بڑے عالم اور علمائے غزنویہ کے شاگرد تھے' شادی بیاہ کے موقع پر دف بجانے اور چھوٹی بچیوں کے ہلکے پھلکے سے گانا گانے کے قائل تھے' انہوں نے اپنی ایک صاحبزادی کی شادی پر اپنے استاد محترم مولانا عبدالرحیم غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت شرکت دی' وہ تشریف لائے تو مولانا فیض محمد خاں رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو مسجد میں بٹھایا اور خود ان کیلئے پانی لانے کی غرض سے گھر گئے۔ مولانا عبدالرحیم غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے کان میں دف اور بچیوں کے گانے کی آواز پڑی تو وہ چپکے سے مسجد سے باہر نکلے اور امرتسر کو روانہ ہو گئے۔ مولانا فیض محمد رحمۃ اللہ علیہ پانی لے کر آئے تو مولانا غزنوی رحمۃ اللہ علیہ وہاں موجود نہیں تھے۔ لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ تو واپس چلے گئے ہیں۔ مولانا فیض محمد خاں رحمۃ اللہ علیہ ان کے پیچھے دوڑے اور گاؤں سے باہر ان کو جا پکڑا۔

جواز کا سہارا ہر جگہ نہیں چلتا

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے واپس تشریف لے جانے کی وجہ پوچھی تو فرمایا میں اس غیر شرعی ماحول میں کیونکر رہ سکتا ہوں؛ جہاں ڈھولکی بج رہی ہو اور گانے گائے جا رہے ہوں۔

مولانا فیض محمد خاں رحمۃ اللہ علیہ نے چھوٹی بچیوں کیلئے جواز کی دلیل دی تو فرمایا چھوٹی بچیوں کے ساتھ جوان عورتیں بھی یہ سلسلہ شروع کر دیں گی تو انہیں کس طرح روکا جائے گا۔ تھوڑی دیر بعد واقعی جوان عورتوں نے بھی دف بجانے اور گانا گانے کا سلسلہ شروع کر دیا کہ مولوی صاحب نے اجازت دے دی ہے۔ اب مولانا فیض محمد خاں رحمۃ اللہ علیہ سخت پریشان ہوئے اور بہت مشکل سے انہیں اس کام سے روکا گیا۔ (بحوالہ تذکرہ: مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ' ص:150)

(92) مولانا محمد علی لکھوی مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ و جانشین: مولانا محی الدین عبدالرحمان لکھوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد علی لکھوی رحمۃ اللہ علیہ تہجد گزار اور پرانے بزرگوں کی طرح وظائف و اوراد کے پابند تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کو علم کی دولت سے بھی خوب نوازا تھا اور عمل کی دولت بھی فروانی سے عطا فرمائی تھی۔ ان کی آواز بڑی موثر تھی' کبھی کبھی فجر کی اذان کہا کرتے تھے' آواز جنگل کی کھلی فضا کو چیرتی ہوئی دور تک جاتی تھی' مجھے قصور کے ایک شخص نے بتایا کہ کسی زمانے میں مولانا قصور آئے اور فجر کی اذان اس انداز سے کہی کہ ایک غیر مسلم گھرانا اذان سن کر مسلمان ہو گیا۔

Marfat.com

عالم دین کی نیکی کا معیار

مولانا محمد علی لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کی تہجد سے یہاں یاد آیا کہ مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ کسی عالم دین کی نیکی کا اندازہ نماز تہجد سے ہوتا ہے' پانچ وقت کی نماز پڑھنا یا پڑھانا تو اس کا پیشہ اور ذریعہ آمدن ہے' دیکھنا یہ ہے کہ وہ اپنے پیشے کے دائرے سے باہر نکل کے اور اپنے آپ کو مشقت میں ڈال کر تہجد کی نماز پڑھتا ہے؟ (بحوالہ: بزم ارجمنداں' ص:229)

صوفیاء کے پیچھے پڑنے والوں کیلئے گزارش اسلاف

مولانا محمد علی لکھوی رحمۃ اللہ علیہ نے مروجہ علوم کی تحصیل کس سال کی اور کن کن اساتذہ سے کون کون سی کتابیں پڑھیں؟ اس سوال کا مفصل جواب ہمیں کہیں سے نہیں ملتا۔ اس قسم کے مواقع پر ذہن دیوبندی اصحاب علم کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ ان کے لائق تلامذہ اپنے علمائے کرام اور اساتذہ عظام کی شب و روز کی تمام سرگرمیوں پر نگاہ رکھتے اور انہیں ضبطِ تحریر میں لانے کی سعی کرتے ہیں' افسوس ہے اہل حدیث حضرات اس اہم نقطے کو لائق التفات نہیں گردانتے۔ ان میں سے بعض حضرات اس قسم کے کام چھوڑ کر آج کل صوفیاء کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے اسلام کی کوئی خدمت نہیں کی اور یہ غلط کردار لوگ ہیں۔

ممکن ہے ان کا واسطہ ایسے ہی لوگوں سے پڑا ہو جنہیں صوفی کہا جاتا ہے اور وہ غلط کردار ہیں۔ حالانکہ غلط کردار علمائے دین اور حفاظ قرآن بھی ہو سکتے ہیں۔ غلط کرداری کسی صوفی کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارا واسطہ کسی غلط کردار صوفی سے نہیں پڑا۔ ہمارا تعلق ہمیشہ نیک سیرت صوفیاء اور عالی مرتبت اہل علم سے رہا ہے۔ ان حضرات کی خدمت میں نہایت ادب کے ساتھ گزارش ہے کہ ہر دور اور ہر علاقے میں اہل علم کیلئے کچھ الفاظ رواج پاتے ہیں مثلاً کسی زمانے میں بہت پڑھے لکھے شخص کو ملا کہا جاتا تھا۔ یہ فارسی لفظ ہے جو ہندوستان میں آیا اور اہل علم کیلئے استعمال ہونے لگا۔ ترکی' بخارا اور سمرقند وغیرہ ملکوں کے علماء کیلئے اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے' صوفی کا لفظ بھی نیک اور متدین لوگوں کیلئے استعمال ہونے لگا۔

اہل علم کو مولوی بھی کہا گیا اور کہا جاتا ہے اب مولوی کے لفظ کو حقیر سمجھا جاتا ہے اور علماء کو مولانا کہا جاتا ہے حالانکہ قرآن کی رو سے مولانا اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے مثلاً ''انت مولانا'' سورۃ بقرہ کے آخری الفاظ میں فرمایا گیا ہے' نیز سورۃ توبہ میں ارشاد ہے ''ھو مولانا'' (وہی ہمارا کارساز ہے)۔ تعجب ہے ان کے نزدیک صوفی کہنا یا کہلانا تو غلط ہے لیکن مولانا کہلانا صحیح ہے۔ کچھ لوگوں کو علامہ اور علام کہا جاتا ہے حالانکہ علام کا لفظ بھی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کیلئے استعمال ہوا ہے۔ ملاحظہ کیجئے سورۃ مائدہ' سورۃ سباء' سورۃ توبہ ''علام الغیوب''۔ (بحوالہ: بزم ارجمنداں' ص:216)

> **میرے من پسند گناہ کبیرہ کی کتابیں**
>
> میرے کتب خانے میں تفسیر و حدیث کے بعد سب سے زیادہ کتب علم تصوف اور طبقات اولیاء کی ہیں۔ میں نے ان کتابوں سے بہت فائدہ حاصل کیا' بلکہ تصوف کے باب میں تو میری اپنی تالیفات بھی موجود ہیں۔ (نواب سید صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ)

غیبی مدد کے انوکھے انداز

اس خاندان کے ایک بزرگ حاجی عبدالرحمان رحمۃ اللہ علیہ تھے' وہ مولانا محمد علی لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت مندانہ دوستی رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے خواب دیکھا کہ مولانا محمد

Marfat.com

علی رحمۃ اللہ علیہ مالی پریشانی میں مبتلاء ہیں' ان کے پاس جاؤ۔ مولانا اس وقت فی الواقع ایسی ہی صورت حال سے دوچار تھے' وہ کچھ رقم لے کر ان کی خدمت میں مرکز الاسلام آئے اور اپنا خواب بیان کیا' قرض حسنہ کے طور پر یہ رقم ان کو پیش کی۔ انہوں نے رقم لے لی اور پھر تھوڑے ہی عرصے بعد واپس کر دی۔ (بزم ارجمنداں' ص:232)

موحد فقیر کا جلالی لہجہ

ان کا ایک خط ملاحظہ فرمایئے، جو آج سے چھیالیس سال قبل ۱۹۵۵ء کا تحریر فرمودہ ہے؛ جو شخص جامعہ محمدیہ (اوکاڑہ) کیطرف آنکھ اٹھائے گا، یہ فقیر انگشتِ شہادت سے باذن اللہ اسکی آنکھ نکال کر پھینک دے گا۔ یہ فقیر آج کل کے سیاسی اہلحدیث میں سے نہیں۔ ہم فقراء و موحد اہلحدیث ہیں۔'' ایای فاتقون۔۔ ایای فارھبون ۔۔ ولا تخشوا الناس واخشون۔۔۔ والذین آمنوا اشد حباً للہ۔۔۔ و لا یخافون لومۃ لائم۔۔۔ وغیرہ آیات اس فقیر کیلئے شعار ہیں۔

(بحوالہ: بزمِ ارجمنداں' ص ۲۴۱)

علم تصوف و سلوک کے آفتاب

مولانا داؤد غزنوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر ان کے بیٹوں سید محمد عمر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور سید ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا محمد علی لکھوی رحمۃ اللہ علیہ نے خط لکھا جس میں یہ بات بھی درج تھی کہ اگرچہ ہمارے خاندان الگ الگ ہیں مگر روحانی اور دینی سلوک میں ایک ہیں۔ حضرت ولی اللہ المعروف مولانا عبداللہ صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ راقم کے والد ماجد مولانا محی الدین عبدالرحمان لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی صلبی اولاد سے مقدم رکھتے تھے۔ صوفی عبدالحق صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حضرت عبداللہ غزنوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بسوئے عبدالرحمان بروکہ آں آفتاب است یعنی علم سلوک کیلئے عبدالرحمان کی طرف جاؤ کہ وہ علم سلوک کا آفتاب ہے۔ الحاصل کہ حضرت والد ماجد' حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی بیٹے تھے' لہٰذا اخی المرحوم مولانا محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ راقم کے روحانی بھائی ہوئے جو کہ نسبی بھائیوں سے بدرجہ افضل واعلیٰ مقام ہے۔ (بحوالہ: بزم ارجمنداں' ص:254)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین و تابعین کا قرب

حضرت مولانا محمد علی لکھوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے تقریباً دس سال بعد 1973ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ وہ کم و بیش 40 سال مسجد نبوی شریف صلی اللہ علیہ وسلم میں قرآن و حدیث کا درس دیتے رہے اور مختلف ملکوں کے طلباء کو پڑھاتے رہے۔ **یہ عظیم الشان سعادت ہے جو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے حصے میں آئی' وفات کے بعد وہ جنت البقیع میں دفن کئے گئے** جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین' تابعین رحمۃ اللہ علیہم' لاتعداد محدثین رحمۃ اللہ علیہم اور علماء و فقہاء' ان گنت صلحاء و متقین اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے مدفون ہیں۔ مرنے کے بعد ان عالی مرتبت حضرات کا قرب انتہائی عالی بختی ہے' جو حضرت مولانا محمد علی لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے حصے میں آئی۔ (بحوالہ: بزم ارجمنداں' ص:255)

Marfat.com

(93) حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ عبداللہ صاحب محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے تھے پتا چلا کہ حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ وفات پا گئے ہیں۔ یہ المیہ اگست 1913ء کو پیش آیا تھا' حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دس سال کی عمر میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور طویل عرصے تک ان سے ظاہری و باطنی فیض حاصل کرتے رہے۔ علوم دین کی سند بھی انہی سے لی تھی اس لئے ان کی وفات کا انہیں شدید صدمہ پہنچا اور وہ امرتسر آ گئے۔ (بحوالہ: بزم ارجمنداں' ص:269)

جن کو نکالنے کیلئے محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کا تعویذ

ایک دفعہ جڑانوالہ کے قریبی گاؤں سے میرے ایک دوست محمد اسماعیل میرے پاس آئے اور بتایا کہ ان کے بڑے بیٹے محمد کو جن پریشان کرتا ہے اور ہم اس کی وجہ سے سخت تکلیف میں مبتلا ہیں۔ جب اس جن کو نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے تو وہ خود کو حضرت حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد اور عقیدت مند قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ فرمائیں گے تو اس کا پیچھا چھوڑا جائے گا ، ورنہ نہیں۔ وہ دوست چاہتے تھے کہ میں حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کروں اور ان سے تعویذ لے کر دوں۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ **تعویذ دیتے تھے اور سنا تھا کہ ان کے تعویذ سے اللہ تعالیٰ شفاء بخشتا ہے**۔ چنانچہ دوست کے اصرار پر مجھے (اسحاق بھٹی مرحوم کو) حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ماڈل ٹاؤن میں جانا پڑا۔ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حاضری کی وجہ دریافت فرمائی' واقعہ عرض کیا تو اندر گئے اور تعویذ لکھ کر لائے' تعویذ عنایت فرمایا اور اس کے استعمال کا طریقہ بتایا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ان صاحب کے بیٹے محمد کو شفاء عطا فرمائی۔ اب وہ بیٹوں اور پوتوں والا ہے۔ (بحوالہ: بزم ارجمنداں' ص:273)

محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے صوفیانہ خصائص

ان کے شاگرد رشید مولانا محمد صدیق مرحوم (سرگودھا) فرماتے ہیں وہ کم گو اور خاموش طبع تھے' سادہ لباس پہنتے' غذا جو ملتی وہ کھا لیتے' وضو کے وقت ہمیشہ مسواک کرتے' داؤدی روزہ رکھتے یعنی ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔ افطار کے دن بھی صرف ایک وقت کھانا کھاتے' سفر و حضر میں ہمیشہ تہجد پڑھتے اور ایک پارے کی تلاوت فرماتے۔ ہمارے علم میں ایک نماز فرض ایسی نہیں جو انہوں نے جماعت کے بغیر پڑھی ہو۔ حتیٰ الوسع بیٹھ کر نماز نہ پڑھتے' فتوے اور تعویذ کے سلسلے میں لوگ جو خدمت کرتے' وہ بہت کم اپنے مصرف میں لاتے۔ ہر اس دوا اور علاج سے پرہیز کرتے جس کے ناجائز ہونے کا شبہ ہوتا۔ (بزم ارجمنداں' ص:277)

(94) حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مرید و خلیفہ: حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

تقویٰ و تدین اور خشیت الٰہی سے مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دل ابتدائے عمر ہی سے معمور تھا' رواداری' متانت' خلوص' نرم کلامی اور حلم و بردباری کے اوصاف ان کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے فراوانی سے جمع فرما دیے تھے۔ چھوٹے پر

Marfat.com

شفقت اور بڑے کی تکریم کو انہوں نے اپنے لئے عملاً وقولاً فرض ٹھہرالیا تھا' جس سے ملتے ،خوش روئی اور خندہ پیشانی سے ملتے اور نرم زبان میں اس سے گفتگو کرتے' لہجہ نہایت شیریں اور نہج کلام بے حد میٹھا تھا۔

علم و حلم ملنے کے بعد تصوف کی پیاس

خطابت و درس کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور ان کے حلقہ بیعت میں داخل ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ شرطیں پیش کیں اور فرمایا بیعت سے پہلے ان شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے۔

اول: کسی قاری سے فن قرأت حاصل کیا جائے۔

دوم: کسی استاذِ حدیث سے دورہ حدیث کیا جائے۔

مفتی صاحب امرتسر میں حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے کتب حدیث پڑھ چکے تھے اور حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں سند حدیث عطا فرمادی تھی۔

سوم: حکیم غلام مصطفیٰ بجنوری رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق اصلاح قائم کر کے پورے پچیس دفعہ ان سے خط و کتابت کی جائے اور پھر وہ پچیس خطوط مجھے دکھائے جائیں۔

مرشد کے حسبِ منشاء شرائط کی تکمیل

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دو سال میں مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تینوں شرائط پوری کر دیں۔ مولانا محمد انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے دوبارہ دورہ حدیث کیا' قاری کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ سے فن قرأت سیکھا' حکیم غلام مصطفیٰ بجنوری رحمۃ اللہ علیہ سے خط و کتابت کے ذریعے پچیس خطوط وصول کر کے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو دکھا دیئے' اب مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اپنے حلقہ بیعت میں شامل فرمالیا۔ پھر تین سال کی محنت و ریاضت کے بعد انہیں خلعتِ خلافت سے نوازا۔ (بحوالہ: بزمِ ارجمنداں' ص:192)

علمائے کرام کے تین اہم امور

اس کے بعد مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تین امور کو بالخصوص نظر التفات ٹھہرایا' درس و تدریس (2) وعظ و تبلیغ (3) بیعت و ارشاد۔ یہ تینوں بڑے اہم امور تھے' درس و تدریس کے ذریعے بے شمار علماء و طلباء ان سے مستفید ہوئے اور انہوں نے علوم دین کی بہت سی کتابیں ان کے حلقہ درس میں مکمل کیں۔ وعظ و تبلیغ سے بھی انہیں بے حد دلچسپی تھی' وہ امرتسر میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے تھے جس میں کثیر تعداد میں لوگ شامل ہوتے تھے' جمعہ کے علاوہ بھی لوگ ان کی خدمت میں آتے اور ان کے مواعظِ حسنہ سنتے تھے' نمازِ عصر کے بعد لاہور میں کئی دفعہ یہ فقیر (محمد اسحاق بھٹی مرحوم) مولانا سید داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کے ہاں گیا۔ تنہا بھی متعدد مرتبہ حاضر ہوا' لوگ ان کے اردگرد بیٹھے ہوتے اور وہ انہیں قرآن و حدیث کے مسائل بتاتے اور بزرگانِ دین کے واقعات سنانے میں مصروف ہوتے۔ (بحوالہ: بزمِ ارجمنداں' ص:293)

Marfat.com

تصوف کی پر بہار وادی

تصوف کی بولی میں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ' مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے اور مرشد کی طرف سے انہیں بیعت و تلقین کی اجازت حاصل تھی اس لئے ان کا بیعت وارشاد کا سلسلہ جاری تھا' بے شمار لوگوں نے ان سے استفاضہ کیا اور اس طریقے سے وہ خیرات وحسنات پھیلانے کا باعث بنے' یہ سلسلہ 1925ء سے جاری تھا جب سے وہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ بیعت میں شامل ہو گئے تھے۔ اس سلسلے کی روحانی کیفیتوں اور قلبی مسرتوں کا اصل اندازہ انہی لوگوں کو ہوسکتا ہے جو اس پر بہار وادی کے نشیب وفراز سے آگاہ اور اس کی مختلف منزلوں سے باخبر ہیں۔ (بزم ارجمنداں' ص:294)

زہد وتصوف کے جھنڈے

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ امرتسر کی مشہور دینی درسگاہ مدرسہ غزنویہ یعنی دار العلوم تقویۃ الاسلام میں داخل ہوئے تھے' وہ زمانہ اصل میں صلحاء واتقیاء کا زمانہ تھا اور بڑے بڑے متقی اور پرہیزگار لوگ امرتسر میں مقیم تھے۔ انہی کی وجہ سے اہل اسلام اور طلبائے علم امرتسر کا رخ کرتے تھے۔ جن حضرات نے وہاں علم وعمل کی شمع جلا رکھی تھی اور زہد وتصوف کے جھنڈے گاڑ رکھے تھے ان میں حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک امتیازی مقام اور منفرد حیثیت حاصل تھی۔ ان کی متقیانہ رفعتوں اور عالمانہ تاثر انگیزیوں کا حلقہ نہایت وسیع تھا' وہ بہت بڑے روحانی بزرگ اور حد درجہ متصف بہ صالحیت اور تقویٰ شعار تھے۔ مجسمہ اتباع سنت اور پیکر عمل بالقرآن والسنۃ تھے اور اسی کی پاداش میں اپنے والد مکرم حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ غزنی سے نکالے گئے۔ (بزم ارجمنداں' ص:298)

دو عظیم المرتبت بزرگ

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مجھے دو عظیم المرتبت بزرگوں کی صحبت ومجلس میں شریک رہنے اور ان سے کسب فیض کا موقع ملا ہے۔ ایک مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے اور دوسرے مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے۔

(بزم ارجمنداں' ص:299)

تصوف کے نکات ومعارف

مفتی صاحب مرحوم' مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے گہرے تعلقات رکھتے تھے اور ہر معاملے میں ان سے مشورہ لیتے تھے' بیماری کے باوجود مہینے میں ایک مرتبہ مولانا غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ضرور تشریف لے جاتے اور مولانا کی بات کو بہت وقیع قرار دیتے تھے۔ **ان دونوں بزرگوں کی گفتگو کا اصل موضوع تصوف اور اس کے نکات ومعارف ہوتا تھا**' مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس ضمن میں اکثر حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیا کرتے تھے اور ان کی جامعیتِ علوم سے اس درجہ متاثر تھے کہ اپنے عقیدت کیشوں اور ارادت مندوں کو بھی ان کے واقعات سنایا کرتے تھے۔ اپنے حلقہ ارادت میں کہا کرتے تھے کہ ''نہ تم میں سے کوئی میری بات سمجھتا ہے اور نہ میں کسی کی بات سمجھتا ہوں''۔ صرف مولانا داؤد غزنوی ہیں جو میری بات سمجھتے ہیں اور جن کی بات میں سمجھتا ہوں۔

Marfat.com

مسلسل تیس سال مرشد کی صحبت اٹھانا

جب تک صحت نے اجازت دی' حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ باقاعدگی سے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تھانہ بھون تشریف لے جاتے رہے۔تیس رمضان انہوں نے پورے التزام کے ساتھ وہاں گزارے یعنی مسلسل تیس سال رمضان کے مہینے میں اپنے مرشد کے ہاں فیوض و برکات حاصل کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ (بزمِ ارجمنداں' ص:301)

(95) مولانا محمد جمال امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد جمال صاحب مرحوم امرتسر کے مشہور عالم اور صاحبِ تقویٰ بزرگ تھے اور حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ جب تک امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ زندہ رہے وہ ان سے روحانی فیض حاصل کرتے رہے۔امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد یہ سلسلہ قدرتی طور پر منقطع ہوگیا' اب وہ کسی صاحبِ دل کے متلاشی ہوئے' اسی اثناء میں انہیں مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے معلوم ہوا تو ان سے خط و کتابت کی اور حاضری کی اجازت چاہی لیکن ساتھ ہی یہ بات بھی واضح کردی کہ میں اہل حدیث ہوں اور روحانی اعتبار سے حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یافتہ ہوں' ان کی وفات کے بعد آپ کے ہاں حاضری کا متمنی ہوں۔مولانا نے فرمایا کہ ضرور تشریف لایئے مگر اختلافی مسائل پر گفتگو نہ فرمایئے' اس سے طبیعت میں انقباض پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ وہاں گئے اور نماز باقاعدہ مسلکِ اہل حدیث کے مطابق ادا کرتے رہے۔(بزمِ ارجمنداں' ص:302)

(96) شیخِ طریقت شاہ محمد سلیمان پھلواری رحمۃ اللہ علیہ

شاہ محمد سلیمان پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ تصوف و سلوک کے قادری اور چشتی سلسلوں سے تعلق رکھتے تھے' خود بھی شیخ طریقت تھے۔ ضلع پٹنہ کے مشہور قصبہ پھلواری شریف جو اصحاب طریقت اور ارباب علم کا مسکن ہے' وہاں کے سجادہ مشیخت پر فائز تھے۔انہوں نے اپنے زمانے کے علم و فیض کے تین پرافتخار سرچشموں سے سیراب ہونے کا شرف حاصل کیا تھا۔لکھنؤ میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ سے' سہارن پور میں مولانا احمد علی سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ سے اور دہلی میں مولانا سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح وہ اپنے دورِ جوانی میں تین باکمال اصحابِ فضل سے فیض یاب ہونے کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے۔مولانا سید داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ بتایا کہ شاہ محمد سلیمان پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ بہت خوبصورت تھے' عہد قدیم کے صوفیاء کی طرح سبز عمامہ باندھتے تھے اور ان کے لمبے لمبے بال ان کے کندھوں پر لٹکتے رہتے تھے۔مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اس درد اور سوز سے پڑھتے کہ کوئی سمجھے یا نہ سمجھے' پورا مجمع تڑپ اٹھتا تھا اور آنکھیں اشک بار ہوجاتیں۔(بزمِ ارجمنداں' ص:251_252)

(97) شاہ محمد جعفر پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

شاہ محمد جعفر پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ جھاڑ پھونک اور تعویذ وغیرہ بھی خاص خاص لوگوں کیلئے کرتے تھے لیکن اس کے بدلے

Marfat.com

میں کسی سے روپیہ پیسہ نہیں لیتے تھے۔ ایک دفعہ میرے ایک دوست محمد انور زاہدی مرحوم کی بیوی اور بیٹی بیمار پڑ گئیں۔ علاج معالجہ کرایا مگر آرام نہیں آیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہوں کہ ان کے گھر جا کر ماں بیٹی کو دم کر دیں۔ لہٰذا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے ساتھ ان کے گھر گئے ماں بیٹی کو دم کیا' تعویذ لکھ کر دیا اور کچھ روپے بھی عنایت کئے۔ جب انہوں نے لینے سے انکار کیا تو فرمایا کہ مریض کو کچھ دینا چاہئے' اس سے لینا نہیں چاہئے' شرعی مسئلہ یہی ہے۔ (بزم ارجمنداں' ص:365)

وظیفہ کی بدولت گمشدہ بٹوا (پرس) مل گیا

اوراد و وظائف کے وہ پابند تھے اور اس سلسلے میں ان کے کچھ تجربات تھے۔ ایک دفعہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم (ادارہ ثقافتِ اسلامیہ) کا بٹوا گم ہو گیا جس میں اچھی خاصی رقم بھی تھی اور بعض ضروری کاغذات بھی تھے۔ بہت تلاش کیا اور بار بار خلیفہ صاحب نے اپنی جیبیں ٹٹولیں مگر بٹوا نہ ملا وہ بڑے پریشان ہوئے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا گیا تو انہوں نے کچھ وظیفہ پڑھا اور دو تین مرتبہ اوپر کو منہ کر کے تالی بجائی۔ تھوڑی دیر بعد دیکھا تو بٹوا خلیفہ صاحب کی جیب میں موجود تھا اور اسی جیب میں تھا، جسے خلیفہ صاحب سب کے سامنے بار بار دیکھ چکے تھے۔ (بزم ارجمنداں' ص:370)

(98) سید محمد حسین شاہ ربانی رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ دھاریوال کے دوران قیام میں جس شخصیت نے مولانا عبداللہ گورداسپوری رحمۃ اللہ علیہ کو سب سے زیادہ متاثر کیا۔ وہ سید محمد حسین شاہ ربانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ وہ ایک مقامی سکول میں ٹیچر تھے' ڈھیلا ڈھالا سا کھدر کا لباس پہنتے اور ہر وقت ذکر الٰہی میں مصروف رہتے۔ دور دراز کے لوگ ان کے پاس آتے اور ان سے دعا کی درخواست کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتا تھا۔

تزکیہ و تصوف پر بیان

دھاریوال کے جلسے کی صدارت حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے کی تھی۔ انہوں نے صدارتی تقریر "قد افلح من تزکی" کے موضوع پر ارشاد فرمائی۔ مولانا کا اسلوب بیان نہایت موثر تھا' سامعین میں ایک بزرگ جناب سید پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارادت مند بھی موجود تھے۔ وہ سب سے زیادہ متاثر ہوئے اور ان پر رقت طاری تھی' تقریر ختم ہوئی تو انہوں نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا "بلاشبہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کا ولی ہے"۔ (بزم ارجمنداں' ص:607)

(99) حاجی محی الدین رحمۃ اللہ علیہ

وہاں ہمارے بزرگوں میں ایک صاحب حاجی محی الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے جو مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور لکھویوں کے عقیدت مند تھے' مختلف دینی مسائل سے متعلق ان کے معلومات خاصے وسیع تھے' عام طور پر کوئی نہ کوئی کتاب ان کے زیر مطالعہ رہتی تھی بڑے نیک اور پرہیزگار بزرگ تھے' تہجد گزار شب زندہ دار اور نہایت پارسا۔ نماز انتہائی آرام

Marfat.com

سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے۔ بے شمار لوگوں کو انہوں نے قرآن مجید کی تعلیم دی اور دین اسلام کی مختلف کتابیں پڑھائیں۔

(بحوالہ تذکرہ: مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ ص:85)

(100) مولوی فضل دین رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں کوٹ کپورہ میں ایک عالم دین مولوی فضل دین رحمۃ اللہ علیہ تھے جو کسی دور میں امرتسر کے مدرسہ غزنویہ میں پڑھتے رہے تھے اور علمائے غزنویہ کے شاگرد اور عقیدت مند، بہت نیک اور متدین و متقی بزرگ تھے۔ مسائل پر ان کی بہت نظر تھی، مولانا سید داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ان کے بارے میں بتایا کہ مدرسہ غزنویہ میں یہ مولوی فضل دین منطقی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور تھے، اس لئے کہ علم منطق سے ان کو خاص طور سے دلچسپی تھی، آزادی کے بعد ہمارے گاؤں چک 53 گ ب (تحصیل جڑانوالہ) میں آباد ہو گئے تھے، وہیں وفات پائی۔

(بحوالہ تذکرہ: مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ ص:103)

مرشد کے ادب کی آخری مثال

فتح خیبر کے بعد یہ افسوسناک واقعہ پیش آیا کہ خیبر کے ایک یہودی رہنما کی بیوی زینت نے بکری پکا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطورِ ہدیہ پیش کی، اس بکری کے گوشت میں زہر ملا دیا گیا تھا۔ یہودی کہتے تھے کہ اگر اسی شخص (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے گوشت کھا لیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا (نعوذ باللہ) اسی وقت خاتمہ ہو جائے گا اور ہم نجات پا جائیں گے۔ اگر یہ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو گوشت نہیں کھائیں گے اور صرف چکھ کر چھوڑ دیں گے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ زہر آلود گوشت پیش کیا گیا تو حضرت بشیر بن براء رضی اللہ عنہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوشت چکھا اور تھوک دیا، لیکن حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے لقمہ اٹھا کر منہ میں ڈال لیا اور حلق سے نیچے اتار گئے، پھر اسی وقت وفات پا گئے۔ انہیں بھی یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تھوکنے کو سوءِ ادب سمجھا اور باوجود علم و احساس کو گوشت کھا گئے۔ حتیٰ کہ ان کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔

(60 باکمال خواتین، ص:189)

Marfat.com

کہاں ہے میرے صوفیاء کا خادم؟

میں اپنے طور پہ ہر حال میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھوں گا، اس کیلئے مجھے بے شک مالی دشواریاں پیش آئیں گی، لیکن اگر میں زندہ رہا تو اپنا سب کچھ بیچ کر بھی یہ کام کروں گا۔ ممکن ہے یہی کام میری نجات کا ذریعہ بن جائے اور میدان حشر میں پکارا جاؤں کہ وہ فقیر حقیر کہاں ہے جس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث اور ان کے متبعین اور خادمین کی خدمات کو تحریری صورت میں اجاگر کرتے ہوئے اپنا سب مال و متاع فروخت کر دیا اور خود فقیر ہو کر مر گیا۔

(مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کا خط، مولانا عارف جاوید محمدی حفظہ اللہ کے نام)

(مورخہ: 13 جنوری 2001)

(بحوالہ: ارمغان مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ: ص ۲)

قارئین! صرف حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرنا ہی کافی تھا، لیکن حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے تجربہ کار مورخ و مصنفِ کتبِ کثیرہ پر یہ بات عیاں تھی کہ حدیث کیساتھ اگر خادمینِ حدیث رحمہ اللہ علیہم کی خدمت نہ کی جائے تو یہ سب سے بڑی نمک حرامی ہوگی۔ کیا کبھی کسی نمک حرام شخص کو بھی بھاگ لگا ہے؟ اسلاف فراموش کو تو اسکی زندگی میں ہی فراموش کر دیا جاتا ہے، چہ جائیکہ اس کے مرنے کے بعد کوئی اسے دعاؤں میں یاد رکھنے کی بھول کرے یا اسکے تذکرے لکھنے میں وقت ضائع کرے۔ تذکرے تو اپنا آپ مٹا دینے والے عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زندہ رہتے ہیں۔ یادیں تو اللہ جل شانہ پر مر مٹنے والے اولیاء و صالحین کے غلاموں کی باقی رہتی ہیں۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تصوف کا گناہ کبیرہ

قارئین! مورخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتابیں ایک طرف، لیکن ''فقہائے ہند'' ان کی تمام تصانیف کا شاہکار ہے۔ معمول کے مطابق ملاقاتوں کے دوران ایک دن بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ راقم کو فرمانے لگے کہ ''پہلے فقہائے ہند دس جلدوں میں چھپی تھی لیکن اب دارالنوادر نے اسے چھ جلدوں میں یکجا کر دیا ہے'' لیکن قارئین ہمیں اس بات کا افسوس ہے کہ ہمیں اس نئے ایڈیشن کی صرف تین جلدیں مل سکی ہیں۔ بہر حال میسر کو مؤثر سمجھتے ہوئے انہی جلدوں میں سے جب بھٹی صاحب مرحوم کے ہاتھ سے لکھے ہوئے تصوف کو جمع کرنا شروع کیا، تو وہ سینکڑوں صفحات کو محیط ہو گیا۔ قارئین اگر یہ سب واقعاتِ تصوف اور صوفیاء کے تذکرے گناہِ کبیرہ تھے تو مورخ اہل حدیث ساری عمر یہی گناہ کیوں کرتے رہے۔ ''فقہائے ہند'' (جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے) لکھتے ہوئے تو حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو چاہئے تھا کہ برصغیر پاک و ہند کے علمائے کرام اور فقہائے عظام کی علمی خدمات کا تذکرہ کرتے۔ انہوں نے سینکڑوں رجال کے حالات لکھتے ہوئے بار بار تصوف ہی کیوں پیش کیا؟ اس کو حذف کر جاتے جس طرح موجودہ دور میں کیا جا رہا ہے۔ بالخصوص بھٹی صاحب مرحوم کی سوانح حیات بنام ''ارمغان مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ'' کو ترتیب دیتے ہوئے جس طرح تصوف کو ''نا قابل معافی اکبر الکبائر'' سمجھ کر **حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اکانوے سالہ زندگی سے چن چن کر پاتال میں دفن کر دیا گیا ہے**، اسی طرح مورخ اہل حدیث رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی زندگی اسی ''جہاد'' میں قربان کرتے، لیکن اس کے برعکس انہوں نے تو تصوف کی آبیاری کرنے میں اپنا تن بھی کھپا دیا، من بھی گھلا دیا اور دھن بھی لگا دیا، اور تقریباً ہر کتاب میں ایک بات بار بار لکھی کہ بزرگوں کے تذکرے لکھنا میرے نزدیک کارِ خیر ہے اور میں یہ ثواب کا کام اپنی بساط کے مطابق عمر بھر کرتا ہی رہوں گا'' قارئین! کیا حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان بزرگوں کا کلمہ پڑھا تھا؟ تصوف کو ماننے والے علمائے اہل حدیث نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا تھا یا۔۔۔؟ بیعت کرنے والے حضرت صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کس کا کلمہ پڑھا تھا؟ تعویذ دینے والے حافظ عبداللہ محدث روپڑی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کس کا کلمہ پڑھا تھا؟ حضرت پیران اہلحدیث مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے کس کا کلمہ پڑھا تھا، جن کے نسل در نسل مرید فیروز وٹو وال میں ابھی تک موجود ہیں؟ حضرت میاں محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ نے کس کا کلمہ پڑھا تھا؟ جن کے صوفیانہ واقعات آج بھی شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی حفظہ اللہ تعالیٰ سناتے ہیں۔ مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کس کا کلمہ پڑھا تھا؟ جن کے کشف و کرامات پر ایک زمانہ گواہ ہے۔ یہ سب اور ان جیسے سینکڑوں صوفیائے اہلحدیث کیا حالتِ شرک میں مرے ہیں؟ کیا اہل حدیث کے تمام اسلاف شخصیت پرست تھے؟ کیا وہ لوگوں کو تصوف پر لگا کے

Marfat.com

بدعت کرتے ہوئے مرے ہیں؟؟؟ نہیں تو۔۔۔۔! میں تو کہتا ہوں کہ وہ سب حالتِ ایمان میں فوت ہوئے اور جنت کے اعلیٰ درجات پا گئے ہیں، ان شاء اللہ۔

بہر حال قارئین، انتہائی افسوس ہے کہ فقہائے ہند کے مکمل سیٹ تک ہماری رسائی نہیں ہو سکی، ورنہ مزید کئی سو متصوف علماء و فقہاء رحمہم اللہ کے حالات آپ کی نذر کیے جاتے جنہوں نے عشق و معرفت کے جام خود بھی پیے اور اپنے وقت کے لاتعداد پیاسوں کو بھی سیراب کیا۔ اللہ نے چاہا تو آئندہ کسی صورت میں آپکا کھویا ہوا ورثہ ان شہ پاروں (فقہائے ہند کی باقی جلدوں) سے اکٹھا کر کے آپکی سیوا میں پیش کیا جائے گا۔ یار زندہ،،،،،، صحبت باقی۔۔۔۔(از: مرتب)

(1) مفتی آدم بن محمد گوپاموی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی آدم بن محمد بن خواجہ بن شیخ بن آدم شہابی صدیقی گوپاموی رحمۃ اللہ علیہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے' جو اپنے دور کے مشہور عالم دین اور نامور بزرگ تھے۔ 911ھ (1505ء) میں ہندوستان کے صوبہ یوپی کے مردم خیز شہر گوپامئو میں پیدا ہوئے۔ اس زمانے میں جونپور کو علم و علماء کے عظیم مرکز کی حیثیت حاصل تھی اور ایک عرصے سے وہاں درس و تدریس کی مسندیں آراستہ تھیں۔ مفتی موصوف نے عمر کی کچھ منزلیں طے کیں تو جونپور کا قصد کیا اور شیخ معروف بن عبدالواسع حسینی بخاری رحمۃ اللہ علیہ جونپوری کے حلقہ درس میں شمولیت اختیار کی۔ ان سے مروجہ علوم درسیہ بھی حاصل کئے اور تصوف و طریقت سے بھی بہرہ یاب ہوئے۔

اس اثناء میں بے شمار اہل علم ان سے مستفید ہوئے اور طلباء کی کثیر تعداد نے کسب فیض کیا۔ تخت ہند پر اس زمانے میں مغل حکمران ظہیر الدین بابر متمکن تھا۔ وہ مفتی آدم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کا بہت قدر دان تھا۔ اس نے 930ھ (1524ء) میں ان کو معاشی تکفل کی غرض سے ایک قریہ عطا کیا۔ مفتی ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نے نوے سال عمر پا کر 1001ھ (1593ء) میں وفات پائی۔

(فقہائے ہند ج:4 ص:39)

(2) قاضی ابراہیم بن محمد کالپوی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی ابراہیم بن محمد کالپوی رحمۃ اللہ علیہ موضع پنواری کے باشندے تھے' جو اعمال کالپی میں واقع تھا۔ انہوں نے اپنے والد (قاضی محمد پنواری رحمۃ اللہ علیہ) سے اخذ علم اور کسب طریقت کیا اور اس عہد کے مشہور مدرس شیخ عبدالملک بن ابراہیم کالپوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہدایہ پڑھا۔ حصول علم کے بعد اپنے قصبہ پنواری کی مسند تدریس پر فائز ہوئے اور پھر عمر بھر درس و تدریس اور افادہ طلباء میں مصروف رہے' اپنے وقت اور علاقے کے شیخ اور عالم و فقیہ تھے۔ فقہ' اصول فقہ' اور علوم عربیہ میں یگانہ روزگار تھے' صالح عالم دین' خوش خط اور فصیح البیان تھے۔ انداز گفتگو شیریں اور پر تاثیر تھا' کسی مجلس میں زبان کو حرکت دیتے تو حسن بیان اور تاثر انگیزی میں سب سے سبقت لے جاتے' اپنے گوناگوں اوصاف کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ان کی عزت و محبت مرتسم ہو چکی تھی اور ہر حلقے میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:41)

Marfat.com

(3) سید ابراہیم غیاث پوری رحمۃ اللہ علیہ

سید ابراہیم نوری غیاث پوری رحمۃ اللہ علیہ غیاث پور میں پیدا ہوئے شیخ وقت عالم دین اور محدث تھے حدیث فقہ اور تصوف کے نامور علماء میں سے تھے۔ فقہ کی تعلیم لاہور میں شیخ اسحاق بن کاکولاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسے میں حاصل کی۔ پھر ملتان گئے وہاں شیخ کبیر الدین حسینی بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے جو ایک صاحب طریقت بزرگ تھے۔ ملتان سے دہلی کا قصد کیا اور شیخ محمد غوث شطاری گوالیاری کی صحبت ورفاقت اختیار کی اور ان کی تصنیف ''الجواہر الخمسہ'' شیخ مبارک گوالیار سے پڑھی۔ پھر حج بیت اللہ کے ارادے سے دہلی سے نکلے لاہور اور ملتان آئے۔ وہاں سے شیراز اور پھر بغداد گئے۔ بغداد میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین شیخ زین العابدین حسنی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ علم اور کسب فیض کیا۔ وہاں سے بلاد شام اور بیت المقدس ہوتے ہوئے مصر پہنچے۔ مصر سے عازم مدینہ منورہ ہوئے وہاں سے مکہ مکرمہ گئے اور سعادت حج حاصل کی۔ وہاں شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ درس جاری تھا اس میں شامل ہو گئے اور ان سے بعض اہم کتابوں کا درس لیا۔ پورے بارہ سال جبل ثور پر قیام فرما رہے اس لئے ثوری مشہور ہوئے۔

شیخ ابراہیم غیاث پوری رحمۃ اللہ علیہ عابد وزاہد قانع ومتوکل اور صاحب بصیرت بزرگ تھے۔ سیر وسیاحت کے زیادہ شائق تھے اور علمائے دین کی خدمت میں حاضر رہنے اور ان سے استفادہ کرنے کے متمنی رہتے تھے۔

(4) قاضی ابراہیم بیجاپوری رحمۃ اللہ علیہ

قاضی ابراہیم زبیری بیجاپوری رحمۃ اللہ علیہ شیخ وقت فاضل عصر معرفت وادراک میں یگانہ روز فقیہ زاہد ومتورع بلند کردار اور اعلیٰ سیرت بزرگ تھے۔ **علم وفضل کی فراوانیوں کے ساتھ ساتھ تصوف وطریقت سے بھی لگاؤ تھا** اور یہ علم انہوں نے شیخ جان اللہ سہروردی بیجاپوری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا۔ طویل عرصہ تک بیجاپور کی مسند قضا پر متمکن رہے اور فرائض قضا نہایت حسن وخوبی سے انجام دیے۔ (فقہائے ہند ج: 4 ص۔ 42)

(5) قاضی ابراہیم سندھی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی ابراہیم ٹھٹھوی سندھی رحمۃ اللہ علیہ شیخ مخدوم فیروز رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے۔ بہت بڑے عالم شیخ اور فقیہ تھے۔

قاضی ابراہیم سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے چند دلچسپ اور تعجب انگیز روایات بھی منقول ہیں کہتے ہیں کہ ایک روز وہ شیخ میرک رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر حاضر ہوئے جو شاہ جہان کے آخری ایام حکومت میں صدارت مطلق کے منصب پر سرفراز تھے۔ اس وقت وہاں علماء کی مجلس منعقد تھی وہ کہتے ہیں جب میں وہاں جا کر بیٹھا تو اچانک ایک شخص سادہ لباس پہنے اور پیچ دار عمامہ باندھے ہوئے مجلس میں داخل ہوا شیخ میرک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی آمد پر تمام علماء سے زیادہ اس کی تعظیم کی۔ پھر جب وہ جانے لگا تب بھی شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس کی

Marfat.com

انتہائی تعظیم بجالائے۔ حاضرین مجلس نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو جواب دیا کہ یہ شخص علوم نادرہ سے آگاہ ہے اور دنیائے جنات کا مرشد ہے۔ قاضی ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں شیخ کی یہ بات سن کر تیزی کے ساتھ مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور التجا کی کہ کسی وقت مجھے ملاقات کا شرف بخشا جائے۔ انہوں نے مجھے اپنے گھر کا پتا دیا اور چلے گئے۔ تین چار روز کے بعد میں ان کے گھر گیا' اطلاع ملنے پر وہ بالا خانے سے جو ان کی خلوت گاہ تھا' نیچے آئے اور حال معلوم کر کے کہا ''بندہ کو کچھ کام ہے' چند ساعت بالا خانے پر تشریف رکھئے' فارغ ہو کر حاضر خدمت ہونے کی سعادت حاصل کرتا ہوں''۔ میں ابھی دو چار زینے ہی اوپر چڑھا ہوں گا کہ ایک شاندار محفل آراستہ دکھائی دی' سب نے میرا استقبال کیا اور مجھے مجلس کے صدر مقام پر بٹھایا' ان میں سے تین چار اشخاص نے ہاتھ میں کتابیں پکڑ رکھی تھیں اور درمیان میں ایک شخص مطول کھولے بیٹھا تھا' ان دنوں ایک طالب علم نے ملا سعد الدین تفتازانی پر اعتراض کیا تھا' اس مجلس میں اس شخص نے مطول کھولی تو وہی مقام سامنے آیا جو زیر بحث تھا۔ اب پڑھنے پڑھانے اور سننے والوں نے اس مقام کو حل کرنے کیلئے آپس میں بحث شروع کر دی۔ میں نے بھی کچھ دخل دیا' ہر علم کی بحث اور دلیل پیش ہوئی' یہ مجلس پہر دن تک جاری رہی' اچانک صاحب خانہ نمودار ہوئے اور سب نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ میں شوق استفادہ کے جذبے میں سب سے پہلے ان کے سامنے جا پہنچا' مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: بڑی تکلیف ہوئی آپ کو' میرا بہت انتظار کرنا پڑا۔ میں نے جواب میں عرض کیا: ان عزیزوں کی صحبت سے میں نے بہت استفادہ کیا۔ فرمایا: کن عزیزوں کی صحبت سے؟ میں نے پلٹ کر پیچھے دیکھا تو کوئی بھی نظر نہ آیا۔ فی الفور میرے جسم میں رعشہ طاری ہو گیا اور میں بے ہوش ہو گیا' شیخ نے پانی پر دم کر کے میرے منہ پر چھینٹے مارے تو مجھے ہوش آیا۔

قاضی ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی منقول ہے' کہتے ہیں جس زمانے میں میں اعلیٰ حضرت جنت مکانی (عالمگیر بادشاہ) کے پوتے کا معلم تھا' ایک روز شیخ ناصر رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کی عجیب و غریب شخصیت تھے' کتب خانے میں آئے' سلطان بھی موجود تھا' میں نے سلطان کو ان سے کچھ طلب کرنے کا اشارہ کیا' سلطان نے نہایت عجز و انکسار کے ساتھ شیخ سے تبرک کی درخواست کی انہوں نے مسکراتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر فرش کے نیچے سے چند کنکریاں اٹھائیں اور ہاتھ میں تین بار گھمائیں' میں نے دیکھا اب کنکریوں میں سے کچھ تو آب دار عقیق ہیں' کچھ بے بہا لعل ہیں' کچھ مرجان ہیں اور کچھ موتیوں میں تبدیل ہو گئی ہیں۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ کہ پھر یہ سب انہوں نے ڈاڑھی کے بال کی نوک سے ایک ایک پرو کر سلطان کو دیں۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:43-44)

(6) شیخ ابوبکر شافعی سندھی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوبکر سندھی رحمۃ اللہ علیہ' شافعی المسلک تھے' اپنے عصر کے بہت بڑے فاضل اور علامہ تھے۔ دمشق میں جامع اموی کے مشرقی مینار کے نیچے یہ سندھی عالم دین دس سال خدمت علم انجام دیتے اور علماء و طلباء کو مستفید فرماتے رہے۔ یوں تو تمام مروجہ علوم کے ماہر تھے لیکن معقولات میں بالخصوص درک رکھتے تھے' ساتھ ہی انتہائی نیک بھی تھے' ان کے تدین کا یہ حال تھا کہ اکثر روزے رکھتے اور نماز باجماعت کا التزام کرتے۔ کم گو' متواضع اور عبادت گزار تھے' حکام کی مجلسوں اور ان سے ملاقات سے دامن کشاں

Marfat.com

رہتے، اگر کسی حکمران کو ان سے کوئی کام ہوتا تو خود حاضر خدمت ہو جاتا۔

دنیا اور اس کا مال و متاع انہیں پیش کیا جاتا مگر وہ اس سے دور بھاگتے۔ خاموشی اور قناعت کی زندگی بسر کرتے تھے، علماء و طلباء کا ایک ہجوم ان کے گرد رہتا اور یہ ان کو معقولات اور دیگر علوم کی تعلیم دیتے۔ طویل عرصہ تک شائقین علوم ان کے فیوض عالیہ سے مستفید ہوتے رہے، ان کی وفات طاعون کے مرض سے ہوئی۔ ہفتہ کے روز 3 ربیع الاول 1018ھ (19 جون 1609ء) کو انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس دن وہ روزے سے تھے۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:45)

(7) شیخ ابوتراب گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوتراب بن کمال الدین حسینی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ، چانپانیر میں پیدا ہوئے اور وہیں تربیت پائی۔ ان کے دادا شیخ ہبۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ہند کے کبار علمائے کرام میں ہوتا تھا، ان سے اور اپنے والد مکرم شیخ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم پائی اور علم و فضل میں رسوخ حاصل کیا۔ شیخ ممدوح رحمۃ اللہ علیہ سعادت حج سے بہرہ ور ہو کر 991ھ (1583ء) میں ہندوستان واپس لوٹے، منقول ہے کہ واپسی میں ارض حجاز سے ایک پتھر بھی لائے، جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قدم مبارک ثبت تھا۔ بادشاہ نے اپنے دارالحکومت آگرہ سے چار میل باہر نکل کر ان کا استقبال کیا۔ اس پتھر کو ہاتھ میں پکڑا اور احترام سے آنکھوں پر لگایا اور سر پر رکھا، شیخ کو جلوس کی شکل میں آگرہ لایا گیا اور ان کی نہایت تعظیم کی گئی۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:47)

(8) سید ابوالحسن سورتی رحمۃ اللہ علیہ

سید ابوالحسن بن جمال الدین بن سید بادشاہ خوارزمی سورتی رحمۃ اللہ علیہ، مشائخ نقشبندیہ میں سے تھے۔ اپنے والد (شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ) سے کتب فقہ کی تحصیل کی اور انہی سے اخذ طریقت کیا۔ والد صاحب کی وفات کے بعد مسند مشیخت پر فائز ہوئے، بے شمار لوگ ان کی تبلیغی مساعی سے راہ حق پر گامزن ہوئے۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:48)

جد امجد سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

(9) سید ابوحنیفہ نصیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

سید ابوحنیفہ بن علم اللہ حسنی حسینی رحمۃ اللہ علیہ، نصیر آباد میں پیدا ہوئے۔ جب ان کے والد مکرم (سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ) نصیر آباد کی سکونت ترک کر کے رائے بریلی منتقل ہوئے تو باپ بیٹا دونوں حج بیت اللہ کیلئے تشریف لے گئے۔ اس وقت سید ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر بارہ سال تھی، حج سے واپس آئے تو باپ کے زیر تربیت رہ کر ان سے علم فقہ کی تحصیل کی۔ طریقت و تصوف کے حصول کا رجحان اس دور کے علماء میں عام طور پر پایا جاتا تھا، سید ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے یہ فیض بھی اپنے والد محترم ہی سے حاصل کیا اور اپنی حیات مستعار کے آخری سانس تک انہی سے منسلک رہے۔ سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ صلاح و تقویٰ کے حامل

Marfat.com

اور متبع سنت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ سید ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس معاملے میں باپ کے نقش قدم پر چلے اور فضل وصلاح کے اعتبار سے معروف بزرگوں میں گردانے گئے۔ انہوں نے اپنے والد صاحب کی زندگی ہی میں ماہ ربیع الاول 1088ھ (مئی 1677ء) میں بمقام رائے بریلی وفات پائی۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:49)

(10) شیخ ابو سعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابو سعید بن نور الدین بن علی بن عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ' گنگوہ کے مردم خیز شہر میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔ اپنے دور کے مشہور عالم وفقیہ تھے' تصوف وسلوک میں شیخ نظام الدین عمری تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ تھے' گنگوہ کی مسند ارشاد پر فیض رہے اور خلق کثیر نے ان کے حلقہ ارادت میں شمولیت کی' جن میں شیخ محب اللہ رحمۃ اللہ علیہ الہ آبادی اور شیخ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔

شیخ ابو سعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید شیخ محب اللہ رحمۃ اللہ علیہ الہ آبادی نے ایک کتاب انفاس الخواص کے نام سے تصنیف کی، جو ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی فصوص الحکم کے انداز کی کتاب ہے۔ یہ کتاب اکیاسی (81) حصوں میں منقسم ہے' جن کا نام مصنف نے ''انفاس'' رکھا۔ ہر نفس کسی نبی علیہ السلام یا ولی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے موسوم ہے اور اس نبی علیہ السلام یا ولی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے باطنی پہلوؤں اور اس کے سوانح حیات پر مشتمل ہے' یہ انفاس حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک مختلف انبیائے کرام علیہم السلام کے اسمائے گرامی سے معنون ہیں۔ اس کے بعد خلفائے اربعہ سے چار انفاس منسوب ہیں۔ پھر مختلف مقامات کے بعض مشہور اولیاء وصوفیا کے انفاس بیان کئے گئے ہیں۔ **اس سلسلہ انفاس کا آخری نفس مصنف کے مرشد شیخ ابو سعید بن نور الدین گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے منسوب ہے۔** یعنی بالکل فصوص الحکم کے انداز کی تصنیف ہے۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:50)

(11) شیخ ابو العلاء جونپوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابو العلاء بن غلام حسین رحمۃ اللہ علیہ صوفی جونپوری' صدر جہاں جونپوری کی اولاد سے تھے' جونپور میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم و تربیت کی منزلیں طے کیں۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد' مشہور درسی کتاب رشیدیہ کے مصنف شیخ محمد رشید عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا۔ خرقہ تصوف ان کے صاحبزادہ گرامی شیخ محمد ارشد عثمانی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پہنا اور شیخ یٰسین بن احمد صوفی بنارسی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف اجازہ حاصل کیا۔ شیخ ابو العلا جونپوری رحمۃ اللہ علیہ عالم وفقیہ اور صاحب استقامت بزرگ تھے۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:51)

(12) شیخ احمد بن اسحاق نصیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ کا نسب یہ ہے: احمد بن اسحاق بن محمد بن محمود بن علاء الشریف الحسنی نصیر آبادی۔ نصیر آباد میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔ ابتدائی کتب درسیہ اور مختصرات اپنے شہر ہی میں پڑھیں۔ مزید تعلیم کیلئے عازم الہ آباد ہوئے۔ الہ آباد میں ان د

Marfat.com

نوں مشہور عالم دین صاحب التسویہ شیخ محب اللہ الہ آبادی کا سلسلہ تدریس جاری تھا۔ یہ اس میں شامل ہو گئے اور ان سے اخذ علم کرنے لگے یہاں تک کہ علوم مروجہ اور اصول وفروع کے مختلف گوشوں میں مہارت پیدا کر لی اور فتویٰ و تدریس کی صلاحیتوں سے بہرہ اندوز ہو گئے۔ پھر اپنے شہر نصیر آباد کو مراجعت کی اور خود درس وافادہ کی مسند آراستہ کی۔ طویل عرصہ تک شائقین علوم ان کے چشمہ علم سے سیراب ہوتے رہے، بعد ازاں میلان طبع تصوف کی طرف ہوا تو عالم طریقت شیخ آدم بن اسماعیل حسنی بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ اس زمانے میں گوالیار میں مقیم تھے، ان سے کسب فیض کیا۔ شیخ آدم رحمۃ اللہ علیہ سفر حج پر روانہ ہوئے تو انہیں اپنا خلیفہ مقرر کر دیا۔ شیخ آدم رحمۃ اللہ علیہ ناخواندہ تھے اور کسی اہل علم سے کوئی کتاب نہ پڑھی تھی، لیکن نہایت نیک بہت بڑے بزرگ اور متبع سنت تھے۔ ان سے بے شمار لوگوں نے روحانی فیض حاصل کیا۔ 23 سوال 1053ھ (4 جنوری 1643ء) کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ شیخ احمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نصیر آبادی بھی ان سے مستفیض ہوئے اور مرتبہ خلافت کو پہنچے۔

شیخ احمد عالم دین رحمۃ اللہ علیہ، متقی، کثیر العبادت، منکسر المزاج اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے، انہوں نے حرمت غنا کے موضوع پر ایک رسالہ تصنیف فرمایا۔ (فقہائے ہند، ج:4 ص:53)

(13) مولانا احمد بن سلیمان کردی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا احمد رحمۃ اللہ علیہ کے والد مولانا سلیمان رحمۃ اللہ علیہ دراصل علاقہ کردستان کے رہنے والے تھے، وہاں کی سکونت ترک کر کے ارض ہند میں آ گئے تھے اور گجرات میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ حدیث وفقہ کے عالم اور شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ تھے۔ گجرات ہی میں مولانا احمد رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی اور اپنے والد مولانا سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کی گود میں تربیت پائی۔ اکثر کتب درسیہ اس علاقے کے مشہور عالم قاضی محمد شریف گجراتی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ شرح المواقف اور دیگر فنون حکمیہ کی تحصیل مولانا ولی محمد خان گجراتی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ تصوف وطریقت کیلئے شیخ فرید الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ (فقہائے ہند، ج:4 ص:55)

(14) شیخ احمد بن عبداللہ حضرمی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ احمد بن عبداللہ بن احمد بن حسین بن عبداللہ حضرمی رحمۃ اللہ علیہ حیدر آبادی، فقہی مسلک کے اعتبار سے شافعی تھے۔ اپنے دور کے بہت بڑے عالم اور فقیہ تھے، مختلف علوم پر گہری نظر رکھتے تھے، شیخ عبداللہ بن عمر باغریب سے قرآن مجید حفظ کیا، پھر مختلف علوم وفنون کی بہت سی کتابیں مختلف اکابر اساتذہ عصر سے پڑھیں۔ **حدیث، فقہ اور تصوف کی تعلیم اپنے والد مکرم شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔** خرقہ تصوف بھی انہی کے دست مبارک سے زیب تن کیا۔ شیخ ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بھی زانوئے شاگردی تہہ کیا۔ سید زین الدین بن محمد جدیلی رحمۃ اللہ علیہ، سید محمد بن احمد شاطری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء وفضلا کی بھی مصاحبت وملازمت اختیار کی اور ان سے مستفید ہوئے۔

نہایت کریم، فیاض اور سخی تھے۔ جو بات زبان سے کہتے اس پر عمل کر کے دکھاتے۔ حدیث، فقہ اور ادب کے ماہر

Marfat.com

تھے‘ فصاحت و بلاغت اور لغت میں یگانہ روزگار تھے۔ دیگر علوم میں بھی ماہر تھے‘ کتاب وسنت کے عالم اور عامل تھے‘ ان کا سلسلہ درس وتدریس جاری تھا اور طالبین ومریدین کا ایک وسیع حلقہ تھا‘ ارادت مندوں کو مشائخ متقدمین کے انداز سے تصوف و سلوک کی راہوں پر گامزن ہونے کی تلقین کرتے تھے۔ (فقہائے ہند‘ج:4ص:55۔56)

(15) شیخ احمد بن علی بسکری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ شہاب الدین احمد بن علی بن احمد بسکری رحمۃ اللہ علیہ نہایت متقی‘ مصلح وقت‘ صالح عالم دین اور فاضل کبیر تھے۔ شیخ عبدالقادر بن شیخ عیدروس رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اساتذہ عصر سے علم حاصل کیا۔ کامل الصفات اور بلند افکار بزرگ تھے‘ یوم آخرت سے بہت ڈرتے تھے‘ متبع کتاب وسنت‘ مسلک سلف کے پابند‘ قناعت پسند‘ عفیف اور نیک شخصیت تھے‘ کسی وقت بے کار نہیں رہتے تھے‘ جب دیکھو یا تو کسی کتاب کے مطالعے میں مصروف ہیں یا کچھ لکھ رہے ہیں۔ یعنی سارا وقت قلم وقرطاس کی صحبت میں گزرتا۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل نابینا ہو گئے تھے‘ بعض اہل علم نے ان کی مدح میں بڑے اچھے شعر کہے۔ شعر کہنے والوں میں سے اس دور کے ایک مشہور ادیب شیخ عبداللطیف بن محمد دبیر رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ منقول ہے کہ علم وفضل‘ ذکاوت وفطانت‘ ادب وفصاحت اور تقویٰ وتدین میں اس وقت کوئی ان کا ہمسر نہ تھا۔ دینداری اور احکام خداوندی کے بارے میں نہ جھجک اور خوف محسوس کرتے تھے‘ نہ کسی کی ملامت کی پروا کرتے تھے۔ (فقہائے ہند‘ج:4ص:57)

(16) شیخ احمد بن مجتبیٰ مانک پوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ احمد بن مجتبیٰ بن مبارک بن احمد بن نور بن حامد حسینی رضوی رحمۃ اللہ علیہ مانک پوری‘ احمد حلیم رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے معروف تھے۔ صالح عالم دین اور مشائخ چشتیہ میں سے تھے۔ مانک پور میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔ اپنے والد گرامی شیخ مجتبیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے علم فقہ حاصل کیا‘ طریقت وتصوف کی منزلیں بھی انہی کی صحبت میں طے کیں۔ بعدازاں خود ارشاد وتلقین کی مسند پر متمکن ہوئے اور خلق کثیر نے ان سے استفاضا کیا۔ اس عالم دین نے 25 جمادی الاولیٰ 1040ھ (20 دسمبر 1630ء) کو شہر مانک پور میں وفات پائی۔ (فقہائے ہند‘ج:4ص:57)

(17) شیخ اسداللہ ہرگامی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ اسداللہ بن اسماعیل بن حضر علوی حسینی ہرگامی رحمۃ اللہ علیہ 994ھ (1586ء) کو ہرگام میں پیدا ہوئے جو اعمال خیرآباد میں ایک خاصا بڑا گاؤں تھا۔ ان کے والد مولانا مفتی اسماعیل ہرگامی مشہور عالم تھے‘ انہی سے تعلیم پائی‘ علم فقہ بھی انہی سے حاصل کیا‘ اس دور کے علمائے صالحین میں ان کا شمار ہوتا تھا‘ تصوف وطریقت سے بھی لگاؤ تھا‘ تمام عمر درس وتدریس اور افادہ طلباء میں صرف کر دی۔ 1067ھ (1657ء) کو ہرگام میں فوت ہوئے اور جلال پور نامی ایک قریہ میں دفن کیے گئے۔ (فقہائے ہند‘ج:4ص:93)

Marfat.com

(18) مفتی اسماعیل ہرگامی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اسماعیل بن خضر علوی حسینی ہرگامی رحمۃ اللہ علیہ 945ھ (1538ء) کو ہرگام میں پیدا ہوئے۔ وہیں نشوونما پائی اور اپنے والد شیخ خضر ہرگامی رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا' جو اس عہد کے علمائے دین میں سے تھے' دیگر اساتذہ کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ حتیٰ کہ دیار ہند کے بہت بڑے عالم' شیخ' فقیہ' اصولی اور علوم عربیہ کے ماہر گردانے گئے' ان کے بیٹے شیخ اسد اللہ ہرگامی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ عبدالسمیع بن عبدالرحمٰن عباسی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا' مفتی اسماعیل ہرگامی رحمۃ اللہ علیہ بھی شیخ عبدالسمیع رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض ہوئے۔ شیخ عبدالسمیع رحمۃ اللہ علیہ ان کے بھانجے تھے اور اس زمانے کے معروف صاحب طریقت بزرگ تھے' ان کے علاوہ شیخ عبدالقدوس بن عبدالسلام جونپوری سے بھی استفادہ کیا۔ عمر بھر اپنے گاؤں ہرگام کی مسند افتا پر فائز رہے اور درس وافادہ اور ذکر الٰہی میں زندگی بسر کردی۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:93)

(19) شیخ اسماعیل بن محمود سندھی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ اسماعیل بن محمود سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوالفرح اور لقب سراج الدین تھا۔ ابوالفرح سراج الدین برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے معروف تھے' بہت بڑے صوفی' صالح عالم دین اور فقیہ نامدار تھے۔ صغرسنی ہی میں مشہور صاحب طریقت وتصوف شیخ عیسیٰ بن قاسم سے لزوم اختیار کرلیا تھا اور اس میں کامل دلچسپی رکھتے تھے۔ **شیخ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے 1037ھ (1628ء) کو برہان پور میں فارسی زبان میں ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام مخزن الدعوات رکھا۔** یہ کتاب اس مواد پر مشتمل ہے جو انہیں اپنے شیخ سے حاصل ہوا' کتاب دعوتی انداز کی ہے۔ (فقہائے ہند ص 94)

(20) شیخ اسماعیل لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ اسماعیل بن فتح اللہ بن عبداللہ بن فیروز لاہوری رحمۃ اللہ علیہ' جلال الدین اکبر کے عہد میں پیدا ہوئے۔ کھوکھر خاندان سے تعلق رکھتے تھے' پانچ سال کی عمر کو پہنچے تو مرض طاعون میں مبتلا ہوگئے' ان کے والد فتح اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حالت میں ان کو شیخ عبدالکریم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کردیا۔ بڑے ہوئے تو حصول علم میں لگ گئے اور تمام درسی کتابیں مکمل کرلیں' یہاں تک کہ عالم کبیر اور محدث وقت مانے گئے' فارغ التحصیل ہونے کے بعد لاہور سے دس میل کے فاصلے پر دریا کے کنارے ایک گاؤں کو اپنا مسکن قرار دے لیا تھا اور وہاں درس وافادہ میں مشغول ہوگئے تھے۔ طویل مدت تک وہاں مقیم رہے' پھر لاہور منتقل ہوگئے۔

لاہور کے اس عالم دین کا حلقہ درس بڑا وسیع تھا' ان کے تلامذہ میں شیخ عبدالحمید لاہوری رحمۃ اللہ علیہ' شیخ تیمور لاہوری رحمۃ اللہ علیہ' شیخ جان محمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور خلق کثیر شامل ہے۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:94)

(21) شیخ بایزید انصاری سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ بایزید بن بدیع الدین بن رفیع الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ سہارنپوری' سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ وہیں اپنے والد شیخ بدیع

Marfat.com

الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تعلیم و تربیت کی منزلیں طے کیں۔ پھر عازم سرہند ہوئے، وہاں شیخ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اخذ طریقت بھی کیا اور دیگر علوم کی بھی تحصیل کی۔ طویل عرصے تک ان سے منسلک رہے تا آنکہ مختلف علوم ظاہری اور معرفت و سلوک میں حصہ وافر حاصل کیا۔ شیخ محمد معصوم نے ان کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا تھا، سرہند سے واپس سہارنپور گئے اور دعوت و ارشاد اور درس و تدریس کو مشغلہ قرار دے لیا۔ جلیل القدر عالم، فقیہ، متدین، عفیف النفس، متوکل علی اللہ، کامیابی مدرس، صحیح الفکر مصلح وقت تھے۔ ان سے بہت سے نامور علماء نے استفادہ کیا۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:97)

(22) شیخ بدر الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ بدر الدین بن ابراہیم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ مشرقی پنجاب کے مشہور شہر سرہند میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی شیخ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی۔ ان کی قابل ذکر تصنیف حضرات القدس ہے، اس میں اپنی تعلیم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ میں نے شرح المواقف، تفسیر بیضاوی، عضدیہ مع حاشیہ سید شریف جرجانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور شرح عقائد مع حاشیہ خیالی، تحریر اقلیدس اور شرح المطالع مع سید شریف شیخ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ یہ بھی لکھتے ہیں کہ میں سترہ سال شیخ محمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہا۔ اس اثناء میں ان سے اخذ طریقت کیا اور بہت سے فیوض حاصل کیے۔

شیخ بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف حضرات القدس دو جلدوں میں ہے، اس میں انہوں نے اپنی تصانیف کا بھی ذکر کیا ہے، جن میں ایک سنوات الاتقیاء ہے، جو مشائخ کے حالات و سوانح پر مشتمل ہے، ایک الروائح ہے جو اصطلاحات صوفیہ کی شرح اور بزرگان نقشبندیہ قادریہ کے اشغال و اذکار سے متعلق ہے۔ دوسری تصانیف یہ ہیں: کرامات الاولیاء، مجمع الاولیاء، ترجمہ فتوح الغیب از شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، ترجمہ بہجۃ الاسرار ترجمہ روضۃ النواظر فی ترجمہ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:98)

(23) شیخ برہان الدین برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ برہان الدین برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ علاقہ خاندیس کے ایک قریہ میں پیدا ہوئے، جس کا نام ''معمولی'' تھا۔ پرورش بھی برہانپور میں ہوئی، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور والدہ محترمہ کی طرف سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ والدہ کا اسم گرامی فاطمہ تھا، نیکی اور تدین و تقویٰ کے ماحول میں تربیت پائی، کھانے پینے اور لباس کے معاملے میں اعتدال و اقتصاد کا عمدہ نمونہ تھے۔ اس دور کے بزرگ شیخ عیسیٰ بن قاسم شطاری رحمۃ اللہ علیہ کے زاویہ (خانقاہ) میں فروکش تھے اور فقرا اور اہل اللہ کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ علم و فضل کی مختلف شاخوں پر عبور رکھتے تھے لیکن تصوف و

> **اہلحدیث کے ہر دور میں مرشد کا وجود**
>
> مولانا محمد یحییٰ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ (مرید حضرت میاں محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ) شیخ الحدیث (جامعہ السلفیہ) حافظ مسعود عالم حفظہ اللہ کے والد بھی تھے، مرشد بھی تھے اور نہایت شفیق استاد بھی تھے۔ (چمنستان حدیث: ص ۶۶۰)

Marfat.com

طریقت اور ارشاد و تلقین کو شب و روز کا معمول قرار دے لیا تھا۔ امراء و سلاطین سے میل جول اور تعلقات قائم کرنے سے گریز اں رہتے بلکہ اہل دولت اور ارباب حکومت میں سے کوئی ان کے پاس آتا تو عام طور پر ملنے سے انکار کر دیتے۔

سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی کسر نفسی

خافی خاں منتخب اللباب میں لکھتے ہیں کہ سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے بڑے بھائی دارا شکوہ سے لڑائی کیلئے آگرہ کی طرف روانہ ہوا تو ہیئت بدل کر اچانک شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا' اس کو ہیئت بدلنے کی اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ شیخ ملوک و سلاطین سے ملنا پسند نہ کرتے تھے' شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا ''آپ کا نام کیا ہے؟'' کہا: اورنگ زیب! شیخ خاموش ہو گئے اور بادشاہ کی طرف بالکل عنان توجہ مبذول نہ فرمائی۔ بادشاہ نے اپنی طرف سے شیخ کا یہ عدم التفات دیکھا تو اٹھ کر چلا گیا۔ دوسرے روز پھر آیا' شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر تمہیں یہ خانقاہ پسند آگئی ہے تو میں اسے تیرے لئے خالی کر دیتا ہوں اور اپنے لئے کوئی اور جگہ تلاش کر لیتا ہوں''۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات سن کر اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ باہر نکل گیا اور ایک خادم جس کو شیخ رحمۃ اللہ علیہ اچھا سمجھتے تھے' بادشاہ کے پیچھے گیا اور اسے اشارے سے سمجھایا کہ ''جب شیخ نماز کیلئے اپنے حجرے سے باہر نکلیں تو حاضر خدمت ہو کر یہ عرض کرو کہ میں دعا کیلئے حاضر ہوا ہوں اور فاتحہ رخصت کا طالب ہوں''۔ چنانچہ نماز کے وقت بادشاہ حاضر ہوا اور عرض گزار ہوا کہ ''میرا بھائی دارا شکوہ احکام شریعت اور دین اسلام سے روگرداں ہو گیا ہے اور میں اس سے لڑائی کی غرض سے نکلا ہوں اور دعائے خیر اور فاتحہ رخصت کا طلبگار ہوں''۔

بادشاہ کی یہ عرض سن کر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ترجمہ: ہم ادنیٰ درجے کے فقیر لوگ ہیں' ہمارے فاتحہ پڑھنے سے کیا ہوتا ہے' آپ بادشاہ ہیں جو عدل و انصاف اور رعیت پروری کی غرض سے نکلے ہیں۔ آپ فاتحہ پڑھیں' ہم بھی آپ کے پیچھے ہاتھ اٹھائیں گے۔

نظام الدین برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان کو عالم گیر کیلئے کامیابی کی خوشخبری سے تعبیر کیا اور کہا یہ آپ کیلئے فتح کی نوید ہے۔ عاقل خاں رازی (مولف واقعات عالمگیری) شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد و مرید تھے' انہوں نے ان کے ملفوظات' ثمرات الحیات کے نام سے جمع کئے ہیں۔ ایک اور بزرگ نے ان کے ملفوظات و ارشادات کا مجموعہ مرتب کیا ہے' جس کا نام روائح الانفاس ہے۔

شیخ برہان الدین برہانپوری تصنیفی ذوق بھی رکھتے تھے' ان کی تصانیف میں شرح اسماء اللہ الحسنیٰ اور شرح امنت باللہ شامل ہیں۔

(24) شیخ بلال لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ بلال بن عبداللہ قادری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے عصر کے علمائے مشاہیر میں سے تھے' معروف فقیہ اور زاہد و عابد بزرگ تھے' تصوف و طریقت میں شیخ شمس الدین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یافتہ تھے۔ ارشاد و تلقین کی مسند پر فائز تھے' ان کی نیکی اور عبادت و زہد کی اثر پذیری کا یہ عالم تھا کہ بادشاہ ہندشاہ جہان ایک سے زیادہ مرتبہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔

(فقہائے ہند ج:4 ص ۹۸:۱۰۰)

Marfat.com

(25) شیخ بہلول دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ بہلول دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دراصل شکار پور کے رہنے والے تھے' وہاں سے دہلی آئے اور مفتی جمال الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ علم کیا۔ پھر گجرات گئے' وہاں کے مشہور اساتذہ شیخ عبداللہ بن سعداللہ رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے علم حدیث کی تحصیل کی اور طویل عرصہ ان کی صحبت میں رہے۔ گجرات سے پھر عازم دہلی ہوئے اور شیخ قیص بن ابوالحیات سادھوروی رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض کیا اور بعدازاں درس وافادہ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ عالم کبیر' محدث وقت اور مشہور فقیہ تھے۔ تفسیر اور حدیث پر گہری نظر رکھتے تھے' زہد وتعبد اور اصلاح عمل میں ضرب المثل تھے۔

منتخب التواریخ میں ملا عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے علم وفضل کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ علم حدیث میں بہت اشتغال اور مہارت رکھتے تھے' درس وافادہ میں مصروف رہتے تھے' ذوق معرفت وطریقت میں بے مثل تھے اور دنیا اور اہل دنیا سے بے نیاز تھے' چونکہ مستقل طور پر دہلی کو اپنا مسکن قرار دے لیا تھا' لہٰذا دہلوی مشہور ہوئے۔ (فقہائے ہند' ج:4ص:101)

(26) شیخ پیر محمد سلونی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ پیر محمد سلونی رحمۃ اللہ علیہ مشہور مشائخ ہند میں سے تھے۔ 996ھ (1588ء) کو سلون میں پیدا ہوئے' عمر کی کچھ منزلیں طے کیں تو حصول علم کی غرض سے مانک پور کا سفر کیا اور اس کیلئے اپنی تمام مساعی وقف کر دیں' یہاں تک کہ بحث واشتغال میں اونچے درجے کو پہنچے۔ قیام مانک پور کے زمانے میں ایک روز اپنے مدرسے کو جا رہے تھے کہ راستے میں شیخ عبدالکریم بن سلطان رحمۃ اللہ علیہ مانک پوری سے ملاقات ہوئی' شیخ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: کون سی کتابیں پڑھتے ہو؟ کہا: ہدایۃ الفقہ اور تفسیر بیضاوی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میرے پاس آجاؤ جو چاہو گے میں تمہیں پڑھاؤں گا لیکن پیر محمد سلونی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ شیخ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ علم اور مذہب ومشرب سے واقف نہ تھے لہٰذا ان کی بات کو کوئی اہمیت نہ دی اور سیدھے مدرسے چلے گئے۔ استاذ کی خدمت میں پہنچے اور درس کیلئے ان کے حضور دوزانو ہو کر بیٹھے تو نہ شاگرد پڑھنے پر قادر ہو سکا اور نہ استاذ پڑھانے پر۔ استاذ کو اس غیر متوقع صورتحال سے بڑا تعجب ہوا اور شاگرد سے اس کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے وہ واقعہ بیان کیا جو ان کے اور شیخ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان پیش آیا تھا۔ اب استاد نے شاگرد کو ساتھ لیا' شیخ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے معذرت وعفو کی درخواست کی۔ بعدازاں پیر محمد سلونی رحمۃ اللہ علیہ چھ مہینے شیخ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ رہے' ان سے باقاعدہ ہدایہ اور بیضاوی کا درس لیا اور طریقت وسلوک سے بھی متمتع ہوئے۔ تصوف وطریقت کی منزلیں طے کر چکے تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اپنا خلیفہ مقرر کر کے واپس سلون بھیج دیا۔

شیخ پیر محمد رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے کی نہایت موثر شخصیت تھے اور دعوت وارشاد میں مشغول رہتے تھے' ان کے وعظ ونصیحت اور توجہ خاص سے بے شمار غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اس دور میں ہندوؤں کا ایک گروہ' جو سناسیوں کے نام سے مشہور تھا'

Marfat.com

ہندوستان کے مختلف علاقوں میں گھوم رہا تھا' دوران سفر شیخ پیر محمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ان کی گفتگو ہوئی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا: تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم بتوں کی پوجا کرتے اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں''۔ یہ سن کر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور اس کی اچھائیاں بیان کیں' جس سے متاثر ہو کر وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔

شیخ پیر محمد سلونی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر تلقین وارشاد کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا اور سید علاء الدین سندھیلوی رحمۃ اللہ علیہ اور سید بدر الدین بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایسے بہت سے مشائخ نے ان استفادہ کیا۔ بادشاہِ ہند اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی نیکی اور صالحیت کا علم ہوا تو اس نے دو گاؤں بطور جاگیر عنایت کئے جو بطور وراثت ان کی اولاد و اعقاب میں منتقل ہوتے رہے۔ (فقہائے ہند' ج:4ص:101۔102)

(27) شیخ پیر محمد لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ پیر محمد بن اولیاء جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کمسنی ہی میں باپ کے سایہ سے محروم ہو گئے تھے' باپ کی وفات کے بعد چچا کی گود میں تربیت پائی' بچپن کی حدود سے باہر قدم رکھا تو حصول علم کیلئے مانک پور کا قصد کیا اور وہاں کے اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ وہیں شیخ عبداللہ سیاح دکنی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے' پھر لکھنؤ چلے گئے اور کتب درسیہ قاضی عبدالقادر عمری لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ بعد ازاں شیخ عبداللہ سیاح دکنی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی' انہوں نے تاکید کی اور حکم دیا کہ **طریقت وسلوک کی راہوں پر گامزن ہونے سے پہلے تکمیل علم اور فنی کتابوں پر عبور حاصل کرنا ضروری ہے**۔ چنانچہ شیخ پیر محمد رحمۃ اللہ علیہ مزید تعلیم کیلئے دہلی گئے اور علامہ حیدر رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شامل ہو کر باقاعدہ تمام مروجہ کتب درسیہ کی تکمیل کی۔ علاوہ ازیں مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ' قنوج اور اجمیر کے اساتذہ کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ دہلی میں شیخ عبداللہ سیاح رحمۃ اللہ علیہ سے پھر ملاقات ہوئی تو انہوں نے تمام طرق تصوف اور سلاسل طریقت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

شیخ پیر محمد لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے خلق کثیر نے استفادہ کیا' اپنے دور میں درس وتدریس کے ماہر اور سربرآوردہ بزرگ تھے۔ شیخ پیر محمد لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ' صاحب قلم بھی تھے اور تصنیف وتالیف میں ایک خاص مقام کے مالک تھے۔ سلوک وتصوف اور احکام طریقت کے بارے میں بھی ان کی کتابوں کا پتا چلتا ہے۔ (فقہائے ہند' ج:4ص:102)

(28) شیخ تاج الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ انہوں نے اپنے والد شیخ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا اور گجرات کو روانہ ہوئے۔ وہاں مستقل طور سے پٹن شہر میں سکونت اختیار کر لی تھی' لہٰذا پٹنی گجراتی کہلائے' نامور عالم اور محدث تھے۔ حدیث اور فقہ میں عبور رکھتے تھے' کتب حدیث پر عبور کا یہ عالم تھا کہ صحاح ستہ کے حافظ تھے' ان کے چار بیٹے جمال' احمد' اسحاق اور ابراہیم تھے۔ سب سے چھوٹے بیٹے ابراہیم پٹنی رحمۃ اللہ علیہ تھے' وہی علم وفضل کے اعتبار سے باپ کے قائم مقام ہوئے۔ (فقہائے ہند' ج:4ص:103)

Marfat.com

(29) شیخ تاج الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ تاج الدین بن منہاج الدین صدیقی جھونسوی رحمۃ اللہ علیہ عالم وفاضل، علم نحو کے ماہر اور مشہور فقیہ تھے۔ منقول ہے کہ اگرچہ وہ کتب درسیہ کی تکمیل نہ کر پائے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر علم اور ہر مروجہ فن میں ملکہ راسخہ عطا فرمایا تھا۔ نہایت ذہین، تیز فکر، نقاد اور صاحب مطالعہ تھے۔ مسلسل مطالعہ سے مشکل علوم ان کیلئے آسان ہو گئے تھے اور پیچیدہ مسائل کو سلجھانے میں یدطولیٰ رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ہر علمی میدان میں ان کی تگ وتاز کے نقوش نمایاں نظر آتے ہیں اور فقہ، سلوک، تصوف، طب اور نحو میں ان کی تصانیف کا پتا چلتا ہے، علم نحو میں انہیں بالخصوص درک حاصل تھا اور اس موضوع سے متعلق وہ مرجع اہل علم تھے۔ شیخ تاج الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ مختلف سلاسل سلوک سے تعلق رکھتے تھے۔ سلسلہ سہروردیہ اور سلسلہ چشتیہ کا حصول اس دور کے مشہور مشائخ سے کیا تھا۔ اشغال واذکار سے بہرہ ور تھے اور ارشاد وتلقین کی مسند پر فائز تھے، مگر سماع وغیرہ سے گریز کرتے اور ان چیزوں کو سلوک وتصوف کے خلاف قرار دیتے تھے۔ (فقہائے ہند: ج:4 ص:105)

(30) مولانا جان محمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا جان محمد صوفی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ اسماعیل مدرس لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ شیخ صالح اور جید عالم تھے فقہ، اصول اور علوم عربیہ کے ماہر تھے، مسجد قصاب میں ان کے درس وتدریس کا سلسلہ جاری تھا، جو اس زمانے میں شہر سے باہر واقع تھی، پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے، کسی کی احتیاج سے سخت گریزاں تھے۔ (فقہائے ہند: ج:4 ص:106)

(31) شیخ جعفر بن جلال الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ جعفر بن جلال الدین بن محمد حسینی بخاری رحمۃ اللہ علیہ احمد آبادی گجراتی کو بدر عالم کہا جاتا ہے۔ 12 شعبان 1023ھ (7 ستمبر 1614ء) کو پیدا ہوئے اور علم وطریقت کی گود میں پرورش پائی۔ اپنے والد شیخ جلال الدین بخاری گجراتی (متوفی 1057ھ/1647ء) اور دیگر علمائے عصر سے اخذ علم کیا۔ بلاشبہ ان کے والد شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی جید عالم دین تھے لیکن شیخ جعفر رحمۃ اللہ علیہ تفسیر، حدیث، تصوف اور دیگر علوم وفنون میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ عالم اور صاحب فضل تھے۔ اپنے دادا شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد والد صاحب کی زندگی ہی میں مسند ارشاد وتدریس پر متمکن ہو گئے تھے۔ شیخ جلال الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ شاہ جہان کے عہد میں منصب صدارت پر فائز تھے، ان کی وفات کے بعد بادشاہ نے اس منصب کیلئے ان کے اس بیٹے شیخ جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ کتابت میں اتنے تیز تھے کہ پورے قرآن مجید کی کتابت فلکی گھڑی کے حساب سے 54 ساعت میں کر لیتے تھے۔ خط نستعلیق اور نسخ کے ماہر تھے۔

شیخ جعفر گجراتی رحمۃ اللہ علیہ علوم ومعارف، احوال وسوانح، مشائخ واسلاف کی اصطلاحات اور فنون متعارفہ میں اپنے والد سے بہت

Marfat.com

آگے تھے درس وتدریس اور افادہ طلباء میں ان کی مساعی ہمیشہ جاری رہیں۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:107)

(32) شیخ جعفر بن علی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ جعفر رحمۃ اللہ علیہ کے تمام آباؤ اجداد ذی علم بزرگ تھے لہٰذا کہنا چاہئے کہ شیخ جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے علم وفضل کی گود نیکی اور تقویٰ کے ماحول میں پرورش پائی۔ عرصہ تک والد گرامی شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے' اور ان سے مختلف فنون پر مشتمل کتابوں کی تکمیل کی۔ ان سے تجوید کے ساتھ قرآن مجید بھی حفظ کیا اور تبلیغ وارشاد کے میدان میں اترنے کیلئے جن منزلوں سے گزرنا ضروری ہے' وہ بھی انہی کی خدمت میں طے کیں۔ بعدازاں شیخ ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ' شیخ زین الدین بن حسین بافضل رحمۃ اللہ علیہ' ابوبکر شبلی باعلوی رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے چچا زاد بھائی شیخ عبدالرحمٰن سقاف بن محمد عیدروس رحمۃ اللہ علیہ سے کسب علم کیا اور تفسیر' حدیث' فقہ' تصوف' علوم عربیہ' حساب وریاضی' فرائض ومیراث اور ہیئت وفلکیات میں مہارت حاصل کی۔ شاندار زندگی بسر کرتے اور ٹھاٹھ سے رہتے تھے' مرفہ الحال اور خوش پوش عالم دین تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بڑی فہم وفراست اور خوبصورتی کی نعمت سے نوازا تھا' بلند اخلاق اور عمدہ کردار کے عالم تھے' عوام وخواص میں مقبول اور علم وفضل میں مشہور تھے۔

عرصہ تک تریم میں قیام پذیر رہے' پھر دل میں علوم عقلیہ اور علم تصوف کے حصول کا جذبہ موج زن ہوا تو ہندوستان کیلئے رخت سفر باندھا' اس لئے کہ ہندی علماء جہاں علوم نقلیہ یعنی تفسیر وحدیث اور فقہ کے سلسلے میں عالم اسلام کے حلقہ اہل علم میں شہرت رکھتے تھے' وہاں علوم عقلیہ اور تصوف وغیرہ میں بھی درجہ کمال پر فائز تھے۔

علاقہ دکن میں شیخ جعفر رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے علم وفضل کی وجہ سے بہت ہی احترام واکرام کا مستحق سمجھا جاتا اور وہاں کے حکمران عنبر کی وفات تک ان کو بے حد لائق تعظیم گردانا جاتا تھا۔ اہل علم ان سے بہت متاثر تھے' وہاں گئے تو ہر حلقے میں ان کی پذیرائی ہوئی اور مال ودولت سے بھی سرفراز کئے گئے' سورت میں انہوں نے مستقل طور سے سکونت اختیار کرلی تھی۔

شیخ جعفر رحمۃ اللہ علیہ کو تصوف وطریقت سے بھی لگاؤ تھا۔ کہتے ہیں مختلف فنون میں ان کی تصانیف بھی تھیں اور ایک دیوان بھی تھا' جو ان کے مجموعہ اشعار پر مشتمل تھا۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:108۔109)

(33) شیخ جعفر حسین پٹنوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ جعفر حسین رحمۃ اللہ علیہ اصلاً پٹنہ کے رہنے والے تھے۔ فقہ واصول اور علوم عربیہ میں مہارت رکھتے تھے' سلوک وطریقت سے بھی لگاؤ تھا' اس سلسلے میں رشیدیہ کے مصنف شیخ محمد رشید بن مصطفیٰ عثمانی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ سے استفاضہ کیا۔ طویل عرصہ تک ان کی خدمت میں رہے' یہاں تک کہ کہولت کی منزل سے بھی آگے نکل گئے۔ اس عمر میں شیخ محمد رشید ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں نکاح کرنے کا حکم دیا اور اپنے شہر (پٹنہ) لوٹ جانے کو کہا۔ نیز فرمایا کہ عبادات ومعاملات میں اتباع سنت کا خاص طور سے خیال رکھا جائے۔ چنانچہ واپس پٹنہ چلے گئے اور عمر بھر درس وافادہ میں مصروف رہے۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:109)

Marfat.com

(34) شیخ جعفر بن عزیز اللہ جونپوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ جعفر بن عزیز اللہ جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کا لقب نور الدین تھا۔ سہ شنبہ کے روز 8 رجب 1024ھ (4 جولائی 1615ء) کو جونپور میں پیدا ہوئے۔ اکثر کتب درسیہ شیخ محمد رشید جونپوری رحمۃ اللہ علیہ (صاحب رشیدیہ) سے پڑھیں۔ دیگر علماء و شیوخ سے بھی اخذ علم کیا۔ تصوف و سلوک میں بھی مہارت پیدا کی' اس ضمن میں اپنے عم محترم شیخ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کیا اور تصوف کے سلسلہ مداریہ سے منسلک ہو گئے۔ درس و تدریس کی مسند بھی آراستہ کی اور ان کے چشمہ علم سے شیخ احمد افضل عباسی الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ محمد کاظم عباسی سید پوری رحمۃ اللہ علیہ' شیخ محمد ماہ دیوگامی رحمۃ اللہ علیہ اور علماء و فضلا کی بہت بڑی جماعت نے اپنی علمی تشنگی بجھائی۔

شیخ جعفر جونپوری رحمۃ اللہ علیہ' زاہد و عابد' عفیف و قانع' حلیم و متواضع اور عالم باعمل تھے۔ کھانے پینے اور لباس میں کسی قسم کے تکلف اور تصنع کے عادی نہ تھے' دنیا اور دنیا داروں سے انہیں کوئی رغبت اور لگاؤ نہ تھا' ارباب اقتدار اور اصحاب مال و دولت کے دروازے پر کبھی دستک نہ دی۔ شب و روز درس و تدریس اور وظائف و اوراد میں مصروف رہتے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:110)

(35) شیخ جلال الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ جلال الدین بن محمد بن جلال الدین حسینی بخاری رحمۃ اللہ علیہ گجراتی' مقصود عالم کے نام سے معروف تھے' 15 جمادی الاخریٰ 1003ھ (15 فروری 1595ء) کو علاقہ گجرات میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کیا اور مولانا حسین بستانی رحمۃ اللہ علیہ سے حصول علم میں مشغول ہو گئے۔ بعد ازاں شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا' جو ان کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے تھے' پھر اپنے والد گرامی شیخ محمد بن جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ گجراتی سے طریقت و سلوک کی تعلیم حاصل کی۔ **جب علوم ظاہری اور تصوف و طریقت کی منزلیں طے کر چکے تو شاہ جہان بادشاہ سے انہیں اکبر آباد (آگرہ) میں بلایا** اور 17 شعبان 1052ھ (31 اکتوبر 1642ء) کو صدارت کا عہدہ عنایت کیا۔ شاہ جہان ایک دین پرور بادشاہ تھا اور ان کی فضیلت علمی کا بہت معترف تھا' وہ عام طور پر کہا کرتا تھا کہ اس دور میں شیخ جلال الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کا وجود انتہائی غنیمت ہے، اس نے ان کو آٹھ ہزاری منصب سے سرفراز کیا جو اس دور کا بہت بڑا سرکاری اعزاز تھا۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:111)

(36) علامہ جمال اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

علامہ جمال اولیاء بن مخدوم جہانیاں بن بہاء الدین بن سالار عالم کوروی رحمۃ اللہ علیہ 973ھ (1566ء) کو شہر کورہ میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو و نما پائی۔ علم فقہ کی تعلیم اپنے والد گرامی شیخ مخدوم رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی' بعد ازاں اودھ گئے' وہاں قاضی ضیاء الدین عثمانی نیوتی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ علم کیا اور تصوف کے مختلف سلسلوں میں ان سے مستفیض ہوئے۔ پھر اپنے شہر کورہ آ کر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے' شیخ وقت اور عالم کبیر تھے' صوفی المشرب تھے' فقہ' اصول فقہ اور علوم عربیہ کے ماہر تھے' بہت سے علماء

Marfat.com

وطلباء نے ان سے کسب علم کیا۔ سید محمد بن ابوسعید کالپوی (متوفی 26 شعبان 1071ھ (16 اپریل 1661ء) بھی ان کے تلامذہ میں سے ہیں' سید محمد کالپوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے متعدد کتب درسیہ پڑھیں' جن میں مطول اور بیضاوی شامل ہیں۔ علاوہ ازیں مشہور مدرس شیخ لطف اللہ کوروی رحمۃ اللہ علیہ، صاحب رشیدیہ شیخ محمد رشید جونپوری رحمۃ اللہ علیہ' شیخ یٰسین بنارسی اور خلق کثیر نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا' مدت تک ہنگامہ تدریس بپا کئے رکھا۔ شیخ جمال اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ان حضرات میں سے ہیں جنہوں نے وسیع حلقہ درس قائم رکھنے کے باوجود زہد وعبادت اور خدمت خلق کو اپنا معمول ٹھہرایا۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:111)

(37) شیخ جمیل الدین سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ جمیل الدین بن رفیع الدین بن عبدالستار انصاری سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ' سہارن پور میں پیدا ہوئے' اپنے برادر کبیر شیخ بدیع الدین سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ مرید وتلمیذ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ سلسلہ نقشبندیہ میں اخذ طریقت انہی سے کیا اور مدت تک ان کی صحبت میں رہے' یہاں تک کہ درجہ کمال کو پہنچے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:113)

(38) مولانا حاجی محمد کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا حاجی محمد کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اصلاً ہمدان سے تعلق رکھتے تھے' ان کے اسلاف میں سے کوئی بزرگ شیخ علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 6 ذی الحجہ 786ھ (19 جنوری 1385ء) کے ساتھ ہمدان سے کشمیر آئے اور پھر وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی' حاجی محمد رحمۃ اللہ علیہ کشمیر میں پیدا ہوئے اور وہیں تربیت پائی۔ عمر کی کچھ منزلیں طے کیں تو دل میں طلب علم کا جذبہ موجزن ہوا' حصول علم کی غرض سے عازم دہلی ہوئے اور وہاں کے اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ طبیعت تصوف وطریقت کی طرف مائل ہوئی تو اس دور کے شیخ کبیر خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 14 جمادی الاخریٰ 1014ھ (17 اکتوبر 1605ء) کی خدمت میں حاضری دی اور ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہونے کا شرف حاصل کیا۔ جب حدیث' فقہ اور طریقت میں درجہ کمال کو پہنچ گئے تو دہلی سے واپس کشمیر تشریف لے گئے۔ وہاں درس وافادہ کی مسند آراستہ کی اور قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا روح پرور غلغلہ بلند کیا۔

مولانا حاجی محمد کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اس درجہ پاک باز بزرگ تھے کہ کبھی دنیاداروں کے دروازے پر دستک نہیں دی اور اپنا دامن دنیا طلبی کے میل سے آلودہ نہیں کیا۔ مولانا حاجی محمد کشمیری رحمۃ اللہ علیہ درس وتدریس اور تصوف وطریقت کے ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ سرزمین کشمیر کے اس جید عالم وفقیہ اور نامور صاحب سلوک بزرگ نے جمعرات کے روز 29 صفر 1006ء کو وفات پائی۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:116)

(39) مولانا حسین خباز کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا حسین خباز کشمیری رحمۃ اللہ علیہ' سرزمین کشمیر میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔ شیخ محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ علم کیا اور کافی

Marfat.com

عرصہ ان کی خدمت میں رہنے کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ پھر دہلی کا عزم کیا اور شیخ عبدالشہید احراری رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض ہوئے اور ایک مدت تک ان کی مصاحبت اختیار کئے رکھی‘ بعد ازاں شیخ باقی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی۔ ان سے استفاضہ کیا اور طویل عرصہ ان کی صحبت میں گزارا‘ پھر مراجعت فرمائے کشمیر ہوئے اور بقیہ عمر عبادت الٰہی اور علماء وطلباء کے افادے میں صرف کر دی۔ مولانا حسین خباز رحمۃ اللہ علیہ ارض کشمیر کے نامور شیخ‘ اونچے درجے کے عالم دین‘ معروف فقیہ اور صاحب فضل وصلاح بزرگ تھے۔ بعض کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ 1052ھ (1642ء) کو کشمیر میں فوت ہوئے۔ (فقہائے ہند‘ ج:4‘ ص:118)

(40) مولانا دانیال جوراسی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا دانیال عمری جوراسی رحمۃ اللہ علیہ شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ کی نسل سے تھے‘ جو شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے تھے‘ علاقہ اودھ میں پیدا ہوئے‘ وہیں تربیت پائی اور عبدالسلام اعظمی دیوی رحمۃ اللہ علیہ سے تحصیل کی۔ یہاں تک کہ علوم میں مہارت پیدا کر لی اور افتاء وتدریس کی صلاحیت سے بہرہ ور ہو گئے۔ اس کے بعد طریقت وتصوف کی منزلیں طے کیں۔ عالم کبیر اور شیخ عصر تھے‘ درس وافادہ میں مصروف رہتے تھے‘ ان کے تلامذہ میں شیخ قطب الدین محمود سہالوی رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے علمائے کرام شامل ہیں۔ (فقہائے ہند‘ ج:4‘ ص:122)

(41) مولانا داؤد مشکوتی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا داؤد مشکوتی بن ملک مسعود غوری رحمۃ اللہ علیہ گیارہویں صدی ہجری کے نامدار کشمیری علماء میں سے تھے اور تفسیر‘ حدیث‘ فقہ اور علوم حکمیہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ مشکوٰۃ کے حافظ تھے‘ اس لئے خواجہ حیدر چرخی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں داؤد مشکوتی کا لقب دیا تھا۔ خواجہ حیدر بن فیروز چرخی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے‘ اور علوم دینیہ انہی سے حاصل کئے تھے۔ طریقت وتصوف میں وادیٔ کشمیر کے مشہور صوفیا بابا ابوالفقراء نصیب الدین رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ خاوند محمود بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض تھے۔ کافی عرصہ ان کی خدمت میں رہے اور علم ومعرفت میں ان سے استفاضہ کیا۔ تصوف وطریقت کے سلسلے کی متعدد عربی اور فارسی کتابوں کے مصنف تھے‘ جن میں ایک کتاب اسرار الابرار ہے جو کشمیری مشائخ وعلماء اور سادات وفقراء کے حالات کو محتوی ہے۔ (فقہائے ہند‘ ج:4‘ ص:123)

(42) ملا درویزہ پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

ملا درویزہ پشاوری رحمۃ اللہ علیہ جنہیں اخوند بابا درویزہ پشاوری کہا جاتا ہے‘ صالح عالم دین تھے‘ فقہ واصول اور علم کلام کے ماہر تھے‘ طریقت وتصوف سے بھی لگاؤ تھا اور اس ضمن میں سید علی ترمذی خواص رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض تھے‘ جو شیخ نظام الدین بن عبدالشکور تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1024ھ (1615ء) کے تلامذہ میں سے تھے۔

ملا درویزہ پشاوری رحمۃ اللہ علیہ احکام اسلام کے سخت متبع تھے اور اس ضمن میں مجادلہ ومناظرہ میں خاص شہرت رکھتے تھے‘ زنادقہ و

Marfat.com

ملاحدہ کے شدید مخالف تھے۔ دین کے درد اور اسلام کی محبت سے ان کا دل معمور تھا' پشاور اور اس کے گردونواح میں بہت مشہور تھے اور درس وتدریس کا وسیع حلقہ قائم تھا' تمام عمر علماء وطلباء کو علمی فائدہ پہنچانے اور ان کی ذہنی وعملی تربیت میں کوشاں رہے۔

یہاں یہ بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جن حضرات علماء ومشائخ نے افغانوں میں تبلیغ دین کی طرح ڈالی' ان کے علاقے میں رشد وہدایت کی بساط بچھائی اور انہیں اسلامی تعلیم سے آشنا کیا' ان میں سید علی خواص ترمذی رحمۃ اللہ علیہ المعروف حضرت پیر بابا اور ان کے مرید وشاگرد اخوند درویزہ پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ سید علی خواص رحمۃ اللہ علیہ پر فقر ودرویشی کا رنگ غالب رہا' وہ مشائخ وصوفیاء سے استفاضہ کیلئے پانی پت اور اجمیر وغیرہ بھی گئے' خرقہ خلافت' طریقہ چشتیہ میں اجمیر کے سید سالار رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوا اور مرشد نے کوہستان کو مرکز تبلیغ ٹھہرانے کی ہدایت کی۔

اس علاقے کے لوگوں میں نے انتہائی سادہ دل' ہر آن دین کی طلب وتلاش میں مساعی اور خدا رسیدہ پایا۔ دین کے معاملے میں جوان بوڑھوں سے آگے نکلے ہوئے' عورتیں مردوں سے بڑھ کر دین پر کاربند' بچے عام طفولیت ہی میں نیکی تدین کے متلاشی اور ان کے کارندے بھی احکام شریعت پر عامل۔ ان لوگوں میں قبول حق کی صلاحیت تو موجود تھی مگر پورے علاقے میں نہ کوئی درس کا سلسلہ تھا نہ کوئی مکتب ومدرسہ نہ کہیں علم تھا اور نہ علما واتقیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شریعت سے بے بہرہ مشائخ اور دین سے تہی دامن پیروں نے ان لوگوں کی سادگی سے فائدہ اٹھا کر ان کو غلط راہوں پر ڈال دیا۔

جعلی پیروں کیساتھ مناظرہ

افغانوں کی یہ حالت دیکھ کر سید علی خواص ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے علاقے میں قیام پذیر ہونے اور ان کی اصلاح وتربیت کا تہیہ کر لیا' نیت چونکہ نیک تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے کامیابی سے ہمکنار کیا اور اس نواح میں بڑی قبولت حاصل کی۔ جہاں کہیں کسی بے علم اور شریعت سے بے بہرہ پیر کی اطلاع پاتے' وہاں پہنچتے اور اس سے باقاعدہ مباحثہ ومجادلہ کرتے۔ تذکرۃ الابرار والاشرار میں ایسے متعدد مدعیان مذہب کے نام مرقوم ہیں' جن سے سید علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے ہوئے۔ ان کے سب سے اہم اور زوردار معرکے فرقہ روشنیہ کے پیر روشن سے ہوئے' پیر روشن کا اصل نام بایزید تھا۔ ان معرکوں میں اللہ تعالیٰ نے سید علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کو کامیابی عطا فرمائی۔ غرض سید علی خواص رحمۃ اللہ علیہ نے پورے جوش وخروش اور بے حد محنت سے افغان علاقوں میں صحیح اسلام کی اشاعت کا آغاز کیا' جس کے نتیجے میں خلق کثیر ان سے فیض یاب ہوئے۔ ان کی مساعی تبلیغ کا سب سے نمایاں اور اہم پہلو یہ ہے کہ اخوند درویزہ پشاوری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے لڑکے شیخ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ ان کے حلقہ ارادت وعقیدت میں شامل ہو گئے۔ اخوند درویزہ پشاوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مخزن الاسلام میں سید علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی تعریف کی ہے اور ان کی ان مساعی کو بہت سراہا ہے جو انہوں نے ملاحدہ اور زنادقہ کے خلاف انجام دیں۔

تدریس کے پردے میں ولایت

ملا اخوند درویزہ پشاوری رحمۃ اللہ علیہ اس نواح کے وہ بزرگ ہیں جو سید علی خواص ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے نامور عالم دین مرید اور شاگرد تھے۔ افغانوں میں یہ اپنی زیرکی وعلمیت کی بناء پر خاص شہرت اور احترام کے مالک ہیں۔ وہ علوم ظاہری میں بھی کامل دسترس رکھتے تھے' حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک ولی اللہ بزرگ تھے اور بحر تصوف کے شناور' لیکن اپنی ولایت کو پردہ تعلیم وتدریس اور ملامتیت میں مستور کر رکھا تھا۔

Marfat.com

مرشد کے ہم قدم مرید

اخوند درویزہ پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد سید علی خواص ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بھی زنادقہ و ملاحدہ کے سخت مخالف تھے' اب مرید نے بھی ان کے خلاف محاذ قائم کرلیا اور اس میں اس درجہ شدت اختیار کی کہ جہاں جہاں بایزید جاتا' یہ بھی اس کے تعاقب میں وہاں پہنچتے' اس سے مباحثہ کرتے' یہاں تک کہ اس کو لاجواب کر دیتے۔ وہ مارے خجالت و شرمندگی کے خاموش ہو جاتا اور تاب سخن نہ پاتا' اس سلسلے میں اپنے مرشد کے ساتھ بھی جاتے اور تنہا بھی۔

ذکر الٰہی میں استغراق

مخزن اسلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے مروجہ پیری مریدی اور طریق تصوف میں اصلاح کی بے حد کوشش فرمائی۔ اس ضمن میں ان کی جامع اور مشہور تصنیف ارشاد الطالبین ہے جو فارسی زبان میں ہے۔

اخوند عالم دین اور پابند شرع بزرگ تھے' بعض اوقات وہ اس درجہ یاد خدا میں مستغرق ہو جاتے اور ذکر الٰہی میں ڈوب جاتے کہ کسی چیز کا انہیں کچھ پتا نہ چلتا۔ اس قسم کا ایک واقعہ "رود کوثر" میں اخبار الاخیار کے حوالے سے مندرجہ ہے کہ ایک روز ایک خاتون سر پر تیل کا بھرا ہوا مٹکا اٹھائے جا رہی تھی' اخوند کو شدید پیاس محسوس ہو رہی تھی' خاتون سے کہا بیٹی! پانی پلاؤ تو ثواب ملے گا۔ خاتون حیا اور ادب کے جذبات سے اس قدر مرعوب ہوئی کہ کچھ نہ کہہ سکی اور مٹکا اخوند کے سامنے رکھ دیا' انہوں نے پینا شروع کیا تو مٹکا خالی کر دیا' بعد کو منہ کا ذائقہ بدلا تو پتا چلا کہ یہ پانی نہیں تیل تھا۔ اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے کا نام مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ یہ بھی عالم و فقیہ اور صاحب طریقت بزرگ تھے' انہیں "محقق افغانستان" کا خطاب حاصل تھا۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:123 تا 128)

(43) مولانا رفیع الدین سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا رفیع الدین بن عبدالستار بن عبدالکریم انصاری سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ' سہارن پور میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔ قرآن مجید حفظ کیا اور شیخ رکن الدین گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے تحصیل علم کی۔ تصوف سے دلچسپی ہوئی تو ان ہی سے اخذ طریقت کیا اور خرقہ تصوف زیب تن فرمایا۔ بعد ازاں عازم برہان پور ہوئے' وہاں شیخ عیسیٰ بن قاسم سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی بساط تدریس و سلوک بچھی ہوئی تھی' ان سے علم حدیث حاصل کیا' بعض دیگر علوم بھی پڑھے۔ اس کے بعد اپنے شہر سہارن پور کو مراجعت فرمائی اور مجلس ارشاد و اصلاح کو رونق بخشی۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:131)

(44) ملا شاہ محمد بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

ملا شاہ محمد بن ملا عبدی صوفی بدخشی رحمۃ اللہ علیہ سرزمین بدخشاں میں علاقہ روستاق کے ایک مقام ارکسال میں پیدا ہوئے اور وہیں تربیت پائی۔ بہت بڑے عالم اور فقیہ تھے' اس لئے ملا کے عرف سے معروف تھے' یعنی لفظ "ملا" علم و فضل میں کمال کی وجہ

تعویذ گنڈا شفاء کا ذریعہ

مولانا عبداللہ صاحب لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ تعویذ اور دم جھاڑا بھی کرتے تھے۔ ان کے دم' دعا اور تعویذ گنڈے میں اللہ تعالیٰ نے شفاء رکھی تھی۔ (کاروان سلف: ص ۲۷۴)

Marfat.com

سے ان کے نام کا جز بن گیا تھا۔ 1023ھ میں لاہور آئے' ان دنوں شیخ محمد میر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (میاں میر رحمۃ اللہ علیہ) کا شہرہ طریقت و تصوف عروج پر تھا' ملا شاہ محمد رحمۃ اللہ علیہ لاہور آ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلوک کی منزلیں طے کیں۔ جب تک میاں میر رحمۃ اللہ علیہ زندہ رہے ملا شاہ محمد بدخشی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے وابستگی اختیار کئے رکھی۔ ان کی وفات کے بعد عازم کشمیر ہوگئے اور کوہ سلیمان پر مسجد اور خانقاہ تعمیر کی' باغیچہ بھی وہاں لگایا' اس میں اقامت گزیں ہوگئے اور اپنے آپ کو وظائف و اوراد کے سپرد کردیا۔ ایک روایت کے مطابق اپنے شیخ میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہی میں کشمیر چلے گئے تھے۔

کتب تاریخ میں مرقوم ہے کہ ہندوستان کا مغل حکمران شاہ جہان کشمیر جاتا تو بار بار ملا شاہ محمد بدخشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ان کے ملفوظات واقوال سے استفادہ کرتا' شاہ جہان کا بیٹا دار اشکوہ بھی ان کے حلقہ ارادت میں داخل تھا اور اس کی بیٹی جہاں آراء بیگم بھی ان کی عقیدت مند تھی' بالفاظ دیگر ہندوستان کا حکمران خاندان ان سے کامل عقیدت رکھتا تھا اور ملک کے بعض اکابر ومشاہیر ان سے باقاعدہ استفاضہ کرتے تھے۔

ملا شاہ محمد بدخشی رحمۃ اللہ علیہ عارف باللہ اور صاحب حال بزرگ تھے' انہوں نے قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھی جو نکات تصوف پر مشتمل ہے اور نامکمل ہے۔ اس تفسیر کی بعض تعبیرات بڑی عجیب وغریب نوعیت کی ہیں' مثلاً قرآن مجید کی آیت:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۫ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔

(البقرہ:7)

کے بارے میں کہتے ہیں کہ اولیاء کا معاملہ اس سے الٹ ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء کے دلوں پر مہر لگادی ہے کہ ان میں وساوس شیطانیہ اور افکار شیطانیہ داخل نہ ہوسکیں۔ ان کے کانوں پر بھی مہر ثبت کردی ہے تاکہ غلط اور بیہودہ باتیں ان میں راہ نہ پاسکیں۔ ان کی آنکھوں پر اپنی عظمت وکبریائی کے حسین وجمیل پردے لٹکا دیے ہیں اور ان کیلئے بہت ہی میٹھی اور پرحلاوت شراب مہیا کی گئی ہے۔ اس سالک وصوفی فقیہ اور عالم نے 1072ھ (1662ء) کو سفر آخرت اختیار کیا۔

(فقہائے ہند'ج:4'ص:135)

(45) مولانا شہباز بھاگل پوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا شہباز بھاگل پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سسر شیخ محمد ماہ دیوری رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا' پھر طبیعت مائل بہ تصوف ہوئی تو شیخ یلیین سلمانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے' ان سے اخذ طریقت کیا۔ تیس سال کی عمر کو پہنچے تو دیوہ سے بھاگل پور منتقل ہوگئے' وہاں درس وتدریس کا مشغلہ اختیار کیا۔ یہیں مستقل سکونت اختیار کرلی اور مولانا شہباز بھاگل پوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے شہرت پائی۔ بہت بڑے عالم وفاضل' فقیہ وشیخ اور عابد وزاہد تھے' کثیر الفوائد عالم دین تھے' درس وافادہ میں مصروف رہتے تھے' ان کے ہنگامہ اشاعت علم نے ایک دنیا کو متاثر کیا۔ مرض الموت میں بھی مصروف تدریس رہے' طلباء ارد گرد بیٹھے مشکوٰۃ پڑھ رہے تھے اور آپ حالت مرض میں نہایت انہماک وتوجہ سے درس دے رہے تھے لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ ادھر مشکوٰۃ شریف

Marfat.com

کے درس سے فارغ ہوئے اور ادھر روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ یہ جمعرات 16 صفر 1050ھ (28 مئی 1640ء) کا واقعہ ہے۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:136)

(46) سید شیخ بن عبداللہ حضرمی رحمۃ اللہ علیہ

سید شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد مکرم علامہ عبداللہ حضرمی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ شاگردی میں داخل ہوئے اور ان سے بہت علوم حاصل کئے' پھر دیگر علماء سے استفادہ کرنے لگے' مشہور فقہائے عصر سے فقہ کی تحصیل کی' اخذ علم کیلئے یمن' مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ' عدن وغیرہ مختلف بلاد وامصار کے مشاہیر اساتذہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے استفادہ کیا۔ کسب طریقت کیلئے بھی بعض مشائخ وصوفیا کے دروازے پر دستک دی۔ 1025ھ (1616ء) میں داخل ہند ہوئے اور بعض علماء وشیوخ سے کسب علم اور اخذ فیض کیا۔

سلطان ابراہیم عادل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شیخ کے زیادہ اکرام واقبال کی وجہ ان کی ایک کرامت تھی اور وہ کرامت یہ تھی کہ سلطان کی مقعد میں ایک زخم تھا جس کی بناء پر اس کا آرام وراحت ختم ہو گیا تھا اور اٹھنے بیٹھنے میں سخت دشواری ہوتی تھی' اس کے علاج سے اطباء عاجز آ گئے تھے۔ **سید علی بن اسد اللہ رحمۃ اللہ علیہ گجراتی بیجاپوری المعروف بہ محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی وجہ سے بددعا کی تھی کہ اس کا زخم درست نہ ہو** مگر جب سید شیخ بن عبداللہ حضرمی بیجاپور رحمۃ اللہ علیہ آئے اور انہوں نے سلطان کو اس حالت میں دیکھا تو سیدھا بیٹھنے کا حکم دیا' سلطان اسی وقت بیٹھ گیا اور بالکل تندرست ہو گیا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ سلطان ابراہیم شیعہ المسلک تھا' شیخ اس کو تبلیغ کرتے رہے حتیٰ کہ اس نے مسلک اہل سنت اختیار کر لیا۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:137-138)

(47) شیخ صبغۃ اللہ بیجاپوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ صبغۃ اللہ بن حبیب اللہ بن احمد بن خلیل بیجاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد گرامی شیخ حبیب اللہ بیجاپوری رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ علم کیا اور اس دور کے عالم وفقیہ گردانے گئے۔ بعد ازاں طریقت سے لگاؤ پیدا ہوا تو کسب طریقت بھی والد رحمۃ اللہ علیہ ہی سے کیا اور مرتبہ کمال کو پہنچے۔ 1041ھ 1631ء میں والد نے وفات پائی تو ان کی جگہ مسند مشیخت پر متمکن ہوئے اور عظمت وقبولیت سے نوازے گئے۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:139)

(48) شیخ ضیاء الدین جونپوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ضیاء اللہ اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ شیخ محمد غوث شطاری گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے تھے' صغر سنی ہی میں گجرات چلے گئے تھے' وہاں شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 998ھ/1590ء) کی مسند تدریس آراستہ تھی ان کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے' شیخ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ گجراتی (متوفی 986ھ/1578ء) کا سلسلہ درس بھی جاری تھا' ان سے علم حدیث کی تحصیل کی اور دس سال ان کی

Marfat.com

خدمت میں رہے۔ وہیں ان کے والد شیخ محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 970ھ/1563ء) نے ان کو خرقہ خلافت پہنایا۔ پھر اکبر آباد (آگرہ) منتقل ہو گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ انہوں نے پینتیس سال علم و معرفت کے نشر و ذیوع میں صرف کئے۔

منتخب التواریخ کے مصنف ملا عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شیخ ضیاء اللہ اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی تھی اور اپنی کتاب "منتخب التواریخ" میں بڑے دلچسپ انداز سے اس ملاقات کا ذکر بھی کیا ہے اور ان کا تعارف بھی کرایا ہے۔ لکھتے ہیں:

شیخ ضیاء اللہ اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ شیخ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین ہیں، تصوف میں ان کا ایک خاص انداز بیان ہے جو صوفیا میں کم ہی کسی دوسرے کا ہوگا۔ **ان کی مجلس میں ہمیشہ معرفت وحقیقت کے موضوع پر سلسلہ گفتگو جاری رہتا اور مسئلہ توحید سے متعلق باتیں ہوتیں۔** ان کے باطن کا حال تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کون سا جذبہ اور داعیہ اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھے، پہلے پہل جب ان کے کمالات و فضائل کی شہرت پھیلی تو معلوم ہوا کہ اپنے باپ شیخ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کی مسند فقر و ارشاد کے جانشین ہو گئے ہیں بلکہ بعض پہلوؤں سے تو باپ پر فضیلت رکھتے ہیں۔ (فقہائے ہند، ج:4 ص:140-141)

(49) علامہ طاہر سندھی برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ

علامہ طاہر بن یوسف بن رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ حدیث اور فقہ کے جید عالم تھے، صغر سنی ہی میں اپنے والد شیخ یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور بڑے بھائیوں طیب اور قاسم کے ہمراہ سفر کا اتفاق ہوا اور شیخ شہاب الدین سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے منطق کی معروف کتاب شرح شمسیہ پڑھنا چاہی مگر شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کو اپنی طبیعت کے مطابق حال نہ سمجھ کر پڑھانے سے انکار کر دیا اور اس کے بجائے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی "منہاج العابدین" پڑھانے لگے۔ پھر 950ھ / 1543ء میں عازم گجرات ہوئے اور شیخ عبدالاول بن علی حسینی رحمۃ اللہ علیہ جونپوری دہلوی سے علم حدیث کی تحصیل کی اور سند حدیث لی۔ طریقت و تصوف میں شیخ محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ سے استفاضہ کیا، بعد ازاں احمد آباد اور بلاد دکن کا عزم فرمایا۔

علامہ طاہر سندھی رحمۃ اللہ علیہ تصنیف و تالیف کا عمدہ ذوق رکھتے تھے اور کئی کتابوں کے مصنف و مولف تھے، جو حسب ذیل ہیں:

مجمع البحرین: قرآن مجید کی تفسیر ہے، جس میں صوفیا کے ذوق و مشرب کی جھلک نمایاں ہے۔

مختصر قوت القلوب للمکی: شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ کی قوت القلوب کا اختصار۔

ان کی تصنیفات میں مجمع البحرین قرآن مجید کی تفسیر ہے جو صوفیاء کے انداز بیان کے مطابق ہے۔ یہ تفسیر عربی زبان میں ہے، ذیل میں اس کے ایک حصے کا اردو ترجمہ دیا جاتا ہے تاکہ اس کے نہج و اسلوب کا پتا چل سکے۔

قرآن کی آیت "فی قلوبھم مرض" (ان منافقین کے دلوں میں بیماری ہے) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مرض دو قسم کا ہوتا ہے، ایک حقیقی اور ایک مجازی۔ حقیقی مرض کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ جسم کو لاحق ہو جاتا ہے تو اس کو اعتدال و توازن کے دائرے سے باہر نکال دیتا ہے اور مریض کے افعال و حرکات میں خلل انداز ہوتا ہے۔

مرض مجازی اس کیفیت سے تعبیر ہے جو اعراض نفسانی کو پیش آتی اور ان کے کمال میں خلل ڈالتی ہے۔ مثلاً جہالت، سوئے

Marfat.com

عقیدہ' کج فہمی اور ترغیب معصیت وغیرہ۔ یہ تمام مجازی امراض ہیں اس لئے کہ یہ چیزیں یا تو انسان کے حد فضائل تک پہنچنے میں مانع ہوتی ہیں یا پھر اس کو حقیقی اور ابدی حیات کے زائل ہونے کی طرف کھینچ لے جاتی ہیں اور قرآن مجید کی اس آیت میں یہی مجازی معنی مراد ہیں۔ کیونکہ منافقین کے ہاتھوں سے مدینہ منورہ کی جو سیادت نکل گئی تھی وہ ہر وقت اس کے غم میں مبتلا رہتے تھے اور یہ گویا ان کے دلوں میں ایک مرض تھا جو ہر لحہ بڑھتا ہی جاتا تھا۔ پھر آئے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اثر ورسوخ کا جو دائرہ وسیع ہو رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وشان بڑھ رہی تھی اس سے وہ حسد کرتے تھے اور ان کے دل اس صورتحال سے سخت الم و تکلیف محسوس کرتے تھے۔ یوں سمجھئے کہ ان کے مرض یا الم کو اللہ تعالیٰ نے اور زیادہ کر دیا۔ جیسے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پھیلتے جاتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وشان میں اضافہ ہوتا جاتا تھا اسی نسبت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منافقین کی عداوت اور دشمنی بڑھتی جاتی تھی۔

اس سے آگے تفسیر رحمانی کے حوالے سے علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: **فی قلوبھم مرض" کا مطلب یہ ہے کہ منافقین کے دلوں میں قوت حکمیہ کی کمی اور قوت شہوانیہ کی کثرت ہے۔**

بہر حال علامہ طاہر کی تفسیر مجمع البحرین خالص متصوفانہ اسلوب کی حامل ہے' اس میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی احیاء علوم الدین اور دیگر کتب تصوف کے کثرت سے حوالے دیے گئے ہیں۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:144 تا 146)

(50) شیخ طیب بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ طیب رحمۃ اللہ علیہ ارض ہند کے متقی اور پرہیز گار علماء میں سے تھے' چھوٹی عمر ہی میں والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا اور چچا نے اپنی گود تربیت میں لے لیا تھا۔ قرآن مجید اور سیات کی ابتدائی کتابیں گھر میں پڑھیں' علم صرف اور علم نحو کی تکمیل شیخ نظام الدین بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسے میں کی۔ پھر جون پور کا قصد کیا جس کو اس زمانے میں علم وفضل کے مرکز کی حیثیت حاصل تھی' وہاں شیخ نور اللہ بن طٰہٰ جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ درس جاری تھا' ان سے شرح وقایہ اور حسامی وغیرہ کتابیں پڑھیں' پھر اپنے وطن بنارس گئے اور شادی کی۔ تین سال وہاں رہے' بعد ازاں پھر جون پور کا عزم کیا اور فقہ واصول کی بعض کتابیں پڑھیں۔ اس مرتبہ ایک سال جون پور میں قیام رہا' اب کے شیخ خواجہ کلاں بن نصیر الدین جھونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملاقات کی اور ان سے بیعت ہوئے۔ شیخ طیب بنارسی رحمۃ اللہ علیہ عابد و زاہد' متقی ومتورع اور بلند اخلاق وخوش مزاج عالم دین تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بڑے تیز تھے' سلوک میں سلسلہ قادریہ سے منسلک تھے اور اس ضمن میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف اجازہ حاصل تھا۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:147)

(51) شیخ عبدالاحد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالاحد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی تھے۔ ان کا سلسلہ نسب چھبیس

Marfat.com

واسطوں سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اونچے مرتبے کے ہندی عالم وفقیہ تھے' مشرقی پنجاب کے ضلع پٹیالہ کے معروف شہر سرہند میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔ کچھ عرصہ وہیں تعلیم حاصل کی بعدازاں گنگوہ گئے اور شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان سے استفادہ کیا اور ان کے حلقہ عقیدت میں شامل ہونے کی درخواست کی' انہوں نے انکار فرمایا اور علوم مروجہ وفنون متعارفہ کی تکمیل کا حکم دیا۔ واپس سرہند آئے اور حصول علم میں مشغول ہو گئے' یہاں تک کہ تمام علوم میں مہارت پیدا کی اور فتویٰ وتدریس کے قابل ہو گئے لیکن ابھی علوم کی تکمیل نہ کر پائے تھے کہ شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ انتقال فرما گئے۔ انہوں نے ہندوستان کے مختلف بلاد وامصار کا سفر کیا' مختلف مشائخ وعلماء سے ملے اور ان سے مستفیض ہوئے' بعدازاں گنگوہ کا عزم فرمایا اور شیخ عبدالقدس رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے شیخ رکن الدین گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ طویل عرصہ ان کی خدمت میں گزارا 979ھ (1571ء) میں **شیخ رکن الدین گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اپنا خلیفہ مقرر کیا اور اپنے شہر سرہند واپس آ گئے**' وہاں درس وافادہ کا سلسلہ شروع کر دیا۔

شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ معقول ومنقول میں ماہر اور فنون میں منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ بالخصوص فقہ' اصول فقہ اور تصوف میں یگانہ عصر تھے۔ چند کتابوں کے مصنف بھی تھے' جو اس دور کے مذاق کے مطابق متصوفانہ نوعیت کی حامل تھیں۔

(فقہائے ہند' ج:4 ص:148)

(52) مولانا عبدالجلیل لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالجلیل بن عمر صدیقی بیانوی ثم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ صالح اور فقیہ زاہد تھے۔ تصوف وطریقت سے بھی تعلق رکھتے تھے' 19 ربیع الثانی 1016ھ (3 اگست 1607ء) کو فوت ہوئے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:149)

(53) شیخ فیروز رحمۃ اللہ علیہ

ملک موسیٰ کے کئی فرزند تھے' جن میں ایک شیخ فیروز رحمۃ اللہ علیہ تھے جو اپنے خاندان میں خاص امتیاز کے حامل اور عمدہ شہرت کے مالک تھے' شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار الاخیار میں ان کی زندگی کے متعدد پہلوؤں کی وضاحت کی ہے اور بہترین الفاظ میں ان کا تعارف کرایا ہے ان کے فارسی الفاظ کا ترجمہ یہ ہے:

شیخ فیروز رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں بہت سے ظاہری' باطنی' وہبی اور کسبی فضائل جمع ہو گئے تھے' سپاہ گری میں اپنے دور کی بے مثل شخصیت تھے اور فن حرب میں عدیم النظر سلیقہ رکھتے تھے' علم' شعر وشاعری' شجاعت وسخاوت' خوش طبعی وبذلہ سنجی' ظرافت' عشق الٰہی ومحبت خداوندی اور دیگر اوصاف حمیدہ میں کوئی ان کا ہم سر نہ تھا۔ دولت وحشمت' جاہ ومرتبت' عزت وعظمت میں مشہور روزگار تھے' عذوبت کلام وحلاوت لسان اور شعر وظرافت کی ابتداء ہمارے خاندان میں انہی کی ذات سے ہوئی۔

شیخ فیروز رحمۃ اللہ علیہ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ بڑے بہادر اور جنگ جو تھے' وہ بہرائچ کی کسی جنگ میں شریک ہوئے اور مرتبہ

Marfat.com

شہادت کو پہنچے ان کا مدفن بھی وہی خطہ ارض ہے۔ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جن دنوں وہ جنگ کو جا رہے تھے ان کی بیوی حاملہ تھیں انہوں نے شوہر کو روکنے کی کوشش کی تو جواب میں فرمایا:

ترجمہ: میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ بیٹا ہو اور اس سے نسل چلے اب میں اس کو اور تم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں، نہ معلوم آئندہ مجھے کیا حالات پیش آئیں۔

شیخ فیروز رحمۃ اللہ علیہ کے محاربہ بہرائچ پر جانے سے کچھ عرصہ بعد ان کے بیٹے شیخ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے جو شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دادا تھے۔ شیخ فیروز رحمۃ اللہ علیہ 860ھ (1456ء) کو شہید ہوئے۔

(فقہائے ہند ج:4 ص:152-153)

(54) شیخ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے وہ ان تمام اوصاف سے متصف تھے جو ان کے شہید باپ شیخ فیروز رحمۃ اللہ علیہ میں پائے جاتے تھے۔ عمر کا ابتدائی زمانہ تحصیل علم میں گزرا پھر سلوک و تصوف کی وادی میں چلے گئے اور عبادت و ریاضت کو مرکز توجہ ٹھہرالیا۔ ایک صاحب حال بزرگ شیخ محمد منکن رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت بھی کی۔ شیخ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت و بزرگی کا یہ عالم تھا کہ سلطان سکندر لودھی ان کے حلقہ عقیدت میں شامل تھا۔

بیٹے کا ہاتھ اللہ کو پکڑانا

شیخ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی نرینہ اولاد میں ان کے دو بیٹوں (شیخ رزق اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ سیف اللہ رحمۃ اللہ علیہ) نے علم و فضل کی دنیا میں بہت شہرت پائی۔ باپ کی وفات کے وقت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کی عمر صرف آٹھ سال تھی، شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ شیخ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ وفات سے کچھ دن پہلے سحری کے وقت اپنے بیٹے سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کو مکان کے بالائی حصے میں لے گئے اس سے آگے خود شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ترجمہ: نماز تہجد کے بعد مجھے (یعنی سیف الدین کو) قبلہ رو کھڑا کیا اور کہا اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں دوسرے لڑکوں کی تربیت سے فارغ ہو چکا اور ان کے حقوق سے عہدہ برا ہو گیا لیکن اس لڑکے کو یتیم و بےکس چھوڑ رہا ہوں اس کے حقوق ابھی میرے ذمے باقی ہیں اس کو اب تیرے سپرد کرتا ہوں تو ہی اس کی تربیت و حفاظت فرما۔

یہ الفاظ کہہ کر نیچے اتر آئے۔ چند روز بعد جمعہ کے دن 22 ربیع الاول 928ھ (18 فروری 1522ء) کو انتقال کر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور ان کا یہ بیٹا آگے چل کر نہ صرف دہلی بلکہ پورے ہندوستان کی ایک معزز و موقر شخصیت بنا۔ ان کے گھر میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں علم و فضل کا وہ آفتاب طلوع ہوا جس کی روشنی سے دنیا کے تقریباً تمام حصوں میں علم و تحقیق کی روشنی پھیلی۔

Marfat.com

(55) شیخ رزق اللہ رحمۃ اللہ علیہ

جیسا کہ گزشتہ سطور میں بتایا گیا ہے شیخ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹوں میں سے دو بیٹے شیخ رزق اللہ اور شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہم علم و فضل کی دنیا میں بڑی شہرت کے مالک تھے۔ باپ کی طرح جذبہ محبت الٰہی سے سرشار اور نہایت متقی تھے' دہلی کی عبادت و ریاضت کی رونقیں ان کے دم سے وابستہ تھیں۔ اس شہر (دہلی) کے تمام لوگ اس پر متفق ہیں کہ دہلی انہی بھائیوں کے وجود سے تعبیر تھا۔

ان کی مجلسیں ذکر الٰہی کا مرکز تھیں' اللہ تعالیٰ کی یاد کے سوا ان میں کسی چیز کا دخل نہ تھا' اس سلسلے میں شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ قابل ملاحظہ ہیں۔ فرماتے ہیں: ان کی مجلس شروع سے آخر تک شوق و گریہ سے پر اور درد و محبت سے مملو تھی' **سوزوگرمی سے شیخ رزق اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق یوں سمجھئے جیسا کہ راکھ کے نیچے آگ دبی ہو' جونہی اس کو ذرا کریدا' آتش بھڑک اٹھی**۔ لیکن ان کے برعکس والد ماجد (شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ) کی کیفیت یہ تھی کہ جیسے کسی شے سے مسلسل پانی ٹپکتا رہے' ان کو اگر معمولی اذیت بھی پہنچتی تو فوراً آنسو بہنے لگتے' بدرجہ غایت رقیق القلب اور سریع التاثیر تھے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عم محترم شیخ رزق اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بطور خاص بیان کئے ہیں' وہ عربی' فارسی اور سنسکرت کے فاضل تھے' تاریخ سے بھی دلچسپی رکھتے تھے اور فارسی اور ہندی کے شاعر بھی تھے۔

فارسی میں مشتاق اور ہندی میں راجن تخلص کرتے تھے' شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے علم و مطالعہ کی وسعت کا واضح طور پر ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں: شیخ رزق اللہ رحمۃ اللہ علیہ مرد کامل' فاضل و عارف' نادر روزگار اور یادگار سلف تھے' فضائل صوری و معنوی کے جامع تھے' مشرب عشق و محبت' سلامتی عقل و فہم' وسعت حوصلہ' مصائب و آلام کو صبر سے برداشت کرنے والے اور استقامت و دوام حضور میں یگانہ عصر تھے۔ اس ہمہ اوصاف موصوف عالم دین کا سن ولادت 897ھ (1492ء) اور تاریخ وفات 20 ربیع الاول 989ھ (24 اپریل 1581ء) ہے۔ 92 سال عمر پا کر راہی ملک دوام ہوئے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:154-155)

(56) جہانگیر بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ

جہانگیر بادشاہ' مغل شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کا سب سے بڑا بیٹا اور بابر کی نسل کا چوتھا بادشاہ تھا جو چہار شنبہ کے روز 17 ربیع الاول 977ھ (30 اگست 1569ء) کو نواح آگرہ میں سیکری کے مقام پر ایک تارک الدنیا بزرگ کے گھر پیدا ہوئے۔ اس بزرگ کا نام شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ تھا' جہانگیر بادشاہ کی والدہ کا شاہی نام مریم زمانی تھا' وہ راجہ بہاڑ امل کی بیٹی تھیں اور ہندوستان کے راجپوت خاندان سے تعلق رکھتی تھیں' جہانگیر بادشاہ سے پہلے اکبر' اولاد نرینہ سے محروم تھا' اس زمانے میں وہ مذہبی رجحانات کا حامل تھا اور اس کے ذہن و قلب پر اسلامی احکام و اوامر کے اثرات چھائے ہوئے تھے' وہ فتح پور سیکری کے مشہور بزرگ شیخ سلیم بن بہاؤ الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔ شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ بادشاہ اکبر نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے بیٹے کی ولادت اور زندگی کی دعا کرائی۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول

Marfat.com

فرمائی اور بادشاہ کو بیٹا عطا کیا‘ بیٹے کا نام مرشد رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر سلیم رکھا گیا۔ فقہائے ہند، جلد ۴ ص ۲۱۲)

مرشد سے والہانہ عقیدت اور نام کا ادب

ایک روز جبکہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ عالم بے خودی میں تھے بادشاہ اکبر نے ان سے پوچھا میرے کتنے بیٹے ہوں گے؟

فرمایا: بخشذۂ بے منت سہ پسر بہ شمار ارزانی خواہد داشت۔

اللہ تعالیٰ تمہیں تین فرزند عطا کرے گا۔ بادشاہ اکبر نے کہا:

میں نے نذر مانی ہے کہ پہلا بیٹا آپ کے دامن تربیت اور التفاتِ توجہ میں دوں گا‘ اور آپ کی شفقت وعنایت کو اس کا حامی ومحافظ بناؤں گا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ کی یہ پیشکش قبول فرمائی اور کہا: مبارک ہو‘ ہم اس بچے کو اپنا ہم نام بنائیں گے۔

جب میری والدہ کے وضع حمل کا وقت قریب آیا تو ان کو شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے مکان میں بھیج دیا گیا تاکہ میری ولادت وہیں ہو‘ ولادت کے بعد میرا نام سلیم رکھا گیا۔ چونکہ بادشاہ جہانگیر کا نام بادشاہ اکبر کے مرشد رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر سلیم رکھا گیا تھا‘ اس لئے نام کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے باپ نے بیٹے کو کبھی کسی حالت میں بھی نام لے کر نہیں پکارا۔

ترجمہ: میں نے اپنے باپ کی زبان سے‘ نہ عالم مدہوشی میں‘ نہ حالت سرشاری میں مجھ کو محمد سلم یا سلطان سلیم کے نام سے پکارتے نہیں سنا‘ وہ ہمیشہ مجھے شیخو بابا کہتے تھے۔

اصحاب تصوف کیساتھ مراسم

جلال الدین اکبر نے بادشاہ جہانگیر کی تربیت کا عمدہ ترین اہتمام کیا اور ملک کے مشاہیر اساتذہ کو اس کی تعلیم پر مامور فرمایا۔ تاریخ بتائی ہے کہ شہنشاہ اکبر کا یہ جانشین اپنے دور کا عالم وفاضل شخص تھا۔ علماء وفقہا سے ان کے مخلصانہ مراسم تھے‘ اصحاب تصوف وطریقت سے نہایت احترام سے پیش آتے تھے۔ قرآن مجید وتفسیر‘ حدیث مبارک وفقہ‘ فلسفہ وحکمت اور دیگر مروجہ علوم سے ان کو گہرا لگاؤ تھا۔ مفتی غلام سرور لاہوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جہانگیر بادشاہ کا شمار محبان شیخ مجدد میں سے ہوا‘ یہاں تک کہ وہ اپنے آپ کو حضرت سے جدا نہ کرتا تھا‘ شہزادہ خرم کو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ مریدین میں شامل کیا۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ شاہ جہان اور عالم گیر کے عہد تک شاہان ہند اپنے تمام علماء ووزراء کے ساتھ سلسلہ مجددیہ میں داخل ہوتے تھے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے جہانگیر کے تعلق وشیفتگی کی یہ نوعیت تھی کہ وہ روزانہ مغرب کے بعد ان سے ملاقات کرتا اور ان ملاقاتوں اور باہمی مذاکرات کے نتیجے میں اس کے قلب وذہن دین کی روشنی سے منور ہوئے۔ (فقہائے ہند، جلد ۴ ص ۲۱۹)

مدارس اور خانقاہوں کی تعمیر

بادشاہ جہانگیر مدارس دینیہ کی تعمیر کا بھی شائق تھا‘ بقول خافی خاں اس کیلئے اس نے یہ اہتمام کر رکھا تھا کہ کوئی امیر اور متمول شخص لاوارث فوت ہو جاتا تو اس کے مال واسباب میں سے مدارس اور خانقاہیں تعمیر کرتا تھا۔ تاریخ خان جہان کی روایت ک

Marfat.com

مطابق اس نے وہ تمام مدارس از سر نو آباد کئے جو گزشتہ تیس سالوں سے پرندوں اور چوپایوں کے مسکن بنے ہوئے تھے۔

اوراد و وظائف

اس کی ایک تحریر بتاتی ہے کہ وہ اوراد و وظائف کا بھی قائل تھا' نیز وہ علماء و صلحا کی صحبت میں بیٹھتا تھا' وہ لکھتا ہے: میں نے علمائے اسلام اور فقہاء کو حکم دیا ہے کہ وہ مفرد اسمائے الٰہی جمع کریں کیونکہ ان کو یاد رکھنا آسان ہے۔ میں ان کا وظیفہ کرنا چاہتا ہوں' جمعرات کو میں علماء و صلحا اور درویشوں اور گوشہ نشینوں کی صحبت اختیار کرتا ہوں۔

بادشاہ جہانگیر کو جن مشائخ کرام اور علمائے عظام سے خاص عقیدت تھی' ان میں لاہور کے شیخ محمد میر رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں جنہیں اب میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جہانگیر اپنے تزک میں بڑے احترام سے ان کا ذکر کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے: مجھے جب پتا چلا کہ لاہور میں شیخ محمد میر رحمۃ اللہ علیہ نام کے ایک درویش سکونت پذیر ہیں' جو اصلاً ہندی ہیں' نہایت فاضل' پسندیدہ خو' شریف النفس اور صاحب حال بزرگ ہیں۔ توکل و عزلت کی زندگی بسر کرتے ہیں' فقر پر قانع اور دنیا سے بے نیاز ایک گوشے میں بیٹھے ہیں' تو طلب حق کی غرض سے ان سے ملاقات کے بغیر دل میں چین نہ آیا اور ان کی زیارت کا شوق بے قرار کرنے لگا۔ چنانچہ جب لاہور جانا مشکل ہو گیا تو ان کی خدمت میں رقعہ لکھا اور اپنے باطن کا اشتیاق ظاہر کیا۔ وہ عزیز القدر بزرگ باوجودیکہ کبر سنی کو پہنچ گئے تھے اور جسم پر کمزوری کے آثار نمایاں ہو گئے تھے' تکلیف سے تشریف لائے' بڑی دیر تک تنہائی میں ان کی خدمت میں بیٹھنے کا موقع ملا اور خوب صحبت رہی۔ بلاشبہ وہ اونچے مرتبے کی شخصیت ہیں اور اس عہد میں ان کا وجود مسعود انتہائی غنیمت ہے۔ یہ نیاز مند خود باہر نکل کر ان سے ملا' ان کی صحبت سے لطف اندوز ہوا اور حقائق و معارف سے بھرپور باتیں سننے کا بہترین موقع میسر آیا۔ ہر چند چاہا کہ کوئی نذر پیش کروں مگر جب ان کے مرتبے کو اس بلند تر پایا تو دل نے اس کے اظہار کی اجازت نہ دی۔ البتہ جائے نماز کی شکل میں سفید ہرن کی کھال پیش خدمت کی''۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ بادشاہ جہانگیر میں علماء و مشائخ کی کیا قدر و منزلت تھی اور وہ کس عقیدت و احترام کے ساتھ ان سے ملتا تھا۔ فقہائے ہند، جلد ۴ ص ۲۲۳)

(57) شاہجہان بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ

پابندیٔ نماز اور وظائف کی رغبت

شاہ جہان کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے باپ جہانگیر کے مرتبے کا عالم تو نہ تھا لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ برصغیر کا یہ حکمران بڑا نیک' خدا ترس' پرہیز گار اور علم پرور بادشاہ تھا۔ علماء سے اس کے گہرے مراسم تھے اور وہ ان کی بدرجہ غایت عزت کرتا تھا' صوفیاء و اتقیاء سے اس کو بے پناہ محبت تھی' اس نے اپنے دور میں اسلام اور علم کی جو خدمت کی' اس سے قبل کسی حکمران کو اس کا موقع نہیں ملا تھا' اس نے اپنے اوقات شب و روز کو مختلف امور کی انجام دہی کیلئے باقاعدہ تقسیم کر رکھا تھا' اس میں سے ایک بڑا حصہ یاد خدا اور نماز کیلئے وقف تھا۔ ''عمل صالح'' کے درباری مصنف محمد صالح نے جن الفاظ میں اس کی تفصیل بیان کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے:

شاہ جہان نہایت عمدہ اوصاف کا حامل بادشاہ تھا' اس کے اوقات غفلت اور بے پروائی سے اور غلط امور سے مبرا تھے۔

Marfat.com

اس نے اپنے اوقات لیل ونہار کو اس انداز سے منقسم کر رکھا تھا کہ طلوع فجر سے دو گھڑی پیشتر بیدار ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف ہو جاتا۔ یہ وہ وقت ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے مخصوص ہے اور اس میں عبادت الٰہی بہت بڑے اجر و ثواب کا باعث ہے' جو شخص وقت اپنے معبود حقیقی کو پکارتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو شرف قبولیت بخشتا ہے۔ اس مبارک ساعت میں بادشاہ اس مسجد میں چلا جاتا جو اکبر آباد (آگرہ) کے ایک کونے میں تعمیر کی گئی تھی۔ نماز کے وقت تک وہ قبلہ رو ہو کر مصلے پر بیٹھا رہتا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا۔

نماز فجر کا وقت ہو جاتا تو پہلے دو رکعت سنت ادا کرتا' پھر با جماعت فرض پڑھتا۔ بعد ازاں اوراد و وظائف میں مشغول ہو جاتا۔ شاہ جہان جب خواب گاہ میں جاتا' وہ دن کا وقت ہوتا یا رات کا' فصیح البیان اور شیریں کلام لوگ اس کے ساتھ ہوتے' جو اسے کتب سیر و تواریخ سے انبیاء کرام علیہم السلام' صحابہ کرام و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین و اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم' حکماء و علما' عظیم المرتبت حضرات اور ملوک و وزراء کے واقعات و حالات سناتے۔ گزشتہ بادشاہوں کے دستور العمل سے بھی اسے آگاہ کرتے۔ یہ واقعات وہ پردے کے پیچھے بیٹھ کر بیان کرتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ محل کی خواتین بھی یہ باتیں سنتی تھیں۔

شاہ جہان کا درباری مورخ عبدالحمید لاہوری تو اس کے تدین و تقویٰ کی انتہائی تعریف کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ بادشاہ شاہ جہان ہر وقت باوضو رہتا تھا۔

معزولی اور وفات

شاہ جہان کو اکتیس سال حکومت کرنے کے بعد شعبان کی آخری تاریخ 1068ھ (22 مئی 1658ء) کو تخت فرمانروائی سے الگ کیا گیا اور شروع رمضان میں قلعہ آگرہ کو اس نے اپنا مسکن ٹھہرایا۔ معزولی سے آٹھ سال بعد دوشنبہ کے روز 26 رجب 1076ھ (23 جنوری 1666ء) کو اسی قلعے میں قید حیات سے رہائی پائی۔ اس کا یہ آٹھ سال کا عرصہ تلاوت قرآن مجید' اوراد و وظائف اور بعض جید علمائے کرام کی صحبت میں گزرا۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:235-244)

(58) مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

لاہور کے مشہور صوفی بزرگ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھی مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی آمد و رفت تھی اور ان سے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری تھا۔ ایک روز جہانگیر حضرت میاں میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوا' مولانا سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس وقت وہاں موجود تھے۔ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ کو خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے طریقے بتانا شروع کئے اور کہا کہ یہ وصل الی اللہ دو طریقوں سے ممکن ہے۔ اول جذبہ: جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ یک بارگی بندے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ دوسرا سلوک: جو ریاضت و مجاہدہ اور کسی بزرگ کا دامن تھامنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:255)

کسی کی ولایت پر تجھے کیا اعتراض؟

مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے غصے میں فرمایا: ایڈیٹر صاحب! اگر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اتنے نیک ہو جائیں کہ انہیں کشف قبور ہونے لگے تو آپ کو کیا اعتراض ہے؟
(نقوش عظمت رفتہ: ص ۱۳۹)

Marfat.com

ترجمہ غنیۃ الطالبین

مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ''غنیۃ الطالبین'' کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ ترجمہ انہوں نے لاہور کے عارف باللہ بزرگ شیخ بلاول قادری رحمۃ اللہ علیہ لاہوری کی فرمائش پر کیا تھا۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:277)

(58) مولانا عبدالحکیم کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عبدالکریم کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے تھے' علوم عقلیہ ونقلیہ کے فاضل تھے' طریقت سے بھی تعلق رکھتے تھے اور اس سلسلے میں کشمیر کے نامور عالم دین شیخ معین الدین نقشبندی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ تھے۔ ''تذکرہ علمائے ہند'' میں انہیں عہد عالمگیری کے عالم بتایا گیا ہے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:292)

(59) مفتی عبدالرحمٰن کابلی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی عبدالرحمٰن کابلی رحمۃ اللہ علیہ شیخ وقت اور عالم کبیر تھے' فقہ واصول اور علوم عربیہ کے ماہر تھے' شاہ جہان کے عہد میں آگرہ میں فوج کے منصب قضا پر متعین تھے۔ پیکر صدق وصفا اور صاحب ورع وتقویٰ بزرگ تھے' بے حد عاقل وفہیم تھے' حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں داخل تھے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ آگرہ تشریف لے جاتے تو ان کے ہاں ضرور آمدورفت رکھتے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:293)

(60) شیخ عبدالرحمٰن سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالرحمٰن نقشبندی سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ شیخ صالح اور فقیہ عصر تھے۔ شیخ تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا اور طویل عرصہ تک ان کی صحبت میں رہے۔ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کسب فیض کیا۔ علم ومعرفت میں یگانہ روزگار تھے۔ اپنے شیخ کے حکم سے سنبھل کی مسند مشیخت پر فائز ہوئے اور خلق کثیر کو فیض پہنچایا۔ **تقویٰ وعزیمت میں ہمیشہ اپنے شیوخ کے نقش قدم پر چلتے رہے۔** 7 شوال 1067ھ (9 جولائی 1657ء) کو سنبھل میں وفات پائی۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:293)

(61) مفتی عبدالسلام لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محب اللہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ بھی مفتی عبدالسلام لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتگان میں سے تھے۔ شیخ محب اللہ بہاری برصغیر کے اصحاب تصوف میں منفرد حیثیت کے حامل تھے اور اس ضمن میں بعض ممتاز افکار کے مالک ۔۔۔۔! انہوں نے 1058ھ (1648ء) کو سفر آخرت اختیار کیا۔ شیخ محمد میر عمر سیوستانی رحمۃ اللہ علیہ مفتی عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے تھے۔ وہ 957ھ (1550ء) کو سیوستان میں پیدا ہوئے اور اپنے مرشد شیخ خضر سیوستانی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے لاہور آئے اور مفتی عبدالسلام کے حلقہ

Marfat.com

درس میں شریک ہوئے۔ جس زمانے میں شیخ محب اللہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ لاہور آ کر مفتی عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ تلمذ میں شامل ہوئے اس زمانے میں علامہ سعد اللہ چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ میر محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی مفتی ممدوح رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ یہ لاہور کے مشہور بزرگ ہیں جو میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے معروف ہیں۔ 1045ھ 1635ء کو لاہور میں فوت ہوئے۔

(فقہائے ہند ج:4 ص:298۔299)

(62) شیخ عبدالشکور جون پوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالشکور جون پوری رحمۃ اللہ علیہ عالم صالح اور اپنے دور کے جلیل القدر بزرگ تھے۔ شیخ مبارک بن خیر الدین رحمۃ اللہ علیہ جون پوری کی اولاد سے تھے۔ شیخ نور اللہ جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بعض تلامذہ سے علم حاصل کیا' پھر شیخ محمد رشید عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جون پوری کی خدمت میں حاضر ہوئے' ان سے کسب طریقت کیا۔ شیخ عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ جون پوری ہمیشہ مسند درس وافادہ پر متمکن رہے۔ بہت سے علماء نے ان سے استفادہ کیا' تصنیف وتالیف سے بھی دلچسپی تھی' چنانچہ مختصر الوقایہ کی شرح سپرد قلم کی۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:302)

(63) شیخ عبدالشکور منیری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالشکور منیری بہاری رحمۃ اللہ علیہ علاقہ بہار کے شہر منیر میں پیدا ہوئے اور عرصہ تک اپنے شہر کے اہل علم سے علم حاصل کرتے رہے۔ پھر عازم جون پور ہوئے جو اس زمانے میں دیار ہند میں علم وفضل کا عظیم مرکز تھا' وہاں شیخ محمد رشید عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جون پوری اور دیگر علماء کے سامنے تلمذ تہہ کئے اور کتب متداولہ کی تحصیل کی۔ پھر شیخ محمد رشید عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا اور طویل عرصہ ان کی صحبت وملازمت میں رہے' یہاں تک کہ دعوت وارشاد کے مرتبہ بلند پر فائز ہوئے۔ شیخ ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اپنا خلیفہ مقرر کیا اور انہیں سند خلافت باقاعدہ لکھ کر عنایت کی۔ بعد ازاں اپنے شہر منیر چلے گئے اور درس وافادہ میں مشغول ہو گئے۔

شیخ عبدالشکور منیری بہاری رحمۃ اللہ علیہ عالم وفقیہ' زاہد وقانع اور متوکل اللہ بزرگ تھے' **کبھی اصحاب دولت کے دروازے پر دستک نہیں دی اور دنیا اور بابِ دنیا کی طرف کبھی دھیان نہیں کیا۔** برصغیر کے اس نامور عالم وفقیہ نے شروع جمادی الاخری 1095ھ (اپریل 1684ء) کو منیر میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:303)

(64) قاضی عبدالشکور لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

قاضی عبدالشکور لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فقہ واصول اور علوم عربیہ میں یگانہ روزگار تھے۔ مغل بادشاہ جلال الدین اکبر کے عہد میں علماء میں سے تھے' عبادت گزار اور متقی عالم دین تھے۔ علماء وصوفیا کی بڑی تکریم کرتے اور ان سے عقیدت سے پیش آتے۔ زیادہ وقت تلاوت قرآن' نوافل وعبادت اور اوراد ووظائف میں صرف کرتے۔ متین اور حلیم الطبع تھے' مستحقین اور یتامیٰ ومساکین کا بہت خیال رکھتے اور جو آمدنی ہوتی' ان پر خرچ کر دیتے' معاملہ فہم اور خوش اخلاق تھے' اکبر بادشاہ کی طرف سے علماء پر ابتلا و

Marfat.com

آزمائش کا وقت آیا اور ان پر سختیاں ہونے لگیں تو بادشاہ نے بہت سے علماء کو جو ملازمت شاہی میں داخل تھے' دور دراز مقامات میں منتقل کر دیا تھا تا کہ ان کے اثر و رسوخ کے دائرے یا تو بالکل ختم ہو جائیں یا بہت ہی کم رہ جائیں' ان علماء میں قاضی عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی شامل ہے' بادشاہ نے ان کو جون پور کا قاضی مقرر کر کے بھیج دیا تھا' طویل عرصہ تک یہ اس عہدہ پر فائز رہے۔ اس منصب سے علیحدگی کے بعد قاضی عبدالشکور لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ہر طرف سے منقطع ہو کر افادہ عام کو اپنا مستقل مشغلہ قرار دے لیا اور ساری توجہ علماء و طلباء کی تعلیم و تعلم پر مرکوز کر دی۔ نہایت قانع بزرگ تھے اور بہت قلیل آمدنی پر گزر بسر کرتے تھے' درس و تدریس میں انتہائی قلبی اطمینان محسوس فرماتے تھے۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:303)

(65) شیخ عبدالعزیز الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالعزیز الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ' فقیہ اور صالح عالم دین تھے' شیخ محب اللہ عمری رحمۃ اللہ علیہ کے خالہ زاد بھائی تھے' شیخ محب اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے علم ظاہری اور تصوف و طریقت کی تحصیل کی' طویل عرصہ ان کی خدمت میں گزارا اور بہت استفادہ کیا۔ بعد ازاں الہ آباد سے عازم دہلی ہوئے اور وہاں شیخ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ گرامی شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی' دہلی ہی میں اسراریہ کے مصنف کمال محمد سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ ان سے ملاقی ہوئے۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:304)

(66) شیخ عبدالغفور اجینی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالغفور بن داؤد اجینی رحمۃ اللہ علیہ' فقہ و اصول اور علوم عربیہ کے ماہرین میں سے تھے' اجین کے باشندے تھے' اپنے عم بزرگوار شیخ راجی محمد اجینی رحمۃ اللہ علیہ سے حصول علم کیا اور کافی عرصہ ان کی صحبت و ملازمت میں رہے۔ اخذ طریقت بھی انہی سے کیا' قرآن مجید سے قلبی لگاؤ تھا' چنانچہ پہلے قرآن مجید حفظ کیا اور پھر اس کے مشکلات و غوامض کے حل و کشود میں مصروف ہو گئے۔ ہر سال **رمضان المبارک میں قرآن مجید اپنے ہاتھ سے لکھ کر کسی قرآن خواں درویش کو دیا کرتے تھے**۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا سفر بھی کیا اور حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ ارض حجاز سے واپس ہندوستان آئے تو اس نہایت افسوس کا اظہار کرتے اور دل میں واپس حجاز جانے کی شدید آرزو رکھتے تھے۔ ہر صورت اور ہر حال میں لوگوں کے کام کاج اور ان کی سفارشات اور انہیں فائدہ پہنچانے کیلئے ساعی رہتے۔ نرم دل' حلیم الطبع اور بے حد متقی عالم دین تھے۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:304)

(67) قاضی عبدالقادر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی عبدالقادر پانی پتی ثم اجینی رحمۃ اللہ علیہ' پانی پت میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو و نما پائی' قاضی محمود پانی پتی کے بیٹے تھے' ش عبدالملک بن عبدالغفور پانی پتی سے اخذ علم کیا۔ تصوف سے دلچسپی ہوئی تو شاہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے اور ان سے کسب فیض کیا۔ ان کے مرید و خلیفہ ہوئے اور متصوفین فقہا میں شمار کیے گئے۔ عالم شباب میں عازم حج ہوئے اور تین مرتبہ

Marfat.com

مبارک سفر پر گئے۔ ان کے سفر حج کے سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اثنائے سفر میں متعدد مدارس اور مراکز علم میں پہنچے اور بہت سے لوگوں سے ملاقات کی‘ جنگلوں اور دریاؤں کو عبور کیا مگر کسی سے کسی قسم کی مدد نہ لی‘ نہ روپے پیسے کی اعانت طلب کی۔ حج کے بعد اجین (مالوہ) میں سکونت اختیار کر لی اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے لگے۔

غرض قاضی عبدالقادر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ عابد و زاہد اور دنیا سے بے زار قسم کے عالم دین تھے۔ دنیا کی ظاہری شان و شکوہ سے انہیں دلچسپی نہیں تھی۔ ہمہ وقت ذکر الٰہی اور یاد خدا میں مصروف رہتے۔ فصیح البیان تھے‘ عربی اور فارسی کے بے شمار اشعار زبانی یاد تھے‘ جنہیں تقریر و تحریر میں برمحل اور مناسب مواقع پر پڑھتے اور لکھتے۔ صوفیاء کی عبارتیں بھی خوب یاد تھیں۔

ہر جمعہ کو شہر کی جامع مسجد میں تفسیر قرآن مجید بیان فرمایا کرتے‘ جس میں مفسرین کے اقوال و آرا کے خوب حوالے دیتے۔ وفات کے دن بھی حسب معلوم مقرر وقت پر سورہ مزمل کی تفسیر بیان کی۔ بعدازاں بدن میں ایک لرزہ پیدا ہوا‘ کچھ وصیت کی اور دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:305-306)

(68) قاضی عبدالقادر لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی عبدالقادر لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ فاضل اور علامہ عصر تھے‘ شیخ سلطان بن اللہ داد رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ ان کے آباؤ اجداد میں مولانا قطب الدین محدث رحمۃ اللہ علیہ بن مولانا خضر محدث رحمۃ اللہ علیہ ایسے برگزیدہ علماء و فضلا کے اسمائے گرامی تذکروں میں مرقوم ہیں۔ عبادت گزار اور متقی بزرگ تھے‘ عمر کی کچھ منزلیں طے کیں تو قرآن مجید حفظ کیا اور مزید حصول علم کیلئے لاہور روانہ ہوئے‘ لاہور کو اس عہد میں مرکز علم و فضل کی حیثیت حاصل تھی۔ یہاں مختلف علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے اور درجہ ممتاز پر فائز ہوئے۔

قاضی عبدالقادر لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ مستغنی المزاج عالم تھے‘ دنیا اور اس کے مال و اسباب سے کوئی تعلق نہ تھا‘ جو آمدنی ہوتی غرباء و مستحقین میں بانٹ دیتے‘ ان کا معمول تھا کہ عشاء کی نماز کے بعد جب تک لوگ جاگتے یہ سوتے رہتے اور جب لوگ سو جاتے **تو جاگ اٹھتے**‘ پھر صبح تک نماز اور وظائف و اوراد میں مشغول رہتے۔ نماز چاشت کے بعد طلبا کو درس دیتے‘ انہوں نے چالیس سال تک مسند درس و افادہ آراستہ کئے رکھی اور ان کی کوشش سے اللہ تعالیٰ نے بے شمار علماء و طلباء کو دولت علم سے بہرور کیا۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:306)

(69) شیخ عبدالقادر حضرمی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالقادر حضرمی رحمۃ اللہ علیہ کی درجنوں تصانیف میں ”الفتوحات القدسیہ فی الخرقۃ العیدروسیہ“ تصوف پر بلند پایہ کی کتاب ہے۔ شیخ عبدالقادر حضرمی رحمۃ اللہ علیہ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے‘ تصوف و طریقت سے بھی لگاؤ تھا‘ بہترین شاعر بھی تھے۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:307)

Marfat.com

(70) ملا عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

ملا عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ ملوک شاہ عمری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے تھے' شیخ ملوک شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اپنے علاقے کے صالح علمائے دین میں ہوتا تھا۔ شیخ وقت مولانا حاتم سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 969ھ/1562ء) کے شاگرد تھے۔ ان سے کچھ کتابیں پڑھیں لیکن تکمیل شیخ جلاالدین بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ اخذ طریقت مولانا عبداللہ بدایونی سامانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔ شیخ ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نے 27 رجب 969ھ (2 اپریل 1562ء) کو بعارضہ اسہال آگرہ میں وفات پائی اور میت کو بساور میں لے جا کر دفن کیا گیا۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:309)

آگ لگنے کی پیشگی اطلاع مجذوب نے دی

اسی سال ابدیوں میں آتشزدگی کا ہولناک واقعہ رونما ہوا' اس حادثے میں اتنے ہندو اور اتنے مسلمان جاں بحق ہوئے کہ ان کا شمار ممکن نہ تھا۔ جلی ہوئی انسانی لاشوں کو گاڑیوں میں بھر بھر کر دریا میں بہا دیا جاتا تھا۔ ہندو اور مسلمان میت کی کوئی تمیز نہ تھی' بہت سے لوگ آگ کے خوفناک شعلوں سے محفوظ رہنے کیلئے قلعے کی فصیل پر چڑھ گئے تھے لیکن بھڑکتی ہوئی آگ نے پیچھا نہ چھوڑا' وہاں بھی انہیں جا پکڑا۔ بہت سی عورتیں اور مرد فصیل پر سے دوسری طرف کود گئے' بہت گر کر مر گئے' جو بچ رہے وہ معذور اور اپاہج ہو گئے۔ آگ بجھانے کیلئے لوگ جس قدر پانی ڈالتے تھے اس کے شعلے اور بلند ہو جاتے تھے۔ گویا پانی بھی تیل کا کام کر رہا تھا۔

بدایونی مزید لکھتے ہیں:

میں نے اس آتشزدگی کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے بلکہ اس کی تپش میرے کانوں تک پہنچ چکی تھی۔ اس حادثے سے پہلے کا واقعہ ہے کہ دوآبہ کا ایک مجذوب بدایوں آیا۔ میں اسے اپنے گھر لے آیا اور اس سے باتیں کرنے لگا۔ تنہائی میں اس نے مجھ سے کہا:

اس شہر سے نکل جاؤ''۔ میں نے پوچھا: کیوں؟ مجذوب نے جواب دیا: یہاں قدرت ایک کھیل کھیلنے والی ہے۔ وہ عجب رند و مست معلوم ہو رہا تھا۔ مجھے اس کی بات کا یقین نہ آیا لیکن اس نے غلط نہیں کہا تھا۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:315)

شافعی امام کے پیچھے نماز

شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ جب شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بغداد گئے تو انہوں نے شافعی مذہب کے مطابق امام کی اقتدا میں سورہ فاتحہ پڑھی تھی۔ ان کے اس عمل کو علماء نے ہدف طعن وتنقید ٹھہرایا تھا مگر دہلی کے قاضیوں نے نہ صرف اس کے جواز کا فتویٰ دیا اور شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کی تائید کی بلکہ اس کے مستحسن ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:327)

Marfat.com

(71) شیخ عبدالقادر بخاری اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالقادر بخاری اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عصر کے فاضل کبیر اور فقہ واصول اور علوم عربیہ کے ماہر تھے۔ اکبر آباد (آگرہ) میں ان کا درس وافادے کا سلسلہ جاری تھا۔ طریقت وتصوف سے بھی تعلق تھا اور مشائخ قادریہ میں سے گردانے جاتے تھے۔ ان سے علماء ومشائخ کی ایک بڑی جماعت نے استفادہ واستفاضہ کیا' 1050ھ (1640ء) کو اکبر آباد میں فوت ہوئے اور وہیں دفن کئے گئے۔ (فقہائے ہند'ج:4ص:351)

(72) ملا عبدالکریم پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

ملا عبدالکریم بن اخوند درویزہ پشاوری رحمۃ اللہ علیہ' شیخ اور عالم وفقیہ تھے۔ واعظ اور مبلغ علمائے دین میں سے تھے' طریقت سے بھی تعلق تھا اور اس سلسلے میں شیخ علی خواص ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یافتہ تھے' ان کے والد اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ان ہی سے مستفیض تھے' جامع طریقت وحقیقت تھے۔ ان کے والد اخوند درویزہ پشاوری رحمۃ اللہ علیہ بھی بہت بڑے عالم تھے۔ وہ صاحب دل بزرگ تھے' اونچے ذوق وشوق کے حامل اور روحانی مرتبے پر فائز تھے۔ (فقہائے ہند'ج:4ص:352)

(73) مولانا عبدالکریم سلطان پوری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

گیارہویں صدی ہجری میں برصغیر کے دوسرے بلاد وامصار کی طرح لاہور بھی علم وفضل کا مرکز تھا۔ اس میں جن علمائے کرام کے درس وافادہ کا سلسلہ جاری تھا' ان میں مولانا عبدالکریم بن عبداللہ بن شمس الدین سلطان پوری رحمۃ اللہ علیہ لاہوری کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ یہ درحقیقت سلطان پور کے رہنے والے' جو مشرقی پنجاب کے علاقہ کپورتھلہ میں ایک قصبہ ہے' بعد کو لاہور چلے گئے تھے، اس لئے دونوں شہروں کی نسبت سے مشہور ہوئے۔ سلطان پوری اور لاہوری بھی کہلائے۔

مولانا عبدالکریم سلطان پوری رحمۃ اللہ علیہ نے کتب درسیہ اپنے والد بزرگوار مولانا عبداللہ سلطان پوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور طریقت کی منزلیں شیخ نظام الدین بن عبدالشکور تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر طے کیں۔ مولانا عبدالکریم لاہور رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کی وفات کے بعد لاہور میں اقامت پذیر ہو گئے تھے۔ گیارہویں صدی ہجری کے لاہور میں یہ فقہ واصول کے جید عالم اور علوم عربیہ کے ماہر استاد تھے۔ شیخ وقت اور صالح بزرگ تھے' دو مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ پہلی مرتبہ اپنے والد مولانا عبداللہ سلطان پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ' دوسری مرتبہ ان کی وفات کے بعد۔

تصنیف وتالیف کا بھی ذوق رکھتے تھے' چنانچہ فصوص الحکم کی فارسی زبان میں شرح لکھی۔ ایک رسالہ ''اسرار الحبیہ'' کے نام سے سپرد قلم کیا جو اذکار واشغال پر مشتمل ہے۔ (فقہائے ہند'ج:4ص:353)

Marfat.com

(73) مفتی عبدالکریم گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

عبدالکریم بن محب الدین علاء الدین خرقانی رحمۃ اللہ علیہ گجراتی درحقیقت نہروالا کے باشندے تھے' جو صوبہ گجرات کا ایک شہر ہے' ان کا گھر نہروالا میں علم وفضل کا مرکز اور طریقت وتصوف کا گہوارہ تھا۔ ان کے جد امجد علامہ علاؤ الدین نہروالی رحمۃ اللہ علیہ دسویں صدی ہجری کے اعیان ہند میں سے تھے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:353)

مفتی قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنے والد صاحب کے بارے میں لکھا ہے کہ بیت اللہ کے جوار میں قیام کے دوران ان کا معمول یہ تھا کہ یوم النحر کو جمرۃ العقبہ میں رمی کرنے کے بعد فوراً مکہ آجاتے۔ حطیم میں بیت اللہ کے سامنے بیٹھ جاتے' طواف کرنے والوں کو دیکھتے جاتے اور نماز مغرب تک اسی حالت میں بیٹھے رہتے۔ پھر مغرب کی نماز کے بعد سعی کرتے اور منیٰ کو لوٹ جاتے تھے' کہا کرتے تھے کہ ہر سال اولیاء اللہ میں سے کوئی نہ کوئی حج کو ضرور آتا ہے۔ وہ اس موقع پر سب سے افضل کام کرے گا اور وہ ہے یوم النحر کے شروع میں طواف زیارت کرنا' میں اسی لئے یہاں بیٹھ جاتا ہوں تاکہ میں ان میں سے کسی کو طواف کرتے ہوئے دیکھ لوں یا ان کی نظر مجھ پر پڑے جو میرے لئے برکت اور سعادت کا باعث ہو۔ شیخ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ آخر عمر میں بینائی سے محروم ہو گئے تھے مگر انہوں نے پھر بھی یہ معمول ترک نہ کیا۔ 949ھ (1542ء) میں ان کی وفات ہوئی' بقول صاحب ''نزہۃ الخواطر' وہ نہایت متقی اور پرہیزگار تھے۔ مفتی قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں سے ایک حافظ نور الدین ابوالفتوح احمد بن عبداللہ الطاؤسی الشیرازی الخرقانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں' جو معمر محدثین یعنی طویل عمر پانے والے محدثین میں سے تھے اور خراسان کے ان صوفیاء کے گروہ سے تعلق رکھتے تھے جو ''طائفہ طاؤسیہ خرقانیہ'' کہلاتا تھا۔ حافظ ابوالفتوح رحمۃ اللہ علیہ نامور صوفی اور محدث تھے' انہوں نے شیخ بابا یوسف ہروی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث سنی تھی جو ''سہ صدہا'' یعنی تین سو سالہ کے لقب سے مشہور تھے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:356-357)

خلیفہ سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب لکھتے ہیں:

943ھ (1537ء) میں جب میں حصول علم کی خاطر مصر گیا تو میں ان (متوکل ثالث) سے بھی ملا اور ان سے بہت کچھ اخذ کیا۔ اس زمانے میں مصر میں بڑے بڑے عالم وفاضل لوگ موجود تھے اور مشائخ کرام کی برکات بھی وہاں عام تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے مصر ایک دلہن ہے جو آفتاب ومہتاب اور ستاروں کے جھرمٹ میں رواں ہے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:358)

(74) شیخ عبداللہ سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبداللہ سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ' ہندوستان کے صوبہ یوپی کے شہر سندیلہ کے باشندے تھے۔ ابھی نو سال کے بچے تھے کہ مخدوم شیخ صفی ساقی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے اور سولہ سال کی عمر کو پہنچے تو حصول علم کا شوق دل میں موجزن ہوا جو انہیں صوبہ یوپی کے ایک علمی مرکز گوپامئو لے گیا۔ وہاں شیخ اللہ داد بن سعد اللہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ گوپاموی کی مسند تدریس آراستہ تھی' ان کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:363)

Marfat.com

ہدایۃ الفقہ' اصول بزدوی اور عضدی شیخ مبارک گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ حدیث اور اصول حدیث کا علم شیخ عبدالاول حسینی رحمۃ اللہ علیہ دولت آبادی سے حاصل کیا۔ (علامہ ابن عربی رحمہ اللہ کی کتاب) فصوص الحکم اور اس کی شرح کی سند شیخ مصطفیٰ رومی رحمۃ اللہ علیہ سے لی۔ شیخ عبداللہ سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ نے چوبیس سال کی عمر میں تمام مروجہ علوم کی تحصیل سے فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد اخذ طریقت کا شوق پیدا ہوا تو شیخ محمد غوث شطاری گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے۔ شیخ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند اجازت مرحمت فرمائی۔ دو سال تک وہ اس مسند پر فائز رہے اور مسترشدین کو فیض پہنچاتے رہے۔ بعد ازاں حرمین شریفین کا قصد کیا اور پانچ سال مدینہ منورہ میں اقامت گزیں رہے۔ ان کی زندگی کے یہ پانچ سال زہد و عبادات اور معاملات دنیا سے علیحدگی وانزوا میں گزرے۔ اس اثناء میں وہ ہر سال سعادت حج سے بہرہ ور ہوتے رہے۔ پانچ سال کے قیام حجاز کے بعد مراجعت فرمائے ہند ہوئے اور احمد آباد میں اقامت اختیار کی۔ وہاں شادی کی اور درس و تدریس کا سلسلہ بھی باقاعدگی سے شروع کر دیا۔ پھر گوالیار چلے گئے اور تمام امور سے منقطع ہو کر قناعت و عفاف اور توکل و استغنا کی زندگی بسر کرنے لگے۔ کبھی امراو اغنیا کے دروازے پر نہیں گئے اور نہ کسی دنیوی معاملے میں کسی سے ملنے کی ضرورت محسوس کی۔

شیخ عبداللہ سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف یہ ہیں: سراج السالکین' کنز الاسرار فی اشغال الشطار' شرح رسالہ غوثیہ اور ادِ صوفیا' انیس المسافرین' اسرار الدعوۃ' رسالۃ الصوفیہ۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:364)

(75) سید شیخ عبداللہ حضرمی رحمۃ اللہ علیہ

سید شیخ عبداللہ حضرمی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عصر کے کبار علمائے دین اور مشاہیر فضلائے کرام میں سے تھے۔ علم حدیث اور علوم ادبیہ کی اکثر کتابوں کیلئے شیخ ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے شاگردی تہہ کیا۔ ان کے علاوہ اور بھی متعدد اساتذہ سے اخذ علم اور کسب فیض کیا۔ متعدد مشائخ سے تصوف کی تعلیم حاصل کی اور اس سلسلے میں بلند مرتبے کو پہنچے۔ اپنے نواح کے علماء و مشائخ سے استفادہ کے بعد عازم ہند ہوئے۔ عابد و زاہد' راسخ العقیدہ' عالی ہمت اور صاحب صلاح و تقویٰ بزرگ تھے' زبان میں بڑا اثر تھا۔ **میٹھے اور پیارے انداز سے بات کرتے' ہر لفظ دل میں اتر جاتا'** حسن اخلاق کے حامل اور عذوبت کلام کے مالک تھے' ہمیشہ خوش رہتے اور ہر شخص پر احسان کرتے' بے حد سخی تھے' کھلے دل سے لوگوں پر خرچ کرتے اور استعمال کی قسم قسم کی چیزیں انہیں عنایت فرماتے' شاندار محل میں رہتے اور عمدہ گھوڑے پر سوار ہوتے۔ لوگوں کو فائدہ پہنچانے میں مشہور تھے' وقت کا زیادہ حصہ طلباء کو علم سکھانے میں صرف کرتے' رات کو بھی دیر تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:364-365)

(76) شیخ عبداللہ حضرمی رحمۃ اللہ علیہ

یہ ایک اور شیخ عبداللہ حضرمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں یہ بھی مسلکاً شافعی تھے اور اپنے دور کے اجل فقیہ تھے۔ قاضی احمد بن حسین رحمۃ اللہ علیہ سے علم فقہ حاصل کیا اور ایک عرصہ تک ان کی خدمت میں حاضر رہے' یہاں تک کہ ان سے تکمیل کی منزلیں طے کیں اور بہت سے علمی

Marfat.com

فوائد و فیوض حاصل کئے اور متعدد علوم پڑھے' مثلاً تفسیر اور حدیث کی تحصیل انہی سے کی۔ کچھ علوم شیخ ابوبکر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھے' ان کے بھائی شیخ محمد ہادی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث اور تصوف کا علم حاصل کیا۔ ان کے مشائخ و اساتذہ کا حلقہ بڑا وسیع تھا' جن میں شیخ عبدالرحمٰن بن محمد عیدروس رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبدالرحمٰن بن علوی بافقیہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

شیخ عبداللہ حضرمی نہایت قوی الحافظہ اور بے حد ذہین عالم وفقیہ تھے' علوم مروجہ کا کوئی گوشہ ان کے حافظہ کی گرفت سے باہر نہ تھا' علم فقہ میں ان کے اقران و معاصرین میں سے کوئی ان کا مدمقابل نہ تھا۔ ان کی علمی جامعیت' دینی حزم واحتیاط اور تحقیقی حیثیت کے پیش نظر ان کے کئی اساتذہ و مشائخ نے انہیں افتاء و تدریس کی اجازت دے دی تھی' وہ مسند درس پر متمکن ہوئے تو تشنگان علوم کی ایک بڑی تعداد نے ان سے اپنی علمی پیاس بجھائی۔ وہ فروع و اصول میں بدرجہ غایت عبور رکھتے تھے' بڑے محقق اور زیرک عالم تھے' لیکن ان کا علم ان کی عقل پر حاوی تھا' یعنی وہ کوئی ایسی بات نہ کرتے جو علم و تحقیق کے ترازو پر پوری نہ اترتی ہو۔

شیخ عبداللہ حضرمی رحمۃ اللہ علیہ دینی معاملات پر عمل کرنے میں نہایت سخت تھے۔ رشد و ہدایت اور صلاح و تقویٰ میں بہت مشہور تھے' ریا اور دکھاوے سے متنفر تھے' بصیرت قلبی سے بہرہ ور تھے' حلیم الطبع اور نرم طبیعت تھے' دنیوی منافع اور اس کے ساز و سامان سے انہیں کوئی تعلق نہ تھا۔

یہ جلیل القدر شافعی المسلک فقیہ اپنے وطن تریم سے ہندوستان آئے' یہاں کے علماء وصوفیاء کے فیوض سے اپنا دامن بھرا اور جو کچھ استفادہ یا استفاضہ کر سکتے تھے کیا۔ چنانچہ سید عمر بن عبداللہ باشیبان رحمۃ اللہ علیہ کے باب عالی پر علوم تصوف اور ادب کے حصول کیلئے دستک دی اور پھر انہی سید بن عبداللہ باشیبان رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے علوم شرعیہ حاصل کئے۔ بعد ازاں سید عمر رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے اپنے یہاں قیام کرنے کی درخواست کی اور وہ عرصہ تک ان کے ہاں مقیم رہے۔

وہاں سے بیجاپور کا عزم کیا' بیجاپور میں شیخ ابوبکر بن حسین بافقیہ کی مسند رشد و صلاح بچھی ہوئی تھی' ان سے علوم طریقت و حقیقت کی تحصیل فرمائی۔ پھر وہیں درس و افادہ میں مصروف ہو گئے۔ بیجاپور ہی میں وفات پائی۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:365-367)

(77) مولانا عبداللہ لبیب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

ملا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے مولوی عبداللہ سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ جو علماء و فضلا کے سردار تھے اور فقر و درویشی کی زندگی بسر کرتے تھے' اخلاق و اعمال کے اعتبار سے ان کا اسلوب حیات ایک بہترین نمونہ تھا۔ وہ ابھی تک بادشاہ عالی مقام کی ملاقات کے شرف سے سرفراز نہ ہوئے تھے۔ بادشاہ نے اس معزز و محترم کے نام حسن ابدال سے پیام شوق ملاقات بھیجا کہ لاہور پہنچنے پر وہ اپنے وطن (سیالکوٹ) سے تشریف لا کر اس سے ملاقات کریں۔ چنانچہ مولوی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ لشکر شاہی کے ورود لاہور سے دو تین روز پہلے ہی یہاں پہنچ گئے اور چند مرتبہ خدمت شاہی میں حاضر ہو کر صحبت فیض اثر سے بہرہ اندوز ہوئے۔ بادشاہ نے ان کو خلعت خاص' دو سو اشرفیاں اور مادہ فیل عطا فرما کر وطن جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

Marfat.com

بادشاہ نے اپنے مقرب خاص بختاور خاں کے ذریعے خود اپنے قلم سے اس مضمون کا خط لکھ کر مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی تھی کہ وہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کی صدارت کا عہدہ قبول فرمالیں مگر انہوں نے کبرسنی کی بناء پر معذرت کردی۔

یہ کوچ کا زمانہ ہے نہ کہ دنیا میں شہرت و ناموری حاصل کرنے کی خواہش کا وقت' تاہم بندہ بادشاہ کے حسب الحکم حاضر ہوتا ہے۔ مولانا مرحوم کا یہ خط بادشاہ کو دکھایا گیا تو بادشاہ کو اس ممتاز عالم دین کا جواب بہت پسند آیا۔

فاضل مرحوم اپنی تحریر کے مطابق اجمیر شریف لے گئے اور اثنائے قیام اجمیر میں کئی مرتبہ بادشاہ سے ملے۔ بعدازاں بادشاہ سے وطن واپس جانے کی اجازت طلب کی اور وطن (سیالکوٹ) پہنچنے کے چند ماہ بعد دار آخرت کو روانہ ہوگئے۔ اللھم اغفر لہ

(فقہائے ہند' ج:4ص:370-371)

(78) خواجہ عبداللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ عبداللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد شہیر حضرت خواجہ عبدالباقی (باقی باللہ) رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی کابلی دہلوی کے چھوٹے بیٹے تھے' جو اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے تقریباً دو سال پہلے 6 رجب 1010ھ 21 دسمبر 1601ء کو پیدا ہوئے۔ اس وقت ان کے بڑے بھائی خواجہ عبیداللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری بیوی سے تھے) چار مہینے کے تھے۔ خواجہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت پر عظیم المرتبت باپ نے اظہار مسرت میں متعدد اشعار کہے اور بیٹے کی صالحیت وتقویٰ کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں۔ خواجہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد صاحب کے مرید خاص شیخ حسام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی صفر 1043ھ' اگست 1633ء) کی نگرانی میں تربیت کی منزلیں طے کیں۔ ابتدائی درسی کتابیں شیخ شاکر محمد رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ پھر عازم ہند ہند ہوئے' وہاں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا درس و تدریس اور رشد وہدایت کا سلسلہ جاری تھا' ان سے کچھ کتابیں پڑھیں اور فیض طریقت حاصل کیا۔ خاصی مدت ان کی صحبت میں رہے اور بڑا استفاضہ کیا' پھر دہلی واپس گئے' وہاں شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ اللہ دادا رحمۃ اللہ علیہ نے شرف اجازہ سے نوازا۔ بعدازاں خواجہ ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نے خود درس و افادہ کی مسند آراستہ کی۔

خواجہ عبداللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ عالم کبیر' شیخ وقت' نامور فاضل اور مشہور صوفی تھے اور خواجہ خرد کے عرف سے معروف تھے۔ انہوں نے اپنے بڑے بھائی خواجہ عبیداللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (یعنی خواجہ کلاں) کی نسبت حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ استفادہ کیا اور ان سے علم کلام کی بعض کتابیں' مثلاً شرح مواقف وغیرہ اور صوفیاء کے بعض رسائل پڑھنے کا موقع ملا۔ خود فرماتے ہیں کہ انہیں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے ''اجازت عمل طریقہ واجازت تعلیم ہا'' حاصل تھی۔ کئی مرتبہ شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کیلئے دہلی سے سرہند گئے' ایک دفعہ لاہور میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

مجذوب کے روحانی راز

شیخ غیلان مجذوب رحمۃ اللہ علیہ متقدمین مشائخ میں سے تھے' جنگلوں میں رہا کرتے اور کسی سے کچھ نہ لیتے تھے۔ شیخ محمد بن سمین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے غیلان مجذوب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: بندہ غفلت کے خطرے سے کب چھوٹتا ہے؟ فرمایا: اس وقت کہ جو کچھ اسے حکم دیا گیا ہے اس میں مشغول رہے اور جس سے منع کردیا جائے اس سے غافل رہے اور اپنے نفس کا محاسبہ کرنے میں بہت عقلمند ہو۔

Marfat.com

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ ان سے بہت الطاف فرماتے تھے' اس ضمن میں انکے اپنے الفاظ یہ ہیں:

یہ فقیر کئی مرتبہ اپنے وطن دہلی سے ان کی خدمت میں سرہند گیا اور ایک دفعہ لاہور جا کر شرف زیارت سے بہرہ یاب ہوا۔ ہر مرتبہ کافی عرصہ ان کی خدمت میں رہا' وہ مجھ پر بہت مہربانی فرماتے تھے۔ امیدوار ہوں کہ یہی الطاف و مہربانی نجات اخروی کا باعث ہوگی۔ اجازت طریقہ و عمل اور کئی قسم کی تعلیمات سے نوازا اور کئی بشارتیں بھی دیں۔

مزاج میں بےخودی کی کیفیت

خواجہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج میں وجد و حال کی کیفیت زیادہ تھی اس لئے کسی کو اپنے حلقہ ارادت میں داخل کرنے سے گریز کرتے تھے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کے والد شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ' خواجہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہا کرتے تھے' اور وہ ان پر مہربانی بھی فرماتے تھے۔ شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے حاشیہ خیالی کے چند سبق بھی پڑھے تھے لیکن جب انہوں نے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کیلئے درخواست کی، تو طرح دے گئے اور فرمایا مجھ سے بعض بے قاعدگیوں کا صدور ہوا ہے لہٰذا میں نہیں چاہتا کہ مجھ سے علاقہ بیعت کی وجہ سے آپ کو کوئی ضرر پہنچے اور ساتھ ہی مشورہ دیا کہ حضرت آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے کسی خلیفہ کے حلقہ بیعت میں داخل ہو جائیں۔

تصوف پر تصانیف

خواجہ عبداللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تصنیف و تالیف کے ذوق سے بھی بہرہ مند تھے۔ شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں ایک رسالہ تحریر کیا' میراث کے موضوع سے متعلق بھی ایک رسالہ تصنیف فرمایا۔ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ پر تعلیقات لکھیں اور بھی کئی رسائل لکھے اور کتابیں تالیف کیں۔ ان کا یہ تصنیفی کام تقریباً محفوظ ہے۔

اس صوفی عالم و فقیہ نے بدھ کے روز 25 جمادی الاولیٰ 1074ھ (15 دسمبر 1663ء) کو وفات پائی۔

(فقہائے ہند' ج:4 ص:371 تا 372)

(79) مولانا عبداللہ سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبداللہ سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب یہ ہے: عبداللہ بن عبدالعظیم بن منور بن منصور بن شیخ عبداللہ بن عثمان حسینی مودودی امروہی ثم سنبھلی' شیخ صالح اور عالم و فقیہ تھے۔ تصوف اور معرفت الٰہیہ میں بھی یگانہ روزگار تھے' شیخ تاج الدین نقشبندی سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:372)

(80) علامہ عبداللہ رومی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ عبداللہ رومی رحمۃ اللہ علیہ' دیار ہند کے مشہور صاحب علم تھے اور چلپی کی نسبت سے معروف تھے' بہت بڑے عالم اور فاضل وقت تھے۔ علوم ظاہری اور معارف باطنی سے بہرہ ور تھے' صوفیاء کے اونچے طبقے کی اصطلاحات سے پوری طرح باخبر

Marfat.com

تھے، دراصل روم (ترکستان) کے باشندے تھے، شاہ جہاں تھے، جو خود بھی صاحب علم وفضل تھے اور اصحاب علم کے انتہائی قدر دان بھی تھے۔ انہیں علامہ عبداللہ چلپی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پتا چلا تو ان سے ملاقات کی اور ان کی ضروریات کے کفیل ہوئے۔ علامی سعد اللہ خاں رحمۃ اللہ علیہ ان کی بے پناہ عزت کرتے تھے، انہوں نے ان کا باقاعدہ وظیفہ بھی مقرر کیا جو اپنی جیب خاص سے انہیں دیتے تھے۔ شاہ جہان کو علامہ عبداللہ چلپی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وسعت کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں تو اس نے ان کا یومیہ وظیفہ مقرر کر دیا چونکہ علامہ عبداللہ چلپی رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر عالم تھے، بہت دور کے ملک روم (ترکی) سے ہندوستان آئے تھے اور فقیروں اور درویشوں کی سی سادہ زندگی بسر کرتے تھے، اس لئے شاہ جہان ان سے بہت متاثر ہوا، پھر وہ چونکہ ذاتی طور پر علماء و فضلا کا قدر دان تھا اور صوفیاء کی دل سے تکریم کرتا تھا، اس لئے بھی علامہ چلپی رحمۃ اللہ علیہ کا احترام اس کے دل میں جاگزین ہو گیا تھا۔

علامہ عبداللہ چلپی رومی رحمۃ اللہ علیہ، تمام مروجہ علوم وفنون پر گہری نظر رکھتے تھے، حکمت وتصوف کے موضوع سے متعلق کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ گیارہویں صدی ہجری کے اسلامی ہند کی یہ ایک نادرہ روزگار شخصیت تھے۔ (فقہائے ہند، ج:4 ص:373-374)

(81) شیخ عبدالمجید امروہی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالمجید بن معروف بن خداوند بن گلاب بن یحییٰ علوی امروہی رحمۃ اللہ علیہ 970ھ، 1563ء کو ہندوستان کے صوبہ یوپی کے شہر امروہہ میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔ بڑے ہوئے تو حصول علم کی غرض سے نارنول کا عزم کیا۔ وہاں شیخ نظام الدین بن اللہ داد بن عبدالکریم نارنولی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسے میں حاضری دی اور کتب درسیہ پڑھیں۔ شیخ نظام الدین نارنولی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت بھی کیا اور کافی مدت ان سے منسلک رہے، تحصیل علم وطریقت کے بعد اپنے شہر امروہہ تشریف لے گئے اور وہاں کی مسند مشیخت پر فائز ہوئے۔

شیخ عبدالمجید امروہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عصر کے عالم وفقیہ اور زاہد و عابد بزرگ تھے، ان سے بہت سے تشنگان علوم نے استفادہ کیا، جن میں ان کے برادر کبیر فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ شیخ عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ نے ''الذکر الاعلیٰ فی شرح اسماء اللہ الحسنیٰ'' کے نام سے ایک کتاب بھی تصنیف کی، جس میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کی شرح کی گئی ہے۔ اس عالم دین نے 11 ربیع الثانی 1046ھ (2 ستمبر 1636ء) کو امروہہ میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ (فقہائے ہند، ج:4 ص:374)

(82) مولانا عبدالمجید لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالمجید بن مفتی محمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، عالم وفقیہ، عبادت گزاری اور اللہ تعالیٰ کے صالح بندے تھے، لاہور کے اس جلیل القدر عالم نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو عربی زبان میں ایک خط لکھا تھا، جس میں روح اور نفس کے تعلق کی وجہ ان کے عروج ونزول کی کیفیت اور روح اور جسدی اعتبار سے فنا اور بقا کے بارے میں سوال کیا تھا، حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اس کا جواب لکھا تھا۔ (فقہائے ہند، ج:4 ص:374)

Marfat.com

(83) خواجہ عبدالمنعم احراری رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ عبدالمنعم رحمۃ اللہ علیہ دیار ہند کے مشہور بزرگ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے' اس لئے عبدالمنعم احراری رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے معروف ہوئے۔ والد صاحب کا اسم گرامی خواجہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ نہایت نیک' شیخ وقت اور فقیہ تھے' اس دور کے کبار اور مشاہیر نقشبندی مشائخ میں گردانے جاتے تھے' مغل حکمران شاہ جہان ان کا بہت احترام کرتا تھا' سلیم پور کے نواح میں کئی گاؤں اس نے بطور جاگیر ان کو عنایت کئے تھے' یہ اپنی اسی جاگیر میں رہتے تھے اور وہیں ان کا سلسلہ فیض جاری تھا۔ ان سے خلق کثیر نے استفادہ کیا' انداز کلام نہایت پیارا اور موثر تھا' **جس شخص نے اس عالم دین کی صحبت اختیار کرلی وہ کندن بن گیا'** انہوں نے 1050ھ (1640ء) کے لگ بھگ وفات پائی۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:375)

(84) مولانا عبدالنبی اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالنبی اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ گیارہویں صدی ہجری کے دیار ہند کے نامور شیخ' فاضل کبیر اور معارف الٰہیہ میں مشہور تھے۔ شیخ عبداللہ سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ ثم اکبر آبادی کے فرزند تھے۔ بہت سی کتابوں کے مصنف تھے' مولانا عبدالحئی انصاری لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف "طرب الاماثل بتراجم الافاضل" میں ان کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

1287ھ (1870ء) میں مجھے مولانا عبدالنبی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب فواتح الانوار شرح لواح الاسرار دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ یہ کتاب خود مصنف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی۔ اس کے آخر میں مولانا ممدوح نے اپنی تصانیف کی ایک فہرست درج کی ہے' جن کے نام یہ ہیں:

شرح الفصوص و شرح ترجمہ الفصوص' شوارق للمعات شرح اللمعات' شرح خلاصۃ العشق' رسالہ فی تعریف الفقر' رسالہ کشف الجواہر' رسالہ فی اسم الذات' رسالہ لطائف العشر فی حقیقۃ البشر' رسالہ کنوز الاسرار فی اشعار الشطار' جوامع کلم الصوفی' مقامات العارفین' فتوحات المغیبہ' شرح حدیث "کنت کنزا مخفیا"' القدس منتخب نقد النصوص' جواہر الاسرار' روح الارواح شرح الحکمۃ الاشراقیہ' رسالہ خلوات الوجود۔ ان تصانیف میں سے کشف الانوار شرح جواہر الاسرار فارسی میں ہے' جو علم دعوت سے متعلق ہے۔ اس میں شیخ محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ کی جواہر خمسہ کے جوہر ثالث کی شرح کی گئی ہے۔ کتاب کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔ منک العون فی الابتداء والانتهاء یاکریم"۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:375)

(85) شیخ عبدالواحد مندسوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالواحد مندسوری رحمۃ اللہ علیہ نے بعض درسی کتابیں سید عبدالاول شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ باقی کتب درسیہ کی تحصیل مشہور فاضل شیخ مبارک گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ ذکر واذکار کے مختلف طریقے بھی ان سے اور شیخ عبداللہ

Marfat.com

بن بہلول شطاری اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھے' یہاں تک کہ ان حضرات کی تعلیم وصحبت سے تمام علوم مروجہ بالخصوص دعوت وتبلیغ اور فقہ وتصوف میں درجہ بلند کو پہنچے۔ صاحب وجد وحال بھی تھے' دنیا اور اس کے مال ومتاع سے بے نیاز رہتے تھے۔ ''تارک الماء'' مشہور تھے' کہتے ہیں کہ انہوں نے ستائیس سال پانی نہیں پیا تھا۔ 1014ھ (1605ء) کے آخر میں گلزار ابرار کے مصنف محمد غوثی شطاری رحمۃ اللہ علیہ ان سے ملے۔ ایک رات انکے ہاں رہے اور تصوف وطریقت کے سلسلے میں باتیں ہوئیں۔ 1017ھ (1608ء) کو فوت ہوئے۔

برصغیر پاک وہند کے بعض بزرگوں کے حالات میں اس قسم کے واقعات بھی بیان کئے جاتے ہیں کہ انہوں نے اتنے سال پانی نہیں پیا تھا' اتنے سال کھانا نہیں کھایا تھا' اتنے سال کنویں میں الٹے لٹکے رہے تھے' **ان کی آنکھوں میں اس قدر جلال تھا کہ آدمی اس کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو جاتا** یا مرجاتا تھا' وہ کئی کئی مہینے متواتر روزے رکھتے تھے' ایک ایک رات میں ہزار ہزار نفل پڑھ لیتے تھے' ایک دن میں قرآن مجید مکمل کر لیتے تھے اور ساتھ ہی دیگر عبادات' فرائض وسنن بھی ادا کرتے تھے' وغیرہ وغیرہ۔

(فقہائے ہند'ج:4ص:377)

(86) شیخ عبدالوہاب متقی مکی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالوہاب متقی مکی رحمۃ اللہ علیہ' دسویں اور گیارہویں صدی ہجری کے بہت بڑے ہندی عالم وفاضل' محدث وفقیہ اور صاحب ورع وتقویٰ بزرگ تھے۔ ان کے والد کا نام شیخ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ شیخ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار مانڈو کے اعیان واکابر اوساو امراء کے طبقے میں ہوتا تھا لیکن حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا اور انقلاب وتغیر کی ایسی لہریں چلیں کہ انہیں مانڈو کی سکونت ترک کر کے برہان پور جانا پڑا اور پھر اسی شہر کو اپنا وطن ٹھہرالیا۔ برہان پور میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی عزت و احترام اور اکرام وشہرت سے نوازا جس سے وہ زمانہ ماضی میں اپنے قدیم وطن مانڈو میں سرفراز تھے۔ برہان پور جانے کے تھوڑے ہی عرصے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ اسی زمانے میں شیخ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ (شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ) بھی وفات پا گئیں۔ یعنی شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کم سنی ہی میں والدین کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے اور ایک یتیم بچے کی طرح زندگی بسر کرنے لگے۔

جب ان کے والد شیخ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مانڈو سے ترک وطن پر مجبور ہو کر برہان پور کی راہ لی تو اس سفر بے چارگی میں عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ ان کے ساتھ تھے۔ اس میں ان کو بہت سی مشکلات سے گزرنا اور اثنائے راہ میں کئی قسم کے مصائب وآلام سے دوچار ہونا پڑا۔ اس کا ذکر ان کے شہرہ آفاق شاگرد ومرید شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے استاد کی زبانی اپنی تصنیف اخبار الاخیار میں کیا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں: مانڈو میں کچھ حوادث سے دوچار ہونے کی وجہ سے میں ایک مرتبہ بچپن میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جنگلوں میں تھا کہ ہم راستہ بھول گئے۔ کھانے پینے کی کوئی چیز پاس نہ تھی' بھوک کی شدت بڑھی تو بچوں کی عادت کے مطابق میں نے رونا شروع کر دیا۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تسلی دی اور فرمایا' صبر کرو کھانا آ گے ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک دوست کے ساتھ ایک مسجد میں مقیم تھے' مسجد کے ایک گوشے میں یہ (عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ) اور دوسرے گوشے میں وہ (ان کا دوست) عبادت الٰہی میں مصروف تھے۔ دونوں نے باہم عہد کر رکھا تھا کہ نہ آپس میں ہم کلام ہوں گے اور نہ کسی سے کھانے کو کچھ طلب کریں گے۔ بیس دن اسی طرح گزر گئے' کسی نے کھانا نہ کھایا' اکیسویں دن ایک حلوا فروش نے دونوں کے درمیان کھانا رکھا اور چلا گیا لیکن دونوں نے اس میں سے کچھ نہ کھایا۔ پھر دوسری مرتبہ بھی یہی ہوا' یہاں تک کہ تیسری مرتبہ اس حلوائی نے خود اپنے ہاتھ سے لقمے بنا کر دونوں کو کھلائے۔ ان صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے اس طرز عبادت میں علیحدگی وانزوا' امور دنیا سے بے تعلقی اور اصحاب دولت سے انقطاع کا جو پہلو موجود ہے، وہ بہر حال فائدے سے خالی نہیں۔ اس میں ان کی خود اپنی ذاتی ضروریات سے بے نیازی' اونچا پن' بے پناہ قوتِ برداشت' دنیا سے کنارہ کشی اور ارباب سلطنت سے بے اعتنائی کا بہت ہی بلند تصور پایا جاتا ہے۔ پھر اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس عالم رنگ و بو میں جہاں جاذبِ نظر اور باعث کشش بے شمار بوقلموں چیزیں ہر سو پھیلی ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا ایک ایسا گروہ موجود ہے جس نے مفادات عاجلہ کو ترک کر کے اپنے آپ کو صرف اللہ تعالیٰ کے حوالے کر رکھا ہے۔ **ان کا تمام وقت ذکر الٰہی میں گزرتا اور وہ ہر طرف سے منقطع ہو کر عبادت الٰہی کیلئے وقف ہو گئے ہیں۔** شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف اپنے اندر اعتدال و توازن لئے ہوئے تھا۔ وہ محض اختلاف عمل کی بناء پر کسی پر فتویٰ لگانے کے عادی نہ تھے (فقہائے ہند' ج:4 ص:390)

چھتیس مرتبہ حج کی سعادت

شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ اس برصغیر کے جلیل القدر عالم دین' عظیم المرتبت محدث و فقیہ اور نامور سالک و صوفی تھے۔ وہ چھتیس سال مکہ مکرمہ میں اقامت گزیں رہے اور اتنی ہی مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ 1001ھ' 1593ء کو اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کو تشریف لے گئے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:392)

(87) خواجہ عبیداللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ عبیداللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ عبدالباقی نقشبندی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بیٹے تھے' یہ وہی خواجہ عبدالباقی ہیں جو خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے لقب سے معروف ہیں اور گیارہویں صدی ہجری کے دیار ہند کے مشہور بزرگ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد ہیں۔

خواجہ باقی باللہ نے علوم مروجہ بڑی تیزی سے حاصل کرنا شروع کئے ان کے اعزہ اقارب حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر متعین تھے اور چاہتے تھے کہ خواجہ بھی تکمیل علم کے بعد کسی اچھے عہدے پر فائز ہو جائیں لیکن تعلیم ابھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ ان کی طبیعت زہد و عبادت اور طریقت و تصوف کی طرف منعطف ہو گئی۔ چنانچہ افغانستان اور ماوراء النہر کے بعض صوفیا و مشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر تزکیہ نفس میں مشغول ہو گئے۔ بعد ازاں عالم جوانی میں برصغیر پاک و ہند کا رخ کیا اور دہلی میں اقامت اختیار کی۔ جلد ہی ان کے تقویٰ و تصوف کی شہرت پورے ملک میں پھیل گئی' اس زمانے میں اس ملک پر جلال الدین اکبر داد

Marfat.com

حکمرانی دیتا تھا' برصغیر کے بہت سے علماء وفضلا' متعدد مشائخ وصوفیاء اور کچھ امراء و وزراء ان کے حلقہ بیعت وارشاد میں داخل ہوئے۔ دیارِ ہند کے اس عظیم صوفی اور صاحب طریقت بزرگ نے صرف چالیس سال عمر پائی اور 25 جمادی الاخریٰ 1012ھ (20 نومبر 1603ء) کو دہلی میں انتقال کیا۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی دو بیویوں سے دو بیٹے تھے' جو ان کی وفات سے دو سال پیشتر تقریباً چار مہینوں کے فرق سے پیدا ہوئے۔ بچوں کی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جلیل القدر مرید حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی عنان توجہ اس طرف مرتکز کرائی کہ مجھ پر ضعف بدن غالب آ گیا ہے اور امید حیات کم رہ گئی ہے۔ آپ ان خرد سال بچوں کا خیال رکھیں' ان لڑکوں میں سے ایک کا نام جو بڑے اور نام عبید اللہ جبکہ دوسرے کا نام عبد اللہ تھا۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:394۔395)

مشہور نقشبندی بزرگ کے نام پر نام رکھنا

عبید اللہ یکم ربیع الاول 1010ھ' 20 اگست 1601ء کو پیدا ہوئے اور نام سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر رکھا گیا۔ یہ اپنے دوسرے بھائی خواجہ عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ دن عمر میں بڑے تھے' اس لئے خواجہ کلاں کے عرف سے معروف ہوئے۔ ان کی ولادت پر خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بے حد خوشی کا اظہار کیا' ان کی ولادت' اذان اور نام کے بارے میں کئی اشعار لکھے۔ شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں تربیت کی منزلیں طے کیں' ان سے اور شیخ داد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ علم اور کسب طریقت کیا۔ تکمیل علم کے بعد اپنے دور کے علماء وفقہا اور مشائخ میں شمار ہوئے' علم تاریخ اور علم انساب میں بھی بہرہ کامل رکھتے تھے۔ تصوف وطریقت سے بھی بہت شغف تھا اور علم انشا میں بھی قدرت حاصل تھی' مطالعہ کتب ان کا محبوب مشغلہ تھا' تصنیف وتالیف کا بھی ذوق رکھتے تھے' ایک کتاب ''احوال صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین ومشائخ دین لکھی۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے شیخ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے نام حقائق ومعارف کے سلسلے میں کچھ مکتوب تحریر کئے۔ جن میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر اپنے والد کے ''اعظم الخلفا'' کے الفاظ سے کیا ہے۔

خواجہ عبید اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تریسٹھ سال عمر پا کر 18 جمادی الاولیٰ 1073ھ (19 دسمبر 1662ء) کو دہلی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (فقہائے ہند' ج، ۴' ص۔396)

(88) علامہ عثمان بوبکانی سندھی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ حکیم عثمان بن عیسیٰ بن ابراہیم صدیقی بوبکانی رحمۃ اللہ علیہ سندھی' اعمال سیوستان کے ایک گاؤں ''بوبکان'' میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔ بعد ازاں حصول علم کی غرض سے عازم گجرات ہوئے۔ علامہ حکیم عثمان سندھی رحمۃ اللہ علیہ جہاں معقولات ومنقولات کے بہت بڑے عالم تھے اور علوم شرعیہ میں دستگاہ رکھتے تھے وہاں نہایت متقی اور زاہد وعابد بھی تھے' ان کے علم وفضل اور ورع وتقویٰ کی بناء پر لوگوں کے دل میں ان کی بے حد منزلت تھی۔ ان کے معتقدین کا حلقہ بڑا وسیع تھا' مشتبہات سے پرہیز کرتے اور نماز نہایت اہتمام اور سکون سے پڑھتے۔ مشتبہات سے دامن کشاں رہنے اور احتیاط کا یہ عالم تھا کہ پورے چالیس سال کسی

Marfat.com

کے گھر سے کھانا نہیں کھایا کہ مبادا کوئی ناجائز چیز حلق سے نیچے اتر جائے۔

اکبر کے حملے کی وجہ سے ملکی نظام معطل ہو چکا تھا' ایک روز اچانک رہزنوں اور ڈاکوؤں کا ایک گروہ ادھر آنکلا' صبح کا وقت تھا' ڈاکو ننگی تلواریں اور نیزے لہراتے ہوئے آئے' علامہ عثمان سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا قافلہ سترہ افراد پر مشتمل تھا' جو سب ان کے اعزہ و اقارب' حسب ونسب میں بلند مرتبہ اور علوم دین سے آراستہ تھے' ڈاکوؤں کے اس سرکش گروہ نے علامہ عثمان رحمۃ اللہ علیہ سمیت سب کو قتل کر دیا اور خون سے بھری ہوئی جانمازیں ان کے کفن ہوئیں۔ علامہ حکیم عثمان رحمۃ اللہ علیہ علم وفضیلت کی نعمت سے بہرور، تدین و تقویٰ کی صفت سے متصف اور تصنیف وتالیف کی دولت سے مالا مال تھے' شکستہ خاطر عجز وللہیت کے پیکر' اسباب دنیوی اور اصحاب دنیا سے دور' پرہیز گاری کی کامل تصویر اور حلیم الطبع تھے۔ برصغیر کے اس عظیم المرتبت عالم دین نے ماہ شعبان 1008ھ 'فروری 1600ء میں درجہ شہادت حاصل کیا۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:397)

(89) قاضی عثمان سندھی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی عثمان سندھی رحمۃ اللہ علیہ' علاقہ سندھ کے موضع دربیلہ کے رہنے والے تھے' نیکی وعفت سے بہرہ یاب اور فضل وصلاح سے سعادت اندوز تھے' عالم وفقیہ اور شیخ وقت تھے' عمر بھر درس وافادہ میں مصروف رہے اور زاہد وعابد کی حیثیت سے زندگی بسر کی' متداول علوم کی تمام اقسام میں مہارت رکھتے تھے' صفات حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ سے موصوف تھے' کبرسنی میں بھی تدریس وتعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ بے حد متواضع اور منکسر المزاج تھے' عمدہ اوصاف میں اپنے معاصرین سے فائق تر تھے' دنیوی مفاد سے کوئی علاقہ نہ رکھتے' کسی شخص سے کوئی نذرانہ یا عطیہ قبول نہ کرتے' علماء وطلباء کی ایک جماعت ہمیشہ ان کے یہاں رہتی۔ سب کے قیام وطعام اور سکونت کا خود انتظام کرتے' اپنے قول وفعل اور عمل وحرکت سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچاتے' جو کچھ پاس ہوتا خدمت دین میں خرچ کر دیتے' کوئی چیز بچا کر نہ رکھتے' اس عالم دین اور فقیہ سندھ کی وفات 1002ھ (1594ء) کو ہوئی۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:397)

(90) مولانا عطاء اللہ عثمانی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عطاء اللہ عثمانی اصفہانی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا نام حبیب اللہ تھا' ان کے آباو اجداد درحقیقت اصفہان سے تعلق رکھتے تھے۔ اس دور میں جون پور کو علم وتحقیق اور علماء وفضلا کے مرکز کی حیثیت حاصل تھی اور وہاں گیارہویں صدی ہجری کے نامور فاضل علامہ محمود عمری جون پوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1062ھ۔1652ء) کا سلسلہ درس جاری تھا' مولانا عطاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس میں داخل ہوئے اور علامہ ممدوح رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ علم کرنے لگے۔ ان کے علاوہ دیگر علماء سے بھی استفادہ فرمایا۔ حصول علم کے بعد سلوک وطریقت کی راہ پر قدم زن ہوئے اور اس ضمن میں شیخ عبدالقدوس بن عبدالسلام جون پوری رحمۃ اللہ علیہ سے استفاضہ کیا۔ مولانا عطاء اللہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے فاضل کبیر اور شیخ تھے۔ پرہیز گار' متدین اور عبادت گزار تھے' فقہ واصول اور علوم عربیہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:398)

Marfat.com

(91) مولانا عطاء اللہ سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عطاء اللہ بن محمد ہاشم بن عبدالشکور حسینی مودودی سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ سہسوان کے علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد والد داد اور چچا سب اصحاب علم اور ارباب فضل تھے خاندانی وقار و وجاہت اور علمی شان و شکوہ کی بناء پر یہ گھرانا خاص عزت و تکریم کا حامل تھا' اور لوگ ان کے سب افراد کو احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اس خاندان کے ایک بزرگ مولانا عطاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ تھے جو اپنے صاحب علم چچا شیخ صدرالدین محمد الحاکم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید اور مرید خاص تھے۔ چچا کی وفات کے بعد انہی کی مسند خلافت درس پر فائز ہوئے۔ شیخ صالح رحمۃ اللہ علیہ اور نامور فقیہ تھے' صوری و معنوی فضائل کے حامل تھے' حلقہ درس و ارادت بڑا وسیع تھا' دور دراز علاقوں سے علماء وطلباء استفادے کیلئے حاضر ہوتے تھے۔ اپنے اوصاف گوناگوں کی بناء پر مرجع خلائق اور مقتدائے عالم تھے۔ جہاد کے جذ سے بے بھی سرشار تھے' چنانچہ کئی مرتبہ طلباء و مریدین کو ساتھ لے کر جہاد فی سبیل اللہ کا شرف حاصل کیا اور میدان کارزار میں کفار و مشرکین کو شکست دی۔ اعلائے کلمۃ اللہ اور اشاعت اسلام ان کی زندگی کا بنیادی مقصد تھا' اس کیلئے تیغ وسناں سے بھی کام لیا اور وعظ و تذکیر کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ کثیر تعداد میں ہندو اور دیگر غیر مسلم ان کے ہاتھ پر حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور متعدد منکرین و مشرکین نے ان کی کوشش سے قبولیت دین حق کی سعادت حاصل کی۔ ایک بزرگ شیخ نورالدین سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''اسرار العارفین'' میں ان کے حالات و سوانح' کمالات و فضائل اور علمی و عملی کارناموں کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

مدت تک یہ کیفیت رہی کہ کبھی جذب وسکر کا غلبہ ہوگیا اور کبھی سلوک وطریقت نے زور باندھا۔ ان کیفیات کے زمانے میں وہ زیادہ تر آبادی سے دور نکل جاتے اور کسی جنگل میں جا کر گوشہ تنہائی میں بیٹھ جاتے' وہاں ایک سوئی سے ریاضت و عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ بارعب اور پرجلال عالم تھے' ان کو دیکھ کر لوگوں پر ایک خاص تاثر پیدا ہوتا اور مرعوبیت چھا جاتی۔ برصغر کے شہر سہسوان کے اس عالم دین نے نوے (90) برس کی عمر پا کر 1094ھ (1683ء) کو جنت کی راہ لی۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:398-399)

(92) قاضی عنایت اللہ بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی عنایت اللہ صدیقی بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ' بلگرام کے مشہور اور نامور عالم قاضی اللہ داد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ بلگرام میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی' گھر میں علم کی نہر جاری تھی اور بہت بڑے عالم باپ کے بیٹے تھے۔ ابتدا سے انتہا تک تمام کتب درسیہ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں' فضیلت علمی سے بہرہ ور ہوئے اور تحقیق و کاوش کے اعلیٰ مرتبے کو پہنچے۔ یہاں تک کہ بلدۂ بلگرام کی مسند افتا کو زینت بخشی اور اس منصب علیا کے تمام لوازم بہ وجہ احسن انجام دیے۔ سید طیب بن عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ سے صدق دلانہ مودت رکھتے تھے' سید طیب رحمۃ اللہ علیہ دہلی گئے تو قاضی عنایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست کے موجب شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملے اور قاضی ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کیلئے شیخ طاہر محدث رحمۃ اللہ علیہ سے شرف اجازہ اور سلسلے کے بزرگان شجرہ حاصل کیا۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:422)

Marfat.com

(93) شیخ عیسیٰ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے آباواجداد اصلاً علاقہ سندھ کے قصبہ پاتری کے رہنے والے تھے' یہ قصبہ خود انہی کے بزرگوں نے آباد کیا تھا' اس خاندان کے بزرگ اپنے علاقے میں عزت وتکریم کے حامل تھے اور ان کا شمار اس عہد کے متبحر علمائے دین' یگانہ روزگار مفسرین' نامور محدثین اور مشہور اولیائے کرام میں ہوتا تھا۔ مغل حکمران نصیر الدین ہمایوں کی لشکر کشی سے جب ملک سندھ میں افراتفری پھیلی اور شورش وبدامنی کا دور دورا ہوا تو شیخ عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے والد شیخ قاسم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے چچا شیخ طاہر محدث رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلقین ومریدین اور اعزہ واقربا کے ساتھ 950ھ (1543ء) میں وطن مالوف (پاتری سندھ) سے ہجرت کر گئے۔ یہ لوگ پہلے احمد آباد (گجرات) گئے اور پھر وہاں سے ایلچ پور (برار) پہنچے۔ اس سفر میں ان کو سخت تکلیف دِہ حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ (فقہائے ہند'ج:4ص:424)

بچوں کے نام اولیاء کے نام پر رکھنے کا فائدہ

کچھ عرصہ بعد 5ذی الحجہ 962ھ (20اکتوبر 1555ء) شب یک شنبہ کو شیخ قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا' اس روز شیخ قاسم رحمۃ اللہ علیہ گھر پر موجود نہ تھے' سفر پر تھے' ان کے چھوٹے بھائی شیخ طاہر محدث رحمۃ اللہ علیہ نے نومولود کا نام عیسیٰ رکھا۔ عیسیٰ نام رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ شیخ طاہر رحمۃ اللہ علیہ کے چچا کا نام عیسیٰ تھا' جو اپنے دور کے جلیل القدر عالم اور نامور بزرگ تھے۔ **اس نام کی معنوی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس نومولود عیسیٰ کو بھی علم وفضل اور ورع وتقویٰ کی دولت سے نوازا۔**

گھر میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی آمد

شیخ قاسم رحمۃ اللہ علیہ سفر سے واپس آئے تو انہیں بیٹے کی ولادت کی خوشخبری سنائی گئی اور بتایا گیا کہ نومولود کا نام عیسیٰ رکھا ہے۔ شیخ قاسم رحمۃ اللہ علیہ بیٹے کا نام سلیمان رکھنا چاہتے تھے' اس لئے کہ جب ان کی بیوی حاملہ تھی تو بعض پرہیزگار اور نیک لوگوں نے یہ خواب دیکھا تھا کہ شیخ قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے گھر حضرت سلیمان علیہ السلام تشریف لائے ہیں' لیکن شیخ قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے بھائی (شیخ طاہر رحمۃ اللہ علیہ) کے احترام میں بیٹے کا نام نہیں بدلا۔ (فقہائے ہند'ج:4ص:424)

> **"ادب" سب سے مجرب وظیفہ**
>
> خواب میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بیٹا سب سے بڑا وظیفہ ادب ہے۔ بڑوں کا ادب کیا جائے' ان کی فرمانبرداری کی جائے' انکا کہا مانا جائے' ان کے نقش قدم پر چلا جائے اور ان کی تعلیمات کو اپنایا جائے۔ چھوٹوں کا ادب یہ ہے کہ انکے حقوق ادا کیے جائیں۔ (بحوالہ: سردلبراں۔ص ۴۱)

شیخ عیسیٰ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے مذہبی ماحول میں شعور کی آنکھیں کھولیں اور علم وفضل کی گود میں تربیت کی منزلیں طے کیں۔ اس عہد کے اجلا وفضلا اور مشہور اساتذہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے تمام علوم مروجہ اخذ کئے اور درجہ کمال کو پہنچے۔ تصوف وطریقت سے بھی لگاؤ تھا' اس سلسلے میں شیخ لشکر محمد عارف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے' ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور طریقت کے غوامض ونکات کی عقدہ کشائی کی۔ عمر بھر ریاضت ومجاہدہ' درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے ذریعے سے لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے۔

Marfat.com

دنیاوی مال و دولت سے کنارہ کشی

شیخ عیسیٰ سندھی رحمۃ اللہ علیہ متوکل علی اللہ عالم تھے' اور دنیوی آسائش و نعمت پر فقر و فاقہ کی زندگی کو ترجیح دیتے تھے' اس ضمن کے بہت سے واقعات میں سے دو واقعات قابل ذکر ہیں' جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

عنفوان شباب میں جب شیخ عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ مرشد طریقت کی تلاش میں اکبر آباد (آگرہ) تشریف لے جا رہے تھے تو اثنائے سفر میں اجین (مالوہ) میں قیام پذیر ہوئے اور شیخ عبدالکریم بن شیخ عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں بطور مہمان ٹھہرے۔ اتفاق سے ان دنوں حاکم مالوہ مع امراو وزراء کے وہاں فروکش تھا' اجین کے مشائخ نے اس خیال سے شیخ عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات حاکم مالوہ سے کرانا چاہی کہ انہیں کچھ مالی فوائد حاصل ہو جائیں لیکن شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ گوارا نہ کیا کہ علم و تقویٰ کی نعمتِ بے بہا کو ایک دنیا دار فرمانروا کے حضور پیش کریں اور اس سے مادی منفعت کے طالب ہوں' وہ دوسرے ہی دن اجین سے رخصت ہو گئے۔

عبدالرحیم خان خاناں رحمۃ اللہ علیہ جو عالم و فاضل حاکم تھے اور علماء کی انتہائی قدر کرتے تھے' ایک مرتبہ رات کو شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں آئے' اس وقت خانقاہ میں علماء و مشائخ کی مجلس گرم تھی' خان خاناں رحمۃ اللہ علیہ بھی اس میں شریک ہوئے' یہ دلچسپ مجلس نصف رات تک جاری رہی' رخصت ہوتے وقت خان خاناں نے تین چار سو روپے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی نذر کئے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ روپیہ پیسہ کبھی اپنے پاس نہ رکھتے' نذرانہ اور فتوحات وغیرہ کی رقم ایک معتمد خلیفہ شیخ محمد سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی تحویل میں رہتی تھی' وہ خانقاہ کے مستحق افراد کو مناسب حصے سے رقم تقسیم کرنے پر مامور تھے۔ یہ رقم جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو ملی تو شیخ محمد سندھی رحمۃ اللہ علیہ وہاں موجود نہ تھے' دریافت کرنے پر پتا چلا کہ وہ گھر جا کر سو گئے ہیں۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت انہیں بلانے کا حکم دیا' وہ آئے تو پہلے اس بے وقت طلبی پر ان سے معذرت خواہ ہوئے پھر رقم ان کے حوالے کی' تب اطمینان کا سانس لیا اور نیند آئی۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:426)

صاحب طریقت مصنف کی تصنیفات

شیخ عیسیٰ سندھی رحمۃ اللہ علیہ بیک وقت مفسر' محدث' مفسر' فقیہ' اصول' مصنف' صوفی' صاحب طریقت' بہت بڑے عالم' کامیاب مدرس اور بہترین مفتی بھی تھے۔ ان کی تگ و تاز علمی کا سلسلہ ہمہ گیر تھا اور ان سب اصناف علم میں ان کو کامل درک حاصل تھا جو ان دنوں مروج تھے۔ وہ بہت بڑے مصنف بھی تھے' ان کی تصنیفات یہ ہیں:

روضۃ الحسنیٰ فی شرح اسماء اللہ الحسنیٰ' شرح اسماء اللہ الحسنیٰ میں ایک اور رسالہ عین المعانی کے نام سے لکھا۔ رسالہ حواس خمسہ' شیخ عبدالکریم الجیلی رحمۃ اللہ علیہ کی انسان الکامل پر حاشیہ' قصیدہ بردہ کی شرح فارسی زبان میں' تصوف کے انداز میں ایک کتاب قبلۃ المذاہب الاربعہ' عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کی فوائد ضیائیہ۔ علاوہ ازیں شرح رباعتین اور ترجمہ اسرار الوحی تصنیف کیں۔ ایک اور کتاب انوار الاسرار فی حقائق القرآن و معارفہا لکھی۔ یہ قرآن مجید کی تفسیر ہے جو ایک ضخیم اور مبسوط کتاب ہے' اس کا اسلوب زیادہ تر متصوفانہ ہے اور سلوک و معرفت کے طریق پر لکھی ہے۔ اس کے بعض مقامات کی وضاحت اسلاف کرام کی عام روش سے ہٹ کر گئی ہے۔ مثلاً اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کی تفسیر بیان کرتے ہوئے شیطان کو اس ''بعد'' سے تعبیر کیا گیا ہے ''جو بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کسی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:427)

Marfat.com

(94) شیخ فاضل سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ فاضل بن امجد نقشبندی سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ عالم وفقیہ تھے اور فقہ واصول کے ماہر علماء میں سے تھے۔ طریقت وسلوک سے بھی تعلق رکھتے تھے اور شیخ تاج الدین عثمان سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یافتہ تھے ایک مدت تک ان سے وابستہ رہے یہاں تک کہ علم و معرفت میں ماہر کامل ہو گئے۔ حصول علم وطریقت کے بعد اپنے آپ کو درس وتدریس کیلئے وقف کر دیا تھا۔ علوم دینیہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے ان کا انداز تدریس یہ تھا کہ علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ تلامذہ کو طریقت وصلاح سے بھی مستفید فرماتے تھے۔

اس صاحب تصوف عالم وفقیہ نے 1030ھ (1621ء) کے بعد سنبھلی میں وفات پائی۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:429)

(95) شیخ فتح محمد برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ فتح محمد برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے عصر کے محدث او عالم وفقیہ تھے اور شیخ عیسیٰ بن قاسم سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے لائق بیٹے تھے کینت ابوالمجد تھی اور لقب عبدالرحمٰن تھا عارف باللہ اور علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر تھے مشائخ صوفیاء اور علمائے مشہورین میں سے تھے اس متبحر وصوفی عالم نے اپنے والد سے اخذ علم کیا اور انہی سے طریقت سیکھی۔ حصول علم اور اخذ طریقت کے بعد درس و افادہ میں مشغول ہو گئے طویل عرصہ تک برہان پور میں ہنگامہ درس برپا کئے رکھا پھر سرزمین حجاز کا رخ کیا اور سعادت حج سے بہریاب ہوئے۔ بعد ازاں وہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔ متعدد کتب ورسائل کے مصنف تھے جن میں ایک رسالہ مراتب العوالم الخمسہ کے بارے میں لکھا اور ایک رسالہ وحدت الوجود سے متعلق تحریر کیا۔

سلوک میں فتح الطریقہ معرض تصنیف لائے ایک رسالہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق نسب کے سلسلے میں تصنیف کیا۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی رسائل تصنیف کئے۔ شیخ محمد برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار کر لی تھی فوت بھی اسی مقدس سرزمین میں ہوئے۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:429)

(96) میر سید فیروز بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ

میر سید فیروز بن عبدالواحد بن ابراہیم بن قطب الدین حسینی واسطی بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ بلگرام میں پیدا ہوئے اور اپنے والد سید عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا۔ سید عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ بھی اگرچہ صاحب علم وفضل بزرگ تھے لیکن مہارت فنون اور کمال علم میں سید فیروز رحمۃ اللہ علیہ باپ سے بہت آگے تھے۔ فقہ اور دیگر علوم مروجہ میں جو درک بیٹے کو حاصل تھا باپ کو حاصل نہ تھا سید فیروز رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی سید طیب رحمۃ اللہ علیہ تھے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد مسند مشیخت سید طیب رحمۃ اللہ علیہ نے سنبھالی اور سید فیروز رحمۃ اللہ علیہ درس وافادہ خدمت خلق فقرا ومساکین کی مدد اور مسافروں کی اعانت میں مشغول ہو گئے۔ نہایت سخی تھے اور بذل وعطا ان کا معمول تھا جود وسخا کا یہ عالم تھا کہ ایسی چار سو جوان لڑکیوں کی شادی کی اور اپنی گرہ سے مناسب جہیز عنایت کیا

Marfat.com

جن کے والدین غربت کی وجہ سے اس کی استطاعت نہ رکھتے تھے۔ تقریباً سو برس کی عمر پائی اور ہمیشہ لوگوں کی خدمت کو اپنا معمول بنائے رکھا' 5 محرم 1066ھ (24 اکتوبر 1655ء) کو بلگرام میں فوت ہوئے اور وہیں دفن کئے گئے۔

لائق اور فاضل بھائی کی وفات سے میر سید طیب رحمۃ اللہ علیہ نہایت مغموم ہوئے لیکن ان کی تدفین کے بعد چہرے پر انتہائی خوشی اور شگفتگی کے آثار ابھر آئے۔ لوگوں نے متعجب ہو کر اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: **میرے بھائی نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ غم نہ کرو چھ دن کے بعد مجھ سے آملو گے**۔ چنانچہ ٹھیک چھ دن میر سید طیب رحمۃ اللہ علیہ بھی اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو تشریف لے گئے۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:430)

(97) شیخ قطب الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ قطب الدین بن عبدالعزیز بن حسن بن طاہر جون پوری دہلوی رحمۃ اللہ علیہ' قطب العالم کے لقب سے مشہور تھے' دہلی میں پیدا ہوئے اور تربیت کی منزلیں وہیں طے کیں۔ اخذ طریقت شیخ چاٹین سہنوی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا' جو ان کے والد شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے تھے۔ بعدازاں عازم مالوہ ہوئے اور شیخ منور بن عبدالمجید لاہوری سے علم حاصل کیا۔ تکمیل علم کے بعد دہلی کو مراجعت کی اور طویل عرصہ تک درس وتدریس میں مصروف رہے' ان کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ بے شمار علماء وطلباء نے ان سے استفادہ کیا۔ شیخ قطب الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فاضل کبیر تھے' فقہ' اصول اور علوم عربیہ کے ماہر تھے' مدت مدید تک تشنگان علوم کی علمی تشنگی بجھانے میں مصروف رہے۔ 1023ھ (1614ء) کو فوت ہوئے۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:431)

(98) مفتی کمال محمد عباسی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی کمال محمد عباسی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہندوستان کے صوبہ گجرات کے شہر احمد آباد میں ہوئی اور وہیں تربیت پائی۔ اس زمانے میں احمد آباد میں علامہ وجیہ الدین علوی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ درس زوروں پر تھا اور نہ صرف علاقہ گجرات میں بلکہ پورے برصغیر میں ان کے علم وفضل کی شہرت تھی۔ کمال محمد عباسی رحمۃ اللہ علیہ نے ہوش سنبھالا تو ان کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے اور طویل مدت تک ان سے وابستہ رہے' تا آنکہ علوم وفنون کی تمام مروجہ اصناف میں اپنے اقران ومعاصرین سے سبقت لے گئے اور فقہ واصول اور علوم عربیہ کے جید علماء میں گردانے گئے۔ اپنے دور کے شیخ اور عالم کبیر ہوئے' علوم ظاہری سے فراغت کے بعد طریقت کی طرف متوجہ ہوئے' حدیث کی سند اس عہد کے مشہور عالم شیخ عبدالملک بنانی احمد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ 982ھ 1574ء میں احمد آباد سے نکلے اور ارض مالوہ کے شہر اجین چلے گئے' وہیں سکونت اختیار کر لی' کالپی کے شیخ اولیا بن سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے نکاح کیا اور اجین کی مسند افتا پر فائز ہوئے۔ ساتھ ہی ساتھ سلسلہ تدریس بھی شروع کر دیا' پورے تیس سال وہاں افتا وتدریس کی مسند پر فائز رہے۔

مفتی کمال محمد عباسی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہ جاتا تو بیدار ہو جاتے' غسل کرتے' نماز تہجد پڑھتے اور

Marfat.com

قرآن مجید کے خاصے حصے کی تلاوت فرماتے۔ پھر ماثورہ اور اوراد و وظائف میں مصروف ہوجاتے اور باآواز بلند اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے۔ نماز فجر تک یہ سلسلہ جاری رہتا' نماز فجر کے بعد تلاوت قرآن شروع ہوجاتی جو نماز اشراق تک جاری رہتی۔ نماز اشراق کے بعد مسند درس پر بیٹھ جاتے' زوال آفتاب تک طلباء کو درس دیتے۔ پھر دوپہر کا کھانا کھاتے' کھانے میں طلباء کی جماعت بھی شریک ہوتی' کھانے کے بعد تھوڑی دیر قیلولہ کرتے' پھر ظہر کی نماز کے بعد مسند افتا آراستہ کرتے اور عصر تک فتاویٰ نویسی کا کام جاری رہتا' عصر کے بعد بھی فتووں کا سلسلہ چلتا' مغرب کی نماز کے بعد اپنے تلامذہ کی طرف متوجہ ہوجاتے اور عشاء تک ان سے علمی گفتگو فرماتے۔ عشاء کے بعد اپنے حجرے میں چلے جاتے اور ان کتابوں کے مطالعہ میں مصروف ہوجاتے جو دوسرے دن طلباء کو پڑھانا ہوتیں۔ یہ کام رات کے ثلث اول تک جاری رہتا' پھر گھر تشریف لے جاتے' یہ ان کی شب و روز کی تقسیم اوقات تھی۔ یہ طریق علم پندرہ سال کی عمر سے شروع ہوا اور چون (54) سال کی عمر تک جاری رہا۔ (فقہائے ہند'ج:4 ص:635)

(99) شیخ محمد غوثی مانڈوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد غوثی رحمۃ اللہ علیہ گیارہویں صدی ہجری کے عالم دین اور مستقیم الحال صوفی تھے۔ شیخ صدر الدین محمد برودی رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض تھے' اور ان کے خلیفہ شیخ محمود بن جلال رحمۃ اللہ علیہ گجراتی سے منسلک۔

شیخ محمد بن حسن غوثی مانڈوی رحمۃ اللہ علیہ نے چھ سو سے زائد علماء و مشائخ کے حالات تحریر کیے' لیکن افسوس ہے خود ان کی زندگی کے کوائف کے بہت ہی کم میسر ہیں۔ (فقہائے ہند'ج:4 ص:444)

(100) شیخ محمد سندھی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن عبداللہ سندھی کا مولد برہان پور ہے' پرورش بھی وہیں ہوئی۔ منطق و حکمت کی کتابیں حکیم عثمان بوبکانی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ فقہ و اصول کا علم شیخ طاہر بن یوسف سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ نقد النصوص' شرح منازل السائرین اور شرح گلشن راز کی تحصیل شیخ عیسیٰ بن قاسم سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ شرح المواقف کا کچھ حصہ بھی انہی سے پڑھا۔ اخذ طریقت شیخ لشکر محمد عارف رحمۃ اللہ علیہ سے کیا' یہاں تک کہ علم و معرفت' تدین و صالحیت' فقہ و اصول اور علوم مروجہ میں مرتبہ کمال کو پہنچے۔ طویل مدت تک برہان پور میں مقیم رہے اور وہاں درس و افادہ کا سلسلہ جاری رکھا۔

جلال الدین اکبر بادشاہ نے ناراض ہوکر ایک مرتبہ ان کو جیل میں بھی ڈال دیا تھا۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ جب اکبر نے علاقہ خاندیس پر فوج کشی کی تو وہاں کا فاروقی بادشاہ اپنے امرائے سلطنت اور عمائد مملکت کے ساتھ برہان پور کے قلعہ اسیر میں جا بیٹھا۔ بادشاہ اور ارکان حکومت کا خیال تھا کہ اکبر اس قلعے کو مسخر نہیں کرسکتا' لیکن اکبر بھی ارادے کا مضبوط تھا' اس نے بہت بڑی فوج جمع کردی اور نواح خاندیس میں پھیلا دی۔ گیارہ مہینے اکبر اپنی کثیر فوج کے ساتھ وہاں خیمہ زن رہا اور باوجود انتہائی کوشش کے قلعے پر قبضہ نہ کرسکا۔ اکبر کے دل میں یہ بات جم گئی کہ برہان پور کے صوفیاء اور مشائخ اپنے بادشاہ کے رد بلا کیلئے وظیفے پڑھتے اور دعائیں

Marfat.com

مانگتے ہیں اسی لئے برہان پور کی چھوٹی سی حکومت کو اس کی اتنی بڑی فوج شکست نہیں دے سکی اور سب لوگ اطمینان کے ساتھ اپنے شہر میں بیٹھے ہیں۔ چنانچہ اس نے وہاں کے بزرگوں کو نشانہ بنایا اور اکثر کو گرفتار کر کے قید و بند میں ڈال دیا۔

پھر بعض لوگوں کی سفارش سے انہیں رہا تو کر دیا گیا مگر برہان پور جانے کی اجازت نہ دی اور اپنے ایک امیر قلیچ خاں کے حوالے کر دیا۔ قلیچ خاں بڑا عالم و فقیہ اور نیک امیر تھا' علماء کا بے حد قدردان تھا' وہ شیخ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ سے بہت متاثر ہوا۔ ہر وقت انہیں اپنے ساتھ رکھتا' اس اثناء میں وہ لاہور کی مہم پر روانہ ہوا تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ساتھ لے گیا۔ کئی سال اسی طرح کے حالات رہے' شیخ محمد سندھی رحمۃ اللہ علیہ قلیچ خاں کی کمان میں کفار سے جنگ کر رہے تھے کہ غرہ جمادی الاخری 1013ھ (اکتوبر 1604ء) کو راجپوتوں کی لڑائی میں شہید ہو گئے۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:444-445)

(101) سید محمد جالندھری کالپوی رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد رحمۃ اللہ علیہ 1006ھ (1598ء) کو شہر کالپی میں پیدا ہوئے' ان کے والد ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ بیٹے کی ولادت سے قبل ہی بلاد دکن میں چلے گئے تھے اور کچھ معلوم نہ تھا کہ کہاں ہیں۔ سید محمد رحمۃ اللہ علیہ نے والد کی غیر موجودگی میں اپنی نیک بخت ماں کی گود میں پرورش پائی۔ سات برس کے تھے کہ ایک عالم حدیث شیخ محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ شہر کڑھ سے کالپی آ کر فروکش ہوئے' محمد بن ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے حصولِ علم کا آغاز کیا اور علم بیان و معانی کی مشہور کتاب مطول تک ان سے درسی کتابیں پڑھیں۔ انہی سے سند حدیث حاصل کی' پھر عازم جاجمو ہوئے' وہاں مولانا جاجموی رحمۃ اللہ علیہ سے بعض کتابوں کا درس لیا۔ بعد ازاں کور گئے' وہاں شیخ جمال بن مخدوم کوردی رحمۃ اللہ علیہ کی مسند درس آراستہ تھی' ان سے باقی کتب درسیہ پڑھیں۔ پھر انہی سے اخذ طریقت کیا' اخذ علم اور کسب طریقت کے بعد اپنے شہر کالپی کا قصد کیا اور درس و افادہ کی طرح ڈالی۔ عرصہ تک خدمت تدریس انجام دیتے رہے' پھر اپنے اعزہ و اقارب میں شادی کی غرض سے وارد جالندھر ہوئے' جالندھر سے آگرہ گئے' وہاں امیر ابو العلا حسینی رحمۃ اللہ علیہ اکبر آبادی سے ملے' ایک مدت تک ان کی خدمت میں رہ کر اخذ فیض کیا۔ اس کے بعد دس سال تک درس و افادہ میں مشغول رہے۔ پھر ایک وقت آیا کہ لوگوں سے بالکل منقطع ہو گئے اور علیحدگی کی زندگی اختیار کر لی۔ تعلیم و تدریس اور بحث و اشتغال کی دلچسپیاں ختم کر دیں' اپنے آپ کو گھر کی چار دیواری میں محصور کر لیا اور لوگوں سے میل جول کا سلسلہ قطعی ختم کر دیا۔ اب انہیں یا تو گھر میں دیکھا جاتا تھا یا مسجد میں اور کہیں نہ جاتے۔

آخر عمر میں ہمیشہ روزے سے رہنے لگے تھے' **صرف انہی دنوں میں افطار کرتے جن دنوں میں اللہ تعالیٰ نے روزے رکھنے کو حرام قرار دیا ہے۔** چھ سال یہ کیفیت رہی' اس کے بعد وفات پا گئے۔ شیخ محمد بن ابو سعید کالپوی رحمۃ اللہ علیہ جالندھری' صاحب تصنیف بھی تھے' وہ مختلف عنوانات کے تحت بہت سی کتابیں ضبط تحریر میں لائے جن میں ایک سورہ یوسف کی تفسیر ہے۔ ایک عربی زبان میں کتاب الروائح ہے' ایک رسالہ تحقیق روح سے متعلق ہے' ایک رسالہ عربی میں وحدت الوجود کے بارے میں ہے' ایک کتاب فارسی زبان میں سلوک کے موضوع پر ارشاد السالکین ہے' ایک اور رسالہ فارسی میں مبحث فنا کے سلسلے میں

Marfat.com

ہے' ایک رسالہ عقائد صوفیاء کے متعلق ہے' ایک رسالہ واردات کے متعلق ہے اور عربی میں ہے۔ سلوک کے باب میں ایک اور عمدہ رسالہ ہے' ایک رسالہ مراتب فنا اور وصول الی اللہ کے بارے میں فارسی زبان میں ہے۔ شیخ محمد بن ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے عالم و فاضل' فقیہ اور صوفی بزرگ تھے۔ (فقہائے ہند' ج: 4 ص: 445-446)

(102) شیخ محمد راندیری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن علی حمید رحمۃ اللہ علیہ' صالح عالم دین تھے' ان کا شمار مشائخ صوفیاء میں ہوتا تھا۔ سید عمر بن عبداللہ باشیبان رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا۔ پھر 1030ھ (1621ء) میں سفر حج پر روانہ ہوئے' حج بیت اللہ کا فریضہ ادا کر کے ارض ہند میں آئے سورت میں اقامت اختیار کی۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے' جن میں اللمعان بتکفیر من قال بخلق القرآن' صوارم الصدیق لقطع الزندیق اور رحیق المحمدیه فی طریق الصوفیة' شامل ہیں۔ آخر الذکر کتاب کو صاحب نزہۃ الخواطر علامہ عبدالحئی حسنی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نہایت عمدہ کتاب قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ حضرت سید نواب صدیق حسن قنوجی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے سید نور الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانے میں موجود تھا۔

شیخ محمد راندیری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بارے میں صاحب نزہۃ الخواطر لکھتے ہیں کہ میں نے کتاب کی پشت پر شیخ محمد ابوبکر حنفی احمد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ تحریر پڑھی ہے کہ شیخ محمد راندیری رحمۃ اللہ علیہ نے ہفتے کے روز 21 ذی الحجہ 1068ھ (9 ستمبر 1658ء) کو وفات پائی۔ (فقہائے ہند' ج: 4 ص: 447)

(103) شیخ محمد برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن فضل اللہ بن صدرالدین جونپوری ثم برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ' شیخ و امام اور عالم دین تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے' گجرات میں پیدا ہوئے اور وہیں تربیت پائی۔ صغرسنی ہی میں باپ کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے تھے' شیخ صفی الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ سے خرقہ طریقت زیب تن کیا' پھر ارض حجاز کو روانہ ہوئے اور بارہ سال وہاں مقیم رہے' شیخ علی بن حسام الدین متقی مکی رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں مکہ مکرمہ میں مقیم تھے اور ان کا سلسلہ درس صلاح جاری تھا' اس میں شامل ہو گئے اور فیض حاصل کیا۔ پھر احمد آباد کا قصد کیا' وہاں شادی کی اور شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ تلمذ میں داخل ہوئے۔ بارہ سال ان کی خدمت و صحبت میں رہے' بعد ازاں شیخ محمد ماہ بیر پوری رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا۔ پھر شیخ ابو محمد بن خضر رحمۃ اللہ علیہ تمیمی سے تصوف و سلوک کی منزلیں طے کیں۔ شیخ ابو محمد خضر تمیمی رحمۃ اللہ علیہ ان حضرات میں سے تھے جنہوں نے ان کے والد شیخ فضل اللہ برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض کیا تھا۔ ان تمام منزلوں کو عبور کرنے کے بعد برہان پور کو اپنا مسکن ٹھہرایا اور درس و افادہ میں منہمک ہو گئے۔ نہایت عبادت گزار' یاد خدا میں مصروف رہنے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے' ہمیشہ تفسیر' حدیث' فقہ اور دیگر علوم دینی کی تدریس و تعلیم میں مشغول رہتے تھے۔

Marfat.com

واقعہ یہ ہے کہ علم وعمل' زہد وعبادت اور ورع وتقویٰ میں امام کی حیثیت رکھتے تھے اور پورے ہندوستان میں مشہور تھے' جس مرتبہ بلند کو پہنچے' دوسرا کوئی نہیں پہنچ سکا' ان کا معمول تھا کہ روزانہ دن کے آخری حصے میں اپنے آپ کا محاسبہ کرتے' روزانہ جو کام کیا ہوتا وہ بھی ضبط تحریر لاتے' ہر وقت اللہ تعالیٰ کے خوف میں رہتے اور موت کی توقع رکھتے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:448)

(104) شیخ محمد آفاق لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد آفاق لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ صالح اور صوفی المشرب فقیہ اور عالم تھے' ہندوستان کے صوبہ بہار میں پٹنہ کے قریب ایک گاؤں ''تلاندہ'' میں پیدا ہوئے۔ عمر کی کچھ منزلیں طے کیں تو حصول علم کا جذبہ دل میں موجزن ہوا اور فقر و فاقہ کی راہ پر گامزن ہوئے' گوپامئو گئے' وہاں مفتی وجیہ الدین گوپاموی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ درس جاری تھا' ان سے کتب درسیہ کی تکمیل کی۔ پھر لکھنؤ کا عزم کیا اور شیخ پیر محمد لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض طریقت حاصل کیا اور طویل عرصہ تک ان کی مصاحبت میں رہے۔ شیخ پیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کی جگہ خود درس وافادہ میں سرگرم عمل ہوئے' تکلفات کو بالکل پسند نہ کرتے اور سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ 22 ربیع الثانی 1089ھ/3 جون 1678ء کو وفات پائی۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:450)

(105) علامہ محمد افضل جون پوری رحمۃ اللہ علیہ

علامہ محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ کے حفظ واتقان اور جامعیت علم وادراک کا یہ عالم تھا کہ بیس سال کی عمر میں درس وافتا کی مسند بلند پر متمکن ہو گئے تھے اور ان کا شمار اکابر علماء میں ہونے لگا تھا۔ جون پور ایک عرصہ سے علمی شہرت کا شہر تھا اور وقت کے جید علماء اور نامور فضلاء کا مسکن رہ چکا تھا' جس زمانے کے حالات کا ہم مطالعہ کر رہے ہیں' اس زمانے میں بھی عظیم المرتبت علماء ومشائخ وہاں موجود تھے اور ان کا سلسلہ درس اور چشمہ فیض وہاں جاری تھا۔ علامہ محمد افضل بھی رحمۃ اللہ علیہ جون پور روانہ ہو گئے اور مستقل طور سے وہاں اقامت اختیار کر لی' اس کے بعد وہ جون پوری کہلائے۔ جون پور میں انہوں نے شیخ عبدالقدوس جون پوری رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا اور درس وافادہ میں سرگرم عمل ہو گئے۔ ان سے فلسفہ وحکمت کی مشہور اور انتہائی کتاب ''شمس البازغہ'' کے مصنف علامہ محمود فاروق رحمۃ اللہ علیہ جون پوری اور فن مناظرہ کی درسی کتاب ''رشیدیہ'' کے نامور مولف شیخ محمد رشید عثمان جون پوری نے اخذ علم کیا۔ ان کے علاوہ خلق کثیر ان کے علم وفضل کی ہمہ گیری سے مستفید ہوئی۔

علامہ محمد افضل جون پوری رحمۃ اللہ علیہ نہایت پاک باز' حسن اخلاق کے مالک' متقی اور سلیم الطبع تھے' ان کے علم وتدریس کی وجہ سے جون پور نے بہت شہرت پائی۔ ان کے شاگرد علامہ محمود فاروقی رحمۃ اللہ علیہ جون پوری بڑے فاضل بزرگ تھے اور استاد (علامہ محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ) کو ان سے بے حد محبت تھی' ان کے یہ لائق شاگرد استاد کی زندگی ہی میں وفات پا گئے تھے' علامہ محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی وفات پر انتہائی حزن وملال کا اظہار کیا اور بے حد مغموم رہنے لگے۔ غم واندوہ کی شدت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ چالیس روز تک مسکرائے بھی نہیں' بالآخر چالیس روز کے بعد خود بھی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:453)

Marfat.com

(106) قاضی محمد افضل لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

قاضی محمد افضل لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ اور عالم تھے، ان کا شمار فقہ و اصول اور علوم عربیہ کے ماہرین میں ہوتا تھا، شیخ ابوتراب بن نجیب الدین شیرازی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا تھا۔ قاضی محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ سے خلق کثیر فیض یاب ہوئی۔ 1092ھ (1681ء) کو لاہور میں فوت ہوئے۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:453)

(107) مفتی محمد خلیل جون پوری رحمۃ اللہ علیہ

جون پور کے ایک جید عالم دین مفتی محمد خلیل بن شمس الدین صدیقی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو شیخ وقت اور فقیہ عصر تھے، ان کے والد مفتی شمس الدین صدیقی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1047ھ/1637ء) بھی فحول علما اور صنادید وقت میں سے تھے، ان کے علم وفضل سے متاثر ہوکر بادشاہ ہند جلال الدین اکبر نے انہیں اپنے بیٹے پرویز کا اتالیق مقرر کیا تھا اور وہ عرصہ تک الٰہ آباد اور جون پور کے مفتی رہے تھے۔ یہی مفتی شمس الدین جون پوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جن کے سامنے صاحب ''شمس البازغہ'' علامہ محمود عمری جون پوری رحمۃ اللہ علیہ اور صاحب ''رشیدیہ'' شیخ محمد رشید عثمانی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ نے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کا شرف حاصل کیا تھا۔ مفتی محمد خلیل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے والد صاحب سے اخذ علم کیا اور مرتبہ فضیلت کو پہنچے۔ اس زمانے میں ظاہری علوم کے ساتھ باطنی علوم کا حصول بھی ضروری تھا اور علمائے دین تصوف وطریقت سے بھی بہرہ ور ہوتے تھے، مفتی محمد خلیل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس طرف توجہ کی اور رشیدیہ کے مصنف شیخ محمد رشید عثمانی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ سے (جو ان کے پھوپھی زاد بھائی تھے) کسب طریقت کیا۔ حصول علم کے بعد اپنے بھائی مفتی محمد صادق بن مفتی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ مسند افتا کو زینت بخشی اور عمر بھر اس منصب پر متمکن رہے۔ ساتھ ہی درس وتدریس میں بھی سرگرم رہے۔ کثیر الدرس اور کثیر الافادہ عالم دین تھے، لوگوں کی بڑی تعداد نے ان سے استفادہ کیا۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:456)

(108) شیخ محمد رشید عثمانی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد رشید عثمانی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ گیارہویں صدی ہجری کے اقلیم ہند کے ممتاز عالم دین، نامور فقیہ اور مشہور مصنف تھے، تحقیق وتدقیق اور علوم میں بالغ نظری اور جامعیت میں کوئی ان کا ثانی نہ تھا۔ عالم کبیر، علامہ دوراں اور شیخ وقت تھے، عدیم النظیر فقیہ اور بے مثال اصولی تھے، تصوف وسلوک میں بھی خاص انفرادیت کے حامل تھے، مشہور بزرگ شیخ کبیر سری بن مفلس سقطی عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔

اس زمانے میں علمائے کرام بعض مروج سلاسل تصوف کے مطابق علم طریقت بھی حاصل کرتے تھے اور مشہور صوفیاء میں سے روحانی رشد وہدایت کیلئے کسی بڑے صوفی کے دروازے پر دستک دیتے تھے۔ شیخ محمد رشید جونپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اخذ طریقت

Marfat.com

کیا' ان کے والد گرامی شیخ مصطفیٰ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جون پوری بہت بڑے عالم دین اور صاحب طریقت بزرگ تھے۔ ہونہار بیٹے نے زمانہ طفولیت ہی میں عظیم باپ کی نگرانی میں سلوک کی منزلیں طے کر لی تھیں اور خرقہ طریقت حاصل کر لیا تھا لیکن آگے چل کر وہ اس طرح علمی و تحقیقی ہنگاموں میں سرگرم ہوئے کہ صرف اذکار و اشغال کو مرکز التفات ٹھہرالینا ممکن نہ رہا اور عنان توجہ حصول علم ہی کی طرف مرکوز رکھی۔ یہاں یہ بات لائق تذکرہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک شیخ طریقت طیب بن معین بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 8 شوال 1040ھ/ 30 اپریل 1631ء) سے بنارس کے قریب ایک گاؤں ''منڈواڈیہ'' میں ان کی ملاقات ہوئی۔ ایک روز ان کے پاس رہے اور علمی بحث و اشغال کو ترک کر کے مستقل طور پر سلوک و طریقت کی وادیوں میں داخل ہونے کی خواہش ظاہر کی لیکن شیخ طیب رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے اتفاق نہ کیا اور بدستور علمی و تحقیقی مساعی کو جاری رکھنے پر زور دیا۔ چنانچہ شیخ محمد رشید دوبارہ جون پور آ گئے اور اپنے آپ کو مزید حصول علم کیلئے وقف کر دیا۔ جب علم کی تمام اصناف میں پختہ ہو گئے تو شیخ طیب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دوبارہ منڈواڈیہ گئے اور باقاعدہ اخذ طریقت کیا۔ شیخ طیب رحمۃ اللہ علیہ نے 1040ھ (1631ء) میں ان کو اپنا خلیفہ بنایا اور وثیقہ خلافت مرحمت کیا۔

شیخ محمد رشید جون پوری رحمۃ اللہ علیہ نے طویل مدت تک ہنگامہ درس و افادہ بپا کئے رکھا لیکن بعد میں اسے ترک کر کے مطالعہ کتب حقائق میں مشغول ہو گئے۔ بالخصوص شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کو مطمح نظر ٹھہرایا اور اس میں یہاں تک آگے نکل گئے کہ **ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی جو عبارات بظاہر محل نظر آتی ہیں ان کو محامل حسنہ پر محمول کرتے** اور ثابت کرتے کہ وہ اپنے اندر درحقیقت اچھائی اور عمدگی کا پہلو لئے ہوئے ہیں۔

شیخ محمد رشید رحمۃ اللہ علیہ بڑے خوددار اور بلند کردار عالم تھے' ان میں ایک خوبی یہ تھی کہ امراء و اغنیا کے دروازوں پر جانے سے احتراز کرتے اور ان سے میل جول اور اختلاط کو علمی وقار کے منافی سمجھتے' اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ جب بادشاہ ہند شاہ جہان کو ان کے علم و ادراک کی ہمہ گیری اور جامعیت کا علم ہوا تو اس نے اپنی علم پروری اور علماء دوستی کی بناء پر ان سے ملنا چاہا اور ایک مکتوب کے ذریعے اپنے ہاں تشریف لانے کی دعوت دی مگر اس بوریا نشین عالم نے ہندوستان کے عظیم بادشاہ کو ملنے سے انکار کر دیا اور کہلا بھیجا کہ وہ کسی بادشاہ یا امیر مملکت کے ہاں جانے کیلئے اپنے زاویہ اور خانقاہ سے باہر قدم نہیں نکالیں گے۔

(فقہائے ہند' ج:4' ص:456-457)

وہابی مسلک کے پیروکار صوفی

شیخ محمد رشید کتاب و سنت کی روشنی میں بعض امور پر سختی سے عامل تھے۔ مثلاً سری نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے' فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان تھوڑی دیر اضطجاع کرتے' یعنی دائیں جانب لیٹتے تھے۔ وفات سے پہلے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ موجودہ زمانے کے رواج کے مطابق موت کے بعد انہیں عمامہ نہ پہنایا جائے' نہ ایصال ثواب کی غرض سے کوئی چارپایہ ذبح کر کے اس کا گوشت پکایا اور تقسیم کیا جائے' نہ تین دن سے زیادہ افسوس کیا جائے اور نہ پختہ قبر بنائی جائے' مٹی کی کچی قبر بنائی جائے۔ شیخ ممدوح رحمۃ اللہ علیہ اونچے مرتبے کے مصنف بھی تھے' عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں کتابیں تصنیف کیں۔ خالص علمی اور فنی کتابیں بھی لکھیں اور تصوف و سلوک کے بارے میں بھی کچھ کتابیں یادگار چھوڑیں۔ شرح ہدایۃ الحکمۃ

Marfat.com

اور شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی اسرار المخلوق پر شرح سپرد قلم فرمائی۔ فارسی زبان میں زاد السالکین اور مقصود الطالبین ان کی تصانیف میں شامل ہیں۔ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے بعض حصوں کا محکوم مربوط کے نام سے ترجمہ کیا۔

ان کی وفات بھی عجیب طرح واقع ہوئی' فجر کی سنتوں سے فارغ ہو کر فرض پڑھنے لگے تھے کہ تکبیر تحریمہ میں داعی حق کا بلاوا آ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (فقہائے ہند' ج:4 ص:458)

(109) شیخ محمد سعید سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے صاحبزادے خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ تھے جو عین عالم جوانی میں بعارضہ طاعون وفات پا گئے تھے۔ دوسرے خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ تھے' تیسرے بیٹے کا اسم گرامی شیخ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ تھا' یہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے خلیفہ' عروۃ الوثقیٰ اور قیوم ثانی تھے۔ سب سے چھوٹے بیٹے شیخ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ تھے جو شاہ جیو کے عرف سے معروف تھے۔

شیخ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ ماہ شعبان 1005ھ (مارچ 1597ء) میں سرہند میں پیدا ہوئے اور بعض کتب درسیہ اپنے بڑے بھائی شیخ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ زیادہ تر کتابیں شیخ محمد طاہر رحمۃ اللہ علیہ لاہوری سے پڑھیں' اپنے والد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تحصیل کی۔ ان سے اور شیخ عبدالرحمٰن رمزی رحمۃ اللہ علیہ کی سند حاصل کی۔ طویل عرصہ تک اپنے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ رہے اور ان سے اخذ طریقت کیا۔ شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے آخر عمر میں ان کو طریقت وسلوک کی منزلیں طے کرانے کی غرض سے درس وتدریس کا سلسلہ موقوف کر دیا تھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا یہ بیٹا علمائے راسخین میں سے ہے۔ انہیں خرقہ طریقت وخلافت عطا کیا اور ''خازن رحمت'' کے لقب سے ملقب فرمایا لیکن والد کی وفات کے بعد شیخ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ مسند مشیخت سے علیحدہ ہو گئے تھے اور یہ خدمت اپنے چھوٹے بھائی شیخ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دی تھی۔ اس کے بعد ارض حجاز گئے اور حج و زیارت کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ پھر 1069ھ (1659ء) میں واپس ہندوستان تشریف لائے اور تدریس وتلقین میں مصروف ہو گئے۔

بہر حال شیخ محمد سعید سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے نامور عالم اور مشہور صاحب سلوک بزرگ تھے' تفسیر' حدیث' فقہ' اصول فقہ اور دیگر علوم متداولہ کے ماہر تھے۔ درس وتدریس میں پوری دلچسپی لیتے تھے۔ تفسیر بیضاوی' عضدی اور شرح حکمۃ العین وغیرہ باقاعدہ طلباء کو پڑھاتے تھے۔ 27 جمادی 1070ھ (29 فروری 1660ء) کو فوت ہوئے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:459)

(110) شیخ محمد سعید ہندی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحاج محمد سعید ہندی رحمۃ اللہ علیہ' اپنے عصر کے فاضل اور علامہ تھے' تحقیق وتدقیق مسائل میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ متورع اور متقی عالم دین تھے' معارف الٰہیہ کے ماہر تھے' سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور بعض علماء نے عمامہ اور طیلسان پہننے کا جو التزام کر رکھا تھا' اس کی پروانہ کرتے تھے' نہ اس قسم کے تکلفات کے عادی تھے' احتیاط اور تورع کا یہ عالم تھا کہ اپنے والد کے گھر کا کھانا نہیں کھاتے تھے'

Marfat.com

اس لئے کہ وہ بادشاہوں کی سلک ملازمت میں منسلک تھے اور یہی خدمت شاہی ان کی آمدنی کا ذریعہ تھی۔ والد صاحب کی وفات کے بعد ان کو ان کی وراثت کا حصہ ملا اسی وقت سفر حج پر روانہ ہو گئے اور حج و زیارت کی سعادت حاصل کی ہندوستان واپس آئے تو درس و افادہ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ملوک و سلاطین کے درباروں میں بالکل نہ جاتے اور علمی و تدریسی کام میں مشغول رہتے' اس زمانے میں شاہ جہان تخت ہند پر متمکن تھا۔ وہ ان کا بہت معتقد اور ان کے فضل و کمال کا مداح تھا' ایک مرتبہ اس نے ان سے ملنا چاہا اور علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کو انہیں بلانے کے لیے بھیجا مگر انہوں نے دربار میں جانے اور بادشاہ سے ملنے سے صاف لفظوں میں انکار کر دیا۔ تصنیف و تالیف سے بھی دلچسپی رکھتے تھے' بیضاوی کے کئی اجزاء پر حاشیہ لکھا۔ (فقہائے ہند'ج:4'ص:460)

(111) مفتی محمد شریف الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی محمد شریف حسینی الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار گیارہویں صدی ہجری کے فقہ و اصول اور علوم عربیہ کے ماہرین میں ہوتا تھا۔ شہر الہ آباد کے منصب قضا پر متمکن تھے' جامع صفات عالم اور منبع فیوض شیخ تھے' علم و عمل' صدق و تقویٰ' ورع و عفاف اور حسن اخلاق کے حامل تھے۔ دینی و شرعی معاملات میں صلابت ان کی خصوصیت تھی' احکام الٰہی کے اجراء میں جری اور بے خوف تھے' اس سلسلے میں کسی قسم کی مداہنت اور نرمی کے قائل نہ تھے' بڑے سے بڑے سخت گیر اور ظالم حکمران کے سامنے بھی اللہ تعالیٰ کے فرمان بلا جھجک بیان کرتے اور اس کی تحقیق کو بالکل خاطر میں نہ لاتے۔ ماہ صفر 1035ھ (نومبر 1625ء) میں الہ آباد میں فوت ہوئے اور وہیں اپنے گھر میں دفن کیے گئے۔ (فقہائے ہند'ج:4'ص:461)

(112) مفتی محمد صادق جون پوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد صادق جون پوری رحمۃ اللہ علیہ ورع و تقویٰ کے زیور سے آراستہ' قناعت و عفاف کی دولت سے مالا مال اور عبادت و تدین کے پیکر تھے۔ ہمیشہ سرگرم درس و افادہ رہتے' مدرسہ اور مسجد کے سوا اور کہیں نہ جاتے' کسی سے کوئی شے بطور نذرانہ یا تحفہ قبول نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ ان کے والد مفتی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ جون پوری کے ایک شاگرد رکن الدین نے جو مدت کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور شائستہ خاں کے ندیموں میں سے تھے' ایک کشمیری شال تحفۃً پیش کی' یہ شال وہ اپنے شہر سے خاص جذبہ عقیدت کے ساتھ ان کے لیے لائے تھے' مگر انہوں نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا: میں اپنی گدڑی میں اس شاہی اطلس سے زیادہ خوش ہوں' فقیر کو گدڑی کافی ہے۔

زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ مشہور عالم اور اپنے استاد علامہ محمود عمری جون پوری کے پیچھے نماز نہ پڑھتے تھے کیونکہ علامہ محمود فلسفہ اور اس کے متعلقات میں انتہائی غلو اور انہماک رکھتے تھے۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ جون پور کے امیر شہر نواب اللہ وردی خاں نے ان کو ایسے کاغذات پر مہر اقرار ثبت کرنے کا حکم دیا جن کے مندرجات غیر شرعی تھے' مفتی محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا' امیر کو بہت غصہ آیا اور انتقام لینے کے لیے

Marfat.com

بات دل میں رکھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ اللہ وردی خاں ایک سفر میں انہیں ساتھ لے گیا اور کشتی میں سوار کیا' خود بھی اسی کشتی میں سوار ہوا' کشتی جب وسط دریا میں پہنچی تو وہی کاغذات نکالے اور جبراً مہر تصدیق ثبت کرانا چاہی۔ مفتی ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نے مجبوراً مہر امیر مذکور کے حوالے کر دی لیکن جس امیر کاغذات پر مہر ثبت کرنے لگا تو کوشش کے باوجود مہر نمایاں نہ ہوئی۔ امیر نہایت شرمندہ ہوا اور ان کے ورع وتقویٰ کا اعتراف کیا۔ (فقہائے ہند'ج:4ص:463)

(113) شیخ محمد صادق گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد صادق بن فتح اللہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ' دیار ہند کے مرکز علم وفضل بلدۂ گنگوہ کے باشندے تھے اور کبار مشائخ چشتیہ میں سے تھے۔ ولادت اور نشوونما گنگوہ ہی میں ہوئی' اپنے عم محترم شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ گنگوہی سے اخذ طریقت کیا۔ ان کے بعد مسند ارشاد سنبھالی' بہت سے حضرات نے ان سے حصول علم اور کسب فیض کیا۔ اپنے زمانے کے شیخ صالح اور نامور فقیہ تھے' 1036ھ (1627ء) کو گنگوہ میں فوت ہوئے اور وہیں دفن کیے گئے۔ (فقہائے ہند'ج:4ص:464)

(114) شیخ محمد صالح سندھی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد صالح بن ابراہیم سندھی ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ' شیخ صالح اور نامور فقیہ تھے۔ علم ومعرفت کے یگانہ روزگار مشائخ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ بعض درسی کتابوں کی تحصیل مفتی رزق اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور اکثر کتابوں کی دیگر علمائے مشاہیر سے کی۔ پھر خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند خواجہ عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے وابستگی اختیار کر لی اور ان سے اخذ طریقت کیا۔ لاہور میں اقامت گزین رہے' حسن اخلاق کے مالک تھے' اہل علم میں بڑے مشہور اور مقبول تھے۔ (فقہائے ہند'ج:4ص:465)

(115) شیخ محمد طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد طاہر رحمۃ اللہ علیہ بلدۂ لاہور کے مشاہیر افاضل میں سے تھے' خطہ لاہور میں پیدا ہوئے اور اسی شہر میں تربیت پائی۔ قرآن مجید حفظ کیا اور علمائے لاہور سے تحصیل علم کی۔ حصول علم کے بعد شیخ سکندر بن عماد کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ بعد ازاں شیخ عبد الاحد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کی۔ پھر ان کے نامور فرزند حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے منسلک ہوئے اور اخذ طریقت کیا۔ لاہور ہی کو مسکن ٹھہرائے رکھا اور درس وافادہ میں مشغول رہے' ان کے سلسلہ درس وتدریس کی بڑی شہرت تھی' مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹوں' شیخ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ' شیخ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ' نے بھی ان سے اخذ علم کیا' علماء کی کثیر تعداد ان سے مستفید ہوئی۔

شیخ محمد طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ' قانع وعفیف اور متوکل علی اللہ بزرگ تھے۔ عمر بھر گھر کی چار دیواری میں بیٹھ کر استفادے کا سلسلہ جاری رکھا' کبھی کسی صاحب ثروت اور امیر مملکت کے دروازے پر دستک نہیں دی۔ تفسیر' حدیث اور فقہ کی کتابوں کی کتابت' تصحیح

Marfat.com

اور تحشیہ نویسی میں مصروف رہتے۔ ان کی فروخت سے جو آمدنی ہوتی وہی ذریعہ اکل و شرب تھا۔ لاہور کے اس پیکر زہد و تقویٰ عالم و فقیہ نے 20 محرم 1040ھ (19 اگست 1630ء) کو لاہور میں وفات پائی۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:465-466)

(116) میر محمد علی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

میر محمد علی بن محمد نازک حسینی قادری کشمیری رحمۃ اللہ علیہ شیخ صالح اور خیر و فضل سے متصف فقہائے ہند میں سے تھے۔ ارض کشمیر میں پیدا ہوئے' وہیں نشوونما پائی اور اپنے والد گرامی قدر شیخ محمد نازک رحمۃ اللہ علیہ سے علم فقہ حاصل کیا۔ سلسلہ قادریہ کے مطابق ان سے اخذ طریقت بھی کیا' پھر عازم سرہند ہوئے' اس زمانے میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند شیخ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی مسند رشد و ہدایت آراستہ تھی' ان سے طریقہ نقشبندیہ کے مطابق کسب فیض کیا۔ بعد ازاں کشمیر کو مراجعت فرمائی اور خود ارشاد و ہدایت کی مسند بچھائی' ان سے بہت سے مشائخ کرام نے استفاضہ کیا۔ 1072ھ (1662ء) کو سرزمین کشمیر میں فوت ہوئے۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:467)

(117) مولانا محمد قلی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد قلی بن رستم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا مولد و مسکن دہلی ہے' شیخ عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ (خواجہ باقی باللہ) کے نامور فرزند شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ علم اور کسب طریقت کیا۔ طویل مدت تک ان سے منسلک رہے' شیخ صالح اور متورع عالم دین تھے۔ ''سراج المشکوٰۃ'' ان کی تصنیف ہے' جس میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ''اشعۃ اللمعات'' کے فوائد و نوادر جمع کئے گئے ہیں۔ 1073ھ (1660ء) کو فوت ہوئے۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:467)

(118) شیخ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے فرزند شیخ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ تھے' جو 11 شوال 1007ھ یا (1009ھ / 27 اپریل 1599ء یا 1601ء) کو متولد ہوئے۔ نہایت زاہد' متقی اور پرہیزگار تھے' علم و فضل کی دولت سے بھی بہرہ وافر رکھتے تھے' علوم و معارف' انداز بیان' اسلوب کلام' تدین و تورع' ہر بات میں اپنے جلیل القدر والد (شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ) سے مشابہ تھے۔ چھوٹی عمر میں حصول علم میں مشغول ہو گئے تھے' **گھر میں تصوف و طریقت کا چشمہ بہہ رہا تھا' جس سے لاتعداد لوگ فیض پا رہے تھے'** شیخ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حصول علم و اخذ فیض کا اولین سلسلہ گھر سے شروع کیا۔ بعض درسی کتابیں اپنے برادر کبیر شیخ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور زیادہ کتابوں کا درس اپنے عظیم المرتبت والد اور شیخ محمد طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے لیا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس بیٹے کو تقویٰ و تدین اور علم و فضل کے مقامات عالیہ پر فائز ہونے کی بشارت دی تھی۔ باپ کی وفات کے بعد مسند ارشاد پر بیٹھے' حج و زیارت کی سعادت حاصل کی اور عرصہ تک مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ حج

Marfat.com

کے بعد واپس ہندوستان آئے اور درس وافادہ میں مشغول ہو گئے' عمر بھر یہ خدمت انجام دیتے رہے' زیادہ تر تفسیر بیضاوی' مشکوٰۃ' ہدایہ' عضدی اور تلویح پڑھاتے تھے۔

شیخ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی فیض وہدایت کا سلسلہ بہت وسیع تھا۔ ان کی علمی و روحانی تگ و تاز سے جہالت کے اندھیرے ختم ہوئے اور علم کی روشنی پھیلی' بدعات کا زور ٹوٹا اور سنت کی راہیں نمایاں ہوئیں۔ کئی لاکھ افراد ان کے حلقہ بیعت میں داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ کے احکام کی اتباع کرنے لگے۔ ان کے مکتوبات بھی ہیں جو تین مجلدات میں پھیلے ہوئے ہیں اور ان کے والد رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کی طرح تصوف کے اسرار و لطائف اور شریعت کے احکام و اوامر کو متضمن ہیں۔

شیخ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے 9 ربیع الاول 1079ھ (7 اگست 1668ء) کو سرہند میں وفات پائی اور وہیں دفن کئے گئے۔

(فقہائے ہند' ج:4' ص:468)

(119) قاضی محمد مودود جون پوری رحمۃ اللہ علیہ

قاضی محمد مودود بن محمد حسین جونپوری رحمۃ اللہ علیہ' 1050ھ (1640ء) کے لگ بھگ پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں حصول علم کو مرکز توجہ ٹھہرالیا۔ حصول علم کے بعد صاحب رشیدیہ شیخ محمد رشید جونپوری رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا اور ایک ضخیم کتاب کی صورت میں ان کے ملفوظات بھی جمع کئے۔ اپنے والد شیخ محمد حسین جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہی میں بادشاہ کی طرف سے جون پور کے محکمہ قضا پر متعین ہونے کی درخواست کی گئی' لیکن اس منصب کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئے' باپ کو پتا چلا تو بیٹے کو ڈانٹا اور دھمکی دی کہ اگر بادشاہ کی جانب سے پیش کردہ منصب قضا قبول نہ کیا تو وہ انہیں گھر سے نکال دیں گے اور قطع تعلق کرلیں گے۔ قاضی محمد مودود رحمۃ اللہ علیہ نے باپ کے دباؤ میں آکر قضا کا عہدہ قبول تو کرلیا لیکن جب بادشاہ کے حضور پیش ہوئے تو وہ مراسم تعظیم ادا نہ کیں جو بادشاہوں کے سامنے ادا کی جاتی تھیں' سنت کے مطابق سلام کیا' پھر جب باقاعدہ عہدہ قضا سنبھال لیا تو چونگی محصول کی وصولی ختم کردی۔ حدود جون پور میں مال پر جو ٹیکس لئے جاتے تھے' وہ معاف کردیے اور یہ سب بادشاہ ہند سے باقاعدہ اجازت لے کر کیا۔ جون پور میں مسجدیں تعمیر کیں' ہر مسجد میں امام' موذن اور خادم مقرر کئے اور انہیں معقول تنخواہیں اور وظائف دینے کا فیصلہ کیا۔

قاضی محمد مودود جون پوری رحمۃ اللہ علیہ نے 6 شوال 1078ھ (10 مارچ 1668ء) کو الٰہ آباد میں وفات پائی۔

(فقہائے ہند' ج:4' ص:469)

(120) شیخ محمد نعمان بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد نعمان بن شمس الدین بن جلال الدین بن حمید الدین حسینی بدخشی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اپنے عہد کے کبار مشائخ نقشبندیہ اور جلیل القدر فقہاء میں ہوتا تھا۔ ان کے والد شیخ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی فضل وتقویٰ میں یگانہ روزگار اور مشاہیر بدخشاں وماوراء النہر میں سے تھے۔ دادا شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ اور پردادا حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی فضل وکمال کے جامع اور علم وادراک میں وحید الدہر

Marfat.com

تھے۔

شیخ محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 977ھ (1589ء) کو بدخشاں میں ہوئی' منقول ہے کہ ان کی ولادت سے پیشتر ان کے والد شیخ محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ **حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ایک سعادت مند فرزند کے تولد کی خوشخبری سنائی ہے** اور فرمایا کہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی مناسبت سے اس کا نام نعمان رکھا جائے۔ ان دنوں شیخ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ سخت مالی پریشانیوں میں مبتلا تھے' بیٹا پیدا ہوا تو نعمان نام رکھا۔ شیخ نعمان رحمۃ اللہ علیہ نے عمر کی کچھ منزلیں طے کیں تو اپنے علاقے کے فضلائے نامدار کی خدمت میں حاضری دی اور علم حاصل کیا' حصول علم کے بعد عنفوان شباب ہی میں شیخ عبداللہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو گئے' اس زمانے میں ہندوستان کو علم وفضل' زہد وتقویٰ اور تصوف وطریقت میں بہت شہرت حاصل تھی اور برصغیر میں بے شمار اصحاب کمال کا سلسلہ فیض جاری تھا' بہت سے شائقین علم وسلوک عرب وعجم کے متعدد ممالک سے یہاں آتے اور علم وعرفان کے مختلف گوشوں سے بہریاب ہوتے۔ انہی بلند بخت حضرات میں شیخ محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے جو بدخشاں سے وارد ہند ہوئے' سب سے پہلے دہلی گئے اور خواجہ عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ (خواجہ باقی باللہ) نقشبندی کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے فیض حاصل کیا' کافی عرصہ ان کی صحبت وملازمت میں گزارا۔ ان کی وفات کے بعد شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جو خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہی فیض یافتہ تھے' حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے علم ومعرفت پر عبور حاصل کیا اور بلند مرتبے کو پہنچے۔ پھر 1018ھ (1609ء) کو عازم برہان پور ہوئے اور وہاں سکونت اختیار کر لی' علماء ومشائخ کی کثیر تعداد نے ان سے استفادہ کیا۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:470)

(121) خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ اورنگزیب عالمگیر بادشاہ کے استاد تھے' ان کا مولد ومنشا سرزمین بدخشاں کا ایک قریہ ''کشم'' ہے۔ اپنے علاقے کے علمائے کرام سے علم حاصل کیا اور حدیث' فقہ اور دیگر علوم مروجہ میں مرتبہ بلند کو پہنچے۔ بعد ازاں ہندوستان آئے اور برہان پور گئے۔ وہاں شیخ محمد نعمان بدخشی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ فیض جاری تھا' اس میں شامل ہو گئے' ان سے اخذ طریقت کیا' پھر 1031ھ (1622ء) کو سرہند گئے وہاں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا چشمہ علم وطریقت جاری تھا' عرصہ تک ان سے استفاضہ کناں رہے' 1033ھ (1624ء) میں ان سے سند حدیث حاصل کی اور تلقین ذکر کی اجازت سے بہرور ہوئے' اس کے بعد برہان پور کو مراجعت فرمائی اور وہاں سکونت اختیار کی۔

خواجہ محمد ہاشم کشمی سے کثیر التعداد حضرات نے استفادہ کیا' فارسی زبان میں ''زبدۃ المقامات'' کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی' جس میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ' ان کے فرزندان گرامی' خلفائے عالی مقام' شیخ عبدالاحد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ' ان کی اولاد' ان کے خلفاء اور فیض یافتہ حضرات کے حالات بیان کئے ہیں۔ اپنے موضوع میں ایک دلچسپ اور پر از معلومات کتاب ہے اور اس دور کے تذکرہ رجال میں حوالے کے طور پر اس کا نام آتا ہے۔

(فقہائے ہند' ج:4 ص:471)

Marfat.com

(122) شیخ محمود گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمود بن حسن عمری چشتی احمد آبادی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ' احمد آباد میں پیدا ہوئے' وہیں پرورش پائی اور اپنے والد شیخ محمد حسن عمری رحمۃ اللہ علیہ سے جو عالم و فاضل بزرگ تھے' تعلیم حاصل کی۔ طویل مدت ان کی خدمت و مصاحبت میں رہے' ان سے اخذ طریقت بھی کیا' یہاں تک کہ اپنے علاقے اور عصر کے فقیہ صالح تسلیم کئے گئے۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دفات کے بعد مسند مشیخت کو زینت بخشی اور بے شمار تشنگانِ علوم کو مستفید قرار فرمایا۔ 9 ربیع الثانی 1040ھ (5 نومبر 1630ء) کو احمد آباد میں فوت ہوئے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:473)

(123) شیخ محمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمود بن مصطفیٰ بن عبدالستار انصاری سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت و تربیت ہندوستان کے صوبہ یوپی کے شہر سہارن پور میں ہوئی۔ پہلے علم نحو اور دیگر علوم عربیہ کی تحصیل کی' پھر اپنے دور کے اساتذہ سے علم فقہ حاصل کیا۔ حصول علم کے بعد گنگوہ کا قصد کیا' وہاں شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے شیخ رکن الدین گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ فیض جاری تھا' ان سے اخذ طریقت کیا۔ علم اور طریقت سے فارغ ہو کر حجازِ مقدس کا عزم فرمایا' سعادت حج سے بہرہ ور ہوئے اور مدینہ منورہ گئے۔ عرصہ تک مختلف بلاد و امصار کی سیر و سیاحت کرتے رہے' اس اثناء میں بہت سے مشائخ و علماء سے ملاقات ہوئی' ان کی صحبت اختیار کی اور کسب فیض فرمایا۔ بعدازاں اپنے شہر سہارن پور آ گئے تھے۔ شیخ محمود انصاری سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں اور صالح مشائخ میں سے تھے' 5 ذی الحجہ 1050ھ (7 مارچ 1641ء) کو فوت ہوئے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:477)

(124) مولانا محی الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محی الدین بن عبداللہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ' مولا موہن بہاری کے عرف سے معروف تھے۔ ہندوستان کے صوبہ بہار کے شہر "بہار" کے نواح میں متولد ہوئے' نشوونما بھی اسی گاؤں میں پائی۔ حصول علم کا شوق بچپن ہی سے تھا' نو سال کی عمر کے تھے کہ قرآن مجید حفظ کر لیا۔ ان کے والد مولانا عبداللہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ بھی صاحب علم بزرگ تھے' حفظ قرآن مجید کے بعد ان سے درسی کتابیں پڑھنا شروع کیں اور سترہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ پھر اپنے شہر میں درس و افادے کا سلسلہ شروع کر دیا اور اس دور کے مشاہیر فقہا میں گردانے گئے۔ کچھ عرصہ شائقین علم کو پڑھاتے اور مستفید کرتے رہے۔ بعدازاں دہلی گئے اور شاہ جہان بادشاہ سے ملاقات ہوئی' اس نے ان کی علمی قابلیت سے متاثر ہو کر اپنے بیٹے اورنگ زیب کا معلم مقرر کر دیا' بارہ سال اس خدمت علمی پر مامور رہے' پھر تصوف و طریقت کا جذبہ دل میں موجزن ہوا اور شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی کے پوتے شیخ حیدر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی اور ان سے اخذ طریقت کیا۔ اس کے بعد اپنے شہر بہار واپس چلے گئے اور سب اطراف

Marfat.com

سے منقطع ہو کر زہد و عبادت کی زندگی اختیار کر لی۔

گنج ارشدی میں شیخ غلام ارشد جون پوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مولانا محی الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ شیخ محمد افضل جون پوری کے شیوخ میں سے تھے' وہ ایک مرتبہ جون پور تشریف لائے اور شیخ محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں گئے' شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت درس دے رہے تھے' اور طلباء کی جماعت ان کے سامنے تھے' انہوں نے مولانا محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے اعزاز میں درس بند کرنے کا ارادہ کیا لیکن مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے روک دیا اور فرمایا کہ ان کی موجودگی میں سلسلہ درس جاری رکھا جائے۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:478)

(125) سید مصطفیٰ بیجاپوری رحمۃ اللہ علیہ

سید مصطفیٰ بن ہاشم بن برہان الدین علوی گجراتی بیجاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا مولد و منشا بیجاپور ہے' انکے والد سید ہاشم بیجاپوری رحمۃ اللہ علیہ عالم و فاضل بزرگ تھے' بیٹے نے انہی سے اخذ علم اور کسب طریقت کیا۔ طویل عرصہ تک ان کی مصاحبت میں رہے' علمائے ربانی اور فضلائے مشاہیر میں گردانے گئے۔ والد صاحب کے بعد مسند مشیخت کے وارث بنے۔ عوام و خواص میں مقبول اور حسن اخلاق میں مشہور تھے' 1070ھ (1660ء) کے لگ بھگ بیجاپور میں فوت ہوئے۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:479)

(126) شیخ مصطفیٰ عثمانی برونوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ مصطفیٰ عثمانی برونوی رحمۃ اللہ علیہ کو لوگ شیخ رومی عثمانی برونوی کے لقب سے پکارتے تھے' شیخ سری بن مفلس سقطی عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے' جو مشہور ولی اور متقی بزرگ تھے' شیخ مصطفیٰ عثمانی برونوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے عالم و فقیہ اور پرہیز گار بزرگ تھے' اور صاحب رشیدیہ شیخ محمد رشید عثمانی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کے والد تھے۔ شیخ مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے موضع سکلائی میں نشوونما پائی اور شیخ محمد بن نظام الدین عثمانی ایٹھوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ پھر حصول علم کا شوق پیدا ہوا اور اپنے علاقے کے علماء سے تحصیل کی۔ بعد ازاں ان کے مرشد شیخ محمد بن نظام الدین عثمانی ایٹھوی رحمۃ اللہ علیہ نے جون پور جانے کی اجازت مرحمت فرمائی اور وہ جون پور چلے گئے۔ جون پور علمائے عظام کا مرکز تھا اور مختلف علماء و مشائخ کے درس و تدریس اور تصوف و طریقت کے سلسلے جاری تھے' شیخ مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ بھی ان سے منسلک ہو گئے۔ وہاں کے اساتذہ سے علم حاصل کیا اور شیخ قیام الدین بن قطب الدین جون پوری رحمۃ اللہ علیہ سے خرقہ طریقت عطا ہوا۔

شیخ مصطفیٰ عثمانی برونوی رحمۃ اللہ علیہ' فقیہ' زاہد' متورع اور متوکل علی اللہ تھے۔ مشتبہات سے دامن کشاں رہتے تھے' انہوں نے (؟) ذی الحجہ 1076ھ (13 جون 1666ء) کو پرینہ میں وفات پائی۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:479)

(127) خواجہ معین الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ معین الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ خطہ کشمیر کے ممتاز بزرگ حضرت خواجہ خاوند محمود رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 12 شعبان 1052

Marfat.com

/26 اکتوبر 1642ء) کے فرزند تھے۔ خواجہ خاوند محمود رحمۃ اللہ علیہ کبار مشائخ نقشبندیہ میں سے تھے۔ ماوراء النہر اور اس کے گردونواح میں بڑے اثر ورسوخ کے مالک تھے اور ان کے ارادت مند دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ شاہ جہان بادشاہ کے عہد میں کابل سے ہندوستان آئے اور کشمیر میں سکونت اختیار کی۔ کئی مرتبہ لاہور، دہلی اور آگرہ گئے، ملوک و امرائے سلطنت سے ملے اور اپنے تدین کی وجہ سے ان کے نزدیک انتہائی عزت واکرام کے مستحق قرار پائے۔ کشمیر میں ترویج اسلام کی اور ہزاروں لوگ ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔

خواجہ معین الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، انہی خواجہ خاوند محمود رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے تھے جن کا شمار مشائخ نقشبندیہ اور فقہائے کشمیر میں ہوتا تھا، انکا مولد ومنشا کشمیر ہے، گھر میں علم کے چشمے بہہ رہے تھے، اپنے والد گرامی خواجہ خاوند محمود رحمۃ اللہ علیہ سے ابتدائی درسی کتابیں پڑھیں اور فقہ کی کچھ تعلیم حاصل کی۔ علم وفضل کی فراوانی کا یہ عالم تھا کہ اس عہد کے **بڑے بڑے کشمیری اصحاب علم اور ارباب طریقت ان کی خدمت میں آتے اور استفادہ کرتے۔**

خواجہ معین الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے کشمیری مسلمانوں میں اتباع شریعت اور ترویج سنت کا جذبہ پیدا کیا۔ بدعات کو ختم کرنے اور خلاف شرع رسوم کو مٹانے میں بے حد کوششیں کیں۔ وہ زاہد و عابد اور متقی و متورع عالم و فقیہ تھے، مصنف بھی تھے، فتاویٰ نقشبندیہ اور کنز السعادات، مسائل فقہ میں ان کی تصانیف ہیں۔ اس کے علاوہ فارسی زبان میں سیر وسلوک سے متعلق ایک رسالہ ''رضوانی'' لکھا۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:481)

(18) شیخ نظام الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ نظام الدین بن عبدالشکور عمری بلخی تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ عالم وفقیہ اور زاہد و عابد تھے، مشائخ چشتیہ میں سے تھے، علم وعمل کے جامع وریاضت ومجاہدہ کے دلدادہ تھے، شیخ جلال الدین عمری تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 989ھ/1599ء) سے اخذ علم کیا جو ان کے چچا اور سسر تھے، ان کے بعد مسند مشیخت پر فائز ہوئے، 1007ھ کو سفر حج پر روانہ ہوئے، دوران سفر میں برہان پور پہنچے تو شیخ عیسیٰ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے اعیان واکابر کے ساتھ برہنہ پا ان کا استقبال کیا۔ کچھ عرصہ برہان پور میں ٹھہرا یا اور مستفید ہوئے۔ 1020ھ کو واپس ہندوستان آئے اور درس وافادہ کی مسند آراستہ کی۔

اس اثناء میں علماء ومشائخ کی کثیر تعداد نے ان سے استفادہ کیا۔ خود والئی بلخ سلطان امام قلی ازبک ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگیا۔ وہ ہفتے میں ایک مرتبہ ان کی خدمت میں آتا اور فیض حاصل کرتا۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:487)

(129) سید نعمت اللہ فیروز پوری رحمۃ اللہ علیہ

سید نعمت اللہ بن عطاء اللہ نارنولی رحمۃ اللہ علیہ فیروز پوری کا لقب جلال الدین تھا، عالم کبیر اور فاضل وقت تھے۔ مولد ومنشا نارنول ہے، بڑے ہوئے تو حصول علم کیلئے مختلف بلاد وامصار کی خاک چھانی، جون پور بھی گئے اور شیخ محمد افضل عثمانی جون پوری سے علم

Marfat.com

ہیئت پڑھا' پھر ازدواجی زندگی اختیار کی اور فیروز پور میں متوطن ہوئے۔ فیروز پور (مضافات کوٹ) میں سیف خاں نے انہیں کچھ زمین عنایت کردی تھی۔ شاہ جہان بادشاہ کا بیٹا شاہ شجاع جب باپ کی طرف سے بنگال کا والی بنا تو ان کے حلقہ بیعت میں داخل ہو گیا تھا اور شہزادے کی بیعت اور خود ان کے زہد و تقویٰ کی بناء پر لوگوں میں انہیں بے حد مقبولیت اور شہرت حاصل ہو گئی تھی۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:490)

(130) شیخ نور محمد پٹنی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ نور محمد حنفی نقشبندی پٹنی رحمۃ اللہ علیہ عالم و فقیہ اور صاحب فضل و صلاح تھے۔ وقت کے معروف اساتذہ سے اخذ علم کیا' کشورِ ہند کے متعدد خدا دوست حضرات سے ملے اور بلند مرتبت مشائخ سے مستفیض ہوئے۔ بعد میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طویل مدت تک ان سے منسلک رہے اور اذکار و اشغال اور تصوف و معرفت کے مرتبہ بلند کو پہنچے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اپنا خلیفہ مقرر کیا اور واپس وطن جانے کی اجازت فرمائی۔ انہوں نے دریائے گنگا کے کنارے سکونت اختیار کرلی تھی اور وہاں ایک مسجد تعمیر کرلی تھی۔ ان سے بہت سے اہم لوگوں نے استفاضہ کیا۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:493)

(131) مفتی وجیہ الدین گاپاموی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی وجیہ الدین بن عیسیٰ بن آدم بن محمد صدیقی گوپاموی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ جعفر بن نظام الدین عثمانی امیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ ممتاز عالم' تیز ذہن اور صاف دل بزرگ تھے' تقریر نہایت عمدہ کرتے تھے' علم معانی و بیان میں اپنے دور کے عدیم المثال عالم تھے' اپنے جدامجد شیخ جعفر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علمائے عصر سے تعلیم حاصل کی۔ علم و تحقیق کی گود میں پرورش پائی اور تصوف و طریقت کے ماحول میں تربیت کی منزلیں طے کیں۔ ان کے والد مفتی عیسیٰ بن آدم گوپاموی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 29 ذی الحجہ 1023ھ/20 جنوری 1615ء) بہت بڑے عالم اور گوپامئو کی مسند افتا پر فائز تھے اور دور جہانگیری کے نامور عالم تھے' والد کی وفات کے بعد یہ مسند افتا ان کے حصے میں آئی۔

فتاویٰ عالمگیری کی تدوین و تالیف میں شرکت کے علاوہ مفتی ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نے اور بھی کئی تصنیفی کام کئے' مثلاً حصن حصین کی شرح' خیالی اور مطول پر حواشی و تعلیقات' تصوف و سلوک سے متعلق رسائل حلقہ اہل علم میں مشہور ہیں۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:493)

(132) میر سید یحییٰ بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ

میر سید یحییٰ بن عبدالواحد بن ابراہیم بن قطب الدین حسینی بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 2 ذی القعدہ 975ھ/11 جنوری 1578ء کو ہوئی اور علم و معرفت کے ماحول میں پرورش پائی۔ اپنے والد گرامی میر سید عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 3 رمضان المبارک 1017ھ/ یکم دسمبر 1608ء) سے علم حاصل کیا اور فضل و کمال کو پہنچے پھر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اپنے وقت

Marfat.com

کے شیخ اور عالم وفقیہ تھے' نیک' متقی زاہد وعابد' قانع اور متوکل علی اللہ تھے۔ قرآن مجید کے حافظ تھے' تلاوت اس انداز سے کرتے کہ سامعین پر وجد کی سی کیفیت طاری ہوجاتی۔ انسانی شکل میں فرشتہ تھے' دنیا اور اس کے مال و اسباب سے کوئی تعلق نہ تھا' سلوک وطریقت سے متعلق ایک کتاب ''میزان الاعمال ومعیار الاحوال'' کے نام سے تصنیف کی۔ بلگرام میں فوت ہوئے اور اپنے باپ میر سید عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب دفن کئے گئے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:496)

(133) شیخ یعقوب صرفی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا یعقوب بن شیخ حسن صرفی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ خطہ کشمیر کے عالم کبیر' ممتاز شیخ اور فاضل بزرگ تھے۔ 908ھ/1503ء کو کشمیر میں پیدا ہوئے' فطانت وفراست اور زیرکی وبزرگی کے آثار صغرسنی ہی میں ہویدا تھے' سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا تھا۔ حصول علم کیلئے اپنے دور کے جلیل القدر علماء کی خدمت میں حاضری دی۔ صرف ونحو اور فقہ کی کتابیں مولانا رضی الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ منطق' فلسفہ وحکمت اور معانی وبیان کا علم شیخ بصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا اور عرصہ تک ان کی خدمت میں رہے' شعر وعروض کیلئے مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد شیخ محمد آنی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا۔ حصول علم کے بعد اخذ طریقت کا شوق پیدا ہوا اور سمرقند کی راہ لی۔ وہاں شیخ حسین خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ طریقت میں داخل ہوئے اور کچھ عرصہ ان کے پاس مقیم رہے' پھر واپس اپنے وطن کشمیر آگئے اور سلسلہ تدریس شروع کیا۔ اس کے بعد عازم حجاز ہوئے اور سعادت حج حاصل کی۔ مدینہ منورہ گئے۔ حجاز کے علمائے عظام سے استفادہ کیا اور شیخ ابن حجر ہیثمی مکی رحمۃ اللہ علیہ سے کتب حدیث کا درس لیا' حجاز مقدس سے بغداد کا عزم فرمایا اور وہاں کے مشائخ کرام سے مستفیض ہوئے۔

عظیم المرتبت مصنف بھی تھے' یہ کتابیں ان کی تصانیف میں شامل ہیں' تفسیر قرآن حکیم جو نامکمل رہی' شرح صحیح بخاری' مغازی النبوۃ' حاشیہ توضیح وتلویح' مسلک الاخیار' رسالہ اذکار' مقاماتِ مرشد' مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کی جواہر خمسہ کا جواب' شرح رباعیات وغیرہ۔ شیخ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ صرفی اپنے دور کے جلیل القدر عالم اور فقیہ تھے' انہوں نے پنجشنبہ کے روز بعد نماز عشاء 12 ذی القعدہ 1003ھ/9 جولائی 1595ء کو وفات پائی۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:496)

(134) مفتی یوسف کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ

مفتی یوسف کشمیری رحمۃ اللہ علیہ بے مثال عالم اور بے نظیر فقیہ تھے' مباحثہ ومعارضہ میں ایسے تیز اور حاضر جواب کہ کوئی انہیں زیر نہ کرسکا۔ اس دور کے علماء میں سے ملا فاضل رحمۃ اللہ علیہ اور ملا عبدالرزاق کشمیری رحمۃ اللہ علیہ بالخصوص ان کے علمی کمالات کے معترف تھے اور کسی بحث میں انہیں مغلوب نہ کرسکتے تھے۔ فقراء اور مشائخ سے بڑی محبت سے پیش آتے' نہایت تواضع اور انکسار سے ملتے اور ان کی خدمت کو بڑی سعادت سمجھتے۔ مفتی یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ملا عبدالنبی رحمۃ اللہ علیہ تھے' وہ بھی اپنے وقت میں دیارِ کشمیر کے فقیہ اور جلیل القدر عالم تھے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:499)

Marfat.com

(135) سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ

سلطان اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ تصوف وسلوک میں بھی دلچسپی رکھتا تھا اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی شیخ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھا۔ سلسلہ طریقت میں وہ شیخ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے نامور بیٹے شیخ سیف الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقے میں داخل تھا اور اپنے والد سلطان شاہ جہان رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے شیخ موصوف کے ساتھ کامل وابستگی اختیار کرلی تھی۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:516)

تخت نشینی میں علمائے کرام کا حصہ

اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ دین دار بادشاہ تھا' علماء ومشائخ کا قدر دان تھا' ان کی صحبت میں بیٹھتا اور ان سے شرعی مسائل دریافت کرتا تھا۔ اس کے برعکس بڑے بھائی دارا شکوہ کی دینی اور مذہبی حالت نہایت قابل اعتراض اور احکام اسلام کے منافی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کی تخت نشینی میں علماء ومشائخ نے اہم کردار ادا کیا اور پوری کوشش کی کہ یہی شخص آئندہ ہندوستان کی مسند حکومت پر متمکن ہو۔ چنانچہ نواب سعد اللہ خاں نے بھی جو شاہ جہان کے بدرجہ غایت معتمد علیہ وزیر اعظم' انتہائی فہیم اور بہت بڑے عالم دین تھے' کئی دفعہ دربار میں شاہ جہان اور سب امرائے سلطنت کے سامنے اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کی حمایت کی۔

تخت نشینی کے بعد اورنگ زیب نے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دونوں صاحبزادوں خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کو دربار شاہی میں تشریف لانے کی دعوت دی تھی' جو انہوں نے قبول فرمائی تھی۔ اس کے بعد بھی وہ کئی بار اس کے دربار میں گئے' حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے شیخ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی عالمگیر نے ملاقات کی۔ شیخ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے شیخ سیف الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ عقیدت رکھتا تھا۔ ایک روایت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ اورنگ زیب کے زمانہ شاہزادگی میں خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ اور بھتیجے شیخ سعد الدین رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس دکن میں مقیم تھے اور جب وہ دارا شکوہ کے مقابلے کو نکلا تو خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ اس کی فوج میں شریک تھے۔ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ حج کو گئے تو مدینہ منورہ میں اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کی کامیابی کی دعا کی۔ پھر انہوں نے ایک مکتوب میں اس کو جہاد کا مشورہ بھی دیا تھا اور لکھا تھا کہ **اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک گھڑی کا جہاد حرم مکہ میں حجر اسود کے پاس لیلۃ القدر کے قیام سے افضل ہے**۔ بہرحال اس بات کے متعدد ثبوت ملتے ہیں کہ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کو جہاد کی تلقین کی اور اس کی مجاہدانہ سرگرمیوں پر خوشی کا اظہار فرمایا یہ بھی واقعہ ہے کہ اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ ان کا بے حد معتقد تھا اور اس خاندان کے تمام حضرات سے دلی عقیدت رکھتا تھا۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:534)

صوفیاء کا کردار

قصور کے افغانوں نے شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ عبد الخالق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی کامیابی کیلئے دعا کی درخواست کی۔ پھر یہ بھی منقول ہے کہ اس سے پہلے شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وفات سے قبل اپنے مریدوں کو اورنگ

Marfat.com

زیب کی حمایت کرنے کی نصیحت فرمائی تھی۔ یہ بھی تذکروں میں مرقوم ہے کہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاف میں سے شیخ الاسلام خواجہ عابد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جن کا شمار ماوراء النہر کے جید علماء میں ہوتا تھا اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کی حمایت کی تھی۔

گزارش کا مقصد یہ ہے کہ اس زمانے میں علماء و مشائخ داراشکوہ کے سخت مخالف تھے اور اس کے مذہبی رجحانات کی شدت سے نکیر کرتے تھے۔ اس کے مقابے میں وہ اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے پورے زور اور دلائل سے حامی تھے۔ لہٰذا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اورنگزیب عالمگیر کو تاج شہنشاہی پہنانے میں ہندوستانی علماء و مشائخ نے بھرپور حصہ لیا۔ (فقہائے ہند ج:4 ص:535)

حالت جنگ میں نماز

جب وہ بلخ کی مہم پر عبدالعزیز خاں کے خلاف محاذ آرا تھا تو عین حالت جنگ میں نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ دشمن کی فوجیں ہر طرف سے تیر برسا رہی تھیں لیکن یہ استقلال کا پیکر اور بہادری کا پتلا کمال اطمینان سے گھوڑے سے اترا' وضو کیا' نماز کی صف آراستہ کی' باجماعت فرض ادا کئے اور حضور قلب کے ساتھ سنتیں اور نفل پڑھے۔ عبدالعزیز والی بلخ نے یہ منظر دیکھا تو یہ کہہ کر لڑائی سے دستبردار ہو گیا کہ ایسے شخص سے لڑنا ہلاکت کو دعوت دینا ہے۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:547)

سخاوت اور غریب پروری

اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ ہندوستان کا عظیم بادشاہ تھا' کشور کشا اور جنگ جو۔۔۔۔ اس کے رعب و دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ دور دراز علاقوں میں بیٹھے ہوئے سرکش سے سرکش لوگ بھی اس سے لرزتے تھے لیکن اس کی زندگی کا ایک پہلو اور بھی تھا' اس کے اندر انسان کا دل تھا اور دل میں خدا ترسی اور رحم کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا' وہ رعایا کیلئے انتہائی مشفق اور سخی تھا۔

مآثر عالم عالمگیری کے مصنف محمد ساقی مستعد خاں نے جلوس عالمگیری کے سترہویں سال 1084ھ (1674ء) کے واقعات میں یہ واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے کہ جب اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ حسن ابدال گیا تو وہاں کے باغ میں قیام پذیر ہوا' باغ کی دیوار کے ساتھ ایک ضعیف بڑھیا کا مکان تھا' جس میں اس نے ایک پن چکی لگا رکھی تھی اور پن چکی کو پانی باغ سے آتا تھا۔ ملازمین شاہی نے پانی روک لیا اور پن چکی بند ہو گئی۔ بادشاہ کو پتا چلا تو فوراً پانی کھلوا دیا' رات کو جب کھانے پر بیٹھا تو اپنے خادم ابوالخیر کے ہاتھ بڑھیا کیلئے کھانا اور پانچ اشرفیاں بھیجیں اور کہا کہ میری طرف سے بڑھیا کو سلام کہو اور اس سے معذرت کرو کہ ہماری وجہ سے تم کو جو تکلیف ہوئی ہے اس کی معافی چاہتا ہوں۔ نیک خصال شہنشاہ نے اس پیغام پر ہی اکتفا نہیں کیا' صبح ہوئی تو پالکی بھیج کر بڑھیا کو بلایا اور حرم سرا میں بھیجا۔ بیگمات شاہی کے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ بڑھیا غریب اور تنگدست ہے' اس کی دو غیر شادی لڑکیاں اور دو لڑکے ہیں' بادشاہ نے دو سو روپے عنایت کئے اور مستورات نے زر و جواہر دیے۔ دو تین دن کے بعد بڑھیا کو پھر بلایا اور لڑکی کی شادی کیلئے دو ہزار روپے عنایت کئے۔ محل کی عورتوں اور شہزادوں نے روپے اور

اللہ تعالیٰ صوفیاء کی مانتا ہے

والدہ نے مجھ سے کہا، ایسی کوئی بات نہ کہنا جس سے تمہارے حق میں تمہارے والد رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے برا کلمہ نکل جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ انکی سنتا ہے۔ میں نے پوچھا، کیا وہ ہماری نہیں سنتا؟ فرمایا، سنتا تو سب کی ہے مگر جو اس کے ولی ہیں، انکی جلدی مان لیتا ہے۔ (گلستان حدیث ص ۱۰۶)

Marfat.com

اشرفیاں دیں۔ چند روز کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ غریب بڑھیا امیر ہو چکی تھی۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:549)

اصلاحی اقدامات

اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے تخت ہند پر متمکن ہوتے ہی بہت سے اصلاحی اقدامات کئے اور ان متعدد رسوم کو ختم کیا جو اسلام کے منافی تھیں اور پہلے سے جاری تھیں۔ ان کی جگہ ایسی چیزیں نافذ کیں جو شریعت اسلامی سے ہم آہنگ تھیں۔ مثلاً مغلیہ عہد میں سکوں پر کلمہ طیبہ کندہ کیا جاتا تھا اور یہ سکہ ہر قسم کے پاک اور ناپاک ہاتھوں میں گردش کرتا تھا۔ اس سے کلمہ طیبہ کی حرمت مجروح ہوتی تھی' لہٰذا عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے ملکی سکے پر کلمہ طیبہ لکھنا ممنوع قرار دے دیا۔ اورنگزیب نے ایک اہم اصلاحی قدم یہ اٹھایا کہ مسلمانوں سے زکوٰۃ کی وصولی لازمی قرار دی اور ہندوؤں پر جزیہ عائد کیا۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:551)

دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطیع فرمانبردار بادشاہ

ہندوستان کے اس شہنشاہ کو علمی لحاظ سے عالم دین کہنا چاہئے' یہ متعدد مروجہ علوم وفنون میں مہارت رکھتا تھا۔ فقہ حنفی میں بالخصوص درک حاصل تھا' اس کا قول ہم دوش عمل اور کردار ہم سر شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا۔ ورع وتقویٰ میں ممتاز' **نماز باجماعت کا پابند تہجد گزار اور قائم اللیل تھا**۔ اگر دہلی میں مقیم ہوتا تو نماز جمعہ باالتزام وہاں کی جامع مسجد میں پڑھتا' تراویح کا التزام کرتا اور رمضان کے عشرہ آخر میں اعتکاف کرتا' ہر سوموار' جمعرات اور جمعہ کو روزے رکھتا۔ اس کے علاوہ جن ایام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روزے رکھنا ثابت ہے ان میں باقاعدہ روزے رکھتا۔ رمضان المبارک کے روزوں کا تو اس درجہ اہتمام کرتا کہ شدید گرمیوں میں بھی اس ماہ مبارک کے روزے اس سے قضا نہ ہوتے۔ زکوٰۃ ادا کرتا اور غرباء ومساکین کی کھل کر امداد کرتا۔ اپنی ملکی اور انتظامی مجبوریوں کی بناء پر خود تو حج بیت اللہ کی سعادت حاصل نہ کر سکا البتہ بہت سے لوگوں کو ہر سال اپنے خرچ سے حرمین شریفین بھیجتا۔ قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت کرنا اس کا معمول تھا' بیواؤں' یتیموں اور بے سہارا مردوں اور عورتوں کو معقول رقم عنایت کرتا۔ وظائف بکثرت پڑھتا اور ادعیہ ماثورہ یعنی جو دعائیں کتب حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ومنقول ہیں ورد زبان رکھتا۔ سنن ونوافل کی پابندی کرتا اور ہمیشہ باوضو رہتا۔ غیر شرعی لباس سے خود بھی اجتناب کرتا اور امرائے مملکت اور وزرائے سلطنت کو بھی اس سے سختی کے ساتھ روکتا' منہیات سے دامن کشاں رہتا' مساجد میں جاتا اور ملک میں مسجدوں کی آبادی وتعمیر کرتا۔ مساجد میں امام مقرر کئے جاتے اور انتظام کیلئے انہیں خرچ دیا جاتا۔ علماء ومشائخ کی صحبت میں بیٹھتا اور ان سے مستفید ومستفیض ہوتا۔ کھانے پینے کے شاہانہ تکلفات سے مجتنب رہتا۔ خوراک بہت سادہ اور کم کھاتا' الغرض اس کی زندگی اسلام کے قالب میں ڈھلی ہوئی تھی اور ہندوستان کا یہ عظیم بادشاہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطیع وفرمانبردار تھا۔

قرآن مجید سے شغف ومحبت

قرآن مجید سے بدرجہ غایت شغف وتعلق خاطر رکھتا تھا۔ بعض سورتیں تو ابتدا ہی سے حفظ تھیں' سریر آرائے سلطنت ہونے کے بعد پورا قرآن مجید حفظ کیا۔ کسی نے ابتدائے حفظ کی تاریخ سورہ الاعلیٰ کی اس آیت سے نکالی:

Marfat.com

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى -(سورۃ الاعلیٰ:6)-(1071ھ)

اس آیت کے معنی یہ ہیں: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کو قرآن مجید اچھی طرح پڑھا دیں گے پھر آپ سے بھولیں گے نہیں''۔ واقعہ یہ ہے کہ اس سے بہتر کوئی تاریخ نہیں ہوسکتی تھی' قرآن مجید پورا حفظ کرلیا تو لوح محفوظ (1072ھ) تاریخ ہوئی۔

(فقہائے ہند:ج۵ ص:551۔552)

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس شہنشاہ ہند کو نہایت شغف ومحبت تھی' اگرچہ اس زمانے کے ہندوستان میں کتب حدیث کی زیادہ نشر واشاعت نہیں ہوئی تھی لیکن جو کتابیں میسر آتیں اورنگزیب ان سے پورا استفادہ کرتا اور حدیث کی معرفت اور آگاہی کیلئے کوشاں ہوتا۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ تخت نشین سلطنت سے ہونے سے پہلے کتاب الاربعین مرتب کی' جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس احادیث مبارکہ جمع کیں۔ پھر مسند نشین مملکت ہونے کے بعد بھی چالیس احادیث مبارکہ پر مشتمل ایک اربعین مرتب کی۔ بعد ازاں دونوں اربعین کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا اور ان پر تعلیقات وفوائد تحریر کئے۔

علم فقہ میں درک اور فتاویٰ عالمگیری کی تدوین

اورنگزیب عالمگیر مسائل فقیہہ میں عبور رکھتا اور اس کی جزئیات کا ماہر تھا' فقہ کے متعلق اس کی بہت بڑی خدمت یہ ہے کہ دیار ہند کے علمائے کرام کی ایک عظیم جماعت سے ''فتاوی ہندیہ'' مرتب کرایا جو فتاویٰ عالمگیری کے نام سے مشہور ہے۔ یہ فتاویٰ عربی زبان میں ہے اور چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کی ترتیب وتدوین صرف ایک شخص یا دو چار علماء کی علمی کوششوں کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ علمائے دین اور فقہائے کرام کی ایک بڑی اور ممتاز جماعت کی مساعی جمیلہ سے معرض تصنیف میں آیا۔ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے جن علمائے کرام کو اس کی ترتیب وتدوین کیلئے منتخب کیا وہ اس دور کے علمی میدان میں اپنا کوئی حریف نہ رکھتے تھے' علاوہ ازیں زہد وتقویٰ اور تدین وورع میں بھی ان کا مقام بہت بلند تھا۔ انہوں نے بدرجہ غایت عرق ریزی سے یہ فریضہ انجام دیا۔ (فقہائے ہند:ج۵ ص:554)

بزرگان سرہند سے تعلق خاص

بزرگان سرہند سے عالمگیر کو خاص تعلق ارادت اور بے پناہ عقیدت تھی' وہ خود بھی ان کا مرید تھا اور دوسروں کو بھی ارادت کیلئے ان کے پاس بھیجتا تھا' اس کا ثبوت بہت سے واقعات سے ملتا ہے جن میں ایک واقعہ مآثر عالمگیری میں اس طرح درج ہے کہ ایک مرتبہ عالمگیر کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ میں بادشاہ کا مرید ہونے کیلئے بنگالہ کے دور دراز ملک سے آیا ہوں۔ بادشاہ کو اطلاع ہوئی تو اس نے مسکرا کر جیب سے کچھ نقدی نکالی اور ملازمین سے کہا کہ یہ شخص ہمارے فیض سے جس چیز کا امیدوار ہے وہ یہی ہے یہ اسے دے دو لیکن اس شخص نے بادشاہ کا عطیہ پھینک دیا اور مایوس ہوکر دریا میں چھلانگ لگا دی۔ قریب ہی شاہی خیمے نصب تھے دریا میں پیراک کود پڑے' اسے نکالا تو بادشاہ نے ہندی کا ایک شعر پڑھ کر کہا کہ اس شخص کو میاں محمد نافع سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے جاؤ اور انہیں کہو کہ اسے مرید کرکے سرہندی ٹوپی اس کے سر پر رکھیں۔

Marfat.com

وہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے بزرگوں کا نہایت عقیدت مند تھا اور ان کو اکثر دربار میں تشریف لانے کی تکلیف دیتا۔ خاندان مجددیہ کے بزرگوں میں ایک بزرگ شیخ سیف الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ تھے' جو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند رشید تھے۔ یہ درجہ غایت نیک اور متقی تھے' بہت بڑے عالم و فاضل اور فقیہ تھے' ایک مرتبہ اورنگزیب نے خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا جس میں درخواست کی کہ مہربانی کر کے وعظ و نصیحت کیلئے کسی بزرگ کو دہلی بھیجا جائے۔ چنانچہ خواجہ ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ کے اس خط کو درخور اعتنا گردانا اور اپنے بیٹے شیخ سیف الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کے پاس دہلی بھیجا۔ بادشاہ نے نہایت تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا اور قلعے میں تشریف لانے کی درخواست کی۔ شیخ ممدوح رحمۃ اللہ علیہ جب بادشاہ' امراء اور وزراء کی معیت میں دہلی کے لال قلعے میں داخل ہونے لگے تو دیکھا کہ صدر دروازے پر دو ہاتھیوں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں' جن پر دو فیل بان سوار ہیں۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ وہیں رک گئے اور قلعے میں جانے سے انکار کر دیا۔ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس گھر میں تصویر ہو' اس میں رحمت کا فرشتہ داخل نہیں ہوتا۔ لہٰذا **جو گھر رحمت خداوندی سے محروم ہے' سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ اس میں نہیں جا سکتا۔** چنانچہ بادشاہ کے حکم سے ہاتھی اور فیل بانوں کی تصویریں توڑ دی گئیں اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ قلعے میں داخل ہوئے۔

سونے کے مجسمے تڑوا دیے

اسی قسم کا ایک اور واقعہ تذکروں میں مذکور ہے کہ شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ دہلی گئے تو ایک روز بادشاہ نے ان کو باغ حیات کی سیر کو جانے کی درخواست کی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ سیر کرتے کرتے تالاب پر پہنچے تو اس میں سونے کی مصنوعی مچھلیاں پڑی تھیں' جن کی آنکھوں پر جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ انہیں دیکھ کر نہایت کبیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا جب تک ان مچھلیوں کو توڑا نہیں جائے گا میں یہاں نہیں بیٹھوں گا۔ باغ کے محافظوں نے تالاب کی خوبصورتی میں کمی واقع ہونے کے خیال سے مچھلیوں کو توڑنے میں تامل کیا' لیکن بادشاہ نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت کے مطابق اسی وقت مچھلیاں تڑوا ڈالیں اور کہا کہ مچھلیوں کی نسبت خاطر شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہمارے لئے زیادہ نفع بخش ہیں۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ واپس سرہند تشریف لے گئے تو بادشاہ نے خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو شکریہ کا خط تحریر کیا اور شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پند مواعظ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تحسین کی۔ خواجہ ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بادشاہ کو جواب میں مکتوب ارسال کیا' جس میں رقم فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کا بے پایاں شکر ہے کہ فقیر زادہ کو منظور نظر اور لائق التفات سمجھا گیا اور اس کے اثر صحبت کو نتیجہ خیز قرار دیا گیا۔ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا فقیر زادے کی فطرت میں داخل ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے اس نعمت عظمیٰ سے اسے بہرہ مند فرمایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ آپ نے طمطراق بادشاہی اور دبدبہ سلطانی کے باوجود کلمہ حق سنا اور اسے تسلیم کیا۔

یاد رہے یہ تصویریں وغیرہ اورنگزیب سے پہلے سے چلی آرہی تھیں' ورنہ خود اسے ذاتی طور پر اس قسم کا کوئی شوق نہ تھا۔

(فقہائے ہند ج:۵ ص:555-556)

Marfat.com

قرآن مجید کی کتابت کا سلسلہ

اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے اوضاع واطوار میں دیگر بادشاہوں سے بالکل ایک ممتاز نوعیت کا بادشاہ تھا۔ وہ نہایت خوش خط تھا' خط نسخ میں بالخصوص مہارت رکھتا تھا' قرآن مجید کی کتابت کا اسے بہت شوق تھا' دو قرآن مجید اپنے قلم سے لکھ کر حرمین شریفین بھیجے۔ واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ دوسرے مشاغل کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی کتابت کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ اس کے ہاتھ کے کتابت شدہ قرآن مجید کے نسخے مختلف انداز میں بعض ذرائع سے لوگوں میں فروخت ہوتے رہتے تھے' یہ رقم الگ رکھی جاتی تھی۔ ایک روایت کے مطابق بادشاہ ٹوپیاں سی کر بھی فروخت کرتا تھا۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:564)

عبادت گزاری اور شریعت کی پاسداری

مغلوں کی تاریخ میں عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ سب سے پہلا بادشاہ تھا جو پکا مسلمان تھا۔ ممنوعات و مکروہات سے خود بھی پرہیز کرتا اور دوسروں کو بھی اس سے روکتا تھا۔ عبادت گزاری' عدل گستری' شریعت کی پاسداری' اصابت رائے اور شجاعت میں کوئی بادشاہ اس کی مثل نہ تھا۔ قرائن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان میں یہ خالص اسلامی حکومت قائم کرنے کا خواہاں تھا اور اس میں بہت حد تک کامیاب بھی ہو گیا تھا لیکن انتظامی معاملات کی پیچیدگیوں اور مختلف حریف طاقتوں کی بے جا مداخلتوں نے اس کا پورا موقع فراہم نہ ہونے دیا۔ **اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ نے لمبی عمر پائی مگر اللہ تعالیٰ نے اسے ہر قسم کی سنگین بیماریوں سے محفوظ رکھا** اور حواس خمسہ میں باقاعدہ اعتدال قائم رہا۔ ایک روایت کے مطابق سماعت میں کسی قدر خلل آ گیا تھا مگر اس کا بھی کسی کو احساس نہ ہوتا تھا۔

دور آخر کا ایک رقت انگیز واقعہ

شہنشاہ اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال سے ایک سال اور چند ماہ پیشتر ارادت خاں منڈو مالوا کا قلعہ دار اور فوج دار مقرر ہوا تھا' رخصتی ملاقات کیلئے حاضر ہوا تو بادشاہ نے خود خواب گاہ کا پردہ ہٹا کر اسے اندر بلا لیا اور فرمایا: اب ہمارے اور تمہارے درمیان جدائی ہے' ملاقات کہاں ہوگی۔ تمہارے متعلق ہم سے دانستہ یا نادانستہ کوئی نامناسب امر پیش آیا تو اسے معاف کر دو اور تین مرتبہ کہو معاف کیا۔ اسی طرح تم نے ہماری بہت خدمت کی ہے' اگر دانستہ یا نادانستہ تم سے کوئی تقصیر ہوگئی ہو تو ہم بھی اسے معاف کرتے ہیں''۔

ارادت خاں کہتا ہے کہ شہنشاہ کی زبان سے یہ الفاظ سن کر شدت گریہ گلوگیر ہوگئی اور میرے حلق سے آواز نہیں نکلتی تھی' تاہم حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے انتہائی اصرار پر میں نے حالت گریہ ہی میں تین مرتبہ ''معاف کیا'' کہا' خود شہنشاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی آب دیدہ ہو گیا اور دعائے خیر کے بعد مجھے رخصت کیا۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:569)

آخری دور اور تجہیز و تکفین کی وصیتیں

مورخین کہتے ہیں کہ آخری ایام زندگی میں شہزادہ کام بخش اور شہزادہ محمد اعظم بھی احمد نگر میں باپ کے پاس پہنچ گئے تھے۔ کام بخش کو اس نے بیجاپور کا والی مقرر کر کے بھیجا اور محمد اعظم کو اس کے اپنے صوبے میں جانے کا حکم دیا۔ ان کے رخصت ہونے کے بعد

Marfat.com

بخار نے شدت اختیار کر لی تاہم عالمگیر تین چار روز تک باقاعدہ نماز با جماعت ادا کرتا رہا' اس اثناء میں حمید الدین خاں نے نجومیوں کی تجویز کے مطابق عرض داشت پیش کی کہ اس موقع پر ایک ہاتھی اور ایک بیش قیمت الماس بطور تصدق دینا چاہئے۔ صاحب تقویٰ بادشاہ نے اس عرض داشت پر تحریر کیا کہ ہاتھی تصدق کرنا ستارہ پرست ہندوؤں کا عقیدہ ہے' الماس اور ہاتھی تصدق کرنے کے بجائے چار ہزار روپے مستحقین میں تقسیم کرنے کیلئے قاضی القضاۃ کو دیے جائیں۔ ساتھ ہی بصورت وصیت لکھا کہ:

1۔ وفات کے بعد اس خاکسار کو سپرد خاک کر دیں تابوت کے تکلف میں نہ پڑیں۔

2۔ ٹوپیاں سینے کی اجرت سے چار روپے دو آنے عیسیٰ بیگ محل دار کے پاس موجود ہیں' اس سے کفن خریدا جائے۔

3۔ تین سو پانچ روپے کتابت قرآن مجید کی اجرت کے ہیں' وہ میری موت پر فقرا و مساکین میں بانٹ دیے جائیں۔

4۔ **میرا سر ننگا رکھا جائے' اس لئے کہ خدا تعالیٰ کی بارگاہِ جلال میں ننگے سر جانے سے امید ہے کہ رحم و کرم کا مستحق ٹھہروں گا۔**

خواہش کے مطابق جمعے کو وفات

شہنشاہ اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ کاش اس کی وفات جمعہ کے روز ہو' جو شخص جمعہ کے دن فوت ہوتا' اس پر بادشاہ رشک کرتا۔ 28 ذیقعد 1118ھ (21 فروری 1707ء) کو جمعہ کا دن تھا' فجر کی نماز جماعت کے ساتھ بیٹھ کر پڑھی' نماز فجر کے بعد حسرت بھری نگاہوں سے آسمان کی طرف دیکھا' مطلب یہ تھا کہ کاش یوم رحلت جمعہ ہو' اشراق کی نماز بھی ادا کی۔ پھر بادشاہ غسل خانے میں گیا' غسل خانے سے پلنگ پر آیا' ہمیشہ باوضو رہنا اس کا معمول تھا' اگر کسی وجہ سے فوری طور پر پانی میسر نہ ہوتا تو پانی آنے تک تیمم کر لیتا۔ پلنگ پر آنے کے بعد تیمم کیلئے ابھی پہلی ضرب لگا کر چہرے پر ہاتھ پھیرے تھے کہ روح تنگ ہائے بدن سے نکل کر اعلیٰ علیین میں پہنچ گئی۔ مبارک اللہ واضح کے بقول اس کے بعد بھی انگشت ہائے مبارک ایک ساعت تک معمول کے مطابق عقد انامل (تسبیح پڑھنے میں) میں مصروف رہیں۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:570)

(136) سید آل محمد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ

سید آل محمد بن برکت اللہ حسینی واسطی بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ "سبع سنابل" کے فاضل مصنف شیخ عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ کی نسل سے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی سید برکت اللہ بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ "صاحب البرکات" کے لقب سے ملقب تھے اور عالم و فاضل بزرگ تھے۔ لائق بیٹے نے پدر بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور اخذ طریقت بھی انہی سے کیا۔ ان کے سایہ عاطفت میں تربیت باطنی کی بہت سی منزلیں طے کیں اور خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے' اپنے دور کے جلیل القدر عالم اور فقیہ تھے' والد کی وفات کے بعد اپنے آبائے کرام کے سجادہ خلافت پر متمکن ہوئے۔ اتباع شریعت مطہرہ میں راسخ اور عمل و عقیدہ میں پابند سنت

Marfat.com

محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ہمیشہ مطالعہ کتب میں مصروف رہتے اور اپنے وقت کا کوئی لحہ غیر دینی کاموں میں صرف نہ کرتے۔ ان کے والد محترم سید برکت اللہ بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف و معرفت پر جو کتابیں تصنیف کی تھیں، ان کا مطالعہ خصوصیت سے کرتے۔ ازالہ امراض قلبی میں مسیحا کی حیثیت رکھتے تھے اور سرگشتگانِ وادیٔ شوق سے انتہائی نرمی اور حلم سے بات کرتے۔ حدود شریعت کے جادۂ مستقیم سے کبھی ادھر اُدھر نہ رکھتے۔ برصغیر کے اس صوفی عالم وفقیہ نے 15 رمضان المبارک 1164ھ/ 27 جولائی 1751ء کو مارہرہ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ (فقہائے ہند ج: ۵ ص: 575)

(137) سید آیت اللہ رائے بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

سید آیت اللہ حسنی نصیر آبادی ثم بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، سید علم اللہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند کبیر اور صالح عالم دین تھے۔ شجاع اور جوانمرد بھی تھے، علوم دینیہ اور تحصیل فقہ کیلئے اپنے والد گرامی قدر کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ حفظ قرآن مجید کی نعمت بھی حاصل کی، قرآن مجید سے انتہائی شغف تھا، ایک مرتبہ نصیر آباد گئے ہوئے تھے کہ ہلال رمضان طلوع ہوا۔ والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ نے پیغام بھیجا کہ رائے بریلی آجائیں اور نماز تراویح میں قرآن سنائیں۔ نصیر آباد میں ان کے عم محترم دیوان سید احمد رحمۃ اللہ علیہ فروکش تھے۔ انہوں نے اصرار کیا کہ جب تک ہمیں پورا قرآن نہ سناؤ گے ہرگز رائے بریلی جانے نہ دوں گا۔ سید آیت اللہ نے پہلی ہی رات تراویح کی دو رکعتوں میں انتیس پارے مکمل کردیے اور باقی رکعتوں میں تیسواں پارہ مکمل کردیا اس طرح عم محترم کی خواہش پوری کرکے یکم رمضان کو باپ کے حکم کی تعمیل میں رائے بریلی پہنچ گئے۔

میدان جہاد میں نماز جمعہ کی ادائیگی

آغاز شباب میں جہاد کا بہت شوق تھا، اسی جذبہ شوق کے تحت چند اقرباء کو ساتھ لے کر ناظم گورکھ پور کے پاس ملازم ہوگئے تھے۔ ایک دفعہ ایک جاگیردار کی سرکشی یہاں تک پہنچی کہ اس نے گورکھ پور حملہ کردیا۔ جمعۃ المبارک کا دن تھا، سید آیت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نماز کیلئے مسجد جارہے تھے کہ ناظم گورکھ پور فوج لے کر اس سرکش جاگیردار کے مقابلے کیلئے نکل پڑا، سید آیت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا **پہلے جمعہ ادا کرلینا چاہئے پھر لڑیں گے**۔ ناظم بولا جب تک آپ جمعہ سے فارغ ہوں گے دشمن اپنا کام ختم کرکے جاتا بنے گا۔ آپ پیرزادہ ہیں، نماز ادا فرمائیں اور دعا کریں ہم تو سب سے پہلے دشمن کا قلع قمع کریں گے۔

سید آیت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا، مسجد میں گئے اور اطمینان سے جمعہ پڑھا، پھر اپنے ساتھیوں کو لے کر لڑائی کیلئے نکلے تو دیکھا کہ ناظم لشکر باغی جاگیردار کے مقابلے میں شکست کھا کر پسپا ہوتا ہوا شہر کے قریب پہنچ گیا ہے۔ سید آیت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لشکر کو روکا اور جب دیکھا کہ یہ لوگ ہمت ہار چکے ہیں تو اپنی جماعت کو ساتھ لیا اور تلواریں سونت کر بجلی کی طرح دشمن کی صفوں میں جاگرے اور انہیں سراسیمہ وار بھاگنے پر مجبور کردیا۔ اس لڑائی میں سید ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کے بہنوئی سید عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ اور دو بھائی شریک تھے۔ سید عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس معرکے میں جام شہادت نوش کیا۔

ایک دفعہ بعض خاندانی جھگڑوں کے فیصلے کیلئے سید آیت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرمانروائے ہند اورنگزیب عالمگیر کے دربار میں دکن جانا

Marfat.com

پڑا۔ایک بھائی دو بیٹے اور چند خادم ساتھ تھے' امور متنازعہ کا فیصلہ کرا کے واپس آرہے تھے کہ راستے میں بیمار پڑے گئے یکا یک حالت غیر ہوگئی' استحضار کا وقت قریب آیا تو سورہ زلزال پڑھی اور چادر اوڑھ کر لیٹ گئے۔رفقائے سفر نے خیال کیا کہ آرام فرمارہے ہیں۔ایک امیر جوان کے والد سید علم اللہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارادت مند تھا مزاج پرسی کیلئے آیا۔کیفیت سنی تو کہنے لگا سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو ابدی نیند سو گئے ہیں۔کپڑا منہ سے ہٹا کر دیکھا تو واقعی فوت ہو چکے تھے۔یہ 12 رجب 1116ھ (30 اکتوبر 1704ء) کا واقعہ ہے۔غسل وتکفین کے بعد میت کو تابوت میں ڈال کر رائے بریلی پہنچایا گیا اور وہیں والد ذی منزلت رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

سید آیت اللہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ چوتھی پشت میں سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد میں سے تھے۔(فقہائے ہند ج:۵ ص:576)

(138) شیخ ابوالحسن ویلوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوالحسن ویلوری رحمۃ اللہ علیہ نہایت صالح عالم دین تھے' رفاہ عامہ کے کاموں میں پیش پیش رہتے تھے' ویلور میں مسجد' سرائے اور مکان تعمیر کیا۔فقہ وعقائد اور تصوف میں مہارت رکھتے تھے' اس موضوع پر کتابیں بھی تصنیف کیں۔1182ھ (1768ء) کو فوت ہوئے۔(فقہائے ہند ج:۵ ص:578)

(139) سید ابوسعید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

سید ابوسعید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ' سید علم اللہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑپوتے اور سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد میں سے تھے۔ نہایت متقی بزرگ تھے' بارہویں صدی ہجری کے دیار ہند کے صلحائے امت ربانیین میں سے تھے' رائے بریلی میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔مولانا عبداللہ امیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا' **عالم شباب ہی میں اپنے عم محترم سید محمد صابر رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کرلی تھی**۔اپنے والد مکرم کے خلیفہ محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کیا۔اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق پیدا کیا اور ان سے سلوک کی تکمیل کر کے خلافت کا منصب پایا۔شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ' ان کے بھائی شاہ اہل اللہ رحمۃ اللہ علیہ' شیخ محمد عاشق پھلتی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے خط وکتابت کا سلسلہ جاری رکھا۔بعض مکاتیب ''کلمات طیبات'' میں چھپ چکے ہیں۔مکاتیب کا ایک مجموعہ مکتوب العارف کے نام سے سید ابوالقاسم ہسوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کیا تھا۔شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے سید ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مکتوبات میں جن الفاظ والقاب سے مخاطب فرمایا وہ سید ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کی علوشان اور جلالت منصب بہت بڑا وثیقہ ہیں۔مثلاً:

1۔ سیادت ونجابت مآب' حقائق ومعارف آگاہ میر ابوسعید سلمہ اللہ تعالیٰ۔

2۔ خلاصہ دودمان نجابت میر سید ابوسعید سلمہ اللہ تعالیٰ۔

3۔ حقائق ومعارف آگاہ' سیادت ونجابت دستگاہ' سلالۃ الاکابر میر ابوسعید۔

Marfat.com

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خبر وفات

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ 30 محرم 1176ھ (31 اگست 1762ء) کو فوت ہوئے۔ اس وقت خاندان علم الٰہی میں سے سید نعمان رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس تھے' انہوں نے سید ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کو یہ حزن افزا خبر جن الفاظ میں پہنچائی ان کا ترجمہ یہ ہے:

حضرت صاحب قدس سرہ آپ سے بہت خوشنود تھے اور آپ کے حال اور پر ان کی توجہات عالیات بیان میں نہیں آسکتیں۔ اکثر اوقات آپ کے حالات دریافت فرماتے رہتے تھے' شاید آپ سے آخری ملاقات کی آرزو تھی' ایک مرتبہ فرمایا: سید ابو سعید آنے کا ارادہ کئے ہوئے تھے، جلد پہنچ جائیں تو بہت اچھا ہو"۔

شیخ محمد عاشق پھلتی رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر' حدیث' فقہ اور کتب تصوف کی سند و اجازہ کا شرف حاصل تھا۔ نیز یہ علوم طلباء کو پڑھانے کی بھی اجازت تھی۔ علم نحو اور علم صرف کے درس کی اجازت سے بھی بہرہ مند تھے۔

مریدین میں جلیل القدر علماء کی شمولیت

سید ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ بارعب' سخی' مہمان نواز اور غریب پرور تھے۔ **ایک مرتبہ ایک لاکھ روپیہ کہیں سے آیا' جب تک پورے کا پورا مستحقین میں بانٹ نہ دیا گھر میں قدم نہ رکھا۔** اطراف مدراس میں ارادت مندوں کا وسیع حلقہ موجود تھا' ان کے خلفاء میں سے مندرجہ ذیل حضرات کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

میر عبدالسلام بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ محمد مراد انصاری مکی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا جمال الدین بن محمد صدیق قطب رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عبداللہ آفندی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ عبداللطیف حسینی مصری رحمۃ اللہ علیہ' شیخ عبدالقادر خالص پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حاجی امین الدین بن حمید الدین کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ۔

حج کی سعادت اور فیض سلوک

سید ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے حج کی سعادت بھی حاصل کی' اس زمانے میں مدینہ منورہ میں شیخ ابوالحسن سندھی رحمۃ اللہ علیہ صغیر کا سلسلہ درس جاری تھا' ان سے مصابیح کا درس لیا اور چھ مہینے قیام فرمارہے' پھر مکہ مکرمہ گئے' وہاں شیخ محمد میر داد انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے حزب یہ پڑھا' طائف بھی گئے۔ ہندوستان واپس آئے تو مدراس میں ٹھہرے' کافی عرصہ وہاں مقیم رہے' اس اثناء میں بے شمار اہل علم اور اصحاب سلوک نے ان سے استفادہ کیا۔

سید ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے 9 رمضان المبارک 1193ھ (20 ستمبر 1779ء) کو اپنے وطن رائے بریلی میں وفات پائی۔ پسماندگان میں دو بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ بیٹیوں میں سے ایک کا نام ناجیہ یا یافیہ تھا۔ یہ سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ تھیں۔ بیٹوں میں سے سید ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ' سید شہید رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی ماموں تھے جو حج سے واپسی پر کوڑیال بندر پہنچے تو بیمار ہوئے' وہیں وفات پائی اور وہیں دفن کئے گئے۔ (فقہائے ہند: ج: ۵ ص: 580-581)

Marfat.com

(140) سید ابوسعید کالپوی رحمۃ اللہ علیہ

سید ابوسعید بن فضل اللہ بن احمد بن محمد بن ابوسعید حسینی ترمذی کالپوی رحمۃ اللہ علیہ' مشاہیر مشائخ ہند میں سے تھے۔ صالح اور متدین عالم دین تھے' کالپی میں پیدا ہوئے اور وہیں تربیت حاصل کی' اپنے والد شیخ فضل اللہ سے اخذ علم کیا' انہی سے علم فقہ کی تحصیل کی اور ان کی وفات کے بعد مسند مشیخت پر فائز ہوئے۔ والئی فرخ آباد نواب غضنفر جنگ ان سے بیعت تھے' امرا اور اعمال حکومت میں بڑی عزت ومنزلت کے حامل تھے۔

سید ابوسعید کالپوی رحمۃ اللہ علیہ علمی اعتبار سے بڑے اونچے خاندان سے تعلق رکھتے تھے' ان کے دادا سید احمد رحمۃ اللہ علیہ اور پردادا سید محمد کالپوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اجل علمائے برصغیر میں سے تھے۔ خاندانی اثرات علم اور آبائی علامات تصوف وصالحیت سے پوری طرح بہرہ یاب تھے۔ فارسی کے شاعر تھے لیکن ان کا شمار کم گوشعراء میں ہوتا ہے' عرفان تخلص کرتے تھے۔ اس نیک بخت عالم وفقیہ نے 1147ھ (1735ء) میں وفات پائی۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:581)

(141) مولانا ابوالفتح کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا ابوالفتح بن عارف بن مولانا احمد کشمیری رحمۃ اللہ علیہ' دیار کشمیر کے نامور فقیہ تھے' تمام عمر درس وافادہ میں سرگرم عمل رہے۔ طریقت وتصوف سے بھی تعلق تھا۔ یہ علم شیخ محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد مراد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا۔ متبع سنت اور قاطع بدعت تھے۔ نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ 1149ھ (1736ء) میں فوت ہوئے۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:583)

(142) سید ابواللیث رائے بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

سید ابواللیث بن ابوسعید بن محمد ضیا بن آیت اللہ بن شیخ علم اللہ رائے بریلوی رحمۃ اللہ علیہ' یہ سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی ماموں اور فضل وصلاح کے زیور سے آراستہ تھے۔ اپنے جد امجد اور دیار ہند کے معروف بزرگ سید علم اللہ رائے بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زاویہ میں رائے بریلی میں پیدا ہوئے اور وہیں تربیت وتعلیم کی منزلیں طے کیں۔ اپنے والد مکرم سید ابوسعید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے علم فقہ حاصل کیا۔ حصول علم کے بعد طریقت وتصوف کی طرف متوجہ ہوئے' یہ منزل بھی باپ کی نگرانی میں طے کی' پھر ارشاد وتلقین میں ان کی مسند پر بیٹھے۔ بعد ازاں ارض حجاز کا قصد کیا اور حج وزیارت کی سعادت حاصل کی۔ پھر مراجعت فرمائے ہند ہوئے اور طویل عرصہ تک مدراس میں مقیم رہے۔ وہیں وفات پائی' ان کی قبر ساحل سمندر پر کوڑیال بندر میں ہے۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:584)

(143) شیخ احمد صدیقی امیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ (ملا جیون)

شیخ احمد بن ابوسعید بن عبید اللہ بن عبدالرزاق بن خاصہ خدا رحمۃ اللہ علیہ' دیار ہند کے عالم کبیر اور مشہور فقیہ تھے' ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ لقب سے مشہور تھے۔ ''جیون'' ہندی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی زندگی کے ہیں۔ شیخ عبداللہ مکی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے' منز

Marfat.com

ہے کہ ان کا سلسلہ نسب حضرت صالح علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے' نسباً صدیقی' مذہباً حنفی' اصلاً مکی' نسلاً صالحی اور مولداً امیٹھوی تھے۔ انہوں نے شیخ یٰسین بن عبدالرزاق قادری رحمۃ اللہ علیہ سے خرقہ تصوف حاصل کیا۔ اب کی مرتبہ دو سال امیٹھی میں اقامت پذیر رہے پھر دہلی چلے گئے۔ اس وقت طلبائے علم کی ایک جماعت ان کے ساتھ تھی۔ ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ سے بے شمار علماء وطلباء نے استفادہ کیا۔ لوگوں کی نفع رسانی میں بدرجہ غایت کوشاں رہتے اور بادشاہ سے ان کی سفارشیں کرتے' کسی دور میں نہ عوام سے علیحدگی اختیار کی اور نہ درس وافادہ کا سلسلہ منقطع کیا۔ حتیٰ کہ وفات کے روز بھی شام کو باقاعدہ طلباء کو درس دیا۔ اورنگزیب عالمگیر ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ کا بہت احترام کرتا اور عقیدت سے پیش آتا' اسی طرح شاہ عالم بہادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی انہیں لائق اکرام گردانتا اور ان سے حسن ظن کا اظہار کرتا تھا۔

ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ بہت سی عمدہ اور مشہور کتابوں کے مصنف تھے' جن میں سے درج ذیل کتابیں خصوصیت سے لائق تذکرہ ہیں۔

السوانح: یہ کتاب مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کی لوائح کے انداز کی ہے۔ قیام حجاز کے زمانے کی تصنیف ہے جبکہ وہ دوسری مرتبہ 1112ھ (1700ء) میں وہاں تشریف لے گئے تھے۔

مناقب الاولیاء: یہ کتاب مشائخ وعلماء کے حالات وسوانح پر مشتمل ہے جو انہوں نے کبرسنی کے دور میں امیٹھی میں لکھی۔ اس میں خود ان کے اپنے حالات وکوائف بھی درج ہیں۔ اس کا تتمہ اپنے بیٹے عبدالقادر کیلئے تحریر کیا۔

آداب احمدی: یہ تصوف کے موضوع پر ہے اور سیر وسلوک کے بعض کوائف وواردات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ کی یہ صغرسنی کے دور کی تالیف ہے۔ انہوں نے مثنوی ومعنوی کے انداز واسلوب میں پچیس ہزار اشعار قلم بند کئے۔

جب بندگارہ سورت پہنچے تو ایک عجیب وغریب قلبی کیفیت طاری ہوئی' بعد ازاں پہلے قصیدے کی طرح عربی ہی میں انتیس قصیدے اور لکھے۔ اپنے بارے میں یہ باتیں انہوں نے خود اپنی کتاب مناقب الاولیاء میں تحریر کی ہیں۔

یہ عالم وفقیہ 83 سال کی عمر پا کر منگل کی رات 9 ذی القعدہ 1130ھ (23 ستمبر 1718ء) کو دہلی میں فوت ہوئے اور میر محمد شفیع دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زاویہ میں دفن کئے گئے۔ پھر پچاس دن کے بعد ان کی میت کو ان کے شہر امیٹھی میں منتقل کیا گیا اور اپنے مدرسے میں دفن کیا گیا۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:587)

(144) حاجی احمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حاجی احمد بن ابو احمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فاضل کبیر اور محدث جلیل تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ ان سے علم حدیث کی تکمیل کی' پھر شیخ فخر الدین بن نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے منسلک ہو گئے۔ طویل عرصہ تک ان کی صحبت وملازمت اختیار کئے رکھی' ان سے اخذ طریقت بھی کیا۔ بعد ازاں عازم حجاز ہوئے اور حج وزیارت سے بہرہ مند ہو کر مراجعت فرمائے ہند ہوئے۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:590)

Marfat.com

(145) مولانا احمد اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا احمد اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے اور شاگرد اور مرزا مظہر جان جاناں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ حدیث وفقہ کے ماہر اور عابد وزاہد تھے۔ 1198ھ (1783ء) کو عالم جوانی میں انتقال کیا۔ (فقہائے ہند، ج:۵ ص:592)

(146) شیخ اسماعیل غوری پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ اسماعیل غوری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ مشہور مشائخ میں سے تھے اور اپنے زمانے کے عالم اور زاہد وفقیہ بزرگ تھے۔ سیر وسیاحت کے شائق تھے اور علماء ومشائخ سے ملاقات اور استفادے کو اپنے لئے ضروری قرار دیتے تھے۔ بہت سے طویل سفر کئے' متعدد ممالک میں گئے اور وہاں کے اصحاب علم اور ارباب تصوف سے مستفید ہوئے۔ پہلے حجاز کا مقدس کا عزم کیا اور حج وزیارت کی نعمت حاصل کی۔ وہاں سے بغداد' بخارا' کربلا' بسطام اور یمن گئے۔ ان علاقوں اور ملکوں میں مشائخ کرام کی ایک بڑی جماعت سے ملے اور ان سے اخذ فض کیا۔ پھر ہندوستان کو معاودت کی اور شیخ سعدی بخاری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 3 ربیع الاول 1108ھ / 21 ستمبر 1696ء) سے تحصیل طریقت فرمائی اور ان سے منسلک ہوئے۔

شیخ اسماعیل غوری رحمۃ اللہ علیہ تجارت کرتے اور اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔ 1111ھ (1699ء) کو پشاور میں فوت ہوئے۔ (فقہائے ہند، ج:۵ ص:593)

(147) شیخ افضل راجیندروی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ افضل رحمۃ اللہ علیہ معروف علماء وصلحا اور نامور مشائخ میں سے تھے۔ مولد ومنشا راجیندری ہے' جو مدراس کے علاقہ ارکاٹ میں واقع ہے۔ شیخ شیخن اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا اور ایک مدت تک ان سے وابستہ رہے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے' جن میں مشہور کتابیں مراۃ العارفین' معدن الجواہر' تحفۃ الصالحین' شرح فقہ الاکبر اور شرح نام حق ہیں۔ موخر الذکر دو کتابیں مسائل فقہ سے متعلق ہیں۔ ایک رسالہ وحدت الوجود کے بارے میں لکھا' مثنوی معنوی' فصوص الحکم' لوائح اور لمحات کا درس بڑے شوق اور وجد آفرین انداز میں دیتے تھے۔ 15 رمضان 1193ھ (26 ستمبر 1779ء) کو راجیندری میں فوت ہوئے۔ (فقہائے ہند، ج:۵ ص:593)

(148) مولانا اکبر یار کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا اکبر یار کشمیری رحمۃ اللہ علیہ دیار کشمیر کے شیخ وفاضل اور علوم عربیہ میں یگانہ تھے۔ ان کے والد مولانا خیر الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ عالم وقت تھے' ان سے اخذ علم کیا' پھر عازم دہلی ہوئے۔ وہاں شیخ القراء عبدالخالق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے قرأت وحدیث کی تعلیم حاصل کی۔ اخذ طریقت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مشائخ سے کیا۔ 1158ھ (1745ء) میں وفات پائی۔ (فقہائے ہند، ج:۵ ص:594)

Marfat.com

(149) شیخ امام الدین جونپوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ امام الدین بن سعد الدین بن نور الدین جعفر جونپوری رحمۃ اللہ علیہ 1077ھ (1667ء) میں پیدا ہوئے۔ بعض کتب درسیہ اپنے جد امجد شیخ نور الدین جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے اور اکثر اپنے والد گرامی شیخ سعد الدین رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ توضیح تلویح کا درس شیخ محمد افضل عباسی رحمۃ اللہ علیہ الہ آبادی سے لیا۔ کسب طریقت بھی انہی سے کیا' یہاں تک کہ اپنے علاقے کے عالم وفقیہ اور فنون عربیہ اور علوم دینیہ کے ماہر قرار پائے۔ شیخ محمد افضل عباسی رحمۃ اللہ علیہ الہ آبادی سے انہیں انتہائی تعلق خاطر تھا' سال کے بارہ مہینوں کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا' چھ مہینے جون پور میں قیام کرتے اور چھ مہینے (اپنے مرشد) شیخ محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں الہ آباد رہتے۔ شیخ محمد یحییٰ بن محمد امین عباسی رحمۃ اللہ علیہ الہ آبادی (صاحب وفیات الاعلام) سے بھی رابطہ رکھتے تھے۔

شیخ امام الدین جونپوری رحمۃ اللہ علیہ' شاعر بھی تھے' انہوں نے فارسی میں نہایت اچھے شعر کہے۔ علاوہ ازیں عابد وزاہد' صلاح و تقویٰ کے زیور سے آراستہ اور صاحب طریقت بزرگ تھے۔ ماہ رجب 1126ھ (جولائی 1714ء) میں فوت ہوئے۔

(فقہائے ہند' ج:۵ ص:595)

(150) شیخ باسط علی قلندر الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ باسط علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ اعمال الہ آباد کے ایک گاؤں بدمگدھا میں پیدا ہوئے۔ چند ابتدائی کتابیں پڑھیں اور شیخ اللہ دتہ احمد لاہر پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو گئے' ایک سال ان کی خدمت میں رہے' پھر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو حصول علم کا حکم دیا اور وہ 1144ھ (1732ء) میں خیر آباد چلے گئے۔ وہاں شیخ صفت اللہ خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ درس جاری تھا' اس میں شامل ہوئے۔ پانچ سال ان کے حلقہ تلمذ میں رہے' ان سے ہدایۃ الفقہ' شرح المواقف مع حاشیہ سید زاہد اور باقی کتب درسیہ کی تکمیل کی۔ سند حدیث بھی انہی سے لی' فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے وطن الہ آباد تشریف لے گئے اور درس وافادہ کو اپنا مشغلہ بنالیا۔ ان سے بہت سے علماء وطلباء نے استفادہ کیا' جن میں شیخ عبد القادر عمادی رحمۃ اللہ علیہ جونپوری' شیخ محمد کاظم قلندر کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ اور خلق کثیر شامل ہے۔

شیخ باسط علی رحمۃ اللہ علیہ الہ آبادی مشہور مشائخ عصر' معروف علمائے وقت اور نامور فقہا میں سے تھے' انہوں نے 17 ذی الحجہ 1196ھ (23 نومبر 1782ء) کو الہ آباد میں وفات پائی۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:598)

(151) شیخ بدر الدین جون پوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ بدر الدین جونپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے نامور عالم وفقیہ تھے' شیخ کبیر الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے' جن کا سلسلہ نسب شیخ الاسلام اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ تک منتہی ہوتا ہے۔ علم طریقت شیخ پیر محمد لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ تصوف وطریقت اور شعر و شاعری سے بھی لگاؤ تھا۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:599)

Marfat.com

(152) شیخ بدر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ بدر بن غالب بن یعقوب بن شعبان حسینی رفاعی رحمۃ اللہ علیہ گلبرگہ کے رہنے والے تھے صالح عالم دین تھے محدث و فقیہ عارف وصوفی اور کمالات ظاہری و باطنی سے متصف تھے۔ 14 شعبان 1108ھ (26فروری1697ء) کو گلبرگہ (ہندوستان) میں فوت ہوئے اور وہیں دفن کیے گئے۔(فقہائے ہند ج:۵ ص:599)

(153) شیخ بدر عالم ساداموی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ بدر عالم بن محمد باقر قدوائی ساداموی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض کتب درسیہ حافظ محمد قاسم بن عبدالکریم بجنوری رحمۃ اللہ علیہ سے اور زیادہ تر دیگر اساتذہ سے پڑھیں۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد حافظ محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا اور ایک مدت تک ان کی صحبت میں رہے پھر خود مسند ارشاد بچھائی۔ فقیہ مجاہد مرتاض اور صاحب کشوف و کرامات تھے۔ شیخ غلام یحییٰ بہاری اور دوسرے حضرات نے ان سے فیض حاصل کیا۔ 4 شعبان 1180ھ (5 جنوری 1667ء) کو ساداموں میں وفات پائی جو ہندوستان کے صوبہ یوپی میں ایک قریہ ہے۔(فقہائے ہند ج:۵ ص:600)

(154) شیخ بہلول برکی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ بہلول برکی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ فاضل بزرگ تھے اور علاقہ جالندھر کی اس افغان برادری سے تعلق رکھتے تھے جو برکی کہلاتے ہیں۔ فقہ واصول اور علوم عربیہ کے ماہر تھے اس زمانے میں جالندھر کو دیار پنجاب میں علم وفضل کے مرکز کی حیثیت حاصل تھی اور وہاں سید عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ اور سید عتیق اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے درس و تدریس کے سلسلے جاری تھے شیخ بہلول رحمۃ اللہ علیہ نے انہی سے استفادہ کیا۔ پھر شیخ محمد سعید بن محمد یوسف انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان سے اخذ طریقت کیا اور مستفیض ہوئے بعد از اں لاہور کا قصد کیا اور شیخ بلاق لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ قادریہ میں حصول فیض کیا۔

شیخ بہلول جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف وتالیف سے بھی دلچسپی تھی کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں فوائد الاسرار احوال نامہ شرح دیوان حافظ شامل ہیں۔ 1170ھ (1757ء) کو جالندھر میں فوت ہوئے۔

(فقہائے ہند ج:۵ ص:600)

(155) مولانا جان محمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا جان محمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بارہویں صدی ہجری میں بلدۂ لاہور کے مشاہیر افاضل میں سے تھے۔ حدیث فقہ اور اصول فقہ میں مہارت رکھتے تھے لاہور میں پیدا ہوئے اور اسی شہر میں تعلیم وتربیت کی منزلیں طے کیں۔ معرفت وطریقت میں بھی بڑی

Marfat.com

شہرت کے مالک تھے' لاہور کے محلہ پرویز آباد میں جس کی آبادی شہر سے باہر تھی سکونت پذیر تھے۔

صوفی بزرگ کی دعا اور توجہ کا کمال

مولانا جان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں مذکور ہے کہ صغر سنی میں شیخ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ (جو بڑے میاں کے عرف سے معروف تھے' اب بھی لاہور کے علاقہ باغبانپورہ میں بڑے میاں کا درس موجود ہے) کے خلیفہ شیخ عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ سے تحصیل علم کرتے تھے۔ ایک روز اپنے استاذ (شیخ عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے' میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا: اے لڑکے! اگر تم عالم وفاضل ہو جاؤ تو کیا ہمارے ساتھ حدیث کا تکرار کرو گے؟ مولانا جان محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی عمر کی ابتدائی منزلوں میں تھے' شرم وحیا اور پاس ادب سے خاموش رہے۔ شیخ عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ نے جوان کے استاذ تھے' فرمایا: جواب دو کہ اگر آپ کی دعا اور توجہ سے تحصیل علم کی نعمت سے بہرہ ور ہو گیا تو حاضر خدمت ہوں گا۔ چنانچہ سعادت مند شاگرد نے میاں صاحب ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے یہی کلمات دہرا دیے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی جو درجہ قبولیت کو پہنچی اور جان محمد رحمۃ اللہ علیہ بہت تھوڑی مدت میں علم وفضل کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔ یہاں تک کہ علمی فضیلت وقابلیت میں اپنے استاد شیخ عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فوقیت لے گئے۔ شیخ عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ لائق شاگرد کے علم وفضل اور ذہانت وقابلیت سے بہت خوش تھے' جب انہوں نے دیکھا کہ اب شاگرد استاذ سے بھی آگے نکل گیا ہے اور اس کا طائر ہمت مزید بلندی کی طرف محو پرواز ہے تو اپنے سے علیحدہ کر کے خود ہی شیخ تیمور رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں داخل کرا دیا' جو لاہور کے اکابر علمائے وقت میں سے تھے۔ کچھ عرصہ ان سے استفادہ کیا اور دستار فضیلت حاصل کی۔ اس کے بعد میاں اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ عرف بڑے میاں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حسب وعدہ ان سے حدیث کا تکرار کرنے لگے۔ اس کے بعد اس کام کیلئے جمعہ اور دوشنبہ کا دن مقرر ہوا' جب تک میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ زندہ رہے' ہفتے میں دو دفعہ بالالتزام دونوں کے درمیان تکرار حدیث کا سلسلہ جاری رہا۔ مولانا جان محمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے 1120ھ (1708ء) کو لاہور میں وفات پائی۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:630-631)

(156) شیخ جلال الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ جلال الدین بن محمد بن جعفر بن جلال بن محمد حسینی بخاری رحمۃ اللہ علیہ گجراتی' 2 جمادی الاولیٰ 1062ھ (یکم اپریل 1652ء) کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد گرامی شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ گجراتی ایک نامور عالم تھے' بیٹے نے انہی سے علم حاصل کیا اور فقہ کی تحصیل بھی کی' طریقت وتصوف بھی انہی سے سیکھا' یہاں تک کہ علم وفضل اور فقہ وتصوف کے مرتبہ بلند کو پہنچے۔ دو رسالے بھی تصنیف کئے' ایک خوابوں کی تعبیر سے متعلق جس کا نام ''مرآۃ الرویا'' ہے۔ دوسرا اذکار واشغال اور وظائف کے بارے میں ''مفتاح الحاجات'' ہے۔

وفات سے پہلے سخت بیمار ہو گئے تھے' بیماری کچھ اس نوعیت کی تھی کہ غذا بالکل ترک کر دی تھی' البتہ تھوڑا سا پھل انار یا انجیر وغیرہ کھا لیتے تھے۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:631)

Marfat.com

(157) شیخ جمال الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ جمال الدین بن رکن الدین عمری چشتی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ عالم صالح اور اپنے دور کے مشہور شیخ تھے۔ 1088ھ (1677ء) کو احمد آباد میں پیدا ہوئے اور اپنے والدگرامی شیخ رکن الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ سے جو عالم کبیر تھے علم حاصل کیا۔ عرصہ تک ان سے منسلک رہے طریقت وتصوف کی تحصیل بھی انہی سے کی۔ علوم سے فارغ ہونے کے بعد درس وافادہ میں ہوگئے' کئی کتابیں تصنیف کیں' متعدد کتابوں پر شروح وحواشی لکھے۔ صاحب جودوسخا اور پیکر کرم واحسان تھے' طلباء کی ایک جماعت ان کے شب وروز کے دوہی مشاغل تھے' ایک عبادت' دوسرا تدریس وتصنیف۔

پھر مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی کی شرح سپرد قلم کی۔ سواطع جامی' جام جہاں نما' فصوص الحکم' سید محمد بن یوسی حسینی کی ''اسماء الاسرار' مرآۃ العارفین' التعرف کی شرح' عوارف المعارف' آداب المریدین' اسرار الخلوت' بحرالاسرار کی شرح ان کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے۔ علاوہ ازیں درۃ التاج' مرقاۃ السلوک' قرۃ العین' نور الاولیاء' رکن الطریقۃ' مشہد الجمال' آثار السلوۃ' مراصد الکمال' کمند وحدث' شرح التقسیم وغیرہ متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اس عالم دن کو ہر موضوع سے دلچسپی تھی' یہی وجہ ہے کہ ان کی تصانیف وشروح کا دائرہ بہت پھیلا ہوا ہے' کہتے ہیں ایک سو بیالیس شروح وتصانیف ان کی یادگار ہیں۔ اس عالم دین نے 6 ربیع الثانی 1124ھ (2 مئی 1712ء) کو وفات پائی۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:632)

(158) شیخ حبیب اللہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ حبیب اللہ بن ذکی الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ' شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ بلدۂ بہار میں پیدا ہوئے اور وہیں تربیت پائی۔ اپنے والد شیخ ذکی الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ سے جو ایک عالم دین بزرگ تھے' تحصیل کی۔ بعد ازاں عازم جون پور ہوئے' وہاں شیخ محمد رشید عثمانی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے شیخ محمد ارشد عثمانی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ہنگامہ درس جاری تھا' اس میں شامل ہوگئے اور عرصہ تک ان کی خدمت میں رہے۔ یہاں تک کہ مختلف علوم وفنون اور فقہ میں کمال حاصل کیا۔ پھر واپس اپنے شہر بہار تشریف لے گئے اور اپنے اسلاف کی مسند مشیخت کو زینت بخشی۔ تصنیف وتالیف سے بھی دلچسپی رکھتے تھے' چنانچہ ہدیۃ السالکین اور تحفۃ الذاکرین کے نام سے دو کتابیں تصنیف کیں۔ جمعرات کے روز 29 ربیع الاول 1118ھ (30 جون 1706ء) کو وفات پائی۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:633)

(159) قاضی حبیب اللہ تاج پوری رحمۃ اللہ علیہ

قاضی حبیب اللہ تاج پوری رحمۃ اللہ علیہ عابد وزاہد' متقی ومتورع اور نامور عالم وفقیہ تھے۔ تاج پور شہر کے منصب قضا پر فائز تھے' طریقت وتصوف سے بھی وابستگی تھی اور اس سلسلے میں شیخ محمد ارشد رحمۃ اللہ علیہ بن محمد رشید عثمانی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یافتہ تھے' رشد وہدایت۔

Marfat.com

پیکر تھے، فقہی مسلک کے لحاظ سے حنفی تھے، عمر بھر لوگوں کی ظاہری و باطنی اصلاح میں مصروف رہے۔ 18 ذی الحج 1108ھ (28 جون 1697ء) کو وفات پائی۔ مدن پور میں مدفون ہیں جو اعمال سارن میں ایک قریہ تھا۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:634)

(160) شیخ حبیب اللہ قنوجی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ حبیب اللہ قنوجی رحمۃ اللہ علیہ کا مولد و منشا شہر قنوج ہے، عمر کی کچھ منزلیں طے کیں تو حصول علم کیلئے سندیلہ کا عزم کیا۔ وہاں کے بعض علماء سے ''ضوء المصباح'' کا درس لیا۔ پھر جون پور گئے جو اس زمانے میں علم کا مرکز تھا، وہاں مولانا عبدالباقی صدیقی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسے میں داخلہ لیا اور تمام مروجہ کتب درسیہ پڑھیں۔ پھر الہ آباد کا قصد فرمایا، وہاں شیخ عبدالجلیل الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا اور عرصہ تک ان کی خدمت میں رہ کر تصوف وسلوک کی منزلیں طے کیں۔

شیخ موصوف عالم باعمل، فقیہ نامدار اور ناصح و واعظ تھے، ان کی تصانیف میں مندرجہ ذیل کتابیں شامل ہیں:

1۔ مذاق الصوفیہ: یہ کتاب فارسی زبان میں ہے اور تصوف سے متعلق ہے، آغاز ''حمد بے حد مر جلیلے را'' کے الفاظ سے ہوتا ہے۔

2۔ خلاصۃ الاکتساب: یہ کتاب بھی سلوک وتصوف کے بارے اور فارسی میں ہے، اس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں: سبحان اللہ منہ البدایۃ و النہایۃ۔

3۔ جواہر الخمسہ۔

4۔ تذکرۃ الاولیاء۔

5۔ روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الشمائل۔

6۔ انیس العارفین۔

شیخ حبیب اللہ قنوجی رحمۃ اللہ علیہ نے 1140ھ (1728ء) کو قنوج میں وفات پائی۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:634)

(161) سید حسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ عرف رسول نما

سید حسن بن ابوالحسن حسینی نارنولی ثم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، رسول نما کے عرف سے معروف تھے، شیخ وقت اور عالم وفقیہ تھے، نارنول میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔ قرآن مجید اور فارسی کے چند مختصر رسائل پڑھنے کے بعد بچوں کو پڑھانے میں مصروف ہو گئے۔ لکھنؤ سے اپنے وطن نارنول کا عزم کیا اور صوفیاء و فقراء میں شمولیت اختیار کر لی، بارہ سال نارنول میں مقیم رہے، پھر دہلی چلے گئے اور تادم زندگی دہلی ہی کو اپنا مسکن قرار دیے رکھا۔ سید حسن ممدوح رحمۃ اللہ علیہ علم تفسیر، حدیث، اصول فقہ اور علوم عربیہ کے ماہر تھے، اس دور کے علماء و مشائخ میں علم وحلم، انکار و تواضع، وقار و اکرام اور ہیبت وجلال میں کوئی ان کا ثانی نہ تھا۔ ہمیشہ ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہتے، نہ خود اہل دنیا سے اختلاط رکھتے اور نہ اہل دنیا کو اپنے قریب آنے کا موقع دیتے۔

Marfat.com

مشہور تھا کہ خواب میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ورؤیت کا شرف حاصل ہوتا تھا' لہٰذا لوگوں نے ان کو ''رسول نما'' کا لقب دے رکھا تھا۔ اس عالم وفقیہ نے ہفتے کے روز 22 شعبان 1103ھ (29 اپریل 1692ء) کو وفات پائی۔
(فقہائے ہند ج:۵ ص:635)

(162) خواجہ میر درد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ میر درد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نجیب الطرفین سید تھے' ان کا سلسلہ نسب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے گیارہ واسطوں سے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے اور والدہ ماجدہ کی جانب سے پچیس واسطوں سے حضرت امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ کے سرخیل کا تعارف

خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد کرام میں سے جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا' ایک بزرگ خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ تھے جو سلسلہ نقشبندیہ کے سرخیل تھے۔ ان کا نام محمد بن محمد بخاری رحمۃ اللہ علیہ تھا اور خواجہ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کے عرف سے معروف تھے۔ ''خواجہ'' ان کا لقب تھا' جس کا اطلاق ان کی اولاد میں بھی جاری رہا۔ اس لفظ کی وضاحت میں خود خواجہ میر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''علم الکتاب'' میں لکھتے ہیں: لفظ خواجہ مالک' سردار' صاحب اور مولیٰ کے معنی میں مستعمل ہے' اس لئے اس کا اطلاق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد پر ہونے لگا اور اکابر سادات خواجگان کے لقب سے ملقب ہوئے۔ حضرت بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ العزیز بھی جو کہ صحیح النسب سادات میں سے تھے اور گیارہ واسطوں سے والد صاحب کی جانب سے میرے جدامجد ہیں' خواجہ کہلائے۔

خواجہ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کو نقشبند اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کا پیشہ کمخواب بافی اور نقشبندی تھا۔ خواجہ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کی اولاد نے بھی اپنے لئے لفظ خواجہ اور نسبت نقشبند کو اپنے اسما کے ساتھ برقرار رکھا۔ خواجہ نقشبند ممدوح رحمۃ اللہ علیہ 718ھ (1318ء) کو بخارا میں پیدا ہوئے۔ عمر بھر رشد وہدایت میں مشغول رہے' 13 ربیع الاول 791ھ (1389ء) کو بخارا میں وفات پائی۔ ''قصر عارفاں'' میں دفن کئے گئے جو اس زمانے میں بخارا سے ایک کوس کے فاصلے پر واقع تھا۔

سلطان اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ رشتہ داری

خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے کم وبیش تین سو سال بعد ان کی اولاد میں سے ایک بزرگ خواجہ محمد طاہر نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ' اورنگزیب عالمگیر کے عہد میں وارد ہند ہوئے' اور یہی وہ بزرگ ہیں جنہیں خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کے مورث اعلیٰ کہا جاتا ہے۔ اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ بزرگان دین اور علمائے کرام کا بے حد قدردان تھا' وہ ان سے انتہائی عقیدت سے پیش آیا' اپنے قریب بٹھایا اور حکومت کے اعلیٰ منصب پر فائز ہونے کی درخواست کی' مگر خواجہ محمد طاہر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے منظور نہ فرمایا۔ ان کے تین بیٹے خواجہ محمد صالح' خواجہ محمد یعقوب اور خواجہ فتح اللہ تھے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ان بیٹوں کو تو دہلی میں عالمگیر کے دربار میں چھوڑا اور خود حج بیت اللہ کیلئے تشریف لے گئے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دہلی سے جانے کے بعد اورنگزیب بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے تینوں بیٹوں کی بڑی توقیر کی اور ان کی شان کے مطابق مناصب عنایت کئے۔ خواجہ محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ اور

Marfat.com

خواجہ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ کی تو اپنے بھائی شہزادہ مراد کی دو بیٹیوں سے شادی بھی کردی تھی' تیسرے بھائی خواجہ فتح اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقد بھی بادشاہ نے ایک مغل شہزادی سے کرنا چاہا مگر انہوں نے اس بنا پر انکار کردیا کہ وہ صحیح النسب سید ہیں' مغل خاندان میں شادی کر کے اپنے نسب میں احتلال نہیں پیدا کرنا چاہتے۔

مزاج پر درویشی کا غلبہ

خواجہ فتح اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے نواب صفر اللہ خاں اور نواب ظفر اللہ خاں کے بیٹے خواجہ محمد ناصر عندلیب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ خواجہ محمد ناصر کے والد (نواب ظفر اللہ خاں) اور دادا (خواجہ فتح اللہ خاں) کا شمار عہد عالمگیری کے امرا میں ہوتا تھا لیکن خواجہ محمد ناصر عندلیب رحمۃ اللہ علیہ پر ترک دنیا اور درویشی کا غلبہ تھا اور مستغنی المزاج بزرگ تھے' اس لئے قبول امارت اور حصول منصب کو در خور اعتنا نہیں گردانا اور فقر و غنا کی زندگی بسر کرنا شروع کردی۔ خواجہ محمد ناصر عندلیب رحمۃ اللہ علیہ عالم و صوفی اور صاحب طریقت بزرگ تھے' انہوں نے چھیاسٹھ سال کی عمر پا کر 1172ھ (1759ء) کو انتقال کیا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے لائق بیٹے خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ مسند نشین ہوئے۔

علوم شریعت و طریقت کی تحصیل

خواجہ میر رحمۃ اللہ علیہ نے علوم رسمیہ کی کتابیں اپنے والد محترم خواجہ محمد ناصر عندلیب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں' البتہ مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کیلئے مفتی دولت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فارسی کی تعلیم سراج الدین علی خاں آرزو اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ خواجہ میر رحمۃ اللہ علیہ تمام علوم شرعیہ میں کامل تھے اور قرآن مجید' علوم قرآن' تفسیر' حدیث' فقہ' اصول اور تصوف و طریقت میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔

ابتدائے جوانی میں سپاہی پیشہ اور فوج شاہی میں ملازم تھے' بعد ازاں عین عالم شباب میں (انتیس سال کی عمر کو پہنچے تو) یہ سلسلہ ترک کر کے اور علائق دنیا سے الگ ہو کر فقر و درویشی کی زندگی اختیار کرلی اور سلوک و تصوف کی وادی میں قدم زن ہوگئے۔ پھر تمام عمر اسی راہ حق کے مسافر رہے' وہ سلسلہ نقشبندیہ کے چشم و چراغ تھے اور اپنے نام کے ساتھ ''محمدی'' کی نسبت رکھتے تھے۔ ''نقشبندی مجددی محمدی'' کہلاتے تھے' بہت متقی اور پرہیز گار تھے۔ (فقہائے ہند' ج: ۵ ص: 637-639)

فقیر کی محفل کا وضو ''ادب''

خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ بے حد مستغنی المزاج تھے' آداب محفل کا بھی انتہائی خیال رکھتے تھے' جو اس کا خیال نہ رکھتا اگرچہ وہ کتنی بڑی شخصیت کا مالک ہوتا خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اسے فوراً ڈانٹ دیتے اور سرزنش کرتے۔ اس ضمن کا ایک واقعہ قابل ذکر ہے' ان کے ہاں ہر قمری مہینے کی دوسری اور چوبیسویں تاریخ کو محفل منعقد ہوتی تھی' جس میں اس دور کے بڑے بڑے علماء و مشائخ اور وزراء و امرا شامل ہوتے تھے حتیٰ کہ اس زمانے کا مغل حکمران شاہ عالم ثانی بھی اس محفل میں شریک ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ شاہ عالم کے پاؤں میں شدید درد تھا' وہ اسی حالت میں محفل میں آ گیا لیکن تکلیف اتنی بڑھی کہ وہ

> **کشف قبور ایک مستقل حقیقت**
>
> حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان سے گزر رہے تھے تو دو قبروں کے متعلق فرمایا کہ ان میں عذاب ہو رہا ہے۔ اس طرح کے واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ اولیا اللہ کا کشف القبور واقعی حقیقت پر مبنی ہے۔
>
> (مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

برداشت نہ کر سکا اور شدت درد سے مجبور ہو کر تھوڑا سا پاؤں پھیلا دیا۔ خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کے فقر و بوریا نشینی نے بادشاہ کی اس حرکت کو اپنے روایتی آداب محفل کے منافی سمجھا اور فرمایا:

یہ چیز فقیر کے آداب محفل کے خلاف ہے''۔ بادشاہ نے عذر بیان کیا اور معافی مانگی۔ فرمایا: اگر طبیعت خراب تھی تو تکلیف کرنے کی کیا ضرورت تھی''۔

خواجہ میر رحمۃ اللہ علیہ کا الہامی تخلص

خواجہ میر رحمۃ اللہ علیہ کا تخلص درد تھا' لیکن تخلص کیلئے یہ لفظ کیوں پسند کیا؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے وہ خود ہی لکھتے ہیں کہ میرے والد خواجہ محمد ناصر رحمۃ اللہ علیہ' عندلیب تخلص کرتے تھے' ان کے پیر شاہ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ' گلشن تخلص کرتے تھے اور ان کے پیر حضرت عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ' گل تخلص کرتے تھے' لہٰذا اس رعایت سے میں نے اپنے لئے درد تخلص تجویز کر لیا۔

تخلص کے بارے میں وہ مزید لکھتے ہیں:

میرے ناموں کی طرح میرا تخلص بھی الہامی ہے' قرآن مجید میں پہلے پارے میں جو الف' لام' میم' حروف مقطعات آئے ہیں' ان کے متعلق بعض اہل معارف کا کہنا ہے کہ اگر انہیں ملا کر لکھا جائے تو ''الم'' بن جاتا ہے اور ''الم عربی میں ''درد'' کو کہتے ہیں اور یہی میرا تخلص ہے۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:640)

تنگدستی کے باوجود مخلوق سے بے نیازی

خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کے والد مکرم خواجہ محمد ناصر عندلیب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے تمام نعمتوں سے نوازا تھا' ان کے آباؤ اجداد بھی امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے' لیکن خود انہوں نے علائق دنیوی سے کنارہ کش ہو کر درویشانہ زندگی اختیار کر لی تھی اور گوشہ نشین ہو گئے تھے' یہی اثر سعادت مند بیٹے (خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ) پر بھی پڑا۔ انہوں نے بھی ملازمت مناصب کو ترک کر دیا' جائیداد بھی چھوڑ دی اور اپنے آپ کو یادِ الٰہی کیلئے وقف کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غربت و افلاس نے آ گھیرا اور گھر میں عسرت و تنگدستی نے ڈیرے ڈال دیئے۔ یہاں تک کہ فاقہ کشی تک نوبت آ گئی۔ مگر اس مردِ خدا نے نہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور نہ کسی سے کبھی کچھ طلب کیا' امرائے مملکت اور وزرائے حکومت ان کے گھر آتے اور فیض حاصل کرتے' خود بادشاہ ان کی مجلسوں میں آتا اور استفادہ کرتا تھا لیکن انہوں نے کسی کے حضور دامن طلب دراز نہیں کیا۔ **اپنی بوریا نشینی اور فقر کے مقابلے میں متاع دنیا کو ہمیشہ حقیر گردانا**' قدرتی طور پر گھر کے تمام افراد کو بھی یہی تربیت حاصل ہو گئی تھی' وہ تکلیف برداشت کر لیتے تھے مگر عالم آخرت کے مقابلے میں اس جہان فانی کی کسی شے کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ ان کی عسرت و غربت کا لوگوں کو بھی علم تھا لیکن کسی کو کچھ پیش کرنے کی جرات نہ ہوتی تھی اور ان کے جذبہ استغنائے قلب اور عاطفہ توکل علی اللہ سے سب مرعوب تھے اور کچھ کہنے کی اپنے آپ میں ہمت نہ پاتے تھے۔

خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کی یہی ادائے خاص تھی جس کی وجہ سے ان کی ذاتی عظمت و رفعت' خودداری و بلند ہمتی' ان کے علم و فضل 'فقر و استغنا' توکل و قناعت' زہد و تقویٰ اور عجز و انکسار کا سب معاصرین کھلے اور واضح الفاظ میں اعتراف کرتے ہیں۔

(فقہائے ہند ج:۵ ص:640-641)

Marfat.com

تصانیف کے ذریعے تصوف کی خدمت

خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ جہاں تصوف وطریقت کے مرتبہ بلند پر فائز تھے اور شعروشاعری میں بے حد شہرت کے مالک تھے وہاں وہ صاحب تصانیف بھی تھے' انہوں نے بارہ کتابیں اپنی یادگار چھوڑیں' جن میں دیوان فارسی سمیت گیارہ کتابیں فارسی زبان میں ہیں اور ایک اردو دیوان ہے۔ ان کتابوں کا مختصر الفاظ میں تعارف درج ذیل ہے۔

1۔ اسرار الصلوٰۃ: یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے' خواجہ ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اس وقت تصنیف کیا تھا جب ان کی عمر صرف پندرہ سال کی تھی۔ اس کا سال تصنیف 1148ھ (1735ء) ہے۔ یہ ان کی اولین تصنیف ہے' اس میں نماز کے ارکان ہفت گانہ ''سر'' کے عنوان سے الگ الگ تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ یہ رسالہ حضرت نواب سید صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ کے لائق فرزند نواب سید نور الحسن خاں رحمۃ اللہ علیہ کی سعی جمیلہ سے اشاعت پذیر ہوا۔

2۔ وارادات: یہ کتاب ایک سو گیارہ ''واردات'' پر مشتمل ہے۔ ہر ''وارد'' کا الگ عنوان قائم کیا گیا ہے' مثلاً وارد اول کا عنوان ''فاتح الواردات'' ہے اور وارد ثانی کا عنون ''نور من اللہ'' ہے۔ اس طرح دیگر واردات چلتی ہیں' اس کی وجہ تالیف خود خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان کی ہے کہ بسا اوقات غلبہ حالات میں یعنی شدت مشاہدہ اور استیلاء تالہ سے جو معانی قلب پر منکشف ہوتے تھے' وہ رباعیات کی شکل میں ڈھل کر زبان سے نکل پڑتے تھے' انہی رباعیات کے مجموعے کو ''واردات'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقامات معرفت وحقیقت کے بیان پر مشتمل ہے' ہر وارد کا ایک دیباچہ مرقوم ہے۔ آغاز اور اختتام پر ایک رباعی ہے اور دونوں رباعیوں کے درمیان نثر میں تشریحات اور تعلیقات بیان کی گئی ہیں' واردات کا سن تکمیل 1172ھ (1759ء) ہے۔ اسی سال خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد محمد ناصر عندلیب رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی اور اسی سال وہ انتالیس سال کی عمر میں باپ کی جگہ مسند رشد وہدایت پر متمکن ہوئے۔ یہ کتاب بھی خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر تصانیف کی طرح نواب سید نور الحسن خاں رحمۃ اللہ علیہ کی مہربانی سے شائع ہوئی۔

3۔ علم الکتاب: یہ کتاب بھی نواس سید نور الحسن خاں رحمۃ اللہ علیہ کی کوشش سے معرض طباعت میں آئی اور خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کی یہ سب سے ضخیم کتاب ہے جو 648 صفحات پر محیط ہے' یہ کتاب درحقیقت رسالہ واردات کی شرح ہے۔ رسالہ واردات ایک سو گیارہ واردات پر مشتمل ہے' خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چھوٹے بھائی اور شاگرد خواجہ میر محمد اثر رحمۃ اللہ علیہ کی فرمائش پر اس کی شرح سپرد قلم کی جسے ایک سو گیارہ رسائل میں منتقل کر دیا اور پھر اس مجموعے کو ''علم الکتاب'' کے نام سے موسوم کیا۔

نواب حبیب الرحمٰن خاں شیروانی مرحوم نے ''علم الکتاب'' کی بہت تعریف کی ہے' وہ لکھتے ہیں کہ خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کے علم الٰہی میں تبحر اور ان کے کمالاتِ معرفت کی حقیقت اس تصنیف سے واضح ہوتی ہے جا بجا طویل عربی عبارتیں بے تکلف غایت و بلاغت کے ساتھ مثل چشمہ رواں ہیں۔ مطالب حقہ کا ہجوم ہے' آیات اور احادیث اس روانی اور آسانی سے ہر موقع پر درج ہوتی جاتی ہیں کہ پڑھنے والے کا قلب ان کے انوار سے پرنور معمور ہوتا جاتا ہے۔ **سلوک کے مسائل کو آیادت واحادیث سے مجتہدانہ اور عارفانہ قوت کے ساتھ ثابت کیا ہے۔** خود خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ ''نالہ درد'' میں فرماتے ہیں کہ ''نالہ عندلیب'' اور ''علم

Marfat.com

الکتاب‘ طریقہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلوک کے لئے کافی ہیں۔ یہ کتاب متانت اور قوت تحریر میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بہترین تصانیف کے ہم پلہ ہے۔

4۔ نالہ درد: یہ کتاب خواجہ ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نے 1190ھ (1776ء) میں مکمل کی۔ اس کے مقدمے میں وہ لکھتے ہیں کہ علم الکتاب ختم ہونے کے بعد جو نئے مطالب ان کے قلب وذہن پر وارد ہوئے ان کو ان کے چھوٹے بھائی خواجہ میر اثر جمع کرنے لگے۔ جب یہ مجموعہ مکمل ہو گیا تو ’’نالہ درد‘‘ اس کا نام رکھا۔ یہ رسالہ 121 صفحات کو محتوی ہے‘ اس کی طباعت بھی نواب سید نور الحسن خاں رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ خاص کی مرہون منت ہے۔

5۔ حرم غنا: غنا کی حلت اور حرمت کی بحث میں ہے۔

6۔ واقعات درد: مسائل تصوف پر مشتمل ہے۔

7 سوز دل: یہ بھی تصوف وطریقت کے مسائل پر محیط ہے۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:641۔643)

اپنی وفات کی پیشگوئی

خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ نے چھیاسٹھ سال عمر پا کر بروز جمعہ 24 صفر 1199ھ (6 جنوری 1775ء) کو دہلی میں وفات پائی۔ انہوں نے اپنی موت کی خود پیش گوئی کی تھی جو بالکل صحیح ثابت ہوئی۔ 1195ھ (1781ء) میں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دو رسالے (شمع محفل اور درد دل) بیک وقت ضبط تحریر میں لانا شروع کئے تھے۔ ان دونوں کی تکمیل 1199ھ (1785ء) میں ہوئی۔ درد دل کے آخر میں خود خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رقم فرماتے ہیں کہ اب میری عمر کا چھیاسٹھواں سال ہے اور سن 119ھ ہے جو سال اس رسالے کی تکمیل کا ہے وہی سال میری وفات کا ہے‘ اسے قدرت خداوندی کہئے کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی سال رحلت فرمائی۔ ان کی قبر پر یہ الفاظ کندہ ہیں: رحلت 24 صفر 1199ھ یوم جمعہ قبل صبح صادق‘‘۔

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں ترکمان دروازے کے باہر اپنے والد بزرگوار خواجہ محمد ناصر عندلیب رحمۃ اللہ علیہ کے قریب مدفون ہیں۔ آج کل اس مقام کو ’’باغیچہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ‘‘ کہتے ہیں۔ یہ جگہ شہر پناہ کے باہر شاہ جی کے تالاب سے ملی ہوئی ہے۔

(فقہائے ہند ج:۵ ص:646)

خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے چھوٹے بھائی اور شاگرد خواجہ محمد میر اثر رحمۃ اللہ علیہ مسند نشین ہوئے۔ میر اثر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد درد کے صاحبزادے خواجہ ضیاء الناصر الم رحمۃ اللہ علیہ نے مسند رشد وہدایت کو زینت بخشی۔ ان کے بعد خواجہ محمد نصیر رنج رحمۃ اللہ علیہ نے یہ خدمت قبول کی۔ اس طرح یہ سلسلہ خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں جاری رہا۔

خلیفہ وجانشین

خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں اور ان سے استفادہ کرنے والوں کا حلقہ بڑا وسیع تھا‘ جن میں مسلمان اور ہندو بھی شامل تھے۔

خواجہ محمد میر اثر رحمۃ اللہ علیہ: یہ خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی تھے‘ ان کے مرید اور شاگرد بھی تھے‘ نیک اور متوکل علی اللہ

Marfat.com

بزرگ تھے' خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد مسند نشین ہوئے۔

خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کے عالم ضعیفی میں ان کے ایک مرید نے عرض کی کہ دنیا دارِ فانی ہے اور حضرت کا وقتِ آخر' حضور فرمائیں کہ آپ کے بعد کس کو آپ کا جانشین اور صاحب سجادہ مانا جائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر آنسو بھر لائے اور جواباً یہ قطعہ پڑھا:

موت کیا ہم سے فقیروں سے تجھے لینا ہے　　مرنے سے پہلے ہی یہ لوگ تو مرجاتے ہیں

تا قیامت نہیں مٹنے کے دل عالم سے　　درد ہم اپنے عوض چھوڑے اثر جاتے ہیں

چنانچہ میر اثر رحمۃ اللہ علیہ ہی کو ان کا جانشین مقرر کیا گیا۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:647)

(163) شیخ خوب محمد گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ خوب محمد چشتی احمد آبادی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے عالم اور فقیہ تھے' معرفت وطریقت میں بھی کامل تھے اور علاقہ گجرات کے مشاہیر مشائخ میں سے تھے' انہوں نے جام جہاں نما کی شرح لکھی اور تصوف کے موضوع پر کئی رسالے تصنیف کئے۔ 24 شوال 1103ھ (29 جون 1692ء) کو احمد آباد میں فوت ہوئے۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:648)

(164) سید درگاہی بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ

سرزمین بلگرام علم وفضل اور معرفت وطریقت کے لحاظ سے نہایت شہرت کی حامل تھی۔ اس مردم آفرین خطے میں بے شمار علمائے عظام اور فقہائے عالی مقام پیدا ہوئے اور انہوں نے بڑی علمی خدمات انجام دیں۔ ان میں بارہویں صدی ہجری میں جن حضرات نے جنم لیا ان میں سید درگاہی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔

سید درگاہی رحمۃ اللہ علیہ کا مولد ومنشا بلگرام ہے۔ ابتدائے عمر ہی میں حصول علم میں مشغول ہو گئے تھے' اس کیلئے سفر کی صعوبتیں برداشت کیں اور قاضی علیم اللہ کچندوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1115ھ/ 1703ء) اور دیگر علماء کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تحصیل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد قاضی علم اللہ کچندوی رحمۃ اللہ علیہ کے عم محترم شیخ عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ سے کسب طریقت کیا اور علم ومعرفت میں درجہ کمال کو پہنچے۔ بعد ازاں مراجعت فرمائے بلگرام ہوئے اور ہمہ تن درس وافادہ میں مصروف ہو گئے۔ اسی کارِ خیر میں اپنی تمام توانائیاں صرف کر دیں۔ 1110ھ (1699ء) کے بعد بلگرام میں رحلت فرمائی۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:649)

(164) شیخ رحمت اللہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ رحمت اللہ بن غلام محمد بکری بجنوری لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے نامور عالم' فقیہ اور صوفی تھے' انہوں نے مشائخ کے حالات میں ''تذکرۃ الاصفیا'' کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی۔ یہ کتاب فارسی زبان میں ہے' سال تصنیف 1116ھ (1704ء) اور مقام تصنیف لکھنؤ ہے۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:650)

Marfat.com

(166) مولانا رستم علی قنوجی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا رستم علی بن علی اصغر صدیقی قنوجی رحمۃ اللہ علیہ عالم کبیر اور شیخ وقت تھے۔ 1115ھ (1703ء) کو قنوج میں پیدا ہوئے اور وہیں تربیت پائی۔ اپنے والد مولانا علی اصغر علی صدیقی قنوجی رحمۃ اللہ علیہ سے جو نامور عالم دین تھے اور جن کا سلسلہ درس جاری تھا، حصول علم کا آغاز کیا، زیادہ تر کتب درسیہ انہی سے پڑھیں۔ جب (15 شعبان 1140ھ/16 مارچ 1728ء) کو والد وفات پا گئے تو عازم لکھنؤ ہوئے۔ وہاں استاذ الاساتذہ شیخ نظام الدین بن قطب الدین انصاری سہالوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہنگامہ درس جاری تھا، اس میں شامل ہو گئے اور باقی کتابیں انہی سے پڑھیں۔ 1142ھ (1730ء) میں فارغ التحصیل ہو کر قنوج واپس گئے اور اپنے والد کے مدرسے میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اپنے بھائی مولانا محمد کامل قنوجی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1146ھ/1733ء) سے جو کبار علمائے عصر میں سے تھے، طریقہ نقشبندیہ میں فیض حاصل کیا۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:651)

(167) شیخ زین العابدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کا ہر فرد علم فضل میں یگانہ روزگار تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت بے پایاں سے اس خاندان کو جس نعمت عظمیٰ سے نوازا، وہ دیار ہند کے چند ہی خاندانوں کے حصے میں آئی ہوگی۔ اس دودمانِ بلند مرتبت کے ایک بزرگ شیخ زین العابدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور شیخ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی تھے۔

شیخ زین العابدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ 1074ھ (1664ء) کو سرہند میں پیدا ہوئے اور علم و ارشاد کی گود میں تربیت پائی۔ شیخ حجت اللہ نقشبندی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے کسب علم اور اخذ طریقت کیا۔ **طویل عرصہ تک ان سے منسلک رہے، یہاں تک کہ فقہ واصول اور تصوف میں ماہر ہوئے،** بہت سے فضائل باطنی اور کمالات ظاہری سے دامن بھرا۔ پھر تدریس و ارشاد میں سرگرم عمل ہوئے، اس اثنا میں متعدد علماء و فضلا نے ان سے استفادہ کیا۔ اس جلیل القدر عالم دین اور ماہر معقولات و منقولات نے ماہ رمضان المبارک کے آخری دن 1128ھ (6 ستمبر 1716ء) کو سرہند میں رحلت فرمائی۔ وفات کے وقت ان کی عمر چون (54) برس تھی۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:651)

(168) سید سعد اللہ سلونی رحمۃ اللہ علیہ

سید سعد اللہ بن سید عبد الشکور حسینی سلونی رحمۃ اللہ علیہ مضافات الہ آباد کے ایک قصبے ''سلون'' کے باشندے تھے، صغر سنی ہی میں اکتساب علم میں مشغول ہو گئے تھے اور بہت جلد طلب علم کی منازل طے کر لی تھیں، یہاں تک کہ معقولات و منقولات کے ماہرین اور فحول علمائے ہند میں شمار کیے گئے۔ دور شباب میں مسند تدریس آراستہ کر لی تھی اور درس و افادہ کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔

Marfat.com

تصوف وطریقت میں بھی کامل تھے اور اس ضمن میں اپنے والد بزرگوار سید عبدالشکور سلونی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ فیض کیا تھا۔

اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ سید سعد اللہ سلونی رحمۃ اللہ علیہ کی بے حد تکریم کرتا تھا' اس نے ان کو دو گاؤں بطور جاگیر عطا کئے' جن سے انہیں آٹھ لاکھ روپے سالانہ آمدنی ہوتی تھی' سلطان اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں ان کا اس درجہ احترام تھا کہ وہ ان کو خط لکھتا تو "سیدی وسندی" کے الفاظ سے خطاب کرتا۔ سید سعد اللہ سلونی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ وہ بادشاہ سے حاجت مند لوگوں کی سفارشیں کرتے اور کوشش فرماتے کہ ان کے کام مکمل ہو جائیں۔ بادشاہ ان کی بات مانتا اور اپنے ہاتھ سے خط کا جواب لکھتا۔ ایک مرتبہ انہوں نے بادشاہ سے ایک عامل کی سفارش کی' بادشاہ نے اپنے کاتب کو حکم دیا کہ شیخ کو یہ خط لکھا جائے کہ وہ ظالموں کی سفارش نہ کیا کریں۔ اس کے بعد بادشاہ نے ان کو اپنے ہاتھ سے خط لکھنا بند کر دیا تھا لیکن وہ برابر بادشاہ کو خط لکھتے رہے۔

سید سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں **سلطان اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ کو اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ائمہ اثناعشرہ سے محبت رکھنے کی بھی تاکید فرماتے**۔ جب اس سلسلے میں انہوں نے بار بار خط لکھے تو بادشاہ نے حاضرین دربار سے کہا کہ سید سعد اللہ سلونی رحمۃ اللہ علیہ جو محبت اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تلقین فرماتے ہیں یہ تو بالکل صحیح ہے لیکن اہل سنت کے نزدیک تو امامت بارہ اماموں میں منحصر نہیں ہے۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:653)

(169) مفتی شرف الدین لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی شرف الدین بن محی الدین لکھنوی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کا مولد ومنشا لکھنؤ ہے' کافی عرصہ تک اپنے والد مکرم مولانا محی الدین لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کرتے رہے' جو اس دور کے معروف علماء میں سے تھے۔ پھر کورہ تشریف لے گئے وہاں شیخ لطف اللہ کوروی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ درس جاری تھا' ان سے درسی کتابوں کی تحصیل کی۔ بعد ازاں شیخ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ بن عطاء اللہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر بیضاوی پڑھی' اخذ طریقت بھی انہی سے کیا' یہاں تک کہ علم فقہ اور دیگر علوم میں مہارت پیدا کر لی' فارغ التحصیل ہونے کے بعد' اس دور کے مغل حکمران اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ سے قرب حاصل کیا۔ اس نے ان کے علم وفضل اور تحقیق وکاوش سے متاثر ہو کر چارصدی کے منصب سے نوازا اور بعض خدمات شرعیہ انجام دینے پر مامور کیا۔ سلطان محمد شاہ کے عہد تک اس منصب پر فائز رہے' پھر ان کو تین ہزاری کا منصب عنایت کیا گیا۔ سالہا سال تک اس منصب سے مفتخر رہے۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:655)

(170) شیخ شکر اللہ جون پوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ شکر اللہ بن نور اللہ جنیدی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ' شیخ معروف اشرف رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے' جن کا سلسلہ نسب شیخ جنید ابو القاسم بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منتہی ہوتا ہے۔ شیخ شکر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پردادا کا نام اللہ داد تھا' وہ جس گاؤں میں سکونت پذیر تھے اس کا نام مخدوم پور تھا' شیخ اللہ داد رحمۃ اللہ علیہ مخدوم پور سے نقل مکانی کر کے ایک اور گاؤں اللہ داد پور چلے گئے تھے۔ پھر ان کے والد گرامی' اللہ داد پور کی سکونت ترک کر کے ایک دوسرے گاؤں ہمزہ پور میں منتقل ہو گئے تھے' جو صوبہ یوپی میں اعمال دیمو

Marfat.com

میں واقع تھا۔ ہمزہ پور ہی میں شیخ شکر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی اور وہیں نشو ونما پائی' بعد ازاں جون پور گئے اور وہاں رشیدیہ کے مصنف شیخ محمد رشید عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسے میں داخل ہوئے اور کتب درسیہ کی تکمیل کی۔

شیخ شکر اللہ جون پوری رحمۃ اللہ علیہ' عالم وفقیہ' زاہد وعابد اور صاحب حسن اخلاق تھے۔ انہوں نے اپنے شیخ ومرشد محمد ارشد جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات بھی جمع کئے' جو کافی ضخیم ہیں۔ بعد ازاں ان ملفوظات کو 1135ھ (1723ء) میں شیخ محمد ارشید رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے شیخ غلام رشید بن محب اللہ بن محمد ارشد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کیا۔ گنج ارشدی کی ترتیب کے وقت اس کے جامع شیخ شکر اللہ جون پوری رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:655۔656)

(171) شیخ صبغت اللہ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ صبغت اللہ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور حضرت شیخ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے تھے۔ 1032ھ (1623ء) میں پیدا ہوئے اور علم ومعرفت کی گود میں پرورش پائی۔ شیخ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس نیک بخت بیٹے کے **چہرے پر تقویٰ وصالحیت کے آثار دیکھ کر اوران کے ورع وعبادت سے متاثر ہو کر انہیں مرتبہ قطب پر فائز ہونے کی بشارت دی تھی**۔ شیخ صبغت اللہ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے نامور عالم وفقیہ تھے' ان کے شب وروز لوگوں کو رشد وہدایت اور طریق حق کی دعوت دینے میں صرف ہوتے تھے' ہر وقت ترویج شریعت اور ترغیب سنت میں سرگرم عمل رہتے۔ اسی بناء پر لوگوں نے ان کو مروج الشریعت کا لقب دے رکھا تھا' جس کا مطلب ہے شریعت حقہ کے احکام کو رواج دینے والا۔

برصغیر پاک وہند میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان علم وفضل' زہد وتقویٰ اور تصوف وطریقت میں خاص شہرت کا حامل ہے۔ جو خدماتِ دینیہ اس خاندان کے بزرگوں نے انجام دیں وہ ارض ہند کے کسی اور خاندان کے حصے میں نہیں آئیں۔ شیخ صبغت اللہ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ بھی اس سلسلے میں بڑا بلند ہے۔ خطہ سرہند کے اس رفیع المنزلت عالم وفقیہ اور خانوادہ مجددیہ کے بلند مرتبت مرد صالح نے 9 ربیع الاول 1121ھ (8 مئی 1709ء) کو وفات پائی۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:660)

(172) سید ضیاء اللہ بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ

سید ضیاء اللہ حسینی واسطی بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ' علمائے مشاہیر میں سے تھے۔ اپنے عہد کے شیخ' عالم اور نامور فقیہ تھے' مولد ومنشا بلگرام ہے۔ عمر کی کچھ منزلیں طے کیں تو حصول علم کا جذبہ بیدار ہوا' سب سے پہلے تجوید کے ساتھ قرآن مجید حفظ کیا' اس زمانے میں بلگرام کو علم وفضل کے مرکز کی حیثیت حاصل تھی' اور وہاں مشہور علمائے کرام کا سلسلہ درس جاری تھا۔ سید ضیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حفظ قرآن مجید کے بعد ان علماء سے مختلف درسی کتابیں پڑھیں۔ پھر مزید تحصیل علم کی غرض سے دیگر مقامات کا قصد کیا اور مروجہ علوم کی بعض کتابوں کا درس لیا۔ کچھ عرصہ بعد کالپی گئے' وہاں شیخ احمد بن محمد حسینی ترمذی کالپوی رحمۃ اللہ علیہ کی مسند طریقت آراستہ تھی' ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تصوف کی بعض کتابیں ان سے با قاعدہ درساً درساً پڑھیں۔ بعد ازاں علوم ظاہری وباطنی پر

Marfat.com

عبور حاصل کر کے اپنے شہر بلگرام واپس آئے۔

سید ضیاء اللہ بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ گونا گوں اوصاف کے مالک تھے' معقولات و منقولات میں مہارت کے ساتھ ساتھ انشا و مراسلہ نگاری میں بھی مہارت رکھتے تھے' عربی اور فارسی کی نظر و نثر میں بھی ان کا مقام بہت بلند تھا۔ بلگرام کے اس ہمہ اوصاف عالم و فقیہ نے منگل کے روز 25 شعبان 1104ھ (21 اپریل 1693ء) کو اس جہان فانی سے عالم جاودانی کا سفر اختیار کیا۔
(فقہائے ہند' ج:۵ ص:660)

(173) سید ظریف حسینی عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ

بارہویں صدی ہجری کے ایک عالی قدر عالم سید ظریف حسینی رحمۃ اللہ علیہ عظیم آبادی بھی تھے' جو شیخ وقت اور علامہ عصر تھے۔ فقہ و اصول اور علم کلام میں انہیں دسترس حاصل تھی' شیخ نظام الدین انصاری سہالوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد سید ظریف رحمۃ اللہ علیہ عظیم آبادی اپنے شہر عظیم آباد میں سرگرم تدریس ہوئے اور مدرسہ سیف خاں میں مسند درس آراستہ کی۔ اپنے استاذ گرامی شیخ نظام الدین انصاری سہالوی رحمۃ اللہ علیہ سے انہیں شدید محبت و عقیدت اور قلبی تعلق تھا' ان کی موت کی خبر پہنچی تو آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی اور **شدت غم سے روتے روتے آنکھیں ضائع ہوگئیں لیکن بعد میں پتا چلا کہ شیخ زندہ ہیں اور انتقال کی خبر غلط تھی** لیکن اس اثناء میں لائق شاگرد کی بصارت ختم ہو چکی تھی۔

منقول ہے کہ سید ظریف حسینی رحمۃ اللہ علیہ چند کتابوں کے مصنف بھی تھے مگر ان کی تصانیف کا علم نہیں ہو سکا۔ ان سے علماء و طلباء کی ایک بڑی تعداد نے استفادہ کیا۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:663)

(174) سید عبدالحکیم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

سید عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کا نسب نامہ یہ ہے: عبدالحکیم بن بایزید بن نظام الدین بن محمد بن مبارک حسنی قادری لاہوری' معروف رجال فضل و صلاح اور مشہور مشائخ میں سے تھے۔ سلسلہ نسب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تک منتہی ہوتا ہے۔ 1031ھ (1622ء) کو لاہور میں پیدا ہوئے اور اسی شہر میں تربیت پائی۔ جید عالم دین' فقیہ صالح' متقی و متدین' متواضع' متحمل مزاج' حلیم الطبع اور بے حد منکسر تھے۔ 1108ھ (1697ء) کو لاہور میں وفات پائی۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:666)

(175) قاضی عبدالرسول سہالوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالرسول بن یوسف بن سلیمان بن سعد اللہ انصاری سہالوی رحمۃ اللہ علیہ کا مولد و منشا نواح لکھنؤ کا ایک قریہ سہالی ہے۔ انہوں نے دہلی کے اساتذہ سے علم حاصل کیا اور اپنے دور کے کبار فقہائے حنفیہ میں گردانے گئے۔ بعد ازاں علاقہ اودھ میں تشریف لے گئے اور سید عبدالرزاق حسنی قادری ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا۔ طویل عرصہ تک ان سے منسلک رہے' پھر

Marfat.com

اعمال ڈھاکہ میں ایک مقام ''کونہیٹہ'' کے منصب قضا پر مامور ہوئے۔ سرزمین بنگل میں اس عالم وفقیہ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور بہت سے لوگوں نے ان سے استفادہ کیا۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:683)

(176) شیخ عبدالقادر پٹنی مکی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالقادر بن عمر بن ہشام حسنی گیلانی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی لاہور میں ولادت ہوئی اور اسی شہر میں پلے بڑھے۔ اپنے ماموں شیخ اسماعیل بن قاسم اچی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے علم فقہ حاصل کیا۔ حدیث اور تفسیر کی تحصیل بھی انہی سے کی۔ شیخ عبدالرسول زنجانی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کچھ کتابیں پڑھیں۔ بعض علوم میں سید محمد بن علاؤالدین حسینی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد خود درس وافادہ کی مسند آراستہ کی۔ ان کا شمار مشائخ قادریہ میں ہوتا تھا' اس سلسلے کے متعدد حضرات نے ان سے استفاضہ کیا۔ کشف الاسرار الکبیر اور اسرار کتمانی ان کی تصانیف ہیں۔ 28 ذی الحجہ 1154ھ/18 فروری 1742ء کو وفات پائی۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:686)

(177) قاضی عبدالکریم کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

قاضی عبدالکریم کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا مولد ومنشا کشمیر ہے' مفتی ابوالفتح کشمیری اور دیگر علماء سے اخذ علم کیا اور دیار کشمیر کے جلیل القدر شیخ اور عالم وفقیہ ہوئے۔ سلطان اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی فوجی چھاؤنی میں گئے' وہاں کچھ عرصہ مقیم رہے۔ پھر بادشاہ نے ان کو کشمیر کے منصب قضا سے سرفراز کیا' جس پر چوبیس سال مامور رہے' عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے آخری ایام حکومت میں اس منصب سے علیحدہ ہوئے۔ منصب قضا کی انجام دہی میں نہایت محتاط تھے۔ **ان کی عدالت میں کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو اس کے تمام پہلوؤں پر انتہائی غور کرتے اور صحیح فیصلے پر پہنچنے میں اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعا کرتے۔** ان کی پوری کوشش ہوتی کہ کسی مقام پر لغزش فہم کا شکار نہ ہو جائیں۔ بہت نیک' عابد وزاہد' صلاح وتقویٰ کے زیور سے آراستہ اور شب بیدار تھے۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:687)

(178) سید عبداللہ سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ

سید عبداللہ بن زین العابدین حسینی سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ' ہندوستان کے صوبہ یوپی کے قصبہ سندیلہ کے باشندے تھے' عالم اور فاضل بزرگ تھے' فقہ اصول اور کلام کے ماہرین میں سے تھے' علامہ کمال الدین انصاری سہالوی ثم فتح پوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 14 محرم الحرام 1175ھ/15 اگست 1761ء) سے اخذ علم کیا۔ کافی عرصہ ان کی صحبت ورفاقت میں گزارا۔ جب علوم مروجہ میں شمس بازغہ تک پہنچے تو ارض ہند کے مشہور عالم شیخ حمداللہ سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے' جو فلسفہ ومنطق میں یگانہ روزگار تھے۔ انہی سے سند فراغت حاصل کی' پھر خود درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اور طویل عرصہ تک تشنگان علوم کو مستفید فرماتے رہے۔ بعد ازاں امیٹھی (یوپی) کے نامور عالم شیخ عبدالباسط امیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ بیعت وارادت میں شامل ہو گئے۔ یہ ان کا

Marfat.com

وہ دور تھا جبکہ لوگوں سے بالکل علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ ذکی اور متقی عالم تھے' آخر عمر میں جنون وجذب کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ اسی حالت میں فوت ہوئے۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:688)

(179) شیخ عتیق اللہ جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عتیق اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب حضرت زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ ان کے آباؤ اجداد بلخ کے رہنے والے تھے' بعد میں وارد ہند ہوئے اور پنجاب کے شہر جالندھر کو اپنا مسکن ٹھہرایا۔ شیخ ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کا مولد ومنشا جالندھر ہے' انہوں نے مختلف علمائے عظام سے تحصیل کی اور فقہ واصول اور علوم عربیہ کے ماہرین میں شمار ہوئے۔ دل میں تصوف وطریقت کا جذبہ موجزن ہوا تو شیخ ابوالمعالی بن محمد اشرف حسینی انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1116ھ/1704ء) کی خدمت میں حاضری دی جو ضلع سہارنپور کے قریہ انبیٹھ کے باشندے تھے اور ہندوستان کے مشاہیر مشائخ میں گردانے جاتے تھے۔

شیخ عتیق اللہ حسینی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے ماہ شعبان 1131ھ/ جون 1719ء میں وفات پائی۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:694)

(180) قاضی عصمت اللہ فاروقی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی عصمت اللہ فاروقی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ' قاضی عبدالقادر لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے بیٹے تھے' ان کا سلسلہ نسب اٹھارہ واسطوں سے حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ قاضی عصمت اللہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ ارض ہند کے فاضل بزرگ تھے' لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور اسی شہر میں پرورش پائی۔ اپنے والد مکرم قاضی عبدالقادر فاروقی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی وجیہ الدین گوپاموی رحمۃ اللہ علیہ سے جو مرتبین فتاویٰ عالمگیری میں شامل تھے' علم حاصل کیا۔ طریقت وسلوک کی منزلیں شیخ پیر محمد سلونی رحمۃ اللہ علیہ سے طے کیں۔ پھر بادشاہ ہند اورنگزیب عالمگیر سے منسلک ہو گئے۔ اس نے ان کو مرادآباد کا والی مقرر کر دیا۔ خاصی مدت اس منصب پر فائز رہے' بعد ازاں مختلف شہروں میں آنا جانا رہا۔

قاضی ممدوح رحمۃ اللہ علیہ ایک صاحب ثروت اور امیر عالم دین تھے' سخی ایثار پیشہ اور مستحقین پر مال ودولت خرچ کرنے والے تھے۔ علماء ومشائخ کا اس درجہ خیال رکھتے کہ انہیں خراجی زمینوں سے ایک لاکھ کاشت کار دیئے' جن کے ساتھ کثیر تعداد میں مویشی بھی تھے' نیز اپنی جاگیروں سے سات گاؤں عطا کئے۔ طلباء سے تعلق خاطر کا یہ عالم تھا کہ روزانہ دو سو طلباء کو کھانا کھلاتے اور رمضان المبارک میں روزانہ ایک ہزار اشخاص کو اپنے ذاتی لنگر سے کھانا مہیا کرتے۔ علم فقہ اور اسکی جزئیات وفروع پر عبور کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مرتبین فتاویٰ عالمگیری کی جماعت میں شامل تھے' حافظ قرآن علوم عربیہ کے ماہر تھے۔

قاضی عصمت اللہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ساحل نربدہ پر 12 رجب 1113ھ/2 دسمبر 1701ء کو اس وقت ہوئی جب وہ بلادِ دکن سے لوٹ رہے تھے۔ وفات کے وقت ان کی 67 سال تھی۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:694)

Marfat.com

(181) شیخ علی اصغر قنوجی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ علی اصغر بن عبدالصمد بکری کرمانی قنوجی رحمۃ اللہ علیہ' عالم کبیر اور شیخ وقت تھے۔ الفصول العمادیہ کے فاضل مصنف شیخ عماد الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک منتہی ہوتا ہے۔ تفسیر' حدیث' فقہ' صرف ونحو اور علم بیان ومعانی میں وحید العصر تھے' تصوف وسلوک سے بھی گہرا لگاؤ تھا۔ 1051ھ/ 1641ء کو قنوج میں پیدا ہوئے اور وہیں پلے بڑھے۔ علوم درسیہ اور فنون متداولہ کی تحصیل سید محمد قنوجی رحمۃ اللہ علیہ سے کی جو اس زمانے میں قنوج میں سرگرم درس وافادہ تھے' شیخ عصمت اللہ سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی گئے۔ ان سے متوسطات ومطولات کی تکمیل کی' ان کے علاوہ اور بھی مختلف علمائے کرام سے استفادہ کیا اور علم وفضل کے مرتبہ بلند کو پہنچے' ان کے اساتذہ کی فہرست میں شیخ لطف اللہ کوروی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد زمان کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ اور نواب دیانت خاں رحمۃ اللہ علیہ ایسے رفیع المرتبت علماء کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ تصوف وطریقت میں لکھنؤ جاکر پیر محمد لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے استفاضہ کیا۔ پھر اپنے وطن قنوج کو مراجعت کی' یہ وہ عالم وفقیہ ہیں جو تمام علائق دنیا سے منقطع ہوکر علماء وطلباء کو پورے ساٹھ سال علوم مروجہ پڑھاتے رہے۔ اس طویل مدت میں بے شمار لوگوں نے ان سے استفادہ کیا' قرآن مجید پر گہری نظر تھی۔ ثواقب التنزیل کے نام سے تفسیر جلالین کے انداز پر ایک تفسیر لکھی۔ یہ ان کی عمر کے آخری دور کی تصنیف ہے۔ اس سے پہلے تصوف وسلوک کے بارے میں بھی کچھ کتابیں تصنیف کیں۔ اس موضوع کی بعض کتابوں پر حواشی وتعلیقات بھی سپرد قلم کئے۔ برصغیر پاک وہند کے یہ عالم وفقیہ تادم واپسیں مصروف تدریس رہے۔

شیخ علی اصغر قنوجی رحمۃ اللہ علیہ نے 15 شعبان 1140ھ/ 16 مارچ 1728ء کو وفات پائی۔ (فقہائے ہند' ج:۵ ص:698)

(182) سید عنایت اللہ بالاپوری رحمۃ اللہ علیہ

سید عنایت اللہ بن محمد اللہ داد بن موسیٰ بن ظہیر الدین حسینی خجندی بالاپوری رحمۃ اللہ علیہ' شیخ اور عالم وفقیہ تھے۔ مشائخ نقشبندیہ میں سے تھے' شیخ ابوالمظفر نقشبندی برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد معصوم بن شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا۔ اس کے بعد ہندوستان کے مشہور شہر برہان پور سے چار میل کے فاصلے پر بالاپور کے مقام کو اپنا مسکن ٹھہرالیا اور **صدق وعفاف' توکل واستغنا کے ساتھ لوگوں سے منقطع ہوکر عبادت الٰہی اور افادۂ عوام میں مشغول ہو گئے**۔ بے شمار علماء وطلباء نے ان سے استفادہ کیا۔ نوافل وادعیہ سے متعلق عنایۃ الواصلین کے نام سے ان کی ایک تصنیف بھی ہے۔ 1117ھ/ 1705ء میں فوت ہوئے۔ (فقہائے ہند' ج:4 ص:700)

(183) شیخ عنایت اللہ شال کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عنایت اللہ شال کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سرزمین کشمیر میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔ نامور علمائے کشمیر سے اکتساب علم کیا' جن

Marfat.com

میں مولانا ابوالفتح کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالرشید کشمیری رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ شیخ حیدر بن فیروز چرخی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی سے بھی استفادہ کیا۔ کم عمری ہی میں معقول ومنقول کے ماہر ہو گئے' بالخصوص حدیث اور فقہ میں درجہ کمال کو پہنچے۔ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شغف ومحبت کا یہ عالم تھا کہ چھتیس مرتبہ طلبائے علم کو صحیح بخاری پڑھائی۔ مثنوی مولانا روم نہایت ذوق وشوق سے پڑھتے تھے۔ علم وفضل میں اپنے اقران ومعاصرین سے فائق تر تھے۔ اچھے شاعر تھے اور صوفیانہ انداز کے شعر کہتے تھے' حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے شیخ صبغت اللہ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا۔ **سخت قسم کے موحد تھے اور توحید میں یہ سختی اپنے مرشد شیخ صبغت اللہ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت وارشاد کا نتیجہ تھی۔** ارض کشمیر کے اس ممتاز عالم وفقیہ نے اڑسٹھ سال کی عمر پا کر ماہ شعبان 1125ھ/ اگست 1713ء کو سفر آخرت اختیار کیا۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:700)

(184) سید غلام حسین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

سید غلام حسین بن شہاب الدین بن محمد بن اسحاق بغدادی ثم ہندی رحمۃ اللہ علیہ اورنگ آبادی' نامور عالم وفقیہ اور اپنے عصر کے مشہور شیخ تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ ''جبر'' نام کے ایک شہر میں پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں گجرات چلے گئے تھے۔ وہاں کے اساتذہ عصر سے علم حاصل کیا' پھر شیخ علی رضا بن فرخ شاہ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ثم گجراتی کے دامن مشیخت سے وابستہ ہو گئے' ان سے اخذ طریقت کیا۔ بعد ازاں اورنگ آباد کا عزم کیا اور وہاں سکونت اختیار کر لی۔ اورنگ آباد میں سب علائق دنیا سے منقطع ہو کر زہد وعبادت میں مشغول ہو گئے۔ ان کا تمام وقت تلاوت قرآن مجید' درود شریف' تہلیل وتسبیح اور دیگر وظائف اوراد میں گزرتا۔ منقول ہے کہ پوری عمر میں کبھی نماز باجماعت ترک نہیں ہوئی۔ اس عالم دین نے 2 جمادی الاولیٰ 1176ھ/ 19 نومبر 1762ء کو اورنگ آباد (دکن) میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:702)

(185) میر سید غلام علی آزاد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ

قسام ازل نے برصغیر پاک وہند کی سرزمین کو جس بہت بڑی نعمت سے نوازا' وہ علم کی فراوانی ہے۔ علم کے جو چشمے اس خطہ ارض سے پھوٹے اور جس قدر علماء وفقہاء' مشائخ وصلحاء' محققین ومصنفین' معلمین ومدرسین' ارباب فضل اور اصحاب کمال یہاں پیدا ہوئے' وہ کم ہی علاقوں اور ملکوں میں پیدا ہوئے ہوں گے۔ محل وقوع کے اعتبار سے ہندوستان مرکز اسلام سے بہت دور تھا اور صحیح معنوں میں کفرستان تھا' لیکن اس پر اللہ تعالیٰ کے احسان بے پایاں کا ایسا شامیانہ فگن ہوا کہ جگہ جگہ سے قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دل نواز صدائیں بلند ہونے لگیں۔ علماء سرگرم تدریس ہوئے' صلحا نے رشد وہدایت کی مسندیں بچھائیں اور فقہا ومحدثین نے قلم اور زبان سے لوگوں کی ذہنی' علمی اور روحانی تربیت کا بیڑا اٹھایا اور بہت جلد صنم کدہ ہند گہوارۂ اسلام کی حیثیت اختیار کر گیا۔ بت تراش بت شکن ہو گئے اور دین وشریعت سے ناآشنا لوگ' اسلام کے داعی اور دین کے مبلغ بن کر ابھرے۔

اس سلسلے میں دیارِ ہند کے بہت سے علاقوں نے بے پناہ شہرت حاصل کی' جن میں لکھنؤ اور اس کے گرد ونواح کے متعدد قصاب

Marfat.com

ودیہات خاص طور سے مشہور ہیں۔وہاں کے جو مقامات فی الواقع مردم آفرین اور علم وفضل کے مرکز کہلائے' ان میں بلگرام کی بستی کا نام تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ نقش رہے گا۔واقعات وحالات میں خواہ کتنی بھی تبدیلی واقع ہو اور انقلاب وتغیر کی بے شک کتنی بھی لہریں اٹھیں' تاریخ کے صفحات بلگرام کو ابدالآباد تک اپنے دامن میں محفوظ رکھیں گے۔(فقہائے ہند ج:۵ ص:702_703)

خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے فاتح مرید

واسطی سادات میں سے جو سب سے پہلے سید بلگرام میں آکر آباد ہوئے ان کا نام سید محمد صغریٰ رحمۃ اللہ علیہ تھا۔وہ خراسان سے آئے تھے اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔احیائے سنت اور اماتت بدعت میں پیش پیش رہے تھے اور سلطان شمس الدین ایلتمش رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ دربار سے تعلق رکھتے تھے۔

سید محمد صغریٰ رحمۃ اللہ علیہ عالم وفاضل اور صاحب دعوت بزرگ تھے۔انہوں نے 627ھ/1230ء میں سلطان شمس الدین ایلتمش رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے بلگرام میں ایک بلند مقام پر شہر کے وسط میں قلعہ بھی تعمیر کرایا تھا۔فتح بلگرام کے بعد سید محمد صغریٰ رحمۃ اللہ علیہ اکتیس سال زندہ رہے اور زندگی کے یہ لیل ونہار بلگرام ہی میں بسر ہوئے۔انہوں نے 14 شعبان 645ھ/14 دسمبر 1247ء کو وفات پائی۔

سید غلام علی آزاد رحمۃ اللہ علیہ انہی سید محمد صغریٰ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔(فقہائے ہند ج:۵ ص:703_704)

سید غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم وتربیت اور بیعت تصوف

سید غلام علی آزاد رحمۃ اللہ علیہ' ایک شنبہ کے روز 25 صفر 1116ھ/ جون 1704ء کو بلگرام میں پیدا ہوئے۔والد کا اسم گرامی سید محمد نوح حسینی واسطی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔علم وفضل کی گود میں پرورش پائی اور صالحیت ومشیخت کے ماحول میں تربیت کی منزلیں طے کیں۔

کتب درسیہ سید طفیل محمد اترولوی بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1151ھ/1738ء) سے پڑھیں جو اس عہد کے مشہور فاضل اور نامور عالم تھے۔عروض وقافیہ اور ادب کی بعض کتابوں کی تحصیل سید محمد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1185ھ/1771ء) سے کی جو آزاد کے ماموں اور سید عبدالجلیل بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اساتذہ روزگار میں ہوتا تھا' وہ آزاد رحمۃ اللہ علیہ کے نانا تھے اور سولہ برس کی طویل سیر وسیاحت اور ملازمت سلطنت کے بعد 1132ھ/1720ء میں اپنے وطن بلگرام آئے تھے۔آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی عمر ان دنوں سترہ برس کی ہو چکی تھی اور پہلی بار دیار ہند کے اس فاضل کبیر کی زیارت کا موقع میسر آیا تھا۔آزاد رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے حضور زانوئے شاگردی تہہ کیا۔کتب حدیث ان سے پڑھیں اور سند واجازہ سے بہرہ مند ہوئے۔

سید عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ اپنے عصر کے جلیل القدر عالم تھے اور جوہر قابل کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت اور استعداد وقابلیت سے وہ بہت متاثر تھے' اکثر اظہار مسرت کرتے ہوئے آزاد رحمۃ اللہ علیہ سے کہتے:

می خواہم بہ وجوہ نشانی از من باقی ماند۔

مجھے امید ہے تمہاری وجہ سے میری علمی یادگار قائم رہے گی۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد آزاد رحمۃ اللہ علیہ سواد بلگرام میں واپس آئے اور پھر کافی عرصہ یہاں مقیم رہے۔آزاد رحمۃ اللہ علیہ طبعاً درویش

Marfat.com

منش اور صوفی مزاج تھے' اس لئے عین عالم جوانی (ماہ جمادی الاولیٰ 1137ھ/جنوری 1725ء) میں سلسلہ چشتیہ کے مطابق میر سید لطف اللہ بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ شاہ لدھا سے بیعت ہوئے اور کسب فیض کیا۔ (فقہائے ہند، ج:۵ ص:704-705)

زیارت رسول ﷺ کے بعد سفر حج

بلگرام کے دوسرے سفر سے الٰہ آباد واپس آئے تو حریم دل میں سفر حج کے شوق نے کروٹ لی۔ مقنول ہے کہ عہد طفولیت کے ایک خواب میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا تھا۔ اس خواب کی تعبیر کیلئے نہایت بے تاب رہتے تھے۔ بالآخر چارہ ضبط نہ رہا اور 3 رجب 1150ھ/16 اکتوبر 1737ء کو بے اختیار گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ یہ ان کی زندگی کا نہایت ہی اہم سفر تھا' اس سے قبل کبھی پیادہ روی کا اتفاق نہیں ہوا تھا لیکن اس طویل سفر پر وہ پاپیادہ ہی روانہ ہو گئے اور بغیر کسی کو اطلاع دیے چپکے سے عزم سفر کیا۔ تیسرے دن لوگوں کو ان کی روانگی کا علم ہوا' گھر کی عورتوں نے بالخصوص بڑی پریشانی کا اظہار کیا۔ آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے متعارف اور معمول کا راستہ چھوڑ کر غیر متعارف راستہ اختیار کیا تھا کہ لوگوں کو پتا نہ چل سکے اور کوئی تعاقب میں نکلے تو پکڑنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ چنانچہ ان کے بھائی میر سید غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ نے تین منزل تک ان کا تعاقب کیا لیکن وہ ہاتھ نہ آئے لہٰذا مجبوراً واپس آ گئے۔

آزاد رحمۃ اللہ علیہ کو غیر متعارف راستہ اختیار کرنے کی وجہ سے بڑی صحرا نوردی کرنا پڑی اور اس میں انہیں بہت تکلیفیں پہنچیں۔ ایک مثنوی میں جس کو وہ طلسم اعظم کے تاریخی نام سے موسوم کرتے ہیں' ان تکلیفوں کا ذکر کیا ہے۔

انہوں نے بلگرام سے سرونج تک جو حدودِ مالوہ میں واقع ہے' پاپیادہ سفر کیا اور چونکہ اس طرح کے مشقت آمیز سفر کا کبھی اتفاق نہ ہوا تھا' اس لئے پاؤں میں آبلے پڑ گئے اور زمین پر قدم رکھنا مشکل ہو گیا۔ اس میں ان کا رفیق سفر محض تنہائی تھا۔ صبح سے شام تک چلنے سے پاؤں خون آلود ہو گئے تھے۔ ہر طرف پہاڑ اور ناہموار جنگل تھے اور خوف اور دہشت کا منظر تھا لیکن ایک سچا عاطفہ شوق تھا جو انہیں کشاں کشاں لئے جا رہا تھا۔ (فقہائے ہند، ج:۵ ص:707)

شیخ محمد فاخر رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

شیخ محمد فاخر رحمۃ اللہ علیہ زائر الٰہ آبادی (متوفی 11 ذوالحجہ 1164ھ/19 اکتوبر 1751ء) جو برصغیر کے سلفی العقیدہ عالم کبیر' متبع سنت' مصنف شہیر' نامور محدث وفقیہ اور بلند منزلت صوفی وشاعر تھے' اس زمانے میں وہیں قیام فرما تھے۔ آزاد رحمۃ اللہ علیہ کے بہت قدردان تھے' ان کی آمد کی خبر سن کر نہایت اشتیاق سے استقبال کو آئے۔ آزاد رحمۃ اللہ علیہ جہاز سے اترے تو سب سے پہلے انہی سے ملاقات ہوئی اور دونوں بہت گرم جوشی سے ملے۔ (فقہائے ہند، ج:۵ ص:709)

مدینہ منورہ میں آمد

مکہ مکرمہ میں آزاد رحمۃ اللہ علیہ اس وقت پہنچے تھے' جب موسم حج گزر چکا تھا اور اگلے سال کے حج میں کئی مہینے باقی تھے' لہٰذا صرف تین دن وہاں رہے تھے کہ دل میں مدینہ منورہ کیلئے آتش شوق زیارت بھڑک اٹھی۔

Marfat.com

مکہ معظمہ سے دل بے قرار میں مدینہ منورہ کی شوق زیارت نے کروٹ لی چنانچہ طاقت صبر نہ پا کر 26 محرم الحرام کو جمعۃ المبارک کے دن، نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد مدینہ مقدسہ کی راہ اختیار کی۔ 25 ماہ صفر کو کہ اسی تاریخ کو میں جہان عدم سے عالم وجود میں آیا تھا اور اب چھتیس سال کی عمر کو پہنچ گیا ہوں، سحری کے وقت، سوادِ مدینہ کا سرمہ سعادت آنکھوں میں ڈالا اور دیدۂ آرزو مند کو روضہ اقدس کے آستانہ مبارکہ کی دید سے بہرہ مند کیا۔ اس دور میں سفر کس قدر دشوار تھا، اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تک کی مسافت ایک مہینے میں طے کی۔ (فقہائے ہند: ج:۵ ص:710-711)

منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب احادیث کا مطالعہ

اس زمانے میں آزاد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول تھا کہ اکثر راتوں کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جا کر منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب بیٹھ جاتے اور صحیح بخاری کا مطالعہ کرتے۔ آزاد رحمۃ اللہ علیہ 25 صفر 1151ھ/ 3 جون 1738ء کو مدینہ شریف آئے تھے۔ 14 شوال 1151ھ / 14 جنوری 1739ء کو قصد حج سے مکہ مکرمہ کو روانہ ہوئے۔ روانگی کے وقت وہ جس قلبی کیفیت سے دوچار تھے اور جو حالت ان پر طاری تھی اس کا تذکرہ انہوں نے نہایت موثر انداز اور رقت آمیز الفاظ میں سبحۃ المرجان میں کیا ہے۔

بارہ دن کے بعد 26 شوال کو وہ مکہ معظمہ پہنچے۔ یہاں مناسک حج کی ادائیگی کے ساتھ تحصیل علم کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ مکہ معظمہ میں انہوں نے شیخ عبدالوہاب طنطاوی مصری رحمۃ اللہ علیہ سے جو اس دور کے مشہور محدث ہو گزرے ہیں، فن حدیث میں استفادہ کیا۔

ماہ ربیع الاول میں وہ مکہ مکرمہ سے طائف کی سیر کیلئے نکلے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے مرقد پر پہنچے۔ وہاں ان اشعار میں اپنے جذبہ اخلاص کا اظہار کیا۔

اے صبا روبہ مزار پسر عم نبی — خاکِ آں روضہ کم از عنبر ترشنانی
کردہ ام خوب تماشا چمن طائف را — نہ رسد ہیچ گل او بہ گل عباسی

آخر ربیع الثانی 1152ھ/ 1739ء میں وہ طائف سے مکہ مکرمہ واپس آئے اور طواف وداع کرنے کے بعد جدہ کو روانہ ہوئے۔ (فقہائے ہند: ج:۵ ص:712)

خانقاہ میں سات برس قیام

11 ذوالقعدہ 1152ھ/ 29 جنوری 1740ء کو وہ سورت سے دکن کیلئے روانہ ہوئے اور 27 ذوالقعدہ کو اورنگ آباد پہنچے۔ وہاں انہوں نے بابا شاہ مسافر نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں قیام کیا۔ اس خانقاہ میں آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف اوقات میں سات سال کا طویل عرصہ گزارا۔ (فقہائے ہند: ج:۵ ص:713)

حج ثانی کا خیال اور اس کا ترک

اسی سال رمضان المبارک کے مہینے میں آزاد رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں دوبارہ عرب جانے کا خیال کروٹ لینے لگا۔ وہ لکھتے

Marfat.com

ہیں: رمضان المبارک 1161ھ/ستمبر 1748ء کے عشرہ آخر میں میرے مزاج میں ایک شورش سی پیدا ہوئی اور دل نے چاہا کہ تمام امور سے قطع تعلق کر کے دوبارہ دیارِ عرب کو جانا چاہئے۔

لیکن پھر ارادہ ترک کر دیا۔ کیوں؟ اس کی وجہ وہ خود ہی بیان کرتے ہیں۔

ترجمہ: 27 رمضان المبارک کی شب کو سحری کے وقت جبکہ میں سویا ہوا تھا اچانک خواب میں فکر شعری بیدار ہوا اور توجہ ادھر منعطف ہوئی۔ ایک شعر موزوں ہوا اور معاً آنکھ کھل گئی۔ وہ شعر مجھے یاد ہے جو یہ ہے۔

چہ خوش گفت گویندۂ نامدار   مکش دست از دامن روزگار

کہنے والے نے یہ کیا خوب بات کہی ہے کہ دامن روزگار سے ہاتھ نہ کھینچو۔ تھوڑی دیر کیلئے میں سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر سمجھا کہ کہنے والا آوازِ غیبی ہے اور مخاطب یہی بندہ (آزاد) ہے۔ امرِ غیب کو ماننا میرے نزدیک ضروری ہے۔ چنانچہ وہ ارادہ جسے میں پختہ کر چکا تھا' فسخ کر دیا۔ اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جو حج فرض تھا' وہ میں پہلے کر چکا۔ اب اگر علائق ظاہری سے دامن کشاں ہوں گا اور حصول نفل کیلئے سرگرداں ہوں گا تو اس سے وہ حقوق فوت ہوجائیں گے' جن کا ادا کرنا مجھ پر واجب ہے' اور نوافل کیلئے واجب کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:715)

جوان بیٹے کا انتقال

آزاد رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ہی بیٹے تھے اور سید نور الحسن رحمۃ اللہ علیہ ان کا نام تھا' وہ اپنے وطن بلگرام میں رہتے تھے اور بلگرام کے ایک تالاب میں غسل کرتے ہوئے عین عالم جوانی میں غرق ہوگئے تھے۔ یہ حادثہ 1168ھ/1755ء میں پیش آیا۔ آزاد رحمۃ اللہ علیہ کیلئے یہ نہایت غم انگیز حادثہ تھا' جوان بیٹے کی وفات پر انہوں نے دردناک مرثیہ لکھا' جس کا ایک شعر یہ ہے۔

قیامت براسریں بوستان رفت   کہ یک گل داشت آں ہم نوجواں رفت

اس باغ پر قیامت گزر گئی' جس کا ایک ہی پھول تھا اور وہ بھی جوان۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:716)

برائی کے بدلے بھلائی کرنے کا مزاج

آزاد رحمۃ اللہ علیہ نہایت متوکل' نرم خو اور حلیم الطبع عالم تھے۔ ضبط وتحمل کے پیکر تھے' لوگوں سے لڑنا اور جھگڑنا ان کا شیوہ نہ تھا' اگر کوئی ناگوار بات سنتے تو صبر کرتے اور خاموش ہوجاتے۔ کہا کرتے کہ اندمالِ زخم ہنر ہے اور انقطاع بے ہنری۔ دانش مند کو چاہئے کہ عمارت کو گرنے سے بچائے' ڈھانے کا کام تو ہر ایک کرسکتا ہے۔ انہوں نے طبیعت کچھ ایسی پائی تھی کہ کوئی شخص انہیں ذہنی یا مالی تکلیف پہنچاتا تو انتقام نہ لیتے اور بدی کے بدلے میں بھلائی کرتے۔ ان کا قول ہے کہ سب سے بڑا انتقام یہ ہے کہ مخالف تمہارے سامنے اپنی التجا پیش کرنے پر مجبور ہوجائے۔

ان میں یہ خوبی تھی کہ دو شخصوں میں کشیدگی یا تلخی پیدا ہوجاتی تو اپنے حسن

گناہ کبیرہ کرنیوالے چند اسلاف

مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ' امام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد علی لکھوی مدنی رحمۃ اللہ علیہ مولانا کمال الدین ڈوگر رحمۃ اللہ علیہ' شاہ محمد شریف گھڑیالوی رحمۃ اللہ علیہ اور صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بیعتِ تصوف لیا کرتے تھے۔

(ہفت اقلیم؛ ص ۴۷۵۔۴۷۶)

Marfat.com

تدبیر سے اس کو رفع کردیتے۔ نواب صمصام الدولہ شاہ نواز خاں رحمۃ اللہ علیہ ان کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

بر رشتہ دوستی ما گرہے عجب افتادہ بود، بناخن تدبیر شما واشد۔

ہماری دوستی کے تعلق میں عجب گرہ پڑ گئی تھی، لیکن آپ کے ناخن تدبیر سے کھل گئی۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:729)

مجبور و بے کس لوگوں کی مدد

حاکم لاہوری نے ''مردم دیدہ'' میں آزاد رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف بیان کئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا بڑا حصہ ارباب دولت کی صحبت اور اصحاب امارت سے وابستگی میں گزرا لیکن وہ جلب منفعت سے ہمیشہ گریزاں رہے۔ انہوں نے کبھی سرکاری اثر ورسوخ پر اظہارِ فخر نہیں کیا۔ کبھی اپنے آپ کو اقتدار و ثروت کی چوکھٹ پر نہیں گرایا اور کبھی منافع دنیا جمع کرنے کی طرف توجہ نہیں کی، ان کی ساری زندگی فقیرانہ شان اور درویشانہ انداز سے گزری، وہ غرور سے پاک اور فخر سے مبرا تھے۔ تواضع، حلم اور نرمی ان کا اصل جوہر تھا۔ بلند اخلاق اور خوش مزاجی کی دولت سے مالا مال تھے، غریبوں کے ہمدرد، محتاجوں کے معاون اور فقیروں کے مددگار تھے۔ سب سے خوش رہتے اور ہر ایک کو خندہ پیشانی سے ملتے۔

لچھمی نرائن شفیق نے گل رعنا میں آزاد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جو اس دنیا میں سب سے کم درجے کا ہے، وہ عالم آخرت میں سب سے اونچے درجے پر فائز ہوگا۔

آزاد رحمۃ اللہ علیہ خود کہتے ہیں ؎

سرفراز آں جہاں باشد دلیل ایں جہاں   حرفِ ختم صفحہ تاجِ صفحہ آئند است

آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے اصحاب اقتدار سے اپنی ذات کیلئے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا، البتہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے اور اپنے تعلقات و رسوخ سے فیض یاب کرنے سے کبھی دریغ نہیں کیا۔ وہ حکام وقت سے مخلوق خدا کی پرزور سفارش کرتے اور جو شخص کسی کام سے ان کے پاس آجاتا، بلا تامل اس کے ساتھ چل پڑتے۔ اس بارے میں وہ کتنی عمدہ بات بیان کرتے ہیں:

اس خادم خلائق کا نقطہ نظر ہمیشہ یہ رہا ہے کہ اگر دستِ کوتاہ میں طاقت رسائی نہیں تو نہ سہی، پاؤں تو ضرورت مند کے ساتھ چل کر جا سکتے ہیں۔ اگر انگشت ناتواں میں طاقت گرہ کشائی نہیں تو کیا ہوا، زبان قلم سے تو سفارش کی جا سکتی ہے۔
(فقہائے ہند ج:۵ ص:730)

مال ودولت سے بے نیازی

سید غلام علی آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا بیشتر حصہ دکن کے حکمران نظام الدولہ ناصر جنگ رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت میں بسر ہوا، لیکن اس مرد قلندر اور بندہ خدا نے کبھی کوئی دنیوی اعزاز حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی اور نہ کسی جاگیر کی تمنا دل میں پیدا ہوئی۔ فرماں روایانِ دکن آزاد سے بے حد عقیدت رکھتے اور ان کی انتہائی توقیر کرتے تھے۔ اگر آزاد چاہتے تو اس سے فائدہ اٹھا کر مال و دولت کے انبار لگا سکتے تھے۔ لیکن ان کی طبیعت میں اس درجہ استغنا بھرا ہوا تھا کہ انہوں نے جاہ و حشمت اور دولت و ثروت کو کبھی حاشیہ خیال میں بھی نہیں آنے دیا۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:731)

Marfat.com

فقر کی بہترین راہ

سید غلام علی آزاد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ جہاں علم و فضل میں باکمال تھے، وہاں فکر و عمل کے اعتبار سے بھی بلند مرتبے کے حامل تھے اور فقر و درویشی کی بہترین راہ پر گامزن فرسا تھے۔ اس سلسلے میں ان کا نقطہ نظر شفیق نے گل رعنا میں درج کیا ہے جو انہوں نے آزاد رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا۔ فرماتے ہیں حج بیت اللہ سے واپسی کے بعد میں نے اپنے دل میں سوچا کہ فقر کئی اقسام میں منقسم ہے مجھے کون سا فقر اپنانا چاہئے۔ کامل غور و فکر کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ پیری اور مشیخت سے تو بہر طور آزاد ہی رہنا چاہئے، البتہ جادہ صدق کو اختیار کرنا اور معاملات میں صاف رہنا ضروری ہے، کیونکہ جھوٹ اگر دنیا کے معاملات میں فروغ نہیں پا سکتا تو امورِ دینی میں تو اور بھی بدتر ثابت ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ کرامات گوئی، خواب و رؤیا کا معاملہ اور پیری مریدی کا سلسلہ اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اس کی اصلاح ناممکن ہے۔ صدق و صفا اور خوش معاملگی ناپید ہوگئی ہے اور عرس مجموعہ بدعات بن کر رہ گئے ہیں۔ شفیق لکھتے ہیں کہ آزاد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے، عرس کو بے کمال لوگوں نے اپنی شہرت کا وسیلہ اور عوام کو بے وقوف بنانے کا ذریعہ بنا لیا ہے۔

مآثر الکرام میں آزاد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ **جس روز سے میں نے اپنے ناصیہ اخلاص کو بیت اللہ کی چوکھٹ پر حضورِ خداوندی میں جھکایا ہے، دنیا کے تمام لوگوں سے بیگانگی اختیار کر لی ہے۔** (فقہائے ہند، ج:۵ ص:733)

اپنی قبر کیلئے جگہ خود مختص کی

مختلف عوارض کے ہجوم کی وجہ سے 1195ھ/1781ء میں آزاد رحمۃ اللہ علیہ کو یقین ہو گیا تھا کہ اب وقت رحلت قریب ہے۔ چنانچہ اپنی قبر کیلئے اورنگ آباد سے بارہ کوس کے فاصلے پر خلد آباد میں حضرت شاہ برہان الدین غریب رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد کے قریب زمین کا ایک قطعہ بھی خرید لیا تھا۔ پھر سب احباب اور مشائخ و شعرا کو اپنے ہاں جمع کر کے ان کو بہترین کھانا کھلایا۔ ہر ایک سے الگ الگ معافی مانگی، ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا یہ دنیا دار الفنا ہے، اصل اور ہمیشہ کا ٹھکانہ وہی ہے، جو مرنے کے بعد حاصل ہوگا۔ آخرت میں ہم سب یکے بعد دیگرے باہم ملیں گے، آج کی تقریب الوداعی تقریب ہے اور ''هذا فراق بيني وبينكم'' کا معاملہ ہے۔ اس موقع پر آزاد رحمۃ اللہ علیہ بہت ہشاش بشاش تھے لیکن حاضرین پر رقت و حسرت طاری تھی۔

اس واقعہ سے پانچ سال بعد تک آزاد رحمۃ اللہ علیہ زندہ رہے اور 24 ذوالقعدہ 1200ھ/18 ستمبر 1786 کو چھیاسی برس کی عمر پا کر فوت ہوئے۔ ان کی وصیت اور خواہش کے مطابق انہیں اورنگ آباد سے بارہ میل دور خلد آباد میں دفن کیا گیا۔

(فقہائے ہند، ج:۵ ص:738)

(186) مولانا فخر الدین مانکپوری بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا فخر الدین مانک پوری بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ نامور فاضل شیخ بہاؤ الدین بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند رشید تھے۔ شیخ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ درحقیقت بلگرام کے رہنے والے تھے لیکن کسی وجہ سے مانک پور تشریف لے گئے تھے، وہیں ان کے بیٹے مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے اور اسی شہر میں نشوونما پائی۔ لہٰذا مانک پوری کی نسبت سے مشہور ہوئے، مختصرات کتب درسیہ اپنے والد گرامی شیخ

Marfat.com

بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ بعدازاں ان کے حسب ارشاد استاذ المحققین میر سید طفیل محمد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے حلقہ شاگردی میں شمولیت کی۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:740)

فارغ التحصیل ہونے کے بعد لغت کی مشہور کتاب تاج العروس کے مصنف سید مرتضیٰ حسینی زبیدی رحمۃ اللہ علیہ کے جدامجد سید قادری حسینی بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ بیعت میں داخل ہوئے اور اس زمانے کے دستور کے مطابق ان کی خدمت میں تصوف وطریقت کی منزلیں طے کیں۔ جب ہر لحاظ سے درجہ کمال کو پہنچ گئے تو درس وتدریس کی مسند بچھائی۔ بے شمار لوگوں نے ان سے استفادہ کیا۔

مولانا فخر الدین مانک پوری بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ، فضل وصلاح کے اوصاف سے متصف اور جلیل القدر علماء وفضلا میں گردانے جاتے تھے۔ 1140ھ/1728ء کے بعد فوت ہوئے۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:741)

(187) سید فرید الدین بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ

سید فرید الدین بن معین الدین بن عبدالوہاب حسینی واسطی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ وفاضل اور فقہ واصول کے ممتاز علما میں سے تھے۔ بلگرام میں پیدا ہوئے اور وہیں تربیت پائی۔ شیخ احمد امیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ سے جو ملا جیون کے عرف سے معروف تھے اور اپنے زمانے میں ہندوستان کے جلیل القدر عالم اور بہت سی کتابوں کے مصنف تھے، بعض درسی کتابیں پڑھیں۔ بعض کتابوں کی تکمیل علامہ غلام نقشبندی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ سند فراغت بھی ان سے حاصل کی۔ اس کے بعد شیخ جنید بن عبدالواحد امیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا۔ سید قادری بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حجازِ مقدس گئے اور حج وزیارت کی سعادت حاصل کی۔ حج سے فارغ ہو کر ہندوستان واپس آئے تو سورت میں اقامت گزین ہو گئے اور اپنے آپ کو درس وتدریس اور افادہ علما وطلباء کیلئے وقف کر دیا۔
(فقہائے ہند ج:۵ ص:742)

(188) سید فضل اللہ کالپوی رحمۃ اللہ علیہ

سید فضل اللہ بن احمد بن محمد بن ابوسعید حسینی ترمذی کالپوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار علمائے مشاہیر اور فقہائے نامدار میں ہوتا تھا۔ مولد ومنشاء کالپی ہے، ان کے والد سید احمد بن محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی عالم دین تھے۔ لائق بیٹے نے فقہ کی تعلیم باپ سے حاصل کی، اخذ طریقت بھی انہی سے کیا اور والد کی وفات کے بعد مسند مشیخت پر بیٹھے۔ سید فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی خلق کثیر نے فیض حاصل کیا۔ 14 ذوالقعدہ 1111ھ/23 اپریل 1700ء کو فوت ہوئے۔ (فقہائے ہند ج:۵ ص:746)

(189) شیخ فضل اللہ پرنیوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ فضل اللہ بن محمد فاضل بن رکن الدین پرنیوی رحمۃ اللہ علیہ، فضل وصلاح کے پیکر اور اپنے عہد کے عالم وفقیہ تھے۔ علاقہ بنگال کے ایک مقام ''پرنیہ'' میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔ حصول علم کے شوق میں صغر سنی ہی میں جون پور آ گئے تھے، جس کو علم و

Marfat.com

علما کے مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ اکثر درسی کتابیں شیخ محمد ارشاد عثمانی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں جو صاحب رشید یہ شیخ محمد رشید عثمانی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند رشید اور اس عہد کے جلیل القدر عالم تھے۔ کچھ کتابوں کیلئے بعض دیگر علما کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اخذ طریقت بھی شیخ محمد ارشد رحمۃ اللہ علیہ سے کیا اور مشیخت وتصوف کے مرتبہ بلند کو پہنچے۔ تکمیل علم اور حصول فیض کے بعد شیخ محمد ارشد رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں وثیقہ خلافت لکھ کر دیا اور اپنے وطن پرنیہ جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ وطن جا کر شادی کی اور درس و افادہ میں کمر بستہ ہو گئے۔ اس اثنا میں ان سے بہت سے علما وطلباء نے استفادہ کیا۔

ارض بنگال کے اس عالم وفقیہ کو چہارشنبہ کے روز 9 رمضان المبارک 1180ھ/ 8 فروری 1767ء کو اپنے شہر پرنیہ میں شہید کیا گیا اور مکان کے قریب ہی دفن کئے گئے۔ منقول ہے کہ ان کی تصانیف بھی تھیں لیکن اس ہنگامے میں ضائع ہو گئیں۔

(فقہائے ہند ج: ۵ ص: 746)

(190) سید قاسم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

سید قاسم بن ہاشم بن حسن حسینی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے عالم وفقیہ اور شیخ تھے، درحقیقت نارنول سے تعلق رکھتے تھے لیکن ان کے دادا سید حسن رحمۃ اللہ علیہ جو علما وشیوخ کے حلقوں میں سید حسن رسول نما رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے معروف تھے، نارنول سے دارالسلطنت دہلی منتقل ہو گئے تھے اور وہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔ سید قاسم رحمۃ اللہ علیہ فضلا واعیان علمائے ہند میں سے تھے، دن رات درس وتدریس میں منہمک رہتے۔ اس سے وقت ملتا تو عبادت اور یادِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔ فقرا کے لباس میں ملبوس رہتے اور نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے، خلق کثیر نے ان سے استفادہ کیا۔ (فقہائے ہند ج: ۵ ص: 747)

(191) مولانا قطب الدین شہید سہالوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا اسم گرامی شیخ عبدالحلیم انصاری اور دادا کا نام نامی عبدالکریم انصاری رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ شیخ عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ لاہور کے مدرسے میں مدرس تھے، لائق بیٹے نے اسی زمانے میں ان سے علم حاصل کیا۔ وہ صغرسنی ہی میں حصولِ علم میں مشغول ہو گئے تھے، انہوں نے اپنے دور کے جلیل القدر علما سے تحصیل کی اور علوم متعارفہ کیلئے ان کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کیا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد صالحیت وطریقت میں بھی مرتبہ کمال کو پہنچے، بعد از اں خود مسند تدریس آراستہ کی اور سرگرم درس وافادہ ہوئے۔ نہایت عابد وزاہد اور متدین عالم تھے۔ ان کا معمول تھا کہ دن کو درس دیتے اور شب کو مشغول عبادت ہو جاتے، ہفتے میں دو دن سہ شنبہ اور جمعۃ المبارک کو تصنیف وتالیف میں منہمک رہتے۔ ملوک وامرا سے بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ ان کے فضل وکمال کا چرچا بادشاہ ہند اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچا تو اس نے ملاقات کی خواہش ظاہر کی لیکن **اس درویش صفت عالم نے اپنے اسلاف کی روایات کو ترک کرنا اور گوشہ عزلت کو چھوڑ کر حکمرانوں کے دربار میں جانا مناسب نہ سمجھا۔** مولانا قطب الدین سہالوی رحمۃ اللہ علیہ کو درجہ شہادت نصیب ہوا تھا، اس لئے لفظ ''شہید'' ان کے نام کے ساتھ اس طرح التزام سے لکھا جاتا ہے کہ یہ لفظ گویا ان کے نام کا جزو ہو گیا ہے۔ (فقہائے ہند ج: 5، ص: 751)

Marfat.com

باپ کے قاتل کو معاف کردیا

مولانا قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے محمد سعید مذکورہ بالا محضر لے کر اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دکن پہنچے۔ بادشاہ کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے قتل اوراس کی تفصیلات کا علم ہوا تو انتہائی افسوس کا اظہار کیا اور لکھنؤ کے عمال حکومت کے نام فرمان بھیجا کہ قاتلوں سے قصاص لیا جائے اوران کا غرور و پندار خاک میں ملادیا جائے۔صوبیدار لکھنؤ نے فرمان شاہی دیکھتے ہی سرکاری سپاہی روانہ کئے' جنہوں نے قاتلوں کا گھر بار غارت کردیا اور مخالفین مارے ڈر کے بھاگ کر وطن سے کہیں دور چلے گئے۔آخر قاتلوں کے اہل خانہ اوراعزہ اقارب نے یہ جعلی وفات نامہ تیار کرکے بادشاہ کے دربار میں پیش کیا کہ قاتل اپنی موت مر گئے ہیں۔اصل قاتل کا نام اسد اللہ جو سہالی کے نواحی گاؤں پینتی پور کا رہنے والا تھا۔وہ روپوش ہوکر قصاص سے بچ گیا تھا اور کئی سال تک زندہ رہا۔رسالہ قطبیہ کی رایت کے مطابق وہ شخص عام طور پر مولانا قطب الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔**اس نے شیخ کی خدمت میں خون بہا کی پیشکش کی' لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا' بلکہ اپنا حصہ معاف ہی فرمادیا۔**وہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا لیکن اس کے آنے سے انہیں تکلیف ہوتی تھی اور وہ اس کی طرف سے منہ پھیر لیتے تھے۔(فقہائے ہند'ج:5'ص:754)

(192) شیخ قطب الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ قطب الدین حنفی نقشبندی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ حدیث اورفقیہ کے جلیل القدر عالم تھے' شیخ محمد زبیر سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا اور مدت مدید تک ان کی صحبت میں رہے۔1173ھ/1760ء میں حرمین شریفین گئے اور حج وزیارت سے بہرہ مند ہوئے اور وہیں وفات پائی۔اذکار واشغال سے متعلق ''وہب الزبیر'' کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی۔(فقہائے ہند'ج:5'ص:758)

(193) سید قمر الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

سید قمر الدین بن منیب اللہ بن عنایت اللہ حسینی بالاپوری رحمۃ اللہ علیہ ثم اورنگ آبادی' علوم عقلیہ ونقلیہ میں درجہ اجتہاد پر فائز تھے۔ان کے آباواجداد سادات خجند میں سے تھے۔ان کے اسلاف میں ایک بزرگ سید ظہیر الدین خجندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن سے ہجرت کرکے ہندوستان آئے اور پنجاب میں ضلع گوجرانوالہ کے ایک قصبے ایمن آباد میں سکونت پذیر ہوئے۔بعدازاں سید ظہیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے سید محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایمن آباد سے دکن کا رخ کیا اور وہیں مستقل طور پر اقامت گزین ہوگئے۔

سید قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ 1123ھ/1711ء میں پیدا ہوئے اور اپنے والد گرامی سید منیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے حصول علم کا آغاز کیا' سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا۔سلسلہ نقشبندیہ کے مطابق والد رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت بھی کیا' 1155ھ/1742ء میں دہلی گئے اور وہاں کے بعض علماء ومشائخ سے علوم متداولہ کی کتابیں پڑھیں۔دوسال دہلی رہے' 1157ھ/1744ء میں عازم سرہند ہوئے اور بعض اساتذہ عصر سے تحصیل کی۔پھر لاہور گئے اور یہاں کے علماء ومشائخ سے ملے اور استفادہ کیا۔1158ھ

Marfat.com

/1745ء میں بالاپور گئے اور وہاں سے اورنگ آباد کا قصد کیا۔ ایک عرصہ تک وہاں قیام پذیر رہنے کے بعد 1174ھ/ 1761ء میں اپنے دو بلند مرتبت بیٹوں نورالہدیٰ اور نورالعلیٰ کے ساتھ حج بیت اللہ کیلئے گئے۔ 1175ھ/ 1762ء میں واپس آئے اور درس وافادہ میں سرگرم ہو گئے۔

سید قمرالدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ مشہور عالم وفقیہ اور معقولات ومنقولات کے ماہر تھے۔ اس زمانے میں بحث واشتغال میں کوئی ان کا حریف نہ تھا۔ خلق کثیر نے ان سے استفادہ کیا اور بے شمار علماء وطلباء نے ان کے درس میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کی۔

سید موصوف مصنف بھی تھے۔ ان کی تصانیف میں سے ''مظہر النور'' عربی زبان میں وحدت الوجود کے موضوع پر ایک مفصل و بسیط کتاب ہے۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:759-760)

(194) سید کلیم اللہ مکی رحمۃ اللہ علیہ

سید کلیم محمد بن عبدالسلام بن محمد بن نور محمد رحمۃ اللہ علیہ' فاضل اور علامہ وقت تھے۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔ سید کلیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی اور علم ومعرفت کی گود اور فضل وکمال کی آغوش میں تربیت کی منزلیں طے کیں۔ اپنے والد مکرم سید عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم پائی۔ علم فقہ بھی انہی سے حاصل کیا' اخذ طریقت بھی انہی سے کیا' یہاں تک کہ اجل علماء کے رتبے اور کبار مشائخ کے درجے کو پہنچے۔ بعد ازاں والد محترم کی اجازت سے 1105ھ/ 1694ء میں ہندوستان کا سفر کیا اور دکن آ گئے اور وہاں کے مشہور مقام بالکنڈہ میں جو اعمال حیدر آباد میں واقع ہے' اقامت اختیار کی۔

سید کلیم اللہ مکی رحمۃ اللہ علیہ جو ہندوستان میں مستقل قیام کی وجہ سے ہندی کہلائے' بہت سی خوبیوں کے مالک تھے' نامور فقیہ اور پرجوش مبلغ تھے۔ عوام کو رشد وہدایت کی راہ پر لگانا' ان کی زندگی کا بنیادی مقصد تھا۔ **لوگوں سے بیعت لیتے تھے اور امر بالمعروف اور نہی المنکر میں نہایت سخت تھے**' زہد وعبادت کی تلقین فرماتے اور شریعت غرا پر استقلال اور استقامت کی تاکید کرتے۔ زاہد وقانع' عبادت گزار' متوکل علی اللہ' مرقع حسن اخلاق' متواضع' حلیم الطبع اور نرم خو تھے۔ بہت سے لوگوں نے ان سے استفادہ واستفاضہ کیا۔ بارہویں صدی ہجری کے اس عالم وفقیہ اور دین اسلام کے سرگرم مبلغ نے 1150ھ/ 1737ء میں مالکنڈہ (دکن) میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:761)

(195) بادشاہوں کی زندگی میں تصوف کا پہلو

شاہ عالم بہادر شاہ اول

شاہ عالم بہادر شاہ اول بہت متحمل مزاج بادشاہ تھا' وہ علماء وصوفیا کی مجالس میں بھی حاضر ہوتا اور ان سے مستفید ہوتا تھا۔ اگر اس قسم کی کسی مجلس میں مزاج شاہانہ کے خلاف بھی کوئی بات ہو جاتی تو خاموشی اختیار کر لیتا۔ اس سلسلے میں یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ مشہور صوفی خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہر مہینے ارباب تصوف کا اجتماع ہوتا تھا۔ اس میں ایک مرتبہ شاہ عالم بلا اطلاع چلا آیا'

Marfat.com

اس روز کے پاؤں میں تکلیف تھی اور درد ہو رہا تھا اس لئے ذرا پاؤں پھیلا دیا' میر درد رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ کو اس حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو کہا: یہ حرکت فقیر کے آداب محفل کے خلاف ہے''۔ بادشاہ شرمندہ ہوا اور کہا: معاف کیجئے پاؤں میں عارضہ ہے اس لئے معذور ہوں''۔ میر درد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: عارضہ تھا تو تکلیف کرنے کی کیا ضرورت تھی''۔

یہ ایک مثال ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ **دورزوال کے مغل بادشاہ بھی علماء وصوفیاء کی انتہائی قدر کرتے اور ان کے سامنے زبان کو حرکت نہ دیتے تھے**۔ اگر ان سے کوئی غلطی ہو جاتی تو فوراً معذرت طلب کر لیتے تھے۔ (فقہائے ہند ج:5'ص:779)

محمد شاہ رنگیلا

محمد شاہ بے شک ''محمد شاہ رنگیلا'' کے نام سے مشہور ہوا اور عرف عام میں لفظ ''رنگیلا'' اس کے نام کا جز قرار پایا لیکن اس کا اصل نام روشن اختر تھا اور اس ''روشن اختر'' کی زندگی کے کچھ روشن پہلو بھی ہیں' جن کو بہر کیف ملحوظ رکھنا چاہئے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تحریک تجدید واصلاح کا آغاز اسی کے دور میں ہوا' جو اس ملک کا عظیم الشان اور عدیم المثال سلسلہ دعوت وارشاد ہے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہمدردیاں بھی ہمیشہ اس بادشاہ کے ساتھ رہیں۔ اگر یہ فی الواقع اتنا ہی بدعنوان اور بدقماش ہوتا جتنا کہ عام طور پر ظاہر کیا جاتا ہے تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہرگز اس کو لائق اعتنا نہ گردانتے۔

یہاں یہ واقعہ لائق توجہ ہے کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد مکرم شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ نے جس مدرسہ رحیمیہ میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا تھا وہ ایک مختصر سی جگہ تھی اور اس زمانے کے حالات کے مطابق شاید اسے کافی سمجھا جاتا ہوگا لیکن جب شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تکمیل علم حدیث کے بعد حرمین شریفین سے واپس آئے تو یہ جگہ طلبائے علم کیلئے کفایت نہیں کرتی تھی کیونکہ ملک کے اطراف واکناف سے طلبا کھنچ کھنچ کر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ یہ اسی محمد شاہ رنگیلا کا عہد تھا' اس کے علم میں جب یہ بات آئی کہ مدرسہ رحیمیہ کی پرانی جگہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس کے طلباء کیلئے کافی نہیں رہی تو اس نے بقول مولوی بشیر الدین احمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ان کو نئی جگہ عنایت کی۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو محمد شاہ رنگیلا کے اس عطیہ کا ذکر کرتے ہوئے مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیسے دلچسپ الفاظ تحریر کئے ہیں: فرماتے ہیں: خصوصاً شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تو اس رنگیلا نے وہ رنگین سلوک کیا ہے کہ اگر مسلمان اس غریب کو محض اس کی اسی خدمت کی بنیاد پر بخش دیں تو وہ اس کا مستحق قرار پا سکتا ہے۔ محمد شاہ کے عہد میں دہلی کو بزرگان دین کے مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ بیک وقت بائیس ایسے علمائے کرام وہاں موجود تھے جو دعوت وارشاد کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: محمد شاہ کے زمانے میں دہلی میں ہر سلسلے اور طریقے کے بائیس صاحب دعوت وارشاد بزرگ قیام پذیر تھے اور یہ ایسا اتفاق ہے جو (کسی بادشاہ کے زمانے میں) کم ہی ہوتا ہے۔ (فقہائے ہند ج:5'ص:793-795)

(196) شیخ مجیب اللہ جعفر پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ مجیب اللہ بن ظہور اللہ بن کبیر الدین جعفری پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ' اپنے عصر اور علاقے کے نامور فقیہ' جید عالم دین اور فضل و

Marfat.com

صلاح میں یگانہ تھے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی اولاد سے تھے۔ اس لئے جعفری کی نسبت سے مشہور تھے۔

شیخ مجیب اللہ پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ 11 ربیع الثانی 1089ھ/ 23 مئی 1678ء کو پھلواری میں پیدا ہوئے جو صوبہ بہار کے ضلع پٹنہ میں واقعہ ہے اور عرصہ دراز سے علم و فضل کے مرکز کی حیثیت سے مشہور ہے۔ ہوش سنبھالا تو وہیں کے ایک بزرگ مولانا فصیح الدین پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے اور ان سے کتب درسیہ کی تکمیل کی۔ بعد ازاں عازم بنارس ہوئے' وہاں شیخ محمد وارث حسینی بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ درس جاری تھا' اس میں شرکت کی اور باقی علوم مروجہ کی تحصیل فرمائی۔ پھر اپنے شہر پھلواری کو مراجعت کی' اور 1122ھ میں مولانا عماد الدین جعفری پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ فیض کیا۔ کسب علم اور اخذ طریقت کے بعد اپنے شہر پھلواری میں مسند دعوت و ارشاد آراستہ کی اور خلق کثیر کو مستفید فرمایا۔

شیخ مجیب اللہ جعفر پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ نے 1191ھ/ 1777ء میں وفات پائی۔

حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد

مسلم الثبوت: قاضی محب اللہ بہاری کی یہ کتاب اصول فقہ سے تعلق رکھتی ہے اور مدارس عربیہ کے نصاب میں داخل ہے۔ اس کتاب کا نام تاریخی ہے جس سے سال تالیف 1109ھ نکلتا ہے۔ یعنی یہ کتاب انہوں نے 1109ھ/ 1698ء میں تصنیف کی۔

مسلم الثبوت اپنے موضوع میں نہایت اہم کتاب ہے اور اصول فقہ کی اونچے مرتبہ کی کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔ علماء و طلباء کے حلقے میں بہت مقبول و متداول ہے' اس میں فاضل مصنف نے اصول فقہ کے بنیادی اور اصولی مباحث کو ہدف فکر و نظر ٹھہرایا ہے۔ برصغیر کے علاوہ یہ کتاب مصر کے علماء و طلباء میں بھی مقبول ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ "مسلم الثبوت" شافعی اور حنفی اصول فقہ سے متعلق ہے۔ یہ کتاب افغانستان کے مشہور عالم ملا حبیب اللہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ (تیرہویں صدی ہجری) کے ملاحظہ میں آئی تو انہوں نے "مغتنم الحصول فی علم الاصول" کے نام سے اس موضوع پر کتاب تصنیف کی' جس کا نقطہ نظر بعض امور میں "مسلم الثبوت" سے کافی حد تک مختلف ہے۔ کتاب اپنے مباحث و مندرجات کے اعتبار سے بڑی علمی ہے' یہ قلمی کتاب ہے' ہمارے علم کے مطابق پاکستان میں اس کے صرف دو ہی نسخے ہیں' ایک پشاور یونیورسٹی لائبریری میں اور ایک حضرت مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانے (وزیر آباد) میں۔ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانہ کا نسخہ ہمیں حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ یہ نسخہ بڑے سائز کے 1247 اوراق پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ 24 سطور کو محیط ہے۔ خط بہت اچھا ہے "مغتنم الحصول فی علم الاصول" کے فاضل مصنف نے "مسلم الثبوت" کے بعض مقامات کا محاکمہ بھی کیا ہے۔ انداز فاضلانہ اور محققانہ ہے۔ یاد رہے کہ یہ وہی ملا حبیب اللہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ اور مرشد تھے۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:839)

(197) سید محمد قنوجی رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد قنوجی سرزمین ہند کے مشاہیر فقہا اور کبار علماء میں سے تھے' قنوج میں پیدا ہوئے اور وہیں تربیت پائی۔ عمر کی کچھ

Marfat.com

منزلیں طے کیں تو حصول علم کیلئے رخت سفر باندھا اور قاضی عبدالقادر عمری لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور ان سے کتب درسیہ پڑھیں۔ پھر الہ آباد کا قصد کیا، وہاں شیخ محب اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ تدریس جاری تھا اس میں شرکت کی اور نعمت علم سے فیض یاب ہوئے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے وطن قنوج تشریف لائے اور تمام دنیوی معاملات سے منقطع ہو کر گھر میں گوشہ گیر ہو کر بیٹھ گئے اور اپنے آپ کو عبادت الٰہی اور افادہ طلباء کیلئے وقف کر دیا۔ (فقہائے ہند، ج:5، ص:840)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کا درس

اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ، سید محمد قنوجی رحمۃ اللہ علیہ سے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات بالخصوص احیاء علوم الدین اور کیمیائے سعادت کا درس لیتا۔ ہفتے میں تین روز وہ مجلس شاہی کے مذاکراہ علوم میں سرگرم رہتے۔ اس اثناء میں بادشاہ ان سے دیگر کتابوں کے علاوہ حدیث، فقہ اور سلوک وتصوف کے موضوع سے متعلق مختلف کتابیں پڑھتا اور ان کے مندرجات کو سمجھنے کی کوشش کرتا۔ علاوہ ازیں فتاویٰ عالمگیری کے بارے میں مذاکرہ کرتا اور بحث میں باقاعدہ حصہ لیتا۔

سید محمد قنوجی رحمۃ اللہ علیہ جہاں علم وفضل میں یکتا تھے وہاں فقر و بے نیازی میں بھی منفرد تھے، ان کا ہندوستان کے ان دو عظیم بادشاہوں سے انتہائی قریبی تعلق رہا۔ بادشاہ اگرچہ ان سے بدرجہ غایت عقیدت رکھتے تھے لیکن سید ممدوح رحمۃ اللہ علیہ ان سے کبھی کسی منصب وامارت کے خواہاں نہیں ہوئے۔ امارت پر ہمیشہ درویشی کو ترجیح دی اور دربارشاہی سے تعلق کے باوجود زندگی کے آخری دم تک علماء کی خاص نوع کی وضع قطع اور مخصوص ہیئت کو اپنائے رکھا۔ وہ کسی لمحے بھی اس دائرہ خاص سے باہر قدم نہیں رکھتے تھے۔ حالانکہ ان کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ اپنے شہر قنوج میں معقول مالی حیثیت کے حامل اور کئی گاؤں کے مالک تھے۔

سید محمد قنوجی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر حضرت سید نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابجد العلوم میں کیا ہے، جس سے پتا چلتا ہے کہ وہ اپنے علاقے اور شہر کے صاحب ثروت عالم دین تھے اور رفاہ عامہ کے کاموں میں خصوصیت سے روپیہ خرچ کرتے تھے۔
(فقہائے ہند، ج:5، ص:841)

تلامذہ ومریدین

سید محمد قنوجی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ اور فیض یافتگان کا حلقہ بھی خاصا وسیع تھا جس میں ہندوستان کے دو بہت بڑے مغل بادشاہ بھی شامل تھے۔ ایک شہاب الدین محمد شاہ جہان اور دوسرے اورنگزیب عالمگیر۔ ان کے علاوہ اور بھی متعدد حضرات نے ان سے مستفید ہونے کا شرف حاصل کیا۔ ان میں سے ایک شیخ علی اصغر قنوجی رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو اپنے عہد کے مشاہور عالم وفقیہ تھے، ان کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک منتہی ہوتا ہے۔ نہایت نیک، متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے، قنوج میں ان کا ہنگامہ درس جاری تھا، تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف وسلوک وغیرہ میں ممتاز درجے پر فائز اور کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ سید شریف محمد امجد بن محمد بن حسینی قنوجی رحمۃ اللہ علیہ، نواب امجد خاں، سید محمد قنوجی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے تھے، ان کا شمار اس عصر کے نامور علماء کی جماعت میں ہوتا تھا۔ علوم وفنون اور طریقت میں اپنے باپ سید محمد قنوجی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کیا تھا اور عرصہ تک ان کے ساتھ منسلک رہے تھے (فقہائے ہند، ج:5، ص:844)

Marfat.com

(198) شیخ محمد ارشد جون پوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد ارشد جون پوری رحمۃ اللہ علیہ' مشہور عالم اور درس نظامیہ کی معروف کتاب ''رشیدیہ'' کے مصنف شیخ محمد رشید عثمانی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی تھے۔ ان کا سلسلہ نسب انتیس واسطوں سے شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔ دیار ہند کے بہت بڑے عالم' شیخ اور متقی بزرگ تھے۔ 1041ھ/1632ء میں پیدا ہوئے اور علم و مشیخت کی گود میں پرورش پائی۔ قرآن مجید اور خوش نویسی اور کتابت مختلف حضرات سے سیکھی۔

بے حد متدین عالم تھے' تدریس کے ساتھ تلقین و موعظت کا سلسلہ بھی جاری تھا' قناعت و عفت اور فقر و توکل میں وہی معمول تھا جو والد گرامی شیخ محمد رشید رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ ہر شخص سے نرمی اور انکسار کے ساتھ پیش آتے' مریض کی عیادت کرتے اور جنازوں میں شامل ہوتے۔ چھوٹے بڑے کی دعوت قبول فرماتے اور کسی کیلئے اذیت رسانی کا باعث نہ بنتے۔ فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرتے اور اس پر خوش رہتے۔ نماز باجماعت پڑھنے اور اول وقت ادا کرنے کا اہتمام کرتے اور اپنے تلامذہ رفقا کو بھی اس کی تاکید کرتے۔

شیخ محمد ارشد جون پوری رحمۃ اللہ علیہ نے سلوک و تصوف کے موضوع پر چند رسائل بھی تصنیف کئے۔ ''گنج ارشدی'' کے نام سے خود ان کے ملفوظات 1135ھ/1723ء میں ان کے شاگرد شیخ شکر اللہ جونپوری رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کئے اور شیخ غلام رشید جونپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان ملفوظات کو مرتب کیا۔ گنج ارشدی کا قلمی نسخہ جون پور میں موجود ہے۔ اس میں بہت سے علماء و فضلاء اور صوفیاء و اولیاء کے حالات و کوائف مرقوم ہیں اور اس کے حوالے مختلف کتابوں میں ملتے ہیں۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:846)

(199) سید محمد اشرف بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد اشرف بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر کا بیشتر حصہ ملوک و امرا کی مصاحبت میں گزرا اور حکومت کے بلند مناصب پر فائز رہے۔ شب و روز کی عبادت کے معمولات میں کبھی فرق نہیں آنے دیا۔ سفر و حضر میں نماز تہجد ہمیشہ پابندی سے ادا کرتے رہے۔ تلاوت قرآن انتہائی جذب و شوق اور عجز و انکسار سے کرتے' تفسیر' حدیث اور تصوف کا مطالعہ ان کا خاص موضوع تھا' وقت کا بڑا حصہ اسی میں صرف کرتے۔ نماز باجماعت کے پابند تھے' خط بہت عمدہ تھا' فقہ کی مشہور درسی کتاب شرح وقایہ پر حاشیہ سپرد قلم کیا اور خوبصورت خط میں شروع سے آخر تک اپنے قلم سے لکھا۔

بڑھاپے اور شدید جسمانی کمزوری کی وجہ سے جب کھڑا ہونے کی بھی طاقت باقی نہ رہی تھی' لاٹھی کے سہارے یا کسی دوسرے شخص کی مدد سے کھڑے ہوتے تھے' عیدین کی نماز کیلئے محلہ میدان پورہ کی جامع مسجد میں آتے اور لوگوں سے ملاقات کرتے اور کہتے کہ اگرچہ عذر شرعی کی بناء پر نماز عیدین میں حاضری مجھ سے ساقط ہے' تاہم اس دن بے حد تکلیف کے ساتھ مسجد میں حاضر ہوتا ہوں' نیت فقط یہ ہے کہ نماز باجماعت میسر آجائے اور دوستوں سے ملاقات کا موقع مل جائے۔ خدا تعالیٰ جانے آئندہ سال یہ سعادت حاصل کرسکوں یا نہ کرسکوں۔ برصغیر کے اس جلیل القدر عالم نے 9 صفر 1165ھ/17 دسمبر 1751ء کو 91 سال عمر پا کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:849)

Marfat.com

(200) مولانا محمد جمیل جونپوری رحمۃ اللہ علیہ

بارہویں صدی ہجری کے جلیل القدر ہندی علماء اور نامور فقہاء میں سے ایک بزرگ مولانا محمد جمیل صدیق جون پوری رحمۃ اللہ علیہ تھے' ان کے والد کا اسم گرامی مفتی عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ اور جد امجد کا نام مفتی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ مفتی عبدالجلیل صدیق جون پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے وہ عالم اور فقیہ و زاہد تھے جنہوں نے تمام عمر درس و تدریس میں صرف کر دیے۔ مولانا محمد جمیل صدیقی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ذہن نہایت رسا پایا تھا' قوت ادراک بے حد تیز تھی' اور فراست میں بدرجہ غایت شہرت رکھتے تھے' جودتِ طبع کے مالک تھے' پاکیزہ فکر عالم اور کئی خالص فنی کتابوں کے مصنف تھے۔ معانی و بیان کی معروف درسی کتاب ''مطول'' اور علم نحو کی شرح جامی کی مبحث عطف پر حواشی تحریر کئے۔ علاوہ ازیں علم فقہ پر ایک رسالہ لکھا اور تصوف کے بارے میں ''تنبیہات جمیلی'' کے نام سے ایک کتاب سپرد قلم کی۔ فقہائے برصغیر کی اس خوش بخت جماعت میں شامل تھے جنہوں نے ''فتاویٰ عالمگیری'' کی تدوین کا عظیم اور یادگار فقہی کارنامہ انجام دیا۔ (فقہائے ہند'ج:5'ص:855)

اصلاح باطنی کیلئے خانقاہ کی تعمیر

مولانا محمد جمیل رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم تھے اور درس و تدریس ان کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ جون پور کے محلہ مفتی میں ایک وسیع اور پختہ خانقاہ اور ایک مدرسہ تعمیر کرایا جس میں خود درس دیتے اور لوگوں کی باطنی اصلاح کرتے تھے لیکن اب یہ گہوارہ علم اور مرکز روحانیت دست بردِ زمانہ کی نذر ہو گیا ہے۔ مولانا محمد جمیل جونپوری رحمۃ اللہ علیہ جہاں ایک رفیع القدر عالم دین اور بہترین مدرس تھے' وہاں ایک نامور صوفی اور صاحب طریقت بزرگ بھی تھے اور لوگوں کے قلب و باطن کی اصلاح کرتے تھے۔ دیوان عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ سے باقاعدہ بیعت تھے۔ (فقہائے ہند'ج:5'ص:857)

(201) سید محمد حکم بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد حکم بن سید محمد بن سید علم اللہ حسنی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اسلاف میں سے تھے۔ صوبہ یوپی کے شہر رائے بریلی میں پیدا ہوئے اور وہیں تربیت پائی۔ اپنے والد گرامی سید محمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے جو ایک عارف باللہ بزرگ تھے' فیض حاصل کیا اور طویل مدت تک ان سے منسلک رہے۔ پھر مختلف مقامات کے متعدد بلند مرتبہ اہل علم سے استفاضہ کیا' جن میں مندرجہ ذیل حضرات شامل ہیں:

شیخ سعدی بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے اکابر رجال میں سے تھے۔

شیخ عبدالاحد سرہندی (متوفی 27 ذی الحجہ 1127ھ/ 13 دسمبر 1715ء) جو شیخ محمد سعید سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے اور حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے اور اپنے عصر کے ممتاز عالم اور محدث تھے۔

شیخ عبدالنبی رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی جو بارہویں صدی ہجری کے عالم کبیر اور مشہور صوفی تھے۔

Marfat.com

شیخ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ تکمیل علم کے بعد اپنے وطن رائے بریلی واپس آئے اور درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔ علامہ وقت اور وسیع المطالعہ بزرگ تھے' کئی عمدہ کتابوں کے مصنف تھے۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:859_860)

(202) شیخ محمد حیات سندھی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد حیات سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بارہویں صدی ہجری کے جلیل القدر فضلاء اور رفیع المرتبت ہندی علما میں سے ہوتا ہے' تفسیر' حدیث' فقہ' اصول اور دیگر علوم مروجہ پر انہیں کامل عبور حاصل تھا اور مسائل شرعیہ میں گہری اور عمیق نظر رکھتے تھے۔ درس وتدریس میں منفرد اور وعظ وتبلیغ میں اپنی مثال آپ تھے۔ ورع وتقویٰ کے اونچے مرتبے پر فائز تھے' زہد وعبادت میں اپنے عصر کے فقید المثال عالم تھے' پابندئ شریعت میں سے بے نظیر تھے۔ تنہائی پسند اور خلوت نشین تھے' مگر قلب کی دنیا بے حد آباد اور فکر کا جہاں پرہجوم تھا۔ ان کے نہاں خانہ دل میں جو عالم بس رہا تھا' اسی کی رونق میں مگن رہتے' گفتگو میں نہایت محتاط اور اخلاق حسنہ کا دل آویز پیکر تھے' ان کا معمول تھا کہ ہمیشہ پہلی صف میں شریک ہوکر باجماعت نماز ادا کرتے۔ فرائض تدریس باقاعدگی سے انجام دیتے اور طلباء سے بدرجہ غایت شفقت سے پیش آتے۔ ہر چھوٹے بڑے معاملے میں احکام شرع کو پیش نگاہ رکھتے اور امور دین کے سلسلے میں کسی کی پرواہ نہ کرتے۔ متحمل مزاج اور عمدہ خصائل کے حامل تھے' قول وعمل میں کتاب وسنت کے حسین سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ تبلیغ اسلام کا اس درجے اہتمام فرماتے کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز فجر سے قبل وعظ کہتے۔ ان کی مجلس وعظ میں بے شمار لوگ شامل ہوتے اور وہ ان کے انداز کلام اور تفہیم مسائل کے اسلوب سے بے حد متاثر ہوتے۔ اس عظیم الشان عالم دین کو یہ شرف حاصل ہے کہ اپنے استاذ گرامی شیخ ابوالحسن سندھی کبیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کی مسند درس پر پورے چوبیس برس تک مدینہ منورہ میں تدریس حدیث کی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس طویل مدت میں کسی کے سامنے دست طلب دراز نہیں کیا' ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر توکل رکھا۔ ان کا ذریعہ معاش اور وسیلہ آمدنی صرف توکل علی اللہ تھا۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:873)

وفات پر مدینہ منورہ میں سوگ

مدینہ منورہ میں اس جلیل القدر عالم اور رفیع المرتبت محدث کی وفات پر انتہائی حزن وملال کا اظہار کیا گیا۔ نماز جنازہ میں بہت بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی' ان کے تدین وتقویٰ اور بے پناہ خدمت حدیث سے ہر طبقہ وخیال کے لوگ انتہائی متاثر تھے۔ اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ ان کے انتقال پر عورتوں نے بھی بے حد افسوس کیا اور جنازہ اٹھا تو ایک جھلک دیکھنے کیلئے گھروں کے دروازوں میں کھڑی ہو گئیں۔ دکانداروں نے فرط غم سے دکانیں بند کر دیں' حکومت کے اہلکاروں اور ولات وعمال نے میت کو کندھا دیا۔ میت کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لایا گیا اور وہیں نماز جنازہ پڑھی گئی اور پھر اس عظیم سندھی الاصل محدث وفقیہ کو جنت البقیع کے قبرستان میں دفن کیا

عالم اور صوفی میں زمین آسمان کا فرق

عالم دین کلمہ حق کہنے میں انتخاب الفاظ پر توجہ نہیں دے گا کہ مخاطب کے ذہن پر اسکے کیا اثرات مرتب ہونگے۔ وہ سچ کی کڑواہٹ کا اثر اگلے بندے کے حلق تک اتارے گا' لیکن صوفی اور عارف باللہ شخص سخت سے سخت بات کیلئے بھی نرم الفاظ اپنائے گا' جسکی وجہ سے حق بات بھی کہہ دی جائے گی اور مخاطب کو ذہنی تکلیف بھی نہ پہنچے گی۔ (مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

گیا۔علماء وطلباء اور عوام وخواص نے ان کی وفات کو ایک عظیم سانحہ قرار دیا اور اس پر نہایت غم واندوہ کا اظہار کیا۔
(فقہائے ہند ج:5 ص:885)

(203) سید حاجی فقیر اللہ علوی شکار پوری رحمۃ اللہ علیہ

سید حاجی فقیر اللہ علوی شکار پوری رحمۃ اللہ علیہ ان کا شمار بارہویں صدی ہجری کے ارض سندھ کے ممتاز علما میں ہوتا ہے۔1100ھ/ 1689ء میں درہ خیبر کے ایک پہاڑ ''روتاس'' کے حدود میں پیدا ہوئے جو اس وقت پشاور سے بجانب مغرب تقریباً 18 میل اور جمرود سے 9 میل کے فاصلے پر واقع تھا۔انہوں نے ہندوستان' افغانستان' حجاز اور یمن کے علماء ومشائخ سے استفادہ کیا اور مختلف علوم میں ان سے سند واجازہ کی سعادت حاصل کی۔علم حدیث کی متعدد کتابیں شیخ محمد حیات سندھی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔عارف باللہ اور عالم باعمل فقیہ تھے' تفسیر اور حدیث پر گہری نگاہ رکھتے تھے' کئی کتابوں کے مصنف تھے جن میں قطب الارشاد' براہین النجاۃ' الفتوحات الغیبیہ' الازہار فی ثبوت آلا ثار زیادہ مشہور ہیں۔ان کی علمی رفعت کا اصل اندازہ ان کے مکتوبات سے ہوتا ہے' جو ان کی اولاد میں سے ایک جید عالم سید میر علی نواز علوی رحمۃ اللہ علیہ کی کوشش سے لاہور میں چھپ چکے ہیں۔یہ مجموعہ 85 مکتوب کو محتوی ہے اور تفسیر' حدیث' فقہ' تصوف اور سیاست وغیرہ کی معلومات کو دامن صفحات میں لئے ہوئے ہے۔(فقہائے ہند ج:5 ص:876)

(204) شیخ ابوالحسن مدنی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک سالار فوج بیمار پڑ گیا تھا اور زندگی کی امید منقطع ہو چکی تھی۔آخر اس نے شیخ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا جو اس وقت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حدیث کا درس دیتے تھے اور **نذر مانی کہ اگر اس کو اللہ تعالیٰ نے صحت عطا کی تو وہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تدریس کیلئے ایک مدرسہ تعمیر کرائیں گے**۔اللہ تعالیٰ نے اسے صحت بخشی اور اس نے اپنی نذر پوری کی اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کیلئے ایک مدرسہ بنایا۔اس مدرسے کا نام ''مدرسۃ الشفا'' رکھا۔(فقہائے ہند ج:5 ص:886)

(205) مولانا محمد رضا انصاری سہالوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد رضا سہالوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ قطب الدین شہید انصاری سہالوی رحمۃ اللہ علیہ کے چوتھے بیٹے تھے جو باپ کی شہادت کے وقت سب سے چھوٹے تھے۔سہالی میں پیدا ہوئی اور ابھی بارہ سال کی عمر کے تھے کہ ان کے والد گرامی شیخ قطب الدین سہالوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کر دیے گئے۔اس کے بعد یہ خاندان سہالی سے لکھنؤ منتقل ہو گیا اور بادشاہ اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو مستقل سکونت کیلئے فرنگی محل عنایت کیا۔لکھنؤ پہنچ کر اس خاندان کے اہل علم نے فرنگی محل میں درس وتدریس کا وہی قدیم سلسلہ شروع کر دیا جو سہالی میں جاری تھا۔اس سے خلق کثیر نے فیض حاصل کیا۔

Marfat.com

مولانا محمد رضا سہالوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھنؤ میں اپنے بڑے بھائی شیخ نظام الدین سہالوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسب علم اور علوم مروجہ میں کامل دسترس حاصل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد خود بھی لکھنؤ میں مسند تدریس بچھائی اور طویل عرصہ تک علماء وطلباء کو مستفید فرماتے رہے۔ اس اثناء میں شیخ عبدالرزاق حسینی بانسوی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت بھی کیا۔ بعدازاں ارض حجاز کا قصد فرمایا اور حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ ایک روایت کے مطابق حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ مکرمہ سے بغداد چلے گئے تھے' وہیں انتقال کیا۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:888)

(206) شیخ محمد سعید انبالوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد سعید بن محمد یوسف بن غلام بن محمد بن افضل حسینی ترمذی انبالوی رحمۃ اللہ علیہ' کبار علماء میں سے تھے۔ مشرقی پنجاب کے شہر انبالہ کے رہنے والے تھے اور وہاں کی مسند مشیخت پر فائز تھے۔ **متبع سنت اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدرجہ غایت پابند تھے**' اسلاف کرام کے ان آثار وروایات کو جو کتاب وسنت سے ہم آہنگ ہوں' ماننا ضروری قرار دیتے تھے۔ معاملات دنیا سے منقطع ہو کر زہد و عبادت میں مشغول رہتے تھے اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کو اپنا مشغلہ حیات قرار دے لیا تھا۔ دین کی تبلیغ واشاعت ان کا مطمح نظر تھا' اسباب دنیا سے اس قدر بے نیاز تھے کہ کوئی شے اپنے پاس نہ رکھتے اور کھانے پینے کی کسی چیز کا ذخیرہ نہ کرتے۔ جو کچھ کہیں سے ملتا بے دریغ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتے' کل کی بالکل پرواہ نہ کرتے۔ ملوک وامراان کو لاکھوں روپے نقد اور کئی قسم کی چیزیں بھیجتے' ان میں سے کوئی چیز گھر میں نہ رکھتے' سب فقراو مساکین اور مستحقین میں تقسیم کر دیتے۔ دنیا کے مال ومتاع میں سے کوئی شے بھی رات کو اپنے پاس نہ رہنے دیتے' جس وقت کچھ ہاتھ آتا' اسی وقت اصحاب حاجت کو دے دیتے۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:890)

(207) مولانا محمد شجاع ہتگامی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد شجاع بن معز الدین رحمۃ اللہ علیہ' موضع ہتگام میں پیدا ہوئے جو اس زمانے میں اعمال الٰہ آباد (یوپی) میں ایک اچھا خاصہ قریہ تھا' وہیں تربیت پائی۔ علامہ محمد برکت الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی محمد پناہ رحمۃ اللہ علیہ جون پوری سے حصول علم کیا۔ اس کے بعد شیخ محمد معصوم کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا' طویل مدت تک ان سے منسلک رہے اور علم ومعرفت کی بلند منزلوں تک پہنچے۔ پھر جب ان کے علاقے پر کفار کا غلبہ ہو گیا تو افغانستان چلے گئے۔ خاصہ عرصہ وہاں سکونت اختیار کئے رکھی' بعدازاں وطن واپس آئے تو ''منہاج الرشاد لنجاۃ العباد'' کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ صاحب نزہۃ الخواطر سید عبدالحئی حسنی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا موجود تھا' اس کا سال کتابت 1181ھ/ 1767ء ہے۔

کتاب تین مقالات اور خاتمے پر مشتمل ہے۔ دو مقالے اعتقادیات پر محیط ہیں' مقالہ اول مبدا اور مقالہ ثانی معاد کا احاطہ کئے ہوئے ہے' مقالہ ثالث اوراد و وظائف سے متعلق ہے۔ خاتمہ کتاب بعض اولیائے کرام اور عالم خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت کے بارے میں ہے۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:890)

Marfat.com

(208) مولانا محمد شفیع بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

صوبہ یوپی کے شہر بدایوں کو طویل عرصہ تک علم وفضل کے مرکز کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ مولانا محمد شفیع بدایونی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی شہر سے تعلق رکھتے تھے اور عہد اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ کے معروف علما اور ممتاز فقہا میں سے تھے۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ ان کے آباواجداد میں سے ایک بزرگ قاضی دانیال رحمۃ اللہ علیہ تھے جو عراق سے آئے اور بدایوں کے قاضی مقرر کئے گئے' انہوں نے مستقل طور پر بدایوں ہی میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ ان کی اولاد میں سے ایک **شخص مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ تھے' جو تصوف و معرفت میں یگانہ روزگار تھے اور شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کے دقیق مسائل کو سمجھنے اور حل کرنے میں ماہر تھے'** فقہ پر بھی نظر رکھتے تھے۔ یہ مولانا محمد شفیع بدایونی رضی اللہ عنہ کے والد گرامی تھے' مولانا محمد شفیع بدایونی رضی اللہ عنہ نے اپنے بلند مرتبت باپ سے علم حاصل کیا اور فقہ' اصول اور تصوف کے اونچے درجے کو پہنچے۔ تمام عمر درس و تدریس میں صرف کر دی اور تشنگان علوم کو مستفید فرمایا۔ 97 سال کی عمر پا کر 22 شوال گیارہویں صدی ہجری کے آخر یا بارہویں صدی ہجری کے اوائل میں فوت ہوئے۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:892)

(209) مولانا محمد صادق ٹھٹھوی سندھی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد صادق ٹھٹھوی سندھی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ عنایت اللہ ٹھٹھوی سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے' جو دیار سندھ کے بہت بڑے صوفی تھے' شیخ محمد صادق سندھی رحمۃ اللہ علیہ' ٹھٹھہ میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔ علم نحو اور علوم عربیہ یعنی فقہ واصول اس دور کے جید عالم شیخ محمد معین سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کئے اور علوم منقول و معقول کے فحول علماء میں گردانے گئے۔ حصول علم کے بعد حج کیلئے روانہ ہوئے اور شہرت سورت میں پہنچے تو وہاں شیخ عبدالولی رحمۃ اللہ علیہ بن شیخ سعد اللہ سلونی رحمۃ اللہ علیہ کا حلقہ درس جاری تھا' اس میں شامل ہو گئے اور شیخ ممدوح رحمۃ اللہ علیہ سے علوم حکمیہ کی تکمیل کی۔ پھر اپنے وطن سندھ واپس آ گئے اور درس و تدریس کو اپنا مشغلہ بنا لیا۔ ان سے خلق کثیر نے استفادہ کیا۔ صرف تدریس سے تعلق رکھتے تھے۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:892)

(210) مولانا محمد طاہر عباسی الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ تدریس کے ساتھ ساتھ مولانا محمد طاہر الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھتے تھے۔ ان کی تصنیفات میں ایک کتاب ''تحقیق الحق'' ہے جو انہوں نے قاضی نوراللہ شستری کی ''احقاق الحق'' کے جواب میں لکھی۔ تحقیق الحق کے علاوہ مولانا محمد طاہر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کی فصوص الحکم کی شرح سپرد قلم کی۔ الشجرۃ القادریہ کی شرح قلم بند کی۔ ان کے والد محترم مولانا محمد یحییٰ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ بھی جلیل القدر عالم اور صوفی تھے۔ مولانا محمد طاہر رحمۃ اللہ علیہ نے پیر کے دن 2 جمادی الاولیٰ 1143ھ / 2 نومبر 1730ء کو عین عالم شباب میں صرف تینتیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس وقت مولانا محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے۔ وہ

Marfat.com

بیٹے سے ٹھیک ایک سال بعد 11 جمادی الاولیٰ 1144ھ/ 31 اکتوبر 1731ء کو فوت ہوئے۔ (فقہائے ہند ج:5، ص:900)

(211) مولانا محمد طاہر حسینی شاہ جہان پوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد طاہر حسینی شاہ جہان پوری رحمۃ اللہ علیہ فاضل اجل اور فقہ واصول اور علوم عربیہ میں یگانہ روزگار تھے۔ شاہجہان پور میں پیدا ہوئے اور حصول علم کے شوق میں مختلف اساتذہ کی خدمت میں حاضری دی، جن میں درس نظامیہ کے مرتب مولانا نظام الدین سہالوی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا صبغۃ اللہ خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ سلسلہ قادریہ کے مطابق مولانا نظام الدین سہالوی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت بھی کیا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے شہر شاہ جہاں پور میں مسند درس بچھائی اور زندگی بھر درس وافادہ میں مصروف رہے، بارہویں صدی ہجری میں یہ اپنے علاقے اور شہر کے جلد علماء میں گردانے جاتے تھے۔ (فقہائے ہند ج:5، ص:900)

(212) مولانا محمد عابد سنامی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد عابد سنامی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت اور علاقے کے شیخ، عالم کبیر اور مفسر وفقیہ تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسل سے تھے۔ ولادت اور نشوونما لاہور میں ہوئی، عمر کی کچھ منزلیں طے کیں تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور شیخ محمد سعید سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے شیخ عبدالاحد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ طویل مدت تک ان سے استفادہ کرتے اور اخذ علم اور کسب معرفت میں مصروف رہے۔ بلند ہمت اور مستقل مزاج اتنے تھے کہ دل میں حج بیت اللہ کے شوق نے کروٹ لی تو لاہور سے پاپیادہ روانہ ہو گئے اور راستے کی تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ فریضہ حج ادا کیا، مدینہ طیبہ گئے اور پھر عازم وطن ہوئے۔ مولانا محمد عابد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ عابد وزاہد بزرگ تھے۔ **قرآن مجید کی بکثرت تلاوت کرتے اور شب وروز کا بیشتر وقت وظائف واوراد وظائف اور ذکر الٰہی میں گزارتے۔** اس کے ساتھ ہی ہنگامہ درس بھی جاری رکھتے اور بے شمار لوگ ان سے علمی استفادہ کرتے۔ ان کے حلقہ درس میں تقریباً دو سو آدمی روزانہ آتے جو علم ومعرفت سے بہرہ مند ہوتے۔ یہ عالم دین تصنیف وتالیف کا بھی گہرا ذوق رکھتے تھے اور بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔ مولانا محمد عابد سنامی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے 18 رمضان المبارک 1160ھ/ 12 ستمبر 1747ء کو وفات پائی اور لاہور میں دفن کئے گئے۔ (فقہائے ہند ج:5، ص:901)

(213) سید محمد عدل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد عدل بن سید محمد بن سید علم اللہ حسنی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار کبار مشائخ نقشبندیہ میں ہوتا ہے۔ اپنے عصر اور علاقے کے عارف کبیر اور فقیہ نامدار تھے۔ برصغیر کے جلیل القدر مجاہد حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد میں سے تھے۔ زہد وتقویٰ، ورع وعبادت، ایثار واستغنا، علو ہمت، اخلاق فاضلہ، لوگوں کی مدد اور اپنے رفقا کی اعانت کے سلسلے میں ان کا مقام بہت

Marfat.com

بلند تھا اور اس ضمن میں انہیں خاص شہرت حاصل تھی۔

سید محمد عدل رحمۃ اللہ علیہ یو پی کے شہر رائے بریلی میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔ تحصیل علم اپنے بڑے بھائی سید محمد حکم بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ سید محمد حکم رحمۃ اللہ علیہ نے علم صرف اور نحو کے موضوع سے متعلق ان کیلئے کچھ رسالے بھی تصنیف کئے۔ بھائی سے تحصیل علم کے بعد والد محترم سید محمد حسنی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہو گئے۔ ان سے اخذ طریقت کیا اور مرتبہ بلند کو پہنچے۔ والد کی وفات کے بعد علاقہ اودھ کی مشیخت انہی کے حصے میں آئی اور بہت سے علماء و مشائخ اور خلق کثیر کو مستفید فرمایا۔ سید محمد عدل حسنی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے 11 رمضان المبارک 1192ھ/3 اکتوبر 1778ء کو بریلی میں وفات پائی اور وہیں اپنے جد مکرم سید علم اللہ حسنی رحمۃ اللہ علیہ کے زاویہ میں دفن کئے گئے۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:902)

(214) شیخ محمد علی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد علی بن محمد نظیف بن عبداللطیف بن محمد شفیع عثمانی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ' اپنے زمانے کے نامور فقہا اور مشاہیر اصحاب صلاح میں سے تھے۔ قاضی مبارک فاروقی گوپاموی رحمۃ اللہ علیہ کا ہنگامہ درس جاری تھا جو اپنے عہد کے بڑے عالم' مدرس اور مصنف تھے' محمد علی رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے خوب استفادہ کیا۔ اسی اثناء میں انہوں نے قاضی محمد پناہ جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا جو بارہویں صدی ہجری کے جلیل القدر عالم اور معقول و منقول کے ماہر تھے۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد شیخ محمد علی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ عبداللہ حسینی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جنہیں نیکی اور تقویٰ کی فراوانی کی وجہ سے اپنے عصر کے ابدال میں شمار کیا جاتا تھا' ان سے انہوں نے اخذ طریقت کیا اور مستفیض ہوئے۔ بعد ازاں اپنے شہر بدایوں گئے اور تمام تر توجہ درس و افادہ طلباء میں مبذول کر دی۔ اس اثناء میں بے شمار علماء و طلبا نے ان سے استفادہ کیا اور ان کے چشمہ علم سے سیراب ہوئے۔ شیخ محمد علی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے 1197ھ/1783ء میں لکھنؤ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:902-903)

(215) شیخ محمد فاخر زائر عباسی الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد فاخر زائر عباسی رحمۃ اللہ علیہ الہ آبادی کے والد ماجد کا اسم گرامی شیخ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ تھا جو برصغیر کے ممتاز عالم تھے اور شیخ خوب اللہ رحمۃ اللہ علیہ الہ آبادی کے عرف سے معروف تھے۔ شیخ محمد فاخر رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 1120ھ/1708ء میں ہوئی۔ مولد و منشا ہندوستان کے صوبہ یو پی کا شہر الہ آباد تھا۔ چشم شعور وا ہوئی تو دیکھا کہ گھر میں علم کی نہر جاری رہے اور پوری فضا تقویٰ و پرہیز گاری سے معمور!

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اکابر علماء و صوفیاء کی رائے

شیخ محمد فاخر رحمۃ اللہ علیہ نے صرف چوالیس (44) برس عمر پائی۔ آزاد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ جو ان کے جگری دوست تھے' بدرجہ غایت

Marfat.com

شاندار الفاظ میں ان کا ذکر کرتے ہیں۔ انہیں وہ متقی، پرہیزگار، عبادت گزار، بدرجہ کمال پابند شرع، متبع سنت، خوش مزاج، وسیع القلب، شگفتہ بیان، علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر، صاحب صفات رضیہ، ولی اللہ، حامل میزان عدل، پیکر جود وسخا اور محسن انسانی قرار دیتے ہیں۔ وہ ان کے علمی کمالات اور ذاتی محاسن کی وجہ سے ان کی موت پر نہایت حزن وملال کا اظہار کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

نہایت حسرت وملال کی بات ہے کہ ان اوصاف کے حامل اور صاحب کمال نے عالم جوانی میں اس دنیا سے کوچ کیا اور دوستوں کے دل پر داغ جدائی چھوڑا۔ **آسمان اگر تمام عمر گھومتا رہے تو مشکل ہے کہ اس قسم کا قدسی صفات شخص پیدا ہو۔**

مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ بارہویں صدی ہجری کی عظیم شخصیت اور شیخ محمد فاخر رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر تھے، وہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی انتہائی تعظیم کرتے تھے، وسعت علم اور کشادگی فکر ونظر کے باوجود ایک گوشہ گیر بزرگ تھے، کسی کے ہاں آمد ورفت نہ رکھتے تھے، لیکن شیخ محمد فاخر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ضرور جاتے، آزاد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ اپنی عادت کے خلاف اکثر شیخ محمد فاخر رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کو جاتے۔ وہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل اور اتباع سنت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بہت سے اکابرین کو دیکھنے کا اتفاق ہوا، مگر گیارہ سو سال کے بعد صرف ایک شخص کو جس کا نام شیخ محمد فاخر ہے، قرآن وحدیث کے موافق پایا۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں:

بہت سے اہل کمال کو آزما دیکھا لیکن جو چیز شیخ محمد فاخر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس وافر مقدار میں حاصل ہوئی وہ کسی دوسری جگہ نہ مل سکی۔

نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

شیخ محمد فاخر یوں تو تمام علوم وفنون میں کامل دسترس رکھتے تھے اور اپنے سے پہلے اہل علم کے مقابلے میں ان کی معلومات کا جھنڈا سب سے اونچا تھا لیکن خصوصیت کے ساتھ علم حدیث تو ان پر اس قدر غالب تھا کہ گویا اس کے علاوہ انہیں کسی چیز سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ ان کی زیادہ تر تصانیف سنت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید اور مسائل اہل حدیث کی وضاحت اور اہل بدعت کی تردید میں ہیں۔ (فقہائے ہند ج:5، ص:907-908)

ظاہر میں محدث، باطن میں صوفی

دوسری جگہ نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ترجمہ: شیخ محمد فاخر رحمۃ اللہ علیہ کو سرزمین ہند میں ائمہ متبعین سنت کے امام کی حیثیت حاصل تھی اور اکابر علمائے مشاہیر میں ان کا درجہ شیخ الشیوخ کا تھا، وہ ظاہر میں محدث اور باطن میں صوفی تھے۔

شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ نے مقامات مظہریہ میں ان کو کبار علمائے حدیث میں شمار کیا ہے۔

شاہ محمد فاخر رحمۃ اللہ علیہ الہ آبادی جن کا تخلص زائر تھا، شاہ خوب اللہ رحمۃ اللہ علیہ الہ آبادی کے بیٹے تھے، ظاہری وباطنی علوم میں پوری جامعیت کے مالک تھے، انہوں نے علوم ظاہری اپنے بڑے بھائی شیخ محمد طاہر رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو شان عظمت سے نوازا تھا، اکیس برس کی عمر میں اپنے جلیل القدر باپ کی جگہ مسند خلافت پر متمکن ہو گئے تھے۔ (فقہائے ہند ج:5، ص:909)

Marfat.com

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

شیخ محمد فاخر رحمۃ اللہ علیہ جب پہلی مرتبہ دہلی میں رونق افروز ہوئے تو انہیں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے دہلی کی جامع مسجد میں نماز پڑھی تو آمین بالجہر پکاری' ان لوگوں کیلئے یہ ایک نئی بات تھی اور وہ شیخ کے مرتبہ علم وفضل سے بھی واقف نہ تھے۔ نماز میں آمین بالجہر کی آواز ان کے پردہ سماع سے ٹکرائی تو سخت حیران ہوئے' نماز کے بعد شیخ کو گھیر لیا اور مختلف قسم کی باتیں کرنے لگے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ہر چند حدیث کا حوالہ دے کر انہیں اپنی بات سمجھانے اور مطابق سنت ثابت کرنے کی کوشش کی مگر' کسی نے ایک نہ مانی اور بدستور بحث کرتے رہے' آخر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میری بات تم نہیں مانتے تو مجھے اپنے شہر کے کسی عالم کے پاس لے چلو' ان سے مسئلہ پوچھ لیتے ہیں۔ وہ لوگ آپ کو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گئے اور ساری بات ان کے گوش گزار کی۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں سے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے آمین بالجہر پکارنا ثابت ہے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے یہ الفاظ سن کر لوگ چلے گئے اور بھیڑ چھٹ گئی' شیخ محمد فاخر رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ دونوں رہ گئے۔ موقع پا کر شیخ محمد فاخر رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: آپ کھلتے کیوں نہیں؟ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: اگر کھل جاتا تو آج آپ کو کیسے بچاتا؟ (فقہائے ہند' ج:5' ص:910)

پابند شریعت بزرگ کے قریب مدفن

شیخ محمد فاخر رحمۃ اللہ علیہ کو ارض حجاز میمنت طراز سے انتہائی محبت اور بے حد تعلق خاطر تھا۔ وہ ایک حج سے واپس آنے کے فوراً بعد دوسرے کی تیاری شروع کر دیتے تھے۔ اس سفر میں ان کو بے شک کتنی تکلیف پہنچتی' اس کی کوئی پرواہ نہ کرتے۔ ان کی موت بھی اسی سفر کے دوران ہوئی' وہ چوتھے حج کیلئے جا رہے تھے کہ برہان پور پہنچ کر سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔ برہان پور میں بہت سے بزرگان دین اور مشائخ کرام مدفون ہیں' ان میں ایک نامور بزرگ شیخ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ شیخ محمد فاخر رحمۃ اللہ علیہ نے وفات کے وقت وصیت کی تھی کہ انہیں شیخ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے جوار میں دفن کیا جائے کیونکہ وہ بے حد پابند شریعت بزرگ تھے اور ان کی قبر پر بدعات کا ارتکاب نہیں ہوتا۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:913)

(216) شیخ محمد محسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

بارہویں صدی ہجری میں برصغیر میں محمد محسن نام کے تین بزرگ اپنے خداداد فضل وکمال کی وجہ سے بہت مشہور تھے' جو معقولات میں مہارت اور حدیث وفقہ میں دسترس رکھتے تھے' ان میں سے ایک کا تعلق دہلی سے تھا اور دو کا سرزمین کشمیر سے۔ شیخ محمد محسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جائے ولادت وتربیت دہلی ہے۔ **ہندوستان کے ممتاز عالم حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ طریقتاً مجددی نقشبندی تھے۔** اپنے دور کے نامور عالم وفقیہ اور جامع معقول ومنقول تھے' حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر فرزند شیخ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ فیض کیا اور کافی عرصہ ان کی خدمت میں رہے۔

Marfat.com

دہلی کے اس عالم وفقیہ سے خلق کثیر نے استفادہ کیا' جن میں شیخ نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی بھی شامل ہے (جو مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد تھے) (فقہائے ہند' ج:5' ص:915)

(217) مولانا محمد مراد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد مراد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نواح لاہور کے جید عالم دین مفتی عبدالسلام لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے لائق فرزند تھے' بارہویں صدی ہجری کے ممتاز فاضل اور فقہ' اصول اور علوم عربیہ کے ماہر تھے۔ ولادت و تربیت لاہور میں ہوئی اور اپنے والد مکرم مفتی عبدالسلام لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے کسب علم کیا۔ تصوف و طریقت کی طرف رجحان ہوا تو بحر زخار کی روایت کے مطابق شیخ شاہ محمد بدخشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی۔ ان سے اخذ طریقت کیا اور مدت تک ان سے منسلک رہے۔

مولانا محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا محمد معظم 1118ھ (1707ء) میں شاہ عالم بہادر شاہ (اول) کے لقب سے ہندوستان کا بادشاہ بنا تو اس کا رجحان شیعیت کی طرف تھا۔ اس نے ملک بھر کی مساجد کے خطیبوں کے نام حکم نامہ جاری کیا کہ خطبہ جمعہ اور عیدین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذکر میں ان کے نام کے ساتھ "علی ولی اللہ و وصی رسول اللہ" کے الفاظ کا اضافہ کیا جائے۔ ملک میں بادشاہ کے اس فرمان کی شدید مخالفت ہوئی۔ لاہور میں بھی اس کے خلاف سخت ردعمل ہوا اور علماء اور عوام نے بادشاہ کا یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے مولانا محمد مراد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا یار محمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو اس مسئلے پر بحث کیلئے تسبیح خانہ میں طلب کیا۔ ان حضرات نے شریعت کی روشنی میں اپنے موقف کی وضاحت کی۔ بادشاہ نے ان کے دلائل سن کر اور عوام کی برہمی اور علماء کی مخالفت سے خوف زدہ ہو کر اپنا حکم واپس لے لیا۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:917)

(218) شیخ محمد معین سندھی رحمۃ اللہ علیہ

سندھ کی سرزمین علم و فضل کے لحاظ سے ہمیشہ زرخیز رہی ہے اور اس نے مختلف ادوار میں بے شمار اصحاب فضل و کمال کو جنم دیا ہے۔ بارہویں صدی ہجری میں جن عظیم اور ممتاز شخصیات نے اس کی گود میں پرورش پائی ان میں شیخ محمد معین سندھی رحمۃ اللہ علیہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ ان کے والد کا اسم گرامی مولانا محمد امین رحمۃ اللہ علیہ اور دادا کا نام نامی شیخ طالب اللہ رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ یہ خاندان اپنی گوناگوں خصوصیات کی بدولت سندھ میں تین پشتوں سے امتیازی حیثیت رکھتا تھا۔

محمد معین رحمۃ اللہ علیہ' سندھ کے شہر ٹھٹھہ میں پیدا ہوئے' جو اس وقت علم و علماء کا مرکز اور محدثین و فقہا کا گہوارہ تھا۔ شعور کی آنکھیں کھولیں تو گھر میں اسلامی علوم و فنون کا دریا بہہ رہا تھا' اور ان کے والد مولانا محمد امین رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ فیض جاری تھا۔ ہونہار بیٹے نے ابتدائی تعلیم جلیل القدر باپ سے حاصل کی۔ اس کے بعد اقلیم سندھ کے ایک رفیع المرتبت عالم اور معقولات و منقولات کے ماہر شیخ عنایت اللہ بن فضل اللہ ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کے باب عالی پر دستک دی اور ان کے سامنے زانوئے شاگردی تہہ کیا۔ لائق فرزند حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ

Marfat.com

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ متمکن تھے۔ محمد معین رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی خدمت میں حاضری دی اور علوم معقول و منقول سے بہرہ مند ہوئے۔

بابرکت زمانے میں تصوف کا رواج

دہلی سے فارغ التحصیل ہونے اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے حصول علم کے بعد واپس اپنے وطن کا عزم کیا اور اس عہد کے عام رواج کے مطابق تصوف و طریقت کی طرف مائل ہوئے۔ پہلے شیخ ابوالقاسم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا جو فقہ و اصول اور علوم عربیہ کے ماہر تھے‘ ان سے خوب مستفیض ہوئے۔ **پھر شیخ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ کا در تصوف کھٹکھٹایا اور ان سے فیض یاب ہوئے‘ جس کے نتیجے میں علم و معرفت کے بلند مرتبے کو پہنچے۔** (فقہائے ہند‘ج:5‘ص:919)

رفع الیدین کے قائل صوفی کی تصنیفات

صاحب نزہۃ الخواطر سید عبدالحئی حسنی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

مخدوم محمد معین ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے میں اقلیم سندھ کے شیخ‘ فاضل اور علامہ تھے۔ حدیث‘ کلام اور علوم عربیہ کے جید عالم تھے‘ نہایت ذکی‘ عالی فکر‘ ماہر علم و عرفان‘ بہترین شاعر‘ صاحب طراز ادیب‘ معقول و منقول میں یکتا اور تصوف و طریقت میں ممتاز تھے۔ شیخ محمد معین سندھی رحمۃ اللہ علیہ کو تصنیف و تالیف میں خاص شہرت حاصل تھی۔ انہوں نے عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں کتابیں تصنیف کیں اور بڑے بڑے اہم مسائل کو زیر بحث لائے۔ ان کا طرز بیان زوردار اور مدلل ہے۔ درج ذیل دو کتابیں تصوف کے موضوع پر ہیں۔

شرح رموز عقائد صوفیہ۔ رسالہ اویسیہ۔

شیخ محمد معین سندھی رحمۃ اللہ علیہ نماز میں رفع یدین کے قائل تھے‘ اس کے اثبات میں انہوں نے دو رسالے تصنیف کئے جو ایک عربی اور ایک فارسی زبان میں تھا۔ ان دونوں رسالوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال و عمل کی روشنی میں رفع یدین کا ثبوت دیا گیا ہے۔ (فقہائے ہند‘ج:5‘ص:924)

(219) سید محمد ممتاز نصیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد ممتاز حسنی نصیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ‘ شاہ علم اللہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑپوتے‘ شاہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور شاہ عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے تھے۔ کئی پشتوں سے یہ خاندان دیار ہند میں علم و عمل کے اعتبار سے ممتاز شہرت کا حامل اور ورع و تقویٰ میں منفرد حیثیت کا مالک ہے۔ حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی خاندان کے لعل درخشاں تھے۔ اس خانوادے کو برصغیر میں اپنے فضل و صلاح کی بدولت اب تک خاص عزوشرف کا مقام حاصل ہے اور اس کے بعض اہل علم تو اپنی گوناگوں قابلیت و استعداد کی وجہ سے بین الاقوامی شہرت کے اونچے مرتبے پر فائز ہیں۔

سید محمد ممتاز حسنی نصیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ جو اس خاندان کے اکابر میں سے تھے‘ معروف اصحاب فضل و کمال میں گردانے جاتے تھے۔ وہ نصیر آباد (یوپی) میں پیدا ہوئے وہیں پرورش پائی اور اپنے والد گرامی سید عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ نصیر آبادی سے علم فقہ کی تحصیل

Marfat.com

کی اخذ طریقت بھی انہی سے کیا۔قناعت وعفت اور توکل واتقا میں اپنے آباواجداد کا صحیح نمونہ تھے۔سب طرف سے منقطع ہو کر عبادت الٰہی میں مشغول رہتے اور معاملات دنیا سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے۔(فقہائے ہند ج:5'ص:925)

(220) خواجہ محمد ناصر عندلیب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ محمد ناصر حسینی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نجیب الطرفین سید تھے۔ان کا سلسلہ نسب دس واسطوں سے حضرت خواجہ بہاؤالدین محمد نقشبندی بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اور بیس واسطوں سے حضرت حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔خواجہ بہاؤالدین محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ در حقیقت بخارا کے رہنے والے تھے اور یہ وہی بزرگ ہیں جن کو سلسلہ نقشبندیہ کے بانی اول ہونے کا شرف حاصل ہے۔ان کی وفات سے تقریباً تین سو سال بعد ان کے اخلاف میں سے ایک بزرگ خواجہ محمد طاہر نقشبند رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے اس خاندان کے وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بخارا کی سکونت ترک کر کے ہندوستان کا عزم کیا۔یہ بزرگ خواجہ محمد ناصر عندلیب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مورث اعلیٰ تھے۔

خواجہ محمد ناصر رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت دہلی میں ہوئی' تربیت کی مختلف منزلیں بھی اسی شہر میں طے کیں۔صغرسنی ہی میں حصول علم میں مشغول ہو گئے تھے'اس عہد کے جن مشاہیر اصحاب فضل وکمال سے مستفید ہونے کا موقع ملا'ان میں شیخ سعد اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ زبیر بن ابوالعلا سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔کافی عرصہ ان سے منسلک رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے علم ومعرفت کے دروازے کھول دیے اور ان کا شمار فقہ واصول اور دیگر علوم متعارفہ کے علمائے راسخین کی بلند مرتبت جماعت میں ہونے لگا۔

خواجہ ممدوح رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے جید عالم اور ممتاز صاحب طریقت تھے اور ''محمدی'' نسبت رکھتے تھے۔صوفیا ومشائخ کی متعارف رسوم اور اصطلاحات واختراعات سے کبھی کوئی تعلق نہ رکھا۔عملی وعلمی کمالات کے ساتھ ساتھ ان میں ایک کمال یہ تھا کہ نامور شاعر تھے اور عندلیب تخلص کرتے تھے'علاوہ ازیں مصنف بھی تھے۔مندرجہ ذیل کتابیں ان کی تصنیفات میں شامل ہیں۔

1۔ نالہ عندلیب: یہ کتاب نثر میں ہے اور فارسی زبان میں ہے'دوضخیم جلدوں پر محیط ہے'اس میں معرفت وطریقت'فقہ واصول اور متفرق مسائل سے بڑی اہم باتیں معرض کتابت میں لائی گئی ہیں۔مصنف نے یہ کتاب 1153ھ 1740ء میں مکمل کی اور نواب سید صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند رشید نواب نورالحسن خاں رحمۃ اللہ علیہ کی سعی جمیلہ سے شائع ہوئی۔پوری کتاب اٹھارہ سو صفحات میں پھیلی ہوئی ہے۔(فقہائے ہند ج:5'ص:927-928)

(221) مولانا محمد نعیم جون پوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد نعیم بن مفتی محمد فائض صدیقی اودھی ثم جون پوری رحمۃ اللہ علیہ' محمد بن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔بارہویں صدی ہجری کے عالم کبیر اور شیخ فاضل تھے'ان کے جد امجد کا نام نامی شیخ پیر محمد تھا جو سید سالار مسعود غازی کے ساتھ وارد

Marfat.com

ہند ہوئے اور ہندوؤں سے معرکہ کارزار گرم کیا۔ بعدازاں علاقہ اودھ میں اقامت اختیار کر لی تھی' شیخ محمد نعیم رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم مفتی محمد فائض رحمۃ اللہ علیہ تھے جو اودھ کے منصب افتا سے سرفراز ہوئے اور ایک گاؤں میں ٹھہرے جس کا نام ''بدیع السرا'' تھا لیکن عوامی زبان میں اسے ''بدوسرائے'' کہا جاتا ہے۔

مفتی محمد فائض رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے محمد نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے مصنف رشیدیہ شیخ محمد رشید عثمانی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علمائے عصر سے کسب علم کیا۔ اس زمانے کے عام دستور کے مطابق تصوف وطریقت کا علم بھی حاصل کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس قدر عروج بخشا کہ معقول ومنقول میں دسترس حاصل کی اور اپنے وقت اور علاقے کے علامہ قرار پائے۔ فقہ اور دیگر علوم میں ان کی ٹکر کا اس وقت کوئی دوسر عالم نہ تھا۔ ہدایہ کی مفصل شرح سپرد قلم کی جو چودہ جلدوں میں ہے۔ حدیث کی درسی کتاب مشکوٰۃ کی شرح بھی لکھی اور کمال یہ ہے کہ یہ شرح ضعف بصارت کے بعد لکھی۔ مولانا محمد نعیم صدیقی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ بلند ہمت عالم دین تھے' تصنیف وتالیف اور درس وتدریس ان کا شب وروز کا مشغلہ تھا۔ سوسال سے زائد عمر کو پہنچ گئے تھے لیکن نہ تدریس میں کمی پیدا ہوئی اور نہ تصنیف میں حرج واقع ہوا۔ اس جلیل القدر عالم اور رفیع المرتبت فقیہ نے 18 صفر 1120ھ/18 اپریل 1709ء کو جمعۃ المبارک کی رات کو عالم آخرت کی طرف رحلت فرمائی۔ (فقہائے ہند ج:5' ص:928۔929)

(222) سید محمد نور نصیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد نور نصیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے عظیم القدر خاندان کے رکن تھے' یعنی رائے بریلی کے شیخ اجل حضرت سید علم اللہ حسنی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور حضرت سید محمد ہدیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند دلبند تھے۔ اپنے جلیل القدر دادا کے زمانے میں پیدا ہوئے اور انہی کی نگرانی میں کسب علم کیا' فقہ کی تعلیم بھی ان سے پائی اور اخذ طریقت بھی انہی سے کیا۔ سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اس پوتے سے بہت محبت تھی اور سید محمد ہدیٰ رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ **اس بچے کی تربیت میری مغفرت کا باعث ہوگی۔**

سید محمد نور رحمۃ اللہ علیہ حصول علم سے فارغ ہوئے اور جوانی کو پہنچے تو شاہی ملازمت کیلئے دکن کا ارادہ کیا۔ سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ارادت مندوں میں سے ایک امیر نے سفارش کر کے شہزادہ اعظم جاہ کی سرکار میں ملازمت دلا دی اور بہت بڑا کام یہ کیا کہ خاص ان کیلئے دربار کے عام طریق تسلیم وبندگی کی جگہ صرف سلام مسنون کی اجازت حاصل کی۔ اس طرح چودہ برس ملازمت میں گزر گئے' ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ ایک وسیع میدان ہے اور اس میں نہایت خوبصورت مسجد بنی ہوئی ہے' اس میں ایک بزرگ بیٹھے ہیں جن کی شکل بہت نورانی ہے' سامنے ایک دستار رکھی ہے' بزرگ نے دستار کو ہاتھ میں پکڑا اور پھاڑ دیا۔ سید محمد نور رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: یہ کیا ہوا؟ بزرگ نے جواب دیا: یہ اعظم جاہ کی سلطنت تھی' جس کی دستاویز پارہ پارہ کر دی گئی''۔

خواب سے بیدار ہوتے ہی طبیعت ملازمت سے بیزار ہو گئی اور دو برس کی رخصت لے کر گھر چلے گئے۔ پھر استعفیٰ دے دیا۔

سید محمد نور رحمۃ اللہ علیہ عفت وقناعت' ورع وتقویٰ' جود وسخا اور ہمدردی خلائق میں اپنے واجب الاحترام والد اور لائق تعظیم دادا کے نقش قدم پر چلتے تھے' غیبت اور کذب بیانی سے اس درجے تنفر تھا کہ اسے سن بھی نہیں سکتے تھے' پابند سنت تھے۔ اہل بدعت کے

Marfat.com

تحائف وہدایا ہرگز قبول نہ کرتے۔ اکل حلال کا خاص طور پر اہتمام فرماتے' عزیزوں' ہمسائیوں اور غریبوں کی خدمت کو ذریعہ سعادت سمجھتے' اوقات شب وروز کا بیشتر حصہ انہی کی خدمت میں بسر ہوتا۔ سید علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادہ بلند بخت کے اس نامور عالم وفقیہ نے بدھ کے روز 6 ربیع الاول 1148ھ/ 16 جولائی 1735ء کو نصیر آبادی میں داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے نانا سید داؤد رحمۃ اللہ علیہ (برادر حقیقی سید علم اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ) کے قریب دفن ہوئے۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:929-930)

(223) سید محمد ہدیٰ نصیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد ہدیٰ حسنی نصیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سید علم اللہ حسنی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے۔ انہوں نے علم وفضل کی فضا میں شعور کی آنکھیں کھولیں اور تقویٰ وتدین کے ماحول میں پرورش پائی۔ اپنے والد گرامی سید علم اللہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ اور دیگر علوم مروجہ کی تحصیل کی۔ بلند مرتبت باپ کی صحبت کیمیا اثر سے نیکی کے ہر گوشے میں اونچے درجے پر رسائی حاصل کی۔ عالی ہمت عالم کی حیثیت سے متعارف ہوئے' سخاوت وجودت کا یہ عالم کہ کبھی کسی کا سوال رد نہ کیا۔ ایک مرتبہ ایسی حالت میں سائل نے دروازے پر دستک دی جب کہ ایک کوئی چیز بھی پاس نہ تھی' فوراً بیوی کا زیور اتروا کر اس کے حوالے کر دیا۔

سید محمد ہدیٰ رحمۃ اللہ علیہ کئی جاگیروں کے مالک تھے' مگر سخاوت کا دائرہ اتنا وسیع تھا کہ صرف نصیر آباد کی جاگیر سے گھر کے مصارف پورے کرتے باقی تمام تر آمدنی مستحقین کو دے دیتے۔ دو یا تین گاؤں کی آمدنی برادری کے لوگوں کیلئے مخصوص کر رکھی تھی' ایک **روز بارہ ہزار عالم گیری دینار کہیں سے آئے' اس مرد خدا نے سب کے سب اسی وقت بانٹ دیئے' خود فاقے سے رات گزاری۔**

اس جاگیر اور آمدنی کے باوجود اپنے لئے کوئی پختہ مکان تعمیر نہ کرایا' اگر اس طرف توجہ دلائی جاتی تو جواب دیتے کہ چند سانس گزارنے کیلئے چھپر اور بلند وبالا عمارت میں کوئی فرق نہیں' سب کی حیثیت یکساں ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ چھپروں میں بھی کبھی اچھی لکڑی استعمال نہ کی۔

ان کی موت اس طرح واقع ہوئی کہ مغل حکمران شاہ عالم اول سے ملاقات کیلئے نکلے' وہ دکن کی طرف جا رہا تھا' برہان پور پہنچے تو وہاں 19 ربیع الاول 1119ھ/ 9 جون 1707ء کو وفات پا گئے۔ اقربا نے میت کو بطور امانت برہان پور کی خانقاہ نقشبندیہ میں دفن کیا۔ ایک برس کے بعد اسے تابوت میں رکھ کر رائے بریلی لائے اور زاویہ سید علم اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ میں دفن کیا۔

(فقہائے ہند' ج:5' ص:932)

(224) شیخ محمد یحییٰ عباسی الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

اقلیم ہند کی جن جلیل القدر شخصیتوں نے آسمان علم وشہرت کی آخری بلندیوں تک پرواز کی' ان میں شیخ محمد یحییٰ عباسی رحمۃ اللہ علیہ الہ آبادی کا نام قابل ذکر ہے۔ شیخ خوب اللہ رحمۃ اللہ علیہ الہ آبادی کے لقب سے معروف تھے۔ والد کا اسم گرامی محمد امین رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ چچا اور سسر شیخ محمد افضل عباسی الہ آبادی تھے جو بارہویں صدی ہجری کے عظیم المرتبت ہندی عالم تھے۔ شیخ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے ہوش

Marfat.com

سنبھالا تو گھر میں شیخ محمد افضل عباسی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ فیض وافادہ جاری تھا' ان سے درسی کتابوں کی تکمیل فرمائی اور طویل مدت تک ان کے دامن تربیت سے وابستہ رہے۔ اخذ طریقت بھی انہی سے کیا' ذہانت کا یہ عالم تھا کہ تیرہ سال کی عمر میں علوم متعارفہ سے فارغ ہو گئے تھے' یہ وہ عمر ہے جبکہ عام طور پر بچے کھیل کود میں مشغول ہوتے ہیں۔

شیخ محمد یحییٰ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ اس برصغیر کے وہ عالی دماغ شخص تھے کہ جن کا اس علاقے میں وسعت علم' کثرت مطالعہ' معرفت حدیث اور ادراک فقہ میں کوئی مثیل نہ تھا' علوم میں امامت اور فنون میں اجتہاد کے درجے پر فائز تھے۔ جو علمی و تدریسی خدمات انہوں نے انجام دیں' ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں وہ زریں حروف سے لکھنے کے لائق ہیں۔ درس و تدریس' موعظت و خطابت' تبلیغ و اشاعت دین' زہد و اتقا' عبادت الٰہی' تصنیف و تالیف غرض ہر میدان میں ان کی تگ و تاز کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا۔ بے شمار لوگوں نے ان سے استفادہ کیا اور ہر علمی و دینی معاملے میں مخلوق خدا نے ان کی رہنمائی کی ضرورت محسوس کی۔ تمام عمر حق و صداقت کا علم بلند کیے رکھا۔ ان کی تصنیفات میں مندرجہ ذیل کتابیں شامل ہیں:

القول الصحیح فی صلوٰۃ التسبیح' الکلام المفید فیما یتعلق بالشیخ والمرید' ماخذ الاعتقاد فی شان الصحابۃ واھل البیت الامجاد' خلاصۃ الاعمال' المناقب الغوثیہ۔

ان کے علاوہ چار ضخیم جلدوں میں ان کے مکاتیب ہیں جو انہوں نے مختلف حضرات کے نام بہت سے اہم علمی اور فقہی مسائل کے بارے میں تحریر فرمائے۔ یہ مکاتیب ان کے علو فکر' دقت نظر اور ہمہ گیر معلومات کی نشاندہی کرتے ہیں۔

شیخ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کے تین بیٹے شیخ محمد فاخر رحمۃ اللہ علیہ' شیخ محمد ناصر رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد طاہر رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ یہ تینوں فضل و عرفان میں یگانہ اور فیض و کمال میں منفرد تھے۔ شیخ محمد یحییٰ عباسی الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے 64 برس کی عمر میں 11 جمادی الاولیٰ 1144ھ/31 اکتوبر 1731ء کو اس دنیائے فانی سے کوچ کیا اور جنت الفردوس کی راہ لی۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:933-934)

(225) سید محی الدین حسینی نیوتنی رحمۃ اللہ علیہ

سید محی الدین حسینی نیوتنی رحمۃ اللہ علیہ' غلام محی الدین کے نام سے معروف تھے' اپنے عہد کے فاضل اور شیخ تھے۔ فقہ و اصول' علوم عربیہ اور تصوف میں یگانہ تھے۔ مولد و منشا ''نیوتنی'' ہے' جو اس زمانے میں علاقہ اودھ میں ایک بڑا قریہ تھا۔ کچھ بڑے ہوئے تو دل میں حصول علم کا شوق کروٹ لینے لگا اور اس عظیم مقصد کیلئے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اپنے عصر کے نامور اساتذہ کی خدمت میں گئے اور استفادہ کیا۔ شیخ لطف اللہ کوروی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں بھی شامل ہوئے اور ان سے منسلک رہے۔ شیخ پیر محمد لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے علمائے نامدار اور صوفیائے عالی مقام میں سے تھے' ان سے بھی استفادہ کیا۔ مختلف اصحاب سے کسب علم اور اخذ فیض کے بعد ''بانگر'' کے علاقے میں گئے اور وہاں سکونت اختیار کر لی۔ لوگوں سے بالکل الگ ہو کر یاد الٰہی کو اپنا دن رات کا مشغلہ قرار دے لیا تھا۔ بانگر کے علاقے ہی میں وفات پائی۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:934)

Marfat.com

(226) سید مربی بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ

سید مربی بن عبدالنبی بن سید طیب بن عبدالواحد حسینی واسطی بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ' بلگرام میں پیدا ہوئے اور وہیں پلے بڑھے۔ گھر میں علم وفیض کا چرچا تھا' پہلے قرآن مجید حفظ کیا' اس کے بعد سید اسماعیل حسینی بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ سے تحصیل علم کی۔ پھر قنوج گئے اور شیخ یٰسین قنوجی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ فیض کیا۔ بعد ازاں موضع ''ہرگام'' کا عزم کیا اور کتب درسیہ کی تکمیل شیخ ابوالواعظ رحمۃ اللہ علیہ ہرگامی سے کی۔ حصول علم کے بعد اپنے وطن بلگرام واپس آئے اور درس وافادہ طلبا میں مشغول ہو گئے۔ وہاں خلق کثیر نے اس عالم وفقیہ سے استفادہ کیا۔

سید مربی رحمۃ اللہ علیہ کو معرفت وادراک اور فضل وکمال کے پیکر کی حیثیت حاصل تھی' سید غلام علی آزاد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی ہمہ گیر عزت وتعظیم کے بارے میں مآثر الکرام میں یہ عجیب واقعہ نقل کیا ہے کہ سید مربی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کسی تقریب کے سلسلے میں قصبہ مارہرہ گئے' وہاں سے موضع اترولی تشریف لے گئے' شیخ محمد عاقل اترولوی رحمۃ اللہ علیہ جو تصوف وطریقت میں اپنا ایک مقام رکھتے تھے' وہیں کے رہنے والے تھے' انہیں معلوم ہوا تو وہ حضرت سید ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کے خیر مقدم کیلئے آئے اور شاندار استقبال کیا۔ کمال ادب ونیاز کے ساتھ انہیں اپنے گھر لے گئے اور سر سے دستار مبارک اتار کر صحن خانہ میں بچھائی۔ عرض کیا کہ حضرت اپنے قدم مبارک اس دستار پر رکھتے ہوئے صحن میں سے گزریں۔ سید مربی رحمۃ اللہ علیہ اس پر آمادہ نہ ہوئے تو ان کا اصرار بڑھا، بالآخر جب انہوں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو مجبور ہو گئے اور ان کے التماس کے مطابق دستار پر قدم رکھتے ہوئے صحن سے گزرے۔

سید مربی رحمۃ اللہ علیہ کئی روز شیخ محمد عاقل رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر اترولی میں مقیم رہے اور اس اثناء میں تصوف وطریقت کے مختلف مسائل پر گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ جن حضرات نے سید مربی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ فیض کیا ان کی طویل فہرست میں سید طفیل محمد اترولوی بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد عاقل اترولوی رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:935)

(227) سید مرتضیٰ ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

سید مرتضیٰ حسینی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ دیار ہند کے معروف علما اور مشہور مشائخ میں سے تھے۔ صالح اور متدین عالم تھے' اصلاً ملتان کے باشندے تھے' عابد وزاہد' تہجد گزار' جرات مند' کثرت سے روزہ رکھنے والے' امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں انتہائی تیز' احکام الٰہی کی تبلیغ واشاعت میں نہ کسی سے ڈرتے اور نہ کسی نوع کا خوف دل میں لاتے' اہل بدعت کے خلاف شمشیر برہنہ۔ نہ خود اہل دنیا سے اختلاط وارتباط رکھتے اور نہ اسے جائز سمجھتے۔ ملوک وسلاطین سے کوئی چیز قبول نہ کرتے' نہ خراجی زمینوں سے کوئی چیز لیتے اور نہ ماہانہ یا سالانہ نقدی یا جنس کی صورت میں کوئی شے وصول کرتے۔ عالی ہمت' خوددار اور دین کے معاملے میں انتہائی غیور تھے۔

مشائخ کی قبروں پر عرس منعقد کرنے' وہاں رقص وسرود کی محفلیں جمانے اور سماع وغنا کا اہتمام کرنے پر شدید تنفر کا اظہار فرماتے اور اس قبیل کے تمام افعال کو مکروہات ومنکرات

> **شخصیت پرست کون؟**
>
> حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو سر ڈھانپنے کی سنت جاری کی تھی۔ موجودہ اہلحدیث کس کی شخصیت پرستی میں سرنگار رکھتے ہیں؟

Marfat.com

میں گردانتے۔ برسر منبر اس کی نکیر کرتے اور اپنے قول و عمل سے جہاں تک ممکن ہوتا اس نوع کی حرکات سے لوگوں کو منع فرماتے۔

بیعت توبہ لینے کا طریقہ

سید مرتضیٰ ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بارہویں صدی ہجری کے فحول علماء جلیل القدر مشائخ اور زوردار واعظین میں ہوتا تھا لیکن اس کے باوجود وہ کسی کو اپنے حلقہ بیعت میں داخل ہونے کی دعوت نہ دیتے۔ اگر کوئی ان سے بیعت ہونا چاہتا تو صاف لفظوں میں فرماتے کہ میں تمہیں برائی سے رکنے اور منکرات سے دامن کشاں رہنے کی تاکید کرتا ہوں اور پوری قوت سے تلقین کرتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے ہر قسم کی برائی کا دروازہ بند کر دینے کیلئے جدوجہد کرو۔ وہ لوگوں سے اس بات کا اقرار لیتے کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں' جن برائیوں کا ارتکاب ان سے ہو چکا ہے' اس سے اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت عجز و انکسار سے عفو و درگزر کی درخواست کرتے ہیں اور اس کے سامنے مغفرت کیلئے اپنا دامن پھیلاتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ ہمیں معصیت سے کنارہ کش رہنے اور خلاف شرع امور سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمائے گا۔

سید مرتضیٰ ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے کے عالم تھے جب آبادیوں کا یہ پھیلاؤ نہ تھا' جو موجودہ دور میں ہمارے سامنے ہے' نہ شہروں اور قصبوں میں یہ بھیڑ تھی' جس سے آج کل ہم دوچار ہیں۔ آبادیوں کا سلسلہ محدود تھا' بالخصوص مسلمانوں کی تعداد بڑی کم تھی لیکن اس کے باوصف ان الفاظ کے ساتھ جو وہ بیعت لیتے تھے اس سے متاثر ہو کر **ملتان اور لاہور وغیرہ کے تین یا چار ہزار افرادان کے حلقہ بیعت میں داخل ہو گئے تھے** اور یہ سلسلہ بلاد دکن تک وسعت اختیار کر گیا تھا۔

دعوت قبول کرنے میں احتیاط

ان کی پاک بازی اور احتیاط کا یہ حال تھا کہ امرائے مملکت کے گھروں سے کھانا نہ کھاتے۔ اگر روپے وغیرہ کی شکل میں کوئی نذر پیش کرتا تو اس وقت تک قبول نہ فرماتے جب تک یہ تحقیق نہ کر لیتے کہ اس کے ذرائع آمدنی کیا ہیں' اس کا کاروبار کیا ہے' وہ جو مال لے کر آیا ہے' یا جس سے کھانا کھانا چاہتا ہے وہ حلال اور طیب ہے' مشکوک تو نہیں یا اس میں حرمت کا کوئی شائبہ تو نہیں پایا جاتا' وہ اپنے اہل و عیال کے حقوق ادا کرتا ہے' اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے جو فرائض اس پر عائد کئے ہیں انہیں پورا کرتا ہے' اپنے مال سے عشر یا زکوٰۃ وغیرہ دیتا ہے' اگر تحقیق کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچ جاتے کہ اس کی آمدنی حلال ذرائع کی ہے تو دعوت قبول فرما لیتے' ورنہ بلاجھجک رد کر دیتے۔ اس بات کی قطعاً پروا نہ کرتے کہ لوگوں پر ان کے قول و فعل کا کیا اثر پڑے گا اور اس کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ نہ یہ دیکھتے کہ دعوت کرنے والا کتنا بڑا آدمی ہے۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:936-938)

(228) مرزا خان جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

مرزا خان رحمۃ اللہ علیہ کا لقب اوحد الدین تھا' مشرقی پنجاب کے شہر جالندھر کے عالم و صوفی بہلول برکی رحمۃ اللہ علیہ کے والد تھے۔ عربی اور فارسی کے عالم تھے' انہوں نے ''نظم الدرر والمرجان فی تلخیص سیر سید الانس والجان'' کے نام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک میں ایک کتاب تصنیف کی۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری (لاہور) میں موجود ہے۔ یہ کتاب عربی

Marfat.com

زبان میں ہے' سید علیم اللہ حسنی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنے دور کے جلیل القدر عالم اور صاحب طریقت بزرگ تھے' اس کتاب کا فارسی میں ترجمہ کیا اور اس ترجمے کو انہوں نے ''نثر الجواہر فی تلخیص سیر ابی الطیب والطاہر'' کے نام سے موسوم کیا۔ یہ فارسی ترجمہ 1902ء میں ''پیسہ اخبار'' لاہور سے شائع ہوا۔

مرزا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے نظم الدرر کے علاوہ مندرجہ ذیل رسائل بھی تصنیف کئے' جن کے خطی نسخے پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے ذخیرہ مخطوطات شیرانی میں موجود ہیں۔

1۔ کتمان الاسرار 2۔ تنبیہ الاغبیاء 3۔ شرح اقوال جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:940)

(229) مولانا معین الدین عثمانی منیری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا معین الدین عثمانی منیری رحمۃ اللہ علیہ متقی عالم دین اور بہت بڑے صوفی فقیہ تھے' اصلاً اعمال بہار کے ایک گاؤں ''مدھور'' کے باشندے تھے۔ وہاں سے موضع ''منیر'' میں منتقل ہو گئے تھے' جو ان کے ننھیال کا مسکن تھا' بڑے ہوئے تو حصول علم کیلئے جون پور چلے گئے۔ وہاں کے علماء و اساتذہ سے درسی کتابیں پڑھیں اور صاحب رشیدیہ محمد رشید جون پوری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے لائق فرزند شیخ محمد ارشد جون پوری رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا۔ کافی عرصہ ان دونوں سے مستفیض ہوتے رہے۔ بعد ازاں منیر واپس آ گئے اور درس و تدریس میں منہمک ہو گئے۔ بہت سے علماء و فضلا نے ان سے استفادہ کیا۔

شیخ معین الدین عثمانی منیری رحمۃ اللہ علیہ نے 5 شعبان 1131ھ/12 جون 1719ء کو منیر میں وفات پائی اور شیخ احمد بن یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:942)

(230) شیخ موسیٰ امیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ موسیٰ بن عبدالرقیب بن جعفر بن نظام الدین عثمانی امیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ صالح تھے اور فضل و صلاح میں ممتاز۔ 1033ھ/1624ء کو موضع امیٹھی میں پیدا ہوئے اور اپنے والد گرامی شیخ عبدالرقیب رحمۃ اللہ علیہ سے جو علم و عمل میں بڑی شہرت رکھتے تھے' علم فقہ کی تعلیم پائی' طریقت و سلوک کی منزلیں بھی انہی کی نگرانی میں طے کیں اور والد کی وفات کے بعد دعوت و ارشاد میں کمربستہ ہو گئے۔

شیخ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے 87 برس کی عمر پا کر 1120ھ/1708ء کو امیٹھی میں انتقال کیا۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:942)

(231) سید نصیر الدین ہروی برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ

سید نصیر الدین ہروی برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ' برہان پور کے نامور عالم اور مشہور فقیہ تھے' پرہیزگار اور متقی بزرگ تھے' اکل و شرب اور لباس وغیرہ کے معاملے میں انتہائی محتاط تھے۔ ہمیشہ ذکر الٰہی اور عبادت میں مشغول رہتے' کثرت سے روزے رکھتے اور شب کو قیام کرتے' ہر کام میں اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتے' ان کا معمول تھا کہ عشاء کے بعد دو گھڑی آرام فرماتے اور پھر اٹھ کھڑے

Marfat.com

ہوتے۔ تہجد کی نماز پڑھتے اور تلاوت قرآن کرتے۔ قرآن مجید کی تلاوت میں اس درجے رقت طاری ہوجاتی کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے اور قمیص بھاگ جاتی۔

سید نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ ابتدائے جوانی ہی میں دونوں پاؤں اور بائیں ہاتھ سے معذور ہوگئے تھے لیکن اس کے باوجود کسی کے محتاج نہ تھے' قرآن مجید' کتب تفسیر اور تصوف وسلوک کی مختلف کتابوں کی کتابت کرتے تھے اور اس سے جو آمدنی ہوتی اس سے گزراوقات کرتے۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:944)

ہدیے تحائف لینے سے کنارہ کشی

اہل دنیا اور ارباب حکومت سے نہ خود کوئی اختلاط رکھتے اور نہ انہیں موقع دیتے کہ وہ ان سے ارتباط رکھ سکیں۔ نہ کسی سے کوئی نذر قبول کرتے اور نہ کسی بہانے کوئی چیز لیتے۔ اگر کسی طرف سے کوئی ہدیہ قبول فرمانے پر مجبور بھی ہوجاتے تو اس سے بہتر صورت میں اس کا بدلہ دیتے۔ امرائے سلطنت اور والیان ملک سے نہ صرف ربط وتعلق سے گریز کرتے بلکہ ان سے سخت نفرت کرتے اور نہایت تلخ کلامی سے پیش آتے' کوئی ان میں سے ملاقات کو حاضر ہوتا تو چہرے پر کبیدگی کے آثار نمایاں ہوجاتے۔ وہ لوگ نذر ونیاز کی شکل میں کوئی چیز پیش کرتے تو صاف لفظوں میں لینے سے انکار کردیتے۔

ایک مرتبہ علاقہ برہان پور کا والی منور خاں سید نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا' اس زمانے کے رواج کے مطابق خاصا لاؤ لشکر اس کے ہم عناں تھا اور یہ لوگ ہاتھی گھوڑوں پر سوار تھے۔ سید نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس علاقے کے والی سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ تمہارے ہاتھیوں اور لشکریوں کی وجہ سے راستے بند ہوجاتے ہیں اور لوگوں کو آمدورفت میں سخت دشواری پیش آتی ہے' تمہارا یہاں آنا رعایا کیلئے تکلیف اور زحمت کا باعث بنتا ہے' اس میں عوام کو جو پریشانی لاحق ہوتی ہے وہ ان پر تمہارا بہت بڑا ظلم ہے چونکہ تم میرے پاس آتے ہو اس لئے اس ظلم میں خود یہ فقیر بھی شریک ہوتا ہے۔

منور خاں نے جواب میں عرض کیا: **ہم محض اس لئے حاضر ہوتے ہیں کہ آپ اپنی باطنی توجہ ہم پر مبذول فرمائیں اور ہمیں اپنی طرف کھینچیں**'۔ فرمایا: بارگاہ الٰہی میں میرے جیسا گنہگار کون ہوگا کہ مجھے اس نے دونوں پاؤں اور ایک ہاتھ سے محروم کردیا ہے۔ یہ میری معصیت کا نتیجہ ہے' تم اپنی رعایا کو پریشانی میں نہ ڈالو اور معاملات حکومت میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم کرو' ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی کوئی عذاب نازل ہوجائے۔

2۔ سید نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے استغنا اور اللہ تعالیٰ پر توکل کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ عنایت اللہ خاں نے جو سید نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں میں سے تھا' بادشاہ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ بیت المال سے سید ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کیلئے کچھ رقم عنایت کردے۔ عنایت اللہ خاں نے مندرجہ ذیل چار اوصاف کی وجہ سے ان کو قابل امداد قرار دیا:

1۔ سید نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ سادات سے تعلق رکھتے ہیں۔

2۔ صاحب علم وفضل وتقویٰ ہیں۔

3۔ صاحب صلاح وتقویٰ ہیں۔

Marfat.com

4۔ معذور ہونے کی وجہ سے مستحق امداد ہیں۔

اس زمانے میں برہان پور کا صدر خواجہ ادہم تھا' بادشاہ نے اسے خط لکھا کہ وہ اس کو سید موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی مالی حیثیت کے بارے میں آگاہ کرے تا کہ یہ فیصلہ کیا جاسکے کہ ان کی کس طریقے سے مالی مدد کی جائے' ماہانہ یا سالانہ!

چنانچہ خواجہ ادہم سید موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا اور بادشاہ کا خط پڑھ کر سنایا۔ سید نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو جواب دیا کہ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے' بے شک میرا نام نصیر الدین ہے لیکن میں مستحق اعانت یا قابل امداد نہیں ہوں۔ خواجہ ادہم کو انہوں نے جن الفاظ میں جواب دیا وہ یہ ہیں: شاید آپ اس غلط فہمی کی بنا پر میرے پاس تشریف لائے ہیں کہ اتفاق سے میرے نام کے ساتھ اس شخص کا نام ملتا ہے اور ہم دونوں ہم نام ہیں۔ بادشاہ کے اس خط میں اس شخص کی امداد کیلئے حکم جاری کیا گیا ہے جو چار صفات کا حامل ہے' انمیں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ سید ہے' سید ہونے سے نہ میں انکار کرتا ہوں اور نہ اس کا دعویدار ہوں۔ دوسری صفت صلاح و تقویٰ ہے' تیسری استحقاق اور چوتھی فضیلت علمی ہے۔ میں اپنے طور پر آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان صفات میں سے کوئی صفت بھی مجھ میں نہیں پائی جاتی۔ خواجہ ادہم جو علاقہ برہان پور کا صدر تھا سید نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے اس جواب سے نہایت متعجب ہوا' اس نے کہا کہ ''شاید آپ کے پاس اللہ تعالیٰ پر توکل کا سرمایہ موجود ہے''۔ فرمایا: کیوں نہیں' یقیناً میرے رزق کی کنجی اس ذات اعلیٰ کے ہاتھ میں ہے جس کے تیرے آقا و بادشاہ جیسے لاکھوں کروڑوں لوگ محتاج ہیں''۔ (فقہائے ہند' ج: 5' ص: 944)

(232) شیخ نظام الدین انصاری سہالوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ نظام الدین انصاری سہالوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار برصغیر کے علمائے اجل اور اعاظم رجال میں ہوتا ہے۔ وہ اقلیم ہند کے علامہ شہیر اور صاحب علوم فنون تھے' ان کے والد کا اسم گرامی شیخ قطب الدین سہالوی رحمۃ اللہ علیہ تھا' جو لکھنؤ سے تقریباً تیس میل کے فاصلے پر واقع ایک مقام ''سہالی'' کے رہنے والے تھے۔

بنیادی طور پر یہ خاندان خالص عرب تھا اور اس کا نسبی تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے تھا۔ جب اسلام کی نشرواشاعت کے دائروں نے وسعت اختیار کی اور اس کی پاکیزہ قدریں حدود عرب سے نکل کر دیگر ممالک کو متاثر و منور کرنے لگیں تو اس دومان عالی شان کے ایک صوفی منش بزرگ خواجہ ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہرات کو اپنا مسکن ٹھہرایا اور وہیں 471ھ/1088ء میں وفات پائی۔ (فقہائے ہند' ج: 5' ص: 945)

عالم دین کی غیر عالم سے بیعت

تحصیل علم سے فارغ ہوتے ہی شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد بزرگوار کی مسند درس پر فائز ہوئے اور چند ہی دنوں میں ان کا آستانہ علم معمورہ ہند کے بہت سے علاقوں کے علماء وطلبا کا مرجع بن گیا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ علوم ظاہری کی تکمیل سے فراغت کے کئی سال بعد شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے علوم باطنی کی طرف عنان توجہ مبذول فرمائی۔ اس وقت ان کی عمر چالیس برس کی تھی اور اس نواح کے نامور بزرگ شاہ عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ کے تصوف وطریقت کا تمام ہندوستان میں شہرہ تھا۔ شیخ

Marfat.com

نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت میں گئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ شاہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ علوم درسیہ سے بہرہ مند تھے' لہٰذا سب لوگوں کو اس بیعت سے تعجب ہوا' علمائے فرنگی محل نے تو برملا شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے اس اقدام کی مخالفت کی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے ایک صاحب مولانا کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے جو علوم عقلیہ میں بالخصوص دست گاہ رکھتے تھے اور نہایت ذہین اور طباع تھے' اپنے مقابلے میں کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ انہوں نے اعتراض کیا کہ شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کیوں کی اور اپنے فضل و کمال کو ایک ناآشنائے علم صوفی کے سامنے کیوں جھکایا؟ انہوں نے اسی پر بس نہیں کی' وہ شاہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں پہنچے اور ذہن میں فلسفے کے چند مسائل سوچے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے بارے میں دریافت کریں گے۔ روایت مشہور ہے کہ وہ شاہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود ان مسائل کا ذکر چھیڑا اور اس انداز سے ان پر اظہار خیال فرمایا کہ مولانا کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ بالکل خاموش ہو گئے اور اسی وقت خود مولانا کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کر لی۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:948)

شاہ عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ نے 1136ھ/ 1724ء میں رحلت فرمائی۔ ان کی وفات کے بعد شیخ نظام الدین سہالوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے خلیفہ سید اسماعیل بلگرام رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 14 ذی الحجہ 1164ھ/ 23 اکتوبر 1751ء) سے فیوض باطنی حاصل کئے۔

اصحاب مال و دولت سے بے اعتنائی

شیخ نظام الدین انصاری سہالوی رحمۃ اللہ علیہ ابتدا ہی سے حسن اخلق کے حامل' متوکل علی اللہ اور مستغنی المزاج تھے' ان کا وہی طریق عمل تھا جو سلف صالحین کا تھا' بے حد نیک اور پرہیزگار تھے۔ سید غلام علی آزاد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ ''مآثر الکرام'' میں ان سے اپنی ایک ملاقات کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں: میں 19 ذی الحجہ 1148ھ/ 20 اپریل 1736ء کو لکھنؤ گیا تو شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ملا' میں نے دیکھا کہ **وہ سلف صالحین کے طریقے پر گامزن ہیں اور ان کی پیشانی پر تقدس کی شعاعیں چمک رہی ہیں۔**

ایک دن میں شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا اور بیماری کی وجہ سے چارپائی پر لیٹا ہوا تھا' اس اثنا میں امرائے مملکت میں سے ایک صاحب ملاقات کیلئے آئے' ان کے پاس ادب سے میں نے چارپائی پر سے اترنا چاہا تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اصحاب دولت کو دیکھ کر بدحواس کیوں ہوتے ہو' آرام سے لیٹے رہو''۔

ارباب حکومت سے بے التفاتی کے بارے میں ان کا ایک اور واقعہ بھی قابل ذکر ہے۔ وہ یہ کہ امرائے شاہی میں سے ایک امیر ہفت ہزاری کا منصب رکھتا تھا اور شیخ کی خدمت میں اکثر حاضر ہوا کرتا تھا' اس نے ایک مرتبہ جمعہ کے دن عین نماز کے وقت کہلا بھیجا کہ اگر آپ تھوڑی دیر انتظار فرمائیں تو میں بھی حاضر ہو کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اقتدا میں نماز پڑھنے کا شرف حاصل کر سکوں۔ شیخ نے ذرا انتظار کیا' پھر یہ کہہ کر نماز اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہے' اہل دنیا کیلئے نہیں ہے'' نماز کیلئے کھڑے ہو گئے۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:949-950)

صوفی اور عالم کے مزاج کا فرق

بلاشبہ بے نیاز طبیعت کے مالک تھے' لیکن یہ بے نیازی ہر ایک کیلئے نہ تھی' صرف جاہ پسند ارباب دولت اور امرائے مملکت

Marfat.com

کیلئے تھے' ورنہ مزاج میں انکسار' تواضع اور مسکنت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی' اس سلسلے کے چند واقعات لائق مطالعہ ہیں:

ایک مرتبہ ایک ایرانی جس کا نام ابوالمعالی تھا' شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کا شہرہ علمی سن کر ملاقات کیلئے آیا۔ شیخ اپنے معمول کے مطابق نہایت سادگی سے درس گاہ میں چٹائی پر بیٹھے درس دے رہے تھے' نووارد مہمان کی نظروں کے سامنے ایرانی علماء کا جاہ و جلال گھوم رہا تھا' اس کی نگاہ التفات شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نہ جا سکی۔ پوچھا مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کہاں تشریف رکھتے ہیں؟ فرمایا: مولانا کے بارے میں تو میں نہیں جانتا البتہ نظام الدین میرا ہی نام ہے۔ ایرانی وہیں بیٹھ گیا اور چند فقہی مسائل ان کے سامنے پیش کئے اور کہا کہ اہل حق (یعنی شیعہ مذہب کے ماننے والوں) کے نزدیک اس کا کیا جواب ہے؟ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نقطہ نگاہ سمجھ کر شیعہ حضرات کی فقہی روایت کے مطابق جواب دیا: وہ نہایت خوش ہوا۔ پھر کہا کہ انہی مسائل کی اہل ضلالت (یعنی اہل سنت) کے مذہب کی روشنی میں وضاحت فرمائیے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے سوال کے جواب میں مسائل متعلقہ کے بارے میں اہل سنت کی روایات بیان کیں۔ وہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اسلوب کلام اور وسعت علم سے نہایت متاثر ہوا اور کہا کہ ان کے متعلق جو سنا تھا' اس سے کہیں زیادہ پایا۔

علماء کی نسبت عام طور پر مشہور ہے کہ وہ علمی مباحث کے میدان میں اترتے ہیں تو اس سے اپنے علم کا اظہار اور دوسروں سے امتیازی درجہ حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے' اس لئے وہ حریف کے مقابلے میں عام طور پر خاموشی اختیار نہیں کرتے بلکہ بدستور بحث و مجادلے میں مصروف رہتے ہیں لیکن شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ اس نقص سے بالکل مبرا تھے' منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک صاحب ان سے کسی مسئلے میں بحث کرنے کیلئے تشریف لائے اور آتے ہی مسئلہ دریافت کیا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحقیق کے مطابق جواب دیا۔ معترض نے اعتراض کیا' اور بربنائے بحث شیخ کی تغلیط کی۔ شیخ چپ ہو گئے۔ انہوں نے مشہور کر دیا کہ میں نے نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ سے علمی مباحث میں گفتگو کی' وہ میرے مقابلے میں چل نہیں سکے اور میں نے ان کو خاموش کرا دیا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کو یہ بات سخت ناگوار گزری اور اسے اپنے استاد کی توہین قرار دیا۔ چنانچہ ایک شاگرد ان صاحب کے پاس گئے اور اپنے زور بیان اور اسلوب استدلال سے ان کو بالکل ساکت کر دیا۔ یہ واقعہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے علم میں آیا تو اس درجے برہم ہوئے کہ اس شاگرد کو حلقہ درس سے نکال دیا اور فرمایا کہ ہرگز یہ پسند نہیں کرتا کہ میری وجہ سے کسی شخص کی شہرت اور عزت میں فرق آئے۔ شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ طبعی طور پر نرم مزاج تھے' کسی کو پریشان کرنا اور اس سے بدلہ لینا ان کی فطرت میں داخل نہ تھا۔ ہر معاملے میں عفو و درگزر سے کام لینے کے عادی تھے۔

جھوٹی افواہ سن کر ایک شاگرد نابینا دوسرے فوت ہو گئے

سید کمال الدین حسینی عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ علوم حکمیہ میں کامل مہارت رکھتے تھے' عرصہ تک فتح پور کی مسند تدریس پر متمکن رہے۔ اس کے بعد نواب سیف خاں نے عظیم آباد (پٹنہ) میں ایک مدرسے کی تاسیس کی تو اس کی درخواست پر وہاں تشریف لے گئے۔ خلق کثیر نے ان سے اخذ علم کیا' ان کی موت کا واقعہ بڑا عجیب ہے' اپنے استاذ شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ سے انہیں انتہائی عقیدت اور محبت تھی' اطلاع پہنچی کہ شیخ وفات پا گئے ہیں' اسی صدمے میں انتقال کر گئے' حالانکہ شیخ زندہ تھے اور ان کی وفات کی خبر غلط تھی۔

Marfat.com

سید ظریف حسینی عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ فقہ واصول اور علم کلام میں عبور رکھتے تھے۔نواب سیف خاں کے مدرسے میں جو عظیم آباد (پٹنہ) میں قائم کیا گیا تھا' خدمت میں درس انجام دیتے تھے' استاذ گرامی شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ سے بدرجہ غایت مودت رکھتے تھے' ان کی وفات کی غلط خبر مشہور ہوئی تو فرط غم سے نڈھال ہو گئے اور اس قدر روئے کہ آنکھوں کی بصارت ضائع ہو گئی۔ کئی کتابوں کے مصنف اور بے شمار علماء کے استاد تھے۔(فقہائے ہند'ج:5'ص:958-959)

الہام کے ذریعے نکاح کی اطلاع

شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی دو شادیاں ہوئیں' پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ تھی' لوگ دوسری شادی پر مجبور کرتے تھے لیکن وہ اس پر رضا مند نہ تھے' جب لوگوں کا اصرار بڑھا تو فرمایا' میں اس مخمصے میں پڑنا نہیں چاہتا۔البتہ کسی بزرگ کا ارشاد ہوگا تو مجبوراً یہ قدم اٹھانا پڑے گا۔آپ نے شیخ اسماعیل بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض باطنی حاصل کیا تھا۔انہوں نے کہلا بھیجا کہ **مجھے القا کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ دوسری شادی سے آپ کی اولاد ہوگی**۔ چنانچہ قصبہ سترکھ میں دوسری شادی کی' جس سے وہ گوہر شہوار پیدا ہوا جس نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور بے پناہ علمی فضیلت کی بنا پر اہل علم کے حلقوں میں ''بحر العلوم'' کے پرشکوہ لقب سے شہرت پائی۔

بحر العلوم کا اصل نام عبد العلی رحمۃ اللہ علیہ ہے' علم وفضل میں ان کو جو عظیم الشان مرتبہ حاصل تھا وہ کسی اہل علم سے مخفی نہیں۔بحر العلوم اپنی رفعت علمی کی بنا پر انتہائی شہرت کے حامل ہیں۔اس جلیل القدر عالم نے 12 رجب 1125ھ/ 13 اگست 1810ء کو مدراس میں وفات پائی۔ان کا تذکرہ تیرہویں صدی ہجری کے فقہائے کرام کے ضمن میں کیا جائے گا۔ان شاء اللہ العزیز!

مرض وفات میں اللہ جل شانہ پر توکل

شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی دو بیویاں تھیں' منقول ہے کہ دوسری شادی کرنے کی وجہ یہ تھی کہ پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ تھی۔مرض میں جب شدت آئی تو پہلی بیوی حاضر خدمت ہوئیں اور کہا کہ مجھ سے جو قصور ہوا معاف فرما دیجئے۔فرمایا: تم نے کوئی قصور نہیں کیا البتہ مجھ سے یہ غلطی سرزد ہوئی کہ تمہاری موجودگی میں دوسری شادی کی' میری خطا معاف کردو' تھوڑی دیر بعد دوسری بیوی آئی اور کہا آپ تو تشریف لے جا رہے ہیں اولاد کو کس کے سپرد کیا ہے۔شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو اس سے سخت ذہنی کوفت ہوئی' حاضرین سے کہا کہ مجھے اٹھا کر بٹھا دو' پھر فرمایا: نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ تو جا رہا ہے لیکن خدا تعالیٰ ہمیشہ رہے گا''۔آپ نے پچھتر سال عمر پا کر چہار شنبہ کے روز 9 جمادی الاولیٰ 1161ھ/ 26 اپریل 1748ء کو دوپہر کے وقت داعی اجل کو لبیک کہا۔(فقہائے ہند'ج:5'ص:961)

(233) شیخ نور الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

سرزمین ہند کے مشاہیر اساتذہ اور جید علماء میں شیخ نور الدین رحمۃ اللہ علیہ بن شیخ محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ احمد آبادی گجراتی کا اسم گرامی لائق تذکرہ ہے' وہ علم وفضل میں امامت کے درجے پر فائز تھے اور فنون متداولہ میں عمیق نظر رکھتے تھے۔تفسیر' حدیث' فقہ کے عالم تھے' جامع معقول ومنقول اور حاوی فروع واصول تھے۔10 جمادی الاولیٰ 1063ھ/ 29 مارچ 1653ء کو احمد آباد میں پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں حصول علم میں مشغول ہو گئے۔ان کی والدہ ماجدہ بھی عالمہ وفاضلہ تھیں' اس کا ثبوت اس

Marfat.com

واقعہ سے ملتا ہے کہ لائق بیٹے نے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور فارسی کتاب ''گلستان'' انہی سے پڑھی اور قابلیت کا یہ عالم تھا کہ سات دن میں پوری کتاب مکمل کرلی۔ اس کے بعد کتب درسیہ کی تحصیل کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ کتابیں مولانا احمد بن سلیمان گجراتی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا فرید الدین احمد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں پڑھیں' حدیث کی تکمیل شیخ محمد بن جعفر حسینی بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کی' اخذ طریقت بھی انہی سے کیا' فضائل اعمال میں اس مرتبہ کمال کو پہنچے کہ کثرت درس وافادہ میں ان کے عہد اور شہر میں کوئی ان کا ہم سر نہ تھا۔ ان کی بے پناہ قابلیت سے متاثر ہوکر گجرات کے صدر محمد اکرم الدین رحمۃ اللہ علیہ نے (جنہیں شیخ الاسلام خاں کا خطاب ملا تھا اور جو شیخ ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور مرید تھے) احمد آباد میں مدرسہ ہدایت بخش کے نام سے ایک عظیم الشان مدرسہ تعمیر کرایا۔ اس مدرسے پر ایک لاکھ چوبیس ہزار روپے صرف ہوئے تھے۔ شیخ نور الدین رحمۃ اللہ علیہ احمد آبادی نہایت عبادت گزار تھے' تہجد کے سخت پابند تھے' ملوک وسلاطین کی مجلسوں میں بالکل نہیں جاتے تھے اور نہ ان کے تحفے اور ہدیے قبول کرتے۔ 1143ھ/ 1731ء میں حرمین شریفین کا قصد فرمایا اور حج وزیارت کا شرف حاصل کیا۔ مراجعت ہند کے بعد پھر خدمت علم میں مصروف ہوگئے۔ باوجود اس کے کہ بڑھاپا چھا گیا تھا اور ضعف وکمزوری نے قبضہ جمالیا تھا' بدستور درس وافادہ اور تصنیف وتالیف کا عظیم کام کرتے رہے۔ بہت سی رفیع المرتبت علمی اور تحقیقی کتابوں کے مصنف اور شارح تھے جو ان کی غزارت علم اور وسعت نظر پر دلالت کرتی ہیں۔

الطریق الامم کے نام سے ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی فصوص الحکم کی شرح لکھی۔ انہوں نے چھوٹی بڑی ڈیڑھ سو سے زائد کتابیں تصنیف کیں جو دقیق اور اہم مسائل پر مشتمل ہیں۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:964-965)

(234) مولانا نورالدین گنت پوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا نورالدین گنت پوری جون پوری رحمۃ اللہ علیہ صالح عالم دین' عابد وزاہد اور کثرت سے تلاوت قرآن کرنے والے اور نوافل کا اہتمام کرنے والے تھے۔ 1120ھ کو جون پور میں فوت ہوئے اور وہیں دفن کیے گئے۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:966)

(235) مولانا نوراللہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا نوراللہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ' نور بابا پتاو کے عرف سے معروف تھے' وادی کشمیر کے ممتاز فاضل اور شیخ تھے۔ بعض درسی کتابیں ایک کشمیری عالم شیخ عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں' پھر عازم دہلی ہوئے۔ وہاں شیخ حسام الدین محمد رحمۃ اللہ علیہ' قاضی مستعد خاں رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ہائے درس جاری تھے' ان میں داخل ہوئے اور مدت تک ان سے کسب علم میں مشغول رہے' یہاں تک علوم میں خوب بہرہ ور ہوئے اور فتویٰ وتدریس کی کامل صلاحیت پیدا ہوگئی۔ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی حاضری دی۔ ان سے طریقہ نقشبندیہ کے مطابق اخذ طریقت کیا' بعد ازاں کشمیر کو مراجعت فرمائی اور درس وتدریس کی مسند آراستہ کی۔ فنون متداولہ پر اس قدر عمیق نظر رکھتے تھے کہ خیالی اور مطول پر حواشی تحریر کیے۔ یہ دونوں کتابیں درس میں شامل

Marfat.com

ہیں اور دقیق مسائل پر محیط ہیں۔ مولانا نوراللہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے 4 ربیع الاول 1195ھ/ 28 فروری 1781ء کو سفر آخرت اختیار کیا اور کشمیر میں دفن کئے گئے۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:966)

(236) شیخ نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ نور محمد حسینی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ دیار ہند کے علمائے ربانی میں سے تھے' جلیل القدر فقیہ اور نقشبندی تھے۔ شیخ محمد حسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے اور ان سے حصول علم کیا۔ طویل عرصہ تک ان دونوں علماء سے انسلاک اختیار کئے رکھا' اس کے بعد ان پر جذب واستغراق کا غلبہ ہوگیا۔ یہ صورتحال پندرہ سال رہی' زہد وورع میں اپنا ایک مقام رکھتے تھے' اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے' کسی کے محتاج نہ تھے' ان کی عادت تھی کہ کئی دنوں کا کھانا اکٹھا پکا لیتے' پھر جب بھوک بہت غالب آتی تو اس میں سے کھا لیتے۔ اغنیا اور امرا کی دعوت قبول نہ کرتے' نہ ان کے ہاں جاتے' قناعت کا یہ عالم تھا کہ دسترخوان پر کبھی دو کھانے جمع نہ کرتے۔ ایک پر اکتفا کرتے' بہت کم اور سادہ کھاتے۔

شیخ نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے کسب فیض کیا تھا۔ مرزا موصوف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ قدسی صفات عالم تھے' لوگوں کی مدح اور ذم سے ان کا ذہن بالکل خالی تھا' اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے اور اسی کے فیصلے کو آخری اور صحیح فیصلہ قرار دیتے۔ شیخ نور محمد حسینی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے 11 ذیقعدہ 1135ھ/ 2 اگست 1723ء کو دہلی میں وفات پائی۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:967)

(237) شیخ یٰسین جون پوری رحمۃ اللہ علیہ

ارض ہند میں علم وفضل اور تصوف وسلوک کے لحاظ سے گزشتہ دور میں صوبہ یوپی کے شہر جون پور کو بڑی خصوصیت حاصل رہی ہے۔ وہاں کے اہل علم اور ذی فضل حضرات نے بے حد شہرت پائی اور تصنیف وتالیف' درس وتدریس اور دیگر اوصاف وکمالات میں بلند مرتبے کو پہنچے۔ انہی حضرات میں ایک عالم دین شیخ یٰسین بن باقر عثمانی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ وہ جون پور میں پیدا ہوئے وہیں نشوونما پائی اور حصول علم کیلئے الہ آباد پہنچے۔ وہاں شیخ محمد یحییٰ عباسی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے لائق بیٹے شیخ محمد طاہر عباسی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ درس جاری تھا اس میں شامل ہوئے۔ کتب درسیہ ان دونوں باپ بیٹے سے پڑھیں۔ شیخ محمد یحییٰ عباسی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت بھی کیا اور ایک عرصہ تک وہاں رہے' پھر جون پور واپس آ گئے اور شادی کی۔ کچھ مدت بعد بیوی کا انتقال ہوگیا تو گوشہ گیری کی زندگی اختیار کر لی اور پھر سفر حج پر روانہ ہو گئے۔ 1149ھ/ 1737ء میں فریضہ حج ادا کیا۔ اس زمانے میں مدینہ منورہ میں شیخ محمد حیات سندھی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 26 صفر 1163ھ/ 24 جنوری 1750ء) کی مسند تدریس آراستہ تھی' اس میں شریک ہو گئے اور ان سے علم حدیث حاصل کیا۔ پھر ہندوستان واپس آئے اور زندگی کے آخری دو سال فرخ آباد میں گزارے اور وہیں 5 جمادی الاخریٰ 1183ھ/ 16 اکتوبر 1769ء کو وفات پائی۔ (فقہائے ہند' ج:5' ص:1031)

Marfat.com

(238) سید آل احمد سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ

سید آل احمد بن نذر محمد بن ابومحمد حسینی نقوی رحمۃ اللہ علیہ سہسوان میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔ بچپن ہی سے اپنے والد گرامی سید نذر محمد سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ سے منسلک رہے اور ان سے حصول علم کیا۔ تصوف وطریقت میں بھی ان سے فیض یاب ہوئے' والد کی وفات کے بعد ان کی مسند مشیخت پر متمکن ہوئے' نامور فقیہ تھے۔ وحدت الوجود کے قائل اور ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے متاثر تھے۔ چنانچہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی فصوص الحکم کی شرح سپرد قلم کی' جسے ''البیان المرصوص فی شرح الفصوص'' کے نام سے موسم کیا۔ ان کے علم وفضل اور تدین وتقویٰ کی بنا پر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ان کی بہت تکریم کرتے تھے۔ ایک دفعہ دہلی گئے اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پہنچے تو انہوں نے اپنی مسند چھوڑ دی اور اصرار کر کے اس پر بٹھایا۔ وہاں سے رخصت ہونے لگے تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کچھ دور تک ساتھ گئے۔ مراد آباد' رام پور' بریلی' سنبھل اور پیلی بھیت وغیرہ شہروں میں ان کے بہت سے ارادت مند تھے جو حاضر خدمت ہوتے اور استفادہ کرتے۔ سید آل احمد سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ نے 80 سال عمر پا کر 1259ھ (1843ء) میں اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کا سفر اختیار کیا۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:41)

(239) مولانا ابوالحیات پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا ابوالحیات بن نعمت اللہ بن مجیب اللہ ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابوتراب پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی تھے۔ فقہ اور تصوف کے نامور عالم تھے' غرہ ذی قعدہ 1195ھ (نومبر 1781ء) میں پیدا ہوئے اور مولانا احمد بن وحید الحق پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ سے تحصیل کی۔ اپنے والد گرامی مولانا نعمت اللہ پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا اور طویل عرصہ تک ان سے مستفیض ہوتے رہے۔ علوم ظاہری وباطنی سے فارغ ہوئے تو خود درس وافادہ کی طرح ڈالی اور بہت سے لوگوں کو نعمت علم سے آراستہ کیا۔ 26 رمضان المبارک 1276ھ (17 اپریل 1860ء) کو سفر آخرت پر روانہ ہوئے۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:43)

(240) شیخ ابوسعید مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

برصغیر کے جلیل القدر علما اور رفیع المرتبت فقہا میں شیخ ابوسعید مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی قابل ذکر ہے۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے: ابوسعید بن صفی القدر بن عزیز القدر بن محمد عیسیٰ بن سیف الدین بن محمد معصوم بن حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان علم وطریقت اور فضیلت وکمال کے اعتبار سے ہندوستان کا مشہور ترین خاندان ہے۔ کئی پشتوں تک اس کا گہوارہ علم کی حیثیت حاصل رہی' اس خاندان میں جن نامور شخصیات نے جنم لیا ان میں صاحب ترجمہ شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ حدیث وفقہ میں اپنے عصر کے یگانہ روزگار عالم تھے' 2 ذیقعدہ 1196ھ کو رام پور میں پیدا

Marfat.com

ہوئے۔صغرسنی میں قرآن مجید حفظ کیا اور تجوید سیکھی۔ بعدازاں مفتی شرف الدین رام پوری سے درسی کتابیں پڑھیں۔بعض کتابوں کی تکمیل شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کی جن میں قاضی مبارک کی شرح سلم اور صحیح مسلم شامل ہیں۔پھر اپنے خالو شیخ سراج احمد رام پوری رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کی سند حاصل کی۔اس کے بعد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سند و اجازہ عام کا شرف حاصل کیا۔بعض دیگر علمائے عصر سے بھی مستفید ہوئے اور سند حدیث لی۔تصوف وطریقت سے بھی لگاؤ تھا' اس کیلئے شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور ان کی وفات کے بعد ان کے سجادہ نشین ہوئے۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد مسند دعوت وارشاد بچھائی' ہزاروں بندگان خدا ان سے فیض یاب ہوئے۔حج وزیارت کا شرف بھی حاصل کیا۔مکہ مکرمہ گئے تو ان کی شہرت علمی سن کر شافعی اور حنفی علما نے ان کا پرتپاک استقبال کیا اور خندہ پیشانی سے ملے۔ ان کی تصانیف میں ایک کتاب ''ہدایۃ الطالبین'' ہے اور فارسی میں ہے۔اس کا اردو ترجمہ مولانا نور احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کیا' مع ترجمہ کے یہ کتاب 1344ھ (1926ء) میں امرتسر میں شائع ہوئی۔

شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل کے بارے میں مفتی غلام سرور لاہوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جامع بود میان علوم ظاہری و باطنی و فقہ و حدیث تفسیر۔

ترجمہ: علوم ظاہری وباطنی کے ماہر اور تفسیر' حدیث وفقہ کے جامع تھے۔قرآن مجید کے حافظ تھے اور آواز نہایت موثر اور پرکشش تھی۔

نورانی شکل، متبع سنت نقشبندی بزرگ

اتباع سنت کا خاص طور سے اہتمام کرتے' لوگوں کو بھی یہی تلقین فرماتے' نورانی شکل تھے' طبیعت میں بے حد انکسار تھا' متحمل مزاج اور نرم دل تھے' اللہ تعالیٰ نے حسن اخلاق کی دولت سے خوب نوازا تھا' ہر شخص سے متواضع ہو کر ملتے' وقت کا زیادہ حصہ دینی علوم کی تعلیم و تدریس میں صرف کرتے۔اس سے فارغ ہوتے تو تلاوت قرآن میں مصروف ہو جاتے۔شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد نو یا دس سال ان کے سجادہ علمی پر متمکن رہے اور ہمیشہ لوگوں کو اتباع سنت کی تلقین فرماتے رہے۔

آخر عمر میں حج بیت اللہ کیلئے روانہ ہوئے' ٹونک کے مقام پر پہنچے تو عیدالفطر کے روز 1249ھ/ 11 فروری 1834ء کو وہیں انتقال کر گئے۔نماز جنازہ میں امیر ٹونک نواب وزیرالدولہ اور بہت سے امرائے مملکت اور شہریوں نے شرکت کی۔نماز جنازہ ٹونک کے قاضی مولانا خلیل الرحمٰن رام پوری رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔

شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے ایک صاحبزادے شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو برصغیر کے مشہور فاضل اور علامہ عصر تھے۔وفات کے وقت وہ ان کے پاس موجود تھے' وہ والد کی میت ٹونک سے دہلی لے گئے اور وہاں انہیں شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ اور مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔(فقہائے ہند ج:6 ص:44-45)

(241) شیخ احمد سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ احمد بن عبداللہ حسینی سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ' احمد بخش کے نام سے معروف تھے۔فقہ واصول اور علوم عربیہ کے ماہر تھے' مولد ومنشا

Marfat.com

سندیلہ ہے' جو صوبہ یوپی میں واقع ہے۔ اپنے والد ماجد شیخ عبداللہ سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ اعز الدین سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ حیدر علی صدیقی سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ علم کیا۔ طریقت وتصوف کا درس اپنے والد مکرم شیخ عبداللہ سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ سے لیا جو اپنے وقت اور علاقے کے شیخ طریقت تھے۔ پھر ان کی مسند مشیخت پر بیٹھے۔ کچھ وقت طالبان علم کو درس بھی دیتے تھے' تیرہویں صدی ہجری کے یہ عالم وفقیہ سندیلہ میں مدفون ہیں۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:50)

(242) شیخ احمد بن مصطفیٰ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ احمد بن مصطفیٰ رفیقی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوالطیب تھی۔ فقہ واصول کے نامور فاضل تھے' علم حدیث میں بھی بہرہ وافر حاصل تھا۔ 1150ھ/ 1737ء میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کیا اور اپنے والد محترم شیخ مصطفیٰ رفیقی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 14 ربیع الاول 1294ھ/ 29 مارچ 1877ء) سے علم حاصل کیا۔ ان کے نانا شیخ عبداللہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور ماموں شیخ نور الہدیٰ یسوی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ بھی دیار کشمیر کے جلیل القدر علما میں سے تھے' ان سے بھی اخذ علم کیا۔ یہاں تک کہ حدیث' فقہ' سیرت اور تصوف و شعر وغیرہ میں مرتبہ کمال کو پہنچے۔ پھر خود مسند تدریس پر بیٹھے اور علما ومشائخ کی کثیر تعداد نے ان سے روحانی اور علمی فیض حاصل کیا۔ سلوک وطریقت میں بھی درک رکھتے تھے اور پارسا بزرگ کی حیثیت سے معروف تھے۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:52)

(243) شیخ احمد بن نعیم کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

کشمیر کی سرسبز وشاداب وادی میں جن علما وفقہا نے شہرت دوام حاصل کی اور تاریخ علم وفضل کے اوراق پر ہمیشہ کیلئے اپنا نام ثبت کر گئے ان میں شیخ احمد بن نعیم بن مقیم کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا نام قابل ذکر ہے۔ تیرہویں صدی ہجری اور انیسویں صدی عیسوی کے اس صاحب کمال فقہ کا مولد ومنشا سرینگر ہے۔ سن شعور کو پہنچے تو قاضی جمال الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے حصول علم کیا۔ دل میں قرات وتجوید کا شوق ابھرا تو قاری عباد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے اور ان سے اس فن کی تکمیل کی۔ پھر طریقت وسلوک کا جذبہ بیدار ہوا تو اپنے ہم وطن شیخ محمد اکبر کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے منسلک ہوئے۔ مدت دراز تک ان کی صحبت وملازمت اختیار کئے رکھی۔ بعد ازاں خود مسند دعوت وارشاد پر متمکن ہوئے اور بلاد کشمیر میں اللہ تعالیٰ نے ان کو قبول عام اور ہمہ گیر شہرت سے نوازا۔

شریعت حقہ کی تبلیغ واشاعت کے بارے میں نہایت متعصب ومتشدد تھے۔ اہل بدعت اور اصحاب اہوا وشرک کو سختی سے ہدف تنقید ٹھہراتے۔ دین کا معاملہ آتا تو کسی کی پرواہ نہ کرتے اور ناروا رسوم ورواج کی شدت سے تردید فرماتے۔ تجوید وسلوک کے موضوع سے متعلق چند رسائل بھی تحریر کئے۔ وادی کشمیر کے اس عالم وفقیہ نے 17 رجب 1278ھ/ 18 مارچ 1878ء کو اس جہان فانی سے رخت سفر باندھا اور جنت الفردوس کی راہ لی۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:52)

کہاں گئی بڑوں کی عزت؟

اب یہ دور ہے کہ آپ کسی سے بات کریں تو وہ فوراً کمر کس کر میدان میں آ جاتا ہے اور نعرہ لگاتا ہے' کر لو مجھ سے مناظرہ' میں ثابت کردوں گا کہ میں سچا ہوں اور تم جھوٹے ہو' نہ دل میں بڑے کی عزت' نہ ذہن میں چھوٹے پر شفقت کا جذبہ! (نقوش عظمت رفتہ: ص ۷۸)

Marfat.com

(244) مولانا احمد سعید مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا احمد سعید مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار تیرہویں صدی ہجری کے اکابر مشائخ اور جید علمائے برصغیر میں ہوتا ہے۔ مولانا ابو سعید مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ غرہ ربیع الثانی 1217ھ/ جولائی 1802ء میں بمقام رام پور پیدا ہوئے۔ اپنے والد گرامی شیخ ابوسعید مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سراج احمد رام پوری رحمۃ اللہ علیہ سے ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ بعض کتب درسیہ کی تکمیل مفتی شرف الدین رام پوری رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ مزید تعلیم کیلئے لکھنؤ کا عزم کیا۔ وہاں کچھ کتابیں شیخ محمد اشرف لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے اور کچھ مولانا نورالحق لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں مکمل کیں۔

لکھنؤ سے دہلی کا قصد کیا' وہاں مولانا فضل امام خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا رشید الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں شرکت کی اور ان سے استفادہ کیا۔ دہلی میں اس زمانے میں بہت سے اصحاب کمال کے تدریس حلقے قائم تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ' شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ مصروف درس وافادہ تھے۔ مولانا احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ طلب علم کیلئے ان کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے رہے۔ کبھی تحقیق مسائل کے لئے اور کبھی سماع درس کیلئے۔ ان سے کسی نہ کسی انداز میں کافی استفادہ کیا۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے تو صحاح ستہ' حصن حصین' دلائل الخیرات اور قول الجمیل وغیرہ کا باقاعدہ شرف اجازہ بھی حاصل کیا۔

اس اثنا میں شیخ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کے باب تصوف وطریقت پر دستک دی اور ان سے رسالہ قشیریہ' عوارف المعارف' احیاء علوم الدین' نفحات الانس' رشحات عین الحیات' مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اور مکتوبات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا درس لیا اور ان کے حلقہ بیعت میں داخل ہوئے۔ شیخ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ ان پر بہت شفقت فرماتے اور ان سے نہایت لطف وکرم سے پیش آتے تھے۔ شیخ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کا رویہ مولانا احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ سے بالکل وہی تھا جو باپ کا بیٹے سے ہوتا ہے۔ وہ انہیں تحصیل علم کی تلقین کرتے' قول وعمل میں ہم آہنگی اختیار کرنے کا درس دیتے اور ہمت وقوت اور جذبہ صادقہ کے ساتھ تقویٰ وصالحیت کی راہ پر گامزن رہنے کی تاکید فرماتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ معرفت وادراک کے مرتبہ بلند پر فائز ہوئے' تیرہویں صدی ہجری کے ممتاز ہندی علما وفقہا کی صف میں انہیں نمایاں جگہ عطا ہوئی اور اپنے نامور والد مولانا ابوسعید مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کی مسند مشیخت کو رونق بخشی۔ شیخ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ سے اس عالی مرتبت عالم نے جو فیض حاصل کیا تھا اس کی لوگوں کو خوب تلقین کی۔

مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بے حد تکریم سے نوازا۔ عوام وخواص میں حسن قبول عطا فرمایا اور حصولِ علم وفیض کیلئے کثیر تعداد میں لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ جب وہ 57 سال کی عمر کو پہنچے تو ان کا سلسلہ رشد وہدایت دور دور تک پھیل گیا تھا۔

وہ آخر محرم الحرام 1274ھ/ ستمبر 1857ء کو دہلی سے روانہ ہوئے اور 9 مہینے کے بعد شوال 1874ء کو مکہ مکرمہ پہنچے۔ حج کے بعد مدینہ منورہ آئے اور پھر وہیں آباد ہو گئے۔

مولانا احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور میں برصغیر کے ممتاز عالم' نامور فقیہ اور معروف مدرس تھے۔ سلوک وطریقت میں بھی

Marfat.com

کامل تھے' کئی کتابوں کے مصنف تھے' ان کی تصنیفات میں ''الفوائد الضابطہ فی اثبات الرابطہ' تصحیح المسائل فی رد علی مائۃ مسائل اورالانہارالاربعہ شامل ہیں۔ (فقہائے ہند' ج:6ص:57-59)

(245) مولانا احمد علی چریا کوٹی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا احمد علی چریا کوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے اعلام کی کثیر جماعت سے استفادہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے تمام علوم وفنون کا دروازہ ان کیلئے کھول دیا۔ اذکار و اشغال اور تصوف وطریقت کی طرف طبیعت مائل ہوئی تو حافظ شاہ ابو اسحاق بھیروی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ سلوک پر موضوع بھیرہ گئے' جو اعمال اعظم گڑھ میں ایک گاؤں ہے اور چریا کوٹ سے تقریباً آٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ گاؤں اس عہد میں علم وفضل کیلئے مشہور تھا۔

ان کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع ہے' جن میں برصغیر کے بعض مشہور علماء شامل ہیں۔ مثلاً مولانا نصر اللہ خاں خویشگی خورجوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عنایت رسول چریا کوٹی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا نجم الدین چریا کوٹی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔ مولانا احمد علی چریا کوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے 72 سال عمر پائی اور 24 ذی الحجہ 1272ھ/25 اگست 1856ء کو اس دار فانی سے کوچ کیا اور جنت الفردوس کی راہ لی۔

(فقہائے ہند' ج:6ص:66)

(246) مولانا اسلم کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

وادیٔ کشمیر علم وفضل سے ہمیشہ سرسبز وشاداب رہی ہے۔ تیرہویں صدی ہجری میں جن فضلائے کرام نے وہاں جنم لیا ان میں مولانا اسلم بن یحییٰ بن معین الحق رفیقی کشمیری کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ ان کی کنیت ابو ابراہیم تھی اور اپنے زمانے کے محقق عالم' دقیق النظر فاضل' صاحب فتویٰ فقیہ اور متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کے والد مولانا یحییٰ اور دادا مولانا معین الحق رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی دیار کشمیر کے ارباب علم وتحقیق میں ہوتا تھا۔ مولانا اسلم کشمیری رحمۃ اللہ علیہ 22 ذی الحجہ 1139ھ/30 اگست 1727ء کو پیدا ہوئے۔ قرآن مجید تجوید کے ساتھ اپنے دادا مولانا معین الحق رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا اور علوم مروجہ کی تحصیل اپنے والد گرامی مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ ان سے تفسیر' حدیث' فقہ' اصول' لغت' کلام اور صرف ونحو کی تمام مروجہ کتابیں پڑھیں۔ تصوف و سلوک سے بھی لگاؤ تھا' یہ منزلیں بھی والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی میں طے کیں۔ مولانا یحییٰ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا باقاعدہ سلسلہ درس جاری تھا' لائق بیٹے نے کئی مرتبہ صحاح ستہ کی قرأت میں ان کے شاگردوں کے ساتھ شمولیت کی۔ باپ کو چونکہ کتب حدیث سے خاص تعلق تھا' اس لئے بیٹا بھی ان سے متاثر ہوا اور حدیث کی کتابوں سے دلچسپی پیدا ہوئی۔

تکمیل تعلیم کے بعد اس دور کے حکمران کی درخواست پر منصب افتا پر فاز ہوئے اور بیس سال اس عہدہ جلیلہ پر متمکن رہے۔ اس اثناء میں بے شمار فتوے جاری کئے اور مفتی کی حیثیت سے مرجع خواص وعوام ہوئے۔ تصنیف وتالیف میں بھی مہارت رکھتے تھے' چنانچہ فقہ وتصوف وغیرہ کے سلسلے میں کئی کتابیں تصنیف کیں۔ متعدد کتابوں پر تعلیقات وحواشی لکھے' جن میں الجامع الصغیر

Marfat.com

تفسیر جلالین' الاشتباہ والنظائر' حسامی اور قصیدہ بردہ کے حواشی قابل ذکر ہیں۔ تمام مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا جو بڑا وسیع تھا۔

مولانا اسلم کشمیری رحمۃ اللہ علیہ علم وفضل کے ساتھ تواضع' انکسار اور حسن خلق میں بھی اپنی مثال آپ تھے' نہایت نرم مزاج اور عمدہ خصائل تھے۔ دیار کشمیر کے اس عالم وفقیہ نے 27 محرم الحرام 1212ھ/ 21 اگست 1797ء کو تہتر سال کی عمر پا کر سفر آخرت اختیار کیا۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:70)

(247) مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

برصغیر پاک وہند کے جن قصبات وبلاد نے علوم ومعرفت میں شہرت حاصل کی' ان میں صوبہ یوپی کا ایک مقام "کاندھلہ" خاص اہمیت رکھتا ہے۔ یہاں کے صدیقی خاندان میں گزشتہ صدی میں متعدد علما وفقہا عالم وجود میں آئے اور شمع علم کو روشن رکھنے کا باعث بنے۔ ان میں ایک ذی مرتبت عالم مفتی الٰہی بخش صدیقی کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے' جو جلیل القدر عالم اور صاحب فضل وکمال تھے۔ ان کا سلسلہ نسب امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

مفتی الٰہی بخش بن شیخ الاسلام بن قطب الدین بن عبدالقادر صدیقی رحمۃ اللہ علیہ 1162ھ کو کاندھلہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے نانا شیخ محمد کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر نگرانی تربیت پائی' شیخ محمد کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ جید عالم تھے' انہوں نے اپنے نواسے کی بہترین طریقے سے تربیت کی۔ ابتدائی درسی کتابیں اپنے والد محترم سے پڑھیں' اس کے بعد عازم دہلی ہوئے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کی۔ کافی عرصہ وہاں رہے' شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کا شرف بھی حاصل کیا۔

بھوپال سے اپنے وطن کاندھلہ تشریف لے گئے اور اپنے برادر مکرم حاجی کمال الدین کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ فیض کیا اور اذکار واشغال میں مشغول ہو گئے۔ بعد ازاں حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ پیدا ہوا تو ان کے حلقہ بیعت میں داخل ہوئے۔ "ملہمات احمدیہ" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی جس میں سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اذکار واشغال کا طریقہ بیان کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں ان کی مدح وتوصیف کی گئی ہے۔

مفتی الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں ایک کتاب کا نام "جوامع الکلم" ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ سے متعلق ہے۔ ایک کتاب "شمیم الحبیب فی ذکر خصائل الحبیب" ہے۔ یہ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام وفرامین پر مشتمل ہے اور اس میں سنن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے۔ یہ کتاب 1209ھ/ 1795ء میں بھوپال کے زمانہ قیام میں تصنیف کی۔ ایک رسالہ "شرح حضرات الخمس" اور ایک تکملہ مثنوی معنی ہے' یہ کتاب انہوں نے 1216ھ/ 1801ء میں تصنیف کی۔ علاوہ ازیں اور بھی کئی رسائل وکتب ان کی تصنیفات میں شامل ہیں۔

بہر حال مفتی الٰہی بخش صدیقی کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے مفتی' فقیہ اور مصنف تھے۔ انہوں نے 15 جمادی الاخری 1245ھ/ 11 دسمبر 1829ء کو 83 سال کی عمر میں کاندھلہ میں وفات پائی۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:71)

Marfat.com

(248) شیخ امام الدین امروہوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ امام الدین بن علی احمد بن زین الدین حسینی امروہوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عصر کے معروف عالم وفقیہ تھے۔ان کی ولادت امروہہ میں ہوئی۔ابتداء میں مذہباً شیعہ تھے' امروہہ کے ایک عالم شیخ سیف اللہ امروہوی رحمۃ اللہ علیہ وہاں درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے تھے۔امام الدین رحمۃ اللہ علیہ ان کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اوران سے کتب درسیہ پڑھیں' اس عالم دین سے وہ اس درجہ متاثر ہوئے کہ ان کی صحبت وتلمذ سے شیعہ مذہب ترک کر کے مذہب اہل سنت اختیار کرلیا۔بعدازاں امروہہ سے دہلی چلے گئے اور حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسے میں داخل ہوئے۔ان سے باقی درسی کتابوں کی تکمیل کی' شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا اور طویل عرصہ تک ان سے منسلک رہے' پھر امروہہ واپس آئے اور مسند ارشاد سنبھالی۔

بے حد متقی بزرگ تھے' متوکل علی اللہ اور قناعت شعار تھے' **دینداری کا یہ حال تھا کہ نماز فجر سے لے کر اشراق تک ذکر و مراقبے میں مشغول رہتے**۔بعدازاں علماء طلباء کو تفسیر' حدیث اور کتب فقہ کا درس دیتے' پھر نماز ظہر کے بعد سے عصر تک مختلف درسی کتابوں کا درس دیتے' نماز عصر کے بعد لوگوں کو وظائف واوراد بتاتے' اس اثناء میں حاضرین کو ضروری دینی مسائل سے بھی آگاہ کرتے۔(فقہائے ہند ج:6 ص:72)

(249) سید اولاد حسن قنوجی رحمۃ اللہ علیہ

علمائے قنوج میں مولانا سید اولاد حسن بخاری قنوجی رحمۃ اللہ علیہ عالم اجل اور فاضل ذی مرتبت تھے۔نواب سید صدیق حسن خاں والئی بھوپال رحمۃ اللہ علیہ کے والد مکرم تھے۔سلسلہ نسب عالی ہے جو حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے واسطے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک منتہی ہوتا ہے۔سید اولاد حسن رحمۃ اللہ علیہ نے حصول علم کا آغاز مولانا عبدالباسط صدیقی قنوجی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا اور ابتدائی عمر ہی میں شیعیت سے تائب ہوگئے تھے۔ان کے بیٹے سید نواب صدیق حسن خاں فرماتے ہیں:

> ترجمہ: سید اولاد حسن جب عمر شعور کو پہنچے تو ابتدائی مروجہ کتابیں مولانا عبدالباسط قنوجی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں پڑھیں اور شیعہ مذہب ترک کر کے مسلک اہل سنت اختیار کیا۔

تحصیل حدیث واخذ طریقت

1233ھ/1888ء میں دہلی کا عزم کیا اور شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے مستفید ہوئے' ان کے بڑے بھائی شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کیا۔شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فیض یاب ہوئے تکمیل علوم کے بعد اپنے وطن قنوج تشریف لے گئے اور دعوت وارشاد کا سلسلہ شروع کیا۔اس زمانے میں امیر المجاہدین سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت جہاد کا غلغلہ پورے برصغیر میں بلند تھا۔ان کی خدمت میں حاضر ہوکر شرف بیعت سے سرفراز ہوئے۔پھر ان کی قیادت میں قافلہ مجاہدین کے ساتھ' جن میں مولانا اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالحئی بڑھانوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے متعدد اکابر رجال شریک تھے' سرحد

Marfat.com

پار گئے اور انگریزی حکومت کے خلاف بعض جنگوں میں شرکت کی۔ اس عہد میں کابل' قندھار اور لاہور کا سفر بھی کیا۔ ان کا شمار بسلسلہ جہاد سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جانے والے السابقون الاولون میں ہوتا ہے۔

سرحد پار سے قنوج واپس آئے اور لوگوں کو دعوت جہاد دی۔ اس خدمت کیلئے خود سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو واپس بھیجا اور اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ یہاں آ کر ملک کے مختلف علاقوں سے مجاہدین کیلئے سامان جہاد ارسال کیا اور ہزاروں اہل اسلام نے ان کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی۔ اپنے علاقے اور حلقہ تعلقات میں نہایت سرگرمی سے لوگوں کو جہاد میں دعوت شرکت دیتے اور تمام مساعی کی اطلاع باقاعدہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سرحد پار بھیجتے۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو خطوط بھی لکھے' جن میں ایک خط 15 ذوالحجہ 1242ھ کو پنجتار کے مقام سے ارسال فرمایا۔ اس خط میں سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو 'سیادت مآب نقابت انتساب سید اولاد حسن سلمہ اللہ تعالیٰ' کے پر عظمت الفظ سے خطاب کیا ہے اور ان کی تبلیغ واشاعت دینی اور تگ وتاز مجاہدانہ کی بہت تعریف کی ہے۔

خدمت دین کیلئے زندگی کا نذرانہ

سید اولاد حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی خدمت حدیث وسنت کیلئے وقف کر دی تھی۔ بہت موثر وعظ کہتے اور بدعات کی قرآن و حدیث کی روشنی میں تردید کرتے۔ ان کے علاقے اور شہر کے لوگ ان کی بے حد تکریم کرتے اور شرعی معاملات میں انہی کے فتوے اور تحقیق کو لائق اعتنا ٹھہراتے۔ سید اولاد حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ علمی اس قدر بلند تھا کہ اس دور کے تمام علما وفضلا اور اقران و معاصرین ان کی تعظیم کرتے اور ان کی مجلس میں حاضر ہونے کو سعادت سمجھتے تھے۔ نہایت صابر وشاکر' قانع وبے نیاز' عابد وزاہد' ذکی وفطین' سریع الادراک' حاضر جواب' مہمان نواز' مستجاب الدعوات' متبع سنت' پرہیزگار' سلفی العقیدہ اور بلند اخلاق عالم دین تھے۔ غرض تمام اوصاف حمیدہ سے متصف تھے۔ سید صاحب ممدوح رحمۃ اللہ علیہ شاعر بھی تھے' جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا مسلکاً اہل حدیث تھے اور براہ راست کتاب وسنت سے تمسک کرتے تھے۔ سید اولاد حسن قنوجی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف 43 سال عمر پائی اور سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے سات سال بعد 1253ھ (1838ء) کو قنوج میں انتقال کیا۔ ان کی وفات کے وقت نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ کی عمر صرف پانچ برس تھی اور سید احمد حسن عرشی رحمۃ اللہ علیہ سات سال کے تھے۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:80 تا 85)

(250) قاضی جمال الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

تیرہویں صدی ہجری کے علمائے کشمیر میں قاضی جمال الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ایک نامور عالم تھے' وہ اپنے زمانے اور علاقے کے مشہور شیخ اور ممتاز فقیہ تھے' وادئ کشمیر کے معروف عالم وفقیہ مفتی قوام الدین کشمیری سے کسب علم کیا اور فقہ واصول کی مروجہ کتابیں پڑھیں۔ تصوف وطریقت کیلئے شیخ فضل اللہ نوری رحمۃ اللہ علیہ کے باب عالی پر دستک دی اور ان کے حلقہ سلوک میں شریک ہوئے۔ جب علوم ظاہری وباطنی میں مہارت پیدا ہوگئی اور خاص مرتبہ ومقام حاصل کر لیا تو مسند درس آراستہ کی اور خدمت علم میں مشغول ہوگئے۔

گزشتہ صدی میں کشمیر کے جن علماء وفقہاء نے فہم وفراست کے لحاظ سے شہرت حاصل کی ان میں قاضی جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کا

Marfat.com

اسم گرامی لائق تذکرہ ہے۔ اس دور میں ان کی ذات مرجع خلائق تھی' ان سے خلق کثیر نے فیض پایا۔ بے شمار ارباب علم نے استفادہ کیا۔ کشمیر کے فقہائے کرام میں ان کا نام اور کام اعزاز واحترام کا نشان تھا۔ مختلف مسائل کے سلسلے میں ان کے فتوے سند مانے جاتے تھے۔ وہ شاعر بھی تھے اور جمیل تخلص کرتے تھے۔ کشمیر کے اس عالم وفقیہ اور شاعر وادیب نے 27 شعبان 1234ھ /1828ء کو وفات پائی۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:140)

(251) سید حسین احمد حسینی ملیح آبادی رحمۃ اللہ علیہ

سید حسین احمد بن علی احمد بن علی امجد حسینی ملیح آبادی رحمۃ اللہ علیہ تیرہویں صدی ہجری کے مشاہیر علمائے ہند میں سے تھے۔ اپنے دور کے شیخ' محدث اور فقیہ تھے۔ ان کے آباواجداد اصلاً سرہند (مشرقی پنجاب) کے رہنے والے تھے والد گرامی سید علی احمد رحمۃ اللہ علیہ سرہند سے لکھنؤ منتقل ہو گئے تھے اور کچھ عرصہ بعد لکھنؤ کی سکونت ترک کر کے ملیح آباد میں اقامت اختیار کر لی تھی اور پھر اسی شہر کو اپنا مستقل وطن قرار دے لیا تھا۔

جب فارغ التحصیل ہو چکے تو خود سلسلہ تدریس کا آغاز فرمایا اور بے شمار علماء وطلبا نے ان کے حضور زانوئے تلمذ تہہ کرنے کی سعادت حاصل کی' جن میں مولانا عبدالحلیم انصاری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ ایسے اعاظم رجال شامل ہیں۔

سید حسین احمد ملیح آبادی رحمۃ اللہ علیہ نہایت عبادت گزار' متواضع اور حلیم الطبع عالم تھے' طلبائے علم کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔

تدریس کے ساتھ ساتھ دعوت وارشاد کا فریضہ بھی انجام دیتے اور نرمی وملائمت سے لوگوں کو دین حق کی طرف بلاتے۔

تصنیف وتالیف سے زیادہ تعلق نہ تھا' تاہم بعض عنوانات پر چند رسالے تصنیف کئے جو یہ ہیں:

1۔ رسالہ جواز قرات فاتحہ الامام: اس میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کی وضاحت ہے۔

2۔ رسالہ دراثبات بیعت مروجہ۔

3۔ بحث وجود سے متعلق شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے کی شرح۔

4۔ رسالہ درحلیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

5۔ تصوف کے بارے میں چند رسائل۔

چھوٹے چھوٹے یہ چند رسائل ان کی زندگی میں اہم علم کے حلقوں میں پہنچ گئے تھے اور بہت مقبول ہوئے تھے۔

جو لوگ ان کی خدمت میں آتے ان کے مکارم اخلاق' کثرت علم اور تحقیق وتدقیق سے نہایت متاثر ہوتے۔ ان کا انداز کلام بہت دھیما اور پیارا تھا۔ وہ ہر لحاظ سے نمونہ اسلاف تھے اور ان کے شب وروز خدمت دین میں بسر ہوتے تھے۔ ہندوستان کے اس رفیع المرتبت عالم وفقیہ نے 4 رمضان المبارک 1275ھ/7 اپریل 1859ء کو رحلت فرمائی اور ملیح آباد سے متصل موضع دودھیا میں اپنے والد ماجد کے جوار میں مدفون ہوئے۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:144-145)

Marfat.com

(252) سید حیدر علی بخاری ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ

سید حیدر علی بن عنایت علی بن لطف علی حسینی بخاری دہلوی ثم ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ علمائے ربانی اور فضلائے اتقیاء میں سے تھے۔ اپنے عہد کے نامور شیخ وقت اور فقیہ بلند مرتبہ تھے۔ ولادت و نشوونما دہلی میں ہوئی۔ صغر سنی ہی میں عازم رامپور ہوئے۔ وہاں سید غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبدالرحمن ولایتی رحمۃ اللہ علیہ سے علم نحو اور علوم عربیہ کی کتابیں پڑھیں۔ کچھ دن شیخ رستم علی رامپوری کے حلقہ درس میں رہے۔ اس کے بعد لکھنؤ گئے اور مولانا محمد مبین انصاری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی اختیار کی۔ عرصہ تک ان سے مصروف استفادہ رہے۔ لکھنؤ سے دہلی کی راہ لی اور حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے برادر کبیر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب علم کیا۔ حکیم محمد شریف خاں دہلوی سے علم طب کی تحصیل کی۔ طریقت و سلوک کیلئے سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کیا اور ان سے فیض یاب ہوئے۔ حیدر علی ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ نہایت ذکی، ذہین اور سریع الادراک تھے۔ معرفت کتاب و سنت میں ذوق تام، خلافیات میں مہارت اور علوم نقلیہ و عقلیہ میں تبحر رکھتے تھے۔

نواب سید صدیق حسن خاں قنوجی رحمۃ اللہ علیہ ابجد العلوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ مولانا سید حیدر علی ٹونکی ثقہ، اہل استقامت اور نحیف البدن تھے۔ ذہین، فطین اور متواضع مزاج تھے۔ علم طب سے بخوبی آشنا تھے اور طبابت بھی کرتے تھے۔ مولانا اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پر مولانا فضل امام خیرآبادی نے جو اعتراضات وارد کئے ان کا مدلل جواب دیا اور مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے موقف میں حق بجانب ہونا ثابت کیا۔ ان کا شمار سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے خاص میں ہوتا تھا۔ اس علامہ عصر نے 16 ذی الحجہ 1272ھ (18 اگست 1856ء) کو ٹونک میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ نزہۃ الخواطر کی روایت کے مطابق وفات کے وقت ستر برس کی عمر تھی۔ اس حساب سے سال ولادت 1202ھ / 1786ء بنتا ہے۔ (فقہائے ہند، ج:6، ص:147-148)

(253) مولانا خادم احمد لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

لکھنؤ کے خاندان فرنگی محل میں مولانا خادم احمد بن محمد حیدر بن محمد مبین انصاری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی لائق تذکرہ ہے۔ تیرہویں صدی ہجری کے فقہائے حنفیہ میں ان کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ مولد و منشا لکھنؤ ہے۔ اپنے عم محترم مولانا محمد معین فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ سے کسب علم کیا اور درجہ کمال پر پہنچے۔ پھر اپنے علمائے سلف کی طرح وعظ و تذکیر، درس و تدریس اور فتویٰ نویسی میں مشغول ہوگئے۔ ان کے وعظ مؤثر اور دل آویز ہوتے تھے۔ ان کے وجود سے فرنگی محل کی رونق قائم تھی اور اس سے جو گوناگوں روایات وابستہ ہیں ان کی وجہ سے وہ زندہ و تابندہ تھیں۔ اپنے والد گرامی مولانا محمد حیدر فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ (فقہائے ہند، ج:6، ص:150)

(254) مولانا خرم علی بلہوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا خرم علی بلہوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد کے اصحاب صلاح و تقویٰ علماء و فقہاء میں سے تھے۔ مولد و منشاء بلہور ہے جو صوبہ یوپی

Marfat.com

میں واقع ہے۔ کچھ بڑے ہوئے تو حصول علم کیلئے گھر سے نکلے اور خاندان شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز اساتذہ سے تحصیل کی۔ اخذ طریقت سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا اور طویل عرصہ تک ان سے منسلک رہے۔ پھر باندہ گئے اور نواب ذوالفقار خاں بہادر رئیس رحمۃ اللہ علیہ باندہ سے وابستہ ہو گئے۔ نواب مذکور کے حکم سے حدیث وفقہ کی بعض ضخیم واہم کتابوں کا اردو ترجمہ کیا۔

منقول ہے کہ جہاد کیلئے سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سرحد گئے تھے' پھر وہاں سے واپس آ گئے تھے' اس لئے کہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو دعوت وتبلیغ کیلئے مقرر فرما دیا تھا۔ موثر وعظ کہتے تھے اور احیائے سنت ورد بدعت میں بہت سرگرم تھے۔ جلیل القدر عالم' فہم حدیث میں یکتا اور مسائل فقہ کی وضاحت وتبیین میں سرآمد روزگار تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف اور حدیث وفقہ کی بعض اہم اور ضخیم کتابوں کے مترجم تھے جن میں سے دو یہ ہیں:

مشارق الانوار: یہ امام صغانی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی نہایت عمدہ تصنیف ہے۔ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ایک مستند ذخیرہ ہے' جسے فاضل مصنف نے فقہی ابواب پر مرتب کیا۔ کسی زمانے میں یہ کتاب باقاعدہ نصاب درس میں شامل تھی۔ مولانا خرم علی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اردو کے قالب میں ڈھالا۔ کتاب پر مقدمہ بھی تحریر کیا جو قیمتی معلومات پر مشتمل ہے۔ یہ ترجمہ تحفۃ الاخیار کے نام سے مطبع نول کشور لکھنؤ میں چھپا۔ غالباً یہ اس کی سب سے پہلی اشاعت تھی۔ اس کے بعد کئی دفعہ یہ ترجمہ طبع ہوا۔

شفاء العلیل اردو ترجمہ القول الجمیل: حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں القول الجمیل' تصوف وطریقت' اس کے سلاسل' آداب موعظت وتذکیر اور اپنے بعض خاندانی اعمال مجربہ کے بارے میں ایک عمدہ تصنیف ہے۔ مولانا خرم علی رحمۃ اللہ علیہ نے شفاء العلیل کے نام سے اس کا اردو ترجمہ کیا جو مطبع مجیدی کانپور سے 1335ھ/1917ء میں شائع ہوا۔

بہرکیف مولانا خرم علی بلہوری رحمۃ اللہ علیہ تیرہویں صدی ہجری کے نامور ہندی عالم وفقیہ اور فاضل تھے۔ تصوف وطریقت سے بھی بہرہ ور تھے' سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت جہاد وسلوک لکھنؤ میں کی تھی۔ انداز کلام اثر آفرین اور دلکش تھا۔ اتباع سنت اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں رشک اقران تھے۔ مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ اس بے مثال عالم نے ایک روایت کے مطابق 1271ھ/1855ء میں اور ایک روایت کے مطابق 1276ھ/1860ء میں سفر آخرت اختیار کیا۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:152۔153)

قارئین! یہاں دو اہم نکتے حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیے ہیں، ایک یہ کہ مولانا خرم علی بلہوری رحمۃ اللہ علیہ نے سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت جہاد وسلوک کی تھی۔ یہ ان لوگوں کیلئے مدلل ثبوت ہے جو کہتے ہیں کہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے لشکر اسلام میں صرف بیعت جہاد ہوتی تھی، حضرت صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی جماعت مجاہدین کے روح رواں ہونے کے ناطے صرف بیعت جہاد لیتے تھے۔ حالانکہ یہ سراسر غلط بات ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جہاد بھی اس وقت تک نقصان دہ اور سب سے پہلے جہنم میں لے جانے کا خاص ذریعہ ہے، جب تک دل سے ذاتی انتقام، شہرت کا لالچ اور ریاکاری کی صفائی نہ ہو جائے اور تصوف وتزکیہ کے ذریعے انسان کی نیت صرف رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر خالص نہ ہو جائے۔ حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے "نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری۔۔۔" یعنی باطل کے خلاف جہاد کرنے سے پہلے خانقاہ سے فارغ التحصیل ہونا پڑے گا۔ انہوں نے یہاں مدرسہ اور (معسکر) جہاد ٹریننگ سنٹر لفظ نہیں لکھا، کیونکہ ف

Marfat.com

صوفیاء کی خانقاہ ہی وہ جگہ ہے جہاں انسان کے دل سے ذاتی انتقام، حسد، بغض، حقارت، شہرت، نام وری، اور ریا کاری کے زنگ کو تصوف کے ذریعے صاف کیا جاتا ہے، پھر اسی باطنی صفائی کو استعمال کرتے ہوئے جان کا نذرانہ پیش کرنے والا عظیم قدم اٹھانا، ذریعہ نجات ثابت ہوتا ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا لشکر اسلام پہلے تصوف کے ذریعے اخلاص کے بلند مقام پر فائز ہوا، پھر شربت شہادت نوش کر کے جنت الفردوس کا مکین بنا۔ اسکی تفصیل راقم کی دو تالیفات ''تصوف پسند اہلحدیث'' اور ''اہل حدیث میں تصوف کی قدردانی'' میں موجود ہے، جن میں مولانا غلام رسول مہر رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''تحریک سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ'' میں سے واقعات اصل کتاب کے حوالہ کیساتھ شامل کیے گئے ہیں۔ دوسرا اہم نکتہ یہ کہ مولانا خرم علی رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب القول الجمیل کا اردو میں ترجمہ کیا تھا۔ یہ کتاب بھی خالص متصوفانہ مواد پر مشتمل ہے، جس میں اڑھائی سو سالہ پرانا خالص تصوف، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہوا ہے۔ راقم کی تالیف ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' میں اپنی طرف سے کوئی حرف شامل کیے بغیر اس کتاب کا بھی اصل عکس سکین کر کے ڈال دیا گیا ہے۔ جو نہایت قیمتی معلومات پر مشتمل ہے۔ جو شخص جاننا چاہتا ہے کہ اصل تصوف کیا تھا، روحانی عملیات اور وظائف کی کیا طاقت ہوتی ہے اور اللہ جل شانہ کی محبت و معرفت کیسے حاصل کی جا سکتی ہے، اس کیلئے یہ کتاب کامل و مکمل رہبر ثابت ہوگی۔ ان شاء اللہ (از: مرتب)

(252) مولانا خیر الدین زبیری سورتی رحمۃ اللہ علیہ

ہندوستان کا علاقہ سورت ہمیشہ علما و فقہا اور فضلا و اتقیا کا مرکز رہا ہے۔ اس سرزمین مردم خیز نے تیرہویں صدی ہجری میں جن اصحاب کمال کو جنم دیا' ان میں مولانا خیر الدین زبیری سورتی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی لائق تذکرہ ہے۔ والد کا نام نامی محمد زاہد اور دادا کا حسن محمد زبیری رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ سلسلہ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب سے ملتا ہے' اسی لئے زبیری کہلائے۔ شہر سورت میں پیدا ہوئے اور وہیں پلے بڑھے۔ مولانا عبد الغفور رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد بن عبد الرزاق حسینی اوچی رحمۃ اللہ علیہ ایسے ممتاز اساتذہ کی شاگردی کا فخر حاصل ہوا اور نواح سورت میں اپنے دور کے محدث و فقیہ شمار کئے گئے۔ سلسلہ نقشبندیہ کے مطابق بیعت طریقت شیخ نور اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ پھر ان کے شاگرد شیخ نصر اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض ہوئے۔ بعض ازاں حج و زیارت کی سعادت حاصل کی' مدینہ منور پہنچے تو شیخ محمد حیات سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ درس حدیث جاری تھا' اس میں شرکت کی اور سند و اجازہ حدیث سے سرفراز ہوئے۔ اپنے وطن سورۃ واپس آئے تو خود مسند درس حدیث بچھائی اور پچاس سال یہ اہم خدمت انجام دیتے رہے۔ بعض کتابیں بھی تصنیف کیں جن میں شواہد التجدید' ارشاد الطالبین اور تصوف و سلوک کے کچھ رسائل شامل ہیں۔

صاحب نزہۃ الخواطر سید عبد الحئی حسنی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیقہ احمدیہ کے حوالے سے ان کے بعض رسائل سے ان کے چند اقوال بیان کئے ہیں: مثلاً

- ظاہر و باطن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرو اور اس اتباع کو اپنے عمل میں ظاہر کرو۔

Marfat.com

ہ جو بات صحیح احادیث اور فقہ کے مستند ذخیرے میں پاؤ' اس پر کسی دلیل کا مطالبہ نہ کرو۔ حدیث اور فقہ ہی اصل دلیل ہے۔

ہ جب صحیح حدیث سے بات ثابت ہوجائے تو شک وریب کے وہ کانٹے جو ذہن وفکر کی گہرائیوں میں چھپے ہوئے ہیں' نکل جانے چاہئیں' اس لئے کہ تجلی ذات حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر موقوف ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ (آل عمران:31)

ترجمہ: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو' اللہ تم سے محبت کرے گا۔

لوگوں کو افعال وکردار کی نکیر نہ کرتے پھرو' اگر وہ مذموم وناپسندیدہ ہیں تو ان کی زبان سے نصیحت کرو۔

ہ اقوال صوفیا کی ہدف اعتراض نہ ٹھہراؤ' اگر ان کے قول وفعل کو بظاہر خلاف شرع پاؤ تو ان کی تاویل کرو۔ آئینہ قلب کو کدورت' خیانت اور دھوکے بازی کے گرد وغبار سے صاف رکھو۔ اس لئے کہ میدان تاویل بہت وسیع ہے۔ اگر شعور تاویل سے خود کو عاجز پاؤ تو سکوت سے کام لو۔ اس سلسلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ کو سامنے رکھو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبر تھے اور حضرت خضر علیہ السلام کا عمل ان کے امور نبوت سے مختلف تھا۔ **جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کو نہیں سمجھ پائے تو ایک جاہل وناواقف آدمی مرد عارف کو کیوں کر حیطہ فہم میں لاسکتا ہے۔** نہ اسے قبول کرو' نہ اس سے انکار کرو' بس سکوت سے کام لو' بہتری سکوت ہی میں ہے' ٹھیک اسی طرح جیسا کہ شرائع سابقہ کو نہ مدار عمل ٹھہرایا جاتا ہے اور نہ ہدف انکار بنایا جاتا ہے۔

ہ اکابر صلحا کے نزدیک سب سے بڑی معصیت اعتراض ہے کیونکہ اعتراض فاعل حقیقی کی طرف لوٹتا ہے اور خیر وشر کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا ۝ (الشمس:8)

ترجمہ: پھر اس (انسان) کو برائی اور پرہیزگاری کی سمجھ دی۔ نیز فرمایا:

اِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ۔ (ھود:123)

ہ سالک کو چاہیے کہ خیر اور شر کو مرکز توجہ ٹھہرائے بغیر شہود حق میں مستغرق ومنہمک رہے' جیسا کہ وہ عالم ظہورات میں تھا۔ نہایت درحقیقت بدایت کی طرف رجوع سے تعبیر ہے۔

ہ رزق اور دیگر معاملات میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اسی قدر دیتا ہے جس قدر کہ تمہارے مناسب حال اور مطابق مقام ہوتا ہے' جیسا کہ ماں باپ شفقت ومہربانی سے بچے کو کھانا کھلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ماں باپ سے بھی زیادہ مہربان ہے اور وہ اپنی مخلوق پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

مولانا خیر الدین زبیری سورتی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم وفقیہ اور سالک صوفی تھے' انہوں نے 10 رجب 1206ھ/4 مارچ 1792ء کو شہر سورت میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص:156-157)

Marfat.com

(256) مولانا ذوالفقار علی دیوی رحمۃ اللہ علیہ

دیوہ، صوبہ یوپی کا ایک مشہور مقام ہے جو زمانہ قدیم سے علم وعلما کا مرکز چلا آرہا ہے۔ سلوک وتصوف میں بھی اس کو ممتاز حیثیت حاصل رہی ہے۔ تیرہویں صدی ہجری میں یہاں جن حضرات نے جنم لیا اور فضیلت وکمال میں شہرت پائی ان میں مولانا ذوالفقار علی دیوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لائق تذکرہ ہے۔ یہ اپنے دور کے فاضل شخص تھے۔ مولانا احمد حسین انصاری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ اور بحر العلوم مولانا عبد العلی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ سے حصول علم کیا اور فقہ واصول کے بلند مرتبت علما میں گردانے گئے۔ رائے بریلی بھی گئے، وہاں شیخ محمد عدل نقشبندی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ فیض جاری تھا، ان سے منسلک ہوئے اور اخذ طریقت کیا۔ عرصہ تک ان کی خدمت میں رہے اور مستفیض ہوئے۔ رائے بریلی میں مسند درس بھی بچھائی اور اس اثنا میں بے شمار علما وطلبا نے ان کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔

رائے بریلی سے لکھنؤ آئے اور لکھنؤ کے منصب عدل وقضا پر متمکن ہوئے۔ اس کے ساتھ درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ کثیر الدرس اور کثیر الافادہ عالم تھے۔ بہت سے لوگوں نے ان سے علم حاصل کیا، علاوہ ازیں کئی درس کتابوں پر حواشی و تعلیقات لکھے۔ (فقہائے ہند، ج:6 ص:160)

(257) شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ہندوستان میں قرآن وحدیث اور دیگر علوم متداولہ کی جو خدمت خاندان ولی اللہی نے کی اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بارہویں صدی ہجری میں خطہ ہند کے جلیل القدر محدث اور رفیع المرتبت مصنف تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے چار بیٹے عطا فرمائے اور چاروں اپنے زمانے کے بے نظیر عالم تھے، ان کے اسمائے گرامی الترتیب یہ ہیں:

1۔ سراج الہند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ وفات 7 شوال 1239ھ/5 جون 1824ء۔

2۔ حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ وفات 6 شوال 1233ھ/19 اگست 1818ء

3۔ حضرت شاہ عبد القادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ وفات 19 رجب 1230ھ/27 مئی 1815ء

4۔ حضرت شاہ عبد الغنی دہلوی۔ وفات 1227ھ/1812ء

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ان چار فرزندان گرامی میں سب سے بڑے شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اور سب سے چھوٹے شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں لیکن وفات سب سے پہلے چھوٹے یعنی شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ نے پائی۔ اس کے بعد ان سے بڑے شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے، پھر ان سے بڑے شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اور سب کے بعد سب سے بڑے شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس دنیائے فانی سے کوچ کیا۔

Marfat.com

شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مترجم قرآن، محدث دوراں، فقیہ زماں اور عدیم المثال متکلم و اصولی تھے۔ فرید العصر اور نادر الدہر عالم تھے۔ 1163ھ (1749ء) کو دہلی میں پیدا ہوئے اور وہیں تربیت پائی۔ اپنے والد گرامی شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے حصول علم کیا اور سند و اجازہ سے سرفراز ہوئے۔ اخذ طریقت شیخ محمد عاشق پھلتی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔ بیس برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے تھے، پھر مسند درس و افتا کو زینت بخشی۔ علوم دینیہ اور فنون عقلیہ میں مرتبہ اجتہاد پر فائز تھے، ادب و شاعری میں بھی مرجع ارباب استعداد تھے۔

قرآن مجید کا الہامی ترجمہ

شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ ہر شعبہ فن میں ماہر اور ہر گوشہ علم میں کامل تھے۔ حفظ و اتقان کی نعمت سے مالا مال تھے اور تمام صلاحیتوں سے اللہ تعالیٰ نے انہیں نوازا تھا۔ اتقا و پرہیزگاری، متانت و سنجیدگی، عدل و راست بازی، انصاف شعاری، عجز و انکسار اور حلم و بردباری وغیرہ تمام اوصاف ان کی ذات میں جمع تھے۔ حرص سے بے زار اور دنیا کے طمع و لالچ سے نفور تھے۔

انہوں نے اپنے اوقات شب و روز کو چند حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا اور جو حصہ وقت جس کام کیلئے خاص تھا، اس میں وہی کام کرتے تھے۔ درس و تدریس، تصنیف و تالیف، فتووں کے جواب، وظائف و اوراد، عبادت، گھر کے ضروری کام کاج، یہ ان کے اہم مشاغل تھے اور ہر ایک کیلئے وقت متعین تھا۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہت بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کا اردو میں لفظی ترجمہ کیا جو آج بھی اسی طرح مقبول و متداول ہے، جیسا کہ پہلے تھا۔ انہوں نے اس زمانے میں ترجمہ کیا جبکہ اس کی کوئی مثال سامنے نہیں تھی اور اردو زبان بالکل ابتدائی مرحلے میں تھی۔ نہ اس کے قواعد مرتب ہوئے تھے اور نہ واضح اصول متعین ہوئے تھے۔ ایسی حالت میں قرآن مجید کا ترجمہ کرنا ہر لحاظ سے انتہائی مشکل تھا، یہ مشکل کام اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے آسان کر دیا۔ یہ ایک عظیم صدقہ جاریہ ہے جس سے بے شمار لوگ مستفید ہوئے اور ہمیشہ ہوتے رہیں گے۔

مترجم بھائی کی وفات کا محدث بھائی کو غم

شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بڑے بھائی شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں 6 شوال 1233ھ / 9 اگست 1818ء کو دہلی میں وفات پائی۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ان پر انتہائی شفقت فرماتے تھے۔ ان کے علم و فضل اور تحقیق و کاوش پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ کبر سنی کو پہنچ گئے اور نابینا ہو گئے تو اپنی جگہ انہی کو مقرر فرمایا اور درس و افتا کی ذمہ داریاں انہی کے سپرد کر دیں لیکن ان کیلئے انتہائی حزن و ملال کی بات تھی کہ وہ بھی ان کی زندگی ہی میں انتقال کر گئے۔ جب شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ اٹھا تو شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود کمزور اور نابینا ہونے کے جنازے کو ہاتھ لگانے اور کندھا دینے کی کوشش کی۔ یہ منظر بڑا دردناک تھا۔

شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کے عابد و زاہد فرزند

شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کے چار بیٹے شاہ محمد موسیٰ، محمد عیسیٰ، محمد مخصوص اللہ اور حسن جان رحمۃ اللہ علیہم تھے۔ شاہ محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی شادی

Marfat.com

اپنے عم محترم شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کے یہ چاروں بیٹے اگرچہ اصحاب فضل وکمال تھے' لیکن شاہ محمد مخصوص اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے علم وفضل اور نیکی وتقویٰ میں خاص طور پر مشہور تھے۔ تمام علوم شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھے اور بہت جلد اپنے معاصرین سے سبقت لے گئے۔ طویل عرصہ تک طلبا کی تعلیم وتدریس میں بھی مشغول رہے۔ تفسیر' حدیث' فقہ' عقائد وکلام اور اصول وغیرہ علوم میں مجتہدانہ نظر رکھتے تھے اور ہر علم میں ماہر' عابد وزاہد تھے اور طبیعت قانع پائی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آخر عمر میں سررشتہ تدریس سے الگ ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی اور اپنے آپ کو عبادت الٰہی کیلئے وقف کر دیا تھا۔

مولانا امام خاں نوشہروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ زاہد وعابد شب زندہ دار تھے' تدریس وتعلیم کے سوا کوئی مشغلہ نہ تھا۔ عامل آمین و رفیع الیدین تھے۔ منقول ہے کہ مغلیہ خاندان کی شہزادیاں حویلی میں تشریف لانے کی زحمت دیتیں اور پرتکلف کھانوں کے خوان خدمت عالی میں پیش ہوتے' آپ ان پر دعا پڑھتے اور مساکین کو بانٹ دیتے' طلبائے علم اعتراض کرتے تو فرماتے میں اس کھانے کو متوفی کی ملکیت میں دے دیتا ہوں پھر اعتراض ہوتا تو فرماتے ''میاں اس بہانے سے مساکین کو کھانا مل جاتا ہے''۔

ان کے مدرسے میں بھی انواع واقسام کے کھانوں کے خوان آتے لیکن سب چیزیں غرباء ومساکین کو بانٹ دی جاتیں۔

شاہ محمد مخصوص اللہ رحمۃ اللہ علیہ 1273ھ (1857ء) کو دہلی میں وفات پائی۔ ان کی ایک صاحبزادی تھیں' ان کا نام امتہ الغفار تھا' صحاح ستہ پڑھی ہوئی تھیں اور عابد وزاہد خاتون تھیں۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:166 تا 170)

(258) شیخ رؤف احمد رام پوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ رؤف احمد فاروقی رامپوری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ فاضل اور متقی بزرگ تھے' اپنے دور کے مفسر ومحدث اور فقیہ تھے' شاہ ابوسعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خالہ زاد بھائی تھے' مولد ومنشا رام پور ہے۔ مفتی شرف الدین رام پوری رحمۃ اللہ علیہ سے حصول علم کیا' بعد ازاں عازم دہلی ہوئے اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شرکت کی۔ ان سے خوب استفادہ کیا' ان کا تاریخی نام رحمان بخش ہے' علوم عقلیہ کی تحصیل کے بعد شیخ درگاہی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے' بارہ سال ان سے منسلک رہے' اخذ طریقت شیخ درگاہی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔ پھر شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دہلی گئے اور سلوک وتصوف میں اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔ عرصہ تک منصب مشیخت پر فائز اور مسند دعوت وارشاد پر متمکن رہے۔ بے شمار حضرات نے ان سے فیض پایا اور اپنی زندگیوں کو اسلام کے قالب میں ڈھالا۔ بعد ازاں بھوپال گئے اور وہاں اقامت گزیں ہوئے۔ قیام بھوپال کے زمانے میں انہوں نے اسلام کی بہت خدمت کی اور لوگوں کو صراط مستقیم پر گامزن رہنے کی تلقین فرماتے رہے۔

شیخ رؤف احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ مصنف بھی تھے۔ ان کی تصنیفات میں یہ کتابیں شامل ہیں:

1۔ تفسیر رؤفی: یہ دو جلدوں میں قرآن مجید کی تفسیر ہے اور اردو زبان میں ہے۔

2۔ در المعارف: اس نام سے انہوں نے اپنے مرشد شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات جمع کئے ہیں۔

3۔ رسالہ دراذ کار واشغال: وظائف واوراد اور اذکار واشغال کے سلسلے میں یہ ایک رسالہ ہے۔

Marfat.com

4۔ سلوک العارفین: یہ فارسی میں ہے۔

5۔ مثنوی اسرار غیب۔

اس عالم وفقیہ نے 1249ھ (1833ء) میں وفات پائی۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:170۔171)

(259) مفتی ریاض الدین کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ

فقہائے کاکوری میں مفتی ریاض الدین رحمۃ اللہ علیہ قابل ذکر ہیں۔ اپنے عہد کے فاضل بزرگ تھے' اور تقویٰ وصلاح کے اوصاف سے متصف تھے' 1229ھ/1814ء میں پیدا ہوئے۔ پہلے قرآن مجید حفظ کیا' پھر اپنے والد قاضی علیم الدین رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ فضل اللہ عثمانی نیوتنی رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب علم کیا۔ فن حدیث اور اس کے متعلقات کے حصول پر بالخصوص عنان توجہ مرتکز فرمائی اور مولانا حسین احمد ملیح آبادی رحمۃ اللہ علیہ' مرزا حسن علی لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا نور الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے عم مکرم شیخ حمید الدین کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم حدیث کی تکمیل کی اور سند واجازہ حاصل کیا۔ اخذ طریقت بھی شیخ حمید الدین کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔

جب علم وفنون سے فارغ ہو چکے اور تصوف وطریقت سے بہرہ اندوز ہو گئے تو خود درس وافادے کا سلسلہ شروع کیا اور عرصہ دراز تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ اس اثناء میں ان سے بے شمار علماء وطلباء نے فیض حاصل کیا۔ قوی الحفظ تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ علوم وفنون کے سب پہلوؤں پر عمیق نگاہ رکھتے تھے' اپنے اقران ومعاصرین میں احترام کے مالک تھے۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:171)

(260) مولانا سخاوت علی فاروقی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ

تیرہویں صدی ہجری اور انیسویں صدی عیسوی میں جن بزرگان دین اور ارباب ہم نے جون پور میں جنم لیا اور پھر پورے برصغیر کو اپنے فضائل گوناگوں سے نوازا' ان میں حضرت مولانا سخاوت علی فاروقی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی خاص طور سے لائق تذکرہ ہے۔ والد کا نام نامی رعایت علی رحمۃ اللہ علیہ' دادا کا درویش علی رحمۃ اللہ علیہ اور پڑدادا کا نذر علی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک منتہی ہوتا ہے۔ تیرہویں صدی ہجری میں مولانا سخاوت علی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے محدث عالی مقام اور فقیہ ذی شان تھے۔

مولانا سخاوت علی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ 122 ھ/1811ء کو جون پور سے گیارہ میل بجانب جنوب قصبہ ''منڈیاہوں'' میں پیدا ہوئے۔ مختصرات مولانا قدر علی ردولوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ متوسطات کی تحصیل مولانا احمد اللہ انامی رحمۃ اللہ علیہ (تلمیذ شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) سے کی۔ بعض کتابوں کی تکمیل مولانا احمد علی چڑیاکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں کی' مطولات اور انتہائی درسی کتابوں کیلئے جن میں حدیث وفقہا کی امہات الکتب شامل ہیں' مولانا اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالحئی بڑھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے استفادہ کیا۔ ان دونوں بزرگوں سے سند واجازہ سے بھی بہرہ یاب ہوئے۔ بیعت تصوف حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر کی اور عرصہ تک ان سے انسلاک اختیار کئے رکھا۔ ان تمام اساتذہ اور

Marfat.com

اصحاب کمال سے استفاضہ کے بعد اپنے عصر میں عالم و محدث اور فقیہ و مفتی کی حیثیت سے شہرت پائی۔ نیز ورع و تقویٰ اور عبادت و زہد میں یگانہ روزگار ہوئے۔ صائب الفکر اور نہایت متحمل مزاج تھے بے مقصد گفتگو اور ناروا بات سے ہمیشہ محترز رہے کسی سے لڑنا جھگڑنا اور معمولی باتوں میں اپنے رفقا سے اظہار اختلاف کرنا ان کا شیوہ نہ تھا۔

مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے انتہائی متقی اور پرہیز گار عالم تھے اوقات نماز کا خاص طور سے اہتمام فرماتے اور اول وقت باجماعت نماز ادا کرتے۔ رد بدعات اور تبلیغ کتاب و سنت میں کوشاں رہتے۔ اشاعت حق ان کا شیوہ اور ترویج دین ان کا پیشہ تھا۔ اونچے مرتبے کے مصنف تھے۔ مندرجہ ذیل کتابیں ان کی تصنیفات میں شامل ہیں:

1۔ القویم فی احادیث النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

2۔ رسالہ تقویٰ: رد بدعات میں ہے۔

3۔ رسالہ اسرار: فقر و درویشی سے متعلق ہے۔

مولانا سخاوت جون پوری رحمۃ اللہ علیہ اہل حدیث تھے اور آخر عمر میں ہندوستان سے مع اہل و عیال ہجرت کر کے مکہ معظمہ میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ وہیں 6 شوال 1274ھ (20 مئی 1858ء) کو وفات پائی اور جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے۔

کثرت سے درود شریف پڑھنے والے عالم

مولانا سخاوت علی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں کے نام مولانا محمد جون پوری رحمۃ اللہ علیہ مولانا جنید رحمۃ اللہ علیہ مولانا محمد شبلی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا حافظ ابوالخیر محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ محمد رحمۃ اللہ علیہ سب سے بڑے تھے باپ سے تحصیل علم کی علوم عقلیہ و نقلیہ میں ماہر اور زاہد و متقی تھے۔ والد مکرم جب ہجرت کر کے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو ان کی جگہ جون پور میں مسند درس سنبھالی اور وعظ و نصیحت میں مشغول ہوئے۔ نہایت صالح اور فاضل بزرگ تھے درود شریف کثرت سے پڑھتے عین عالم جوانی میں 2 شوال 1274ھ (16 مئی 1858ء) کو جون پور میں فوت ہوئے۔

سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

میں نے علماء میں ایسا شریف ایسا نیک باطن ایسا دور اندیش ایسا فیاض ایسا سادہ لوح ایسا مستقل مزاج خوش اخلاق شیریں گفتار باغ و بہار ایسا خشک اور ایسا تر آدمی نہیں دیکھا۔ ایسا ہی متقی و پرہیز گار اور ساتھ ہی ایسا وسیع المرتبت اور وسیع الاخلاق۔ وہ مذہبی تھے اور سخت مذہبی لیکن ان کو وہ بھی مانتے تھے جو مذہب کو نہیں مانتے تھے۔ وہ بے دینوں میں بھی ایسے ہی پیارے تھے جیسے دین داروں میں اور یہ ان کے حسن اخلاق کی بڑی کرامت تھی۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:173 تا 177)

(261) سید آل احمد حسینی سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ

سید سراج احمد حسینی نقوی سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے دور کے جلیل القدر عالم تھے سید آل احمد حسینی سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے تھے۔ سید آل محمد حسینی سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ ایک ذی علم اور صاحب تصوف و سلوک خاندان کے فرد تھے۔ متعدد اوصاف کے حامل اور

Marfat.com

متقی و پرہیزگار تھے۔ علمی وجاہت سے مالا مال اور مجموعہ کمالات تھے' دہلی گئے تو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ انتہائی احترام و اعزاز سے پیش آئے' مسند خالی کردی اور اصرار سے اس پر بٹھایا۔ ان کے عقیدت مند بریلی' رام پور' مراد آباد' سنبھل اور پیلی بھیت وغیرہ دور دراز بلاد و قصبات میں پھیلے ہوئے تھے۔ 80 برس عمر پا کر 1259ھ (1843ء) میں اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو رخصت ہوئے۔

ان کے بھائی سید نیاز احمد رحمۃ اللہ علیہ تھے' یہ 1233ھ (1818ء) میں پیدا ہوئے' علوم درسیہ کی تکمیل لکھنؤ اور دہلی کے اساتذہ سے کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد دہلی میں چند سال خدمت درس انجام دیتے رہے۔ زیور صلاح و سعادت سے آراستہ اور حلیہ زہد و تقویٰ سے پیراستہ تھے' فن حدیث اور فقہ سے خاص مناسبت تھی' فنون سپہ گری' تیراندازی اور شمشیر زنی و شہسواری میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ بعض بزرگان دین کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی اور 1857ء کی جنگ حریت میں شریک ہوئے۔ 1858ء (1274ھ) کو اپنے وطن شہسوان میں شربت شہادت نوش فرمایا۔ اس وقت 39 سال کی عمر تھی۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:180۔181)

(262) مولانا سلامت اللہ کانپوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سلامت اللہ بن برکت اللہ صدیقی کان پوری رحمۃ اللہ علیہ برصغیر پاک وہند میں تیرہویں صدی ہجری کے ممتاز علما میں سے تھے۔ رئیس بدایوں تھے' تمام علوم میں دسترس تھی' اصلاً بدایوں کے رہنے والے تھے' ولادت و نشو و نما بدایوں ہی میں ہوئی۔ صرف و نحو کی کتابیں مولانا ابوالمعالی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ فلسفہ و منطق کے بعض رسائل کی تکمیل مولانا ولی اللہ بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے کی جو مولانا باب اللہ جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ تھے۔ اس کے بعد بریلی میں سید مجد الدین شاہ جہان پوری رحمۃ اللہ علیہ (عرف مولوی مدن) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے باقی کتب درسیہ کی تحصیل کی۔ بعد ازاں دہلی گئے' وہاں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے برادر صغیر شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے استفاضہ کیا۔ تفسیر و حدیث کی کتابیں ان سے قراۃ و سماعۃً پڑھیں اور سند و اجازہ سے مفتخر ہوئے۔ تصوف و طریقت کا درس سید آل احمد حسینی مارہروی رحمۃ اللہ علیہ سے لیا۔

ہندوستان کے ممتاز فضلا اور معروف فقہا میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ تفسیر' حدیث' فقہ' اصول' کلام اور تصوف وغیرہ تمام علوم میں ماہرانہ نظر تھی۔ جامع المنقول والمعقول تھے۔ بہت اچھے شاعر تھے اور کشفی تخلص تھا' فارسی میں ان کا مجموعہ اشعار بھی ہے جو ''دیوان کشفی'' کے نام سے شائع ہوا۔ تصوف و سلوک اور فقہ وغیرہ میں متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کی تصانیف میں مندرجہ ذیل کتابیں شامل ہیں:

تحریر الشہادتین شرح سر الشہادتین: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں ہے۔

بحر التوحید: اولیاء اللہ کی شطحیات کے بیان میں۔

ربانی عالم کی پہچان

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر تہمت لگائی گئی تھی کہ یہ نئی نئی باتیں نکالنے والے ہیں اور یہ بھی مشہور کردیا گیا تھا کہ قیاس کی بناء پر دانستہ حدیث کا انکار کرتے ہیں حالانکہ یہ سب غلط تھا' کوئی ربانی عالم ایسا نہیں کرسکتا۔ (بحوالہ: الارشاد الی سبیل الرشاد)

Marfat.com

اسرار العاشقین: اس میں عربی و فارسی اقوال واشعار کو صوفیا کے طریق پر محمول کیا گیا ہے۔
رسالہ کشفیہ: یہ ان اعتراضات کے جواب میں ہے جو بعض لوگ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی ان اصطلاحات پر وارد کرتے ہیں جو انہوں نے اشعار میں استعمال کی ہیں۔
محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک رسالے کا ترجمہ جو لطائف موسومہ معائنات صوفیا کے بیان میں ہے۔
اس عالم وفقیہ اور مصنف نے ہفتہ کے روز 30 رجب 1281ھ (29 دسمبر 1864ء) کو کان پور میں انتقال کیا اور وہیں دفن کئے گئے۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:191-193)

(263) مولانا شجاع الدین علوی حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا شجاع الدین علوی رحمۃ اللہ علیہ حیدر آبادی کے والد کا نام کریم اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور دادا کا قاضی محمد دائم رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ ہندوستان کے ممتاز علما میں سے تھے اور شیخ صالح تھے۔ 1191ھ/1877ء میں برہان پور میں پیدا ہوئے' اپنے نانا مولانا غلام محی الدین برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بعض درسی کتابیں پڑھیں اور بعض کیلئے دیگر علمائے عصر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نانا کی وفات کے بعد 1206ھ (1792ء) میں حجاز مقدس گئے اور سعادت حج حاصل کی۔ حج سے واپس آئے تو حیدر آباد کا عزم کیا' وہاں مولانا عزت یار خاں حیدر آبادی فروکش تھے' ان سے صحیح بخاری کا درس لیا۔ پھر قندھار روانہ ہوئے۔ وہاں شیخ رفیع الدین قندھاری دکنی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ سلوک وطریقت جاری تھا' ان سے فیض کیا۔ اس کے بعد پھر حیدر آباد کو مراجعت کی اور وہاں درس وتدریس کی مسند آراستہ فرمائی۔
مولانا شجاع الدین علوی برہان پوری نے درس وتدریس کے علاوہ تصنیفی خدمات بھی انجام دیں۔ انہوں نے سلوک وتصوف کے موضوع پر بھی بعض رسائل تصنیف کئے۔ کچھ مکتوبات' خطبے اور عربی وفارسی قصائد بھی ان کی یادگار ہیں۔
مولانا شجاع الدین ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ کے روز 4 محرم الحرام 1265ھ/30 نومبر 1848ء کو حیدر آباد میں وفات پائی۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:195)

(264) مولانا شرف الدین ہاشمی پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

ہندوستان کے شہر پھلواری میں بے شمار علما وفقہا اور صوفیا و اولیاء پیدا ہوئے۔ ان بزرگان عالی قدر میں مولانا شرف الدین پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی شامل ہے۔ ان کے والد کا نام ہدیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور دادا کا احمدی تھا۔ نسلاً ہاشمی جعفری تھے' اپنے زمانے کے فاضل بزرگ تھے' فقہ اور تصوف میں کامل تھے۔
مولانا شرف الدین پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ 5 رجب 1235ھ/18 اپریل 1820ء کو پھلواری میں پیدا ہوئے۔ شعور کی آنکھ کھولی تو اپنے ماموں میں محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ سے جو شیخ احمدی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ تھے حصول علم کیا اور 1264ھ/1848ء میں فارغ التحصیل

Marfat.com

ہوئے۔انہوں نے تہذیب المنطق کی بسیط و مفصل شرح سپرد قلم کی۔ بہت سے لوگوں کو مستفید فرمایا' فقہی فتوے لکھے اور درس و تدریس کے ذریعے خدمت دین انجام دی۔ پھلواری جسے کئی سو سال سے علم و علما کے مرکز کی حیثیت حاصل ہے مولانا شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات نوع بنوع کا دائرہ بہت وسیع تھا۔اس عالم دین نے 54 برس عمر پائی اور 3 ذی الحجہ 1289ھ/ یکم فروری 1873ء کو انتقال کیا۔(فقہائے ہند ج:6 ص:196)

(265) مولانا شیر محمد افغانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

عالم باعمل اور فاضل اجل مولانا شیر محمد افغانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ گوناگوں اوصاف کے مالک تھے' اصلاً افغانستان کے باشندے تھے۔تحصیل علم کیلئے وارد ہند ہوئے اور ملک کے جید اساتذہ سے فیض حاصل کرتے اور مختلف بلاد وامصار کی خاک چھانتے ہوئے دہلی آئے اور حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ شاگردی میں شامل ہوئے اور علوم حدیث وفقہ میں مرتبہ کمال کو پہنچے۔مولانا اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ان کے ہم درس تھے جو قناعت وتوکل کا پیکر حسین تھے۔نہایت انہماک حصول علم میں مشغول رہتے تھے۔ **جب علوم ظاہری سے فارغ ہو چکے تو معرفت وتصوف کو مرکز التفات ٹھہرایا اور حضرت شاہ غلام علی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے** جو مرجع اصحاب زہد واتقا تھے اور جن کے سلوک وعرفان کا شہرہ دور دور تک پہنچ چکا تھا' ان سے مولانا شیر محمد افغانی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فیض پایا۔علوم ظاہری وباطنی سے فراغت کے بعد خود مسند درس بچھائی اور افادہ طلبا کو مقصد زندگی قرار دیا۔اس اثنا میں بے شمار لوگوں نے ان سے تحصیل علم کی۔مولانا شیر محمد افغانی رحمۃ اللہ علیہ بہت ذہین تھے' ساتھ ہی بے حد قانع' متوکل علی اللہ اور عابد وزاہد تھے۔ طلباء کو شوق اور دلچسپی سے تعلیم دیتے تھے۔دور آخر میں ہندوستان کے حالات سے مایوس اور دلبرداشتہ ہو کر ارادہ ہجرت اور ادائے حج بیت اللہ کیلئے دہلی سے نکلے اور حجاز مقدس کو روانہ ہوئے لیکن اثنائے راہ میں 29 صفر 1257ھ/ 23 اپریل 1841ء کو بیت اللہ پہنچنے کے بجائے دربار خداوندی میں پہنچ گئے۔(فقہائے ہند ج:6 ص:198۔199)

(266) قاضی صبغت اللہ مدراسی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی صبغت اللہ رحمۃ اللہ علیہ 5 محرم الحرام 1211ھ کو مدراس میں پیدا ہوئے۔سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا' اس کے بعد علوم مروجہ کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔اس زمانے میں بحر العلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ مدراس میں فروکش تھے' قاضی صبغت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو طلب علم کے بالکل ابتدائی دور میں تھے' بحر العلوم سے تبرکاً میزان الصرف کے دو یا تین سبق پڑھے۔یعنی ان کے شرف تلمذ سے مشرف ہوئے۔اس کے بعد مختلف اساتذہ کے حضور زانوئے شاگردی تہہ کیا' جن میں مولانا جعفر حسین مدراسی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا علاؤالدین لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ' سید علی بن عبداللہ حموی رحمۃ اللہ علیہ اور خود ان کے والد ماجد مولانا محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ان حضرات علما سے تمام کتب درسیہ پڑھیں اور مرتبہ بلند کو پہنچے۔سید عبدالغفار نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا۔

جب مدراس کی اسلامی حکومت ختم ہوگئی اور اس علاقے پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا تو انگریزی حکومت نے قاضی صاحب

Marfat.com

ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کی معاش کا انتظام کر دیا اور وہ اپنے گھر کے گوشۂ تنہائی میں بیٹھ گئے۔ اب انہوں نے اپنے آپ کو درس و افادہ طلبا کیلئے وقف کر دیا تھا۔ تشنگان علوم ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور وہ کامل توجہ اور انہماک سے ان کو درس دیتے۔ اس طرح بے شمار علما و طلبا نے ان کے چشمہ فیض سے سیراب ہونے کی سعادت حاصل کی۔

قاضی صبغت اللہ رحمۃ اللہ علیہ مدراسی اپنے دور میں ہندوستان کے جید علما اور جلیل القدر فقہا میں سے تھے۔ دوشنبہ کے روز 25 محرم الحرام (12 جولائی 1863ء) کو سفر آخرت پر روانہ ہوئے۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:201)

(267) مفتی صدرالدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ان کے استاد تھے اور بلند مرتبت استاد کے نزدیک شاگرد رشید کے علم و فضل کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ مولانا صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ کے اسلاف بھی ارباب فضیلت میں سے تھے اور ان کے جد امجد حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ تھے۔ اس کا پتا اس واقعہ سے چلتا ہے کہ ایک مرتبہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں مولانا صدرالدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ طلب معاش کے سلسلے میں عازم کلکتہ ہوئے۔ ان کا مقصد وہاں کے ایک مدرسے میں ملازمت اختیار کرنا تھا، شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسے کے مہتمم کے نام جنہیں مولوی امین اللہ رحمۃ اللہ علیہ کہا جاتا تھا، مولانا صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ کو ایک سفارشی خط لکھ کر دیا۔ اس کا خلاصہ نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اتحاف النبلا میں درج کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ خط جس پر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مہر اور ان کے دستخط ثبت ہیں، انہوں نے دیکھا ہے۔ اس خط میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولوی امین اللہ کو لکھتے ہیں:

مولانا صدرالدین صاحب دہلی کے فضلائے نادر میں سے ہیں، عربی کے اکثر علوم عقلی و نقلی میں، جن میں ادب، اصول فقہ، کلام شامل ہیں اور فنون فارسی میں بھی مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ تحقیق مسائل کیلئے اکثر مجھ سے ہی مراجعت کرتے ہیں اور میرے شاگرد ہیں۔ علاوہ ازیں مجھ سے تعلق ارادت بھی رکھتے ہیں اور ہمارے ساتھ تعلقات و مراسم کا یہ سلسلہ ان کے آبا و اجداد سے جاری ہے۔ ان کے دادا معروف و مستند فضلا میں سے تھے اور والد ماجد (حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) کے مخلص ترین احباب و تلامذہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ اب یہ بعض معاملات کیلئے عازم کلکتہ ہوئے ہیں اور آپ سے ملاقات کریں گے۔ جہاں تک ممکن ہو، ہر لحاظ سے ان کے ساتھ اعزاز و اکرام کا برتاؤ کریں اور ان سے پورا تعاون فرمائیں۔ والسلام!

نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق خاطر اور سند

نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ کی بے حد تعریف کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ وہ علم و فضل کے لحاظ سے بھی اور حسن اخلاق کے اعتبار سے بھی نہایت بلند مرتبے کے حامل تھے۔ نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ تقریباً دو سال ان کی خدمت میں رہے، اس اثنا میں انہوں نے ان سے بہت استفادہ کیا اور ہر جہت سے ان کو اونچے درجے پر پایا۔ وہ ان سے انتہائی تلطف و مہربانی کا سلوک روا رکھتے اور انہیں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بزرگان دہلی کے مزارات و مقابر پر لے جاتے۔ ان کی معیت میں انہوں نے شہر کے علما و مشائخ اور فضلا و صلحا کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کیا، شعرائے نامدار سے

Marfat.com

ملاقاتیں کیں اور ان کی مجالس میں شریک ہوئے اور بہت سی اہم شخصیات کو دیکھا۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:207)

(268) مولانا طیب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا طیب بن احمد بن مصطفیٰ رفیقی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ دیار کشمیر کے فضلا و فقہا میں سے تھے۔ 1191ھ/1777ء میں ولادت ہوئی۔ قرآن مجید مولانا خیر الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا' کتب درسیہ اپنے والد محترم' چچا اور چچا کے بیٹوں سے پڑھیں۔ اس خاندان کے سب لوگ علم میں یگانہ روزگار تھے' تصوف و سلوک سے بھی انہیں بہرہ وافر حاصل تھا۔

مولانا طیب رفیقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خاندانی روایت کے مطابق علم کے تمام شعبوں میں دسترس حاصل کی اور نام پایا۔ پارسا اور صاحب تقویٰ عالم تھے' قائم الیل اور صائم النہار تھے۔ مطالعہ کتب ان کا سب سے بڑا مشغلہ تھا' حدیث و فقہ کے مطالعے میں مصروف رہتے' درس و افادہ طلبا کا سلسلہ بھی تھا اور زیادہ وقت اسی کام میں صرف ہوتا تھا۔ کئی کتابیں تصنیف کیں اور علم کے ہر میدان میں شہرت پائی۔ کشمیر کے اس محدث و فقیہ کی نظر بہت وسیع تھی اور علم ظاہری و باطنی سے بہرہ ور تھے۔ پیر کے روز 10 شوال 1266ھ (19 اگست 1850ء) کو رحلت فرمائی۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:219)

(269) مولانا ظہور الحق پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا ظہور الحق بن نور الحق بن عبد الحق بن مجیب اللہ ہاشمی جعفری پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے برگزیدہ عالم دین اور اونچے مرتبے کے شیخ تھے۔ برصغیر میں عزت و تکریم کے مالک تھے۔ 1184ھ (1770ء) میں پیدا ہوئے اور مولانا جمال الدین ڈھروی رحمۃ اللہ علیہ سے کسب علم کیا۔ پھر شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دہلی گئے اور ان سے علم حدیث کی سند لی۔ ان کے والد گرامی مولانا نور الحق پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے عہد کے شیخ اور عالم تھے' ان سے اخذ طریقت کیا اور عرصہ تک ان کے فیض صحبت میں رہے۔ مولانا ظہور الحق پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ کثیر الدرس عالم تھے اور بے شمار علما و طلبا نے ان سے استفادہ کیا۔ فقہ اور سلوک کے موضوع سے متعلق کئی کتابیں تصنیف کیں۔ اس نامور عالم نے 16 ذی قعدہ 1234ھ (6 ستمبر 1819ء) کو عظیم آباد میں انتقال کیا اور ان کی میت پھلواری منتقل کی گئی۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:221)

(270) مولانا یحییٰ علی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا یحییٰ علی رحمۃ اللہ علیہ ''انبالہ وہابی سازش کیس'' کے مجرم تھے۔ تبلیغ دین، اشاعت اسلام اور اصلاح عوام کیلئے اسی طرح کوشش کرتے، جس طرح انکے بڑے بھائی مولانا احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کرتے تھے۔ لوگوں کو قرآن و حدیث کی تعلیم دینا اور نیکی کی تلقین کرنا ان کا بنیادی کام تھا۔ پہلے انکو پھانسی اور جائیداد ضبط ہونے کا حکم سنایا گیا، اس کے بعد پھانسی کی سزا تو عمر قید میں بدل دی گئی، مگر جائیداد نیلام کردی گئی، مکانات خالی کرالیے گئے، عورتوں اور بچوں کو گھروں سے نکال دیا گیا۔ خاندانی

Marfat.com

قبرستان بھی کھدوا دیا گیا اور مردوں کی ہڈیاں نکلوا کر باہر پھینک دی گئیں۔ ان تمام مصائب کو انہوں نے نہایت تحمل کیساتھ برداشت کیا، اور جزیرہ انڈمان کے قید خانے سے اہلیہ کو جو خط لکھا، وہ لائق مطالعہ ہے۔

مصیبتوں میں حضور ﷺ کی طرف سے وظیفہ پڑھنے کا حکم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

یحییٰ علی کی طرف سے بخدمت ام حبیب ام محمد یوسف سلمہا اللہ تعالیٰ۔

ضروری لکھنا یہ ہے کہ خط سے نور چشم محمد حسن مدعمرہ کے، حال انہدام دونوں مکانوں کا معلوم ہوا البتہ دل کو قلق وہا اور صدمہ بہت گزرا کیونکہ سکونت قدیم سے، وہ مکان کہ جس میں ذکر اللہ بہت ہوا ہو اور کاروبار فریضہ بہت اجراء پائے ہوں، مومنین کو انس و محبت بطور اہل وعیال کے ہوتی ہے۔

اسی روز شب کو روح انور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ تبسم کناں فرمانے لگے کہ البتہ انہدام سے مکانوں کے، مالکان کو خصوصاً نسواں کو رنج والم بہت ہوا ہے اور ہونے کی جگہ ہے اور ان کے آیات کریمہ کو زبان مبارک سے ارشاد فرمایا:

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِيۡنَ اِذَآ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ ۙ قَالُوۡٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُهۡتَدُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾ (البقرہ:155 تا157)

ترجمہ: اور جو لوگ صبر کرنے والے ہیں انہیں کامیابی کی بشارت دے دو۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کبھی ان پر کوئی مصیبت آن پڑتی ہے تو ان کی زبان حال کی صدا یہ ہوتی ہے: انا للہ وانا الیہ راجعون (کہ ہم تو مال اولاد سمیت اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور ہم سب دنیا سے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف جانے والے ہیں) سو یقیناً ایسے ہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کے الطاف وکرم کی بارش ہوتی رہتی ہے اور وہی اس کی رحمت کے حقدار ہیں اور یہی لوگ سیدھی راہ پر ہیں۔

رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّتَوَفَّنَا مُسۡلِمِيۡنَ ﴿۱۲۶﴾ (الاعراف:126)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! ہمیں صبر کی محنت سے شاد کام فرما اور ہمیں اسلام کی حالت میں اس دنیا سے اٹھا۔

عَسٰى رَبُّنَآ اَنۡ يُّبۡدِلَنَا خَيۡرًا مِّنۡهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوۡنَ ﴿۳۲﴾ (القلم:32)

ترجمہ: شاید ہمارا پروردگار ہمیں اس کا اچھا بدلہ دے، ہم اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

اور فرمایا ان آیات کو ورد زبان رکھو۔ عبادت خانہ اور مسجد اقصیٰ اور مکانات انبیاء علیہم السلام بخت اور جالوت کے ہاتھ سے انہدام پائے تھے۔ آخر منہدم کرنے والے نسیاً منسیا ہو گئے اور یہ اماکن متبرکہ از سر نو بنا ہوئے اور پہلے سے زیادہ آباد ہوئے۔ تم بھی اپنے رب کے فضل سے ایسی ہی امید رکھو۔ اللہ تعالیٰ کا بہت شکر کرو کہ تم ایسے امتحان کے لائق ٹھہرے۔

بعد اس مکاشفہ کے میں نے بہت انشراح وتسکین پایا اور اپنے بڑے بھائی (مولانا احمد اللہ صاحب) کو آگاہ کیا۔

Marfat.com

مرد مجاہد کا خاتمہ بالخیر

کالے پانی پہنچنے کے تقریباً دو سال بعد مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہو گئے اور قانون کے مطابق ہسپتال میں ڈاکٹری علاج ہونے لگا۔ مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ (جوان کے بھانجے تھے) حکام بالا کی اجازت سے کچھ دیر اپنا کام کرتے اور کچھ دیر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گزارتے۔ بیماری کے دنوں میں بھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول رہا کہ جو لوگ عیادت کیلئے آتے انہیں پند و نصیحت فرماتے۔ یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ زندگی کے آخری لمحے تک انجام دیتے رہے۔

بیماری اگرچہ زیادہ نہ تھی تاہم اس کی تکلیف ضرور تھی۔ بڑے بھائی مولانا احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ دن میں دو مرتبہ مزاج پرسی کیلئے آتے۔ 26 شوال 1284ء کو طبیعت کچھ زیادہ خراب ہوئی تو مولانا احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بلا لیا گیا اور مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ بھی آ گئے۔ **زبان پر اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری تھا اور ہوش بجا تھے کہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔** کالا پانی جا کر دو سال ایک مہینہ اور نو دن زندہ رہے۔

وفات ہسپتال میں ہوئی تھی۔ اس کے بعد میت کو گھر لے گئے، سید اکبر زمان نے چیف کمشنر سے اجازت لے کر تمام جزیروں میں اعلان کرا دیا تھا کہ جو لوگ تکفین و تدفین اور نماز جنازہ میں شریک ہونا چاہیں ان کے مکان پر پہنچ جائیں، چنانچہ مسلمانوں کے علاوہ بہت سے ہندو بھی مقررہ مقام اور متعین وقت پر پہنچ گئے۔ پانچ ہزار کے قریب لوگ اس مرد مجاہد کی خبر وفات سن کر انکے گھر پہنچے۔ نماز جنازہ کئی مرتبہ پڑھی گئی اور اس پیکر عزیمت کو انڈمان کے جزیرہ روس آئی لینڈ میں دفن کیا گیا۔ (فقہائے ہند، ج:6 ص:251 تا 253)

(271) مولانا عبدالجلیل شہید علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ اکابر علمائے اہل حدیث میں سے تھے۔ والد کا اسم گرامی مولانا ریاض الدین رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ یہ لوگ ''بنی اسرائیل'' مشہور تھے۔ جس محلے میں یہ مقیم تھے، وہ محلہ ''بنی اسرائیل'' کہلاتا تھا، مولانا عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ 1225ھ (1810ء) کو علی گڑھ کے اسی محلے میں پیدا ہوئے۔ معقولات کی تحصیل مولانا بزرگ علی مارہروی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ بعض کتابیں دیگر علمائے کرام سے بھی پڑھیں، حدیث کیلئے حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان سے کتب حدیث کی تکمیل کی اور سند و اجازہ سے سرفراز ہوئے، علم فقہ میں بھی عبور حاصل کیا، علوم ظاہری کے ساتھ فیض باطنی سے بھی آراستہ تھے، امیر المجاہدین سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا۔ ان کے والد مولانا ریاض الدین رحمۃ اللہ علیہ علی گڑھ کی جامع مسجد کے خطیب و امام تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے مولانا عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے علم و فضل کی بنا پر علی گڑھ کی جامع مسجد کا منصب امامت و خطابت تفویض کیا گیا جو اس دور کا بہت بڑا اعزاز تھا۔ اس مسجد میں ان کا حلقہ درس بھی قائم تھا۔ نہایت پاک باز، متقی اور باخدا عالم و فقیہ تھے۔ علی گڑھ اور اس کے گرد و نواح کے باشندے ان سے بے حد عقیدت رکھتے تھے اور یہ مرجع خلائق تھے۔ کتاب و سنت کو سمجھنے اور مسائل فقہیہ میں استفسار کیلئے لوگ انہی سے رجوع کرتے تھے۔ (فقہائے ہند، ج:6 ص:273)

Marfat.com

(272) سید عبدالسلام حسینی ہسوی رحمۃ اللہ علیہ

ہندوستان کے صوبہ یوپی میں ایک مقام ہسوہ ہے' جو اعمال فتح پور میں واقع ہے' اس میں تیرہویں صدی ہجری اور انیسویں عیسوی میں ایک بزرگ مولانا عبدالسلام ہسوی رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں' جو اپنے علاقے اور عہد کے مشاہیر علما میں سے تھے۔ والد کا اسم گرامی شاہ ابوالقاسم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ مولانا عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ 1264ھ (1819ء) کو موضع ہسوہ میں پیدا ہوئے اور کچھ ہوش سنبھالا تو حصول علم میں مشغول ہو گئے۔ پہلے قرآن مجید حفظ کیا' پھر ابتدائی اور متوسط درجے کی درسی کتابیں اپنے عم محترم سید سراج الدین احمد حسینی واسطی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ بعدازاں عازم لکھنؤ ہوئے' وہاں شیخ معین الدین کڑوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد معین حسین واسطی رحمۃ اللہ علیہ سے جو اپنے عصر کے کبار مشائخ میں سے تھے' اخذ طریقت کیا اور ایک مدت تک ان سے مشغول استفاضہ رہے۔ شاہ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ نے 6 ربیع الاول 1266ھ (20 جنوری 1850ء) کو اپنے وطن ہسوہ میں وفات پائی۔ والد کی وفات کے بعد لائق بیٹے نے دہلی کیلئے شدرحال کیا۔ اس زمانے میں دہلی میں شیخ عبدالغنی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا غلغلہ درس حدیث بلند تھا' سید عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی خدمت میں حاضری دی اور تفسیر وحدیث کی تحصیل کی۔ اسی زمانے میں شیخ عبدالغنی ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کے برادر مکرم شیخ احمد سعید مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے تصوف وطریقت میں حصول فیض کیا اور تین سال ان کی صحبت میں رہے۔ 1261ھ (1845ء) میں علوم مروجہ سے فارغ ہوئے۔ جب علوم میں مہارت حاصل ہو گئی اور مرتبہ مشیخت کو پہنچ گئے تو مراجعت فرمائے وطن ہوئے۔ عرصہ تک وطن میں رہ کر لوگوں کو فیض پہنچایا۔

دو مشائخ سے بیعت کرنیوالے کا اخلاق حسنہ

مولانا عبدالسلام ہسوی رحمۃ اللہ علیہ زہد وتقویٰ اور عبادت وورع کی دولت سے مالا مال تھے' جامع علم وعمل اور کتاب وسنت کے شیدائی تھے۔ بے مقصد بات سے پرہیز کرتے اور اپنے معاصرین پر تنقید وتشنیع سے دامن کشاں رہتے۔ حفظ لسان ان کا بہت بڑا وصف تھا' سکوت' قناعت' عفت' ایثار اور استغنا کے اوصاف حسنہ سے متصف تھے۔ **معرفت وسلوک کے دروازے اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے وا کر دیے تھے اور راسخین فی العلم میں ان کا شمار ہوتا تھا۔** نہایت پاکیزہ اخلاق بزرگ تھے' نہ اپنے سے بغض رکھنے والوں کی پروا کرتے اور نہ تعریف کرنے والوں سے خوش ہوتے۔ کسی کو مطعون قرار دینا یا کسی کو لائق ملامت ٹھہرانا ان کی فطرت کے خلاف تھا۔ سچی اور صحیح بات کہنے سے کوئی انہیں روک نہیں سکتا تھا۔ ان سے شرعی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو وضاحت سے بتاتے۔ اگر کسی مسئلے میں انہیں تردد ہوتا تو صاف لفظوں میں کہہ دیتے کہ مجھے اس کا علم نہیں' کسی دوسرے عالم سے پوچھو۔ یہ ان میں بہت بڑی صفت تھی' ورنہ عام طور پر علما کو دیکھا گیا ہے کہ اپنی علمی کمزوری کا اظہار نہیں کرتے' غلط ہو یا صحیح' کہتے چلے جاتے۔

وظائف پڑھنے اور وظائف بتانے کا معمول

ان کا معمول تھا کہ نصف رات کو اٹھتے اور نماز تہجد میں مشغول ہو جاتے۔ ذکر الٰہی اور خوف خدا کا غلبہ ان پر طاری رہتا۔ فجر کی نماز مسجد میں جا کر باجماعت غلس میں ادا کرتے۔ پھر اشراق تک وظائف واوراد میں مصروف رہتے' نماز اشراق کے بعد لوگوں

Marfat.com

کو تلقین اذکار فرماتے' پھر قرآن مجید کی تلاوت کرتے۔ بعد ازاں گھر جاتے اور اہل خانہ کو ضروری مسائل بتاتے۔ پھر درس و تدریس کا سلسلہ کرتے۔ ان کا تمام وقت عبادت' طلبا کے درس و افادہ' مطالعہ کتب اور فتویٰ نویسی میں گزرتا۔ بہت سے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے جو مختلف فقہی مسائل بھی دریافت کرتے' فتوے بھی لکھواتے اور وظائف بھی پوچھتے۔ ان کا دروازہ ہر شخص کیلئے ہر آن کھلا رہتا۔ کسی سے ایسی بات نہ کہتے جو دل شکنی کا باعث ہو۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:285 تا 287)

(273) قاضی عبدالسلام عباسی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

ہندوستان کے صوبہ یوپی کے شہر بدایوں کی سرزمین علم و فضل کے اعتبار سے ہمیشہ سرسبز و شاداب رہی ہے۔ اس میں بے شمار اصحاب کمال اور ارباب فضیلت پیدا ہوئے اور ان کی خدمات گوناگوں کا دائرہ دور دور تک پھیلا۔ تیرہویں صدی ہجری اور انیسوی صدی عیسوی میں' اس شہر کی زرخیز مٹی سے جن بزرگوں نے جنم لیا ان میں صاحب ترجمہ قاضی عبدالسلام عباسی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی بھی شامل ہے۔ ان کے والد کا اسم گرامی عطاء الحق عباسی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔

جب علوم فقہ میں مہارت پیدا کر لی دیگر علوم رسمیہ سے بھی فارغ ہو گئے اور طریقت کی منزلیں بھی طے کر لیں تو رام پور شہر کے قاضی مقرر کیے گئے اور عرصہ تک محکمہ قضا پر متعین رہے۔ قاضی عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ بدایونی' مختلف علوم پر عمیق نگاہ رکھتے تھے۔ تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی تیز تھے۔

1۔ زاد الاخرت: یہ قرآن مجید کی تفسیر ہے جو اردو زبان میں اور منظوم ہے۔ یہ تفسیر انہوں نے 1244ھ (1829ء) میں لکھی۔ تقریباً دو لاکھ اردو اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کا نام بھی تاریخی ہے۔

2۔ اخبار الابرار: یہ علم تصوف میں ہے اور فارسی زبان میں ہے۔

3۔ شرح دلائل الخیرات: یہ بھی فارسی زبان میں ہے اور دلائل الخیرات کی شرح ہے۔

4۔ مثنوی طوفان عشق: یہ بھی فارسی زبان میں ہے اور مثنوی ہے۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص،۲۸۸)

(274) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ و جانشین: حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ وقت' امام عصر' عالم کبیر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ علم و فضل میں نہایت اونچے مرتبہ پر فائز تھے۔ علمائے کرام انہیں "سراج الہند" اور حجۃ اللہ" کے پر عظیم القاب سے ملقب کرتے ہیں۔ وہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے بیٹے اور حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے۔

شاہ عبدالعزیز 22 رمضان المبارک 1159ھ (25 ستمبر 1746ء) کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام غلام حلیم تھا رحمۃ اللہ علیہ' پہلے قرآن مجید حفظ کیا پھر اکثر درسی کتابیں اپنے والد گرامی شاہ ولی اللہ سے پڑھیں۔ سولہ سال کی عمر کو پہنچے تو ماہ محرم الحرام کی آخری تاریخ

Marfat.com

1176ھ (21 اگست 1762ء) میں والد مکرم وفات پا گئے۔ ان کی وفات کے بعد مولانا نور اللہ بڑھانوی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ محمد امین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد عاشق پھلتی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے اور جو کتابیں والد محترم رحمۃ اللہ علیہ سے نہیں پڑھ سکے تھے' وہ ان بزرگوں سے پڑھیں۔ سترہ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ ہوئے اور باپ کی مسند درس سنبھالی۔ تفسیر' حدیث' فقہ' ادبیات عربی' صرف ونحو اور منطق وفلسفہ میں عبور حاصل تھا۔ خط نہایت عمدہ تھا اور خط نسخ اور خط رقاع مرتبہ کمال پر فائز تھے۔ تیر اندازی اور گھڑ سواری میں بھی ماہر تھے' ذکاوت وفطانت میں یگانہ' فہم وفراست میں منفرد اور حفاظ وذہانت میں بے مثال تھے۔ مسند درس پر بیٹھتے ہی ان کی شہرت پورے ملک میں پھیل گئی تھی اور دور دراز سے علماء وطلبا حاضر خدمت ہونے اور استفادہ کرنے لگے تھے۔

نامور صوفیاء تلامذہ کرام

شاہ صاحب ساٹھ سال تک درس حدیث دیتے رہے' دہلی میں اگرچہ ان کے روزگار کا کوئی مستقل ذریعہ نہ تھا' تاہم انہوں نے دہلی کی سکونت ترک نہ کی اور سادہ زندگی بسر کرنے اور علوم دینی نشر واشاعت کو ہر شے پر مقدم رکھا۔ ان کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ پورے برصغیر میں ان کے علم وفضل کی دھوم تھی' ملک کے ہر علاقے اور ہر حصے سے تشنگان علوم ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور استفادہ کرتے' جو حضرات بعض دیگر علمائے عصر سے مستفید ہو چکے تھے وہ بھی ان کی خدمت میں آتے اور سند و اجازہ سے بہرہ مند ہوتے۔ لاتعداد لوگوں نے ان کی شاگردی کا فخر حاصل کیا۔ جس طرح ان کے والد گرامی حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کی تعداد کا اندازہ لگانا ممکن نہیں' اسی طرح ان کے شاگردوں کی تعداد بھی حد شمار سے باہر ہے' پھر جن لوگوں نے ان سے فیض حاصل کیا' وہ آگے چل کر علم وکمال' تقویٰ وتدین' تحقیق وتدقیق' تدریس وتعلیم' تصنیف وتالیف' نشر واشاعت دین' وعظ وتبلیغ اور جہاد فی سبیل اللہ میں بلند مرتبہ کو پہنچے۔ ان میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں: شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ' شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ' شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ' شاہ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ' شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ' مفتی صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ' سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عبدالحئی بڑھانوی رحمۃ اللہ علیہ' میر محبوب علی رحمۃ اللہ علیہ' مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ' شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا حسین احمد ملیح آبادی رحمۃ اللہ علیہ' نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ کے والد مکرم سید اولاد حسن قنوجی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا حسن علی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ' شاہ ابو سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ' شاہ احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کے شاگردوں میں سے یہ ان چند حضرات کے نام ہیں جن میں سے ہر بزرگ علم وفضل میں یکتا تھا اور ہر ایک نے تحقیق وکاوش کے مختلف میدانوں میں کارنامے انجام دیے جو کہ تذکرہ ورجال کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ شاگردوں کے مقام ومرتبے کی رفعت سے استاد کی عظمت کا بخوبی پتا چل سکتا ہے۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:289)

صوفیانہ عادات واطوار

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ عالی مرتبت خاندان کے فرد تھے اور عالم طفولیت کی منزلیں اونچے ماحول میں طے کی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عادات واطوار اور اخلاق وکردار کے لحاظ سے ایک ممتاز اور منفرد مقام رکھتے تھے' امرا کی محفلوں اور رؤسا کی مجلسوں سے انہیں شدید نفرت تھی۔ اس کے برعکس غربا ومساکین' یتامیٰ اور طلبائے علم سے محبت والفت کا برتاؤ کرتے تھے۔ بیماروں کی

Marfat.com

عیادت' بیواؤں کی امداد' مہمانوں کی تواضع اور مسافروں کی خاطر داری ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ ہر شخص سے خوش ہو کر ملتے اور عجز و انکسار سے پیش آتے۔ عالمانہ غرور ان میں بالکل نہ تھا۔ نخوت و تکبر سے نفور تھے' بچپن سے لے کر آخر عمر تک نہایت صاف ستھری زندگی بسر کی' تواضع' خلوص اور ہمدردی ان کی نمایاں خصوصیات تھیں۔ تقویٰ وللّٰہیت کا پیکر حسین تھے اور ان کی حیات مستعار کا ہر پہلو قابل رشک تھا' دین اسلام کو پھیلانے اور احکام شرعیہ کو عام کرنے کیلئے انہوں نے جو کوششیں کیں وہ لائق صد احترام ہیں۔ ان کی جدوجہد سے دہلی کو مرکز دین کی حیثیت حاصل ہوئی تھی۔ مسجدیں نمازیوں سے بھر جاتی تھیں' دہلی کی جامع مسجد نمازیوں کی کثرت سے اپنی وسعت کے باوجود تنگ معلوم ہوتی تھی۔ رمضان المبارک میں بالخصوص مسجدوں میں بے پناہ ہجوم ہوتا تھا۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:294)

وظائف پڑھتے ہوئے وفات

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرض الموت کا آغاز بخار سے ہوا' پھر بخار بہت شدت اختیار کر گیا' جب حالت نازک ہو گئی تو اعزہ و اقارب کو بلایا۔ اپنا سامان جمع کیا اور شریعت کے مطابق تقسیم کیا' پھر یہ آیت پڑھی:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ۔ (بنی اسرائیل:26)

ترجمہ: اور قرابت داروں اور محتاج اور مسافر کو اس کا حق دو۔

پھر حاضرین کو وصیت کی کہ غسل پورے احترام سے دیا جائے' البتہ کفن کا وہی معمولی اور سادہ کپڑا ہونا چاہئے جو میں پہنتا ہوں۔ شہر سے دور جنگل میں جنازہ پڑھا جائے' سلطان وقت کو جنازے میں شرکت کی دعوت نہ دی جائے۔ **اس کے بعد اوراد و وظائف میں مصروف ہو گئے** اور آخرت وقت میں یہ آیت پڑھی:

تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ۔ (یوسف:101) ترجمہ: (اے اللہ!) مجھے مسلمان کی حیثیت سے موت دینا اور نیک لوگوں سے مجھے ملانا۔ **اس کے بعد روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی** اور وصیت کے مطابق تجہیز و تکفین عمل میں آئی۔ لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ 55 دفعہ جنازہ پڑھا گیا۔ ساٹھ سال درس حدیث دیا' 79 سال عمر پائی' 7 شوال 1239ھ (17 جولائی 1823ء) کو انتقال کیا۔ یک شنبہ کا دن اور صبح کا وقت تھا۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص:306)

(275) مولانا عبدالعزیز قریشی پرہیاروی رحمۃ اللہ علیہ

فیض یافتہ: حافظ جمال ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالعزیز قریشی پرہیاروی رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا نام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور دادا کا حامد رحمۃ اللہ علیہ تھا' ابو عبدالرحمٰن کنیت تھی۔ 1206ھ (1792ء) میں پیدا ہوئے' تیرہویں صدی ہجری میں خطہ پنجاب کے کبار علماء میں سے تھے۔ تفسیر' حدیث' فقہ اور دیگر علوم عربیہ میں مہارت رکھتے تھے۔ اس میں بہرحال کوئی شبہ نہیں کہ کوٹ ادو (ضلع مظفر گڑھ) کے نواحی قصبہ پرہیاراں میں ان کی

Marfat.com

سکونت تھی اور وہیں ان کی کچی قبر ہے۔ یعنی مسکن اور مدفن ایک ہی قصبہ ہے۔

نامور بزرگ سے بیعت تصوف

خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ ایک نامور بزرگ تھے اور ان کے خلیفہ حافظ جمال ملتانی رحمۃ اللہ علیہ تھے' مولانا عبدالعزیز پرہیاروی رحمۃ اللہ علیہ انہی حافظ جمال ملتانی کے مرید تھے۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ متقی اور پارسا بزرگ تھے' مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ان سے اتنی عقیدت تھی کہ ان کی وفات کے بعد فضائل رضیہ اور اسرار جمالیہ کے نام سے ان کے بارے میں دو رسالے لکھے۔ فضائل رضیہ اب نایاب ہے۔

مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر عالم دین تھے' علوم معقول ومنقول میں گہری نگاہ تھی۔ مصنف بھی تھے اور اہم علمی کتابیں ان کی یادگار ہیں' ہمیشہ مطالعہ کتب میں مشغول رہتے' یہی ان کا دن رات کا کام تھا لیکن یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ انہوں نے کس عالم کے سامنے زانوئے شاگردی تہہ کیا۔ کس استاد سے کون کون سی کتابیں پڑھیں اور کن کن مدارس میں پڑھیں' معلوم ہوتا ہے اس زمانے کے بعض علما بھی جو ان سے حسد کرتے تھے' برملا کہتے تھے کہ انہوں نے علم کہاں حاصل کیا اور کس سے حاصل کیا؟ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس اعتراض یا سوال کا جواب اشعار میں دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میرا علم وہبی اور اشراقی ہے' اکتسابی نہیں۔ اس ضمن میں ان کے چند فارسی شعر ''ایمان کامل'' (ص 24) سے ملاحظہ ہوں۔

احمقا نے چند بے عقل و خرد — عیب می گیر مذ برمن از حسد
ایں نمی دانند ایں قوم حسود — کایں حسد برفضل ربانی چہ سود
علم ایشاں نظری و کسبی بود — علم ماشراقی و دہبی بود
نسبتے بامن ندارند ایں خساں — برزمین اندومنم برآسمان

یعنی چند بے عقل لوگ بربنائے حسد میری عیب جوئی کرتے ہیں۔ یہ حاسد نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے مقابلے میں ان کا حسد کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ان کا علم نظری اور اکتسابی ہے' لیکن میرا علم اشراقی اور وہبی ہے۔ یہ لوگ مجھ سے کوئی نسبت نہیں رکھتے' یہ زمین پر اور میں آسمان پر ہوں۔

قارئین! مولانا عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے وہبی اور لدنی علم کے پیچھے انکے مرشد حافظ جمال الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات کا دخل ہے۔ ان کے واقعات میں مرقوم ہے کہ بچپن میں مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ انتہائی کند ذہن تھے۔ جو بھی سبق یاد کرتے، فوراً بھول جاتا۔ ایک دن غمگین ہوکر رونے لگے۔ استاد و مرشد حافظ جمال الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا، عبدالعزیز کیوں روتے ہو؟ عرض کی، میں اتنی محنت سے سبق یاد کرنے کی کوشش کرتا ہوں، لیکن قوت حافظہ میرا ساتھ نہیں دیتی۔ فرمایا، ہمارے سامنے بیٹھ کر سبق یاد کیا کرو''۔ اس دن کے بعد مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی یادداشت کی تمام رکاوٹیں ختم اور شرعی علوم کے تمام عقدے حل ہونا شروع ہوگئے۔ **تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ جل شانہ کیطرف سے انہیں اڑھائی سو علوم میں مہارت تامہ حاصل تھی۔** تعلیم حاصل کرنے کے بعد انہوں نے اپنے علوم کو جب کاغذ پر منتقل کرنا شروع کیا، تو ان وہبی اور

Marfat.com

لدنی علوم سے اتنے صفحات لکھ ڈالے، جن کا وزن کئی اونٹوں کے برابر ہے۔ اس پر مزید حیرت کی بات یہ کہ ان کا انتقال صرف ۳۲ سال کی عمر میں ہو گیا تھا۔ یہ سب ان کے مرشد کی توجہات کی برکت تھی جو اتنی کم عمری میں اتنے اعلیٰ مراتب پر پہنچے کہ بڑے بڑے علماء ان کی کتابوں سے رہنمائی حاصل کرنے پر مجبور ہیں۔ (از: مرتب)

اتباع سنت کے پابند وہابی بزرگ

بلند اخلاق اور عمدہ خصال تھے، اتباع سنت میں بہت سخت تھے، اس میں کسی کی ملامت یا طعن و تشنیع کی کوئی پروا نہ کرتے۔ زہد و عبادت میں یگانہ تھے، متوکل علی اللہ اور راضی برضائے الٰہی تھے۔ حدیث رسول ﷺ ہی کو ہدف عمل ٹھہراتے اور اس کے مقابلے میں کسی امام کے قول کو اہمیت نہ دیتے۔ بہت بڑے واعظ اور مبلغ دین تھے، امرا و حکام کے دروازے پر جانے سے نفرت تھی۔ اس قدر خوددار اور عالی نفس تھے کہ نہ دولت مند لوگوں سے ملتے، نہ کسی سے نذر و نیاز قبول کرتے اور نہ کوئی چیز لیتے۔ ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے، تقلید کو صحیح نہیں سمجھتے تھے۔ نہایت ذکی، ذہین اور نکتہ رس تھے، اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے جو "مناقب المحبوبین" میں درج ہے۔ مولانا فرماتے ہیں: "ایک دفعہ میں اور حضرت حافظ جمال ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اکٹھے کشتی میں سوار تھے، ملاح نے گہرائی معلوم کرنے کیلئے اپنا لمبا بانس دریا میں ڈالا، دریا بہت گہرا تھا، ملاح کی زبان سے حیرت میں لفظ "اللہ" نکلا۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا اس کا مطلب سمجھے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! اللہ تعالیٰ کی گہرائی کی پیمائش عقل کا کوئی پیمانہ نہیں کرسکتا۔ فرمایا: ہاں صحیح ہے"۔

استاد و مرشد کی تنبیہ

مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "وہ حضرت حافظ جمال ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط لکھا کرتے تھے لیکن ان کا خط پیچیدہ اور شکستہ تھا۔ حافظ صاحب انہیں صاف اور واضح لکھنے کی تلقین کرتے اور فرماتے کہ کاتب کو یہی گناہ ہلاک کرنے کیلئے کافی ہے کہ پڑھنے والا اس کے مشکل مکتوب کے پڑھنے کی تکلیف سے دوچار ہو یعنی اس کی بدخطی کی وجہ سے پڑھنے میں وقت محسوس کرے اور کسی عبارت کو کچھ کا کچھ پڑھ جائے۔

مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جہاں تفسیر، حدیث فقہ اور دیگر علوم کے ماہر تھے وہاں بہت اچھے شاعر اور طبیب بھی تھے۔ ان کی سینکڑوں تصنیفات میں سے درج ذیل تصوف پر مشتمل ہیں:

1۔ رسالہ فی اثبات رفع السبابۃ: عربی نظم میں ایک مختصر سا رسالہ ہے، جس میں از روئے حدیث تشہد میں انگشت شہادت اٹھانے کا ثبوت دیا گیا ہے۔

2۔ لوح محفوظ: دینی معاملات میں۔

3۔ تکمیل العرفان۔

بزرگوں کی لاش کو مٹی نہیں کھاتی

حافظ عبداللہ صاحب محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے کہ بعض واقعات اس قسم کے پائے گئے ہیں کہ بزرگوں کی لاشوں کو مٹی نے نہیں کھایا۔ جن میں بعض شہید ہیں اور بعض غیر شہید۔

(فتاویٰ اہلحدیث جلد ۲، ص ۴۹۲)

Marfat.com

4۔ مخزن العوارف: تصوف کے بارے میں۔

5۔ سر مکتوم: عملیات اور تعویذات وغیرہ سے متعلق۔

6۔ نہایت الاعمال: یہ بھی عملیات کے بارے میں ہے۔

7۔ رسالہ الجفر الجامع: عملیات سے متعلق۔

8۔ الدر المکنون: عملیات سے متعلق۔

9۔ زیج: عملیات سے متعلق ہے اور ''الاکسیر'' کے مترجم شمس الدین کے مطالعہ میں رہی ہے۔

مولانا عبدالعزیز پر ہیاروی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد اور علاقے کے بہت بڑے عالم وفقیہ اور مقرر ومصنف تھے۔ افسوس ہے انہوں نے زیادہ عمر نہیں پائی۔ صرف 33 سال کی عمر میں 1239ھ (1824ء) کو انتقال کر گئے۔ پر ہیاراں (ضلع مظفر گڑھ) میں مدفون ہیں۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص:303 تا 308)

(276) مولانا حافظ عبدالعلی نگرامی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا حافظ عبدالعلی نگرامی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار تیرہویں صدی ہجری کے جلیل القدر فقہائے حنفیہ میں ہوتا ہے۔ 1231ھ (1816ء) کو نگرام میں پیدا ہوئے جو اس زمانے میں مضافات لکھنؤ میں ایک قصبہ تھا' اس قصبے کو علمی لحاظ سے ہمیشہ اہمیت حاصل رہی اور بڑے بڑے علما یہاں پیدا ہوئے' جنہوں نے برصغیر میں بہت شہرت پائی۔ حافظ عبدالعلی نگرامی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی درسی کتابیں اپنے ماموں مولانا حافظ علیم اللہ نگرامی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ بعد ازاں لکھنؤ گئے جو اس دور میں مرکز علم وعلما تھا۔ وہاں سید انور علی مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا اوحد الدین بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عبدالحکیم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر علمائے کرام سے استفادہ کیا۔ قاضی عبدالکریم نگرامی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا پھر ان کے خلیفہ شاہ گزار علی کشتوی رحمۃ اللہ علیہ سے تلقین واجازۃ سے مشرف ہوئے۔ مولانا عبدالعلی نگرامی رحمۃ اللہ علیہ منکسر المزاج' عالم وفقیہ تھے' بدھ کے روز 28 شوال 1296ھ (15 اکتوبر 1879ء) کو اپنے وطن نگرام میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص:308)

(277) مولانا عبدالعلی انصاری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالعلی انصاری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ تیرہویں صدی ہجری اور انیسویں صدی عیسوی میں برصغیر کے عالم کبیر' علامہ دوراں اور شیخ وامام تھے۔ اپنے عصر میں انہیں بجا طور پر بحر العلوم اور ملک العلما کے القاب سے ملقب کیا گیا۔ تفسیر وحدیث' فقہ واصول' منطق وفلسفہ' لغت وادب' معانی وبیان' مناظرہ وکلام' غرض جملہ علوم وفنون پر عبور واستحضار میں ان کا مرتبہ بہت بلند تھا۔

الہام کے ذریعے اولاد کی بشارت

یہاں یہ واقعہ قابل تذکرہ ہے کہ انکے والد مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی دو شادیاں ہوئی تھیں۔ پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ ہوئی'

Marfat.com

لوگ دوسری شادی کیلئے کہتے تھے لیکن مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس پر رضا مند نہ تھے اور فرماتے تھے کہ میں اس جھمیلے میں پڑنا نہیں چاہتا لیکن جب سب نے مجبور کیا اور شادی کیلئے مصر ہوئے تو فرمایا میں ذاتی طور پر اس کیلئے تیار نہیں ہوں البتہ کسی بزرگ کا ارشاد ہوگا تو مجبوراً یہ کام کرنا پڑے گا۔ مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ اسماعیل بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض باطنی حاصل کیا تھا۔ انہوں نے کہلا بھیجا کہ مجھے القا کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ دوسری شادی سے تمہارے اولاد ہوگی۔ چنانچہ آخر عمر میں قصبہ ستر کھ میں دوسری شادی کی جس سے وہ درتاب دار پیدا ہوا' جس کے علم وفضل کی روشنی سے پورا ہندوستان چمک اٹھا اور جو بحر العلوم کے پرشکوہ لقب سے مشہور ہوا۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص ۱۰۹)

سخاوت مزاجی

مولانا عبدالعلی رحمۃ اللہ علیہ نہایت فیاض اور سخی تھے' جو کچھ آتا فقرا اور مستحقین اور احباب ورفقا میں بانٹ دیتے۔ ان کی اس عادت کی وجہ سے اہل وعیال عام طور پر تنگ دست رہتے تھے لیکن کسی سے اس کا اظہار نہ کرتے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی شکایت کی جاتی تو پروا نہ کرتے۔ البتہ اگر نواب کو معلوم ہو جاتا تو وہ اہل خانہ کو کچھ مزید رقم بھیج دیتا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ بہت نرم طبیعت اور منکسر مزاج تھے۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص ۱۱۳)

تصنیفات اور حواشی وتعلیقات

جلیل القدر مصنف بھی تھے' حدیث' فقہ' اصول فقہ' عقائد وکلام اور فلسفہ وحکمت وغیرہ ہر موضوع پر عمیق نگاہ رکھتے تھے۔ اس سلسلے میں متعدد کتابیں بھی تصنیف کیں اور حواشی وتعلیقات بھی سپرد قلم کئے' جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

1۔ رسالہ توحید: یہ رسالہ مسئلہ توحید سے متعلق ہے۔

2۔ الرسالۃ الصغریٰ فی السلوک: یہ رسالہ تصوف کے موضوع پر ہے' اس کا قلمی نسخہ رضا لائبریری رام پور میں محفوظ ہے۔

3۔ شرح فص نوح من فصوص الحکم: ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی فصوص الحکم میں ایک ''فص نوح'' ہے' مولانا عبدالعلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فص کی شرح لکھی۔ یہ بھی تصوف کے موضوع پر ہے۔

4۔ شرح مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ: فارسی میں' مطبوعہ اور تصوف کے بارے میں ہے۔

5۔ وحدت الوجود: یہ کتاب مسئلہ وحدت الوجود سے متعلق ہے' فارسی میں اور تصوف کے اسلوب کی ہے۔

6۔ تنزلات ستہ: یہ رسالہ بھی تصوف میں ہے۔ جولائی 1965ء کے سہ ماہی ''اقبال ریویو'' میں اس کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص ۱۱۵)

زندگی کے اختتام پر نفی اثبات کی سمجھ

زندگی کے آخری دنوں میں مولانا عبدالعلی رحمۃ اللہ علیہ بہت کمزور ہو گئے تھے' 8 رجب 1225ھ (9 اگست 1810ء) کو مرض

Marfat.com

الموت میں مبتلا ہوئے۔ چار دن یہ کیفیت رہی کہ کبھی ہوش آجاتا اور کبھی غشی طاری ہوجاتی۔ حالت ہوش میں فرمایا کہ نفی واثبات کی حقیقت اب معلوم ہوئی۔ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی شے موجود نہیں۔ 81 برس کی عمر پا کر 12 رجب 1225ھ (13 اگست 1810ء) کو مدراس میں انتقال کیا اور دوسرے دن مسجد والا جاہی کے قریب دفن کئے گئے۔ تذکرہ علمائے ہند میں سال وفات 1235ھ (1820ء) مرقوم ہے جو صحیح نہیں۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص ۳۱۷)

(278) مولانا عبدالغنی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

برصغیر میں تیرہویں صدی ہجری کے جن بلند بخت حضرات علما نے خدمت حدیث میں نمایاں کردار ادا کیا، ان میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور نواسے حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی تاریخ تدریس حدیث میں ابھرے ہوئے الفاظ میں مرقوم ہے۔ انہوں نے اپنے آپ کو اس خدمت کیلئے وقف کر دیا تھا۔ انکے شاگردوں اور فیض یافتوں کا حلقہ بہت وسیع ہے، لیکن اس وسعت پذیر حلقے میں دو بزرگ وہ ہیں جن کی دور متاخرین میں خدمت حدیث کے سلسلے میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ وہ ہیں حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید میاں نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاف میں سے تھے' اس خانوادہ عالی مرتبت کا ہر فرد زیور علم سے آراستہ تھا' آج اس برصغیر کے مختلف گوشوں میں فروغ علم کو جو مسندیں بچھی ہوئی ہیں ان میں سے کسی نہ کسی شکل میں اس خاندان کے اصحاب کمال کا بہت بڑا حصہ ہے۔ **ان میں سے کسی بزرگ نے تصوف وطریقت کی محفلیں جمائیں' کسی نے وعظ ونصیحت کا راستہ اختیار کیا'** کوئی تصنیف وتالیف کی راہوں پر گامزن ہوا' اور کوئی درس وتدریس کے میدان میں اترا۔ غرض ہر ایک نے اپنی بساط واستطاعت اور حالات کے مطابق وہ خدمات انجام دیں کہ جن کی ہمہ گیر اثر پذیری سے بنجر دلوں کی کھیتیاں سرسبز ہوئیں اور قلب ونظر کے بھٹکے ہوئے قافلوں نے تسکین وراحت کی منزل پائی۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص ۳۱۹)

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا متصوف گھرانہ

مولانا شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ 22 شعبان 1235ھ (4 جون 1820ء) کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب ساتویں پشت میں حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ نسلاً فاروقی تھے اور ان تمام اوصاف سے متصف تھے' جو ان کے آبا و اجداد میں پائے جاتے تھے' ان کے والد گرامی مولانا شاہ ابوسعید مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دیار ہند کے بلند مرتبت علما وفقہا اور اصحاب طریقت وتصوف میں سے تھے۔ برادر کبیر مولانا شاہ احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی خطہ ہند کے جلیل القدر ارباب فقہ اور نامور صوفیا واتقیا میں ہوتا ہے۔ ان کا گھرانہ علم وعمل اور فضل وکمال کا گھرانہ تھا اور بڑے بڑے فضلا ان کے حلقے میں شامل ہونے اور ان کی صحبت اختیار کرنے کو موجب فخر وشرف قرار دیتے تھے۔

شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ سے کسب طریقت

شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ ہوش سنبھالا تو قرآن مجید حفظ کیا' پھر مولانا حبیب اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے صرف ونحو اور علوم عربی کی

Marfat.com

کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد حصول حدیث وفقہ کی طرف عنان توجہ مبذول فرمائی‘ حدیث کی تحصیل مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ موطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد گرامی شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ اخذ طریقت بھی انہی سے کیا‘ مشکوٰۃ کا درس شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی شاہ مخصوص اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے لیا۔ 1249ھ (1833ء) میں عازم حجاز ہوئے اور حج وزیارت کا شرف حاصل کیا۔ اس زمانے میں سرزمین حجاز میں مولانا محمد عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابوزاہد اسماعیل رومی رحمۃ اللہ علیہ کا غلغلہ درس حدیث بلند تھا‘ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی خدمت میں حاضری دی اور سند حدیث سے مفتخر ہوئے۔ بعد ازاں اپنے وطن مالوف ہندوستان کو مراجعت فرمائی اور دہلی میں مسند درس حدیث آراستہ کی۔

علم وعمل میں امام الوقت

شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ علم وعمل میں درجہ امامت پر فائز تھے‘ زہد وعبادت‘ صداقت وامانت‘ عفت وصیانت‘ حلم وتواضع‘ اخلاص و دیانت اور ابتہال ورجوع الی اللہ میں اپنی مثال آپ تھے۔ ہر وقت دل پر خوف خدا طاری رہتا۔ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اتباع سنت کا جذبہ ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ حسن اخلاق کا پیکر تھے۔ لوگوں کو ہر معاملے میں نفع پہنچانا اور ان سے نیکی کا برتاؤ کرنا ان کا شیوہ تھا۔ دنیا کے مال ومتاع سے کبھی تعلق نہیں رکھا وہ اس جہان گزراں میں فرشتہ سیرت عالم تھے۔

برصغیر پاک وہند میں انہوں نے علم وحدیث کی تدریس وترویج میں بے پناہ خدمت انجام دی۔ وہ گوشہ گیر بزرگ تھے اور مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ کر درس حدیث دیتے تھے۔ ان سے لاتعداد علما نے کسب علم حدیث کیا اور پھر آگے چل کر وہ اس علم کی اشاعت کا بہت بڑا ذریعہ بنے۔ ان کے تلامذہ حدیث کے وسیع حلقے میں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ‘ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالحلیم انصاری لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ ایسے بہت سے اہل علم کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ آج ہندوستان‘ پاکستان اور بنگلہ دیش میں علوم حدیث کے جو مراکز دکھائی دیتے ہیں ان کی نسبت قیام جن بزرگوں کی طرف جائے گی ان میں شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کے اسم گرامی کو ہمیشہ خاص حیثیت حاصل رہے گی۔ (فقہائے ہند‘ ج:6 ص ۳۲۰)

مدینہ منورہ میں تدریس حدیث کا شرف

حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کا عمر بھر ایک ہی مشغلہ رہا اور وہ تھا درس علم حدیث‘ مدینہ منورہ میں بھی اسی خدمت میں مصروف رہے۔ جس طرح دہلی میں طلبائے حدیث کا ہجوم ان کے گرد رہتا تھا اسی طرح مدینہ طیبہ میں بھی شائقین حدیث کا بہت بڑا گروہ ان کے درس میں جمع ہوگیا۔ اس گروہ میں ہندوستان کے طلبا بھی شامل تھے اور حجاز‘ نجد‘ یمن‘ عراق‘ ترکی‘ خراسان‘ ماوراء النہر اور دیگر ممالک اسلامیہ کے بھی۔ واضح الفاظ میں کہنا چاہئے کہ دہلی کی بہ نسبت مدینہ منورہ میں ان سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد وزیادہ تھی اور ہر ملک کے طلبائے حدیث کھنچے ہوئے ان کے درس میں شامل ہوتے تھے‘ اس لئے کہ مطالب حدیث اور علوم حدیث کے حل وکشود میں ان کی شہرت دور دراز علاقوں تک پہنچ گئی تھی۔ (فقہائے ہند‘ ج:6‘ ص:321)

Marfat.com

(279) قاضی عبدالقادر کنتوری رحمۃ اللہ علیہ

قاضی عبدالقادر بن قاضی شریف الدین حسینی کنتوری رحمۃ اللہ علیہ' شیخ نظام الدین چشتی اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ قاضی صاحب موصوف رحمۃ اللہ علیہ کچھ بڑے ہوئے تو پہلے قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر شیخ فخر الدین نائطی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی شیخ الاسلام خاں رحمۃ اللہ علیہ سے درسی کتابیں پڑھیں' بعدازاں سید غلام علی حسینی بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان سے عربی ادب کی کتابوں کی تکمیل کی۔

علوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کے بعد اورنگ آباد میں مسند درس بچھائی اور طلباء کو تفسیر' حدیث اور تصوف کی تعلیم دینا شروع کی۔ صاحب طریقت بھی تھے اور اس سلسلے میں اپنے ماموں **شیخ فخر الدین اورنگ آبادی** رحمۃ اللہ علیہ سے **فیض یافتہ** تھے۔ مدراس میں ہر حلقے کے لوگوں نے ان کو مستحق عزت گردانا' مدراس سے قصبہ میلا پور منتقل ہو گئے جو اس کے مضافات میں واقع ہے اور وہاں کے خانقاہ میں رہنے لگے' اس وجہ سے انہیں میلا پوری بھی کہا جاتا ہے۔ قاضی عبدالقادر کنتوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے عالم وفقیہ اور شاعر تھے اور متعدد کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ ان کی تصنیفات میں مندرجہ ذیل کتابیں شامل ہیں:

1۔ کحل الجواہر فی ترجمۃ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ: یہ کتاب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے۔

2۔ مفتاح المعارف: یہ کتاب تصوف سے متعلق ہے۔

3۔ شرح مثنوی معنوی: یہ مثنوی مولانا روم کی شرح ہے۔

قاضی عبدالقادر حسینی کنتوری رحمۃ اللہ علیہ نے 1204ھ (1790ء) کو قصبہ میلا پور میں وفات پائی جو مدراس کے نواح میں ہے اور وہاں کی خانقاہ میں مدفون ہوئے۔ (فقہائے ہند' ج: 6' ص ۳۲۳)

(280) مفتی عبدالقیوم صدیقی بڑھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی عبدالقیوم صدیقی بڑھانوی رحمۃ اللہ علیہ تیرہویں صدی ہجری کے دیار ہند کے عالم کبیر' شیخ وامام اور نامور محدث وفقیہ تھے۔ جماعت فقہا کے مشاہیر اور اکابر علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اپنے دور کے بہت بڑے مفتی اور مسائل میں مرجع خلائق تھے۔ والد کا اسم گرامی مولانا عبدالحئی بڑھانوی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ نسباً صدیقی تھے اور اصل وطن بڑھانہ (ضلع مظفر نگر' یوپی) تھا۔ مولانا عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ بڑھانوی اپنے عہد کے معروف عالم دین تھے اور امیر المجاہدین سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ بیٹے نے بھی صغرسنی میں سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کر لی تھی۔

بچپن میں والد کے مرشد سے بیعت

عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت نہایت اچھے طریقے سے ہوئی تھی۔ چھوٹی عمر میں سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ بیعت میں شامل

Marfat.com

ہو گئے تھے۔ جس زمانے میں سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد کیلئے عزم سرحد کیا' عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ کا سن بارہ تیرہ سال کا تھا اور سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سرحد پر چلے گئے تھے۔ مولانا عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ بھی وہیں تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے 8 شعبان 1243ھ (24 فروری 1828ء) کو وفات پائی۔ یوں تو سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ پر پہلے ہی سے بہت شفقت فرماتے تھے لیکن باپ کی وفات کے بعد اس میں اور اضافہ ہو گیا۔ اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے اور ہر لحاظ سے ان کا خیال رکھتے۔ اس لئے انہیں واپس وطن بھیج دیا تھا کہ ان کی والدہ کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی اطلاع ہو گی تو بیٹے کا خیال بھی دل میں آئے گا' اس سے اور مغموم ہوں گی۔ بیٹا ان کے پاس ہو گا تو کسی حد تک شدت غم میں کمی آ جائے گی۔ عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ کے دو حقیقی ماموں شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لشکر میں شامل تھے' وہ بھی کم عمر بھانجے کے ساتھ وطن واپس آئے۔ (فقہائے ہند' ج:6' ص:331)

دوسرے اساتذہ سے تحصیل علم

علاقہ سرحد سے واپس آ کر عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بھائی شاہ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شریک ہوئے اور حصول علم میں مشغول ہو گئے۔ شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کی تکمیل کی اور شاہ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ سے علم فرائض کی کتابیں پڑھیں۔ شیخ محمد عظیم رحمۃ اللہ علیہ سے جو سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یافتہ تھے اور ٹونک میں فروکش تھے' اخذ طریقت کیا اور عرصہ تک ٹونک میں ان کی صحبت میں رہے۔ شادی شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی امتہ الغفور سے ہوئی' جو بہت عابدہ وزاہدہ اور عالمہ خاتون تھیں اور حدیث وفقہ میں عبور کا یہ عالم تھا کہ مفتی صاحب جب بھوپال میں عہدہ افتاء پر فائز تھے تو بعض فقہی نوعیت کے مسائل میں ان سے رجوع فرماتے تھے۔

اسلاف کا اعلیٰ نمونہ

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت پابند شریعت اور متبع کتاب وسنت تھے۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ والیہ بھوپال نے ان کی اہلیہ محترمہ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی اور انہیں محل میں بھیجنے کیلئے کہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کر دیا۔ والیہ بھوپال نے پیغام بھیجا کہ اگر آپ انہیں محل میں آنے کی اجازت نہیں دیتے تو میں خود ان سے ملاقات کیلئے آپ کے گھر آ جاؤں گی۔ فرمایا: آپ پردہ نہیں کرتیں' اس لئے اجازت نہیں دے سکتا۔ برقع اوڑھ کر آئیں تو ملاقات کر سکتی ہیں۔

علمائے وقت کے نزدیک مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت قدر ومنزلت کے حامل تھے' کبھی دہلی تشریف لے جاتے تو میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت میں جاتے اور انتہائی احترام سے ان کی مجلس میں بیٹھتے' حالانکہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ عمر میں ان سے بڑے تھے۔ نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کی بہت تکریم کرتے اور مختلف مسائل میں ان سے گفتگو فرماتے۔ علم وحلم' انکسار و تواضع' وعظ وتذکیر' علو اخلاق اور درس وافادہ میں اپنے اسلاف کا اعلیٰ نمونہ تھے۔

مفتی صاحب ممدوح رحمۃ اللہ علیہ میں ایک خصوصیت یہ تھی کہ خواب کی تعبیر دینے میں ماہر تھے' جو تعبیر دیتے صحیح ثابت ہوتی۔ آخر عمر میں خرابی صحت کی بنا پر بھوپال سے اپنے وطن بڑھانہ منتقل ہو گئے تھے اور پھر وہیں فوت ہوئے۔ اڑسٹھ سال کی عمر پائی۔

(فقہائے ہند' ج:6' ص:332-333)

Marfat.com

(281) سید عبداللطیف حسینی ویلوری رحمۃ اللہ علیہ

سید عبداللطیف بن ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد کے متقی عالم تھے' جنوبی ہند کے شہر ویلور کے باشندے تھے۔ فقہ اور تصوف کے نامور علما میں سے تھے۔ عمر کی چند منزلیں طے کیں تو پہلے قرآن مجید حفظ کیا' پھر اپنے والد سید ابوالحسن حسینی نقوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شریک ہوئے اور علم حاصل کرنے لگے۔ بعد میں مولانا محمد حسین مدراسی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی اور ان سے بہت سی درسی کتابیں پڑھیں۔ اس وقت سید عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ مدراس میں قیام پذیر تھے۔ سید محمد علی حسینی رام پور رحمۃ اللہ علیہ بھی وہیں تھے۔ ایک اور عالم مولانا جمال الدین انصاری لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ بھی مدراس میں اقامت فرماتے تھے۔ سید محمد علی حسینی رام پوری رحمۃ اللہ علیہ' امیر المجاہدین سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور علاقہ مدراس میں ان کے خلیفہ تھے۔ ''القول الفصل'' کے علاوہ سید عبداللطیف حسینی نے چند اور کتابیں بھی تصنیف کیں جن میں ''جواہر الحقائق'' اور ''جواہر السلوک'' شامل ہیں۔ (فقہائے ہند' ج:6ص:389)

(282) سید عبدالمغنی پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

پھلواری کے علمائے نامدار اور فقہائے ذی اکرام میں سید عبدالمغنی بن معین الدین ہاشمی جعفری پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی قابل ذکر ہے۔ شیخ وحید الحق پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا اور شیخ مجیب اللہ جعفری رحمۃ اللہ علیہ سے تصوف وطریقت کا درس لیا۔ فقہ و اصول اور دیگر علوم عربیہ میں یگانہ عصر ہوئے اور بہت شہرت پائی۔ ماہر فقہ واصول اور عالم کتاب وسنت ہونے کی وجہ سے مدت دراز تک پھلواری کے عہدہ افتا پر متعین رہے۔

اپنے دور کے جلیل القدر فاضل اور پرہیزگار عالم تھے۔ اپنے مفوضہ فرائض نہایت حسن وخوبی سے انجام دیتے رہے، حتی الامکان کسی کو بھی شکایت کا موقع نہیں دیا۔ بلند اخلاق اور عالی کردار عالم تھے' انتہائی سوچ بچار اور غور وفکر کے بعد فتویٰ جاری کرتے۔ پھلواری کے اس نامور عالم وفقیہ نے 27 رمضان المبارک 1233ھ (10 اگست 1817ء) کو اپنے وطن پھلواری میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ (فقہائے ہند' ج:6ص:390)

(283) قاضی علی احمد گوپاموی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی علی احمد بن قاضی مصطفےٰ علی فاروقی گوپاموی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور اور علاقے کے شیخ وفاضل تھے' کثیر الدرس اور کثیر الافادہ تھے۔ 1918ھ (1784ء) میں صوبہ یوپی کے شہر ''گوپامئو'' میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد قاضی مصطفےٰ علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کا شمار عہد کے جید علماء میں ہوتا تھا۔ بیٹے نے درس نظامیہ کی ابتدائی کتابیں انہی سے پڑھیں۔ مزید تعلیم کیلئے لکھنو گئے' وہاں اساتذہ عصر کی کثیر تعداد مشغول درس وافادہ تھی' ان کی خدمت میں حاضری دی اور حصول علم کیا۔ بعد ازاں بلگرام کا قصد کیا۔ بلگرام میں مولانا ابراہیم مالاباری رحمۃ اللہ علیہ سے علم حدیث پڑھا اور شیخ نصیر الدین سعدی بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا۔ سات سال بلگرام

Marfat.com

میں مقیم رہے۔ جب علوم عقلیہ ونقلیہ اور تصوف وسلوک میں مہارت پیدا کر لی تو واپس اپنے وطن گوپا مئو تشریف لے گئے۔

قاضی علی احمد گوپا موی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر علمی محاذ پر کام کیا اور شہرت پائی۔ ان کی تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں:

تنبیہ الغفول فی اثبات ایمان آباء الرسول: جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایمان ثابت کیا گیا ہے۔

شرح قصیدہ بردہ: امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے قصیدہ بردہ کی شرح۔

الفوائد السعدیہ: سلوک وتصوف سے متعلق۔

نزہۃ الخواطر میں اس عالم وفقیہ کی تاریخ وفات 7 شعبان 1270ھ تحریر کی گئی ہے اور تذکرہ علمائے ہند میں سال وفات 1251ھ (1835ء) مرقوم ہے۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:393-394)

(284) سید علی اعظم پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

سید علی اعظم بن سید افضل حسینی پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ زہد وعبادت اور تقویٰ وتدین میں یکتائے عصر تھے۔ مولانا عبدالغنی بن عبدالمغنی جعفری رحمۃ اللہ علیہ سے تحصیل کی اور مرتبہ کمال کو پہنچے۔ اخذ طریقت شیخ ابوالحسن پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔ مسائل میں مرجع خلائق تھے اس برصغیر میں جو بدعات پھیلی ہوئی ہیں ان کی شدید مخالفت کرتے اور لوگوں کو کتاب وسنت پر عمل کرنے اور خلافِ شرع امور سے بچنے کی تاکید فرماتے۔ انہوں نے ایک کتاب بھی تصنیف کی جس میں قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں بزرگوں کے مزاروں پر نذرونیاز دینے کی مخالفت کی ہے اور بتایا ہے کہ ائمہ فقہ سے یہ رسوم کہیں منقول نہیں' یہ سب چیزیں بعد کی پیداوار ہیں۔

پھلواری کے اس عالم وفقیہ نے 27 جمادی الاولیٰ 1298ھ (27 اپریل 1881ء) میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

(فقہائے ہند ج:6 ص:395)

(285) سید علی کبیر الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

سید علی کبیر بن علی جعفر بن علی رضا بن فقیر اللہ حسینی الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ تیرہویں صدی ہجری کے علمائے ہند میں علمی اور تحقیقی اعتبار سے ممتاز تھے۔ شیخ وفاضل بزرگ تھے' فقہ اور دیگر علوم پر عبور حاصل تھا۔ 28 محرم الحرام 1212ھ (21 جولائی 1797ء) کو الہ آباد میں ولادت ہوئی۔ مختصرات درسیہ اپنے والد مکرم کے عم محترم سید نورالحسن رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ شرح ہدایۃ الحکمت اور شرح عقائد نسفی کیلئے شیخ رضی الدین الہ آبادی اور ان کے بیٹے نصیر الدین الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے شاگردی تہہ کیا۔ سید علی کبیر رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم سید علی جعفر رحمۃ اللہ علیہ علوم ظاہری وباطنی میں مہارت رکھتے تھے' ان سے سند حدیث بھی لی اور اخذ طریقت بھی کیا۔ سید ادریس مغربی محدث رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حدیث کی سند حاصل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد تدریس وتصنیف میں مشغول ہوئے اور اس میں خوب شہرت پائی۔ بے شبہ سید علی کبیر الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر مصنف' جید علم

Marfat.com

اور نامور فقیہ تھے' درس و تدریس میں بھی ان کا دائرہ خدمت بہت وسیع تھا۔ انہوں نے 4 محرم الحرام 1285ھ (26 اپریل 1868ء) کو انتقال کیا۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:398)

(286) مفتی علی کبیر رحمۃ اللہ علیہ مچھلی شہری

مفتی علی کبیر جعفری رحمۃ اللہ علیہ مچھلی شہری' مشہور عالم مولانا علی محمد جعفری مچھلی شہری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند نامدار تھے۔ اپنے وقت اور علاقے کے عالم کبیر تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے' اس لئے جعفری کہلائے۔ پانچ سال کی عمر میں مکتب میں داخل ہوئے اور بعض ابتدائی درسی کتابیں والد مکرم سے صرف دو سال میں پڑھ لیں۔ اس کے بعد علوم عربی و فارسی کی طرف متوجہ ہوئے اور لکھنؤ پہنچے۔ وہاں مولانا محمد مبین فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں شرکت کی۔ ان سے منطق و فلسفہ کی کتابیں پڑھیں' فنون ریاضیہ کی تکمیل علامہ تفضّل حسین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ پھر عازم دہلی ہوئے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث اور فقہ کی تحصیل کی۔ شیخ محمد آفاق نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا۔

مفتی علی کبیر رحمۃ اللہ علیہ بلند اخلاق' رحم دل' بامروت' مشفق' حلیم الطبع اور کریم النفس تھے۔ اس کے علاوہ متقی' صاف دل اور صاف گفتار تھے۔ تذکرہ علمائے ہند کے مصنف رحمان علی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں نے ان کو 1260ھ (1844ء) میں دیکھا تھا جب میں ان کے بھانجے مولانا محمد شکور مچھلی شہری رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ تلامذہ میں شامل تھا۔ اس قدر ضعیف و نحیف تھے کہ صرف ہڈیوں اور کھال پر مشتمل ایک ڈھانچہ باقی رہ گیا تھا۔ کمر جھک گئی تھی اور رکوع کی سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ غالباً اس زمانے میں نوے سال کی عمر ہو گی۔ ہم طلبا کبھی ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تو نہایت اخلاق سے پیش آتے اور بڑی شفقت کے ساتھ ہمارا حال پوچھتے۔

اس ہندی عالم و فقیہ نے جمعۃ المبارک کی رات 23 ربیع الاول 1269ھ (4 جنوری 1853ء) کو وفات پائی۔

(فقہائے ہند' ج:6 ص:399-400)

(287) مولانا علی محمد مچھلی شہری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا علی محمد جعفری رحمۃ اللہ علیہ مچھلی شہری کا شمار اپنے دور کے علمائے صالحین میں ہوتا ہے۔ ممتاز فقیہ' نامور فاضل اور شیخ وقت تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد عمر بھر درس و تدریس میں مشغول رہے اور اس خدمت میں بڑی شہرت پائی۔ بے شمار علما و طلبا نے ان سے استفادہ کیا۔ جو شخص ان کے درس میں شامل ہوا' مرتبہ کمال کو پہنچا۔ شب بیدار اور عبادت گزار عالم تھے۔ مسند درس پر طلبا سے مخاطب ہوتے تو ان کے دلوں پر ان کی روحانیت اور نیکی کے اثرات ہوتے جاتے تھے۔ دھیمے مزاج کے عالم تھے علم اور حلم دونوں اوصاف سے متصف۔ مچھلی شہر (یوپی) کے اس عالم و فقیہ نے دوشنبہ کے روز 24 رمضان المبارک 1236ھ (25 جون 1921ء) کو سفر آخرت اختیار کیا۔ (فقہائے ہند' ص:401)

Marfat.com

(288) سید علیم اللہ جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

خطہ پنجاب کے علمائے مشاہیر میں جالندھر (مشرقی پنجاب) کے سید علیم اللہ حسینی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کا نام قابل ذکر ہے۔ وہ سید عتیق اللہ حسینی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی تھے۔ سید علیم اللہ حسینی 22 جمادی الاولی 1109ھ (1697ء) کو جالندھر میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔ اس زمانے میں جالندھر اور انبالہ کو علما و صوفیاء کے مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ جالندھر کے علما میں شیخ بہلول برکی رحمۃ اللہ علیہ اور انبالہ کے ارباب تصوف میں شیخ محمد سعید انبالوی رحمۃ اللہ علیہ بڑی شہرت کے مالک تھے۔ سید علیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فیض کے ان دونوں چشموں سے قلب وروح کی کھیتی کو سیراب کیا۔ شیخ بہلول برکی رحمۃ اللہ علیہ اور جالندھر کے بعض دیگر علما سے اخذ علم کیا اور شیخ محمد سعید انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کسب فیض کیلئے حاضر ہوئے اور طویل عرصہ تک ان کی صحبت میں رہے۔

سید علیم اللہ حسینی رحمۃ اللہ علیہ مصنف بھی تھے۔ ان کی تصنیفات میں مندرجہ ذیل کتابیں شامل ہیں:

انہار الاسرار: تصوف وطریقت سے متعلق ہے۔

نزہۃ السالکین: اس کا موضوع بھی تصوف وطریقت ہے۔

سید علیم اللہ حسینی رحمۃ اللہ علیہ نے 93 سال کی عمر پا کر 16 صفر 1202ھ (27 نومبر 1787ء) کو سفر آخرت اختیار کیا۔
(فقہائے ہند ج:6 ص:402)

(289) مولانا عنایت اللہ علی عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عنایت علی عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار برصغیر پاک وہند کے نہایت جری، شجاع اور مجاہد علما وفقہا کی جماعت میں ہوتا ہے۔ مولانا عنایت علی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے تمام افراد علم وفضل کے زیور سے آراستہ تھے اور اپنے علاقے اور عہد میں دینی اور دنیوی اعتبار سے مرجع خلائق تھے۔ مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نے ہوش سنبھالا تو خاندانی روایت کے مطابق حصول علم میں مشغول ہوئے اور اپنے زمانے کے متعدد علما سے تحصیل کی۔ ان کے بڑے بھائی مولانا ولایت علی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ مولانا ولایت علی رحمۃ اللہ علیہ نے سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کی تو یہ (مولانا عنایت علی رحمۃ اللہ علیہ) بھی ان کے حلقہ بیعت میں شامل ہو گئے۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ جہاد کیلئے سرحد پار گئے تو عنایت علی رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ تھے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں وطن واپس بھیج دیا تھا اور دعوت تبلیغ کیلئے بنگال میں متعین کر دیا تھا۔ یہ بنگال ہی میں تھے کہ بالاکوٹ میں سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا لیکن مولانا عنایت علی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد بھی بنگال میں فریضہ دعوت وتبلیغ میں مصروف رہے۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:408-411)

(290) مولانا غلام حسنین صدیقی قنوجی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا غلام حسنین قنوجی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عصر میں ارض ہند کے جید عالم، مشہور فقیہ، بہت بڑے صوفی اور ممتاز محقق تھے۔ مسائل فقہ میں

Marfat.com

انہیں جو عبور حاصل تھا وہ کم لوگوں کو حاصل ہوگا۔ تفسیر اور حدیث میں بھی ان کی نظر وسیع تھی۔ علوم عقلی و نقلی میں ان کا مرتبہ بالخصوص بڑا بلند تھا اور فقہی معاملات میں ان کی تحقیق اور فتوے کو مستند سمجھا جاتا تھا۔ آخر عمر میں پھر سفر حجاز پر روانہ ہوئے اور حج وزیارت کی سعادت حاصل کی۔ واپسی پر جہاز بمبئی کے ساحل پر لگا تو بیمار پڑ گئے۔ بمبئی ہی وفات پائی۔ (فقہائے ہند'ج:6ص:441_442)

(291) حافظ غلام محمد قادری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

حافظ غلام محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد کے معروف عالم دین تھے' فقہ واصول اور دوسرے علوم مروجہ پر عبور رکھتے تھے اور مسجد وزیر خاں کی خطابت و امامت ان کے سپرد تھی۔ اس مسجد میں ان کا سلسلہ درس بھی تھا۔ سکھوں نے اپنے دور حکومت میں بہت سی مسجدوں کو بارود خانے اور گھوڑوں کے اصطبل بنالیا تھا لیکن **حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت عملی کے باعث مسجد وزیر خاں ان کی دست برد سے محفوظ رہی**۔ ان کی نیکی' نرم مزاجی اور علم کی بدولت لاہور کے سب لوگ ان کا احترام کرتے تھے۔ ارکان حکومت بھی ان کی تکریم بجالاتے تھے۔ ان کا طرز زندگی کچھ ایسا تھا کہ سکھ حکمران بھی ان کی عزت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ خود رنجیت سنگھ ان کو ذاتی طور پر جانتا اور ان سے تکریم کے ساتھ پیش آتا تھا اور اس دور میں یہ بہت بڑی بات تھی۔ حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ صوفیا کی مجالس میں حاضری دیتے' اہل اللہ سے مخلصانہ روابط رکھتے اور درویش صفت لوگوں سے الفت کا برتاؤ کرتے تھے۔ حافظ صاحب ممدوح رحمۃ اللہ علیہ بہت اچھے خوش نویس تھے اور اجرت پر کتابت کر کے گزر بسر کرتے تھے' اس آمدنی کا بڑا حصہ غربا و مساکین اور مستحقین میں بانٹ دیتے تھے۔ ان کے زمانے میں مسجد وزیر خاں کا مدرسہ مرجع علما و طلبا تھا۔ طلبا کا وہ بہت خیال رکھتے اور ان کی ضروریات خود مہیا کرتے۔ اگر کوئی طالب علم بیمار پڑ جاتا تو اس کا علاج کراتے اور اگر مالی پریشانی میں مبتلا ہوتا تو اس کی پریشانی کو رفع کرنے کی کوشش کرتے۔

لاہور کے اس عالم و فقیہ نے 1244ھ (1829ء) میں وفات پائی اور مسجد وزیر خاں کے باہر دفن کئے گئے۔

(فقہائے ہند'ج:6ص:496_497)

(292) حافظ غلام محی الدین بگوی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ غلام محی الدین بگوی رحمۃ اللہ علیہ پنجاب کے جس خاندان سے تعلق رکھتے تھے، وہ کئی پشتوں سے مرجع خلائق تھا اور اس کے افراد علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی دولت سے مالا مال تھے۔ ان کا سلسلہ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی حضرت مکرمہ رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ حافظ غلام محی الدین بگوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے جید عالم تھے' تفسیر و حدیث' فقہ و کلام' اصول و معانی اور دیگر علوم متداولہ پر عبور رکھتے تھے اور زہد و اتقا میں بے مثال تھے۔ ماہ محرم الحرام 1210ھ (اگست 1795ء) کو اپنے آبائی گاؤں بگہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے بارے میں ایک عجیب و غریب واقعہ منقول ہے، جو ان کے بالکل ابتدائی ایام حیات سے تعلق رکھتا ہے اور اس کے راوی ان کے والد ماجد حافظ نور حیات رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

Marfat.com

پراسرار روحانی بزرگ کی بشارت

وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن وہ تہجد کیلئے اٹھے تو ازراہ محبت اپنے اس بچے غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کو اٹھا کر اپنے ساتھ ہی لے گئے اور دریائے جہلم کے کنارے جا پہنچے۔ کپڑا بچھا کر بچے کو لٹا دیا اور خود وضو کرکے نوافل میں مشغول ہو گئے۔ اندھیری رات تھی اور بچہ قدرے فاصلے پر تھا' کچھ دیر بعد انہیں خیال گزرا کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی درندہ آ جائے اور بچے کو اذیت پہنچائے' بچے کو اپنے پاس ہی لٹانا چاہئے۔ اس خیال سے جب وہ بچے کو اٹھانے گئے تو دیکھا کہ ایک مبارک صورت سفید ریش بزرگ بچے کو گود میں لئے بیٹھے ہیں۔ باپ نے بزرگ سے درخواست کی کہ اس بچے کے لئے دعا فرمائیں کہ یہ باعمل عالم ہو۔ بزرگ نے جواب دیا کہ یہ ازل ہی سے باعمل عالم ہے اور اس سے لوگوں کو بہت فیض پہنچے گا۔ یہ الفاظ کہہ کر وہ بزرگ آنکھوں سے غائب ہو گئے۔ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ بچپن ہی میں عام لڑکوں کے ساتھ نہ کھیل کود میں شریک ہوتے اور نہ ان کی ہنگامہ آرائی میں کوئی حصہ لیتے تھے۔ زیادہ تر خاموش رہتے اور اپنے ہم عمروں کو بھی خاموش رہنے کی تلقین کرتے۔ اس لب و لہجے سے بات کرتے کہ لڑکے ان سے مرعوب ہو جاتے۔

بے مثال قوت حافظہ

غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پڑھ لیا تھا لیکن حفظ نہیں کیا تھا' آواز بہت اچھی تھی۔ قرآن مجید ختم کرنے کے بعد پہلا رمضان آیا تو لوگوں نے ان کے والد حافظ نور حیات رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ سے نوافل میں قرآن سننا چاہئے۔ والد نے بیٹے سے پوچھا تم قرآن شریف سنا سکو گے؟ عرض کیا کہ اگر آپ روزانہ میرے ساتھ ایک پارے کا دور کرلیا کریں تو سنا سکوں گا۔ چنانچہ یہ سلسلہ شروع کر دیا گیا اور اسی رمضان میں پورا قرآن حفظ کرلیا اور سنا بھی دیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ "آپ پورے دن میں ایک پارہ حفظ کرتے تھے؟" بولے "نہیں! چاشت کے وقت ایک پارہ حفظ ہو جاتا تھا"۔

شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت

جب حافظ غلام محی الدین حدیث کی کتابیں ختم کر چکے تو ان کے استاد محترم حضرت شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس عزیز شاگرد کو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے اور سند حدیث عطا فرمانے کی درخواست کی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث اور علم حدیث سے متعلق ان سے متعدد سوالات پوچھے' جن کے انہوں نے صحیح صحیح جواب دیے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے اور سند حدیث عنایت فرما کر ان کیلئے دعا فرمائی اور فرمایا "ان شاء اللہ تعالیٰ آپ سے بڑا فیض ہوگا" اور نصیحت کی کہ جب تم وطن واپس جاؤ تو ایسی کوئی بات نہ کرنا جس سے تفرقہ پڑے۔ حافظ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ قیام دہلی کے زمانے میں شاہ غلام علی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور ان کی صحبت سے استفاضہ کیا۔

حافظ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے دوشنبہ کی شب 30 شوال 1273ھ (22 جون 1857ء) کو اپنے آبائی گاؤں بگہ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:497 تا 500)

Marfat.com

(293) مولانا فضل رسول عثمانی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا فضل رسول بدایونی عثمانی رحمۃ اللہ علیہ مشاہیر فقہائے حنفیہ میں سے تھے اور اپنے علاقے اور عہد کے جید عالم تھے۔ 1213ھ (1799ء) میں پیدا ہوئے اور بعض درسی کتابیں اپنے والد مکرم مولانا عبدالحمید عثمانی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ مزید تعلیم کیلئے لکھنؤ گئے' وہاں مولانا نور الحسن انصاری لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ درس جاری تھا' اس میں شریک ہوئے اور ان سے استفادہ کیا۔ پھر بدایوں آ گئے اور وہاں اپنے والد گرامی سے اخذ طریق کیا۔ بعد ازاں حجاز مقدس گئے اور حج و زیارت سے بہرمند ہوئے۔ وہاں شیخ عبداللہ سراج مکی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد عابد سندھی مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے سند حدیث لی۔ اس کے بعد مراجعت فرمائے وطن ہوئے اور عرصہ تک اپنے شہر میں رہے۔ بعد ازاں پھر قصد حجاز کیا اور حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر بغداد کو روانہ ہوئے۔ وہاں سید علی نقیب اشراف رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا۔ بغداد سے پھر ہندوستان کی راہ لی۔ حیدر آباد (دکن) اس زمانے میں مرکز علم و علما تھا' وہاں انہیں نہایت قدر و منزلت حاصل تھی اور اس نواح میں اکثر ان کی آمد و رفت رہتی تھی۔ انہوں نے اپنے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ سے خرقہ خلافت پہنا' ان کے سجادہ نشین ہوئے اور سلسلہ بیعت جاری کیا' وہ ترکی بھی گئے اور سلطان ترکی کے مہمان ہوئے۔ ہندوستان کے اس عالم نے ستر (70) برس عمر پائی اور پنج شنبہ کے روز 3 جمادی الاخری 1289ھ (8 اگست 1872ء) کو فوت ہوئے۔ بدایوں میں دفن کئے گئے۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:503)

(294) مولانا فیاض علی عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا فیاض علی عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی تھے' درسی کتابیں مولانا احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ حدیث اور فقہ کی تعلیم مولانا ولایت علی عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ مولانا ولایت علی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے دور کے جلیل القدر عالم اور نامور مجاہد تھے۔ مولانا فیاض علی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کی سند انہی سے لی۔ ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کی اور عرصہ تک ذکر و اذکار اور تدریس و تذکیر میں مشغول رہے۔ فن سپہ گری بھی سیکھا اور اس میں مہارت حاصل کی۔ 1846ء میں مولانا ولایت علی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جہاد کیلئے سرحد گئے اور جنگ دب کے بعد انہی کے ساتھ واپس آئے۔ جنگ امبیلہ میں بھی شریک تھے۔ مجاہدین میں ان کا نام بصیر الدین تھا' تذکیر و موعظت میں مشہور تھے۔ نہایت موثر وعظ کہتے تھے' بے شمار علما اور عوام نے ان سے فیض حاصل کیا۔ تبلیغ جہاد کے سلسلے میں صوبہ بنگال ان کی سرگرمیوں کا بہت بڑا مرکز تھا۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:504)

(295) مولانا فرحت حسین عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا فرحت حسین رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا نام فتح علی رحمۃ اللہ علیہ اور دادا کا وارث علی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ خاندانی لحاظ سے ہاشمی زبیری تھے' اپنے دور کے عالم' محدث اور فقیہ تھے۔ نیکی اور تقوے میں بہت مشہور تھے' 1226ھ (1811ء) میں عظیم آباد (پٹنہ) میں پید

Marfat.com

ہوئے۔ اپنے والد مولانا فتح علی عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا۔ شیخ محمد واعظ اور اپنے بڑے بھائی مولانا ولایت علی عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کیا۔ سند حدیث مولانا ولایت علی رحمۃ اللہ علیہ سے لی۔ اخذ طریقت سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اپنے بڑے بھائی مولانا ولایت علی عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ مسند درس پر فائز ہوئے۔ موعظت و تذکیر کا فریضہ بھی خوب انجام دیا۔ اس کے بعد جہاد کے لئے سرحد گئے۔ بے شمار علما و مشائخ نے ان سے فیض حاصل کیا۔ اس عالم وفقیہ نے صرف 48 برس عمر پائی۔ 1274ھ (1858ء) میں فوت ہوئے۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:505)

(296) سید قطب الہدیٰ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

سید قطب الہدیٰ بن سید محمد واضح بن سید محمد صابر بن سید آیت اللہ بن سید علم حسنی حسینی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ماہرین معقول ومنقول میں سے تھے اور اپنے زمانے میں حدیث وفقہ علوم عربیہ انشا پردازی اور حسن خط میں اپنی نظیر رکھتے تھے۔ رائے بریلی میں پیدا ہوئے اور علما وفضلا کی گود میں پرورش پائی۔ ابتدا میں اپنے والد سید محمد واضح بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا۔ پھر لکھنؤ گئے وہاں علامہ تفضل حسین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علما سے حصول علم کیا۔ بعد ازاں عازم دہلی ہوئے اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث وفقہ کی تکمیل کی اور ان کے کتب خانے کی متعدد بہترین کتابوں کی کتابت کی۔ شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہہ کیا اور ان سے سند لی۔ قرات بھی انہی سے سیکھی شیخ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا اور مدت تک ان سے منسلک رہے اور معارف ولطائف سے بہرہ وافر حاصل کیا۔ پھر اپنے وطن رائے بریلی آئے اور درس وافادہ میں مشغول ہو گئے۔ قوی حافظہ متبع کتاب وسنت قاطع شرک وبدعت اور شائق کتاب وسنت تھے خط انتہائی عمدہ تھا۔

(فقہائے ہند ج:6 ص:507)

(297) مولانا کرامت علی صدیقی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا کرامت علی صدیقی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر شجرنامہ یہ ہے: کرامت علی بن امام بخش بن جار اللہ بن ... صدیقی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ۔ وہ 7 محرم الحرام 1215ھ (11 جون 1800ء) کو جون پور کے محلہ ٹولہ میں پیدا ہوئے ... نسب 35 واسطوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

حصول علم کے بعد اٹھارہ سال کی عمر میں مولانا کرامت علی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق امیر المومنین سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے پیدا ہوا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو دعوت وتبلیغ پر مامور فرمایا اس لئے کہ یہ بہت اچھے واعظ تھے اور موثر تقریر کرتے تھے۔ ابتدا میں جون پور اور اس کے گردونواح میں اشاعت دین اور رد بدعات کا فریضہ انجام دیتے رہے اس کے بعد بنگال چلے گئے اور تمام زندگی

سلفی مرشد کی تلاش

مولانا تقی الدین عبدالرحمان لکھوی رحمۃ اللہ علیہ دو مرتبہ پیدل چل کر غزنی (افغانستان) پہنچے اور حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے تصوف کا فیض حاصل کیا۔

(چمنستان حدیث: ص ۸۷)

Marfat.com

دعوت وتبلیغ میں بسر کردی۔ بنگال کے مسلمان اس زمانے میں بہت سی خلافِ اسلام رسوم میں مبتلا تھے' باپردہ لباس نہ عورتیں پہنتی تھیں نہ مرد۔ ان کے نام بھی ہندوؤں جیسے تھے' مولانا کرام علی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے نہایت محبت وتلطف کا سلوک کیا۔ بہت نرمی اور پیار سے ان کو اپنے قریب کیا اور اس سلسلے میں قریہ قریہ گھومے اور وعظ وتقریر کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگ ان سے مانوس ہو گئے اور اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنے آپ کو شریعت کے رنگ میں رنگ لیا۔ پورے بنگال میں ان کی دعوت دین کا غلغلہ بلند ہوا اور دیہات وقصبات اور بلاد وامصار کے لاکھوں افراد بدعات ورسوم کو ترک کر کے احکام اسلام کی پابندی کرنے اور توحید خالص کو ماننے لگے۔

مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ جہاں درس وتدریس' ورع وتقویٰ اور پابندی شرع میں بے مثال تھے، وہاں کثرت تصانیف میں بھی خاص شہرت رکھتے تھے۔ انہوں نے اشاعت اسلام' مسائل فقہ اور تصوف وسلوک سے متعلق بہت سی کتابیں تصنیف کیں' جن میں مندرجہ ذیل کتابیں شامل ہیں:

(1) مفتاح الجنۃ (2) زینۃ المصلی (3) تزکیہ نسواں (4) زاد التقویٰ (5) فیض عام (6) رفیق السالکین (6) اطمینان القلوب (7) مکاشفات رحمت (8) دافع الوسواس (9) رسالہ بیعت (10) استقامت (11) قوت روح (12) سبیل الرشاد۔

سخاوت وجود کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ پاس ہوتا، فقرا ومساکین میں تقسیم کر دیتے۔ صاحب ہمت اور سیر چشم تھے۔ ان کی تبلیغی سرگرمیوں کا اصل مرکز بنگال کا علاقہ تھا اور وہیں کے ایک شہر رنگ پور میں انتقال کیا۔ جمعہ کے روز صبح صادق کے وقت 3 ربیع الثانی 1290ھ (31 مئی 1873ء) کو وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:509-510)

(298) مولانا کرم اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا کرم اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد نامی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ عبداللہ دراصل ہندو تھے' شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے متاثر ہوئے اور ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور عبداللہ نام رکھا گیا۔ عبداللہ کے بیٹے کرم اللہ رحمۃ اللہ علیہ تھے جنہوں نے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ' شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (تینوں بھائیوں) سے کسب علم کیا اور مدت تک ان بزرگوں کی صحبت و رفاقت میں رہے۔ ان سے تفسیر' حدیث اور فقہ وغیرہ کی مکمل تعلیم حاصل کی اور اپنے زمانے کے بلند مرتبت علما میں شمار کیے گئے۔

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد اس دور کے مشہور روحانی بزرگ شیخ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے سلسلہ نقشبندیہ میں سلوک وطریقت کی منزلیں طے کیں۔ اس طرح ظاہری اور باطنی علوم میں درجہ کمال کو پہنچے۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:512)

(299) مولانا کریم اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا کریم اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا اسم گرامی لطف اللہ رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ ان کا شمار ان حضرات میں ہوتا تھا جو کثرت درس وافادہ

Marfat.com

میں مشہور تھے۔ وقت کے متعدد علما و محدثین سے استفادہ کیا اور علم و فضل سے بہرہ ور ہوئے۔ ان کے اساتذہ کرام میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا رشید الدین خاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد کاظم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ ان حضرات سے تمام علوم مروجہ و رسمیہ کی تکمیل کی۔ علوم ظاہری سے فراغت کے بعد سید آل احمد مارہروی عرف اچھے میاں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اخذ طریقت کیا اور ایک عرصہ تک ان کی خدمت میں رہے۔ بعدازاں دہلی کو مراجعت کی اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اس اثنا میں ان سے بے شمار علما و مشائخ نے استفادہ و استفاضہ کیا۔

مولانا کریم اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ عالم وفقیہ' معلم و مدرس' قانع اور عابد و زاہد تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے کوئی تعلق نہ رکھتے اور ہر طرف سے منقطع ہو کر درس و تدریس میں مشغول رہتے۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:512)

(300) سید مجاہد الدین حسینی بالاپوری رحمۃ اللہ علیہ

ہندوستان کے علاقہ برار میں جن فقہا نے جنم لیا، ان میں مولانا سید مجاہد الدین بن معصوم حسینی بالاپوری رحمۃ اللہ علیہ قابل ذکر ہیں۔ سید ممدوح کا شمار مشائخ نقشبندیہ میں ہوتا تھا اور تیرہویں صدی ہجری میں دیار ہند کے ممتاز فقیہ اور شیخ تھے۔ مولانا شمس الدین بالاپوری رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شرکت کی۔ مولانا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ اس علاقے کے نامور عالم تھے' مجاہد الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے ابتدائی درسی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد اورنگ آباد کا رخ کیا اور سید نور الہدیٰ حسینی اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان سے باقی کتب درسیہ کی تکمیل کی اور کافی عرصہ ان سے منسلک رہے۔ اورنگ آباد ہی کے ایک بزرگ سید نور الہدیٰ حسینی رحمۃ اللہ علیہ کے والد مکرم سید قمر الدین حسینی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ طریقت جاری تھا' فارغ التحصیل ہونے کے بعد اس میں شامل ہو گئے اور ان سے اخذ طریقت کیا۔ عرصہ تک ان سے فیض یاب ہوتے رہے۔ اورنگ آباد میں انہوں نے سید نور الہدیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور سید قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ دونوں باپ بیٹے سے کسب فیض کیا۔ سید نور الہدیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے علوم رسمیہ کی تعلیم حاصل کی اور سید قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حضور تصوف و طریقت کی منزلیں طے کیں۔ اس کیلئے کئی سال اورنگ آباد میں بسر کئے اور تعلیم و تربیت کے بہت سے مرحلوں کو عبور کیا۔ اس کے بعد اپنے وطن بالاپور واپس آئے اور اپنے والد ماجد سید معصوم حسینی بالاپوری رحمۃ اللہ علیہ سے جو اس دور کے عالم اور صوفی تھے' اخذ طریقت کیا۔ عرصہ تک ان کی صحبت میں رہے اور سلوک و طریقت کے بلند مقام پر فائز ہوئے۔ بالاپور میں درس و افادے کا سلسلہ شروع کیا اور طویل مدت تک وہاں ان کا سلسلہ جاری رہا۔ اس اثنا میں ان سے بہت سے علما و طلبا نے علم حاصل کیا۔

سید مجاہد الدین حسینی بالاپوری رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ جید عالم' ممتاز صوفی اور نامور فقیہ تھے۔ اپنے دور اور علاقے میں بڑی شہرت اور عزت کے مالک تھے۔ جمعرات کے روز 20 رجب 1235ھ (3 مئی 1820ء) کو فوت ہوئے۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:516)

(301) قاضی محمد مغربی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی محمد مغربی رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر عالم' ممتاز فقیہ اور حافظ حدیث تھے۔ قرات سبعہ پر عبور رکھتے تھے' کتب حدیث میں

Marfat.com

مہارت کا یہ عالم تھا کہ الفاظ اور معانی نوک زباں تھے۔نہایت ذہین اور عالی دماغ تھے۔اللہ تعالیٰ پر توکل کا یہ حال کہ لوگوں نے ان سے کہا' اپنی اولاد نواب کے حوالے کر دیں۔فرمایا: واللہ! میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا' اپنی اولاد کو صرف اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں۔قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ:

علی اللہ فلیتوکل المتوکلون۔

ان کی اولاد علم و فضل اور امارت و ریاست میں بلند مرتبے کو پہنچی اور دیار ہند میں ان کے خاندان کے افراد نے بہت عزت پائی۔ارض ہند کے اس مالکی فقیہ و عالم نے 13 محرم الحرام 1201ھ (5 نومبر 1786ء) کو انتقال کیا۔

(فقہائے ہند'ج:6'ص:518)

(302) مولانا محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد بن احمد اللہ فاروقی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ' مشہور علما و فقہا میں سے تھے۔مولد و منشا تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر) ہے۔پہلے مولانا عبدالرحیم تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ قلندر بخش جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور ان سے متعدد درسی کتابیں پڑھیں۔پھر عازم دہلی ہوئے' وہاں مولانا مملوک علی نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم مروجہ کی تحصیل کی اور مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے فلسفہ و منطق کی تکمیل کی۔اس زمانے میں دہلی میں شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہنگامہ' درس حدیث زوروں پر تھا' ان کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حدیث میں عبور حاصل کیا۔

مولانا محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نہایت ذکی' بے حد ذہین اور نرم مزاج و نرم کلام تھے۔ابتدائے عمر ہی سے اصحاب تقویٰ اور بزرگان دین سے تعلق رکھتے تھے۔صغر سنی ہی میں سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ بیعت میں داخل ہو گئے تھے۔**جب جوانی کو پہنچے تو شیخ نور محمد جھنجانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا**۔بعد ازاں ٹونک گئے اور وہاں کی مسند تدریس پر فائز ہوئے۔مدت مدید تک وہاں درس و افادہ میں مصروف رہے۔اس اثنا میں بہت سے علما و فضلا نے ان سے استفادہ کیا۔پھر اپنے وطن تھانہ بھون واپس آ گئے اور تمام عمر تذکیر و تلقین اور دعوت و ارشاد میں صرف کر دی۔مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ان کی تصنیفات میں یہ کتابیں شامل ہیں:

دلائل الاذکار فی اثبات الجہر بالاسرار ' اثبات ذکر بالجہر۔

تھانہ بھون کے اس عالم و فقیہ نے 1296ھ (1879ء) میں انتقال کیا اور چھیاسٹھ برس عمر پائی۔(فقہائے ہند'ج:6'ص:520)

(303) مولانا محمد شاہ جہان پوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد افغانی شاہ جہان پوری رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام محمد زمان خاں تھا اور انہیں محمد زمان خان شہید رحمۃ اللہ علیہ کہا جاتا ہے۔شاہ جہان پور میں پیدا ہوئے اور کچھ بڑے ہوئے تو وہیں کے علما سے حصول علم کا سلسلہ شروع کیا۔پھر کان پور گئے اور وہاں مولانا سلامت

Marfat.com

اللہ صدیقی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور ان سے کتب درسیہ پڑھیں۔ وسعت علم وفضل کی بنا پر تھوڑے ہی عرصہ میں حیدر آباد اور اس کے گردونواح میں ان کی شہرت پھیل گئی۔ والئی دکن نواب ناصر الدولہ تک ان کے فضل وکمال کا شہرہ پہنچا تو اس نے ان کو طلب کیا اور اپنے بیٹے افضل الدولہ کا معلم مقرر کر دیا۔ افضل الدولہ فوت ہو گیا تو اس کے بیٹے محبوب علی خاں کے معلم بنا دیے گئے۔ اسی اثنا میں سفر حجاز پر روانہ ہوئے اور حج وزیارت کا شرف حاصل کیا۔ دمشق' شام' بیت المقدس' نجف' طف (کربلا) بغداد اور بعض دیگر اسلامی بلاد وامصار کا سفر کیا۔

عابد وزاہد' ایثار پیشہ' جواد اور متوکل علی اللہ تھے۔ تمام عمر شادی نہیں کی' تجرد کی زندگی بسر کی۔ طلبا کو درس دیتے اور درویشانہ زندگی گزارتے تھے۔ طلبا کے لباس' ان کی سکونت اور اکل وشرب کی خود ہی کفالت کرتے۔ جب طلبا تعلیم سے فارغ ہو جاتے تو امرواحکام سے سفارش کر کے ان کی ملازمت وغیرہ کا بھی انتظام کرتے۔

متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کی تصنیفات میں ایک کتاب خیر المواعظ ہے جو دو جلدوں میں ہے اور حدیث کے موضوع پر ہے۔ ایک بستان الجن اور ایک کتاب الرحلہ ہے۔ ایک اور کتاب ہدیۃ المہدویہ ہے، جو فرقہ مہدویہ کے بانی سید محمد جون پوری کے متبعین کی تردید میں ہے۔ یہی کتاب ان کی شہادت کا باعث بنی۔ جب یہ کتاب شائع ہوئی تو حیدر آباد کے فرقہ مہدویہ کے لوگ مشتعل ہو گئے اور ان کے خلاف ایک ہنگامہ بپا کر دیا۔ ان میں سے ایک آدمی غضب ناک ہو کر آیا اور ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیا۔ یہ حادثہ نماز مغرب کے بعد اس وقت پیش آیا جب وہ اپنے **معمول کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے' قاتل نے زور سے خنجر مارا اور ان کے خون کے چھینٹے قرآن کی اس آیت پر جا گرے:**

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ۔ (الاعراف:103)

سو دیکھئے ان مفسدوں کا کیا انجام ہوا۔

ان کی شہادت منگل کے روز 6 ذی الحجہ 1296ھ (4 دسمبر 1875ء) کو حیدر آباد (دکن) میں ہوئی اور اپنے مدرسے کے احاطے میں دفن کئے گئے۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:520۔521)

(304) مولانا سید محمد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سید محمد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت سید عبد اللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے۔ اپنے دور کے شیخ وعالم اور محدث تھے۔ سید عبد اللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو اعلائے کلمۃ الحق اور اشاعت توحید وسنت کی پاداش میں اس زمانے کے والئ افغانستان نے اپنے ملک سے نکال کر پشاور کی طرف دھکیل دیا تھا۔ اس وقت خاندان کے جو لوگ ان کے ساتھ تھے ان میں صاحب ترجمہ مولانا سید محمد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔ اہل حق کا یہ قافلہ مختلف مقامات سے ہوتا ہوا مشرقی پنجاب کے شہر امرتسر میں سکونت پذیر ہو گیا تھا۔ اس کے تمام افراد صالحیت وتقویٰ میں بے مثال تھے۔ مولانا محمد بن عبد اللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ سید عبد الحی حسنی رحمۃ اللہ علیہ نے نزہۃ الخواطر کی ساتویں جلد میں' مولانا شمس الحق ڈیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی قلمی کتاب تذکرۃ النبلاء کے حوالے سے کیا ہے اور ان کے فضل و

Marfat.com

کمال، اتقا، زہد و عبادت اور تدین و نجابت کی بے حد تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ ان کے ان اوصاف سے وہی شخص انکار کر سکتا ہے جس کے دل میں ان کے خلاف بغض و کدورت کا کوئی شائبہ پایا جاتا ہے۔

ان کے والد ماجد حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ جو نیکی اور علمی رفعت میں ممتاز تھے، اپنے اس بیٹے سے نہایت شفقت کا برتاؤ کرتے تھے۔ انہوں نے ان کو مختلف علوم کی درسی کتابیں پڑھائیں۔ اس کے بعد یہ لوگ افغانستان سے ہجرت کر کے واردِ ہند ہوئے اور امرتسر کو اپنا مسکن ٹھہرایا تو مولانا سید محمد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی کا عزم کیا۔ وہاں مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ درس حدیث جاری تھا۔ اس میں شامل ہوئے۔ ان سے علم حدیث پڑھا اور اپنے تمام اقران و معاصرین سے سبقت لے گئے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد امرتسر آئے اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

مولانا ممدوح کا شمار اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں ہوتا ہے وہ ان حضرات میں سے تھے جو مخالفین کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکلیفوں اور اذیتوں میں مبتلا کئے گئے اور احیائے سنت کے سلسلے میں جنہیں ترک وطن کرنا پڑا۔ سید عبدالحئی حسنی رحمۃ اللہ علیہ ان کا تذکرہ کرتے ہوئے نزہۃ الخواطر میں لکھتے ہیں: ان کی ذات گرامی اس سے کہیں بلند ہے کہ میرے جیسا کوئی شخص ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی نشاندہی کرے۔ (فقہائے ہند، ج:6 ص:524)

(305) مولانا محمد رفیقی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

خطہ کشمیر کے ایک اور عالم اور فقیہ مولانا محمد بن مصطفیٰ بن معین الدین رفیقی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ تھے، جن کی کنیت ابوالرضا تھی۔ 1154ھ (1741ء) میں پیدا ہوئے اور والد کے جد امجد عبداللہ یسوی رحمۃ اللہ علیہ اور ماموں علامہ نور الہدیٰ رحمۃ اللہ علیہ ٹوپی گر سے تحصیل علم کی۔ تفسیر، حدیث اور فقہ میں کامل تھے۔ علم حدیث اپنے عم بزرگوار اور والد ماجد سے پڑھا۔ خاندان کے سب لوگ علم سے بہرہ ور تھے اور معقول و منقول میں عبور رکھتے تھے۔ صاحب ترجمہ مولانا محمد رفیقی رحمۃ اللہ علیہ بھی ان اوصاف سے متصف تھے۔ صوفی مشرب فقیہ اور متبع کتاب و سنت تھے، ان کے سسر مولانا محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ بھی عالم دین اور تصوف و سلوک کے دلدادہ تھے، چنانچہ انہوں نے انہی سے اخذ تصوف کیا اور تصوف کی کتاب عوارف المعارف ان سے پڑھی۔ تصوف و طریقت کے موضوع پر چند کتابیں بھی تصنیف کیں۔ ان کا سلسلہ تدریس بھی جاری تھا جس سے علاقہ کشمیر کے متعدد علما و فضلا نے استفادہ کیا۔ جدل و مناظرے سے کنارہ کش رہتے اور متانت اور سنجیدگی سے علمی خدمات انجام دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کشمیر کے عوام و خواص ان کا بے حد احترام کرتے اور ان کی خدمات گوناگوں کی توصیف کرتے تھے۔ خطہ کشمیر کے اس عالم و فقیہ اور صوفی نے چہار شنبہ کے روز 16 جمادی الاخریٰ 1218ھ (3 اکتوبر 1803ء) کو اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کا سفر کیا۔ (فقہائے ہند، ج:6 ص:528)

(306) سید محمد پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

ہندوستان کے صوبہ بہار کا شہر پھلواری کئی سو سال سے علم و عمل اور طریقت و سلوک میں مشہور ہے۔ یہ شہر بے شمار علما کا مسکن،

Marfat.com

متعدد فقہا کا مولد اور بہت سے صوفیا و مشائخ کا مرجع رہا ہے۔ تیرہویں صدی ہجری میں اس شہر میں جن علما و فقہا نے جنم لیا ان میں سید محمد بن نعمت اللہ بن مجیب اللہ ہاشمی جعفر پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ علوم ظاہری اور باطنی دونوں سے خاندان کے تمام افراد بہرہ ور تھے۔ سید نعمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس بیٹے کی خوب تربیت کی اور جید اساتذہ سے ان کی حصول علم کا اہتمام کیا۔ اس وقت پھلواری میں شیخ احمدی بن وحید الحق جعفری رحمۃ اللہ علیہ کا ہنگامہ درس جاری تھا' ان سے انہوں نے علوم ظاہری کی تکمیل کی اور اپنے والد مکرم رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا اور عرصہ دراز تک ان سے فیض حاصل کرتے رہے۔ ان کے والد سید نعمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے معروف صوفی اور عالم تھے' ان کا حلقہ فیض بہت وسیع تھا' لائق بیٹے نے باپ ہی سے اخذ فیض کیا اور تمام علوم مروجہ اور تصوف و طریقت میں عالی مرتبے کو پہنچے۔ پھلواری کے اس عالم و فقیہ اور صوفی نے 3 ذی الحجہ 1272ھ (4 اگست 1856ء) کو پھلواری میں وفات پائی اور اپنے بھائی سید ابوالحیات پھلواروی قریب دفن ہوئے۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:528)

(307) مولانا شاہ محمد آفاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاف میں تیرہویں صدی ہجری کے بزرگوں میں مولانا محمد آفاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی لائق تذکرہ ہے۔ اپنے زمانے کے شیخ' عارف باللہ' عالم' صوفی المشرب فقیہ اور طریقہ مجددیہ کے امام تھے۔ 1160ھ (1747ء) میں ولادت ہوئی اور شیخ ضیاء اللہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا۔ علوم مروجہ کی تحصیل اس عہد کے جید علما سے کی۔ فقیر منش اور متبع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ طبیعت میں مسکنت اور شکستگی کا اس قدر غلبہ تھا کہ خود کو دیوار کے نقش و نگار کی مانند سمجھتے اور فرماتے کہ **جس طرح دیوار اور اس کے نقش ونگار کوئی حیثیت نہیں رکھتے اسی طرح اس دنیا میں انسان کو بھی پائیداری نصیب نہیں**۔ وہ بھی ختم ہونے والا ہے' علم کے غرور اور تعلّی سے بالکل پاک تھے۔ مسائل فقہ پر عبور تھا' بہت سے اکابر ان کے حلقہ ارادت میں شامل تھے' جن میں مولانا فضل الرحمٰن مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ شاہ محمد آفاق رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد خواجہ ضیاء اللہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے سجادہ نشین ہوئے اور خلق کثیر کو روحانی اور باطنی فیض پہنچایا۔ علماء و مشائخ اور عوام و خواص کے حلقے میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ایک زمانے میں افغانستان گئے اور وہاں اس درجے مستحق تکریم قرار پائے کہ وہاں کے حکمران زمان شاہ نے ان کے حلقہ بیعت میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی۔ کابل اور دوسرے بلاد و قصبات کے بہت سے لوگ ان سے بیعت ہوئے۔ اس صوفی مزاج فقیہ نے بدھ کے روز 7 محرم الحرام (5 مئی 1835ء) کو نماز مغرب کے بعد اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی اور جمعرات کو دہلی کے محلہ مغل پورہ میں دفن کئے گئے۔ 91 سال عمر پائی۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:530)

(308) مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کوئی مقرر یا خطیب نہ تھے لیکن کلمہ حق کہنے میں انتہائی جری اور پر جوش تھے۔ اس کا اندازہ اس

Marfat.com

واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک انگریز پادری دلی آیا جو بہت لسان تھا' اس نے آتے ہی ایک ہنگامہ بپا کر دیا اور دلی کے علما کو مناظرے کی دعوت دی۔ اس دور کے جو علما خاندان شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے مخالف تھے' انہوں نے اس پادری سے کہا کہ مولانا محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کو مناظرے کی دعوت دی جائے۔ مولانا نہ تو مناظرانہ ایچ پیچ جانتے تھے نہ انہیں بحث ومجادلے کی عادت تھی' نہ زیادہ باتیں کرتے تھے اور پھر زبان میں کچھ لکنت بھی تھی' اس لئے ان کے مخالف علما کا خیال تھا کہ یہ چرب زبان اور لسان پادری ان کو ضرور مات دے گا اور اس طرح ان کی سبکی ہو گی۔

پادری نے ان کو دعوتِ مناظرہ دی تو انہوں نے فوراً قبول فرمالی۔ مولانا فریدالدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ اور نواب رشید الدین خاں رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو مشورہ دیا کہ خود مناظرہ نہ کریں' ہم میں سے کسی کو اپنا نمائندہ یا وکیل مقرر کر لیں جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے مناظرہ کرے۔ فرمایا: پادری نے مجھے دعوت مناظرہ دی ہے' لہٰذا میں ہی مناظرہ کروں گا' کسی کو وکیل یا نمائندہ بنانے کی ضرورت نہیں۔

پادری کی زبان بندھ گئی

اس کے بعد مناظرے کی تاریخ اور وقت مقرر ہو گیا اور دلی کے لال قلعے میں مناظرہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ وقت مقررہ پر بے شمار لوگ قلعے میں پہنچ گئے اور مجلس مناظرہ منعقد ہوئی۔ پادری صاحب سامنے آئے تو حواس باختہ ہو کر کانپنے لگے۔ اسلام یا مولانا کے خلاف ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکال سکے۔ کچھ دیر یہی صورت حال ہی اور پادری صاحب نے کوئی بات نہ کی تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے پادری سے فرمایا: آپ کچھ فرمائیں گے یا میں عرض کروں؟ اس نے کہا: آپ ہی فرمایئے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام کی حقانیت پر دلائل دیے۔ پادری نے نہ عیسائیت کا دفاع کیا' نہ اسلام کی مخالفت کی اور نہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل کے بارے میں کوئی لفظ زبان سے نکالا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس قوت گویائی چھین لی ہے۔ اس کے سکوت سے ان لوگوں کو سخت تکلیف ہوئی جو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف تھے اور ان کو شکست دلانے کے خواہاں تھے۔

تقریر ختم کر کے مولانا مخالف اور موافق حاضرین کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے باقاعدہ بائبل پڑھی ہے۔ اگر پادری میدان مناظرہ میں اتر آتا اور سلسلہ کلام آگے بڑھاتا تو اللہ تعالیٰ اس کے مقابلے میں ضرور میری مدد فرماتا۔ یہ بھی فرمایا کہ اگر ''پادری کے مقابلے میں اسحاق کو شکست ہو جاتی تو کوئی افسوسناک بات نہ تھی' مجھ کو علم کا دعویٰ ہی کب ہے' لیکن اسلام تو سب کا ہے۔ میرا بھی اور میرے مخالفوں کا بھی۔ اگر اس موقع پر میں شکست کھا جاتا تو یہ تنہا میری شکست نہ ہوتی بلکہ اسے دلی کے تمام مسلمانوں کی شکست سمجھا جاتا۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے دین کی ضرور مدد فرماتا ہے۔ آج بھی اس نے پادری کے مقابلے میں اسلام کی مدد فرمائی' پادری کا خاموش رہنا' اسلام کی مدد ہے' جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:532-533)

مکی استاد کا اعتراف برکت

مولانا محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے یوں تو تمام شاگرد اپنی اپنی جگہ ایک خاص مقام ومرتبہ رکھتے ہیں' لیکن ان کے دو

Marfat.com

شاگرد مولانا عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اور سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو خدمات انجام دیں، اس میں کوئی ان کا حریف نہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اس درجہ شرف عطا فرمایا کہ برصغیر کے تمام اہل علم کا سلسلہ سند ان کی وساطت سے مولانا محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور پھر شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک منتہی ہوتا ہے۔ مولانا محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت علم اور حدیث و فقہ میں ان کی دقت نظر کا یہ عالم تھا کہ ان کے استاد شیخ عمر بن عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ مکی فرمایا کرتے تھے۔

قد حلت فیه برکة جده الشیخ عبدالعزیز الدهلوی۔

شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ میں میں ان کے نانا شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی برکت علمی حلول کر گئی ہے۔

مکہ مکرمہ کے اس دور کے ممتاز عالم شیخ عبداللہ سراج مکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1264ھ/1848ء) نے ان کو غسل دیا، وہ غسل دیتے ہوئے فرماتے تھے:

واللہ انه لو عاش و قرات علیه الحدیث طول عمری مانلت مانالہ۔

بخدا اگر یہ زندہ رہتے اور میں تمام عمر ان سے حدیث پڑھنے میں صرف کر دیتا تو اس مرتبے کو نہ پہنچ سکتا جس کو یہ پہنچ چکے ہیں۔

مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ستر برس کی عمر پا کر ماہ رجب 1262ھ (جولائی 1846ء) کو مکہ مکرمہ میں انتقال کیا اور جنت المعلیٰ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مزار کے قریب دفن کئے گئے۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:534-535)

(309) مفتی محمد افضل پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

صوبہ بہار کے شہر پھلواری کی علمی تاریخ نہایت شاندار ہے، کئی صدیوں سے اسے علما و فقہا کے مرکز کی حیثیت حاصل ہے۔ اس شہر میں صوفیا و اتقیا نے بھی جنم لیا اور درس و تدریس کے دلدادہ حضرات نے بھی اس میں بے حد خدمات انجام دیں۔ تیرہویں صدی ہجری میں اس مرکز علم و تصوف میں جس بزرگ نے شہرت پائی ان کا اسم گرامی مفتی محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ فقہائے حنفیہ میں ان کو عزت و تکریم کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور ان کی خدمات بوقلموں کی وجہ سے ان کو یگانہ روزگار سمجھا جاتا تھا۔ اپنے دور میں یہ پھلواری کی مسند افتا پر فائز تھے اور اس نواح کے لوگ مسائل فقہ کے سلسلے میں ان سے رجوع کرتے تھے۔

مفتی محمد افضل پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ سلوک و طریقت میں بھی درک رکھتے تھے اور پھلواری ہی کے ایک بزرگ شیخ مجیب اللہ ہاشمی جعفری رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت سے منسلک تھے جو علوم متداولہ کے ماہرین میں سے تھے۔ مفتی محمد افضل پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ نے 1218ھ (1803ء) میں وفات پائی۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:547)

(310) قاضی محمد جمیل برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ

قاضی محمد جمیل بن عبدالغفور برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر عالم اور فقیہ تھے، متقی علما میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ دہلی میں اس وقت

Marfat.com

بہت سے جید علما اور عالی مرتبت حضرات اقامت گزیں تھے' جن کے درس وتدریس کے ہنگامے جاری تھے' ان میں مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ' مفتی صدر الدین آزردہ رحمۃ اللہ علیہ اور سید محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ مولانا محمد جمیل رحمۃ اللہ علیہ نے ان سب کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا اور خوب مستفید ہوئے۔ شاہ ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور خلافت حاصل کی۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:550)

(311) مولانا محمد سالم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا گھرانا علمی اعتبار سے نہایت زرخیز گھرانا تھا' ان کی اولاد اور احفاد سے متعدد اہل علم پیدا ہوئے جنہوں نے بہترین خدمات انجام دیں۔ تصنیف وتالیف' شروح وحواشی اور درس وتدریس میں ان میں سے بعض حضرات کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ اس خانوادہ عالی قدر کے ایک بزرگ **مولانا محمد سالم** رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو فضیلت **علم** اور **مشیخت میں خاص مقام** رکھتے تھے۔ ان کا مولد ومنشا دہلی ہے' اپنے عصر کے جلیل القدر اساتذہ سے تحصیل علم کی اور پھر حرمین شریفین گئے اور حج و زیارت کا شرف حاصل کیا۔ مولانا سلام اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے لائق فرزند تھے اور اپنے دور کے جید علما میں گردانے جاتے تھے۔ حج بیت اللہ کے بعد واپس وطن تشریف لائے تو ہندوستان کے شہر دہلی اور اس کے قرب وجوار کے علما وفضلا کا مرجع قرار پا گئے۔ متعدد کتابیں تصنیف کیں جن کے نام یہ ہیں:

(1) نور الایمان۔ (2) لطائف الاسرار: یہ کتاب تعویذات اور دم جھاڑے سے متعلق ہے۔ (3) طریق السالم۔ (4) ترجمہ حزب البحر۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:552)

(312) سید محمد ظاہر حسنی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

ہندوستان کے صوبہ یوپی کے مقامات علم وکمال اور ورع وتقویٰ میں رائے بریلی کو ایک عرصہ سے اہمیت حاصل ہے۔ اس میں شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاف میں سے ایک عابد وزاہد بزرگ سید محمد ظاہر حسنی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو سید غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ 1198ھ (1784ء) میں اپنے آبائی وطن رائے بریلی میں پیدا ہوئے۔ عمر کی کچھ منزلیں طے کرنے کے بعد اپنے عم محترم سید قطب الہدیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے جو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ تھے' حصول علم کا آغاز کیا اور طویل مدت تک ان سے مشغول استفادہ رہے۔ سید محمد ظاہر رحمۃ اللہ علیہ بارعب' بلند اخلاق' متواضع' فصیح اللسان' سلیم العقل اور صحیح الفکر اہل علم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حسن صورت' عذوبت زبان اور اخلاق حسنہ کی دولت سے نوازا تھا۔ وعظ وخطابت' درس وتدریس' فتویٰ نویسی اور فصل خصومات ان کا مشغلہ تھا۔ ان کے اوصاف گوناگوں کی بنا پر سب لوگ ان کی عزت کرتے تھے اور وہ سب سے احترام کے ساتھ پیش آتے تھے۔ اپنے شہر اور قرب وجوار میں انہیں قبولیت عامہ حاصل تھی۔ اردو کے شاعر تھے' تصنیف وتالیف کا ملکہ بھی تھا۔ ان کی تصنیفات یہ ہیں:

Marfat.com

خیر المسالک: سلوک وتصوف کے بارے میں۔

رسالہ در بیان وحدت الوجود و وحدت الشہود: اس میں وحدت الوجود کا رد کیا گیا ہے۔

سید محمد ظاہر رحمۃ اللہ علیہ نے 1278ھ (1862ء) میں رائے بریلی میں بعارضہ فالج وفات پائی۔(فقہائے ہند ج:6 ص:557)

(313) حافظ محمد عظیم پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

تیرہویں صدی ہجری کے علمائے پشاور میں حافظ محمد عظیم رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی لائق تذکرہ ہے۔ وہ اپنے عہد اور علاقہ پشاور کے عالم نبیل، فاضل جلیل اور واعظ بے عدیل تھے۔ ظاہری و باطنی کمالات کے جامع اور صاحب کشوف وکرامات تھے' کہا جاتا ہے کہ ابتدائے عمر میں بہت غبی اور کند ذہن تھے' کوئی چیز یاد نہ رہتی تھی اور مکتب سے بھاگ آتے تھے۔ ایک روز حسب معمول مکتب سے بھاگ کر آئے تو والدین کے خوف عتاب سے گھر میں داخل ہونے کی جرات نہ ہوئی۔ رات بھر مکان کی دوار کے بیرونی حصے کے پاس کھڑے روتے رہے۔ منقول ہے کہ اسی حالت میں کھڑے تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت ہوئی اور آپ علیہ السلام نے ان کیلئے دعا کی۔ اس کے بعد ذہن کھل گیا اور تھوڑی ہی مدت میں علوم نقلیہ اور عقلیہ سے فارغ ہوگئے۔

حافظ محمد عظیم پشاوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے فقیہ، عالم اور واعظ تھے۔ عربی، فارسی، پشتو اور پنجابی کے ماہر تھے اور ان تمام زبانوں میں موثر وعظ کہتے تھے۔ جو شخص ان زبانوں میں سے کوئی زبان بولتا اسی زبان میں اس سے بات کرتے اور مسائل سمجھاتے۔

حافظ محمد عظیم پشاوری رحمۃ اللہ علیہ بصارت سے محروم تھے' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو بے پناہ بصیرت سے نوازا تھا اور ان کے فہم و فراست اور علم وعرفان کی وجہ سے لوگ ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ علمائے وقت میں بھی بے حد قدر و منزلت کے مالک تھے۔ پشاور کے اس ممتاز عالم اور فقیہ نے 1275ھ (1859ء) میں وفات پائی اور بے شمار لوگ ان کی نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ جنازے میں اس بے پناہ ہجوم کو دیکھ کر پشاور کے لوگ حیران ہوتے تھے کہ اتنے آدمی کہاں سے آئے اور انہیں حافظ محمد عظیم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا کیسے علم ہوا۔ جنازے میں ہجوم کو قابو میں رکھنے کیلئے پولیس کی اچھی خاصی نفری وہاں موجود تھی۔

(فقہائے ہند ج:6 ص:562)

(314) مولانا محمد علی بھیروی رحمۃ اللہ علیہ

ہندوستان کے صوبہ یوپی کے ضلع اعظم گڑھ میں بہت سے دیہات اور قصبات کو علما وفقہا کے مراکز کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ ان دیہات میں ایک مقام ''بھیرہ'' ہے جو اس نواح میں اچھا خاصا گاؤں تھا۔ بھیرہ میں تیرہویں صدی ہجری میں جو اہل نمایاں ہو کر ابھرے' ان میں ایک بزرگ مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کے والد کا اسم گرامی عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ اور دادا کا ابو الغوث رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ محمد علی بھیروی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے صوفی اور عبادت گزار عالم تھے۔ فضل وصلاح کے اوصاف سے بہرہ مند تھے اور اعمال اعظم گڑھ کے معروف فقہا میں گردانے جاتے تھے۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:562)

Marfat.com

(315) مولانا محمد علی صدر پوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد علی بن رمضان علی صدر پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے صالح و متدین عالم تھے۔ طبیعت موزوں پائی تھی اور اچھے شاعر تھے۔ صدر پور ایک گاؤں ہے جو ملیح آباد سے متصل مضافات لکھنؤ میں واقع ہے' وہیں تیرہویں صدی ہجری کے دوسرے عشرے میں محمد علی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ حصول علم کیلئے لکھنؤ کا عزم کیا اور اس زمانے میں لکھنؤ میں مرزا حسن علی شافعی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ درس جاری تھا' محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے اور دیگر اساتذہ عصر کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ مرزا حسن علی رحمۃ اللہ علیہ سے کتب حدیث و تفسیر سماعۃً و قراءۃً پڑھیں اور مولانا بشارت اللہ بہرائچی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے۔

مولانا محمد علی صدر پوری رحمۃ اللہ علیہ متقی اور پرہیزگار عالم تھے' علوم فقہ' میں مہارت رکھتے تھے۔ **اشاعت سنت اور رد بدعت میں ہمیشہ کوشاں رہے۔** اس نامور عالم دین نے کئی کتابیں تصنیف کیں' جن کے نام یہ ہیں:

آثار محشر: یہ کتاب منظوم ہے اور آثار و احوال قیامت سے متعلق ہے۔

وقائع احمدی: سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و سوانح پر مشتمل ہے۔

مصدر الفیوض۔ مفتاح المخازن۔ مثنوی تحفۃ الاخیار۔ مثنوی تحفۃ الاصحاب۔ قصائد در حمد و نعت۔

مثنوی عبرت افزا: یہ ایک دین دار اور نیک بخت بیوی کا قصہ ہے۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:563)

(316) مولانا محمد نعیم کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

تیرہویں صدی ہجری اور انیسویں صدی عیسوی میں اس نواح میں جن حضرات نے فیض رسانی کی مسندیں آراستہ کیں' ان میں مولانا محمد نعیم کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی کشمیر کی تاریخ میں محفوظ ہے۔ والد کا نام نامی محمد مقیم رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ مولانا محمد نعیم رحمۃ اللہ علیہ کا مولد و منشا کشمیر ہے۔ ان کے چچا مولانا محمد اکبر کشمیری رحمۃ اللہ علیہ تھے جو بمبئی چلے گئے تھے اور جن کا حلقہ تلامذہ بہت وسیع تھا۔ ان کی وفات 1272ھ (1856ء) کو بمبئی میں ہوئی اور وہیں ان کا مدفن ہے۔ مولانا محمد نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے انہی سے استفادہ کیا اور مرتبہ بلند کو پہنچے۔ ایک بزرگ شیخ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت و رفاقت اختیار کی اور ان سے اخذ طریقت کیا۔ علوم متداولہ کی تحصیل کی اور تصوف و طریقت کے حصول کے بعد مولانا محمد نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عم محترم مولانا محمد اکبر کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی مسند سنبھالی اور درس و تدریس اور فتویٰ نویسی میں نامور ہوئے۔ مولانا محمد کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے 27 رمضان المبارک 1247ھ (29 فروری 1832ء) کو انتقال کیا۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:595)

(317) مولانا محمد یعقوب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد یعقوب فاروقی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جید عالم' معروف شیخ' ممتاز محدث اور فقیہ تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث

Marfat.com

دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے' مولانا محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے اور شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ 2 ذی الحجہ 1200ھ (6 اکتوبر 1786ء) کو دہلی میں پیدا ہوئے اور اپنے جلیل القدر نانا شاہ عبدالعزیز دہلوی کی گود شفقت میں تربیت پائی۔ تفسیر جلالین اور علم نحو کی کتاب شرح جامی کے کچھ حصے ان سے پڑھے۔ باقی کتب درسیہ شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ سند علم وطریقت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئی۔ ایک عرصہ تک دہلی میں درس وافادے کا سلسلہ جاری رکھا اور علما وطلبا کی ایک بڑی جماعت نے ان سے استفادہ کیا جن میں نواب محمد صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔

قارئین! یہ وہی شاہ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کا تذکرہ حضرت مولانا نواب محمد صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روحانی عملیات پر مبنی تصنیف ''الداء والدواء'' المعروف بہ کتاب التعویذات میں کیا ہوا ہے اور لکھا ہے کہ **مجھے ان تمام عملیات کی اجازت شاہ محمد یعقوب مہاجر مکہ رحمہ اللہ سے حاصل ہے، جو شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کے نواسے ہیں۔**

(بحوالہ کتاب التعویذات؛ص،۲)

1258ھ (1843ء) میں اپنے برادر کبیر حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دہلی سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ چلے گئے تھے اور وہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔ یہ حضرات علم وکمال کے اعتبار سے ارض ہند کی شمع فروزاں تھے۔ ان کا وجود باعث برکت اور موجب رحمت تھا' ان سے ایک دنیا نے علمی اور روحانی فیوض حاصل کئے اور مرتبہ عالی پایا۔ ان کی فیض رسانیاں صرف برصغیر تک محدود نہ تھیں' پورا عالم اسلام ان کے افضل وکمال کی فراوانیوں سے سعادت اندوز ہوا۔ آج بالخصوص برصغیر کے مختلف مقامات میں جو قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دلنواز صدائیں بلند ہو رہی ہیں' وہ انہی پاک باز حضرات کی سعی مسلسل کا نتیجہ ہے۔ ان کی تعلیم وتربیت کے دائرے بہت وسیع تھے اس عالم خاکی کی فضاؤں میں ان کے خلوص وللّٰہیت کے جھنڈے ہمیشہ لہراتے رہیں گے اور مخلوق خدا کے علم وادراک میں ہر لحظہ اضافہ ہوتا رہے گا۔ اس عالم کبیر' محدث جلیل اور فقیہ نامدار نے جو مولانا محمد یعقوب فاروقی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے موسوم تھے' جمعہ کے روز 27 ذیقعدہ 1282ھ (13 اپریل 1866ء) کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:596)

(318) مولانا محمود جون پوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمود رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت وتربیت جون پور میں ہوئی۔ ان کے والد گرامی مولانا کرامت علی جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اکابر فقہائے ہند میں ہوتا تھا' ان کی وفات 3 ربیع الثانی 1290ھ (31 مئی 1873ء) کو بنگال کے شہر رنگ پور میں ہوئی۔ لائق بیٹے نے بہت سی درسی کتابیں باپ سے پڑھیں' ان کے بھائی احمد بھی جلیل القدر علماء کے زمرے میں گردانے جاتے تھے' کچھ کتابوں کی تکمیل ان سے کی۔ پھر عازم لکھنؤ ہوئے' وہاں مفتی یوسف انصاری لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ درس جاری تھا اور وہ اپنے عہد اور علاقے کے کبار اساتذہ میں سے تھے۔ مولانا محمود جون پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے اکتساب علم کیا' ایک بزرگ شیخ عبداللہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ تھے' ان سے فنون ریاضی کی تعلیم حاصل کی۔ تصوف وسلوک سے بھی لگاؤ تھا' اس کیلئے اپنے والد محترم مولانا

Marfat.com

کرامت علی رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ رہے۔ علوم رسمیہ اور فنون متداولہ سے فارغ ہونے کے بعد مولانا محمود جون پوری رحمۃ اللہ علیہ نے خود تدریس وتذکیر کا سلسلہ شروع کیا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو فیض یاب کرنے کی طرح ڈالی۔ بہت اچھے واعظ تھے اور نماز جمعہ کے بعد بالالتزام جامع مسجد میں وعظ کہتے تھے' جس میں جون پور شہر اور قرب وجوار کے لوگ شریک ہوتے تھے۔ باہمت اور مستقل مزاج عالم دین تھے۔ ابتدائے قرآن سے وعظ شروع کیا تھا جو طویل عرصہ تک چلا۔ مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے فقیہ تھے اور علوم میں درک رکھتے تھے' زاہد وعابد بھی تھے' 1296ھ (1879ء) کی کوئی تاریخ تھی کہ اچانک نماز عشاء کے بعد روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:599)

(319) مولانا محی الدین عثمانی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

علمائے بدایوں میں مولانا محی الدین عثمانی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ حلقہ اہل علم میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ والد کا نام عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اور دادا کا فضل رسول رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ مشاہیر فقہائے احناف میں سے تھے' 1243ھ (1828ء) کو بدایوں میں پیدا ہوئے۔ خاندان کے سب افراد پڑھے لکھے تھے' مولانا محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے عمر کی کچھ منزلیں طے کیں تو والد کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور کتب درسیہ کی تکمیل کی' اخذ طریقت بھی انہی سے کیا۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:601)

(320) شاہ مخصوص اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

خاندان ولی اللہی کے ممتاز رکن شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑپوتے' شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے شاہ مخصوص اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بہت سی خصوصیات کے حامل تھے۔ تدین وتقویٰ' رشد وصلاح' زہد وعبادت اور فقاہت وفراست میں درجہ کمال پر فائز تھے۔ ان کے تلامذہ کی وسعت پذیر فہرست میں حضرت شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی شامل ہے۔

جدل ونزاع سے ہمیشہ کنارہ کش رہے۔ کبھی کوئی ایسی بات نہ کی جو دوسرے کیلئے تکلیف واذیت کا باعث ہو۔ تدریس وتعلیم اور تبلیغ واشاعت کا وہی انداز اختیار کئے رکھا جو آباء واجداد کا تھا۔ دہلی میں جب وہابیت اور اصحاب مقابر کے درمیان نزاع پیدا ہوا اور فریقین کے اسلوب کلام میں شدت آئی تو شاہ صاحب ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نے خاموشی کو ترجیح دی اور اپنی توجہ صرف درس و تدریس تک محدود رکھی۔ **آخر عمر میں سلسلہ درس وتدریس سے بھی کنارہ کش ہو گئے تھے اور گوشہ نشینی اختیار کر کے وظائف واوراد میں مصروفیت اختیار کر لی۔** ان کی زندگی نمونہ اسلاف تھی' تمام علوم متداولہ پر یکساں عبور تھا۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:602)

(321) سید مرتضیٰ حسینی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

سید مرتضیٰ حسینی رحمۃ اللہ علیہ کی نشوونما لکھنؤ شہر میں ہوئی اور اپنے چچا سید مخدوم حسینی رحمۃ اللہ علیہ سے جو اس دور کے ممتاز عالم اور مدرس

Marfat.com

تھے، حصول علم کا آغاز کیا۔ حدیث اور فقہ کی کتابیں انہی کے حلقہ درس میں پڑھیں۔ پھر منطق اور فلسفے کی طرف متوجہ ہوئے تو اس کیلئے مولانا محمد مبین انصاری لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کیا اور انکی خدمت میں رہ کر ان علوم کی تکمیل کی۔ پھر سفر حیات نے ایک اور موڑ کاٹا اور غازی الدین حیدر کے ایام حکومت میں امیر المجاہدین سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ قائم ہوا۔ ان کے تدین و تقویٰ سے متاثر ہو کر ان کے حلقہ بیعت میں داخل ہو گئے۔ نصیر الدین حیدر کے زمانے میں منصب افتاء سے استعفیٰ دے دیا تھا اور تمام علائق سے منقطع ہو کر یاد خدا تعالیٰ کو ہمہ وقتی معمول ٹھہرالیا تھا۔ (فقہائے ہند، ج:6 ص:603)

(322) سید مرتضیٰ بلگرامی زبیدی رحمۃ اللہ علیہ

سید مرتضیٰ بلگرامی زبیدی رحمۃ اللہ علیہ جب درس کیلئے کسی کی قیام گاہ پر تشریف لے جاتے تو اونچے ذہن و فکر کے کچھ طلبا اور مقری اور کاتب ان کے ساتھ ہوتے۔ درس کے وقت ان کے سامنے عنبر، عود اور لوبان جلایا جاتا اور تمام صحن یا کمرہ درس خوشبو سے معطر ہو جاتا۔ درس کے اختتام پر سید مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ اپنے خاص انداز سے درود شریف پڑھتے اور پھر تمام شرکائے درس کے نام لکھ لیے جاتے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں اور بچیوں کے نام بھی ضبط تحریر لائے جاتے۔ دن اور تاریخ بھی لکھی جاتی اور آخر میں سید مرتضیٰ ناموں کی فہرست کے نیچے اپنے دستخط ثبت فرماتے۔ یہ ان کا معمول تھا۔ عرب کے مغربی ممالک کے لوگ تو ان سے انتہائی متاثر تھے اور کہا کرتے تھے کہ جو شخص حج کرنے گیا اور مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے محروم رہا تو گویا اس کا حج ادھورا رہا۔ ایام حج میں ان کی قیام گاہ پر لوگوں کا ہمیشہ ایک ہجوم رہتا اور ہر شخص کے ہاتھ میں سید مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک خط ہوتا جس شخص کو سید ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اس کے خط کا تحریر جواب مل جاتا وہ اس کو نہایت متبرک سمجھتا اور بحفاظت اپنے پاس رکھتا اور اسے اپنے سفر حج کی نشانی قرار دیتا، وہ یہ بھی یقین رکھتا کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ (فقہائے ہند، ج:6 ص:608)

(323) قاضی مصطفیٰ فاروقی گوپاموی رحمۃ اللہ علیہ

شہر گوپامؤ (یوپی) کے علماء و مشائخ اور فقہاء و اصولیین میں ایک بزرگ قاضی مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ تھے، جن کے والد کا نام خیر الدین رحمۃ اللہ علیہ اور دادا کا نام خیر اللہ رحمۃ اللہ علیہ تھا، نسلاً فاروقی تھے۔ قاضی مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا مولد و منشا گوپامؤ ہے جو ہندوستان کے صوبہ یوپی کا ایک شہر ہے۔ اس شہر کی خاک سے متعدد علماء و فقہاء نے جنم لیا اور حلقہ علم و فضل میں مشہور ہوئے۔ قاضی ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کچھ بڑے ہوئے تو مولانا محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد اکرام رحمۃ اللہ علیہ سے حصول علم کا آغاز کیا اور پھر انہی سے تکمیل علوم کی۔ یہ دونوں بزرگ قاضی عبدالغنی فاروقی گوپاموی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔

اس زمانے میں علوم ظاہری سے فراغت کے بعد علم باطنی کی تحصیل لازمی سمجھی جاتی تھی۔ قاضی مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علم طریقت و تصوف کے حصول کی طرف عنان توجہ مبذول کی اور اس کیلئے وہ اس دور کے ایک بزرگ شیخ قدرت علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے اور ان سے خرقہ طریقت حاصل کیا۔ (فقہائے ہند، ج:6 ص:615)

Marfat.com

(324) مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت اور نشوونما کاندھلہ میں ہوئی۔ کچھ بڑے ہوئے تو مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شمولیت کی اور ایک مدت تک ان سے منسلک رہے۔ مولانا مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہ نے امیر المجاہدین سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا شرف بھی حاصل کیا اور ان سے مستفیض ہوئے۔ مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نے سنت مطہرہ کی حمایت اور بدعت کی تردید کیلئے زندگی وقف کر دی تھی۔ ان کے زمانے میں کسی عورت کا شوہر ہو جاتا تو دوسری جگہ اس کا نکاح نہیں کیا جاتا تھا اور وہ تمام عمر گھر میں بیٹھی رہتی اور اسی طرح زندگی گزار دیتی۔ یہ ہندووانہ رسم تھی جو ہندوستان کے مسلمانوں میں رواج پذیر ہو گئی تھی۔ مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اس غلط غیر شرعی رسم کو ختم کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ ان کے رفقائے عالی مقام نے بھی اس کے خلاف جدوجہد کی۔ مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس رسم کی شدید مخالفت کی اور بہت سی بیوہ عورتوں کے نکاح ثانی کا اہتمام کیا۔

مکہ مکرمہ پہنچے تو ان کے استاد مکرم مولانا شاہ محمد یعقوب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا۔ ان کی نماز جنازہ پڑھی اور تجہیز و تکفین کی‘ اس کے بعد حج کیا اور مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے لیکن راستے ہی میں بیمار پڑ گئے۔ حالت مرض میں مدینہ منورہ پہنچے تو اللہ تعالیٰ کی آغوش رحمت میں چلے گئے۔ یہ جمعرات کی شب 10 محرم الحرام 1283ھ (25 مئی 1867ء) کا واقعہ ہے۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:617)

(325) مولانا معین الدین انصاری سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ

تیرہویں صدی ہجری میں اس خاندان کے ایک بزرگ مولانا معین الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں جنہیں تفسیر و حدیث‘ فقہ و اصول اور دیگر علوم مروجہ میں درک حاصل تھا۔ وعظ و تذکیر‘ تبلیغ دین‘ اشاعت سنت اور ترویج اسلام میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ بدعات اور غیر شرعی رسوم و رواج سے انہیں شدید نفرت تھی اور اس کا برسرعام رد کرتے تھے۔ کلمہ حق کہنے میں بے باک تھے اور اس سلسلے میں کسی بڑے چھوٹے کی پروا نہ کرتے۔ جس بات کو کتاب و سنت کی روشنی میں صحیح سمجھتے اس کا برملا اظہار کرتے اور جو غلط ہوتی‘ اس کی سب کے سامنے نکیر فرماتے۔

بے نماز لوگوں پر مولانا کی دہشت

اشاعت دین کے اس انداز سے متعلق لوگوں کے دلوں پر ان کا رعب طاری ہو گیا تھا اور سخت سے سخت لوگ بھی ان سے خوف کھاتے تھے۔ جدھر کو نکل جاتے بے عمل اور بے نماز لوگوں پر دہشت طاری ہو جاتی۔ ایک مرتبہ شہر کے ایک محلے سے گزر رہے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ قریب کی مسجد میں جانے لگے تو دیکھا کہ وہاں تحصیل دار کا دفتر ہے اور مسجد سے ملحق ہے اور اذان کی آواز وہاں پہنچ رہی ہے لیکن نماز کیلئے نہ تحصیل دار اٹھا اور نہ اس کے ماتحت مسلمان عملے کے کسی شخص میں کوئی حرکت پیدا ہوئی۔ تحصیلدار ویسے ہی ایک بااختیار اور بڑا افسر ہوتا ہے مگر وہ تحصیل دار بہت سخت مزاج اور مغرور بھی تھا‘ مولانا معین الدین

Marfat.com

انصاری رحمۃ اللہ علیہ تحصیلدار کے دفتر جا پہنچے اور السلام علیکم کے بعد اس سے مخاطب ہو کر کہا: آپ مسلمان ہیں؟ بولا: ہاں! مسلمان ہوں۔ فرمایا: مسلمان ہو تو چلو مسجد میں جا کر نماز پڑھو اور اپنے ماتحت مسلمان عملے کو بھی مسجد میں لے کر جاؤ۔ وہ اس قسم کے اسلوب کلام کو سننے کا عادی نہ تھا۔ انتہائی غصے سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا لیکن وہ اپنی بات پر اڑے رہے اور مسجد میں جانے اور نماز باجماعت پڑھنے پر اصرار برابر جاری رہا۔ نماز کے فضائل بھی بیان کئے اور نہ پڑھنے کی وعید بھی سنائی۔ بالآخر آگے بڑھے اور اسے کھینچ کر کرسی سے نیچے اتار لیا۔ تمام عملہ خاموش بیٹھا دیکھتا اور سنتا رہا' پھر اس کا بازو پکڑ کر مسجد میں لے آئے' دوسرے لوگوں کو بھی مسجد میں جانے کا حکم دیا۔ نماز ہو چکی تو نماز کی فضیلت' ارکان اسلام کی اہمیت اور دیگر امور شرعیہ سے متعلق نہایت مدلل اور موثر تقریر کی اور اس درجے نرمی اور پیار سے احکام دین بیان کئے کہ حاضرین کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس کے بعد وہ تحصیلدار بھی پکا نمازی ہو گیا اور باجماعت نماز ادا کرنے لگا اور اس کے ماتحت کام کرنے والے مسلمان بھی نماز باجماعت کے پابند ہو گئے۔

داعی حق کے جنازے پر جم غفیر

آخر عمر میں زیادہ تر ضلع بلند شہر کے ایک قصبے ''ڈبائی'' میں قیام کرنے لگے تھے۔ ان کا مقصد وہاں کے لوگوں کی اصلاح و تعلیم اور ان کو مسائل دین سے آگاہ کرنا تھا۔ وہیں کے ایک شقی القلب نے ان کے کھانے میں زہر ملا دیا۔ اس کے اثر سے نماز فجر کے بعد اور طلوع آفتاب سے قبل ان کا انتقال ہو گیا۔ ڈبائی میں ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی تو منقول ہے کہ اس قصبے کی کل آبادی سے تین گناہ زیادہ لوگ شریک جنازہ تھے اور سب حیران تھے کہ انسانوں کا یہ انبوہ کثیر کہاں سے آیا اور اتنی جلدی ان کی موت کی اطلاع انہیں کیسے ہوئی۔ اس کے بعد میت کو سہسوان لایا گیا اور وہاں جنازہ پڑھا گیا تو اس میں بھی حاضرین کی کثرت کا یہی حال تھا۔

مولانا سید عبدالباقی سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ **جس رات مولانا کی وفات ہوئی اسی رات میرے والد مکرم مولانا سید سراج احمد رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں۔** صبح کو یہ خواب مولانا بزرگ علی ماہروی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کسی عالم دین اور داعی حق کا انتقال ہو گیا ہے۔ چنانچہ اسی دن شام کو مولانا معین الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی میت سہسوان آ گئی اور اسے سہسوان کی خاک میں دفن کر دیا گیا۔ (فقہائے ہند ج:6 ص:621۔623)

(326) شاہ غلام قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ

شاہ غلام قطب الدین الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا شاہ محمد فاخر الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے اور مولانا شاہ خوب اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے۔ یکم محرم الحرام 1138ھ (29 اگست 1725ء) کو پیدا ہوئے۔ علوم ظاہری کی تعلیم مولانا برکت اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ اپنے والد مکرم مولانا محمد فاخر رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ حج بیت اللہ کیلئے گئے تھے کہ عمرہ کر کے مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔ جب مقام تنعیم پر پہنچے تو ذیقعدہ کی آخری تاریخ 1187ھ (11 فروری 1774ء) کو وفات پا گئے۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک کے داہنی جانب مدفن ہوئے۔ شیخ طریقت حضرت کلید عرفان سید نا شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اہلیہ کا انتقال ایک ہی روز اور ایک ہی وقت ہوا۔ مولانا نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فاسکن انت وزوجک الجنۃ

Marfat.com

ابداً'' سے سال وفات 1196ھ نکالا۔ شاہ باسط علی قلندر الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ اوران کی اہلیہ کے مرقد پر یہی تاریخ لکھی ہوئی ہے۔ (فقہائے ہند'ج:6ص:646)

(327) مولانا نصر اللہ مارہروی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا نصر اللہ بن ہدایت اللہ بن محمد مارہروی رحمۃ اللہ علیہ فقہ واصول اور علوم عربیہ کے ماہرین میں سے تھے۔ تیرہویں صدی ہجری کے فاضل بزرگ تھے۔ نصر اللہ کی جائے ولادت ''مارہرہ'' (صوبہ یوپی) ہے۔ وہیں تربیت کی منزلیں طے کیں' کچھ بڑے ہوئے تو مولوی محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی محمد نجابت مشرقی رحمۃ اللہ علیہ سے حصول علم کا آغاز کیا اور درسیات کی تکمیل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد سید آل محمد حسینی مارہروی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا۔ سید ممدوح رحمۃ اللہ علیہ 17 ربیع الاول 1235ھ (3 جنوری 1820ء) کو فوت ہوئے۔ انکی وفات کے بعد ان کے بیٹے سید حمزہ رحمۃ اللہ علیہ نے باپ کی جگہ تصوف وطریقت کی مسند سنبھالی' یہ بھی تدین وتقویٰ میں شہرت رکھتے تھے۔ مارہرہ اور اس کے قرب وجوار میں باپ بیٹا دونوں کو عزت واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ (فقہائے ہند'ج:6ص:649)

(328) مولانا نصر اللہ خورجوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا نصر اللہ خاں بن محمد عمر خویشگی خورجوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے عالم کبیر تھے۔ افاغنہ کے مشہور قبیلے خویشگی سے تعلق رکھتے تھے۔ 1226ھ (1811ء) کو خورجہ (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ مولانا احمد علی عباسی رحمۃ اللہ علیہ چریاکوٹی اور دیگر علمائے عصر سے حصول علم کیا۔ حکیم منصور علی نجیب آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے علم طب پڑھا اور شیخ عبدالعلیم لوہاروی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا۔

مولانا نصر اللہ خاں خورجوی مروجہ علوم وفنون میں ماہر تھے اور سرکاری ذمہ داریوں کے باوجود درس وافادہ میں دلچسپی رکھتے تھے۔ ان سے علما وطلبا کی کثیر تعداد نے استفادہ کیا۔ (فقہائے ہند'ج:6ص:650)

(329) سید نصیر الدین حسینی برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ

ہندوستان کا شہر برہان پور کسی زمانے میں علم کا گہوارہ اور علما کا مرکز تھا۔ ان کے تراجم فقہائے ہند کی مختلف جلدوں میں متعدد مقامات پر بیان ہو چکے ہیں۔ تیرہویں صدی ہجری کے برہان پوری علما وفقہا میں ایک بزرگ سید نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں جن کا لقب عبید اللہ تھا۔ یہ سید جلال الدین حسینی برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے تھے جو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور اپنے علاقے کے علمائے اکابر میں گردانے جاتے تھے۔ زاہد وعارف شخص تھے اور ''اللہ والے صاحب'' کے عرف سے معروف تھے۔ (فقہائے ہند'ج:6ص:651)

Marfat.com

(330) مفتی نظر محمد سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ

سید مفتی نظر محمد حسینی مودودی سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ علم وفضل اور مشیخت وصالحیت میں عالی مرتبت لوگوں میں سے تھے' مولانا سید مفتی محمد ہاشم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور مفتی محمد عاقل حسینی سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے۔ ولایت ومعرفت اور شریعت وطریقت کے رموز سے آگاہ تھے اور اس میں خاص شہرت رکھتے تھے۔

اس دوران میں ان کی زندگی ایک عجیب انقلاب سے دوچار ہوئی اور وہ ذکر وفکر اور مجاہدہ وریاضت میں مشغول ہو گئے۔ ایک دور ایسا آیا کہ آبادی سے نکل کر صحرا میں ڈیرہ لگا لیا۔ کافی مدت بعد گھر آئے اور تجرد کی زندگی اختیار کر لی۔ ہر وقت مشغول عبادت رہتے' کسی سے کوئی رابطہ نہ تھا' کچھ طبیعت سنبھلی تو دور ونزدیک سے بے شمار لوگ حصول فیض کیلئے حاضر ہونے لگے۔ فقراو مساکین اور مہمانوں کا ہر آن جھمگٹا رہتا۔ تمام جائیداد غرباء ومساکین اور یتامی ومساکین میں بانٹ دی۔ اعزہ واقارب کو بھی بہت کچھ عنایت کیا۔ وہ مغل بادشاہ محمد شاہ کا زمانہ تھا اور یہ بادشاہ علما وفقہا اور مشائخ وصلحا کا عقیدت مند تھا۔ اس کو مفتی نظر محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کیفیت کا پتا چلا تو اس نے چار زرخیز گاؤں بطور جاگیر عنایت کئے۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:671)

(331) مولانا نقی علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا نقی علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تیرہویں صدی ہجری میں اپنے نواح کے معروف عالم اور فقیہ تھے۔ پٹھان برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ کتب درسیہ اپنے والد ماجد مولانا رضا علی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ سید آل رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقت کیا اور 1294ھ (1877ء) کو ان سے سند حدیث لئے 1295ھ (1878ء) میں حج بیت اللہ کیا اور مکہ مکرمہ میں شیخ احمد زین دحلان رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کی سند لی۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص ٦٧٥)

(332) مولانا نور محمد سوتری رحمۃ اللہ علیہ

وہ پنجابی کے بہت اچھے شاہر اور معروف ترین مبلغ تھے۔ اسی زبان کو انہوں نے وعظ وارشاد اور اظہار خیال کا ذریعہ بنایا۔ وہ توحید الٰہی کی نشر واشاعت میں بالخصوص بہت سخت تھے اور اس میں کسی کی پروا نہ کرتے۔ اس کی دو وجہیں معلوم ہوتی ہیں: ایک اساتذہ کا اثر اور دوسرے اپنے علاقے کا ماحول۔ ان کا زیادہ وقت تبلیغ واشاعت میں گزرتا اور عام طور پر سفر میں رہتے۔ نہایت متوکل علی اللہ تھے اور رضائے الٰہی ان کا شیوہ تھا۔ اس ضمن میں یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ کافی عرصہ کے بعد گھر لوٹے تو بیوی نے شکایت کی کہ گھر میں کھانے پکانے کیلئے کچھ نہ تھا' اگر بھینس نہ ہوتی تو ہم بھوک سے مرجاتے۔ آپ کی

> **شخصیت پرست کون؟**
>
> امام ابن قیم الجوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتابوں میں بار بار قرآن وحدیث کے ساتھ اپنے استاد امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ کیا انہوں نے کلمہ استاد کا پڑھا تھا؟ یا وہ بھی شخصیت پرست تھے؟

Marfat.com

غیر حاضری میں بھینس کے دودھ اور گھی کی فروخت سے گزر بسر ہوتی رہی۔ بیوی کے یہ الفاظ سنتے ہی چھرا پکڑا اور بھینس ذبح کر ڈالی۔ فرمایا دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے، تم نے بھینس پر بھروسہ کیا' لو آج میں نے اسے ختم کردیا۔

حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ حصار کا نواب ان کے پاس آیا اور کہا: آپ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کو کافر قرار دیتے اور سخت زبان استعمال کرتے ہیں؟ فرمایا: جو شخص مسلمان کہلاتا ہے اور شریعت کی مقرر کی ہوئی حدود سے تجاوز کرتا ہے وہ مسلمان نہیں ہوسکتا۔ نواب نے پوچھا: ایسا کون شخص ہے؟ فرمایا: تم۔ بولا: کیسے؟ فرمایا: شریعت اسلامی نے بیک وقت چار سے زیادہ بیویوں کی اجازت نہیں دی لیکن تمہاری چار سے زیادہ ہیں۔ نواب خاموش ہوگیا۔ واپس آکر درباری علماء سے پوچھا تو انہوں نے مولانا نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق کی اور کہا ہم نے آپ کے ڈر سے آپ کو صحیح مسئلہ نہیں بتایا۔ نواب نے اسی وقت چار بیویوں کے علاوہ باقی سب کو کچھ روپے دے کر آزاد کردیا۔ یہ انکی حق گوئی اور زبان کی اثر آفرینی کی ایک مثال ہے۔

مولانا نور محمد رحمۃ اللہ علیہ نہایت متقی اور پرہیزگار تھے' کلمہ حق بلند کرنا ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ہر مسئلہ کتاب وسنت کی روشنی میں بیان کرتے اور اس ضمن میں کسی بڑے سے بڑے شخص کو کوئی اہمیت نہ دیتے۔ ان کی ایک عادت یہ تھی کہ کیڑے مکوڑوں کو خوراک مہیا کرتے اور غرباء و مساکین کی جہاں تک ممکن ہوتا، امداد فرماتے۔ مولانا نور محمد سوتری رحمۃ اللہ علیہ کی موت اس طرح واقع ہوئی کہ عصر کی نماز پڑھ کر گھر آئے اور وفات پاگئے۔ اس وقت ان کی عمر 80 برس کی تھی۔ (فقہائے ہند'ج:6 ص:676-677)

(333) مولانا ولایت علی عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ

سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات

ان کے دور طالب علمی میں امیر المجاہدین سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھنؤ گئے تو ان سے پہلی ملاقات وہیں ہوئی اور گفتگو کا سلسلہ چلا تو فوراً انکے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے۔ **چند روز میں ظاہر و باطن کی کیفیت بدل گئی اور اسی قالب میں ڈھل گئے جس میں سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین و معتقدین ڈھلے ہوئے تھے۔** سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہم رکاب ہوکر رائے بریلی کا قصد کیا اور مولانا شاہ اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ربط وضبط پیدا ہوا۔ ان سے بعض درسی کتابیں بھی پڑھنا شروع کیں' عبادت الٰہی اور تعلیم کے بعد جو وقت بچتا وہ ساتھیوں کی خدمت گزاری میں بسر ہونے لگا اور رئیسانہ انداز حیات کو ترک کرکے درویشانہ اور فقیرانہ زندگی اختیار کرلی۔ یہاں تک کہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کرلانے اور اپنے ہاتھ سے کھانا پکانے لگے۔ کسی چھوٹے سے چھوٹے کام میں کوئی عار محسوس نہ کرتے۔

ایک عجیب وغریب واقعہ

تذکرہ صادقہ میں جس کا ایک نام ''الدر المنثور'' ہے اس سلسلے کا یہ عجیب وغریب واقعہ مرقوم ہے کہ جب مولانا ولایت علی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد مولانا فتح علی کو پتا چلا کہ ان کا بیٹا سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رائے بریلی چلا گیا ہے تو اس کیلئے ایک ملازم کے ہاتھ چار سو روپے اور کچھ کپڑے بھیجے۔ اس زمانے میں سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہمانوں کیلئے ایک مہمان خانہ تعمیر کررہے تھے۔ تمام عقیدت مند اور خود سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہمان خانے کی تعمیر میں مصروف تھے اور مختلف کام کررہے تھے۔ مولانا ولایت علی

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ ان بزرگوں میں شامل تھے جن کے ذمہ گارا تیار کرنا تھا' ملازم رائے بریلی پہنچا اور سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں گیا تو مولانا ولایت علی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک موٹا سا کالے رنگ کا تہہ بند پہن رکھا تھا اور تمام جسم گارے میں لتھڑا ہوا تھا' ملازم نے خود انہی سے پوچھا کہ ''مولانا ولایت علی رحمۃ اللہ علیہ کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا میں ہی ولایت علی ہوں'' وہ انہیں پہچان نہ سکا بلکہ اظہار خفگی کیا کہ ایک پردیسی کے ساتھ مذاق کر رہے ہو۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس سے باتیں کر رہے ہیں اور اسے یقین دلا رہے ہیں کہ میں ہی ولایت علی ہوں لیکن وہ نہیں مانا۔ بالآخر انہوں نے کہا کہ اگر میری بات تمہیں صحیح معلوم نہیں ہوتی تو کسی اور سے پوچھ لو کہ میں کون ہوں۔ جب لوگوں نے یقین دلایا کہ عظیم آباد کا رئیس زادہ یہی ہے تو ملازم نادم بھی ہوا اور سخت حیران بھی۔۔۔۔اس نے مولانا کو گلے لگا لیا۔ معافی مانگی اور ان کی حالت دیکھ کر رونے لگا۔ باپ کے بھیجے ہوئے روپے اور کپڑے ان کی خدمت میں پیش کئے تو انہوں نے پکڑ کر اسی طرح دونوں چیزیں سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:680۔681)

تبلیغ دین اور وعظ وارشاد

کچھ عرصہ رائے بریلی گزارنے کے بعد مولانا ولایت علی رحمۃ اللہ علیہ وطن گئے تو اپنے آپ کو تبلیغ دین اور وعظ وارشاد کیلئے وقف کر دیا۔ **ان کی شب وروز کی کوششوں سے ان کے خاندان کے تمام افراد اور اعزہ و اقربا سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ بیعت و ارادت میں داخل ہو گئے۔** غرض ان کے متعلقین میں سے تمام لوگ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہو گئے اور ان کی عقیدت و ارادت کا حلقہ اپنی گردن میں ڈال لیا۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:681)

خدماتِ دینی کی وسعت

اشاعت دین میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ان تھک کوشش غرب وشرق' شمال وجنوب' کل کو محیط تھی۔ مجمعوں اور میلوں (مثلاً بہار کا چراغاں) میں بھی بغرض تبلیغ پہنچتے اور نور بافوں کو کرگاہ میں جا کر اور کسانوں کو ان کے کھیتوں میں پہنچ کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کی ترغیب دیتے اور ان کے بدزبانی اور غیظ وغضب کو شربت کی طرح نوش کر جاتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دوروں میں قریہ قریہ فروکش ہوتے جاتے اور اللہ تعالیٰ کی باتیں پہنچاتے جاتے' اسی لئے اپنی قیام گاہ تک پہنچنے میں مہینوں اور برسوں کی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیر لگتی۔ (فقہائے ہند' ج:6 ص:682)

ہزاروں مرد عورتوں کی وعظ میں شرکت

یہ بھی منقول ہے کہ جب وطن میں اقامت گزیں ہوتے تو ہر منگل کے دن نماز مغرب کے بعد اپنے گھر میں وعظ کہتے۔ ایک جانب پانچ چھ سو عورتیں جمع ہوتیں' دوسری جانب پانچ چھ ہزار مرد۔ وعظ میں بہت تاثیر تھی' جو سنتا اس کی قلبی حالت بدل جاتی۔

وعظ کی سحر انگیزی

ان کا وعظ نہایت موثر اور پرتاثیر ہوتا تھا۔ جو بات کہتے دل کی گہرائیوں میں اترتی جاتی۔ ان کے مواعظ حسنہ سے بے شمار لوگوں نے بدعات ومحدثات سے توبہ کی اور کتاب وسنت پر عامل ہوئے۔ اس عالم باعمل کے مواعظ کی اثر آفرینی کے بارے

Marfat.com

میں سید نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: مولوی ولایت علی رحمۃ اللہ علیہ قنوج میں تشریف لائے' میرے مکان پر آئے' اپنے اہل بیت کو واسطے ملاقات والدہ مرحومہ کے بھیجا۔ جامع مسجد قنوج میں چند جمعہ تک وعظ کہا۔ مجھ سے کہہ گئے کہ تم کتاب ''بلوغ المرام'' ضرور پڑھنا۔ میں اس وقت بارہ تیرہ برس کا ہوں گا۔۔۔ جو اثر سریع میں نے وعظ مولوی ولایت علی رحمۃ اللہ علیہ میں پایا' کسی کے وعظ میں دیکھا نہ سنا۔ **ان کے پاس بیٹھنے سے دل دنیا سے بالکل سرد ہو جاتا تھا اور دین کا جوش تہہ دل سے اٹھتا تھا۔** (فقہائے ہند'ج:6ص:683)

چھوٹے بھائی کی بیعت

مولانا ولایت علی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی مولانا ولایت علی رحمۃ اللہ علیہ تھے' وہ بھی سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ وعظ و تبلیغ اور اشاعت دین کے بارے میں ان کا کردار بھی بہت اونچا تھا۔ وہ بھی علاقہ سرحد میں سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جہاد کیلئے گئے تھے' انہیں بھی سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بنگال میں دعوت کیلئے مامور کر دیا تھا۔

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد بھی انہوں نے یہ سلسلہ جاری رکھا۔ پھر وہ اپنے بڑے بھائی مولانا ولایت علی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایات کے مطابق یہ خدمت دینی سرانجام دینے لگے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جہاں جاتے، پہلے یہ دیکھتے کہ مسجد ہے یا نہیں۔ اگر ہوتی تو کسی مناسب آدمی کو امام مقرر کر دیتے' اگر نہ ہوتی تو مسجد تعمیر کرا دیتے۔ اس طرح انہوں نے بہت سی مسجدیں آباد کیں اور تعمیر کرائیں۔ اس سلسلے میں قابل ذکر بات ہے کہ امام مسجد کا کام صرف نمازیں پڑھانا اور دینی کتابیں پڑھانا ہی نہیں بلکہ اپنے علاقے کے نزاعی معاملات کے فیصلے کرنا بھی اس کے ذمہ تھا۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحابِ عقیدت کا نقطہ نظر یہ تھا کہ انگریزوں کی عدالتوں میں نہیں جانا چاہئے' اس سے دل سیاہ ہو جاتے ہیں اور ایمان کمزور پڑ جاتا ہے۔
(فقہائے ہند'ج:6ص:684)

بہادر شاہ ظفر بھی رو پڑا

سرحد جاتے ہوئے مولانا ولایت علی رحمۃ اللہ علیہ مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے دہلی آئے تو مسجد فتح پوری کے قریب ایک مکان میں ٹھہرے۔ دہلی میں وعظ و نصیحت کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ مغلوں کا آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر اس زمانے میں دہلی کا بادشاہ تھا۔ اس کی بیگم نواب زینت محل کے استاد مولوی امام علی اور معروف شاعر حکیم مومن خاں مومن ان کے وعظوں میں شریک ہوتے رہے۔ مولوی امام علی نے ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کی۔ انہوں نے بیگم زینت محل اور بادشاہ سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی صالحیت و تقویٰ اور وعظ کی اثر آفرینی کا ذکر کیا۔ بیگم اور بادشاہ نے دعوت نامہ بھیج کر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو قلعہ معلیٰ میں بلایا۔ مولانا 75 آدمیوں کے ساتھ قلعہ میں پہنچے۔ بادشاہ نے تخت سے اتر کر لب فرش تک مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا استقبال کیا۔ مصافحہ و معانقہ کے بعد اپنے ساتھ بٹھایا' عطر اور پان سے تواضع کی۔ مولانا نے وعظ شروع کرتے وقت یہ آیت پڑھی:

اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّ لَهۡوٌ وَّ زِیۡنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌ --------(الحدید:20)

Marfat.com

یعنی جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا' زینت و آرائش' تمہارے آپس میں فخر وستائش اور مال و دولت کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب اور خواہش ہے۔۔۔۔۔''

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے آیت پڑھی تو وزیراعظم نے کان میں کہا کہ بادشاہ سلامت کے سامنے عذاب کے متعلق بیان کرنے کا دستور نہیں لیکن مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی پرواہ نہیں کی اور بے جھجک عذاب قبر' ہنگامہ حشر اور دوزخ کا بیان نہایت شدومد اور موثر طریقے سے بیان کرتے رہے۔اس سے بادشاہ' شہزادے' زینت محل اور تمام حاضرین مجلس بدرجہ غایت متاثر ہوئے اور زار وزار رونے لگے۔(فقہائے ہند'ج:6ص:694)

وفات

مولانا ولایت علی رحمۃ اللہ علیہ نے سرحد پہنچ کر ستھانہ کو اپنا مرکز بنایا اور انتظامی سرگرمیوں میں مشغول ہو گئے۔پہلا تمام سلسلہ ختم ہو چکا تھا' دوسری مرتبہ لوگوں کو جمع کرنے اور مجاہدین کی جمعیت فراہم کرنے کا کام بہت مشکل اور صبر آزما تھا لیکن مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ اس میں ہمہ تن مصروف ہو گئے تھے۔انہوں نے درس قرآن وحدیث کا حلقہ بھی قائم کیا۔لوگوں کو مراقبہ ومشاہدہ کی بھی تلقین کرنے لگے اور فن سپاہ گری کی تعلیم بھی ضروری قرار دی۔ان کی ستھانہ آئے اور اپنا کام شروع کئے بیس مہینے گزرے تھے کہ 22 محرم 1669ھ (5 نومبر 1852ء) کو خناق کے عارضے سے وفات پا گئے اور اپنے مرکز کے قبرستان میں دفن ہوئے' کل چونسٹھ سال عمر پائی۔

کشف قبور کے ایک ماہر کا بیان

مولانا غلام رسول مہر رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا ولایت علی عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کشف قبور کے ایک ماہر کا واقعہ بیان کیا ہے کہ مولانا سید عبدالجبار شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جب سوات کی سلطنت چھن گئی اور میں ستھانہ واپس آیا تو ایک صاحب ملنے کیلئے آئے 'جنہیں کشف قبور میں مہارت حاصل تھی۔میں انہیں مجاہدین کے قبرستان میں لے گیا اور مولانا ولایت علی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس بٹھا کر کہا کہ فرمایئے یہ کون صاحب ہیں اور ان کا حلیہ کیا ہے؟ وہ تقریباً آدھ گھنٹہ مراقب رہے۔پھر اٹھے تو مجھ سے کہا کہ آؤ چلیں۔**معلوم ہوتا تھا کہ صاحب قبر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے دل پر گہرا اثر ڈالا ہے**۔راستے میں مجھے بتایا کہ یہ بزرگ سرحد کے نہیں' ہندوستان کے ہیں اور ان کا درجہ بہت اونچا ہے۔میں نے حلیہ پوچھا تو کہا کہ رنگ سانولا ہے اور ڈاڑھی کے بال رخساروں پر کم ہیں' تھوڑی پر زیادہ۔۔۔غرض جو حلیہ بتایا' وہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندان گرامی مولانا عبداللہ اور عبدالکریم رحمہما اللہ سے خاصا مشابہ تھا' لہٰذا یقین ہو گیا کہ صاحب کشف کا بیان درست ہے''۔(فقہائے ہند'ج:6ص:696-697)

(334) سلطان شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ

سلطان شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن میں بخارا کے ایک سوداگر کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا اور پھر اسی پر بس نہیں ہوئی بلکہ تقدیر نے اس کو اس سے بھی جدا کر دیا اور وہ ایک دوسرے شخص حاجی جمال الدین چست قبا کے قبضے میں چلا گیا۔حاجی جمال اس کو بغداد میں لے گیا۔بغداد ان دنوں علماء ومشائخ کا گہوارہ تھا اور التمش رحمۃ اللہ علیہ وہاں اپنی صغرسنی کے باوجود ان

Marfat.com

بزرگان دین کی مجلسوں میں باقاعدہ حاضر ہوتے اور ان سے روحانی فیض حاصل کرتے رہے۔

پیشانی پر بادشاہت کا نور

ایک روز ان کے مالک حاجی جمال الدین کے مکان میں اس دور کے عظیم بزرگوں میں سے خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ اوحد الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عماد الدین رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے۔ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اس لڑکے کو دیکھا تو فرمایا: "ایں کودک پادشاہ دہلی خواہد شد" کہ تم دہلی کا بادشاہ بنو گے۔ کچھ عرصہ بعد رفتارِ زمانہ نے ایک کروٹ لی اور حاجی جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی جا کر ان کو بادشاہ ہند سلطان قطب الدین ایبک رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

صوفیائے کرام کا قدردان بادشاہ

اب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ نے ترقی کے دروازے کھول دیئے اور وہ مختلف منازل طے کرتے ہوئے ہندوستان کے حکمران بن گئے اور دہلی کے تختِ حکومت پر متمکن ہو گئے۔ یہ ہندوستان کے پہلا بادشاہ تھے جو بزرگان دین کے ازحد معتقد، پارسا، نیک اور شریعت کے پابند تھے۔ بزرگان دین نے اپنے ملفوظات میں ان کی بہت تعریف کی ہے، سلطان شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ حد درجہ متدین اور علماء و مشائخ کے عقیدت مند تھے۔ وہ باقاعدہ علماء کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کی ہدایات کے منتظر رہتے۔ (فقہائے ہند، جلد اول، ص: 27-26)

(335) سلطان ناصر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ

سلطان التمش رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح جانشین سلطان ناصر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ تھے تمام مورخین اور تذکرہ نگاران کے زہد و اتقاء، عدل و انصاف، رعایا پروری، عبادت و ریاضت اور اخلاقی برتری کے معترف ہیں۔ طبقاتِ ناصری کے مطابق یہ بادشاہ درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے اور ان کی آمدنی کا ذریعہ قرآن کی کتابت تھی۔ سال میں دو قرآن پاک کی کتابت کرتا اور بازار میں معلوم نہ ہونے دیتا کہ یہ قرآن مجید بادشاہ کا کتابت شدہ ہے، تاکہ لوگ اسے زیادہ قیمت میں نہ خرید سکیں۔ پھر انہی کے ہدیے سے گھر کے مصارف پورے کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب واحترام

سلطان ناصر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس درجہ احترام تھا کہ بغیر وضو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی زبان پر نہ لاتے۔ اس کا اندازہ اس بات سے کیجئے کہ ان کے ایک مصاحب کا نام محمد تھا، ایک دن انہوں نے اسے تاج الدین کہہ کر پکارا تو مصاحب کو یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید کسی وجہ سے سلطان اس سے ناراض ہیں اسی لئے اس کو اصل نام سے نہیں پکارا۔ اس افسوس میں وہ تین دن دربار سے غیر حاضر رہا۔ سلطان نے اس کو گھر سے بلا کر غیر حاضری کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا اے بادشاہ! آپ مجھ

Marfat.com

کو محمد کے سوا کبھی کسی اور نام سے نہیں پکارتے تھے اس روز خلاف عادت تاج الدین کہہ کر مخاطب کیا تو میں سمجھا کہ مزاج سلطانی میں خاکسار کی طرف سے کوئی تبدیلی پیدا ہوگئی ہے۔ اس پر سلطان نے اصل حقیقت واضح کی اور قسم کھا کر یقین دلایا کہ اس وقت وہ بے وضو تھے لہٰذا مجھے شرم آتی ہے کہ بغیر وضو کے نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم زبان پر لاؤں۔ (فقہائے ہند جلد اول ص:29)

(336) شیخ الکبیر ابو علی سندھی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الکبیر ابو علی سندھی رحمۃ اللہ علیہ تیسری صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔ یہ سندھ کے اہل حقیقت اور اصحاب وجد حضرات میں سے تھے۔ تصوف و معرفت میں اس درجہ بلند پایہ تھے کہ مشہور بزرگ اور اہل اللہ حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ان کے وظائف سے فرصت کے اوقات میں ان کو بعض چیزوں کی تلقین کرتا تھا اور وہ مجھے توحید و حقیقت کی تعلیم دیتے تھے۔

غیبی خزانے سے ہیرے جواہرات ملنا

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حضرت بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک عجیب حکایت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابو علی سندھی رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس تشریف لائے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک تھیلا تھا جو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میرے آگے انڈیل دیا میں نے دیکھا کہ مختلف اقسام کے جواہر میرے سامنے پڑے ہیں میں نے تعجب سے پوچھا کہ یہ آپ کو کہاں سے دستیاب ہوئے؟ فرمایا: میں ایک وادی سے گزر رہا تھا کہ یہ شمع کی طرح چمک رہے تھے میں نے ان میں سے اتنے اٹھالئے میں نے سوال کیا کہ وادی سے گزرتے وقت آپ پر کیا کیفیت طاری تھی اور آپ کس حالت میں تھے؟ تو فرمایا کہ میں ایسے حال میں تھا جو مجھ سے وابستہ کر دیا گیا۔ پھر اس حال میں آ گیا جو اس سے مختلف تھا۔ یعنی انسان اپنے اعمال کو سامنے لاتا ہے اور اپنی طرف سے ان میں اضافہ کرتا ہے۔ پھر جب اس کے قلب پر انوار معرفت کا غلبہ طاری ہو جاتا ہے تو وہ یہ دیکھتا اور محسوس کرتا ہے کہ تمام اشیائے کائنات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے قائم ہیں اللہ تعالیٰ کیلئے معلوم ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائی جا رہی ہیں۔

تصوف کا علم سے گہرا تعلق

ابو علی سندھی رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف خطہ سندھ بلکہ دنیا کے اکابر صوفیا اور عظیم المرتبت علماء کرام میں سے تھے۔ اس دور میں یہ حقیقت تھی کہ کوئی کم پڑھا لکھا آدمی تصوف و طریقت اور وجد و حقیقت کی وادی میں گام فرسا ہونے کی جرات نہیں کرتا تھا یعنی تصوف کا تعلق علم سے ہے۔ جس شخص میں علم کی فراوانی نہیں ہوگی اس پر تصوف کی حقیقی راہیں کھل ہی نہیں سکتیں۔ صحیح تصوف اور کم علمی کا ایک جگہ جمع ہو جانا ناممکن ہے۔ (فقہائے ہند جلد اول ص:88-86)

(337) احمد بن عبداللہ دیبلی رحمۃ اللہ علیہ

احمد بن عبداللہ دیبلی رحمۃ اللہ علیہ قافلہ اسلاف کے ان مسافران راہ علم اور زمرہ عباد و زہاد سے تعلق رکھتے تھے جو طالب علم ...

Marfat.com

بے تاب رہتے تھے اور فقر و زہد عبادت و خلوص' اطاعتِ الٰہی اور اتباعِ کتاب و سنت جن کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ طبیعت پر درویشی اس قدر غالب تھی کہ صوف پہنتے جو اس زمانے میں نیک لوگوں کا عاجزانہ و منکسرانہ لباس تھا' بارہا ایسا ہوتا کہ جوتی میسر نہ آتی تو ننگے پاؤں چلتے۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:96)

(338) فخر الدین حسین زنجانی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

فخر الدین حسین زنجانی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے فقیہہ اور عابد و زاہد تھے۔ علوم دینیہ اور طریقت و تصوف کے معروف مشائخ میں سے تھے۔ شیخ ابوالفضل محمد بن حسن ختلی رحمۃ اللہ علیہ سے کسبِ علم کیا اور ایک عرصہ ان کی صحبت و رفاقت میں گزارا۔ تکمیل علم کے بعد واردِ ہند ہوئے اور لاہور میں سکونت اختیار کی۔ **مشہور ہے کہ ان کی وفات اس روز ہوئی جس روز شہرہ آفاق بزرگ حضرت علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور میں قدم رنجہ فرمایا تھا۔** ایک روایت کے مطابق حضرت خواجہ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے جنازے میں شرکت کی تھی۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:101)

(339) حضرت مخدوم سید علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مخدوم علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب دسویں پشت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے' یہ ان قدیم بزرگانِ دین مبلغین اسلام اور صوفیائے عظام میں سے ہیں جو اس دور میں واردِ لاہور ہوئے جب اس کی فضاؤں پر کفر و عصیان کی تاریکی چھائی ہوئی تھی اور اس پورے علاقے کو شرک کی دبیز چادر نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ ان کی تبلیغ سے ہزاروں افراد نے ظلمتِ کفر سے نجات پائی اور اسلام کی نعمت سے متمتع ہوئے۔ ان کے خاندان کے سب افراد زہد و تقویٰ میں مشہور تھے' ان کے والدین غزنی میں فوت ہوئے ان کی قبریں اب بھی وہاں موجود ہیں۔

علماء و محدثین سے اخذِ علم

حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف علماء و صوفیاء سے فیض حاصل کیا' عام تذکرہ نگاروں نے ان کو عابد و زاہد' متقی' صوفی اور مبلغ اسلام لکھا ہے۔ مولانا سید عبدالحی حسن لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "شیخ ابوالحسن علی بن عثمان بن علی جلابی رحمۃ اللہ علیہ' امام' عالم' فقیہہ اور زاہد تھے۔ شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ' شیخ ابوسعید مہنوی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ ابوعلی فضل بن محمد فارمدی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بہت سے علماء و محدثین سے اخذ علم کیا اور عرصہ تک ان سے وابستہ رہے' پھر وارد ہند ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات میں سے صرف کشف المحجوب کو شہرت حاصل ہوئی حالانکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اور بھی متعدد کتابیں لکھی تھیں۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:103-104)

(339) شیخ بختیار بن عبداللہ صوفی ہندی رحمۃ اللہ علیہ

چھٹی صدی ہجری کے ہندوستان میں بہت سے مشہور محدث و فقیہہ موجود تھے ان میں سے ایک شیخ ابوالحسن بختیار بن عبداللہ

Marfat.com

ہندی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہ صوفی اور محدث تھے' نہایت نیک سیرت عالم تھے' انہوں نے اصفہان میں طبقہ محدثین کی بہت بڑی جماعت سے' اسی طرح بلادِ کوہستان کے اہل حدیث سے احادیث وروایات کی سماعت کی۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:115)

(340) سید یوسف بن ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ

سید یوسف بن ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ 450ھ میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں تحصیل علم میں معروف ہو گئے' ایک روایت کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ سے' والد نے اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ اور انہوں نے شہرہ آفاق بزرگ حضرت شیخ ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذِ فیض کیا۔ بہت بڑے عابد وزاہد اور فقیہہ تھے۔ حصول علم کے بعد گردیز سے ملتان منتقل ہو گئے اور دعوت وارشاد کو اپنا مقصد حیات قرار دے لیا۔ ان سے خلق کثیر نے فیض حاصل کیا' انتہائی نیک' بدرجہ غایت عبادت گزار اور ہر آن خشیت الٰہی میں رہنے والے تھے ان کی طرف بہت سے کشف وکرامات منسوب ہیں۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:120)

(341) شیخ جمال الدین نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ احمد بن محمد المعروف شیخ جمال الدین نعمانی رحمۃ اللہ علیہ جہاں تقویٰ وصالحیت کے اوصاف سے متصف تھے وہاں نامور عالم دین اور فقیہہ بھی تھے۔ ان کا شمار کبار مشائخ چشتیہ میں ہوتا ہے' تصوف وطریقت کیلئے شیخ فریدالدین مسعود اجودھنی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھے اوران کے اعاظم خلفاء میں شامل ہونے کا فخر حاصل کیا۔

تصوف وسلوک میں شیخ کا مقام

سلسلہ سلوک میں اس درجہ اونچے مقام پر پہنچے کہ انہی کی وجہ سے شیخ فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ پورے بارہ سال شہر ہانسی میں قیام فرما رہے۔ شیخ فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ان کا مرتبہ سلوک اتنا بلند تھا کہ جب وہ کسی بزرگ کو کسی علاقے کا خلیفہ مقرر فرماتے اور تصوف وسلوک کے سلسلہ کو آگے بڑھانے کی غرض سے اس کو سند واجازہ تحریر کر کے دیتے تو اس کو پہلے شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجتے۔ اگر شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ اس کو لائق خلافت گردانتے اس کی خلافت باقی رہنے دیتے۔ اگر وہ مہر نہ لگاتے اور رد کر دیتے تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کو قبول نہ فرماتے اور کہتے کہ جس کو جمال نے گرا دیا وہ ترقی کی منزلیں طے نہ کر پائے گا۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:122)

(342) شیخ اسحاق بن علی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ اسحاق بن علی رحمۃ اللہ علیہ عظیم اور زاہد تھے' تحصیل علم کے بعد طویل عرصہ تک دہلی کے مدرسہ معزیہ میں درس وتدریس میں مشغول رہے۔ ایک مرتبہ بخارا جانے کا ارادہ کیا اور دہلی سے چلے تو اثنائے سفر اجودھن (پاک پتن) پہنچے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ اس آبادی میں ایک نیک اور متقی بزرگ شیخ فریدالدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں۔ ملاقات کیلئے ان کی خدمت میں

Marfat.com

حاضر ہوئے اور اوراد و وظائف میں مشغول ہو گئے۔ شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے چہرے اور کردار میں فضیلت کے آثار دیکھے تو اپنے پاس ہی رہنے کا حکم دیا۔ اپنی لڑکی ان کے عقد میں دے دی اور خرقہ خلافت ان کے زیب تن کیا۔ پھر تمام عمر حضرت شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔ خشیتِ الٰہی کا جذبہ ہر آن قائم رہتا' جب دیکھو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے آنکھیں اشک بار ہیں۔

مرشد سے آخری دم تک وابستگی

شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بعض خلفا اور اصحاب ارادت کو عوام کی رشد و ہدایت کیلئے مختلف علاقوں میں متعین کر رکھا تھا لیکن جب ان (شیخ اسحاق بن علی رحمۃ اللہ علیہ) کو کسی علاقے میں بھیجنا چاہا تو انہوں نے باہر جانے سے معذرت کر دی اور مرشد کی خدمت میں پاک پتن ہی میں مقیم رہنے پر اصرار کیا۔ حتیٰ کہ وہیں فوت ہوئے اور وہیں دفن کئے گئے۔ ان کی تصنیفات بھی ہیں جن میں ایک کتاب کا نام "اسرار الاولیاء" ہے جس میں اپنے شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات جمع کئے گئے ہیں۔

(فقہائے ہند' جلد اول' ص: 123-124)

(343) شیخ بدر الدین دلموی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ بدر الدین علوی حسینی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے متقی اور فقیہہ تھے۔ مشائخ چشتیہ میں سے تھے' شیخ کبیر عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہنے کی سعادت حاصل کی اور انہی سے طریقہ چشتیہ کی تعلیم پائی۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص: 124)

(344) شیخ بدر الدین سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ بدر الدین سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر عالم اور فقیہہ تھے۔ سرزمین ہند کے ان مشہور مشائخ میں سے تھے جنہوں نے شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ سے علم طریقت حاصل کیا اور خاصا عرصہ ان سے وابستہ رہے شیخ باخرزی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ سے اخذِ طریقت کیا۔ شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں واردِ دہلی ہوئے۔ صورت و سیرت میں نہایت بلند پایہ تھے۔ یہ مشائخ طریقہ فردوسیہ کے پہلے بزرگ ہیں جو ہندوستان آئے اور پھر یہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ ان سے شیخ رکن الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے لوگوں سے علم حاصل کیا۔ شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں دہلی میں وفات پائی۔

(345) شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نیکی اور فقاہت میں ممتاز درجہ کے مالک تھے۔ ان کا شمار کبار مشائخ چشتیہ میں ہوتا ہے۔ غزنی سے لاہور آ گئے' پھر لاہور سے دہلی منتقل ہو گئے۔ دہلی میں ان دنوں تصوف و طریقت میں شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا بہت شہرہ تھا۔ یہ ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے اور ان سے طریقت کی تعلیم حاصل کی۔ تمام عمر ان سے

Marfat.com

وابستہ رہے اور ان کی وفات کے بعد دہلی میں ان کے خلیفہ اور جانشین مقرر ہوئے' ان کے دورِ خلافت میں شیخ امام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے علم طریقت حاصل کیا۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:126-125)

(346) شیخ برہان الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ برہان الدین محمود بلخی رحمۃ اللہ علیہ عہد سلطان غیاث الدین بلبن کے اکابر علماء وفضلاء میں سے تھے۔ فقیہہ ومحدث' صاحبِ شریعت وطریقت اور شاعر تھے' عارفانہ شعر کہتے۔ انہوں نے ''مشارق الانوار'' براہِ راست اس کے مصنف علامہ حسن بن محمد صغانی رحمۃ اللہ علیہ سے باسناد سنی۔ سلطان غیاث الدین بلبن ہر جمعہ کو ان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور دیر تک ان کے پاس بیٹھتا۔

صاحبِ کشف والہام کی پیش گوئی

فرماتے ہیں کہ جب میں چھ سات سال کا بچہ تھا ایک دن اپنے والد کے ساتھ جا رہا تھا کہ سامنے سے صاحبِ ہدایہ حضرت شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ کی سواری آئی۔ میں ہجوم میں باپ سے الگ ہو گیا' اتنے میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی سواری قریب آ گئی تو میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ انہوں نے میری طرف تیز نظروں سے دیکھا اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ کہلواتا ہے کہ یہ چھوٹا بچہ اپنے زمانے میں علامہ ہوگا''۔ میں نے یہ بات اپنے کانوں سے سنی اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی سواری کے ساتھ چل پڑا۔ پھر فرمایا: خدا تعالیٰ مجھ سے یہ کہلواتا ہے کہ یہ لڑکا اس مرتبے کا حامل ہوگا کہ بادشاہ اس کے دروازے پر حاضری دیں گے۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:127)

برکت علمی کے مٹی پر اثرات

شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ کی قبر دہلی میں حوض شمسی کے مشرقی جانب واقع ہے جس کو تختۂ نور کہا جاتا ہے۔ **وہاں کے اکثر لوگ ان کی قبر کی مٹی اپنے بچوں کو کھلاتے ہیں تا کہ ان کے ذہن میں تیزی پیدا ہو اور وہ زیادہ علم حاصل کریں۔**
(فقہائے ہند' جلد اول' ص:128)

(347) شیخ حسام الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ حسام الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ بدرجہ غایت متقی تھے اور ان حضرات عالی مقام میں سے تھے' جو علم ومعرفت کے اعتبار سے امتیاز وانفرادیت کے حامل ہیں۔ صاحبِ علم ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ طریقت بھی تھے اور اس سلسلے میں ان کو شیخ صدر الدین محمد بن زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہونے کا فخر حاصل تھا۔

خواب میں زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

منقول ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ دیکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہر سے باہر حوض پر وضو کر رہے ہیں' اسی وقت آنکھ کھل گئی۔ جلدی سے اس مقام کی طرف دوڑے جو خواب میں نظر آیا تھا دیکھا تو

Marfat.com

اس میں تازہ پانی کا اثر تھا۔ وصیت فرمائی کہ وفات کے بعد انہیں اسی مقام پر دفن کیا جائے' چنانچہ وہیں مدفون ہوئے۔
(فقہائے ہند' جلد اول' ص:130)

(348) خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ معین الدین کا اسم گرامی حسن اور لقب معین الدین رحمۃ اللہ علیہ ہے' سلسلہ نسب سولہ واسطوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ عالم و فاضل' محدث و فقیہہ عابد و زاہد اور مشہور ولی اللہ تھے' جب بارہ یا پندرہ سال کی عمر میں پہنچے تو والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کیلئے ایک باغ ورثے میں چھوڑا تھا۔ عرصہ تک اس کی آمدنی سے گزر اوقات ہوتی رہی' باغ کی نگہداشت خود ہی کرتے تھے۔

مجذوب کے جوٹھے کا کمال

ایک دن حسبِ معمول باغ میں بیٹھے تھے کہ ایک مجذوب قلندر باغ میں آئے جن کا نام ابراہیم تھا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آگے بڑھ کر ان کی خدمت میں انگور کے خوشے پیش کئے لیکن مجذوب نے انگور نہ کھائے اور کھلی کا ایک ٹکڑا دانتوں سے چبا کر خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے منہ میں ڈالا۔ ادھر کھلی کا یہ ٹکڑا حلق سے نیچے اترا اور ادھر قلب نور الٰہی سے روشن ہو گیا' اسی وقت معاملاتِ دنیوی کو چھوڑ کر طلب خدا میں اٹھ کھڑے ہوئے اور سمرقند جا پہنچے' وہاں قرآن مجید حفظ کیا اور علوم ظاہری حاصل کئے۔

مرشد گرامی کی خدمت میں حاضری

سمرقند سے عراق پہنچے اور چلتے چلتے قصبہ ہارون تشریف لے گئے وہاں حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ بیعت کیلئے ہاتھ بڑھائے تو مرشد نے وضو کرایا' دو رکعت نماز پڑھائی' پھر قبلہ رو ہو کر سورۃ البقرہ کی تلاوت کرائی۔ بعد ازاں اکیس مرتبہ درود شریف پڑھا یا پھر مرید کا ہاتھ پکڑا اور چہرہ آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا: ترا بخدا رسانیدم و مقبول حضرت او گردانیدم"۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ڈیوٹی ملنا

کچھ عرصہ بعد شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں مدینہ منورہ گئے اور حج بیت اللہ کیلئے مکہ معظّمہ بھی پہنچے۔ سیر الاقطاب اور مونس الارواح کی روایت کے مطابق مدینہ منورہ ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہندوستان جانے کا اشارہ ہوا۔
(فقہائے ہند' جلد اول' ص:131)

ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ

ہندوستان آئے تو پہلے لاہور کو اپنا مسکن بنایا' کچھ عرصہ بعد ملتان گئے اور وہاں پانچ سال مقیم رہے' ملتان میں ہندوؤں کی زبان سنسکرت بھی سیکھی' وہاں سے اجمیر پہنچے۔ اس دور میں دہلی اور اجمیر کا حکمران راجہ پتھورا تھا' راجہ اور اس کے حکام یہ نہیں

Marfat.com

چاہتے تھے کہ حضرت خواجہ اجمیر میں قیام پذیر ہوں مگر وہ ان کو اجمیر سے نکل جانے پر مجبور نہ کر سکے۔ بالآخر ہندو جوگیوں کی خدمات حاصل کی گئیں کہ وہ اپنے جادو اور منتروں کے زور سے ان پر غلبہ پائیں اور انہیں اجمیر کی حدود سے باہر نکال دیں۔ اس سلسلے میں ایک ہندو جوگی جے پال نے پوری کوشش کی مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا اور آخر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا اس کا اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا۔ اس کے علاوہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم سے متعدد حکام اور ملازمین بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اجمیر اور اس کے نواح میں تبلیغ اسلام کی یہ پہلی کوشش تھی جو ایک عابد و زاہد فقیہہ کی طرف سے شروع کی گئی تھی۔ بے شمار ہندو اسلام قبول کرنے لگے۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی سچی پیش گوئی

راجہ نے جب یہ صورتحال دیکھی تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو جبراً اجمیر سے نکال دینے کی دھمکی دی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا: ہم پتھورا کو زندہ گرفتار کر کے مسلمانوں کے حوالے کر دیں گے۔ یہ پیش گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔ سلطان شہاب الدین غوری نے یکے بعد دیگرے پتھورا پر دو حملے کئے جس میں وہ گرفتار ہو کر مارا گیا' اسکے بعد اجمیر اور اس کا گرد و نواح اسلام کی شمع سے روشن ہو گیا۔

صوفی صافی کو دیکھتے ہی کلمہ پڑھنا

سیر الاولیاء میں ہے کہ ''اس سرزمین پر اس آفتاب اہل یقین کے قدم پڑتے ہی جو واقعۃً معین الدین تھا' ان شہروں کی ظلمت 'نورِ اسلام سے منور ہو گئی''۔ جدھر نکل جاتے غیر مسلم اس درجہ متاثر ہوتے کہ ان کو دیکھتے ہی مسلمان ہو جاتے۔ اس ضمن میں خزینۃ الاصفیاء کے الفاظ ملاحظہ ہوں: ہزاروں بڑے چھوٹے اس محبوبِ خدا کے حضور حاضر ہو کر مذہب اسلام اور ان کی عقیدت سے بہرہ ور ہوئے۔ یہاں تک کہ اس خاندان عالی مرتبت کی بدولت ہندوستان نورِ اسلام سے جگمگا اٹھا۔ یہی وہ بزرگان اسلام اور علمائے کرام ہیں جن کی تبلیغی مساعی سے ظلمت کدہ ہند نورِ اسلام سے منور ہوا۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص: 132-133)

(349) شیخ حسین بن علی بخاری رحمۃ اللہ علیہ

سید حسین بن علی رحمۃ اللہ علیہ کو جلال الدین حسین رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے والد شیخ علی بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے تحصیل کی اور علم و معرفت میں اونچے درجے تک پہنچے۔ پھر اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ اور دادا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ وارد ہند ہوئے اور بھکر پہنچے۔ وہاں سے عازم ملتان ہوئے اور حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت و ملازمت میں رہے۔ سلوک و تصوف کا علم حاصل کیا اور واپس بھکر تشریف لے آئے۔

ہندوستان میں علم و صالحیت کا فیضان

عالم دین' عارف باللہ' فقیہہ' زاہد اور مردِ صالح تھے۔ ہر طرف سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہو گئے اور اپنے آپ کو درس و

Marfat.com

افادہ عام کیلئے وقف کر دیا تھا۔ علماء و مشائخ کی کثیر تعداد نے ان سے اخذ علم کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی نیک اولاد کے عمل و کردار میں بھی بڑی برکت پیدا کی اور انہوں نے اپنے علم و صالحیت سے آفاق ہند کو مالا مال کر دیا۔ (فقہائے ہند، جلد اول، ص:137)

(350) شیخ حسین بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ حسین بن ابوالحسن بدایونی رحمۃ اللہ علیہ عالم، نیک اور عارف باللہ تھے۔ رسیاں بٹ کر گزر اوقات کرتے تھے اسی لئے رس تاب کے نام مشہور تھے۔ انہوں نے قاضی حسام الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے تحصیل علم کی اور قاضی حمیدالدین محمد بن عطا ناگوری رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ فیض کیا اور ایک عرصے تک ان سے وابستگی اختیار کئے رکھی۔ یہاں تک کہ مرتبہ کمال پر فائز ہو گئے، خود ان سے ان کے بڑے بھائی شیخ بدرالدین ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ نے کسب فیض کیا۔

(351) شیخ داؤد بن محمد اودھی رحمۃ اللہ علیہ

ساتویں صدی ہجری کے علمائے فقہ کی عظیم جماعت میں شیخ داؤد بن محمد چشتی اودھی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں، یہ فقاہت کے ساتھ ساتھ طریقت میں بھی کامل تھے، انہوں نے علم طریقت شیخ فریدالدین مسعود اجودھنی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ شیخ داؤد رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ علمی اور درجہ تصوف اس قدر بلند تھا کہ شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ بہترین انداز سے ان کا تذکرہ فرماتے ہیں۔

(فقہائے ہند، جلد اول، ص:138)

(352) حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام زکریا لقب بہاؤالدین تھا، ان کے والد کا نام محمد اور لقب وجیہ الدین رحمۃ اللہ علیہ تھا، دادا کا نام علی اور لقب کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ تھا، حضرت کمال الدین علی قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے تھے اور مکہ مکرمہ میں رہنے والے تھے۔ شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے والد کی وفات کے بعد قراتِ سبعہ کے ساتھ قرآن حفظ کیا۔ پھر حصول علم کی غرض سے بخارا تشریف لے گئے۔ شروع ہی سے اس درجہ نیک اور متقی تھے کہ زمانہ طالب علمی میں بخارا کے لوگ انہیں بہاؤالدین فرشتہ کہا کرتے تھے۔

جلیل القدر محدث کی شاگردی

بخارا سے سوئے حجاز روانہ ہوئے، مکہ مکرمہ پہنچ کر حج کی سعادت حاصل کی پھر مدینہ منورہ میں اس عہد کے جلیل القدر محدث شیخ کمال الدین محمد یمانی رحمۃ اللہ علیہ سے علم حدیث پڑھا۔ شیخ کمال الدین محمد یمانی رحمۃ اللہ علیہ نے پورے 53 سال حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں درس حدیث دیا اور ان سے بے شمار فقہاء و محدثین مستفید ہوئے۔

Marfat.com

شیخ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت وخلافت

شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں پانچ سال قیام کرنے کے بعد بغداد روانہ ہو گئے۔ وہاں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے اور خرقہ خلافت کے مستحق قرار دیے گئے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ستر روز قیام فرمایا اور تمام نعمائے باطنی سے سرفراز کئے گئے۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص: 141-140)

عشق الٰہی کی آگ

حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا اس قدر مختصر مدت میں اس درجہ بلند مرتبہ پر فائز ہو جانا' شیخ الشیوخ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مریدوں کو ناگوار گزرا اور ان کے دل میں رشک بلکہ حسد کی تخلیق کا باعث بنا۔ انہوں نے شیخ سے عرض کیا کہ ہم ایک عرصے سے آپ کی خدمت میں حاضر ہیں مگر ہم کو ابھی تک اتنی بڑی نعمت میسر نہیں آئی لیکن ایک ہندوستانی آیا اور بہت قلیل مدت میں شیخ ہو گیا؟ یہ اس کیلئے ایک عظیم شے ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: **تم لوگ گیلی لکڑیوں کی مانند ہو' جس میں آگ مشکل اور دیر سے لگتی ہے۔ بہاؤالدین زکریا خشک لکڑی کی مثل تھے' جس میں آگ بہت جلد اثر کرتی ہے۔**

مرشد رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر ملتان کا رخ

خرقہ خلافت پانے کے بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو مرشد کی طرف سے واپس ملتان جا کر قیام کرنے اور وہاں کے لوگوں کو فیض پہنچانے کا حکم ملا جس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پورا عمل کیا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ جہاں روحانی دولت سے مالا مال تھے وہاں مادی اعتبار سے بھی اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بہت کچھ دے رکھا تھا۔ نہایت فیاض' ہمدردِ خلائق' مستغنی المزاج' حلیم الطبع اور بردبار تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مطبخ (لنگر خانہ) ہر وقت پر نعمت کھانوں سے بھرا رہتا' مہمانوں' مسافروں اور درویشوں کے ساتھ خود بھی کھاتے۔

ہر عمل میں اتباع سنت کی جھلک

ایک مرتبہ درویشوں اور عقیدت مندوں کی ایک بڑی جماعت دسترخوان پر موجود تھی' شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ہر شخص کے ساتھ ایک ایک لقمہ کھایا' ایک درویش کو دیکھا کہ شوربے میں روٹی بھگو کر کھا رہا ہے' اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ فرمایا: سبحان اللہ! سب سے بہتر کھانے کا طریقہ یہی شخص جانتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "ثرید کو دیگر کھانوں پر وہی فضیلت حاصل ہے' جو مجھ کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام دنیا کی عورتوں پر ہے"۔ طبیعت میں انکسار اور تواضع بہت زیادہ تھی' اپنی تعظیم و تکریم کا زیادہ خیال نہ فرماتے تھے' اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو: ایک مرتبہ خانقاہ میں حوض کے کنارے کچھ مرید وضو کر رہے تھے' شیخ رحمۃ اللہ علیہ بھی ادھر آ نکلے' ان کو دیکھ کر سب لوگ کھڑے ہو گئے اور سلام عرض کیا۔ مگر ایک مرید بدستور بیٹھا وضو کرتا رہا' وضو مکمل کر کے اٹھا اور آداب و تعظیم بجا لایا۔ اس کو فرمایا کہ تم سب درویشوں سے زیادہ عابد و زاہد ہو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مقدم گردانتے ہو۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص: 142-141)

Marfat.com

ولی کی وفات کا ولی کو کشف

حضرت بابا فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان گہری مودت تھی۔ حضرت بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات راحت القلوب میں لکھا ہے کہ جس وقت شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا' اس وقت اجودھن (پاک پتن) میں شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ بے ہوش ہوگئے۔ پھر بڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو فرمایا: **برادرم بہاؤالدین زکریا کو لوگ بیابان فنا سے شہرستان بقا میں لے گئے ہیں**'۔ پھر اٹھے اور مریدوں کے ساتھ غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:143)

(353) مولانا شہاب الدین اجودھنی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ مشہور بزرگ حضرت بابا فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی قدر تھے' بڑے متدین اور عالم وفاضل تھے' اپنے عہد کے جید علماء سے تحصیل کی اور افتاء وتدریس کی مسند پر فائز ہوئے' پھر اپنے والد مکرم بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے تصوف وطریقت کیلئے بعض مشائخ چشتیہ کے حضور دوزانو ہو کر بیٹھے' جلیل القدر عالم' صاحب وقار اور عفیف و پاکباز تھے زیادہ وقت اپنے باپ کی خدمت میں گزارتے اور ان سے علم طریقت کے دقیق معانی اور گہرے مطالب سمجھنے کی کوشش کرتے' پھر یہ باتیں نہایت فصاحت وبلاغت کے ساتھ دوسروں تک پہنچاتے۔ انکے اور شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان سچی محبت اور مضبوطی دوستی تھی۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:152)

(354) خواجہ عزیز کڑکی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عزیز کڑکی رحمۃ اللہ علیہ بہت نیک' عارف باللہ' عابد وزاہد اور فقیہہ تھے' شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ ان کا ذکر نہایت احترام سے کرتے اور ان کے کشوف وکرامات کی تفصیلات بتاتے ہیں۔ 667ھ میں کڑک کے مقام پر فوت ہوگئے۔
(فقہائے ہند' جلد اول' ص:157)

(355) شیخ علاؤالدین بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ علاؤالدین علی اصولی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ صالح بزرگ تھے' علوم ظاہری کے بھی شناور تھے اور علوم باطن کے بھی۔ شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور فرماتے تھے کہ میرے استاد شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے تھے اور خصال حمیدہ میں انہی کے جیسے تھے' ان کے صبر ورضا کا یہ حال تھا کہ اپنے حالات وکیفیات کو چھپانے کی کوشش کرتے اور تمام تر وقت افادہ عام اور عبادت الٰہی میں گزارتے۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:158)

Marfat.com

(356) قاضی قطب الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی قطب الدین کاشانی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم تھے۔ شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے' ان کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ روزانہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسے میں جا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے نماز پڑھتے اور فرماتے کہ جس شخص نے پرہیزگار عالم دین کے پیچھے نماز پڑھی' اس نے گویا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

(فقہائے ہند' جلد اول' ص:160)

(357) شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

چھٹی' ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کے ہندوستان میں جن شخصیات نے جنم لیا' تصوف و طریقت' زہد و عبادت اور علم و فضل میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ انہی عالی مرتبت حضرات میں حضرت شیخ مسعود فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی ہے' آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب دنیوی اور دینی اعتبار سے بڑا عالی ہے جس میں کابل کے بادشاہ فرخ شاہ اور مشہور عالم و صوفی حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی آتے ہیں اور آخر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نام نامی درج ہے۔

ایک رات میں مکمل قرآن کی تلاوت

شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی میں حصول علم کیلئے ملتان چلے گئے وہاں ایک مسجد میں قرآن پاک حفظ کیا۔ منقول ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا اتنا شوق تھا کہ ایک رات میں قرآن مجید مکمل کر لیتے۔

شمع معرفت کا پروانہ

اسی اثناء میں شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا ورودِ مسعود ملتان میں ہوا' جس میں مسجد میں شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ تعلیم حاصل کرتے تھے' بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اس مسجد میں نماز کیلئے تشریف لائے تو فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ دیکھتے ہی اس شمع معرفت کے پروانے ہو گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

مرشد کے حکم سے تعلیمی سفر

ایک روایت ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت کے بعد شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہی جانا چاہا لیکن شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ساتھ جانے سے روک دیا اور تکمیل علوم کی تلقین فرمائی۔ چنانچہ طالبِ علم کی غرض سے ملتان سے قندھار کا سفر کیا' وہاں پانچ سال کے دوران مختلف اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ کیا' اس دوران میں شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ سعد الدین حموی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے حضرات کی زیارت و ملاقات کا موقع ملا۔

Marfat.com

اجودھن میں تبلیغ اسلام

بعدازاں دہلی جاکر شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کرلی' پھر ہانسی تشریف لے گئے اور بارہ سال ریاضت ومجاہدہ کی کٹھن منزلیں طے کیں۔ اس کے بعد عازم اجودھن (پاکپتن) ہوئے جہاں بھی گئے' عقیدت مندوں کا ایک ہجوم حاضر خدمت رہا اور بے شمار لوگوں نے فوائدِ روحانی حاصل کئے۔

بے شمار کرامات واستقامت شریعت

ارض ہند کے اس عظیم عالم وصوفی کی طرف بے شمار کشف وکرامات منسوب ہیں اور ایسے ایسے واقعات منقول ہیں کہ انسان ورطہ حیرت میں ڈوب جاتا ہے' نہایت سخی اور وسیع القلب تھے' امراء وحکام اور ملوک وسلاطین کے درباروں میں جانے کے بالکل عادی نہ تھے گفتگو میں انتہائی اثر تھا۔ یادالٰہی میں ہمہ وقت مشغول رہتے اور اس باب میں کسی چیز کو رکاوٹ نہ بننے دیتے تواضع اور انکساری میں لاثانی تھے' ایک مرتبہ پاؤں میں کچھ تکلیف تھی اس لئے مجلس مریدین میں مجبوراً چارپائی پر بیٹھنا پڑا' یہ مقام نشست چونکہ عام مریدوں سے اونچا تھا لہٰذا اس پر حاضرین سے معذرت خواہ ہوئے' اپنی تکلیف بیان کی اور چارپائی پر بیٹھنے کی وجہ بتائی۔ ایک مرتبہ خانقاہ میں کچھ درویش آئے' گھر میں سوائے جوار کے اور کچھ نہ تھا۔ خود ہی جوار کا آٹا پیسا اور اس کی روٹیاں پکا کر درویشوں کیلئے لائے۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:166-168)

اصل تصوف وطریقت

علم کے بغیر تصوف وطریقت کو غلط قرار دیتے تھے' ایک دفعہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سوال کے جواب میں فرمایا'' **جب تک علوم شرعیہ میں کامل دستگاہ نہیں ہوگی' خدا کی محبت ومعرفت اور قربت حاصل نہیں ہوسکتی۔**

عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فکرِ آخرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت دل میں پوری طرح پیوست تھی' مجلس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر مبارک آجاتا تو زاروقطار رونا شروع کردیتے' ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا ذکر خود ہی فرمایا اور بات ختم کرچکے تو آہ کھینچی اور روتے روتے بے ہوش ہوگئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا جس کے واسطے تمام عالم پیدا کیا گیا جب اسی کو عالم سے اٹھالیا گیا تو دوسرے ناچیز بندوں کی کیا حیثیت ہے؟ کہ زندگی کی خواہش کریں' ہم کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو جانے والوں ہی میں شمار کریں' غفلت کا پردہ درمیان سے اٹھادیں اور زادِراہ کی فکر میں لگے رہیں۔

تلاوتِ قرآن کی فضیلت

تلاوتِ قرآن حکیم کثرت سے کرتے اور فرماتے قرآن مجید کی تلاوت سے بہتر اور افضل کوئی عبادت نہیں ہے' قرآن کی تلاوت سے بندہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہے جس سے بڑی اور کوئی سعادت نہیں ہوسکتی۔

Marfat.com

صرف زیارت کرنے سے جوگی کی کایا پلٹ گئی

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ سے ایک طرف تو بے شمار مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی گرفت مضبوط ہوئی اور دوسری طرف غیر مسلموں کی بہت بڑی تعداد مشرف بہ اسلام ہوگئی۔ ایک دفعہ ایک ہندو جوگی بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ جوگی شمبو ناتھ اس علاقے میں جادو منتر اور ٹونے وغیرہ کے سلسلے میں بہت مشہور تھا' بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے ہی اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اتنی ہیبت طاری ہوئی کہ زبان سے کچھ نہ بول سکا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کشوف و کرامات سے ایسا متاثر ہوا کہ قدموں میں گر پڑا اور اپنے تمام چیلوں سمیت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:169)

(358) شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ ایک مشہور بزرگ تھے' جو حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سلوک و تصوف کی منزلیں طے کرتے رہے تھے۔

عارف باللہ درویش کے ساتھ حسد

شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کچھ عرصہ خراسان میں مقیم رہنے کے بعد دہلی تشریف لائے تو سلطان شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ نے علماء و مشائخ کی ایک جماعت کے ساتھ شہر سے باہر جا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا استقبال کیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے ہی گھوڑے سے اتر پڑا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آگے کر کے خود پیچھے پیچھے شہر کی طرف روانہ ہوا۔ تعظیم و تکریم کا یہ انداز اس وقت کے مفتی اعظم شیخ نجم الدین صغریٰ کو ناگوار گزرا اور ان کے دل میں شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف رشک و حسد کے جذبات ابھر آئے مگر اس کا اظہار نہیں کیا اور خواہش ظاہر کی کہ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کو میرے مکان کے قریب (بیت الجن) میں ٹھہرایا جائے' سلطان نے اپنے اس معزز مہمان کو اس مکان میں ٹھہرانا پسند نہ کیا کیونکہ مشہور تھا کہ اس میں جنات کا ٹھکانہ ہے' اس پر شیخ نجم الدین نے کہا کہ اگر شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ درویش کامل ہوں گے تو جنات خود ہی مکان چھوڑ کر چلے جائیں گے اور اگر ناقص ہوں گے تو اپنی فریب دہی کی سزا پائیں گے۔ چنانچہ جب شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے مکان کے اندر قدم رکھا تو وہ مکان ایذا رسانیوں کی تمام صورتوں سے پاک ہوگیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی گزند نہ پہنچا۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:171)

درویش کامل کی آمد کا کشف

دوسرے روز شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کیلئے شہر کی تنگ و تاریک گلیوں میں سے ہو کر چلے تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو

> **ضعیف کا مفہوم تو سمجھ لیں**
>
> ضعیف حدیث اسے کہتے ہیں جس میں صحیح کی شرائط نہ پائی جائیں، اور وہ شرائط کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ اگر اسکے مقابلے میں صحیح حدیث موجود نہ ہو تو اس پر عمل کرنا جائز ہے۔ جیسے نماز کے شروع میں سبحانک اللھم وبحمدک پڑھنے والی حدیث ضعیف ہے' لیکن اس پر عمل ساری امت کرتی ہے۔ از: مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کا کشف ہو گیا اور وہ خود گلیوں میں ہوتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے استقبال کو بڑھے اور راستے میں دونوں کی ملاقات ہوگئی۔ سلطان التمش رحمۃ اللہ علیہ' شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اپنے مرشد شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ لگاؤ دیکھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا پہلے سے بھی زیادہ معتقد ہو گیا لیکن اس سے مفتی نجم الدین صغریٰ کا حسد اور زیادہ بڑھ گیا۔

ولی کی ٹوہ میں رہنے کی سزا

ایک روز موسم بہار میں سلطان التمش رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ فجر سے پہلے مفتی نجم الدین کو محل میں بلایا اور ان کے پیچھے نماز ادا کی۔ نماز شاہی محل کی چھت پر ہوئی تھی جس کے سامنے شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ تھی' وہ نمازِ فجر سے فارغ ہو کر صحن میں چادر اوڑھے آرام فرما رہے تھے اور ایک ملازم جس کو اللہ تعالیٰ نے خوبصورتی سے نوازا تھا ان کے پاؤں دبا رہا تھا۔ مفتی نجم الدین نے سوچا شاید شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ نماز سے غافل ہو کر محوِ استراحت ہیں' اس نے اسی وقت سلطان التمش رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ آپ اس قسم کے دنیا پرست درویشوں کے معتقد ہیں' یہ سونے کا کون سا وقت ہے' دیکھیں ایک حسین و جمیل غلام بھی پاس بٹھا رکھا ہے۔ دوسری طرف **شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کو نورِ باطن سے مفتی نجم الدین کی بدگمانی کا علم ہو گیا' اسی وقت اٹھے اور صحن میں کھڑے ہو کر ہی سلطان رحمۃ اللہ علیہ کو حقیقت حال سے آگاہ کر دیا۔** سلطان یہ سن کر بہت نادم ہوا اور نجم الدین سے کہنے لگا' تم شیخ الاسلام ہو کر ایسی باتیں کرتے ہو' نیک و بد کی بھی تمہیں پہچان نہیں ہے مگر مفتی نجم الدین شرمندہ ہونے کی بجائے اور زیادہ برہم ہو گئے اور شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف پرخاش مزید بڑھ گئی۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:172)

تقویٰ کے پہاڑ پر زنا کی تہمت

اس ناکامی کے بعد مفتی نجم الدین نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ایک اور حربہ استعمال کیا' وہ یہ کہ دہلی کی ایک خوب رو مطربہ کو پانچ سو اشرفیاں دینے کا وعدہ کر کے شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ پر فسق و زنا کا الزام لگانے پر آمادہ کیا۔ وہ سلطان التمش رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئی اور شیخ تبریزی رحمۃ اللہ علیہ پر زنا کی تہمت لگائی' سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے سنا تو حیران رہ گیا' وہ سمجھتا تھا کہ یہ کذب بیانی اور غلط الزام ہے اور اس دروغ گوئی کی پوری سزا بھی دے سکتا تھا کیونکہ مدعیہ خود اپنے بیان سے فاحشہ ثابت ہو رہی تھی۔ مگر شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ پر بغیر شہادت کے تہمت زنا ثابت نہیں ہو سکتی تھی۔ مقدمہ سامنے آ جانے کے بعد اس کی شرعی تحقیق بھی ضروری تھی۔ اس لئے سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے مشورے کے بعد ایک اجلاس طلب کرنے کا فیصلہ کیا' اجلاس میں شرکت کیلئے ہندوستان کے مشاہیر علماء و مشائخ کو دعوت دی گئی جن میں شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔ انہوں نے دعوت قبول فرمائی اور ملتان سے دہلی تشریف لائے' اس اجلاس میں ملک کے دو سو علماء کرام اور صوفیائے عظام شریک ہوئے اور اجلاس دہلی کی جامع مسجد میں منعقد ہوا۔

اللہ تعالیٰ کی مدد سے حاسد کی تذلیل

مفتی نجم الدین صغریٰ نے شیخ الاسلام کی حیثیت سے شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کو حکم مقرر کیا۔ مطربہ پیش کی گئی'

Marfat.com

شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا گیا' آپ رحمۃ اللہ علیہ مسجد کے دروازے پر پہنچے تو تمام علماء و اولیاء آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعظیم کیلئے کھڑے ہو گئے۔ شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے جوتیاں اتاریں تو شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے آگے بڑھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیاں اپنے ہاتھوں میں لے لیں جسے دیکھ کر سلطان التمش رحمۃ اللہ علیہ بہت متاثر ہوئے۔ شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میرے لئے فخر کی بات ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں کی خاک اپنی آنکھوں کا سرمہ بناؤں کیونکہ یہ میرے مرشد شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سات سال تک سفر و حضر میں رہے ہیں لیکن شاید مفتی نجم الدین کے دل میں یہ خیال ہو کہ بہاؤالدین نے شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی تعظیم کر کے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عیب پر پردہ ڈال دیا ہے تو یہ حقیقت اہل اللہ پر بخوبی واضح ہے کہ حضرت شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے فعل شنیع کا واقع ہونا محال ہے لیکن پھر بھی دلائل کا اظہار ضروری ہے۔ لہٰذا مدعیہ مطربہ کو سامنے لایا جائے' اب **مطربہ کو شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پیش کیا گیا مگر اس پر ایسا رعب طاری ہوا کہ اس نے شروع سے آخر تک پورا واقع بیان کر دیا۔** اس سازش کے افشاء ہونے پر مفتی نجم الدین صغریٰ کو ایسا صدمہ پہنچا کہ وہ مجلس میں ہی بے ہوش ہو گئے اور حضرت شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کی معصومیت ثابت ہو گئی۔ سلطان شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سزا میں اسے شیخ الاسلام کے منصب سے الگ کر کے شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کو اس عہدہ پر مقرر فرمایا۔

(فقہائے ہند' جلد اول' ص:173-174)

(359) قاضی ابو حنیفہ بھکری رحمۃ اللہ علیہ

قاضی ابو حنیفہ بھکری رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے مشہور علماء میں سے تھے۔ ابن بطوطہ ۷۳۴ھ میں بھکر آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی۔ اسکے الفاظ یہ ہیں ''میں لاہور سے بھکر گیا' یہ شہر بڑا خوبصورت ہے'' کے وسط میں ایک خانقاہ ہے جو کشلوخاں نے تعمیر کی تھی' اس شہر میں میری ملاقات امام فقیہہ صدر الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ' قاضی شہر ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور عابد و زاہد شیخ شمس الدین محمد شیرازی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ شیخ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر اس وقت ان کے اپنے بیان کے مطابق ایک سو بیس برس سے زائد ہے۔

(فقہائے ہند' جلد اول' ص:179)

(360) شیخ ابو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا نام شرف الدین تھا۔ سیر الاقطاب کی روایت کے مطابق یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد مکرم سالار فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ بڑے متبحر اور جید عالم تھے۔ شیخ ابو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ ذہانت و فطانت میں اس درجہ تیز تھے کہ چھوٹی عمر ہی میں تمام علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہو گئے تھے اور دہلی میں قطب مینار کے پاس درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا' یہ چشمہ فیض بیس برس تک جاری رہا۔

Marfat.com

کوچہ تصوف کی طرف رخ

اپنی کتاب حکمت نامہ میں خود ہی اپنے مشاغل کے بارے لکھتے ہیں کہ میں بیس برس تک درس وافتاء میں مصروف رہا' اس کے بعد کوچہ تصوف وطریقت میں قدم رکھا۔ طبیعت پر جذب وسکر کی کیفیت طاری ہوگئی۔ علوم وفنون کی کتابیں دریا میں ڈالیں اور جنگل کی راہ لی۔

مجذوب قلندر کی نظر میں شرع کی اہمیت

جذب وسکر کے زمانے میں عجیب حالت ہوگئی تھی' مونچھیں بڑھ گئی تھیں' اخبار الاخیار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سکر اور جذب ومستی کی حالت میں جب مونچھیں حدود شرع سے بڑھ گئیں تو کسی کو ان کے تراشنے کی جرات نہ ہوتی تھی۔ انکے ہمعصر مولانا ضیاء الدین سنامی رحمۃ اللہ علیہ احکامِ شریعت کی پابندی میں پرجوش تھے۔ انہوں نے قینچی ہاتھ میں لی اور شیخ ابوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی ڈاڑھی پکڑ کر حدودِ شرعی کے مطابق مونچھوں کو تراش دیا۔ جب وہ تراش کر تشریف لے گئے تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنی ڈاڑھی پکڑ کر بار بار فرماتے: یہ ریش کیسی مبارک ریش ہے جو شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ میں پکڑی گئی۔
(فقہائے ہند' جلد اول' ص: 180)

دو بزرگوں کے درمیان تکوینی راز

اس زمانے کے مشہور بزرگ خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی پانی پت میں آکر مقیم ہوگئے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ پانی پت میں آئے تو انہوں نے دودھ سے بھرا ہوا پیالہ خادم کے ہاتھ شیخ ابوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا۔ شیخ خادم کو دیکھ کر مسکرائے' گلاب کے چند پھول ان کے سامنے پڑے تھے' ان کی پنکھڑیاں دودھ میں ڈال کر اسے حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس واپس کر دیا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے پیالے میں گلاب کی پتیاں دیکھ کر تبسم فرمایا۔ حاضرین نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: شیخ ابوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس **دودھ سے بھرا ہوا پیالہ بھیجنے سے مراد یہ تھی کہ یہ ملک میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے عطا کیا ہے جو مجھ سے پُر ہوگیا ہے**۔ شیخ ابوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے گلاب کی پنکھڑیاں ڈال کر یوں واپس کر دیا تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ میرے ملک سے کوئی تعلق نہیں رکھیں گے اور یہاں اسی طرح رہیں گے' جس طرح دودھ میں گلاب کی پنکھڑیاں ہیں۔ شیخ ابوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی جواب دیا۔ چنانچہ دونوں بزرگوں کے درمیان آخر تک اخلاص ومحبت کا مضبوط رشتہ قائم رہا۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص: 181)

قلندر کی پیشین گوئی

سلطان غیاث الدین تغلق بھی شیخ ابوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا بہت معتقد تھا' ایک مرتبہ اپنے لڑکے شہزادہ جونا خاں اور پوتے شہزادہ کمال الدین کے ساتھ حاضر خدمت ہوا' شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے خدام کو حکم دیا کہ ان تینوں کو کھانا کھلایا جائے۔ خدام تینوں کیلئے الگ الگ

Marfat.com

پیالے میں کھانا لائے۔ بادشاہ اور شہزادوں نے ایک ہی پیالے میں کھانا شروع کر دیا' شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تین بادشاہ ایک ساتھ کھا رہے ہیں' یہ گویا شہزادہ جونا خاں اور شہزادہ کمال الدین کیلئے بادشاہت کی خوش خبری تھی۔ چنانچہ آگے چل کر یہ دونوں سلطان محمد خاں تغلق اور سلطان فیروز شاہ تغلق کے نام سے ہندوستان کے تخت پر متمکن ہوئے۔

قلندر کی تبلیغ اسلام

اس رفیع المنزلت عالم اور صوفی کی تبلیغ اسلام اور علو کردار سے متاثر ہو کر پانی پت اور اس کے نواح کے بے شمار غیر مسلم' حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اس علاقے میں جو مسلمان راجپوت آباد ہیں' انہوں نے انہی کے ارشاد و ہدایت سے اسلام قبول کیا' ایک مشہور راجپوت امیر سنگھ بھی ان کی تبلیغ سے ایمان لایا پھر اس خاندان کے مسلمان راجپوت پورے علاقے میں پھیل کر اسلام کی مضبوط طاقت بنے۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:182)

(363) عظیم صوفی' شیخ احمد بن یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کا تعلق دراصل بیت المقدس سے تھا۔ یہ خاندان علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں ہمیشہ ممتاز رہا۔ ضلع پٹنہ ہندوستان کے علاقہ ''منیر'' کے گرد و نواح میں اسی خاندان کی تبلیغی مساعی سے اسلام کی نشر و اشاعت ہوئی۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:183)

علوم شریعت و طریقت کا حصول

اس زمانے کے ممتاز علماء میں سے مولانا شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہ کر شیخ احمد بن یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید' تفسیر' حدیث اور فقہ کے علاوہ منطق' فلسفہ اور دیگر علوم کی تعلیم حاصل کی۔ علاوہ ازیں ریاضت و مجاہدہ میں بھی مصروف رہے اور ساتھ ہی تصوف و طریقت کی کتابیں بھی پڑھیں۔

دوران تعلیم مثالی انہماک

مولانا شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں زمانہ قیام میں حصول علم میں اس قدر منہمک رہتے کہ گھر سے جو بھی خطوط آتے ان کو کھول کر نہ دیکھتے کہ کہیں ایسا نہ ہو' ان میں کوئی تشویشناک اور ذہنی اعتبار سے اذیت رساں بات درج ہو اور وہ تعلیم کے راستے میں رکاوٹ کا باعث بن جائے۔ تعلیم ختم کرنے کے بعد ایک دن ان کو کھول کر پڑھا تو ایک خط میں والد محترم کے انتقال کی خبر مرقوم تھی۔ دل پر سخت چوٹ لگی' اسی وقت گھر لوٹ آئے۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:184)

مرشد کامل کی تلاش کا سفر

گھر کے دوران قیام میں دل کے اندر طلب الٰہی کی آگ شعلہ زن ہوئی اور مرشد کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ چھوٹے بھائی شیخ جلیل الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ ہو گئے۔ اس زمانے میں دہلی اور اس کے اطراف کو بزرگان دین اور مشائخ

Marfat.com

اسلام کے مرکز کی حیثیت حاصل تھی، شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی دہلی جا پہنچے اور مختلف عباد و زہاد سے ملاقات کی۔ شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں بھی حاضری دی مگر ان کے حلقہ ارادت میں شامل نہیں ہوئے۔ البتہ ان کی ہدایت پر شیخ نجیب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت لی اور کچھ نصیحتیں کیں۔

جنگلوں اور صحراؤں میں تبلیغ اسلام

بیعت کے بعد عبادت و زہد کی لگن میں علاقہ بہار کے مختلف جنگلوں اور صحراؤں میں ایک عرصہ تک گھومتے رہے۔ اس دوران بعض ہندو جوگیوں سے بھی ملاقات ہوئی اور اسلامی تعلیمات کے بعض پہلوؤں پر ان سے بحثیں کیں۔ ان سفروں میں بہت سے لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے۔ رفتہ رفتہ لوگوں کے اصرار پر قصبہ بہار شریعت میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ جہاں کم و بیش ساٹھ سال تک اپنے چشمۂ فیض سے لوگوں کے قلب و ذہن کو سیراب کرتے رہے۔

صوفی کی مجلس میں علما و محدثین کی آمد

سلطان محمد تغلق اور اس کا بیٹا سلطان فیروز شاہ تغلق بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا انتہائی احترام کرتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زہد و اتقا سے مستفیض ہوتے۔ ہر حلقے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو عزت و تکریم کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ علماء، فقہا، محدثین رحمۃ اللہ علیہم اور مختلف علوم و فنون کے ماہرین آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مجلس میں آتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض سے فائدہ اٹھاتے۔ بادشاہوں کو عمدہ ترین الفاظ میں خوفِ خدا، اتباع سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور رعیت سے حسن سلوک کی تلقین فرماتے۔ باطنی تعلیمات کے ساتھ ظاہری اخلاق کو سنوارنے کی تاکید کرتے اور فرماتے کہ جو شخص شریعت کا علم حاصل نہیں کرتا، وہ تصوف و طریقت کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ شریعت سے بے بہرہ صوفی گمراہی کی دلدل میں پھنس جاتا ہے۔ (فقہائے ہند، جلد اول، ص:185)

جنازے کی عجیب وصیت

دیارِ ہند کے یہ عظیم عالم و محدث اور معروف صوفی و فقیہہ ایک سو بیس برس کی عمر پا کر فوت ہوئے، وصیت تھی کہ نمازِ جنازہ وہ شخص پڑھائے جو صحیح النسب سید ہو، تارکِ مملکت ہو اور حافظِ قرآن مع قرأت سبعہ ہو، جنازہ رکھا ہوا تھا کہ عین اس وقت حضرت اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ یہ تینوں شرطیں ان میں موجود تھیں، لہٰذا جنازہ پڑھانے کی سعادت انہی کے حصے میں آئی۔ (فقہائے ہند، جلد اول، ص:186)

(364) شیخ اسحاق مغربی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ اسحاق مغربی رحمۃ اللہ علیہ عابد و زاہد، عالم و فقیہہ اور ارضِ ہند کے مشہور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم میں سے تھے۔ علم طریقت میں بھی ممتاز و منفرد تھے۔ یہ علم انہوں نے شیخ محمد مغربی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ شیخ محمد مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو العباس احمد قرشی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے ابو محمد صالح دکا کی رحمۃ اللہ علیہ سے، انہوں نے امام طریقت شیخ ابو مدین مغربی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔

Marfat.com

مرشد سے عشق و تعلق

شیخ اسحاق مغربی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے استاد شیخ محمد مغربی رحمۃ اللہ علیہ سے اس درجہ محبت تھی کہ جب تک وہ زندہ رہے' انہوں نے ان کے ساتھ ملازمت و وابستگی اختیار کئے رکھی۔ ان کی وفات کے بعد کچھ عرصہ تک ان کی قبر پر بیٹھے رہے پھر ہندوستان آ گئے۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:187)

(365) امیر تاتار خاں رحمۃ اللہ علیہ

امیر تاتار خاں رحمۃ اللہ علیہ علم شریعت میں مرتبہ عالی رکھتا تھا' وہ شریعت کے اتباع و تبحر سے طریقت' اور طریقت سے علم حقیقت کی بارگاہ میں باریاب ہوا' اس امیر نے ان تینوں علوم کے نکات و معارف حاصل کرنے کی بے حد کوشش کی۔ مختصر یہ کہ تاتار خاں رحمۃ اللہ علیہ عالم دین' حاجی' پرہیز گار اور احکام شریعت کا اس قدر پابند تھا کہ امور شرعیہ سے سر مو تجاوز نہ کرتا اور سفر و حضر میں شریعت پر کاربند رہتا۔ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں نہ کسی سے خوف زدہ ہوتا اور نہ کسی کی توقیر کرتا۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:194)

(366) شیخ جلال الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ بڑے عالم و صالح بزرگ تھے اور ساتھ ہی بہترین واعظ بھی تھے۔ وعظ میں علمی مسائل و نکات' خوف و خشیت الٰہی اور لطائف و ظرائف سب کچھ بیان کرتے' دل گداز نظمیں بھی پڑھتے' شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ان کو یہ اجازت حاصل تھی کہ لوگوں کو اپنے حلقہ بیعت میں داخل کریں۔ چنانچہ بیعت لیتے اور سجادہ مشیخت پر بیٹھتے تھے۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:201)

(367) شیخ جلال الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ جلال الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ علاقہ اودھ کے باشندے تھے۔ علوم عربیہ اور فقہ و اصول کے ماہر تھے۔ شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے' ایک عرصہ تک ان سے منسلک رہے۔ ان کے حکم سے بحث و اشغال سے بالکل علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ بہت بڑے فاضل اور کثیر الدرس تھے' لاتعداد حضرات نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے علمی استفادہ کیا۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:202)

(368) شیخ جمال الدین کوئلی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ جمال الدین دہلوی ثم کوئلی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم و فقیہہ اور عابد و زاہد تھے۔ معرفت و طریقت میں بھی اونچے درجے کے مالک تھے' آپ رحمۃ اللہ علیہ کا چشمہ فیض جاری تھا جس سے خلق کثیر نے اپنی علمی و روحانی پیاس بجھائی۔ عبادت گزار' پسندیدہ اخلاق کے حامل' مجاہد فی سبیل اللہ اور مقبول درگاہ الٰہی تھے۔ شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے قریب دفن کئے گئے۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:205)

Marfat.com

(369) شیخ جمال الدین اُوچی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ جمال الدین اُوچی رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر عالم اور مشہور مشائخ میں سے تھے‘ تعلیم طریقت شیخ صدر الدین بن شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے پائی اور طویل مدت تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے۔ مرتبہ کمال تک پہنچے اور پھر اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہی کی اجازت سے اوچ تشریف لے گئے اور درس وافادہ میں مصروف ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے خلق کثیر کو علمی وروحانی نفع پہنچایا۔

دوران درس وتدریس مراقبہ کی ضرورت

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت شیخ جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ جمال الدین اُوچی رحمۃ اللہ علیہ تمام علوم کی کتابیں پڑھایا کرتے تھے اور ہدایہ‘ مشارق الانوار‘ مشکوٰۃ المصابیح اور عوارف المعارف وغیرہ کتابوں کا درس دیتے تھے۔ اثنائے درس میں جب کسی مسئلہ سے متعلق انہیں کوئی مشکل پیش آتی تو تھوڑی دیر کیلئے سر جھکا لیتے‘ پھر سر اٹھاتے تو مسئلہ حل ہو چکا ہوتا۔

خلق خدا میں درویش کا مقام

شیخ جمال الدین اُوچی رحمۃ اللہ علیہ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے‘ ان میں ایک خوبی یہ تھی کہ مجلس میں آگے ہو کر بیٹھنے اور صدر نشین ہونے کی خواہش نہ کرتے۔ جہاں جگہ پاتے‘ بیٹھ جاتے اگرچہ سب سے پچھلی صف میں لوگوں کی جوتیوں کی جگہ پر ہی کیوں نہ بیٹھنا پڑے لیکن ان کا علمی‘ روحانی اور ذاتی مقام اتنا بلند تھا کہ جہاں بیٹھتے صدرِ مجلس ہی ہوتے‘ **اشغال باطنی کے باوجود لوگوں سے نہایت خندہ پیشانی سے ملتے اور موٹا کھوٹا لباس پہنتے**۔ کہا کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی قسم کا لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ بڑے زاہد‘ عفیف اور پاک طینت تھے۔ (فقہائے ہند‘ جلد اول‘ ص:206)

(370) مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ حسین بن احمد بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوعبداللہ تھی اور مخدوم جہانیاں جہاں گشت‘ جلال الدین لقب تھا۔ اُوچ میں پیدا ہوئے اور شروع سے آخر تک تمام کتابیں اُوچ ہی کے ایک عالم دین قاضی بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ اُوچ سے حرمین شریفین کا عزم کیا‘ مدینہ منورہ میں دو سال شیخ عفیف الدین مطری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہ کر ان سے عوارف المعارف کا درس لیا‘ پھر مصر اور عراق کا سفر کیا۔ وہاں کے کبار مشائخ سے مستفیض ہوئے اور خرقہ طریقت زیب تن کیا۔ جواز ورخصت کے قائل نہ تھے بلکہ عزیمت پر عمل کرتے تھے۔ علماء وفضلاء کی کثیر تعداد نے ان سے کسب فیض کیا۔

(فقہائے ہند‘ جلد اول‘ ص:208)

Marfat.com

(371) شیخ حسین بن محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ حسین بن محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ قطب الدین دہلوی کے نام سے معروف تھے۔ نہایت صالح اور عالم شخص تھے، مولانا فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ سے علم ظاہری حاصل کیا اور شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے طریقت وتصوف کی تعلیم پائی۔ ابتدائے حیات سے زمانہ کہولت تک شیخ ومرشد کی مصاحبت میں رہے، ان کے شاگرد اور کاتب تھے۔ (فقہائے ہند، جلد اول، ص:209)

(372) شیخ حسین بن عمر غیاث پوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ حسین بن عمر رحمۃ اللہ علیہ صالح عالم دین تھے اور مشائخ چشتیہ سے تعلق رکھتے تھے، علم طریقت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ علم فقہ میں اس درجہ مہارت رکھتے تھے کہ مشہور کتاب ہدایہ پر حاشیہ تحریر کیا، ایک سو تیس سال کی عمر پا کر انتقال فرمایا۔

(373) مولانا حجت الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا حجت الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ فقہ واصول، علوم عربیہ اور علم نحو کے ماہر علماء میں سے تھے۔ علوم ظاہری کے علاوہ علوم باطنی سے بھی تعلق تھا اور اس ضمن میں شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ مشائخ چشتیہ کے ناموں سے متعلق آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عربی میں ایک منظوم کتاب لکھی۔ (فقہائے ہند، جلد اول، ص:209)

(374) مولانا حماد الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ حماد الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ صوفی، عالم وفقیہہ تھے اور مشائخ چشتیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ علوم ظاہری آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ زین الدین داؤد شیرازی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھے اور طریقت کیلئے شیخ برہان الدین محمد بن ناصر ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر پوری زندگی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت وملازمت میں گزار دی۔ اپنی کتاب ''احسن الاقوال'' میں اپنے شیخ و مرشد کے ملفوظات جمع کئے۔ (فقہائے ہند، جلد اول، ص:210)

(375) شیخ دانیال بن حسن رحمۃ اللہ علیہ

شیخ دانیال بن حسن رحمۃ اللہ علیہ علاقہ اودھ کے ایک شہر ستر کھ میں پیدا ہوئے۔ قاضی عبداللہ بیانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تحصیل علم کی، پھر عازم دہلی ہوئے اور شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم طریقت حاصل کی۔ ایک عرصہ تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے اور علم ومعرفت سے بہرہ ور ہوئے۔ نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔

(فقہائے ہند، جلد اول، ص:211)

Marfat.com

(376) قاضی بہاؤالدین اُوچی رحمۃ اللہ علیہ

آٹھویں صدی ہجری کے علمائے ہند میں شہر اُوچ کے قاضی بہاؤالدین اُوچی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی خاص اہمیت کا حامل ہے' بہت بڑے عالم وفقیہہ تھے۔فضل وصلاح میں نمایاں حیثیت کے مالک تھے' اُوچ کے معروف عالم دین شیخ جلال الدین بخاری حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ نے شروع سے آخر تک تمام کتبِ درسیہ انہی سے پڑھیں' فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے استاد مولانا بہاؤالدین قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا: سراونچا کر کے سلام کیا کرو کیونکہ سرنیچا کر کے سلام کرنا مکروہ ہے''۔(فقہائے ہند' جلد اول' ص:191)

(377) شیخ داؤد بن حسین شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ داؤد بن حسین شیرازی رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی میں حصول علم میں مشغول ہو گئے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا سفر بھی کیا' یہاں تک کہ فقہ اصول اور علوم عربیہ میں بلند درجے پر پہنچے۔نہایت نیک' عارف باللہ اور عابد وزاہد تھے' صوفیاء کے شدید مخالف تھے اور اِن پر شدید تنقید کرتے تھے۔ شیخ برہان الدین محمد بن ناصر ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کو مطعون گردانتے تھے' شیخ رکن الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ ان کے خیالات سے باخبر تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ اپنے ہاں تشریف لانے کی دعوت دی یہ ان کی مجلس میں گئے اور بعض نہایت دقیق علمی سوالات پیش کئے۔ شیخ برہان الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے انہوں نے ان سوالات کے تسلی بخش جواب دیے جن سے یہ نا صرف مطمئن ہو گئے بلکہ اتنے متاثر ہوئے کہ ان کی بیعت کر لی۔ پھر کچھ عرصہ ان کی صحبت میں رہے تو ان پر معرفت وطریقت کے دروازے کھل گئے۔ شیخ ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اپنا خلیفہ مقرر کیا' ان کے علم و فضل اور زہد وورع سے بے شمار لوگ مستفید ہوئے۔ وفات کے بعد اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے قریب دفن کئے گئے۔

(فقہائے ہند' جلد اول' ص:212)

(378) شیخ رکن الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ رکن الدین ملتانی مظفر آبادی رحمۃ اللہ علیہ فقہ واصول اور تصوف وطریقت کے نامور علماء میں سے تھے۔ بہت نیک اور پرہیزگار عالم دین تھے۔ حقائق توحید ومعرفت بیان کرنے میں ان کو بڑا ملکہ حاصل تھا۔ عرصہ تک درس وتدریس میں مصروف رہے پھر یہ سلسلہ ترک کر دیا اور اپنے والد مکرم شیخ صدر الدین بن شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ سہروردیہ کے مطابق بیعت ہو کر تصوف وطریقت کی راہوں پر گام فرسا ہو گئے اور طویل عرصہ تک والد کی صحبت وملازمت میں رہے۔ یہاں تک کہ معارفِ الٰہیہ میں بہرہ وافر حاصل کیا اور اپنے والد کے بعد مسندِ مشیخت پر متمکن ہو گئے۔ بعد ازاں خود آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے شیخ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اخذ فیض کیا۔(فقہائے ہند' جلد اول' ص:215)

Marfat.com

(379) شیخ زین الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ زین الدین بن عبدالرحمٰن کابلی اودھی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وقت کے ممتاز اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ ظاہری علوم کی تحصیل کے بعد طریقت و تصوف کیلئے اپنے ماموں شیخ نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ مشہور عالم دین اور فقیہہ تھے۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:217)

(380) قاضی سماء الدین بجنوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ سماء الدین صدیقی بجنوری رحمۃ اللہ علیہ نے علوم و مشیخت کی گود میں تربیت کی منزلیں طے کیں۔ شیخ زین الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ سے جو شیخ نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے تھے' اخذ فیض کیا' پھر حج و زیارت کی سعادت حاصل کی اور شیخ قطب الدین مکی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ (مخدوم جہانیاں جہاں گشت) سے خرقہ طریقت زیب تن کیا۔ صاحبِ وجد و حال صوفی تھے' لکھنؤ کی ایک مجلس سماع میں بیٹھے تھے کہ غشی طاری ہوئی اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

(فقہائے ہند' جلد اول' ص:219)

(381) مولانا شمس الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ شمس الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ ظاہری علوم کے بھی فاضل تھے اور باطنی علوم میں بھی مردِ کامل تھے۔ تصوف و طریقت میں شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ تھے۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:224)

(382) مولانا شہاب الدین خلیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا شہاب الدین خلیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نہایت صالح عالم دین تھے اور واعظین علم و معرفت میں سے تھے' اپنے وعظوں میں خوف و خشیتِ الٰہی پر خاص طور سے زور دیتے' بہترین نظمیں پڑھتے' خود روتے اور سامعین کو رلاتے۔ زیادہ تر قرآن مجید کی مختلف آیات کی تفسیر بیان کرتے' نصیحت آموز واقعات اور سلوک و تصوف کی حکایات سناتے۔ علمائے ربانی کی باتیں لوگوں کے ذہن نشین کراتے' وہ صحیح اور سچے واقعات بیان کرنے والے واعظ تھے۔

(383) شیخ شہاب الدین صوفی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ شہاب الدین صوفی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ عالم فقیہہ اور عابد و زاہد تھے' ساتھ ہی تصوف و طریقت سے بھی لگاؤ تھا اور مشائخ چشتیہ میں سے تھے۔ طریقت کیلئے شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شیخ کی زندگی تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کی

Marfat.com

صحبت میں رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ میں بڑی خوبی یہ تھی کہ قرات وتجوید کے بھی ماہر تھے۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اپنا امام نماز مقرر رکھا تھا۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:226)

(384) شیخ شہاب الدین حق گو رحمۃ اللہ علیہ

شیخ شہاب الدین میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ حق گو کے نام سے مشہور تھے۔ جہاں یہ چوٹی کے عالم وفقیہہ تھے وہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اپنے دور کے کبار مشائخ میں بھی ہوتا تھا۔ علم طریقت اپنے والدِ ماجد شیخ فخر الدین میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ محمد بن حسن مندوی نے گلزار ابرار میں ان سے متعلق ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ سلطان محمد شاہ تغلق نے ایک دن ان سے کہا کہ جس طرح سلسلہ ولایت منقطع نہیں ہوا اسی طرح سلسلہ نبوت میں بھی کسی طرح کا انقطاع نہیں ہوا' یہ دونوں سلسلے باقاعدہ جاری ہیں۔ **یہ سن کر شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ غصے میں آ گئے اور عالم غیظ وغضب میں پاؤں سے جوتی اتار کر بادشاہ کے منہ پر دے ماری۔** ظاہر ہے یہ بادشاہ کی سخت توہین تھی۔ وہ نہایت غضب ناک ہوا اور حکم دیا کہ ان کو قلعے کی دیوار سے نیچے خندق میں پھینک دیا جائے' اس حکم سے انہیں قلعے کی دیوار سے خندق میں پھینکا گیا مگر مرے نہیں۔ دوسری مرتبہ پھر پھینکا گیا لیکن اب بھی موت واقع نہیں ہوئی جب تیسری مرتبہ پھینکا گیا تو زندگی ختم ہو گئی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:228)

(385) شیخ صدر الدین کُہرانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ صدر الدین کہرانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ ''دہلی میں جن بزرگان دین سے مَیں ملا' ان میں ایک عالم شیخ صدر الدین کہرانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو صائم الدہر اور قائم اللیل ہیں۔ انہوں نے دنیا کو ترک کر دیا ہے اور اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے' ان کا لباس صرف ایک کمبل ہے' بادشاہ ان کی زیارت کو آتے ہیں مگر وہ ان سے چھپتے ہیں۔ ایک مرتبہ بادشاہ نے ان کے لنگر خانے کے فقیروں اور مسافروں کے اخراجات کیلئے کچھ دیہات قبول کرنے کی درخواست کی لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ اسی طرح ایک دفعہ بادشاہ ان کی زیارت کی غرض سے آیا اور دس ہزار دینار پیش کئے مگر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے قبول نہ کئے۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:229)

(386) قاضی ضیاء الدین برنی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی ضیاء الدین برنی رحمۃ اللہ علیہ علم وفضل کی تمام شاخوں پر عبور رکھتے تھے اور مشاہیر علماء وفضلاء میں سے تھے۔ شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین واصحاب میں سے تھے۔ بہت سی کتابوں کے مصنف تھے جن میں تاریخ فیروز شاہی ایک مستند اور مکمل کتاب ہے۔ اس میں سلاطین ہند کے سوانح حیات کے علاوہ ان میں سے ہر ایک کے دور کے علماء وفضلاء' محدثین وفقہاء' مشائخ ومفسرین' مجاذیب وصوفیاء' مرشدین ومریدین سب کے حالات ضروری تفصیل سے

Marfat.com

بیان کئے گئے ہیں۔ شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ضیاء الدین تین ہیں ایک ضیاء الدین سنامی، جو منکر شیخ ہیں، دوسرے ضیاء الدین برنی رحمۃ اللہ علیہ جو معتقد و مرید شیخ ہیں۔ تیسرے ضیاء الدین نخشبی، جو نہ منکر شیخ ہیں نہ معتقد شیخ۔ (فقہائے ہند، جلد اول، ص:230)

(387) شیخ عثمان بن داؤد ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ حسام الدین عثمان بن داؤد ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نہایت متقی اور صالح بزرگ تھے۔ مشائخ چشتیہ میں سے تھے، تعلیم طریقت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی اور عرصہ تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت و ملازمت میں رہے۔ فقہ، اصول بزدوی اور تصوف وسلوک کی قوت القلوب اور غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی احیاء علوم الدین ان کو حفظ تھیں۔ شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے دعوت و ارشاد کیلئے جن دس بزرگوں کو اپنے خلفاء مقرر کیا تھا یہ ان میں سے ایک تھے۔ (فقہائے ہند، جلد اول، ص:239)

(388) شیخ عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عثمان چشتی اودھی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب سراج الدین تھا، اونچے درجے کے سالکین و اولیاء میں سے تھے۔ جوانی کے زمانے میں دہلی گئے اور شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے ملے۔ صورت وسیرت کی تمام خوبیوں سے آراستہ تھے مگر فضائل علمیہ سے عاری تھے جس کی وجہ سے شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر نہایت تاسف کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ جاہل صوفی شیطان کا کھلونا ہوتا ہے۔ اس پر مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو تعلیم دلانے کا عزم کیا، چنانچہ وہ اسی وقت حصول تعلیم دین میں مشغول ہوئے اور شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے تین سال بعد تک حصول علم میں مشغول رہے، یہاں تک کہ علوم میں مہارت پیدا کر لی۔ **بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ولایت کی اونچی منزل تک پہنچا دیا اور ان کی اور ان کے اصحاب و معتقدین کی مساعی سے اللہ تعالیٰ کی اتنی مخلوق کو راہِ ہدایت نصیب ہوئی جس کا کوئی شمار نہیں** اور ارض ہند میں جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ (فقہائے ہند، جلد اول، ص:240)

(389) شیخ علاؤ الدین الندی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ علاؤ الدین الندی رحمۃ اللہ علیہ اتقاء و صالحیت سے آراستہ اور زہد و صلاح میں معروف تھے۔ شیخ معین الدین عمرانی رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا اور شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم طریقت حاصل کی اور خرقہ تصوف پہنا۔ پھر شیخ محمد بن یوسف حسینی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت و ملازمت میں ایک عرصے تک رہے اور ان کی رہنمائی میں طریقت وسلوک کی منزلیں طے کیں۔ ان سے شیخ سعید کہنائی رحمۃ اللہ علیہ نے طریقت و تصوف کی تعلیم پائی۔

Marfat.com

(390) شیخ علاؤ الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ علاؤ الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار کبار مشائخ ہند میں ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام فرید الدین شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شمس الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ جب علم میں کامل ہو گئے اور افتاء و تدریس کی پوری صلاحیت پیدا ہو گئی تو شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی اور تصوف و طریقت کا درس لیا۔ بعد ازاں دہلی میں ہی سکونت پذیر ہو گئے اور درس و افادہ کیلئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ زاہد و عابد' مستقل مزاج' متورع اور اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اطاعت گزار تھے' دینی و دنیاوی معاملات میں سراپائے خلوص تھے۔ اگرچہ اپنے مرشد شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے تاہم کسی سے بیعت نہ لیتے اور فرمایا کرتے "اگر شیخ زندہ ہوتے تو میں یہ خلافت انہی کے سپرد کر دیتا کیونکہ میں خود کو بارِ خلافت کی ذمہ داریوں کا اہل نہیں سمجھتا۔ اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات یعنی فوائد الفواد کے مطالعہ میں مصروف رہتے۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:243)

خشیتِ الٰہی سے فقیر کا وصال

شیخ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ ہر جمعہ کو وعظ کہتے اور سامعین کی بہت بڑی تعداد ان کے دستِ حق پرست پر تائب ہوتی۔ ایک مرتبہ وعظ کہہ رہے تھے جس میں ابن بطوطہ بھی شامل تھا' وعظ نہایت موثر تھا۔ قاری نے سورۃ حج کی ابتدائی آیات تلاوت کیں' شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان آیات کی دوبارہ تلاوت کرائی تو ایک فقیر نے مسجد کے ایک گوشے سے چیخ ماری۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے یہی آیات پھر تلاوت کرائیں' فقیر نے ایک اور چیخ ماری اور مردہ ہو کر گر پڑا' ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ میں نے اس فقیر کے جنازے میں بھی شرکت کی۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:244)

(393) شیخ علاؤ الدین سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ علاؤ الدین سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے مشہور فقیہہ اور پرہیز گار عالم دین تھے۔ یہ خطہ اودھ کے ان بزرگان دین میں سے تھے جن کی پاک بازی کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی' شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں طریقت و تصوف کی منازل طے کیں اور علم و معرفت کے اونچے درجے تک پہنچے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اپنا خلیفہ مقرر کیا ہوا تھا۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:245)

(392) شیخ علی بن حمید ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالعزیز علی بن حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کبار مشائخ چشتیہ میں تھے۔ اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا اور درجہ کمال کو پہنچے' بعد ازاں والد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو دعوت و ارشاد اور اجازۂ حدیث سے نوازا۔ والد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد مسند مشیخت و ارشاد کو زینت بخشی۔

Marfat.com

(393) شیخ علی بن شہاب الدین ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ علی بن شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے' شیخ محمد بن احمد اذکانی رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا اور حدیث کی کتابیں پڑھیں۔ طریقت وتصوف کیلئے شیخ شرف الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ تقی علی دوسی رحمۃ اللہ علیہ کے باب عالی پر دستک دی۔ یہ دونوں شیخ رکن الدین احمد بن محمد سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ ایک روایت کے مطابق تصوف کی تعلیم اپنے والد شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ سے پائی۔

کشمیر میں تبلیغ اسلام

تعلیم سے فراغت کے بعد کشمیر میں تبلیغ اسلام میں مصروف ہو گئے اور وہاں ان کی مساعی سے بے شمار باشندگان کشمیر مسلمان ہوئے۔

تصوف اور وظائف کے متعلق تصنیفات

ان کی تصنیفات کا دائرہ بہت وسیع ہے جن میں سے اہم تصنیفات یہ ہیں:

شرح فصوص الحکم ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (فارسی میں ہے)۔

مراۃ التائبین (یہ توبہ سے متعلق ہے اور فارسی میں ہے)۔

منہاج العارفین (فارسی میں ہے)۔

منازل السالکین (منازل صوفیاء کے متعلق عربی زبان میں ہے)۔

اورادیہ (وظائف اور اوراد کے سلسلے میں عربی میں ہے)۔

ان کے علاوہ احادیث کا مجموعہ اربعین اور سبعین کے نام سے بھی ہے۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص: 247-248)

(394) شیخ عمر ابن اسعد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عمر بن اسعد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ علم وفضل کی بلند منزلوں پر فائز تھے۔ ان کے والد اسعد رحمۃ اللہ علیہ کو امراء وملوک کے نزدیک عزت وحشمت حاصل تھی وہ ہمیشہ مسندِ تدریس پر متمکن رہے اور خلقِ کثیر نے ان سے استفادہ کیا۔ پھر شیخ سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کا اس شہر میں جانا ہوا تو سب مشاغل ترک کر کے ان سے منسلک ہو گئے اور طریقت وتصوف کی راہوں پر گام فرسا ہو گئے۔ اس سلسلے میں اس قدر رفعتوں پر پہنچے کہ شیخ عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد زمام مشیخت انہی کے ہاتھ میں آ گئی۔ ان سے ان کے صاحبزادہ شیخ نور الحق رحمۃ اللہ علیہ نے علم طریقت پائی۔ انکے علاوہ شیخ عادل الملک جون پوری رحمۃ اللہ علیہ' سید اشرف سمنانی رحمۃ اللہ علیہ اور کثیر لوگوں نے کسبِ فیض کیا۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص: 252)

Marfat.com

(395) مولانا فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ مولانا فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ کم سنی ہی میں حصول علم میں مشغول ہو گئے اور دہلی میں مولانا فخر الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا' علامہ زرادی رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں صوفیاء کے شدید مخالف تھے' شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ پر سخت تنقید کرتے اور اپنے ہم سبق شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کو اس بناء پر مطعون ٹھہراتے کہ وہ شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ خود شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہاں جذبہ ربانیہ کی گرفت میں آ گئے۔ بس پھر اسی وقت ان کے حلقہ عقیدت میں شامل ہو گئے' ان سے خرقہ تصوف پہنا اور عمر بھر کیلئے شیخ سے منسلک ہو گئے۔ ساتھ ہی درس وافادہ کا سلسلہ بھی جاری رکھا' ان کا حلقہ درس بہت وسیع تھا۔

تنہائیوں میں عبادتِ الٰہی کا لطف

ان ایام میں ان پر تصوف سلوک کا اس درجہ شدید غلبہ تھا کہ جنگلوں اور بیابانوں میں نکل جاتے۔ متعدد شب وروز بے آباد مقامات میں بسر کرتے' غاروں میں جا کر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوتے' تنہائی میں عبادتِ الٰہی کا لطف اٹھاتے اور متواتر کئی دن روزے سے رہتے۔

محدثین' فقہاء اور صوفیاء میں فرق

علامہ فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات میں سے ایک تصنیف ''اصول السماع'' ہے۔ جس میں فرماتے ہیں کہ اہل سنت کے تین فرقے ہیں: ایک فقہاء دوسرے محدثین اور تیسرے صوفیاء۔ فقہائے کرام' محدثین کو اہل ظواہر کے نام سے موسوم کرتے ہیں کیونکہ وہ صرف خبر وروایت کو قابل اعتماد سمجھتے اور صحیح اسناد کی طرف رجوع کرتے ہیں جبکہ فقہاء اپنے آپ کو اہل الرائے قرار دیتے ہیں۔ رہے **صوفیاء تو یہ سب سے بہتر اور عمدہ ترین گروہ ہے کیونکہ ان کا مرکز توجہ اور محل التفات صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ گرامی ہے**۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا سب کو چھوڑ دیتے ہیں معین اور مسلکِ خاص پر عمل نہیں کرتے۔ بعض صوفیاء کے اس قول کا یہی مطلب ہے کہ ''الصوفی لا مذہب لہ'' صوفی کسی مذہب کا پابند نہیں ہوتا۔ صوفیاء کا نقطہ فکر یہ ہے کہ مذہب معین کو اختیار کرنا اپنے آپ کو تنگی میں ڈال دینے کے مترادف ہے اور یہ دین میں ممنوع ہے کیونکہ یہ مشکل کا باعث بنتا ہے۔ صوفیاء کے اس نقطہ نظر کی تائید کتاب وسنت سے واضح الفاظ میں ہوتی ہے جس پر محققین کا اجماع ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل: 43)

ترجمہ: اگر تم نہیں جانتے تو اہل الذکر سے پوچھ لو۔

اس آیت کریمہ میں بلا کسی تعیین کے فقط اہل الذکر سے سوال کرنے کا حکم دینا' اس حقیقت پر دلالت کر رہا ہے کہ کسی

Marfat.com

مذہبِ معین کا اختیار کرنا بدعت ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ:

اصحابِی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم"۔

ترجمہ: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے تم جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے"۔ (مشکوۃ' باب مناقب صحابہ' علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند کو جداً کہا ہے)۔

اس حدیث میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اقتداء کا حکم اسی آیت کی طرح ہے جس میں مشکل مسائل کے حل کیلئے اہل ذکر اور اصحابِ بصیرت کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے۔

بہر حال اگر صوفیاء کسی غیر معین مذہب پر عمل پیرا ہیں تو ان کے بارے میں نہ تو فقہاء کی رائے قابلِ وقعت ہوگی اور نہ ان کا فیصلہ صوفیاء کیلئے حجت قرار پائے گا۔

سمندر میں شہادت

علامہ فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ حج و زیارت کے بعد بغداد چلے گئے۔ وہاں متعدد علماء و مشائخ سے ملے اور کتب حدیث پڑھیں۔ بغداد سے ہندوستان کا قصد کر کے کشتی پر سوار ہوئے تو کشتی سمندر میں غرق ہوگئی اور یہ جلیل القدر عالم دین شہید ہو گئے۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص: 257-262)

(396) شیخ فخر الدین مروزی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ فخر الدین مروزی رحمۃ اللہ علیہ فضل و صلاح اور زہد و فقاہت میں خاص شہرت کے حامل تھے۔ تصوف و طریقت کی منزلیں شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت میں طے کیں اور پھر اپنے آپ کو عبادت الٰہی کیلئے مخصوص کر لیا' ان کے زمانے میں ترک و تجرید اور عفت و اتقاء میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص: 263)

(397) قاضی فخر الدین بجنوری رحمۃ اللہ علیہ

قاضی فضل الدین رحمۃ اللہ علیہ اصحابِ فضل و صلاح اور اربابِ فقاہت و صالحیت میں سے تھے۔ تصوف و طریقت سے بالخصوص تعلق خاطر تھا۔ پہلے شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے پھر شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ سے انسلاک و ملازمت اختیار کی اور کسبِ فیض کیا۔ زہد و استغناء میں بہت اونچا درجہ رکھتے تھے۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص: 263)

(398) شیخ فرید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ فرید الدین محمود بن علی ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد ماجد سے جو عالم و صوفی تھے' اخذِ علم کیا اور ان کی تربیت میں رہے۔ پھر ان کی جگہ ارشاد و تلقین کی مسند سنبھالی۔ اپنے دور کے جلیل القدر عالم و فقیہ تھے اور مشائخ کی جماعت میں شمار کیے جاتے تھے۔

Marfat.com

''صدری رازوں پر تصنیف''

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تصنیف کا نام ''سر الصدور'' ہے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد کے حالات کو محیط ہے۔ اس میں اپنے متعلق لکھتے ہیں کہ میں نے بچپن میں اپنے دادا کو پایا اور میرے والد رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے 2 ربیع الاول 725ھ کو اجازہ حدیث عطا کیا۔ میرے دادا کا خرقہ پہنایا اور میرے لئے دعائے برکت کی۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:265)

(399) شیخ فرید الدین ادیب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ فرید الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ ادیب کے لقب سے مشہور تھے۔ عالم و فقیہہ ہونے کیساتھ ساتھ کبار مشائخ چشتیہ سے گردانے جاتے تھے۔ تصوف و طریقت میں شیخ برہان الدین محمد ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور طویل عرصہ تک ان سے وابستہ رہے۔ یہاں تک کہ درجہ کمال کو پہنچے۔ شیخ برہان الدین غریب ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ ان سے انتہائی محبت رکھتے تھے۔
(فقہائے ہند' جلد اول' ص:266)

(400) مولانا فصیح الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا شیخ فصیح الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ' سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانے کے فضلائے نامور' فقہائے ماہرین اور علم و عمل میں ممتاز حضرات میں سے تھے۔ نہایت کثیر الدرس اور وسیع الافادہ تھے۔ سلطان غیاث الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اپنے لڑکوں کے معلم مقرر کیا ہوا تھا۔ کئی سال تک اس خدمت پر مامور رہے' پھر اس **منصب سے علیحدہ ہوگئے اور سب امور سے منقطع ہوکر زہد و عبادت کو زندگی کا مقصد قرار دے لیا**۔ طریقت و سلوک کی منزلیں طے کرنے کیلئے شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا اور خاصا عرصہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں گزارا۔ اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ہی وفات پائی۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:267)

(401) شیخ فیروز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ فیروز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب شیخ شرف الدین تھا۔ مردِ صالح' عالم بے مثل' اوصافِ فضل و صلاح سے متصف اور زیورِ ورع و تقویٰ سے آراستہ تھے۔ شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے اخذِ فیض کیا۔ امراء و ملوک سے بے نیاز رہتے' ان سے تحائف و ہدیے قبول نہ کرتے۔ اسی طرح کی خوبیوں اور دینداری کی وجہ سے عوام میں بے حد مقبول تھے اور لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فضل و کمال کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گرویدہ اور معتقد تھے۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:270)

(402) مولانا کمال الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

عالم و فاضل شیخ کمال الدین صوفی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ علامہ کے نام سے مشہور تھے' آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب حضرت حسن بن علی رضی

Marfat.com

اللہ عنہ تک پہنچتا ہے' کم عمری میں ہی فضائل علمیہ میں مہارت پیدا کرنے اور افتاء وتدریس کی اہلیت سے مالا مال ہونے کے بعد اپنے ماموں شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ سے تصوف وطریقت کی تعلیم حاصل کی۔ طویل عرصہ تک دہلی میں اقامت گزین رہے۔ پھر عازم گجرات ہوئے' اس علاقے میں حسن قبول حاصل کیا اور بہت بڑی اکثریت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل اور نیکی کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی گرویدہ ہوگئی۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:272)

(403) شیخ کمال الدین مالوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ' بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ علم فقہ کے زبردست عالم تھے' کبار مشائخ چشتیہ میں سے گردانے جاتے تھے۔ علم طریقت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا اور خاصا عرصہ ان کی ملازمت میں رہے۔ پھر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مالوہ جانے اور وہاں کے لوگوں میں رشد وہدایت کی تبلیغ کرنے کی اجازت دی۔ یہ مالوہ گئے بے شمار غیر مسلموں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی مساعی سے اسلام قبول کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حلقہ تربیت وسیع تھا۔

(404) شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام شیخ محمد بن احمد تھا' محبوب الٰہی' سلطان السلاطین' سلطان الاولیاء' سلطان المشائخ اور نظام الدین اولیاء آپ رحمۃ اللہ علیہ کے القاب تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب 18 واسطوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

بچپن میں بزرگوں کی پیشین گوئی

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ابھی پانچ سال کی عمر کو پہنچے تھے کہ والد رحمۃ اللہ علیہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور تعلیم وتربیت کی ذمہ داری والدہ ماجدہ پر آپڑی جو بڑی عابدہ وزاہدہ تھیں' آپ رحمۃ اللہ علیہا نے مولانا علاؤ الدین اصولی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تعلیم کیلئے بھیج دیا۔ مولانا علاؤ الدین اصولی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس ہونہار شاگرد کے سر دستارِ فضیلت باندھنے کی تقریب میں علماء ومشائخ کو مدعو کیا۔ اس مبارک تقریب میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ دیکھ کر بعض بزرگوں نے کہا کہ اس لڑکے کا سر کبھی کسی شخص کے آگے نہیں جھکے گا۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:273)

زاہد بزرگ کی دنیا سے بے رغبتی

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ بعد ازاں مولانا کمال الدین زاہد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کتب احادیث آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ہی پڑھیں۔ مولانا کمال الدین زاہد رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے اس درجہ جلیل القدر عالم اور صاحبِ تقویٰ بزرگ تھے کہ سلطان غیاث الدین بلبن رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ کی شہرت سن کر

تعویذ لکھنے والے اسلاف اہل حدیث

تعویذ حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ' حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ الحدیث مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ' سید مولا بخش کوموی اور حافظ بارک اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہم سے لے کر مولانا معین الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ تک بے شمار علمائے اہلحدیث لکھتے تھے۔ (چمنستان حدیث: ص ۳۷۰)

Marfat.com

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس بلایا اور عرض کی "اگر آپ میری نمازوں کی امامت قبول فرمالیں تو کیا عجب ہے کہ اس امامت کی برکت سے بارگاہِ خداوندی میں میری نمازیں درجہ قبولیت حاصل کرلیں"۔ لیکن مولانا نے ایک ادائے استغناء سے بادشاہ کو جواب دیا کہ میرے پاس نماز کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے۔ کیا آپ اس کو بھی مجھ سے چھین لینا چاہتے ہیں؟ بادشاہ نے یہ جواب سن کر خاموشی اختیار کرلی اور معذرت کرتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو واپس بھیج دیا۔

علوم ومعرفت سے لگاؤ

شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کے حافظ بھی تھے' آپ رحمۃ اللہ علیہ کو علوم سے اس قدر لگاؤ تھا کہ سلسلہ تدریس برابر جاری رکھا' اپنے مرشد حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے عوارف المعارف اور تمہید ابوشکور سالمی پڑھی' جہاں یہ بلند پایہ صوفی اور صاحبِ طریقت بزرگ تھے' وہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار وقت کے متبحر اور جید علمائے کرام میں بھی ہوتا تھا۔ اسی لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں رشد وہدایت کے ساتھ ساتھ درس وتدریس کا شغل بھی جاری رہتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد کی خاص طور سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ ہدایت تھی کہ یہ سلسلہ ہر حال میں جاری رہنا چاہئے۔

مرشد سے ملاقات کا شوق

دہلی میں شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ مسجد کے نیچے ایک حجرے میں رہتے تھے۔ ایک شب' سحری کے وقت موذن نے مسجد کے منار پر چڑھ کر یہ آیت تلاوت کی:

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِكْرِ اللهِ (الحدید:16)

قرآن مجید کے یہ الفاظ سنتے ہی عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت وملاقات کو اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب اجودھن (پاکپتن) پہنچے تو بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا:

اے آتشِ فراقت دل ما کباب کردہ   سیلابِ اشتیاقت جانہا خراب کردہ

اور اسی وقت اپنے سر سے پگڑی اتار کے مرید کے سر پر رکھ دی۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ 655 ھ سے 656ھ تک اپنے اس عظیم مرشد کی خدمت میں تعلیم وتربیت کی مختلف منزلیں طے کرتے رہے۔

درویشی میں مقام صبر ورضا

شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی متعدد مراحل سے گزری' تکلیف اور سخت آزمائش کا زمانہ بھی دیکھا' مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ پر کبھی اضطراب اور گھبراہٹ کی کیفیت طاری نہیں ہوئی۔ سلطان جلال الدین خلجی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی مرتبہ کچھ دیہات آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرنا چاہئے تاکہ خانقاہ میں رہنے والوں کی مالی دشواریاں ختم ہوجائیں مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی پیشکش کو قبول کرنے سے ہمیشہ انکار کیا۔ پھر بعض شایان ہند نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرنے کی کوشش بھی کی لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

نے ان کی یہ درخواست صرف اس لئے قبول نہ فرمائی کہ وہ ملوک وسلاطین کی مجالس میں بیٹھنا پسند نہ کرتے تھے اور اس کو علماء ومشائخ کے وقارِ علم اور مقامِ مشیخت کے منافی سمجھتے تھے۔ بارہا گھر میں کھانے کو کچھ نہ ہوتا مگر وہ کسی کے دروازے پر دستک نہ دیتے۔ جس دن گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ ہوتی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ فرماتیں کہ آج ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو ماں کے ان الفاظ سے بڑی روحانی لذت حاصل ہوتی۔ جب گھر میں کھانے کو کچھ ہوتا تو افسوس کرتے کہ آج والدہ یہ نہ کہہ سکیں گی کہ آج ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:274-276)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے والہانہ عشق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے بدرجہ غایت محبت رکھتے تھے' وفات سے کچھ دن پہلے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں ''نظام! تم سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہے''۔ اس خواب کے بعد سفر آخرت کیلئے بے چین ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ وفات سے چالیس روز قبل کھانا پینا بالکل چھوڑ دیا تھا اور آنکھوں سے ہر آن آنسو جاری رہتے تھے۔
(فقہائے ہند' جلد اول' ص:281)

(405) شیخ محمد بن احمد معبری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن احمد معبری رحمۃ اللہ علیہ معروف رجال فضل وصلاح میں سے تھے۔ فقہ میں دست گاہِ کامل رکھتے تھے' تصوف و طریقت میں بھی بلند مرتبہ کے حامل تھے اور اس ضمن میں شیخ جلال الدین حسین احمد بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ ایک عرصہ تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے' شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تحریری صورت میں سند واجازہ عطا کی اور وہی ہدایات دیں جو دیگر مشائخ کو دیا کرتے تھے۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:282)

(406 شیخ برہان الدین محمد ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن محمود غریب ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ عالم وصالح بزرگ تھے۔ فقہ واصول اور علوم عربیہ کی تعلیم اپنے دور کے فاضل اساتذہ سے حاصل کی۔ پھر تکمیل کے بعد شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کی اور باقاعدہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ بیعت میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا۔ اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے آخری دم تک دہلی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔ بہت بڑے فقیہہ' زاہد' عبادت گزار اور صاحب وجد وحال تھے۔ خلق کثیر نے ان سے استفادہ کیا۔ والئی دکن امیر نصیر خاں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت عقیدت رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے سرزمین دکن میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر ''برہان پور'' کا ایک شہر آباد کیا۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:286)

(407) شیخ محمد بلخی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن محمد بلخی رحمۃ اللہ علیہ صوفی اور فقیہہ تھے۔ مشہور بزرگ شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ علم کیا اور عرصہ تک

Marfat.com

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے۔ شیخ شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کیلئے شیخ ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی معروف تصنیف ''آداب المریدین'' پر کئی جلدوں میں فارسی زبان میں ایک مبسوط اور مفصل شرح سپرد قلم فرمائی۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:288)

(408) شیخ محمد بن یحییٰ اودھی رحمۃ اللہ علیہ

عالم کبیر اور فاضل اجل شیخ محمد بن یحییٰ اودھی رحمۃ اللہ علیہ نے طالب علمی کے زمانے میں شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت سنی تو ایک روز مولانا صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا شہر سے آئے ہو اور تعلیم حاصل کرتے ہو؟ بولے جی ہاں! ہم مولانا ظہیر الدین بھکری رحمۃ اللہ علیہ سے اصول بزدوی پڑھتے ہیں۔ اس پر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اصول بزدوی کے بعض مشہور مشکل مقامات کے بارے میں سوال کیا۔ عرض کیا کہ ہمارا سبق تو بے شک یہاں تک پہنچ گیا ہے مگر یہ مقام اتنا مشکل معلوم ہو رہا ہے کہ ابھی تک اس کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً وہ مقامات حل کر دیئے' چنانچہ یہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اور زیادہ گرویدہ ہو گئے۔ پھر ایک وقت آیا کہ باقاعدہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ بیعت وارشاد میں داخل ہو گئے۔

ترک وتجرید میں مرتبہ بلند

شیخ محمد یحییٰ دہلی کے جلیل القدر علماء میں سے تھے' علوم وفنون میں مہارت' کثرت مطالعہ' وسعت معلومات' زہد و اتقاء' ترک وتجرید' بلندیٔ سیرت اور استقامت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی حریف نہ تھا۔ علماء وطلباء آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شامل ہونے پر فخر محسوس کرتے اور ہر وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گرد علماء ومشائخ کا ہجوم رہتا۔ تمام طلباء آپ رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ کیلئے بے تاب رہتے۔ شمس المعارف آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کی تصنیف ہے' علم وفضل کے ساتھ تصوف وطریقت میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بہرہ وافر ملا تھا' شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو 724ھ میں خلعت خلافت عطا فرمایا۔ تصوف و علوم میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے انہماک اور استغراق کا یہ عالم تھا کہ تمام عمر شادی نہیں کی اور پوری زندگی تجرد میں گزار دی۔ زندگی کا واحد مقصد ہمیشہ تبلیغ دین اور دعوت وارشاد کو قرار دیے رکھا۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:289)

(409) شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ محمود بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کے دو القاب تھے' نصیر الدین محمود اور چراغ دہلی۔ ابھی 9 برس کے تھے کہ والد ماجد انتقال کر گئے' تعلیم وتربیت کے مراحل والدہ مکرمہ کی نگرانی میں طے کئے جو نہایت عابدہ وزاہدہ خاتون تھیں' انہی کا اثر تھا کہ بچپن ہی میں نماز باجماعت کے پابند ہو گئے' ذہانت وفطانت اور اشتیاق تحصیل علم کا یہ عالم تھا کہ بہت سے مشاغل و مصروفیات کے باوجود پچیس سال کی عمر میں حصول علم سے فارغ ہو گئے اور تمام مروجہ علوم پر عبور حاصل کر لیا۔

Marfat.com

تصوف کی طرف رجحان

تینتالیس سال کی عمر میں حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے تصوف وطریقت کا درس لیا۔ 724ھ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مقرر ہوئے' اس عظیم الشان اور جلیل القدر بزرگ کو اپنے مرشد حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد محبت تھی۔ ایک مرتبہ خانقاہِ حضرت شیخ میں خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید خواجہ محمد گازرونی رحمۃ اللہ علیہ آکر مقیم ہوئے' خواجہ گازرونی تہجد کی نماز کیلئے اٹھے تو ایک جگہ کپڑے رکھ کر وضو کرنے لگے' واپس ہوئے تو کپڑے غائب تھے' ان کی تلاش میں اونچی اونچی آوازیں نکالنے اور تیز تیز قدموں سے ادھر اُدھر بھاگنے لگے۔ شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ کو' جو خانقاہ کے ایک گوشے میں بیٹھے عبادت میں مشغول تھے خیال ہوا کہ اس ہنگامے سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت میں خلل پڑے گا۔ اس لئے جلدی سے خواجہ محمد گازرونی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے اور اپنے کپڑے اتار کر ان کو دے دیے۔ صبح اس واقع کا علم شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو ہوا تو انہوں نے شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ کو بالا خانے پر طلب کیا۔ اپنی پوشاک عطا فرمائی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کیلئے دعائے خیر کی۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص: 294-295)

فقر وفاقہ میں قناعت وتوکل

شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر ہر آن خشیتِ الٰہی کا غلبہ طاری رہتا تھا اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے آنکھوں سے آنسو جاری رہتے۔ والدہ کی وفات کے بعد اپنے وطن کی سکونت ترک کر دی اور مستقل طور پر دہلی میں مرشد کی صحبت میں رہنا شروع کر دیا۔ مرشد وفات پا گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین مقرر ہوئے۔ ابتدائی دن بہت ہی تکلیف میں گزرے' کئی کئی دن کھانے کو کوئی چیز میسر نہ ہوتی' **چار چار پانچ پانچ دن چولہا نہ سلگتا مگر کسی سے کوئی چیز نہ مانگتے اور نہ کسی پر اپنے فقر وفاقہ کی حالت ظاہر ہونے دیتے۔** صبر و رضا سے رہتے اور معمولاتِ عبادت میں کسی قسم کا فرق نہ آنے دیتے' جب یہ زمانہ گزر گیا تو اس کو یاد کرتے اور لوگوں کو تنگی معاش کے شب وروز کی باتیں بتاتے۔

مخلوق کے سامنے ضرورت بیان کرنے سے گریز

ایک مرتبہ شاہ پور سے ایک بزرگ آئے' حال پوچھنے پر عرض کیا کہ قناعت وتوکل کی زندگی بسر کرتا ہوں۔ فرمایا: درویش کی صفت یہ ہے کہ اس پر فاقہ بھی گزرے تو اپنی حاجت دوسروں سے بیان نہ کرے اور اگر اس کے پاس کوئی شخص آئے تو (اپنی غربت وتنگدستی کو چھپانے کیلئے) اپنے منہ پر طمانچہ مار کر گال سرخ کرلے تاکہ دیکھنے والا اس کے فقر وفاقہ کی حالت سے مطلع نہ ہوسکے۔ پھر بیان کیا کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو ایک بات کی ذمہ داری لے تاکہ میں اس کیلئے جنت کی ذمہ داری لوں؟ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں وہ ہوں۔ فرمایا: دیکھو ثوبان کسی سے سوال نہ کرنا۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے اس حکم کو قبول کرتے ہوئے کسی سے کوئی سوال نہ کرنے کا عہد کیا۔ ایک روز گھوڑے پر سوار ہو کر جارہے تھے کہ

Marfat.com

چابک ہاتھ سے گر پڑا' دوسرے سے نہیں مانگا' خود اتر کر اٹھایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سوال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس موقع پر شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک درویش نے پوچھا جس چیز سے رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو منع کیا ہو' کیا وہ امر دوسروں کیلئے بھی لازم ہو جاتا ہے؟ فرمایا: ہاں سب کیلئے حکم ممانعت یکساں ہوتا ہے۔

(فقہائے ہند' جلد اول' ص: 296-297)

مریدین کو نصیحتیں

ایک مرتبہ ایک درویش آیا اور کسی کے ظلم کی شکایت کی تو فرمایا تحمل اور بردباری سے کام لو۔ اگر کوئی خفا ہو تو معاف کر دو کیونکہ درویشی کا شیوہ یہی ہے۔ ایک موقع پر اپنی مجلس میں فرمایا ''لوگوں نے قرآن وحدیث کو چھوڑ دیا ہے' اس پر عمل نہیں کرتے اسی لئے اضطراب و پریشانی میں مبتلاء ہیں اور پھر بار بار کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے ہر قول و فعل پر عمل کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔ تارکِ نماز کے متعلق مریدوں کو حکم تھا کہ اگر وہ محفل میں آ کر بیٹھے تو اس کی تعظیم نہ کی جائے اور اگر وہ سلام کرے تو جواب نہ دیں تاکہ وہ نماز چھوڑنے پر شرم محسوس کرے۔

نماز کی درستگی کا معیار

مریدوں کو خاص طور سے حکم تھا کہ وہ نماز باجماعت کی پابندی کریں' نماز حضورِ قلب کے ساتھ پڑھی جائے۔ نماز کے اعضاء کا قبلہ کعبۃ اللہ ہوتا ہے' اگر اعضاء اس طرف نہ ہوں گے تو نماز درست نہ ہوگی' اسی طرح دل کا کعبہ ذاتِ الٰہی ہے' اگر دل اپنے قبلہ سے پھر جائے تو یہ کیسی نماز ہوگی؟

ایام بیض کے روزوں کا فائدہ

ایک مرتبہ ایک مرید سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ نماز باجماعت پڑھا کرو' جمعہ کی نماز فوت نہ ہونے دو۔ ایام بیض کے روزے رکھا کرو' **جو شخص ایام بیض کے روزے پابندی سے رکھتا ہے اس کے رزق میں اضافہ ہوتا ہے**' جس کام سے خدا اور اس کے رسول ﷺ نے منع کیا ہے اس کا ارتکاب کسی صورت میں نہیں ہونا چاہئے' قرآن مجید کی روزانہ باقاعدہ تلاوت کیا کرو' جس گھر میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے وہ گھر بابرکت ہو جاتا ہے اور قرآن پڑھنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ قرآن مجید پڑھنا ذکرِ خدا میں مشغول ہونا ہے۔

تمام مشائخ دہلی کی جامع شخصیت

شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ کو لقب ''چراغ دہلی'' کس نے دیا' اس کا پس منظر یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو وہاں کے شیخ امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا ''اگرچہ دہلی کے بڑے بڑے مشائخ اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں' تاہم ان کی برکت کا اثر شیخ نصیر الدین

Marfat.com

محمود رحمۃ اللہ علیہ کے اندر موجود ہے' آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بہت غنیمت ہے' وہ چراغ دہلی ہیں اور مشائخ کے رسوم کو زندہ رکھنے والے ہیں۔ شیخ جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا' آپ رحمۃ اللہ علیہ مکہ معظمہ سے دہلی آئے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ الفاظ بیان کئے جو شیخ عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہے تھے۔ اس کے بعد شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ کا لقب چراغ دہلی پڑ گیا اور وہ اسی لقب سے مشہور ہوئے۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:297-298)

(410) قاضی محی الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ

عہد علاؤ الدین خلجی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر علماء اور عظیم المرتبت فقہاء میں قاضی محی الدین کاشانی صوفی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سرفہرست ہے۔ یہ علوم عربیہ' فقہ اور اصول میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے دہلی سے کسب علم کیا' تکمیل تعلیم کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہوئے' بے شمار علماء و طلباء آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چشمہ علم سے سیراب ہوتے' اس زمانے میں فضائے ہند پر شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے تصوف و طریقت کا شامیانہ تنا ہوا تھا' اس لئے کچھ عرصہ بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور اخذ فیض کیا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا خلیفہ خاص مقرر کیا اور اپنے دستِ مبارک سے سند و اجازہ خلافت عطا فرمایا جس میں یہ الفاظ تحریر تھے:

ترجمہ: تمہیں چاہئے کہ تارکِ دنیا ہو جاؤ' دنیا اور اربابِ دنیا کی طرف مائل نہ ہونا' دیہات پیش کئے جائیں تو قبول نہ کرنا' بادشاہوں سے کوئی صلہ نہ لینا' اگر تمہارے پاس مسافر آئیں اور تمہاری جیب میں ان کی مہمان نوازی کیلئے کوئی چیز نہ ہو تو اس صورتِ حال کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت سمجھنا' اگر تم میرے اس حکم پر عمل کرو گے اور مجھے امید ہے کہ ضرور کرو گے تو خود کو میرے خلیفہ سمجھو۔ اگر نہیں کرو گے تو مسلمانوں پر میرا خلیفہ و نگران اللہ تعالیٰ ہے"۔

لہٰذا قاضی محی الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ نے وہی کیا جو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا تھا اور سب طرف سے منقطع ہو کر اپنے آپ کو کلی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر لیا۔ ساتھ ہی درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:302)

(411) شیخ منتخب الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ

عالم و فقیہہ شیخ منتخب الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ نے کبار علمائے دہلی سے کتب درسیہ پڑھیں' تکمیل تعلیم کے بعد شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کی ان سے طریقت و تصوف کی تعلیم حاصل کی اور کبار مشائخ چشتیہ میں سے گردانے گئے' مرتبہ کمال کو پہنچے تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اپنا خلیفہ مقرر کر لیا اور دکن جانے کی اجازت دی۔ سفر دکن میں اور بھی بہت سے اصحاب طریقت ہمراہ تھے۔ دولت آباد کے قریب پہنچے تو وہاں پہاڑ کی ایک غار میں رک گئے' جہاں کوئی عمارت نہ تھی' صرف ایک مسجد جس کو لوگ چودہ سو اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی طرف سے منسوب کرتے تھے۔ شیخ منتخب

Marfat.com

الدین رحمۃ اللہ علیہ زاہد' متوکل اور عابد و متقی تھے۔ علاقہ دکن کے بے شمار غیر مسلم آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اثر تبلیغ سے مسلمان ہوئے۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص: 318)

(412) شیخ نور الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ نور الدین رحمۃ اللہ علیہ بن شیخ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ کی کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں جو بہت نیک اور صاحبِ تقویٰ بزرگ تھے اور علوم ظاہری کیساتھ علوم باطنی اور تصوف و طریقت کے بھی ماہر تھے۔ شیخ نور الدین رحمۃ اللہ علیہ میں ذوق تصوف نے کروٹ لی تو اپنے والد ماجد سے وابستہ ہوگئے' ان سے تعلیم طریقت حاصل کی حتیٰ کہ علم و معرفت میں اپنے تمام ابنائے عصر سے فوقیت لے گئے اور والد مکرم کے بعد مسندِ مشیخت پر فائز ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کی عظمت کا بچے پر اثر

ایک دفعہ سلطان محمد تغلق نے شیخ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے دربار میں بلایا تو شیخ نور الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ بھی جو اس زمانے میں بچے تھے باپ کے پیچھے دربار میں چلے گئے۔ وہاں پہنچے تو امراء و سلاطین کو دیکھ کر گھبرا گئے اور سخت پریشان ہوئے ان کی یہ حالت دیکھ کر شیخ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا گھبراتے کیوں ہو"العظمة و الکبریاء لله"۔ شیخ نور الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ الفاظ سن کر اسی وقت میری گھبراہٹ ختم ہوگئی اور ہوش بحال ہوگئے۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص: 321)

(413) مولانا وجیہ الدین پائلی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ وجیہ الدین پائلی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے نامور اور ممتاز فقیہ تھے لوگ ان کے فضل و کمال کے بہت معترف تھے ان کی ایک خوبی یہ تھی کہ جب علمی مسائل میں زبان کو حرکت دیتے تو ہر بات دوسری بات سے زیادہ وزنی معلوم ہوتی۔ کتبِ درسیہ کے استحضار کا یہ عالم تھا کہ تمام کتابیں بغیر دیکھے اور مطالعہ کے زبانی پڑھاتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اظہارِ تشریح دل میں اترتا چلا جاتا۔ علم و فضل کی فراوانیوں کے ساتھ ساتھ نہایت سادہ مزاج اور زاہد و قانع بزرگ تھے۔ طریقتِ تصوف کے بھی دلدادہ تھے' اس سلسلے میں شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و عقیدت مند تھے۔

(414) مولانا یعقوب خواجگی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ یعقوب بن شیخ خواجگی علوی رحمۃ اللہ علیہ نہایت صالح اور خطہ ہند کے عظیم فقیہ تھے۔ تصوف و طریقت اور فضل و صلاح میں بھی بلند پایہ بزرگ تھے۔ علم طریقت شیخ زین الدین شیرازی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ عالم کبیر اور صاحبِ وجد و حال بزرگ تھے۔ علاقہ گجرات کے ممتاز بزرگ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ سے (تصوف کی دقیق کتاب) فصوص الحکم کا درس لیا تھا۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص: 323)

Marfat.com

(415) شیخ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد یوسف چندیری رحمۃ اللہ علیہ کا لقب وجیہہ الدین تھا' اپنے وقت کے عظیم فقیہہ تھے علم وفضل کے علاوہ ماہر تصوف بھی تھے' شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ عرصہ تک آپ رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ رہے پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے چندیری میں مستقل طور سے مقیم ہو گئے۔ بہت بڑے شیخ' عفیف اور صاحبِ کشف وکرامات بزرگ تھے۔

(416) شیخ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ یوسف چشتی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر' حدیث' فقہ' اصول اور عربی ادبیات کے ماہر تھے۔ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور نہایت پاکباز بزرگ تھے۔ مسائل فقہ کو نظم کی صورت میں بیان کرنا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کمال فقاہت کی دلیل ہے۔ (فقہائے ہند' جلد اول' ص:324)

(417) سلطان بہلول لودھی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان بہلول لودھی رحمہ اللہ بچپن میں ہی ماں اور باپ کے مرنے کے بعد ایک مرتبہ اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ سمانہ گئے۔ وہاں ایک مجذوب درویش کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دو زانو ہو کر ادب کے ساتھ ان کے سامنے بیٹھے۔ مجذوب نے کہا تم میں سے کون ایسا شخص ہے جو دو ہزار ٹنکے میں دہلی کی بادشاہت خریدنے پر تیار ہو۔ بہلول کے پاس سولہ سو ٹنکے تھے انہوں نے وہ ٹنکے جیب سے نکالے اور مجذوب کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا میرے پاس کل رقم یہی ہے' مجذوب نے وہ رقم قبول کرتے ہوئے فرمایا: ''پادشاہی دہلی مبارک شد'' یعنی دہلی کی بادشاہت مبارک ہو''۔ بہلول کے ساتھیوں نے اس کا مذاق اڑایا تو اس نے کہا کہ سولہ ٹنکے سے میری زندگی بسر نہیں ہو سکتی تھی۔ اگر سلطنت حاصل ہو گئی تو یہ سودا برا نہیں' اور اگر نہ ہوئی تو مجھے اس مجذوب فقیر کی خدمت کا اللہ تعالیٰ سے اجر ملے گا۔ اتفاق ملاحظہ ہو کہ بہلول عرف بلو لودھی ولد کالا لودھی مختلف مناصب پر فائز رہے' پہلے ان کو سرہند کا والی بنایا گیا پھر افغانوں کا سردار مقرر کیا گیا' پھر لاہور' دیپالپور' سنام' پنجاب اور سندھ کا والی مقرر کیا گیا اور ان منزلوں کو طے کرنے کے بعد 855ھ میں ہندوستان کی بادشاہت کا تاج ان کے سر رکھ دیا گیا۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:31)

اولیاء کی گستاخی سے کلمہ چھن گیا

درس بخاری میں ایک طالب علم نے کہہ دیا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو پندرہ حدیثیں یاد تھیں' مجھے ان سے زیادہ یاد ہیں' یہ سنتے ہی امام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مدرسے سے خارج کر دیا اور فرمایا' اس طالب علم کا خاتمہ دین حق پر نہیں ہوگا۔ چنانچہ ایک ہفتہ نہیں گزرا کہ وہ مرتد (مرزائی) ہو گیا۔ (سوانح مولانا محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۶۲)

بزرگ کے وسیلے سے کامیابی

سلطان بہلول لودھی رحمۃ اللہ علیہ بڑے نیک دل' عالم وفاضل اور مذہب کے پابند تھے۔ پانچوں وقت کی نماز باجماعت ادا کرتے' ان کی عادت تھی کہ جنگ کے

Marfat.com

وقت دشمن کی فوج پر نظر پڑتے ہی فوراً گھوڑے سے اتر آتے اور استخارہ کرتے' اسلام اور مسلمانوں کی بھلائی کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے اور اپنے عجز و بےبسی کا اظہار کرتے' جب سلطان حسین شرقی نے بہت بڑی فوج کے ساتھ دہلی پر چڑھائی کی تو بہلول تمام رات خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی مرقد پر ننگے سر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے رہیں۔ منقول ہے کہ صبح کے وقت ایک مردغیب نمودار ہوئے اور ایک لکڑی ان کے ہاتھ میں دے کر کامیابی کی بشارت دی۔
(فقہائے ہند' جلد دوم' ص:32)

(418) سلطان احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ

سلطان احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو علماء سے بے حد عقیدت اور محبت تھی' وہ شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں داخل تھے' نماز کے پابند' شریعت کے متبع اور زاہد و عابد تھے۔ ان کی جس لڑائی کا تعلق مذہبی معاملے سے ہوتا' اس میں ان کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہتی جبکہ ان کو خون آشامی اور ذاتی انتقام لینے سے سخت نفرت تھی معاف کرنا ان کی عادت میں داخل تھا۔ چھوٹے پر رحم اور کمزور کی مدد ان کا شیوہ تھا۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:42)

(419) سلطان حسن بہمنی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان علاؤالدین حسن بہمنی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے دکن کے تخت حکومت پر متمکن ہونے والے حسن کون تھے؟ ان کے متعلق کئی واقعات ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ سلطان علاؤالدین خلجی کے امراء میں سے ایک شخص ظفر خاں علائی تھا جو صوبہ پنجاب کا والی تھا' اس کے فوت ہونے کے بعد ان کا خاندان مالی اعتبار سے پریشان ہو گیا' اس کا ایک بھائی حسن تلاش روزگار کیلئے ملتان سے چلا اور دہلی پہنچا۔ رات کے آخری حصے میں دریائے جمنا کے کنارے آ کر بیٹھ گیا اور کچھ دیر بعد نماز فجر میں مشغول ہو گیا۔ طویل سفر کی وجہ سے یہ تھک گیا تھا اس لئے نماز ادا کر کے وہیں سو گیا۔ گرمی کا موسم تھا' سورج بلند ہوا اور اس کی دھوپ سے یہ پسینے میں شرابور ہو گیا لیکن اس کو کچھ ہوش نہ تھی' اب ایک سانپ بل سے نکلا اور اس کے چہرے پر اپنا پھن پھیلا کر سایہ کر دیا۔ اتنے میں جمنا کے کنارے نہانے کی غرض سے ایک ہندو پنڈت گانگو نجومی آیا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ نوجوان اونچے بخت اور بلند قسمت کا مالک ہے۔ چنانچہ وہ پنڈت اسے بادشاہ غیاث الدین تغلق کے پاس لے گیا' بادشاہ نے جب پوچھا کہ تم کون ہو' کس خاندان سے تعلق رکھتے ہو؟ تو اس نے بتایا کہ میں ظفر خاں علائی کا بھانجا ہوں۔ سلطان غیاث الدین تغلق اس سے نہ صرف واقف تھا بلکہ ظفر خاں اس کے دوستوں میں سے تھا' چنانچہ اس کا نام سنتے ہی حسن کو ایک منصب سے سرفراز کر دیا۔

فقیر کے منہ سے نکلے سچے الفاظ

ایک تقریب میں بہت سے لوگ شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جن میں سلطان غیاث الدین تغلق بھی تھا۔ بادشاہ تو دعوت میں شرکت کے بعد واپس آ گیا لیکن حسن اس خیال سے باہر کھڑا ہو گیا کہ شاید شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی

Marfat.com

خدمت میں حاضر ہونے کا موقع مل جائے۔ اتنے میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے خادم سے فرمایا: باہر ایک شخص لوگوں کے ہجوم میں کھڑا ہے جو بادشاہ ہے اس کو اندر بلا لاؤ۔ خادم آیا اور واپس چلا گیا۔ عرض کیا: حضور باہر تو کوئی بادشاہ نہیں ہے صرف ایک شخص کھڑا ہے جو پتا نہیں کون ہے اور اس پر بادشاہی کے آثار نہیں ہیں۔ فرمایا: وہی بادشاہ ہے اس کو اندر بلا لاؤ۔ خدام نے اس کو اندر بلایا اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس نے ادب سے سلام کیا' شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کیلئے دعا کی اور ایک نان عطا فرماتے ہوئے فرمایا: یہ تاج سلطنت ہے۔

ایک اور بزرگ کی پیشگوئی

تاریخ میں مرقوم ہے کہ اس کے بعد حسن بادشاہت کے خواب دیکھنے لگا اور اندر ہی اندر اس کے حصول کی کوششیں شروع کر دیں۔ اس زمانے میں وہ بزرگانِ دین کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا اور ان سے دعا کی درخواست کرتا۔ ایک روز موضع گنجی گیا تو وہاں کے معروف بزرگ شیخ سراج جنیدی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ مسجد کی تعمیر میں مشغول تھے اور مزدوروں کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ حسن نے مودب ہو کر سلام کیا اور چونے کی ٹوکری سر پر اٹھا لی شیخ سراج جنیدی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تو فرمایا: حسن سلطنت کا بوجھ سر پر اٹھائے ہوئے ہے۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص: 43-46)

(420) سلطان احمد شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ

ایک مرتبہ دکن میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے شدید قحط پڑا' ندی نالے بند اور نہریں اور تالاب خشک ہو گئے' نہ پانی میسر آتا تھا نہ کہیں سے غلہ ملتا تھا۔ بادشاہ نے خزانے کا منہ کھول دیا اور لوگوں کی بڑی مدد کی لیکن حالات روز بروز بگڑتے گئے' خود بادشاہ انتہائی پریشان تھا' اس نے گھبرا کر علماء و مشائخ کو نمازِ استسقاء کیلئے بھیجا مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ لوگ مزید مصیبت میں مبتلا ہو گئے اور سلطان احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی حکومت کو منحوس قرار دینے لگے' بادشاہ انتہائی پریشانی کے عالم میں ایک روز خود باہر نکلا اور **نمازِ استسقاء کیلئے جنگل میں چلا گیا' ایک بلند ٹیلے پر جا کر کھڑا ہوا' چند رکعت نماز ادا کی' نہایت عاجزی وانکساری سے زمین پر سر رکھ دیا اور زار و قطار رونے لگا**' انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کی اور قحط سالی دور کرنے کیلئے ملتجی ہوا۔ تھوڑی دیر بعد آسمان پر بادل چھائے اور زور سے مینہ برسنے لگا۔ بادشاہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور سجدے میں پڑا رہا' کپڑے بارش سے تر ہو گئے' لوگ گھبرا گئے اور اس سے گھر جانے کی درخواست کی۔ بولا میں آبِ رحمت سے نہیں بھاگوں گا' لوگوں نے زور زور سے کہنا شروع کر دیا اے احمد شاہ ولی تیری ولایت معلوم ہو گئی ہے اب شہر کی طرف لوٹ تا کہ ہم بھی آرام کریں۔ لہٰذا اس وقت سے وہ احمد شاہ ولی کے نام سے مشہور ہو گیا۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص: 68)

سید محمد حسینی رحمۃ اللہ علیہ کی ارادت

سلطان احمد شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ صوفی مشرب اور راست باز حکمران تھے' وہ ہر ایک سے حسن اخلاق سے پیش آتے اور فقراء و

Marfat.com

مشائخ کی بے حد تکریم کرتے' اس سے پہلے کے تمام بہمنی سلاطین شیخ محمد سراج جنیدی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں داخل تھے' مگر یہ سید محمد حسینی گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے اور پھر ان سے متاثر ہو کر سب لوگ ان کے حلقہ ارادت میں آ گئے۔

(فقہائے ہند' جلد دوم' ص:69)

اس دور میں صوفیاء و مشائخ کیلئے علم سے بہرہ ور ہونا اور فقہ میں مہارت پیدا کرنا ضروری تھا۔ مرشد اس وقت تک کسی کو اپنے حلقہ ارشاد میں داخل نہیں کرتا جب تک کہ وہ ظاہری علوم سے آراستہ نہ ہو۔ ایسے متعدد واقعات کتابوں میں درج ہیں کہ ایک شخص نے حصول علم کی راہ کو ترک کر کے تصوف سے رابطہ پیدا کرنا چاہا اور ذوق طریقت نے اس کو صوفیاء و مشائخ کے حلقے میں جانے کیلئے مجبور کیا مگر مرشد نے اس کی اجازت نہ دی اور **پہلے علوم ظاہری کے حصول کو ضروری قرار دیا کہ اس کے بغیر وادیٔ تصوف میں گام فرسا ہونا خطرات سے خالی نہیں**۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:70)

(421) شیخ ابوالفتح جون پوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سے پہلے والد مکرم شیخ عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ وفات پا چکے تھے۔ لہٰذا اپنے جد محترم شیخ عبدالمقتدر رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں تربیت پائی۔ انہی سے علوم ظاہری کی تعلیم حاصل کی اور انہی کے فیض صحبت سے طریقت و تصوف سے بہرہ یاب ہوئے۔ ان کے دادا کی ان کو خاص طور سے وصیت تھی کہ ہمیشہ درس و افادۂ عام میں مشغول رہنا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے استاد و مرشد دادا رحمۃ اللہ علیہ کی اس وصیت پر تا دم واپسیں عمل پیرا رہے۔

متوکل فقیر کے گھر سونے کی بارش

لوگوں میں یہ بات مشہور تھی کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر سونے کی بارش ہوتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ایک بلند مرتبہ کے حامل بزرگ شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کو صحیح قرار دیتے تھے' اس سلسلے میں شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے تھے کہ شیخ ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب مرتب کی ہے جو ان کے جد امجد قاضی عبدالمقتدر کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ اس میں انہوں نے قاضی عبدالمقتدر رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت یافتہ قاضی شہید رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ درج ہے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خود قاضی شہید رحمۃ اللہ علیہ سے سنا۔ ایک روز قاضی شہید رحمۃ اللہ علیہ قاضی عبدالمقتدر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس روز ان کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ تھی اور وہ تین دن سے فاقے سے تھے اور غالباً شیخ عبدالمقتدر رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے اس کا اظہار بھی ہو گیا تھا۔ قاضی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا تو بہت متاثر ہوئے اور ان کے دل میں اس سے ایک صدمہ سا پیدا ہوا۔ اسی تاثر اور قلبی تکلیف کے ساتھ وہ باہر نکلے اور ان کے مکان کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ ناگہاں کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے اوپر پچیس سونے کے سکے رائج الوقت (جن کو اس دور میں کانی کہا جاتا تھا) گرے۔ انہوں نے وہ سکے اٹھائے اور شیخ عبدالمقتدر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دیے۔ ساتھ ہی اپنے تاثر اور صدمہ کی کیفیت بھی بیان کر دی۔

Marfat.com

شیخ رحمۃ اللہ علیہ یہ سنتے ہی غصے میں آ گئے۔ قاضی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ہر چیز منت و زاری سے کوشش کی کہ وہ یہ سکے قبول کر لیں مگر شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا غیظ و غضب بڑھتا گیا۔ جب انہوں نے سکے قبول کرنے سے بالکل ہی انکار کر دیا تو ان کے معتقدین نے قاضی شہید رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سکے اچھا خاصا مال دے کر خرید لئے۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:82۔84)

(422) شیخ عبدالمقتدر چشتی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی عبدالمقتدر رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم و فاضل' فیاض طبع اور درویش کامل تھے۔ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور مشہور عالم دین قاضی شہاب الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے۔ ہمیشہ درس و تدریس اور افادہ عام میں مصروف رہے۔ دراصل شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر خلفاء کا یہی طریقہ تھا کہ طلباء کو تحصیل علم اور احکام شریعت پر کاربند رہنے کی نصیحت فرماتے۔ **کہا کرتے کہ ایک مسئلہ شرعی پر غور کرنا' ان ہزار رکعت کی عبادت پر فضیلت رکھتا ہے جس میں تکبر و ریاکاری کی آمیزش ہو۔**

شاگرد کے عیوب کا کشف

شیخ عبدالمقتدر رحمۃ اللہ علیہ کے ایک معتقد کی کتاب ''مناقب الصدیقین'' کے نام سے موسوم ہے۔ یہ کتاب مشائخ چشت کے حالات پر مشتمل ہے جس میں شیخ عبدالمقتدر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک واقعہ درج ہے کہ ایک روز آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد قاضی شہاب الدین کو کہیں سے سونا ہاتھ آ گیا' انہوں نے یہ سونا اپنی والدہ کو دیا اور تنہائی میں کہا کہ اس سونے کو کسی جگہ زمین میں دبا دیا جائے۔ اس کے بعد وہ شیخ عبدالمقتدر رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں گئے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جونہی قاضی شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو فرمایا: تم تو زمین میں سونا دفن کرنے کی فکر میں ہو' تمہارا علم سے شغل کہاں باقی رہا ہے؟''۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:86)

(423) شیخ ابوالفتح قریشی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوالفتح قریشی کالپوری رحمۃ اللہ علیہ' سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے' علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف ہوئے' شیخ شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب عوارف المعارف ان سے پڑھی اور سندِ خلافت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے جن میں علم نحو کے بارے میں ''تکمیل'' اور علم تصوف کے سلسلے میں ''مشاہدہ'' شامل ہیں۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:93)

(424) مولانا احمد تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا احمد بن محمد تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ ارض ہند کے مشہور ادباء اور نامور فضلاء میں سے تھے۔ فقہ و اصول اور علوم عربیہ میں کامل دسترس رکھتے تھے' انہوں نے قاضی عبدالمقتدر رحمۃ اللہ علیہ سے تحصیل علم کی۔ بعد ازاں شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

کی خدمت میں حاضر ہوئے' ان سے درس طریقت لیا اور ایک عرصہ تک ان سے منسلک رہے۔ اس دور میں ایک عالم دین مولانا خواجگی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ وہ بھی شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ سے نسبتِ ارادت رکھتے تھے' ان کے اور مولانا احمد تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان گہرے دوستانہ مراسم تھے۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:94)

(424) شیخ احمد بن محمود رحمۃ اللہ علیہ

شیخ احمد بن محمود حسینی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ ایک صالح عالم دین اور معروف فقیہہ تھے' آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار مشائخ چشتیہ میں ہوتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چچا شیخ حسین بن عمر گجراتی رحمۃ اللہ علیہ سے مختلف علوم کی تحصیل کی اور علم طریقت و تصوف بھی انہی سے حاصل کیا۔ پھر انکی وفات کے بعد مسندِ مشیخت پر متمکن ہوئے۔ شیخ موصوف صاحبِ وجد و حال بزرگ تھے اور حال وجد ہی میں 7 محرم 800ھ کو وفات پائی اور اپنے استاد و مرشد چچا شیخ حسین بن عمر رحمۃ اللہ علیہ کے قریب دفن کئے گئے۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:102)

(425) قاضی شہاب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہر چند کہ قاضی شہاب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ قدوہ علمائے روزگار اور زبدہ فضلائے دیار تھے تاہم وہ اللہ تعالیٰ کی عنایات واحسانات اور علماء وصوفیاء کی عالی مرتبت جماعت کی توجہ خاص سے مشربِ تصوف اور منصبِ ولایت سے بھی بہرہ ور تھے اور اس کو عمدہ ترین دولت اور اعلیٰ ترین نعمت تصور کرتے تھے۔

قدر و منزلت کی انتہاء

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ چونکہ علم و فضل کے ہر گوشے کے شناور اور متعدد اوصاف کے مالک تھے' ساتھ ہی زہد و اتقاء کی نعمت سے بھی مالا مال تھے لہٰذا سلطان ابراہیم شرقی کو قدرتی طور پر ان سے تعلق خاطر پیدا ہوا اور وہ ان سے اس درجہ عقیدت و مودت کا اظہار کرنے لگا کہ اگر ان کو تھوڑی سی تکلیف بھی پہنچ جاتی تو بے چین ہو جاتا۔ اس سلسلے کا ایک واقعہ تاریخ فرشتہ میں ان الفاظ سے درج ہے کہ ایک مرتبہ مولانا شہاب الدین دولت آبادی ایک مرض میں مبتلا ہوئے۔ سلطان ابراہیم ان کی مزاج پرسی کیلئے گیا۔ حالات معلوم کرنے اور مہربانی و شفقت کا اظہار کرنے کے بعد اس نے پانی سے بھرا ہوا پیالہ مولانا کے سر پر گھمایا وہ پانی خود پیا اور کہا ''**اے خدایا! جو مصیبت اس شخص پر آنے والی ہے اس کو میرے لئے مقدر کردے اور اس کو شفاء عطا فرمادے**۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے علمائے کرام کے متعلق یہ بادشاہ کس درجہ عقیدت واحترام رکھتا تھا اور اس کو ان سے کتنی گہری محبت تھی۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:124)

(426) شیخ محمد بن عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

حملہ تیمور کے دور میں دیگر بزرگان دین کے ساتھ شیخ عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ بھی دہلی سے جونپور چلے گئے تھے۔ انکے بیٹے شیخ محمد بن

Marfat.com

عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچے تو شیخ فتح اللہ اودھی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ مرشد شیخ فتح اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں تکمیل علوم شرعیہ کا حکم دیا تو قاضی شہاب الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

(فقہائے ہند، جلد دوم، ص:131)

(427) قطبِ عالم، شیخ احمد بن عمر رحمۃ اللہ علیہ

شیخ احمد بن عمر پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم، عابد، زاہد اور فقیہہ تھے۔ تدین اور تقویٰ میں اس درجہ آگے بڑھے ہوئے تھے کہ لوگ ان کو نورالحق، علاؤالحق اور قطب العالم کہتے تھے۔ اپنے دور کے اولیائے سالکین میں سے گردانے جاتے تھے، ریاضت ومجاہدہ میں اونچے درجہ پر فائز تھے۔ انہوں نے شیخ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی اور اپنے والد مکرم شیخ عمر بن اسعد رحمۃ اللہ علیہ کے حضور طریقت وتصوف کی منزلیں طے کیں۔ قناعت وعفت اور ضبطِ نفس کے اوصاف سے متصف تھے اور ہر طرف سے منقطع ہو کر ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں منہمک رہتے تھے۔

والد ومرشد کی خانقاہ کی خاکروبی

منقول ہے کہ جو فقراء ان کے والد رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں مقیم تھے، یہ انہی کی خدمت میں مصروف رہتے، پورے آٹھ سال تک ان کے لئے جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتے رہے۔ ان کے بھائی اعظم خاں صاحب منصبِ وزارت پر فائز تھے ان کو ان کی یہ خدمت فقراء بالکل پسند نہ تھی اور اس کو اپنی خاندانی وعلمی وجاہت کے منافی سمجھتے تھے۔ مگر شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ مدت تک فقراء کی رہائش گاہ میں جھاڑو دیتے اور ان کے بیت الخلاء صاف کرتے رہے۔ ایک روز جھاڑو دے رہے تھے کہ بیت الخلاء میں خانقاہ کا ایک فقیر بیٹھا تھا جس کو یہ معلوم نہ تھا کہ شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ باہر جھاڑو دے رہے ہیں۔ اس کی ساری غلاظت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ پر آپڑی مگر شیخ رحمۃ اللہ علیہ بالکل خاموش رہے۔ گھبرا کر اپنی جگہ سے ادھر اُدھر ہوئے اور نہ کوئی لفظ اپنی زبان سے نکالا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ فقیر کو تکلیف پہنچے اور وہ آزردہ خاطر ہو۔

تصوف کے متعلق تصانیف

شیخ احمد بن عمر رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد محترم کی وفات کے بعد مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے اور ان سے شیخ حسام مانکپوری رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے لوگوں نے ظاہری وباطنی علوم کی تحصیل کی۔ ان کی تصنیفات میں کچھ تو وہ خطوط (مکتوبات) ہیں جو انہوں نے اپنے تلامذہ اور عقیدت مندوں کو لکھے اور کچھ کتابیں ہیں جن میں ''مونس الفقراء'' انیس الغرباء اور اذکار القوم و اشغالھا'' زیادہ مشہور ہیں۔ (فقہائے ہند، جلد دوم، ص:135-136)

(428) قاضی اسماعیل اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ قاضی اسماعیل اصفہانی فقہ واصول کے جید علماء میں سے تھے۔ عالم طفولیت میں اپنے والد شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ

Marfat.com

گجرات آئے اور پھران سے اور دیگر علمائے گجرات سے تعلیم حاصل کی۔ علم کی منزلیں طے کر چکے تو شہر کے عہدہ قضاء پر متعین کر دیئے گئے۔ صالحیت وعفت اور دینداری میں ان کا مقام بہت اونچا تھا۔ تصوف وطریقت سے بھی لگاؤ تھا اور یہ علم شیخ محمد بن عبداللہ حسینی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:137)

(429) شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ

شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم دین تھے۔ انہوں نے علوم ظاہری کی تکمیل تو اپنے نانا قاضی شہاب الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے کی اور علوم باطنی کیلئے سید اشرف ابراہیم سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

(فقہائے ہند' جلد دوم' ص:130)

شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹے کو نصیحتیں

شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیٹے شیخ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی نصیحتیں کیا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ علماء کیلئے ضروری ہے کہ وہ کم کھائیں' کم سوئیں اور شب کو کثرت سے مطالعہ کریں۔ یہ بھی فرماتے کہ رات کا مطالعہ قوتِ حافظہ کو بڑھاتا ہے۔ ایک بار فرمایا کہ علمائے سوء میں سے نہ ہو جانا' اس لئے کہ بے عمل عالم ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ کمان' بغیر تانت کے یا وہ آئینہ جس پر گرد وغبار کی تہیں جمی ہوئی ہوں۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:138)

(430) قاضی برہان الدین مالوی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی برہان الدین مالوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے جید عالم اور فقیہہ تھے۔ ان میں ایک خصوصیت یہ تھی کہ ان کا شمار کبار مشائخ صوفیہ میں ہوتا تھا۔ ہوشنگ شاہ غوری کے دور میں دارالسلطنت مانڈو میں تشریف لائے چونکہ علم وفضل اور تصوف وطریقت سے بہرہ یاب تھے۔ اس لئے بادشاہ ہوشنگ شاہ ان سے بہت متاثر ہوا اور ان کے حلقہ بیعت میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی۔ بادشاہ کے علاوہ دوسرے لوگ بھی ان سے اثر پذیر ہوئے۔

(431) شیخ بڈھن بہرائچی

شیخ بڈھن علوی بہرائچی رحمۃ اللہ علیہ مرد صالح تھے۔ شیخ حسام الدین فتح پوری رحمۃ اللہ علیہ سے تحصیل علم کی اور انہی سے طریقہ چشتیہ کے مطابق تصوف کی تعلیم حاصل کی' جس کی بدولت ان کا شمار اس دور کے مشہور مشائخ میں ہونے لگا۔ تمام طرق تصوف کے شناور تھے اور اس کے حصول کیلئے باقاعدہ مختلف صوفیہ کے خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ طریقہ مداریہ' طریقہ سہروردیہ اور اکثر طرق مشہورہ شیخ اجمل حسینی بہرائچی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ کیے۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:157-158)

Marfat.com

(432) قاضی تاج الدین ظفر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے عصر کے نامور فقیہہ اور عالم دین تھے ان کا سلسلہ نسب مشہور بزرگ شیخ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ انہوں نے عمر کا آدھا حصہ درس وتدریس میں گزارا۔ پھر تمام مصروفیتوں سے کنارہ کش ہو کر تصوف و طریقت کی راہوں پر گامزن ہو گئے اور شیخ اسد الدین حسینی واسطی رحمۃ اللہ علیہ سے وابستگی اختیار کر لی اور پوری زندگی زہد واتقاء کی روح پرور فضا میں بسر کر دی۔ قرآن مجید کے حافظ تھے اور اس درجہ پر اثر اور دردناک لہجے میں تلاوت کرتے کہ لوگوں کے دل کھینچ لیتے تھے۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:159)

(433) شیخ جلال الدین مانکپوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ جلال الدین مانکپوری رحمۃ اللہ علیہ' شیخ حسام الدین مانکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد تھے' نہایت فاضل شخص تھے' تصوف میں بھی مرتبہ کمال پر فائز تھے۔ علوم ظاہری اور تصوف وطریقت کی تعلیم شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ بہت بڑے عالم' ورع وتقویٰ میں بے مثال اور انتہاء درجہ کے عبادت گزار تھے۔ رات کے حصہ اول میں جب لوگ بیدار ہوتے یہ سو جاتے اور دوسرے حصے میں جبکہ لوگ میٹھی نیند کے مزے اڑا رہے ہوتے یہ جاگ اٹھتے اور تنہائیوں میں نماز تہجد میں مصروف ہو جاتے اور نمازِ فجر تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ ہر رات اکتالیس مرتبہ سورۃ یٰسین کی تلاوت کرتے۔

رزق میں احتیاط

شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ذریعہ معاش کتابت تھا' قرآن مجید کی کتابت کر کے دہلی بھیجتے' جس کا ہدیہ سکہ رائج الوقت پانچ سوٹنکہ وصول ہوتا۔ بغیر وضو قلم ہاتھ میں نہ پکڑتے' جن دنوں شہر میں چوروں اور ڈاکوؤں کا زور ہو جاتا' گوشت کھانا بند کر دیتے' کہ کہیں یہ گوشت چوری کے جانور کا نہ ہو۔

مرشد باکمال کا کشف

شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ' شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند تھے' جو شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور ایسے بزرگ تھے جو بادشاہوں جیسا لباس پہنتے' دولت مندوں کی طرح زندگی بسر کرتے۔ ایک مرتبہ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ مانک پور تشریف لے گئے' ملاقات کیلئے قاضی شہر اور اس کے لڑکے بھی آئے۔ دل میں یہ ٹھانی کہ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ ہمارے لئے اگر مصری مہیا کر دیں گے تو ہم ان کو صاحب کشف وکرامت جانیں گے۔ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ جلال الدین مانک پوری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: "کچھ لوگ ہمارا امتحان لینے آرہے ہیں' تھوڑی سی مصری لے آؤ"۔ جب قاضی اور اس کے لڑکے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو

Marfat.com

مجلس میں مصری کو موجود پایا' جسے دیکھ کر بہت شرمندہ ہوئے۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:160-161)

(434) مولانا جمال الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا جمال الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم اور محدث تھے' مشہور عالم دین ملا کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بھائی تھے۔ بابا فتح اللہ حقانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے شیخ اور استاد تھے۔ آپ کے تلامذہ کی وسیع جماعت میں شیخ ابوالفقراء' نصیرالدین بھی شامل ہیں۔ جنہوں نے ان سے علم حاصل کیا اور حدیث کی سند حاصل کی۔ اپنے وقت کے بہت سے اکابر مشائخ نے بھی ان سے استفاضہ کیا جن میں مشہور عالم وصوفی بابا نصیب الدین رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ اسماعیل چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

عابد وصوفی کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حوصلہ افزائی

مولانا جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ وہ اکثر شیخ نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر جاتے اور ان کیلئے دعائے مغفرت کرتے۔ مولانا جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ نورالدین رحمۃ اللہ علیہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے جمال! یہ شیخ نورالدین ہے جو کام اس نے کیا ہے وہ کسی نے نہیں کیا۔
(فقہائے ہند' جلد دوم' ص:162)

(435) سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

وادئ کشمیر میں جن بزرگان دین نے اسلامی تعلیمات کی ترویج وتبلیغ کیلئے اہم کردار ادا کیا' ان میں شیخ علی بن شہاب الدین حسینی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ باشندگان کشمیر انہیں شاہ ہمدان یا امیر کبیر کے القاب سے ملقب کرتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم امام زین العابدین حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کی اولاد میں سے تھے۔

بچپن میں تصوف کا رجحان

سید شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ ہمدان کے والی تھے اور اپنے زمانے کے امراء ووزراء سے آپ کے گہرے مراسم تھے لیکن بیٹے کو باپ کی ان مصروفیات سے کوئی دلچسپی نہ تھی اور بچپن ہی سے دنیاوی معاملات سے گریزاں تھے۔ سید علاؤالدین سمنانی رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن مجید حفظ کرنے اور منقولات ومعقولات کے حصول کے بعد اس دور کے مشہور صوفی شیخ محمود مزدقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چلے گئے۔ علم وحدیث شیخ محمد بن احمد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ بہت سے ممالک کی سیاحت کی اور بارہ حج کئے۔ ایک مرتبہ امیر تیمور سے کسی معاملے میں اختلاف ہوگیا تو اپنے سات سو سیدوں اور مریدوں سمیت سرزمین ایران کو چھوڑ کر کشمیر جا پہنچے۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:163)

تصوف کے متعلق تصنیفات

سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ بہت سی کتابوں کے مصنف تھے' جن کی تعداد تقریباً ایک سو ستر تک پہنچتی ہے۔ ان میں سے ایک

Marfat.com

کتاب کا نام ذخیرہ الملوک ہے جو دس جلدوں پر مشتمل ہے۔اردو لاطینی فرانسیسی اور ترکی زبانوں میں اس کے تراجم ہو چکے ہیں۔اس میں توحید کی معرفت حقوق وفرائض معرفتِ الٰہی اور وظائف واوراد وغیرہ سے متعلق تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ (تصوف سے متعلق) آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات میں رسالہ اصطلاحات الصوفیہ مراۃ التائبین رسالہ اوراد فتحیہ رسالہ وارداتِ رسالہ مناجات منازل السالکین اور رسالہ معرفت زاہد خاص طور سے مشہور ہیں۔(فقہائے ہند جلد دوم ص:165)

قلب اہل دل سے محبت

سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے سچے اور مخلص مبلغ تھے۔اہل دل سے انتہائی محبت رکھتے تھے۔درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے طبیعت میں جلال اور جمال دونوں صفتیں موجود تھیں۔**خلافِ شرع بات دیکھ کر بہت جلد طیش میں آجاتے اور مریدوں کو سخت الفاظ میں تنبیہ کرتے**۔علمائے دین کو ان کی لغزشوں کی اصلاح کی طرف توجہ دلاتے۔ان کی حق گوئی سے تنگ آکر چند علماء نے ان کو زہر کھلا دیا جان تو بچ گئی مگر اس کا اثر عمر بھر باقی رہا۔

ہندوؤں پر تبلیغی اثر

مسلمانوں کے علاوہ کشمیری ہندوؤں کو بھی ان کی تبلیغ نے بہت متاثر کیا اور وہ کثیر تعداد میں حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔سب سے پہلے دو ہندو سنیاسیوں نے اسلام قبول کیا اس کے بعد تو بے شمار لوگ اس نعمت سے سرفراز ہوئے اور پوری وادی کشمیر میں اسلام کے نعرے گونجنے لگے۔تقریباً 37 ہزار غیر مسلم آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے اس عظیم مبلغ نے 73 سال کی عمر پا کر انتقال فرمایا اور کشمیر میں دفن کئے گئے۔وفات کے وقت ''یا اللہ یا رفیق یا حبیب'' کے الفاظ وردِ زبان تھے۔ایک روایت کے مطابق بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا وظیفہ پڑھتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

(فقہائے ہند جلد دوم ص:166-167)

(436) مولانا خواجگی بن محمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا خواجگی بن محمد رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں پیدا ہوئے۔علوم میں درجہ اجتہاد پر فائز تھے۔جہاں جید عالم دین تھے وہاں تصوف وطریقت سے بھی قلبی لگاؤ رکھتے تھے اور اس باب میں شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ تھے۔

فتنے سے پہلے خواب میں اشارہ

مولانا خواجگی رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں ہی تھے کہ سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ عنقریب ارض ہند پر مغل حملہ آور ہوں گے جو کھیتی باڑی کو تباہ اور مویشیوں کو ہلاک کر دیں گے اور بے شمار انسانی جانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔یہ خواب انہوں نے مولانا خواجگی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا تو وہ اپنے تلمیذ رشید مولانا شہاب الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو لے کر کالپی چلے گئے۔(فقہائے ہند جلد دوم ص:169)

Marfat.com

عالم دین کا صاحب دل سے علاج

مولانا خواجگی رحمۃ اللہ علیہ جس زمانے میں دہلی میں مولانا معین الدین عمرانی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کرتے تھے ان کا معمول تھا کہ درس کے بعد شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی جاتے لیکن مولانا عمرانی رحمۃ اللہ علیہ اس عام مخالفت کی بناء پر جو علمائے دین کو فقراء وصوفیاء سے ہوتی ہے شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ کے مقام ومرتبہ کے قائل نہ تھے اور نہ کبھی ان کی ملاقات کو گئے تھے۔ ایک مرتبہ مولانا عمرانی رحمۃ اللہ علیہ کو ایسی شدید کھانسی لگی کہ معالجوں نے اسے ناقابلِ علاج قرار دے دیا اور وہ زندگی سے مایوس ہوگئے۔ یہ صورتحال دیکھ کر مولانا خواجگی رحمۃ اللہ علیہ نے استاد سے عرض کیا: اے مخدوم ومحترم استاد! اس میں کیا مضائقہ ہے کہ آپ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کیلئے تشریف لے چلیں' ان سے دعا کی درخواست کی جائے' ممکن ہے کہ ان کی برکتِ صحبت ونظر سے صحت حاصل ہوجائے۔ پہلے تو مولانا نے یہ مشورہ قبول کرنے سے انکار کردیا مگر جب بیماری سے زیادہ پریشان ہوئے تو شیخ چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ ملنے کیلئے روانہ ہوگئے۔ ابھی خانقاہ میں گئے ہی تھے کہ شیخ چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ گھر تشریف لے گئے اور کھانا جو چاول اور دہی پر مشتمل تھا منگوایا اور مولانا کے سامنے رکھا۔ ظاہر ہے یہ دونوں چیزیں کھانسی کے مریض اور بلغمی مزاج والے شخص کیلئے سخت مضر ہیں' اسی لئے مولانا نے انکار کیا مگر شیخ چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ نے سخت اصرار کرکے کھانا ان کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر تناول فرمایئے۔ انہوں نے کھانا شروع کیا مگر جب دسترخوان سے اٹھے تو کھانسی نے بہت زور پکڑا' **شیخ چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے طشت منگوایا گیا اور وہ تمام بلغمی مادہ جس سے کھانسی ہوتی تھی طشت میں آرہا اور مولانا مکمل طور سے صحت یاب ہوگئے۔** اس واقعہ کے بعد مولانا عمرانی رحمۃ اللہ علیہ کا شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات سے انکار' ارادت مندی میں بدل گیا اور مولانا کو شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے بے انتہا عقیدت پیدا ہوگئی۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:170)

(437) مولانا خواجگی کڑوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ شمس الدین خواجگی کڑوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم وفاضل شخص تھے۔ حدیث اور فقہ میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے اور تصوف طریقت کی بھی تمام منزلیں طے کرچکے تھے' تصوف وسلوک کے موضوع پر ان کی ایک تصنیف بھی ہے جس کا نام ''المرید والمراد'' ہے۔

خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا قلبی لگاؤ اور دلچسپی کا عالم یہ تھا کہ شیخ حسن صغانی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت تصنیف ''مشارق الانوار'' سے چالیس احادیث کتاب کی صورت میں جمع کیں جن کا نام الاربعین رکھا۔ ان کی یہ اربعین بہت مقبول ہوئی۔ شیخ احمد بن محمد حسینی کڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض تصنیفات میں یہ واقعہ تحریر کیا ہے کہ خواب میں ان کے والد مکرم کو

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض گزار ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے جد امجد کی اربعین سماعت فرمائیں اور اس میں مندرج احادیث کی تصحیح فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ احادیث تم نے کس کتاب سے نقل کی ہیں؟ عرض کیا: صغانی کی کتاب مشارق الانوار سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مشارق الانوار کی تمام احادیث صحیح ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اس بشارت پر انہوں نے الحمد للہ کہا اور پھر شروع سے آخر تک پوری مشارق الانوار زبانی یاد کر لی۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:171۔172)

(438) مولانا خواجہ مانکپوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا حسام الدین مانکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے والد مولانا خواجہ مانکپوری رحمۃ اللہ علیہ نہایت قانع' نیک اور متورع بزرگ تھے' ان کے بارے میں ایسے عجیب وغریب واقعات کتابوں میں مرقوم ہیں کہ اس مادی دور میں ان کو ماننا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے' ان متعدد واقعات میں سے ایک یہ ہے کہ ایک مرتبہ انکے سب اہل خانہ تین روز سے فاقے کی حالت میں تھے' ایک شخص فتویٰ پوچھنے آیا اور سونے کا ایک سکہ ساتھ لایا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو فتویٰ تو دے دیا مگر سونے کا وہ ٹکڑا واپس کر دیا۔ اس پر اہل خانہ نے خفگی کا اظہار کیا لیکن شیخ رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے۔ اتنے میں ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ امیر عین الدین آئے ہیں اور آپ کو سلام کہتے ہیں وہ کچھ دعائیں پڑھ رہے تھے کہ بعض مشکل الفاظ سامنے آئے جو ان کی سمجھ سے بالا ہیں۔ امیر عین الدین نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہاں کوئی عالم دین ہے؟ لوگوں نے آپ کا نام لیا۔ وہ آپ کو یاد کرتے ہیں اور آپ سے مشکل الفاظ سمجھنا چاہتے ہیں' اس پیغام پر مولانا خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس گئے اور جو مشکل اس کو درپیش تھی' وہ حل کر دی۔ اس پر امیر بہت خوش ہوا اور اس نے اس قدر سونا بھی دیا جتنا کہ انہوں نے واپس کر دیا تھا اور ساتھ ہی کپڑے اور کھانے کی چیزیں بھی پیش کیں۔ یہ ان کے صبر کا بدلہ تھا جس پر اہل خانہ نے انتہائی مسرت کا اظہار کیا۔ اس پر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ ہم نے ہمت کر کے مال مشکوک واپس کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی وجہ سے ہمیں مال حلال عطا کر دیا۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:173)

(439) شیخ اخوند میر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ اخوند میر رحمۃ اللہ علیہ گجرات کاٹھیاوار میں پیدا ہوئے اور اپنے چچا شیخ شادی بن یعقوب رحمۃ اللہ علیہ سے علم فقہ کی تعلیم حاصل کی اور انہی سے تصوف وطریقت کا علم اخذ کیا۔ پھر پٹن سے احمد آباد منتقل ہو گئے اور وہاں کے مشہور علماء وصوفیاء یعنی شیخ عبداللہ بن محمود حسینی بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبدالفتاح رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض کیا۔ شیخ عبدالفتاح رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے شیخ محمد بن یوسف حسینی رحمۃ اللہ علیہ سے استفاضہ کیا تھا۔ شیخ اخوند میر رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اس وقت کے اصحاب فضل وصلاح میں ہوتا ہے' وہ باوقار اور بلند مرتبت بزرگ تھے۔ ان سے بے شمار لوگوں نے استفادہ کیا۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:174)

Marfat.com

(440) شیخ رکن الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ رکن الدین صوفی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فقیہہ اور مردِ صالح تھے' ان کا شمار مشاہیر مشائخ چشتیہ میں ہوتا ہے' ان کے والد گرامی شیخ شہاب الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے عالم دین بھی تھے اور معروف صوفی اور صاحب طریقت بھی۔ انہوں نے انہی کے سامنے زانوائے تلمذ تہہ کیا اور انہی سے تصوف وطریقت کی تعلیم حاصل کی۔ والد کی وفات کے بعد ان کی جگہ مسند مشیخت پر متمکن ہوئے اور بڑی شہرت پائی۔ جن حضرات نے شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کیا ان میں صاحب تمہیدات مسعود بیگ کا نام قابل ذکر ہے۔

حالتِ جذب وسکر

مسعود بیگ بزرگ کا اصل نام شیر خاں ہے اور یہ سلطان فیروز کے اقرباء میں سے تھے۔ نہایت عمدہ قسم کا شاہانہ لباس زیب تن کرتے تھے لیکن اچانک جذب کی ایسی کیفیت پیدا ہوتی کہ کپڑے پھاڑ دیتے اور گریبان چاک کر ڈالتے۔ عام طور سے طبیعت پر حالت سکر طاری رہتی اور کسی سے بات نہ کرتے' توحید اور تصوف کے موضوع پر ان کی کئی تصنیفات ہیں جن میں تمہیدات اور مراۃ الصارفین کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مسعود بیگ جہاں بہت بڑے صوفی اور صاحب طریقت بزرگ تھے وہاں بہترین شاعر بھی تھے۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:178-179)

(441) شیخ رکن الدین ظفر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ رکن الدین قریشی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اکابر فقہاء میں ہوتا ہے' یہ وہ عالم دین تھے جو تفسیر' حدیث' فقہ اور اصول فقہ میں بدرجہ غایت عبور رکھتے تھے۔ نزہۃ الخواطر میں علامہ سید عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں۔ نیکی کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ روزے سے رہتے اور مشکوک لقمہ حلق سے نیچے نہ اترنے دیتے۔ علم وفضل کی فراوانیوں کے علاوہ انہیں تصوف وطریقت سے بھی گہرا لگاؤ تھا اور شیخ اسد الدین حسینی ظفر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یافتہ تھے۔ ان کی معیت میں جہاد فی سبیل اللہ میں بھی کوشاں رہے۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:179)

(442) شیخ زین الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ زین الدین صوفی عربی رحمۃ اللہ علیہ عالم وفاضل بزرگ تھے۔ فقہ' تصوف اور فنون ادبیہ میں مہارت کامل رکھتے تھے۔ سلوک وطریقت میں بھی درجہ ممتاز پر فائز تھے اور اس ضمن میں شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یافتہ تھے۔ طویل عرصہ ان کی صحبت وملازمت میں بسر کیا تھا' فارسی زبان میں ان کی ایک تصنیف ''راحۃ القلوب'' بھی ہے جو ان کے شیخ (شرف الدین منیری رحمۃ اللہ علیہ) کے حالات وملفوظات پر مشتمل ہے۔ ان کا زیادہ تر وقت اصحابِ طریقت وتصوف ہی کی صحبت میں گزرا۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:185)

Marfat.com

(443) شیخ سارنگ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ سارنگ صوفی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے مرد صالح اور فقیہہ تھے۔ سلطان فیروز شاہ کے حلقہ امراء میں شامل تھے کہ ایک مشہور بزرگ شیخ قوام الدین عباسی کردی رحمۃ اللہ علیہ سے منسلک ہو گئے اور ان کی صحبت سے اس درجہ اثر پذیر ہوئے کہ ان پر جذب و سکر کی کیفیات طاری ہونے لگیں۔ اسی اثناء میں حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا' بعدازاں دیگر مشائخ کی خدمت میں بھی طویل عرصہ تک رہے۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:186)

(444) شیخ سراج الدین کالپی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ سراج الدین صوفی کالپی رحمۃ اللہ علیہ ''سراج الحریق'' کے نام سے معروف تھے' اپنے دور کے فقیہہ اور صالح بزرگ تھے۔ مولانا خواجگی کالپی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے' طریقت و تصوف سے بھی لگاؤ تھا اور اس سلسلے میں مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یافتہ تھے۔

(445) شیخ سراج الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ کمال الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند شیخ سراج الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ عابد و زاہد بھی تھے اور فقیہہ بھی۔ اپنے والد مکرم سے علم فقہ کی تکمیل کی اور انہی سے طریقہ چشتیہ کے مطابق تصوف میں لگاؤ پیدا ہوا۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:187)

(446) شیخ سعد الدین خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ سعد الدین بن قاضی بڈھن خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم اور اپنے وقت کے نامور بزرگ تھے۔ فقہ' اصول فقہ' علوم عربیہ نحو اور تصوف میں یگانہ روز تھے۔ ابھی عالم طفولیت ہی میں تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آغوش مادر میں تربیت پائی اور حصول علم میں مشغول ہو گئے۔ پہلے قرآن مجید حفظ کیا پھر اس دور کے عظیم فقیہہ شیخ محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں داخل ہوئے اور علم حاصل کیا۔ حصول علم کے بعد طریقت و تصوف کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کیلئے شیخ محمد مینا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھے۔ پورے بیس سال ان کی خدمت میں حاضر رہے اور اس راہ کی تمام منازل پر عبور حاصل کیا۔ حتیٰ کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد لکھنؤ شہر میں ان کی مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے اور عرصہ دراز تک لوگوں پر راہِ تصوف کی کٹھن منزلوں کے پوشیدہ راز منکشف کرتے رہے' بعدازاں لکھنؤ سے خیر آباد منتقل ہو گئے اور وہاں بہت بڑی خانقاہ تعمیر کی جس کو تصوف و طریقت کے مرکز کی حیثیت حاصل ہو گئی۔

شیخ کے فیض یافتگان

جو حضرات ان کے فیض صحبت سے تصوف کی راہوں پر گامزن ہوئے اور جنہوں نے ان سے منسلک ہو کر اس چشمہ صافی

Marfat.com

سے سیراب ہونے کا شرف حاصل کیا ان میں شیخ عبدالصمد رحمۃ اللہ علیہ' شیخ اللہ داد رضوی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ' شیخ مبارک سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ' سید صفی الدین انبالوی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ اللہ دتہ رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے حضرات شامل ہیں۔ شیخ سعدالدین خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو صرف تصوف وطریقت ہی کے حوالے نہیں کیا بلکہ درس وتدریس اور تصنیف وتالیف سے بھی پورا تعلق رکھا' ان کی تصنیفات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:188)

(447) شیخ سعد اللہ کنتوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ سعد اللہ بن محمد متوکل کنتوری رحمۃ اللہ علیہ مردِ صالح اور اپنے وقت کے فقیہہ تھے' والد مکرم محمد متوکل رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ سے استفاضہ کیا اور اپنے دور کے مشہور مشائخ میں گردانے گئے۔ بڑے عابد وزاہد اور قناعت پسند تھے' اپنی ضروریات کا دامن بہت ہی محدود اور مختصر کر لیا تھا' انہیں شیخ اشرف جہاں بن سلطان ابراہیم سمنانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی شرفِ اجازہ حاصل تھا۔ انہوں نے اپنے والد گرامی شیخ محمد متوکل رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہی میں انتقال کیا۔
(فقہائے ہند' جلد دوم' ص:191)

(448) شیخ شہاب الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ شہاب الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ عالم وفقیہہ تھے' ذکاوتِ فکر اور حدت ذہن کا یہ حال تھا کہ لوگ انہیں پرکالۂ آتش کہتے تھے۔ انہوں نے طریقہ مداریہ کے امام شیخ بدیع الدین رحمۃ اللہ علیہ سے علم طریقت حاصل کیا اور **پھر یہ کیفیت طاری ہوئی کہ منصب قضا چھوڑ دیا اور کتابیں دریائے گنگا میں غرق کر دیں۔** (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:193)

(449) شیخ احمد بن برہان رحمۃ اللہ علیہ

شیخ احمد بن برہان رحمۃ اللہ علیہ شاہان غوریہ کی نسل سے تھے۔ آپ نے شیخ صدر جہان گجراتی رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا اور شیخ محمد بن عبداللہ حسینی بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے طریقت وتصوف کا درس لیا۔ ایک عرصہ تک انکی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہے یہاں تک کہ مرتبہ کمال کو پہنچے۔ ان سے بے شمار لوگوں نے ظاہری اور باطنی فیوض حاصل کئے' اپنے شیخ محمد بن عبداللہ حسینی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد چونسٹھ سال کی عمر پا کر فوت ہوئے اور احمد آباد کے قریب دفن کئے گئے۔

(450) شیخ محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن عبداللہ حسینی بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو سراج الدین ابوالبرکات گجراتی بھی کہتے ہیں' آپ شاہِ عالم کے نام سے مشہور تھے۔ گجرات میں پیدا ہوئے اور شیخ سراج الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی۔ پھر اپنے والد شیخ عبداللہ مغربی رحمۃ اللہ علیہ سے

Marfat.com

طریقت کا درس لیا' بڑے بارعب اور صاحبِ جاہ بزرگ تھے۔ ملوک و امراء ان کے سامنے گردن جھکا کر پورے ادب کیساتھ دو زانو ہو کر بیٹھتے تھے۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:194)

(451) شیخ صفی الدین ردولوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور میں ارضِ ہند کے بلند پایہ عالم تھے اور علم و حکمت میں ان کا کوئی حریف نہ تھا۔ آپ بحرِ طریقت کے بھی شناور تھے اور اس سلسلے میں شیخ اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق ارادت رکھتے تھے' جنہوں نے اپنے اس مرید کے علم و تحقیق کی وسعت پذیری سے متاثر ہو کر فرمایا تھا کہ میں نے بلادِ ہند میں صفی الدین سے بڑھ کر علوم و فنون میں مہارت و عبور رکھنے والا اور کوئی شخص نہیں دیکھا۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:195)

(452) شیخ صلاح الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ صلاح الدین بن طالب گجراتی رحمۃ اللہ علیہ فقیہہ اور شیخ صالح تھے۔ **پہلے آپ کے والد ہندو تھے پھر وہ اور ان کی اہلیہ شیخ احمد بن عبداللہ مغربی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔** اس وقت ان کی اہلیہ حاملہ تھیں' ان کے ہاں لڑکے کی ولادت ہوئی تو انہوں نے شیخ احمد بن عبداللہ مغربی رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی وہ بچے کا نام خود ہی رکھیں۔ چنانچہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا نام صلاح الدین رکھا جو آگے چل کر بہت بڑے فقیہہ اور عالم بنے۔ اس کے ساتھ ساتھ علم و معرفت میں بھی مرتبہ کمال کو پہنچے۔

(فقہائے ہند' جلد دوم' ص:197)

(453) شیخ ضیاء الدین رفاعی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ضیاء الدین رفاعی رحمۃ اللہ علیہ علم و فقاہت میں ممتاز درجہ پر فائز تھے اور مشاہیر اصحاب فضل و صلاح میں سے تھے۔ ہندوستان آئے تو شیخ سعید الدین حسینی رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے شیخ جمن رحمۃ اللہ علیہ سے اخذِ فیض کیا۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:198)

(454) شیخ عبدالرزاق کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب بارہویں پشت سے پیران پیر حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ یہ شیخ اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے خالہ زاد تھے۔ جب بارہ سال کی عمر کو پہنچے تو شیخ سید اشرف سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت و ملازمت اختیار کر لی اور وہ انہیں ہندوستان لے آئے۔ پھر انہی کے پاس تربیت پائی اور علم و معرفت کی بلندیوں پر فائز ہوئے۔ سید اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد چالیس برس تک ان کی مسندِ مشیخت پر زینت افروز رہے۔

(فقہائے ہند' جلد دوم' ص:199)

Marfat.com

(455) شیخ عبداللطیف ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ شیخ وقت، عابد وزاہد اور عالم وفقیہہ تھے۔ طریقت وسلوک سے گہری وابستگی رکھتے تھے اور اس ضمن میں شیخ برہان الدین عبداللہ بن محمود حسینی بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ تھے۔ فقر وتوکل ان کا اوڑھنا بچھونا تھا، مستغنی المزاج تھے اور علائق دنیوی سے منقطع ہوکر زہد وعبادت میں مشغول ہوگئے تھے۔ رمضان المبارک میں راہئی جنت الفردوس ہوئے۔ (فقہائے ہند، جلد دوم، ص:200)

(456) شیخ عبداللطیف گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبداللطیف قرشی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ سلطان محمود گجراتی کے امراء میں سے تھے۔ صالح، فقیہہ، شیخ وقت اور عالم دین تھے۔ تصوف سے بھی لگاؤ تھا اور شیخ محمد بن عبداللہ حسینی بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے شرف ارادت رکھتے تھے۔ ایک عرصہ تک آپ سے منسلک رہے اور فیض یاب ہوئے، پھر ایک ایسا دور آیا کہ سلوک وتصوف کے سوا تمام امور سے قطع تعلق کرلیا۔ اس صوفی اورزاہد فقیہہ کے متعدد کشوف وکرامات اور عجیب وغریب واقعات تذکروں میں مرقوم ہیں۔

(457) شیخ برہان الدین عبداللہ بن محمود حسینی بخاری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبداللہ بن محمود حسینی بخاری رحمۃ اللہ علیہ لوگوں میں ابومحمد اوچی گجراتی کے نام سے معروف تھے اور ارض برصغیر کے مشہور مشائخ میں سے تھے۔ اپنے جدامجد شیخ جلال الدین حسین بخاری (مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ) کی وفات سے چارسال بعد اوچ میں پیدا ہوئے۔ ابھی کاروان حیات کی دس منزلیں ہی طے کی تھیں کہ والد بزرگوار شیخ محمود رحمۃ اللہ علیہ وفات پاگئے۔ پھر بارہ برس کی عمر میں والدہ کے ساتھ گجرات کے معروف مقام پٹن میں چلے گئے، پٹن کو اس زمانے میں علم وفضل اور زہد وعبادت کے مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ وہاں مولانا علی شیر گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور آپ سے اخذِ علم کیا۔ شیخ عبداللہ بن محمود رحمۃ اللہ علیہ متعدد اوصاف کے حامل تھے، نیک، عالم اور فقیہہ بھی تھے اور ساتھ ہی بارعب بلند مرتبت اور صاحبِ عزوشان شیخ تھے۔ تصوف وطریقت سے کامل وابستگی رکھتے تھے اور کئی مشہوران سلوک سے منسلک تھے۔ (فقہائے ہند، جلد دوم، ص:202)

(458) شیخ عثمان حسینی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عثمان حسینی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ، خطہ گجرات کے مشہور مشائخ میں سے تھے اور اپنے وقت کے نامور فقیہہ اور مرد صالح تھے۔ طریقت وتصوف کے بھی دلدادہ تھے اور شیخ برہان الدین عبداللہ بن محمود حسینی بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یافتہ تھے۔ طویل عرصہ تک آپ سے منسلک رہے تھے جس کے نتیجے میں مرتبہ کمال کو پہنچے اور مرجع خلائق بنے۔ آپ کی نیکی اور خلوص

Marfat.com

کی بناء پر آپ کے شیخ نے آپ کو شمع برہانی کا لقب عنایت فرمایا اور اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔احمد آباد کے قریب ایک گاؤں عثمان پور آپ ہی کے نام سے موسوم تھا۔

فقیر کی خدمت میں بادشاہ

حاکمِ گجرات سلطان محمود بن محمد رحمۃ اللہ علیہ آپ سے انتہائی مخلصانہ تعلق ارادت اور بے حد عقیدت رکھتے تھے۔اکثر آپ سے قرآن وحدیث اور سلوک وتصوف کا درس لیتے تھے۔صرف سلطان محمود ہی نہیں آپ کے اہل وعیال' آپ کے خاندان کے تمام افراد'ارکان دولت اور عمال حکومت بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔آپ سے پیش آئند مسائل دریافت کرتے اور مختلف اوقات میں پڑھنے کیلئے وظائف واوراد پوچھتے اور آپ کی مجلس میں دوزانو ہوکر بیٹھتے۔شیخ عثمان رحمۃ اللہ علیہ اپنے مدرسہ میں باقاعدہ تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے اور لوگوں کی روحانی وباطنی تربیت کے ساتھ ساتھ ان کی علمی اور ظاہری تربیت بھی کرتے۔(فقہائے ہند'جلد دوم'ص:204)

(459) شیخ عزیز اللہ مندوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عزیز اللہ بن یحییٰ مندوی رحمۃ اللہ علیہ'شیخ کامل' عالم اجل اور فقیہہ عصر تھے۔عفت وطہارت کی گود میں پیدا ہوئے اور بلند مرتبت حضرت کی آغوش تربیت میں تعلیم پائی۔شیخ رکن الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذِ فیض کیا اور عرصہ دراز تک آپ کی صحبت و ملازمت میں رہتے ہوئے مرتبہ کمال کو پہنچے۔نہایت زاہد اور متوکل علی اللہ تھے' **قناعت' عفاف اور توکل میں کوئی آپ کا حریف نہ تھا۔کل کیلئے کوئی چیز بطورِ ذخیرہ گھر میں نہ رہنے دیتے**۔اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ ایک دن پتا چلا کہ بیوی نے روٹی کا ایک ٹکڑا گھر میں رکھ لیا ہے اور وہ اس کو دودھ میں ڈال کر بیٹی کو کھلانا چاہتی ہیں۔اس سے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے دل میں شدید تکلیف محسوس کی اور حکم دیا کہ روٹی کا یہ ٹکڑا کسی کو دے دیا جائے اور بطورِ ذخیرہ گھر میں بالکل نہ رکھا جائے۔اس سے اللہ تعالیٰ پر بھروسے میں کمی پیدا ہوتی ہے۔(فقہائے ہند'جلد دوم'ص:205)

(460) شیخ علاؤ الدین گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ علاؤ الدین قریشی گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ متدین بزرگ تھے' مشائخ چشتیہ میں سے تھے' بہت عرصہ تک شہر گوالیار کی مسند افتاء پر فائز رہے اور عظمت ووجاہت کی اعلیٰ منازل کو پہنچے۔پھر ایک وقت آیا کہ تمام علائق دنیا سے دامن کشاں ہوکر تصوف وطریقت کی راہ پر گامزن ہوگئے اور شیخ محمد بن یوسف حسینی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ) سے وابستگی اختیار کرلی۔آپ سے اخذِ فیض کے بعد مرتبہ کمال کو پہنچے تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنا خلیفہ مقرر کردیا۔

(فقہائے ہند'جلد دوم'ص:206)

Marfat.com

(461) شیخ علی بن اسعد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ علاؤالدین علی بن اسعد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانے کے مشہور اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ پھر شیخ جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ دہلی گئے تو ان کی صحبت وملازمت سے سعادت اندوز ہوئے' ان سے درس طریقت لیا اور جب تک وہ دہلی میں قیام فرما رہے' یہ ان سے الگ نہیں ہوئے' ان سے عوارف المعارف' التعرف' رسالہ مکیہ' چند رسائل تصوف' مشارق الانوار اور بعض دیگر کتب پڑھیں۔ کچھ اوراد ووظائف بھی سیکھے اور ان سب کا باقاعدہ تحریری طور پر سند و اجازہ حاصل کیا۔ انہوں نے فارسی زبان کی 2 جلدوں میں اپنے شیخ (مخدوم جہانیاں جہانگشت رحمۃ اللہ علیہ) کے ملفوظات بھی جمع کئے۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص: 207)

(462) شیخ علی بن احمد مہاتمی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوالحسن علی بن احمد مہاتمی رحمۃ اللہ علیہ علامہ دوراں' فاضل اجل' ہمام کبیر اور شیخ وقت تھے۔ اپنے وقت کے جلیل القدر عالم اور عظیم المرتبت فقیہہ ہونے کیساتھ ساتھ متعدد کتابوں کے مصنف بھی تھے' آپ کی تصنیفات میں سے تصوف کے متعلق کتب یہ ہیں ''الزوارف فی شرح العوارف'': یہ تصوف کی مشہور کتاب عوارف المعارف کی شرح ہے۔ شرح الفصوص: یہ فصوص الحکم (از علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ) کی ایک بینظیر شرح ہے۔ کتاب لمعات العراقی کا ترجمہ اور اس کی شرح۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص: 209)

(463) قاضی علیم الدین شاطبی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی علم الدین صدیقی شاطبی رحمۃ اللہ علیہ قرأت تجوید' فقہ اور علوم عربیہ کے جلیل القدر علماء میں سے تھے۔ طریقت وسلوک سے تعلق خاطر تھا اور اس سلسلے میں شیخ صدر الدین محمد حسینی بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یافتہ تھے۔ علماء ومشائخ کی کثیر تعداد نے آپ سے اخذِ علم کیا۔ آپ نے 2 رمضان المبارک کو اٹھاسی برس کی عمر میں وفات پائی۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص: 210)

(464) مولانا عماد الدین غوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عماد الدین غوری رحمۃ اللہ علیہ' علاقہ نارنول کے اکابر مشائخ میں سے تھے' ان کے ایک بزرگ کا نام بھی شیخ عماد الدین غوری رحمۃ اللہ علیہ تھا جن کو سلطان محمد شاہ تغلق نے صرف اس لئے قتل کرا دیا تھا کہ انہوں نے اس کے سامنے کلمہ حق بلند کیا تھا۔ مولانا عماد الدین غوری رحمۃ اللہ علیہ دراصل عالم شباب میں پہلوانی کرتے تھے' مگر ان کے آباؤ اجداد چونکہ متقی وپرہیزگار تھے' اس لئے لوگ ان کو اس حرکت پر ملامت کرتے اور روکتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ کسی بڑے پہلوان سے جیت کر فتح کے غرور میں گھر واپس جا رہے تھے کہ راستے میں ایک صاحبِ دل بزرگ ملے' انہوں نے ان کو سختی سے کچھ باتیں کہیں اور ان حرکات پر

Marfat.com

ملامت کی۔ اس بزرگ کی باتوں کا ان کے دل پر اثر ہوا کہ بڑے نادم ہوئے اور اسی وقت لہو ولعب کی زندگی ترک کر دی۔

بارہ سال کی چلہ کشی

شیخ محمد نارنولی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر جا کر بیٹھ گئے اور پورے بارہ سال دنیاوی معاملات سے علیحدگی اختیار کئے رکھی۔ اعمال صالحہ' تقویٰ وطہارت' ذکر الٰہی' تلاوت قرآن' فرائض اور سنن ونوافل کی ادائیگی کو اپنی زندگی کا معمول ٹھہرالیا اور تمام وقت اسی کام میں صرف ہونے لگا۔ ایک حجرے میں معتکف ہو گئے' بلاضرورت اس سے باہر نہ نکلتے تھے' اپنی زندگی کے معمولات کو اپنے اسلاف کے قالب میں ڈھال لیا۔ فقہ اور دیگر علوم میں مہارت پیدا کر لی اور درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔

ہر کام میں اتباع سنت

شیخ احمد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کو اپنے بچپن کے زمانے میں دیکھا تو اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت آگے بڑھے ہوئے تھے' کسی چھوٹے سے چھوٹے معاملے میں بھی راہ سنت سے باہر قدم نہ نکالتے تھے' کوئی کام بھی ہوتا' اس کو سب سے پہلے سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیمانے سے ناپتے' فقر اور فقراء سے بہت محبت رکھتے اور ناداروں کی مدد کرتے تھے۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:212)

(465) شیخ عین الدین بیجاپوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عین الدین بن محمد رحمۃ اللہ علیہ' معروف عالم وفقیہہ اور مشہور شیخ تھے۔ علم ومعرفت کے سلسلے میں شیخ اویس بن محمد جنیدی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور فیض یافتہ تھے' طویل عرصہ تک ان کی خدمت میں رہ کر مرتبہ کمال کو پہنچے۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:213)

(466) شیخ فتح اللہ اودھی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ فتح اللہ بن نظام الدین صوفی اودھی رحمۃ اللہ علیہ علم وصالحیت میں یگانہ روزگار تھے' سالہا سال تک دہلی کی جامع مسجد میں مسند درس وافادہ پر متمکن رہے پھر شیخ صدر الدین احمد بن شہاب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں شریک ہو گئے اور ذکر ومراقبہ کو اصل مشغلہ قرار دے لیا۔ مدت تک اس میں مصروف رہے اور بہت ریاضت کی مگر ابواب کشف وشہود وانہ ہوئے اور قلب کی دنیا پر مساعی سلوک کا قطعی طور پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس کی شکایت اپنے مرشد شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے کی تو آپ نے ترک درس اور کتابوں سے کنارہ کش ہو جانے کا کہا۔ فرمایا: علوم ظاہری سے تعلق خاطر کی فراوانی' علوم باطنی کی راہوں میں رکاوٹ ثابت ہو رہی ہے' اس رکاوٹ کو دور کرنا چاہیے۔

مرشد کے حکم کی کامل تابعداری

مرشد کے حکم کی تعمیل کی گئی مگر بابِ معرفت اب بھی پوری طرح نہ کھلا اور آنکھوں سے آنسو جاری نہ ہوئے۔ اس کی وجہ یہ تھی

Marfat.com

کہ بعض نفیس قسم کی کتابیں ابھی تک باقی تھیں اور زیر مطالعہ تھیں' مرشد کے فرمان سے ان کتابوں کی رفاقت بھی ترک کر دی تو فتوحاتِ روحانی کے بند کواڑ کھلنے لگے۔ کہتے ہیں ادھر انہوں نے کتابیں دریا کی لہروں کے سپرد کرنا شروع کیں اور وہ غرق ہونے لگیں اور ادھر آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش شروع ہوگئی اور پھر کاس دلجمعی اور فراغت قلب سے سلوک وطریقت کی منزلیں طے کرنے لگے۔ کیونکہ اب لوح ضمیر' نقش ماسوی اللہ سے پاک ہو چکی تھی اور اقلیم قلب نے علوم ظاہری کے تسلط سے نجات حاصل کر لی تھی۔ اس صاحبِ دل فقیہہ سے بیشمار لوگوں نے کسبِ فیض کیا جن میں صاحبِ آداب السالکین شیخ محمد بن قاسم اودھی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد بن عیسیٰ جونپوری رحمۃ اللہ علیہ خصوصیت سے لائق تذکرہ ہیں۔ فرمایا کرتے تھے:

خیر الاعمال الی اللہ ادومها وان قل"۔

کہ بہتر اعمال وہ ہیں جو ہمیشہ کئے جائیں' اگرچہ کم ہوں۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:214-215)

(467) شیخ قطب الدین ظفر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابو الغیب قطب الدین حسینی ظفر آبادی رحمۃ اللہ علیہ علمائے صالحین اور فقہائے عصر میں سے تھے' انہوں نے قاضی شہاب الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے تمام کتب درسیہ پڑھیں۔ بعد ازاں اپنے والد شیخ نور الدین رحمۃ اللہ علیہ سے طریقت وتصوف کا درس لیا' حج وزیارت سے بھی سعادت اندوز تھے۔ نہایت عبادت گزار' عظیم الورع' حسن اخلاق کے مالک لوگوں کے خادم اور ان کو فائدہ پہنچانے والے تھے۔ خلق کثیر نے ان سے اخذِ علم اور اکتسابِ فیض کیا۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:218)

(468) مولانا قیام الدین ظفر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا قیام الدین قریشی ظفر آبادی رحمۃ اللہ علیہ متبحر علماء میں سے تھے۔ مدتِ مدید تک ظفر آباد میں درس وافادہ میں مصروف رہے اور طلباء کی خدمت انجام دیتے رہے۔ بعد ازاں علمی بحث واشغال سے کنارہ کشی اختیار کر لی' اپنے لئے ترک وتجرید کی زندگی پسند کر لی' دنیاوی معاملات سے انقطاع اختیار کر لیا اور گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے لولگائی' اس عظیم فقیہہ اور صوفی نے 817ھ کو انتقال کیا۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:219)

(469) شیخ کبیر الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ کبیر الدین اوچی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ ارض ہند کے نامور فقیہہ صالح عالم دین اور مشہور شیخ تھے۔ اوچ میں پیدا ہوئے' اپنے جد امجد کے عم محترم شیخ صدر الدین محمد بن احمد حسینی بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اخذِ علم اور کسبِ فیض کیا۔ علم ومعرفت میں کامل دسترس حاصل کی' ان کی وفات کے بعد ان کی مسندِ مشیخت کو زینت بخشی' مشہور شیخ سماء الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور خلق کثیر نے ان سے علم طریقت کی دولت حاصل کی۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:220)

Marfat.com

(470) ... الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

...ام الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ عظیم المرتبت عالم و فقیہہ تھے۔ طریقت سے بھی قلبی لگاؤ رکھتے تھے اور مشائخ
...نوب پٹنی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یافتہ تھے۔ ان کو علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "فصوص الحکم" سنائی اور
...بت و ملازمت میں رہے۔ علاقہ گجرات کے خواص و عوام میں انہیں بڑی مقبولیت و عظمت حاصل
...ین عبد اللہ بن محمود حسینی بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور علماء و مشائخ کی بہت بڑی تعداد نے اخذِ فیض کیا۔

(471) شیخ مبارک بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

...فی بنارسی رحمۃ اللہ علیہ شیخ صالح اور فقیہہ نامدار تھے۔ کبار مشائخ چشتیہ سے تعلق رکھتے تھے فارغ التحصیل
...ریس میں مشغول ہو گئے اور کئی سال یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ ساتھ ہی ساتھ مجاہدہ نفس اور
...بھی جاری رہا۔ پھر جونپور جا کر شیخ محمد بن عیسیٰ جونپوری رحمۃ اللہ علیہ سے اخذِ طریقت کیا اور خاصہ عرصہ ان
...بنارس واپس آئے اور وہاں کمال عفاف و قناعت اور توکل و استغناء کے ساتھ زہد و عبادت میں
...سے منقطع ہو کر یادِ الٰہی کو وظیفہ حیات قرار دے لیا۔ اس کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کیلئے اپنے آپ
...قناعت کا یہ عالم تھا کہ کسی سے کوئی ہدیہ قبول نہ کرتے البتہ کھانے کی کوئی چیز ہوتی تو صرف اس قدر
...و تدریس کیلئے کافی ہو باقی طلباء میں تقسیم کر دیتے۔ تمام عمر ان خیموں اور جھونپڑیوں میں زندگی بسر
...س کیلئے بنائی تھیں۔ (فقہائے ہند، جلد دوم، ص:221)

(472) شیخ محمد بن احمد بخاری اوچی رحمۃ اللہ علیہ

...سید جلال الدین مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی تھے ظاہری و باطنی علوم میں یکتا تھے صدر
...میں شیخ صدر الدین راجو قتال رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے معروف تھے۔ انہوں نے اپنے والد بزرگوار شیخ
...ے بھائی شیخ جلال الدین حسین بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اخذِ علم اور کسبِ فیض کیا انہی سے خرقہ تصوف پہنا
...پر متمکن ہوئے۔ عظیم المرتبت فقیہہ اور شب زندہ دار زاہد تھے اولیائے سالکین اور اصحابِ مجاہدہ
...کی ولایت و جلالت پر لوگوں کا اتفاق ہے۔

Marfat.com

کہ جب مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو ایک کافر جس کا نام نواہون تھا اور سلطان فیروز شاہ کی طرف سے اوچ کا حاکم تھا' مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کی عیادت کو آیا اور کہا کہ **اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذاتِ گرامی کو ختم الاولیاء بنایا ہے' جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ ختم الانبیاء تھے**' خدا تعالیٰ آپ کو صحتِ کاملہ عطا فرمائے۔ نواہون کی زبان سے یہ الفاظ سن کر سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے بھائی شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اس شخص نے آنحضرت ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا ہے لہٰذا شریعت کی رو سے اب یہ مسلمان ہو گیا ہے' تم اور تمام حاضرین مجلس اس کے گواہ ہو' اب اسے باقاعدہ زمرۂ مسلمین میں شامل کرو۔ نواہون نے یہ بات سنی تو وہ قبول اسلام کے خوف سے بھاگ گیا اور سلطان فیروز شاہ سے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ سلطان فیروز باربک کے نزدیک نواہون بہت عزت کا مالک تھا اور وہ اسے دوست سمجھتا تھا' مگر اس نے بھی کہا کہ اگر تم نے واقعی یہ الفاظ کہیں ہیں تو تم بلاشبہ مسلمان ہوا۔ سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ تو وفات پا گئے اور معاملہ سید صدر الدین راجو قتال رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد ہوا' انہوں نے اپنے بڑے بھائی کی تجہیز و تکفین کے بعد نواہون کے گواہوں کو ساتھ لیا اور فیصلہ لینے کیلئے دہلی چلے گئے۔ سلطان فیروز شاہ باربک نے علمائے دہلی کو جمع کر کے ان سے نواہون کے معاملے میں استفسار کیا۔ اس زمانے میں دہلی کے اہل علم میں سے قاضی عبد المقتدر کے بیٹے شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ علم و فہم اور جودتِ طبع میں مشہور تھے' انہوں نے سلطان کو مشورہ دیا کہ سید صدر الدین محمد رحمۃ اللہ علیہ کے استقبال کیلئے جانا چاہئے اور پھر وہیں ان سے سوال کیا جائے کہ کیا آپ اس کافر کے سلسلے میں تشریف لائے ہیں؟ اگر وہ ہاں میں جواب دے دیں تو یہ خود انہی کی زبان سے اس کے کفر کا اقرار ہوگا اور ہم ان سے اس مسئلہ کے متعلق باقاعدہ بحث کریں گے۔ چنانچہ سلطان نے اس تجویز کے مطابق پہلی ہی مجلس میں سید صدر الدین محمد راجو قتال رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ اس کافر کے سلسلے میں تشریف لائے ہیں؟ فرمایا: اس مسلم کے سلسلے میں آیا ہوں' اب شیخ محمد بن قاضی عبد المقتدر سامنے آئے اور کہا: اے سید اس لفظ کی وجہ سے جو اس نے زبان سے نکالا' اس پر اسلام لازم نہیں آتا''۔ سید نے فرمایا: اے مخدوم زادے' آپ کی اس بات سے بوئے دیانت نہیں آتی''۔ اپنے کفن کی فکر کرو''۔ یہ کہہ کر ان کی طرف تیز نظر سے دیکھا اور فوراً ان کے پیٹ میں شدید درد پیدا ہوا' وہ گھر گئے اور جا کر لیٹ گئے۔ ادھر ان کے والد قاضی عبد المقتدر بھی اس مجلس میں موجود تھے' وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور عزت و تعظیم بجالا کر سید کی خدمت میں عرض پرداز ہوئے کہ میرا یہی ایک لڑکا ہے۔ میری عجز و انکساری پر رحم کر کے اس کو معاف کر دیں۔ فرمایا: وہ تو مر چکا ہوگا' لیکن آپ کا وہ بچہ جو شکم مادر میں ہے' اہل تقویٰ میں سے ہوگا'' چنانچہ شیخ محمد تو اس درد کی شدت سے وفات پا گئے اور قاضی عبد المقتدر کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور لڑکا عطا فرمایا جس کا نام انہوں نے ابو الفتح رکھا اور وہ فی الواقع متقی و پرہیزگار اور عالم و فقیہہ ہوئے۔

نواہون کا فیصلہ

اس گفتگو کے بعد فیروز شاہ نے نواہون کو سید صدر الدین محمد رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دیا اور کہا کہ اس کے بارے میں شریعت کی روشنی میں فیصلہ کیا جائے۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نواہون سے فرمایا کہ تو مسلمان ہو چکا ہے' اپنے آپ پر شعار اسلام ظاہر کر لیکن اس نے

Marfat.com

(476) شیخ محمد بن علاؤ الدین منیری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ طریقہ شطاریہ کے کبار مشائخ میں سے تھے۔ زہد و عبادت میں بے مثال تھے' علوم متداولہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے' تمام طرق تصوف کے ماہر تھے۔ طریقہ فردوسیہ اپنے والد شیخ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ کیا تھا' اس ضمن میں ان کا سلسلہ سند شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔ طریقہ سہروردیہ کیلئے شیخ رکن الدین جونپوری رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض کیا' طریقہ چشتیہ کیلئے شیخ زاہد بن بدر الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا۔ سلسلہ قادریہ میں ان کے مرشد شیخ عبدالوہاب صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ طریقہ مداریہ میں شیخ حسام الدین اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں۔ طریقہ شطاریہ میں بغیر کسی واسطے کے امام طریقہ شطاریہ شیخ عبداللہ بن حسام الدین شطاری رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض ہوئے۔ خود اس جلیل القدر عالم' نامور فقیہہ اور عظیم صاحب طریقت و تصوف کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:239)

(477) شیخ محمد بن عیسیٰ جونپوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن عیسیٰ جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے' طویل عرصہ تک فرائض تدریس انجام دیتے رہے' پھر ایک دور ایسا آیا کہ علمی بحث و اشغال کا سلسلہ ترک کر دیا اور شیخ فتح اللہ اودھی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ بیعت میں داخل ہو گئے۔ اس باب میں اتنا آگے بڑھے کہ تمام وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسر ہونے لگا اور ذکر الٰہی کو زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ ہر آن اپنے حجرے میں بیٹھے رہتے' پانچ وقت کی نمازوں کے سوا بالکل باہر نہ نکلتے' کامل چالیس برس تک ترک و تجرید کی زندگی اختیار کئے رکھی۔ سلاطین و امراء میں سے کسی کا ہدیہ اور نذرانہ قبول نہ کرتے۔ اس سلطان طریقت سے شیخ بہاؤ الدین جونپوری رحمۃ اللہ علیہ' شیخ مبارک بنارسی رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے لوگوں نے اخذ فیض اور کسب علم کیا۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:240)

(478) شیخ محمد بن قاسم اودھی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ مرد صالح' شیخ کامل اور عالم و فقیہہ تھے۔ تصوف و طریقت میں بہرہ وافر حاصل تھا' طریقہ چشتیہ' طریقہ مداریہ اور طریقہ سہروردیہ کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔ طریقت و سلوک کے بارے میں ان کی ایک کتاب ''آداب السالکین'' کے نام سے موسوم ہے' اپنے موضوع پر یہ ایک بہترین اور مفید کتاب ہے۔

(479) شاہ مینا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن قطب الدین لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ مینا کے نام سے معروف تھے' انہوں نے خرقہ تصوف شیخ سارنگ رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا جو شیخ قوام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے تھے' عوارف المعارف شیخ محمد بن ابوالبقاء رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے ان کو زہد و عبادت اور قناعت و استغناء کی دولتِ بے پایاں سے نوازا تو امورِ دنیا سے منقطع ہو کر یادِ الٰہی میں مصروف ہو گئے' تقویٰ و صالحیت کے اس درجہ اونچے مقام پہنچے کہ اس میں ان کے دور اور ان کے شہر کا کوئی شخص ان کا حریف نہ تھا۔

عبادت کے شوق میں ریاضت

جو ریاضت شاقہ انہوں نے کیں اور ذکر الٰہی کی مشقتوں سے یہ گزرے وہاں ہر انسان نہیں پہنچ سکتا۔ یوں سمجھیں کہ انہوں نے اپنے آپ کو ذکر و فکر میں فنا کر دیا تھا۔ دن کو روزہ رکھتے' رات کو قیام کرتے' نہ ان کی آنکھیں بند ہوتیں' نہ سر کے نیچے تکیہ رکھتے' نہ ٹیک لگاتے' نہ بستر پر آرام کرتے کہ کہیں نیند نہ آجائے' سخت جاڑوں کے موسم میں رومال اور ٹوپی ٹھنڈے پانی سے بھگو کر سر پر رکھتے' کئی بار سرد راتوں میں غسل خانہ میں جا کر ٹھنڈے پانی سے نہانا شروع کر دیتے تا کہ نیند کے جھونکے عبادت میں خلل انداز نہ ہوں۔ اس طرح پوری رات ذکر و مراقبہ میں مشغول رہتے اور وضو کا التزام رکھتے۔ بارہا ایسا ہوتا کہ متواتر چالیس دن کے روزے رکھتے مگر کوئی مہمان یا دوست آجاتا تو اس کو کھانا پیش فرماتے اور خود بھی اس کے ساتھ ہی افطار کر لیتے۔ دوبارہ یہ سلسلہ شروع کر دیتے مگر کسی پر ظاہر نہ ہونے دیتے کہ وہ روزے سے ہیں' کوئی اذیت پہنچاتا تو نہ اس کو طعن و تشنیع کرتے اور نہ لعن و ملامت کا اظہار کرتے' اس کا ذکر اچھے الفاظ میں کرتے۔

مرشد کے متعلق مرید کی شہادت

شیخ سعد الدین خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے بعض رسائل میں لکھتے ہیں کہ میں بیس سال تک ان کی خدمت میں رہا' میں نے ان کو ہمیشہ اس انداز سے قبلہ رو بیٹھے ہوئے پایا کہ گویا نماز میں ہیں۔ اس طویل مدت میں نہ تو ان کو پاؤں بچھاتے ہوئے دیکھا اور نہ پاؤں کھڑا کئے ہوئے' نہ عمدہ لباس پہنے ہوئے دیکھا' ہمیشہ قبلہ رو بیٹھتے اور مستغرق عبادت رہتے۔ اس جلیل القدر عالم دین اور صاحبِ طریقت و تصوف بزرگ نے 888ھ کو لکھنؤ میں وفات پائی۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص: 242-243)

(480) شیخ محمد بن یوسف حسینی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو حلقہ اہل علم میں خواجہ بندہ نواز اور خواجہ گیسو دراز کہا جاتا ہے۔ ان کے والد سید یوسف بن علی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے' شیخ محمد بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نانا بھی شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ارادت مندوں میں سے تھے۔ والد صاحب اور جد امجد نے بچپن ہی میں خواجہ بندہ نواز کو حصول علم کی راہوں پر لگا دیا تھا۔ ان بزرگوں کی تربیت کا یہ نتیجہ ہوا کہ آٹھ سال کی عمر میں ان کی طبیعت دین کی طرف مائل ہوگئی اور وضو اور نماز وغیرہ میں مشغول رہنے اور دلچسپی لینے لگے۔

شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت

جب سید محمد حسینی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر پندرہ برس ہوئی تو دہلی میں سلطان قطب الدین کی جامعہ مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے گئے۔

Marfat.com

وہاں شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا' ان سے بہت متاثر ہوئے اور اپنے بھائی سید چندن کے ساتھ ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:245)

مرشد کا پہلا حکم

شیخ چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کے بعد ذکر وفکر اور مراقبہ ومکاشفہ میں مشغول رہنے اور لذت محسوس کرنے لگے تو ظاہری علوم کی تحصیل میں دلچسپی باقی نہ رہی۔ اس زمانے میں وہ قاضی عبدالمقتدر رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ تلمذ میں شامل تھے۔ مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر ترکِ تعلیم کا ارادہ ظاہر کیا اور علوم باطنی میں مشغول رہنے کیلئے عرض گزار ہوئے مگر مرشد رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات ناگوار گزری اور علوم ظاہری کی تکمیل کی تلقین فرمائی اور حکم دیا کہ ہدایہ' اصول بزدوی' کشاف اور مصباح خوب غور سے پڑھو۔ چنانچہ مرشد رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق تعلیم کا سلسلہ بدستور جاری رکھا اور انیس سال کی عمر میں علم وفضل کے اونچے درجے پر پہنچے اور فتویٰ وتدریس کی اہلیت سے بہرہ ور ہوئے۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:246)

''سید گیسودراز'' لقب کی وجہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلے میں اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ دیگر مریدوں کے ساتھ اپنے مرشد کی پالکی اٹھائے جا رہے تھے' ان کے بال بڑے بڑے تھے جو پالکی میں الجھ گئے' پایہ میں بال الجھ جانے کی وجہ سے تکلیف ہوتی رہی لیکن مرشد رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ محبت وتعظیم کی وجہ سے زبان سے کوئی لفظ نہ نکالا اور پالکی اٹھائے ہوئے دور تک چلے گئے۔ شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم ہوا تو مرید کی اس عقیدت ومحبت سے بہت خوش ہوئے اور یہ شعر پڑھا۔

ہر کہ مرید سید گیسودراز شد   واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

اس واقعہ کے بعد سے گیسودراز مشہور ہو گئے۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:247)

(481) حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما ایک امیر گھرانے کی بیٹی تھیں اور زندگی کی ابتدائی منزلیں دولت وثروت کے ماحول میں طے کی تھیں لیکن شادی حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے ہوئی جو نہایت غریب اور نادار تھے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ان کے گھر آتے ہی اپنے آپ کو محنت ومشقت کا عادی بنا لیا تھا۔ خود گھوڑے کو دانہ دیتیں' پانی بھرتیں اور کنویں سے ڈول نکال کر اسے پانی پلاتیں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ایک خطہ زمین عنایت کیا تھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا وہاں جا کر کھجوروں کی گٹھلیاں چنتیں اور سر پر اٹھا کر لاتیں۔ دل کی فیاض تھیں لیکن مالی اعتبار سے غریب تھیں اس لئے ناپ تول کر خرچ کرتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا: **اگر تم لوگوں کو ناپ تول کر دو گی تو اللہ تعالیٰ بھی تمہیں ناپ تول کر دے گا''۔** اس کے بعد یہ عادت ترک کر دی اور پھر اللہ تعالیٰ نے اتنا دیا کہ تمام مشکلیں ختم ہو گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے بڑے بیٹے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنی ماں سے بڑھ کر کسی کو فیاض نہیں پایا۔ اپنے اہل وعیال اور اپنی اولاد سے فرمایا کرتی تھیں کہ یہ مال تمہیں

Marfat.com

اس لئے دیا گیا ہے کہ اس کو دوسروں کے کام میں لاؤ۔غریبوں اور ضرورت مندوں کی مدد کرو۔ اگر تم اسے دوسروں کیلئے استعمال نہیں کرو گے اور اپنے بھائی کی ضرورت پر اپنی ذاتی ضرورت کو ترجیح دو گے تو بخیل کہلاؤ گے۔ دوسروں کی مشکل کشائی کیلئے مال خرچ کرنا بہترین ذخیرہ کی حیثیت رکھتا ہے۔اس سے نہ مال کم ہوگا نہ ہی ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔

صوفیاء کی طرح موٹے لباس سے رغبت

سخاوت کے علاوہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا انکسار و تواضع کا پیکر تھیں۔ مال و دولت کی نعمت سے بہرہ مند ہونے کے باوجود موٹا لباس پہنتیں اور فقیرانہ زندگی بسر کرتیں۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہا کے بیٹے منذر رضی اللہ عنہ فتح عراق سے واپس آئے تو مال غنیمت میں سے کچھ خوبصورت اور باریک کپڑے بھی لائے اور نہایت ادب کے ساتھ اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں پیش کئے۔ بوڑھی ماں کی اس وقت بصارت زائل ہو چکی تھی کپڑوں کو ہاتھ سے ٹٹول کر فرمایا: یہ اتنے باریک اور نرم و نازک کپڑے تم میرے لئے لائے ہو۔ میں اپنے جسم پر یہ لباس نہیں پہن سکتی' یہ شرفاء اور جفاکش لوگوں کا لباس نہیں میرے لئے تو موٹے کپڑے لاؤ۔ (60 با کمال خواتین' ص:21-22)

نماز میں خشوع کی انتہاء

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی جرات اور اللہ تعالیٰ سے لگاؤ کا یہ عالم تھا کہ بیت اللہ میں خشوع و خضوع سے نماز پڑھتے تھے۔ کبوتر اڑتے ہوئے آتے اور ان کے کندھوں اور سر پر بیٹھ جاتے لیکن ان کو کچھ خبر نہ ہوتی۔ اس وقت ان کی عمر 72 سال کو پہنچ چکی تھی۔ (60 با کمال خواتین' ص:24)

غیر مسلم کیساتھ صلہ رحمی

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کی والدہ مسلمان نہیں ہوئی تھیں ان کے مسلمان نہ ہونے کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں طلاق دے دی تھی۔ ایک دفعہ وہ مدینہ منورہ آئیں اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے کچھ روپے مانگے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا انہیں روپے دینا چاہتی تھیں لیکن ان کے مشرکہ ہونے کی وجہ سے کچھ تامل کر رہی تھیں۔ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میری ماں مشرکہ ہے اور مجھ سے مالی امداد چاہتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں کر سکتی ہو۔ اسلام صلہ رحمی سے منع نہیں کرتا۔ (60 با کمال خواتین' ص:27)

(482) حضرت ام اسحاق غنویہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام اسحاق رضی اللہ عنہا کی ہجرت کا واقعہ سنیں۔ آپ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کے ساتھ مکہ سے مدینہ کو روانہ ہوئیں، ایک جگہ پہنچے تو بھائی نے کہا تم یہاں ٹھہرو میں اپنا نفقہ مکہ میں بھول آیا ہوں، اسے لے آؤں۔ حضرت ام اسحاق رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے اپنے مشرک شوہر کا خطرہ ہے کہیں وہ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔ بھائی نے جواب دیا اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔ کئی دن وہ راستے میں رکی رہیں، لیکن بھائی نہ آیا۔ ایک دن وہاں سے ایک شخص گزرا جس نے آپ رضی اللہ عنہا کو پہچان لیا۔ اس

Marfat.com

نے پوچھا آپ یہاں کیوں بیٹھی ہیں؟ فرمایا: میں بھائی کے انتظار میں بیٹھی ہوئی ہوں جو کئی دنوں سے مکہ گیا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ آپ کے بھائی رضی اللہ عنہ کو آپ کے شوہر نے قتل کردیا ہے۔ یہ سن کر ام اسحاق رضی اللہ عنہا کو سخت افسوس ہوا' وہاں سے چل پڑیں اور نہایت تکلیف کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچیں۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو فرما رہے تھے۔ روتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے بھائی کے قتل کی اطلاع دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر پانی کا چلو بھرا اور آپ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر چھڑک دیا۔ آگے حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرت ام اسحاق رضی اللہ عنہا کو ایسی تسکین حاصل ہوئی کہ آپ رضی اللہ عنہا پر کوئی بڑی سے بڑی مصیبت بھی آپڑتی تو روتی نہیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صبر دیتا تھا۔ (60 با کمال خواتین' ص:47)

(483) حضرت ام زیاد اشجعی رضی اللہ عنہا

عمل میں ڈھیل اور سستی آپ رضی اللہ عنہا کو سخت ناگوار تھی، اگر کسی کے قول وفعل میں تضاد دیکھتیں تو خفگی کا اشہار فرماتیں۔ کردار کی پاکیزگی اور صدق مقال پر نہایت زور دیتیں۔ عورتیں عمل کے سلسلے میں عام طور پر کمزور ہوتی ہیں' ان کو خاص طور پر یہ نکتہ سمجھانے کی کوشش کرتیں کہ اللہ تعالیٰ نے کے نزدیک اصل شئے عمل ہے۔ جتنا کوئی عمل میں اونچا ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت واحترام کا مستحق قرار پائے گا۔ (60 با کمال خواتین' ص:50)

(484) حضرت فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا بن عبد الملک

حضرت فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا بنت عبدالملک کئی خوبیوں کا مجموعہ تھیں۔ وہ بیک وقت عالمہ وفاضلہ بھی تھیں' حلیم الطبع اور منکسر المزاج بھی تھیں۔ فیاضی وسخاوت بھی ان کے اوصاف میں سے تھی اور نہایت نیک دل اور صابرہ بھی تھیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ ناز ونعمت میں پلنے والی اور زندگی کو شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ میں پانے والی اس خاتون میں کبھی نخوت وغرور کے آثار ظاہر نہیں ہوئے۔ ان کی شادی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے ہوئی جو ان کے چچازاد تھے۔ خود حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ بھی بہت بڑی محدث اور متقی و پرہیزگار تھے اور حضرت فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا بھی انہی اوصاف سے متصف تھیں۔ اس زمانے میں حضرت فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا کے پاس ایک نہایت قیمتی ہیرا تھا جو آپ کو آپ رحمۃ اللہ علیہا کے والد نے دیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ یا تو یہ ہیرا واپس کردو تاکہ میں اسے واپس بیت المال میں جمع کروادوں یا پھر مجھ سے علیحدگی اختیار کرلو۔ حضرت فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا نے جواب دیا میں اس سے کئی گناہ زیادہ قیمتی ہیروں پر آپ کو ترجیح دیتی ہوں۔ چنانچہ یہ ہیرہ واپس بیت المال میں جمع کروادیا گیا۔ ایک بار بچوں نے کھانے کیلئے کسی بہتر چیز کا مطالبہ کیا تو فرمایا، اپنے باپ کو دیکھو جنہوں نے دنیا کی ناز ونعمت سے کنارہ کشی اختیار کرلی ہے اور خلیفہ ہونے کے باوجود سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ تمہیں بھی اپنے آپ کو اسی کالب میں ڈھالنا چاہیے۔ بہرحال یہ خاتون شوہر کی طبیعت کی ہر آن رعایت رکھتی تھیں۔ ایک بار کسی نے پوچھا اپنے شوہر کی کوئی بات سنائیں۔ تو فرمانے لگیں وہ دنیا سے بے نیاز ہیں' انہوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کیلئے فارغ کرلیا ہے اور

Marfat.com

اپنی ذات کو ان کی مشکلات کے حل کیلئے وقف کر دیا ہے۔ صبح و شام انہی کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں اور میں اس ضمن میں ان کی پوری پوری معاون ہوں۔ (60 باکمال خواتین ص: 71-72)

(485) حضرت زینب رحمۃ اللہ علیہا بن معدان

حضرت زینب رحمۃ اللہ علیہا نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے وقف کر دیا تھا' اور آپ کا دل اطمینان کی دولت سے مال مال تھا۔ ایک مرتبہ حضرت زینب رحمۃ اللہ علیہا بن معدان نے حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے زار و قطار رو رہے ہیں تو فرمایا: اگر آپ کو اللہ تعالیٰ سے پیار ہے تو پھر اس سے ڈرتے کیوں ہیں؟ قرآن مجید تو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمان و رحیم ہے' غفور اور غفار ہے نہ وہ خود کسی پر ظلم کرتا ہے، نہ کسی کو ظلم کی اجازت دیتا ہے لیکن آپ تو اس سے اس طرح ڈرتے اور ایسے یاد کر کے روتے ہیں، جیسے وہ نعوذ باللہ ان اوصاف سے خالی ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جس سے محبت ہو، اس سے مایوس نہیں ہوا جاتا۔ اگر آپ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے ذکر میں مخلص ہیں تو اس سے آپ کو شادمانی ہونی چاہئے' اللہ تعالیٰ کی یاد کا بوجھ ہر وقت دل پر مسلط رہنا چاہئے۔

مچھلیوں کے منہ میں ہیرے

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ مشہور بزرگ تھے جو ہر وقت یاد خدا اور عبادت الٰہی میں مستغرق رہتے تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام ثوبان بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ بہت بڑے عالم اور محدث تھے اور آپ کا شمار ان حضرات میں ہوتا ہے جو غلام ہونے کے باوجود علم و فضل زہد و تقویٰ اور عبادت و تصوف کے بہت اونچے مقام پر فائز ہوئے۔ آپ کو ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اس لئے کہا جاتا تھا کہ ایک مرتبہ کشتی میں سفر کر رہے تھے۔ ایک اور شخص بھی اس کشتی میں سوار تھا، جو بہت بڑا تاجر تھا اور بہت زیادہ سونا لیکر جا رہا تھا۔ اتفاق سے اس تاجر کے تمام جواہر چوری ہو گئے۔ کشتی میں جو لوگ سفر کر رہے تھے ان میں سب سے زیادہ غریب اور نادار حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ تھے، لہٰذا لوگوں کو انہی پر شبہ ہوا ان کو ملزم سمجھ کر پکڑ لیا گیا اور وہ سب انہیں سزا دینے کیلئے تیار ہو گئے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ جو بالکل سچے تھے اور چوری سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا۔ اس صورتحال سے بہت پریشان ہوئے اور حالت اضطراب میں دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر عرض کی' اے اللہ! تو حقیقت حال کو اچھی طرح جانتا ہے' ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ بہت ساری مچھلیوں نے پانی سے باہر سر نکالے' ان سب کے منہ میں ایک ایک موتی تھا اور وہ یہ موتی حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر رہی تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ موتی مچھلیوں کے منہ سے نکالے اور تاجر کے حوالے کر دیے۔ اس واقعہ سے سب نے گردن جھکا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ سے معافی مانگی۔ عرب زبان میں نون مچھلی کو کہا جاتا ہے اس لئے لوگ انہیں ذوالنون (مچھلی والا) کہنے لگے اور یہی لقب ان کے اصلی نام ثوبان پر غالب آ گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پگڑی اور ٹوپی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پگڑی تھی جس کا نام سحاب تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہنتے۔ کبھی اسکے نیچے ٹوپی ہوتی، کبھی بغیر ٹوپی کے پگڑی پہن لیتے اور کبھی بغیر پگڑی کے صرف ٹوپی پہن لیتے۔ (بحوالہ: آپکے مسائل اور انکا حل، ص ۲۹۸)

Marfat.com

تصوف کے نکات سکھانے والی صاحب کشف خاتون

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں حضرت زینب بن معدان رحمۃ اللہ علیہا بے حد نیک اور متدین خاتون تھیں، جو تصوف کے نہایت باریک اور عمدہ نکات بیان کرتیں اور ایسی ایسی بات کہتیں جو بڑے بڑے صوفیاء کو بھی نہ سوجھتی۔ اکثر حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے ملتیں اور ان سے مختلف مسائل پر بحث کرتیں۔ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ ان کی باتوں سے نہایت متاثر ہوتے اور ان سے گفتگو جاری رکھنے کی التجاء کرتے۔ تاریخ کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ حضرت زینب رحمۃ اللہ علیہا کا ذہن اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات سے بھرپور تھا۔ آپ کے قلب کی دنیا نیکی و صالحیت سے آباد تھی' آپ رحمۃ اللہ علیہا کی فراست و بصیرت کا یہ حال تھا کہ کسی شخص پر ایک نظر ڈال کر بتا دیتیں کہ یہ نیکی کے کس درجہ پر فائز ہے اور اس کی دنیا کا کیا حال ہے۔ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں ایک واقعہ درج کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ان سے کس قدر متاثر تھے اور ان کے حکیمانہ ارشادات کو تصوف کے باب میں کس قدر اہمیت دیتے تھے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے سوال کیا کوئی ایسی بات بتائیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے دینی اور اخروی نفع عطا فرمائے۔ حضرت زینب رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا: تو کیا اب تک آپ کو جو فوائد اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئے ہیں' اس کے باوجود آپ مزید کی طمع رکھتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی عنایات تو سب پر غالب ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو کچھ عنایت فرمایا ہے تو اسی پر قناعت کرنی چاہیے۔ دوسروں کے دروازے پر دستک دینے کی آخر کیا ضرورت ہے؟۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں واقعی مزید کی طمع رکھتا ہوں اور اس سے اپنے آپ کو مستغنی نہیں پاتا۔ حضرت زینب رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا: آپ سچ کہتے ہیں' اپنے اللہ تعالیٰ سے محبت کیجئے اور اس کی عبادت کا شوق دل میں جاگزیں کریں۔ ایک دن آئے گا جب اللہ تعالیٰ کرسی پر اپنے اولیاء و احباء کیلئے جلوہ فگن ہوگا اور انہیں **اپنی محبت والفت کا ایک ایسا پیالہ عطا فرمائے گا کہ اس کو پینے کے بعد انہیں قطعی طور پر کسی قسم کی تشنگی کا احساس نہیں ہوگا۔** حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ایک عورت سے اس قسم کا جملہ سن کر پھر رونے لگے اور حضرت زینب رحمۃ اللہ علیہا ان کو اسی حالت میں چھوڑ کر روانہ ہوگئیں۔ (60 باکمال خواتین' ص: 74-76)

(486) مخہ رحمۃ اللہ علیہا بنت حارث

(ہمشیرہ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت مخہ رحمۃ اللہ علیہا وہ خاتون تھیں جن سے خوف خدا اور زہد و تقویٰ کی ادائیں لوگوں نے سیکھیں۔ اکل حلال کے معاملے میں ان کی احتیاط غلو کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ حضرت مخہ رحمۃ اللہ علیہا کے حالات وفیات الاعیان، تاریخ بغداد اور طبقات الحنابلہ میں مرقوم ہیں۔ یہ مشہور بزرگ حضرت بشر بن حارف حافی رحمۃ اللہ علیہ کی بہن تھیں اور نہایت عبادت گزار خاتون تھیں۔ خود بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ بھی حد درجہ کے زاہد اور متقی تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ زہد و تقویٰ اور خوفِ خدا کی تمام ادائیں میں نے اپنی بہن مخہ رحمۃ اللہ علیہا سے سیکھیں۔ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ ان کی بہن زبدہ کہتی ہیں، ایک مرتبہ رات کو گھر آرہے تھے' جونہی دہلیز پر قدم رکھا ایک گہری سوچ نے آن گھیرا۔ رات بھر اسی طرح کھڑے رہے' فجر کی اذان ہوئی تو سکر کا یہ عالم دور ہوا۔ زبدہ کہتی ہیں میں نے پوچھا

Marfat.com

بھائی کس فکر میں ڈوبے ہوئے تھے۔ فرمایا: بہن اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے انعام کی طرف اچانک خیال منتقل ہوگیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ میرے ہم نام اور بھی ہیں۔ ایک بشر عیسائی ہے' ایک بشر یہودی ہے' ایک بشر مجوسی ہے' اللہ تعالیٰ کا یہ کتنا بڑا کرم ہے کہ اس نے مجھے اپنی رحمت خاص سے نوازا اور اپنی صحبت کا ذوق مجھے بخشا۔ اپنے لطف وکرم کی دولت مجھے عطا فرمائی اور اپنے دوستوں کے حلقے میں جگہ دی۔ میں اس خوشی کی کیفیتوں میں سرشار تھا کہ زہد واطاعت کا یہ عاطفہ میرے اندر میری بہن مخہ رحمۃ اللہ علیہا کی رفاقت میں رہنے کی وجہ سے پیدا ہوا۔ مخہ رحمۃ اللہ علیہا کھانے پینے کے بارے میں انتہائی محتاط تھیں' کھانا کھاتیں تو خود جا کر خریدتیں' سو مصیبتیں جھیل کر خود پیستیں اور اپنے ہاتھ سے پکاتیں۔ (60 باکمال خواتین' ص: 84)

(487) حضرت ام عاصم رحمۃ اللہ علیہا

حضرت ام عاصم رحمۃ اللہ علیہا وہ خاتون ہیں جنہوں نے دودھ میں پانی ملانے سے انکار کر دیا تھا اور جو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ماں ہیں۔ ایک رات امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حسب معمول مدینہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے' آپ رضی اللہ عنہ کا غلام اسلم بھی ساتھ تھا۔ گشت لگاتے لگاتے تھک گئے تو ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ مکان کے اندر ایک عورت اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی' بیٹی دودھ میں تھوڑا سا پانی ملا دو۔ لڑکی نے جواب دیا امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے شہر میں منادی کرادی ہے کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے۔ ماں نے کہا بیٹی یہ رات کا وقت ہے نہ اس وقت امیر المومنین دیکھ سکتے ہیں نہ منادی کرنے والا، اس لئے تم جلدی سے پانی ملا دو۔ لڑکی بولی امی خدا تعالیٰ کی قسم ایسا نہیں ہوسکتا۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا رب تو دیکھ رہا ہے نا! ہم بظاہر تو امیر المومنین رضی الہ عنہ کی اطاعت کا دم بھرتے ہیں اور چھپ چھپ کر ان کی نافرمانی کے داغ سے اپنا دامن آلودہ کر لیتے ہیں۔

امیر المومنین رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دروازے پر بیٹھے ماں بیٹی کی یہ باتیں سنتے رہے، پھر چلنے لگے تو غلام سے کہا' یہ دروازہ یاد رکھنا۔ ایک روایت ہے کہ صبح ہوئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عاصم رضی اللہ عنہ کو اس لڑکی کا پتا لگانے کیلئے بھیجا اور فرمایا **تم اس سے نکاح کرلو کیونکہ اس سے ایک ایسا شاہسوار پیدا ہوگا جو تمام عرب کا سردار ہوگا**۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ (60 باکمال خواتین' ص: 88)

(488) حضرت نفیسہ بنت حسن رحمۃ اللہ علیہا

حضرت نفیسہ رحمۃ اللہ علیہا وہ خاتون ہیں جن کے گھر کے سامنے سے اپنا جنازہ لے جانے کی وصیت حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کی اور اس خاتون نے اپنے مکان میں اپنی قبر خود ہی کھودی۔ حضرت نفیسہ بنت حسن بن زید بن حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما خاندان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلیل القدر خاتون تھیں۔ زہد وعبادت' ورع وتقویٰ اور نیکی وصالحیت کے اونچے مرتبہ پر فائز تھیں۔ ان کی شادی حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوئی۔ قرآن کریم کی حافظہ اور اس کی تفسیر پر عبور رکھتی تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہا کے علم وفضل کی وسعت کا یہ عالم تھا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خدمت میں گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہا سے بعض احادیث کی

Marfat.com

سماعت کا شرف حاصل کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہا کے کثرت علم و معرفت کی وجہ سے لوگ آپ کو نفیسۃ العلم والمعرفۃ کہا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اکثر روتی رہتیں، ہمیشہ رات کو قیام کرتیں اور دن کو روزے رکھتیں۔ کھانے میں قلت کا یہ حال تھا کہ ہر تیسری رات چند لقمے حلق میں اتارتیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہا نے تیس حج کئے، حج کے موقع پر غلاف کعبہ سے لپٹ جاتیں اور دعا مانگتے ہوئے یہ الفاظ کہتیں ''الھی و سیدی و مولای متعنی و فرحنی برضاک عنی''۔ حضرت زینب بنت یحییٰ رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں کہ مجھے متواتر چالیس برس اپنی پھوپھی نفیسہ رحمۃ اللہ علیہا کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس اثناء میں کبھی میں نے ان کو شب میں سوتے اور دن میں بغیر روزے کے نہیں دیکھا۔ ایک دن میں نے ان سے پوچھا کیا آپ اپنے اوپر ترس نہیں کرتیں؟ فرمایا: کیسے ترس کروں جبکہ میرے سامنے دور تک ایسی خوفناک وادیاں پھیلی ہوئی ہیں، جنہیں کوئی آرام طلب طے نہیں کر سکتا۔

عظیم ہستیوں کا اپنے لیے دعا کروانا

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت میں بالالتزام حاضر ہوا کرتے۔ ایک مرتبہ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے تو حضرت نفیسہ رحمۃ اللہ علیہا عیادت کیلئے گئیں اس وقت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں عیادت کیلئے آئے ہوئے تھے۔ چنانچہ ان دونوں نے حضرت نفیسہ رحمۃ اللہ علیہا سے دعا کی درخواست کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہا نے ان الفاظ میں دعا مانگی: اے اللہ! بشر بن حارث اور احمد بن حنبل رحمہما اللہ تجھ سے دوزخ کی آگ سے محفوظ رہنے کی التجا کرتے ہیں۔ ارحم الراحمین ان کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھنا۔

تہجد کی دعاؤں کے بے خطا تیر

حضرت نفیسہ رحمۃ اللہ علیہا دولت مند خاتون تھیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہا کا تمام مال و دولت مریضوں، جذامیوں اور حاجت مندوں پر خرچ ہوتا تھا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مصر میں گئے تو حضرت نفیسہ رحمۃ اللہ علیہا نے ان کی مالی امداد کی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان کی زیارت کو گئے تو پردے کی اوٹ میں بات کی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے دعا بھی کروائی۔ جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فوت ہوئے اور ان کا جنازہ پڑھا گیا تو حضرت نفیسہ رحمۃ اللہ علیہا بھی گئیں اور الگ نماز جنازہ ادا کی۔ ایک روایت میں ہے کہ **امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت کی تھی کہ ان کا جنازہ حضرت نفیسہ رحمۃ اللہ علیہا کے گھر کے سامنے سے لے جایا جائے**۔ چنانچہ وصیت کے مطابق ان کا جنازہ جب حضرت نفیسہ رحمۃ اللہ علیہا کے گھر کے سامنے پہنچا تو انہوں نے گھر میں ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ فرمایا کرتی تھیں کہ سحری کے وقت لوگوں کی زبانوں سے جو آہوں کے تیر نکلتے ہیں وہ کبھی خطا نہیں جاتے۔ بلکہ ٹھیک نشانے پر بیٹھتے ہیں۔ بالخصوص وہ تیر تو قطعاً خطا نہیں جاتے جو ان کے دلوں سے نکلتے ہوں۔

اپنے ہاتھوں اپنی قبر کھودنا

حضرت نفیسہ رحمۃ اللہ علیہا نے بیماری کے ایام میں اپنے گھر میں ہی اپنے ہاتھوں سے قبر کھودی۔ روزانہ اس قبر میں اترتیں اور قرآن مجید پڑھتیں۔ اسی قبر میں انہوں نے ایک سو نوے قرآن مجید مکمل کئے۔ وقتِ موت قریب پہنچا تو آپ رحمۃ اللہ علیہا روزے سے تھیں لوگ دوڑتے ہوئے آئے اور پانی پینے پر مجبور کیا۔ لوگوں کے اصرار سے تنگ آ کر فرمایا میں تیس سال سے اللہ تعالیٰ کے حضور د

Marfat.com

مانگ رہی ہوں کہ روزے کی حالت میں اس سے ملوں کیا تم چاہتے ہو اب روزہ چھوڑ دوں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ سورۃ الانعام کی تلاوت شروع کردی۔ جب:

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ o (الانعام:127)

پر پہنچیں تو روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

تدفین کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم

وفات کے بعد اسی روز آپ رحمۃ اللہ علیہا کے شوہر مدینہ طیبہ سے مصر میں آگئے اور لوگوں سے کہا میں ان کی میت مدینہ منورہ لے جاکر جنت البقیع میں دفن کرنا چاہتا ہوں، لیکن اہل مصر نے التجاء کی کہ وہ انہیں مصر ہی میں دفن کردیں۔ شیخ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کردیا تو لوگوں کو انتہائی صدمہ پہنچا۔ انہوں نے جمع ہوکر بہت سال مال اکٹھا کیا اور شیخ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کرکے عرض کی کہ ان کو یہیں دفن کردیں، لیکن صبح ہوئی تو شیخ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا ارادہ بدل چکا تھا۔ فرمانے لگے میں نے رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، مجھے حکم فرمارہے تھے کہ لوگوں کا مال انہیں واپس کردو اور نفیسہ کو یہیں مصر میں دفن کردو۔ چنانچہ وہ اسی قبر میں دفن ہوئیں جو مکان میں خود کھودی گئی تھی۔ باشندگان مصر کو اس قبر اور مکان سے سخت عقیدت تھی۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یہاں دعا قبول ہوتی ہے۔ (60 باکمال خواتین، ص:105_108)

(489) حضرت زبیدہ، زوجہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہما

حضرت زبیدہ رحمۃ اللہ علیہا کا اصل نام امۃ العزیز تھا۔ ابھی شیر خوار تھیں کہ باپ فوت ہوگئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہا کی پرورش خلیفہ منصور عباسی نے کی۔ جو آپ کے دادا تھے، انہوں نے آپ کی تعلیم وتربیت خاص اہتمام سے کی، آپ رحمۃ اللہ علیہا کے دادا منصور آپ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر گھمایا کرتے تھے۔ لہٰذا یہ زبیدہ کے لقب سے مشہور ہوگئیں۔ زبیدہ اس مدہانی کو کہا جاتا ہے جس سے مکھن نکالتے ہیں۔ خلیفہ ہارون الرشید نے آپ رحمۃ اللہ علیہا سے نکاح کے بعد بھی کئی نکاح کئے، لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہا نے کبھی ان کے نجی معاملات میں مداخلت نہیں کی۔ **شوہر کی وفات کے بعد زبیدہ رحمۃ اللہ علیہا نے عیش وعشرت کی زندگی بالکل ترک کردی اور وظائف واوراد میں مشغول رہنے لگیں۔** لوگوں نے زبیدہ رحمۃ اللہ علیہا سے قلت پانی کی شکایت کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہا نے اسی وقت ماہر انجینئروں کو طلب کرلیا اور لبنان کے پہاڑوں سے ایک نہر جاری کرائی، جو نہر زبیدہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس وقت ایک کروڑ روپے اس پر صرف ہوئے تھے۔ تاریخ بغداد میں خطیب بغدادی نے ایک محدث کا خواب بیان کیا ہے کہ انہوں نے خواب میں زبیدہ رحمۃ اللہ علیہا سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ کہنے لگیں نہر کی کھدائی کے سلسلے میں پہلی کدال جو سرزمین مکہ میں پڑی اسی وقت میری مغفرت ہوگئی تھی۔ اس نہر کے علاوہ بھی زبیدہ رحمۃ اللہ علیہا نے حاجیوں کیلئے بہت سے حوض اور تالاب بنوائے تھے، جن سے آج تک عرب کے قافلے سیراب ہورہے ہیں۔ مورخین کا کہنا ہے کہ عبادت میں زبیدہ رحمۃ اللہ علیہا حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے نقش قدم پر چلتی تھیں۔ آپ کے محل میں سو کنیزیں قرآن مجید کی حافظہ تھیں اور روزانہ دس پارے تلاوت قرآن کرتی تھیں۔ (60 باکمال خواتین، ص:108_110)

Marfat.com

(490) حضرت حسنیٰ رحمۃ اللہ علیہا

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ایک جلیل القدر امام تھے' آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قربانیوں کی حدود نہایت وسیع ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خشیت الٰہی کا جذبہ نہایت گہرا تھا' جن لوگوں کو آپ کی مجلس میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا، وہ بھی انہی اصولوں کے حامل بن گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ملازموں اور حلقہ نشینوں میں ایک خاتون حسنیٰ رحمۃ اللہ علیہا تھیں، انہوں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے باقاعدہ تعلیم حاصل کی اور اخذِ روایت سے بہرہ مند ہوئیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو خلق قرآن کے مسئلے میں جب اذیت ناک سزائیں دی گئیں تو اس آزمائش کے دور میں بھی انہوں نے اپنے آقا کا ساتھ دیا۔ یہ خاتون غریب خاندان سے تعلق رکھتی تھیں لیکن طبیعت کی بے نیاز تھیں' کسی کے آگے دستِ سوال دراز نہ کرتیں اور عورتوں کو مفت تعلیم دیتی تھیں۔ ان میں ایک خوبی یہ تھی کہ اپنی شاگردوں سے کوئی ذاتی خدمت نہ لیتی تھیں' کہا کرتی تھیں بہتر آدمی وہ ہے جو اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتا ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اگر تم گھوڑے پر سوار ہو اور ہاتھ سے لگام گر جائے تو کسی سے نہ کہو بلکہ خود ہی اٹھاؤ۔ تعلیم کے باب میں آپ رحمۃ اللہ علیہا کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو عالم کامل سمجھتا ہے وہ جہالت کی وادی میں گھومتا رہتا ہے۔ تعلیم کی سعادت اسی شخص کو حاصل ہوتی ہے جو اس کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور اس کیلئے محنت کرتا ہے۔ (60 با کمال خواتین' ص:116)

(491) شیخ ابوالحسین بن سمعون رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوالحسین بن سمعون رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ و نصائح بہت مشہور ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ ان کے وعظوں میں شریک ہوتے' جب یہ وعظ کیلئے کھڑے ہوتے تو مجمع ہمہ تن متوجہ ہو جاتا۔ خطبہ مسنونہ پڑھتے تو لوگ جھوم جھوم جاتے اور جب ان کو مخاطب کرنے کیلئے ''یاایھا الناس'' اے لوگو! کا لفظ زبان سے نکالتے تو لوگوں کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو رواں ہو جاتے۔ ان کے وعظ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو رواں ہو جاتے۔ ان کے وعظ کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ اپنے وعظ کو قرآن مجید کی آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار و اقوال اور ائمہ دین کے ارشادات سے مزین کرتے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو مجمع پر وجد کا عالم طاری ہو جاتا۔ لوگوں کو ماضی کے واقعات اس انداز سے سناتے کہ لوگ اس سے متعجب بھی ہوتے اور متاثر بھی۔

(492) جروہ بنت مرہ تمیمی رحمۃ اللہ علیہا

حضرت جروہ رحمۃ اللہ علیہا بن مرہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں پیدا ہوئیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہا پر اللہ تعالیٰ کی خشیت کا اس درجے غلبہ تھا کہ ایک مرتبہ نماز میں اچانک رونے لگیں اور روتے روتے ہچکی بندھ گئی' نماز سے فارغ ہوئیں تو کسی نے رونے کی وجہ پوچھی؟ کہنے لگیں مجھے یوں معلوم ہو رہا تھا کہ جنت اور دوزخ میرے سامنے آ گئی ہے اور میں سخت پریشانی میں گھر گئی ہوں۔ یہ بات کرتے

Marfat.com

کرتے بے ہوش ہوگئیں۔ فرمایا کرتیں جس دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں ہے' وہ انسان کا دل نہیں ہوسکتا۔ مصیبت سے بچنے کی صورت صرف خوفِ خدا تعالیٰ ہے۔ ایک مرتبہ فرمانے لگیں کہ آؤ اللہ تعالیٰ سے خشیت کا عہد کریں اور یہ فیصلہ کریں کہ کسی کو زبان اور ہاتھ سے کوئی تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔ اور خود کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے وقف کر دیں گے۔ قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کرتیں اور ان کا طریقہ یہ تھا کہ قرآن مجید کھولتیں۔ جہاں سے کھلتا، وہیں سے پڑھنا شروع کر دیتیں۔ (60 با کمال خواتین' ص:140)

(493) حضرت حسنہ عابدہ رحمۃ اللہ علیہا

بصرہ میں جلیل القدر محدث بھی آباد تھے اور عظیم المرتبت فقیہہ بھی۔ زاہد شب زندہ دار بھی تھے اور نامور سپاہی بھی۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا جیسے عظیم القدر بزرگ اسی شہر سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہاں کے لوگ بدرجہ غایت نیک تھے اور حد درجہ کے عابد و زاہد تھے۔ حضرت حسنہ عابدہ رحمۃ اللہ علیہا بھی اسی شہر سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہا کا خاندان مکہ مکرمہ سے آ کر یہاں آباد ہوا تھا' آپ رحمۃ اللہ علیہا پر زہد و تقویٰ کا اس درجہ غلبہ تھا کہ دنیا کی تمام نعمتوں سے کلیۃً دست کش ہوگئی تھیں اور پوری توجہ عبادت پر مرکوز کر دی تھی۔ دن کو روزہ رکھتیں اور رات کو مصلے پر بیٹھ کر عبادت کرتیں۔ انہوں نے اپنے گھر میں ایسی کوئی چیز نہ رہنے دی، جو ان کے خیال میں عبادت میں رکاوٹ کا باعث ہو۔ بصرہ کی یہ عظیم الشان خاتون مستجاب الدعوات تھیں۔ دور دور سے لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہا کی خدمت میں دعا کی درخواست لے کر آتے اور اللہ تعالیٰ آپ رحمۃ اللہ علیہا کی مخلصانہ دعائیں قبول فرماتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہا کے والدین اور رشتہ دار بھی نہایت نیکی اور عبادت و زہد میں بے مثل تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہا کا اوڑھنا بچھونا محض یادِ الٰہی تھا۔ (60 با کمال خواتین' ص:176)

(494) حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ

مرشد کے ادب کی آخری مثال

فتح خیبر کے بعد یہ افسوسناک واقعہ پیش آیا کہ خیبر کے ایک یہودی رہنما کی بیوی زینت نے بکری پکا کر رسول اللہ ﷺ کو بطورِ ہدیہ پیش کی، اس بکری کے گوشت میں زہر ملا دیا گیا تھا۔ یہودی کہتے تھے کہ اگر اسی شخص (حضرت محمد ﷺ) نے گوشت کھا لیا تو آپ (ﷺ) کا (نعوذ باللہ) اسی وقت خاتمہ ہو جائے گا اور ہم نجات پا جائیں گے۔ اگر یہ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں تو گوشت نہیں کھائیں گے اور صرف چکھ کر چھوڑ دیں گے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ زہر آلود گوشت پیش کیا گیا تو حضرت بشیر بن براء رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے گوشت چکھا اور تھوک دیا، لیکن حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے لقمہ اٹھا کر منہ میں ڈال لیا اور حلق سے نیچے اتار گئے' پھر

> **اہلحدیث میں قحط سالی**
>
> اپنی جماعت کے نوجوانوں سے میری گزارش ہے کہ گفتگو کرتے وقت اپنے مخاطب سے بہتر الفاظ استعمال کریں اور سلیقے سے کام لیں' الفاظ کا کبھی قحط نہیں پڑا۔ تقریر و تحریر کیلئے خوبصورت الفاظ استعمال کریں۔ (ہفت اقلیم۔ص ۲۵۹)

Marfat.com

اسی وقت وفات پا گئے۔انہیں بھی یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے،لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تھوکنے کو سوءادب سمجھا اور باوجود علم واحساس کو گوشت کھا گئے۔حتیٰ کہ ان کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔(60 باکمال خواتین'ص:189)

(495) حضرت معاذہ رحمۃ اللہ علیہا بنت عبداللہ

حضرت معاذہ رحمۃ اللہ علیہا بنت عبداللہ کے متعلق بڑے بڑے محدثین نے بہترین آراء کا اظہار کیا ہے۔ایک بہت بڑی جماعت نے آپ رحمۃ اللہ علیہا کی توثیق کی ہے اور مستند مانا ہے۔یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ معاذہ رحمۃ اللہ علیہا بنت عبداللہ مرتبہ ثقاہت پر فائز ہیں۔ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ معاذہ رحمۃ اللہ علیہا کا شمار ثقات میں ہوتا ہے۔حضرت معاذہ رحمۃ اللہ علیہا ہر وقت موت کو یاد رکھتیں کسی وقت بھی اسے دل سے نہ نکالتیں۔سورج طلوع ہوتا اور دن کی روشنی پھیلتی تو کہتیں کیا خبر آج میری زندگی کا آخری دن ہو۔اسی طرح جب شام ہوتی تو کہتیں ممکن ہے میں اسی رات موت کی آغوش میں چلی جاؤں۔لہٰذا ساری رات بیدار رہ کر عبادت کرتیں۔قیام اللیل کا اس قدر اہتمام کرتیں کہ سخت سردی میں باریک کپڑے پہن کر عبادت کرتیں،تاکہ سردی کی شدت سے نیند کا غلبہ نہ ہونے پائے۔اگر نیند غالب ہونے لگتی تو صحن میں ٹہلنا شروع کر دیتیں اور اپنے آپ کو مخاطب کر کے فرماتیں:نیند میں اگر موت آ گئی تو قبر میں اپنے ساتھ کیا لے کر جاؤ گی۔اس کے برعکس وہاں تو اعمال اور عبادت ہی نے کام آنا ہے' لہٰذا اسی میں محنت کر لو۔دن رات میں 600 رکعات نوافل پڑھا کرتیں۔(60 باکمال خواتین'ص:191)

دنیا میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پھیلانے والا پیدائشی ولی

مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ نے خواب دیکھا کہ ان کی گود میں چودھویں رات کا چاند آ گرا ہے اور اس کی روشنی مشرق سے مغرب تک چلی گئی ہے۔یہ چاند ان کی گود میں مسلسل بڑھتا جا رہا ہے اور اس کی روشنی چار سو پھیل رہی ہے۔بعض لوگوں سے اس کی تعبیر پوچھی گئی تو بتایا گیا کہ اس خاتون کے بطن سے ایسا عالی بخت بیٹا پیدا ہو گا جو بڑا ہو کر کتاب وسنت کی تبلیغ کرے گا اور اس کی تبلیغ سے لوگ مستفیض ہوں گے اور شریعت مطہرہ کا نور پھیلے گا......پھر لوگوں نے دیکھا کہ ایسا ہی ہوا۔(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

ہفت روزہ ''الاعتصام'' کی پرانی اور نایاب فائلیں

قارئین! مسلک اہل حدیث کا ترجمان مشہور زمانہ رسالہ 'ہفت روزہ الاعتصام ۱۹ اگست ۱۹۴۹ء کو گوجرانوالہ سے جاری ہوا۔ مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ، اس کے ایڈیٹر بنائے گئے۔ کچھ ہی عرصے کے بعد شیخ الحدیث مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے صدر مرکزی جمعیت اہلحدیث مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے مولانا محمد اسحاق بھٹی مرحوم کو معاون مدیر بنا کر گوجرانوالہ بھیج دیا۔ پھر ۱۹۵۱ء میں مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ الاعتصام کی ادارت چھوڑ کر ادارہ ثقافت اسلامیہ میں چلے گئے تو مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کی طرف سے الاعتصام کی تمام تر ذمہ داری حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دی گئی۔ دسمبر ۱۹۵۲ء کو الاعتصام کا دفتر گوجرانوالہ سے لاہور منتقل کر دیا گیا۔ اس وقت سے ۳۰ مئی ۱۹۶۵ء تک الاعتصام کے روح رواں حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی رہے (بحوالہ کتاب: سوانح مورخ اہلحدیث: حیات و خدمات: از، مولانا محمد رمضان یوسف سلفی رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۶۴۔۶۷) قارئین حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانہ ادارت میں توحید و سنت کی اشاعت کے ساتھ ساتھ صوفیاء رحمہم اللہ کی بھی خوب خدمت کی اور الاعتصام کے ذریعے ہزاروں لوگوں تک تصوف کی حقانیت، ہر دور میں اسکی ضرورت اور صوفیاء کی عظمت کا پیغام پہنچایا۔ اس وقت ہمارے زیر نظر ہفت روزہ الاعتصام کی وہ فائلیں ہیں، جو حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ ادارت میں جاری ہوئیں۔ ان میں اکثر مضامین خود انکے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے ہیں، اور باقی تحریریں اس وقت کے صوفیائے اہلحدیث رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃ کی ہیں۔ بندہ نے الاعتصام کی 65 سال پرانی اور نایاب فائلیں سوا دو لاکھ روپے میں محترم المقام حافظ احمد شاکر صاحب حفظہ اللہ (مدیر ہفت روزہ الاعتصام' لاہور) سے خریدیں۔ آیئے آپکو نصف صدی پیچھے لے چلتے ہیں، جہاں ہر طرف تقویٰ، خلوص، للّٰہیت' زھد، ورع، سلوک، تزکیہ، احسان، تصوف، معرفت، کشف، عشق، رواداری، تعویذ، دم، عملیات، کرامات، ادب، ولایت، مقامات،، لطائف، اشغال اور مراقبات موجود تھے۔ **اس دور کے مسلک اہلحدیث میں ایسے مضامین لکھنا سعادت اور پڑھنا مغفرت کا باعث سمجھا جاتا تھا۔** لیکن جوں جوں ''تحقیق'' کے نت نئے دروازے کھلتے گئے اور موجودہ اہلحدیثوں پر اپنے اسلاف کا (نعوذ باللہ) شرک، بدعتی، شخصیت پرست اور کم علم ہونا واضح ہوتا چلا گیا، انہوں نے اپنے قلم کے رخ بدل دیے۔ پھر جونہی اپنی تحریروں سے ایسے تذکرے ختم کیے، اللہ جل شانہ نے ان سے اسلاف والی صفات چھین کر ''بے ادبی'' کو ان پر مسلط کر دیا۔ نماز کی ظاہری زینت بھی ختم ہوگئی، اور باطنی کیفیات بھی لٹ گئیں۔ زبان کی مٹھاس بھی کمیاب ہوگئی اور دل کا خلوص بھی ندارد۔ پیچھے کیا بچا؟ چلتا پھرتا ایک جسمانی ڈھانچا، جو کسی کیلئے ہدایت کے دروازے کیا کھلوائے، خود اپنی دعا کی طاقت پرواز ہی کھو بیٹھا۔ مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی بات یاد آرہی ہے۔ فرمایا کرتے تھے'' آہ۔۔! کتنا درد ہے میرے سینے میں، جسے میں لیے ہوئے کشاں کشاں تمہارے پاس چلا آتا ہوں، مگر تم ہو کہ سنتے ہی نہیں۔ یہ گھر (مسلک اہلحدیث) جس میں آج تم بس رہے ہو، حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا خون اسکی بنیادوں میں ڈالا تھا، اپنی ہڈیوں کی کھاد ڈال کر اس باغ کو سینچا تھا، مگر جب یہ گھر تیار ہو چکا، اور یہ

Marfat.com

باغ پھل دینے کے قابل ہوا، تم نے غزنوی خاندان ہی کو اس سے نکال دیا'' مطلب یہ کہ صوفیائے اہلحدیث کی تبلیغی مساعی سے ہی آج تم خود کو اہلحدیث اور موحد کہنے کے لائق ہوئے ہو، لیکن اب تم نے تصوف سے بغض کی خاطر خود انہی اسلاف کو شخصیت پرست اور بدعتی کہنا شروع کر دیا۔ افسوس، صد افسوس، صد افسوس، صد افسوس، وہ جن کی جوتیوں کے صدقے تم کتاب وسنت کے وارث بنے، آج انہی کے موحد و متبع سنت ہونے میں تمہیں شک پڑ گیا۔ تم نے انہی کے اعمال و عقائد میں کیڑے ڈالنا شروع کر دیے۔ یہ بھی غور نہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کچہری میں انکا کیا مقام ہے؟ اور شہنشاہ کائنات جل جلالہ کے دربار میں انکی کتنی عظمت ہے۔ کیوں اپنے ایمان کا سودا کرنے پر تلے ہوئے ہو؟ کیا تم نے اہل حدیث بننے کے بعد وہ حدیث نہیں سنی'' من عادیٰ لی ولیاً فقد بارزنی بالمحارب'' کہ جس نے میرے کسی ولی کی توہین کی، وہ مجھ سے جنگ کیلئے تیار ہو جائے۔ بہرحال قارئین! یہی وہ غم تھا، جس کو حضرت بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساری عمر کھول کھول کر بیان کرتے رہے۔ آیئے زندگی کے میسر لحات کو غنیمت سمجھتے ہوئے اپنے سلف صالحین کی روش پر لوٹنے کی کوشش کرتے ہیں جن کی وجہ سے آج کا اہلحدیث خود کو سلفی کہلواتا ہے۔ زیر نظر باب میں الاعتصام کے متصوفانہ مضامین آپکی نذر کیے جا رہے ہیں۔ آئیں اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے مقدس تذکرے سے ابتداء کرتے ہیں۔ (از: مرتب)

مقام اہلبیت رضوان اللہ علیہم اجمعین علماء اہل حدیث کی نظر میں

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا واقعہ شہادت انتہائی کرب انگیز ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کی مظلومیت کی داستان ایک ایسی داستان درد ہے کہ اس پر جو آنکھیں کبھی اشکبار ہوئی تھیں، وہ سینکڑوں برس گزر جانے کے باوجود ابھی تک خشک نہیں ہوئیں اور ابھی کچھ پتہ نہیں کہ یہ سلسلہ کب تک جاری رہے۔ لیکن یہ بات کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کس مقصد کیلئے جان دی، کیوں گھر لٹایا، یا اعزہ کی قربانی کا فریضہ انجام دیا اور وہ کونسے مسائل تھے جن کی وجہ سے ان دونوں میں مفاہمت نہ ہو سکی اور وہ کیسے شکوے تھے جنہوں نے جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون گرما دیا تھا؟ ان کی طرف دنیا نے بہت کم توجہ دی ہے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ اس پہلو کو ہم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی زبانی واضح کریں تا کہ لوگوں کو یہ اندازہ ہو جائے کہ

سر داد نہ داد دست در دست یزید۔ کی نوبت کیوں پیش آئی؟

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خطاب

اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی ایسے حاکم کو دیکھے جو ظلم کرتا ہے، خدا کی قائم کی ہوئی حدود توڑتا ہے، خدا کے بندوں پر گناہ اور سرکشی سے حکومت کرتا ہے اور اسے دیکھنے پر بھی نہ تو اپنے قول سے اس کی مخالفت کرتا ہے اور نہ اپنے فعل سے، سو خدا ایسے آدمی کو اچھا ٹھکانہ نہیں بخشے گا۔ دیکھو یہ لوگ شیطان کے پیرو بن گئے، رحمان سے سرکش ہو گئے۔ فساد ظاہر ہے، حدود الٰہی معطل ہیں، مال غنیمت پر ناجائز قبضہ ہے۔ خدا کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرایا

Marfat.com

جارہا ہے۔ میں ان کی سرکشی کو حق و عدل سے بدل دینے کا سب سے زیادہ حقدار ہوں۔

معاملہ کی جو صورت ہوگئی ہے تم دیکھ رہے ہو، دنیا نے اپنا رنگ بدل دیا، منہ پھیر لیا، نیکی سے خالی ہوگئی، ذرا سی تلچھٹ باقی ہے۔ حقیر سی زندگی رہ گئی ہے۔ ہولناکی نے احاطہ کرلیا ہے۔ افسوس کہ تم دیکھتے نہیں، حق پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ باطل پر اعلانیہ عمل کیا جارہا ہے۔ کوئی نہیں جو اس کا ہاتھ پکڑے۔ وقت آ گیا ہے کہ مومن حق کی راہ میں بقاء الٰہی کی خواہش کرے، لیکن میں شہادت کی موت چاہتا ہوں۔ ''ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا بجائے خود ایک جرم ہے'' (بحوالہ: الاعتصام لاہور، یکم اگست ۱۹۵۸ء)

مناقب اولیاء سعادت ہی سعادت

حکایت از قد آل یار دل نواز کنیم

باید فسانہ مر عمر خود دراز کنیم

وہ ساعت مبارک سمجھتا ہوں جس میں میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اگرچہ حضرت سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے حالات مبارکہ پر بہت کچھ لکھا گیا لیکن اس عاجز کو اگر ان بزرگوں کی آخری صفحوں میں کہیں جگہ مل جائے جنہوں نے خلفاء راشدین کے مناقب لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے، تو زہے قسمت۔ اس لئے چند سطور مختصراً سپرد قلم کررہا ہوں اور حسب ارشاد نبوی ﷺ ''المرء مع من احبہ'' آدمی ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن سے اسے دلی محبت ہوگی'' کے مطابق شاید مجھ جیسے سراپا گناہ کو قیامت کے دن ان کی معیت نصیب ہوجائے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف

نیز جو لوگ ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باب میں افراط و تفریط کے غلط راستوں میں بھٹک رہے ہیں، شاید وہ راہ اعتدال پر آجائیں اور بھول بھلیوں میں گھرے ہوئے حضرات کو صراط مستقیم نظر آجائے اور وہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق ایسا عقیدہ اپنے دل و دماغ میں جاگزیں کرلیں جو قرآن و حدیث کا بیان کردہ ہے۔ (بحوالہ: الاعتصام لاہور، جمعۃ المبارک ۶ صفر ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۵۸ء۔ ص: ۷)

ولی کے وسیلے سے دعا کی قبولیت

قدیم زمانہ میں ایک کافر بادشاہ نے ایک جادوگر رکھا ہوا تھا، جب وہ بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ سے ایک ہونہار بچہ مانگا تاکہ وہ اس کو ہنر سکھا کر جائے۔ ایک لڑکا اس کو دیا گیا جو روزانہ اس کے پاس جاتا اور پڑھ کر واپس آجاتا۔ راستہ میں ایک باخدا بندہ رہتا تھا، اس کی صحبت کی بھی اس کو چاٹ لگ گئی۔ کچھ دنوں تک اس کا رنگ اس پر غالب آ گیا، ایک دفعہ راستہ میں ایک درندہ دیکھا جس نے راستہ روک رکھا ہے یہ کہہ کر ایک پتھر اسے مارا کہ **اگر اس باخدا بندہ کی باتیں سچی ہیں تو اے اللہ! علامت کے طور پر اس درندہ کو ختم کردے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا**۔ اس کا شہرہ دور دور تک پہنچا۔

گزشتہ امت کا صاحب کرامت بچہ

بادشاہ کے ایک نابینا نے اس بچہ سے اپنی بینائی کے لئے درخواست کی۔ اس نے کہا کہ یہ کام حقیقی خدا کا ہے، میرا نہیں۔ اس

Marfat.com

پر ایمان لے آؤ پھر میں اس سے دعا کروں گا۔ چنانچہ اس طرح اللہ نے اس کو آنکھیں دے دیں۔ آخر یہ راز فاش ہوگیا۔ بادشاہ نے اس باخدا بندے اور اس بچے کو بلوالیا۔ پہلے اس باخدا شخص کو آرے کے نیچے رکھ کر دو ٹکڑے کر ڈالے، بچہ کیلئے حکم ہوا کہ اس کو پہاڑ پر سے نیچے دے مارو۔ جب پہاڑ پر پہنچے تو لے جانے والے تو گر کر ہلاک ہو گئے، مگر بچہ سلامت رہا۔ پھر دریا میں غرق کرنے کی سکیم بنائی گئی۔ وہاں بھی لے جانے والے غرق ہو گئے اور بچہ بچ گیا۔ آخر بچہ نے کہا کہ اگر تم مجھے ضرور شہید کرنا چاہتے ہو تو پھر ''بسم اللہ رب ھذا الغلام'' کہہ کر تیر مارو۔ میں شہید ہو جاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس کا اثر تمام رعایا پر پڑا اور اس کا بیشتر حصہ مسلمان ہوگیا۔ ان کو سزا دینے کیلئے آگ بھڑکائی گئی، آخر یہ خون ناحق رنگ لایا، اور اس آگ نے بڑھ کر ان ظالموں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے کر کیفر کردار تک پہنچا کے چھوڑا۔ یہ ہے ''اصحاب الاخدود'' کا پس منظر جو سورت بروج میں آیا ہے۔ (مسلم شریف مختصراص: ۴۱۵۔ ج ۲)

باطنی اصلاح کرنیوالوں سے درندے بھی ڈرتے ہیں

حضرت ابوالخیر اقطع تینانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۴۰ھ) حق تعالیٰ کے ان وفاداروں میں سے تھے جن سے درندے اور ایذا رساں جانور تک مانوس تھے۔ حضرت ابراہیم رتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''میں ایک دفعہ ان کے پاس گیا وہاں ان کے ہمراہ نماز مغرب پڑھی۔ نماز پڑھ کر میں طہارت کیلئے مسجد سے باہر نکلا ہی تھا کہ ایک درندہ مجھے پھاڑنے کو میری طرف لپکا، میں چلایا کہ شیر مجھے کھا گیا، شیر مجھے کھا گیا۔ حضرت ابوالخیر رحمہ اللہ یہ واویلا سن کر باہر نکلے اور گرج کر اس شیر سے کہا:

الم قل لك لا تتعرض لضيفاني

کہ میں نے تجھے یہ نہیں کہہ رکھا کہ میرے مہمانوں کو نہ چھیڑا کر؟

یہ سنتے ہی شیر پیچھے ہٹ گیا اس کے بعد میں طہارت کیلئے چلا گیا۔ جب واپس آیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا:

شتغلتم بتقويم الظواهر فخفتم الاسد و اشتغلنا بتوقيم البواطن فخافنا الاس-

تم ظاہری اصلاح میں مصروف رہتے ہو اس لئے تم شیر سے بھی ڈرتے ہو۔ ہم باطنی اصلاح میں منہمک رہتے ہیں اس لئے ہم سے شیر بھی ڈرتے ہیں۔ (الواقع الانوار للشعرانی ف ۹۷۳ھ)

غیبی نورانی مشعلیں

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ جب سورت کہف پڑھا کرتے تھے، تو آسمان سے ایسی چیز اترتی تھی جو بادل کا سیاہ سائبان معلوم ہوتا تھا جس میں یوں محسوس ہوتا تھا کہ چراغ جل رہے ہیں، یہ دراصل فرشتے ہوتے تھے جو کہ ان کی قرات سننے کیلئے آیا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کالی رات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے واپس ہوتے تھے۔ اس حالت میں تازیانہ کی شکل کی ایک نورانی مشعل ان کو روشنی دیتی تھی، جب وہ جدا ہو کر اپنے اپنے گھر کو روانہ ہو چاہتے تو اس کے مزید دو حصے ہو جاتے ایک مشعل اس کے ہمراہ رہتی، دوسری اس کے ہمراہ۔ (بخاری)

Marfat.com

لاش کو فرشتے لے گئے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کشف

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جہاد کیلئے مدینہ سے کہیں دور ایک فوج بھیجی اور اس کا امیر حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ مقابلہ سخت تھا، مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ رہے تھے، اس دن جبکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مدینہ میں خطبہ فرما رہے تھے کہ اسی اثناء میں فرمایا:

یاسارية الجبل یاسارية الجبل

اے ساریہ پہاڑ کی طرف، اے ساریہ! پہاڑ کی طرف۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ایک قاصد آیا اس نے یہ قصہ سنایا اور یہ بھی بتایا کہ ہمیں کہیں سے ''یاساریۃ الجبل'' کی آواز آئی تھی اس پر ہم نے پہاڑ کی طرف پشت کر لی۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے اب ہمیں فتح دے دی ہے۔

کرامات کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں

لاسلکی کے رواج سے پہلے بزرگان دین کی ان کرامات کا شاید دنیا نے مذاق اڑایا ہو مگر اب ان واقعات کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقش قدم پر پورے چلتے ہیں۔ یہ واقعات ان کاملین کی گرد پس کارواں ہوتے ہیں۔ ان کا مطلوب یہ عجائبات نہیں ہوتے بلکہ حق اور صرف حق ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی ہر روحانی منزل کو ہمیشہ راہ سفر سمجھتے ہیں اور تاحدامکان یہ سفر جاری رکھتے ہیں۔ (الاعتصام ۲۲ اگست ۱۹۵۸ء۔ص:۹)

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا

اسود عنسی نے حضرت ابومسلم خولانی رحمہ اللہ کو بلوا کر کہا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا بلکہ بہرے بن گئے۔ پھر اس نے کہا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟ فوراً بول پڑے اور فرمایا ''ہاں''۔ اس جرم میں آپ کو آگ میں ڈال دیا گیا۔ جب لوگوں نے دیکھا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آپ رضی اللہ عنہ آگ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں اور آگ ان کے حق میں گلزار بن گئی ہے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ مدینہ میں تشریف لے گئے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور اپنے درمیان بٹھا کر فرمایا: الحمدللہ! میں نے جیتے جی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں ایک ایسا شخص دیکھ لیا جس کے ساتھ حق تعالیٰ نے وہی معاملہ کیا ہے جو اس نے

عارف باللہ ہستیوں کی بے قراری

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کیا حال ہے؟ فرمانے لگے جس سے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتباع شریعت کا مطالبہ کر رہے ہوں، فرشتے صحت عمل کا تقاضا، دل خواہشات نفسانی کی طرف مائل ہو، شیطان فحاشی کی تبلیغ کر رہا ہو، فرشتہ اجل روح قبض کرنے کا منتظر ہو، بال بچے اخراجات کا مطالبہ کر رہے ہوں، بھلا ایسے شخص کو اطمینان قلب اور تسکین خاطر کیسے نصیب ہو سکتا ہے۔

(مولانا ہدایت اللہ ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا آگ کر سکتی ہے انداز گلستان پیدا

بزرگوں کے روحانی کاروبار

اس سے معلوم ہوا کہ بندہ حنیف اگر معاملات میں رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے مطابق پورا اور سچا ہو تو حق تعالیٰ بھی اس بندہ کی امداد کرتا ہے۔ مگر یہ منزل آسان نہیں ہے کیونکہ کسی مرحلہ پر بھی انسان رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر چلنے سے شرمسار نہ ہو، یہ کچھ آسان کام نہیں ہے۔ ہاں یہ ملحوظ رہے کہ **کرامات بزرگوں کے روحانی کاروبار کا نام نہیں ہے، اور نہ انہوں نے ان کیلئے کوئی دکان کھول رکھی ہوتی ہے**، بلکہ حق تعالیٰ اتباع سنت کے نتیجہ کے طور پر ازراہِ سرفرازی اور کرامت اپنے بندہ حنیف سے ان کا صدور فرماتا ہے۔ کرامات، حق کی مظہر اور شریفانہ مقاصد کا سراغ رساں ہوتی ہیں اور صرف متبع سنت اور بندہ حنیف ان کا وارث ہوتا ہے۔ (بحوالہ: الاعتصام ۲۲ اگست ۱۹۵۸ء۔ ص:۹)

اک ولی باکمال کا علمی مقام

(از: شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ صاحب صدر مدرس، تقویۃ الاسلام، لاہور)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے شب و روز کی سعی و کوشش سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ مدینہ منورہ میں مقیم تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا علم جمع کر لیا تھا۔ اپنے ہمعصر تابعین سے بھی کسب فیض کرنے میں سستی اور غفلت نہیں برتی تھی بلکہ کلمہ حکمت کو اپنی گمشدہ متاع سمجھ کر جہاں سے ملا، حاصل کرنے کی پوری کوشش کی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا شمار چوٹی کے علماء میں ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ کے معاصرین نے آپ رضی اللہ عنہ کو علم کا سمندر قرار دیا۔ حافظ العصر امام بن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کان عروۃ بحر الاتکدرہ الدلاء'' (البدایہ ص:۱۰۲ ج ۹ و تہذیب التہذیب ص: ۱۸۳۔ ج ۷)

یعنی عروہ رضی اللہ عنہ علم کا بے پایاں کبھی خشک نہ ہونے والا سمندر تھے۔ پانی نکالنے والوں کے ڈول اسے گدلا نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں، عروہ رضی اللہ عنہ سے بڑا عالم کوئی نہیں ہے اور میں کوئی ایسی چیز نہیں جانتا جو انہیں معلوم نہ ہو اور مجھے معلوم ہو۔ (البدایۃ ص ۱۰۲، ج ۹)

آپ رضی اللہ عنہ کی فراوانی علم کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور بہت سے پیش آمدہ مسائل ان سے پوچھتے تھے (بحوالہ: الاعتصام لاہور، ۵ ستمبر ۱۹۵۸ء۔ ص:۴)

نماز میں پاؤں کاٹ کر الگ کر دیا

آپ رضی اللہ عنہ کو عبادت و مناجات سے بے حد محبت اور تلاوت قرآن حکیم سے شدید لگاؤ تھا۔ دن بھر کے تدریسی مشاغل اور دوسری مصروفیات سے وقت بچا کر ہر روز بالالتزام ایک ربع قرآن کریم مصحف پر دیکھ کر تلاوت فرماتے، پھر اس کو رات

Marfat.com

وقت نوافل میں پڑھتے تھے۔اس معمول میں زندگی بھر فرق نہیں آنے دیا۔نماز سے آپ رضی اللہ عنہ کی شیفتگی اور وابستگی کا یہ عالم تھا کہ جب آپ رضی اللہ عنہ نماز میں کھڑے ہوتے تو یادِ حق میں اس قدر محویت طاری ہوتی کہ ماسوا کی قطعاً خبر نہ رہتی۔جب ایک شدید زخم کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہما کا پاؤں کاٹنا پڑ گیا تو اطباء نے شدت درد کو ہلکا کرنے کیلئے شراب جیسی منشی اور دیگر خواب آور ادویہ پلانا چاہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کو پکڑنے کیلئے چند مضبوط آدمی بلائے۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان سب چیزوں کو مطلق حاجت نہیں، مجھے نماز شروع کر لینے دو، پھر جو جی میں آئے کرنا۔ مجھے محسوس تک نہیں ہوگا۔...... چنانچہ یہی ہوا آپ رضی اللہ عنہ نماز میں مصروف رہے اور اطباء نے گھٹنے سے پاؤں کاٹ کر جسم سے الگ کر دیا۔آپ رضی اللہ عنہ نے اف تک نہیں کی اور نہ کسی قسم کا مضطربانہ حرکت آپ سے ظہور پذیر ہوئی۔(البدایہ ص:۱۰۲،ج ۹ وابن خلکان ص ۳۱۶ جلد ۱)

میں تو ہانڈی کا نمک بھی رب سے مانگتا ہوں

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بڑے سوز وگداز اور انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ ادا فرمایا کرتے تھے اور اسی میں اپنی ہر حاجت اللہ تعالیٰ سے چاہتے تھے۔رسمی اور عاجلانہ نماز نہ اپنے لئے پسند کرتے تھے اور نہ دوسروں کیلئے ہی۔ایک دن ایک شخص کو جلدی جلدی اور ہلکی نماز پڑھتے دیکھا تو بے قرار ہو گئے۔اسے بلایا اور کہا تمہیں اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ کی طرف کوئی حاجت نہیں؟ **میں تو ہنڈیا کیلئے نمک تک کا اللہ تعالیٰ سے اپنی نماز میں سوال کرتا ہوں۔**

(صفۃ الصلوٰۃ ص:۸۴ ج ۲ والبدایۃ ص ۱۰۳، ج ۹)

قارئین! تصوف کا یہی مقصد ہے کہ انسان اعمال سے پلنے، اعمال سے بننے اور اعمال سے بچنے کا یقین اپنے دل میں پیدا کرلے اور اپنی ہر ضرورت کے پورا ہونے کی امید محض اللہ جل شانہ کیساتھ وابستہ کرلے۔(از: مرتب)

روزے کی حالت میں وفات

آپ رضی اللہ عنہ کو نماز و دعا کے ساتھ روزے سے بھی کچھ کم لگاؤ نہیں تھا بلکہ اس سے قلبی تعلق اور محبت کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ عیدین اور ایام تشریق کے سوا سارا سال روزہ رکھا کرتے تھے۔سفر اور حضر میں کبھی ناغہ نہ ہونے دیتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہشام رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے ہم اپنے والد حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ہم کبھی روزہ رکھ لیتے اور کبھی چھوڑ دیتے تھے۔انہوں نے کبھی ہمیں روزہ کا حکم نہیں دیا، مگر وہ خود روزہ افطار نہیں کرتے تھے۔(ابن سعد ص ۱۳۴، ج ۵)۔آپ رضی اللہ عنہ روزہ کے اتنے خوگر اور گرویدہ تھے کہ جس دن آپ رضی اللہ عنہ کا پاؤں کٹا، آپ رضی اللہ عنہ روزہ دار تھے۔ (صفۃ الصفوہ ص ۴۶ ج ۲) اور جس روز انتقال ہوا اس دن بھی روزہ رکھا ہوا تھا۔(تذکرۃ الحفاظ ص ۵۹، ج ۱)

نماز میں فنائیت اور آپ رضی اللہ عنہ کی کرامت

مورخین کا بیان ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنی کسی حاجت کیلئے ولید بن عبد الملک کے پاس دمشق گئے۔ابھی کچھ زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں ایک خبیث ورم نمودار ہوا۔خیال نہیں تھا کہ یہ کوئی خطرناک صورت اختیار

Marfat.com

کرلے گا، اس لئے واپس آنے کے بجائے آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے مقصد کی طرف سفر جاری رکھا۔ مگر یہ زخم بڑا ہی ہولناک ثابت ہوا۔ اس نے دمشق پہنچنے تک آپ رضی اللہ عنہ کی نصف پنڈلی کھالی۔ ولید کے پاس پہنچے تو اس نے ماہر فن اطباء کو جمع کیا۔ سب نے بالاتفاق پاؤں کاٹنے کا مشورہ دیا، ورنہ بصورت دیگر یہ زخم ساری ٹانگ کھا جائے گا۔ ہوسکتا ہے کہ اس سے آگے ترقی کر کے سارے بدن کو لپیٹ میں لے لے اور جان کے لالے پڑ جائیں۔ یہ صورت حال دیکھ کر آپ رضی اللہ عنہ نے بھی اطباء کی رائے سے اتفاق کیا اور پاؤں کٹوانے کیلئے رضامند ہو گئے۔ جب ضروری سامان مہیا ہو گیا تو اطباء نے درد کا احساس کم کرنے کیلئے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کو کوئی خواب آور دوائی کھلانا چاہی مگر آپ رضی اللہ عنہ نے ایسی کوئی بھی دوا کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا ''میں نہیں سمجھتا کہ کوئی بھی دانشمند ایسی چیز کھانے پر تیار ہوگا جو اس کی عقل کو ضائع کر دے۔ اگر آپ احتیاطاً کچھ ایسا انتظام ضروری سمجھتے ہیں تو اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ مجھے نماز شروع کر لینے دیں پھر مجھے درد کا احساس نہیں ہوگا''۔ راوی کا بیان ہے آپ رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کر دی اور اطباء نے ماؤف جگہ سے اوپر (تاکہ بیماری کا احتمال نہ رہے) گھٹنے کے پاس سے آری کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کی ٹانگ کاٹ دی۔ واللہ! آپ کے منہ سے ایک آہ تک نہ نکلی۔ (البدایہ ص ۱۰۲ ج ۹)

یہ ساری تکلیف آپ رضی اللہ عنہ نے اس صبر وسکون سے برداشت کی، گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔ حتیٰ کہ ولید کو جو اس مجلس میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا، اس وقت پتہ چلا جب آپ کی ٹانگ کو داغ دینے کیلئے کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیا گیا اور گوشت کے جلنے کی بو اس کے دماغ میں پہنچی۔ (ابن خلکان ص ۳۱۶۔ ج ۱)

جب مرہم پٹی ہو چکی اور آپ رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہوئے تو ولید نے آپ رضی اللہ عنہ کی ٹانگ کے بارے میں تعزیت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''خدایا! تیرا شکر ہے، میرے چار اعضا تھے ایک تو نے لے لیا، اگر ایک لیا تو تین باقی بھی چھوڑے ہیں۔ اب اگر تو نے مصیبت دی ہے تو ایک طویل عرصہ تک صحت سے بھی نوازا ہے۔ جو تو نے لے لیا ہے اور جو تو نے عطا فرمایا ہے، اس پر تیرا شکر ہے۔ (البدایہ ص ۱۰۲۔ ج ۹) (بحوالہ: الاعتصام لاہور ۵ ستمبر ۱۹۵۸ء۔ ص: ۴۔ ۵)

حدیث کا احترام

سعید بن مسیب رحمہ اللہ کی نظر میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس قدر احترام تھا کہ بیماری کی حالت میں بھی جبکہ نماز جیسے اہم فریضہ میں رعایت اور بیمار کو لیٹ کر پڑھنے کی اجازت ہے، آپ لیٹے لیٹے حدیث بیان کرنا خلاف ادب سمجھتے تھے۔ اگر چہ ہزار دفعہ ضرورت پڑتی تو یہ ہزار دفعہ بیٹھ کر ہی بیان فرماتے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ رحمہ اللہ بیمار تھے، کسی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک حدیث کے متعلق سوال کیا، بڑی مشکل سے اٹھے، حدیث بیان کی اور پھر لیٹ گئے۔ سائل نے کہا حضرت! اتنی تکلیف کی حاجت نہیں تھی، آپ لیٹے لیٹے بیان فرما دیتے۔ فرمانے لگے مجھے یہ سخت ناپسند ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث لیٹ کر بیان کروں۔ (البدایہ والنہایہ ص ۱۰۰۔ ج ۹) (بحوالہ: الاعتصام ۲۶ ستمبر ۱۹۵۸ء۔ ص: ۵)

Marfat.com

فقہاء سبعہ

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ

از مولانا حافظ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث، مدرسہ تقویۃ الاسلام، لاہور

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا الہامی علم

علوم شریعت میں تفوق و برتری کے ساتھ ساتھ علم تعبیر رویا میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خاصہ درک تھا۔ خواب کا ایسا محیر العقول مطلب بیان کرتے تھے کہ بظاہر اس میں اور خواب میں کوئی وجہ مطابقت نہیں نظر آسکتی تھی، مگر تعبیر وہی ظاہر ہوتی جو آپ رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے تھے۔ یہ فن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسماء بنت ابی ابکر صدیق رضی اللہ عنہا سے اور انہوں نے اپنے والد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا تھا۔ (طبقات ابن سعد ص ۹۲، ج ۲) چند خواب اور ان کی تعبیر ملاحظہ فرمایئے۔

اپنے ہاتھ میں پیشاب کرتے دیکھا

ایک شخص نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں اپنے ہی ہاتھ میں پیشاب کر رہا ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، خدا سے ڈرو تمہارے نکاح میں کوئی ایسی عورت ہے جس سے تمہارا نکاح کسی صورت جائز نہیں۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعی اس کے نکاح میں ایسی عورت تھی جو بوجہ رضاع اس پر حرام تھی۔ (طبقات ابن سعد ص ۹۲، ج ۲)

مسجد کے محراب میں پیشاب کرنا

ایک شخص نے خواب دیکھا کہ عبدالملک نے چار دفعہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محراب میں پیشاب کیا ہے۔ اس نے حضرت سعید رحمہ اللہ سے عرض کیا۔ فرمانے لگے اگر تمہارا یہ خواب درست ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عبدالملک کی پشت سے چار خلیفے پیدا ہوں گے۔ (طبقات ابن سعد ص ۹۱، ج ۵)

ایک روایت میں ہے کہ یہ خواب خود عبدالملک نے دیکھا کہ اس نے مسجد کے چاروں کونوں میں چار مرتبہ پیشاب کیا ہے۔ اس نے اس کی تعبیر حضرت سعید رحمہ اللہ سے پچھوا بھیجی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کے چار بیٹے مسند خلافت پر بیٹھیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس کے چار لڑکے ولید، سلیمان، ہشام اور یزید یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوئے۔ (شذرات الذہب ص ۹۷، ج ۱)

کبوتری کا مسجد میں بیٹھنا

کسی نے پوچھا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک کبوتری مسجد کے مینار پر بیٹھی ہے۔ فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ حجاج بن یوسف عبداللہ بن جعفر کی بیٹی سے شادی کرے گا۔ (طبقات ابن سعد ص ۹۲، ج ۵)

یہی خواب تعبیر رویا کے ایک خاص ماہر امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے ان الفاظ میں بیان کیا۔ میں نے ایک سفید رنگ کی حسین

Marfat.com

وجمیل کبوتری مسجد کے کنگرے پر بیٹھی دیکھی۔ اس پر ایک باز جھپٹا اور اپنے پنجوں میں دبوچ کر اڑ گیا۔ امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اگر تم سچ کہتے ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ حجاج عبداللہ بن جعفر کی صاحب زادی سے شادی کرے گا۔ جب حجاج نے اس لڑکی سے شادی کر لی تو کسی نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس خواب سے یہ نتیجہ کیسے نکالا؟ فرمایا سفید کبوتری سے حسین وجمیل عورت اور کنگرے سے شرافت نسب مراد ہے۔ میں نے مدینہ طیبہ میں عبداللہ کی بیٹی سے زیادہ حسین اور شریف النسب کوئی عورت نہیں دیکھی اور باز سے ظالم بادشاہ مراد ہے اور حجاج سے بڑھ کر زیادہ ظالم کوئی دیکھنے میں نہیں آیا۔ (شذرات الذہب ص ۱۰۹، ج ۱)

اپنے آپ کو آگ میں دیکھا

ایک شخص نے کہا میں نے نیند میں اپنے آپ کو آگ میں گھستے دیکھا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے **فرمایا اگر یہ درست ہے تو تم سمندر میں داخل ہو گے، اور تمہاری موت بذریعہ قتل ہوگی**۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اسے سمندری سفر پیش آیا۔ جس سے وہ بمشکل بچا اور بالآخر قدید کی جنگ میں مارا گیا۔ (طبقات ابن سعد ص ۹۲، ج ۵)

بکرے کا آواز لگانا

ایک شخص نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک نر بکرا بھاگا آ رہا ہے اور کہہ رہا ہے ذبح کرو ذبح کرو۔ ایک آواز آئی ذبح کر دیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، سمجھو کہ ابن صلاء مر گیا ہے۔ اس پر کچھ زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی، اطلاع آئی کہ ابن صلاء مر گیا ہے۔ ابن صلاء اہل مدینہ کا غلام تھا جو حکام کے پاس لوگوں کی چغلی کھایا کرتا اور بلاوجہ ان کو پریشان کیا کرتا تھا۔ (ابن سعد ص ۹۲، ج ۵)

گود میں انڈے دیکھنا

حصین بن عبداللہ کا بیان ہے کہ خواہش کے باوجود میرے گھر اولاد نہیں ہوتی تھی۔ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ میری گود میں انڈے پڑے ہیں۔ میں نے حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا۔ بولے مرغی زیادہ تر عجم میں پائی جاتی ہے اس لئے تم عجم میں شادی کا بندوبست کرو۔ چنانچہ میں نے عجم سے ایک لونڈی خریدی جس سے میرے گھر اولاد ہوئی۔ (ابن سعد ص ۹۲، ج ۵)

چار میخیں ٹھونکنا

ایک شخص نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے عبدالملک بن مروان کو منہ کے بل گرا کر اس کی پیٹھ میں چار میخیں ٹھونک دی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ خواب تم نے نہیں دیکھا۔ وہ بولا کیوں نہیں؟ میں نے ہی دیکھا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا، جب تک سچ سچ نہ کہو گے، میں اس کی تعبیر نہیں بتاؤں گا۔ بولا یہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے دیکھا ہے، اور اسی نے مجھے تعبیر پوچھنے کیلئے بھیجا ہے۔ فرمانے لگے اگر ان کا یہ خواب درست ہے تو عبدالملک انہیں قتل کر دے گا اور اس کی پشت سے چار خلیفے پیدا ہوں گے۔ (ابن سعد ص ۹۱، ج ۵)

عموماً آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی جب کوئی آپ سے خواب بیان کرتا تو فرماتے تم نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ خواب میں چھوہارا دیکھنے سے ہر حال میں اور خرما تر دیکھنے سے کھجور کی کٹائی کے وقت میں کشادگی رزق مراد ہے۔ یہ بھی

Marfat.com

فرمایا کرتے تھے، خواب کی تعبیر ظاہر ہونے کی آخری مدت چالیس سال ہے اور پاؤں میں بیڑی دیکھنا دین میں استحکام اور ثابت قدمی کی علامت ہے۔

نفس کو مجاہدے کا عادی بنانا

رات کی عبادت سے خصوصی شغف اور لگاؤ تھا۔ رات آتی تو اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرماتے: اے ہر برائی کے سرچشمہ اٹھ بخدا! میں تجھے اس اونٹ کی طرح کر کے چھوڑوں گا، جو بھاری بوجھ اور کثرت سفر کی وجہ سے تھک کر چور ہو جاتا ہے اور چلنے کے قابل نہیں رہتا۔ پھر رات بھر نماز میں کھڑے کھڑے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں متورم ہو جاتے۔ صبح کو اپنے نفس سے خطاب فرماتے تجھے یہی حکم ہے اور اسی کیلئے تو پیدا ہوا ہے۔ شب بیداری اور رات کی نماز کے ذوق وشوق کی انتہا یہ ہے کہ **متواتر پچاس سال تک آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی۔** (صفۃ الصفوۃ ص: ۴۰۔ ج ۲ وطبقات کبری شعرانی ص: ۲۶۔ ج: ۱)

پچاس برس تک تکبیر اولیٰ کی پابندی

آپ رحمۃ اللہ علیہ نماز باجماعت کے بڑے پابند تھے، اس کا اس قدر اہتمام فرماتے کہ سالہا سال تک ایک مرتبہ بھی جماعت سے پیچھے نہیں رہے۔ خود فرماتے ہیں چالیس سال سے میرا معمول یہ ہے کہ ایک فرض نماز بھی میں نے جماعت کے بغیر نہیں پڑھی۔ تیس سال سے تو عادت یہ ہے کہ میں اذان سے پہلے ہی مسجد میں پہنچ جاتا ہوں۔ (طبقات کبری ص: ۲۶ ج: ۱)

ایک روایت میں ہے پچاس سال میں ایک دفعہ بھی مجھ سے تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی اور نہ میں نے کبھی جماعت میں کسی کی پیٹھ دیکھی ہے (یعنی ہمیشہ پہلی صف میں جگہ لی ہے)۔ (شذرات ص ۱۰۳۔ ج: ۱)

جماعت کی پابندی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت بھی نہیں چھوڑی جب ولید اور سلیمان پسران عبدالملک کی بیعت کا معاملہ درپیش تھا اور خلیفہ نے بیعت لینے کیلئے حاکم مشتہر کو ہر طرح کے تشدد کی کھلی چھٹی دے رکھی تھی۔ فقہائے مدینہ رحمہم اللہ نے (جو جانتے تھے کہ انکار کی صورت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مبتلائے مصیبت ہونا یقینی ہے) اس ابتلاء سے بچانے کیلئے یہ تجویز پیش کی تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ چند دن کیلئے مسجد میں آنا بند کر دیں، گورنر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو موجود نہ پا کر خواہ مخواہ گھر سے بلانے پر اصرار نہیں کرے گا۔ مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تجویز یہ کہہ کر ٹھکرا دی کہ میں موذن کی آواز حی علی الصلوۃ حی الفلاح سن کر گھر میں نہیں بیٹھ سکتا۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں آئے اور گورنر کے اصرار کے باوجود بیعت سے انکار کرنے کے جرم میں پچاس بید کی سزا بطیب خاطر قبول کر لی۔ (ابن خلکان ص: ۲۰۷، ج: ۱)

مسجد میں نماز پڑھنا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت بھی نہیں چھوڑا جب حرہ کی لڑائی میں شامی فوجوں نے مدینہ طیبہ میں تین دن تک اس قدر قتل وغارت کا بازار گرم کیا کہ لوگ جان کے خوف سے گھروں میں دبکے پڑے تھے اور کوئی باہر نکلنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ تمام مسجدیں ویران اور سنسان پڑی تھیں۔ صرف حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ ہی واحد شخص تھے جنہوں نے اس فتنہ عظیم میں بھی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں چھوڑا۔ نماز کے وقت حجرہ مقدسہ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اطہر سے) سے ایک غیر مفہوم آواز

Marfat.com

سنتے جو اذان کا کام دیتی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ تکبیر کہہ کر نماز پڑھ لیتے تھے۔(شذرات الذہب ص ۱۰۳، ج:۱)

حج سے محبت

حج سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دلبستگی اور محبت بھی کسی دوسری عبادت سے کم نہیں ہے۔ تقریباً ہر سال حج کیلئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ صرف اسی صورت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے حج فوت ہو جاتا تھا، جب حکومت وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ پر کسی طرح کی پابندی لگا دیتی تھی۔ ابن المعاد حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حج کی تعداد چالیس تک گنوائی ہے۔(شذرات ص ۱۰۳، ج ۱)

ولی کامل کا زہد و تقویٰ

آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے پرہیز گار اور حد درجہ متورع تھے۔ کسی ایسی چیز کو اپنے قریب نہیں آنے دیتے تھے جس کی حلت میں ذرا بھی شک و تردد کو دخل ہوتا تھا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: امام سعید رحمۃ اللہ علیہ سب سے بڑے پرہیز گار تھے اپنے پیٹ اور گھر میں کوئی ایسی چیز داخل نہیں کرتے تھے جس کی حلت محمل تامل ہوتی تھی۔ دنیا کی فضولیات اور بے فائدہ کلام سے بہت بے رغبت تھے۔(البدایہ النہایہ، ص: ۱۰۰، ج ۹)

یہ اسی بے مثال زہد اور دنیا سے کمال بے تعلقی کی کرشمہ سازی ہے کہ آپ کسی سے نذرانہ یا تحفہ قبول نہیں کرتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بیت المال سے اپنا حق لینے میں بھی گریز تھا۔ چنانچہ عمران روایت کرتے ہیں کہ بیت المال میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ۳۹ ہزار درہم باقی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا جاتا مگر انکار کرتے اور فرماتے، مجھے ان کی حاجت نہیں۔ تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ میرے اور بنو مروان کے درمیان فاصلہ نہ کر دے۔(طبقات ابن سعد ص ۶۵، ج ۵)

مسجد کی افطاری سے اجتناب

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تورع اور احتیاط کی حد یہ ہے کہ مسجد میں آنے والے شربت سے روزہ افطار نہیں کرتے تھے بلکہ گھر سے پانی یا شربت منگوا کر پیتے تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے غلام پر دو اڑھائی آنہ ضائع کرنے کی وجہ سے خفا ہو رہے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چچا زاد بھائی نے سنا تو اسے انتہائی فقر پر محمول کیا۔ لہٰذا گھر جاتے ہی ۴ ہزار روپے کی خطیر رقم آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیج دی، مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شکریہ کے ساتھ وہ پوری رقم واپس کر دی اور ایک جو بھی اپنے پاس نہیں رکھا۔ عمران بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی سے کوئی درہم و دینار قبول نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ دوسروں کے گھر سے پانی پینے سے بھی انکار کر دیتے تھے۔(حلیۃ الاولیاء ص ۱۶۷، جلد ۲)

اہل اللہ کا ذریعہ معاش

بیشتر ائمہ دین رحمہم اللہ کی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ذریعہ معاش تجارت تھا اس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خاصی آمدن ہو جاتی تھی جس کی بدولت آپ رحمۃ اللہ علیہ امراء و سلاطین کے نذرانوں اور تحائف سے قطعاً بے نیاز تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی کسی کا احسان مند ہونا گوارا نہیں کیا، بلکہ ہمیشہ اپنے بازوئے ہمت سے قوت لایموت حاصل کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ اس لحاظ سے آپ کی

Marfat.com

زندگی میں اہل علم کیلئے عبرت آموز اور قابل تقلید نمونہ ہے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: آپ رحمۃ اللہ علیہ بیت المال سے اپنا عطیہ نہیں لیتے تھے بلکہ ۴ سو دینار (تقریباً ایک ہزار روپیہ) کے سرمایہ سے تیل کا کاروبار کرتے تھے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ موسم پر زیتون کا تیل اور جانوروں کا چارہ جمع کر لیتے تھے جس سے آپ کو معقول نفع ہو جاتا تھا۔ (جامع ترمذی مع تحفۃ الاحوزی، ص ۲۵۳، ج ۲)

رزق حلال سے دوسروں کی مدد

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقدس اور پاکیزہ تعلیم کا عملی نمونہ اس طرح پیش کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ درس و تدریس، ریاضت و عبادت اور ذکر و فکر سے وقت بچا کر کاروبار کیا کرتے تھے۔ خرید و فروخت کیلئے اکثر بازار جاتے اور کاروباری لوگوں کی طرح اپنے اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کیلئے کسب حلال حاصل کرنے کی جدوجہد فرماتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس تجارت سے کافی خوش حال ہو گئے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار آسودہ حال سرمایہ داروں میں ہوتا تھا۔ چنانچہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صاحبزادی کی شادی ایک نادار اور مفلس طالبعلم سے کر دی، تو خانگی ضروریات پورا کرنے کیلئے ۵ ہزار اور ایک روایت کے مطابق ۲۰ ہزار روپے سے اس کی اعانت فرمائی۔ (البدایہ والنہایہ ص ۱۰۰، ج ۹)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ فیاضی اور دریا دلی اپنی بیٹی اور داماد تک ہی محدود نہ تھی، بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مال سے یگانے و بیگانے برابر فیض یاب ہوتے تھے۔ مال دنیا جمع کرنے کے متعلق آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنا عذر بارگاہ الٰہی میں ان الفاظ میں پیش فرماتے ہیں۔ پڑھئے اور اس کے مطابق اپنی زندگی ڈھالنے کی کوشش فرمائیے:

’خدایا! تو جانتا ہے کہ میں نے یہ مال بخل اور حرص و آز کے داعیہ سے مجبور ہو کر جمع نہیں کیا اور نہ اسے دنیا کی محبت اور حصول شہوات کا ذریعہ بنایا ہے۔ اس سے میری غرض فقط اپنے آپ کو بنو مروان کے ہاں دست سوال دراز کرنے اور اظہار نیاز مندی کی ذلت سے بچانا ہے، حتیٰ کہ میں تجھ سے آملوں اور تو میرے اور ان کے درمیان اپنا فیصلہ صادر فرمادے۔ نیز اس سے میری غرض یہ ہے کہ مَیں اس کے ذریعہ اپنے عزیزوں کی خبر گیری کروں اور وہ تمام حقوق ادا کروں جو اس میں میرے ذمہ عائد ہوتے ہیں۔ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ اس کے ذریعہ بے کس پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کروں۔

اللہ! اللہ! کس طرح ایک سچے اور مخلص مسلمان کے دل میں اپنا مال صرف کرنے کیلئے ہر آن اور ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنے کا جذبہ موجزن رہتا ہے، جو اسے بے راہ نہیں ہونے دیتا اور ٹھیک ٹھیک حقوق اور صحیح صحیح مصارف میں خرچ کرنے کیلئے اس کی رہنمائی کرتا ہے۔

جملہ مسلمانوں کو عموماً اور اہل علم کو خصوصاً جو کسب حلال کے وسائل اختیار کرنے کے بجائے پوری زندگی دوسروں کے دست نگر اور ان کے پس خوردہ پر انحصار کئے ہوئے ہیں اور اس طرح علماء کی تضحیک و تذلیل کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سے سبق اور اپنے پاؤں پر آپ کھڑا ہونے کا درس حاصل کرنا چاہیے۔

Marfat.com

''اللهم اکفنا بحلالک عن حرامک و اغننا بفضلک عن من سواک''۔(بحوالہ: الاعتصام لاہور ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۸ء۔ص:۵)

امیر کی بجائے فقیر سے شادی

بلوک پرستی اور شاہ نوازی کے خلاف آپ رحمۃ اللہ علیہ نے غریب پروری کی ایک ایسی بے نظیر مثال قائم کی ہے، جو سنہری حروف کے ساتھ لکھے جانے کے قابل ہے اور اس لائق ہے کہ ہر مسلمان اسے اپنے لئے مشعل راہ بنائے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ:

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نہایت حسین وجمیل صاحبزادی تھی، جسے خالق کائنات نے بڑی فراخ دلی سے حسن صورت کے ساتھ ساتھ حسن سیرت سے بہر وافر عطا کیا تھا۔ وہ کتاب اللہ کی حافظ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالم اور شوہر کے حقوق وآداب سے پوری پوری واقف تھیں۔ خلیفہ عبدالملک نے اس کے صوری ومعنوی کمالات کا حال سن کر اسے حاصل کرنا چاہا اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اپنے بیٹے ولید کیلئے جو اس کا ولی عہد بھی تھا اس لڑکی کے رشتہ کا پیغام بھیج دیا۔ یقیناً ایک طالب دنیا کے لئے اس سے بڑا کوئی اعزاز نہیں کہ روئے زمین کا بادشاہ اس سے رشتہ لینے اور اس کے ساتھ قرابت پیدا کرنے کیلئے بے قرار ہو۔ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ چاہتے تو خلیفہ کی درخواست قبول فرما کر اپنے عزوجاہ میں عظیم الشان اضافہ کر سکتے تھے۔ مگر جتنی خلیفہ کو رغبت تھی اتنا ہی کمال بے اعتنائی کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی درخواست کو ٹھکرا دیا اور اپنی اس صاحبزادی کا نکاح ایک مفلس اور نادار طالب علم سے ایسے سادہ اور بے تکلف طریقہ سے کر دیا، جس کی نظیر صفحات تاریخ میں اگر ملنی محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اس واقعہ کی تفصیلات آپ رحمۃ اللہ علیہ کے داماد کی زبانی سنئے اور اندازہ فرمائیے کہ آج کی مادی دنیا میں اس کی مثال ملنی ناممکن ہے!

کثیر بن ابی دواعہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کے حلقہ درس میں حاضر ہوا کرتا تھا، مگر بیوی کی وفات کی وجہ سے چند دن غیر حاضر رہا۔ پھر جب کچھ دنوں کے بعد حاضر ہوا تو پوچھنے لگے اتنے دن کہاں رہے؟ میں نے عرض کیا، میری بیوی کا انتقال ہو گیا تھا، اس لئے مجبوراً اتنا عرصہ ناغہ کرنا پڑا۔ فرمانے لگے اگر ہمیں اطلاع کی ہوتی تو ہم بھی اس کے جنازے میں شریک ہو جاتے۔ پھر جب میں جانے لگا تو پوچھا دوسری شادی کا بندوبست ہوا ہے یا نہیں؟ میں نے کہا اب میرے جیسے قلاش اور مفلس کو رشتہ کون دے گا؟ میرے پاس تو دو تین درہم کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ **فرمانے لگے، اگر میں رشتہ دے دوں تو تمہیں پسند ہے؟ میں نے کہا اس سے بڑھ کر میری خوش نصیبی اور کیا ہوگی۔** چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مجلس میں خطبہ مسنونہ پڑھا اور دو درہم (آٹھ آنہ) مہر کے عوض اپنی صاحبزادی کا نکاح مجھ سے کر دیا۔ جب میں فارغ ہو کر باہر نکلا تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی بے انتہا مسرت وشادمانی کی وجہ سے مجھے کچھ سجھائی نہ دیتا تھا کہ میں کیا کروں۔ میں گھر آیا اور سوچتا تھا کہ ازدواجی مصارف پورا کرنے کیلئے کس سے قرض لوں۔ اسی ادھیڑ بن میں دن گزر گیا، میں نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ مغرب کی نماز کے بعد کھانا کھانے بیٹھا ہی تھا کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی، میں نے کہا کون صاحب ہیں؟ جواب آیا ''سعید''۔ میں حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کے علاوہ ہر اس شخص کے متعلق سوچنے لگا، جس کا نام سعید تھا کہ یہ کون سعید ہے؟ حضرت سعید رحمہ اللہ کی طرف میرا خیال اس لئے نہیں گیا کہ چالیس سال سے کسی نے ان کو اپنے گھر اور مسجد کے سوا کہیں آتے جاتے نہیں دیکھا تھا۔ میں باہر نکلا تو دیکھا کہ حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کھڑے ہیں میں نے عرض کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تکلیف کیوں اٹھائی؟ مجھے

Marfat.com

پیغام بھیج دیا ہوتا۔ میں حاضر خدمت ہو جاتا۔ فرمانے لگے نہیں میرا ہی حق آنے کا تھا۔ میں نے سوچا کہ تم نے شادی کی ہے، تمہارا اکیلا رات رہنا مناسب نہیں سمجھا، اس لئے تمہاری اہلیہ کو تمہارے پاس چھوڑنے آیا ہوں۔ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے کھڑی تھی، اسے دروازے سے داخل کر کے خود واپس چلے گئے۔ میں نے چھت پر جا کر اپنے پڑوسیوں کو آواز دی۔ وہ آئے اور بے وقت بلانے کا سبب پوچھا۔ میں نے کہا حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صاحبزادی کا میرے ساتھ نکاح کر دیا ہے اور اب وہ کسی کو اطلاع کئے بغیر میرے گھر چھوڑ گئے ہیں اور وہ اس وقت میرے مکان میں بیٹھی ہے۔ ہمسائے یہ سن کر میرے گھر میں جمع ہو گئے اور اس طرح خاموش شادی پر دلی مسرت کا اظہار کیا۔ میری والدہ کو پتہ چلا تو وہ آئیں اور کہنے لگیں جب تک تین دن تک اس کا بناؤ سنگھار نہ کر لوں، اگر تم اس کے قریب گئے تو میں کبھی تمہارا منہ نہ دیکھوں گی۔ چنانچہ جب میں تین دن کے بعد اپنی بیوی سے ملا تو اسے بے حد حسین، کتاب اللہ کی حافظ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالم اور شوہر کے حقوق سے بڑی باخبر پایا۔ شادی کے بعد ایک مہینہ تک نہ آپ رحمۃ اللہ علیہ میرے گھر تشریف لائے اور نہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہو سکا۔ پھر میں ایک دن ان کے پاس گیا، اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ حلقہ درس میں حدیث شریف پڑھانے میں مصروف تھے۔ میں نے سلام عرض کیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا اور بدستور پڑھانے میں مصروف رہے، جب سبق ختم ہونے پر تمام حاضرین چلے گئے اور سوائے میرے مجلس میں کوئی باقی نہ رہا تو مجھ سے پوچھا اس انسان کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا جناب سب ٹھیک ہے۔ دوستوں کیلئے خوشی اور دشمنوں کیلئے غیظ و حسد کا باعث ہے۔ فرمانے لگے، اگر کج روی معلوم کرو تو ڈنڈے سے خبر لینا۔ میں گھر واپس آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بیس ہزار روپیہ ہمارے لئے بھیج دیا۔ یہ وہی لڑکی ہے جس کا رشتہ عبدالملک نے اپنے بیٹے ولید کیلئے طلب کیا تھا اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انکار پر ناراض ہو گیا تھا۔ پھر طرح طرح کے بہانے کر کے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سو بید کی سزا دی تھی اور سخت جاڑے کے موسم میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بدن پر سرد پانی ڈلوایا تھا۔ (حلیۃ الاولیاء ص ۱۶۷۔ ج:۱)

سلاطین کی فضول خرچیوں پر احتساب

مطلب بن سائب کا بیان ہے کہ میں ایک دن امام سعید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بازار میں بیٹھا ہوا تھا۔ بنو مروان کا ہرکارہ قریب سے گزرا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا تم بنو مروان کے قاصد ہو؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم نے اس کو کس حالت میں چھوڑا ہے؟ اس نے کہا میں نے انہیں بہتر حالت میں چھوڑا ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے۔ نہیں تم نے اس کو اس حالت میں چھوڑا ہے کہ وہ کتوں کو کھلاتے ہیں اور انسانوں کو بھوکا رکھتے ہیں۔ یہ سنتے ہی قاصد آنکھیں نکال اور سینہ تان کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بڑھا۔ میں درمیان میں حائل ہو گیا اور بڑی مشکل سے سمجھا بجھا کر اسے الگ کیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد میں نے کہا ،اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کیوں ناحق اپنی جان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں؟ فرمانے لگے احمق! چپ رہو، واللہ! جب تک میں خدا کے حقوق کی نگہداشت کرتا ہوں وہ مجھے کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ (تذکرۃ الحفاظ ص ۵۲۔ ج:۱)

اعلیٰ اخلاق اور مخالفین کے حق میں دعا

خلفاء بنو مروان کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تعلقات ہمیشہ کشیدہ رہے۔ انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے استخفاف اور توہین میں کوئی

Marfat.com

دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ بارہا قید و بند اور مار پیٹ کے مصائب آپ رحمۃ اللہ علیہ پر نازل کئے، مگر آپ کا اعلیٰ کردار اور بلند اخلاق ملاحظہ ہو کر جب انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں کی ہم کلامی سے منع کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر پورا پورا عمل کر دکھایا۔ جس وقت کوئی شخص آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنا چاہتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے میرے پاس مت بیٹھو۔ انہوں نے مجھے تازیانے لگائے ہیں اور لوگوں کو میرے پاس بیٹھنے اور کلام کرنے سے منع کر دیا ہے۔ (طبقات کبریٰ شعرانی ص ۲۶۔ ج:۱)

ابو یونس کہتے ہیں میں مسجد میں داخل ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں سے الگ تھلگ بیٹھے ہوئے پایا۔ میں نے سبب پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ حکومت نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں کی ہم نشینی سے منع کر دیا ہے، اسی لئے آپ علیحدہ بیٹھے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ص: ۵۲۔ ج ا)

ابوبکر بن عبداللہ کہتے ہیں جب آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بنو امیہ کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے میں ان کے متعلق وہی کہتا ہوں جو میرے رب نے کہنے کا حکم دیا ہے: ’’ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رئوف الرحیم‘‘ (۵۹:۱۰) اے ہمارے رب ہماری اور ہمارے بھائیوں کی مغفرت کریو۔

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات

آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بکثرت ملفوظات طیبات منقول ہیں جو اپنے اندر تاریک دلوں کو روشن اور دیدہ عبرت وار کرنے کا کافی مواد رکھتے ہیں چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ بندوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی طرح حصول عزت کا دوسرا کوئی ذریعہ نہیں ہے اور نہ اس کی نافرمانی جیسی ذلیل کرنے والی کوئی چیز ہے۔ (البدایہ ص ۱۰۰۔ ج ۹)

۲۔ جب کسی طرح شیطان انسان کو گمراہ کرنے سے عاجز آجاتا ہے تو اس کیلئے عورتوں کی طرف سے فتنہ کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (البدایہ ص ۱۰۰۔ ج ۹)

فرمایا کرتے تھے کہ میری عمر اسی سال کو پہنچ گئی ہے مگر جتنا خطرہ مجھے عورتوں سے ہے کسی دوسری چیز سے نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا اے ابو محمد! آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسا آدمی تو عورتوں سے رغبت نہیں رکھتا اور نہ عورتیں ہی اس کو چاہتی ہیں۔ فرمانے لگے یہ صحیح ہے مگر بات وہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔ (طبقات ابن سعد ص ۱۰۰۔ ج:۵)

۳۔ جب انسان اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے دوسروں سے بے نیاز ہو جائے تو لوگ اسکے محتاج ہو جاتے ہیں۔ (البدایہ ص ۱۰۰۔ ج:۹)

۴۔ دنیا ذلیل ہے اور ہر ذلیل کی طرف مائل ہے۔ اس سے زیادہ ذلیل وہ ہے جو اسے ناجائز ذرائع سے حاصل کرتا ہے اور ناجائز مصارف میں خرچ کرتا ہے۔ (البدایہ ص ۱۰۰۔ ج:۹)

۵۔ ہر شریف، ہر عالم اور ہر صاحب فضل میں کوئی نہ کوئی عیب ضرور ہوتا ہے لیکن جس کی خوبیاں عیوب سے زیادہ ہوں اس کے عیب ذکر نہیں کرنے چاہئیں بلکہ اس کے فضائل کو دیکھ کر اس کے نقائص سے درگزر کرنا چاہیے۔ (البدایہ ص ۱۰۰۔ ج:۹)

۶۔ ظالموں اور ان کے اعوان و انصار کو آنکھ بھر کر نہ دیکھو اگر دیکھنا پڑے تو دل میں ان سے نفرت کرو تاکہ تمہارے اعمال صالحہ ضائع نہ ہو جائیں۔ (البدایہ ص ۱۰۰۔ ج:۹)

Marfat.com

۷۔ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے والی ہر چیز گرامی قدر اور عظیم المرتبہ ہے۔ لہٰذا قرآن حکیم اور مسجد کی تصغیر کے ساتھ مصحیف (چھوٹا سا قرآن) اور مسیجد (چھوٹی سی مسجد) مت کہو۔ (طبقات کبریٰ للشعرانی ص ۲۶۔ ج:۱)

۸۔ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کے اعمال پر پردہ ڈالتا ہے جب کسی کو رسوا کرنا چاہتا ہے تو اس کو اپنے گروہ سے نکال دیتا ہے اور اس کے عیب لوگوں پر ظاہر ہو جاتے ہیں۔ (طبقات کبریٰ للشعرانی ص ۲۶۔ ج:۱)

۹۔ بنولیث کے چند نوجوان عبادت میں بڑے تیز گام تھے دوپہر کے وقت مسجد میں آجاتے اور عصر کی نماز سے فارغ ہونے تک فرائض ونوافل میں مصروف رہتے۔ کسی شاگرد نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا عبادت تو ایسی ہونی چاہیے۔ کاش کہ ہم بھی ان نوجوانوں کی سی عبادت کر سکتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، عبادت یہ نہیں ہے۔ عبادت دین میں تفقہ اور نشانات قدرت میں کامل غور وفکر کا نام ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ص:۱۲۶۔ ج:۲)

۱۰۔ مومن کیلئے اللہ تعالیٰ کی یہی مدد کافی ہے کہ وہ اپنے دشمن کو اس مصیبت میں مبتلا دیکھے جس سے وہ محفوظ ہے۔

(صفۃ الصفوہ ص:۴۴۔ ج:۲)

دنیا حفاظت دین کا ذریعہ

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دو یا تین ہزار دینار تھے فرماتے تھے میں نے اپنا دین اور اپنی عزت بچانے کیلئے ان کو اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔ (بحوالہ: الاعتصام ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء۔ ص:۴۔۵)

حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ سب سے بڑے موحد

ہم سب نے بارہا دیکھا ہے کتب تاریخ اور اسماء رجال میں یہ کہا گیا ہے کہ بہت سے بزرگان دین، ائمہ ہدیٰ اور مجددین امت رحمہم اللہ نے بعض دعائیں کیں لیکن حق تعالیٰ کے دربار میں وہ بار نہ پاسکیں، بلکہ بہت سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں بھی کتاب وسنت کی تصریحات ملتی ہیں کہ انہوں نے دعائیں کیں لیکن ان میں کچھ قبول ہوئیں اور کچھ قبول نہ ہوئیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب فتوح الغیب میں اس موضوع پر نہایت جامع روشنی ڈالی ہے وہ اس قابل ہے کہ قارئین الاعتصام اس کا ضرور مطالعہ کریں تاکہ بندہ اور بندہ نواز میں جو ایک اصولی فرق ہے، وہ واضح ہو جائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دعا کی قبولیت میں دیر کیوں؟

"عارف کی ہر ایک دعا جسے وہ اپنے پروردگار سے مانگتے ہیں، قبول نہیں کی جاتی اور نہ ہر وعدہ پورا کیا جاتا ہے (اور یہ اس لئے) تاکہ اس پر رجا (امید) غالب نہ آجائے اور وہ (اس بے جا غرہ ہونے کی وجہ سے) ہلاک نہ ہو جائے کیونکہ خوف ورجا

مومن میں خوبیاں ڈھونڈو

ہر شریف، ہر عالم اور ہر صاحب فضل میں کوئی نہ کوئی عیب ضرور ہوتا ہے لیکن جس کی خوبیاں عیوب سے زیادہ ہوں اس کے عیب ذکر نہیں کرنے چاہئیں بلکہ اس کے فضائل کو دیکھ کر اس کے نقائص سے درگزر کرنا چاہیے۔
(البدایہ ج:۹، ص:۱۰۰)

Marfat.com

(امید وبیم) عارف کیلئے ہر حال اور ہر مقام میں ایسے ہیں، جیسے پرندوں کیلئے دو بازو، اور یہ سب کچھ اس کے حال اور مقام کے لحاظ سے کم وبیش ہوتا ہے۔ بہر حال سالک کا کوئی حال اور مقام ان (امید وخوف) کے بغیر پائیدار نہیں ہوتا۔

پس چونکہ عارف حق تعالیٰ کا مقرب ہے اس لئے اس کا حال اور مقام یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی شے کا ارادہ نہ کرے اور نہ کسی غیر اللہ کی طرف وہ مائل ہو، نہ اس ذات حق کے بغیر چین پائے اور نہ اس کے بغیر کسی شے سے اس کا دل لگے۔ (اس لئے) عارف کا اپنی دعا کی قبولیت کو چاہنا اور اللہ تعالیٰ سے ایفائے عہد کا مطالبہ کرنا (دراصل) اس چیز کا غیر ہے جس کے وہ در پے ہے اور یہ اس کی حالت اور مرتبت کے قطعاً شایاں نہیں ہے۔ اس لئے اس کی دعا کے قبول نہ ہونے کے دو سبب ہیں۔ ایک یہ کہ اس پر امید کا غلبہ اور اپنے پروردگار کے اوپر غرہ اور اس میں دربار حق کے آداب سے غفلت نہ پیدا ہو جائے اور پھر وہ ہلاک نہ ہو جائے۔ یعنی اپنے مقامات سلوک کو نہ کھو بیٹھے۔ دوسرا یہ کہ (عارف کا اپنی دعا کی قبولیت چاہنا اور طلب کرنا) اپنے پروردگار کے ساتھ کسی شے کو شریک ٹھہرانا ہے"۔ (فتوح الغیب مقالہ ۴۴)

حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جن امور کی وضاحت کی ہے، وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا کہ **ولی اللہ کیلئے اللہ میاں سے اپنی دعا کی قبولیت چاہنا بھی ایک گونہ شرک ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر موحد ہونے کا ثبوت ہے۔**

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت

اسلام نے یہ تلقین کی ہے کہ انسان کو اپنی زندگی میں وصیت کا ضرور اہتمام کر لینا چاہیے کیونکہ موت کا نہ کوئی وقت مقرر ہے اور نہ اس کے آنے کی کوئی اطلاع ملتی ہے۔ کیا خبر کب کہاں اور کس حال میں آجائے۔ اس لئے کم از کم ایک مسلمان کیلئے عالم بے خبری میں یوں دنیا سے چل دینا کہ کرنے کرانے کی کوئی بات اور پروگرام بھی کسی سے نہ کہہ کر جائے، کچھ اچھی بات نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ وصیت کے سلسلہ کا اصلی محرک عالم آخرت کا سفر ہوتا ہے۔ اس لئے خدا کو اس حال میں اپنے بندوں سے یہ توقع ہوتی ہے کہ اپنے خاتمہ بالخیر کے خیال سے کوئی نیک اور معقول وصیت ہی وہ کرے گا۔ چنانچہ اس احساس کے تحت حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ایک وصیت نامہ تحریر کیا تھا اس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ایسے مشائخ اور پیروں کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرنا چاہیے جو کئی قسم کی بدعتوں میں مبتلا ہیں اور عوام کی مریدی کو دیکھ کر دھوکے میں نہ پڑنا اور نہ ان کی کرامات کے پھیر میں آنا۔ کرامات کے اکثر دکانداروں نے (الا ماشاء اللہ) شعبدے کی قسم کی چیزوں کو کرامات سمجھ رکھا ہے۔ صوفیائے عظام سے نسبت تو ایک نعمت عظمیٰ ہے لیکن ان کی رسوم کسی کام کی نہیں ہیں۔ (وصیت سوم)

(بحوالہ: الاعتصام لاہور ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء۔ ص:۶)

سلفی نوجوان کی متصوفانہ تحریر

مولانا ہدایت اللہ ندوی رحمۃ اللہ علیہ استاذ جامعہ محمدیہ اوکاڑہ جماعت اہل حدیث کے ان نوجوان علماء میں سے ہیں، جو درسیات

Marfat.com

کے علاوہ محققانہ مطالعہ کا خاص ذوق رکھتے ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ ذیل متفرق تاریخی، علمی اور اصلاحی نکات اور حکایات بھی ''طبقات الحنابلہ'' مصنفہ قاضی ابن ابی یعلی رحمۃ اللہ علیہ کے تحقیقی مطالعہ کا نتیجہ ہیں، جو آپ نے ازارہ کرم منتخب فرما کر''الاعتصام'' میں اشاعت کیلئے ارسال فرمائے ہیں۔ادارہ اس کیلئے آپ کا ممنون ہیں۔

زہد کیا ہے

ابوطالب نشکانی ۲۲۴ھ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ''زہد'' کیا ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا''قصر الامل'' کوتاہ امیدی اور غیر کے مال سے مایوسی کا نام''زہد'' ہے۔

زیارت قبور کا اخروی فائدہ

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا کہ''رقت قلب'' سے بہرہ ور ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''زیارت قبور اور حب یتیم''۔

خلاصہ اسلام

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلام کا سنگ بنیاد اور اساس تین حدیثیں ہیں: (۱) عمل کا انحصار نیت پر ہے۔(۲) حلال اور حرام دونوں واضح امر ہیں۔(۳) جو کوئی اسلام میں غیر اسلامی رسوم ایجادات کرے وہ مردود اور بدعت ہیں۔

پہلے نکاح کروں یا حج؟

حضرت احمد بن بشیر رحمہ اللہ امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھتے ہیں کہ ایک صاحب کے پاس اتنا مال ہے کہ اگر وہ نکاح کرے تو مشکل، اگر فریضہ حج بجالائے تو زنا کا خطرہ درپیش ہے، وہ کیا کرے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایسی صورت میں نکاح کرے اور حج کو ملتوی کردے۔

نفع والا علم سیکھنے پر محنت کرو

ابوجعفر قطیعی عرف شامط کہتے ہیں کہ میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ قلتی باقلا اور گاجر کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا''ایش تقول اذا دخلت المسجد وایش تقول اذا خرجت من المسجد''یعنی مسجد میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت کیا دعا پڑھتے ہو؟ میں اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پہلے یہ مسائل سیکھو۔

عصر کے بعد سونے کا نقصان

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعداز عصر سونے سے دماغی امراض کا خطرہ ہے اور فرماتے ہیں کہ''الحب فی اللہ'' کا مقصد یہ ہے کہ کسی دنیاوی فائدے کی خاطر محبت والفت نہ ہو۔(بحوالہ: الاعتصام ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۸ء۔ص:۱)

Marfat.com

امام ابن قیم رحمہ اللہ اور حقیقت تصوف

(پروفیسر ذوالفقار علی ملک ایم اے شرقپوری)

تصوف کا اصل مقصد

تصوف کی اصل غرض و غایت اور حقیقی مدعا صرف اتنی ہے کہ نفس کو احکام شریعت کا اس قدر پابند بنایا جائے کہ خواہشات نفسانی کے آثار بالکل دور ہو جائیں اور بجز ذکر خدا قلب انسانی کو نہ کسی چیز سے لذت حاصل ہو اور نہ اطمینان پا سکے۔

ایک عارف کامل فرماتے ہیں: اول شرط الطریقہ الصوفیہ تطہیر القلوب

طریقہ صوفیہ کی پہلی شرط

طریقہ صوفیہ کی پہلی شرط یہ ہے کہ دل کا میدان غیر اللہ کی محبت سے بالکل پاک و صاف کیا جائے اور یہ چیز اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ آثار نفس کو محو کر کے اسے اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور رضا کے تابع بنایا جائے۔ تصوف کی اصطلاح میں اس درجہ کو فنا فی اللہ کہتے ہیں۔ **علم تصوف اس علم کا نام ہے جس سے ان اہل کمال کی معرفت حاصل ہوتی ہے جو نوع انسان میں مدارج سعادت حاصل کرتے ہیں۔** نیز اس علم میں ان کے احوال و مقامات و درجات کا ذکر ہوتا ہے گو ان مقامات و احوال کا کماحقہ بیان کرنا ناممکن تو نہیں، مگر دشوار ضرور ہے۔ علم تصوف کی چار شاخیں ہیں: عبادات، عادات، مہلکات، منجیات۔ امام غزالی رحمہ اللہ کی احیاء فی العلوم الدین ان تمام انواع واقسام کو حاوی ہے۔

مسلک تصوف کا بنیادی نام

شروع شروع میں مسلک تصوف کا نام سلوک و احسان تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ کے زمانہ میں جس قسم کا تصوف جاری تھا، وہ یہ تھا کہ زہد و اتقا کی پابندی کی جائے۔ گناہ کا شدید احساس ہو، دنیوی طمع و حرص، خواہشات نفسانی، دولت و ثروت، جاہ و مرتبت کی کوئی پرواہ نہ کی جائے۔ للّٰہیت روح میں سرایت کر جائے اور اللہ تعالیٰ کے لئے سب کچھ ایثار کرنے کا جذبہ صادقہ پیدا ہو جائے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین و تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم سب ہدایت و حق کے طریقہ پر تھے۔ ان کا اصلی کام عبادت خداوندی اور انقطاع عن الدنیا تھا۔ ان کی طبیعت کا میلان صرف خدا کی طرف تھا۔ یہ پاک باز ہستیاں اس فانی دنیا کے بہت جلد مٹ جانے والے جاہ و جلال اور زیب و زینت سے متنفر تھیں۔ نہ انہیں مال و جاہ کی پروا تھی اور نہ اعزاز اقتدار کی تمنا۔ بلکہ وہ نہایت استغراق و محویت سے یاد الٰہی میں سرشار رہتے تھے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی جماعت تربیت گاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی تیار شدہ جماعت تھی۔ ان کے پیکر خاک کے اندر ایمان کا نور پاک ہر لحہ اور ہر گھڑی جلوہ ریزی کرتا رہتا تھا۔ اس مقدس گروہ کی نظر بیک وقت اعمال ظاہری کی طرف بھی تھی اور اعمال باطنی کی طرف بھی۔ وہ صاحب حال بھی تھے اور صاحب قال بھی۔ ان کے خشوع و خضوع اور ذوق و شوق عبادت

Marfat.com

کی تعریف میں قرآنی شہادتیں کافی ہیں:

تراهم ركعا سجدا يبتغون فضلا من الله ورضوانا سيماهم فى وجوههم من اثر السجود۔ (سورہ فتح آخر ۲۹-۴۸)

تو دیکھے ان کو رکوع میں اور سجدے میں۔ ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشی، نشان ان کے منہ پر ہے سجدے کے اثر سے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی میں تصوف کا ثبوت

بخاری شریف کتاب الایمان میں ایک سائل کے جواب میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتا ہے:

قال ما الاحسان قال ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك۔

سائل نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احسان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کی جائے، جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

پوری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عقیدہ و عمل کے بعد ایک تیسری منزل ہے جس کا نام احسان ہے اور یہ منزل پہلی دو منزلوں سے بلند ہے۔ اس منزل کا نام سلوک وطریقت کہہ لیجئے، یا تصوف رکھئے۔

شریعت اور طریقت میں فرق

اتباع رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تک ظاہر و خارج اور اعضاؤ جوارح تک محدود ہے۔ اس کا نام شریعت ہے اور جب قلب و باطن بھی اس کی نورانیت سے منور ہو گیا تو یہ طریقت ہے۔ اگر نماز میں چہرہ خانہ کعبہ کی طرف کر کے فقہی ضابطوں اور قاعدوں کے مطابق ادا کر لی تو نماز ادا ہو گئی۔ لیکن ایک صوفی کیلئے ضروری ہے کہ قلب بھی رب کعبہ کی جانب متوجہ ہو اور جسم و لباس کی پاکیزگی کے ساتھ دل و دماغ بھی اندرونی تاریکیوں اور پراگندہ خیالیوں سے پاک و صاف رہے۔ یہ امر کوئی شریعت سے الگ نہیں ہے، بلکہ عین منشائے شریعت ہے۔

سب سے پہلے امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ قشیریہ میں تصوف اور حقیقت تصوف پر ایک سلجھے ہوئے اور دلکش انداز میں مقالہ لکھا۔ اس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ تصوف شریعت وسنت سے کوئی الگ چیز نہیں ہے بلکہ شریعت کے نکتہ کمال ہی کا نام طریقت ہے۔ امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ میں علوم دینی میں ایک عمیق نگاہ سے رکھنے والے بزرگ تھے۔ انہوں نے اپنے رسالہ میں ان تمام ناواجب اور لایعنی اعتراضات کے جواب دیئے جو تصوف اور صوفیاء پر عائد کئے گئے۔

صوفیاء کرام کی زندگیوں کا مقصد

صوفیاء کرام رحمہم اللہ کی زندگیوں کے جو پہلو سب سے زیادہ نمایاں اور توجہ کے مستحق ہیں وہ ہیں تعلیم اخلاق، محبت الٰہی اور خدمت خلق۔ ان بزرگوں نے تصوف کا یہی مقصد سمجھا اور اسی مقصد کے حصول کیلئے انہوں نے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں۔ خدمت خلق اور تعلیم اخلاق ثمرہ ہے محبت الٰہی کا صوفیاء کرام نے محبت الٰہی کو اپنا مقصد حیات بنایا اور خدمت خلق کو اس مقصد کے

Marfat.com

حصول کا ذریعہ بنایا۔ مشائخ کی نگاہ میں تصوف ایک اخلاقی پروگرام تھا۔ حضرت شیخ ابوالحسن علی ہجویری رحمہ اللہ کا قول ہے:

لیس التصوف رسوما ولا علوما ولکنه اخلاق۔ (کشف المحجوب ص ۳۰)

یعنی تصوف رسوم اور علوم کا نام نہیں بلکہ اخلاق کا نام ہے۔

امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں:

التصوف اخلاق کریمه ظهرت فی زمان کریم من رجل کریم مع قوم کریم۔

یعنی تصوف اخلاق کریمہ ہیں جو بہتر زمانہ میں ایک بہتر شخص سے ایک بہتر قوم کے ساتھ ظاہر ہوئے۔

حضرت شیخ نصیرالدین چراغ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تصوف راہ صدق و اخلاق حسنہ کا نام ہے۔ (خیر المجالس مجلس ۴۱)

صوفیائے کرام رحمہم اللہ کی نگاہ میں اخلاق حسنہ سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی سیرت اور اپنے کردار کو بلند کرے اور مخلوق الٰہی کو مادی نجاستوں اور آلودگیوں سے پاک وصاف کرے۔ ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑے، انہیں برائی سے بچائے اور بھلائی کی طرف دعوت دے۔

صوفیاء کا دوسرا مقصد

صوفیاء کا دوسرا مقصد حیات، محبت الٰہی ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اتفاق اصحاب طریقت و ارباب حقیقت است که ہم مطلوب و اعظم مقصود از خلقت بشر محبت رب العالمین است (سیر الاولیاء ص: ۴۵۴۔۴۵۵)

ترجمہ: اصحاب طریقت اور ارباب حقیقت کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ انسان کی پیدائش کا اہم مطلب اور اصل مقصد رب العالمین کی محبت ہے۔ صوفیاء نے اسی محبت کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دیا تھا۔

غرض یہ کہ صوفیاء کے نزدیک محبت ہی راز حیات ہے۔ اگر اس کی آگ دل میں نہ ہو تو وہ گوشت کا ایک بے جاہ ٹکڑا ہے اور اگر عشق کی گرمی ہو تو وہ انوار ربانی کا محل ہے اور **خدا سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ ہر کام میں رضائے الٰہی کا طلب گار ہو۔**

یہ بات پائیہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ تصوف کی اصل روح صوفیائے کرام رحمہم اللہ کے ہاں اخلاق کریمہ اور محبت الٰہی ہے۔

صوفیاء کے ہم نوا۔ امام ابن قیم الجوزی رحمۃ اللہ علیہ

امام حافظ ابن قیم رحمہ اللہ اس مسئلہ میں بالکل صوفیاء کرام کے ہم نوا ہیں۔ اپنی کتاب مدارج السالکین میں مسئلہ اخلاق اور محبت پر کیسی عمدگی سے روشنی ڈالتے ہیں۔ اخلاق کے بارے میں فرماتے ہیں:

دین سارے کا سارا اخلاق ہے جو تیرے ساتھ اخلاق میں بڑھ گیا وہ تیرے ساتھ دین میں بڑھ گیا۔ یہی حال تصوف کا ہے۔ کتانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تصوف سراپا خلق کا نام ہے جس نے تیرے ساتھ خلق کو بڑھایا اس نے تصوف کو بڑھایا حسن خلق

Marfat.com

کی تعریف یہ کی گئی ہے: اذیت پہنچانے سے ہاتھ روکے اور دکھوں کے برداشت کا ملکہ پیدا کرے۔

حسن خلق کی دوسری تعریف یہ کی گئی ہے:

نیک خصائل کو پھیلائے اور بد خصائل کو روکے۔ حسن خلق کی یہ تعریف بھی کی گئی ہے:

رذائل سے پاک ہو اور فضائل سے آراستہ ہو۔ حسن خلق چار ارکان پر قائم ہوتا ہے۔ اس کی فال ان چار ارکان کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ یعنی: صبر، عفت، شجاعت، عدل۔

(۱) صبر انسان کو قوت برداشت پر غصے کے دبانے پر، دکھان پہنچانے سے روکنے پر، حلم پر نرمی اور رفق پر عدم طیش اور عدم عجلت پر آمادہ کرتا ہے۔

(۲) عفت انسان کو قولی و فعلی قبائح اور رذائل سے بچنے پر آمادہ کرتی ہے اور انسان کو حیاء پر ابھارتی ہے جو کہ ہر بھلائی کا منبع ہے۔ یہ عفت کا ملکہ بے حیائی سے، بخل سے، جھوٹ سے، غیبت سے اور چغلی سے روکتا ہے۔

(۳) شجاعت کا ملکہ انسان کو عزت نفس کے قائم رکھنے پر بلند اخلاق اور عالی خصائل اختیار کرنے پر اور سخاوت و کرم پر آمادہ کرتا ہے۔ سخاوت و کرم درحقیقت نفس کی شجاعت کا نام ہے۔ اسی شجاعت نفس کی برکت سے نفس کی اندر ایسی قوت پیدا ہوتی ہے جس سے وہ اپنی پیاری چیز (جان و مال) کے اخراج و مفارقت کے لئے آمادہ ہوجاتا ہے۔ یہی شجاعت ہے جو انسان کو غصے کی پی جانے پر اور اسے حلم پر ابھارتی ہے کیونکہ صرف قوت نفس اور اس کی بہادری کے بل بوتے پر نفس کے عفان پر قابو پاسکتا ہے اور گرفت اور کھینچ سے اس کے منہ میں لگام دے سکتا ہے۔ اسی بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

پہلوان وہ نہیں ہے جو کشتی میں پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غضب کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور یہی ہے شجاعت کی حقیقت۔ یہ ایک ملکہ ہے کہ اس کے ذریعے انسان اپنے دشمن کے مغلوب کرنے پر قابو پاتا ہے۔

(۴) عدل کا ملکہ انسان کو اخلاق کے توسط اور اعتدال پر آمادہ کرتا ہے جو کہ افراط اور تفریط کے درمیان ہے۔ یہی ملکہ جود و سخا کے خلق پر آمادہ کرتا ہے یہ کہ امساک اور اسراف و تبذیر کے درمیان اعتدال ہے یہی ملکہ ہے جو انسان کو حیاء کے خلق پر آمادہ کرتا ہے حیاء کا تعلق ایک توسط ہے، ذلت و غضب اور نفس کی اہانت و سقوط کے درمیان۔ (مدارج السالکین جزء دوم ص: ۱۲۱)

غرضیکہ جملہ اخلاق فاضلہ کی پیدائش انہی متذکرہ چار ملکات پر موقوف ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ کے نزدیک محبت الٰہی کی تعریف

محبت کے بارے میں امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محبت ہی روح اسلام ہے اور محبت ہی مقامات و منازل کا حاصل ہے۔

اگر محبت کا مسئلہ باطل ہوجائے تو ایمان و احسان کے جملہ مقامات باطل ہوجائیں اور سیر الی اللہ کی جملہ منازل معطل ہوجائیں کیونکہ کل مقامات و منازل اور اعمال کی روح درحقیقت محبت ہے۔ جب قلب انسانی محبت سے خالی ہوگیا تو وہ میت ہے۔ اس میں کوئی روح نہیں ہے، **اعمال کا تعلق محبت سے ایسا ہی ہے جیسا کہ اعمال کا تعلق اخلاص سے ہے۔ بلکہ اخلاص کی**

Marfat.com

حقیقت بھی محبت ہے بلکہ محبت ہی نفس اسلام ہے۔

اسلام کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی دل وحب اور طاعت کے ساتھ اللہ کیلئے فرمان برداری اختیار کرے، تو جسے محبت حاصل نہیں ہے اسے یقیناً اسلام سے کوئی بہرہ نہیں ہے بلکہ کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کی حقیقت بھی یہی محبت ہے کیونکہ لغت عرب میں الٰہ اس ذات کا نام ہے جس کے بندے، از راہ محبت کے، ذلت کے خوف اور رجاء کے شوق میں تعظیم و طاعت کیساتھ کے محبت کریں عربی میں کہا جاتا ہے کہ ے محبت وفریفتگی نے اسے غلام بنالیا اور مسخر کر لیا ہے پس محبت عبودیت کی حقیقت ہے اور کیا یہ ممکن ہے کہ محبت ورضا، حمد وشکر اور خوف ورجاء کے بغیر رجوع الی اللہ میسر ہو جائے؟ اور کیا یہ درست نہیں ہے کہ صحیح صبر کی تعریف کا صرف اہل محبت پر ہی اطلاق ہوتا ہے جب کہ صبر کا مطلب یہ ہے کہ محبوب کی محبت وخوشنودی پر توکل کیا جائے؟

یہی حقیقت زہد کی ہے اور زہد بھی محبین ہی کو حاصل ہے کیونکہ زاہد اپنے محبوب کی محبت کیلئے سب سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

اسی طرح حیاء کا حال ہے حیاء بھی اہل محبت کا خاصہ ہے۔ حیاء کی تولید حب اور تعظیم سے ہوتی ہے اور جو صفت بہ تقاضائے محبت پیدا نہ ہو وہ محض خوف ہے۔ یہی حال فقر کا ہے کیونکہ فقر کا مفہوم یہ ہے کہ ارواح کو اپنے محبوب کی طرف احتیاج ہو، فقر کی یہ اعلیٰ قسم ہے کیونکہ کامل واتم فقر یہی ہے کہ قلب کی احتیاج اس کی طرف ہو جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ بالخصوص جبکہ اسے توحید فی المحبت کا درجہ حاصل ہو اور سوائے اپنے محبت کے کوئی عوض نہ پائے۔ (مدارج السالکین جز سوم ص: ۱۷)

(بحوالہ: الاعتصام ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۸ء۔ ص: ۴۔۵)

اصلاح معاشرہ کیلئے اصلاح باطن کی ضرورت

اور اخلاق کی پاکیزگی انسانی معاشرہ کی سب سے بڑی کیمیا ہے۔ اگر یہ بگڑ جائیں تو سارا معاشرہ ننگ انسانیت بن کر رہ جائے۔ اس لئے تمام مصلحین نے اصلاح معاشرہ پر ہمیشہ سب سے زیادہ زور دیا ہے۔ لیکن اصلاح معاشرہ کا وہ طریقہ جس کا نمونہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش کیا ہے سب سے بہتر اور سب سے زیادہ کامیاب طریقہ ہے۔ عرب قوم کے فاسد اور بدنام معاشرہ کی اصلاح کر کے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ایک مثالی اور پاکیزہ معاشرہ بنادیا تھا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامیاب حکمت عملی کا نتیجہ اور سنہری اصولوں کی فتح کا زندہ ثبوت ہے۔ ذیل میں ہم اصلاح معاشرہ کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انہی قرآنی اور پیغمبرانہ اصولوں اور طریق کار کی تفصیل پیش کر رہے ہیں۔

خوف خدا

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا (پ ۲۸ الطلاق)

جو شخص خدا سے ڈرتا رہے گا خدا اس کیلئے نجات کی شکل نکال دے گا۔

مل جل کر رہنے سہنے میں ایک دوسرے کے حق میں انسان سے چھوٹی بڑی ہزاروں بے انصافیاں سرزد ہو جاتی ہیں۔ اگر اس

Marfat.com

سے بچنے کا کوئی شافی اور کافی حل دنیا میں موجود ہے تو صرف خوف خدا ہے۔ اگر یہ دل سے نکل جائے تو پھر اس کو اور کوئی بند راس نہیں آسکتا۔ لیکن خدا کا یہ ڈر رواجی قسم کا نہیں ہے بلکہ حقیقی ہے۔ فرمایا:

یایھاالذین امنو اتقوا اللہ حق تقاتہ۔ (پ ۴۔ آل عمران)

مسلمانو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ یعنی اس کی ذات یا اس کی مخلوق سے بے انصافی کرتے ہوئے اسے شرم آئے اور اس کی گرفت کے خوف سے بری حرکت سے باز آجائے۔ حق تعالیٰ نے اس مضمون کو مندرجہ ذیل آیت میں کھول کر بیان کر دیا ہے:

یایھاالذین امنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ماقدمت لغد واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون۔ (پ ۲۸ الحشر)

مسلمانو! اللہ (کے غضب) سے ڈرتے رہو اور ہر شخص (اس بات پر) نظر کرتا رہے کہ کل (قیامت) کیلئے اس نے کیا (زاد آخرت) بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو (کیونکہ) جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ کو اس کی (سب) خبر ہے۔

اگر انسان کے دل میں یہ بات بیٹھ جائے کہ حق تعالیٰ سے اس کی کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے اور ایک دن وہ اس کی ضرور باز پرس کرے گا وہ قطعاً غیر دانش مندانہ کام نہ کرے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: **اللہ تعالیٰ کی آپ کو شرم ہونی چاہیے جیسا کہ ایک آدمی کو اپنے خاندان کے کسی بارعب آدمی کا خوف اور شرم ہوتی ہے۔** (بحوالہ: الاعتصام لاہور ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۸ء ص:۱)

صدق مقال

''صدق مقال'' سچ بولنے اور راست گفتاری کا نام ہے۔ یہ زبان کا ایک پاکیزہ کردار اور عمل ہے جو انسان کی سیرت کا آئینہ بھی ہے اور حسن ظن اور اعتماد کا کامل ذریعہ بھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اہل تقویٰ کی خصوصی نشانی قرار دیا ہے۔

والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ھم المتقون۔ (آخر پ ۲۳)

اور جو سچائی کو لے کر آیا اور اس سچائی کو سچ مانا وہی تو پرہیزگار ہیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم اس کی تفسیر فرماتے ہیں: ''خدا سے ڈرنے والوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ سچی بات لائیں، سچ کہیں اور سچ کی تصدیق کریں''۔

خود حق تعالیٰ کو اپنی اس صفت حسنہ پر ناز ہے: ومن اصدق من اللہ حدیثا (نساء ع ۱۱) بات میں اللہ سے زیادہ کون سچا ہے۔ دنیا میں جو سب سے زیادہ سچے تھے اس کو ''صدیق'' کہا گیا ہے۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام کی صفات حسنہ میں سے ایک صفت ''صدیق'' ہونا بھی ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اپنی اسی خوبی کی وجہ سے ''صدیقیت'' کے مقام ارفع پر فائز ہو گئے تھے۔ دراصل ''صدق مقال'' انسان کی زندگی کو کنٹرول کرنے کی ایک ایسی طاقت کا نام ہے جو اس کی گفتار اور کردار کے توازن کو قائم رکھتی ہے اور راستی گفتار کے ساتھ ساتھ راستی کردار سے اس کو آراستہ کر دیتی ہے اس لئے ایسا انسان سچائی کے لحاظ سے سب سے بڑا جوہری ہوتا ہے۔ جھوٹے اور سچائی کی تکذیب کرنے والوں کو حق تعالیٰ نے سب سے بڑے ظالم لوگ قرار دیا ہے۔

Marfat.com

زبان کی حفاظت

انسان کی شخصیت کے بنانے اور بگاڑنے میں اس کی زبان کے کردار کو بہت بڑا دخل ہے۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی حفاظت کیلئے سب سے زیادہ زور دیا ہے۔ چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے استفسار پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ان اعمال اور حسنات کا ذکر کیا جن کے ذریعے انسان کو بہشت مل سکتی ہے اور دوزخ کے عذاب سے چھٹکارا ہوسکتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے آخر میں فرمایا:

الا اخبرك بملاك ذلك كله، قلت یانبي الله، فاخذ بلسانه فقال كف عليك هذا ۔

کیا میں تجھ کو ان تمام باتوں کی جڑ نہ بتلاؤں۔ میں نے عرض کی ہاں حضور: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک پکڑی اور فرمایا (بس تو) اس کو قابو میں رکھ۔

سچوں کے ساتھ رہو

یایها الذین امنوا اتقوا الله وکونوا مع الصادقین۔ (پ۱۱۔توبہ)

مسلمانو! خدا (کے غضب) سے ڈرو اور سچ بولنے والوں کے ساتھ رہو۔

سچ بولنے والوں کی معیت اس کو نصیب ہوتی ہے جو خود سچا ہو، ورنہ جن لوگوں کو ''انگلی کو خون لگا کر شہیدوں میں مل گئے'' کی لت پڑ چکی ہے۔ ان کیلئے یہ عزت کہاں کہ وہ سچوں کی صف میں جگہ پاسکیں۔

سچے لوگوں کی نشانی

لیس البران تولوا وجوهکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن بالله والیوم الآخر والملئکة والکتب والنبین و اتی المال علی حبه ذوی القربی والیتمی والمساکین وابن السبیل السائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰة واتی الزکاة والموفون بعهدهم اذا عاهدوا والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولئك الذین صدقوا واولئك هم المتقون۔ (پ۲ بقرہ)

(مسلمانو!) نیکی یہی نہیں کہ (نماز میں) اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ نیکی تو ان کی ہے جو اللہ اور روز آخرت اور فرشتوں اور (آسمانی) کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور مال اللہ کی حب پر رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیا اور (غلامی وغیرہ کی قید سے لوگوں کی) گردنوں کو چھڑانے میں (دیا) اور نماز پڑھتے اور زکوۃ دیتے رہے اور جب کسی بات کا اقرار کرلیا تو اپنے قول کے پورے اور تنگی میں اور تکلیف میں اور ہلا چلی کے وقت ثابت قدم رہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو سچے نکلے اور یہی ہیں (جن کو) پرہیزگار (کہنا چاہیے)۔

یعنی نیکی اور سچائی صرف یہی نہیں کہ نماز میں اس کی طرف منہ کرلیا جائے بلکہ یہ ہے کہ انسان کی ساری زندگی کا رخ ذات حق

Marfat.com

کی طرف رہے۔ ان کی ساری زندگی راست گفتاری اور راست کرداری کی آئینہ دار ہو۔ یہی طرز زندگی سچے ایمان اور کامل نیکی کی نشانی اور علامت ہے۔ (عزیز زبیدی) (بحوالہ: الاعتصام لاہور، ۷ نومبر ۱۹۵۸ء۔ ص:۱)

اسلام میں داخلہ زبانی کلمہ سے ملتا ہے

زبان کی بدعملی اور بدکرداری ''صدق مقال'' کا منفی پہلو ہے۔ دل اور زبان کی ہم آہنگی بھلے اور اچھے آدمی ہونے کی سب سے پہلی اور بنیادی شرط ہے۔ شریعت اسلامی کی رو سے اس کے بغیر کبھی کوئی شخص اعتماد کے قابل نہیں رہ سکتا۔ نہ حق تعالیٰ کو اس سے سچی وفا اور اطاعت کی توقع رہتی ہے اور نہ خدا کے بندوں کو ان سے کسی یقینی بھلے کی امید باقی ہوتی ہے۔ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ:

''کیا ایک مومن نامرد بھی ہوسکتا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ پھر عرض کی کیا بخیل بھی ہوسکتا ہے؟ فرمایا ہاں۔ پھر پوچھا کیا وہ جھوٹا بھی ہوسکتا ہے؟ فرمایا ''نہیں''۔ (موطا مالک عن صفوان)

یعنی بعض بشری کمزوریوں کی بناء پر ایک مومن میں اور تو کوئی ایک قسم کی کمزوریاں پیدا ہوسکتی ہیں لیکن جھوٹ جیسی کمزوری کیلئے اس میں قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام میں داخل ہونے کا سب سے پہلا ذریعہ زبان کا ہی عمل ہے۔ اگر اس کی زبان سے اعتماد اٹھ جائے تو پھر اس کے کلمہ شہادت اور لا الہ الا اللہ پڑھنے کا کیا بھروسہ؟

دل کو روشنی نہیں ملتی

ان اللہ لا یھدی من ھو کذب کفار۔ (پ ۲۳ زمر ع۱)

بے شک اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نہیں دیا کرتا جو جھوٹا ناشکرا ہو۔

زبان اور دل کے جھوٹے اس کی روشنی سے ہمیشہ محروم رہتے ہیں جس پر انسان کی راست روی کا دارومدار ہے۔ سورہ مومن میں 'مسرف کذاب'' آیا ہے۔ بے باک جھوٹا، یعنی جھوٹ کا ایسا دھنی کہ مطلب براری کے لئے جھوٹ بولنے سے قطعاً دریغ نہ کرے۔ نہ اس میں اس کے لئے کچھ شرم ولحاظ اور اجنبیت باقی رہے۔

جھوٹا شخص شیطان کا شکار

ھل انبیکم علی من تنزل الشیاطینo تنزل علی کل افاک اثیمo یلقون السمع واکثرھم کذبونo (۱۹ الشعراء، ع۱۱)

کیا میں تمہیں بتاؤں کہ کس پر شیطان اترا کرتے ہیں (ہاں تو) اترا کرتے ہیں، ہر جھوٹے بدکردار پر کہ شیطان سنی سنائی بات (ان پر) القاء کردیتے ہیں اور ان میں بہتیرے تو (نرے) جھوٹے ہوتے ہیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم لکھتے ہیں۔ آؤ میں تم کو بتلاؤں کہ شیطانی وحی کس قسم

> **شکر کی حقیقت' صوفی کی نظر میں**
>
> حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے استاذ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے پوچھا کہ شکر کیا ہے؟ میں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات وانعامات کو اس کی معصیت و نافرمانی میں استعمال نہ کیا جائے۔
>
> (ہفت روزہ الاعتصام، فروری ۱۹۵۹ء)

Marfat.com

کے لوگوں پر آتی ہے۔ وہ آتی ہے جھوٹوں پر، بدمعاشوں پر اور بدکاروں پر کیونکہ شیطان سچے اور نیک آدمیوں سے بےزار ہے کہ یہ اس کو برا جانتے ہیں جھوٹے اور دغا بازوں سے خوش ہے جو اس کی مرض کے موافق ہیں''۔

بدراہ لوگوں کو بدعملی کے سلسلہ میں دور دور کی جو شرارتیں، سکیمیں اور تجویزیں سوجھتی ہیں وہ سب اسی شیطانی القاء کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ شیاطین کا جھوٹوں کے دل و دماغ پر قبضہ رہتا ہے، اس لئے وہاں ان کی آمد کا تانتا بندھا رہتا ہے پھر وہی ہوتا ہے جو ہونا چاہیے۔

جھوٹ، نفاق کی جڑ

فاعقبھم نفاقاً فی قلوبھم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ماوعدوہ و بما کانوا یکذبون۔ (توبہ پ۱۰، ع۱۰)

تو نتیجہ یہ ہوا کہ اس دن تک کہ خدا سے ملیں گے (یعنی قیامت تک) خدا نے ان کے دلوں میں نفاق پیدا کر دیا اس لئے کہ انہوں نے جو خدا سے وعدہ کیا تھا اس کو پورا نہ کیا اور (نیز) اس لئے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔

یعنی خدا سے صریح وعدہ خلاف کرنے اور جھوٹ بولتے رہنے کی سزا میں ان کے بخل و اعراض کا اثر یہ ہوا کہ ہمیشہ کیلئے نفاق کی جڑ ان کے دلوں میں قائم ہوگئی جو موت تک نکلنے والی نہیں۔ (حواشی عثمانیہ)

اسلام کے نقطہ نظر سے نفاق کی بیماری کفر سے بھی بدتر ہے، کیونکہ ایک ایسی دنائت ہے جو بزدلی اور دل کے خفیہ کوڑھ کا نتیجہ ہوتی ہے اس لئے اس کا سرچشمہ زبان کی بدعملی، وعدہ خلافی اور جھوٹ کو قرار دیا ہے کیونکہ اس میں وہ ساری گندگیاں پائی جاتی ہیں جو نفاق کے کھیت کے ہرا ہونے کیلئے ضروری ہوتی ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں، منافق کی تین نشانیاں ہیں'' جب بولے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے خلاف کرے، جب امین بنایا جائے خیانت کرے''۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت میں مزید یہ آیا ہے'' جب جھگڑے تو گالیاں دے''۔ مسلم شریف کی ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ اگرچہ وہ نماز پڑھے، روزے رکھے اور سمجھے کہ وہ مسلمان ہے۔ (مشکوٰۃ باب الکبائر)

لعن طعن کرنیوالا مومن نہیں ہوتا

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیس المومن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذی۔ (ترمذی)

مومن طعن کرنے، لعنت کرنے اور فحش بکنے والا اور بے ہودہ گو نہیں ہوتا۔

اصلاح حال اور تعمیر تادیب تو مطلوب ہوتی ہے لیکن کسی کو رسوا کرنے کیلئے طعنے اور کچوکے دینا بجائے خود بہت بڑا مفسدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح باران رحمت کے اسباب پیدا کرنا تو ایک مومن کو زیب دیتا ہے لیکن مخلوق خدا کو اس سے محروم کرنے کی کوشش کرنا اس کے منصب اور مزاج کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ اس نامراد فریضہ کو پورا کرنے کیلئے دنیا میں صرف شیطان ہی

Marfat.com

زندہ ہے اور بس۔اس کے علاوہ جو بھلے آدمی ہوتے ہیں یا جو زبانیں ذکر حق میں مصروف رہتی ہیں ان کو اتنی فرصت اور حوصلہ ہی کہاں کہ وہ یاوہ گوئی بھی کرسکیں۔(عزیز زبیدی) (بحوالہ: الاعتصام ۱۴ نومبر ۱۹۵۸ء۔ص:۱)

دلوں کی تطہیر اور اصلاح کی ضرورت

لاہور سول، ڈسٹرکٹ کے ڈپٹی سب ایڈمنسٹریٹر (ناظم) نے تاجروں سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

مارشل لاء کے حکام قوت اور طاقت کے بل بوتے پر اپنی بات ٹھونسنا نہیں چاہتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اصل چیز طاقت نہیں ہے بلکہ دلوں کی اصلاح اور تطہیر ہے جو کہ معاشرے کی اصلاح کا ایک ہی موثر طریقہ ہے۔

موصوف نے جو بات کہی ہے وہ بالکل بجا کہی ہے، کیونکہ مارشل لاء کے نفاذ کی غرض وغایت ہی صرف یہ ہوتی ہے کہ عوام کو سنبھلنے کیلئے ایک ایسی فرصت اور ماحول مہیا کر دیا جائے جو خارجی دھاندلیوں اور غیر صحت مندانہ روایات کی وجہ سے کالعدم ہو چکا ہوتا ہے تاکہ اس پر امن ماحول......اور فرصت میں ڈگمگاتے ہوئے سنبھل جائیں۔بگڑے ہوئے سنور جائیں اور بے ہوش ہوش میں آجائیں اور یہ اس وقت ممکن ہوتا ہے جب انسان بھی خود اس کیلئے تیار ہو ورنہ ؎

خوئے بدرا بہانہ بسیار

یہ بات جو آج ہمارے حکام کے سامنے آرہی ہے، اس کا صدیوں پہلے ایک صحرانشین امی صلی اللہ علیہ وسلم نے درس دیا تھا۔

خبردار! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب تک وہ درست رہتا ہے توجسم کی ساری قوتیں درست رتی ہیں اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو بدن کی ہر چیز بگڑ جاتی ہے اور وہ دل ہے۔(بخاری)

ایک عامل (حاکم، گورنر) کی درخواست پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

اپنے دین کو خالص کرو، اگر دل میں اخلاص پیدا ہو جائے تو تھوڑا سا عمل بھی تم کو کافی ہوگا۔(حاکم)

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ: لوگو! اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرو' حق تعالیٰ وہی عمل قبول کرتا ہے جو مبنی برخلوص ہو۔(بزار)

دوسری جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: حق تعالیٰ تمہاری شکل وصورت اور دھن دولت کو نہیں دیکھتا۔اس کی نظر تو تمہارے دلوں کی دنیا اور عملوں کی کائنات پر لگی رہتی ہے۔(بخاری ومسلم) دنیا جتنا آگے بڑھے گی کتاب وسنت کی تعلیمات اور راہنمائی کو اتنا ہی اپنے سے آگے پائے گی۔(بحوالہ: الاعتصام لاہور ۱۴ نومبر ۱۹۵۸ء۔ص:۳)

غیبت سے روکنے کیلئے ایک لطیف انداز

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک بار ایک شخص کی بخیلی و بدخلقی کا ذکر ہو، اتو آپ رضی اللہ عنہ نے عجیب و غریب انداز سے سمجھایا کہ اگر تم سر کاٹ دو تو کیا جوڑ سکتے ہو؟ لوگوں نے کہا نہیں۔کہا اگر ہاتھ کاٹ دو تو کیا ہاتھ جوڑ سکتے ہو؟ لوگوں نے کہا نہیں۔پھر پوچھا اگر اس کے پاؤں کاٹ دو، تو کیا اس کو جوڑ سکتے ہو؟ لوگوں نے کہا نہیں۔فرمایا جب تم اس کی خلقی چیزوں میں ردوبدل نہیں کر سکتے تو اس کے اخلاق وعادات میں کیا تغیر کرسکو گے؟ (الادب المفرد ص ۴۳)

Marfat.com

بدگمانی سے بچنے والا جنت پا گیا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں موجود تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی ایک جنتی آدمی تمہارے پاس آنے والا ہے۔ دیکھا گیا وہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ دوسرے دن آپ صلی اللہ وآلہ وسلم نے پھر ایسا فرمایا۔ پھر اس کلمہ کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہی برآمد ہوئے۔ تیسرے دن پھر اس کلمے کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہی تشریف لائے۔ مجلس کے حاضرین میں سے ایک صاحب حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کو خیال ہوا کہ اس کا تجربہ کیا جائے کہ ان کے کیا اعمال ہیں جس سے وہ اس خاص اعزاز کے مستحق ہیں۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں باپ کی ناراضگی کا بیان کر کے ان کے پاس تین دن تک ٹھہرنے کی اجازت کے خواہاں ہوئے۔ انہوں نے اجازت دے دی۔ حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے تجربہ ہوا، نہ وہ رات میں تہجد کے عادی تھے اور نہ کوئی خاص بات اور کیفیت تھی۔ صرف بستر پر جاگنے اور کروٹ بدلنے کے موقع پر ذکر و تکبیر کرتے تھے۔ مَیں نے اس عمل کو حقیر سمجھ کر ان سے اصل قصہ بیان کیا کہ نہ میرا باپ مجھ سے ناراض ہے، نہ میں ان سے خفا ہو کر آیا ہوں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین مجلسوں میں سنا تھا کہ ابھی ایک جنتی آدمی آنے والا ہے، تو ان تین مجلسوں میں آپ ہی برابر تشریف لائے تو مجھے خیال ہوا کہ آپ کے اعمال کو دیکھوں اور اس کی اقتداء کروں۔ چنانچہ میں آیا ''فلم ارک تعمد کثیر عمل'' لیکن میں نے آپ کو اعمال کثیر پر نہ پایا۔ پھر آخر آپ اس مرتبہ کے کیوں کر مستحق ہوئے؟ فرمایا ہاں اعمال تو کچھ خاص نہیں ہیں، تم نے دیکھ ہی لیا ہے۔ لیکن ایک بات ہے ''لا اجد فی نفسی سوء لاحد من المسلمین و لا اقله'' نہ کسی مسلمان کے متعلق کوئی بدگمانی رکھتا ہوں اور نہ کسی کی برائی کا تذکرہ کرتا ہوں۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا بس اسی صفائی قلب نے آپ کو اس مرتبہ علیا تک پہنچا دیا۔ (مسند احمد، ج ۵، ص: ۱۷)

مسلمان کی پردہ پوشی کا واقعہ

امام رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی اپنا واقعہ اس طرح بیان کرنے لگا کہ میں نے اپنی لڑکی کو دور جاہلیت میں زندہ درگور کر دیا تھا پھر کچھ دل میں خیال آیا اور اسے مرنے سے پہلے نکال لیا پھر وہ وقت بھی آیا کہ میرے ساتھ میری لڑکی بھی مسلمان ہوئی۔ زمانہ اسلام میں وہ حد شرعی کی مرتکب ہوئی یعنی اس سے زناء کا جرم ہو گیا۔ اس نے غم کی شدت میں اپنے آپ کو چھری سے ذبح کر لینا چاہا، چنانچہ اس نے اپنی بعض رگوں کو کاٹ دیا، ہم لوگوں کو علم ہوا تو ہم نے اس کا علاج کیا اور وہ اچھی خاصی ہو گئی۔ اب وہ توبہ کر کے دیندار لڑکی بن گئی ہے۔ چونکہ اب اس کی منگنی اور نکاح کی بات چیت ہو رہی ہے اس لئے یہ دریافت کرتا ہوں کہ کیا میں اس کے واقعات زناء کے جرم کا حال منگنی کرنے والوں سے بیان کر دوں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ نے جو پردہ ڈال دیا ہے کیا تو اس کو ظاہر کر دینا چاہتا ہے؟ فرمایا: ''واللہ لئن اخبرت بشافها احدا من الناس لایجعلک نکالا لاهل الاحصار بل انکحجها نکاح العفیة المسلمة'' (کنز العمال۔ ج:۱، ص:۲۰۰)

Marfat.com

یعنی اس کے مخفی حالات کی اطلاع کسی کو نہ دے اور پاک دامن مسلمہ عورت کی طرح اس کا نکاح کر دے۔

پردہ پوشی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک رات عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ میں گشت کیلئے نکلے ایک جگہ روشنی دیکھ کر ٹھہرے، پھر مکان کے اندر داخل ہوئے دیکھا کہ ایک ضعیف العمر بڈھا شراب نوشی اور گانے بجانے والی لونڈیوں کے ساتھ گانے میں مشغول ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے فانی بڈھے! یہ کیا قصہ ہے؟ اس نے کہا ہاں! اے امیرالمومنین! آپ نے دو برے کام کئے، ایک تجسس کیا، یہ بھی شرعاً منع ہے، دوسرے بلا اجازت مکان کے اندر داخل ہوئے حالانکہ یہ بھی شرعاً منع ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے نکل آئے، مدت دراز کے بعد بڈھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے پہچان کر فرمایا ''علی بھذاالشیخ'' اس بڈھے کو میرے پاس لاؤ۔ وہ بڈھا یہ سمجھا کہ آج میرے ساتھ کارروائی کی جائے گی لیکن بڈھے کا بیان ہے کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قریب کرتے ہوئے اپنے پہلو میں بٹھالیا اور میرے کان میں چپکے سے فرمایا: قسم ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجنے والے رب کی ''ما اخبرت احدا من الناس ما رایت منک'' کہ میں نے اس رات جو کچھ دیکھا، اسکا کسی سے بھی تذکرہ نہیں کیا۔ پھر فرمایا: میرے ساتھ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے ان سے بھی میں نے نہیں کہا۔ (کنزل العمال ص: ۲۶۲)

پردہ پوشی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

''لو اخذت سارقا لاجببت ان استر علیہ'' یعنی میں اگر کسی چور کو پکڑوں تو یہی چاہوں گا کہ اس پر پردہ ڈال دوں اور وہ بے آبرو نہ ہو۔ یعنی اس کو رسوا کرنے سے پرہیز کروں، باقی رہی اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی؟ سو اس میں وہ سب سے زیادہ غیر مداہن تھے۔ (کنزل العمال، ج: ۲۔ص: ۳۹۳)

پردی پوشی کیلئے انتہائی کوشش

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''من اصر علی ذنبہ فاللہ اولی بہ ولا تخرق علی احد سترا'' (کنزل العمال۔ص: ۲۵۸۔ج ۲) جو شخص کسی گناہ پر اصرار کرتا ہے تو اللہ اس کے ساتھ مناسب کارروائی خود کرے گا لیکن تم کسی کی پردہ دری اور آبروریزی کا عمل نہ کرو۔ البتہ اگر آپ کسی آدمی کو علیحدگی میں بار بار نصیحت کر چکے ہیں اور وہ پھر بھی اپنی ذلیل حرکات سے باز نہیں آتا، گناہ پر اصرار کے ساتھ عامل ہے اور پھر وہ اتنا بارسوخ ہے کہ لوگ اس کی ہر آواز پر لبیک کہتے ہیں، لوگوں کے بد عمل ہو جانے کا اندیشہ ہے تو ایسے وقت میں اس آدمی کی بدعملی کو اس نیت سے بیان کر سکتے ہیں کہ لوگ اس کا اتباع نہ کریں، مگر اب بھی لعن طعن کرنے اور بدنام کرنے کا کوئی حق آپ کو نہیں ہے۔ بدنامی اور تشہیر کسی حالت میں جائز نہیں ہے خواہ اس کا سبب کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔ آپ کو عمل بد کی تردید اور انکار کا حق ہے مگر عامل کی تشہیر اور بدنامی کا حق نہیں ہے۔ قرآن حکیم نے ہمیں یہی سبق دیا ہے ''فان عصوک فقل انی بری مما تعملون'' دیکھئے اللہ تعالیٰ نے بدکرداروں کے اعمال سے بے زاری ظاہر

Marfat.com

کرنے کا حکم دیا ہے نہ ان کی ذات اور شخصیت سے۔ یہ اس لئے کہ نام لے کر بدنام کرنے سے بغض وعداوت پیدا ہوتی ہے، انتشار بڑھتا ہے، تعلقات بگڑتے ہیں اور فتنہ وفساد میں تیزی آتی ہے۔ خیر قلیل کے نام سے شر کثیر کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

پردہ پوشی کی تعلیم

جب ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ نے اپنے زناء کے واقعہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں صاف صاف عرض کر دیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ماعز رضی اللہ عنہ کے آقا ہزال نے آکر یہ بیان کیا کہ میں نے ہی ان کو آمادہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ویحک یا ھزال لو سترته، یعنی ماعزا بثوبک کان خیر الک'' (مسند احمد۔ج:۵۔ص:۲۱۷) ایضاً (منتخب کنزل العمال۔ج ۵۔ص:۲۶۳) یعنی ہزال تم پر افسوس ہے کاش تم نے ماعز کی پردہ پوشی کی ہوتی تو یہ تمہارے لئے بہتر ہوتا۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ ہمارے کچھ پڑوسی شراب نوشی کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا چھوڑو۔ اس نے کہا کہ کوتوال کو خبر کر دوں؟ تو عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہا، اس کے پیچھے نہ پڑو کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص پردہ پوشی کرتا ہے مردہ کو زندہ کرنے کے برابر ثواب پاتا ہے۔ (مسند احمد۔ج ۴۔ص:۱۴۷)

مسلمان کو رسوائی کے موقع سے بچانے کا ثواب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی مدد ایسے موقع پر کرتا ہے کہ جہاں اس کی آبرو کو گھٹایا جاتا ہے اور اسکی ہتک عزت کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے حامی ومددگار انسان کی ایسی جگہ اور ایسے موقع پر مدد فرماتا ہے جہاں وہ اپنے لیے نصرت الٰہی وتائید ربانی کا سخت محتاج ہوگا۔ (مسند احمد۔ج ۴۔ص:۳۰۰)

حفاظت عزت اور مدافعت کا ثواب

عن ابی الدرداء قال کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال رجل من جل فرد علیہ رجل فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من ردعن عرض اخیہ رفع اللہ بہ درجة - (کنزل العمال۔ج ا۔ص:۲۵۱)

حضرت ابوالدرداء سے روایت ہے فرمایا ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تھے کہ ایک آدمی نے ایک آدمی کے خلاف کہنا شروع کیا تو ایک دوسرے آدمی نے اس کی طرف سے مدافعت شروع کی۔ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی عزت وآبرو کی حفاظت میں جواب دہی اور صفائی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کرے گا۔

اس طرح ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو مسلمان کسی مسلمان کے بے عزتی اور تذلیل کے موقع پر اپنے بھائی کی عزت وآبرو کا محافظ بنے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے چہرے کو جہنم کی آگ میں جلنے سے محفوظ رکھیں گے۔ (مجمع الزوائد۔ص:۱۴۶۔ج ۲) (بحوالہ: الاعتصام لاہور ۲۱ نومبر ۱۹۵۸ء۔ص:۵)

Marfat.com

اللہ سے ڈرنے والوں کے کام

از: سید اکرم حسین شاہ (جہلم)

دیانت وتقویٰ کی مثال

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ گھر میں تشریف فرما ہیں۔ باہر کوئی صاحب دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے صاحبزادہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے ہیں دیکھو تو کون ہے؟ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کوئی عورت ہے، اندر آنے کی اجازت چاہتی ہے۔ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ اجازت دیتے ہیں۔ خاتون مؤدب ہو کر سلام کرتی ہے اور عرض کرتی ہے حضرت دو باتیں آپ سے پوچھنی ہیں۔ امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں پوچھو! وہ گزارش کرتی ہے:

''حضرت میں سوت کات کر گزر اوقات کرتی ہوں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تیل کم ہونے کی وجہ سے چراغ بجھ جاتا ہے ایسی صورت میں چاند کی روشنی میں آجاتی ہوں اور وہاں سوت کاتنا شروع کر دیتی ہوں۔ چونکہ نادار ہوں اور زمانہ کی سختیوں میں گرفتار ہوں اس لئے یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ کام دوسرے روز پر اٹھا رکھوں۔ دریافت طلب بات یہ ہے کہ جب میں سوت بیچوں تو آیا گاہک سے صاف کہہ دیا کروں کہ یہ سوت چراغ کی روشنی میں کاتا ہے اور یہ چاند کی روشنی میں''۔

امام صاحب رحمہ اللہ پوچھتے ہیں کہ کیا دونوں میں کچھ فرق ہوتا ہے؟ خاتون جواب دیتی ہے ''چاند کی روشنی چونکہ کم ہوتی ہے اس لئے اس میں کاتا ہوا سوت ذرا موٹا ہوتا ہے اور دوسرا نسبتاً باریک''۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تمہارا فرض ہے کہ اتنا فرق بھی گاہک کو کھول کر بیان کر دیا کرو۔ معاملات میں اتنی دیانت تو ہونی چاہیے''۔

شکوہ کا خوف

وہی عورت دوسرا سوال کرتی ہے، حضرت۔ بیمار اگر بیماری کی تکلیف سے کراہنے لگے اور شدت الم سے چیخ و پکار کرے تو کہیں یہ اللہ کے حضور اس کا شکوہ تو متصور نہیں ہوگا؟ اللہ اکبر! ان بزرگوں کو اللہ کی خوشنودی اس حد تک مدنظر اور اللہ کی رضا یہاں تک مطلوب ہے کہ ہماری کوئی بات بھی اسے ناگوار نہ ہو۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کی بے پایاں رحمتوں سے توقع تو یہی ہے کہ وہ ہماری مجبوریوں اور کمزوریوں کے پیش نظر اسے شکوہ قرار نہیں دیں گے بلکہ اسے اپنی طرف رجوع اور التجا ہی کا ایک پیرایہ ٹھہرائیں گے۔

خاتون یہ سن کر رخصت چاہتی ہے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اجازت فرما دیتے ہیں اور وہ چل دیتی ہے۔ آہ! یہ اس زمانے کی باتیں ہیں اور اس دور کے قصے ہیں جب مسلمان اللہ سے ڈرتا تھا اور سمجھتا تھا کہ اس کا اللہ سے براہ راست ایک طرح کا معاملہ ہے اور وہ اپنے ہر عمل کیلئے اس کے سامنے جواب دہ ہے۔ آج کے مسلمان کا اس زمانے سے مقابلہ کیجئے۔ دیکھئے دونوں میں کوئی نسبت ہے۔؟

Marfat.com

معذور شخص کیساتھ احسان ومروت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں لوگوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے اور مدینہ طیبہ میں آپ عصا لئے پھرا کرتے اتفاقاً ایک روز ایک شخص پر آپ کا گزر ہوا۔ وہ بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کے بندے کھانا دائیں ہاتھ سے کھایا کر۔ اس نے کہا میرا دایاں ہاتھ مشغول ہے۔ پھر ایک روز وہ ایسے ہی کھا رہا تھا جب آپ رضی اللہ عنہ ادھر سے گزرے تو اسے پھر پکڑ کر فرمایا یہ کیا؟ اس نے کہا میرا دایاں ہاتھ مشغول ہے۔ دریافت فرمایا کس کام میں مشغول ہے؟ عرض کیا غزوہ موتہ میں یہ ماؤف ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور آبدیدہ ہو کر کہنے لگے۔ تمہیں وضو کون کراتا ہو گا، تمہارا سر کون دھوتا ہو گا، تمہارے کپڑے کون دھوتا ہو گا؟ غرض اس قسم کے آپ رضی اللہ عنہ نے بہت سوال کئے۔ اس معذور کیلئے ایک خادم مقرر کر دیا، ایک سواری مقرر کر دی اور دیگر ضروریات خورد و نوش کا بندوبست کر دیا۔ یہ واقعہ آپ دیکھ کر صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بڑا اثر ہوا، سب نے آبدیدہ ہو کر آپ رضی اللہ عنہ کو دعائیں دیں۔

حکمران کی بجائے اللہ سے مدد مانگو

عیاض رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ موت کا بازار گرم ہے، آپ مدد کیجئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ ''میرے پاس تمہارا خط پہنچا تم مجھ سے مدد چاہتے ہو۔ میں تم کو وہ ذات بتائے دیتا ہوں جس کی مدد سب پر غالب ہے اور جس کا لشکر ہر جگہ موجود ہے یعنی اللہ، تم اس سے مدد طلب کرو۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدر میں اس سے کم تعداد کی مدد کی، جب میرا خط تمہارے پاس پہنچے، جنگ شروع کر دو اور مجھ سے سوال وجواب نہ کرو''۔

عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم لوگوں نے رومیوں سے جنگ شروع کی اور ان کو شکست دی اور چار فرسخ تک قتل کرتے ہوئے چلے گئے۔

اللہ جل شانہ کس کو بچاتا ہے؟

ابوعوانہ رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو لکھا ''جو خدا سے ڈرتا ہے، خدا اس کو بچا لیتا ہے اور جو اس پر بھروسہ کرتا ہے خدا اسکو کافی ہے۔ اور جو اس کے نام پر دیتا ہے خدا اس کو جزا دے گا جو اس کا شکریہ کرتا ہے خدا اس کو زیادہ دے گا۔ تقویٰ تمہارے کاموں کا مدار اور تمہارے دل کی روشنی ہونا چاہیے، کیونکہ جس کی نیت نہیں، اس کے عمل نہیں اور جس میں مروت نہیں اس کیلئے مال نہیں اور جس کے پاس پرانا نہیں اس کے پاس نیا نہیں۔

شیخ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ

آپ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے اور عجم کے سوداگر تھے، ایک دن ان کا گزر لڑکوں پر ہوا جو کھیل رہے تھے، ایک نے کہا، سود خوار آ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سر نیچے کر لیا اور کہنے لگے ''اے خدا! تو نے میرا حال لڑکوں تک پہنچا دیا اور وہیں سے واپس ہوئے، مکان پر آ کر لباس بدلا، فقراء کا لباس پہنا اور اپنے ہاتھ باندھے اور اپنا مال سامنے رکھ کر کہا ''اے خدا! میں تجھ سے اس مال کے عوض سودا کرتا ہوں کہ یہ مال میرا لے کر تو مجھے آزاد فرما''۔

Marfat.com

جب صبح ہوئی تو تمام مال خیرات کر دیا، پھر ان کو کسی نے نماز، روزہ اور ذکر الٰہی سے خالی نہیں دیکھا۔

دوسری بار ان کا گزر انہیں لڑکوں پر ہوا انہوں نے آپس میں کہا "چپ ہو جاؤ حبیب عابد رحمۃ اللہ علیہ آرہا ہے"۔ حبیب رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر رونے لگے اور بولے "اے خدا! کسب تیری ہی طرف سے ہے۔ (بحوالہ: الاعتصام لاہور ۲۸ نومبر ۱۹۵۸ء۔ ص: ۵)

حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ

(۱۷) شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں "فان حضرہ منکر کالطبل والمزامیر والعود والنائی والشربوق والشبابۃ والرباب والمغانی والطنابر والجعران الذی یلعب بہ الترک لاتجلس ھناک لان ذلک محرم"۔

اگر کسی محفل میں منکرات ہوں مثلاً طبلہ، مزامیر، بربط، بانسری، شربوق، شبانہ، چنگ، مغانی، طنبورہ، جعران وغیرہ جن کو یہ لوگ استعمال کرتے ہیں تو ہم وہاں نہیں جائیں گے کیونکہ یہ سب حرام ہیں۔ (بحوالہ: الاعتصام لاہور، ۲۸ نومبر ۱۹۵۸ء۔ ص: ۶)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں ایک ایسی مبارک جماعت کی صحبت میں رہا ہوں جو اپنے رب کیلئے اس کالی رات کو سجدوں اور قیام میں گزار دیا کرتی تھی، ان کے رخساروں پر آنسو بہتے تھے وہ لوگ کبھی رکوع میں اور کبھی سجدہ میں گر پڑتے اور اپنی گردنوں کی رہائی کیلئے اپنے رب کو رات بھر پکارا کرتے تھے۔ رضی اللہ عنہم رضوا عنہ۔ (قیام اللیل ص ۱۲)

رونا کہاں ہے؟

حضرت صالح مروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن حمید سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے صالح! یہ تو قرات ہوئی، رونا کہاں ہے؟ (مکارم الاخلاق)

بکائے فاروقی رضی اللہ عنہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ صبح کی نماز میں عموماً لمبی لمبی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن آپ رضی اللہ عنہ نے سورہ یوسف شروع کی جب آپ نے "انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ" (حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ میں تو اپنے رنج وغم کی شکایت اللہ ہی سے کرتا ہوں) پر پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ کی چیخیں نکل گئیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ معمول کے مطابق رات کو جب آپ رضی اللہ عنہ تلاوت فرماتے تو بعض آیات پر پہنچ کر رو پڑتے اور روتے روتے گر پڑتے۔ یہاں تک کہ لوگوں کو عیادت اور بیمار پرسی کیلئے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس جانا پڑتا تھا۔ (قیام اللیل)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی گریہ وزاری

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دھاڑیں مار مار کر رونے والی ہستی تھیں، بالخصوص جب آپ قرآن حمید کی تلاوت کرتے تو پھر اپنے آنسوؤں کو تھامنا آپ رضی اللہ عنہ کے بس کی بات نہ ہوتی۔ (قیام اللیل)

Marfat.com

فرشتوں کو بھی رلا دیا

ایک ایسے نوجوان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا جس نے آیت ''فاذا انشقت السماء فکانت وردۃ کالدھان'' پھر جب (قیامت کے دن) آسمان پھٹے اور تیل کی طرح (اس کی رنگت) لال ہو جائے وہ آخری فیصلے کا دن ہوگا) پڑھی اور ٹھہر گئے۔ اس کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ہچکی بندھ گئی اور رو رو کر کہے جاتے تھے ہائے افسوس اس دن میرا کیا بنے گا، جس دن آسمان پھٹ جائے گا؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا، واللہ! اے نوجوان! تو نے رو رو کر ملائکہ کو رلا دیا ہے۔

تلاوت قرآن کے وقت کپکپی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تلاوت قرآن کے وقت جس قدر کپکپی حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ پر طاری ہوتی تھی، میں نے ویسی اور کہیں نہیں دیکھی۔ (قیام اللیل) (بحوالہ: الاعتصام لاہو ۵ دسمبر ۱۹۵۸ء۔ ص:۱)

حضرت ابووائل رحمۃ اللہ علیہ

ابووائل رحمۃ اللہ علیہ بہت راست باز، نیکوکار اور اسلام کے عاشق تھے۔ بیشتر وقت عبادت و ریاضت میں بسر کرتے تھے۔ کوفہ کے زہاد اور عابدوں میں ممتاز سمجھے جاتے تھے۔ بہت وسیع الاخلاق اور ہر شخص کے لئے کلمہ خیر کہنے والوں میں سے تھے۔ آخر میں گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ ۸۲ھ میں انتقال ہوا۔ (بحوالہ: الاعتصام لاہو ۵ دسمبر ۱۹۵۸ء۔ ص:۶)

حضرت عاصم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عاصم احول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت صفوان بن محرز جب آیت ''وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون'' (پ ۱۹، ع ۱۱، شعراء) اور عنقریب جان لیں گے ظلم کرنے والے کہ کیسی جگہ لوٹ کر جائیں گے۔ پڑھتے تو روپڑتے اور اس قدر روتے کہ مجھے یوں محسوس ہوتا جیسے آپ کا سینہ ٹوٹ گیا ہے۔

گرتے پڑتے رات کٹ گئی

حضرت عمرو بن عتبہ حضرمی رحمۃ اللہ علیہ نوافل مسجد کی بجائے گھر میں پڑھا کرتے تھے۔ ایک دن معمول کے مطابق عشاء کی نماز پڑھ کر گھر تشریف لائے اور آ کر نوافل شروع کر دیئے۔ جب پڑھتے پڑھتے آیت ''وانذرھم یوم الازفۃ'' (پ ۲۴ مومن، ع ۲ (اور ان کو قیامت کے دن سے ڈراؤ) پر پہنچے تو روتے روتے غش کھا کر گر پڑے، پڑے رہے، جب ہوش میں آئے تو پھر آیت'' وانذرھم یوم الازفۃ'' پڑھی، پڑھ کر روئے اور غش کھا کر گر پڑے۔ بس اسی طرح ساری رات کٹ گئی۔ نہ رکوع کرنے کی نوبت آئی اور نہ نماز آپ سے مکمل ہو سکی۔ رضی اللہ عنہ۔

ایسے گرے کہ پھر نہ اٹھے

حضرت زرارۃ بن اوفی رحمۃ اللہ علیہ ایک جامع مسجد میں امام اور خطیب تھے۔ ایک دن نماز پڑھاتے ہوئے آیت ''فاذا نقر فی

Marfat.com

الناقور، فذلک یومئذ یوم عسیر، علی الکافرین غیر یسیر"۔(پ ۲۹ مدثر) پھر جب قیامت میں صور پھونکا جائے گا تو وہ دن اس وقت کٹھن دن ہوگا۔ کافروں کیلئے مشکل تر ہوگا۔ پڑھی تو بے ہوش ہو کر ایسے گرے کہ پھر نہ اٹھے۔(اللّٰہم ارحمہ)

جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

حضرت خلید رحمۃ اللہ علیہ نے نماز پڑھی جب آیت "کل نفس ذائقۃ الموت" پر پہنچے تو عالم مستی میں اس کو بار بار پڑھتے رہے اس میں اس قدر سوز و گداز کی بجلیاں بھری تھیں کہ مکان کے ایک گوشہ سے آواز آئی:

اس آیت کی تکرار کو کب تک جاری رکھو گے؟ آپ نے تو چار جنوں کی زندگیاں پھونک ڈالیں۔ آپ کی اس دلگداز تکرار کی وجہ سے ان کو اوپر کی طرف سر اٹھانے کی مہلت ہی نہیں ملی، وہیں ڈھیر ہو کر رہ گئے ہیں۔

یہ سن کر حضرت خلید رحمۃ اللہ علیہ پر ایسی وحشت اور سرگشتگی طاری ہوئی کہ ان کا حلیہ ہی بدل گیا۔ اپنے اہل و عیال کیلئے اس کو پہچاننا مشکل ہو گیا تھا۔

تڑپا اور جان ہوا ہو گئی

ایک قاری نے یہ آیت پڑھی "وردوا الی اللہ مولٰھم الحق" (پ ۱۱ یونس، ع ۳)

(اور سب اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کا حقیقی مالک ہے)۔ تو اس کی آواز ایک اہل دل بندہ کے کانوں میں پڑ گئی۔ سنتے ہی ایک چیخ نکلی تھوڑی دیر تک نیم بسمل کی طرح تڑپے اور جان ہوا ہو گئی۔

کلیجہ پھٹ گیا

ایک صاحب نے کسی قاری کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا "قوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ" (پ ۲۸، تحریم، ع ۱) (اپنے آپ کو اور اپنے کنبہ کو اس آگ سے بچاؤ جس کا انسان اور پتھر ایندھن ہیں) تو جان بحق ہو گیا کیونکہ خوف الٰہی سے اس کا کلیجہ پھٹ گیا تھا۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا بکاء

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ اپنی قیام گاہ میں تشریف لائے اور سورہ جاثیہ پڑھنا شروع کی۔ جب آپ آیت "ام حسب الذین اجترحوا السیات ان نجعلھم کالذین امنوا وعملوا الصلحت سواء محیاھم ومماتھم ساء مایحکمون"۔

(پ ۲۵ جاثیہ، ع ۱)

(کیا وہ لوگ جو جرائم کے مرتکب ہوئے، یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان جیسا بنا دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ ان کا جینا اور مرنا ایک سا ہوگا؟ یہ کس قدر برا فیصلہ کرتے ہیں) پر پہنچے تو صبح تک اس کو بار بار پڑھتے اور روتے رہے۔

رو رو کر آنکھیں گنوا دیں

ایک رات حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نماز تہجد کیلئے اٹھے پھر نماز میں یہ آیت پڑھی "واتقوا یوما ترجعون فیہ الی

Marfat.com

اللہ'' (پ ۳ بقرہ، ع ۳۸) (اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے)۔ اس آیت کا آپ رضی اللہ عنہ پر اس قدر اثر ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس کو بار بار پڑھتے اور روتے رہے یہاں تک کہ آپ کی آنکھوں کی بینائی حد درجہ کمزور ہو گئی۔

(بحوالہ: الاعتصام لاہور، ج ۱۲ دسمبر ۱۹۵۸ء۔ ص:۱)

مقام اہل بیت اسلاف اہل حدیث کی نظر میں

مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس دار العلوم تقویۃ الاسلام، لاہور

سیدنا زین العابدین علی بن الحسین رضی اللہ عنہ

قاہرہ (مصر) سے علامہ محب الدین الخطیب رحمۃ اللہ علیہ رئیس التحریر کی ادارت میں ''مجلۃ الازھر'' ماہنامہ شائع ہو رہا ہے جو اپنے بلند پایہ علمی مضامین کے لحاظ سے قاہرہ کے ممتاز رسائل علمیہ میں سے ہے، اس میں گزشتہ ماہ کی اشاعت میں سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ کی زندگی کے مختصر حالات پر ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا ترجمہ ہم قارئین ''الاعتصام'' کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

اہل بیت کی خوشی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت اور ان کی تعظیم و تکریم قدیم سے مخلص اہل اسلام کا شیوہ ہے جسے وہ بطور وراثت ایک دوسرے سے قرناً بعد قرن حاصل کرتے چلے آئے ہیں۔ وہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس لئے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ یہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر کا ٹکڑا ہیں۔ ان کی خوشی میں آپ کی خوشی ہے اور ان کی اذیت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اذیت کا باعث ہے۔ جس نے اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کو ستایا اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دی۔ اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حقوق پہچانے اور ان کے شایان شان ان کی قدر و منزلت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کی نگہداشت کرو، نیز فرماتے تھے، **بخدا! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت اپنی قرابت سے زیادہ عزیز ہے۔**

امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا ادب اہل بیت

کہتے ہیں ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ کسی حاجت کے سلسلہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے دربار میں حاضر ہوئے۔ خلیفہ نے ان کا پرتپاک استقبال کیا اور کہا جب آپ کو کوئی حاجت ہو تو پیغام بھیج دیا کریں، میں خود حاضر ہو جایا کروں گا۔ چٹھی لکھ دیا کریں مجھے آپ کو اپنے دروازے پر دیکھ کر شرم و ندامت محسوس ہوتی ہے۔

Marfat.com

اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اکرام کی وجہ

اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہمیشہ صدیقین اور پاک دل لوگوں میں تعظیم وتکریم کا یہ بلند مقام اس لئے حاصل رہا ہے کہ وہ اپنے جد مکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے پابند، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے محافظ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان جملہ خصوصیات (اللہ تعالیٰ کی معرفت اسی سے عزت وقوت کی طلب، اسی کی حفاظت ونگہبانی کی جستجو، شرافت اور نجابت، جودوسخاوت ،فداکاری، قربانی اور ہروہ اسلامی خوبی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کیلئے پسند کی ہے) کے حامل ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس خاندان کو ممتاز فرمایا ہے۔

خانوادہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برگزیدہ ہستی

ان چند تمہیدی کلمات کے بعد آج ہم خانوادہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک سراپا شرف وعزت وبرگزیدہ ہستی حضرت زین العابدین رحمہ اللہ کے حالات ذکر کرتے ہیں۔ یہی وہ بزرگ ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسل بڑھی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے چھ بیٹے تھے، سب سے چھوٹے بیٹے کا نام علی اصغر تھا اور وہ یہی زین العابدین رحمہ اللہ ہیں جن کے حالات قارئین کرام کے ملاحظہ میں پیش کئے جارہے ہیں، ان کی والدہ شاہ زمان یزدگرد بادشاہ ایران کی دختر نیک اختر تھیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی گود میں پرورش پائی اور ان سے ہی کتاب وحکمت کا وہ گرامی قدر سرمایہ حاصل کیا جوان کو اپنے والد ماجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور جد امجد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ورثہ میں ملا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ علم وادب، جودوسخا اور حلم وبردباری میں اپنے والد رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلے اور اس قدر شہرت ونام وری حاصل کی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان اوصاف میں ضرب المثل بن گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت تشنگان علم کے لئے چشمہ شیریں کا حکم رکھتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ زندگی بھر کتاب وسنت کے عامل اور ان مکارم اخلاق کے پابند رہے، جن پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد رضی اللہ عنہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ عالم، فقیہ، جلیل القدر محدث، بے نظیر زاہد، اللہ تعالیٰ کی راہ میں بکثرت مال صرف کرنے والے اور انتہائی پرہیزگار تھے۔

علم وفضل کی بلندی

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا روات حدیث کے متوسط طبقہ کے حفاظ میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، اپنے چچا حضرت حسن رضی اللہ عنہ، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ، حافظ صحابہ

تصوف میں عالمانہ بصیرت

مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مفتی محمد حسن صاحب خلیفہ اعظم حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے علم وفضل کے لحاظ سے ہمارے زمانہ کے ممتاز علماء میں سے ہیں۔ تصوف میں ان کا قدم راسخ ہے۔ تصوف میں عالمانہ بصیرت جیسے انہیں حاصل ہے بہت کم صوفیاء کو حاصل ہوگی۔ بہت بڑے عالم اور خلق عظیم کے مطاع اور مخدوم ہیں لیکن ساتھ ہی بڑے متواضع اور منکسر المزاج ہیں۔ (بحوالہ: الاعتصام۔ ۱۹۵۸)

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حبرامت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے شرف تلمذ پایا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادوں حضرت ابوجعفر محمد، زید اور عمر رحمہم اللہ کے علاوہ زید بن اسلم، عاصم بن عمر، امام زہری، امام یحییٰ بن سعید انصاری رحمہم اللہ اجمعین وغیرہ اجلہ اہل علم نے کسب فیض کیا۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں نے علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا مگر وہ حدیث بیان کرنے میں بہت محتاط تھے۔ اسی لئے ان سے روایات بہت کم مروی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خاندان میں سب سے افضل اور سب سے زیادہ اطاعت شعار تھے۔ اموی خلیفہ عبدالملک کو آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت محبت تھی۔ یہ اسی محبت کا نتیجہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے عم محترم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرح امت مسلمہ میں خانہ جنگی، جدال وقتال اور ہنگامہ ضرب وحرب کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ نیز تعلق باللہ اور امت مرحومہ کی صراط مستقیم کی طرف صحیح رہنمائی میں مصروفیت کی وجہ سے ان جھگڑوں سے متنفر تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے ان کا فیصلہ اللہ تعالیٰ عدل وانصاف کے ساتھ خود فرمائیں گے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نہایت پرجلال، شجاع اور بہادر تھے راہ حق میں کسی کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

زین العابدین لقب کی وجہ

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں **مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ دن سے رات میں ہزار رکعت نفل پڑھا کرتے تھے** اور دم واپسی تک اس میں فرق نہیں آنے پایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو عبادت وریاضت سے بے حد محبت تھی اور دنیا کے بجائے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تر توجہ آخرت پر مرکوز تھی۔ اسی کثرت عبادت کی وجہ سے آپ کو ''زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ'' کے مبارک لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

وفات

بقول قاضی ابن خلکان آپ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۹۴ھ کو مدینہ منورہ میں ہوا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آپکے چچا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پہلو میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے روضہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

عرب شاعر کے فی البدیہہ اشعار

ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے ساتھ حج کیلئے تشریف لے گئے۔ کثرت ہجوم کی وجہ سے خلیفہ باوجود کوشش کے حجر اسود تک نہ پہنچ سکا مگر حضرت زین العابدین رحمہ اللہ کو آتے دیکھ کر لوگ پیچھے ہٹ گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حجر اسود تک پہنچنے کا راستہ دے دیا۔ اس وقت کسی نے ہشام سے پوچھا یہ کون ہیں؟ اس نے کہا میں اسے نہیں جانتا۔ اس وقت مشہور شاعر فرزدق وہاں موجود تھا وہ پکار اٹھا، میں انہیں جانتا ہوں۔ پھر اس نے آپ کی مدح میں ایک طویل قصیدہ پڑھا جس کے چند شعر درج ذیل ہیں ۔

هذا الذی تعرف البطحا و طائنه   والبیت یعرفه والحل والحرم

یہ وہ ہیں جن کی رفتار گرانبار سے وادی بطحا خوب واقف ہیں اور جنہیں نہ صرف اللہ بلکہ حل وحرم سب جانتے ہیں۔

هذا ابن خیر عبدالله کلهم   هذا التقی النقی الطاهر العلم

Marfat.com

یہ اس شخص کے لخت جگر ہیں جن کو تمام بندگان خدا پر تفوق اور فضیلت حاصل ہے۔ یہ پرہیز گار ہر آلودگی سے پاک وصاف اور پہاڑ جیسی مضبوط شہرت کے مالک ہیں۔

اذا راته قریش قال قائلها　　الی مکارم هذا ینتهی الکرم

جب قریش انہیں دیکھ پاتے ہیں تو بے اختیار ان کی زبان سے نکلتا ہے ان کے اخلاق کریمانہ پر نجابت وشرافت ختم ہے حضرت زین العابدین رحمہ اللہ ان اوصاف جو اشعار میں بیان کئے گئے ہیں، سے بھی اعلیٰ صفات کے مالک تھے۔

لائق تقلید اوصاف

اب ہم حضرت زین العابدین رحمہ اللہ کی چند صفات، احوال اور کچھ وہ ملفوظات نقل کرتے ہیں جن سے ان کے علم وبصیرت اور اخلاق کریمانہ پر روشنی پڑتی ہے۔

ا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خوف موجزن رہتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرتے تھے جیسے کسی کو اپنی موت کا یقین ہو گیا ہو دار آخرت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو اور اللہ تعالیٰ کو ایسے پہچانتا ہو جیسا اس کے پہچاننے کا حق ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفات ورثہ میں ملے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نماز اور روزہ کے پابند، فضولیات سے روگرداں اور ہر وقت اپنے نفس کی اصلاح کے در پے رہنے والے تھے۔

امام مالک رحمہ اللہ کے قول میں پہلے گزر چکا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر روز ایک رکعت نماز پڑھتے تھے۔ یہ وہی شخص کر سکتا ہے جسے انابت الی اللہ کے سوا کسی دوسرے دھندے سے کوئی سروکار نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو اپنا ملجا، وماوی نہ سمجھتا ہو۔ کہتے ہیں جب نماز کا وقت آتا تو آپ کا رنگ زرد پڑ جاتا۔ لوگوں نے پوچھا وضو کرتے وقت آپ کی یہ حالت کیوں ہو جاتی ہے؟ فرماتے تمہیں معلوم نہیں میں کس کے حضور میں کھڑے ہونے کی تیاری کر رہا ہوں۔

گالی دینے والے کو فکر آخرت کا سبق

ایک دفعہ کسی شخص نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گالیاں دیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا "اے بندہ خدا! میرے اور جہنم کے درمیان ایک دشوار گزار گھاٹی حائل ہے اگر میں اس سے گزرنے میں کامیاب ہو گیا تو پھر مجھے تمہاری گالیوں کی کچھ پرواہ نہیں اور اگر میں ناکام رہا تو میں تمہاری ان گالیوں سے زیادہ کا مستحق ہوں۔

ان جیسے دوسرے واقعات سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ خانوادہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ صدیقین کس کردار کے حامل تھے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف انتساب پر کبھی مغرور نہیں ہوئے بلکہ اپنے دل میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے خائف، اس کے غضب سے ہر وقت لرزہ براندام، مالک حقیقی کے حقوق پہچاننے اور اپنے نفوس کا تزکیہ کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلنے والے تھے۔

سخاوت میں بے بدل

آپ رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے اور حقوق انسانی ادا کرنے میں بے حد فیاض تھے۔ دروازہ پر آنے والے

Marfat.com

سائل، گھر میں بیٹھ رہنے والے ضعیف مساکین، زمانہ کے پریشان کئے ہوئے مفلوک الحال اور ہر طرح کے مصیبت زدہ لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کرم بخشی سے برابر فیض ہوتے رہتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ رات دن سراً و جہراً اپنا مال خرچ کرنے میں مصروف رہتے۔ لوگوں کے بوجھ اٹھانے میں اپنے نفس کو مشقت میں ڈالتے اور ہر وقت اس کوشش میں رہتے تھے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے مخلوق خدا کو زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو۔

ابن عائشہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے، **اہل مدینہ کہا کرتے تھے جو صدقہ ہمیں خفیہ طور پر ملا کرتا تھا وہ حضرت زین العابدین رحمہ اللہ کی وفات کے بعد بند ہو گیا۔**

چھپ چھپ کر امداد کرنا

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مدینہ کے بہت سے خاندان آرام کی زندگی بسر کرتے تھے مگر یہ نہیں جانتے تھے کہ انہیں خوراک اور دیگر اشیائے صرف کہاں سے ملتی ہیں۔ جب حضرت زین العابدین رحمہ اللہ کی وفات کے بعد رات کی تاریکی میں ملنے والی امداد بند ہو گئی، تو انہیں معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی گرم گستری کا نتیجہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ روٹیوں کی بوری پیٹھ پر اٹھا لیتے اور غرباء و مساکین میں تقسیم کر آتے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو غسل دینے لگے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پشت پر سیاہ داغ نظر آئے، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ رات کی تاریکی میں آٹے کی بوریاں غربائے مدینہ میں تقسیم کرنے کیلئے اپنی پشت پر اٹھا کر لے جاتے تھے۔ اس کی وجہ سے یہ داغ پڑ گئے ہیں۔ امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حج کے لئے جا رہے تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ حضرت سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہا نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہزار درہم بھیجے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شہر سے نکل کر پہلی منزل میں ہی غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیئے۔

اسی طرح اسلام کی شان خاندان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے اصلی رنگ و روپ میں جلوہ گر ہوا کرتی ہے کیونکہ اسلام قربانی، ایثار اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان و مال فدا کرنے اور جو کچھ انسان کے پاس ہے، مالک حقیقی کی اطاعت کیلئے انسانیت کی بہبود میں لٹا دینے کا نام ہے، صرف نماز و روزہ اور دعا و ذکر کو اسلام نہیں کہتے۔

انتقام کی بجائے معافی کو پسند کرنا

آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑے مؤدب پاکیزہ زبان اور مہذب اخلاق تھے، بردباری، فروتنی اور عفو و درگزر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے امتیازی صفات ہیں جس طرح محتاجوں میں اپنا مال تقسیم کرتے تھے، اسی طرح مسلمانوں پر اپنی عزت تصدق کر دیتے تھے، یہ تو آپ پہلے پڑھ ہی چکے ہیں کہ کس طرح ایک شخص نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گالیاں دیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کس طرح اس سے عفو اور درگزر سے کام لیا۔

ایک دوسرا واقعہ امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنئے فرماتے ہیں:

''ایک دن ایک شخص آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا فلاں شخص نے میرے سامنے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو برا بھلا کہا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کو ساتھ لے کر اس کے پاس آئے، یہ شخص سمجھ رہا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنا انتقام لینے جا رہے ہیں لیکن جب

Marfat.com

آپ رحمۃ اللہ علیہ برا بھلا کہنے والے کے پاس پہنچے تو فرمانے لگے، اے بندہ خدا! جو کچھ تم نے میرے متعلق کہا ہے اگر وہ درست ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی چاہتا ہوں اور اگر غلط ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے یہ کہا اور واپس چلے آئے۔

اس امت کے علمائے راسخین کے ادب وحکمت کا یہ حال تھا جس کا نمونہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔غور فرمایئے اشاعت اسلام جیسے عظیم مقصد کے حصول اور اخوت ومودت کو بحال رکھنے کیلئے ان کے سینے کس قدر صاف اور سالم تھے۔وہ کس سادگی کے ساتھ دوسروں کے گناہوں کو بھول جاتے اور کس بے تکلفی سے ان کی لغزشوں اور خطاؤں سے درگزر فرماتے تھے۔ہمیں حدیث شریف میں یہی تعلیم دی گئی ہے:

والذی نفسی بیده لاتدخلوا الجنة حتی تو منوا والا تومنوا حتی تحابوا۔

بخدا جب تک تم ایمان نہیں لاؤ گے۔جنت میں داخل نہیں ہوگے اور جب تک ایک دوسرے کے ساتھ محبت سے پیش نہیں آؤ گے تمہارا ایمان کامل نہیں ہوگا۔

سربستہ رازوں کے کشف میں مہارت

رہی علم وعرفان میں وسیع گاہ تو اس میں آپ امامت کے درجہ پر فائز اور مرجع خلائق تھے۔لوگ جہالت سے شفاء پانے کیلئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے انہیں اپنے تاریک دلوں کو روشن کرنے کیلئے یہاں سے روشنی ملتی تھی، بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بذریعہ کشف پوشیدہ باتیں اور سربستہ راز معلوم کرنے کی بے حد تعجب خیز قدرت حاصل تھی۔

متصوفانہ ملفوظات

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ تعالیٰ میرے حق میں تمہارے سلوک سے خوش نہیں ہوا، جب ہی تو اس نے تمہیں میرے ساتھ احسان اور نیک سلوک کرنیکی وصیت کی ہے لیکن اس کے برعکس تمہارے حق میں میرے برتاؤ کو پسند کیا ہے، اسی لئے مجھے تم سے پر قدر رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔یاد رکھو بہتر باپ وہ ہے جس کی محبت بچے کی صحیح تربیت میں کوتاہی کا موجب نہ بنے اور بہتر بیٹا وہ ہے جو اپنے والد کے حق میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنے میں غفلت نہ برتے۔(بحوالہ: الاعتصام لاہور ۱۲ دسمبر ۱۹۵۸ء۔ص: ۴ تا ۶)

اللہ جل شانہ کی غیبی مدد

(مولانا محمد اسلم سیف فیروز پوری)

جناب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے اپنی ضرورت کے پیش نظر کسی سے ایک ہزار دینار قرض مانگا اس نے کہا کوئی گواہ لاؤ۔اس نے کہا خدا ہی گواہ کافی ہے۔اس نے کہا کوئی ضامن لاؤ۔اس نے کہا اللہ ہی ضامن کافی ہے۔متعینہ تاریخ کو آپ کو یقینا ادا کردوں گا۔صاحب

Marfat.com

مال کو اس پر اعتماد آ گیا۔ چنانچہ ایک ہزار دینار (اڑھائی ہزار روپیہ) اس کو قرض دے دیا۔ وہ شخص دریا عبور کر کے اپنے گھر چلا گیا اور اپنی ناگزیر ضرورت پوری کی، پھر معینہ تاریخ کو ہزار دینار لے کر ساحل دریا پر آیا اور کشتی کی تلاش شروع کی تاکہ وہ دریا عبور کر کے اپنے وعدے کو پورا کرے لیکن سارا دن سعی بسیار کے باوجود بھی وہ کشتی تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا تو بالآخر ایک لکڑی لی، اس کو اندر سے کریدا، گڑھا سا بنا کر اس میں ایک ہزار دینار اور ایک رقعہ رکھ کر بند کیا پھر اس لکڑی کو دریا میں ڈال دیا اور اللہ عزوجل سے کہا کہ اے اللہ! تو یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ فلاں شخص سے اتنی مدت کیلئے میں نے ایک ہزار دینار بطور قرض لئے تھے۔ اس نے مجھ سے ضمانتی مانگا تو میں نے کہا کہ اللہ ہی ضامن کافی ہے چنانچہ وہ تیرے نام پر راضی ہو گیا تھا، پھر اس نے مجھ سے گواہ کا مطالبہ کیا تو میں نے اسے کہا کہ اللہ ہی گواہ کافی ہے۔ چنانچہ اس کو اعتماد آ گیا تھا۔ آج میں نے کشتی کی تلاش میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور پھر انتہائی کوشش اور خواہش تھی کہ اس کا جو کچھ میرے ذمہ ہے، وہ اس میں تک پہنچاؤں لیکن میں اس میں کامیاب نہیں ہوسکا۔ اے اللہ، اب میں یہ تیرے ہی سپرد کرتا ہوں۔ تو ہی اسے بحفاظت تمام اس تک پہنچا دے۔ یہ کہہ کر اس نے لکڑی کو دریا میں پھینک دیا جب پانی میں بہہ نکلی تو خود واپس ہو گیا۔ ادھر دوسری طرف قرضہ دینے والا شخص بھی دریا کے کنارے پہنچ کر اس کی آمد کا انتظار کرنے لگا کہ شاید اس کا کوئی قاصد اس کا مال لے آئے۔ ناگاہ اس لکڑی پر نظر پڑی جس میں وہی مال تھا۔ اسے ایندھن کے خیال سے گھر کیلئے پکڑ لیا جب اسے پھاڑا تو اس میں وہی مال اور رقعہ دیکھا۔ اس کے بعد وہ صاحب خود بھی ایک ہزار دینار لے کر آ گئے جس کو اس نے قرض دیا تھا اور اس سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے آپ تک مال پہنچانے کیلئے سواری کی تلاش میں انتہائی کوشش کی، مگر افسوس اس سے پہلے وہ سواری (کشتی) نہ ملی جس میں اب سوار ہو کر آیا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ کیا اس سے پہلے بھی آپ نے مجھے کچھ بھیجا ہے؟ مقروض نے کہا میں نے آپ کو بتایا ہے کہ جس کشتی پر میں اب آیا ہوں اس سے قبل مجھے کوئی کشتی نہیں ملی۔ صاحب مال نے کہا جاؤ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف سے وہ ہزار دینار ادا کر دیئے ہیں، مقروض ہزار دینار لے کر بڑا خوش وخرم واپس لوٹا۔ (بخاری جز اول)

دنیا میں سب سے نرالا مقدمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **سابقہ امتوں سے ایک شخص نے کسی سے زمین خریدی اور اس کو اس زمین سے سونے کا ایک مٹکا ملا**۔ اب یہ شخص مالک زمین کی طرف گیا کہ میاں اپنے سونے کا یہ مٹکا لے لو۔ میں نے صرف زمین خریدی تھی اس سونے کی قیمت آپ کو ادا نہیں کی۔ زمین فروخت کرنے والے نے سونے کا مٹکا لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے تو زمین اور جو کچھ اس میں موجود ہے سب آپ کو فروخت کر دیا تھا (لہٰذا اس کو اپنے پاس ہی رکھیں) پھر یہ دونوں حضرات کسی ثالث کے پاس اپنا تنازعہ لے کر گئے۔ ثالث نے دونوں کے بیان سن لینے کے بعد ان سے دریافت کیا، کیا تمہاری کوئی اولاد ہے؟ ایک نے کہا میرا ایک لڑکا ہے۔ دوسرے نے کہا میری ایک لڑکی ہے۔ اس پر ثالث نے کہا اس لڑکے اور لڑکی کا باہم نکاح کر دو اور سونے کے مٹکے سے ان کی شادی پر خرچ بھی کر دو اور جو کچھ بچ جائے وہ صدقہ بھی کرو۔ (بخاری ومسلم)

Marfat.com

آسمانوں میں بھی تیری باتیں ہوتی ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک بار کوئی آدمی ایک جنگل میں جارہا تھا اس نے ایک چھوٹی سی بدلی سے یہ آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ کو پانی پلاؤ۔ پس یہ بادل دوسروں سے الگ ہو کر ایک پہاڑی پر برسا۔ وہاں پانی اکٹھا ہو کر ایک نالی کے ذریعہ اس کے باغ کی طرف بہنا شروع ہو گیا۔ یہ آواز سننے والا آدمی پانی کے پیچھے اس باغ میں پہنچ گیا۔ باغ میں ایک آدمی کسی کدال کے ذریعے پانی لگا رہا تھا۔ اس شخص نے باغ میں پانی لگانے والے سے اس کا نام پوچھا۔ اس نے بتایا کہ میرا فلاں نام ہے، یہ واقعی وہی نام تھا جس کی آواز بادل سے آئی تھی۔ باغ والے نے پوچھا ،میرا نام معلوم کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ تو پہلے آدمی نے جواب دیا کہ میں نے اس بادل کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ فلاں شخص کے باغ کو پانی پلاؤ۔ اسی لئے آپ کا نام معلوم کیا ہے۔ پھر اس سے دریافت کرتے ہوئے کہا کہ آپ اس میں کیا کیا کرتے ہیں ؟ تو اس باغ والے نے جواب دیا کہ میں باغ کی پیداوار کا جائزہ لیتا ہوں پھر اس کے تین حصے کرتا ہوں ایک حصہ خیرات کرتا ہوں، اس کا دوسرا حصہ میں خود اور میرا اہل وعیال کھاتا ہے اور اس کا تیسرا حصہ باغ پر لگا دیتا ہوں۔ کوئی قابل ہو تو ہم شانیں کئی دیتے ہیں ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں (مسلم)

چور اور طوائف کو صدقہ دینے والا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص نے کہا کہ میں چھپ کر صدقہ کروں گا۔ رات کے وقت وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور بے خبری کی وجہ سے ایک چور کو صدقہ دے آیا۔ صبح تو ہوئی تو شہر میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں کہ آج رات ایک چور کو صدقہ دیا گیا ہے۔ صدقہ دینے والے نے کہا کہ اے اللہ تو ہی حمد وثناء کا مالک ہے یہ کیا معاملہ بنا کہ میرا صدقہ ایک چور کے ہاں چلا گیا؟ اس نے کہا آج پھر صدقہ کروں گا۔ چنانچہ **وہ پھر صدقہ لے کر نکلا تو ایک زانی عورت کو بے خبری کی وجہ سے صدقہ دے آیا۔** صبح پھر لوگوں میں باتیں شروع ہو گئیں کہ آج رات ایک زانی عورت کو صدقہ دیا گیا ہے۔ اسی طرح تیسری رات ایک غنی (سرمایہ دار) کو صدقہ دے آیا۔ لوگوں میں اس کی باتیں بھی شروع ہو گئیں۔ آخر اس نے یہ کہا کہ اے اللہ تعالیٰ! یہ تیری کیا حکمت ہے کہ میں نے اپنے حلال مال سے صدقہ کیا۔ پہلی رات ایک چور کو، دوسری رات ایک زانی عورت کو اور تیسری رات ایک سرمایہ دار شخص کو صدقہ دے آیا ہوں حالانکہ وہ صدقہ کے مستحق نہ تھے۔ تو خواب میں اللہ تعالیٰ نے اس پر معاملہ واضح کیا کہ گھبرانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے ہوسکتا ہے کہ آپ کے حلال اور جائز صدقہ کی برکت کی وجہ سے چور اپنی چوری سے، زانی عورت اپنے زنا کے پیشہ سے باز آجائے اور غنی (سرمایہ دار) اس سے کچھ عبرت حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال سے خرچ کرنا شروع کر دے۔ (بخاری ومسلم)

بہرحال نیتوں کا پھل ضرور ملتا ہے۔ اچھی ہے تو لغزش کے پردے میں بھی آپ کو سینکڑوں حکیمانہ فائدے پوشیدہ ملیں گے اور اگر بری ہے تو سجدوں کی تہہ میں بھی آپ کو ہزاروں معصیتیں مخفی نظر آئیں گی۔ (بحوالہ: الاعتصام لاہور ۱۲ دسمبر ۱۹۵۸ء۔ ص: ۸۔ ۹)

Marfat.com

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی گریہ وزاری

حضرت ابراہیم بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نماز فجر میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ شریک تھا۔ امام نماز نے یہ آیت پڑھی: و لا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون"۔ ترجمہ: (یعنی خدا کو ظالموں کے کردار سے بے خبر نہ سمجھنا) تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر ایسی حالت طاری ہوگئی کہ سارا بدن کانپنے لگا۔

ایک بار نماز میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیت پڑھی "بل الساعۃ ادھی وامر" (یعنی قیامت گنہگاروں کی وعدہ گاہ ہے اور وہ سخت مصیبت کی چیز اور از حد کڑوی شے ہے) اسی آیت میں رات ختم ہوگئی۔ بار بار پڑھتے تھے اور روتے جاتے تھے۔

یزید بن کمیت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نماز عشاء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ شریک تھا۔ امام نماز نے "اذا زلزلت" سورہ پڑھی۔ لوگ تو پڑھ کر چلے گئے میں ٹھہرا رہا۔ میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ ٹھنڈی آہیں بھر رہے ہیں۔ میں اس خیال سے اٹھ کر چلا گیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس کیف آور گھڑی میں خلل نہ ہو۔ صبح کو واپس آکر دیکھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح غمزدہ بیٹھے ہیں۔ ڈاڑھی ہاتھ میں ہے اور بڑی رقت کے ساتھ رو رو کر کہہ رہے ہیں:

"اے وہ ذات جو ذرہ بھر نیکی اور ذرہ بھر بدی کا بدلہ دے گی، اپنے غلام نعمان (امام حنیفہ رحمہ اللہ کا اصل نام) کو آگ سے بچا لینا۔ (سیرت النعمان رحمۃ اللہ علیہ)

گریہ طاری ہوجاتا تھا

حضرت سہیل بن عمر رحمۃ اللہ علیہ پر قرآن مجید کا اثر اس شدت سے پڑتا تھا کہ جب قرآن مجید پڑھتے تو ان پر گریہ طاری ہوجاتا تھا۔ (اسوہ صحابہ رضی اللہ عنہم) (بحوالہ: الاعتصام ۱۹ دسمبر ۱۹۵۸ء۔ ص: ۱)

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات

مشہور صوفی بزرگ اور یتیم سے حسن سلوک

معلم اخلاق حضرت سعدی رحمہ اللہ نے یتیم سے حسن سلوک کے متعلق اسلامی تعلیم کو نہایت پر درد الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ ناظرین کی دلچسپی کیلئے اس کا بعض حصہ درج ذیل کیا جاتا ہے

پدر مردہ را سایہ بر سر فگن　　غبارش بیفشاں و خاکش بکن

یتیم کے سر پر سایہ ڈال یعنی اس سے شفقت کر اور اس کو گرد و غبار سے صاف رکھ۔ غرض کہ اس کی ہر طرح خدمت کر

ندانی چہ بودش فرو ماندہ سخت　　بود تازہ بے بیخ ہرگز درخت

تجھے معلوم نہیں کہ وہ کیوں اس قدر عاجز ہے دوسرے بچوں کی طرح کیوں ہشاش بشاش نہیں؟ خود ہی جواب دیتے ہیں کہ بھلا کوئی درخت جڑ کے بغیر ہرا رہ سکتا ہے؟

Marfat.com

یتیم در بر گید کہ نازش خرد　　　　وگر خشم گیرد کہ بارش برد

اگر یتیم روئے تو اس کا ناز برداری کون کرے اور اگر روٹھے تو کون منائے؟

الا تانہ گرید کہ عرش عظیم　　　　بہ لرزد ہمے چوں بگرید یتیم

خبردار یتیم ہرگز نہ رونے پائے کہ اس کے رونے سے عرش عظیم کانپ اٹھتا ہے

اگر سایہ خود برفت از سرش　　　　تو در سایہ خویشتن پرورش

اگر اس کے سر سے اس کا اپنا سایہ اٹھ گیا ہے تو تو اپنے سایہ میں اس کی تربیت کر

مرا باشد از درد طفلاں خبر　　　　کہ در طفلی از سر برفتم پدر

مجھے یتیموں کی مصیبت کا اس لئے احساس ہے کہ میں بھی چھوٹی عمر میں ہی یتیم ہو گیا تھا۔

(بحوالہ: الاعتصام لاہور ۱۹ دسمبر ۱۹۵۸ء۔ص:۵)

صوفی کامل شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ محدث ومفسر فقیہہ ومناظر اور منطقی وفلسفی ہی نہیں تھے، بلکہ ایک عارف باللہ بھی تھے۔ان کا قلب تقویٰ وطہارت سے معمور تھا۔تزکیہ نفس، اصلاح باطن، تہذیب اخلاق اور کثرت ذکر ونوافل میں صوفی کامل تھے۔نماز انتہائی خشوع وخضوع اور انکساری سے پڑھتے۔خدمت خلق، آداب مجلس اور خشیت الٰہی جو تصوف وسلوک کے ابتدائی مدارج ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ میں بدرجہ اتم موجود تھے۔

دینی مسائل سمجھنے کا خاص عمل

جب کوئی مسئلہ سمجھ میں نہ آتا تو کسی ایسی مسجد میں چلے جاتے جو بالکل علیحدہ ہوتی۔اپنے چہرے کو خاک آلود کر کے فرماتے : یا معلم ابراہیم فہمنی (العقود الدریہ) اے ابراہیم علیہ السلام کے معلم! مجھے فہم عطا فرما۔

صبح کی نماز سے فارغ ہو کر ذکر اللہ میں مشغول ہو جاتے جب کافی دن چڑھ آتا تو اس وقت اٹھتے اور فرماتے میرا تو ابھی ناشتہ ہی ہوا ہے۔(الرد الوافر)

حقیقی عشق کی دولت

جب انسان حقیقی عشق ومحبت کی دولت اور نعمت سے سرفراز ہوتا ہے تو اس کے سامنے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان "والآخرۃ خیر وابقیٰ" رہتا ہے۔اس کے نزدیک دنیا کی عزت مردار سے کچھ زیادہ نہیں ہوتی۔وہ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم کو ذہن میں رکھتا ہے "الدنیا جیفۃ وطالبوھا کلاب"

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو قدرت نے اس نعمت عظمیٰ سے نوازا تھا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دل ایمان ویقین سے بھرپور تھا جو اللہ کی رضا اور

Marfat.com

اس کے ارادہ کے آئینہ دار ہیں۔ سخاوت وایثار اس قدر تھا کہ جو درہم و دینار آتے۔ اسی وقت غرباء ومساکین پر خرچ کر دیتے۔ کبھی اپنی ذات پر فخر نہیں کیا بلکہ فرماتے تھے: مَیں بھی تمہاری طرح امت کا ایک عام آدمی ہوں، میں حکومت کا بندہ نہیں ہوں۔

صوفی عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تمنا

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے پیچھے تلامذہ و متبعین کی ایک کثیر تعداد چھوڑی ہے۔ جن میں لائق ترین اور قابل ذکر ان کے تلمیذ رشید حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تھے۔ انہوں نے شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے آخری دم تک ان کی رفاقت وصحبت کو نہیں چھوڑا بلکہ ہمیشہ ان سے وابستہ رہے۔ عمر بھر ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ہی عقائد کی تبلیغ کرتے رہے۔ استاد کی طرح شاگرد بھی کثیر تصانیف کے مصنف ہوئے ہیں لیکن ''زاد المعاد'' ان کا وہ علمی شاہکار ہے جس کی امت مرحومہ ہمیشہ احسان مند رہے گی۔ صاحب تاریخ دعوت و عزیمت نے حاشیہ پر نوٹ کیا ہے کہ صوفی کامل امام عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ ہمیشہ زاری کرتے اور فرماتے: مولا! زاد المعاد کو میری آخرت کا نوشہ بنا۔ (بحوالہ: الاعتصام لاہور ۱۹ دسمبر ۱۹۵۸ء۔ ص: ۶)

غزنوی خاندان کا تصوف سے شغف

مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث گوجرانوالہ فرماتے ہیں: ہمارے اکابر میں سے غزنوی خاندان کو تصوف سے جو شغف رہا ہے وہ بحث و دلیل کا محتاج نہیں۔ (بحوالہ: الاعتصام لاہور، ۳۰ جنوری ۱۹۵۸ء۔ ص: ۴)

بچوں کو راہ خدا میں وقف کرنے کا رواج

دنیا میں چند ایک مثالیں ایسی ہیں جن کو حرز جان بنالیا جائے تو دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل ہو سکتی ہے۔ مثلاً

جو والدین پیدائش سے پہلے اپنے بچوں کو اللہ کی راہ میں وقف کر کے ان کو خدا کے سپرد کر دیتے ہیں، خداوند کریم نے ہمیشہ ان کو دنیا میں آفتاب و ماہتاب بنا کر چمکایا ہے۔

جیسا کہ حضرت مریم علیہا السلام کا واقعہ ہے کہ پیدائش سے پہلے والدین نے اس کو اللہ کی راہ کیلئے وقف کر دیا تھا اور حق تعالیٰ نے اپنی خصوصی عنایات کے سایہ میں اس کی دیکھ بھال کی، پالا، جوان کیا اور آخر کار پیغمبر خدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہونے کا آپ علیہا السلام کو شرف بخشا۔

اسی طرح حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا معاملہ ہے'' والدین نے پیدائش سے پہلے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ کی راہ کیلئے وقف کر دیا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ رحمہ اللہ پر خاص کرم کیا اور ان کو بہت بڑا اللہ والا بنا دیا۔

(بحوالہ: الاعتصام لاہور ۳۰ جنوری ۱۹۵۹ء۔ ص: ۶)

راہ تصوف کا متلاشی جوان

اسماعیل دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش گاہ پر خستہ حال جوان سال لڑکے نے دستک دی۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس لڑکے نے جواب دیا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ضروری بات پوچھنی ہے۔ میں نے امام

Marfat.com

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع دی۔ آپ تشریف لائے۔ نوجوان نے دریافت کیا ''زہد'' کیا ہے؟

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''زہد کوتاہ امید کا نام ہے۔ اس نے مزید وضاحت کی فرمائش کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا'' (نوجوان دھوپ میں کھڑا تھا اور امام صاحب سایہ تھے) کہ تمہیں دھوپ سے سایہ میں آنے کی امید نہ ہو۔ نوجوان واپس جانے لگا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا'' ذرا ٹھہرو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اندر تشریف لے گئے اور باہر آ کر ایک تھیلی اس کو تھما دی۔ اس نے کہا جناب! جس کو دھوپ سے سایہ تلے آنے کی آس نہ ہو، وہ اس تھیلی کو کیا کرے گا؟'' از: مولانا ہدایت اللہ ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامعہ محمدیہ، اوکاڑہ (بحوالہ: الاعتصام لاہور ۳۰ جنوری ۱۹۵۹ء۔ ص:۷)

دعا کرتے ہی بینائی لوٹ آئی

امام بخاری رحمہ اللہ بچپن میں نابینا ہو گئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ بہت عابدہ تھیں رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتیں تو ایک رات خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ملے انہوں نے یہ خوش خبری دی کہ **تمہاری دعا اور گریہ زاری سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے بیٹے کی آنکھیں درست کر دی ہیں۔ چنانچہ واقعی اس صبح ان کی بینائی واپس آ چکی تھی** اور پھر اتنی تیز تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھارہ برس کی عمر میں چاندنی راتوں میں بیٹھ کر رجال کے متعلق تاریخ کبیر نامی وہ شاندار تصنیف مرتب کی جسے دیکھ کر امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ مسرت سے جھوم اٹھے اور عبداللہ بن طاہر خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے لے جا کر کہا ''کیا تمہیں جادو نہ دکھاؤں؟'' از: (جناب مولانا محمد قاسم خواجہ صاحب) (بحوالہ: الاعتصام لاہور ۳۰ جنوری ۱۹۵۹ء۔ ص:۸)

سنی جن کی دھمکی

احمد بن نصر ابو عبداللہ خزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آسیب زدہ کو میں نے زمین پر گرتے ہوئے دیکھا۔ میں نے اسے دم جھاڑ کیا، جن نے کہا آپ دم جھاڑ رہنے دیں، یہ خلق قرآن کا قائل ہے، میں اس کا گلہ گھونٹ دوں گا۔

شہید کے کٹے ہوئے سر سے ذکر

احمد بن نصر رحمۃ اللہ علیہ سے واثق باللہ نے دریافت کیا قرآن کو کیا سمجھتے ہو؟ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اللہ کا کلام۔

پھر واثق نے پوچھا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا؟ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا جی ہاں! احادیث میں ایسا ہی ہے۔ واثق نے تلوار تان لی اور کہا میں اس کافر جو غیر معروف خدا کی پرستش کرتا ہے'' کے قتل سے عنداللہ ماجور ہوں گا۔ گلے میں رسی ڈال کر نٹاٹ پر بٹھا دیا اور گردن ماردی۔ شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ کا سر قلم کرنے کے بعد بغداد روانہ کر دیا کہ بغداد کے دروازوں پر نصب کیا جائے۔

جعفر بن محمد صائغ چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب احمد رحمۃ اللہ علیہ کا سر قلم کیا گیا

بزرگوں کی روحانی دکان

کرامات بزرگوں کے روحانی کاروبار کا نام نہیں ہے، اور نہ انہوں نے ان کیلئے کوئی دکان کھول رکھی ہوتی ہے، بلکہ حق تعالیٰ اتباع سنت کے نتیجہ کے طور پر از راہ سرفرازی اور کرامت اپنے بندہ حنیف سے ان کا صدور فرماتا ہے۔
(بحوالہ: الاعتصام 1958ء)

Marfat.com

تو اس سے برابر ''لا الہ الا اللہ'' کی صدا آرہی تھی۔ ابراہیم بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان کے قتل کے بعد میں نے ان کے سر سے یہ آواز سنی ''الم احب الناس ان یترو کو ان یقولوا آمنا و ھم لا یفتنون''

خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعا لینا

ابو محمد جعفر بن محمد صائغ ایک مرتکب معاصی انسان تھے۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ان کو برا سمجھتے تھے ایک دن وہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حسب دستور بے التفاتی سے کام لیا۔ اس نے کہا جناب! میں اپنی پہلی حالت سے سدھر گیا ہوں۔ مجھے ایک خواب آیا ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چبوترے پر تشریف فرما ہیں اور دیگر نیچے بیٹھے ہوئے ہیں۔ فرداً فرداً تمام لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعا کی درخواست کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کے حق میں دعا فرمائی۔ **آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا: تم کیوں دعا کی درخواست نہیں کرتے؟** میں نے عرض کی بداعمالی کی شرم وحیا مانع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اٹھو! دعا کی درخواست کرو، دعا کی برکت سے نیک ہو جاؤ گے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو سب وشتم نہ کرو گے۔ میں نے درخواست کی اور میرے دل میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت بس گئی۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

احمد بن ابی عبداللہ کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو جب دروں اور کوڑوں کی سزا دی جارہی تھی تو اچانک ان کی شلوار کا ازار بند ٹوٹ گیا اور شلوار نیچے سرک گئی۔ میں نے دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لب مبارک کو حرکت دی اور شلوار خود بخود درست ہوگئی۔ یہ حالت دیکھ کر لوگوں میں غیظ وغضب کی لہر دوڑ گئی تو حکومت وقت نے ان کو رہا کر دیا۔ بعد میں پھر گرفتار کر لئے گئے۔

تصوف الفاظ نہیں کردار کا نام

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے چالیس سال سے سونے کیلئے کپڑے نہیں اتارے۔ تین سو رکعت نماز اور تین ہزار تسبیح آپ رحمۃ اللہ علیہ کا روزمرہ کا وظیفہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے تصوف قیل وقال سے حاصل نہیں کیا بلکہ بھوک، پیاس، دنیا اور عمدہ طعام ومشروب کے ترک سے حاصل کیا ہے کہ تصوف اللہ کے ساتھ صفائی معاملات کا نام ہے۔

(بحوالہ: الاعتصام لاہور، ۶ فروری ۱۹۵۹ء۔ ص: ۹)

صوفیاء زاہدین کی دنیا سے بے رغبتی

طبقہ سابعہ کے ایک محدث قبیصہ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں ایک بڑے امیر زادے اپنے خدم وحشم کے ساتھ ان کے دروازے پر آکر ٹھہرے۔ امیر کے خدام نے اطلاع دی کہ ابن ملک الجبل دروازہ پر حاضر ہے۔ محدث رحمۃ اللہ علیہ کو علمی شغل کی وجہ سے نکلنے میں کچھ دیر ہوگئی تو دوبارہ خدام نے کہا کہ ''ابن ملک الجبل علی الباب و انت لا تخرج'' کہ ایسے بڑے رئیس زادے حاضر ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ملنے کیلئے نہیں نکلتے؟

Marfat.com

یہ سن کر ایک روٹی کا ٹکڑا اپنی چادر میں چھپا کر باہر نکلے جب سامنا ہوا تو روٹی کے ٹکڑے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا'' من رضی من الدنیا بھذا مایصنع بابن ملک الجبل '' (تذکرہ ۔ ج ا ۔ ص : ۳۴۰) جو ساری دنیا کے حظوظ ولذات چھوڑ کر صرف اس ٹکڑے پر خوشی سے گزر کر سکتا ہے، اس کو ملک الجبل سے کیا واسطہ ہے؟ غرض مقام زاہدین وقانعین بہت بلند ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کو خلیفہ ابوجعفر عباسی نے بلایا اور کہا'' حاجتک ''یعنی اپنی کوئی حاجت بیان کرو۔ سید الزاہدین حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا'' حاجتی ان لاتدعونی حتی اتیک '' اگر آپ میری حاجت وچاہت پوری کرنا چاہتے ہیں تو بس یہ حاجت پوری کر دیجئے کہ آپ مجھے نہ کبھی یاد کریں اور نہ بلائیں ۔ (القدمۃ الجرح والتعدیل ۔ ص : ۱۱۲)

مستجاب الدعوات محدث کے قدموں میں سونا

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک صاحب کرامت محدث رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ وہ بڑے مستجاب الدعوات تھے ۔ ایک دن ان کے ایک رفیق جوان کی تنگ حالی سے واقف تھے، محدث موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی دعا میں مشغول ہونے کے وقت وارد ہوئے اور کہنے لگے کہ کاش آپ اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے وسعت رزق کی دعا مانگ لیں ۔ ان کے مخلص رفیق کہتے ہیں کہ میری گزارش کو سن کر ادھر اُدھر دائیں بائیں دیکھا ۔ جب کوئی دیکھنے والا نظر نہ آیا تو انہوں نے **ایک کنکری اٹھا کر میری طرف پھینک دی** ۔ میں نے دیکھا کہ وہ **ایک اعلیٰ قسم کا سونا** ہے، اس کے بعد اس محدث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رفیق سے کہا کہ تم اس سونے کو لے کر اپنے مصارف میں خرچ کرو ۔ میں نے تو اس دنیا کو بقدر ضرورت صرف فکر آخرت کیلئے اختیار کیا ہے ۔ (تذکرہ اول ۔ ص ۱۷۵)

ولی کی نظر سے درخت پر جواہرات سج گئے

اسی طرح ولی اللہ ابو ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ کا واقعہ ہے کہ یہ صوفی باوصفا جب امیر یعقوب کے پاس آئے تو اس نے اظہار مسرت اور تعظیم کیلئے ایک صد قیمتی جواہرا اپنے خزانہ سے نکال کر نذر کے طور پر پیش کیا ۔ حضرت ابراہیم رحمہ اللہ نے دربار کے ایک درخت پر نظر ڈالی ۔'' فاذاھی حاملۃ جواھر تدھش العقول فدھش امیر المومنین یعقوب '' ۔ تو یکایک وہ درخت قیمتی جواہرات سے لدا ہوا تھا جس سے امیر المومنین یعقوب متحیر ہو گیا ۔ (مراۃ الجنان ۔ ج ۳ ۔ ص : ۴۸۴)

تو ایسے اولیاء اور کاملین دنیوی دولت اور زر و جواہر کے خزانوں پر کیوں کر نظر ڈال سکتے ہیں؟

(از : مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری رحمۃ اللہ علیہ ، نیپال) (بحوالہ : الاعتصام لاہور ۲۷ فروری ۱۹۵۹ء ۔ ص : ۵)

حنبلی جوتیوں کا جنات پر اثر

علی کبرانی کہتے ہیں کہ خلیفہ متوکل علی اللہ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس خادم بھیجا کہ ہماری ایک لونڈی آسیب زدہ ہے ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ دعا اور دم جھاڑ فرما دیں ۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اپنی جوتیاں دیں جسے آپ رحمۃ اللہ علیہ بوقت وضو پہنا کرتے تھے اور اس کو کہا کہ لونڈی کے سرہانے بیٹھ کر یہ پیغام دے دو کہ تمہیں یہاں سے جانا پسند ہے یا جوتے کھانا ۔ جن نے کہا سر آنکھوں پر ۔ اگر سرزمین عراق سے بھی جلاوطنی کا حکم ہو تو منظور ہے ۔

Marfat.com

لڑکی تندرست ہوگئی، شادی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اولاد کی نعمت سے سرفراز کیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد جن پھر لوٹ آیا، تو خلیفہ متوکل نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید ابوبکر مروزی رحمۃ اللہ علیہ کو سارا قصہ سنایا تو انہوں نے بھی اسی طریق سے اپنا جوتا ارسال کیا اور چلے جانے کا حکم دیا تو اس جن نے جواب دیا نہ میں لونڈی کے پاس سے جاتا ہوں نہ تمہاری بات مانتا ہوں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے اطاعت گزار بندے تھے، ہم ان کی اطاعت پر مامور تھے ۔

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ | کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

(از: مولانا ہدایت اللہ ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ استاذ جامعہ محمدیہ۔ اوکاڑہ) (بحوالہ: الاعتصام لاہور ۶ مارچ ۱۹۵۹ء۔ ص: ۴)

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

عارف باللہ اور ابدال وقت کی نصیحت

شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ ایک عابد و زاہد اور عارف باللہ بزرگ تھے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ مستجاب الدعوات اور ابدال میں سے تھے۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں کسی نے کہا کہ معروف کرخی رحمہ اللہ کم علم انسان تھے۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: خاموش رہو اور سنو! علم کا سرچشمہ اور منبع ''خوف الٰہی'' ہے اور یہی علم سے مقصود و مطلوب ہے جو ان کو فراوانی سے میسر تھا۔

کسی نے حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ سے کہا کہ مجھے وصیت فرمائیے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''اللہ پر توکل اور پورا اعتماد رکھو اور موت کو کثرت سے یاد رکھو''۔

رحمت اور عذاب کے پیمانے

ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی پر خیر و برکت کی نوازش کرنا چاہتا ہے تو اس کیلئے عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے اور جدل و فساد کی راہ بند کر دیتا ہے اور جس کو مصیبت اور شر میں مبتلا کرنا چاہتا ہے تو اس پر جدل و مخاصمت کا دروازہ کھول دیتا ہے اور عمل کا دروازہ مسدود کر دیتا ہے۔

از: مولانا ہدایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، جامعہ محمدیہ اوکاڑہ۔ (بحوالہ: الاعتصام لاہور ۱۳ مارچ ۱۹۵۹ء۔ ص: ۵)

چلانے والے مدعی اور مرید صادق

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت حکیمانہ انداز میں اس موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

مرید صادق کی آگ عشق نہ کبھی بجھتی ہے اور نہ اس کا محبوب کبھی اس کی نظروں سے غائب ہوتا ہے۔ قرب و دور کی منازل طے کرنے میں سدا مصروف رہتا ہے۔ لذت وصال اور نعمتوں کی سرشاری اسے ہر وقت رہتی ہے۔ اس کو اس حالت سے رب العلمین کے کلام پاک کے سوا اور کوئی چیز نہیں بدل سکتی۔ اس لئے اس سرشاری کے عالم میں اس کا شعروں، گانوں، مختلف آوازوں اور ال

Marfat.com

مدعیوں کے چلانے کی طرف دھیان ہی نہیں جاتا، جو شیطان کے شرکاء ہیں، خواہشات نفسانی اور نفوس کی سواری کے سوار ہیں اور چیخنے چلانے والے کی پیروی کرنے والے ہیں۔ غنیۃ الطالبین (بحوالہ: الاعتصام لاہور ۲۰ مارچ ۱۹۵۹ء۔ ص:۵)

امام التصوف، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

تمام عبادات، مجاہدات اور ریاضات کا مقصد وحید رضائے الٰہی کا حصول ہے، اس مقصد کے حاصل کرنے کیلئے جس طرح ظاہری اعمال، فرائض اور واجبات وسنن شریعت نے مقرر کئے ہیں، اسی طرح باطنی اعمال جن کے بغیر یہ دولت سرمدی ''قرب الٰہی'' اور تعلق مع اللہ یا سلوک الی اللہ حاصل نہیں ہوسکتی۔ باطنی اعمال سے مراد محبت وخوف وخشیت الٰہی، اعتماد وتوکل علی اللہ، انابت الی اللہ اور رجاء وامید رحمت الٰہی، مصائب وتکالیف پر صبر اور نعماء الٰہیہ پر شکر اور قضاء الٰہی پر رضا وغیرہ۔ پس رضا الٰہی کے حصول یا مقام احسان پر فائز ہونے کے لئے صوفیاء کرام علیہم الرحمۃ نے کچھ طریقے تجویز کئے ہیں۔ کچھ ریاضات ومجاہدات تزکیہ باطن کیلئے ارشاد فرمائے ہیں۔ اس فن کے محققین نے اس امر کی تصریح کردی ہے کہ تزکیہ نفس، تہذیب اخلاق، توجہ الی اللہ اور حصول نسبت کیلئے جو طریقے بیان کئے ہیں، وہ ان میں محصور نہیں ہیں۔ اگر یہ مقامات محض بفضل الٰہی جذب یا موہبت ربانی سے حاصل ہوجائیں تو پھر کیا کہنے ہیں۔ یہ لوگ اجتباء کی دولت عظمیٰ کے حصہ دار ہوتے ہیں۔ بمصداق آیہ کریمہ ''اللہ یجتبی الیہ من یشاء'' یہ لوگ محض موہبت الٰہی سے مقام قرب حاصل کرلیتے ہیں اور اگر مجاہدہ سے یہ مقام حاصل کرنا مطلوب ہوتو بمصداق ''ویھدی الیہ من ینیب'' انابت الی اللہ کی ضرورت ہے اور انابت الی اللہ حاصل نہیں ہوتی اگر مجاہدہ سے کام نہ لیا جائے اور مجاہدہ پر وعدہ الٰہی ''والذین جاھدو فینا لنھدینھم سبلنا'' اور مجاہدہ نفس نہیں ہوسکتا جب تک کامل اتباع موجود نہ ہو۔ غرض کامل اتباع شریعت اور تاسی باسوۂ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، کثرت نوافل واذکار، کثرت تلاوت قرآن مجید، کثرت صلوٰۃ علی النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم، کمال اخلاص ونیت، محبت اہل اللہ سے بھی یہ مقامات عالیہ حاصل ہوسکتے ہیں جو حضرات صوفیاء کرام رحمہم اللہ نے بیان کئے ہیں۔ حضرات صوفیاء کرام رحمہم اللہ نے جو طریقے بیان کئے ہیں وہ بالعموم شریعت کے ماتحت ہیں یا یہ کہ خلاف نہیں ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی زندگی علمی کمالات، ریاضات، مجاہدات اور احوال سلوک کی مرقع ہے۔ حضرت الامام رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا جو ورق پیش کیا جارہا ہے، وہ ان کے عارف باللہ اور امام فن سلوک کی حیثیت میں ہے۔ اللہ کی رحمتوں سے کیا بعید ہے کہ جماعت اہل حدیث اپنے بھولے ہوئے سبق کو یاد کرلے۔ اس سلسلہ میں بعد کے آنے والے بزرگوں کے حالات بھی ان شاء اللہ اسی رنگ میں پیش کئے جائیں گے۔ ''وما توفیقی الا باللہ'' (از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ) (بحوالہ: الاعتصام لاہور ۲۷ مارچ ۱۹۵۹ء۔ ص:۴)

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں شیخ کے صوفیانہ خصائل

عموماً لوگ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو ایک متکلم ومناظر ومحدث اور فقیہ کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ ان کے علمی کمالات

Marfat.com

اور ان کی مناظرانہ تصنیفات کا مطالعہ کرنے والے اپنے ذہن میں ان کا جو تصور قائم کرتے ہیں، وہ ایک نہایت ذہین وذکی، وسیع العلم، قوی الحجت اور ایک عالم ظاہر سے کچھ اور زیادہ نہیں ہوتا۔ ان کے شاگرد رشید حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کو مستثنیٰ کر کے (جنہوں نے شیخ الاسلام ہروی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب منازل السائرین کی شرح مدارج السالکین میں اپنی اور اپنے محبوب استاد رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا باطنی پہلو محفوظ کر دیا ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ دونوں اعلیٰ درجہ کے عارف باللہ اور صاحب ذوق ومعرفت بزرگ تھے) جن لوگوں نے عام سوانح نگاروں اور تذکرہ نویسوں کی مدد سے شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو سمجھنے کی کوشش کی ہے، یا ان کے متاخر متبعین کو دیکھ کر ان کے متعلق قیاس کیا ہے'' وہ ان کو ایک محدث خشک اور ایک عالم ظاہر بین سے زیادہ مقام نہیں دے سکے، لیکن مدارج السالکین میں ابن قیم رحمہ اللہ نے جستہ جستہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے جو اقوال واحوال پیش کئے ہیں اور علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے ان کے تذکرہ میں برسبیل تذکرہ ان کے اخلاق واذواق وعادات وشمائل اور اشغال واعمال کا تذکرہ کیا ہے، اس کو سامنے رکھنے سے ایک منصف شخص اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اس امت کے عارفین اور اہل اللہ میں کیا جانا چاہیے اور اس کو اس بات کا وجدان حاصل ہوجاتا ہے کہ وہ ان منازل پر فائز اور ان مقاصد سے بہرمند تھے جن کے حصول کیلئے سالہا سال ریاضت، مجاہدہ، ائمہ فن سلوک کی صحبت اور دوام ذکر ومراقبہ کا راستہ بالعموم اختیار کیا جاتا ہے اور جس کو متاخرین صوفیہ ''نسبت مع اللہ'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ ''وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء''

تصوف کیوں رائج ہوا؟

اہل نظر اس حقیقت سے واقف ہیں کہ ذوق ومعرفت ایمان حقیقی اور یقین، اخلاص واستقامت تزکیہ باطن اور تہذیب اخلاق، کامل اتباع سنت اور فنافی الشریعت وہ حقیقی مقاصد ہیں جن کے لئے مختلف وسائل اختیار کئے جاتے ہیں۔ محققین ان مقاصد کے حصول کو کسی ایک وسیلہ میں منحصر نہیں مانتے بلکہ کہنے والوں نے یہاں تک کہہ دیا ہے (اور کچھ غلط نہیں کہا) کہ ''طرق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلائق''

ابتداء میں ان مقاصد کے حصول کیلئے سب سے موثر اور طاقتور ذریعہ صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی، جس کی کیمیا اثری سے عالم آشکارا ہے۔ اس نعمت سے محرومی کے بعد اطبائے امت اور خلفائے نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اپنے زمانہ میں مختلف بدل تجویز کئے۔ آخر میں مختلف اسباب کی بناء پر صحبت شیخ اور کثرت ذکر پر زور دیا گیا، جس کا ایک منقح اور مدون طریقہ وہ نظام ہے جو تصوف وسلوک کے نام سے مشہور ہو گیا ہے، لیکن اس سے کسی کو انکار نہیں کہ ان مقاصد کا حصول ان وسائل پر منحصر نہیں۔ اجتباء وموہبت کے علاوہ ایمان و احتساب، محاسبہ نفس، سنتوں کا تتبع، کتب حدیث وشمائل سے محبت وعظمت کے ساتھ اشتغال کثرت نوافل ودعا، احتساب کے ساتھ خدمت خلق، جہاد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، دعوت وتبلیغ۔ ان میں سے کوئی ایک چیز بھی استحضار واہتمام کے ساتھ تقرب کا ذریعہ اور حصول نسبت کا سبب بن سکتی ہے (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہوں صراط مستقیم، ملفوظات حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ جمع کردہ مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ ومولانا عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ، بالخصوص حصہ سلوک راہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وسائل مختلف ہو سکتے ہیں لیکن مقصود ایک ہے۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے مجموعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کو یہ مقصود حاصل تھا اور اسی کا اظہار یہاں مقصود ہے۔

Marfat.com

ذوق عبودیت وانابت

ذوق عبودیت وانابت الی اللہ کی حقیقی کیفیت اس بات کی بین شہادت ہے کہ اس شخص کا باطن یقین سے معمور اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی سے بھرپور، اپنی بے بسی وبے چارگی اور مالک الملک کی قدرت وجلال کے مشاہدے سے پرنور ہے۔ یقین و مشاہدہ جب باطن میں پیدا ہوجاتا ہے، تب الفاظ اور اعمال سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں حقیقت وتکلف میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ یہ فرق صاحب نظر اور صاحب وجدان سے چھپ نہیں سکتا۔

لیس التکحل فی العینین کالکحل

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے واقعات بتلاتے ہیں کہ ان کو یقین ومشاہدہ حاصل تھا اور اس نے ان کے اندر ایک افتقاء واضطرار اور ایک انابت وعبودیت کی کیفیت پیدا کردی تھی۔ جب ان کو کسی مسئلہ میں اشکال یا کسی آیت کو سمجھنے میں دقت ہوتی تھی تو وہ کسی سنسان مسجد میں چلے جاتے تھے اور پیشانی خاک پر رکھ کر دیر تک یہ کہتے رہتے تھے کہ ''یا معلم ابراھیم فھمنی'' اے ابراہیم کو علم عطا کرنے والے مجھے اس کی سمجھ عطا فرما۔ (العقود الداریۃ۔ ص:٦)

ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

لم او ملثہ فی ابتھالہ واستغاثتہ وکثرۃ توجہ۔

میں نے گریہ زاری، اللہ تعالیٰ سے استمداد اور فریاد اور توجہ الی اللہ میں ان کی نظیر نہیں دیکھی۔

وہ فرماتے ہیں:

انہ لیقف خاطری فی المسئلۃ اوالشی اوالحالۃ التی تشکل علی فاستغفر اللہ تعالیٰ الف مرۃ او اکثرا واقل حتی ینشرح الصدر وینجلی اشکال ما اشکل۔

کسی وقت کسی مسئلہ میں میری طبیعت بند ہوجاتی ہے یا کسی معاملہ میں مجھے اشکال پیش آجاتا ہے تو میں ایک ہزار بار استغفار کرتا ہوں یا اس سے کم یا زیادہ، یہاں تک کہ طبیعت کھل جاتی ہے اور بدلی چھٹ جاتی ہے اور اشکال رفع ہوجاتا ہے۔

اس کیفیت میں جلوت، مجمع بازار، شوروشغب کوئی چیز مانع نہ ہوتی۔ فرماتے ہیں:

راکون اذذاک فی السوق اوالمسجد اوالدرب اوا لمدرستہ لا یمنعنی ذالک من الذکر والا ستغفار انی ان نال مطلوبی۔ (الکواکب الدریہ۔ ص:١٤٥)

ایسی حالت میں کبھی بازار میں، کبھی مسجد میں یا گلی یا مدرسہ میں ہوتا ہوں لیکن ذکر واستغفار میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آتی اور برابر مشغول رہتا ہوں، یہاں تک کہ مطلوب حاصل ہوجاتا ہے۔

یہ یقین اور ذوق عبودیت جب پیدا ہوجاتا ہے اور باطن میں سرایت کرجاتا ہے تو انسان میں اپنی بے بسی وبے چارگی، اپنی تہی دستی وبے بضاعتی کا ایسا احساس پیدا ہوجاتا ہے کہ وہ آستانہ شاہی پر کشکول گدائی لے کر کھڑا ہوجاتا ہے اور خدائی کا صدقہ اور

Marfat.com

رحمت کی بھیک مانگتا ہے۔اس وقت اس کے روئیں روئیں سے یہ صدا آتی ہے کہ ؎

من عاجزم من عاجزم تو عاجزاراپروری　　　　من بے کسم من بے کسم تو بے کسارا قادری

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو یہ دولت فقر اور یہ عزت تذلل حاصل تھی۔

ابن قیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا اس بارے میں ایسا حال دیکھا ہے جو کسی کے یہاں نظر نہیں آیا۔وہ فرماتے تھے نہ میرے پاس کچھ ہے، نہ میرے اندر کچھ ہے وہ اکثر یہ شعر پڑھتے ؎

انا المکدی انا المکدی　　　　وھکذا کان ابی وجدی

(ہاں میں تیرے در کا بھکاری ہوں۔ہاں میں تیرے در کا بھکاری ہوں۔اور کوئی نیا بھکاری نہیں، خاندانی بھکاری ہوں اور پرانا سائل۔میرا باپ بھی تیرے در کا بھکاری تھا اور میرا دادا بھی)۔

ذوق عبادت وانہاک

عبادت کا ذوق اور اس میں انہاک اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ انسان کو اس کی لذت اور اس کا حقیقی ذائقہ نہ نصیب ہو اور وہ اس کے درد کی دوا، قلب کی غذا اور روح کی قوت نہ بن جائے اور اس کو مقام ''جعلت قرۃ عینی فی الصلاۃ'' اور ''ارحنا یا بلال بالصلوٰۃ'' سے مناسبت نہ بخشی جائے۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے معاصرین اور واقفین حال اس کی شہادت دیتے ہیں کہ ان کو اس دولت بیدار سے حصہ ملا تھا اور انکو خلوت ومناجات اور نوافل وعبادات کا خاص ذوق تھا۔اور ان کا انہماک اس سلسلہ میں بہت بڑھا ہوا تھا۔

الکواکب الدریہ میں ہے: **رات کو وہ تمام لوگوں سے علیحدہ رہتے تھے۔اس وقت خدا کے سوا کوئی نہیں ہوتا تھا۔بس وہ ہوتے تھے اور گریہ وزاری**، برابر قرآن مجید پڑھتے رہتے۔رات اور دن مختلف قسم کے نوافل وعبادات میں مشغول رہتے، جب نماز شروع کرتے تو ان کے شانے اور اعضاء کانپنے لگتے یہاں تک کہ ان کو دائیں بائیں لرزش ہوتی۔(الکواکب۔ص:۱۵۶)

ایسے اہل قلوب اور اہل ذوق کی طاقت ونشاط عبادت سے قائم ہوتا ہے اگر اس میں فرق واقع ہو تو ان کی قوت جواب دے جاتی ہے اور ان کو محسوس ہوتا ہے کہ فاقہ ہوا۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: نماز فجر کے بعد اپنی جگہ بیٹھے رہتے، یہاں تک کہ دن اچھی طرح سے چڑھ آتا۔کوئی پوچھتا تو فرماتے کہ یہ میرا ناشتہ ہے۔اگر میں یہ ناشتہ نہ کروں تو میری قوت میں سقوط ہو جائے اور میرے قویٰ کلام نہ کریں۔(الردالوافر۔ص:۱۳۶)

اس ذوق واہتمام کے بعد اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرما دیتا ہے اور ذکر وعبادت ومعمولات طبیعت ثانیہ بن جاتے ہیں۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وہ اپنے اوراد واذکار کی پوری پابندی کرتے تھے اور ہر حالت میں جمعیت خاطر کے ساتھ ادا کرتے تھے۔(الردالوافر۔ص:۱۸) از: مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ۔(بحوالہ: الاعتصام لاہور ۲۷ مارچ ۱۹۵۹ء۔ص:۴۔۵)

قارئین! حضرت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق دلائل و براہین سے سجی تحریر پڑھنے کے بعد ان کے صوفی نہ

Marfat.com

ہونے کے تمام اشکالات دور ہو گئے ہیں۔ جو حضرات، حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے متصوفانہ مزاج سے متعلق مزید تفصیل جاننا چاہتے ہیں، وہ راقم کی تالیف ''تصوف پسند اہل حدیث'' ملاحظہ فرمائیں، جس میں حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت ومعرفت پر مبنی تصنیف ''الفرقان'' شامل کی گئی ہے۔ جس میں اصل صوفیاء واولیاء اور نقلی دعویدار لوگوں کا فرق نہایت شرح وبسط کیساتھ بیان کیا گیا ہے۔ (از: مرتب)

عالم برزخ کا آنکھوں دیکھا حال

(عزیز زبیدی)

دنیا میں جو کچھ کرتا ہے، مرنے کے بعد انسان وہ سب کچھ دیکھ لیتا ہے کہ اچھا تھا یا برا۔ ظاہر ہے کہ ان کی بتائی ہوئی بات بڑے پتے کی بات اور سو فیصد درست ہوگی۔ اس لئے آج ہم انہی لوگوں کا آنکھوں دیکھا حال آپ کو سناتے ہیں تا کہ جن کو اس پار کی فکر ہے وہ سنبھل جائیں، اس سلسلہ میں یہ ملحوظ رہے کہ اس میں جن مشاہدات کا ذکر کیا گیا ہے کتاب وسنت سے ان کی تائید ہوتی ہے۔

۲۔ دوم یہ کہ اہل دل لوگوں کے خواب اگرچہ کوئی یقین اور حتمی باتیں نہیں سمجھی جاسکتیں تاہم وہ بالکل بے معنی بھی نہیں ہوتیں۔ خاص کر جب کتاب وسنت سے ان کی تائید بھی ہو جاتی ہو تو اس وقت ان کے معنے خیز ہوتے ہیں چون وچرا بے معنی سی بات ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت یا نافرمانی

ابو یعقوب قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے خواب میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے وصیت کیلئے درخواست کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے اور پھر مجھے تیز نگاہوں سے دیکھا۔ میں نے عرض کی، صرف رہنمائی چاہتا ہوں۔ فرمایا خدا کی محبت میں اس کی رحمت کو تلاش کر اور اس کی نافرمانی میں اس کے عذاب سے ڈر لیکن دونوں حالتوں میں اسکی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ (کتاب الروح۔ ص: ۳۵)

ذکر خدا کی مجلس، سب سے افضل عمل

ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام مسعر رحمۃ اللہ علیہ سے خواب میں پوچھا آپ نے کون سا عمل افضل پایا ہے؟ فرمایا: ذکر الٰہی کی مجلسیں۔ (مجالس الذکر)

نماز تہجد کی افضلیت

اجلح کہتے ہیں: میں نے سلمۃ بن کہیل رحمۃ اللہ علیہ سے خواب میں دریافت کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کون سا عمل افضل پایا ہے؟ فرمایا: نماز تہجد۔ (قیام اللیل۔ ص: ۳۶)

بڑی مشکل سے جان چھوٹی

ابن ابی رویم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے وفاء بن بشر رحمۃ اللہ علیہ کو وفات کے بعد خواب

دینی مسائل سمجھنے کا خاص عمل

جب کوئی مسئلہ سمجھ میں نہ آتا تو کسی ایسی مسجد میں چلے جاتے جو بالکل علیحدہ ہوتی۔ اپنے چہرے کو خاک آلود کر کے فرماتے: اے ابراہیم علیہ السلام کے معلم! مجھے فہم عطا فرما۔ (الاعتصام: دسمبر ۱۹۵۸)

Marfat.com

میں دیکھا اور پوچھا کہ "اے وفا! تیرا کیا بنا ہے؟ کہا بڑی مشکل سے جان چھوٹی ہے۔ پھر پوچھا کون سا عمل تم لوگوں نے سب سے بہتر پایا؟ کہا: خوف الٰہی سے رونا۔ (ایضاً۔ص:۲۶)

مثقال ذرہ کا مشاہدہ

موسیٰ بن دردان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہ رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا۔ انہوں نے بتایا میری تمام نیکیاں اور بدیاں میرے سامنے پیش کی گئیں تو میں نے اپنی نیکیوں (کے کھاتہ) میں انار کے وہ چند دانے بھی دیکھے جو میں نے کھائے تھے اور اپنی برائیوں کے کھاتہ میں وہ ریشم کے دو دھاگے بھی دیکھے جو میری ٹوپی میں تھے۔

اللہ والوں کو کون زیادہ پسند ہے؟

ایک بزرگ نے حضرت ابوبکر شبلی رحمہ اللہ سے خواب میں پوچھا کہ آپ کے دوستوں میں سب سے زیادہ آپ کا مقرب کون ہے؟ فرمایا: جو یاد الٰہی کا سب سے زیادہ حریص، حقوق اللہ کا سب سے زیادہ محافظ اور رضا الٰہی کے کاموں میں سب سے زیادہ برق رفتار ہے۔ (ایضاً۔ص:۴۱)

اتباع آثار اور صحبت اخیار

ابوعبدالرحمن کہتے ہیں میں نے میسرہ بن سعیم رحمۃ اللہ علیہ سے خواب میں پوچھا کہ آپ ہمیں کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟

فرمایا: احادیث پاک کا اتباع اور نیکوں کی صحبت دوزخ سے چھٹکارا دیتی ہے اور رب کا مقرب بناتی ہے۔ (ایضاً۔ص:۴۱)

حکمرانی خطرناک طوق ہے

عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ "میں نے جب ولید بن عبدالملک کو قبر میں اتارا تو دیکھا کہ اس کے گھٹنے سکڑ کر گردن سے آ لگے ہیں۔

چنانچہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن مہلب کو عراق کا گورنر بنا کر بھیجا تو اسے وصیت کی کہ ہر کام میں خدا سے ڈرتے رہیو۔ کیونکہ میں نے ولید کے گھٹنوں کو اس کے کفن کے اندر گردن سے ملا ہوا دیکھا ہے۔ اللہ اکبر! (بحوالہ: الاعتصام لاہور ۱۳ اپریل ۱۹۵۹ء۔ص:۱)

تزکیہ نفس ہر شخص کی ہر جگہ ضرورت

تزکیہ نفس اس ریاضت اور مجاہدہ کا نام ہے جو مکارم اخلاق اور قبولیت حق کی استعداد کو ترقی دینے، نشوونما اور بالیدگی کیلئے اختیار کی جاتی ہے تاکہ نفس اور قلب ونگاہ میں وہ قوتیں بیدار اور توانا ہو جائیں جن میں قدرت نے حق اور مکارم اخلاق سے آراستہ ہونے کی سچی پیاس ودیعت کی ہے اور وہ ساری قوتیں مغلوب اور مقہور ہو کر رہ جائیں، جو کسی درجہ میں حق پرستی اور راست روی کی راہ میں حائل ہو سکتی ہیں۔ یا طغیان، سرکشی اور طاغوت کی عبدیت کیلئے وہ غلط راہوں کو ہموار کرتی ہیں تاکہ نفس انسانی کبھی راہ راست کی طرف پلٹ نہ سکے۔

Marfat.com

ہر شعبے کیلئے مجاہدے کی ضرورت

ریاضت اور مجاہدہ کا اصول زندگی کے ہر شعبہ اور گوشہ میں جاری ہے اور دنیا کے ہر مکتب فکر اور ہر قماش کے آدمی کا معمول ہے۔ زندگی کی کوئی تحریک اس سے بے نیاز نہیں ہے اور نہ دنیا کا کوئی کام اس کے بغیر چل سکا ہے۔ صحت کی بحالی کیلئے انسان کو سینکڑوں قسم کی ورزشیں اور بے شمار تلخ تجربات کے مراحل سے گزرنا لازمی ہوتا ہے۔ پہلوانی اور شجاعت کے لحاظ سے نوجوانوں کو رستم کی منزل تک پہنچنے کیلئے ہزاروں جتن کرنا پڑتے ہیں، صنعت وحرفت کے کام کرنے کیلئے دماغ، نگاہ اور جسم کی بے شمار توانائیوں کو کھپانا پڑتا ہے، دکاندار کو دکانداری کیلئے اور حلوائی کو اپنے پیشے کیلئے، جولاہے کو اپنے فن کیلئے اور لوہار کو اپنی دستکاری کیلئے، کسان کو ہل چلانے کیلئے اور مالی کو باغبانی کیلئے، دھوبی کو ایک چیتھڑے کی صفائی کیلئے اور ایک بھنگی کو گلی کوچوں کو صاف ستھرا رکھنے اور جاروب کشی کیلئے، طالب علم کو اپنے امتحان کیلئے اور استاذ کو اپنے فرض منصبی سے عہدہ برآ ہونے کیلئے، آقا کو آقائی کیلئے اور غلام کو غلامی کیلئے، عاشق کو وصال کے حصول کیلئے اور دشمن کو انتقام کیلئے، حکومت کو نظم ونسق کے استحکام کیلئے اور کارکنان مملکت کو داد کار لینے کیلئے کیا کیا کرنا پڑتا ہے اور کیا کیا نہیں کرنا پڑتا۔ کتنی بار گر گر کر اٹھنا پڑتا ہے اور کتنی دفعہ اٹھ اٹھ کر گرنا پڑتا ہے۔ یا ان مراحل کو عبور کرنے کیلئے کتنی کچھ، ریاضت، اور مشق کی ضرورت پڑتی ہے؟ وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ اس کو سب جانتے ہیں اور ہر جگہ اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

انسانِ مطلوب بننے کیلئے روحانیت کی اہمیت

لیکن افسوس! جب روحانیات کے سلسلہ میں قلب ونگاہ کی تطہیر اور نفس کے تزکیہ وطہارت کیلئے خصوصی اور مناسب حال، مشق اور ریاضت کی طرف دنیا کو توجہ دلائی جاتی ہے تو اس کو اس سے بڑھ کر اور کوئی نادانی، دقیانوسیت اور پرلے درجے کی سطحیت نظر نہیں آتی۔ اس کیلئے ان کے پاس نہ کوئی وقت ہوتا ہے اور نہ اس کیلئے ان کو عقلی یا ذوق ونظر کے لحاظ سے کوئی اور معصومانہ توجیہ اور ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

دنیا سمجھتی ہے کہ جب اس کا کلمہ پڑھ لیا اور نشستند وگفتند وبرخاستند کے قسم کی بے روح نماز کبھی کبھی ادا کرلی اور چند ایک کھوٹے سکے اس کی راہ میں بھی دے ڈالے تو پھر ہمیں وہ دولت نایاب کیوں نہیں ہاتھ آجاتی جس کی بدولت ایک انسان ''انسان مطلوب'' بن جاتا ہے؟ گویا کہ لوگوں نے روحانیات، اور تعلق باللہ یا سیر الی اللہ کے معاملہ کو اتنی بھی اہمیت نہیں دی جتنی کہ ایک جولاہا اپنے پیشہ کو دیتا ہے یا ایک دھوبی اور جاروب گر اپنے مقاصد کو دیتا ہے۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو فکر وعمل کے لحاظ سے ہماری پستی اور بے رونقی کا سب سے بڑا سبب بھی یہی ہے کہ ہم نے اس ریاضت، احتیاط اور مشق کو ترک کردیا ہے جس پر اعمال حق اور تعلق باللہ کی تابداری اور بالیدگی کا انحصار ہے۔

نماز ہو یا روزہ، حج ہو یا حرب وضرب کی گونج گرج، سب امور تخم اور بیج کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ اس وقت اگتے اور پھلتے پھولتے ہیں جب ان کے مناسب حال زمین مہیا کی جائے۔ حسب ضرورت ان کے لئے پانی دیا جائے اور مناسب فضا اور موسم

Marfat.com

کا خیال رکھا جائے۔ ہمیشہ ان کی دیکھ بھال اور محنت کیلئے وقت دیا جائے ورنہ سارا الزام تخم اور بیج کے سر مڑھنا نادانی ہوگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''قد افلح من زکھا، وقد خاب من دسھا''۔ (پ ۳۰ شمسی)

وہ شخص مراد کو پہنچا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا۔ شرک و بدعت اور اخلاقی گندگیوں سے اس کو پاک کیا اور وہ نامراد ہوا، جس نے اس کو خاک میں ملا کے چھوڑا۔ اور جو اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑے ہونے سے ڈرا اور (اپنے) نفس کو (بے جا) خواہشات اور آرزؤں سے روکا تو اس کا ٹھکانا بس بہشت ہے۔ (پ ۳۰ نزعات)

تزکیہ نفس کرنے والے اعمال

تزکیہ وطہارت کیلئے مندرجہ ذیل امور کا اہتمام کرنا پڑتا ہے۔

روزے کثرت سے رکھے جائیں۔

چونکہ تعمیر سیرت اور تزکیہ قلب کا دارومدار تمام احکام دین کے یکساں احترام کرنے پر مبنی ہے۔ اس لئے کسی ایک شعبہ پر اکتفا کر کے زندگی کے دوسرے گوشہ کو ویران کرنا حد درجہ مضر ہوتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی نماز کی تو پابندی کرے لیکن زکوۃ نہ دے یا حج کرے لیکن خلق خدا کے حقوق کا خیال نہ کرے۔ اسی طرح ورد و وظائف تو پڑھے لیکن شرک و بدعت سے اجتناب نہ کرے وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ روش تزکیہ وطہارت کو سخت نقصان پہنچاتی ہے اور یہی چیز ہمارے قلب ونگاہ کی بے نوری کا سرچشمہ ہے۔ نیکی اور بدی کی یکساں یا کم وبیش آمدورفت اور کسر وانکسار کی وجہ سے نور اور ظلمات کے درمیان جنگ رہتی ہے۔ اس لئے مفید نتائج برآمد ہونے کے بجائے حسنات، سیات کے داغ دھونے میں کھپ جاتی ہے۔ اس لئے **تزکیہ وطہارت کیلئے ضروری ہے کہ فکر وعمل کے لحاظ سے کوئی چور دروازہ ایسا نہ کھلا رہنے دیا جائے جو چشمہ زندگی کے کسی گوشہ کو مکدر اور گدلا کرنے کا سبب بن جائے۔**

ان بزرگوںؒ کی رفاقت اختیار کی جائے جو کتاب وسنت کے متبع ہیں اور ''اذا رواذ کر اللہ'' کی سچی تصویر ہیں۔

کتاب اللہ کی تلاوت اور اسلاف کی زندگی کے مبارک سوانح کا مطالعہ، بالخصوص رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ائمہ دین رحمہم اللہ کے حالات کے پڑھنے کی کوشش کی جائے اور پھر سچے دل سے ان کا اتباع کیا جائے۔

نماز تہجد کا التزام۔ کم خوری اور اکل حلال اور اپنے ہاتھ کی کمائی کی کوشش کی جائے۔

غیر ضروری امور سے حتیٰ الامکان اجتناب کیا جائے۔

بلا ضرورت بازاروں اور میلوں ٹھیلوں میں چلنے پھرنے سے پرہیز کیا جائے۔

اور جہاں تک ممکن ہو، ذکر اللہ سے زبان کو تر رکھا جائے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کیا جائے۔

الغرض جس طرح دنیا کے باقی معاملات کیلئے مشق اور ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح احکام دین اور اسلامی اخلاق کی آبداری اور بالیدگی کیلئے بھی روحانی اور عملی ریاضتوں کی ضرورت ہوتی ہے اور تزکیہ نفس کی طرف توجہ دیئے بغیر نفس کی بے لگام خواہشات پر کنٹرول کرنا یا اس کو حق اور راستی کی راہوں سے مانوس کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔ قانون صرف خارجی

Marfat.com

مخالف تحریکات کو روکنے کیلئے مفید ہوسکتا ہے لیکن قانون کا صحیح احترام اور قلب ونگاہ کی اندرونی تطہیر تزکیہ نفس کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو اسلام کے ''اصول تزکیہ'' کی طرف توجہ دینی چاہیے ورنہ اعمال حق اور اسلامی اخلاق کے بے نتیجہ رہنے کا شکوہ فضول ہوگا، بے محل ہوگا، بے معنی ہوگا اور نامناسب ہوگا۔ (بحوالہ: الاعتصام لاہور ۱۳ اپریل ۱۹۵۹ء۔ ص:۱)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی زندگی کا ایک ورق

حضرت الامام رحمۃ اللہ علیہ ایک عارف باللہ اور امام فن سلوک کی حیثیت میں

(از: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

زہد وتجرید وتحقیر دنیا

زہد اور دنیا کی تحقیر کی سچی کیفیت اس وقت تک پیدا نہیں ہوسکتی جب تک کہ دنیا کی حقیقت پوری طرح منکشف اور ''ان الدار الاخرۃ لھی الحیون و ماعنداللہ خیر و ابقی'' کا حال پوری طرح طاری نہ ہوجائے اور یہ یقین اور معرفت صحیحہ اور تعلق باللہ کے بغیر ممکن نہیں۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے معاصرین نے ان کے زہد وتجرید اور فقر اختیار کا جابجا تذکرہ کیا ہے۔ ان کے رفیق درس اور ہم عصر علم الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''وجری علی طریقۃ واحدۃ من اختیار من الفقر والتقلل من الدنیا ورد ما یفتح بہ علیہ''۔

(الرد الوافر۔ ص:۶۵)

شروع سے آخر تک ان کی حالت یکساں رہی کہ انہوں نے ہمیشہ فقر کو ترجیح دی۔ دنیا سے بقدر ضرورت اور برائے نام تعلق رکھا اور جو ملا اس کو واپس کر دیا۔

جب یہ حال کسی کا بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو غنائے قلب کی دولت سرمدی سے نوازتا ہے تو اس کو کسریٰ وقیصر کی سلطنت ہیچ معلوم ہونے لگتی ہے اور وہ اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا گناہ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری سمجھتا ہے۔ اس وقت وہ بیخودی کے عالم میں کہتا ہے:

من دبق خود باقر شاہان نمی دہم | من فقر خود بملک سلیمان نمی دہم
از رنج فقر در دل گنجیے کہ یافتم | این رنج رابراحت شاہان نمی دہم

اس کے مقام سے بے خبر کبھی اس کے متعلق بدگمانی کرتے ہیں کہ وہ سلطنت پر طمع کی نگاہ ڈالتا ہے اور وہ ان کی بے خبری اور بد ذوقی پر ماتم کرتا ہے کہ اس دولت جاوید کے بعد بھی اس ملک فانی پر نگاہ کی جاسکتی ہے؟ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہی حال تھا الملک الناصر نے ایک دفعہ ان سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ بہت سے لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مطیع ہوگئے ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں سلطنت پر قبضہ کرنے کا خیال ہے! شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے اطمینان کے ساتھ بلند آواز سے جس کو تمام حاضرین نے سنا، جواب دیا: میں ایسا

Marfat.com

کروں گا؟ خدا کی قسم تمہاری تاتاریوں کی سلطنت مل کر بھی میری نگاہ میں ایک پیسہ کے برابر نہیں۔(الکواکب الدریہ۔ص:۱۶۶)

سخاوت وایثار

اہل اللہ اور اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث میں حصہ پانے والوں کی خاص صفت سخاوت وایثار ہے۔ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں الم نشرح کی تفسیر میں لکھا ہے کہ شرح صدر کی دولت اور ایمان ویقین کا نتیجہ سخاوت وایثار ہے۔اس لیے جس کو اس دولت سے حصہ ملے گا، سخاوت وایثار اس کا شعار ہوگا۔شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے معاصرین واحباب ان کی سخاوت کے بے حد معترف اور ثناء خواں ہیں۔الکواکب الدریہ۔ص:۱۴۶ میں ہے:

''وھو احد الاجواد، الاسخیاء الذین یضرب بھم المثل''۔(وہ ان معدودے چند اہل سخاوت میں سے ہیں جن کی سخاوت وضرب المثل ہے)۔

الحافظ ابن فضل اللہ العمری رحمۃ اللہ علیہ جو ان کے معاصر ہیں اس سخاوت کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں:

ترجمہ: ان کے پاس ڈھیروں سونا چاندی، اعلیٰ اصیل گھوڑے، جانور، املاک اور اموال آتے، وہ سب کا سب اٹھا کر دوسرے کو دے دیتے یا اہل ضرورت کے پاس رکھوا دیتے اور صرف دوسروں کو دینے کیلئے لیتے اور صرف عطا کرنے کیلئے اٹھا رکھتے۔

ان کی سخاوت یہاں تک پہنچی ہوئی تھی کہ اگر دینے کیلئے کچھ نہ ہوتا تو کپڑا اتار کردے دیتے۔

ایک دوسرے صاحب فرماتے ہیں:

وكان يتفضل من قوته الرغيف والرغيفين فيوثر بذالك على نفسه (ایضاً)

کھانے سے ایک دو روٹیاں بچا لیتے اور اپنے اوپر ایثار کر کے دوسروں کو دے دیتے۔

ایثار کا ایک نازک مقام یہ ہے کہ آدمی اپنے دشمنوں اور حریفوں کے ساتھ فراخ دلی بلکہ عفو واحسان اور اس سے آگے بڑھ کر دعا وخیر خواہی کے ساتھ پیش آئے۔یہ مقام ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو انانیت اور حظوظ نفس سے بہت آگے بڑھ چکے ہوں اور ان پر نعمائے الٰہی کی ایسی بارش ہو اور سکینت وسرور اس درجہ کا حاصل ہو کہ وہ ان سب مخالفتوں کو ان کے مقابلہ میں ہیچ اور پرکاہ سمجھتے ہوں اور جن کے اندر اپنے دشمنوں اور مخالفین کیلئے بھی خیر طلبی اور رحم کا جوش پیدا ہوتا ہو، جب وہ دوسری بار رہا ہوئے تو سلطان نے تنہائی میں ان سے ان قضاۃ کے قتل کے بارے میں فتویٰ لینا چاہا جنہوں نے جاشنگیر کی حمایت کی تھی اور سلطان کی معزولی کا فتویٰ دیا تھا اور یہ بھی کہا کہ انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف شورش برپا کی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تکلیف پہنچائی۔اس کے جواب میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان لوگوں کی بڑی مدح وتوصیف کی اور پرزور الفاظ میں سلطان سے ان کی سفارش کی اور اس کو ان کے قتل کے ارادہ سے باز رکھا۔ان کے سب سے بڑے حریف اور مدمقابل قاضی ابن مخلوف مالکی نے کہا کہ

ہم نے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جیسا عالی ظرف اور فراخ حوصلہ نہیں دیکھا کہ ہم نے تو ان کے خلاف سلطنت کو آمادہ کیا لیکن ان کو جب قدرت حاصل ہوئی تو ہم کو صاف معاف کر دیا اور الٹے ہماری طرف سے وکالت ومدافعت کی۔

Marfat.com

ان کے تلمیذ رشید اور ہر وقت کے ساتھی حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ''وہ اپنے دشمنوں کیلئے دعائے خیر کرتے تھے، میں نے نہیں دیکھا کہ وہ ان سے میں کسی کیلئے بددعا کرتے ہوں۔ میں ایک روز ان کے سب سے بڑے حریف اور ایک ایسے صاحب کی خبر وفات لے کر آیا جو عداوت اور ان کو ایذا پہنچانے میں سب سے آگے تھے۔ انہوں نے مجھے جھڑک دیا اور منہ پھیر لیا۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھی پھر فوراً ان کے مکان پر گئے۔ ان کی تعزیت کی اور فرمایا کہ مجھے ان کی جگہ پر سمجھنا۔ جس چیز کی تم کو ضرورت پڑے گی، میں تمہاری اس میں مدد کروں گا، اس طرح ان سے ایسی ملاطفت اور دلجوئی کی باتیں کیں جن سے وہ نہایت مسرور ہوئے اور ان کو بڑی دعائیں دیں اور انکو اس پر سخت استعجاب ہوا۔

عفو واحسان، اعداو مخالفین کے ساتھ شفقت و مرحمت کا یہ مقام مالی ایثار سے بہت بلند اور آگے کا مقام ہے۔ یہ وہ مقام ہے جو صدیقین و خاص اولیاء کو ملتا ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس مقام پر فائز تھے اور گویا زبان حال سے وہ کہتے تھے جو اسی مقام کے کسی صاحب حال شاعر نے فارسی میں کہا ہے ؎

هر که ما را یار نبود ایزد او را یار باد　　هر که ما را رنج داده راحتش بسیار باد

هر که اندر راه ما خارے نهد از دشمنی　　هر گلے کز باغ عمرش بشگفد بے خار باد

ہزار کرامتوں سے اونچا مقام

فروتنی و بےنفسی اہل اللہ کی خاص صفت اور وہ مرتبہ کمال ہے جو ہزار کرامتوں سے بلند اور ہزار فضیلتوں سے بالاتر ہے۔ یہ مقام اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب خودی مٹ جاتی ہے اور نفس کا کامل تزکیہ ہو جاتا ہے۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے کمالات علمی اور عروج دینی و دنیوی کے ساتھ یہ کمال بھی حاصل تھا۔ ان کے اقوال پتہ دیتے ہیں کہ وہ بےنفسی و للّٰہیت اور ہضم نفس اور انکار ذات کے درجہ علیا پر پہنچے ہوئے تھے۔ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ اکثر کہتے تھے کہ

''مالی شی ولا منی شی ولا فی شی''۔

اگر کوئی ان کے منہ پر ان کی تعریف کرتا تو فرماتے:

''واللہ انی الی الآن اجدد اسلامی کل وقت وما اسلمت بعد اسلاماً جیدا''۔

(مدارج السالکین۔ ج ا۔ ص: ۶۹۶)

خدا کی قسم میں ابھی تک مسلسل اپنے اسلام کی تجدید کرتا رہتا ہوں اور ابھی تک نہیں کہہ سکتا کہ کامل طور پر مسلمان ہوں۔

کبھی کوئی تعریف کرتا تو یوں بھی فرماتے: ''انا رجل ملة لا رجل دولة'' (الکواکب الدریہ۔ ص: ۱۶۴)

میں امت کا ایک عام آدمی ہوں، سلطنت اور حکومت کا آدمی نہیں۔ بےنفسی اور عبودیت کے اس درجہ پر پہنچ کر آدمی کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وہ اپنا نہ کسی پر کوئی حق سمجھتا ہے نہ اس کا کوئی مطالبہ کرتا ہے، نہ اس کو کسی سے شکایت ہوتی ہے، نہ اپنے نفس کا انتقام لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس مقام پر پہنچا دیا تھا۔

Marfat.com

حضرت ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ قدس اللہ روحہ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ عارف اپنا کسی پر کوئی حق نہیں سمجھتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ اس کو کسی پر کوئی فضیلت حاصل ہے۔ اسی لئے نہ وہ کسی کی شکایت کرتا ہے نہ مطالبہ کرتا ہے، نہ مار پیٹ کرتا ہے۔
(مدارج السالکین۔ج ا۔ص:۴۹۶)

سکینت وسرور

اس ایمان ویقین اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس صحیح تعلق اور مخلوق سے آزادی اور بے تعلقی کے بعد انسان کو وہ سکینت وسرور حاصل ہوتا ہے کہ اس زندگی ہی میں اس کو جنت کا مزا آنے لگتا ہے۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی اپنے مخلص بندوں کو اس زندگی میں بھی ''لا خوف علیھم ولا یحزنون'' کی دولت عطا فرماتا ہے اور وہ اس کا نمونہ (بقدر وسعت دنیا) یہاں بھی دیکھ لیتے ہیں۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو یہ دولت حاصل تھی۔ خود بھی **ایک بار جوش میں آ کر فرمایا: میرے دشمن میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟ میری جنت اور میرا باغ میرے سینے میں ہے** جہاں جاؤں گا، وہ میرے ساتھ ہے۔ (الوابل الصیب۔ص:٦٦)
یہ نسبت سکینت ورضا زندگی میں اور بعد وفات ان کے ساتھ رہی۔ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ان کو خواب میں دیکھا میں نے ان سے بعض اعمال قلبیہ کا ذکر کیا۔ اس پر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بھائی! میری نسبت تو فرحت وسرور کی ہے۔ (اغاثۃ اللہفان)
ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہی حالت ان کی زندگی میں تھی کہ ان کے چہرہ پر فرحت وسرور کے آثار نظر آتے تھے اور ان کی کیفیت اس کا اعلان کرتی تھی۔ (مدارج السالکین)

کمال اتباع سنت

اس مقام (قبولیت وصدیقیت) کی ابتداء اتباع سنت سے ہے اور اس کی انتہا بھی کمال اتباع سنت پر ہے۔ حدیث وسنت کے ساتھ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا شغف وانہماک ان کے مخالفین کو بھی تسلیم ہے لیکن یہ شغف وانہماک محض علمی ونظری نہ تھا عملی اور ظاہری بھی تھا۔ ان کے معاصرین شہادت دیتے ہیں کہ مقام رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جیسا ادب واحترام اور اتباع سنت کا جیسا اہتمام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے یہاں دیکھا کسی اور کے یہاں نظر نہیں آیا۔ حافظ سراج الدین البزار رحمۃ اللہ علیہ قسم کھا کر کہتے ہیں: خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتنا ادب واحترام کرنے والا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی نصرت کی حرص رکھنے والا ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر نہیں دیکھا۔ (الکواکب الدریۃ ۱۴۹)
یہ چیز ان پر اتنی غالب اور ان کی زندگی میں نمایاں تھی کہ دیکھنے والوں کا قلب شہادت دیتا تھا کہ اتباع کامل اور سنت کا عشق اسکا نام ہے۔ علامہ عماد الدین الواسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم نے اپنے زمانہ میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ ہی کو ایسا پایا کہ نبوت محمدی

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نوران کی زندگی میں اور سنتوں کا اتباع ان کے اقوال وافعال میں عیاں تھا۔ قلب سلیم اس کی شہادت دیتا تھا کہ حقیقی اتباع اور کامل پیروی اس کا نام ہے۔

صالحین میں مقبولیت اور علمائے وقت کی شہادت

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ بھی فراموش کرنے کے قابل نہیں:

سنت کی نصرت کے جرم میں ان کو بہت ڈرایا دھمکایا گیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سرخرو اور معزز کیا اور اہل تقویٰ کے قلوب کے ان کی محبت اور دعا کے لئے مجتمع کردیا۔ (جلاء العینین۔ص ۱۶)

سنت کی نصرت کے جرم میں ان کو بہت ڈرایا دھمکایا گیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سرخرو اور معزز کیا اور اہل تقویٰ کے قلوب کو ان کی محبت اور دعا کیلئے مجتمع کردیا۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی فراست وکرامت

ہر چند کہ کشف وکرامت نہ بزرگی ومقبولیت کا جز ہے نہ اس کی دلیل۔ محققین نے صاف لکھ دیا ہے کہ ''الاستقامۃ فوق الکرامۃ'' اور یہ مسئلہ اب کسی بحث کا محتاج نہیں لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بہت سے مقبول بندوں کو بطریق انعام یہ دولت بھی عطا فرماتا ہے اور ان کے ہاتھوں یا زبان سے ایسے واقعات کا ظہور ہوتا ہے جو ان کی مقبولیت ووجاہت کے مویدات و آثار میں سے ہوتے ہیں۔ اہل سنت کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ ''کرامات الاولیاء حق'' اور قرآن وحدیث میں اس کے متعدد شواہد و واقعات ہیں اور خود شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں اس مسئلہ کی تقریر اور اس حقیقت کا اثبات ہے۔

ان واقعات کی شہادت جو بطریق کرامت وخرق عادت پیش آئے ان کے تلامذہ اور احباب ومعاصرین نے دی ہے اور متاخرین نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ وہ اس قدر مشہور اور بکثرت منقول ہیں کہ ان کا انکار ممکن نہیں۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ صاحب عمدۃ القاری شرح البخاری تقریظ الرد الوافر۔ص ۸۹ میں لکھتے ہیں:

وهذا الامام مع جلالة قدر ہ فی العلوم نقلت عنه علی لسان جم غفیر من الناس کرامات ظهرت منه بلاالتباس۔

اپنی علمی عظمت وکمال کے ساتھ ان سے ایسی کرامات کا بھی صدور ہوا ہے جس کو ایک جم غفیر نے نقل کیا ہے اور ان میں شبہ کی گنجائش نہیں۔

انہی کرامات کا ایک شعبہ ''فراست صادقہ'' ہے جو اکابر مومنین اولیاء متقین کو حاصل ہوتی ہے، اس فراست کے عجیب وغریب واقعات نقل کئے جاتے ہیں۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے مدارج السالکین اور دوسری کتابوں میں اس ''فراست'' کے بہت سے واقعات نقل کئے ہیں۔ مدارج السالکین جلد ۲ ص ۲۵۰ میں لکھتے ہیں:

> **بے صفت شخص کون؟**
>
> حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے جو شخص اپنے جسم کی پرورش، دین کی حفاظت اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کیلئے مال جمع نہیں کرتا، اس میں کوئی خوبی نہیں۔
>
> (طبقات کبریٰ للشعرانی ص ۲۶، ج ۱)

Marfat.com

میں نے شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی فراست کے عجیب وغریب واقعات کا مشاہدہ کیا ہے اور جو واقعات میرے مشاہدہ میں نہیں آئے (بلکہ میں نے معتبر لوگوں کی زبانی سنے ہیں) وہ اور بڑھ چڑھ کر ہیں۔ان کی فراست کے واقعات کے نقل کرنے کیلئے ضخیم کتاب چاہیے۔مسئلہ وحدۃ الوجود، فنا وبقاء، معرفت، اعمال قلبیہ، وغیرہ پر انہوں نے جو کچھ لکھا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ عملی طور پر بھی ان منازل سے گزرے ہوئے تھے اور اس سلسلہ میں ان کو ’’اذواق عالیہ‘‘ اور ’’احوال صحیحہ‘‘ حاصل تھے اور جو کچھ کہتے اور لکھتے ہیں، وہ محض عام ذہانت، قوت علم یا زورِ قلم کا نتیجہ نہیں ہیں بلکہ اس کے تجربات ومشاہدات ہیں۔ان مسائل ومباحث میں بعض مرتبہ ان کا کلام اور تحقیقات محققین صوفیہ اور مجتہدین فن سلوک (مثلاً مخدوم شیخ شرف الدین یحییٰ منیری اور امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ) کے کلام وتحقیقات سے مل جاتی ہیں۔(بحوالہ: الاعتصام لاہور ۱۳ اپریل ۱۹۵۹ء۔ص: ۴، ۹، ۱۰)

فنا کی تین قسمیں

رسالۃ العبودیۃ میں فنا کے اقسام اور اس کے مراتب ومقامات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: فنا کی تین قسمیں ہیں: ایک فنا کا مقام وہ ہے جو انبیاء، اولیاء کاملین کو حاصل ہوتا ہے۔ایک وہ مقام ہے جو ان اولیاء وصالحین کو حاصل ہوتا ہے جو کمال د ترقی کے اس درجہ پر نہیں ہوتے۔ایک مقام منافقین وملحدین اہل تشبیہ کا ہے۔

پہلا مقام فنا

پہلا مقام یہ ہے کہ ماسوی اللہ سے ایسی فنائیت حاصل ہو جائے کہ صرف اللہ ہی کیلئے محبت اور اللہ ہی کی عبادت، اللہ ہی پر توکل اور اللہ ہی کی طلب رہ جائے۔ماسوا اللہ کا کوئی گزر نہ رہ جائے۔**شیخ بایزید بسطامی رحمہ اللہ کا یہ فقرہ جو منقول ہے کہ ’’لا ارید الا مایرید‘‘ میں نے نہیں چاہتا مگر وہی جو وہ چاہتا ہے۔**

کا یہی مطلب لینا چاہیے۔یعنی میری مراد وہی ہے جو خدا کی منشاء ومرضی ہے اور اس سے مراد دینی ارادہ ہے۔عبد کا کمال یہی ہے کہ اس کے اندر اسی کا ارادہ، اسی کی محبت اور اسی سے رضامندی رہ جائے جس کا ارادہ اللہ تعالیٰ فرمائے، اور جس سے وہ راضی ہو، اور جس کو وہ پسند فرمائے اور اس سے مراد وہ امر الٰہی ہیں جن میں امر وجوب یا استحباب ہو۔یہ ملائکہ، انبیاء وصالحین کا مقام ہے۔جس کو یہ مقام حاصل ہو، اس کو قلب سلیم کی دولت حاصل ہے۔(الا من اتی اللہ بقلب سلیم) علماء نے اس کی یہی تفسیر کی ہے کہ وہ غیر اللہ کی عبادت یا غیر اللہ کے ارادے یا غیر اللہ کی محبت سے پاک ہو، اس کا نام فناء رکھا جائے یا نہ رکھائے جائے۔یہی اسلام کی ابتداء اور انتہا اور یہی دین کا باطن وظاہر ہے۔

فنا کی دوسری قسم

فنا کی دوسری قسم یہ ہے کہ ماسواء کے مشاہدے سے بالکل استغناء وغیبت کلی ہو جائے۔یہ ایک مقام ہے جو بہت سے سالکین کو پیش آتا ہے، ان کے قلوب کا ذکر وعبادت اور محبت الٰہی کی طرف ایسا انجذاب اور ایسی زور کی کشش ہوتی ہے کہ ان کے قلوب ماسوا کے مشاہدے کی تاب نہیں لا سکتے اور اپنے مقصود کے سوا کچھ نہیں دیکھ سکتے۔غیر اللہ کا ان کے دل میں گزر بھی

Marfat.com

نہیں ہوسکتا بلکہ اس کا احساس تک باقی نہیں رہتا۔ (اس مقام میں جس طرح اس کشش اور انجذاب کو دخل ہے) اسی طرح کسی درجہ میں ان کے قلوب کے ضعف کو بھی دخل ہے۔ قرآن مجید میں ہے ''واصبح فئواد ام موسی فارغا ان کادت لتبدی به لو کاان ربطنا علی قلبها'' مفسرین نے لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل سوائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خیال و یاد کے ہر چیز سے خالی ہوگیا، یہ بات اکثر ان لوگوں کو پیش آتی ہے جن پر اچانک کسی محبت یا خوف یا امید کا حملہ اور غلبہ ہوتا ہے۔ اس وقت ان کا دل سوائے اس محبوب یا دشمن یا مطلوب ہر چیز سے سادہ اور خالی ہوجاتا ہے اور بعض اوقات اس محبت یا خوف یا طلب میں ایسا استغراق ہوجاتا ہے کہ اس کے سوا کسی چیز کا احساس باقی نہیں رہتا۔

جب کسی ایسے شخص پر جو فنا کے اس مقام پر ہے، اس حال کا پورا پورا غلبہ ہوجاتا ہے تو وہ اس موجود کے استغراق سے خود اپنے وجود سے بے خبر ہوجاتا ہے، اس ایک مشہود کے شہود کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ اس کو اپنا شہود نہیں رہتا۔ اس ایک مذکور کے ذکر کا ایسا تسلط ہوجاتا ہے کہ اپنا ذکر و فکر بالکل جاتا رہتا ہے۔ ایک کی معرفت ایسی طاری ہوجاتی ہے کہ اپنی معرفت باقی نہیں رہتی۔ اس وقت اس ایک وجود کے سوا تمام موجودات اس کی نظر میں معدوم اور فانی ہوجاتے ہیں۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی محبت یا معرفت میں یہ مقام حاصل ہوجائے، اس کو تمام مخلوقات معدوم اور فانی نظر آنے لگتی ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ کا وجود باقی رہ جاتا ہے اور حقیقت یہ ہوتی ہے کہ یہ مخلوقات حقیقتاً معدوم اور فنا نہیں ہوتیں بلکہ اس شخص کے شہود اور ذکر میں فنا اور گم ہوجاتی ہیں اور وہ ان کے ادراک یا شہود سے فانی ہوجاتا ہے۔ جب اس چیز کا غلبہ ہوجاتا ہے اور محب میں ایسا ضعف پیدا ہوجاتا ہے کہ اس کا قوت تمیز جواب دینے لگتی ہے تو بعض اوقات وہ اپنے کو عین محبوب سمجھنے لگتا ہے۔ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص دریا میں کود پڑا، اس کا عاشق کھڑا دیکھ رہا تھا وہ بھی اس کے پیچھے دریا میں کود پڑا۔

محبوب نے کہا میں تو دریا میں کودا تھا، تم میرے پیچھے کیوں کود پڑے؟ اس نے کہا کہ تمہاری محبت میں مجھے اپنا ہوش نہ رہا، یہاں تک کہ مجھے ایسا محسوس ہونے لگا کہ تم اور میں ایک ہی ہیں۔

مقام لغزش

اس مقام میں پہنچ کر بہت سے لوگوں کے قدم کو لغزش ہوئی ہے۔ انہوں نے خیال کیا کہ یہ اتحاد ہے اور محب محبوب سے مل کر ایک ہوجاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے اصل وجود میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ یہ بالکل غلط ہے، خالق کے ساتھ کوئی چیز بھی مل کر ایک نہیں ہوسکتی، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ کوئی چیز بھی کسی چیز سے مل کر ایک نہیں ہوسکتی۔ دو چیزوں میں اتحاد کلی اسی وقت ہوسکتا ہے، جب وہ دونوں چیزیں بدل جائیں یا بگڑ جائیں یا ان کے اتحاد سے ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے، جو نہ وہ ہوتی ہے، نہ یہ ہوتی ہے، جیسے پانی اور دودھ، پانی اور شراب مل کر ایک تیسری چیز بن جاتی ہے۔ البتہ ارادہ پسندیدگی اور ناپسندیدگی میں اتحاد ہوسکتا ہے۔ دو ہستیاں ارادے میں پسندیدگی اور ناپسندیدگی میں متحد ہوسکتی ہیں۔ ایک جس سے محبت کرے، دوسرا بھی اس سے محبت کرے۔ ایک جس سے بغض رکھے دوسرا بھی اس سے بغض رکھے۔ ایک جس چیز کو پسند کرے، دوسرا بھی اس چیز کو پسند کرے لیکن وہ فنائے کلی جس میں دوسری موجودات بالکل معدوم ہونے لگیں اور ان کا شہود و احساس بھی باقی نہ رہے۔ یہ ایک

Marfat.com

ناقص مقام ہے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے اکابر اولیاء اور مہاجرین و انصار میں سے جن کو سبقت اور اولیت حاصل تھی وہ اس فناء میں مبتلا نہیں ہوئے، جب وہ اس سے بالاتر تھے تو انبیاء کرام علیہم السلام کا کیا ذکر۔اس طرح کے اذواق و حالات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد کے لوگوں کو پیش آئے ہیں۔ان کے قلب پر بعض مرتبہ ایسی ایمانی کیفیات وارد ہوئیں کہ ان کو عقل و ہوش اور تمیز باقی نہیں رہی۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بڑے کامل الاحوال بڑے قوی القلب تھے۔ایمانی کیفیات کے وقت نہ تو ان کی عقلیں معطل ہوتی تھیں، نہ ان میں حجاب، ضعف، سکر و بے خودی، فنا، مستی یا دیوانگی کی کیفیات پیدا ہوتی تھیں۔اس سلسلہ کی ابتداء دور تابعین میں ہوئی اور بصرہ کے مرتاض اور کثیر العبادت لوگوں کو یہ حالات پیش آئے ان میں سے **بعض لوگ قرآن مجید سن کر بے ہوش ہوجاتے تھے بعض کو موت بھی واقع ہوئی**۔جیسے ابوجہیر نابینا، زرارہ بن ابی اوفی قاضی بصرہ رحمہم اللہ، اسی طرح مشائخ صوفیہ کو بھی، فنا اور سکر کی ایسی کیفیتیں حاصل ہوئیں کہ ایسی حالت میں ان میں تعقل و تمیز باقی نہیں رہی۔اکثر ایسی حالت میں ان کی زبان سے ایسے کلمے بھی نکل جاتے جو ہوش میں آنے کے بعد ان کو صریحاً غلط معلوم ہوتے۔شیخ بایزید بسطامی، شیخ ابوالحسن نوری اور شیخ ابوبکر شبلی رحمہم اللہ کو یہ چیزیں پیش آئیں اور ان سے ایسے واقعات نقل کئے جاتے ہیں لیکن ابوسلیمان دارانی، معروف کرخی، فضیل بن عیاض بلکہ جنید بغدادی رحمہم اللہ وغیرہ سے اس طرح کی باتیں منقول نہیں۔ایسے احوال میں بھی ان کی عقل اور قوت تمیز ان کا ساتھ نہیں چھوڑتی تھی اور وہ اس طرح کے فنا و سکر میں مبتلا نہیں ہوتے تھے۔ان کاملین کے ذہن میں سوا اللہ کی محبت اور اس کے ارادے کے کچھ نہیں ہوتا۔ان کا علم اتنا وسیع اور وہ ایسے صاحب تمیز ہوتے ہیں کہ ان کو اشیاء اور امور اپنی اصلی حالت اور صورت میں نظر آتے ہیں۔بجائے اس کے کہ مخلوقات ان کیلئے معدوم یا غیر مشہود ہوجائیں، وہ اللہ کے حکم و ارادے کے ساتھ قائم، اس کی مشیت کے تابع اور مسخر نظر آتی ہیں بلکہ تسبیح و اطاعت میں مشغول۔اس طرح یہ مشاہدہ ان کی بصیرت اور تذکرہ کو بڑھاتا ہے اور ان کی معرفت، اخلاص، توحید و عبادت میں اضافہ کرتا ہے۔یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف قرآن نے دعوت دی اور یہی مومنین و محققین اور عارفین و کاملین کا مقام ہے اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب کے امام و سرگروہ ہیں اور ان میں سب سے اکمل و اعلیٰ ہیں۔اس لئے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں آیات الٰہی کا مشاہدہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم کلامی اور سرگوشیاں ہوئیں، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عالم میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت میں کوئی تغیر نہیں ہوا اور نہ کسی نے اس کا اثر محسوس کیا حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایسے مواقع میں ایک بے خودی اور بے ہوشی طاری ہوجاتی تھی۔

حلولیہ کا اتحاد

ایک اور حالت ہے جس کو بھی کبھی فنا کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔وہ یہ کہ آدمی اس بات کی شہادت دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز بھی موجود نہیں اور یہ کہ خالق کا وجود ہی مخلوقات کا وجود ہے۔اس لئے رب و عبد کے درمیان کوئی فرق نہیں۔یہ ان ضلال والحاد کا فنا ہے جو حلول و اتحاد میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔صاحب استقامت مشائخ میں اگر کوئی کہتا ہے کہ مجھے اللہ کے سوا کوئی اور نظر نہیں آتا یا میں غیر اللہ کی طرف نہیں دیکھتا یا اسی طرح کے کلمے تو اس سے مراد یہ ہوا کرتی ہے کہ مجھے اس کے سوا کوئی رب نظر

Marfat.com

نہیں آتا یا مجھ کو اس کے سواء کوئی خالق یا اس کے سوا کوئی مدبر یا اس کے سوا کوئی معبود نہیں نظر آتا، یا میں محبت سے یا خوف کیساتھ یا امید ورجاء کے ساتھ اس کے سوا کسی پر نظر نہیں ڈالتا اس لئے کہ قاعدہ یہی ہے کہ آنکھ ہمیشہ اس کو دیکھتی ہے جس سے قلب متعلق ہوتا ہے۔ جس شخص کو کسی چیز سے محبت ہو یا امید ہو یا اس کا خوف ہو، وہ اسی طرف متوجہ رہے گا۔ اگر اس کے دل میں اس کی محبت یا امید یا خوف یا بغض یا قلب کے تعلق کی کوئی ایسی بات نہیں ہے تو قلب میں اس کی طرف متوجہ ہونے کا ارادہ ہی پیدا نہ ہوگا اور نہ وہ اس کی طرف نگاہ اٹھائے گا اور نہ وہ اس کو دیکھے گا اور اگر کبھی اس پر نظر پڑے گی تو محض اتفاقاً اور محض نگاہ۔ جیسے کوئی شخص کسی دیوار کو یا کسی ایسی چیز کو دیکھتا ہے جس سے اس کا قلب متعلق نہیں۔

فنائے محمود

مشائخ صالحین کبھی کبھی خالص توحید اور اخلاص کامل کے متعلق کلمات ارشاد فرماتے ہیں۔ ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بندہ غیر اللہ کی طرف ملتفت ہی نہ ہو اور نہ ماسوا پر محبت یا خوف یا امید کے ساتھ نظر ڈالے، بلکہ قلب تمام مخلوقات سے خالی اور فارغ ہو، ان کی طرف وہ اللہ کے نور کے ساتھ نظر کرے، **حق ہی کے ذریعہ وہ سنے، حق ہی کے ذریعہ وہ دیکھے، حق ہی کے ساتھ وہ ہاتھ اٹھائے اور حق ہی کی قوت سے وہ چلے**، جس سے اللہ تعالیٰ کی محبت ہے، اس سے وہ محبت رکھے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کو بغض ہے، اس سے وہ بھی بغض رکھے۔ جس کو اللہ تعالیٰ دوست بنائے، اس کو وہ بھی دوست بنائے۔ جس سے اللہ تعالیٰ دشمنی کرے، اس سے وہ بھی دشمنی کرے، ان کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اللہ تعالیٰ کے معاملے میں ان سے نہ ڈرے۔ یہی وہ قلب سلیم حنفی موحد مومن ہے جس میں انبیاء مرسلین والی معرفت تحقیق وتوحید پائی جاتی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس پر انبیاء کے پرتو فائز ہوتے ہیں اور یہی فنا محمود ہے، اسی مقام کے فائزین کی اللہ تعالیٰ نے مدح وتوصیف کی ہے اور ان کو اولیائے متقین، حزب مفلحین اور جند غالبین میں شمار کیا ہے۔

توحید وجودی قرامطہ کا مذہب ہے

باقی فنافی الوجود والی قسم (توحید وجودی یا وحدت الوجود) تو وہ قرامطہ جیسے آل فرعون کی تحقیق وتوحید کی معرفت ہے۔ مشائخ وصالحین میں سے کسی کی بھی یہ مراد نہیں تھی۔ مخلوقات میں سے کسی کی بھی یہ مراد نہیں تھی مخلوقات میں سے میں جس چیز کو اپنی آنکھ سے دیکھتا ہوں، وہی رب الارض السموات ہے۔ یہ بات تو وہی کہہ سکتا ہے جو پرلے درجے کا گمراہ ہو اور فساد عقل یا فساد اعتقاد میں مبتلا ہو یا جنون اور الحاد میں کسی کا شکار ہو۔

ائمہ دین اور بزرگان سلف کا مسلک

تمام مشائخ جو دین میں مقتداء کی حیثیت رکھتے ہیں وہ سب اسی مسلک پر متفق ہیں، جو اس امت کے سلف اور پیشواؤں کا مسلک تھا کہ خالق سبحانہ تعالیٰ مخلوقات سے بالکل الگ ایک وجود رکھتا ہے، نہ تو اس کی مخلوقات میں اس کی ذات کا کوئی جزو ہے اور نہ اس کی ذات میں اس کی مخلوقات کا کوئی جزو۔ وہ سب اس پر متفق ہیں کہ قدیم کو حادث سے الگ اور خالق کو مخلوق سے ممتاز

Marfat.com

سمجھنا چاہیے۔ اس بارہ میں ان کے جو اقوال اور ارشادات منقول ہیں، اس سے مختصر مضمون میں ان کی گنجائش نہیں۔ انہوں نے یہ بھی بتلایا ہے کہ قلوب کو کبھی کبھی ایسے امراض وشبہات نہیں پیش آتے ہیں اور بعض لوگوں پر ویسی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ ان کو مخلوقات کے وجود کا مشاہدہ ہوتا ہے اور وہ قوت تمیز کی کمزوری یا فقدان کی وجہ سے ان کو ''خالق الارض السموات'' سمجھنے لگتے ہیں۔ جیسے ایک شخص آفتاب کی ایک شعاع دیکھتا ہے اور یہ سمجھ لیتا ہے کہ یہی وہ آفتاب ہے جو آسمان میں ہے۔

خالق ومخلوق میں تفریق کے دو مقام

یہاں پر یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ خالق ومخلوق میں تفریق کے دو مقام ہیں۔ ایک مقام وہ ہے کہ بندہ تفرقہ کا مشاہدہ کرے اور کثرت اس کو پریشان کرے۔ اس کا قلب اس کی کثرت وتفرقہ کی وجہ سے انتشار میں رہے، وہ قلب ونظر کے انتشار میں گرفتار رہے، کبھی محبت، کبھی خوف اور کبھی رجاء کی وجہ سے جو ان مخلوقات کے ساتھ قائم ہو جاتی ہے۔ اس کو یکسوئی اور توحید حقیقی حاصل نہیں ہوتی جب انسان اس تفریق سے جمع کی طرف اور کثرت سے وحدت کی طرف منتقل ہوتا ہے تو اس کے قلب کو جمعیت اور اس وحدہ لاشریک لہ کی توحید وعبادت کی لذت حاصل ہوتی ہے اور اس کا قلب مخلوقات کی طرف متوجہ رہنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف ملتفت ہو جاتا ہے، اس کی محبت، اس کا خوف، اس کی امید، اس کی استعانت سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ متعلق ہو جاتی ہے۔ اس حالت میں بعض اوقات اس کے قلب میں مخلوقات کی طرف نظر کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ جس کے ذریعہ وہ خالق و مخلوق کے درمیان امتیاز کرے، اس کو حق تعالیٰ کی طرف التفات کلی اور خلق کی طرف سے اعراض کلی حاصل ہوتا ہے۔ ہم نے فنا کی جس دوسری قسم کا اوپر ذکر کیا ہے۔ یہ حالت بھی اس سے ملتی جلتی ہے۔

لیکن اس کے بعد تفریق کا ایک دوسرا مقام ہے جو اس سے بلند وبرتر ہے۔ وہ یہ کہ **بندہ مشاہدہ کرے کہ مخلوقات اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم، اس کے امر کے تابع اور اس کے ارادہ سے مسخر ہیں**۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے سامنے وہ ان کی کثرت کو معدوم دیکھے۔ وہ یہ مشاہدہ کرے کہ اللہ تعالیٰ مصنوعات کا رب، الہ، خالق اور مالک ہے۔ ایسی حالت میں کہ اس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف یکسو ہوتا ہے اور اس کو اخلاص ومحبت، اخوت ورجاء استعانت وتوکل علی اللہ، حب فی اللہ وبغض فی اللہ جیسی کیفیات حاصل ہوتی ہیں، وہ خالق ومخلوق کے درمیان فرق کو بھی صاف صاف دیکھ رہا ہوتا ہے اور ان دونوں کے درمیان صاف صاف تمیز کرتا ہوتا ہے۔ وہ مخلوقات کے تفرق وکثرت کو بھی دیکھتا ہوتا ہے اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا رب اس کا مالک اور خالق ہے۔ (ان اللہ رب کل شی و ملیکه و خالقه و انه هو اللہ لا اله الا هو) یہی صحیح اور مستقیم شہود ہے اور یہی لا الہ الا اللہ کی تحقیقی شہادت ہے۔ (رسالة العبودیه فی تفسیر قوله تعالیٰ یا ایها الناس اعبدوا ربکم۔ ص ۳۵۔۳۸۔ شامل مجموعہ رسائل مطبع حسینیہ مصریہ)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تصنیفات میں اس طرح کی تحقیقات اور علوم صحیحہ بہت ہیں۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے مدارج السالکین میں ان کی تحقیقات وکیفیات کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ ان کے انہی معارف واحوال کو دیکھ کر ملا علی قاری رحمہ اللہ نے استاد وشاگرد کے متعلق لکھا ہے:

Marfat.com

ومن طالع شرح منازل السائرين تبن له انهما كانامن اكبار اهل السنة والجماعة ومن اولياء هذاه الامة- (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ ج ۴۔ص: ۱۴۲۷)

جو شخص منازل السائرین کی شرح (مدارج السالکین) کا مطالعہ کرے گا، اس پر واضح ہو جائے گا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ابن قیم رحمہ اللہ اہل السنت والجماعت کے اکابر اور امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اولیاء اللہ میں سے تھے۔

(بحوالہ: الاعتصام لاہور ۱۱۔ اپریل ۱۹۵۹ء۔ص: ۵۔۶)

اللہ سے ڈرنے والوں سے دنیا ڈرتی ہے

از: عزیز زبیدی

اگر دل میں اللہ تعالیٰ کا سچا ڈر اور خوف ہو تو جس طرح گناہوں سے باز رکھنے کیلئے اس سے بڑھ کر اور کوئی اکسیر نہیں ہے، اسی طرح دنیا کے دلوں کو مسخر کرنے یا ان پر ہیبت طاری کرنے کیلئے اس سے بڑھ کر اور کوئی طاقت نہیں ہے۔

بصرہ کے گورنر محمد بن سلیمان، شیخ حماد بن سلمہ رحمہ اللہ کے پاس تشریف لے گئے اور آپ رحمہ اللہ کے سامنے مودب بیٹھ کر پوچھا اے ابو سلمہ! جب کبھی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتا ہوں تو آپ سے ڈر کے مارے کانپنے لگ جاتا ہوں اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب کوئی اہل علم اپنے علم کو ذات الٰہی کے حصول کیلئے ذریعہ بناتا ہے تو اس سے دنیا کی ہر چیز ڈرتی ہے اور جب اس کو دنیا جمع کرنے کیلئے ذریعہ بناتا ہے تو پھر وہ خود ہر چیز سے ڈرتا ہے: (شرح حدیث ماذئبان جائعان لابن رجب رحمہ اللہ)

اور ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے:

على قدر هيبتک لله، يخافک الخلق وعلى قدر محتبک لله يحبک الله وعلى قدر اشتغالک بالله تشتغل الخلق باشغالک (ایضاً)

یعنی جس قدر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے اتنا ہی مخلوق خدا تم سے ڈرے گی اور جس قدر تم اس سے محبت کرو گے اسی قدر اللہ کی مخلوق تم سے پیار کرے گی اور جس قدر تم سیر الی اللہ میں مصروف رہو گے اتنا ہی مخلوق خدا تمہارے دھندوں میں مصروف رہے گی۔

حضرت عمری رحمۃ اللہ علیہ ہارون الرشید کو نصیحت کرنے کیلئے کوفہ پہنچے تو اس کی فوج پر اس کا اس قدر خوف اور رعب طاری ہوا کہ اگر دشمن کی ایک لاکھ فوج بھی ان پر ٹوٹ پڑتی تو اس سے زیادہ ان پر اس کا رعب طاری نہ ہوتا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے متعلق آیا ہے کہ آپ کے رعب کا یہ عالم تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی دوست بھی بعض اوقات مہینوں اور سالوں تک آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ نہ پوچھ سکتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آنے سے پہلے ایک دوسرے کو مسئلہ پوچھنے اور بات کرنے کیلئے تیار کرتے رہتے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آتے تو دم بخود ہو کر رہ جاتے۔

وكان خواص اصحابه يجتمعون ويطلب بعضهم من بعض ان يسالوه عن المسئلة فاذا حضروا مجلسه لم يجسروا على سواله حتى ربما مكثوا على ذلک سنة كاملة هيبة له۔ (ایضاً)

Marfat.com

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مکحول تابعی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ایک خط میں تحریر کیا:

امابعد فانک اصبت بظاھر علمک عند الناس شرفا و منزلۃ فاطلب بباطن علمک عند اللہ منزلۃ و زلفی و اعلم ان احدی المنزلتین تمنع الاخری (ایضاً)

یعنی حمد و ثناء کے بعد عرض ہے اپنے ظاہری علم کے ذریعہ لوگوں میں تو قدر و منزلت حاصل کر لی ہے، اب آپ اپنے باطنی علم کے ذریعہ حق تعالیٰ کے ہاں قدر و منزل کو تلاش کریں کیونکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا راستہ روکتی ہے۔

قبولیت دعا کا آخری معیار

حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ نے فرمایا میں نے دنیا کو ایسی تین طلاقیں دی ہیں کہ پھر اس کی طرف رجوع کرنا میرے لئے ممکن نہیں رہا۔ اب میں اپنے رب کے پاس بالکل تن تنہا گیا اور جا کر اسے امداد کیلئے پکارا۔

الٰہی! میں تجھے اس شخص کی طرح پکارتا ہوں جس کیلئے تیری ذات کے بغیر اور کوئی سہارا نہیں رہا۔

جب حق تعالیٰ نے دیکھا کہ میری یہ پکار سچے دل کی پکار ہے اور اپنی ذات کی حد تک بھی مایوس ہو کر میں نے اسے پکارا ہے تو سب سے پہلے اجابت دعا کا جو پھل پایا وہ صرف یہ ہے کہ **اس نے مجھے میرا نفس بھلا دیا ہے اور مخلوق خدا سے اعراض کرنے کے باوجود اس نے اسے میرا مطیع بنا دیا ہے**۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعا کی قبولیت اس وقت یقینی ہوتی ہے جب بندہ ہر طرف سے کٹ کر اپنے رب کو پکارتا ہے اور جو لوگ دوسروں کو درمیان ڈال کر اس کو پکارتے ہیں، وہ خود اندازہ کر لیں کہ ان کی دعاؤں کیا حشر ہوتا ہو گا یا کیا ہونا چاہیے۔

اللہ والے دنیا کے پیچھے نہیں پڑتے

اللہ والے لوگ دنیا میں اپنی ہیبت اور مخلوق کی بے پناہ محبت دیکھ کر فتنہ میں نہیں پڑتے، نہ ان میں غرور پیدا ہوتا ہے اور نہ اس سے کوئی مادی فائدہ حاصل کرنے کی وہ کوشش کرتے ہیں بلکہ یہ منظر دیکھ کر اور ہی اس سے ڈرتے اور مغفرت مانگتے ہیں۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ جا رہے تھے اور مہاجرین کا ایک گروہ بھی ان کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب پلٹ کر ان کو دیکھا تو وہ آپ رضی اللہ عنہ کے رعب سے ڈر کر گر پڑے۔ آپ یہ دیکھ کر رو پڑے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا کی: الٰہی تو جانتا ہے جتنا یہ لوگ مجھ سے ڈرتے ہیں میں اس سے بھی زیادہ تجھ سے ڈرتا ہوں۔ اس لئے مجھے معاف فرما دے۔

نیکیوں کا پھل کہیں دنیا میں نہ مل جائے

حضرت سری سقطی رحمہ اللہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کے علم اور اسلوب خطاب سے گہرے متاثر تھے۔ ایک دن جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا اور انہوں نے صحیح اور سلجھا ہوا جواب دیا تو حضرت سری سقطی رحمہ اللہ نے سن کر فرمایا: مجھے ڈر لگتا ہے کہ دنیا میں کہیں آپ کی زبان کی یہ ساحری آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نیکیوں کا صلہ نہ بن جائے۔ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ آپ کے اس کلمہ کو یاد کر کے عمر بھر روتے رہے۔ یہ واقعات اور اسلاف کی قلبی کیفیات ان لوگوں کو دعوت مطالعہ دیتی ہیں جن کو قبول عام اور حسن و ثناء نے فریب نفس میں مبتلا کر دیا ہے۔ (بحوالہ: الاعتصام لاہور یکم مئی ۱۹۵۹ء۔ ص: ۴)

Marfat.com

اہلحدیث میں بے ادبی کے بڑھتے ہوئے رجحان کو روکنے کیلئے عظیم بزرگ کا تربیتی اور اصلاحی خط

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا شرف الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب گرامی

بنام: مولانا سید محمد داؤد غزنوی صدر مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان

حضرت مولانا شرف الدین دہلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہماری جماعت کے ان چند برگزیدہ علماء میں سے ہیں جنہوں نے ساری عمر کتاب وسنت کے درس وتدریس میں بسر کردی۔ سینکڑوں علماء ان سے مستفیض ہوکر برصغیر پاک وہند میں پھیل گئے اور خدمت دین میں مصروف ہیں۔ مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے عربی دینی مدارس کے طلباء، اساتذہ اور جماعت کے عام حالات سے متاثر ہوکر یہ مکتوب گرامی صدر محترم مولانا سید محمد داؤد غزنوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھا ہے۔ یہ مکتوب ہم افادہ عام کے خیال سے شائع کررہے ہیں۔ اس میں علماء، طلباء، منتظمین مدارس اور عوام کیلئے درس عبرت ہے۔ ہماری دلی دعا ہے کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات ہمارے دلوں کے دستک دیں اور ہماری خوابیدہ روحیں بیدار ہوں اور ہم دوسروں کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح کی کوشش کریں۔ اس مکتوب میں جہاں جہاں ذیلی سرخیاں قائم کی گئی ہیں وہ ادارہ نے بغرض تسہیل وتشریح قائم کی ہیں۔ (ادارہ الاعتصام)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! الحمد للہ علی کل حال۔ امید ہے کہ آپ مع اعزہ بالخیر ہوں گے۔ زمانہ حال کے الحاد وبے دینی کی اصلاح کے علاوہ اپنی جماعت جو عموماً وخصوصاً بے ادبی، بدتمیزی اور بے احترامی علماء کی ہورہی ہے، حتی الامکان اس کی اصلاح کی بھی کوشش کرنی لازم ہے۔ جماعت حقہ کے دعویداروں میں بعض لوگ خصوصاً بعض اداروں کے اراکین سے علماء کی شان میں ایسے الفاظ سننے میں آئے ہیں جن کو نقل کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ پھر یہ نہیں کہ کسی ایک عالم کے حق میں، نہیں نہیں بلکہ عام طور پر علماء کی شان میں ایسے الفاظ سنے گئے۔

عام مدارس کی حالت

مدارس کی کثرت ہورہی ہے اور جید علماء کی خوفناک قلت ہورہی ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ اساتذہ اپنے فن میں کامل نہیں، نااہل طلباء داخل کرلئے جاتے ہیں مدارس طلباء کی کثرت دکھا کر اپنے اپنے مدرسہ کی شہرت اور عظمت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے کئی ایک مدرسوں کا امتحان لے کر جو تجربہ حاصل کیا ہے اس کی بناء پر کہتا ہوں کہ مدرسین اور مہتمم حضرات اپنا اپنا فرض نہیں ادا کرتے ہیں۔ نااہل طلباء کو رعایتی پاس کردیا جاتا ہے۔ امتحان بہت آسان لیا جاتا ہے باقاعدہ جرح وقدح اور تحقیق سے کام نہیں لے جاتا ہے۔

Marfat.com

نتیجہ

غرض ایک طوفان بے تمیزی برپا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جو واقعی عالم ربانی اور درس و تدریس کے اہل ہیں، ان کی قدر و منزلت باقی نہیں رہی۔ اس طوفان بے تمیزی میں بعض بندہ زر اور نااہل لوگ اپنے کو امام اور عالم کہلا رہے ہیں اور جماعت کیلئے ان کا وجود ایک مصیبت بن رہا ہے۔

زبانی درس کی بجائے عملی تربیت دیں

اس طوفان بے تمیزی کی اصلاح میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل ہونا لازم ہے جو باعث ثواب اور حصول رضا الٰہی کا موجب ہے۔ لہٰذا اصلاح کی صورت جو میرے نزدیک ہے وہ یہ ہے کہ آپ اس کے اہل ہیں۔ ساری دنیا تو نہ ماننے والی ہے، نہ کہیں ایسا ہوا ہے۔ مگر اس وقت بسبب خاندانی اثر اور خداداد لیاقت کی وجہ سے آپ کا اثر اہل اسلام پر عموماً اور اہل حدیث پر خصوصاً کافی ہے۔ اس کی صورت یہ ہونی چاہیے کہ آپ کے زیر اثر جو مدارس یا علماء اور اساتذہ ہیں ان کو تنبیہ کی جائے کہ وہ طلباء میں صرف زبانی درس ہی نہیں، بلکہ حتی الامکان کتاب و سنت پر اپنے عمل سے اور طلباء کو درس و نصیحت ترغیب و ترہیب سے کتاب و سنت پر عمل کرنے کی پوری پوری کوشش سے کام لیں۔ جو ایسا نہ کرے یعنی کتاب و سنت کے مطابق اپنی زندگی نہ بنائے، اس کو فوراً مدرسہ سے خارج کر دیں۔ اس لئے کہ مدارس دینیہ اسلام کی اشاعت اور اس پر عمل ہی کیلئے ہیں۔ پس ہر ہفتہ یا ہر ماہ میں **ایک مرتبہ خود اساتذہ ادب شرعی یعنی اتباع سنت نبویہ پر عمل کرنے کرانے کی کوشش کریں** اور ہر مدرسہ میں اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ خود جا کر تاکید اس کی نہ کرا سکیں تو پھر اپنی پر زور تحریر لکھ کر بھیج دیا کریں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

بارک اللہ فیکم و علیکم و علی من لدیکم و وفاکم و رضی عنکم و ارضاکم۔ آمین ثم آمین۔

فقط والسلام خیر الختام۔ راقم ابو سعید شرف الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (بحوالہ: الاعتصام لاہور، ۲۲ مئی ۱۹۵۹ء۔ ص: ۱۔۵)

درس حدیث

(مولانا عبدالرشید اسلام پوری صاحب، مدرسہ تقویۃ الاسلام لاہور و خطیب جامع توحید گنج مغلپور)

(المعروف بہ شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی صاحب حفظہ اللہ، جامعہ الدراسات الاسلامیہ، مغلپورہ لاہور)

بابرکت پانی

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال رائیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و حانت صلوۃ العصر فالتمس الناس الوضو فلم یجدو افاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بوضو فوضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فی ذلک الاناء یدہ و امر الناس ان یتوضوء و امنہ فرایت الماء ینبع من تحت اصابعہ حتیٰ توضوا من عند اخرھم"۔ (متفق علیہ)

Marfat.com

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عصر کی نماز کے وقت دیکھا اور لوگوں نے پانی تلاش کیا لیکن کامیابی نہ ہوئی اتنے میں تھوڑا سا پانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس برتن میں جس میں پانی تھا، ہاتھ مبارک رکھا اور لوگوں سے فرمایا کہ اس سے وضو کرو۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ پانی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں سے چشمہ کی طرح پھوٹ پڑا، اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس سے وضو کیا۔

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات یا بزرگوں کی کرامات کے نتیجہ میں جو پانی پیدا ہو، اس کا استعمال کرنا عین برکت ہے۔

وضو کا بچا ہوا پانی

عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعودنی وانا مریض لا اعقل فتوضاء وصب وضوءہ علی" (متفق علیہ)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری تیمارداری یعنی بیمار پرسی کیلئے تشریف لائے جب کہ میں بیماری کی وجہ سے بے ہوش تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرمایا اور وضو کرنے کے بعد جو پانی بچا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے بدن پر گرا دیا۔ اس کو بخاری ومسلم نے روایت کیا۔

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو سے فارغ ہونے کے بعد باقی ماندہ پانی پاک وصاف ہے اور اس کو استعمال کرنا جائز ہے۔ دوسری احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ وضو کا بچا ہوا پانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف الامام القدوہ شیخ الاسلام کے لفظوں میں کرایا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مشہور صوفی محدث ہیں۔ حضرت سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے **جلیل القدر محدث ان کے ہاتھوں کو متبرک سمجھ کر چوما کرتے تھے**۔ آپ بادشاہوں اور روزراء کے عطیات کو قبول نہیں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے عطیات کو قبول فرماتے تھے۔ اس سلسلہ میں علامہ ذہبی کے الفاظ یہ ہیں: حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ صرف عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے عطیات کو قبول فرماتے تھے اور حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ساتھ انتہائی حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔

علامہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ ہارون الرشید کو ایسی پرتاثیر اور رقت انگیز نصیحت فرمائی کہ خلیفہ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ جب مجلس برخاست ہوئی تو ہارون الرشید نے تمام علماء اور فضلاء کو تھیلیاں پیش

Marfat.com

کیں اور سب نے بلا تکلف قبول کر لیں لیکن حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے معذرت کر دی۔ خلیفہ نے بے حد اصرار کیا اور فرمایا:

اے ابو علی! اگر اسے آپ اپنی ذات پر خرچ کرنا مناسب نہیں سمجھتے تو قبول فرما کر اپنی طرف سے دوسرے حاجت مندوں مثلاً مقروض، بھوکے، ننگے کی مدد میں دے دیں۔

مگر حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے دوسروں کی خاطر بھی قبول نہ فرمایا۔ (مراۃ الجنان جلد اول ص ۴۱۷)

(بحوالہ: الاعتصام لاہور ۱۹ جون ۱۹۵۹ء۔ ص: ۹۔۱۰)

اہل اللہ کا فقر ہم سب کی ضرورت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ نہایت سادگی سے گزری۔ دنیوی تکلفات سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ اجتناب فرمائے رکھا۔ کسی معاملہ میں کبھی ایسا رویہ اختیار نہیں کیا جس میں عیش وتنعم کا ادنیٰ شائبہ بھی پایا جاتا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے نیازی اور دنیوی امور میں عدم رغبت کا یہ عالم تھا کہ بعض دفعہ خالی چارپائی پر لیٹ جاتے اور کوئی شے نیچے نہ بچھاتے۔ حدیث میں آتا ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن کھجور کی چٹائی پر سوئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو کر اٹھے تو جسم اطہر پر اس چٹائی کی بناوٹ کے نشانات پڑے ہوئے تھے (اس حالت کو دیکھ کر) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہو تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے بستر کا انتظام کر دیں اور کچھ بنا دیں۔ **آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے اس دنیا اور اس کے ساز وسامان اور اس کی راحتوں اور لذتوں سے کیا تعلق؟** میرا تعلق دنیا کے ساتھ بس ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی سوار مسافر کچھ دیر سایہ لینے کیلئے کسی درخت کے نیچے ٹھہرا اور پھر اس کو وہیں چھوڑ کر منزل کی طرف چل دیا۔

دنیا کی تمام چیزیں عارضی اور غیر مستقل ہیں۔ ان کو ہمیشہ کیلئے سمجھنا اور اس کے کانٹوں سے دل کو اٹکا لینا باشعور اور عقلمند لوگوں کا کام نہیں ہے۔ خود انسان کا مقام اس دنیا میں چند روزہ ہے لیکن وہ بسا اوقات دنیا کے بعض معاملات کو اس طرح ترتیب دیتا ہے کہ اس سے اس کا تعلق ہمیشہ رہنے والا ہے۔ یا حالانکہ ایسا قطعاً نہیں ہے ہم دیکھتے ہیں کہ آناً فاناً بڑے بڑے ستون ہل جاتے ہیں اور اونچے اونچے محل زمین پر آ رہتے ہیں۔ زلزلہ آتا ہے، مضبوط سے مضبوط عمارتوں کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ آندھی چلتی ہے، سینکڑوں برس کے پرانے درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ پھینک کر بھسم کر کے رکھ دیتی ہے۔ سیلاب آتا ہے، دیہات کے دیہات اور شہروں کے شہروں کو تنکے کی طرح بہا لے جاتا ہے۔ ہم روزانہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ کہیں مکان گر رہا ہے، کہیں آگ لگ رہی ہے، کہیں جنازے جا رہے ہیں اور کہیں لوگ حادثات کا شکار ہو رہے ہیں۔

یہ سب کچھ آخر کیا ہے؟ یہ دنیا کی ناپائیداری، اس کے ساز وسامان اور اسکی راحتوں اور لذتوں کے عارضی ہونے کی بہت بڑی شہادت ہی تو ہے۔ اگر دنیا دل لگانے کی جگہ ہوتی تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو ضرور کوئی حیثیت دیتے۔

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو ایک درخت کا سایہ اور اس میں رہنے والے کو مسافر قرار دے رہے ہیں۔ اصل شے عمل صالح ہیں: اگر انسان دنیا میں نیک کام کرے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو اپنا شیوہ بنا لے اور برائیوں سے دامن بچا کر رکھے تو وہ کامیاب ہے، دنیا اور آخرت دونوں میں سرخرو ہے۔ (بحوالہ: الاعتصام لاہور، ۳ جولائی ۱۹۵۹ء۔ ص: ۱)

Marfat.com

عبادت کی حقیقت وضرورت اور طریق عبادت

مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر دل پذیر

مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور میں ۱۰ ربیع الثانی کو عبادت پر ایک عالمانہ تقریر ارشاد فرمائی۔ مولانا غلام حسین جوہر مردانی رحمۃ اللہ علیہ اسے ضبط تحریر میں لائے اور ''الاعتصام'' میں بغرض اشاعت بھیجی ہے۔ اسے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے شکریہ کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔(ادارہ)

حضرت مولانا مدظلہ نے خطبہ مسنونہ کے بعد قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وما امروا الالیعبدوا اللہ مخلصین له الدین۔ (سورۃ البینۃ پ۳۰ رکوع ۲۳)

اس کے بعد ارشاد فرمایا: بزرگان محترم!

مجھے عنوان دیا گیا ہے ''حقیقت عبادت'' یہ عنوان لفظوں کے لحاظ سے جتنا مختصر ہے معانی کے لحاظ سے اتنا ہی وسیع ہے۔ اپنی ذات کے لحاظ سے بھی اور اپنے متعلقات کے لحاظ سے بھی عبادت کی حقیقت بیان کی جائے گی اور یہ بھی بیان کیا جائے گا کہ ہر شخص کو عبادت کی ضرورت کیوں ہے؟ اس کے بعد طریق عبادت بھی بتلانا ضروری ہے جس سے عبادت کو شرف قبولیت نصیب ہوتا ہے اور جب عبادت کی حقیقت اہمیت اور اس کا طریقہ معلوم ہوجائے تو پھر یہ بھی واضح کرنا ہوگا کہ اس سے نفع کیا ہوگا تاکہ نفع کو دیکھ کر نفس اس کی طرف راغب ہوجائے۔

عبادت کی حقیقت

عبادت کی حقیقت ہے، غایت تذلل یعنی انتہائی ذلت جس کے بعد ذل کا کوئی مرتبہ باقی نہ رہے اور ایسی ذلت اسی ذات کے سامنے اختیار کی جاسکتی ہے جس کی عزت کی کوئی انتہا نہ ہو۔ اب جس کی عزت غایت درجہ کی نہ ہو تو پھر کیوں کر انسان ان کے سامنے جھکے۔ مثلاً زمین پتھر وغیرہ ہیں۔ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ان کے آگے سر جھکائیں۔ اس لئے کہ وہ خود ہمارے سامنے ذلیل وخوار ہیں۔ انسان کا تمام چیزوں پر تصرف ہے تو اسے کیا ضرورت ہے کہ وہ ان کے سامنے جھکے۔

مثلاً ولایت لیجئے تو یہ باعث عزت ہے۔ مگر یہ عزت مشقت ومجاہدہ کے بعد ملتی ہے اور مجاہدہ دلیل ہے کہ ذات کے لحاظ سے اس میں کوئی کمال نہیں۔

عزت کا اصل منبع

انسانوں میں سب سے زیادہ عزت انبیاء علیہم السلام کی ہوتی ہے لیکن ان کی عزت بھی نبوت کی وجہ سے ہے، جہاں نبوت آئے گی وہاں عزت بھی آئے گی تو معلوم ہوا کہ انسانوں میں تمام عزتیں باہر سے آتی ہیں۔ ذات کے اعتبار سے کسی کو کسی پر تفوق نہیں۔

Marfat.com

فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ آیت ''وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین'' پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس آیت میں پہلے اللہ کا ذکر ہے کہ اس کی عزت ذات کی وجہ سے ہے۔ اس کی ''ذات من حیث ھو'' ذات باعزت و بابرکت ہے۔ جیسے آفتاب ہے جس سے کرنیں پیدا ہوتی ہیں تو کرنوں سے آفتاب باعزت نہیں ہوتا بلکہ آفتاب سے کرنوں کو عزت ملتی ہے۔

آگے ''ولرسولہ'' فرمایا۔ جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی عزت نبوت و رسالت سے ہے۔

آگے مومنین کا ذکر ہے جس میں اشارہ ہے کہ مومنوں کی عزت بھی ایمان کی وجہ سے ہے، ذات کی وجہ سے نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ عزت جہاں بھی آئے گی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے گی تو جہاں سے عزت ملتی ہے، انسان وہاں پر کیوں نہیں جھکتا؟

عبادت کی وجہ۔۔۔۔۔ محتاجی

عبادت کی وجہ اور علت احتیاج ہے۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ جو شخص جس کی طرف محتاج ہو اس کے سامنے ذلت اختیار کر لیتا ہے تو اس سے یہ اصول نکل آیا کہ جس قدر احتیاج ہوگا اسی قدر ذلت بھی ہوگی۔ جس کے احتیاج کی کوئی انتہا نہیں ہے، اسے غایت درجہ کی ذلت اختیار کرنی چاہیے۔ ہمیں وجود ملا تو وہاں سے اور عنایت دیکھئے کہ بلا معاوضہ دیا لیکن صرف وجود بیکار تھا، اس لئے اس میں جان ڈالی وجود و حیات دینے کے بعد اس کی بقاء کے اسباب پیدا کئے۔ اگر اسباب حیات پیدا نہ کرتے تو کون رہ سکتا تھا۔

بچہ پیدا ہوتے ہی اس کے دل میں دودھ پینے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے اور ماں کے دل میں شفقت و محبت جوش میں آتی ہے اور یونہی بچہ کی پرورش کا سامان کیا اور جب طاقت آئی تو زمین کو حکم ہوا کہ اس کی غذا کا سامان کرو اور انسان کی خوراک کے لئے زمین کا یہ عظیم الشان خوان بچھا دیا کہ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کی بقاء کا انتظام فرمایا اور ہر چیز کو طبعی طور پر نافع اور ضار چیزوں کا علم عطا فرمایا۔

واعطی کل شی خلقہ ثم ھدی الایہ۔

اللہ جل شانہ کی معرفت کی آسان مثال

مرغی کا بچہ جب انڈے سے نکلتا ہے تو اس میں دانہ چگنے کا شعور پیدا کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر نوع کو اس کے مناسب خوراک کا القاء فرما دیتے ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ خدا کیسے بنا؟ فرمایا میں نے چاندی کا ایک محل دیکھا جس میں نہ اندر جانے کا راستہ ہے اور نہ باہر آنے کا۔ اس کے بعد دوسرا ایک سونے کا محل دیکھا کہ اس میں بھی آنے جانے کا راستہ نہیں ہے اور اس سے ایک پڑھا لکھا جانور نکلا۔ اس سے میں نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا حضرت! سونے کا محل کہاں؟ اور چاندی کا کہاں؟ فرمایا: کیا انڈا نہیں دیکھا ہے؟ ظاہر میں چاندی کا محل ہے، جس میں نہ اندر جانے کا راستہ ہے نہ باہر آنے کا اور اس کے اندر جو زردی ہے یہ سونے کا محل ہے اور وہ بھی ہر طرف سے بند ہے اور اس سے، بچہ نکلتے ہی سب کچھ جانتا ہے۔ اپنی ماں پہچانتا ہے، دانے چگتا ہے اور نافع و ضار کو سمجھ لیتا ہے۔

Marfat.com

بھلا اگر خدا نہیں تو اس کو اتنے اندھیروں کے اندر کس نے سمجھایا؟ اگر خدا کو پہچاننا ہو تو دو آنے کے انڈے سے پہچان سکتے ہو۔

شرک کی مثال، میاں بیوی سے سمجھیں

شرک کی مثال ایسی ہے جیسا کوئی شخص ایک محبوب عورت سے نکاح کرتا ہے، پھر اس کیلئے ایک عالی شان محل تعمیر کرتا ہے اور پھر ہر کام کیلئے الگ الگ نوکر رکھتا ہے، پانی بھرنے کیلئے الگ نوکر، کھانے کے الگ، صفائی کے الگ، غرض ہر کام کیلئے الگ الگ نوکر متعین کرتا ہے۔ تو یہ ساری چیزیں تو بنائیں عورت کیلئے اور عورت ہے خاوند کیلئے۔

اب اگر عورت اپنے نوکروں سے آنکھیں ملانا شروع کردے اور خاوند ایک دو مرتبہ تو معاف کردے گا لیکن اگر اس کو عادت پڑ جائے تو پھر خاوند غیرت میں آکر عورت کو گولی مار دے گا اور غصہ سے اس مکان کو بھی ختم کردے گا کیونکہ اس کی وجہ سے مکان میں بھی نحوست پیدا ہوگئی۔

اسی طرح انسان کائنات میں اللہ کی محبوب مخلوق ہے اور باقی تمام عالم کو اس کیلئے خادم بنایا ہے سورج کو اس کا طباخ مقرر کیا کہ وہ اس کیلئے چیزیں پکائے، ہوا کو بنایا کہ وہ راستوں اور صحنوں کو صاف رکھے، بادل کو انسان کا بہشتی مقرر کیا کہ وہ اس کیلئے پانی لایا کرے، غرض تمام کائنات کو انسان کی خدمت پر مامور فرمایا۔

هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً۔

تو انسان خدا کا محبوب ہے اور خدا انسان کا مالک ہے اور اس کو کہہ دیا کہ یہ تمام کائنات تیرے لئے ہے اور تو میرے لئے ہے اب اگر یہ انسان خادموں سے آشنائی شروع کردے اور ان کے سامنے ڈنڈوت کرنے لگے تو اللہ انسان کو بھی ختم کردے گا اور یہ مکان (دنیا) بھی رہنے کے قابل نہ رہے گا۔ اس کو بھی مٹا دے گا۔ حدیث میں ہے:

لاتقوم الساعة الاعلی شوار الخلق۔

یعنی جب تک زمین میں اللہ والے موجود ہوں گے، قیامت نہیں آئے گی جب خدا کے وفادار تمام کے تمام ختم ہوجائیں گے اور دنیا پر شیاطین الانس کا دور دورہ ہوگا، مالک و مملوک میں فرق نہ رہے گا تو پھر دنیا ختم کی جائے گی۔

اب بھی مشرک موجود ہیں، اللہ کی نافرمانیاں ہو رہی ہیں مگر ساتھ ساتھ اللہ والے ذکر و فکر میں مشغول رہنے والے بھی ہیں، ان کی برکت ہے کہ ہم پر عذاب نازل نہیں ہو رہا۔

امن عالم ذکر اللہ میں پوشیدہ ہے

دنیا کا ہر طبقہ کہتا ہے کہ ہم امن کے ضامن ہیں۔ تاجر کا دعویٰ ہے کہ دنیا کی بقاء میری تگ و دو اور میری کوششوں پر موقوف ہے۔ کاشت کار کہتا ہے کہ دنیا کا رہنا تو میرے گاڑھے پسینے کا نتیجہ ہے۔ سیاستدان کہتے ہیں کہ امن عالم کے ہم ذمہ دار ہیں۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ دنیا کے امن کا ضامن ذکر اللہ ہے اور یہی دعویٰ صحیح ہے باقی سب غلط ہے۔

اس لئے کہ اگر کوئی تاجر ناجائز نفع خوری، رشوت ستانی، ذخیرہ اندوزی اور سمگلنگ کرنے لگے تو یہی تباہی بربادی اور نقص

Marfat.com

امن ہے لیکن جب اس کی تجارت میں عدل اور امن پسندی آئے گی تو نظام عالم ٹھیک رہے گا اور یہی ذکر اللہ ہے۔

حدیث میں آیا ہے: اللہ اس شخص کی مغفرت کرے جو نرم ہو۔ جب بیچے تو بھی نرم ہو اور جب خریدے تو بھی نرم ہو نتیجہ یہ نکلا کہ بقاء عالم کا واحد ذریعہ ذکر اللہ ہے۔ اور اس ذکر اللہ میں بھی انسان خدا کا محتاج ہے۔

اور میں عرض کر رہا تھا کہ عبادت کی حقیقت ہے غایت تذلل اور وجہ ذلت ہے غایت احتیاج۔ **زندہ رہنے میں بھی محتاج اور مرنے میں بھی محتاج اگر وہ نہ مارے تو کون ہے جو مر سکے۔**

غرض ہم ہر فعل اور ہر ہر حرکت میں اللہ کی طرف محتاج ہیں: جو سرتا پا محتاج ہے وہ سرتا پا ذلیل بھی ہونا چاہیے اور وہ جو سرتا پا غنی ہے۔ اس کے سامنے جھکنا چاہیے کیونکہ غنی کے سامنے فقیر جھکتا ہی ہے اور یہی اس کا کمال ہے ''ان اللہ غنی و انتم الفقراء''

سراپا عجازی ہونے نے بندہ کر دیا ہم کو　　وگرنہ ہم خدا ہوتے جو دل بے آرزو ہوتا

تو عبادت کی حقیقتیں دراصل دو ہیں اور یہی دو پر ہیں۔ اور جب دونوں پر نہ ہوں تو اڑنا مشکل ہے ایک ہے اخلاص وہ یہ کہ اللہ کے تصور کے ساتھ غیر کا تصور نہ رہے اور اگر کسی نے ایک حصہ اس کیلئے اور ایک حصہ کسی دوسرے کیلئے رکھ دیا ''ھذا للہ و ھذا الشر کائنا'' تو اللہ تعالیٰ بڑا باغیرت ہے وہ اپنے ساتھ غیر کی شرکت برداشت نہیں کرتا ''انا اغنی الشر کاء'' وہاں تو صرف خلوص ہی کام آتا ہے ''فاعبد اللہ مخلصاً الدین قل انی امرت ان اعبد اللہ مخلصاً لہ الدین'' تو قبولیت کیلئے اخلاص پہلا رکن ہے۔

عبادت کا دوسرا اہم رکن

اور دوسرا رکن ہے اطاعت جو طریقہ وہ بتائے اسی طرح کرو اور اپنے ڈھنگ سے کرنا جائز نہیں اور اگر کوئی عمل رسول ﷺ کے طریقہ کے خلاف ہو، وہ غلط ہے کیونکہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع پر مجبور ہیں۔

ہمارے ہر عمل میں اللہ کا بھی حصہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی۔ اب جہاں سے خلوص میں کمی آئے گی وہاں سے دوسرے اعمال میں بھی کمی آئے گی۔ وہاں سے بدعت کی بنیاد پڑے گی اخلاص کے مفہوم کو صرف ایک کلمہ ادا کرتا ہے ''لا الہ الا اللہ'' اور اطاعت کے معنی کو ''محمد رسول اللہ'' ادا کرتا ہے اور یہی دو بنیادی کلمے ہیں۔ بلکہ بنیادی کلمہ ایک ہے ''لا الہ الا اللہ'' انبیاء کرام علیہم السلام تو نمونہ عمل سے طرائق کے بتلانے والے ہوتے ہیں اور اصل روح اس میں اخلاص کی ہوتی ہے'' کان دین الانبیاء لا الہ الا اللہ'' اگر کوئی شخص اپنی طرف سے کوئی نیا طریقہ گھڑے تو یہ شخص گویا در پردہ نبوت میں نقص کا مدعی ہے حالانکہ دین کامل اور تام ہے ''الیوم اکملت لکم دینکم'' (الایۃ) اور بدعتی اپنے عمل سے اس آیت کو ٹھکراتا ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ کا فرمان

ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب قیامت میں سوال ہوگا ''ماذا کنتم تعبدون'' تو اس کا جواب ہوگا ''لا الہ الا اللہ'' اور جب ''ماذا جبتم المرسلین'' کا سوال ہوگا تو اس کا جواب ''محمد رسول اللہ'' ہوگا۔ یہی کلمہ ہے جو اول سے آخر تک ساتھ دیتا

Marfat.com

ہے اور جنت میں بھی یہی کلمہ ہوگا۔ کلمہ جو غیر اللہ کی نفی اور اللہ کے اثبات پر مشتمل ہے اس کا نہ ماننا جہالت ہے اس لئے کہ یہ منفی ہے اور جہل سے افضل ہے اور ماننا علم ہے اور علم جہل سے افضل ہے اور شریک کر کے ماننا تو نقص عقل کی دلیل ہے اور اس کیلئے علم ضروری ہے۔ تو علم کا ترجمہ ہے: ''لا الہ الا اللہ'' اور ''محمد رسول اللہ'' اس علم کے متقضاء کا نمونہ ہے کہ اس نمونہ پر چلو اور اسکے ساتھ محبت بھی لازمی ہے جس سے انوار و برکات اور معرفت کے دروازے کھلتے ہیں تو ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عشق اور محبت لازمی ہے۔ فقط علم ''لا الہ الا اللہ'' کافی نہیں۔ **اسی طرح عشق ومحبت کے ساتھ علم بھی ضروری ہے ایک ہو اور دوسرا نہ ہو تو کمی اور نقص باقی رہے گا۔** کمال کیلئے علم وعشق یعنی خلوص واطاعت دونوں ضروری ہیں مثلاً گاڑی ہے کہ اس کیلئے لائن اور سٹیم دونوں کی ضرورت ہے اگر لائن ٹھیک ہو مگر سٹیم نہ ہو، یا اگر بھاپ بہت ہو مگر لائن خراب ہو تو جتنا زور ہوگا اتنا ہی ہلاکت کے گڑھے میں گرے گا۔

اسی طرح علم ''لا الہ الا اللہ'' اور عشق ومحبت ''محمد رسول اللہ'' سٹیم ہے اور دونوں کا اکٹھا ہونا ضروری ہے۔ اس لئے کہ اگر لائن نہیں تو جتنی فرصت طے کرے گا اتنا ہی زمین میں دھنستا چلا جائے گا اور منزل مقصود تک نہ پہنچ سکے گا۔

(بحوالہ: الاعتصام لاہور ۱۰ جولائی ۱۹۵۹ء ص: ۴۔۹)

سید احمد شہید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے عارفانہ سفر کی روداد

از: مولانا ابو علی اثری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا غلام رسول مہر رحمۃ اللہ علیہ کی ضخیم کتاب ''سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ'' میں نے جستہ جستہ تو ضرور پڑھی ہے لیکن بالاستیعاب پڑھنے کی توفیق نہیں ہو سکی۔ مضمون لکھتے وقت اس کی بھی ورق گردانی مجھ کو ضرور کر لینی چاہیے تھی لیکن میں نے سوچا کہ جب اتنے قریب کے مصنف یعنی مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو یہاں کے حالات معلوم نہیں ہو سکے تو بیچارے مولانا مہر رحمۃ اللہ علیہ کو بھلا حالات کہاں معلوم ہوئے ہوں گے کہ ان کی کتاب میں درج ہوں گے؟ ان کا تو ہندوستان کے مشرقی صوبہ جات سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔ (مولانا غلام رسول مہر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی سرگرمیوں کو نہایت تحقیق اور تفصیل سے لکھا ہے اور پاکستان و ہندوستان کے گوشے گوشے سے سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقائے کرام رحمہم اللہ کے حالات معلوم کئے ہیں۔ سید احمد شہید رحمہ اللہ الہ آباد سے روانہ ہو کر مرزا پور اور چنار گڑھ ہوتے ہوئے بنارس پہنچے ہیں تو برسات اپنے پورے شباب کو پہنچ چکی تھی۔ بارش کا سلسلہ لمبا ہو گیا کہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو وہاں کم و بیش ایک مہینہ ٹھہرنا پڑا۔

پیدائش کا اہم مطلب

اصحاب طریقت اور ارباب حقیقت کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ انسان کی پیدائش کا اہم مطلب اور اصل مقصد رب العالمین کی محبت ہے۔ صوفیاء نے اسی محبت کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دیا تھا۔

(حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ)

Marfat.com

وہاں پہنچنے کے بعد پندرہ روز تک لگا تار بارش ہوتی رہی لیکن اہل بنارس کی مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ اس شدید بارش کے زمانہ میں بھی سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اہل قافلہ کی دعوتوں کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ ایک وقت بھی ان کو کھانا پکانے کی نوبت نہیں آئی۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بقرعید بھی یہیں کی۔ تین روز تک مسلسل قربانیاں ہوتی رہیں اور شہر کے خاصے بڑے حصہ میں ان کا گوشت تقسیم ہوتا رہا۔ ہزاروں آدمیوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی **ان میں سے ہر شخص کی آرزو یہی تھی کہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے مکان کو اپنے قدوم میمنت الزوم سے مشرف فرمائیں**۔ ظاہر ہے کہ اتنے آدمیوں کی خواہش کا پورا کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ پھر بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ بارش اور کیچڑ کے باوجود ان کی خواہش پوری کرتے رہے۔ رات کی اندھیاریوں میں ہاتھ میں لالٹین لے لیتے۔

مجذوب سے ملاقات

بارش جب تھمی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اگلے سفر کیلئے ایک بجرا اور چار کشتیاں کرایہ پر لیں اور بنارس سے روانہ ہوگئے۔ غازی پور کی حدود میں ان کا پڑاؤ سب سے پہلے قصبہ زمانیہ میں ہوا جو خالص اکھڑ پٹھانوں کی بستی تھی۔ یہاں ایک بڑا دلچسپ واقعہ پیش آیا جس سے کسی طرح صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا۔ لوگوں نے بتایا کہ قریب کے جنگل میں ایک مجذوب رہتا ہے جو ہمہ وقت جذب وکیف کے عالم میں رہتا ہے۔ کوئی شخص اس کے پاس جانا چاہتا ہے تو پتھر مارتا ہے۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے بھانجے سید عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کو ساتھ لیکر اس سے ملنے کیلئے جنگل کی طرف چل پڑے۔ اس کی قیام گاہ کے قریب پہنچے تو سید عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کو وہیں روک دیا اور تنہا مجذوب کے پاس پہنچ گئے۔ اس کا سامنا ہوا تو وہ جھوم جھوم کر بڑے ترنم کے ساتھ یہ شعر پڑھ رہا تھا ۔

تعالی اللہ چہ دولت دارم امشب — کہ آمد ناگہاں دل دارم امشب

اسی طرح کیف ومستی کے عالم میں پوری غزل پڑھ ڈالی۔ مولانا مہر رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہی ایک شعر لکھا ہے لیکن پوری غزل یہ ہے جو مجذوب کی شدت تاثیر کی آئینہ دار ہے ۔

تعالی اللہ چہ دولت دارم امشب — کہ آمدناگہاں دلدارم امشب
چودیدم روئے خویش سجدہ کردم — بحمداللہ نکو کردارم امشب
نہاں عیشم ازوصلش برآورد — زبخت خویش برخوردارم امشب
کشد نقش اناالحق برزمیں خوں — چومنصور ارکشی بردارم امشب
برات لیلۃ القدرے بدستم — رسید از طالع بیدارم امشب
براں عزمم کہ گرخودمی رود سر — کہ سرپوش ازطبق بردارم امشب
تو صاحب نعمتی من مستحقم — زکوۃ حسن دہ خوش دارم امشب
ہمی ترسم کہ حافظ محو گردد — ازیں شورے کہ درسردارم امشب

Marfat.com

ایک مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جس کو آدمیوں سے اتنی وحشت تھی کہ جو بھی اس کے قریب جانا چاہتا تھا، پتھر سے اس کی تواضع کرتا تھا، سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے عارف باللہ کا کتنا اثر انگیز استقبال تھا۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس غیر متوقع جوش خیر مقدم سے بہت محظوظ ہوئے۔ مجذوب نے خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی کچھ اور غزلیں بھی سنائیں۔

پھر اس نے پوچھا کہ کہاں کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ ارشاد ہوا حرمین شریفین (زادھما اللہ شرفاً وکرامۃً) جانے کا قصد ہے۔ بولا بیت المقدس، بغداد اور نجف و کربلا کا بھی عزم ہے؟ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایک کار ضروری درپیش ہے بعد ادائے حج اس کی تدبیر کرنی ہے اس لئے اور کہیں جانے کا ارادہ نہیں۔ اس کے بعد وہ خاموش ہو گیا۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس پانچ چھ گھڑی رہ کر واپس آ گئے۔ لوگوں نے اس کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا:

مجذوب اچھا شخص ہے۔ کاش کہ وہ گلیم فقر و بوریائے درویشی سمیٹ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہو گیا ہوتا، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے زیادہ اس کے دل میں حوصلہ پیدا نہیں کیا اور ایک فنا فی اللہ و فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شیخ وقت رحمۃ اللہ علیہ کی معیت و رفاقت و بیعت سے ہمیشہ کیلئے محروم رہ گیا۔

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

زمانیہ میں بیعت وخلافت

زمانیہ میں قیام تین دن رہا۔ وہاں سے تیسرے روز روانہ ہوئے تو کشتیاں غازی پور کے ایک گھاٹ پر لنگر انداز ہوئیں وہیں ایک مسجد تھی جس میں پورے اہل قافلہ نے نمازیں پڑھیں۔ غازی پور کے رئیس شیخ فرزند علی صاحب کو سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے سے ارادت تھی۔ اتفاق سے وہ موجود نہیں تھے ان کی عدم موجودگی میں ان کے مختار خاص مرزا محی الدین بیگ کشمیری نے مہمان داری کے فرائض سرانجام دیئے۔ شہر کے اور ممتاز لوگوں نے بھی دعوتیں کیں اور مع اہل و عیال آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ ایک پیرزادہ نے بھی دعوت کی تھی اس کا شمار وہاں کے امراء میں تھا لیکن وہ کچھ زیادہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے متاثر نہیں ہوا بلکہ شادیوں کے بعض مراسم کے جائز و ناجائز ہونے کے بارے میں سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس نے جو گفتگو کی، اس سے بدقسمتی سے اس کا شرح صدر نہ ہو سکا اور ارادت و بیعت سے محروم رہ گیا۔ مولانا مہر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ رئیس غازی پور شیخ فرزند علی کے صاحبزادے محمد امیر وہاں کے کارپرداز تھے۔ انہوں نے خود اور گاؤں کے اکثر شرفاء اور غرباء نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور وہاں کے دو بزرگوں تیغ علی خاں رحمۃ اللہ علیہ اور سردار خاں رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت نامے دیئے۔ نعت کا یہ مشہور شعر جس میں جذب و کیف و مستی کا ایک عالم پوشیدہ ہے ؎

وہاں پہنچ کے یہ کہنا صبا سلام کے بعد
تمہارے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

(بحوالہ: الاعتصام لاہور، ۳۱ جولائی ۱۹۵۹ء۔ ص: ۶۔ ۷)

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ میں تصوف کے پہلو

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ ایک بار شاہ روم کی بی بی نے آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا کے پاس عطر کی چند شیشیوں میں جواہرات بھر کر بھیجے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان سب کو بیت المال میں جمع کر لیا اور اور فرمایا چونکہ قاصد بیت المال کا تھا، جس کے اخراجات بیت المال نے ادا کئے تھے لہٰذا یہ حق بھی بیت المال کا ہے۔ غرض کہ آپ کی دس سالہ حکومت نے تمام دنیا پر ثابت کر دیا کہ اسلام نے دنیا کو کیا دیا اور اسلام کس طرز کی حکومت کا خواہش مند ہے۔
(خضری جلد دوم۔ ص: ۲۸۰)

پانچ سال میں سورۃ بقرہ کی تکمیل

آپ رضی اللہ عنہ کے فضل و کمال کے متعلق جس قدر لکھا جائے کم ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ ہوتا اور تمام عالم کو مخاطب کرتے ہوئے کہ اے لوگو! تم میرے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی تابعداری کرنا۔ اکثر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا: کرتے تھے کہ میں نے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کیا (سیر ابن ہشام رحمہ اللہ) آپ رضی اللہ عنہ بہت بڑے عالم قرآن، ماہر حدیث، بہت بڑے فقیہہ، بہت بڑے مقرر اور تمام کمالات انسانی کے جامع تھے۔ قرآن شریف کی جو آیت پڑھتے اس پر پہلے عمل کرتے پھر تعلیم دیتے۔ سورہ بقرہ کو آپ رضی اللہ عنہ نے پانچ سال میں ختم کیا اس کا سبب آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بتایا کہ کسی آیت کے بعد دوسری آیت کو اس وقت تک میں نے شروع نہیں کیا جب تک اس پر عمل نہ کر لیا۔

خشیت الٰہی کا غلبہ

آپ رضی اللہ عنہ پر خشیت الٰہی بہت غالب تھی، جب قیامت یاد آتی تو تھرا اٹھتے اور فرماتے کاش عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی ماں نے نہ جنا ہوتا اور قیامت میں حساب و کتاب کیلئے کھڑا نہ ہونا پڑتا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو قیامت کا بہت ڈر تھا۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ رضی اللہ عنہ کیوں بے چین ہو رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے کیسے کیسے فضائل ہیں۔ فرمایا: اگر میرے تمام اعمال حسنہ کو میری فروگذاشتوں کے عوض اللہ تعالیٰ برابر برابر کر دے تو بھی میں کامیاب ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نہایت نرم دل تھے کمزوروں اور ضعیفوں کی مصیبت آپ سے دیکھی نہیں جاتی تھی۔ راتوں کو اٹھ اٹھ کر رعایا کی خبر گیری کرتے تھے اور نہیں معلوم کتنی بیوائیں تھیں، جن کا سارا کام نہایت سلیقہ سے ان کو صبح کیا کرایا ملتا تھا۔ وہ ہمیشہ اس تاک میں رہتے کہ معلوم کریں وہ کون خوش نصیب ہے جو اس للّٰہیت سے سب کام کر جاتا ہے، جس کو کوئی جانتا تک نہیں، ان کو کیا معلوم تھا کہ یہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔

Marfat.com

نماز اور تلاوت قرآن سے عشق

آپ رضی اللہ عنہ راتوں کو سوتے کم تھے، یا رعایا کی خدمت کرتے یا نماز میں تلاوت قرآن شریف فرماتے، نماز اور تلاوت سے بے حد عشق تھا۔ فرماتے جس کا نماز میں حصہ نہیں اس کا اسلام میں حصہ نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی مختصر سی خلافت میں دنیا کو بتا دیا کہ صحیح معنوں میں رہنے کے کیا معنے ہیں اور اسلام کس زندگی کا پابند کرنا چاہتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ دس سال کی قلیل مدت میں ۳۶ ہزار شہر اور قلعے مسلمانوں کے آگے سرنگوں تھے۔

امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی روحانی طاقت

آپ رضی اللہ عنہ کی روحانیت اپنے انتہائی کمال کو پہنچ چکی تھی۔ ایک بار آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یاساریۃ! الجبل الجبل'' اے ساریہ پہاڑ کا خیال رکھو، پہاڑ کا خیال رکھو۔ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ دور دراز ملکوں میں فوج لیے پڑے تھے اور جمعہ کی تیاری میں مصروف تھے، مسلمانوں کو سخت حیرت ہوئی کہ یہ اتنی دور امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی آواز کہاں، قریبی پہاڑ کے غار میں دیکھا تو دشمن کی فوج معہ اسلحہ چھپی بیٹھی تھی اور انتظار میں تھی کہ مسلمان کب نماز جمعہ میں مصروف ہوں اور ان کا کام تمام کیا جائے۔ **مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس روحانی کرشمہ نے دشمن کا خاتمہ کر دیا۔** یہ عجیب بات ہے کہ ہندوستان میں بھی جس قدر مسلمانوں کو جانی و مالی نقصانات عظیم پہنچے ہیں وہ زیادہ تر جمعہ ہی کو ہوئے۔ کیا یہ بات کسی عظیم الشان انقلاب کی نشانی تو نہیں ہے۔

دریائے نیل کی تابعداری

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جب مصر کے گورنر ہوئے تو انہوں نے وہاں ایک عجیب رسم بد دیکھی۔ یعنی ہر سال دریائے نیل میں جب تک ایک کنواری لڑکی غرق نہ کی جاتی، نیل میں پانی نہ آتا اور خشک سالی کی وجہ سے قحط پڑ جاتا۔ گورنر نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو لکھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک پرچہ لکھ کر روانہ کر دیا اور فرمایا کہ اب کی بار لڑکی کی جگہ یہ پرچہ ڈالا جائے۔ پرچہ میں لکھی ہوئی عبارت کا مفہوم تھا:

''اے دریائے نیل! جس کا میں بندہ ہوں تو بھی اس کی مخلوق ہے اور تجھ پر بھی خدا کی تابعداری لازم ہے۔ خبردار اگر آئندہ تو نے کسی کی جان لیکر پانی دیا تو تیرے حق میں اچھا نہ ہوگا تو خدا کے حکم سے سیراب ہوا کر اور یہ رسم بد ترک کر دے''۔

راوی کا بیان ہے کہ ہر سال سے زیادہ اس سال پیداوار ہوئی اور پھر کبھی آج تک اس کا پانی خشک نہ ہو سکا۔

کی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں　　　یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

(بحوالہ: الاعتصام لاہور، ۲۱ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ۔ ص: ۸۔۹)

مرغوب ترین مشغلہ

عبادت، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا مرغوب ترین شغل تھا، ضروری کاموں سے فراغت کے بعد بس عبادت میں مصروف

Marfat.com

ہو جایا کرتے تھے۔ پچھلے پہر تہجد سے لے کر قریب دوپہر تک اور بعد زوال آفتاب کے بعد عشاء تک عبادت ہی فرمایا کرتے تھے۔ کثرت سے روزہ رکھتے تھے، خیرات کا یہ عالم تھا کہ زکوٰۃ آپ رضی اللہ عنہ پر واجب ہی نہیں ہوتی تھی، **متعدد سواریوں کی موجودگی میں ۲۵ بار پاپیادہ حج کیا۔ فرماتے تھے کہ مجھ کو شرم آتی ہے کہ خانہ خدا میں سوار ہو کر جاؤں۔** (تہذیب)

جن کی جوتیوں کے صدقے اولیاء کو تعلق باللہ نصیب ہوا

تمام نیکیوں کا سرچشمہ تعلق باللہ کی مضبوطی اور استواری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سارے عالم کے لئے نمونہ تھے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ جو شان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس زندگی میں ملتی ہے، دنیا کے سارے رسولوں کی سوانح اس کی مثال پیش نہ کر سکیں گی۔

رات پچھلے پہر بیدار ہوتے، آسمان کی طرف دیکھتے اور خدا کو یاد کرتے، تہجد پڑھتے، پھر یاد خدا کرتے، پھر فجر کی نماز پڑھتے اور یاد خدا کرتے۔ پھر اشراق پڑھتے اور یاد خدا میں مصروف ہو جاتے، پھر چاشت پڑھتے اور یاد خدا کرتے، پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب اس کے بعد اوابین پھر عشاء پڑھتے اور پھر یاد خدا میں مشغول ہو جاتے۔ جاگتے تو خدا کو یاد کرتے، سوتے تو خدا کو یاد کرتے، کھاتے پیتے تو خدا کو یاد کرتے، جب رفع حاجت کیلئے جاتے اور پھر جب فارغ ہوتے مسجد میں آتے جاتے، کپڑے پہنتے اتارتے غرض کہ ہر وقت خدا ہی کی یاد ہوتی۔

روزہ بھی خدا کی یاد اور تعلق باللہ کی بہترین نشانی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مہینہ کے تین روزے رکھتے، رمضان کے رکھتے' ذوالحجہ کے رکھتے، اور اس کثرت سے رکھتے کہ بقول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہمارا گمان ہوتا کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بھی روزہ افطار نہ کریں گے۔ زکوٰۃ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واجب ہی نہیں ہونے پائی، جو ہوتا خیرات کر ڈالتے، حج دو بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ذکر الٰہی میں اس قدر منہمک رہتے کہ ایک ایک مجلس میں سو سو بار توبہ و استغفار فرماتے تھے، اس کثرت سے عبادت کرتے کہ پاؤں ورم کر آتے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو بخشے بخشائے ہیں اس قدر زحمت کیوں فرماتے ہیں۔ فرمایا کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

اک تری چشم کرم نے ساقی بندہ نواز
ذرہ کو خورشید اور قطرہ کو دریا کر دیا

(بحوالہ: الاعتصام ۳۰ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ۔ ص: ۹۔ ۱۰)

شیخ ابن دقیق العید رحمہ اللہ

از: محمد اسحاق بھٹی

شیخ تقی الدین ابن دقیق العید رحمہ اللہ بہت بڑے عالم اور ورع و تقویٰ کے اعتبار سے اپنے وقت کی عظیم شخصیت تھے۔ نواب صدیق حسن مرحوم نے ان کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے کہ:

احد الاعلام، امام متقن، محدث، مجود، افقیہ مدقق، اصولی، ادیب، شاعر نحوی، ذکی، غواص معای، مجتهد، واغر العقل، کثیر السکینة، بخیل بالکلام،

Marfat.com

تام الورع، شدید التدین، مدیم السھر مکب علی المطالعة والجمع، سمح، جواد

ان کی ولادت کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے والدین حج کرنے جارہے تھے، ابھی اپنے شہر قوص سے تھوڑی دور ہی گئے ہوں گے کہ راستے میں ایک دریا آیا، اس فضا سے میاں بیوی بہت خوش ہوئے اور وہ منظر ان کو اتنا بھا گیا کہ چلتے چلتے تھوڑی دیر ستانے کی غرض سے ساحل پر بیٹھ گئے، عجیب اتفاق ملاحظہ ہوا کہ ابھی چند ثانیے ہی گزرے تھے کہ ان کی والدہ کے پیٹ میں درد اٹھا اور تھوڑی دیر میں ایک لڑکا پیدا ہو گیا۔

وقت کے صاحب کشف مجدد

باد جود اس کے مجسمہ علم تھے اور اس وقت کی اکڑی ہوئی گردنیں ان کے سامنے جھک جاتی تھیں مگر تکبر و رعونت سے طبیعت کو قطعی کوئی لگاؤ نہیں تھا اور حلم وسکینہ سے قلب و دماغ بھرپور تھے، ان کا کاتب محمود نام کا ایک شخص تھا، اس کا کہنا ہے کہ "میری آنکھوں نے ابن دقیق رحمہ اللہ سے بڑھ کر کسی شخص کو حلیم و بردبار نہیں دیکھا"۔ ابوحیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "وہ بہت مجتہد تھے "مشہور عالم تاج الدین سبکی رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ "میر تمام اساتذہ اس بات میں متفق اللسان تھے کہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ اس صدی کا مجدد ہے" آپ رحمہ اللہ کئی سال تک مصر کے قاضی القضات بھی رہے۔ **علم سلوک وتصوف میں بھی آپ رحمہ اللہ کو بہر وافر ملا تھا، عبادت میں اس قدر دلچسپی تھی کہ کئی کئی راتیں سونے کا نام تک نہ لیتے**، شب وروز یاد خدا میں مشغول رہتے، حملہ تارتار کے بارے میں آپ رحمہ اللہ کے کئی کشف مشہور ہیں۔

جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو وہ لوگ جو بتقاضائے معاصرت آپ کی علمی قابلیتوں سے خارسی کھاتے تھے زار وقطار رو رہے تھے اور یہ کہتے ہوئے آپ کی چارپائی کو آخری بار کندھا دے رہے تھے کہ شاید مستقبل ایسی ہمہ گیر قابلیتوں کا آدمی پیدا نہیں کر سکے گا۔ اور بدقسمت ہیں وہ لوگ جو ان کی زندگی میں ان سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے۔ ان رونے والوں میں وہ بھکاری بھی شامل تھے جو صبح وشام ان کے دروازے سے اپنے پیٹ کا سامان فراہم کر کے لے جایا کرتے تھے۔

(بحوالہ: الاعتصام لاہور، ۸ جمادی الاول ۱۳۰۷ھ۔ ص:۶)

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

از: مولانا عبدالقیوم ندوی صاحب رحمہ اللہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ

۱۰ ربیع الثانی ۵۶۱ھ کو شب میں آپ رحمہ اللہ کی حالت دگرگوں ہونے لگی۔ صاحبزادوں نے عرض کیا آپ رحمہ اللہ کا کیا حال ہے؟ فرمایا: "استغث بلا الہ الا اللہ تعالیٰ والحی الذی لا یموت سبحان من عزنی بالقدر الخ"

آپ رحمہ اللہ کے فرزند حضرت ضیاء الدین ابونصر موسیٰ رحمہ اللہ نے فرمایا ہمارے والد کی زبان مبارک سے عزنی صاف نہ نکلا آپ رحمہ اللہ نے کوشش کی اور صاف کہا اور پھر اللہ تین مرتبہ فرمایا اور ھو پر روح مبارک عالم بالا کو پرواز کر گئی۔

Marfat.com

روز وفات آپ رحمہ اللہ ممبر پر تشریف فرما کر نصیحت فرما رہے تھے۔ بخار کی شدت تھی مگر تکلم سے نہ رکتے تھے۔ فرمایا: اے فرزند! تجھ پر خدا کا خوف اور اس کی اطاعت فرض ہے۔ اے فرزند! خدا سے ڈرنا، خدا سے مانگنا، خدا سے توقع رکھنا، کسی اور سے نہیں۔ فرمایا سارے عالم کا اجماع توحید ہے۔ (بحوالہ: الاعتصام لاہور، ۱۶ فروری ۱۹۵۱ء۔ ص: ۷۔ ۸)

کرامت اور ولایت کا معیار

اہل حدیث کی نظر میں

از: مولانا محمد رمضان اثری صاحب (ناظم مدرسہ الاصلاح جیت گڑھ بہار)

کشف و کرامت کی حقیقت ہمیشہ سے ایسی زیر نقاب رہی ہے کہ ایک گروہ نے مادہ پرستی کے زور میں اسے بالکل بے معنی اور کذب و افتراء کے مترادف قرار دے دیا حالانکہ کرامت اولیاء سے کبھی بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ولایت کا جو مفہوم عام ذہنوں کا مسجود بنا ہوا ہے وہ یقیناً دین الٰہی کے نزدیک ضلالت اور کھلی ہوئی گمراہی ہے۔ کرامت کا صدور نہ تو ولایت کیلئے شرط ہے اور نہ اس کی دلیل۔ قرآن کریم نے دو لفظوں میں ولایت زبانی کی صحیح اور مکمل تصویر کھینچ دی ہے۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین امنوا وکانوا یتقون۔

اس اجمال میں ولی اللہ کی جو جامع و مانع تعریف کردی گئی ہے وہ مزید شرح و بسط سے بے نیاز ہے۔ ایمان و اتقاء کے آئینہ حق نما میں ہر انسان کی ولایت کا صحیح عکس دیکھا جا سکتا ہے یہاں نہ تو کشف کی ضرورت ہے نہ کرامت برہان فضیلت۔ پھر دوسری جگہ ارشاد ہے:

''ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم'' یہاں بھی تقویٰ ہی معیار تقرب الٰہی قرار پایا اور **تقویٰ یہی ہے کہ انسان اللہ کی دی ہوئی بصیرت کے ساتھ اوامر کا امتثال اور منہیات سے اجتناب کرے**۔ خدا کا ولی وہی اور صرف وہی ہو سکتا ہے جو فرائض و نوافل کا شدت کے ساتھ پابند ہو، خدمت خلق کا متوالا ہو، اللہ کے بھیجے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے ایک ایک حکم کی اتباع میں روحانی لذت محسوس کرتا ہو۔

عالم، صوفی اور ولی ایک ہی چیز

جن حضرات نے درس و تدریس کتاب و سنت کو اپنا مطمح زندگی قرار دیا ہے، ان کو عالم اور علماء زریں لقب سے یاد کیا گیا ہے اور جن حضرات نے محض اعمال و تزکیہ نفس و صفائے باطن و حسن نیت و صدق مقال و اکل حلال تک محدود رکھا انہیں صوفی کے نام سے موسوم کیا گیا ورنہ عالم، صوفی اور ولی ایک ہی اصل کی مختلف فرع ہیں۔ حدیث ذیل نے اس حقیقت کی پورے طور پر نقاب کشائی کردی ہے۔

مجھ سے تقرب حاصل کرنے کی اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی کہ بندہ میرے فرائض ادا کرے، نوافل

Marfat.com

کے ذریعہ میرا بندہ مجھ سے برابر قریب تر ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں''

ولایت کا جو مفہوم کتاب وسنت نے بیان کیا ہے نہ تو اس میں کرامت کی شرط لگائی ہے نہ ظہور خوارق کی ہوا پر اڑنا، آگ پر چلنا، ماضی و مستقبل کے حوادث کی خبر دینا ہی اگر سند ولایت ہے تو ساحروں، کاہنوں سے بڑھ کر نہ تو کوئی ولی ہوسکتا ہے اور نہ پارسا، ہاں اس سے کوئی صاحب بصیرت انکار نہیں کرسکتا کہ جب سحر و کہانت جیسے علوم سفلیہ میں اتنی طاقت ہے تو وہ نفوس ذکیہ جن کا کاشانہ علم وعمل مشکوۃ نبوت سے مستنیر ہو، کیوں نہ ایسے امور پر قادر ہوسکیں۔ چنانچہ قرآن میں جو قصہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکہ سبا کا مذکور ہے، **عفریت کے مقابل جس صاحب کرامت نے تخت لانے میں سبقت کی، وہی تھا جو علم شریعت کی بدولت روح عالی کا مالک بن چکا تھا۔**

قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اتیك به قبل ان یرتد الیك طرف۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کرامات

صدر اول کے ائمہ ایمان وعمل سے بھی جن کی عظمت ورفعت کے سامنے دنیا کی تاریخ ولایت سر جھکا دیتی ہے ایسی بیشتر کرامات کا سراغ ملتا ہے۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تھوڑے سے کھانے میں بہت سے مہمانوں کی ضیافت کی اور کھانے کے بعد پہلے کی نسبت دوگنا سہ گنا کھانا باقی رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ یکایک فرمانے لگے ''یاساریة الجبل یاساریة الجبل'' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حیرت واستعجاب سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے بعد میں اس ابہام کی تفسیر معلوم ہوئی کہ ساریہ رضی اللہ عنہ اسلامی فوج کے سپہ سالار غنیم کے نرغہ میں آگئے تھے۔ اعداء کے ہجوم نے نجات کی راہیں بند کردی تھیں کہ یکایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان آنکھوں سے دیکھا اور اس زبان سے اس پہاڑ کی پناہ لینے کا حکم دیا جس سے ہماری ناسوتی آنکھیں اور زبانیں کوئی نسبت نہیں رکھتیں۔

یہ اور اس قسم کے بہتیرے واقعات خاصان امت کی طرف بطریق صحیح مروی ہیں جن میں مزخرفات کا شائبہ تک نہیں۔ حدیث کی مشہور کتاب ''مشکوۃ'' میں کرامات کا ایک مستقل باب بھی ہے۔ (بحوالہ: الاعتصام لاہور ۱۶ مارچ ۱۹۵۱ء۔ ص: ۸)

علم تصوف اور اس کے اشغال

از: جناب عزیز صاحب زبیدی

علم تصوف سے یہ غرض تھی کہ مسلم کے مزاج اور اللہ کے قرآن میں سازگاری پیدا کی جائے، تزکیہ نفوس کیلئے ان حقائق کو علمی جامعہ پہنا دیا جائے جن کا ذکر اسلام نے کیا ہے اور اس کے ذریعہ سے قرآنی علم وعمل کو سالک کیلئے آسان اور مرغوب بنادیا جائے اور اسی حد تک اس کی صداقت کے ہم قائل ہیں اور بس! (بحوالہ: الاعتصام لاہور، ۱۶ مارچ ۱۹۵۱ء۔ ص: ۱۰)

Marfat.com

شیخ محمد حیات سندھی مدنی رحمۃ اللہ علیہ

از: محمد اسحاق بھٹی

شیخ سندھی کا شمار عظماء محدثین اور علماء اور ربانیین میں ہوتا ہے۔آپ رحمہ اللہ کے والد کو لوگ ملا فلاریہ کے نام سے پکارتے تھے،آپ رحمہ اللہ بھکر کے قریب وجوار میں عادل پور کے ایک بہت بڑے قبیلہ ''چاچڑ'' سے تعلق رکھتے تھے۔

طبیعت کا رجحان ابتدا ہی سے نیکی طرف زیادہ تھا بچپن اپنے مسکن چاچڑ (عادلپور) ہی میں گزارا۔ابھی شباب کا آغاز ہی تھا کہ حرمین کی زیارت کا شوق پیدا ہوا اور آپ رحمہ اللہ مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے۔وہاں کا علمی ومذہبی ماحول طبیعت کو کچھ ایسا راس آیا کہ پھر مستقل طور پر وہیں کے ہو رہے۔تحصیل علم کا شوق بھی چونکہ بہت تھا اور وہاں اس شوق کو پورا کرنے کے پورے پورے واقع بھی حاصل تھے،اس لئے آپ وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تحصیل علم پر کمر بستہ ہو گئے۔گو آمدنی کے تمام ذرائع محدود تھے اور معاشی پریشانیوں کا ہجوم تھا مگر طبیعت صالحیت کی وجہ سے پر سکون تھی اور دل ودماغ ہر قسم کے تفکرات سے قطعی پاک تھے۔

اس زمانے میں شیخ سندھی رحمہ اللہ کو بہت بڑے بڑے لوگوں کی صحبت میسر آئی۔خصوصاً شیخ ابوالحسن سندھی رحمہ اللہ (نزیل مدینہ منورہ) شیخ عبداللہ بن سالم بصری رحمہ اللہ،شیخ ابوالحکام محمد بن احمد رحمہ اللہ سے انہوں نے بہت استفادہ کیا،تعلیم مکمل کرنے کے بعد اس کام میں مصروف ہو گئے کہ علم حدیث کی خدمت کی جائے،دنیا کے سب کام اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں اور تبلیغ دین کا یہی ایک بہترین ذریعہ ہے۔چنانچہ وہ توکلاً علی اللہ ایک درس گاہ کھول کر بیٹھ گئے اور اپنی توجہات کا مرکزی یہی شغل قرار دیا۔تھوڑے ہی عرصہ میں ان کی شہرت علم وفن اور تقویٰ وطہارت تمام عالم اسلام میں پھیل گئی۔مکہ مدینہ کے علاوہ مصر،شام،ایران،عراق خراسان وغیرہ سے کثرت سے طالب علم اپنی علمی دینی تشنگی کو بجھانے کی غرض سے ان کے حلقہ درس میں شامل ہونے کیلئے آنے لگے۔

شیخ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نیک وپاکباز اور علم وفضل کا تجربہ رکھنے کے ساتھ ساتھ حد درجہ کے ملنسار اور خلیق بزرگ تھے اور حتی الوسع ہر اس چیز سے دامن بچاتے تھے جس سے کبر ونخوست کی بو آتی ہو یا جس سے ذہن میں تعلیٰ در مومنت کے جراثیم پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہو،ہر معاملہ میں نظر قرآن وحدیث پر رہتی تھی۔(بحوالہ:الاعتصام لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۵۱ء۔ص:۱۱)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا زہد وورع

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت متقی اور پاکباز تھے۔خشوع وتضرع کی پیشانی سے نہریں بہتیں۔اکثر خاموش رہتے۔جعفر بن ربیع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے پانچ سال تک ان کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا۔میں نے ان سے زیادہ خاموش آدمی کسی کو نہیں پایا۔ہاں جب کوئی علمی بحث چھڑ جاتی تو پھر بلا کی روانی آجاتی۔پھر یوں رواں ہوتے جیسے دریا امڈ آیا ہے۔

ان کی علمی صحبتیں،غیبت وبدگوئی کے عیب سے بالکل پاک ہوتیں،حالانکہ یہ علماء کا ہمہ گیر عیب ہے۔عام طور پر اچھی سے اچھی علمی نشستوں میں بھی ذکر غیر کسی نہ کسی انداز سے آہی جاتا ہے کہ اس کے بغیر محفل میں رونق نہیں پیدا ہوتی۔عبداللہ بن

Marfat.com

مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے ازارہ تعجب یہ کہا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بالکل غیبت کا ارتکاب نہیں ہوتا۔ کیا بات ہے۔ انہوں نے کہا کیسے ہوسکتا ہے، وہ بہت عقلمند ہیں۔ اپنی نیکیوں پر دوسروں کو کیوں مسلط کریں۔

(بحوالہ: الاعتصام لاہور ۲۸ کتوبر ۱۹۴۹ء۔ ص: ۲)

خانوادہ علم وتصوف کا ایک انمول موتی

مولانا صوفی محمد علی لکھوی صاحب رحمہ اللہ

از: محمد اسحاق بھٹی

مولانا کی جائے پیدائش موضع لکھوکے ضلع فیروز پور (مشرقی پنجاب) ہے۔ فیروز پور کا ضلع بہت سی علمی، فنی اور سیاسی خوبیوں کا حامل ہے، اس علاقہ نے جو اسلامی خدمت تصنیف وتدریس کے رنگ میں کی ہے، اس کی برابری کرنے میں پنجاب کے کئی دیگر اضلاع قاصر ہیں۔ اس میں جن دین اور روحانیت میں ڈوبی ہوئی شخصیتوں اور خاندانوں نے جنم لیا ہے وہ قابل احترام اور باعث افتخار ہیں۔ جن برادریوں اور افراد نے علم وفن کے نشوو ارتقاء میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے، ان کی پوری کتاب زندگی کی ایک ایک سطر ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ اس ضلع میں لکھوکے کا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اور وہاں کا خاندان اسلامیان پنجاب کی ایک گراں قدر پونجی ہے، یہ خانوادہ چھ پشتوں سے ایسے جادہ کا مسافر ہے جس کے مستقیم ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔ اس کی ابتداء حافظ امین شاہ رحمہ اللہ ایک بزرگ سے ہوئی۔ یعنی آپ رحمہ اللہ اس خانوادہ کی خشت اول تھے اور ایسی مضبوط کہ آج تک اس پر جو عمارت تعمیر ہورہی ہے وہ بلاشبہ صاف ستھری ہے اور اس کا حسن وجمال بلاشک تمام آلائش سے منزہ ہے۔ مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی کنبہ کے ایک رکن ہیں۔ مولانا رحمہ اللہ کے والد محترم مولانا صوفی عبدالرحمٰن المعروف بہ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ پنجاب کے روحانی پیشوا سمجھے جاتے تھے۔ آپ حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے مریدین کے صف اول میں تھے۔

تکمیل سلوک کیلئے بادیہ پیمائی

حضرت عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کا شہرہ روحانیت جب دوش صبا پر ملک کے ہر گوشے میں پہنچ گیا تو آپ رحمہ اللہ نے لکھوکے سے غزنی کا دور دراز کا سفر کر کے حضرت رحمہ اللہ کی بیعت کی ادھر دہلی کے ایک علمی مجسمہ حضرت العلامہ میاں نذیر حسین صاحب رحمہ اللہ کے علم وفضل کا طوطی پشاور کے سنگستانوں سے لے کر بمبئی کے سواحل تک بول رہا تھا۔ مولانا محی الدین رحمہ اللہ بھی اپنے والد محترم حضرت حافظ محمد رحمہ اللہ کی معیت میں میاں صاحب رحمہ اللہ کے حلقہ درس میں پہنچے کہ باپ بیٹا

> **صوفی ومحدث فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ**
>
> حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف الامام القدوہ شیخ الاسلام کے لفظوں میں کرایا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مشہور صوفی محدث ہیں۔ حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر محدث انکے ہاتھوں کو متبرک سمجھ کر چوما کرتے تھے آپ بادشاہوں اور وزراء کے عطیات کو قبول نہیں کرتے تھے۔ (الاعتصام: جون ۱۹۵۹)

Marfat.com

دونوں زہد اتقاء کے ساتھ ساتھ تقلید کی بندھنوں کو توڑ کر براہ راست آستانہ نبوت سے معلومات اخذ کرنے کے لئے علم حدیث کی دولت سے بھی مالا مال ہو جائیں، یہاں یہ بات نمایاں ہو جاتی ہے کہ اسلاف کے ذہن کے کسی کواڑ میں کبھی یہ چیز گھسنے نہیں پائی کہ انہوں نے کبھی بھی کسی موقع پر تحصیل علم میں کسی حجاب کو روا رکھا ہو یا کسی رقابت و معاصرت کی مہلک مرض کی زد میں آئے ہوں۔ اسی سے اندازہ کیجئے کہ اپنے وقت کے بہت بڑے بزرگ اور مانے ہوئے عالم ہونے کے باوصف کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہے کہ ایک طرف تمام علم کیلئے دہلی جا کر زانوائے تلمذ تہ کر رہے ہیں تو دوسری جانب علم سلوک کی تکمیل کیلئے غزنی کے سنگلاخوں کی بادیہ پیمائی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

لکھوی خاندان کے ساتھ ابتدا ہی سے ممدوٹ کی نواب برادری انگریز کے عطا کردہ مٹی کے ڈھیر کے بل پر دست و گریباں رہی ہے اور اس کام میں مصروف رہی ہے کہ اس چشمہ صافی کو گدلا کر کے رکھ دے، مگر ہمیشہ انجام وہی ہوا جو ایک قبر مانی اقتدار کیلئے ازل سے مقدر ہو چکا ہے۔ حضرت حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ سے لے کر اب تک کہ زمانہ ایک صدی سے آگے نکل چکا ہے یہ کشمکش حق و باطل کبھی زوال میں نہ آئی۔

ایک مشہور واقعہ ہے کہ حافظ صاحب مرحوم اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنے گاؤں کی مسجد میں عقیدت مندوں کے جھرمٹ میں بیٹھے تھے کہ اس زمانے کے نواب ممدوٹ چند ساتھیوں سمیت شکار کھیلتے کھیلتے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آ گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بصارت سے محروم ہو چکے تھے، جب مصافحہ کیلئے ہاتھ نکالے تو دونوں ہاتھ پھسل کر نواب کے سونے کے کنگنوں پر جا کر رک گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تعجب سے پوچھا یہ کیا ہے؟ جواب ملا، کہ سونے کے کنگن ہیں۔ **فرمایا یہ بدبخت لوگ مسجدوں میں بھی ہمارے ایمان کو مجروح کرنے کیلئے آگھسے ہیں۔** اس جملہ سے نواب کی آتش غضب بھڑک اٹھی اور منتقمانہ ضمیر جاگ اٹھا۔ حکم ہوا کہ اس گستاخ خاندان کو ریاست بدر کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اہل و عیال کو لے کر کشتی کے ذریعہ سے بہاولپور کو روانہ ہو گئے۔ کشتی دریا کے سینے کو چیرتی ہوئی ابھی چند ہی میل کا سفر طے کر پائی تھی کہ ادھر ستلج کی بیباک لہریں ممدوٹ کے شاہی در و دیوار سے ٹکرانے لگیں، جب دریا کے سیلاب کا زور بڑھا تو ممدوٹ شاہی کی جان کے لالے پڑ گئے اور اپنے حاشیہ نشینوں کے مشورے سے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی منت سماجت کر کے ان کو واپس بلا بھیجا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا واپس ہونا تھا کہ پانی کا سیل رواں یکا یک رک گیا۔ کہتے ہیں کہ دریا سے تباہ شدہ محلات کے کھنڈرا بھی تک اس واقعہ کی صداقت کو سمیٹے ہوئے ہیں، اسی نوع کے اور بھی متعدد زبان زد عوام ہیں۔

علم و روحانیت کی سبیل

مولانا محمد علی لکھوی رحمۃ اللہ علیہ جب ہوش و حواس میں ذرا تاک ہوئے تو دیکھا کہ گھر میں علم و روحانیت کی سبیل پورے زوروں پر ہے، اس سے اپنے کو بچائے رکھنا عقل و فہم کی دنیا سے کوسوں دور ہے۔ چنانچہ اپنے ایک بزرگ مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ سے تعلیم کا آغاز کیا۔ صرف و نحو کا مکمل نصاب ختم کرنے کے بعد حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے پھر مولانا

Marfat.com

عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کے درس میں لاہور آ گئے اور اس کے بعد حضرت العلامہ حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم و فنون کے مروجہ ذخیرہ کی انتہاء کو پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ جب تحصیل کر چکے تو واپس لکھو کے جا کر اپنی ایک درس گاہ گاؤں سے تھوڑا سا ہٹ کر نہر کے کنارے دارالاسلام کے نام سے جاری کی لیکن حالات کچھ ایسے قالب میں ڈھلے کہ مولانا زیادہ دیر وہاں جم کر کام نہ کر سکے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ ایک بلند پایہ علمی اور روحانی وجود ہیں۔ انہوں نے کئی سال تک تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔ لاہور میں ایک مدت تک تدریسی ڈور سے بندھے رہے ہیں ان کے تلامذہ کا ایک خاص حلقہ ہے اور وہ وہ بزرگ ہیں جو اپنی اپنی جگہ پر ایک اثر رکھتے ہیں۔

اذان کی آواز سے فضا میں نغمات

مولانا کو قرآن حکیم، علم حدیث اور صرف نحو میں خاص بصیرت حاصل ہے۔ خصوصاً صرف و نحو تو اس خاندان کے علماء کا خاص مضمون ہے، مولانا بے حد خوش آواز و خوش گفتار ہیں اور آپ کی اذان تو بہت ہی مشہور ہے اب تو عمر کا سایہ کافی دراز ہو چکا ہے۔ کہتے ہیں جب جوانی کی دنیا میں بسیرا تھا تو مرکز الاسلام کی کھلی فضاء میں جب اذان کہتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ خلاء نغمات سے بھر گئی ہے اور وقت کی گود میں باغات سے بکھر گئے ہیں اور وجدان یہاں تک رسائی کر جاتا کہ اس جنگل میں عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجاہدین کے کسی لشکر نے پڑاؤ کیا ہے اور فجر کی نماز کیلئے بلالی اذان گونج رہی ہے۔ اب بھی جب حجازی لحن میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زبان ایک مست خرام ندی ہے جو اٹھکھیلیاں کرتی جا رہی ہے اور ان کی تقریر کی تاثیر کا یہ عالم ہوتا ہے کہ سامعین کی آنکھیں اشکوں کی جھڑیاں لگانے میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ (بحوالہ: الاعتصام لاہور، ۲۴ مارچ ۱۹۵۰ء۔ ص: ۶)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا اسوہ مبارک

خاتون جنت جگر گوشہ رسول حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اپنے غلام سے پردہ کرنے لگ گئی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس سے پردہ نہیں ہوتا پھر کہیں جا کر کے آپ رضی اللہ عنہا مطمئن ہوئیں۔

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتی فاطمة بعبید قد وهبه لها قال وعلی فاطمة رضی اللہ عنها ثوب اذا قنعت بهذا سهالم یبلغ رجلیها واذا غطت به رجلیها لم یبلغ راسها فلما دای النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مانلقی قال انه لیس علیك باس انما هو غلامك وابوك۔ (رواہ داؤد۔ ج ۲، ص: ۱۱۵)

اسی طرح فتح القدیر کی روایت میں آتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کے ایک خادم نے آپ رضی اللہ عنہا سے ایک صاحبزادے کو مانگا تو آپ رضی اللہ عنہا نے پردہ کے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر پکڑا یا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک عہد میں خواتین اپنے سارے جسم کو چھپانے کی پابندی اختیار

Marfat.com

کر چکی تھیں۔صرف لباس فاخرہ کی نہیں بلکہ جسد نازک کی بھی۔سر اور پاؤں بول کر سارا جسم مراد لیا جاتا ہے۔

اگر پندے ز درویشے پذیری ہزار امت بمیرد تو نہ میری

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر کہ آغوش شبیرے بگیری

(بحوالہ:الاعتصام لاہور ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۳ء۔ص:۴)

اسلاف اہل حدیث میں لفظ ''صوفی'' کا استعمال

آہ!صوفی نذیر حسین!

جماعت کے حلقہ میں یہ خبر نہایت افسوس سے سنی جائے گی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے رکن صوفی نذیر حسین امرتسری رحمہ اللہ ۲۷ فروری کو انتقال کر گئے۔''انا للہ وانا الیہ راجعون''

مرحوم بڑے خوش مزاج اور بلند اخلاق بزگ تھے۔انقلاب ۱۹۴۷ء کے بعد سے گوجرانوالہ میں مقیم تھے اور مقامی جماعت اور عوام میں ان کی خاص حیثیت تھی۔حضرت العلام قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ سے ان کو گہری عقیدت تھی اور ان کے خاص ملنے والوں میں سے تھے۔(بحوالہ:الاعتصام لاہور ۵ مارچ ۱۹۵۴ء۔ص:۶)

حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ،پاک باز بزرگ

حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ نہایت نیک اور پاک باز بزرگ تھے۔غیر اسلامی رسوم وعادات سے نفور اور بدعات ومحدثات سے دور تھے۔ان کی تبلیغ دین اور اشاعت اسلام سے اثر پذیر ہو کر بے شمار غیر مسلم گھرانے حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور پھر اللہ کے دین کی نشر واشاعت میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ ایک عظیم المرتبت انسان تھے ان کی بزرگی اور صالحیت کا حلقہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔(بحوالہ:الاعتصام لاہور،۲۰ ستمبر ۱۹۵۷ء۔ص:۲)

تصوف کی عظیم کتاب

از:مولانا عبدالحمید صاحب(مدرس جامع اہل حدیث گوجرانوالہ)

صراط مستقیم تصوف کی کتاب ہے۔تصوف پر دو دور گزر چکے ہیں۔ایک دور قرون خیر کا،تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور عموماً تابعین اور ائمہ اسلام رحمہم اللہ صوفی تھے۔ان کے ہاں تصوف زہد و ورع دنیا سے ایک گونہ بے رغبتی کا نام ہے۔یہاں نہ چلہ کشی ہے،نہ دم کشی کی ورزشیں،نہ طویل مراقبے۔یہاں ان تمام کمیوں اور سارے خلاء کو پاٹنے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت یا اس زمانہ کا قرب کفایت کرتا ہے جہاد اور دوسرے اعمال کی وجہ سے یہ دور ان مصنوعی اور مصطلح اشغال سے مستغنی رہا۔

Marfat.com

مصطلح تصوف

قرون وسطیٰ میں تصوف زمانہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت دور آ گیا۔ اس دوری کے سبب سے نبوت کی برکات کا اثر کم ہوتا گیا۔ اس وقت اہل علم نے اس کمی کو پورا کرنے کیلئے کچھ وظائف اور کچھ مراقبے وضع فرمائے۔ بعض کوائف کے اظہار اور تفہیم کیلئے کچھ اصطلاحات وضع فرمائیں۔ یہ چیزیں اس وقت دین نہیں سمجھی جاتی تھیں بلکہ ضرورتاً ان سے استفادہ کیا گیا۔ قلب پر ان کا کچھ نہ کچھ اثر ہوا۔ اس پر مفید نتائج مرتب ہوئے۔ اسی اثر کا نتیجہ تھا کہ امام غزالی رحمہ اللہ جیسے یگانہ روزگار نے نظامیہ کی صدر مدرسی سے مستعفی ہو کر دمشق کے جنگلوں میں پناہ لی اور اس تنہائی اور خلوت میں مصطلح راہوں سے خدا کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور یہ راہ فلسفہ اور کلام کی راہ سے ان کیلئے زیادہ اطمینان کا موجب ہوئی۔ یہ راہ سنت نہ سہی فی الجملہ مفید تھی، بشرطیکہ ان اشغال کو محض ذریعہ سمجھا جائے۔ دین اور شریعت نہ تصور کیا جائے۔

تصوف کا گہرا سمندر

یہ ایک علمی کتاب ہے۔ اخلاق کی اصلاح کیلئے بہترین مجموعہ، دینی ذہن اور شریعت کے ساتھ رابطہ کیلئے نہایت اچھی کتاب ہے۔ اس سے بہترین اخلاق کی تلقین ہوتی ہے۔ ایسی کتاب کے ضبط کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ تصوف کی گہرائیوں میں جا کر اس سمندر نے ایسے موتی پیدا کئے ہیں جن کو پیر پرستی کا عادی عامی ذہن پر پورے طور پر سمجھ نہیں سکتا۔

درحقیقت یہ کتاب سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرتب کئے ہوئے ہیں۔ اس میں پہلا حصہ مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کا مرتب کیا ہوا ہے۔ حجاز میں بحکم حضرت سید صاحب رحمہ اللہ مولانا عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کا عربی ترجمہ کیا تھا' یہ کتاب عرب میں بہت مقبول ہوئی۔ (بحوالہ: الاعتصام لاہور، ۱۱ اکتوبر ۱۹۵۷ء ص: ۴)

سلسلہ قادری کے عظیم بزرگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ

ملک حکیم حسن علی صاحب جامعی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۴۷۰ھ میں ہوئی۔ آپ رحمہ اللہ کا نسب نامہ دس واسطوں سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔ ۱۸ سال کی عمر میں غالباً ۴۸۸ھ میں بغداد تشریف لائے۔ باکمال اساتذہ سے علم حاصل کیا۔ **طریقت کی تعلیم ابوالخیر حماد بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی اور قاضی ابوسعید مخزومی رحمۃ اللہ علیہ سے تکمیل کی اور اجازت حاصل کی۔**

ظاہری و باطنی تکمیل کے بعد اصلاح وارشاد کی طرف متوجہ ہوئے۔ اپنے استاد اور شیخ مخزومی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں تدریس و وعظ کا سلسلہ شروع کیا۔ مدرسہ میں تل رکھنے کی کوئی جگہ نہ رہی اور سارا بغداد آپ رحمہ اللہ کے مواعظ پر ٹوٹ پڑا۔ بادشاہ اور وزراء آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں نیازمندانہ حاضر ہوتے اور ادب سے بیٹھتے۔ علماء وفقہاء کا کچھ شمار نہ تھا ایک ایک مجلس میں چار چار سو دواتیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات قلم بند کرنے کیلئے لائی جاتیں۔

Marfat.com

کسی معزز آدمی اور ارکان سلطنت کی تعظیم میں کھڑے نہ ہوتے خلیفہ کی آمد ہوتی تو قصداً دوات خانہ میں تشریف لے جاتے، یہاں تک کہ خلیفہ آ کر بیٹھ جاتا۔ پھر برآمد ہوتے تاکہ تعظیماً کھڑا نہ ہونا پڑے۔ کبھی کسی وزیر یا سلطان کے دروازہ پر نہیں گئے۔

(الطبقات الکبریٰ للشعرانی۔ ج ۱۔ ص: ۱۲۷ و ۱۲۸)

ایک صاحب آپ رحمہ اللہ کے مناقب میں فرماتے ہیں:

میری آنکھوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر کوئی خوش اخلاق وفراخ حوصلہ، کریم النفس، رقیق القلب، محبت اور تعلقات کا پاس کرنے والا نہیں دیکھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی عظمت اور علو مرتبت اور وسعت علم کے باوجود چھوٹے کی رعایت فرماتے، بڑے کی توقیر کرتے، سلام میں سبقت فرماتے، کمزوروں کے پاس اٹھتے بیٹھتے، غریبوں کے ساتھ تواضع اور انکساری سے پیش آتے، حالانکہ آپ رحمہ اللہ کسی سربرآوردہ یا رئیس کیلئے تعظیماً کھڑے نہیں ہوئے اور نہ کسی وزیر یا حاکم کے دروازہ پر گئے۔ (قلائد الجواہر ص ۹)

الامام الحافظ ابوعبداللہ محمد ابن یوسف البرزالی الاشبیلی رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

آپ رحمۃ اللہ علیہ مستجاب الدعوات تھے۔ اگر کوئی رقت اور عبرت کی بات آجاتی تو جلدی آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ ہمیشہ ذکر وفکر میں مشغول رہتے۔ بڑے رقیق القلب تھے۔ خندہ پیشانی، شگفتہ رو، کریم النفس، فراخ دست، عالی حوصلہ، وسیع العلم، بلند اخلاق اور عالی نسب تھے۔ عبادات اور مجاہدہ میں آپ رحمہ اللہ کا پایہ بہت بلند تھا۔

مفتی عراق محی الدین ابوعبداللہ محمد بن حامد البغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

البعدالناس عن الفحش، اقرب الناس الی الحق، شدید الباس اذا انتهکت محارم الله عزوجل لا یغضب لنفسه ولا ینتصر لغیر ربه -

غیر مہذب بات سے انتہائی دور، حق اور معقول بات سے بہت قریب، اگر احکام خداوندی اور حدود الٰہی میں سے کسی پر دست درازی ہوتی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جلال آجاتا۔ خود اپنے معاملہ میں کبھی غصہ نہ آتا اور اللہ عزوجل کے علاوہ کسی چیز کیلئے انتقام نہ لیتے۔

بھوکوں کو کھانا کھلاتے اور ضرورت مندوں پر بے دریغ خرچ کرتے۔ علامہ ابن البخار آپ رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں کہ اگر ساری دنیا کی دولت میرے قبضہ میں ہو تو میں بھوکوں کو کھانا کھلا دوں۔ **آپ رحمہ اللہ فرماتے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری ہتھیلی میں سوراخ ہے۔ کوئی چیز اس میں نہیں ٹھہرتی۔**

شیخ الاسلام عزالدین، ابن عبدالسلام، اور امام ابن تیمیہ رحمہم اللہ کا قول ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں۔ ان میں سب سے بڑی کرامت مردہ دلوں کی مسیحائی ہے۔ (ذیل طبقات الحنابلہ ابن رجب، جلد العینین ص: ۱۳۰)

عمر کیسانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی جس میں یہودی اور عیسائی اسلام نہ قبول کرتے ہوں اور ہزاروں خونی اور جرائم پیشہ توبہ سے مشرف نہ ہوتے ہوں۔ جبائی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ میری تمنا ہوتی ہے کہ زمانہ سابق کی طرح صحراؤں اور جنگلوں میں رہوں لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا نفع منظور ہے۔ میرے ہاتھ پر

Marfat.com

پانچ ہزار سے زائد یہودی اور عیسائی مسلمان ہو چکے ہیں۔ عیاروں اور جرائم پیشہ لوگوں میں سے ایک لاکھ سے زیادہ توبہ کر چکے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ (قلائد الجواہر)

نورانی تجلی میں شیطانی دھوکہ

آپ رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بڑی عظیم الشان روشنی مجھ پر ظاہر ہوئی جس سے آسمان کے کنارے بھر گئے۔ اس سے ایک صورت ظاہر ہوئی اس نے مجھ سے خطاب کر کے کہا اے عبدالقادر میں تمہارا رب ہوں میں نے تمہارے لئے سب محرمات حلال کر دیئے ہیں۔ میں نے کہا دور ہو مردار۔ یہ کہتے ہی روشنی ظلمت سے بدل گئی اور وہ صورت دھواں بن گئی اور ایک آواز آئی اے عبدالقادر! خدا نے تم کو تمہارے علم و تفقہ کی وجہ سے بچالیا، ورنہ اس طرح میں ستر صوفیوں کو گمراہ کر چکا ہوں۔ میں نے کہا اللہ کی مہربانی ہے۔

کسی نے عرض کیا کہ حضرت آپ کیسے سمجھے کہ یہ شیطان ہے؟ فرمایا: اس کے کہنے سے کہ میں نے حرام چیزوں کو تمہارے لئے حلال کر دیا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ للشعرانی، ج ا۔ص: ۱۲۶ وطبقات الحنابلہ ابن رجب)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ اگر حدود الٰہی میں سے کوئی حد ٹوٹتی ہو تو سمجھ لو کہ تم فتنہ میں پڑ گئے ہو، اور شیطان تم سے کھیل رہا ہے، فوراً شریعت کی طرف رجوع کرو۔ نفس کی خواہشات کو جواب دو۔ اس لئے کہ ہر وہ حقیقت جس کی شریعت تائید نہیں کرتی، باطل ہے۔

(الطبقات الکبریٰ للشعرانی، ج ا۔ص ۱۲۷)

سلسلہ قادریہ کے بانی کا خاتمہ بالایمان

ایک طویل مدت تک عالم کو اپنے کمال ظاہری و باطنی سے مستفید کر کے اور عالم اسلام میں روحانیت اور رجوع الی اللہ کا عالمگیر ذوق پیدا کر کے ۵۶۱ھ میں ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ جب آپ کا وقت اخیر آیا تو آپ رحمہ اللہ فرمانے لگے۔

میں اس خدا سے مدد چاہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ پاک و برتر ہے اور زندہ ہے جسے فوت ہونے کا اندیشہ نہیں۔ پاک ہے وہ جس نے اپنی قدرت سے عزت ظاہر کی اور موت سے بندوں پر غلبہ دکھایا۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر تین بار اللہ اللہ فرمایا: اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آواز غائب ہوگئی۔

سلوک واحسان پر مبنی کتاب

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مصنفات میں سے دو کتابیں یعنی ''غنیۃ الطالبین'' اور ''فتوح الغیب'' نہایت مشہور و معروف ہیں اور یہ دونوں کتابیں آپ کی صحیح تعلیم، عقائد اور اشاعت کی آئینہ دار ہیں۔

''فتوح الغیب'' میں سلوک، احسان، طریقت اور تصوف، حقائق، اسرار اور غوامض بیان فرمائے ہیں۔ اس کتاب کے پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اصل تصوف کیا چیز ہے اور آج ہم نے اس ذہنی انحطاط کے دور میں تصوف کو کیا سمجھ رکھا ہے۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کے مواعظ حسنہ کا ایک مجموعہ ''فتح الربانی'' کے نام سے عربی زبان میں چھپا ہوا ہے اس کا اردو ترجمہ بھی

Marfat.com

موجود ہے۔ان کتابوں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ اپنے زمانہ میں ایک زبردست داعی توحید تھے۔ان کی زندگی انتہائی مصروف زندگی تھی۔(بحوالہ: الاعتصام لاہور، ۲۰ دسمبر ۱۹۵۷ء۔ص:۱)

شیخ ابوبکر بن عبدالرحمان رحمۃ اللہ علیہ کی ریاضت وعبادت

شیخ ابوبکر بن عبدالرحمان رحمۃ اللہ علیہ تعلیمی مشاغل اور دنیاوی حوائج سے فراغت کے بعد سب سے زیادہ محبوب ومرغوب مشغلہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ذکر وفکر، دعا ومناجات اور خشیت وانابت تھا۔نماز وعبادت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی محبت کا اندازہ کرنے کیلئے یہی کافی ہے کہ آپ رحمہ اللہ کی دوسری مصروفیات پر یہی شغل غالب تھا۔حتیٰ کہ بیماری کی حالت میں بھی اس میں کبھی سستی واقع نہیں ہوتی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وکان اذا سجد بضع یدہ فی طست ماء لعلة کانت به۔

(تہذیب التہذیب ص ۳۱۔۱۲ والبدایہ والنہایہ ص ۱۱۶۔ج ۹)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی بیماری کی وجہ سے سجدہ کرتے وقت اپنا ہاتھ پانی سے بھری ہوئی تھالی میں رکھتے تھے۔

نماز سے اسی دل بستگی اور شیفتگی کا نتیجہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہم عصروں میں ''راہب قریش'' اور ''راہب مدینہ'' کے ممتاز لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔

حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ اولیاء اللہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ومنهم الفقیه الوجیه العابد النبیه راهب قریش وعابدها ابوبکر بن عبدالرحمن بن الحارث المخزونی اکثر احادیث فی الاقضیه والاحکام قال زبیر بن بکار کان ابوبکر یقال له راهب المدینه۔(حلیۃ الاولیاء۔ص ۱۸۷۔ج ۲)

ان میں سے ایک بارعب فقیہ اور باعقل عابد ابوبکر بن عبدالرحمن مخزومی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں' جو راہب قریش اور بقول زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ راہب مدینہ کہلاتے تھے۔ان کی احادیث اکثر قضایا اور احکام پر مشتمل ہوتی ہیں۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

کان عابدا صالحا متالها یقال له راهب قریش۔(تذکرہ، ص ۶۰۔ج ۱)

روزہ کیساتھ عشق

روزہ سے بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بے حد انس اور عشق کے درجہ تک پہنچی ہوئی محبت تھی۔یہی وجہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ عیدین اور ایام تشریق کے علاوہ سارا سال روزہ رکھتے تھے اور اس معمول میں تادم واپسیں فرق نہیں آیا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی عمر بن عبدالرحمان کا بیان ہے:

Marfat.com

ان اخاہ ابابکر کان یصوم ولا یفطر۔ (تہذیب، ص۳۱۔ج ۱۲)

ان کے بھائی ابوبکر ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور کبھی افطار نہیں کرتے تھے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وکان یصوم الدھر۔ (البدایہ، ص۱۱۶۔ج ۹)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوری زندگی روزہ میں بسر کی۔

وفات حسرت آیات

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات بڑے عجیب و غریب طریقہ سے ہوئی۔ عصر کی نماز پڑھ کر نہانے کیلئے غسل خانہ میں داخل ہوئے۔ پاؤں پھسلنے کی وجہ سے گر پڑے اور غروب آفتاب سے پہلے ہی آپ کی روح قفس عنصری کو چھوڑ کر ملاء اعلیٰ کی طرف پرواز کر گئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔۔۔۔ تغمدہ اللہ برحمتہ۔ (بحوالہ: الاعتصام لاہور ۱۴ فروری ۱۹۵۸ء ص: ۷۔۸)

حضرت سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ

مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب (شیخ الحدیث دار العلوم تقویۃ الاسلام۔ لاہور)

آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے زاہد اور شب زندہ دار عابد تھے۔ تعلیمی مصروفیت اور دنیاوی کاروبار سے فارغ ہونے کے بعد ذکر و فکر، دعا و مناجات اور نماز و عبادت سے آپ رحمہ اللہ کو دنیا کی ہر چیز سے زیادہ دلچسپی و رغبت تھی۔ اس معاملہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ کے نقش قدم پر گامزن تھے اور اپنے ہم عصروں سے اتنے آگے نکل گئے تھے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا طرز عمل بجا طور پر آنے والی نسلوں کے لئے نمونہ اور واجب الاتباع تھا۔ ابن العماد حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"سالم بن عبداللہ المدنی الفقیہ الزاھد العابد و القدوہ"۔ (شذرات الذہب ص ۱۳۳۔ج ۱)

یعنی سالم بن عبداللہ مدینہ کے رہنے والے فقیہ ہیں اور زہد و عبادت میں لوگوں کے مقتدا اور پیشوا ہیں۔

امام ابوالزناد زین العابدین، قاسم بن محمد رحمہم اللہ اور آپ کے متعلق فرماتے ہیں: یہ تینوں بزرگ علم و فضل تقویٰ و پرہیزگاری اور عبادت و تورع میں سب اہل مدینہ پر گویا سبقت لے گئے تھے۔ محمد بن ابی سارہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا حج کرنے کیلئے مکہ معظمہ آئے۔ عشاء کی نماز کے بعد باب بنی سہم کے قریب نماز میں کھڑے ہو گئے۔ ساری رات اسی شغل میں گزر گئی۔ جب صبح صادق نمودار ہوئی اور نوافل کا وقت جاتا رہا تو اپنے کپڑے سے کمر و زانو لپیٹ کر بیٹھ گئے اور ذکر و فکر میں لگ گئے۔ (صفۃ الصفوہ۔ص: ۵۱، ج ۱)

عبادت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اسی ذوق و شوق کو دیکھتے ہوئے حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں چھوڑ کر اپنے چھوٹے صاحبزادے عبداللہ کو اپنا وصی مقرر کیا۔ اس پر لوگوں نے اعتراض کیا تو فرمایا: میں سالم رحمہ اللہ کو وصیت کے دھندوں میں پھنسا کر اس کے محبوب ترین شغل عبادت میں مخل نہیں ہونا چاہتا۔ (تہذیب تاریخ ابن عساکر ص: ۶، ۵۲)

Marfat.com

دنیا کے مالک سے آخرت کا سوال

شاہی خاندان سے تعلق رکھنے کے باوصف آپ دنیا، دنیا کے مال ومتاع، اور اس کے لذائذ اور مستحسنات سے بے نیاز اور کنارہ کش تھے۔ تواضع وخشیت الٰہی آپ رحمہ اللہ کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ قانع اور صابر ایسے کہ اونچے اور پرشکوہ گھرانوں میں آپ رحمہ اللہ کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ حافظ ابونعیم رحمہ اللہ نے مختصر الفاظ میں آپ رحمہ اللہ کی زندگی کا بڑا عمدہ اور نفیس نقشہ کھینچا ہے۔ فرماتے ہیں:

ومنهم الفقيه المتخشع الرهاب ابو عمر سالم بن عبدالله بن عمر بن الخطاب كان الله خاشعا وفى نفسه خاضعاو بما يدفع به وقته قانعا- (حلیۃ الاولیاء ص ۱۹۳۔ ج ۲)

یعنی اولیاء اللہ میں ایک بہت بڑے عالم خشوع وخضوع کے عادی اور اپنے رب سے بے حد ڈرنے والے سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے خداوند کریم کے مطیع ومنقاد طبیعت کے متواضع اور منکسر المزاج زندگی کے ایام پورے کرنے کیلئے تنگی وترشی پر قناعت کرنے والے تھے۔ ایک دفعہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک خانہ کعبہ میں داخل ہوا دیکھا تو حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ پہلے ہی موجود تھے۔ ان سے کہنے لگا اگر کوئی حاجت ہو تو فرمایئے، میں پورا کئے دیتا ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ کے گھر میں اس کے سوا کسی دوسرے کے آگے دست سوال دراز کرنے سے شرم آتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ باہر نکلے تو ہشام بھی آپ کے پیچھے باہر آ گیا اور کہنے لگا اب تو آپ اللہ تعالیٰ کے گھر سے باہر نکل آئے ہیں۔ اب مجھ سے کوئی حاجت طلب کیجئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دنیا کی حاجت طلب کروں یا آخرت کی؟ بولا دنیا کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا۔ واللہ! میں نے دنیا اس سے بھی نہیں مانگی جو دنیا کا مالک ہے۔ اس سے کیا طلب کروں جس کے قبضہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ (ابن عساکر ص ۵۴۔ جلد ۶)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ بے جا نہیں فرمایا ہے کہ سالم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں زہد، میانہ روی اور بے تکلف وباعزت زندگی بسر کرنے میں ان سے بڑھ کر سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنے والا کوئی نہیں تھا۔ میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر داخل ہوا، میرے خیال میں ان کے گھر کا تمام اثاثہ ۲۵ روپے کی مالیت کا بھی نہیں تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر داخل ہونے کا اتفاق ہوا تو ان کی کل متاع کو ایک طیلسان (ایک طرح کی سبز چادر جسے مشائخ استعمال کرتے تھے) کی قیمت کے برابر بھی نہیں پایا۔ ان کے بعد سالم رحمۃ اللہ علیہ پر داخل ہوا تو ان کا بھی یہی حال دیکھا۔ (ابن عساکر ص ۵۱۔ جلد ۶)

مسکین کے ساتھ کھانا کھانے کی عادت

علی بن زید رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دستر خوان پر کوئی مسکین نہیں بیٹھتا تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ کھانا تناول نہیں فرماتے تھے۔ ایک دن اتفاقاً کوئی مسکین نہ آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خادم کو بھیجا کہ کسی مسکین کو بلا لائے۔ وہ ایک اندھی اور کبڑی

Marfat.com

بڑھیا کو لے آیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بٹھا دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بڑھیا کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔ (ابن عساکر)

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بیت المال سے عطیہ ملتا تو پہلے اس سے قرض ادا کرتے۔ پھر اگر کسی عزیز سے صلہ رحمی کرنا چاہتے تو اس سے صلہ رحمی کرتے، اس کے بعد کچھ حصہ صدقہ و خیرات میں بانٹ دیتے اور کچھ اہل و عیال کے خرچ کیلئے رکھ لیتے۔ باقی پر لکھ دیتے ''یہ حج یا عمرہ کیلئے ہے۔ ان شاء اللہ! (بحوالہ: الاعتصام لاہور ۷ مارچ ۱۹۵۸ء۔ص: ۴۔۸)

فن تصوف کی ممتاز کتاب

از افادات حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے مایہ ناز شاگرد اور ان کے علوم کے مرتبہ و ناشر حافظ ابن قیم رحمہ اللہ بہت سی بلند پایہ کتابوں کے مصنف ہیں لیکن ان کی کتاب ''زاد المعاد فی ہدی خیر العباد'' کو ان کی جملہ تصانیف میں ممتاز مقام حاصل ہے۔ یہ **کتاب اگرچہ فقہ الحدیث کے انداز میں لکھی گئی ہے لیکن یہ بیک وقت فقہ، حدیث، سیرت، علم کلام اور تصوف کی کتاب ہے**۔ اس کتاب کے جو ابواب عبادت اور ارکان اربعہ سے متعلق ہیں وہ محض فقہی احکام یا اختلافی مسائل تک محدود نہیں ہیں بلکہ مصنف نے جا بجا اس کتاب میں بڑے وجد انگیز اور ایمان آفرین ذوقی و وجدانی مضامین بھی شامل کر دیئے ہیں۔ ابواب صوم کے شروع میں انہوں نے حکمت تشریع اور حکم و فوائد جس بلیغانہ انداز میں بیان کئے ہیں، وہ ہدیہ ناظرین کرام کرتے ہیں، یقین ہے کہ اس سے آپ روحانی لذت حاصل کریں گے۔ (بحوالہ: الاعتصام لاہور، ۲۸ مارچ ۱۹۵۸ء۔ص: ۷)

حضرت سلیمان بن یسار رحمہ اللہ

عفت و پاک بازی

آپ نہایت حسین و جمیل اور صورت و سیرت میں حضرت یوسف علیہ السلام کے مثیل بے عدیل تھے۔ تذکرہ نویسوں نے آپ کے حق میں ''کان من احسن الناس وجھا'' اور بعض نے ''کان من اجمل الناس وجھا'' کے الفاظ نقل کئے ہیں جو آپ رحمہ اللہ کے حسن و جمال پر دال ہیں۔ رہی عفت و پاک بازی تو اس کے متعلق حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمہ اللہ اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ایک ایسا عبرت آموز واقعہ ذکر کیا ہے۔ جسے پڑھ کر ہزاروں سال پہلے گزرا ہوا یوسف علیہ السلام کا واقعہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ پڑھئے اور غور فرمائیں کہ کس طرح اللہ والے نازک سے نازک موقع پر اپنے ایمان کو سلامت لے جاتے ہیں اور کس طرح شیطانی قوتیں اور

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی نماز میں کپکپاہٹ

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ رات کو تمام لوگوں سے علیحدہ رہتے تھے اس وقت خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہوتا تھا' گریہ و زاری' قرآن مجید پڑھتے رہتے' جب نماز شروع کرتے تو انکے شانے اور اعضاء کانپنے لگتے یہاں تک کہ ان کو دائیں بائیں لرزش ہوتی۔ (الکواکب۔ص: ۱۵۶)

Marfat.com

حیوانی خواہشیں ان کے پائے ثبات میں تزلزل پیدا کرنے سے عاجز آ جاتی ہیں۔"فاعتبروا یااولی الابصار"۔

ایک دفعہ آپ رحمہ اللہ حج کے ارادے سے مکہ معظّمہ روانہ ہوئے۔ ایک رفیق بھی ہمراہ تھا۔ جب مقام ابواء میں پہنچے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا رفیق سامان خورد ونوش لینے کیلئے بازار چلا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خیمہ میں تنہا رہ گئے۔ شکل وصورت کے بڑے حسین تھے اور تورع و پرہیزگاری میں بھی بے نظیر تھے۔ پہاڑ کی چوٹی پر خیمہ مقیم ایک پری جمال بدوی عورت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حسن وجمال کو دیکھ کر اور خیمہ میں آپ رحمہ اللہ کو تنہا پا کر بے قرار ہوگئی۔ وہ دستانے پہن اور برقعہ اوڑھ کر نیچے اتر آئی اور آپ رحمہ اللہ کے سامنے آکر چاند جیسے نورانی چہرہ سے نقاب الٹ دیا اور کہنے لگی خدارا مجھ پر رحم کرو۔ آپ سمجھے بچاری بھوکی ہے اور کچھ کھانے کو مانگتی ہے، اس لئے آپ رحمہ اللہ نے اسے کچھ دینے کیلئے دستر خوان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ بولی اس کی مجھے حاجت نہیں ہے میں آپ سے وہ فعل چاہتی ہوں جس کی ایک عورت کو اپنے شوہر سے خواہش ہوتی ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا تجھے شیطان نے میرا ایمان سلب کرنے کیلئے بھیجا ہے۔ پھر خدا کے خوف سے آستینوں میں منہ چھپا کر رونے لگے۔ اس قدر روئے کہ اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے دامن تر ہو گئے۔ عورت یہ نظارہ دیکھ کر مایوس ہوگئی اور برقعہ اوڑھ کر اپنے خیمہ میں واپس چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ رحمہ اللہ کا رفیق واپس آیا تو دیکھا کہ کثرت گریہ کی وجہ سے آپ رحمہ اللہ کی آنکھیں سوج گئی ہیں اور آواز بیٹھ گئی ہے۔ اس نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمانے لگے کوئی بات نہیں، بچوں کی یاد سے یہ حالت ہوگئی ہے۔ وہ بولا رونے کی وجہ یہ نہیں ہوسکتی، بچوں سے جدا ہوئے آپ کو تین دن ہو گئے ہیں۔ پہلے آپ کبھی اتنے پریشان نہیں ہوئے۔ بالآخر ساتھی کے شدید اصرار پر آپ رحمہ اللہ نے عورت کا واقعہ بیان کیا۔ یہ سن کر آپ کے رفیق نے سامان کی گٹھڑی رکھ دی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ آپ رحمہ اللہ نے پوچھا اب تم کیوں رو رہے ہو؟ بولا میں آپ سے رونے کا زیادہ حقدار ہوں۔ فرمایا وہ کیوں؟ بولا اگر میں آپ رحمہ اللہ کی جگہ ہوتا تو واللہ! ارتکاب معصیت سے صبر نہ کر سکتا۔

خواب میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زیارت

راوی کا بیان ہے کہ دیر تک دونوں رفیق روتے رہے۔ پھر جب آپ رحمہ اللہ مکہ معظّمہ پہنچے اور طواف وسعی سے فارغ ہوکر ذرا استانے کیلئے حطیم میں بیٹھے، تو آپ پر نیند غالب آگئی۔ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک حسین وجمیل دراز قامت انسان زرق برق لباس میں ملبوس آپ کے سامنے کھڑا ہے۔ اس کے جسم اور کپڑوں سے نہایت عمدہ خوشبو مہک رہی ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے پوچھا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے آپ کون ہیں؟ جواب آیا میں یوسف صدیق علیہ السلام ہوں۔ آپ فرماتے ہیں مَیں نے کہا واللہ! آپ کا اور عزیز مصر کی بیوی کا قصہ بڑا عجیب اور عبرت خیز ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب میں فرمایا، تمہارا اور ابواء میں مقیم بدوی عورت کا قصہ اس سے بھی عجیب تر ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ص ۱۹۱، ج ۲۔ البدایہ والنہایہ ص ۲۴۴۔ ج ۹) (تذکرۃ الحفاظ ص ۸۵، ج ۱۔ صفۃ الصفوۃ ص ۵۴ ج ۲)

(بحوالہ: الاعتصام لاہور، ۱۸ اپریل ۱۹۵۸ء۔ ص: ۱۰-۱۱)

Marfat.com

قدوۃ العارفین، امام الموحدین، المحدث المفسر، الملہم، صاحب المعارک العظیمۃ والمقامات الشہیرۃ السید الامام العارف باللہ

عبداللہ الغزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام عبدیت

''الاعتصام'' کی گزشتہ اشاعت میں السید الامام العارف باللہ حضرت عبداللہ غزنوی قدس سرہ کا مقام عزیمت بیان کرتے ہوئے ان کے کلمات طیبات اور انفاس قدسیہ میں سے وہ خطاب مبارک درج کیا تھا جو انہوں نے گورنر قندھارر کے دربار میں ارشاد فرمایا تھا۔ بعض احباب نے جن میں علماء بھی ہیں اور انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کے دینی ذوق رکھنے والے حضرات بھی ہیں، یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ حضرت الامام کے خطاب فارسی کا اردو ترجمہ ہونا چاہیے تا کہ اردو خواں طبقہ بھی اس سے استفادہ کر سکے۔ اس لئے اس کا اردو ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں: گورنر بڑے ادب سے نیاز مندانہ طریق عرض کرتا ہے:

شما چرا ایں راہ ترک نمے کنید، ہرچہ ملا ہائے وقت می کنند شریک اور شاں باشید۔

آپ اپنے موجودہ طریق کار کو کیوں نہیں ترک کر دیتے اور آج زمانہ کے علماء جو کچھ کرتے ہیں، آپ ان کے شریک کار ہو جائیں۔ حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے جواب دیا: یہ عاجز خداوند تعالیٰ کی طرف سے ماہور ہے۔ مجھے بار بار یہ حکم دیا گیا ہے، اے میرے بندے یہ میری کتاب ہے، اسے میرے بندوں کو پڑھ کر سناؤ، مجھے بار بار اجراء کتاب وسنت کا حکم دیا گیا ہے اور یہ آیت مجھے بارہا الہام ہوئی ہے۔ (ترجمہ آیہ) اگر تو نے ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی کی اس کے بعد کہ تیرے پاس علم آتا ہے، سو جان لو کہ اللہ کی گرفت سے بچانے کیلئے تمہارا کوئی کارساز اور مددگار نہ ہوگا۔ قصد محکم اور عزم پختہ رکھتا ہوں یعنی کوئی طاقت مجھے اس راستے سے ہٹا نہیں سکتی۔ جب تک بدن میں جان اور کندھوں پر سر ہے، کتاب وسنت کی خدمت میں نہایت گرم جوشی سے کام کرتا رہوں گا، یہ کیا مصائب ہیں جو مجھ پر آ رہے ہیں۔ میری تمنا یہ ہے کہ اس راہ پر چلتے چلتے قتل کر دیا جاؤں۔ میرے دشمن میرے گوشت کا قیمہ قیمہ کر دیں اور میری آنتوں اور رودوں کو جنگل میں خاردار جھاڑیوں میں ڈال دیا جائے اور کوے اسے چونچ مار مار کر نوچتے رہیں، اس وقت بھی میرے ذرے ذرے سے یہی صدا آئے گی جس کیلئے کہلا جا رہا ہے۔

دعوت حق کی اس صدا پر جلال وسطوت نے گورنر اور اعیان مجلس کو بے حد متاثر کیا۔ گورنر نے مجلس مناظرہ منعقد کرائی، مناظرہ میں اعلاء حاسدین نے ذلت اٹھائی گورنر نے امیر محمد افضل خاں شاہ افغانستان کو یہ رپورٹ بھیجی: ''یہ ملزم مرد صالح اور فقیر منش ہے دنیاوی اسباب سے بالکل خالی ہے۔ اب جو حکم ہو تحریر فرمائیں''۔

امیر محمد افضل خاں نے جواب میں لکھا کہ ان کو بڑی حفاظت کے ساتھ کابل ہمارے پاس بھیج دو۔ علماء سوء جن میں ملا مشکی اور ملا نصر اللہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان سب نے امیر محمد افضل خاں سے کہا کہ ہم ان کا کفر امیر دوست محمد خاں کے زمانے

Marfat.com

میں ثابت کر چکے ہیں، مزید تحقیق کی ضرورت نہیں۔ان کی سزا سوائے قتل کے اور کچھ نہیں۔انہی میں سے بعض علماء نے جو کسی قدر خوف خدا رکھتے تھے، کہا کہ ایک مسلمان کے خون سے ہم اپنے ہاتھوں کو آلودہ نہیں کرنا چاہتے۔ان کی مخالفت کی وجہ سے قتل کا فتویٰ واپس لے لیا اور یہ فیصلہ کیا کہ ایک سو درے مارے جائیں۔گدھے پر سوار کر کے شہر میں تشہیر کی جائے اور بعد میں قید کر دیا جائے اور یہ فیصلہ آپ کے اور آپ کے صاحبزادوں کی غیر حاضری میں کر دیا گیا۔یہاں ان واقعات کی تفصیل بیان کرنا مقصود نہیں صرف حضرت الامام رحمہ اللہ کا مقام عبدیت پیش کرنا ہے۔

رب کی صفت جلالی تربیت کا ذریعہ

دروں کی سزا دی گئی، قید کر دیا گیا، مریدین و متبعین اور وابستگان دامن مغموم و متفکر اور حزین و دلفگار تھے کابل کے قید خانہ سے حضرت الامام رحمہ اللہ ایک مکتوب گرام میں تحریر فرماتے ہیں: اس چندروزہ جدائی سے آپ لوگوں کو پریشان اور مضطرب نہ ہونا چاہیے۔لوگ اپنے کاروبار کیلئے سفر کرتے ہیں اور سالہاسال سفر میں گزار دیتے ہیں۔اگر یہ حبس و قید خدائے بزرگ و برتر کی رضا کیلئے ہے تو پھر کوئی وجہ گھبراہٹ کی نہیں ہے۔ان شاء اللہ عنقریب تم لوگ دیکھو گے کہ یہ کاشانہ حزن و ملال باغ مسرت بن جائے گا اور گم شدہ یوسف واپس آ جائے گا۔غم کی کیا بات ہے۔اور محترمہ والدہ ماجدہ اور تمام خاندان کی دلداری فرمائیں، اور ان کو تسلی دیں کہ خدا کے فضل و کرم سے بہت جلد مشکلات کے بادل چھٹ جائیں گے۔اس حقیقت کبریٰ کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ ہم سب اس سے پہلے اللہ کی صفت جمال کی برکت سے عنایات وافرہ سے لذت اندوز ہوتے رہے اور **اب ہمارا رب صفات جلالی سے ہماری تربیت کرنا چاہتا ہے، ہمیں اس پر راضی ہونا چاہیے**۔اس لئے کہ پہلی حالت میں ہمارے نفس کی خواہشات بھی شریک تھیں اور سالہا سال مراد محبوب کے ساتھ ہماری مرضیات بھی ملی جلی تھیں۔اب اس حال میں خالص مراد محبوب کی ہے، جس میں ہماری خواہشات و مرضیات کا لحاظ نہیں۔اب وہ اپنی صفت جلالی سے ہماری تربیت فرما رہے ہیں۔اس حالت پر اللہ کی حمد و ثناء کہنا چاہیے اور اپنے مالک کی رضا پر خوش ہونا چاہیے نہ یہ کہ اس کی قضا کا شکوہ کریں اور اس کے اس امتحان پر ناخوش ہوں۔آیہ کریمہ پیش نظر رہنا چاہیے۔(ترجمہ آیہ کریمہ)

اللہ کی راہ میں مصیبت برداشت کرنے والوں کو بشارت دیجئے جو مصیبت کے وقت اپنی عبدیت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ ہم اللہ کی ملک اور عبید ہیں اور ہم اس کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔

ترجمہ شعر: شراب خالص ملی ہے یا تلچھٹ، اس بارے میں دم مارنے کی اجازت نہیں، جو کچھ ہمارے ساقی نے جام میں گرایا ہے وہ اس کا عین لطف و کرم ہے۔یہ ہے مقام صبر و رضا جہاں مریضان عشق بے آرامی میں آرام، بے قراری میں قرار، سوز جان میں ساز دل اور زخم و جراحت میں راحت محسوس کرتے ہیں۔اس راہ کے جادہ پیماؤں کی سب سے بڑی مسرت اس میں ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو کلیۃً محبوب کے سپرد کر دیں اور جو کچھ اس کی طرف سے ملے اسے رضا اتم و اکمل کے ساتھ اس طرح قبول کریں کہ پیشانی پر بل تک نہ آئے اور دل و زبان کے اشتراک سے ان کا زمزمہ عشق یہ ہو:

رضیت باللہ ربا و بالا سلام دینا و بمحمد نبیا و رسولا۔

Marfat.com

حضرت غزنوی اور حضرت مجدد رحمہا اللہ میں مماثلت

حضرت الامام رحمۃ اللہ علیہ نے کابل کے قید خانے سے جو مکتوب سامی ارسال فرمایا اور اس میں مقام عبدیت یا مقام صبر و رضا کی تشریح کی دلوں کے ملاپ اور روحوں کے اتفاق کا نظارہ دیکھیے کہ مقام صبر و رضا کے وہی اسرار و حکم حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مکتوب میں بیان فرمائے جو انہوں نے گوالیار کے قلعہ میں بحالت نظر بندی اپنے معتقدین کو ارسال فرمایا:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے لوگوں کی ملامت اور طعن و تشنیع کا ذکر اپنے عریضہ میں کیا تھا۔ اس کے جواب میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کے ظلم اور ان کی ملامت و طعن کا تم نے جو ذکر کیا ہے اس کے متعلق تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ تو اس گروہ کا حسن و جمال اور ان کے آئینہ قلب کی میل کو صاف و شفاف کر دینے والی چیز ہے۔ یہ چیز آپ لوگوں کے لیے باعث کدورت اور انقباض نہیں ہونی چاہیے۔ سالہا سال تربیت جمالی کے ساتھ منازل سلوک طے کرتے رہے ہیں۔ اب تربیت جلالی کے ساتھ اس راہ کی منزلیں طے کر رہے ہیں اس کو مقام صبر بلکہ مقام رضا سمجھنا چاہیے اور جمال و جلال کو مساوی سمجھنا چاہیے اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ میری گرفتاری کے وقت سے نہ ذوق، نہ حال ہی باقی رہا، یہ بھی درست نہیں۔ اس حالت میں ذوق و حال پہلے سے دوچند ہونا چاہیے کیونکہ **راہ عشق میں وفاء محبوب سے جفائے محبوب زیادہ لذت بخش ہوتی ہے**۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ عوام کی طرح باتیں کر رہے ہو اور مقام محبت سے دور جا پڑے ہو۔ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے بلکہ محبوب کے جلال کو جمال سے اور اس کے انعام و اکرام سے اس کے جفا و ایلام کو بہتر سمجھنا چاہیے اس لئے کہ جمال و انعام میں مراد محبوب کے ساتھ اپنی مراد بھی مل ہوئی ہوتی ہے اور جلال میں اپنی مراد کے خلاف خالص محبوب کی مراد ہوتی ہے۔ اس قید خانہ میں جو ذوق و احوال ہیں، تمہیں کیا بتاؤں کہ وہ باہر کے احوال سے وراء الوراء ہیں، بلکہ دونوں احوال میں کوئی نسبت نہیں۔" (مکتوب ششم، دفتر سوم، حصہ ہشتم)

غور کیا آپ نے جو کچھ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے گوالیار کے قلعہ میں بحالت نظر بندی ارشاد فرمایا، اسی حقیقت کبریٰ کی طرف حضرت الامام رحمہ اللہ نے کابل کے قید خانہ میں رہنمائی کی، کہ مقام عبدیت یا مقام صبر و رضا یہی ہے کہ انسان اپنے آپ کو مولائے حقیقی کی طرف کلیۃً سونپ دے اور اس تفویض کلی میں راحت جان اور سلامتی ایمان سمجھے اور یقین صادق کے ساتھ یہ سمجھے کہ وہ ارحم الراحمین اور احکم الحاکمین ہے۔ اس کی رحمت و شفقت کے مقابلہ میں کسی شخص کی رحمت و شفقت سبقت نہیں لے جا سکتی، فکر انسانی کو اس سے قاصر سمجھے کہ وہ تربیت ربانی کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے۔ از: محمد داؤد غزنوی

(بحوالہ: الاعتصام لاہور، ۱۳ جون ۱۹۵۸ء۔ ص: ۱)

اولیاء اللہ کی نشانی

ولی کی توجہ سے تقدیر بدل جاتی ہے

عن اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہ انہا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول الا انبئکم بخیارکم؟

Marfat.com

قالوا بلی یارسول اللہ ﷺ قال خیارکم الذین اذرئوا ذکر اللہ۔ (ابن ماجہ)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ تم میں سب سے اچھے لوگ کون ہیں؟ سب نے عرض کی جی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کو دیکھے خدا یاد آجائے۔ کچھ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے ان کی شعبدہ گری کی وجہ سے پارسا سمجھ رکھا ہے اور کچھ وہ ہیں جو فی الواقع خدا کے نزدیک بھی اللہ والے ہیں۔ ان کی علامت یہ ہے کہ ان کے چہرہ سے پاکیزگی اور نور عبدیت جھلکتا ہے۔ ان کی صحبت میں بیٹھیں تو دل مردہ میں جان پڑ جاتی ہے۔ وہ ذرا توجہ دیں تو...... تقدیریں بدل جاتی ہیں۔ (عزیز زبیدی)

(بحوالہ: الاعتصام لاہور، ۱۱ جولائی ۱۹۵۸ء ص: ۱)

مجدد الف ثانی نقشبندی رحمہ اللہ کا نظریہ توحید

ملک حسن علی جامعی رحمۃ اللہ علیہ

توحید الٰہی کا تحفظ

پیغمبران علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کہ قریب بیک لک وبست و چہار ہزار گزشتہ اند، خلائق را بعبادت خالق ترغیب، مودہ انہ واز عبادت غیر منع نمودہ و خود را بندہ و عاجز دانستہ اند واز ہیبت و عظمت او تعالیٰ ترساں ولرزاں بودہ ند۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب نمبر ۱۶۷)

ترجمہ: ہمارے پیغمبر علیہم والصلوٰۃ والسلام جو ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب گزرے ہیں۔ سب نے خلقت کو خالق کی عبادت کی تبلیغ فرمائی ہے اور غیر کی عبادت سے منع کیا ہے اور اپنے آپ کو بندہ اور عاجز جانا ہے اور خدا تعالیٰ کی ہیبت اور عظمت سے ڈرتے اور کانپتے رہے ہیں۔

صوفیاء کی نظر میں توحید کی تعریف

توحید عبارت از تخلیص قلب است از توجہ "مادون او سبحانہ و تعالیٰ تازمانیکہ دل را گرفتاری بماسوی متحقق اگرچہ اقل قلیل باشد از ارباب توحید نیست، بے تحصلیل این دولت واحد گفتن واحد دانستن نزد ارباب اصول از فضول است۔

(مکتوبات امام ربانی جلد اول، مکتوب، ص ۱۱۱)

ترجمہ: توحید سے مراد یہ ہے کہ دل ماسوائے حق کی توجہ کے خالی ہو جائے جب تک دل ماسوائے حق میں گرفتار ہے اگرچہ نہایت قلیل ہی حصہ ہو توحید والوں میں سے نہیں ہے۔ اس جذبہ توحید کے حاصل کئے بغیر توحید کا دعویٰ کرنا اور اللہ کو واحد جاننا ارباب اصول کے نزدیک فضول ہے۔

Marfat.com

دون اللہ سے تعلق قلب

راس امراض باطینه و ینس علل معنویه گرفتاری قلب است بمادون حق سبحانه و تعالی و تاازیں گرفتاری بتمام آزادی میسر نه شود سلامتی محال است چه شرکت ردرآن حضرت جل سلطانه اصلا بار نیست آلا اللّٰه الدین الخالص، فکیف که شریک را غالب ساخته باشد، نہایت بے حیائی است، محبت غیر حق رابر نہجے غالب ساختن که محبت او تعالی ور جنبت آں معدوم گرودیا مغلوب۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی رحمہ اللہ دفتر اول، مکتوب ص ۱۰۹)

ترجمہ: باطنی مرضوں کی سرداراور اندرونی بیماریوں کی رئیس بیماری یہ ہے کہ دل کا پیوند ماسوائے حق کے ساتھ ہواور جب تک اس بیماری سے رہائی میسر نہ ہو، سلامتی ایمان محال ہے۔ کیونکہ شرک کو اس بارگاہ اعلیٰ میں ہرگز دخل نہیں ہے۔ خبردار دین خالص اللہ ہی کا حق ہے، پس جبکہ شریک کو (محبت میں) غالب کیا ہوتو وہاں ایمان کا کیا حال ہوگا۔ کس قدر بے حیائی ہے کہ غیر کی محبت کو اس قدر غالب بنایا جائے کہ حق تعالیٰ کی محبت اس کے مقابلے میں مغلوب یا معدوم ہو جائے۔

توحید پرست کی نشانی

از مرضی بمغضوب التفات نمے نمایند، بلقہائے چرب و شیریں خود را نمے فروشند و بجا مہائے رقیق و مزیب بنظ بندگی نمے دہند، عار دارند آز انکه تخت شاہی را بقا ذورات تعلقات ملوث دارند، وننگ دارند از انکه تخت شاہی را بقا ذورات تعلقات ملوث دارند، وننگ دارند از انکه در ملک خداوندی جل سلطانه لات و عزی را شرکت وہند، اے برادر اینجا ہمه دین خالص را طلبند" آلا اللّٰه الدین خالص" وغبارے از شرکت تجویز نمے فرمایند، لئن اشرکت لیحبطن عمانک ساعتے مجال خود دردید، اگر دین خالص میسر شده است بشری لکم۔ (مکتوبات دفتر اول، مکتوب نمبر ۱۷۴)

ترجمہ: وہ کامل لوگ مقبول اور پسندیدہ امور کو چھوڑ کر مغضوب امور کی طرف توجہ نہیں کرتے اور اپنے آپ کو چرب اور شیریں لقموں کے بدلے فروخت نہیں کرتے اور باریک اور آراستہ کپڑوں کی خاطر غلامی اختیار نہیں کرتے۔ وہ اس بات سے عار رکھتے ہیں کہ شاہی تخت کو تعلقات کی پلیدیوں سے ملوث کریں اور اس بات سے بھی ننگ رکھتے ہیں کہ ملک خداوندی میں لات اور عزیٰ کو شریک کریں۔ اے بھائی خدا کی بارگاہ میں صرف دین خالص کو طلب کرتے ہیں۔ ''آلا للّٰہ الدین الخالص '' خبردار خالص عبادت کا حقدار اللہ ہی ہے اور وہ شرکت کا غبار بھی پسند نہیں کرتے۔ فرمایا اللہ رب العزت نے کہ اگر تو نے شرک کیا تو تیرے سب عمل اکارت جائیں گے۔ ایک ساعت کیلئے اپنے حالات کی طرف غور فرما۔ اگر یہ خالص دین تجھے میسر آ گیا تو تمہارے لئے بشارت ہے۔

ذات وصفات الٰہی کے متعلق صحیح عقیدہ

دانو تعالی باہیچ چیز متحد نه شود وہیچ چیز بارے متحد نگردو، ونیز ہیچ چز درد ے

Marfat.com

تعالیٰ حلول نکمند و او تعالیٰ در ہیچ چیز حال نشود و تبعض و تجزی در جنلعبه قدس او تعالیٰ محال است و ترکیب و تحلیل در آن حضرت جل شانه ممنوع است وانو سبحانه تعالیٰ مثل و کفو نیست، زن و فرزند نیست، ذات و صفات او تعالیٰ بیچگونه دبیچوں اند، بے شبه و بے نمونه اند، ایں قدرے داینم که او تعالیٰ است دبآسما دو صفات امله که خرد را بان ستوده است متصف است ابا ہرچه ازاں در فہم و ادراک ماور آنند متعقل رمتصور ماشود او تعالیٰ آزان منزه و متعالی است۔ (مکتوبات دفتر دونم... مکتوب ص ۲۷)

ترجمہ: حق تعالیٰ کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں ہوتا اور نہ کوئی چیز اسکے ساتھ متحد ہوتی ہے اور نہ کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے اور نہ وہ کسی شے میں حلول کرتا ہے۔ تبعض وتجزی یعنی بعض بعض اور جز جز ہونا اس کی بارگاہ میں محال ہے اور ترکیب وتحلیل اس کی جناب سے دور ہے۔ حق تعالیٰ کا کوئی مثل اور برابر نہیں۔ نہ اس کی عورت ہے، نہ بیٹا، حق تعالیٰ کی ذات وصفات بیچوان وبیچگون ہے اور بے شبہ و بے مانند۔ اس قدر ہم جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ ہے اور اپنی صفات کاملہ کے ساتھ جن سے اس نے تعریف کی ہے، متصف ہے لیکن جو کچھ اس سے ہمارے فہم وادراک میں تعقل وتصور میں آتا ہے حق تعالیٰ اس سے پاک اور بلند ہے۔

کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی تفسیر

مستحق عبادت نافع و ضار اور بے نیاز ہونا خاصه ذات خداوندی ہے۔ لا اله الا الله سنیست ہیچ احد سے که استحقاق الوبیت و معبودیت داشته باشد مگر خدائے بے ہمتائے جل شانه که جب الوجود است داز سمات نقص و خدوث، منزه دمربا است زیرا که مستحق عبادت که عبارت از کمال تذلل و خضوع و انکار است کسے است که جمیع کمالات اور اثابت است و جمیع نقائص ازویو سلوب است و ہمه اشیابوے در و بود وتوابع و جود محتاجند واوبه ہیچ چیز در ہیچ امر محتاج نه، و نافع و ضار اداست و ہیچ بے اذن اور ہیچ یکے ضرر نفع نمے تواندرسه ایندر ایں چنیں کس بایں صفات کامله غیر او تعالیٰ نیست و نشایدله باشد، چه اگر غیر بایں صفات کامله بے زیادتی و نقصان متحقق شود غیر نخواہدبود "لان الغیریں ممتایزان ولا تما یزثم" واگر اثبات غیریت باثبات تمانز نمانیم لازم سے آیدنقص اوکه منافی الوہیت و معبودیت است زیما که اگر جمیع کمالات اور اثبات نکینم تاتمایزید پیدا کندلازم ے، آیدنقص او ہمچنیں اگر جمیع نقائص ازوے مسلوب نه نمائیم نیز نقص الزم است و اگر آشیا بوے محتاج نه باشند براے چه مستحق عبادت ایشاں بود واگر اوبشے از آشیا در امرے از مور محتاج بود نا ناقص باشد ہمچنیں اگر نافع و ضار نباشد اشیا ربا وچه احتیاج بود وچرا مستحق عبادت ایشاں باشد، واگر احدے، اذان

Marfat.com

او باشیا ضرر و نفع فوائد رسانید اوبیکار مے افتد و مستحق عبادت نمے ماند، فلایکون الجامع لہذ" الصفات الکاملة الا واحد لاشریک لاہ ولا یستحق للعبادة الاھوالواحد القھار"۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر سوم۔ مکتوب ۳)

ترجمہ: لا الہ الا اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اس خدائے بے مانند بے مثل کے سوا جو واجب الوجود ہے اور نقص وحدوث کے تمام نشانات سے منزہ ومبرا ہے اور اسکے سوا کوئی معبودیت والوہیت کا استحقاق نہیں رکھتا کیونکہ عبادت مراد کمال ذلت وخضوع اور انکسار سے ہے اور اسکی مستحق صرف وہی ذات ہوسکتی ہے جس کیلئے تمام کمالات ثابت ہوں اور توابع وجود میں اس کی محتاج ہوں اور وہ کسی امر میں کسی کا محتاج نہ ہو اور وہی نفع دینے والا اور ضرر پہنچانے والا ہے **اور کوئی شخص بلا اس کے اذن کے کسی کو نفع وضرر نہیں پہنچا سکتا ہے**۔ ایسی کامل صفتوں والا حق تعالیٰ کے بغیر اور کوئی نہیں ہے اور نہ چاہیے ہی۔ کیونکہ اگر کوئی غیر کم وبیش ان صفات کاملہ کے ساتھ مستحق ہوجائے تو وہ غیر نہ آ گا کیونکہ دو غیر ایک دوسرے سے جدا جدا ہوتے ہیں اور اس مقام پر کوئی جدائی نہیں پائی جاتی اور اگر تمائز کے اثبات سے غیریت کو ثابت کریں تو ایسا نقص لازم آتا ہے جو الوہیت ومعبودیت کے منافی ہے کیونکہ اگر تمام کمالات اس کیلئے ثابت نہ کریں تو تمائز پیدا ہو تو اس سے بھی نقص لازم آتا ہے۔ ایسے ہی اگر تمام نقائص کو اس سے مسلوب نہ کریں تو بھی نقص لازم آتا ہے اور اگر اشیاء اس کی محتاج نہ ہوں تو ان کی عبادت کا مستحق کس لئے ہوگا اور اگر وہ کسی امر میں کسی شے کا محتاج ہوگا تو ناقص ہوگا اور اگر نافع وضار نہ ہوگا تو اشیاء کو اس کی احتیاج نہ ہوگی اور نہ ان کی عبادت کا مستحق ہی ہوگا اور اگر کوئی اس کی اجازت کے بغیر نفع ونقصان اشیاء کو پہنچائے گا تو وہ بے کار رہے گا اور عبادت کا مستحق نہ بنے گا۔ پس ان صفات کا جامع سوائے وحدہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں اور نہ اس وحدہ قہار کے سوا عبادت کا مستحق ہی ہے۔

(بحوالہ: الاعتصام لاہور ۲۶ اگست ۱۹۵۵ء۔ ص:۵)

کلمہ لا الہ الا اللہ میں ماسوائے اللہ کا مفہوم

مولانا محمد عارف ختنی نخست نفی الہ باطلہ نمودہ اثبات معبود بحق جل سلطانہ نماید وہرچہ بداغ چوتی وچندے متسم است آں راہ درتخت لا داخل ساختہ ایمان بخدائے، بیچوں جل شانہ حاصل کند، تماترین عبارات درنفی واثبات کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ است قال علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والسلام افضل الذکرہ الہ الا اللہ وقال علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ حاکیا عن اللہ سبحانہ لو ان السموات السبع وعامر ھن غیری والارضین السبع وضعن فی کفة ولا الہ الا اللہ فی کفة لمالت بھن لا الہ الا اللہ۔

چرا افضل نباشد وراجح نباید کہ یک کلمہ آن نفی جمیع ماسوائے مینما ید چہ سموات وچہ ارضین وچہ عرش وچہ کرسی وچہ لوح وچہ قلم وچہ عالم وچہ آدم وکلمہ دیگر آن اثبات معبود بحق میفرماید جل برہانہ کہ خالق سموات وارضین است وماسوائے حق جل

Marfat.com

وعلا ہرچہ ہست از آفاق وانفس ہمہ بداغ چونی وچندی متسم است، پس ناچار ہرچہ در مرایائے آفاق وانفس متجلی شود بطریق اولی چند وچون خواہد بود کہ شایان نفی است، پس معلوم محسوس وموہوم ومشہود ومحسوس ماہمہ بچونی وچونگی متصف است و بعب حدوث وامکان میعوب، زیرا کہ معلوم ومحسوس مامنحوت ماست وکمالیکہ باندازہ فہم مابود عین نقص پس ہرچہ مامتجلی ومکشوف ومشہود گردد ہمہ غیر حق است سبحانہ، واوتعالیٰ دراء الوراء است، حضرت خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام مے فرماید "العبدون ماتختون واللہ خلقکم وما تعملون" منحوت ماخواہ بدست تراشیدہ باشیم وخواہ بہ عقل ووہم ہمہ مخلوق حق است سبحانہ وشایان عبادت نہ شایان عبادت آن خدائے بیچون وبیچگونہ است کہ دست عقل ووہم ما از دامن ادراک و انعالیٰ کوتہ است ودیدہ کشف وشہود ما از شہود عظمت وجلال او سبحانہ خیرہ تباہ، پس ایمان باین چنین خدائے بیچون وبیچگون جلشانہ میسر نہ شود مگر بطریق غیب، چہ ایمان شہود ایماں بادینست تعالیٰ بلکہ ایمان است ایمان غیر را بایمان اوتعالیٰ بلکہ ایمان بغیر است وبس "اعذا نا اللہ سبحانہ عن ذالک" ایمان بغیب وقتے میسر شود کہ وہم سریع السیر راآنجا لانگاہ نماند وہیچ چیز راآنجا در متخیلہ منتقش نکردد۔

(مکتوبات دفتر دوم، مکتوب ۹)

ترجمہ: محمد عارف ختنی کو چاہیے کہ پہلے باطل خداؤں کی نفی کرکے معبود برحق جل شانہ کا اثبات کرے اور جو کچھ چونی و چندی کے داغ سے موسوم ہو اس کو لاتحت داخل کرکے خدائے بیچون کے ساتھ ایمان لائے۔ سب سے بڑھ کر عبادت کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ" کی نفی واثبات ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے کہ **اگر میرے سوا سات آسمانوں اور سات زمینوں کو ایک پلہ میں اور کلمہ لا الہ الا اللہ کو دوسرے پلہ میں رکھا جائے تو کلمہ والا پلہ بھاری ہوگا۔** کیوں افضل وراجح نہ ہو جبکہ اس کا ایک کلمہ تمام ماسوائے حق یعنی آسمانوں، زمینوں، عرش، کرسی، لوح وقلم، عالم آدم سب کی نفی کرتا ہے اور اس کا دوسرا کلمہ معبود برحق کا اثبات کرتا ہے جو زمینوں اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ حق تعالیٰ کے ماسوا جو کچھ انفس وآفاق میں ہے سب چونی وچندی کے داغ سے لتھڑا ہوا ہے، پس جو کچھ انفس وآفاق کے آئینوں میں جلوہ گر ہے بطریق اولیٰ چند وچوں ہوگا جو نفی کے لائق ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو کچھ ہمارے علم ووہم میں آسکے اور جو ہمارا مشہود ومحسوس ہو، سب چونی وچگونگی سے متصف اور حدوث وامکان کے عیب سے عیب ناک ہے کیونکہ ہمارا معلوم ومحسوس ہمارا اپنا تراشا ہوا اور بنایا ہوا ہے۔ وہ تنزیہہ جس کا تعلق علم سے ہے، عین تشبہ ہے اور وہ کمال جو ہمارے فہم میں آسکے، نقص ہے۔ پس جو کچھ ہم پر متجلی اور منکشف اور مشہود ہو وہ سب حق تعالیٰ کا

Marfat.com

غیر ہے اور حق تعالیٰ اس سے وراء الوریٰ ہے۔ حضرت خلیل علیہ السلام فرماتے ہیں کیا تم ان چیزوں کی عبادت کرتے ہو جو تم خود گھڑتے ہو؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اور تمہارے عملوں کو پیدا کیا ہے۔

ہمارا اپنا تراشا ہوا اور بنایا ہوا ہاتھ کے ذریعہ ہو، خواہ عقل و وہم سے، سب حق تعالیٰ کی مخلوق ہے اور عبادت کے لائق نہیں۔ عبادت کے لائق وہ خدائے بیچون و چگون ہے جس کے دامن ادراک سے ہماری عقل و وہم کا ہاتھ کوتاہ ہے۔ ایسے خدائے بیچون و بیچگوں کے ساتھ غیب کے طریق کے سوا ایمان میسر نہیں ہوتا کیونکہ ایمان شہود حق تعالیٰ کے ساتھ ایمان نہیں ہے بلکہ اپنی تراشیدہ اور بنائی ہوئی چیز کے ساتھ ایمان ہے کہ وہ بھی دراصل حق تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ گویا ایمان شہود غیر کے ایمان کو حق تعالیٰ کے ایمان کے ساتھ شریک کرنا ہے بلکہ صرف ایمان بغیب ہے، اس سے اللہ تعالیٰ ہم کو بچائے۔ ایمان بغیب اس وقت میسر ہوتا ہے کہ زود رفتار وہم کو اس جگہ کچھ دسترس نہ ہو اور اس جگہ اپنی متخیلہ میں کوئی چیز نقش پذیر نہ ہو۔ (مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۲۷۲)

مخلوق خالق کا ظہور نہیں ہے اور معبودان آفاقی سب من دون اللہ میں شامل ہیں

ترجمہ: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آفاقی و انفسی جھوٹے خداؤں کی نفی کرتے ہیں اور ان کے باطل ہونے کی دعوت فرماتے ہیں اور اس واجب الوجود کی وحدت کی طرف جو بیچگوں و بیچون ہے رہنمائی کرتے ہیں۔ کبھی کسی نے نہیں سنا کہ کسی پیغمبر نے ایمان تشبیہی کی طرف دعوت دی ہو اور خلق کو خالق کا ظہور کہا ہو۔ تمام پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام واجب الوجود کی توحید کے کلمہ میں متفق ہیں اور حق تعالیٰ کے سوا تمام ارباب کی نفی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یا رسول اللہ! اہل کتاب کو کہہ دو کہ وہ ایک کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے یعنی ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ہی بنائیں اور نہ اللہ تعالیٰ کے سوا بعض ہمارے بعض کو رب بنائیں۔ پس اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ یہ لوگ بے نہایت ارباب ثابت کرتے ہیں اور سب کو رب الارباب کے ظہورات خیال کرتے ہیں اور کتاب و سنت سے اپنے مطالب کے ثبوت کیلئے بطور شہادت پیش کرتے ہیں۔ مثلاً از قرآن پاک: 'اول و آخر، ظاہر و باطن وہی ہے' ''نہیں مارا تو نے جب مارا مگر اللہ تعالیٰ نے مارا'' ''جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے''۔

از حدیث: یا اللہ تو ہی اول ہے تیرے اول کوئی شے نہیں، تو ہی آخر ہے تیرے بعد کوئی شے نہیں ہے اور تو ہی ظاہر ہے، تیرے اوپر کوئی شے نہیں ہے اور تو ہی باطن ہے تیرے سوا کوئی شے نہیں ہے''۔ ان عبارات میں کچھ شہادت نہیں ہے کیونکہ ان عبارتوں میں کامل طور پر وجود ماسوا کے کمال کی نفی ہے نہ کہ اصل وجود کی نفی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے (نماز نہیں ہوتی مگر فاتحہ کے ساتھ) اور فرمایا (جس کو امانت نہیں، اس کو ایمان نہیں)

کتاب و سنت میں اس قسم کی مثالیں بہت ہیں۔ یہ توجیہہ نصوص کی تاویل نہیں جیسا کہ ان لوگوں نے گمان کیا ہے بلکہ کمال بلاغت پر نصوص کو حمل کیا ہے اور عرف میں کسی شخص کے امر رسالت کو ضروری اور متہم بالشان ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ اس سے مراد حقیقت نہیں مجاز ہے جو حقیقت سے ابلغ ہے اور جب کسی ایسے فاعل سے جو کامل قدرت والے مالک کا

Marfat.com

غلام اور بندہ ہے اس کے قدر و اندازہ سے بڑھ کر کوئی فعل صادر ہو اور اس فعل میں اس مالک قادر کی التفات و توجہ مدنظر ہو تو اس وقت اس مالک کو لائق ہے کہ یہ کہہ دے کہ اس فعل کو میں نے ہی کیا ہے۔ یہ بات نہ اتحاد فعل اور نہ اتحاد ذات پر ہی دلالت کرتی ہے، حاشا وکلا بندہ غلام کا فعل عین مالک مقتدر کا فعل ہو یا اس کی ذات کا عین بن جائے ان لوگوں نے شاید انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مذاق کو نہیں سمجھا ہے کیونکہ ان کی دعوت کا معیار اثنینیت یعنی دوئی اور وغیر کے وجود اور غیریت پر ہے۔ ان کی عبارتوں کو توحید و اتحاد پر محمول کرنا بیہودہ تکلف ہے۔ اگر حقیقت میں ایک ہی موجود ہوتا اور اس کے سوا سب اس کے ظہورات ہوتے اور اس کے ماسوا کی عبادت اس کی عبادت ہوتی جیسا کہ ان لوگوں نے گمان کیا ہے تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مبالغہ اور تاکید کے ساتھ ان کی پرستش سے کیوں منع کرتے اور ان کی پرستش پر دائمی عذاب کیوں مترتب کرتے اور ان کے پجاریوں کو خدا کا دشمن کیوں کہتے۔ جب تک ان لوگوں کو ان کی غلطی پر اطلاع نہ بخشیں، عینیت کی دید جو جہالت سے ان میں پیدا ہوگئی ہے دور نہیں ہوتی اور نہ ان کی عبادت کو حق تعالیٰ کے غیر کی عبادت ہی جانتے ہیں۔ (بحوالہ: الاعتصام لاہور ۲ ستمبر ۱۹۵۵ء۔ ص: ۴)

مجدد الف ثانی نقشبندی رحمہ اللہ کا نظریہ توحید

ملک حسن علی بی اے جامعی

پرسیدہ بود دنچون ہر چہ در دید ودانش در آید بکلمہ لانفی آن ضروریست چہ مطلوب مثبت ماورائے دیدو دانش است پس ازینجا لازم مے آید کہ مشہود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیز شایان نفی باشد و مطلوب مثبت در ماورائے آن متحقق بود، اے بردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باآن علوشان بشر بود و بداغ حدوث و امکان متسم، بشر از خالق البشر جل سلطانہ چہ دریا بدو ممکن ازواجب تعالیٰ شانہ چہ فراگیر و رحادث قدیم راجلت عظمۃ چہ طور احاطہ نماید لا یحیطون بہ علما، نص قاطع است شیخ عطار فرمایدے

نمی بینی کہ شاہے چون بیمبر ﷺ نیافت او فقر کل تورنج کم بر

اے عزیز ابن مقام تفصیل مے طلبد بگوش ہوش باید شنید بدانکہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ رادو مقام است نفی و اثبات و ہر کدام نفی و اثبات رادو اعتبار، اعتبار اول آنکہ نفی استحقاق عبادت الٰہیہ باطلہ کردہ شود واثبات استحقاق عبادت معبود بحق نمودہ آید، واعتبار ثانی آنکہ نفی متعلق شود بمقصودات غیر مقصودہ و متعلقات غیر مطلوبہ و متعلق اثبات جز مطلوب حقیقی نباشد و درائے مقصود اصلی نباشد۔

(مکتوبات دفتر اول مکتوب ۱۷۳)

Marfat.com

ترجمہ: آپ نے پوچھا تھا کہ جب جو کچھ دید و دانش میں آئے کلمہ ''لا'' کے ساتھ اس کا نفی کرنا ضروری ہے کیونکہ مطلوب مثبت دید و دانش کے ماورائے ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشہود بھی نفی کے لائق ہو اور مطلوب مثبت اس کے ماوراء میں متحقق ہو۔

اے بھائی! حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی باوجود اس قدر بلند شان ہونے کے بشر تھے، اور حدوث و امکان کے داغ سے داغدار تھے۔ بشر خالق کی نسبت کیا معلوم کر سکتا اور ممکن واجب کی نسبت کیا حاصل کر سکتا ہے اور حدیث قدیم کو کیسے احاطہ کر سکتا ہے۔ ''لا یحیطون بہ علما'' فص قاطع ہے۔ شیخ عطار رحمہ اللہ فرماتے ہیں ؎

نمی بینی کہ شاہے چون پیمبر ﷺ نیافت فقر کل تو رنج کم بر

نہ پایا جب کہ محمد ﷺ نے فقر کا کل گنج تو اس کی خاطر اٹھا نہ مطلق رنج

جاننا چاہیے کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے دو مقام ہیں۔ نفی اور اثبات۔ اور نفی و اثبات میں سے ہر ایک کے دو اعتبار ہیں۔

اول یہ کہ جھوٹے خداؤں کی عبادت کے استحقاق کی نفی کی جائے اور حق تعالیٰ کو عبادت کا مستحق ثابت کیا جائے۔

دوسرا یہ کہ غیر مقصودوں اور غیر مطلوبوں کی نفی کی جائے اور مطلوب حقیقی اور مطلوب اصلی کے سوا کچھ ثابت نہ کیا جائے۔

مخلوق کی صفات و افعال کو عین اللہ تعالیٰ کی صفات و افعال جاننا الحاد و زندقہ ہے

ممکن کو واجب تعالیٰ کا عین کہنا اور ممکن کے صفات و افعال کو حق تعالیٰ کے صفات و افعال کا عین بنانا بڑی بے ادبی ہے اور حق تعالیٰ کے اسماء و صفات میں الحاد و شرک ہے۔ بے چارہ کمینہ خاکروب جو ذاتی نقص و خبث سے لتھڑا ہوا ہے، کیا مجال رکھتا ہے کہ اپنے آپ کو اس عظیم الشان بادشاہ کا عین تصور کرے، جو تمام خیرات و کمالات کا مبداء ہے اور اپنی بری اور ذمیمہ صفات و افعال کو اس کی جمیلہ افعال و صفات کا عین خیال کرے۔ (مکتوبات دفتر سوم مکتوب ۱۲۲)

ممکن اور واجب میں کوئی نسبت نہیں

ترجمہ: اس قسم کے علوم جو واجب اور ممکن کے درمیان کسی قسم کی نسبت کو ثابت کرتے ہیں، شرع میں انکے ثبوت کیلئے کچھ وارد نہیں ہوا سب مسکر یہ معارف میں سے ہے اور حقیقت معاملہ تک نہ پہنچنے کا باعث ہے۔ ممکن کو کیا مقدور ہے کہ واجب کا ظل بن سکے اور واجب تعالیٰ کا کیوں ظل ہو کیونکہ ظل سے مثل کے پیدا ہونے کا وہم گزرتا ہے اور اصل میں کمال لطافت کے نہ ہونے کا وہم گزرتا ہے اور اصل میں کمال لطافت کے نہ ہونے کا شک پیدا ہوتا ہے۔ جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمال لطافت کے باعث سایہ و ظل نہ تھا تو خدائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ و ظل کس طرح ہو سکے۔ خارج میں بالذات اور بالاستقلال حضرت ذات تعالیٰ پاک و مقدس اور اسکی صفات ثمانیہ حقیقیہ ہی موجود ہیں، باقی سب کچھ حق تعالیٰ کی ایجاد سے موجود ہے اور ممکن و مخلوق و حادث ہے کوئی مخلوق اپنے خالق کا ظل نہیں ہے اور اس نسبت کے سوا کہ جس کی نسبت شرع میں وارد ہے یعنی مخلوقیت کے سوا اور کوئی نسبت اپنے خالق کے ساتھ نہیں رکھتا۔

Marfat.com

انبیاء کرام علیہم السلام کا اتفاقی کلمہ

مراد از کلمہ طیبہ لا الہ الا اللّٰہ نفی عبادت الٰہ باطلہ است، و اثبات معبودیت حق است سبحانہ و کلمہ دیگر کہ مخصوص ایں بزرگواران (انبیاء علیہم السلام) است آنست کہ خود را البشر میدانند مثل سائمہ مردم والہ و معبود حق رامیدانند سبحانہ، مردم را دعوت باد میکنند تعالیٰ وادر اسبحانہ از حلول و اتحاد منزہ مے گویند۔ (مکتوبات دفتر اول، مکتوب ۶۳)

ترجمہ: کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ سے مراد جھوٹے خداؤں کی عبادت کی نفی کرنا اور معبود برحق کا ثابت کرنا ہے اور کلمہ دوسرا جوان بزرگواروں سے مخصوص ہے، یہ ہے کہ اپنے آپ کو اور لوگوں کی طرح بشر جانتے ہیں اور خدا اور معبود صرف اللہ تعالیٰ ہی کو جانتے ہیں، لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف دعوت دیتے ہیں حلول اور اتحاد سے خدا تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔

از جملہ کلمات متفقہ ایں بزرگواران نفی عبادت وغیرہ است سبحانہ و منع اشراک است باو تعالیٰ و تقدس و ناگرفتن بعضے مخلوقاتست بد بعض دیگر را ارباب غیر از حق سبحانہ۔ (مکتوبات دفتر اول، مکتوب ۶۳)

ترجمہ: حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متفق علیہ کلمات میں سے ایک کلمہ یہ ہے کہ انہوں نے سوا ذات الٰہی کے عبادت کی نفی کی ہے اور اس پاک اور بلند ذات کے ساتھ کسی اور کو شریک کرنے سے منع کیا ہے اور **بعض مخلوق کا بعض مخلوق کو خدا کے سوا رب بنانے سے روکنا ہے۔**

بندہ کو عین مولیٰ جاننا الحاد ہے

ترجمہ: پس بندہ جب تک اس طرح اپنے آپ کو زمین پر نہ ڈالے اور کام یہاں تک نہ پہنچائے اپنے مولائے جل شانہ کے کمال سے بے نصیب ہے، پس اس کا کیا حال ہوگا جو اپنے آپ کو عین مولا جانے اور اپنی صفات کو اس ذات پاک کی صفات خیال کرے۔ "تعالیٰ عن ذالک علوا کبیرا" ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں الحاد ہے۔ اس عقیدہ والے لوگ اس زمرہ میں شامل ہیں جن کے متعلق قرآن پاک میں یہ آیت وارد ہوئی ہے۔ "و ذر الذین یلحدون فی اسمائہ" یعنی ان لوگوں کو چھوڑ و جو اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد کرتے ہیں۔ (مکتوبات، امام ربانی دفتر اول مکتوب ۹)

خدا کی ہستی میں تحلیل ہونے کا باطل عقیدہ

مگر کورند نمے بیند کہ از ہیچ کاملے عجز و نقص و احتیاج زائل نشدہ است پس معنی رجوع وجودی بوحدت چہ باشد، واگر رجوع بوحدت بحد از موت خیال کردہ اند کافر زندیق اندکہ از عذاب اخروی انکار دارند و ابطال دعوت انبیاء مینما یند علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات اتمہا و اکملہا۔ (مکتوبات دفتر اول۔ مکتوب۔ ۲۹۴)

ترجمہ: یہ لوگ شاید اندھے ہیں کہ نہیں دیکھتے کہ کسی کامل سے کامل ہستی سے بھی عجز اور احتیاج زائل نہیں ہوئی تو پھر وحدت

Marfat.com

کی طرف کسی وجود کے لوٹ جانے کا کیا مطلب؟ اگر وحدت کی طرف لوٹنا موت کے بعد خیال کرتے ہیں تو ایسا خیال کرنے والے کافر و زندیق ہیں کہ عذاب آخرت سے انکار کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا ابطال کرتے ہیں۔

ممکن سے واجب ہونا محال عقلی وشرعی ہے

نمے بینی کہ شاہے چوں پیغمبر ﷺ نیابد او فقر کل تو رنج کم بر

از فقر کا زوال صفات بشریت و امکان بالکل خورستہ کہ حصول آں متصور نیست کہ متلزم قلب حقائق است چہ ممکن اگر ترقی نمودہ از امکان خود فنخلع گردو، ہر آئینہ واجب شود، آں محال عقلی است و شرعی۔ (مکتوبات دفتر اول۔مکتوب۔۱۲۲)

ترجمہ: جس قدر وجود بشریت باقی ہے اسی قدر راستہ کا حجاب ہے اور صفات بشریت کا دور ہو جانا بالکل کلی میں ممکن نہیں ہے، خواہ طبقہ خاص ہو یا اخص خواص۔ حضرت شیخ عطار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

فقر کل جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے عظیم الشان بادشاہ کو حاصل نہ ہوا، تجھے اگر حاصل نہ ہو تو کچھ غم نہ کر۔

فقر کل سے مراد ان کے نزدیک صفات بشریت و امکان کا بالکل دور ہو جانا ہے جس کا حاصل ہونا مقصود نہیں کیونکہ اس سے قلب حقائق (حقیقتوں کا بدلنا) لازم آتا ہے اس لئے کہ ممکن اگر ترقی کرے گا تو اپنے امکان سے نکل کر واجب ہو جائے گا اور یہ محال عقلی وشرعی ہے۔

آنحضرت ﷺ کا وجود گرامی دائرہ امکان سے دائرہ وجوب میں لے جانا خدا تعالیٰ کا ند بنانا ہے اور نصاریٰ کی اتباع ہے۔

آنحضرت علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والسلام نیز باعلو شان و بآں جاہ جلال ہمیشہ ممکن است دہر گزاز امکان نخواہد برآمد و بو جوب نخواہد پیوست کہ مستلزم تحقیق مست بالوہیت تعالی ان کون لہ ند و شریکـــہ

دع ما ادعتہ النصاری فی نبیھم- (مکتوبات دفتر اول - مکتوب ۱۲۲)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی باوجود اس قدر بلند شان اور جاہ وجلال کے ہمیشہ ممکن ہی ہیں اور ہرگز دائرہ امکاں سے نکل کر وجوب سے نہیں جڑ سکتے کیونکہ یہ امر الوہیت کے ساتھ متحقق ہونے کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بہت بلند ہے کہ اس کا کوئی ہمسر اور شریک ہو جو کچھ نصاریٰ نے اپنے نبی کے متعلق دعویٰ کیا اسے چھوڑ دو۔

آنحضرت ﷺ کی عبدیت اور بشریت

وچوں نظر بعبدیت وعجز وبشریت اور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمودہ آید ملاحظہ عزت و جلال و عظمت و کبریائی و استغنائے ذاتی اور تعالی کردہ شود، حصول حزن وفقدان کمالے از کمالات بے نہایت او تعالیٰ در حق آں سرور نیز علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والسلام ہیچ ستبعد بنود بلکہ شایان حال بندگی باشد کریمہ ''ولا یحیطون بہ علما و

Marfat.com

کریمہ لاتدرکہ الابصار" ہر دو بریں معنی گواہ عدل اند و اثبات فقدان در حق کل مینمایند بلے ممکن ہرچند بدرجات و علیاء سداز حقیقت واجب چه دریا بدوحادث از قدیم چه فرا گرد و متناہی چگونہ احاطه غیر متناعی نماید۔ (مکتوبات دفتر اول۔ مکتوب ۱۲۲)

ترجمہ: جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبدیت اور عجود اور بشریت پر نظر کی جائے اور حق تعالیٰ کی عزت وجلال اور کبریائی اور ذاتی استغناء کا ملاحظہ کیا جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں بھی اللہ تعالیٰ کیلئے بے نہایت کمالات میں سے کسی کمال کا گم ہوجانا اور حزن کا حاصل ہونا کچھ بعید معلوم نہیں ہوتا بلکہ بندگی کے حال کے عین لائق ہے۔ قرآن پاک کی آیات "ولا یحیطون به علما" (مخلوق از روئے علم اس کا احاطہ نہیں کر سکتی) اور "لاتدرکہ الابصار" (آنکھیں اسے نہیں پاسکتیں) ۔ دونوں اس اس بات پر گواہ عادل ہیں اور سب کے حق میں فقدان ثابت کرتی ہیں۔ ہاں سچ ہے ممکن خواہ کتنا ہی بلند درجوں تک پہنچ جائے پھر بھی واجب کی حقیقت کو نہیں پاسکتا اور حادثہ قدیم کو نہیں گھیر سکتا اور متناہی کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ (بحوالہ: الاعتصام لاہور ۹ ستمبر ۱۹۵۵ء ص: ۴)

حضرت مجدد الف ثانی نقشبندی رحمہ اللہ کا نظریہ توحید

ملک حسن علی جامعی رحمہ اللہ

انسان کا علم وقدرت اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت سے کیا نسبت رکھتا ہے

ترجمہ: انسان کے علم کو واجب تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں وہ نسبت ہے جو مردہ کو جو لاشہ محض ہے، اس زندہ کے ساتھ نسبت ہے جسے حیات ابدی عطا ہوئی ہو۔ اسی طرح انسان کی قدرت کو واجب تعالیٰ کی قدرت کے مقابلہ میں وہ نسبت ہے جو عنکبوت کو کہ اپنے گھر کو بناتا رہتا ہے اس شخص کے ساتھ نسبت ہے جس کی ایک ہی پھونک سے زمین وآسمان و پہاڑ اور دریا پارہ ہو کر گرد کی طرح اڑ جائیں۔ دوسرے کمالات کی نسبت کو اسی مثال پر قیاس کرنا چاہیے، یہ تفاوت بھی تنگی عبارت کی بناء پر جتلایا جاتا ہے۔ ورنہ خاک کو عالم پاک سے کیا نسبت؟ پس انسان کے کمالات کمالات مرتبہ وجوب کی صورت میں ہیں اور ان انسانی کمالات نے مرتبہ وجوب کے کمالات سے سوا مشارکت اسمی اور کچھ حاصل نہیں کیا۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول، مکتوب ۳۱۰)

ذات وصفات الٰہی کے متعلق اہل سنت والجماعت کے عقائد

مداہنت ومساہلت در عمل امید مغفرت دارد و اما مداہنت اعتقادی گنجائش مغفرت ندارد۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرک به و یغفر مادون ذالك لمن یشاء -

(مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب ۶۷)

ترجمہ: عمل کی سستی اور غفلت پر مغفرت کی امید ہے لیکن اعتقادی سستی میں مغفرت کی گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ مشرک کو نہیں

Marfat.com

بخشا اور شرک کے علاوہ اور سب کچھ بخش دیتا ہے جس کیلئے چاہتا ہے۔

اہل سنت والجماعت کے معتقدات مختصر طور پر بیان کئے جاتے ہیں۔ ان کے موافق اپنے اعتقاد کو درست کرلیں۔ بڑی عاجزی اور زاری سے بارگاہ الٰہی میں دعا کرنی چاہیے کہ اس دولت پر استقامت بخشے۔

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدیم ذات کے ساتھ موجود ہے اور تمام اشیاء اسی کی ایجاد سے موجود ہوئی ہیں اور اسی کے پیدا کرنے سے عدم سے وجود میں آئی ہیں۔ حق تعالیٰ قدیم و ازلی ہے اور تمام اشیاء حادث اور نو پدید ہیں اور جو قدیم اور ازلی ہے وہ باقی اور ابدی ہے اور جو حادث اور نو پدید ہے وہ فانی اور نیست و نابود ہے اور زائل ہونے والا ہے۔

حق تعالیٰ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، نہ وجوب میں نہ وجود میں اور نہ عبادت کے استحقاق میں۔ وجوب وجود اسکے سوا کسی اور کیلئے مناسب نہیں اور اس کے سوا عبادت کا مستحق کوئی نہیں۔

حق تعالیٰ کی صفات کاملہ ہیں جن میں سے حیات و علم و قدرت و ارادت و سمع و بصر و کلام و تکوین ہیں جو قدوم اور ازلیت سے متصف ہیں اور حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ حوادث کا تعلق صفات کے قدیم ہونے میں خلل نہیں ڈالتا اور متعلق کا حدوث ان کی ازلیت کا مانع نہیں ہوتا۔ فلاسفہ اپنی بے وقوفی کے باعث اور معتزلہ نابینائی کے سبب متعلق کے حدوث سے متعلق کے حدوث کی طرف قدم اٹھاتے ہیں اور صفات کاملہ کی نفی کرتے ہیں اور جزئیات کا علم نہیں جانتے، جس سے تغیر لازم آتا ہے جو حدوث کا نشان ہے، یہ نہیں جانتے کہ صفات ازلی ہیں اور صفات کے وہ تعلقات جو اپنے حادثہ متعلقات کے ساتھ ہیں، حادث ہیں۔

تمام ناقص صفتیں حق تعالیٰ کی بارگاہ سے مسلوب ہیں۔ حق تعالیٰ جواہر و اجسام و اعراض کے صفات و لوازم سے مبرا و منزہ ہے۔ اس کی بارگاہ میں مکان و زمان و جہت کی گنجائش نہیں۔ یہ سب اس کی مخلوق ہیں اور یہ بھی مناسب نہیں کہ حق تعالیٰ کو عرش کے اوپر جانیں اور فوق کی طرف اشارہ کریں، کیونکہ عرش اور اس کے سواء سب کچھ حادث اور اسی کا پیدا کیا ہوا ہے، مخلوق و حادث کی کیا مجال ہے کہ خالق قدیم کا مکان اور جائے قرار بن سکے، البتہ اس قدر ہے کہ **عرش اس کی تمام مخلوقات سے اشرف ہے اور تمام ممکنات سے بڑھ کر اس میں صفا و نورانیت ہے**۔ اس لئے آئینہ بننے کا حکم رکھتا ہے جس سے حق تعالیٰ کی عظمت و کبریا کا ظہور ظاہر ہوتا ہے۔ اس ظہور کے علاقہ کے باعث اس کو عرش اللہ کہتے ہیں۔ ورنہ عرش وغیرہ سب اشیاء اس کی مخلوق ہونے میں برابر ہیں لیکن عرش میں ظہور کی قابلیت ہے اور دوسروں میں نہیں۔ آئینہ جو شخص کی صورت کو ظاہر کرتا ہے نہیں کہہ سکتے کہ وہ شخص آئینہ میں ہے بلکہ شخص کی نسبت آئینہ اور تمام اشیاء متقابلہ میں برابر ہے۔ تفاوت قابل کی طرف سے ہے، آئینہ صورت شخص کو قبول کرتا ہے اور دوسروں میں یہ قابلیت نہیں۔

حق تعالیٰ نہ جسم ہے نہ جسمانی، نہ جوہر نہ عرض، نہ محدود نہ متناہی، نہ طویل و عریض، نہ دراز و کوتاہ، نہ فراخ نہ تنگ ہے۔ بلکہ واسع ہے نہ اس وسعت کے ساتھ جو ہمارے فہم میں آسکے اور محیط ہے نہ اس احاطہ سے جو ہمارے ادراک میں آسکے، اور قریب ہے نہ اس قرب سے جو ہماری عقل میں آسکے اور ہمارے ساتھ ہے، نہ اس معیت سے جو مشہود و معروف ہے۔ ہم ایمان لاتے ہیں کہ حق تعالیٰ واسع اور محیط اور قریب اور ہمارے ساتھ ہے، لیکن ان صفات کی کیفیت ہم نہیں جانتے کہ کیا ہے اور جو کچھ ہم جانتے ہیں کہ مذہب مجسمہ میں قدم رکھتا ہے۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر سوم، مکتوب ۲)

Marfat.com

کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی روح

ترجمہ: کلمہ لا الہ کے ساتھ حق تعالیٰ کے سوا تمام جھوٹے خداؤں اور اپنے نفس کی نفی کرنی چاہیے اور اپنی تمام مرادوں اور مقصدوں کو دفع کرنا چاہیے کیونکہ اپنی مراد کا طلب کرنا اپنی الوہیت کا دعویٰ کرنا ہے، بلکہ سینہ میں کسی مراد کی گنجائش نہ رہے اور متخیلہ میں کوئی ہوس باقی نہ رہے تاکہ بندگی کی حقیقت حاصل ہو۔ اپنی مراد کو طلب کرنا گویا اپنے مولا کی مراد کو دفع کرنا اور اپنے مالک کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔ اس امر میں اپنے مولا کی نفی اور اپنے مولا بننے کا اثبات ہے۔ اس امر کی برائی اچھی طرح معلوم کر کے اپنی الوہیت کے دعویٰ کی نفی کریں۔

تمام نفسانی خواہشوں کو جو جھوٹے خدا ہیں لا کی نفی کے نیچے لا کر سب کی نفی کر دو اور کوئی مراد و مقصود سینے میں نہ رہنے دو حتیٰ کہ میری خلاصی کی مراد بھی جس کو تم نہایت ضروری مقصد سمجھتے ہو، تمہاری مراد و مطلوب نہ ہو اور حق تعالیٰ کی تقدیر، فعل اور ارادہ پر راضی رہو اور کلمہ طیبہ کے اثبات کی جانب میں غیب الوہیت کے سوا جو تمام معلومات و متخیلات کے وراء الوراء ہے۔ کچھ نہ رہے۔

(بحوالہ: الاعتصام لاہور ۱۶ ستمبر ۱۹۵۵ء۔ ص: ۷۔۸)

کتاب و سنت کے عامل و حامل صوفیائے کرام رحمہم اللہ

مولانا حکیم محمد اشرف سندھو

حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ جو داتا گنج بخش رحمہ اللہ کے نام سے مشہور ہیں اور خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمہ اللہ اور خواجہ معین الدین اجمیری رحمہ اللہ اور ان کے ارشد خلیفہ بابا فرید شکر گنج رحمہ اللہ پاک پتن والے اور ان کے مخلص خلیفے خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمہ اللہ وغیرہم وہ نامور شخصیتیں ہیں کہ جو اسلام کی نشر و اشاعت ہی کی غرض سے برصغیر میں وارد ہوئیں اور مسلمانوں کی غالب اکثریت انہی حضرات کی تبلیغی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ یہ سب کے سب بزرگان دین خالص کتاب و سنت کے عامل و حامل ہی تھے۔

چنانچہ حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ کی مشہور کتاب ''کشف المحجوب'' اس امر کی زندہ شہادت ہے اور حضرت اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا نماز تہجد کے سجود میں گڑگڑا کر یہ دعا کرنا کہ: ''اے الہٰ العالمین مسلک اہل حدیث پر زندہ رکھیو اور اہل حدیث کے زمرہ میں حشر فرمائیو''۔ (بحوالہ تذکرۃ الکرام) ان کی خالص اتباع کتاب و سنت کی ناطق شہادت ہے۔ خواجہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو جبکہ قاضی رکن الدین ایسے ذمہ دار فقیہ نے ایک مسئلہ پر ٹوکا اور خواجہ مرحوم نے ان کے جواب میں ایک حدیث اپنے ثبوت مدعا میں پڑھ کر سنائی تو قاضی صاحب نے فقیہانہ انداز میں فرمایا کہ آپ رحمہ اللہ کو فقہی مسلک کے اعتبار سے ثبوت دعا کیلئے قول امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پیش کرنا چاہیے تھا۔ اس پر خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے جوش سے فرمایا کہ ''نہایت تعجب ہے کہ ہم تو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرتے ہیں اور آپ قول امام رحمہ اللہ سے ثبوت طلب کرتے ہیں'' یہ ان کی اتباع سنت کی ایک زندہ مثال ہے۔

Marfat.com

اعتراف کی بجائے الزام

سلطان محمد تغلق رحمہ اللہ کی اتباع کتاب وسنت سے والہانہ شغف کا صرف اسی ایک امر سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ بے نماز کو قتل اور تارک جماعت کو عبرتناک سزائیں دیا کرتے تھے۔ حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب وسنت کی خدمات جلیلہ بھی اپنے انداز میں ضرب المثل ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جان کی بازی لگا کر توحید وسنت کی خالص تعلیم کو فروغ دینے میں جو مثالی اور نمایاں فرائض سرانجام دیئے وہ ان کی مقدس زندگی اور مکتوبات کے دفاتر سے ظاہر اور عیاں راچہ بیان کا مصداق ہیں۔

لیکن آج بعض لوگ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ خود حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان جیسے دوسرے صوفیاء عظام کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کرنے کے بجائے فرماتے ہیں کہ ان حضرات نے اسلام کی خالص تعلیم میں تصوف کی زہریلی افیون ملا کر مسلمانوں کو اصل شاہراہ کتاب وسنت سے اوجھل کر دیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ

شاہ صاحب رحمہ اللہ نور اللہ مرقدہ کے والد ماجد کا نام نامی ابوالفیض عبدالرحیم اور جد امجد حضرت وجیہ الدین رحمہ اللہ کے نام سے مشہور تھے۔ ان کے والد ماجد کا نام معظم تھا، غرضیکہ آپ کا نسب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حضرت امام موسیٰ رضا رحمہ اللہ سے جا ملتا ہے۔ حضرت ابوالفیض رحمہ اللہ ان مشاہیر علماء دہلی سے ہیں کہ جن کا نام ''فتاویٰ عالمگیر'' کی تدوین میں بہت نمایاں ہے۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ کا خون چونکہ فاروقی جوہرا گرچہ گرد وغبار سے آلودہ ہو رہا تھا مگر اس میں اپنی اصلی درخشانی موجود تھی۔ لہٰذا بدیں وجہ حضرت ابوالفیض رحمہ اللہ مجلس تدوین عالمگیری کے رکن کی حیثیت سے مستقل کام نہ کر سکے اور چندے بعد علیحدہ ہوگئے اور مدرسہ رحیمیہ کا افتتاح واجراء کرتے ہوئے فقہی ماحول کے مطابق خالص اتباع کتاب وسنت کا درس دینے میں مصروف ہوگئے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی ولادت کی بشارت

(۱) حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اپنی خود نوشت سوانح عمری میں رقمطراز ہیں کہ والد ماجد رحمہ اللہ نے ساٹھ برس کی عمر میں نئے نکاح کا ارادہ کیا تو احباب وعزیز مانع ہوئے کہ اس عمر میں نئی شادی نامناسب ہے۔ والد ماجد رحمہ اللہ نے ان سب کو یہ جواب دے کر مطمئن کر دیا کہ اس نکاح میں مجھے دو فرزندوں کی بشارت دی گئی ہے۔ جب آپ رحمہ اللہ نے نکاح کر لیا **اور والدین ایک رات نماز تہجد کے بعد مولود صالح کیلئے مصروف دعا ہوئے تو ان کے ہاتھوں کے درمیان تیسرے دو ہاتھ بھی دست بدعا دکھائی دیئے**۔ والدہ نے متعجب انداز سے دریافت کیا کہ دو ہاتھ کیسے ہیں! والد رحمہ اللہ نے فرمایا یہ ہمارے بلند بخت فرزند کے ہاتھ ہیں۔

(۲) دوسری ایک بشارت یوں بھی مروی ہے کہ جب حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ والدہ محترمہ کے بطن میں تشریف فرما ہو کر

Marfat.com

دنیا میں ظاہر ہونے کی آخری منازل طے فرما رہے تھے، تو اس عہد کے مشہور عارف باللہ حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمہ اللہ نے یہ بشارت دی کہ آپ رحمہ اللہ کے ہاں ایک نہایت صالح بچہ پیدا ہونے والا ہے۔ میری دلی خواہش یہ ہے کہ آپ اس مولود مسعود کا نام "قطب الدین" رکھیں۔

(۳) ولی الدین احمد: شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب دنیا میں تشریف فرما ہوئے تو خاندان میں مسرت و خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ پس اس انتہائی مسرتی میں بعض افراد خاندان نے آپ کا نام "ولی الدین احمد" تجویز کیا۔ تاریخی نام آپ کا عظیم الدین (۱۱۱۴ھ) ظاہر ہوا۔ بالآخر "شاہ ولی اللہ" نام سے آپ کی ذات گرامی نے دنیا میں شہرت حاصل کی۔ اسماء گرامی کے حروف اگرچہ مختلف ہیں لیکن ہیئت ترکیبی اور معنے سب کے متفقہ ہیں۔ یعنی مرکز و محور اور اللہ تعالیٰ کے دین کو بلند کرنے والا۔ چنانچہ تاریخ سے ظاہر ہے کہ صرف ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ اقصاء عالم میں آپ کے ذریعہ سے اسلام کو اس درجہ فروغ حاصل ہوا کہ محتاج بیان نہیں۔

خاص الخاص تعلیم و تربیت

جس مولود مسعود کی دنیا میں تشریف آوری سے پیشتر اللہ تعالیٰ نے بشارتیں فرمائیں، اس کی تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام بھی لازم تھا۔ چنانچہ شاہ صاحب رحمہ اللہ ابھی عمر عزیز کی پانچویں منزل ہی میں تھے کہ والدین نے آپ رحمہ اللہ کو نماز کی تعلیم دینا شروع کردی۔ عملی طور پر اپنے ہمراہ نماز میں شریک کرنے لگے اور ساتھ ہی قرآن مجید پڑھانے کا بھی اہتمام کردیا۔ چنانچہ ساتویں سال آپ رحمہ اللہ نماز باجماعت کے گرویدہ و پابند ہوگئے اور قرآن مجید ختم کرلیا۔

درسی تعلیم

قرآن مجید سے فارغ ہونے کے بعد ابتدائی فارسی عربی کتابیں پڑھنے میں مصروف ہوئے اور دسویں برس میں آپ شرح ملاں تک پہنچ گئے۔ توفیق الٰہی چونکہ پورے طور پر شامل حال تھی اس لئے پندرہ برس کی عمر میں درس بیضاوی میں شریک ہوئے۔ غرضیکہ مدرسہ رحیمیہ میں اپنے والد رحمہ اللہ ہی سے تمام درسی علوم، فقہ، اصول فقہ، حدیث، تفسیر، معانی، بیان، عقائد تصوف، منطق، کلام، فلسفہ، ہیئت و طب اور حساب وغیرہ سے فراغت حاصل کرلی۔ تحصیل علوم کی یہ سند آپ رحمہ اللہ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ سے "زائدین اسلم ہروی" کے طریق سے محقق و دانی پر منتج ہوتی ہے۔ کتب صحاح پر عبور و مہارت حاصل کرنے کی غرض سے آپ نے حضرت مولانا محمد افضل سیالکوٹی رحمہ اللہ کی طرف رجوع کیا۔ جب آپ سترہ برس کی عمر کو پہنچے اور فارغ التحصیل ہوئے تو ۱۱۳۱ھ میں والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ لہٰذا والد ماجد رحمہ اللہ کی جگہ مدرسہ رحیمیہ کا اہتمام اپنے ہاتھ میں لے کر پورے انہماک سے درس دینا شروع کیا۔ (بحوالہ: الاعتصام لاہور ۳۰ ستمبر۔ ص: ۴)

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کی استقامت

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک صاحب یہ سن کر آئے کہ یہ وقت کے بہت بڑے متصوف ہیں، کئی مہینے ان کو ان کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کے معمولات عام مسلمانوں کی طرح لگے بندھے اور متعین ہیں۔ یعنی

Marfat.com

وہی نمازوں کا اہتمام ہے، تہجد ونوافل کا التزام ہے، وہی درس وتدریس کا مشغلہ ہے، پھر عام لوگوں سے ملنے جلنے اور شاگردوں سے بات چیت کرنے میں بھی کوئی تکلف نہیں۔ اسے تعجب ہوا کہ یہ کیسے صوفی ہیں؟

ایک دن مایوس ہو کر آخر اس نے کہہ ہی دیا کہ حضرت میں رخصت چاہتا ہوں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کیوں! اس نے کہا حضرت میں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو باکرامت ولی سمجھتا تھا اور اس توقع پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں آیا تھا کہ خوارق وکرامات دیکھنے میں آئیں گی یہاں آکر معلوم ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی بات میں بھی کوئی انوکھا پن اپنے میں نہیں رکھتے اور کسی کرامت سے بہرہ مند نہیں۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو جو جواب دیا اس سے اسلام کا صحیح تصور آنکھوں کے سامنے آتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا' بتاؤ اتنے عرصے میں مجھ سے کوئی فرض ترک ہوا؟ کوئی سنت چھوٹی؟ کسی استحباب سے میں نے روگردانی کی؟ اس نے کہا جناب یہ تو نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا تب جاؤ اور لوگوں سے کہہ دو کہ جنید کی یہی کرامت ہے۔ (بحوالہ: الاعتصام لاہور' ۲۷ جولائی ۱۹۵۶ء۔ ص:۱)

دو آئیڈیل اللہ کے ولی

ہم یہ نہیں کہتے کہ سارے مسلمان حکمران حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق سے متصف تھے۔ بلاشبہ ان میں بعض ظالم بھی تھے، عیاش بھی تھے اور ستم گر بھی تھے۔

(بحوالہ: الاعتصام لاہور ۲۱ ستمبر ۱۹۵۱ء۔ ص:۷)

تذکرہ مشہور صوفی بزرگ امام غزالی رحمہ اللہ کا

مولانا سیف الرحمٰن صاحب

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام محمد اور لقب حجۃ الاسلام اور عرف غزالی تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد اور دادا کے نام بھی محمد رحمۃ اللہ علیہ ہی تھا۔ ان کے والد خراسان کے ضلع طوس میں سکونت پذیر تھے اور جس شہر میں ان کی رہائش تھی اسے طہران کہتے تھے۔ اسی شہر میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ۴۵۰ ھ میں پیدا ہوئے۔

غزالی کی وجہ تسمیہ

ان کے والد سوت فروش تھے، اسی مناسبت سے ان کا خاندان غزالی کے نام سے مشہور ہوا، عربی زبان کے قاعدہ کے مطابق غزال کا لفظ ہی کافی تھا، لیکن خوازم اور جرجان میں نسبت کا یہی طریقہ ہے۔ عطار کو عطاری اور قصار کو قصاری کہتے تھے

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد چونکہ تعلیم سے بے بہرہ رہ گئے تھے اس لئے انہوں

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا ہزار مرتبہ استغفار

کسی وقت کسی مسئلہ میں میری طبیعت بند ہو جاتی ہے یا کسی معاملہ میں مجھے اشکال پیش آجاتا ہے تو میں ایک ہزار بار استغفار کرتا ہوں یا اس سے کم یا زیادہ یہاں تک کہ طبیعت کھل جاتی ہے اور بدلی چھٹ جاتی ہے اور اشکال رفع ہو جاتا ہے۔

(امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

نے امام صاحب رحمہ اللہ اور آپ کے چھوٹے بھائی امام احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ایک دوست کے سپرد کیا کہ میں تو تعلیم حاصل کرنے سے رہ گیا مگر میرے ان دو بیٹوں کو احسن طریق سے تعلیم دینا تاکہ میری جہالت کا کفارہ ہو جائے ۔ چنانچہ اس بزرگ نے امام صاحب رحمہ اللہ کو تعلیم دلانی شروع کی اور تھوڑے ہی دنوں میں وہ رقم جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ان کے مصارف تعلیم کیلئے دے گئے ، ختم ہو گئی ۔ اس پر اس بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ کسی اور مدرسہ میں چلے جاؤ ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کے حکم کے مطابق اپنے شہر کے ایک مدرسہ میں داخل ہو گئے اور وہاں سے ابتدائی کتابیں احمد بن محمد رازکانی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں ۔

اس کے بعد جرجان کا قصد کیا ، وہاں ابو نصیر اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تحصیل علم شروع کی ، کچھ عرصہ کے بعد امام صاحب رحمہ اللہ کو علوم وفنون میں اچھی خاصی مہارت پیدا ہو گئی اور معمولی علماء ان کی تشفی نہیں کر سکتے تھے ، اس لئے تکمیل علوم کیلئے ترک وطن پر مجبور ہوئے ۔ اس زمانہ میں اگرچہ تمام اسلامی ممالک میں علوم وفنون کے دریا بہہ رہے تھے ایک ایک شہر بلکہ ایک ایک قصبہ میں مدرسہ موجود تھا ۔ بڑے بڑے شہروں میں سینکڑوں علماء موجود تھے اور ہر ایک نے اپنا اپنا علیحدہ مدرسہ کھولا ہوا تھا ، مگر زیادہ مشہور درسگاہیں دو ہی تھیں ، نیشاپور کی اور بغداد کی ۔

نیشاپور پور چونکہ قریب تھا اس لئے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نیشاپور کا قصد کیا اور امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی اختیار کی ۔ امام الحرمین (عبدالملک ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس کوئی چار سو کے قریب طلباء پڑھتے تھے ۔ ان میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ، احمد بن محمد خوانی رحمۃ اللہ علیہ ممتاز ترین شاگرد تھے ۔ چنانچہ امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ دریائے ذخائر ہیں ۔ بالآخر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو وہ رتبہ نصیب ہوا جو کہ امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ کو بھی **نصیب نہیں ہوا۔**

امام غزالی رحمہ اللہ کا نیشاپور سے نکلنا

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جیسا کہ ابن خاکان نے لکھا ہے امام الحرمین رحمہ اللہ کے زمانہ میں ہی کافی شہرت حاصل کر لی تھی اور زمرہ مصنفین میں داخل ہو چکے تھے ۔ حتیٰ کہ امام الحرمین رحمہ اللہ ان پر ناز کیا کرتے تھے ۔ جب تک امام الحرمین رحمہ اللہ کی زندگی نے ساتھ دیا امام صاحب رحمہ اللہ ان ہی کے حلقہ بگوش رہے ۴۷۸ھ میں جبکہ امام الحرمین رحمہ اللہ نے انتقال فرمایا تو ان کے ماتم میں نیشاپور کے بازار بند ہو گئے اور ان کے شاگردوں نے قلم و دوات توڑ ڈالے اور امام غزالی رحمہ اللہ کی طبیعت میں اضطراب کی ایسی لہر دوڑی کہ آخر نیشاپور سے نکلنا پڑا ، اس وقت آپ کی عمر ۲۸ برس کی تھی ۔

فخر الاسلام شاشی (محمد بن محمد رحمۃ اللہ علیہ) جو بہت بڑے پایہ کے فاضل تھے ، امام صاحب کے انتقال کے بعد ۵۰۵ھ میں جب نظامیہ کے مدرس اعظم مقرر ہوئے اور مسند درس پر جا کر بیٹھے تو بے اختیار ان پر رقت طاری ہو گئی ۔ بار بار یہ شعر پڑھتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے

خلت الدیار فدت غیر مسود ومن الشقاء تفردی بالسودد

ملک بڑوں سے خالی ہو گیا تو میں سردار بنا اور میرا سردار بننا درحقیقت ملک کی بدنصیبی ہے ۔

Marfat.com

امام صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق مذاہب

چونکہ آپ رحمہ اللہ کا ماحول اس قسم کا تھا کہ جہاں پر تحقیقات کی از حد ضرورت تھی، کیونکہ ایک ہی شہر میں شیعہ، سنی، معتزلی، مجوسی، زندیق، ملحد، عیسائی وغیرہ مختلف الخیال لوگ بیک وقت موجود تھے جس کا لازمی نتیجہ تھا کہ اپنے مذہب پر پوری پوری تحقیق کر لیں۔ چنانچہ امام صاحب رحمہ اللہ کے الفاظ مختصر طور پر بیان کئے جاتے ہیں۔

فرماتے ہیں چونکہ میری طبیعت ابتدا ہی سے تحقیق کی طرف مائل تھی، اس لئے رفتہ رفتہ تقلید کی بندشوں سے مطلق آزاد ہو گیا اور جو عقائد بچپن سے سنتے سنتے ذہن میں جم گئے تھے، ان کی وقعت جاتی رہی۔ میں نے خیال کیا کہ اس قسم کے تقلیدی عقائد تو عیسائی بھی رکھتے ہیں اور یہودیوں کے پاس بھی موجود ہیں، حقیقی علم اس کا نام ہے کہ کسی قسم کے شبہ کا احتمال تک نہ رہ جائے، مثلاً یہ امر یقینی ہے کہ دس کا عدد تین سے زائد ہے۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ نہیں تین زائد ہے اور اس کے ثبوت ہیں وہ شخص یہ کہے کہ میرا دعویٰ حق ہے کیونکہ میں عصاء کو سانپ بنا سکتا ہوں تو میں کہوں گا کہ بیشک عصاء کو آپ سانپ بنا سکتے ہیں مگر تین کا عدد دس کے عدد سے زائد نہیں ہو سکتا اور نہ ہی عصاء بنانے سے تین کے عقیدے میں کوئی فرق یا تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

(بحوالہ: الاعتصام لاہور، ۳۰ نومبر ۱۹۵۱ء۔ ص: ۴)

مختلف مذاہب میں غلطیاں

اب میں نے غور کرنا شروع کیا کہ ایسا علم یقینی مجھے کس حد تک ہے تو معلوم ہوا کہ حسیات اور بدیہیات تک ہی محدود ہے لیکن جب کچھ کد و کاوش اور بڑھی تو حسیات کو بھی مشکوک نگاہوں سے دیکھنے لگا حتیٰ کہ کسی امر کی نسبت بھی یقین نہ رہا، قریباً چودہ مہینہ تک یہی حالت رہی۔ پھر فضل ایزدی سے یہ مرض تو کچھ دور ہونے لگا لیکن مختلف مذاہب میں جو شکوک تھے وہ باقی رہے۔ اس وقت یہ چار فرقے بہت مشہور تھے متکلمین، باطنیہ، فلاسفہ، صوفیہ میں نے ایک ایک فرقہ کے علوم و عقائد کی تحقیقات شروع کر دی۔

جب امام صاحب رحمہ اللہ نے ان چاروں فرقوں کے عقائد کو بنظر غور دیکھا تو انہوں نے ان لوگوں کی ہزار ہا غلطیوں پر اطلاع پائی۔ چنانچہ امام صاحب رحمہ اللہ نے ان چاروں فرقوں کی تردید میں بہت سی کتب لکھی ہیں۔ ان کی تفصیل پھر کسی موقع پر کی جائے گی۔

تصوف کا دل پر خاص اثر

جب امام صاحب رحمہ اللہ نے حضرت جنید، شبلی، بایزید بسطامی رحمہم اللہ وغیرہ کے ملفوظات پڑھے تو دل پر ایک خاص اثر ہوا جس کی بناء پر ۴۸۸ھ میں انہوں نے بغداد کو چھوڑ کر عزلت گزیں ہونے کا ارادہ کیا۔ چھ ماہ اسی لیت و لعل میں گزرے۔ نفس اتنے بڑے جاہ و اقتدار کو چھوڑنے کیلئے تیار نہ تھا۔ انہی ترددات میں رہنے کے باعث آپ رحمہ اللہ کا کھانا پینا بھی ترک ہو گیا۔ آپ رحمہ اللہ کی طبیعت میں بہت لاغری پیدا ہو گئی۔ آخر کار درس دینا بھی بند کر دیا۔ قوت ہاضمہ نہایت کمزور ہو گئی اور طبیبوں نے بھی علاج کرنے سے جواب دے دیا۔

Marfat.com

بالآخر آپ رحمہ اللہ نے سفر کا عزم صمیم کرلیا۔علمائے وقت نے جب آپ رحمہ اللہ کے عزم بالجزم سے اطلاع پائی تو انہوں نے ہر چند آپ رحمہ اللہ کو روکنے کی کوشش کی مگر آپ رحمہ اللہ سب کو صاف جواب دے کر شام کی طرف چل پڑے۔

لمبے لمبے مراقبے اور چلہ کشی

ابن خلکان کی روایت کے مطابق امام صاحب ۴۸۸ھ میں بغداد سے نکلے اور اس وقت ان کے اوپر بجائے پر تکلف اور قیمتی لباس کے ایک موٹا کمبل تھا اور ان کی غذا بجائے لذیذ کھانوں کے صرف ساگ پات جیسی سادہ غذا تھی۔غرضیکہ امام صاحب رحمہ اللہ بغداد سے نکل کر سیدھے دمشق پہنچے اور وہاں پر مجاہدہ ریاضت میں مشغول ہو گئے۔**روزانہ جامع اموی کے غربی مینار پر چڑھ کر دروازہ بند کر لیتے اور تمام دن مراقبہ اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے**۔دو برس تک امام صاحب رحمہ اللہ دمشق میں ٹھہرے اگرچہ آپ رحمہ اللہ اکثر اوقات مراقبہ اور مجاہدہ میں مشغول رہتے مگر پھر بھی علمی شغل سے مطلق کنارہ کشی نہیں کی۔جامع اموی جو دمشق کی گویا یونیورسٹی تھی اس میں غربی جانب جوزاویہ (خانقاہ) تھا وہاں بیٹھ کر ہمیشہ درس دیا کرتے تھے۔

دو برس کے بعد امام صاحب رحمہ اللہ نے بیت المقدس کی طرف رخ کیا، وہاں پہنچ کر بھی آپ رحمہ اللہ مجاہدہ، مراقبہ اور ریاضت میں مشغول رہے، صحرہ کے حجرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیتے اور مجاہدہ کیا کرتے۔بیت المقدس کی زیارت سے فارغ ہو کر آپ رحمہ اللہ مقام خلیل پر پہنچے، جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر ہے۔پھر حج کی غرض سے مکہ معظمہ کا قصد کیا مکہ میں مدت تک آپ رحمہ اللہ ٹھہرے رہے اور اسی اثناء میں آپ رحمہ اللہ نے مصر اور اسکندریہ کی بھی سیاحت کی اسکندریہ میں ایک طویل مدت تک قیام کے بعد مراکش کو جانے کیلئے تیار ہوئے تاکہ یوسف بن تاشقین سے ملاقات ہو جائے مگر یوسف رحمہ اللہ پہلے ہی انتقال کر چکے تھے۔

غرض دس برس تک متصل آپ متبرک مقامات کا چکر لگاتے رہے اور سیر وسفر میں مشغول رہے۔اکثر اوقات باہر ویرانوں میں جا کر چلہ کشی کرتے تھے پھر جب آپ رحمہ اللہ نے بیت اللہ کا حج کیا تو اہل وعیال اور وطن کی محبت نے کشش کی اور امام صاحب رحمہ اللہ واپس وطن مالوف میں دوبارہ آ کر مقیم ہوئے اور پھر سلطان وقت کے حکم اور دیگر احباب کے مشورے سے آپ رحمہ اللہ نے دوبارہ مدرسہ نظامیہ کی مسند درس کو زینت بخشی یہ واقعہ ۴۹۹ھ کا ہے۔امام صاحب رحمہ اللہ نے اپنے زمانہ میں ہر قسم کے اصلاح کی، اسی لئے انہیں مجدد کہا جاتا ہے۔آپ رحمہ اللہ کے تلامذہ کی تعداد کوئی ہزار کے لگ بھگ تھی۔آپ کی مشہور کتب یہ ہیں:

علم فقہ میں وسیط، بسیط، وجیز، مجموعہ فتاوئے، غایۃ الغور،

اصول فقہ میں، تحصین المآخذ، شفاء العلیل، منخول، مستصفیٰ وغیرہ۔

علم منطق میں، معیار العلم، محکم النظر، میزان العمل یہ کتابیں یورپ میں موجود ہیں۔

علم فلسفہ میں، مقاصد الفلاسفہ، تہافۃ الفلاسفہ، المنقذ من الضلال، الجام العوام، اقتصاد، مستظہری۔

علم کلام میں، حقیقۃ الروح، قسطاس المستقیم، القول الجمیل فی ردعلی من غیر الانجیل، التفرقہ بین الاسلام والزندقہ، رسالہ قدسیہ۔

Marfat.com

تصوف واخلاق میں، احیاء العلوم، اخلاق ابرار، مشکوۃ الانوار، منہاج العابدین، معراج السالکین، نصیحۃ الملوک۔

۱۴ جمادی الثانی ۵۰۵ھ کو ۵۵ سال کی قلیل عمر پا کر آپ داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(بحوالہ: الاعتصام لاہور ۷ دسمبر ۱۹۵۱ء ص: ۷)

اسلاف کی خدمات سے ہماری اصلاح

جناب سید محمود عمری (مدارس)

دنیا میں سینکڑوں، ہزاروں اور لاکھوں علماء وصلحاء آئے اور چلے گئے مگر دنیا نے ان کو بھلا نہیں دیا، بلکہ ان کے کارناموں کا ذکر ہمارے لئے باعث فخر اور ان کی سیرتیں ہمارے لئے باعث عبرت ہیں۔ جب تک ہمارے اسلاف ومتاخرین کی تالیفات و تصنیفات کا نایاب اور بے بہا ذخیرہ ہمارے پاس سینوں میں یا کتابوں کی شکل میں موجود ہو، اس وقت تک ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ ہمارے اسلاف ومتاخرین اگرچہ اپنے جسم عنصری کے ساتھ اس عالم لاہوت میں موجود نہیں مگر ان کی تصنیفات وتالیفات سے برابر ہماری روحانی تربیت ہوتی رہتی ہے اور برابر ان کا ہمارے ساتھ روحانی رشتہ جڑا ہوا ہے۔

آہ! وہ مقدس روحیں جنہوں نے دین الٰہی کی تبلیغ، حفاظت وعصمت میں ایسے ایسے کارنامے دکھائے ایسی ایسی جاں فروشیاں کیں کہ ان کے مقابلے میں متاخرین نے کچھ بھی نہ کیا۔ ان پاک طینت اسلاف کرام نے سخت سے سخت مصائب اٹھائے، تکلیفیں جھیلیں، انہوں نے قید کی تاریک اور بھیانک کوٹھریوں کو اپنا مسکن بنایا، انہوں نے اس ذات بے نیاز کے کلمے کے بلند کرنے میں کوڑوں، گرزوں اور دروں کی بے پناہ ضربات کو برداشت کیا۔ **ان عاشقان الٰہی نے اپنی جانوں کو فروخت کیا اپنی عزت وآبروں کی پرواہ نہ کی، اس کی راہ میں اپنی اولاد، اقارب اور خاندان کو ہیچ سمجھا۔** انہوں نے دنیا کی نعمتوں اور لذتوں کو ٹھکرا دیا، انہوں نے عزت رتبے اور جاہ حشم کی پرواہ نہ کی۔

یہ سرفروشیاں، یہ مصیبتیں یہ تکلیفیں اور ذلتیں کس کے لئے تھیں؟ صرف اس ذات باری کے کلمے کو بلند کرنے کیلئے تھیں۔ اس کے علاوہ انکا دوسرا کوئی مقصد نہ تھا اور نہ کوئی غرض تھی، کوئی دولت وحشمت کا طلبگار نہ تھا، کوئی سلطنت وامارت کا خواہشمند نہ تھا بلکہ انہوں نے اس ذات واحد کی عبادت اور غلامی کو ساری دنیا کی نعمتوں پر ترجیح دی، انہوں نے اس کی رضامندی اور خوشنودی میں سب کچھ لٹانے کو اپنی خوش قسمتی سمجھا۔ غرض انہوں نے جو کچھ بھی کیا اور جو کچھ بھی کہا ان کی ہر حرکت، ان کا ہر قول وفعل محض اخلاص میں ڈوبا ہوا تھا۔ واقعی ہم اپنے اسلاف کرام ومتاخرین عظام رحمہم اللہ کے کارناموں اور جان فروشیوں پر جتنا بھی فخر وناز کریں بجا ہے۔ اب ہم انہی عاشقان خدا اور دیوانگان محبوب الٰہی میں سے ایک بزرگ کے مختصر حالات بیان کریں گے۔

یہ ایسے بزرگ ہیں جن کو ہم سے بہت سے لوگ نہیں جانتے بعض کو ان کی زندگی کے حالات اگر معلوم بھی ہیں تو ان کا نام نفرت سے لیتے ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ اپنے ان بندوں کو جنہوں نے حقیقت پر پردہ ڈال دیا ہے اور بزرگان دین کے بارے میں عقل سلیم سے کام نہ لے کر محض عناد وحسد کی بناء پر اپنے دلوں کو گندہ کرلیا ہے، چشم بصیرت عطا فرمائے اور اسلاف

Marfat.com

کرام سے محبت وحسن عقیدت کا جذبہ ان کے دلوں میں پیدا کرے ہم جس بزرگ کے حالات بیان کرنا چاہتے ہیں ان کو دنیا علامہ محدث ابن جوزی رحمہ اللہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ (بحوالہ: الاعتصام لاہور ۸ فروری ۱۹۵۲ء۔ ص: ۶)

صوفیائے کرام علیہم الرحمۃ کا اتباع سنت

ملتان میں حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ایسے بزگ تھے جن کے تعلقات شام، مصر اور عراق وغیرہ کے عالموں سے ہمیشہ قائم رہے، ان کی خدمت میں دوسرے ممالک کے طلباء اور علماء آتے رہتے تھے۔ خود ان کے داماد حضرت فخر الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ جو مشہور شاعر بھی تھے۔ دمشق جا کر ۱۰ ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے بیٹے اور پوتے بھی حجاز، شام، عراق اور مصر جا کر رہتے تھے اور ہندوستان واپس آتے رہے۔ خود حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمہ اللہ وہ بزرگ تھے جنہوں نے شام و عراق وغیرہ میں پندرہ سال مسلسل علم حدیث کی تحصیل مختلف اساتذہ سے کی۔ پھر حضرت شیخ کمال الدین یمنی رحمہ اللہ سے جن کا شمار محدثین کبار میں ہے، مدینہ منورہ میں ترپن سال تک حدیث پڑھتے اور دوسروں کو پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد مدینہ سے بغداد آ کر شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صرف سترہ روز کی صحبت کے بعد خرقہ خلافت حاصل کر کے شیخ الشیوخ ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے موافق ملتان آئے اور یہاں درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا ان کے بیٹے حضرت شیخ صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ رات دن قرآن کریم کے پڑھنے اور اس پر تدبر کرنے میں خاص طور پر مصروف رہتے تھے۔ ان کو فہم قرآن میں وہ اعلیٰ مرتبہ حاصل تھا کہ زمانہ میں اپنا نظریہ نہ رکھتے اور اسی لئے عارف کے لقب سے مشہور تھے۔ مولانا علم الدین نبیرہ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت یافتہ اور سلطان محمد تغلق کو سب سے زیادہ بدعات واوہام پرستی کے قلع قمع پر آمادہ کرنے والے شخص تھے۔ بالکل یہی حالت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جنہوں نے اول مولانا علاؤالدین اصولی رحمہ اللہ سے علم دین پڑھا اور پچیس سال کی عمر تک بدایون میں مصروف تحصیل علم رہ کر دہلی آئے تھے اور دہلی کے سب سے بڑے عالم دین خواجہ شمس الدین خوارزمی رحمہ اللہ کی خدمت میں انتہائے شوق والتفات کے ساتھ مقامات حریری ختم کی، پھر علم حدیث کی تحصیل میں خصوصیت سے مصروف ہوئے۔ پھر منہاج سراج رحمہ اللہ مصنف طبقات ناصری کے حلقہ درس میں شامل ہوئے، پھر مولانا نجیب الدین متوکل رحمہ اللہ اور شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کی مجلس میں مولانا بدر الدین اسحاق بخاری رحمہ اللہ جامع معقول ومنقول اور مولانا شیخ جمال الدین ہانسوی رحمہ اللہ وغیر متبحر علماء پہلے موجود تھے، وہاں سے فیض روحانی حاصل کرنے کے بعد دہلی آ کر مخلوق خدا کی تعلیم و ترتیب میں مصروف ہوئے۔ **کوئی بے علم یا کم علم شخص آپ کے پاس مرید ہونے کو آتا تو آپ رحمہ اللہ حکم دیتے کہ اول علم دین حاصل کرو**، آپ رحمہ اللہ اپنے مریدوں اور شاگردوں کو نصیحت فرماتے کہ

زاہد بے علم مسخرہ شیطان باشد

غرض کہ ہندوستان میں ملتان کا محترم خاندان اور حضرت شاہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات دو ایسے مرکز تھے۔ جہاں کتاب وسنت کے داعیوں کو ہر قسم کی مدد مل سکتی اور سہولت بہم پہنچ سکتی تھی۔

Marfat.com

حضرت شاہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کے مریدین اور خلفاء میں اکثر شافعی مذہب کے پابند علماء بھی تھے۔ چنانچہ مولانا علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ انہی میں سے تھے۔ مولانا ضیاء الدین سنامی رحمہ اللہ پابندی شرع اور عمل بالحدیث کے معاملہ میں خصوصی شہرت رکھتے تھے۔ شیخ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی مونچھیں بہت بڑی ہوتی تھیں، کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ ان سے مونچھوں کے کٹوانے کی فرمائش کرتا۔ مولانا ضیاء الدین سنامی رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا تو قینچی لے کر پہنچے اور اپنے ہاتھ سے ان کی مونچھیں کٹواتے رہتے تھے۔ (بحوالہ: الاعتصام لاہور، ۲۹ فروری ۱۹۵۲ء ص۔ ۷)

تبرکات کی شرعی حیثیت

انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے تبرکات سے ہمیں انکار نہیں ہے۔ علماء اسلام نے تبرکات کی دو قسمیں بیان کی ہیں ایک مستند تبرکات، دوم فرضی اور مصنوعی تبرکات۔ مستند تبرکات وہ ہیں جو کسی دلیل مستند سے ثابت ہوں۔ مثلاً حجر اسود کا متبرک ہونا شرعی دلائل سے ثابت ہے اور اس کی تقبیل بڑی سعادت ہے اور اس کا مس کرنا بنی آدم کی خطاؤں کا انجذاب ہے لیکن مستند تبرکات کا موجب برکات ہونا بھی اس وقت تک ہے کہ وہ اپنی حد پر رکھے جائیں کیونکہ بعض دفعہ تبرکات کی حد سے زیادہ تعظیم کی جائے تو وہ کسی وقت ان کی عبادت کا سبب بن جاتی ہے۔ چنانچہ عابس بن ربیعہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حجر اسود کا بوسہ دیتے ہوئے دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ بوسہ دیتے جاتے اور فرماتے جاتے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان کرسکتا ہے اگر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو ہرگز تجھے بوسہ نہ دیتا۔ (بخاری ومسلم)

جگہ جگہ سے برکت تلاش کرنا

آپ رضی اللہ عنہ کے لائق فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وطیرہ تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ برکات حاصل کرنے کیلئے وہاں نماز پڑھتے جہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ ''انہ کان یصلی فی اماکن من الطریق ویقول انہ رای النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یصلی فی تلک الامکنۃ'' یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راستہ میں کئی جگہ نماز پڑھا کرتے تھے اور بیان کرتے تھے کہ ان جگہوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ہے۔ ایسا ہی حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں درخواست کی تھی کہ میں فلاں فلاں عذر سے جماعت میں حاضر نہیں ہوسکتا۔ ''ودوت انک یارسول اللہ تاتی تتصلی فی مصلی اتخذہ مصلی'' یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لاکر ایک جگہ نماز پڑھیں تو میں اس جگہ کو مسجد بنالوں اور وہاں نماز پڑھتا رہوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا اور حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ اسی جگہ نماز پڑھتے رہے۔ اس حدیث پر علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں فوائد بہت مستنبط ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ ''التبرک بالصالحین وآثارھم والصلوٰۃ فی المواضع التی حلوابہا وطلب التبرک منہم'' کہ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کے نیک بندوں سے اور ان کے نشانوں سے اور جہاں وہ نماز پڑھیں ان جگہوں سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔

برکت والی چادر میں کفن

ایسا ہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت بخاری شریف میں وارد ہے کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نماز پڑھنے کے مقامات میں نماز پڑھی چنانچہ اس پہاڑی کے پاس بھی نماز پڑھا کرتے تھے جو روحا کے خاتمہ پر ہے۔ اسی جگہ ایک دوسری مسجد بنا دی گئی ہے مگر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس مسجد میں نماز پڑھتے تھے بلکہ اس کو اپنے پیچھے بائیں جانب چھوڑ دیتے تھے، اور اسکے آگے بڑھ کر خاص پہاڑی کے پاس نماز پڑھا کرتے تھے اور راوی کا بیان ہے کہ "وکان عبداللہ یعلم المکان الذی فیہ صلی النبی ﷺ" کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ اس مقام کو جانتے تھے، جہاں نبی ﷺ نے نماز پڑھی ہے۔ ایسا ہی حدیث میں ذکر ہے کہ **ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے چادر لائی اور کہا کہ میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے بنا ہے اور وہ اس غرض سے لائی کہ آپ ﷺ کو پہنائے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو قبول فرمایا،** اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کپڑے کی ضرورت بھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے تو وہ چادر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازار تھی۔ ایک شخص نے اس کی تعریف کی اور کہا کہ یہ مجھے دے دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دے دی۔ لوگوں نے اسے کہا کہ یہ تو نے اچھا کام نہ کیا، اسے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت ضرورت کی حالت میں پہنا تھا مگر تو نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مانگ لی حالانکہ تو جانتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوال کو رد نہیں کرتے۔ اس شخص نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے اس لئے نہیں مانگی کہ میں اس کو پہنوں بلکہ اس غرض کیلئے لی ہے کہ وہ میرا کفن ہوگی۔ حضرت سہیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر وہ چادر اس کا کفن ہوئی۔ (بخاری) (بحوالہ: الاعتصام لاہور ۴ جولائی ۱۹۵۲ء ص: ۴)

برکت، اکابر و اسلاف کیساتھ ہوتی ہے

صالحین، اکابرین، علماء اسلام اور اولیاء اللہ کا زندہ بذاتہ موجود ہونا موجب برکات ہے، ان کی خدمت سے اور ان سے دعا کروا کر بہت برکات و فیوض حاصل کرنا مشروع ہے۔ فرمایا "البرکۃ مع الاکابر" کہ برکت بڑے لوگوں کے ساتھ ہے۔ اسی طرح مساکین اور ضعفاء صالحین کی برکات بھی مسلم ہیں۔ حدیث میں ہے "ھل تنصرون وترزقون الا بضعفائکم" کہ تم ضعفاء کی دعاؤں اور ان کی خدمات صدقات، تحفہ تحائف وغیرہ سے مدد کئے جاتے ہو اور رزق دیئے جاتے ہو، چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقراء مہاجرین سے استفتاح کرتے تھے۔ یعنی ان کی دعاؤں کی برکات سے جنگوں میں فتح حاصل کرتے تھے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے دوست (ﷺ) نے سات چیزوں کا ارشاد فرمایا ایک یہ کہ "امرنی بحب المساکین والانو منھم" کہ مسکینوں سے محبت رکھنا اور ان سے قریب ہو کر رہنا اور خود آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "الغونی فی ضعفائکم فانما ترزقون او تنصرون بضعفائکم"۔ (مشکوۃ) کہ مجھے ضعیف لوگوں میں تلاش کرو کیونکہ ان کی طفیل سے تمہیں رزق دیا جاتا ہے، اور تم مدد کئے جاتے ہو۔ دیگر حدیث میں ہے کہ زمانہ نبوی ﷺ میں حاضر رہتا

Marfat.com

اور دوسرا کوئی پیشہ کر کے کمائی کرتا، پیشہ کرنے والے نے اپنے بھائی کی شکایت کی کہ یہ تو مسجدی درویش ہو گیا کچھ کمائی نہیں کرتا، بیکار رہتا ہے۔ تب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''لعلک ترزق بہ'' (رواہ الترمذی) کہ شاید تجھے اس کی برکت سے رزق، اعمال صالح اور دعاؤں کی برکات اور فیوض مل رہے ہوں۔ کیونکہ ان کے سبب سے لوگوں کو رزق ملتا ہے اور مصائب میں مدد ملتی ہے۔ (بحوالہ: الاعتصام لاہور، ۴ جولائی ۱۹۵۲ء۔ ص:۵)

ایک لاکھ لوگوں کی بیعتِ توبہ

جبائی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ میری تمنا ہوتی ہے کہ زمانہ سابق کی طرح صحراؤں اور جنگلوں میں رہوں لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا نفع منظور ہے۔ میرے ہاتھ پر پانچ ہزار سے زائد یہودی اور عیسائی مسلمان ہو چکے ہیں۔ عیاروں اور جرائم پیشہ لوگوں میں سے ایک لاکھ سے زیادہ توبہ کر چکے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ (قلائد الجواہر)

توحید وسنت کی خاطر جان کی بازی

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے جان کی بازی لگا کر توحید وسنت کی خالص تعلیم کو فروغ دینے میں جو مثالی اور نمایاں فرائض سرانجام دیئے وہ ان کی مقدس زندگی اور مکتوبات کے دفاتر سے ظاہر اور عیاں راچہ بیان کا مصداق ہیں۔ لیکن آج بعض لوگ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ خود حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اور ان جیسے دوسرے صوفیاء عظام کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کرنے کے بجائے فرماتے ہیں کہ ان حضرات نے اسلام کی خالص تعلیم میں تصوف کی زہریلی افیون ملا کر مسلمانوں کو اصل شاہراہ کتاب وسنت سے اوجھل کر دیا۔

خواجہ اجمیر رحمۃ اللہ علیہ اہلحدیث تھے

حضرت اجمیری رحمہ اللہ کا نماز تہجد کے سجود میں گڑگڑا کر یہ دعا کرنا کہ اے الٰہ العالمین مسلک اہل حدیث پر زندہ رکھیو اور اہل حدیث کے زمرہ میں حشر فرمائیو''۔ ان کی خالص اتباع کتاب وسنت کی ناطق شہادت ہے۔

(بحوالہ تذکرۃ الکرام) مولانا حکیم اشرف سندھو مرحوم

اسلاف روحانی تربیت کا ذریعہ

جب تک ہمارے اسلاف ومتاخرین کی تالیفات وتصنیفات کا نایاب اور بے بہا ذخیرہ ہمارے پاس سینوں میں یا کتابوں کی شکل میں موجود ہو، اس وقت تک ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ ہمارے اسلاف اگرچہ اپنے جسم عنصری کے ساتھ اس عالم لاہوت میں موجود نہیں مگر ان کی تصنیفات وتالیفات سے برابر ہماری روحانی تربیت ہوتی رہتی ہے اور برابر ان کا ہمارے ساتھ روحانی رشتہ جڑا ہوا ہے۔

تبلیغی جماعت میں مسلسل بستر اٹھایا

آپ (مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ) ایک طویل مدت تبلیغی جماعت کے ساتھ دعوت کے کام کیلئے نکلتے رہے۔

بروایت: سیف اللہ خان مغل

(بحوالہ: ارمغان مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ ص:816)

از: حمید اللہ خان عزیز

Marfat.com

کتابیات و مآخذ

کاروان حدیث		میاں فضل حق مالواڈہ رحمۃ اللہ علیہ
ارمغان حنیف رحمۃ اللہ علیہ		کاروان سلف
برصغیر میں علم فقہ		مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ
برصغیر میں اہلحدیث کی آمد		دبستان حدیث
مولانا احمد دین گکھڑوی رحمۃ اللہ علیہ		گلستان حدیث
مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ		فقہائے ہند (جلد اول)
قافلہ حدیث		فقہائے ہند (جلد دوم)
صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ		فقہائے ہند (جلد سوم)
قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ		فقہائے ہند (جلد چہارم)
ہفت اقلیم		فقہائے ہند (جلد پنجم)
محفل دانش منداں		فقہائے ہند (جلد ششم)
نقوش عظمت رفتہ		بزم ارجمنداں
برصغیر کے اہلحدیث خدام قرآن		ہفت روزہ الاعتصام (قدیم جلدیں)
گزر گئی گزران		مکتوبات حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ
60 باکمال خواتین		چمنستان حدیث
استاد گرامی مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ		

Marfat.com

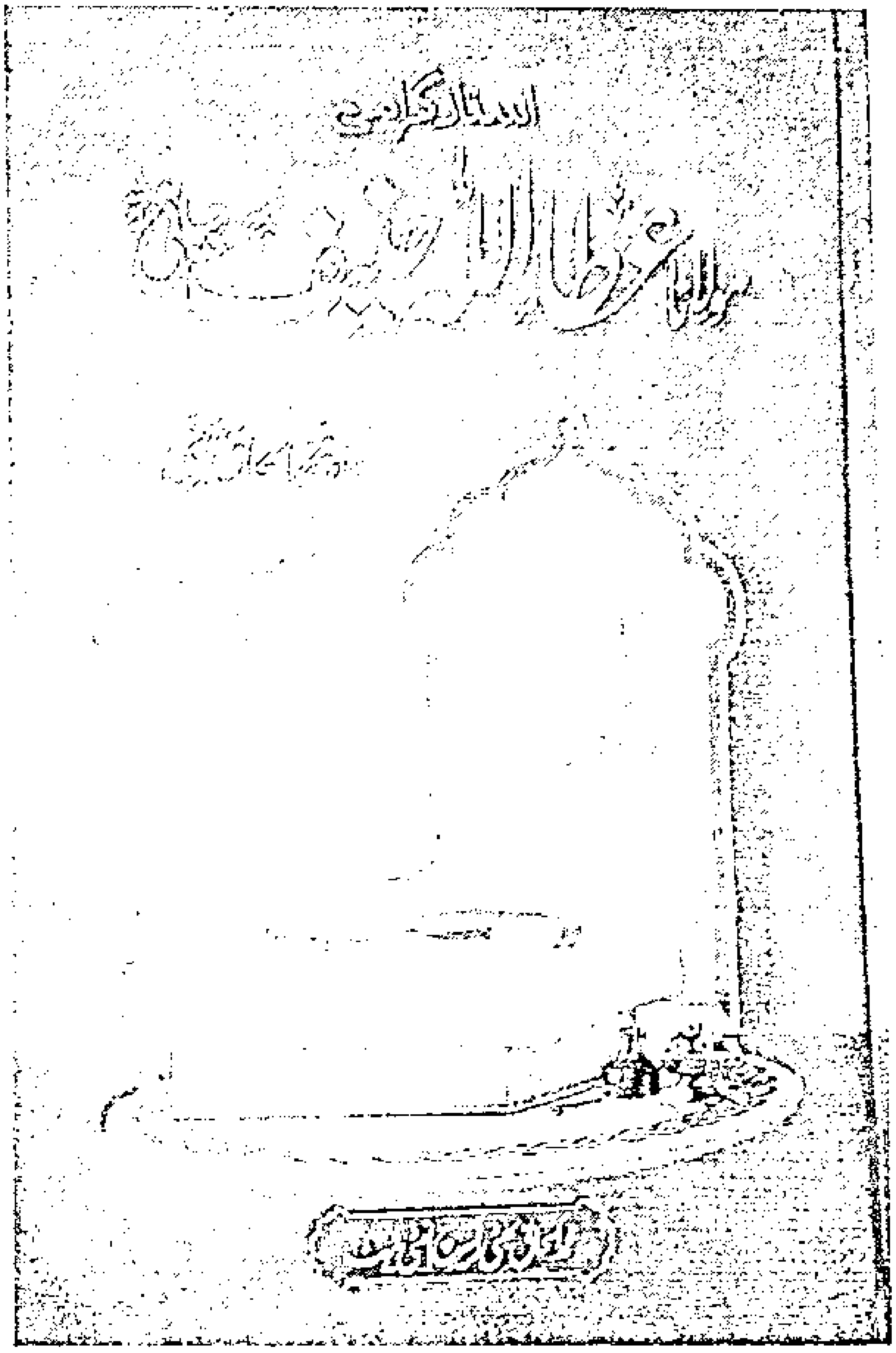

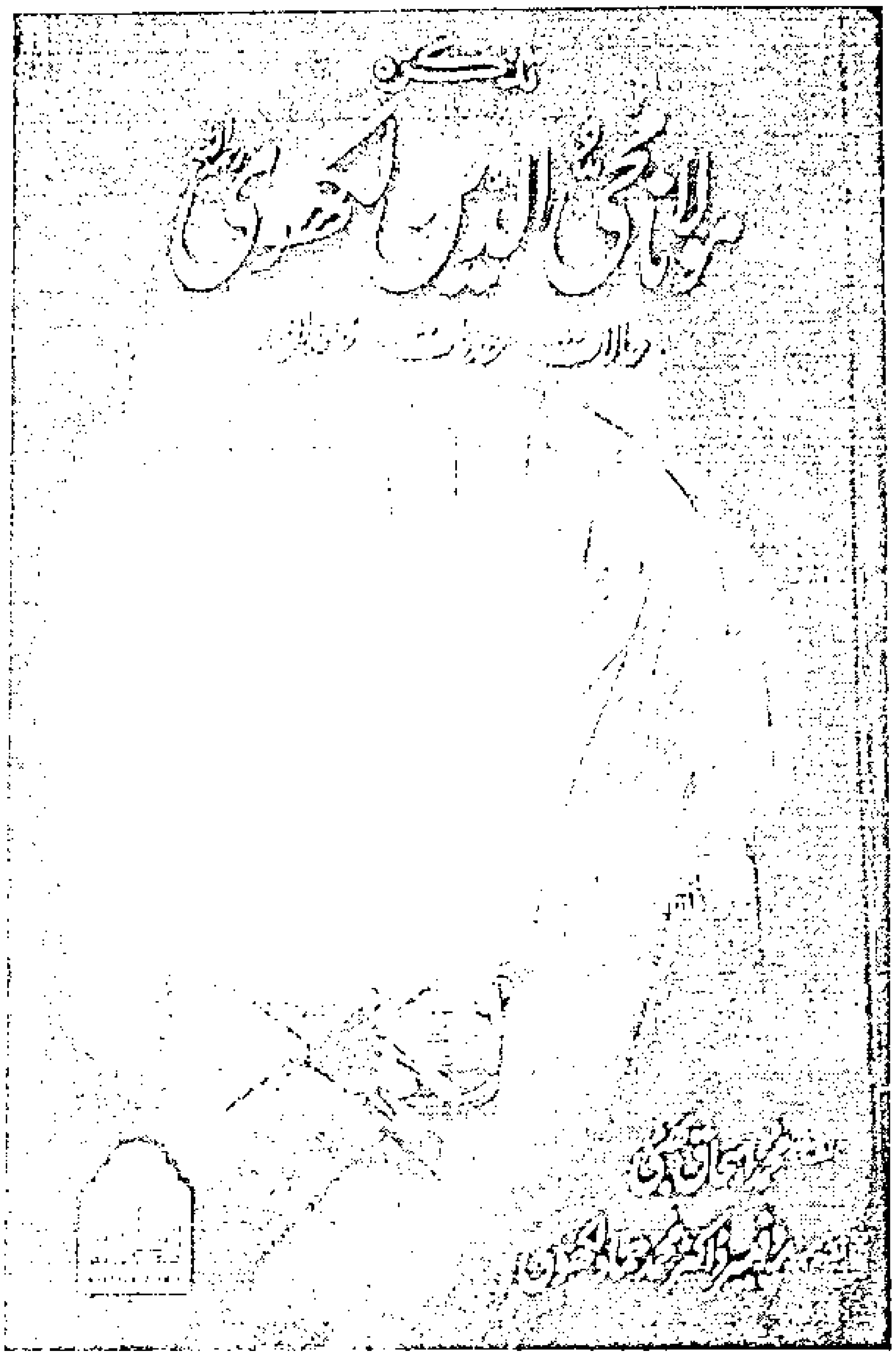

مکتوبات ولی اللہی،

عارف باللہ

سید عبد اللہ غزنوی

رحمۃ اللہ علیہ

سنہ 1972ء

ترجمہ
شیخ الحدیث حافظ عبد المنان صاحب
مدظلہ العالی

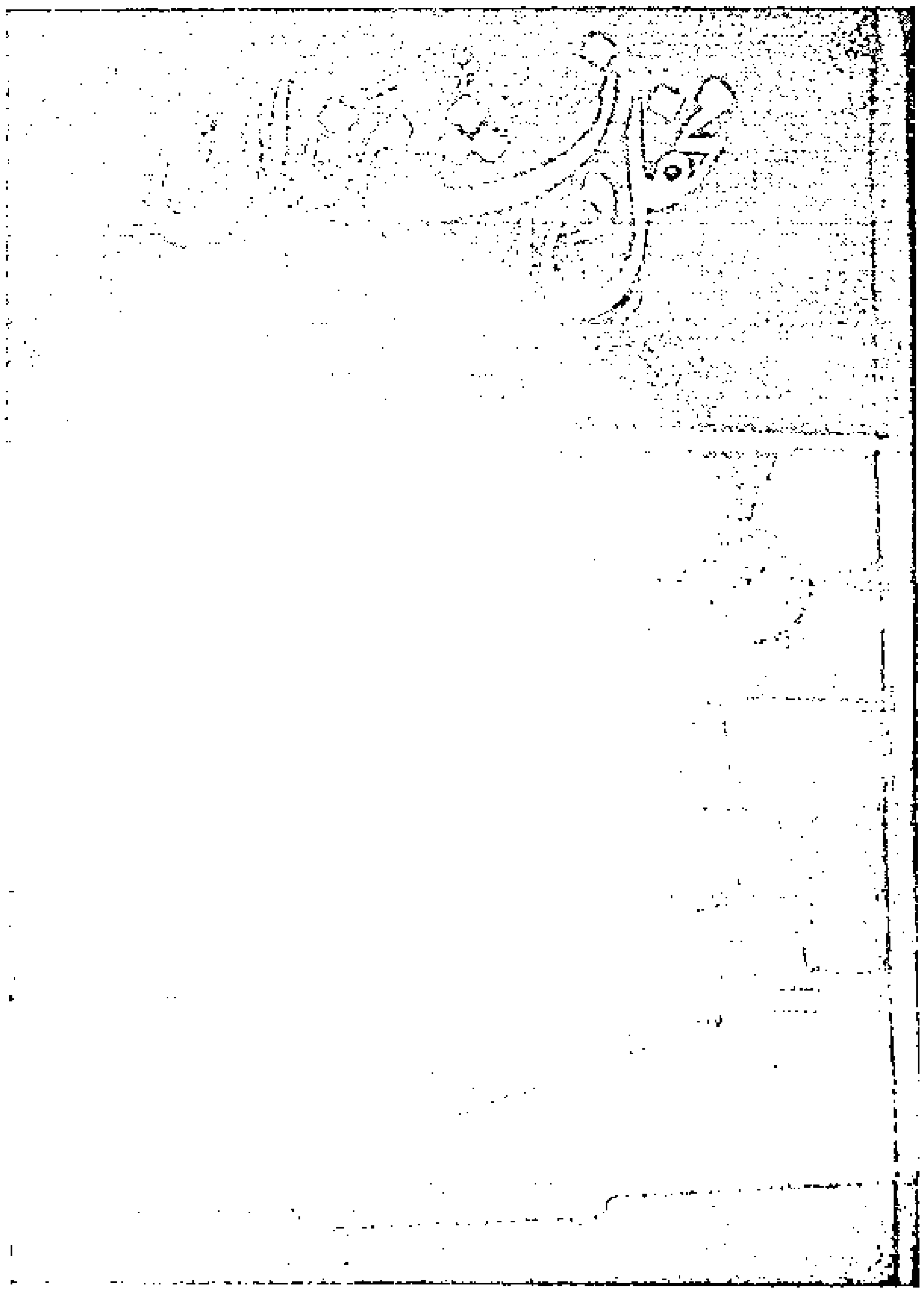

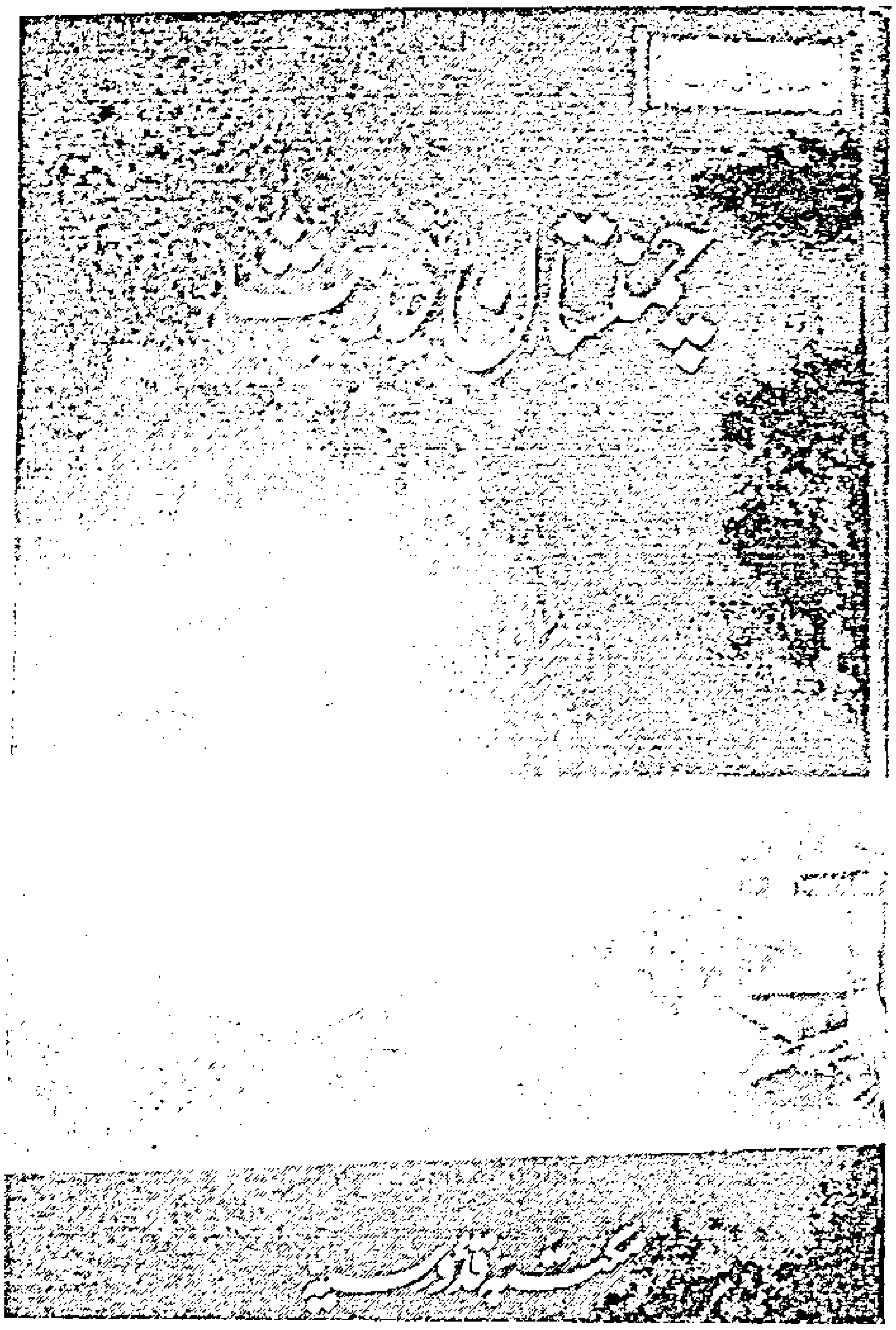

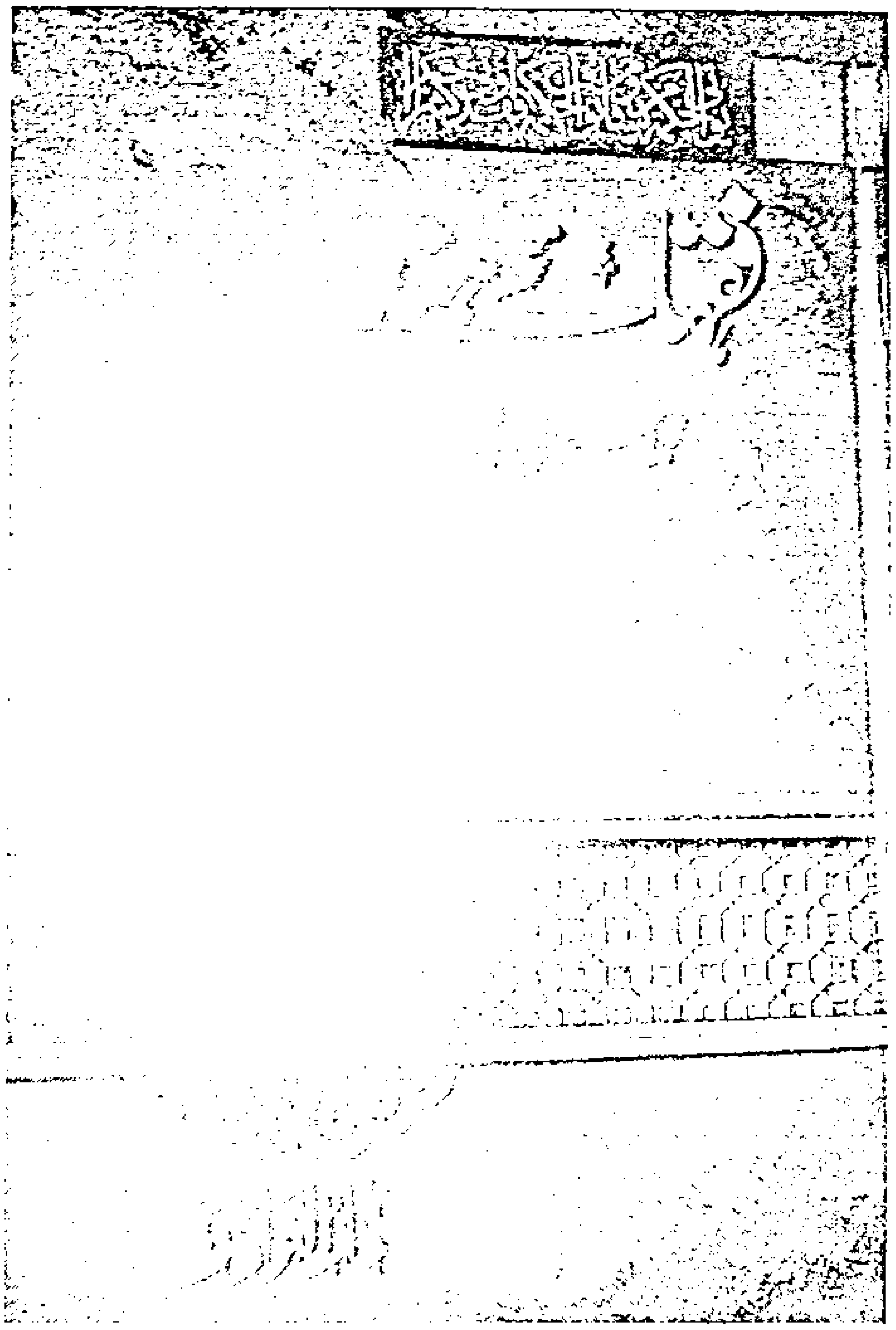

مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زمانہ ادارت میں شائع ہونیوالے ''الاعتصام'' کی قدیم جلدیں

Marfat.com

جولائی 1954ء کی فائل

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً

مسلک اہلحدیث کا ترجمان اور داعی

ہفت روزہ

الاعتصام گوجرانوالہ

بدل اشتراک

سالانہ: چھ روپے

ششماہی: چار روپے

مدیر: محمد اسحاق

جلد ۵	جمعۃ المبارک ۱۴ ذیقعد ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۶ جولائی ۱۹۵۴ء نمبر ۴۹

اصل علاج اسلامی نظام حکومت ہے

دسمبر 1953ء کی فائل

اس شمارہ میں لکھنے والے

الاعتصام گوجرانوالہ

مدیر

محمد اسحاق

جلد ۵	جمعۃ المبارک ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۵ دسمبر ۱۹۵۳ء نمبر ۲۰

Marfat.com

ہفت اقلیم

محمد اسحاق بھٹی

مکتبہ قدوسیہ

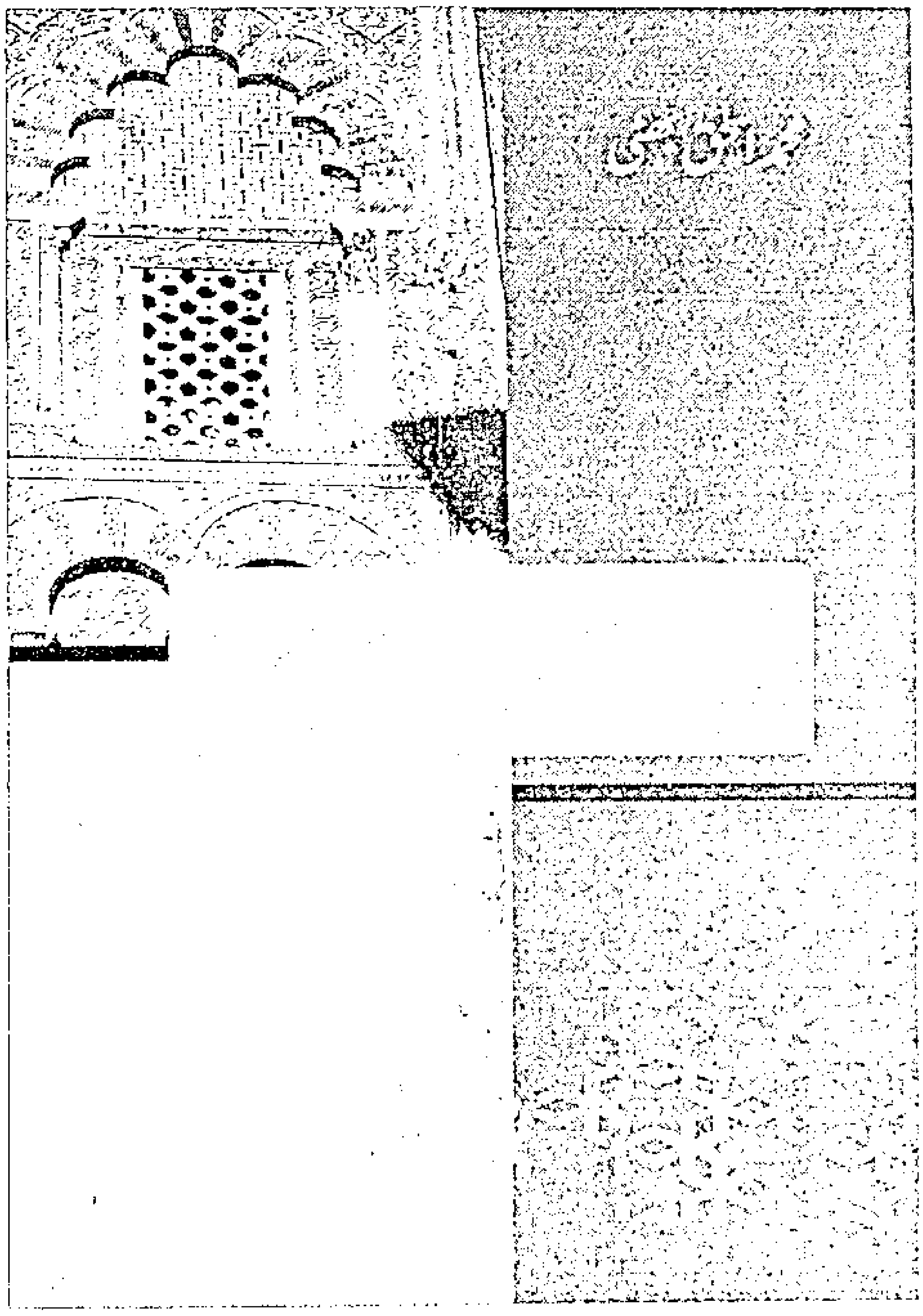

کاروانِ حدیث

یعنی

بیالیس (۴۲) نامور محدثینِ عظام

کے حالات اور اُن کی علمی خدمات کا تذکرہ

مرتبہ

عبدالرشید عراقی

ناشر

نورِ اسلام اکیڈمی

پوسٹ بکس 5166 ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 588 4789

مولانا احمد دین گکھڑوی

محمد اسحاق بھٹی

مکتبہ قدوسیہ

Marfat.com

نقوش عظمت رفتہ

مصنف

محمد اسحاق بھٹی

انّہ من سلیمٰن وانّہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تذکرہ

قاضی محمد سلیمان منصورپوری

عہد ۔ خاندان ۔ اساتذہ ۔ معاصر علما

تالیف

محمد اسحاق بھٹی

المکتبۃ السلفیہ ۔ شیش محل روڈ ۔ لاہور

ارمغان حنیف

مرتبہ

محمد اسحاق بھٹی

ادارۂ ثقافت اسلامیہ

۲۔ کلب روڈ ۔ لاہور

محمد اسحاق بھٹی

قافلۂ حدیث

مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

Marfat.com

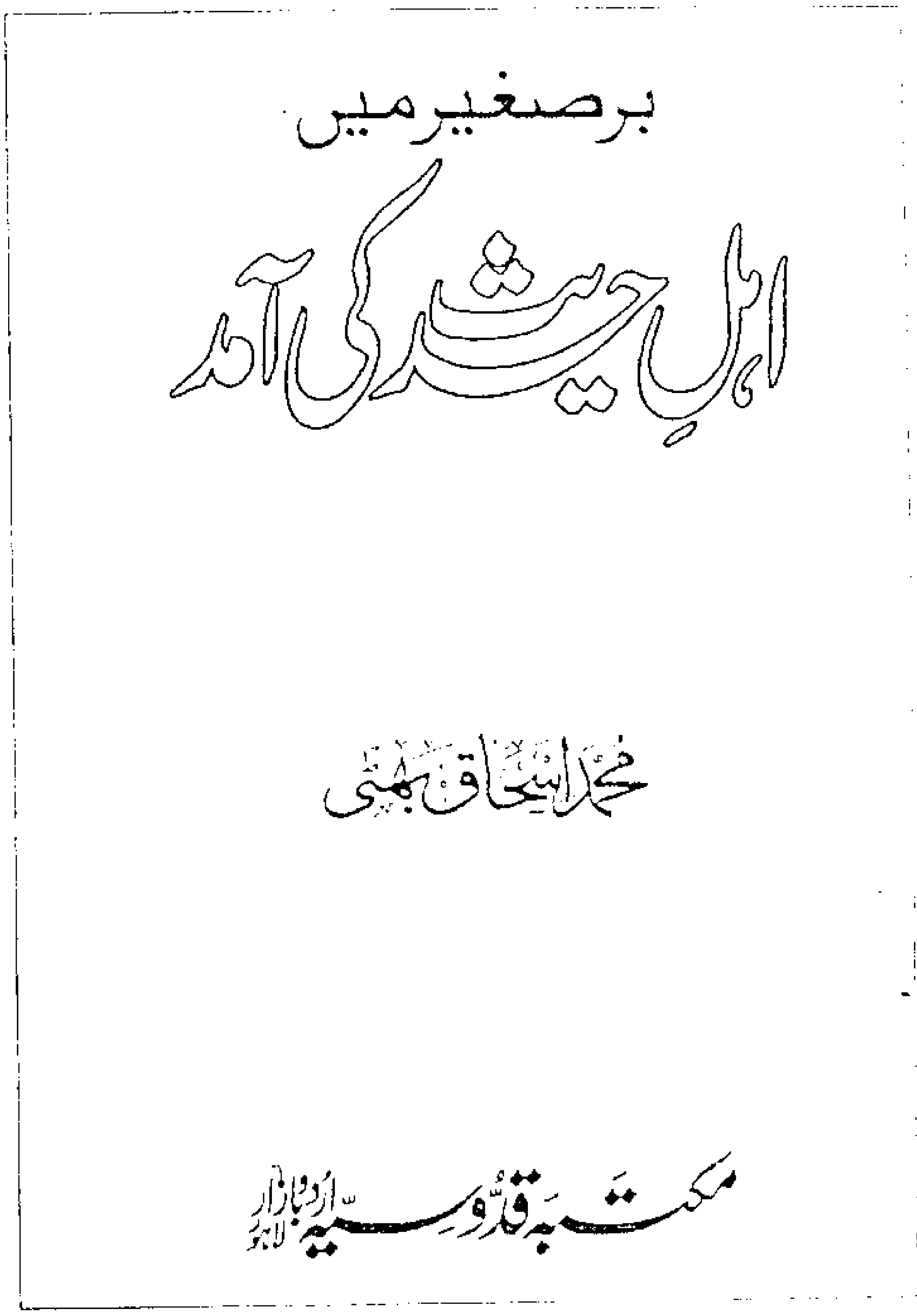
برصغیر میں
اہلِ حدیث کی آمد
محمد اسحاق بھٹی
مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

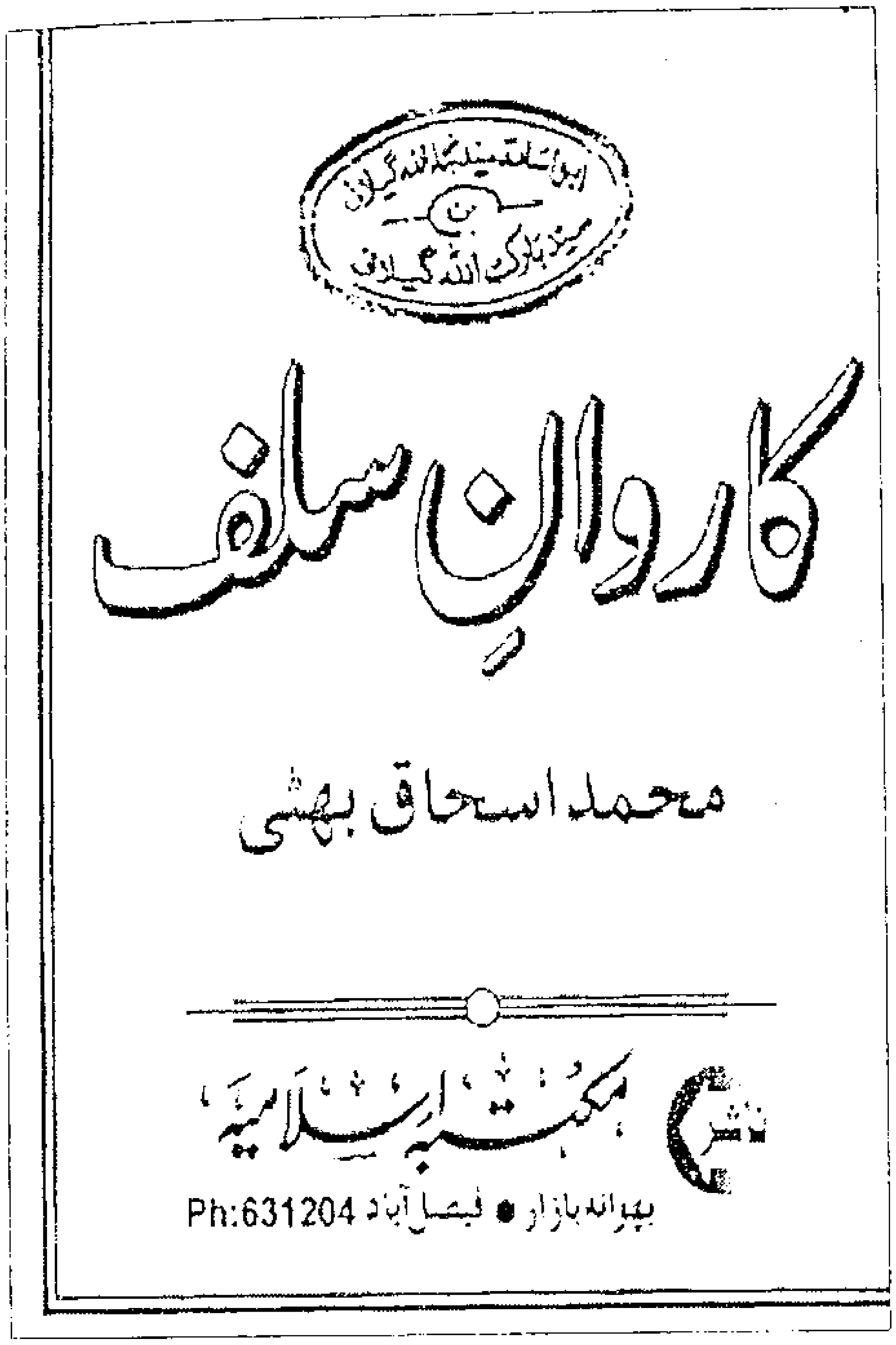
کاروانِ سلف
محمد اسحاق بھٹی
ناشر
مکتبہ اسلامیہ
بھوانہ بازار • فیصل آباد Ph:631204

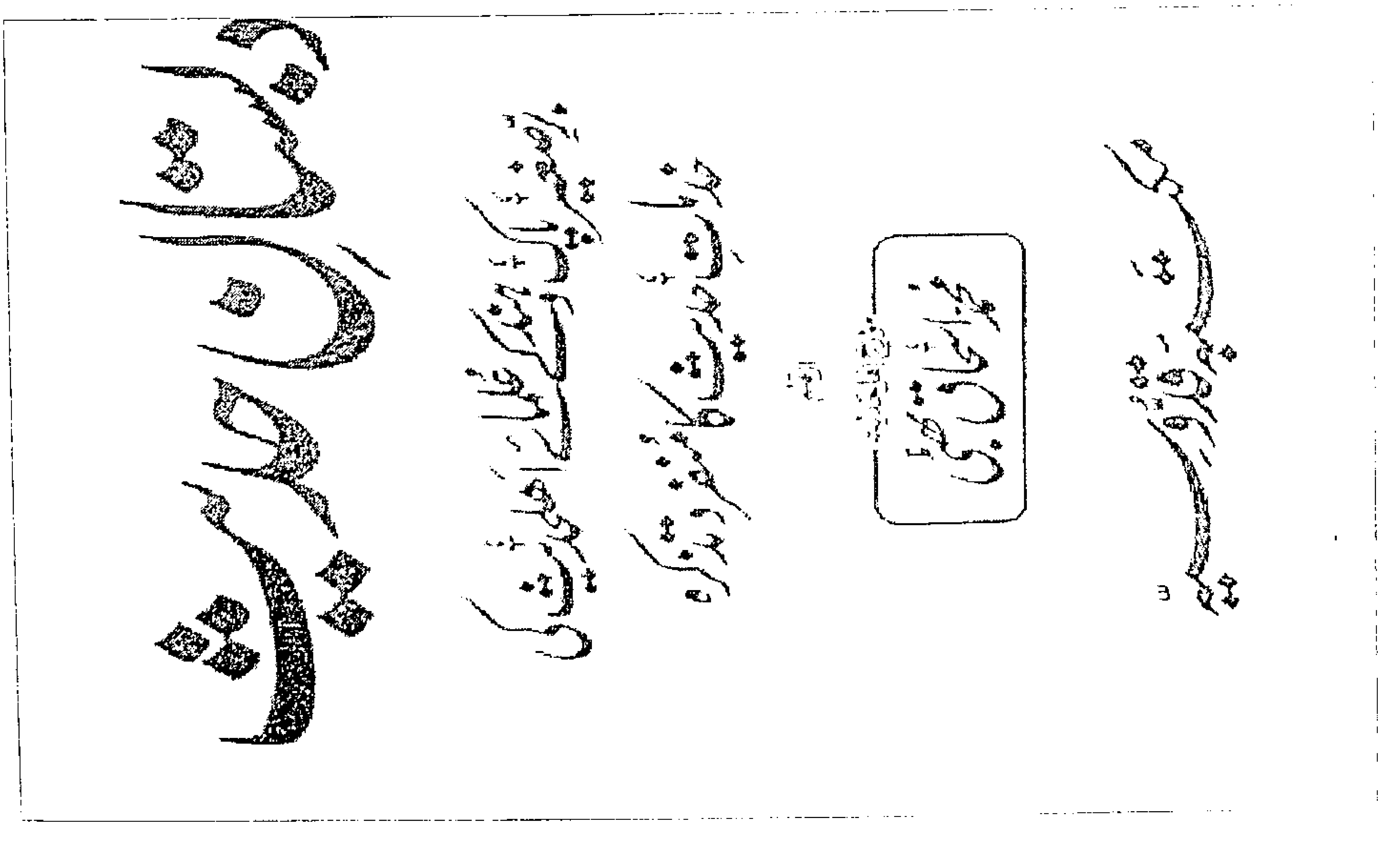

Marfat.com

محمد اسحاق بھٹی

برصغیر کے

اہلِ حدیث خدّامِ قرآن

مکتبہ قدوسیہ

قال اللہ تعالیٰ

إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا (الکہف)

ہم نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ

حالات، خدمات، آثار

تالیف

مولانا محمد اسحٰق بھٹی

شاکرین

4 شیش محل روڈ، لاہور 54000

تذکرہ

مولانا غلام رسول قلعوی

تالیف

محمد اسحاق بھٹی

گلستانِ حدیث

محمد اسحاق بھٹی

مکتبہ قدوسیہ

Marfat.com

میاں فضل حق اور ان کی خدمات

محمد اسحاق بھٹی

میاں فضل حق ویلفیئر ٹرسٹ

111 ملتان روڈ۔ لاہور

گزر گئی گزران

محمد اسحاق بھٹی

نشریات

۴۰ اردو بازار لاہور۔ فون ۰۳۲۱-۷۵۸۹۶۱۹

Marfat.com

مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی وہ کتابیں جن میں انہوں نے تصوف کا تفصیلی تذکرہ اعزاز اور سعادت مندی کے جذبہ کے ساتھ کیا

کاروان حدیث		میاں فضل حق مالواڈہ رحمۃ اللہ علیہ
ارمغان حنیف رحمۃ اللہ علیہ		کاروان سلف
برصغیر میں علم فقہ		مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ
برصغیر میں اہلحدیث کی آمد		دبستان حدیث
مولانا احمد دین گکھڑوی رحمۃ اللہ علیہ		گلستان حدیث
مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ		فقہائے ہند (جلد اول)
قافلہ حدیث		فقہائے ہند (جلد دوم)
صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ		فقہائے ہند (جلد سوم)
قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ		فقہائے ہند (جلد چہارم)
ہفت اقلیم		فقہائے ہند (جلد پنجم)
محفل دانش منداں		فقہائے ہند (جلد ششم)
نقوش عظمت رفتہ		فقہائے ہند (جلد ہفتم)
برصغیر کے اہلحدیث خدام قرآن		فقہائے ہند (جلد ہشتم)
گزر گئی گزران		فقہائے ہند (جلد نہم)
60 باکمال خواتین		فقہائے ہند (جلد دہم)
استاد گرامی مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ		اسلام کی بیٹیاں
خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ		لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی
چہرہ نبوت		بزم ارجمنداں
الفہرست ابن الندیم رحمۃ اللہ علیہ		استقبالیہ وصدارتی خطبات
برصغیر میں اہلحدیث کی اولیات		برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش
روپڑی علمائے حدیث		سیرت امہات المومنین رضی اللہ عنہا

Marfat.com

حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف وتراجم میں جن ہزاروں علماء وصوفیاء کی خدماتِ دینی کو اجاگر کیا' ان میں سے چند حضرات کے نام درج ذیل ہیں

	آ	
مولانا آدم مدراسی	مفتی آدم بن محمد گوپاموی	قاضی محمد آصف نگرامی
آغا بیگی	مولانا محمد آفاق دہلوی	ڈاکٹر آفتاب احمد رحمانی (بنگالی)
سید آل احمد سہسوانی	سید آل محمد بلگرامی	سید آیت اللہ رائے بریلوی
سید آل حسن موہانی		
	الف	
حافظ ابتسام الٰہی ظہیر	شیخ ابراہیم باعکظہ سورتی	مولانا محمد ابراہیم ترمنی احمد پوری
حاجی ابراہیم سرہندی	شیخ ابراہیم محدث اکبر آبادی	سید ابراہیم غیاث پوری
قاضی ابراہیم بیجاپوری	قاضی ابراہیم ٹھٹھوی سندھی	شیخ ابراہیم جون پوری
قاضی ابراہیم سندھی	مولانا ابو محمد ابراہیم آروی	مولانا محمد ابراہیم چکڑالوی
حافظ محمد ابراہیم کمیر پوری	مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی	قاری محمد ابراہیم میر محمدی
مولانا محمد ابراہیم خلیل فیروز پوری	مولانا محمد ابراہیم ڈنڈا	حکیم محمد ابراہیم طارق ایم اے
سید ابراہیم بن احمد بغدادی	شیخ ابراہیم بن جمال الدین سندھی	قاضی ابراہیم بن فتح اللہ ملتانی
مولانا ابراہیم بن فتح اللہ ملتانی	ابراہیم بن محمد دیبلی	قاضی ابراہیم بن محمد کالپوی
شیخ ابراہیم بن معین الدین ایرجی	ابن اسید بن اخنس	سیدہ ابنۃ ابی حثمہ
شیخ ابواسحاق لاہوری	مولانا ابوالاشبال احمد شاغف	سید ابوالاعلیٰ مودودی
ابوایوب بن یزید ہلالی	مولانا ابوالبرکات احمد	مفتی ابوالبقا جون پوری
شیخ ابوبکر اکبر آبادی	قاضی ابوبکر الہ آبادی	شیخ ابوبکر شافعی سندھی
مولانا ابوبکر صدیق سلفی	حافظ ابوبکر عتیق	سید ابوبکر غزنوی
قاضی ابوبکر مدراسی	شیخ ابوتراب بیجاپوری	شیخ ابوتراب جعفری پھلواروی
سید ابوالحسن بلتستانی	سید ابوالحسن سورتی	شیخ ابوالحسن دیلوری
شیخ ابوالحسن سندھی کبیر	شیخ ابوالحسن سندھی صغیر	مولانا ابوالحسن کشمیری

Marfat.com

مولانا ابوالحسن فرنگی محلی	مولانا ابوالحسن سیالکوٹی	سید ابوالحسنات قادری
مولانا ابوحفص عثمانی	قاضی ابوحنیفہ بھکری سندھی	سید ابوحنیفہ بھکری سندھی
سید ابوحنیفہ نصیر آبادی بریلوی	مولان ابوالحیات پھلواروی	شیخ ابوالخیر بن مبارک ناگوری
شیخ ابوالخیر ٹھٹھوی سندھی	شیخ ابوالخیر بھیروی	مولانا ابوالخیر جون پوری
شیخ ابورضا دہلوی	قاضی ابوسعید بھکری سندھی	شیخ ابوسعید گنگوہی
قاضی ابوسعید گجراتی	مولانا ابوسعید امیٹھوی	سید ابوسعید بریلوی
سید ابوسعید کالپوی	مفتی ابوسعید گوپاموی	شیخ ابوسعید مجددی دہلوی
ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری	ابوشیبہ جوہری	شیخ ابوالطیب سندھی
مولانا ابوعبدالرحمٰن محمد پنجابی	شیخ ابوالعلاء جون پوری	ابوعلی سندھی
شیخ ابوعلی قلندر پانی پتی	حکیم ابوعلی امروہوی	ابوعیینہ بن مہلب ازدی
شیخ ابوالغیث حسینی بخاری	شیخ ابوالفتح قریشی کالپوی	شیخ ابوالفتح بن جمال الدین مکی
مفتی ابوالفتح بن عبدالغفور تھانیسری	شیخ ابوالفتح کانی کشمیری	مفتی ابوالفتح کلو کشمیری
قاضی ابوالفتح بلگرامی	قاضی ابوالفرح گجراتی	شیخ ابوالفضل خطیب گازرونی
سید ابوالفضل حسینی استر آبادی	مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی	شیخ ابوالقاسم بن احمد مکی
قاضی ابوالقاسم کشمیری	مولانا ابوالقاسم سندھی	سید ابوالقاسم تستری نواب میر عالم خاں
مولانا ابوالکلام آزاد	سید ابواللیث رائے بریلوی	مفتی ابومحمد سہسوانی
قاضی ابوالمعالی بخاری	مولانا ابوالواعظ ہرگامی	مفتی ابوالوفاء کشمیری
شیخ ابویزید برہان پوری	مولانا اثیر الدین کاہانی	قاضی احتشام الدین مرادآبادی
علامہ احسان الٰہی ظہیر	مفتی احسان علی پھلواروی	مولانا احسان غنی دہلوی
شیخ احسان الدین متقی ملتانی	مولانا محمد احسن سلفی	شیخ احمد بیجاپوری
قاضی احمد عسکری بیجاپوری	شیخ احمد سرہندی۔ حضرت مجدد الف ثانی	شیخ احمد سرہندی
شیخ احمد فیاض امیٹھوی	سید احمد ملتانی	حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی
مولانا احمد اللہ پرتاپ گڑھی دہلوی	سید ابوالخیر احمد برق حسنی لکھنوی	حافظ احمد پٹوی
ڈپٹی سید احمد حسن دہلوی	مولوی سید احمد حسین صوفی	حافظ احمد شاکر
مولوی احمد علی	پروفیسر احمد علی انصاری	مولانا احمد علی بنگالی

Marfat.com

مولانا احمد علی لاہوری		مولانا احمد مجتبیٰ سلفی		سید احمد غزنوی
مولانا احمد ملاح		شیخ احمد صدیقی امیٹھوی، ملاجیون		شیخ احمد گوپاموی
شیخ احمد رفاعی		شیخ احمد نائطی مدراسی		شیخ احمد عثمانی لکھنوی
شیخ احمد ہرکامی		قاضی احمد جون پوری		حاجی احمد دہلوی
قاضی احمد حماد فتح پوری		شیخ احمد عبدالحق لکھنوی		قاضی احمد علی سندیلوی
شیخ احمد اللہ خیرآبادی		مولانا احمد اللہ پانی پتی		شیخ احمد سندیلوی
شیخ احمد گجراتی		شیخ احمد اصفہانی		شیخ احمد رام پوری
شیخ احمد کشمیری		مفتی احمد فرنگی		سید احمد حسن عرشی قنوجی
مولانا احمد سعید مجددی دہلوی		مولانا احمد علی سہارن پوری		سید احمد علی محمد آبادی
مولانا احمد علی چریاکوٹی		مولانا احمد گل بھوپالی		حافظ احمد الدین بگوی
شیخ احمد اللہ انامی		حافظ احمد الدین بگوی		سید احمد حسن دہلوی
مولانا احمد ملاح		مولانا احمد دین گکھڑوی		مولانا احمد تھانیسری
شیخ احمد کھٹوی		قاضی احمد شہاب الدین دولت آبادی		شیخ احمد بن ابوالفتح غازی پوری
شیخ احمد بن اسحاق سندھی		شیخ احمد بن اسحاق نصیرآبادی		قاضی احمد بن اسماعیل ظفرآبادی
شیخ احمد بن اسماعیل مندوی		شیخ احمد بن بدرالدین مصری		شیخ احمد بن جعفر گجراتی
شیخ احمد بن حسن بلخی		شیخ احمد بن حسن نائطی بیجاپوری		شیخ احمد بن خلیل بیجاپوری
شیخ احمد بن رضا حیدرآبادی		شیخ احمد بن زید الدین جون پوری		قاضی احمد بن سلامہ جزائری
مولانا احمد بن سلیمان کردی گجراتی		شیخ احمد بن ضیاء الدین مندوی		شیخ احمد بن عبدالقدوس گنگوہی
شیخ احمد بن عبدالملک لاہوری		احمد بن عبداللہ حضرمی		شیخ احمد بن علوی حضرمی
شیخ احمد بن علی بسکری		شیخ احمد بن عمر پنڈوی		شیخ احمد بن مجتبیٰ مانک پوری
شیخ احمد بن مجدالدین شیبانی		قاضی احمد بن محمد جون پوری		احمد بن محمد منصوری
شیخ احمد بن محمد ہانسوی		شیخ احمد بن محمد نہروالا		شیخ احمد بن محمد سندیلوی
شیخ احمد بن محمد بہاری		شیخ احمد بن محمود نہروالی		شیخ احمد بن یحییٰ منیری
شیخ احمد بن یعقوب بھٹی		مولانا محمد ادریس اثری		حافظ محمد ادریس ثاقب کیلانی
حافظ محمد ادریس سلفی		قاری محمد ادریس عاصم		حکیم محمد ادریس فاروقی

Marfat.com

مولانا ارادت حسین صدیقی عظیم آبادی	مولانا ارشاد الحق اثری	شیخ محمد ارشد جون پوری
مولانا محمد ارشد کمال	حضرت اروی بنت انیس رضی اللہ عنہا	حضرت اروی بنت حارث رضی اللہ عنہا
حضرت اروی بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا	اسامہ موعود	محمد اسحاق بھٹی
شاہ محمد اسحاق دہلوی	شیخ اسحاق مغربی	حافظ محمد اسحاق حسینوی
مولانا محمد اسحاق چیمہ	ڈاکٹر حافظ محمد اسحاق زاہد	قاضی اسحاق مالوی
حاجی محمد اسحاق حنیف	مولانا اسحاق چیمہ	مولانا محمد اسحاق رحمانی گوہڑوی
حافظ محمد اسحاق بن علی بخاری	شیخ اسحاق بن کاکولا ہوری	علامہ محمد اسد
شیخ اسد اللہ ہرگامی	ڈاکٹر اسرار احمد	مولانا محمد اسرائیل ندوی سلفی
اسرائیل بن موسیٰ بصری	مولانا محمد اسعد انصاری سہالوی	مولانا محمد اسلم سندھی
حافظ محمد اسلم شاہدروی	مولانا اسلم کاشمیری	قاضی محمد اسلم سیف
مولانا محمد اسماعیل دہلوی	مولانا محمد اسماعیل سلفی	شیخ اسماعیل فقیہ
مولانا اسماعیل غزنوی	حافظ محمد اسماعیل اسد	میاں محمد اسماعیل فریدکوٹی
قاضی اسماعیل اصفہانی	علامہ اسماعیل نقشبندی لاہوری	مفتی اسماعیل ہرگامی
شیخ اسماعیل لاہوری	شیخ اسماعیل محدث بیجاپوری	شیخ اسماعیل غوری پشاوری
حافظ محمد اسماعیل روپڑی	مولانا سید اسماعیل سلفی رائیدرگی	اسماعیل ضیاء
مولانا اسماعیل وکیل	اسماعیل بن ابراہیم قیقانی	قاضی اسماعیل بن علی سندھی
شیخ اسماعیل بن محمد ملتانی	شیخ اسماعیل بن صفی الدین ادولوی	شیخ اسماعیل بن ابدال لاہوری
شیخ اسماعیل بن عبداللہ لاہوری	شیخ اسماعیل بن محمد ملتانی	شیخ اسماعیل بن محمود سندھی
حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا	اسماء بنت اسد رضی اللہ عنہا	حضرت اسماء مخرمہ رضی اللہ عنہا
مولانا محمد اشرف توقیر فاضل پوری	سید اشرف جہانگیر سمنانی	شیخ اشرف قلی جائسی
سید محمد اشرف حسینی بلگرامی	حافظ محمد اشرف سعید	شیخ محمد اشرف کشمیری
مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی	مفتی محمد اصغر انصاری فرنگی محلی	سید اعجاز احمد نقوی سہوانی
اعشی ہمدان	شیخ اعظم ثانی لکھنوی	مولانا محمد اعلیٰ تھانوی
مولانا افتخار الدین رازی	مولانا افتخار الدین برنی	مولانا افتخار الدین گیلانی
شیخ افضل محمد اکبرآبادی	میر محمد افضل دہلوی	شیخ افضل راجیند روی

Marfat.com

مولانا محمد افضل		مفتی محمد افضل پھلواروی		پروفیسر محمد اقبال کیلانی
مولانا محمد اقبال رحمانی		سید اقبال حسین		مولانا حکیم محمد اکبر فاروقی
مولانا محمد اکبر کشمیری		مولانا اکبر یار کشمیری		مولانا محمد اکرم شاہ جہان پوری
قاضی محمد اکرم دہلوی		مولانا محمد اکرم خاں		پروفیسر محمد اکرم نسیم
شیخ اکرم الدین گجراتی		قاضی محمد اکرم گجراتی		مولانا محمد اکرم مدنی
مولانا اکرم خاں بنگالی		قاضی محمد اکرم سندھی		مفتی الٰہی بخش کاندھلوی
مولانا الٰہی بخش کاندھلوی		مولانا الٰہی بخش شجاع آبادی		مولوی الٰہی بخش
شیخ اللہ بخش گیلانی لاہوری		شیخ اللہ بخش گجراتی		شیخ اللہ بخش گوپاموی
مفتی اللہ بخش ملتانی		قاضی اللہ داد بلگرامی		مولانا اللہ داد سلطان پوری
شیخ اللہ داد گوپاموی		شیخ اللہ داد بن عبداللہ جون پوری		مولانا اللہ داد بن کمال الدین لکھنوی
مولانا اللہ نواز		مولانا اللہ یار خاں		حافظ محمد الیاس اثری
حافظ محمد الیاس سلفی		مولانا ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی		مولانا امام الدین جونیجو
شیخ امام الدین دہلوی		شیخ امام الدین جون پوری		شیخ امام الدین امروہوی
مولانا امام الدین جونیجو		مولانا امان اللہ کشمیری دہلوی		حافظ امان اللہ بنارسی
مفتی محمد امان گوپاموی		حضرت امامہ بنت ابو العاص رضی اللہ عنہا		مولانا امتیاز علی عرش
حضرت امۃ بنت خالد رضی اللہ عنہا		امۃ الجلیل بنت عمر وعدوی رضی اللہ عنہا		امۃ الحبیب
حضرت امۃ اللہ بنت ابوبکرہ ثقفی		سیدہ امۃ الغفور دہلوی		حضرت ام اسحاق غنویہ رضی اللہ عنہا
حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا		حضرت ام بجید رضی اللہ عنہا		حضرت ام حبان سلمیہ رضی اللہ عنہا
ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا		حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا		حضرت ام الحریش رضی اللہ عنہا
ام الحسن بنت ابی جعفر طبجانی		حضرت ام حکیم بنت حارث رضی اللہ عنہا		ام حکیم بنت یحییٰ اموی
حضرت ام حمید انصاریہ		حضرت ام الخیر بنت صخر		حضرت ام زیاد اشجعی
ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا		حضرت ام سلیم بنت ملحان		ام طفیل
ام عاصم بنت عاصم		ام عبداللہ بنت ابی دومہ		حضرت ام عطیہ بنت حارث
حضرت ام العلاء انصاریہ		حضرت ام عمارہ		حضرت ام الفضل بنت حارث
حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا		حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا		ام مبشر بنت باء

Marfat.com

ام مرثد اسلمی	ام مطاع اسلمیہ	ام مطاع بنت ارت
حضرت ام معبد خزاعیہ	حضرت ام معبد بنت خالد	ام معبد بنت کعب انصاریہ
ام معقل اسدی	ام مغیث	ام منذر بنت قیس
حضرت ام ورقہ بنت عبداللہ	حضرت ام ہانی	مولانا محمد امین کشمیری
حافظ محمد امین لکھوی	مولانا امین الدین کنتوری	مولانا امین الدین مدراسی
مولانا امین الدین جون پوری	شیخ امین بن احمد نہروالی	سید امیر سہسوانی
سید امیر حسن سہسوانی	مفتی امیر حیدر بلگرامی	مولانا سید امیر علی ملیح آبادی
قاضی محمد امیر فاروق گوپاموی	حضرت امیمہ	مولانا انگنون جون پوری
مولانا محمد انس سلفی	مولوی انشاء اللہ خاں	مفتی انور علی آروی
مولانا محمد انیس الرحمٰن بنگالی	مولانا اوغلان خراسانی	سید اولاد حسن قنوجی
ایم ایم شریف	ڈاکٹر محمد ایوب قادری	سید احمد شہید بریلوی
	(ب)	
بادشاہ بیگم	شیخ بابو بن شیخ جیو گجراتی	شیخ باسط علی قلندر الہ آبادی
مولوی بارک اللہ	حافظ بارک اللہ لکھوی	میاں محمد باقر
سید محمد باقر بلگرامی	مولانا باقر مدراسی	شیخ محمد باقر سندھی
شیخ بایزید انصاری سہارن پوری	شیخ بایزید بلگرامی	شیخ بایزید سندھی
حضرت بحینہ بنت حارث رضی اللہ عنہا	بچھنی بیگم	ابوالحسن بختیار بن عبداللہ صوفی ہندی
بختیار بن عبداللہ ہندی فصاد	شیخ بدرالدین دہلوی	شیخ بدرالدین سمرقندی
مولانا بدرالدین معبری	مولانا بدرالدین اودھی	شیخ بدرالدین گجراتی
شیخ بدرالدین حسینی اکبرآبادی	شیخ بدرالدین سرہندی	قاضی بدرالدین صدیقی بدایونی
شیخ بدرالدین جون پوری	شیخ بدر رفائی	شیخ بدر عالم ساداموی
سید بدیع الدین شاہ راشدی	مولانا بدیع الزمان لکھنوی	شیخ بدرحسن بہرائچی
حضرت برزہ بنت مسعود ثقفی رضی اللہ عنہا	مفتی محمد برکت عظیم آبادی	مولانا برہان الدین بزاز
شیخ برہان الدین بلخی	مولانا برہان الدین نسفی	مولانا برہان الدین بھکری
قاضی برہان الدین مالوی	شیخ برہان الدین کالپوی	قاضی برہان الدین گجراتی

Marfat.com

مولانا برہان الدین گجراتی	مولانا برہان الدین ملتانی	شیخ برہان الدین برہان پوری
مولانا برہان الدین جہلوی	مولانا برہان الدین دیوی	حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا
حضرت بسیرہ رضی اللہ عنہا	بشیر احمد ڈار	مولانا بشیر احمد اعوان
مولانا محمد بشیر شہید	مولانا محمد بشیر طیب	مولانا محمد بشیر فاروقی سہسوانی
بشیر انصاری	قاضی بشیر الدین قنوجی	بکارہ ہلالیہ
بلارہ بنت تمیم	مولانا محمد بلال جونیجو	شیخ بلال لاہوری
شیخ بلال محدث سندھی	بنانہ بنت ابی یزید	بنفشا بنت عبداللہ
حافظ محمد بنیامین طور	بوران بنت حسن	خواجہ بہاری لاہوری
شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی	شیخ بہاؤالدین انصاری جنیدی	شیخ بہاؤالدین عمری جونپوری
شیخ بہاؤالدین اوچی	شیخ بہاؤالدین گجراتی	شیخ بہلول دہلوی
شیخ بہلول برکی	بیرم بنت احمد	

(پ)

شیخ پیر محمد گجراتی	شیخ پیر محمد سلونی	شیخ پیر محمد لکھنوی
شیخ پیر محمد جنیدی		

(ت)

مفتی تابع محمد لکھنوی	امیر تاتار خاں دہلوی	قاضی تاج الدین کڑوی
مولانا تاج الدین کلاہی	مولانا تاج الدین مقدم دہلوی	قاضی تاج الدین نحوی
قاضی تاج الدین ظفر آبادی	شیخ تاج الدین نہروالی	شیخ تاج الدین مندوی
شیخ تاج الدین گجراتی	شیخ تاج الدین دہلوی	شیخ تاج الدین صدیقی جھونسوی
حاجی تاج محمود بھٹی	تاغر بن وعر	تبسم محمود غضنفر
مولانا تراب علی لکھنوی	مولانا سید تقریظ احمد سہسوانی	مولانا تقی الدین پنڈوی
سید محمد تقی لکھنوی	مولانا تلطف حسین عظیم آبادی	

(ث)

مولانا ثناء اللہ امرتسری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	قاضی ثناء اللہ جون پوری
مولانا ثناء اللہ مجاہد فیروز پوری	قاضی ثناء اللہ مچھلی شہری	حافظ ثناء اللہ مدنی

Marfat.com

مولانا ثناء اللہ ہوشیار پوری		
(ج)		
مولانا جار اللہ سائن پوری	جاناں بیگم	مرزا جان جاناں دہلوی
مولانا جان محمد لاہوری	حافظ جاوید انور صدیقی	جروہ بنت مرہ تمیمی رضی اللہ عنہا
شیخ جعفر بن میراں سندھی	شیخ جعفر بن جلال الدین گجراتی	شیخ جعفر بن علی گجراتی
شیخ جعفر حسینی پٹنوی	شیخ جعفر بن عزیز اللہ جون پوری	سید جعفر علی نقوی
مفتی جعفر حسین	شاہ محمد جعفر پھلواروی ندوی	قاضی جگن گجراتی
قاضی جلال الدین کاشانی	مولانا جلال الدین کاشانی	مولانا جلال الدین رومی
قاضی جلال الدین ولوالجی	شیخ جلال الدین دہلوی	شیخ جلال الدین اودھی
قاضی جلال الدین کاشانی	قاضی جلال الدین کرمانی	شیخ جلال الدین اکبر آبادی
شیخ جلال الدین جمالی دہلوی	شیخ جلال الدین تھانیسری	شیخ جلال الدین برہان پوری
قاضی جلال الدین ملتانی	شیخ جلال الدین بدایونی	شیخ جلال الدین کالپوی
شیخ جلال الدین برہان پوری	شیخ جلال الدین گجراتی	شیخ جلال الدین احمد بنارسی
شیخ جلال الدین مچھلی شہری	شیخ جمال محمد گجراتی	ملا جمال اولیاء کروی
شیخ جمال الدین مغربی	شیخ جمال الدین کوئلی	شیخ جمال الدین اوچی
شیخ جمال الدین اودھی	مولانا جمال الدین کشمیری	شیخ جمال الدین بن محمد گجراتی
مفتی جمال الدین بن نصیر الدین دہلوی	شیخ جلال الدین کشمیری	مولانا جمال الدین لاہوری
مولانا جمال الدین برہان پوری	شیخ جمال الدین گجراتی	منشی جمال الدین صدیقی دہلوی
مولانا جمال الدین انصاری لکھنوی	قاضی جمال الدین کشمیری	مولانا جمال الدین
جمانہ بنت مہاجر رضی اللہ عنہا	شیخ جمیل الدین سہارن پوری	میاں محمد جمیل
قاضی محمد جمیل برہان پوری	مولانا محمد جمیل جون پوری	حضرت جمیلہ بنت شیخ
جمیلہ بوجیہرو	جنید بن عمرو عدوانی مکی	مفتی جنید قریشی ملتانی
امیر جوہر احمد نگری	جوہر براثیہ	ملا جوہر نانت کشمیری
ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا		
(چ)		

Marfat.com

شیخ چندا کبرآبادی	شیخ چندن جون پوری	شیخ چندن مندسوری
مولانا محمد چراغ	مولانا چراغ دین نور پوری	
	(ح)	
مولانا حاتم سنبھلی	حاتم بن قبیصہ بن مہلب	حارث بیلمانی
حارث بن مرہ عبدی	مولانا حامد جون پوری	سید حامد عبدالرحمٰن الکاف
حباب بن فضالہ ذہلی	قاضی حبیب الرحمٰن منصور پوری	مولانا حبیب الرحمٰن لکھوی
مولانا حبیب الرحمٰن خلیق	سید حبیب الرحمٰن شاہ	قاضی حبیب اللہ گھوسوی
مولانا حبیب اللہ سندھی	شیخ حبیب اللہ بہاری	قاضی حبیب اللہ تاج پوری
شیخ حبیب اللہ تاج پوری	شیخ حبیب اللہ قنوجی	مولانا حبیب اللہ انصاری فرنگی محلی
مولوی حبیب اللہ امرتسری	مولانا حبیب اللہ البوری	حضرت حبیبہ عدویہ رضی اللہ عنہا
مولانا حجت الدین ملتانی قدیم	حری بن حری باہلی	مفتی حسام الدین دہلوی
شیخ حسام الدین ملتانی	مولانا حسام الدین ابن شادی	مولانا حسام الدین سرخ
خواجہ حسن معین الدین اجمیری	شیخ حسن عرب	سید حسن بلگرامی
سید حسن دہلوی عرف رسول نما	قاضی حسن سعید جون پوری	مرزا حسن علی صغیر لکھنوی
ملک حسن علی جامعی شرق پوری	ڈاکٹر حافظ حسن مدنی	حسنہ عابدہ
حضرت حسنیؒ	شیخ حسن احمد گجراتی	شیخ حسن بن حسام الدین نارنولی
شیخ حسن بن حسام الدین نارنولی	شیخ حسن بن طاہر جون پوری	شیخ حسن بن عبداللہ کالپوری
شیخ حسین بن محمد صغانی لاہوری	شیخ حسن بن موسیٰ گجراتی	حسین زنجانی
شیخ حسین بدایونی	سید حسین احمد حسینی ملیح آبادی	سید حسین بلگرامی
مولانا حسین خباز کشمیری	علامہ حسین میر کاشمیری	سید حسین حسینی نصیر آبادی
قاضی حسین سترکھی	خواجہ حسین ہروی	شیخ حسین ہروی
شیخ حسین بن احمد بخاری اوچی جہانیاں	شیخ حسین بن علی بخاری	شیخ حسین بن عمر غیاث پوری
شیخ حسین بن محمد کرمانی	ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا	حفصہ بنت سیرین
مولانا حفیظ الرحمٰن حفیظ	مولانا حفیظ الرحمٰن سیوہاری	شمس العلماء مولانا حفیظ اللہ
سید محمد حکم بریلوی	حکم بن عوانہ بن عیاض کلبی	حکم بن مندر عبدی

Marfat.com

قاضی حماد ردولوی	قاضی حماد الدین گجراتی	مولانا حماد الدین کاشانی
حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا	حمدہ بنت واثق	حمید نظامی
شیخ حمید الدین دہلوی	مولانا حمید الدین بنیانی دہلوی	مولانا حمید الدین سنبھلی
مولانا حمید الدین سندھی	مولانا حمید اللہ میرٹھی سراوہ والے	حمیدہ بنت عبید
حمیضہ بنت یاسر	حکیم محمد حنیف ندوی	حوا بنت یزید
حوریہ	سید حیات حسینی دہلوی	قاضی حیدر کشمیری
سید حیدر علی ٹونکی	مولانا حیدر انصاری لکھنوی	مولانا حیدر علی فیض آبادی
مولانا حیدر کشمیری	مرزا حیرت دہلوی	
	(خ)	
مولانا خادم احمد لکھنوی	سید خالد اقبال کاظمی	مولانا محمد خالد سیف
مولانا خالد گرجاکھی	خاور رشید بٹ	ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا
خدیجہ بنت سحنون	خدیجہ بنت محمد بغدادی	مولانا خرم علی بلہوری
شیخ خضر بن حسن بلخی	خلف بن سالم	خلف بن محمد دیبلی
حضرت خلیدہ بنت قیس	علامہ خلیل عرب	مفتی خلیل الدین کاکوروی
حاجی خلیل الرحمٰن	قاضی خلیل الرحمٰن گورکھپوری	قاضی خلیل الرحمٰن رام پوری
قاضی خلیل اللہ حیدر آبادی	حضرت خنساء رضی اللہ عنہا	مولانا خواجگی دہلوی
مولانا خواجگی دہلوی	مولانا خواجگی کڑوی	مولانا خواجہ مانک پوری
شیخ خواجگی سندھوری	قاضی خوب اللہ جون پوری	شیخ خوب محمد گجراتی
مولانا خوشحال تاشقندی	قاضی خوشحال کابلی	خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا
حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا	شیخ خود میرپٹنی	مولانا خیر الدین زبیر سورتی
قاضی خیر اللہ جون پوری	مولانا خیر محمد نظامانی	
	(د)	
مولانا دانیال جوراسی	شیخ دانیال بن حسن سترکھی	مولانا محمد داؤد ارشد
مولانا محمد داؤد راز	مولانا محمد داؤد رحمانی بھوجیانی	سید محمد داؤد غزنوی
قاضی داؤد فتح پوری سندھی	مولانا داؤد مشکواتی کشمیری	داؤد بن محمد اودھی

Marfat.com

شیخ داؤد بن حسین شیرازی	مفتی داؤد بن رکن الدین ناگوری	شیخ داؤد بن فتح اللہ کرمانی
قاضی دتہ سیوستانی	سید درگاہی بلگرامی	ملا درویزہ پشاوری
مولانا درویش محمد دہلوی	مفتی درویش محمد بدایونی	مولانا محمد درویش جون پوری
حضرت درہ بنت ابولہب رضی اللہ عنہا	سید دلدار علی نقوی نصیر آبادی	مولانا دین محمد وفائی
	(ذ)	
قاری ذکاء اللہ حافظ آبادی	سید ذوالفقار احمد نقوی بھوپالی	قاضی ذوالفقار علی حیدر آبادی
مولانا ذوالفقار علی دیوی		
	(ر)	
شیخ راجح بن داؤد گجراتی	ڈاکٹر محمد راشد رندھاوا	راشد بن عمرو جدیدی عبدی ازدی
جناب راغب حسن	حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا	حضرت ربیع بنت نضر رضی اللہ عنہا
ربیع بن صبیح سعیدی بصری	شیخ رحمت اللہ سندھی	شیخ رحمت اللہ گجراتی
شیخ رحمت اللہ لکھنوی	شیخ رحمت اللہ کشمیری	مولانا رحیم بخش لاہوری
مولانا رحیم بخش دہلوی	مولانا رستم علی قنوجی	سید رشد اللہ شاہ راشدی
مولانا رشید الدین دہلوی	مولانا رضا علی خاں بریلوی	ڈاکٹر رضاء اللہ مبارک پوری
قاضی رضی الدین ردولوی	مولانا رضی الدین بھاگل پوری	مفتی رضی الدین کاکوروی
مولانا رفیع الدین شکرانوی	قاضی رفیع الدین گازرونی	شیخ رفیع الدین بلگرامی
مولانا رفیع الدین انصاری سہارنپوری	مولانا رفیع فاروقی مراد آبادی	شاہ رفیع الدین دہلوی
مولانا رفیع الدین فردوسی	مولانا محمد رفیق اثری	مولانا رفیق خاں پسروری
مولانا محمد رفیق زاہد	حاجی محمد رفیق زبیدی	مولانا محمد رفیق سلفی راہوالی
مولانا محمد رفیق سلفی	مولانا محمد رفیق کشمیری	حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا
شیخ رکن الدین دہلوی	قاضی رکن الدین سامانوی	رکن الدین جون پوری
شیخ رکن الدین دہلوی	شیخ رکن الدین ظفر آبادی	مفتی رکن الدین ناگوری
شیخ رکن الدین ناگوری	شیخ رکن الدین بیانوی	شیخ رکن الدین سندھی
مفتی رکن الدین دہلوی	شیخ رکن الدین سنامی گنوری	مولانا محمد رمضان یوسف سلفی
روشن آرا بیگم	مولانا رؤف احمد رافت رام پوری	رئیس احمد جعفری ندوی

Marfat.com

مولانا محمد رئیس ندوی	حافظ ریاض احمد عاقب اثری	مفتی ریاض الدین کاکوروی
حضرت ریحانہ بنت شمعون بن زید رضی اللہ عنہا		
(ز)		
زائدہ بن عمیر طائی کوفی	زبیدہ بنت جعفر	حافظ زبیر علی زئی
حافظ محمد زکریا غزنوی	حافظ محمد زکریا	مولانا ابو یحییٰ محمد زکریا زاہد
شیخ الاسلام زکی الدین بن احمد لاہوری	زیاد بن حواری عمی	ابو قیس زیاد بن رباح قیسی بصری
مولانا زین الدین بدایونی	شیخ زین الدین عربی	شیخ زین الدین بن عبدالعزیز مالاباری
شیخ زین الدین بن علی مالاباری	شیخ زین الدین اکبر آبادی	شیخ زین العابدین سرہندی
قاضی زین العابدین انصاری یمانی	حضرت زینب رضی اللہ عنہا	حضرت زینب ابو معاویہ
حضرت زینب بنت ام سلمہ	ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا
حضرت زینب بنت معدان	زینت	
(س)		
پروفیسر ساجد میر	شیخ سارنگ لکھنوی	شیخ سالار بن ہبۃ اللہ کوروی
مولانا محمد سالم دہلوی	سحر گل خاں	مولانا سخاوت علی فاروقی جون پوری
مولانا سدید الدین دہلوی	مولانا سراج احمد رام پوری	سید سراج احمد حسنی نقوی سہسوانی
شیخ سراج الدین کالپوی	شیخ سراج الدین گجراتی	قاضی سراج الدین موہانی
مولانا سرفراز خاں صفدر	پروفیسر محمد سرور جامعی	سعد بن ہشام انصاری
شیخ سعد الدین خیر آبادی	شیخ سعد الدین لکھنوی	شیخ سعد الدین لاری
سید سعد الدین بلگرامی	مولانا سعد الدین کشمیری	سید سعد الدین بریلوی
مولانا سعد اللہ لکھوی	شیخ سعد اللہ لاہوری	شیخ سعد اللہ سندھی
سید سعد اللہ سلونی	مفتی سعد اللہ مراد آبادی	مولانا محمد سعید اسلمی مدراسی
شیخ محمد سعید انبالوی	مولانا محمد سعید انصاری سہالوی	مولانا محمد سعید بنارسی
پروفیسر ڈاکٹر سعید احمد چنیوٹی	مولانا سعید احمد اکبر آبادی	شیخ سعید حبشی
مولانا محمد سعید خراسانی بہ میر کلاں	پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی	سعید بن اسلم بن زرعہ کلابی
سعید بن کندیر	شیخ سلام اللہ مندوی	مولانا سلام اللہ محدث دہلوی رام پوری

Marfat.com

مولانا سلامت اللہ کان پوری	مولانا سلامت اللہ جیراج پوری	حاجی سلطان تھانیسری
مولانا سلطان احمد نت کلاں	مفتی سلطان احمد عثمانی بریلوی	شیخ سلطان محمد کرمانی
مولانا سلطان محمود	سلطان محمود غزنوی	سلطان مظفر حلیم والی گجرات
سید سلطان مقصود کالپوی	قاری سلمان احمد میر محمدی	علامہ سلیمان کردی گجراتی
مولانا محمد سلیمان روڑی والے	حافظ سلیمان غزنوی	حافظ محمد سلیمان بھوجیانی رحمانی
سید سلیمان اشرف	ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر	
مولانا محمد سلیمان وزیر آبادی	شاہ سلیمان پھلواروی	قاضی محمد سلیمان منصور پوری
شیخ سلیمان بن عفان مانڈوی	مولانا محمد سلیم اعظم بلوچ شیخوپوری	مولانا محمد سلیم جون پوری
حضرت سماء بنت یزید	شیخ سماء الدین ملتانی	حضرت سمیہ بنت خباط
قاضی سنا الدین غزنوی	مولانا سنا الدین عثمانی بدایونی	سندھ کا ایک گمنام عالم ومفسر
ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا	ڈاکٹر سہیل حسن	سید محمد سیادت امروہوی
مولانا سیف الرحمن الفلاح	قاری سیف اللہ ساجد قصوری	شیخ سیف اللہ بخاری دہلوی

(ش)

محمد شاکر سورتی	مولانا شاکر محمد دہلوی	مولانا شاہ محمد اخسیکتی
مولانا شاہ محمد بدخشی	شاہی بیگ قندھاری ارغون	مولانا محمد شبلی جون پوری
مولانا شبلی نعمانی	مولانا محمد شجاع ہتگامی	مولانا شجاع الدین علوی حیدرآبادی
مولانا اشرف الحق ملتانی	مفتی شرف الدین لاہوری	مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی
مولانا شرف الدین ولوالجی	قاضی شرف الدین اصفہانی	شیخ شرف الدین شیرازی
مفتی شرف الدین ہاشمی پھلواروی	مفتی شرف الدین رام پوری	مولانا شریف اللہ خاں سواتی
مولانا شعیب واعظ دہلوی	شعیب بن محمد دیبلی	حضرت شفا بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا
مولانا محمد شفیع بدایونی	قاضی محمد شفیع گجراتی	رانا محمد شفیق خاں پسروری
حافظ شفیق الرحمن لکھوی	شیخ شکر گجراتی	قاضی شکر اللہ سندھی
شیخ شکر اللہ جون پوری	مولانا محمد شکور ہاشمی مچھلی شہری	شمر بن عطیہ اسدی
مولانا شمس الحق سلفی	مولانا شمس الحق عظیم آبادی	مولانا شمس الحق جون پوری
علامہ شمس الحق گیلانی	مولانا شمس الحق ملتانی	مولانا شمس الدین خوارزمی

Marfat.com

قاضی شمس الدین مراجی	قاضی شمس الدین مارہروی	قاضی شمس الدین اونوی
قاضی شمس الدین بہرائچی	شیخ شمس الدین اونوی	قاضی شمس الدین ملتانی
شیخ شمس الدین بیجاپوری	مولانا شمس الدین کشمیری	مولانا شمس الدین بروتوی جونپوری
شیخ شمس الدین جون پوری	مولانا شمس الدین حیدرآبادی	قاضی شمس الدین دیوبندی
مولوی شمس الدین	مولانا شمیم احمد ندوی	ملا شنگرف کنانی کشمیری
مولانا شہاب الدین اجودھنی	شیخ شہاب الدین اودھی	قاضی شہاب الدین گوپاموی
مولانا شہباز بھاگل پوری	سید شہید الدین احمد جعفری ہاشمی	قاضی شیخ الاسلام گجراتی
سید شیخ بن عبداللہ حضرمی	سید شیخ بن عبداللہ حضرمی احمد آبادی	مولانا شیر خاں جمیل احمد عمری
مولانا شیر محمد افغانی دہلوی	مولانا شیر محمد برہان پوری	حضرت شیما بنت حارث رضی اللہ عنہا

(ص)

مولانا محمد صادق خلیل	مولانا محمد صادق فیروزپوری	حکیم محمد صادق سیالکوٹی
سید صادق نقوی لکھنوی	مولانا شیخ محمد صادق ٹھٹھوی سندھی	شیخ محمد صالح بنگالی
مولانا صالح سورتی	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	شیخ صبغت اللہ بیجاپوری
شیخ صبغت اللہ سرہندی	قاضی صبغت اللہ سرہندی	قاضی صبغت اللہ مدراسی
مولانا صدر جہان گجراتی	مفتی صدر جہان پھانوی کیتھلی	قاضی صدر الدین جالندھری لاہوری
شیخ صدر الدین سندھی	سید صدر الدین قنوجی	مفتی صدر الدین دہلوی
سید نواب صدیق حسن خاں	مولانا محمد صدیق حسن	مولانا محمد صدیق لائل پوری
مولانا محمد صدیق (ابو اسعد)	مولانا محمد صدیق لاہوری	سید صفائی ترمذی
سید صفدر کشمیری	شیخ صفی الدین ردولوی	مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری
ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا	حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا	مولانا صلاح الدین حیدر لکھنوی
مولانا صلاح الدین مقبول احمد	حافظ صلاح الدین یوسف	شیخ صلاح الدین گجراتی
قاضی صلاح الدین جون پوری	قاضی صمصام الدین فرغانی	قاری صہیب احمد میر محمدی
ڈاکٹر صہیب حسن		

(ض)

مولانا ضیاء الدین جون پوری	شیخ ضیاء الدین رفاعی	مولانا ضیاء الدین مدنی

Marfat.com

ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن اعظمی	شیخ ضیاء اللہ اکبرآبادی	سید ضیاء اللہ بلگرامی
(ط)		
مولانا طٰہٰ بخش حداد بھوجیانی	شیخ محمد طاہر پٹنی	مولانا محمد طاہر حسینی شاہ جہانپوری
علامہ طاہر سندھی برہان پوری	مولانا محمد طاہر عباسی الہ آبادی	سید طفیل محمد اترولوی بلگرامی
قاضی طلا محمد پشاوری	مولانا طیب سندھی	شیخ طیب بلگرامی
شیخ طیب بنارسی	قاضی طیب عباسی موی	سید طیب بلگرامی
مولانا طیب کشمیری		
(ظ)		
سید محمد ظاہر حسنی بریلوی	سید ظریف حسینی عظیم آبادی	مولانا ظفر اقبال
مولانا ظفر احمد لکھنوی	پروفیسر ظفر اللہ چودھری	مولانا ظہور الحق فرنگی محلی
مولانا ظہور الحق پھلواروی	مولانا ظہور علی انصاری لکھنوی	مفتی ظہور اللہ انصاری فرنگی محلی
سید ظہور محمد کالپوی	مولانا ظہیر الدین رحمانی	قاضی ظہیر الدین دہلوی
(ع)		
مولانا محمد عابد سنامی لاہوری	علامہ محمد عابد سندھی	حضرت عاتکہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا
عاتکہ بنت مروان	مولانا عارف جاوید محمدی	قاضی محمد عاشق کیرانوی
مولانا عاصم الحداد	مولانا عالم بن علا اندرپتی	سید عالم حسینی نگینوی
مولانا عائش محمد	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	عائشہ بنت عثمان رضی اللہ عنہا
عائشہ بنت حرانی رضی اللہ عنہا	عباد بن زیاد بن ابوسفیان	حافظ محمد عابس انجم گوندلوی
مولانا عباس علی	مولانا عابس سندھی	شیخ عباس برہان پوری
قاضی عباس علی کلکتوی	مولانا محمد عباس	شیخ عبد الاحد سرہندی
قاضی عبد الاحد خان پوری	قاضی عبد الاحد سورتی	حافظ عبد الاعلیٰ
مولانا عبد الاعلیٰ فرنگی محلی لکھنوی	مولانا عبد الاول غزنوی	میر سید عبد الاول جون پوری
سید عبد الباری نقوی سہسوانی	مولانا عبد الباری نگرنہسوی عظیم آباد	مولانا عبد الباسط قنوجی
شیخ عبد الباسط سندھی	علامہ عبد الباقی جون پوری	سید عبد الباقی نقوی سہسوانی
قاضی عبد الباقی قدسی	مولانا عبد التواب ملتانی	مولانا عبد التواب غزنوی علی گڑھی

Marfat.com

مولانا عبدالجبار	مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی	مولانا عبدالجبار غزنوی
مولانا عبدالجبار سلفی	مولانا عبدالجبار عمرپوری	مولانا عبدالجلیل سامرودی
شیخ عبدالجلیل جون پوری	مولانا عبدالجلیل جون پوری	سید عبدالجلیل حسینی بلگرامی
مولانا عبدالجلیل شہید علی گڑھی	مولانا عبدالجلیل لکھنوی	مولانا عبدالحق
مولانا عبدالحق مالیرکوٹلوی	مولانا عبدالحق ہاشمی	مولانا عبدالحق شہید
مولوی عبدالحق وکیل	مولانا عبدالحق بنارسی	شیخ عبدالحق محدث دہلوی
حکیم عبدالحق امرتسری	قاری عبدالحکم کرم الجلیلی	ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم
مولانا عبدالحکیم صادق پوری	مولانا عبدالحکیم برہان پوری	سید عبدالحکیم لاہوری
مولانا عبدالحکیم لکھنوی	مولانا عبدالحکیم بڈھیانی	مولانا عبدالحکیم جیوری
مولانا عبدالحکیم سوہدروی	مولانا عبدالحلیم	مولانا عبدالحلیم ناظم صدیقی
مولانا عبدالحلیم انصاری لکھنوی	شیخ عبدالحلیم سنبھلی	مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی
مولانا عبدالحلیم علوی	حافظ عبدالحمید ازہر	مولانا عبدالحمید ہزاروی
مولانا عبدالحمید سوہدروی	مولانا ابوحمزہ عبدالحمید المری	مولانا ابوالفضل عبدالحنان علوی
مولانا عبدالحنان فیضی	مفتی عبدالحنان زاہد	خواجہ عبدالحئی فاروقی
حافظ عبدالحئی کیلانی	مولانا عبدالحئی دہلوی	مولانا عبدالحئی بڈھانوی
حکیم سید عبدالحئی حسنی	مولانا عبدالخالق مدنی	مولانا عبدالحق قدوسی
مولانا عبدالخالق جامعی	حکیم عبدالخبیر صادق پوری	مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری
حافظ عبدالرحمٰن کمیرپوری	مولانا عبدالرحمٰن لکھوی	ڈاکٹر عبدالرحمٰن عبدالجبار فریوائی
حافظ عبدالرحمٰن گوہڑوی	حکیم عبدالرحمٰن آزاد مئوی	پروفیسر عبدالرحمٰن طاہر
مولانا عبدالرحمٰن عاجز مالیرکوٹلوی	مولانا عبدالرحمٰن کیلانی	پروفیسر عبدالرحمٰن لدھیانوی
حافظ عبدالرحمٰن چنکوانی	مولانا عبدالرحمٰن اوڈ	مولانا عبدالرحمٰن خاں رحمانی جھنڈانگری
مولانا حافظ عبدالرحمٰن سلفی	پروفیسر عبدالرحمٰن لدھیانوی	عبدالرحمٰن بن ابوزید بیلمانی
عبدالرحمٰن بن عباس ہاشمی قرشی	عبدالرحمٰن سندھی	عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کندی
عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی	شیخ عبدالرحمٰن ہندی	مولانا عبدالرحمٰن لاہوری
مولانا عبدالرحمٰن ملتانی	شیخ عبدالرحمٰن لاہرپوری	میرک عبدالرحمٰن ٹھٹھوی

Marfat.com

حافظ عبدالرحمٰن کمیر پوری	مولانا عبدالرحمٰن بڈھیمالوی	مولانا عبدالرحمٰن بھوجیانی
مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری	قاضی عبدالرحمٰن منصورپوری	قاضی عبدالرحیم
حکیم عبدالرحیم اشرف	مولانا عبدالرحیم کوٹلوی	سید عبدالرحیم شاہ امرتسری
قاضی عبدالرحیم سہارنپوری	پروفیسر عبدالرحیم پشاوری	شاہ عبدالرحیم دہلوی
شیخ عبدالرحیم حسینی بیجاپور	مولانا عبدالرحیم رام پوری	مولانا عبدالرحیم بھوجیانی رحمانی
عبدالرحیم بن حماد ثقفی دیبلی	مولانا عبدالرزاق سلفی عنایت پوری	مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی
شیخ عبدالرزاق کچھوچھوی	حافظ عبدالرزاق سعیدی	حافظ عبدالرزاق ظہیر
قاضی عبدالرسول سہالوی	مولانا عبدالرشید	مولانا عبدالرشید انصاری بلتستانی
حافظ عبدالرشید گوہڑوی	مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی	ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر
مولانا عبدالرشید لداخی ندوی	مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی	مولانا عبدالرشید اثاروی
مولانا عبدالرشید ضیاء	حکیم عبدالرشید حنیف	مولانا عبدالرشید کشمیری
ملک عبدالرشید عراقی	مولانا عبدالرشید ضیاء	شیخ عبدالرشید سندھی
شیخ عبدالرشید صدیقی	ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر	مولانا عبدالرؤف خاں ندوی
حکیم عبدالرؤف داناپوری	مولانا عبدالستار (فیروز وٹواں)	میاں عبدالستار
حافظ عبدالستار دہلوی	پروفیسر عبدالستار حامد	حافظ عبدالستار حماد
حافظ عبدالستار عمرپوری	مولانا حافظ عبدالستار دہلوی	مولانا عبدالسلام مبارک پوری
مولانا عبدالسلام رحمانی	مولانا عبدالسلام بستوی	حافظ عبدالسلام بھٹوی
مولانا عبدالسلام رستمی	حکیم محمد عبدالسلام ہزاروی	مولانا عبدالسلام سلفی ہزاروی
مولانا عبدالسلام لاہوری	سید عبدالسلام حسینی ہسوی	قاضی عبدالسلام عباسی بدایونی
قاضی عبدالسمیع اندخانی	حکیم عبدالشکور شکراوی	سید عبدالشکور شاہ اثری
قاری عبدالشکور مدنی	قاضی عبدالشکور سہسوانی	سید عبدالشکور بریلوی
مولانا عبدالصمد رؤف	مولانا عبدالصمد شرف الدین	شیخ عبدالصمد ردولوی
شیخ عبدالصمد سرہندی	شیخ عبدالصمد چریاکوٹی	قاضی عبدالصمد عثمانی جون پوری
مولانا عبدالصمد بن عبدالرحمٰن لاہوری	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی
مولانا عبدالعزیز رحمانی کرنولی	حافظ عبدالعزیز علوی	عبدالعزیز خالد

Marfat.com

قاری سید عبدالعزیز صمدانی	علامہ عبدالعزیز عرب	مولوی عبدالعزیز قلعوی
مولانا عبدالعزیز ڈیروی	مولانا عبدالعزیز سعیدی	شیخ عبدالعزیز اردبیلی
شیخ عبدالعزیز دہلوی	شیخ عبدالعزیز گجراتی	مولانا عبدالعزیز کاہانی
مولانا عبدالعزیز قریشی پرہیاروی	مفتی عبدالعزیز اعظمی عمری	مولانا ملک عبدالعزیز ملتانی
مولانا عبدالعزیز حنیف	مولانا عبدالعزیز کوموی	قاضی عبدالعزیز منصور پوری
علامہ عبدالعزیز میمن	مولانا عبدالعزیز دیوبندی	میاں عبدالعزیز مالواڈہ
مولانا عبدالعظیم انصاری	عبدالعلی صادق پوری	ڈاکٹر عبدالعلی فیضی ازہری
مولانا حافظ عبدالعلی نگرامی	مولانا عبدالعلی انصاری فرنگی محلی	ڈاکٹر عبدالعلیم بستوی
حافظ عبدالعلیم علوی	مولانا عبدالغفار حسن	حافظ عبدالغفار روپڑی
مولانا عبدالغفار نشر مہدانوی	حافظ عبدالغفار رضا مرانی	مولانا عبدالغفار غزنوی
حافظ عبدالغفار اعوان مدنی	مولانا عبدالغفار صادق پوری	مولانا عبدالغفور غزنوی
مولانا عبدالغفور جیراج پوری	قاضی عبدالغفور پانی پتی	مفتی عبدالغفور امروہی
شیخ عبدالغفور اعظم پوری	حافظ عبدالغفور جہلمی	مولانا عبدالغنی سیفی عمری
شاہ عبدالغنی دہلوی	مولانا عبدالغنی مجددی دہلوی	مولانا عبدالغنی مندوی
شیخ عبدالغنی فتح پوری	مولانا عبدالغنی بڈھیالوی	مولانا عبدالفتاح صمدانی
مولانا عبدالقادر	حافظ عبدالقادر روپڑی	مولانا عبدالقادر لکھوی
شاہ عبدالقادر لکھوی	شاہ عبدالقادر دہلوی	مولانا عبدالقادر قصوری
مولانا عبدالقادر عارف حصاری	علامہ عبدالقادر سرہندی	مولانا عبدالقادر گجراتی
شیخ عبدالقادر پٹنی مکی	شیخ عبدالقادر لاہوری	مولانا عبدالقادر رام پوری
قاضی عبدالقادر کنتوری	مولانا عبدالقادر رائے پوری	مولانا عبدالقادر ندوی
مفتی عبدالقادر یوگوی بلتستانی	مولانا عبدالقدوس میواتی	حافظ عبدالقہار سلفی دہلوی
پروفیسر عبدالقیوم	مولانا عبدالقیوم رحمانی	مفتی عبدالقیوم صدیقی بڑھانوی
حافظ عبدالکبیر علوی	حافظ عبدالکریم	مولانا عبدالکریم گرنتھی
مولانا عبدالکریم ندیم ڈیروی	مولانا عبدالکریم حسینی قنوجی	مولانا عبدالکریم شروانی
شیخ عبدالکریم صدیقی بلگرامی	قاضی عبدالکریم کشمیری	غازی عبدالکریم مجاہد آبادی

Marfat.com

مولانا عبدالکریم بن مراد علی لہری	صوفی محمد عبداللہ	حافظ عبداللہ بڈھیمالوی
مولانا ابوداؤد عبداللہ بابرخانوی	مولانا محمد عبداللہ سلیم	حکیم عبداللہ جیراج پوری
مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری	مولانا عبداللہ (ساکن کھپیاں والی)	مولانا عبداللہ ویروالوی
مولانا عبداللہ صدیقی الہ آبادی	مولانا عبداللہ (گوجرانوالہ)	مولانا عبداللہ امجد چھتوی
حافظ عبداللہ چھپروی (ابومحمد)	حافظ عبداللہ روپڑی	مولانا عبداللہ صدیقی الہ آبادی
ڈاکٹر عبداللہ قاضی	مولانا عبداللہ مدراسی	مولانا عبداللہ گورداس پوری
مولانا عبداللہ معمار امرتسری	مولانا عبداللہ الکافی القرشی	مولانا عبداللہ سلفی
مولانا محمد عبداللہ قصوری	مولانا محمد عبداللہ شجاع آبادی	مولانا عبداللہ اوڈ
مولانا عبداللہ لائل پوری	حافظ عبداللہ بہاولپوری	قاضی عبداللہ بیانوی
شیخ عبداللہ ملتانی	قاضی عبداللہ سندھی	مولانا عبداللہ تلنبی
مولانا عبداللہ جون پوری	شیخ عبداللہ مفتی سندھی	شیخ عبداللہ انصاری سلطانپوری
مولانا عبداللہ لاہوری	مولانا عبداللہ ملتانی	مولانا عبداللہ بدایونی
شیخ عبداللہ حسنی لاہوری	سید عبداللہ سندیلوی	قاضی عبداللہ گجراتی
مولانا عبداللہ امیٹھوی	مولانا سید عبداللہ بلگرامی	مولانا عبداللہ الہ آبادی
حضرت عبداللہ غزنوی	مولانا عبداللہ ساکن دہلی ڈھانی	مولانا عبداللہ بھوجیانی
حافظ عبداللہ رفیق	مولانا عبداللہ ثانی امرتسری	پروفیسر ڈاکٹر محمد عبداللہ قاضی
سید عبداللہ بن عبداللہ غزنوی	عبداللہ بن محمد علوی	عبداللہ بن جعفر منصوری
شیخ عبداللہ بن محمود حسینی بخاری	مولانا عبداللطیف اثری	شیخ عبداللطیف ملتانی پٹنی
مخدوم قاضی عبداللطیف ٹھٹھوی	شیخ عبداللطیف گجراتی	سید عبداللطیف حسنی ویلوری
مولانا عبدالمالک مجاہد	مولانا عبدالمجید	حکیم عبدالمجید وزیرآبادی
مولانا عبدالمجید رحمانی	مولانا عبدالمجید سوہدروی	حکیم عبدالمجید دہلوی
خواجہ عبدالمجید علی گڑھی	میاں عبدالحمید مالواڈا	علامہ عبدالمجید حریری
شیخ عبدالمعطی باکثیرمکی	مولانا عبدالمعید عبدالجلیل (علی گڑھ)	سید عبدالغنی پھلواروی
مولانا عبدالمقتدر بہاری	مولانا عبدالملک جون پوری	مفتی عبدالملک امروہوی
شیخ عبدالملک احمد آبادی	شیخ محمد عبدالملک قاری خالدی	حافظ عبدالمنان

Marfat.com

حافظ عبدالمنان نورپوری	مولانا عبدالمنان سلفی	حافظ عبدالمنان وزیر آبادی
مفتی عبدالمومن کشمیری	قاضی عبدالنبی عثمانی احمد نگری	شیخ عبدالنبی گنگوہی
مفتی عبدالواحد خیرآبادی	مولانا عبدالواحد غزنوی	مفتی عبدالواحد فرنگی محلی لکھنوی
مولانا عبدالواحد روپڑی	مولانا عبدالواحد غزنوی	مفتی عبدالواحد فرنگی محلی لکھنوی
مولانا عبدالواحد روپڑی	مولانا عبدالواحد لائل پوری	مولانا عبدالواحد ہاشمی
خواجہ عبدالوحید	حافظ عبدالوحید روپڑوی	مولانا عبدالوکیل ہاشمی
قاری عبدالوکیل صدیقی	مولانا عبدالوکیل علوی	مولانا عبدالولی طرخانی کشمیری
حافظ عبدالوہاب نابینا	مولانا عبدالوہاب حنیف بلتستانی	حافظ عبدالوہاب روپڑی
مولانا عبدالوہاب دہلوی	شیخ عبدالوہاب اکبرآبادی	مولانا عبدالوہاب کشمیری
میر سید عبدالوہاب منورآبادی	مولانا عبدالوہاب مدراسی	مولانا عبدالوہاب خلجی
مولانا عبدہ الفلاح	مولانا عبیداللہ احرار	مولانا عبیداللہ اظہر
مفتی عبیداللہ خاں عفیف	مولانا عبیداللہ سندھی	مولانا عبیداللہ حیدرآبادی (ابوالبرکات)
مولانا عبیداللہ مالیرکوٹلوی	مولانا عبیداللہ رحمانی مبارک پوری	ڈاکٹر عتیق الرحمٰن
مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی	مولانا عتیق اللہ سلفی	شیخ عتیق اللہ جالندھری
مولانا محمد عثمان	قاضی عثمان احمد عثمانی بلگرامی	شیخ عثمان اودھی
شیخ عثمان حسینی گجراتی	قاضی عثمان مالاباری	قاضی عثمان بن محمد جوزجانی
شیخ عثمان بن داود ملتانی	عجردہ عمیہ	سید محمد عدل بریلوی
شیخ عزالدین زبیری	حضرت عزہ اشجعی	قاری عزیز احمد راشد
محمد عزیز شمس	خواجہ عزیز کڑکی	مولانا عزیز زبیدی
شیخ عزیزالدین لاہوری	حافظ عزیز الرحمٰن لکھوی	شیخ عزیزاللہ ردولوی
شیخ عزیزاللہ مندوی	مولانا عزیزاللہ تلنبی	قاضی عصمت اللہ فاروقی لکھنوی
شیخ عصمت اللہ سہارن پوری	پروفیسر عطاء الرحمٰن ثاقب	مولانا عطاء اللہ لکھوی
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی	سید عطاء اللہ شاہ بخاری	مولانا عطاء اللہ شہید
شیخ عطاء اللہ دہلوی	مولانا عطاء اللہ ثنائی	مولانا عطاء اللہ رندھاوا
عطیہ بن سعد عوفی	ڈاکٹر عظیم الدین احمد صادق پوری	مولانا عظیم اللہ

Marfat.com

حافظ محمد عظیم پشاوری	مولانا عفیف الدین کاشانی	شیخ علاؤالدین اصولی بدایونی
شیخ علاؤالدین الندی	شیخ علاؤالدین اودھی	شیخ علاؤالدین دہلوی
شیخ علاؤالدین سندیلوی	مولانا علاؤالدین تاجر	مولانا علاؤالدین کرک
مولانا علاؤالدین لاہوری	مولانا علاؤالدین اندرپتی	مولانا علاؤالدین پوری
شیخ علاؤالدین گوالیاری	حافظ علم الدین	قاضی علم الدین شاطبی
میر علی احمد تالپور	قاضی علی احمد گوپاموی	علی ارشد چودھری
شیخ علی اصغر قنوجی	سید علی اعظم پھلواروی	سید علی حبیب ہاشمی پھلواروی
نواب علی حسن خاں	سید علی سجاد جعفری پھلواروی	سید علی کبیر الہ آبادی
مفتی علی کبیر مچھلی شہری	شیخ علی متقی بن حسام الدین برہانپوری	مولانا علی محمد مچھلی شہری
مولانا ابوالحسنات علی محمد سعیدی	شاہ علی نعمت جعفری پھلواروی	حضرت شیخ علی ہجویری
شیخ علی بن احمد مہائمی	شیخ علی بن احم زمزمی	شیخ علی بن اسحاق بخاری
شیخ علی بن اسعد دہلوی	شیخ علی بن حامد کوفی	شیخ علی بن حمید ناگوری
شیخ علی بن شہاب الدین ہمدانی	مولانا علی بن عبدالغفار مہدانوی	ابوالحسن علی بن عمر بن حکم لاہوری
قاضی علی بن عمر محمودی	علی بن موسیٰ دیبلی	مفتی علیم الدین کاکوروی
مولانا علیم الدین حسین نگرنہسوی	مفتی علیم اللہ گوپاموی	سید علیم اللہ جالندھری
مولانا عماد الدین حسام دہلوی	مولانا عماد الدین غوری	مولانا عماد الدین رفیق کشمیری
حضرت عمارہ	مولانا عمر الدین وزیرآبادی	شیخ محمد عمر بحرق حضرمی
مولانا عمر جاجموی	مولانا محمد عمر جونیجو	مولانا عمر رام پوری
شیخ عمر فاروق	مولانا عمر فاروق سعیدی	شیخ عمر بن اسحاق غزنوی
شیخ عمر بن اسعد لاہوری پنڈوی	عمر بن عبیداللہ بن معمر قرشی تیمی	شیخ عمر بن محمد سنامی
شیخ عمر بن محمد ہندی	مولانا عمران رام پوری	عمرو بن سعید لاہوری
عمرو بن مسلم باہلی	مولانا عنایت اللہ امین	سید عنایت اللہ بلگرامی
سید عنایت اللہ بالاپوری	شیخ عنایت اللہ شال کشمیری	شیخ عنایت اللہ قادری لاہوری
مفتی عنایت اللہ کاکوروی	حکیم عنایت اللہ نسیم	شیخ عنایت سندھی
مولانا عنایت علی عظیم آبادی	مفتی محمد عوض بریلوی	شاہ عین الحق پھلواروی

Marfat.com

شیخ عین الدین بیجاپوری		

(غ)

محترمہ غزالہ حامد	مولانا محمد غفران رام پوری	مولانا غلام احمد
پروفیسر غلام احمد حریری	شیخ غلام اخی عثمانی بلگرامی	مولانا غلام العلی قصوری
خلیفہ غلام اللہ لاہوری	مولانا غلام امام حیدر آبادی	چودھری غلام حسین تہاڑیہ
سید غلام حسین اورنگ آبادی	مولانا غلام حسین امیٹھوی	مولانا غلام حسنین صدیقی قنوجی
مفتی غلام حضرت اعظمی لکھنوی	مولانا غلام رسول مہر	مولانا غلام رسول قلعوی
خلیفہ غلام رسول لاہوری	مفتی غلام سبحان بہاری	میر سید غلام علی آزادی بلگرامی
قاضی غلام علی ہاشمی سورتی	شیخ غلام علی مجددی دہلوی	مفتی غلام غوث گوپاموی
مولانا غلام فرید لاہوری	مولانا غلام قادر گوپاموی	مفتی غلام محمد لاہوری
حافظ غلام محی الدین بگوی	حافظ غلام مصطفیٰ انصاری لکھنوی	مفتی غلام مصطفیٰ بردوانی
مولانا غلام ناصر رام پوری	پروفیسر غلام نبی عارف	سید غلام نبی بلگرامی
مولانا غلام نبی ربانی سوہدروی	قاضی غلام یحییٰ بہاری	شیخ غوث الدین گجراتی
حافظ غوث خان پوری	شیخ محمد غوث مدراسی	شیخ محمد غوث کاکوروی

(ف)

شیخ محمد فاخر زائر عباسی الہ آبادی	مولانا فاروق احمد قصوری	حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی
مولانا محمد فاضل سورتی	حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا	حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا
حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا	حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا	حضرت فاطمہ بنت ولید رضی اللہ عنہا
حضرت فاطمہ بنت عتبہ رضی اللہ عنہا	حضرت فاطمہ بنت عبدالملک رضی اللہ عنہا	فاطمہ بنت مروان رضی اللہ عنہا
فتح بن عبداللہ سندھی	شیخ فتح اللہ اودھی	قاضی فتح علی قنوجی
حافظ فتح محمد فتحی	مولانا فخر الدین زرادی	شیخ فخر الدین مروزی
مولانا فخر الدین ناقلی	مولانا فخر الدین ناقلی	مولانا فخر الدین ہانسوی
مولانا فخر الدین شتاقلی	قاضی فخر الدین بجنوری	مولانا فخر الدین جون پوری
شیخ فخر الدین مالاباری	شیخ فخر الدین اکبر آبادی	مولانا فخر الدین مانک پوری بلگرامی
مولانا فخر الدین دہلوی	فخر النساء بیگم	مولانا فرحت حسین عظیم آبادی

Marfat.com

شیخ فرخ شاہ سرہندی	فروز ہوا	شیخ الاسلام فرید الدین اودھی
شیخ فرید الدین ناگوری	شیخ فرید الدین ناگوری	شیخ فرید الدین دولت آبادی
سید فرید الدین بلگرامی	مولانا فصیح الدین دہلوی	قاضی فصیح الدین ہروی
مولانا فصیح الدین پھلواروی	مولانا فضل الرحمٰن بن محمد ازہری	شیخ فضل الرحمٰن فضل روپڑی
مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی	ڈاکٹر فضل الٰہی	میر فضل اللہ شیرازی
قاضی فضل اللہ دیوبندی	مولانا فضل اللہ رہتکی	سید فضل اللہ کالپوی
شیخ فضل اللہ پرنیوی	مولانا فضل اللہ بہاری	مولانا فضل رسول عثمانی بدایونی
میاں فضل حق	مولانا فضل حسین بہاری	مولانا فضل کریم عاصم
شیخ فضل بن محمد ملتانی	مولانا فقیر اللہ مدراسی	فلاہ دادو
مولانا فیاض علی عظیم آبادی	شیخ فیروز دہلوی	سید فیروز جائسی
خواجہ فیض الحسن سورتی	مولانا فیض الرحمٰن ثوری	مولانا فیض اللہ خان بھوجیانی
سید محمد فیض بلگرامی	مولانا فضل رحمان گنج مراد آبادی	

(ق)

سید قاسم دہلوی	مولانا قاسم دیوان سندھی	مولانا محمد قاسم نانوتوی
شیخ قاسم بن عمر دہلوی	شیخ قاسم بن یوسف سندھی	قاضی قاضن بھکری سندھی
قدسیہ بیگم	سید قطب احمد حیدر آبادی	قاضی قطب الدین کاشانی ملتانی
شیخ قطب الدین ظفر آبادی	شیخ قطب الدین بن خضر بلخی	مولانا قطب الدین شہید سہالوی
سید قطب الدین شمس آبادی	سید قطب الدین اورنگ آبادی	شیخ قطب الدین سرہندی
مولانا قطب الدین عباسی الٰہ آبادی	مولانا قطب الدین دہلوی	سید قطب الہدیٰ بریلوی
قطن بن مدرک کلابی	قاضی قل احمد سترکھی	شیخ قمر الدین
سید قمر الدین اورنگ آبادی	مفتی محمد قلی کنتوری	مفتی قوام الدین کشمیری
مولانا قیام الدین ظفر آبادی	قیس بن ثعلبہ	

(ک)

شیخ کبیر الدین ناگوری	شیخ کبیر الدین ملتانی	شیخ کبیر الدین جون پوری
مولانا کرامت علی صدیقی جونپوری	مولانا کرامت علی اسرائیلی دہلوی	کرز بن ابی کرز عبدی حارثی کوفی

Marfat.com

مولانا کرم الٰہی	مولانا کرم الٰہی لاہوری	مولانا کرم اللہ دہلوی
مولانا کریم اللہ فاروقی	شیخ کریم الدین جوہری	مولانا کریم الدین سندھی
شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی	سید کلیم اللہ مکی	مولانا کمال الدین ڈوگر
قاضی کمال الدین جعفری	قاضی کمال الدین ناگوری	مولانا کمال الدین سامانوی
مولانا کمال الدین دہلوی	مولانا کمال الدین سنتوسی	شیخ کمال الدین مالوی
شیخ کمال الدین مالوی	شیخ کمال الدین سندھی	شیخ کمال الدین فتح پوری
کوثر نیازی	کہمس بن حسین قیسی بصری	
	(گ)	
صوفی گلزار احمد		
	(ل)	
مولانا محمد لبیب عثمانی	سیدہ لحاظ النساء	مولانا لطف اللہ لکھنوی
مولانا لطف علی راجگیری	سید محمد لطیف مچھلی شہری	ڈاکٹر محمد لقمان سلفی
مولانا لیاقت حسین امروادی	مولانا لیاقت علی باجوہ فیروز پوری	حضرت لیلیٰ بنت ابوحثمہ
	(م)	
ماجدہ قریشیہ	حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا	حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا
مارگریٹ مارکیوس سے مریم جمیلہ تک	مولانا محمد مالک بھنڈر	ماوردیہ بصریہ
شیخ مبارک بناری	شیخ مبارک بنارسی	قاضی مبارک گوپاموی
قاضی مبارک جھنجھانوی	شیخ مبارک الوری	مولانا محمد مبین فرنگی محلی
ڈاکٹر محمد مبین لنجا	سید محمد متین ہاشمی	مجاعہ بن سعر تیمی
مولانا مجاہد الحسینی	سید مجاہد الدین حسینی بالاپوری	ڈاکٹر مجیب الرحمٰن بنگالی
شیخ مجیب اللہ جعفری پھلواروی	سید محب اللہ شاہ راشدی	شیخ محب اللہ سدھوری
قاضی محب اللہ بہاری	مولانا محبوب اللہ بہاری	مولانا محبوب علی سنبھلی
شیخ محمد محسن دہلوی	مولانا محمد محسن کشو کشمیری	مولانا محمد محسن کشمیری
شیخ محسن ترہتی	مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی مئوی	میاں محکم الدین
مولانا محمد صاحب	مولانا محمد اعظمی	مولانا محمد الظاہری

Marfat.com

شیخ محمد اوچی	حافظ محمد احمد	اخوند سید محمد امیر
مفتی محمد بردوانی	حافظ محمد بھٹوی	مولانا محمد حیدر آبادی
قاضی محمد خان پوری	مولانا محمد دامغانی	شیخ محمد ترکمانی
شیخ محمد شقور قانی	شیخ محمد شیرازی	سید محمد قنوجی
مولانا حاجی محمد کشمیری	مرزا محمد کشمیری	مولانا محمد کشمیری
مولانا محمد کنگن پوری	شیخ محمد گجراتی	حافظ محمد گوندلوی
مولانا مفتی محمد لاہوری	سید محمد لکھنوی	حافظ محمد لکھوی
قاضی محمد مغربی	شیخ محمد ناطی فقیہ	سید محمد عسکری امروہوی
مولانا محمد مدنی	مولانا سید محمد غزنوی	مولانا محمد تھانوی
قاضی محمد تھانیسری	سید محمد پھلواروی	قاضی محمد ساوی
سید محمد سورتی	مولانا محمد سورتی	مفتی محمد عظیم آبادی
میاں محمد جمیل	مولانا محمد جوناگڑھی	مولانا محمد جوناگڑھی دہلوی
سید محمد جون پوری	پروفیسر محمد چودھری	مولانا محمد الحق ملتانی
قاضی محمد حافظ بلگرامی	مفتی محمد حسن امرتسری	مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی
حافظ محمد حسین روپڑی	محمد حسین بھٹی	شیخ محمد حسین ٹھٹھوی
سید محمد حسین حیدر آبادی	مولانا محمد حسین لکھوی	قاضی محمد حسین شافعی گجراتی
مولانا محمد حسین شیخوپوری	مولانا محمد حسین یزدی	شیخ محمد حسین انصاری سندھی
قاضی محمد حیات برہان پوری	شیخ محمد حیات قصوری	شیخ محمد حیات سندھی
مولانا محمد حیات لاشاری سندھی	قاضی محمد خاں رام پوری	قاضی محمد دولت فتح پوری
مولانا محمد دین مجاہد	حافظ محمد دین	سید محمد راجے جون پوری
مولانا محمد رضا انصاری سہالوی	شیخ محمد رضا لاہوری	قاری محمد رمضان
مولانا محمد زمان رحمانی	حافظ محمد شاکر	مولانا سید محمد شاہ
مولانا محمد شاہ جہان پوری	حافظ محمد شریف	مولانا محمد شریف چنکوانی
سید محمد شریف گھڑیالوی	حافظ ابوعبداللہ محمد شعیب	میاں محمد شفیع (م ش)
حکیم محمد عبداللہ روڑی والے	مولانا محمد علی بھیروی	شیخ محمد علی بدایونی

Marfat.com

مولانا محمد علی جانباز		مولانا محمد علی حامد		مولانا محمد علی صدر پوری
مولانا محمد علی قصوری		مولانا محمد علی لکھوی		مولانا محمد علی مئوی (ابوالمعالی)
مولانا ابوالمکارم محمد علی مئوی		مولانا محمد علی واعظ بوپڑوی		ڈاکٹر سید محمد فرید
حافظ خواجہ محمد قاسم		مولانا محمد مسلم رحمانی		سید محمد نور نصیر آبادی
محمد وجیہ کلکتوی		سید محمد ہدیٰ نصیر آبادی		مولانا محمد ہود
محمد بن ابراہیم دیبلی		محمد بن ابوالشوارب		محمد بن ابومشعر
شیخ محمد بن ابوبکر دامینی		شیخ محمد بن ابوالبقاء حسینی نقوی کرمانی		شیخ محمد بن ابومحمد دریابادی
شیخ محمد بن احمد ماریکلی دہلوی		شیخ محمد بن احمد مدنی		شیخ محمد بن احمد بدایونی نظام الدین اولیاء
شیخ محمد بن احمد معبری		قاضی محمد بن احمد		شیخ محمد بن احمد حسینی بخاری اوچی
علامہ محمد بن احمد فاکہی		شیخ محمد بن احمد نہروالی		شیخ محمد بن اسحاق سندھی
شیخ محمد بن ایجی		قاضی محمد بن برہان ہانسوی		شیخ محمد بن حسین پٹنی
ابوالقاسم محمد بن خلف لاہوری		شیخ محمد بن رفیع الدین بخاری		محمد بن زید عبدی
شیخ محمد بن شمس عثمانی		شیخ محمد بن عاشق چڑیا کوٹی		شیخ محمد بن عبدالرحیم ارموی دہلوی
شیخ محمد بن عبداللہ حسینی بخاری گجراتی		مولانا محمد دین عبداللہ علوی		شیخ محمد بن عبدالملک جرجانی
شیخ محمد بن علاؤالدین منیری		شیخ محمد بن عیسیٰ جون پوری		مولانا محمد بن عین الدین بیجاپوری
شیخ محمد بن فخرالدین جونپوری رہتاسی		شیخ محمد بن قاسم اودھی		شیخ محمد بن قطب الدین لکھنوی
شیخ محمد بن مامون لاہوری		شیخ محمد بن مبارک جون پوری		محمد بن محمد دیبلی
شیخ محمد بن محمد صغانی		شیخ محمد بن محمد دمراجی ہندی		شیخ محمد بن محمد کابلی
شیخ محمد بن محمد ہندی		شیخ محمد بن محمد بلخی		شیخ محمد بن محمد بھکری سندھی
شیخ محمد بن محمد گجراتی		شیخ محمد بن محمد مالکی مصری		شیخ محمد بن محمود ٹھٹھوی سندھی
شیخ محمد بن محمود ہانسوی		شیخ محمد بن محمود کرانی		شیخ محمد بن منتخب امروہوی
شیخ محمد بن منکن مانوی		مولانا محمد بن ہاشم سامرودی سورتی		شیخ محمد بن یحییٰ اودھی
شیخ محمد بن یوسف برہان پوری		مولانا محمود جون پوری		مولانا محمود سورتی
قاضی محمود گجراتی		مولانا محمود نانطی		مولانا محمود احمد میرپوری
مولانا محمود احمد غضنفر		حافظ محمود احمد روپڑی		مولانا محمود بخش صدیقی کاندھلوی

Marfat.com

غازی محمود دھرم پال	میاں محمود علی قصوری	مولانا محمد مستقیم سلف
حافظ مسعود عالم	شیخ مسعود فرید الدین	مشفق خواجہ
شیخ مصطفیٰ ٹونکی	قاضی مصطفیٰ فاروقی گوپاموی	مولانا مصطفیٰ رفیقی کشمیری
شیخ مصلح الدین لاری	مولانا مظفر حسین کاندھلوی	حکیم محمد مظہر علی سہسوانی
مولانا مظہر علی عظیم آبادی	معاذہ غفاریہ	حضرت معاذہ بنت عبداللہ
معاذہ بنت عبداللہ عددی	معاویہ بن قرہ مزنی بصری	مولانا معراج الدین
قاضی محمد معروف مدراسی	سید معز الدین حسینی کڑوی	مولانا معشوق علی جون پوری
مولانا محمد معصوم جائسی	سید معظم شاہ سورتی	ابوالیمان معلیٰ بن راشد نبال ہذلی بصری
مولانا محمد معین انصاری لکھنوی	مولانا معین الدین انصاری سہسوانی	مولانا معین الدین لکھوی
مولانا معین الدین عثمانی منیری	مولانا معین الدین عمرانی دہلوی	شیخ محمد معین لاہوری
قاضی مغیث الدین بیانوی	ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری	مکحول بن عبداللہ سندھی شامی
شیخ محمد ممتاز نصیر آبادی	مولانا مملوک علی صدیقی نانوتوی	قاضی من اللہ کاکوروی
شیخ منتخب الدین ہانسوی	قاضی منجھلہ جون پوری	قاضی منجھن کمال پوری
شیخ منصور لاہوری	مولانا منہاج الدین ترمذی ملتانی	مولانا منہاج الدین ہزاروی
شیخ مودود بن محمد گجراتی	شیخ موسیٰ امیٹھوی	موسیٰ سیلانی
شیخ موسیٰ بن جلال ملتانی	موسیٰ بن یعقوب ثقفی	
پروفیسر مولانا بخش محمدی	سید مولا بخش کوموی	مولائے اسلام دیبلی
شیخ محمد مومن الجزائری	سید مہدی لکھنوی	ملا مہدی مازندرانی
میاں الحمد للہ	شیخ میاں جیو گجراتی	شیخ میران سندھی
مفتی میراں بیجاپوری	میرا تاجو کشمیری	خواجہ میر درد دہلوی
حافظ محمد میسر محمدی	ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا	قاضی مینا بن یوسف مندوی
	(ن)	
سید ناصر حسین جون پوری	شیخ محمد ناصر الہ آبادی	خواجہ محمد ناصر عندلیب دہلوی
مولانا ناصر الدین خوارزمی	سید نثار علی ظفر آبادی	شیخ نجم الدین صغریٰ
مولانا نجم الدین انتشار دہلوی	مولانا نجم الدین سمرقندی	مولانا نجم الدین گلبرگوی

Marfat.com

قاضی نجم الدین گجراتی	قاضی نجم الدین برہان پوری	قاضی نجم الدین علی خاں ثاقب کاکوروی
مولانا نجیب اللہ طارق	نجیب الدین متوکل	نجیح بن عبدالرحمٰن سندھی مدنی
مولانا ندیم شہباز	صوفی نذیر احمد کاشمیری	ڈپٹی نذیر احمد دہلوی
نذیر احمد جالندھری	مولانا نذیر احمد املوی رحمانی	میاں نذیر حسین دہلوی
قاضی نصر اللہ بھکری سندھی	مولانا نصر اللہ خورجوی	مولانا نصر اللہ مارہروی
مولانا نصیر احمد کاشف	شیخ محمد نصیر شیخ پوری	حکیم نصیر الحق عظیم آبادی
شیخ نصیر الدین دہلوی	مولانا نصیر الدین صابونی	مولانا نصیر الدین کڑوی
قاضی نصیر الدین گنبدی	شیخ نصیر الدین گجراتی	سید نصیر الدین حسینی برہانپوری
سید نصیر الدین دہلوی	سید نصیر الدین ہروی برہان پوری	شیخ نظام الدین فرغانی
مولانا نظام الدین کلاہی	قاضی نظام الدین غزنوی	شیخ نظام الدین کاکوروی
شیخ نظام الدین امیٹھوی	شیخ نظام الدین نارنولی	حافظ نظام الدین خادم
شیخ نظام الدین خیر آبادی	علامہ نظام الدین بدخشی	شیخ نظام الدین انصاری سہالوی
قاضی نظام الدین احمد آبادی	مفتی نظام الدین سورتی	مفتی نظر محمد سہسوانی
مولانا ابوالعرفان محمد نعمان اعظمی	شیخ نعمت اللہ سندھی	حاجی نعمت اللہ نوشہروی
مفتی نعمت اللہ لکھنوی	مولانا محمد نعیم جون پوری	مولانا محمد نعیم کشمیری
قاری نعیم الحق نعیم	نفیسہ بنت حسن رضی اللہ عنہا	مولانا نقی علی خاں بریلوی
حضرت نوار بنت مالک	شیخ نوح بنت نعمت اللہ سندھی	مولانا نور احمد دیانوی
مفتی نور احمد سہسوانی	سید نور الحسن کالپوی	قاضی نور الحق گجراتی
مفتی نور الحق گجراتی	مفتی نور الحق دہلوی	قاضی نور الحق انصاری کرانوی
حکیم نور الدین لائل پوری	شیخ نور الدین گجراتی	مولانا نور الدین گنت پوری
شیخ نور الدین ہانسوی	مولانا نور الدین ظفر آبادی	مفتی نور اللہ لکھنوی
شیخ نور اللہ بنارسی	سید نور اللہ بلگرامی	مولانا نور اللہ کشمیری
شیخ نور اللہ برہانوی	مولانا نور حسین گرجاکھی	شیخ نور محمد بدایونی
قاضی نور محمد دیوبندی	مولانا نور محمد سوتری	مولانا نور محمد موکلوی
قاری نوید الحسن لکھوی	مولانا نیک محمد	

(و)

مفتی واجد علی بنارسی	سید محمد وارث حسینی بنارسی	قاضی وجیہ الدین کاشانی

Marfat.com

مولانا وجیہ الدین رازی	مولانا وجیہ الدین پائلی	مولانا وجیہ الدین بیانوی
مولانا وجیہ الدین علوی گجراتی	نواب وحید الزمان خاں حیدر آبادی	سید وحید الحق پھلواروی
ڈاکٹر وصی اللہ	مولانا ولایت علی عظیم آبادی	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
مولانا ولی اللہ منصور پوری	مفتی ولی اللہ فرخ آبادی	مولانا ولی اللہ فرنگی محلی
مولانا ولی اللہ سورتی	حافظ ولی اللہ لاہوری	حافظ ولی الدین لاہوری
مولانا ولی اللہ منصور پوری		
	(ھ)	
مولانا محمد ہاشم فاروقی	مولانا محمد ہاشم ٹھٹھوی سندھی	علامہ ہبۃ اللہ شیرازی
ہجیمہ بنت حیی	مولانا ہدایت اللہ نوشہروی	ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا
	(ی)	
مولانا یار محمد سندھی	مولانا یار محمد لاہوری	قاری محمد یحییٰ بھوجیانی
مولانا محمد یحییٰ ڈاہروی	مولانا محمد یحییٰ شرقپوری	شیخ محمد یحییٰ عباسی الہ آبادی
محمد یحییٰ عبد اللہ قریشی	حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی	مولانا یحییٰ علی عظیم آبادی
مولانا محمد یحییٰ گوندلوی	شیخ یحییٰ بن ابو الفیض احراری	یزید بن ابو کبشہ سکسکی
یزید بن عبد اللہ قرشی بیسری سندھی	یزید بن مفرغ حمیری	حضرت یسیرہ
شیخ یٰسین جون پوری	سید یٰسین سامانوی	مولانا محمد یٰسین ظفر
مولانا محمد یٰسین شاد	حکیم محمد یعقوب اجملی	مولانا یعقوب دسنوی
مولانا محمد یعقوب دہلوی	مفتی یعقوب علی سندیلوی	مفتی یعقوب فرنگی محلی لکھنوی
قاضی یعقوب مانک پوری	مولانا محمد یعقوب ملہوی	پیر محمد یعقوب قریشی
شیخ یعقوب بن احمد نہروالی	مولانا یعقوب بن مولانا خواجگی	مولانا یوسف سندھی
مولانا محمد یوسف	حافظ محمد یوسف گکھڑوی	مولانا محمد یوسف بگھیلوی فیروز پوری
مولانا محمد یوسف جے پوری	شیخ یوسف چشتی دہلوی	شیخ یوسف چندیروی
مولانا محمد یوسف انور	سید یوسف بیجا پوری	قاضی ابو اسماعیل یوسف حسین خان پوری
یوسف شاہ بنگالی	قاضی یوسف شاہ جہان پوری	مفتی محمد یوسف فرنگی محلی
مولانا محمد یوسف کلکتوی	شیخ یوسف بن احمد گجراتی	یوسف بن ابو بکر گردیزی
شیخ یوسف بن جمال الدین حسینی ملتانی	شیخ ابو بکر یوسف بن حسین سقرانی	مولانا محمد یونس اثری
مولانا محمد یونس دہلوی	مولانا محمد یونس بٹ	مولانا یونس سمرقندی

Marfat.com

میرے سچے خواب راہنمائی کا ذریعہ

مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ

''الاعتصام'' کا دفتر دار العلوم تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ میں تھا۔ میں نے 20 اکتوبر 1956ء کو خواب دیکھا کہ میں حسب معمول چار بجے کے بعد دفتر سے نکلا ہوں۔ سامنے ایک شخص آتے دکھائی دیئے ان کی ڈاڑھی سفید ہے اور سفید ہی ان کا لباس ہے۔ ہاتھ میں لاٹھی ہے، گوراچٹا رنگ، بارعب شخصیت......دل میں خیال آیا کہ یہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اس کے ساتھ ہی خیال گزرا کہ یہ فارسی بولیں گے اور مجھے فارسی بولنے کی مشق نہیں ہے (ترجمہ کر لیتا ہوں پڑھ لیتا ہوں لیکن بولنے کی مجھے مشق نہیں ہے) پھر فوراً ذہن میں آیا کہ چلو کوئی بات نہیں۔ یہ پرانی فارسی بولیں گے میں یہ فارسی بول سکوں گا۔ اتنے میں وہ میرے قریب آجاتے ہیں اور میں ان کے قریب ہوجاتا ہوں۔ میں نے انہیں السلام علیکم کہا اور ہم نے مصافحہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ نے مولانا غلام رسول مہر رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں پر جو تبصرہ کیا ہے، وہ مجھے بہت پسند آیا ہے۔ آپ نے بہت اچھا تبصرہ کیا ہے۔ دو تین مرتبہ انہوں نے اسی قسم کے الفاظ فرمائے۔ میں ان کے فرمان کا نیازمندی سے جواب دیتا ہوں کہ بہت بہت شکریہ آپ نے میری کوئی چیز پسند فرمائی اور یہ میرے لیے بڑی سعادت کی بات ہے۔ اب میری آنکھ کھل گئی اور خواب ختم ہوگیا۔

میں نے سوچا یہ خواب تعبیر طلب ہے۔ دو جلیل القدر عالم میرے مہربان تھے جو خوابوں کی صحیح تعبیر دیتے تھے۔ خواب کی تعبیر ایسا فن ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں سورہ یوسف میں فرمایا گیا ہے۔ بہر کیف ان دو علماء میں سے ایک مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ تھے جن سے روزانہ شام کے وقت دہلی مسلم ہوٹل میں ملاقات ہوتی تھی اور ایک شاہ محمد جعفر پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ شام کو میں نے مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے خواب بیان کیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ سید شہید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے اردو میں بات کی تھی، میں نے ہاں میں جواب دیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ خواب کی تعبیر یہ ہے کہ آپ اردو میں شخصیات سے متعلق ایسا کام کریں گے جو مولانا غلام رسول مہر رحمۃ اللہ علیہ نے کیا اور آپ کا کام لوگ اسی طرح پسند کریں گے جس طرح جماعت مجاہدین کے بارے میں مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ مہر کی کتابیں پسند کی جاتی ہیں۔

میں نے عرض کیا میں اس طرح کا کام کہاں کرسکتا ہوں۔ میرے تو حالات ہی اس قسم کے نہیں ہیں۔ میں تو ہفت روزہ کے اخبار (ہفت روزہ ''الاعتصام'') کا ایڈیٹر ہوں۔ کسی سے لڑائی کسی سے جھگڑا۔ زندگی ایسے ہی گزر جائے گی۔ فرمانے لگے: یہ تو مجھے معلوم نہیں لیکن خواب کا مطلب یہی ہے۔ اس تعبیر سے مجھے خوشی ہوئی۔ تھوڑے دنوں کے بعد شاہ محمد جعفر پھلواروی (مرحوم) سے ملاقات ہوئی تو ان سے بھی میں نے خواب میں بیان کیا اور وہ تعبیر بتائی جو مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے دی تھی۔ انہوں نے فرمایا تعبیر بالکل صحیح ہے آپ اپنی تصانیف میں پرانی فارسی کتابوں کے حوالے دیں گے۔

ملاقات: سید فاروق رضوی صاحب

مورخہ 3 جولائی 2013

Marfat.com

رجال الغیب کی پراسرار دنیا

مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ

نیک لوگوں کی اور ہی دنیا ہوتی ہے، کئی لوگ مجذوب کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ جو چیز ہم نہیں جانتے وہ دنیا میں نہیں ہے۔ بے شمار چیزیں ایسی ہیں جنہیں ہم نہیں جانتے کیا اب وہ ساری چیزیں اس دنیا میں نہیں ہیں۔ ایسے مجذوب لوگ یقینا موجود ہیں' ان کا لوگوں کے ساتھ میل جول دوسروں سے مختلف ہوتا ہے۔ پہلے میں لوہاری میں رہتا تھا ہم لوگ روزانہ انارکلی جاتے تھے وہاں ہوٹل پر مولانا حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ بھی آجایا کرتے تھے اور بھی کافی لوگ آتے تھے۔ ایک لمبے تڑنگے آدمی کو ہم روزانہ دیکھتے تھے جو سفید لباس پہنے ہوئے ہوتا' اس کے پاس ایک گٹھڑی ہوتی تھی جسے وہ بغل میں رکھتا اور انارکلی کے چکر لگاتا رہتا۔ اکثر لوگوں کو دیکھ کر ان کے پیچھے بھاگتا مگر ان کے پاس جا کر رک جاتا، انہیں کچھ نہ کہتا نہ ہی کچھ بولتا۔ مولانا حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت عجیب بات فرمائی۔ فرمایا: معلوم ہوتا ہے یہ کسی بس یا ریل میں سفر کر رہا تھا، دوران سفر اس کی گٹھڑی گم ہوگئی، اس کو دھچکا لگا اور اس لیے اب وہ لوگوں کے پاس جا کر دیکھتا ہے کہ کہیں چوری کرنے والا یہ تو نہیں۔ اسی طرح ایک اور آدمی تھا جس کے ہاتھ میں ایک روٹی کا ٹکڑا ہوتا تھا جسے وہ آسمان کی طرف کرتا تھا۔ ہمارے ساتھ ایک مولانا رحمۃ اللہ علیہ تھے وہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ مجذوب ہے۔

اس طرح کچھ مجذوب جنگلوں میں نکل جاتے ہیں۔ لوگ ان پر اعتراض کرتے ہیں کہ وہ باجماعت نماز یا جمعہ نہیں پڑھتے۔ یہ اعتراض بھی ٹھیک ہے لیکن اصل میں وہ پاگل نہیں ہوتے' ایک روحانی اثر ہوتا ہے جو انہیں دنیا سے الگ تھلگ رکھتا ہے۔ ان کی سمجھ میں یہ دنیا غلط ہے، اس لیے وہ کسی ایسی جگہ رہتے ہیں جہاں دنیا کے آثار نہ ہوں اور وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں مستغرق رہیں۔ وہ مادیت سے الگ ہونا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جنگل میں اپنی ایک الگ دنیا بسائیں جہاں ان کے اور اللہ تعالیٰ کی یاد کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو۔ ویسے بھی اگر ایک شخص جنگل میں ہے تو وہ سفر کی حالت میں ہوتا ہے اس پر جمعہ فرض نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر ہم اس مقام پر نہیں پہنچے تو کم از کم اس کی مخالفت بھی نہیں کرنی چاہیے۔

ملاقات: سید فاروق احمد رضوی صاحب

3 جولائی 2013ء

Marfat.com

برتن مانجھنا ہر شخص پر لازم

مولانا سید محمد جنید غزنوی حفظہ اللہ تعالیٰ

یتلو علیکم آیاتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتاب والحکمۃ۔

یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کی اہم کڑیاں ہیں اور یہ بہت اہم آیت ہے کہ قرآن مجید میں تین چار مقامات پر آئی ہے۔ اس لیے اس پر غور ہونا چاہیے۔ وہ آدمی جو دین کی خدمت کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو اپنانا چاہتا ہے۔ اہل علم ''العلماء ورثۃ الانبیاء'' کے تحت اس آیت سے بہت کچھ سیکھتے ہیں۔ جس طرح قرآن کی آیات کو پڑھے اور سنائے بغیر کوئی بات نہیں بنتی۔ ''یتلوا علیکم آیاتنا'' اسی طرح قلب کی صفائی کے بغیر بھی معاملہ ادھورا رہ جاتا ہے۔ ''ویزکیکم'' بلکہ جذبات کو صاف کیے بغیر علم بھی ساتھ نہیں دیتا۔ ہمارا عام مشاہدہ ہے کہ کتنے لوگ قرآن وسنت کے احکامات سے واقف ہوتے ہیں، شراب کی حرمت کو جانتے ہیں یعنی عقلی، علمی انقلاب آچکا ہوتا ہے مگر پھر بھی شراب پیتے ہیں ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اسی لیے کہ جذبات کی تطہیر نہیں ہوئی ہوتی۔ بہت سے بھائی سود کی قباحت سے آگاہ ہوتے ہیں مگر کاروبار پھر بھی سود میں لتھڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس کی بھی وہ ہی وجہ ہے کہ ذہن جانتا ہے مگر تزکیہ (تصوف) کے مرحلے سے نہ گزرنے کی وجہ سے ساری خرابی ہوتی ہے۔ آیات کی ترتیب دیکھئے! کتاب وسنت کی تعلیم سے پہلے فرمایا کہ تمہارا تزکیہ کرتے ہیں، پہلے تمہارے دل کے برتن کو مانجھتے ہیں، اس کو صاف کرتے ہیں پھر یہ جو نور ہے کتاب وسنت کا، اس برتن میں ڈالتے ہیں کیونکہ اگر گندے برتن میں اسے ڈال دیں گے تو جب باہر آئے گا تو یہ بھی آلودہ ہو جائے گا اور وہ آلودگی اس نفس کی ہوگی جو صاف نہیں ہوا تھا۔

ملاقات: سید فاروق احمد رضوی صاحب

Marfat.com

کیا ہمیں اللہ تعالیٰ کی ضرورت نہیں؟

مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ

نہایت افسوس ہے کہ اب دعا و وظائف اور تصوف کی روایت جماعت اہل حدیث میں ختم ہوگئی ہے بلکہ میں نے سنا ہے کہ بعض برخود غلط لوگ اسے بدعت قرار دیتے ہیں ''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔

بات یہ ہے کہ ہمارے پرانے عالموں اور بزرگوں کی حالت ایسی تھی کہ انہیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ضروت رہتی تھی وہ اسی کے محتاج تھے ہر شے اسی سے مانگتے اور ہر وقت مانگتے تھے' نماز کے بعد بھی اور دیگر اوقات میں بھی، ہاتھ اٹھا کر بھی اور بغیر ہاتھ اٹھائے بھی' وہ غریب تھے' نادار تھے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑاتے تھے' دور حاضر کے عالموں کے پاس سب کچھ موجود ہے زمینیں بھی' کاروبار بھی' کوٹھیاں بھی' موٹریں بھی اور بڑی بڑی ملازمتیں بھی' ان کے بیٹے سمندر پار یونیورسٹیوں میں پڑھتے ہیں اور کماتے بھی ہیں رہی سہی کسر جہادوں نے پوری کردی ہے اب یہ کروڑوں میں کھیلتے اور اربوں کے خواب دیکھتے ہیں انہیں کیا ضرورت ہے اللہ تعالیٰ سے ہاتھ اٹھا کر مانگنے کی اور اس کے احسان مند ہونے کی؟ یہی وجہ ہے کے اِدھر سلام پھیرا اور اُدھر یہ کوتل گھوڑے کی طرح اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

(نقوش عظمت رفتہ ص 22)

Marfat.com

کھرک فی الصلوٰۃ

مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ

ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا تو رہا ایک طرف گوناں گو مصروفیتوں کی بناء پر ان بیچاروں کیلئے نماز پڑھنا مشکل ہے یہ تو ان کی بہت بڑی قربانی ہے کہ کسی نہ کسی طرح بے پناہ مصروفیات سے تھوڑا سا وقت نکال کر دو چار رکعت نماز پڑھ لیتے ہیں اور نماز ہی میں ان کو کھرکنے اور جسم کے مختلف حصوں پر ہاتھ پھیرنے کو وقت ملتا ہے اور یاد آیا کہ ''کھرک فی الصلوٰۃ'' بھی ایک مسئلہ ہے اس پر بھی عمل ہونا چاہیے پھر یہ بات بھی ان کے نزدیک محقق ہوگئی ہے کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی روایات کے راوی ضعیف ہیں۔ اس تحقیق کے بارے میں اس فقیر پر تقصیر کی مؤدبانہ گزارش ہے کہ کیا وہ راوی ہم سے بھی ضعیف ہیں جو بات بات میں غلط بیانی کرتے، قدم قدم پر جھوٹ بولتے اور ہر معاملے میں دوسروں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ یہاں یہ یادر ہے کہ وظائف ادعیہ تین قسم کے ہیں: ایک وہ جو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ دوسرے وہ جس کا کتب احادیث میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ اور تیسرے وہ جو بزرگان دین سے منقول ہیں اور بعض امور و معاملات میں مجرب ہیں۔ ہمارے بزرگ علماء ان تینوں پر عامل رہے ہیں اور اب بھی اللہ کے نیک بندے جن کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے ان پر عامل ہیں۔

وظیفے کے عمل اور لفظ سے بعض دوست آخر گھبراتے کیوں ہیں اگر ان کے بچوں کو سکول سے وظیفہ ملے تو بڑے خوش ہوتے ہیں اور گھر گھر بتاتے پھرتے ہیں کہ ان کے بچے ماشاء اللہ اتنے ہوشیار ہیں کہ وظیفہ لے رہے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کردہ وظیفہ پڑھنے کو کہا جائے تو غلط ہے۔ یہ عجیب منطق ہے کہ حکومت سے وظیفہ حاصل کرنا بالکل درست اور اللہ تعالیٰ کے نام کا وظیفہ پڑھنا قطعی بدعت۔ سچی بات ہے اگر کوئی وظیفہ دل لگا کر اور متوجہ الی اللہ ہو کر پڑھا جائے تو بے عمل سے بے عمل کو بھی ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے قلب پر سکون اور اطمینان کی بارش ہو رہی ہے اور کیفیت عالم بالکل بدل رہی ہے۔

(نقوش عظمت رفتہ، ص:25)

Marfat.com

صوفیاء کے ہم پر احسانات

مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ

میں ان حضرات سے اتفاق نہیں کرتا جو برصغیر میں اسلام کی تبلیغ کے سلسلے میں صوفیاء کی خدمات کا اعتراف نہیں کرتے۔ یہ جو اس وقت علماء کا دور چل رہا ہے یہ زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ صدی قبل کا ہے اس سے پہلے تو اس ملک میں صوفیاء ہی تھے جو کہ مختلف ممالک سے تشریف لائے تھے یا یہیں کے رہنے والے تھے ان میں شیخ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ یا نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست ہیں۔ یہاں ان معنوں میں جن معنوں میں آج اسلام ہے یا علماء تبلیغ فرما رہے ہیں کون سے مسلمان علماء موجود تھے۔ اصل نقطہ نظر یہ ہے کہ صوفیاء کی خدمات کو اس ملک میں نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ وہ کونسے علماء تھے جو اجمیر کے اردگرد تقریر کرتے رہے جیسے آج کل مختلف مقامات پر تقریر ہو رہی ہے تو وہاں معروف معنوں میں آج کے علماء کی طرح کونسے عالم دین تھے؟ اسی طرح یہاں پاک پتن کے اردگرد بابا فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ اسلام کے سلسلے میں مساعی اور محنت ہے تو وہاں بھی معروف معنوں میں کونسا عالم دین تھا؟ کوئی بھی نہیں تھا وہی لوگ تھے جنہوں نے اسلام کی تبلیغ کی۔ میرے نزدیک صوفیاء کی تبلیغ کو اسلام کیلئے نظرانداز کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔ صوفیاء نے بہت خدمات انجام دی ہیں کوئی اس بات سے اتفاق کرے یا نہ کرے یہ اس کی مرضی ہے' میں کسی سے جھگڑتا تو نہیں مگر میرا نقطہ نظر یہی ہے کہ ان اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ کو وہی اہمیت دی جائے جس کے وہ مستحق ہیں' بلکہ زیادہ سے زیادہ اہمیت دی جائے انہی کی مساعی کی وجہ سے یہاں اسلام پھیلا ہے۔ صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ''توحید اندر کی بھوک ہے اور تصوف اندر کی پیاس ہے''۔ اگر ہم لوگوں کو سچا تصوف نہیں دیں گے تو پھر یہ میلے ٹھیلوں پر اور درباروں پر جائیں گے۔ صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بیعت الجہاد کے ساتھ ساتھ بیعت اصلاح اور بیعت سلوک بھی ہوتی تھی۔ مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھی بیعت تزکیہ ہوتی تھی۔ بیعت کا سلسلہ تو ختم نہیں ہونا چاہیے۔ بیعت کا سلسلہ کسی نہ کسی طرح میرے خیال میں جاری رہنا چاہیے' یہ تبلیغ اسلام کا اور علماء کے آپس میں تعلق پیدا کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔

میں نے صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و واقعات پر ایک کتاب لکھی ہے جس میں ان کے تصوف' قبولیت دعا اور ان کی کرامات کے سلسلے میں بہت سے واقعات تحریر کیے ہیں۔ وہ کتاب چھپنے کے بعد مجھے اور بھی کئی لوگوں نے صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بہت اچھی معلومات دی ہیں' وہ سب معلومات میں نے ترتیب دیکر مکتبہ سلفیہ والوں کو دے دی ہیں۔ اسی طرح مولانا غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ قلعہ میہاں سنگھ والے کے بارے میں بھی پوری کتاب لکھی وہ بھی تصوف میں تعلق رکھتے تھے بلکہ وہ تو تصوف کے بہت بڑے ماہر تھے اور ایسے صاحب کرامت بزرگ تھے کہ سبحان اللہ۔ مجھے ذرا یہ بتائیں کہ ان لوگوں کے تصوف میں کیا برائی ہے؟ کیا مخالفت ہے؟ اس تصوف میں کوئی برائی نہیں بلکہ سراسر اچھائی ہی اچھائی ہے۔

ملاقات: حضرت حکیم محمد طارق محمود مجذوبی چغتائی دامت برکاتہم

مورخہ: 28 اپریل 2012ء

Marfat.com

علمائے اہل حدیث میں تصوف کی خوشبو

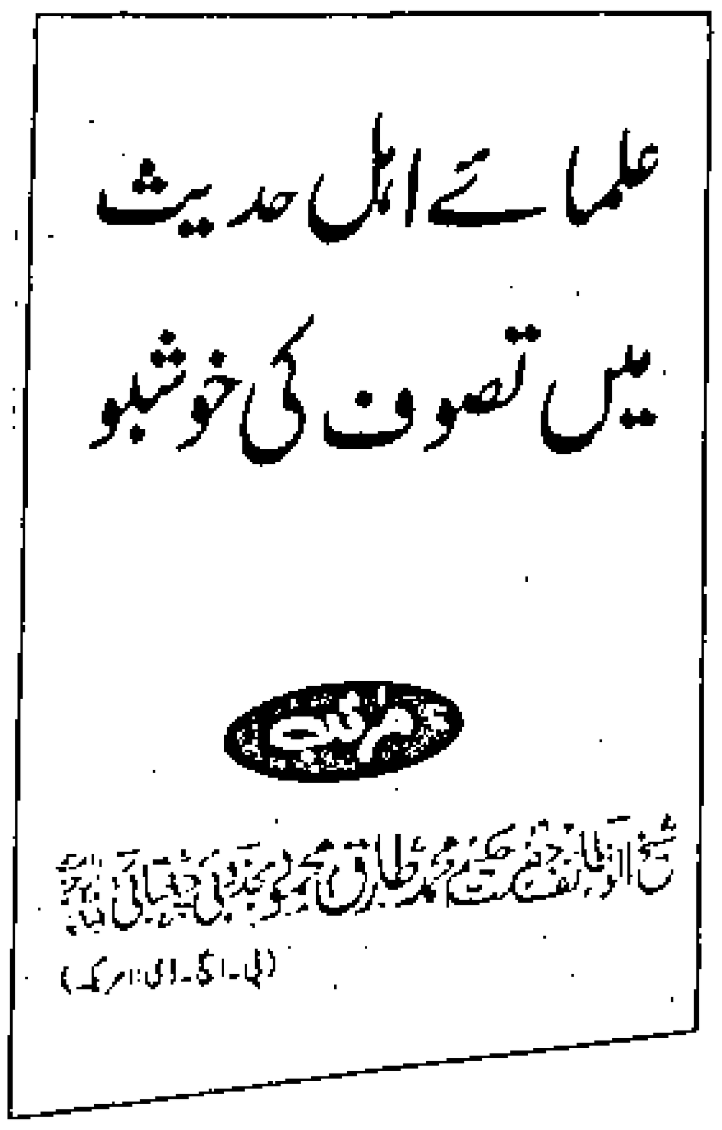

کیا آپ نے کبھی اہل حدیث صوفیاء کی زیارت کی؟ آیئے ہم آپ کو علمائے اہل حدیث میں گزرے سینکڑوں صوفیاء کرام رحمہ اللہ علیہم سے ملواتے ہیں جن کی پوری زندگی تصوف کی خوشبو سے معطر ہوتے ہوئے گزری۔ پھر ان کے ساتھ منسلک ہونے والے لوگ بھی ان کی صحبت میں بیٹھنے سے معرفت الٰہی اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو کو پا گئے۔ ''علمائے اہل حدیث میں تصوف کی خوشبو'' پڑھتے ہوئے آپ جان سکیں گے کہ مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ تصوف کیا تھا؟ حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کو کس طرح بیعت کرتے تھے؟ علامہ عصر نواب سید صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں تصوف کی کتنی اہمیت تھی؟ سب سے پہلے جماعت اہل حدیث کا امیر کس صوفی بزرگ کو بنایا گیا؟ لکھوی خاندان میں کتنی پشتوں سے تصوف چلا آرہا ہے؟ اہلحدیثوں کے مشہور علمی مرکز سوہدرہ میں کن صوفیاء اہل حدیث کی برکات اثر پذیر ہیں۔ ان جیسے چونکا دینے والے سینکڑوں سچے واقعات باحوالہ پڑھنے کیلئے آج ہی طلب فرمائیں ''علمائے اہل حدیث میں تصوف کی خوشبو'' جلد اول، دوم۔

سچی کرامات اہل حدیث

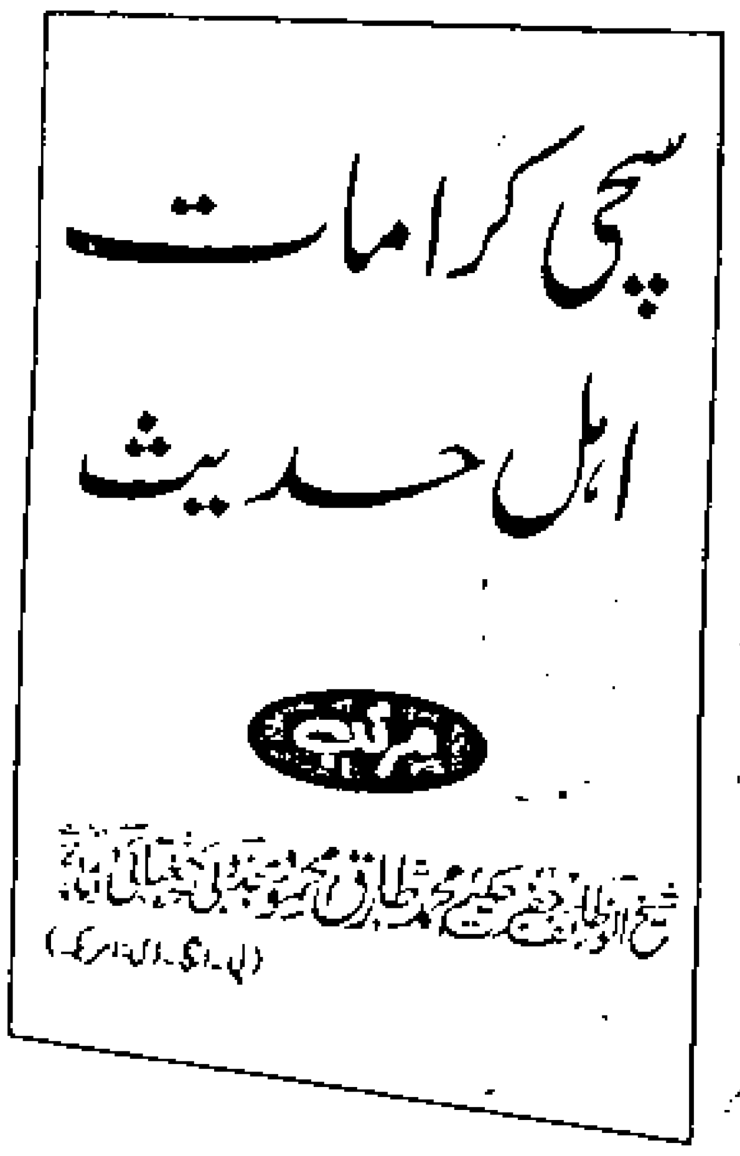

کیا جانور انسان کی بات سمجھتے ہیں؟ کیا کوئی ایسا خوش نصیب ہوسکتا ہے کہ اس کی میت پر شدید گرمی میں بادل مسلسل سایہ کئے رکھے؟ کیا خوفناک مخلوق جنات بھی کسی کا احترام کرتے ہیں؟ یہ سب اس وقت ممکن ہے جب اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی ولایت کیلئے چن لے۔ ''سچی کرامات اہل حدیث'' میں آپ کو ایسے بے شمار ناممکن واقعات ممکن ہوتے نظر آئیں گے۔ مثلاً ایک عیسائی نے جب اہل حدیث عالم دین کے سامنے شعبدے دکھائے تو ولی اللہ نے اسے کیا سزا دی؟ وہ کون سے عالم دین تھے جو تہجد کیلئے کھڑے ہوتے تو آسمان سے ان پر نور برستا تھا۔ وہ کون سے عالم دین تھے جنہیں ہر رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوتی تھی؟ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہم شکل جن کون تھا؟ مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں کیا مقام تھا؟ گوجرانوالہ کے سلفی عالم دین کی زبان سے کلمہ سن کر کتنے ہندو مسلمان ہوئے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ لکھنے والے کا مدینہ منورہ میں کیسا استقبال ہوا؟ گھر کی دیواریں اور چھت کس عالم دین کے ساتھ مل کر ذکر کیا کرتی تھیں؟ پیشانی سے روشن مستقبل پڑھنے والے بزرگ کون تھے؟ ایسے ہزاروں محیر العقول واقعات سے سجی کتاب ''سچی کرامات اہل حدیث'' دو جلدیں آج ہی منگوائیں۔

Marfat.com

اہل حدیث تصوف کا انسائیکلو پیڈیا

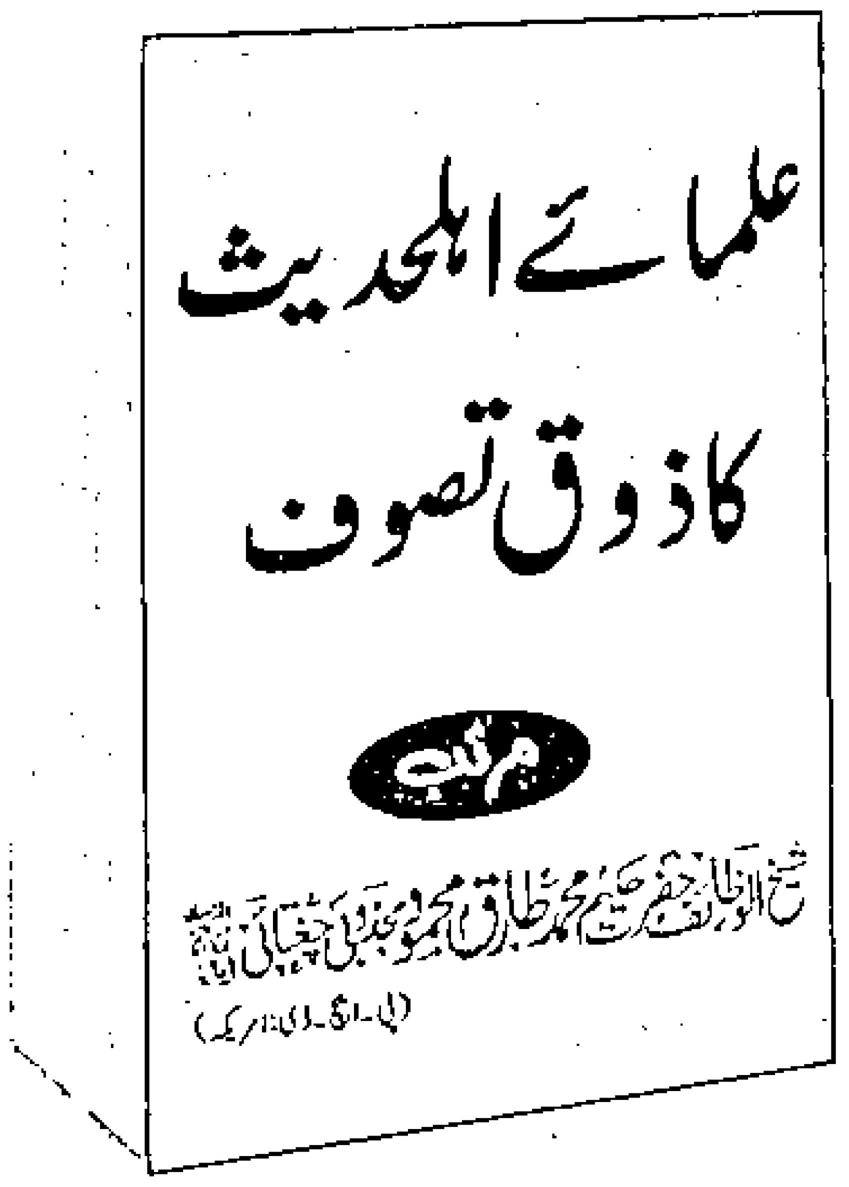

آیئے! ہم اسلاف اہل حدیث کے اجلے اور پاکیزہ کارناموں سے آپ کو متعارف کرائیں۔ کیا آپ نے کتاب ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' پڑھی ہے؟ 2600 سے زائد صفحات پر مشتمل یہ کتاب ان مشکبار تذکروں سے مزین ہے جو سالوں نہیں، صدیوں اپنی کرنیں بکھیر کے عالم کو روشن کرنے کے بعد مٹی کی چادر اوڑھ کر سو گئے۔ کتاب '' ذوق تصوف ''میں کشف، کرامات، کمالات، الہام، بصیرت باطنی، وظائف، عملیات، ٹوٹکے، مرشد کی ضرورت، بیعت کی اہمیت، مرید کا ادب، زندگیوں کے سلیقے اور اس سے بھی کہیں زیادہ کمالات پڑھنے کو ملیں گے۔ یوں سمجھیں کہ یہ کتاب اہل حدیث تصوف کے متعلق ایک مکمل انسائیکلو پیڈیا ہے، جس میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تین سو سال پرانی کتب کا عکس بھی شامل کیا گیا ہے۔

آپ کی لائبریری یقیناً اس کتاب کے بغیر ادھوری اور علمی خزانہ نامکمل ہے۔

اسلاف اہل حدیث کی رواداریاں

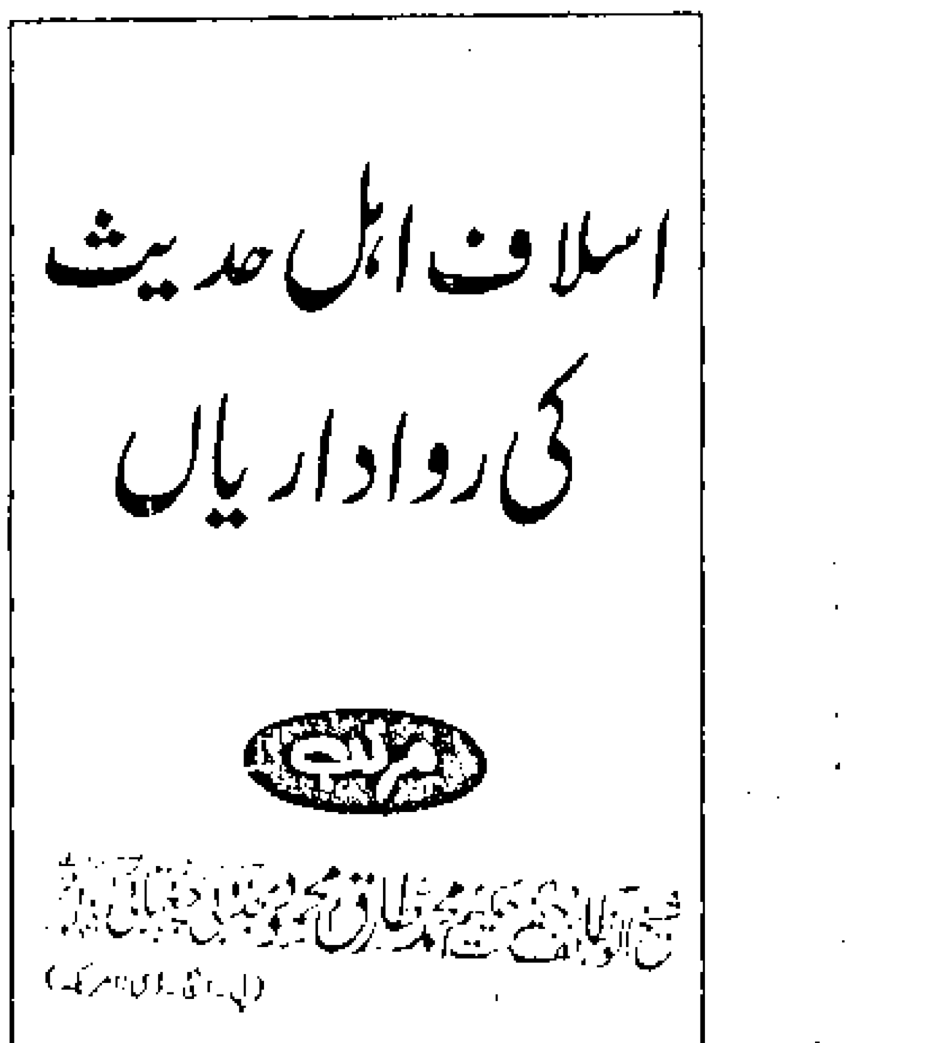

پچھلے کئی سالوں سے مسلک اہل حدیث سے وابستہ لوگوں پر ایک بے جا الزام چسپاں ہے کہ یہ ''خشک ہوتے ہیں'' بے ادب اور گستاخ ہوتے ہیں۔ نہیں تو' چند لوگوں کے ذاتی عمل سے آپ پوری جماعت کو قصوروار کیسے ٹھہرا سکتے ہیں؟ آیئے! ہم آپ کا تعارف کرواتے ہیں معتدل مزاج، حلیم الطبع اور خوش اخلاق اہل حدیث علمائے کرام سے، جنہوں نے اپنی مسجد میں آنے والے دیوبندی، بریلوی حضرات سے کیسا سلوک کیا؟ جنہوں نے مناظرے کے بعد بھی ایک دوسرے کو سینے سے کیسے لگایا؟ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانے والے اہل حدیث علماء کون تھے؟ اختلافی مسائل کو ہوا دینے کی بجائے اعلیٰ ظرفی کا مظاہر کس سلفی عالم دین نے کیا؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو امام اعظم جیسے مودب انداز میں کس شیخ الحدیث نے مخاطب کیا؟ اپنے اسلاف کی اعلیٰ ظرفی اور وسعتِ قلبی کے بہادرانہ کارناموں سے بے خبر کیوں ہیں؟

کتاب ''اسلاف اہل حدیث کی رواداریاں'' پڑھنے کے بعد یقیناً آپ کو معاشرے کا پرامن شہری بننے کے قیمتی گُر ملیں گے۔

Marfat.com

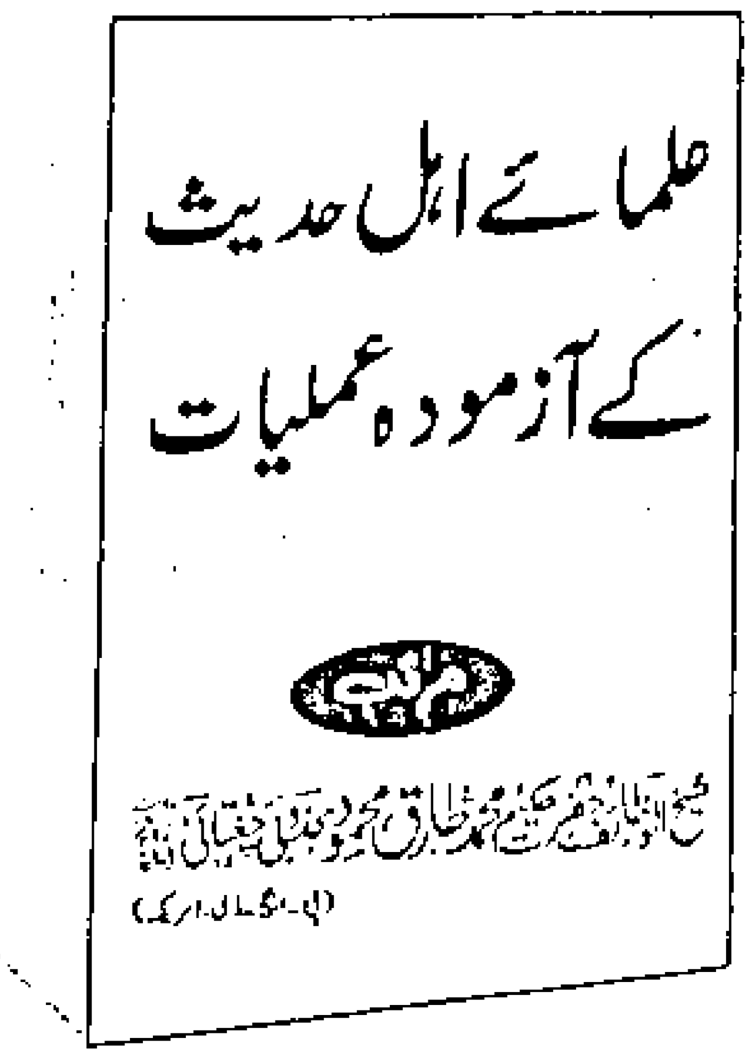

صرف پریشانیوں میں پسے ہوئے اور خودکشی کا جذبہ رکھنے والے اسے پڑھیں

علمائے اہل حدیث کے آزمودہ عملیات

جادو' جنات' نظربد' کاروباری پریشانیوں' گھریلو جھگڑے اور ہر طرف کے نامساعد حالات میں پسے ہوئے وہ حضرات جو جعلی عاملوں سے اپنی عزت اور مال کے ساتھ ایمان بھی بچانا چاہتے ہیں' انہیں چاہئے کہ اپنے اسلاف اہل حدیث کے تجربہ شدہ اعمال سے استفادہ کریں۔ جی ہاں! یہ کتاب ''علمائے اہل حدیث کے آزمودہ عملیات'' آپ کو ایسے وظائف وعملیات سکھائے گی جن میں شرک وبدعت کی آمیزش نہیں ہے۔ آپ گھر بیٹھے ان وظائف کا نور حاصل کر کے اپنے مسائل کا فوری حل پاسکتے ہیں۔ اہل حدیث حضرات جو عملیات کا شوق رکھتے ہیں اور اپنے اسلاف کے تجربہ شدہ روحانی عملیات سے ابھی تک ناواقف ہیں' ان کیلئے یہ کتاب ایک نایاب ہیرے سے کم نہیں۔ اس میں آپ کو ملیں گے سحر کی اقسام اور بچاؤ کے طریقے' جنات کی حاضری کے اعمال اور ان کیلئے ننگی تلوار ثابت ہونے والے وظائف' رزق اور کاروبار میں برکت دلانے والے پرتاثیر الفاظ اور گھریلو ومعاشرتی پریشانیوں سے نجات دلانے کیلئے تیر بے خطا۔۔۔۔ ایک مرتبہ پڑھیں تو سہی۔۔۔

تصوف پسند اہل حدیث

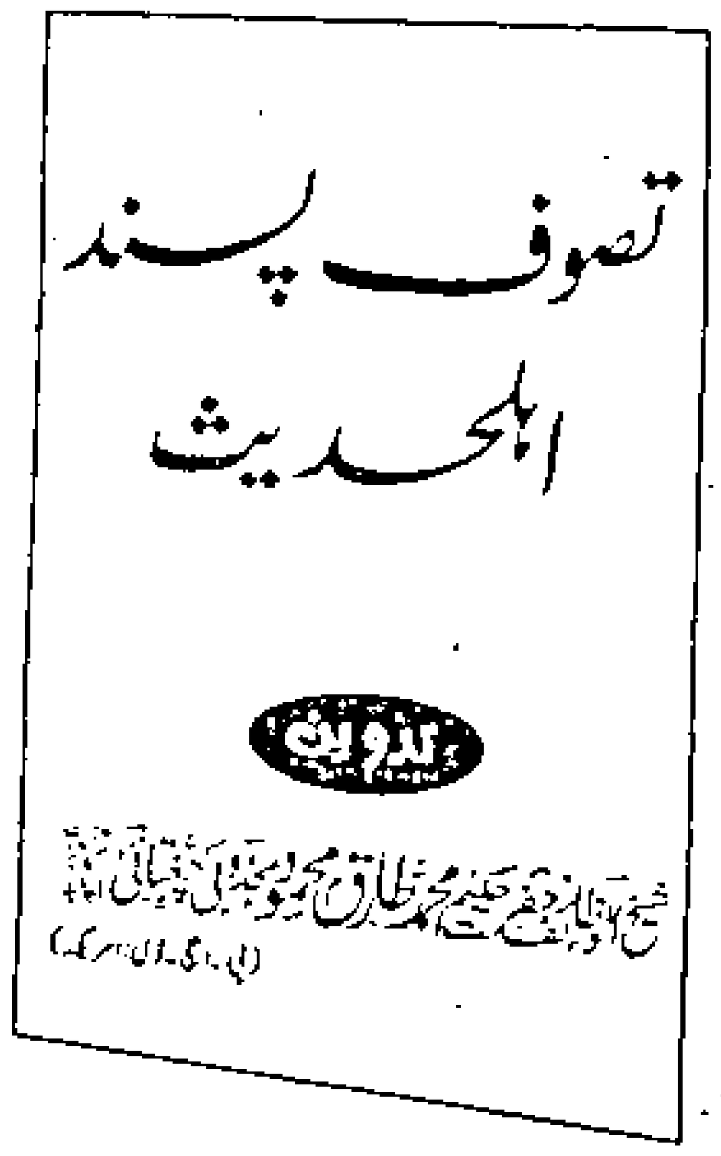

کتاب کے نام سے چونک گئے نا! آئیں ہم آپ کی ملاقات ایسے اہل حدیث حضرات سے کرواتے ہیں جو تصوف کو دل وجان سے پسند کرتے ہیں اور بروز قیامت صوفیاء کے زمرے میں شامل ہونا اپنے لئے نہایت خوش بختی کی علامت سمجھتے ہیں۔ اس کتاب میں شامل تصوف پسند اہل حدیث علماء کے نام اور ان کے تصوف کے متعلق واقعات پڑھ کے آپ حیرت زدہ ہو کر دانتوں میں انگلی دبانے پر مجبور ہو جائیں گے۔

شیخ الاسلام حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصوف پسندی' فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی تصوف پر نایاب کتاب' شیخ الحدیث مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور امیر جمعیت اہل حدیث مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند مولانا ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے تصوف کے موضوع پر بیانات' خان پور ضلع ہزارہ کے اہل حدیث حضرات میں تصوف کی جاگ لگانے والے سلفی عالم دین اور ان کے درجنوں مریدین کے واقعات' سکھوں کے خلاف جہاد کرنے والے مجاہدین بالاکوٹ کی روحانیت اور عشق الٰہی سے مزین داستانیں' حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی اڑھائی سو سال پہلے لکھی گئی تصوف و طریقت سے لبریز کتاب کے ساتھ اور بھی بہت کچھ۔ ہر واقعہ مستند' ہر تحریر باحوالہ۔

Marfat.com

اہل حدیث میں تصوف کی قدردانی

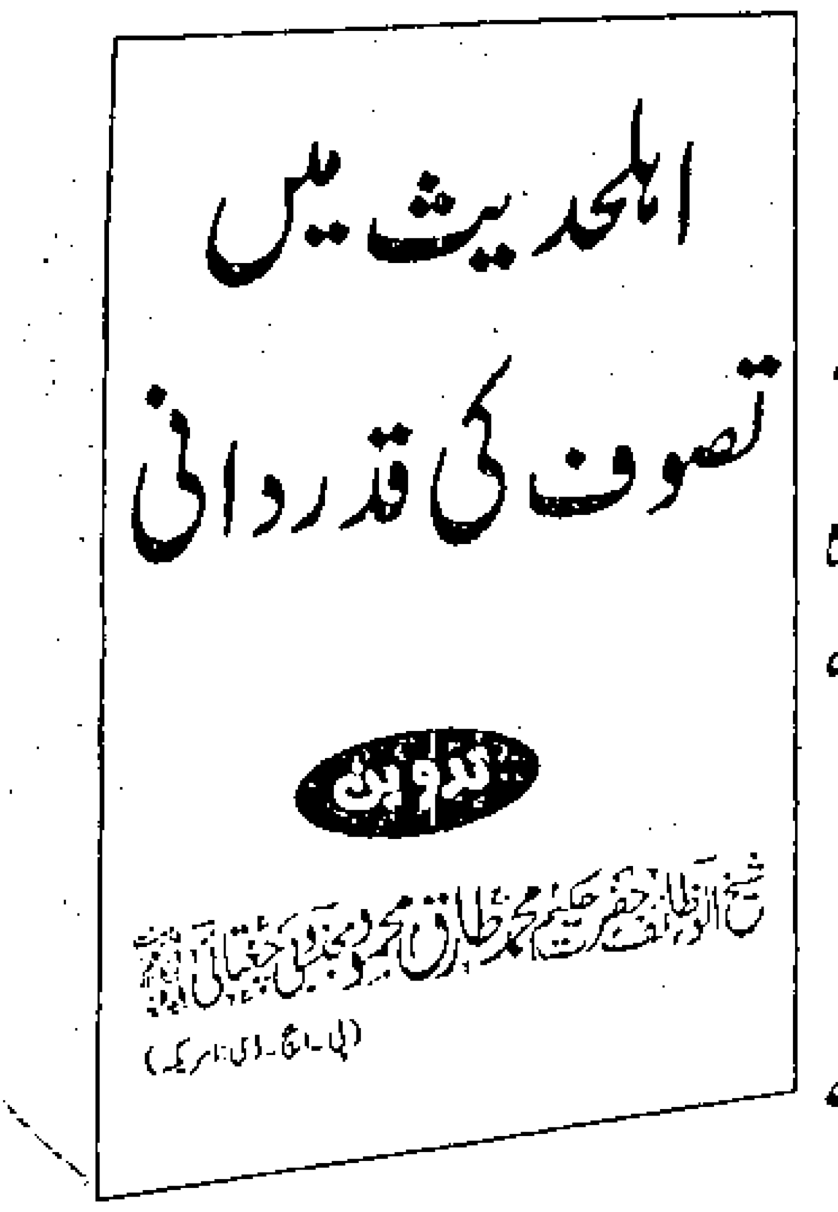

ہر دور میں تصوف کے قدر دان حضرات اپنے دامن میں معرفت کے موتی سمیٹتے رہے ہیں۔ مسلک اہل حدیث سے وابستہ کثیر لوگوں کا گروہ تصوف وصوفیاء کا قدردان ہے' اس گروہ میں علماء بھی ہیں' فقہاء بھی ہیں' محدثین بھی ہیں اور مجاہدین بھی۔

زیرِ نظر کتاب ''اہل حدیث میں تصوف کی قدردانی'' کے عنوان سے دراصل ایسا گلدستہ جس میں بیعت' کشف' الہام' مرشد کا ادب واحترام' اولیاء کی کرامات اور صوفیانہ مزاج رکھنے والے اہل حدیث مجاہدین کا تذکرہ اہل حدیث مصنفین کی کتابوں سے اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ کتاب کے آخر میں اہل حدیث علمائے کرام کے جلیل القدر استاد مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ سے لکھی ہوئی 138 سالہ پرانی کتاب ''اثبات الالھام والبیعۃ'' کا عکس بھی ڈال دیا گیا ہے۔ خود پڑھیں اور خود فیصلہ کریں کہ اہل حدیثوں کے ہاں تصوف کتنی قدردانی کا مستحق ہے۔۔۔۔۔

عشق، تصوف اور اہل حدیث

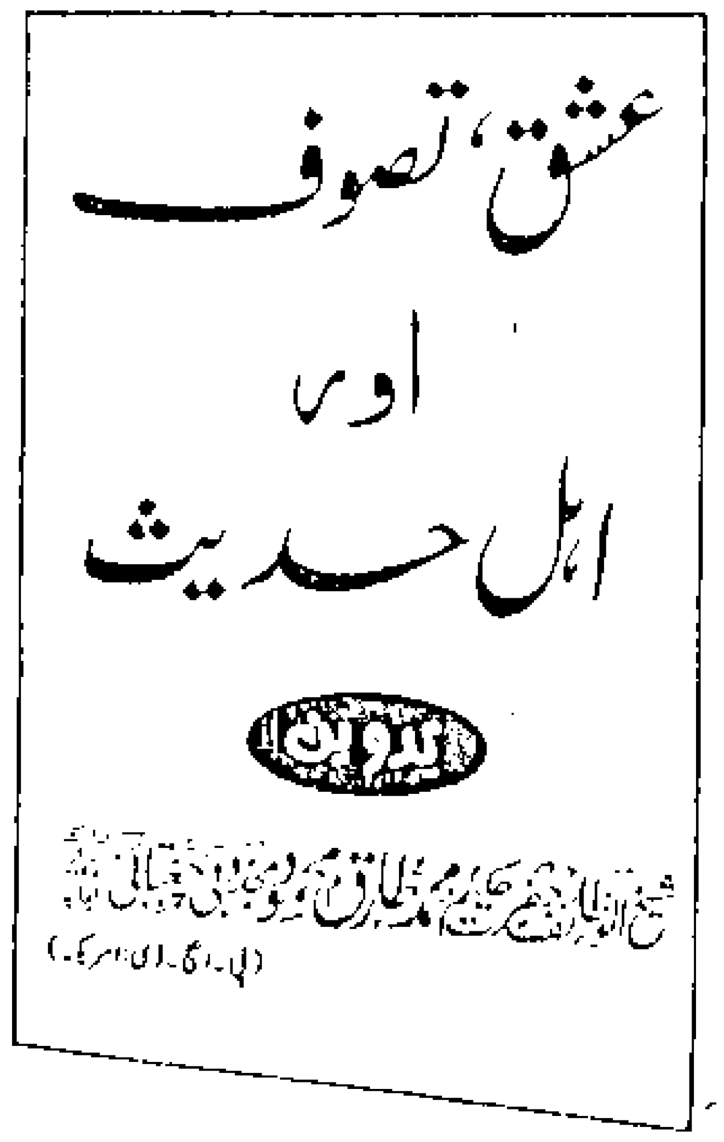

یہ کتاب فی الحقیقت اسمِ بامسمّٰی ہے اور اپنے اندر اہل حدیث حضرات کی عاشقانہ کیفیات اور صوفیانہ واقعات سمیٹے ہوئے ہے۔ اس میں صدیوں پرانے اہل حدیث صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی عشق ومعرفت سے سجی دلآویز داستانیں پڑھ کے اور تو کچھ نہیں ہوگا، بس آپ کے دل میں اعلیٰ قسم کا نور پیدا ہوجائے گا کیونکہ ''تنزل الرحمۃ عند ذکر الصالحین'' یعنی اولیاء اللہ ایسی بابرکت ہستیاں ہیں، جن کے واقعات پڑھنے سے بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے، پھر یہی نور اور رحمت انسان کے اندر نیکی کے جذبات پیدا کرتے اور گناہوں سے نفرت کا ذریعہ بنتے ہیں۔ کتاب میں آپ یہ بھی جان سکیں گے کہ ''پچاسی سالہ بوڑھے اہل حدیث بزرگ کی عجیب وغریب خواہش کیا تھی، اپنی موت سے پانچ دن پہلے موت کا پتہ چل جانے پر ایک سلفی عالم دین کا خاتمہ کیسا ہوا، وہ کونسا عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوا تھا جس کی بدولت ایک متوکل اور متقی شخصیت کے گھر سونے کے سکے برسے، چار سلفی علماء کو ایک ہی رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیسے نصیب ہوگئی۔ مدرسہ سے فارغ التحصیل عالم دین کسی درویش کی خانقاہ میں کیا لینے گئے، امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتابوں میں عشق اور تصوف کو کتنی اہمیت دی ہوئی ہے ایسے بے شمار مستند واقعات کیساتھ ساتھ احادیث میں مروی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سچی کرامات پڑھنے اور اپنی نسلوں کی بہترین تربیت کرنے کیلئے'' عشق، تصوف اور اہل حدیث'' سے دوستی لگا نا مت بھولیں۔۔ اہل حدیث دوستوں کو بھولا ہوا سبق یاد دلانے کیلئے بہترین تحفہ۔۔۔

Marfat.com

ماننے سے انکار کر دیا تو اس کو قتل کر دیا گیا۔ پھر اپنے وطن اوچ تشریف لے گئے اور مدت مدید تک اپنے برادر کبیر مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ کی حیثیت سے دعوت و ارشاد میں مشغول رہے۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:234۔237)

قارئین! ان کے لقب راجو قتال رحمۃ اللہ علیہ کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ایک مرتبہ ان کے مرشد رحمۃ اللہ علیہ سو رہے تھے اور یہ پاس بیٹھے ان کو پنکھا کر رہے تھے، اتنے میں چند چڑیاں قریب آ کر بیٹھ گئیں اور چوں چوں کرنے لگیں، انہوں نے انکو اڑانے کی کوشش کی، کیونکہ انہیں اپنے مرشد رحمۃ اللہ علیہ سے بہت عشق تھا اور خطرہ تھا کہیں میرے شیخ کی نیند خراب نہ ہو جائے۔ چڑیوں نے چہچہانا اور شور کرنا بند نہ کیا تو انہوں نے جلالی نگاہ سے انکی طرف دیکھتے ہوئے وہ توجہ ڈالی جو اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کر چکے تھے۔ چڑیاں وہیں کی وہیں ابدی نیند سو گئیں۔ مرشد رحمۃ اللہ علیہ بیدار ہوئے تو حیران ہو کر پوچھا، یہ اتنی ساری چڑیاں کیسے مر گئیں؟ عرض کی، حضرت! آپ کی نیند میں خلل ڈال رہی تھیں، تو مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔ مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے بے ساختہ فرمایا، ارے تُو تو راجن قتال ہے (راجن قتال اس زمانے میں ایک جابر حکمران گزرا تھا) لہٰذا اس دن سے انکا اصل نام تو شہرت نہ پا سکا، جبکہ راجو قتال رحمۃ اللہ علیہ ہر کسی کی زبان پر جاری ہو گیا۔ (از: مرتب)

(473) شیخ محمد بن حسین پٹنی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن حسین علوی سندھی رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث اور فقہ کے عالم تھے اور مشہور مشائخ میں سے تھے۔ سید خدا بخش کے نام سے معروف تھے' انہوں نے اپنے والد شیخ حسین علوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ صدر الدین محمد راجو قتال رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا۔ شیخ محمد بن حسین رحمۃ اللہ علیہ ایسے عالم دین تھے جو حدیث' فقہ اور تصوف میں یگانہ روزگار تھے۔ نہایت صحیح العقیدہ اور مبنی بر صحت فکر و خیال کے حامل صوفی تھے۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:237)

(474) شیخ محمد بن رفیع بخاری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن رفیع الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ شیخ صالح اور فقیہہ تھے' معروف رجال فضل و صلاح میں سے تھے' اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ سے علم فقہ حاصل کیا اور انہی سے درس طریقت لیا۔ شیخ عبد الوہاب حسینی بخاری رحمۃ اللہ علیہ انہی کے فرزند ہیں۔ (فقہائے ہند' جلد دوم' ص:238)

(475) شیخ محمد بن عبد اللہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن عبد اللہ حسینی بخاری رحمۃ اللہ علیہ شیخ محمد زاہد کے نام سے معروف تھے' علم و فقاہت' اتقاء و صالحیت اور زہد و عبادت کے اوصاف سے متصف تھے' انہوں نے جلیل القدر علمائے عصر سے اخذ علم اور کسب فیض کیا اور اونچے مرتبے کو پہنچے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد خود بھی مسند تدریس آراستہ کی اور اپنے فیوض علم و تصوف سے خلق کثیر کو مستفیض کیا۔ اس عظیم فقیہہ اور بلند مرتبہ صوفی کی قبر قریہ ٹبودہ میں ہے۔

Marfat.com